ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قضا و قدر اور دعا کے باہمی تعلقات

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ پادری صاحبان کا کوئی بھی ایسا اعتراض اسلام پر نہیں جو انکی موجودہ توراۃ اور انجیل میں بھی ایک ایک ورق پر نہ ہوتا ہو یہی حال رگوید اور پارسیوں ہندوؤں کی دیگر کتب کا ہے۔ قرآن شریف نے ان امور کو جن سے احمق معترضین نے جبر کی تعلیم نکالی ہے محض ان عظیم الشان اصول کو قائم کرنے کے لئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی اور دنیا کی ہر ایک چیز کا مبداء اور مرجع صرف اسی کی ذات واحد ہے وہی علت العلل اور سبب الاسباب ہے اور صرف محض توحید کی تعلیم دینے کی خاطر ہی قرآن شریف نے درمیانی وسائط کو اٹھا کر خدا کے علت العلل ہونیکا ذکر فرمایا ہے۔ ورنہ اگر غور سے قرآن شریف کا مطالعہ کیا جائے تو بڑی صراحت کیساتھ ان اسباب کو بھی بیان فرمایا ہے جن کیوجہ سے انسان مکلف ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جبکہ قرآن شریف اعمال بد کی سزا مقرر کرتا ہے اور انکی حدود قائم کرتا ہے تو اگر قضا و قدر میں کوئی تبدیلی ہونیوالی نہ تھی اور انسان مطلقاً مجبور تھا تو پھر ان حدود شرعیہ کے مقرر کرنیکی ضرورت ہی کیا تھی۔ پس خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف دہریوں کی طرح تمام امور کو اسباب طبیعیہ تک محدود نہیں رکھنا چاہتا بلکہ خالص توحید تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے دعا کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور نہ ہی قضا و قدر کے ان تعلقات کو جو دعا کیساتھ وابستہ ہیں تدبر کی نگاہ سے دیکھا ہے جو لوگ دعاؤں سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کیلئے تمام راستے کھول دیتا ہے وہ ان کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ ایک طرف دعا ہوتی ہے تو دوسری طرف قضا و قدر۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کیلئے اوقات اور حدود مقرر کر رکھے ہیں اور ربوبیت کے حصہ کو عبودیت میں دیا گیا ہے اور فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ مجھے پکارو میں تمہیں جواب دونگا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ناطق خدا صرف مسلمانوں کا ہی ہے۔ (فروری ۱۹۰۳ء)

الحمد للہ رب العلمین

سجدۂ شکر

ہمارا کامیاب سالانہ اجتماع ــــ اس سال کا پروگرام

آج دنیا ایک آتشین اضطراب میں مبتلا ہے۔ یورپ اور افریقہ کے بعض حصوں میں جنگ اپنی پوری ہولناکیوں کیساتھ جاری ہے آگ اور خون کا یہ مہیب کھیل تقریباً سوا سال سے متواتر کھیلا جا رہا ہے۔ ملکوں اور حصوں کے نقشے اور اُن کے ساتھ ہی قوموں کی قسمتیں دن رات بن اور بگڑ رہی ہیں۔ کوئی بھی وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کل کیا ہونیوالا ہے ساری دنیا کے مستقبل پر سر دست جنگ و تباہی کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ہم ملک جنگ میں شریک نہیں وہ بھی اس سے کسی نہ کسی لحاظ سے متاثر ضرور ہیں بیروزگاری اقتصادی مشکلات اور ضروریات زندگی کی گرانی اس پر مستزاد ہیں۔

اضطراب و مشکلات کی اس فضا میں امسال ہمارا سالانہ اجتماع منعقد ہوا ایک قلیل التعداد قوم اپنے مرکز میں جمع ہوئی دنیا نے محسوس کیا کہ عالمگیر اضطراب کے باوجود اس قوم کے افراد کے دلوں میں وہ اطمینان ہے جو صرف قلب مومن کو میسر ہوتا ہے۔ انکے زندہ ایمانوں کا نور زمانہ کی تاریکیوں اور مایوسیوں پر غالب ہے ان کے حوصلے بلند اور ارادے مستحکم ہیں۔ واقعی اس سال کا جلسہ اس بات کا ایک بہت ہی روشن ثبوت تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور کو غلبہ اسلام کا پورا یقین ہے اور وہ اسلام کیلئے یورپ کو فتح کرنے کا عزم راسخ کرکے اسکے لئے اپنی جانوں اور مالوں کی بازی لگا چکی ہے۔ آؤ اس خدائی نصرت و کامیابی پر مالک حقیقی کے حضور سجدۂ شکر بجا لائیں اور سچے دل سے الحمد للہ رب العالمین کہیں۔

گذشتہ سال ہماری قومی زندگی کا ایک لمحہ تھا جو جلسہ سالانہ پر کامیابی کیساتھ ختم ہو گیا۔ اب نیا سال ہمیں دعوت عمل دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مجاہدوں اور جانبازوں کے لئے آرام و سکون مناسب نہیں۔ آؤ سجدۂ شکر سے سر اٹھائیں اور خدا کی رضاجوئی کیلئے پھر کام میں لگ جائیں تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن ہمارا مقصد وحید ہے۔ یورپ کو دعوت اسلام اور اس کے لئے تیاری اس وقت خاص طور پر ہمارے پیش نظر ہے۔ جو دوست جلسہ میں شریک ہوئے انہوں نے اس کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگان قوم کے ارشادات و ہدایات سن لی ہونگی اور جو شریک نہیں ہو سکے انہیں پیغام صلح کی اس اشاعت اور آئندہ چند اشاعتوں سے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ خدا کرے یہ سال تمام دوستوں کیلئے مبارک ہو اور ہمیں انہیں پہلے سے زیادہ خدمت دین کی توفیق نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار (اڈیٹر پیغام صلح)

ہر ایک دوست عزم کرلے کہ وہ ۱۹۴۱ء میں اپنے قومی اخبار پیغام صلح کے کم از کم چار نئے خریدار بنائیگا ــ ابھی سے اس کار خیر کیلئے کوشش شروع کر دیں

اخبار و افکار

آجکل برطانیہ جس سرگرمی و انہماک کیساتھ جنگ میں مصروف ہے اور اس نے اپنے تحفظ و بقا اور کامیابی حاصل کرنے کیلئے جس وسعت کے ساتھ اپنے ذرائع کو جنگی مصارف کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اس سے اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہیں۔ برطانیہ کی حکومت اور انگریز قوم دونوں نے ایک زبردست بازی لگا رکھی ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ:-

"اس جنگ کی ہماہمی کے زمانہ میں بھی بائیبل (مجموعہ توریت و انجیل) کے ۳۰ لاکھ نسخے ایک سال کی مدت میں اکیلے برطانیہ سے شائع ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے ۱۷ لاکھ نسخے غیر زبانوں یعنی انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں میں تھے۔"

کاش مسلمان، انکے مولوی اور پیر، انکے رئیس اور دولتمند، ان کی انجمنیں اور مدرسے اس خبر پر ذرا غور کریں۔ برطانوی قوم جنگ میں مصروف ہونے کے باوجود اپنی کتاب اور مذہب کی اشاعت سے غافل نہیں اور مسلمان امن و اطمینان کے باوجود تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے فرض سے غافل ہیں ـــــ انہیں اس کا احساس تک بھی نہیں رہا ہے۔ وہ کسی نئے نظام حیات کی تلاش میں ہیں اور ان کے کان کوئی اور روحانی پیغام سننے کے منتظر ہیں۔ لیکن یا اپ وہ عیسائیت اور بائیبل کے لئے لاکھوں کروڑوں پونڈ بے دریغ صرف کر رہے ہیں۔ جنگ کی مصروفیتیں، اس کے مصائب و مصارف بھی انہیں اس کام سے باز نہیں رکھ سکے۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس بات کی ضمانت ہے کہ اگر انہیں کوئی ایسی کتاب اور کوئی ایسا نظام مل جائے جو ان کے پیچیدہ مسائل کو کامیابی کیساتھ حل کر سکے۔ ان کی ضروریات کا کفیل ہو اور ان کے دلوں اور روحوں کو اطمینان بخشے تو وہ اس کی خدمت و اشاعت کیلئے اس سے بہت زیادہ جد و جہد اور ایثار کریں گے جتنا کہ عیسائیت اور بائیبل کی اشاعت کیلئے کر رہے ہیں۔ وہ نظام اسلام اور وہ کتاب قرآن کریم ہی ہے ـــــ لیکن قرآن کریم کو ان تک پہنچانا تو آخر مسلمانوں ہی کا فرض ہے۔ کیا یہ امر انتہائی افسوسناک نہیں کہ مسلمان نہ صرف اس فرض سے غافل ہیں، بلکہ انہوں نے اس چھوٹی سی اسلامی جماعت کی مخالفت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے جو کہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر اس کام کو انجام دے رہی ہے۔

لندن پر جرمن طیاروں کے حملے بدستور جاری ہیں۔ حکومت برطانیہ نے بھی ان فضائی حملوں سے حفاظت کے وسیع انتظامات کر رکھے ہیں جن میں سے ایک قابل ذکر چیز زمین دوز پناہ گاہیں ہیں۔ چند روز ہوئے لندن کی پناہ گاہوں میں طرز بود و ماند کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:-

"لندن کی سڑکوں کی رات کی. وقت کی زندگی اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو سڑکوں کے نیچے زمین دوز پناہ گاہوں میں ہوتی ہے۔ زمین کی پناہ گاہیں سب ایک قسم کی نہیں ہیں۔ وہ ضرورت کے لحاظ سے مختلف گنجائشوں اور مختلف شکلوں کی ہیں۔ ان پناہ گاہوں میں لوگ اپنے ذاتی بد بختیت داخل ہوتے ہیں۔ یہاں پر بہت بھیڑ رہتی ہے۔ یہاں لوگ شانہ سے شانہ ملائے قطاروں میں لیٹ کر سوتے ہیں۔ یہاں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا ان میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بچے، بوڑھے، جوان مرد، عورتیں۔ ان میں معمولی آدمیوں سے لیکر حکومت کی سیاسی پارٹیوں کے ممبر تک شامل ہوتے ہیں۔ . . . . . . ایک وسیع زمین دوز جائے پناہ میں بیک وقت ۸۰۰ آدمیوں کو سوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اس جائے پناہ میں ایک ہی چھت کے نیچے زندگی گزارنے والوں کی ایک دنیا آباد نظر آتی ہے۔ اس غار نما کمرہ کے فرش پر لوگ کندھے سے کندھا ملائے اس قدر زیادہ تعداد میں لیٹے ہوئے ہیں کہ فرش پر رتی بھر جگہ نہیں رہتی۔"

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک زندہ قوم کے افراد کس ضبط و ایثار کے ساتھ قومی مصائب کو برداشت کیا کرتے ہیں۔ غروب آفتاب سے قبل ہی لوگ اپنا گھر بار چھوڑ بستر ساتھ لے پناہ گاہوں کا رخ کر لیتے ہیں۔ وہاں جس طرح رات گزرتی ہے اس کی کیفیت آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ پھر اس پر یہ دغدغہ کہ رات میں بمباری سے ہمارے گھر بار اور املاک محفوظ رہیں گے یا نہیں۔ لیکن انگریز قوم یہ سب کچھ اپنے قومی شرف، وقار اور قومی مقصد کیلئے بخندہ پیشانی گوارا کر رہی ہے۔

آجکل بعض مغرب زدہ حضرات بار بار یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ مغرب نے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ ان کے انداز تکرار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرق میں بھی یہی چاہتے ہیں۔ اسی کے متعلق جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے شعبہ دینیات کی بزم سالانہ کے صدر محترم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ:-

"آجکل جو یہ کہا جاتا ہے کہ اہل یورپ نے جب سے مذہب کو چھوڑ دیا۔ ترقی کے منازل طے کرنے لگے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ اس سے گویا ایک طرح سے مشرق کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ہم بھی یہی سلوک اپنے مذہب سے کریں۔ حالانکہ یہ ایک صریح مغالطہ ہے اس لئے اہل یورپ اگر مذہب کو نہ چھوڑتے۔ تو وہ اور کیا کرتے؟ ان کے پاس مذہب تھا کب؟ ان کے پاس ایک کتاب تھی جو در اصل کتاب الٰہی نہ تھی بلکہ صرف کتاب الٰہی کے نام سے تھی۔ ان کے پاس ایک تعلیم تھی جسے تعلیم الٰہی باور کرایا گیا تھا۔ لیکن وہ الٰہی تعلیم ہی نہ تھی۔ خود ان ہی کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے۔ نہ وہ اصل کتاب خدا کی ہے۔ نہ اس کی تعلیم وہ ہے جو کسی رسول نے دی ہو وہ مطلق مذہب سے بیزار نہیں۔ بلکہ وہ اس مذہب سے بیزار ہیں۔ جو ان کے آبا و اجداد ان کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

اس پر ہم صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ اہل یورپ اپنے موجودہ مذہب اور کتاب سے بیزار ہونے کے باوجود اس کی تبلیغ و اشاعت کیلئے وہ کچھ کر رہے ہیں۔ جس کی کیفیت اوپر عرض کی جا چکی ہے کاش اسلام کے شیدائی کہلانے والے اسلام کیلئے اس سے دسواں بلکہ سواں حصہ ہی کوشش و قربانی کریں۔ بائیبل کی اشاعت اور عیسائیت کی تبلیغ کیلئے مغربی اقوام جو جد و جہد کر رہی ہیں۔ وہ ہمارے مغرب زدہ روشن خیال حضرات کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے علما اور ان کے زیر اثر لوگوں کیلئے بھی درس عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عیسائیت یورپ میں پوری طرح ناکام ثابت ہو چکی ہے۔ اس ناکامی کو اہل یورپ نے بخوبی محسوس کر لیا ہے۔ بائیبل کے متعلق بھی ان کا اعتقاد اور حسن ظن متزلزل ہو

مسائل عید اضحیٰ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی اچھی ہے نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ موٹا اور تندرست ہونا چاہئے۔ کوئی عیب نہ ہو۔ لولا، لنگڑا، کانا یا سینگ ٹوٹا ہوا نہ ہو خصی ہونیکا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں بکرے کی عمر ایک سال کی ہونی چاہئے یا اس سے زیادہ۔ تو دنبے میں جب دو دانت سامنے کے بڑے ہونے میں موزوں ہوا کرتا ہے بھیڑ یا دنبہ ۶ ماہ کا بھی فقہا کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد ہو لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہئے۔ بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں۔ جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہئے۔

۴۔ قربانی کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ قربانی اصل میں وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کرنا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کرتا ہے جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو۔ قربانی کے مقبول ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ عید کے دن نہانا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، نماز عید پڑھنا، خطبہ سننا مسنون ہے۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے لیکن عید اضحیٰ میں نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔

۶۔ عید کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ یاد رہے دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ سے قبل یہ تکبیریں کہنی چاہئیں اور تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں قرأت جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کے درمیان میں امام بیٹھتا نہیں۔ خطبہ سننا نہایت ضروری چیز ہے۔ خطبہ کے درمیان میں لوگ ملنا جلنا اور بغلگیر ہونا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔

۷۔ نماز عید کے لئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے۔ نماز کے بعد جماعت کی شکل میں راستوں سے گزرنا اسلام کی شوکت کا موجب ہے۔

۸۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔ ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں۔ دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ تیسرا حصہ مساکین اور غربا کو دے۔

۹۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا خوشی کرنا منشائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ لینا اس کو گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۱۰۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۱۱۔ عید کی خوشی کے موقع پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر اشاعت اسلام کیلئے بھی کچھ خرچ کرنا چاہئے آج وقت کا تقاضا ہے پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مساجد فنڈ کیلئے جو اپیل کی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہئے جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں۔ وہاں مساجد کی تعمیر سلسلے کے استحکام و ترقی کے لئے بیحد ضروری ہے۔ ص م

۱۲۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہئے۔ اشاعت اسلام اس کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۴ر ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ ہجری | نمبر ۱

عالمِ نو کی تعمیر اور جماعت احمدیہ

جلسہ سالانہ کی رُوحانی کیفیات، تحریکِ احمدیت کی فطرت اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مؤرخہ ۶ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں جلسہ سالانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"میں اس "جلسہ سالانہ" کی حیثیت ایسی ہی سمجھتا ہوں جس طرح کہ جسم انسانی میں دل کی۔ تمام جسم کا خون گردش کر کے دل میں آتا ہے اور وہاں سے پھر سارے جسم میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ دوران خون ایک لمحہ کیلئے بھی ٹھہر جائے تو انسانی زندگی ختم ہو جاتی ہے حضرت مجدد وقت نے جس جماعت کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے اندر بھی یہی اصول کام کر رہا ہے۔ ہمارے اس اجتماع میں بھی یہی حقیقت پوشیدہ ہے کہ افراد جماعت مختلف مقامات سے آکر ایک جگہ جمع ہوں۔ اور پھر یہاں سے ایک قوت لیکر اپنے اپنے مقامات پر واپس جاکر دعوت و تبلیغ کے کام میں لگ جائیں۔ سال قوموں کی زندگی میں لمحات کے برابر ہوتے ہیں جس طرح دوران خون ایک لمحہ کیلئے بند ہو جائے تو ہماری انفرادی زندگی دشوار ہے۔ اسی طرح ہماری قومی زندگی کے لئے ہر سال اس اجتماع کا منعقد ہونا اور افراد قوم کا مختلف مقامات سے آکر اس میں شامل ہونا بے حد ضروری ہے"۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا اقتباس میں جس خوبصورتی سے ہماری اجتماعی زندگی میں جلسہ سالانہ کی اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ وہ کسی تعریف کی منت کش نہیں۔ لیکن اس معیار نے اس امر کو بالکل واضح کر دیا ہے اور اس جلسہ سالانہ نے اس حقیقت پر مہر ثبت کر دی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے نظام حیات میں زندگی بدرجہ اتم موجود ہے ہمارے بزرگ اور دوست مختلف مقامات سے تشریف لائے سفر کی تکالیف کو برداشت کیا۔ جاڑے کی شدت کا مقابلہ کیا اور یہاں اجتماعی قیام میں جو مشکلات پیش آتی ہیں انہیں خندہ جبینی سے اپنے اوپر وارد کیا۔ اور یہ انہوں نے سب کچھ اس لئے کیا کہ انہیں اپنے امام اور مسیح کے ارشاد کے مطابق بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں۔ اور تاکہ وہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کیلئے تجاویز سوچ سکیں اور دنیا میں نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ طہارت اور اخلاقی حالات کے ترقی دینے اور اخلاق اور عادات ردیہ اور رسوم قبیحہ کو قوم سے دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنی ہستی اور وجود سے قرآن مجید کے اس ارشاد پر لبیک کہیں۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون۔ ترجمہ:۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

ہمارا جلسہ سالانہ بہت کامیاب رہا اور ہماری زندہ اور فعال قوم نے اپنے مرکز پر جمع ہو کر اپنی بے پناہ زندگی کا ثبوت دیا۔ بالمواجہ دینی فائدہ اٹھایا۔ اور اس جنگ یورپ کے اختتام پر مغربی اقوام تک اسلامی نظام عالم کو پہنچانے کیلئے متحدہ طور پر ایک عزم کیا۔ اس کے علاوہ غیر معمولی طور پر طبائع میں اعلیٰ درجہ کا جوش تھا اور سارے اجتماع میں ایسی روحانی کیفیات تھیں کہ جنہیں محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا۔ قلوب ایسے جذبات سے سرشار تھے کہ جب وہ جذبات اقوام کے اندر پیدا ہوتے ہیں تو ان میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ اور پھر اس انقلاب سے دنیا کے اندر ایک زبردست انقلاب پیدا ہو جاتا ہے ـــــــ وہ قوم جس میں بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے عملی قویٰ کو بروئے کار لانے کی صلاحیت ہوا کرتی ہے۔ وہ قوم کبھی صفحہ ہستی سے ناپید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ اکناف عالم میں کہیں نہ کہیں اپنے لئے میدان عمل پیدا کر لیتی ہے۔ اور وہاں فتوحات کرنا شروع کر دیتی ہے اور اپنے سامنے ایسے مقاصد پیدا کر لیتی ہے جو اس کے سینوں کو آرزوؤں اور ولولوں سے گرمائے رکھتے ہیں اور اس کے تمام زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر دیتے ہیں جس سے اس کی روحانی، اخلاقی اور عمرانی حیات تابندہ اور پائندہ تر ہو جاتی ہے اور اس کے قلب و دماغ میں کبھی تشائم اور مایوسی کے جذبات و خیالات نہیں پیدا ہوتے۔ یہی حالت جماعت احمدیہ لاہور کی ہے جماعت احمدیہ کوئی عارضی اور سیاسی جماعت نہیں کہ اس کے مقاصد ربع یا نصف صدی کے اندر اندر ختم ہو جاتے۔ اور ان مقاصد کے ختم ہونے سے جماعت میں ایک مایوسی کی لہر دوڑ جاتی۔ بلکہ یہ وہ جماعت ہے جو دنیا میں ایک نیا زمین اور آسمان پیدا کرنا چاہتی ہے اور مادی نظام عالم کی جگہ ایک جدید نظام حیات قائم کرنا چاہتی ہے۔ جو اپنی اساس میں خالص اسلامی، اخلاقی اور روحانی ہو۔ یعنی اس جماعت کے پاس صرف دنیا کی ایک قوم کیلئے نہیں بلکہ اقوام عالم کے لئے ایک نظام حیات ہے۔ اور یہ جماعت اس بارگراں اور امانت کی حامل ہے۔ یہ جماعت اس زمانہ کے سب سے بڑے فتنہ یعنی دجال سے مقابلہ کیلئے قائم کی گئی ہے اور اس کا قیام کسی انسان کی مساعی کا رہین احسان نہیں۔ بلکہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک زبردست مشیت کے ماتحت قائم کیا ہے اور وہ مشیت کیا ہے

ع انقلاب و انقلاب و انقلاب

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانیوالی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے اور یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے ۔۔۔۔۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟

ہرگز نہیں ۔۔۔۔۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں۔ اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر وہ اب ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے"۔

سو یہ نوشتے پورے ہو گئے اور آج یورپ اور جزائر کے رہنے والوں کی ساری کوشش برباد ہو گئی۔ اور ان کے مادی نظام عالم کے پرخچے اڑ گئے۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا کی پیشگوئی ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہوئی۔ اور ان اقوام پر ویرانیاں اور بربادیاں مسلط ہو گئیں اور ہم نے دجال کے قہرمانی جبروت کو روز روشن میں مغلوب ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور اب سے ایک عالم نو کی تعمیر شروع ہوتی ہے اور اس جدید نظام حیات کو معرض وجود میں لانے کے لئے جماعت احمدیہ کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جو ہماری جماعت نے ایک زبردست رجائیت اور امید کی لہر کو محسوس کیا ہے یہ مغرب سے طلوع آفتاب کی سب سے پہلی کرن ہے جس نے جماعت احمدیہ کے قلوب پر ضوفشانی کی ہے۔ اور یہی نور کی کرن اور شعاع ایک دن پھیل کر دنیا میں ایک سیلاب نور لے آئیگی۔ اس نور انقلاب کیلئے ہمیں ابھی سے اپنے قلوب اور قوا کو تیار کرنا چاہئے۔ ہمیں اپنے مقاصد کی بلندی اور آفاق گیری کا صحیح جائزہ لیتے ہوئے میدان عمل میں نکل آنا چاہئے کیونکہ دنیا کے اندر وہ حالات اور کوائف پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اس روحانی انقلاب کے راستے بالکل کشادہ کر دیئے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بڑی ہمت اور محنت شاقہ سے تحریک احمدیت کی انقلاب آفریں فطرت کو واشگاف کر دیں اور دنیا پر اپنی سعی و عمل سے یہ بات واضح اور روشن کر دیں کہ آج دنیا کی رستگاری صرف اس تحریک سے وابستگی میں ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ صرف تباہی اور تباہی ہے اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں۔

سو اس جلسہ سالانہ نے جہاں اس امر کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک زندہ جماعت ہے۔ وہاں اس حقیقت کو بھی منکشف کر دیا ہے کہ ہماری ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں۔ کیونکہ ہمارے فرائض بڑے ہیں اور ہمارے مقاصد عظیم الشان ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اپنی جماعت کی حقیقی فطرت کو سمجھنے کی توفیق دے اور یہ صداقت ہمارے لوح قلب پر ثبت ہو جائے کہ ہمیں صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ ہمارے ذریعہ سے اسلام کے دور جدید کا آغاز ہو۔ اور ہم خدا اور خدا کے رسولؐ کا نام دنیا کے کونہ کونہ میں بلند کریں۔ اور اس نام کی سطوت دنیا سے منوائیں اور ہماری زبردست اخلاقی اور روحانی پیکار میں وہ تمام مادی فلسفیانہ اور اشتراکی فتنے ڈوب کر رہ جائیں۔ جنہیں دجال فرنگ نے قائم کیا ہے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین

(ایس۔ محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے)

شذرات

"پیغام صلح" کی انتیسویں جلد کا آغاز

اس پرچہ سے "پیغام صلح" کی انتیسویں جلد کا آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ اس اخبار کو ربع صدی سے زائد عرصہ سے خدمت دین کی توفیق دے رہا ہے۔ آج یہ اخبار اپنی عمر کے اٹھائیس ۲۸ دور پورے کر کے بلند ارادوں اور حوصلوں کے ساتھ انتیسویں ۲۹ میں قدم رکھ رہا ہے۔ دعا کیجئے اس کا یہ دور زیادہ مبارک ہو اور اسے خدمت دین وقوم کی پہلے سے زیادہ توفیق ملے۔ آمین ثم آمین۔

"پیغام صلح" خالص مذہبی اخبار اور ایک ایسی جماعت کا واحد اردو آرگن ہے۔ جس کا کام محض تبلیغ اسلام واشاعت قرآن ہے اس لئے پیغام صلح کا مقصد حیات اور دائرہ عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔ اس میں وہ دلچسپیاں اور رنگینیاں پیدا نہیں کی جا سکتیں جو زمانہ کے عام مذاق کے مطابق ہوں۔ لہذا اس اخبار کی سرپرستی و قدر دانی کا سارا بار وابستگان سلسلہ کے کاندھوں پر ہے۔ نقائص اور خامیاں ہر ایک انسانی کام میں ہوتی ہیں۔ ان سے مبرا ہونے کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔ اخبار کو بہتر اور مفید بنانے کی امکانی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر بزرگان واحباب سلسلہ کا سرگرم تعاون اور قلمی اعانت کا حقہ میسر رہے۔ تو اخبار بہت ترقی کر سکتا ہے۔ کاغذ اور دیگر سامان طباعت کی غیر معمولی گرانی اور اشتہارات کی قلت نے اخبارات کی مشکلات میں بے حد اضافہ کر دیا ہے۔ ان مشکلات کا ازالہ اسی طرح ممکن ہے کہ احباب پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرمائیں۔ جلسہ سالانہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق خاص طور پر ہدایت بھی فرمائی تھی۔ جو دوست خریدار نہیں وہ خریداری قبول فرمائیں۔ جو خریدار ہیں۔ وہ دوسروں کو خریدار بننے کی ترغیب دیں جن کے ذمہ بقایا رقوم ہیں۔ وہ جلد از جلد ادا فرما دیں۔ اس کے علاوہ ہمیں دعاؤں اور مفید مشوروں کی بھی ہر وقت ضرورت ہے۔ امید ہے سال رواں میں بزرگان واحباب جماعت اخبار کے متعلق ان امور کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھیں گے۔

محمودی حضرات کی "قوت فیصلہ"

جناب خلیفہ قادیان کے مرید خاص قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے جناب پیر مدثر شاہ صاحب گیلانی کے رسالہ "قادیانی جماعت کا موجودہ عقیدہ حضرت مسیح موعود کے مذہب کے خلاف ہے" کے جواب میں ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ قاضی صاحب کے انداز تحریر طرز استدلال اور ذہنیت سے ہمارے اکثر دوست واقف ہیں اور وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا یہ ٹریکٹ کیسا ہو گا۔ پیر صاحب کے وزنی اور ناقابل تردید دلائل کے مقابل اس ٹریکٹ میں درشت کلامی بلکہ دشنام طرازی سے کام لیا گیا ہے۔ جو قاضی صاحب کے افلاس دلائل کا ثبوت ہے۔ خیر یہ ان کا شیوہ قدیم ہے ہمیں اس کی شکایت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس ٹریکٹ کی تمہید میں قاضی صاحب نے ایک بات لکھی ہے صرف اس کے متعلق ہم چند الفاظ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"ہم یقین واثق سے کہتے ہیں کہ حضرت احمد مسیح موعود اور حضرت محمود احمد کے عقیدہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو جماعت احمدیہ کے لکھو کھا افراد اس شخص کو حضرت احمد کا جانشین اور خلیفہ کس طرح تسلیم کر سکتے تھے جس کے عقائد اور تعلیمات حضرت امام حکم وعدل کے خلاف ہوں"

قاضی صاحب نے اپنی طرف سے ایک بہت بڑی دلیل دی ہے۔ لیکن گذارش ہے کہ ہمیں محمودی حضرات کے متعلق رونا تو یہی ہے کہ ان کی قوت فیصلہ بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ غلط وصحیح اور نیک و بد میں تمیز کی قابلیت واہلیت ہی ان میں باقی نہیں رہی۔ جو خلیفہ صاحب ارشاد فرما دیں۔ اسے اندھا دھند آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہیں ۔۔۔ قادیانی جماعت کے اندر یہ مرض اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ خود جناب خلیفہ صاحب کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ اپنی تفسیر قرآن کا ذکر کرتے ہوئے وہ اپنے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:-

"میں قرآن کریم کی تفسیر ایسی ذمہ داری کا کام ہے کہ میں ہمیشہ اس میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرتا ہوں اور زرجہ سے تو بہت ہی ڈرتا ہوں لکھتا ہوں پھر کاٹتا ہوں۔ لکھتا ہوں پھر کاٹتا ہوں ...... کیونکہ اگر کسی وجہ سے کوئی غلطی ہو جائے تو عوام کہیں گے یہ خلیفۃ المسیح الثانی کا لکھا ہوا ترجمہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال نہیں کرینگے کہ انسان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں ..... وہ تو کہتے ہیں۔ بس جی خلیفۃ المسیح الثانی نے یہی لکھا ہے اور ہم یہی مانیں گے"

(خطبہ جمعہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۰ء مطبوعہ الفضل ۲۷ر دسمبر)

قادیانی جماعت لاکھوں افراد پر ہی مشتمل سہی۔ لیکن وہ آنکھیں بند کر کے ایک شخص کے پیچھے چل رہی ہے۔ لہذا اس کے لاکھوں افراد کا ماننا یا نہ ماننا کسی بات کے صحیح و غلط ہونے کی ہرگز دلیل نہیں ہو سکتا۔

عید اضحےٰ کے متعلق چند ضروری باتیں

عید اضحےٰ میں صرف چند روز باقی ہیں۔ یہ عظیم الشان اسلامی تہوار جس عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے اور مسلمانوں کو خدا کی رضا کے حصول کے لئے قربانی کا جو سبق دیتا ہے۔ اس سے آپ سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ ہم تمام وابستگان سلسلہ کی خدمت میں عید مبارک عرض کرتے ہوئے انہیں صرف چند انتظامی امور کی طرف توجہ دلاتے ہیں:-

۱۔ قربانی کی کھالیں یا ان کی قیمت انجمن کے بیت المال میں بھیجیں — اشاعت اسلام کا کام سب سے زیادہ مقدم ہے۔

۲۔ عید کے موقع پر "عید فنڈ" اور "مسجد فنڈ" کو یاد رکھیں "عید فنڈ" حضرت مسیح موعود کا جاری کردہ ہے "مسجد فنڈ" بھی نہایت ضروری ہے۔

۳۔ تمام جماعتیں نماز عید کا باقاعدہ انتظام کریں اور کوشش کی جائے کہ خواتین بھی نماز میں شریک ہو سکیں۔

۴۔ اگر بعض دوستوں کی آپس میں کچھ رنجش اور کشیدگی ہو تو وہ آپس میں صلح صفائی کر لیں۔

۵۔ عید کے مسائل اسی پرچہ میں صفحہ ۲ پر درج ہیں۔ انہیں بغور مطالعہ کر لیا جائے۔

۶۔ خطیب صاحبان "خطبہ عید" میں موجودہ دینی وقومی ضروریات کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھیں +

پنجاب اور بنگال میں مسلم یونیورسٹیاں

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس امسال تعطیلات کرسمس میں بمقام پونا منعقد ہوا۔ آنریبل مولوی فضل الحق صاحب وزیر اعظم بنگال صدر تھے۔ صاحب صدر نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:-

"وقت آ گیا ہے کہ مسلمان اپنی تعلیمی ضروریات کو سمجھیں اور انہیں خود پورا کریں۔ پنجاب اور بنگال میں مسلم یونیورسٹیوں کی ضرورت ہے اس سلسلے میں مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اوقاف کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیں۔ تاکہ مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات پوری ہو سکیں۔ صوبجاتی حکومتوں کو چاہیئے کہ وہ مسلمانوں کے اوقاف کی آمدنی کو مسلمانوں کی تعلیم پر صرف کریں"

پنجاب و بنگال وسعت، محل وقوع اور اسلامی اکثریت کے لحاظ سے ہندوستان کے اہم صوبے ہیں۔ اور ان دونوں صوبوں کی یونیورسٹیوں پر برادران وطن اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی تعلیم کیلئے کوئی گنجائش باقی نہیں۔ پنجاب یونیورسٹی تو درحقیقت آریہ سماجی یونیورسٹی بنی ہوئی ہے مسلمانوں کو ان دونوں یونیورسٹیوں سے بے شمار شکایات ہیں، جن کے ازالہ کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اسلامی اوقاف کی آمدنیوں کا بیشتر حصہ نا اہل متولیوں کے ہاتھوں ضائع ہو رہا ہے۔ اگر کسی قانون وانتظام کے ذریعہ یہ روپیہ مسلمانوں کے تعلیمی مصارف کے لئے حاصل ہو جائے۔ تو یقیناً یہ ایک اچھی بات ہو گی۔ اس لئے ہمارے خیال میں پنجاب اور بنگال میں اسلامی یونیورسٹیوں کے قیام کی تجویز اس قابل ہے کہ مسلمان ماہرین تعلیم اور قانون دان اس پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔

آہ! محمد سلیم خاں

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی افسوس کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ ہمارے محترم بزرگ جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کا نوجوان صاحبزادہ عزیز محمد سلیم خاں ۲۲ر دسمبر کی شب کو بعارضہ ٹپ محرقہ وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیز مرحوم نہایت ہونہار ذہین سعید الفطرت بچہ تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف۔ اے میں پڑھتا تھا۔ اس کی تعلیمی اور جسمانی حالت قابل رشک تھی نہ صرف خاندان بلکہ جماعت کی توقعات بھی اس ہونہار کے ساتھ وابستہ تھیں۔ جن کا اس کی بے وقت وفات نے خاتمہ کر دیا۔ اس حادثہ میں ہمیں جناب خانصاحب موصوف۔ ان کی بیگم صاحبہ محترمہ۔ مرحوم کے نانا جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی خالہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

جلسہ نمبر کی قیمت جن دوستوں نے جلسہ سالانہ پر ادا نہیں کی۔ وہ جلد بھیج دیں۔

انجمن کے ستائیسویں جلسہ سالانہ ۱۹۴۰ء کی مختصر روئیداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

یہ اللہ کا خاص فضل ہے کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ جنگ کی وجہ سے ایک ہمہ گیر اضطراب رونما ہے۔ جنگ سے پیدا شدہ حالات اور ملک کے اندر مختلف سیاسی تحریکات کی وجہ سے مذہبی معاملات بالخصوص تبلیغ اسلام کی طرف سے لوگوں کی توجہ بالکل ہٹ گئی ہے۔ ہمارا یہ سالانہ جو کہ ایک خالص دینی اجتماع ہے۔ غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔ حاضری بھی خاصی تھی۔ اور اخلاص، ایثار اور جوش عمل کے لحاظ سے تو امسال کے جلسہ کو ایک معیاری اجتماع قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح احمدی قوم کے افراد بھی آجکل کی مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ نئے نئے ٹیکس عائد ہو رہے ہیں، حکومت کی طرف سے آئے دن نئے نئے مطالبات اور اپیلیں ہوتی رہتی ہیں جن میں کم و بیش حصہ لینا پڑتا ہے۔ پھر مصارف کی کثرت اور ضروریات زندگی کی گرانی نے آبادی کے تمام طبقوں کی طرح احمدیوں کو متاثر کر رکھا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر مخالفت، تعصب اور وجوہ سے احمدیوں کے لئے یہ مشکلات زیادہ تکلیف دہ بن جاتی ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ اس دینی تقریب پر احباب سلسلہ جوق در جوق آئے۔ سفر کے اخراجات کے علاوہ یہاں بھی حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر مختلف تحریکات میں دل کھول کر حصہ لیا۔ بہت سے دوستوں کے ساتھ خواتین اور بچے بھی تھے۔ شدید سردی کے موسم میں عورتوں اور بچوں کے ہمراہ سفر اور پھر تین چار روز مرکز میں مسافرانہ قیام۔ واقعی ان کے خلوص اور جذبہ دینی کا زبردست ثبوت ہے۔ پنجاب، صوبہ سرحد اور دہلی کے دوست تو بکثرت آئے تھے۔ لیکن بعض دوست بعید صوبوں سے بھی طویل سفر طے کر کے تشریف لے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی قربانی کو قبول فرمائے۔

دو بزرگ ہستیوں کی عدم موجودگی

بس اس مرتبہ دو بزرگ ہستیاں جنہوں نے کبھی جلسہ سالانہ ناغہ نہ ہونے دیا تھا۔ علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکیں یعنی مولانا محمد یحییٰ صاحب دیگراں اور مولانا عبدالہادی صاحب عظیم کلہ۔ جیسا کہ قارئین پیغام صلح کو معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ ان کی اس اچانک علالت کی وجہ سے ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب جو دینداری و اخلاص کے لحاظ سے اپنے والد کا صحیح نمونہ ہیں بھی نہیں آ سکے۔ مولانا عبدالہادی صاحب بھی علیل۔ دوران جلسہ میں ان بزرگوں کیلئے متعدد مرتبہ دعا کی گئی ہے احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق دعا دونوں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اللہ انہیں جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور آئندہ جلسہ پر دونوں بزرگ مرکز میں تشریف فرما ہوں۔ آمین ثم آمین۔

جلسہ کی تیاریاں

تیاریاں ویسے تو ابتدائے دسمبر کے ساتھ شروع ہو چکی تھیں ان اس مہینے کے تیسرے ہفتہ میں ان میں خاص سرگرمی پیدا ہو گئی۔ اصل منتظم جلسہ جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے اس فرض کو نہایت محنت سے ادا کیا اور مہمانوں و حاضرین جلسہ کو آرام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی انتظام بحیثیت مجموعی اچھا رہا۔ مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ و دیگر کارکنان انجمن و بزرگان و احباب جماعت کا سرگرم و مخلصانہ تعاون بھی انتظام کو بہتر بنانے کا باعث ہوا۔ طبخ کے انتظام میں ہمارے بزرگان جناب مرزا جمال الدین صاحب سائندہ جناب حاجی شیخ الہ دین صاحب اور وارڈنہ نبی بخش صاحب کا تجربہ مشورے اور نگرانی بہت مفید ثابت ہوئی۔ ان بزرگوں اور ان کے شرکائے کار نے کھانا تیار کرانے اور اسکی تقسیم کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ طلباء مسلم ہائی سکول اور جماعت کے دیگر نوجوانوں نے رضاکاروں کے فرائض نہایت باقاعدگی و سعادتمندی سے ادا کئے۔ مہمان خواتین کے انتظام میں لیگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کی اراکین اور بعض دیگر معزز خواتین نے کافی حصہ لیا۔ یہ سب اصحاب اور خواتین ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ انجمن کے جملہ دفاتر کے عملہ کی خدمات بھی چار پانچ روز تک جلسہ کے انتظامات اور مہمانوں کی خدمت کیلئے وقف رہیں۔

جلسہ سالانہ کے صدر صاحبان

مندرجہ ذیل حضرات نے جلسہ سالانہ کے مختلف اجلاسوں کی صدارت فرمائی:۔

(۱) جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، آئی۔سی۔ایس، انڈر سیکرٹری حکومت ہند

(۲) جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد

(۳) جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (قائم مقام صدر)

(۴) جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تھیم ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، رئیس اعظم جھنگ مگھیانہ

(۵) جناب شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر رئیس اعظم لائل پور

(۶) جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی

نمازوں کے اوقات اور درس

ایام جلسہ میں نمازیں نہایت باقاعدگی کے ساتھ باجماعت ادا کی جاتی رہیں۔ دوستوں نے اس بارہ میں بھی باقاعدگی کو ملحوظ رکھا نماز فجر صبح چھ بجے کے قریب۔ نماز ظہر و عصر ۲ بجے کے قریب اور نماز مغرب و عشا ساڑھے پانچ بجے شام کے قریب ادا کی جاتی درس قرآن نماز فجر کے بعد ہوتا۔ پہلے دن یعنی ۲۵ دسمبر کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے درس دیا۔ باقی دو دن جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے جماعتوں کی ملاقاتیں

مقررہ پروگرام کے مطابق مختلف جماعتوں نے مبلغ حلقہ کی موجودگی میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں کیں۔ اس کے علاوہ دوست انفرادی طور پر بھی حضرت امیر سے ملاقات کرتے رہے بعض دوست اسی غرض کے لئے جلسہ کے بعد بھی ٹھہرے . . .

. . . .

کھانے اور رہائش کا انتظام

امسال کھانے اور چائے کے اوقات مقرر کر دیئے گئے تھے اور انہی اوقات پر مطبخ سے کھانا مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ اسکول کے صحن میں ایک وسیع خیمہ نصب کر کے میزیں لگا دی گئی تھیں۔ اکثر دوست وہیں آ کر کھانا کھاتے۔ جو دوست اپنے کمروں میں کھانا چاہتے انہیں وقت مقررہ پر وہاں پہنچا دیا جاتا۔ صبح کی چائے مسجد میں درس قرآن کریم کے بعد ہوتی۔ صبح کا کھانا ۸ بجے صبح سے دس بجے تک اور شام کا ساڑھے پانچ بجے سے آٹھ بجے تک۔ امسال کھانے کے انتظام کو زیادہ بہتر اور باقاعدہ بنانے کی خاطر کھانے کے ٹکٹوں کا طریق جاری کیا گیا تھا۔ اوقات کے تعین اور ٹکٹوں کے اجرا کی وجہ سے سہولت اور کفایت رہی۔ مہمانوں کی رہائش کے لئے مسلم ہائی سکول کے اکثر کمرے۔ انجمن کا مہمانخانہ، دفاتر انجمن کے متعدد کمرے، احمدیہ بلڈنگس اور اس کے قرب و جوار کے بعض دیگر وسیع مکانات مخصوص تھے۔ جو تمام کے تمام رک گئے۔ بہت سے مہمانوں نے اپنے عزیزوں و دوستوں کے ہاں بھی قیام فرمایا۔

مہمانوں کی آمد

مہمانوں کی آمد ۲۳ دسمبر ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ ۲۴ کو بھی بہت سے دوست آ گئے۔ ۲۵ کی صبح تک غالب حصہ مرکز میں پہنچ چکا تھا۔ گو آمد کا سلسلہ ۲۶ تک جاری رہا بعض دوستوں کے ہمراہ غیر از جماعت حضرات بھی تھے۔ واقعی یہ نظارہ بہت پر اثر ہوتا ہے کہ جو۔ اور ملک کے مختلف حصوں اور گوشوں سے وابستگان سلسلہ اپنے مرکز کی طرف جوق در جوق آتے ہیں۔ کوئی تانگہ اور لاری میں کوئی پیدل، کسی کے ہمراہ قلی ہوتا ہے۔ بعض سادگی پسند ایسے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنا مختصر بستر بھی خود ہی اٹھایا ہوتا ہے۔ کئی ایک کے ہمراہ بیوی بچے بھی ہوتے ہیں۔ سردی کا موسم ہے یہاں ان لوگوں کو مادی رنگ میں کچھ نہیں ملتا۔ مہمانداری کے سامان بھی پر تکلف ہونے کی بجائے سادہ ہوتے ہیں۔ ایک چشم بینا اس نظارہ کو دیکھ کر اس کشش کی قوت کو بخوبی محسوس کر سکتی ہے جو ان لوگوں کو کھینچ کھینچ کر لئے آتی ہے۔ مہمانوں کے استقبال کا انتظام حسب معمول سابق تھا۔

جلسہ گاہ

جلسہ گاہ مسجد میں ہی بنائی گئی صحن مسجد میں وسیع شامیانہ نصب کیا گیا۔ شمال کی جانب قناتیں اور پردے تان کر خواتین کیلئے پردہ دار نشست بنا دی گئی تھی۔ درمیانی محراب کے سامنے اسٹیج تھا۔ جلسہ گاہ جھنڈیوں اور موثر قطعات سے آراستہ تھی۔ متعدد اجلاسوں میں غیر از جماعت حضرات بھی تشریف لائے۔

دفتر معلومات

دفتر معلومات (انکوائری آفس) مسلم ہائی سکول کے صدر دروازے کے باہر تھا۔ یہیں سے کھانے کے ٹکٹ جاری ہوتے تھے اور ہر قسم کی معلومات مہیا کی جاتی تھیں۔ مہمان احمدیہ بلڈنگس پہنچ کر سب سے پہلے یہاں تشریف لاتے۔ یہاں سے انہیں ان کی مقررہ قیام گاہ پر پہنچا دیا جاتا تھا۔

۲۴ دسمبر کی کاروائی

جلسۂ خواتین

۲۴ دسمبر کو صبح دس بجے مسلم ہائی سکول لاہور کے وسیع صحن میں زنانہ جلسہ یعنی احمدیہ انجمن خواتین اسلام کا پندرھواں سالانہ اجتماع محترمہ بیگم آنریبل میاں عبدالحی صاحب وزیر تعلیم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ سکول کے صحن میں شامیانہ نصب کر کے اور قناتیں لگا کر ایک باپردہ جلسہ گاہ بنا دی گئی تھی جس کے ایک حصہ میں سٹیج اور نشست کا انتظام تھا دوسرے حصہ میں نمائش دستکاری۔ امسال آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) بھی لگایا گیا تھا۔ اس اجتماع میں خواتین جماعت کے علاوہ سینکڑوں معزز عالی خاندان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ غیر از جماعت خواتین بھی شامل ہوئیں کالجوں اور سکولوں کی مسلم طالبات بھی کافی تعداد میں موجود تھیں۔ ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کی ممبروں اور مسلم ہائی سکول کے کمسن طلباء نے جلسہ کا انتظام نہایت اچھا کیا تھا۔ کاروائی نہایت سکون اور اطمینان سے عمل میں آئی۔ تقریر صدارت کے علاوہ متعدد خواتین نے مفید اور مؤثر تقریریں کیں۔ جن میں سے محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ، محترمہ بیگم سر بلند جنگ بہادر آف حیدرآباد دکن محترمہ بیگم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ انسپکٹرس فار سکولز شیخوپورہ (صاحبزادی جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری) کے اسماء خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ بہت سی طالبات نے بھی مضمون اور نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے پس پردہ ایک تقریر فرمائی جس میں ان حقوق اور درجات کو بیان کرنے کے بعد جو اسلام نے عورت کو عطا کئے ہیں مسلمان خواتین کو انکے دینی فرائض کی طرف توجہ دلائی اور اسکے ساتھ جماعت احمدیہ لاہور کی خصوصیات و تعلیمات اور خدمات دینی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا۔ اس تقریر سے خواتین نہایت متاثر ہوئیں اور بہت سی بیبیوں کی تحریک احمدیت کے متعلق غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ محترمہ بیگم شاہ نواز صاحبہ اور ان کی ہمشیر محترمہ بیگم میاں بشیر احمد صاحب اپنے ایک قریبی عزیز کی افسوسناک وفات کی وجہ سے جلسہ میں تشریف نہ لا سکیں انہوں نے معذرت کیساتھ سوا سو روپیہ کی رقم بطور عطیہ بھیجی تمام خواتین ان کی عدم موجودگی کو محسوس کر رہی تھیں اور سب نے اُن کے عزیز کی وفات پر اظہار افسوس کیا محترمہ صدر جلسہ کی طرف سے ایک سو روپیہ چندہ کا اعلان ہوا۔ دیگر بہت سی خواتین نے معقول رقوم چندہ میں دیں۔ جن کی فہرست انشاء اللہ موصول ہونے پر جلد شائع کی جائے گی مفصل رپورٹ کا بھی انتظار ہے۔

نمائش دستکاری

قریباً ڈیڑھ بجے کاروائی جلسہ ختم ہوئی اس کے بعد صدر محترمہ نے نمائش کا افتتاح فرمایا جس میں زنانہ دستکاری کی بہت سی چیزیں نہایت سلیقہ سے رکھی ہوئی تھیں جو خواتین نے ہاتھوں ہاتھ خرید لیں۔

محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مساعی

گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی جلسۂ خواتین اور نمائش دستکاری کی کامیابی میں سب سے زیادہ حصہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مساعی کا تھا۔ وہ نمائش میں اشیاء بھیجنے کے لئے اخبار میں بار بار تحریک کرتی ہیں خطوط لکھتی ہیں جلسہ کے دعوت نامے بھیجتی ہیں۔ نمائش و جلسہ کے تمام انتظامات کی نگرانی فرماتی ہیں۔ امسال انہوں نے علالت اور پریشانیوں کے باوجود ان تمام فرائض کو انجام دیا۔ انکی اپنی طبیعت علیل تھی ایک صاحبزادی بھی بیمار تھیں سب سے زیادہ یہ کہ انہی ایام میں انکے نوجوان ہمشیرزادہ عزیز محمد سلیم خاں (صاحبزادہ مولانا یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور) کی شدید علالت اور وفات کا حادثہ پیش آیا۔ ۲۲ دسمبر کو مرحوم نے وفات پائی ۲۳ دسمبر کو اس کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی ۲۴ دسمبر کو زنانہ جلسہ تھا، لیکن بیگم صاحبہ محترمہ صف ماتم کو چھوڑ کر جلسہ کے انتظامات و شرکت کے لئے تشریف لے آئیں۔ ان کا یہ جذبہ دینی مستحق آفرین و لائق تقلید ہے۔

۲۵ دسمبر کی کاروائی

پہلا اجلاس

زیر صدارت: جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی آئی۔ سی۔ ایس

جلسہ سالانہ کے مقرر صاحبان

جلسہ سالانہ میں مندرجہ ذیل اصحاب نے تقریریں کیں یا نظمیں پڑھیں۔

(۱) حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
(۲) حضرت مولانا صدرالدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی
(۳) جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی
(۴) جناب مولانا یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور
(۵) جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ
(۶) جناب حاجی حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات
(۷) جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر گورنمنٹ پنجاب
(۸) جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری
(۹) جناب مولوی احمد یار صاحب ایم۔ اے مبلغ
(۱۰) جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ
(۱۱) جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ بی۔ اے مبلغ
(۱۲) جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ (سالانہ رپورٹ)
(۱۳) عبدالغنی صاحب گجرات (نظم فارسی)
(۱۴) چودھری احمد خاں صاحب (پنجابی نظم)

۲۵ دسمبر (بدھ) کو پہلا اجلاس سوا دس بجے جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ آئی۔ سی۔ ایس انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کی صدارت میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت کے بعد صاحب صدر نے مناسب تمہیدی کلمات کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں افتتاحی تقریر کی درخواست کی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

حضرت ممدوح نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ دنیا کی کوئی مذہبی کتاب سوائے قرآن کریم کے ایسی نہیں جس کی ابتدا اور اختتام ہر کام کی ابتدا اور اختتام کیلئے موزوں ہو۔ قرآن کریم جہاں سے اور جن الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ ہر ایک انسان، جماعت اور قوم اپنے ہر ایک کام کو ان الفاظ کے ساتھ شروع کر کے عظیم الشان فائدہ حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ممدوح نے سورہ فاتحہ کی مختصر لیکن نہایت جامع اور موثر و دلنشین تفسیر فرمائی۔ اور کہا کہ جب منتظمین جلسہ نے تجویز کیا کہ جلسہ میں سب سے پہلی تقریر میری ہو تو میں نے محض اس خیال سے اس تجویز کو منظور کر لیا کہ جلسہ کا افتتاح دعا کیساتھ کیا جائیگا اور سورہ فاتحہ بہترین دعا ہے۔ غیر مذاہب والوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سورہ فاتحہ تمام مذہبی کتابوں میں بہترین دعا ہے اور خود قرآن کریم میں جس قدر دعائیں ہیں۔ انمیں بھی یہ بہترین دعا ہے۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے حضرت ممدوح نے فرمایا کہ اس سے قبل کہ میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھاؤں آپ لوگوں سے چند ضروری باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ آپ سفر کی تکلیف اور مصارف برداشت کر کے یہاں آئے ہیں۔ ایک تکلیف اور برداشت کریں۔ وہ یہ کہ ان تین دنوں کو بالکل خدا کے لئے وقف کر دیں۔ تم نمازوں اور اجلاسوں درس قرآن کریم میں پوری باقاعدگی کے ساتھ لیں۔ اس اجتماع کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم مل کر خدا کے حضور جھکیں اور دعائیں کریں۔ علاوہ ازیں ان دو تین ایام کیلئے آپ سب نماز تہجد کے بھی پابند ہو جائیں۔ جماعت کے بہت سے دوست پابندی کے ساتھ تہجد پڑھتے ہیں۔ اور جو نہیں پڑھتے وہ بھی ان ایام میں ضرور پڑھیں اس کے بعد آپ نے دعا کی۔ یہ نظارہ بہت پر اثر تھا۔ اکثر حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ غیر از جماعت اور قادیانی دوستوں کیلئے بھی دعا کی گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق کی شناخت اور صحیح طریقت اسلام کی توفیق دے اور افراط تفریط سے بچائے۔ اس کے بعد حضرت ممدوح نے قادیانی جماعت کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا۔ جسے صاف کر کے اخبار میں شائع کرنے کی جلد کوشش کی جائے گی انشاء اللہ۔

مولوی احمد یار صاحب کی تقریر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعد مولوی احمد یار صاحب ایم اے مبلغ نے "حضرت مسیح موعود کے نزدیک ہر کلمہ گو مسلمان ہے" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے کہا کہ میرے نزدیک تکفیر المسلمین اسلام کے اندر سب سے بڑا فتنہ ہے اور اس سے بڑا فتنہ اور کوئی نہیں، ضرر رسانی کے لحاظ سے کوئی بڑی سے بڑی مخالفت اسلام بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ فتنہ تکفیر المسلمین وحدت اسلامی پر ایک کاری ضرب کا حکم رکھتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید، ارشادات حضرت مسیح موعود سے ثابت کیا کہ ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے اسکو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ آپ نے قادیانی حضرات اور دیگر مکفرین کے طریق کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ عملاً وہ کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتے ہیں محض ضد، تعصب، دھڑہ بندی اور دنیوی اغراض کے لئے انہوں نے تکفیر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ آپ نے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ قادیانی حضرات کی تکفیر نوازی مولویوں سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ حضرت مسیح موعود کلمہ گوؤں کو کافر بنانے نہیں آئے تھے بلکہ انہوں نے تکفیر المسلمین کی بیخ کنی کی۔ اس کے ثبوت میں فاضل مقرر نے حضرت صاحب کے متعدد ارشادات پڑھکر سنائے اور آپ کے عمل کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ امت کے اندر کوئی مجدد۔ امام۔ ولی۔ قطب اور محدث ایسا نہیں ہوا جس پر مولویوں نے کفر کا فتویٰ نہ لگایا ہو۔ لیکن اُن میں سے کسی نے بھی اپنے منکرین کی تکفیر نہیں کی۔ تکفیر ہمیشہ علماء سوء کا شیوہ رہا ہے۔ (باقی آیندہ)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ایک نہایت کامیاب تبلیغی دورہ

تقریر، ملاقاتیں۔ دو اشخاص کی شمولیت جماعت

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ مولوی فاضل۔ بی۔ اے)

ایام گذشتہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے آگرہ، میرٹھ اور سہارنپور میں ایک نہایت کامیاب دورہ ہوا۔ آگرہ میں مکرمی ملک غلام سرور صاحب گریزن انجنیئر اور نواب خواجہ قمر اللہ صاحب کی وساطت سے نہ صرف چند اصحاب سے انفرادی طور پر ملاقات کا موقعہ میسر آیا۔ بلکہ نواب قمر اللہ صاحب کی مساعی جمیلہ کی بدولت ملک صاحب کی کوٹھی پر ایک جلسہ کا بھی انتظام ہو گیا جس میں شہر کے معزز اور فہمیدہ طبقہ کے مسلمان موجود تھے۔ حاضرین میں سے بالخصوص ڈاکٹر شفیع احمد خاں۔ خان محمود الحسن خاں صاحب (انسپکٹر پولیس) خان بہادر ذہین خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ اور فدا حسین صاحب گورنمنٹ انسپکٹر قابل ذکر ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی تقریر میں یہ امر واضح کیا کہ اس وقت اگر اسلام اور اہل اسلام کی ترقی ممکن ہے تو وہ اسی طریق سے ممکن ہے جیسے حضرت مجدد عصر نے تشخیص فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بصیرت کا کمال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی امراض کا کوئی پہلو نہیں جس کی صحیح تشخیص آپ نے نہ فرمائی ہو۔ اور اس کے لئے علاج تجویز نہ کیا ہو۔ انقطاع نبوت۔ مجددین کی آمد۔ وفات مسیح و نزول مسیح کے تمام مسائل ان تمام شبہات کو سامنے رکھ کر حل کیا گیا۔ جو اس وقت بالعموم پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور واضح کیا کہ حضرت میرزا صاحب علیہ السلام سے زیادہ اچھے سلوک کے مستحق تھے جو علماء اسلام نے ان کے ساتھ کیا۔ اگر چشم بصیرت ہوتی تو دیکھتے کہ اس وقت حضرت اقدس اسلام کے سب سے بڑے خادم ہیں۔

تقریر کا خاص طور پر اچھا اثر ہوا اور بعض حاضرین مجلس نے کہا جو شکوہ علماء وقت کا آپ نے کیا ہے۔ وہ شکوہ ہر مجدد اور بزرگ کرتا رہا ہے۔ صرف حضرت میرزا صاحب ہی نہیں جن سے علماء نے یہ سلوک کیا ہو۔ بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اہل حقیقت و معرفت کے مخالف رہے ہیں۔ تقریر کے بعد مختلف مسائل پر دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اور تمام حاضرین کی خدمت میں مختلف رسائل پیش کئے گئے۔

تیسرے دوسرے دن دو اصحاب نواب قمر اللہ خاں صاحب کے ساتھ ملے اور جماعت میں شمولیت کی درخواست کی چنانچہ انہیں جماعت میں شامل کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔

محترم ملک غلام سرور صاحب، محترم نواب قمر اللہ صاحب برادرم ارشاد احمد صاحب ملک (ابن ملک غلام سرور صاحب) اور برادرم سلطان علی صاحب کا بیحد ممنون ہوں جنہوں نے میرے آگرہ میں قیام کے دوران میں میری ہر ممکن آسائش کا خیال رکھا۔ جناب میر اشرف حسن الجزار میرٹھ میں علاوہ اپنے احباب کے بالخصوص قابل ذکر کپتان محمد اعظم ایگزیکٹو آفیسر کنٹونمنٹ بورڈ کی ملاقات ہے۔ آپ ایک نہایت خوش خلق انسان ہیں۔ "اقبالیات" سے متاثر ہیں۔ میں نے ان سے ایک طویل گفتگو کی اور میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری باتیں اطمینان سے سنیں۔ موجودہ جمہوریت اور آمریت کی کشمکش، اس کی وجوہ، اسلام کے سیاسی اور اجتماعی نصب العین کے علاوہ اس امر پر بھی گفتگو ہوئی کہ کیا محض وطنیت کی مخالفت سے اسلام کے سیاسی نصب العین کا قیام ہو سکتا ہے علامہ اقبال کا فلسفہ کہاں تک اس سلسلہ میں ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ اسلام کے قیام کیلئے انہوں نے کیا ذرائع پیش کئے ہیں۔ اور حضرت اقدس مجدد علیہ السلام نے کیا فرمایا اور بالآخر دونوں میں کونسی چیز اسلام کیلئے مفید ہے۔

جماعت احمدیہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا کہ فلسفہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان عارضی امور سے قطع نظر کر کے ان امور پر نظر ڈالے جو بنیادی اور مستقل ہیں۔ مسلمانوں کے انحطاط کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی شخص یا کسی تحریک پر غور کرتے ہوئے اس کے بنیادی رجحانات پر غور نہیں کرتے۔ اور ایک سطحی چیز پر ہی نظر کر کے رہ جاتے ہیں۔ یہی غلطی ان لوگوں نے کی جنہوں نے اس وقت جماعت احمدیہ کی مخالفت میں قدم اٹھایا ہے۔ صاحب موصوف نے محسوس کیا کہ واقعی خشک فلسفہ سے احیاء اسلام نہیں ہو سکتا اور حضرت مرزا صاحب نے جو طریق اختیار فرمایا ہے۔ وہی اسلامی ثقافت کے احیا کا موجب ہو سکتا ہے۔ انہیں دیگر مختلف رسائل کے علاوہ اپنا تازہ مضمون "عالم اسلامی کی سیاسی اور اجتماعی تحریکات پر ایک نظر" بغرض مطالعہ دیا گیا۔

سہارنپور میں ایک نومسیحی سے مکالمہ

سہارنپور میں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی جو اسلام کو خیر باد کہکر آغوش عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور ان سے اسلام اور عیسائیت پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ پیغمبر اسلامؐ نے کوئی نشان نہیں دکھایا۔ میں نے کہا کہ معجزہ کا مقصد ازدیاد ایمان ہوتا ہے۔ مسیح نے بقول آپ کے بیشمار معجزات دکھائے۔ مردے زندہ کئے جن نکالے۔ لیکن باایں ان کی جماعت کا ایمان پختہ نہ ہو سکا۔ دو آدمی یہودا اسکریوطی اور پطرس ان کے انکار پر آمادہ ہو گئے! ادھر اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معجزہ نہ دکھایا۔ اور پھر بھی اپنے متبعین میں کامل ایمان پیدا کر دیا۔ تو کمال کس کا ہوا؟ اس کا جو باوصف معجزہ کے ایمان نہ پیدا کر سکا۔ یا اس کا جس نے بغیر معجزہ کے ایمان پیدا کر دیا۔

علاوہ ازیں بصیرت رکھنے والوں کے لئے پیغمبر اسلام کی تمام زندگی ہی معجزہ ہے۔ آپؐ کی مکی زندگی، مدنی زندگی۔ آپؐ کی تعلیم آپؐ کے بلند اخلاق۔ آپؐ کی کامیابی۔ اس کا جواب اور کسی شخص کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ البتہ ہم شعبدہ بازی کو نبوت کا جزو لاینفک قرار نہیں دیتے۔ ہاں اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں کے لئے بھی حضورؐ کی زندگی میں مثالیں موجود ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ مسیح کا قبر سے مردہ کو نکال کر زندہ کرنا ایک ایسی ہی خوش فہمی ہے۔ جیسے ہندوؤں کا یہ کہنا کہ ہنومان جی لنکا کو اٹھا کر لے آئے تھے۔ اس احیاء موتی کا ثبوت نہ تو روایتاً دیا جا سکتا ہے۔ نہ درایتاً اس کو درست ثابت کیا جا سکتا ہے

جن انجیل نے اس کو پیش کیا ہے۔ انہوں نے تو [illegible] کیا کہ ہم غور کر سکیں کہ باعتبار روایت اس کا مرتبہ کیا ہے۔

اسی طرح فاقتلوھم حیث ثقفتموھم [illegible] ہوئے کہ اسلام ہر مشرک کو قتل کرنے کی تعلیم دیتا ہے [illegible] جنگ کے وقت اور آئین ہوتا ہے اور امن کے وقت [illegible] ہوتا ہے۔ یہ آئین جنگ ہے اور صرف ان لوگوں کے مقابل ہو جو قتال میں ابتدا کریں۔ والا قرآن میں موجود ہے جو غیر مسلم تم سے لڑائی نہ کریں ان سے حسن سلوک کرو۔ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین (الممتحنہ) چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت مشرکین موجود رہے اور فتح مکہ کے موقع پر مشرکین کو بھی معاف کر دیا گیا۔

مسیح کا یہ کہنا کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال سامنے کر دو۔ ایسا اصول ہے جس پر خود مسیح بھی عمل پیرا نہ ہو سکے۔ ایک غریب، عاجز اور بیکس شخص تو یہی طریق اختیار کرے گا۔ لطف تو تب ہے جب بدلہ لینے کی طاقت ہو اور پھر عفو سے کام لیا جائے۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس عفو کا نمونہ دکھلایا ہے۔ اور وہی دکھا سکتے تھے۔ مسیح کو تو اس کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ نہ مسیح کے بعد جب حکومت ملی تو مسیحی اقوام نے یہ نمونہ دکھایا۔ پھر اس تعلیم پر فخر کیا معنی رکھتا ہے غرضیکہ بڑی مفصل اور طویل گفتگو ہوئی۔ اور انہوں نے جس قدر اعتراضات اسلام پر کرنے سیکھے تھے کئے۔ جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے گفتگو مناظرانہ ہونے کی بجائے دوستانہ تھی جس کا اچھا اثر ہوا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ ان کے دل سے شبہات دور ہو رہے ہیں۔ انہوں نے آئندہ میرے ساتھ خط و کتابت جاری رکھنے کا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست کی طرف ہدایت کرے ✦

مراسلہ

خطبات عید قربان و مردم شماری مفت

عید الضحیٰ کا شاندار خطبہ شائع ہو گیا ہے اور اسی خطبہ میں مردم شماری کے متعلق نہایت ہی مکمل اور مفصل ہدایات درج کر دی گئی ہیں۔ ہمارے برادران وطن جو پہلے ہی اکثریت میں ہیں برابر ایک سال سے مردم شماری کو ہند و مفاد کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب عید الضحیٰ پر سر سے راس کماری تک کروڑوں مسلمان اپنی اپنی عیدگاہوں میں جمع ہوں گے۔ اے برادران ملت! اگر آپ ذرا احساس اور فکرمندی کے ساتھ صرف عید الضحیٰ کی تقریب پر ہمت فرمالیں تو آپ ۹ کروڑ مسلمانوں کو مردم شماری کے فرائض اور خطرات سے عہدہ برا ہونے کے قابل بنا سکتے ہیں اس کی بڑی آسان صورت یہ ہے کہ آپ خطبہ عید کو ہر عیدگاہ میں پڑھائیں اور مفت تقسیم کریں۔ ہر مسلمان صرف کارڈ لکھ کر خطبہ عید کی ایک کاپی مفت منگا سکتا ہے مفت تقسیم کیلئے بحساب ۲۴ خطبات فی روپیہ منگوائیں۔ اور ایک بیحد ضروری تکلیف قبول فرمائیں۔ جب خطبات منگوانے کے لئے کارڈ لکھیں تو اسی کارڈ پر اپنے شہر یا علاقہ کے پانچ تا دس درد دل رکھنے والے تعلیمیافتہ باحساس اور معزز مسلمان ممبروں یا عہدہ داروں کے خوشخط اور مکمل پتے ضرور لکھیں۔

حمید انور۔ آفس سیکرٹری۔ مرکزی سیرت کمیٹی۔ پٹی۔ ضلع لاہور

سال نو کے خطابات

سال نو کے خطابات کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں مندرجہ ذیل اصحاب کے اسماء خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اس عزت افزائی پر ہم ان سب کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

(پیغام صلح)

ہز ہائینس نواب صاحب بہاول پور۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی

ہز ایکسیلینسی سر ہنری ڈفیلڈ کریک گورنر پنجاب } جی۔ سی۔ ایس۔ آئی

ہز ہائینس مہتر صاحب چترال۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای

جناب خان بہادر شیخ خورشید محمد صاحب ڈپٹی کمشنر ریٹائرڈ پنجاب } او۔ بی۔ ای

جناب خان بہادر خواجہ غلام حسن صاحب کیپٹل سٹو آفیسر } " " "

آنریری کپتان خان بہادر ملک مظفر خان ایم۔ ایل۔ اے آنریری مجسٹریٹ و سب رجسٹرار میانوالی } " " "

جناب سید حبیب اللہ شاہ صاحب پنجاب سول میڈیکل سروس سپرنٹنڈنٹ جیل ملتان } " " "

جناب خان بہادر محمد زمان خان صاحب جاگیردار اکوڑہ ضلع پشاور } " " "

جناب خان بہادر مولوی عزیز الحق صاحب سپیکر بنگال اسمبلی } نائٹ ہڈ سر

جناب خان بہادر سید مراتب علی شاہ صاحب آف لاہور } " " "

آنریبل مسٹر منوہر لال فنانس منسٹر پنجاب۔ " " "

آنریری میجر نواب محمد جمشید علیخان ایم۔ بی۔ ای۔ ضلع میرٹھ } نواب ذاتی

جناب نواب نثار علی خانصاحب قزلباش رئیس اعظم لاہور } " " "

خان بہادر

جناب سردار عبد الصمد خان صاحب سٹی مجسٹریٹ لاہور

جناب سردار رحیم یار خانصاحب رودھیان ضلع ڈیرہ غازیخان

جناب خانصاحب شیخ غلام محمد صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات پنجاب

خان صاحب

جناب سید مہدی علی شاہ صاحب سینئر وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی شملہ

جناب میاں رحیم بخش صاحب ایم اے سپرنٹنڈنٹ سنٹرل ایکسائز اینڈ سالٹ۔ کانپور

جناب میاں عبد الحلیم صاحب پرسنل اسسٹنٹ وزیر اعظم پنجاب

جناب شیخ یوسف شاہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا وسینئر وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ جھنگ

جناب سید محمد شاہ ولی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس گوجرانوالہ

جناب مرزا افضل محمود خانصاحب پرسنل اسسٹنٹ ریونیو کمشنر صوبہ سرحد

ارباب عطاء اللہ خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی صوبہ سرحد

مولوی نور بخش صاحب وکیل ڈیرہ اسماعیل خان۔ سرحد

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— اس دفعہ ہمارا جلسہ سالانہ غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔ دور دور سے مہمان تشریف لائے اور جلسہ میں شریک ہوئے مہمان واپس تشریف لے گئے ہیں۔ چند ایک دوست ابھی مرکز میں ہی قیام پذیر ہیں۔ جلسہ کی مفصل روئداد اخبار میں درج ہے۔ دوست ملاحظہ فرمائیں۔

— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ جناب میاں رحیم بخش صاحب ایم۔ اے۔ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل ایکسائز اینڈ سالٹ کانپور خلف حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کو گورنمنٹ نے خانصاحب کا خطاب دیا ہے جس پر ہم جناب میاں صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہم زد فزد۔

— جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب نے اپنے فرزند محمد حسن صاحب بی کام کی شادی کے موقع پر مبلغ ۵۰ روپے انجمن کو بطور عطیہ عطا فرمائے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے یہ رشتہ ہر لحاظ سے مبارک ثابت ہو۔ آمین۔

— جناب سلطان علی صاحب بدوملہی سے اطلاع دیتے ہیں کہ مورخہ ۸ [illegible] کو چوہدری بشیر احمد صاحب کلرک دفتر سپرنٹنڈنٹ پولیس جیکب آباد کا نکاح نثار بیگم صاحبہ کے ساتھ مولوی عبد المجید صاحب معلم مسلم ہائی سکول بدوملہی نے پڑھا۔ اس مبارک تقریب پر مبلغ ۵ روپیہ انجمن کو بطور عطیہ دیئے گئے۔ خدا طرفین کیلئے یہ رشتہ مبارک کرے۔ آمین۔

— جناب مولانا عبد الہادی صاحب عفی عنہ کلہ ضلع جموں ہماری جماعت کے نہایت پرجوش اور نیک بزرگ ہیں۔ آپ کچھ عرصہ سے علیل ہیں اس علالت کی وجہ سے آپ جلسہ سالانہ پر بھی تشریف نہیں لا سکے۔ سب احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مولانا . . . موصوف کیلئے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عنایت فرمائے۔ آمین

— اہلیہ محمد الدین صاحب بٹ احمدیہ بلڈنگس لاہور مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۴۰ء بروز جمعہ وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اپنے پیچھے تین چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہیں۔ دعا ہے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اسلام اپنے ساتھ نشانات اور زندہ برکات کا زبردست معجزہ رکھتا ہے

انسان جب حد سے گذر جاتا ہے تو وہ بھید کے دریافت کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ مغربی دنیا جو زمینی تحقیقات میں مصروف ہے۔ وہ ہر فلسفہ میں حد ادب سے دور نکلجاتی ہے اور انسانی حدود سے گذر کر الٰہی حدود میں قدم رکھنے کی کوشش کرتی ہے لیکن نتیجہ سوائے ناکامی اور نامرادی کے اور کچھ نہیں ہوتا مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جملہ امور کو جو ایمانیات سے تعلق رکھتے ہیں نہ تو اس قدر چھپا کر رکھا ہے کہ تکلف کی حد تک پہنچا ہیں اور نہ اس قدر ظاہر کیا ہے کہ اس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہو سکے۔ باوجود ان ساری باتوں کے آج اسلام کیلئے خوشی کا دن ہے کہ معمورۂ عالم میں کوئی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ اپنی روشن ہدایات اور سچائیوں کیساتھ نشانات اور برکات کا ایک زبردست معجزہ اپنے ساتھ رکھتا ہے جس کے مقابلہ کی کسی دوسرے مذہب کو ہرگز ہرگز طاقت نہیں یہ بات کہ اسلام اپنی پاک تعلیم اور اسکے زندہ نتائج کیساتھ اس وقت معمورۂ عالم میں ممتاز ہے نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کے ذریعہ اس سچائی کو ثابت کر دیا ہے اور اس نے کل مذاہب ملل کو دعوت حق دیکر بتایا ہے کہ فی الحقیقت اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور جس کو اس بارہ میں ابھی تک شک ہو وہ میرے پاس آئے اور ان خوبیوں اور برکات کا خود مشاہدہ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ طالب صادق بنکر آئے نہ جلد باز معترض ہو کر جس زمانہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا پر ظاہر ہوئے اور خدا کا جلال اور گم گشتہ توحید کو زندہ کرنے کیلئے آپ مبعوث ہوئے اگر کوئی سلیم الفطرت اور سعادت مند شخص غور کرے تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ اس زمانہ کی بری حالت ہی آپکی سچائی پر ایک روشن دلیل ہے اور ایک دانشمند شخص اس وقت کے حالات ہی معلوم کرکے آپ کے منجانب اللہ ہونے کا اقرار کر سکتا ہے جس کی موجودگی میں اسے کسی معجزہ کی بھی ضرورت نہیں۔

اعلانات

اعلان تعطیل

عید اضحیٰ پر کاتب گھروں کو جائیں گے اور پریس اور دفاتر انجمن بھی تین روز کے لئے بند رہیں گے لہٰذا آئندہ اشاعت یعنی ۱۲ جنوری ۱۹۴۱ء کا پرچہ شائع نہیں ہوگا یعنی پیش نظر پرچہ کے بعد ۱۶ جنوری کا پرچہ نکلے گا۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (مینیجر)

بیرونی جماعتوں کو لائبریریاں کھولنے کیلئے سہولتیں

سالانہ جلسہ کے موقع پر اکثر احباب اور جماعتوں کی خواہش تھی کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر لائبریریاں کھولیں انجمن نے اس تجویز کو بہت پسند کیا ہے بلکہ اس کی خواہش ہے کہ ہر جماعت میں لائبریری کا ہونا اشد ضروری ہے لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ جہاں جہاں احباب ایسی لائبریریاں کھولنے کا فیصلہ کریں۔ وہاں کے صدر اور سکرٹری صاحبان مطلوبہ کتب کی فہرست مجھے ارسال کردیں۔ انجمن ایسی لائبریریوں کو اپنی مطبوعات نصف قیمت پر دے گی۔ درخواست صدر اور سکرٹری ہر دو صاحب کے دستخطوں کے ساتھ بھیجی جائے اور کم ازکم بیس فیصدی رقم درخواست کے ہمراہ آنی چاہیئے اور باقی آٹھ ماہوار اقساط میں۔

(خاکسار۔ عبداللہ جنرل سکرٹری)

میاں رحیم بخش صاحب کو خطاب "خانصاحب"

احباب یہ سنکر خوش ہونگے کہ میرے لڑکے میاں رحیم بخش صاحب ریم۔ اے اسپرنٹنڈنٹ نمک کو جو اب سانبھر سے تبدیل ہو کر کانپور چلے گئے ہیں سال نو کے اعزازی خطابات میں خانصاحب کا خطاب ملا ہے۔ مجھے بھی اس سے خوشی ہوتی ہے کہ یہ اعزاز میرے لخت جگر کو اُس کی خدمات سرکاری کے صلہ میں ملا ہے جو اس نے خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے نہایت ایمانداری اور جانفشانی سے سرانجام دیں اور تائید ایزدی سے اسے بے نظیر کامیابی ہوئی۔ ساخت نمک کے متعلق جس نئی تجویز کا اس نے انکشاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس کی یہ پہلی مثال ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کا اسلئے بہت شکر گذار ہوں۔ اس کی بیگم صاحبہ نے اس خوشی میں کسی مستحق کے نام اخبار پیغام صلح ایک سال کیلئے جاری کرایا ہے۔ میں ان احباب کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اس موقعہ پر مبارکباد دی اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے سب احباب کو نیک اور خادم دین اولاد عطا فرمائے۔ خاکسار۔ عزیز بخش آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

عید اضحیٰ پر "عید فنڈ" اور "مسجد فنڈ" کے علاوہ پیغام صلح کی عیدی کو بھی یاد رکھیں یعنی اسے کوئی خریدار دیں۔

کھلی چٹھی بنام مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی

انعامی مباحثہ

"کیا تعریف نبوت میں تبدیلی ہوئی"؟

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امسال جبکہ آپ سرینگر میں تھے تو آپ کا لکھا ہوا ٹریکٹ
جسے قادیان کی نظارت دعوت وتبلیغ نے شائع کیا ہے جس کا
عنوان ہے :-

"غیر مبائعین کے چھ اہم سوالات کے مفصل جوابات"

مجھے ملا۔ میں نے ایک مفصل خط آپ کی خدمت میں لکھا۔ جس میں اس
ٹریکٹ کا مدلل جواب تھا۔ چونکہ اس ٹریکٹ میں سب سے اہم امر
یہ ہے کہ تعریف نبوت کی تبدیلی کی وجہ سے مسیح موعود کے دعوے
محدثیت کا نام نبوت ہو گیا اور جزوی فضیلت کلی فضیلت بن
گئی۔ اس لئے میں نے صرف اس سوال کو لیا کہ :-

کیا تعریف نبوت میں تبدیلی ہوئی ؟

اور اس اپنے مفصل خط میں آپ کو مختلف پہلوؤں سے بتایا کہ
تعریف نبوت جو حضرت مسیح موعودؑ نے پہلے کی تھی۔ وہی بعد میں
کی ہے۔ کہیں حقیقت کہیں مجازاً اور کہیں اجمال ہے اور کہیں تفصیل
تبدیلی کوئی نہیں۔ اور جس تبدیلی کو آپ لوگ مانتے ہیں۔ وہ آپ
لوگوں کی اپنی ہی غلطی ہے۔ جس کی بنیاد جناب خلافت مآب میاں
محمود احمد صاحب نے رکھی۔ اور آخر میں نے آپ کو لکھا کہ اگر آپ
یہ ثابت کردیں کہ اسلامی اصطلاح میں جو نبی اور رسول کی تعریف
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوب مبارک مندرجہ
الحکم مجریہ ۷ راگست ۱۸۹۹ء میں ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود نے
تبدیل کردی ہے تو میں آپ کو

یکصد روپیہ انعام

دوں گا۔ اس پر آپ نے اس انعامی چیلنج کو قبول کرکے شرائط مناظرہ
بھی طے کرلیں جن میں آپ کو میں نے ہر وہ رعایت دیدی جو آپ
نے مانگی۔ صرف تقرر حکم کا جھگڑا باقی رہ گیا تھا۔ آپ نے زور دیا کہ حضرت
امیر مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ اس بحث میں حکم ہوں۔ میں
نے کہا کہ ان کے فیصلہ کو آپ لوگ "عداوت محمود" کہہ کر ٹھکرا دیں گے
اور اس کا اثر قادیانی جماعت پر کچھ نہ ہوگا۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ جناب
خلیفہ قادیان کو ہی ثالث مان لیا جائے۔ مجھے ان کے فیصلہ پر
بوثوق موکد بعذاب کے ساتھ ہوگا۔ کوئی اعتراض نہ ہوگا
مگر آپ نے اس کو نامنظور کیا۔ تب میں نے کہا کہ چلو تین غیر جانبدار
حکم مقرر کرکے بحث کرلو۔ اور ان تین ثالثوں میں جناب امیر جماعت
احمدیہ اور جناب خلیفہ قادیان کے علاوہ خطیب اعظم لاہور کی شاہی
جامع مسجد کے امام مولانا غلام مرشد صاحب کو مان لیا جائے تینوں
حکم علیحدہ علیحدہ فیصلہ لکھیں۔ جدھر کثرت رائے ہو۔ وہی فیصلہ
سمجھا جائے۔ . . . .

. . . .

. . . . مگر آپ نے میرے بار بار لکھنے کے باوجود
اس کو نامنظور کیا۔ میں نے یہ بھی آپ کو اجازت دیدی کہ قادیانی
جماعت کے تین بڑے بڑے آدمیوں کو ہی حکم مان لو۔ اور

(۱) جناب آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب
(۲) جناب چوہدری نعمت اللہ خانصاحب سشن جج
(۳) جناب محترم اعجاز احمد صاحب جج دہلی۔

کے نام بھی پیش کردیئے۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ اگر یہ بھی منظور نہ
ہو تو علماء میں سے

(۱) مولانا غلام مرشد صاحب لاہور
(۲) مولوی محمد خدا بخش صاحب دہلی۔
(۳) مولانا سکندر دین صاحب دہلی

پھر میں نے آپ کو یہاں تک ڈھیل دیدی کہ :-

(۱) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری
(۲) مولانا ابو الکلام آزاد
(۳) مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپور
(۴) مولانا سلطان محمود صاحب دہلوی
(۵) مولوی مبارک حسن صاحب میرٹھی
(۶) شمس العلماء مولانا سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی
(۷) مولوی غلام احمد صاحب پرویز اسسٹنٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا

میں سے جن تین صاحبوں کو . . . آپ چاہیں ثالث مقرر کرلیں
مگر آپ اب بالکل خاموش ہو گئے ہیں۔ میرا آخری خط مؤرخہ ۱۹
ہے اور یہ خط آپ کو میں نے حکیم عبدالعزیز صاحب قادیانی کی
معرفت بھیجا تھا۔ اور حکیم صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ آپ نے
دستی خط لینے سے انکار کردیا۔ اور کہا کہ بذریعہ ڈاک بھیجو۔ لہٰذا
اس لئے انہوں نے قادیان سے ہی بذریعہ ڈاک وہ خط بھیج دیا
مگر آپ نے اب خاموشی اختیار کرلی ہے۔
میں نے آپ کو غیرت دلانے کیلئے لکھا کہ مولوی صاحب
پہلے آپ ایک دفعہ

"وحی نبوت"

کی بحث میں مباحثہ سے گریز کرچکے ہیں۔ حالانکہ اس میں بھی میری
طرف سے یکصد روپیہ انعام آپ کے لئے تھا۔ اور آپ نے
پہلے تو کہا کہ اچھا یکصد روپیہ جمع کراؤ۔ جب میں نے کہا کہ آپ
بحث کے لئے نکلیں۔ میں ثالثوں کے پاس پہلے سو روپیہ جمع کرا
دوں گا پھر وہ اپنے فیصلہ کے مطابق جسے چاہیں دیدیں۔ تب آپ
ایسے خاموش ہوئے کہ آج تک پھر اس بحث کا نام نہیں لیا۔ اور
میں اب بھی کہتا ہوں کہ قادیان کے علماء وفضلا بمع ان کے
فضل عمر کے اگر مل کر بھی یہ چاہیں کہ حضرت مسیح موعود کے کلام سے
یہ ثابت کریں کہ انہوں نے کبھی وحی نبوت پانے کا دعویٰ کیا تھا۔
تو وہ قیامت تک ایسا نہیں کرسکتے۔ ہاں بہانات آسانی سے
ختم وحی نبوت دکھا کر ساتھ ہی وحی ولایت اور ہی بعد ...
کا کھلا اقرار حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے دکھا دیں
مگر اس قدر بار بار کے تقاضا کے بعد اور غیرت دلانے کے باوجود
مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب آپ کو آج تک یہ جرأت نہیں
ہوئی کہ اس خاکسار سے بحث کرکے انعام حاصل کرلیتے۔ اور
یہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا دل بھی اس کمزوری کو خوب جانتا ہے
آپ لوگ تو خواہ مخواہ بھی مباحثہ کے لئے آگے بڑھا کرتے ہیں
مگر اب کیا ہو گیا۔ آپ خود بھی سمجھتے ہیں۔
مولوی صاحب آپ کو میں نے خدا کا واسطہ دیکر اور
انعام مقرر کرکے مباحثہ کے لئے کہا۔ مگر آپ سر الٹا طے کرکے
پھر خاموش ہو گئے۔ حالانکہ میں مخالفوں میں سے ثالث مقرر کرکے
بحث کرنے کو تیار ہوں۔ ان میں سے بعض میرے دشمن ہیں۔
مولوی اللہ دتا صاحب۔ کیا آپ مہربانی کرکے اپنے
اصل منشا سے مجھے مطلع فرمائیں گے۔ علیہ سالانہ قریب ہے
میں اس موقع پر قادیان میں ہی بحث کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ
پیش کردہ اشخاص میں سے آپ جنہیں چاہیں حکم مقرر کرلیں
اگر آپ لاہور آکر اس مناظرہ کو کرنا چاہیں۔ تو میں تیار
ہوں۔ آپ میدان میں نکلیں تو سہی۔ یہ ایمان کا معاملہ ہے۔
اپنی کمزوری کو اس طرح چھپانا فضول ہے۔ کیا

جب کھل گئی سچائی تب اس کو مان لو
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ ھدیٰ یہی

نوٹ :- مولوی صاحب میں نے آپ کے ٹریکٹ مذکورہ
کا مفصل جواب لکھ لیا ہے۔ جسے میں انشاء اللہ جلدی شائع
کرا دوں گا مجھے صرف اس کھلے خط کے جواب کا انتظار ہے
اس لئے اس کی نقل آپ کو بھیجی گئی ہے

نوٹ ۲ :- خیال تھا کہ مولوی اللہ دتا صاحب اس چٹھی کا
جواب دیں گے۔ مگر ہنوز روز اول ہے۔ اس لئے اس کو اخبار
میں شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ لوگ خود مولوی اللہ دتا صاحب کی
خاموشی سے اس امر کا اندازہ کرلیں کہ اس خاموشی کا کیا
مطلب ہے۔

پیغام صلح :- امید ہے مولوی اللہ دتا صاحب اب زیادہ دیر تک
مولانا عمر الدین صاحب کو انتظار میں نہ رکھیں گے۔ ہم اور بہت سے دوسرے
لوگ بھی ان کا جواب سننے کے مشتاق ہیں۔

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۹ رذی الحجہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۲

جلسہ سالانہ پر ایک مفید تحریک

کتاب "ریلیجن آف اسلام" کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی ضرورت

اس بار جلسہ سالانہ پر جو تجویزیں اور تحریکیں ہوئیں۔ ان میں سے ایک نئی مفید تحریک یہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مشہور انگریزی کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے۔ اسے یورپ و امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک کے انگریزی خوان علماء فضلاء اور اکابر تک پہنچایا جائے جو صاحب اس غرض سے کتاب خریدیں گے ان سے قیمت بھی بہت کم یعنی صرف ہاپے فی کاپی لی جائے گی۔ ایام جلسہ میں یہ تحریک پیش ہونے پر بہت سے دوستوں نے اس میں حصہ لیا۔ لیکن انگریزی خوان دنیا کی وسعتوں کا تقاضا ہے کہ وابستگان سلسلہ اس تحریک میں مزید حصہ لیں اور اسے ترقی دیں۔ کیونکہ اگر صرف بلند مرتبہ اور چیدہ حضرات اور مشہور اور بڑے کتب خانوں تک ہی اس کتاب کو پہنچایا جائے تب بھی اس کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نسخوں کی ضرورت ہے۔

انگریزی خوان دوست جنہوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی خوبی بخوبی جانتے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے اہل علم طبقہ اور خود ہندوستان و مصر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات پر اس نے جو عمدہ اور معا اثر ڈالا ہے۔ اس سے تو تمام قارئین پیغام صلح کم و بیش واقف ہیں۔ اسلام کے متعلق مغربی ممالک کے نقطۂ نظر کو بدلنے میں اس کتاب نے بہت نمایاں حصہ لیا ہے۔ یہ کہنے میں ہم کوئی مبالغہ نہیں کرتے کہ انگریزی ترجمۃ القرآن کے بعد یہ کتاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رنگ میں بہترین اور سب سے زیادہ مفید و بابرکت کارنامہ ہے۔

جو دوست انگریزی نہیں جانتے یا جنہیں اب تک اس عظیم الشان کتاب کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان کی خاطر ہم اس کے متعلق چند ضروری باتیں بیان کئے دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کتاب کی اصلی حیثیت اس کے اثرات اور اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی ضرورت سمجھ سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو طلب کر کے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ یورپین نومسلموں اور انگریزی خوان مسلمانوں کے لئے انگریزی زبان میں تعلیمات اسلامی پر ایک کتاب لکھی جائے۔ انگریزی ترجمۃ القرآن کی تیاری اور دوسری دینی و قومی مصروفیتوں نے عرصہ تک اس کام کو التوا میں ڈالے رکھا۔ غالباً ۱۹۲۷ء میں حضرت امیر ایدہ اللہ کو ایک مخالف اسلام پادری کی کتاب کے مطالعہ کا اتفاق ہوا جس میں تعلیمات اسلامی کو نہایت غلط اور معاندانہ طریق پر پیش کیا گیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک خواہش اور دلی آرزو کے مطابق "ریلیجن آف اسلام" لکھنے کا عزم کر لیا۔ اس کتاب کی تیاری میں جو صبر آزما محنت کرنی پڑی اور جن دقتوں کا سامنا عظیم المرتبت مؤلف کو ہوا۔ اس کی سرگذشت بڑی طویل ہے جو اس مختصر مضمون میں اختصار کے ساتھ بھی بیان نہیں ہو سکتی سینکڑوں کتابوں کو نہایت غور سے پڑھنا پڑا۔ اعتراضات کے جوابات مسائل کی تحقیق تنقید اور معلومات کی فراہمی کے لئے مواد جانے کہاں کہاں نگاہ انتخاب اور دست جستجو پہنچا پھر کتاب کی ترتیب۔ ہر ایک چیز کو مناسب طریقے اور اسلوب سے لکھنا بھی ایک بڑا مرحلہ تھا اتنی بڑی کتاب کی طباعت کا کام بھی کافی توجہ طلب ہوتا ہے۔ غرض کئی سال کی سعی پیہم سے یہ سارے مراحل طے ہوئے اور خدا کے فضل سے ۱۹۳۶ء کے اوائل میں ایک ایسی بیش بہا کتاب دنیا کے سامنے آگئی۔ جسے صحیح معنوں میں اسلام کے متعلق مستند معلومات کا خزینہ اور انسائیکلوپیڈیا کہا جا سکتا ہے۔ کتاب جب پریس سے نکل کر کتب خانوں اور لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو مخالف و موافق اہل علم ایک احساس مسرت کے ساتھ چونک اٹھے اور اس کے ہر ایک پڑھنے والے انصاف پسند نے اس کے مؤلف کے دماغ و قلم کا لوہا مان لیا۔ ہر ایک حلقہ اور طبقہ سے جہاں کہ یہ کتاب پہنچی۔ اس نے خراج تحسین وصول کیا

کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں ان ماخذوں کا ذکر ہے۔ جن سے اسلامی اصول و قوانین اخذ کئے گئے ہیں۔ یا آئندہ حسب ضرورت اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

دوسرے حصہ میں اسلامی اصولوں پر نہایت مدلل اور دلنشین طریق پر بحث کی گئی ہے موجودہ زمانہ میں ان کے متعلق جو شکوک پیدا ہو سکتے ہیں یا مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا تسلی بخش ازالہ اس میں موجود ہے۔ اسی حصہ میں پوری تفصیل سے ہستی و صفات باری تعالیٰ، فرشتوں، شیطان، الہامی کتب اور بعثت انبیاءؑ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسی ضمن میں عصمت انبیاءؑ، معجزات، شفاعت، حیات بعد الموت اور تقدیر وغیرہ مسائل پر نہایت عالمانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ تیسرے حصہ میں فرائض دینی یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ کا بیان ہے۔ علاوہ ازیں طلاق، وراثت اور قرضہ، سود وغیرہ اہم مسائل کا بھی ذکر ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں مذہب اسلام کے متعلق ہر قسم کی مستند معلومات موجود ہیں۔ اصل عربی کتب سے تقریباً دو ہزار حوالجات دیئے گئے ہیں۔ "ریلیجن آف اسلام" کو شائع ہوئے پانچ چھ سال کا عرصہ ہو گیا لیکن تا حال تعلیمات اسلامی پر انگریزی زبان میں اس سے بہتر اور جامع کتاب نہیں مل سکتی ہے۔ بہت سے وہ لوگ بھی اس سے استفادہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جو ہماری کوئی کتاب پڑھنا، بلکہ ہمارا نام سننا تک گوارا نہیں کرتے۔

اس کتاب نے ایک طرف مذہبی دنیا میں تحرک پیدا کیا دوسری طرف علمی حلقوں پر اثر ڈالا تیسری طرف اس نے پریس سے نکلتے ہی اور قانون دانوں کی لائبریریوں اور میز دل [illegible] کی جگہ حاصل کر لی۔ اشاعت کے بعد پہلے ہی سال میں اس پر بہت سے بلند پایہ ریویو نکلے۔ سر سید محمد سلیمان جج فیڈرل کورٹ جو ان دنوں الہ آباد ہائیکورٹ کے چیف جسٹس تھے، سر شفاعت احمد خاں، سر ظفر اللہ خاں، سر شہاب الدین، جسٹس عبد الرشید اور درجنوں اخبارات و رسائل کی آراء ہم "پیغام صلح" میں وقتاً فوقتاً درج کر چکے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم اس زمانہ میں تحریک احمدیت کے مخالف تھے۔ لیکن انہوں نے بھی لکھا کہ:-

"نہایت مفید کتاب ہے اور مذہب اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کیلئے ازبس ضروری ہے"

لاہور کے مشہور غیر مسلم انگریزی روزنامہ "ٹریبیون" ملی کی رواداری جیسی سب جانتے ہیں۔ اس نے بھی اس کتاب پر نہایت شاندار ریویو کیا۔ جس کی چند سطور درج ذیل ہیں:-

"آجکل عام طور پر لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو چکا ہے کہ مذہب آپس میں بجائے محبت کے نفرت پھیلانے کا باعث ہے لیکن مولانا محمد علی صاحب نے "دی ریلیجن آف اسلام" میں بڑے زور سے ثابت کیا ہے کہ مذہب آج بھی نسل انسانی میں صلح و محبت پیدا کر سکتا ہے۔ اس کتاب کو مطالعہ کرنے کے بعد ہر سنجیدہ انسان کو یہ معلوم ہوگا کہ اسلام کا نصب العین دنیا میں مساوات، اخوت اور آزادی پھیلانا ہے۔ "ریلیجن آف اسلام" میں اسلام کے تمام عقائد اور دیگر مسائل پر نہایت وسیع معلومات کے علاوہ عہد حاضر کے چند نہایت اہم امور کو بھی حل کیا گیا ہے جیسے سرمایہ داری اور دولت کی تقسیم وغیرہ وغیرہ ہم مولانا محمد علی صاحب کو اس بے نظیر کتاب کے لکھنے پر مبارکباد دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو مذہب کو جاننا چاہتے ہیں ان کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے" (یکم مارچ ۱۹۳۶ء)

مشہور انگریز نومسلم مسٹر محمد مارما ڈیوک پکتھال مرحوم نے اسی کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر لکھا تھا کہ:-

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کیلئے مولانا محمد علی صاحب آف لاہور سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں"

ایک بلند پایہ امریکن مصنف Mr. W. J. Milburn [illegible] نے حال ہی میں اس کتاب کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ پیغام صلح ۱۲ نومبر ۱۹۴۰ء میں درج شدہ خطبہ سے احباب کو معلوم ہو چکے ہیں [illegible] لکھنے کے بعد کہ:-

"شاید کسی مسلمان نے زندہ ہو یا فوت شدہ مولانا محمد علی سے زیادہ لوگوں کے سامنے اسلام کے محاسن پیش کرنے کی کوشش نہیں کی" اس کتاب کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے کہ:-

"یہ کتاب (یعنی انگریزی ترجمۃ القرآن) اور "دی ریلیجن آف اسلام" اسلامی لٹریچر کا عظیم ترین خزانہ سمجھی جاتی ہیں کتاب "ریلیجن آف اسلام" بانی اسلام کی تعلیمات کی دلچسپ ترین پیرایہ میں تشریح کرتی ہے اور اسے بغور پڑھنے والا اسلام کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ . . . . ان کتابوں کی موجودگی میں مذاہب عالم کے کسی طالب علم کے پاس اسلام کو سمجھنے میں کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا"

انشاء اللہ ہم کسی دوسرے موقع پر مزید آراء پیش کریں گے اور وہ ایسے دلچسپ واقعات بھی بیان کریں گے جن سے اندازہ ہوگا کہ یہ کتاب کس قدر اثر غیر مسلموں اور خود مسلمانوں کے خیالات اور ذہنیتوں پر ڈال رہی ہے اور اس کی بدولت اسلام کی صحیح تعلیمات اور تحریک احمدیت کے کارنامے [illegible] کس خوبصورتی اور کامیابی کے ساتھ دلوں اور دماغوں پر نقش ہو رہے ہیں اور اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کس قدر مفید نتائج کا موجب ہو سکتی ہے

آخر پر ہم بہی خواہان سلسلہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو دنیا میں پھیلانے اور اسے اہل علم و ذوق کے ہاتھوں میں پہنچانے کے کار خیر میں مزید حصہ لیں۔

شذرات

(الیس۔ محمد اصمت قادیانی۔ بی۔ اے)

جلسہ سالانہ اور ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے بعد سب سے پہلا خطبہ جمعہ جو مورخہ ۳ر جنوری ۱۹۴۱ء کو ارشاد فرمایا۔ اس میں آپ نے جلسہ سالانہ کی عظیم الشان کامیابی پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا فرمایا کہ "اس اجتماع کو دیکھ کر بے اختیار ہمارے منہ سے الحمد للہ رب العالمین نکلتا ہے۔ کاموں میں نقص بھی رہتے ہیں۔ ہمارے اجتماع میں بھی نقائص تھے اور سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ہم غیر از جماعت لوگوں کو اس میں لانے کی کوشش نہیں کرتے۔ . . . . . اس وقت میں توجہ دلاتا ہوں۔ اس عظیم الشان کام کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ابھی سے ہمیں کوشش کرنا چاہئے کہ سال کے بعد جو ہمارا سالانہ اجتماع ہو۔ اس کے لئے ابھی سے لوگوں کو تیار کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا مقصد بنالیں۔"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر جماعت کے ہر ایک فرد کو لبیک کہنا چاہئے۔ اور ابھی سے غیر از جماعت اصحاب کو جلسہ سالانہ پر لانے کیلئے کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ پر ہماری جماعت جو ایثار کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سعید الفطرت روح ہمارے جلسہ میں شامل ہو اور اس نمونہ کو دیکھ کر متاثر نہ ہو۔ اس طریقہ سے ہم اپنی جماعت کو بہت وسیع کر سکتے ہیں اور اس سے اعلائے کلمۃ الحق کے مقصد کو بہت تقویت پہنچ سکتی ہے۔ ہماری یہ کوشش اور سعی بھی اشاعت اسلام کا ہی ایک جزو ہے۔ کیونکہ اشاعت اسلام اور جماعت لازم ملزوم ہیں۔ جس نسبت سے جماعت بڑھے گی اسی نسبت سے اشاعت اسلام کا کام ترقی پذیر ہوگا۔ ہماری جماعت کا ہر فرد ایک مجاہد ہے اور اسلامی، دور جدید کی منادی کرنے والا ہے۔ سو جماعت کے ہر ایک مجاہد کو چاہئے کہ وہ اپنے امام کی فوج کو جہاں اپنے ایثار اور قربانی سے تقویت دے۔ وہاں اور لوگوں کو بھی مجاہد بننے کی تلقین کرے اور انہیں بڑی کوشش کے ساتھ جماعت میں شامل کرے۔ کیونکہ اس وقت یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو جماعت کے تمام افراد پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارے سب دوستوں کو ابھی سے اس کا جائزہ لینا چاہئے اور مستقل طور پر توسیع جماعت کی ہر ممکن سعی کو اپنے پروگرام میں شامل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ تبلیغ و تاثر کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

مجلس احرار کا عبرتناک انجام

۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو ایک مسلمان روزنامہ نے جماعت احرار کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا جس میں اس جماعت کے اغراض و مقاصد کی تحلیل کی گئی تھی۔ اس مقالہ کا ایک اقتباس یقیناً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ہمیں تو روزنامہ مذکور کی معاملہ دانی پر حیرت ہے رقمطراز ہے:۔

"واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ (یعنی جماعت احرار) ابن الوقت ہیں۔ جس صورت میں اپنی شہرت کو مضمر پاتے ہیں۔ وہی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کے بہروپ سے اگر کسی کو دھوکا ہوتا ہے تو عام مسلمانوں کو۔ جو لوگ ان کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس وقت کانگرس کے حامی ہیں۔ لیکن اپنے تعلق کو اس غرض سے چھپائے ہوئے ہیں کہ کانگرس کے نام سے مسلمانوں میں آجکل کام کرنا خارج از امکان ہے۔"

واقعی مجلس احرار دیر تک اپنے آپ کو اسلامی اور مذہبی بہروپ میں چھپائے رہی۔ لیکن آج حالات کے بدل جانے سے اصل حقیقت واشگاف ہوئی ہے۔ اور اسلام اور مذہب کا پاک چولا اتار کر پھینک دیا گیا ہے۔ کیونکہ مرور زمانہ سے وہ بوسیدہ ہو چکا ہے۔ اور اس قابل نہیں رہا کہ استعمال کیا جا سکے اور اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکے۔ زمانہ کسی جماعت کے ایثار کو پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی ہے۔ جو اس سنگ امتحان پر پورا اترے۔ وہی ایثار پیشہ ہے۔ مجلس احرار کی تلون کشی اور نام نہاد اسلامی تحفظ کے بلند بانگ دعاوی اس سے زیادہ ہوا اور کیا

> **تمام بزرگان واحباب جماعت**
>
> اور اپنے تمام قارئین کی خدمت میں
>
> **پیغام صلح پر خلوص**
>
> **عید مبارک**
>
> عرض کرتا ہے خدا یہ مبارک دن بار بار انکی زندگی میں لائے
>
> (ساہیو)

ہو سکتے ہیں کہ سیکرٹری مجلس . . . داؤد غزنوی صاحب کی طرف سے اعلان شائع ہوا ہے۔

"ان اصحاب کی ایک اچھی خاصی تعداد نے جنہوں نے مجلس احرار کی بنیاد ڈالی۔ اور گذشتہ دس سال سے اس کے چلانے کے ذمہ دار ہیں فیصلہ کیا ہے کہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت میں انفرادی حیثیت سے مدغم ہو جائیں۔ ہم نے ایک دفعہ پھر فیصلہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو کانگرس کی سرگرمیوں اور پروگرام سے وابستہ کر لیں۔ . . . . . . اب میں اور میرے رفقا آج سے اپنی سرگرمیوں کو صرف کانگرس کے ساتھ وابستہ کریں گے اور کانگرس کے پروگرام پر کاربند رہیں گے۔" (ملاپ یکم جنوری ۱۹۴۱ء)

نبی عربی صلعم کی بنائی ہوئی ہیئت اجتماعیہ ملّیہ کو چھوڑ کر ایک ملحدانہ اور قوم پرست جماعت میں اپنے آپ کو مدغم کر دینا یقیناً اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔ کیا اسی تقلیل پر احمدیت کی مخالفت کی جا رہی تھی اور اسے نیست و نابود کر دینے کے ارادے تھے۔ آج جماعت احمدیہ اپنی خالص اسلامی اور روحانی ذہنیت کے ساتھ مجلس احرار کی ان قلابازیوں اور گیدڑ بھبکیوں پر خندہ زن ہے اور مجلس احرار خائب و خاسر ہے۔ ع

اے آنکہ دیدی بد دیدی للعبد نبر
زباغباں بترس، کہ من شاخ مثمرم

ایک نہایت مفید ٹریکٹ

انجمن کی پبلسٹی کمیٹی نے ایک نہایت معتبر علمی ٹریکٹ "عالم اسلامی کی سیاسی اور اجتماعی تحریکات پر ایک نظر" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ یہ ٹریکٹ اخی المکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل کی دماغی کاوش اور عمیق نظر کا نتیجہ ہے۔ اس ٹریکٹ میں قریباً عالم اسلامی کی سب تحریکات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح یہ سب تحریکات ناکام ہیں اور رفتہ رفتہ ہو رہی ہیں۔ فاضل مضمون نگار نے ان تحریکات کی تحلیل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ مسلمانوں کے عوارض کا علاج ان تحریکات میں نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے زوال کا سبب نہ تو علمی فروما یہ ہے اور نہ ہی سیاسی شوکت کا انحطاط ہے۔ بلکہ حقیقی سبب زندہ ایمان کا فقدان ہے۔ جب تک مسلمان کے قلب میں زندہ ایمان کی چنگاری نہ روشن ہوگی۔ اس وقت تک اسے اس روگ سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس زمانہ میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر ایمان کو زندہ کیا ہے مسلمانوں میں یہ زندہ ایمان اس وقت پیدا ہوگا جبکہ وہ اس شخص کے گرد جمع ہوں گے۔ جس نے مسلمانوں کے مکمل مرض کی تشخیص کی۔ ورنہ اور کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جو باعتبار ایمان و عمل اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہو۔ وغیرہ وغیرہ"

اس ٹریکٹ کو کثرت کے ساتھ غیر از جماعت حلقوں میں تقسیم کرنا چاہئے۔ تاکہ مسلمان تحریک احمدیت کی حقیقی روحانی اور اسلامی فطرت کو سمجھ سکیں اور وہ غلط فہمیاں دھل جائیں جو کہ شومئی قسمت سے مسلمانوں کے قلوب میں اس اصل اسلامی تحریک کے متعلق پیدا ہو چکی ہیں۔ کیونکہ جتنا وہ اس تحریک کے قریب ہوں گے۔ اسی قدر ان میں زندگی اور ایمان قوت پیدا ہوگی۔ میرے خیال میں تو ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس ٹریکٹ کو نظر غائر سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ عالم اسلامی میں تحریک احمدیت کا مقام اور مرتبہ کتنا بلند ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں دیگر تحریکات کتنی ہیچ ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ فوراً اس مفید ٹریکٹ کو دفتر اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے طلب فرمائیں۔ خود پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو پڑھائیں۔ ٹریکٹ تبلیغی مقاصد کیلئے ازحد مفید ہے۔

ایک مسیحی رسالہ اور فوجی مدافعت کی تعریف

بمبئی کا ایک مسیحی ہفتہ وار انگریزی اخبار "ایگزمینر" نامی اپنے مورخہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۴۰ء کے شیوع میں رقمطراز ہے:۔

"گذشتہ کرسمس پر جو دتعدی کے خلاف فن لینڈ والوں کی بہادرانہ مدافعت پر دنیا رطب اللسان تھی گو وہ مدافعت افسوس ہے کہ فن لینڈ والوں کو بچا نہیں سکی اور موجودہ کرسمس کے قریب چھوٹی سی یونانی قوم نے ایک جابر اور ظالم طاقت کے دانت کھٹے کئے ہیں۔ جو ہر لحاظ سے قوی تھی اس جرأت اور بہادری پر بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے یونان نے اپنے قدیم بہادروں کے کارناموں کو زندہ کر دیا ہے امید ہے کہ یونان کا حشر فن لینڈ جیسا نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ"

مندرجہ بالا جذبات تو بہت اچھے اور قابل قدر ہیں لیکن ایک مسیحی اخبار کے کالموں پر زیب نہیں دیتے۔ کہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ تعلیم کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ رسید کرے تو دوسرا بھی پیش کر دے اور کہاں فوجی مدافعت کی تعریف۔ ہمیں علم نہیں کہ ان دو چیزوں میں تطبیق کیسے دی جا سکتی ہے *

انجمن کے ستائیسویں جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء کی مختصر روئیداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۵ر دسمبر کی کارروائی

پہلا اجلاس

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

گذشتہ اشاعت میں ۲۵ر دسمبر کے پہلے اجلاس کی کارروائی بیان کرتے ہوئے مولوی احمد یار صاحب کی تقریر کا خلاصہ پیش کیا تھا۔ اس کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے تقریر فرمائی۔ جس کا موضوع تھا۔ "جماعت قادیان کی پوزیشن قرآن کریم کی روشنی میں" آپ نے تقریر کا آغاز اس طرح کیا کہ کچھ عرصہ ہوا میں نے ٹارچ ایک اشتہار دیکھا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی۔ کہ ایک شخص ٹارچ (دستی برقی قندیل) ہاتھ میں لئے ہوئے کسی تاریک کمرہ میں داخل رہا ہے۔ یکایک ٹارچ کی روشنی میں اسے کمرہ کے فرش پر ایک بہت بڑا زہریلا بچھو نظر آتا ہے۔ اور وہ ٹارچ کی روشنی کی بدولت اس کے گزند سے بچ جاتا ہے۔ مقرر نے کہا۔ کہ میں قرآنی ٹارچ روشنی جماعت قادیان پر ڈالتا ہوں۔ دیکھئے وہاں کیا نظر آتا ہے وہاں اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے عقیدے نظر آتے ہیں۔ جن کو ماننے سے تمام اسلامی حکومتیں، دنیا کے ۴۲ کروڑ مسلمان یکدم کافر بن جاتے ہیں۔ تمام نمازیں پڑھنے والے زکوٰۃ دینے والے اور حج کرنے والے اور سب کے سب مسلمان قادیانی عقیدہ کی رو سے کافر ہیں۔ قادیانیوں نے اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کا عقیدہ وضع کر کے اسلام کے اندر بہت بڑا افتنہ پیدا کر دیا ہے اگر قادیانی عقائد کو صحیح تسلیم کیا جائے تو قرآن کریم کے وہ دعوے جو کہ مسلمانوں کی کثرت اور غلبہ اسلام کے متعلق ہیں۔ نعوذ باللہ غلط ماننے پڑیں گے۔ علاوہ ازیں آپ نے کہا کہ قادیانیوں کا عقیدہ تکفیر منافقت پیدا کرتا ہے۔ "السلام علیکم" مسلّم اسلامی سلام ہے۔ صرف مسلمان ہی آپس میں یہ سلام کرتے ہیں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کو یہ سلام ہرگز نہیں کیا جاتا۔ اور نہ وہ مسلمانوں کو یہ سلام کرتے ہیں۔ لیکن قادیانی غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر سمجھنے کے باوجود "السلام علیکم" کہتے ہیں۔ اور ان کے سلام کا جواب "وعلیکم السلام" کے الفاظ سے دیتے ہیں۔ گو وہ دل میں انہیں کافر سمجھتے ہیں لیکن زبان سے مسلمان۔ یہ اعلیٰ درجہ کی منافقت ہے۔

فارسی نظم

اس کے بعد گجرات کے ایک دوست عبدالغنی صاحب نے قادیانی غلو کے متعلق ایک فارسی نظم پڑھی۔

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی تقریر

نظم کے بعد جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے "نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود کے خیالات میں تبدیلی نہیں ہوئی" کے عنوان سے ایک عالمانہ، مدلل اور نہایت سلجھی ہوئی تقریر کی بطور تمہید آپ نے فرمایا کہ تقریر کیلئے یہ موضوع میں نے اپنی مرضی سے انتخاب کیا ہے۔ اس میں کسی کی تحریک اور مشورہ کو قطعاً کوئی دخل نہیں۔ اس اظہار کی ضرورت مجھے اس لئے پیش آئی ہے کہ جناب خلیفہ صاحب سے تعلق رکھنے والے احمدی بھائی کہہ دیا کرتے ہیں کہ لاہور والے مجھ سے ایسا کرا رہے ہیں۔ اور میں نے خود یہ موضوع اس لئے اختیار کیا ہے کہ میرے دل میں جماعت قادیان کیلئے درد ہے۔ جناب خلیفہ صاحب کی وجہ سے اس جماعت کو بہت سی غلطیاں لگ رہی ہیں۔ ان میں سے ایک زبردست غلطی مسئلہ نبوت کے متعلق ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ نے کہا کہ گذشتہ دنوں میں میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور آپ کے زمانہ کے اخبارات کے فائل مسئلہ نبوت کے پیش نظر نہایت غور سے مطالعہ کئے۔ اخبارات کے فائلوں کے مطالعہ سے مجھے یہ نظر آیا کہ مولانا سید سرور شاہ صاحب اور مولانا محمد احسن صاحب مرحوم وغیرہ جو کہ اس زمانہ میں اکثر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس وقت مسئلہ نبوت کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جو قادیانی جماعت کے موجودہ خیالات سے بالکل مختلف ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور آپ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کے کسی فرد کو حقیقی نبوت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ بے شک حضرت صاحب کی ساری کتابیں پڑھ جائیے حقیقی نبوت سے انکار کئی جگہ موجود ہے لیکن حقیقی نبوت کا اقرار اور دعویٰ ایک جگہ بھی موجود نہیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتابوں میں بھی موجود نہیں۔ آپ کا دعویٰ محدثیت کا ہے۔ گو آپ کو محدثین میں خاص اور امتیازی درجہ حاصل ہے۔ اور بعض خصوصیات محض آپ کیلئے ہی ہیں۔ لیکن یہ بات آپ کو محدثیت کے درجہ سے نکال کر حقیقی نبوت کے درجہ پر نہیں پہنچا سکتی۔ جس طرح ایک بی۔ اے کا طالب علم خواہ وہ ساری یونیورسٹی میں اول رہے۔ بی۔ اے ہی ہو گا۔ اول رہنے سے وہ ایم۔ اے نہیں بن جائے گا۔ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کا مطلب حقیقی نبوت ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت صاحب نے پہلے انبیاء کی نبوت کو نبوت کاملہ تامہ قرار دیا ہے اور اپنی نبوت کو نبوت کاملہ تامہ ہرگز قرار نہیں دیا۔ اگر ہم مامور کے کلام کو اپنے کلاموں اور رائے پر مقدم کر لیں، تو وہ جھگڑا آج ختم ہو سکتا ہے جو کہ دونوں جماعتوں میں ہے۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا کہ دراصل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو سمجھے بغیر اس مسئلہ کو نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حقیقی اور ظلی ومجازی نبوت کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور ان امور کو بھی پیش کیا۔ جن کی وجہ سے جناب خلیفہ صاحب کو مسئلہ نبوت میں غلطی لگی ہے۔ اس تقریر پر پہلا اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

زیر صدارت جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

دوسرا اجلاس نماز ظہر و عصر کے بعد ساڑھے تین بجے کے قریب بصدارت جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت کے بعد ایک صاحب نے حضرت مسیح موعود کا کلام خوش الحانی کے ساتھ پڑھا۔ پھر جناب میر مدثر شاہ صاحب گیلانی نے جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی تقریر کے سلسلہ میں جناب خلیفہ قادیان کی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" میں سے دو حوالے پڑھ کر سنائے اور ان کی تشریح کی۔

جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کی تقریر

بعد ازاں... جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر پنجاب کی تقریر "نیا نظام عالم" کے عنوان سے ہوئی آپ نے اپنے مخصوص پرجوش انداز میں فرمایا کہ اب ہر ایک قلب اس کا معترف ہے اور ہر ایک شخص کی زبان سے یہ جملہ نکل رہا ہے کہ موجودہ نظام قابل قبول نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کو ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ وہ اقوام جو جنگ میں شریک ہیں بھی اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ ہمیں ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ اور جو شریک نہیں ہیں۔ وہ بھی موجودہ نظام کو ناقص قرار دے رہی ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ صورت اور مانگ مذہب کیلئے ایک بہت بڑی فتح ہے۔ کیونکہ چند سال قبل موجودہ مادی نظام ہی کو کافی اور باعث فلاح سمجھا جاتا تھا۔ چند سال قبل چونکہ لوگوں کو نئے نظام کی ضرورت کا احساس نہیں تھا۔ اس لئے انہیں اس ضرورت کا منوانا بھی مشکل تھا لیکن آج طلب اور مانگ پیدا ہو چکی ہے۔ اب موجودہ نظام کے علمبردار خود کہہ رہے ہیں کہ موجودہ نظام کو تباہ کر دینا چاہئے۔ اگر اسے تباہ نہ کیا گیا تو انسانیت تباہ ہو جائے گی۔ بے شک مغربی اقوام نے تاحال اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ مذہب بھی کوئی ایسا نظام قائم کر سکتا ہے یا بنا سکتا ہے۔ جو نوع انسانی کی ضروریات کیلئے کافی ہو۔ لیکن بایں ہمہ کیونکہ ان کے موجودہ نظام کو ناقص ناکارہ تسلیم کر لینا اور کسی نئے نظام کی طلب کا ان میں پیدا ہونا بھی اسلام کی ایک زبردست فتح ہے اور یہ پہلی فتح ہے موجودہ صورت حالات تمام مذاہب اور نظاموں کیلئے ایک زبردست چیلنج ہے کہ آؤ اپنی تعلیمات پیش کرو۔ کیا یہ بات ہمارے ایمانوں میں اضافہ کرنے والی نہیں۔ کیا اس سے ہمارے ایمانوں میں ازدیاد نہیں ہوئی؟ یقیناً ہوئی ہے۔ فاضل مقرر نے ان نکات کی وضاحت کرنے کے بعد فرمایا کہ موجودہ جنگ اس مقصد کیلئے لڑی جا رہی ہے کہ تمام اقوام چاہتی ہیں کہ ہمارا کوئی ہم پلہ نہ ہو۔ دولت، طاقت اور شان میں ہم سب سے بڑھ کر ہوں اور جن اقوام کو یہ میسر نہیں۔ انہوں نے جنگ کی ابتدا کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ موجودہ نظام کی بنیادیں طاقت اور اس کے حصول کی خواہش پر قائم ہیں۔ اسی بنیاد پر مغربی تہذیب قائم ہے۔ اصطلاح مذہب میں اسی چیز کو مادیت کہا جاتا ہے اگر مادیت کی بجائے اخلاق یا اور کسی چیز کو مقصد قرار دے لیا جائے تو یہ کشمکش ہرگز باقی نہ رہے۔ مادیت کے مقابلہ پر عیسائیت بالکل ناکام ثابت ہو چکی ہے۔ اب لامحالہ مغربی اقوام کو اس کے سوا اور کوئی چیز اور نظام تلاش کرنا ہو گا۔ اس نئے نظام کی بنیادیں کس چیز پر استوار ہوں؟ وہ یقیناً موجودہ نظام کے برعکس بنیادیں ہوں گی۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فاضل

معزز نے کہا کہ جب تک ہمارے خیالات اعتقاد، مقاصد، خواہشات، جذبات و تصورات نہیں بدلتے ہم نیا نظام قائم نہیں کر سکتے۔ سب سے پہلے قلبی تبدیلی یعنی خیالات و تصورات کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ موجودہ حالات جس طرح مذہب کیلئے کھلی فتح ہے۔ اسی طرح احمدیت کیلئے بھی کھلی فتح ہے کیونکہ ملاکے تخیل اور طریق کے مطابق پیش نظر مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ملا طاقت اور سلطنت کے ذریعہ اس کام کو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن احمدیت دلائل کے ذریعہ مطلوبہ تبدیلی پیدا کرنا چاہتی ہے اور اس کا اعتقاد ہے کہ دلائل کے ذریعہ ہی یہ کام ہو سکتا ہے۔ اسلام اپنی اشاعت اور فتح کے لئے کسی مادی طاقت اور حکومت کا ہرگز محتاج نہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے غلبۂ اسلام اور یورپ میں اسلام کی ترقی کے متعلق حضرت مسیح موعود کے رؤیا پڑھ کر سنائے۔ اور حضرت صاحب کی بعض رؤیا پر مخالفین جو اعتراضات کرتے ہیں۔ ان کا جواب دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر نہایت پرجوش اور دلپذیر تھی۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر

ڈاکٹر صاحب کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے اپنے مؤثر و دلکش انداز خطابت میں "یورپ کی امراض کا علاج از روئے قرآن کریم" کے موضوع پر ایک ایمان افروز تقریر فرمائی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد آپ نے تقریر کی ابتدا اس طرح کی کہ قرآن کریم نے بھی کچھ دعاوی پیش کئے ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے آنے سے پیشتر ایک طریقہ چلتا تھا۔ وہ یہ کہ ایک ایک قوم کیلئے علیحدہ علیحدہ نبی بھیجا جاتا تھا۔ لیکن میں تمام دنیا جہان کی قوموں کیلئے پیغام لایا ہوں۔ اسلام فرقہ بندی کا مخالف ہے۔ فرقہ بندیوں سے انسان خواہ خوش ہو جائیں۔ لیکن خدا خوش نہیں ہوتا جس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں۔ دنیا شدید فرقہ بندیوں اور تعصبات میں مبتلا تھی۔ حضور نے ان تمام فرقہ بندیوں اور تعصبات کو توڑ دیا۔ اور اعلان کر دیا۔ رنگ، نسل اور ملک و قوم کے امتیازات بے حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں گوروں اور کالوں کے لئے برابر ہیں صرف تقویٰ ہی معیار شرافت ہے۔

اس بارہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی لحاظ سے جو عظیم الشان انقلاب پیدا کیا حضرت موصوف نے اسے بڑی صراحت اور نہایت دلکش طریق پر بیان کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یورپ میں رنگ و نسل کی بیماری انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اس کا نتیجہ ہے اور کہ اہل یورپ کے دل میں انسانیت کے کثیر حصہ سے نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ یورپ کی گوری قومیں ساری دنیا کی رنگدار اقوام کو غلام بنا لینا چاہتی ہیں۔ ان کے مال اور دولت پر قبضہ کر لینا چاہتی ہیں۔ جس سے دنیا میں طرح طرح سے بے چینی اور انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ اسلام نے اس کے مقابل ایک نہایت منصفانہ لائحہ عمل پیش کیا ہے کہ رنگ و نسل اور ملک و قوم کی بنا پر کسی کو کوئی فوقیت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی وراثت اور سرمایہ کی تقسیم کے نہایت حکیمانہ اصول نافذ فرما کر سرمایہ داری کے مفاسد کا خاتمہ کر دیا۔ آپ نے کہا کہ قرآن کریم ساری دنیا کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے اس کو نازل کرنے والے خدا کو نوع انسانی میں پیدا ہوں گی۔

اس لئے قرآن کریم ان ساری بیماریوں کا علاج بیان کرتا ہے خدا کے ساتھ تعلق کا کم ہو جانا یا منقطع ہو جانا انسانیت کی موت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم تعلق باللہ پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔

اس کے ایک ایک صفحہ پر خدا اور اس کی صفات کا ذکر ہے۔ اس کے اکرام و افضال کا ذکر ہے۔ اسلام نے دنیا کو سب سے اول مساوات نسل انسانی کا سبق دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبق پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ بلال حبشی کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ ایک غلام زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن سے کر دیا یورپ میں رنگ و نسل کے جو امتیازات ہیں اور اس سے جو مفاسد پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا علاج صرف اسلام کر سکتا ہے مسلمان اشاعت اسلام کے فرض کو بھول چکے تھے۔ مجدد وقت نے انہیں از سر نو یہ سبق یاد دلایا۔ اور مجدد وقت کے ایک شاگرد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے انگلستان میں اشاعت اسلام کا ایک زبردست مرکز قائم کر کے دنیا کے اسلام میں زبردست توجہ اور امنگ پیدا کی۔ جس سے ایمان تازہ ہو گئے۔ اور مسلمان یقین کرنے لگے کہ اسلام آج بھی اپنی اعلیٰ صفات اور روحانی قوت کی بدولت یورپ کو فتح کرنے کی طاقت رکھتا ہے آخر پر فاضل مقرر نے فرمایا کہ اسلام نے پیر پرستی کی جڑ کاٹی ہے اور وہ حریت خیال کا زبردست حامی ہے۔ حضرت موصوف کی تقریر نہایت توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنی گئی۔ مجمع میں بہت سے غیر از جماعت اصحاب تشریف فرما تھے۔ وہ بھی بیحد متاثر ہوئے۔ اس تقریر پر یہ اجلاس ختم ہوا۔

تقریب شادی خانہ آبادی

یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی نواسی اور مولانا غلام حسن خانصاحب پشاوری کی پوتی عزیزہ امت المجید خانم دختر عبدالحمید خانصاحب نیازی وکیل پشاور کا نکاح خان غلام محمد خانصاحب مرحوم ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی کے صاحبزادہ عبدالحمید خانصاحب بی اے کھاریاں ضلع گجرات کے ساتھ تیرہ ہزار روپیہ حق مہر پر مورخہ ۵ ار دسمبر بروز اتوار طے پایا خطبہ نکاح مولانا غلام حسن خانصاحب نے پڑھا۔ اپنی جماعت کے احباب کے علاوہ معززین پشاور کثیر تعداد میں دعوت طعام میں شریک ہوئے۔ احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کیلئے برکت کا موجب بنائے۔ (نامہ نگار)

احمدیہ کانفرنس

زیر صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

رات کو آٹھ بجے حضرت امیر ایدہ اللہ کی صدارت میں احمدیہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں متعدد اہم قومی امور پیش ہوئے۔ بہت سے احباب نے ان کے متعلق اپنی آرا کا اظہار کیا۔ اور مفید مشورے دیئے۔ رات کے دس بجے کے قریب احمدیہ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

(باقی آئندہ)

نوٹ:۔ باقی دو روز کی کارروائی انشاء اللہ آئندہ پرچے میں مکمل دیدی جائے گی۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ عافیت سے ہیں۔ مورخہ ۳ر جنوری ۱۹۴۳ء کو نماز جمعہ حضرت ممدوح نے ہی پڑھائی اور جلسہ سالانہ کے متعلق ایک نہایت لطیف افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں تمام احباب جماعت کو اور خصوصاً مرکزی جماعت کو تلقین فرمائی کہ وہ غیر از جماعت لوگوں کو جلسہ سالانہ میں لائیں۔ اور اس کے لئے ابھی سے تیاری کریں مفصل خطبہ جمعہ کسی آئندہ اشاعت میں شائع ہو۔

—— جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل اطلاع دیتے ہیں کہ جناب سید فرمان علی شاہ صاحب سب انسپکٹر ریلوے پولیس لاہور بروز ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو اپنے دیگر سات افراد خاندان کے ہمراہ سلسلہ میں شامل ہوئے سید صاحب موصوف جناب سید اختر حسین صاحب کے قریبی اعزہ میں سے ہیں۔ آپ نے ایک آنہ فی روپیہ کی شرح سے اپنی آمدنی میں سے چندہ مقرر فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر و استقامت عطا فرمائے اور خدمات دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

—— جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب داد ضلع ہزارہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ انکے والد محترم جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب کی طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔ مولانا پر محترم فالج کا حملہ ہوا تھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں میں اب تقویت پیدا ہو رہی ہے۔ آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتے ہیں تین چار ہفتے کے اندر اندر بیماری کی شدت کا کم ہو کر اس قدر اصلاح ہو جانا محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے احباب سلسلہ دعا جاری رکھیں۔ کہ خدا مولانا موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے۔

—— جماعت کے متعدد اصحاب بیمار ہیں بعد تنگی مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان کی صحت اور آسودگی کیلئے دعا کی جائے۔

تلاش روزگار

جماعت کے دو احمدی نوجوانوں کے لئے روزگار کی ضرورت ہے اور وہ درخواست کرتے ہیں کہ جماعت کسی دوست کو اگر ان کی خدمات کی ضرورت ہو تو انہیں ضرور مطلع کیا جائے۔ ایک درخواست کنندہ کی عمر ۲۵ سال ہے۔ مڈل تک تعلیم ہے۔ منشی کا کام کر سکتے ہیں اور پہلے اس کا تجربہ بھی رکھتے ہیں چھوٹے بچوں کو پڑھا بھی سکتے ہیں۔ درزی اور رنگسازی کا کام بھی جانتے ہیں۔ دوسرے درخواست کنندہ کشمیر کے رہنے والے ہیں معمولی سی اردو جانتے ہیں۔ اگر کسی دوست کو دکان یا کسی اور کام کیلئے ضرورت ہو تو ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

تفصیل کیلئے جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں لکھا جائے۔

مراسلات

قادیان میں جماعت احمدیہ لاہور کے مبلغین کی تقاریر

اور

آل انصار احمدیہ کا کامیاب سالانہ اجتماع

۲۹ دسمبر کو انجمن انصار احمدیہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا عمر الدین صاحب شملوی، شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی، مولانا یار صاحب ایم۔اے، حافظ عبدالرشید صاحب عباسی، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع، مولوی محمد صالح صاحب (سابق مبلغ جماعت قادیان) اور سید اختر حسین صاحب گیلانی، مولوی فاضل نے شرکت اختیار کی۔ صداقت مسیح موعود، مسئلہ نبوت، کفر و اسلام وغیرہ پر کامیاب تقاریر ہوئیں۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا۔ کم از کم آٹھ سو نفوس نے ہماری تقاریر کو سنا۔

اگرچہ حکومت طانیہ میں ہر شخص، یا جماعت کو اپنے مذہبی اعتقادات خیالات کے باب میں آزادیٔ تقریر و تحریر کی اجازت ہے لیکن جماعت قادیان کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ قادیان میں کسی ایسے شخص کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ نہ ملے جو جناب خلیفہ صاحب سے کسی طرح کا اختلاف رائے رکھتا ہو، اسی طرح امور ہیں جن کے باعث یہ مشہور ہو چکا ہے کہ اگرچہ برطانوی علاقہ میں ہر مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کو اپنے خیالات کی اشاعت کر سکنے کا حق ہے، لیکن قادیان میں کوئی غیر قادیانی شخص اس حق کو استعمال نہیں کر سکتا اور یہاں ایسی پابندیاں عائد ہیں جو کسی اور جگہ نہیں اسی لئے لوگوں میں یہ خیال بھی ترقی پذیر ہے کہ قادیان میں ایک متوازی حکومت یا ریاست کے قیام کی تجویزیں ہو رہی ہیں اور آزادی تحریر و تقریر پر پابندیاں عائد کرنا اس ریاست کے قیام کے سلسلہ میں پہلا مرحلہ ہے۔ یہ چیز جہاں حکومت وقت کے وقار کو صدمہ پہنچاتی ہے کہ اسکی رعایا کی کسی اقلیت کو کسی مقام پر شہری حقوق حاصل نہ ہوں وہاں جماعت قادیان کیلئے بھی باعث عار ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود خود آزادی تقریر و تحریر کے زبردست حامی تھے۔ اور انہوں نے حکومت وقت کی تعریف ایک اس وجہ سے بھی کی ہے کہ اس کے ماتحت ہر شخص آزادی سے اپنے خیالات کو پیش کر سکتا ہے۔ حضرت اقدس نے ان لوگوں کی بھی مخالفت کی ہے جو اسلام کے خلاف کوئی تصنیف نکلتی دیکھ کر اسکی ضبطی کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں، حضرت کا ارشاد ہے کہ جب تک ایسے اعتراضات سامنے نہ آئیں ان کا جواب کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ اگر اندر ہی اندر ایسے اعتراضات قوم میں بڑھتے جاویں تو زیادہ خطرہ کا موجب ہیں بہ نسبت اس کے کہ کوئی شخص ایسے اعتراضات کو تقریر یا تحریر کے ذریعہ سے بیان کر دے۔

لیکن بایں ہمہ قادیانی جماعت کی کوشش ہمیشہ اس کے برعکس رہی ہے اور اب بھی انصار احمد کے جلسہ کو بند کرانے کے لئے ایسی کوششیں کی گئیں، حکام کو یہ بتایا گیا کہ اس جلسہ میں شرکت کرنے والے فساد پھیلانے کی غرض سے آ رہے ہیں، حالانکہ جلسہ کی غرض قادیانی بھائیوں کیلئے امن و محبت کا پیغام تھا۔ اور ہم یہاں تک ارادہ کر کے گئے تھے کہ اگر وہاں ہم پر حملہ بھی ہو گا تو اسے حضرت مسیح موعود کے ارشاد

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

کے مطابق برداشت کرینگے حکام کی باریک بین نگاہ قابل صد تحسین و آفرین ہے کہ انہوں نے جلسہ منعقد کرنے والوں کے ارادوں کو خوب پہچان لیا اور خلیفہ صاحب اور ان کے رفقاء کی کوششوں کے باوجود جلسہ کے انعقاد میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی۔

حکام سے مایوس ہو کر خلیفہ صاحب کے ارشاد کے ماتحت تمام قادیانی جماعت میں منادی کر دی گئی کہ کوئی شخص انصار احمدیہ کے جلسہ میں شرکت کیلئے نہ جائے حالانکہ یہ طریق ان کے شایان شان نہ تھا کیونکہ یہ طریق تو ہمیشہ اہل حق کے مخالفین اختیار کرتے رہے ہیں تاکہ حق کی بات لوگوں تک نہ پہنچ سکے اور ان پر اس کا اثر نہ ہو جائے، افسوس کہ وہ طریق جو حضرت مسیح موعود کے مخالفین اختیار کرتے رہے اور کر رہے ہیں آج ان کے فرزند اور خلیفہ نے اختیار کیا، لیکن بایں ہمہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔

کاروائی جلسہ

جلسہ ۱۱ بجے جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی کی زیر صدارت شروع ہوا حافظ عبدالرشید صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی اور منیر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کی نظم پڑھی بعد ازاں سید صاحب نے مقصد جلسہ کی وضاحت کی، اور بتایا کہ اس کا مقصد کسی فرقہ یا جماعت کے خلاف منافرت پیدا کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصد امن و محبت سے وہ پیغام پیش کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ میں قوم کو دیا ہے اور حضرت اقدس کے مرتبہ اور مقام سے حاضرین کو شناسا کرانا ہے جیسا کہ اس جلسہ کی تقاریر سے واضح ہو جائے گا۔

مولانا عمر الدین صاحب کی تقریر

مولانا عمر الدین صاحب نے صداقت مسیح موعود پر تقریر کی جس سے احمدی اصحاب کے علاوہ غیر احمدی طبقہ کو بھی فائدہ پہنچا جو اس وقت جلسہ میں موجود تھا آپ نے آیہ لو تقول علینا بعض الاقاویل، اور آیہ فقد لبثت فیکم عمرا کو بطور دلیل پیش کیا، مولوی احمد یار صاحب نے اتحاد بین المسلمین پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ جب تک قوم سے تکفیر کا مرض دور نہ ہو گا اس وقت تک صحیح معنوں میں وحدت پیدا نہیں ہو سکتی، یہ حضرت مسیح موعود نے تکفیر کے مرض کو دور کیا ہے اور کلمہ طیبہ پر اتحاد اسلامی کی بنیاد رکھی ہے آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا انکار کرنے والا کافر اور خارج از اسلام نہیں۔

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کی تقریر

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے گرنتھ صاحب کے حوالجات سے یہ واضح کیا کہ اس میں وہی تعلیم ہے جو قرآن مجید میں ہے لہذا سکھوں اور مسلمانوں میں کوئی وجہ عناد باقی نہیں، حضرت مرزا صاحب کا احسان ہے کہ آپ نے گرنتھ صاحب کی تحقیق کر کے اور حضرت باوا نانک کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں قائم کر کے سکھ مسلم اتحاد کیلئے ایک راستہ کھول دیا ہے۔ مولوی محمد صالح صاحب نے کشتی نوح سے حضرت اقدس کی بیعت کنندگان کے لئے تعلیم پڑھ کر سنائی۔

سید اختر حسین صاحب کی تقریر

سید اختر حسین صاحب نے حضرت اقدس کی بعثت کی چند اغراض بیان کیں پہلی غرض ختم نبوت کے بارہ میں غلط فہمی کو دور کرنا تھی، عام خیال تھا کہ بعد میں پرانا نبی آنے سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی آپ نے واضح کر دیا کہ خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔

اس امت میں مجددین کے آنے کا وعدہ ہے جو انبیاء کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں، مخالفین بعض اوقات ان کو مدعی نبوت سمجھ کر انکی تکفیر کر دیتے ہیں محی الدین ابن عربی نے بھی لکھا ہے کہ

محدثین کو نادان علماء مدعی نبوت سمجھ کر ان کی تکفیر کرتے ہیں

حضرت مرزا صاحب کو بھی مخالف علماء نے مدعی نبوت سمجھ کر کافر کہا، حضرت نے اس کا جواب یہ دیا کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں میں تو مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں میرے نزدیک مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور کافر اور دجال ہے۔

دوسری غرض مسلمانوں میں سے مرض تکفیر دور کرنا تھی مسلمانوں میں یہ مرض اسی طرح تھا جس طرح مسیح ناصری کے زمانہ میں یہود میں تھا۔ حضرت مسیح موعود نے اتحاد کی بنیاد کلمہ طیبہ کو قرار دیا اور حالانکہ خود امت کے عظیم الشان انسان ہیں آپ نے اپنے مکفر کو بھی خارج از اسلام نہیں کہا۔

تیسری غرض غلبہ اسلام کیلئے جدوجہد تھی، اس سلسلہ میں حضرت نے قوم میں زندہ ایمان پیدا کیا۔ آپ کی تڑپ تھی کہ یورپ امریکہ میں قرآن کی تفسیر پہنچے۔ علوم اسلامی پر اعلیٰ لٹریچر پہنچے اور سفید رنگ کے پرندے صداقت اسلام کا شکار ہو جائیں، اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی کوششوں اور کامیابیوں کو بالتفصیل پیش کیا حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ یہ کام اس سے ہو گا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہے اب خود سوچ لو کہ مسیح موعود کی شاخ کونسی جماعت ہے۔

مخالفین اسلام نے بھی جماعت احمدیہ لاہور کے تبلیغی کارناموں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ جماعت سب سے زیادہ قوت کیساتھ اسلام کی نشر و اشاعت کر رہی ہے، غرضیکہ حضرت مسیح موعود کے مرتبہ کو بخوبی واضح کیا گیا۔ اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ آپ جس مقصد کے لئے تشریف لائے تھے اس کو اس وقت صرف جماعت احمدیہ لاہور پورا کر رہی ہے

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

سید صاحب کی تقریر کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے مختصر سی تقریر کی جس میں جماعت کی تبلیغی جدوجہد کا ذکر کیا۔

حکیم عبدالعزیز صاحب کی تقریر

جلسہ ختم ہونے سے پہلے حکیم عبدالعزیز صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت مسیح موعود نے جو حکومت وقت کی تعریف کی ہے تو وہ بلا وجہ نہیں یہ جلسہ اس حکومت کی مذہبی رواداری کا زندہ ثبوت ہے، ہم اس وقت ایک ایسی جگہ آواز حق بلند کر رہے ہیں جہاں کسی کو آزادی سے بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے بہاتی آپ نے حکومت وقت اور لوکل حکام ... ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور، سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر پولیس گورداسپور، جناب ریزیڈنٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر بٹالہ اور انچارج صاحب تھانہ صدر بٹالہ و قادیان اور دیگر عملہ پولیس کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے حسن انتظام سے اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن امداد دی۔ سوا دو بجے جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ گاہ اور سامعین

جلسہ قادیان کے عین وسط میں پرانے بازار کے ایک وسیع احاطہ میں ہوا تھا۔ جلسہ گاہ میں کم از کم چار سو اشخاص موجود تھے اردگرد کے مکانوں پر بھی عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے جلسہ کی کاروائی سن رہے تھے۔ چونکہ لاؤڈ سپیکر کی آواز دور دور تک پہنچ رہی تھی اسلئے بازار میں بھی کثیر التعداد ... لوگ کھڑے تقاریر سن رہے تھے کچھ قادیانی اصحاب جنہیں جلسہ میں شامل ہونے سے سخت نفرت تھی قریب کے ایک مکان میں دروازہ پر چلمن چھوڑے بیٹھے ہوئے نظارہ کر رہے تھے، اور تقریریں سن رہے تھے۔ لاؤڈ سپیکر کی آواز جن ...

قادیان میں یہ آواز اٹھائی تھی کہ حضرت مسیح موعود کا منکر اسلام سے خارج نہیں اور خلیفہ صاحب کے خیالات کا حضرت مسیح موعود سے کوئی تعلق نہیں اس وقت اس آواز کو بزور دبا دیا گیا۔ آج چھبیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر یہ آواز

جلسہ سالانہ کے ایام میں

ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام احمدی خواتین کا اجتماع

(از جنابہ محترمہ محمودہ عبداللہ صاحبہ سیکرٹری ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور)

خدا کے فضل وکرم سے جلسہ سالانہ پر ۲۶ دسمبر کی شام کو ۷ بجے ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کا جلسہ منعقد ہوا۔ وہ نہایت کامیاب رہا۔ مرکز کی سب عورتیں، اور ہماری مہمان خواتین قریباً سبھی اس میں شریک ہوئیں۔ سب سے پہلے محترمہ بہن سعید بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن کریم کی۔

محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے افتتاحی تقریر کی۔ اور فرمایا کہ اس جلسہ کا مقصد زیادہ تر یہ ہے کہ ہم اپنی باہر سے آئی ہوئی مہمان عورتوں سے تعارف پیدا کریں اور خواتین مختصر الفاظ میں عملی تجاویز پیش کریں۔ محترمہ بیگم صاحبہ نے بتایا کہ ہم احمدی عورتوں میں کچھ امتیاز ہونا چاہئے۔ اور وہ اس رنگ میں ہو کہ ہم گھر باہر جہاں بھی ہو نماز میں کوتاہی نہ کریں۔ ہمارے گھروں میں مذہبی تعلیم کا چرچا اور قرآن کریم کی تلاوت ہو۔ نیز ہم سب عورتیں وعدہ کریں کہ ہم انشاء اللہ ضرور اپنے بچوں کو قرآن معہ ترجمہ پڑھانا شروع کریں گی۔ اور نماز کی نہایت پابند بنائیں گی۔ پھر انہوں نے مندرجہ ذیل عملی تجاویز پیش کیں

(۱) پہلی تجویز یہ ہے کہ ہر ایک بہن اپنے بچوں کو قرآن پڑھانے یا پڑھوانے کے لئے دن کا کچھ حصہ وقف کر دے اور ضرور اس بات کو یاد رکھے کہ اس نے بچوں کو قرآن معہ ترجمہ پڑھانا ہے۔

(۲) دوسرے بچت فنڈ کی نہایت سختی سے ہر گھر میں پابندی ہونی چاہئے۔ ہر ایک کے دل میں یہ خیال ہونا چاہئے کہ اس نے جمعرات کے دن ضرور اپنے خرچ میں کمی کر کے جو پس انداز ہو۔ خدا کی راہ میں دینا ہے۔ نیز اس سے ہمارے بچوں اور تمام گھر والوں کو احساس ہوتا ہے کہ آج ہم خدا کی راہ میں دینے کیلئے خوراک میں کچھ کمی کر رہے ہیں۔

(۳) تیسری تجویز دستکاری کی ہے کہ ہر شہر کی عورتوں کو اپنے اپنے شہر کی احمدی عورتوں اور رشتہ دار خواتین سے دستکاری اکر بھیجنی چاہئے۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ شروع سال ہی سے دستکاری بنا چھوڑیں۔ اور اس کو آخر وقت پر نہ رکھا جائے کہ بسا اوقات انسان آخر وقت پر کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں بنا سکتا۔ جو لوگ پہاڑوں پر جاتے ہیں۔ وہ اپنی دستکاری ان دنوں بنائیں۔ طالبات اسے چھٹیوں میں بنائیں اور سب بہنیں اپنی چیزیں مکمل کر کے ہر سال دس دسمبر تک اسے مرکز میں بھجوا دیں۔ جو چیزیں آخر وقت پر آتی ہیں ان کو نمائش میں رکھنے کے لئے بڑی گڑبڑ ہوتی ہے۔ ہر بہن کی یہ کوشش ہو کہ دستکاری دسمبر سے پیشتر ختم ہو جائے اور پھر وہ اسے بھیجنے کی فکر میں رہے کہ تا ہر سال دس دسمبر تک تمام دستکاری مرکز میں پہنچ جائے۔ اس تقریر کے بعد عزیزہ زکیہ و عزیزہ زبیدہ بیگم نے نعت پڑھی۔

بعد ازاں محترمہ بہن امۃ اللہ بیگم صاحبہ بنت شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے نہایت پرجوش تقریر کی اور بتایا کہ مومن کی یہ شان ہونی چاہئے کہ جب وہ ایک کام اپنے ہاتھ میں لے تو عہد کر لینا چاہئے کہ اس نے ضرور اس کو مکمل کر کے رہنا ہے۔ رسول کریم کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا ہوا لیکن انہوں نے کبھی ہمت نہ ہاری اور ان کو خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ ہم میں سے ہر ایک کو نماز کا پورا پابند ہونا چاہئے۔ کہ ایک وہ وقت تھا کہ مسلمان سپاہی میدان جنگ میں بھی نماز کو نہ چھوڑتا تھا لیکن ہم ہیں کہ ذرا سے کام پر نماز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نماز مومن کا معراج ہے۔ پنجوقتہ نماز سے ہم ہمیشہ خدا کو یاد رکھ سکتے ہیں۔ نماز سب سے زیادہ ضروری رکن اسلام ہے کہ اس کو ہر حالت میں ادا کرنے کا حکم ہے۔ جس طرح کہ جھوٹ نہ بولنے سے انسان ہر گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اسی طرح نماز کو قائم کرنے سے انسان ہر نیکی کو حاصل کر سکتا ہے

اس کے بعد محترمہ بیگم کرم الٰہی صاحبہ نے مختصر الفاظ میں کہا کہ بہن امۃ اللہ بیگم صاحبہ نے نماز کے بارے میں جو کہا ہے۔ وہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ سکتیں۔ البتہ نماز کے بعد زکوٰۃ مسلمان پر فرض ہے اور مومن کی یہ شان ہونی چاہئے کہ اس سے خرچ کرے جو خدا تعالیٰ نے اسے دیا ہے مرد تو ہم عورتوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر خدمت اسلام کرتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں۔

خاکسار نے بھی مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ ہم احمدی عورتوں کو اپنے اصول کا پابند رہنا چاہئے کہ دنیا میں قدر اسی انسان کی ہوتی ہے جو اپنے اصول کا پابند ہو۔ ہمیں اپنے عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہئے کہ ہم اپنے اسی عہد پر قائم ہیں۔ جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا کیا تھا۔ نیز میں نے یہ تجویز بھی کی کہ ہماری جماعت کی جن بچیوں نے خود بیعت نہیں کی۔ وہ ضرور بیعت کر لیں کہ اس کا قلب پر نیک اثر ہوتا ہے

مندرجہ ذیل لسٹ ان عورتوں اور بچیوں کی ہے جنہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ۱۲/۲۷ کے روز بیعت کی:-

(۱) عائشہ بی بی بنت صوفی شمس الدین صاحب
(۲) زبیدہ بیگم بنت خواجہ جلال الدین صاحب
(۳) محمودہ اختر بنت سید فرمان علی شاہ صاحب
(۴) زہرہ بیگم " " " "
(۵) مسرت بیگم " " " "
(۶) خورشید بیگم " " " "
(۷) اہلیہ سید اختر حسین صاحب
(۸) خورشید اختر بنت ملک خدا بخش صاحب امرتسر
(۹) سعیدہ اہلیہ ماسٹر عبدالمجید صاحب
(۱۰) غفورہ اہلیہ ناصر علی صاحب
(۱۱) اہلیہ ملک خدا بخش صاحب امرتسر
(۱۲) رضیہ بیگم صاحبہ
(۱۳) اہلیہ نور محمد صاحب بٹ
(۱۴) وحیدہ بیگم بنت خواجہ عبدالغنی صاحب
(۱۵) رشیدہ بیگم اہلیہ عزیز احمد صاحب
(۱۶) زکیہ بنت ڈاکٹر غلام محمد صاحب
(۱۷) مسعودہ بیگم " "
(۱۸) زاہدہ بیگم " "
(۱۹) فہمیدہ بیگم ہمشیرہ ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب
(۲۰) محمودہ بیگم اہلیہ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب

آخر پر مندرجہ ذیل عورتوں سے عہد لیا گیا کہ وہ اپنے اپنے شہر کی سلائی جمع کر کے بھیجیں۔

(۱) نگینہ سے مسز جمیل صاحبہ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جدید فتنوں کیلئے قدیم تالیفات کافی نہیں ہیں

اے مسلمانو! اولوالعزم مومنوں کے آثار قدیمہ ہو اور نیک لوگوں کی ذریت ہو انکار اور بدظنی کی طرف جلدی نہ کرو۔ اس خوفناک وبا سے ڈرو جو تمہارے اردگرد پھیل رہی ہے اور ہشیار لوگ اس کے دام فریب میں آ گئے۔ تم دیکھتے ہو کہ کس قدر زور سے دین اسلام کے مٹانے کیلئے کوشش ہو رہی ہے۔ کیا تم پر یہ حق نہیں کہ تم بھی کوشش کرو۔ اسلام انسان کی طرف سے نہیں کہ انسانی کوششوں سے برباد ہو سکے۔ مگر افسوس ان پر ہے جو اس کی بیخکنی کے درپے ہیں۔ پھر دوسرا افسوس ان پر ہے جو اپنی عورتوں اور اپنے بچوں اور اپنے نفسوں کی عیاشیوں کیلئے تو ان کے پاس سب کچھ ہے مگر اسلام کے حصہ کا ان کی جیب میں کچھ نہیں۔ کاہلو! تم پر افسوس ہے کہ آپ تو تم اعلائے کلمہ اسلام اور دینی انوار کے دکھلانے کی کچھ قوت نہیں رکھتے مگر خدا تعالیٰ کے قائم کردہ کارخانہ کو بھی جو اسلام کی چمک ظاہر کرنے کیلئے آیا ہے شک کے ساتھ قبول نہیں کر سکتے۔ آجکل اسلام اس چراغ کی طرح ہے جو ایک صندوق میں بند کر دیا جائے یا اس چشمہ شیریں کی طرح ہے جو خس و خاشاک سے چھپا دیا جائے۔ اسی وجہ سے اسلام تنزل کی حالت میں پڑا ہے۔ اس کا خوبصورت چہرہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا دلکش اندام نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کا فرض تھا کہ اس کی محجوبانہ شکل کھلانے کیلئے جان توڑ کر کوشش کرتے اور مال کیا بلکہ خون کو بھی پانی کیطرح بہاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ اپنی غایت درجہ کی نادانی سے اس غلطی میں پھنسے ہوئے ہیں کہ پہلی تالیفات کافی ہیں نہیں جانتے کہ جدید فسادوں کو دور کرنیکے لئے جو جدید در جدید پیرایوں میں ظاہر ہوتے جاتے ہیں مدافعت بھی جدید طور کی ہی ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں

(نتیجہ فکر جناب سید عبد المجید صاحب ریٹائرڈ جج۔ کپور تھلہ)

دِل سے بھلا چکا طلب ماسوا کو میں،
اب کس لئے پکاروں بھلا ناخدا کو میں

ہے خضر راہ خود جہات مری چشمہ بقا
کیا کرونگا کیا ترے آب بقا کو میں؟

سایہ میں پھر سے آ گئے ملک فیضیاب ہوں
نکلوں تلاش سایۂ بالِ ہما کو میں؟

تم کیا ملے مجھے، مجھے کون و مکاں ملے
اب دل میں دوں جگہ نہ کسی مدعا کو میں

پاتا ہوں جمع اک نگہِ مست میں تری
راز و نیاز و لطف و حیا و وفا کو میں

لاتقنطوا نے جان تن بیجاں میں ڈالدی
مٹ جاؤنگا نہ چھوڑونگا ہرگز دعا کو میں

ایمان ہو جہاں، وہاں ناکامیاں کہاں
ہاں جانتا ہوں لطفِ قبولِ دعا کو میں

وہ تفتہ جاں ہوں محمل و منزل تو اک طرف
برباد کر چکا دلِ صبر آزما کو میں

خاموشی و سکون پہ بسری نہ جائیے
بیٹھا لئے ہوں دل میں بس اک باخدا کو میں

سمجھا ہوا ہوں سرِ ازل مقصدِ حیات
اور خضر راہ عشق ترے نقش پا کو میں

اک عمر چاہئے کہ ریا میں کمال ہو
کچھ خوب ہی سمجھتا ہوں اہلِ صفا کو میں

چُپ ہی بھلی ہے رند ہو واعظ ہو شیخ ہو
بس جانتا ہوں ان کی حیات و ذکا کو میں

ہے ایسی خامشی سے رواں کاروانِ عمر
اس میں نہ سُن سکا کبھی بانگِ درا کو میں

عاصم! ہوں جس کی رحمتیں[1] ہر شی پہ ضوفگن
رکھتا ہوں اپنے پاس بس ایسے خدا کو میں

[1] اشارہ بہ آیہ ورحمتی وسعت کل شئی (۷:۱۵۶)

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جلسہ سالانہ کی غیر معمولی کامیابی تین ممتاز خصوصیات

وہ احباب جو جلسہ سالانہ میں شامل نہیں ہوئے وہ جلسہ سالانہ کی تحریکات میں ضرور حصہ لیں

برادر مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ نے جو امسال ہمیں غیر معمولی کامیابی عطا فرمائی ہے اس کا ایک گہرا اثر ان تمام دلوں پر ہے جو اس میں شامل تھے۔ تین باتیں اس میں ایسی تھیں جو اسے دنیا کے دیگر تمام اجتماعوں سے خاص طور پر ممتاز کرتی ہیں۔ اول مجمع کی انابت الی اللہ۔ خدا کے حضور اکٹھے ہو کر عاجزانہ دعائیں اور ایک زبردست روحانی احساس وہ چیز ہے جس سے عام طور پر دنیا کے اجتماع بلکہ اکثر مذہبی اجتماع بھی خالی نظر آتے ہیں۔ دوم۔ اول سے آخر تک بلند پایہ تقریریں جو بے اختیار دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ سوم۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایسی قربانیاں۔ جو اس زمانہ میں کوئی اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔

یہی تیسری بات ہے جس کی طرف میں اس وقت آپ کو خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ خدا کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے میں میں نے جو خصوصیت اپنی جماعت میں دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اس قدر شرح صدر سے خرچ کرتی ہے کہ تھکتی نہیں۔ ماہوار مستقل چندے کا بوجھ جماعت پر ایک خاصہ بوجھ ہے کیونکہ اکثر اصحاب اپنی آمدنی میں سے ایک آنہ روپے کے حساب سے مستقل ماہوار چندہ دیتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً خاص تحریکات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ جلسہ سالانہ سے چند روز پیشتر بھی دو ایسی تحریکات ہو چکی تھیں جن میں احباب نے دل کھول کر حصہ لیا۔ یعنی رمضان ٹریکٹ فنڈ اور اخراجات مہمانداری جلسہ۔ اس کے بعد جو چند سو احباب باہر سے یہاں تشریف لائے۔ وہ کافی اخراجات برداشت کر کے آئے۔ لیکن ان تمام اخراجات نے تحریک کے وقت ان کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا نہیں کیا کہ ہم تو پہلے ہی کافی دے رہے ہیں یا دے چکے ہیں۔ بلکہ ایک ایسی زبردست قوت ایمانی کا مظاہرہ جلسہ کے موقع پر نظر آیا۔ جو تلاش کرنے سے بھی دوسری جگہ نہ مل سکیگا

پہلی تحریک کتاب "ریلیجن آف اسلام" کے متعلق تھی جس کے لکھے جانے سے حضرت مسیح موعودؑ کی وہ آرزو پوری ہوئی جو آپ نے ۱۸۹۲ء میں سالانہ جلسہ کے موقع پر اپنے دعوے کے ساتھ ہی ظاہر فرمائی تھی کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ دکھانے کیلئے ایک جامع کتاب اسلام پر انگریزی زبان میں لکھی جائے۔ یہ تو سب احباب کو معلوم ہے کہ بلند پایہ غیر از جماعت اور غیر مسلم مصنفین نے اس کتاب کو اس زمانہ میں مذہب اسلام کی بہترین تصویر تسلیم کیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ دکھانے میں جو کام اس کتاب نے کیا ہے۔ وہ اور کسی تصنیف نے نہیں کیا۔ اسلام اور موجودہ جنگ کے متعلق تقریر کرتے ہوئے میں نے یہ تحریک کی کہ عین جنگ کے اندر بھی ہم تبلیغ اسلام کے فریضہ کو ادا کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اس کتاب کی کچھ کاپیاں ان لوگوں کو بھیجی جائیں جو اپنے خیالات کا اثر دوسروں پر ڈالتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن کا شغل تصنیف ہے۔ جس سے ان کے خیالات کا اثر دوسرے لوگوں کے دلوں پر پڑتا رہتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوگا۔ کہ اگر ہم یہ کتاب ایک سو آدمیوں کو بھی بھیجیں۔ اور ان میں سے نوے ایسے ہوں۔ جو اپنے تعصب کی وجہ سے اس سے متاثر نہ ہوں۔ تو دس یقیناً ایسے ہوں گے جن کے دل اس کا اثر قبول کئے بغیر نہ رہیں گے۔ اور ان دس کی وجہ سے یہ اثر لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں تک پہنچ جائیگا اس وقت تک بھی جو لٹریچر ہماری طرف سے مغربی ممالک میں پہنچ چکا ہے۔ اس نے مغرب کے نقطہ نگاہ میں ایک خاص انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی آرزو صرف یہی نہ تھی کہ ایسی کتاب لکھی جائے۔ بلکہ یہ بھی کہ وہ مغربی ممالک میں پہنچائی جائے چنانچہ ۱۸۹۲ء کے سالانہ جلسہ کا سب سے پہلا ریزولیوشن بدیں الفاظ منقول ہے:-

"یہ قرار پایا کہ ایک رسالہ جو اہم ضروریات اسلام کا جامع اور عقائد اسلام کا خوبصورت چہرہ معقولی طور پر دکھاتا ہو تالیف ہو کر اور پھر چھاپ کر یورپ اور امریکہ میں بہت سی اس کی کاپیاں بھیجی جائیں"

سو اگر ۱۹۳۶ء میں اس کتاب کی تالیف سے حضرت اقدس کی آرزو اور جماعت احمدیہ کے سب سے پہلے ریزولیوشن کا ایک حصہ پورا ہوا۔ اور چار سال کے اندر اس کتاب کی قبولیت نے یہ ثابت کر دیا کہ یہی وہ کتاب ہے۔ تو آج ۱۹۴۰ء میں اس ریزولیوشن کے دوسرے حصہ کو پورا کرنے کی بنیاد رکھی گئی۔ اور میری اس تحریک پر جو کسی سوچ بچار کا نتیجہ نہ تھی ۱۷۵ کتابوں کے بھیجنے کا انتظام ہو گیا۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب نے چالیس کتابوں کے اپنی طرف سے بھیجے جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا جس سے یہ تعداد ۲۱۵ ہو گئی۔ سید صاحب کے اس ایثار کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس تحریک کو ان احباب تک بھی پہنچاؤں جو جلسہ سالانہ میں شامل نہ تھے۔ یا شامل تھے۔ تو کسی وجہ سے اس میں حصہ نہیں لے سکے۔ یہ ایک عظیم الشان تعمیر ہے جس کی آرزو حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھی۔ اور جس کی بنیاد آج ہمارے ہاتھوں سے رکھی جا رہی ہے اور جس کی سر بفلک منازل ہمارے بعد میں آنے والی نسلیں دیکھیں گی ہاں اس کتاب کی اصل قیمت تو دس روپے ہے۔ لیکن اس مفت تقسیم کی غرض کے لئے اسے صرف پانچ روپے کر دیا گیا ہے

دوسری تحریک اور جو اصل اپیل میں میرے مدنظر تھی وہ ہے مغرب میں تبلیغ اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم چار جگہ مشنوں کا انتظام کر کے اس کی بنیاد رکھ چکے ہیں۔ یعنی انگلستان، جرمنی، ہالینڈ، ہسپانیہ۔ مگر صرف یورپ میں بھی بہت سی مختلف زبانیں جاننے والے مبلغ ہمیں لکار رہے ہیں۔ اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد اگر ہم ان بنیادوں کو وسیع کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ آج سے ہم ایسے لوگوں کو تیار کرنا شروع کریں جو ایک طرف مختلف زبانوں میں مہارت پیدا کریں۔ اور دوسری طرف قرآن کریم، حدیث شریف اور علوم اسلامی میں مہارت پیدا کریں۔ تاکہ ہم ان سے مختلف زبانوں میں لٹریچر پیدا کرنے کا کام لے سکیں۔ دجال کے متعلق یہی اصل کام ہے اس اپیل پر بھی بہت سے اصحاب نے لبیک کہا اور شاید ہی کوئی دوست رہ گئے ہوں جنہوں نے حصہ نہ لیا ہو۔ جو اصحاب جلسہ میں شامل نہیں ہوئے ان کیلئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ اس تحریک میں شامل ہوں۔ بہ تو ان پر ایک گونہ فرض ہے کہ وہ جو روپیہ یہاں آنے میں سفر پر خرچ کرتے اسے اب اس فنڈ میں بطور عطیہ دیں۔ لیکن جس طرح ان اصحاب نے عطیے دیئے جو شامل جلسہ تھے اسی طرح غیر حاضر اصحاب کو بھی چاہئے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ بطور عطیہ بھی دیں۔ جلسہ سالانہ میں کل نقد عطیہ جات کی رقم وصول شدہ پانچ ہزار روپیہ ہے۔ جس میں خواتین کی طرف سے جمع شدہ قریباً آٹھ صد روپے ہوں گے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک اور اس کے علاوہ وعدے ہیں۔

تیسری تحریک مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی کتاب میثاق النبیین کے انگریزی ترجمہ محمد ان ورلڈ سکرپچرز (Mohammad in World Scriptures) کے لئے تھی۔ کہ اسے مفت لائبریریوں میں پہنچایا جائے اس غرض کے لئے کتاب کی قیمت پونے چار روپے کی بجائے دو روپے کر دی گئی تھی۔ اس اپیل پر بھی احباب نے فراخدلی سے لبیک کہا۔ اور ۲۵۰ جلدوں کا انتظام جلسہ میں ہو گیا امید ہے کہ غیر حاضر احباب بھی اس میں شامل ہو کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اور یہ تعداد پانچ سو تک پہنچا دی جائے گی۔

چوتھی تحریک ووکنگ مشن کے متعلق تھی۔ ووکنگ مشن سب سے پہلا اسلامی مشن ہے۔ جو یورپ میں قائم کیا گیا اور یہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کے عزم اور بلند ایمان کا ایک زندہ نشان ہے۔ ۱۹۲۳ء تک ووکنگ مشن ہماری انجمن کی ہی ایک شاخ تھا اس کے بعد اس کے لئے علیحدہ ٹرسٹ ہو گیا جس میں بہت سے احمدی احباب اور کچھ غیر از جماعت بزرگ شامل ہیں لیکن اس لحاظ سے کہ یہ تبلیغ اسلام کا کام ہے۔ یہ انجمن کا ہی کام ہے حضرت خواجہ مرحوم اپنی زندگی میں اس مشن کے لئے بہت کچھ انتظام کر گئے تھے۔ مگر اس کے بعد باوجود خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ٹرسٹ کی کوششوں کے اور خواجہ نذیر احمد خواجہ صاحب مرحوم کے فرزند کے ہزارہا روپے اپنی جیب سے اس پر خرچ کر سکنے کے یہ ضرورت ہے کہ ہماری جماعت بھی بحیثیت جماعت اس میں حصہ لے۔ یہ اپیل سب سے آخر کی گئی۔ اور قریباً ایک ہزار روپیہ اس میں بھی نقد اور وعدوں کی صورت میں آ گیا۔ مگر یہ امداد تھوڑی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ باقی احباب بھی توجہ کر کے اس امداد کو کم سے کم دو ہزار تک پہنچا دیں گے۔

اس چٹھی کے ذریعہ میں نے تمام واقعات آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ یہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ ان تحریکات میں سے کسی ایک میں حصہ لیں یا دو میں یا سب میں۔ اور جس میں چاہیں حصہ لیں۔ مگر یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر ایک دوست جس کو یہ چٹھی بھیجی جاتی ہے وہ کسی نہ کسی تحریک میں کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لے اور عطیہ وہ دے۔ اس کے ساتھ صراحت بھی کر دے کہ یہ عطیہ کس غرض کے لئے ہے +

خاکسار

محمد علی

۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۳

کلبٌ یموتُ علٰی کلبٍ والا الہام

اور جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کو چیلنج

جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کو جماعت قادیان میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں آپ جماعت قادیان کے ثقہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن ہمیں "الفضل" مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء میں آپکا ایک مضمون جو "کلبٌ یموتُ علٰی کلبٍ والا الہام اور بدخواہ دشمن کی نامرادی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے پڑھ کر سخت حیرت ہوئی قادنی بحر صحافت کا کوئی اور شناور اگر اس انداز سے "موتی" رلتا تو ہمیں حیرت نہ تھی لیکن ہمیں تعجب تو جناب میاں صاحب موصوف کے اسلوب بیان پر ہے آپ رقمطراز ہیں:۔

"اہل پیغام کی جسارت اور انتہائی دل آزاری ملاحظہ ہو کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو کہ کلب یموت علی کلب حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بنصر العزیز پر چسپاں کرکے یہ خوشی منا رہے تھے کہ نعوذ باللہ اس الہام میں کلب سے مراد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ہیں اور یہ کہ آپ کی وفات آپ کی عمر کے باون سال کے اندر اندر وقوع میں آئیگی"

اس مندرجہ بالا اقتباس کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے خامہ خونچکاں اور انگلیاں فگار ہیں اور افسوس ہے کہ اس بیان میں جناب میاں صاحب نے صرف ایک مصلحت کے لئے جماعت احمدیہ لاہور پر کسقدر ظلم کیا ہے اور اپنی پوزیشن کو کتنا نازک کیا ہے۔ ہم جناب میاں صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس امر کا ثبوت پیش کریں کہ جماعت احمدیہ لاہور نے کس وقت کس اخبار اور کس صحیفہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کلب یموت علی کلب کو جناب میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان پر چسپاں کیا اور کب خوشی منائی کہ اس الہام میں کلب سے مراد میاں صاحب مذکور ہی ہیں۔ ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے اگر اس ثبوت کے مہیا کرنے میں جوئے شیر بھی لے آئیں تو اس ثبوت کو پیش نہ کر سکیں گے۔ ہم منتظر ہیں کہ جناب میاں صاحب اسکا کیا ثبوت پیش کرتے ہیں اور جناب میاں صاحب جیسے ذمہ دار انسان کو اسکا ثبوت پیش بھی کرنا چاہئے اور اگر وہ اسکا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکیں تو ازراہ مہربانی ہمیں اتنا مشورہ دے دیں کہ ہمیں ان کے اس بیان کو کیا سمجھنا چاہئے۔

اس مذکورہ بالا الہام کو درحقیقت جس نے جناب خلیفہ صاحب پر چسپاں کیا اس کا ذکر وہ خود اسی مضمون میں یوں کرتے ہیں۔

"ایک صاحب شیخ غلام محمد جو مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں اور پہلے اہل پیغام کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور اب ادھر سے الگ ہو کر جماعت مبایعین اور غیر مبایعین ہر دو کو اپنے مطاعن کا نشانہ بناتے رہتے ہیں انہوں نے اپنی مخصوص دماغی کیفیت سے متاثر ہو کر یہ آواز اٹھائی کہ کلب یموت علی کلب کا الہام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق ہے اور یہ کہ آپ اس الہام کے مطابق باون سال کی عمر کے اندر اندر ہلاک ہو جائیں گے گو پردہ رکھنے کیلئے یہ بھی لکھ دیا کہ معلوم نہیں اس سے جسمانی ہلاکت مراد ہے یا کہ مقاصد کی موت (دیکھو رسالہ شیخ غلام محمد صاحب مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۴۰ء)"

معلوم نہیں کہ جب جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کو اس حقیقت کا بخوبی علم تھا کہ شیخ غلام محمد صاحب نے اس الہام کو جناب خلیفہ صاحب پر چسپاں کیا ہے تو انہوں نے ساتھ جماعت احمدیہ لاہور کو کیوں لپیٹ لیا آخر اس عداوت کے معنی کیا ہو سکتے ہیں اور اس بے سبب آزاری کا کیا مطلب نکل سکتا ہے یہی کہ ان کے قلب میں جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق جو جذبات ہیں وہ حد درجہ غضب آلود ہیں انسان اپنی قلبی کیفیات کے مطابق ہی دوسرے کا اندازہ کر سکتا ہے جناب مرزا بشیر احمد صاحب نے انتہائی غیظ و غضب میں لکھا ہے:۔

"غیر مبایعین نے جو اب تک بھی بظاہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور غلامی کا دم بھرتے ہیں یہ بات ثابت کر دی ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے اس حد تک بغض و عناد پیدا ہو چکا ہے کہ وہ ان الہامات کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر چسپاں کرنے سے دریغ نہیں کرتے جو احمدیت کے شدید ترین دشمنوں کی تباہی سے تعلق رکھتے ہیں"

جناب میاں صاحب کو واہمہ اور فرضی الزام نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور انہوں نے چشم زدن میں بغض و عناد کا ایک قصر بالا تعمیر کرکے رکھ دیا جبکہ الزام ہی بے بنیاد ہے تو اس فرضی الزام سے تعمیر ہونے والی عمارت کس قدر بے بنیاد ہو سکتی ہے۔ اسکا اندازہ ہر ایک چشم بینا رکھنے والا کر سکتا ہے ہمیں اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جب ہماری طرف سے اس الہام کو جناب خلیفہ صاحب پر چسپاں ہی نہیں کیا گیا تو پھر ہماری طرف یہ بغض و عناد کیسے منسوب ہو سکتا ہے اور جو اس کے باوجود اسے ہماری طرف منسوب کرتا ہے اس کی اپنی دماغی کیفیات تجزیہ طلب ہیں۔

اصل میں حقیقت یوں ہے کہ شیخ غلام محمد صاحب نے اس الہام کو جناب خلیفہ صاحب پر چسپاں کیا جناب خلیفہ صاحب کے مریدوں کی خوابوں نے اسے ہوا دی اور اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے بیان نے اسے تقویت پہنچائی وہ بیان جناب خلیفہ صاحب کا اپنا ہی بیان ہے جو کہ انہوں نے اخبار مذکور کے رپورٹر کو دیا جو کہ درج ذیل ہے۔

"یوں معلوم دیتا ہے کہ خلیفہ صاحب غیر طبعی موت کے متوقع ہیں جو کسی دشمن کے ہاتھ سے واقع ہوگی چنانچہ خلیفہ صاحب نے کہا کہ میرے ایک دوست نے سیالکوٹ سے مجھے لکھا کہ اس نے میرے متعلق ایک بہت برا خواب دیکھا ہے میں ایک خون کے گڑھے میں لت پت پڑا موت کی آخری ہچکیاں لے رہا ہوں اس کے علاوہ مختلف شہروں میں لوگوں نے خواب دیکھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی آواز ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے وصیت کر دی"

اس بیان سے ہی اس خیال کو تقویت پہنچی ہے اور جناب چودھری ظفر اللہ خانصاحب کے ایک خطبہ عید نے جو کہ الفضل مورخہ نومبر ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا اس خیال پر مہر ثبت کی ہے چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب فرماتے ہیں:۔

"اس کے بعد چند اور ضروری باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ مختصر طور پر یہ ہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کیلئے ہر جمعہ کی رات کو خصوصاً اور ہر روز و شب میں کم از کم ۱۹۴۱ء کی ۱۲ جنوری تک جبکہ حضور کی عمر ۵۲ سال کی ہو جائیگی دعا کرتے رہیں"

اب بتائیے سر ظفر اللہ خانصاحب نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۱ء اور ۵۲ سال کی عمر کا ذکر کیوں کیا ہے یہ جناب میاں صاحب کے ایک چیدہ مرید کا بیان ہے کسی عام انسان کا نہیں اگر آپ لوگ واقعی اسے اہمیت نہیں دے رہے تھے تو آپکو چاہئے تھا کہ اس چیز کو بالکل نظر انداز کرتے لیکن پہلے جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب نے خطبہ عید میں اسکا ذکر کیا اور اب بعد میں جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۱ء پر سکھ کا سانس لیا اور اس معمولی سی بات پر ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ مارا۔ اس سے تو صاف معلوم دیتا ہے کہ آپ لوگوں کے قلوب پر اسکا اثر تھا۔

ہماری جماعت نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کلب یموت علی کلب کے متعلق شیخ غلام محمد صاحب کی تفہیم کو کہ یہ الہام جناب خلیفہ صاحب پر چسپاں ہوتا ہے کبھی لائق اعتنا نہیں سمجھا بلکہ ہماری جماعت کو تو حیرت تھی کہ آپ اس سے اسقدر متاثر کیوں ہیں کیونکہ ہمارے خیال میں شیخ غلام محمد صاحب کی یہ تفہیم درست نہ تھی۔ البتہ آپ کے اس تاثر اور خوف کی وجوہات ہمارے لئے واقعی ایک معمہ تھیں اور ابتک ہیں اور ہم باوجود انتہائی کوشش کے اسے سلجھا نہیں سکے بڑے غور کے بعد اگر پہنچے ہیں تو صرف اس نتیجہ پر کہ یہ خوف اور اثر پذیری الہیاتی نہیں بلکہ نفسیاتی ہے۔ آگے حقیقی علم تو خدا کو ہی ہے انسانی ذرائع تو محدود ہیں اور انسان قطعیت کے ساتھ ایک پس منظر کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔

آخیر پر ہم پھر ایکدفعہ جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا ثبوت پیش کریں اور للکار کر کہتے ہیں کہ وہ کبھی اس بات کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے خواہ انہیں اس کوشش کیلئے عمر نوحؑ ہی کیوں نہ مل جائے کیونکہ انکا الزام بالکل بے بنیاد ہے۔

(ایس محمد آصف قادیانی بی۔اے)

شذرات

خلیفہ قادیان سے خواجہ حسن نظامی کے سوالات

جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے اخبار "منادی" مورخہ ۸ رجنوری ۱۹۴۶ء میں جناب خلیفہ قادیان سے مندرجہ ذیل چند سوالات دریافت کئے ہیں:-

(۱) "کیا فرماتے ہیں جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت احمدیہ قادیان اس مسئلہ میں کہ جو مسلمان مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مسلمانوں کی ایک جماعت خیال کرتے ہیں۔ وہ احمدی عقائد کے بموجب مسلمان ہیں یا نہیں"؟

(۲) "کیا احمدی جماعت کے اصول عقائد جمہور مسلمانوں کے عقائد کے اصول سے الگ ہیں یا نہیں"؟

(۳) "کیا سیاسی معاملات میں جن میں مذہبی عقائد کا دخل نہ ہو احمدی (قادیانی) جماعت جمہور مسلمانوں سے موالات کر سکتی ہے"؟

سوالات نہایت اہم ہیں۔ جناب خلیفہ قادیان کو ان کے واضح اور صاف جوابات دینے چاہئیں۔ اس قسم کے سوالات کو وہ بالعموم خاموشی کے ساتھ ٹال جایا کرتے ہیں۔ یا ان کے تشنہ، غیر مکمل اور پیچیدہ جوابات دیا کرتے ہیں۔ امید ہے وہ خواجہ صاحب موصوف سے قدیم و تازہ تعلقات کی بنا پر ان کے ان سوالات کے ساتھ اس قسم کا سلوک نہیں کریں گے۔ اگر جناب خلیفہ صاحب نے ان سوالات کے صحیح و واضح جوابات شائع کرنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ تو نہ صرف خواجہ صاحب کو بلکہ دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی قادیانی جماعت کے عقائد اور سیاسی روش کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے میں سہولت ہوگی۔

پیر پرستوں کیلئے ایک لمحہ فکریہ

اسی ہفتہ متعدد اردو و انگریزی روزناموں میں مندرجہ ذیل دلچسپ و قابل غور خبر شائع ہوئی ہے:-

"کراچی ۱۴ رجنوری۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ ہز ہائینس سر آغا خاں کی ڈائمنڈ جوبلی ۱۹۴۶ء میں منائی جائے گی۔ اس موقع پر اسمٰعیلیہ فرقہ آپ کو جواہرات سے وزن کرے گا۔ سر آغا خاں کے مبلغ تمام دنیا کے اسمٰعیلیوں سے جواہرات اکٹھے کر رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان جواہرات کی قیمت پچاس لاکھ سٹرلنگ ہوگی۔ کراچی کے آغا خانی اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہز ہائینس سر آغا خاں کی ڈائمنڈ جوبلی کراچی میں منائی جائے۔ کیونکہ کراچی ہز ہائینس سر آغا خاں کی جائے پیدائش ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۳۵ء میں سر آغا خاں کی گولڈن جوبلی منائی گئی۔ اس تقریب پر آپ کو بمبئی اور دہلی میں سونے سے وزن کیا گیا تھا"

سر آغا خاں اور ان کے اکثر مرید مسلمان کہلاتے اور سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ موصوف کی گولڈن جوبلی سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا تھا کہ ان کی ڈائمنڈ جوبلی کے ساتھ اس قسم کی کوئی توقع وابستہ کی جائے؟ کیا اس موقع پر اسلام کی تبلیغ اور قرآن کی اشاعت کیلئے کوئی قدم اٹھایا گیا۔ کیا یورپ میں پیغام اسلام پہنچانے کے متعلق کوئی تجویز سوچی گئی؟ حالانکہ سر آغا خاں بالقابہ کا قیام زیادہ تر یورپ ہی میں رہتا ہے۔

وہ پیر نئے ہوں یا پرانے جو اپنی گدی نشینی کی جوبلیاں منانے کے شوقین ہیں اور جن کے مرید اندھی پیر پرستی کو سب سے بڑی خدمت اسلامی سمجھ رہے ہیں۔ انہیں ذرا سوچنا چاہئیے کہ کیا ان کی جوبلیاں سر آغا خاں سے بھی زیادہ دھوم کے ساتھ منائی جاسکتی ہیں۔ اور ان کے مرید اسمٰعیلیوں سے بھی زیادہ اندھی عقیدت کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو پھر ان کی شان و شوکت اور ان کے مریدوں کی پیر پرستی کے مظاہرے اسلام کے لئے کس طرح مفید ہو سکتے ہیں؟ اور انہیں اس پر غرور و فخر کیوں ہے۔ ہمارے ان گم کردہ راہ اور غالی دوستوں کا پیر پرستی کو خدمت اسلام سمجھنا کتنی بڑی خود فریبی ہے۔

مولویوں کے مشاغل

معزز معاصر "بیان" کا بیان ہے کہ ۷ رجولائی ۱۹۴۶ء کو قصبہ جنڈیالہ میں رڈپڑا در جالندھر کے حنفی اور اہلحدیث مولوی صاحبان کا ایک "دنگل" ہوا۔ جس کے متعلق دسمبر ۱۹۴۶ء تک فریقین کے اخباروں میں "ہم جیتے" کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔ ان کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حنفیوں کا اخبار "الفقیہ" امرتسر اس دنگل کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

"ہمارے سلطان المناظرین فاضل اجل مولانا . . . . . . کے مقابلہ میں امرتسر سے کوئی غیر مقلد آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ تو مقامی غیر مقلدین، . . . . . . کو میدان میں لائے لیکن میدان مناظرہ میں مولوی . . . . . کا نام سن کر وہ بھی کھڑے ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔ بالآخر اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لئے حافظ . . . . . . کو کھڑا کر دیا۔ فاضل جالندھری کے سوالات سن کر حافظ . . . . . . کے ہوش اڑ گئے۔ اور لوگ سید المناظرین مولانا . . . . . . کے دلائل سن کر بہت خوش ہوئے"

اس کا جواب ۱۳ ردسمبر ۴۶ء کے اخبار "تنظیم اہلحدیث" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا گیا ہے:-

"ہمیں افسوس ہے کہ دیوبندیوں کو جھوٹ بولنے کے لئے ایسا اخبار ملا جس کے نزدیک سارے دیوبندی اشد کافر اور قطعی جہنمی ہیں۔ باقی رہا یہ کہ فتح کس کی ہوئی اور ہوش کس کے اڑے تھے؟ سو حالات اصلیہ سے مقامی پبلک خوب آگاہ ہے"

قارئین "پیغام صلح" کا شاید خیال ہو کہ یہ مناظرہ جس کے متعلق اس قدر زبردست دعاوی ہو رہے ہیں۔ اور فریقین "ہم جیتے" کے پرزور نعرے لگا رہے ہیں۔ کسی بڑے ہی اہم مسئلہ کے متعلق ہوگا ـــــــ وہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ اہم مسئلہ "فاتحہ خلف الامام" ہے۔ اس قسم کے فرعی اختلافات پر لڑنا اور مسلمانوں کو لڑوانا مولوی صاحبان کا دن رات کا مشغلہ ہے۔ دور حاضر کا مولوی اس پست سطح سے اوپر اٹھ ہی نہیں سکتا۔

اس مرض کا علاج کیا ہے؟

مولویوں کے اس دنگل کا ذکر کرتے ہوئے معاصر موصوف رقمطراز ہے کہ:-

"اگر بڑے بڑے پہلوانوں کو کشتی کے لئے بلایا جائے تو وہ جب تک ہزاروں تک نہ لے لیتے۔ میدان میں نہیں نکلتے۔ مگر ہمارے بڑے بڑے مولوی صاحبان کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے صرف نذرانوں کا انتظام کر دیا جائے۔ تو وہ دو دو چار چار ہفتوں تک برابر مذہبی کشتی لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں . . . . . .

اے مالک الملک! ہندوستان میں کوئی مصطفےٰ کمال پیدا کر۔ جو ان دنگلوں کو ختم کر دے۔ اے احکم الحاکمین! مسلمانوں کے حال زار پر رحم فرما اور ان کے "مولوی صاحبان" کو اخبارات میں ایک دوسرے کی بے عزتی کرنے سے بچا"

اس میں شک نہیں کہ مولویوں کی موجودہ حالت اور ان کے موجودہ مشاغل بہت ہی قابل افسوس اور نقصان رساں ہیں۔ فرعی اختلافات پر اس قسم کے دنگلوں کا بہت جلد خاتمہ ہونا چاہئیے۔ لیکن مولویوں اور ان کے پیروؤں کی صحیح اصلاح ہندوستان میں کسی مصطفےٰ کمال کے پیدا ہونے سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ فرعی اختلافات پر دست و گریباں ہونے والوں کے سامنے کوئی صحیح و بلند اسلامی مقصد رکھا جائے۔ انہیں خدمت دین کے کسی ایسے مفید کام میں لگا دیا جائے کہ معمولی باتوں پر بحث و مجادلہ کا خیال ہی نہ آئے ـــــــ اس علاج کو زمانہ کے مجدد نے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا اور کرکے دکھایا۔ اس کے خوشکن نتائج ہر ایک آنکھیں اور سمجھ رکھنے والا انسان دیکھ سکتا ہے۔ ضرورت ہے مسلمان اس طریق علاج کو آزمائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن وہ اس طرف آتے ہی نہیں ـــــــ مولویوں سے کیا توقع رکھی جائے۔ جبکہ مولویوں کی زبوں حالی و غلط روی پر افسوس کرنے اور آنسو بہانے والے لیڈر اور اخبار نویس بھی سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ مولوی ذاتی اغراض کی وجہ سے ان نامبارک مشاغل میں مبتلا ہیں۔ اور لیڈر اور اخبار نویس ذاتی مصلحتوں اور عوام کے خوف کی وجہ سے راہ اصلاح کی طرف آنے اور کلمہ حق کہنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ دونوں کی حالت قابل رحم ہے۔ اللہ ان دونوں پر رحم کرے۔

حامیان ہندی و گورمکھی کا بے معنی مطالبہ

صوبہ کے بعض ہندو اور سکھ حلقوں میں پنجاب پرائمری ایجوکیشن بل کے خلاف اس بنا پر شور برپا ہے کہ اس میں ذریعہ تعلیم اردو کو قرار دیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اردو کے علاوہ ہندی اور گورمکھی کو بھی ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ ان کا یہ مطالبہ ہر لحاظ سے غیر معقول اور ناقابل تسلیم ہے اگر اسے پورا کیا جائے تو صوبہ بھر کی سرکاری، کاروباری اور اخباری زندگی میں شدید بدنظمی اور ابتری پیدا ہو جائیگی۔ خود تعلیم کی ترقی و ترویج کے مقصد کو بھی سخت نقصان پہنچیگا۔ عرصہ دراز سے پنجاب کی سرکاری، درباری، اخباری

(باقی صث پر)

انجمن کے ستائیسویں جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء کی مختصر روئیداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۶ دسمبر کی کاروائی

پہلا اجلاس

زیر صدارت جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم رئیس اعظم جھنگ

۲۶ دسمبر کو پہلا اجلاس سوا دس بجے شروع ہؤا۔ صدر محترم جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم رئیس اعظم جھنگ اپنے ایک عزیز کی خطرناک علالت کی وجہ سے بروقت تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ان کی تشریف آوری تک کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ اجلاس کا آغاز حسب معمول تلاوت قرآن کریم اور نعت سے ہؤا۔ اس کے بعد چودھری محمد احمد خاں صاحب (برادر چودھری رحمت خانصاحب بدر مرحوم) نے احمدیت کے متعلق اپنی ایک پنجابی نظم سنائی۔

سید اختر حسین صاحب گیلانی کی تقریر

نظم کے بعد سب سے اول سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے نے "تحریک احمدیت کا مقام دیگر تحریکات اسلامیہ میں" کے موضوع پر نہایت کامیاب اور پر از معلومات تقریر کی۔ لائق مقرر نے کہا۔ جب سے مسلمانوں کا زوال شروع ہؤا ہے۔ مختلف قسم کی تحریکات اور جماعتیں پیدا ہوتی اور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ گذشتہ صدی اور اس صدی میں ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں کئی سیاسی تعلیمی اور دینی تحریکات وجود میں آئیں۔ ان تحریکات میں سے ایک تحریک احمدیت بھی ہے۔ میں بتاؤنگا کہ صحیح معنوں میں اسلام اور مسلمانوں کی زندگی اسی تحریک کے ساتھ وابستہ ہے۔ بے شک تمام اسلامی تحریکات کے چلانے والوں، ان کے قائدین اور بانیوں کا مقصد اور نیت نیک تھی۔ لیکن ان کے پروگرام میں کچھ خامیاں رہ گئیں جن کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ تحریک احمدیت میں جیسے ... ایک طور نے شروع کیا ہے یہ خامیاں نہیں ہیں۔ اس کے بعد لائق مقرر نے متعدد اسلامی تحریکات پر اجمالی نظر ڈالی اور ان کے نتائج اور خامیوں کو اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ بیان کیا۔ اس کے لئے آپ نے انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) سیاسی تحریکات۔ جیسے کہ سید جمال الدین افغانی کی تحریک پین اسلام ازم یعنی عالمگیر رابطہ اسلامی۔

(۲) غیر سیاسی یا تعلیمی و علمی تحریکات جیسے کہ ہندوستان میں سرسید مرحوم کی تحریک تھی۔

آپ نے سیاسی تحریکات کے ضمن میں فرمایا کہ مسلمانوں کو ہندوستان اور دوسرے اکثر ممالک میں یکا یک زوال آیا۔ اسلامی تاریخ اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کے مطالعہ سے آج بھی دماغ مخمور ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہی اس کا ایک معمولی ثبوت تاج محل اور لال قلعہ دہلی جیسی عظیم الشان عمارتیں ہیں۔ ان عمارات کے تعمیر کرانے والے بادشاہ شاہجہان کے وقت مسلمانوں کو یہ وہم تک بھی نہ ہوگا کہ ہمیں اس ملک کے اندر اس قدر جلدی زوال آنے والا ہے۔ لیکن شاہجہان کے بعد ایک صدی بھی نہیں گزرتی کہ مسلمانوں کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ ان کا سیاسی غلبہ و اقتدار اور حکومت دیکھتے دیکھتے کمزور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے خیال کیا کہ شاید از سر نو سیاسی غلبہ و طاقت کے ذریعہ اپنا کھویا ہؤا عروج حاصل کر سکیں۔ اسی خیال کا نتیجہ سید جمال الدین افغانی مرحوم اور ان کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں کی سیاسی تحریکات تھیں۔ انہی تحریکات کی وجہ سے ٹرکی میں کمال اتاترک، مصر میں سعد زاغلول پاشا اور ایران میں رضا شاہ پہلوی جیسی شخصیتیں منظر عام پر آئیں۔ یہ تحریکات کسی خاص ملک کی مصائب کا علاج شاید کر سکتی ہوں لیکن ان کے ذریعہ بحیثیت مجموعی عالم اسلامی کی مصائب کا علاج ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ سید جمال الدین افغانی کی تحریک کے اثرات و تغیرات کو مقرر نے بطور مثال وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس تحریک کا مقصد ترکی، مصر ایران وغیرہ میں مغربی طرز کی حکومتیں قائم کرنا تھا۔ جب ان ممالک کے مسلمانوں کو اس کا موقع ملا۔ اور انہوں نے مغربی طرز کی حکومتیں قائم کرلیں۔ تو اس کے بعد کیا ہؤا ہے؟ ترکی کی حکومت صاف لفظوں میں اعلان کر دیتی ہے کہ ہمارا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آج ترکی کے اخبارات میں اور سب کچھ ہوتا ہے لیکن دین کے متعلق کچھ نہیں ہوتا باقی اسلامی ممالک کی حکومتیں بھی کم و بیش اسی راہ پر چل رہی ہیں کیونکہ انہوں نے ترکی کو بطور نمونہ اپنے سامنے رکھا ہؤا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں لوگ اپنی ذاتی اور انفرادی حیثیت سے جو عقیدہ اور مذہب چاہے رکھیں۔ اس طرح انہوں نے زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک انفرادی اور پرائیویٹ زندگی، دوسری اجتماعی یا سیاسی زندگی حالانکہ اسلام زندگی کو غیر منقسم قرار دیتا ہے اور زندگی کے تمام امور اور مراحل کا حل کرتا ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی کوئی سیاسی غلبہ و اقتدار حاصل ہؤا تو یہاں بھی اسی بات کا خطرہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومت اس وقت دین سے کنارہ کش نہ ہو جائے۔ کیا ہندوستان کے مسلمان لیڈروں کے اندر اتنی جرأت ہے۔ اور ان کی ایمانی اور عملی حالت ایسی ہے کہ جب ان کے ہاتھ سیاسی طاقت آجائے۔ تو وہ کمال اتاترک سے زیادہ دلیر ثابت ہوں؟

اس کے بعد مقرر نے غیر سیاسی تحریکات کے بیان میں بطور مثال سرسید مرحوم کی تعلیمی تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے انگریزی خواں نوجوان جن میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے طلبہ بھی شامل ہیں دین اور اسلامی تاریخ سے بے خبر ہیں۔ ان کے اندر دین کا شوق نظر نہیں آتا عقلمند قوم جب کسی دوسری قوم پر حکومت کرتی ہے تو اس کی ذہنیت کو خراب اور اس کی تاریخ اور کلچر کو مسخ اور تباہ کر دیتی ہے چنانچہ مغربی اقوام نے بھی یہی کیا ہے۔ مغرب زدہ مسلمان آج دین سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ بعد ازاں لائق مقرر نے تحریک احمدیت کی خصوصیات کا ذکر اور اس کا باقی تحریکات سے موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے صحیح تشخیص کر کے مسلمانوں کی اصل بیماری معلوم کر لی۔ وہ ہے ایمان کی کمزوری، ان میں زندہ ایمان نہیں رہا۔ حضرت مرزا صاحب کی تحریک ایک ایمانی تحریک ہے۔ وہ ایمان کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ زندہ ایمان الہام الہی ہی پیدا کر سکتا ہے جس کا دعویٰ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ہے۔ اور انہوں نے اپنے اس دعوے کی سچائی کے نہایت روشن ثبوت دیئے ہیں۔ اس لئے مسلمان مجدد وقت کے سایہ تلے آئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

یہ تقریر ابھی ہو ہی رہی تھی کہ اس اجلاس کے صدر جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تشریف لے آئے۔

مولانا محمد یعقوب خانصاحب کی تقریر

اس کے بعد جناب مولانا محمد یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کی پر اثر عالمانہ تقریر "پاکستان کی چند اہم ضروریات" کے عنوان سے ہوئی۔ "پیغام صلح" میں قبل ازیں ذکر آ چکا ہے کہ جلسہ سالانہ کے دو تین روز قبل خانصاحب کو ایک سانحہ عظیم پیش آیا۔ ان کا نوجوان اور ہونہار صاحبزادہ عزیز محمد سلیم خاں ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کی شب کو وفات پا گیا۔ اس حادثہ کا قدرتی طور پر انہیں بہت صدمہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ وقت مقررہ پر تقریر کیلئے تشریف لے آئے۔ اور نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبر و استقامت کا ایک پیکر بول رہا ہے۔ آغاز تقریر میں فاضل مقرر نے کہا کہ آجکل اسلامی ممالک مغرب زدہ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے ٹرکی کو ماڈل (نمونہ) بنایا ہے جس راہ پر ترکی چل رہا ہے۔ دیگر اسلامی ممالک بھی کم و بیش اسی راہ پر گامزن ہیں ترکی کے انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ایک امریکن سفیر کے بیان کا ذکر کیا۔ سفیر مذکور کی ترکی کے وزیر تعلیم سے اس انقلاب کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ سفیر نے سوال کیا کہ قیام جمہوریت سے ترکوں کے خیالات اور ذہنیت میں کیا تبدیلی ہوئی ہے؟ جواب میں وزیر تعلیم نے کہا کہ پہلے ترکی کا رخ مشرق کی طرف تھا۔ اب مغرب کی طرف ہو گیا ہے یا یوں سمجھیئے کہ آج سے پچاس سال یا سو سال پیشتر کا ترک ہر بات کے متعلق اس طرح سوچتا تھا کہ یہ گناہ ہے یا ثواب۔ اب ہم ہر بات پر اس لحاظ سے غور کرتے ہیں کہ یہ جمہوریت کیلئے مفید ہے یا مضر ہے۔ اس گفتگو سے ترک قوم کی موجودہ ذہنیت اور حکومت ترکی کی روش نہایت واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے آپ نے کہا کہ ہندوستان کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور نوجوان مغربی افکار و خیالات میں رنگین ہو رہے ہیں۔ ہمارے ذمہ دار مسلمان لیڈروں کی حالت بھی ترکی اور مصر کے ارباب سیاست کا اکابر سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ گاندھی جی عیسائی مشنری کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے بلا دھڑک کہتے ہیں کہ جب مجھ پر غم و شکوک کا غلبہ ہوتا ہے تو میں بھگوت گیتا پڑھتا ہوں۔ اس سے مجھے روشنی اور اطمینان ملتا ہے۔ کاش ہمارے مسلمان قائدین بھی قرآن کریم سے روشنی اور رہنمائی کے طالب ہوتے؟ افسوس وہ ایسا نہیں کرتے۔ کس مسلمان لیڈر نے قرآن کریم کو حل مشکلات کیلئے کھولا ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج کل جو پاکستان کا چرچا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حالات نے دھکیلے دیکر مسلمان لیڈروں کو پاکستان کا آوازہ بلند کرنے پر مجبور کیا ہے۔ آج جس مقام پر وہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ حالات کی رو اور برادران وطن کا سلوک و تنگدلی ہی انہیں اس طرف بہا کر لے آئی ہے۔ ان کے عزم اور فکر کو اس میں زیادہ دخل نہیں ہے۔ افسوس کہ موجودہ دور کے مسلمان ایک نقال قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ ہر ایک کی نقل

کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور نقل کرتے ہیں۔ ان کا ایک طبقہ اگر مغرب زدہ ہو گیا ہے تو دوسرا ہندوؤں کے زیر اثر ہے۔ اگر انہوں نے نقل نہیں کی تو صرف محمد رسول اللہ صلعم ہی کی نقل نہیں کی۔ جو کہ انہیں کرنی چاہئے تھی۔ اور ان کے لئے مفید تھی۔ امرتسر کے ایک مسلمان لیڈر نے چند سال ہوئے۔ نہایت فخر کے ساتھ کہا تھا۔ کہ انسان کا مذہب بدل سکتا ہے لیکن وطن نہیں بدل سکتا۔ اس لئے وطن مذہب پر مقدم ہے۔ ہندو چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندو آئین و نظام قائم ہو۔ ہندو تہذیب اور کلچر رواج پائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا۔ ہندو مہا سبھا کے صدر نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندوستان کے اندر حکومت کا مذہب ہندو دھرم ہوگا۔ کیونکہ ہر جگہ اکثریت کا مذہب ہی سرکاری مذہب ہوتا ہے۔ اور اکثریت کی ہی حکومت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے یہاں مسلمانوں کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جرمنی میں یہودیوں کو۔ مسلمان ہندوستان میں اسی حیثیت سے اور طرح پر رہ سکتے ہیں۔ جس طرح کہ یہودی جرمنی میں۔ کانگریس کی طرف سے بھی غیر محسوس لیکن نہایت منظم کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے اسلامیت فنا کر دی جائے اور ایک جداگانہ قوم کی حیثیت سے ان کی ہستی مٹا دی جائے۔ بندے ماترم کا مشرکانہ گیت، ودیا مندر سکیم، ہندی رسم الخط " ہندوستانی نام کی سنسکرت نما زبان اس امر کے واضح اور ناقابل انکار ثبوت ہیں۔ یہ وہ خطرات ہیں۔ جن کی وجہ سے مسلمان لیڈروں کو پاکستان کا خیال آیا۔ اور انہوں نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں اکثریت و اقلیت کا سوال نہیں۔ بلکہ یہاں دو جداگانہ اور مستقل قومیں موجود ہیں۔ مہاتما گاندھی جی کے عدم تشدد کی حقیقت ان پر خوب اچھی طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ عدم تشدد کا بت خود گاندھی جی کے قریب ترین مریدوں کے ہاتھوں ٹوٹ چکا ہے۔ مغرب میں بھی پے در پے ہولناک مصائب اور مشکلات سے یورپین اقوام کو ہوش آ رہا ہے وطنیت کی رٹ اب وہاں بھی ختم ہو رہی ہے۔ وہ کسی نئے نظام کے متلاشی ہیں۔ ان کے گذشتہ تجربات ناکام ثابت ہوئے۔ ان کی تہذیب اور نظام کے کئی امتحان ہوئے۔ جن سب میں وہ فیل اور ناکارہ ظاہر ہوئے۔ آج یورپ کو ایک نئے نظام کی ضرورت ہے وہ نظام اسلام ہے۔ یہی نظام مغرب میں کامیاب ہو سکتا ہے اور یہی مشرق میں۔ سو پاکستان بنانے والوں کو چاہئے کہ وہ آج سے چودہ سو سال قبل کے نمونہ پر پاکستان بنائیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی کی پیروی کریں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں آیا ہے :- ترٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح ۴۸ : ۲۹) (ترجمہ:- تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کی نشانیاں ان کے مونہوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہیں) مسلم لیگ کے لیڈر تہجد پڑھیں۔ اور اپنی زندگیوں کو پوری طرح اسلام کے مطابق بنائیں۔ اگر گاندھی جیسا لیڈر بھگوت گیتا کی طرف جا سکتا ہے تو مسلمان لیڈروں کو قرآن کریم کی طرف جانے میں قطعاً کوئی شرم محسوس نہ ہونی چاہئے خدا نے مسلمانوں کی رہنمائی اور انہیں صراط مستقیم پر رکھنے کیلئے یہ انتظام کیا تھا کہ ہر ایک صدی کے بعد مجدد آیا کریں گے جو ایمان کی روشنی میں مسلمانوں کو راہ ہدایت پر چلائیں گے۔ چنانچہ اس کے مطابق مجدد آئے اور اصلاح کا کام کرتے رہے لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے حدیث مجدد کی پرواہ نہ کی اور زمانہ کے مجدد کو نہ مانا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی نجات قرآن اور رسول کی پیروی اور ان کے احکام کی تعمیل میں ہے۔ اور ان کے امراض کا صحیح علاج زندہ ایمان ہے۔ اور زندہ ایمان اسی مرد خدا کی بدولت پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کے متعلق حضرت نبی کریم نے فرمایا ہے لو کان الایمان معلقًا بالثریا لناله رجل من فارس

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

خانصاحب موصوف کے بعد جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی نے "ختم نبوت علمی نقطہ نگاہ سے" کے عنوان سے نہایت عالمانہ اور پر از معلومات تقریر کی۔ جس کے دوران میں سورۃ النحل کے ایک حصہ کی بصیرت افروز تفسیر فرمائی کہ سامعین مولانا کی وسعت علم و مطالعہ اور فہم قرآن پر عش عش کر اٹھے۔ یہ تقریر اس قدر بلند پایہ تھی کہ اخباری رپورٹ میں اس کا خلاصہ بیان کرنا ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں اس تقریر کی خوبی سے متاثر ہو کر احباب نے اسے رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کی خواہش کی۔ گجرات کی جماعت اور کشمیر کے ایک دوست نے اس کے مصارف کا ذمہ لیا ہے۔ اب انشاء اللہ اسے جلد بصورت رسالہ شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس تقریر پر یہ اجلاس ختم ہوا۔

ارشاد امیر

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو
(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔ بالفاظ دیگر جہاد میں شامل ہونیکی عادت ڈالو
(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کر دو۔ (محمد علی)

دوسرا اجلاس

زیر صدارت جناب شیخ میاں محمد صاحب ملزادہ رئیس اعظم لائلپور
نماز ظہر و عصر کے بعد ڈھائی بجے کے قریب دوسرا اجلاس جناب شیخ میاں محمد صاحب ملزادہ رئیس اعظم لائلپور کی صدارت میں شروع ہوا۔ سب سے اول جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کا نعتیہ کلام پڑھا گیا۔

رپورٹ

اس کے بعد مرزا مسعود بیگ، صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری تعلیم و تبلیغ نے انجمن کی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ جو مطبوعہ جلسہ گاہ میں تقسیم کی گئی۔ اور اس کا خلاصہ انشاء اللہ کسی قریبی اشاعت میں درج کر دیا جائے گا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

بعد ازاں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جس کا عنوان تھا "موجودہ جنگ عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کا دور جدید"۔ ابتدا میں آپ نے فرمایا کہ عیسائیت کی ناکامی اس لحاظ سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقائد باطلہ جن کے اوپر عیسائیت کی بنیاد تھی۔ ان کو انسانی طبائع نے قبول نہ کیا اور ناکامی اس لحاظ سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کی اور قوموں کی مشکلات کا کوئی حل عیسائیت پیش نہیں کر سکی۔ لیکن یہ دونوں اپنی جگہ پہ علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان دونوں کے متعلق میں اس وقت کچھ نہیں کہونگا۔ بلکہ میں اس وقت عیسائیت کی اس ناکامی کو لینا چاہتا ہوں۔ جو واقعات کی شکل میں نہایت واضح طور پر نظر آ رہی ہے۔ اور جس سے عیسائیوں کو بھی انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مذہب کی اصل غرض انسانوں کو خدا کے آگے جھکانا اور خدا کی حکومت کو منوانا ہے۔ اس بارہ میں عیسائیت بالکل ناکام ثابت ہو چکی ہے اس نے دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کی بجائے بقول خود شیطان کی بادشاہت قائم کی ہے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تقریر کے عنوان میں "عیسائیت کی ناکامی" کے ساتھ "موجودہ جنگ" کا لفظ اس لئے رکھا ہے کہ موجودہ جنگ نے عیسائیت کی ناکامی پر مہر لگا دی ہے اور اسے کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اس وقت سارا یورپ اور تمام مغربی ممالک جو کہ عیسائیت کے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ جہاں عدل و انصاف جو کہ خدا کی بادشاہت کا لازمی نتیجہ ہیں، مفقود ہو گئیں۔ قوم، قوم کی دشمن ہو گئی ہے۔ ملک ملک کا دشمن ہو گیا ہے۔ اس وقت یورپ کی تمام طاقتیں تعمیر کی بجائے تخریب، اور انسان کی بربادی پر صرف ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف اسلام کا نقشہ دیکھئے مسلمانوں نے گذشتہ چودہ سو سال کے اندر بڑی بڑی حکومتیں بھی قائم کیں۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے دنیا کے مختلف حصوں اور بے شمار ملکوں میں کروڑوں کروڑ انسانوں کو بتوں اور انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدا کے آگے جھکنا سکھایا۔ تاریخ اس پر شاہد ہے۔ لیکن جو ہم کہتے ہیں کہ "اسلام کا دور جدید" یعنی اسلام کیلئے ابھی مزید شاندار کامیابیاں آنے والی ہیں۔ تو کیا یہ ہمارا آزاد خیال اور دعویٰ ہے۔ اور ہماری ہی رائے ہے یا اس کے حق اور تائید میں کوئی مضبوط دلیل بھی ہے؟ اس کے جواب میں حضرت ممدوح نے فرمایا کہ قرآن شریف میں دو باتیں بڑی وضاحت سے لکھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ایک عیسائیت کی ناکامی، دوسرے توحید کا غلبہ۔ جب ایک پیشگوئی کے دو حصے ہوں۔ ان میں سے ایک حصہ صراحت کے ساتھ واقعات پر منطبق ہو جائے۔ تو دوسرے حصے کے متعلق انسان تسلیم کر لیگا کہ جس علیم و خبیر خدا کی دی ہوئی پہلی خبر سچی ثابت ہوئی ہے گی اگر آج ہم کھلے واقعات کی شکل میں عیسائیت کی ناکامی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح عنقریب توحید اور اسلام کے عظیم الشان غلبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ بعد ازاں آپ نے نہایت مدلل طریق پر اس بات کو ثابت کیا کہ یاجوج ماجوج سے مراد یورپی اقوام ہیں۔ اور اس بارہ میں قرآن کریم کے علاوہ بائیبل میں سے بھی بہت سے حوالے دیئے۔ اور بتایا کہ یاجوج ماجوج اور دجال کے متعلق قرآن کریم اور احادیث میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ وہ کس قدر صفائی کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں مگر یہ کہ آخری حصہ میں یہ بیان کیا گیا کہ مغربی اقوام جب تک اسلام کے آگے نہیں جھکیں گی۔ یورپ میں ہرگز امن قائم نہیں ہو سکتا ہے۔ ان کی صلح کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ موجودہ جنگ کی ابتدا دراصل ۱۹۱۴ء میں ہی ہوئی ہے۔ چار پانچ سال کے بعد ایک صلح ہو گئی۔ لیگ آف نیشن بھی بن گئی۔ لیکن اس صلح کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ پہلے سے زیادہ ہولناک جنگ میں مبتلا ہے۔ اگر انسانوں کی کوششوں سے اب بھی کوئی صلح ہو گئی۔ تو وہ بھی ایک اور تباہ کن جنگ کا پیش خیمہ ہوگی۔ کوئی انسانی نظام یورپ کو تباہی سے نہیں بچا سکتا۔ یورپ کی موجودہ مصائب کی اصل جڑ مال کی محبت ہے۔ جو انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ یہی محبت آگ کی شکل میں بھڑک کر آجکل سارے یورپ کو

بھسم کر دیا ہو، ہتی ہی بھڑکتی ہوئی آگ کو خدا کی محبت کا پانی ہی ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ مال کی محبت ہر ایک انسان کے دل میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر انسان کا سر خدا کے آگے جھکے تو وہ اس قدر نہیں بھڑکتی۔ جیسا کہ اہل یورپ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ مسلمانوں کی بھی باہمی جنگیں ہوئیں۔ لیکن یہ نوبت کبھی نہیں پہنچی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دجال اور یاجوج ماجوج کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں۔ ان پر قسم قسم کے پردے پڑے ہوئے تھے کہ ان کی کوئی معقول تشریح دی تا دیل نہ ہو سکتی تھی۔ لوگوں میں ان کے متعلق طرح طرح کی خلاف عقل باتیں مشہور تھیں۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ بعض لوگوں مثلاً سرسید مرحوم نے تو ان پیشگوئیوں کو دریا برد کر دینے ہی کا مشورہ مسلمانوں کو دیا تھا۔ لیکن اس زمانہ کے مامور و مجدد نے خدا کے دیئے ہوئے علم کی بدولت ان پیشگوئیوں سے پردہ اٹھایا اور ان کو اس طرح واضح اور صاف کیا کہ آج ہر کوئی واقعات کے رنگ میں ان کی صداقت مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اشد ترین مخالفین بھی حضرت صاحب کی تشریحات کو مان گئے۔ ذرا غور کیجئے کہ قادیان جیسے ایک معمولی گاؤں کا رہنے والا انسان ہے۔ لیکن اس کی فراست کو دیکھو کہ ان چیزوں پر سے پردہ اٹھایا جن کے متعلق بڑے بڑے علماء بھی غیر معقول باتیں کہہ رہے تھے۔ یہ خدائی علم کے بغیر کس طرح ممکن ہے؟ حضرت مسیح موعود نے اس وقت اسلام کی فتح اور تمام ادیان پر اس کے غلبہ کا اعلان کیا اور یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جبکہ علماء معمولی معمولی جھگڑوں مثلاً رفع یدین میں پڑے ہوئے تھے لیکن اس مرد خدا کا خیال اور حوصلہ کس قدر بلند ہے کہ ۱۸۹۱ء میں مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ سارے ملک میں مخالفت کا طوفان بپا ہے۔ لیکن اس کے باوجود دعوے کے ساتھ ہی یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔ اصل خواب بھی کشف بھی اسی کے متعلق تھا۔ مامور کے سوا اور کسی کا یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کے صحیح مرض کی تشخیص کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کا علاج بھی بتایا۔ اور پھر اس علاج کو عملی طور پر اہتمام بھی کیا۔ سب سے زیادہ یہ کہ آپ کا تجویز کردہ علاج کامیاب بھی ہو گیا۔ لیکن مسلمان بھائیوں پر افسوس ہے کہ اس کے باوجود وہ اس شخص کو طبیب ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آم کے درخت پر آم لگے ہوئے دیکھ کر اسے کوئی ارنڈ کا درخت نہیں کہتا۔ لیکن مسلمان مجدد وقت اور اس کی جماعت کی خدمات دینی اور ان کے نیک نتائج دیکھنے کے باوجود اسے دجال و کذاب کہے چلے جا رہے ہیں اور کچھ سوچتے نہیں ہیں۔ کچھ خدا کا خوف نہیں کرتے۔ حضرت مرزا صاحب اپنے پیچھے ایک زندہ قوم چھوڑ گئے ہیں۔ وہ ان کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق غلبہ اسلام کیلئے جدوجہد میں مصروف ہے۔ کیا ہر ایک کلمہ گو کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس کام میں معاون بنے اور اس میں شریک ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں آپ سے عقائد میں اختلاف ہے۔ میں نے اپنی جماعت کے عقائد کو جو کہ حضرت مسیح موعود کے صحیح اور اصل عقائد ہیں مولویوں کے سامنے رکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ ان میں سے کونسا عقیدہ غلط اور خلاف قرآن و حدیث ہے۔ لیکن وہ مجھے نہ بتا سکے حتیٰ کہ میں نے مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی پوچھا۔ ان کی طرف سے بھی خاموشی میں جواب ملا۔ آخر پر آپ نے وابستگان سلسلہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آپ کے سپرد وہ کام ہے جو کہ پیغمبروں کا کام ہے یعنی اشاعت حق۔ اس کیلئے مسلسل کوشش کرو۔ اگر اس وقت جنگ کی وجہ سے یورپ میں ہمارا تبلیغ کا کام بہت بڑی حد تک بند ہے تو بیکار نہ بیٹھو۔ بلکہ تیاری کرو کہ جب جنگ ختم ہو۔ تو تم فوراً بڑی وسعت کے ساتھ یورپ میں تبلیغ کا کام کر سکو۔ اس کیلئے لٹریچر اور آدمی تیار کرو۔ یہ ایک دن کا کام نہیں بلکہ اس کیلئے مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔ آپ انجمن کو اس قابل بنا دیں کہ جب تبلیغی حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ہم کر دیں۔ اور دیسے آج بھی ہم ڈاک کے ذریعہ یورپ کے ایک بہت بڑے حصے اور امریکہ میں اپنا لٹریچر پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے بعد کتاب "ریلیجن آف اسلام" کی اشاعت کے متعلق تحریک ہوئی جس میں احباب جماعت نے دل کھول کر حصہ لیا۔ مندرجہ بالا سطور میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے مفصل تقریر صاف کر کے انشاء اللہ چار پانچ ہفتوں تک درج اخبار کی جائے گی۔ اس تقریر کے بعد اجلاس برخاست ہوا۔

جنرل کونسل کا اجلاس

شام کو چھ بجے کے قریب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صدارت میں جنرل کونسل کا اجلاس ہوا جس میں ضروری انتظامی امور کا فیصلہ کیا گیا۔

"دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کی مستعدی"

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان مولوی مظہر شاہ صاحب کی طرف سے ایک چٹھی مورخہ ۵ر جنوری ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو موصول ہوئی ہے جس کا مضمون درج ذیل ہے:-

"میرا خیال ہے کہ آپ کو شاید ابتک یہ علم ہماری طرف سے نہیں دیا گیا کہ آپکی وصیت منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا ہے کہ آپ کو اطلاع کر دوں۔ نہ صرف آپکی بلکہ آپ کے تمام ساتھیوں کی جو پہلے موصی تھے ان کی وصایا منسوخ ہو چکی ہیں"

دفتر مذکور کی مستعدی دیکھکر بیساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ آج سے قریباً چھبیس سال پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی وصایا کی منسوخی کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن آج ایک ربع صدی کے بعد سیکرٹری صاحب بہشتی مقبرہ کو ہوش آیا ہے اور وہ وصیت کی منسوخی کی اطلاع دے رہے ہیں۔ کیا یہ اسی نظام کا ایک شعبہ ہے جس پر جماعت قادیان کو اتنا فخر ہے۔ اگر اس شعبہ کی مستعدی سے سارے نظام کا اندازہ کیا جائے تو اس سارے نظام کی مستعدی عیاں ہے۔

خواتین کا اجتماع

شام کو سات بجے خواتین کا ایک اجتماع ینگ ویمن احمدیہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں مرکزی اور مہمان خواتین شریک ہوئیں۔ اس اجتماع کی سب سے بڑی غرض خواتین کا باہمی تعارف اور خدمت دین کے متعلق عملی تجاویز سوچنا تھا۔ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و دیگر متعدد خواتین کی تقریریں ہوئیں۔ اس اجتماع کی مفصل روئداد ۱۰ر جنوری ۱۹۶۱ء کے پیغام صلح میں صفحہ ۸ پر درج ہو چکی ہے

۲۷ر دسمبر کی کاروائی

زیر صدارت جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

۲۷ر دسمبر کو صرف ایک اجلاس تھا جو صبح سوا دس بجے کے قریب جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد عزیز انعام الحق خلف چوہدری فضل حق صاحب منیجر دارالکتب اسلامیہ نے نظم پڑھی۔

جناب مولانا آفتاب الدین صاحب کی تقریر

اس کے بعد جناب مولانا آفتاب الدین صاحب نے "تحریک احمدیت کی سپرٹ" کے عنوان سے ایک پرمغز اور سلجھی ہوئی تقریر فرمائی جس کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ تمام نئے پروگراموں میں سے صرف احمدیت ہی کا پروگرام قابل عمل اور مفید ہے۔ آپ نے آغاز تقریر میں فرمایا کہ مثلاً دوسرا ہماری انگریزی سرکار سب نئے نظام عالم کی رٹ لگا رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کیلئے ان کے پاس کوئی قابل عمل تجویز اور پروگرام بھی ہے یا نہیں؟ اس وقت دنیا کے انسانوں کا شیرازہ اور ان کا اخلاقی اور تمدنی نظام بکھر گیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس البتہ ایک پروگرام ہے لیکن خود مسلمانوں کا ایمان بھی حقیقی طور پر سے اس پروگرام پر سے اٹھ گیا ہے۔ بیشک ہر مسلمان کا ایمان قرآن کریم پر ہے۔ لیکن انہیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ قرآن موجودہ دنیا کا نظام اور دستور العمل بن سکتا ہے۔ یہ ایمان صرف جماعت احمدیہ کے اندر ہی موجود ہے اور اسی جماعت کو ہی اس بات پر پورا یقین ہے کہ قرآن کے اندر دنیا کی تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ احمدیت صرف چند عقائد کا نام نہیں ہے بلکہ احمدیت ایک خاص جذبہ وجدان اور دل کی ایک خاص کیفیت ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود اور اپنے بزرگوں کی طرف سے یہ جذبہ ملا ہے۔ چونکہ اس پر حملہ معقولی رنگ میں ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ اسے معقولی رنگ میں بھی سمجھ لیں۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا کہ ہماری جماعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ایسے دو بزرگ ہیں جنہیں مجھے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا۔ صحیح معنوں میں تحریک احمدیت کو ان دو بزرگوں نے سمجھا ہے اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ تحریک احمدیت کو غلو سے بچا کر صحیح راہ پر رکھنا ہے۔ تحریک احمدیت نے سب سے پہلا جذبہ جو دلوں میں موجزن کیا ہے۔ وہ اسلام کے عالمگیر ہونے کا جذبہ ہے۔ ورنہ مسلمان لیڈر تو عملی طور پر اسلام کو ہندو دھرم اور یہودیت کی طرح محدود مذہب سمجھنے لگے تھے۔ اور اشاعت اسلام کے فرض سے بالکل غافل ہو چکے تھے حضرت مسیح موعود اور تحریک احمدیت نے اس جذبہ کو از سر نو پیدا کیا اور انہوں نے کہا کہ قرآن اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلاؤ۔ اس کے بعد آپ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس امر کی وضاحت کی کہ جماعت احمدیہ سیاسیات میں حصہ کیوں نہیں لیتی۔ اور بتایا کہ اگر وہ سیاسیات میں حصہ لے تو اس سے خدمت دین کے مقصد کو کیا نقصان پہنچے گا۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ یہ خیال کہ اسلام کا کوئی مذہب نہیں ہوتا؟ ایک مغربی خیال اور تخیل ہے۔ کیا اسلام کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں مسلمانوں کا کوئی مذہب اور ایمان نہ تھا؟ سچی بات یہ ہے کہ انسان کے اخلاق اور کیرکٹر غربت، تکلیف اور مصیبت ہی میں بنتے اور نشوونما پاتے ہیں۔ اور یہ بالکل غلط بات ہے۔ کہ حکومت کے اندر مذہب اور ایمان نہیں ہو سکتا ہے حضرت مسیح موعود نے بھی یہی کہا ہے کہ مکی زندگی میں واپس چلے جاؤ۔ اس لئے آپ نے احمدی نام رکھا۔ یہ تقریر نہایت دلچسپی اور توجہ کے ساتھ سنی گئی اور حاضرین اس سے کافی حد تک متاثر ہوئے۔

جناب حافظ حاجی محمد حسن صاحب کی تقریر

بعد ازاں جناب حافظ حاجی محمد حسن صاحب وکیل گجرات نے

"اللہ اکبر" کے عنوان سے ایک نہایت موثر و فصیح تقریر کی۔ ابتدا میں آپ نے جلسہ کی گذشتہ دو روز کی کارروائی اور بزرگان سلسلہ کی پرفصاحت و ایمان افروز تقریروں کا سرسری ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان سے ہمارے ایمان، ایقان اور وجدان میں بیحد ترقی ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ احمدیت اسلام کی طرف سے کوئی معذرت نہیں بلکہ تمام ادیان، جماعتوں اور نظاموں کیلئے ایک زبردست چیلنج ہے۔ دنیا میں زندہ باد اور مردہ باد کے مختلف نعرے بلند ہوتے چلے آئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ سب عارضی اور وقتی نعرے ہیں دائمی اور مستقل نعرہ اسلامی نعرہ یعنی "اللہ اکبر" ہے۔ یہ نعرہ آج سے چودہ سو سال قبل عرب میں بلند ہوا۔ رفتہ رفتہ اس نعرہ نے بیشمار ممالک کو فتح کر لیا۔ اور ان کے رہنے والوں نے اس نعرہ کو اپنا لیا۔ آج بھی واقعات عالم کی زبان سے شب و روز یہ نعرہ بلند ہو رہا ہے بڑے بڑے فرعونوں کی گردنیں نیچی ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے مغروروں کے غرور خاک میں مل رہے ہیں۔ آخر تقریر میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح یورپ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت ہے اسی طرح ایشیا میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ جاپان اور ایشیا کے بعض دوسرے حصے ایسے ہیں جہاں اب تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا گیا۔ ان کی طرف بھی ہمیں توجہ کرنی چاہئیے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل

حافظ صاحب موصوف کی تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر و موزوں تمہید کے ساتھ متعدد ضروریات دینی کے لئے چندہ کی اپیل کی۔ احباب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس اپیل پر لبیک کہا۔ یہ نظارہ قابل دید تھا۔ بہت سے لوگوں کے ایمان اس نظارہ کی وجہ سے تازہ ہو گئے۔ اور حوصلے بلند ہوئے۔ اور دیکھنے والوں کو معلوم ہوا کہ مجدد وقت کی یہ چھوٹی سی جماعت کس طرح دین کے لئے قربانیاں کر رہی ہے۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی تقریر

اپیل کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں سیرت نبوی پر ایک پر اثر اور ایمان افروز تقریر کی جس پر یہ اجلاس ختم ہوا۔

نماز جمعہ

سوا دو بجے کے قریب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ شروع ہوا جس میں نوجوانوں کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کیا گیا تھا۔ یہ خطبہ انشاء اللہ بہت جلد درج اخبار ہوگا۔ نماز و دعا کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مہمانوں کو واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بہت سے دوست اسی روز روانہ ہو گئے بعض دوسرے اور تیسرے روز۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام کارروائی جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ عافیت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مسیح زمان صاحب بدوملہی ضلع سیالکوٹ سے اطلاع دیتے ہیں کہ چودھری غضنفر علی صاحب نے اپنے لڑکے غفور احمد صاحب کی شادی کے موقع پر مبلغ دس روپے انجمن کو دیئے ہیں شادی نہایت سادہ طریق پر کی گئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت کرے۔ آمین

— مولانا آفتاب الدین صاحب جو جلسہ سالانہ کے آخری دن اپنے وطن بردوان (بنگال) تشریف لے گئے تھے۔ مؤرخہ ۱۴ ارجنوری ۱۹۵۷ء کو واپس خیریت سے تشریف لے آئے ہیں

— ماسٹر عطاء اللہ صاحب مدرس مڈل سکول رنبیر سنگھ پورہ جموں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ خدمت دین اور استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

— میاں ولی محمد کارکن انجمن بعارضہ درد کمر بیمار ہیں۔

— قاضی شبیر محمد صاحب فاضل پور کی اہلیہ صاحبہ قریباً دو ہفتہ سے بیمار ہیں۔

— مستری غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کا لڑکا محمد منیر کوٹھے سے گر گیا ہے۔ سر اور بازو پر چوٹیں آئی ہیں

— عبد الغنی صاحب بٹ بعارضہ بخار بیمار ہیں

ان سب بیماروں کیلئے درد دل سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین

— مؤرخہ ۴ ارجنوری ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ میاں دوست محمد صاحب ڈاکٹر کھیڑہ ہسپتال لاہور بعارضہ کمی خون بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میت کو عینوٹ بذریعہ لاری پہنچایا گیا۔ مرحوم مغفور جناب میاں غلام رسول صاحب تمیم ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی کے بھانجے تھے۔ ہمیں اس سانحہ ارتحال پر جناب میاں صاحب موصوف اور دیگر لواحقین سے گہری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

— میاں جمال الدین صاحب بٹ احمدیہ بلڈنگس لاہور مؤرخہ ۱۰ ارجنوری ۱۹۵۷ء کی شام کو بعارضہ بخار بیمار رہ کر وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ مرحوم احمدیہ بلڈنگس کے نہایت نیک بزرگ تھے۔ عمر قریباً ۶۵ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسران میاں عبد الشکور صاحب کارکن انجمن اور میاں عبد الغنی صاحب بٹ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

(بقیہ صفحہ ۴)

اور کاروباری زبان اُردو ہے نہ صرف انگریزی علاقہ میں بلکہ پنجاب کی ہندو اور سکھ ریاستوں میں بھی۔ ہندوؤں اور سکھوں کے تمام قابل ذکر اور سرکردہ سیاسی اخبارات و رسائل اُردو میں شائع ہوتے ہیں۔ ذریعہ خط و کتابت بھی زیادہ تر یہی زبان ہے مسلمانوں کے علاوہ پنجاب کے قریباً تمام تعلیمیافتہ ہندو، سکھ اور عیسائی وغیرہ اردو کو بخوبی سمجھ بول اور لکھ سکتے ہیں۔ دوسری طرف ہزاروں نہیں لاکھوں ہندو اور سکھ ہندی اور گورمکھی سے بالکل ناآشنا ہیں اور مسلمان تو ان زبانوں سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان حقائق کی موجودگی میں اردو کے ساتھ ہندی اور گورمکھی کو ذریعہ تعلیم قرار دے دینا یقیناً پنجاب پر ایک ظلم عظیم اور اس کے لسانی اتحاد پر ضرب کاری ہوگی اس قسم کا مطالبہ کرنے والے یقیناً پنجاب کے دوست نہیں ہیں۔ پنجابی ہندوؤں اور آریوں کو کانگرس کا وار وصائی اشارہ اور دیانندی ذہنیت اس طوفان بے تمیزی کیلئے اکسا رہی ہے۔ اور سکھ حسب معمول اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ان کا آلہ کار بن گئے ہیں — حالانکہ انہیں یاد ہونا چاہئیے کہ سکھ شاہی میں بھی گورمکھی سرکاری اور درباری اور تعلیمی زبان نہ بن سکی۔ بے شک ہندی گورمکھی ہندوؤں اور سکھوں کی مذہبی زبانیں ہیں۔ جس طرح کہ عربی مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ لیکن پرائمری ایجوکیشن بل سے ان کی اس حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اردو زبان اور پنجاب کی موجودہ وزارت کے مخالف اس بل کے خلاف شور تو بہت مچا رہے ہیں لیکن ان کے ہاتھ میں کوئی معقول دلیل نہیں ہے مگر چیف وزیر اعظم نے بہت اچھا کیا کہ ۱۴ ارجنوری کی ایک اخباری ملاقات میں واضح الفاظ میں فرمایا کہ پنجاب میں ہندی کو اردو کے برابر درجہ نہیں مل سکتا لیکن صرف اتنا کافی نہیں اس ایجی ٹیشن کے خلاف موثر کارروائی کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اس کی وجہ سے فرقہ وارانہ کشیدگی کا خطرہ ہے ❁

مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی سرگرمیاں

مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن اگرچہ سرگرمیاں جاری ہیں لیکن ذرا دھیمی رفتار سے ماہ نومبر میں ایسوسی ایشن کے ایک ایثار پیشہ رکن نے متعدد نوجوانوں کو دعوت طعام دی جس میں انہوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا اور نوجوانان جماعت کو متحد و منظم کرنے کے موضوع پر آپس میں تبادلہ خیالات ہوا۔ ماہ دسمبر میں بھی اسی قسم کی دو دعوتیں رہیں۔

جلسہ سالانہ پر ایسوسی ایشن کی طرف سے چائے کی ایک دکان کھولی گئی جس میں چائے اور ناشتہ کا معقول اور صاف ستھرا انتظام تھا۔ اس دکان کے تمام کارکن نوجوان تھے جنہوں نے اعزازی طور پر اس کام کو کیا۔ ان میں سے چودھری محمد سعید صاحب کھٹڑ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ متعدد بزرگان قوم نے نوجوانوں کے اس جذبہ خدمت کو پسند کیا اور اس پر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس دوکان سے جو منافع ہوا اس سے کتاب "میثاق النبیین" کے انگریزی ترجمہ کی کاپیاں خرید کر مقامی کالجوں کی لائبریریوں میں رکھوائی گئیں ہیں۔ ہمیں امید ہے نوجوانان مرکز اپنی اس قسم کی سرگرمیوں کو بدستور جاری رکھیں گے اور اپنے جذبہ خدمت و قوت عمل کو ترقی دیں گے ❁

معاصر "دور جدید" لاہور کی ایک غلطی کی تصحیح

عرصہ ہوا میرا ایک طبع زاد افسانہ "جبلّہ" رسالہ "نیرنگ خیال" اور "رہنمائے تعلیم" میں شائع ہوا تھا چند ماہ ہوئے معاصر "دور جدید" لاہور نے اسے بلا حوالہ ٹیگور کے نام سے نقل کر لیا۔ "دور جدید" کی وجہ سے بعض دوسرے اخبارات سے بھی یہی غلطی سرزد ہوئی۔ انہوں نے بھی اس افسانہ کو ٹیگور کے نام ہی سے چھاپ دیا۔ حالانکہ یہ میرا طبع زاد افسانہ ہے صرف اس کے پلاٹ میں ایک انگریزی نظم سے معمولی امداد لی گئی ہے۔ ٹیگور کی کسی تحریر کو تو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ "دور جدید" کے مدیر محترم کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نیرنگ خیال کا پرچہ بھی ان کے ملاحظہ کیلئے بھیجا گیا لیکن انہوں نے تاحال اس کا ازالہ نہیں کیا لہٰذا ان کالموں میں یہ تصحیح شائع کی جا رہی ہے۔

"محمد انعام الحق مدیر پیغام صلح"

عید الاضحیٰ ذبح عظیم کی یادگار ہے!

صرف جماعت احمدیہ ہی قربانی کے اس عظیم الشان اُصول پر قائم ہے!

خُطبہ عید الاضحیٰ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۴۱ء

وان من شیعتہ لابراھیم۔ اذ جاء ربہ بقلب سلیم .... سلٰم علیٰ ابراھیم (الصّٰفّٰت رکوع ۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ واقعات

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ واقعات بیان فرمائے ہیں حضرت ابراہیمؑ وہ انسان ہیں کہ جن کا نام دو جگہ بڑے جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آتا ہے، ایک قرآن کریم کے اوراق میں اور دوسرے واقعات عالم میں، قرآن کریم میں تو حضرت ابراہیمؑ کے کیرکٹر یا سیرت کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرمایا اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرمانبرداری اختیار کرو، سر جھکا دو اس کے حکموں کے آگے، تو اس نے کہا کہ میں نے فرمانبرداری اختیار کی اور رضائے الٰہی کے آگے سر جھکا دیا، یہ گویا خلاصہ ہے ان کی سیرت کا۔ کمال درجہ کی فرمانبرداری و اطاعت آپ کے اندر نظر آتی ہے، دوسری جگہ فرمایا وابراھیم الذی وفّی، ابراہیم جو کامل درجہ کا راستباز انسان تھا جس نے کمال درجہ کی وفا دکھائی، راستبازی، صدق وفا اور اطاعت و فرمانبرداری آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو ہیں۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کی سیرت کا نقشہ

قرآن کریم کو اگر آپ پڑھیں گے تو حضرت ابراہیم کا ایک طرف خدا کے ساتھ کمال درجہ کی فرمانبرداری کا تعلق نظر آئے گا اور دوسری طرف مخلوق کیساتھ کمال درجہ کی شفقت اور ہمدردی کا رنگ دکھائی دے گا انہی جذبات سے معمور وہ دعائیں ہیں جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے کی ہیں، کوئی پیغمبر نہیں جس کی دعاؤں پر قرآن کریم نے اتنا زور دیا ہو جتنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں پر زور دیا ہے بڑی ہی لطیف ہیں آپ کی دعائیں، جو شخص ان کو سمجھ کر خدا کے آگے گرتا ہے وہ روح کی وہی غذا حاصل کرتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاصل کی، شرک سے دشمنی اور خدا کی اعلیٰ درجہ کی توحید حضرت ابراہیم کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہاں بھی ان آیات میں فرمایا اذ جاء ربہ بقلب سلیم۔ ابراہیم اپنے رب کے حضور آیا ایسے دل کو لیکر جو سلیم تھا سلامتی اس کے اندر بھری ہوئی تھی، یہ صحیح فطرت انسانی اس کے اندر پائی جاتی تھی

آنحضرت صلعم کا ایک رؤیا

بعض وقت ایک حدیث کو پڑھکر بڑا لطف آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ایک رؤیا بیان کیا ہے، جس میں آپ کو کچھ دوزخ اور جنت کے نظارے دکھائے گئے، اس رؤیا کے اندر آپ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے مجھے لے جا رہے تھے اور مختلف مقامات کی سیر کراتے تھے، تو اسی دوران میں ایک بڑا عظیم الشان درخت مجھے دکھایا جس کے نیچے ایک بڈھا آدمی بیٹھا تھا، اس کے ارد گرد اولاد الناس لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، آپ نے بتایا کہ یہ بڈھا آدمی حضرت ابراہیم تھے، اور ان کے ارد گرد تمام وہ بچے تھے جو بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے فطرت صحیح پر فوت ہو گئے، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اولاد المشرکین بھی انہی بچوں میں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اولاد المشرکین بھی ان میں شامل ہے۔

تو حضرت ابراہیم کی فطرت کا اور آپ کے قلب سلیم کا یہ نظارہ ہے کہ تمام دنیا کے بچے جو صحیح فطرت پر فوت ہو گئے، عالم عقبےٰ میں آپ کے ارد گرد جمع ہیں،

واقعات عالم میں حضرت ابراہیم

اور دیکھو عجیب بات ہے کہ واقعات عالم میں بھی آپ کا نام نہایت جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آتا ہے، ایک طرف قرآن کریم نے ان کی کامل راستبازی اور صدق و وفا کی شہادت دی ہے اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف میں ان رحمتوں اور برکتوں کا آپ کو نمونہ قرار دیا جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئیں، اللھم صل علےٰ محمد و علےٰ آل محمد کما صلیت علےٰ ابراھیم و علےٰ آل ابراھیم انک حمید مجید اے اللہ جس طرح تو نے ابراہیم اور اس کی اولاد پر رحمتیں نازل کیں اسی طرح محمدؐ اور اس کی آل پر بھی نازل فرما، اللھم بارک علےٰ محمد و علےٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم و علےٰ آل ابراھیم انک حمید مجید اے اللہ جس طرح تو نے ابراہیم اور اس کی آل پر برکتیں نازل کیں محمدؐ اور اس کی آل پر بھی برکتیں نازل فرما، گویا حضرت ابراہیم کو رحمتوں اور برکتوں کا ایک نمونہ منتخب کر لیا، اب واقعات عالم کو دیکھو لو کیا کوئی حضرت ابراہیمؑ سے بڑھکر قبولیت والا انسان نظر آتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا مباحثہ

کیا مباحثہ کرتے ہیں اس قدر زبردست اور سادہ الفاظ ہیں کہ انسان کی فطرت جھک جاتی ہے، ماذا تعبدون کس چیز کو تم معبود بناتے ہو۔ ائفکا الھۃ دون اللہ تریدون کیا جھوٹ ہے کہ خدا کے سوائے معبود تجویز کرتے ہو، فما ظنکم برب العالمین اگر چھوٹی چھوٹی چیزوں کو معبود بنا لیا تو رب العالمین کے متعلق کیا خیال ہے، پھر بتوں کو توڑا تو پہلے انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں ما لکم لا تنطقون کیا بات ہے کہ تم بولتے نہیں، پھر ان کو توڑ دیا اور اپنے عمل سے دکھا دیا کہ سب سے بڑا بُت شکن انسان حضرت ابراہیمؑ تھے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا وہ بیشک اس سے بھی بڑھکر تھا لیکن حضرت ابراہیم کے اندر جو توحید کا رنگ نظر آتا ہے وہ بھی اپنی نظیر آپ ہے، صرف بتوں کو ہی نہیں توڑا بلکہ ان کا اپنا دل خدا کا اس قدر فرمانبردار ہے، کہ دنیا کا مشکل ترین حکم ان کو ملتا ہے اور اس کو بھی بلا تامل اس طرح بجا لاتے ہیں کہ گویا وہ ایک سہل ترین چیز ہے، آپ اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرتے تھے رب ھب لی من الصالحین اے اللہ صالح اولاد عطا فرما فبشرنٰہ بغلٰم حلیم ہم نے ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی، چنانچہ بیٹا ہوا، بڑھاپے کا سہارا، اس کو پالا پرورش کیا۔

ایک بےنظیر قربانی

فلما بلغ معہ السعی جب جوان ہوا اور اس کے ساتھ کام کاج کرنے کے قابل ہوا تو کیا نظارہ دیکھا یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، فانظر ماذا تریٰ پس تیری کیا منشا ہے، کمال درجہ کی فرمانبرداری باپ کی ہے اور کمال درجہ کی فرمانبرداری بیٹے کی ہے جس نے کہا یٰابت افعل ما تؤمر اے باپ کر گذریئے جو خدا کا حکم ہے ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین جس طرح تو اپنے بیٹے کی گردن کاٹ کر صبر کر سکتا ہے اسی طرح تیرا بیٹا بھی صبر و سکون سے اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ سکتا ہے، فلما اسلما جب دونوں نے اس درجہ اطاعت دکھائی وتلہ للجبین اور اسمٰعیل کو لٹا دیا وناديناہ ان یٰابراھیم ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم قد صدقت الرؤیا تو نے رؤیا پورا کر دیا حکم الٰہی کا منشا پورا ہو گیا، انا کذٰلک نجزی المحسنین اسی طرح ہم محسنوں کو جزاء دیا کرتے ہیں ان ھٰذا لھو البلٰؤا المبین یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا جس میں تم دونوں پورے اُترے۔

ذبح عظیم کی یادگار

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ محض ایک قصہ ہے، ایک واقعہ ہے جو ہو چکا لیکن قرآن اس کو یونہی نہیں چھوڑتا فرمایا وفدینٰہ بذبح عظیم ہم نے اس واقعہ کی یادگار تمام دنیا میں ایک ذبح عظیم کے رنگ میں قائم کر دی، چنانچہ آج تک دنیا جہان میں جہاں کہیں کوئی خدا کا نام لیوا ہے، ہر سال حیوانی قربانی کے ذریعہ اس یاد کو تازہ کرتا ہے، گویا وہ قربانی کی بنیاد جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ رکھی گئی تھی وہ ایک ذبح عظیم بن گئی۔

قربانی زندگی کا اُصول ہے

قربانی فی الحقیقت زندگی کا ایک اُصول ہے، جان کا دینا زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے، نسل انسانی کا تجربہ یہی ہے کہ قربانی بقائے نسل انسانی کے لئے، نوع انسان کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے، تمام تاریخیں اُٹھا کر دیکھ لو ہمیشہ سے قاعدہ چلا آتا ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے فرد واحد کی کوئی حقیقت نہیں قوم کے بالمقابل، قوم کو زندہ رکھنے کے لئے افراد قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں اور افراد کی قربانیاں قوم کے احیا کا موجب ہوتی ہیں، اسی اُصول کی تعلیم ہمیں بھی دی گئی ہے، حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا یا ذبح ہونے کے لئے پیش کر دیا ایک ہی بات ہے، جب اس کی گردن پر چھری رکھدی تو گویا اس کو قربان کر دیا کس چیز کے لئے محض خدا کے لئے۔

قربانی اور اسلامی کمال

اب دیکھو اسلام نے مذاہب کے مقابلہ میں ہر بات کو کمال تک پہنچایا ہے، قربانی کے اُصول کو بھی اس نے کمال تک پہنچا دیا ہے اس نے تعلیم دی ہے کہ قربانی ہو تو محض خدا کے لئے ہو، حضرت ابراہیم نے خدا کے لئے قربانی کی اگر ہم بھی قربانی کریں تو خدا کے لئے ہی کریں، قوموں اور وطنوں کے لئے جو قربانیاں ہوتی ہیں وہ اتنا بلند مرتبہ نہیں رکھتیں جتنا خدا کے لئے قربانی بلند مرتبہ رکھتی ہے

یہ حیوانی قربانی جو ہم آج کے دن کرتے ہیں نہ صرف یہی کہ یہ اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیم نے کی بلکہ جو سبق اس کے اندر ہمیں دیا گیا ہے وہ بہت ہی بلند مرتبہ ہے انسان کے اندر ایک بہیمیت کا حصہ رکھا گیا ہے اور ایک ملکوتی حیوانی قربانی یہ سبق ہمیں سکھاتی ہے کہ ہم اپنی حیوانی خواہشات کو ملکی حصہ

کے لئے قربان کردیں، قربانی اسلئے نہیں کہ آج خوشی کا دن ہے اس لئے خوب گوشت کھاؤ، یہ بھی منع نہیں، لیکن یہ یاد رکھو کہ جس وقت ضرورت پیش آئے، حیوانی حصہ کو ملکی حصہ کے لئے قربان کرنے کی اس قربانی کا یہ سبق ہے کہ اس اپنے حیوانی حصہ کو قربان کرنے سے دریغ نہ کرو،

اصول قربانی اور ہماری جماعت

آج اگر کوئی جماعت صحیح طور پر اس قربانی کے سبق کو لے سکتی ہے تو وہ یہی جماعت ہے جس کی بنیاد قربانی پر ہے، دین حق لوگوں کو پہنچانے پر ہے آپ کو معلوم ہے کہ مادی دنیا ترقی کرتے کرتے اب یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب سوائے مادیت کے ان کی نظر اور کہیں نہیں جاتی

تاریخ اسلامی کے نظارے

جن لوگوں نے تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے انہیں معلوم ہے کہ اسلامی جنگوں میں ایسے بھی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ جنگ ہو رہی ہے اور دشمن غالب ہوتا جا رہا ہے، اسلامی فوج کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں، اس وقت مسلمان بادشاہ گھوڑے سے اتر کر زمین پر سر رکھ دیتا ہے اور کچھ ایسی اس کی گہرائی سے اس کے اندر سے دعا نکلتی ہے کہ فوراً میدان جنگ کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے اور ایک آن کی آن میں، دشمن کو شکست ہو جاتی ہے اور مسلمان غالب ہو جاتے ہیں، اس کی بیسیوں مثالیں آپ تاریخ اسلام میں پائیں گے، ہماری آنکھوں کے سامنے بھی ایسے واقعات موجود ہیں، ہمارے شیخ رحمۃ اللہ صاحب مرحوم کی دوکان مال روڈ پر تھی، ساتھ کی دوکان کو آگ لگ گئی، ہوا کا رخ ایسا تھا کہ شیخ صاحب کی دوکان بھی آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آنے والی تھی، اس وقت شیخ صاحب سجدے میں گر گئے اور دعا کرنی شروع کی، اسی وقت ہوا کا رخ پلٹا اور شیخ صاحب کی دکان بچ گئی۔

روحانیت اور مادیت کا تقابل

یہ صحیح واقعات ہیں، روحانیت کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ مادہ سے زیادہ زبردست واقعات اس میں نظر آتے ہیں، آج دنیا ان باتوں کو بھلا چکی ہے اور مادہ پرستی انتہا پر پہنچ چکی ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ جو تہذیب کی چوٹی پر پہنچے ہوئے سمجھے جاتے ہیں اپنی تمام طاقت مادی ساز و سامان میں ہی سمجھتے ہیں، ایک طرف جہازوں اور ٹینکوں وغیرہ کو اپنی طاقت کا معیار سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف امریکہ کو ایک آرسنل بنایا جا رہا ہے اسلحہ سازی کے لئے، کیا اس قوم کے اندر یہ ایمان پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا کے آگے جھکنے سے بھی فتح حاصل ہو سکتی ہے، ایک مسلمان جانتا ہے کہ خدا کے آگے جھکنے سے شکستیں فتح میں تبدیل ہو سکتی ہیں، لیکن مادہ پرست کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے جب تک خدا پر ایمان پیدا نہ ہو،

جماعت احمدیہ میں مشیت ایزدی کارفرما ہے

اس لئے خدا اب چاہتا ہے کہ ان قوموں کی گردنیں اپنے آگے جھکائے، اس جماعت کو اسی لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ ان قوموں کو خدا کے آگے جھکا دو، اگر تمہارے اندر وہ نمونے ہیں جو ابراہیمؑ نے دکھائے تو یقیناً تم اس کام کو کر سکتے ہو، یہ دہریت اور مادہ پرستی کوئی نئی چیز نہیں پہلے بھی دنیا میں اس کا زور ہوتا رہا ہے لیکن خدا کے نیک بندے اور ابراہیم صفت انسان اپنی قربانیوں اور نیک نمونوں سے اس پر فتح یاب ہوتے رہے ہیں، یقین جانو کہ آج بھی دنیا خدا کے آگے جھک سکتی ہے، کسر ہے تو ہمارے اپنے نمونوں کی ہے، ہر ایک باپ ابراہیم بن سکتا ہے کسی بیٹے کے گلے پر چھری رکھتے ہوئے نہیں بلکہ اپنی اولاد کو اس رستہ پر لا کر کہ وہ دین کے لئے اور خدا کی خاطر زندگیاں دینے کے لئے تیار ہوں، بہت سے باپ ہیں جو اپنے اس فرض سے غافل ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ بیٹوں کو بی اے اور ایم اے کرا لینا کافی ہے، اسلئے دین کی طرف انہیں نہیں لاتے خدا پرستی نہیں سکھاتے، اور پھر بعد میں ہاتھ ملتے ہیں کہ ان کے دلوں میں خدا اور رسول کی محبت کوئی نہیں ہوتی،

دین کیلئے قربانی کی ضرورت

ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے اندر ایسے نمونے پیدا ہوں جو دین کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہوں، ہر ایک باپ خدا کی رضا کو مقدم کرنے والا ہو اور اپنی اولاد کو محض دنیا کے لئے نہیں بلکہ دین کے لئے تیار کرے، آج قومیں اس لئے تیار ہو رہی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ فراہم کریں تم کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ دہریت کا پانی انہیں پہنچایا جائے جو اس آگ کو ٹھنڈا کر دے۔

یہ عید حج کا ایک رکن ہے

اصل میں تو یہ عید حج کا ایک رکن ہے ہم لوگ جنہوں نے وہ نظارہ نہیں دیکھا کہ کس طرح وہ ہزارہا انسان جو مکہ معظمہ میں جمع ہیں ایک لباس کے اندر خدائے واحد کے آگے اس طرح کھڑے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود وہاں موجود ہو گیا، انہی کی تتبع میں ہم ایک ادنے پیمانہ پر اس عید کو مناتے ہیں اور قربانی کی اسی روح کو زندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو حج کے اندر مضمر ہے، آؤ دعا کریں اور ان لوگوں کے نظارے کو مدنظر رکھکر دعا کریں کہ اے خدا ہمارے اندر بھی یہ تڑپ پیدا ہو کہ تیرے در پر حاضر ہوں اور اس قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کریں جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تاکہ موجودہ مادہ پرست دنیا کو تیرے آستانہ پر جھکایا جا سکے ٭٭٭

اعلان بیعت

مندرجہ ذیل نفوس جلسہ سالانہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(۱) محمد عبد اللہ صاحب وانی۔ سرینگر کشمیر
(۲) فتح محمد صاحب۔ لاہور
(۳) محمد رمضان صاحب۔ آگرہ
(۴) حکیم اللہ صاحب ضلع آگرہ
(۵) ولی محمد صاحب ریاست سوات
(۶) سید فرمان علی شاہ صاحب لاہور
(۷) سیدہ حمیدہ بیگم صاحبہ لاہور
(۸) محمودہ اختر صاحبہ "
(۹) خورشید بیگم صاحبہ "
(۱۰) مسرت بیگم صاحبہ "
(۱۱) سید یامین حسین صاحب "
(۱۲) زہرہ جبین بیگم صاحبہ "
(۱۳) زبیدہ بیگم صاحبہ "
(۱۴) شکریہ بیگم صاحبہ بددملہی
(۱۵) حکیم غلام حسین صاحب راولپنڈی
(۱۶) ماسٹر اللہ دتا صاحب "
(۱۷) قادر بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں
(۱۸) سردار خاں صاحب ضلع پشاور
(۱۹) محمد اکبر صاحب " "
(۲۰) جلاد خاں صاحب " "
(۲۱) قریشی محمد صالح صاحب قادیان
(۲۲) میاں اللہ دتا صاحب ضلع گجرات
(۲۳) میاں غلام رسول صاحب " "
(۲۴) نیاز محمد صاحب لائل پور
(۲۵) خوشی محمد صاحب کسم سر
(۲۶) شیخ عزیز اللہ صاحب سیالکوٹ
(۲۷) شیخ عبید اللہ صاحب "
(۲۸) غلام حیدر صاحب بددملہی
(۲۹) محمد شریف صاحب "
(۳۰) نور احمد صاحب "
(۳۱) فیض احمد صاحب "
(۳۲) بی بی سیرے صاحبہ ضلع منٹوں
(۳۳) عبد الباقی صاحب " "
(۳۴) فریدوں صاحب ضلع پشاور
(۳۵) منشی جلال الدین صاحب جموں
(۳۶) نذیر احمد صاحب ضلع گوجرانوالہ
(۳۷) قاضی منظور احمد صاحب ضلع گوجرانوالہ
(۳۸) صفدر حسین صاحب " "
(۳۹) محمد یسین صاحب امرتسر
(۴۰) عبد الحکیم صاحب ملتان شہر
(۴۱) محمد رمضان صاحب ڈیرہ غازیخاں
(۴۲) خان محمد صاحب جھنگ
(۴۳) ایم۔ اے خاں صاحب نانکہ نگر
(۴۴) عائشہ بی بی بنت صوفی شمس الدین صاحب
(۴۵) زبیدہ بیگم بنت خواجہ جلال الدین صاحب
(۴۶) خورشید اختر بنت ملک خدا بخش صاحب امرتسر
(۴۷) سعیدہ بیگم اہلیہ ماسٹر عبد الحمید صاحب
(۴۸) غفورہ اہلیہ ناصر علی صاحب
(۴۹) اہلیہ ملک خدا بخش صاحب امرتسر
(۵۰) رضیہ بیگم صاحبہ
(۵۱) اہلیہ نور محمد صاحب بٹ
(۵۲) وحیدہ بیگم بنت خواجہ عبد الغنی صاحب
(۵۳) رشیدہ بیگم اہلیہ عزیز احمد صاحب بٹ
(۵۴) زکیہ بنت ڈاکٹر غلام محمد صاحب
(۵۵) مسعودہ بیگم " " "
(۵۶) زاہدہ " " " "
(۵۷) فہمیدہ بیگم ہمشیرہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب
(۵۸) محمودہ بیگم اہلیہ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی
(۵۹) مائی بختاور والدہ قادر بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں
(۶۰) حاکم بی بی ہمشیرہ " " " " "
(۶۱) عائشہ بی بی " " " " "
(۶۲) سہیل بی بی " " " " "
(۶۳) احمد بخش برادر " " " " "
(۶۴) غلام سکینہ زوجہ " " " " "

نوٹ:۔ اس فہرست میں ان خواتین کے نام بھی درج ہیں جن کی بیعت کا ذکر جلسہ خواتین کی روداد مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۸ جنوری ۱۹۴۱ء میں ہو چکا ہے۔ ایک خاتون کا نام پہلے غلط درج ہوا تھا۔ اصل نام ان کا ہے سعیدہ بیگم اہلیہ ماسٹر عبد الحمید صاحب

لغوی نبوت

کیا مریمؑ، ام موسیٰؑ اور ام اسحاقؑ بھی نبیہ تھیں؟

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ مولوی فاضل۔ بی۔ اے)

نبوۃ اصطلاح شریعت میں

جہاں تک اصطلاح ادیان و شرائع کا تعلق ہے۔ نبوت کا لفظ اس سفارت پر استعمال ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورت قانون اس کے بندوں کی طرف پہنچے۔ چنانچہ امام الشیخ ابو القاسم الحسین بن محمد بن المفضل الراغب الاصفہانی فرماتے ہیں:۔

"والنبوۃ سفارۃ بین اللہ عزوجل وبین ذوی العقول من عبادہ لازاحۃ علتھم فی امر معادھم ومعاشھم" (المفردات)

کہ نبوت اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان اس سفارت کا نام ہے جس کا مقصد انسان کی معاد (اخروی) اور معاشی (دنیوی) امور میں مشکلات کو دور کرنا ہے ـــــ اس نبوت کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جدید احکام و شرائع لاکر انسان کی رہنمائی کرے۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کے بعد نبوت بکلی منقطع ہو چکی ہے۔ اور کسی جدید نبوت یا جدید شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ

ولیسوا نبیین فی الحقیقۃ لان القرآن اکمل وطر الشریعۃ (مواہب الرحمان)

کہ اولیا کو اگرچہ رنگ انبیا دیدیا جاتا ہے لیکن وہ فی الحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن مجید نے شریعت کی تمام ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے۔

لفظ نبی کا مجازاً استعمال

لیکن باوجود اپنی تمام تحریرات کے حضرت اقدس مسیح موعود کے مکالمات الٰہیہ اور آپ کی تحریرات میں لفظ نبی کا استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے۔ ایک غور کرنے والے انسان کیلئے اس میں کسی مغالطہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ حضرت نے خود ہی ارشاد فرما دیا ہے۔ کہ:۔

"سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (استفتاء صفحہ ۶۵)

کہ اس لفظ کا استعمال بطور مجاز ہوا ہے۔ باعتبار حقیقت نہیں ہوا اور پھر اس مجازی استعمال کی بھی تشریح فرما دی کہ اس سے مراد محدثیت ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"مسیح جو آنے والا ہے۔ اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے۔ جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۱)

لیکن اصحاب قادیان نے نبی کے معنی پیشگوئی کرنے والا لیکر حضرت اقدس مسیح موعود کو زمرۂ انبیاء میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ از روئے لغت عرب حضرت مسیح موعود پر لفظ نبی (بمعنی پیشگوئی کرنے والا) صادق آتا ہے اس لئے آپ نبی ہیں۔ محترم خلیفہ صاحب نے تعریف نبوت کرنے میں جو جو طبع آزمائیاں فرمائی ہیں۔ ان کے اظہار اور ان پر بحث کا یہ موقع نہیں۔ اس وقت صرف اتنی گذارش کرنا مقصود ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لئے لفظ نبی جن معنوں میں بھی استعمال فرمایا۔ ان کے متعلق آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ یہ معانی اکابر اہل السنۃ کے نزدیک مسلم ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اہل السنۃ (الاستفتاء صفحہ ۱۶)

جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے لئے لفظ نبی استعمال کرکے کوئی ایسا مفہوم نہیں لیا۔ جسے اکابر اہل السنۃ جائز نہ قرار دیتے ہوں۔ گویا جن لغوی معنوں میں آپ اس لفظ کا استعمال فرما رہے ہیں۔ ان معنوں کے اعتبار سے اس لفظ کا استعمال کرنا اکابر اہل السنۃ نے جائز قرار دیا ہے۔ اگر اکابر اہل السنت کی تالیفات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں جو اصحاب قادیان کی طرح اجراء نبوت کا قائل ہو۔ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام) انقطاع نبوت کے اصول پر ہمیشہ متفق و متحد رہی ہے لیکن اس کے ساتھ لفظ نبی کو محض لغوی یا مجازی معنوں کی رو سے استعمال کرنا علماء امت کے نزدیک ناجائز نہیں ہوا۔ محی الدین ابن عربیؒ نے شہد کی مکھی اور نباتات و جمادات کیلئے بھی لفظ نبوت تجویز کیا ہے جس پر میں اپنے مضمون "ابن عربی اور انقطاع نبوت" میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔[1]

نبوت باعتبار لغت

امام ابو محمد علی بن احمد بن حزمؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) نے بھی اپنی مشہور عالم تصنیف کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل میں بھی لفظ نبی پر از روئے لغت عرب بحث کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں

فمن اعلمہ اللہ عزوجل بما یکون قبل ان یکون .... فھو نبی بلا شک (الجزء الخامس صفحہ ۱۷)

کہ لغت عرب میں جس شخص کو اللہ تعالیٰ کسی ہونے والے واقعہ کا قبل از وقوع علم دیدے وہ یقیناً نبی ہے۔

لغت عرب کی اس تعریف کو بطور اساس قرار دیکر انہوں نے ام اسحاقؑ ام موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو بھی انبیاء میں شامل کیا ہے اور ان کا استدلال یہ ہے کہ ام اسحاقؑ کو اسحاق اور یعقوب کی ولادت کا قبل از وقت علم دیا گیا۔ ام موسیٰؑ کو کہا گیا کہ بچے کو دریا میں ڈال دے۔ ہم اس کو لوٹائیں گے۔ اور اسے نبی بنائیں گے امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں

واعلمہا انہ سیردہ الیہا ویجعلہ نبیا مرسلا۔ فھی نبیۃ لا شک فیہا

کہ خدا نے ام موسیٰؑ کو علم دیا کہ وہ موسیٰؑ کو اس کی طرف لوٹائے گا۔ اور اس کو نبی بنائے گا۔ تو ام موسیٰؑ کا یہ پیشگوئی پانا بلاشبہ نبوت ہے اسی طرح حضرت مریمؑ کو بچے کی ولادت کی بشارت کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں کہ یہ بھی نبوت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ام اسحاقؑ۔ ام موسیٰؑ اور مریمؑ سب نبیہ تھیں۔ اگر تھیں تو وہ کس قوم کی طرف مبعوث ہوئیں کیا تعلیم دی۔ اور پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو ان بزرگ خواتین کی نبوت پر ایمان لانے کیلئے نہیں کہا گیا۔ ابراہیمؑ اسماعیلؑ۔ اسحاقؑ یعقوبؑ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر ایمان لانے کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ لیکن کسی ایک مقام پر حضرت ام اسحاقؑ حضرت ام موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی نبوت پر ایمان لانے کا اشارہ موجود نہیں۔ نہ ہی یہ ذکر ہے کہ ان خواتین کی نبوت پر ان کی قومیں ایمان لائیں یا انکار کیا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی انبیاء و مرسل رجال ہی ہوتے رہے ہیں۔ خواتین سے یہ کام کبھی نہیں لیا گیا اور فی الواقع عورت اپنی جسمانی (اور شاید ذہنی) کمزوریوں کے باعث اس اہم فریضہ کیلئے موزوں بھی نہیں۔ لیکن پھر بھی ان پر اظہار غیب ہوتا ہے۔ اور وہ بقول علامہ ابن حزم الاندلسی از روئے لغت نبوت کے نام کے اطلاق کی مستحق ہو جاتی ہیں۔

ایک سوال

اب سوال یہ ہے کہ اگر نبی الواقع لغوی نبی بھی اصطلاح شریعت میں نبی ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر و مردود ہوتا ہے تو ان تین بزرگ خواتین کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو علامہ ابن حزمؒ کے نزدیک باعتبار لغت نبیہ تھیں۔ کیا وہ فی الواقع نبیہ تھیں کیا ان کی نبوت کا انکار کفر کے مترادف تھا۔ کیا ان خواتین کے متعلق ثابت کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے اپنی نبوت ماننے کا مطالبہ کیا۔ یا لوگوں سے اپنی نبوت پر بیعت لی۔ یا کہیں مسلمانوں کو ان خواتین کی نبوت پر ایمان لانے کے لئے بلایا گیا ہے

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ لغوی نبوت حقیقی نبوت نہیں ہوا کرتی۔ اس کے انکار سے کوئی شخص کافر و خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ اور وہ شخص جس میں یہ مفہوم نبوت پایا جاتا ہے کبھی اپنی قوم کو اپنی نبوت پر ایمان کی طرف نہیں بلاتا۔ اور نہ قوم سے اپنی نبوت پر بیعت لیتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے انہی معنوں میں لفظ نبی کا استعمال کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی شرائط بیعت میں بھی آپ کی نبوت پر ایمان لانے کی شرط موجود نہیں۔

[1] پیغام صلح اکتوبر ۱۹۳۵ء

مسلم ہائی سکول لاہور میں باکسنگ ٹورنامنٹ

مورخہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء کو باکسنگ ٹورنامنٹ مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوگا جو سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب مرحوم کی یادگار میں تین سال سے جاری ہے۔ ڈاکٹر گھوش پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور ٹورنامنٹ کا افتتاح کریں گے اور کرنل مراجکر پرنسپل میڈیکل کالج لاہور تقسیم انعامات کے جلسہ کی صدارت کریں گے مقامی کالجوں اور سکولوں اور دیگر جگہوں سے تقریباً ایک سو لڑکے اس مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے داخل ہو چکے ہیں۔ پچھلے سال اس کی صدارت خان بہادر میاں افضل حسین صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے فرمائی تھی۔

سیالکوٹ میں نماز عید و نماز جمعہ

(از جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مجھے ایک ذاتی اور خاندانی کام کی خاطر اس دفعہ عید کے موقع پر سیالکوٹ جانے کا اتفاق ہوا احباب جماعت کے اصرار پر عید اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ عید کے خطبہ پر سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات وقال انی ذاھبٌ الیٰ ربی سیھدین۔ رب ھب لی من الصالحین۔ فبشرنٰہ بغلٰمٍ حلیم۔ فلما بلغ معہ السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصّٰبرین۔ فلما اسلما وتلّہ للجبین وناديناہ ان یا ابراھیم۔ قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ...... انہ من عبادنا المؤمنین۔ تلاوت کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ قرآن کریم بڑی ہی پرحکمت اور عجائبات سے لبریز کتاب ہے۔ آجکل کے نوجوان اگر فلسفہ یا ادب کی چند کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔ یا بی۔ اے۔ ایم۔ اے ہو جاتے ہیں تو ان کے دل و دماغ میں یہ بات سما جاتی ہے کہ شیکسپیئر یا ایچ۔ جی۔ ویلز نے جو شخصیتیں بطور نصب العین پیش کی ہیں۔ ان کی مثل کوئی اور کتاب پیش نہیں کر سکتی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم نے جن اعلیٰ شخصیتوں کو بطور نصب العین پیش کیا ہے۔ وہ کسی اور دینی یا دنیوی کتاب کے حصہ میں نہیں آیا۔ ان آیات کے اندر جس کیریکٹر کو پیش کیا ہے۔ وہ اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ اس کی نظیر قطعاً کسی دوسری کتاب میں ہمیں نہیں ملتی۔ ایک بوڑھا والد اپنے بڑھاپے کی عمر میں اولاد کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ رب ھب لی من الصالحین۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت بخشتا ہے فبشرنٰہ بغلٰمٍ حلیم۔ یعنی ایک فرمانبردار حلیم بیٹے کی بشارت دی جاتی ہے۔ پھر وہ بیٹا جوان ہوتا ہے تندرست و توانا ہوتا ہے یعنی صالح اور نیک ہونے کے علاوہ جوان اور تندرست بھی ہوتا ہے۔ اور قدرتی اور فطرتی طور پر بوڑھے باپ کے دل کے اندر امیدیں اور امنگیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ امنگیں اس قسم کی نہیں کہ اس کے بعد اس کی جائداد کا وارث ہوگا۔ بلکہ یہ کہ جو نیک کام اس نے اختیار کیا ہے اس کو جاری رکھیگا۔ اور یہ ایسا بلند پایہ جذبہ ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی اور نصب العین نہیں ہو سکتا۔ لیکن باپ ایک خواب کے اندر دیکھتا ہے کہ وہ اپنے اس اکلوتے بیٹے اور اپنی ساری عمر کی کمائی کو ذبح کر رہا ہے۔ اور اس خواب پر اس قدر یقین ہے کہ اس کو پورا کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور بیٹا بھی ایسا غلام حلیم ہے کہ جب باپ پوچھتا ہے کہ اے میرے پیارے لخت جگر تیرا اس معاملہ میں کیا ارادہ ہے تو عرض کرتا ہے یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین۔ شیکسپیئر اور دیگر ڈرامہ نویسوں کے شیدائی غور کریں کہ کیا ان کو ان باپ بیٹے سے بڑھ کر کہیں کوئی کیریکٹر ملتا ہے۔ قربانی کی روح جوان کے اندر کام کرتی نظر آتی ہے۔ اس کا دوسرا نمونہ انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس قدر بلند اور اعلیٰ معیار قربانی ان باپ بیٹوں نے پیش کیا ہے۔ اسی قدر عظیم الشان فدیہ اور بدلہ اور ساتھ خدائے حی و قیوم نے ان کو عطا کیا وفدینٰہ بذبحٍ عظیم وترکنا علیہ فی الاٰخرین اور اس کو ابدالاباد تک زندہ اور قائم رکھ دیا۔ آج ہم ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں اس یادگار کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی سیرت انسانی تاریخ پیش کر سکتی ہے۔ اور کیا اس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ اور ارفع نصب العین ہم اپنی زندگیوں کے لئے قائم کر سکتے ہیں۔ آؤ ہم سب مل کر آج اس عید قرباں کے دن سے اپنی اپنی سفلی اور دنیوی خواہشات کو ذبح کر دیں۔ اور ان کی گردنوں پر چھری پھیر کر دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اپنی زندگی کو از سر نو شروع کریں۔

نماز عید سے پہلے عید فنڈ اور مساجد فنڈ جمع کیا گیا اور احباب ایک دوسرے کو عید مبارک پیش کرتے ہوئے رخصت ہوئے

نماز جمعہ

دوسرے روز نماز جمعہ پھر بندہ نے ہی پڑھائی اور خطبہ جمعہ میں سورۃ "التطفیف" کی ابتدائی آیات پڑھ کر اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے اندر ان ذمہ داریوں اور فرائض کو لئے ہوئے ہوتا ہے جو کہ ایک انسان کے اوپر عائد کی جاتی ہیں۔ اور دوسرا وہ جن کا تعلق انسانی حقوق سے ہوتا ہے۔ اکثر انسانوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حقوق کی نگہداشت کیلئے تو ہمیشہ جد و جہد کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ امور جن سے یہ حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی طرف ان کی توجہ نہیں جاتی اور ایسے لوگوں کیلئے قرآن کریم نے "ویل" کا لفظ استعمال کیا ہے ہمیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے اور ان کی ادائیگی کے بعد ہی ہمارے کوئی حقوق پیدا ہو سکتے ہیں یہ حقوق پیدا ہی نہیں ہوتے۔ جب تک کہ ہم ان فرائض کو ادا نہ کریں۔ جو ہم پر عائد کئے گئے ہیں یا ہم نے خود اپنے اوپر عائد کر لئے ہیں پھر بعض ایسے فرائض ہیں۔ جن کا تعلق ہماری انفرادی زندگی سے ہے مثلاً ایک طالب علم کے فرائض۔ ایک ملازم کے فرائض۔ ایک بیٹے کے فرائض، بیوی اور خاوند کے فرائض۔ لیکن ایک ایسے فرائض ہیں جن کا تعلق اجتماع سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہماری احمدی قوم کے فرائض مثلاً ہم نے من حیث القوم اپنے اوپر فرض کر لیا ہوا ہے اور امام زمانہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے اوپر فرض کر لیا ہوا ہے کہ "ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے" تبلیغ و اشاعت اسلام اپنی زندگیوں کا نصب العین بنائیں گے۔ اگر ہم اس فرض اور ذمہ داری کو کما حقہٗ ادا نہیں کرتے بلکہ اس ادائیگی میں کمی اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں تو خوب یاد رکھیں کہ ہم مطففین کی ذیل میں آتے ہیں۔ اور قرآن کریم نے اس گروہ کے لئے "ویل" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ہم احمدیوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور جماعت کی توسیع اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا اس وقت اس پیغام حق کی پیاسی ہے۔ ہماری اس وقت کی کوتاہی ایک فعل مجرمانہ کی حیثیت رکھتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اور سچے خادم دین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ نماز جمعہ کے بعد اخویم مکرم سید امجد علی شاہ صاحب نے چند احباب کو دعوت چائے دی۔ جس موقع پر تنظیم و توسیع جماعت کے متعلق چند ضروری امور پر گفتگو ہوئی ✦

بیان القرآن کی مفت تقسیم

(از حضرت مولانا عزیز بخش صاحب آنریری جنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

سالانہ رپورٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بابت سال ۱۹۳۹-۴۰ء کے صفحہ ۱۳۵ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ سال گذشتہ میں بیان القرآن کی ۲۳ جلدیں مفت تقسیم ہوئیں لیکن ابھی بہت سی درخواستیں دفتر میں اس کے لئے آئی ہوئی ہیں۔ جن کو اس تفسیر قرآن کا شوق دامنگیر ہے لیکن وہ استطاعت ادائیگی قیمت نہیں رکھتے ہیں۔ بطور نمونہ ایک درخواست کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"کمترین کو قرآنی علم کے ساتھ بیحد دلچسپی ہے۔ جناب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی تفسیر کئی دنوں سے زیر مطالعہ ہے جو ایک نہایت قریبی دوست نے چند دنوں کے لئے عنایت کی ہے تفسیر کیا ہے۔ گویا ایک خزانہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیبی امداد حضرت مولانا صاحب مدظلہ العالی کی راہنمائی کرتی رہی۔ ورنہ کسی انسان کی کیا مجال کہ اس قدر واضح تفسیر لکھ سکے۔ اس تفسیر کے مطالعہ نے حضرت مولانا سے ایک خاص قسم کی عقیدت پیدا کی ہے۔ میں نے آج تک کئی ایک تفسیریں مطالعہ کی ہیں۔ مگر جو لطف اور قرآن فہمی اس تفسیر سے حاصل ہو سکتی ہے کسی دوسری سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ میرا دوست اب اپنی تفسیر کو مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ بلکہ کئی بار تقاضا بھی کر چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ میں نہایت ہی عزیز ترین چیز کو لیکر ہی دم لیگا۔ اور میری مالی حالت گفتہ بہ ہے ورنہ فوراً ایک دوسری تفسیر کے لئے آرڈر دیدیتا۔ اس لئے جناب سے التماس ہے کہ انجمن نے جو مقاصد تبلیغ کی خاطر مفت اشاعت کا انتظام کیا ہوا ہے۔ ایک تفسیر مجھے عطا فرما کر میری تشنگی کو دور فرما دیں۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا وند کریم احمدی جماعت کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی رہنمائی میں اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب کرے اور ان کی خدمات دینیہ کے لئے انہیں اجر عظیم عطا فرمائے"

جماعت کے ذی وسعت احباب میں سے کوئی صاحب اس درخواست کنندہ کے شوق کو پورا کرے تو ان کے لئے ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔ قیمت مجلد بیان القرآن ہر سہ جلد کی تیرہ روپے ہے۔

اس قسم کی اور بھی کئی درخواستیں آئی ہوئی ہیں۔ ان کیلئے بھی جو صاحب اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں۔ تیرہ روپے فی جلد کے حساب سے رقم آنے پر دفتر ہذا کے ذریعہ انتظام کیا جا سکتا ہے

جن احباب

کے ذمہ اخبار پیغام صلح کا بقایا ہے ان کا فرض ہے اپنی اولین فرصت میں رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں اور دفتر کو بار بار کی یاد دہانیوں اور وی پی سے بچائیں۔ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے اخبار کو مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اس لئے بھی آپ کا فرض ہے کہ ان مشکلات سے بچانے میں معاون ہوں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور اُن کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں، اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنے فاسقانہ حالتوں سے داغ لگادیا ہے، اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں، اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں، جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں، اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک کے دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے ؛

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بعافیت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۱ء کو مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ارکان کا بعد از نماز مغرب جلسہ منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر دعوت طعام کا بھی اہتمام تھا۔ سب نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد آپس میں تبادلہ خیالات ہوا۔

—— مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۱ء کو باکسنگ ٹورنامنٹ مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور کے فائنل مقابلے ہوئے۔ اس ٹورنامنٹ میں مقامی کالجوں اور سکولوں اور ریلوے سے کافی لڑکے شامل ہوئے۔ ٹورنامنٹ ہر لحاظ سے کامیاب تھا۔ اختتام پر کرنل مرابکر صاحب میڈیکل کالج لاہور نے تقسیم انعامات کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔

—— میاں عبد الغنی صاحب بعارضہ بخار بدستور بیمار ہیں۔

—— میاں ولی محمد صاحب کارکن انجمن بعارضہ درد کمر بیمار ہیں ان کے علاوہ بھی جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور مالی مشکلات میں مبتلا ہیں، ان سب کیلئے احباب سلسلہ درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل اور آسودگی عطا فرمائے۔

—— منشی غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کا چھوٹا بچہ محمد منیر کوٹھے سے گر گیا تھا۔ سر اور بازو پر سخت چوٹیں آئی تھیں افسوس ہے یہ بچہ ۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء کی شام کو فوت ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ والدین کو اس بچہ کی وفات کا بہت قلق ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین اور دیگر واحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور والدین کو اسکا نعم البدل عنایت فرمائے۔ آمین

اخبار اہلحدیث کی چھ مزعومہ کذب بیانیوں کی حقیقت

اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ایک ناصحانہ گذارش

(از جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری از قادیان)

چیلنج کی تاریخ ۱۸۹۶ء سے قبل ہے

پیغام صلح کے جلسہ نمبر میں جو میرا مضمون ۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب اعظم میں حضرت مسیح موعودؑ کے مضمون کے غالب رہنے کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اس کے متعلق جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے پرچہ اہلحدیث کے ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۰ء کے شیوع میں لکھا ہے کہ اس خاکسار نے اس مضمون میں چھ کذب بیانیوں سے کام لیا ہے۔ جناب مولوی صاحب موصوف کی مزعومہ پہلی تین کذب بیانیوں کی بنیاد تو مولوی صاحب موصوف کے اس خیال پر ہے کہ میں نے اپنے مضمون میں جس چیلنج تفسیر نویسی کا ذکر کیا ہے۔ وہ چیلنج ۲۰ر جولائی ۱۹۰۰ء کو دیا گیا تھا اور جلسہ مذاہب اعظم ۱۸۹۶ء کو منعقد ہوا تھا۔ حالانکہ میرے مضمون میں ۱۹۰۰ء کا ذکر نہ صراحتاً نہ اشارتاً موجود ہے۔ نہ معلوم مولوی صاحب موصوف نے میرے مضمون کے کس حصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ میں ۱۹۰۰ء والے چیلنج پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھ رہا ہوں۔ مولوی صاحب غور سے سن لیں کہ جس چیلنج کی بنا پر میں نے وہ مضمون لکھا ہے۔ وہ حضرت اقدس کی کتاب آسمانی فیصلہ میں درج ہے۔ اور یہ کتاب ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوئی تھی۔ یعنی ۱۸۹۶ء والے جلسہ سے پانچ سال قبل۔

اس کتاب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ علماء جو مجھے کافر بیدین وغیرہ قرار دے رہے ہیں اور باوجود سمجھانے کے اپنی ان خلاف شریعت حرکات سے باز نہیں آتے۔ ان کے ساتھ فیصلہ کا آسان طریق یہ ہے کہ فریقین کو ان علامات میں آزمایا جاوے جو خداوند تعالیٰ نے کامل مومنین کی شناخت کے لئے قرآن کریم میں ظاہر فرمائی ہیں۔ پھر ان علامتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

حضرت اقدسؑ کا چیلنج

"اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں چار عظیم الشان تائیدوں کا کامل متقیوں اور کامل مومنوں کیلئے وعدہ دیا ہے اور وہی کامل مومن کی شناخت کے لئے کامل علامتیں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں اول یہ کہ مومن کامل کو خدا تعالیٰ سے اکثر بشارتیں ملتی ہیں یعنی پیش از وقوع خوشخبریاں جو اس کی مرادات یا اس کے دوستوں کے مطلوبات ہیں اس کو بتلائی جاتی ہیں۔ دوئم یہ کہ مومن کامل پر ایسے امور غیبیہ کھلتے ہیں جو کہ صرف اس کی ذات یا اس کے واسطے داروں سے متعلق ہوں۔ بلکہ جو کچھ دنیا میں قضا و قدر نازل ہونے والی ہے یا بعض دنیا کے افراد مشہورہ پر کچھ تغیرات آنے والے ہیں۔ ان سے برگزیدہ مومن کو اکثر اوقات خبر دی جاتی ہے۔ سوم یہ کہ مومن کامل کی اکثر دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اور اکثر ان دعاؤں کی قبولیت کی پیش از وقت اطلاع بھی دی جاتی ہے۔ چہارم یہ کہ مومن کامل پر قرآن کریم کے دقائق و معارف جدیدہ و لطائف و خواص عجیبہ سب سے زیادہ کھولے جاتے ہیں"

پھر اس کے بعد ان چاروں علامتوں میں آزمائش کا طریق بتلاتے ہوئے آخری علامت یعنی قرآن کریم کے دقائق و معارف جدیدہ و لطائف و خواص عجیبہ میں مقابلہ کی یہ صورت بتلاتے ہیں:-

"علامت چہارم یعنی معارف قرآنی کا کھلنا، اس میں احسن انتظام یہ ہے کہ ہر ایک فریق چند آیات قرآنی کے معارف و حقائق و لطائف لکھ کر انہیں ہی جلسہ عام میں سنا دیوے پھر اگر جو کچھ کسی فریق نے لکھا ہے کسی پہلی تفسیر کی کتاب میں ثابت ہو جائے تو یہ شخص محض ناقل متصور ہو کر مورد عتاب ہو۔ لیکن اگر اس کے بیان کردہ حقائق و معارف جو فی حد ذاتہا صحیح اور غیر مخدوش بھی ہوں۔ ایسے جدید اور نو وارد ہوں۔ جو پہلے مفسرین کے ذہن ان کی طرف سبقت نہ لے گئے ہوں۔ اور باایں ہمہ وہ معنی من کل الوجوہ تکلف سے پاک اور قرآن کریم کے اعجاز اور کمال عظمت اور شان کو ظاہر کرتے ہوں۔ اور اپنے اندر ایک جلالت اور ہیبت اور سچائی کا نور رکھتے ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے اپنے مقبول کی عزت اور قبولیت اور قابلیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے لدنی علم سے ظاہر فرمائے ہیں"

پھر فرماتے ہیں:-

"اب خلق اللہ گواہ رہے کہ میں خالصاً للہ اور اظہاراً للحق اس مقابلہ کو بدل و جان منظور کرتا ہوں۔ اور مقابلہ کیلئے جو صاحب میرے سامنے آنے چاہیں۔ ان میں سے سب سے اول میاں نذیر حسین دہلوی کو دعوت کی جاتی ہے ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی کہ اب تو خواب بینی کا بھی دعوی رکھتا ہے ملالیں۔ بلکہ ان کو میری طرف سے اختیار ہے کہ وہ مولوی عبدالجبار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبداللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبدالرحمان لکھوکے کو جو میری نسبت ابدی گمراہ ہونے کا اشتہار مشتہر کر چکے ہیں اور کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں اور نیز مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی کو جو ان کے متبعین میں سے ہیں اس مقابلہ میں اپنے ساتھ ملالیں۔ اور اگر میاں صاحب موصوف اپنی عادت کے موافق گریز کر جائیں تو یہی حضرات مذکورہ بالا میرے سامنے آویں۔ اور اگر یہ سب گریز اختیار کریں تو پھر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس کام کیلئے ہمت کریں کیونکہ مقلدوں کی پارٹی کے تو وہی رکن اول ہیں اور ان کے ساتھ ہر ایک ایسا شخص بھی شامل ہو سکتا ہے کہ جو نامی اور مشاہیر صوفیوں اور پیرزادوں اور سجادہ نشینوں میں سے ہو اور یہی حضرات علماء کی طرح اس عاجز کو کافر اور مفتری اور کذب اور مکار سمجھتا ہو اور اگر یہ سب کے سب مقابلہ سے منہ پھیر لیں اور کچھ عذروں اور نامعقول باتوں سے میری اس دعوت کے قبول کرنے سے منحرف ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کی حجت ان پر تمام ہے۔ میں مامور ہوں اور فتح کی مجھے بشارت دی گئی ہے۔ لہذا میں حضرات مذکورہ بالا کو مقابلہ کیلئے بلاتا ہوں۔ کوئی ہے جو میرے سامنے آوے"

پس حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ وہ چیلنج تھا جس کی طرف میں نے اپنے مضمون میں اشارہ کیا تھا کہ علماء نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے علماء پر حجت تمام کرنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ بعض دلوں میں تحریک کر کے ۱۸۹۶ء میں جلسہ اعظم مذاہب کی بنیاد ڈلوا دی جس میں مندرجہ ذیل پانچ سوال مقرر کرا دیئے

(۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

(۲) انسان کی زندگی کی بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

(۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب

(۴) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و آخرت میں۔

(۵) علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پانچوں سوال مذہب کی ان میں اور ان کا جواب ایک مسلم بغیر سارے قرآن شریف پر ایک وسیع اور گہری نظر ڈالنے کے نہیں دے سکتا پس مسلمانوں کی طرف سے پیش ہونے والے نمائندوں کو ان سوالوں کا جواب دینے کیلئے لازماً قرآن شریف کی ہی تفسیر کرنی پڑتی تھی پس ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے ایسے جلسہ کی بنیاد رکھوائی . . . .

. . . .

جس میں قرآن شریف کی تفسیر کا پیش ہونا لازمی تھا اور دوسری طرف ساتھ ہی ایسے حالات بھی پیدا کر دیئے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے علاوہ اسلام کی نمائندگی کرنے کے لئے پنجاب کے دو چوٹی کے علماء یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی شریک جلسہ ہو گئے اور حضور کے مضمون کے علاوہ ان دونوں صاحبان نے بھی اپنے اپنے مضمون سنائے اور اس طرح پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضور کے مخالف علماء کے درمیان تفسیر نویسی کا مقابلہ ہو گیا جس میں حضرت اقدس کو نمایاں فتح حاصل ہوئی اور حضور کے مضمون کا فائق ہونا بالاتفاق تسلیم کرایا گیا۔ اور یہ علماء بصد حسرت و یاس اپنا سا منہ لیکر اس جلسہ سے واپس ہوئے۔

اب قارئین کرام خود ہی غور فرمالیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ فرمانا کہ حضرت اقدس کا علماء کو چیلنج ایام جلسہ یعنی ۲۵ تا ۲۸ر دسمبر کے ایام میں نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ ۲۰ر جولائی کو دیا گیا تھا کہاں تک درست ہے۔ یہ چیلنج جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔ ۲۷ر دسمبر کو جو ایام جلسہ میں شامل ہے دیا گیا تھا اس لئے میرے بیان میں کوئی کذب بیانی نہیں۔ اسی طرح مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ چیلنج ۱۸۹۶ء کے بعد ۱۹۰۰ء کو دیا گیا تھا درست نہ نکلا کیونکہ یہ چیلنج جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے ۱۸۹۶ء سے قبل ۱۸۹۱ء کو دیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں باتوں کی بناء پر جو کذب بیانیاں مولوی صاحب نے میری طرف منسوب کی تھیں وہ تینوں باطل ثابت ہو گئیں۔ میں مولوی صاحب کی [illegible] نہیں کہتا کہ مولوی صاحب نے کذب بیانی سے کام لیا ہے ہاں ضرور کہوں گا کہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیکر [illegible]

(باقی صفحہ [illegible] پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کی کھلی چٹھی کا جواب

"پیغام صلح" مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ء کے شمارہ میں میرا ایک مضمون "جماعتیں کس طرح بنتی ہیں" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اسمیں راقم الحروف نے اپنی جماعت کے نوجوان دوستوں کی خدمت میں چند ایک تجاویز پیش کی تھیں میرے اس مذکورہ بالا مضمون میں سے ایک اقتباس درج کر کے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کے نام "الفضل" مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۱ء میں ایک کھلی چٹھی لکھی ہے اور اپنے ایک استفسار کا جواب مانگا ہے میرے مضمون کا اقتباس یوں ہے :-

"نوجوان اور جذبہ اطاعت

جماعت کے علاوہ تیسرا جذبہ جو جماعت کی قوت کا باعث ہے وہ منتظم ادارہ اور امیر کا احترام اور فرمانبرداری ہے ہمارے ہاں وہ منتظم ادارہ انجمن ہے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منشاء کے مطابق معرض وجود میں آیا اور اس انجمن کی آئینی قیادت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کو حاصل ہے ہمیں شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اور اُس کے قوانین کے مطابق انجمن اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی کامل اطاعت کرنا چاہیئے قائدین اور امیروں نے جماعتوں پر ہمیشہ بہت گہرا اثر ڈالا ہے اور ان کے نفوذ اور سطوت سے قوموں نے دنیا میں بڑی ترقی کی ہے"

مولوی صاحب مذکور لکھتے ہیں :-

اس بیان کی اشاعت پر ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے مگر آپکی طرف سے (یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی طرف سے) اس کی تردید نہیں ہوئی جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آپ اس سے متفق ہیں اگر یہ درست ہے۔ تو فرمائیے کہ فقرہ "انجمن کی آئینی قیادت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کو حاصل ہے"۔ کا کیا مطلب ہے؟ آپ کو یہ آئینی قیادت کیونکر، کب سے۔ اور کب تک حاصل ہے؟"

ہمیں علم نہیں کہ اس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کے نام ایک کھلی چٹھی لکھنے کی کیا ضرورت تھی غالباً یہ سلسلہ مکتوبات "مولینا عمر الدین صاحب شملوی کی کھلی چٹھی کا ردعمل ہے اور اس کے پس پشت کوئی مناظرانہ مصلحت کارفرما ہے زیادہ موزوں تھا کہ مولوی صاحب مضمون نگار سے ہی یہ استفسار کر لیتے۔ خیر۔ فقرہ "انجمن کی آئینی قیادت حضرت امیر ایدہ اللہ کو حاصل ہے"۔ میں اگر مولوی صاحب "آئینی قیادت" کی اصطلاح پر غور کر لیتے تو انہیں مشکل پیش نہ آتی آئینی قیادت وہ قیادت ہوا کرتی ہے جو کہ آئین کی پابند ہو یعنی وہ قائد جو کہ آئینی ہوتا ہے اس کے اختیارات کسی اور مقتدر اعلیٰ کے تفویض کردہ ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں وہ مقتدر اعلیٰ انجمن ہے۔ انجمن اگر کسی صالح اور بلند مرتبت شخصیت کو قائد تسلیم کرتی ہے اور اسے قیادت کے اختیارات دیتی ہے تو یہ عین حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق ہے حضرت صاحب نے فرمایا تھا "میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے"۔ وقت اور حالات کے مطابق انجمن جس امر اور نظام کو سلسلہ کے لئے مفید سمجھے قائم کر سکتی ہے لیکن حقیقی اختیارات جب تک کہ یہ سلسلہ مشیت ایزدی کے ماتحت دنیا میں قائم رہیگا۔ اسی انجمن کو ہی حاصل رہیں گے اور آئینی قائدین کے اختیارات عارضی ہوں گے اور انجمن کے تفویض کردہ ہونگے مولوی صاحب استفسار کرتے ہیں کہ یہ "آئینی قیادت" کیونکر، کب سے اور کب تک حاصل ہے؟ اسکا جواب نہایت مختصر ہے کہ یہ قیادت انجمن کے ذریعہ حاصل ہے جب سے انجمن نے چاہا اس وقت سے حاصل ہے اور جب تک انجمن چاہے گی اسوقت تک حاصل رہیگی سو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی اطاعت دراصل انجمن کی ہی اطاعت ہے ہمیں شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اور اس کے قوانین کے مطابق انجمن اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی اطاعت کرنے میں قرآن مجید کی کونسی نص ہے جو مانع ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کا کونسا ارشاد ہے جو روکتا ہے اور الوصیت کی کونسی دفعہ ہے جو کہ سنگ راہ ہے ہاں ہم جماعت احمدیہ لاہور کے افراد ایک چیز کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ اسی کی کھٹک ہے جس نے مولوی اللہ دتا صاحب کے دل میں استفسارات کا شوق پیدا کیا ہم نہیں تسلیم کرتے کہ انجمن جو کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے کوئی شخص اس پر اختیارات مطلق حاصل کرے! ہم نہیں تسلیم کرتے کہ غیر مامور خلیفوں اور امیروں کو خداوند تعالے براہ راست اختیارات دیتا ہے! ہم نہیں تسلیم کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ایسے مطاع الکل معصوم خلفاء ہو گئے جن پر سچے اعتراض کرنا بھی گناہ ہو گا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے واضح اور صریح ارشادات کے بالکل خلاف ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف اور واضح الفاظ میں فرمایا ہے :-

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ لیکن میں اسقدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میری ہرگز نہ کریگی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شائد وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالے کا اسمیں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے۔ اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا والسلام

مرزا غلام احمد ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء

کیا آج قادیان میں اس ارشاد کے مطابق عمل ہو رہا ہے؟ کیا وہاں آج اس ارشاد کو زینت طاق نسیاں نہیں کر دیا گیا؟ اگر اس پر عمل ہو رہا ہے تو مولوی صاحب مذکور اس پر کچھ روشنی ڈالیں ہم ان کے شکر گذار ہونگے۔

اخیر پر مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

"کیا ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ نے (یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے) قائد اور امیر کے مطاع ہونے کو یا کم از کم انجمن کے مطاع ہونے میں شریک ہونے کو تسلیم کر لیا ہے؟"

میرے خیال میں جبکہ انجمن اور امیر کے اختیارات کی وضاحت ہو چکی ہے ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اسکی مزید وضاحت کیجائے جب حقیقی اختیارات انجمن کو حاصل ہیں تو حقیقی مطاع بھی انجمن ہے۔ لیکن جب انجمن آئینی قائد کو جماعت کے انتظامی امور کے متعلق بعض اختیارات دیتی ہے تو وہ اختیارات اس قائد کی اخلاقی سطوت اور روحانی نفوذ کے ساتھ شامل ہو کر جماعت کے اندر غیر معمولی تغیرات پیدا کرا سکتے ہیں لیکن اس اثر و نفوذ کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا۔ کہ حقیقی مطاع وہی ہے یا وہ مقتدر اعلیٰ کے مطاع ہونے میں شریک ہے۔ صاحب امر کی اطاعت تو ضروری ہے۔ لیکن کیا صرف اس اطاعت کی وجہ سے وہ صاحب امر اپنے مقتدر اعلیٰ کا شریک و سہیم ہو جاتا ہے۔ شریک تو تب ہو جب کہ اُس کے اختیارات مستقل ہوں۔ اور مقتدر اعلیٰ ان میں تغیر و تبدل نہ کر سکے۔ جبکہ اس کے اختیارات تفویض کردہ ہیں تو مطاع تو درحقیقت وہی ہوا جس نے وہ اختیارات تفویض کئے ہیں۔ اور اُس کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کیونکہ اس میں وہ اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ سو جماعت احمدیہ لاہور کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی کامل اطاعت کرنا اس لئے ہے کیونکہ انہیں انجمن نے یہ مذکورہ بالا اختیارات دئے ہیں۔ ہمارے نزدیک حقیقی مطاع انجمن ہے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی کامل اطاعت بھی درحقیقت انجمن ہی کی کامل اطاعت ہے اس لئے ان کی قیادت کو ہم نے "آئینی قیادت" کہا تھا کیونکہ وہ ایک ضابطہ اور دستور اساسی کے ماتحت ہے۔ اور وہ ضابطہ اور دستور اساسی ایک مامور من اللہ کا قائم کردہ ہے۔ سو مولوی صاحب مذکور کو "آئینی قیادت" پر دوبارہ غور کرنا چاہیئے۔ امید ہے کہ اگر کوئی مناظرانہ مصلحت کارفرما نہ ہو تو ان پر ہمارے اقتباس کی معقولیت واضح ہو جائے گی۔

(ایس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

شذرات

(از محمد انعام الحق)

صحیح اتحاد صرف مذہب پیدا کرسکتا ہے

آجکل نہ صرف کانگریسی ہندو بلکہ بعض آریہ سماجی اور مہا سبھائی لیڈر بھی مسلمانوں کو وطن پرستی کا سبق زور شور سے دینے لگے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب ایک ذاتی اور پرائیویٹ چیز ہے۔ ملکی و سیاسی معاملات میں اس کا دخل و ذکر نہ ہونا چاہئے۔ سب ہندوستانی خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، ایک ہی قوم کے افراد ہیں۔ ہندوستان میں دو مختلف قوموں کا خیال و وجود ناقابل برداشت اور تباہ کن ہے۔ وطن ہی قومیت کی صحیح اساس ہے اور اسی کے ذریعہ اتحاد ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کا اپنا تجربہ اور عمل اس کے خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنے والی تمام قوموں کا اتحاد تو وطن کی اساس پر ایک طرف رہا۔ ہندو سنگھٹن کے لئے بھی یہ لوگ کسی مشترکہ مذہبی عقیدہ کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ چیز انہیں میسر نہیں ہے۔

حال ہی میں مشہور آریہ سماجی و مہا سبھائی لیڈر بھائی پرمانند جی نے اپنے اخبار میں ہندو سنگھٹن پر ایک پرزور مضمون لکھا ہے جس میں اسلامی اخوت کو بطور مثال پیش کر کے ہندوؤں کو متحد ہونے کی تلقین کی ہے۔ اخبار "آریہ ویر" اس مضمون کے متعلق رقمطراز ہے کہ:-

"مسلمانوں کی آپ نے مثال دی ہے ان میں ہندوؤں کا یہ روگ نہیں ہے انہیں سنگھٹن کرنے والی چیزیں ہیں۔ بھارت ورش میں آٹھ کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ وہ مختلف فرقوں میں منقسم ہوتے ہوئے بھی جہاں تک خدا۔ قرآن۔ رسول۔ نماز۔ روزہ اور دوسرے ارکان اسلام کا تعلق ہے۔ سب ایک مرکز پر ہیں۔ جب قرآن کا سوال آتا ہے۔ رسول کا سوال آتا ہے آٹھ کروڑ مسلمان نہیں نہیں دنیا بھر کے مسلمان ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ سنگھٹن کے مرکز ہیں جو نہ صرف بھارت ورش بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو سنگھٹت کر رہے ہیں۔ مگر کیا ہندوؤں میں ایسی سنگھٹن کرنے والی کوئی چیزیں ہیں؟ ان میں مورتی پوجا کرنے والے بھی ہندو، خدا کو نہ ماننے والے ناستک بھی ہندو اور خود اپنے کو خدا ماننے والے بھی ہندو دھارمک پستک بھی ہندو ایک نہیں مانتے۔ نہ اپاسنا کا ڈھنگ ایک ہے اور نہ آدرش اور سدھانت ایک ہیں۔"

(آریہ ویر ۱۹ جنوری ۱۹۴۱ء)

ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد یہ بتلانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو جو بار بار وطن پرستی کی دعوت دی جاتی ہے اور قومی و اجتماعی معاملات میں مذہب سے بعد و اجتناب کی تلقین کی جاتی ہے اس کا اصل مقصد کیا ہے۔ مسلمان مذہب کی بدولت ہی متحد و طاقتور ہیں جو انہیں اس چیز سے اجتناب و علیحدگی کا مشورہ دیتا ہے۔ وہ یقیناً ان کا خیرخواہ اور دوست نہیں۔

مسلمان ذرا غور کریں

"آریہ ویر" کے یہ الفاظ ہمارے خیال میں ہندوؤں سے بہت زیادہ مسلمانوں کے لئے قابل غور ہیں۔ مسلمان نوجوانوں کا ایک حصہ ہندوؤں کی وطن پرستی کی پرفریب دعوت سے متاثر ہو کر مذہب سے رفتہ رفتہ دور ہو رہا ہے بلکہ کئی ایک مولوی بھی اس گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

بدقسمتی کی انتہا ہے کہ جمعیۃ العلماء کے پلیٹ فارم پر اور دیوبند کے مدرسہ میں آج اس گمراہ کن اور کفر نواز دعوت کے موید و حامی موجود ہیں۔ کاش وہ سوچیں کہ ہندو مسلمان کو یہ دعوت کیوں دے رہا ہے۔ اور وطن پرستی کے متعلق اس کا اپنا تجربہ و احساس کیا ہے۔ وطن پرستی کا ایک ہولناک نتیجہ ہمیں یورپ کی خونچکاں و آتشبار جنگ کی شکل میں نظر آتا ہے جو بالکل واضح و عیاں ہے۔ دوسرا نتیجہ ہندوؤں کا یہ احساس ناکامی و نامرادی ہے جس کا صحیح اظہار "آریہ ویر" نے کیا ہے۔ کاش ہمارے بے راہ رو نوجوان اور ہمارے کانگرسی مولوی ان نتائج کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

مسلمانوں میں کوئی اصولی اختلاف نہیں، خدا۔ رسول۔ قرآن کو سب مانتے ہیں۔ اختلافات فروعی امور میں ہیں۔ اس چیز کو بیگانے بھی محسوس بلکہ تسلیم کرتے ہیں اور اسے نگاہ رشک و حسد سے دیکھتے ہیں لیکن بعض کوتاہ فہم اور خود غرض مولوی مسلمانوں کے اس خدا داد زبردست رشتہ اتحاد کو حربۂ تکفیر سے کمزور کر رہے ہیں ---- کیا وہ خدا، رسول اور قوم کے گنہگار نہیں۔ کیا کلمہ گوؤں کو کافر کہنا ایک ایسا نقصان رساں مرض نہیں جس کی بیخکنی از حد ضروری ہے؟

تبلیغی لائبریریاں کھولنے کیلئے سہولتیں

اس ضرورت کو عرصہ سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ ہماری ہر ایک جماعت کے پاس ایک تبلیغی لائبریری ہو جس میں سلسلہ کی تمام ضروری کتابیں موجود ہوں ایسے کتبخانے نہ صرف تبلیغ اسلام اور توسیع جماعت میں بہت معاون ہونگے بلکہ جماعت کی تنظیم و تربیت کے مقصد پر بھی ان کا نہایت اچھا اثر ہوگا۔ جماعت کے نوجوان اور دوسرے افراد ان کتبخانوں میں جمع ہوں گے۔ ایک دوسرے کو ملیں گے اور امداد و مشورہ دے سکیں گے۔ امتحانات دینیات کی تیاری مل کر کر سکیں گے بعض کم استطاعت جماعتیں ایسے کتبخانوں کے قیام کے پورے مصارف برداشت نہ کر سکتی تھیں چنانچہ ان کا خیال کرتے ہوئے انجمن نے تبلیغی لائبریریاں کھولنے کے متعلق کافی سہولتیں بہم پہنچا دی ہیں جن کا اعلان ۸ جنوری کی اشاعت کے صفحہ اول پر درج ہو چکا ہے خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغی لائبریریوں کیلئے انجمن اپنی مطبوعات نصف قیمت پر دیدے گی۔ بیس فیصدی قیمت درخواست کے ہمراہ آنی چاہئے۔ باقی آٹھ ماہوار اقساط میں ادا کی جا سکتی ہے۔ درخواست مقامی صدر اور سیکرٹری ہر دو اصحاب کے دستخطوں کے ساتھ بھیجی جائے۔

امید ہے ان سہولتوں سے تمام چھوٹی بڑی جماعتیں پورا فائدہ اٹھائیں گی۔ اور اپنے اپنے مقام پر جلد از جلد تبلیغی کتبخانہ قائم کریں گی۔

مصائب کے فوائد

مصائب کم و بیش ہر ایک پر آتی ہیں یہ قدرت کا اٹل قانون ہے محلات شاہی میں رہنے والوں اور گوئی جھونپڑیوں میں گزر اوقات کرنے والوں سب کو ان کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے۔ لیکن صاحب عزم و بلند ہمت اقوام و افراد نہ صرف مصائب میں ثابت قدم رہتے ہیں بلکہ ان کو اپنی ترقی کا زینہ بنا لیتے ہیں۔ جرمن طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے آجکل اہل لندن کو جن مشکلات کا سامنا ہے اس کا اندازہ و تصور بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ فلک بوس عمارتیں، عظیم الشان کارخانے، دفاتر، اور تجارتی مرکز اور تاریخی نوادر دن رات تباہ و مسمار ہو رہے ہیں۔ لیکن جرمن طیاروں کے ہر حملہ کے بعد باشندگان لندن، انگریز قوم اور ان کی حکومت کا عزم پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ ان کی قوت مدافعت و برداشت روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ انہوں نے اس تباہی سے بھی اصلاح و بہتری کے کئی مفید پہلو نکال لئے ہیں۔ چند روز ہوئے اخبار "سول ملٹری گزٹ" لندن کے کسی نامہ نگار کا ایک مضمون شائع ہوا ہے وہ لکھتا ہے کہ:-

"جرمنی کی بمباری نے انگریزوں کو نقصان پہنچانے کی بجائے انہیں لندن کو نئے سرے سے سنوارنے اور صنعت بازاروں کو بہتر تعمیر کرنے کا موقع مہیا کر دیا ہے۔ ہٹلر تو زعم تھا کہ اس کے طیاروں کی تباہ کاریاں اہل لندن کے حوصلوں کو پست کر دینگی لیکن وہاں مصائب نے اطمینان سے برتاؤ کرنا زمانے کا اثر دکھایا کھنڈروں کو صاف کرنا، مصیبت زدہ شہریوں کی امداد میں جوانمردی کے مظاہرے کرنا یہ ایسے مشاغل ہیں جو انگریز نوجوان کو عین بمباری کے وقت بھی سینہ سپر ہو کر اپنی ڈیوٹی پر کھڑے رکھتے ہیں۔"

یہ ہے زندہ اور اولوالعزم قوموں اور ان کے افراد کا طرز عمل ہمارے نوجوانوں اور ان دوستوں کیلئے جو مخالفت و مشکلات سے گھبرا جایا کرتے ہیں اس میں ایک قیمتی سبق موجود ہے ---- کیا وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے؟

ہندوستانی صنعتوں میں مسلمانوں کا حصہ

تجارت، تعلیم اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی زبوں حالی اظہر من الشمس ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ امر بھی بہت قابل افسوس اور تشویشناک ہے کہ ملک کی صنعت و حرفت میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ملک میں شکر سازی اور پارچہ بافی وغیرہ کے سینکڑوں کارخانے موجود ہیں۔ ان میں زیادہ سے زیادہ پانچ سات مسلمانوں کی ملکیت ہوں گے۔ حالانکہ تعداد کے لحاظ سے مسلمان قریباً ایک تہائی ہیں انجینئرنگ اور میکینیکل صنعتوں پر بھی برادران وطن پوری طرح چھائے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی تمام بڑی بڑی کمپنیوں میں مسلمانوں کے حصے برائے نام ہیں۔

اب حکومت کی تجویز ہے کہ ہندوستان میں موٹروں، طیاروں اور جہازوں کے متعدد کارخانے وسیع پیمانہ پر قائم کئے جائیں جن میں ہندوستانی سرمایہ لگایا جائیگا۔ حکومت اپنی تمام فرمائشیں ان کارخانوں کو دیا کریگی ہندو اور دوسری قومیں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے پوری طرح تیار ہیں اور مسلمان غافل، اگر انکی غفلت کی یہی کیفیت رہی تو دوسری قومیں آغاز کار کے ساتھ ہی ان کارخانوں پر اس طرح قابض ہو جائینگی کہ مسلمانوں کیلئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہیگی۔ ہندوستان [illegible] کامیابی کے امکانات بہت قوی اور روشن ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمان [illegible] بہت غریب ہیں اور زیادہ سرمایہ لگانیکی طاقت نہیں رکھتے لیکن [illegible] الحمد للہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے رئیس، جاگیردار صاحب [illegible] بھی موجود ہیں جو نہایت آسانی کے ساتھ معقول رقم اس قسم کے [illegible] کاروبار پر لگا سکتے ہیں۔ صرف ان کو توجہ دلانے اور آمادہ کرنے کی [illegible]

معاملہ نہایت اہم ہے۔ معاصر "انقلاب" اپنی [illegible] میں اس موضوع پر اظہار رائے کرتے ہوئے رقمطراز ہے:-

"صنعت و حرفت کی ترقی کے موجودہ دور میں یہ مسئلہ [illegible] گیا ہے کہ اس شعبے میں مسلمانوں کا حصہ معین کرا [illegible] کام جائے ضرورت اس امر کی ہے کہ کراچی، بمبئی [illegible] رنگون، کانپور اور دوسرے صنعتی و تجارتی مرکزوں کے [illegible] کاروباری مسلمانوں کی ایک کانفرنس جلد سے جلد [illegible] جس میں ملک کی جنگی اور غیر جنگی صنعتوں میں مسلمانوں کی شرکت کے متعلق ایک تعمیری پروگرام تیار کر لیا جائے۔ اگر ایک دفعہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا تو عرصہ دراز تک تلافی مافات نہ ہو سکے گی۔" تجویز معقول ہے۔ ہم اس کی پرزور تائید کرتے ہیں۔ لیکن [illegible]

جلسہ سالانہ جماعت کی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے

ہمیں غیر از جماعت لوگوں کو اس میں شامل کرنے کی ابھی سے کوشش کرنی چاہیے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۳ جنوری ۱۹۸۱ء ۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ رب العالمین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین (سورۃ فاتحہ)

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کا رب بے انتہا رحم والا بار بار رحم کرنے والا، جزا کے وقت کا مالک ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ تو ہم کو سیدھا راستے پر چلا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

انسانی سیرت کی تعمیر

انسان بنانے میں یا انسان کے کیریکٹر یعنی سیرت کو بنانے میں یہ جملہ الحمد للہ رب العالمین گویا ایک بنیاد کا حکم رکھتا ہے۔ انسان کا بنانا یا اس کے کیریکٹر کا بنانا یہ ہے کہ دنیا میں انسان پر جو مختلف حالات وارد ہوتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں انسان خود نہ بدلے ایک ہی رنگ میں رہے تو ایسی حالت میں یہ جملہ الحمد للہ رب العالمین فی الحقیقت تمام پیش آمدہ حالات میں انسان کے کیریکٹر کے بنانے کیلئے بنیاد کا حکم رکھتا ہے۔

انسانی زندگی کی رفتار

انسانی زندگی صرف خوشی اور راحت سے بنی ہوئی نہیں ہے۔ خوشی میں اگر اس کے منہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکل جائے کہ الحمد للہ رب العالمین تو عجب نہیں لیکن زندگی میں جس طرح انسان کیلئے خوشی اور راحت ہے۔ اسی طرح دکھ کا دیکھنا بھی لابد ہے کوئی انسان اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ جیسا کہ خوشی اور راحت انسان کی زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ایسا ہی ضروری حصہ دکھ اور تکلیف ہے۔ ہر حالت میں الحمد للہ رب العلمین کہنا چاہئے یعنی یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر مجھے راحت پہنچا کر اللہ تعالیٰ میری ربوبیت فرما رہا ہے تو دکھ اور تکلیف سے بھی وہ میری ربوبیت فرما رہا ہے۔

چھوٹے اور بڑے امور

پھر جس طرح بعض بڑے اور اہم امور انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے نہایت چھوٹے چھوٹے امور بھی اس کی زندگی پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے کام بعض وقت ہماری ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا اثر ذات سے نکل کر دوسرے متعلقین یا حلقہ احباب پر پڑتا ہے اور بعض کا اثر قوم اور ملک پر پڑتا ہے اور بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا اثر ساری نسل انسانی کی بہتری اور بہبودی پر ہوتا ہے۔ پھر ہم کام کرتے ہیں۔ ان کاموں کے اندر کہیں کامیابی بھی ہوتی ہے۔ اور ناکامی بھی ہوتی ہے۔

ناکامی اور انسانی بہتری

ناکامی بھی زندگی کا ویسا ہی حصہ ہے جیسا کہ کامیابی حصہ ہے۔ بڑے سے بڑے کامیاب انسان کو بھی ناکامیوں کے اندر سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر کامیابی اور ناکامی بھی انسان کی بہتری کا موجب ہے۔ ناکامی ایسی چیز نہیں کہ وہ اس کا قدم پیچھے ہٹائے۔ بلکہ ناکامیاں انسان میں عزم اور ہمت پیدا کرتی ہیں اس لئے ناکامی بھی انسان کی بہتری کا موجب ہے۔ پھر جب ہم کامیابی حاصل کرتے ہیں تو اس میں بعض وقت کچھ نقص بھی رہ جاتے ہیں۔

ہمارا سالانہ اجتماع

ابھی چند دن ہوئے ہمارا بڑا بھاری اجتماع ہوا۔ خواہ دنیا اس کی کچھ حیثیت نہ سمجھے۔ لاہور جیسے شہر میں ہزار پندرہ سو کا اجتماع کیا حقیقت رکھتا ہے۔ یہ اجتماع ہماری زندگی کے اہم کاموں میں سے ہے۔ اس کا اثر صرف کسی ایک شخص کی ذات تک محدود نہیں۔ ایک جماعت یا ایک قوم یا ایک ملک تک بھی محدود نہیں بلکہ ساری نسل انسانی کی بہتری سے تعلق رکھتا ہے پھر یہ ایک کامیاب اجتماع تھا اور کئی رنگوں میں ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوا۔ اور اس اجتماع کی کیفیت کو سامنے لا کر بے اختیار ہمارے منہ سے الحمد للہ رب العالمین نکلتا ہے۔ کاموں میں نقص بھی رہتے ہیں۔

غیر از جماعت لوگوں کو لانے کی کوشش

ہمارے اجتماع میں بھی نقائص تھے اور سب سے بڑا نقص میرے نزدیک یہ تھا کہ ہم نے غیر از جماعت لوگوں کو اس میں لانے کی کافی کوشش نہیں کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سفر اور دیگر مشکلات کی وجہ سے غیر از جماعت اصحاب کو یہاں آنے کیلئے آمادہ کرنا واقعی مشکل کام ہے۔ لیکن لاہور کی جماعت کے لئے یہ مشکل کام نہیں۔ ان میں سے ہر ایک آدمی دو چار آدمی اپنے ہمراہ لا سکتا ہے۔ اگر میں بیس آدمیوں کو لانے کی کوشش کروں۔ اور ان میں سے ۲ میری بات کو مان لیں اور ۱۸ نہ مانیں۔ تو یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔ اگر ہمارے سب دوست ۲-۲ آدمیوں کو ہمراہ لائیں تو پانچ سات سو آدمیوں کو صرف لاہور کی جماعت کے لوگ ساتھ لا سکتے ہیں۔

جوش و ایثار کا اثر

ہزار دلائل وہ نتائج نہیں پیدا کر سکتے جو کہ بعض دفعہ ایک مختصر سا نظارہ پیدا کر سکتا ہے۔ ہر جلسہ سالانہ پر ہم میں سے بہتوں نے ایسا نظارہ دیکھا۔ جلسہ پر جس قدر تقریریں ہوئیں نہایت بلند پایہ تھیں۔ لیکن لیکچروں اور تقریروں سے بڑھ کر جو چیز اثر انداز ہوتی ہے وہ جماعت کا من حیث الجماعت جوش اور ایثار ہے۔ یہ باتیں اتنا اثر کرتی ہیں کہ کوئی شخص کتنا بھی مخالف ہو ہتھیار ڈال دیتا ہے کہ یہ جماعت جس کے اندر یہ ایمان اور یہ قوت موجود ہے۔ وہ یقیناً ایک بہت بڑے اثر کے نیچے ہے۔ اور یہ اثر یقیناً اسی شخص کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس صدی کا مجدد مقرر فرمایا۔

ہمارا اجتماع بے نظیر ہے

جب باہر کے لوگ یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو چندے دے دے کر تھکے ہوئے ہیں۔ وہ ایثار کا ایسا منظر پیش کرتے ہیں تو ان کے قلوب پر بہت اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص جو بارہ مہینے برابر چندہ دیتا رہتا ہے۔ یہاں آکر اس کے سامنے ایک تحریک آتی ہے اس پر لبیک کہتا ہے۔ دوسری آتی ہے اس پر لبیک کہتا ہے۔ تیسری آتی ہے اس پر لبیک کہتا ہے۔ چوتھی آتی ہے تو اس پر لبیک کہتا ہے تو حیرت ہوتی ہے سو جہاں گنتی کے لحاظ سے ہمارا یہ اجتماع کسی شمار میں نہیں۔ وہاں ایثار کے لحاظ سے میں کہتا ہوں یہ اجتماع ایک بے نظیر اجتماع ہے۔ اس کی مثال مجھے اور کہیں نظر نہیں آتی۔

ہمارے کام کی عظمت

آپ لوگوں کے سامنے بڑا عظیم الشان کام یہ ہے کہ خدا کے نام اور کلام کو کس طرح دنیا میں پہنچایا جائے۔ صرف یہی عظیم الشان کام ہے۔ جس کیلئے مجھے اور کہیں ایسا اجتماع نظر نہیں آتا۔ وہ اجتماع جو مخصوص ہو۔ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اس غرض کیلئے صرف ایک ہی اجتماع ہے اگرچہ یہ ایک بہت چھوٹا اجتماع ہے لیکن بے حد قابل قدر [illegible]

مالوں کی قربانی بڑی بات ہے

اعلائے کلمۃ الاسلام کیلئے اپنے مالوں کو قربان کرنا بہت بڑی بات ہے۔ چھوٹی سی بات نہیں۔ انسان مال دینے کے معاملہ میں بہت تنگدل واقع ہوا ہے۔ وہ اپنے پیسے کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا۔ لیکن یہاں جلسہ سالانہ کے موقع پر ان لوگوں نے جو سارا سال چندے دیتے رہتے ہیں جو تحریکیں ہوئیں مجموعی لحاظ سے بہت ہی کامیاب ہوئیں۔

جلسہ سالانہ کی کامیاب تحریکات

ریلیجن آف اسلام کے لئے تحریک کی گئی ۷۵ کاپیوں کی تقسیم کے لئے لوگوں نے روپیہ دیا۔ اور بعد میں ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب نے اس پر چالیس جلدوں کا اضافہ کیا۔ ایک دوسری کتاب جس کا نام (Mohammad in World Scriptures) ہے جو میثاق النبیین کا انگریزی ایڈیشن ہے اس کی اشاعت کیلئے تحریک کی گئی ۲۵۰ کاپیوں کی اشاعت کیلئے چندہ ہو گیا۔ ووکنگ مشن کیلئے تحریک ہوئی اس پر بھی لوگوں نے لبیک کہا۔ علاوہ کتابوں کے کل پانچ ہزار روپیہ نقد اور وعدے اس کے علاوہ ہیں۔ اس کو معمولی نہ سمجھئے۔ بلکہ اس کو اس نگاہ سے دیکھئے۔ اگر یہ روح عام طور پر مسلمانوں میں سرایت کر جائے اور لوگ عام طور پر اس جماعت میں شامل ہونے لگیں اور کثرت کے ساتھ اس جماعت میں آجائیں تو کتنا عظیم الشان کام ہو سکتا ہے۔ سو ہمت کے لحاظ سے یہ جماعت واقعی بے نظیر ہے۔

۶۰ — ۷۰ کے قریب لوگ جماعت میں شامل ہوئے

بیعت کے لحاظ سے ۶۰ — ۷۰ کے قریب لوگ ان دنوں جماعت میں اس سالانہ جلسہ کے موقع پر شامل ہوئے۔ قادیان کی جماعت میں جو لوگ شامل ہوئے ہیں ان کی تعداد ۳۸ بتائی گئی ہے۔ ہماری جماعت کی تعداد کے لحاظ سے اور قادیانی جماعت کے اعداد کی نسبت سے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود
خادم صاحب گجراتی سے میری گفتگو

(از جناب شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری)

یہ مضمون جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی نے ہمیں بھجوایا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون انہیں جناب شیخ مولا بخش صاحب تاجر لائلپوری نے لکھوایا ہے۔ شیخ صاحب موصوف کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یہ مضمون دراصل ایک گفتگو ہے۔ جو ان کے اور عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی کے درمیان ہوئی اور فیصلہ کیلئے ایک قادیانی دوست کو ہی حکم قرار دیا گیا۔ اور انہوں نے فیصلہ جناب شیخ صاحب موصوف کے حق میں دیا۔ مفصل گفتگو قارئین کرام مطالعہ فرمائیں۔ (مدیر)

میں ۲۵۔۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جلسہ میں شامل ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۹۵۰ء کی صبح کو بہمراہی میاں عطاء اللہ صاحب مالک مقبول فلور ملز امرتسر اور شیخ امیر عمر ایبے کے قریب بذریعہ کار قادیان پہنچا۔ اتفاق سے جلسہ گاہ کے بڑے گیٹ پر اس وقت شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور موجود تھے۔ انہوں نے فوراً ہمارے لئے تین پاس مہیا کر دیئے جن سے ہم سٹیج پر جا بیٹھے۔ اس وقت قاضی محمد نذیر صاحب کا لیکچر ہو رہا تھا اور وہ قریب الاختتام تھا۔ اس کے بعد حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کا لیکچر ہوا۔ اور اس کے بعد ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی سٹیج پر آئے اور مصلح موعود کی پیشگوئی پر تقریر شروع کی۔ اور شروع میں ہی انہوں نے کہا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کی اصل بنیاد ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار ہے۔ میں نے اسی وقت اس امر کو نوٹ کر لیا۔ اور شیخ محمد صدیق صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیانی اوکاڑہ کو نوٹ کروا دیا۔ کہ وہ اس امر کو یاد رکھیں کہ خادم صاحب نے مصلح موعود کی پیشگوئی کے لئے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اور میں آپ کو دکھاؤں گا کہ اس اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق میاں محمود احمد صاحب کو کبھی بھی حضرت مسیح موعودؑ نے قرار نہیں دیا۔

خادم صاحب نے اس تقریر میں حق پوشی کی خاطر بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے اور حقیقت کو ملتبس کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود کی عبارتوں کو آگے پیچھے کر کے بیان کیا۔ اور ان کا مضمون حقیقتاً ایک دھوکہ دہی تھی۔ اور انہوں نے مضمون کو بالکل الجھا دیا۔ مگر باوجود میاں محمود احمد صاحب کو مصلح موعود کی بنیادی پیشگوئی کا مصداق ثابت نہ کر سکے۔ اور ان کی تمام تقریر میں یہ بات نہ دکھائی گئی کہ کبھی حضرت مسیح موعود نے میاں محمود احمد صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہو۔

میں نے شیخ محمد صدیق صاحب امیر جماعت اوکاڑہ کو جو میرے پاس ہی بیٹھے تھے کہا کہ آپ خادم صاحب سے وقت مقرر کر لیں تاکہ میں اس وقت آپ کو دکھا دوں کہ خادم صاحب نے کس قدر مکر و فریب سے کام لیا ہے۔ انہوں نے خادم صاحب سے وقت مقرر کر لیا۔ مگر خادم صاحب نے ازراہِ تکبر کہا۔ کہ لاہوری تو میرے ایک ہی منٹ میں ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک منٹ بھی گفتگو نہیں کر سکتے۔ یہ سب ان کی تعلی تھی جو ایک مومن کی شان کے لائق نہیں۔ مگر خادم صاحب کو تکبر کے نشہ نے چور کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ اس قسم کی تعلی ۔۔۔۔ کر گئے۔

مجھے اس گفتگو کے لئے وقت لینے کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ اس پیشگوئی کو خادم صاحب نے میاں محمود احمد صاحب پر چسپاں کرنے میں غلط بیانی اور دھوکہ دہی سے ایسا کام لیا کہ ناواقف انسان کو اس سے یہ دھوکہ لگ جاتا کہ وہ میاں محمود احمد کو ہی مصلح موعود سمجھ لے۔ ایک معمولی سی بات تھی چنانچہ میرے ہمراہی شیخ میاں عطاء اللہ صاحب، مالک مقبول فلور ملز امرتسر نے اپنی صاف دلی کے باعث یہ کہہ دیا کہ اگر یہ جو کچھ کہا گیا ہے سچ ہے تو پھر وہ تمام الزامات جو میاں صاحب کی ذات پر آج تک لگائے گئے ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی اور عقائد میں جو میاں صاحب کو غلطی پر قرار دیا جاتا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر یہ ثابت ہو کہ میاں صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے تو پھر میں تو میاں صاحب کو مان لوں گا کہ وہ خلیفہ ہیں۔ اور وہی مصلح الموعود ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ خادم صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ محض ایک فریب ہے اور میں خدا کے فضل سے اس مکر کو توڑ دوں گا۔ میں اگرچہ نہ کوئی مولوی ہوں نہ عالم و فاضل اور نہ مبلغ۔ لیکن چونکہ خادم صاحب نے صریح غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ اور مجھے یہ یقین تھا کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی ایک دفعہ بھی اس پیشگوئی کو میاں صاحب کی ذات پر چسپاں نہیں کیا۔ اور نہ کسی طرح یہ پیشگوئی جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ہے میاں صاحب پر لگائی جا سکتی ہے۔ اس لئے میں نے اس موضوع پر خادم صاحب سے گفتگو کیلئے وقت مقرر کرا لیا۔ تاکہ حق و باطل میں فیصلہ ہو جائے۔

شام کو وقت مقررہ پر ہمیں ایک کوٹھی پر لیجایا گیا اور لوگ بھی گفتگو سننے کے لئے آ گئے۔ اس لئے کوٹھی میں ایک کھلے کمرے میں نشست اور گفتگو کا انتظام کیا گیا۔ اور سلسلہ کلام شروع ہوا۔ اور اس گفتگو کا فیصلہ کرنے کیلئے میاں محمد صدیق صاحب امیر جماعت قادیانی اوکاڑہ کو حکم مقرر کر لیا گیا۔ اور سلسلہ کلام اس طرح شروع ہوا۔

احمدی۔ خادم صاحب آپ نے اپنی تقریر میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے لئے بنیاد جس اشتہار کو قرار دیا ہے وہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اپنی تمام زندگی میں ایک دفعہ بھی اس اشتہار کا مصداق جناب میاں صاحب کو قرار نہیں دیا۔ پھر وہ مصلح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں؟

خادم صاحب۔ میں نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو المصلح الموعود کی پیشگوئی کے لئے بنیاد قرار نہیں دیا۔

احمدی۔ خادم صاحب یہ تو آپ خلاف واقعہ کہہ رہے ہیں۔ تمام لوگ جو موجود تھے انہوں نے سنا۔ میں نے بہت اچھی طرح آپ کے منہ سے سنا اور میاں محمد صدیق صاحب کو جو اس وقت صدر اور حکم ہیں نوٹ کروا دیا۔ پھر آپ کیوں انکار کرتے ہیں

خادم صاحب۔ میں نے ہرگز نہیں کہا۔

صدر جلسہ۔ خادم صاحب آپ نے یہ کہا تھا کہ اصل بنیاد پیشگوئی دربارہ مصلح موعود اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ہے۔

خادم صاحب۔ یہ آپ لوگوں کا خیال ہو گا میں نے نہیں کہا۔

احمدی۔ آپ نے نہیں کہا یا آپ اب منکر ہو گئے ہیں۔ تو لیجئے آپ کے علماء جو راولپنڈی میں مناظرہ کے لئے گئے تھے۔ وہ اس مناظرہ میں بھی لکھتے ہیں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار مصلح موعود کی پیشگوئی کے لئے بنیادی اشتہار ہے۔ آپ کی طرف سے اس وقت مولوی اللہ دتا صاحب مناظر تھے۔ جو قادیان کے چوٹی کے مناظر ہیں۔ ان کا بیان پڑھ لیجئے۔

خادم صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب کوئی میرے امام نہیں ہیں۔

صدر جلسہ۔ خادم صاحب۔ آپ اس طرح کہہ کر مولوی اللہ دتا صاحب کی ہتک کرتے ہیں۔ مولوی صاحب ہمارے ایک بڑے عالم اور مناظر ہیں۔ اس لئے ہمیں مان لینا چاہئے۔ اگر انہوں نے یہ لکھا ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے لئے اصل بنیاد اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ہے تو ہمیں انکار نہیں کرنا چاہئے۔

خادم صاحب۔ اس بات کو چھوڑ دیجئے۔ آپ مانتے رہئے میں نہیں مانتا۔

احمدی۔ اچھا خادم صاحب اب آپ اپنے امام کا ہی فیصلہ سن لیجئے۔ سنئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تریاق القلوب میں اس اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو جہاں میاں مبارک احمد صاحب پر چسپاں کیا ہے۔ وہاں مبارک احمد سے پہلے پیدا شدہ تین لڑکوں کا نام بنام ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ کس کس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ وہاں تین کو چار کرنے والی علامت خاص مصلح موعود کے لئے خاص نشان ہے اور جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مذکور ہے۔ اور اس سے پہلے کہیں مذکور نہیں۔ میاں مبارک احمد پر بڑے زور سے چسپاں کی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے لئے اصل بنیادی اشتہار ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا ہے۔ کہئے اب کیا عذر ہے۔

خادم صاحب۔ یہ تو ہمارا آپ کا جھگڑا ہی ہے بند اشتہار میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کی تشریح ہو گئی۔ اور سبز اشتہار میں مصلح موعود کا نام محمود لکھا ہے اور محمود کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود نے سیدنا فضل عمر محمود احمد کو قرار دیا ہے۔

احمدی۔ سبز اشتہار میں "محمود" کا نام مصلح موعود کے لئے بطور صفت ہے۔ اور میاں محمود احمد کا نام جو محمود رکھا گیا ہے۔ وہ محض بطور تفاؤل ہے۔

خادم صاحب۔ اگر میاں صاحب کا نام محمود بطور تفاؤل ہے تو مبارک احمد کا نام کونسا بطور الہام ہے۔ آپ دکھائیں کہاں حضرت اقدس نے اسے الہامی طور پر پسر موعود قرار دیا ہے۔ اور یہ جو آپ بار بار تین کو چار

کرنے والا مبارک احمد کو قرار دیتے ہیں۔ یہ اس کے متعلق آپ یاد رکھیں کہ میاں محمود احمد صاحب کئی طرح سے تین کو چار کرنے والے ہیں۔ اور مسیح موعود کا ہر بچہ کسی نہ کسی رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہے۔

میاں صاحب کے تین کو چار کرنے کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت اقدس کے پہلے دو لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد تھے اور تیسرا بچہ بشیر اول ہوا۔ چوتھے میاں صاحب ہوئے۔

احمدی۔ خادم صاحب حضرت مسیح موعود نے جو تین کو چار کرنے کا بیان کیا ہے۔ وہ یہ نہیں جو آپ کی من گھڑت مثال میں ہے۔ بلکہ آپ نے نزول المسیح کے صفحہ ۱۲۶ پر فرمایا ہے کہ:-

"۱۸۹۳ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ تین کو چار کرنے والا مبارک اور وہ الہام قبل از وقت بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا تھا۔ اور اس کی نسبت تفہیم یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دوسری بیوی سے چار لڑکے مجھے دے گا۔ اور چوتھے کا نام مبارک ہوگا۔ اس الہام کے وقت صرف ایک لڑکا بھی اس نکاح سے موجود نہ تھا اور اب چاروں لڑکے بفضل تعالیٰ موجود ہیں۔"

اب خادم صاحب دیکھ لیں کہ تین کو چار کرنے والا مبارک ہی اس دوسری بیوی سے پیدا ہونے والوں میں سے چوتھا فرزند ہے اور یہ بیان آپ کا الہام کی بنا پر ہے۔ جس کا ذکر کھلے طور پر نزول المسیح کی اوپر کی عبارت میں موجود ہے۔

خادم صاحب۔ چونکہ مبارک احمد فوت ہو گیا اس لئے وہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق نہیں تھا اور واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق حضرت میاں محمود احمد صاحب ہی ہیں جو فضل عمر ہیں اور بڑی عمر پانے والے ہیں۔ جیسا کہ وعدہ الٰہی میں تھا۔

احمدی۔ میرا یہ منشا ہے کہ در اصل حضرت مسیح موعود اپنے اجتہاد سے تو مبارک احمد کو ہی مصلح موعود سمجھتے تھے مگر یہ اجتہاد مبارک احمد صاحب کی وفات سے غلط ثابت ہو گیا۔ موجودہ جسمانی اولاد میں سے کسی دوسرے لڑکے پر حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کو چسپاں نہیں کیا۔ جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ حضرت مسیح موعود پر الہامی طور پر اس پیشگوئی کی حقیقت نہیں کھلی۔ اور حضرت اقدس نے میاں محمود احمد پر تو اجتہادی طور پر بھی یہ پیشگوئی کبھی نہیں لگائی

صدر جلسہ۔ شیخ محمد صدیق صاحب جو صدر جلسہ تھے اور خادم صاحب کے ہمخیال بھی تھے۔ انہوں نے اس بحث کو سن کر فرمایا کہ ہم نے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ لیا۔ اب آپ اس بحث کی بجائے آگے اور بحث کریں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ مجھ سے ایک حوالہ ضرور سن لیں۔ تا کہ میرا مدعا واضح ہو جائے۔ سنئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک نفقہ پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں۔ تخمیناً چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ اس کا نام بشیر ہوگا سو اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس باب میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔ اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے۔ مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں۔ مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں۔ وہی مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک طرف پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے سو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد کے لئے ضرور ی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کس جگہ ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں۔ اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔"

واللّٰہ یفعل ما یشاء وھو علیٰ کل شیء قدیر۔

۸ جون ۱۸۸۶ء خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(باقی آئندہ)

میاں چنوں میں عید الاضحیٰ

گذشتہ عید الفطر کی طرح اس دفعہ بھی مولانا احمد یار صاحب ایم اے مرکز سے میاں چنوں تشریف لائے اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی خطبہ میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی و ایثار کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگیوں سے چند ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ ساتھ ہی جماعت احمدیہ لاہور کا خدمت اسلام کے بارہ میں کارنامے اور عقائد کی وضاحت کی۔ احباب جماعت کے علاوہ قریباً پچاس غیر از جماعت حضرات نماز میں شامل ہوئے۔ یہ سب کچھ جناب میاں شریف احمد صاحب کی مساعی اور حسن اخلاق کا نتیجہ ہے کہ باوجود مولویوں کے شور کے وہاں کے باشندے حقیقت پہچاننے لگ گئے ہیں۔ جناب میاں صاحب موصوف نے مبلغ دس روپے عید فنڈ اور مسجد فنڈ کے لئے عنایت فرمائے۔ علاوہ احباب جماعت کے غیر از جماعت دوستوں سے مبلغ دس روپے اشاعت اسلام کیلئے وصول ہوئے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

نماز عید کے اختتام پر ٹریکٹ "دعوت عمل" اور "اسلام و موجودہ جنگ" تقسیم کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور جناب میاں صاحب موصوف کے حسن انتظام کی وجہ سے یہ تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میاں صاحب موصوف کو دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے۔ اور خدمت اسلام کیلئے بیش از بیش توفیق عنایت کرے۔ آمین

(نامہ نگار)

مردم شماری میں اپنی زبان اردو لکھوائیں
انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی کی ضروری ہدایات

مکرمی تسلیم! آجکل ہندوستان میں مردم شماری ہو رہی ہے مردم شماری کے کاغذات میں مادری زبان کا بھی ایک خانہ ہوتا ہے کم پڑھے لکھے لوگ اور عوام اپنی بے پروائی یا ناواقفیت کی بنا پر اپنی صحیح مادری زبان لکھوانے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں شمار کنندے عام طور پر مادری زبان کے خانے میں ہندی درج کر دیتے ہیں۔ مردم شماری ہر دس سال کے بعد ہوتی ہے۔ اس طرح اس سلسلے میں دانستہ یا نادانستہ ایک بار جو غلطی ہو گئی پورے دس سال تک اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

مجھے یہ معلوم ہے کہ آپ کی مادری زبان اردو ہے اور یہ بھی میرے علم میں ہے کہ آپ کے علاقے میں ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جن کی مادری زبان اردو ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ اپنی زبان اردو لکھوائیں گے۔ لیکن وہ لوگ جو کم پڑھے لکھے یا ناخواندہ ہیں وہ اس کی اہمیت نہیں سمجھ سکتے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ آپ زمانے کے حالات سے باخبر ہیں اور اپنے علاقے میں با اثر بھی ہیں۔ مجھے آپ سے بجا طور پر توقع ہے کہ آپ ان لوگوں کو جن کی مادری زبان اردو ہے یہ بات اچھی طرح سمجھا دیں گے کہ وہ اپنی مادری زبان اردو لکھوائیں اور لکھوانے کے بعد دیکھ لیں کہ شمار کنندے نے صحیح اندراج کیا ہے یا نہیں ۲۴

۲۴ شمار کنندگان کی دھاندلی کا بھی خیال رکھیں گے کہ وہ من مانی کارروائی نہ کرنے پائیں۔ اگر آپ کو ان کی بے ضابطگی کا علم ہو جائے۔ تو مردم شماری کے بڑے افسروں تک ان کی شکایت پہنچائیں اس مقصد کے لئے مقامی حالات کے مطابق آپ جو طریقہ کار مناسب سمجھیں اختیار فرمائیں۔ مشورے کے طور پر چند امور پیش خدمت ہیں

(۱) اپنے گاؤں، قصبہ، محلہ یا شہر کے سربرآوردہ اصحاب اور سرگرم مخلص کارکنان کو اپنی اولین فرصت میں ایک جگہ جمع کر کے انہیں اس عریضہ کے مضمون سے آگاہ فرمائیں۔ اور ان سے اپیل کریں کہ ہر ممکن طریقے سے اس کی اشاعت کی جائے۔

(۲) عام جلسوں اور اعلانات کے ذریعے بھی لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے۔

(۳) رضا کاروں کے ذریعے مضافات اور دیہات تک بھی آواز پہنچائی جائے۔

(۴) جو جماعتیں اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ ان سے کامل اشتراک تعاون فرمائیں۔

(۵) ابتدائی مجمل مردم شماری کا کام کہیں ختم ہو چکا ہے اور کہیں ہو رہا ہے۔ آخری اور مفصل مردم شماری جلد ہی شروع ہونے والی ہے۔ اس لئے اب اور بھی مستعدی اور سرگرمی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(۶) محض ایک دو جلسوں یا چند اشتہارات کے ذریعے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ضرورت مسلسل کام اور بار بار یاد دہانی کرنے کی ہے۔ کوئی آواز جب تک بار بار لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچائی جائے۔ اس کا ان کے دلوں میں گھر کرنا غیر ممکن ہے۔ (۷) مردم شماری کے سلسلے میں جو کارروائی بھی کریں اس سے انجمن ترقی اردو ہند کو مطلع فرماتے رہیں۔ رائے کا منتظر، عبد الحق آنریری سکرٹری انجمن ترقی اردو ہند۔ دہلی

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سلسلہ میں شامل ہونے کی غرض و غایت

میں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جائیں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ اس پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی لیکن ہمارا کام اور ہماری اغراض ابھی ان سے بہت دور ہیں اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ اس لئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اور ہو گیا ہے اسے فائدہ نہیں پہنچتا فطرت اور عقلی حالت اور جذبات کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل ہو جائے تو کچھ بات ہے ورنہ کچھ بات بھی نہیں، میرا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے اشغال چھوڑ دو خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے کیونکہ اس راہ سے بھی ابتلا آتا ہے اور اس ابتلا کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیت بن جاتا ہے اور طرح طرح کی بری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے، دنیوی شغلوں کو اسی حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے لئے مدد کا سامان پیدا کر سکیں اور مقصود بالذات انہیں دین ہی ہو۔

(الحکم جلد ۹ ۲۶)

"پیغام صلح" کی ادارت کا جدید انتظام

بزرگان و احباب جماعت سے درخواست دعا

"پیغام صلح" کے عملہ ادارت میں جو تبدیلی ہوئی ہے اس کا علم قارئین کو اخبار کے سرورق سے ہو گیا ہوگا۔ آئندہ کے لئے ایڈیٹری کے فرائض میرے شریک کار شیخ محمد آصف صاحب کے ذمہ ہونگے۔ اس تبدیلی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک دینی خدمت کے سلسلہ میں میرا قیام لاہور سے باہر رہے گا۔ مرکز سے دور رہ کر سہ روزہ اخبار کے فرائض ادارت کو انجام دینا ممکن نہیں۔ لیکن میں جائنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے عملہ ادارت میں شریک ہونگا اور میرے مضامین و شذرات وغیرہ انشاء اللہ اکثر شائع ہوتے رہیں گے، اس طرح ادارہ پیغام صلح سے میرا وہ تعلق بدستور باقی رہے گا جو آج سے تیرہ سال پیشتر قائم ہوا تھا۔ میں اس تعلق کو اپنی زندگی کی بہت ہی عزیز متاع سمجھتا ہوں۔ امید ہے بزرگان و احباب جماعت مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

قومی اخبار کی ایڈیٹری ایک نہایت اہم اور نازک فرض ہے۔ ایڈیٹر سے بعض اوقات کوئی نہ کوئی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں رخصت ہوتے وقت تمام بزرگوں، دوستوں، اخبار کے قارئین اور معزز معاصرین سے معذرت خواہ ہوں۔ اور انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اپنے فرض کو ہمہ تن محنت اور دیانت سے انجام دینے کی کوشش کی ہے اور میری ہمیشہ یہی سعی رہی کہ کسی کو مجھ سے کوئی جائز شکایت پیدا نہ ہو۔

شیخ محمد آصف صاحب کی قابل قدر ذات قارئین پیغام صلح کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ وہ تقریباً ڈیڑھ سال سے عملہ پیغام صلح میں شریک ہیں۔ اُن کے مضامین تو اخبار میں عرصہ سے شائع ہو رہے ہیں ۱۹۳۹ء میں مسلسل کئی ماہ تک جبکہ میں رخصت پر تھا اخبار کو مرتب بھی کر چکے ہیں۔ میری دعا ہے کہ ان کا عہد ادارت اخبار اور قوم کے لئے مفید و بابرکت ثابت ہو۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

جن دوستوں سے میری باقاعدہ خط و کتابت ہے انہیں میں اپنے پتے سے مطلع رکھوں گا الگے علاقہ پتہ معرفت اخبار پیغام صلح ہی ہوگا۔

نیازکیش:- محمد انعام الحق ہوشیارپوری

اس پرچہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء شائع ہو رہا ہے نوجوانان جماعت بالخصوص غور سے مطالعہ کریں!

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

(از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

ان الفاظ میں آج سے نہیں سالہا سال سے میں اپنے عقائد کو بیان کرتا رہا ہوں اور یہ لفظ بھی میرے نہیں حضرت مسیح موعودؑ کے ہیں۔ جماعت قادیان کا آرگن "الفضل" ۳ رجنوری ۱۹۵۱ء کے پرچہ میں بڑے موٹے عنوانات کے ساتھ یوں لکھتا ہے:۔

"مولوی محمد علی صاحب کا عام مسلمانوں کے خلاف صریح فتوئ کفر"

"مولوی محمد علی صاحب کا فتویٰ کہ جماعت احمدیہ کے افراد . . . . بیدین اور خارج از دائرہ اسلام ہیں"

میں نے ایک چھوٹا سا ٹریکٹ لکھا تھا جس میں میں نے جماعت قادیان کے ایک ایک فرد کو چیلنج کیا تھا کہ ان میں اگر ہمت ہے تو وہ میرے خلاف فیصلہ صادر کریں۔ موضوع اس ٹریکٹ کا یہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مذہب تھا کہ غیر احمدی کافر نہیں، کیونکہ آپ نے ان کے جنازے پڑھنے کے لئے یکے بعد دیگرے چار فتوے دیئے۔ خود ایسے جنازے پڑھے اور آپ کی جماعت ۱۹۱۴ء تک جب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے علم کے خلاف حکم دیکر اپنی جماعت کو ایسے جنازے پڑھنے سے روکا ساری احمدی جماعت ایسے جنازے پڑھتی رہی۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ اس مسئلہ پر میں جماعت قادیان کے ایک ایک فرد کو مخالفت ماننے کیلئے تیار رہوں اور یہ ٹریکٹ قادیان کے جلسہ پر جا ہنوا سے بھائیوں کو کثرت سے پہنچایا کہ شاید کسی بندۂ خدا کے دل میں خوف پیدا ہو کہ ہم کیوں ایک غیر مامور کے حکم سے حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کے خلاف ایک مسلک بنا بیٹھے ہیں۔ مگر خود میاں صاحب سے ایک قادیانی جماعت کے ایک ایک فرد نے خاموشی اختیار کر کے اس بات پر تو مہر لگا دی کہ جماعت قادیان حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کے خلاف چل رہی ہے۔ کیوں کوئی قادیانی بزرگ یا خورد یہ جرأت نہیں کرتا کہ یہ کہدے کہ

۱۔ یہ فتوے حضرت مسیح موعودؑ کے نہیں۔

۲۔ حضرت مسیح موعودؑ کا فتوے اس کے خلاف غیر احمدی کے جنازہ کے عدم جواز کا ہے۔

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ کا عمل اپنے فتویٰ کے خلاف تھا یعنی کہتے کچھ تھے کرتے کچھ تھے۔

۴۔ جماعت ۱۹۱۴ء سے پہلے غیر احمدیوں کے جنازے نہ پڑھتی تھی

اگر قادیانی جماعت کے دس لاکھ آدمیوں میں سے ایک کی بھی یہ جرأت نہیں کہ وہ یہ کہہ سکے تو کیا کسی ایک میں یہ خوف خدا بھی نہیں کہ وہ کہدے کہ ان کا خلیفہ انہیں مسیح موعودؑ کے مسلک کے خلاف چلا رہا ہے۔ یہ تو تھی ایک فیصلہ کن بات اور چاہئے تھا کہ اگر قادیانی جماعت کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تو وہ ان مسائل میں بحث کے لئے خاموشی ہی اختیار کر لیتے۔ مگر جواب کا ایک نمونہ یہی سن لیجئے جو ایک بزرگ نے اصل رسالہ پر بھی لکھ کر مجھے بھیجا ہے:

"مولوی صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ بستر سے بندھے ہوگئے ہیں۔ اسلامی دنیا آپ کا ہیولا کے پیچھے نہیں لگتی۔ وہ کہتی ہے کہ

ہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش، من انداز قدت را می شناسم

عطائے تو بلقائے تو۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔ اسلام کی خلافت مخول اور ٹھٹھہ نہیں ہے۔"

دوسرا نمونہ وہ ہے جو اخبار "الفضل" میں نکلا ہے کہ اپنے ہمنواؤں کو یہ کہا جائے کہ اگر ہم مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جماعت لاہور بھی کافر ہی قرار دیتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ ان کے عقائد میں یہ ذکر ہے کہ وہ ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں بلفرض محال اگر میں بھی مسلمانوں کو کافر قرار دوں تو اس سے تو اتنا ہی ثابت ہوگا کہ مسیح موعودؑ کی ساری جماعت نے مسیح موعودؑ کے مسلک کو چھوڑ دیا۔ اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے فتاوے اور عمل تبدیل جائینگے۔

دیکھئے میں نے بار بار لکھا ہے اور اب پھر دہراتا ہوں۔ اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ ہیں ان کا ہی پاس کیجئے۔

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

جماعت قادیان کہتی ہے کہ ان الفاظ سے میں نے ان تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح . . . . کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا اور عام مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیدیا۔ اتنا بڑا بول منہ سے نکالنے سے پہلے آپ کا فرض تھا کہ یہ ثابت کرتے کہ جو لوگ مسیح کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں وہ ختم نبوت کے منکر ہیں مسیح کی دوبارہ آمد کا خیال تو زمانہ نبوت سے ہی ملتا ہے اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمان یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت مسیح آئیں گے لیکن آج تک مسلمانوں میں سے کسی نے ختم نبوت کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ختم نبوت پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے اور اسی لئے جن محققین نے مسیح کی دوبارہ آمد پر ختم نبوت کی روشنی میں غور کیا ہے انہوں نے صاف طور پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مسیح مجدد ہو کر آئے گا۔ نبی کی حیثیت میں نہیں آئے گا۔ نہ وہ کوئی نبوت کا کام کریگا حکام میں سے ایک حاکم ہوگا اور بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ وصف نبوت و رسالت سے انہیں بالکل الگ کر دیا جائے گا۔ یعنی نبوت سے وہ معزول ہو کر آئیں گے۔

خواہ مناظرہ ہی ہو، مگر یہ دیانتداری نہیں کہ دوسروں کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جس کے وہ قائل نہیں۔ کوئی قادیانی تیرہ سو سال کے کسی مسلمان کی کوئی تحریر پیش کرے جس میں اس نے ختم نبوت کا انکار کیا ہو۔ مسیح کی دوبارہ آمد کی وہ کوئی نہ کوئی توجیہ کرتے ہیں لیکن ختم نبوت کا انکار کوئی مسلمان نہیں کرتا۔ بیشک ختم نبوت کے منکر کو میں بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں مگر آج تک کوئی مسلمان ختم نبوت کا منکر نہیں۔ ہاں ایک سوال رہ جاتا ہے کہ کیا قادیانی ایک نبی کو ماننے کے اور جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا ختم نبوت کے منکر ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب وہ خود دیں۔ میں ختم نبوت کے منکر کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، چنانچہ بابی اور بہائی ختم نبوت کے منکر ہیں اور میں انہیں خارج از اسلام سمجھتا ہوں اور جناب میاں صاحب باوجود اس عقیدہ کے یہ لفظ بھی بیعت کے الفاظ میں بڑھائے تھے کہ میں آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان لاتا ہوں جس دن وہ کہدیں گے کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں اس دن میں بھی انہیں خارج از اسلام ہی قرار دوں گا۔ ۲۲/۴

جلسہ سالانہ پر بغداد سے پیغام

سید تصدق حسین صاحب قادر بغداد سے اپنے خط مورخہ ۴ ردسمبر ۱۹۵۰ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی سید عابد علی صاحب کی معرفت ایک ان کے دوست چوہدری برکت علی صاحب سیکرٹری انسپکٹر دی لقین آئل کمپنی نے اشاعت اسلام میں دس روپے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

نیز سید صاحب موصوف اسی خط میں لکھتے ہیں کہ "یہ خط آپ کو جلسہ سالانہ کے ایام میں ملیگا۔ از راہ نوازش بزرگان سلسلہ و اخوانی سلسلہ و محترم خواتین اور پیارے بچوں کو ہمارا اسلام السابقین سلسلہ کی جانب سے السلام علیکم پہنچا دیں۔ بزرگان سلسلہ کی خدمت میں یہ بھی گذارش کریں کہ ہم دو سا خاندہ بھائیوں کو اپنی سحرگاہی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔ اور یہ دعا بھی کریں کہ آپ بزرگوں کے سینوں میں اشاعت اسلام کی جو آگ سلگ رہی ہے اس کی چنگاریوں سے ہمارے قلوب بھی بھڑک اٹھیں۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے آمین۔

مجاہد اعظم امیر المومنین حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ اور دیگر دوستوں کو السلام علیکم"

موضع شیخ محمدی ضلع پشاور میں جلسہ

جماعت شیخ محمدی ضلع پشاور میں چند جوانوں کی ہمت سے بفضلہ تعالیٰ زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے اور سال گذشتہ بہت سے نئے دوست سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں جنہوں نے جلسہ سالانہ پر آکر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اللہم زد فزد۔

عید الاضحیٰ کے روز نوجوانان شیخ محمدی نے ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔ اور سنت ابراہیمی کے متعلق لوگوں کو توجہ دلانے کا پروگرام طے ہوا بعض نوجوانوں نے اخلاق اور رواداری کے جذبہ کو مقدم رکھتے ہوئے ایک قادیانی بزرگ کو صدر منتخب کیا۔ اور ان جلسہ میں ہمارے نوجوانوں نے حضرت اقدس مسیح موعود کے دعاوی اور جماعت لاہور کی پوزیشن پر بھی جو حضرت اقدس کی صحیح تعلیم کو پیش کر رہی ہے تقاریر کیں۔ لیکن افسوس ہے۔ صدر جلسہ اس امر کو برداشت نہ کرسکے اور ہمارے دوستوں کی رواداری کے بالمقابل انہوں نے سخت تعصب کا نمونہ دکھایا۔ حاضرین میں سے بھی بعض لوگوں نے مداخلت شروع کردی اور جلسہ میں ابتری پیدا کرنی چاہی۔ آخر مسجد کے احترام کو بھی (جلسہ مسجد میں ہو رہا تھا) ملحوظ نہ رکھا گیا۔ لاچار ہمارے دوستوں کو وہاں سے رخصت ہو کر ایک حجرہ میں جا کر جلسہ کرنا پڑا۔ اور قادیانی دوستوں کا یہ نمونہ تمام حاضرین کے لئے بہت برے اثر کا باعث ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمارے نوجوانوں کا عزم راسخ اور صداقت کیلئے ہر تکلیف کا مقابلہ کرنے کا جذبہ قابل داد ہے اور خود قادیانی بھی شیخ محمدی کے نوجوانوں کے اس جذبہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تمام احباب جماعت ان مخلص نوجوانوں کی کامیابی اور جماعت کی ترقی کے لئے دعا کریں۔

(نامہ نگار)

پیغام صلح
جلد ۲۵ یوم دوشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۹ ہجری نمبر ۵

تحریک احمدیت کا نام اور مقام

دیگر تحریکات پر تحریک احمدیت کا تفوق اور اسکی بلند پایہ خصوصیت

آج سے بالنصف صدی پیشتر تحریک احمدیت معرض وجود میں آئی۔ اور خدا تعالیٰ نے جس نے ہر زمانہ میں اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے ایک زبردست امام، محدث اور مجدد کو اسلام کے تحفظ کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت کس قدر زبون تھی۔ اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ مسلمان سیاسی اور سندی طور سے انحطاط پذیر تھے اور اسلام پر مختلف مذاہب یورش کر رہے تھے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت امام وقت نے فرمایا:

"یقیناً سمجھو اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح کی حاجت نہیں۔ بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت میں ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور اسلام فتح پائیگا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کیلئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا۔ بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں۔ . . . . اس کے اقبال کے دن قریب ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۹۸)

حضرت اقدس علیہ السلام کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ اس زبردست کشمکش کے بعد اسلام فتح پائے گا اور کامران ہوگا۔ اور اسلام کا اقبال اور غلبہ روحانی ہوگا یعنی حضرت بانی سلسلہ اسلام کے ایک روحانی غلبہ کے علمبردار ہیں اور تحریک احمدیت اسلام کی شان جمالی اور زبردست روحانی تحریک کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے ایک اشتہار مجریہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء میں جو احمدی نام رکھنے کی وجہ بتائی وہ درج ذیل ہے:

"اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار سے سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد کا ظہور ہوگا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔"

سو تحریک احمدیت دنیا کے اندر زبردست روحانی اور اسلامی انقلاب پیدا کرنا چاہتی ہے اور اس کے لئے پیہم اور مسلسل کوششوں اور مساعی کو بروئے کار لانا چاہتی ہے اور یہ کوششیں اور مساعی کسی خاص زمانہ اور کسی خاص مکان سے متعلق نہیں ہیں۔ اس خالص اسلامی تحریک کا جہاد اس وقت تک دنیا میں جاری رہیگا۔ جب تک وہ مذکورہ بالا روحانی غلبہ رونما نہ ہو۔ اور دنیا کی اقوام خواہ وہ سیاہ ہوں یا سفید حلقہ بگوش اسلام نہ ہوں اور اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو تسلیم نہ کریں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کریں نسلاً بعد نسلٍ لوگ اس خالص روحانی اور اسلامی تحریک میں شامل ہوں گے اور دنیا کی طاغوتی اور دجالی قوتوں کے خلاف جہاد کریں گے۔ اور اپنے استقلال، صبر اور شکیب سے۔ اپنی اخلاقی سطوت اور روحانی شوکت سے اکناف عالم کے مادی اور غیر الٰہی مرکزوں میں جرأت اور بہادری کے ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچائیں گے۔ اور اس راستہ میں ہر قسم کی جسمانی، مالی اور جانی مشکلات کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کریں گے اور یہ خواہش اور توقع ہرگز نہیں کریں گے کہ انہیں فوراً ان کی خدمات اور مساعی کے نتیجہ میں کامیابی اور کامرانی عطا کی جائے بلکہ وہ روحانی جہاد صرف اس لئے کریں گے۔ کیونکہ انہیں ایسا کرنے کا حکم ہے۔ اور کامیابی اور ناکامی تو خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہتا ہے کامیابی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور ایک مومن اور مسلمان کیلئے کیا یہ شرف کچھ کم ہے کہ وہ اپنے خدا اور رسول کے حکم پر بغیر چون و چرا کے نقد زیست پیش کرتا ہے اور اس کے عوض کبھی انعام اور صلہ کا طالب نہیں ہوتا۔

سو تحریک احمدیت صبر و شکیب، استقلال، ہمت، جہاد، جیسی اعلیٰ خصوصیات کی حامل ہے۔ آج سواد اسلامی میں اس جیسا خلوص اور ایثار رکھنے والی جماعت کہاں ہے؟ ایسی جماعت کہاں ہے جس کا مطمح نگاہ اور نصب العین صرف اشاعت اسلام ہو۔ اور وہ دنیا کی تمام سیاسی، مادی اور انتشاری تحریکوں سے قطع نظر کر کے صرف اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن پر اپنی ساری قوتوں کو صرف کر رہی ہو۔ گذشتہ نصف صدی کے اندر اندر اسلامی سواد میں جتنی تحریکات پیدا ہوئی ہیں وہ سب کی سب ناکام رہی ہیں۔ اور اگر انہیں کامیابی بھی ہوئی ہے تو وہ کامیابی اسلامی نقطہ نگاہ سے ہرگز کامیابی نہیں۔ مسلمانوں میں پین اسلام ازم کی تحریک پیدا ہوئی اور ناکام رہی۔ البتہ وہ تحریکات جو مغربی نظریہ قومیت پر قائم تھیں انہیں ایک حد تک ٹرکی مصر اور ایران میں کامیابی نصیب ہوئی لیکن یہ کامیابی اسلامی نقطہ نگاہ سے ہرگز کامیابی نہیں۔ ٹرکی جس کی حیثیت اسلامی ممالک کی نیشنل تحریکات میں خضر راہ کی ہے۔ اس نے ۱۹۳۷ء میں اعلان کیا:

"حکومت ٹرکی آج سے جہاں جمہوری ہے، قومی ہے۔ عمومی ہے، انقلابی ہے۔ وہیں خالص دنیوی یا غیر مذہبی بھی ہے۔"

کیا ایسی حکومت کو اسلامی اور قرآنی نقطہ نگاہ سے اسلامی اور دینی حکومت کہا جا سکتا ہے؟ اور اس کی عارضی ظاہرانہ کامیابی کو اسلام کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ قانون محمدی کی جگہ ٹرکی میں سوئٹزرلینڈ کا قانون نافذ کیا گیا ہے۔ سو یہ ترقی، اسلامی نقطہ نگاہ سے ترقی معکوس ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی جو حکومت بھی مغربی نظریہ قومیت اور نسل پر قائم اور استوار ہوگی۔ وہ ہرگز ہرگز اسلامی حکومت نہیں۔ کیونکہ اسلام میں قومیت اور نسل و رنگ کے اختلافات معصیت ہیں۔ یہی مغربی تخیلات اور تصورات ہیں جن کو تمام اسلامی دنیا میں آج اساس اور بنیاد قرار دیا جا رہا ہے اور ہندوستان میں بھی ہمیں مسلمانوں کے منہ سے ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں:

"دنیا بھر میں صرف ہمارا ایک ہی ایسا ملک ہے جہاں لوگ مختلف مذاہب سے شناخت میں آتے ہیں صرف اس کا اظہار ہی ہماری کیفیت کا آئینہ بن جاتا ہے اور ہمارے متعلق یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ہم اس بر اعظم کی علیحدہ علیحدہ مذہبی اقوام ہیں۔ اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سب ایک مشترکہ نام اختیار کر لیں۔"

نظریہ قومیت پر جہاں کہیں اسلامی ممالک میں کوئی کامیابی ہوگی۔ اس کی حیثیت انسانی ہوگی۔ اسلامی ہرگز نہ ہوگی۔ کیونکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے کامیابی وہی ہے جس کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہو نہ کہ دجالی قوتوں کے کسی شعبہ پر۔ اسی لئے تحریک احمدیت ان تمام تحریکات کے خلاف ایک چیلنج ہے جن کی بنیاد کسی غیر اسلامی تخیل اور تصور پر ہو۔ خواہ وہ تحریکات عالم اسلام میں ہوں یا بیرون میں۔ تحریک احمدیت صرف اسلام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتی ہے اور اسلام کا روحانی غلبہ ہی دنیا میں دیکھنے کی متمنی ہے اور آج دنیا میں یہی ایک تحریک ہے جسے خالص اسلامی تحریک کہا جا سکتا ہے کیونکہ اسکی بنیاد قرآن مجید اور اسوۂ رسول پر ہے اور انہیں بنیادوں پر وہ تمام دجالی دنیا سے ایک خالص اسلامی اور روحانی جنگ کر رہی ہے۔

اس لحاظ سے تحریکات عالم میں تحریک احمدیت کا مقام بہت بلند ہے اور اس کا کام عظیم الشان ہے۔ ہم سب کو تحریک احمدیت کی روحانی اور اسلامی فطرت کو سمجھ کر اور اس کے اعلیٰ مقام کا اندازہ کر کے اپنے عملی قویٰ کو بروئے کار لانا چاہئے۔ اور اپنے اس جہاد اور سعی کو اس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک دنیا میں اسلام کا روحانی اقبال اور غلبہ قائم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور میرے سب بھائیوں کو اپنے فرائض کو ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

شذرات

ٹریکٹ کا کوئی جواب نہیں

معاصر "فاروق" مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون "حضرت مسیح موعود کے مسلک پر کون چل رہا ہے؟ امیر پیغام کے تازہ ٹریکٹ پر ایک نظر" کے عنوان سے ...... شائع ہوا ہے مضمون نگار رقمطراز ہے:-

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام نے اپنے ایک ٹریکٹ جماعت قادیان کے ایک ایک آدمی کو ثالث بننے کی دعوت میں لکھا ہے کہ جماعت (۴) مسلک خلاف مسلک حضرت مسیح موعود ہے۔ میں اس وقت ان کے اس مضمون کی طرف جو انہوں نے اپنے اس ٹریکٹ میں شائع کیا ہے جانا نہیں چاہتا کیونکہ اسکا جواب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز (یعنی جناب میاں صاحب) نے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے لیکچر میں بیان فرمایا ہے میں اس وقت اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ کیا جماعت احمدیہ قادیان خلاف مسلک مسیح موعود ہے یا جماعت غیر مبائعین؟"

اس کے بعد مضمون نگار نے لکھا ہے کہ جناب میاں صاحب حضرت مسیح موعود کی بشارات کے مصداق ہیں اس لئے خلیفہ برحق ہیں اسلئے ان کے پیرو ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک پر چلنے والے ہیں

مضمون کے عنوان سے تو ہم نے خیال کیا تھا کہ شائد معاصر فاروق نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ٹریکٹ "جماعت قادیان کے ایک ایک آدمی کو ثالث بننے کی دعوت" کے متعلق کچھ لکھا ہے لیکن حیرت ہے کہ مضمون کی ایک سرخی تو ہے "امیر پیغام کے تازہ ٹریکٹ پر ایک نظر" لیکن نفس مضمون میں ایک فقرہ بھی تو اس ٹریکٹ کے متعلق نہیں۔ اور یہ کہکر ٹال دیا گیا ہے کہ اسکا جواب جناب میاں صاحب نے جلسہ سالانہ کے موقع پر دے دیا ہے اور نکاری ہی لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے مسلک پر جماعت قادیان ہی چل رہی ہے یہ تو تب ہی واضح ہوگا جب آپ لوگ یہ ثابت کریں گے کہ جناب میاں صاحب کا مسلک حضرت مسیح موعود کے مسلک کے مطابق ہے اور اگر آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق جناب میاں صاحب کا مسلک حضرت مسیح موعود کے مسلک کے مطابق ثابت کیجئے ورنہ ان ایچاپیچیوں کا جو مطلب ہے وہ واضح ہے کہ آپ کے پاس حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ٹریکٹ کا کوئی جواب نہیں جس طرح جناب میاں صاحب کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں جس کا انہوں نے دسمبر ۱۹۱۵ء کے جلسہ میں اقرار کیا اور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے الفضل میں بھی بالفاظ ذیل اقرار کیا۔

"ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا جو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا تھا میں نے اسے دیکھ کر کہہ دیا کہ اسکا کوئی جواب میرے پاس نہیں۔"

باقی رہا یہ سوال کہ جناب میاں صاحب حضرت مسیح موعود کی بشارات کے مصداق ہیں یہ یقیناً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ٹریکٹ کا جواب نہیں ہے۔ یہ خلط مبحث کرنیکا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ جماعت قادیان اس ٹریکٹ کے جواب سے عاجز ہے

ترکی اور آزادی نسواں

معاصر "صدق" نے ۲۰ جنوری ۱۹۴۱ء کے نسیوع میں ایک شذرہ "تجدد کے کارنامے" کے عنوان سے لکھا ہے جس میں "پیام" ۶ جنوری کے ایک بیان پر تبصرہ کیا ہے پیام نے کمال اتاترک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"کمال اتاترک نے برسر اقتدار آنے پر عورتوں کو قیود سے آزاد کیا"۔ اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے (الف) کثرت ازدواج کو متروک قرار دیا (ب) طلاق اور خلع کا اختیار عدالت کے ہاتھ دیدیا (ج) عورتوں کو تمام جائز حقوق دے دئیے اور وراثت کے معاملہ میں بھی لڑکوں اور لڑکیوں کو مساوی تسلیم کیا گیا (د) الغرض اب ترکی میں کوئی پیشہ ایسا نہیں جس میں صنف نازک مردوں کے دوش بدوش نظر نہ آتی ہو۔ لڑکے اور لڑکیاں اپنے رفیق حیات بغیر والدین کی مداخلت کے آپ تلاش کرتے ہیں اور ترک عورتیں اب اس درجہ تک آزاد ہوگئی ہیں کہ اخبار والے مقابلہ حسن کا اہتمام کرتے اور ان سے منافع کثیر حاصل کرتے ہیں"۔

ان کارناموں کو دیکھ کر بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ترکی میں قرآن مجید اور اسوہ رسول کو کس طرح پس پشت پھینک دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے لیکن ترکی میں کثرت ازدواج جرم ہے۔ طلاق اور خلع کے معاملہ میں قرآن مجید مضر راہ نہیں بلکہ ترکی عدالت مختار ہے۔ وراثت کا جو قانون قرآن مجید میں ہے۔ ترکی میں اس کا نفاذ نہیں بلکہ اس میں ترمیم کرکے عورت اور مرد کے حقوق کو برابر کر دیا گیا ہے اور ان کے علاوہ رفیق حیات کا بغیر والدین کی مرضی کے انتخاب اور حسن کے مقابلے کس حد تک اسلامی تمدن اور قرآن وحدیث کے ارشادات کے مطابق ہیں اسکا اندازہ ہر ایک مسلمان بخوبی کرسکتا ہے ان باتوں کے ہوتے ہوئے ترکی کی ترقی کو اسلامی ترقی قرار دینا کتنا بے بنیاد اور عبث ہے۔

ایک متلاشیٔ حق کا مکتوب

حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

السلام علیکم۔ آپ کی عہد حاضرہ کی ٹریکٹ سیریز کا غائر مطالعہ کیا گیا۔ یوں تو آپکی ہر تصنیف اسلام کی بہترین خدمت کی حامل ہے۔ مگر رد تکفیر اہل قبلہ نے مجھے بہت حد تک موثر کیا ہے۔ واللہ آپ نے اس مختصر سی کتاب کی تصنیف سے ہمارے جیسے (Lay man) کی ایمان کی ڈگمگاتی کشتی کو سلامتی کے ساحل تک پہنچا دیا ہے۔ خدائے لایزال آپکو اس خدمت بے بہا کیلئے اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنی منتخب برکات آپ پر نثار فرمائے۔ آمین۔ اب اس عریضہ کے ذریعہ ملتمس ہوں کہ اپنی سلسلہ احمدیہ کی اشاعتی کتب اس متلاشی تک پہنچا کر مزید ثواب کے مورد بھی ٹھہریں اور ادائیگی فرض کی سرخروئی بھی حاصل کریں۔

برگزیدہ دعاؤں کے ساتھ

آپکا سید ناظم بی۔ اے مہدی آباد ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور

23/1/41

ہمارے چیلنج کا جواب نہیں دیا گیا

پیغام صلح مورخہ ۷ جنوری ۱۹۴۱ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "کلب یموت علی کلب والہام اور جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کو چیلنج" کے عنوان سے لکھا تھا جس میں ہم نے جناب مرزا بشیر احمد صاحب کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اس امر کا ثبوت پیش کریں کہ جماعت احمدیہ لاہور نے کس وقت کس اخبار اور کس صحیفہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام "کلب یموت علی کلب" کو جناب میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان پر چسپاں کیا اور کب یہ شہرت دی کہ اس الہام میں کلب سے مراد میاں صاحب مذکور ہی ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ اسکا جواب ابھی تک جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی طرف سے موصول نہیں ہوا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا جواب جناب میاں صاحب کے پاس نہیں اور انہوں نے بغیر کسی ثبوت کے اس مذکورہ بالا الزام کو جماعت احمدیہ لاہور پر ترازش دیا تھا۔ اس کا ایک غیر متعلق سا جواب الفضل مورخہ ۲۵ جنوری میں شائع ہوا ہے اور اسمیں لکھا ہے

"لیکن آج جب وہ میعاد گذر گئی اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک مضمون تحریر فرما کر غیر مبائعین کی نرادی کو ظاہر و عریاں کیا تو اس پر اپنی خفت کو مٹانے کے لئے "پرچہ اور صحیفہ" کا مطالبہ کرنے لگے۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

پھر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ دنیا میں ہر بات کیلئے تحریری صرورت نہیں ہوتی بلکہ بہت سی باتوں کا دارو مدار تقریر اور زبانی باتوں پر بھی ہوتا ہے"۔ ہر معقول آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ جواب بھی کوئی جواب ہے۔ اول تو جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے جیسے ذمہ دار انسان کو چاہئیے تھا کہ اسکا خود جواب دیتے اور اگر ان کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں تھا تو اعتراف کر لیتے کہ میرے پاس اسکا کوئی جواب نہیں جب تک اسکا جواب نہ دیا جائیگا ہماری طرف سے چیلنج قائم ہے۔

طباعت قرآن کریم

پنجاب اسمبلی میں خانصاحب خواجہ غلام محمد نے ایک مسودہ قانون پیش کرنے کی اجازت طلب کی جس کی غرض یہ تھی کہ مذہبی کتب کی طباعت وفروخت کی اجازت صرف متعلقہ مذہب ہی کے لوگوں کو ہو مسٹر مقبول محمود نے وزیر اعظم کے سابقہ وعدہ کا ذکر کرکے حکومت کی طرف سے نیا وعدہ کیا۔ کہ اس سلسلہ میں ایک جامع قانون پیش کیا جائے گا اس پر خواجہ غلام محمد نے اپنا بل واپس لے لیا۔

مسلمانوں کو مذہبی کتب کی طباعت وفروخت کی تو بہت فکر ہے لیکن انہیں یہ فکر ہرگز نہیں کہ یورپ کے غیر مسلم قرآن مجید اور اسلام کی ترجمانی میں کسقدر ناجائز تصرفات کرتے ہیں۔ انہیں چاہئیے کہ اپنی توجہ کو قرآن مجید کی حقیقی خدمت کی طرف منعطف کریں اور قرآن مجید اور اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں کیونکہ حقیقی خدمت یہی ہے اور اسی کی ضرورت ہے۔

نوجوانانِ جماعت سے چند ضروری باتیں

آپ کے سامنے دنیا کا بلند ترین مقصد ہے۔ آپ اس کیلئے پوری جد و جہد اور قربانیاں کریں

قرآن کریم اور دیگر دینی لٹریچر کو پڑھو۔ نماز و تہجد کی پابندی کرو۔ اپنی آمدنیوں کا کم از کم دسواں حصہ خدا کی راہ میں دو

جماعت کے بزنس بجپت فنڈ اور وصایا کی تحریکات کو کامیاب بنائیں۔ خواتین اپنے اچھے نمونہ سے اپنی اولادوں پر نیک اثر ڈالیں

(خطبہ جمعہ[۵۱] مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

(مرقومہ و مرتبہ محمد انعام الحق)

وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدًا (البقرہ ۲ : ۱۴۳)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔

جلسہ سالانہ کے ایمان افروز نظارے

آج کا دن ہم لوگوں کیلئے بڑی خوشی کا دن ہے جمعہ تو یوں بھی مسلمانوں کے لئے عید کا روز ہے لیکن گزشتہ دو تین دنوں میں ہم نے جو باہمی الفت و محبت کے اور قربانیوں کے نہ تھکنے کے نظارے دیکھے ہیں ان سے ہمارے ایمان میں وہ ترقی ہوئی ہے جو اور کسی طرح اس زمانہ میں میسر نہیں آ سکتی مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ابھی قربانیوں کا سلسلہ جاری رہیگا۔

نوجوانوں کیلئے سب سے پہلی ضرورت بلند مقصد ہے

آپکو یاد ہوگا میں نے اخبار[۵۲] میں لکھا تھا کہ جلسہ سالانہ پر میں نوجوانان جماعت کو خاص طور پر چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت اس خطبہ میں اپنے اس وعدہ کو پورا کرنا چاہتا ہوں جو کہ میں نے اپنے نوجوان دوستوں کو خطاب کرنے کے متعلق کیا تھا۔ چنانچہ خطبہ کا بیشتر حصہ اسی غرض کے لئے وقف ہوگا۔ نوجوانوں کیلئے جو ابھی زندگی کی منزل میں داخل ہو رہے ہیں سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی مقصد ہو اور وہ مقصد بلند ہونا چاہیئے۔

مقصد کی بلندی و پستی کا اثر قوائے و استعدادوں پر

اصل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو استعدادیں رکھی ہیں۔ وہ مقصد کی بلندی یا پستی کے مطابق ہی اچھا یا برا نشوو نما پاتی ہیں۔ اگر مقصد بلند ہو اور اعلیٰ ہو تو استعدادیں اچھا نشوو نما پاتی ہیں اور اگر مقصد پست ہو تو استعدادیں بھی دبی کی دبی رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ غور کر کے دیکھ لیجئے کہ جن لوگوں نے اپنے سامنے کوئی بلند مقصد رکھا انکی استعدادیں بھی ترقی پا گئیں اور جنہوں نے اپنے سامنے کوئی پست مقصد رکھا وہ کوئی ترقی نہ کر سکے اور پستی ہی میں پڑے رہے۔ نوجوان جو زندگی کی منزل میں داخل ہوتا ہے ضرورت ہے کہ اس کے سامنے کوئی بلند مقصد ہو

قرآن کریم کا پیش کردہ بلند مقصد

قرآن کریم نے وہ بلند مقصد ان الفاظ میں پیش کیا ہے وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدًا (اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو) یعنی جس طرح رسول تمہارا پیشرو ہے اسی طرح تم تمام لوگوں، تمام اقوام عالم کے پیشرو بن جاؤ۔

امام وقت نے اسی بلند مقصد کی طرف بلایا ہے

یہ ایک بہت ہی بلند مقصد ہے اور یہی وہ مقصد ہے۔ جس کی طرف امام وقت نے بھی ہمیں بلایا کہ تم صحیح رستہ دکھانے والے بن جاؤ۔ مسلموں اور غیر مسلموں سب میں اعلائے کلمۃ اللہ کرو۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد ہے جو انسان اپنے سامنے رکھ سکتا ہے جن لوگوں کو دنیا اپنا مسلمہ پیش رو یعنی پیغمبر مانتی ہے اور جن کی سب سے زیادہ عزت کی جاتی ہے۔ وہ ایسی ہستیاں ہیں جنہوں نے اس کام کو اپنا مقصد بنایا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اپنا پیشرو مانتے ہیں۔ ہندو رام چندر جی کو سکھ بابا نانک صاحب کو اور مسلمان تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے بڑا انسان مانتے ہیں۔ ان تمام پاک ہستیوں کا کام لوگوں کو صحیح راستہ دکھلانا اور اعلائے کلمۃ اللہ ہی تھا۔

احمدی نوجوانوں کے سامنے دنیا کا بلند ترین مقصد ہے

سو معلوم ہوا کہ یہی وہ بلند سے بلند مقصد ہے جو انسان اپنے لئے تجویز کر سکتا ہے سو میں اپنے نوجوانوں کو خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔ کہ یہی بلند مقصد ان کے سامنے رکھا گیا ہے ضرورت ہے کہ وہ اس کیلئے پوری کوشش اور جد و جہد کریں۔ آجکل اکثر لوگوں کے سامنے اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنیکا مقصد ہے لیکن یہ تمام مقاصد پست اور ادنیٰ ہیں اس بلند ترین مقصد کے مقابل جو قرآن۔ رسول اور پھر اس زمانہ میں امام وقت نے ہمارے سامنے رکھا۔ یہ کسی خاص ملک یا قوم کی بہتری یا فلاح تک محدود نہیں بلکہ اس میں دنیا کی تمام قومیں آ جاتی ہیں۔

آپ راستہ پر پڑ چکے ہیں اور اس کی کچھ منزلیں طے بھی کر لیں ہیں

دوسری بات میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صرف یہی نہیں کہ آپ لوگوں کے سامنے ایک بلند مقصد رکھ دیا گیا ہے بلکہ اس کے لئے راستہ بھی صاف کر دیا ہے اور صرف راستہ ہی صاف نہیں کیا بلکہ اس کی کچھ منزلیں بھی طے کر لی گئی ہیں جس کی وجہ سے ہماری ہمتیں بلند ہوئی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابتک جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ سمندر میں سے ایک قطرہ کے برابر ہے ——— ہمارے سامنے بہت بڑا مقصد اور نہایت عظیم الشان اور مشکل کام ہے۔ ساری دنیا میں خدا کے نام اور اس کے آخری پیغام یعنی قرآن کریم کو پہنچانا۔ ساری دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کرنا۔ خدا کے بندوں کو خدا کے آگے جھکانا۔ لیکن بہر حال آپ اس راستہ پر پڑ چکے ہیں اور کچھ منزلیں بھی اس کی طے ہو چکی ہیں۔ اس سے آپ لوگوں کی ہمت بندھنی چاہیئے کہ آئندہ ہم لوگ اس کام کو کر لیں گے۔

اس مقصد کے لئے پورا وقف ہونے کی ضرورت

تیسری بات اس سلسلہ میں میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ کوئی مقصد دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آپ کو اس کے ساتھ پوری طرح وابستہ اور وقف نہ کیا جائے۔ اس مقصد کیساتھ زبردست محبت ہو۔

حصول مقصد کے لئے ان تھک محنت ضروری ہے

چوتھی ضرورت حصول مقصد کے لئے یہ ہے کہ انسان اس کے لئے محنت کرے اور وہ محنت بھی اس قدر زبردست ہو کہ محنت کرنے سے تھکے نہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ضروریات ہیں وہ بھی میں ابھی بیان کروں گا۔

ہر ایک بیعت کرنیوالا خدا کی فوج کا سپاہی ہے

آپ نوجوان ہوں یا قوم کے دوسرے لوگ یہ سب دراصل فوج کے سپاہیوں کے طور پر ہیں۔ جو شخص بیعت میں داخل ہو جائے وہ اسی طرح ہے جس طرح فوج میں بھرتی ہو جاتے ہیں بعض لوگوں کو خیال ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کئی چیزیں درمیان میں ایسی آ جاتی ہیں جو اس جماعت کے خدمت دین کے کام میں شرکت میں رکاوٹ بنتی ہیں مثلاً حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا۔ یہ ان کی کم فہمی ہے یہ رکاوٹ نہیں بلکہ نہایت ضروری چیزیں ہیں۔ خدا کے نام کو بلند کرنے کیلئے جس ایمان اور محبت کو چاہتا ہے۔ یہ ایمان اور محبت وہی شخص پیدا کر سکتا ہے جس کو خدا نے کھڑا کیا ہو جس کے اپنے دل کے اندر ایک زبردست آگ مشتعل ہو۔ جس کی چنگاڑیاں دوسروں کے سینوں میں بھی آگ بھڑکا دیں سو دراصل آپ سب خدا کی فوج کے سپاہی ہیں۔

سپاہی کیلئے جرنیل کی فرمانبرداری اور ڈسپلن ضروری ہیں

مگر کوئی فوج قدم آگے نہیں بڑھا سکتی جب تک کہ وہ ایک حکم کے ماتحت کام کرنے والی نہ ہو۔ آپ کی فوج کی اس کام میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی ایک بڑی بھاری ذمہ داری ڈالی ہے اگر میں اس ذمہ داری کو ادا کروں تو یہ ایک بڑا بلند مقام ہے۔ یہ اس کی بہت بڑی مہربانی ہے لیکن یاد رکھو کہ کوئی شخص جرنیل نہیں بن سکتا جو پہلے سپاہی نہ بنے اور سپاہی بننے کے لئے سب سے اول اور سب سے زیادہ ڈسپلن اور فرمانبرداری کی ضرورت ہے ——— اپنے جرنیل کے اوپر پورے اعتماد کی ضرورت ہے اور جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ راستہ جس پر چلایا جا رہا ہے بالکل صحیح ہے اور پھر چلنا بھی اس طرح پر ہو کہ پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی ——— اس کے بغیر کوئی سپاہی نہیں بن سکتا

چند نوجوانوں کی افسوسناک وفات

جو محبت ہونی چاہیئے آپ کے ساتھ آپ کی قربانیوں اور محبت کو دیکھ کر اس سے تو میں بے شک قاصر ہوں۔ اس کو آپ میری ایک کمی اور کمزوری سمجھ لیجئے لیکن خوب یاد رکھیں وہ جرنیل بھی کسی کام کا جو اپنے سپاہیوں کو بیٹوں کی طرح نہیں چاہتا خدا گواہ

---

[۵۱] یہ خطبہ جلسہ کے تیسرے روز ارشاد فرمایا تھا [۵۲] پیغام صلح ۱۲ نومبر ۱۹۴۰ء

کہ جب جماعت میں سے ایک شخص بھی جدا ہو جاتا ہے۔ تو میرے دل پر اسکا کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ آپ لوگ جب ہر سال یہاں آتے ہیں تو ہر مرتبہ چند صورتیں نظر نہیں آتیں۔ اسی سال ایک جوان دوست مولوی محمد فردوس مرحوم کی صورت دیکھنے سے ہماری آنکھیں محروم ہو گئی ہیں ——— وہ شخص اخلاص و قربانی کا پتلا تھا۔ بڑا بے دھڑک اور پرجوش مبلغ تھا۔ اس کے علاوہ دو لائق اور ہونہار نوجوان سپاہی اور ہم سے رخصت ہو گئے۔ ایک حافظ محمد بخش صاحب کا لڑکا چودھری نذیر احمد جو نہایت ہی سعید نوجوان تھا۔ دوسرے ہمارے مولانا یعقوب خاں صاحب (ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی اسکول لاہور) کا لڑکا محمد سلیم خاں ۔

میرے دل پر ان نوجوانوں کی جدائی کا صدمہ

ان کے والدین کو ان کا بیشک بہت بڑا صدمہ ہے لیکن میرے دل پر بھی ان کی وفات کا اسقدر صدمہ ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ خدا جانے کہ ہمارے نوجوانوں میں سے کل کو کس نے خدمت دین کا کیا کام کرنا ہے ——— یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم زندگی کی آخری منزلوں پر ہیں۔ اس وقت آپ نوجوانوں کی اور آپ کی بلند ہمتوں کی ضرورت ہے اسی سے ہمارے دلوں میں راحت اور اطمینان پیدا ہو سکتا ہے۔

آپ لوگوں کیلئے میری دعا اور تمنا

میں سب کے ناموں سے تو واقف نہیں ہوں لیکن چہروں سے عموماً واقف ہوں۔ بسا اوقات ——— بسا اوقات کیا بلکہ کوئی رات خالی نہیں جاتی جب کہ مجھے پچھلی رات میں خدا کے آگے گرنے کا موقع نہ ملے اور میرے دل میں یہ احساس نہ ہو کہ میں اپنی جماعت کے ساتھ خدا کے حضور کھڑا ہوں اور اس وقت میں دعا کرتا ہوں تو بسا اوقات جماعت کا یہی نقشہ ——— ایک ایک چہرہ میرے سامنے آتا ہے اور میں سب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو ان کی ہمتوں کو بلند کر۔ ان کو دین کیلئے زیادہ سے زیادہ قربانیوں کی توفیق عطا فرما۔

آئندہ کے لئے یہ بار نوجوانوں کے کندھوں پر آنیوالا ہے

جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ ہم لوگ اپنی عمر کی آخری منزلوں میں ہیں آئندہ کے لئے یہ سارا بار آپ کے کندھوں پر آنے والا ہے ——— اور میں تو اپنی عمر کی اتنی منزلیں طے کر چکا ہوں کہ مجھے جب ایک برس مزید ملتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ گریس (محض فضل) ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے ساٹھ اور ستر سال کے درمیان عمر بیان فرمائی ہے اور میرے پیارے ساتھی خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب مرحوم یہ سب باسٹھ باسٹھ تریسٹھ۔ تریسٹھ سال کی عمر میں اپنے مولا سے جا ملے ہیں میں ۶۴ سال کی عمر میں ۱۹۳۹ء میں جب سخت بیمار ہوا تو بظاہر یہ پیغام آگے جانے کے لئے ہی تھا۔ خدا نے اپنی کسی مصلحت سے خدمت دین کا کچھ اور کام کرنے کا موقع دیدیا یہ بھی اس کی عنایت اور کرم ہے۔

پہلے اعتماد قائم کرلو پھر پوری طاقت و ہمت سے شرکت کرو

میں آپ نوجوانوں کو خصوصیت کیساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس راستہ میں کامیابی کی کچھ شرطیں ہیں۔ راستہ آپ کے سامنے ہے منزل آپ کے سامنے ہے صرف کچھ ہمت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ خوب یاد رکھو اگر فوج کا ہر ایک فرد جرنیل بننے کی کوشش کریگا تو کام نہیں ہوگا۔ آپ پہلے اعتماد قائم کریں۔ مجھ پر، اپنی انجمن پر۔ اگر آپ کو معلوم ہو کہ یہاں کوئی اچھا کام ہو رہا ہے اور اچھے اور بہترین مقصد کے لئے ہو رہا ہے۔ اور ہم لوگ دیانتداری سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں تو پھر آپکا فرض ہے کہ پوری طاقت اور ہمت سے اس کام میں شرکت کریں اور اس کے معاون بنیں۔

یہاں بہت بے نظیر اور ضروری کام ہو رہا ہے

باقی رہا کمزوریوں کا معاملہ سو کمزوریاں میرے اندر بھی موجود ہیں میرے دوستوں کے اندر بھی موجود ہیں۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی کام اچھا ہو رہا ہے اگر نظر آئے کہ کام اچھا ہو رہا ہے تو کمزوریوں کو نظر انداز کر دو۔ سب انسانوں میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ کمزوریوں کا مجھے بھی اعتراف ہے لیکن دیکھو کام نہایت ضروری اور بے نظیر ہو رہا ہے۔ شاید میری جگہ کوئی اچھا اور لائق و زبردست رہنما ہوتا تو ترقی کی منزلیں بہت تیزی کے ساتھ طے ہوتیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰے میرے بعد آپکو اچھا رہنما دے جس کی رہنمائی میں آپ کی قوم ترقی کی منازل جلد جلد طے کرے ساری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیل جائے۔

نوجوانوں سے تین چار ضروری باتیں

اس وقت میں تین چار باتیں نوجوان دوستوں سے خاص طور پر کہنا چاہتا ہوں آپ انہیں غور سے سنیں۔

پہلی بات ——— قرآن کریم اور دیگر دینی لٹریچر کو پڑھو

پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے اور معنی و مفہوم کے ساتھ پڑھنے کو اپنی زندگی کا ایک ضروری مقصد اور روزانہ پروگرام بنالیں۔ خواہ آپ ایک رکوع یا ایک آیت ہی پڑھیں۔ مگر اس میں ناغہ نہ ہونے دیں۔ ایک بچہ ایک سطر بھی روزانہ قرآن کریم کی پڑھے تو چار پانچ سال میں وہ قرآن کریم ختم کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ اسی طرح حدیث، سیرت نبوی تاریخ اسلام اور حضرت صاحب کی کتابوں کو پڑھیں۔

ارشادِ امیرؒ!

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ بالفاظ دیگر جہاد میں شامل ہونے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو ۔

(محمد علی)

ترتیب و باقاعدگی کے ساتھ اس کام کو کرو

یہ ضرورت ہے کہ ہمارا ایک ایک نوجوان قرآن کریم سے واقف ہو حدیث سے واقف ہو اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں اور سلسلہ کے دوسرے لٹریچر سے واقف ہو۔ اس کے لئے آپ سب باقاعدہ کوشش کریں اور ایک پروگرام بنالیں۔ میں کوشش کرونگا کہ ان چیزوں کے خاص خاص ضروری حصے ترتیب اور باقاعدگی کے ساتھ اخبار میں بھی نکلتے رہیں۔

(۴) ترجمہ قرآن سے واقف ہو اور تاریخ اسلام سے واقف ہو

دوسری بات۔ نماز اور تہجد کی پابندی کی عادت ڈالو

دوسری بات میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ سب نماز کے پابند ہو جائیں۔ نماز ——— خدا کے آگے جھکنا اور گرنا۔ اسلام کا ایک نہایت ضروری رکن اور ہم عاجز بندوں کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں نماز کے متعلق وہ پابندی نظر نہیں آتی جو کہ ہونی چاہئے ——— میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے سارے نوجوان نماز کے پوری طرح پابند نہیں۔ ان میں اللہ تعالٰے کے فضل سے بڑے بڑے پابند نماز اور تہجد خواں ہیں۔ لیکن نوجوانوں کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو دنیا کے زہریلے اثرات کی وجہ سے نماز کا پوری طرح پابند نہیں اور اس کی طرف سے غافل ہے۔ میں نوجوانوں سے درخواست کرونگا کہ وہ ابھی سے نماز و تہجد کی پابندی کی عادت ڈالیں اور اس عادت کو اسی عمر میں راسخ کر لیں۔

بچوں کو نماز کا پابند بناؤ

سات سال کی عمر ہی سے بچوں کو نماز کا عادی بنانا چاہئے والدین اس کے لئے ذمہ دار ہیں جو والدین شروع ہی سے اس طرف توجہ نہیں کرتے اور بچوں کو غلط لاڈ پیار میں رکھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ بہت بعد جاکر جب بچہ جوان ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے اس وقت والدین کو سمجھ آتی ہے کہ یہ لاڈ پیار نہ تھا کہ بچے کیسا تھ دشمنی تھی اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ بچے کو سات سال کی عمر میں ہی نماز کی عادت ڈالو

نماز میں لذت تہجد سے پیدا ہوتی ہے

خوش نصیب ہیں وہ نوجوان جو تھوڑی سی رات تہجد کی بھی ڈال لیں دراصل نماز میں جو لذت پیدا ہوتی ہے وہ تہجد ہی سے ہوتی ہے تہجد کا وقت ہی ایسا ہوتا ہے کہ خدا کے حضور کھڑے ہونے سے ان کا دل پگھل جاتا ہے اور مالک اور بندے کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ اگر ہمارے نوجوان نماز کی پوری پابندی کے علاوہ تہجد کی عادت بھی ابھی سے ڈال لیں تو بہت اچھا ہے اور وہ بہت فائدہ میں رہیں گے۔ سردی ہو یا گرمی پچھلی رات کو اٹھو اور خدا کے حضور جھکو بالخصوص لمبی راتوں میں پابندی تمہارے دنیوی کاروبار میں بھی بہت مفید ثابت ہوگی۔

ہمیں کس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے!

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس دینی کاروبار کو چلانے کے لئے کس قسم کے آدمی درکار ہیں؟ ہمیں دو قسم کے آدمی درکار ہیں

(۱) ایک وہ جو قرآن کا علم اور قرآن کی اشاعت و خدمت کی خاطر دوسرے علوم حاصل کریں اور اس غرض کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیں۔

(۲) دوسرے وہ جو دنیا کمائیں اور خوب کمائیں اور اپنے مالوں سے دین کی خدمت کریں۔

زندگیاں وقف کرنیوالوں کے لئے نمونہ

وہ لوگ جو علم قرآن حاصل کرنے اور اسے پھیلانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ ان کے سامنے نمونہ کے طور پر میں مولوی عبدالحق صاحب کو پیش کرتا ہوں ——— دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہو اور وہ اس کے اندر جل جائے اور کبھی اف نہ کرے مولوی عبدالحق صاحب اس قسم کے آدمیوں کا ایک نہایت صحیح اور قابل تقلید نمونہ ہیں۔ خدا کے فضل سے ان کے علم نے اس اسقدر ترقی کی ہے کہ وہ ہماری جماعت کے چوٹی کے علماء میں شامل ہیں اور سارے ہندوستان میں ان کی ٹکر کا کوئی دوسرا آدمی نہیں ——— مدیوں میں بھی اور غیر از جماعت میں بھی لیکن باایں ان کی حصول علم کی کوشش جاری رہتی ہے اسقدر علم و فضل کے باوجود انہیں کوئی فخر اور غرور نہیں جب انسان میں بڑائی کا خیال آجائے تو اس کی ترقی رک جاتی ہے علم کی ترقی اسطرح ہوتی ہے کہ انسان کے علم کی پیاس کبھی بجھے نہیں اور اس کے ساتھ ہی اس میں حد درجہ کا انکسار ہو۔ وہ غرور و تکبر سے دور رہے اور اسقدر محنت کرے کہ پورے طور پر اپنے آپ کو حصول علم میں لگا دے۔

کوئی محنت کرنے والا محروم نہیں رہتا

جو کوئی محنت کرتا ہے اس کو ضرور اسکا پھل ملتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک کو اپنی استعداد کے مطابق ہی ملتا ہے اور مختلف آدمیوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں لیکن کوئی محنت کرنے والا محروم نہیں رہتا۔ جو شخص اس لحاظ سے دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرے وہ عبدالحق کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھے۔

دنیا کمانے والوں کیلئے صحیح نمونہ

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو مال کمائیں اور خوب کمائیں اور اپنے مالوں کو دین کے لئے دیں۔ ایک شخص خواہ وہ بہت بڑا تاجر ہو یا عہدیدار ہو اگر وہ مال سے دین کی خدمت کرتا ہے تو گویا اس نے بھی ایک طرح دین کے لئے زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ شاید کوئی کہے کہ ہماری جماعت ایک دینی اور مذہبی جماعت ہے ہمیں آئی سی ایس والوں کی کیا ضرورت ہے؟ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایک نہیں ہزار آئی۔ سی۔ ایس

ہوں ـــــ لیکن میں کیسا آئی سی ۔ ایس چاہتا ہوں ؟ اسکا ایک نمونہ یہ آپ کے پاس میاں نصیر احمد بیٹھے ہیں (میاں صاحب موصوف پاس ہی بیٹھے تھے حضرت ممدوح نے انکی طرف اشارہ کرکے بتایا) دیکھئے یہ کس قسم کا ثابت قدم اور ارادے کا پکا انسان ہے۔

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کا قابل تقلید ایفائے عہد

انہوں نے آئی۔ سی۔ ایس بننے سے پہلے یا بعد ـــــ مجھے صحیح یاد نہیں وعدہ کیا تھا کہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چندہ ماہوار دیا کرونگا۔ ابتک وہ اس وعدہ کو پورا کر رہے ہیں۔ ولایت سے انہوں نے اپنے وظیفے کا دسواں حصہ باقاعدہ بھیجنا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ محض گذارہ کے لئے وظیفہ تھا۔ یہاں آکر بھی انہوں نے اس وعدہ کو پورا کیا اور ابتک پورا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے انہوں نے معقول ترقی حاصل کی۔ ان کے ساتھ ساتھ وہ باقاعدہ اپنی چندے کی رقم بڑھاتے گئے۔ انکا فیصلہ ہے کہ جنہوں نے دسواں حصہ دینا ہے وہ انکم ٹیکس اور بیمہ وغیرہ کی قسط ادا کرنے کے بعد دسواں حصہ دیں لیکن میں نصیر احمد نے کہا کہ یہ کٹوتیاں کیا ہیں پوری تنخواہ پر دسواں حصہ دونگا چنانچہ وہ اپنی پوری تنخواہ کا دسواں حصہ دے رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ جو لوگ دسواں حصہ دیتے ہیں ان کے لئے دیگر تحریکات میں شامل ہونا ضروری نہیں ہے لیکن میاں نصیر احمد سب تحریکات میں شرح صدر خوشی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔ میں تو دعا کرتا ہوں اس قسم کے آئی سی ۔ ایس اس جماعت میں ایک سو نہیں بلکہ ایک ہزار ہو جائیں۔ دعا کرو تمہاری جماعت میں دنیا کمانے والے ایسے ہوں جو اپنی آمدنیوں میں سے خدا کا حصہ پہلے نکالیں۔

عملی زندگی میں داخل ہونے والے نوجوانوں کو مشورہ

وہ نوجوان جو عملی زندگی کے میدان میں داخل ہو رہے ہیں اور ملازمت و کاروبار کی تلاش میں ہیں۔ میں ان کو مشورہ دوں گا کہ وہ ابھی سے اپنی آمدنیوں میں سے خدا کا حصہ نکالنے کا عہد کرلیں یہ کچھ بھی مشکل نہیں اگر پہلے سے ہی ارادہ اور اپنے دل کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا جائے۔ جو شخص دس روپے کماتا ہے اس کا گذارہ ۱۰ کی بجائے ۹ میں بھی ہو سکتا ہے۔ جو ساٹھ کماتا ہے اسکا گذارہ ساٹھ کی بجائے چون ۵۴ میں بھی ہو سکتا ہے اور جو چار سو کماتا ہے اس کا گذارہ چار سو کی بجائے تین سو ساٹھ ۳۶۰ میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر شروع سے ہی اسکا خیال رکھا جائے تو قطعاً تکلیف نہیں ہوتی لیکن اگر پہلے اخراجات بڑھا لئے ہیں تو بعد کو گھٹانے میں تکلیف ہو گی۔

خدا کی راہ میں اپنی آمدنیوں کا کم از کم دسواں حصہ ضرور دو

میں نوجوانوں سے چاہتا ہوں کہ وہ دنیا کمائیں لیکن خدا کی راہ میں اپنی آمدنیوں کا کم از کم دسواں حصہ ضرور دیں۔ ایسے نوجوان بھی دین کیلئے زندگیاں وقف کرنے والوں سے کم قابل قدر نہیں ہیں ان کی بھی ہمیں بے حد ضرورت ہے۔

بچت فنڈ تحریک کو کامیاب بناؤ

اس کے بعد میں جماعت کے بزرگوں سے دو چار باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ بعض چھوٹی چھوٹی تحریکات ہیں جن پر ساری جماعت آسانی کیساتھ عمل کر سکتی ہے لیکن دوست ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایک تو یہ چندہ ماہوار ہے یعنی اپنی آمدنیوں کا کم از کم سولھواں حصہ دینا۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور چھوٹی سی تحریک ہے جس میں بہت کوتاہی نظر آرہی ہے۔ اور وہ ہے بچت فنڈ کی تحریک۔ یہ تو بڑی نفس پرستی ہے کہ ہم ہفتہ میں ایک دن بھی خدا اور اس کے دین کی خاطر اپنے کھانے اور اس کے تکلفات کو کم نہیں کر سکتے ـــــ دیکھو اسی دنیا میں وہ بھی وقت آجاتا ہے کہ جب انسان ان چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ دولت کی ریل پیل اور کھانے پینے کی چیزوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ لیکن ڈاکٹر کا حکم ہوتا ہے کہ ابلی ہوئی سبزی اور دال کھاؤ گوشت انڈے مچھلی اور گھی کے نزدیک تک نہ جاؤ۔ اس وقت سب ڈاکٹر کا حکم مانتے ہیں۔ لیکن اگر خدا کے دین کی خاطر اپنے ایک قومی فیصلہ کے مطابق ہفتہ میں صرف ایک دن اپنے کھانے پینے کو ذرا سادہ بنا لو تو اس میں کیا ہرج ہے ؟

یہ تحریک معمولی نہیں نہایت اہم ہے

بظاہر یہ چیزیں معمولی نظر آتی ہیں لیکن تم ان معمولی چیزوں ہی سے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر سکتے ہو۔ مثلاً آج تمہاری جماعت کی تعداد دس ہزار ہے کل کو ایک لاکھ ہو جائے تو اسی بچت فنڈ سے ایک بہت بڑا مشن چل سکتا ہے۔ اس میں آپکا ذاتی فائدہ بھی ہے کبھی کبھی کھانے کو کم اور سادہ کر دینا صحت کے لئے بھی بے حد مفید ہے۔ اس سے برداشت اور تکالیف کے مقابلہ کی قوت بھی پیدا ہوتی ہے۔ آپ میں سے جو شخص گوشت کھاتا ہے۔ وہ ایک دن کے لئے دال کھالے۔ جو دال کھاتا ہے وہ چٹنی سے روٹی کھالے۔ جو چٹنی سے روٹی کھاتا ہے وہ ہفتہ میں ایک دن روکھی روٹی کھالے ـــــ چنے چبا کر گذارہ کر لے۔ جب یہ چیزیں تمہاری اپنی ذات کے لئے بھی مفید ہیں اور تمہاری قوم کے لئے بھی مفید ہیں تو پھر تم ان پر عمل کیوں نہیں کرتے۔

بیرونی جماعتوں کو لائبریریاں کھولنے کیلئے سہولتیں

سالانہ جلسہ کے موقع پر اکثر احباب اور جماعتوں کی خواہش تھی کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر لائبریریاں کھولیں۔ انجمن نے اس تجویز کو بہت پسند کیا ہے بلکہ اسکی خواہش ہے کہ ہر جماعت میں لائبریری کا ہونا اشد ضروری ہے۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ جہاں جہاں احباب ایسی لائبریریاں کھولنے کا فیصلہ کریں وہاں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان مطلوبہ کتب کی فہرست مجھے ارسال کر دیں۔ انجمن ایسی لائبریریوں کو اپنی مطبوعات نصف قیمت پر دیگی۔ درخواست صدر اور سیکرٹری ہر دو اصحاب کے دستخطوں کے ساتھ بھیجی جائے۔ کم از کم بیس فی صدی رقم درخواست کے ہمراہ آنی چاہئیے۔ اور باقی آٹھ ماہوار اقساط ہیں ٭

(خاکسار محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری)

خواتین جماعت سے درخواست

میں اس موقع پر خواتین جماعت سے بھی التجا کرونگا کیونکہ کھانے پکانے کا انتظام ان کے ہی سپرد ہوتا ہے۔ ایک سال ساری جماعت اس کی پوری پابندی کرکے دیکھے پھر آپ سب کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کس قدر مفید اور سہل بات ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوشش اور پابندی پوری ہو۔ اس میں کوئی کمی نہ رہے۔

وصایا کی تحریک

دوسری بات جو میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین۔ امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائیدادوں کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے۔ اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔

اسلام کو اپنی اولاد کی طرح ہی عزیز سمجھو

یہ ذرا سمجھ ہی کی بات ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص کے دو بیٹے ہوں تو وہ تیسرا پیدا ہونے پر افسوس کرنے بیٹھ جائے کہ ہائے اب میری جائداد دو کی بجائے تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ یا نو بیٹے ہوں تو دسواں بیٹا پیدا ہونے پر افسوس کرے کہ اب میرے بعد میری جائیداد کے نو نہیں بلکہ دس حصے ہو جائیں گے۔ سو اگر آپ لوگ اسلام کو بھی اپنے بیٹوں اور اولاد کی طرح ہی عزیز و محبوب سمجھ لیں تو یہ مال کے دسویں حصہ کی وصیت کچھ بھی مشکل نہیں کسی کے پاس پچاس ہزار کی جائیداد ہے وہ اس میں سے پانچ ہزار کی خدا کی راہ میں وقف کر جائے۔ کسی کے پاس ایک لاکھ ہے وہ اس میں سے دس ہزار کی وقف کر دے۔ کسی کے تین بیٹے ہیں وہ سمجھ لے چوتھا بیٹا بھی ہے جس کے سات بیٹے ہیں وہ سمجھ لے آٹھواں بھی ہے اولاد جتنی بھی ہو اس کے پیدا ہونے کی خوشی ہی کی جاتی ہے

وصایا کی بدولت عظیم الشان مستقل فنڈ جمع ہو سکتا ہے

اس کا نتیجہ کیا ہو گا ؟ رفتہ رفتہ تمہاری قوم کے پاس اتنا بڑا مستقل فنڈ جمع ہو جائیگا جس سے تم ساری دنیا میں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کر سکو۔

اب تو جیتے جی ہی دولت چھن رہی ہے

لوگ تو بالشویکوں ہی کو رد تے ہیں۔ لیکن یہاں بھی حکومت مال چھینتی چلی جا رہی ہے اور اس کے سامنے سب مجبور ہو کر گردن جھکا دیتے ہیں۔ نئے سے نئے ٹیکس لگ رہے ہیں اگر اب بھی تم نے خدا کی راہ میں نہ دیا اور اس ثواب عظیم اور صدقہ جاریہ سے محروم رہے تو یہ تمہاری ناشکری ہو گی۔ دولت ایک دفعہ تو مر کر چھنتی ہی ہے اور انسان اس سے محروم ہوتا ہی ہے۔ ادھر آنکھیں بند ہوئیں۔ اور ادھر دوسرے لوگ قابض ہو گئے۔ لیکن اب تو جیتے جی ہی چھن رہی ہے۔ یہی جو پنجاب میں پراپرٹی ٹیکس ادا کریں گے سو قرآن کریم کے حکم پر اور حضرت مسیح موعود کے حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ باقی جائداد اور مال، اولاد اور وارثوں کو دو۔ صرف اسکا ایک حصہ اسلام کے لئے وقف کر دو۔ دراصل یہی تمہارے کام آئیگا۔ باقی سب تو دوسروں ہی کے ہاتھ چلا جائیگا۔

خواتین اپنے اچھے نمونہ سے اپنی اولادوں پر نیک اثر ڈالیں

اس کے علاوہ میں ایک بات خواتین سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بڑی محنت و مشقت اٹھاتی ہیں۔ اولاد کی پرورش میں اور یہ بڑا ہی مشکل اور سب سے زیادہ تکلیف کا کام ہے۔ مرد بیٹھک کماتا ہے یعنی ٹوکری ڈھو لینا۔ پیٹھ پر بوجھ اٹھا لینا یا اس سے بھی زیادہ مشقت کا کام اس محنت کے مقابلہ پر آسان ہے۔ جو کہ عورت اولاد کی پرورش میں برداشت کرتی ہے۔ مزدوری کے کاموں کے لئے جسمانی قوت درکار ہوتی ہے۔ سو میں خواتین کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ اگر وہ اپنی اولاد کو بہترین نمونہ بنانا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے اپنے آپ کو بہترین نمونہ بنائیں۔ اس کے بغیر ان کی اولاد اچھے راستے پر نہیں پڑ سکتی۔ اگر تمہارے اپنے دل کے اندر خدمت اسلام اور پابندی دین اور اعلائے کلمہ حق کا جذبہ ہے تو تمہاری اولاد کے دل میں بھی آسانی کیساتھ یہ جذبہ پیدا ہو سکتا ہے اگر تم خود نماز کی پابند ہو گی اور خدا کے حضور جھکو گی تو تمہاری اولاد بھی نماز کی پابند ہو گی۔ ورنہ نہیں۔ مرد تو اپنے وقت کا زیادہ حصہ گھر سے باہر گذارتے ہیں۔ عورتیں زیادہ

بگھروں کے اندر رہتی ہیں۔ سو میں خواتین جماعت کے لئے کہونگا کہ وہ اپنے اچھے نمونہ سے اپنی اولادوں پر نیک اثر ڈالیں اور اپنے عمل کو خدا اور رسُول کے احکام کے مطابق بنالیں۔ اس طرح وہ کسی خاص تکلیف کے بغیر محض اپنے عمل اور نمونہ سے اولاد کی اچھی تربیت کرسکتی ہیں۔

ان باتوں کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لو

یہ باتیں جو میں نے نوجوانوں، اپنے بزرگ دوستوں اور اپنی جماعت کی خواتین سے کہی ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ سب ان کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ اچھی بات کو یونہی پھینک دینا بڑی بدقسمتی ہے۔ کیا تم اچھی اور بیش قیمت چیزوں، سونے چاندی جواہرات کو پھینک دیا کرتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ اچھی باتیں تو سونے چاندی اور جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ ان کو پھینکنا بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

دوست باہمی رنجشوں اور کدورتوں کو دور کردیں

خطبہ تو کافی طویل ہوگیا ہے۔ وقت بھی بہت گذر چکا ہے لیکن دو تین ضروری باتیں یاد آگئی ہیں وہ بھی کہہ دیتا ہوں۔ کیونکہ ایسا موقع کم ملتا ہے۔ مجھے ابھی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اپنے اخبار کے متعلق کچھ کہنے کے لئے یاد دلایا ہے۔ لیکن اس سے قبل کہ میں اخبار کے متعلق کچھ کہوں ایک ضروری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے اندر بعض جگہ بعض دوستوں میں تھوڑی تھوڑی کدورتیں ہیں ـــ سب جگہ نہیں۔ کہیں کہیں۔ انہیں دور کرنا چاہئے۔ ان کدورتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جماعت بددل ہوجاتی ہے اور اس کی ترقی رک جاتی ہے۔ سو جس طرح ہو ان آپس کی رنجشوں اور کدورتوں کو دور کریں۔ ہر ایک جماعت میں جہاں جہاں ضرورت ہو۔ دو دو چار چار دوست اس کام کو اپنے ذمہ لیں اور جن دوستوں کی آپس میں کچھ رنجش ہے ان کی صلح صفائی کرا دیں۔ شروع میں رنجش معمولی ہوتی ہے۔ لیکن اگر اسے دور نہ کیا جائے تو اسے سلسلہ ملتا رہتا ہے۔ اور وہ بہت بڑھ جاتی ہے۔ سو ان رنجشوں اور کدورتوں کو دور کرنا چاہئے۔ آپس میں محبت بڑھانی چاہئے۔

قادیانی جماعت کے متعلق ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہئے

دوسری بات جسکا ذکر کل جنرل کونسل کے اجلاس کے بعد بھی ہوا تھا وہ ہمارے جماعت قادیان کے ساتھ تعلقات ہیں۔ ان تعلقات میں ہماری طرف سے ذاتی حملے کا عنصر بالکل نہیں ہونا چاہئے جس طرح دوسرے لوگ تم پر کفر کا فتوےٰ لگاتے ہیں۔ ہمیں اور ہمارے مرشد کو کافر اور دجال کہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم انہیں سمجھانے کی کوشش ہی کرتے ہیں۔ اور ان میں سے جو شخص ہمیں یا حضرت مسیح موعودؑ کو ایسا کہتا ہے اسے ہم اسکا ذاتی فعل سمجھتے ہیں۔ یہی طریقہ اور وطیرہ ہمارا جماعت قادیان کے متعلق ہونا چاہئے۔

صبر و برداشت سے کام لو

بعض دوست کہتے ہیں کہ رواداری دو طرفہ ہونی چاہئے۔ یہ کیا کہ قادیان والے ہمیں گالیاں دیتے رہیں۔ ہم پر جھوٹے الزام لگاتے جائیں اور ہم خاموش بیٹھے رہیں اور اس کے جواب میں سچی باتیں بھی نہ کہیں اور سچے واقعات کا بھی اظہار نہ کریں۔ انہیں میں کہتا ہوں کہ رواداری دو طرفہ ہی نہیں ایک طرفہ بھی ہوتی ہے۔ گو یہ مشکل ہے لیکن ہمیں یہی کرکے دکھلانی چاہئے اور اگر صبر اور برداشت سے کام لیا جائے تو یہ کچھ مشکل بھی نہیں۔ بے شک قادیانی دوست ہمیں بُرا کہتے ہیں ہمیں بدترین قوم قرار دیتے ہیں ـــ دیتے رہیں۔ ہمارا طرز عمل ان کے ساتھ محبت و اخلاق اور رواداری ہی کا ہونا چاہئے۔

عقائد باطلہ کی تردید ضرور کرو لیکن اخلاق و معقولیت کیساتھ

ہاں عقائد باطلہ کی تردید ضرور کرو اور بڑے زور کے ساتھ کرو حضرت مسیح موعودؑ کی ذات کے ساتھ جو وہ غلط دعوےٰ اور عقائد منسوب کرتے ہیں وہ گویا ان کی ذات اور پوزیشن پر ایک زبردست حملہ کرتے ہیں۔ اس کا دفاع و تردید ضرور کرو لیکن اخلاق و معقولیت کے ساتھ۔ اپنے دلوں کو ذرا ٹھنڈا رکھو۔ صبر اور برداشت سے کام لو۔ بدگوئی کا مقابلہ بدگوئی سے نہ کرو۔

ہمارے اخبار کی پالیسی کیسی ہونی چاہئے

ہمارے اخبار کی پالیسی بھی یہی ہونی چاہئے۔ اور میں اخبار کے کارکنوں اور مضمون نگاروں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں۔ ہمارے اخبار میں اب زیادہ تر وہ چیزیں ہونی چاہئیں جو قوم کی تعمیر کے لئے مفید ہوں اخبار کی پالیسی اس بارہ میں بدلنی چاہئے۔ اس میں زیادہ تر (۱) قرآن کریم (۲) حدیث (۳) کتب حضرت مسیح موعودؑ (۴) حالات حاضرہ (۵) تنظیم و توسیع جماعت (۶) اور اسلامی معاشرت و تہذیب کے متعلق مضامین اور اقتباسات ہونے چاہئیں۔

اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے

اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار "پیغام صلح" قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ اخبار نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہوجاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔ تبلیغی مقاصد کے لئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے۔ میں اسے پڑھتا ہوں اور اس سے میرے بہت شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہوسکتی۔

"لائٹ" اور "ینگ اسلام"

پیغام صلح کے علاوہ ہمارا انگریزی اخبار "لائٹ" ہے انگریزی خوان دوست اسے بھی منگائیں یہ بھی بہت مفید ثابت ہوگا غیر از جماعت لوگوں میں اس کی اشاعت کرنی چاہئے۔ چونکہ میں نے اس خطبہ میں نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا ہے۔ اس لئے اخبار "ینگ اسلام" کے متعلق بھی کہتا ہوں کہ اسے بھی ترقی دینی چاہئے نوجوان اس اخبار کو خریدیں، پڑھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

پیغام صلح کو زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کی جائیگی

لیکن "پیغام صلح" کے متعلق میں خاص طور پر کہونگا موجودہ حالت میں بھی اخبار اچھا ہے لیکن اسے اور بہتر بنانے کی کوشش کی جائیگی میں خود اس طرف توجہ دونگا۔ دوسرے دوستوں کو جو لکھ سکتے ہیں اپنے اس اخبار کو بہتر بنانے میں مدد دینی چاہئے۔

دُعا

آؤ دعا کریں اور اللہ تعالےٰ سے مدد مانگیں کہ وہ ہمیں اپنے دین کی خدمت کی بہت زیادہ توفیق دے اس کے لئے ہمت اور سامان عطا فرمائے اس سال کا جلسہ نہایت بابرکت اور کامیاب ہے اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور برکتیں ہمارے ساتھ ہیں۔ اس نے ہمارے دلوں پر وہ کیفیت نازل کی جو صحابہؓ کے دلوں پر نازل ہوتی تھی۔ واقعی یہی کیفیت ہے جس کے ساتھ ہماری قوم اس قدر قربانیاں کر رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے ملائکہ کو ہماری امداد کیلئے بھیجا اور اس طرح ہمارے قلوب کو تقویت دی یہ اسکا بہت بڑا اور خاص فضل ہے۔ اے اللہ تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری کمزوریوں کو دور کردے اور ہمیں اس طرح پاک کردے جس طرح تیرے وہ بندے پاک تھے۔ جن کے دلوں کو تو نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا تھا ـــ کیونکہ کوئی ناپاک قوم تیرے مقدس نام کو پھیلانے کی اہل نہیں ہو سکتی ۔

اقتباسات

تجدد کی داد

"باوجود اُس تعظیم کے جو اتاترک مرحوم کے بہت سے کارناموں کی میرے دل میں ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ میری رائے میں انہوں نے اپنے حروف کو بدلنے میں غلطی کی۔ اگر کبھی وہ دن آجائے کہ مغربی دماغوں سے یہ نکل جائے کہ اُن کے ممالک کو خدا نے دوسروں سے بہتر بنایا ہے تو ممکن ہے دونوں اس رسم خط کو اپنے مطول خط پر ترجیح دینے لگیں۔ اتاترک نے اس قسم کی جتنی اصلاحیں کیں اُنکا مقصد اس سے اپنی قوم کو یورپ کی قوموں کا ہمرنگ بنانا تھا اور انہوں نے محسوس کیا کہ جبتک ترک اپنی وضع قطع اور خو بو سے یورپ کی عیسائی قوموں کو مسلمان نظر آتے ہیں۔ اُنکی دشمنی قائم رہیگی۔ اس لئے ظاہری شکل میں اگر انہیں نظر آئے کہ یہ لوگ اپنی پہلی حالت کو خود ہی بدل رہے ہیں اور یورپ کے رنگ میں رنگے جارہے ہیں۔ انکی منافرت ترکوں سے کم ہوجائیگی"

یہ سر شیخ عبدالقادر نے اُردو کانفرنس (کانپور) کے خطبۂ صدارت میں ارشاد فرمایا۔ (ہماری زبان ۱ یکم جنوری ۱۹۴۱ء) ـــ گستاخ و بدزبان ہندی مسلمان! چلا ہے غازی مجاہد لازوال سردار پر اعتراض کی زبان کھولنے! کہتا ہے انہوں نے عربی حروف کو مٹا دینے اور لاطینی حروف کے رواج دینے میں غلطی کی گویا اس عظیم المرتبت فوق البشر انسان کو اتنی بھی سمجھ نہ تھی جتنی ہندی غلاموں کو ہے! اور پھر فرنگی وضع قطع خو بو بنا لینے پر، نصرانیوں کی مشابہت اختیار کرلینے پر بھی تعریض! گویا ساتویں صدی عیسوی آج بیسویں صدی پر بھی حکمراں رہے ـــ وہ تو کہئے خطبۂ صدارت کانپور میں پڑھا گیا۔ اور صبر و سکون سے سن لیا گیا۔ ایسا نہ ہو کہ اس مثال سے خوش ہوکر انجمن ترقی اردو والے کہیں خدا نخواستہ ایسا ہی رجعت پسند صدر منتخب کرکے آئندہ اجلاس مراد آباد میں کرڈالنے کی ہمت کر رہے ہیں۔ (صدق)

عراق کا میزانیہ

سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کے مالی سال کے میزانیہ کے تخمینے حکومت کو پارلیمان نے بھیجے ہیں۔ اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصارف میں کمی کردی گئی ہے۔ آمدنی کا اندازہ ۵۰۰،۵۱۷،۱ عراقی دینار کیا گیا ہے۔ اور مصارف کا ۰۰،۱۷،۱۵ عراقی دینار اور بجٹ ایک لاکھ عراقی دینار دکھائی گئی ہے۔ اس میزانیہ کا سبب یہ ہے کہ آمدنی میں سنہ ۱۹۴۰-۴۱ء کی بہ نسبت تین لاکھ عراقی دینار کا اضافہ ہوا ہے اور مصارف میں دس ہزار عراقی دینار کی کمی کردی گئی ہے عراق کی تاریخ میں یہ دوسرا بجٹ ہے جس میں معقول بچت ہوئی ہے۔ میزانیہ میں پہلی دفعہ سنہ ۱۹۳۸-۳۹ء میں بچت ہوئی تھی جو دو لاکھ عراقی دینار سے زیادہ تھی۔ (ماخوذ)

ترکی پر حملہ

انقرہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ترکیہ اپنی آزادی کی حفاظت کیلئے پوری طرح تیار ہے اور اسکا لشکر چار ورڈز ایال پر مستعد کھڑا ہے۔ ترکیہ ایک عرصہ سے جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور اس کی فوجیں اہم مقامات پر جمع ہیں لیکن بلقان کی موجودہ حالات سے ترکیہ اور بھی چوکنا ہوگیا ہے اور اسے اپنے آپ پر اعتماد ہے چنانچہ انقرہ ریڈیو نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی طاقت ہم سے ٹکرائی تو ہمارے فولادی دستے اسکا منہ توڑ دینگے۔ (ماخوذ)

اخبار اہلحدیث کی چھ مزعومہ کذب بیانیوں کی حقیقت اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ایک ناصحانہ گذارش

(از جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری از قادیان)

(۲)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی مزعومہ چوتھی کذب بیانی

میرے مضمون میں، ایک حصہ نقل کرکے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ اقتباس بھی پر از ب وزور (سراسر جھوٹ) ہے۔ علماء نے جلسہ میں شرکت کی خواہش از خود نہیں کی تھی۔ بلکہ جلسہ کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے ان کو دعوت شرکت آئی تھی۔ اس کو انہوں نے قبول کیا۔"

میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنی اس مزعومہ کذب بیانی کی بنیاد میرے کس لفظ پر رکھی ہے۔ میں نے تو اپنے سارے مضمون میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ مولوی صاحب کو منتظمہ کمیٹی کی طرف سے دعوت نہیں آئی تھی۔ اور یہ کہ مولوی صاحب از خود جلسہ میں شریک ہوئے تھے اور نہ ہی میرے مضمون کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ مولوی صاحب از خود جلسہ میں شریک ہوئے ہوں۔ یا دعوت کو قبول کرکے شریک ہوئے ہوں۔ میرے استدلال پر کسی طرح بھی مخالف اثر نہیں ڈالتا۔ میرا استدلال تو صرف اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے قانون نستدرجهم من حيث لا يعلمون کے ماتحت علماء کے دل میں شرکت جلسہ کی تحریک کر دی۔ یہ تحریک خواہ از خود آپ کے دل میں پیدا ہوئی یا دعوتی کارڈ آ جانے پر ہوئی۔ بہرحال تحریک ضرور ہوئی۔ آپ دعوتی کارڈ پر شامل ہونے سے انکار تو کر سکتے تھے۔ اگر آپ کا ذہن اس وقت اس طرف منتقل ہو جاتا کہ اس جلسہ میں شریک ہونے سے حضرت اقدسؑ کے ساتھ تفسیر نویسی میں مقابلہ ہو جائے گا۔ تو آپ یقیناً دعوت کو قبول کرنے سے بھی اگر کوئی بھی انکار کر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف نے آپ کے ذہن کو اس طرف منتقل ہونے سے روکے رکھا۔ تا وہ اپنے نشان کو پورا کرے اور اپنے مامور کی صداقت کو واضح کر دے۔ جس کو آپ لوگ دیر سے مشتبہ کرتے چلے آ رہے تھے اور تا وہ علماء پر اپنی حجت پوری کر دے۔

مولوی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ رپورٹ جو شائع ہو چکی ہوئی ہے۔ اس قطعاً اس بات کا ذکر نہیں کہ جلسہ کی منتظمہ کمیٹی نے کسی شخص کو دعوتی رقعہ کے ذریعہ اس جلسہ میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی۔

مولوی صاحب کیا سادگی سے فرماتے ہیں کہ یہ جلسہ تفسیر نویسی کے لئے نہ تھا۔ کیا ہندو یا عیسائی سکھ برہمو وغیرہ بھی تفسیر نویسی کیلئے آئے تھے۔ مولوی صاحب! یہ سوال نہیں کہ جلسہ تفسیر نویسی میں مقابلہ کی غرض سے منعقد کیا گیا تھا یا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ اس جلسہ میں فریقین کو کیا ایک دوسرے کے بالمقابل قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا موقعہ ملا ہے یا نہیں۔ ملا اور یقیناً ملا۔ اور اسی کا نام تفسیر نویسی میں مقابلہ ہے۔ جس کا کوئی عقلمند بھی انکار نہیں کر سکتا۔ باقی رہا دوسرے مذاہب کے نمائندوں کا مقابلہ میں آنا سو ان کے آنے سے بھی اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ ہو گیا۔ اور حضرت اقدسؑ کے مضمون کے غالب رہنے سے اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت ہو گیا۔ اور اس طرح دیگر ادیان پر بھی حضرت اقدسؑ کے ذریعہ حجت تمام ہو گئی اور پیشگوئی يهلك الملل كلها الا الاسلام حضور کے ہاتھ پر اپنی تمام شان سے پوری ہو گئی۔ اور حضورؑ کے ہاتھ پر آیت هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله کے نمایاں طور پر پورا ہونے سے حضورؑ کا مسیح موعود ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔

مولوی صاحب کی مزعومہ پانچویں کذب بیانی

میں نے لکھا تھا کہ حضرت اقدسؑ کا مضمون ختم ہونے سے قبل وقت مقررہ ختم ہو گیا تھا۔ لیکن لوگوں کو اس مضمون کے سننے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ انہوں نے منتظمین جلسہ پر زور ڈال کر ایک دن زائد کروایا۔ مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ چوتھا روز یعنی ۲۹ دسمبر جلسہ کے ایام میں داخل تھا۔ اس جگہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب عمداً حق پر پردہ ڈالتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ جیسا کہ قارئین کرام حقیقت حال سے واقف ہونے کے بعد میری اس رائے سے اتفاق کریں گے جو میں نے مولوی صاحب کے متعلق ظاہر کی ہے۔ میں اس امر کے متعلق سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب کے اصل الفاظ قارئین کرام کے سامنے رکھ دوں۔ اس رپورٹ کے صفحہ ۱۴۲ پر مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں:۔

"اگرچہ اس مضمون کے (حضرت مسیح موعود کے مضمون کے از ناقل) ختم ہونے ہوتے شام کا وقت قریب آ گیا۔ لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا۔ اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا استثنا واحد کے دیگر ایسی دلچسپی ہو گئی کہ عام طور پر اگزکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسہ کے چوتھے اجلاس کے لئے انتظام کرے جس میں باقی سوالات کا جواب سنایا جاوے۔ کیونکہ حسب اعلان اگزکٹو کمیٹی جلسہ کے تین ہی اجلاس ہونے تھے اور تینوں اجلاس کے سپیکر پہلے ہی سے مقرر ہو چکے تھے۔ جلسہ کے دن بڑھانے کے لئے موڈریٹر صاحبان کی خاص رضامندی تھی۔ علاوہ ازیں ناظرین جلسہ کی طرف سے اور آریہ سماج کی طرف سے بھی استدعا تھی کہ انکی طرف سے اور زیادہ ریپریزنٹیشن ہو۔ اس لئے اگزکٹو کمیٹی نے انجمن حمایت اسلام کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحب سے جو وہاں موجود تھے چوتھے دن کے لئے استعمال مکان کی اجازت لیکر پریذیڈنٹ مجلس صاحب کو اطلاع دی کہ وہ چوتھے دن کا اعلان کر دیں۔ مضمون ساڑھے پانچ بجے ختم ہوا۔ جس پر ذیل کے الفاظ میں پریذیڈنٹ مجلس نے آج کے اجلاس کی کارروائی کو ختم کیا۔

"میرے دوستو! آپ نے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی طرف سے سنا۔ ہمیں خاص کر جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا مشکور ہونا چاہئے جنہوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا۔ میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے اس فرط شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر صاحبان رؤسا کی خاص فرمائش سے اگزکٹو کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے۔" (رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۴۲)

قارئین کرام مندرجہ بالا الفاظ پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ چوتھا دن جلسہ کے ایام میں داخل تھا کہاں تک درست ہے اور کیا جو کچھ میں نے لکھا تھا اس میں کوئی بات خلاف واقعہ ہے۔ کیا یہ درست نہیں کہ حضرت اقدسؑ کے مضمون کے ساتھ جو خاص دلچسپی پبلک اور موڈریٹر صاحبان کو پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے کمیٹی منتظمہ کو مجبور کیا کہ وہ تین دن کی بجائے جلسہ کو چار دن تک ممتد کر دے اور کیا صدر جلسہ کے اعلان میں اس بات کا صریح ذکر نہیں کہ چوتھا دن حضرت مرزا صاحب کے بقیہ مضمون کے لئے زائد کیا گیا ہے۔

مولوی صاحب کی پیش کردہ عبارت کا صحیح مفہوم

مولوی صاحب نے بھی اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے رپورٹ میں سے ایک عبارت پیش کی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اس کے سمجھنے میں یا خود غلطی کھائی ہے یا عمداً دوسروں کو غلطی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تو میں رپورٹ کے صریح الفاظ سے ثابت کر چکا ہوں کہ جلسہ کے لئے صرف تین دن مقرر تھے۔ یعنی ۲۶، ۲۷ و ۲۸ دسمبر۔ اس لئے کمیٹی اپنی ہی رپورٹ کے خلاف یہ کس طرح شائع کر سکتی تھی کہ ۲۹ دسمبر بھی ایام جلسہ میں شامل تھا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی پیش کردہ عبارت کا کیا مطلب ہے۔ سو مولوی صاحب غور سے سن لیں کہ ۲۷ دسمبر کو جب حضرت اقدسؑ کا مضمون سنایا گیا۔ تو چار گھنٹہ میں صرف پہلے سوال کا جواب ختم ہوا۔ چونکہ باقی چار سوالوں کا جواب ابھی باقی تھا۔ اور ادھر لوگ اس مضمون کو سننے کے لئے حد سے زیادہ مشتاق تھے۔ لیکن بوجہ شام ہو جانے کے کارروائی جاری نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ اور ادھر ۲۸ دسمبر کو بھی بوجہ دوسرے سپیکروں کے پہلے سے ہی مقرر ہو چکنے کے اس مضمون کے لئے کوئی وقت نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس لئے لوگوں کے اشتیاق کو دیکھ کر کمیٹی نے اس مضمون کے لئے ایک دن اور بڑھا دیا۔ چونکہ زیادہ لوگ بھی وقت لینا چاہتے تھے۔ اور ادھر کمیٹی نے حضرت اقدسؑ کے مضمون کے لئے دن بڑھانا تھا۔ اس لئے دوسرے لوگوں کو بھی وقت دیکر ۲۹ تاریخ کے لئے بھی پروگرام مکمل کر لیا گیا۔ اب کمیٹی نے جب رپورٹ مرتب کی۔ تو لازماً اس نے چوتھے دن کے اجلاس کی کارروائی کو بھی رپورٹ میں درج کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے چوتھے دن کے زائد کرنے کی وجہ بھی لکھی اور ساتھ ہی اس دن کی کارروائی بھی لکھی۔ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ چوتھا دن زائد کیا گیا ہے تو انہوں نے اس دن درخواستیں دیں کہ انہیں بھی اس زائد دن میں کچھ وقت دیا جائے۔ کمیٹی اپنی رپورٹ میں لکھتی ہے کہ ان کو وقت اس لئے نہ دیا گیا کہ اس دن کے لئے پروگرام پہلے ہی مکمل ہو چکا ہوا تھا۔ اور کمیٹی کے پاس کوئی زائد وقت نہ تھا کہ ان کی درخواستوں کو قبول کیا جاتا۔ بلکہ مقررہ تقریروں کے لئے بھی وقت کافی نہ تھا۔ اس لئے بجائے کارروائی جلسہ کو ۱۰ بجے شروع کرنے کے جیسا کہ پہلے ایام میں ہو رہی تھی۔ اس دن ساڑھے ۹ بجے شروع

کیا گیا۔ اب قارئین کرام خود ہی غور کر لیں کہ اس رپورٹ سے یہ نتیجہ کس طرح نکل آیا کہ وہ دن حضرت اقدسؑ کے مضمون کی خاطر نہیں بڑھایا گیا تھا۔ اس میں تو صرف ان لوگوں کی درخواستوں کو رد کرنے کی وجہ بتائی گئی ہے جنہوں نے صرف اسی دن تقریریں کرنے کے لئے اپنے نام پیش کئے تھے۔

یہ امر کس قدر سنجیدہ ہے کہ مولوی صاحب خود تو بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور دوسروں پر کذب بیانی کا الزام لگانے کیلئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر مولوی صاحب نے باوجود حقیقت کو سمجھ لینے کے پھر یہ الزام لگایا ہے۔ تو یہ امر اور بھی افسوسناک ہے۔

مولوی صاحب موصوف کی چھٹی مزعومہ کذب بیانی

میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ اس جلسہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری باوجود اپنی پوری کوشش کے حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ناکام رہے اور میدان حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ رہا۔ مولوی صاحب موصوف میرے اس قول کو محض شیخی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری تقریر کے وقت صدر آپ کے خلیفہ اول حکیم نورالدین قادیانی تھے جنہوں نے مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے خاتمہ پر مندرجہ ذیل الفاظ فرمائے۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے محبت بھرے الفاظ آپ کو بہت پسند آئے ہوں گے۔ میں اپنی طرف سے اور آپ صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں"

حضرت خلیفہ اول کے مندرجہ بالا الفاظ نقل کرنے کے بعد مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء

مولوی صاحب موصوف کی خوش فہمی

جناب مولوی صاحب بحث تو اس امر میں ہے کہ جو حقائق و معارف قرآنیہ اس دن آپ کی اور حضرت اقدسؑ کی طرف سے بیان کئے گئے۔ ان میں کون غالب رہا۔ اور حاضرین نے فریقین میں سے کس کے بیان کردہ علوم کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب کے الفاظ میں ایک لفظ بھی ایسا ہے جو آپ کے بیان کردہ مضمون یا اس کے کسی حصہ یا آپ کے پیش کردہ دلائل کی مدح پر دلالت کرتا ہو۔ یہ آپکی انتہا درجہ کی خوش فہمی ہے کہ آپ ان الفاظ کو جو آپ کے مضمون کی ہجو ملیح پر دلالت کرتے ہیں۔ اپنے مضمون کی تعریف میں شمار کر رہے ہیں۔ ان الفاظ سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ کو آپ کے مضمون میں کوئی کام کی بات نظر نہیں آئی کہ آپ اس کی تعریف کرتے۔ سوائے اس کے کہ آپ کے مضمون میں چند محبت بھرے الفاظ تھے جن سے آپ نے ہندو اور مسلمان دونوں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ ان کے متعلق حضرت مولوی صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرما دیا کہ مولوی صاحب کے محبت بھرے الفاظ آپ لوگوں کو پسند آ گئے ہوں گے۔

مولوی صاحب کے الفاظ جو لوگوں کو پسند آ سکتے تھے

آیئے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کے وہ کونسے الفاظ تھے جو لوگوں کو پسند آ سکتے تھے۔ مولوی صاحب سنئے اور بگوش ہوش سے سنئے۔ آپ نے کھڑے ہوتے ہی حاضرین کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔

"صاحبان میر مجلس و دیگر حاضرین السلام علیکم و نمستے"

اب بتلایئے کہ السلام علیکم کے ساتھ نمستے کہنے سے آپ کی غرض بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کو بھی خوش کریں اور ان سے بھی داد لیں اور پبلک پر یہ ظاہر کریں کہ آپ بڑے ہی فراخدل اور مذہبی رواداری کے نہ صرف قائل بلکہ اس پر عمل بھی کرنے والے ہیں۔ اب اس نمستے کا کیا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ حاضرین کو آپ کے یہ رواداری کے الفاظ پسند آئے ہوں گے۔ پس اگر حضرت مولوی صاحب نے آپ کی قلبی کیفیت کی ترجمانی کر دی تو اس سے آپ کے مضمون کی تعریف کس طرح ثابت ہو گئی۔

پھر اور سنئے۔ آپ نے تمام مذاہب کے خواص کو خوش کرنے کیلئے جو کچھ کہا وہ بھی آپ کے ہی الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ آپ اپنی تمہید میں یوں گویا ہیں۔

"ہاں یہ بات بلاشبہ ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں جس میں ہر مذہب کے علماء و فضلا کے علاوہ دنیا کے فلاسفر اور معزز سے معزز رؤسا موجود ہوں۔ مجھ جیسے کا کچھ بیان کرنا غالباً نادانی کا اظہار ہے لیکن اس لحاظ سے کہ خدا کی دی ہوئی زبان سے کام نہ لینا گویا ایک نعمت کی ناشکری ہے۔ اس لئے مافی الضمیر کا ظاہر کر دینا شاید اس نادانی کی تلافی کر سکے"

اب بھلا بتلایئے کہ اس قسم کی چاپلوسی سے لبریز الفاظ سے لوگ کیوں خوش نہ ہوئے ہوں گے۔ پس حضرت خلیفہ اول کے ریمارکس میں جو اشارہ ہے تو آپ کے اس قسم کے الفاظ کی طرف اشارہ ہے نہ کہ آپ کے مضمون کے کسی حصہ کی طرف۔

حضرت اقدسؑ کے مضمون کی قبولیت

اپنے مقابلہ میں حضرت اقدسؑ کے مضمون کی قبولیت کا جو عالم تھا۔ اس کو بھی آپ کی اور قارئین کرام کی آگاہی کیلئے رپورٹ میں سے ہی درج کرتا ہوں۔ تا آپ کو پتہ لگے کہ تعریف کسے کہتے ہیں۔ اول تو حدیث یوضع له القبول فی الارض یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی قبولیت کو زمین میں پھیلا دیتا ہے کے مطابق لوگوں کے دل حضورؑ کے مضمون کو سننے کیلئے پہلے سے ہی مشتاق تھے۔ باوجود شدید مخالفت کے جو علماء کی طرف سے حضورؑ کی ہو رہی تھی۔ اور باوجود کفر کے صریح فتویٰ کے جو قریباً دو صد علماء کی طرف سے دیا گیا تھا۔ پھر بھی لوگ حضورؑ کے مضمون کے سننے کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔ ثبوت کے لئے ذیل کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"پنڈت گوردھن صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا۔ اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔ مختلف مذاہب و ملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا۔ لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا عمائد پنجاب علماء فضلاء بیرسٹر وکیل۔ پروفیسر۔ اکسٹرا اسسٹنٹ۔ ڈاکٹر غرضیکہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف براچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے۔ لیکن خود انہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون نہ ختم ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشا کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دیدیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جانی تھی لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی۔ کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گھنٹے میں ختم ہوا۔ اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

(رپورٹ [illegible])

جناب مولوی صاحب! قبولیت میں چیز کا نام ہے۔ [illegible] اسے کہتے ہیں اور دلچسپی یہ ہوتی ہے کہ [illegible] رہ کر مضمون کو سنتے ہیں۔ پھر وقت مقررہ ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا مقرر اپنا وقت دیدیتا ہے۔ لوگ اس پر خوشی کے نعرے لگاتے ہیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ادھر باوجود وقت بار گھنٹہ دیا جاتا ہے لیکن صرف پہلے سوال کا جواب ہی ختم ہوتا ہے۔ بقیہ حصہ سننے کے لئے لوگ بیتاب ہو جاتے ہیں۔ کمیٹی منتظمہ کو لوگوں کی بے حد اشتیاق کو دیکھ کر ایام جلسہ میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑتا ہے جیسا کہ ۲۹ دسمبر یعنی محض [illegible] بقیہ مضمون کے سنانے کیلئے مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ بجائے دس بجے کے کارروائی ۹½ بجے شروع ہو گی۔ منتظمین کو خوف ہوتا ہے کہ شاید سردی کی وجہ سے لوگ ۹½ بجے جمع نہ ہو سکیں لیکن لوگوں کو اس مضمون کے سننے کا اس قدر شوق تھا کہ سردی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ۹ بجے سے پہلے ہی جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کی دلچسپی کے عالم کا ایک اور نظارہ دیکھئے کہ ۲۹ دسمبر کو بھی جو وقت اس مضمون کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور مضمون ابھی باقی پڑا ہے۔ اس وقت لوگوں کے دلوں کی کیا کیفیت تھی ہے۔ اس کا اندازہ رپورٹ کے ذیل کے الفاظ سے لگایا جاتا ہے۔

"حضرت مرزا صاحب کی تقریر کے ختم ہونے سے پہلے ہی مقررہ وقت تقریر ختم ہو چکا تھا۔ لیکن اختتام وقت پر حضار جلسہ ایک طرف اور موڈریٹر صاحبان دوسری طرف اس بات پر زور دیتے تھے کہ تقریر کے ختم ہونے کیلئے وقت بڑھایا جاوے جس پر پریذیڈنٹ اور کمیٹی نے نہایت خوشی سے ایزادی وقت کی اجازت سے کر ہزار دل و لول کو خوش کیا" (رپورٹ صفحہ ۲۱۱)

ایڈیٹر خالصہ بہادر کے بیان کردہ [illegible]

اس مضمون کا قلوب پر جو اثر تھا اس کا اندازہ ان الفاظ سے بھی کیا جا سکتا ہے جو سردار راجندر سنگھ صاحب ایڈیٹر خالصہ بہادر لاہور نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمائے۔ سردار صاحب فرماتے ہیں [illegible]

"وہ قرآن جس کو مرزا صاحب نے کمال خوبی سے بیان کیا اگر مسلمان اس قرآن پر اس طرح چلیں جس طرح مرزا صاحب نے بیان کیا ہے تو پھر ان جیسا کون ہے" (رپورٹ صفحہ [illegible])

اس کے بعد اخبارات میں حضرت اقدسؑ کے مضمون کے غالب رہنے کا اعلان ہو جاتا ہے اور یہ عملاً حضرت اقدسؑ کی پیش از وقت شائع شدہ پیشگوئی کے مطابق وقوع میں آیا۔ جناب مولوی صاحب! تعریف اس چیز کا نام ہے نہ کہ حضرت خلیفہ اول کے الفاظ جو درحقیقت ہجو پر دلالت کرتے ہیں (باقی آئندہ)

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

خادم صاحب گجراتی سے میری گفتگو

(از جناب شیخ مولا بخش صاحب تاجر لائل پوری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

صدر جلسہ نے اتنا کو سن کر شیخ محمد صدیق صاحب صدر جلسہ نے فرمایا کہ بس آگے کچھ ضرورت نہیں۔ اب اس کے بعد یہ گفتگو ہو کہ آیا میاں صاحب اپنے آپ کو مصلح موعود قرار دیتے ہیں یا نہیں۔

احمدی۔ میاں صاحب تو گول مول باتیں کرتے ہیں۔ انہوں نے صاف طور پر یہ نہیں کہا کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔ ذرا توجہ سے سنئے۔ جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں۔ کیونکہ مجھے خدا نے اس کی خبر نہیں دی۔ اگر مجھے خبر دی گئی تو کسی کے سوال کی ضرورت نہ ہوگی۔ میں خود اعلان کر دوں گا۔"

(تقریر مندرجہ الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء)

اب خادم صاحب کا ہے کہ وہ میاں صاحب کا کوئی اعلان پیش کریں جس میں انہوں نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔

خادم صاحب۔ میاں صاحب کی اور میری گفتگو اخبار "الفضل" میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں میاں صاحب نے صاف طور پر کہا تھا کہ میں مصلح موعود ہوں

احمدی۔ ماخذ "الفضل" میں تو آپ کے جواب میں ان کا انکار چھپا تھا۔

خادم صاحب غلطی سے چھپ گیا تھا۔ بعد میں اس کی تردید کروا دی گئی تھی۔

احمدی۔ ہم نے وہ تردید نہیں پڑھی۔ کیا آپ اس اخبار کا حوالہ دے سکتے ہیں۔

خادم صاحب۔ الفضل کا وہ پرچہ موجود ہے جس میں میں نے یہ شائع کیا تھا کہ حضرت میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کی تردید شائع کرا دی ہے۔

احمدی۔ مگر وہ پرچہ جس میں میاں صاحب نے تردید شائع کرائی ہے۔ ہم نے نہیں دیکھا۔ اگر آپ کی بات کو صحیح مان لیا جائے۔ تو بھی ہمارے دعوے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ مباحثہ راولپنڈی کے وقت میاں صاحب نے جو چٹھی مولوی اللہ دتا صاحب کو لکھی ہے اس میں پھر وہی گول مول بات ہے اور صراحتاً کوئی دعویٰ نہیں۔ اور وہ چٹھی "الفضل" مورخہ ۲۰ جولائی ۳۷ء کے صفحہ ۵ پر اس طرح درج ہے

"حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور مصلح موعود کی پیشگوئی"

مکرمی مولوی ابوالعطا صاحب جالندھری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اولاً میرے نزدیک مصلح موعود حضرت مسیح موعود کی موجودہ اولاد میں سے ایک لڑکا ہے۔ نہ کہ آئندہ زمانہ میں آنے والا کوئی فرد۔ دوئم میرے نزدیک جس حد تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کی لو سے فیصلہ کی باتیں میرے زمانہ خلافت کے کاموں کے مطابق ہیں۔

سوئم۔ چونکہ میں اس پیشگوئی کے موعود کے لئے دعوے کو شرط قرار نہیں دیتا۔ اس لئے میرے نزدیک میرے لئے دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی جو غرض ہے وہ بڑی حد تک خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ پوری کر دی ہے۔ لیکن میں اس میں بھی تعجب کی بات نہیں دیکھتا۔ اگر میرے بھائیوں میں سے کسی دوسرے کے ذریعہ بھی اس قسم کے کام یا ان سے بڑھکر کام خدا تعالیٰ کر دے۔"

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۱۸ جون ۱۹۳۷ء

میاں صاحب کے اس خط کی رو سے تو میاں صاحب مصلح موعود کے لئے دعوے کو سرے سے ہی غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ آپ کے سوال کے جواب میں ۱۹۳۵ء میں حضرت نے مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے اور میں اس کے خلاف ۱۹۳۷ء کی تحریر پیش کر رہا ہوں جو آپ کے بیان کو باطل کر رہی ہے۔ اس پر خادم صاحب . . . خادم کی بجائے نادم صاحب بن گئے اور شیخ محمد صدیق صاحب نے کہا کہ اب اس پر بھی مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لئے بحث ختم ہو گئی۔

گفتگو کا اثر

میاں عطاء اللہ صاحب مالک مقبول فلور ملز امرتسر جو پہلے میاں صاحب کو مصلح موعود ماننے کو تیار ہو گئے تھے۔ اس گفتگو کو سن کر خوشی سے اچھل پڑے اور میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج آپ کے ذریعہ مجھ پر اصل حقیقت کھل گئی ہے اور میں دھوکہ میں پھنس جانے سے بچ گیا۔

صدر کا فیصلہ

ہم یہاں سے اس گفتگو کو ختم کر کے جب واپس آ رہے تھے۔ تو پھر شیخ محمد صدیق صاحب امیر جماعت قادیانی اکاڑہ نے فرمایا کہ ہم سمجھ گئے ہیں کہ خادم صاحب کی تقریر جو جلسہ میں کی گئی تھی۔ وہ یک طرفہ خیالات تھے اور بحث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ مصلح موعود کون ہے۔ اور میاں صاحب نے بھی مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

نتیجہ

اس فیصلہ کو سنتے ہی میاں عطاء اللہ صاحب مالک فلور ملز بہت ہی خوش ہوئے اور کہا کہ لیجئے شیخ صاحب حَکَم کا فیصلہ بھی آپ ہی کے حق میں ہو گیا۔

ایک اقرار داد

گفتگو شروع کرنے سے پہلے میں نے شیخ محمد صدیق صاحب امیر جماعت قادیانی اوکاڑہ سے یہ اقرار لے لیا تھا۔ کہ گفتگو کا جو بھی فیصلہ وہ کریں۔ اسے انہیں لکھ کر شائع کرانا ہوگا۔ خواہ ان کا فیصلہ میرے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مگر خاتمہ گفتگو پر جب ہمارے حق میں فیصلہ دیدیا تو اس فیصلہ کو چھپوانے سے صاف انکار کر دیا کہ اس کے چھپنے سے ایک طرح حضرت مسیح موعود کی سبکی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ایک اہم پیشگوئی کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ نہ کر سکے۔ اور اجتہادی طور پر جو بیان اس پیشگوئی کو لگایا وہ اجتہاد صحیح نہیں نکلا۔ مگر ہمارے خیال میں شاید اس کا یہ بھی باعث ہو کہ اس فیصلہ کا اثر قادیانی خلیفہ صاحب کی ذات پر جا پڑتا ہے اور تمام قادیانی جماعت کے مبلغوں کی وہ سعی جو وہ میاں صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دینے میں کرتے ہیں اکارت جاتی ہے۔

خادم صاحب کی خوش کلامی

دوران گفتگو میں خادم صاحب دو تین مرتبہ بد زبانی پر اتر آئے جس کو حاضرین مجلس نے بہت برا منایا اور شیخ عطاء اللہ صاحب شیخ امیر عمر صاحب اور محمد اکبر صاحب نے بہت زیادہ محسوس کیا اور خادم صاحب کو ان کی اس ناشائستہ حرکت سے روکتے رہے۔

صدر کی شخصیت

شیخ محمد صدیق صاحب امیر جماعت اکاڑہ ایک بہت بڑے باخبر اور قادیانی علم کلام سے واقف معزز انسان ہیں۔ اور ایک ممتاز شخصیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ فیصلہ قادیانی جماعت کے لئے قابل توجہ ہے۔

میری قادیان جانے کی غرض

میں قادیان اس لئے گیا کہ اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر دعا کروں بہشتی مقبرہ کو دیکھوں اور قادیان کی دوسری چیزوں کو بھی دیکھوں چنانچہ میں نے اپنے ہمراہیوں سمیت ایسا کیا۔ اور چونکہ یہ جلسہ کا موقعہ تھا۔ اس لئے جلسہ میں بھی شمولیت کی جس کا ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ ہم نے دیکھ لیا کہ قادیان کے بڑے بڑے مبلغ جن کو قادیانی جماعت بڑے فخر سے پیش کرتی ہے۔ اور کبھی ان کو خاتم المناظرین کا خطاب بھی دیدیا جاتا ہے۔ وہ بھی احمدی جماعت لاہور کے سامنے نادم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ مصلح موعود جن کا بر وقت آنا حق ہے اور اسی پیشگوئی کا مصداق میاں محمود احمد صاحب کو قرار دیکر جماعت ... نے لوح افراد کو قابو کر رکھا ہے۔ اسی کے متعلق ... آدمی کے سامنے عاجز آ جاتے ہیں۔

قادیانی خاتم المناظرین

خادم گجراتی صاحب کو جبکہ انہوں نے احمدیہ پاکٹ بک کا موجودہ ایڈیشن شائع کیا۔ تو قادیان کے ... پوسٹروں کے ذریعہ موجودہ احمدیہ پاکٹ بک کا اشتہار دیا گیا۔ اور مصنف پاکٹ بک کا نام خاتم المناظرین ... میں لکھا تھا۔ دراصل یہ ایک غلطی تھی کہ خاتم ... استعمال کیا گیا۔ مگر یہ غلطی عمداً کی گئی تھی ... لفظ خاتم ہے۔ اس کو ایک معمولی بات قرار دیا ... قادیانی لوگ مناظرہ میں اور اپنی تحریروں میں ... الفاظ لکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ الفاظ نہ خدا تعالیٰ کے ... اور نہ آنحضرت صلعم کے۔ اگر کسی نے اپنے استاد کو خاتم المحدثین وغیرہ لکھ دیا تو اس کا ایسا لکھنا بھی قریباً ایسا ہی ہے جیسے ... صاحب کو خاتم المناظرین لکھ دیا۔ حالانکہ وہ ... جانتا ہے کہ کسی مقام کا خاتم کون ہے ... قادیانی علم کلام میں اس لفظ کی تحقیر بری طرح ہو رہی ہے۔ اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح آنحضرت صلعم کا آخری نبی ہونا لوگوں کے ذہنوں سے دور ہو جائے۔ اور اجرائے نبوت کے لئے ... آ جائے۔ مگر کیا آئندہ خادم صاحب کی مہر سے قادیانی مناظر جاری ہونگے۔

(باقی صفحہ ۳ کالم ۲ پر)

نقد ونظر!

(از محمد انعام الحق)

بچوں کی دنیا" (ہفتہ وار رسالہ)

یہ رسالہ بچوں کے لئے پنجاب کے قدیم و مشہور شہر ملتان سے جناب نور الحسن صاحب ہاشمی کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ سررشتہ تعلیم صوبجات پنجاب و سندھ کا منظور کردہ ہے۔ سلیقے اور محنت سے مرتب کیا جاتا ہے۔ اور بتدریج ترقی کر رہا ہے۔ دلچسپ اخلاقی کہانیاں، آسان اخلاقی و تاریخی مضامین مشاہیر کے حالات زندگی قدیم عمارات اور جدید ایجادات کے متعلق ضروری معلومات، مقولے، لطیفے، پہیلیاں اور خبروں کا خلاصہ غرضیکہ بچوں کیلئے اسمیں تمام ضروری خبریں درج ہوتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات ایسے مشکل الفاظ اس کے صفحات میں نظر آجاتے ہیں۔ جو پرائمری جماعتوں کے ننھے بچوں کے علاوہ مڈل کے طلبہ و طالبات کیلئے بھی ناقابل فہم ہوتے ہیں امید ہے کہ لائق مدیر آئندہ اس امر کا خیال رکھیں گے۔ بے شک مشکل اور نئے الفاظ سے بچوں کو واقف کرانا ایک تعلیمی پرچے کا فرض ہے۔ لیکن اس میں بچوں کی اہلیت اور ضرورت کا اعتبار کیا جانا خیال رکھنا چاہئے بہر حال پرچہ مفید و کامیاب ہے۔ سائز ۲۰×۳۰ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ سرورق دبیز و سادہ ضخامت علاوہ سرورق سولہ صفحات۔ چندہ سالانہ پانچ روپے ششماہی دو روپیہ بارہ آنے

پتہ: مینجر رسالہ "بچوں کی دنیا" ملتان شہر

گنجینۂ روزگار المعروف مکمل عملی صابون سازی مجلد

منشی احمد مالک صاحب قریشی نے اس نام سے فن صابون سازی کے متعلق ایک مختصر لیکن اچھی کتاب شائع کی ہے جسمیں مختلف اقسام کے انگریزی و دیسی خوشبودار صابن تیل اور کریم وغیرہ بنانے کے سستے اور سہل نسخے درج ہیں اور ان کے بنانے کی ترکیبیں وضاحت کیساتھ سادہ آسان زبان میں لکھی ہیں۔ چند تشریحی تصاویر بھی دی ہیں علاوہ ازیں صابون سازی کو تجارتی طور پر کامیاب بنانے کے لئے مفید عملی ہدایات درج ہیں۔ اکثر نسخوں کے اجزا کم قیمت اور ایسے ہیں جو چھوٹے شہروں اور قصبات میں بھی بالعموم آسانی کے ساتھ دستیاب ہو جاتے ہیں۔ کتاب کے آخری صفحات میں ان تاجروں کی فہرست دی گئی ہے جن کے ہاں سے صابن سازی کے متعلق اشیا عمدہ بکثرت مل سکتی ہیں۔ مولف کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس فن کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہے۔ اور تمام نسخے تجربہ کے بعد لکھے ہیں۔ بحیثیت مجموعی کتاب مفید معلوم ہوتی ہے سائز ۲۰×۲۶/۱۶ کاغذ سفید چھپائی گوارہ کتابت اور جلد معمولی ضخامت تقریباً سو صفحات قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک پتہ:۔

"منیجر گنجینۂ روزگار" گوجرانوالہ (پنجاب)

نقشہ یورپ ایشیا و افریقہ

"پیغام صلح" کے آرٹسٹ ماسٹر عنایت محمد صاحب نے یورپ ایشیا اور افریقہ کا ایک صحیح و دیدہ زیب نقشہ مرتب کر کے طبع کرایا ہے جسمیں ان تینوں براعظموں کے تمام اہم مقامات، قدرتی جغرافیائی اور سیاسی تقسیم کو ایسے طریق پر واضح کیا گیا ہے کہ جنگ کے متعلق خبریں سمجھنے میں بے حد آسانی ہوتی ہے۔ یورپ و ایشیا کی تمام سلطنتوں اور انکے مقبوضات کو مختلف رنگوں میں پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے علاوہ ازیں اسی تختہ کاغذ پر تمام کرہ ارض کا ایک چھوٹا نقشہ جس میں شمالی اور جنوبی امریکہ بھی شامل ہے دیا گیا ہے۔ ماسٹر عنایت محمد صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس سائز پر تینوں براعظموں کا کوئی اردو نقشہ بازار میں موجود نہیں ہے۔ جو اصحاب اخبارات میں خبریں پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں یا ریڈیو میں خبریں سنتے ہیں انہیں یہ نقشہ ضرور منگا کر اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ کاغذ عمدہ و دبیز۔ چھپائی صاف و روشن سوا پانچ آنہ کے ٹکٹ ارسال کرنے پر مندرجہ ذیل پتہ سے مل سکتا ہے

رشید یہ بک ایجنسی۔ دسن پورہ، عمرو بن روڈ لاہور

رپن پریس کا کیلنڈر ۱۹۴۱ء

لاہور کے مشہور اسلامی مطبع رپن پریس نے حسب معمول امسال بھی ۲۲×۲۹ کے سائز کے عمدہ چکنے کاغذ پر خوبصورت و دیدہ زیب کیلنڈر چھاپا ہے جو تاریخیں اور تعطیلات بتانے کے علاوہ گھروں اور دفتروں کی آرائش کا کام بھی دے سکتا ہے جیفتی لگی ہوئی ہے ۴ کے ٹکٹ بھیج کر مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کریں۔

رپن پریس میں انگریزی اور ٹائپ میں اردو، عربی، فارسی کی چھپائی کا کام بھی صاف ستھرا ہوتا ہے۔ سرورق۔ تصاویر لیبل۔ لیٹر فارم وغیرہ کی چھپائی میں تو یہ مطبع کافی شہرت و نیک نامی حاصل کر چکا ہے۔

پتہ: مینیجر رپن پریس۔ میل روڈ۔ لاہور

مدار الیقین ہے کہ حضرت مسیح موعود کے خدام میں خادم سے بہت بڑھ کر بہت سے علما و فضلا موجود ہیں جو خادم صاحب کو پڑھا سکتے ہیں۔

اس واقعہ پر بھی ذرا نگاہ ڈال کر دیکھیں کہ جس مسئلہ پر خادم صاحب کو ناز ہے کہ وہ اسے تفصیلی پر بیان کر سکتے ہیں اور دوسروں کی نسبت بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور اسی مسئلہ پر وہ جلسہ سالانہ پر بڑے زور سے لیکچر بھی دیتے ہیں اور یہ بھی شائع کر چکے ہیں کہ میں "نشان مصلح موعود" کا جواب لکھوں گا۔ حالانکہ جناب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کی اس کتاب کا جواب ناممکن ہے اور جس قدر آجکل اخباروں میں اس کتاب کے متعلق قادیان سے لکھا جا چکا ہے وہ محض ایک منہ چڑانے کی بات ہے۔ اور ان تمام باتوں کا جواب الجواب پہلے ہی دیدیا ہوا ہے۔ مگر میرے جیسے انسان کے سامنے بھی خادم صاحب نادم ہو گئے۔ اور انہی کے اپنے آدمی نے بحیثیت حکم تسلیم کر لیا کہ خادم صاحب میاں صاحب کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ثابت نہیں کر سکے۔ اور نہ میاں صاحب کو اس پیشگوئی کے موعود ہونے کا مدعی دکھا سکے۔ یہ ہے قادیانی خاتم المناظرین کی شان۔ خدا جانے اگر ان کو شیخ عبد الرحمن صاحب مصری جیسے عالم سے اس موضوع پر بحث کرنی پڑ جائے۔ تو ان پر کیا مصیبت آجائے۔ جبکہ یہ میرے جیسے کم علم آدمی کے ساتھ بھی مقابلہ نہیں کر سکے۔ اور نہ خدا چاہے کر سکتے ہیں کیونکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر اور خدا ہمیشہ حق کی تائید کرتا ہے نہ باطل کی۔

خادم کا ایک منٹ

خادم صاحب نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا کہ میرے ایک فائر میں تمام لاہوری اڑ جاتے ہیں۔ اور ایک منٹ میں میرے سامنے وہ بند ہو جاتے ہیں۔ مگر جب گفتگو ہونے لگی تو خادم صاحب ۴۵ منٹ تک تقریر کرتے چلے گئے۔ تب میں نے ان کو متوجہ کیا کہ۔۔۔۔ اس قدر لمبی تقریر سے کیا مطلب ہے۔ میں نے خود تو اپنے لئے دس منٹ کا وقت رکھا تھا۔ اور جواب کیلئے خادم صاحب کو ۱۵ منٹ تھے۔ مگر ایک منٹ میں بند کرنے کا دعویدار ۴۵ منٹ کلام کر کے بھی جواب سے عاجز رہ گیا یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے استکبار کا ایک علاج ہے کاش خادم صاحب اس بری عادت سے رجوع کریں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخالف گالی بھی دے تو اسکا جواب گالی سے نہ دیا جائے

تقویٰ کے بہت سے اجزاء ہیں۔ عجب، خودپسندی، مال حرام سے پرہیز، اور بداخلاقی سے بچنا بھی تقویٰ ہے۔ جو شخص اچھے اخلاق ظاہر کرتا ہے اس کے دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادفع بالتی ھی احسن (پارہ ۱۸) اب خیال کرو کہ یہ ہدایت کیا تعلیم دیتی ہے؟ اس ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ اگر مخالف گالی بھی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دیا جائے بلکہ اس پر صبر کیا جائے اس کا نتیجہ ہوگا کہ مخالف تمہاری فضیلت کا قائل ہو کر خود ہی نادم اور شرمندہ ہوگا اور یہ سزا اس سزا سے بہت بڑھکر ہوگی جو انتقامی طور پر تم اس کو دے سکتے ہو یوں تو ایک ذرا سا آدمی اقدام قتل تک نوبت پہنچا سکتا ہے لیکن انسانیت کا تقاضا اور تقوےٰ کا منشاء یہ نہیں ہے۔ خوش اخلاقی ایک ایسا جوہر ہے کہ موذی سے موذی انسان پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ ع
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش۔ فاسق آدمی جو انبیاء کے مقابلہ پر تھے خصوصاً وہ لوگ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر تھے ان کا ایمان لانا معجزات پر منحصر نہ تھا اور نہ معجزات اور خوارق ان کی تسلی کا باعث تھے۔ بلکہ وہ لوگ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کو ہی دیکھ کر آپ کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے اخلاقی معجزات وہ کام کر سکتے ہیں جو اقتداری معجزات نہیں کر سکتے، الاستقامت فوق الکرامت کا یہی مفہوم ہے اور تجربہ کر کے دیکھ لو کہ استقامت کیسے کرشمے دکھاتی ہے کرامت کی طرف تو چنداں التفات ہی نہیں ہوتا خصوصاً آجکل کے زمانہ میں لیکن اگر پتہ لگ جائے کہ فلاں شخص با اخلاق آدمی ہے تو اس کی طرف جس قدر رجوع ہوتا ہے وہ کوئی مخفی امر نہیں اخلاق حمیدہ کی دال لوگوں پر بھی پڑتی ہے جو کسی قسم کے نشانات کو دیکھ کر بھی اطمینان اور تسلی نہیں پا سکتے۔

(تقریر ۲۸ دسمبر ۱۸۹۷ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں حضرت ممدوح کا خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء اسی پرچہ میں درج ہے جس میں جماعت کے سامنے امسال کا تبلیغی پروگرام پیش کیا گیا ہے اور اسکے متعلق خاص ہدایات بھی درج ہیں سب احباب جماعت کو چاہئیے کہ اس خطبہ جمعہ کو غور سے مطالعہ کریں اور اسے بروئے کار لانے کی آج ہی سے کوشش کریں۔

— اخی المکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی بسلسلہ تبلیغ مورخہ ۲۹ جنوری دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔

— جناب خانصاحب ڈاکٹر سعید احمد صاحب دادر سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد محترم مولینا محمد یحییٰ صاحب کو اب افاقہ ہے کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں اور دو چار قدم چلنا بھی شروع کر دیا ہے طبیعت کی پریشانی اب رفع ہو چکی ہے۔ تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ مولینا موصوف کیلئے اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس قیمتی اور بابرکت وجود کو صحت کامل عطا فرمائے۔

— جناب ملک کرم الٰہی صاحب کے لڑکے عبدالحمید کیلئے جو ڈیڑھ دو سال سے بیمار ہے جلسہ میں بھی دوستوں نے خاص طور پر دعائیں کی تھیں پھر احباب سے دعا کی درخواست ہے خود ملک صاحب بھی پریشانیوں اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔

— قاضی شبیر محمد صاحب متعلم علی پور ضلع مظفرگڑھ کی اہلیہ صاحبہ تین ہفتہ سے بیمار ہیں انکی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

— جناب شیخ فضل الحق صاحب تاندلیانوالہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا لڑکا جلسہ سالانہ سے تین روز پیشتر وفات پا گیا اسلئے وہ جلسہ میں بھی شریک نہ ہو سکے انا للہ و انا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ شیخ صاحب اور ان کے دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ضروری ارشاد!

دوسری بات جو میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین، امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائدادوں کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے ہمیں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اسکی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کیلئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔ (خطبہ جمعہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء)

"امسال ہمیں بیس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانا چاہیئے"

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء اس پرچہ میں درج ہے، احباب جماعت نہایت غور سے مطالعہ فرمائیں۔

نجاشی مسلمان تھا یا کافر

اصحاب قادیان کے ایک استدلال پر فیصلہ کن بحث

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی

اجراء نبوت کے نتائج

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبوت کی ضرورت محسوس کرنے کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت ختم ہو چکا ہے اور کوئی شخص آپ کی نبوت پر دل و جان سے ایمان لا کر بھی ہدایت یافتہ نہیں کہلا سکتا، اور اگرچہ کوئی شخص ہزار بار نبوت محمدیہ پر ایمان کا اعلان کرے، اور کعبۃ اللہ میں کھڑے ہو کر کرے، صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ اور تمام ارکان اسلامی کو خلوص نیت سے بجا لائے پھر بھی وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہے، تاوقتیکہ وہ اس جدید نبوت پر ایمان کا اعلان نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ قادیان سے یہ اعلان ہوا تھا کہ

ہر ایک ایسا شخص جو موسےٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں وہ

نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

(کلمۃ الفصل مضمون میرزا بشیر احمد صاحب مندرجہ ریویو آف ریلیجنز)

اور خلیفہ صاحب کو یہ اعلانات کرنے پڑے کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵) اور وہ شخص جو آپ (حضرت مسیح موعود) کو دل سے سچا قرار دیتا ہو اور زبانی بھی انکار نہ کرتا ہو لیکن ابھی بیعت میں کچھ توقف کرتا ہو کافر ہے۔ (رسالہ مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جناب خلیفہ صاحب نے اپنی جماعت کو اہل اسلام سے جمیع اقسام کے اسلامی تعلقات منقطع کرنے کا حکم دے دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ کسی غیر احمدی مسلمان کے بچے تک کا جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں، اور کسی غیر احمدی مسلمان کو لڑکی دینا ایسا ہی جرم ہے جیسا کسی یہودی یا عیسائی کو لڑکی دینا،

یہ مسلک چونکہ حضرت مسیح موعود کے مسلک کے سراسر متضاد واقع ہوا تھا اس لئے حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ اور جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے حضرت مسیح موعود کے متعدد فتاویٰ پیش کئے گئے جن میں حضرت مسیح موعود نے واضح طور پر غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ بلکہ ایسے واقعات پیش کئے گئے کہ خود حضرت مسیح موعود نے غیر احمدی اصحاب کے جنازے پڑھے یہی وجہ تھی کہ خود خلیفہ صاحب نے حج کے موقعہ پر غیر احمدی امام کے پیچھے نماز ادا کی، اور یہی تمام جماعت احمدیہ کا طرز عمل تھا، اسی طرح تعلقات رشتہ داری کبھی منقطع نہیں کئے گئے، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے اپنی لڑکی، جناب خلیفہ صاحب کی سالی، کا نکاح ایک غیر احمدی عزیز سے کیا، ان سب واقعات سے واضح ہو رہا تھا کہ جماعت کا خیال غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق کیا تھا اگر فی الواقع جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود کو زمرۂ انبیاء میں شمار کرتی اور آپ پر ایمان نہ لانیوالوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی تو ناممکن تھا کہ غیر از جماعت مسلمانوں کے ساتھ تعلقات اسلامی کو قائم رکھا جاتا۔ ان واقعات کا انکار محترم خلیفہ صاحب سے اب تک نہیں ہو سکا وہ ایک طرف تو غیر احمدی دنیا کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور اُن سے تعلقات اسلامی کو کفر قرار دیتے ہیں، مگر دوسری طرف مذکورۃ الصدر واقعات کا انکار کرنے کی بھی جرأت نہیں کرتے۔

غرض احمدی اصحاب کے جنازے پڑھنے کے جواز میں حضرت مسیح موعود کے چار فتوے پیش کئے جا چکے ہیں، اور خود حضرت مسیح موعود کا عمل بھی پیش کیا گیا ہے کہ آپ نے ایسے اصحاب کے جنازے پڑھے جو آپ کی جماعت میں شامل نہ تھے۔

نجاشی کا کفر و اسلام

مباحثہ راولپنڈی میں کفر و اسلام کی بحث میں میں نے متعدد بار اپنے پرچوں میں اس بات پر زور دیا تو بالآخر قادیانی مناظر مولوی ابوالعطا صاحب نے اپنے آخری پرچہ میں یہ جواب دیا کہ

آپ کو معلوم ہے کہ نجاشی مسلمان تھا یا نہیں۔ اس نے کب بیعت کی تھی، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا تھا یا نہیں (مباحثہ راولپنڈی صفحہ ۳۰۱)

مولوی ابوالعطا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ صاف طور پر لکھیں کہ نجاشی غیر مسلم تھا اور اس کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھکر یہ بتا دیا کہ جنازہ غیر مسلم کا بھی پڑھا جا سکتا ہے لہذا حضرت مسیح موعود نے بھی غیر احمدی اصحاب کا اگرچہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، جنازہ پڑھا اور پڑھنے کی تلقین کی۔ مگر انہوں نے جملہ خبریہ کے طور پر نہیں بلکہ جملہ انشائیہ کے طور پر ایسے ذو معنی الفاظ میں اپنا مفہوم ادا کیا کہ سننے والوں پر یہ اثر پڑ جائے کہ ایک غیر مسلم کا جنازہ بھی بعض حالات میں جائز ہے اور ایسے الفاظ بھی استعمال نہ ہوں جن پر کوئی گرفت ہو سکے میں نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ

نجاشی مسلمان ہو چکا تھا، بیعت کرنا ضروری نہ تھا صرف اقرار رسالت کرنا ضروری تھا۔ الخ صـ ۳۱۷

لیکن چونکہ یہ میرا آخری پرچہ تھا، اس کے بعد اس معاملہ پر زیادہ بحث نہ ہو سکی ورنہ شاید قادیانی مناظر صاحب صاف طور پر بھی اپنے مفہوم کو بیان کر دیتے۔

اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حلقوں میں قادیانی اصحاب نے نجاشی کے جنازہ غائبانہ کو حضرت مسیح موعود کے طرز عمل کے مقابل بطور جواز پیش کیا ہے اور محترم و مکرم خان بہادر میاں محمد صادق صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس) کے علاوہ بھی بیرونجات کے بعض اصحاب نے اس امر پر وضاحت کے لئے ارشاد کیا ہے۔ ممکن ہے قادیان کے کسی اخبار میں اس پر کوئی مضمون بھی چھپا ہو۔ لیکن چونکہ میرے پاس کوئی قادیان کا اخبار نہیں آتا اسلئے مجھے اس کا علم نہیں میں صرف اظہار حقیقت کے طور پر اس استدلال پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں، سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ آیا فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ آپ غیر مسلم میت پر نماز جنازہ پڑھیں قرآن مجید میں واضح طور پر اس کی ممانعت موجود ہے۔

ولا تصل علی احد منهم مات ابدًا ولا تقم علی قبره انهم كفروا بالله ورسوله (التوبہ ع) اور تو ان میں سے کسی پر جو مر جائے نماز جنازہ بھی نہ پڑھ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کا کفر کیا ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی ایسے شخص کی جو آپ کی نبوت کا منکر ہو نماز جنازہ نہیں پڑھی، اور صرف انہی لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جو علی الاعلان اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ لیکن اگر اصحاب قادیان کے اس عذر کو قبول بھی کر لیا جائے۔ تو یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم کے جنازہ کی نماز ادا کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ تم خود اس نمونہ پر عمل کرتے ہوئے غیر احمدی اصحاب کی نماز جنازہ ادا نہیں کرتے۔ اگر نجاشی غیر مسلم تھا اور اس کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا تو کیا وجہ ہے کہ اس طریق کو آج قادیانی اصحاب اپنے عمل میں نہیں لاتے اور اسوۂ رسول کی خلاف ورزی کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب عذرات محض دفع الوقتی کی غرض سے پیش کئے جاتے ہیں، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ فریق مخالف کو وقتی طور پر ساکت کیا جائے۔

نجاشی کا قبول اسلام

جہاں تک نجاشی کے اسلام کا تعلق ہے ابو محمد عبدالملک بن ہشام اپنی سیرت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل حبش نے نجاشی کے خلاف بغاوت کی اور اسی الزام پر کی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔

فقالوا للنجاشی انك قد فارقت ديننا وخرجوا عليه قال فارسل النجاشی الی جعفر واصحابه فهيأ لهم سفنا وقال اركبوا فيها وكونوا كما انتم فان هزمت فامضوا حتی تلحقوا بحيث شئتم وان ظفرت فاثبتوا۔ ثم عمد الی الكتاب فكتب فيه هو يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله ويشهد ان عيسی بن مريم عبده ورسوله وروحه وكلمته القاها الی مريم ثم جعله فی قبائه عند المنكب الايمن وخرج الی الحبشة وصفوا له فقال يا معشر الحبشة الست احق الناس بكم قالوا بلی قال فكيف رأيتم سيرتی فيكم قالوا خير سيرة قال فما لكم قالوا فارقت ديننا وزعمت ان عيسی عبد قال فما تقولون انتم فی عيسی قالوا نقول هو ابن الله فقال النجاشی ووضع يده علی صدره علی قبائه هو يشهد ان عيسی بن مريم لم يزد علی هذا شيئا وانما يعنی ما كتب۔ فرضوا وانصرفوا فبلغ ذالك النبی صلی الله عليه وسلم فلما مات النجاشی صلی الله عليه واستغفر له (ذكر الهجرة الاولی الی ارض الحبشة)

کہ باغیوں نے نجاشی سے کہا کہ تو نے ہمارا دین ترک کر دیا ہے، نجاشی نے حضرت جعفر اور اُن کے ساتھیوں کو بلا کر انہیں سفینے تیار کر دیئے اور کہا کہ اگر مجھے شکست ہو گئی تو جہاں تمہارا جی چاہے چلے جانا، اور اگر فتح ہوئی تو یہیں قیام کرنا۔ پھر لکھنے کا سامان منگا کر اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله لکھا اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور خدا کی روح اور کلمہ ہیں جو مریم کی طرف القا کیا گیا پھر اس تحریر کو اس نے اپنی قباء کے نیچے اپنے داہنے پہلو میں رکھ لیا اور اہل حبش کی طرف نکلا اور اُن سے کہا کیا میں تم پر سب سے زیادہ حق نہیں رکھتا، انہوں نے کہا ہاں، اس نے کہا تم نے میری سیرت کیسی دیکھی ہے انہوں نے کہا نہایت اچھی اس نے کہا پھر اس بغاوت کا مطلب

باقی صفحہ پر

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۶

مسلمانوں کا اہم فریضہ
ایک تبلیغی نظام کی ضرورت

رسالہ جامعہ (دہلی) دسمبر ۱۹۴۰ء اور جنوری ۱۹۴۱ء کے شمارے میں ایک مضمون ڈاکٹر عبدالحمید صاحب ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی (برلن) کا "اسلامی مشرقی تمدن" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں آپ نے بے تمیز فکر کے دید فرمایا ہے کہ ہندوستان میں ایک ایسی اسلامی جماعت ہونی چاہئے جو صحیح قرآنی اور نبوی تعلیم و عمل کی حامل ہو۔ مذکورہ بالا مضمون کا وہ اقتباس درج ذیل ہے:—

"عہد جدید میں انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرنے کی ذمہ داری امت اسلامیہ کے سپرد ہے اور ہندوستان میں مسلمانان ہند پر کیونکہ یہی امت امت وسطہ ہے اور اسی امت کی تعلیمات میں روح اور مادہ، اخلاق و سیاست، قومیت اور بین الاقوامیت سرمایہ اور محنت کا ایک خوشگوار امتزاج پایا جاتا ہے۔ **کاش** کہ مسلمان اس اہم فریضہ کو سمجھیں اور اس عظیم الشان ذمہ داری کو اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ اس اہم انسانی اسلامی فریضہ کی ادائی کیلئے مندرجہ ذیل امور لازمی ہیں:۔

(۱) اولاً اسلامی تعلیمات، اسلامی تمدنی روح اور عہد جدید کے تمدنی مسائل کا علم

(۲) دوم ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک **جمعیتہ اسلامی** کا قیام جو ان تعلیمات کی حامل ہو اور اسلامی تمدنی روح سے لبریز ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

برسوں کے بعد اسلام کے علمی اور حرکی پہلو کو ڈاکٹر **اقبال** مرحوم نے اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی تصور کی نئی تشکیل" میں پیش کیا ہے۔ بہرحال اسلامی ہندی تمدن کے احیاء کے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہمارے نظام تعلیم اسلامی ہو اور ہمارے جدید تعلیم یافتہ اور علماء اسلامی روح کی ہمہ گیریت اور جدید تمدنی مسائل سے واقف ہوں۔ بغیر **وحدت فکری** کے وحدت عمل ایک ناممکن چیز ہے۔ اس وقت اسلامی فکر میں جو انتشار پایا جاتا ہے اس نے ایک جمعیتہ اسلامیہ کا قیام محال کر دیا ہے۔"

آج سے قریباً نصف صدی قبل جب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے ایک خالص اسلامی اجتماع کی بنیاد رکھی تو مولویوں نے شور اور غوغا بلند کرنا شروع کر دیا تھا کہ یہ ایک بدعت ہے جس کے جواب میں حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا تھا:

"یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی حد میں داخل نہیں کر سکتے ہر ایک وقت اور زمانہ انتظام جدیدہ کو چاہتا ہے اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آ دیں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی؟"۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عام مولوی! نام نہاد مولوی! اسلام کی ترقی احیاء اور اعلاء کیلئے نظام اور تدبیر کو بدعت سمجھتے تھے اور ان کی سمجھ میں ہی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ احیائے اسلام کے لئے ایک جمعیتہ اسلام کا قیام از حد ضروری ہے اور یہ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

لیکن حضرت بانی سلسلہ کو ہی عالم اسلام میں سب سے پہلے اس امر کا شعور ہوا کہ حالات بالکل بدل چکے ہیں اس لئے ان کے مطابق ہی ہمیں دین اسلام کی ترقی اور نصرت کیلئے کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسی سے وہ جمود ٹوٹ سکتا ہے جو کہ مسلمانوں کے انحطاط کی علامت ہے اور اسلام کے تبلیغی نظام میں حرکت پیدا کی جاسکتی ہے۔ سو آج سے بہت عرصہ پہلے جمعیتہ اسلامیہ کا قیام معرض وجود میں آیا اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور یہ وہی جماعت ہے جسکے متعلق ڈاکٹر سر اقبال مرحوم بھی ۱۹۱۱ء کے ایک خطبہ میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی اخلاق و سیرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں جاکر دیکھو"۔ آج بھی صرف یہی جمعیتہ اسلامیہ ہے جو کہ دنیا میں **جماعت احمدیہ** کے نام سے مشہور ہے اسلامی تعلیمات کی حامل ہے اور اسلامی تمدنی روح سے لبریز ہے اور اسکے حضرات کارل مارکس، نطشے اور میکیاولی نہیں بلکہ خدا اور خدا کے برگزیدہ رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ اکناف عالم میں اشاعت اسلام کے عظیم الشان پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے ہر وقت کوشاں ہے۔ سو یہ جماعت کسی فلاسفر اور مفکر کی قائم کردہ نہیں اور نہ ان مذاہب میں جنکی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہوا کرتی ہے۔ کوئی عمرانی مفکر احیاء کا کام کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (۱۵: ۹) ترجمہ:۔ بیشک ہم نے ہی اس دین کو دنیا میں بھیجا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی اس دین کا احیاء قیامت تک کیلئے خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہے جب بھی اسلامی اصولوں پر مُردنی چھانے لگے گی تو اس امت کے سواد سے ہی اللہ تعالیٰ ایسے مرد کامل کو کھڑا کریگا جو قرآن مجید اور اسلام کے محاسن کو اجاگر کر دیگا اور اسلامی تمدن اور سیرت کی حقیقی روح کو از سر نو زندہ کر دیگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا ترجمہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی پر ایک مجدد پیدا کریگا جو دین اسلام میں اپنی روح صداقت سے ایک تازگی اور نئی زندگی پیدا کریگا چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ایک مرد کامل کو احیائے دین اسلام کیلئے مبعوث فرمایا اور آج وہ لوگ جن پر حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک جمعیتہ اسلامیہ کا ہونا ضروری ہے انہیں دین اسلام کی **حقیقی روح کو سمجھتے** ہوئے عصر حاضرہ کے امام کو پہچاننا چاہئے اور اس کی آواز پر لبیک کہنا چاہئے دور حاضر کے امام کی آواز ہے:—

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اسی گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے **خاص کر بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانان کیلئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا**۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا۔۔ کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآن کا نگہبان رہونگا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈالکر چپ رہتا اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا ہے پھر میں کہتا ہوں کہ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسول کی صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدائے تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہیگا کہ اس کے دین کی تجدید کریگا وغیرہ وغیرہ

فتح اسلام صد ۳-۴

مسلمان مدبر اور مفکر سارے اسلامی سواد میں زمان و مکان کے لحاظ سے نگاہ دوڑا کر دیکھ لیں تو انہیں سوائے جماعت احمدیہ کے کوئی اور جمعیتہ اسلامیہ ایسی نظر نہ آئیگی جو اسلامی تعلیمات کی حامل ہو اور اسلامی تمدنی روح سے لبریز ہو کر اس کی نشر و اشاعت کے لئے کوشاں ہو اور ہر وقت اس جہاد میں منہمک ہو اور جو کام دین کی نصرت اور خدمت کا خدا تعالیٰ نے اس جماعت سے لیا ہے وہ کسی اور جماعت نے کر کے دکھایا ہو اگر ہے تو اسے پیش کیا جائے۔ اگرچہ ایک سالوں میں دو ایک تبلیغی ادارے قائم بھی ہوئے ہوں گے تو وہ جماعت احمدیہ کی تقلید میں ہیں اور انہیں اصولوں پر کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جماعت احمدیہ کی رہنمائی کے اپنی روش سے معترف ہیں۔ لیکن انہیں اس وقت تک وہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جو کہ جماعت احمدیہ کو حاصل ہے جب تک وہ ایک زندہ تعلق عصر حاضر کے امام کے ساتھ پیدا نہ کریں اور آج جس جمعیتہ اسلامیہ کو ان اغراض و مقاصد کے لئے قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس جمعیتہ اسلامیہ کو حضرت امام وقت کی رہنمائی حاصل نہ ہو اور دوسرے ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ برسوں کے بعد اسلام کے۔ ۔ ۔ ۔ حرکی پہلو کو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی تصور کی نئی تشکیل" میں پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ کسی ایسی امت کے جمود کو توڑنے کے لئے فلسفیانہ موشگافیاں، درصرف اجتہاد ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ایک زبردست ایمانی تحرک کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ ایمانی تحرک صرف الہام سے پیدا ہو سکتا ہے الہام اور اجتہاد کے متعلق ہم آئندہ مقالہ افتتاحیہ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے ⁂

شذرات

پیغام صلح کے عملہ ادارت میں تبدیلی

پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت سے قارئین پیغام صلح کو عملہ ادارت کی تبدیلی کا علم ہو چکا ہوگا۔ اخویم مکرم شیخ انعام الحق صاحب ہوشیارپوری ایک دینی خدمت کے سلسلہ میں لاہور سے باہر تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہ ایک دور افتادہ مقام پر رہ کر دینی خدمت کریں گے اور بحیثیت ایڈیٹری حیثیت سے عملہ ادارت میں شامل رہیں گے۔ شیخ صاحب موصوف جس حسن قابلیت سے ایڈیٹری کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں وہ میری تعریف اور تشریح کی منت کش نہیں۔ قارئین پیغام صلح پر وہ خوب روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی مساعی کی جزائے خیر دے اور دینی خدمت کے جدید سلسلہ میں ان کا حامی و ناصر ہو۔

شیخ صاحب مکرم کے بعد پیغام صلح کی ادارت میرے سپرد ہوئی ہے۔ کسی اخبار کی ادارت کا کام اور خصوصاً ایسے اخبار کی ادارت کا جو ایک قوم اور جماعت کی پالیسی کا حامل ہو بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ میں ان شاء اللہ اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ اس ذمہ داری سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو سکوں۔ اخبار کی تدوین اور نگارش میں بعض ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جن کا اندازہ باہر سے نہیں ہو سکتا صرف وہی شخص اس کا اندازہ کر سکتا ہے جس کے سپرد یہ کام ہو۔ اور جسے اس کی تفصیلات کا بخوبی علم ہو اور اس کا تجربہ رکھتا ہو احباب جماعت میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان مشکلات پر غالب آنے کی توفیق دے اور اس اخبار کو اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے مفید اور بہتر بنانے کی سعادت عطا کرے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح حیات

جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اپنی تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۱۴ء میں فرمایا تھا:۔

"ایک اور بات جس کی طرف ہماری جماعت کی توجہ کی ضرورت ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے سوانح کی حفاظت ہے۔ ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سب سامان موجود ہے۔ قلم، دوات، سیاہی، کاغذ مطبع وغیرہ۔ لیکن اگر ہم اس کام کو نہ کریں تو کیسے سخت افسوس کی بات ہے اور بعد میں آنے والے لوگ ہمیں کس نظر سے دیکھیں گے!!"

بعد میں آنے والے لوگ تو جو افسوس کریں گے وہ تو ایک علیحدہ بات ہے لیکن ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ میاں صاحب کے اس ارشاد کو چھبیس سال ہونے کو آئے لیکن ہنوز روز اول ہے اور ابھی تک جماعت قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مبسوط سوانح حیات دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکی اور اپنے خلیفہ کے ارشاد کو عملی جامہ نہیں پہنا سکی۔ اس سے قادیانی نظام کی تبلیغی، علمی اور تاریخی کاموں میں افادیت اور سرگرمی واضح ہے چھبیس سال میں نہ قرآن مجید کی ایک انگریزی تفسیر ہی دس لاکھ کی جماعت سے ہو سکی۔ اور نہ حضرت مسیح موعود کی غلامی کا دم بھرنے والوں سے حضرت کی سوانح حیات ہی شائع ہو سکی اور یہ کام ہُوا تو ان سے جو "باغی" ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے "کوئی واسطہ نہیں"۔ خدا جزائے خیر دے قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مبسوط سوانح حیات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو ۱۲۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا اسلوب بیان دائرہ نگاری کا شستہ اور بلند پایہ انداز، کتابت اور طباعت کی خوبصورتی کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب قبلہ کے لئے بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہماری محبت اور عقیدت کا اندازہ اس بلند پایہ سوانح حیات سے کرنا چاہئے۔ جسے "مجدد اعظم" کے نام سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا ہے۔ آنیوالی نسلیں جماعت احمدیہ لاہور کی اسلامی خدمات اور اس سوانح حیات کی تالیف پر خوش ہوں گی اور اس جماعت کی عزت کریں گی اور جماعت قادیان کے متعلق ان کی کیا رائے ہو گی؟ اور کیسے جذبات ہوں گے۔ یہ جماعت قادیان اور نظام خلافت جناب میاں صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ کرے۔

یہ درست نہیں

جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ایک خطبہ "الفضل" مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۱ء میں "چند باتیں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس میں لکھا ہے:۔

"پیغامیوں کا ہمارے دشمنوں کو مدد دینے سے انکار بھی دراصل اسی قسم کا ہے۔ وہ حیلے بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انجمن کے روپیہ سے ہم نے کوئی مدد نہیں کی۔ . . . . . یہ لوگ اس قسم کے حیلے بنا بنا کر ہمارے دشمنوں کو مدد دیتے ہیں تو ہم پر ناواجب حملے کرتے ہیں لیکن ہمیں اس کی پروا نہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک مالدار خاندان کا ایک فرد مصری صاحب کے فتنہ کے شروع میں یہاں آیا۔ اور اس نے مصری صاحب کو ایک معقول رقم دی کہ ان لوگوں کا خوب مقابلہ کرو۔ ہم تمہاری مدد کرتے رہیں گے"

محترمی جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری سے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا:۔

"مجھے کسی شخص نے خواہ وہ جماعت احمدیہ لاہور کے کسی مالدار خاندان کا فرد ہو یا غریب خاندان کا۔ ان دنوں میں اور ان دنوں کے بعد کسی قسم کی مالی مدد نہیں دی۔ یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے"

محترمی جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے اس بیان سے قارئین "پیغام صلح" اس امر کا اندازہ کر لیں کہ جناب میاں صاحب کس قدر بے بنیاد باتیں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ اور جناب میاں صاحب کو بھی چاہئے کہ وہ اس بات کا کوئی ثبوت پیش کریں۔ اور بحیثیت ایک جماعت کے لیڈر ہونے کے ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کا ثبوت پیش کریں۔

(بقیہ صفحہ ۶)

پھر دوسرے یعنی ایک اور آدمی کو تبلیغ میں شامل کر لیں۔ ایسا ہی ہر مہینہ ایک ایک آدمی بڑھاتے ہیں۔ ان کے پاس تنہائی میں جائیں ان کی باتیں سنیں اور اپنی سنائیں۔ (ترکِ) ملازموں کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہے۔ ہر اتوار کو وہ اپنے زیر تبلیغ آدمیوں کو مل سکتے ہیں سال بھر میں ۵۲ اتوار آتے ہیں۔ کیا ۵۲ دن آپ خدا کی راہ میں نہیں دے سکتے؟ تم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے پس دنیا کے دھندوں کو اپنے اوپر مسلط نہ کرو کہ تمہارا وعدہ جھوٹا ہو جائے۔ اگر ایک اتوار مہینہ میں نہیں نکال سکتے تو کہاں ہے تمہارا وعدہ؟ اگر تم ہمت کرو تو کوئی بڑی بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنے میں آپ کافی اثر پیدا کر لیں گے کہ مہینہ میں چار دفعہ ایک شخص کے پاس جاؤ۔ اس طرح سال بھر میں بارہ آدمی تمہارے زیر تبلیغ آئیں گے۔ اگر ان بارہ آدمیوں میں سے ایک بھی راہ راست پر آ جائے اور یہ کوئی مشکل نہیں تو سال بھر میں ایک ہزار آدمی تمہارے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔

کوئی اس سے مستثنےٰ نہیں

میں کسی کو بھی اس سے مستثنےٰ نہیں کرتا۔ جو لوگ اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہتے، وہ اپنے گھر لوگوں کو بلائیں، چائے کی دعوت انہیں دیں، کھانے پر بلائیں۔ عورتیں عورتوں میں تبلیغ کریں بڑے آدمی بڑے آدمیوں کو دعوت دیں اور جماعت کا ہر فرد اس کام میں حصہ لے۔

مبلغین کا فرض

یہ تو عام آدمیوں کے لئے ہے۔ اس کے بعد ہیں مبلغین جو باہر پھرتے رہتے ہیں۔ ان کا فرض یہی نہیں کہ باہر گئے اور اپنے دوستوں کو مل کر واپس چلے آئے بلکہ ان کا فرض ہے کہ یہ دیکھیں کہ یہاں کون کون قادیانی ایسا ہے جن کو کچھ پہنچایا جا سکتا ہے اگر ایک مبلغ ہزار نہیں تو سال بھر میں پانچ سو آدمی کو تبلیغ کرے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ہمارے اندر یہ تڑپ پیدا ہو جائے کہ ہم خدا کے نام کو دوسروں تک پہنچا سکیں۔ خدا کی طرف لوگوں کو بلانا اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ دعا کرو کہ ہم میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے۔ اے خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے نام کو دوسروں تک پہنچائیں اور ہدایت کے رستہ پر انہیں لائیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

کی ہے، انہوں نے کہا تو نے ہمارے نبی کو چھوڑا ہے اور مسیح کو عبد تسلیم کر لیا ہے، اس نے کہا تو تمہارا مسیح کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا وہ خدا کا بیٹا ہے۔ اس پر نجاشی نے اپنے سینہ پر اپنی قبا پر ہاتھ رکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اس سے کچھ بھی زیادہ نہ تھے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ تحریر میں ہے اس سے زیادہ نہ تھے اس پر اہل حبش راضی ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی سو جب نجاشی فوت ہوا تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھا اور اس کے لئے استغفار کی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نجاشی نے جماعت مومنین کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا ہوا تھا، یہ الگ بات ہے کہ وہ اہل حبش کے سامنے اس کا اظہار نہ کر سکا، یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نجاشی کو اہل اسلام کی حفاظت کی کس قدر فکر تھی، کہ عین اس وقت جبکہ اس پر دشمن حملہ آور ہوتا ہے وہ مسلمانوں کی حفاظت کا سامان کر رہا ہے۔

سنہ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن امیۃ الضمری کے ہاتھ نجاشی کو ایک خط ارسال کیا جس میں مہاجرین کو واپس بھیجنے کی ہدایت

دعوت الی اللہ کیلئے رفق و ملائمت کی ضرورت ہے

اس سال ہمیں دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانا چاہئے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ رجنوری سنہ ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللّٰہ . . . . وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم
(حٰم السجدہ ۳۲ - ۳۵)

خدا کی طرف بلانے والا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللّٰہ وعمل صالحاً اس شخص سے بڑھ کر جو لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے اور کس کی بات زیادہ خوبصورت ہو سکتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف دوسروں کو بھی بلاتا ہے اور خود بھی اچھے عمل کرتا ہے۔ وقال انني من المسلمين اور پھر اللہ کا فرمانبردار بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ۔ اچھا کام اور اچھی بات، برا کام اور بری بات برابر نہیں۔ ادفع بالتی ھی احسن۔ پس تم کو اگر کوئی بری بات کہے اس کا جواب اچھی بات سے دو۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وہ شخص کہ اس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایک دلی دوست بن جائے گا۔

ایک زریں اصول

یہ گویا خدا تعالیٰ نے ایک اصول بتایا ہے ان لوگوں کیلئے جو دوسروں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ حق کی دعوت دیتے ہیں اور سچے مذہب کو ان کے آگے پیش کرتے ہیں کہ جب ان کو دوسروں کی طرف سے بری باتیں سننی پڑیں۔ سختی کا برتاؤ ہو تو انہیں اس کو برداشت کر کے اچھی باتیں کہنی چاہئیں اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ان دونوں باتوں کو جمع کرنے سے مقصد ہی یہ ہے۔ پہلے فرماتا ہے کہ دعوت الی اللہ کرنے والے سے بڑھ کر خوبصورت بات اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کام کے کرنے میں برا کہا جائے۔ یا گالی دی جائے سختی کی جائے تو اس کا جواب اچھے طریق سے دینا چاہئے

عداوت کی جگہ دوستی

یہی طریق ہے جس سے عداوت کی جگہ دوستی پیدا ہو سکتی ہے یہ بڑا ہی مشکل کام ہے۔ وما یلقّٰھا الا الذین صبروا وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم۔ یہ خوبی نہیں پیدا ہو سکتی مگر ان لوگوں میں جن کے اندر قوت برداشت ہو۔ اور دوسرے کی سختی کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں جس کو یہ حاصل ہو جائے وہ بڑا ہی خوش قسمت انسان ہے۔ بڑا بلند مرتبہ اس نے حاصل کر لیا۔

دعوت الی اللہ کے کام میں کامیابی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ کے کام میں بغیر اس کے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اور جن لوگوں کو تجربہ ہے خدا کی طرف بلانے کا، شاید ان کو یہ بھی تجربہ ہو کہ دوسروں کی سختی کو برداشت کرنے اور سختی کا جواب نرمی سے دینے میں کتنا بڑا فائدہ ہے۔ اور اس طریق کو اختیار کرنا کس قدر مشکل ہے۔ قدرتی طور پر جو شخص گالی دیتا ہے۔ اس کے خلاف ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور دل چاہتا ہے کہ اس کا سختی سے جواب دیا جائے اس جذبہ اور جوش کو دبانے کی بڑی تعلیم قرآن کے اندر پائی جاتی ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے ولتسمعن من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور بڑی بڑی دکھ کی باتیں اور گالیاں سنو گے۔ اہل کتاب سے بھی اور مشرکوں سے بھی۔ اس موقعہ پر اگر تم برداشت اور تقویٰ سے کام لو تو یہ بہت بڑا بلند کام ہے۔ اسی طرح پر اور بھی جگہ جگہ یہی تعلیم پائی جاتی ہے کہ دکھ اور تکلیف کو برداشت کر کے جو دوسرے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جو انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا اس کا مددگار نہیں ہوتا۔

ہماری ساری جماعت مبلغ ہے

مباحثات میں پڑ کر عموماً انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے اور آج مسلمانوں کی تو بالخصوص یہ عادت ہو گئی ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کو گالیاں دینا اور برا کہنا ان کا شعار ہے۔ ہماری جماعت تو ساری کی ساری مبلغ جماعت ہے اس جماعت میں دعوت الی اللہ کسی ایک فرد کا کام نہیں۔ بلکہ ساری جماعت ہی اس کام میں شامل ہے۔ اس لئے اس جماعت کے ہر فرد کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ سختی کی بات سن کر نرمی کا برتاؤ کرے اور حتی الوسع اس بات سے پرہیز کیا جائے۔ جس میں انتقام کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اسی کو صبر کہتے ہیں طبیعت کو ایک برے کام یا بری بات سے روک لینے کا نام ہی صبر ہے

جنگ اور ہمارا تبلیغی دائرہ

پچھلے خطبہ میں میں نے کہا تھا کہ جنگ کے پھیلتے چلے جانے کی وجہ سے ہماری تبلیغ کا دائرہ بہت محدود ہو گیا ہے۔ اب اگر تبلیغ وہاں ہو سکتی ہے تو تھوڑا سے لٹریچر کے ذریعہ سے۔ اس موقع سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو پورے طور پر مضبوط کر لیں۔ ضروری ہے کہ ایک تو خود وہ لوگ جو تبلیغ کے علمبردار ہیں یا اس جماعت کے اندر شامل ہیں۔ ان کے اندر قوت پیدا ہو اور دوسرے باہر سے لوگ اس کے اندر شامل ہوں

قادیانی دوستوں اور غیر احمدیوں کی سخت کلامی

دو گروہ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ دونوں کی طرف سے سختی کا دیکھنا ضروری ہے اور دیکھ رہے ہیں۔ غیر احمدی طبقہ حضرت مسیح موعود کے متعلق عموماً سخت کلامی سے کام لیتا ہے جو دل کو سخت دکھ پہنچانے والی ہوتی ہے۔ دوسری طرف ہمارے قادیانی دوست ہمارے متعلق سخت کلامی کرتے اور برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اس دوسری سختی کو برداشت کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا اپنے امام کے متعلق سخت کلامی کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ لیکن جب ہمارے مدنظر یہ ہے کہ ان دونوں جماعتوں کو حق کی طرف بلایا جائے تو دونوں کے متعلق ہمیں وہی طریق اختیار کرنا چاہئے جس کا حکم قرآن کریم نے دعوت الی اللہ کے پاکیزہ کام کے ساتھ دیا ہے۔ عمدہ طریق سے مدافعت کرو۔ کردار سے اس طریق کو اختیار کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ دشمن بھی دوست بن جائے گا۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس کا اثر اپنے اخلاق پر بھی پڑتا ہے۔ جب ایک انسان درشت کلامی کے بالمقابل درشت کلامی سے کام لے۔ سختی کا جواب سختی سے دے تو اس کا اثر صرف دوسرے پر ہی نہیں رہتا بلکہ اپنے اوپر بھی اثر پڑتا ہے۔ اپنے اخلاق بھی آہستہ آہستہ سخت ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے علماء دین کا نقشہ حالی مرحوم نے کیا اچھا کھینچا ہے کہ

موجودہ علماء کی اخلاقی حالت

اگر کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے	تو گردن پہ بار گراں لیکے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اس میں لائے	تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اس کی نکلا زباں سے	تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے
کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے	کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بتاتے	کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے
سلف کو چشم بد دور ہیں آپ دیں کے	نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

ان کی یہ حالت معترضین تک ہی محدود نہیں رہی۔ ان کی تمام حالت ایسی ہو گئی ہے کہ کوئی نسبت نہیں ان کے اخلاق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے گری ہوئی حرکات ان سے صادر ہوتی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ دوسروں کی سختی کا جواب سختی سے انہوں نے دینا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ اپنے اخلاق بھی جاتے رہے۔

تبلیغ اور ضبط نفس

تو یہ جو فرمایا ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ الخ اس میں بتایا کہ دعوت الی اللہ کا کام بے شک خوبصورت کام ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جو خدا کی طرف بلاتا ہے اس کی تمام باتیں خوبصورت ہو جاتی ہیں۔ جنگ وجدل، بحث مباحثہ کے وقت ایک جوش انسان کے اندر ہوتا ہے۔ اس وقت جو شخص اپنی طبیعت پر قابو پا لیتا ہے وہ بہترین نمونہ اخلاق کا دکھاتا ہے اور اس کی تبلیغ زیادہ اثر پیدا کرتی ہے

نیا طریق کار

میں جلسہ کے موقع پر بیان کر چکا ہوں کہ قادیانی جماعت کو بھی ہم نے راہ راست پر لانا ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کی سخت کلامیوں کو برداشت کریں اور نرمی اور محبت سے انہیں جواب دیں۔ اگر آج تک ہمارے طریق میں یہ رہا ہے کہ درشتی کا جواب درشتی سے دیا جاتا رہا۔ تو اب اس طریق کو بدل دینا چاہئے۔ ادفع بالتی ھی احسن ایک خدائی نسخہ ہے جس کے استعمال سے بہت سی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ دونوں جماعتیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ جس طرح غیر احمدی حق کو شناخت کرنے سے رہ گئے ہیں۔ اور جو کچھ پہلے رہا سہا جوش تبلیغ کا تھا وہ بھی اب نہیں رہا۔ اسی طرح قادیانی جماعت بھی تبلیغ کے کام کو چھوڑ چکی ہے۔

اولیاء اللہ کی دشمنی کے نتائج

یہ جو حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی دشمنی سلب ایمان کا موجب ہوتی ہے تو اسی کا نام سلب ایمان ہے کہ ایمان کی گرمی اور جوش سرد ہو جائے۔ یوں لوگ منہ سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہتے ہی ہیں لیکن جو اس کا تقاضا ہے۔ وہ پورا نہیں ہوتا۔ یہی سلب ایمان ہے۔ دیکھو کتنا نیک کام

خدا کی طرف بلانا۔ ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ اس قدر عظیم الشان اور بلند کام کے ہوتے ہوئے کیوں دلوں میں اس شخص کی عداوت باقی رہ جاتی ہے جس نے ایسے بلند کام کی طرف لوگوں کو بلایا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں کہ فلاں بات سمجھ میں نہیں آتی یہ بالکل ممکن ہے۔ ہمیں تو قرآن کی بھی بعض باتیں اب تک سمجھ نہیں آئیں۔ لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ اس کے اندر صداقت کے اصول موجود ہیں۔ جو انسان کو کامیابی کے رستہ پر لیجانے والے ہیں۔ ایسا ہی اگر حضرت مرزا صاحب کی کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ تو نہ سہی۔ مگر ان کے اس کام کو دیکھو کہ انہوں نے اتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا کہ وہ مسلمان جو دھڑا دھڑ چلے جاتے تھے مسیحیت کے فتنہ میں۔ وہ اب اس کے سامنے سر اونچا کر کے کھڑے ہیں

عیسائیت کی یورش

جس وقت حضرت مرزا صاحب کھڑے ہوئے صلیب کی چڑھائی زوروں پر تھی۔ بڑے بڑے خاندانی اور مولوی لوگ تثلیث کا شکار ہوئے۔ مولوی عماد الدین، حافظ احمد مسیح اور ایسے ہی کئی اور لوگ عیسائی ہو گئے۔ آج سے چالیس سال پہلے کی تاریخ اٹھا کر دیکھو تو کس زور شور سے مسلمانوں کو مرتد کیا جا رہا تھا لیکن آج اس شخص کے اثر سے جو عیسائیت کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا۔ نہ صرف یہی کہ ان کا حملہ کند پڑ گیا ہے۔ بلکہ اس شخص کی قوت ایمانی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ وہ کہتا ہے جس قلعہ سے پینتالیس کی فوج تیار ہو کر آتی ہے۔ میں وہاں حملہ کروں گا۔ جس شخص کے دل میں یہ ایمان اور قوت ہے کہ وہ اس قلعہ کو توڑنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جہاں سے مسیحیت کا فتنہ آیا۔ اس کے بہترین خادم اسلام ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ اس شخص کو دشمن دین قرار دے کر دجال اور کیا کیا نام رکھے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک کلمہ حق بھی اس جماعت کے متعلق کہے۔ اس کے ساتھ بھی مقاطعت ضروری ہے۔ اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ مرزائیت نواز ہے۔ مگر جانتے ہو کہ ان کو اپنے اندر لانے اور حق منوانے کا اصلی گر یہی ہے ادفع بالتی ھی احسن۔ وہ جو کہتے ہیں انہیں کہنے دو۔ تم نیک باتوں کی طرف انہیں توجہ دلاؤ۔ اور اس سلسلہ کی خدمات اسلام اور مسیح موعود کی پاکیزہ باتیں انہیں بتاؤ یہی ایک طریق ہے جو خدا نے بتایا اور محمد رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام نے اختیار کیا۔

قادیانی جماعت تبلیغ اسلام چھوڑ چکی ہے

دوسرا گروہ ہمارے قادیانی بھائیوں کا ہے جو حضرت مسیح موعود کو نبی بنانے میں غلو سے کام لے رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ایک خطرناک فتنہ پیدا کر رہے ہیں۔ ان کی بھی ساری سختی ان ہی لوگوں پر آ کر پڑتی ہے جو مسیح موعود کی سچی تعلیم کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور نتیجہ دیکھ لو جس طرح غیر احمدی تبلیغ اسلام سے آج محروم ہیں۔ اسی طرح قادیانی جماعت بھی آہستہ آہستہ تبلیغ اسلام کو چھوڑ چکی ہے۔ وہ رنگ جو اسلام کو دنیا میں پہنچانے کا مسیح موعود نے پیدا کیا تھا۔ ان سے نکلا جا رہا ہے۔ اور افراط میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ ہمارے اوپر خاص طور پر زور صرف کرتے ہیں۔ پہلے بھی انہوں نے کمی نہیں کی۔ اور اب تو کہتے ہیں کہ پورے زور سے ان کے اوپر ٹوٹ پڑیں۔ ان کا حق ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی حق بات ہے تو ہمیں سمجھائیں۔ لیکن اس کو چھوڑ کر انہوں نے بھی درشت کلامی کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے (یعنی ہمارے) دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو روساکا ہے۔ جناب میاں صاحب کہتے ہیں کہ ان کے دل گندے اور سیاہ ہو چکے ہیں۔ مگر یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود کا یہ الہام ہے۔ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کا کوئی حصہ ایسا بھی ہوگا۔ جس کی طرف ناپاک باتیں منسوب ہوں گی۔ یوں تو ہم میں سے بھی کئی لوگ نکلے اور اس طرف چلے گئے لیکن کیا ہم میں سے بھی نکلنے والوں یا کسی اور نے کوئی ناپاک باتیں ہماری طرف منسوب کیں؟ کوئی بہ کہہ سکے کہ یہ جو اس جماعت کے رؤسا ہیں۔ ان کے اوپر بھی کوئی ناپاک الزام کسی نے لگایا۔ خوب اچھی طرح گھروں میں بیٹھ کر سوچ لیں کہ لاہور میں رہ کر یہاں بہائیوں کی طرف بڑی زبردست کشش پائی جاتی ہے۔ سینما گھر موجود ہیں۔ ناچ گھر موجود ہیں اور ہر ایک قسم کی بری مجالس، بری تحریکات اور بعض برے کاموں کے لئے آسانیاں ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے کیوں ان لوگوں کے اوپر کوئی ایسا الزام نہیں لگتا۔ جیسا قادیان کی تنہائی میں پڑی ہوئی بستی کے بعض لوگوں پر لگتا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ یہ اس الہام کی تصدیق ہے کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

ہمارے متعلق میاں صاحب کے ارشادات

لیکن اب میاں صاحب کا ہمارے متعلق ارشاد ہے کہ:-

"ان میں ایک طبقہ تو ایسا ہے جو بہت بگڑ چکا ہے اور اس کی حالت ایسی ہے کہ اب میرے نزدیک اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ انہوں نے اپنے دل کو بہت گندا کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اپنی طرف سے دلوں کے تیار کردہ تالے لگا دیئے ہیں۔ انہوں نے سچائی کو قبول کرنے سے ایسا اعراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے بھی ان سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور جب تک ان کے اندر کوئی تبدیلی نہ پیدا ہو۔ ایسے سامان ان کی ہدایت کے پیدا نہیں ہو سکتے ان کو ہدایت نہیں ہو سکتی"

(خطبہ جمعہ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۴۱ء مندرجہ "الفضل" ۱۴ جنوری ۱۹۴۱ء)

یہ تو ایک گروہ کا ذکر ہے۔ دوسرے ایک گروہ کے متعلق فرماتے ہیں

"لیکن ایک گروہ ان میں ایسا بھی ہے جو دیانتداری سے اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتا ہے اور صداقت سمجھ کر اسے اختیار کئے ہوئے ہے" (" ")

یعنی ہم لوگ تو کوئی صداقت سمجھ کر اس پر قائم نہیں بلکہ جھوٹ سمجھ کر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایک گروہ ہے جو صداقت سمجھ کر اس پر قائم ہے۔ یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ ایک طبقہ تو ان کے نزدیک ایسا ہے جو ان باتوں کو صداقت سمجھتا ہے جو ہم پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق فرماتے ہیں:-

"یہ طبقہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے" (ایضاً)

فرق کیا نکلا؟ گمراہ پہلا طبقہ بھی ہے اور یہ بھی ہے اور دونوں ہی دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ بہرحال اس دوسرے طبقہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"ان لوگوں کا حق ہم پر مقدم ہے اور جماعت کو ان کی ہدایت کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ یہ لوگ احمدی کہلاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ گو اس کے بعض حصوں کے معنی اور کرتے ہیں۔ اور دوسروں کی نسبت ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ گو ان کے دلوں میں ہم سے دشمنی ہے۔ مگر وہ اپنے ائمہ کی پیروی کیا ہیں جن کے دل ہمارے خلاف بغض سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے اس بغض کا پتہ تو ہی عوام پر پڑتا ہے۔ ان کے اپنے دل کی یہ کیفیت نہیں۔ اس لئے ان کا زیادہ حق ہے کہ ہم ان کی ہدایت کے لئے کوشش کریں" (ایضاً)

ہم ایسا نہیں سمجھتے

بہت اچھا! اگر کوئی حق بات ان کے پاس ہے تو وہ بیشک زور لگائیں اور پوری کوشش کریں۔ اگرچہ ہمارے متعلق ان کا یہ فتویٰ ہے کہ ہمارے دل بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے دلوں پر تالے لگ چکے ہیں۔ لیکن ہم کسی شخص کو ایسا نہیں سمجھتے۔ کہ اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ نہیں بلکہ سخت سے سخت دل رکھنے والا اور گندے سے گندا آدمی بھی ہدایت پا سکتا ہے بلکہ بعض وقت گندے آدمی بھی ہدایت پا کر دوسروں کے لئے نمونہ بن گئے ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی کی طرف سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قادیانی جماعت کے بھی ہر فرد کو بھی ہدایت پر لانے کی کوشش کی جائے اور غیر احمدیوں کو بھی۔

ہماری جماعت ذرا زیادہ حرکت کرے

میں اس موقع پر ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت ذرا زیادہ حرکت سے کام لے۔ ہمارے پاس جو چیز ہے اس کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ قادیانی جماعت کے خلاف بھی جو چیز ہمارے ہاتھ میں ہے اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں۔

جماعت قادیان کے ہر فرد کو ثالث بننے کی دعوت

میں کئی مرتبہ ان سے مطالبہ کر چکا ہوں۔ اور اب قادیانی جماعت کے ایک ایک فرد کو ثالث بنا چکا ہوں کہ وہ بتائیں کہ جنازوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کا فتویٰ اور آپ کا عمل میاں صاحب کے خیالات کا کہاں تک موید ہے۔ دیکھو وہ چیز کیا ہے جو قادیانیوں سے ہم کو متمیز کرتی ہے۔ وہ ہے مسئلہ کفر، چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اتحاد اسلام کو پامال کرنا اور کلمہ کو منسوخ قرار دینا۔ یہ اس نبوت کا نتیجہ ہے جو حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ میں اس پر چیلنج دے چکا ہوں کہ قادیانی جماعت میں سے۔

کوئی اٹھے اور بتا سکے

(۱) حضرت مسیح موعود کے چار فتوے اس کے خلاف ہیں یا نہیں اور آپ نے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے کی اجازت دی ہے یا نہیں؟

(۲) آپ کا عمل ان فتووں کا موید ہے یا نہیں۔ اور آپ نے ایسے لوگوں کے جنازے پڑھے ہیں یا نہیں۔ جن کے متعلق آپ کو علم تھا کہ وہ آپ کی بیعت میں نہیں؟

(۳) تمام جماعت کا عمل ایسا رہا یا نہیں کہ وہ غیر احمدیوں کے جنازے پڑھتے رہے؟

(۴) حضرت مسیح موعود کا ایک بھی فتویٰ ایسا ہے جو محولہ بالا فتادے اور عمل کے خلاف ہے؟

یہ ہے وہ چیز جو ہمارے ہاتھ میں ہے اور جس کو پیش کر کے تم کسی میدان میں شرمندہ نہیں ہو سکتے۔ اسی سے ہم قادیانی جماعت کو فتح کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پوری ہمت اور کوشش سے ان کے ایک ایک فرد کے سامنے یہ باتیں رکھی جائیں۔

ایک نہایت اہم تجویز

میں اس وقت آپ کے سامنے ایک تجویز رکھنی چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس سال ہم دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لائیں۔ ایک ہزار آدمی ایسا اٹھے جو سال بھر میں دس دس آدمیوں کو تبلیغ کرنے کی ذمہ داری لے۔ مہینہ بھر میں ایک آدمی کو آپ تبلیغ کرتے رہیں۔

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

اخبار اہلحدیث کی چھ مزعومہ کذب بیانیوں کی حقیقت

اور

مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ایک ناصحانہ گذارش

(از جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری از قادیان)

(۳)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و دیگر علماء کی قبولیت کا عالم

قارئین کرام نے حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیت کا نظارہ تو ملاحظہ فرمالیا۔ اب ذرا حصہ کے مقابلہ میں ان علماء کی قبولیت کا نظارہ بھی ملاحظہ فرمالیں تا آپ کو علم ہو جائے کہ خدا کے مامور کے مقابلہ میں ان علماء کی دلوں میں کیا عزت، وقعت تھی جو دین اسلام کے واحد اجارہ دار بنے بیٹھے تھے اور ایک خیالی سوہن کر کانپ اٹھرا کر سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے بے بہا اسلامی خدمت کی ہے۔

حضرت اقدسؑ کے علاوہ مسلمانوں کی طرف سے تین شائستہ اس جلسہ میں مضمون سنانے کے لئے پیش ہوئے تھے (۱) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (۲) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری (۳) مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مضامین حضرت اقدسؑ کے مضمون سے قبل سنائے جا چکے تھے۔ لیکن سامعین کی طرف سے نہ مضمون سنانے سے قبل اور نہ مضمون سنانے کے بعد ان مضمونوں سے کسی قسم کی دلچسپی اور پسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ کسی نے توجہ ہی نہیں دی کہ یہ مولوی صاحبان کدھر سے آئے اور کدھر گئے۔ اگرچہ رپورٹ کا ان مولوی صاحبان کے لیکچروں کے متعلق کلیۃً خاموشی سے کام لینا اور حضرت اقدسؑ کے لیکچر کے متعلق مختلف رنگوں میں تعریفی طور پر ذکر کرنا ہی اس فرق کو واضح کر دیتا ہے جو فریقین کی تقریروں کا دلوں پر پڑا۔ لیکن مفتی عبد اللہ صاحب جن کا مضمون حضرت اقدسؑ کے ۲۷ر دسمبر والے حصہ مضمون سنائے جانے کے بعد ۲۸ر دسمبر کو صبح دس بجے سنایا جانا خاص قدر دلچسپی کو اپنی طرف کھینچا۔ اس نے تو اس اشتیاق کے فرق کو بالکل ہی نمایاں کر دیا۔ جو حضرت اقدسؑ اور مولوی صاحبان کی تقریروں کو سننے کے متعلق لوگوں کے دلوں میں تھا حضرت اقدسؑ کی تقریر کو سننے کے شوق میں تو لوگ باوجود وقفہ کے اس خوف سے کہ بعد میں شاید جگہ نہ مل سکے اپنی جگہوں سے اٹھتے ہی نہیں اور وقت سے قبل ہی جلسہ گاہ کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ صدہا لوگوں کو کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ لیکن مولوی عبد اللہ صاحب کے مضمون کو سننے کا جس قدر اشتیاق تھا۔ اس کا اندازہ رپورٹ کے ذیل کے الفاظ سے کیا جا سکتا ہے:-

"مولوی صاحب کی تقریر آج دس بجے شروع ہونی تھی اور اس بات کا عام طور پر اعلان ہو گیا تھا۔ لیکن وقت مقررہ پر آج لوگ بہت ہی کم آئے" صفحہ ۱۴۲

اس کے دوسرے دن حضرت اقدسؑ کا بقیہ مضمون سنایا جانا تھا اور اس دن کے متعلق اعلان تھا کہ کارروائی دس بجے کی بجائے ۹½ بجے شروع ہو گی اور ممبران کمیٹی کو خوف تھا کہ شاید بوجہ شدت سردی لوگ اس وقت جمع نہ ہو سکیں۔ لیکن چونکہ پہلا مضمون حضرت اقدسؑ کا ہی سنایا جانا تھا۔ اس لئے خلاف توقع ممبران کمیٹی شائقین کا ہجوم نو بجے ہی جمع ہونا شروع ہو گیا۔ مولوی صاحب! یہ فرق ہوتا ہے خدا کے مقبولوں اور غیر مقبولوں میں۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی دوبارہ ناکام کوشش

۲۷ر دسمبر کو جو قبولیت حضرت اقدسؑ نے مضمون کو حاصل ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے دل میں حسد کی آگ بھڑکا دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولوی صاحب موصوف نے حضرت اقدسؑ کے مضمون کی وقعت کو گرانے کا تہیہ کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے علم اور نام کی شہرت کے زور سے جو حضرت اقدسؑ کی مخالفت سے قبل انہیں حاصل تھی اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جسے ترقی دینے اور کامیاب کرنے کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہو زمینی لوگ بھلا اسے کس طرح گرا سکتے ہیں۔ بہر حال جناب مولوی صاحب موصوف نے اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے یہ تدبیر کی کہ مولوی عبد اللہ صاحب کو بہکا دیا اور ان کا وقت خود لے لیا۔ گو مولوی صاحب کا تو غالباً یہی خیال ہو گا کہ وہ اپنی عالمانہ تقریر سے حضرت اقدسؑ کے مضمون کے اثر کو مٹا دیں گے۔ لیکن نتیجہ وہی نکلا جو جناب مولوی صاحب کی پہلی تقریر سے نکلا تھا۔ یعنی جس طرح مولوی صاحب کی پہلی تقریر بے توجہی کا شکار رہی وہی حشر مولوی صاحب کی دوسری تقریر کا ہوا۔ البتہ اس دوسری تقریر کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جناب مولوی صاحب موصوف نے اپنی اس دوسری تقریر میں کھلے طور پر اس امر کا اقرار کر لیا کہ وہ کوئی کرامت نہیں دکھلا سکتے اور نہ وہ رسول کریم صلعم کے وارث ہیں اور نہ ہی اس زمانہ میں کوئی اور وارث رسول صلعم اور صاحب کرامات ہے۔ اگر ایک طرف یہ ثابت کر گئے کہ وہ رسول کریم صلعم کے حقیقی روحانی فرزند نہیں تو دوسری طرف حضرت اقدسؑ کے اس دعویٰ پر اپنے ہاتھ سے مہر تصدیق ثبت کر گئے کہ اس زمانہ میں ان کے سوا اور کوئی رسول کریم صلعم کا حقیقی وارث نہیں۔ کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ رسول کریم صلعم کے حقیقی وارثوں سے کوئی زمانہ خالی رہے۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی جس کا ذکر کر دیا گیا ہے اصل بات جو خاص طور پر قابل توجہ و قابل ذکر ہے وہ وہ سلوک ہے جو کمیٹی کی طرف سے جناب مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مولوی عبد اللہ صاحب کا وقت انہیں دیتے ہوئے روا رکھا گیا۔ یہ تو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پہلے دن جب حضرت اقدسؑ کا وقت ختم ہو گیا۔ اور مضمون ابھی باقی تھا۔ تو اس پر مولوی مبارک علی صاحب نے اپنا وقت حضرت اقدسؑ کے مضمون کے لئے دیدیا۔ اس پر پبلک اور پریذیڈنٹ صاحبان وغیرہ کی طرف سے خوشی کے نعرے لگائے گئے۔ لیکن ادھر جب مفتی عبد اللہ صاحب کی طرف سے ۲۸ر دسمبر کی صبح کو زبانی پیغام پہنچا کہ وہ لیکچر کے لئے نہیں آ سکتے۔ ان کا وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیدیا جائے تو کمیٹی نے جس ناخوشی سے اس تجویز کو منظور کیا اور وہ بھی مسلمان ممبروں کے دباؤ ڈالنے سے، اس کا اندازہ رپورٹ کے ذیل کے الفاظ سے ہو سکتا ہے:-

"ساڑھے نو بجے کے قریب ہاگرز کی کمیٹی نے اپنی کارروائی شروع کی۔ حضرت مفتی صاحب موصوف کے زبانی پیغام سے ایک قسم کی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ یہ کمیٹی کا فرض تھا کہ ہر مذہب کی طرف سے مختلف وکیل جلسہ میں پیش کرے۔ چنانچہ سیکرٹری اس لئے تبدیلی کے مخالف تھا۔ لیکن جب مسلمان ممبروں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ وقت ہماری قوم کیلئے ہے اور جب ہم کو اس تبدیلی میں اعتراض نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تبدیلی نہ ہو۔" (رپورٹ صفحہ ۱۴۲)

قارئین کرام رپورٹ کے مندرجہ بالا الفاظ غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ ممبران کمیٹی حضرت اقدسؑ کے مضمون کو اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مضمون کو کس قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ کے لئے بھی ایک لیکچرار اپنا وقت دیتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے بھی ایک لیکچرار اپنا وقت دیتا ہے۔ حضرت اقدسؑ کو وقت دینے کی وجہ سے تو دوسرے لیکچرار کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور خوشی کے نعرے لگائے جاتے ہیں اور کمیٹی کو اپنا یہ فرض بھول جاتا ہے کہ اسے ہر مذہب کے مختلف وکیل جلسہ میں پیش کرنے چاہئیں۔ لیکن جب ایک دوسرا لیکچرار مولوی محمد حسین صاحب کو اپنا وقت دیتا ہے تو کمیٹی پر بجائے خوشی کے مایوسی چھا جاتی ہے اور فوراً انہیں اپنا بھولا ہوا فرض یاد آ جاتا ہے اور اس تبدیلی پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار شروع کر دیتی ہے۔ اور مسلمان ممبروں کے دباؤ ڈالنے کی وجہ سے بادل ناخواستہ اس تبدیلی کو منظور کرتی ہے۔ خیر یہ وقت گذر جاتا ہے جناب مولوی صاحب کا لیکچر ہو جاتا ہے۔ جناب مولوی صاحب موصوف مقررہ وقت پر کچھ وقت زائد لے لیتے ہیں۔ اس کا ذکر بھی رپورٹ میں جن الفاظ میں کیا گیا ہے وہ بھی قابل غور ہیں۔ لکھا ہے:-

"جناب مولانا موصوف نے مقررہ وقت سے زیادہ وقت لے لیا۔ کل پروگرام اعلان کردہ کے بموجب کارروائی کرنی مشکل ہو گئی۔" صفحہ ۱۵۱

ان الفاظ سے مولوی صاحب کی تقریر سے جس ملال کا اظہار ہو رہا ہے وہ کسی عقلمند پر مخفی نہیں رہ سکتا لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت اقدسؑ پہلے دن بھی وقت مقررہ سے دو گھنٹے زیادہ لے لیتے ہیں۔ تو کمیٹی کو ملال نہیں بلکہ خوشی ہوتی ہے۔ پھر کمیٹی کو حضورؑ کے مضمون کی وجہ سے جلسہ کے ایام میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑتا ہے اسے بھی وہ خوشی سے بڑھاتی ہے۔ پھر اس دن بھی وقت مقررہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن مضمون ختم نہیں ہوتا۔ اس پر بھی کمیٹی کے دل میں ملال نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے زیادتی وقت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ حضرت اقدسؑ کے لئے بار بار وقت بڑھانے وقت تو کمیٹی کو یہ قطعاً خیال نہیں آتا کہ پروگرام اعلان کردہ کے مطابق کارروائی کو چلانے میں دقت کا سامنا ہو گا۔ وہاں تو وہ خوشی سے پروگرام کو درست کر لیتی ہے لیکن جناب مولوی صاحب موصوف نے ایک ہی دفعہ کچھ وقت زیادہ لے لیا تو فوراً اس تکلیف کا اظہار کر دیا جو اس وجہ سے اسے پروگرام کے مطابق کارروائی کرنے میں پیش آئی۔ اس سے قارئین کرام خود ہی اندازہ کر لیں کہ حضرت اقدسؑ کے مضمون کیلئے دلوں میں کس قدر کشش تھی اور مولوی صاحبان کے مضامین کے لئے کس قدر کیا اس مقابلہ میں حضرت اقدسؑ کی عزت اور مخالف مولوی صاحبان کی ذلت نمایاں نہ تھی؟ یا وہ جو حضرت اقدسؑ کو گرانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے اس مقابلہ میں نمایاں طور پر نیچے نہیں گر رہے تھے؟ کیا حضرت اقدسؑ کے لئے اس قدر کشش میں صاف طور پر نصرت الٰہی کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر نہیں آ رہا؟ کاش کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھا کر حضور سے تعلق غلامی پیدا کر کے الٰہی انعامات کا مورد بن جائے۔

حضرت اقدسؑ نے اسلام کی عزت کو بچا لیا

میں بتا چکا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تقریریں نہ کوئی دلچسپی پیدا کر سکیں۔ اور نہ ہی کسی کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکیں۔ لیکن ان کے بالمقابل معزز دیگر مذاہب کی تقریروں کو دلچسپی اور پسندیدگی سے سنا گیا۔ چنانچہ سناتن دھرمیوں کی تقریر کے متعلق حسب ذیل ریمارکس رپورٹ کے صفحہ ۲۳۴ پر قابل ذکر ہیں۔

"سناتن دھرمیوں کی تقریر دلچسپی اور محبت کے ساتھ سنی گئی عام پسندی اپنے اندر رکھتی تھی۔ خاص پسندیدگی کی نظر سے بزرگوں نے دیکھی"

اب اگر حضرت اقدس اس جلسہ میں شریک نہ ہوتے بلکہ مسلمانوں کی طرف سے صرف یہ مولوی صاحبان نمائندگی کرنے والے ہوتے تو میدان یقیناً دیگر مذاہب کے ہاتھ رہتا۔ اور اسلام کو یقیناً ان کے ہاتھ سے ہزیمت اٹھانی پڑتی۔ پس یہ حضرت اقدس کی طفیل ہی تھا کہ اسلام فتح کا جھنڈا اڑاتا ہوا اس میدان سے کامیابی کے ساتھ نکلا۔ کس قدر افسوس ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر اسلام کو ایسی نمایاں فتح حاصل ہوئی ہو۔ اس کے ساتھ دشمنی کی جائے اور اس کے اس عظیم الشان نشان کو جو حقیقت اسلام کی صداقت کا نشان ہے ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے لوگوں کو صحیح فہم عطا کرے۔ آمین۔

میں نے تمام واقعات من وعن قارئین کرام کے سامنے رکھ دیئے ہیں ان کو پڑھ کر وہ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ احمدیہ علم کلام کی بنیاد کذب بیانی پر مبنی ہے یا خالص سچائی پر۔ اور سچے واقعات کو بگاڑنے اور ان کو غلط طور پر پیش کرنے کی کس نے کوشش کی ہے۔ اس خاکسار نے یا جناب مولوی ثناء اللہ صاحب نے۔ بہرحال میں باوجود اس کے کہ پرچہ اہلحدیث میں واقعات صحیحہ بگڑی ہوئی صورت میں پیش ہوئے ہیں پھر بھی مولوی صاحب موصوف پر بدظنی نہیں کرتا کہ انہوں نے عمداً کذب بیانی سے کام لیا ہو۔ ممکن ہو جلد بازی سے کام لینے کی وجہ سے جناب مولوی صاحب کی نظر واقعات صحیحہ کو دیکھنے سے چوک گئی ہو۔ مجھے قوی امید ہے کہ جناب مولوی صاحب صحیح حالات پر اطلاع پا لینے کے بعد اپنی غلطی کی آئندہ اصلاح فرمائیں گے۔

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کا ذکر

مولوی ثناء اللہ صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کا ذکر خواہ مخواہ بغیر کسی مناسبت وتعلق کے اپنے مضمون میں داخل کر دیا ہے۔ یہ نشان چونکہ ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کا ذکر انشاء اللہ ایک مستقل مضمون میں کیا جائیگا۔ ہاں اس جگہ اتنا عرض کر دینا شاید نامناسب نہ ہو کہ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب اعجاز المسیح شائع فرما کر جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کو پورا موقعہ دیا کہ وہ آزادی اور اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھ کر سورہ فاتحہ کی عربی میں تفسیر لکھ کر مقابل میں اپنے جوہر دکھلائیں۔ اور جناب پیر صاحب باوجود ایسا سنہری موقعہ میسر آنیکے پھر بھی مقابل میں ایک لفظ نہیں لکھ سکے تو قارئین کرام خود ہی فیصلہ کر لیں کہ جناب پیر صاحب موصوف نے بالمشافہ بیٹھ کر کیا مقابلہ کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پیر وغیر پیر سب پر حجت پوری کر دی۔ آگے اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جس کے شامل حال توفیق الٰہی ہو۔

ایک ناصحانہ گذارش

میں اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ایک ناصحانہ گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ امید ہے جناب مولوی صاحب دل سے نکلی ہوئی اور ہمدردی سے بھری ہوئی گذارش کو توجہ سے پڑھینگے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

مکرم مولوی صاحب! کسی مامور من اللہ کے دعویٰ پر غور کرنے کیلئے اصل چیز دیکھنے کے قابل یہ نہیں ہوتی کہ اس پر کیا کیا اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ اعتراض کا سلسلہ تو نہ پہلے کبھی ختم ہوا اور نہ قیامت تک ختم ہو سکتا ہے۔ کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر یہود نے اعتراضات کرنے بند کر دیئے ہیں۔ یا کیا حضرت رسول اکرم صلعم پر یہود اور عیسائیوں کے اعتراضات کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ پس آپ ابھی خدا کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر غور کرتے وقت وہ راہ اختیار نہ کریں جس پر چل کر آپ سے قبل دو قومیں ہلاکت کے گڑھے میں گر چکی ہیں۔ آپ کو دیکھنا یہ چاہئے کہ زمانہ کسی مصلح کی ضرورت کا تقاضا کر رہا ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہ اس مدعی کو تائید الٰہی حاصل ہے یا نہیں سو اس سوال کو حل کرنے کیلئے کہ زمانہ کو فی الحقیقت کسی مصلح کی ضرورت ہے یا نہیں۔ رسول کریم صلعم نے ہمیں اپنی عقلوں کا مرہون منت بنانا نہیں چاہا۔ بلکہ یہ فرما کر کہ ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کسی مجدد کو معبوث کرتا رہے گا۔ ہمیشہ کیلئے اس سوال کو حل کر دیا ہے۔ اب ایک طالب حق کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کو مان لینا کس قدر آسان ہو جاتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ صدی کا نصف سے بھی زائد حصہ گزر گیا ہے لیکن بجز حضرت مرزا صاحب کے اور کسی نے بھی اس صدی کیلئے مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

دوسری بات جو دیکھنے کے قابل ہے وہ تائید الٰہی ہے۔ سو آپ کیلئے اس کو محسوس کر لینا بھی کوئی مشکل نہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ اس طرف مبذول فرما دیں۔ دیکھیں ایک شخص کھڑا ہوتا ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ اس کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اس کی پیروی سے صاحب کرامات لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں اسلام کی برکات کو ظاہر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے انتخاب کیا ہے اور رسول کریم صلعم کا حقیقی نائب بنا کر مجھے بھیجا ہے تا وہ میرے ذریعہ اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کرے۔ چنانچہ آتے ہی وہ تمام مذاہب کے لیڈروں کو للکارتا ہوا چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہارے مذاہب میں بھی زندگی کے آثار باقی ہیں تو آؤ . . . . . نشان نمائی میں مقابلہ کر لو۔ اسلام اور اپنے مذاہب میں تعلیمی خوبیوں کے لحاظ سے مقابلہ کرنا چاہو۔ تو اس میں مقابلہ کر لو۔ وہ ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کرتا ہے کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی میرے مقابلہ کیلئے آئے گی تو شکست کھائے گی کیونکہ آسمان پر اب یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اسلام کے غلبہ کو نمایاں کیا جائے اس غرض کیلئے اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے مجھے فتح کی بشارت دی ہے۔ اس چیلنج کو سن کر اکثر تو مرعوب ہو کر دم بخود ہو جاتے ہیں۔ اور سامنے آنے کا نام نہیں لیتے۔ لیکن بعض جو آئے وہ سخت ذلیل وخوار ہوئے۔ علمی میدان میں بھی اس خدائی پہلوان نے سب کو پچھاڑا اور نشانوں کے ذریعہ بھی سب مذاہب پر حجت تمام کرتے ہوئے ان کا مردہ ہونا اور اسلام کا زندہ ہونا پایہ ثبوت کو پہنچا دیا۔

نہ معلوم اسلام کے اس پہلوان کی دیگر مذاہب پر نمایاں فتح مسلمانوں کو کیوں پسند نہ آئی۔ عین اس وقت جبکہ اسلام چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا ہوا تھا اور زبان حال سے المدد! المدد پکار رہا تھا۔ اس کی مدد کیلئے ایک مرد خدا کے اٹھ کھڑے ہونے پر بجائے خوشی کے نعرے لگانے اور اس کے ساتھ مل کر نصرت دین میں شامل ہو جانے کے وہ سب کے سب اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور بجائے دوستوں کی صف میں کھڑا ہونے کے دشمنوں کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں اور بجائے اس مرد خدا کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھانے کے اس کے کام کے . . . نہیں بلکہ اسلام کی فتح کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنی شروع کر دیتے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر وہ مرد خدا انہیں بہت سمجھاتا ہے کہ تم میرے ساتھ کمر ہمت لگاؤ۔ مجھے آزادی سے دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے دو۔ لیکن وہ اس کی التجاؤں پر کان دھرنے کی بجائے مخالفت کی آگ کو اور بھی تیز کر دیتے ہیں اور اس کو کمزور کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ علماء اور گدی نشینوں کی اس حالت کو دیکھ کر آخر وہ مرد خدا انہیں یوں للکارتا ہوا کہتا ہے کہ میں خدا کا مبشر ہوں۔ مجھ پر ہاتھ ڈالنا اچھے نتائج پیدا نہیں کریگا اگر تم اپنی ان حرکات سے باز نہیں آؤ گے تو تباہ وبرباد ہو گے۔ بجز اپنے علم اور تقوےٰ کے پردے چاک کروانے کے اور تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ جاؤ سارے ملک زور لگا لو۔ تم سعید روحوں کو میری طرف آنے سے روک نہیں سکتے، خدا انہیں کھینچ کر لائیگا آسمان پر میری کامیابی کا فیصلہ ہو گیا ہے کوئی زمینی طاقت اب اسے روک نہیں سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آتا ہے۔ تمام علماء، فقراء اور سجادہ نشین، پیر ومشائخ اکٹھے ہو کر زور لگاتے ہیں۔ مگر اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ وہ ان کی آنکھوں کے سامنے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا جاتا ہے۔ مگر وہ باوجود اپنی ساری طاقت صرف کر دینے کے منہ دیکھنے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ مرد خدا ان کے نزدیک علوم دین سے نابلد ہے لیکن جب وہ علمی میدان میں اس کے مقابلہ میں آتے ہیں تو اس کی قلم سے تو حقائق ومعارف قرآنی کے دریا بہنے لگتے ہیں۔ لیکن علوم عربیہ کے حصول میں عمریں صرف کر دینے والے علماء سے وہی حقائق اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح ایک نفیس ونازک مزاج کا آدمی ایک نہایت ہی بدبودار چیز سے بھاگتا ہے۔ مباہلہ کے میدان میں آتے ہیں تو ہلاکت ومصائب کا نشانہ بنتے ہیں۔ بددعائیں کرتے ہیں تو الٹ کر اپنی پڑتی ہیں۔ مقدمات میں پھنسانا چاہتے ہیں تو ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔ غرضیکہ ہر میدان میں شکست پر شکست کھاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں وہ جری اللہ اپنی پیشگوئیوں کے مطابق خدائی تائیدوں ونصرتوں کے سایہ میں پھلتا پھولتا اپنے دشمنوں کو زک پر زک دیتا ترقی پر ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسی زبردست جماعت تیار نہیں کر لیتا جو اس کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ وہ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔ پھر وہ جماعت بھی خدائی وعدوں کے مطابق اندرونی اختلاف رکھنے کے باوجود ترقی ہی کرتی چلی جا رہی ہے اور مخالفوں کی مخالفت اس کی ترقی کے لئے بھی سد راہ نہیں بن سکی۔

مولوی صاحب! آپ نے تمام عمر مخالفت میں صرف کی اور اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ موت کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب آ پکڑے۔ اس بات کا خیال نہ کریں کہ دنیا کے لوگ آپ کو کیا کہیں گے۔ خدا تعالیٰ کا خوف دل میں لیکر اور اپنی عاقبت کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ کیا مفتری کو ایسی ہی تائید الٰہی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھیں کھولے اور مرنے سے قبل آپ کو اس آب حیات کی طرف رہنمائی کر دے جو اس زمانہ میں اس نے اپنے خاص فضل وکرم سے مردہ روحوں کو زندہ کرنے کے لئے اپنے مامور کے ذریعہ آسمان سے نازل کیا۔

آمین یا رب العٰلمین

والسلام علی من اتبع الہدےٰ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تعظیم امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر ہے اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش، یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ انہیں شناخت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی محبت کی جاتی غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔

(فتاوےٰ احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۸۷)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں اس شمارہ میں حضرت ممدوح کا خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء درج ہے جس میں آپ نے وحدت نسل انسانی کے متعلق اسلام کے عظیم الشان پیغام کی وضاحت کرتے ہوئے نوجوانوں کو دنیا کی زبانیں سیکھنے کے متعلق تاکید فرمائی ہے سب احباب کو چاہیئے کہ اس خطبہ جمعہ کو غور سے مطالعہ فرمائیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب گذشتہ جمعہ مورخہ ۲۱ جنوری کو چک نمبر ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا کی جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے تھے اب واپس مرکز میں تشریف لے آئے ہیں۔ جلسہ کی روداد اسی اخبار میں درج ہے۔

— راجہ عبد الرحمن صاحب خلف نائب صاحب بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس خوشی کے موقعہ پر انہوں نے انجمن کو پانچ روپے بطور عقیقہ دیئے ہیں اور ان کی والدہ صاحبہ نے اپنی طرف سے ایک روپیہ بطور صدقہ عطا فرمایا ہے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو لمبی عمر دے اور سلسلہ اور اسلام کا خادم بنائے آمین۔

— مورخہ ۲۰ فروری کی شام کو ڈاکٹر جمال بھٹہ صاحب نے مرکزی نوجوانوں کو دعوت طعام دی جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگوں نے بھی شمولیت فرمائی۔

— اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۷ء کو کوٹ مرزا دین محمد بیگ ضلع شیخوپورہ میں مرزا محمد یعقوب صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول لاہور کا نکاح دختر مرزا عبد الخالق بیگ صاحب سے اڑھائی ہزار روپیہ حق مہر پر ہوا اللہ تعالیٰ یہ رشتہ طرفین کیلئے ہر لحاظ سے بابرکت ثابت کرے آمین۔

— مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۷ء بروز جمعہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو درد قولنج کا شدید دورہ ہوا، اللہ تعالےٰ کے فضل سے اب مرزا صاحب موصوف کو آرام ہے صرف کمزوری باقی ہے۔

اخبار پیغام صلح کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے

"اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار "پیغام صلح" قوم کا اخبار اور اسکا آرگن ہے جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کے لئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے، بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی؛

اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے۔

خطبہ جمعہ

احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کی زبانیں سیکھیں۔

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

۲۴ جنوری سنہ ۱۹۴۷ء جو اسی شمارہ میں درج ہے۔

سکھ مسلم اتحاد

سکھوں کیلئے مسلمانوں سے اتحاد مفید ہو سکتا ہے یا ہندوؤں سے؟

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان)

یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں کہ آجکل سکھ ہندوؤں کی طرف زیادہ مائل ہو رہے ہیں۔ جو ہندوؤں کی ہوشیاری کا نتیجہ ہے اور ہوشیار ہونا خوبی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حقیقتاً سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے زیادہ مفید رہ سکتا ہے یا ہندوؤں سے لہذا میں آسانی کیلئے اپنے مضمون کو چار شقوں پر تقسیم کرتا ہوں۔ اول روحانی نقطۂ خیال سے۔ دوم تاریخی نوعیت سے۔ سوم تمدنی جہت سے۔ چہارم سیاسی پہلو سے۔

سب سے پہلے میں روحانی نقطۂ خیال کو لیتا ہوں وہ یہ کہ از روئے گرنتھ صاحب یا سکھوں کی دیگر مقدس کتب کے سکھوں کا اتحاد قرآن مجید کے ماننے والوں سے ہونا چاہئے یا ویدوں کے ماننے والوں سے۔ اہل مکہ سے ہونا چاہئے یا بنارس کے باشیوں سے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں ؎

نرنکار نربکار نرلمب (بغیر سہارے)
آدانیل انادا اسمب (بغیر پیدائش)

یعنی وہ ذات ایک ہے بغیر سہارا کے۔ بغیر پیدائش کے جو پہلے بھی تھی اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی اور وید اس کے بھید کو کیا جانے اور آگے دیکھئے ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے بیدوں کا ابھیاس
ہر نام چیت نہ آوی نہ نج گھر ہووے باس

یعنی بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے اور خدا کی خوشنودی کو حاصل نہ کر سکے۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گورو صاحب بانی مذہب سکھ کی مقدسہ کتب بیدوں کے ماننے والوں کے ساتھ اتحاد اور اتفاق کی حامی نہیں اگر ہوتیں تو ویدوں کے متعلق علانیہ ایسی رائے کا اظہار نہ کیا جاتا۔ اور بھی بہت سے اقوال اور شلوک پیش کئے جا سکتے ہیں مگر بوجہ عدم گنجائش بطور نمونہ مشتے از خروارے یہی کافی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس کے مقابلہ پر قرآن مجید اور قرآن مجید کے ماننے والوں کے متعلق گورو صاحب کی کیا رائے ہے۔ چنانچہ شری گرنتھ صاحب رام کلی محلہ ۱ میں یہ لکھا ہے ؎

کل پروان کتیب قرآن — پوتھی پنڈت رہے پران
نانک ناؤ بھیا رحمان — کر کرتا تو ایکو جان

یعنی اس نیچ اعوج کے زمانہ میں جبکہ گناہوں اور پاپوں کی بہتات ہے صرف ایک کتاب کے ماننے سے ہی نجات ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کتاب پروان ہو چکی ہے یعنی درجہ قبولیت حاصل کر چکی ہے جسکا نام قرآن مجید ہے اس کے بالمقابل جس قدر پوتھیاں پنڈت اور وید پران وغیرہ ہیں۔ دورہ چکے ہیں اور اس کتاب میں خدا کا نام رحمان پکارا گیا ہے۔ اب ان اقوال میں گورو صاحب نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ پوتھیوں اور ویدوں کی نسبت اس زمانہ میں قرآن مجید کو فضیلت ہے اس سے میرے سکھ بھائی اسکا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ گورو صاحب نے ویدوں کے ماننے والوں کے ساتھ اتحاد کی تلقین فرمائی ہے یا قرآن مجید کے ماننے والوں کے ساتھ۔ میں اسوقت یہ نہیں کہتا کہ گورو صاحب مسلمان تھے۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ سکھ قرآن مجید کو مان لیں کیونکہ ہر ایک انسان اپنی رائے میں آزاد ہے ہاں میں یہ ضرور کہوں گا کہ اپنے گورو کے ان اقوال کی موجودگی میں سکھوں کو مسلمانوں سے اتحاد کرنا چاہئے یا ہندوؤں سے۔ پھر شری گورو گرنتھ رام کلی محلہ ۵ میں یہ لکھا ہے ؎

مہروان مولا تو ایک — پیر پیغمبر شیخ
دلا کا مالک کرے ہاک — قرآن کتیب تے پاک

یعنی خدا تو ایک ہے۔ جسے پیر پیغمبر اور شیخ مانتے ہیں اور اس ایک خدا کے ماننے کی تعلیم کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کی تو آسان راہ ہے۔ وہ یہ کہ دلوں کا مالک یعنی خدا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس ایک خدا کو آپ قرآن مجید میں پائیں گے۔ جو پاک یعنی مقدس ہے۔ اب ان اقوال سے سکھ دوستوں کو بخوبی اندازہ لگا لینا چاہئے کہ ان کی مقدس کتاب اور ان کے مقدس گورو انہیں کن کے ساتھ اتحاد کی تلقین کر رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ گورو صاحب اہل مکہ سے اتحاد کی تلقین فرماتے ہیں یا اہل ہردوار سے۔ جب گورو صاحب ہردوار گئے تو انہوں نے وہاں ہندوؤں کے عقیدہ کے برخلاف مچھلی پکائی شروع کر دی اور بجائے شرق کے غرب کی جانب پانی اچھالنا شروع کر دیا اور فرمایا ؎

تیرتھ نہاؤ نہ اترس میل — کرم دھرم سب ہومے پھیل

آد گرنتھ ماجھ محلہ پہلا:-

اینک تیرتھ جے جتن کرے
تا انتر کی ہومے کدی نہ جائے

یعنی لاانتہا تیرتھوں پر جانے سے بھی دل کا کپٹ دور نہیں ہو سکتا۔ تیرتھوں پر جانے سے گناہ دور نہیں ہو سکتے۔

اس سے اندازہ لگا لیں۔ کہ گورو صاحب تیرتھوں کے ماننے والوں سے اتحاد کے حامی نہ تھے۔ اب برخلاف اس کے یہ دیکھنا ہے کہ اہل مکہ اور مکہ کے متعلق گورو صاحب کیا کہتے ہیں چنانچہ لکھا ہے جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۳۲

"یہ مکہ مدینہ آد جگاد دا تیرتھ ہے"

یعنی یہ مکہ مدینہ شروع دنیا سے ہی خدا کا گھر ہے اور رہتی دنیا تک یہی خدا کا گھر رہے گا۔ اسی سے سمجھ لو کہ گورو صاحب اہل ہردوار کے ساتھ اتحاد کے حامی تھے یا اہل مکہ کے ساتھ۔ پھر گورو صاحب نے اس اتحاد کو صرف زبانی قول تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ کچھ اپنے عملی نمونہ سے بھی کر دکھایا وہ یہ کہ وارن بھائی گورداس جی میں لکھا ہے ؎

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے بنوالی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلیٰ دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچ جتھے حاجی حج گذاری

اب اس سے بڑھ کر اتحاد کا عملی نمونہ کیا ہو سکتا ہے میں ان اقوال کی وضاحت میں نہیں جانا چاہتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی گورو صاحب ہندوؤں سے اتحاد کی تعلیم دیتے ہیں یا مسلمانوں سے آد گرنتھ میں لکھی ہے

ہندو انا ترک کانا دوہاں وچوں گیانی سیانا

یعنی ہندو تو اندھا ہے اور ترک یعنی مسلمان ایک آنکھ والے ہیں اور دونوں میں عارف آنکھوں والا یعنی سوجاکھا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اندھے کی نسبت ایک آنکھ والا بہرحال بہتر ہے اور گورو صاحب کی یہ رائے اس وقت کے نقلی مسلمانوں کے متعلق تھی نہ کہ اصلی مسلمانوں کے متعلق چہ جائیکہ اسلام یا مسلمانوں کے متعلق گورو صاحب کی رائے یہ ہے ؎

جو پہلے بھرم پیا گھوا ایچائے
ہن من اپنا راہ چلائے

یعنی پہلے تو بھرم تھا کہ پہلے دوئے ان کے مذہب میں کچھ آگے پھر کیا ہوا اس کا جواب اگلے دو مصرعوں میں ہے وہ یہ ہے ؎

مہادین تب پرگٹ آپ رایا

یعنی اس وقت خدا تعالیٰ نے مہادین یعنی مذہب اعظم بنایا۔ سب سے بڑا دین بنایا گیا اور وہ سب سے بڑا دین اور سب سے بڑا مذہب کونسا تھا۔ اسکا جواب یہ ہے ؎

عرب دیش کو کینو راجا

یعنی اس مہادین کے طفیل ملک عرب کے اجڈ اور وحشی دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورو صاحب اصلی مسلمان کو بھی دو آنکھوں والا سمجھتے تھے۔ اب یہ سکھ دوستوں کو خود سمجھ لینا چاہئے کہ انہیں روحانی اندھوں سے اتحاد کرنا چاہئے یا سوجاکھوں سے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے متعلق گورو صاحبان کا بحیثیت مجموعی تبصرہ ملاحظہ ہو ؎

مسلمان موم دل ہووے — انتر کی میل دل تے دھووے

یعنی مسلمان نرم دل ہوتا ہے کیونکہ اسکا سینہ صاف ہوتا ہے گرنتھ صـ۱۰۸۴

مسلمان صفت شریعت پڑھ پڑھ کر وچار گرنتھ صـ۱۰۸۳

یعنی مسلمان قابل تعریف ہے کیونکہ وہ شریعت کا پابند ہے

اب اس کے بالمقابل ہندوؤں کے متعلق گورو صاحب کی رائے ملاحظہ ہو ؎

ہندو مولے بھولے اکھٹے جائیں
نادر کہیا سو کار ائیں اندھے گونگے اندھ اندھار
پاتھر لے پوجے مگدھ گنوار . . .
اوہ جے آپ ڈبے تم کہاں تارن ہار

اب میں اس تشریح میں نہیں جانا چاہتا۔ اندھے اور گونگے سے آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔ پھر لکھا ہے ؎

ہندو مولے بت پرست جانت نت خدائے
لس کر کا فر آکھئے ہوئے رہے گمراہے

(جنم ساکھی بھائی بالا صـ۱۲۱)

اب میں اس کی بھی وضاحت میں نہیں جانا چاہتا آپ بت پرست کافر اور گمراہ کے لفظ سے نتیجہ نکال لیں۔ گورو صاحب کے ان اقوال کی موجودگی میں سکھ صاحبان کو ٹھنڈے دل سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہئے کہ ان کیلئے کن لوگوں سے اتحاد مفید ہو سکتا ہے اور گورو صاحب کی تعلیم سکھوں کی کس طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یہ تو تھا روحانی نقطۂ خیال سے اتحاد کا حصہ۔ اب میں تاریخی نقطۂ خیال کو لیتا ہوں۔ شری گورو نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہترین رفقا میں سے بھائی مردانہ مسلمان تھا اور شیخ فرید اور پیر جلال الدین قریشی کے ساتھ گورو صاحب کی بڑی محبت تھی اور انہوں نے باہمی رفاقت سے بڑے بڑے لمبے سفر بھی کئے۔ دیکھو جنم ساکھی صـ۳۶۲ (صـ۴۵۹) یہ صحیح ہے کہ اس وقت ہندوؤں کے بڑے بڑے پنڈت بھی موجود تھے مگر آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ گورو صاحب نے اپنی رفاقت میں کسی پنڈت وغیرہ کو لیا ہو۔ اسی سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گورو صاحب کس سے اپنے اتحاد کو ترجیح دیتے تھے پھر سمت ۱۶۳۲ بکرمی میں اکبر بادشاہ کو جو تھے گورو رامداس جی ملے تو موضع سلطان ونڈ اور تنگ وغیرہ کے گرد و نواح میں ۲۸ ہزار بیگھ زمین اور معقول نقدی گورو صاحب کی نذر کی اور گورو صاحب کے مریدین کے

(باقی صـ۱۲ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۷ ر محرم سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۷

شہیدؓ کربلا اور درسِ حیات

کثرت وجسمانی و دنیوی غلبہ معیار صداقت نہیں!

واقعہ کربلا

محرم کے مہینہ کا ایک ایسا تاریخی واقعہ وابستہ ہے کہ جس کی
یاد خون آلود تصورات سے معمور ہے اور تاریخ اسلامی کا وہ صفحہ جس
پر شہیدؓ کربلا حضرت امام حسینؓ کی خونین داستان ثبت ہے اس پر
خون کے ایسے دھبے ہیں جو کبھی چھوٹ سکیں اس میں شک نہیں کہ
یہ واقعہ ہر مسلمان کو خون کے آنسو رولاتا ہے لیکن داستانِ کربلا کا
حاصل صرف نالہ وشیون نہیں ہے۔ بلکہ اس حزینہ کے اندر ہر مسلمان
کے لئے ایک عظیم الشان درس ہے اور وہ درس درس حیات ہے
کہ اہل ایمان اور اہل حق دنیا میں کس معیار پر زندہ رہتے ہیں اور وہ
لوگ جو سچائی۔ ہدایت اور حریت اسلامی کے لئے اپنی نقد زیست
پیش کرتے ہیں حقیقتاً وہی زندہ ہیں اور ابدالاباد تک
ان کا نام صحیفہ فطرت سے مٹ نہیں سکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد
ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط
بل احیاء ولکن لا تشعرون ۔

وہ لوگ جو اس دلچکاں واقعہ کی یاد میں آہ و بکا کرتے ہیں
وہ راز حیات کو نہیں سمجھتے کہ شہدا پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی بلکہ
وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں در جو ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اس پر نوحہ
کرنا دراصل ان شہدا کی پائندہ حیات کا نامحسوس انکار ہے مسلمان
کی شان نوحہ اور ماتم سے بہت بلند ہے جب شہیدان کربلا نے
ان خون آشام اور ہولناک لمحات میں نوحہ ماتم بلند نہیں کیا تو آج
ان کی یاد میں ماتم کرنا کہاں تک روا ہے اسکا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا
ہے مسلمان کو تو بڑے سے بڑے زہرہ گداز واقعہ پر انا للہ وانا
الیہ راجعون کہنے کا حکم ہے اور بس!

پہلا عظیم الشان درس

حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر رنج اور قلق کا ہونا تو ایک
لازمی امر ہے لیکن حقیقی چیز جو اس واقعہ سے اخذ کرنے کے قابل ہے
وہ اس واقعہ کی روح شہادت اور روح صداقت ہے ۔ کہ
حضرت امام حسینؓ نے انتہائی مشکلات اور مصائب میں بھی صداقت
کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور جس بہادری کے ساتھ اپنی اور اپنے
خاندان کی قربانی پیش کی وہ قابل تقلید ہی نہیں بلکہ وہ اہل حق کے
لئے بطور معیار کے ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کرنے والی جماعتوں کو قربانی
اور شہادت کے اس بلند معیار پر زندہ رہنا چاہئے حضرت امام
حسین علیہ السلام نے ہر استبداد اور مطلق العنانیت کے خلاف
اپنی قربانی سے کتنا زبردست جہاد کیا ۔ اور اس قربانی کو پیش کرتے
وقت انہیں دنیا کی کوئی طاقت مرعوب اور خائف نہ کر سکی ۔
اور نہ یزید کی عارضی جبروت اور شوکت انہیں کلمہ صداقت کہنے سے
روک سکی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔
ومن یعمل من الصلحت اور جو نیکوکار اور باایمان ہے اس
وھو مومن فلا یخاف کو کسی ظلم اور ناانصافی سے ڈرنا
ظلما ولا ھضما (طٰہٰ) نہیں چاہئے ۔
وتخشی الناس واللہ احق کیا انسانوں سے ڈرتے ہو
ان تخشاہ (احزاب) حالانکہ سب سے زیادہ خدا کو
اسکا حق حاصل ہے ۔

حضرت امام حسینؓ کی زندگی اور شہادت ان آیات کی تفسیر ہے
اور انہیں پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش کیا ۔

دوسرا رفیع الشان درس

دوسرا رفیع الشان درس جو ہمیں اس شہادت سے ملتا
ہے وہ یہ ہے کہ جسمانی مغلوبیت درحقیقت مغلوبیت نہیں اور
ضروری نہیں کہ حق ہمیشہ جسمانی لحاظ سے ہی غالب آئے اور حق
کا اندازہ ظاہری شان وشوکت سے نہیں کرنا چاہئے ۔ حق اگر جسمانی
اور عسکری لحاظ سے مغلوب بھی ہو جائے تو وہ حق ہی ہے ۔ اور
سطوت باطل میں خواہ ظاہری طور پر کتنی طاقت ہو وہ ہمیشہ باطل
ہی رہے گی وہ جماعتیں اور افراد جو اعلائے کلمۃ الحق کرتی ہیں انہیں
باطل کے کروفر کو دیکھ کر مرعوب نہیں ہونا چاہئے ۔ بلکہ اپنے
پیغام کو نہایت بہادری اور جرأت سے پیش کرنا چاہئے خواہ
اسکو پیش کرنے میں انہیں کیسی ہی بڑی قربانی کرنا پڑے جسم اور دنیوی
شان وشوکت تو ایک عارضی شے ہے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں اور
اصل چیز جسے بقا ہے وہ صداقت ہے دنیا میں بڑے بڑے صاحب جبروت
بادشاہ پیدا ہوئے لیکن انکی طاقت اور عظمت کیا ہوئی؟ انکا عصائے شاہی
کہاں ہیں؟ ان کی ہڈیاں تک کرم خوردہ ہو کر صفحہ ہستی سے ناپید ہو چکیں!
لیکن اس امام شہید کا نام رہتی دنیا تک دنیا میں قائم ہے۔ حتیٰ کہ آج اس
پر ظلم کرنیوالے کو دنیا اس کے ذریعہ سے جانتی ہے ۔ امام کے گرد نورانی
اور درخشاں ہالہ ہے اور اس تیرہ بخت انسان کے ماتھے
پر ظلم وعدوان کا ایسا ٹیکہ ہے جسے بحر ناپیدا کنار کا پانی بھی
دھو نہیں سکتا ۔ اگر یزید کو آنے والی نسلوں کی نفرین اور خدا تعالےٰ کے
اٹل قوانین کی مکافات کا علم ہوتا تو شائد اس کے تصور سے ہی اسکا دل
بیٹھ کر شل ہو جاتا لیکن جب انسانی آنکھوں کے سامنے دنیوی جاہ وجلال کی
دھند چھا جاتی ہے تو انجام اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شان

مسلمانوں کو عموماً اور جماعت احمدیہ کو خصوصاً اس واقعہ
کو اپنی مساعی میں بطور معیار کے سمجھنا چاہئے ۔ سلسلہ عالیہ
احمدیہ بھی اپنے اندر ایک مظلومیت کا رنگ اور حسینی شان
رکھتا ہے ۔ اس سلسلہ کی ایک ہی غرض ہے کہ وہ مشرق و
مغرب میں اعلائے کلمۃ الحق کرے اور اس راہ میں خواہ
کیسی ہی مشکلات پیش آئیں انہیں برداشت کرے کیونکہ
اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ
یہ ہے کہ ہمارا اسی راہ میں فرنا ہم ایک مٹھی بھر جماعت
ہیں ۔ ہمارے گرد وپیش باطل کی قاہر فوجیں خیمہ زن ہیں ۔
سلسلہ کے اندر بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو کہ اپنی کثرت سے
ہمیں مرعوب کرنا چاہتا ہے ۔ لیکن ہمیں کبھی کثرت اور
دنیوی شان وشوکت کو معیار صداقت نہیں سمجھنا چاہئے ۔
کیونکہ کثرت محض ایک فریب ہے اور فریب
نگاہ ہے اور وہ چیز جو کہ ابدالآباد تک زندہ ہے وہ
صرف شہادت اور روح صداقت ہے ۔ اگر کثرت ہی
صداقت کا معیار ہے تو پھر ٹڈی دل سب سے زیادہ
صادق ہے ۔ اور اگر جسمانی اور عسکری غلبہ ہی صداقت کا
سنگ امتحان ہے تو پھر تاتاری یورشوں سے بڑھ کر آج
تک دنیا میں صداقت کا قیام نہیں ہوا صداقت کو پھیلانے
کے لئے آج تیر و تفنگ کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ اس کے لئے
شوکت کردار چاہئے اس کے لئے ایسے کوہ وقار مجاہد چاہئیں
جو کہ دنیا کی تمام مادی طاقتوں کو دعوت مقابلہ دیں جن پر
جسمانی اور دنیوی لحاظ سے ستم ٹوٹیں ۔ نہیں بلکہ ستم کے پہاڑ
ٹوٹیں اور وہ اف تک نہ کریں کیونکہ ؎
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شان درویشی

جماعت احمدیہ کے افراد پر یہ امر اچھی طرح سے روشن
ہونا چاہئے کہ اس سلسلہ کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ دنیا
میں ایک زبردست انقلاب چاہتا ہے ۔ ایسا انقلاب
جس سے دنیا کا موجودہ زمین وآسمان بدل جائے معیار
اشیا بدل جائے ۔ غرضیکہ موجودہ مادی کلچر میں ایک تغیر عظیم
پیدا ہو جائے! یہ دنیا جل کر راکھ ہو جائے! بڑے بڑے
عالیشان محلات کھنڈر ہو جائیں اور ان کی جگہ بطن گیتی سے
ایک جہان تازہ پیدا ہو جس پر قانون محمدؐ کا تسلط ہو جہاں
شعائر اسلامی روایات کی فراوانی ہو جہاں ہر ایک شخص اور چیز
کی قدر وقیمت اخلاق اور روحانیت کی کسوٹی پر پرکھی جائے
اور اس تغیر عظیم کو دنیا میں پیدا کرنے کے لئے زبردست قربانیوں
کی ضرورت پڑے گی ۔ اور شاید اس سلسلہ کو اتنی دشواریوں
میں سے گذرنا پڑیگا کہ جس کا ابھی تصور بھی قائم نہیں ہو
سکتا اور ہم خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے علی وجہ البصیرت
کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کے مامور کی ایثار پیشہ جماعت خدا
کی راہ میں یہ قربانی پیش کرے گی ۔ اور اس وقت تک پیش
کرتی جائیگی حتیٰ کہ خدا کی مشیت پوری ہو ۔ اور پیہم
قربانیوں سے اس مشابہت کو واشگاف کرے گی جو کہ اسے
حضرت امام حسین سے ہے ۔

دُعا

اے خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے راستہ میں ایسی قربانیاں پیش کریں
اور تیرے دین کی حفاظت اور سطوت کیلئے وہ مشکلات برداشت کریں جس
سے ساری دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے اور ہم ہی وہ تیرے منتخب
شدہ لوگ ہوں جن کی کاوشوں سے اسلام کا دنیا میں غلبہ ہو اور جب
ہم اس فرض سے سبکدوش ہوں اور اس کو اپنے بعد دوسروں کے سپرد کریں
تو ہمارے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز آرہی ہو ۔ ؎
عشاق فرقان وپیغمبریم بدیں آمدیم وبدیں بگذریم

شذرات

وصایا اور اشاعت اسلام

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں خاص طور پر توجہ دلا چکے ہیں۔ وصیت کا حکم قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور حضرت بانئے سلسلہ نے اس حکم کا از سر نو زندہ کیا ہے اور اس کے متعلق فرمایا کہ وہ (یعنی وصیت کے مال) کا باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اسی سلسلہ کے واعظوں کے لئے خرچ ہوں گے اگر ہماری جماعت کے بزرگ جنہوں نے حضرت امام زماں کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو عملی جامہ پہنائیں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔ اور اس سے اعلائے کلمۃ الحق کے عظیم الشان کام کو جو تقویت پہنچ سکتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے بزرگوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ جلد اس طرف متوجہ ہوں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد پر لبیک کہیں۔

دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا پروگرام

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۴۱ء میں ارشاد فرمایا تھا۔

"میں اس وقت آپ کے سامنے ایک تجویز رکھنی چاہتا ہوں میرا خیال ہے کہ اس سال ہم دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لائیں ایک ہزار آدمی ایسا اٹھے جو سال بھر میں دس دس آدمیوں کو تبلیغ کرنے کی ذمہ داری لے"۔

توسیع جماعت کے لئے مدت سے جماعت کے اندر تحریکات اٹھ رہی تھیں۔ لیکن اب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے عملی پروگرام جماعت کے سامنے رکھا ہے جماعت کے پرجوش اور سرگرم ارکان کا فرض ہے کہ فوراً میدان عمل میں نکل آئیں۔ اور اسے جتنی بھی جلدی ہو سکے بروئے کار لانے کی کوشش کریں۔ خدا تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے جو ایثار اور جوش اس جماعت کو عطا فرمایا ہے۔ اس کے سامنے یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ اگر جماعت کے سرگرم ارکان صمیم قلب سے ہمت کریں۔ تو اس سال کے دوران میں ہم تبلیغی میدان میں کارہائے نمایاں کر سکتے ہیں۔ دوست اٹھیں اور اس امر کا ثبوت دیں کہ وہ ایک زندہ اور فعال قوم کے افراد ہیں کہ جب وہ ایک کام کا تہیہ کر لیں تو پھر اس کو کر کے چھوڑتے ہیں۔ امید ہے جماعت کے تمام حلقوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر فوراً عمل شروع ہو جائیگا اور تمام جماعتوں کے منتظم شعبے اس کی تعمیل شروع کر دیں گے۔

نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۴۱ء جو اسی نمبر میں درج ہے اس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"میں نے آگے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم میں ہر ایک نوجوان دنیا کی ایک ایک زبان کو اپنے لئے منتخب کرے اور دو سال چار سال آٹھ سال اس سال اس کو خوب اچھی طرح سیکھے تاکہ اس قابل ہو جائے کہ قرآن کو اس زبان میں ترجمہ کر سکے قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہمارا فرض ہے"۔

نوجوان فکر معاش کے لئے بھی انگریزی زبان سیکھتے ہیں لیکن قرآن مجید کی خدمت کے لئے دنیا کی کوئی زبان سیکھنا اس سے بہت احسن ہے۔ قرآن کی خدمت سے بڑھ کر دنیا میں اور کونسا کام ہو سکتا ہے۔ اس کام کے لئے جو نوجوان اپنے آپ کو وقف کریگا خدا اسے دنیوی زندگی میں بھی بہت برکت دیگا۔ قرآن کی خدمت کرنیوالا آج تک ضائع نہیں ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اس کار خیر میں حصہ لینے والوں کو بہت عزت دی ہے نوجوان اس عظیم الشان مقصد کے لئے تیار ہوں اور غیر ممالک کی زبانیں سیکھیں۔ دنیا ان کی منتظر ہے دنیا کو اس وقت جدید نظام حیات کی ضرورت ہے۔ اور قرآن سے بہتر کونسا نظام حیات ہو سکتا ہے جو دوست اس صحیفہ فطرت کو دور افتادہ اقوام تک پہنچائیں گے کل کو وہی دنیا کے محسن اور رہنما ہونگے۔ اس کام میں روحانی شوکت اور دنیوی وجاہت بھی ہے اور اس کام کو جماعت احمدیہ کے نوجوان ہی کر سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس جماعت کو یہ شرف دیا ہے۔ اور اسی جماعت کو اس کام کے لئے مخصوص کیا ہے۔

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

میسزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں
بر پریشاں حالئے اسلام و قحط المسلمیں
تیر بر معصوم میبارد خبیث بدگہر
آسماں را می سزد گر سنگ بارد بر زمیں
ہر طرف کفر ست جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں
عالماں را روز و شب باہم فساد از جوش نفس
زاہداں غافل سراسر از ضرورتہائے دیں
اے مسلماناں چہ آثار مسلمانی ہمیں است
دین چنیں ابتر شما در جیفۂ دنیا رہیں

(کلام مسیح موعود)

آئینی قیادت

الفضل مورخہ ۴ر فروری ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:۔

"پیغام صلح (۲۰ر جنوری) نے لکھا ہے "جماعت احمدیہ لاہور کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت کرنا اس لئے ہے کیونکہ انہیں انجمن نے یہ مذکورہ بالا اختیارات دئے ہیں" چونکہ یہ پیچ در پیچ الفاظ اپنے مفہوم کو خود الجھن میں ڈال رہے ہیں اس لئے حضرت امیر کی "کامل اطاعت" کے متعلق صرف یہ بتایا جائے کہ کیا غیر مبایعین مولوی محمد علی صاحب کی تحریر و تقریر کو اپنے لئے قابل حجت سمجھتے ہیں "معاصر الفضل پر روشن ہونا چاہئے۔ کہ ہمارے نزدیک حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ نہیں بلکہ ہمارے "آئینی قائد" ہیں جن کے تمام اختیارات انجمن کے تفویض کردہ ہیں۔ ہمارے ہاں مقتدر اعلیٰ انجمن ہے۔ انجمن کے نزدیک حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی تحریر و تقریر قابل حجت نہیں۔ انجمن جب چاہے اور جب مناسب سمجھے اس آئینی قیادت میں ہر قسم کا تغیر و تبدل کر سکتی ہے اور ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت اس لئے کرتے ہیں کیونکہ انجمن کی یہ منشا ہے کہ ان کی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جماعت کامل اطاعت کرے۔ سو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت بھی درحقیقت انجمن کی ہی کامل اطاعت ہے لیکن اس کامل اطاعت کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی ہر ایک تحریر و تقریر قابل حجت ہے کیونکہ وہ آئینی قائد ہیں اور ان کے اوپر ایک اور مقتدر اعلیٰ موجود ہے" معاصر الفضل کو چاہئے کہ "آئینی قیادت" کی اصطلاح پر دوبارہ غور کرے ہم بھی توقع کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک استفسار کا جواب دیا جائیگا۔ اور اس پر کچھ روشنی ڈالی جائیگی کہ کیا جماعت قادیان میاں محمود احمد صاحب کی تحریر و تقریر کو اپنے لئے قابل حجت سمجھتی ہے؟

اخبار پیغام صلح کی توسیع اشاعت

جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں احباب جماعت کو خاص طور پر پیغام صلح کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ دلائی ہے اور اسکا اقتباس موجودہ مطبوعہ کے سرورق پر درج ہے۔ اخبار پیغام صلح کسی فرد کا اخبار نہیں بلکہ ایک زندہ قوم کا قومی اخبار ہے۔ اور اس کی پالیسی کا ترجمان ہے۔ سو احباب جماعت کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اس اخبار کی توسیع اشاعت کی طرف خاص طور پر توجہ کریں کیونکہ یہ اخبار اشاعت اسلام کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ ہم ملک کے تمام حلقوں میں حیرت انگیز تحریک اور تغیر پیدا کر سکتے ہیں۔ دوست جلد از جلد پیغام صلح کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ منعطف کریں۔ عصر حاضر میں اخبار تبلیغ اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اگر ہم۔۔ وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے قومی آرگن کی اشاعت کو وسیع کرنا چاہئے۔

وحدت نسل انسانی کے متعلق اسلام کا عظیم الشان پیغام

احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ دُنیا کی زبانیں سیکھیں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب الخ ——— وما کان الناس الا امۃ واحدۃ
ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون

قرآن مجید کا تکرار کلام

قرآن کریم جس قدر کسی امر کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے اسی قدر اس پر زیادہ زور دیتا اور اسے بار بار دہراتا ہے۔ توحید کا مضمون جو انسان کو بنانے میں یا انسانیت کے بنانے میں سب سے زیادہ اہم مضمون ہے اس کو قرآن کریم نے اتنی مرتبہ دہرایا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ یوں تو کہنے کو ایک مرتبہ بھی کہہ دیا جاتا کہ خدا ایک ہے تو مطلب حل ہو جاتا تھا۔ لیکن بار بار اس کو پیش کر کے بعض وقت مختلف پیرایوں میں بیان کرنا بعض وقت ایک ہی الفاظ میں دہرانا جیسے لا الٰہ الا انا، لا الٰہ الا اللہ اس کو ایک ہی الفاظ میں مختلف موقعوں پر دہرایا گیا ہے جس سے پڑھنے والا بعض وقت خیال کرتا ہے کہ بے فائدہ تکرار کی گئی ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار ہی ہے جس نے توحید کو پوری طرح دلوں کے اندر راسخ کر دیا۔

تین آیات کا مضمون

یہ تین آیتیں جو میں نے مختلف مقامات سے میں نے پڑھی ہیں ان تینوں کا مضمون ایک ہی ہے کہ نسل انسانی سب کی سب ایک ہے اسی بات کو ان آیتوں میں تین مرتبہ دہرایا ہے۔ شاید اس کے علاوہ بھی کوئی آیات ہوں جن میں یہی مضمون بیان کیا ہو لیکن ان آیات میں لفظ بھی ایک ہی ہیں لیکن اس مضمون کو مختلف مقامات پر مختلف پیرایوں میں بار بار دہرایا ہے۔ نسل انسانی کے اتحاد، نسل انسانی کے ایک ہونے پر اس لئے زور دیا ہے کہ یہ مضمون نسل انسانی کی تعمیر میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ غلبۂ اسلام کی پیشگوئیوں کو بھی قرآن کریم نے بار بار دہرایا ہے اور ان پر زور دیا ہے۔

حضرت نبی کریم کی سیرت

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق بھی جو یہ کہا گیا ہے کہ کان خلقہ القرآن آپ کی سیرت قرآن ہی ہے اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت میں یہ تھا کہ جس بات پر آپ کو زور دینا مقصود ہوتا اس کو کم از کم تین بار دہراتے تھے۔

وحدت نسل انسانی

بہر حال نسل انسانی کی تعمیر میں یہ بڑا بھاری اہم مضمون ہے کہ تمام نسل انسانی ایک ہے بلکہ قرآن کریم نے اس پر بھی ترقی کی ہے اور یہی نہیں کہا کہ نسل انسانی ایک ہے بلکہ اس کو ایک کنبہ بھی قرار دیا ہے خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا مرد و عورت کو ایک ہی جان سے پیدا کیا انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی ہم نے تمہیں ایک ہی ماں باپ سے پیدا کیا۔ تمام لوگ جو روئے زمین پر ہیں ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے سب ایک ہیں۔

موجودہ تہذیب کا کارنامہ

ہماری موجودہ تہذیب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ نسل انسانی کو اس نے متفرق کر دیا۔ یہانتک کہ انسان کی پیدائش کے متعلق یہ خیال قائم کر لیا کہ کوئی انسان کہیں سے اور کوئی کہیں سے آ گرے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ تمام نسل انسانی ایک ماں باپ سے پیدا ہوئی۔ ابتداءً ایک ماں باپ سے انسان پیدا ہوا اور پھر بڑھتے بڑھتے بڑھتے زمین کے مختلف حصوں میں پھیل گیا۔

ان دو نظریوں میں فرق

ان دونوں نظریوں میں فرق کیا ہے؟ قاعدہ ہے کہ کوئی چیز جب بیج کی صورت میں ہو تو بہت کم فرق نظر آتا ہے لیکن جب وہ بیج درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو کھلا فرق نظر آ جاتا ہے۔ اب ان دونوں نظریوں میں فرق کیا ہے؟ تہذیب نے تو اپنی بنیاد ٹھہرائی اس چیز پر کہ مختلف نسلیں کوئی سفید، کوئی سیاہ، کوئی حبشی کوئی گورے رنگ کے لوگ مختلف جگہوں پر الگ الگ پیدا ہوئے۔ پھر ان مختلف نسلوں کو مختلف ممالک میں آباد ہونے کے لحاظ سے بھی علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ آرین قوم ایشیا اور ہندوستان میں بھی ہے لیکن یورپ کی آرین نسل اور ہندوستان کی آرین قوموں میں بہت بڑا فرق سمجھا جاتا ہے وہ ہیں انسانیت سے بلند تر اور یہ ہیں انسانیت سے بھی نیچے۔ اس طرح ایک اور بڑی تفریق نسل انسانی میں پیدا کر دی اور پھر اس سے آگے ایک اور تفریق کر دی کہ خود یورپ کے مختلف ممالک کی رہنے والی اقوام مختلف نسلیں ہو گئیں۔ انگریز، فرانسیسی اور جرمن وغیرہ سب کو ان کے ممالک کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ قومیں تصور کر لیا گیا۔ اور ان میں سے ہر ایک قوم اپنے آپ کو سب سے بڑھکر اور افضل سمجھتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ دوسروں پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے یہانتک کہ جس کے اندر طاقت آ جائے وہ دوسری اقوام کو کچلنے کی کوشش کرتی ہے۔

موجودہ تہذیب کا نتیجہ

یہ موجودہ تہذیب کا نتیجہ ہے کہ نسل انسانی کے اتحاد کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ ان حالات میں دیکھو کہ اسلام نے جو نظریہ پیش کیا کتنی برکت اس کے اندر ہے کان الناس امۃ واحدۃ لوگ ایک ہی قوم ہیں ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ یہ تمام نسل انسانی ایک ہی قوم ہے۔ امت اس کو کہتے ہیں جو ایک امر پر مجتمع ہو تو اسلام نے سب انسانوں کو ایک ہی قرار دیا خواہ سیاہ ہوں یا سفید، شمال میں رہنے والے ہوں یا جنوب میں، مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ کتنا بڑا پیغام رحمت ہے۔ ٹوٹی ہوئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئی ہوئی نسل انسانی کو جمع کر دینا اور ان کو ایک کر کے باہم متحد بنا دینا اور پھر نرا پیغام رحمت ہی نہیں دیا بلکہ عملاً متحد کیا ہے اسلام ہی کا یہ کمال ہے کہ تمام نسل انسانی کو نہ صرف ایک کرنا چاہا بلکہ ایک کر کے دکھا دیا۔

اسلام کا پیغام اور موجودہ تہذیب

تو اسلام کا یہ پیغام میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت سب سے بڑھکر خود موجودہ تہذیب، خود مہذب ممالک تک پہنچنے کے قابل ہے ضرورت ہے کہ ان کو اسلام کا یہ پیغام رحمت پہنچایا جائے۔ یہ کوئی چھوٹی سی چیز نہیں نسل انسانی کے مختلف اجزا کو جوڑ کر ایک کر دینا۔ ان کے تمام تفرقے مٹا دینا یہ بہت بڑا عظیم الشان کام ہے۔ اور آج ضرورت ہے اس پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی بظاہر تو یہ ٹھیک نظر آتا ہے کہ آج تہذیب جدید کی برکت سے لوگ اچھے لباسوں میں ملبوس نظر آتے ہیں عمدہ مکانات میں رہتے ہیں اچھا کھاتے ہیں لیکن اخلاق کے لحاظ سے وہی وحشیانہ پن پایا جاتا ہے وہی درندہ پن ان میں موجود ہے جو نسل انسانی کی اس حالت میں پایا جاتا تھا جس کو یہ لوگ خود وحشیانہ پن سے تعبیر کرتے ہیں۔ فی الواقعہ بہتر لباسوں، بہتر مکانوں، بہتر کھانوں سے اخلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اخلاق تو باطنی وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق لباس، مکان اور کھانے سے چنداں نہیں۔

انسانی استعدادیں برابر ہیں

تو میں نے کہا کہ اس پیغام کو کہ نسل انسانی ایک ہے اور تمام تفرقے مٹا دینے کے قابل ہیں دنیا میں پہنچانا ضروری ہے یہ نہ خیال کیجئے کہ گورے انسان کو کوئی الگ دماغ دیا گیا ہے۔ جہانتک کالے آدمی کا دماغ نہیں پہنچ سکتا۔ ایک حبشی کو اسی ماحول میں رکھ دو۔ جو ایک سفید آدمی کا ماحول ہے وہی سامان اور حالات اس کے لئے پیدا کر دو۔ تو وہ بھی ویسا ہی قابل ہو جائیگا ایسا ہی ایک سفید رنگ کے آدمی کو اس ماحول میں ڈالدو جس میں حبشی رہتے ہیں وہ بھی ویسا ہی کم فہم اور نالائق ثابت ہو گا جیسے دوسرے حبشی لوگ۔ ان حالات میں کوئی شخص خواہ کسی رنگ کا ہو اس کی تربیت اور ترقی ویسی ہی ہو گی جیسا اس کا ماحول ہے۔

ڈاکٹر بیرن عمر کا ایک مضمون

اگر نسل انسانی کے ابتدا کو دیکھا جائے تو اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مختلف نسلوں کے تعلقات اور میل جول ابتدا میں بھی رہا ہے۔ میں نے اپنے دوستوں سے بارہا کہا ہے کہ کسی مضمون کو لیں اور اس کے متعلق پوری تحقیق اور چھان بین کر کے معلومات حاصل کریں اور پھر اسے قرآن کا خادم بنائیں۔ یہ وہ رنگ ہے جو بیرن عمر نے اختیار کیا ہے انہوں نے وی آنا یونیورسٹی سے جب ڈاکٹری کی ڈگری لی تو اس کے لئے اینتھنالوجی کا مضمون لیا۔ اینتھنالوجی اس علم کا نام ہے جس میں قدیم روایات سے پرانے زمانہ کے لوگوں کے

حالات معلوم کئے جاتے ہیں اور ان کے باہمی تعلقات اور طور و طریق کا علم حاصل ہوتا ہے اس وقت میری نظر سے انکا ایک مضمون گذرا ہے جو اسلامک کلچر میں شائع ہوا ہے اس میں انہوں نے نہایت عمدہ طریق پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا جو نظریہ ہے کہ تمام قومیں ایک ہیں پرانی سے پرانی روایات سے بھی درست ثابت ہوتا ہے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ایک طرف یورپ کے شمال کی پرانی اقوام کو دیکھو اور دوسری طرف وسط افریقہ کی حبشی اقوام کو لے لو جن کا تاریخی طور پر کوئی باہم تعلق نظر نہیں آتا تو معلوم ہوگا کہ دونوں کی روایات ایک ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اقوام دراصل ایک ہی کنبہ کے مختلف اجزا ہیں۔ پھر دوسری بات انہوں نے یہ ثابت کی ہے کہ تمام پرانی اقوام میں جو الگ الگ بکھری ہوئی ہیں خدا کی توحید کا خیال موجود پایا جاتا ہے۔

عقیدہ توحید کا حقیقی تخیل

موجودہ تہذیب کا نظریہ یہ ہے کہ ایک خدا کا خیال انسان نے ترقی کرتے کرتے خود بنا لیا۔ پہلے بت پرستی وغیرہ کا خیال انسان میں چلا آتا تھا جوں جوں جہالت دور ہوتی گئی اس کی جگہ خدا کا تصور قائم کر لیا گیا اس کے برعکس اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب اللہ تعالے نے انسان کو پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی اپنی ہستی اور اپنی توحید کی تعلیم بھی دیدی یہ جو حضرت آدم کا قصہ قرآن کریم میں ہے اس میں بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی تجلی آدم پر فرمائی۔ اور یوں انسان کو خدا کی ہستی کا پتہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی دیا گیا۔

برن صاحب نے اپنے مضمون میں دکھایا ہے کہ کسی پرانی سے پرانی قوم میں چلے جاؤ خدا کا تخیل سب میں ایک ہی پایا جائے گا گویا اسلام نے جو تعلیم دی ہے نسل انسانی کے ایک ہونے کی اور خدا کے ایک ہونے کی یہ ابتدائی روایات سے بھی صحیح ثابت ہوتا ہے ۔ فی الحقیقت یہ دو نظریے ہی وہ چیز ہیں جن پر نسل انسانی میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک یہ نظریہ کہ سب انسان ایک ہیں اور دوسرا یہ نظریہ کہ خدا ایک ہے اور یہ دونوں نظریے اسلام نے ہی دنیا میں قائم کئے ہیں۔

رنگ و نسل کی تفریق اور اسلام کا پیغام

اس وقت ان انسانوں کو جنہوں نے یہ تمام تفریقیں پیدا کی ہیں کہیں نسل کی تفریق بنائی ہے کہیں مشرق اور مغرب کو علیحدہ علیحدہ کیا ہے کہیں رنگ کی وجہ سے نسل انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ کہیں زبان کی وجہ سے ان کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام نے تمام انسانوں کو ایک بنایا ہے اسلام نے جو سب سے بڑا پیغام دنیا کو دیا وہ یہی تھا کہ نسل انسانی کے اتحاد کو قائم کیا جائے۔

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں وہ ایمان، وہ جوش اور حرارت نہیں رہی کہ وہ اس پیغام کو پہنچانے کے لئے اٹھیں۔ وہ مایوس بیٹھے ہیں کہ کون سنتا اور کون مانتا ہے حالانکہ دنیا کو آج اس چیز کی ضرورت ہے اور بھی اسلام کی بہت باتیں ہیں جن کی آج دنیا کو تانے کی ضرورت ہے اور جن کے ساتھ نسل انسانی کی ترقی وابستہ ہے مگر ایک خدا اور ایک نسل انسانی یہ انسانی ترقی کی دو بنیادی چیزیں ہیں۔

عیسائیت اس مشکل کو حل نہیں کر سکی

عیسائیت کبھی اس مشکل کو حل نہیں کر سکتی۔ امریکہ ایک عیسائی ملک ہے جہاں حبشی ایک وقت غلام بن گئے۔ بعد میں وہ آزاد ہو گئے۔ لوگ کہتے ہیں عیسائیت کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے غلاموں کو آزاد کرایا لیکن میں کہتا ہوں اسی امریکہ کے اندر ایک سو پچاس سال سے حبشی رہتے ہیں لیکن ان میں اور امریکہ کی سفید قوم میں اتنا ہی فرق ہے جتنا افریقہ کے حبشیوں اور یورپ کی سفید اقوام میں۔ یہ ہے ان کی آزادی برائے نام۔ غلامی کو تو عیسائیت نے بیشک دور کیا۔ لیکن غلام بنانے کی ذہنیت ابھی تک باقی ہے اس کو عیسائیت دور نہ کر سکی۔ وہ رنگ اور نسل کے فرق کو نہ مٹا سکی۔ یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے نسل انسانی کو ایک بنا کر غلام بنانے کا تخیل ہی دور کر دیا۔

مسلمانوں کا افسوسناک تساہل

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس عظیم الشان پیغام کو چھوڑ دیا۔ ان کے اندر وہ حرارت ایمانی وہ ولولہ اور وہ جوش باقی نہیں رہا کہ اس کو لے کر دنیا میں نکلیں اور اس تخیل کو پھیلائیں کہ کل انسان ایک ہیں اور سب کا خدا ایک ہے۔

جماعت قادیان اس پیغام کو پہنچانے کی اہل نہیں رہی

اس زمانہ میں ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس پیغام کو لیکر اٹھے کہ اسے دنیا میں پہنچائیں۔ اسی غرض سے آپ نے جماعت تیار کی مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جماعت قادیان کا قدم اس طرف جا رہا ہے کہ وہ اس پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے اہل نہیں رہی اور یہی وجہ ہے کہ اس کی توجہ اب تبلیغ اسلام کی طرف نہیں رہی تبلیغ احمدیت پر ہی ان کا سارا زور صرف ہوتا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ وہ اتحاد جو اسلام نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ذریعے پیدا کیا تھا۔ اب وہ کسی کام کا

نہیں بلکہ ایک نئے نبی کے ساتھ نئی بنیاد رکھی گئی ہے اور اب مقدم ضرورت اس نئے نبی کا منوانا ہے۔ گذشتہ تیرہ صدیوں میں اس کلمہ طیبہ کے قائلین کی تعداد چالیس کروڑ تک پہنچی تھی۔ چاہئے تھا کہ ہم اس تعداد کو بڑھاتے اور توحید الٰہی کا پیغام دنیا میں پہنچا کر دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے۔ لیکن ان لوگوں نے اس بنیاد ہی کو اکھاڑ کر از سر نو ایک اور نئی بنیاد رکھ دی اب ان کے نزدیک یہ تبلیغ اسلام کچھ چیز نہیں۔ جب تک وقت کے نبی کو نہ مانا جائے۔ اب دیکھو کہ وہ چالیس کروڑ مسلمان تو کافر ہو گئے اور مسلمان کتنے ہوئے۔

"دس لاکھ" کی تعلی

سلسلہ احمدیہ کو قائم ہوئے آج پچاس سال کا عرصہ گذرتا ہے اس عرصہ میں کہا جاتا ہے کہ دس لاکھ آدمی شامل ہوئے ہیں نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تعداد بھی صحیح ہے یا نہیں لیکن بہرحال دس لاکھ آدمی ساتھ ہونے کا دعویٰ ہے اور کئی سالوں سے یہ دس لاکھ ہی کی تعداد چل رہی ہے۔ اس وقت بھی جب میاں صاحب ولایت سے واپس آئے تھے دس لاکھ آدمی کا پیشوا ہونے کا دعویٰ انہوں نے کیا تھا اور آج بھی بارہ سال کا اور عرصہ گذر جانے پر وہی دس لاکھ کی تعداد بتائی جاتی ہے۔ خیر اس سے غرض نہیں میں پوچھتا ہوں کہ بنا کیا؟ وہ جو نسل انسانی کے اتحاد کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی اس کو اکھاڑ کر ایک نئی بنیاد رکھی لیکن بنا کیا؟ پچاس سال میں تو دس لاکھ اس نئی بنیاد پر جمع ہوئے۔ تو کسقدر زمانہ چاہئے کہ پھر وہ چالیس کروڑ ہی بنیں۔ گویا نسل انسانی کا اتحاد جس کو محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے پیرووں کی محنت نے نسل انسانی کے چوتھے یا پانچویں حصہ تک پہنچایا تھا اب وہ پھر صفر کے برابر ہو گئی۔

صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی اس کی اہل ہے

پس نہ تو غیر احمدیوں میں اب وہ جوش و ولولہ ہے کہ وہ اسلام کا یہ پیغام دنیا میں لیکر نکلیں اور نہ قادیانی جماعت ہی اس کی اہل نظر آتی ہے صرف ایک تمہاری جماعت ہی ہے جو خدا کے فضل سے اس بات پر قائم ہے کہ اسلام کے ذریعہ سے نسل انسانی کا اتحاد اور دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ یہی کام اس جماعت کے سامنے ہے قرآن کو دنیا میں پہنچانے اور قرآن پر نسل انسانی کو جمع کرنے کا کام تمہارا نصب العین ہے اور خدا کا یہ وعدہ ہے کہ یہ کام ہو کر رہیگا۔ اگر قرآن خدا کا کلام ہے اور یقیناً ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں اور یقیناً ہیں تو یاد رکھو کہ یہ وعدہ بھی سچا ہے۔ ھو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله۔ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے دوسرے دینوں پر غالب کرے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور ہو کر رہیگا۔ مگر اس کام کے لئے خدا نے آج تم کو چن لیا ہے اس لئے ہمت کے ساتھ اس کام کو سرانجام دو تاکہ خدا کا یہ وعدہ تمہارے ہاتھ پر پورا ہو۔

میری ایک خواہش

میں نے آگے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم میں ہر نوجوان دنیا کی ایک ایک زبان کو اپنے لئے منتخب کرے اور دو سال چار سال، آٹھ دس سال اس کو خوب اچھی طرح سیکھے تاکہ اس قابل ہو جائے کہ قرآن کو اسی زبان میں ترجمہ کر سکے۔ قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ کوئی اس کو مانتا ہے یا نہیں یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں۔ یہ خدا کا کام ہے کہ وہ گردن کو جھکا دے لیکن ہمارا کام پہنچانا ہے اس کام میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کے ترجمے کرکے اسے دنیا میں پہنچانا چاہئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش

میں نے آگے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم میں ہر نوجوان دنیا کی ایک ایک زبان کو اپنے لئے منتخب کرے۔ اور دو سال چار سال آٹھ سال اس کو خوب اچھی طرح سیکھے۔ تاکہ اس قابل ہو سکے کہ قرآن کو اس زبان میں ترجمہ کر سکے۔ قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

عیسائی تراجم کے برے اثرات

اس میں شک نہیں کہ بعض زبانوں میں عیسائیوں نے قرآن کریم کے ترجمے کئے لیکن وہ اس غرض کو مد نظر رکھ کر کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جائے اس لئے ان سے فائدہ کی بجائے نقصان ہے آج یہ قانون تو مسلمان بنوا رہے ہیں کہ کوئی غیر مسلم قرآن کو چھاپے نہیں مگر یہ قانون کیوں نہیں بنواتے کہ کوئی غیر آدمی اسکا ترجمہ نہ کرے۔ اس لئے کہ خود اپنی پاک کتاب کو دوسروں تک پہنچانے کی ہمت کھو بیٹھے ہیں اس طرف کسی کی توجہ نہیں کہ دوسروں کے ترجموں سے جو غلط خیالات پھیلتے ہیں ان سے کسقدر نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے لفظوں کی غلطیاں صرف غیر مسلموں کے چھاپے ہوئے قرآنوں میں ہی نہیں خود مسلمانوں کے طبع کردہ قرآنوں میں بھی لفظی غلطیاں موجود ہیں ان کا کیا تدارک کریں گے۔ اصل چیز جس کا تدارک ضروری ہے وہ غلط ترجموں کا پھیلانا ہے۔ اسکا بندوبست ہونا چاہئے لیکن کیا اسکو کر سکیں گے اسی وقت کر سکیں گے جب خود تو ان کے مطالب و مفہوم کو سمجھیں اور اس کے پیغام پر دل کے اندر سچا ایمان پیدا ہو۔ وہ ایمان جس کی برکت سے اسے دوسروں تک پہنچانے کی ہمت ان میں پیدا ہو۔

ہر ایک احمدی نوجوان کا فرض

پس تم میں سے ہر ایک نوجوان کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کی ایک نہ ایک زبان سیکھے اور خوب سیکھے، ایک ہی نہیں دو زبانیں سیکھنی ضروری ہیں، ایک عربی زبان اور دوسرے دنیا کی کوئی اور زبان جو اسے پسند ہو۔ عربی کو پورے طور پر سیکھے بغیر قرآن کا ترجمہ کرنا مشکل ہے اس لئے تم میں سے ہر نوجوان عربی اور کوئی سی ایک زبان سیکھے اور اس کام کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے۔ یہ تمہارا ہی کام ہے۔ غیر مسلم سے ترجمہ کرانے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جو ہمارے پیش نظر ہے ایک عیسائی نے مجھے لکھا تھا کہ میں ہسپانوی زبان جانتا ہوں اگر آپ ہسپانوی میں قرآن کریم کا ترجمہ کرانا چاہیں تو میں مدد دونگا۔ میں نے اسے جواب لکھ دیا کہ ہم اس طرح کام نہیں کرنا چاہتے

ہم میں سے وہ لوگ پیدا ہوں

چاہئے کہ خود ہم میں سے وہ لوگ پیدا ہوں جو عربی کو بھی سیکھیں اور دوسری زبانیں بھی اور پھر قرآن کریم کے ترجمے دوسری زبانوں میں کریں۔ اگر تم اس کام کو کرنا چاہو تو اللہ تعالےٰ اسکا سامان بھی کر دیگا پہلے جو ترجمے ہوئے اس وقت کونسے سامان موجود تھے۔ مگر جب ہمت کی تو سامان بھی پیدا ہو گئے اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو کوئی زبان سیکھ سکتا ہے وہ سیکھے اور خدا کا پیغام دنیا میں پہنچانے کے لئے تیار ہو۔ ہر ایک نوجوان کا فرض ہے کہ اس کام کے لئے اپنے آپکو اور کمر بستہ کرے اور قرآن کے ذریعہ سے دنیا میں امن اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ سب کے دلوں میں روح پھونک دے اور قرآن کی خدمت کے لئے آپ اٹھ کھڑے ہوں۔

(بقیہ صفحہ ۹)

تھے۔ اور یہی طریق عمل ان کے بعد جماعت احمدیہ اور دوسرے لوگوں نے اختیار کیا۔ لیکن ان سے پہلے اگر کسی بزرگ نے قرآن کریم کا درس جاری کیا۔ تو ان کا یہ دستور ہوتا تھا کہ تفسیر بیضاوی یا اور کوئی تفسیر لیکر بیٹھ جاتے اور اسی کو پڑھ پڑھ کر ترجمہ کرتے جاتے تھے اسے قرآن کریم کا درس نہیں، بلکہ اس تفسیر کا درس کہنا چاہئے جس کا انکار ہماری طرف سے نہ کبھی ہوا اور نہ اب ہے۔ کاش مولوی صاحب اعتراض کرنے سے پہلے واقعات پر بھی غور و فکر کر لیا کریں۔ اور خواہ مخواہ دوسروں پر غلط بیانی کے الزام عائد کر کے اپنی پردہ دری کا سامان پیدا نہ کیا کریں۔

---

۴۴ کہ ملقان کی طرف بڑھنے کی کوئی جرأت نہ کرے۔

ایک اور مبصر نے تو یہ بھی کہا ہے کہ ملقان اور خاص کر اسلامی ممالک کو برطانیہ کے خلاف برانگیختہ کرنے میں ہٹلر کو جو ناکامیاں ہوئی ہیں، ان سے وہ کھسیانا ہو گیا ہے اور اس کی تلخ کامی اور تلخ کلامی کی وجہ یہی ہے۔

ہٹلر کی تازہ دھمکیاں

اور ان کا برطانیہ اور امریکہ کی طرف سے جواب

ہٹلر کی تازہ تقریر

جنوری ۱۹۴۱ء کے سارے واقعات اور حالات جنگ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ نئے سال کا پہلا مہینہ محوریوں کے لئے ساز مرگ بجاتا ہوا آیا جس کی آواز یہ مہینہ ختم ہونے پر زیادہ بلند ہو گئی ہے۔

اس آواز کی صدائے بازگشت اب امریکہ سے آ رہی ہے جہاں ہٹلر کی تازہ تقریر جو اس نے ۳۰ جنوری کو جرمنی میں نازیت کے اقتدار کی آٹھویں سالگرہ کے موقعہ پر کی۔ آجکل زیر بحث ہے اس تقریر میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی پرانی شیخیاں بگھاری گئی تھیں۔ بقول نیوز کرانیکل یہ تقریر کیا تھی باسی کھانا تھا۔ جو پرانی اور ٹوٹی ہوئی رکابی میں پیش کیا گیا۔

ہٹلر نے اپنی تقریر میں امریکہ کو انتباہ کیا تھا کہ وہ یورپ کی جنگ سے الگ رہے اس نے کہا برطانیہ کی امداد کے لئے سامان جنگ لانے والے جو جہاز ہمارے تارپیڈو کی زد میں آئیں گے انہیں غرق کر دیا جائے گا۔ اس باسی اور فرسودہ تقریر میں اگر کوئی نئی بات تھی تو امریکہ کے لئے یہ انتباہ۔ ورنہ باقی سب باتیں وہی تھیں جو جنگ شروع ہونے سے اب تک ہٹلر سناتا چلا آیا ہے مثلاً اس نے کہا کہ جب میں نے برطانیہ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ تو میرا مضحکہ اڑایا گیا۔ میری توہین کی گئی اور میرے منہ پر تھوکا گیا۔ اس نے جرمنی کی نو آبادیوں کا رونا بھی رو دیا۔ جو گذشتہ جنگ کے بعد اس سے الگ کر دی گئی تھیں اور جو آجکل برطانیہ کی سیادت میں ہیں۔

تقریر کے آخر میں اس نے دنیا کو سنایا کہ وہ موسم بہار میں آبدوزوں کے ذریعے سے برطانیہ کے خلاف اقدامات کریگا اور اس دوران میں جب کہیں اور جہاں کہیں موقعہ ملیگا۔ برطانیہ پر وار کئے جائیں گے۔

دھمکیوں کا جواب

ان فرسودہ اور پامال دھمکیوں کا جواب برطانیہ اور امریکہ نے جو دیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ برطانیہ کے اخبارات نے اتفاق رائے سے لکھا کہ برطانیہ اور امریکہ دونوں ان دھمکیوں میں نہیں آسکتے۔ برطانیہ پر چڑھائی کی دھمکیاں اب نئی نہیں رہیں۔ برطانیہ کی طرف اس کا صلح کا ہاتھ بڑھانے کے بارے میں برطانوی اخبار "ڈیلی ٹیلیگراف" نے کہا کہ میونخ میں امریکہ کو اس نے جو دھمکی دی۔ اس کے متعلق اس اخبار نے لکھا۔ اگر اس کا یہ خیال ہے کہ امریکہ کو دھمکی دے کر وہ فتح حاصل کر سکتا ہے یا امریکہ ان دھمکیوں سے متاثر ہو سکتا ہے تو یقیناً اس کے دماغ میں فتور ہے

امریکہ کا جواب

امریکن سینٹ کی امور خارجہ کے متعلق کمیٹی کے مذکورہ رکن سنیٹر گلاس نے ہٹلر کی دھمکی کا جواب دیا ہے وہ نہ صرف ۴۴ دلچسپ ہے بلکہ امریکن عوام اور اخبارات کے جذبات کا آئینہ دار ہے سینیٹر گلاس نے کہا ہے جس نے ہمارے [illegible] رفت میں خلل ڈالنے کی کوشش کی اس کا جبڑا نکال دیں گے ہٹلر کی دھمکی مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ میں اس بات کے حق میں ہوں کہ بین الاقوامی قانون کے ماتحت ہم جیسا مناسب سمجھتے ہیں [illegible] بلکہ میں تو اس بات کے حق میں ہوں کہ [illegible] میں ہم ہی ابتدا کیوں نہ کریں۔

ایک اور سنیٹر نے کہا۔ اگر امریکہ کے کسی جہاز پر جرمنی نے حملہ کیا تو اس کا شدید انتقام لیا جائے گا اور اعلان جنگ کر دیا جائے گا۔

امریکہ کے دو سرکردہ اخبارات نیویارک ٹائمز اور نیویارک ہیرلڈ ٹریبیون نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ ہٹلر کی یہ دھمکی امریکہ کے طرز عمل کو اور زیادہ مضبوط بنا دے گی۔

ہٹلر کی تقریر سے قبل ہفتہ گذشتہ میں جاپان کے مدبروں نے دھمکیاں دینا شروع کی تھیں۔ امریکہ نے ان دھمکیوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ ان دھمکیوں کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ امریکہ کے علیحدگی پسند طبقے اور اخبارات بھی [illegible] جنگ میں امریکہ کی شرکت کے حامی بن گئے۔ ان حلقوں کے ترجمان ایک اخبار سوری ٹائمز نے لکھا تھا۔ اگرچہ [illegible] میدان جنگ اور امریکہ کے درمیان ہزاروں [illegible] حائل ہے۔ مگر اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا [illegible] سے تبدیل ہو رہے ہیں کہ ماضی کے قیاسات [illegible] صورت اختیار کر سکتے ہیں۔

ہٹلر کے آئندہ اقدامات کے امکانات

ہٹلر کے آئندہ اقدامات کے امکانات [illegible] تقریر کی روشنی میں بحثیں ہو رہی ہیں۔ [illegible] کمیٹی کے مبصر نے کہا کہ ہٹلر کے لئے تین امکانات [illegible] یہ کہ برطانیہ پر چڑھائی کرے۔ دوسرا یہ کہ فرانس اور [illegible] کو ساتھ ملا کر جبرالٹر پر حملہ کرے اور تیسرا یہ کہ وہ ملقان کی طرف بڑھے۔

ان تینوں امکانات کے نا ممکنات بھی [illegible] کئے۔ مثلاً برطانیہ پر چڑھائی کے بارے میں اس نے کہا کہ جب [illegible] جب برطانیہ کمزور تھا۔ ہٹلر برطانیہ کی بحری اور فضائی قوت [illegible] اپنی کوششوں میں ناکام رہا۔ اور اب تو برطانیہ کی قوت [illegible] اضافہ ہو چکا ہے۔ جبرالٹر پر حملہ کرنے کے بارے میں اس نے کہا فرانس کا مارشل پیتاں ہٹلر سے بگڑا ہوا ہے [illegible] کمزوری کی وجہ سے امریکہ اور برطانیہ کی [illegible] ان دونوں ملکوں نے اس کو مالی امداد بہم پہنچائی ہے اور [illegible] کیا ہے کہ وہ غیر جانبدار رہے گا۔ ملقان کے بارے میں [illegible] یہ ہے کہ بلغاریہ اور یوگوسلاویہ دونوں نے ہٹلر کے پھندے میں پھنسنے سے انکار کر دیا ہے اور اگر ہٹلر نے حملہ کیا تو [illegible] ترکی کو پائے گا جو ہفتہ گذشتہ سے بار بار انتباہ کر رہا ہے

"مجدد اعظم"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بلند پایہ سوانح حیات

(از جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب جالندھری)

"مجدد اعظم" وہ عظیم الشان تصنیف ہے جو حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم گوہر بار سے نکل کر دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے اور تیسرا حصہ باقی ہے۔ اس کا پہلا حصہ میں نے جلسہ ۱۹۳۹ء میں اور دوسرا حصہ گذشتہ جلسہ پر خریدا۔ لیکن ابھی تک ان کو پڑھ نہ سکا تھا۔ اب موقع ملا تو اس کا پہلا حصہ میں نے پڑھا ہے۔ دوسرا حصہ ابھی باقی ہے۔ کتاب کیا ہے ایک بے بہا خزانہ ہے جو روحانی موتیوں سے بھرپور ہے۔ اور پڑھنے والے کے دل پر اتنا زبردست اثر ہوتا ہے کہ روح وجد میں آجاتی ہے۔ اور جوں جوں اس کو پڑھتا ہے اس پر رقت طاری ہوتی ہے ایک ایک واقعہ ایسے دلفریب طریق سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کا دل بے قابو ہو جاتا ہے اور بزرگ مصنف کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

اس وقت مذہبی پیکار میں اسلام کے ایک عظیم الشان پہلوان کی ضرورت ہے جو خود روحانیت سے بھرا ہوا ہو اور دہریت اور مادیت کے مقابل پر اسلام کی فوقیت اور خوبیاں دنیا پر ظاہر کر سکے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ یہ وہ ضرورت ہے جو اس وقت حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی ہے

حضرت مسیح موعود کی زندگی کے ایک ایک واقعہ کو قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ روحانیت کا دریا بہا دیا ہے۔ ایک بڑے زبردست روحانی انسان کے اندر جو اخلاق اور خوبیاں ہونی چاہئیں۔ وہ تمام حضرت مسیح موعود کی زندگی کے آئینہ میں صاف صاف نظر آتی ہیں۔ آپ کی عبادت الٰہی۔ آپ کی بے نفسی اپنے خدام اور تمام بنی نوع انسان کے ساتھ آپ کی ہمدردی اور حسن سلوک۔ آپ کی کسر نفسی۔ آپ کے مجاہدات۔ مقدمات اور مشکل سے مشکل موقعوں پر آپ کا اطمینان قلب اور عین اوقات پیری میں آپ کا پورے اطمینان قلب سے نماز کا ادا کرنا اور بے نظیر خشوع و خضوع۔ اور گریہ زاری کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ آپ کی گوشہ نشینی اور دنیاوی خواہشات سے نفرت۔ قرآن کریم اور آنحضرت کی محبت میں سرشاری۔ آپ میں حفاظت اور اشاعت اسلام کا زبردست جذبہ اور اس قسم کی دیگر بہت سی خوبیاں ہیں۔ کہاں تک لکھوں۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو پڑھنے والے کے دل کو موہ لیتی ہیں اور حضرت مسیح موعود کی محبت سے دل لبریز ہو جاتا ہے۔ اور آپ کی روحانی خوبیوں کے سامنے گردن جھک جاتی ہے۔ ایک ایک واقعہ سے روح وجد کرتی ہے۔ میری طبیعت تو چاہتی ہے کہ ان میں سے بعض واقعات کو کچھ خلاصہ کے طور پر ناظرین کی خوشی طبع کیلئے درج کروں۔ لیکن اخبار کے صفحات اس کی اجازت نہ دیں گے لہٰذا اس کے لئے یہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ خود اس بے نظیر کتاب کا مطالعہ کریں اور لطف و سرور حاصل کریں۔ ایک بہت بڑی خوبی حضرت ڈاکٹر صاحب نے یہ پیدا کی ہے کہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کے اقتباسات ہر ایک مضمون کے تحت میں اس طریق پر دیئے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی کتب کا خلاصہ بھی پڑھنے والے کے سامنے آجاتا ہے اور اس کے اندر جو معارف ہیں وہ بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ میں ان احباب سے جو روحانی لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی ایک زندہ تصویر روحانیت کی دیکھنا چاہتے ہیں۔ پرزور الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ان واقعات کو کتاب "مجدد اعظم" میں پڑھیں۔ یہ بلا مبالغہ ہے کہ روح کے اندر ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے قابل بزرگ مصنف نے جس خوبی سے ہر ایک واقعہ کو بیان کیا ہے بس وہ پڑھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا طریق استدلال اور رنگینیٔ عبارت بے حد جاذب توجہ اور پر لطف ہے۔

اسلام کی صداقت کے لئے ایک بہت بڑی زبردست دلیل یہ ہے کہ اس کے اندر بے شمار روحانی انسان ہوئے اور یہی وہ چیز ہے جو انسان کے اندر کامل ایمان پیدا کرتی ہے صرف عقلی بحث روحانی امور کے حل کرنے کے لئے کافی نہیں زندہ نمونہ کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انسان کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا مذہب کی ضرورت کے مخالفین اس وقت یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ان تمام گذشتہ روحانی انسانوں کی زندگیوں کے واقعات مبالغہ سے خالی نہیں۔ اور کچھ پتہ نہیں کہ ان میں کہاں تک صحت ہے۔ ہر ایک انسان کے مرنے کے بعد اس کی طرف بہت سی خوبیاں منسوب کر دی جاتی ہیں جو دراصل اس کے اندر موجود نہیں ہوتیں۔ یہ اعتراض ایک محقق کو متزلزل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات بھی ہمارے سامنے ہیں کہ زندگی میں ایک انسان اور ہوتا ہے اور مرنے کے بعد وہ کچھ اور بنا دیا جاتا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ایک زندہ انسان کی ضرورت ہے۔ جو ان تمام روحانی خوبیوں کا کامل طور پر حامل ہو۔ جو ہم گذشتہ بزرگوں میں دیکھتے آئے ہیں ورنہ پہلے بزرگوں کے واقعات بھی بُعدِ زمانہ کی تاریکی میں چھپ جاتے ہیں۔ ان کا نمونہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہم کو کامل طور پر نظر آتا ہے۔ اور کتاب "مجدد اعظم" اس صدی کے مجدد اعظم حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا مصفی آئینہ ہے۔

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور اخلاق کا خود مطالعہ کرنا اور دوسروں تک پہنچانا سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک زبردست خدمت ہے۔

حضرت مسیح موعود کی صداقت کے جہاں اور دلائل ہیں۔ وہاں آپ کی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ ان میں سے چند ایک ایسی بھی ہیں جو حل طلب ہیں اور مخالفین ان کے متعلق بہت اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ جیسے عبد اللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی۔ اور محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ہر ایک پیشگوئی کو ایسی خوبی سے اور مدلل طریق پر حل کیا ہے کہ پڑھنے کے بعد تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی حل کرتے ہوئے آپ نے کتاب کے صفحہ ۲۰۵ تا صفحہ ۲۱۳ تقدیر مبرم اور تقدیر معلق پر ایک پرکیف بحث کی ہے اور اس خوبی سے اس کو حل کیا ہے کہ کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔ یہ تمام خوبیاں اصل کتاب کے پڑھنے ہی سے پوری طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ صفحہ ۱۵۰ پر الہامات کے آنے پر بحث کرتے ہوئے آپ نے سائنس کی ایک گواہی پیش کی ہے جس میں قلب کی مثال ریڈیو سے دی ہے۔ یہ بڑی لطیف بحث ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس قسم کی بے شمار باتیں ہیں جو آپ نے بیان کی ہیں۔ جن کا پورا لطف کتاب کے پڑھنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت صاحب کو فہم قرآن اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات کا علم جو اللہ تعالیٰ نے دیا وہ بے نظیر ہے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے اور آپ کی کتاب میں یہ بات جا بجا نظر آتی ہے۔ مفصل دیکھنا ہو تو مثال کے طور پر صفحہ ۹۵ وغیرہ پڑھئے۔ غلط فہمی کے باعث حضرت مسیح موعود کی سیرت پر جو ایک تاریک غبار آ گیا ہے اس کو بھی خوب صاف کیا ہے۔ ایک مخالف سلسلہ نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد جو اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کتابیں جن کو غلو کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ وہ تو پڑھنے والے کے ہاتھ میں اعتراضات کا ایک ذخیرہ دیدیتی ہیں لیکن یہ کتاب "مجدد اعظم" ایسے طریق پر لکھی گئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور سلسلہ احمدیہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور حضرت صاحب کی زندگی ایک زبردست روحانیت سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔

الغرض یہ کتاب "مجدد اعظم" ایک ایسا بے بہا خزانہ ہے کہ اس کی اشاعت (۱) غیر مسلم (۲) غیر احمدی (۳) احباب قادیان اور (۴) اپنی جماعت احمدیہ میں از حد مفید ہے۔ ہم میں سے ہر ایک دوست کو چاہئے کہ اس کتاب کو خرید کر اپنے پاس رکھے۔ خود پڑھ کر لطف و سرور حاصل کرے اور اپنے ایمان کو تازہ کرے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات اور مخالفین سلسلہ احمدیہ کے اعتراضات کے جوابات کے لئے اس کتاب کے اندر ہر قسم کا مصالحہ موجود ہے۔ جو ہر دوست کے واسطے بے حد فائدہ رساں ہوگا۔ اور اس سے ہر مخالف کا منہ [illegible]

خطبات نکاح

(الف) مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء کو جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب کے صاحبزادے شیخ محمد عبد اللہ صاحب، فلاں ساد جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادے شیخ محمد یعقوب صاحب اور شیخ مولا بخش صاحب کے صاحبزادے شیخ محمد حفیظ کے نکاح کا خطبہ پڑھا گیا۔

(ب) مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۴۱ء کو شیخ اکرام اللہ صاحب بی۔ اے اور شیخ نثار احمد صاحب بی۔ اے پسر شیخ نیاز احمد صاحب کے نکاح کا خطبہ پڑھا گیا

(ج) مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۴۱ء کو راولپنڈی میں شیخ انعام الحق صاحب بی اے پسر حاجی شیخ مولا بخش صاحب اور رحمت اللہ صاحب پسر شیخ حاجی عبد اللہ صاحب کا خطبہ نکاح ہوا۔

یہ خطبات نکاح حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے پڑھے ان خطبات سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ یہ خطبات سن کر بعض لوگوں نے اقرار کیا کہ حضرت مجدد زماں برحق ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کے اعتقادات ہی درست اعتقادات ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان مندرجہ بالا رشتوں کو ہر لحاظ سے بابرکت ثابت کرے۔ آمین ثم آمین

نوٹ:۔ اس موقعہ پر جناب شیخ نیاز احمد صاحب کے خاندان کے چار نوجوان سلسلہ میں داخل ہوئے۔

چک نمبر ۱۸ جنوبی ضلع سرگودھا میں جلسہ

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے دو لیکچر، دس اشخاص نے بیعت کی

مورخہ یکم فروری ۱۹۵۵ء کو حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا چک ۱۸ جنوبی ضلع سرگودھا کے جلسہ پر پہلا لیکچر نماز ظہر کے بعد سے لیکر عصر تک ہوا۔ اس میں گاؤں کے لوگوں اور گرد و نواح کے لوگوں نے شمولیت کی۔ ایک ڈسٹرکٹ بورڈ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کے سٹاف کے چند ممبر بھی موجود تھے۔ کپتان خورشید علی خان صاحب جنہوں نے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے پیچھے لنڈن میں نماز پڑھی تھی۔ وہ بھی سن کر پہنچ گئے۔

تقریر کا ملخص (الف) حاضرین کو قرآن و حدیث کی رو سے نیکی اور تقویٰ کی تلقین کی گئی۔ اس سے دلوں پر رقت طاری ہوئی۔ اور خاص کیفیت پیدا ہو گئی

(ب) اس کے بعد حضرت مولانا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجدد زماں کی بے نظیر خدمات اسلامیہ کا ذکر کیا۔ اور لوگوں کو بڑے زور سے تلقین کی کہ **مجدد کا ماننا ضروری ہے**۔ درمیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بعض اعتراضات بھی پیش کئے گئے ان کے شافی جواب دیئے گئے۔ اس پر حاضرین جلسہ کی طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ یہ اعتقادات عین اسلامی ہیں۔ اور لوگوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ پھر کپتان خورشید علی صاحب نے لوگوں کو مخاطب کیا۔ اور کہا:۔

"میں نے آج عرصہ بیس سال کے بعد مولانا صاحب کی زیارت کی ہے۔ میں نے ان کے پیچھے لنڈن میں نماز عید ادا کی تھی۔ اس وقت کوئی دو ہزار ہندوستانی افسر تھے جو نماز عید میں شریک ہوئے۔ ہمارے ساتھ انگریزوں نے بھی ہماری طرح گھٹنے ٹیک کر نمازیں ادا کیں۔ اس کا اثر اب تک میری طبیعت پر موجود ہے۔ اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت تمام افسروں کے قلوب میں جنہوں نے لنڈن میں اس وقت نماز پڑھی تھی عجیب روحانی کیفیات پیدا ہوئی تھیں کہ واقعی جماعت احمدیہ نے انگلستان میں مشن قائم کرکے انگریزوں کو مسلمان کرنے کا عظیم الشان کام کیا ہے۔

—— جو کچھ مولانا نے یہاں اس جلسہ میں فرمایا ہے اس قسم کے وعظ ہم نے وہاں لنڈن میں ان کی زبانی سنے تھے ان کے اعتقادات سے مجھے مکمل اتفاق ہے۔ رہا مجدد کا معاملہ، وہ کونسا مسلمان ہے جو ان خدمات کو دیکھ کر کہیگا کہ حضرت مرزا صاحب مجدد نہیں ہیں۔ **میں تو ان کو مجدد مانتا ہوں**۔ اور ان کو مجدد ماننے میں قطعاً کسی قسم کا حرج نہیں۔ اسی طرح سے ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے بھی بڑے زور سے تائید کی کہ یہ اعتقادات بالکل اسلامی ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ پورا اتفاق ہے۔

دوسرا لیکچر

حضرت مولانا کا دوسرا لیکچر رات کو ہوا جو کہ عورتوں کی درخواست پر دیا گیا۔ ایک حصہ میں مرد اور دوسرے حصہ میں عورتیں جمع ہوئیں۔ اس جلسہ میں بھی عورتوں اور مردوں کو تقویٰ اور طہارت اور نیکی کے کاموں کی تلقین کی گئی اور ان کے سامنے بھی حضرت مجدد زماں حضرت مسیح موعود کے حالات سنائے گئے۔ اس لیکچر کے اختتام پر **چھ مردوں اور تین عورتوں نے بیعت کی**۔ دوسری صبح **چودھری رحم داد صاحب** جو گاؤں کے تقدا اور مضبوط آدمیوں میں سے ہیں انہوں نے بیعت کی۔ اس پر جماعت کے دوستوں کو بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے یہ شخص ہماری مضبوطی کا باعث ہوگا۔

چودھری محمد حسین صاحب نمبردار نے حضرت مولانا کی آمد پر مبلغ چالیس روپیہ انجمن کیلئے پیش کئے۔ اور **چودھری احمد دین صاحب** نے مبلغ پانچ روپیہ امداد کی صورت میں دیئے۔

(۱) چودھری محمد حسین صاحب نمبردار (۲) چودھری احمد دین صاحب (۳) پٹواری نور محمد صاحب سے حضرت مولانا نے اس امر پر بیعت لی کہ وہ اس وقت جبکہ گاؤں کے لوگ بہت زیادہ متاثر ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ برحق ہے اور مجدد زماں کا ماننا ضروری ہے اور ان کے علاوہ گرد و نواح کے لوگ بھی اثر پذیر ہیں سلسلہ کی تبلیغ اور توسیع کیلئے سخت جدوجہد کریں گے۔ انہوں نے حضرت مولانا کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ وہ ایسا ہی کریں گے — غرضیکہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا اور سلسلہ کیلئے جوش اور قوت کا باعث ہوا۔ بیعت کنندگان کی فہرست درج ذیل ہے:۔

(۱) چودھری رحم داد صاحب (۲) فضل حسین صاحب (۳) محمد عالم صاحب (۴) نور محمد صاحب (۵) سردار خان صاحب (۶) احمد خان صاحب (۷) محمد شفیع صاحب (۸) نواب بیگم صاحبہ زوجہ عبد اللہ صاحب (۹) فضل بیگم صاحبہ زوجہ مہر فیض احمد صاحب (۱۰) بی بی بیگم صاحبہ زوجہ علم علی صاحب

راستہ میں حکیم محمد اسماعیل صاحب کی بیعت

راستہ میں ایک جمبرہ کے ہیشن پر گاڑی تبدیل کرنے کیلئے ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ ٹھہرنا پڑا۔ وہاں ایک صاحب آئے اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب سے کہنے لگے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔ پھر انہیں خود ہی یاد آگیا کہ میاں شمس الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر کی صاحبزادی کے نکاح کا خطبہ آپ نے پڑھا تھا جو شیخ محمد اسماعیل صاحب کے صاحبزادے شیخ سعید احمد صاحب سے ہوا تھا۔ میاں شمس الدین صاحب جماعت احمدیہ کے بہت ہی مخالف تھے۔ اس وقت میں نے اس امر کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا۔ کیونکہ میاں شمس الدین تو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی بہت اعانت کرتے تھے۔ انہوں نے جب مولوی ثناء اللہ صاحب سے اس رشتہ کا ذکر کیا تو مولوی صاحب نے کہا تھا کہ "لڑکی کسی ہندو کو دیدو احمدی کو کیوں دینے لگے ہو"! اس خطبہ نکاح کو سن کر میں ششدر رہ گیا تھا اور اس کے بعد آج آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔"

حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے حضرت مجدد زماں کی صداقت اور سلسلہ کی عظمت کے متعلق انہیں وعظ کیا جس سے وہ متاثر

احمدیہ ینگ وومن

ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ

(از جنابہ محمودہ عبد اللہ صاحبہ سکرٹری احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن)

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ بروز ... بتاریخ ۲۴ جنوری کو نماز جمعہ کے بعد عورتوں کی گیلری مسجد احمدیہ ... میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں تقریر کا موضوع تھا **احمدیت کی خصوصیات**

جلسہ کا افتتاح اہلیہ صاحبہ چودھری ... احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ بعد ازاں اہلیہ صاحبہ سید ... صاحب گیلانی نے تقریر کی اور بتایا کہ قرآن و حدیث کی رو سے ہر صدی کے سر پر مجددین کا آنا مسلم الثبوت ہے اور ہر صدی میں مجدد آتے رہے لیکن سوا اس صدی میں کسی نے مجددیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ حالانکہ ... نصف سے زائد گزر چکی ہے۔ نیز بتایا کہ مخالفین جو ان پر دعوئ نبوت کا افترا کرتے ہیں سراسر غلط ہے۔ جبکہ انہوں نے خود بار ہا ... اور کہا کہ ہم مدعی نبوت کو کافر، کاذب اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور کہ ان کا دعویٰ مجددیت کا ہے ... مقررہ نے بتایا کہ قادیانیوں نے حضرت مرزا صاحب کو ... عیسائیوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ... خدا کا بیٹا قرار دیکر افراط سے کام لیا حضرت مرزا صاحب کو ان کے صحیح مقام مجددیت سے بڑھا کر نبی کا مقام دے رہے ہیں۔ آخر پر ... دعا پر مضمون کو ختم کیا کہ خدا تمام مخالفین کو حضرت مسیح موعود کا صحیح مقام سمجھنے کی توفیق عطا کرے کہ کس طرح خادم اسلام کے خادم اور اس کا سچا درد دل میں رکھنے والے اور اس صدی کے مجدد اعظم تھے۔

دوسرا لیکچر محترمہ بہن محمودہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا تھا۔ انہوں نے مذکورہ موضوع یعنی احمدیت کی خصوصیات پر نہایت عمدہ پیرایہ میں بتایا کہ یوں تو احمدیت کی خصوصیات اتنی ہیں کہ میں اس قلیل وقت میں ان سب کا ذکر نہیں کر سکتی۔ لیکن ہماری جماعت کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت عشق قرآن ہے ... میں اس وقت اپنے خیالات کا اظہار کروں گی۔ کہنے کو تو تمام مسلمان قرآن سے عشق رکھتے ہیں۔ لیکن عام مسلمان اس کو ایک یا دو مرتبہ ناظرہ پڑھ کر پھر ایسے طاق پر رکھتے ہیں کہ کم ہی اس کو پڑھنے یا سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کو جتنا قرآن سے عشق ہے اور وہ اس کو پڑھتے سمجھتے اور اس کے تراجم غیر زبانوں میں کرتے ہیں اس کی مثال کسی دیگر مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہماری جماعت کی طرف سے جب صبح سویرے نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوتا ہے یا بعض اوقات ... درس ہوا کرتے تھے تو تمام احمدی دور دور سے اکر ان میں ... تھے اور اب بھی ہوتے ہیں۔ وہ ان سردی کے مہینوں میں بھی قرآن سننے اور سمجھنے کی خاطر دور دور ... سے ... گھر سے ... مسجد میں جمع ہو کر درس قرآن سنتے ہیں ...

... ثابت قدم ہوئے اور سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کا اسم گرامی حکیم محمد اسمٰعیل ہے۔ چنیوٹ کے شیخوں میں سے ہیں۔ محلہ ... چنیوٹ کے رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔

بزرگوار درس دیا کرتے تھے تو مجھے بڑا احساس ہوا کرتا تھا کہ لوگ کس طرح اپنے عشق قرآن کی وجہ سے سردی گرمی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ لائق مقررہ نے بتایا کہ ہماری جماعت کے مردوں میں تو قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کا بڑا جذبہ ہے لیکن عورتوں میں ابھی اس طرف پوری توجہ نہیں۔ سو ہم سب عورتوں کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیئے اور قرآن کو خوب سمجھ کر اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد اہلیہ صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب نے علماء سوء کے بارہ میں ایک نہایت دلچسپ نظم پڑھی جو دراصل انہوں نے جلسہ سالانہ کے لئے لکھی ہوئی تھی۔ لیکن اپنے عزیز بھانجہ سلیم کی وفات کے صدمہ کی وجہ سے اس موقع پر نہ پڑھ سکیں۔ موجودہ زمانہ کے مولویوں کا خوب نقشہ کھینچا اور بتایا کہ مولوی تو اسلام میں عقل و فکر کو کام میں لانے کو حرام قرار دینے لگے تھے اور قریب تھا کہ اسلام کا سچا نور دنیا سے مٹ چکا ہوتا۔ لیکن ایک مرد کامل نے آکر صحیح اسلامی تعلیم کو پھیلایا اور اسلام کو تباہی سے بچایا

اس کے بعد بیگم کرم الٰہی صاحب نے مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ جس وقت حضرت مرزا صاحب مجدد صدی چہاردہم مبعوث ہوئے تو اس وقت عیسائیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ اگر حضرت مسیح موعود عیسائیت کا مقابلہ نہ کرتے اور پادریوں کے اسلام پر اعتراضات کا دندان شکن جواب نہ دیتے تو عیسائیت اگر ساری نہیں تو آدھی دنیا پر ضرور مسلط ہوتی۔ یہ ہمارے مجدد اعظم ہی کا کام تھا کہ جنہوں نے کسر صلیب کی۔ انہی کی خواہش اور قوت قدسی کے باعث ہماری جماعت کو یہ توفیق ملی کہ انہوں نے یورپ میں تبلیغ اسلام کی اور وہاں طرح کسر صلیب ظہور میں آیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم خاتم الانبیاء جب وفات پا گئے تو اس وقت تمام صحابہ کرام کو سخت فکر دامنگیر ہوئی کہ اب اس امت محمدیہ کا کون محافظ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس امت میں اولیاء کا دروازہ کھلا رکھا اور مجددین کے ذریعہ سے تجدید دین کو جاری رکھا۔

آخر پر خاکسارہ نے مختصراً بتایا کہ اشاعت اسلام و تبلیغ اسلام کرنا احمدیوں کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ احمدی ہر مخالف اسلام کا مقابلہ کرنے میں اور تبلیغ اسلام کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ سچ پوچھو تو تحریک احمدیت نے تبلیغ اسلام کا جذبہ کم و بیش دیگر مسلمانوں میں بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح احمدی یورپ کے کفرستان میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور عیسائیوں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ نیز یہ ہماری جماعت ہی کی خصوصیت ہے کہ جہاں کوئی مخالف اسلام پر کوئی اعتراض کرتا یا رسول کریم کے خلاف گندہ دہنی کرتا ہے تو فوراً اس کا دندان شکن جواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جواب بھی نہایت معقول ہوتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہر مخالف اسلام کو احمدی ایسی شکست دیتے ہیں کہ پھر انہیں مقابلہ پر آنے کی جرأت نہیں ہوتی

جماعت احمدیہ اور درس قرآن کریم

"اہلحدیث" کی غلط بیانی

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی یہ عادت ثانیہ ہو چکی ہے کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کوئی بھی نیک تحریک ہو یا کسی نیک کام کی بنا رکھے جانے کا ذکر ہو۔ اس کی تردید کئے بغیر وہ نہیں رہ سکتے۔ اور جھٹ غلط بیانی کا الزام دے دیتے ہیں۔ گزشتہ دو تین اشاعتوں میں قارئین کرام اُن غلط بیانیوں کی تفصیل پڑھ چکے ہیں۔ جو جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی طرف ان کے ایک مضمون کی بنا پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے منسوب کیں۔ حالانکہ جیسا کہ مصری صاحب نے اپنے مضمون میں واضح کیا ہے۔ وہ ان کی نہیں بلکہ مولوی صاحب کی اپنی کذب بیانیاں تھیں۔ ایک اسی قسم کی غلط بیانی کا الزام مولوی صاحب نے ۱۵ رنومبر ۱۹۳۸ء کے "اہلحدیث" میں حضرت امیر ایدہ اللہ پر لگایا ہے۔ اور شروع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

"غلط گوئی کرنا ہر جگہ گناہ عظیم ہے۔ مگر خاص کر منبر پر چڑھ کر غلط بیانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے"

اس میں شک نہیں کہ غلط گوئی یا غلط بیانی ایک بڑا گناہ ہے منبر پر ہو۔ خطبہ میں ہو۔ یا عدالت میں ہو یا کسی اور موقعہ پر ہر حالت میں اسے گناہ عظیم ہی کہنا چاہیئے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ اصول دوسروں کو تلقین کرنے کے لئے ہے یا خود مولوی صاحب بھی اس پر عامل ہیں؟ اسی مضمون میں ایک فقرہ انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

"جماعت مرزائیہ کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ اپنے کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے"

کیا یہ کھلی غلط بیانی نہیں؟ کب جماعت احمدیہ نے ہر نیک رسم کا بانی اپنے آپ کو قرار دیا؟ کب ہم نے یہ کہا کہ دوسرے لوگوں سے کوئی نیک کام ہوتا ہی نہیں؟ بارہا ہماری طرف سے کئی نیک کاموں کی بنا دوسرے لوگوں کی طرف سے رکھے جانے کا اعتراف کیا گیا۔ مثلاً ہم مانتے ہیں کہ مروجہ تعلیم کی بنا دسرسید احمد خاں نے ہندوستان میں رکھی۔ ہم مانتے ہیں کہ ہندوستان میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے رکھی۔ اور انہوں نے اور ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر اور بعض دیگر بزرگوں نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو تراجم شائع کرکے ایک احسان عظیم مسلمانوں پر کیا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے اگر کسی نیک کام کی بنا ڈالی گئی ہو تو اس کا ذکر تک نہ کیا جائے۔ نہ ہی ایسے ذکر سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ جماعت اپنے آپ کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اگر ایسی "غلط گوئی" سے کام لیں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیئے کیونکہ ان کے نزدیک تو جھوٹ بول کر بھی آدمی متقی رہ سکتا ہے (بیان عدالت گورداسپور) بلکہ جیسا کہ اس مضمون کے آخر میں انہوں نے اپنے متعلق لکھا ہے ۵

رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں
میری نگاہ میں ہیں رند و پارسا ایک ایک

ان کا رند ہونا بھی ان کی پارسائی کو کم نہیں کر سکتا۔ پھر تعجب ہے کہ ایسا شخص دوسروں کو کس منہ سے "غلط گوئی" اور "گناہ عظیم" کا مرتکب قرار دیتا ہے۔ پہلے اپنے گناہ عظیم کو تو خود موسٹ پارسائی کے دامن سے دھو لے پھر دوسروں کے منہ آنا بھی سزاوار ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی ایسا ارتکاب کسی نے کیا ہو؟

زیر نظر مضمون میں جس "غلط گوئی" کا الزام حضرت امیر ایدہ اللہ پر لگایا گیا ہے سوائے اس کے کہ اسے مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس عادت ثانیہ کا نتیجہ قرار دیا جائے کہ انہیں جماعت احمدیہ کی کوئی نیک تحریک ایک آنکھ نہیں بھاتی اور کوئی حقیقت اس کے اندر نہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ:۔

"حضرت مولانا نور الدین صاحب نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں۔ باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا درس قرآن جماعت احمدیہ کی خصوصیات و روایات میں سے ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا ہے"

(پیغام صلح ۴ رنومبر ۱۹۳۸ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک یہ "غلط گوئی" ہے کیونکہ جماعت احمدیہ یا حضرت مولانا نورالدین صاحب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے ساٹھ سال تک دہلی کی مسجد میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا"

شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے تراجم قرآن کا درس قرآن سے کیا تعلق ہے۔ اس کو امرتسری مولوی فاضل ہی سمجھ سکتے ہیں کسی سلیم العقل انسان کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ رہ گیا مولوی سید نذیر حسین صاحب کا درس قرآن۔ اول تو حضرت امیر ایدہ اللہ کے بیان سے اس کی تغلیط نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر مولوی صاحب ایسا درس دیا کرتے تھے تو وہ ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ ان کے بعد اس رواج کو قائم رکھنے والے لوگ پیدا نہ ہوئے۔ لیکن مولانا نورالدین صاحب کے درس قرآن کی تقلید نہ صرف جماعت احمدیہ میں آج تک ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ بلکہ عام مسلمانوں میں بھی اس کو رواج دیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے درس قرآن کی یہ خصوصیت تھی کہ حضرت مولانا مرحوم پہلی تفاسیر کے مطالب و مفہوم کے ساتھ اپنے خداداد علم و اجتہاد کو بھی کام میں لاتے۔ اور زمانہ حاضرہ کی روشنی میں قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان فرماتے

(باقی صفحہ کالم ۲ پر)

۵ جہاں جھوٹ بولنا مولوی صاحب اتقا کے منافی نہیں سمجھتے

اسلام کی معنوی طاقت

صحابہ کرام کی کوہ وقار قوت ایمانی

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی جنگوں میں کبھی کثرت تعداد یا جنگی ساز و سامان کے بل پر کامیابی حاصل نہیں کی۔ ہماری ساری کامیابی اس ایک بات کی بنا پر ہے جو ہمارے دلوں پر چھا گئی ہے (آپ کا مطلب ایمان سے تھا) حضرت عمرو بن العاص سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو یہ جرأت کیسے ہوئی۔ کہ آپ بعض چار ہزار فوج سے مصر کی مہم کو سر کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم چار ہزار تھے۔ مگر ہم میں سے ہر ایک کو اپنی فتح اور نصرت کا یقین تھا۔ آخر ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے ملک ہمارے ہاتھوں فتح کرائے۔

حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح شام کے موقعہ پر برہنہ جسم پیہم حملے کر رہے تھے۔ ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ "ضرار اپنے آپ کو بچائیے"۔ حضرت ضرار نے فرمایا۔ "کمبخت کیا اپنے آپ کو حق سے بچاؤں"۔

جنگ بدر میں جب گھمسان کا رن پڑا۔ ایک صحابی نے جو کھجوریں کھا رہے تھے۔ ایک لخت تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور بلند آواز سے کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ "فردوس کا مقام ہوگا اگر یہ جانتے ہوئے کہ میرے اور جنت کے درمیان میری زندگی حائل ہے میں اپنے آپ کو جنت میں پہنچاؤں۔ یہ کہہ کر تیروں اور نیزوں کی بارش میں نکل پڑے اور جنت سامنے کر دیا۔

جنگ قادسیہ عرب کی ہر لشکر کی سب سے بڑی تاریخ دان واقف ہے۔ بے پناہ ایرانی فوجیں سپہ سالار رستم کی زیر کمان تھیں۔ اور ان کے آگے آگے سلاح پوش ہاتھیوں کی ایک جماعت تھی جس نے مسلمانوں کی پیادہ اور سوار فوج کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ اسلامی لشکر پر ہیبت چھا گئی۔ گھوڑے رکنے لگے۔ نیزے اور تلواریں ان ہاتھیوں کے آگے کچھ کام نہ دیتی تھیں۔ اس موقعہ پر جنگ قادسیہ کے سورما حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے کہا۔ "کون ہے جو اپنے آپ خدا کے حوالے کرنا چاہتا ہے؟ کون ہے جو اپنے آپ کو حق کے حوالے کرنا چاہتا ہے؟" یہ سنتے ہی ہر جانب سے شاطر جھپٹ پڑے اور ہر صف کے بہادروں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت قعقاع اور ان کے ساتھی پا پیادہ ہو گئے۔ تلواریں سونت لیں۔ ہاتھیوں کی جماعت کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور تان تان کر ان کی سونڈوں پر وار کرنے لگے۔ پھر کیا تھا۔ جو چاہتے تھے وہی ہوا۔ انہوں نے ہاتھیوں میں ایک زلزلہ ڈال دیا۔ اور ان میں آگ لگا دی کہ اس میں سارے ایرانی جل بھن کر بھسم ہو گئے۔ رستم مارا گیا اور اس کا لشکر نہ مٹنے والی روح شجاعت کے سامنے تباہ و برباد ہو گیا۔

یہ تھی اسلام کی اسی روح معنوی کی تابانی اور نور ایمان کی برق افشانی جس سے مسلمانوں کے دل معمور تھے۔ جو خشک اور بے آب و گیاہ جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے چپہ چپہ تک پہنچ گئی تھی۔ ساری اور قیادت مسلمانوں پر ختم ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ مذہب کی راہ میں، اپنی عزت و غیرت کی راہ میں اور اس آزادی اور کلمہ حق کی راہ میں اسباب موت کو عزیز رکھتے تھے۔ اس بنا پر دنیاوی زندگی میں بھی اسلام کا بول بالا رہا۔ کیونکہ ہر مرد مومن کا سینہ اسلام کی امانت سے معمور تھا۔ چنانچہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اس دین میں ایک بلند اور پاکیزہ شے بھی ہے جو زندگی کو غایت یا منتہا قرار دینے کے بجائے ایک وسیلہ ٹھہراتی ہے۔ زندگی کے معانی و اصول کا مجموعہ بنا دیتی ہے۔ پھر ان معانی و اصول کے حصول کے لئے، کسی جانی و مالی قربانی کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتی"...... زندگی رسالت محمدی پر ایمان رکھنے والے کی نظر میں تمام ہے۔ جد و جہد اور جہاد کا، جس کا منتہائے مقصود...... روحانی فتح و نصرت، اعلاء کلمۃ الحق، عزت و شرافت اور آزادی کا تحفظ ہے۔ وہ شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی کتاب قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہے۔ ایک ایسا شخص جس کا قلب ایمان سے معمور ہوتا ہے، وہ خوف کے وقت نہ لرزتا ہے۔ اور نہ کمزوری دکھلاتا ہے۔ خوف کو تو جانتا ہی نہیں۔ کیونکہ نا امید تو وہی ہوتا ہے جو خدا کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہو۔ اور ڈرتا بھی وہی ہے جو صحیح راستے سے ہٹ چکا ہو۔

ع

یہاں کوتاہی ذوق عمل ہے خود گرفتاری
جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

اور بقول حضرت عمرو بن العاص وہ فوز و کامرانی اور فتح و نصرت پر پورا یقین رکھتا ہے۔ ظاہر ہے ایسا آدمی نہ کبھی شکست کھا سکتا ہے اور نہ مغلوب ہو سکتا ہے۔

یہی اسلام کی وہ نہ مٹنے والی معنوی، روحانی اور ایمانی طاقت ہے جو قوموں کے دلوں میں شجاعت، دلیری اور قوت پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے اوائل اسلام میں امت مسلمہ کو فتح اور سیادت نصیب ہوئی تھی۔ ہمیں[1] آج بھی اس عالمگیر کشمکش کے وقت اس سے توقع ہے کہ وہ پھر شعلہ زن ہوگی۔ اور پاکیزہ ہو کر وہی رنگ ڈھنگ اختیار کرے گی جو صدر اسلام میں تھا۔ تاکہ عالم اسلامی کے لئے ایک مضبوط مستحکم مرکز قائم ہو جائے۔ اور عزت، استقلال اور فتح کے دستے اس کی سرحدوں پر چھا جائیں۔ ساری عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لئے ہے۔

---

[1] حضرت امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی لئے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ مسلمانوں کے روحانی اور ایمانی قواء کو زندہ کریں۔ اور ان میں ایسی جولانی پیدا کریں کہ دنیا کی قوت اس کی حریف نہ ہو سکے۔ حضرت مسیح موعود کا وجود ہی اس امر کی دلیل ہے کہ دنیا کے اندر ایک زبردست رابطہ اسلامیہ قائم ہونے کو ہے۔ لیکن وہ رابطہ صرف ایمانی قوت سے قائم ہو گا۔

ایک ضروری اعلان

کلب یعنت علی کلب [illegible]

اور

جناب مرزا بشیر احمد صاحب [illegible]

جناب مرزا بشیر احمد صاحب [illegible] ... عظیم یا ایک بالکل غلط بات جماعت احمدیہ [illegible] منسوب کی ہے کہ لاہوری احمدیہ جماعت [illegible] الہام کو جناب مرزا محمود احمد صاحب [illegible] ثبوت ان کے ذمہ ہے کہ کس نے الہام [illegible] یا الہام کو شیخ غلام محمد صاحب مدعی [illegible] کیا تھا اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ مقلوب [illegible] مراد ہے یا منافق کی موت۔ جبکہ یہ الہام [illegible] یہ میاں غلام محمد صاحب مدعی مصلح موعود [illegible] اور ان کی طرف سے یہ شائع ہوا تھا [illegible] کو ان سے ہی مخاطب ہونا چاہئے [illegible] کا یہی تقاضا تھا اس میں شک نہیں [illegible] یہ باتیں ضرور بغور دیکھ رہی تھی کہ [illegible] نے اس الہام کو اپنے رسالہ میں شائع [illegible] جماعت احمدیہ قادیان میں ایک [illegible] روزہ پہ روزہ رکھنا شروع کر دیا گیا [illegible] شروع کر دیئے گئے۔ ہر طرف سے [illegible] شروع ہو گیا۔ جس کا الفضل میں تذکرہ [illegible] لیکن جناب خلیفہ صاحب نے [illegible] خیرات کثیر تعداد میں شروع کر دیئے گئے اور [illegible] یہ جناب چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب [illegible] خلیفہ صاحب کی زندگی و صحت کے لئے [illegible] تک دعائیں جاری رکھنے کے [illegible] تفصیل الفضل کر چکا ہے۔ [illegible] بھی فرمائیں کہ اس قدر بلا ضرورت روزوں [illegible] قربانیوں اور تضرعانہ دعاؤں، صدقے [illegible] وغیرہ کی اس کے بعد بھی کیوں ضرورت [illegible] ان کو یہ علم تھا کہ اس الہام کا تعلق [illegible] سے نہیں تھا۔ اور ۲۸ جنوری [illegible] اعلان کیا۔ اس سے پہلے کیوں اعلان [illegible] کا خلیفہ صاحب قادیان سے کوئی تعلق [illegible] کچھ تو تھا جس کی پردہ داری تھی۔ کیا [illegible] امید ناں اور لا نضاعت اس پر مزید روشنی [illegible] ایک بات بھی غلط ثابت کر سکیں گے [illegible]

راقم

ایک [illegible]

جلسہ سالانہ کے متعلق

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اس دفعہ میں تمہیں لاکھوں ان [illegible] کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ابھی سے ہمیں کوشش کرنا چاہئے کہ سال [illegible] سالانہ جلسہ ہو۔ اس کیلئے ابھی سے لوگوں کو تیار کرنا چاہئے تاکہ وہ اس [illegible] شامل ہوں اور اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا مقصد بنا لیں" (خطبہ جمعہ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۴۲ء)

(بقیہ صفحہ ۲)

لئے محصول راہداری معاف کردیا۔ سکھوں کا موجودہ دربار صاحب امرتسر اسی زمین میں ہے اور محصول راہداری کی معافی سے سکھ جماعت کو تقویت ہوئی اور ترقی پہنچی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شاہان مغلیہ کو سکھ صاحبان کی کس قدر دلجوئی منظور تھی۔ اب سکھوں کو خود غور کرنا چاہئے کہ ان کے لئے اتحاد کن لوگوں سے زیادہ مفید ہوسکتا ہے۔ اور پانچویں گورو ارجن دیو جی مہاراج کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ اس گورو صاحب نے جب ترن تارن کا گوردوارہ بنانا چاہا تو بلاس پور کے مسلمان راجپوتوں نے سکھوں کے اس مندر کے لئے زمین دی اور عبدالمجید خاں حاکم فتح آباد نے سند معافی لکھ دی اور گورو صاحب کے کہنے سے جہانگیر بادشاہ نے زمین کا مالیہ ایک سال کے لئے معاف کردیا کیونکہ ان دنوں ملک میں بہت قحط تھا۔ اس مالیہ کی معافی نے سکھ جماعت کو بڑی ترقی دی کیونکہ اس وجہ سے سب کی ہمدردی سکھ گورو کے ساتھ ہوگئی۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے سکھوں کو کس قدر فائدہ پہنچتا رہا۔ پھر پانچویں گورو نے جب امرتسر کے دربار صاحب کی تعمیر شروع کی تو اس مقدس معبد جو سکھوں کے لئے سب سے زیادہ قابل احترام ہے کا بنیادی پتھر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے رکھوایا گیا۔ حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت۔ رشی اور منی کہلانے والے بھی موجود تھے اسی سے صاف اندازہ لگا لو۔ کہ گورو صاحب کن سے اپنا اتحاد قائم رکھنا چاہتے تھے اور بالفاظ دیگر گورو صاحبان نے اپنے طریق کار سے صاف الفاظ میں بتلا دیا کہ سکھوں کا فائدہ مسلمانوں سے ہی اتحاد میں ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس مقدس معبد کا بنیادی پتھر بجائے حضرت میاں میر صاحبؒ کے پنڈت ہربال سے رکھواتے اب چھٹے گورو شری ہرگوبند صاحب کو لیجئے ان کے زیادہ تعلقات شیخ جان محمد۔ شیخ محمد اسمٰعیل۔ شیخ کرم اللہ و شاہ دولہ صاحب گجرات کے ساتھ تھے حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت اور رشی منی کہلانے والے موجود تھے۔ مگر سکھ تاریخ اسبات کو ثابت کرنے سے بالکل عاجز ہے۔ کہ گورو صاحب کا تعلق کسی ہندو پنڈت سے بھی رہا ہو۔ اسی سے اندازہ لگا لو۔ کہ گورو صاحبان کا عملی نمونہ کن سے اتحاد کا حامی ہے یعنی ہندوؤں سے یا مسلمانوں سے اس سے بھی بڑھ کر ایک اور بات لیجئے کہ گورو صاحب نے اپنے گاؤں شری ہرگوبند پورہ میں مسجد بنوائی جو آجتک شری ہرگوبند پورہ میں موجود ہے جو قادیان سے صرف نو دس میل کے فاصلہ پر ہے جس کا دل چاہے وہاں جا کر دیکھ لے۔ بیشک سکھوں کی تمام کتابیں اور تاریخیں ٹٹول ڈالو کہیں بھی یہ نہیں ملیگا۔ کہ سکھوں کے کسی گورو نے ہندوؤں کے لئے بھی کوئی ٹھاکر دوارہ یا مندر بنوا کر دیا ہو۔ اور خود سکھ لٹریچر میں مسجد کی بہت تعریف کی گئی ہے جیسے ؎

مہر مسیت صدق مصلیٰ حق حلال قرآن

یعنی مسجد میں جانے سے دل میں مہر اور خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ مسجد بنوانے سے صاف ظاہر ہوگیا کہ گورو صاحب نے اپنے سکھوں کے لئے کیا ہدایت چھوڑی اور ان کے لئے مسلمانوں سے اتحاد کی مفید ہے کہ یا ہندوؤں سے۔ جب بعض ہندوؤں نے گورو ہرگوبند پر بغاوت کا الزام لگایا تو بادشاہ نے ہندوؤں کے کہنے پر اعتبار نہیں کیا۔ گورو صاحب سے خود ملاقات کی اور ملاقات کے وقت یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی اور ملاقات پر بادشاہ اسقدر خوش ہوا کہ پانصد روپیہ روزانہ گورو صاحب کے لنگر کے لئے منظور کیا۔ رخصت کے وقت بادشاہ [illegible] گورو صاحب سے ملنے کے لئے آئے۔ پانچ گھوڑے سنہرے چاندی کی کاٹھیاں جڑاؤ دستہ کی تلوار۔ پانچ ہزار کا خلعت۔ موتی مالا۔ جڑاؤ کنٹھا اور ایک سو ایک اکبری مہریں گورو صاحب کی نذر کیں اور ساتھیوں کو قیمتی دوشالے دئے۔ جب آٹھویں گورو ہرکشن جی حضرت اورنگ زیب سے ملاقی ہوئے تو گورو صاحب کے لنگر کے لئے اڑھائی سو روپیہ روزانہ مقرر فرمایا۔ اور جب گورو صاحب کو چیچک نکلی تو اپنا شاہی طبیب معالجہ کیلئے بھیجا اور اورنگ زیب بھی وہ جسے سکھ اور ہندو بدنام کرنے سے جھجکتے نہیں یہ تاریخی واقعات کافی حد تک اس طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ کہ سکھوں کیلئے اتحاد کن سے مفید ہوسکتا ہے۔ اب لیجئے دسویں گورو کا معاملہ جب سات پہاڑی راجاؤں بھیم چند۔ کرپال چند۔ کیسری چند۔ سکھدیو۔ ہری چند۔ پرتھی چند۔ فتح چند نے متفق طاقت سے گورو گوبند سنگھ جی پر حملہ کیا تو اسوقت پانصد حلوہ مانڈہ کھانے والے الگ ہوگئے اور انہوں نے لکھ کر دے دیا۔ کہ نہ آپ ہمارے گورو اور نہ ہم آپ کے چیلے۔ کام آیا تو کون؟ ایک مسلمان سید بدھن شاہ ساڈھوری جس نے اپنے لڑکے کی زیر کمان دو ہزار فوج گورو صاحب کی مدد کیلئے بھیجی جس کے طفیل ان سات پہاڑی راجوں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ گو سید بدھن شاہ کا لڑکا اس میدان میں کھیت رہا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندوؤں نے گورو صاحب سے کیا سلوک کیا اور مسلمانوں نے کیا۔ کیا یہ تاریخی واقعات سکھوں کی راہنمائی نہیں کرتے۔ کہ سکھوں کیلئے کن کے ساتھ اتحاد فائدہ مند ہوسکتا ہے۔ پھر پہاڑی راجاؤں سے دوسرے معرکہ میں جو انند پور میں ۱۷۵۹ء کو ہوا ان راجاؤں کے ساتھ گورو صاحب کی طرف سے لڑنے کے لئے امیر بیگ اور مامون خاں نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ جس کا اعتراف خود سکھوں کی تاریخ کو بھی ہے اور گورو صاحب کے باڈی گارڈ مسلمان پٹھان تھے اس سے اندازہ لگا لو کہ گورو صاحب قابل بھروسہ کن کو سمجھتے تھے۔ کیا یہ واضح اور بین باتیں [illegible] صاحبان کا نمایاں نمونہ سکھوں کی اس طرف رہنمائی نہیں کرتا۔ کہ سکھوں [illegible] اتحاد کن سے مفید ہوسکتا ہے اور پھر جب گورو صاحب انند پور سے شاہی فوج کی حراست سے بھاگ کر ماچھی واڑہ پہنچے تو گورو صاحب کا اپنا [illegible] مرید ہی تھا بلکہ گورو صاحب کا رکن یعنی نذرانہ اور چندہ کی وصولی پر بھی مامور تھا اور معقول مشاہرہ لیتا تھا جس کا نام گلاب داس تھا۔ گورو صاحب نے ماچھی واڑہ پہنچ کر اس کے ہاں پناہ لینی چاہی مگر اس نے پناہ د[illegible] سے [illegible] الفاظ میں انکار کردیا۔ ایسے مصیبت کے وقت میں کام آئے تو غنی خاں اور نبی خاں نامی دو مسلمان پٹھان جنہوں نے اپنی جان پر کھیل کر گورو صاحب کو پناہ دی جن کو گورو صاحب سے کچھ بھی تعلق نہ تھا جب شاہی جاسوس ماچھیواڑہ پہنچے اور انہوں نے غنی خاں اور نبی خاں سے دریافت کیا انہوں نے گورو صاحب کو بچانے کے لئے ہر حیلہ سے کام لیا اور کہا کہ یہ گورو گوبند سنگھ نہیں ہیں ہمارے پیر ہیں۔ اوچ سے تشریف لائے ہیں چنانچہ جاسوسوں نے اپنے حاکم سپہ سالار دلیر خاں کو جو وہاں سے دس کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا یہ ماجرا تبلایا انہوں نے کہا یہ بہت اچھی بات ہے ہم بھی پیر صاحب کی زیارت کرنی چاہتے ہیں چنانچہ غنی اور نبی خاں دو مسلمان بھائیوں نے گورو صاحب کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور دس کوس پر دلیر خاں کے پاس لے گئے دلیر خاں سمجھ تو گیا کہ یہ گورو صاحب ہی ہیں مگر جب اس نے دیکھا کہ چند شریف مسلمان ان کی حمایت میں ہیں تو ہراسانا پسند نہ کیا۔ بلکہ گورو صاحب کی عزت کی اب گلاب داس یا گلاب داس اور غنی اور نبی خاں کا نمونہ سکھوں کے سامنے موجود ہے اس سے سکھوں کو سبق لینا چاہئے کہ ان کے لئے غنی اور نبی خاں مفید ہوسکتے ہیں یا گلاب داس وغیرہ۔ خود گورو صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ:۔

ہمنے مسند اور نرٹ ہمارے اتحاد نہیں چاہئے

یہ تینوں الفاظ اپنی تعریف اور واقعات کے لحاظ سے جس [illegible]

[illegible] پڑھا [illegible] مسلمان [illegible] کہ گورو گوبند سنگھ [illegible] نام آئے بلکہ [illegible] شاہ نے اورنگ زیب کی وفات کے بعد [illegible] دربار [illegible] میں ایک [illegible] گورو صاحب کی [illegible] اور علاقہ ناندیڑ [illegible] کا حاکم مقرر کیا۔ اس وقت ناندیڑ کا گوردوارہ جس کا نام ابچل نگر [illegible] صاحب ہے وہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی قلمرو میں ہے اس گوردوارہ [illegible] نام حضور نظام کی گورنمنٹ کی طرف سے [illegible] ہزار [illegible] مقرر ہے اتنی بڑی جاگیر تو ... آج کسی [illegible] گوردوارہ کے نام نہیں ہے ہندوؤں کا ذکر ہی [illegible] ہی کا واقعہ ہے کہ ماچھیواڑہ میں گوردوارہ بنانے کے لئے [illegible] غریب مسلمانوں نے زمین مفت پیش کی اور اپنے ہی [illegible] بھی۔ برخلاف ... اس کے سکھوں کا [illegible] گوردوارہ [illegible] ضلع امرتسر میں ہے جس کا قبضہ ہندو سکھوں کو دینے [illegible] نہیں اور کئی سالوں سے یہ جھگڑا چلا آرہا ہے۔ کیا حضور نظام [illegible] نمونہ ماچھیواڑہ اور کاٹھ گڑھ کے غریب مسلمانوں کی دریادلی [illegible] کے لئے بہترین رہنمائی کا موجب نہیں [illegible]۔ کہ ان کے لئے اتحاد مسلمانوں سے مفید ہوسکتا ہے۔ یا ہندوؤں سے۔ اگر ان [illegible] واقعات کی روشنی میں بھی آپ نہیں سمجھ سکتے سوائے اس کے کہ میں [illegible] کے لئے یہ دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ آپکو سمجھ دے اور میں کیا کرسکتا ہوں [illegible]

اب میں تمدنی جہت کی طرف آتا ہوں۔ یعنی معاشرت [illegible] خیال سے سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے مفید ہوسکتا ہے یا ہندوؤں [illegible]۔ اول سکھوں کے ہاں دعا کا بہت رواج ہے اور یہی مسلمانوں کے ہاں ہے۔ اور ان کے ہاں دعا ارداس کے لفظ سے [illegible] جاتا ہے۔ ارداس دراصل عرضداشت کی بگڑی ہوئی [illegible] صورت ہے پھر ان کے ہاں شام کی عبادت کا جو فرض ہے [illegible] سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو یقیناً راہ راس کا مخفف [illegible] اور راہراس کے بجالانے سے پہلے [illegible] کے ہاں پنج اشنانہ [illegible] ہے۔ وہ پنج اشنانہ کیا ہے منہ دھونا۔ کہنیوں تک دونوں [illegible] پھر دونوں پاؤں۔ گویا پنج اشنانہ وضو کی دوسری صورت [illegible] اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان مذہبی [illegible] طریق کے لحاظ سے سکھ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں [illegible] ہندوؤں کے۔ اور اس صورت میں سکھوں کے لئے مسلمانوں [illegible] اتحاد مفید ہوسکتا ہے یا ہندوؤں کے [illegible] ہاں یہ طریق ہے کہ ایک شخص ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور [illegible] اٹھا کر دل ہی دل میں اس کا ساتھ دیتے ہیں [illegible] سکھوں میں بھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں [illegible] جاتے ہیں اور سکھوں کے ہاں ہاتھ جوڑے جاتے ہیں [illegible] مسلمانوں کے ہاں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا ہے سکھوں کے [illegible] یہی صورت ہے۔ چنانچہ جب ان کے ہاں رسم پاہل ادا [illegible] ہے تو اس وقت سب پاہل لینے والوں کا ایک [illegible] ہے جتھے دار جیسے مسلمانوں کے ہاں یہ دستور ہے کہ سفر [illegible] کے وقت ایک امیر جماعت ہوتا ہے یہی [illegible] سکھوں کے [illegible] ان کے ہاں سفر میں جتھے دار ہوتا ہے [illegible] میں یہ [illegible] نہیں۔ جیسے مسلمانوں کے ہاں قریبی رشتہ داروں میں شادی [illegible] یہی صورت سکھوں میں بھی ہے۔

(باقی [illegible])

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَيرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

ایڈیٹر
ایس محمد اشرف بی۔
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ — لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۱۱ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ فروری سنہ ۱۹۴۱ء — نمبر ۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حفاظت قرآن کیلئے مامور کی ضرورت

اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر میں تجدید دین کے لئے بھیجا گیا ہوں اس کی بابت میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے اور اس پر ۲۲ برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے اس قدر عرصہ تک میری تائید کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر کیونکہ میں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہوں حدیث و قرآن کو بنا پر کیا ہے اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش کریں کیونکہ زمانہ و وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لئے مامور آیا کرتا ہے اور حدیث شریف کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ موجود ہیں ان ضرورتوں اور وعدوں کے مطابق آنے والے کی تکذیب کی صرف دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے دوسرا یہ کہ ان وعدوں کی تکذیب کی جائے۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۲)

جناب خانبہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی انجمن کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں

یہ اطلاع جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے پڑھی جائیگی کہ جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی - انجمن کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ آپ کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت قابل رشک ہے انتظامی امور میں آپ کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی [illegible] ہے آپ جیسے مخلص۔ تجربہ کار اور علم دوست رکن جماعت کا بحیثیت جنرل سیکرٹری انجمن سلسلہ عالیہ کی خدمات سرانجام دینا ہر لحاظ سے مبارک اور مفید ثابت ہوگا۔

ایک ضروری اعلان

محترم جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب سابق جنرل سیکرٹری انجمن تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے جنرل سیکرٹری شپ کا چارج مکرم جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کو دے دیا ہے لہذا درخواست ہے کہ احباب خطوط وغیرہ جن کا تعلق دفتر سے ہو میرے نام پر (یعنی ڈاکٹر صاحب کے نام پر) نہ بھیجا کریں ورنہ خواہ مخواہ ان کی تعمیل میں تاخیر ہوا کرے گی۔ والسلام۔ خاکسار [illegible]"

آیندہ مردم شماری کے متعلق ضروری ہدایات

آیندہ مردم شماری میں احباب جماعت اپنا مذہب اسلام اور فرقہ احمدیہ درج کرائیں کسی کے کہنے پر مرزائی یا قادیانی نہ لکھوائیں۔ اپنے بال بچوں کے نام بھی اسی طرح مردم شماری میں مسلمان لکھوائیں۔ علاوہ ازیں ہر مقام کے احمدی احباب اپنے افراد کی تعداد [illegible] صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھجوا دیں۔ یہ کام نہایت ضروری ہے [illegible] طرف فوراً توجہ کریں۔ (جائنٹ سکرٹری)

کامیابی کیلئے انتہائی جد و جہد درکار ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ [illegible] مورخہ ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء اسی شیوع میں درج [illegible]

مقامِ غور

کیوں اہلِ "درد"[1] ہے کوئی نقادِ سوزِ دل
لایا ہوں دل کے داغ نمایاں کئے ہوئے (فانی)

(از جناب خان بہادر میاں محمد اذن صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی)

(۱)

"پیغامِ صلح" مورخہ ۷ اراگست ۱۹۴۰ء میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا

"کیا عدالت میں حلف لیکر جھوٹ بولنے والا خلیفہ کسی منتقی جماعت کا امام ہو سکتا ہے" اور مضمنی باتوں کو چھوڑ کر اس مضمون کا خلاصہ صرف اس قدر تھا کہ ۱۸ر جنوری ۱۹۳۱ء کو بعد قتل مسمی محمد حسین جس کا قاتل خلیفہ صاحب قادیان کا ایک سرحدی مرید قاضی محمد علی نامی تھا، خلیفہ صاحب نے ایک خطبہ دیا تھا جو اخبار "الفضل" جلد ۱۸ نمبر ۸۱ ۱۹۳۱ء میں شائع ہو چکا ہے اس کا وہ حصہ جس کا واقعہ قتل سے تعلق معلوم ہوتا ہے حسب ذیل ہے :-

"اصل واقعہ صرف یہ ہے کہ لڑائی ہوئی - اور معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے ایک آدمی مارا گیا اور ہمیں افسوس ہے کہ مارا گیا۔ کیونکہ بظاہر اس کا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ اس نے مستریوں کی ضمانت دی ہوئی تھی پس ہمیں اس کے مارے جانے پر افسوس ہے"

جو لوگ خلیفہ صاحب قادیان اور مستریوں کے درمیان تنازعات کی حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ ان الفاظ کے معنی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ محمد حسین اس لئے قتل ہوا کہ وہ مستریوں (یعنی عبد الکریم مباہلہ والا) کا ضامن تھا۔ لیکن ۲۲ر مارچ ۱۹۳۵ء کو جب مقدمہ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کے دوران میں جو عدالت سپیشل مجسٹریٹ ضلع گورداسپور میں چل رہا تھا۔ خلیفہ صاحب کا حلفی بیان ہوا اور عدالت نے سوال کیا۔

"محمد حسین جو قتل ہوا کیا وہ عبد الکریم مباہلہ والے کا ضامن تھا؟"

تو خلیفہ صاحب نے جواب دیا۔

"مجھے معلوم نہیں"

حالانکہ خود اپنے خطبہ میں وہ اس بات کو تسلیم کر چکے تھے۔ کہ محمد حسین مستریوں (یعنی عبد الکریم وغیرہ مباہلہ والوں) کا ضامن تھا۔ یہی مقدمہ جب عدالت سشن جج صاحب ضلع گورداسپور میں پیش ہوا تو عدالت نے خلیفہ صاحب کے رویہ کے متعلق حسب ذیل نوٹ اپنے فیصلہ میں دیا:-

"جب عدالت میں مرزا (محمود احمد صاحب قادیانی) کا اس معاملہ کے متعلق بیان لیا گیا تو اس نے مختلف کہانی بیان کی۔ . . . . لیکن دستاویز ڈی ۲ ڈی ۳ اس کی تردید کرتی ہے۔ اور مرزا (محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) کی نیت، اور اس کے رویہ کا پتہ اس اظہار خیالات سے بالکل عیاں ہے جو اس نے دستاویز ڈی ۳ ڈی میں کیا ہے"

اس قدر صریح اور واضح بات کی معقول توجیہہ تو کیا ہو سکتی تھی لیکن پھر بھی خلیفہ صاحب قادیان کی بجائے ان کے ایک مقرب خاص مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے قادیان کے اخبار الفضل مورخہ ۳۱ر اگست، و یکم ستمبر ۱۹۴۰ء کے ذریعہ سے جواب رقم فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ ان کی کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی - یہ تو اخبار مذکور پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

(۱) حضرت مسیح موعود کی مبشر اور موعود اولاد معصوم عن الخطا ہے اور ان سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہو سکتا

(۲) علم کی نفی سے جو جواب دیا گیا ہے۔ کیا وہ جھوٹ اور کذب کہلا سکتا ہے؟

(۳) آنحضرت صلعم کو عین نماز میں سہو ہو گیا تھا۔ خطبہ جنوری ۱۹۳۱ء میں دیا گیا تھا - بیان مارچ ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ خلیفہ صاحب کو سہو ہو سکتا تھا۔

(۴) عدالت میں جو شہادت حلف لیکر دی جاتی ہے ضروری ہے کہ وہ رویت یا ذاتی علم کی بنا پر ہو۔ خلیفہ صاحب نے جس واقعہ ضمانت مستریاں کا ذکر اپنے خطبہ کے دوران میں خانہ خدا میں کیا۔ وہ ایک سنی سنائی بات تھی۔ اور بلا تحقیق زبان سے نکل گئی۔ اس لئے خلیفہ صاحب کو عدالت کے سوال پر کہ کیا مقتول محمد حسین نے مستریوں کی ضمانت دی تھی یہی کہنا پڑا کہ "مجھے معلوم نہیں"۔

ان دلائل کے متعلق "پیغام صلح" مورخہ ۲۶ر ستمبر ۱۹۴۰ء میں عرض کیا گیا کہ :-

(۱) حضرت مسیح موعود کی مبشر اور موعود اولاد سے کسی گناہ کا ارتکاب ناممکن نہیں ہو سکتا۔ جبکہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے اولو العزم پیغمبران کی اولاد بھی اس الزام میں ملوث نظر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگی کا صحیح معیار ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ہے

(۲) یہ دلیل استفہامی رنگ میں پیش کی گئی ہے جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا کو خود اس دلیل پر وثوق نہیں۔ جواباً عرض کیا گیا کہ ایسی صورت میں موقعہ کی نوعیت ہی فیصلہ کر سکتی ہے واقعہ زیر بحث مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے دوران میں پیش آیا تھا۔ جس میں خلیفہ صاحب کی شہادت تھی۔ خلیفہ صاحب اور احراری فتنہ کے تعلقات سے کون واقف نہیں جس قدر ایک دفعہ اہم ہو۔ اسی قدر احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس دن خلیفہ صاحب کی شہادت تھی۔ اس دن علاوہ ایک مجمع کثیر احباب قادیان کے کتابوں کے کئی بکس بھی ساتھ لیجائے گئے تھے جن میں قادیان کا اخبار الفضل مورخہ ۱۸ ۱۹۳۱ء بھی ضرور شامل ہوگا۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ دوران شہادت میں پیش ہوئے۔ کیا مولوی صاحب حلف اٹھا کر وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ دوران شہادت میں یا اس کے بعد کبھی اور کسی وقت خلیفہ صاحب قادیانی نے اپنے اس بیان کی تصحیح کر دی تھی جو دانستہ یا نادانستہ مصلحتاً ان کو عدالت میں دینا پڑا۔ کم از کم عدالت کے الفاظ سے ان کی تصدیق نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر ۳ و ۴ کے متعلق عرض کیا گیا کہ یہ ہر دو دلائل ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ اگر مولوی صاحب کو عذر سہو پر بھروسہ ہے تو وہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ واقعہ ضمانت مستریاں محض سماعی واقعہ تھا، اور شہادت رویت اور ذاتی علم کی بنا پر دی جاتی ہے اس لئے خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علم تو تھا مگر انکار اس لئے کیا گیا کہ وہ سماعی تھا۔ مگر سماعی کا عذر بھی مشتے نمونہ از خروارے کا نمونہ ہے خلیفہ صاحب قادیان ایک بڑی جماعت کے لیڈر ہیں۔ اور قرآنی علم کے بڑے بڑے بلند دعوے کرتے رہتے ہیں اگرچہ جب کبھی کسی نے مقابلہ کیلئے للکارا تو بغلیں جھانکنے لگے۔ . . . . وہ اس حکم خداوندی سے بے خبر نہیں ہو سکتے۔

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔

پھر کیونکر تسلیم کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خانہ خدا میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے ایک بھرے مجمع میں بغیر علم ذاتی کے کھلم کھلا کہہ دیا کہ محمد حسین اس لئے قتل ہوا کہ اس نے مستریوں کی ضمانت دی تھی۔ ضروری ہے کہ انہوں نے خطبہ میں ذاتی علم سے کام لیا ہوگا۔ اور خانہ خدا میں جھوٹ نہیں بولا ہوگا۔ پس یہ عذر کہ خلیفہ صاحب کا علم سماعی تھا بھی کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اور چونکہ یہ سہو کی ضد ہے اس لئے سہو کا عذر بھی قابل اعتبار نہیں۔ اگر سماعی علم کی وجہ سے خلیفہ صاحب نے لاعلمی کا جواب دیا تو چاہئے یوں تھا کہ فرماتے کہ میرا علم سماعی ہے۔ درست واقعہ مجھے یاد نہیں۔ مگر ایسا نہیں کہا گیا۔ اس عدالت میں مولوی صاحب کی دلالت مدعی سست گواہ چست والا مضمون پیش کرتی ہے۔ غلط سہو کے متعلق میں نے لکھا تھا

(۱) کمبخت مستریوں نے جو ناپاک الزام حضرت خلیفہ صاحب پر لگائے تھے ان کی نوعیت اب کسی سے پوشیدہ نہیں

(۲) ایسے الزامات جو کسی بڑی شخصیت پر لگائے جائیں تمام عمر نہیں بھول سکتے اور نہیں بھولے۔ ورنہ قاتل کے پھانسی ملنے کے بعد اس کے مجرمانہ فعل کو خلیفہ صاحب کبھی غیرت دینی نہ قرار دیتے کیونکہ یہ ایک ایسا فعل تھا کہ ان سے دوسروں کو بھی قتل مقاتلہ کی ترغیب ہو سکتی ہے۔

(۳) مقدمہ قتل محمد حسین میں بھی خلیفہ صاحب کو ملوث کرنے کی کوشش کی گئی۔

(۴) وجہ قتل خلیفہ صاحب خود اپنے خطبہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۸ر ۱۹۳۱ء میں واضح فرما چکے تھے جو یہ تھی کہ اس نے مستریوں کی ضمانت دی ہوئی تھی۔ وہی مستری جنہوں نے خلیفہ صاحب پر وہ وہ شرمناک الزام لگائے تھے جن کا ذکر کرتے ہوئے قلم شرماتا ہے۔

کوئی غیر جانبدار شخص ان واقعات کی موجودگی میں خلیفہ صاحب پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ اور ناممکن اس صورت میں جبکہ خطبہ والا اخبار

(باقی صفحہ پر)

[1] اصل شعر میں درد کی جگہ جلنا ہے۔

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۱۱ محرم ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۸

عقلیت اور اسلامی جمود

صرف عقلیت اور اجتہاد سے مسلمانوں کا جمود نہیں ٹوٹ سکتا

رسالہ جامعہ دہلی، کا ایک مضمون

پیغام صلح مؤرخہ ۸ جنوری ۱۹۴۱ء کے شروع میں ہم نے ایک مقالہ "مسلمانوں کا اہم فریضہ" کے عنوان سے لکھا تھا جس میں اس امر کی وضاحت کی گئی تھی کہ جناب **ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن)** نے رسالہ **جامعہ** کی جنوری ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں جو یہ کہا ہے۔

"کہ عہد جدید میں انسانی کے مسائل کا حل پیش کرنے کی ذمہ داری امت اسلامیہ کے سپرد ہے ۔ ۔ ۔ ۔ **کاش** کہ مسلمان اس اہم فریضہ کو سمجھیں اور اس عظیم الشان ذمہ داری کو اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ اس اہم انسانی اسلامی **فریضہ** کی ادائیگی کے لئے مندرجہ ذیل امور لازمی ہیں

(۱) اولاً اسلامی تعلیمات اسلامی تمدنی روح اور عہد جدید کے تمدنی مسائل کا علم۔

(۲) دوم۔ ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک **جمعیتہ اسلامی کا قیام** جو ان تعلیمات کی حامل ہو۔ اور اسلامی تمدنی روح سے لبریز ہو وغیرہ وغیرہ"

ہمارے نزدیک جمعیتہ اسلامیہ کے قیام کی یہ کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس جمعیتہ اسلامیہ کو **حضرت امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام** کی قیادت حاصل نہ ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کے نظام فکری اور ایمانی میں ایسا جمود پیدا ہو چکا ہے کہ جب تک یہ جمود نہ ٹوٹے گا اس وقت تک اسلام کے کسی تبلیغی نظام میں کسی قسم کی حرکت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس جمود کو عصر حاضر کے امام نے ہی توڑا ہے اور وہ اس جمود کو توڑنے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے ہیں اس لئے ان کی قیادت ضروری ہے۔ ورنہ محض عقل اور اجتہاد سے یہ جمود نہیں ٹوٹ سکتا۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ فرمایا ہے:۔

"کہ برسوں کے بعد اسلام کے ۔ ۔ ۔ ۔ حرکی پہلو کو **ڈاکٹر اقبال** مرحوم نے اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی تصور کی تشکیل جدید" میں پیش کیا ہے"

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اسلام کے حرکی یعنی (Dynamic) پہلو کو پیش کیا ہے تو اس صورت میں بھی اسلامی اور ایمانی نقطہ نگاہ سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی مساعی بہت حد تک تشنہ ہیں اور ان کی کوششیں ہر لحاظ سے ناتمام رہی ہیں۔

مسلمانوں کے عوارض اور اجتہاد

ڈاکٹر صاحب مرحوم اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی تصور کی تشکیل جدید" کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں

"اسلام میں حرکی اصول اجتہاد کے نام سے موسوم ہے"

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف اجتہاد اس وقت مسلمانوں کے عوارض کا علاج ہے۔ چند ایک فقہ کے مسائل حل ہو جانے سے مسلمانوں کی موجودہ مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ ہمارے نزدیک تو ڈاکٹر صاحب مرحوم نے بھی جو مغربی علوم کی روشنی میں "مذہب فکری" پیش کیا ہے وہ محض عقلی ہے اور اس کا تعلق براہ راست دماغ سے ہے۔ اس سے اتنا تو ممکن ہے کہ مسلمانوں کا ذہنی جمود دور ہو جائے لیکن مسلمانوں کا جمود روحانی اور ایمانی ہے۔ ان کے ایمان میں تزلزل ہے۔ ان کے وجدان میں الحاد کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ وہ مسلمان جو کہ مغربی کلچر اور تہذیب سے متاثر ہیں ان کا رخ بجائے قرآن مجید اور اسوہ رسول کے لندن، پیرس اور برلن کے مذاہب فکری کی طرف رہتا ہے جیسا کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

ع
راہ نورد کعبہ کیوں لندن کا راہ رو ہو گیا
کیا خدا کافی نہیں تھا اپنے بندوں کیلئے

اور مغربی تعلیم کا جو اثر نوجوانوں کے دماغوں پر ہے وہ تو کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس کے متعلق تو ڈاکٹر مرحوم خود فرما چکے ہیں۔ ع

"خوش تو ہوتے ہیں ہم جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مجرد عقل حقیقی رہنما نہیں

وہ نظریات اور تصورات جن کے ذریعہ سے موجودہ نوجوانوں میں الحاد پھیلا ہے۔ ان نظریات کا رد اگر عقلی لحاظ سے کیا جائے یا "عقلیت" کے عناصر ترکیبی پر تنقید کی جائے تو ممکن ہے کہ "عقلیت" کی بنیادیں بھی متزلزل ہو جائیں۔ جیسا کہ جرمنی میں کانٹ کی تنقید عقل خالص کی وجہ سے ہوا۔ منطقی لحاظ سے عقلیت کا خاتمہ کرنے سے اتنا تو ہو سکتا ہے کہ مجرد "عقلیت" سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے لیکن اس سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دوسرا نظریہ جو پیش کیا گیا ہے وہ درست ہے۔ وہ نظریہ بھی پہلے نظریہ کی طرح تنقید اور اعتراض کی زد میں ہے۔ غرضکہ ہم محض عقلی طور پر حقائق اشیاء تک نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

"سو واضح ہو کہ اگرچہ یہ سچ بات ہے کہ عقل بھی خدا نے انسان کو ایک چراغ عطا کیا ہے کہ جس کی روشنی اس کو حق اور راستی کی طرف کھینچتی ہے اور کئی طرح کے شکوک اور شبہات سے بچاتی ہے اور انواع و اقسام کے بے بنیاد خیالوں اور بیجا وساوس کو دور کرتی ہے نہایت مفید ہے نہایت ضروری ہے بڑی نعمت ہے مگر پھر بھی باوجود ان سب باتوں اور ان تمام صفتوں کے اس میں یہ نقصان ہے کہ صرف وہی اکیلی معرفت حقائق اشیاء میں مرتبہ یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ مرتبہ یقین کامل کا یہ ہے کہ جیسا کہ حقائق اشیاء [illegible] انسان کو بھی ان پر ایسا ہی یقین آ جائے [illegible] ہیں۔ مگر مجرد عقل انسان کو اس اعلیٰ درجہ [illegible] سکتی۔ کیونکہ غایت درجہ حکم عقل کا یہ [illegible] موجود ہونے کی ضرورت تو ثابت کرے [illegible] یہ حکم دے کہ اس چیز کا ہونا ضروری ہے یا یہ چیز [illegible] مگر ایسا حکم ہرگز نہیں دے سکتی کہ فی الحقیقت یہ چیز ہے بھی [illegible]"

(مقدمہ براہین احمدیہ حصہ [illegible])

مسلمانوں کے شکوک

مسلمانوں کو جو عقیدہ توحید میں شکوک پیدا ہوئے ہیں ان کی وجہ بھی موجودہ علوم ہیں اور مذہبی کلچر اور تہذیب کی [illegible] ہے۔ اگر اس زمانہ میں عقلی طور پر ہستی باری تعالیٰ [illegible] ثابت کیا جائے تو اس سے بھی مسلمانوں کے قلوب میں [illegible] ہو سکتا جو کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے قلوب میں [illegible] قدرت سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر محکم یقین نہیں پیدا ہو سکتا [illegible] مجدد اعظم حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

"اور یہ بات کہ صرف ملاحظہ مخلوقات سے یقین کامل [illegible] ہو سکتا اس طرح پر ثابت ہے کہ مخلوقات [illegible] کہ جس پر نظر ڈال کر انسان یہ لکھا ہوا [illegible] کو خدا نے پیدا کیا ہے اور واقعی خدا موجود [illegible] اور وصال راحت حقیقی ہے۔ وہی [illegible] سزا دے گا۔ بلکہ مخلوقات کو دیکھ کر اور اس [illegible] احسن اور ابلغ پر مرتب پا کر فقط خیال [illegible] کہ اس مخلوقات کا کوئی خالق ہونا چاہئے [illegible] اور ہے کے مصداق میں بڑا فرق ہے [illegible] اس یقین تک نہیں پہنچ سکتا جس تک [illegible] ہے۔ بلکہ اس میں کسی قدر رگ شک باقی رہ جاتی ہے [illegible]"

محض عقل سے اگر ہستی باری تعالیٰ کو ثابت بھی کر دیا جائے [illegible] تشکیک کا وجود انسانی دماغ سے کبھی خارج نہیں ہو سکتا [illegible] حقیقی ایمان بالغیب کو پیدا کرنے کیلئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے [illegible] "عقلیت گزیدہ" مردوں کے اندر زندگی پیدا ہو جائے اور ان کے قلوب کی گہرائیوں سے اٹھنے والی صداؤں کا جواب ملے [illegible] سے اس قسم کے خیالات اور کیفیات نہیں جیسے ایک شاعر نے خوب بیان کیا ہے۔ ع

میری ندائے درد پہ کوئی صدا نہیں
بکھرا دیئے ہیں کچھ مہ و انجم جواب میں

سو وہ آب حیات جس سے مسلمانوں کی مردہ رگوں میں خون زندگی [illegible] سکتا ہے۔ وہ اسی سرچشمہ سے ہونا چاہئے جس سے [illegible] اسلام [illegible] میں آیا ہے۔ اسلام کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہے [illegible] اسلام کے [illegible] کیلئے بھی الہام کی ضرورت ہے نہ کہ "عقلیت" کی۔ اسلام کا [illegible] اور شاعر نہیں کریں گے بلکہ مجدد اور محدث کریں گے جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائیگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا [illegible] سو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے ہی یہ امت زندہ ہو سکتی ہے اور [illegible] زندہ کر سکتا ہے جسے خدا خود اس کام کے لئے مبعوث کرے [illegible] مخاطبہ الٰہیہ سے خداوند تعالیٰ نے اس مہدی [illegible] حضرت غلام احمد صاحب قادیانی کو سرفراز کیا اور انہیں [illegible] فرمایا کہ قرآن پاک کی تعلیم اور اسوہ رسول [illegible] ایک ایسی جمعیتہ اسلامیہ کو قائم کریں جو [illegible]

شذرات

مولانا عبدالماجد صاحب کی اخلاقی جرأت

"صدق" مورخہ ۲ جنوری ۱۹۴۱ء کے شمارہ میں مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی ایڈیٹر "صدق" نے ایک مضمون "میری محسن کتابیں" کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس کے ضمن میں مولانا موصوف رقمطراز ہیں:-

"غالباً اگست ۱۹۲۰ء تھا کہ ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھنے میں آیا اور طبیعت نے اس سے بہت گہرا اور اچھا اثر قبول کیا۔ مغربی راہ سے آئے ہوئے بیسیوں شبہات و اعتراضات اس ترجمہ و تفسیر سے دور ہو گئے اور یہ رائے اب تک قائم ہے!"

مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی جماعت احمدیہ لاہور اور اس جماعت کے امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب کی اسلامی خدمات کے متعلق ہمیشہ اخلاقی جرأت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی اعتقادی اختلاف کے متعلق بھی اشارہ کر لیتے ہیں۔ لیکن مولانا موصوف پر یہ امر خوب اچھی طرح سے روشن ہونا چاہیئے کہ ہماری اسلامی خدمات ہمارے عقیدہ اور اصول کا ہی نتیجہ ہیں جس طرح پھلوں سے ایک درخت پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے کاموں سے ہمارے عقائد کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ ہمیں جو ان خدمات کی توفیق ملی ہے تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس تفسیر اور ترجمہ کی تمہید میں ارشاد فرمایا ہے

"میں محض مٹی ہوں۔ اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی عطا کی ہوئی روح ہے ؎

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

ہم مولانا عبدالماجد صاحب کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ تحریک احمدیت کو نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں۔ اس ان پر یہ امر خوب روشن ہو جائے گا کہ اس زمانہ میں حضرت امام وقت کو پہچاننا اور اشاعت اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ پھلوں کی تعریف کرنا اور درخت کو نظر انداز کر دینا مولانا مذکور جیسے انسان کی شایان شان نہیں۔ ہمیں تو اس پر محکم یقین ہے کہ مولانا موصوف کو بھی اشاعت اسلام کی توفیق نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ عصر حاضر کے امام کو نہ پہچانیں۔

(بقیہ لیل ص)

اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ جماعت دنیا میں خدا اور خدا کے رسول کے پیغام کو پہنچا رہی ہے اور یہ اس مجدد اعظم کی قوت ایمانی کا پرتو ہے جو اس مجاہد اور خالص اسلامی جماعت کے سینوں کو گرمائے ہوئے ہے اور یہ جماعت ہی اپنے وجود سے اسلامی سواد میں ایسی تبلیغی تنظیم کی آئینہ دار ہے جس کی ضرورت آج محسوس کی جا رہی ہے خدا تعالیٰ کے مامور نے وحی اور الہام کے ذریعہ اس مجاہد جماعت کے قلوب میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا ہے مسلمان محض اپنے دماغی قوائ کو بروئے کار لا کر اس قوت ایمانی کو اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ وہ نعمت ہے جو کہ براہ راست آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو ہر مذہب پر نازل ہوتی ہے اس سے ایک زندہ تعلق پیدا ہونے سے ہی ایمان فالیقان پیدا ہو سکتا ہے سو جب تک معقول دلائل کے ساتھ وحی و الہام کو بھی تسلیم نہ کیا جائے گا اس وقت تک اسلامی سواد اعظم میں وہ حرکت پیدا نہیں ہو سکتی جس سے جمود ٹوٹے۔ اور زندگی کے سرچشمے ابل پڑیں۔ سو مسلمانوں کے جمود کو توڑنے کیلئے صرف ذہنی تحریک کی ہی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایک ایسی روشنی کی ضرورت ہے جس سے ان کے قلوب اور وجدان میں بھی نور اور روشنی پیدا ہو۔ سو آج مسلمانوں کی رستگاری اور دینی مقاصد کا احیاء صرف عصر حاضر کے امام کو قبول کرنے میں ہے۔ اس کے علاوہ جمود کے ٹوٹنے کی دوسری کوئی صورت ہی باقی نہیں۔ الہام اور امام عصر حاضر کے متعلق ہم کسی آئندہ مقالہ میں مفصل بیان کریں گے۔

معاصر "الواعظ" اور کفر و اسلام کے حدود

"الواعظ" مورخہ ۸ جنوری ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:-

"قادیانی جماعت میں وہ لوگ جو (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کو صاف صاف نبی کہتے ہوں بظاہر اسلام سے خارج ہیں۔ مگر احمدی کہ جو محمد علی صاحب کے متبعین ہیں اور (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب کو نبی یا رسول نہیں صرف ایک مجدد کی حیثیت کے قائل ہیں ان کے اسلام سے خارج ہونے کا کوئی سبب نہیں ہے۔"

ہمیں اس امر پر خوشی ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ تکفیر بازی میں عجلت سے کام نہیں لیتے۔ جماعت احمدیہ ایک خالص اسلامی جماعت ہے اور اس کے متعلق جو چند ایک غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں تو وہ قادیانی گروہ کے غلو سے اور تحریک احرار جو کہ اس وقت موت کی آخری ہچکیاں لے رہی ہے انہوں نے محض اپنے سیاسی مفاد کی خاطر ان غلط فہمیوں سے گذشتہ سالوں میں ناجائز فائدہ اٹھایا۔ لیکن تاہم اس ناجائز منفعت کیلئے قرائن موجود تھے۔ جماعت قادیان کو چاہیئے کہ اپنے ان عقائد کا از سر نو جائزہ لے نہ خود دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کا ہدف بنے اور نہ دوسروں کو اپنی تکفیر بازی کا ہدف بنائے۔ تکفیر بازی یقیناً اسلام کی خدمت نہیں ہے۔

مرزا ولی احمد بیگ صاحب خیریت سے ہیں

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر انتہائی مسرت سے سنی جائیگی کہ مورخہ ۵ فروری ۱۹۴۱ء کو حکومت پنجاب کی طرف سے جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب خدا کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں اور آجکل ہیگ (ہالینڈ) میں مقیم ہیں۔ تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مرزا صاحب موصوف کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر قسم کے ضرر اور شر سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین۔

جماعت قادیان کیوں خاموش ہے؟

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ سے قبل ایک ٹریکٹ موسومہ "جماعت قادیان کے ایک ایک آدمی کو ثالث بننے کی دعوت" لکھا تھا اور اس میں غیر احمدیوں کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کی وضاحت کی گئی تھی کہ حضور کے نزدیک غیر احمدی کافر نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ نے ان کے جنازے پڑھنے کے لئے بعد دیگرے فتوے دیئے خود ایسے جنازے پڑھے اور آپ کی جماعت ۱۹۱۴ء تک اسی مسلک پر قائم رہی حتیٰ کہ میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے خلاف اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے سے روکا۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کو خیر باد کہا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت قادیان کے ایک ایک فرد کو چیلنج کیا کہ وہ آئیں اور ثالث بنیں اور دیکھیں۔ کہ یہ چاروں فتوے حضرت مسیح موعود کے ہیں یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود کا فتویٰ اس کے خلاف غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق عدم جواز کا ہے۔ لیکن جماعت قادیان میں سے جناب میاں محمود احمد سے لیکر ایک عام فرد تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ میدان میں نکلے اور ان فتووں کی تردید کرے اور ایسی چپ سادھ لی جیسے ان کا عدم اور وجود برابر ہو۔ ہم جماعت قادیان کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ میدان میں نکلے اور اس ٹریکٹ کا جواب دے۔ مناظروں اور مباحثوں کے شیدائی دوستوں یہ وقت ہے میدان میں نکلنے کا۔ اب تم کہاں ہو۔ خدا کے لئے باہر نکلو اور اس کا کوئی جواب دو۔ ورنہ اپنے غلط مسلک کا اعتراف کرو۔ کیوں خدا کے ایک برگزیدہ کے متعلق دنیا میں غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہو!

اغیار کی تبلیغی کوششیں

مسیحی رسالہ "المائدہ" بابت ماہ جنوری ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:-

"بپٹسٹ مشنری سوسائٹی اس وقت بیس لاکھ روپیہ خرچ کر رہی ہے جس میں سے ۸ لاکھ روپیہ ہند پر خرچ ہو رہا ہے جنگ کے دنوں میں لندن سے روپیہ کی کمی کو امریکہ کے خدا پرست لوگ پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں!"

یہ ہے ایک عیسائی مشنری سوسائٹی کا حال۔ اس کے علاوہ عیسائی سوسائٹیاں جو کچھ تبلیغی مقاصد پر خرچ کر رہی ہیں اس کی میزان مسلمانوں کو شرمندہ اور منفعل کرنے کے لئے کافی ہے کتنا روپیہ ہے جو دنیا کے کروڑہا مسلمان تبلیغی مقاصد پر خرچ کرتے ہیں؟ کتنے تبلیغی ادارے ہیں جو اس وقت اشاعت اسلام کر رہے ہیں؟ اسلامی سواد اعظم میں صرف ایک جماعت احمدیہ ہے جو اعلائے کلمۃ الحق کر رہی ہے اور مسلمان ہیں کہ اس کی مساعی میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ انہیں اغیار کی تبلیغی کوششوں کو دیکھ کر سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اعلائے کلمۃ اسلام کیلئے اگر خود کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اس جماعت کے راستہ میں رکاوٹیں نہیں ڈالنا چاہیئے جو اشاعت اسلام کر رہی ہے۔

درخواستہائے دعا

(۱) محمد صادق علی صاحب بھٹی بیار (اضلاع گجرات) ملازمت کیلئے کوشاں ہیں۔
(۲) خان زمان صاحب کلکتہ کا بچہ بیمار ہے
(۳) شیخ عبدالحق صاحب ریٹائرڈ از جہلم۔ دعا کی درخواست کرتے ہیں
(۴) چوہدری فضل داد صاحب سنڈیکی بہاؤ الدین دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

سب احباب سلسلہ ان مندرجہ بالا احباب کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات اور تکالیف کو دور کرے اور دینی و دنیوی راحت عطا فرمائے۔ آمین

کامیابی کیلئے انتہائی جدوجہد درکار ہے

اپنی آمدنیوں کا کچھ حصہ اعلائے کلمۃ الحق کیلئے وقف کرو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

اذا السماء انشقت و اذنت لربھا وحقت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کان بہ بصیرا (الانشقاق ۸۴: ۱-۱۶)

ترجمہ:۔ جب آسمان پھوٹ جائیگا اور اپنے رب کی بات سنیگا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین پھیل جائے گی اور جو اس کے اندر ہے وہ نکال دے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کی بات سنے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ اے انسان تو اپنے رب کی طرف سے سخت کوشش کرکے پہنچنے والا پھر اسے ملنے والا ہے۔ سو جس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو اس کا حساب بھی آسان حساب ہوگا اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف خوش خوش لوٹ جائے گا۔ اور جس کی کتاب اس کی پیٹھ کے پیچھے دی گئی۔ تو وہ ہلاکت مانگے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا۔ وہ (پہلے) اپنے ساتھیوں میں خوش تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ ہاں اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔

لقائے الٰہی کے لئے جدوجہد

ان آیات میں ایک عام منظر قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ آسمان پھٹتا ہے یعنی بارش برساتا ہے تو زمین پھیل جاتی ہے یعنی اپنے اندر کی قوتوں کو باہر نکالتی ہے۔ اور اس طرح اپنی قوتوں کو وہ باہر نکالتی ہے کہ خالی ہو جاتی ہے آسمان اور زمین دونوں اس کام کیلئے اپنے رب کے حکم کو مانتے ہیں۔ اور اس کی تابعداری کرتے ہیں۔ پھر اس منظر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انسان کو ارشاد فرمایا کہ یا ایھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحاً فملٰقیہ۔ یعنی جس طرح زمین کو اپنی قوتیں باہر نکالنے کیلئے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے ایسے انسان کو بھی اپنے رب کی ملاقات کیلئے، اس سے ملنے کیلئے اس کی لقا کیلئے سخت محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہے اس کے بغیر یہ حاصل نہیں ہو سکتی۔

دو طرح کے لوگ

اس سے آگے فرمایا فاما من اوتی کتٰبہ بیمینہ اور پھر فرمایا واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ۔ یعنی دو طرح کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو زمین و آسمان کی طرح خدا کی [illegible] کرتے ہیں اور جن کے دائیں ہاتھ میں کتاب دی گئی ہے۔ ان کا حساب بہت آسان ہوگا۔ اور وہ خوش خوش اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹیں گے۔ دائیں ہاتھ میں کسی چیز کے لینے کے معنی ہیں قوت کے ساتھ لینا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب تو لیتے ہیں۔ لیکن اس کو پیٹھ پیچھے رکھ لیتے ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ ان کیلئے ہلاکت ہوتی آتی ہے۔

قیامت کی کیفیات اور اس دنیا کے اعمال

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان آیات میں قیامت کی کیفیت دو واقعات کا ذکر ہے۔ لیکن قیامت کے جتنے حقائق ہیں وہ یہاں کے اعمال ہی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو یہاں دائیں ہاتھ میں کتاب لیکر اسے مضبوط پکڑ لیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور جو اسے لیکر پیٹھ پیچھے رکھ لیتا ہے وہ خود اپنی ہلاکت کو بلاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بعض لوگوں کے یمین یعنی دائیں ہاتھ میں کتاب کا ذکر ہے وہاں دوسروں کے متعلق بیان کے مختلف پیرائے اختیار فرمائے ہیں۔ واما من اوتی کتٰبہ بشمالہ فیقول یٰلیتنی لم اوت کتٰبیہ (الحاقہ ۶۹: ۲۵) اور جسے اس کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی تو وہ کہیگا۔ اے کاش میری کتاب مجھے نہ دی جاتی کہیں فرمایا۔ فمن اوتی کتٰبہ بیمینہ فاولٰئک یقرءون کتٰبھم ولا یظلمون فتیلا ومن کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔ بنی اسرائیل ۱۷: ۷۱-۷۲۔ تو جسے اس کی کتاب اس کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب کو پڑھیں گے۔ اور (ان کی کتاب میں) ذرہ بھر کمی نہ ہوگی اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور رستہ کے معاملہ میں زیادہ گمراہ ہے) سو دائیں ہاتھ سے لینے سے مراد پوری قوت سے لینے کے ہیں اور بائیں ہاتھ سے مراد ادھورے دل کے ساتھ لینے کے ہیں۔

کامیابی پوری قوت سے حاصل ہوتی ہے

خوب یاد رکھو کہ ادھورے دل سے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ پوری قوت جس چیز سے نہیں نکلتی وہ کامیاب نہیں ہوتی۔ جس زمین سے پوری قوت نکل آئیگی وہ زرخیز ہوگی اور جس زمین سے پوری قوت نہیں نکلے گی۔ وہ کم پیداوار دے گی یا بنجر رہے گی۔ یہی حالت انسان کی ہے جس کام اور مقصد کیلئے وہ اپنی پوری قوت صرف کرے گا اس میں وہ کامیاب ہوگا۔ جس کیلئے وہ پوری کوشش اور محنت نہیں کرے گا اس میں اسے کامیابی نہ ہوگی۔

موجودہ مسلمان اور قرآن مجید کی عزت

آجکل کے مسلمان ظاہر پرست ہیں۔ دیسے تو وہ قرآن کریم کی بہت عزت کرتے ہیں اسے خوبصورت جزدانوں میں لپیٹ کر اونچی جگہ پر رکھتے ہیں اس کی طرف پشت نہیں کرتے۔ راولپنڈی کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وہاں لیکچر دے رہے تھے۔ قرآن کریم ان کے ہاتھ میں تھا کہ ذرا اس کی طرف ڈاکٹر صاحب کی پشت ہوگئی۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان مچ گیا کہ قرآن کریم کی بے ادبی کر دی۔ لیکن یہ عقل کے اندھے خود قرآن کریم کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور اس کے بیسیوں احکام کو دن رات پس پشت پھینکتے رہتے ہیں۔

جماعت قادیان کا حضرت مسیح موعود کے فتووں سے سلوک

ایک طرف یہ لوگ ہیں دوسری طرف ہمارے قادیان کے دوست ہیں۔ ان کی حالت سب سے زیادہ عجیب ہے۔ ایک طرف یہ حضرت مسیح موعود کو نبی بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو آپ پر ایمان نہ لائے وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے اور دوسری طرف ہم ان کے سامنے حضرت صاحب کے چار فتوے رکھتے ہیں کہ غیر احمدی [illegible] جائز ہے۔ لیکن یہ لوگ ان کی کوئی پروا نہیں کرتے [illegible] کی شہادت بڑی زبردست ہوتی ہے ۔۔۔ حتیٰ کہ زنا کے [illegible] چار گواہ کافی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ حضرت مسیح موعود کے [illegible] فتووں کو ۲۵ سال سے ایک غیر مامور کی خاطر پاؤں تلے روند [illegible] اور پھر ناراض ہوتے ہیں کہ ہمیں پیر پرست کہا جاتا ہے۔ [illegible] کہ پیر پرستی اور کس چیز کا نام ہے ۔۔۔ کیا پیر پرستوں کے [illegible] سینگ ہوتے ہیں؟

سال وفات کا فتوےٰ

ان چار فتووں میں سے ایک فتویٰ سال وفات کا [illegible] بھڈیار ضلع امرتسر کے احمدیوں اور غیر از جماعت میں [illegible] معاہدہ ہوا تھا جس میں احمدیوں کی طرف سے صاف الفاظ [illegible] موجود تھی کہ:۔

"ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے"

اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے کہ [illegible]

"جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے"

جس چیز کو ایک مامور جسے تم نبی کہتے ہو "خوب اور مبارک" قرار دیتا ہے تم ناجائز اور حرام کہتے ہو۔ تو یہ اس کے فتوے اور حکم کو پاؤں تلے روندنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اعلائے کلمۃ الحق کرنے والوں سے مسلمانوں کا [illegible]

یہی حالت باقی مسلمانوں کی ہے۔ قرآن کریم [illegible] ہے کہ دعوت الی الخیر کرنے والی یعنی قرآن کی طرف [illegible] دینے والی ہمیشہ ایک جماعت مسلمانوں میں رہنی چاہئے۔ [illegible] ساری دنیا میں صرف یہ ایک [illegible] لاہور ہے جو اس [illegible] کو کر رہی ہے۔ افراد کا میں ذکر نہیں کرتا۔ لیکن مسلمانوں کا اس جماعت کے ساتھ کیا سلوک ہے۔ کافر دجال کہتے ہیں دشمن اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس کو تباہ کرنے اور مٹانے کی پے درپے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ بظاہر خدا کے سامنے جھکتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ لیکن خدا کے حکموں کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے۔ انہیں شرم آنی چاہئے۔ جس کسی کے سامنے انسان ایک مرتبہ اپنا [illegible] ہے۔ اس کی طرف سے اس کی آنکھ میں ایک شرم اور حیا [illegible]

زمانہ کے تغیرات

ہمارے دیکھتے دیکھتے ہی اس صوبہ میں ایک زبردست [illegible] آیا ہے۔ وہ لوگ جو ڈپٹی کمشنروں کے نیچے اور ان کے [illegible] ان کے سامنے کبھی ہاتھ جوڑتے تھے۔ وہی آج ان کے افسر [illegible] افسر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ان کی مخالفت کی جرأت [illegible] ہیں۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ لیکن خدا کے حضور انسان [illegible] جرأت کر لیتا ہے اور کبھی نہ کبھی خدا کے سامنے جھکنے سے [illegible] کس طرح اس کے احکام کی طرف سے لاپرواہی برتتا [illegible]

دین کے معاملہ میں بخل

بعض لوگ تو پانچ وقت بھی نماز پڑھتے ہیں لیکن [illegible] دو تین وقت یا ایک وقت۔ بعض آٹھویں دن جمعہ [illegible] میں چلے جاتے ہیں اور ان میں سے جو لوگ دہریہ [illegible] ہیں اور خدا کو برا بھلا تک کہہ دیتے ہیں۔ وہ بھی دنیاداری [illegible] سال میں دو مرتبہ عیدین پر عیدگاہ میں چلے جاتے [illegible] سامنے ہاتھ باندھتے ہیں۔ ہاتھ ہی نہیں باندھتے [illegible] جھکتے ہیں۔ جھکتے ہی نہیں بلکہ اپنا سر زمین پر رکھ [illegible] لوگ خدا کے حکم کو پس پشت پھینک رہے ہیں [illegible]

حکم پر ان کے دل میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی کسی انسان کا ایک معمولی احسان ہو تو انسان اسے یاد رکھتا ہے لیکن وہ خدا جس نے اس قدر مال و دولت اور نعمتیں دیں اس کے نام پر ان لوگوں کی جیب سے ایک پیسہ تک نہیں نکلتا۔ خدا نے جو نعمتیں دی ہیں وہ اگر آج چھین جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں دے سکتی۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو لاکھ نعمتیں میسر ہوتی ہیں۔ لیکن وہ بیماری اور ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے انہیں کھا نہیں سکتا

خدا کے راستہ میں نہ دینے کے بہانے

یہ عامہ عالت ہی نہیں بلکہ ہماری جماعت کے اندر جو کہ مامور وقت کے دامن سے وابستہ ہے بعض اوقات بعض لوگ خدا کے رستہ میں دینے کے بہانے ڈھونڈھنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی حکومت کا مطالبہ آجائے تو اسے انہیں ٹال سکتے۔ اور کسی قسم کا بہانہ انہیں اس وقت نہیں سوجھتا آجکل جائیدادوں پر ٹیکس لگ رہے ہیں۔ تاجروں اور دکانداروں پر ٹیکس لگ رہے ہیں۔ معمولی چھابڑی والے کو بھی ٹیکس دینا پڑیگا لیکن اگر یہی اصول خدا کے راستے میں بھی بنا لو تو کیا ہرج ہے ؟۔ ملازمت پیشہ لوگ کہتے ہیں کہ اتنی ہماری تنخواہ ہے اس سے کم میں ہمارا گذارہ نہیں ہوتا۔

یہ کہنا بالکل غلط ہے

لیکن ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ اس سے کم میں بھی گذارہ ہو سکتا ہے اور ہوگا۔ اگر گورنمنٹ تنخواہوں پر کٹ لگادے تو پھر یہ کیا کریں گے۔ اس وقت کم میں گزارہ کرنے سے چارہ نہ ہوگا۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچسو سے ایک پیسہ کم میں ہمارا خرچ نہیں چلتا۔ لیکن کہنا دینے کی ہو تو پھر بچ بھی جاتا ہے۔ سو میں آپ سب سے کہتا ہوں۔ کہ اگر قرآن کو پکڑا ہے تو مضبوطی سے پکڑو۔ تا کہ کل کو قیامت کے دن تمہیں خدا کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ عہد کر کے اسے پورا نہ کرنا بہت ہی بری بات ہے۔ اگر دین سے محبت ہو تو دین کیلئے انسان ضرور بچا لیتا ہے۔

آمدنی میں سے خدا کا حصہ نکالو

یہ بالکل غلط ہے کہ اس سے کم میں گزارہ نہیں ہوتا۔ کیا خدا نے کوئی ماہوار رقم مقرر کر رکھی ہے کہ فلاں کا گزارہ اتنے میں ہوگا۔ اس لئے اسے اتنی ہی آمد ہو۔ نہیں بلکہ خدا نے اسراف اور فضول خرچی سے روکا ہے۔ اس سے بچو جس قدر تمہاری آمدنی ہے اس میں سے خدا کا حصہ نکالنے کے بعد باقی میں گزارہ کرو۔ جو ایسا نہیں کرتے اور اسراف کر کے غلط اور تباہ کن راستے پر پڑ جاتے ہیں۔ انہیں خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی توفیق کبھی نہیں ملتی اور وہ دلیسے بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ قرض لیتے ہیں اور پھر اسے ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ وعدہ خلافی اور بد معاملگی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں کی ٹھوکر کا موجب ہو جاتے ہیں۔

خوش معاملگی خدا کے قرب کیلئے ضروری ہے

کسی سے قرض لو تو خواہ اپنا پیٹ کاٹو یا بھوکے مرو لیکن اسے وعدہ پر ضرور ادا کرو۔ انبیاء اور صلحا کی لائف کو دیکھو تو انہیں معلوم ہوگا کہ کوئی بد معاملہ آدمی خدا تک نہیں پہنچا۔ خوش معاملگی خدا کے قرب کیلئے نہایت ضروری ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرض لینے کی ضرورت پڑتی تھی اور حضور قرض لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کا آپ نے قرض دینا تھا۔ اس یہودی نے ایک روز آکر نہایت بد تمیزی سے شدید تقاضا کیا۔ کہا کہ عبد المطلب کی اولاد قرض لیکر واپس کرنے کا نام نہیں لیتی۔ حضرت عمرؓ وہاں موجود تھے انہوں نے اس گستاخ یہودی کو خوب ڈانٹا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو منع فرمایا اور کہا۔ اے عمرؓ تمہیں اس کو نصیحت کرنی چاہئے تھی کہ تقاضا ذرا نرمی سے کیا کرو اور مجھے نصیحت کرنی چاہئے تھی کہ قرض کو احسان کے ساتھ ادا کرو۔ دیکھئے کیا اچھا اصول ہے۔

آجکل کی بڑھی ہوئی ضروریات

آجکل لوگوں نے اندھا دھند اپنی ضروریات بڑھا لی ہیں اور روز بروز بڑھاتے چلے جا رہے ہیں —— یہ بھی بیہودہ بھی ہو یہ بڑا خطرناک طریق ہے۔ اگر خدا نے دیا ہے تو بے شک خرچ کرو لیکن اگر تمہاری آمدنی محدود اور ہاتھ تنگ ہے تو پھر اسی میں گزارہ کرو۔ سادگی اور کفایت شعاری کو اپنا شعار بناؤ۔ اور خواہ مخواہ مقروض نہ ہو۔ پھر چاہئے کہ ہر ایک شخص اپنی آمدنی کو دیکھے۔ اور اپنے اخراجات کو اس کے اندر لے آئے۔ اور اس طرح لے آئے کہ اس میں سے خدا کا حصہ سب سے پہلے نکال کر علیحدہ کرے اور اسے ہرگز اپنے صرف میں نہ لائے۔

لاہور کی جماعت کو اچھا نمونہ پیش کرنا چاہئے

لاہور کے لوگوں کو بالخصوص بیرونی جماعتوں کے سامنے نہایت اچھا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ مرکزی جماعت ہونے کی حیثیت سے لاہور کی جماعت پر سب کی نگاہ ہوتی ہے۔ اگر مرکزی جماعت کمزور ہے تو اس کا اثر باقی جماعتوں پر بُرا پڑتا ہے۔ آپ میں سے کوئی شخص جو اس سلسلہ سے وابستہ ہے۔ ایسا نہ رہے۔ کہ اپنی آمدنی میں سے خدا کا حصہ نہ نکالے۔ خواہ وہ کس قدر ہی قلیل ہو ۲ر آمدنی ہے تو اس میں سے ایک پیسہ، ایک دھیلہ ہی نکالو کسی کی آمدنی دس روپے ہے تو وہ اس میں سے آٹھ آنے ہی نکالے اسی طرح جس قدر زیادہ آمدنی ہو۔ اس کے مطابق حساب کر کے حصہ نکالے۔ اگر کوئی یہ نہیں کرتا تو اس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ ہرگز پورا نہیں کیا۔ تم ایسے بننے سے بچو۔

(بقیہ صفحہ ۲)

عدالت میں پیش ہُوا ہو۔

غیر متعلقہ باتوں کو چھوڑ کر مولوی صاحب نے جو جواب الفضل مورخہ ۱۳۔ ۱۵ اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں رقم فرمایا ہے — دلائل ۲ تا ۵ کے متعلق کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ بے دیکر پھر دلیل نمبر ا پر زور دیا ہے۔ البتہ از راہ ہوشیاری اس سلسلہ مضمون کا مقررہ عنوان "مقام غور" چھوڑ کر ہر سہ پرچوں میں تین جدا جدا سرخیاں قائم کی ہیں۔

پرچہ مورخہ ۱۳؍ ۱۰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود خلیفہ اور مبشر اولاد پر بیجا اعتراض۔

" مورخہ ۱۵؍ ۱۰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ پر بیجا اعتراضات۔

" مورخہ ۱۷؍ ۱۰ "مظلوم کون ہے"

اس طریق سے مولوی صاحب کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں اشتعال پیدا ہو جاوے اور وہ جھوٹ اور سچ کو پرکھنے کے قابل نہ رہیں۔ یا میں اصل واقعات کو چھوڑ کر مولوی صاحب کی اس نئی انجمن میں عینکسان کے رطب و یابس کی طرف متوجہ ہو جاؤں۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب نے ان ہر سہ پرچوں میں دل کھول کر اپنے پیٹ کا بخار نکالا ہے۔ اور وہ مولویانہ بد دعائیں اور گالیاں نکالی ہیں کہ لاحول پڑھنے کے سوا چارہ نہیں۔ (الفاظ۔ برادران یوسف کے حاسدانہ و معاندانہ جذبات۔ یہودیانہ سیرت۔ یزیدا اور یزیدیوں کی شر آلود طبیعت

نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں) مگر مولوی صاحب کو شاید یاد نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے غلام گالیاں کھانے کے خوگر ہیں۔ جب ان کا آقا ان ایمان فروش مولویوں کی بدزبانی سے محفوظ نہ رہا تو اس کے غلام ان سے اونکسیج سکتے ہیں۔ سنو میرے آقا نے کیا کہا ہے

ع گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو میں

اسی اسوہ حسنہ کی تتبع میں میں مولوی صاحب کو دعا دیتا ہوں۔

میرے مکرم مولانا! میں نے دوران ملازمت میں قاسمکر پولیٹیکل جلسوں میں رو در رو ... گالیاں کھائی ہیں اور ان کا مسکراہٹ سے جواب دیا ہے۔ میں ان کا عادی ہوں۔ آپ نے ناحق اپنے پاکیزہ دل و دماغ کو اس بیہودہ کلام کی تکلیف دی

ے یہاں تو عمر گذری ہے اسی موج و تلاطم میں
وہ کوئی اور ہوں گے سیر ساحل دیکھنے والے

مجھے مولانا کی اس عالمانہ ذہنیت اور پست دماغی کا قطعًا افسوس نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انہوں نے مضامین مغلوب الغضب ہو کر بدحواسی کے عالم میں لکھے ہیں۔ جن کی ایک بین دلیل حسب ذیل ہے:۔

۱۵؍ ۱۰ کے پرچہ میں مولانا فرماتے ہیں:۔

"میاں صاحب نے (یعنی راقم نے) آیت لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ جسے انہوں نے (یعنی راقم نے) مقام غور کی پہلی قسط میں بطور استشہاد پیش کیا تھا اور جس پر میں نے عرض کیا تھا کہ آپ تو الا من ظلم کی رو سے مقام استشہاد میں ہیں۔ آپ کو اس آیت کی رو سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ پر وہ حملہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جو آپ نے کیا لیکن آپ نے میری اس بات سے برافروختہ ہو کر اپنی دوسری قسط میں آیت کا صحیح ترجمہ یہ کیا ہے"

اس آیت کے ترجمہ کے متعلق اعتراضات کا جواب آئندہ آ دے گا۔ لیکن جس متکبرانہ انداز میں مولانا نے اس پر طبع آزمائی کی ہے اس کی نسبت یہ ضرور کہہ دینا کافی ہو گا۔ کہ ان کے لئے ایسا طریق مناسب نہ تھا۔ کیونکہ اسی تکبر نے عزازیل کو راندہ درگاہ بنا یا تھا میں پھر کہتا ہوں کہ یہ تحریر مولانا کی بدحواسی کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے۔ مقام غور کی پہلی قسط یا پہلا مضمون پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ اس میں میں نے آیت لا یحب اللہ کا کہیں ذکر نہیں کیا البتہ یہ اعتراض ضرور کیا تھا کہ مطابق حکم خداوندی

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

خلیفہ صاحب کو قاتل قاضی علی محمد کی امداد نہ کرنی چاہئے تھی۔ چہ جائیکہ وہ اسکے پھانسی پانے کے بعد اسکی قصیدہ خوانی کرتے۔

اس پر مولانا نے اپنے جواب کی پہلی قسط مندرجہ اخبار الفضل ۸؍ ۱۰ ؍ ۳۱ میں اس آیت کی طرف میری توجہ دلا کر لکھا تھا کہ چونکہ میں ان کے نزدیک مظلوم نہیں۔ مجھے یہ نہ لکھنا چاہئے تھا۔ کہ خلیفہ صاحب قادیانی نے جو مبشر اور موعود اولاد ہونے کی وجہ سے جھوٹ بول ہی نہیں سکتے۔ جھوٹ بولا ہے۔ اب وہ ۱۵؍ ۱۰ کے پرچہ میں اس آیت کو میرے پہلے مضمون کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ حالانکہ میرے پہلے مضمون میں اس کا ذکر تک نہیں۔ مولانا کی اس بدحواسی نے کلام پاک کی ایک اور آیہ شریفہ کی صداقت ثابت کر دی ہے۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق۔

ربانی اسلام

سکھ مسلم اتحاد

سکھوں کیلئے مسلمانوں سے اتحاد مفید ہوسکتا ہے یا ہندوؤں سے؟

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان)

(۲)

گائے۔ اب میں گائے کی عظمت کے سوال کو لیتا ہوں۔ ہندوؤں کے ہاں جس قدر گائے کی عظمت کا جذبہ ہے اور اس کے زیر اثر آئے روز ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ وہ کچھ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ لیکن آپ یہ امر حیرانی سے سنیں گے کہ سکھوں کے ہاں گائے کی عظمت کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ چنانچہ شری گرنتھ صاحب راگ لسنت میں یہ لکھا ہے۔

"گوبر جھوٹا چونکا جھوٹا جھوٹی دینی کارا"

یعنی گائے کا گوبر ناپاک اور اس کے ذریعہ باورچی خانہ میں جو چونکا دیا گیا۔ وہ بھی ناپاک۔ پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں لکھا ہے کہ "لنگر میں نہ گائے کا گوبر جلائے اور نہ گائے کے گوبر سے پوچا دے۔"

پھر سردار بہادر بھائی کاہن سنگھ جی آنجہانی نابھ نواسی جو سکھ مذہب کے سب سے زبردست فاضل سمجھے جاتے تھے اور ان کی ذات پر سکھوں کو بجا فخر تھا۔ وہ اپنی مشہور تصنیف "ہم ہندو نہیں" کے صفحہ ۲۰۹ پر ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "آپ کے مذہب میں جو پاکیزگی کے لئے گائے کا پیشاب اور پنچگویہ دیا جاتا ہے۔ سکھ مذہب میں اس کے ناجائز ہونے کا اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس باورچی خانہ میں گائے کے گوبر کا پوچا دیا جاوے یا گائے کے گوبر کے اوپلے جلائے جائیں۔ وہاں کڑاہ پرشاد یعنی متبرک حلوے کا تیار کرنا ناجائز ہے اور یہ طریق آج سے نہیں۔ بلکہ گورو صاحبان کے وقت سے ہی چلا آرہا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گائے کی پوجا یا عظمت کے نقطہ خیال سے سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے مفید ہوسکتا ہے یا ہندوؤں سے؟

اور پھر سؤر کو جیسا مسلمانوں کے ہاں ناپاک سمجھا گیا ہے۔ یقیناً ویسے ہی سکھوں کے ہاں بھی ناپاک قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شری گرنتھ صاحب آدمیں یہ درج ہے۔

ایک بھگت بھگوان جنہہ پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جب تو تاہیں تن

یعنی وہ آدمی جس کے دل میں ایک خدا کی محبت نہیں۔ وہ ایسا ہی ناپاک نجس اور پلید ہے۔ جیسا کہ کتا اور سؤر۔

کھانے پینے کی چیزوں میں بھی کافی حد تک سکھوں اور مسلمانوں میں اتفاق ہے۔ سکھوں کے ہاں کڑاہ پرشاد یعنی حلوہ کی جو قدر ہے۔ وہ اظہر من الشمس۔ مگر یہ مسلمانوں کے ہاں بھی کچھ کم پیاری چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کے ہاں ایک مشہور و معروف مقولہ ہے۔ المومن حلوی یحب الحلوۃ گویا جس جہت سے بھی دیکھیں۔ سکھوں کیلئے مسلمانوں سے اتحاد ہی زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں گورو صاحبان کو خاص عزت اور احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ گورو نانک دیو جی کو ولی اللہ اور رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لقب وہ ہے جو مسلمانوں کے ہاں کسی بڑے سے بڑے ولی اور عارف باللہ کے لئے ہوسکتا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوؤں کے نمائندہ اعظم سوامی دیانند جی نے اپنی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش میں "نقل کفر کفر نہ باشد" شری گورو نانک دیو جی مہاراج کو "دنبی" کہا ہے۔ اب للہ سکھ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان کا اتحاد ان لوگوں سے زیادہ مفید ہوسکتا ہے جو شری بابا نانک جی کو ولی اللہ اور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ یا ان سے جو نعوذ باللہ شری گورو نانک صاحب کو "دنبی" کہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ میرے سکھ دوستوں کی رہنمائی فرمائے اور وہ "دنبی" اور رحمۃ اللہ علیہ میں بخوبی فرق کرسکیں۔

اب میں اس کا سیاسی پہلو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اول ہندوستان میں مسلمان قریباً نو کروڑ ہیں اور سکھ صرف چالیس لاکھ۔ اگر چالیس لاکھ نو کروڑ سے اتحاد کرلیں تو یقیناً نو کروڑ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مگر چالیس لاکھ کو یقیناً یقیناً فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر زیادہ تعداد کے ساتھ وابستہ ہونے سے فائدہ ہوسکتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ وابستگی ہندوؤں کے ساتھ نہ کی جائے جبکہ اولوالعزم کو الگ کرکے بھی ہندوؤں کی تعداد ہندوستان میں قریباً ۲۰ کروڑ ہے۔ بادی النظر میں یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی ہے کہ چالیس لاکھ بجائے ۹ کروڑ کے ۲۰ کروڑ کے ساتھ وابستہ رہیں مگر جب ہم اس پر ذرا غور سے کام لیتے ہیں۔ تو یقیناً یہ اتحاد سکھوں کیلئے بہت مضر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اور تو اور اس اتحاد میں سکھوں کو خود اپنی ہستی سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایک امر سنگھ، امر سنگھ رہتا ہوا اپنے سر پر بال وغیرہ رکھتا ہوا آریہ یا سناتنی ہوسکتا ہے اور اس کے آریہ یا سناتنی ہونے کا بہت کم لوگوں کو علم ہوسکتا ہے۔ مگر ایک امر سنگھ بغیر محمد عبداللہ بنے اور بغیر اپنے سر کے بالوں کا صفایا کرائے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس سے یہ صاف ثابت ہوا کہ چالیس لاکھ کا بیس کروڑ میں موجودہ ہیئت کذائی کے ساتھ جذب ہوجانا بہت ہی آسان ہے۔ مگر نو کروڑ میں چالیس لاکھ کا موجودہ ہیئت کذائی کے ساتھ جذب ہونا قطعی ناممکن ہے۔ چنانچہ اس چالیس لاکھ کے بیس کروڑ میں جذب ہوجانے کے اثرات ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ جبکہ پچھلے دنوں ڈاکٹر گرنت کوٹی لنگر اچاریہ نے علی الاعلان یہ کہا کہ سکھ ہندو ہیں۔ ہندو اور آریہ اخبارات نے اس اعلان کو موٹے حروف میں شائع کیا اور اب آریہ اور ہندو پریس علی الاعلان یہ کہہ رہا ہے کہ سکھ ہندو ہیں اور سکھ اسے برداشت کر رہے ہیں۔ حالانکہ آج سے چند سال قبل سکھ خواب میں بھی یہ لفظ سننے کے لئے تیار نہ تھے اور پھر یہ تو ابھی ابتدائے عشق ہے ..... آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(۲) بحیثیت مجموعی مسلمان بھی سپاہی ہیں اور سکھ بھی سپاہی۔ مسلمانوں کے ساتھ اتحاد سے سکھ اپنی سپاہیانہ سپرٹ کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کرکے ہوسکتا ہے کہ وہ اونچے اونچے ڈھونگے ڈیوڑھے سود کے بیوپار سے تو زر پیدا کرلیں۔ مگر یقیناً اپنی فوجی سپرٹ کو کھو دیں گے۔

(۳) مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی کمزور ہے اور سکھوں کی بھی۔ یہ دونوں ہی اس اقتصادی پہلو میں ایک غیری سرمایہ دار قوم کے پنجہ کی گرفت میں ہیں۔ چونکہ اس رنگ میں دونوں کے مفاد یکساں ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے تو یقیناً سکھوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں اقوام اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے درپے ہیں۔ مگر ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کرنے میں انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس پہلو میں ہندوؤں کو جو ایک سرمایہ دار قوم ہے سکھوں سے کوئی خاص ہمدردی پیدا نہیں ہوسکتی۔

(۴) پنجاب میں سکھ بھی عام طور پر زراعت پیشہ ہیں یا کرتی ہیں اور مسلمان بھی۔ اس لئے ہر دو کے مفاد بھی اس رنگ میں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ مگر ہندوؤں کے مفاد ان سے مختلف ہیں۔ اس لئے سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے ہی زیادہ مفید ہوسکتا ہے۔

(۵) سکھوں کو پنجابی بہت عزیز ہے۔ مگر ہندوؤں کو ہندی اور یہی وجہ ہے کہ آریہ اور ہندو اپنے مدارس اور پاٹھ شالوں وغیرہ میں بجائے پنجابی کے ہندی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر مسلمان پنجابی کے زندہ رکھنے والے ہیں اور آج تک جو پنجابی زندہ ہے تو محض مسلمان شاعروں کے طفیل۔ وارث شاہ، فضل شاہ، بلھے شاہ، غلام رسول اور ... کون تھے؟ مسلمان جن کی شاعری پر پنجابی ناز کرسکتی ہے اور کر رہی ہے۔ اس کے بالمقابل کوئی ہندو شاعر نہیں جس نے پنجابی کی کوئی قدر کی ہو۔ ان شعراء میں سے مولوی غلام رسول و بلھے شاہ اور ہدایت اللہ کا کلام خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ کافیاں بلھے شاہ، یوسف زلیخا، پکی روٹی، بارہ ماہ ہدایت اللہ کو کئی ایک مسلمان خاص احترام سے دیکھتے اور پڑھتے ہیں اور ہندوؤں کی محبت اور وابستگی براہ راست ہندی کے ساتھ ہے۔

(۶) اگر ہندو واقعی سکھوں کے ہمدرد ہیں اور حقیقی معنوں میں سکھوں سے اتحاد کے خواہشمند ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش سے شری گورو نانک صاحب کے متعلق جو ناپاک ریمارک موجود ہیں۔ انہیں نکال دیں۔ کم از کم سکھ بھائی ہی آریوں سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اپنی کتاب سے شری گورو نانک صاحب کے متعلق یہ نہایت ہی دلآزار فقرہ نکال دیں۔ اگر وہ نہیں نکال سکتے تو سکھ خود ہی اپنے دل میں فیصلہ کریں کہ ان کی غیرت ان لوگوں کے ساتھ اتحاد چاہتی ہے۔ جو ان کے واجب الاحترام گورو کو "دنبی" کہتے ہیں یا ان کے ساتھ جو ان کے واجب الاحترام گورو کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف کرنے کیلئے عام طور پر یہ دو باتیں نہایت شدومد سے پیش کی جاتی ہیں۔

ادل گورو گوبند سنگھ کے لڑکوں کا حادثہ
دوم گورو ارجن دیو جی کا معاملہ

سب سے اول میں گورو گوبند سنگھ کے لڑکوں کے قتل کی حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جب گورو گوبند سنگھ صاحب آنند پور کے قلعہ میں محصور ہوگئے۔ تو گورو صاحب نے کسی طریقہ سے رات کو اپنے دو بچوں معہ اپنی بوڑھی والدہ کے اپنے ایک معتبر آدمی کے ساتھ قلعہ سے نکالا۔ وہ آنند پور سے نکل کر موضع کھیڑی اپنے خاندانی برہمن گنگو برہمن کے ہاں رات کو ٹھہرے۔ برہمن کا دل بدل گیا۔ اول اس نے جو نقدی اور زیورات تھے ان پر قبضہ کیا۔ پھر نواب سرہند کو اطلاع دی۔ نواب موصوف نے بچوں کو دربار میں بلایا اور حاضرین سے ان بچوں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ نواب شیر محمد خان والئے مالیر کوٹلہ جو اتفاق حسنہ سے اس وقت دربار میں موجود تھے ... الفاظ میں یہ مشورہ دیا کہ اگر برسر جنگ ہے تو ان کا ... بچوں کا کیا قصور۔ انہیں فوراً چھوڑ دینا چاہیئے ...

رہا کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر دیوان سچدانند نے زبردستی بچوں کے نہ چھوڑنے پر زور دیا اور کہا کہ ان لڑکوں کا چھوڑنا خطرناک غلطی ہے اور کہا کہ "افعی راکشتن وبچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست چرا کہ گرگ زادہ آخر گرگ شود۔" دیوان سچدانند کے زور دینے پر معصوم بچوں پر ظلم ہوا اور میں اس صریح ظلم کے ارتکاب کرنے والوں پر لعنت بھیجتا ہوں مضائقہ نہیں۔ خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان۔ غور کرو سچدانند کون تھا اور شیر محمد کون تھا۔ اور یہ ظلم ہوا اور ایسا ظلم کہ جیسے قہری سے قہری سیاست بھی روا نہ رکھے۔ مگر یہ ظلم نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا اور نہ شرع کے فتویٰ سے۔ حضرت اورنگ زیب کو جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے نواب سرہند کو موقوف کر دیا۔ اس وقت کی نرالی کوئی شخصی عہد دہ تھی بلکہ نسلاً بعد نسل چلتی تھی۔ گویا دوسرے الفاظ میں بادشاہ وقت نے نواب سرہند کے خاندان کو ہی تباہ کر دیا اور پھر واقعات بتلاتے ہیں کہ خود گورو گوبند سنگھ جی بھی حضرت اورنگ زیب اور اس کی سلطنت کو اس ظلم سے مبرا سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد گورو گوبند سنگھ صاحب نے حضرت اورنگ زیب کو جو فارسی منظوم خط لکھا اس کے چند اشعار اس زیر بحث معاملہ پر کافی روشنی ڈالتے ہیں جو درج ذیل ہیں ؎

شہنشاہ اورنگ زیب عالمی
کہ دارائے دوراست ودارا زمیں
شریعت پرست وفضیلت مآب
حقیقت شناس ومطیع کتاب
چو تشریف در قصبہ کانگر کنند
در آنجا ملاقات باہم شود
بیاں شاہ خود را زبانی کنم
بروئے شما مہربانی کنم
یکے اسپ شائستہ یکصد ہزار
بیا تا بگیری زمن ایں دیار
شہنشاہ را بندۂ چاکریم
اگر حکم آید بجاں حاضریم
فرستندہ گرشاہ فرماں بمن
حضورش بیایم ہمہ جان تن

غور کیجئے اس نظم میں حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی کس قدر تعریف کی گئی ہے۔ اگر گورو صاحب کے دل میں اورنگ زیب کے متعلق ذرا بھی میل ہوتی تو گورو صاحب ایسی بہادر شخصیت کا انسان کبھی اورنگ زیب کی تعریف میں رطب اللسان نہ ہوتا۔ یہ خط اس امر کی صریح دلیل ہے کہ گورو صاحب کا دل اورنگ زیب سے بالکل صاف تھا۔

اب میں لیتا ہوں دوسرے معاملہ کو۔ کہا جاتا ہے کہ گورو ارجن دیو جی کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ آئیے اب میں کچھ اس پر بھی روشنی ڈالتا ہوں۔

جہانگیر کشمیر میں تھا بادشاہ کی عدم موجودگی میں پنجاب کی نگرانی دیوان چندو لال وزیر مال کے سپرد تھی۔ دیوان موصوف نے گورو صاحب کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا چاہا۔ کیونکہ دیوان بت پرست تھا اور گورو صاحب توحید پرست، اس واسطے گورو صاحب نے اس رشتہ کے لینے سے انکار کر دیا۔ دیوان مذکور نے اسے اپنی ہتک سمجھا اور اس جذباتی اضطراب کے زیر اثر اس نے گورو صاحب پر ظلم کیا۔ جب جہانگیر کشمیر سے واپس آیا تو سکھ دربار میں فریادی ہوئے۔ معاملہ کی تفتیش ہوئی اور دیوان قصور وار پایا گیا۔ حکومت نے سزا مقرر کی۔ مگر سکھوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس مجرم کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔ کوئی کمزور سے کمزور سلطنت بھی مجرموں کو مدعی کے حوالے نہیں کیا کرتی۔ حالانکہ اس وقت مغلیہ سلطنت پورے زور پر تھی اور اس بڑی سلطنت کے سامنے چند افراد کی کوئی حقیقت نہ تھی اور پھر مجرم بھی کون، سلطنت کا وزیر مال۔ مگر سکھوں کی دلجوئی کو مدنظر رکھتے ہوئے شہنشاہ وقت نے اس مجرم کو سکھوں کے حوالہ کر دیا۔ جو لاہور سے امرتسر تک اسے جوتے مارتے ہوئے لائے اور بڑے بڑے عذابوں سے اس کی جان لی۔ اب دیکھو گورو ارجن دیو کے واقعہ میں سلطنت کا رویہ کیا رہا۔ میرے خیال میں روئے زمین پر کہیں بھی اس سے زیادہ دلجوئی اور تالیف قلوب کی مثال نہیں مل سکے گی۔ ضرورت ہے کہ ناواقف سکھوں کو ان باتوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ غلط فہمی سے دور ہو کر اپنے نفع ونقصان کو بہتر سمجھ سکیں۔

اقتباسات

زبان کا جھگڑا

ہندوؤں اور سکھوں نے پنجاب پرائمری ایجوکیشن بل کے خلاف جلسہ کر کے ایک قرارداد منظور کی تھی اور اس کی ایک نقل ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب کی خدمت میں بھیج کر ان سے استدعا کی تھی کہ وہ اس قانون کو مسترد کر دیں۔ گورنر کے سیکرٹری نے گورنر کی طرف سے یہ جواب لکھا کہ پنجاب پرائمری ایجوکیشن بل میں کوئی ایسی دفعہ نہیں جو یہ قرار دیتی ہو کہ پنجاب کے پرائمری مدارس میں ذریعہ تعلیم لازمی طور پر اردو ہوگا۔ لہذا گورنر پنجاب ہندوؤں اور سکھوں کے احتجاج کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ نے گورنر کے سیکرٹری کو ایک چٹھی میں لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ موخر الذکر کا جواب کافی نہیں۔ لیکن ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ یہ جواب اصطلاحی لحاظ سے درست ہے اور یہ کہ:۔

"آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ بل میں ایسی کوئی دفعہ نہیں جس کے رو سے پرائمری تعلیم کا ذریعہ تعلیم اردو ہوگا!!"

اس کے باوجود یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ ڈاکٹر صاحب گورنر کے جواب کو ناکافی سمجھتے ہیں اور اس بات کی رٹ لگا رہے ہیں کہ آنریبل وزیر تعلیم نے یہی کہا ہے کہ پرائمری تعلیم کا لازمی ذریعہ اردو ہوگا۔

ڈاکٹر نارنگ نے اپنی چٹھی میں تین مطالبات پیش کئے ہیں اول یہ کہ جن مدارس میں ہندی اور گورمکھی کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہو ان کو اردو مدارس کی طرح منظور کرایا جائے۔ دوم یہ کہ جن علاقوں میں ہندی یا گورمکھی کے ذریعے تعلیم دینے کا کوئی اسکول نہ ہو وہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اگر لڑکوں یا لڑکیوں کی ایک خاص تعداد مثال کے طور پر دس ہندی یا گورمکھی میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو ان کا انتظام کر دیا جائے۔ سوم یہ کہ ہندی اور گورمکھی کی ترقی کو روکنے والے جتنے سرکلر محکمہ تعلیم کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں انہیں واپس لیا جائے۔

یہ ضد کی بات ہے کہ جہاں دس لڑکے لڑکیاں ہندی یا گورمکھی میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں۔ وہاں ان کے لئے علیحدہ ٹیچر رکھ دیئے جائیں۔ اصول یہ ہونا چاہئے کہ جس علاقہ کی غالب اکثریت اپنے بچوں کو ہندی یا گورمکھی کے ذریعے تعلیم دینا چاہے۔ وہاں ایسا انتظام کر دیا جائے اور محکمہ تعلیم کو اس انتظام سے انکار نہیں کرنا چاہئے لیکن چند بچوں کے لئے خاص انتظام کا مطالبہ کرنا سراسر غلط ہے۔

بہرحال عجیب بات یہ ہے کہ اس بات کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ زیر بحث بل میں اردو کو لازمی ذریعہ تعلیم قرار دینے والی کوئی دفعہ موجود نہیں اور پھر اس کے خلاف ایجی ٹیشن بھی کی جا رہی ہے۔ اور دیدہ دلیری سے کام لے کر یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ پنجاب ایجوکیشن بل زبان اردو کو لازمی ذریعہ تعلیم قرار دیتا ہے۔

سلسلہ مولویہ کی ایک نظم کا ترجمہ

مولانا رومی اس سلسلے کے بانی ہیں آپ کے ایک پیرو نے کسی نظم میں اپنے فرقے کے خیالات کی اس طرح ترجمانی کی ہے:۔

"ادھر آ اے درویش بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی چھوڑ دے یقین کر کہ جو چیز تو ڈھونڈھتا ہے وہ تیرے ہی پاس ہے۔ تجھے کعبہ کی تلاش ہے۔ اگر تو رحمت اور نجات کا طالب ہے تو یہ سب کچھ تیرے ہی اندر ہے۔"

"تو سراب کے پیچھے کب تک مارا مارا پھرے گا۔ آب زلال جو پیاں ہے تو اسے کتاب میں نہ ڈھونڈھ۔ چشم بینا پیدا کر اور دیکھ کہ قرآن تیرے ہی اندر ہے۔"

"تو اپنے علم سے بڑی بڑی موشگافیاں کرتا ہے آخر تجھے تلاش کس کی ہے۔ تو آپ ہی اپنے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اس کائنات کا خالق تیرے ہی اندر ہے۔"

"تو ایک چیز کو نیک کہتا ہے دوسری کو بد۔ ایک کو حق دوسری کو باطل مگر ان میں کوئی فرق نہیں۔ حق اور باطل تیرے ہی اندر ہے۔"

"دل کی دنیا کی سیر کر۔ آفتاب اور ذرے کا مقابلہ کر نیک اور بد کا امکان تجھی میں ہے۔ اگر تو بدی کی طرف مائل ہے تو شیطان تیرے ہی اندر ہے۔"

"میں کو تو جلد محو کر دے۔ رنگ وبو سیاہی اور سپیدی سے پاک ہو جا۔ نور کا خالق تیرے دل میں جلوہ افروز ہے تو ظلمات میں کیوں بھٹکتا پھرتا ہے۔ آب حیات تیرے ہی اندر ہے۔"

"میں سنتا ہوں کہ تو ابن باپ کا بیٹا ہے تو بہشت میں پیدا ہوا تھا۔ مگر وہاں سے نکال دیا گیا تو نازونعمت میں پلا مگر اب عسرت میں گرفتار ہے۔ خدا کو الزام دیتا ہے۔ بغاوت تو تیرے ہی اندر ہے"

"تو دوسروں سے کیا مدد چاہتا ہے۔ اگر بہشت سے نکال دیا گیا تو کوئی کیا کرے؟ وہ سانپ جس نے حوا کو بہکایا تھا۔ تیرے ہی اندر ہے۔"

تیری خلقت مادی سہی مگر تیرا جوہر اعلیٰ ہے اگر تو بت پرست ہے تو جسے چاہے پوجا کر۔ اگر تو بادۂ عشق سے سرشار ہے تو تیرا معشوق تیرے ہی اندر ہے۔"

اے غافل! مظاہر کو حقیقت سمجھ کر ان کی پرستش نہ کر حوادث کا دریا ازل سے ابد تک جاری ہے۔ ازل اور ابد تیرے ہی اندر ہے۔"

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت پیغمبر عربی صلعم کا مقام اور مسیح موعود کا ظہور!

میں یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خالق ہے میرے پر ظاہر ہوا اور اس نے اس آخری زمانہ کیلئے مجھے مسیح موعود کیا اور اس نے مجھے بتلایا کہ سچ یہی ہے کہ یسوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے اور اس نے میرے ساتھ ہمکلام ہو کر مجھے یہ بتلایا کہ وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا اور جب میرے خدا نے اس نبی کی وقعت اور قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو میں کانپ اُٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعریف میں لوگ حد سے بڑھ گئے یہانتک کہ ان کو خدا بنا دیا اسی طرح اس مقدس نبی کا لوگوں نے قدر شناخت نہیں کیا جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا اور جیسا کہ چاہیئے لوگوں کو ابتک اسکی عظمتیں معلوم نہیں وہی ایک نبی ہے جس نے توحید کا تخم ایسے طور پر بویا جو آج تک ضائع نہیں ہوا وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا جب تمام دنیا بگڑ گئی تھی اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دنیا میں پھیلا گیا اور وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی غیرت دکھلاتا رہا ہے اور اس کی تصدیق اور تائید کیلئے ہزارہا معجزات ظاہر کرتا رہا ہے اسی طرح اس زمانہ میں بھی اس پاک نبی کی بہت توہین کی گئی اس لئے خدا کی غیرت نے جوش مارا اور سب گذشتہ زمانوں سے زیادہ جوش مارا اور مجھے اس نے مسیح موعود کر کے بھیجا تاکہ اس کی نبوت کے لئے تمام دنیا میں گواہی دوں اگر میں بے دلیل یہ دعویٰ کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں لیکن خدا اپنے نشانوں کیساتھ اس طور سے میری گواہی دیتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک اس کی نظیر نہیں تو انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے کہ مجھے میری اس تمام تعلیم کیساتھ قبول کریں۔ (دعوت حق)

اٹھارہ اشخاص نے بیعت کی!

لائل پور میں حضرت مولینا صدر الدین صاحب کا خطبہ جمعہ

حضرت مولینا صدر الدین صاحب گذشتہ جمعہ مورخہ ۷ فروری ۱۹۴۱ء کی نماز پڑھانے کے لئے لائلپور تشریف لے گئے جمعہ کی نماز کے لئے شیخ صاحبان کی کوشش سے غیر از جماعت لوگوں کو بلایا گیا خطبہ جمعہ میں حضرت مولینا صدر الدین صاحب نے تقویٰ اور طہارت کی تلقین کی اور حضرت مجدد وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بیان کر کے زور دیا۔ کہ حضرت مجدد وقت کی جماعت میں شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔ نماز ختم ہونے کے بعد ۱۸ آدمیوں نے بیعت کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو استقامت کی توفیق دے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکی سعادت عطا فرمائے آمین۔

آئندہ مردم شماری کے متعلق ضروری ہدایات

آئندہ مردم شماری میں احباب جماعت اپنا مذہب اسلام اور فرقہ احمدیہ درج کرائیں کسی کے کہنے پر مرزائی یا قادیانی نہ لکھوائیں اپنے بال بچوں کے نام بھی اسی طرح مردم شماری میں احمدی مسلمان لکھوائیں علاوہ ازیں ہر مقام کے احمدی احباب اپنے افراد کی فہرست بنا کر دفتر سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھجوا دیں یہ کام نہایت ضروری ہے اسکی طرف فوراً توجہ کریں۔

(جائنٹ سیکرٹری)

ایک خوشخبری

مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء کو جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری کے ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، نام "مرزا ٹیپو سلطان بیگ" رکھا گیا دعا ہے اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور والدین کے لئے اس کا وجود مبارک کرے آمین۔ مرزا صاحب موصوف نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ انجمن کو دیئے ہیں، جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

کیا احباب سلسلہ نے اس سال دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کے پروگرام پر عمل شروع کر دیا ہے؟

خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں

نام نیک رفتگاں ضائع مکن ۔ تا بماند نام نیکت برقرار

(از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

فرزندان آدم کیلئے موت ناگزیر ہے کوئی نفس موت کے فالون سے مستثنیٰ نہیں۔ اس دنیا میں ہر چیز فانی ہے صرف خدا کی ذات کو فنا نہیں۔ البتہ بعض چیزوں کے آثار ان کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور بعض کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے۔ انسان کی کچھ نہ کچھ یادگار اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ جاتی ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو بہترین یادگار کسی انسان کی اس کا اسلوب زندگی، اس کی نیک اعمالی اور حسن سیرت ہے۔ یہی وہ سرمایہ ہے جو موت کے بعد بھی کام آتا ہے۔ مال و دولت زر و گنج یا جائداد و املاک نہ اس زندگی میں ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں اور نہ مرنے کے بعد کوئی یادگار بن سکتے ہیں۔ البتہ نیکی و پاکیزگی اس دنیا میں بھی بہترین صفت ہے اور مرنے کے بعد بھی یہی سب سے اچھی یادگار ہے۔

ہمارے سلسلہ کے بزرگ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کو رفیق اعلیٰ سے ملے آج پانچ سال[1] کا عرصہ ہو گیا ہے کتنے انسان اس عرصہ میں ملک عدم کو جا چکے ہیں اور ان کی یاد تک بھی باقی نہیں لیکن مرزا صاحب مرحوم کی یاد قلوب میں تازہ ہے محض اس لئے کہ انہوں نے ارشاد قرآنی مندرجہ عنوان کے مطابق اس دنیا میں حسن عمل کا اعلیٰ ترین نمونہ قائم کیا اور اسی نیک نمونہ کے سبب ان کی یاد تازہ ہے اور تازہ رہے گی۔

یہ چند سطور لکھنے سے میرا مقصد اپنی جماعت کے دوستوں بالخصوص نوجوانوں کو ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے عقائد بہترین اور اصل اسلامی عقائد ہیں اور اس دعویٰ میں کوئی مبالغہ نہیں۔ واقعی ہمارے عقائد صحیح ترین ہیں لیکن عمل کے بغیر عقیدہ کوئی چیز نہیں۔ عقائد دنیا کو اسی وقت فتح کر سکتے ہیں جب اعمال بھی ویسے ہی خوبصورت ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس مرحوم بزرگ کی مثال سے فائدہ اٹھائیں۔

مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے ہر قوم اور ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبولیت اور عزت حاصل کی۔ ہندو مسلم سکھ، عیسائی۔ احمدی، غیر احمدی ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ یکساں آپ کی تعظیم کرتے تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ آپ کی نیکی، پاکیزگی، راستبازی، رواداری، فراخ حوصلگی اور ہمدردی بنی نوع کا جذبہ تھا۔ یہی ایک جوہر ہے جو دنیا و عقبیٰ دونوں میں زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ سینکڑوں آدمی مرحوم سے تعلق کے سبب اور ان کے نمونہ سے متاثر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے اور ہزاروں انسانوں کے قلوب میں سلسلہ کی عزت قائم ہوئی۔ جو شخص آپ کے پاس آتا خواہ مہمان کی حیثیت میں یا مریض کی حیثیت میں یا کسی حاجتمند کی حیثیت میں وہ آپ کے اخلاق فاضلہ اور جوہر کی صفائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ مرحوم مرزا صاحب کوئی بہت بڑے مبلغ نہ تھے اور نہ ہی آپ کو مسائل و شریعت کا وسیع پیمانہ پر علم تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ ہزاروں نفوس کی رہبری کا باعث ہوئے اور سلسلہ احمدیہ کی مقبولیت و شہرت میں آپ بہت حد تک ممد و معاون ہوئے۔ اس کی ایک ہی وجہ تھی۔ نیک عملی۔ خدمت خلق اور سبقت الی الخیرات۔

مذہب کا خلاصہ دو ہی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ طاعت لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ۔ مرزا صاحب مرحوم نے نہایت خوبصورتی سے دونوں حقوق ادا کئے۔ جہاں ایک طرف خدا کی عبادت میں خشوع و خضوع اور نمازوں میں سوز و گداز، اس کے دین کی خدمت کا جوش اور ایثار و قربانی کا بہترین جذبہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی مخلوق خدا سے ہمدردی اور ان پر شفقت بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ ارشاد نبوی خیر الناس من ینفع الناس کے صحیح مصداق تھے اور خلق خدا کی بھلائی اور نفع رسانی ہی آپ کا مقصد حیات تھا۔

ہر دلعزیزی اور رواداری کیلئے لوگوں کو بسا اوقات اپنے اصول ترک کرنے پڑتے ہیں اور عقائد کو چھپانا پڑتا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس قدر مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے ساتھ ہی ساتھ مرزا صاحب مرحوم میں اسلامی غیرت اور سلسلہ کی عصبیت بدرجہ اتم موجود تھی جہاں اسلام کی عزت کا سوال پیدا ہوتا۔ آپ فوراً اس کے قیام کے لئے کھڑے ہو جاتے اور جہاں سلسلہ کی عزت خطرہ میں ہوتی۔ آپ اس کی حفاظت کے لئے فوراً میدان میں کود پڑتے۔ تو دراصل یہ آپ کی صاف گوئی اور نیک عملی تھی جو آپ کی مقبولیت کا باعث تھی۔ اصول کے پکے، مذہب کے لئے بڑے باغیرت۔ لیکن اس کے باوجود بڑے وسیع القلب اور غیر متعصب۔ غیر مذاہب کے لوگوں کے ویسے ہی خیر خواہ جیسے مسلمانوں کے، اور غیر احمدیوں سے بھی وہی نیک سلوک جو احمدیوں سے۔ سلسلہ کے اشد ترین مخالف بھی مرزا صاحب مرحوم کے مداح بلکہ مرید تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بڑے مداح اور آپ کی بیحد تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی جماعت اہلحدیث کا وفد لیکر وہ مرزا صاحب مرحوم کی خدمت میں آئے اور ان کے حسن سلوک اور مروت کا شکریہ ادا کیا۔ حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی بڑے مکفر اور سلسلہ کے دشمن۔ لیکن مرزا یعقوب بیگ صاحب کے حسن اخلاق کے گرویدہ۔ غرض یہ ہے کہ آپ کی زندگی شرافت و انسانیت اور پاکیزگی اعمال کا ایک نہایت ہی عمدہ نمونہ تھی۔

جماعت کے دوستوں کو ایسے بزرگوں کی زندگیوں سے سبق سیکھنا چاہئے۔ دنیا میں احمدیت کی ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے جب احمدی احباب کی زندگی حسن عمل کا نمونہ بن جائے گی محض دعاوی اور عقائد دنیا کو فتح نہیں کر سکتے۔ دنیا صرف اخلاق اور احسان سے فتح ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نہ مبلغ تھے اور نہ تبلیغی ادارے۔ اس کے باوجود سلسلہ دن بدن ترقی کر رہا تھا۔ اور اس کی یہی وجہ تھی کہ احمدیوں کے اخلاق اور عادات بڑے مرغوب تھے اور دنیا خود بخود احمدیت کی طرف کھنچی چلی آتی تھی یہی راز ہے دنیا میں کامیابی کا اور یہی بھید ہے آخرت میں سرخروئی کا۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو احسن عملاً پر عامل ہونے کی توفیق دے

تمام احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے بیش بہا خزانے اور ترقی درجات عطا کرے۔ اور ان کے لواحقین کا بھی حافظ و ناصر ہو اور سب احمدی دوستوں کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور رفتگان کے نیک نمونہ سے ہمیں فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

[1] مرحوم نے ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء کو وفات پائی۔

جناب ملک خدا بخش صاحب

(از جناب مولانا مرتضیٰ خانصاحب)

ہمارے اکثر احباب جناب ملک خدا بخش صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ انہار امرتسر کے نام سے واقف ہوں گے۔ آپ ہماری جماعت کے مخلص اور معزز بزرگ ہیں اور سلسلہ کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں آپ محکمہ انہار میں، ۴۰ سال کی باعزت اور شاندار خدمات کے بعد حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں اور یہ امر تمام قوم کیلئے موجب مسرت ہے کہ آپ کے ریٹائر ہونے پر اپنوں اور بیگانوں نے جن خیالات اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک نہایت دیانتدار بڑے محنتی اور ہر دلعزیز بزرگ ہیں۔ مخلوق خدا کے ساتھ بلا امتیاز مذہب و ملت آپ حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور جہاں تک ہو سکا نفع رسانی خلق خدا میں مصروف رہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرائض معوضہ کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے آپ ماتحت عملہ اور اپنے حکام بالا دونوں کی نظروں میں ہمیشہ عزت و وقار سے دیکھے جاتے رہے۔ آپ تمام قوموں کے افراد اور تمام فرقوں میں ہر دلعزیز تھے اور ہر شخص آپ کے حسن سلوک اور آپ کی دیانت امانت کا معترف ہے۔ وہ ایڈریس جو آپ کو دیا گیا۔ اور نظم و نثر میں پبلک نے آپ کی مدح سرائی کی۔ اس سب کے سارے نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے لیکن اتنا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایڈریس آپکے اوصاف حسنہ کا ایک صحیح آئینہ ہے اور اس کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فی الحقیقت آپ پاکباز و دیانتدار سرکار عالی کے خیر خواہ اور مخلوق خدا سے حسن معاملت میں اپنی نظیر آپ تھے۔

آفیسران آپ کے کام کے متعلق تحریری طور پر خوشنودی کا اظہار فرماتے رہے اور اس قبیل کے سرٹیفکیٹ آپ کو عنایت ہوتے رہے۔ آپ نے محض پنجاب میں ہی خدمات سرانجام نہیں دیں۔ بلکہ بیرون ہند میں آپ دو سال تک سرکار کی خدمات بجا لاتے رہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں آپ نے بھرتی بھی دی اور قرضہ جنگ بھی دیا۔ جس کے صلہ میں آپ کو دو نقرئی اور طلائی تمغہ جات بھی مرحمت ہوئے۔

موجودہ جنگ میں آپ نے ۔۔ ۷ اروپیہ نقد فراہم کر کے دیا ہے اور ۵۰ نفوس کی بھرتی بھی دی۔ سوک گارڈ کمیٹی میں آپ بطور وائس پریذیڈنٹ کے خدمات بجا لا رہے ہیں۔ آپ کا نمونہ فی الحقیقت امتیازی رنگ رکھتا ہے اور ہم یہ کہنا پسند کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے جملہ افراد کو ایسا ہی نیک نمونہ دوران ملازمت میں پیش کرنا چاہئے۔

دعا ہے کہ ۔۔۔ ملک صاحب کی بقیہ زندگی خوشی و خرمی سے بسر ہو۔ اور آپ بصحت و عافیت عمر دراز پائیں۔ آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اپنے وطن لدھیانہ واپس تشریف لے جا کر آپ ایک وسیع پیمانہ پر تبلیغی جد و جہد کا سلسلہ جاری فرمائیں گے۔ اور اس غرض کے لئے اپنے اخراجات پر ایک ریڈنگ روم اور لائبریری عام پبلک کے فائدہ کے لئے کھولیں گے۔ آپ کا یہ ارادہ نہایت نیک اور مستحسن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۱۵ محرم ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۹

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا عظیم الشان مستقبل

خداتعالیٰ کی مشیت، تبلیغی پروگرام اور اک جہانِ تازہ کی نمود

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:۔

"خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور **فوق العادت** برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ . . . . اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہوگی کہ ہمیشہ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ **وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔**"

وہ لوگ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں کہ جن سے وہ دیکھ سکیں اور دماغ دیئے ہیں کہ جن سے وہ حالات اور واقعات کا جائزہ لے سکیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ باوجود نامساعد حالات کے، ناخوشگوار کوائف کے بتدریج ترقی پذیر ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کی رفتار کو روک سکے۔ جو تحریک اور جو شخص اس خالص اسلامی سلسلہ کے آڑے آیا، اللہ تعالیٰ نے اسے پاش پاش کر دیا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ **تحریک احرار** سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مٹانے کے لئے اٹھی اور چند ایک کوتہ بینوں نے چاہا کہ وہ اس رشد و ہدایت کی شمع کو منہ کی پھونکوں سے گل کر دیں۔ لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ وہ تحریک جو انہدام او رتباہی کے عزائم لیکر اٹھی تھی۔ آج کانگریس کی چوکھٹ پر دم توڑ رہی ہے اور خدا کے مامور کے یہ الفاظ فضائے بسیط میں گونج رہے ہیں۔ **وہ بڑھے گا۔** (یعنی سلسلہ احمدیہ) **اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔** اور خدا تعالیٰ کی مشیت کو روک بھی کون سکتا ہے۔ جو روکنے کی کوشش کرتا ہے اسے دھنکی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح ہوا کے تند و تیز جھونکوں کے سامنے اڑا دیا جاتا ہے۔ اس کا نام و نشان تک بھی اس دنیا میں باقی نہیں رہتا۔ ایک تحریک احرار کے مٹنے سے یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ اس الٰہی اور اسلامی سلسلہ کی مخالفت ختم ہو گئی۔ ابھی کئی طوفان گردباد ہیں جو اس ایوان کو منہدم کرنے کی کوشش کریں گے کئی سیل رواں ہیں جو اسے اپنی تند و تیز روانی میں بہانے کیلئے لف لائیں گے لیکن یہ ایک ایسی چٹان ہے جو مرورِ زمانہ سے مضبوط ہوگی اور مضبوط تر ہوگی۔ ایک صدی کے بعد دوسری صدی آئے گی **اور یہ روز و شب زمانہ کی ڈھلوان پر یونہی لڑھکتے رہیں گے!** ایک قوم کے بعد دوسری قوم اس صفحہ ہستی سے گزریگی اور اقوام کا سفر جادۂ حیات پر یونہی جاری رہیگا۔ لیکن ان بے ثباتیوں میں ایک آواز ہمیشہ گونجتی رہے گی، قومیں اسے سنتی رہیں گی اور اس سلسلہ میں شامل ہوتی رہینگی اور وہ آواز ہے۔ ع

منم مسیح ببانگ بلند مے گویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

خداتعالیٰ کی مشیت اور ہماری جدوجہد

لیکن ہم لوگ جنہیں خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کے عظیم الشان مقاصد یعنی اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن کے لئے منتخب کیا ہے۔ ہمیں اس سلسلہ کی فطرت اور اپنی **عظیم الشان ذمہ داریوں کا جائزہ** لینا چاہیئے۔ ورنہ ہمارے تساہل اور تغافل سے اللہ تعالیٰ کے کام رک نہیں جائیں گے۔ اس سلسلہ کے پھولنے اور پھیلنے کو ہمارا تساہل اور تغافل بھی روک نہیں سکتا۔ البتہ یہ تساہل اور تغافل ہمارے اپنے ہی لئے مضر ہے ہم اپنی کمزوریوں سے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر مبرم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر ہم خدا اور خدا کے دین کی نصرت کیلئے کوشش کریں گے۔ اور اپنے عملی قواء کو بروئے کار لائیں گے تو اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں اور جدوجہد سے بے نیاز ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہو کر ہی رہتا ہے اور ہمیں تو اس کا مفت میں اجر دیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ع

منت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست این بہر حالت شود پیدا

ہماری ذمہ داریاں

لیکن وہ عظیم الشان سلسلہ جس کے مقاصد اتنے عظیم الشان ہوں اس کے افراد کی ذمہ داریاں بھی عظیم الشان ہوا کرتی ہیں۔ ہم لوگ دنیا میں اسلام کو پھیلانا چاہتے ہیں یعنی ہم اسلام کی روحانی قوت سے **تمام دنیا کی مملکتوں کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں۔** اگر ہم لوگ محض ذہنی فردوس زریں میں آباد رہیں گے اور ہر وقت ہوائی قلعے تعمیر کرتے رہیں گے تو اتنا عظیم الشان کام کیسے ہوگا۔ یہ کام تو ضرور ہوگا لیکن ہم سے نہیں ہوگا بلکہ اس انعام کے وارث اور لوگ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہماری بجگہ ایک اور جماعت پیدا کریگا جو کہ اس انعام کی وارث ہوگی۔ کیونکہ انعامات ہمیشہ انہی کو دیئے جاتے ہیں جو کہ ان کے اہل ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم نے پہلے بھی جدوجہد کی ہے لیکن ابھی زبردست جدوجہد درکار ہے۔ آؤ ہم ایک زندہ اور فعال قوم کی طرح اٹھیں اور اکناف عالم میں اپنے جوش اور ایثار سے ایک زلزلہ ڈال دیں۔ ابھی چند دن ہوئے **حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ** نے عملی پروگرام جماعت کے سامنے رکھا ہے۔ وہ ہمارے سلسلہ کی عظمت کے لحاظ سے کوئی مشکل بات نہیں۔ بلکہ ہمارے مقصد کا ایک حصہ ہے اگر ہم اس پروگرام کو بروئے کار لے آئیں گے تو آئندہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ہم کارہائے نمایاں کرسکتے ہیں۔

دس ہزار کو تبلیغ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ میں اس وقت آپ کے سامنے ایک تجویز رکھنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس سال [illegible] آدمیوں کو زیر تبلیغ لائیں۔ ایک ہزار آدمی ایسا اٹھے جو سال بھر میں دس آدمیوں کو تبلیغ کرنے کی ذمہ داری لے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد محض لطف اندوز ہونے کیلئے نہیں ہے کہ صرف دس ہزار کے تصور سے ہم ایک ذہنی خوشی حاصل کرلیں۔ بلکہ تمام باہر کی جماعتیں ہیں ان کے منتظم اداروں کو چاہیئے کہ اس پروگرام پر فوراً عمل شروع کردیں۔ دوستوں کو اس کام پر لگا دیں ان کے کاموں کی ان سے رپورٹیں لیں اور وہ رپورٹیں مرکز میں بھجوائی جائیں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ کتنا کام ہو رہا ہے اور اس [illegible] کے مطابق [illegible] جماعتوں کو مرکز سے ہدایات پہنچتی رہیں۔ جب تک عملی جدوجہد نہ [illegible] اسوقت تک تبلیغ کا یہ پروگرام بروئے کار نہیں آسکتا۔ دوستوں کو [illegible] میں بہت جلدی کرنی چاہیئے۔ اور انہیں علم ہونا چاہیئے کہ سال میں [illegible] قریباً ڈیڑھ مہینہ گزر چکا ہے اور ابھی کام ہمارے کا سارا باقی ہے۔

دنیا کی زبانیں اور احمدی نوجوان

مجموعی جماعت کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو خاص طور پر خطاب کیا تھا اور فرمایا تھا:۔

"میں نے آگے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم میں سے **ہر ایک نوجوان دنیا کی ایک ایک** زبان کو اپنے لئے منتخب کرے اور دو سال، چار سال آٹھ سال دس سال اس کو خوب اچھی طرح سے سیکھے۔ تاکہ اس قابل ہو جائے کہ قرآن کو اس زبان میں ترجمہ کرسکے۔ قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہمارا فرض ہے۔"

ہمارے نوجوان دوستوں کو اس ارشاد پر فوراً عملی قدم اٹھا لینا چاہیئے کیونکہ جب تک یہ کام شروع نہ کیا جائیگا اس وقت تک یہ کام نہ ہوسکیگا ہمارے دوستوں کو اپنے روزمرہ اوقات میں سے ایک حصہ اس کام کے لئے وقف کر دینا چاہیئے اور جو نوجوان دوست اس کام کو شروع کر چکے ہیں وہ اپنے نام مرکز میں بھجوا دیں۔ تاکہ علم ہوسکے کہ کتنے دوستوں نے اس کام کو شروع کیا ہے اور اس کا بھی جائزہ لیا جاسکے کہ ہمارے دوستوں کے قلوب میں قرآن مجید کو دنیا کے دور افتادہ مقامات تک پہنچانے کی کتنی تڑپ ہے۔

جہانِ تازہ

اس سلسلہ کی ترقی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے بہت عظیم الشان وعدے ہیں اور خدا کے مامور کی پیشگوئی ہے کہ یہ سلسلہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ سو ہم لوگوں کو بھی منشاء الٰہی کا جزو بن جانا چاہیئے اور اپنی قوتوں کو حرکت میں لاکر اس امر کا ثبوت دینا چاہیئے کہ ہم دن رات اس بات کیلئے کوشاں ہیں کہ خدا تعالیٰ کی غرض پوری ہو اور یہ سلسلہ پھیلے اور پھولے۔ یہ سلسلہ تبلیغ سے بڑھ سکتا ہے اور اشاعت اسلام سے پھل اور پھول سکتا ہے۔ اگر ہم ہمت کریں تو دس ہزار کیا چیز ہے عزم بلند کے سامنے تو دس لاکھ اور دس کروڑ بھی کوئی شئے نہیں [illegible] انسان کے قلب میں قوت ایمانی کروٹیں لیتی ہے تو اس سے دنیا پر [illegible] کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور پہاڑوں کے سینے شق ہو جاتے ہیں۔ [illegible] اجتماعی قوت پر تاریخ انسانی شاہد ہے۔ دنیا پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ **چند مٹھی بھر خرستان کے رہنے والوں نے** سطوت روما کا [illegible] دیا تھا۔ اور چند **صحرا نشینوں** نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو [illegible] کر دیا تھا۔ تو ہم جو کہ مسیح محمدی کے متبع ہیں۔ ہم میں اگر [illegible] **جدید زمان و مکان** پیدا کرکے چھوڑینگے اور ہماری قوت ان کے کارناموں کو تاریخ انسانی میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو جماعت کے اس معیار پر پورا اترنے کی توفیق دے جس معیار کو خدا تعالیٰ کی مشیت نے قائم کیا ہے۔ آمین۔

شذرات

یہ مسلمان کو زیب نہیں دیتا

ایک ٹریکٹ مکتبہ جامعہ دہلی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جس کا نام ہے "مغلوں کا مدوجزر" لکھنے والے ایک صاحب خواجہ محمد شفیع صاحب نامی ہیں۔ اس میں "سلام" کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رقمطراز ہیں:-

"ایک بزرگ کھڑے ہوئے اور کہا وہ ذات واحد امل حد آخر ہے جس نے کُن (ہو جا) کہا اور ایک روح دوڑ گئی اور اس عالم اسباب کی تشکیل ہوئی"

یہاں "بزرگ" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگر کوئی ہندو لکھنے والا ہوتا تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور عظمت سے واقف نہیں۔ لیکن ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ محض ایک خاص طرز انشاء کی خاطر آنحضرت صلعم کا ذکر اس طرح کرے۔ اس سے اجنبیت ٹپکتی ہے۔

نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب فرنیچر

ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص دوست مستری محمد عبداللہ صاحب مقیم احمدیہ بلڈنگس لاہور نے "نیو آرٹ لکھنؤ" کے نام پر ایک کارخانہ جاری کیا ہے جس میں نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب فرنیچر اور دیگر اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔ مثلاً چائے دانی، کھانا کھانے کی گول میزیں، کرسیاں، ٹائم پیس کے خول، پھولدان، واش بیسن، کموڈ تصاویر کے فریم اور راکھدانیاں وغیرہ۔ یہ سب اشیاء سیمنٹ اور مار بل چپس سے تیار ہوتی ہیں اور نمونہ بھجوانے پر اس نمونہ کے مطابق چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ چیزیں اپنی بناوٹ میں نہایت ہی خوبصورت ہیں۔ جماعت کے اندر جو دوست بھی صنعت کا کام کریں احباب جماعت کو چاہئے کہ ان کی حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ ان کا کام فروغ پائے۔ اس سے اجتماعی زندگی پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جماعت مضبوط ہوتی ہے۔ وہ دوست جنہیں اس قسم کے فرنیچر کی ضرورت ہو جس کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ ضرور مستری صاحب مذکور سے یہ چیزیں تیار کرائیں۔ چیزیں خوبصورت اور پائیدار ہیں۔ تفصیلات کے متعلق مندرجہ ذیل پتہ سے دریافت فرمائیں۔

پتہ:- مستری محمد عبداللہ صاحب کوچہ ۱۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہندو ریاستیں اور مسلمان

ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کے حقوق کو جس بے دردی کے ساتھ پامال کیا جاتا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں اور اردو زبان کی جو درگت ہو رہی ہے وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں۔ گائے کی قربانی کے معاملہ میں قریباً ہر ہندو ریاست میں سخت ممانعت ہے۔ بڑودہ کی ریاست میں جو کہ ایک ترقی یافتہ ریاست ہے وہاں مسلمانوں کو ۳۰ فیصدی نمائندگی کے حقوق حاصل تھے وہ چھن کر صرف ۵ فیصدی رہ گئے ہیں۔ اسی طرح میسور بھی ایک روشن خیال ریاست خیال کی جاتی ہے۔ وہاں کی اسمبلی میں ۳۰۰ نشستیں ہیں جن میں سے مسلمانوں کو صرف ۳۰ دی گئی ہیں۔ کشمیر میں مسلمان ۹۰ فیصدی ہیں لیکن وہاں کے مسلمانوں کی حالت اچھوت اقوام سے بھی بدتر ہے۔ حقوق کی پامالی کو دیکھ ۔ ۔ ۔

مسلمانوں نے آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ قائم کی ہے جس کے صدر نواب بہادر یار جنگ ہیں۔ اس لیگ کا اجلاس ۱ر فروری کو دہلی میں ۔ ۔ ۔ ہوا ہے۔ خدا کرے کہ یہ لیگ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کیلئے کوئی خوشگوار فضا پیدا کر سکے۔

اشاعت اسلام سے تغافل

ہیرہ اخبار مؤرخہ ۶ر فروری ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:-

"کہ ایک لکھنؤ کے مشہور و معروف مسیحی مبلغ نے دفتر مسلم کلب نذر باغ لکھنؤ میں ۲۷ رجنوری ۱۹۴۱ء کو اسلام قبول کیا۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے تقریر میں فرمایا کہ میں ایک عمر اور پرانا مسیحی مبلغ ہوں۔ عیسائی مشنری کی حیثیت سے میں نے بہت سے مسلمانوں کو مرتد کیا۔ میں قرآن کریم کا مطالعہ نکتہ چینی کے خیال سے کیا کرتا تھا۔ تاکہ اس کے نقائص مسلمانوں پر واضح کردوں۔ لیکن قرآن مجید کے عمیق مطالعہ نے مجھ پر عجیب ساحرانہ اثر کیا ہے جسے میں اگر معجزہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ"

ایک زمانہ تھا کہ تبلیغ قرآن اور اشاعت اسلام ہر مسلمان کا شیوہ تھا اور اس کی برکت سے مسلمان دنیا میں ممتاز تھے لیکن آج غفلت کا یہ عالم ہے کہ کوئی ازخود اسلام اور قرآن مجید کا مطالعہ کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائے تو علیحدہ بات ہے لیکن مسلمان کچھ تبلیغ سے ایسے غافل ہیں کہ ان کا تغافل افسوسناک حد تک پہنچا ہوا ہے۔ جبکہ لوگ ازخود قرآن مجید کی تعلیم سے مسحور ہو جاتے ہیں۔ اگر مسلمان تبلیغ کو اپنا شعار بنائیں تو معلوم نہیں کیا عالم ہو۔ ایک دنیا خدا کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔

سانحہ ارتحال

مؤرخہ ۱۰ر فروری کو ابراہیم صاحب بٹ برادر عبدالشکور صاحب کارکن انجمن کی چھوٹی بچی جس کی عمر قریباً ایک سال تھی فوت ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور جلد نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

ضرورت ہے

ایک احمدی نوجوان کلرک کی ضرورت ہے جو دفتر میں اور ریکارڈ رکھنے کا کام کر سکتے ہوں۔ اگر کسی فرم یا تجارتی شعبہ میں کام کیا ہو تو ترجیح دی جائے گی۔

وہ نوجوان جو ملازمت کے متلاشی ہیں جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تفصیلات کے متعلق فوراً خط و کتابت کریں۔

قادیانی صحافت کی گل ریزیاں!

معاصر "الفضل" مؤرخہ ۵ر فروری ۱۹۴۱ء نے "مبائعین کے متعلق غیر مبائعین کا طرز عمل" کا عنوان قائم کر کے مقالہ افتتاحیہ رقم کیا ہے اور اس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر کہ "بے شک قادیانی دوست ہمیں بُرا کہتے ہیں۔ ہمیں بدترین قوم قرار دیتے ہیں دیتے رہیں۔ ہمارا طرز عمل ان کے ساتھ محبت و اخلاق اور مدارات کا ہی ہونا چاہئے" طنز کی ہے۔ اس میں معلوم نہیں کونسی بات تھی جو معاصر موصوف کو ناگوار معلوم ہوئی اور اس نے لکھا "اس بات کا اندازہ لگانے کیلئے کہ مبائعین اور غیر مبائعین کا ایک دوسرے کے متعلق طرز عمل کیا ہے ۔ ۔ ۔ آسان اور نتیجہ خیز طریق یہ ہے کہ گذشتہ ایک دو ماہ کی تحریریں دیکھ لی جائیں"۔

ہمارے خیال میں معاصر "الفضل" اس معاملہ میں ہمیں اظہار کے متعلق آمادہ نہ کرتا تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ اس سے قادیانی صحافت کی گل ریزیاں زیادہ نمایاں ہو جائیں گی اور ہمیں بھی ان "ارشادات" کا ذکر کرنا پڑے گا کہ جس کو بیان کرتے ہوئے خامہ خونچکاں ہے اور سینہ چھلنی۔ معاصر "الفضل" نے تو مختلف پرچوں کے اقتباسات دیئے ہیں اور پھر بھی اس کا مقصد حل نہیں ہوا لیکن ہم ایک ہی شاہکار کے اقتباسات درج ذیل کرتے ہیں اور فیصلہ معاصر "الفضل" پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ اس طریق عمل کو جس ہیبا نہ پر چاہے پرکھے اور ایسی دلآزار تحریروں پر ہمارے صبر و شکیب کی داد دے۔ اگر ایسے ہی الفاظ خدانخواستہ کسی اور صحیفہ کے کالموں پر شائع ہو جاتے تو شاید قادیانی صحافت بھبھوکا بن کے جل اٹھتی۔ لیکن ہمارے لئے وہ نام سکوت آموز ہے جس کی طرف آپ لوگ منسوب ہوتے ہیں۔ ع

سکوت آموز طول داستان درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے

"فاروق" مؤرخہ ۲۸ر نومبر ۱۹۴۰ء گل پاش ہے:-

۱۔ "یہ بالکل کذب بیانی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کو کتابیں لکھتے لکھتے دماغ میں بلڈ پریشر ہو گیا ہے تبھی تو بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اور خدا کے رسول کی تکذیب کر رہے ہیں (کیا انداز گفتگو ہے)

۲۔ تاسکہ پیغام پارٹی بلڈنگ کیلئے خدا تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس لاجواب بلڈنگ سے وہ وہ اشخاص پیدا ہوئے ہیں جو احمدیت کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اور آپ کے خاندان کے اور شعار احمدیت کے "خطرناک دشمن" ہیں۔

(سبحان اللہ تحریر کے کیا تیور ہیں)

۳۔ مسلمانوں سے بھی بڑھ چڑھ کر بدعات کا نمونہ دیکھنا ہو تو پیغام پارٹی بلڈنگس دیکھ لو۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اس خطرناک کمبخت سے۔ آمین۔ آمین آمین

۴۔ جس شخص کے منہ سے ایسے ناپاک اور گندے بدبودار فقرے نکلیں کیا اس کو ذرا بھی ایمانداری اور دیانتداری سے لگاؤ ہے؟

(یہ فقرہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے)

۵۔ مولوی محمد علی صاحب شرعاً قانوناً، اخلاقاً ایک بڑے مجرم ہیں۔ (مدیر الفضل ملاحظہ فرمائیں)

یہ شاہکار قریباً آج سے دو ماہ قبل کا ہے اور نمونتہ پیش ہے۔ اگر مدیر "الفضل" فرمائیں تو اور بھی بہت کچھ پیش کیا جا سکتا ہے

معاصر "الفضل" کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس تلقین پر کہ جماعت قادیان کو رفق و ملائمت سے خطاب کرنا چاہیے یوں تحریروں کا مقابلہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر وہ واقعی صمیم قلب سے نرمی اور آشتی کا حامی ہے تو اسے اس تلقین کی تائید کرنا چاہیے تھی نہ کہ مخالفت

مولوی ابوالعطا اللہ دتا صاحب سے میری گفتگو

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی)

اخبار "الفضل" مؤرخہ ۹ رفروری ۱۹۴۱ء میں مولوی ابوالعطا اللہ دتا صاحب جالندھری مبلغ سلسلہ احمدیہ قادیان کی طرف سے (جو اپنے نام کے ساتھ کبھی احمدی لکھنا مناسب نہیں سمجھتے) ایک مختصر سا نوٹ غیر احمدی مسلمانوں کے جنازہ کے متعلق چھپا ہے جس میں انہوں نے حسب معمول مبلغانہ کتر بیونت سے کام لیا ہے حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اول مولوی اللہ دتا صاحب اور بعض دیگر مبلغ صاحبان ۲۳ رجنوری ۱۹۴۱ء کو پھرتے پھراتے مسلم ٹاؤن جا پہنچے۔ اس کا مجھے بعد میں علم ہوا۔ چونکہ جب سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا ٹریکٹ "ہر قادیانی کو ثالث بننے کی دعوت" طبع ہوا ہے جس کا اب تک قادیانی جماعت سے باوصف بلند بانگ دعاوی کے کوئی معقول جواب شائع نہیں ہوا۔ میری خواہش تھی کہ ان کے سربرآوردہ مبلغین سے مل کر اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا جائے۔ اول اخی المکرم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن میو ہسپتال لاہور سے اس مسئلہ اور دیگر مسائل دربارہ نبوت کے متعلق وقتاً فوقتاً گفتگو ہوتی رہی مگر کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ آخر ڈاکٹر صاحب نے مجھے تحریک کی کہ میں ان کے ہمراہ قادیان جا کر خلیفہ صاحب کے روبرو ان مسائل کے حل کی کوشش کروں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا اور ۲۲ رجنوری ۱۹۴۱ء کو سٹیشن پر پہنچ کر ٹکٹ خرید کر عازم قادیان ہو گیا۔ ابھی گاڑی پلیٹ فارم سے روانہ نہ ہوئی تھی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی وہاں پہنچے اور انہوں نے فرمایا کہ شب گذشتہ کو قادیان سے ٹیلیفون آیا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب خود بنفس نفیس لاہور تشریف لا رہے ہیں اس لئے آج قادیان جانا بے سود ہوگا۔ چنانچہ ٹکٹ واپس کر کے بصد مایوسی واپس آنا پڑا۔ احمدیہ بلڈنگس پہنچنے پر معلوم ہوا کہ مولوی اللہ دتا صاحب بھی لاہور میں ہی تشریف رکھتے ہیں اور کچھ دن تبلیغ کے لئے قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں رقعہ لکھا گیا کہ وہ اگلے دن یعنی ۲۷ رجنوری ۱۹۴۱ء معہ ہمراہی مبلغان خود میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر چائے نوش فرمائیں اور ساتھ ہی ایک دعوتی درخواست بخدمت حضرت خلیفہ صاحب بذریعہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب بھیجی گئی۔ اس درخواست کا اب تک کوئی جواب نہیں ملا حالانکہ خلیفہ صاحب نے بسا اوقات غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے ہاں دعوتیں کھائی ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

یہ حالات تھے جن کے ماتحت ۲۷ رجنوری ۱۹۴۱ء کو مولوی ابوالعطا صاحب معہ تین کس دیگر مبلغین (جو میرے پہلے واقف نہیں تھے) میرے غریب خانہ واقعہ مسلم ٹاؤن پر بعد نماز عصر تشریف لائے اور مجھے مسجد مسلم ٹاؤن کے قریب ملے۔ اتفاق سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور سید اختر حسین گیلانی بھی شامل ہو گئے۔ پہلے مہمانوں کی چائے اور لوازمات کے ساتھ حسب مقدور تواضع کی گئی اس کے بعد مسائل مندرجہ بالا رسالہ مذکورہ بالا مؤلفہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ پر گفتگو شروع ہوئی۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مولوی ابوالعطا اللہ دتا جالندھری صاحب کی مبلغانہ رپورٹ جو اخبار "الفضل" ۹ رفروری ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی ہے اصل واقعات سے جو اس وقت پیش آئے کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ ۲۷ رجنوری ۱۹۴۱ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ سے مولوی اللہ دتا صاحب کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی اور اس سے قبل اگر کوئی بات چیت ہوئی تو مجھے اس کا علم نہیں۔ ہاں یہ میں ضرور کہوں گا کہ ایسے اہم مسائل کا راستہ پر چلتے پھرتے فیصلہ آسان نہیں۔ البتہ جو میرے مکان پر گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ صرف اس قدر تھا کہ آیا حضرت مسیح موعود نے اپنے "مخالف" کے جو برا نہ بولتا ہو جنازہ کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ اس کا مولوی اللہ دتا صاحب نے ابتداءً کچھ جواب نہیں دیا اور اپنی عادت کے مطابق جو قادیانیوں کی دوسری سرشت بن گئی ہے اصل سوال کو چھوڑ کر مسئلہ تکفیر اہل اسلام پر زور دیتے رہے۔ سوال تو صرف یہ تھا کہ اگر حضرت مسیح موعود نے اپنے "مخالف" کے "جو برا نہ بولتا ہو" جنازہ کی اجازت دی ہے تو کیا ایسی اجازت دینے کے بعد آپ نبی کہلا سکتے ہیں۔ اس کا مولوی صاحب کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ ادھر ادھر ٹالتے رہے جس پر مجھے مجبوراً کہنا پڑا کہ یہ تو دین کے ساتھ استہزا ہے۔ اس پر مولوی صاحب سیخ پا ہوئے اور کہنے لگے کہ ان کی توہین ہوئی ہے اور وہ مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتے اور اپنا بستہ اٹھا کر چل پڑے۔ از راہ ادب میں پھر بھی ان کے ساتھ ساتھ قریباً دو فرلانگ گیا۔ اس سفر کے دوران میں مولوی صاحب نے میرے سوالات کے جواب میں کہا کہ جس شخص یا اشخاص کے متعلق یہ فتویٰ حضرت مسیح موعود نے دیا تھا کہ:۔

"جو مخالف برا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے"۔

وہ مصدق تھے۔ اس پر میں نے سوال کیا کہ کیا "مصدق" اور "مخالف" ہم معنی الفاظ ہیں اس کا مولوی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ان حالات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب اس مسئلہ جنازہ کے متعلق جیسا کہ فتاوے حضرت مسیح موعود سے روشنی پڑتی ہے کچھ تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد ان کو کہاں سے یہ حق پہنچتا ہے کہ اخبار "الفضل" میں اس قسم کا نوٹ دیں۔ کیا مولوی صاحب میں یہ جرأت ہے کہ وہ ان باتوں کا جو میں نے لکھی ہیں حلفاً انکار کر سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان کے لئے مناسب تھا کہ ایسا گمراہ کن نوٹ "الفضل" میں نہ دیتے۔ "حقیقۃ الوحی" کے جن حوالجات کا مولوی صاحب نے اپنے نوٹ میں ذکر کیا ہے۔ افسوس ہے کہ دوران گفتگو میں ان میں کا ایک بھی پیش نہیں ہوا۔ اگرچہ مولوی صاحب کے پاس اپنے شوق تکفیر کو پورا کرنے کیلئے شاید اور کوئی ہتھیار ہی نہ تھا۔

غیر احمدی کے جنازہ

بن غازی پر برطانوی افواج کا قبضہ

جمعرات مورخہ ۶ر فروری کو برطانوی فوجوں نے بن غازی پر قبضہ کر لیا۔ یہ خوشخبری اچانک جمعہ کے دن یعنی ۷ر فروری کو ہندوستان میں پہنچی۔ اس سے قبل درنہ اور اپولانیا پر برطانوی افواج کے قبضے کے بعد صرف یہ خبریں آتی رہی تھیں کہ لیبیا میں برطانوی افواج کی پیشقدمی جاری ہے بن غازی کے قریب برطانوی فوج کے پہنچنے کی خبر بھی نہیں آئی کہ اچانک اس کے فتح ہو جانے کی خبر آگئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اطالویوں کو بھی برطانوی فوجوں کے آجانے کی خبر آخری دم تک نہیں ہوئی۔ اس وقت تک جو تفصیلات معلوم ہوئی ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ یہ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ اطالوی اپنا سامان جنگ برباد بھی نہ کر سکے بلکہ انہیں مقابلہ اور مدافعت کرنے کا موقع بھی نہیں ملا اور انہیں ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ گویا بن غازی کی فتح کی کہانی صرف ان چند لفظوں میں بیان کی جا سکتی ہے کہ برطانوی فوجیں آئیں اور انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا"۔

بن غازی کی فتح اس جنگ کی تاریخ میں زریں حروف سے لکھی جائیگی اور مؤرخ مصری اخبارات کے اس بیان کی تائید کریں گے کہ جنرل ویول فوجی جادوگر ہے جب سیدی بارانی سلوم کو پیرد یا اور باردیہ پر برطانوی فوجوں نے قبضہ کیا تھا تو جرمنوں نے اعلان کیا تھا اور اطالویوں نے ان کے اس بیان کی تائید کی تھی کہ ان مقامات پر برطانوی فوجوں کا قبضہ ہو جانے سے جنگ کا نقشہ نہیں بدل سکتا۔ جنگ کی صورت میں بن غازی پر قبضہ ہو جانے تک کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس اعلان کا یہ صاف مطلب تھا کہ محوری بن غازی پر جم کر مقابلہ کریں گے۔ مگر جنرل ویول نے درنہ کو سر کر لینے کے بعد ایک ایسی چال اختیار کی۔ اور آندھی اور بگولے کی رفتار سے بن غازی کی طرف پیش قدمی جاری رکھی کہ دشمن کو مزاحمت کا موقع بھی نہ دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ طبرق کو سر کر لینے کے بعد جنرل ویول نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ تو ساحل کے ساتھ ساتھ بن غازی کی طرف بڑھتا رہا۔ اور دوسرے حصے نے جنوب مغرب کی راہ اختیار کی اور لق و دق صحرا کو عبور کرتا ہوا عین اس وقت بن غازی کے سامنے پہنچ گیا جب مشرق کی جانب سے ساحل کے ساتھ ساتھ آنے والی برطانوی فوج بھی بن غازی کے قریب پہنچ گئی۔ اطالوی فوج کے لئے بھاگنے کیلئے کوئی راستہ نہ رہا۔ اور اگر بھاگتے بھی تو جاتے کہاں؟ لیبیا کے ساحل پر اس کے بعد آخری اطالوی چھاؤنی طرابلس میں ہے جو بن غازی سے ۴۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے یہی وجہ ہے کہ اطالوی زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کر سکے اور انہوں نے لڑنے یا بھاگنے کی کوشش کی بجائے ہتھیار ڈالنے میں عافیت جانی۔

ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ بن غازی میں کتنے اطالوی قیدی اور کس قدر اسلحہ جنگ برطانوی فوج کے ہاتھ آئے ہیں مگر بیان کیا جاتا ہے کہ عام حالات میں بن غازی میں ۳۰ ہزار فوج رکھی جاتی تھی۔ جنگ کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ کیا گیا تھا۔ بن غازی کے سر ہو جانے کے بعد سیرے نائیکا کا سارا علاقہ اٹلی کے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور اس علاقے میں ساری اطالوی فوج ختم ہو گئی ہے بہت سے مارے گئے۔ اور باقی سارے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اب طرابلس میں اطالوی فوج ہے۔ اس کی طرف بھی برطانوی فوج کی پیشقدمی جاری رہے گی۔ طرابلس پر قبضہ کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اول تو سارا بحیرۂ روم اس کے بعد برطانیہ کے لئے قطعی طور پر

۴۴ محفوظ ہو جائے گا۔ اور دوسرے اس لئے کہ اٹلی پر براہ راست ہوائی حملے کرنے کے لئے نہایت عمدہ ہوائی اڈے مل جائیں گے۔

کھلی چٹھی نمبر ۲

کیا تعریف نبوت میں تبدیلی ہوئی؟

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

مکرمی مولوی ابوالعطا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے آپ کی چٹھی مورخہ ۲/۱/۴۶ کی نقل پہنچ گئی ہے جس کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ آپ نے اپنی اس چٹھی کو اخبار الفضل مجریہ ۲۲ر جنوری میں چھپوا بھی دیا ہے۔ اس جواب میں آپ نے خواہ مخواہ ایک لمبی بحث کی ہے۔ ورنہ جب آپ مباحثہ کے لئے تیار رہیں تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔ مفصل جواب تو آپ کو ۱۳ر جنوری کو بھیج دیا گیا تھا۔ لیکن اخبار میں آپ کی چٹھی دیکھکر مختصراً بذریعہ اخبار جواب عرض کرتا ہوں جو حسب ذیل ہے:۔

(۱) مولوی صاحب اگر واقعی آپ کو جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان کو حکم بناکر میرے اور اپنے مباحثہ کا فیصلہ کرانا منظور ہے تو چلئے مجھے اور کسی حکم کی ضرورت ہی نہیں۔ جناب میاں صاحب حلف موکد لیکر اب سے جو فیصلہ دیں گے مجھے منظور ہوگا۔ آپ خود ہی جناب میاں صاحب کو اس منصب حکم کے منظور کرنے کیلئے رضامند کرسکتے ہیں۔ آپ کی جماعت کے امام یا کسی فرد جماعت کو حکم بننے کے لئے کہنا میرا کام نہیں ہے۔ یہ آپ ہی کا کام ہے

(۲) مسئلہ کفر و اسلام کو ایک مستقل بحث قرار دے کر پہلے اسی پر بحث کرنے سے انکار کر دینا اور یہ کہنا کہ نبوت کی بحث میں ضمناً اس مسئلہ پر بھی بحث ہو۔ یہ بھی انکار کا ایک طریقہ ہے۔ جناب میاں صاحب اس موضوع پر کبھی بحث کرنے کیلئے تیار نہ ہوں گے۔ بظاہر یہی کہیں گے کہ میں تیار ہوں مگر کسی نہ کسی شرط کے ماتحت گریز کی راہ اختیار کریں گے۔ حالانکہ یہی وہ مسئلہ ہے جس پر سب سے پہلے جماعت میں ۱۹۱۱ء میں اختلاف پیدا ہوا۔ ورنہ ظلی، بروزی یا مجازی نبوت کے تو ہم بھی قائل ہیں۔ ہاں ہم اسے محدثیت مانتے ہیں اور اس کا انکار کفر نہیں سمجھتے۔ آپ کو علم ہے کہ شملہ اور راولپنڈی میں یہ دونوں مبحث الگ الگ بحث کا موضوع تھے۔

(۳) مولانا! یہ تو آپ کو علم ہے کہ جب سرینگر میں شرائط مباحثہ طے ہوئی تھیں تو میں اور آپ دونوں ذاتی طور پر ہی اس مباحثہ کی تجویز کر بیٹھا لے تھے۔ اس لئے یہ مباحثہ انفرادی حیثیت میں ہی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مباحثہ کے فیصلے کا اثر میری یا آپ کی ذات تک ہی محدود ہوگا۔ فیصلہ کا مدار دلائل پر ہے۔ پس دلائل صادقہ خواہ انفرادی صورت میں بیان کئے جائیں یا بحیثیت نمائندہ قوم بہرحال ان کا اثر فریقین کے ہم خیالوں پر لازماً پڑتا ہے۔

مولوی صاحب! میں نے شروع میں ہی حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کے ثالث ماننے سے مدلل طور پر انکار کر دیا تھا۔ اب اگر آخری خط میں بھی وہی انکار رہے اور آپ کو ان کے حکم بنانے پر اصرار ہے تو آپ ہی مباحثہ کو التوا میں ڈالنے والے ہوں گے نہ کہ میں۔ میں نے تو تمام اعتراضات کو ختم کرنے کیلئے بارہا لکھا کہ حکم تین ہوں:۔

(۱) جناب خلیفہ صاحب قادیان

(۲) حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب

(۳) جناب مولانا غلام مرشد صاحب امام شاہی مسجد لاہور

اس طرح فیصلہ کا اثر بہت وسیع ہوگا۔ کیا آپ اس تجویز کو منظور فرمائیں گے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس صورت میں فریقین کے لئے مساوی حیثیت ہو جاتی ہے۔ میں نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ حضرت امیر کا فیصلہ مجھے منظور نہیں۔ یا وہ میرے نزدیک اس فیصلہ کرنے کے اہل نہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ بلکہ میں نے آپ کو یہ کھول کر لکھا ہے کہ حضرت مولانا کا فیصلہ تو یقیناً منصفانہ ہی ہوگا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کو میرا حکم نہ ماننا اور اس پر آپ کے جتنے اعتراضات ہیں۔ ان کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ مولانا سے میں نے تحریراً پوچھا کہ اگر مولوی اللہ دتا صاحب کسی طرح بھی مباحثہ کے لئے تیار نہ ہوں سوائے اس کے کہ آپ ہی کو حکم مانا جائے تو میرا ارادہ ہے کہ میں مولوی اللہ دتا صاحب کو پیچھے ہٹنے کا موقعہ نہ دوں اور ان کی یہ بھی پوری کر دوں۔ کیا آپ اس حالت میں حکم بننا منظور فرما لیں گے تو حضرت امیر نے جواب دیا کہ:۔

"جہاں تک ثالث بننے کا سوال ہے میں خود تو یہی پسند کرتا ہوں کہ مجھے ثالث نہ بنایا جائے۔ کیونکہ علاوہ اور مشکلات کے ایک مشکل یہ بھی ہے کہ مجھے اس پر وقت بہت صرف کرنا پڑے گا لیکن اگر مجھے ثالث بنا ہی لیا جائے تو قرآن شریف کے حکم کے مطابق واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل جو کچھ مجھے اس وقت صحیح نظر آئیگا اسی کے مطابق فیصلہ کر دوں گا"

(۱۲/۱/۴۶ کا مکتوب امیر جو میرے نام ہے)

آپ میاں صاحب کو خلیفۃ المسیح، فضل عمر اور مصلح موعود تک مانتے ہیں اور کوئی انسان روئے زمین پر اس وقت قادیانی حضرات کی نگاہ میں ویسا متقی اور مقرب الی اللہ بھی موجود نہیں ہے۔ پھر میں کیوں ایسے شخص کو حکم مان کر فیصلہ نہ لوں۔ تاکہ پھر آپ کو اپیل کرنے یا کسی عذر کے پیش کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

(۵ و ۶) میں تسلیم کرتا ہوں کہ جناب میاں صاحب کو ثالث ماننے کی صورت میں اگرچہ بہت بڑا فائدہ ہے۔ مگر ان کا فیصلہ جماعت احمدیہ لاہور پر کچھ زیادہ اثر نہیں ڈال سکتا۔ اس لئے بلکہ اس سے بہت بڑھکر مولانا محمد علی صاحب کا فیصلہ جماعت قادیانی پر جو بہت بڑی جماعت ہے کچھ اثر نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ واقعات سے ثابت ہے کہ آپ کی جماعت "عداوت محمود" کہکر ان کی سچی باتوں کو ہمیشہ رد کرتی چلی آئی ہے۔ اس نقص کو دور کرنے کیلئے ہی تو میں نے یہ لکھا تھا کہ ثالث تین ہوں:۔

(۱) جناب خلیفہ قادیان

(۲) امیر جماعت احمدیہ

(۳) مولانا غلام مرشد صاحب امام شاہی مسجد لاہور

تاکہ ایک غیر جانبدار اور دو مسلمہ لیڈران کا اتفاق رائے یا کثرت رائے کا فیصلہ سب پر حجت ہو۔ مگر آپ اس امر کو تسلیم ہی نہیں کرتے ایک دفعہ بھی آپ نے نہیں لکھا کہ مجھے یہ تجویز منظور ہے۔ کیا جناب اب اس تجویز کے متعلق رضامندی کا اظہار فرمائیں گے کیونکہ میری تجویز آپ کے تمام اعتراضات کو اڑا دیتی ہے۔

(۷ — ۹) مولوی صاحب! آپ نے میرے سامنے کہا کہ میاں صاحب کو آپ حکم مان کر بحث کیلئے تیار نہیں تو میں نے کب کہا تھا کہ میں بھی حضرت امیر کو حکم مان کر بحث کیلئے تیار نہیں ہوں۔ اب آپ جو چاہیں کہیں۔ مگر واقعہ تو یہی ہے۔ آپ کی جماعت کے تین معززین کو ثالث مان لینے سے میرے ذمہ کوئی الزام نہیں آسکتا۔ آپ خواہ مخواہ الزام لگا دیں تو آپ کی مرضی۔

(۱۰) حضرت امیر کی ذاتی رائے کچھ ہو۔ مجھے ان کو حکم نہ ماننے کا یہ سبب نہیں۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا فیصلہ خواہ کتنا ہی حق و صداقت سے پر ہو۔ آپ لوگ اسے عداوت محمود کہکر رد کر دیں گے۔ آپ خود سوچیں۔ کیا میاں محمود احمد صاحب یا چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب و چوہدری نعمت اللہ خان صاحب ریٹائرڈ سشن جج اور شیخ اعجاز احمد صاحب جج دہلی کوئی میرے ہم خیال نہیں۔ جو میں ان کو حکم مان کر فیصلہ کرانے کو تیار ہوں۔ اگر آپ جناب میاں صاحب یا ان دوسرے تینوں اصحاب کو حکم مان کر فیصلہ کیلئے تیار رہیں تو میں بھی خوشی سے باقی جھگڑوں کو چھوڑتا ہوں۔

(۱۱) وحی نبوت اور وحی ولایت یا محدثیت کے متعلق۔ پہلا چیلنج اب بھی قائم ہے۔ اگر آپ کو یہ گمان ہے کہ آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت اقدس نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہے تو میں اس بحث کے لئے بھی تیار ہوں۔ وحی نبوت غیر تشریعی تو وحی محدثیت کا دوسرا نام ہے۔ امتی نبی کی وحی کو تو وحی امتی نبوت کہہ سکتے ہیں اور یہ دوسرے لفظوں میں محدثیت ہی ہے۔

قادیانی دعوے

مولوی صاحب آپ لکھتے ہیں کہ:۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وحی وحی نبوت غیر تشریعی ہے۔ اگر جرأت ہے تو اس پر تحریری بحث کریں۔ مولانا آپ کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ رہی ہماری جرأت سو یہ تو آپ کو علم ہے کہ میں نے آپ کے لئے وحی نبوت کا دعویٰ ثابت کرنے کی صورت میں سو روپے کا انعام مقرر کیا تھا جسے آپ نے میرے مطالبہ کے مطابق تو آج تک وصول نہیں فرمایا۔ لیکن چونکہ اب آپ نے ایک دعویٰ اپنے لفظوں میں کیا ہے۔ آپ ابھی اس پر حکم مقرر کر کے مجھ سے ہی بحث کر لیں۔ اور اگر ہو سکے تو اپنی طرف سے میری طرح آپ بھی انعام رکھدیں تاکہ آپ کی جرأت کا حال ظاہر ہو جائے۔ انعام کی رقم آپ اپنی وسعت کے مطابق مقرر کر لیں۔

(۱۲) مولانا محمد علی صاحب تو میاں صاحب سے بحث کرنے کے لئے یہ کہہ رہے ہیں کہ:۔

"ہماری جماعت بطور پروٹسٹ یہ طریقہ اختیار کرے کہ جب تک میاں صاحب خود بحث کے لئے نہ نکلیں ہم کسی اور نمائندہ سے بحث نہیں کرینگے۔ ممکن ہے اس طرح پر میاں صاحب کو نکلنا پڑے" (۱۲/۱/۴۶ کا مکتوب امیر جو اس عاجز کے نام ہے)

اب آپ اگر چاہتے ہیں کہ مجھ سے انعامی مباحثہ سے بچ جائیں تو پہلے آپ میاں صاحب کو حضرت امیر کے مطالبہ کے مطابق تیار کیجئے۔

(۱۳ و ۱۴) آپ غیر احمدی علماء کو ثالث ماننے سے بری طرح گریز کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی تو آپ کی طرح حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت ہی کہتے ہیں اور آپ مناظروں میں فخریہ کہا کرتے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت کے منکر صرف پیغامی ہیں۔ ورنہ تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ مسیح موعود نبی اللہ ہے لیکن جب اہل اسلام کے علماء کو حکم مقرر کرنے کا سوال

(باقی صفحہ کالم ۳ پر)

تاریخ اسلام

عفو اور درگذر کی نادر ترین مثال

(از مولوی عبدالرشید صاحب عباسی مبلغ سندھ)

عفو اور درگذر کی صورت اس وقت زیادہ نمایاں ہوتی ہے جبکہ ایک طرف سوائے بیکسی اور نکبت کے کچھ نہ ہو اور دوسری طرف سلطنت اپنے تمام سامان سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ اس قسم کی بلند اخلاقی آپ کو سوائے اسلامی تاریخ کے کہیں اور نظر نہ آئیگی۔ آج کی مجلس میں، میں آپ کے سامنے ایک اولوالعزم، صاحب سطوت شاہ اسلام کی عبرت انگیز نظیر اخلاق عالیہ کے سلسلہ میں پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ تعالےٰ نامور ان اسلام کے کارنامے کبھی کبھی آپ کے سامنے ذکر کرتا رہوں گا۔

مامون الرشید کا مرتبہ علمی حیثیت سے سب خلفائے بنی عباس سے زیادہ بلند ہے اور علم و ملکیت کے تضاد کی عجیب ترین مثال یہ ہے کہ ابتدائے سلطنت میں پہلے امین ان کا مقابل ہوا اور اس کے بعد ان کا چچا ابراہیم بن مہدی۔ مامون کے ہاتھ پر جب بیعت ہو گئی تو ابراہیم رے کی طرف بھاگ گیا۔ اور مدعی خلافت بنا۔ دو سال تک مامون نے اس سے اس امید پر چشم پوشی کی کہ وہ اپنی غیر معمولی لغزش کو دیکھ کر خود ہی آستانہ خلافت پر حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوگا۔ مگر باوجود بے سروسامانی کے ابراہیم واپس نہ آیا۔ اب مامون کو یقینی طور پر خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ جمعیت بڑھا کر فتنہ کا باعث نہ بن جائے۔ اس لئے اس کے استیصال کے لئے خود مامون ایک لشکر جرار لیکر جانب رے روانہ ہوا۔ مگر ابراہیم کے پاس سوائے درماندگی اور بے سروسامانی کے دھرا ہی کیا تھا کہ وہ مقابل پر اڑتا۔ وہ اپنی جان بچا کر بغداد کی طرف چلا گیا۔ مامون نے گرفتاری کیلئے ایک لاکھ دینار کی رقم کثیر بطور انعام مقرر فرمائی۔ جب ابراہیم کو اس کا علم ہوا تو اس نے ایک جگہ رہنا مناسب خیال نہ کیا۔ خود ان کا بیان ہے کہ ایک دن اپنی جان کے خوف سے میں بیحد پریشان ہو کر جگہ تبدیل کرنے کیلئے نکلا تو ایک بند کوچہ میں داخل ہو گیا۔ اب وہاں سے واپسی ناممکن تھی۔ اتفاقاً گلی میں ایک حجام سامنے آ گیا جس نے اس سے کہا کیا تم مجھے تھوڑی دیر کے لئے اپنے پاس چھپا سکتے ہو؟ اس نے نہایت ہی تعظیم وادب سے دروازہ کھول دیا اور مجھے عزت و احترام سے بٹھایا اور خود باہر چلا گیا۔ اس کے باہر جانے پر مجھے شبہ ہوا کہ کہیں اس نے پہچان ہی نہ لیا ہو اور پولیس کو اطلاع دینے نہ گیا ہو۔ میں وہاں سے بھاگ جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ وہ عمدہ کھانا اور پھل لیکر آ گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور بھوک کی وجہ سے نہایت رغبت سے کھانا کھایا۔ فراغت کے بعد حجام نے دست بستہ مودبانہ طریق پر عرض کیا۔

جناب اگرچہ یہ میرے لئے بہت ہی گستاخی کی بات ہے کہ میں آپ سے گانے کی درخواست کروں۔ لیکن اگر حضور خود غلام سو نفرماویں تو آپ کی عالی ظرفی ہے۔ میں ابھی تک سمجھے ہوئے تھا کہ حجام نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں نے کہا کہ نہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ میں گا بھی سکتا ہوں۔ اس نے جواب دیا سبحان اللہ کیا آپ ابراہیم نہیں کہ جن کی گرفتاری کے لئے مامون نے ایک لاکھ دینار مقرر کیا ہے۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس کی اور قدر بڑھ گئی کہ باوجود پہچاننے کے اس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور حرص و آز اس پر غالب نہ آئی۔ میں نے اس کی خواہش کو رد کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے اہل و عیال کے فراق میں یہ شعر گائے ؎

وعسى الذی اهدى ليوسف اهله
واعزه فی السجن وهو اسير
ان يستجيب لنا ويجمع شملنا
والله رب العالمين قدير

ترجمہ:۔ امید ہے کہ جس ذات نے یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں عزت بخشی اور پھر ان کو اہل و عیال سے ملایا [illegible] ہماری دعا [illegible] کو بھی قبول کریگا اور ہمیں بھی آپس میں ملائے گا۔ وہ خدا [illegible] پروردگار عالم ہے۔

اس کے بعد حجام نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو۔ تو میں بھی کچھ عرض کروں۔ میں نے کہا ضرور۔ حجام نے گانا شروع کیا:۔

شكونا الى احبابنا طول ليلنا
فقالوا لنا ما اقصر الليل عندنا

ہم نے احباب سے شب ہجراں کی درازی کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ ہمارے یہاں تو رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔

وذالك لان النوم يغشى عيوننا
سريعا ولا يغشى طميماً لقلبنا

یہ اس لئے کہ نیند آنکھوں کو جلد بند کر سکتی ہے۔ مگر دل کے سوز و تپش کو بند نہیں کر سکتی۔

اذا ما دنى الليل المضر بذى الهوى
جزعنا وهم يستبشرون اذا دنا

جب تکلیف دہ رات (میرے جیسے) عاشق کے پاس آتی ہے تو ہم غمگین ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس جاتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

فلو انهم كانوا يلاقون مثل ما
نلاقى لكانوا فى المضاجع مثلنا

اور اگر انہیں بھی وہ غم لاحق ہوتا جو ہمیں لاحق ہے تو ان کی رات بھی بستر پر کروٹیں بدلتے ہی گذرتی۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اس کا گانا سن کر بہت خوش ہوا۔ اور ایک دفعہ تو میرے دل سے بار غم اٹھ گیا۔ بچے کھچے دینار ایک تھیلی میں میرے پاس موجود تھے وہ تھیلی کی تھیلی میں نے اس حجام کی طرف پھینک دی اور وداع ہونے کیلئے تیار ہو گیا۔ اس نے نہایت ادب سے کہا۔ اگرچہ میں اپنی حیثیت سے بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا ہوں مگر اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس ہمنشینی کی قیمت لوں گا جس کا شرف آپ نے مجھے بغیر استحقاق کے عطا فرمایا۔ تھیلی مجھے واپس کر دی اور نہایت ہی یقین آمیز لہجہ سے کہا۔ اگر آپ نے دوبارہ مجھے انعام لینے پر مجبور کیا تو میں خودکشی کر لونگا۔ ابراہیم کیلئے اب سوائے خاموشی کے کوئی صورت ہی نہ تھی اور چپ چاپ تھیلی اٹھا کر چلدیئے۔ ابھی دروازے تک ہی گئے تھے کہ حجام نے کہا کہ جناب میرے خیال میں اس سے بہتر چھپنے کی جگہ آپ کو نہیں مل سکیگی۔ آپ اگر کچھ اور قیام فرماتے تو بہتر تھا۔ ابراہیم نے کہا اگر تم اس تھیلی سے خرچ کرنے دو تو اس شرط پر میں ٹھہر جاؤنگا۔ لہٰذا اس نے آمادگی کا اظہار کیا۔ اور ابراہیم چند دن اس کے یہاں مقیم رہا۔ مگر اس بیچارے آدمی نے تھیلی میں سے ایک پیسہ بھی خرچ نہ کیا۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۶)

آتا ہے تو مولوی صاحب کوسوں بھاگتے ہیں۔ کیا یہی کوئی انصاف کا طریقہ ہے۔

عقیدہ کی صحت اور عدم صحت پر دلائل کا فیصلہ کئے بغیر [illegible] ممکن ہے کہ کوئی ثالث انعام کا فیصلہ کر سکے۔ اس لئے بار بار آپ یہ نہ کہیں کہ فیصلہ کا تعلق عقیدہ سے نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ہم ثالث کے فیصلہ پر اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے تاوقتیکہ ہمارا ضمیر اس فیصلہ کو صحیح تسلیم نہ کرے۔

مولانا صاحب! آپ کی تمام باتوں کا جواب دینے کے بعد آخر پر یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے ٹریکٹ میں شائع کردہ نبی کی تعریف نبوت پر مجھ سے بحث کر لیں۔ کیونکہ اس ایک سوال کے حل ہو جانے سے آپ کی اور ہماری بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بیشک ثالث ہوں گے۔ خواہ جناب میاں صاحب اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا غلام مرشد صاحب کو حکم مان لیں یا قادیانی جماعت میں سے میرے پیش کردہ تین آدمی اور یا غیر احمدیوں میں سے میرے پیش کردہ علماء میں سے تین علماء کو جنہیں آپ چاہیں ثالث مان لیں۔ اور اگر یہ تمام تجاویز پسند نہ ہوں تو آپ صرف جناب میاں صاحب کو ہی حکم مان لیں اور خود ہی انہیں اس کے لئے راضی کر لیں۔ والسلام۔

قومی ... کی قوم یعنی [illegible] از راہ مہربانی جلدی اس طرف متوجہ ہوں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بموجب کہ ہر ایک نوجوان دینی کام ایک زبان کو سیکھنے کے لئے منتخب کرے ... جماعت احمدیہ کے نوجوانوں نے عمل شروع کر دیا ہوگا۔ وہ دوست جنہوں نے اس ضمن میں ابھی تک کوئی [illegible]

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

عوام کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء کے بعد ملکہ وکٹوریہ کی تصویر والے روپے اور اٹھنیاں [illegible] رہی گئے۔ البتہ مزید چھ ماہ تک یعنی ۳۰ ستمبر ۱۹۴۱ء تک سرکاری خزانوں اور ڈاکخانوں میں انہیں قبول کیا جائے گا۔ اس [illegible] اطلاع ثانی صرف بمبئی اور کلکتہ میں ریزرو بینک آف انڈیا [illegible] اجراء میں ہی قبول کئے جاسکینگے۔ اس لئے ان لوگوں کو [illegible] وکٹوریہ کی تصویر والے روپے اور اٹھنیاں [illegible] جلد انہیں ادائیگی کے لئے پیش کریں۔ (لاہور مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۴۱ء)

مردم شماری کیلئے ضروری ہدایات

ذیل میں مردم شماری کے متعلق چند ضروری معلومات درج کی جاتی ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ۲۶ فروری سے پہلی مارچ تک آپ کو کس طرح کام کرنا چاہئے۔

(۱) شہروں اور قصبات (یعنی جس جگہ میونسپل کمیٹی موجود ہو) میں مقامی کمیٹی کا صدر مردم شماری کا چارج سپرنٹنڈنٹ ہوگا۔ اس کے ماتحت بہت سے سپروائزر ہوں گے۔ اور ان کے ماتحت شمار کنندگان (منشی) ہوں گے۔ ایک ایک منشی کے ذمہ ... اسّی سے لیکر ایک سو تک گھر ہوں گے۔ ان تمام گھروں میں رہنے والوں کے نام بھی منشی لکھے گا

(۲) دیہاتی علاقوں میں مردم شماری کا کام مقامی افسر مال کے ماتحت ہوگا۔ گرداور تحصیلدار کو چارج سپرنٹنڈنٹ ہوں گے اور ان کے ماتحت حلقہ کے پٹواری سپروائزر ہوں گے۔ پٹواریوں کے ماتحت شمار کنندگان منشی ہوں گے۔ ہر ایک منشی کے ذمہ ایک سو تیس سے لیکر ایک سو پچاس تک گھر ہوں گے۔ ان تمام گھروں میں رہنے والوں کے نام بھی ایک منشی لکھیگا

(۳) ۲۶، ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء کے تین دنوں میں ان لوگوں کے نام مردم شماری کے کاغذات میں درج کئے جائیں گے جو گھروں میں رہتے ہیں اور مستقل سکونت رکھتے ہیں۔ ہر گھر کی عمومی آبادی درج کی جائے گی۔ خواہ کوئی شخص عارضی طور پر گھر سے باہر چلا گیا ہو۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ جو شخص ان تین دنوں میں باہر جانا چاہے۔ اپنا نام پہلے درج رجسٹر کرالے۔

(۴) یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو ان لوگوں کے نام درج رجسٹر ہوں گے جو کہیں مستقل سکونت نہیں رکھتے۔ یا کسی ہوٹل یا سرائے وغیرہ میں مقیم ہوں۔ اس دن فقیروں، خانہ بدوشوں، بازاروں میں اور ادھر ادھر سونے والوں کے نام بھی درج رجسٹر کئے جائیں گے۔ کوشش کی جائے کہ آپ کے گرد ایسے تمام لوگوں کے نام درج رجسٹر ہو جائیں۔

(۵) آپ معلوم کرلیں کہ آپ کے محلہ یا گاؤں میں مردم شماری کیلئے کون کون سے شمار کنندہ (منشی) مقرر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ہر شمار کنندہ (منشی) کے علاقہ میں تین تین مستعد مسلمانوں کی ایک کمیٹی بنا دیں۔ اس کمیٹی کا فرض ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو مردم شماری کی حقیقت سے آگاہ کرے اور متعلقہ معلومات بہم پہنچائے۔ ۲۶، ۲۷، ۲۸ فروری کو ہر مسلمان کے گھر پہنچکر اس کے گھرانے کے تمام افراد کے نام اور دیگر معلومات مردم شماری کے کاغذات میں درج کرائے۔ لیکن اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ کوئی شخص شمار کنندگان (منشیوں) کے کام میں مداخلت نہ کرے۔ یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو ایسے تمام لوگوں کے نام درج رجسٹر کرائے جائیں جو کہیں مستقل سکونت نہیں رکھتے۔

(۶) اگر آپ کو کسی قسم کی جائز شکایت شمار کنندگان (منشیوں) سے پیدا ہو تو فوراً سپروائزر متعلقہ یا چارج سپرنٹنڈنٹ کو مطلع کریں تاکہ شکایت کا ازالہ ہو سکے اور کسی ایک بھی بچے، نوجوان، بوڑھے مرد، عورت، تندرست، بیمار، امیر، فقیر اور مسافر کا نام مردم شماری کے کاغذات میں درج ہونے سے رہ نہ جائے۔

(۷) ہر شخص کے متعلق شمار کنندگان (منشی) بائیس سوالات پوچھیں گے جن کے جوابات صحیح درج کرانے چاہئیں۔ یہ سوالات درج ذیل کئے جاتے ہیں، مذکورہ بالا کمیٹیوں کا اور ہر مسلمان لکھے پڑھے کا فرض ہے کہ یہ سوالات ہر مسلمان کو سمجھا دے تاکہ اس موقع پر ہر شخص آسانی سے جواب دے سکے۔

یاد رکھئے کہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ فروری اور یکم مارچ ۱۹۴۱ء میں ہماری زندگی کے چار اہم ترین دن ہیں۔

سوالات

(۱) نام
(۲) جنس (عورت یا مرد)
(۳) نسل۔ قوم یا ذات
(۴) مذہب
(۵) شادی شدہ، غیر شادی شدہ، رنڈوا، بیوہ یا متعلقہ
(۶) عمر
(۷) شادی شدہ عورت کے ہاں پیدا شدہ بچوں کی تعداد اور ان میں کتنے زندہ؟
(۸) عورت کی عمر اس کے پہلے بچہ کی پیدائش کے وقت۔
(۹) کیا آپ کا گزارہ کلاً یا جزواً کسی دوسرے پر منحصر ہے؟
(۱۰) اگر ایسا ہے تو جس پر آپ کے گزارے کا حصر ہے۔ اس کا ذریعہ معاش کیا ہے؟
(۱۱) کیا آپ نے (الف) تنخواہ دار، اسسٹنٹ (نائب)
(ب) کنبے کے لوگ اپنے کام پر لگائے ہوئے ہیں۔ اگر ہیں تو کتنے؟
(۱۲) کیا آپ بارو زگار ہیں؟
(۱۳) اگر نہیں۔ تو کیا آپ روزگار کی تلاش میں ہیں۔ اگر تلاش میں ہیں تو کب سے؟
(۱۴) ذرائع معاش بترتیب اہمیت۔
(نوٹ) جن نے سوال نمبر ۹ کے آگے جزواً متوسل یا سوال نمبر ۱۴ کے آگے کوئی امدادی ذریعہ معاش درج کرایا ہو۔ اسے دریافت کریں
(۱۵) کیا یہ ذریعہ معاش سال بھر رہتا ہے اگر نہیں تو سال میں کتنا عرصہ؟
(۱۶) اگر آپ کسی دوسرے کے پاس ملازم ہیں تو آپکے مالک کا کیا کاروبار ہے؟
(۱۸) مادری زبان کیا ہے؟[1]
(۱۹) دیگر ہندوستانی زبانیں جو آپ عموماً استعمال کرتے ہیں۔
(۲۰) کیا آپ لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اگر لکھ سکتے ہیں تو کون سے رسم الخط میں؟ کیا آپ صرف پڑھ سکتے ہیں؟
(۲۱) تعلیم کہاں تک ہے جو امتحان پاس کیا ہے۔ بتلائیے؟
(۲۲) کیا آپ انگریزی لکھ پڑھ سکتے ہیں؟

(ماخوذ)

[1] ہر ایک احمدی اپنی زبان اردو لکھائے۔

طلباء کالج کے والدین سے ضروری درخواست

(از جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

آجکل ایک زبردست زہریلی ہوا دنیا میں چل رہی ہے۔ ہر طرف مادہ پرستی اور دہریت کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ ان حالات میں اشد ضروری ہے کہ ہم اپنے پیارے بچوں اور اولادوں کو اس سم قاتل کے اثرات سے بچائیں۔ بدقسمتی سے یہ فضا کالجوں میں بڑی سرعت کے ساتھ پیدا ہو رہی ہے اس کی روک تھام کے لئے ہماری انجمن خاص انتظام کر رہی ہے اور اس غرض کے لئے ایک خاص نظام بنایا جا رہا ہے۔ اس کو کامیاب بنانے کے لئے تمام نوجوانوں کے والدین سے درخواست ہے جو لاہور کے کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں کہ وہ اپنے اپنے بچوں کے نام اور مفصل پتوں وغیرہ سے خاکسار کو مطلع فرمائیں۔ مندرجہ ذیل کوائف درکار ہیں۔

(۱) نام طالب علم
(۲) نام کالج
(۳) کلاس یعنی درجہ
(۴) ولدیت
(۵) رہائش

نوٹ:۔ امید ہے احباب جماعت اس طرف فوری توجہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ والسلام

خاکسار عبد اللہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (لعہ)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۰ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ فروری سنہ ۱۹۴۱ء — نمبر ۱۰

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ضرورت الہام

اے در انکار ماندہ از الہام
از خدا رُو بخویش آوردی
تا نہ کس عبر زخویشتن ناید
تا نہ بر فرقِ نفس پا بزنی
ہر کہ شُد تابع کلام خُدا
از خود و نفس خود خلاص شدہ
برتر از زنگ ایں جہان گشتہ
ما اسیرانِ نفسِ امّارہ،
تا میاں بست وحیٔ حق برشاد
نہ شود از تو کار ربّانی؛
تو و علم تو ما و علم خُدا
آں یکے رانگار خویش بہ بر
آں یکے ہم نشیں بماہ رُوئے
آں یکے کام یافتہ بہ تمام
عارت آید ز عالمِ اسرار
ہمہ کارِ تو ناتمام افتاد

کرد عقلِ تو عقل را بدنام
ایں چہ آئین وکیش آوردی
رازِ توحید را چہ سان یابد
کے بہ پاک وپلید فرق کُنی
رست از اتباعِ حرص و ہوا
ہبطِ فیضِ نورِ خاص شدہ
آنچہ ناید بوہم آں گشتہ
بے خدائیم سخت ناکارہ
اے بسا عقدہائے ما کہ کُشاد
آسیائے تہی چہ گردانی
فرق بیں از کجاست تا بکجا
دیگرے چشم انتظار بہ در
دیگرے ہرزہ گرد در کوئے
دیگرے سوختہ بفکرت کام
خود ز خود دم زنی نہے پندار
وہ چہ کارت بعقلِ خام افتاد

(براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۶)

چالیس نفوس کی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت

نوٹ: مندرجہ ذیل اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ عالیہ میں شمولیت کی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔

۱۔ عطا محمد صاحب۔ جموں۔
۲۔ شیخ عبدالکریم صاحب۔ بمبئی۔
۳۔ عبدالرحمٰن صاحب۔ لائل پور
۴۔ غلام احمد صاحب، وزیر آباد
۵۔ عبدالحمید صاحب " "
۶۔ عبدالرشید صاحب "
۷۔ حمید اللہ صاحب " "
۸۔ فضل حسین صاحب " "
۹۔ محمد منیر صاحب لاہور
۱۰۔ ملک حق نواز صاحب مگھیانہ
۱۱۔ میاں نعمت علی صاحب جھنگ
۱۲۔ شیخ قادر بخش صاحب "
۱۳۔ میاں جمعہ صاحب "
۱۴۔ رفیع اللہ صاحب ضلع ہزارہ
۱۵۔ غلام حیدر صاحب کسم سر
۱۶۔ محمد نواز صاحب "
۱۷۔ میر باز صاحب "
۱۸۔ احمدین صاحب "
۱۹۔ بہادر علی صاحب "
۲۰۔ چراغ الدین صاحب "
۲۱۔ سوہنا صاحب کسم سر
۲۲۔ غلام رسول صاحب "
۲۳۔ سردار محمد صاحب "
۲۴۔ نور محمد صاحب "
۲۵۔ قاسم علی صاحب "
۲۶۔ چراغدین ولد کرم دین صاحب کسم سر
۲۷۔ غلام قادر صاحب
۲۸۔ اسماعیل صاحب
۲۹۔ سوہنا صاحب
۳۰۔ عبدالغنی صاحب
۳۱۔ غلام محمد صاحب
۳۲۔ مہر اران بی بی صاحبہ
۳۳۔ اسماعیل صاحب ولد عبداللہ صاحب
۳۴۔ محمد اکبر صاحب
۳۵۔ زینب بی بی صاحبہ
۳۶۔ بابا جیون محمد صاحب
۳۷۔ علی محمد صاحب
۳۸۔ عبدالحمید صاحب
۳۹۔ غلام حسین صاحب لاہور
۴۰۔ لال دین صاحب، میاں چنوں

(جائنٹ سکرٹری ۴۱-۲-۱۵)

ہمارا اس سال کا پروگرام

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳۱ جنوری سنہ ۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ
اسی شیوع میں درج ہے سب اصحاب سلسلہ نہایت غور سے مطالعہ فرمائیں

ہمارا ماضی، حال اور مستقبل

(از جناب شیر محمد صاحب اختر)

چودھویں صدی کے آغاز میں مسلمان قوم پر انحطاط اور ادبار کا زمانہ تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ ہندوستان میں عجیب ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان جبلی طور پر (Instinctively) محسوس کر رہا تھا کہ وہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔

سلطنت مغلیہ کا زوال ہو چکا تھا۔ عیسائیت کے مبلغین غول در غول مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ سلطنت کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا۔ مسلمانوں نے ان سب باتوں کو دیکھا وہ تلملا اٹھے۔ درد دل رکھنے والے لوگوں نے اپنی اپنی بساط اور سمجھ کے مطابق طریقے سوچے۔ سید اسمٰعیل شہید کا جہاد آغاز تھا۔ غدر انجام۔ دونوں میں مسلمانوں کو ناکامی ہوئی۔ اسی زمانے میں جمال الدین افغانی جیسے بزرگ نے ایک تحریک پیدا کرنی چاہی۔ وہ مسلمانوں کی سیاست کا تحفظ چاہتے تھے۔ مصر میں بھی مسلمانوں میں حرکت پیدا ہو چکی تھی۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی اس پستی کا حل سوچا۔ اسی دور میں آریہ سماج کی تحریک پیدا ہوئی۔ جس نے مسلمانوں کو اور بھی سراسیمہ کر دیا۔

غرض یہ ایک زمانہ تھا کہ اسلام پر چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا ان کی سیاست اور ایمان دونوں جا رہے تھے۔ اس حملہ سے بچاؤ کے جو طریقے سوچے گئے وہ سب ناکام ثابت ہو چکے تھے۔ اس مایوسی کے عالم میں خداوند کریم نے ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ وہ ایک خاص پیغام لیکر آئے۔ آپ نے مسلمانوں کی اصل مرض کا علاج پیش کیا۔ . . . . . وہ علاج تھا قرآن کریم کی طرف رجوع۔ مسلمانوں میں دو زبردست بیماریاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک تو ان میں زندہ خدا پر ایمان نہ تھا۔ دوسرے وہ قرآن کو بھول چکے تھے۔

تاریکی میں یکایک طلوع آفتاب نے طلبگاران حق کے دلوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ وہ اس روشنی کی طرف والہانہ طور پر بڑھے۔ وہ آفتاب صرف خود ہی روشن نہ تھا۔ بلکہ اس نے دوسروں کے سینے روشن کر دیئے۔

ہمارے حضرت مسیح موعود نے دشمنان دین کے حملوں کا ایسا جواب دیا کہ آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے کہ وہی دشمن جو دندناتے پھرتے تھے۔ آج ان کا نام و نشان تک نہیں۔ حضرت مسیح موعود قرآن مجید لیکر اٹھے تھے۔ مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد کرایا۔ خدا نے آپ کو وہ علم قرآن عطا فرمایا کہ دوست و دشمن سب قائل ہو گئے۔ وہ سلطان القلم تھے، علم و فضل کے دریا جو حضرت کی قلم سے پھوٹ کر بہے ان کی مثال اسلامی تاریخ میں کم ملے گی۔

خادمان حضرت مسیح موعود پر ایک ایسا نازک وقت آیا کہ قادیان کی فضا مکدر ہو گئی۔ جس روگ کو ہمارے حضرت دور کرنے آئے تھے وہ خود اپنے آپ کو لگا لیا گیا۔ ہمارے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے ذریعہ ختم نبوت کو ثابت کرتے رہے اور اپنے آقا و مولا حضرت محمد صلعم کی صفات بیان فرماتے رہے۔ لیکن افسوس کہ چند دوست نما دشمنوں نے ہمارے حضرت کو ہی مقام نبوت پر لا کھڑا کیا۔

یہ ایک ابتلا کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں ہمارے ۔۔ بزرگ وہاں سے دیدہ پرنم اور دل حزیں لیکر نکلے۔ وہ اپنے محبوب کی بستی کو چھوڑ رہے تھے۔ وہ اس عمارت کو جسے انہوں نے اپنے خون اور پسینے سے تیار کیا تھا نااہل لوگوں کے سپرد کر رہے تھے۔ ذاتی غرض کیلئے نہیں۔ بلکہ اصول اور اسلام کی خاطر۔

ہجرت مبارک ثابت ہوئی۔ قادیان سے لاہور آنیوالے بزرگ اپنے ساتھ ایک ورثہ لیکر آئے اور وہ قلم تھا۔ "سلطان القلم" کا علم انہیں میراث میں ملا۔ اس علم کو سینوں میں دبائے وہ لاہور کے ایک گوشے میں جمع ہوئے۔ بے سروسامانی کا عالم تھا لیکن دل عرفان الٰہی اور علم قرآن سے لبریز۔ انہیں زندہ خدا پر یقین تھا۔ تحریک احمدیت کی مرکزیت کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ یہ ہے ہمارا ماضی۔

تحریک احمدیت ایک خاص نقطہ نگاہ کو پیش کرتی ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی جو تصویر تحریک احمدیت سے قبل دنیا میں موجود تھی وہ نہایت مایوس کن تھی۔ اپنوں نے افراط سے کام لیکر اسرائیلیات کا ایک انبار دین میں داخل کر دیا۔ ایسی ایسی بے تکی ہانکیں کہ خدا کی پناہ۔ عیسائیت کے مبلغوں نے اپنی روایات کی بنا پر اسلام کی تصویر تیار کرنی شروع کی۔

سیاسی اور مذہبی زوال کے باعث مسلمان ایک ایسے بھنور میں پھنس گئے تھے۔ جس سے نکلنا مشکل نظر آتا تھا۔ خدا کی مشیت کا ہاتھ اپنا کام کر رہا تھا۔ اندھیری رات کے بعد طلوع آفتاب قانون قدرت ہے۔ یہی ہوا۔ قادیان سے علم و عرفان کا چشمہ بہا۔ لاہور میں اسے روانیاں نصیب ہوئیں۔ ہماری پچیس سالہ زندگی ہمارے سامنے ہے۔

لاہور سے اسلام پر اس قدر لٹریچر شائع کیا گیا جس کی نظیر تاریخ اسلام میں شاید ہی مل سکے۔ قرآن مجید کے ترجمے۔ حدیث۔ تاریخ۔ غرض ضروریات زمانہ کے مطابق لٹریچر تیار ہوتا گیا۔ یورپ میں اسلام کی جو تصویر پیش کی جاتی رہی تھی۔ وہ اس قدر بھیانک تھی کہ اسلام نام تھا بربریت کا، ظلم و استبداد کی ایک بہتی ہوئی رو کا، تلوار و خون کا۔ مگر جب حضرت مجدد کے خدام اور وارثوں نے حضور کے فیض سے مستفیض ہو کر اسلام اور ہادیٔ اسلام کی ایسی خوبصورت تصویر پیش کی کہ عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ مغربی مفکرین نے اس نئی تحریک کا دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ آج یورپ کے مذہبی لٹریچر کو دیکھ جائیے۔ آپ کو ہر جگہ ہمارا لٹریچر بطور سند . . . . ملے گا۔

مذہب پر اگر کسی مصنف کی کتاب میں ہمارے لٹریچر کا ذکر نہیں۔ تو یقین جانیے کہ وہ کتاب اور اس کا مصنف اسلام کے قطعی نابلد ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا معجزہ یہ کیا کم ہے کہ ان کی خدمت میں بیٹھنے والے ہمارے بزرگ زندگی کے ایسے ایسے شعبوں میں تھے۔ جن کا ادب اور لٹریچر سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن جب سے وہ سلطان القلم کے وارث بنے خدا نے ان کے قلم میں وہ معجز بیانی عطا فرمائی کہ دنیا حیران ہے۔ مثال کے طور پر میں اپنے بزرگ محترم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا اسم گرامی پیش کرتا ہوں۔ ڈاکٹری اور ادب دو متضاد شعبے ہیں۔ لیکن ورثہ میں جب علم ملا تو صفحہ قرطاس پر وہ وہ جواہر پارے بکھیرے گئے کہ غیروں کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ آپ کا شاہکار "مجدد اعظم" تحریک احمدیت میں روشنی کے مینار کا کام دے گا۔

ہمارے محبوب اور مخدوم حضرت امیر ایدہ اللہ کے کارنامے کون ہے جو ان سے واقف نہیں۔ اسلامی دنیا تو کجا تمام عالم میں ان کی شخصیت وحید العصر ہے۔ وہ اسلام پر ایک سند ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور اسی چشمہ سے سیراب ہو کر انگلستان پہنچے۔ کفر کے سینے پر چڑھ کر بیٹھے۔ ان کی قلم نے عیسائیت کا مقابلہ کیا۔ اسی طرح کہاں تک گن جائیے۔ ہمارا حال اس قدر شاندار ہے کہ ہمیں اس پر فخر ہے۔ ناز ہے اور اس خوشی میں ہمارے سر اس ذات کریم کے سامنے جھک جاتے ہیں جس نے ہمیں حضرت مجدد اعظم کا وارث بنایا۔ ہمیں توفیق دی کہ ہم خدمت اسلام میں ساری اسلامی دنیا میں سبقت لے جا رہے ہیں۔ خدا کا فضل و رحم ہمارے شامل حال ہے۔ ہماری زندگی کا واحد مقصد اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن ہے۔ یہی تعلیم ہمیں ہمارے حضرت نے دی تھی۔ ہم اس پر کاربند ہیں۔

اب رہا مستقبل۔ اس پر غور کرنا نوجوانوں کا فرض ہے۔ زمانہ ترقی کر رہا ہے دہریت کی طرف۔ یورپ ایک کشمکش میں مبتلا ہے۔ "ازموں" کا ہیبت ناک بھوت ان کے سروں پر سوار ہے۔ ڈاکٹر فرائڈ کے نئے نئے نظریے علم و ادب پر حاوی ہو رہے ہیں۔ مادی دنیا مادے کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر رہی ہے۔ اسلام کی ضرورت اب زیادہ محسوس ہو رہی ہے تبلیغ اسلام کے مواقع زیادہ پیدا ہو رہے ہیں۔

یورپ کی ساری دنیا ایک کرب و بلا میں مبتلا ہے ہر انسان اپنی اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ وقت ہے کہ آپ لوگ (نوجوان) اٹھیں۔ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر گامزن ہوں (مقام شکر ہے کہ بزرگوں کے وہ پاک قدم ہیں جن پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے) زمانے کی رفتار کا مطالعہ کیا جائے۔ نئے حالات اور نئی مشکلات کا حل قرآن مجید کی روشنی میں سوچا جائے۔ تاکہ دنیا میں ایک بار پھر صلح اور آشتی کی حکومت ہو۔ سلامتی اور زندگی بخش پیغام ان تک پہنچایا جا سکے۔

نوجوان اٹھیں۔ تحقیقات کریں۔ ان کے حلقہ اثر میں مختلف قسم کے لوگ ہوں گے۔ ان سے تبادلہ خیالات کر کے ان کی "بے چینی" کا سبب معلوم کریں۔ ان کے دلائل سنیں۔ پھر ان کا حل تلاش کریں۔ اس طرح تحقیق کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ آپ کے سامنے ہزاروں قسم کے سوالات ہوں گے ان کے جواب کیلئے آپ کو کلام پاک کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

فرض کیجئے ہمارا ایک طالبعلم اقتصادیات کا مضمون پڑھ رہا ہے۔ دنیا کا اقتصادی نظام اور اس کی نشوونما کے سب پہلو اس کے سامنے ہوں گے۔ وہ کارل مارکس اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کے خیالات کو اپنی کالج کی تعلیم کے لئے پڑھ رہا ہوگا۔ اگر وہ اسی دوران میں اسلامی اقتصادی نظام کا بھی مطالعہ کرتا جائے تو وہ یقیناً ایک ایسے مقالہ کا مصنف ہو سکتا ہے جس میں تصویر کے دونوں رخ سامنے آ جائیں۔

اسی طرح نفسیات کا طالبعلم کر سکتا ہے۔ ۔۔ کا ذہنی مضمون نوجوان کیلئے اور اس کی تو موجودہ نسل کے لئے مفید ہوگا۔ نوجوانوں کی یہ کوششیں، بزرگوں کا دست شفقت یقیناً یقیناً جماعت کیلئے ایک شاندار مستقبل بنا دیگا۔

ہمارے بزرگوں کے دل ٹھنڈے ہوں گے جب انہیں معلوم ہو گا کہ ان کے وارث نہ صرف ان کے فرمانبردار بچے ہیں۔ بلکہ حقیقی معنوں میں ان کے وارث ہیں۔ ان کی دعائیں ہمارے شامل حال رہیں گی ہم انشاء اللہ اس پیغام کو جو ہمیں ہمارے حضرت مسیح موعود دے گئے ہیں۔ تمام اطراف عالم میں پہنچا کر اپنا فرض ادا کریں گے۔ +

ہم نوجوان

قوم کے وارث ہیں، قلم ہی ہماری دولت ہے اور قلم کے ذریعہ ہم اسلام کی تعلیمات کو دنیا میں پہنچائیں گے اور شوکت کردار سے ہی تعلیمات روشن کریں گے۔ یہی ہمارا مستقبل ہے۔

(اختر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۰ محرم سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۱۰

دہریہ رجحانات کا ابطال اور زندہ شہادت

ایمان کامل اور توحید خالص کیلئے الہام کی ضرورت ہے

الہام کی ضرورت

پیغام صلح مؤرخہ ۸ فروری ۴۱ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "عقلیت اور اسلامی جمود" پر لکھا تھا جس میں ہم نے اس امر کو ثابت کیا تھا کہ صرف عقلیت اور اجتہاد سے مسلمانوں کا جمود نہیں ٹوٹ سکتا۔ کیونکہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے اندر قوت فعال اور اسلام کے حرکی پہلو کو پیش کرنے کیلئے الہام کی ضرورت ہے۔ یہی وہ الہام ہے۔ جسے اسلامی اصطلاح میں "وحی ولایت" کہتے ہیں۔ وحی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی۔ اس لئے وحی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے۔ البتہ امت محمدیہ میں وحی ولایت اور مبشرات جاری ہیں۔ اور یہی وہ روحانی قوت ہے جس سے ہمیشہ مسلمانوں کا جمود ٹوٹتا رہے گا۔ اور ان مبشرات کا امت محمدیہ کو وعدہ بھی ہے۔

ارشادات

جیسا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ نبوت سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ مگر مبشرات اس امت کے برگزیدہ انسانوں کو خداوند تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ لقد کان فی من کان قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔ تم میں سے پہلے لوگوں میں ایسے ہوتے تھے کہ جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا مگر وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ میری امت میں اگر کوئی شخص ایسا ہے تو عمرؓ ہے۔ اس ارشاد نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو نبی نہ ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہو۔

عقلیت پرستی کا زمانہ

تاریخ انسانی میں موجودہ زمانہ عقلیت پرستی کا زمانہ ہے یونان، روم اور ہندوستان کے علمی عروج میں عقلیت پرستی اس مقام تک نہیں پہنچی۔ جیسا کہ آجکل۔ دور حاضر میں صرف "عقلیت" ہی زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنما ہے اور سب معتقدات عقلیت کی زد میں ہیں اور مذہب کو سب سے زبردست مقابلہ اسی عقلیت سے ہے۔ دنیا میں دہریت اور الحاد اسی عقلیت کی بدولت پھیلے ہیں۔ آج ہستی باری تعالیٰ کے متعلق مختلف شکوک دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس تشکیک سے مسلمان بھی محفوظ نہیں رہ سکے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تعلیمیافتہ مسلمان اس دولت ایمان سے محروم ہوگیا جس سے قرون اولیٰ کے مسلمان مالا مال تھے۔ بعض اسلامی مفکرین نے عقلیت سے عقلیت کا ابطال کرکے اس ایمان کو پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہم اپنے مقالہ مؤرخہ ۸ فروری میں اس امر کو ثابت کر آئے ہیں کہ صرف عقل اور مطالعہ فطرت سے ہستی باری تعالیٰ پر وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جس کی آج مسلمان کو ضرورت ہے۔ اور قرون اولیٰ کا مثبت ایمان صرف الہام سے پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن آج وہ الہام اور مبشرات کہاں ہیں۔ جن کا امت محمدیہ کو وعدہ تھا؟

تقاضاء وقت

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔ یقیناً ہم نے ہی اس نصیحت کو اتارا۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ یہی زمانہ ہے۔ جبکہ اس حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن کیا سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ آج وہ "زبان" گنگ ہے جس نے اپنی ایک معمولی سی جنبش تخلیق سے اس اشرف المخلوقات کو دولت نطق سے سرفراز کیا! یہ وہ چیلنج ہے جو اکناف عالم کی ہر ایک ملحد تحریک اسلام اور مسلمانوں کو دے رہی ہے! دنیا کے چپہ چپہ پر اس خدائے قدیر کو للکارا جا رہا ہے جس نے فرمایا ہے۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ آج اس حی اور قیوم خدا کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ "خدا یا روح کل محض ایک مفروضہ ہے۔ جو انسان کی جبلت کا کرشمہ ہے"۔ (ایم۔ این۔ رائے) (نعوذ باللہ)

دنیائے اسلام اس وقت الہام کیلئے تشنہ ہے! اور ملحدین زندہ خدا پر ایک تازہ شہادت چاہتے ہیں اور خود مسلمان بھی اشاعت اسلام کے لئے اس شہادت کا متلاشی ہے۔

ایک نہایت اہم خط

یہاں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ گذشتہ سال جون کی بات ہے کہ ایک صاحب پروفیسر نذر علی شمسی صاحب پروفیسر علیگڈھ نے خواجہ حسن نظامی صاحب کو ایک کشف کے ضمن میں ایک خط لکھا تھا۔ جو کہ منادی مؤرخہ ۸ جون ۴۰ء کے صفحہ ۲ کالم ۱ پر چھپ چکا ہے اس خط کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

"کشف کا حال سنکر بہت مسرت ہوئی اور دل میں بزرگان متین کی قدرو منزلت میں اضافہ ہوا۔ حالانکہ اس قسم کے واقعات ہمارے اسلاف کے یہاں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ہر چند کہ راوی بھی معتبر ہیں۔ لیکن وہ واقعات صرف ہم لوگوں کیلئے قابل اعتماد ہیں سائنٹیفک اصول پر ان کی حیثیت واقعات کی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی مصنفین بھی عیسائی صوفیا کی کرامتیں بطور دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ ہر چند کہ وہ ان کا ایمان ہی ہوں۔ برخلاف اس کے نہایت غیر معتبر اور گنہگار لوگوں کی زندگی کے واقعات بطور سند پیش کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ واقعات موجودہ زمانے کے ہوں اور قابل ثبوت ہوں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کے حالات دنیا کے سامنے پیش نہ کریں۔ اور موجودہ علمی تحقیقات کی روشنی میں ان پر بحث نہ کریں۔ یہ امر محض علمی حیثیت ہی سے مفید نہیں بلکہ موجودہ دہریہ رجحانات کے ابطال کیلئے بھی ضروری ہے وغیرہ وغیرہ"

یہ آواز صرف پروفیسر صاحب مذکور کی ہی آواز نہیں بلکہ یہ تمام تعلیم یافتہ حضرات کی روح کی پکار ہے۔ زمانہ ایک زندہ شہادت مانگ رہا ہے ایک بالکل قریبی انسانی تجربہ چاہتا ہے۔ تاکہ اس تشکیک کا ازالہ ہو سکے جس سے مہذب دنیا کے دماغوں میں ناسور پیدا ہو چکے ہیں۔ محض معقولیت سے ان زخموں کا اندمال نہیں ہو سکتا اور نہ ایمانیات پر یقین کامل پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ یقین اور ایمان کوئی صاحب حال عارف باللہ ہی پیدا کر سکتا ہے نہ کہ افلاطون اور ارسطو۔

امام عصر حاضر کا ارشاد

جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ امام عصر فرماتے ہیں:۔

"خوب سوچ کر دیکھو کہ الہام کے بغیر یقین کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن۔ نہ توحید خالص پر قائم ہونا ممکن۔ نہ جذبات نفسانیہ پر غالب آنا حیز امکان میں داخل ہے۔ وہ الہام ہی ہے جس کے ذریعہ سے خدا کی نسبت ہستی کی دھوم مچی ہے اور تمام دنیا ہست ہست کرکے اس کو پکار رہی ہے وہ الہام ہی ہے جو ابتدا سے دلوں میں جوش ڈالتا آیا کہ خدا موجود ہے وہی ہے جس سے پرستاروں کو پرستش کی لذت آئی ہے ایماندار وں کو خدا کے وجود اور عالم آخرت پر تسلی ملتی ہے وہی ہے جس سے کروڑہا عارفوں نے بڑی استقامت اور جوش محبت الہیہ سے اس مسافر خانہ کو چھوڑا۔ . . . . . .

فقط عقل کے پیرو سے جس قدر دنیا کو ضرر پہنچا ہے وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ کس نے افلاطون اور اس کے توابع کو خدا کی خالقیت سے منکر کیا۔ کس نے جالینوس کو روحوں کے باقی رہنے اور جزا سزا کے بارہ میں شک میں ڈالدیا؟ کس نے تمام حکیموں کو خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے انکاری رکھا۔ کس نے بڑے بڑے فلاسفروں سے بت پرستی کرائی۔ کس نے مورتوں کے آگے . . . . . . حیوانات کو ذبح کرایا؟ کیا یہی عقل نہ تھی جس کے ساتھ الہام نہ تھا۔"

عقل پرستوں کی رستگاری

سو یہ الہام ہی ہے جس سے آج مہذب عقل پرست دنیا کی روحانی رستگاری وابستہ ہے اور گذشتہ روحانی تجربات جو اس زمانہ میں ایک شہادت دیکار ہے۔ اگر گذشتہ الہام اور تعلق باللہ کے مجموعہ تجربات کو جو صوفیانہ تجربہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے صرف عقلی لحاظ سے پرکھا جائے تو ڈاکٹر اقبال جیسے انسان بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں:۔

"کہ ابھی ہمارے پاس کوئی ایسا مؤثر سائنٹفک ذریعہ نہیں جس سے شعور کے غیر عقلی طریقوں کا تجزیہ اور تحلیل کر سکیں۔ ابھی دور ہے وہ بات ہو کہ علم نفسیات اس قابل ہو جائے کہ وہ طریقہ ہائے شعور کے تمام مطالعہ کی اہمیت کا اندازہ کر سکے"۔

(اسلام میں مذہبی تصور کی نئی تشکیل صفحہ ۲۲)

سو صرف عقلی لحاظ سے خدا کی ہستی کے متعلق کوئی مثبت ثبوت قائم کرنا یا اس کی صداقت کی تحلیل ہونا سخت مشکل ہے۔ اس کیلئے تو ایسے انسان کی ضرورت ہے جو عارف باللہ ہو اور اپنے عرفان سے دوسروں کے قلوب میں ایمان پیدا کرے یعنی اس ایمان و یقین کیلئے ایک زندہ شہادت کی ضرورت ہے اور ان مبشرات کی ضرورت ہے جن کا ملت اسلامیہ سے وعدہ ہے اور ملت کو دی گئی ہیں اور اس مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی ضرورت ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد اس امت میں جاری ہے اور [illegible]

کیلئے خدا کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کرنے کیلئے اور دہریہ رجحانات کے ابطال کیلئے ایک موجود شہادت کی ضرورت ہے اور وہ شہادت کہاں ہے۔ اس کے متعلق ہم کسی آئندہ مقالہ میں تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔

شذرات

جواب سے گریز

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے ایک مضمون پیغام صلح کے جلسہ نمبر میں ۔۔۔۔ "ایام جلسہ اور ایک عظیم الشان نشان" کے عنوان سے لکھا تھا اس کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار اہلحدیث کے ۲۷ دسمبر کے شیوع میں لکھا کہ جناب شیخ صاحب مذکور نے اس مضمون میں کچھ کذب بیانیوں سے کام لیا ہے۔ مولوی ثناء صاحب کے اس مضمون کا مبسوط جواب جناب شیخ صاحب موصوف نے "اخبار اہلحدیث کی چھ مزعومہ کذب بیانیوں کی حقیقت" کے عنوان سے دیا اور چھپا دیا وہ ناظرین پیغام صلح پر خوب واضح ہے لیکن اس کے جواب الجواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہلحدیث کے تازہ پرچہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے ذرا ملاحظہ ہو۔ رقمطراز ہیں۔

"شیخ صاحب (یعنی جناب مصری صاحب) پھر جواب دینے کو اٹھے اور خوب پانی بلو یا جس کے جواب کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ ہم اسکا جواب دینا پسے کو پیسنا سمجھتے ہیں۔"

مولوی صاحب! آخر آپ اسکا جواب کیوں دینے لگے جبکہ آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اس گریز سے ہی آپکی کیفیات عیاں ہیں اور جناب شیخ صاحب کے محکم دلائل واضح ۔

مسلمان فرقہ احمدیہ

مردم شماری کے متعلق الفضل مورخہ ۱۵ فروری ۴۱ء رقمطراز ہے :-

"۲۶-۲۷-۲۸ فروری اور یکم مارچ ۴۱ء کو جبکہ مردم شماری کی جائے گی۔ ہر مقام کے احمدی پوری احتیاط سے کام لیں نہ صرف اپنا اور اپنے خاندان کے جملہ افراد کے نام درج کرائیں بلکہ یہ بھی خیال رکھیں کہ کوئی بھی احمدی درج ہونے سے نہ رہ جائے اور مذہب کے خانہ میں ہر احمدی مرد و عورت کے متعلق "مسلمان فرقہ احمدیہ" لکھا یا جائے۔"

کیا معاصر الفضل اس بات پر روشنی ڈالیگا کہ "مسلمان فرقہ احمدیہ" کا کیا مطلب ہے؟ اور یہ فرقہ احمدیہ کونسے سواد کا جزو ہے؟ اگر تو یہ فرقہ اسلامی سواد اعظم کا جزو ہے تو ہمارے قادیانی دوست اپنے آپ کو اسلامی سواد اعظم سے منسوب کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ تمام مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تسلیم نہیں کیا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں ۔

حیدرآباد اور ہندو مسلم اتحاد کمیٹی

حیدرآباد میں ریاست کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کمیٹی قائم ہوئی ہے جسمیں ۸ ممبر ہوں گے۔ ۴ ہندو اور ۴ مسلمان جس کی صدارت کے فرائض ریاست کے کسی عہدہ دار کو تفویض ہونگے۔ یقیناً یہ کمیٹی سارے ہندوستان کیلئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔ اگر ہر جگہ ایسی کمیٹیاں قائم ہوجائیں اور وہ ان دو ہمسایہ قوموں کے قلوب میں خوشگوار جذبات پیدا کرنے کی کوشش کریں تو آج ہندوستان کے دن پھر سکتے ہیں۔ اور ہندو اور مسلمان دو متمدن اور مہذب اقوام کی طرح پہلو بہ پہلو زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ریاست حیدرآباد کا یہ مبارک اقدام قابل تحسین ہے۔ ایسی تحریک کی ابتدا کا ایک مسلمان ریاست سے شروع ہونا مسلمانوں کے قلوب کا آئینہ دار ہے۔

شاہ حبشہ اپنے وطن میں

شہنشاہ ہیل سلاسی ایک برطانوی طیارہ میں بیٹھ کر اپنے وطن میں پہنچ چکے ہیں۔ جہاں وہ ہر روز دربار منعقد کرتے ہیں جسمیں اندرون ملک کے سردار حاضر ہو کر ان سے ہدایات طلب کرتے ہیں تازہ ترین خبریں مظہر ہیں کہ اطالوی ابی سینیا کو خالی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

اس سال کی تحریکات

سب اصحاب سلسلہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی **دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ — نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں — بزرگ اشاعت اسلام کے لئے وصیت کریں** کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور ان کو کامیاب بنانے کیلئے ۔۔۔ ہر ممکن کوشش کریں دس ہزار کو تبلیغ کے متعلق جماعت میں ایک حرکت پیدا ہو چکی ہے۔ دنیا کی زبانیں سیکھنے کے لئے نوجوان اپنے نام پیش کر رہے ہیں اور وصایا کی تحریک میں بھی اس سال کے اختتام تک کامیابی کی بہت توقع ہے یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں یہ ہمارے مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشوونما کا باعث ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کے ان ارشادات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے **میدان عمل** میں نکل آنا چاہئے۔ کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے کیونکہ دنیا میں صرف فعال جماعتیں ہی زندہ رہتی ہیں ہم خدا تعالے کے مسیح کی ایک زندہ جماعت ہیں اور ہمیں محنت شاقہ سے اشاعت اسلام کے مقاصد کو بروئے کار لانا ہے اس لئے ہم اپنی زندگی کا ہر ممکن ثبوت دیں گے اور دنیا پر روشن کر دیں گے کہ جب ہم ایک کام کو ہاتھ ڈالتے ہیں تو اسے کس طرح کیا کرتے ہیں ۔

شہنشاہ ہیل سلاسی کی واپسی پر ہر ایک مسلمان انتہائی خوشی محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ یہ شہنشاہ اس نجاشی اصحمہ کا جانشین ہے جس نے آنحضرت کے زمانہ میں غریب الوطن مسلمان مہاجرین کو پناہ دی تھی۔ حبشہ کی سرزمین وہ سرزمین ہے جہاں ایک نہایت ہی مقدس گروہ کو امن میسر آیا تھا اے خدا تو ہمیشہ کے لئے اس خطہ کو آفات سے محفوظ رکھ۔ کیونکہ اس نے تیرے حبیب سرور کائنات آنحضرت صلعم کے ساتھیوں کی حفاظت کی تھی۔ آمین۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

آئندہ مردم شماری اور اردو زبان

مردم شماری بہت قریب ہے۔ ہر ایک احمدی دوست جس کی زبان اردو ہے اسے چاہئے کہ زبان کے خانہ میں اپنی زبان اردو لکھوائے اور کسی دوسرے کے کہنے پر ہندی یا پنجابی وغیرہ ہرگز نہ لکھوائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے طبقہ کی زبان اردو ہے لیکن بعض تنگ خیال اسے نابود کرنے کی سعی کر رہے ہیں اور اس مردم شماری کے موقع پر ان کی یہ کوشش ہوگی کہ جیسے بھی ہو سکے اس زبان کو نقصان پہنچایا جائے لیکن احمدیوں کو خاص طور پر اردو زبان کے تحفظ کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا بہت بڑا حصہ اسی زبان میں ہے اور یہ زبان سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیمات کو پھیلانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس زبان کو نقصان پہنچنے سے ہمارے تبلیغی مقاصد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ہر احمدی کو اس زبان کی حفاظت کرنا چاہئے اور مردم شماری کے موقع پر زبان کے خانہ میں اپنی زبان اردو لکھوانا چاہئے ۔

کب چسپاں کیا

جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے نے جماعت احمدیہ لاہور پر سخت ظلم کیا اور الزام لگایا کہ جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کلب یموت علی کلب کو جناب مرزا محمود احمد صاحب پر چسپاں کیا ہے اس کی ہماری طرف سے تردید ہوئی کہ ہم نے ایسا نہیں کیا یہ ہم پر اتہام ہے اور حد سے گذرا ہوا ظلم ہے اور ہم نے اس پر تحریر اور صحیفہ کا مطالبہ کیا تو جواب ملا۔

"پھر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ دنیا میں ہر بات کیلئے تحریر ہی ضروری نہیں ہوتی۔ بلکہ بہت سی باتوں کا دارو مدار تقریر اور زبانی باتوں پر بھی ہوتا ہے"

الفضل مورخہ ۲۵ جنوری

اس جواب کا صاف یہ مطلب تھا کہ ان کے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں اسکے متعلق جب پیغام صلح میں لکھا گیا تو الفضل مورخہ ۱۱ فروری میں لکھا جاتا ہے

"اس بدنامی کے داغ کو مٹانے کیلئے چیلنج دیا کہ ہماری کوئی تحریر یا صحیفہ دکھاؤ مگر جب یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا گیا بلکہ مزید برآں ان کے حضرت امیر کے خطبہ جمعہ کے متعلق بھی توجہ دلائی گئی تو اب خفت اور ندامت کو زائل کرنے کیلئے طرح طرح کے عذرات تراشے جا رہے ہیں۔"

اب یہ دو متضاد بیانات ہیں۔ پہلے کہتے ہیں کہ تحریر ضروری نہیں دوسرے بیان میں کہتے ہیں کہ ہم نے یہ مطالبہ پورا کر دیا ہے۔ آخر یہ متضاد اور اکھڑی اکھڑی باتیں کیوں ہیں؟ کب یہ مطالبہ پورا ہوا؟ اگر پورا ہو جاتا تو آپ لوگوں کو یہ کہنے کی ضرورت کیا تھی کہ ہر بات کیلئے تحریر ضروری نہیں ہوتی دوسرے رہا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کے کسی خطبہ کے متعلق آپکا اشارہ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے آجتک کسی خطبہ جمعہ میں اس الہام کو جناب میاں صاحب پر چسپاں نہیں کیا۔ اگر کوئی خطبہ شائع نہیں ہوا تو اس کی وجہ تساہل ہے نہ یہ کہ اس میں اسی الہام کو جناب میاں صاحب پر چسپاں کیا گیا ہے اگر آپکو اس کے ساتھ اتفاق نہیں تو اس خطبہ کا اقتباس پیش کیا جائے ورنہ یونہی ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے آپکو علم ہے کہ بعض دفعہ خطبات تساہل کی وجہ سے شائع ہونے سے رہ جاتے ہیں اور آپ بھی بعض خطبات کو شائع نہیں کرتے۔ جناب میاں صاحب کا وہ خطبہ کہاں ہے جو کہ مولوی فخرالدین صاحب مرحوم کی وفات سے پہلے دیا گیا تھا ـــ ہم پھر ایک دفعہ جناب میاں بشیر احمد صاحب پر اس کو واضح کرتے ہیں کہ (۱) ہماری طرف سے آج تک اس الہام کو جناب میاں محمود احمد صاحب پر چسپاں نہیں کیا گیا (۲) میاں صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور پر ظلم کیا۔ ظلم کیا! سخت ظلم کیا جو اس جماعت پر یہ الزام لگایا۔ اب بھی انہیں اپنے

ہمارا اس سال کا پروگرام

دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں۔ بزرگ وصایا کی تحریک میں حصہ لیں

اس سال ہم اپنی پوری قوت صرف کر کے ان تحریکات کو کامیاب بنائیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

قال رب انی دعوت قومی لیلاً و نهاراً .... ویجعل لکم انهاراً (سورہ نوح)

قرآن مجید میں قوموں کا ذکر

قرآن کریم نے جن جن قوموں کا ذکر کیا ہے۔ ان کی کوئی نہ کوئی ایک نمایاں خصوصیت بیان کی ہے۔ انسانوں کے اندر اور قوموں کے اندر بعض بیماریاں ہوتی ہیں۔ ان کا ذکر گویا اس رنگ میں کسی ایک گذشتہ قوم کے حال میں کیا ہے حضرت نوح کی قوم کی ایک بڑی نمایاں خصوصیت جو نظر آتی ہے وہ ان کی حق کی طرف سے انتہا درجہ کی سخت دلی۔ انتہا درجہ کی لاپروائی ہے۔ انی دعوت قومی لیلاً و نهاراً فلم یزدھم دعاءی الا فراراً میں ان کو رات دن بلا رہا ہوں۔ لیکن جتنا میں بلاتا ہوں اتنا ہی وہ بھاگتے ہیں۔ وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم۔ جب میں ان کو بلاتا اور اپنی بات سناتا ہوں۔ وہ کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ جس بات کو انسان ارادۃً نہ سننا چاہے۔ اس کی وجہ سے وہ کانوں میں انگلیاں دے لیتا ہے۔ یہاں مطلب یہی ہے کہ اس کو سننا ہی نہیں چاہتے۔ واستغشوا ثیابھم۔ یہی نہیں کہ مجلس میں بیٹھا پسند نہیں کرتے بلکہ کپڑے سمیٹ کر چل پڑتے ہیں۔ واستکبروا استکباراً ان کے تکبر کی انتہا نہیں رہی

سخت دلی کا نتیجہ

اس انتہا درجہ کی سخت دلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری قوم غرق ہوگئی۔ اور ان کی سخت دلی کے اثر سے دوسروں کو بچانے کے لئے حضرت نوحؑ نے دعا کی۔ رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیاراً۔ انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً۔ اے خدا کسی کافر کو زمین پر باقی نہ رہنے دے۔ اگر تو ان کو چھوڑ دیگا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان سے پیدا ہوں گے۔

حضرت نوحؑ کا طرز تبلیغ

ان آیات میں یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت نوح کس کس طرح تبلیغ کیا کرتے تھے۔ جتنی ان کی قوم سخت دل تھی۔ اتنا ہی پر زور حضرت نوحؑ نے ان کی ہدایت پر صرف کیا۔ انی دعوت قومی لیلاً و نهاراً۔ اگر رات کو وہ کہیں اکٹھے ہوئے تو ... دعوت حق دی۔ دن کو ... ہدایت کی طرف بلایا۔ کھلے طور پر دعوت حق دی۔ اسراراً ... لھم اسراراً۔ پھر علانیہ بھی بلایا یعنی ایک ایک کے پاس پہنچ کر بھی دعوت ان کو تبلیغ کی۔ اکٹھے مجمعوں کے اندر بھی اور ایک ایک کر کے بھی۔

علیحدگی میں سمجھانے کی تاثیر

بعض وقت علیحدگی میں سمجھانا زیادہ مؤثر ہوتا ہے مجمع کے اندر دوسروں کا اثر انسان پر پڑ جاتا ہے اور حق کی طرف آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے علیحدگی میں سمجھانا زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے اس لئے دونوں ہی طریق اختیار کئے۔ علانیہ بھی اور چھپ کر بھی دعوت دی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں تبلیغ کے طریق بتائے ہیں کہ کھول کر بھی تبلیغ کرو۔ پبلک جلسے اور لیکچر بھی ہوں۔ مجمعوں کے اندر بھی پیغام حق پہنچاؤ۔ مگر یہی نہیں۔ الگ الگ بھی تنہائی کے اندر ان کے پاس پہنچو۔ اس سے زیادہ اثر ان پر ہوگا۔

حضرت نبی کریم کا طریق تبلیغ

یہی طریق تبلیغ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آتا ہے کھلے مجمع میں بھی انہیں تبلیغ کی۔ جب صفا کے اوپر چڑھ کر ایک ایک قبیلہ کا نام لیکر انہیں بلایا۔ حج کے موقعہ پر بھی مجمعوں کے اندر توحید کا وعظ کیا۔ اور بھی جہاں مجمع ہوتا ان کو دعوت حق دیتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی الگ الگ لوگوں کے پاس جاتے اور انہیں سمجھاتے صحابہؓ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور بعد یہی طریق اختیار کیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت

اس بارہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بہت لوگوں کو مسلمان کیا۔ جس جس سے تعلق تھا اسی کو پیغام حق پہنچایا۔ اگر کسی سے دوستی کا تعلق ہے تو اس کو بھی سمجھایا۔ یا کوئی رشتہ دار ہے تو اس کو بھی دعوت حق دی۔ اس راہ میں مال بھی انہوں نے بڑا خرچ کیا کئی غلاموں کو محض اسلام کی خاطر خرید کر آزاد کر دیا۔ اور صحابہ نے بھی تبلیغ میں ایسے ہی طریق اختیار کئے

حضرت مسیح موعود کا طریق

خود ہمارے اس زمانہ میں ابتدا میں حضرت مسیح موعودؑ اٹھے۔ بالکل یہی طریق آپ کا تھا کہ کتابوں، اشتہارات اور پرائیویٹ خطوط کے ذریعہ سے لوگوں کو دعوت حق دیتے تھے۔ اس وقت خود بخود آپ کی حمایت اور تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم نہیں جانتے کس طرح وہ لوگ آ گئے۔ کوئی شمال میں پشاور سے، کوئی مغرب میں ڈیرہ غازیخاں سے کوئی جنوب میں مدراس سے اور کوئی مشرق میں بنگال سے جگہ جگہ سے لوگوں نے آپ کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ ہم نہیں جانتے کس طرح ان لوگوں کو تحریک ہوئی کسی کو مخالفانہ لٹریچر پڑھنے سے توجہ ہوئی۔ کوئی غیر مذاہب کے حملوں کو دیکھ کر آپ کی طرف متوجہ ہوا کسی کو آپ کے تبتل الی اللہ اور غیرت ایمانی نے کھینچا غرض ہر جگہ سے لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اور پھر ان لوگوں کے دلوں میں اتنا جوش تھا۔ کہ جہاں جہاں کوئی شخص تھا۔ اس نے اس طرح کام کیا کہ وہ جگہ ایک مرکز بن گئی۔

ہمارے سامنے بھی ایک کام ہے

اس وقت ہم لوگوں نے بھی ایک کام اپنے سامنے رکھا ہوا ہے اس کیلئے جب تک اسی قسم کا جوش دل میں نہ ہو اور ویسے ہی ذرائع اختیار نہ کئے جائیں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کام کے دو ذرائع ہوتے ہیں۔ ایک کام کو پھیلا دینا۔ اس کو پوری وسعت دینا اور دوسرے اس پر پوری توجہ صرف کرنا۔ ساری قوت اور پورے جوش کے ساتھ اس کام پر لگ جانا۔ جب تک یہ دونوں پہلو اختیار نہ کئے جائیں اس وقت تک پوری کامیابی مشکل ہوتی ہے۔

ہمارا اس سال کا پروگرام

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اس سال آپ کے سامنے چند خاص کام رکھے ہیں۔ اگر ان کاموں کو پورے جوش و اخلاص سے کیا جائے۔ تو بہت جلد ہمیں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک تو میں نے کہا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص جو اس جماعت کا فرد ہے۔ اپنا یہ فرض سمجھے کہ وہ سال میں کم از کم دس آدمیوں کو پیغام پہنچائیگا یہ کچھ مشکل کام نہیں۔ اگر ذرا بھی جوش دل میں ہو تو نہایت آسانی سے اس کام کو کر سکتا ہے۔ ملازمت میں ہو یا تجارت کرتا ہو۔ آخر ہر شخص کو کوئی نہ کوئی وقت فرصت کا بھی مل ہی جاتا ہے۔ ایسے فراغت کے اوقات بھی انسان کو ملتے ہیں۔ جن میں دوستوں سے ملتا اور ان کے پاس بیٹھتا ہے۔ انسان تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کبھی کوئی اس سے ملنے آ جاتا ہے کبھی وہ کسی سے ملنے چلا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مہینہ بھر میں ایک آدمی تک پہنچنا اور اسے پیغام حق پہنچانا کونسا مشکل کام ہے۔ اگر جماعت کا ہر فرد اس کام کو کرے تو اس ذریعہ سے سال بھر میں دس ہزار نئے آدمیوں تک ہم پہنچ سکتے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خواہ کتنی بھی مخالفت ہو۔ ہم کم از کم دسویں حصہ تک تو ان میں سے لے سکتے ہیں۔ صرف ہمت اور کوشش شرط ہے۔ اگر دل کے اندر خلوص اور جوش ہو تو انسان سب کچھ کر گزرتا ہے۔

ممتاز احمد صاحب فاروقی اور کلکتہ مشن

ہمارے دوست ممتاز احمد صاحب فاروقی جو کلکتہ میں انجنیئر ہیں، یہاں سے جاتے ہوئے کچھ ٹریکٹ لے گئے تھے ...

روزانہ ہاں جب سیر کو نکلتے ہیں تو کچھ ٹریکٹ بغل میں لے جاتے ہیں اور رستہ میں کبھی کسی دوست کے ہاں چلے گئے کبھی کسی کے ہاں پہنچ گئے اور انہیں کچھ ٹریکٹ دے آتے ہیں۔ کچھ ان سے باتیں کر آتے ہیں۔ یہ کیسا اچھا طریق ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارا کلکتہ کا مشن بڑا کامیاب ہوگا۔ اور مسٹر ممتاز احمد فاروقی کی رہنمائی اس کو سب فائدہ پہنچائیگی میں کہتا ہوں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس نمونہ کو اختیار کر رہے ہیں۔ اگر سب لوگ اس نمونہ کی تقلید کریں اور اپنے فرصت کے اوقات دوسروں کو پیغام حق پہنچانے میں صرف کریں تو بہت بڑی کامیابی دنوں میں حاصل ہو سکتی ہے۔

نوجوان زبانیں سیکھیں

دوسری بات میں نے یہ کہی تھی۔ کہ سارے نوجوان بالخصوص وہ جو کسی ملازمت میں ہیں۔ چاہے انجمن کی ملازمت میں ہیں یا کسی اور دفتر میں۔ ان میں سے ہر ایک شخص کوشش کرے کہ کسی زبان کو سیکھے اور اس لئے سیکھے کہ قرآن کریم کی خدمت کیلئے اس کو استعمال کرے گا۔ اور ایک اس کے ساتھ عربی زبان کو بھی سیکھے۔ ان دونوں زبانوں کو اپنی فرصت کے اوقات میں تھوڑا تھوڑا سیکھتا رہے۔ دو سال چار سال۔ آٹھ سال۔ دس سال میں وہ اس قابل ہو جائیگا کہ قرآن کریم کا ترجمہ اس زبان میں کر سکے۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان خدمت ہوگی۔

اگر ہمارے نوجوان اس طرف توجہ کریں تو وہ اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیں گے۔

وقت کافی ملتا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ وقت نہیں ملتا کہ اس کام کو کریں۔ یہ غلط ہے۔ وقت بہت ملتا ہے۔ لیکن اسے فضول کاموں میں ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اگر ایک ایک فقرہ بھی روزانہ پڑھ لیا کریں۔ تو دس سال میں زبان پر عبور حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ یورپین لوگ جن کو رات دن کاموں سے فرصت نہیں کبھی ان کو دیکھو۔ دس دس زبانیں جانتے ہیں۔ اگر تم بھی کوشش کرو اور تھوڑا تھوڑا ہی وقت صرف کرو تو آج سے دس سال بعد دیکھو گے کہ کس قدر لوگ خدمت اسلام کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ جب دنیا کے لوگ اتنی زبانیں سیکھ لیتے ہیں۔ تو کیا تم اگر اس نیت اور ارادہ کو لیکر کہ فلاں زبان سے خدمت دین کرنی ہے۔ اس کو سیکھنے کی کوشش کروگے تو خدا تم کو چھوڑ دے گا؟ یہ خدا پر بدگمانی ہے۔ وہ ایک ایک دانہ کو دیکھنے والا ہے۔ یہ کیوں گمان کرتے ہو کہ تمہاری محنت اور کوشش کو وہ ضائع کر دیگا؟ کیوں خلوص دل کے ساتھ خدمت دین کی نیت سے اس کام کو نہیں کرتے ہو

تین باتیں

تیسری بات میں نے ان بزرگوں کی خدمت میں عرض کی تھی جن کی اب آگے چلنے کی تیاری ہے۔ پہلی بات کہ ہر شخص سال میں کم از کم دس آدمیوں کو زیر تبلیغ لائے۔ سب کیلئے تھی۔ دوسری بات صرف نوجوانوں کیلئے تھی کہ وہ عربی زبان اور کوئی اور دوسری زبان سیکھیں۔ تاکہ اس زبان میں قرآن کریم یا تعلیمات اسلام کا ترجمہ اور خدمت دین کر سکیں۔ ابھی وقت ہے کہ ہمارے نوجوان ان کاموں کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ ملازمت کی حالت میں کافی وقت مل جاتا ہے اور انسان بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ورنہ جب لوگ پنشن لے لیتے ہیں۔ تو پھر مشاغل زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور اتنا وقت نہیں ملتا۔ . . . .

. . . .

جماعت کے بزرگ اور وصیت

تو وہ بزرگ جو زندگی کی بہت سی منازل طے کر چکے ہیں۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی عمریں تو دین کی خدمت میں صرف کر دیں۔ اپنے پیچھے بھی کم از کم اس کام کو جاری رکھنے کا سامان کر دیں۔ اور اپنے مالوں سے کچھ وصیت کر دیں۔ تاکہ ان کے پیچھے وہ صدقہ جاریہ کا کام دے۔ حضرت صاحب نے دسواں حصہ خدمت دین کے لئے وقف کرنے کا حکم دیا ہے۔ ورنہ جب میں جماعت کے بزرگوں کو دیکھتا ہوں تو ایسے ایسے اخلاص کے نمونے نظر آتے ہیں کہ بعض لوگوں نے تہائی حصہ تک وصیت کر دیا ہے۔ صرف لوگوں کو توجہ نہیں۔ ورنہ یہ ایک بہت بڑی عظیم الشان بنیاد ہے خدمت دین کی۔ جو ان کے ہاتھوں سے رکھی جا رہی ہے۔

قادیان والوں کے طعن

قادیان والے تو طعن کے رنگ میں کہتے ہیں کہ ان کی نقل کی جاتی ہے۔ مثلاً اگر ہم کہیں کہ سادہ زندگی بسر کرو اور خدمت دین کے لئے دو تو کہتے ہیں کہ یہ سادہ زندگی کا خیال کہاں سے لیا۔ یہ ہمارے خلیفہ صاحب سے لیا گیا ہے۔ حالانکہ دنیا میں بہت لوگ ہیں جو سادہ زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ ایسا ہی جب ہم کہتے ہیں۔ وصیتیں کرو تو کہتے ہیں۔ دیکھا ہماری دیکھا دیکھی اب وصیتوں پر زور دیا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ بے شک قادیان والوں نے بھی وصیتیں کی ہیں۔ لیکن ان کا روپیہ برباد ہوا۔ سیاسی کاموں اور ایسی تحریکات کا اضافت پر جن اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے تو وصیتوں کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس سے اشاعت اسلام کے لئے مستقل فنڈ کی بنیاد رکھی جائے۔ لیکن انہوں نے اس کو اور اور کاموں پر صرف کرنا ضروری سمجھ رکھا ہے۔ خیر یہ ان کا اپنا کام ہے۔ ان کو وہ کام اچھے معلوم ہوتے ہیں

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

"میں چاہتا ہوں کہ اس سال ہم اپنی پوری قوت صرف کرکے دس ہزار کو تبلیغ۔ زبانوں کو سیکھنے، اور وصایا کی تحریکات کو کامیاب بنائیں۔ ادھورے دل سے کام نہیں ہوتا۔ کام تب ہی ہوتا ہے کہ پوری قوت اس پر صرف کی جائے"

وصایا مستقل فنڈ ہے

لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وصایا کو ہم نے مستقل فنڈ رکھا ہے اور اس سے صرف اشاعت اسلام ہی کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ تو خدا تمہیں توفیق دے۔ تو مشکل تو کچھ بھی نہیں۔ مال تو ویسے بھی تمہارے بعد بٹ جاتا ہے کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اگر کسی کے چار بیٹے ہیں تو پانچواں بیٹا پیدا ہونے پر ماتم برپا ہو گیا ہے کہ جائیداد کا ایک اور حصہ دار کیوں آگیا۔ کیا اگر پانچ بیٹے ہیں تو چھٹا پیدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے یا رنج؟ یونہی سمجھ لو کہ اگر تمہارے چار بیٹے ہیں تو پانچ پر۔ پانچ ہیں تو چھ پر اپنا مال تقسیم کرو۔ وہ پانچواں یا چھٹا یا ساتواں تمہارا عزیز متاع اسلام ہے۔ جس کو دیا ہوا مال تمہارے بعد اخروی زندگی میں تمہارے کام آئے گا۔ جسمانی اولاد کو تو جو کچھ دو گے وہ یہیں رہ جائے گا۔ لیکن اسلام کو جو کچھ دو گے۔ دینی تمہاری اگلی زندگی میں بھی کام دے گا۔

سب اس کام میں لگ جائیں

لیکن میں کہتا ہوں کہ نرا ایسے کہہ دینے سے کچھ نہیں بنتا میں نے خطبہ میں کہہ دیا اور آپ نے سن لیا اور کوئی عمل اس پر نہ کیا۔ تو میرا کہنا فضول ہوگا۔ یہ تب ہی مفید ہو سکتا ہے کہ جماعت کے سب ان تحریکات کو کامیاب بنانے کیلئے کام میں لگ جائیں۔ سب سے پہلے ہمارا دفتر ہے۔ جس کا کام ہے کہ جماعت کو ترقی دے۔ یہ نہیں کہ کوئی کاغذ ہی سامنے آئے تو اس پر کاروائی ہو۔ بلکہ جب یہاں ایک تحریک ہوئی تو اس کو کامیاب بنانے کیلئے خود بخود کاروائی کرنی چاہئے۔ ہم یہاں ایسے آدمی اکٹھے نہیں کرنا چاہتے جو دفتری کاروائیوں میں لگے رہیں۔ یا تنخواہوں کے لئے کام کریں۔ بلکہ چاہئے کہ ایسے آدمی ہوں۔ جو اسے خدا کا کام سمجھیں اور جو کچھ ملتا ہے اسے خدا کا فضل سمجھیں

اخبارات اس پر لکھیں

دوسرے ہمارا اخبار یا اخبارات ہیں جو ان چیزوں کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ کوئی تجویز بھی ہو انہیں چاہئے کہ خود اس پر لکھیں اور دوسروں کو توجہ دلائیں۔ بار بار اس پر زور دیں۔ مجھے خوشی بھی ہے کہ ہمارا اخبار پیغام صلح اب اس طرف توجہ کر رہا ہے۔

مبلغین تحریکات کا چرچا کریں

تیسرے نمبر پر ہمارے مبلغین ہیں چاہئے کہ جب وہ باہر نکلیں۔ ایسی تحریکات ان کے سامنے ہوں اور جہاں جائیں ان کا چرچا کریں۔ اور انہیں کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ پھر مدرسین ہیں۔ وہ مبلغ نہیں مگر وہ بہت بڑا کام کر سکتے ہیں۔ ان کو لوگوں سے ملنے ان سے بات چیت کرنے میں بہت بڑی سہولت ہے جن کے بچے ان کے پاس پڑھتے ہیں۔ وہ ان کی عزت ہی کریں گے۔ اور اگر وہ ان کے پاس جائیں اور ان کو علم ہو کہ ہمارے بچوں کا استاد آیا ہے تو بڑی خوشی سے ملیں گے۔ چاہئے کہ ایسے لوگوں سے مل کر وہ انہیں پیغام حق سنائیں۔ اگر سب کے سب مدرس یہ ٹھان لیں کہ مہینہ میں ایک اتوار یا جمعہ اس کام پر صرف کر دیں تو وہ بڑا بھاری کام ہے جو وہ کریں گے۔

جماعت کی شاخوں کا فرض

اس کے بعد جماعت کی شاخیں ہیں۔ جہاں کہیں بھی کوئی ایک فرد جماعت کا ہے وہ جماعت کی شاخ ہے چاہئے کہ ہر ایک شاخ میں ایک مقامی مرکز ہو۔ مرکز اس وقت بنتا ہے جب ایک جگہ لوگ اکٹھے ہوتے رہیں۔ ایسے مرکز ان تحریکات کو بہت بڑا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اگرچہ میں نے اس کو سب سے آخر میں بیان کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ سب سے بڑی ضرورت ہے کہ ہماری ہر شاخ کا ایک مقامی مرکز ہو جہاں لوگ روزانہ کم از کم ایک وقت اکٹھے ہوں اور باہم ان باتوں کا چرچا کریں۔ جب تک مل کر چرچا نہیں کرتے اس وقت تک قوت پیدا نہیں ہوتی۔ ہفتہ میں ایک دن ایسا بھی ہونا چاہئے کہ سب مل کر بیٹھیں اور کوئی لیکچر یا گفتگو باہم ہو۔

اس کام پر پوری قوت صرف کرو

تو یہ باتیں میں نے آپ کے سامنے اب پھر دوہرا دی ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس سال ہم اپنی پوری قوت کو خرچ کرکے انکو کامیاب بنائیں۔ ادھورے دل سے کام نہیں ہوتا کام تب ہوتا ہے کہ پوری قوت اس پر خرچ کی جائے۔ اپنے دنیوی کام بھی کریں لیکن ان کے [illegible] بھول لیں، کیا صحابہ اپنے کام نہیں کرتے تھے [illegible] دنیٰ کماتے تھے وہ [illegible] بایں دین کی اتی [illegible] کاموں پہلے مقدم کرتے تھے۔ تو میں چا[illegible] میں ہماری توجہ بھی اس پر لگ جائے۔ بڑے کی بھی اور چھوٹے کی بھی۔ اور پھر سال کے بعد دیکھیں گے کہ اس میں کس قدر کامیابی ہوئی ہے ماشاءاللہ تعالیٰ

سے دعا ہے کہ اس کام کی توفیق ہمیں دے اور اس رستہ پر لگائے۔ جو حقیقی کامیابی کا رستہ ہے +

تاریخ اسلام

عفو اور درگذر کی نادر ترین مثال

از مولوی عبدالرشید صاحب عباسی مبلغ سندھ

(۲)

پھر ابراہیم نے اس حجام کے لیے عورتوں کا لباس مہیا کیا اور برقعہ پہن کر وہاں سے نکل بھاگنے کا تہیہ کیا۔ حجام نے نہایت دردمندی سے انہیں رخصت کیا۔ یہ کوچہ و بازار سے تو سلامت نکل آئے۔ مگر جب دجلہ کے پل کو عبور کرنے لگے تو وہاں کے پہرہ دار کو ان کی چال ڈھال سے شک ہوا۔ اس نے انعام کے لالچ میں گرفتار کرنا چاہا۔ ابراہیم نے اسے دھکا دیکر نیچے گرا دیا اور خود بھاگ کھڑا ہوا۔

پل کو عبور کرتے ہی ایک گلی میں چھپ جانے کیلئے جگہ تلاش کرنے لگا۔ سامنے ایک مکان کا دروازہ کھلا تھا اور ایک عورت دہلیز میں کھڑی تھی۔ انہوں نے اس سے التجا کی۔ عورت نے نہایت بشاشت سے کہا۔ اھلا و سھلا اندر آئیے۔ بالاخانہ پر نہایت مکلف بستر بچھا کر انہیں بٹھایا اور کھانا پیش کیا۔ اور تسلی دیکر کہا کہ آپ مطمئن رہیں یہ آپ کا گھر ہے آپ کسی قسم کے خطرہ دل میں جگہ نہ دیں۔ ابھی وہ یہ کلمات کہہ رہی تھی کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ وہ گئی اور ایک شخص کو اندر لائی جس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور کپڑے خون آلودہ تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے چھپ کر دیکھا تو وہی سپاہی تھا جس کو میں نے پل عبور کرتے وقت نیچے گرا دیا تھا۔ میں بہت گھبرایا کہ قدرت نے مجھے پناہ بھی دی تو دشمن کے گھر میں اور انجام کا انتظار کرنے لگا۔

عورت نے اس کا زخم دھو پٹی باندھی۔ کپڑے تبدیل کئے اور اسے سلا دیا۔ پھر اوپر آئی اور مجھ سے کہا شاید آپ ہی میرے شوہر کی مصیبت کا باعث بنے ہیں۔ پھر نہایت ہی خوش اخلاقی سے کہا۔ آپ کسی قسم کا خوف دل میں نہ لائیں۔ میں آپ کو امان دے چکی ہوں حتی الامکان اپنے عہد کو نبھانے کی کوشش کروں گی۔

ابراہیم تین دن تک اس جگہ مقیم رہے اس کے بعد خاتون نے کہا کہ میرا شوہر اب اچھا ہو گیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کسی دن اوپر آکر آپ کو دیکھ لے اور آپ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اس لئے اگر آپ اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں تو بچیں۔

ابراہیم عورتوں کا لباس پہن کر رات کو اس کے یہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنی ایک لونڈی کے گھر پہنچے۔ جس کی وفاداری پر انہیں اعتبار تھا۔ لونڈی دیکھتے ہی فرط محبت سے رونے لگی اور ابراہیم کی سلامتی پر ہزار ہزار شکر ادا کرنے لگی۔ پھر ضیافت کے اہتمام میں مصروف ہو گئی چیزیں خریدنے کیلئے بازار نکل گئی۔ اور پولیس کو ہمراہ لیکر واپس آئی۔ ابراہیم کو اسی زنانہ لباس میں گرفتار کرا دیا۔

ابراہیم کہتے ہیں مامون نے ایک عام دربار منعقد کیا اور مجھے اپنے سامنے طلب کیا۔ میں نے جا کر السلام علیک یا امیرالمومنین کہا۔ تو مامون نے کہا لا سلمک اللہ ولا حیاک۔ میں نے عرض کی امیرالمومنین آپ جلدی نہ فرمائیں۔ خدا نے میرا معاملہ اب آپ کے سپرد کر دیا ہے۔ اگر آپ عفو فرمائیں تو اقرب الی التقویٰ ہے۔ اور اگر گرفت کریں تو یہ آپ کا حق ہے۔ اس کے بعد میں نے یہ شعر پڑھے۔ ؎

ذنبی الیک عظیم وانت اعظم منہ

ترجمہ۔ میرا گناہ یقیناً بہت بڑا ہے۔ مگر آپ کا کرم اس سے بھی بہت بڑا ہے

فخذ بحقک او لا واصفح بحلمک عنہ

آپ اپنا حق لے لیں۔ یا چشم پوشی فرما کر حلم سے معاف فرمائیں

ان لم اکن فی فعال من الکرام فکنہ

اگرچہ میں اپنے آپ کو کریم الافعال ثابت نہیں کرسکا تو آپ تو کریم الفعال ضرور ثابت ہوں۔

اتیت ذنبا عظیما وانت للعفو اھل

میں نے بہت بڑا قصور کیا ——— اور آپ اہل عفو ہیں

فان عفوت فمن وان جزیت فعدل

اگر آپ معاف فرمائیں تو یہ احسان ہے اور اگر آپ بدلہ لیں تو انصاف ہوگا۔

یہ شعر سنکر مامون نے سر جھکا لیا اور آہستہ آہستہ یہ شعر پڑھے ... اور اس کے بعد عفو اور درگذر ... کی ایسی نادر ترین مثال پیش کی ... جیسے صرف تاریخ اسلام ہی پیش کرسکتی ہے۔

وکنت اذا الصدیق اراد غیظی
واشرقنی علی حنق بریقی

جب دوست مجھے انتہائی غصہ دلاتا ہے۔

غفرت ذنوبہ وعفوت عنہ
مخافۃ ان اعیش بلا صدیق

تو میں اس خوف سے اسے معاف کر دیتا ہوں کہ کہیں بغیر دوست کے نہ ہو جاؤں۔

پھر مامون نے ابواسحاق اور دوسرے درباریوں سے مشورہ لیا سب نے بیک زبان ہو کر قتل کا اشارہ کیا۔ سب سے آخر میں احمد بن خالد سے پوچھا۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا۔ اگر امیرالمومنین انہیں قتل کریں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ آپ ایسے آدمی اس طرح کے لوگوں کو ہمیشہ ہی قتل کرتے آئے ہیں۔ اور اگر آپ معاف فرمائیں تو البتہ اس کی نظیر زمانہ سلف میں مشکل سے ملیگی۔ جب مامون نے ابن خالد کا یہ مشورہ سنا تو باقی لوگوں کی طرف منہ کرکے یہ شعر پڑھے ؎

سامح اخاک اذا خلط منہ الاصابۃ بالغلط

ترجمہ۔ اگر غلطی سے تمہارا بھائی کوئی تجاوز کر بیٹھے تو اسے معاف کر دو

واحفظ صنیعک عندہ شکر الصنیعۃ ام غمط

اپنا احسان اس پر کر دو۔ خواہ وہ شکر گزار ہو یا نہ ہو۔

من ذالذی ما ساء قط ومن لہ الحسنیٰ فقط

ایسا کون ہے کہ جس نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اور اس کے ہاں خوبیاں ہی خوبیاں ہوں ؎

بقیہ: ابراہیم نے جب معافی کی خوشخبری سنی تو بہت زور سے تکبیر کہی اور مامون کی خدمت میں عرض کی۔ امیرالمومنین میرا گناہ اس سے بہت بڑا ہے کہ میں اس کیلئے کوئی عذر تلاش کروں اور آپ کا عفو اس سے بہت بڑا کہ میں اس کے لئے شکر و امتنان کے الفاظ ڈھونڈوں۔ اس کے بعد مامون نے اس کی جاگیروں وغیرہ کی واپسی کا حکم صادر فرمایا اور انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ پھر بہت دیر تک اس کی سرگذشت سنتا رہا۔

اس کے بعد سپاہی کی عورت اور حجام و لونڈی کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو سب سے پہلے لونڈی سے پوچھا کہ تو نے اپنے سردار ولی نعمت سے غداری کیوں کی لونڈی نے کہا انعام کی خاطر۔ مامون نے کہا۔ تیرا شوہر ہے کہا نہیں۔ کوئی اولاد ہے کہا نہیں۔ مامون نے اس کو سو کوڑے لگوائے اور جیلخانے بھیجدیا۔ سپاہی کی عورت اور حجام کو بہت سا انعام اور خلعت ہائے فاخرہ عنایت فرمائے اور عزت و احترام سے رخصت کیا

خانپور میں ایک تبلیغی ہفتہ

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے)

خاکسار کو گذشتہ ہفتہ تبلیغ کے سلسلہ میں خانپور ریاست بہاولپور جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جماعت کے دو نہایت مخلص و سرگرم کارکن ہیں باوجود صاحب ثروت ہونیکے اس قدر اخلاق حسنہ و مرنج ہیں کہ خانپور کا ہر باشندہ ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔ ان کے اخلاق اور اسلامی سادگی کا یہ نتیجہ ہے کہ سلسلے کا کوئی مخالف بھی ان کو خراج تحسین ادا کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ ان میں ایک سید الطاف حسین شاہ صاحب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے والد ماجد حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور جیسا وسیع قلب اور خدمت اسلام کیلئے جوش عطا فرمایا ہے۔ آپ ہر وقت انجمن کی ترقی و بہبودی کیلئے تجاویز سوچتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے باوجود کثیر العیال ہونے کے انجمن کی خاطر سندھ کا دورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب شاہ صاحب موصوف کو دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے آمین۔ دوسرے دوست شیخ میاں عزیز احمد صاحب خلف الرشید جناب حاجی شیخ محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ فرزند دو سال سے العزیز نے خانپور میں ایک روئی اور تیل کا کارخانہ خریدا ہے۔ آپ نہایت ہی پابند صوم و صلوٰۃ اور خوش خلق نوجوان ہیں۔ تو سیع جماعت اور ترقی اسلام کیلئے جذبہ وافر رکھتے ہیں۔ آپ کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ اب وہاں نماز جمعہ باقاعدہ ہوتی ہے اور تعمیر مسجد کیلئے انتظام فرما رہے ہیں چنانچہ ایک جمعہ خاکسار نے وہیں پڑھایا۔ غیر از جماعت دوست بھی کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ دو دوست تحریری بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور خدمت دین کے لئے بیش از بیش توفیق عطا فرمائے

جناب میاں صاحب موصوف نے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو مبلغ ۵۰ روپے عنایت فرمائے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میاں صاحب موصوف کو دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے اور خدمت دین کے لئے بیش بیش توفیق عطا کرے۔ آمین۔

مردم شماری

مردم شماری کے اس مرحلہ میں تمام احمدی دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مذہب کے خانہ میں مسلمان ترجمہ احمدیہ لکھوائیں۔ کسی کے کہنے پر مرزائی یا قادیانی نہ لکھوائیں۔ زبان کے خانہ میں اردو لکھوائیں۔ نام اور تعداد صحیح لکھوائیں اور تسلی کریں کہ کلرک نے سب کچھ صحیح لکھا ہے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کے متضاد بیانات

(از جناب میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی)

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب قادیانی احمدی سب اسسٹنٹ سرجن میو ہسپتال لاہور کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ازراہ محبت مجھے تفسیر کبیر مؤلفہ میاں محمود احمد صاحب کا ایک نسخہ قیمتی پانچ روپیہ بہم پہنچا کر اس کے قیمتی مضامین سے روشناس کرایا۔ میں نے اس تفسیر کو اس لئے خریدا کہ یہ دیکھوں کہ اصل چیز کو ان بلند بانگ دعاوی سے فی الحقیقت کیا نسبت ہے۔ جو اس وقت تک تفسیر نویسی کے باب میں میاں صاحب کی طرف سے دنیائے اسلام کے سامنے آ چکی ہیں۔ اور جن کا نتیجہ جب کوئی مقابلہ کیلئے نہ آیا رہنا بالضرورت قرار نکالتا رہا ہے۔ جس دن سے میں نے اس تفسیر کو خریدا ہے۔ اسے التزاماً پڑھ رہا ہوں اور مجھے یہ کہنے میں مطلقاً تامل نہیں کہ جس قدر میں نے اس وقت تک پڑھا ہے۔ اس میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اس سے پہلے میرے علم میں نہ آئی تھیں۔ انہی میں سے ایک بات بطور نمونہ درج ذیل ہے:۔

"اس امت میں پھر قرآن کریم نے اسی صداقت کا اظہار کیا ہے۔ کہ اپنے مخالف لوگوں کو بد دیانت اور جھوٹا نہیں کہنا چاہئے۔ اکثر لوگ اپنے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں گو اس یقین کی وجہ بھی ان کے یقین کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ سچائی کے معلوم کرنے کی پوری کوشش نہیں کرتے اور سستی سے کام لیتے ہیں"

(تفسیر کبیر مؤلفہ میاں محمود احمد صاحب سورۃ یونس صفحہ ۵۲)

اس کے بالمقابل میاں صاحب کے ایک خطبہ میں سے حسب ذیل ارشاد ملاحظہ ہو جماعت احمدیہ لاہور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر ہم پوری طرح ان پر ٹوٹ پڑیں اور سارا زور لگا کر تبلیغ کریں تو جلد از جلد کامیابی ہو سکتی ہے۔ ان میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جو بہت بگڑ چکا ہے اور اس کی حالت ایسی ہے کہ اب میرے نزدیک ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ انہوں نے اپنے دل کو بہت گندا کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر انہی کے دلوں کے تیار کردہ تالے لگا دیئے ہیں۔ انہوں نے سچائی کو قبول کرنے سے ایسا اعراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے بھی ان سے منہ موڑ لیا ہے اور جب تک ان کے اندر نئی تبدیلی نہ پیدا ہو۔ ان کو ہدایت نہیں ہو سکتی"

"لیکن ایک طبقہ ان میں ایسا ہے جو واقعی دل میں اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتا ہے اور صداقت سمجھ کر اسے اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ طبقہ خود بھی گمراہ ہے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے . . . . . . یہ لوگ احمدی کہلاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ گو اس کے بعض حصوں کے معنے اور کرتے ہیں اور دوسروں کی نسبت ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ گو ان کے دلوں میں ہم سے دشمنی ہے۔ مگر وہ اپنے ائمہ کی پیروی میں ہے۔ جن کے دل ہمارے خلاف بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور ان کے بغض کا پرتو عوام پر پڑ رہا ہے . . . . بے شک وہ دشمنی میں انتہا سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اصل دشمنی چند ائمہ کو ہے۔ باقیوں میں ان کی دشمنی کا انعکاس ہے اس لئے وہ اصل مجرم نہیں ہیں۔ اس لئے ہم ان سے مایوس نہیں"

اگرچہ جناب میاں صاحب کا یہ ارشاد اس فتویٰ کے مقابل میں قابل مبارکباد ہے جس میں جماعت احمدیہ لاہور کے افراد سے مکالمت، موانست، مجالست اور مواکلت حرام قرار دی جا چکی ہے اور انہیں گوبھی کے سڑے ہوئے چھلکے اور جہنم کی جلتی ہوئی آگ قرار دیا گیا ہے۔ تاہم یہ دریافت طلب ہے کہ تفسیر کبیر کا مندرجہ بالا ارشاد خطبہ جمعہ کے منقولہ بالا اقتباس سے کہاں تک مطابقت رکھتا ہے؟

کیا جرمنی برطانیہ پر چڑھائی کرنیکی کوشش کریگا؟

لندن ۱۲ فروری۔ میجر جنرل سر چارلس گوائین کی رائے کے مطابق برطانیہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نازیوں کے لئے حالات موافق اور سازگار نہیں رہے۔ اس کے برعکس نازیوں کی چڑھائی کے انتظار میں دفاع کی بجائے برطانیہ کے جارحانہ اقدامات کا وقت آ رہا ہے۔ اب برطانیہ کے جوابی جارحانہ اقدامات ہی اس کا بہترین دفاع ہیں۔ بحیرہ روم میں اس کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اور جرمنی اور اس کے مقبوضہ علاقوں میں اس کے اڈوں پر جارحانہ بحری اور فضائی حملے ان کے بہترین نمونے ہیں۔

سر چارلس کی رائے میں جرمنوں کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ اپنی سرگرمیاں محض چڑھائی کی دھمکیوں تک ہی محدود رکھیں اور ان کو عملی صورت نہ دیں۔ سردیوں کا سارا موسم نازیوں نے ان دھمکیوں میں ہی گزارا ہے اور اب بھی وہ محض دھمکیوں سے ہی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ ان دھمکیوں کی بدولت ہی جرمنی نے بحیرہ روم میں برطانیہ کو اپنی پوری بحری قوت کام میں لانے سے روک رکھا ہے۔ البتہ اگر فرانس نے جرمنی کے مطالبات رد کر دیئے۔ جیسا کہ امید ہے کہ وہ رد کر دیگا اور اگر امریکہ نے تجارتی جہازوں پر جرمن آبدوزوں کے حملوں کے خلاف سرگرم مداخلت کا فیصلہ کیا۔ تو اس صورت میں جرمن مجبور ہو کر شاید برطانیہ پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر اس صورت میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ برطانیہ محض دفاع پر ہی اکتفا کریگا۔

سر چارلس گوائین کے بیان کے مطابق کہ جرمنی کا جنرل سٹاف جانتا ہے کہ برطانیہ پر چڑھائی کرنے کے نتائج و عواقب کیا ہوں گے گذشتہ موسم خزاں میں برطانیہ کی نامکمل دفاعی تیاریوں کے باوجود نازی برطانیہ پر چڑھائی کرنے میں ناقابل رہے اور اب بھی جرمنوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ برطانیہ کی دفاعی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اس کی بحری اور فضائی قوت میں معتدبہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کی بری فوجیں کیل کانٹے سے لیس ہو چکی ہیں۔

نئے روپیوں کا اجرا

تجارت کی زیادتی اور روپیوں کے بکثرت استعمال کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ ایک روپیہ اور اٹھنیاں جو حال ہی میں جاری کئے گئے ہیں بعض دیہاتی علاقوں کیلئے نہ تو مناسب ہی ہیں اور نہ آرام دہ۔ روپیہ کے سکہ کی مانگ بہت بڑھ رہی ہے اور ضروری ہو گیا ہے کہ بڑے پیمانہ پر چاندی کے روپیوں کے نئے سکے تیار کئے جائیں۔ چونکہ زیادہ تعداد میں موجودہ معیار کے روپیوں کے بنانے سے جس کے بارہ حصوں میں سے گیارہ حصہ میں چاندی اور ایک حصہ میل ہوتا ہے زیادہ چاندی خرچ ہوتی ہے۔ لہذا طے کیا گیا ہے کہ جو نئے روپے بنائے جائیں۔ ان میں آدھی چاندی اور آدھا میل ہو جس طرح اٹھنیاں اور چونیاں بنائی جاتی ہیں۔

روپیہ کی نئی ساخت میں حفاظتی کنارہ کی ترکیب کی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ اسکی وجہ سے جعلی روپے نہیں بنائے جا سکیں گے اور ان کنارہ کی ایسی ساخت اس غرض سے رکھی ہے کہ جعلی روپے نہ بنائے جا سکیں۔

ان حفاظتی کنارہ کے روپیوں پر جو عنقریب ٹکسال سے جاری کئے جائیں گے ۱۹۴۰ کا سن پڑا ہوگا علاوہ اس حفاظتی کنارہ کے یہ روپے وزن میں اور شکل میں پرانے روپیوں جیسے ہی ہونگے اس کے کہ دائرہ ذرا لمبا ہے پرانے روپیوں کے سے کھرے روپے اب نہیں ڈھالے جائیں گے لیکن موجودہ پرانے روپے پہلے کی طرح اب بھی چلیں گے۔ (مرکزی اطلاعات)

جرمن فوجیں البانیہ میں

القرہ ۱۴ فروری۔ معلوم ہوا ہے کہ بلغاریہ سے جرمن خبر رساں ایجنسیوں نے اب کھلم کھلا یہ اعلان کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ جرمن فوجیں البانیہ میں اطالوی فوجوں کے دوش بدوش یونانیوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ ایک ایسی خبر میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک جرمن ہوا باز افسر کرنل سٹارکس اس وقت البانیہ کے دارالحکومت ترانا میں موجود ہے اور ان جرمن ہوائی جہازوں کی کمان کرتا ہے جن کے ذریعے سے جرمن فوجیں البانیہ میں لائی جا رہی ہیں۔

یہ بھی مشہور کیا جا رہا ہے کہ البانیہ کی راہ کے علاوہ جرمن بلغاریہ کے راستے سے بھی یونان پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے
سالانہ چار روپے (۴)
ممالک غیر سے
سالانہ پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۲۴ محرم ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء — نمبر ۱۱

ہمارا اس سال کا پروگرام

دس ہزار آدمیوں کو زیرِ تبلیغ لائیں۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں۔ جماعت کے بزرگ اشاعت اسلام کیلئے وصیت کریں

(الف) دس ہزار کو تبلیغ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- "میں نے کہا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص جو اس جماعت کا فرد ہے اپنا یہ فرض سمجھ لے کہ وہ سال میں کم از کم دس ہزار آدمیوں کو پیغام پہنچائیگا...... اگر جماعت کا ہر فرد اس کام کو کرے تو اس ذریعہ سے سال بھر میں دس ہزار تنے آدمیوں تک ہم پہنچ سکتے ہیں اور یقینی بات ہے کہ خواہ کتنی بھی مخالفت ہو ہم کم از کم دسویں حصہ تک تو ان میں سے لے سکتے ہیں صرف ہمت اور کوشش شرط ہے" (خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۴۱ء) ——— ہم پہلے بھی جماعت کے تمام دوستوں کو اس کے متعلق توجہ دلا چکے ہیں کہ جماعت کے تمام حلقوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر فوراً عمل شروع ہو جانا چاہئے جماعت کے سیکرٹری صاحبان کو چاہئیے کہ وہ دوستوں کو اس کام پر لگائیں ان کے کاموں کی ان سے رپورٹیں لیں اور وہ رپورٹیں مرکز میں بھجوائی جائیں تاکہ اندازہ ہو سکے کتنا کام ہوا ہے اور اس کام کے مطابق باہر کی جماعتوں کو مرکز سے ہدایات پہنچتی رہیں خدا کا فضل ہے کہ بعض حلقوں میں خوب کام شروع ہو گیا ہے، اگر ہم یک جہتی اور تندہی سے اس کام کو کریں تو دس ہزار چھوڑ دس لاکھ کو بھی زیرِ تبلیغ لانا کچھ مشکل نہیں اس کے لئے کوشش کا رہے، کوشش! کوشش! کوشش!! -

(ب) نوجوان زبانیں سیکھیں "نوجوان بالخصوص وہ جو کسی ملازمت میں ہیں چاہے انجمن کی ملازمت میں ہیں یا کسی اور دفتر میں ان میں سے ہر ایک شخص کوشش کرے کہ کسی زبان کو سیکھے اور اس لئے سیکھے کہ قرآن کریم کی خدمت کے لئے اس کو استعمال کرے گا اور ایک اس کے ساتھ عربی زبان کو بھی سیکھے اور ان دونوں زبانوں کو اپنے . . . فرصت کے اوقات میں تھوڑا تھوڑا سیکھتا رہے، دو سال، چار سال، آٹھ سال، دس سال، میں وہ اس قابل ہو جائیگا کہ قرآن کریم کا ترجمہ اس زبان میں کر سکے گا، یہ ایک بڑی عظیم الشان خدمت ہوگی، اگر ہمارے نوجوان اس طرف توجہ کریں تو وہ اسلام کی بڑی خدمت انجام دیں گے" (خطبہ جمعہ ۱۳ جنوری ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

خوشی کی بات ہے کہ بعض جوانوں نے زبانوں کے سیکھنے کیلئے اپنے نام پیش کر دیئے ہیں جنہوں نے ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھایا انہیں فوراً اس کام کو شروع کر دینا چاہئیے اور وہ نوجوان جو اس کام کو شروع کر چکے ہوں وہ اپنے نام مرکز میں بھجوا دیں تاکہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کر دیئے جائیں اور ان مجاہد نوجوانوں کو اس ضمن میں مزید ہدایات بھجوائی جا سکیں۔

(ج) جماعت کے بزرگ وصیت کریں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- "وہ بزرگ جو زندگی کی بہت سی منازل طے کر چکے ہیں ان سے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی عمریں تو دین کی خدمت میں صرف کر دیں اپنے پیچھے بھی کم و بیش اس کام کو جاری رکھنے کا سامان کریں اور اپنے مالوں سے کچھ وصیت کریں تاکہ انکے پیچھے وہ صدقہ جاریہ کا کام دے حضرت صاحب نے دسواں حصہ خدمتِ دین کے لئے وقف کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ جب میں جماعت کے بزرگوں کو دیکھتا ہوں تو ایسے ایسے اخلاص کے نمونے نظر آتے ہیں کہ بعض لوگوں نے تہائی حصہ تک وصیت کر دی ہے صرف لوگوں کو توجہ نہیں ورنہ یہ ایک بہت بڑی عظیم الشان بنیاد خدمتِ دین کی جوان کے ہاتھوں سے رکھی جا رہی ہے" (خطبہ جمعہ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۱ء)

ہماری جماعت کے قابلِ رشک بزرگ جنہوں نے حضرت امام زمان کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو عملی جامہ پہنائیں تو اشاعت اسلام کیلئے ایک مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے اور اس اعلائے کلمۃ الحق کے کام کو جتنی تقویت پہنچ سکتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ بزرگوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ جلد اس طرف متوجہ ہوں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد پر لبیک کہیں۔

دوست پوری قوت سے پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں!

سکھوں اور مسلمانوں کی متحدہ خصوصیات

سکھ مسلم اتحاد اور قرآن مجید اور گرنتھ صاحب کی مساوی تعلیم

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام)

تعالوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا وبینکم (قرآن ۳/۶۴)

آؤ ہم اور تم ان باتوں پر تعاون کریں جو ہمارے اور تمہارے مذہب میں مساوی ہیں۔ ہر ایک مذہب یا قوم میں کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو دیگر مذاہب یا اقوام میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے دو مختلف اقوام یا مذاہب میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے یہ بہترین اصول ہے کہ وہ ہر دو اقوام ان جملہ امور پر کہ جو ان میں باہم مشترک ہوں متفقہ طور پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اس طریق کار سے بہت ہی کم اختلاف باقی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ جملہ مذاہب میں اکثر باتیں ایسی ہیں جو مساوی ہیں اور بہت کم ... ایسی ہیں کہ جن میں اختلاف ہے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اصول تمام مذاہب کے ایک ہیں۔ اور صرف شاخوں میں کہیں کہیں کچھ فرق ہے۔

بات یہ ہے کہ جس خدا نے انسان کی جسمانی تربیت کا ذمہ لیا ہے جیسا کہ قرآن مجید اس پر شاہد ہے کہ وما من دابۃٍ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ کہ دھرتی کہ زمین پر کوئی جاندار نہیں۔ مگر اس کی روزی کا ذمہ خدا نے لیا ہوا ہے اسی خدا نے بنی نوع انسان کی روحانی تربیت کا بھی ذمہ لیا ہے فرمایا ان علینا للھدیٰ کہ انسانوں کی ہدایت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اگر ایک عربی کو ہدایت کی ضرورت ہے تو ایک عجمی کو بھی ہے۔ اس لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ خدا نے کسی خاص قوم یا خاص خطہ کو ہدایت کیلئے مخصوص کر لیا ہے اور باقیوں کو سرگرداں چھوڑ دیا ہے جیسا کہ دیانند سوامی کا خیال تھا کہ ویدک رشیوں کے سوا اور کسی کو بھی الہام نہیں ہوا۔ بھگوان کرشن تو گیتا میں صاف فرماتے ہیں کہ "سمبھوامی یگے یگے" یعنی ہر زمانہ میں خدا کے اوتار آتے رہے۔ اور بابا نانک صاحب بھی گرنتھ صاحب میں صاف فرماتے ہیں کہ "جگ جگ بھگت آیا پیج رکھدا آیا" یعنی ہر زمانہ میں خدا انبیاء کو بھیجکر دنیا کو راہ راست دکھاتا رہا۔ مگر ایک سوامی جی ہیں کہ الٹی گنگا بہانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہاں یہ ٹھیک ہے کہ دنیا پر ایک ایسا زمانہ بھی تھا جب دنیا کی مختلف قومیں ایک دوسرے سے بالکل ناآشنا تھیں۔ باہمی تعلقات آمد و رفت کے ذرائع موجود نہ تھے اس لئے اس وقت مختلف اقوام یا مختلف ممالک کیلئے الگ الگ نبی بھیجے گئے۔ اس وقت چونکہ ایک قوم کو اس کے اپنے انبیاء کے سوا دیگر اقوام یا ان کے انبیاء کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے یہی سمجھ لیا کہ صرف ہمارے ہی پاس ہدایت بھیجی گئی ہے۔ اور کسی کے پاس نہیں۔ لیکن جب اقوام عالم کا میل جول اتنا گہرا ہو گیا کہ تمام دنیا گویا ایک گھر کے حکم میں ہو گئی تو ایسا نبی بھیجا گیا جس کو عالمگیر تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ علم بھی دیا کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ۳۵/۲۴ ولکل قوم ھاد ۱۳/۷ یعنی ہر ایک امت کے لئے نذیر آیا اور ہر ایک قوم کیلئے ہادی بھیجا گیا۔ بلکہ اس کے پیرؤں کو حکم دیا گیا کہ وہ نہ صرف اپنے نبی کو ہی مانیں۔ بلکہ اپنے ایمان کی تکمیل کیلئے وہ اس امر کا بھی اقرار کریں کہ آمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احدٍ من رسلہ (بقرہ ۲/۲۸۶)

یعنی ہم خدا تعالیٰ کی توحید کے ساتھ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور بحیثیت نبوت ہم کسی نبی میں فرق نہیں کرتے۔

سچ پوچھو تو اقوام عالم میں اتحاد پیدا کرنے کیلئے اس سے بہتر اصول دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا۔ کہ تمام دنیا کے مذہبی پیشواؤں کی خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں ہوئے ہوں اسی طرح عزت و توقیر کی جائے۔ جس طرح اپنے ہادی و پیشوا کی۔ اگر آج دنیا کے تمام انسان مل کر صرف اسی ایک اصول پر عمل پیرا ہو جائیں تو تمام باہمی تنازعات یکدم مٹ سکتے ہیں۔

پھر اسی نبی کو یہ علم بھی دیا گیا کہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ۱۴/۵۔ یعنی ہر ایک نبی کو الہام اسی زبان میں کیا گیا جو اس قوم کی زبان تھی کہ جس کی طرف وہ نبی بھیجا گیا۔ دیانند سوامی نے جو یہ خیال پیش کیا ہے کہ الہام ایسی زبان میں کیا گیا جو کسی بھی قوم یا ملک کے انسانوں کی زبان نہ تھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر ایک غیر انسانی زبان میں الہام ہوگا تو اس کو کوئی انسان سمجھیگا کس طرح؟ اور اس پر عمل کیونکر کر سکے گا اور پھر ہدایت کس طرح پا سکیگا۔ اس لئے یہ اصول صحیح ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے کہ الہام انسانوں کی مادری زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی سکیں۔

اب ہم یہاں تک پہنچے ہیں کہ مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے اندر جو ہادی اور پیشوا آئے ہیں وہ خدا ہی کی الہام شدہ تعلیم لیکر آئے تھے۔ اور خدا ہے ایک اس لئے لازماً اس کی بھیجی تعلیم بھی ایک ہی ہو سکتی ہے۔ مگر مرور زمانہ سے لوگوں نے اس الٰہی تعلیم کے اندر خودساختہ رسوم کی اس قدر بھرمار کر دی کہ اصل تعلیم ان میں دب کر یا مدغم ہو کر گویا مفقود ہی ہو گئی۔ لیکن اگر آج بھی جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ کی چھان بین کی جائے تو اصل تعلیم سب کے اندر مساوی ملے گی۔ اس لئے ہر ایک مصلح جو شخص کا یہ فرض ہے کہ دو قوموں میں اتحاد پیدا کرنے کیلئے ان کی مساوی تعلیم کو ان کے سامنے رکھے چونکہ یہ مضمون سکھوں اور مسلمانوں کی متحدہ خصوصیات پر لکھا جا رہا ہے۔ لہذا سردست قرآن مجید اور گرنتھ صاحب کی مساوی تعلیم کو پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس مضمون کو سب سے پہلے اس لئے لیا گیا ہے کہ جس طرح گرنتھ صاحب میں سکھوں کو یہ حکم ہے کہ:۔

(۱) گن کاری گرہ سنگ ہے اور اپد لبین
سے وڈبھاگی چ اوضاں مل رہے ان دن نام لبین
گن کی سانجھ سکھ ادپجے سچی بھگت کرین
(سوہی محلہ ۳)

(۲) گنا کا ہوؤ سے واسلا کڈھ واس لیجے
جے گن ہو دن ساجناں مل ساںجھ کریجے
ساںجھ کریجے گنہ کیری چھوڈ اوگن چلیجے
(سوہی محلہ ۱)

ترجمہ (۱) نیک آدمی صفات حسنہ کو جمع کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو بھی یہی تبلیغ کرتے ہیں اور جو لوگ نیک کاموں میں ان سے تعاون کرتے ہیں۔ وہ بھی بڑے خوش قسمت ہیں کیونکہ امور حسنہ میں تعاون کرنے سے راحت ہوتی ہے۔ دراصل عبادت یہی ہے۔

(۲) صفات حسنہ کا گلدستہ ہو تو اس سے خوشبو آتی ہے۔ اس لئے جن احباب میں صفات حسنہ ہوں۔ ان سے ضرور تعاون کرنا چاہئے اور معاونت نیک کاموں میں کرنا چاہئے۔ بدی اور فساد کے کاموں میں نہیں۔

اسی طرح بعینہٖ یہی تعلیم قرآن مجید کی ہے۔ فرمایا:۔

(۱) تعالوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ ۳/۶۴

(۲) وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۵/۳

ترجمہ (۱) آؤ ہم جمع ہو جاویں ان باتوں میں جو ہم اور تم میں مساوی ہیں۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور کہ ہم آپس میں کسی انسان کو خدا کا درجہ نہ دیں۔

(۲) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرو۔ بدی اور فساد کے کاموں میں معاونت نہ کرو۔ اللہ کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

لہذا ان ہر دو اقوام کا یہ مذہبی اصول یہی ہے کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ تو پھر ان کو تو ضرور ہی باہم اتفاق سے رہنا چاہئے۔

دوسرے اس لئے بھی ان دونوں قوموں کے اتحاد کے متعلق کچھ لکھنا ضروری سمجھا گیا کہ یہ دونوں قومیں مذہبی تعلیم کے اعتبار سے پہلو بہ پہلو ہیں۔ ہر دو اقوام کی مذہبی کتب یعنی گرنتھ صاحب اور قرآن مجید میں صرف نام یا زبان کا فرق ہے۔ ورنہ مذہبی اصل جس قدر بھی گرنتھ صاحب اور خاص کر بابا نانک صاحب کے کلام میں مرقوم ہیں۔ وہ بالکل وہی ہیں کہ جو عربی زبان میں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور اگر گرنتھ صاحب میں کہیں کہیں ہندو خیالات کی جھلک پائی بھی جاتی ہے تو وہ محض ہندوؤں پر تبلیغی حجت پوری کرنے کیلئے بطور الزام ہے ورنہ سکھوں کے مذہبی اصول کا ہندو مذہب کیا واسطہ۔ گرنتھ صاحب میں تو ہندو دھرم کے ایک ایک عقیدہ کی صاف لفظوں میں تردید کی گئی ہے۔ وید، پران، سمرتی، شاستر، مورتی پوجا، خدا کا تجسم، دیوی اور دیوتے تیرتھ، شرادھ۔ ذات پات، چھوت چھات، جنیو (زنار) گائے پوجا، آرتی سندھیا وغیرہ۔ پھر آریہ سماج کے عقائد کہ خدا، روح اور مادہ ازلی ہیں۔ نجات دوامی نہیں۔ خدا گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا وغیرہ پھر جین دھرم کے عقائد پھر ہندو کے مختلف سادھو فرقے غرضیکہ ہندو دھرم کے جملہ عقائد کی گرنتھ صاحب میں تردید موجود ہے لیکن اسلام کے کسی بھی اصولی عقیدہ کی تردید نہیں بلکہ جملہ اسلامی عقائد کی تائید گرنتھ صاحب میں موجود ہے۔ اس لئے سکھوں اور مسلمانوں کا اتحاد نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس مضمون کو سب سے پہلے لیا گیا ہے۔

تیسرے چونکہ ان ہر دو اقوام کا ماضی نہایت خوشگوار گزرا ہے جیسا کہ تواریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے۔ گو ان کے تعلقات کو

گزشتہ کرنے کی بہت کوشش کی گئی۔ مگر جن تاریخوں میں یہ فرضی قصے داخل کئے گئے ہیں۔ ان میں ابھی اس ملاوٹ کا صاف پتہ چل جاتا ہے جیسا کہ آئندہ قسط سے ظاہر ہوگا انشاءاللہ۔ اس لئے بھولا ہوا سبق یاد دلانے کیلئے بھی اس مضمون کو پہلے چھیڑا

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۲۴ محرم ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۱۱

مغرب سے طلوع اسلام اور احمدیت

ایمان اور روحانی قوت سے ہم انقلاب پیدا کر سکتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۱۵، ۵۱۶ پر ارشاد فرماتے ہیں:-

ارشاد

"اس عاجز پر جو اس رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت، کفر و ضلالت میں ہیں۔ آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملیگا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک ممبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔"

مغرب اور اسلام کی روحانی فتوحات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ رؤیا مغربی اقوام میں اشاعت اسلام اور اسلام کی روحانی فتوحات کی سب سے پہلی بشارت ہے۔ ورنہ مسلمان اور اشاعت اسلام کا ایسا بلند پایہ نصب العین مسلمانوں کو تو اس وقت اپنا موقع نہ تھا۔ وہ تو خود انحطاط اور زوال کا شکار تھے اور مغربی تسلط کے نیچے اس قدر دبے ہوئے تھے کہ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ مغربی اقوام میں بھی اسلام فتوحات کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہی مشیت ایزدی کے ماتحت اسلامی سواد اعظم ... میں، ایک ایسی جماعت کو تیار کیا۔ جو مستقل طور پر مغربی اقوام میں اشاعت اسلام کے پروگرام کو اپنے نصب العین میں شامل کرے۔ چنانچہ گذشتہ پچیس یا تیس سالوں میں جس جماعت نے جس ہمت اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔

جماعت احمدیہ کی روحانی قوت

لیکن یہ کام کسی مادی اصول اور مادی طاقت سے نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے عقب میں خدا تعالیٰ کے مسیح اور امت محمدیہ کے ایک عظیم الشان مجدد کی **قوت قدسی** کار فرما تھی۔ اور اس میدان میں آئندہ جو کام بھی ہوگا۔ وہ اسی روحانی اور اخلاقی قوت کے زور سے ہوگا۔ اور وہی لوگ اس کام کو کریں گے۔ جو اس روحانی حقیقت پر زبردست ایمان رکھنے والے ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ آج تک جتنے انقلابات رونما ہوئے ہیں۔ وہ سب ایک زندہ ایمان کے کرشمے ہیں۔ چند ایک معتقدات اور ان پر ایک تڑپتا ہوا ایمان ہی ہر ایک انقلاب کا باعث ہوا ہے ہم بھی ایمان اور عقائد سے ہی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔

ہمارے معتقدات

ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ البتہ اس امت محمدیہ کے سواد ہی سے ایسے زبردست آئمہ یا مجدد اور محدث مبعوث ہوتے رہیں گے۔ جو وقت اور حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر اسلامی اصولوں کا احیا کریں گے۔ اور اس تاریکی کے زمانہ میں بھی جبکہ بحر و بر پر مادیت اور دہریت کا تسلط تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مجدد اعظم کو مبعوث فرمایا جس کے ذریعہ سے مغرب سے طلوع اسلام ہوگا۔ اور مشرق میں بھی اسلامی تعلیمات از سر نو زندہ ہوں گی۔ لیکن اس زندگی اور احیا کے لئے کو وقار ایمان کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو اس انقلاب کو پیدا کرنا چاہتے ہوں۔ ان کا اپنے معتقدات پر زبردست ایمان ہو۔ وہ لوگ دنیا کی کسی تحریک سے متاثر نہ ہوں۔ خواہ وہ تحریک ظاہری لحاظ سے کتنی ہی دلفریب معلوم دے۔

ہماری کامیابی کی وجہ

حقیقت بھی یہ ہے کہ ہماری گذشتہ کامیابی کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہماری جماعت مادی ہنگاموں سے **دامن کش رہی**۔ اور اس کی آئندہ کامیابی کا انحصار بھی صرف اسی اصول پر ہے کہ وہ اپنے دائرہ کے اندر کام کرتے ہوئے ہی جس قدر قوت اور زور پکڑ سکتی ہے پکڑے۔ دوسری قوموں کو اپنے اندر جذب کرے نہ کہ دوسری تحریکات اور دوسری قوموں کے اداروں سے متاثر ہو۔ مثلاً اگر کوئی نوجوان ہندوستان میں کانگریس کے پروگرام سے متاثر ہے۔ یا مغرب کی اشتراکی تحریک سے اثر پذیر ہے۔ وہ اپنی اس اثر پذیری اور احمدیت کو ایک جگہ اکٹھا نہیں کر سکتے۔

احمدیت کی خصوصیات

احمدیت کو قومی اور اشتراکی اغراض و مقاصد سے دور کی مناسبت نہیں۔ احمدیت کے مقاصد بین الاقوامی ہیں اور خالص روحانی اور اسلامی ہیں۔ احمدیت دنیا میں کوئی اشتراکی نظام قائم کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ اسلامی اور قرآنی نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ وہ موجودہ زمین و آسمان کو سرے سے ہی بدلنا چاہتی ہے۔ اور ہمارے وہ دوست جو خواہ کسی جماعت اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں جن کا یہ خیال ہے کہ اسلام کو صرف مادی اور سیاسی فتوحات سے لفظیں یا اپنے استدلال میں الٹا متعصب اور قطعی نہیں ہونا چاہئے۔ ان کے اس نظریہ کی اسلامی تعلیمات کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ اسلام **ایک بے پناہ روحانی قوت ہے**۔ جس کو اپنی فتوحات کیلئے سعید اور سلیم الفطرت قلوب کی ضرورت ہے نہ کہ تیر و تفنگ اور دولت و جاہ کی۔ تیر و تفنگ والے، سطوت و جاہ والے تو آنحضرت صلعم سے پہلے بھی موجود تھے۔ چنانچہ قیصر و کسریٰ کی بانی شوکت ہماری تشریح کی مستحق نہیں۔ وہ کیا چیز تھی جس سے نہتے عرب لوگ بدو، نے مسلح رومی اور ایرانی پر فتح پائی۔ یقیناً وہ ایک روحانی قوت تھی وہ ایک ایمان اور عرفان تھا۔ آج بھی محمد عربی (فداہ ابی و امی) کے ایک غلام نے اسلام کی اس روحانی قوت کی تجدید کی تو اس پر تعجب کیوں کرتے ہو۔ ہر وہ شخص جو کہ اپنے قلب کی گہرائیوں میں مادی طاقت کا پرستار ہے۔ اس پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ مذہبی تاریخ کے سنہری صفحات اس حقیقت پر زبردست گواہ ہیں کہ مادی قوت روحانی شوکت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مقابلہ تو ایک الگ چیز ہے مادیت کا پس منظر بذات خود ایک روحانی پس منظر ہوا کرتا ہے۔ گو مادہ پرست اسے بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ خیر یہ ایک علیحدہ مبحث ہے۔ اس وقت ہم اس میں جانا نہیں چاہتے۔

ہمارا مقصد

ان مندرجہ بالا سطور کے لکھنے سے ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے کہ وہ لوگ جو کہ مغرب سے **طلوع اسلام** چاہتے ہیں ان پر روشن ہونا چاہئے کہ یہ آفتاب اسلام کا طلوع صرف احمدیت سے وابستہ ہے اور وہ شخص جو کہ **احمدیت کو قبول کرتا ہے** اسے پورے دل کے ساتھ اسے قبول کرنا چاہئے اور دوسری تحریکات کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ اشاعت اسلام کا یہ پروگرام اس وقت تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک ہماری جماعت کے دل اور دماغ میں ایک کامل اتحاد نہ ہو۔ اور اپنے معتقدات پر ایک ایسا زندہ ایمان نہ ہو۔ جس کی حرارت سے ہر وہ چیز جو کہ اس ایمان کے منافی ہے جل کر راکھ نہ ہو جائے۔ ہماری توجہ صرف اس طرف رہے جس طرف اصولی لحاظ سے رہنی چاہئے۔ دنیا کے مادی اور سیاسی معاملات سنوریں یا نہیں [illegible] لیکن ہمارے پائے استقلال کو جنبش نہ ہو۔ ہم ایک مضبوط اور محکم جماعت ہوں اور نہایت ثابت قدمی سے اپنے صحیح راستہ پر گامزن رہیں۔ جیسا کہ ہم گامزن ہیں۔

سعی اور جہاد

ہمارے سامنے ایک بہت عظیم الشان کام ہے جس کیلئے محنت شاقہ کی ضرورت ہے۔ ہم ایک روحانی امانت کے امین ہیں۔ جسے ہم نے اقوام عالم تک پہنچانا ہے۔ ہمیں نہایت دیانتداری کے ساتھ اس امانت کو پہنچانا چاہئے۔ اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہونے پائے ضرورت ہے کہ جہاد کرتے ہوئے ہمارے پسینے کی جگہ خون بہے۔ دعائے نیم شبی کے وقت ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہہ نکلے۔ اٹھتے، بیٹھتے، گرتے سنبھلتے ہمارا وظیفہ ہو۔ ہماری امنگیں ایک ہوں۔ آرزوئیں ایک ہوں۔ اور وہ آرزوئیں سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہیں کہ خدا اور اس کے رسول کا دنیا کے کونہ کونہ میں بول بالا ہو۔

دعا

اے خدا ہم میں سے وہ لوگ جو نہایت خلوص اور درد مند دل کے ساتھ تیرے دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی طرف اپنی تائید کا ہاتھ بڑھا۔ ان پر اپنی رحمت کی بارشیں کر۔ ہم میں سے جو کمزور ہیں انہیں توانائی دے اور جو روحانی طور سے طاقتور ہیں۔ ان کی طاقت میں ہمیشہ اضافہ کر۔ آمین ثم آمین

شذرات

چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب اور تبلیغ احمدیت

۲۷ جنوری ۱۹۴۱ء کو چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب نے ہارڈنگ لائبریری دہلی میں ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے "آج سے دو سو سال بعد ہندوستان کی حالت" کے عنوان پر تقریر کی۔ یہ تقریر "الفضل" مؤرخہ ۲ فروری ۱۹۴۱ء اور "منادی" دہلی مؤرخہ ۱۶ فروری ۱۹۴۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس تقریر کے ضمن میں جناب چودھری صاحب موصوف نے کہا:۔

"آج سے سو یا دو سو سال بعد دہلی یا ہندوستان کی یہ حالت ہو جائے گی۔ میں اپنے اس یقین کی تہ میں جو حقیقت ہے، اس کے متعلق بعض اشارے کر دیتا ہوں جس سے آپ اس حقیقت کا کسی قدر اندازہ کر سکتے ہیں۔"

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب کے قلب کی گہرائیوں میں کوئی حقیقت دفن ہے جس کو وہ دلیری کے ساتھ مجمع عام میں بیان کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ مبادا پبلک اس کی حریف نہ ہو سکے۔ کیونکہ حاضرین میں کثرت غیر احمدیوں کی ہے جو چودھری صاحب موصوف کے ہم مذہب نہیں۔ مگر اسی تقریر کے سباق میں وہ حقیقت تڑپ کر نوک زبان پر آ رہی ہے لیکن صرف ایک لمحہ کیلئے! اور پھر اپنی گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ادھر اسلامی تمدن اور نظام کے احیا کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں رکھی گئی اور قرآن اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تمدن اور نظام کی روشنی عام لوگوں کی نظروں کے سامنے اس تاریخ سے ۷۵ سال بعد آنی شروع ہو جائے گی۔"

ملاحظہ فرمایا قارئین نے کس فرزانگی کے ساتھ جناب چودھری صاحب "تحریک احمدیت" کے آغاز کو اسلوب بیان کی رعنائی میں ملفوف کر گئے! اسلامی تمدن اور نظام کے احیا کی بنیاد کس تحریک کے ذریعہ رکھی گئی۔ یقیناً تحریک احمدیت کے ذریعہ۔ کیا اس حقیقت سے جناب چودھری صاحب موصوف کبھی انکار کر سکتے ہیں۔ البتہ برملا اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اور افسوس ہے کہ ملزم ہمیشہ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے قائدین رہے ہیں کہ وہ احمدیت کو برملا پیش نہیں کرتے۔ لیکن اپنی یہ روش کہ دو حرف کھل کے احمدیت کے متعلق کہتے ہوئے ہمت قصور کرے جہاں اسلامی تمدن کے مد و جزر کا جائزہ لیا تھا۔ وہاں دو چار فقرے احمدیت کے متعلق بھی کہہ دیئے ہوتے؟

مشترک تمدن

چند دن ہوئے بڑودہ سے ایک خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ:۔

"ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بڑودہ نے اپنے پیش رو مہاراجہ سر سیاجی راؤ کی یادگار میں ان کے نام پر بنارس ہندو یونیورسٹی میں ۱۵ ہزار سالانہ کے عطیہ سے ایک پروفیسر شپ "انڈین کلچر" یعنی ہندوستانی تمدن کی قائم کرا دی ہے۔ مہاراجہ صاحب کا خیال ہے کہ صدیوں کے اختلاط و یکجائی سے مدت سے ایک مشترک تمدن ملک میں موجود ہے۔ جو ہندو اور مسلم اور مسیحی اور پارسی سب تہذیبوں کا نچوڑ اور عطر ہے۔ اس مشترک تہذیب کو زندہ رکھنا، اسے ترقی دینے رہنا علمی تحقیقات مطبوعات کے ذریعہ سے اس یادگار کا مقصود ہوگا۔"

ہندوستان میں ایسی متنوع اقوام آباد ہیں۔ ان میں باوجود صدہا سال کے میل جول کے کسی قسم کی تمدنی اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکی۔ مسیحی اور زرتشتی تو بیچارے آٹے میں نمک ہیں اور آبادی کے تناسب سے کسی شمار میں نہیں۔ لیکن ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں جو ہندوستان میں آباد ہیں اور ان میں ایسے تمدنی اور مذہبی اختلافات ہیں کہ ان میں تمدنی اتحاد اور یکجہتی کی صورت پیدا ہونا اشد مشکل ہے کیونکہ ایک قوم مشرک ہے اور دوسری توحید پرست، اور عقیدہ کا اثر جو تمدن اور کلچر پر ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ جب عقیدہ میں بعد المشرقین ہے تو کلچر میں قرب کیسے پیدا ہو سکتا ہے اور پھر ہندو معاشرت کی عصبیت اس اتحاد میں سنگ راہ ہے۔ سو ان بین اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی متحدہ تمدن کا پیدا ہونا اشد مشکل ہے۔ اور کم از کم بنارس یونیورسٹی تو اسے پیدا کرنے سے رہی۔ مہاراجہ صاحب بڑودہ کی قلبی کیفیات تو قابل ستائش ہیں۔ مگر حالات اور کوائف ناساعد۔

مرکزی نوجوانوں کی سرگرمیاں

مرکزی نوجوانوں یعنی احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے ارکان میں ایک سرگرمی اور کام کرنے کی روح پیدا ہو چکی ہے اور ان کے اجلاس اچھے خاصے بارونق ہوتے ہیں۔ ایک جلسہ کی روئیداد اسی اخبار میں درج ہے جو بیشتر حد تک امید افزا ہے اور آئندہ سرگرمی کی آئینہ دار۔ ہمارے خیال میں نوجوانوں کی متحدہ قوت کو، ایسوسی ایشن کے عہدہ داران کو کسی تعمیری کام پر لگا دینا چاہئے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لئے جو پروگرام جماعت کے سامنے پیش کیا ہے اور جماعت کو اس پروگرام کو بروئے کار لانے کا حکم دیا ہے۔ مرکزی نوجوان بھی پروگرام کی تین تحریکات میں سے دو میں نہایت سرگرمی سے حصہ لے سکتے ہیں۔ یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ اور زبانوں کا سیکھنا۔ ایسو۔سی۔ایشن کے ہر ممبر کو اپنے لئے کوئی نہ کوئی زبان انتخاب کرنا چاہئے اور اسے فوراً سیکھنا شروع کر دینا چاہئے۔ اور دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنے اوقات کو وقف کرنا چاہئے تبلیغ سے بہتر اور کیا نصب العین ہو سکتا ہے۔ اگر مرکزی نوجوان دوست اسے تندہی کے ساتھ بروئے کار لے آئیں تو یہ بڑی کامیابی اور سلسلہ کی عظیم الشان خدمت ہوگی۔ ہمیں کامل امید ہے کہ مرکزی نوجوان ان تحریکات میں نمایاں حصہ لیں گے۔

جماعت قادیان کا سکوت!

غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار فتوے جماعت قادیان کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور چیلنج کیا گیا کہ کوئی مرد میدان نکلے اور ان فتووں کی تردید کرے۔ لیکن اس چیلنج کا جواب خاموشی ہے۔ طویل خاموشی! آخر کچھ تو جواب دیا ہوتا۔ لیکن قادیان کے ہر اس فرد پر جسے یہ خیال ہے کہ وہ عالم ہے۔ اور ہر اس بزرگ پر جسے یہ خیال ہے کہ وہ قادیانی اکابر میں سے ہے روشن ہونا چاہئے کہ صرف خاموشی سے کام نہیں نکلے گا۔ ہر ایک قادیانی دوست خواہ وہ شمال میں ہے یا جنوب میں، مشرق میں ہے یا مغرب میں۔ غرضیکہ جہاں بھی کہیں وہ ہے ہم اس کے گھر پر دستک دیں گے اور اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان فتووں کو اس کے سامنے پیش کریں گے اور اس سے ان فتووں کا جواب مانگیں گے۔ اور یہ پردۂ سکوت چاک ہوگا اور جماعت قادیان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کا موجودہ مسلک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کے خلاف ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری انجمن اطلاع دیتے ہیں کہ مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۷ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ مسجد میں بعد از نماز جمعہ بمقام مرار د ریاست کپورتھلہ میاں علی احمد صاحب ولد منشی عبد الرحیم صاحب ناجوال کا نکاح محمودہ بیگم بنت میاں غلام محمد صاحب نمبردار مرار کے ساتھ پندرہ سو روپیہ حق مہر پر قرار پایا۔ خطبہ نکاح شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے پڑھا۔ اس مبارک تقریب پر منشی عبد الرحیم صاحب والد نوشہ نے مبلغ دس روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بطور عطیہ دیئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو طرفین کیلئے مبارک کرے۔ آمین۔

—— یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ۔ڈی۔ایس۔پی کے صاحبزادہ میاں محمد اسلم صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور صحت اور عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین۔

—— منصور احمد صاحب دائیں کارکن انجمن کی اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں۔

—— ملک عبد الغنی صاحب کارکن انجمن کی بھی اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں۔

ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔

—— جماعت کے ایک دوست تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور کرے۔ آمین

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

پنجاب اور صوبہ سرحد کے پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف سرکل نے جس میں صوبہ دہلی بھی شامل ہے، دو جنگی طیاروں کیلئے جو انڈین پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف کے محکمہ نے ہز میجسٹی کی حکومت کی خدمت میں پیش کرنے ہیں۔ ۳۳۱۲۰ روپیہ دیا ہے یہ رقم اس رقم سے دوگنی ہے جو ہندوستان میں کسی اور سرکل کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ اس میں سے ۲۸۱۱۷ روپیہ محکمہ مذکور کے اس عملہ نے دیا ہے جو پنجاب میں ملازم ہے اور باقی پانچ ہزار سے کچھ اوپر روپیہ صوبہ سرحد، صوبہ دہلی اور ہندوستانی ریاستوں میں ملازم عملہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

کا ایک نہایت کامیاب اجلاس

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ایک نہایت ہی کامیاب اور پررونق جلسہ ۱۶ ر ماہ حال بروز اتوار مسلم ہائی سکول لاہور کے وسیع احاطہ میں منعقد ہوا۔ اس میں میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کی طرف سے چائے کا انتظام بھی تھا۔ جلسہ کا افتتاح . . جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے بذریعہ تلاوت قرآن کریم کیا۔ اس کے بعد جناب صدر مولانا آفتاب الدین صاحب نے چند ضروری اور اہم امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس اجتماع کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ ازاں بعد جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے جو کہ اس پارٹی کے میزبان بھی تھے۔ مذہب کی طرف توجہ لائی اور بیان فرمایا کہ احمدیت کیوں اس قدر ضروری ہے۔ پھر مرزا مسعود بیگ صاحب نے حاضرین کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ ہمیں ہر مجلس اور ہر حلقہ اور ہر موقع پر اپنی موجودگی کا احساس دوسروں کو کروانا چاہئے۔ اس سے ہمارے اپنے اندر ایک نئی قوت اور ایک نئی زندگی پیدا ہوگی اور ہمیں تبلیغ اسلام اور تبلیغ احمدیت کا موقع ملیگا۔ جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب نے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ کی تازہ اور روح پرور تصلیف "مجدد اعظم" کے حصہ دوم سے حضرت مسیح موعودؑ کی دو تحریریں پڑھ کر سنائیں۔ ایک وہ جہاں آپؑ نے اپنی جماعت کا نام "احمدی" رکھنے کی وجہ بیان کی ہے اور صاف اور بین الفاظ میں لکھا ہے کہ یہ نام حضرت رسول کریم کے نام "احمد" پر رکھا گیا ہے اور دوسری وہ تحریر جہاں آپ نے اپنی آمد کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کی آمد کی دو اغراض ہیں۔ ایک تزکیہ نفوس اور دوسرا غلبہ اسلام آپ کے بعد مکرم مسٹر محمد طفیل صاحب بی۔ اے نے ایک برجستہ اور مدلل تقریر کی جس میں علامہ اقبال مرحوم کا نظریہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ علامہ مرحوم ایک بڑے شاعر اور مفکر تھے۔ اور ان کی نگاہ . . . نے مسلمانوں کے موجودہ انحطاط کا راز ان کے فقدان عمل میں بتایا ہے اور اپنی آخر حصہ زندگی میں احمدیت کی مخالفت بھی انہوں نے اس بنا پر کی کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاد بالسیف کو منسوخ کر کے مسلمانوں کی قوت عمل کو ضعف پہنچایا ہے۔ طفیل صاحب نے بتایا کہ یہ علامہ اقبال کو سخت غلطی لگی ہے۔ اور وہ اس معاملہ میں یہاں تک پہنچے کہ نزول مسیح کی احادیث صحیحہ کو مجوسی خیالات کا مرقع قرار دیدیا۔ آپ کا مضمون حاضرین نے بہت پسند کیا۔ علامہ اقبال مرحوم کے متعلق حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے مختصر الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمام عمر حضرت صاحب اور احمدیت کے بڑے مداح رہے ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک ایک زمانہ میں احمدیت ٹھیٹھ اسلامی اخلاق اور سیرت کا نمونہ تھی۔ افسوس کہ آخری حصہ عمر میں تحریک احرار کی رو میں بہ کر انہوں نے سلسلہ عالیہ کی مخالفت شروع کر دی جلسہ کا اختتام ہمارے پرجوش دوست جناب سعید احمد صاحب حبشی کی تقریر سے ہوا۔ آپ نے نوجوانان جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے تبلیغ احمدیت کی خاص طور پر تاکید کی اور جلسہ کا اختتام حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے دعا سے کیا۔ اس کے بعد تمام سامعین نے نماز مغرب باجماعت ادا کی اور اس طرح یہ پرلطف اور کامیاب جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

محدث یا نبی

جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی گواہی

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں کبھی تو محدث کو ایک معنوں سے نبی قرار دیا گیا ہے اور کبھی محدث کی بجائے لفظ نبی استعمال ہوا ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر کوئی شور مچایا جاتا۔ کیونکہ علماء اہل اسلام میں سے بعض علماء ایسا ہی لکھتے چلے آئے ہیں۔ امام طیبی ایک مشہور امام ہیں انہوں نے محدث کو نبی مانا ہے اور محدثین کا وجود اسلام میں مسلمہ ہے لیکن چونکہ نبوت ختم ہو چکی اس لئے یہ سچ ہے کہ محدث کو اگر نبی کہا گیا ہے تو بہ طریق مجاز ہے اور اس حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے کلام میں خوب کھول کر بیان کیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے علماء زمانہ نے ازراہ شرارت آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے فتویٰ کفر لگایا۔ فتویٰ کفر لگانے والوں میں مفتی اعظم جناب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دیوبندی بھی ہیں مگر یہ عجیب بات ہے کہ مفتی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض علماء اسلام محدث بفتح دال سے مراد چھوٹے درجہ کا نبی ہے اور بعض علماء محدث کو بہت بڑا ولی کہتے ہیں۔

کتاب مجالس الابرار جو عربی زبان میں ہے اور دسویں صدی کی تصنیف ہے اور بہت بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ اس میں ایک سو مجلسیں ہیں۔ ایک مجلس پوری کی پوری صرف مجددین اسلام کے متعلق ہے۔ شروع میں ذکر الٰہی پر بہت اعلیٰ مضمون ہے جس میں مصنف نے اہل اللہ کی وحی و الہام پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

"حضرت عمرؓ باوجودیکہ اہل الہام اور محدثین کے سردار تھے جب کبھی آپ کے دل میں خطرات آتے۔ آپ اس طرف التفات نہ کرتے۔ نہ اس پر کوئی حکم لگاتے۔ نہ اس پر عمل کرتے تاوقتیکہ اس کا قرآن و حدیث سے مقابلہ نہ کر لیتے۔"

اس عبارت میں جو لفظ محدثین آیا ہے اس پر مفتی کفایت اللہ صاحب نے حسب ذیل نوٹ دیا ہے :۔

"محدثین دال کی زبر سے محدث کی جمع ہے۔ محدث اسے کہتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ کا کلام خاص الہام کے ذریعہ سے آئے۔ یہ لوگ بعض علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ کے نبی اور بعض کے نزدیک اعلیٰ درجہ کے ولی ہوتے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے محدث کو اعلیٰ درجہ کا ولی قرار دیکر حضرت عمرؓ کو سید المحدثین . . .

(مجالس الابرار حاشیہ صفحہ ۱ . .)

علماء کا محدث کو خاص الہام الٰہی سے کلام الٰہی پانیوالا ماننا اور کسی کا اسے چھوٹے درجہ کا نبی لکھنا اور کسی کا اعلیٰ درجہ کا ولی قرار دینا . . . بات ہے جیسے حضرت مسیح موعود نے اس طرح بیان فرمایا ہے :۔

"یہ عاجز اس اللہ کی طرف محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنوں سے نبی ہی ہوتا ہے گو کہ اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔"

"آنیوالا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔"

(توضیح مرام)

یہی دعوے حضرت مسیح موعود کا آپ کی آخری کتابوں میں حقیقت الوحی میں بھی ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

سمیت نبیًا علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ

یعنی خدا نے میرا نام بطور مجاز نبی رکھا ہے۔ نہ حقیقت کے طور پر۔

پس یہ تمام غیر احمدی مخالفین کے لئے سوچنے کا مقام ہے اور غالی قادیانیوں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ کاش کہ کانوں سے سنیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ والسلام

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود اور غلبۂ اسلام

"روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو اور اگرچہ دین اسلام اپنے دلائل حقہ کی رو سے قدیم سے غالب چلا آتا ہے اور ابتدا سے اس کے مخالف رسوا اور ذلیل ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس غلبہ کا مختلف فرقوں اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانہ کے آنے پر موقوف تھا جو بہ باعث کھل جانے راہوں کے تمام دنیا کو ممالک متحدہ کی طرح بناتا ہو . . . پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ملک میں شائع اور رائج فرمائے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹ و ۵۰۱)

امام مظلوم

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھکر مظلوم کون ہے؟

(از قلم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

محرم کے مہینے میں "امام مظلوم" کے عنوان سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید میں امام حسین علیہ السلام کی نسبت کچھ لکھنے لگا ہوں۔ کیونکہ کیا شک ہے کہ وہ امام مظلوم تھے اور مسلمان بہ یک زبان وہ اسی لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن امام مظلوم سے میری مراد یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح عمری "مجدد اعظم" لکھنے پر بہت سے جماعت کے احباب اور غیر از جماعت دوستوں نے جو حوصلہ افزائی اور قدر دانی کے رنگ میں مجھے یا اخبار پیغام صلح میں تحریریں بھیجیں۔ اور زبانی بھی جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اس کے لئے میں ان بزرگوار کا از حد شکر گزار اور ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور اسے میں محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہوں جس نے اپنی عنایت اور کرم اور رحمت اور فضل سے مجھے اس خدمت کی توفیق بخشی اور اس کے لئے میرے پاس زبان نہیں کہ کما حقہ اس پاک ذات کا شکر ادا کر سکوں۔ یہ اسی کا فضل تھا۔ ورنہ میرے جیسے ہیچمدان اور ہیچ میرز شخص اس کام کا اہل نہ تھا۔ لیکن وہ خدا جو حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں ایک سوکھی لکڑی سے عجائبات دکھا سکتا تھا اسی نے مسیح محمدی کے ایک کفش بردار سے جو ایک سوکھی لکڑی سے بھی بدتر تھا اتنی ضخیم اور جامع کتاب لکھوا دی۔ یہ اسی کی قدرت کے عجائبات ہیں اور میں تعجب کی نظر سے اپنی اس رؤیا کو دیکھتا ہوں جو ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں راولپنڈی کے مقام پر مجھے آئی۔ پچھلی رات کا وقت تھا جو حضرت مسیح موعود مجھے رؤیا میں نظر آئے مسکرا کر فرمانے لگے کہ ہم نے آپکا نام آسمان پر "محمد مجدد ہند" لکھوا دیا ہے! آنکھ کھلی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ میں اس زمانہ میں کسی مذہبی یا علمی مضمون پر ایک سطر لکھنے کی بھی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ لیکن آخر بتدریج وہ وقت آیا کہ سینکڑوں صفحے علمی مضامین کے خدا نے اپنے فضل سے میری قلم سے لکھوا دیئے۔ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ اس طرح وہ رؤیا پوری ہو گئی۔ کیونکہ خدا کا فضل اور مجدد ہند کا ہی فیض روحانی تھا۔ جو مجھ جیسے امی کو دین کی خدمت اور ان تحریروں کی توفیق عطا ہوئی۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود کی اس سوانح عمری کے شائع ہونے پر اچانک وہ رؤیا میرے سامنے آ گئی اور مجھے سمجھ میں آیا کہ "مجدد ہند" یہی "مجدد اعظم" ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اور اس کی سوانح کی تحریر، کا فخر مجھ جیسے عاصی اور گنہگار کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بخشا۔ ورنہ میں کہاں اور دین کی یہ خدمت کہاں۔

میں معافی چاہتا ہوں کہ میں اظہار شکر گزاری میں اصل مضمون سے الگ ہو گیا۔ آمدم بر سر مطلب۔ دوستوں نے جن حوصلہ افزا الفاظ میں تنقید فرمائی۔ وہ سب کی سب نہایت ہی خوب اور بجائے خود قابل تعریف ہیں۔ لیکن ایک دوست کا واقعہ میں یہاں ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

میرے دوستوں میں ایک غیر از جماعت بزرگ ہیں جو نہایت صاحب علم و فہم ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کے ہر دو حصوں کو پڑھ کر فرمایا کہ اس کتاب کو پڑھنے سے مجھے یہ بات سمجھ آئی ہے کہ "حضرت مرزا صاحب ایک "مظلوم" انسان ہیں۔ ایک طرف دشمنوں نے ان پر یہ ظلم کیا کہ ان کی نسبت طرح طرح کی غلط باتیں اور دعویٰ نبوت منسوب کر کے اور انکی تکفیر کر کے اس عظیم الشان مقصد خدمت اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش کی جس کیلئے وہ کھڑے ہوئے تھے اور دوسری طرف دوستوں نے یعنی اہل قادیان نے یہ ظلم کیا کہ طرح طرح کے غالیانہ عقائد اور دعویٰ نبوت ان کی طرف منسوب کر کے اور مسلمانوں کی تکفیر کر کے اس عظیم الشان مقصد خدمت اسلام کے تباہ کرنے کی کوشش کی جسے لیکر حضرت مرزا صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ عام طور پر مظلوم ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان پر صرف دشمنوں کی طرف سے ظلم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب مظلومیت کے اس انتہائی مقام پر ہیں جس سے پرے کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ دشمنوں اور دوستوں دونوں کے ہاتھوں مظلوم ہیں۔ آپ نے یہ کتاب "مجدد اعظم" لکھکر اس ظلم کی تلافی کی ہے جو حضرت مرزا صاحب پر روا رکھا گیا۔ لیکن اتنی ضخیم کتاب کو پڑھنے والے آج انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اس لئے آپ اس کتاب کا آخری حصہ جو سیرت پر مشتمل ہے اور جس میں عشق الٰہی، عشق رسولؐ، عشق قرآن کے تین باب بھی آپ نے شامل کئے ہیں علیحدہ چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت، تمام ملک ہندوستان میں پھیلا دیں۔ ممکن نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے صحیح عقائد اور صحیح کیریکٹر کا علم جو اس کتاب میں ہے۔ دنیا کو ہو اور خدا کے فضل سے اس کا اثر نہ ہو"

ان بزرگ کی زبان سے حضرت اقدس کی نسبت "مظلوم" کا لفظ سنکر مجھے حضرت صاحب کا اپنا وہ شعر یاد آ گیا کہ ؎

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسینؑ است در گریبانم

یعنی حضرت حسینؓ پر تو ایک دفعہ کربلا میں ظلم ہوا تھا اور دشمنوں کے ہاتھ سے ہوا تھا۔ یہاں ہر آن آپ پر ظلم ہو رہا ہے۔ زندگی میں تو فقط دشمنوں کے ہاتھ سے ہوتا تھا۔ مگر وفات کے بعد غالی دوستوں نے دشمنوں کے بھی کان کتر دیئے۔ پس یہ وہ کربلا ہے جس کا سلسلہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔ گویا آپ کے اندر سو حسین جمع ہو گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی وہ رویا بھی یاد آ گئی۔ جو میں نے بھیرہ میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ظہر کے وقت دیکھی تھی۔ اس دن لاہور میں حضرت مسیح موعود کی وفات ہو چکی تھی۔ لیکن مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی میں ظہر کی نماز پڑھ کر سویا تو میں نے رویا میں حضرت مسیح موعود کو دیکھا۔ ساری رویا مجھے یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا آخری حصہ ذکر کئے دیتا ہوں۔ حضرت اقدسؑ اور میں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ایک پیالہ دودھ چاول کا تھا جو میں کھا رہا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے مجھے فرمایا کہ "قادیان میں ایک بڑا بھاری میلہ ہو گا جس میں مجھے قتل کرنے کا منصوبہ کیا جائے گا۔ ہم نے اپنی حفاظت کیلئے کچھ چوکیدار مقرر کئے ہیں۔ آپ کو بھی ان چوکیداروں میں پہرہ کے لئے متعین کیا گیا ہے"! میں نے حیران ہو کر عرض کیا کہ کیا حضور کو قتل کرنے کا منصوبہ کیا جائے گا۔ اور قادیان میں؟ فرمایا ہاں قادیان میں مجھے قتل کرنے کا منصوبہ کیا جائیگا۔ میں نے عرض کی کہ حضور میں بڑا سخت پہرہ دونگا۔ تو میری آنکھ کھل گئی۔ اور اس وقت طبیعت پر بڑا ہم و غم طاری تھا۔ کچھ دیر بعد مخالفوں کے پاس حضرت کی وفات کی تاریں آئیں۔ مجھے تو دوسرے دن بذریعہ کارڈ اطلاع ہوئی۔

مجھے اب خیال آتا ہے کہ یہ اسی ظلم کی طرف اشارہ تھا۔ جو قادیان میں آپ پر روا رکھا گیا۔ قادیان کے اجتماع کی حالت ایک میلہ کی سی ہے جہاں فقط اژدھام مدنظر ہے۔ افسوس ہے حضرت اقدس کی طرف غلط عقائد اور غلط دعاوی منسوب کر کے ان قادیانی بزرگوں نے آپ کے مشن کو قتل کرنے میں کمی نہیں کی۔ کجا اشاعت و حفاظت اسلام . . . . کی ایک تحریک اور کجا اسے اشاعت تکفیر مسلمانان کی ایک فیکٹری بنا دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے اور حضرت اقدس مرزا صاحب سے بڑھ کر مظلوم اور کون ہو سکتا ہے۔ ۶۲ برس سے خاص قادیان کے اندر یہ کربلا قائم ہے اور طرح طرح کے غلو کے حربے آپ کے اصلی مشن کو قتل کرنے کے لئے اس کارخانہ میں وضع ہوتے رہتے ہیں اور ان غالیانہ پر از ضلالت عقیدوں نے حضرت اقدس کی بھیانک تصویر دنیائے اسلام میں پیش کر رکھی ہے۔ آپ کے اصلی مشن خدمت اسلام کو جس بیدردی سے ذبح کیا گیا ہے اس پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ امام حسینؓ کے ماتم سے بڑھ کر یہ ماتم ہے پس اس امام مظلوم یعنی حضرت مسیح موعود کے ہر ایک سچے خادم کا فرض ہے کہ آپ کے مشن کو ذبح ہونے سے بچائے اور آپ کے مشن کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرے اور اس کا سب سے اہم ذریعہ آپ کی سوانح عمری صحیح عقائد اور کیریکٹر کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اب تک ہمارے احباب کی توجہ حضرت مسیح موعود کے عقائد کی اشاعت پر ہی مبذول رہی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ کے عقائد اس قدر خوبصورت اور معقول ہیں کہ دل کو کھینچتے ہیں لیکن بہت سی افتراءات نے حضرت اقدس کی طرف سے ایک نفرت کا جذبہ مسلمانوں کے قلوب میں پیدا کر دیا ہے۔ خدمات دینیہ کو دیکھ کر دل میں عزت پیدا ہوتی ہے لیکن حضرت اقدس کی قادیان سے شائع شدہ تصویر نے لوگوں کو آپ سے اس قدر متنفر کر دیا ہے کہ لوگ خدمات کو غلاموں کی طرف منسوب کر کے رہ جاتے ہیں اور آقا سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ بارہا اس کے ضمن میں غیر از جماعت مسلمانوں کی زبان سے خواجہ کمال الدین مرحوم، حضرت مولانا محمد علی صاحب کی اس قدر تعریف سنی ہے کہ مجھے حیران کر دیا ہے۔ یہاں تک لوگوں نے کہا ہے کہ اس وقت تمام دنیائے اسلام میں مولانا محمد علی صاحب جیسا صائب الرائے عالم اور خادم دین موجود نہیں۔ لیکن جب اس پر بطور نتیجہ یہ کہا جائے کہ یہ سب فیض حضرت مرزا صاحب کا ہے تو لوگ ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ متعدد دفعہ ایسا ہوا ہے کہ غیر از جماعت مسلمانوں کی مجلس میں جب کسی اہم مسئلہ کو ان کے علماء حل نہ کر سکے اور میں نے اس کی تشریح کی تو لوگ پھڑک گئے ہیں اور تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا ہے لیکن جب یہ خیال کر کے کہ اب اس وقت تبلیغ کا موقعہ اچھا ہے میں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ تمام علم و حکمت حضرت اقدس مرزا صاحب کا فیض ہے تو معاً ساری مجلس پر ایک نفرت اور بیزاری کی لہر دوڑ گئی۔ آخر اس کی وجہ؟ یہی کہ خود حضرت اقدس مرزا صاحب سے نفرت ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کی نسبت اس قدر بہتان طرازی اور

افترا پردازی سے کام لیا گیا ہے کہ نفرت دلوں میں رچ گئی ہے اور پھر جب خود اہل قادیان نے اپنی ناپاک عقیدوں کی تائید کی جو مخالف علماء نے آپ کی طرف منسوب کئے تھے تو یہ نفرت نقش کالحجر بن کر رہ گئی۔

اس نفرت کو دور کرنے کے لئے بہترین طریق یہ ہے۔ کہ آپ کی سوانحعمری کو پیش کر کے آپ کی صحیح تصویر پبلک کے آگے پیش کی جائے۔ تا لوگوں کو پتہ لگے کہ آپ کو کس قدر شدید تعلق جناب الٰہی سے تھا۔ اور آپ کی زندگی کا مقصد محض خدمت اسلام تھا آپ کی زندگی سامنے آجانے سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔ آپ کے حسن اور احسان کی صحیح تصویر سامنے آوے تو یہ ناممکن ہے کہ لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کرے۔ آخر حضرت اقدس کی زندگی میں غیر از جماعت لوگوں کو وفات مسیح منوا لینے کے بعد ہم فقط ایک کوشش کیا کرتے تھے اور وہ یہ تھی کہ کسی طرح زیر تبلیغ اشخاص ایک دفعہ حضرت اقدس کو دیکھ لیں پھر ناممکن تھا کہ وہ تسخیر نہ ہو جائیں۔ اسی لئے لوگ کہتے تھے کہ مرزا ساحر ہے مسمرائزر ہے۔ حالانکہ سحر اس کیریکٹر کا تھا جو آپ میں نظر آتا تھا۔ پس آج ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کسی طرح لوگ حضرت اقدس کی سوانحعمری کو پڑھیں تا آپ کی پیاری اور دلربا تصویر ان کے دل کی آنکھوں کے سامنے آجاوے پھر انشاء اللہ وہ خود بخود کھنچے آویں گے۔

لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ احباب جماعت نے کما حقہٗ اس طرف توجہ نہیں کی۔ سوائے شیخ محمد اسماعیل صاحب اور شیخ مولا بخش صاحب کارخانہ داران لائل پور کے جنہوں نے ایک رقم خطیر "مجدد اعظم" کی طباعت کیلئے عطا فرمائی۔ یا ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب جیسے بزرگوں کے جنہوں نے چند کاپیاں اپنے احباب میں مفت تقسیم فرمائیں۔ کسی نے تبلیغی رنگ میں اس کتاب کو غیر از جماعت پبلک کے سامنے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ بعض نے تو نہایت غصہ سے فرمایا کہ کتاب کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ بعض ایسے لوگ بھی تھے جو بہت بڑے بڑے چندے سالانہ جلسہ کے موقع پر دے چکے تھے۔ مگر کتاب مجدد اعظم مفت مانگتے تھے یا کم قیمت پر طلب فرماتے تھے۔ وہ شاید اس کتاب پر رقم خرچ کرنا موجب ثواب نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چندے دینے میں یہ دریا دلی۔ اور کتاب کی قیمت ادا کرنے میں یہ کفایت شعاری۔ شاید اس لئے بھی کم توجہی رہی کہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر کسی بزرگ نے جماعت کو اس طرف توجہ بھی نہیں دلائی۔ ورنہ اگر سوانحعمری کی اصل غرض دوستوں کے سامنے رکھی جاتی اور اس کے فوائد کو کھول کر بیان کیا جاتا کہ مبلغین کا ایک لشکر بھی ہو تو بھی وہ سوانحعمری سے بڑھ کر مفید تبلیغ نہیں کر سکتے تو ضرور تھا کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوتے۔

بہرحال میں تو اپنا کام کر چکا۔ محض خدا کی رضا کیلئے یہ سوانحعمری لکھی ہے۔ کوئی تجارت یا حصول زر مراد نہیں۔ حضرت مسیح موعود کے مشن کی خدمات کے سلسلے میں میرے خیال میں اس چیز کی سب سے بڑھ کر ضرورت تھی سو اللہ نے پورا کر دیا۔ میری کوئی شیخی نہیں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے۔ آگے کام جماعت کا ہے۔

اگر جماعت اس سوانح کو دنیا میں پھیلا گئی تو بہت سے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ حق کی قبولیت میں یہ بہت ممد ہوگی اور خود جماعت کے اندر بھی انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کی روح زندہ ہو جائیگی۔ جیسا کہ مولوی محمد یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور نے اس کتاب کو پڑھ کر فرمایا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود کو یہ الہام ہوا تھا کہ

چو دور خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند

یعنی احمدیت کیا ہے مسلمانوں میں اسلام کی روح کو پھر زندہ کرنا اسی طرح اس کتاب مجدد اعظم کو پڑھ کر بیساختہ یہ کلمہ زبان پر جاری ہو جاتا ہے کہ "احمدی را احمدی باز کردند" یعنی اس کتاب کو پڑھ کر خود احمدیوں میں احمدیت کی حقیقی روح زندہ ہو جاتی ہے

وماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ

ضروری تصحیح

(۱)

پیغام صلح مؤرخہ ۱۲ر فروری ۴۱ء کے صفحہ پر ایک اعلان "ضرورت ہے" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ ملازمت کے متلاشی نوجوان جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تفصیلات کے متعلق فوراً خط و کتابت کریں۔ اس میں متلاشیان روزگار بجائے جنرل سیکرٹری صاحب انجمن کے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔ پتہ یہ:-

میاں ظہور احمد صاحب
پریمیئر فلور ملز
لائل پور

(۲)

پیغام صلح مؤرخہ ۷ر فروری ۴۱ء میں جو بیعت کنندگان کی فہرست شائع ہوئی ہے۔ اس میں ع۳۶ عبد الحمید صاحب نہیں۔ بلکہ مولوی عبد المجید صاحب ہیں۔

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

جو لوگ کسی غیر ملک کے راستے سے [illegible] جانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ انہیں خود ان کے [illegible] دیا جاتا ہے کہ وہ سفر کرنے سے کم از کم [illegible] پہلے [illegible] پاسپورٹ معائنہ کے لئے نزدیک ترین پاسپورٹ [illegible] کرنے والے افسر کے پیش کر دیں۔

لاہور ۷ر فروری ۴۱ء

ایک ضروری درخواست

(از جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب ایم)

میں بذریعہ اخبار پیغام صلح عرض کر چکا ہوں کہ [illegible] کفر و الحاد، دہریت اور مادہ پرستی کی زبردست رو چل رہی [illegible] اور بد قسمتی سے اس کا اثر طلباء سکول و کالج کے اندر [illegible] پایا جاتا ہے۔ اسکی روک تھام کیلئے ہماری انجمن [illegible] رہی ہے۔ اس سکیم کو کامیاب بنانے کیلئے اشد ضروری ہے [illegible] اپنی جماعت کے نوجوانوں کے پتے وغیرہ معلوم ہوں جو کہ [illegible] کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میں اس [illegible] پیغام صلح مجریہ ۱۲ر فروری میں کر چکا ہوں۔ لیکن افسوس کہ [illegible] بہت ہی کم والدین اور سرپرستوں نے اس طرف توجہ کی [illegible] دوبارہ عرض ہے کہ احباب اس طرف فوری توجہ [illegible] جلد از جلد ایسے طالبعلموں کے نام پتے ہم پہنچا کر [illegible] جو کہ لاہور کے کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تا [illegible] تمام دوستوں کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے [illegible] مدعو کیا جا سکے۔ اور اس طرح نہ صرف ان کو [illegible] اور لامذہبیت کی زہریلی ہوا سے محفوظ رکھا جائے [illegible] عاشق اسلام، خادم دین اور فخر قوم بنانے [illegible] کی جائے۔ وباللہ التوفیق۔

رعایتی قیمتوں پر نایاب کتابیں

بشارت عظمیٰ — حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی کے متعلق جامعیت اور اختصار کا ایک [illegible] مجموعہ ہے۔ آپ کا نہایت نفیس عکسی فوٹو بھی شامل ہے۔ اصل قیمت ۶ر۔ رعایتی [illegible]

اخوت عمومی — بنی نوع انسان کی اخوت عمومی کو قرآن پاک کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔ دنیا میں [illegible] کے اتحاد پر یہ پہلی کتاب ہے۔ قیمت ۲ر رعایتی ار

انا البشر — پیروں، گدی نشینوں، درویشوں اور سجادہ نشینوں کو ادیا گامن دون اللہ بنانے والوں کے لئے اس چھوٹے سے رسالے میں ایک درس عبرت پنہاں ہے۔ قیمت ۲ر رعایتی [illegible]

شہر خموشاں — یا لحد کی آواز۔ اس کے متعلق ساڑھے تین سو اشعار مسدس کی صورت میں پیش کئے [illegible] جن میں نفسیاتی اور عملی حیثیت سے انسان کی اصلی ہستی کو لحد والے کی زبان سے [illegible] پیرایہ میں دکھایا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

جملہ کتب کی قیمت ۷ر محصول ڈاک ۲ر کل ۹ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ کی جائیں گی اس طرح وی۔ پی کے اخراجات ادا نہ کرنے پڑیں گے۔

ناظم دار التصنیف کپورتھلہ

مشرق قریب کا محاذ

اسلامی ممالک کے نازیت اور فاشیت کی مخالفت کے اسباب

اس امر سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ جس وقت جنگ شروع ہوئی۔ انگلستان و فرانس اور عرب و اسلامی دنیا کے تعلقات بہت خراب تھے۔ مصر میں بہت سے مسائل اس وقت بھی حل طلب تھے اور وفد پارٹی نے (جو ایک انتہا پسند قومی پارٹی ہے) مصری برطانوی تعلقات بڑھنے کے خلاف مصر میں بڑی شورش پیدا کر دی تھی۔

فرانس اور شام کی گفتگو ئے صلح ترک ہو جانے سے وہاں کے حالات بہت مخدوش ہو گئے تھے اور صورت حال یہاں تک بگڑ گئی تھی کہ جمیل بے مردان وزیر اعظم کو جو عید بد خیالات کے آدمی اور فرانس کے بہت زبردست حامی تھے استعفا دینا پڑا۔

فلسطین کا مسئلہ بھی بیسیوں کانفرنسوں کے باوجود حل نہ ہوا تھا۔ اور اطالوی نیز جرمن پروپیگنڈے کی وجہ سے مشرق قریب اور مشرق وسطی خاص کر عراق میں برطانیہ اور فرانس سے بہت بد دلی پیدا ہو گئی تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود جیسے ہی اعلان جنگ ہوا مشرق قریب اور مشرق وسطی کے تمام باشندے اپنے اپنے اختلافات بھلا کر انتہائی جوش و خروش سے برطانیہ عظمی اور فرانس کے ساتھ ہو گئے۔ فلسطین کے عربوں اور یہودیوں نے اپنے اپنے جھگڑے بھلا دیئے اور برطانیہ کی امداد پر دل سے تیار ہو گئے۔ شام میں بھی فرانس کے خلاف تمام شورشیں ایک ہی رات میں فرو ہو گئیں۔ وہاں کے تمام باشندوں نے نہایت خلوص سے فرانس کی امداد اور مشترکہ فتح حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور مصر و عراق نے برطانیہ سے مختلف معاہدوں میں جو کچھ بھی شرائط کئے تھے ان کو پورا کرنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں کی نفسیات

جو لوگ عام مسلمانوں اور عربوں کی نفسیات اور ان کے اصلی نظریوں سے ناواقف ہیں۔ ان کو یقیناً تعجب ہوگا کہ اس انقلاب کے اس قدر جلد واقع ہو جانے کی کیا وجہ ہوئی۔ اس مضمون میں کوشش ۔ ۔ ۔ ۔ کی گئی ہے کہ عربوں اور جمہوری طاقتوں کے درمیان جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں اور جو مسائل درپیش تھے۔ ان کو وضاحت سے بیان کیا جائے۔ مگر یہ بحث چھیڑنے سے پیشتر بہتر معلوم ہوتا ہے کہ عربی اور اسلامی دنیا کے متعلق ایک عام بیان پیش کیا جائے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ لوگ جمہوریتوں کو آمریتوں کے مقابلے میں کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ اس مقام پر یہ ملحوظ خاطر رہے کہ اسلامی ممالک میں اطالوی جرمن اور روسی پروپیگنڈا انتہائی زور و شور سے کیا جاتا ہے اور جمہوریتیں اس طرف اس قدر کم توجہ کرتی ہیں کہ خود عربی بولنے والوں کو تعجب ہوتا ہے۔

برلن ریڈیو یا باری ریڈیو کے سننے اور آمرانہ ملکوں کے اخبار کی خبریں پڑھنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اہل عرب جمہوریتوں کے خاتمہ کے دل سے خواہاں ہیں کیونکہ وہ اپنی قومی بھلائی اور آزادی اسی میں دیکھتے ہیں۔ جرمنی کا نہ تو کسی اسلامی ملک پر قبضہ ہے نہ دباؤ مگر فرانس اور برطانیہ کے تحت بہت سے اسلامی ممالک ہیں خیال کی یہ غلط رو ایک ناواقف حال شخص کو اس نتیجہ تک پہنچاتی ہے کہ چونکہ جرمن کسی اسلامی ملک پر قابض نہیں ہیں۔ اس لئے وہ عربی بولنے والے علاقے سے دلی ہمدردی یا روحانی دوستی رکھتے ہیں۔

مگر واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس جنگ میں عربی بولنے والے تمام ممالک جمہوریتوں کے ساتھ ہیں۔ شمالی افریقہ کے عربوں کا ذکر نہیں جنہوں نے فرانس کے جھنڈے کے نیچے بہت کچھ داد شجاعت دی ہے یہاں صرف اس علاقے کا ذکر کافی ہے جو لیبیا سے کوہ ہاکن تک پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی تقریباً چالیس ملین ہے۔ ان ملکوں میں مصر سب سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

یہاں اور تمام دوسرے ممالک میں عربی بولنے والوں کی حمایت آخر جمہوریتوں کی طرف کیوں ہے۔ عربوں کی اصل ذہنیت اور ان کے نفسیات سے ناواقف لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ عربستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے چند شہزادوں اور حکمرانوں نے جمہوریتوں کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ اس وجہ سے عام طور سے اہل اسلام جمہوریتوں کے ہوا خواہ ہیں۔ مشرق میں بسنے والے عرب جب اس خیال کو سنتے یا پڑھتے ہیں۔ تو انہیں بہت غصہ آتا ہے۔ یقین مانئے کہ تخت و تاج کے بھوکے شہزادوں اور حکمرانوں کے اعلانات کا اس سچے جذبے سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ مسلمان اب اگلے سے عقل کے اندھے غلام نہیں رہے جو آقاؤں کی ہر رائے پر جی حضور کہنا ہی مناسب سمجھتے ہوں۔ اگر انگلستان اسلامی دنیا کی ہمدردی حاصل کرنے میں صرف حکمرانوں اور شہزادوں پر بھروسہ کرتا تو صورت حال نازیوں اور جرمن مدبروں کے بالکل ہی حسب مرضی اور رضا طر خواہ ہوتی۔

عربوں کی ہمدردی کے وجوہ

جمہوریتوں کے ساتھ عربوں کی ہمدردی کے وجوہ بہت سے ہیں بعض وجوہ تو ایسے ہیں جن سے بالواسطہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کو حکمرانوں اور شہزادوں سے کچھ واسطہ ہی نہیں۔ وہ صرف عربوں کی انفرادی ضروریات اور آزاد منشی ظاہر کرتے ہیں۔

عربوں کو جمہوریتوں سے جو ہمدردی اور نازیوں سے جو نفرت ہے۔ اس سے چھپی یا کھلی ہوئی آمریت سے اختلاف اور نفرت کا جذبہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ہٹلر کے نظام سے نفرت یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ اسلامی دنیا میں آمریت اور جبر کے ہر نظام سے نفرت کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت جمہوریتوں اور آمریتوں میں جو جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ اس میں عربوں اور جمہوریتوں کا نصب العین بھی مشترک ہے۔ اہل عرب بھی انگلستان کی طرح جبر و ظلم کے دور کا جلد از جلد خاتمہ چاہتے ہیں۔ وہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ یہ آزادیوں کا بیدرد دشمن یہ انفرادیت کا ظالم حریف۔ یہ ہر قسم کی ذہنی قوتوں کو دبا دینے والا اور عوام کو اپنے زہریلے خیالات کا جبراً پابند بنا دینے والا نظام صفحہ ہستی سے اس طرح نیست و نابود ہو جائے کہ پھر کبھی نہ پنپ سکے اوپر بیان کی ہوئی فطری اور اخلاقی وجوں کے علاوہ بعض قلبی اور اعتقادی وجوہات بھی ہیں عرب دنیا کی حمایت کی وجہ یہ بھی ہے کہ جمہوری حکومتوں کے زیر انتداب عربی ممالک کے انتظام میں ان حکومتوں نے جو طریقہ اختیار کیا اور مختلف معاہدوں کے شرائط پر جس دیانتداری سے عمل کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں انسانی ہمدردی اور جماعتوں نیز افراد کے مفاد کا خیال ہے یہ اور بات ہے کہ بعض عرب ممالک سے کئے ہوئے وعدوں کی جزئیات میں اختلاف رونما ہوا اور ان ممالک کو شکایتیں پیدا ہوئیں۔ یہ شکایتیں بھی جمہوری حکومتوں نے حب انسانیت اور مدنیت کے جذبہ کے ساتھ سنیں۔ وہ بہت ہمدردانہ اور اس جذبہ سے مختلف تھا جس پر نازی اور شیطانی عامل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عرب عوام برطانیہ اور فرانس سے جو اختلاف رکھتے تھے وہ نازیوں کے جارحانہ اقدام کے شروع ہوتے ہی ختم ہو گئے۔ مشرق قریب جمہوریتوں کے طرز حکومت کو خوب جانتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ نازیوں کے برخلاف یہ حکومتیں جمہور کی رائے، انفرادی آزادی اور انسانیت کے بین الاقوامی جذبات کا لحاظ رکھتی ہیں۔ اس کو فوراً محسوس ہو گیا کہ فرانس اور انگلستان جن کے ساتھ رہنے بسنے کا وہ ایک زمانہ سے عادی ہے جن کو وہ خوب پہچانتا ہے جو اسے خوب پہچانتے ہیں یا دی انگلستان و فرانس جن کا محکوم ہونے پر بھی وہ اختلاف رائے رکھ سکتا ہے۔ اپنے حقوق کیلئے لڑ سکتا ہے اور جن جمہوریتوں پر اس کو ہمیشہ عقل و انصاف اور بین الاقوامی قانون پر عمل کرنے کا یقین رہا۔ اگر وہ فنا ہو گئیں تو ان کی جگہ اس پر وہ اندھی قوتیں مسلط ہو جائیں گی جن کے نزدیک اختلاف رائے اور شکایت کرنے کی سزا قتل ہے۔ وہ انسانیت نا آشنا نظام چھا جائے گا۔ جو جمہور کو جانوروں سے بدتر سمجھتا ہے۔ جس کے نزدیک شخصی املاک کا تقدس، خاندانی زندگی کا وقار اور تمدن و تہذیب کے رواج و رسوم بے معنی ہیں۔ وہ لوگ عربوں پر حاوی ہو جائیں گے جن کے نسلی نظریہ کے مطابق پستی اور ذلت کے لحاظ سے عرب اور حبشی بالکل مساوی ہیں۔

پولینڈ کے حشر کی ہیبتناک خبر نے عربوں کو نازیوں سے اور بھی متنفر کر دیا۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ قوم یا نسل کی حیثیت سے ان کے مستقبل کا مدار اتحادیوں کی فتح پر ہے۔ اگر حمایت کے ان وجوہ میں ایک اور سب سے بڑی وجہ کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ مضمون بالکل ہی تشنہ رہے گا۔ یہ وجہ مذہبی تقدس اور اعتقادی عظمت بھی رکھتی ہے۔

اسلامی ممالک میں اس وقت تک کوئی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کو مذہب سے کچھ نہ کچھ واسطہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ بعض شورش پسند جب فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے ہیں تو بھی اپنی موافقت میں ملاؤں اور مذہبی پیشواؤں کے فتوے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ مسلمان عوام پر قبضہ اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ جب اسلامی دنیا اپنے مذہب کا اتنا خیال رکھتی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نازیت یا فاشیت سے کسی قسم کی ہمدردی رکھے۔ یہ دونوں نظام اسلام کی روح اور قرآنی تعلیم کے صریحی مخالف ہیں۔ اسلام کا کوئی بڑے سے بڑا حکمران بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ جمہوری رائے سے بے پروا ہو کر من مانی حرکات کرنے لگے۔ انتہا یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین بھی مذہبی اصول سے اس وقت تک مسلمانوں کا خلیفہ نہیں کہلاتا تھا جب تک جمہور اس کو اس منصب کے لئے منتخب نہ کر لیتے تھے اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جمہوریت کی حفاظت قانون شرع اور اسلامی روایات کے لحاظ سے ہر مسلم پر فرض ہے۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (۴)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۹ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۶ فروری سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۱۲

پیشِ خدائے ذو المنن گریۂ شب شعار کر!

ازجناب مولینا مرتضٰی خان صاحب حسن

دولتِ وصل چاہیئے تجھکو اگر اے بے خبر
دل میں گداز پیدا کر آنکھ کو اشکبار کر

حسن و شباب پر نہ جا عمرِ دو روزہ پر نہ بھول
یہ تو نہیں ہیں پائدار ان پہ نہ اعتبار کر

دیدۂ دل ہے وا اگر یارِ ازل کے حسن پر
لعل و گہر ہے چیز کیا جان و جگر نثار کر

والہ و شیفتہ ترا سوزِ دروں سے جل گیا
تجھ کو کرم کا واسطہ ایک نظر نگار کر

تیرِ بلا کو ٹالدے آہِ سحر وہ چیز ہے!
پیشِ خدائے ذو المنن گریۂ شب شعار کر

راہِ لقائے یار میں صبر ہے شرطِ اولین
ٹھہر ذرا اے دردِ دل اتنا نہ بیقرار کر

دعوٰیِ صدق کا ثبوت حسنِ عمل سے چاہیئے
جانِ عزیز اے حسن وقفِ رہِ نگار کر

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ
اسی شیوع میں درج ہے

قاذف اور شریعت اسلامیہ

جناب مولوی غلام حسن خانصاحب آف پشاور کے مضمون پر ایک نظر

(از جناب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری از قادیان)

قذف کے متعلق صحیح اسلامی نقطہ نگاہ پیش کرنے کی ضرورت

قذف یعنی کسی پر الزام زنا لگانے کے متعلق مکرمی محترمی مولوی غلام حسن خانصاحب آف پشاور نے ایک مضمون ۱۸ر فروری ۱۹۴۱ء کے "الفضل" میں شائع کیا ہے۔ اس مضمون میں جہاں تک قرآنی ہدایات پر عمل کرنے کے متعلق نصائح کا تعلق ہے۔ وہ تو بہت ہی قابل قدر ہیں۔ اور اس کے لئے جناب مولوی صاحب موصوف ہر رنگ میں شکریہ کے مستحق ہیں لیکن چونکہ جناب مولوی صاحب موصوف نے اس مسئلہ کو مکمل صورت میں پیش کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔ اور نہ ہی محققانہ رنگ میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ اسلئے اور نیز اس لئے کہ جس رنگ میں اس مسئلہ کو عام طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے غیر مسلموں کی نظر میں قرآن کریم نشانہ اعتراضات بن جاتا ہے۔ مجھے ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق صحیح اسلامی نقطہ نگاہ پیش کر کے شریعت اسلامیہ کی پوزیشن کو صاف کردوں

مسئلہ قذف کے متعلق بعض غلط فہمیاں

مسئلہ قذف کے متعلق ایک غلط فہمی تو عام طور پر یہ پھیلائی گئی ہے۔ کہ الزام کو سنتے ہی مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ فوراً قاذف کو جھوٹا قرار دیں۔ اور اس کے الزام کے متعلق بیک زبان ہو کر بول اٹھیں۔ کہ وہ بہتان عظیم سے بڑھکر حیثیت نہیں رکھتا۔ حالانکہ شریعت اسلامیہ کا قطعاً یہ منشاء نہیں۔ اور نہ ہی قرآن شریف جیسی معقولیت کی راہ پر چلانے والی اور حق و حکمت کی باتوں کو سکھلانے والی کتاب سے کبھی توقع لی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایسی نامعقول اور ظالمانہ تعلیم دے۔ کہ جس کی وجہ سے وہ ہر عقلمند کے سامنے شرمندگی کے باعث منہ چھپاتے پھریں۔

بھلا کیا کوئی عقلمند ایک طرفۃ العین کیلئے بھی اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کتاب جو اپنے ماننے والوں کو جا بجا ہر امر کی چھان بین کرنے پر زور دیتی ہو۔ وہ کبھی انہیں یہ تلقین کر سکتی ہے۔ کہ وہ ایک شخص کو خواہ وہ سو فیصدی سچ بول رہا ہو۔ بغیر تحقیق کئے ہی جھوٹا کہنا شروع کر دیں۔ اور اس کی بات کو خواہ وہ کتنی ہی راست گوئی پر مبنی ہو۔ بغیر پوری طرح جانچ پڑتال کئے بہتان عظیم مشہور کرنے لگ پڑیں۔ پس یہ قرآن شریف پر تدبر نہ کرنے والے دوستوں کی سینہ زوری ہے۔ کہ وہ قرآن شریف کی طرف ایسی ناقص اور خلاف عقل تعلیم منسوب کر رہے ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کا دامن اس سے بالکل پاک ہے

قرآن شریف جسطرح اور امور میں تحقیق کا حکم دیتا ہے۔ ویسا ہی اسبارے میں بھی اس نے مسلمانوں کو تحقیق سے ہی کام لینے کی واضح اور صاف ہدایت دی ہوئی ہے۔ اس کا یہی حکم ہے۔ کہ تحقیق کے نتیجہ میں اگر الزام لگانے والا اپنے الزام کو سچا ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس شخص کو سزا دو جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ اور اگر وہ اپنے الزام کو سچا ثابت کرنے میں ناکام رہے۔ تو الزام لگانے والے کو سزا دو پس اگر مسلمان صحیح معنوں میں قرآن شریف کی ہدایت کی پیروی کرنے کی طرف مائل ہونگے اور انہیں بحیثیت سچے مسلمان ہونے کے اسی طرف ہی ہر وقت مائل رہنا چاہیئے۔ تو وہ تحقیق سے قبل نہ الزام کو سچا قرار دے سکتے ہیں۔ اور نہ الزام لگانے والے کو جھوٹا ٹھہرا سکتے ہیں۔ ان کا رویہ تحقیق کا نتیجہ برآمد ہونے تک غیر جانبدار نہ رہے گا۔ اگر وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے۔ تو وہ قرآنی ہدایت کی پیروی کرنے والے تو نہیں کہلا سکتے۔ البتہ نفسانی ہدایت کی پیروی کرنے والے کہلائیں تو کہلائیں

اسبارے میں قرآن شریف کا صریح حکم

میں نے تو سارے قرآن شریف کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ مجھے تو سارے قرآن میں یہ حکم کہیں نہیں ملا۔ کہ الزام کو سنتے ہی مسلمان الزام لگانے والے کو جھوٹا اور اس کے الزام کو بہتان قرار دینا شروع کر دیں بلکہ اس کے خلاف مجھے تو قرآن شریف میں واضح الفاظ میں یہ لکھا ہوا نظر آ رہا ہے۔ والذین یرمون المحصنت ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم۔ یعنی وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر الزام زنا لگاتے ہیں۔ پھر اپنے اس الزام کو سچا ثابت کرنے کیلئے چار گواہ پیش نہیں کرتے۔ پس ایسے الزام لگانیوالوں کی یہ سزا ہے۔ کہ انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں۔ اور ان کی شہادت آئندہ کبھی قبول نہ کی جائے۔ اور ایسے لوگ فاسق ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں۔ اور اپنی اصلاح کر لیں پس اللہ تعالیٰ توبہ اور اصلاح کرنے والوں کے لئے غفور و رحیم ہے۔

اب دیکھو تو کس صفائی سے اس آیت کریمہ میں اس رویہ کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ جو مسلمان کہلانے والوں اور قرآنی ہدایات پر عامل ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کا ایسے شخص کے متعلق ہونا چاہیئے جو کسی دوسرے شخص پر مجرد زنا کا الزام لگاتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں۔ کہ مسلمان الزام لگانے والے کو یہ کہکر دھتکار دیں۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ اور تمہارا الزام کھلا کھلا جھوٹ ہے۔ بلکہ ان کا فرض قرار دیا ہے۔ کہ وہ اس سے دریافت کریں۔ کہ کیا تم اپنے اس الزام کو کہ فلاں مرد یا فلاں عورت زانی یا زانیہ ہے ثابت کر سکتے ہو۔ اگر وہ ایسا یقینی ثبوت پیش کر دے جس سے اس مرد یا اس عورت کا زانی یا زانیہ ہونا ثابت ہو جائے۔ تو الزام لگانے والا بری۔ اور ملزم قابل سزا ہوگا۔ اور اگر وہ ثبوت پیش کرنے سے عاجز آ جائے۔ تو پھر وہ شرعی سزا یعنی اسی کوڑے کھانے کا مستحق ہوگا۔ اور آئندہ کے لئے اس کی شہادت قبول نہ کی جائے گی

پس اس آیت سے صاف ثابت ہے۔ کہ تحقیق ضرور ہونی چاہیئے اور بغیر تحقیق کے مسلمانوں کو قطعاً کوئی حق نہیں۔ کہ وہ ایک کو یا دوسرے کو کوئی سزا دیں۔ الزام لگانے والا جھوٹا اور فاسق صرف اسی صورت میں قرار دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے الزام کو سچا ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہو لیکن اگر وہ کہے۔ کہ میں اپنے اس الزام کو سچا ثابت کرنے کیلئے چار گواہ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو پھر اس کو جھوٹا کہنا قرآن شریف کی نص صریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس پر صریح ظلم ہے جس کی قرآن شریف قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اور جو شخص باوجود قرآن شریف کے اس واضح اور کھلے کھلے ارشاد کی موجودگی میں بغیر تحقیق کئے الزام لگانے والے کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ وہ یقیناً خدا کا مجرم ہے۔ اور خطرہ ہے۔ کہ وہ خود الٰہی سزا کا نشانہ نہ بن جائے۔

رسول کریم صلعم کا اسوۃ

یہ مسلم بات ہے۔ کہ قرآن شریف کو سب سے بہتر اور سب سے صحیح سمجھنے والی رسول کریم صلعم کی ذات مبارک ہی ہے پس ہمارے لئے اس مسئلہ میں رسول کریم صلعم کے اسوۃ کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر تو رسول کریم صلعم الزام کو سنتے ہی جھوٹا کہدیا کرتے تھے۔ تب تو یہی ماننا پڑیگا۔ کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ تو پھر ماننا پڑیگا۔ کہ جن دوستوں کا یہ خیال ہے۔ وہ سخت غلطی خوردہ ہیں اور ان کو اپنے خیال میں فوراً تبدیلی کرنی چاہیئے۔

ترمذی میں باب ما جاء فی التلقین فی الحد میں مندرجہ ذیل حدیث لکھی ہے حدثنا قتیبۃ ثنا ابو عوانۃ عن سماک بن حرب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلعم قال لماعز بن مالک احق ما بلغنی عنک قال ما بلغک عنی قال بلغنی انک وقعت علی جاریۃ آل فلان قال نعم فشھد اربع شھادات فامر بہ فرجم

ترجمہ:- ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نے ماعز بن مالک سے فرمایا۔ کیا تمہارے متعلق جو بات مجھے پہنچی ہے۔ وہ درست ہے اس نے عرض کیا حضور کو میرے متعلق کیا بات پہنچی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ مجھے تمہارے متعلق یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ تم نے فلاں قبیلہ کی لونڈی سے زنا کیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ جو اطلاع میرے متعلق حضور کو ملی ہے وہ درست ہے۔ اور اپنے اس جرم کا اس نے چار دفعہ اقرار کیا جس پر آنحضرت صلعم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیدیا۔

حدیث مندرجہ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم صلعم کے پاس کوئی شخص آیا۔ اور اس نے ماعز بن مالک کے متعلق اطلاع دی۔ کہ اس سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے۔ گویا بالفاظ دیگر اس اطلاع دینے والے شخص نے رسول اکرم صلعم کے سامنے ماعز بن مالک پر زنا کا الزام لگایا۔ اب وہ لوگ جو قرآنی آیات کا یہ مفہوم سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے متعلق حسن ظنی سے کام لینا چاہیئے۔ اور ان کے خلاف الزام زنا سنتے ہی یہ کہہ دینا چاہیئے کہ "ھذا افک مبین" یہ کھلا کھلا جھوٹ ہے۔ ان کے نزدیک تو نبی کریم صلعم کو اس قرآنی حکم کے ماتحت یہ الزام سنتے ہی ماعز بن مالک پر حسن ظنی سے کام لینا چاہیئے تھا۔ اور اطلاع دینے والے کو ڈانٹتے ہوئے یہ کہنا چاہیئے تھا۔ کہ تمہارا یہ الزام بالکل جھوٹ اور کذب صریح ہے لیکن واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ رسول اکرم صلعم بجائے اطلاع دینے والے کو ڈانٹنے یا الزام کو جھوٹا قرار دینے کے فوراً تحقیق شروع کر دیتے ہیں۔ اور ماعز کو بلا کر دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا تم سے اس فعل بد کا ارتکاب ہوا ہے پس اس واقعہ سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ رسول اکرم صلعم کا یہی طریق تھا کہ حضور صلعم الزام کی تحقیق فرمایا کرتے تھے۔ نہ کہ بغیر تحقیق ہی الزام لگانے والے کو جھوٹا قرار دینے لگ پڑتے تھے۔

رسول اکرم صلعم کی اس اسوۃ سے پتہ لگ گیا۔ کہ جن مسلمانوں نے قرآن شریف کی کسی آیت سے یہ سمجھا ہے۔ کہ الزام کو سنتے ہی ھذا بہتان عظیم کہدیا کرو۔ انہوں نے بالکل غلط سمجھا ہے۔ ورنہ یہ کسطرح ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ رسول اکرم صلعم جن کی زندگی قرآن شریف کے احکام کی مکمل عملی تصویر تھی۔ اس صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے

پس قرآن شریف اور رسول اکرم صلعم کے اسوہ دونوں نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جو کچھ اس خاکسار نے عرض کیا ہے۔ یعنی یہ کہ الزام کی تحقیق کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ الزام لگانے والے کو جھوٹا قرار دیکر سزا دی جائے یا اس شخص کو جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ مجرم قرار دے کر مستوجب سزا بنایا جائے یہی درست ہے۔

(باقی صفحہ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۲۹ محرم ۱۳۶۰ہجری | نمبر ۱۲

انگریزی روزنامہ "سٹیٹسمین" اور مذہب

موجودہ حالات اور ایک جدید نظام حیات کی ضرورت

انگریزی اخبار سٹیٹسمین مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:۔

اقتباس

"اس وقت مردم شماری کے ضمن میں، عام شہری کے مذہب کے اندراج پر جھگڑا پورے زوروں پر ہے۔ لیکن ہم استفسار کرتے ہیں کہ آخر اس مذہبی اعداد و شمار کی تدوین اس ملک کے لئے کہاں تک سود مند ہے جہاں مذہبی اختلافات "قومی احساس" کے نشوونما کے لئے سب سے بڑی روک ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اعداد و شمار علمی تحسس یعنی ریسرچ ورک کرنے والوں کیلئے مفید ہو سکتے ہیں یا ماہران انسانیات یا دیگر اسی طرح کے لوگوں کے لئے فائدہ بخش ہو سکتے ہیں۔ تعمق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان اعداد و شمار کا ذرا بھی تو فائدہ نہیں سوائے اس کے کسی برے مقصد کو پیش نظر رکھ کر ان سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ ایک "مہذب" ملک میں جہاں کے باشندے باہم وطنی اور قومی محبت کے جذبات سے متحد ہوتے ہیں وہاں کسی شخص کا مذہب کسی دوسرے انسان کے لئے دلچسپی کا باعث نہیں ہو سکتا۔

ایک وقت تھا اور وہ بہت برا وقت تھا . . . . .

. . . . جبکہ ایک شخص کا مذہب انگلستان میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔ خانہ جنگی ظلم و استبداد اور ناجائز ترقی کے لئے اس کی ضرورت پیش آتی تھی۔ آجکل یہ عالم ہے کہ لوگوں کو ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہوئے عرصہ گذر جاتا ہے۔ بغیر اس علم کے کہ ان کے ساتھی اور شریک کار پروٹسٹنٹ ہیں یا رومن کیتھولک۔ چرچ جانے والے ہیں یا مشکک اور یہی حالت شہروں میں پڑوسیوں کی ہے"۔

عزت اور ترفع کا موجودہ معیار

اخبار سٹیٹسمین کے اس مندرجہ بالا اقتباس کا مطلب اور ملخص صرف یہ ہے کہ مذہب اور مذہبی اختلافات مہذب ملکوں میں ایک قصۂ پارینہ ہیں اور انکی حیثیت صرف علمی ہے اور روزمرہ زندگی میں اس کی کوئی مستقل حقیقت نہیں کیونکہ مذہب کوئی زندہ حقیقت نہیں۔ بلکہ اس کی موجودگی "قومی احساس" کے راستہ میں ایک بہت بڑی روکاوٹ ہے۔ اس لئے ہندوستانیوں کو بھی اسے اپنی روزانہ زندگی میں کوئی خاص اہمیت نہیں دینا چاہئے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کونسا نعم البدل ہے جو یورپ کی نام نہاد مہذب اقوام کو مذہب کے بدلے حاصل ہؤا۔ مغربی مہذب اقوام نے قومیت اور وطنیت کے تصورات کو اپنے گذشتہ مذہبی نظامات کی جگہ رائج کیا ہے یعنی اگر پہلے انکا مسلک زندگی ایسا تھا جس کی بنیاد مذہب اور اخلاق پر تھی تو آج وہ ایک ایسے مسلک پر عمل پیرا ہیں جس کی بنیاد جغرافیائی حدود اور رنگ و نسل کے اختلافات پر ہے اس وقت ایک انگریز کے نزدیک ترفع اور تعزز کا معیار صرف انگریز ہوتا ہے انسان ہونا نہیں اور یہی حال ایک فرانسیسی اور اطالوی کا ہے یعنی انسانیت کو مغربی مہذب انسان کی روزمرہ زندگی سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ رنگ و نسل کے اختلافات کو معیار قرار دیا گیا ہے اگر اختلافات ہی موجودہ ترقی میں سنگ راہ ہیں تو اختلافات تو موجودہ رنگ و نسل کے تصورات میں بہت ہی زیادہ ہیں اور ان اختلافات کی وجہ سے جو سرزمین یورپ میں جہنم کی بھٹی دھک رہی ہے وہ تو قابل رشک نہیں اگر پہلے مذہب کو خانہ جنگی ظلم و استبداد اور ناجائز ترقی کیلئے استعمال کیا گیا تو آج قومی اور نسلی اختلافات کو کس بلند پایہ نصب العین کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے آج مغرب میں مہذب انسان کا خون جسقدر ارزاں ہے کیا اس سے پہلے کبھی کسی بھی اختلاف کی وجہ سے انسانی خون یوں ارزاں ہؤا؟ اگر یہ نسلی اور قومی احساس مہذب انسان کی ترقی ہے تو یہ یقیناً ترقی معکوس ہے اور ہم غریب اور مذہبی ہندوستانیوں کو اس بلند پایہ نصب العین کی تلقین کرنا اور مغربی تصورات کی تقلید پر آمادہ کرنا ہماری اس جہنم زار کی طرف رہنمائی کرنا ہے جس میں آج یورپ بھک رہا ہے۔ اور جرمن کے ظلم و استبداد اور خون چکانیوں کا شکار ہے۔

مذہب کی ضرورت

دنیا کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمیشہ مذہب کی ضرورت رہے گی۔ اور یورپ کے قومی اور نسلی تصورات بذات خود مذاہب باطلہ ہیں اور اب ان مذاہب باطلہ سے مہذب انسان تنگ آچکا ہے۔ اور اسے "جدید نظام حیات" کی ضرورت ہے اور وہ نظام حیات یقیناً ایسا ہوگا جہاں قومی اور نسلی تصورات کے زنجیر و سلاسل نہ ہونگے جس میں اس وقت مہذب انسان جکڑا ہؤا ہے اور ایک جدید زمین و آسمان کی بنیاد بجائے رنگ و نسل کے انسانیت اور اخلاق پر قائم ہوگی۔ یہ انسانیت اور اخلاق صرف مذہب ہی پیدا کر سکتا ہے۔

وہ وقت قریب ہے جبکہ مذہب ہر مہذب انسان کی روزمرہ اور پولیٹیکل زندگی میں ایک زندہ حقیقت ہوگا۔ حالات اور کوائف مہذب انسان کو اس کے لئے مجبور کر رہے ہیں اور موجودہ حالات کی روشنی میں ہم نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ انگریزی اخبار سٹیٹسمین کا یہ ادعا کہ مذہبی اعداد و شمار ایک قصۂ پارینہ ہیں خود ایک قصۂ پارینہ ہونے کو ہے اور تاریخ اپنے آپ کو دھرا رہی ہے اور مادی تصورات کی جگہ روحانی اور اخلاقی نصب العین قائم کر رہی ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں!

چک ۶ اسلام آباد میں مسجد کا افتتاح اور جلسہ

انجمن کی راضیات چک ۶ اسلام آباد اوکاڑہ میں ۲۳ر فروری ۱۹۴۱ء کو جماعت احمدیہ کا ایک جلسہ ہؤا اور مسجد کا افتتاح بھی ہؤا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اسلام آباد اوکاڑہ میں ایک نہایت خوبصورت اور پختہ مسجد تعمیر کی ہے۔

اس مذکورہ بالا جلسہ اور افتتاح کیلئے مرکز سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے حضرت مولانا صدرالدین صاحب جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جناب مولانا احمد یار صاحب اور جناب مرزا مسعود بیگ صاحب تشریف لے گئے مورخہ ۲۳ر فروری کی صبح کو روانہ ہوئے اور رات کو واپس تشریف لے آئے مسجد کا افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے فرمایا اور ایک پر معارف تقریر فرمائی اور وہ دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت فرمائی تھی ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم کو دھراتے ہوئے اس خانۂ خدا کو لوگوں کیلئے باعث برکت ہونے کی دعا فرمائی نیز جماعت احمدیہ کی خدمات و عقائد پر نہایت عمدہ اور مؤثر پیرایہ میں روشنی ڈالی

حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے بڑے سادہ اور خوبصورت رنگ میں سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اجتماع کیلئے ازدیاد ایمان کا سامان بہم پہنچایا۔

جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے جماعت احمدیہ کی خدمات جو یورپ میں تبلیغی رنگ میں کی گئی ہیں پر روشنی ڈالی اور مولانا احمد یار صاحب نے پنجابی میں وعظ کیا اور آمد امام مہدی و مسیح موعود اور خروج دجال کے مسائل پر نہایت سادہ طریق پر روشنی ڈالی جس نے دیہاتی سامعین کو نہایت محظوظ کیا۔

جلسہ خوب بارونق تھا گرد و نواح سے لوگ نیز اوکاڑہ سے بھی حضرات شمولیت جلسہ کیلئے آئے ہوئے تھے۔

مسجدیں تو لوگ "شب بھر" میں تعمیر کر لیتے ہیں لیکن جماعت احمدیہ لاہور جس زندہ ایمان کی حامل ہے اور جس روح کی آئینہ دار ہے۔ وہ سنگ و خشت میں مقید نہیں بلکہ جہاں جہاں جماعت [illegible] کوئی مرکز قائم کرتی ہے اور مسجد تعمیر کرتی ہے وہ تو ایک عظیم الشان [illegible] تخم ریزی ہے اور ایک دور خسروی کی ابتدا ہے۔ اے خدا! اس اسلام آباد کی مسجد کو اس سارے علاقہ کے لئے ایک مرکزی حیثیت دے اسے مسلمانوں کے لئے اور دوسری اقوام کے لئے رشد و ہدایت کا موجب بنا۔ آمین ثم آمین۔

مسلم ہائی سکول کے طلبا کی کامیابیاں

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ مسلم ہائی سکول لاہور جہاں مقامی سکولوں میں تعلیمی اور درسی لحاظ سے ایک خاص شہرت رکھتا ہے وہاں فزیکل کلچر میں بھی اسے مقامی سکولوں میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے لاہور میں باکسنگ کا سب سے بڑا ٹورنامنٹ پٹ انسٹیٹیوٹ میں ہوتا ہے جس میں فوجی بھی حصہ لیتے ہیں اس ٹورنامنٹ میں مسلم ہائی سکول کے طلباء نے بھی حصہ لیا تقسیم انعامات کے موقعہ پر جب گورنر صاحب نے انعامات تقسیم کئے تو مسلم ہائی سکول کی باکسنگ ٹیم نے ٹرافی جیتی۔ اس سے قبل مسلم ہائی سکول میں جو باکسنگ ٹورنامنٹ ہؤا تھا اس میں بھی ٹرافی مسلم ہائی سکول نے جیتی تھی۔ سر ڈگلس ینگ بیڈمنٹن ٹورنامنٹ میں بھی مسلم ہائی سکول کے طلباء نے ٹرافی جیتی یہ پیہم کامیابیاں ہمارے سکول کے لئے باعث فخر ہیں اور سکول کے کارپردازان کے لئے [illegible]

شذرات

مسلم ہائی سکول کی بوٹ کلب

مسلم ہائی سکول لاہور کے طلباء ہر سال دریائے راوی پر جا کر کشتی کھینے کا مقابلہ کیا کرتے ہیں جس میں مسلم ہائی سکول کے اعلیٰ سٹاف کے اساتذہ بھی خوب دلچسپی لیتے ہیں جن میں سے مرزا خلیل احمد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں کیونکہ وہی اس کلب کے پریذیڈنٹ اور اس مقابلہ کی روح رواں ہیں۔

امسال مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۷۱ء کو ایک ایسے ہی مقابلہ کا اہتمام کیا گیا۔ ساڑھے تین بجے تک طلباء کے درمیان مقابلے ہوتے رہے اس کے بعد Headmaster ہیڈ ماسٹر کے مقابلے ہوئے جس میں ساری عمر کم اساتذہ بھی شامل تھے۔ اور انکی پیرانہ جدوجہد سے دریا کے کناروں پر قہقہوں سے فضا گونج رہی تھی عجیب نظارہ تھا۔

. . . .

ساڑھے چار بجے شام کو چائے کی دعوت دی گئی جس میں طلباء اور اساتذہ کے علاوہ معزز مہمان بھی شامل تھے جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ، جناب پروفیسر محمد عبداللہ صاحب، جناب مولانا آفتاب الدین صاحب اور پروفیسر عبدالقادر صاحب اسلامیہ کالج لاہور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مسلم سکول کی بوٹ کلب کا یہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

نوجوانوں کے والدین توجہ فرمائیں

جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب پیغام صلح مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۷۱ء اور پیغام صلح مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء میں ضروری درخواست" کے عنوان سے اعلان کر چکے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اپنی جماعت کے نوجوانوں کو دہریت اور مادیت کے زہریلے اثرات سے بچانے کیلئے لاہور کے اندر ایک خاص نظام بنا رہی ہے اسکو کامیاب بنانے کے لئے تمام نوجوانوں کے والدین اور سرپرستوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ان بچوں کے مفصل پتے جو لاہور کے کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کو احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر ارسال کریں لیکن ابھی تک اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ یہ ایک خاص دینی اور جماعتی کام ہے جسمیں جماعت کے نوجوانوں کی بہتری اور بہبود کے لئے کوشش کی جا رہی ہے اور انہیں قرآن مجید اور اسوۂ رسول کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اجتماعی اور دینی تحریکات کو اپنی جماعت کے نوجوانوں میں جاری کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہی نوجوان ہیں کل کو جن کے کندھوں پر جماعت کی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑنے والا ہے۔ اس سلئے آج ان کو دینی اور اجتماعی تربیت کی جسقدر ضرورت ہے۔ اس طرف سے کون والدین ایسے ہو سکتے ہیں جو تساہل اور تغافل کو پسند کریں۔ ازراہ مہربانی ہماری جماعت کے بزرگوں کو جن کے بچے مقامی کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے ہوں فوراً اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہئے اور اپنے بچوں کے مکمل پتے جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کو ارسال کر دینے چاہئیں۔ تاکہ انجمن کے اس پروگرام کو جو وہ لاہور میں قائم کرنا چاہتی ہے عملی جامہ پہنا سکیں ؎

مردم شماری کے متعلق ہدائت

پیغام صلح کے گذشتہ کئی پرچوں میں جماعت احمدیہ لاہور کے تمام افراد کو مردم شماری کے متعلق خاص طور پر توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ اب تو مردم شماری کی تاریخوں میں ہی یہ پرچہ جماعت کے دوستوں کو ملیگا۔ اس لئے دوستوں کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ مذہب کے خانہ میں مسلمان فرقہ احمدیہ لکھوائیں کسی کے کہنے پر مرزائی یا قادیانی نہ لکھوائیں۔ زبان کے خانہ میں اردو لکھوائیں۔ نام اور تعداد صحیح لکھوائیں اور تسلی کر لیں کہ کلرک نے سب کچھ صحیح لکھا ہے ؎

سانحہ ارتحال

چودھری عبدالمجید صاحب منیجر اراضیات اوکاڑہ نمبر ۲ نگر لنگ ضلع جالندھر سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد محترم جناب حافظ برکت علی صاحب مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۷۱ء کو صبح ۹ بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نہایت ہی نیک بزرگ تھے گو سلسلہ میں شامل نہیں تھے مگر سچا جانتے تھے۔ اسی وجہ سے گاؤں میں ان کی مخالفت تھی۔ بہت عرصہ زیر عتاب رہے اور کافی مالی نقصان بھی برداشت کیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسران چودھری عبدالمجید صاحب مذکور اور اخویم چودھری عبدالحمید صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول لاہور اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

(بقیہ صفحہ ۲)

حدیث مندرجہ بالا اور کئی امور پر روشنی ڈالتی ہے

حدیث مندرجہ بالا علاوہ اس امر کو غلط قرار دینے کے کہ الزام لگانے والے کو الزام سنتے ہی جھوٹا قرار دے دینا چاہئے۔ دو اور اہم امور پر بھی روشنی ڈال رہی ہے۔ اول یہ کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں جو یہ خیال سمایا ہوا ہے۔ کہ الزام لگانے والے سے ہی فوراً ثبوت کا مطالبہ ہونا چاہئیے۔ اور اس شخص سے جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ بالکل کچھ دریافت نہیں کرنا چاہئے۔ درست نہیں۔

رسول اکرم صلعم کا عمل اس کی صاف تردید فرما رہا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلعم نے اس موقعہ پر اسی شخص سے دریافت فرمایا ہے جس پر الزام لگایا گیا تھا۔ نہ کہ الزام لگانے والے سے۔ دوسرا امر جس پر یہ حدیث روشنی ڈال رہی ہے۔ یہ ہے کہ الزام لگانے والے سے ثبوت کا اس وقت مطالبہ ہوگا۔ جبکہ وہ شخص جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ الزام کے صحیح ہونے سے انکار کریگا۔ ورنہ نہیں۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے جس کی طرف حدیث اشارہ کر رہی ہے۔ اس واقعہ میں ماعز نے اس الزام کے صحیح ہونے کا چونکہ اقرار کر لیا تھا اس لیئے نبی کریم صلعم نے الزام لگانے والے سے ثبوت طلب کیے بغیر ہی اس کو سزا دیدی۔ ورنہ اگر ماعز انکار کرتا۔ تو پھر الزام لگانے والے سے ثبوت کا ضرور مطالبہ کیا جاتا پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر ہمیشہ نہیں۔ تو کم از کم بعض حالات میں تحقیق کا یہ طریق بھی ضرور اختیار کرنا پڑتا ہے۔

بعض لوگوں کو جس آیت کے صحیح مفہوم کو نہ جاننے کی وجہ سے یہ غلطی لگی ہے۔ کہ وہ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ کہ الزام کے سنتے ہی اسے جھوٹا قرار دے دینا چاہیئے۔ اس کی تشریح ان شاء اللہ آئندہ کی جائے گی اسی طرح اس مسئلہ کے متعلق بعض دوسری غلط فہمیوں کا ازالہ بھی اگلی قسط میں کیا جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میرے آنیکا مقصد توحید اخلاق اور روحانیت کی اشاعت ہے

میرے آنے کی اصل غرض یہی ہے کہ توحید اخلاق اور روحانیت کو پھیلاؤں۔ توحید سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہی کو اپنا مطلوب، مقصود، محبوب اور مطاع یقین کر لیا جائے۔ موٹی موٹی بت پرستی اور شرک سے لیکر اسباب پرستی کے شرک اور باریک شرک اپنے نفس کو بھی کچھ سمجھ لینے تک کو دور کر دیا جائے۔ جس میں کہ دنیا گرفتار ہے۔ اور اخلاق سے مراد یہ ہے کہ جس قدر قویٰ انسان لے کر آیا ہے ان کو اپنے محل اور موقع پر خرچ کیا جائے یہ نہیں کہ بعض کو بالکل بیکار چھوڑ دیا جائے اور بعض پر بہت زور دیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ کو بالکل کاٹ دے تو کیا اُس سے کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ سچے اور کامل اخلاق یہی ہیں کہ جو جو قوتیں اللہ تعالےٰ نے دے رکھی ہیں اُن کو اپنے اپنے محل و . . . . موقع پر ایسے طور سے خرچ کیا جائے کہ جس میں افراط اور تفریط پیدا نہ ہو۔ افراط یہ ہے کہ مثلاً جس شخص کی قوت شامہ میں افراط ہو تو اُسے مدت العمر کا مرض ہو جائے گا۔ اور پھر اُس سے اور امراض شدیدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ تفریط یہ ہے کہ جس کی حس بالکل مفقود ہو جاتی ہے اور اعتدال یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے محل اور مقام پر رہیں اور یہی وہ درجہ اور مقام ہے جہاں اخلاق اخلاق کہلاتے ہیں اور اسی کو میں قائم کرنے آیا ہوں۔ روحانیت سے مراد وہ آثار اور علامات ہیں جو خدا تعالےٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا ہونے پر مترتب ہوتے ہیں اور یہ کیفیتیں ہیں جو جب تک پیدا نہ ہوں انسان سمجھ نہیں سکتا۔ مگر اصل غرض یہی ہے ؎

(۱۲ ستمبر ۱۹۰۱ء)

مادیت اور روحانیت کا مقابلہ

حضرت امام حسینؓ کی شہادت حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی قوت اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے ایمان و یقین کی ضرورت

خطبہ جمعہ مورخہ ۷ فروری ۱۹۴۰ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ . . . . ان اللہ کان غفوراً رحیما (سورۃ الاحزاب رکوع ۳)

جنگ احزاب ایک معجزہ

یہ آیات اس جنگ کے متعلق ہیں جو تاریخ اسلام میں جنگ احزاب یا خندق کے نام سے مشہور ہے۔ یوں جس قدر لڑائیاں آنحضرتؐ کو لڑنی پڑیں ان سب میں ایک معجزانہ رنگ پایا جاتا ہے لیکن جنگ احزاب بالخصوص اس رنگ میں ایک کمال درجہ کا معجزہ ہے اسلام کے معجزات ایسے نہیں کہ جو ایک وقت میں قصہ کہانی ہو کر رہ گئے ہیں اور ہم صرف گذشتہ کا حوالہ دیکر رہ جائیں اور کہہ دیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فلاں معجزہ ہوا۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے معجزات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکی امت میں بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یا ان کے اظلال ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان معجزہ وہ تائید اور نصرت الٰہی ہے جس نے آپکو نہایت بیکسی اور بے بسی کی حالت سے اٹھا کر کامیابی کے بلند سے بلند مینار پر پہنچا دیا۔ لیکن یہ نہیں ہوا کہ یہ معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک ہی ختم ہو گیا ہو۔

تعلق باللہ والوں کی نصرت

بلکہ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ان لوگوں کی تائید اور نصرت غیر معمولی طور پر ہوتی رہی ہے جن کا خدا کے ساتھ تعلق تھا۔ نہایت مخالفت حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید و نصرت فرمائی اور اس طرح وہ معجزہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ظاہر ہوا۔ آپ کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر وہ معجزہ پھر ظاہر ہوا کس طرح آپ نے اسلام کی اس کشتی کو سنبھالا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ڈگمگانے لگی تھی۔ اس کے بعد کہیں کوئی بزرگ پیدا ہوا کہیں کوئی۔ ان سب کی زندگیوں میں خدا کی تائید کا نظارہ سب جگہ نظر آتا ہے۔ ہندوستان میں حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ اور کشمیر میں ایک بزرگ ہوئے ہیں حضرت امیر کبیرؒ اور بھی کئی بزرگ ایسے ہیں جو نہایت بے سروسامانی کی حالت میں اٹھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ عظیم الشان کام لیا جس کی نظیر مادی دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں معجزہ کا ظہور

ہمارے اس آخری زمانہ میں اس معجزہ کا ظل اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں دکھایا۔ کس طرح وہ شخص جو سارے ہندوستان کا محبوب اور مرجع تھا ایک وقت آیا کہ سب اس کے دشمن ہو گئے اور اسے بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ اور اسے نیست و نابود کر دینے پر پورا زور صرف کر دیا گیا۔ لیکن خدا کی تائید اور نصرت کو دیکھئے کہ نہ صرف یہی کہ کوئی مخالفت اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکی بلکہ وہ اٹھتا ہے اور ایسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ آج مخالفین بھی اس پر حیران ہیں۔ یہ جنگ احزاب جس کا ان آیات میں ذکر ہے میں نے کہا کہ یہ نبی کریم صلعم کا معجزہ ہے۔ کس طرح؟

ابتدائی اسلامی جنگیں اور نصرت الٰہی

ذرا واقعات تاریخ پر غور کیجئے۔ جنگ بدر میں ایک ہزار کا لشکر چڑھ کر آتا ہے اور بالمقابل مسلمان صرف ۳۱۳ ہیں اور وہ بھی بے سروسامان لیکن وہ ایک ہزار کا لشکر مغلوب ہو کر وہاں سے لوٹتا ہے اگلے سال تین ہزار کا لشکر احد کے مقام پر چڑھائی کرتا ہے۔ بالمقابل سات سو مسلمان ہیں۔ لیکن تین ہزار بھی ناکام ہو کر واپس جاتے ہیں جس شخص کو یہ خیال ہو کہ احد کے مقام پر کفار کو فتح ہو گئی تھی اسکا خیال غلط ہے۔ واقعات تاریخی سے صاف شہادت ملتی ہے کہ اس جنگ میں بھی مسلمان ہی غالب آئے۔

کفار کی متحدہ یورش

اس کے بعد جنگ احزاب آتی ہے۔ اب تک صرف قریش ہی مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ مگر اس جنگ میں انہوں نے تمام قوموں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ مدینہ کے اندر سے یہودیوں کو بھی شامل کر لیا۔ اس لشکر کا اندازہ کم از کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار لگایا گیا ہے۔ تو چوبیس ہزار کا لشکر جرار ایک آندھی کی طرح اور طوفان کی مانند تھا۔ ہتھیار انکے پاس کافی ہیں۔ فوجیں ان کے پاس ٹرینڈ ہیں۔ ادھر یہ مسلمان ہیں جن کو یہ ٹریننگ دی گئی ہے کہ نماز پڑھا کرو اور روزے رکھا کرو۔ تعداد بھی ان کی کافی نہیں۔

خدا کے وعدوں پر صحابہؓ کا ایمان

لیکن باوجود اس کے کس چیز نے انہیں بچایا وہ خدا اور خدا کے وعدوں پر انکا ایمان ہے جو ان کے بچاؤ کا موجب ہوا۔ قرآن خود ذکر کرتا ہے۔

ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔ جب مومنوں نے تمام قوموں کے متحدہ لشکر کو دیکھا تو کیا خیال پیدا ہوا۔ یہ خیال نہیں ہوا کہ مارے گئے۔ بظاہر صورت تو یہی ہے کہ ۲۴ ہزار کا لشکر ایک آن کی آن میں کچل کر رکھ دیگا۔ اتنے بڑے لشکر کے سامنے ان چند گنتی کے لوگوں کی کیا طاقت ہو سکتی ہے جن کے پاس نہ کافی سامان ہے اور نہ کوئی فوجی تربیت ان کو حاصل ہے۔

لشکر کو دیکھ کر صحابہ کے ایمان میں ترقی

لیکن باوجود ان سب باتوں کے کیا خیال مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوا انہوں نے جب یہ تمام ٹڈی لشکر دیکھا تو معاً ان کے منہ سے نکلا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ۔ یہ تو وہ ہے جسکا اللہ اور رسول نے وعدہ کیا تھا وصدق اللہ ورسولہ اور اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا تھا۔ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما ایمان تو پہلے ہی اُن کے دلوں میں تھا۔ اس لشکر کو دیکھا تو اور بھی ایمان ترقی کر گیا۔ وہ کیا وعدہ تھا جو اللہ اور اُس کے رسول نے کیا تھا یہ سورہ احزاب آخری مدنی سورتوں میں سے ہے اور وہ وعدہ جسکا یہاں ذکر کیا ہے ابتدائی مکی سورتوں میں سے سورۃ ص میں ہے۔ جہاں فرماتا ہے ص والقرآن ذی الذکر۔ صادق خدا یہ قرآن ذی الذکر ہے یعنے عظمت کے مقام پر پہنچانیوالا ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب اس قرآن کو ماننے والے نہایت دکھوں اور تکلیف کی زندگی بسر کر رہے ہیں طرح طرح کی ایذائیں ان کو پہنچائی جاتی ہیں اور دوسری طرف جو کفار ہیں ان کا غلبہ ہے وہ سخت دشمنی پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کے درپے ہیں۔

کفار کی ترقی معکوس

یہیں چلتے چلتے آگے فرماتا ہے۔ ام لھم ملک السموات والارض وما بینھما فلیرتقوا فی الاسباب کیا آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ان کفار کی ہے تو پھر اسباب اور ذرائع میں ترقی کرتے جائیں۔ آسمانوں کی بادشاہت کیوں کہا؟ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے معبودان باطلہ کے ہاتھ میں آسمانوں کی بادشاہت ہے اور وہ اُن کے ساتھ ہیں۔ تو دیکھئے اس آیت میں اسی ترقی کا ذکر ہے جو جنگ بدر سے لیکر احزاب تک ان کے اسباب اور ذرائع میں نظر آتا ہے۔ پہلی جنگ میں ایک ہزار کا لشکر چڑھ کر آتا ہے۔ دوسری میں تین ہزار اور تیسری میں چوبیس ہزار۔ یہ اسی کی فلیرتقوا فی الاسباب کے الفاظ میں پہلے سے خبر دیدی تھی جنگ احزاب کے بعد کفار کو پھر چڑھائی کی جرأت ہی نہیں ہوئی اور جنگ احزاب میں جو کچھ ہوا اس کے متعلق فرماتا ہے جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب بالا کبیر یا عظمت کے لئے بولا گیا ہے۔ کتنا بڑا عظیم الشان لشکر تھا تمام قبیلوں کا جمع ہو کر آنا کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ مگر فرماتا ہے مہزوم شکست کھائیگا یہی وہ وعدہ الٰہی تھا جس کی بنا پر احزاب کے عظیم الشان لشکروں کو دیکھ کر مسلمانوں کے مونہوں سے نکلا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ یہ تو وہی چیز ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے دے رکھا ہے۔

مادی طاقت اور ایمانی شوکت کا مقابلہ

اس جنگ احزاب کے موقعہ پر رسول اللہ صلعم نے مدینہ کے ارد گرد ایک خندق کھدوا دی تھی یہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو دشمن عبور نہ کر سکتا۔ بھلا ۲۴ ہزار کا لشکر ایک معمولی خندق کو عبور نہیں کر سکتا تھا اس میں کوئی پانی تھا نہ کوئی mines تھیں نہ توپیں لگی ہوئی تھیں جو عبور کرنے سے روکتیں ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر بھی آسکتے تھے لیکن انہیں اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ کتنا بڑا معجزہ ہے ایک طرف مادی طاقت جس قدر اکٹھی ہو سکتی تھی ہو گئی۔ دوسری طرف ایمان اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے یہ مادی طاقت اور ایمان کا مقابلہ ہے اس کو کہتے ہیں معجزہ ایمان اور یقین غالب آتا ہے مادی طاقت کے ادھر ان کو توفیق نہیں ملتی کہ خندق کو عبور کر کے مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔

قیصر و کسریٰ کی مغلوبیت کا نظارہ

لکھا ہے کہ اس خندق کو کھودتے ہوئے ایک جگہ ایک پتھر آگیا

جن آدمیوں کے سپرد اس حصہ کا کھودنا تھا وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی کہ اس حصہ کا رخ پھیر دیں۔ آپ خود ہتھوڑا لے کر وہاں پہنچے۔ یہ نبی ہے جو نرا زاہد و عابد ہی نہیں پہلوان بھی ہے اور دوسروں سے زیادہ جری پہلوان ہے آپ وہاں پہنچتے ہیں اور ہتھوڑے کی ایک ضرب اس پتھر پر لگاتے ہیں۔ اس میں سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ یہ معمولی بات ہے پتھروں سے چنگاریاں نکلا کرتی ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں مجھے قیصر کے محلات دکھائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تیری امت ان پر غالب آنیوالی ہے۔ دوسری ضرب لگائی اور پھر چنگاریاں نکلیں آپ نے فرمایا مجھے مدین کے محلات دکھائے گئے اور مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ تیری امت ان پر غالب آنے والی ہے۔ دیکھئے ایک طرف یہ بے کسی کی حالت ہے اور دوسری طرف خواب کیا آتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے محلات پر میری امت قابض ہوگی۔ کیا کوئی ایسا شخص جسکا خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو اور خدا کے وعدوں پر ایمان نہ ہو اس بے کسی کے عالم میں کہ تمام عرب چڑھائی کرکے آیا ہوا ہو اندر کے لوگ بھی مخالف ہو رہے ہوں۔ ایسی بات منہ سے نکال سکتا ہے۔

مومنوں کے اندر عظیم الشان انسان

صرف رسول ہی نہیں فرماتا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ ان مومنوں کے اندر وہ عظیم الشان انسان ہیں جنہوں نے اس عہد کو جو اللہ کے ساتھ کیا تھا سچا کر دکھایا فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے جام شہادت پی لیا اپنی نذر ادا کردی اور باقی وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں کہ کس وقت دین کی راہ میں جانیں فدا کریں وما بدلوا تبدیلا اور اپنے اس ارادہ میں کوئی تبدیلی انہوں نے نہیں کی۔

صحابہ رضی کرام اور زندگی و موت کا تصور

کیا ہیں یہ لوگ! زندگی کو انہوں نے کیا سمجھا ہے اور موت کو کیا سمجھا اسطرح وہ زندگی کو لئے پھرتے ہیں جیسے ایک معمولی ادنیٰ سی چیز ہوتی ہے اور اسکو خدا کی راہ میں نذر کرنے کے لئے بیقرار ہیں یہ بڑی بھاری فتح ہے ایمان کی جس نے زبردست مادی طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا دن

اس واقعہ کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ آج کا دن ایک بڑے عظیم الشان انسان کی شہادت کا دن ہے میں سمجھتا ہوں حضرت امام حسینؓ بھی بڑا زبردست ایمان خدا پر رکھتے تھے ایک ایسے میدان میں جہاں پانی تک میسر نہیں تھا۔ اپنے خاندان کے ۷۰ آدمیوں کو اپنے سامنے کٹوا دینا اور پھر بھی مقابلہ سے نہ ہٹنا بڑے بھاری ایمان کو چاہتا ہے۔ شائد بعض لوگوں کا جو واقعات کو سرسری نگاہ سے دیکھنے والے ہیں۔ یہ خیال ہو کہ حضرت امام حسینؓ وہاں کوفہ والوں کی امداد کے بھروسہ پر فتح کرنے گئے تھے۔ کوفہ والوں نے انہیں خط لکھا تھا کہ چالیس ہزار کا لشکر آپ کے ساتھ ہے آئیے اور فتح کیجئے کیا آپ صرف اسی غرض سے وہاں گئے تھے اگر ایسا ہے تو جب انکو پتہ لگ گیا تھا کہ یہ غدار ہیں تو الگ ہو جاتے لیکن شائد یہ یقین بھی ہو کہ میں کامیاب ہونگا۔ اگر یہ ایمان تھا تو صحیح تھا۔

آج یزید شکست خوردہ ہے

آج دیکھ لیجئے یزید اور اس کا تمام لشکر شکست خوردہ ہیں اور امام حسینؓ کامیاب ہیں۔ آج کون ہے جو یزید کو ہزیمت خوردہ نہیں سمجھتا اور امام حسینؓ کو ان کی عظیم الشان قربانی اور فسق و فجور کے سامنے گردن نہ جھکانے کیوجہ سے کامیاب اور بامراد خیال نہیں کرتا۔

ارتقائے انسانی اور موت و حیات

یہ موت و حیات تاریخ انسان یا ارتقائے انسان میں کیا حیثیت رکھتی ہے کوئی ایک گھنٹہ پہلے دنیا سے چلا گیا یا ایک گھنٹہ بعد یا ایک سال بعد یہ آگے اور پیچھے جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا اصل چیز وہ جذبہ وہ قربانی اور نمونہ ہے جسکو لئے ہوئے کوئی شخص اس دنیا کو چھوڑتا ہے۔ شہید کو جو اتنا بلند مرتبہ دیا گیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہ وجہ نہیں ہے کہ اس نے اپنی جان دیدی بلکہ اصل چیز ہے خدا پر ایمان جو کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اسی لئے فرمایا لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم خدا کے رستہ میں جو قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں کس طرح زندہ ہیں اپنے نمونہ کی وجہ سے اپنی قربانی کیوجہ سے اور اپنے کمال ایمان کیوجہ سے وہ زندہ ہیں۔ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ وہ نہ صرف خود زندہ ہیں بلکہ ان کی قوم بھی ان کے نمونہ سے زندہ ہو جاتی ہے۔ شہید ایمان اور یقین میں کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے اور یہی ایمان اور یقین ہے جو اسکو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھتا ہے۔

آج بھی وہ معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے

تو میں کہتا ہوں کہ وہ معجزہ جو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں ظاہر ہوا آج بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور ہو کر رہیگا بشرطیکہ وہی یقین اور ایمان پیدا ہو جائے جو صحابہ کرام کے اندر تھا۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ یہ چیز جس میں اصل طاقت ہے اسکو لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے یہ چیز اگر پیدا ہو جائے تو تمام کامیابیاں حاصل ہو سکتی ہیں اور دنیا کو اس کے ذریعہ سے فتح کیا جا سکتا ہے۔

اس زمانہ میں یہ معجزہ دنیا نے دیکھا

ہمارے اس زمانہ میں بھی یہ معجزہ دنیا نے دیکھا ہے کہ ایمان اور یقین کی طاقت مادی طاقت پر غالب آئی۔ کسقدر زبردست ایمان تھا حضرت مسیح موعودؑ کا کہ دنیا جہان کی طاقتیں آپکے مقابلہ پر کھڑی ہیں۔ عیسائی ہیں، آریہ ہیں، دوسری اقوام ہیں اور پھر خود مسلمان ہیں جو علیحدہ علیحدہ اور سب مل کر بھی آپکو کچلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ایمان اور یقین کی وہ طاقت جو آپ کے اندر پائی جاتی تھی وہی آخرکار غالب آتی ہے

ایک پادری اور سوانح حضرت مسیح موعودؑ

ایک پادری نے آپکی لائف لکھی ہے وہ لکھتا ہے کہ اس قدر شدید مخالفتوں میں یہ شخص ایک چٹان کی طرح کھڑا نظر آتا ہے اور ذرا اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ وہ مضبوطی کیا ہے وہ یہی ایمان اور یقین تھا یہ ایمان اور یقین اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ آپکو یہ وہم بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ مخالفتیں آپکا کچھ بگاڑ سکتی ہیں۔ خدا پر آپکو اس قدر یقین تھا کہ اس کے مقابلہ میں ہر چیز ہیچ نظر آتی تھی۔

حضرت مسیح موعود کا زبردست ایمان

آپکی تحریروں کو جو شخص پڑھے وہ ان میں خدا پر ایک زبردست یقین اور ایمان پاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا حوالہ آپکو سناتا ہوں مجدد اعظم میں آپ کی ایک عبارت نقل کی گئی ہے جس میں فرماتے ہیں:۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں اسکا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگیگا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اسے دیکھیگا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔" ان الفاظ سے آپکے دل کا درد معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے دل کی حالت نظر آتی ہے کہ کسقدر خدا پر ایمان ہے اور اس ایمان کو دوسروں میں پھیلانے کا کسقدر جوش ہے

خدا ایک خزانہ ہے

فرماتے ہیں:۔

"تم ابھی نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنیوالا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔" (کشتی نوح)

یہ ہے خدا پر ایمان

یہ ہے خدا پر ایمان۔ کتنا زبردست یقین اور ایمان ہے کوئی دنیا کی طاقت اس ایمان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایسا ہی رسول اللہ صلعم کی صداقت پر بھی آپکو بہت زبردست ایمان تھا۔

غرضیکہ خدا پر ایمان اور یقین ہی ایک چیز تھی جس نے مرزا صاحب سے یہ کام کرائے ایسے وقت میں جب دنیا اسلام کی طاقت سے مایوس ہو چکی تھی آپکو ایمان اور یقین نے اسکو دنیا میں غالب کرنے کے سامان کر دئے۔

ایک بلند پایہ عالم اور کتاب مجدد اعظم

مجھے بڑی حقیقی خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ ایک بڑا بلند پایہ عالم شخص ہے اس نے جب مجدد اعظم کا دوسرا حصہ پڑھا تو اس نے ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) سے کہا کہ اگر آپ اس کے آخری حصہ کو ایک دفعہ کوئی پچیس تیس ہزار کی تعداد میں چھپوا کر دنیا کو پہنچا دیں تو کتنا بڑا عظیم الشان کام کیا ہوگا۔ یہ ایک مظلوم کی حمایت ہوگی۔ ایک مظلوم انسان کے متعلق صحیح واقعات دنیا میں پہنچا دینے کی ضرورت ہے۔

یہ لوگ مظلوم ہوتے ہیں

سچی بات یہی ہے کہ یہ لوگ مظلوم ہوتے ہیں کہ دنیا ان کی حقیقت کو نہیں پہچانتی اور طرح طرح کے خیالات ان کی طرف منسوب کرکے انہیں بدنام کرتی ہے حضرت مجدد الف ثانی بھی اپنے وقت کے مجدد تھے انہیں جیل خانہ میں ڈالا گیا اور بھی جو نیک بندہ دنیا میں آیا اس کو ایذائیں دی گئیں اس لئے اُن کے مظلوم ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ تو آج اس زمانہ میں وہ شخص جسکا نہ صرف اپنا ہی خدا پر ایمان اور یقین تھا بلکہ ہزاروں انسانوں کے اندر آپ نے ایمان کی اس روشنی کو پیدا کر دیا اُسے ایسا ایمان اور کافر کہا جاتا ہے

اگر آج وہ ایمان اور یقین پیدا ہو جائے

اگر آج ہماری نسلوں میں وہ ایمان اور یقین پیدا ہو جائے جو حضرت مرزا صاحب کی تڑپ دلوں کے اندر جاگزین ہو جائے تو کامیابی ہمارے قدموں پر ہے۔ جاؤ اور پڑھو آپ کی تحریروں کو۔ جاؤ اور گوشہ تنہائی میں خدا کے آگے اور اس سرچشمہ سے سیراب ہونے کی کوشش کرو جس کی طرف حضرت مسیح موعود نے راہ نمائی کی ہے مگر یاد رکھو بغیر خدا پر ایمان اور یقین کے تم دلائل سے دنیا کو فتح نہیں کر سکتے اور اگر اس میں شکست اور ناکامی بھی نظر آئے جیسے امام حسین میں بظاہر نظر آتی ہے تو وہ شکست اور ناکامی نہیں بلکہ فتح اور کامیابی ہے ❖

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۵ صفر ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۱۳

خلافت اور ایمان و عمل

حقیقی اسلامی اور روحانی خلافت امام عصر حاضر سے وابستہ ہے

قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے
وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت لیستخلفنھم
فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم
اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔

یعنی خلافت کے لئے ایمان اور عمل شرط ہے اور اسلام نے روحانی اور دنیوی خوش بختی اور بہتری کے لئے ان دو چیزوں کو ہی بنیاد قرار دیا ہے۔ دنیا میں جہاں کبھی کوئی مسلمان ان دو چیزوں کے بغیر کوئی ایوان تعمیر کرنا چاہتے ہوں وہ یقیناً ایسی عمارت بنانا چاہتے ہیں جس کی بنیاد ہی نہیں ہیں یعنی اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق صرف ہوا میں قصر تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان پر روشن ہو جانا چاہیئے کہ یہ محض ہوائی قلعے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ خلافت وہی ہے جو ایمان اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں پیدا ہو۔

آج کل مغربی اقوام قومیت اور وطنیت کے اصولوں پر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں اور انہی اصولوں پر انہوں نے دنیا میں حکومت اور بادشاہت کو حاصل کیا ہے لیکن ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر جو حکومت اور غلبہ حاصل ہو گیا اسے قرآنی اصطلاح میں خلافت کہا جا سکتا ہے؟ خواہ ان اصولوں پر کاربند ہو کر حکومت اور بادشاہت کو حاصل کرنے والے خود مسلمان ہی کیوں نہ ہوں کیا حکومت ترکیہ جو کہ قومی اصولوں پر قائم ہوئی ہے۔ اسے بھی اس مذکورہ بالا آیت استخلاف کے ماتحت لایا جائے گا۔ حالانکہ اس حکومت کا اپنا اعلان موجود ہے۔

”حکومت ترکیہ آج سے جہاں جمہوری ہے۔ قومی ہے۔ عمومی ہے۔ انقلابی ہے۔ وہیں خالص دنیوی اور غیر مذہبی، بھی ہے“

یہ مندرجہ بالا اعلان واضح کر رہا ہے کہ یہ حکومت ترکیہ وہاں تک ایسی حکومت ہے جو کہ ایمان اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی بلکہ یہ حکومت نتیجہ ہے قومیت کا اور رنگ و نسل کی پرستش کا۔ اگر آج انہی مغربی اصولوں پر مسلمانوں کو ساری زمین پر بھی سیاسی تفوق حاصل ہو جائے تو اسے اس خلافت اور وراثت سے کوئی نسبت نہیں جس کا وعدہ مومن مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

مسلمانوں کے اندر بغیر ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے جو حکومت اور سیاسی سطوت کے حصول کے لئے ایک زبردست خواہش پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ محض اختلاط اور احساس زوال ہے یہی وجہ ہے کہ وہ موقعہ اور محل کو نہیں پہچانتے اور مرتبہ بے موقعہ اپنے جوش کا اظہار کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں بعض دفعہ بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور ان کی ترقی رک جاتی ہے اور وہ کئی سال پیچھے جا پڑتے ہیں۔ ان کی تاریخ میں بنی اسرائیل کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے اور آنحضرت صلعم کا یہ قول نہایت صداقت سے پورا ہو رہا ہے۔ لتتبعن سنن من قبلکم

. . . . بعینہ یہی حالت بنی اسرائیل کی تھی۔ جبکہ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہوئے۔ وہ بھی چاہتے تھے کہ انہیں ارض مقدس پر غلبہ حاصل ہو جائے لیکن بنی اسرائیل اس راستہ سے ہٹ چکے تھے جس پر انہیں انبیاء بنی اسرائیل نے چلایا تھا۔ اور وہ بھی ایک مغربی قوم کے تتبع میں سیاسی غلبہ چاہتے تھے۔ لیکن ان کے اندر روحانی اور عملی قوت بالکل نہیں تھی۔ اس لئے انہیں ہر موقعہ پر شکست اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا تھا اور زمینی بادشاہت کی خواہش انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی لیکن ان کے اندر وہ اخلاق اور روحانی قوت موجود نہ تھی جس سے ان میں ایک توازن پیدا ہو۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جوش آیا۔ خدا نے حضرت مسیح ناصری کو ان کے عوارض دور کرنے کیلئے مبعوث فرمایا۔ جو ان سے بے رحمی، خود غرضی۔ کینہ۔ ظلم۔ حسد اور بے جا جوش نفس جیسے معائب کو دور کریں اور ان کا تعلق ازسرنو خدا سے استوار کریں۔ جن کا بنی اسرائیل کو پہلے شرف حاصل تھا اور ان کے قلوب میں ایک زندہ اور تڑپتا ہوا ایمان پیدا کریں لیکن اس قوم نے اپنے اس روحانی بادشاہ اور خلیفہ کو نہ پہچانا۔ بلکہ اس کا انکار جس ناسپاسی اور بے رحمی سے کیا اس کی یادگار میں آج بھی وہ نشان موجود ہے جو اکناف عالم کے تمام گرجوں پر استادہ ہے اور اساقفہ کے سینوں پر آویزاں ہے حضرت مسیح کا صرف اس لئے انکار کیا گیا کیونکہ انہوں نے ایمان اور اعمال صالحہ کی تلقین کی اور ان کی جگہ ایک زمینی رہنما برقوشیباش کو تسلیم کر لیا گیا۔ جو ان کی سیاسی امنگوں اور زمینی آرزوؤں کا آئینہ دار تھا۔ اور اس کی قیادت میں انہیں عارضی کامیابیاں بھی ہوئیں۔ لیکن ایمان اور اعمال کے وہ چشمے جن سے بنی اسرائیل کو اقوام عالم پر فضیلت حاصل تھی خشک ہو گئے اور بعد میں ان کی سیاسی امنگوں کے پھول بھی شاخ ہستی سے مرجھا کر گر پڑے۔

آج مسلمانوں کے اندر بھی وہی عوارض ہیں جو کہ بنی اسرائیل میں تھے اور ان عوارض کو دور کرنے کے لئے ایک زبردست روحانی تحریک کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس روحانی تحریک کو پیدا کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا لیکن مسلمانوں نے اُن کی آواز کو قبول نہ کیا۔ کیونکہ وہ آواز آسمانی آواز تھی اور ان کی خواہشات النفس سے ہم آہنگ نہ تھی لیکن اس کے نتائج کبھی خوشگوار نہیں ہوں گے مسلمان چاہیں تو مغربی تصورات کو قبول کر لیں یا اپنے کسی برقوشیباش کی شعلہ بیانی پر اپنی نقد زیست پیش کر دیں لیکن اس سے ان کے عزائم کی بیل کبھی منڈھے نہ چڑھیگی اور انہیں وہ خلافت اور وراثت حاصل نہ ہوگی جس کا انہیں وعدہ ہے۔ کیونکہ وہ ان خلفاء کا انکار کرتے ہیں جو کہ اس خلافت اور وراثت کے علمبردار ہیں مسلمانوں کو اس میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ شکر کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اس خلافت سے سرفراز کیا جس کا ان سے وعدہ تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اگر تم ایسا خدا ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ اور آباء گذر گئے۔ اور بیشمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اسکی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کرونگا اور اسکے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی“۔ (فتح اسلام)

اب مسلمانوں کے ایک طرف حقیقی اسلامی اور روحانی خلافت ہے اور دوسری طرف ان کی زمینی خواہشات اور آرزوئیں ہیں۔ وہ ان میں سے جسے چاہیں قبول کر سکتے ہیں ✦

پاکستان کانفرنس

لاہور یکم اور ۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کا اجلاس مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ یہ اجتماع خوب بارونق تھا اور پاکستان تحریک کے متعلق مسلمانوں کے جوش اور خروش کا آئینہ دار

مسلم لیگ کی اہم قرارداد (پاکستان) ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منظور ہوئی تھی مسلم لیگ کی گذشتہ سال کی قرارداد کا ملخص درج ذیل ہے۔
”مسلمانوں کی اکثریت والے علاقوں کو باہم متحد کر کے دو منطقے یا حلقے بنالے جائیں۔ ایک شمال و مغربی علاقہ جو سندھ، بلوچستان سرحد اور پنجاب وغیرہ پر مشتمل ہو گا۔ دوسرا مشرقی حلقہ جس میں بنگال و آسام شامل ہوں گے۔ یہ دونوں حلقے بجائے خود آزاد اور خود مختار رہیں۔ اور انہیں بقیہ ہندوستان سے انتظام کوئی علاقہ نہ ہوگا“

مسلم لیگ جو کہ ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی لحاظ سے واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اس تقسیم ہند کی تحریک کو نہایت تندہی کے ساتھ عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی ہے اور یہ پاکستان کانفرنس جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اسی جدوجہد کی ایک کڑی ہے۔

بحیثیت مسلمان کے ہماری ہمدردی مسلم لیگ کے ساتھ ہے اور ہم مسلم لیگ کو سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت سمجھتے ہیں لیکن چونکہ سیاسیات ہمارے خالص تبلیغی پروگرام کا خیالی جزو نہیں اس لئے ہم اپنی تمام توجہ کو اشاعت اسلام کے نصب العین پر مرکوز کرتے ہیں لیکن ہم ان مقاصد سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں جن سے ملت اسلامیہ کا مفاد وابستہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حالات میں مسلمانان ہند کی سیاسی فلاح تحریک تقسیم ہند میں ہے لیکن اس موقع پر اس تحریک کے کارپردازان کی توجہ دو ایک امور کی طرف منعطف کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس تحریک کا دامن مسلمانوں کے فروعی اختلافات سے کلیتہً پاک ہونا چاہیئے۔ ورنہ ڈر ہے کہ آپس میں [illegible]

"تقسیم ہند کی آواز" پہلے کس نے بلند کی

مسلمانوں کی ذہنیت دُنیا سے نرالی ہے۔ آجکل پاکستان کی تحریک زوروں پر ہے۔ اخبار زمیندار اس تحریک کا زبردست موید ہے اس مذکورہ اخبار کے پاکستان نمبر میں جو ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا ہے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قاضی عبدالحمید صاحب قریشی نے سب سے پہلے ۱۶ر اگست ۱۹۲۱ء میں تقسیم ہند کے متعلق آواز بلند کی اس کے متعلق روزنامہ شہباز مورخہ یکم مارچ ۱۹۴۷ء رقمطراز ہے۔ "یہ دعویٰ کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ قریشی صاحب کی آواز سے چند ماہ پہلے آقائے مرتضےٰ خاں میکش نے تقسیم ہند کا نظریہ پیش کیا تھا۔" ملاحظہ فرمایا آپ نے مسلمانوں کے اختلافات اور ان کی ذہنیت! لیڈر اور رفارمر بننے کی خواہش کس طرح قلوب میں مچل رہی ہے۔ لیکن ان برخود غلط قائدین کو علم ہونا چاہئے کہ حقیقی قائدین یوں ذاتی تفوق کے خواہاں نہیں ہوا کرتے۔ وہ سراپا عمل اور ایثار پیشہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات کو ملت کے لئے شہید کر دیتے ہیں اور ملت ان کے ایثار و خلوص سے ان کی قیادت پر شہادت دیتی ہے اور انہیں اپنی تحریر و تقریر سے اپنی قیادت کا ڈھول پیٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

بیج بو دیا گیا ہے اور مسلمانوں کے قلوب میں تحریک احمدیت کے خلاف جذبات نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ صاحب جس نے یہ خطبہ پڑھا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تحریک احمدیت میں مرکزی حیثیت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ہی حاصل ہے اور احمدیوں کا قبلہ وہی ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے اور ہم احمدی آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اور حضرت بانئے تحریک کے اپنے الفاظ ہیں۔ یعنی "میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور اُن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص ... نبوت کا دعویٰ کرتا ہے" کے قائل ہیں لیکن صرف میاں محمود احمد صاحب کے غلو کو احساس قرار دیکر وہ مسلمان جو اقبالی مذہب فکری سے متاثر ہیں تحریک احمدیت کو اپنی نفرت کا ہدف بنا رہے ہیں ہم اُنہیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ اس طرح اس خالص اسلامی اور روحانی سلسلہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے البتہ اپنے تعمیری پروگرام میں تخریب کی ہل چل ضرور پیدا کر رہے ہیں۔ ہم انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ اگر وہ کامیابی چاہتے ہیں تو ان فرقہ وارانہ اور فروعی اختلافات سے بالاتر ہو کر اپنے پروگرام کو بروئے کار لائیں ❊

لندن میں اسلامی کلچر کا مرکز!

کچھ عرصہ ہوا بعض برطانوی لیڈروں نے یہ تجویز پیش کی کہ لندن میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جائے جس کے ساتھ اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز قائم کیا جائے۔ اندازہ لگایا گیا کہ اس مقصد کے لئے ایک لاکھ پونڈ کی ضرورت ہوگی بعد ازاں یہ تجویز باقاعدہ طور پر ہاؤس آف کامنز میں پیش کی گئی چنانچہ ۱۹ر فروری ۱۹۴۷ء کو برطانوی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز نے اُس کی منظوری دیدی ہے۔ اُس کے بعد غالباً کوئی عملی قدم اٹھایا جائیگا۔

حکومت برطانیہ کا یہ اقدام اُس کی رعایا پروری پر شاہد ہے ہر مسلمان کو صدق دل سے اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔ انگلستان میں سب سے پہلے تحریک احمدیت نے اسلامی کلچر کے مرکز کو قائم کیا جس سے اسلامی تحریکات کی کامیابی کے لئے مغرب میں ایک ایسی منظر تیار ہوا ہے اب وہاں ایسا میدان موجود ہے جس میں اسلام کی مذہبی اور کلچرل تحریکات خوب نپپ سکتی ہیں یہ ایک مرکز کیا ہمارا ایمان ہے کہ مستقبل قریب میں مغرب سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوگا۔ اور یہ مغربی اقوام حلقہ بگوش اسلام ہونگی اور تیغ محمدی نے جو کمند مغرب میں پھینکا ہے مغربی آفاق پر اُڑنے والے ... سفید پرندے اُس کی زد میں ہیں ❊

آنحضرت صلعم کی شان میں ہرزہ سرائی

لاہور- ۲۷ر فروری کی اطلاع ہے کہ ایک سکھ کرتار سنگھ نے چوک مرین سنگھ میں کھڑے ہو کر سرور کائنات آنحضرت صلعم و اصحابہ کرام کی شان میں بگوبانش مغلظات بکے جس سے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ پولیس نے بروقت حالات پر قابو پا لیا۔ ورنہ قریب تھا کہ فساد کی آگ بھڑک اٹھتی۔

اس قماش کے لوگ ہیں جو کہ دو ہمسایہ قوموں میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ اختلاف کی خلیج وسیع کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ کونسا مذہب ہے جو مذہبی راہنماؤں کی توہین روا رکھتا ہے مسلمان سب مذہبی راہنماؤں کی عزت کرتے ہیں اور بعضوں کو تو پیغمبر تک مانتے ہیں اور انہیں اپنے ایمانیات کا جزو سمجھتے ہیں لیکن اسکے باوجود معلوم نہیں کیوں اُن کی قوت برداشت کا امتحان لیا جاتا ہے لیکن ان دریدہ دہن لوگوں پر روشن ہونا چاہیے کہ مسلمان ہر چیز کو برداشت کر سکتا ہے لیکن توہین رسول برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ اور جو یہ جانتے ہوئے توہین رسول کرتا ہے۔ نتائج کا ذمہ دار وہ ہے ویسے بھی ایسے شخص کو ہیبت رسول سے ڈرنا چاہئے ؎ الا اے دشمن نادان و بے راہ - بترس از تیغ بران محمد ❊

جماعت قادیان کا عبرتناک سکوت

غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار فتوے پیش کئے گئے اور جماعت قادیان اور اس کے نظام کو توجہ دلائی گئی کہ وہ ان فتاوے کی تائید یا تردید کریں۔ اور ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد دفعہ للکارا گیا کہ خدا کے لئے کچھ تو بولو۔ لیکن ہماری ہر ایک للکار کا جواب ایک خاموشی سے دیا گیا۔

. . . . . . جماعت قادیان کا یہ سکوت ہر ایک معقول انسان کے لئے مقام عبرت ہے کہ وہ لوگ جن کے ہاں دلائل کا فقدان ہوا کرتا ہے۔ وہ یوں خاموش ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے قادیانی بزرگو! اور بھائیو کچھ تو جواب دو خاموش کیوں ہو گئے آخر!

"وطنی نبوت"

یکم مارچ کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا تحریک پاکستان کے ضمن میں جو اجلاس لاہور میں منعقد ہوا ہے اس میں مرزا عبدالحمید صاحب صدر استقبالیہ پاکستان کانفرنس نے جو خطبہ پڑھا ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"انگریز کی سب سے بڑی خواہش یہی تو ہے کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیگانہ ہو جائے۔ اسی لئے اس کی سیاست نے اس مردم خیز خطہ میں وطنی نبوت کا انتظام کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اور عالمگیر اخوت اسلامی کا احساس فنا ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔"

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ وہ کانفرنس جو مسلمانوں کے متحدہ مفاد کے لئے منعقد ہوئی اس میں ابھی سے فرقہ وارانہ اختلافات کا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اپنی ساری ہمت اور طاقت تزکیہ نفس پر صرف کرو

ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں جیسی طاقت رکھنے والوں کی ضرورت نہیں بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنیوالے ہوں۔ اصلی بہادر اور شہ زور وہ نہیں جو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دے بلکہ اصلی بہادر وہ ہے جو تبدیل اخلاق پر طاقت پاوے پس تم لوگ اپنی ساری ہمت اور طاقت تبدیل اخلاق پر صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری کا کام ہے ...... میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو اپنے اخلاق سئیہ اور عادات ذمیمہ کو ترک کر کے خصائل حسنہ اور افعال حمیدہ کو اختیار کرتا ہے وہی اس کے لئے کرامت ہے مثلاً اگر ایک شخص اپنی سخت مزاجی اور تندی طبیعت اور غصہ کی عادات بد کو چھوڑ کر حلم اور عفو کی عادت کو اختیار کرتا ہے یا بخل و امساک کو چھوڑ کر سخاوت اور حسد کی بجائے ہمدردی کو حاصل کرتا ہے تو بے شک یہ ایک بڑی کرامت ہے اسی طرح خود ستائی اور خود پسندی کو چھوڑ کر انکساری اور فروتنی اختیار کرنا بڑی کرامت ہے پس تم میں سے کوئی ہے جو نہیں چاہتا کہ کراماتی آدمی بنجائے میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے یہی دائمی اور زندہ کرامت ہے کہ انسان اپنی اخلاقی حالت کو درست کرے اور یہ ایسی کرامت ہے جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ دور تک اسکا نفع پہنچتا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ خلق اور خالق کے نزدیک اہل کرامت ہو جائے ❊

تقریر دسمبر ۱۸۹۷ء

مذہب کی اصل غرض تزکیہ نفوس اور علم و حکمت کی اشاعت ہے

دوسروں کو نیکی کی طرف لانے کیلئے اپنا تزکیہ نفس کرو اور اپنے اندر خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس پیدا کرو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

یسبح للہ ما فی السمٰوات والارض . . . . واللہ لا یھدی القوم الظالمین (الجمعہ)

آنحضرت صلعم کی بعثت

ان آیات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کی شہادت کے طور پر فرمایا کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اندر جو امی ہیں علم سے محروم ہیں۔ ایک رسول وہ بھی انہی میں سے مبعوث فرمایا۔ باہر سے نہیں۔ بلکہ انہی میں سے لیکن امی رسول اٹھایا۔ یتلوا علیھم ایاتہ وہ رسول خدا کی آیتیں ان پر پڑھتا ہے۔ و یزکیھم اور ان کو پاک کرتا ہے۔ ان کو نشوونما کی راہ پر ڈالتا ہے ویعلمھم الکتاب والحکمۃ علم کتاب اور حکمت کی تعلیم ان کو دیتا ہے وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ حالانکہ اس سے پہلے کھلی گمراہی کے اندر یہ لوگ تھے۔

انسانوں کا تزکیہ

یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کا تزکیہ کرتے ہیں۔ نقصوں اور عیوب سے ان کو پاک کرتے ہیں۔ نیکیوں، خیرات اور برکات کا رستہ ان کو بتاتے ہیں۔ ان کے اچھے اخلاق کا نشوونما کرتے ہیں اور پھر کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔ اس کو انہی الفاظ میں چار مرتبہ قرآن کریم میں دوہرایا گیا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ قرآن کریم اس بات کو بار بار دوہراتا ہے جس پر زور دینا مقصود ہو۔ یہ تو ایک پیرایہ ہے جس کو بیان اختیار کیا ہے۔ دوسری جگہ اور پیرایوں میں اسی مضمون کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ رسول خدا صلعم انسانوں کا تزکیہ کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور اس کو آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ خدا کی آیتیں ہیں جو ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے۔ یزکیھم ان کو بدیوں سے پاک کر دے گا۔ نیکی کے رستہ پر انہیں لگا دیگا۔ ترقی کی راہ پر ڈال دیگا۔ ویعلمھم الکتب والحکمۃ امیوں اور ناخواندوں کو کتاب اور حکمت سکھا دے گا۔

ابتدائی مدنی زمانہ کی آیات

یہ ابتدائی مدنی زمانہ کی آیتیں ہیں۔ ابھی چند لوگ، مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچے تھے۔ کیونکہ مکہ میں ان کا مال اور جان محفوظ نہ تھا۔ مدینہ میں بھی ابھی تھوڑے سے ہی لوگ مسلمان ہوئے تھے اور عرب سارے کا سارا کفر و ضلالت میں پڑا ہوا ہے۔ اس وقت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ جو آیتیں ان امیوں پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ان کو ہر قسم کے گند سے پاک کر دیا جائے گا۔ بلند مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھا دی جائے گی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ سکھاتے ہیں اس کے آیات الٰہی ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے کہ امیوں کو کتاب و حکمت سکھا دی جائے گی اور انہیں پاک کر دیا جائے گا۔ ان قرآن کے الفاظ پر غور کرو اور اس وقت کے حالات کو دیکھو۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں۔ آیات الٰہی کے سننے والے ابھی تک گنتی کے چند آدمی ہیں اور تمام کا تمام ملک مخالف پڑا ہے۔ مگر فرماتا ہے کہ اس کے خدا کی طرف سے آنے کا یہ نشان ہے کہ اس ناپاکیوں کے اندر مبتلا قوم کو پاک کر کے ترقی کی راہ پر ڈال دیا جائے گا۔ علم سے محروم لوگوں کو علم اور حکمت کہ دنیا کے معلم بنا دیا جائے گا۔ وہ کس طرح علم اور حکمت سکھائے گا۔ کوئی یونیورسٹی نہیں قائم کر رہا۔ کوئی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ نہیں لیکن باوجود اس کے فرماتا ہے علم اور حکمت سکھایا جائے گا۔

امت محمدیہ کی نمایاں خصوصیت

اب تاریخ کو اٹھا کر دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں خصوصیت کیا نظر آتی ہے۔ کوئی کہدیگا کہ بادشاہ اور فاتح بن گئے۔ مگر یہاں اس کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ بادشاہ بننے کے اور بھی ذرائع ہو سکتے ہیں۔ بعض وقت انسان ایک خاص قوت ارادی کا مالک ہوتا ہے اور اسی سے کام لیکر وہ بادشاہ اور فاتح بن جاتا ہے۔ اس لئے اس چیز کا یہاں ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اس بات کا ذکر کیا ہے۔ جو خدا کے سوا کسی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ تزکیہ نفس اور علم و حکمت یہ دو چیزیں ہیں جو خدا سے ہی مل سکتی ہیں۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ دوسروں کا تزکیہ کر دے یا انہیں علم و حکمت سکھا دے۔

علم و حکمت اور نیکی و اخلاق

تو مسلمانوں کی نمایاں خصوصیت جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ لوگ ایک طرف علم و حکمت کے علمبردار تھے اور دوسری طرف نیکی پاکیزگی، حسن اخلاق اور بہترین صفات کے مالک تھے۔ جس پاکیزگی کے مقام پر محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو پہنچایا۔ آج دنیا گواہی دیتی ہے کہ اس مقام پر آج تک کوئی قوم نہیں پہنچ سکی۔ اور پھر دیکھئے کن حالات میں اس نے یہ پاکیزگی ان میں پیدا کی۔ اسی دنیا میں رہتے ہوئے اور تمام معاملات دنیوی میں حصہ لیتے ہوئے انہیں پاکیزگی کے مقام پر کھڑا کیا۔ ایک شخص تارک الدنیا ہو کر ہو سکتا ہے کہ پاکیزگی اپنے اندر پیدا کر لے۔ دنیا سے کسی کو الگ کر کے نیکی اور پاکیزگی اس کے اندر پیدا کر دینا آسان ہے۔ لیکن اس کی نظیر نہیں ملیگی کہ ایک قوم کی قوم کو محمد رسول اللہ صلعم بادشاہ اور فاتح بھی بناتے ہیں۔ حکومت کے تخت پر بٹھاتے ہیں اور پھر ہر قسم کے گناہوں سے بھی انہیں پاک کر دیتے ہیں بلکہ وہ اخلاق فاضلہ ان کے اندر پیدا کر دیتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ مقام جو ایک عابد و زاہد انسان کو کوٹھری میں بیٹھ کر حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حکومت کے تخت پر بیٹھنے والوں کو حاصل ہو جاتا ہے۔ بڑا مشکل مقام ہے

ایک بے نظیر قوم

بیشک دیکھ لیجئے بادشاہت کا تخت ہو۔ ہر طرف فتح کا نقارہ بج رہا ہو۔ ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان موجود ہوں۔ اس وقت نیکی اور پاکیزگی کی راہ اختیار کرنا بہت ہی دشوار بات ہوتی ہے۔ یہ چیز فرعون اور متکبر بنانے والی ہے۔ دولت اس قدر آتی ہے کہ وہ ملک عرب جو ایک ہزار سے آگے گنتی نہ جانتا تھا اس میں دولت کے انبار جمع ہو جاتے ہیں لیکن کس قدر پاک قوم ہے کہ ساری کششوں کے باوجود اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کے مقام پر کھڑی رہتی ہے اور اس سے ذرا قدم ادھر ادھر نہیں ڈگمگاتا۔ بے شک فرد کے اندر کمزوری بھی ہو گی اور مال کے آجانے سے کمزوری کسی قدر آ ہی جاتی ہے۔ مگر دنیا کی دوسری قوموں سے مقابلہ کر کے دیکھو اتنی بلند قوم نظر آتی ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

امی دنیا کے رہنما بن گئے

اور پھر علم کتاب اور حکمت کی یہ حالت ہے کہ وہ جو امی علم و حکمت سے محروم تھے۔ جہاں جاتے ہیں۔ علم و حکمت میں دنیا کے رہنما بن جاتے ہیں۔ وہ علم و حکمت انہوں نے سکھایا کہ یورپ کے تاریک زمانہ کو روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بڑے دشمن کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ اسلام نے علم کو اس طرح زندہ کیا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یورپ علم کی روشنی کبھی نہ دیکھ سکتا۔

دلائل کے پہاڑ

تو یزکیھم اور یعلمھم الکتب والحکمۃ ان دونوں چیزوں کو سامنے رکھئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ہیں تو معمولی الفاظ لیکن ایک ایک لفظ بات اور دلائل کا ایک پہاڑ نظر آتا ہے۔ بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ ان تمام چیزوں کو تاریخ نے ایسا صاف کر کے ہمارے سامنے رکھا ہے کہ واقعی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر خدا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے یہ سب کچھ ہوا۔ کیونکہ قبل از وقت ان انقلابات عظیم کی خبر دینا انسان کا کام نہ تھا۔ ہاں یہ خدائے عالم الغیب کا ہی کام تھا جس کے غیر محدود علم کے سامنے گذشتہ کے واقعات اور آئندہ کی تمام باتیں ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں۔

مذہب کی غرض

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مذہب کی غرض تزکیہ نفوس اور علم و حکمت کا پھیلانا ہے اور اس بات کے ماننے میں کسی کو انکار نہ ہونا چاہئے کہ اگر مذہب تزکیہ نفوس نہیں کرتا۔ تو دنیا میں اس کی ضرورت کوئی نہیں۔ تزکیہ نفوس اور صحیح علم و حکمت بغیر اس کے ملنے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص ان چیزوں کو دنیا میں [illegible] انہی آیات کے اندر فرماتا ہے مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ اگر کوئی اپنے آپ کو مذہب کا متبع اس لئے سمجھتا ہے کہ اس کے پاس چند کتابیں ہیں۔ جن کو اس نے از بر کر رکھا ہے تو وہ [illegible]

کو دیکھ لے کہ وہ بھی ایک خدا کی کتاب کے حامل ہیں لیکن وہ اس کی تعلیم پر عامل نہیں۔ جس شخص کے پاس مذہب ہے اور مذہبی کتب ہیں لیکن تزکیہ نفوس نہیں۔ اس کی مثال گدھے کی طرح ہے۔ جو شخص علم کو عمل میں نہیں لاتا۔ وہ ایک گدھا ہے جس کے اوپر بوجھ لدا ہوا ہے۔ جب تک تزکیہ نفوس نہ ہو خشک منطق اور علم کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ یہ مذہب کی غرض وغایت ہے۔

اس زمانہ میں بھی ایک شخص مبعوث ہوا

ہمارے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو محمد رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر کھڑا کیا۔ وہ آپ کا غلام ہے آپ کا خدمتگار ہے آپ کے دین کو پھیلانے والا ہے۔ اس کو بھی جو ہتھیار دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے دیئے گئے، وہ کیا ہیں ایک تو خدا پر ایمان پیدا کرنا اور دوسرے علم۔ فی الحقیقت یہی دو چیزیں ہیں جن سے انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ پر حقیقی ایمان

خدا پر ایمان، کوئی کہیگا کہ کون ہے جو خدا پر ایمان نہ لاتا ہو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانتا ہو۔ مگر یاد رکھنے گا کہ خدا پر ایمان لانے سے جو مذہب کا منشا ہے، وہ اس قدر نہیں کہ منہ سے کہہ دیا جائے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں جو دنیا کو پیدا کرنے والا ہے۔ خدا کو ماننا دراصل اس احساس کا نام ہے جو انسان کے ... کاروبار میں موجود ہونا چاہیئے۔ جب اپنے کاروبار میں منہمک ہو۔ جب دوسروں سے معاملہ کر رہا ہو۔ جب گھر کی کوٹھڑی میں بیٹھا ہو۔ جب باہر نکل کر لوگوں سے بات چیت کرتا ہو۔ ان سب حالتوں میں اس کو یہ احساس ہو کہ خدا موجود ہے جو اس کی تمام حرکات اور معاملات کو دیکھ رہا ہے یہی احساس ہی ایک چیز ہے جو خدا کی عبادت کے ذریعہ سے پیدا کیا جاتا ہے۔ نفس انسانی پاک نہیں ہوتا، جب تک خدا کی ہستی کا زبردست احساس دل کے اوپر نہ ہو۔ اور سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا کی ہستی کا زبردست احساس نہ ہو۔ یہی احساس تھا جو محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کیا تھا۔ جس نے آپ کے ساتھیوں کو متنفر کر دیا تھا بدی سے اور ان کیلئے محبوب کر دیا تھا خدا کی رضا کو اور خدا کے حکموں پر کاربند ہونے کو۔

حضرت مسیح موعود نے ایمان کو زندہ کیا

تو یہی خدا کی ہستی کا احساس ہے جس کو حضرت مسیح موعود نے دوبارہ زندہ کیا۔ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ ایسے وقت میں جبکہ مسلمان ایمان کو کھو چکے تھے خدا کی ہستی کا احساس دلوں سے نکل چکا تھا۔ اس نے دوبارہ ایمان کو پیدا کیا۔ کیونکہ ایمان ہی وہ ایمان جو خدا کی ہستی کا احساس دلوں میں پیدا کر دے۔ خدا کی ہستی کا احساس یہ ہے کہ اگر کسی نیک کام کی خاطر انسانوں کے دکھ، تکلیف کی خاطر اگر تکلیف اٹھانی پڑے تو اسے خوشی سے اٹھائے۔ اس لئے کہ جانتا ہے کہ میرا خدا اس کو پسند کرتا ہے تو یہی خدا کی ہستی کا احساس پیدا کیا حضرت مسیح موعود نے اور دوسرے وہ کتاب اور حکمت جس کو مسلمان بھول چکے تھے اس کو از سرنو زندہ کر دیا۔ وہ چیزیں جو اجنبی اور ادبی معلوم ہوتی تھیں ان کو ایسا صاف کر کے پیش کیا کہ وہی انسانی طبائع کو مانوس اور محبوب معلوم ہونے لگیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو کھڑا کیا اس غرض کے لئے کہ وہ صحیح علم و حکمت میں لوگوں کی رہنمائی کریں۔ لوگوں کا تزکیہ کریں ان کو پاک راہ پر ڈالیں۔

نیکی کے لئے دو باتوں کی ضرورت

تزکیہ کے اندر کیا کیا چیزیں شامل ہیں ان پر میں آئندہ خطبات میں تفصیلی روشنی ڈالونگا۔ یہاں اصول کے طور پر بتاتا ہوں کہ وہ چیز جس کو کہا جاتا ہے بدی سے بچنا اور نیکی کے راستہ پر گامزن ہونا اس کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو وہی خدا کی ہستی کا احساس ہو جس سے طاقت پیدا ہوتی ہے عمل کی اور دوسرے لوگوں کے سامنے ایک نمونہ ہو تو مسلمانوں کا تزکیہ منحصر ہے اسی بات پر کہ ایک تو خدا کی ہستی کا احساس ان کے اندر پیدا کیا جائے اور دوسرے ان کے سامنے نمونہ ہو جس کی وہ پیروی کریں۔ ہماری جماعت نے جہاں علم و حکمت کو ورثہ میں لیا ہے وہاں دوسروں کے لئے نمونہ بھی بننا ضروری ہے۔ جو علم ہمیں ملا ہے۔ اگرچہ اس کی مثال ایسی ہی ہو کہ جس طرح حضرت مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ؎

> ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
> یک قطرۂ ز بحر زلال محمد است

حضرت مسیح موعود کا علم

اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب کے علم کو ایک سمندر قرار دیا جائے تو اس کے بالمقابل جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے وہ ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن باوجود اس کے، جو صحیح علم مذہب اسلام کے متعلق اس جماعت نے پیدا کیا ہے وہ دوسروں کے اندر نہیں ملتا۔

علم کے ساتھ تزکیہ کی ضرورت

لیکن پھر میں کہوں گا کہ اس علم کے ساتھ اگر ہمارے اندر تزکیہ نہ ہوا ... اگر ہمارے ... اندر پاکیزگی نفس پیدا نہ ہوئی تو ڈر ہے کہ وہی مثال ہماری نہ ہو کہ حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا۔ اس لئے اس دوسرے پہلو کی طرف ہماری زیادہ توجہ ضروری ہے۔ دیکھئے ایک ہوتا ہے اپنے آپ کو بچانا۔ لیکن تزکیہ کی ضرورت اس قوم کو ہے جس نے دوسروں کو نیکی کے رستہ پر لانا ہے وہ نہایت بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ جب تک وہ ہمارے اندر پیدا نہ ہو اور ہمارا اپنا نمونہ نہایت اعلیٰ درجہ کا نہ ہو اس وقت تک دوسروں پر اثر نہیں ہو سکتا۔

ہر احمدی ایک نمونہ اور کشش کا موجب تھا

یہی چیز تھی جس نے ابتدا میں لوگوں کو اس سلسلہ کی طرف کھینچا ۱۸۹۱ء میں جب حضرت مسیح موعود کی مخالفت چاروں طرف پھیل گئی اور ہر طرف لوگ آپ کے دشمن بن گئے۔ اس وقت ہر احمدی جہاں کہیں تھا دوسروں کے لئے ایک نمونہ اور کشش کا موجب ہوا۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی بڑے مناظر تھے۔ بلکہ وہ اپنی نیکی، اپنے تقوے، اپنے جذب اور اپنے خلق کی وجہ سے دلوں کے اندر ایک محبت پیدا کر لیتے تھے ان کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں۔ یوں کہ یہ میاں فلاں کے مرید ہیں۔ یوں بھی کہ یہ نیکی اور راستبازی میں ایک نمونہ ہیں۔ تو جب تک ہم نیکی کے لحاظ سے اس بلند مقام پر نہیں پہنچتے اس وقت تک دوسروں کے لئے کشش کا موجب نہیں ہو سکتے۔

دوست توجہ کریں

اس لئے میں اپنے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں یہ خیال ہے کہ علم دین بڑھے وہیں اس طرف بھی توجہ ہونی چاہیئے کہ تزکیہ نفس بھی ہو۔ جب تک یہ نہ ہو علم کام نہیں دے سکتا۔ اس علم کا فائدہ نہیں جس کے ساتھ پاکیزگی حاصل نہ ہو اور یہ پاکیزگی قلب تب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس بڑا زبردست ہو اس احساس کے پیدا کرنے کا ذریعہ نماز ہے تہجد کی نماز ہے۔ اس میں مداومت پیدا کرو۔ اور ایسا رنگ اختیار کرو کہ جب نماز میں کھڑے ہو تو تمہارے سامنے خدا موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم اس سے اس کی جان سے بھی قریب ہیں۔ مگر غافل انسان اسے دور سمجھتا ہے اور بسا اوقات اس کے دربار میں بیٹھکر یعنی نماز میں کھڑا ہو کر بھی اسے وہاں موجود نہیں سمجھتا۔ فرمایا نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، پھر دوسری جگہ فرمایا نحن اقرب الیہ منکم جس قدر تم اپنی جان سے قریب ہو خدا اس سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔

خدا کی ہستی کا احساس اپنے اندر پیدا کرو

اور یہ بھی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کو ہم خود بھی نہیں جانتے۔ انسان اپنے آپ کو دھوکا دے لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ یعلم السر واخفیٰ وہ تمہارے رازوں کو جانتا ہے اور ان سے بھی پہلے جو چھپی ہوئی باتیں ہوں ان سے بھی واقف ہے۔ جن کو تم آج (Sub-Conscious) یا تحت الشعور کا نام دیتے ہو۔ تو اس خدا کی ہستی کا احساس اپنے اندر پیدا کرو اور دوسرے محمد رسول اللہ صلعم کو اپنا نمونہ بناؤ۔ آپ کی ہر ادا تمہیں ایسی پیاری لگے کہ خواہ مخواہ اس کی پیروی کرنے کو جی چاہے صحابہؓ کو آپ کی ہر حرکت، ہر ادا کی پیروی کا بہت شوق تھا۔ وہ لوگ فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو ہی خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ خدا ان کو محمد رسول اللہ صلعم کے اندر آپ کے افعال میں نظر آتا تھا۔ حدیثوں میں ایسے واقعات آتے ہیں کہ سفروں میں فلاں مقام پر آپ ٹھہرے۔ بعد میں جس صحابی کو ادھر سے جانے کا اتفاق ہوتا وہ بھی وہیں ٹھہرتے۔ یہ ظاہری امور میں پیروی اندرونی محبت کی جھلک دکھاتی ہے۔

اصل چیز اخلاق ہیں۔

اصل چیز ہیں اخلاق، رہا یہ کہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خلق سامنے آجائے اس کو اپنے اندر سمایا جائے اور پورے طور پر اپنے آپ کو آپ کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو ایک تو خدا کی ہستی کا احساس اپنے اندر پیدا کرو۔ دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی پیروی کرو کہ اسطرح آپ کا نمونہ اپنے اندر لو کہ آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ یہ دو چیزیں تزکیہ نفوس کی جڑ ہیں۔ باقی تفصیلی باتیں آئندہ خطبات میں بیان کرونگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ یہ دونوں چیزیں جماعت کے اندر پیدا ہو جائیں یعنی یہ جماعت علم و حکمت کی بھی وارث ہو اور تزکیہ نفس کے لحاظ سے بھی بلند مقام پر پہنچ جائے۔

تمام احمدی دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس سال کے تبلیغی پروگرام سے متعلقہ تبلیغی رپورٹیں باقاعدہ مرکز میں بھجوا دیں

ملکہ وکٹوریہ کے روپے اور اٹھنیاں

جیسا کہ ۱۱ر اکتوبر کو اعلان کیا گیا تھا کہ ملکہ وکٹوریہ کے روپے اور اٹھنیاں قانونی طور پر ۳۱ر مارچ ۱۹۶۱ء تک چلیں گی لیکن تمام سرکاری خزانوں اور ڈاکخانوں میں یہ سکے مزید چھ ماہ کے دوران میں یعنی ۳۰ر ستمبر ۱۹۶۱ء تک قبول کئے جائیں گے اور یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء کے بعد تا اطلاع ثانی ریزرو بنک آف انڈیا بمبئی و کلکتہ کے راشٹو پائنٹ کے دفتروں میں لئے جائینگے۔ لہذا ان اشخاص کے پاس ملکہ وکٹوریہ کے روپے اور اٹھنیاں ہوں وہ انہیں جلد سے جلد بدلوا لیں

قابل غور

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور)

(۳)

پھر آپ نے حضرت صاحب کا یک شعر رقم فرمایا ہے ؎

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

خدا را فرمایئے کہ کیا مرزا سلطان احمد صاحب اور افضل احمد صاحب بھی مبشر اور موعود اولاد سے تھے۔ آپ کو حضرت صاحب کے احکام ان کے متعلق یاد ہوں گے۔ میرے مولانا یاد رکھئے کہ ماموریں کو اپنی صلبی اولاد کی نسبت اپنی روحانی اولاد سے زیادہ رغبت اور تڑپ ہوتی ہے اسی لئے حضرت صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ میں بالصف صاحب اولاد ہونے کے اکیلا ہوں۔ اس صرف روحانی اولاد پر فخر کیا ہے مطلب مشکل نہیں۔ غور کی ضرورت ضرور ہے۔ میرے مولانا آپ حضرت مسیح موعود کے اپنی اولاد کے متعلق جو الہامات ہیں ان پر غور فرمایئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جو علم الہیٰ کے مطابق نیک اور مبارک تھے۔ ان کے متعلق الہامات کے اندر ایسے الفاظ موجود ملیں گے اور جو نہیں وہ ان تعریفی الفاظ سے خالی ہیں۔ یہ وہ مطالبہ ہے جو میاں صاحب کے ایک پرانے مخلص مرید نے آپ سے کیا ہو دیکھیں آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

پس جماعت دروغ کے الزام کے مقابلہ میں محض مبشر اور موعود اولاد ہونے کا دعویٰ بھی کچھ کام نہیں دے سکتا اور یاد رکھئے کہ جو امر خود زیر بحث ہو۔ وہ کسی اور معاملہ کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ ورنہ دعویٰ اور دلیل کی اصطلاحات بیکار ہو جاویں گی۔ واقعات کی تردید واقعات سے ہوا کرتی ہے تو ہمات سے نہیں۔ اگر آپ کو ضد ہو کہ خلیفہ صاحب جھوٹ بول ہی نہیں سکتے تو مجھے اسی قسم کا ایک اور معاملہ بھی پبلک میں پیش کرنا پڑے گا۔

میں نے پیغام صلح ۲۴ ستمبر [illegible] میں لکھا تھا کہ پبلک میں جس قدر شرمناک الزام خلیفہ صاحب پر لگائے جاتے ہیں۔ ان کا منبع بھی قادیان ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے عجیب مضحکہ خیز جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"کیا پیغام صلح قادیان سے نکلتا ہے اور اس میں جس قدر الزام اور شرمناک الزام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ پر لگائے جاتے ہیں اور پبلک میں ان کی تشہیر کی جاتی ہے کیا وہ قادیان کے تنخواہ دار ملازموں کے لکھے ہوئے ہیں"۔

شرمناک الزامات کی تشریح کو چھوڑ کر جو اتنا عرض ہے کہ وہ الزام اس قدر شرمناک ہیں کہ ان کے محض ذکر سے ہی مولانا کے غضب کا پارہ کئی ڈگری چڑھ گیا۔ سنئے مولانا! آپ اخبار پیغام صلح کے کسی پرچہ کا حوالہ نہیں دے سکتے۔ جس میں ان شرمناک الزامات کے متعلق ابتدا کی گئی ہو۔ نقل کفر کفر نباشد۔ اگر بعد میں لکھا گیا ہو تو جدا بات ہوگی۔ مگر میں نے کسی پرچہ میں وہ بھی نہیں دیکھا۔ ہاں خدا را یہ تو بتلایئے کہ کیا ان الزامات کی ابتدا اخبار "مباہلہ" نے نہیں کی اور حلفاً کہئے کہ کیا وہ لاہور سے نکلا کرتا تھا۔ اور کیا اس میں مضامین لکھنے والے قادیان کے رہنے والے نہ تھے۔ کیا عبدالکریم، فخرالدین مرحوم، شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے نام بھی آپ کو بھول گئے؟ اور نہیں تو اتنا ہی فرمایئے کہ محمد حسین جس نے منبروں کی ضمانت دی تھی اور فخرالدین لاہور میں متمکن ہوئے تھے یا قادیان میں؟ اگر ان واقعات سے بھی اطمینان نہ آئے تو اپنے خلیفہ صاحب کے اعلان کو بھی سن لیجئے۔ یہ اعلان آپ کے مقدس خلیفہ صاحب کے خطبہ مندرجہ الفضل ۱۵ اگست ۱۹۳۴ء میں درج ہے ممکن ہے آپ کو یاد نہ ہو۔ آپ کی یاددہانی کے لئے نیچے نقل کر رہا ہوں:-

"میں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ جب کوئی فتنہ اٹھتا ہے منافقوں کے ذریعہ اٹھتا ہے اور میں نے ہمیشہ جماعت سے کہا کہ منافقوں کو ظاہر کرو اور ان کی پوشیدہ کارروائیوں کو کھولو۔ مگر جماعت اس طرف توجہ نہیں کرتی۔ مجھے اچھی طرح علم ہے ایک درجن سے زائد آدمی قادیان میں (ملاحظہ فرمایئے مولانا قادیان کا ذکر ہے لاہور کا نہیں) ایسے رہتے ہیں جن کی مجالس میں فتنہ انگیزی کی گفتگو ہوتی رہتی ہے جو باہر سے آنیوالوں کو ورغلاتے ہیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے احراریوں کے ایک لیڈر نے قادیان کے ایک شخص کے متعلق بیان کیا کہ اس کے ذریعہ قادیان کی خبریں انہیں ملتی رہتی ہیں (امید ہے مولانا اس کو جانتے ہونگے) .... مگر اب ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو الگ کیا جاوے لیں میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہاں یقینی طور پر چند منافق موجود ہیں اور مجھے ان کا پتہ ہے۔ ان منافقوں کو صرف میں ہی نہیں جانتا اور بھی بیسیوں لوگ جانتے ہیں کسی کو ایک منافق کا علم ہوگا کسی کو دو کا کسی کو زیادہ کا (مگر ہمارے مولانا کو لاہور ہی میں ایسے لوگ نظر آتے ہیں) جب تک تم منافقین کے اخراج کے لئے عملی رنگ میں جدوجہد نہیں کرو گے اس وقت تک اندرونی فتن سے (مولانا لفظ "اندرونی" کو نوٹ کرلیں) محفوظ نہیں رہ سکتے اور جب تک اندرونی فتن سے محفوظ نہیں ہوئے اس وقت تک مرض کی جڑ موجود رہے گی۔ اور جب تک جڑ رہے گی حقیقی شفا حاصل نہیں ہوگی (ملاحظہ فرمایئے مولانا اب تو آپ کی تسلی ہوگئی کہ اصل مرض کی جڑ لاہور میں نہیں قادیان میں ہے) بلکہ اندرونی بیماری کا رہنا زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ باہر کا شخص اگر ٹوٹ جائے اور اندر رہنے لگے تو وہ سل کا رنگ اختیار کرتا ہے پس بیرونی مخالفت کا مقابلہ کرو۔ وہ خود بخود مٹ جائے گی" (مولانا آئندہ کے لئے نوٹ کرلیں)

امید ہے اس کے بعد مولانا کو پھر ایسا بے بنیاد الزام دینے کی جرأت نہ ہوگی۔

اس کے بعد مولانا نے لکھا ہے کہ "الیاس برنی کی کتاب کا جواب قادیان سے شائع ہو رہا ہے"۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ ایک کاپی میرے لئے بھی قیمتاً بھجوا دیجئے۔ پڑھ کر عرض کروں گا کہ وہ معقول جواب ہے یا نہیں۔ اس سے پہلے کچھ عرض کرنا محال ہے۔ کیونکہ عرصہ سے قادیان سے کوئی معقول تحریر نظر سے نہیں گزری۔

اسی ضمن میں مولانا نے "خدا تعالیٰ کی نصرت" کا الگ عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ:-

"مشکل اس میں یہ ہے کہ آپ کے نزدیک ایک جماعت متقی تسلیم ہو اور خلیفہ ان کے لئے غیر متقی ہو یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی"۔

مولانا! اگر ان الفاظ کو پھر غور سے پڑھیئے تو معنی سمجھ میں آجاویں گے الفاظ یہ ہیں:-

"کیا عدالت میں حلف لیکر جھوٹ بولنے والا خلیفہ کسی متقی جماعت کا امام ہو سکتا ہے؟"

یہ ایک استفہامیہ فقرہ ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ جس جماعت کے خلیفہ کا یہ حال ہے وہ جماعت کیونکر متقی ہو سکتی ہے۔ ہاں جب تک وہ ایسے خلیفہ کو معزول کر کے اپنے متقی ہونے کا ثبوت نہ دیویں۔

۱۳ اکتوبر کے پرچہ الفضل کے آخر میں مولانا نے انجام آتھم صفحہ ۲۲۴ کے حوالہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے متعلق طبع آزمائی ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۱ء کے پرچہ میں کی ہے۔ اس لئے میں بھی اس کو آئندہ خط کیلئے چھوڑتا ہوں وباللہ التوفیق۔ (باقی مندرجہ)

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

عوام کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ ایک سال کیلئے پنجاب مندرجہ ذیل میونسپل رقبوں کی حدود کے اندر پبلک جلوس منعقد کرنے یا ان میں حصہ لینے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ اس بارہ میں جناب گورنر بہادر پنجاب نے ان اختیارات کی رو سے احکام صادر فرمائے ہیں جو انہیں کو قواعد متعلقہ دفاع ہند کے قاعدہ ۵۶ کے تحت قاعدہ (۱) کے ماتحت حاصل ہیں لیکن یہ احکام کسی ایسے جلوس پر عائد نہیں ہوتے جس کے متعلق پولیس ایکٹ کے ماتحت باقاعدہ طور پر لائسنس جاری کیا گیا ہو یا نہ ہی موت، شادی یا رواج کے مطابق مذہبی جلوسوں پر جن کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بذریعہ تحریری حکم مستثنیٰ قرار دیا ہو۔ آخر الذکر حالت کی صورت میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایسی شرائط عائد کر سکتے ہیں جو وہ مناسب خیال کریں۔

یہ احکام مندرجہ ذیل میونسپل رقبوں پر اطلاق پذیر ہونگے:-
حصار، بھوانی، رہتک، ریواڑی، کرنال، پانی پت، انبالہ شہر، [illegible] بازار انبالہ چھاؤنی، رڈیڑ، کالکا، جگادھری، شملہ، ہوشیارپور، جالندھر شہر، لدھیانہ، کھگراؤں، فیروزپور، لاہور، قصور، امرتسر، گورداسپور، بٹالہ، قادیان، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، وزیرآباد، شیخوپورہ، گجرات، سرگودھا، جہلم، راولپنڈی، کیمبل پور، میانوالی، منٹگمری، لائل پور، جھنگ، مگھیانہ، چنیوٹ، ملتان، مظفرگڑھ، ڈیرہ غازی خان۔

لاہور مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی غرض سے جو غالباً پبلک کے ایک طبقہ میں پیدا ہو گئی ہیں یہ واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ کے مختلف میونسپل رقبوں میں پبلک جلوسوں کی ممانعت کے متعلق حال ہی میں حکومت پنجاب نے جو احکام جاری کئے ہیں ان کے ذریعہ صرف اسی قسم کے احکام کی تجدید کی گئی ہے جو گذشتہ سال فروری میں ایک سال کے عرصہ کیلئے جاری کئے گئے تھے۔ جو احکام جاری کئے گئے ہیں ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء سے نافذ ہوں گے اور ایک سال کے عرصہ تک نافذ العمل رہیں گے۔ لاہور مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء

سکھوں اور مسلمانوں کی متحدہ خصوصیت

سکھ مسلم اتحاد اور صفات الٰہیہ

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام)

(۲)

مذاہب عالم کے جملہ عقائد میں سب سے اہم عقیدہ صفات الٰہیہ ہے اس کو کل مذاہب کی جان یا اصل کہنا چاہئے۔ اسی عقیدہ میں اختلاف کی بنا پر مختلف مذاہب وجود میں آئے ہیں۔ ہندو مت والے مختلف عناصر کو اور ۳۳ کروڑ دیوتاؤں اور جملہ اوتاروں کو خدا مانتے ہیں۔ آریہ سماجی کہتے ہیں کہ خدا تو ایک ہی ہے مگر وہ اس قدر محتاج ہے کہ روح اور مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ عیسائی تین خدا مانتے ہیں پارسی دو خدا مانتے ہیں۔ مگر قرآن مجید اور گرنتھ صاحب میں صرف ایک خدا ماننے اور صرف ایک ہی کی پوجا کرنے کا حکم ہے۔ گرنتھ صاحب کا سب سے پہلا لفظ "ایک اوم" ہے پھر آگے ہر ایک راگ کے شروع میں بھی یہی "ایک اوم" کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ سب کی حفاظت کرنے والا صرف ایک خدا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح قرآن مجید کا سب سے پہلا جملہ بسم اللہ ہے اور پھر آگے ہر ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ موجود ہے۔ بخلاف اس کے ویدوں میں خدا کے نام کی بجائے اگنی یا گنیش وغیرہ کے ناموں سے کلام کی ابتدا کی گئی ہے۔ سناتن دھرم کے شائع کردہ ویدوں کے شروع میں "شری گنیشائے نمہ" لکھا ہوتا ہے۔ مگر اب آریہ سماجیوں نے سکھوں اور مسلمانوں کی نقل کرتے ہوئے اپنے شائع کردہ ویدوں کے شروع میں اور پھر ہر ایک سوکت کے شروع میں "اوم" چھاپ دیا ہے۔ سناتن ویدوں میں یہ چیز موجود نہیں۔ بلکہ وہاں تو چاروں ویدوں میں لفظاً "اوم" ہی کہیں موجود نہیں۔ ایش اپنشد کا آخری فقرہ جو اوم کھم برھم مشہور کیا جاتا ہے وہ اصل متن کی عبارت نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں میں اوم خدا کے بڑے ناموں میں سے مانا جاتا ہے۔ مگر یہ چونکہ ایک صفاتی نام ہے جس سے توحید کامل ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے بابا نانک صاحب کو اوم سے پہلے ایک لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پوری عبارت جو گرنتھ صاحب کے شروع میں ہے وہ یوں ہے۔

"ایک، اوم ست نام کرتا پرکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سیبھنگ گرپرشاد۔"

ترجمہ:۔ سب کی حفاظت کرنے والا ایک ہے اس کا نام سچا ہے۔ وہ کل کائنات کا رب ہے۔ مالک ہے کسی سے ڈرتا نہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ غیر فانی وجود ہے۔ پیدا نہیں ہوتا۔ خود بخود ہے تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ رحیم ہے۔

یہ صفات تمام وہی ہیں جو قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ صرف زبان کا فرق ہے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ هو الله احد هو الحق۔ خالق كل شيء۔ وكان الله بكل شيء محيطا۔ هو القاهر فوق عباده۔ لا يظلم ربك احدا۔ الحي الذي لا يموت۔ لم يلد ولم يولد۔ مالك يوم الدين۔ يخرجهم من الظلمات الى النور۔ هو الرحمن الرحيم۔

مجھے امید نہیں کہ سوا اسلام کے کوئی اور مذہب اپنی مذہبی کتاب سے اللہ تعالیٰ کی یہ صفات دکھا سکے جو گرنتھ صاحب اور قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ ہاں یہ میں ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ گرنتھ صاحب کی اس عبارت میں خدا کا ذاتی نام نہیں بتایا گیا۔ بعض سکھ صاحبان اوم کو اور بعض ست کو خدا کا ذاتی نام بنایا کرتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں سکھوں کے مشہور مصنف بھائی کان سنگھ آنجہانی فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا نام اور شکل سے مبرا ہے۔ مگر علماء نے اس کی صفات سے اپنے فہم اور اعتقاد کے مطابق اس کے بے شمار نام تجویز کئے ہیں۔ جس میں سے ست، چیت۔ آنند مشہور نام ہیں۔" (گورمت پربھاکر صفحہ ۱۷۲)

بھائی صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ علماء نے جس قدر نام اپنے فہم اور اعتقاد کے مطابق تجویز کئے ہیں۔ وہ سب صفاتی نام ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ گرنتھ صاحب میں خدا کا ذاتی نام کہیں بھی نہیں ہے اور ضرور ہے اور وہ مبارک نام اللہ ہے جیسا کہ بابا نانک صاحب فرماتے ہیں:۔

کل میں وید اتھرون ہوا — ناؤں خدائی اللہ بھیا
نیل بستر لے کپڑے پہرے — ترک پٹھانی عمل کیا

(آسا کی وار محلہ ۱)

ترجمہ:۔ اس کل جگ میں اتھرو وید کی پیشگوئی پوری ہو گئی خدا کا نام اللہ معلوم ہوا۔ نیلے کپڑے عام پوشش ہو گئی۔ ترک اور پٹھانوں کی عملداری ہو گئی۔

اس عبارت میں بابا صاحب نے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جو اتھرو وید کی اوپنشد میں موجود ہے جس میں متعدد مرتبہ اللہ اور رسول کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس حصہ کا نام ہی اوپنشد (اللہ اپ نشد) مشہور ہے۔ یہ اتھرو وید کا حصہ تھا۔ مگر اب اس کو اتھرو وید سے نکال دیا گیا ہے۔ ہاں الگ چھپا ہوا ملتا ہے۔ بابا صاحب کا زمانہ تو بہت دور کا ہے خود سوامی دیانند صاحب کے زمانہ میں بھی اللہ اپ نشد اتھرو وید کے اندر موجود تھا۔ چنانچہ سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ

"ان دنوں برہمنوں نے خود غرضی میں پڑ کر ویدوں کا پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ گویا بالکل نشٹ کر دیا ہے۔ وہ از سر نو شروع ہونا چاہئے۔ اتھرو وید میں اوپنشد کر کے گھسیڑ دیا ہے۔ یہ خود غرض لوگوں نے نئے نئے شلوک بنا کر لوگوں کو بھرم میں ڈالنے کے لئے ڈال رکھے ہیں۔ سو یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔" (اپدیش منجری صفحہ ۳۰)

سوامی جی کے اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ سوامی جی کے زمانہ میں اوپنشد اتھرو وید کے اندر موجود تھا۔ گو سوامی جی بے قصور براہمنوں پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے اوپنشد اتھرو وید کے اندر ملا دیا۔ مگر اس بات کا اعتراف موجود ہے کہ اس وقت اوپنشد اتھرو وید کے اندر موجود تھا اور بابا نانک صاحب ویدوں سے ناواقف نہیں تھے۔ جیسا کہ سوامی دیانند صاحب کا خیال تھا کہ:۔

"نانک جی کا مدعا تو اچھا تھا۔ لیکن ودیا کچھ بھی نہ تھی۔ ہاں اپنے ملک کی زبان یعنی گنواری بولی جانتے تھے۔ وید وغیرہ شاستر اور سنسکرت سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اگر بے بہرہ نہ ہوتے تو بالے لفظ نربھے کے نربھو کیوں لکھتے علاوہ اس کے اس بات کا ثبوت ان کے بنائے ہوئے سنسکرت کے ستوتر سے ملتا ہے۔ یا چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں لیکن بغیر پڑھے سنسکرت کیسے آسکتی ہے ہاں ان گنواروں کے سامنے کہ جنہوں نے سنسکرت کا نام تک نہ سنا تھا سنسکرت بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے ہوں گے۔ یہ بات اپنی عزت، دولت اور شہرت کی آرزو کے بغیر کبھی نہ کرتے۔ ان کو شہرت کی خواہش ضرور تھی، ورنہ جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے اور یہ بھی ظاہر کر دیتے کہ میں نے سنسکرت نہیں پڑھی۔ جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت حاصل کرنے کے لئے کچھ دمبھ (فریب) بھی کیا ہوگا۔ اسی لئے ان کے گرنتھ میں جا بجا ویدوں کی مذمت اور تعریف بھی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کرتے تو ان سے کوئی ویدوں کے بھی معنے پوچھتا۔ جب بتلا نہ سکتے تو عزت میں فرق آ جاتا۔"

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۱)

بلکہ بابا صاحب نے سارے وید اور ان کے اپنشد بھی پڑھے تھے اور ہندو دھرم کی تمام کتب کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے اعلان کیا تھا کہ:

انٹھ دس بیں چو جھنہ بھید نہ پایا
نانک ست گر برھم دکھایا

(آسا محلہ ۱)

(ترجمہ) اٹھارہ پران اور چار وید پڑھ کر خدا کا کوئی پتہ نہیں ہاں مرشد صادق نے وہ خدا دکھا دیا۔

ویدوں کے متعلق بابا صاحب نے جو یہ رائے ظاہر فرمائی ہے یہی رائے منڈک اپنشد کے مصنف نے بھی لکھی ہے اس کی عبارت یہ ہے:۔

"دوے ودیے ویدتو یہ اتی ہسم ید برہم ودو وِدنتی۔ پرا چیوا پرا چہ۔ تتر اپرا رگوید یجر وید سام وید اتھرو وید شکشا کلپو ویاکرنم چھند و جیوتشم اتی اتھ پرا یہا تداکشرم ادھی گمئے۔"

(منڈک اپنشد کھنڈا شلوک ۴، ۵)

ترجمہ:۔ علم الٰہی کے عارف دو قسم کا علم بیان کرتے ہیں پرا اور اپرا۔ ان میں سے رگوید، یجر وید، سام وید اتھرو وید شکشا، کلپ، ویاکرن، چھند وغیرہ اپرا کہلاتا ہے اور پرا وہ علم ہے کہ جس سے وہ غیر فانی خدا ملتا ہے۔

ویدوں میں مرور زمانہ سے اس قدر تحریف ہوئی ہے کہ ان میں نام تک بھی کہ جو دین کی اصل ہے باقی نہ رہا۔ گیارہ سو اکتیس ویدوں میں سے اب صرف چار ملتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی نے اپنی تصنیف "سرگذشت وید" میں ثابت کر دکھایا ہے۔ البتہ ویدوں میں آمدہ جو پیشگوئیاں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھیں ان کا باقی رہنا ضروری تھا اور وہ کسی نہ کسی شکل میں اب بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ محترم ودیارتھی صاحب

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

دھلی میں احمدی خواتین کا اجتماع

(از جنابہ اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب گیلانی از دھلی)

جب ہم لاہور سے دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں اپنی جماعت کی خواتین کے اجتماع کی کوئی صورت نہیں ہے اور کوئی ایسا انتظام نہیں کہ وہ خطبوں اور درسوں میں شامل ہوسکیں۔ کیونکہ جہاں نمازیں ہوتی ہیں یا درس دیا جاتا ہے وہاں عورتوں کے لئے کوئی پردہ کا انتظام نہیں۔ مجھے اس بات سے سخت تکلیف ہوئی کہ لاہور سے نکل کر احمدیہ بلڈنگس کی تمام برکات سے محروم ہونا پڑا۔ میں نے اس امر کا اظہار شاہ صاحب (سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی) سے کیا۔ انہیں خود یہ کمی محسوس ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے فرمایا کہ کوشش کریں گے کہ مہینے میں ایک یا دو بار خواتین کا اجتماع ہو جایا کرے تاکہ عورتوں اور بچوں کی دینی تربیت کا سامان ہوسکے میں نے یہ محسوس کیا کہ جب تک ایک ایک خاتون کے گھر جا کر انہیں اس امر کی توجہ نہ دلائی جائے گی اس وقت تک اس سلسلہ میں کامیابی ممکن نہیں اس لئے میں نے مختلف بہنوں کے مکان پر جا کر ان سے اس بارہ میں گفتگو کی اور ان کو توجہ دلائی کہ احمدی خواتین کا جمع ہو کر دینی معلومات میں اضافہ کرنا اور خدا کے دین کی کچھ نہ کچھ خدمت بجا لانا کتنا ضروری ہے۔

الحمد للہ کہ سب بہنوں نے اس تجویز پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور بالآخر ۱۲ فروری کو جناب شیخ محمد لطیف صاحب کے مکان واقع ملنا قلی (معانڈا) پر خواتین کا اجتماع تجویز ہوا۔ جہاں پردے کا معقول انتظام کیا گیا۔ ایک طرف کچھ مرد جو اس موقع پر اپنی خواتین کے ہمراہ تشریف لائے تھے بیٹھے تھے اور دوسری طرف خواتین کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ نماز ظہر کے بعد زیر صدارت جناب شیخ محمد لطیف صاحب جلسہ شروع ہوا جس میں سب سے پہلے جناب مولانا شمر الدین صاحب شملوی نے ایک ایمان افروز تقریر فرمائی جس میں خدا پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، انبیاء پر ایمان الہامی کتابوں پر ایمان اور قیامت پر ایمان کا فلسفہ بیان کیا اور نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا کہ مومن کی کیا شان ہونی چاہیے۔

بعد ازاں جناب مولانا شیخ عبد الحق صاحب نے مختصر سی تقریر کی جس میں بتایا کہ دنیا کی تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ صرف ایک ہی چیز ہے جو ہمیشہ کام آنے والی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ جسے حاصل کرنے کیلئے عمل صالح کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے فرمایا۔ لوگ پیروں کے پاس جاتے ہیں اور مختلف قسم کے وظیفے سیکھ کر آتے ہیں لیکن ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے ہم سے جو اقرار بیعت لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ پھر یہ اقرار جس طرح مردوں سے لیا گیا ہے اسی طرح عورتوں سے بھی لیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے بھی مردوں اور عورتوں پر یکساں طور پر دینی خدمات کو ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ میں آتا ہے

والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف ..... الخ (ع ۹)

کہ مومن مرد ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں اور مومن عورتیں بھی ایک دوسری سے محبت کرنے والی ہیں اور ان کی باہمی مجلسیں کس مقصد کے لئے ہیں کہ امر بالمعروف یا دین کی تبلیغ کریں۔ تبلیغ دین کے یہی معنی نہیں کہ یورپ میں جا کر اشاعت اسلام کریں۔ بلکہ اس کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی رعیت سے کیسا سلوک کیا اور اسے کس رستہ پر لگایا۔ مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور عورت، اپنے خاوند کے گھر پر حاکم ہے۔ اور اس سے بھی پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنے ماتحتوں اپنے بچوں کو کس راستہ پر لگایا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے اپنے گھر سے اشاعت اسلام کا کام شروع کیا جائے۔ اپنے بچوں کو صحیح رستہ کی طرف رہنمائی کرنا بھی امر بالمعروف اور تبلیغ دین میں شامل ہے اس لئے عورتیں بھی تبلیغ دین کر سکتی ہیں۔ تبلیغ گھر سے شروع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کے ذکر میں کہا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرمایا گیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے قریب کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں پس ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اپنے بچوں کو اور اپنے عزیزوں کو نیکی کی طرف بلایا جائے اور صرف بلایا ہی نہ جائے بلکہ خود ان کے سامنے دینداری کا اعلیٰ نمونہ رکھا جائے۔ تاکہ وہ ہمارے نمونہ سے اچھا اثر لیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ دینی مجالس قائم کریں اور آج سے ہی اس دینی خدمت کے لئے تیار ہو جائیں۔ خدا کے دین کے لئے ایک دوسرے سے تعلقات بڑھانے سے عزت کم نہیں ہوگی۔ اور خدا کے دین کے لئے روپیہ دینے سے غربت نہیں آئے گی۔ اور اسی طرح خدا کے دین کے لئے وقت صرف کرنے سے وقت ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس سے تمہیں دنیا اور آخرت میں دگنا اجر ملے گا۔ اس کے بعد دعا ہوئی اور مردوں کی مجلس برخاست ہوئی۔

بعد میں عورتوں کے مجمع میں میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کی آمد کی غرض کو بیان کیا اور بتایا کہ آپ کا ساتھ دینا اسلام کی کامیابی کے لئے کتنا ضروری ہے۔

اس کے بعد باہم گفتگو ہوتی رہی اور تمام بہنوں کو اس جلسہ اور باہمی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی اور تجویز ہوا کہ اس قسم کے بابرکت جلسوں کو جاری رکھا جائے۔ چنانچہ آئندہ اتوار پھر خواتین کے اجتماع کا فیصلہ ہوا۔ جو بیگم صاحبہ جناب شیخ عبد العزیز صاحب کے اصرار پر ان کے مکان واقع قرول باغ میں منعقد ہوگا۔

کپڑوں کے مزید کارخانے

جنگی مطالبات کو پورا کرنے کی غرض سے پنجاب، صوبہ متحدہ اور حیدر آباد دکن میں کپڑوں کے کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں۔

فیصلہ کیا گیا ہے کہ سیالکوٹ میں ایک آرڈیننس کلودنگ فیکٹری قائم کی جائے اور آگرہ میں کپڑوں کے ٹھیکہ کا ادارہ قائم کیا جائے۔ اسی قسم کا ایک ادارہ سکندر آباد میں بھی قائم کیا گیا ہے۔

سیالکوٹ میں مناسب عمارتیں حاصل کرنے کے سلسلے گفت و شنید جاری ہے۔ آگرہ اور سکندر آباد میں ان کارخانوں کے لئے بعض سرکاری عمارتیں دیدی گئی ہیں۔

۴۰ سال کی بجائے ۵۰ سال تک کی عمر کے ڈاکٹر

سرکاری اطلاع

۵۰ سال کی عمر تک کے ڈاکٹر اب انڈین میڈیکل سروس کے ایمرجنسی کمیشن میں بھرتی ہوسکیں گے۔ اس سے قبل صرف ۴۰ سال کی عمر تک کے ڈاکٹر بھرتی ہوسکتے تھے۔

گورنمنٹ نے یہ نہایت اہم فیصلہ ان ڈاکٹروں کی متعدد درخواستوں اور تحریک پر کیا ہے۔ جن کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ ہے اور جو موجودہ ہنگامی حالات میں فوجی خدمات کا موقعہ چاہتے ہیں۔

ڈاکٹری پیشہ اصحاب پہلے ہی بڑی کثیر اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی سول ہسپتال کے انسپکٹر جنرل صاحب جو صوبہ میں ڈاکٹروں کی بھرتی کے انچارج ہیں، بے شمار ایسی درخواستوں پر غور کر رہے ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ عمر کی میعاد بڑھائے جانے کے بعد مزید ڈاکٹری پیشہ اصحاب فوجی خدمت کے موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

سودیشی عیسائیت

عیسائیت جب سے ہندوستان میں آئی اور بعض ہندوؤں نے اس کو اختیار کیا۔ اس وقت سے آج تک برابر اس امر کا سراغ ملتا ہے کہ ان لوگوں نے اس بدیشی مذہب کو سودیشی بنانے کی پیہم کوششیں کیں جو لوگ مسلمان سے عیسائی ہوئے۔ ان میں تو عیسائیت نے اپنا اسامی و عبرانی رنگ روغن کسی قدر قائم رکھا۔ اس لئے کہ وہ بچپن سے سامی انبیاء اور توریت، زبور و انجیل کا نام سنتے چلے آتے تھے لیکن ہندوؤں اور اچھوتوں کی آریائی اور ... اوڑسی یا لغ نے اس سامی مذہب کی اصلی روح کو اخذ کرنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ بلکہ اس کو "ہندوانے" کی سعی میں لگے رہے۔

یہاں تک کہ یہاں کے عیسائیوں میں بھی ایک عجیب و غریب فرقہ وارکشیدگی پائی جاتی ہے۔ وہ پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھلک کی کشیدگی نہیں بلکہ مسلمان عیسائیوں اور ہندو عیسائیوں کی باہمی اجنبیت ہے۔ جس طرح ہندو مسلمانوں سے متعصب نہ نفرت کرتے ہیں، اسی طرح ہندوستانی .... عیسائی ہونے والوں کو بیگانگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور عام طور پر سیاسی و معاشرتی تفوق کے معاملے میں ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تعصب کی وجہ کا راز یہی ہے کہ مسلمان عیسائی مسیحیت کو اس کی عملی صورت اور سامی روحیت کے ساتھ قائم رکھنا چاہتے ہیں اور "ہندو عیسائی" اس مذہب کو تمام بدیشی اثرات سے پاک کرکے خالص ہندوستانی مذہب بنا لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جنوبی ہندوستان کے بعض عیسائی اخباروں اور رسالوں میں اس مقصد کیلئے مضامین بھی لکھے گئے اور یہ مرض یہاں تک بڑھا کہ بعض عیسائی سکالروں نے مسیح کو ہندوستانی ثابت کرنے کے لئے اس نظریہ کو بھی پیش کر دیا کہ مسیح ٹرلونڈرم (مدراس) میں پیدا ہوئے تھے۔

پچھلے دنوں لاہور میں بعض عیسائیوں کی طرف سے ایک عجیب حرکت کی گئی۔ ہندوستان، برما اور سیلون کے عیسائیوں کی ایک تحریک "سٹوڈنٹ کرسچن موومنٹ" کے نام سے موجود ہے جس کے سیکرٹری پادری رلا رام ہیں۔ اس تحریک کی شاخ لاہور کا ایک سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ تو اس میں عیسائیوں کے عام طریقہ نماز کو ترک کر دیا گیا۔ بلکہ جو عیسائی اس سلسلے میں شامل نماز ہوئے وہ اپنے جوتے باہر اتار کر فرش پر بیٹھ گئے۔ قربانگاہ پر دیئے روشن کئے گئے اور لوبان جلائی گئی۔ گویا بالکل ہندوؤں کی پوجا پاٹ کا سا سماں پیدا کر دیا گیا۔ عیسائیوں میں جو چیزیں "اذان و فاتحہ" کی قائم مقام ہیں۔ ان کی جگہ ٹیگور کی "گیتان جلی" میں سے کچھ اشعار پڑھے گئے اور بعض پارہ ہائے تلسی داس اور سنت تکارام کے اشعار سے اخذ کرکے پڑھی گئیں۔ اس عبادت کے ساتھ ہندوستانی موسیقی کی سنگیت پنجابی زبان میں گائے گئے تھے اور پوجا کے خاتمہ پر تمام عیسائیوں نے تین دفعہ شانتی شانتی۔ شانتی بھی پکارا۔

یعنی اس تحریک کے رہنما مسیحی عبادت کو بھی بالکل ہندو پوجا پاٹ کے سانچے میں ڈھال رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عبادت کا مغربی طریقہ ہندوستانیوں کیلئے موزوں نہیں۔ لہٰذا کوئی ہندوستانی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

ان کے علاوہ پادری رلا رام صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ "سٹوڈنٹ کرسچن موومنٹ" کی ممبری کا دروازہ ہندوستان کی ہر قوم کے لئے کھول دینا چاہئے۔ غالباً اس سے پادری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ہندوؤں کو اس "ہندوستانی عیسائیت" کا گرویدہ بنائیں اور ہندوانی انداز میں پوجا پاٹ کرکے ہندوؤں کو اپنے دام فریب میں لائیں۔

اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ جو لوگ حضرت مسیح کا دین اختیار کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر اس دین پر ترمیم و اصلاح کی دست درازی کر رہے ہیں۔ ان سے اسلام کب محفوظ رہے گا۔ اگرچہ اسلام نے ایک ہزار سال کی مدت میں اپنے آپ کو ہندوؤں کی مذہبی زندگی سے الگ رکھا ہے اور "اسلام سماج" اور "محمود مندر" نہیں بننے دیئے لیکن ہندوؤں کا خیال یہی ہے اور بارہا مختلف طریقے سے ظاہر بھی کیا جا چکا ہے کہ اسلام ایک بدیشی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کو بدیشی مذہب، بدیشی زبان اور بدیشی نام وغیرہ بالکل اختیار نہ کرنے چاہئیں۔

لیکن ایشیائی مذہب کو قومیت کے تنگ دائرے میں محصور کرکے شکست دینے کی یہ کوشش نئی نہیں اور اب اس کوشش کو بچہ بچہ سمجھ رہا ہے۔ (ماخوذ)

احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ غیر احمدیوں کے جنازہ کے جواز میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار فتوے ہیں کیوں مرد میدان بن کر ان کو پیش کرتے ہیں۔ ان کے متعلق قادیانی دوستوں سے استفسار کریں کہ کیوں خاموش ہیں؟ کیوں تدبیر یا تردید نہیں کرتے؟

(بقیہ صفحہ ۸)

کی حضرت الآرا تصنیف "میثاق النبیین" سے دکھایا گیا ہے اپنی پیشگوئیوں میں ایک اونیشد ہے جس کی طرف باوا نانک صاحب نے اشارہ فرمایا ہے کہ اس میں خدا کا نام اللہ بتایا گیا ہے۔ مگر اب اس میں بھی تحریف ہو گئی ہے۔ یعنی اس کو اتھروید سے اب نکال دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سوامی صاحب کے بیان سے پیچھے ثابت کیا گیا ہے۔ باوا صاحب کے کلام میں ایک اور شلوک میں بھی لفظ اللہ کو خدا کے تمام ناموں کا مجموعہ تسلیم کیا ہے اور ذاتی نام وہی ہوتا ہے جو کسی ایک صفت کو ظاہر نہ کرے۔ بلکہ موصوف کی تمام صفات کا مجموعہ ہو۔ باوا صاحب کا وہ شلوک گرنتھ صاحب میں یوں مرقوم ہے:۔

"بابا اللہ اگم اپار۔ پاکی نائی پاک تھائے سچا پروردگار رہا" (سری راگ محلہ ۱)

ترجمہ:۔ اللہ فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ تمام صفات حسنہ کا مجموعہ ہے اور تمام پاکیزہ مقامات اس کا مسکن ہیں"

اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید و گرنتھ صاحب میں خدا کا ذاتی نام اللہ بتایا گیا ہے اور صفات الٰہیہ کی یہ ابتدائی جڑ ہے کہ جس میں ہر دو کتب مقدسہ کا اتحاد ہے۔ اب آگے صفات الٰہیہ کے متعلق دونوں دھرم گرنتھوں کے حوالجات پہلو بہ پہلو پیش کئے جائیں گے (باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۵۱ء کو چک اسلام آباد اوکاڑہ سے واپس تشریف لا کر بعارضہ درد کمر بیمار ہو گئے: حضرت مولانا عزیز بخش صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ اب حضرت ممدوح کو افاقہ ہے۔ تمام احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

—— مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۵۱ء کو مسلم ہائی سکول کے طلباء جماعت دہم کو مسلم ہائی سکول کے طلباء کی طرف سے الوداعی پارٹی دی گئی۔ جس میں اکابرین سلسلہ بھی شامل ہوئے۔ طلباء جماعت دہم نے اس الوداعی موقعہ پر اپنے خلوص اور محبت کا اظہار نہایت کا اظہار کیا اور اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کیا۔ نیز سکول کے خالص اسلامی ماحول سے علیحدہ ہوتے ہوئے تکلیف کا اظہار کیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان طلباء کا حامی و ناصر ہو اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

—— جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل مبلغ اسلام دہلی سے اطلاع دیتے ہیں کہ آئندہ مندرجہ ذیل پتہ پر ان سے خط و کتابت کی جائے:۔

معرفت ڈاکٹر شمس الدین صاحب میڈیکل پریکٹیشنر، پہاڑ گنج۔ دہلی۔

—— جناب قاضی شیر محمد صاحب مبلغ ملی بہد کوٹ اردو کو اطلاع دیتے ہیں کہ مولوی محمد سعید صاحب احمدی ساکن لکھن بیلہ مصائب و آلام میں مبتلا ہیں۔ ص م

—— جناب مرزا عبدالقادر صاحب ... فارش سے بیمار ہیں۔ درد دل سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مذکور کو مشکلات سے نجات دے اور مرزا صاحب مذکور کو صحت عطا فرمائے۔ آمین۔ ص م

—— مرزا حبیب الرحمن صاحب پسر جناب مولوی عبدالرحمن صاحب نے ایک کاروبار شروع کیا ہے۔ وہ کام میں کامیابی کے لئے تمام احباب سلسلہ سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۹ صفر ۱۳۶۶ھ ہجری | نمبر ۱۴

تحریک پاکستان کیلئے خطرہ!

اسلامی پریس کو فوراً متوجہ ہونا چاہئے

ہم چار مارچ کے شیوع میں اس بات کی وضاحت کر آئے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور سیاسی جماعت نہیں بلکہ خالص اسلامی اور تبلیغی جماعت ہے۔ اسکا مقصد وحید **اعلائے کلمۃ الحق** ہے ہم پھر اس امر کو واضح کرتے ہیں کہ اسلامی سواد اعظم میں صرف یہی جماعت ہے۔ جو قرآن مجید کی اس آیت کی آئینہ دار ہے۔ **ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر** سیاسیات اس جماعت کے نصب العین کا فعال جزو نہیں۔ لیکن زندگی کے ہر شعبہ میں جہاں مسلمانوں کا قدم صحیح راستہ سے ہٹنے لگے اس جماعت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرے۔

فروعی اختلافات کا آغاز

ہم تمام مسلمانوں کو جو اس سرزمین پر آباد ہیں اور **تحریک پاکستان** کے موید ہیں پیش از وقت آگاہ کرتے ہیں کہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف سے یکم مارچ ۴۷ء کو جو پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی ہے اس میں "وطنی نبوت" کی اصطلاح سے فروعی اختلافات کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس کی روک تھام ابھی سے ہونا چاہئے۔ ورنہ اگر ان اختلافات کو پنپنے کا موقعہ مل گیا تو تحریک پاکستان کو بہت نقصان پہنچیگا۔ اور ہمیں ڈر ہے کہ اس تحریک کا بھی وہی حشر نہ ہو جو کہ مسلمانوں کی گذشتہ تحریکات کا ہوتا رہا ہے **اسلامی پریس** کو جو اس تحریک کا موید ہے ابھی سے اسطرف توجہ کرنا چاہئے۔ اور مسلمانوں کو متحدہ مفاد کیلئے متحد ہو کر اس تحریک کو بروئے کار لانے کی تلقین کرنا چاہئے ہمیں امید ہے کہ وہ اخبارات "ایمان" اور "صدق" جن کے سرورق پر جلی حروف سے لکھا جاتا ہے۔ اپنی گذشتہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اخلاقی جرأت کا ثبوت دیں گے اور مسلمانوں کو پیش از وقت اس خطرہ سے آگاہ کریں گے۔

پاکستانی قومیت

دوسرے ہر مسلمان پر روشن ہے کہ ملت اسلامیہ کا تصور "مغربی قومیت" اور "اوطان پرستی سے" بالکل علیحدہ ہے۔ اسلام ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا تصور پیش کرتا ہے۔ اور **مکیاولی** کے پیش کردہ **نظریہ وطنیت** سے اسے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی جو کہ **پاکستانی قومیت** کے زبردست موید ہیں۔ انہیں ہمیشہ اس امر کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ "**پاکستانی قومیت** کا تصور" جو کہ "متحدہ" قومیت کے رد عمل میں پیدا ہوا ہے کہیں اسلامی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ سے قطع تعلق کر کے مغربی **نیشنل ازم** سے رشتہ نہ جوڑ لے۔ کیونکہ دنیائے اسلام پہلے اسکا شکار ہو چکی ہے **ترکی مصر** اور **ایران** میں آج اسے بخوبی مطالعہ کیا جا سکتا ہے **ڈاکٹر اقبال** مرحوم نے اپنے ایک خطبہ صدارت میں اسکی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ قومی تخیل کا حشر دنیائے اسلام میں کیا ہوگا؟ آیا اسلام اسے متغیر کر کے اپنے اندر جذب کر لیگا۔ جیسا کہ قبل ازیں مختلف النوع افکار متغیر ہو کر اس میں جذب ہو گئے۔ اور یا اس فکر کی قوت اسمیں اساسی انقلاب پیدا کر دیگی۔ سو اس بارہ میں پیشگوئی کرنا تو امر مشکل ہے۔ **اس وقت قومی تخیل** مسلمانوں میں **نسلی تعصبات** پیدا کر رہا ہے اور یہ اس لحاظ سے اسلام کے انسانی نشن کے مخالف ہے۔ اندیشہ ہے یہ نسلی تعصبات نئے معیاروں کی ترویج کا موجب نہ بن جائیں جو کہ اصول اسلامی کے بھی خلاف ہوں"۔

ہم ابھی سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ اور اسلامی پریس کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جہاں فروعی اختلافات کا آغاز پاکستان کانفرنس کے لئے خطرہ ہے وہاں پاکستانی قومیت کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر نسلی تعصبات کا پیدا ہو جانا اسلام کیلئے ایک زبردست خطرہ ہے مسلمانوں کو کبھی اس خطرہ سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور ہمیں امید ہے کہ مسلمان قائدین اور صحیفہ نگار اس امر کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلاتے رہیں گے کہ مسلمانوں کی تمام جد و جہد اسلام کے لئے ہونا چاہئے۔ نہ کہ کسی خاص قوم اور قومیت کے تحفظ کیلئے۔ کہیں یہ پاکستانی قومیت کا تصور اسلام کے اندر کسی اساسی انقلاب کا موجب نہ بن جائے ؎

الفضل کا "بین الملی اختلاف"

جماعت قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا نبی سمجھتی ہے جس کے انکار سے کلمہ گو بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اب یہ ایک ایسا غلو ہے جس سے غلط فہمیوں کا پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں میں اس عقیدہ کیوجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا بھی ہوئیں اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی پاکستان کانفرنس میں جو خطبہ استقبالیہ پڑھا گیا اسکا یہ اقتباس کہ "(انگریز) کی سیاست نے اس مردم خیز خطہ میں "وطنی نبوت" کا انتظام کر دیا تاکہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کی ضرورت باقی نہ رہے اور عالمگیر اخوت اسلامی کا احساس فنا ہو جائے وغیرہ وغیرہ" بھی انہیں غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے۔

الفضل مورخہ ۶ مارچ ۴۷ء اس مذکورہ بالا اقتباس کے متعلق مسلمانوں کو **پند و نصائح** کرتے ہوئے رقم طراز ہے:۔

"مسلمان سیاست میں حصہ تو لینے لگے ہیں مگر افسوس کہ ابھی تک اس قدر شعور حاصل نہیں کر سکے کہ صحیح سیاست کی بنیاد معلوم کر سکیں۔ انہیں بارہا بتایا جا چکا ہے کہ جب تک ملکی معاملات سے تعلق رکھنے والے عام سوالات اور دیگر اقوام کے مقابلہ میں اپنے حقوق کی

حفاظت کے مسئلہ پر غور کرتے وقت وہ [illegible] کو نظر انداز کر دینے کے خوگر نہ ہوں گے وہ کامیاب [illegible]

بات تو درست ہے اور یہ پند و نصائح [illegible] یہ تو بتائیے کہ یہ اقتدا دلائی ہوئی کس کی ہے۔ تحریک احمدیت [illegible] مسلمانوں کے اختلافات تو یقیناً بین الملی ہیں لیکن قادیا [illegible] اور عام مسلمانوں کے اختلافات آپ کے ہی نقطہ نگاہ سے [illegible] نہیں کیا آپ اپنے آپ کو ملت اسلامیہ میں بحیثیت ایک فر[د] سمجھتے ہیں؟

خدا کرے یہ درست ہو تو پھر وہ سواد اعظم جنہیں آپ [illegible] ہیں دائرہ اسلام سے خارج کیسے ہوا۔ اگر باقی مسلمان آپکے [illegible] سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو پھر آپکا اور انکا اختلاف بین [الملی] نہیں اور اگر اختلاف بین الملی ہے تو پھر باقی ملت دائرہ اسلا[م سے] خارج نہیں۔ یہ کیا ایچا پیچیاں ہیں۔ خدا کے لئے موجودہ حالات ... کا جائزہ لیتے ہوئے کچھ حضرت بانئے سلسلہ اور تحریک احمدیت پر رحم کھائیے ؎

مردم شماری اور مسلمان

مردم شماری کے متعلق اتنی شکایات مسلم اخبارات [illegible] ہیں کہ انکا اندازہ لگانا مشکل ہے ملا ہور اور بیرونجات [illegible] کرنے والوں۔ ہندو اور سکھ افسروں کی نا [illegible] غلط ہوئے ہیں۔ ہندوؤں کی تعداد میں غلط طریقہ سے اضافہ کیا [illegible] کی تعداد کو گھٹانے کی کوشش کی گئی اور مسلمانوں کے محلہ در [illegible] گئے اور وہ اندھیر مچا ہے کہ خدا کی پناہ! اس نوع کی مردم شماری [illegible] قابل اعتماد ہے اسکا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ہمارے افسوس کی [illegible] انتہا نہیں۔ مسلمان ہندوؤں سے آئندہ کیا توقع رکھ [illegible] کیا ایسے ملک میں جہاں ہمسایہ قوم کی حق تلفی اس حد تک [illegible] ہو۔ وہاں کسی قسم کی متحدہ قومیت پنپ سکتی ہے [illegible] گنجائش ہے کہ جمہوریت اور متحدہ قومیت کا خواب شرمندہ تعبیر [illegible] ہمارا خیال ہے کہ ع این خیال است و محال است و جنون [illegible]

خیر ہندوؤں کا یہ رویہ ہر لحاظ سے تشویشناک ہے [illegible] کو ہندو ذہنیت سے کبھی مطمئن نہیں ہونا چاہئے

ہمارا اس سال کا پروگرام

ہمارا اس سال کا پروگرام جو کہ دس ہزار کو تبلیغ [illegible] اور دعا یا تبلیغ پر مشتمل ہے۔ اسے پیغام صلح کی متعدد اشاعتوں [illegible] اور اسے بروئے کار لانے کی بار بار تاکید کی گئی ہے [illegible] نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا ہے [illegible] ہے کہ جب وہ ایک پروگرام کو پیش نظر رکھتی ہے۔ تا [illegible] کے لئے اپنی ہر ممکن کوشش صرف کر دیتی ہے [illegible] چاہئے کہ وہ ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ وہ [illegible] کے افراد ہیں اور جب وہ ایک نصب العین کا تعین [illegible] اس وقت تک دم نہیں لیتے جب تک کہ اسے [illegible] نہ لے آئیں ہمیں کامل امید ہے کہ جب یہ سال [illegible] وقت ہمارے قلوب میں حقیقی [illegible] کا جوش [illegible] قوم نے ایک پروگرام کو سامنے رکھا اور محنت [illegible] عملی جامہ پہنایا۔ اے خدا ہماری جماعت کو باہمت [illegible] کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین ؎

جنت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

نماز قائم کرو، تقویٰ اختیار کرو، خدا سے معاملہ رکھو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب

اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوٰۃ ...... ان فی ذلک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یومنون
(پارہ ۲۱ - رکوع ۱)

حضرت نبی کریمؐ کو حکم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔ اتل ما اوحی الیک من الکتاب۔ جو کچھ قرآن مجید سے آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھتے رہا کرو اور جس قدر اس کے احکام ہیں۔ ان پر عملدرآمد کرنے کے لئے اس کو پڑھا کرو۔ قرآنی اعمال کے سکھانے کے لئے اصول اور حکم کے طور پر فرمایا۔ اقم الصلوٰۃ نماز پڑھتے رہا کرو گویا دو باتوں کا بالخصوص یہاں حکم دیا۔ قرآن پڑھتے رہا کرو اور نماز پڑھتے رہا کرو۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر نماز کی غرض ایک یہ بھی ہے کہ وہ تمام بے حیائیوں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے ولذکر اللہ اکبر اور اللہ کا ذکر تمام باتوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس میں تین چار باتیں سکھائیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ قرآن پڑھتے رہا کرو۔

حضرت نبی کریمؐ کا عشق قرآن

چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو بہت پڑھا قرآن پر ہی آپ کا عمل تھا۔ دن میں بھی قرآن پڑھتے تھے اور رات کو بھی پڑھتے تھے۔ ایسے وقتوں میں بھی پڑھتے تھے۔ جب کوئی سننے والا نہیں ہوتا تھا۔ اور ایسے وقتوں میں بھی پڑھتے تھے جب سننے والے موجود ہوتے تھے۔ پھر ایسے وقتوں میں بھی پڑھا ہے۔ جب ایک آدھ آدمی سننے والا ہوتا تھا۔ الغرض بار بار اس کو تلاوت کرتے اور دوہراتے تھے۔ قرآن حضورؐ کی غذا تھی۔ قرآن کریم کا عشق دل میں جیسا ہوا تھا اس کا ولولہ اور جوش صحابہؓ پر پڑنا لازمی تھا۔

صحابہ کرامؓ کا عشق قرآن

چنانچہ قرآن کا عشق اور ولولہ صحابہؓ کے دلوں میں بھی پیدا ہو گیا اور وہ بھی رات دن قرآن کی تلاوت کرتے رہتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک بڑی جماعت نے قرآن کو حفظ کر لیا۔ اس وقت تک لکھوکھا حافظ پیدا ہوئے ہیں ...... لاکھوں حافظ قرآن دنیا میں موجود ہیں۔ دنیا بھر میں صرف ایک ہی کتاب ہے جو لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے بڑی لذت آتی ہے اس کے پڑھنے سے۔ ایک ان پڑھ آدمی جو اس کے معنوں کو نہیں سمجھتا وہ بھی بڑی لذت اٹھاتا ہے۔ یہ اس کا کمال ہے۔ ورنہ عربی زبان کو ایک شخص نہیں سمجھتا۔ اس سے بالذات حاصل کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کا کمال

لیکن قرآن کا یہ کمال ہے کہ عرب تو اس سے لذت حاصل کرتے ہی ہیں اور بہت لذت حاصل کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جو عربی زبان نہیں جانتے وہ بھی لطف اٹھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ غیر مسلم بھی اس سے بڑی لذت حاصل کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں ہم نے دیکھا ہے کہ اہل یورپ نے بھی اس سے لذت حاصل کی ہے۔ ہندوؤں نے بھی اور سکھوں نے بھی لذت حاصل کی ہے۔ مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم سے سیالکوٹ میں ہندو قرآن سن کر بہت لذت حاصل کرتے تھے۔ سیالکوٹ میں بڑا بھاری جلسہ ہوا۔ مولانا عبدالکریم صاحب نے اس جلسہ میں حضرت مجدد زمانہ کا لیکچر پڑھا۔ اس میں جب قرآن کریم کی آیات کو حضرت مولانا مرحوم مغفور تلاوت فرماتے تھے تو ہندو اور مسلمان اور دوسرے مذاہب والے لوگ بھی وجد میں آ جاتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی اتباع کرتے ہوئے اور خدا کے حکم میں اپنی بہتری یقین کرتے ہوئے ہمارے لئے واجب ہے کہ قرآن کریم کو پڑھیں۔ رات میں دن میں جب فراغت ہو قرآن کو پڑھیں۔ قرآن کا پڑھنا بہت سی برکات کا موجب ہے۔

دوسرا حکم نماز قائم کرنے کا ہے

دوسرا حکم یہاں ہے واقم الصلوٰۃ نماز قائم کرو۔ حضرت نے اس حکم پر بھی بڑا عمل کیا ہے۔ آپ نے نماز بہت پڑھی ہے۔ بے سروسامانی کی حالت میں بھی اور بادشاہ بن کر بھی نماز کو نہیں چھوڑا۔ دوسری پنجگانہ نماز کے علاوہ تہجد کی نماز بھی آپ نے ہمیشہ پڑھی ہے اور بہت لمبا لمبا قیام کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کیا یقین تھا اس بات کے اوپر کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور کس قدر اس بات کا یقین تھا کہ نماز قرب الٰہی کا باعث ہے۔ جنگ کے اندر بھی آپ نماز کو نہیں چھوڑتے۔ الغرض سفر میں، حضر میں، امن کی حالت میں اور خطرات جنگ کے اندر، صحت میں اور بیماری میں ہمیشہ نماز کو ادا کیا۔

ذرا سی بات پر نماز کا وقت گزار دیتے ہیں

آج ذرا ذرا سی بات پر لوگ نماز کا وقت گزار دیتے ہیں اور نہیں پڑھتے۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ نماز نہ پڑھنا کوئی بھی اس کی وجہ ہو۔ بہت افسوسناک امر ہے اور حکم الٰہی سے کھلا انحراف ہے۔ اس کی دولت اس کا علم، اس کے کام کاج، اس کی دکانداری ہو یا ٹھیکہ داری، اس کی ملازمت ہو یا اور کوئی کاروبار ہو۔ جو چیز بھی نماز میں ہارج ہو۔ چاہیئے کہ اس کی طرف توجہ کرے کہ میری دولت، میری محنت اور میرا علم کس کام کا، اگر نماز سے غفلت ہو گئی۔ حضرتؐ تو جنگ کے اندر بھی نماز کو چھوڑتے نہیں اور بڑی لذت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز جیسی اصولی چیز کو بھی لذت کے ساتھ ادا کرنا نہیں جانتے انہیں اپنے آپ کی فکر کرنی چاہیئے۔

نماز سے تعلق باللہ حاصل ہوتا ہے

نماز سے خدا کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس سے آدمی باتیں کرتا ہے صحابہؓ یقین کرتے تھے کہ وہ نماز میں خدا سے باتیں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے اپنی مشکلات کو پیش کرتے اور اسی سے حل مانگتے تھے۔ جن لوگوں کو اس بات کا تجربہ ہے کہ نماز کے اندر دعا کیا فائدہ دیتی ہے وہ کبھی اس سے غافل نہیں ہو سکتے۔ جس شخص نے نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھی ہو اور دلی تڑپ کے ساتھ اس کے آنسو نکل گئے ہوں۔ وہ نماز کی غرض کو پہچانتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ نماز بہت سی غفلتوں کو دور کرتی ہے۔ بہت سی برائیوں کو زندگی پر نماز میں انسان اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرتؐ نے فرمایا المصلی یناجی ربہ۔ نمازی اپنے خدا سے باتیں کرتا ہے گویا تلقین کی کہ نماز میں اپنے خدا سے باتیں کر لیا کرو۔ اس کے حضور اپنی حاجات پیش کیا کرو۔ اور کبھی مت خیال کرو کہ خدا ہم سے دور ہے۔ اور پیغمبروں کے ذریعہ سے ہی مل سکتا ہے یا پیروں کے ذریعہ سے مل سکتا ہے۔

مذہب میں عظیم الشان تبدیلی

یہی وہ عظیم الشان تبدیلی ہے جو مذہب میں حضرتؐ نے پیدا کی کہ انسان اپنے خدا سے براہ راست تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ پھر جب خدا سے تعلق پیدا ہو جائے تو ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر وہ بے حیائیوں اور ناپسندیدہ کاموں کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔ یہی نماز کا بڑا فائدہ ہے۔ جس کی نماز اس کو بے حیائیوں سے نہیں روکتی۔ اس کی نماز کوئی نہیں، صرف بے حیائیاں ہی نہیں والمنکر ناپسندیدہ حرکات سے بھی نماز روکتی ہے۔

نماز مہذب بناتی ہے

گویا انسان کو مہذب بنانے کیلئے نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی اور اس پر اتنا زور دیا کہ کسی اور حکم پر اتنا زور نہیں دیا۔ وہ لوگ جو آپ کے اردگرد بیٹھے ان کے دلوں میں یہ بات رچ گئی کہ نماز سے ہی تمام پاکیزگیاں حاصل ہوتی ہیں اور انہوں نے اسی ذریعہ سے تزکیہ نفس حاصل کیا۔ یہ خشیۃ اللہ اور تقویٰ سکھانے کے لئے ہے اور باطنی طہارت قلبی کے حصول کا بڑا بھاری ذریعہ ہے اور وہ ایک عظیم الشان مقام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ الخ

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ظاہری طور پر اور باطنی طور پر یعنی اس وقت بھی جب لوگ دیکھتے ہوں، اور اس وقت بھی جب کوئی بھی نہ دیکھ سکتا ہو۔ فرمایا کہ ہر حالت میں اور ہر کام میں خدا کا ڈر مدنظر ہو۔ تقریر کرتے وقت بھی تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھو اور تصنیف کے وقت بھی خدا سے ڈرو۔ چالاکی کیساتھ لوگوں کو سنانا۔ کوئی بات دماغ میں رکھ کر مزے کے ساتھ اس کو کہنا یہ تقویٰ اللہ سے بعید ہے۔ ایسے مقام پر جب رشوت لے سکتا ہو یہ خیال کر لینا کہ کوئی مجھے دیکھنے والا نہیں خدا پر ایمان اور تقویٰ کے خلاف ہے۔ یقین کرو کہ تمہارے خدا کو تمہارے ہر فعل، ہر حرکت اور ہر اشارہ تک کا پتہ ہے۔ اس لئے باطنی طور پر بھی اور نہایت باریک رنگ میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ان معاملات میں جن کا پتہ سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں۔ تقویٰ اللہ اختیار کرنا ہی نماز کی غرض وغایت ہے۔

بڑائی کی راہ

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلعم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یاد رکھو۔ صرف ایک ہی بڑائی کی راہ ہے۔ نہ دولت سے بڑائی حاصل ہو سکتی ہے نہ زر سے اور نہ کسی علم سے حاصل ہو سکتی ہے صرف ایک ہی ذریعہ بڑائی حاصل کرنے کا، رفعت پر پہنچنے کا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو۔ فرمایا لست بخیر من احمر ولا من اسود الا بتقوی اللہ کسی سفید یا کالے آدمی سے تو بہتر نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس ایک ذریعہ کے کہ تیرے اندر خدا کا ڈر ہو۔ وہ شخص جس کے اندر تقویٰ نہیں وہ آہستہ آہستہ لوگوں کی نگاہوں سے بھی گر جاتا ہے۔ وہ دیکھنے کو تو معزز ہوتا ہے مگر لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خدا کے فرشتے لوگوں کے دلوں میں اس کی حقارت پیدا کر دیتے ہیں۔ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ جس چیز کو تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دیتا ہے۔

خدا سے معاملہ رکھو

اس لئے کسی کو پتہ چلے یا نہ چلے۔ تم اپنا معاملہ خدا سے رکھو۔ خدا ہی سے سرٹیفکیٹ حاصل کرو۔ لوگوں کا سرٹیفکیٹ کوئی کام نہیں دے سکتا جب تک خدا راضی نہ ہو۔ ایک دفعہ جب حضرت نے معاذ بن جبل کو گورنر مقرر کیا تو ان کو سوار کر کے آپ ان کے ساتھ پیدل چل پڑے۔ دیکھو یہ بادشاہ بھی ہے اور پیغمبر بھی۔ آپ ماتحت اور امتی کو سوار کرتے ہیں اور خود پیدل چلتے ہیں اور اس کے ساتھ باتیں کرتے جاتے ہیں۔ کچھ ملکوت کے متعلق ان کو نصیحتیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ معاذ اہمیں نہیں جانتا کہ اس ملاقات کے بعد میں تم سے مل سکونگا یا نہیں۔ فرمایا۔ ہم ایک بات تمہیں کہتے ہیں سب سے زیادہ میرے قریب تر وہ شخص ہوگا جو متقی ہو۔ اگر میرا قرب چاہتے ہو تو وہ طہارت، تقویٰ اور پاکیزگی کے سوائے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان اولی الناس فی المتقون من کانوا وحیث کانوا۔

تقویٰ اور خواہشات

ایک دفعہ یہ فرمایا۔ یاد رکھو۔ کونسی چیز ہے جو تقویٰ کو چھین لیتی ہے۔ وہ تمہاری خواہشات ہیں۔ خواہشات سے بڑھ کر کوئی چیز تقویٰ کو چھیننے والی نہیں۔ فرمایا۔ حجبت النار بالشھوات وحجبت الجنۃ بالمکارہ۔

خواہشات انسانی اس طرح معصیت کے اند[ر] اس کو گھسیٹتی ہیں کہ ان کے نیچے سے دوزخ پیدا ہو جاتا ہے [دولت] اور مال جب حاصل ہو جاتے ہیں تو پھر کبھی کہتا ہے کہ چلو تھوڑی سی شراب پی لیں کیا حرج اس میں ہے۔ کبھی بدکاری کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمسایہ کو دو تین سو روپیہ دیتا ہے۔ اس نیت سے کہ کچھ عرصہ بعد اس کے مکان پر قابض ہو جائے گا۔ یہ سب چیزیں دوزخ کی طرف لیجانیوالی ہیں۔

جنت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

اور جو چیز جنت پیدا کرتی ہے۔ وہ برے کاموں کی طرف رغبت اور ناجائز طریقوں سے دولت پیدا کرنے کے بجائے مشقت کی زندگی اختیار کرنا ہے۔ مشقت کی زندگی سے جنت پیدا ہوتی ہے۔ محنت اور مشقت سے دل اور دماغ روشن ہوتے ہیں۔ قوٰی بڑھتے ہیں۔ جو لوگ مشقت نہیں کرتے وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ ان کے دماغ زائل ہو جاتے ہیں۔ جتنی بھی انسان کو کسی کام میں جدوجہد اور محنت کرنی پڑے اتنا ہی وہ بلند ہو جاتا ہے۔ نماز میں بھی مشقت اور محنت سے کام لینا ضروری ہے۔ جب تک یہ نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھکر پورے خشوع وخضوع سے نماز نہ پڑھی جائے۔ اس وقت تک فحشا اور منکر سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین ہوتا تھا کہ نماز فحشاء سے بچاتی ہے۔ اور اگر اس سے کوئی بچ نہیں سکتا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ذکر الٰہی بڑی چیز ہے

پھر فرمایا ولذکر اللہ اکبر۔ اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے وہ نماز کے علاوہ ذکر الٰہی بھی کرتے تھے۔ لیکن ہماری قوم میں عجائبات ہیں۔ نماز پڑھیں نہ پڑھیں۔ کوئی وظیفہ انہیں بتا دو۔ نماز میں اتنی رغبت نہیں جتنی وظائف میں ہے۔ یہ طریق یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ وظیفہ بھی اب ایک رسم رہ گیا ہے۔ تسبیح بھی چل رہی ہے اور گالیاں بھی دی جا رہی ہیں۔ پیر یہاں تک وظیفوں پر زور دیتے ہیں کہ کہتے ہیں۔ سورہ فاتحہ کو اتنی مرتبہ پڑھو۔ اور قل ھو اللہ کا وظیفہ اتنی مرتبہ کرو اور فلاں آیت اور فلاں سورت کو اتنی مرتبہ تلاوت کرو۔ اس طرح سارے قرآن کو ہی وظائف کی کتاب بنا لیا گیا ہے۔ نماز کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ وظائف پر زور ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے نماز شروع کی۔ وہ ذکر الٰہی سے غافل ہو گئے۔ ذکر الٰہی اچھی چیز ہے۔ درود شریف بہترین ورد ہے جو انسان کو کرنا چاہئے۔ یاحی یاقیوم برحمتک استغیث اچھا ورد ہے۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اچھا وظیفہ ہے۔

مسلمان کی حمد اور تسبیح

مسلمان کو چاہئے کہ صبح سویرے اٹھے۔ استغفار میں مشغول ہو جائے اور خدا کو یاد کرے۔ دن میں خدا کو یاد کرتا رہے۔ رات کو سونے سے پہلے خدا کی حمد اور تسبیح کرے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے مسلمان ترقی کر سکتا ہے۔ فرمایا واللہ یعلم ما تصنعون خدا جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ دوست جانیں یا نہ جانیں۔ لوگ دیکھیں نہ دیکھیں۔ خدا جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ یعنی دین کے معاملات کو، دین کے کاموں کو، دنیا کے امور کو۔ غرض جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ خوب جانتا ہے اپنے معاملات سے خدا کو ناراض نہ کرو

تبلیغ دین کرو

اس تقویٰ کے حصول کے بعد دوسروں کو تبلیغ دین کرو حکم دیا۔ تم لوگوں کو وعظ کرو اور نہایت احسن طریق سے انہیں سمجھاؤ۔ ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن اہل کتاب کو بھی وعظ کرو تو اس میں خوبی پیدا کرو۔ نیکی کی تلقین کرو۔ لیکن خوبی کے ساتھ۔ فرعون کے متعلق بھی حکم دیا۔ فقولا لہ قولاً لیناً نرمی کے ساتھ اس سے کلام کرو۔ لوگوں کو کہو امنا بالذی انزل الینا ہماری طرف جو کچھ اتارا گیا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں وانزل الیکم اور جو کچھ تمہاری طرف اتارا گیا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ والٰھنا والٰھکم واحد اور ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ پرمیشر بھی وہی ہے۔ اللہ بھی وہی ہے۔ رب العالمین پر جھگڑا کرنا فضول ہے۔ وہ تو سب کی ربوبیت کرتا اور سب کا خدا ہے۔ نام کچھ رکھ لو وہ ایک ہی ہے ونحن لہ مسلمون۔ ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یہ سب سے بڑا وعظ ہے۔ خدا کی فرمانبرداری کرو۔ اسی کے حکموں کے تابع ہو جاؤ۔ فرمانبرداری کو دیکھکر لوگ قریب آتے ہیں اور اسی سے خدا کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

جماعت کے بزرگ وصیت کریں

ہماری جماعت کے قابل رشک بزرگ جنہوں نے حضرت امام زماں کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد وصیت کو [...] کسی عالم پر پہنچی تو اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے اور اس سے اعلائے کلمۃ الحق کے کام کو عظیم تقویت پہنچ سکتی ہے وہ [...] اقرار لفظی ہے۔ بزرگوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد متوجہ ہوں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد پر لبیک کہیں۔

مفت تقسیم کتب

میاں محمد محسن مولا بخش صاحبان لائل پور نے ۱۱ — ۱۱ جلد کتاب "محمد دی پرافٹ" مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ اور "انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن" مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نصف قیمت پر خرید کر انجمن کی معرفت لائل پور کے افسران معززاصحاب کو بھجوائی ہیں۔

نیز دس روپے ماہوار مفت تقسیم کتب کے واسطے شروع سال سے دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں بھی محمد دی پرافٹ اور انگریزی ترجمہ قرآن کریم کی جلدیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ ٭٭

جماعت بغداد اور مفت اشاعت

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے خط مورخہ ۲۳ فروری سنہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) سید عابد علی صاحب نے دو کاپی دی ریلیجن آف اسلام کی مفت تقسیم کے واسطے دس روپے دیئے ہیں۔

(۲) محمد شیر گل صاحب نے ایک کاپی دی ریلیجن آف اسلام کی جبانیہ کنٹونمنٹ لائبریری میں رکھوانے کے واسطے پانچ روپے دیئے ہیں۔

(۳) سید تصدق حسین صاحب قادری نے ایک کاپی ریلیجن آف اسلام اور ایک کاپی میثاق النبیین کے انگریزی ترجمہ کی مفت تقسیم کیلئے نصف نصف قیمت دی ہے۔

(۴) ابراہیم آدم صاحب سحوانی نے ایک کاپی میثاق النبیین کے انگریزی ترجمہ کی مفت تقسیم کیلئے رقم دی ہے

(۵) چودھری علی محمد صاحب نے بیان القرآن ایک شخص کو مفت دینے کیلئے جس کا خط ۱۰ جنوری کے پیغام صلح میں چھپا ہے روپیہ فرمایا ہے

(۶) ماسٹر عبدالغنی صاحب ہیڈ ماسٹر نے بیان القرآن کی مفت تقسیم کیلئے دس شلنگ دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزائے خیر دے اور جماعت کے دیگر احباب کو ایسے نیک اور مفید کام میں حصہ لینے کی توفیق بخشے۔

(عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری)

جرمنی کا یونان کو الٹی میٹم

لندن ۶ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ جرمنی نے یونان سے ایک چار نکاتی مطالبہ ایک الٹی میٹم کی صورت میں کیا ہے۔ اب جبکہ بلغاریہ پر جرمنی کا قبضہ مکمل ہو چکا ہے۔ توقع ہے کہ جرمن دباؤ کا دوسرا شکار یوگوسلافیہ ہوگا۔ یوگوسلافیہ پر دباؤ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ یونانیوں کے خلاف جارحانہ اقدامات کے لئے ایک مزید مرحلہ طے کر لیا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی نے یونان کو جو الٹی میٹم دیا ہے وہ مندرجہ ذیل مطالبات پر مبنی ہوگا:۔

(۱) یونان برطانیہ سے اپنا معاہدہ ختم کر دے

(۲) یونان جرمن کو اڈے دے۔

(۳) یونان محوری طاقتوں میں شامل ہو جائے۔

(۴) یونان سالونیکا کو ایک بندرگاہ بنائے اور ایک طبقاتی کوریڈور بنا دے جو سالونیکا کو بلغاریہ اور یوگوسلافیہ سے ملائے۔

---

۴۴ ان کے علاوہ لائبریریوں میں بھجوانے کے واسطے جماعت کے موقع پر مبلغ ۶۰ روپے نصف قیمت ۱۲ جلد دی ریلیجن آف اسلام دے چکے ہیں۔

یہ نمونہ قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحبان کی رقت میں برکت دے اور بیش از بیش خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔

عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری

کیا کلمہ گوؤں کی تکفیر ظلم نہیں؟

جناب میاں محمود احمد صاحب سے ایک سوال

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام از کلکتہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عقائد کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بذریعہ تقریر و تحریر پیش کئے اور بتایا کہ نہ تو میرا نبوت کا دعویٰ ہے اور نہ میں کلمہ گوؤں کی تکفیر کا قائل ہوں۔ اور ایک دلیل منجملہ دیگر دلائل کے یہ دی کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والوں کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن ماسوا اس کے جس قدر ملہم یا محدث ہوں۔ خواہ ان کی شان کس قدر ہی اعلیٰ و ارفع ہو۔ ان کا انکار کسی کو کافر یا دجال نہیں بنا دیتا۔ گو ایک طرف تو حضورؑ نے مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق یہ اصول پیش فرمایا کہ ماسوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کے . . . . . ہر کوئی شخص اس وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا کہ اس نے کسی ملہم یا محدث کا انکار کیا۔ دوسرے یہ بتا دیا کہ مامورین الٰہی یا تو انبیاء ہوتے ہیں جو صاحب شریعت ہوتے ہیں اور یا محدثین یا ملہمین ہوتے ہیں۔ گویا حضرت مسیح موعود نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ چونکہ وہ نبی نہیں۔ اس لئے آپ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا ہے تو میں نے حضرت صاحب کی ایک تحریر کا خلاصہ پیش کیا ہے اب میں حضور کے ایک لیکچر کے جو حضور نے ۶ نومبر ۱۹۰۵ء کو بمقام لدھیانہ دیا۔ اصل الفاظ نقل کرتا ہوں۔ جس سے صاف پتہ چل جائے گا۔ کہ حضرت صاحب اپنے کلمہ گو ہونے کو نماز پڑھنے کو۔ روزے رکھنے کو اپنے اور اپنی جماعت کے مسلمان ہونے پر بطور شہادت پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے فرمایا۔

"ایک تو وہ زمانہ تھا کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو۔ تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیے۔ اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا۔ کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہو گیا۔ کیا میں اور میری جماعت اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ نہیں پڑھتی۔ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا یا میرے مرید نہیں پڑھتے۔ کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم ان تمام عقائد کے پابند نہیں جو آنحضرت صلعم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے۔ جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے"

مندرجہ بالا عبارت سے معاملہ قطعی صاف ہو جاتا ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے مسلمان ہونے کی یہ دلیل دی ہے کہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ دیگر یہ وہ ظاہری نشانات ہیں۔ جو اگر کسی میں موجود ہوں تو اس کے مسلمان ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ حضور نے خود کلمہ گوؤں کو، نماز پڑھنے والوں کو اور روزے رکھنے والوں کو کبھی کافر نہیں کہا۔ جیسا کہ آپ کے اسی ایک مصرعہ سے ظاہر ہے

"کلمہ گویاں را چرا کافر بنی نام اے اخی"

لیکن وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ وہ بھلا کب مانتے تھے۔ انہوں نے اپنی دیرینہ عادت کے موافق فتویٰ تکفیر سے نہ رجوع کرنا تھا اور نہ کیا۔ کیونکہ اگر ایسا کرتے تو ان کی لیڈری جاتی تھی اور یہ ان کو گوارا نہ تھا۔

آج یہی حال ہمارے قادیانی بھائیوں کا ہے۔ ایک شخص ان سے ملے جو احمدی نہ ہو اور السلام علیکم کہے تو وہ کہیں گے یہ کافر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مسلمانوں کو حکم دیتا ہے۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومناً

لیکن تعجب ہے کہ ایک طرف تو قادیانی سوائے اپنے دوسروں کو جہنمی کہتے ہیں اور اپنے سچے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں دوسری طرف اسی قرآنی حکم کی یہ عزت کر رہے ہیں۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ پھر اگر کوئی شخص جس نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کی ہو۔ خواہ وہ حضرت صاحب کو سچا ہی مانتا ہو۔ اور زبان سے بھی انکار نہ کرتا ہو۔ ان کے سامنے خدا اور رسول صلعم کی بتائی ہوئی نماز قبلہ رو ہو کے پڑھ رہا ہو۔ تو کہیں گے کہ یہ کافر ہے۔ نہ کسی کے ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ نہ باہر کو۔ حالانکہ حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت خالد بن ولید کے اس فعل سے جب انہوں نے صابی کہنے والوں کو قتل کر دیا۔ بیزاری کا اظہار فرمایا۔ لیکن قادیانی بھائی ایسے پکے ثابت ہوئے ہیں کہ لاکھ ان کے سامنے کوئی سر رگڑے۔ کلمہ کا اقرار کرے۔ نمازیں پڑھے، روزے رکھے۔ حج کرے۔ جب تک وہ حضرت مسیح موعود پر ایمان نہ لائے۔ نہیں بلکہ ایمان لے بھی آئے ظاہری بیعت نہ کی ہو تو پھر بھی کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے گویا جس نارو افعل سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے روکا۔ اسی فعل کو قادیانی جماعت نے اپنا ایک مقصد عظیم قرار دے کر قرآنی تعلیم کو رد کر دیا۔ فرمودۂ رسول کریم صلعم کی بے ادبی کی اور حضرت مسیح موعود کے خلاف ایک الزام تراشا۔ کاش یہ لوگ فتویٰ کفر جو انہوں نے کلمہ گوؤں پر لگایا تھا۔ تیار کرنے سے پیشتر ان حقائق پر غور کرتے۔ . . . .

. . . .

جناب میاں محمود احمد صاحب کی تفسیر کبیر جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ میں دیکھ رہا تھا۔ میری نظر سے ان کی ایک تحریر گزری جو حسب ذیل ہے۔ فرماتے ہیں۔

"آخری حصہ میں بتایا کہ ناحق دعویٰ کرنے والا یا کسی پر بلاوجہ فتویٰ لگا دینے والا ظالم ہوتا ہے۔ . . . افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تو ظاہر کے خلاف فتویٰ لگانے سے اس قدر اجتناب کرتے ہیں لیکن دوسرے لوگ جن کے لئے زیادہ خوف کا مقام ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خطرناک سے خطرناک اتہام لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں"

مندرجہ بالا عبارت کے حاشیہ میں لکھا ہے:۔

"کسی کے ظاہر کے خلاف اس پر فتوے لگانے والا ظالم ہے" (صفحہ ۱۸۱)

جیسا کہ میں سطور بالا میں یہ ثابت کر آیا ہوں کہ کسی کے مسلمان ہونے کا ظاہری نشان السلام علیکم کہنا ہے۔ نماز پڑھنا ہے۔ روزہ رکھنا ہے اور حج کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ وہ نشانات ہیں جو خدا کے مقرر کردہ ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق ہیں (بخاری شریف) ماموریت حضرت مسیح موعود جو حکم عدل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے تھے ان کے فیصلہ پر مبنی ہیں۔ لیکن جناب میاں محمود احمد صاحب نے ان علامات کو مسلمانوں میں دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ اور ان پر بڑے زور سے کفر کا فتویٰ لگا کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ گویا ان کے ظاہر کے خلاف فتویٰ دے کر ان پر ظلم کیا۔ کیا میاں محمود احمد صاحب یہی مقولہ بالا تحریر کی روشنی میں اس کو صریح ظلم قرار دیں گے یا کوئی مخلص مرید اس طرف توجہ کرے گا۔ کہ کیا میاں صاحب موصوف نے مسلمانوں کے ظاہر کے خلاف کفر کا فتویٰ لگا کر ایک ظلم نہیں کیا۔ جس سے خدا نے روکا اس کے رسول صلعم نے روکا۔ اس کے مامور زمانہ حضرت مسیح موعودؑ نے روکا۔

کاش میاں صاحب نے جس خیال کا اظہار مندرجہ بالا تحریر میں فرمایا ہے یہ ۱۹۱۱ء میں کر لیتے تو خود اس ظلم سے بچ جاتے اور مرید بیچارے اس گمراہی میں نہ پھنستے۔

احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ غیر احمدی کے جنازہ کے جواز میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار فتوے پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے متعلق قادیانی دوستوں سے استفسار کریں کہ وہ کیوں خاموش ہیں اور کیوں وہ میران بن کر ان کی تائید یا تردید نہیں کرتے۔

جماعت ہائے جموں اور سیالکوٹ میں جلسہ

بیرونی جماعتوں میں سالانہ جلسوں کا پروگرام مرتب کیا ہے جو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں مکمل شائع ہوگا اس وقت دو جلسوں کا اعلان کیا جاتا ہے:

۱۲-۱۳ مارچ کو سیالکوٹ اور ۱۴-۱۵ مارچ کو جموں میں جلسہ ہوگا۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب و مولانا عبدالحق صاحب و مرزا مظفر بیگ صاحب ان جلسوں میں شامل ہوں گے اور بشرط صحت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری کی بھی توقع ہے۔

(اسسٹنٹ سکرٹری تبلیغ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود

ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی۔اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے
سالانہ۔ چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ۔ پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۳ صفر سنہ ۱۳۶۰ مطابق ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۱۵

ہر رنگ میں راضی برہِ یار ہمیں ہیں

از جناب مولٰینا مرتضٰے خانصاحب حسن

قربانِ رہِ احمدِ مختار ہمیں ہیں
سرکارِ مدینہ کے وفادار ہمیں ہیں

دُنیا میں صداقت کے علمدار ہمیں ہیں
اللہ کی نصرت کے طلبگار ہمیں ہیں

گو دولتِ دُنیا نہیں پر دولتِ دیں کے
بر رغمِ عدو مالک و مختار ہمیں ہیں

واعظ کا ذرا دیکھنا اندازِ تکلم
بے عیب ہیں سب ایک خطاکار ہمیں ہیں

قرآن کے حامل ہیں شریعت کی پناہ ہیں
پر آنکھ میں اغیار کی غدار ہمیں ہیں

تعمیر کیا حصنِ حصینِ دین کا ہم نے
یہ طرفہ تماشا ہے کہ کفار ہمیں ہیں

دُنیا میں گنہ گار تو ہیں اور بھی لیکن
تعزیر کے لے دے کے سزاوار ہمیں ہیں

بے قدری بہت ہے تری بازارِ جہاں میں
اے دردِ جگر تیرے خریدار ہمیں ہیں

ناموسِ پیمبرؐ کے لئے حکمِ خدا سے
سر دیں جو تہِ خنجرِ خونخوار ہمیں ہیں

آزاد ہیں سب سلسلۂ دار و رسن سے
اِک قیدِ محبّت کے گرفتار ہمیں ہیں

کچھ جاہ سے مطلب ہے نہ حشمت سے غرض ہے
اِس منزلِ ہستی میں سبکسار ہمیں ہیں

قسمت سے گِلا ہے نہ مقدر سے ہے شکوہ
ہر رنگ میں راضی برہِ یار ہمیں ہیں

واقعہ افک اور قرآن شریف

(از جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری از قادیان)

(۲)

اندرونی شہادت اندرونی شہادت تو یہ تھی کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نعوذ باللہ کسی برے ارادے سے خفیہ ہو غائب ہوئی تھیں تو انہیں اطمینان کس طرح ہو سکتا تھا کہ ان کے غائب ہونے پر پردہ پڑا رہے گا۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتی تھیں کہ ہودج اٹھانے والے کسی بوجھ کو محسوس کر کے سمجھ جائیں گے کہ ہودج خالی ہے اور پھر وہ اس کی اطلاع نبی کریم صلعم کو دیں گے اور کوچ اسی وقت ملتوی ہو جائے گا۔ یہ تو الگ امر ہے کہ ہودج اٹھانے والوں نے جلدی کی وجہ سے ہودج کے خالی ہونے کا خیال نہیں کیا۔ لیکن پیش از وقت اس کا کس طرح یقین آ سکتا تھا۔ بس یہ ارادہ پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ ہودج اٹھانے والوں کو بھی اس سازش میں شریک نہ کیا جاتا اور یہ بات ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ بالبداہت باطل ہے۔

بیرونی شہادتیں بیرونی شہادتوں میں سب سے بڑی شہادت تو خود حضرت عائشہ صدیقہؓ اور صفوانؓ کا ذاتی چال چلن ہے۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں نہایت ہی پاکیزہ چال چلن کی تھیں۔ اس سے قبل ان کا دامن عصمت کبھی بھی اس قسم کے الزام سے ملوث نہیں ہوا تھا۔ دوست و دشمن سب بیک زبان ہو کر ان کے پاکیزہ چال چلن پر شہادت دے رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق جب ان کی سوت زینب بنت جحشؓ سے جن کو حضرت عائشہؓ سے سب سے زیادہ رقابت رہتی تھی اور جن کی اپنی ہی ہمشیرہ انہی کی خاطر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی دریافت کیا گیا کہ کیا انہیں حضرت عائشہؓ کے خلاف کوئی بات معلوم ہے تو انہوں نے صاف کہا کہ جو کچھ حضرت عائشہؓ کے خلاف کہا جا رہا ہے یا جو کچھ ان کے خلاف کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ ان کو نہ میں سن سکتی ہوں اور نہ دیکھ سکتی ہوں۔ میں اپنی آنکھ اور کان دونوں کو ان باتوں سے بچانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں نے آج تک ان کے اندر بجز خیر کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ سوتیں تو طبعاً ہر وقت اپنی سوت کی حرکات کو گہری اور تنقیدی نگاہ سے دیکھتی رہتی ہیں۔ تا اگر کسی وقت ان کو حرف گیری کا موقعہ مل جائے۔ تو خاوند کے پاس شکایت کر کے اپنی سوت کو اس کی نظر سے گرا دیں۔ لیکن جہاں اس امر میں مقابلہ پہلے سے ہی جاری ہو۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ و حضرت زینبؓ بنت جحشؓ میں تھا وہاں تو خصوصیت سے اس قسم کے موقعہ کی تلاش میں رہنا لابدی امر ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت زینبؓ بنت جحشؓ نے تقوی اللہ سے کام لیتے ہوئے جو حقیقت تھی اسی کا اظہار کیا۔ اور اس موقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی قطعاً کوشش نہیں کی اور اس بات کی بھی قطعاً پرواہ نہیں کی کہ ان کی اس سچی شہادت کی زد ان کی اپنی ہمشیرہ پر بھی پڑے گی۔ یہ شہادت تو اس عورت کی ہے جو کہ حضرت عائشہؓ کی حرکات کی ہر وقت نگران رہتی تھیں۔ مگر پھر بھی ان کو ہر وقت پاس رہنے کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس عورت کی شہادت بھی موجود تھی۔ جو ہر وقت پاس رہتی تھی۔ یعنی حضرت عائشہؓ کی لونڈی کی شہادت۔ اس سے دریافت بھی دباؤ ڈال کر کیا گیا تھا لیکن اس نے بھی حلفیہ بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کی زندگی تو مثل [illegible] ہے۔ پس دوست دشمن دونوں ان کی طہارت قلبی پر [illegible]

دوم صفوان بن المعطل بھی اعلیٰ درجہ کا مومن تھا۔ اس کے چال چلن پر بھی کسی قسم کا دھبہ نہ تھا۔ پس دونوں کی پہلی بے لوث زندگی اس قسم کے بے بنیاد الزام کے غلط ہونے پر زبردست دلیل اور الزام تراشنے والوں کے لئے احتیاط کو کام میں لانے کے لئے زبردست محرک تھی۔

دوسری بیرونی شہادت دوسری بیرونی شہادت جو اس منافق کو الزام تراشنے سے روک سکتی تھی۔ وہ رسول کریم صلعم کو کسی قسم کے شبہ کا نہ ہونا تھا۔ حالانکہ ایسے مواقع پر شبہ کرنے کا سب سے زیادہ حق خاوند کو ہی ہوتا ہے۔ جب نبی کریم صلعم کو کوئی شبہ پیدا نہیں ہوا تو دوسروں کو کیا حق تھا کہ اس بارے میں زبان اعتراض دراز کرتے۔ رسول کریم صلعم کو نہ صرف یہ کہ شبہ نہیں ہوا بلکہ حضور صلعم نے حلفیہ بیان دیا کہ حضور صلعم نے اپنی حرم محترم اور صفوانؓ دونوں کو ہمیشہ پاکیزہ پایا۔

تیسری بیرونی شہادت تیسری بیرونی شہادت یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ و صفوانؓ کا اس سے قبل کبھی بھی اکٹھے ہونے کا ثبوت موجود نہ تھا کہ ان کے متعلق کسی قسم کے ناجائز تعلقات کا نعوذ باللہ شبہ ہو سکتا۔ بلکہ اس کے خلاف خود نبی کریم صلعم کی حلفیہ شہادت تھی کہ صفوان جب کبھی بھی حضور صلعم کے گھر آیا۔ تو حضور صلعم کے ساتھ ہی آیا۔ اور حضور صلعم کی موجودگی میں ہی چلا گیا۔ اور اگر حضور صلعم سفر پر گئے تو وہ ہمیشہ حضور صلعم کے ساتھ گیا اس لئے یہ احتمال بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ حضور صلعم کے سفر کے ایام میں حضور صلعم کے گھر آیا جایا کرتا تھا۔

چوتھی بیرونی شہادت چوتھی بیرونی شہادت خود صفوانؓ کا حلفیہ بیان تھا۔ اس کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو اس نے غلیظ قسم کھا کر اس سے انکار کیا۔ اس کی غلیظ قسم بھی الزام تراشنے والوں کا منہ بند کرنے کے لئے کافی تھی۔ اگر خشیۃ اللہ ان کے مدنظر ہوتی۔

پانچویں بیرونی شہادت خود صفوانؓ کا مقام تھا۔ کیا کبھی یہ تصور میں بھی آ سکتا ہے کہ ایک شخص ایک شخص کو خدا کا رسول اور آخری نبی یقین کرتا ہو۔ اس کی خوشنودی میں اپنی نجات اور خدا کی خوشنودی اور اس کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی اور اخروی عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین رکھتا ہو۔ پھر وہ اس کی عزت پر حملہ کرنا تو کجا اس کا خیال بھی دل میں لا سکے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ وہ اس کی تمام ازواج مطہرات کو الٰہی ارشاد کے ماتحت اپنی مائیں یقین کرتا ہو۔ پس یہ چیز بھی مومنوں کو حسن ظنی سے کام لینے پر مجبور کر رہی تھی۔

چھٹی بیرونی شہادت خود مومن مردوں و عورتوں کے ایمان کی وہ اعلیٰ درجہ کی حالت تھی جس پر وہ نبی کریم صلعم کی تربیت کے ماتحت پہنچے ہوئے تھے۔ وہ حالت مومنوں کو اس بات کا یقین دلانے کیلئے کافی تھی کہ اگر نعوذ باللہ ان سے ایسا فعل سرزد ہوا ہوتا تو وہ ضرور اقرار کر لیتے۔ چنانچہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں بعض معمولی مسلمان مردوں اور عورتوں نے اقرار کر کے خوشی سے رجم کی سزا قبول کی۔ لیکن اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔

ساتویں بیرونی شہادت یہ تھی کہ اپنے پیچھے رہنے کی وجہ جو انہوں نے بیان کی تھی وہ ایسی نہ تھی کہ اسے قبول کرنے میں کسی مومن کا کوئی عذر ہو سکتا تھا۔ ایسے اتفاقات عموماً دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں۔

قابل امداد عورت کی امداد اخلاقی فرض ہے ان سب اندرونی و بیرونی شہادتوں کے مقابلہ میں اس بدنصیب منافق کے ہاتھ میں بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ایک نامحرم مرد اور عورت قافلہ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور پھر وہ اکٹھے قافلہ میں پہنچے ہیں۔ لیکن اس خبیث الفطرت انسان نے اتنا بھی نہ سوچا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اگر پیچھے رہیں تو ہودج اٹھانے والوں کی غلطی سے رہیں۔ ان کا اس میں کیا دخل تھا اور صفوانؓ اگر پیچھے رہے تو اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے رہے۔ باقی رہا ان کا اکٹھے آنا تو حالات پیش آمدہ میں بجز اس کے ہو ہی کیا سکتا تھا۔ کیا یہ منافق انسان اس صورت میں خوش ہو سکتا تھا کہ حضرت صفوانؓ اکیلے واپس آ جاتے اور حضرت عائشہؓ کو وہیں تنہا چھوڑ آتے۔ کیا کسی عقلمند کے تصور میں بھی یہ بات آ سکتی ہے کہ ایک سچا اور مخلص مسلمان اپنے رسول پاکؐ کی حرم محترم کو ایسی کس مپرسی کی حالت میں پائے اور پھر وہ ابن ابی جیسے شریر النفس منافقوں کے طعن کا خوف کر کے انہیں حوادث کا شکار ہونے کے لئے اکیلا چھوڑ کر بھاگ آئے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی قساوت قلبی کا نمونہ مل سکتا ہے۔ اس منافق ابن ابی کو اتنا ہی سوچنا چاہئے تھا کہ اگر صفوان کی جگہ وہ خود ہوتا تو کیا یہ وہی نہ کرتا جو حضرت صفوانؓ نے کیا۔ کیا اس کی قومی غیرت اسے اجازت دے سکتی تھی۔ کہ وہ حضرت عائشہ کو اکیلے چھوڑ کر خود بھاگ آتا۔ جب وہ خود بھی یہ نہیں کر سکتا تھا۔ تو پھر اس کے پاس ان دونوں پاک ہستیوں پر بدظنی کرنے کے لئے بجز نبی کریم صلعم کے ساتھ دیرینہ دشمنی کے اور کیا وجہ ہو سکتی تھی۔ میں کہتا ہوں۔ یہاں تو رسول کریم صلعم کی حرم محترم کا سوال تھا۔ اگر کوئی اور معمولی عورت بھی ہوتی تب بھی حضرت صفوانؓ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے آتے کیا مروت، اخلاق اور ہمدردی اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ ایک عورت کو قابل امداد حالت میں پا کر اس کی امداد سے محض اس لئے اجتناب کیا جائے کہ کوئی بد فطرت انسان بدظنی سے کام لیگا۔ فرض کرو کہ کوئی عورت راستہ بھول کر کسی جنگل میں بھٹکتی پھر رہی ہے اور اتفاقاً کوئی مرد وہاں جا نکلا ایسی حالت میں اس مرد کا کیا فرض ہونا چاہئے۔ کیا وہ لوگوں کی بدظنی سے ڈرتا ہوا اس عورت کو ہلاکت کا شکار ہونے کے لئے وہیں چھوڑ آئے یا اخلاقی جرأت سے کام لیتا ہوا اسے بچا کر اپنے ساتھ لے آئے اور اس کے گھر پہنچا دے۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات پیش آ سکتے ہیں جہاں مرد عورتوں کی امداد کرتے ہوئے بد فطرت لوگوں کی بدظنی کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ لیکن اسلام ایسے موقعوں پر بدظنی کرنے سے سختی سے روکتا ہے۔ کیونکہ اگر اس طرح بدظنی کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی جائیں تو دنیا سے اخلاق و مروت و ہمدردی کا جنازہ نکل جائے۔ اور انسانیت کے متعلق اتنا گرا ہوا تصور ذہنوں میں بیٹھ جائے کہ اس سے گرا ہوا ممکن ہی نہیں لیکن اسلام مومنوں کے ایمان کے متعلق خصوصاً اور عام انسانوں کی انسانیت کے متعلق عموماً چونکہ تصور کو بہت بالا رکھنا چاہتا ہے اس لئے وہ کبھی یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ ایسے واقعات میں جہاں نہ شاہد ہوں اور نہ کسی اور قسم کا علم ہو۔ وہاں خالص بدظنی سے کام لیتے ہوئے کسی پر اس قسم کا بیہودہ الزام لگا دیا جائے۔ کیونکہ شاہدوں اور علم صحیح کی عدم موجودگی میں الزام لگانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ سوسائٹی میں کسی کو باعصمت اور پارسا سمجھا ہی نہیں جاتا۔ بے شک اسلام اس امر کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ نامحرم عورت و مرد خواہ مخواہ بلا ضرورت تنہائی میں اکٹھے ہوں کیونکہ اس میں بھی بڑی قباحتیں ہیں۔ لیکن اگر کسی موقعہ پر مجبوراً نامحرم مرد و عورت کو اکٹھا ہونا پڑ جائے تو وہ اس حالت میں بدظنی کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر

(باقی صفحہ [illegible])

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہار شنبہ ۱۳ صفر ۱۳۶۰ھ ہجری | نمبر ۱۵

مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک بیان

جماعت احمدیہ لاہور کی فضیلت و صدر استقبالیہ پاکستان کانفرنس کی تکفیر نوازی

۱۹۱۴ء میں جب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اختلاف رونما ہوا۔ تو اس وقت جناب **مولانا ابوالکلام آزاد** موجودہ صدر کانگرس نے الہلال میں ایک شذرہ لکھا تھا۔ جس کا اقتباس ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

"گذشتہ اشاعت میں ہم مولوی حکیم نورالدین صاحب رئیس جماعت احمدیہ کے انتقال کی خبر درج کر چکے ہیں جو رسالے کے مرتب ہونے کے بعد پہنچی تھی۔ اب جو واقعات شائع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت میں مسئلہ خلافت اور تکفیر و عدم تکفیر مسلمین کی بنا پر باہم اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا ہے۔ ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں۔ گو وہ مرزا صاحب کے دعویٰ پر ایمان نہ لاتے ہوں۔ لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ **بشیرالدین محمود** ہیں۔ اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے۔ جہاں پہلے گروہ کے رؤسا ہیں۔ وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ **اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا**"

جماعت احمدیہ لاہور کی فضیلت

یہ بیان آج کا نہیں بلکہ آج سے ایک ربع صدی پیشتر کا ہے اور اس بیان میں جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق ایک ایسے شخص کی شہادت محفوظ ہے جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے وحید العصر ہے اور اس کے علاوہ ہندوستان کی ایک بہت بڑی سیاسی جماعت کا صدر ہے۔ کلمہ گوؤں کی تکفیر کے خلاف جہاد کرنا ایک عظیم الشان خدمت ہے آج دنیا میں کتنی اسلامی جماعتیں ہیں جن کے نصب العین کا اہم جزو قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے۔ **ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا**۔ کوئی جماعت سوائے جماعت احمدیہ لاہور کے ایسی نظر نہیں آئے گی جس کا نصب العین تکفیر مسلمین کے خلاف جہاد ہو۔ جس نے اپنوں سے بھی نہایت دلیری اور جرأت کے ساتھ اس امر پر اختلاف کیا ہو کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ ہاں اس کے برعکس بے شمار جماعتیں ہیں جو دن رات مسلمانوں کی تکفیر کرتی ہیں اور اپنی قوتوں کو ان تخریبی کاموں میں صرف کر رہی ہیں اور انہیں اتنا خیال نہیں آتا کہ ان کے ان کارناموں سے آخر اسلام کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔

عدم تکفیر مسلمین بطور اصول

جب تک مسلمان عدم تکفیر کو ایک **اصول** قرار نہیں دے لیتے اس وقت تک انہیں کسی میدان میں بھی خواہ وہ سیاسی ہو مذہبی ہو یا معاشی ہو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کامیابی تو صرف اتحاد سے ہوا کرتی ہے کٹے پھٹے لوگوں کو دنیا میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوا کرتی۔ **ہندو قوم** کے اندر بے شمار فرقے ہیں اور قریباً سب ایک دوسرے سے اصولی لحاظ سے مختلف ہیں۔ لیکن وہ قوم صرف اپنے سیاسی اور معاشی مفاد کیلئے متحد ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ قوم اور ملت جس کا خدا ایک رسول ایک کتاب ایک اور قبلہ ایک ہے وہ ایک نہیں ہو سکتی۔ ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ دعاوی تو بڑے بلند بانگ کئے جاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی حقیقی مرض کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ مسلمانوں کا ایک مرض یہ بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو معمولی معمولی باتوں پر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عملی میدان میں اپنی قوتوں کو متحد نہیں کر سکتے۔ اور وہ قوت جو اغیار کے خلاف متحد ہو کر صرف ہونا چاہئے۔ وہ تخریبی کاموں پر صرف ہو جاتی ہے اور ان کی بڑی سے بڑی کوششیں فروعی اختلافات کی نذر ہو جاتی ہیں۔

تحریک پاکستان اور تکفیر نوازی

یکم مارچ کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جو اجلاس تحریک پاکستان کے ضمن میں ہوا ہے اس میں **صدر استقبالیہ** کی طرف سے جو خطبہ پڑھا گیا۔ وہ اسی اختلاف اور تکفیر کا مرقعہ ہے دعاوی میں تو زمین و آسمان کے قلابے ملے ہوئے ہیں لیکن ذہنیت وہی تکفیر نوازی کی ہے۔ چنانچہ صدر استقبالیہ کا مندرجہ ذیل بیان اسی ذہنیت کا آئینہ دار ہے:

"انگریز کی سب سے بڑی خواہش یہی تو ہے کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیگانہ ہو جائے۔ اس لئے اس کی سیاست نے اس مردم خیز خطہ میں "ظلی نبوت" کا انتظام کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کی ضرورت باقی نہ رہے اور عالمگیر اخوت اسلامی کا احساس فنا ہو جائے"

یہ اقتباس **ڈاکٹر سر اقبال مرحوم** کے ہی بیان کی صدائے بازگشت ہے جس میں انہوں نے جماعت قادیان کو کافر قرار دیتے ہوئے تحریک احمدیت پر بھی ہاتھ صاف کیا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ **جماعت قادیان** نے مسئلہ نبوت میں غلو کیا ہے۔ لیکن کسی تحریک کے صرف ایک گروہ کے غلو کو اساس قرار دیکر ساری تحریک کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنا کہاں کا انصاف ہے

تحریک احمدیت پر ظلم

جبکہ مسلمانوں کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ تحریک احمدیت کے اندر ہی مسئلہ نبوت اور مسئلہ تکفیر پر شدید اختلاف موجود ہے اور اس اختلاف پر **جماعت احمدیہ لاہور** اور اس کے بلند مرتبت قائد نے جس اخلاقی جرأت کا ثبوت دیا۔ اس پر ایک بہت بڑے مسلمان لیڈر کی شہادت موجود ہے۔ جسے ہم اس مقالہ کے سیاق میں نقل کر آئے ہیں۔ اب ان حقائق کے ہوتے ہوئے تحریک احمدیت کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانا کتنا ظلم ہے اور حیرت یہ ہے کہ جماعت قادیان بھی ختم نبوت کی قائل ہے اور باقی مسائل میں تاویل کرتی ہے۔ اور مسئلہ تکفیر میں بھی اپنے سابقہ مسلک سے بہت پیچھے ہٹ چکی ہے اور تعجب نہیں کہ جلد ہی وہ تکفیر کو بالکل ترک کر دے جس کا اثر یقیناً اس کے عقیدہ نبوت پر پڑیگا۔ لیکن کتنی بدقسمت ہے وہ قوم جو اپنے متحدہ مفاد کو ان اختلافات کی بھینٹ چڑھا رہی ہے۔ سوال گھر کے جھگڑوں کا نہیں۔ سوال حقوق کے تحفظ کا ہے اور ملت اسلامیہ کے **مستقبل** کا ہے۔ ان مسلمان بزرگوں کا جن کے دل میں اسلام اور ملت کے لئے حقیقی درد موجود ہے۔ مسلمانوں کو اس تخریب سے بچانا چاہئے اور مسلمانوں کو تلقین کرنا چاہئے کہ وہ اور نہیں تو کم از کم اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے ہی کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر اکٹھے ہو جائیں۔ کیونکہ آج اسی میں ان کی عافیت ہے ورنہ صرف تباہی اور تباہی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں مسلمانوں کے ایک طرف دشمن کی سازشوں کا مہیب دیو ہے اور دوسری طرف اندرونی اختلافات کا عمیق سمندر ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے نازک حالات میں انہیں بصیرت دے اور وہ اپنی حالت کا صحیح اندازہ کر سکیں۔ اور ان آفات سے بچ سکیں جو انہیں آگے اور پیچھے گھیرے ہوئے ہیں۔

صدا الصحرا

غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار فتوے جماعت قادیان کے سامنے پیش کئے گئے اور بار بار توجہ دلائی گئی کہ خدا کیلئے کچھ تو اس کا جواب دو! لیکن کوئی جواب نہیں۔ کوئی خاموشی سی خاموشی ہے۔ یوں معلوم دیتا ہے کہ جماعت قادیان کسی صحرا میں آباد تھی اور اب کچھ عرصہ سے اس صحرا سے ہجرت کر گئی ہے۔ اور ہماری آواز **صدا بصحرا** ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی ہو تو اس کا جواب دے۔ قادیانی بزرگو! دوستو! احمدی بھائیو! کچھ تو جواب دو۔ کوئی معمولی بات ہوتی تو ہم اصرار نہ کرتے۔ لیکن جنازہ کا مسئلہ ایسا ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔ مگر آپ لوگ ہیں کہ اس کا کوئی جواب نہیں دیتے یا تو آپ اخلاقی جرأت سے کام لیں اور اعلان کریں کہ ہمارا مسلک جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کے خلاف ہے۔ اور یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی تحریر پیش کریں جو آپ کے موجودہ مسلک کی مؤید ہو۔ آخر جواب تو آپ کو دینا ہی پڑے گا۔ اور ہم آپ کو ہر ممکن طریق سے مجبور کرینگے کہ آپ اس کا جواب دیں۔ یوں خاموشی سے کام نہیں چلیگا۔ قبل اس کے کہ ہم وسیع پیمانہ پر کوئی اپیل کریں۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے استفسار کا جواب دیا جائے۔

جماعتہائے احمدیہ کے جلسے

جماعتہائے احمدیہ کے جلسوں کا پروگرام موجودہ پیغام کے صفحہ ۲ پر درج ہے۔ پبلک جلسے تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور امسال کے پروگرام میں تبلیغ ایک نہایت اہم جزو ہے۔ امید ہے۔ ہماری بیرونی جماعتیں ان جلسوں سے پورا پورا تبلیغی افادہ کریں گی اور ایسا اہتمام کریں گی جس سے زیادہ سے زیادہ لوگ ان جلسوں میں شریک ہو سکیں۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں اور لوگ امام عصر کو پہچانیں اور جماعت احمدیہ میں شامل ہوں اور انہیں بھی اعلائے کلمۃ الحق کی توفیق ملے۔ سو ان جلسوں کو ہر لحاظ اور ہر طریق سے کامیاب بنایا جائے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو درد کمر سے آرام ہے کمزوری ہے۔ تمام احباب سلسلہ درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو صحت کامل عطا فرمائے۔

—— مورخہ ۹؍مارچ ۱۹۴۱ء کو جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب جنرل سیکرٹری انجمن نے اپنے پوتے مبارک اسلم کے جسکی ولادت کی خبر پیغام صلح مورخہ ۱۲؍فروری ۱۹۴۱ء میں درج ہو چکی ہے عقیقہ کی تقریب پر مسلم ٹاؤن میں دوپہر کے کھانا کی دعوت دی جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کے دیگر بزرگ اور غیر از جماعت اصحاب بھی مدعو تھے۔ اس کے علاوہ جناب میاں صاحب نے اس خوشی کے موقع پر پانچ روپیہ بطور عطیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے۔ آمین۔

سپاس تعزیت

پیغام صلح مورخہ ۲۶؍فروری ۱۹۴۱ء میں جناب حافظ برکت علی صاحب کی وفات کی خبر درج ہو چکی ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے پسران چودھری عبد المجید صاحب مینجر ار اضیات اوکاڑہ انجمن اور اخویم چودھری عبد الحمید صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جو تعزیت کے لئے تشریف لائے یا جنہوں نے ہمدردی کے پیغامات بھیجے۔ ان جملہ حضرات کا شکریہ فرداً فرداً ادا ہونا مشکل ہے۔ اس لئے اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سپاس تعزیت پیش کرتے ہیں۔

—— محمد جمیل صاحب کارکن انجمن بیمار ہیں۔ ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔ آمین

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مکفر مولویوں سے خطاب

یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کرسکتا جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کریم کو پنجہ مارنا حکم ہے۔ ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔۔۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔۔۔۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں ۔۔۔۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔۔۔ ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کرکے دیکھا۔

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

جماعتہائے احمدیہ کے جلسوں کا پروگرام

ذیل میں مختلف جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کا پروگرام درج کیا جاتا ہے ان جلسوں میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب شامل ہوں گے جس مقام پر جو صاحب مندرجہ بالا حضرات میں سے تشریف لیجائیں گے اس کی الگ اطلاع وہاں کی جماعت کو بذریعہ خطوط دی جا چکی ہے۔ تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ ان جلسوں کو پوری طرح کامیاب بنانے کی سعی فرمادیں اور انہیں بیش از بیش تبلیغی فوائد کا ذریعہ بنائیں۔ (اسسٹنٹ سیکرٹری تبلیغ)

سیالکوٹ	۱۲-۱۳؍مارچ	بدھ و جمعرات	دہلی	۱۱-۱۲-۱۳؍اپریل	جمعہ، ہفتہ، اتوار
جموں	۱۴-۱۵-۱۶؍مارچ	جمعہ، ہفتہ، اتوار	لدھیانہ	۱۴؍اپریل	سوموار
وزیرآباد	۱۸؍مارچ	منگوار	جالندھر	۱۶؍اپریل	بدھوار
گوجرانوالہ	۲۰؍مارچ	جمعرات	جالندھر سے واپسی لاہور		
گجرات	۲۱؍مارچ	جمعہ	امرتسر	۱۹-۲۰؍اپریل	ہفتہ، اتوار
جہلم	۲۲-۲۳؍مارچ	ہفتہ، اتوار	پشاور	۲۵-۲۶-۲۷؍اپریل	جمعہ، ہفتہ، اتوار
جہلم سے واپسی لاہور			سفید ڈھیری	۲۹-۳۰؍اپریل	منگل، بدھ
لائل پور	۲۸-۲۹-۳۰؍مارچ	جمعہ، ہفتہ، اتوار	نوشہرہ یا واہ فیکٹری (جہاں جلسہ کا انتظام ہو سکے)	یکم مئی	جمعرات
جھنگ مگھیانہ	۴-۵-۶؍اپریل	″ ″ ″	راولپنڈی	۲-۳-۴؍مئی	جمعہ، ہفتہ، اتوار

پبلک لیکچر

"اسلام بین الاقوامی ہے"

مورخہ ۱۵؍مارچ ۱۹۴۱ء کو ۷ بجے شام وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں زیر صدارت جناب شیخ سر عبدالقادر صاحب حضرت مولانا صدرالدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان و جرمنی "اسلام بین الاقوامی ہے" کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔ تمام ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تشریف لا کر رونق کو بڑھائیں اور خصوصاً احمدی دوست جن کی سکونت لاہور میں ہے وہ ضرور اس مذکورہ لیکچر کو سننے کے لئے تشریف لائیں۔ اور اپنے ساتھ غیر از جماعت اصحاب کو بھی لائیں۔

المشتہر

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ۔ ایم ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

آرگنائزنگ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کو کامیاب بنانیکی پوری کوشش کی جائے

سلسلہ کے اختلافی مسائل کے متعلق چند سوالات و جوابات

کیا قادیانی جماعت کے نزدیک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

(۱)

ہمارے ایک دوست اے کریم صاحب رامپورہ (امذور) نے سلسلہ کے اختلافی مسائل کے متعلق جناب میاں محمود احمد صاحب کی خدمت میں چند سوالات لکھ کر بھیجے تھے جن کے جوابات قادیان سے انہیں موصول ہوئے ہیں۔ ان جوابات کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے قادیانی دوست حقائق کو کس طرح توڑ مروڑ کر بیان کرتے اور اپنے معتقدات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے واقعات کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ جو کسی حق پسند انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ بطور مثال اصل سوالات کے جواب دینے سے پہلے جو تمہید لکھی ہے اس میں فرماتے ہیں:۔

"آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ ہمارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور جناب ناظر صاحب دعوۃ تبلیغ کے پاس دلائل نہیں۔ دلائل اگر ہیں تو جناب کے امیر مولانا محمد علی کے پاس ہیں۔ آپ کے اس نظریہ کی غلطی کی سب سے بڑی دلیل تو ہمارے پاس یہ ہے کہ جس وقت حضرت امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ نے مسند خلافت عطا فرمائی تھی، اس وقت بقول مولوی محمد علی صاحب جماعت کی اکثریت ان کے ساتھ تھی۔ لیکن آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے ۹۸ فیصدی احباب حضرت امیر المومنین کی بیعت میں ہیں۔ صرف دو فیصدی آپ کے امیر صاحب کے ساتھ ہیں۔"

یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اس کیلئے "الفضل" کے اپنے بیانات عین اختلاف کے وقت کے ملاحظہ ہوں:۔

"قادیان میں سوائے تین کے سب آپ کی خلافت پر متفق ہیں۔"
(الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۱۴ء)

"یقینی طور پر کل انجمنیں بیعت میں داخل ہو چکی ہیں۔ لشیا دسادر گوجرانوالہ کے دو چار آدمی رُکے ہوئے ہیں۔" (الفضل ۱۴ اپریل ۱۹۱۴ء)

"ہم کئی بار بتا چکے ہیں کہ ۹۸ فیصدی بیعت کر چکے ہیں۔"
(الفضل ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء)

"صرف بیس پچیس قائمقام لاہور میں ۳ مئی کو جمع ہوئے۔ اور ۵۹ ممبر ہو سکے۔" (الفضل ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء)

"لاہور میں صرف ۳۵ غیر مبائع رہ گئے ہیں۔"
(الفضل ۱۸ مئی ۱۹۱۴ء)

۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بنے ہوئے صرف سات دن ہوئے تھے یہ کہا جاتا ہے کہ ۹۸ فیصدی بیعت کر چکے ہیں۔ اور آج پھر لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر یہ کہا جاتا ہے کہ جب لاہور میں انجمن بنی تو قادیان کی جماعت میں صرف دو فیصدی آدمی تھے۔ اور لاہور میں ۹۸ فیصدی۔ ایک مذہبی جماعت کی طرف سے اس قسم کے بیانات حد درجہ افسوسناک ہیں۔

کیا کلمہ منسوخ ہے؟

جناب اے کریم نے خلیفہ صاحب سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا قادیانیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ منسوخ ہے۔ کیا اس کے اقرار سے کوئی کافر مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا حضرت مسیح موعود نے اس کلمہ کو منسوخ کر دیا ہے؟ کیا میاں صاحب نے کوئی اپنا کلمہ ایجاد کیا ہے جس طرح سے سن بخش قائم کیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ:۔

"اُن کا (یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب کا) اپنا اقرار ہے کہ جو شخص مسلمان کہلا کر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کافر کہتا ہے وہ باوجود کلمہ پڑھنے کے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو کافر کہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کیلئے کلمہ محمد رسول اللہ صلعم کا منسوخ ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ اس کی اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ جیسے ایک مسلمان کو کافر قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔"

کلمہ سے کافر مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس جواب میں بھی اسی مغالطہ اندازی سے کام لیا گیا ہے۔ جو قادیانی جماعت کا شعار بن چکا ہے۔ ہم لوگ کسی مکفر کو کن معنوں میں کافر قرار دیتے ہیں۔ آیا اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں یا تکفیر کی سزا کے طور پر اس پر اسی کا دیا ہوا فتویٰ لوٹاتے ہیں۔ مسلمان کی تکفیر مسلمان کرتے چلے آئے ہیں گو ہم اس کو غلط سمجھتے ہیں۔ مگر یہاں سوال ہی بالکل الگ ہے۔ ہمارا سوال تو سیدھا ہے کہ کیا قادیانی جماعت کے نزدیک آج کوئی غیر مسلم روئے زمین پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قادیانی جماعت گریز کر رہی ہے۔ صاف بات کہیں کہ کوئی کافر کلمہ کے اقرار سے اور حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لائے بغیر مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو ہمارا کوئی اعتراض نہیں۔ اگر نہیں ہو سکتا جیسا کہ قادیانی جماعت کا مذہب ہے تو معلوم ہوا کہ قادیانی جماعت کے نزدیک کلمہ منسوخ ہے کیونکہ آج تک اس کلمہ کے اقرار سے لوگ مسلمان ہوتے رہے لیکن آج نہیں ہوتے۔ زبان سے وہ نہ کہیں لیکن عملاً وہ کلمہ کو منسوخ کر چکے ہیں جس کا اقرار کسی کو مسلمان نہیں بنا سکتا۔ وہ منسوخ نہیں تو اور کیا ہے؟

بے تعلق جواب

اس سوال کا صاف جواب چونکہ قادیانی جماعت کو موت نظر آتا ہے اس لئے جواب دینے کی بجائے ادھر اُدھر کی باتوں میں پناہ تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

"ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم الشان نبی تھے۔ آپ کا منکر بھی اسی طرح کافر ہوگا جس طرح مسیح ناصری کا اور باقی انبیاء کا۔ ہاں یہ فرق ضرور ہوگا کہ ان انبیاء کا منکر براہ راست کافر ہوتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ نبوت کا مقام براہ راست حاصل نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے واسطہ سے حاصل کیا ہے۔ اس لئے آپ کا منکر بالواسطہ کافر ہوگا۔ ہاں کافر کہلانے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔"

یہ بحث ہم بعد میں کریں گے کہ بالواسطہ اور بلاواسطہ کفر کے قائل خود حضرت مسیح موعود تھے یا یہ ایجاد بندہ کا مصداق ہے۔ اس وقت ہمارا سوال یہ نہیں کہ مسیح موعود کا منکر کیا ہے۔ اس کا جواب خود حضرت مسیح موعود دے چکے ہیں اور ہم اس پر قائم ہیں:۔

"میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص [illegible]
(تریاق القلوب [illegible])

مگر ہمارا سوال قادیانی جماعت سے صرف اس قدر ہے کہ [illegible] مسلمان ہو جاتا ہے یا نہیں۔ پہلے اپنا مذہب تو بیان کیجئے [illegible] اگر نہیں ہوتا تو کلمہ منسوخ ہوا یا نہ۔ ہاں اگر آپ یہ اقرار کریں [illegible] بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ جس طرح تیرہ سو سال سے [illegible] پھر ہم یہ بحث کریں گے کہ پہلے ہمارے سوال کا جواب دیں۔

حضرت مسیح موعود کا ایک فقرہ

غیر احمدی مسلمانوں کے کفر کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود [illegible] مشہور فقرہ بھی پیش کیا گیا ہے جو آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم [illegible]

"ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے [illegible] کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔"

ہمارا سوال پھر وہی ہے کہ اس سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں [illegible] پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے یا نہ۔ ایسے ملک کا کافر جہاں [illegible] مسیح موعود کی دعوت بھی نہیں پہنچی۔ حیرت ہے کہ قادیانی [illegible] سوال کا صاف جواب دینے سے کیوں گریز کرتے ہیں [illegible] نہیں ہوتا اور جب آپ یہ کہیں گے تو پھر یہ بھی آپ کو کہنا ہے [illegible] کہ کلمہ منسوخ ہے۔

"مسلمان نہیں ہے" کا حل

باقی رہے حضرت صاحب کے الفاظ کہ "مسلمان نہیں ہے" [illegible] آپ کے ان الفاظ سے حل کرو:۔

"جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری [illegible] میں سے نہیں ہے . . . . . . جو شخص اپنی [illegible] اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ [illegible] نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے [illegible] ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے [illegible] میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"
(کشتی نوح [illegible])

فرمایئے کیا ان فقرات میں "میری جماعت میں سے نہیں ہے" [illegible] کہ وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ کامل [illegible] اگر اول الذکر مطلب لیا جائے۔ تو ماننا پڑیگا کہ تمام وہ احمدی [illegible] ہیں۔ ماں باپ کی عزت اور خدمت نہیں کرتے۔ بیوی اور [illegible] نرمی اور احسان کا سلوک نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ ہمسایہ [illegible] نہیں کرتے۔ وہ سب جماعت احمدیہ سے خارج ہیں اور جب [illegible] خارج ہیں تو اسلام سے بھی خارج ہوئے۔ گویا حضرت مسیح موعود [illegible] کر بھی یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے۔ پہلے کلمہ کو منسوخ کیا۔ اب [illegible] نبوت بھی منسوخ ہو گئی۔ اب خلافت کو لیکر خوشیاں منا [illegible]

"مسلمان نہیں ہے" کا مطلب خود مسیح موعود [illegible]

"مسلمان نہیں ہے" کا مطلب حضرت مسیح موعود نے خود بھی [illegible] افسوس ہے کہ ہمارے قادیانی دوست ایک ہی فقرہ کو دہراتے چلے [illegible] حضرت مسیح موعود کے دوسرے بیانات کو جن میں صراحت کے ساتھ [illegible] اپنے مطلب کو واضح کیا ہے ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ کیا تحفۃ الندوہ کی [illegible] کی تصنیف ہے) حسب ذیل عبارت قادیانی اصحاب کی نظر [illegible]

"ہر مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہو اور مسیح موعود [illegible] واجب ہو اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو [illegible] مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ مجھے مسیح موعود [illegible] وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمان پر [illegible]"
(تحفۃ الندوہ [illegible])

اب فرمایئے ان فقرات سے کیا ثابت ہوتا ہے [illegible] کیا مراد لیتے ہیں؟ کیا اس صراحت کے بعد بھی یہ کہنا جائز ہے۔ کہ آپ نے اپنے تمام نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے؟ (باقی آئندہ)

موجودہ جنگ اور ہمارے فرائض

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام از کلکتہ)

ہماری جماعت کا واحد مقصد تبلیغ و اشاعت اسلام ہے خدا کا فضل ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمارے بزرگوں نے پیہم قربانیاں کی ہیں جس کا نتیجہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نصف صدی پیشتر اسلام یورپین اقوام کے نزدیک انسانی ترقی کے راستہ میں ایک روک خیال کیا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک اسلام تلوار کا مذہب تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے متعلق ناپاک نظریے قائم تھے۔ لیکن آج انہی مفکرین کا نقطہ نظر تبدیل ہو چکا ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بدوں اسلامی اصولوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کے دنیا کی مشکلات خواہ وہ کسی نوعیت کی ہوں دور نہیں ہو سکتیں۔ ہاں یورپ کے رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے وہ اس نتیجہ پر بھی پہنچے ہیں کہ ایک سو سال کے بعد یورپ کا غالب مذہب اسلام ہوگا۔ اس تبدیلی کو پیدا کرنے والی مامور زمانہ کی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت دنیا میں موجود نہیں۔ اس جماعت کے بزرگوں نے عین یورپ کے وسط میں اللہ تعالیٰ کا گھر بنایا اور کفر و الحاد کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں اپنے اوپر ہر قسم کی مصائب کو برداشت کرتے ہوئے صدائے اللہ اکبر کو بلند کیا۔ کوئی شخص ان واقعات سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہی باتوں پر خوش ہو جائیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ کیا اور وہ کیا بلکہ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہمارے قدم بھی اسی شاہراہ عمل کی طرف ہی اُٹھ رہے ہیں جس کی طرف ہمارے بزرگ اپنے عمل سے چلانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ان تو ہمارے فرائض میں اس سے کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ جوں جوں زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ ہمارے فرائض بڑھ رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے اس کام کو شروع کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ وہ ایک ایک دو دو کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں۔ اور ان کے کام کا بوجھ ہمارے کندھوں پر آ رہا ہے۔ اگر ہم اس بوجھ کے پڑنے سے پیشتر اپنے کندھوں میں طاقت پیدا نہیں کرتے۔ تو جس وقت وہ بوجھ پڑے گا۔ اس وقت ہم اس کے اٹھانے کے نااہل ثابت ہوں گے۔ پس ضرورت ہے کہ ہر وقت اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس ہو۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یہی ایک خیال دامنگیر ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان کام کے کرنے کی توفیق دے۔

اسلامی تاریخ کے جاننے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ اسلام کی ترقی حالت امن سے وابستہ ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے نویں سال تک کئی ایک جنگیں کفار اور مشرکین سے کرنی پڑیں۔ مگر لیکن اس سال کے آخر اور دسویں سال ہجرت میں جنگوں کا سلسلہ قریباً بالکل بند ہو جاتا ہے اور اسلام کے اندر گروہ در گروہ لوگ داخل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو سال کے قلیل عرصہ میں سوائے چند ایک یہود اور نصاریٰ کے ملک عرب میں دین واحد یعنی دین اسلام ہو گیا اور اللہ اکبر کی آواز ہر کونہ سے گونجنے لگی۔ کیا عجیب نظارہ تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ یعنی جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور تو نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا۔ غرض جہاں ایک طرف حالت امن کی یہ کامیابی مخالفین کے اس اعتراض کا قلع قمع کرتی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ وہاں ایک اصول بھی پیش کرتی ہے کہ جنگیں اور مصائب آئندہ کامیابی کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں۔

آج دنیا پر ایک خطرناک جنگ مسلط ہے جس کی تباہ کاریاں دلوں کو لرزا دینے والی ہیں۔ آج اگر یورپ اس مصیبت سے دوچار ہو رہا ہے تو عین ممکن ہے کہ اس کا عذاب مشرقی دنیا کو بھی لپیٹ لے۔ پس قبل اس کے کہ ہم پر مصائب کی یہ گھڑیاں آئیں ہمیں اپنے فرائض کو سمجھنا اور ان کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیئے تا غفلت کی وجہ سے اس کا شکار نہ ہو جائیں۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ہمارا واحد مقصد اشاعت و تبلیغ اسلام ہے۔ اس لئے ہمارے فرائض اس مقصد وحید کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مختصراً وہ فرائض یہ ہیں۔ اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خالص فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے چند آنسو اس راہ میں بہائے جائیں۔ کیونکہ یہ وہ آتش بے پناہ ہے (جو ہر طرف دھک رہی ہے . . . . ہر سمندروں کے پانی اس کو بجھانے سے قاصر ہیں اس کو سرد کرنے کے لئے آنکھ کا پانی درکار ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے

"آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج"

دوسرے اپنے اموال کو دین اسلام کی خدمت میں لگا دو۔ کیونکہ یہ اموال یہ دنیا کی دولت ایسی چیزیں ہیں کہ جو انسان کے مرنے کے بعد کچھ کام نہیں آتیں۔ بلکہ اس دنیا میں بھی بعض انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے پاس لاکھوں کروڑوں کی جائداد ہوتی ہے لیکن وہ ان کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر یہی اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیئے جائیں تو یہی آخرت میں نعمائے جنت کی شکل میں انسان کو واپس مل جائیں گی۔ گو یہ سچ ہے کہ یہ مادی اشیاء بہت محبوب معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ ایک سراب ہے جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مالدار کی عزت نہیں۔ بلکہ اس کی عزت ہے جس کے دل میں اس کا خوف ہے اور جو متقی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ پس ہماری عزت تقویٰ سے وابستہ ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ تقویٰ کی باریک راہوں کو اختیار کیا جائے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے دیا ہے۔ اس میں سے کچھ اس کے راستہ میں، اس کے دین یعنی دین اسلام کی اشاعت کیلئے خرچ کیا جائے۔ کیونکہ جب تک دنیا ان اصولوں پر کاربند نہیں ہوتی جو دین اسلام نے پیش کئے ہیں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پس ان اصولوں کی ترویج ہمارا مقصد اعلیٰ ہے۔ موجودہ جنگ سے فائدہ اٹھانا ہمارا فرض ہے۔ تا حالت امن میں ہماری اس وقت کی کوششیں بطور ایک مضبوط بنیاد کے ثابت ہوں جس پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی عالیشان عمارتیں بلند کی جا سکیں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے بدیں الفاظ کیا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ تا ہم ایک دفعہ پھر اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

اس وقت ہمارے مدمقابل بے شمار طاقتیں ہیں۔ شیطان اپنے پورے زور سے حملہ آور ہو رہا ہے۔ کفار کی سب طاقتیں، دہریوں کی سب طاقتیں، مشرکین کی سب طاقتیں اور مخفی طاقتیں ہمارے مقابلہ پر ہیں۔ ان سب کو شکست دینا ہمارا فرض ہے۔ لیکن کیا یہ مقابلہ باتوں سے ہو جائیگا۔ نہیں بلکہ یہ ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے یعنی اس کے راہ میں مرنا۔ اس کے لئے ایک پُر استقامت مرد میدان درکار ہے۔ ایک ایسا دل درکار ہے جو شدید سے شدید مصائب میں بھی اوقات میں صابر رہے۔ ایک ایسی روح درکار ہے جس کے اندر عشق و محبت الٰہی کی آگ شعلہ زن ہو۔ پس مبارک ہو وہ انسان جو ان اوصاف حمیدہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے مامور زمانہ کی شناخت کی توفیق دی ہے۔ ہمیں اس کی پوری پوری قدر کرنی چاہیئے اور دنیا جہان پر ثابت کر دینا چاہیئے کہ مامورمن اللہ پر ایمان لانیوالے تھکتے نہیں۔ گھبراتے نہیں۔ ڈرتے نہیں۔ میدان سے نہیں بھاگتے وہ بڑے سے بڑے عدو کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ استقامت ان کا شیوہ اور محبت الٰہی ان کی غذا ہوتی ہے۔ وہ نفس کے پجاری نہیں بلکہ ان کا ہر ذرہ انوار الٰہی سے معمور ہوتا ہے ان کے اندر سے ہر وقت یہ آواز آتی ہے ؎

اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار

لیکن کیا ہی بدقسمت ہو وہ انسان جس نے ایفائے وعدہ نہ کیا۔ ایک مامور کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کیا۔ لیکن اب اس پر قائم نہیں۔ معمولی وعدوں کے پورا کرنے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ کی اس قدر تاکید موجود ہے۔ لیکن یہ تو ایسا وعدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر کیا جاتا ہے۔ اس کو پورا نہ کرنا یقیناً ناعاقبت اندیشی ہے۔ وہ لوگ جو سرے سے ہی یہ اقرار نہیں کرتے۔ ان پر اس قدر ذمہ واری نہیں جس قدر وعدہ کرنیوالوں پر ہے۔ کیونکہ وعدہ کرنے والے اگر اس کو اس طرح پورا نہ کریں جو اس کے کرنے کا حق ہے۔ تو اس کے بداثرات نہ صرف ان کی اپنی ذات تک ہی محدود رہتے ہیں۔ بلکہ قومی نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ جن کی تلافی بعض حالات میں غیر ممکن ہو جاتی ہے۔ پس ایسے افراد جن کے دلوں میں کسل اور سستی پیدا ہو گئی ہے ان کو جلد از جلد اپنے عہد کی تجدید کرنی ضروری ہے تا دوسروں کے لئے ان کا تغافل ٹھوکر کا موجب نہ ہو۔ دنیا میں وہ اقوام ہرگز بام ترقی پر نہیں پہنچ سکتیں۔ جن کے کمزوروں کی تعداد بڑھتی چلی جائے۔ بلکہ ترقی انہی کے لئے مقدر ہوا کرتی ہے۔ جن کے کمزور افراد اپنی کمزوری کا اکمل احساس پیدا کریں اور اس کے دفعیہ

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب ڈسٹرکٹ وسشن جج کوئٹہ

جناب عبدالرحمن صاحب غوری کوئٹہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ۔

ہماری جماعت کے محترم بزرگ جناب شیخ عبدالرحمان صاحب ڈسٹرکٹ وسشن جج کوئٹہ ۲۸ فروری کو یہاں سے تبدیل ہو کر پنجاب میں چلے گئے ہیں۔ صاحب موصوف عرصہ با خیال تک بلوچستان میں جوڈیشل افسر کی حیثیت سے رہے۔ ان کی موجودگی جماعت کوئٹہ میں کافی سے زیادہ دلچسپی کا موجب بنی رہی۔ نماز جمعہ و عیدین کا انتظام ان کی کوٹھی پر تھا۔ ۲۷ فروری کو وکلا صاحبان کی طرف سے جناب شیخ صاحب کو الیگزینڈرا ہوٹل میں چائے دی گئی۔ وکلا صاحبان کی طرف سے ایڈریس بھی پیش کیا گیا جو مال صداقت و واقعات صحیحہ تھا۔ جناب شیخ صاحب نے ایڈریس کا مناسب جواب دیا۔ ۲ مارچ کو کوئٹہ پبلک کی طرف سے ہر قوم و مذہب کے مختلف نمائندوں نے پر تکلف ٹی پارٹی دی۔ ایک کثیر جماعت شہر کے عمائدین، سول، ملٹری افسران کی موجود تھی۔ مسٹر سراج الدین ظفر وکیل کوئٹہ نے شیخ صاحب موصوف کے اعلیٰ اخلاق مذہبی و انصاف پسندی پر ایک نظم پڑھی۔ خان عبدالاحد خان میونسپل سیکرٹری نے اسی سلسلے میں بعد چائے ایک تقریر کی۔ ہر دو کا جواب بھی صاحب موصوف نے مناسب الفاظ میں دیا اور شکریہ ادا کیا۔ ۳ مارچ کو شیخ صاحب کو الوداع کہنے کیلئے ریلوے اسٹیشن پر ہر کہ و مہ کا ایک ہجوم تھا جس سے ان کے ہر دلعزیز ہونے کا ثبوت بہم پہنچتا تھا۔ شیخ صاحب نے سب سے آبدیدہ ہو کر الوداعی مصافحہ کیا۔ لوگ چشم پُرنم تھے۔ عجیب کیفیت تھی۔ خدا ان کو برکات سے سرفراز فرمائے اور جماعت کی تقویت کے لئے نمونہ بنائے۔

نادان کون ہے؟

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ۔ ڈی ایس پی)

جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان بھی عجیب دل و دماغ کے انسان واقعہ ہوئے ہیں۔ مسلمانان عالم کو بشمول ان کے جنکو حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی خبر بھی نہیں کافر بنایا ہی تھا۔ اور ان کے ماننے والوں کی بھی ایک جماعت کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اور کیا کیا اعزاز عطا فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک ان پر گلہ فضول ہے کیونکہ بقول حکیم الامت حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب میاں جو چلے ہیں (خط مولانا مؤرخہ ۱۳ مئی ۱۹۱۳ء) انہوں نے اپنی خلافت کی عمارت کی تکمیل کے جوش میں حضرت مسیح موعودؑ پر حملہ عصات کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ سنئے وہ اپنی مایہ ناز کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۱۵۵ پر کیا فرماتے ہیں:۔

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے"

الفاظ "نادان" و "قلت تدبر" نوٹ کر لیجئے اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی کتاب ازالہ اوہام انشا کر صفحہ ۵۶۹ ملاحظہ فرمادیں۔ جہاں آپ نے اسی آیۃ کے ماتحت یہ لکھا ہے:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ صحیحہ کی رو سے بکلی ممتنع۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی"۔

اب فرمائیے نادان کون ہے۔ بقول میاں محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ یا خود میاں محمود احمد صاحب۔ میرے نزدیک یہ بہتر ہوگا کہ بجائے ایک مامور کے ایک غیر مامور کو نادان تسلیم کر لیا جائے۔

(بقیہ صفحہ ۲)

بدظنی کرنے والے بغیر کسی قطعی ثبوت کے اتہام پر مشتمل کوئی لفظ منہ سے نکالیں تو ان کے خلاف سخت کاروائی کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔

آیات افک کا صحیح مفہوم پس ان تمام امور مندرجہ بالا کو مدنظر رکھکر اگر آیات افک پر نظر ڈالی جائے گی تو ان کی حقیقت احباب پر واضح ہو جائے گی اور ان کو پتہ لگ جائیگا کہ یہ آیات اس الزام کی تحقیق کو روکنے کے لئے نہیں جس کی بنا علم صحیح سے پیدا شدہ یقین اور عینی شاہدوں پر ہو بلکہ اس بیجا بدظنی سے روکنے کے لئے نازل کی گئی ہیں جس کے لئے کوئی معقول وجہ ہاتھ میں نہ ہو اور ان سے غرض صرف اتنی ہی ہے کہ بغیر کسی ثبوت یا علم صحیح کے اگر کوئی شخص محض بدظنی کی بنا پر کسی شخص کے خلاف قذف کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی مت کرو۔ بلکہ اس کو فوراً جھوٹا کہہ دو تا قوم میں عفت کی سپرٹ کو صدمہ نہ پہنچے۔ ورنہ ان سے یہ غرض نہیں کہ شاہدوں کو رکھتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص کسی پر الزام لگائے۔ تو اسے بھی بغیر تحقیق ہی جھوٹا کہہ دیا جائے جیسا کہ ذیل میں آیات متعلقہ کی تفسیر سے احباب پر واضح ہو جائیگا کہ جو کچھ اس خاکسار نے بیان کیا ہے ان آیات کا یہی مطلب ہے نہ کہ وہ جو ہمارے بعض دوست سمجھے بیٹھے ہیں۔

(باقی آئندہ)

برطانیہ کے جانبازوں کا ایک دستہ حبشہ میں اطالویوں کو تباہ کرنیوالے

برطانوی فوجی مقامات سے جو وقتاً فوقتاً اعلانات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے بعض اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان نے اس جنگ میں کیسے کیسے شاندار اور نازک کام انجام دیئے ہیں۔

جب گذشتہ جون میں اٹلی جنگ میں شریک ہوا۔ تو انگلستان نے خیال کیا کہ حبش میں اطالوی حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے اور شہنشاہ ہیل سلاسی کو ان کا تخت واپس دینے میں پوری مدد کی جائے۔ گذشتہ جولائی میں اس غرض سے ایک برطانوی فوجی افسر کی سرکردگی میں ایک برطانوی فوجی مشن ترتیب دیا گیا جس میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جن کو حبشی زبان پر کافی عبور حاصل تھا اور جو اس ملک میں عرصہ تک رہ چکے تھے اور اس کے لیڈروں، سرداروں سے تعلقات رکھتے تھے۔

یہ لوگ جنگلوں اور پہاڑوں میں گھس گئے۔ اپنی شخصیت کو چھپانے کی غرض سے انہوں نے اہل حبش اور عرب تاجروں کا بھیس بدل لیا۔ یہ لوگ سب کے سب اونٹوں پر سوار نامعلوم مشکلات و خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جسے انہوں نے اپنا مستقر بنا لیا۔ یہ حبش کا ایک الگ تھلگ پہاڑی مقام تھا۔ جو سرحد سے تقریباً پانچ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ مشن نے اس مقام سے اپنا کام شروع کر دیا۔ اہل حبش کے بہت سے لیڈر اور سردار جو شہنشاہ کے ہمدرد تھے۔ جمع ہونے لگے۔ ان کے آدمیوں کو جدید طریقہ پر فوجی تربیت دینا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آج ان کا لشکر موجودہ زمانے کے تربیت یافتہ اور مسلح لشکروں میں شمار ہو سکتا ہے۔ طرح طرح کے اسلحہ اور ذخیروں سے لدے ہوئے قافلے ملک کے اندر اطالویوں کی آنکھوں کے سامنے پر اسرار طریقہ پر پہنچنے لگے اور اہل حبش کو اسلحہ تقسیم کرنے لگے۔

جب اطالویوں کو برطانی مشن اور اہل حبش کی اس جدید لشکر کی موجودگی کا علم ہوا۔ تو انہوں نے مہماتی فوجیں بھیجیں۔ اور بہت سے ہوائی حملے کئے۔ مگر انہیں اس خفیہ فوجی مرکز کا پتہ لگانے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اور کہیں کہیں نقصان اٹھا کر الٹے پاؤں واپس ہونا پڑا۔

حبشہ میں شہنشاہ حبشہ کو اور برطانوی فوج کو جو شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ اس مشن کی کوششوں کا نتیجہ ہے حبش میں اطالویوں کی حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ (داراب)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

معرفت کے دروازے صرف خدا کے کھولنے سے کھلتے ہیں!

نہ ہمارے خود تراشیدہ خیالات خدا کے پُر زور اور پُر جلال اور پُر رعب حکم کی طرح جذبات نفسانی پر غالب آ سکتے ہیں اور نہ ہمارے طبعزاد تصورات اور خشک تخیلات اور بے اصل توہمات ہم کو وہ سرور اور خوشی اور تسلی اور تشفی پہنچا سکتے ہیں کہ جو محبوب حقیقی کا دلاویز کلام پہنچاتا ہے تو پھر کیا ہم صرف ایک اکیلی عقل کے پیرو ہو کر ان تمام نقصانوں اور زیانوں اور بدبختیوں اور بدنصیبیوں کو اپنے لئے قبول کر لیں اور ہزار ہا بلاؤں کا اپنے نفس پر دروازہ کھول دیں۔ عاقل انسان کسی طرح اس مہمل بات کو باور نہیں کر سکتا کہ جس نے کامل معرفت کی پیاس لگا دی ہے اس نے پوری معرفت کا لبالب پیالہ دینے سے دریغ کیا ہے اور جس نے آپ ہی دلوں کو اپنی طرف کھینچا ہے اس نے حقیقی عرفان کے دروازے بند کر رکھے ہیں اور خداشناسی کے تمام مراتب کو صرف فرضی ضرورت پر خیال دوڑانے میں محدود کر دیا ہے کیا خدا نے انسان کو ایسا ہی بدبخت اور بدنصیب پیدا کیا ہے کہ جس کامل تسلی کو خداشناسی کی راہ میں اس کی روح چاہتی ہے اور دل تڑپتا ہے اور جس کے حصول کا جوش اس کی جان و جگر میں بھرا ہوا ہے، اس کے حصول سے اسے دنیا میں بکلی یاس اور ناامیدی ہے کیا تم ہزار ہا لوگوں میں سے کوئی بھی ایسی روح نہیں کہ اس بات کو سمجھے کہ جو معرفت کے دروازے صرف خدا کے کھولنے سے کھلتے ہیں وہ انسانی قوتوں سے کھل نہیں سکتے

براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۵۰

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے

اس سال جماعت احمدیہ لاہور کے پیش نظر ایک عظیم الشان تبلیغی پروگرام ہے جس کے متعلق متعدد دفعہ اخبار پیغام صلح میں لکھا جا چکا ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات بھی پیش کئے گئے ہیں بعض حلقوں میں اس ضمن میں کام بھی ہوا ہے لیکن ابھی محنت شاقہ کی ضرورت ہے۔ گذشتہ شیوع میں جماعتہائے احمدیہ کے جلسوں کا پروگرام شائع ہوا ہے، مختلف مقامات پر یہ جلسے منعقد ہوں گے - اور مئی ۱۹۴۱ء تک یہ مذکورہ جلسے ہوتے رہیں گے ان جلسوں سے ہمارے تبلیغی پروگرام کو مدد مل سکتی ہے اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں اجتماع اور جلسہ تبلیغ کا ایک زبردست ذریعہ ہے ہماری بیرونی جماعتیں جن کے قلوب میں تبلیغ اور اشاعت کیلئے بے پناہ جذبات ہیں انہیں ان جلسوں کو ہر لحاظ سے بارونق اور کامیاب بنانے کی کوشش کرنا چاہیئے اور جلسوں کے پروگراموں کے لئے ایسے موضوع انتخاب کرنا چاہئیں جن سے احمدیت کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دُور ہوں اور احمدیت اور حضرت بانی سلسلہ کے عظیم الشان مقام کی وضاحت ہو سکے اور لوگ فوج در فوج اس آلہی سلسلہ میں داخل ہوں ہمیں ان تبلیغی موقعوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہیئے، امید ہے ان جلسوں کی تبلیغی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ہماری جماعتیں اپنی پوری توجہ انہیں کامیاب بنانے میں صرف کریں گی۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء کو نماز جمعہ حضرت ممدوح نے ہی پڑھائی اور نہایت بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں جماعت کو اس سال کے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی تلقین کی انشاء اللہ یہ خطبہ جمعہ جلد کسی آئندہ اشاعت میں درج کیا جائے گا۔

— جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کا پروگرام شروع ہو چکا ہے مورخہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ کو جموں میں جلسہ ہوا ہے جس میں شرکت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولینا صدر الدین صاحب، مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تشریف لے گئے۔

— جناب حاجی محمد رمضان صاحب پنشنر پشاور سے اطلاع دیتے ہیں کہ انکے فرزند جناب کپتان ایم رحمٰن آئی ایم ایس کے ہاں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے لڑکا پیدا ہوا ہے حاجی صاحب موصوف اس خوشی میں انجمن کو مبلغ پانچ روپے بطور عطیہ عنایت فرماتے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک و صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین :

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے اس سال کے تبلیغی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا زبردست ذریعہ ہیں

سلسلہ کے اختلافی مسائل کے متعلق چند سوالات کے جوابات

کیا قادیانی جماعت کے نزدیک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور واضح ارشاد

اور لیجئے ۱۹۰۸ء میں اپنی وفات سے چند روز پیشتر ایک سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:-

"دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرکے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ، عبادت کو بجا نہ لاوے اور ان اعمال کو جو تزکیہ نفس، ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا۔ اسی طرح جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ بھی حقیقت اسلام اور غایت نبوت اور غرض رسالت سے بےخبر محض ہے۔ اور اس بات کا حقدار نہیں کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں۔"

(تقریر حجۃ اللہ مندرجہ الحکم ۶ مئی ۱۹۰۸ء)

کیا ان کھلی تشریحات کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ "مسلمان نہیں ہے" کے الفاظ کا موجد ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ نے لکھے یہ مطلب ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ بالخصوص جبکہ آپ اپنا مذہب یہ بیان کر چکے ہیں کہ:-

"ابتدا سے میرا یہ مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

مسیح موعودؑ کے فتاویٰ کی عزت قادیانی جماعت کی نظروں میں

نہ صرف یہی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے چار ایسے فتوے موجود ہیں جن میں آپ نے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے کیا انہیں کافر سمجھتے ہوئے آپ ایسی اجازت دے سکتے تھے؟ اس کے جواب کے لئے کیوں قادیانی جماعت کی زبانیں نہیں کھلتیں۔ کیوں کسی کا قلم جنبش میں نہیں آتا؟ کیوں کسی کی ایمانی غیرت جوش نہیں مارتی؟ کیوں اس ذلت کو برداشت کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے فتووں کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ انہیں بلا رہے ہیں اور وہ پیٹھ پھیر کر دوسری طرف جا رہے ہیں۔ کاش کچھ خدا کا خوف ہوتا تو اس قدر جرأت نہ کرتے۔ ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کو نبی بنانا اور دوسری طرف ان کے ارشادات کو پاؤں تلے روندنا یہ اسی غیر منصف قوم کا شیوہ ہے۔ جو آج آپ کے کھلے مسلک کے خلاف تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتی، ان کے جنازے نہ جائز ٹھہراتی اور ان سے ہندوؤں اور عیسائیوں کا سا سلوک روا رکھتی ہے۔

ایک الزامی جواب اور مسیح موعود کا مذہب

ایک اور عبارت بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے نہ ماننے والے کافر ہیں یا نہیں؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ جا کر مولویوں سے پوچھو کہ ان کے نزدیک جو مسیح اور مہدی آنے والا ہے اس کو جو نہ مانیگا اس کا کیا حال ہے۔ پس میں وہی مسیح اور مہدی ہوں جو آنے والا تھا۔"

معلوم ہوتا ہے حوالہ غلط دیا گیا ہے کیونکہ "بدر" ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء میں یہ عبارت موجود نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف ذیل کے الفاظ جو میاں سر فضل حسین مرحوم سے گفتگو کے دوران میں فرمائے۔ چھپے ہوئے موجود ہیں:-

"جو ہمیں کافر نہیں کہتا۔ ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔"

پھر کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ تمام نہ ماننے والوں کو خارج از اسلام سمجھتے تھے۔ مولویوں سے جا کر پوچھنے کی بات الزامی جواب کا رنگ رکھتی ہے۔ جیسا کہ اسی ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کے بدر میں صفحہ ۳ پر لکھا ہے:-

"فرمایا جواب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تحقیقی دوسرے الزامی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بعض جگہ الزامی جوابوں سے کام لیا ہے۔ اس میں معترض کو اپنے مذہب کی کمزوری معلوم ہوتی ہے۔"

پس ایسے جواب کو جو الزامی رنگ رکھتا ہو اس بات کے ثبوت میں پیش کرنا کہ آپ کا یہ مذہب تھا کہ آپ کے تمام نہ ماننے والے کافر ہیں۔ خطرناک غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ آپ کا اصل مذہب وہی ہے جو ہم اوپر کھول کر بیان کر چکے ہیں کہ:-

"میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

قادیانی جماعت کی مذبوحی حرکات

قادیانی جوابات میں ایک اور بات یہ لکھی ہے کہ:-

"لاہوری فریق اور قادیانی جماعت دونوں کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکروں کا وہی حکم ہے۔ جو حضرت مسیح ناصری کے منکرین کا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں:-

The Ahmadyya movement stands in the same relation to Islam in which christiamty stood to judaism.

(ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۶ء)

کس قدر خطرناک غلط بیانی ہے۔ لاہوری جماعت نے کب ایسا عقیدہ شائع کیا ہو کہ مسیح موعود کے منکروں کا وہی حکم ہو جو مسیح ناصری کے منکرین کا ہے۔ ریویو آف ریلیجنز کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اول تو وہ جماعت لاہور کی طرف سے نہیں اور دوسرے اس کا وہ مطلب بھی نہیں جو بیان کیا گیا ہے۔ اس عبارت کا مطلب صاف ہے:-

"تحریک احمدیت اسلام سے وہی تعلق رکھتی ہے جو عیسائیت کا تعلق یہودیت سے تھا۔"

کیا اس میں مسیح موعودؑ یا مسیح ناصری کے منکروں کا کوئی ذکر ہے اشارتاً بھی تو ایسا مطلب اس سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صرف اسی قدر بتانا مقصود ہے کہ جس طرح مسیحیت یہودیت کی ایک شاخ تھی۔ اور اس میں سے نکلی تھی۔ ویسے ہی تحریک احمدیت بھی اسلام کا ایک حصہ ہے یہ مماثلت صرف ایک پہلو کے لحاظ سے بیان کی گئی ہے۔ نہ کہ من کل الوجوہ۔ ایسی باتوں کو جن کا اصل مبحث سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس بات کے ثبوت میں پیش کرنا کہ جماعت لاہور بھی غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر سمجھتی ہے۔ مذبوحی حرکات کا مرتکب ہونا ہے

ہمارے اصولی سوال کا جواب دو

ہم نے ایک حد تک غیر متعلق باتوں کا جواب بھی دیدیا ہے تاکہ قادیانی حضرات کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ ہم ان کے اعتراضات کا جواب نہیں دیتے۔ لیکن قادیانی جماعت ہمارے اصولی سوال کا جواب بھی نہیں دیتی۔

"کیا آج روئے زمین پر کوئی کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے یا نہیں؟"

اس کا جواب تو سیدھا ہے یا کہو کہ ہو جاتا ہے۔ یا کہو نہیں ہوتا۔ مگر آپ دونوں باتوں میں سے کوئی نہ کہیں گے۔ کیونکہ دونوں جواب دینے میں قادیانی جماعت کی موت ہے۔

"ہو جاتا ہے" کہیں تو خلیفہ کے ناراض ہو جانے کا احتمال ہے "نہیں ہوتا" کہیں تو کلمہ منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ مشکل یہ آپڑی ہے کہ خدا کی رضا کو مقدم کریں یا خلیفہ کی رضا کو۔

ایمانی جرأت مفقود ہو گئی۔ ورنہ دونوں باتوں میں سے ایک تو کہہ دیتے۔ چاہے اس کا نتیجہ کچھ ہوتا۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا پبلک لیکچر

"اسلام بین الاقوامی ہے"

مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو ۷ بجے شام وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں زیر صدارت جناب شیخ سر عبدالقادر صاحب حضرت مولانا صدر الدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان و جرمنی نے "اسلام بین الاقوامی ہے" کے عنوان پر انگریزی زبان میں ایک نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ آپ نے از روئے قرآن اور حدیث ثابت کیا کہ اسلام کسی خاص قوم کا مذہب نہیں اور نہ وہ بعض جغرافیائی حدود میں مقید ہے۔ حاضرین پر تقریر کا اثر نہایت خوشگوار رہا۔ اور بعد میں جناب شیخ سر عبدالقادر صاحب نے فاضلانہ صدارتی اشارات کے ساتھ جلسہ برخواست کیا۔

پیغام صلح

جلد ۲۹ — یوم دوشنبہ ۱۸ صفر ۱۳۶۰ ہجری — نمبر ۱۶

اروبندو گھوش اور الہام

انسانی ترقی کیلئے آسمانی نور کا نزول اشد ضروری ہے

کلکتہ کے ایک انگریزی رسالہ کا اقتباس

کلکتہ سے ایک انگریزی رسالہ شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے (Awakened India) بیدار ہندوستان۔ اس کے گذشتہ شمارہ میں ایک مضمون پروفیسر ایس۔ کے میترا کا "سری آروبندو گھوش کا فلسفہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:-

"سری آروبندو گھوش کے نزدیک فوق العادت تبدیلی انسان کے ارتقا میں ناگزیر حیثیت رکھتی ہے۔ انسان کی ترقی ختم نہیں ہوئی۔ دماغ اس کی آخری بلندی نہیں۔ لیکن اس مذکورہ فوق العادت تغیر سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسانی قلب میں اسے قبول کرنے کیلئے ایک زبردست خواہش پیدا ہو۔ اور ایسی بصیرت معرض وجود میں آئے کہ جس سے انسان اس آسمانی نور کو پہچان سکے۔ اور جب وہ نازل ہو تو اس کا انکار نہ کرے ...... وہ پردہ جو ہمیں الٰہی نور سے علیحدہ کئے ہوئے ہے۔ خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہی چاک ہوتا ہے۔ کوئی انسانی طاقت اسے چاک نہیں کر سکتی۔ انسانی سعی اگر اسے صحیح رہنمائی حاصل ہو جائے تو انسان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ اس نزول کو قبول کر سکے۔"

سری آروبندو گھوش معمولی انسان نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی بلند پایہ مذہبی شخصیت کی وجہ سے عالمگیر شہرت کے مالک ہیں۔ دیکھئے وہ اپنی بصیرت سے اس روحانی حقیقت یعنی الہام سے کس قدر قریب ہو گئے ہیں جسے اسلام پیش کرتا ہے۔

الہام اور اسلام

اسلام بھی اس عظیم الشان روحانی حقیقت اور معجزنمایانہ تجربہ کو بڑے زور سے پیش کرتا ہے۔ اور اسے قوانین فطرت میں سے ایک قانون سمجھتا ہے۔ جب یقین و ایمان کی نہریں خشک ہو جاتی ہیں۔ تو اس وقت عین قانون فطرت کے مطابق آسمان سے الہام کی بارش ہوتی ہے۔ وہ الہام جس میں قوت و جوش زندگی ہیبت اور سرور ہے۔ جس طرح بچے کی بلبلاہٹ سے ماں کی چھاتی سے دودھ چھوٹ نکلتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسان کی روحانی پیاس دیکھ کر اس کی بےچینی اور گھبراہٹ کو اور اس کی روح سوز چیخوں کو سن کر تمام نظام عالم میں ایک تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ قلب جو الہام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اس پر الہام کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان کی ترقی جاری رہ سکے۔ انسان ایک کوتاہ بین مخلوق ہے۔ اگر اسے صرف دماغ اور عقل تنہا و بےکس چھوڑ دیا جائے۔ تو اس کی سب دماغی پردازیں تمام کوششوں کے باوجود اپنے ہی نوسیات کو عبور نہ کر سکیں۔ انسان کو نعمت الہام سے سرفراز اس لئے کیا گیا ہے۔ تاکہ اسے نور ہدایت بخشا جائے۔ اس کی مادی ہستی سے ایک نئی زندگی کا ظہور ہو۔ انسان کے بطن سے ہی ایک نیا انسان پیدا ہو۔ جس کی نگاہیں ڈھلکی ہوئی سلاخوں کی طرح زمان و مکان میں گڑ جائیں اور لامحدود دنیا کا اسے شدت کے ساتھ احساس پیدا ہو۔ چنانچہ اسلام کے قریباً ڈیڑھ ہزار سالہ دور میں ہزاروں مردان کامل پیدا ہوئے جو اس نعمت سے سرفراز ہوئے۔ اور خداوند تعالیٰ نے ان کے قلوب صافی کو الہام کی روشنی سے منور کرنے کیلئے اس پردہ کو چاک کیا جو روحانی اور مادی دنیا کے درمیان حائل ہے۔ اور آج بھی ان بزرگوں کے مزاروں کو جنوبی فرانس سے لیکر راس کماری تک دیکھا جا سکتا ہے۔ اور ان کے ملفوظات سے ان کے روحانی تجربات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ خیر یہ تو دور کی بات ہے ابھی حال ہی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق ایک مرد کامل کو الہام کی دولت دی جس سے مذہب کی ان کھیتیوں میں جو مرور زمانہ اور امساک باراں کی وجہ سے خشک ہو چکی تھیں ...... سبزی ہویدا ہو کر لہلہاتی اور حد نگاہ تک سرسبز کھیتیاں لہلہانے لگیں۔

انسانی ترقی اور آسمانی نور

سو اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے اس حقیقت کو مشرق و مغرب سے منوایا ہے کہ انسانی ترقی اور نشوونما کے لئے آسمانی نور کا آنا اشد ضروری ہے۔ اور جب تک آسمان سے انسان کی ترقی کا سامان نہ ہو اس وقت تک یہ ترقی ہر لحاظ سے تشنہ ہے۔ تاریخ انسانی میں آسمانی نور اور رشد و ہدایت کی سب سے بڑی شہادت خود قرآن مجید ہے اور یہی خدا تعالیٰ کی مشیت ہے۔ جس سے وہ پردہ چاک ہوا۔ جو خالق اور مخلوق کے درمیان حائل تھا۔ لیکن مرور زمانہ سے قلوب پر ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ لوگ اس آسمانی نور سے رشتہ منقطع کر لیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ وقفوں کے بعد ایسے برگزیدہ انسانوں کو بھیجتا رہے۔ جو انسانوں کی تربیت اس طرز پر کریں کہ وہ از سر نو اپنا ایک زندہ تعلق اس آسمانی نور سے قائم کریں اور اس آسمانی رشد و ہدایت کو صدق دل سے قبول کریں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کثرت سے اولیاء اللہ اور مجددین پیدا ہوتے رہے۔ جو خالق اور مخلوق کے درمیان اس رشتہ کو استوار کرتے رہے۔ اور آج بھی ایک مرد کامل پیدا ہوا۔ جس نے اس روحانی رشتہ کو از سر نو تازہ کیا۔ اور دنیا کو آسمانی نور کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ یہ اسی کے انفاس طیبہ کا انتشار ہے۔ جو لوگ اطراف عالم میں اس

نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں کہ انسانی ترقی کا آخری زینہ دماغ اور ذہنی قوت کی بالیدگی ہی نہیں ہے۔ بلکہ انسان کے فوق العادت تغیر کے لئے آسمانی نور کی ضرورت ہے جس کے قبول کرنے کیلئے صلاحیت درکار ہے اور خالق اور مخلوق کے درمیان جو پردہ ہے۔ وہ مشیت الٰہی سے ہی چاک ہوتا ہے۔ جسے اسلامی اصطلاح میں الہام کہتے ہیں +

سر شاہ سلیمان کی وفات

یہ خبر تمام اسلامی حلقوں میں نہایت ملال سے سنی جائے گی کہ سر شاہ سلیمان جج فیڈرل کورٹ دہلی وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ ملت اسلامیہ کے ایک مایہ ناز فرزند تھے۔ الہ آباد ہائیکورٹ میں انہوں نے بطور جج اور چیف جسٹس کے جو خدمات سرانجام دیں وہ ان کی حسن قابلیت پر بہترین شاہد ہیں۔ آپ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر بھی تھے اور تحریک اشاعت اسلام کے بھی مؤید تھے۔ ان کے پہلو میں ایک گداز اور نیک دل تھا اور ان خوبیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے قلوب میں ان کی عزت تھی۔ ان کے علمی لحاظ سے آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ ریاضیات میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آئن شائن جس نے نظریہ اضافیت دنیا کے سامنے پیش کیا اسے بھی سر شاہ سلیمان مرحوم کے علمی کمال کا اعتراف تھا۔ گویا کہ آپ اپنی عظیم الشان شخصیت کی وجہ سے اپنی ملت کے لئے باعث فخر تھے۔ ایسے لوگ روز روز کہاں پیدا ہوتے ہیں جن کے وجود سے ثابت ہو کہ جس قوم کے وہ فرد ہیں۔ اس میں ابھی زندگی کی حرارت موجود ہے۔ ہمیں سر شاہ سلیمان مرحوم کی وفات پر اس قدر افسوس ہے کہ اسے معرض اظہار میں لانا مشکل ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

سر شاہ سلیمان کے سانحہ ارتحال پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی قرارداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جملہ ارکان سر شاہ سلیمان جج فیڈرل کورٹ کے انتقال پرملال پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہیں ان کی وفات سے ہندوستان کو اور خصوصاً مسلمانان ہند کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ مرحوم جن بلند پایہ علمی اور قانونی خصوصیات اور اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ ان سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اس کے علاوہ ان کے قلب میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے ایک درد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تحریک اشاعت اسلام کے زبردست مؤید تھے۔ اسلامی دنیا کی اس وحید العصر ہستی سے جو جگہ خالی ہو گئی ہے اسے شاید مشکل سے پر کیا جا سکے۔ اس وفات سے ایک عظیم المرتبت مسلم دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ہمیں اس سانحہ ارتحال سے جو قلق ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم بیگم سر شاہ محمد سلیمان اور ان کے دیگر لواحقین سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول بیگم سر شاہ سلیمان کی خدمت میں اور کچھ ...... اخبارات میں بھجوائی جائیں۔

شذرات

اُردو زبان کی ہر دلعزیزی اور قوت

ہندوؤں کو زبان اردو کا پھلنا پھولنا ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ وہ اپنی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ اردو کی جگہ ہندی کو رائج کر دیا جائے۔ لیکن ایک زبان جو صدیوں کے بعد ... عمرانی ارتقاء کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی ہوا سے مصنوعی کوششوں سے کیسے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ اردو ہندو اور مسلمان کا متحدہ اور مشترکہ سرمایہ ہے۔ اور آج باوجود اتنی مخالفت کے ہندوؤں کے مشہور اور باا ثر اخبارات اور رسائل اردو میں ہی شائع ہوتے ہیں اور وہ اُردو زبان کے ذریعہ ہی اُردو کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر وہ ہندی کے ذریعہ اس کی مخالفت کرتے تو شاید آج تک کسی کو علم بھی نہ ہوتا کہ اُردو کی مخالفت ہو رہی ہے۔ ہندو پریس ہی اردو کی قوت کی دلیل ہے۔ وہ قوم جو اس زبان کی مخالفت کرتی ہے۔ وہ بھی بغیر اردو کے اپنے پروپیگنڈا کو جاری نہیں رکھ سکتی۔ اگر آج ہندوؤں کا اُردو پریس بند ہو جائے تو اس سے ہندوؤں کی پولیٹیکل آواز ہی ختم ہو جائے۔ سو ہمارے ہندو دوستوں کو اسی سے اردو کی ہر دلعزیزی اور قوت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ اور سمجھ لینا چاہیئے کہ اردو زبان کی مخالفت نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی۔

سیرت مسیح موعودؑ اور معاصر الحکم

معاصر "الحکم" کے ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء کے شیوع میں ایک مضمون "سیرت مسیح موعودؑ کو جلد شائع کرنے کی ضرورت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مدیر "الحکم" نے نہایت درد دل کے ساتھ قادیانی دوستوں کی خدمت میں اپیل کی ہے کہ کم از کم ایک ہزار قادیانی دوست اس امر کا اقرار کریں کہ وہ اس سیرت کی اشاعت پر اسے فوراً خرید لیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ "الحکم" میں کوئی نئی اپیل نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی اپیلیں کی جا چکی ہیں اور وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئیں۔ لیکن اس مذکورہ شیوع میں معاصر "الحکم" نے "مجلس اعظم" مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ذکر کر کے جماعت قادیان کو غیرت دلائی ہے :-

"اب اہل پیغام جماعت احمدیہ قادیان کی غیرت کو چیلنج دے رہے ہیں کہ تم سے تیس برس میں حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت بھی شائع نہ ہو سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ موقع ہم نے خود ہی پیدا کیا ہے۔ ورنہ یہ کوئی بات نہ تھی کہ اتنی مدت میں سیرت کا کام ختم نہ ہو چکا ہوتا۔"

ہم مدیر "الحکم" کو نہایت وثوق کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ اس غیرت پر بھی جماعت قادیان کے کان پر جوں تک نہ رینگے گی۔ اور وہ متوجہ نہ ہوگی۔ کیونکہ سیرت اور اخلاق کی اشاعت کے لئے زندہ جذبات اور حقیقی عقیدت درکار ہے اور وہ جماعت قادیان میں نہیں۔ البتہ بلند بانگ عادی سے زمین و آسمان کے قلابے ضرور ملا دیئے جاتے ہیں جو اس وقت بھی قادیان میں مل رہے ہیں۔ مکرم مدیر "الحکم" پر روشن ہونا چاہئیے۔ ع

ایں جرس را کاروانِ دیگر است

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتووں کے متعلق
ایک استفسار

از جناب محمد عبدالغنی صاحب

تعجب ہے کہ ابتدائی تینوں* ... خلافت ... مسیح کے فتووں کا آخر مدعا کیا ہے ... حضرت محمود احمد ... استدلال ...

اقبال ایک "پیغمبر"

رسالہ "جامعہ" دہلی فروری ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون "اقبال کا ذہنی ارتقا" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک اقتباس یوں ہے:-

"مقام ولایت کی شاعری کی سب سے بڑی خصوصیات اقبال کی **پیغمبرانہ شان** کا آغاز ہے۔ اس سے پہلے کا اقبال محض شاعر تھا۔ مگر اس کے بعد کا اقبال ایک پیغامبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو سست عناصر قوم کے جسد خاک میں حیات نو کا شرارہ پھونک کر اور ممکنات زندگی کے شعلہ کو بھڑکا کر اسے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

ہمیں معلوم ہے کہ مندرجہ بالا اقتباس میں "پیغمبر" اصطلاح شریعت میں استعمال نہیں ہوا۔ لیکن یہ تو سب کو علم ہے کہ پیغمبر مسلمانوں کے ہاں عموماً نبی اور رسول کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور آج روز روشن میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جا رہا ہے اور مسلمان اسے برداشت کرتے ہیں۔ لیکن جب حضرت بانئے سلسلہ کیلئے اصطلاح شریعت میں نہیں بلکہ لغوی معنوں میں نبی کا لفظ استعمال ہو تو معلوم نہیں کیا غضب ہو جاتا ہے۔ اگر ڈاکٹر اقبال کو پیغمبر مان کر ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو حضرت بانئے سلسلہ کو صرف لغوی لحاظ سے نبی تسلیم کر کے کونسی قیامت آ جاتی ہے۔

مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

مؤرخہ ۱۱ فروری ۱۹۴۱ء کے شیوع میں ہم نے ایک شذرہ "مرکزی نوجوانوں کی سرگرمیاں" کے عنوان سے لکھا تھا کہ مرکزی نوجوانوں میں آج کل ایک سرگرمی اور عملی قوت نظر آتی ہے۔ بہت بہتر ہو کہ اس عملی قوت کو کسی تعمیری کام پر صرف کیا جائے۔ تعمیری کام جماعت کے اصل تبلیغی پروگرام سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ چند دن ہوئے مذکورہ ایسوسی ایشن کے صدر محترم فرماتے تھے کہ وہ اس ضمن میں جلد کوئی عملی قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے مرکزی نوجوان دوستوں کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اس عملی قدم میں کارپردازان ایسوسی ایشن سے مکمل تعاون کریں اور محنت شاقہ سے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لائیں تاکہ کل کو جب بیرونی نوجوانوں سے ان کی تبلیغی مساعی کا موازنہ ہو تو یہ ثابت ہو سکے کہ وہ واقعی مرکزی جماعت کے افراد ہیں۔ مرکزی نوجوانوں کی ذمہ داریاں ہر لحاظ سے بڑھی ہوئی ہیں۔ انہیں اپنی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا چاہیئے اور اپنی قوت کو متحد کر کے دنیا کے نوجوانوں کے سامنے ایسا بلند پایہ نمونہ پیش کرنا چاہیئے جسے دیکھ کر ایک دنیا عش عش کر اٹھے۔ ہمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے کامل امید ہے کہ ہمارے نوجوان دوست ایک دن ایسا ہی نمونہ پیش کریں گے۔

درخواستہائے دعا

۱۔ عزیز احمد صاحب خلف جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ ایف۔ایس۔سی کا امسال امتحان دے رہے ہیں۔

۲۔ مولوی محمد حسن صاحب خلعدار کے صاحبزادہ بشیر احمد صاحب ایف۔اے کے امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔

۳۔ غلام مصطفےٰ بیگ صاحب سرگودھا(؟) دسویں جماعت کا امتحان دے رہے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی جماعت کے نوجوان یونیورسٹی کے امتحانوں میں بیٹھ رہے ہیں۔ ان سب نوجوانوں کیلئے احباب سلسلہ دردِ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب کرے اور کامیابی کے بعد دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

سپاسِ تعزیت

میاں جمال الدین صاحب بٹ احمدیہ بلڈنگس لاہور کی وفات کے متعلق اخبار پیغام صلح مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۱ء کے اخبار احمدیہ کے کالم میں خبر درج کی گئی تھی۔ ان کے پسران میاں عبدالغنی صاحب بٹ اور میاں عبدالشکور صاحب بٹ کارکن انجمن ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جو تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ یا جنہوں نے ہمدردی کے پیغامات بھیجے۔ ان مذکورہ بالا حضرات کا فرداً فرداً شکریہ ادا ہونا مشکل ہے۔ اس لئے اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سپاس تعزیت پیش کرتے ہیں۔

* یعنی حضرت مسیح موعود کے غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق فتاوے

آیات افک کا صحیح مفہوم

(از جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری از قادیان)

افک کے حقیقی معنی میں گذشتہ دو مضمونوں میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض و حضرت صفوان رض کے واقعہ میں جو تاریخ اسلامی میں واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ بدظنی سے کام لینے کے لئے نہ کوئی اندرونی اور نہ کوئی بیرونی شہادت موجود تھی۔ بلکہ اس کے خلاف یہ دونوں قسم کی شہادتیں ہر عقلمند کو بدظنی سے روکنے اور حسن ظنی سے کام لینے پر مجبور کر رہی تھیں۔ اب میں بتاتا ہوں کہ قرآنی آیات میں بھی اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان الذین جاءو بالافك عصبة منكم۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت صفوان رض کے خلاف افک کا ارتکاب کیا ہے وہ تم میں سے چند آدمی ہیں۔

اس آیت میں جو لفظ افک استعمال ہوا ہے اس کے معنی عام طور پر جھوٹ کر دئے جاتے ہیں لیکن یہ اس لفظ کے حقیقی معنی نہیں ہیں حقیقی معنی کے لحاظ سے افک عربی زبان میں ہر اس امر کو کہتے ہیں۔ جس کی اصلی صورت کو بگاڑ کر پیش کیا جائے اور کذب پر بھی اس لفظ کا اطلاق اسی لئے ہوتا ہے کہ کذب میں بھی واقعہ کی اصلی صورت بگاڑی جاتی ہے پس افک کے حقیقی معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت صفوان رض کے خلاف جو کچھ کہا جاتا تھا۔ اس میں بجائے واقعہ کی اصلی صورت کو پیش کرنے کے اس کو بگاڑ کر پیش کیا جاتا رہا ہے اگر واقعہ اپنی اصلی شکل میں پیش ہوتا تو کسی ایک فرد کو بھی دھوکہ لگنے کی کوئی صورت نہ تھی آگے فرمایا لا تحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم پس تم اے مسلمانو! اسے اپنے لئے نقصان دہ مت خیال کرو۔ بلکہ یہ افک تمہارے لئے ہر رنگ میں مفید ہی ہے۔ لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم۔ ان میں سے ہر شخص کو اس کے گناہ کی مقدار کے لحاظ سے سزا ملے گی۔ لیکن وہ جس نے اس معاملہ میں سب سے بڑھکر حصہ لیا ہے۔ اور اس فتنہ کا بانی مبانی ہے۔ اسکو عذاب عظیم ملیگا۔

واقعہ افک قوم کے لئے کس طرح خیر کا موجب بنا اللہ تعالےٰ اس واقعہ افک کو تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور حضرت عائشہ صدیقہ رض و حضرت صفوان رض کے لئے خصوصاً خیر و برکت کا موجب قرار دیتا ہے پس یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کس طرح یہ واقعہ ان دونوں کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو سکتا ہے پس اول میں اس بات پر روشنی ڈالتا ہوں کہ قوم کے لئے یہ واقعہ کس پہلو سے خیر و برکت کا موجب ہوا ہے جہانتک میں نے غور کیا ہے کسی قوم کے اندر بدی پھیلنے کے دو ہی محرک ہیں ایک تو یہ کہ قوم کے افراد ہر وقت اور ہر موقعہ پر ایک دوسرے کے خلاف بدظنی سے ہی کام لیں۔ جہاں کسی عورت و مرد کو اکٹھے دیکھا فوراً بغیر سوچے سمجھے اور ان کے حالات پر کافی غور کئے یہی خیال کر لیا کہ انکا اکٹھے ہونا کسی بُرے ارادے سے ہی ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسی قوم چند ہی دنوں میں اخلاق کے اعلیٰ معیار سے گر جائیگی اور ان کے دلوں سے اس بدی کی ہیبت دور ہو جائیگی اور وہ بڑی سرعت کے ساتھ اس بدی میں مبتلا ہو جائیگی پس جو مذہب قوم کے اندر سے اس بدی کو دور کرنا اور اس کے اخلاق کو بلند منار پر قائم کرنا چاہتا ہے اسکا فرض ہے کہ اس نقص کی کما حقہ اصلاح کرے اور اس کے اندر سے اس عیب کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ قوم کو حسن ظنی کا سبق سکھلایا جائے اور اس کی تربیت ایسے رنگ میں کی جائے کہ اس کے خیالات پر حسن ظنی کا اسقدر غلبہ ہو کہ بجز یقینی مواقع کے عام حالات میں اسکا ذہن بدظنی کی طرف منتقل ہی نہ ہو لیکن یہ طریق جہاں دلوں کو صاف کرنے اور قلوب کے اندر طہارت پیدا کرنیکا موجب بننے کی وجہ سے بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے وہاں اسمیں ایک نقص بھی ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگ قوم کی اس حالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بدی کے ارتکاب پر دلیر بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ جب ان کے دل میں یقین ہوگا کہ اول تو کسی نے اُن پر بدظنی کرنی ہی نہیں اور اگر کسی نے کی بھی تو فوراً اسے یہ کہکر خاموش کرایا جا سکتا ہے۔ کہ تمہیں تو حسن ظنی سے کام لینے کا حکم ہے تم بدظنی سے کیوں کام لے رہے ہو۔ پس یہ بات یقیناً اس کو گناہ پر دلیر کر دیگی۔ پس اس قسم کی حسن ظنی کی تربیت کا نتیجہ یہ تو ہوگا کہ گو بدی پکڑی نہ جا سکے لیکن اندر ہی اندر پھیلتی ضرور رہے گی اور اس کے مرتکب بلا خوف و خطر اسکا ارتکاب کرتے رہیں گے اور یہ تو ہر عقلمند تسلیم کریگا کہ مذہب کی اصل غرض بدی کو اندر ہی اندر دبانا نہیں بلکہ اسکو جڑھ سے اکھیڑ پھینکنا ہے اور اسکا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہو سکتا کہ دنیا کے سامنے اس کے پیرؤں کی بدی نہ آئے بلکہ اسکا اصل مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے ماننے والے حقیقی طور پر پاک و مطہر بن جائیں اور ان کے قلوب کے اندر اس حد تک صفائی پیدا ہو جائے کہ اس بدی کا خیال بھی ان کے دلوں میں نہ گذرنے پائے کسی سچے مذہب کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس کے ماننے والے محض قانون کی نظر میں ہی پاک ہوں بلکہ اصل پاک اس کے نزدیک وہی ہے۔ جو خدا کی نظر میں بھی پاک ہو۔

واقعہ افک دونوں پہلوؤں کی اصلاح کرتا ہے پس کسی سچے اور کامل مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اصلاح کے وقت ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھے یعنی نہ تو قوم میں بیجا بدظنی کی مرض کو پیدا ہونے دے اور نہ ہی اصلاح کی کوئی ایسی صورت اختیار کرے جس سے بدی پر جرأت و دلیری پیدا ہو پس واقعہ افک کو جو اللہ تعالےٰ نے قوم کے لئے خیر و برکت قرار دیا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ اصلاح کے ان دونوں پہلوؤں کے تخم کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ چنانچہ دیکھو کہ اس واقعہ نے اگر ایک طرف قوم کے ہر فرد کی عزت کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے اور بیجا بدظنیوں کے دروازوں کو تا ابد بند کر دیا اور ان لوگوں کی شراتوں کا تا قیامت قلع قمع کر دیا جو اپنی ذاتی منفعتوں کو حاصل کرنے یا ذاتی عداوتوں اور کینوں کی بنا پر انتقامی جذبہ کو پورا کرنے کے لئے بالکل جھوٹے اور بے بنیاد اتہام لگا کر مومنوں کو بدنام کرنیکا خیال دلوں میں لئے بیٹھے تھے۔ اور لوگوں کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی کے چال چلن کے خلاف اسوقت تک آواز نہ اٹھائیں جب تک وہ زبردست یقینی ثبوتوں کے ہتھیاروں سے مسلح نہ ہوں تو دوسری طرف مومنوں کو ہر وقت چوکس رہنے اور بدظنی کے مواقع بہم پہنچانے سے مجتنب رہنے کا سبق دیتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے واقعہ سے عبرت حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

حضرت عائشہ رض کے واقعہ میں عبرت کا سبق واقعہ افک [illegible] مسلمانوں کی [illegible] طرف مبذول کرانا چاہتا ہے کہ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رض کا مسلمانوں میں کتنا بڑا مقام تھا۔ رسول کریم صلعم کی [illegible] حضرت ابوبکر صدیق رض جو حضرت نبی کریم صلعم کے [illegible] کی دختر نیک اختر اپنی ذہانت و علم و فضل کی وجہ سے مسلمانوں میں [illegible] پھر اُس کی زندگی پاکیزگی کا مؤ غرضیکہ ہر رنگ میں قابل ادب و احترام۔ باوجود ان سب باتوں کے انکو ایک معمولی انسانی [illegible] پیش آجاتا ہے اور وہ بھی اتفاقی طور پر جس میں انکے ارادہ کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں اور وہ آدمی جس کے ساتھ وہ واقعہ ملتبس [illegible] وہ بھی مسلمہ طور پر نیک صالح اور مخلص مسلمان ہے اور پھر [illegible] اس واقعہ میں بدظنی کی طرف مائل کرنے والی ایک بات بھی موجود نہیں لیکن بدظنی کرنے والوں نے نہ حضرت نبی کریم صلعم کا لحاظ کیا نہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کا کوئی احترام کیا نہ ان کی پہلی پاکیزہ زندگی کی طرف توجہ کی۔ نہ اُن کے باپ حضرت ابوبکر رض کا خیال کیا جو ان میں سے ایک کا محسن بھی تھا بلکہ فوراً بدظنی کی طرف مائل ہو گئے اور واقعہ کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا اور ایک آن کی آن میں فتنہ کی ایسی خطرناک آگ مشتعل کر دی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہوتا تو وہ کئی لوگوں کے ایمانوں کے درخت کو خاکستر کر کے رکھ دیتی۔ پس اس لئے اے مومنو اپنی حالتوں کو دیکھو تو تمہاری حضرت عائشہ رض جیسی شان ہے اور نہ ہی تمہاری بریت کے لئے اب کوئی قطعی وحی نازل ہو سکتی ہے کہ تم یہ خیال کرو کہ تم لوگوں کو بدظنی کا موقع دو اور لوگ تم پر بدظنی نہ کریں۔ اگر حضرت عائشہ رض پر باوجود ان کے موقعہ نہ دینے کے بدظنی کی جا سکتی . . . . ہے تو تم پر موقعہ دینے کی صورت میں کیوں بدظنی نہ کی جائے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض پر اتہام لگانے والوں کے خلاف جو اظہار نفرت کیا گیا ہے تو اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ رض نے ان لوگوں کو کوئی موقعہ بدظنی کرنے کا نہیں دیا تھا اور نیز اس لئے کہ اتہام لگانے والوں نے صریح کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے واقعہ کو اصلی صورت میں پیش کرنے کی بجائے اسے بگاڑ کر پیش کیا تھا لیکن جو مرد اور عورتیں بغیر کسی جائز ضرورت یا مجبوری کے باوجود شریعت کی طرف سے صاف اور کھلے الفاظ میں ممانعتی حکم ہونے کے آپس میں خلا ملا کرتے اور بار بار کرتے ہیں اُن پر اگر بدظنی کی جائے تو اس کی ذمہ واری چونکہ خود ان کے اپنے افعال پر ہے۔ اس لئے اُن پر بدظنی کرنے والوں کو قابل ملامت نہیں ٹھیرایا جا سکتا کیونکہ انکا اظہار بدظنی بوجہ اظہار حقیقت کے افک نہیں قرار دیا جا سکتا پس یہ واقعہ افک جو مسلمانوں کے لئے خیر قرار دیا گیا ہے تو انہی دو عظیم الشان فوائد کی وجہ سے قرار دیا گیا ہے جو اس واقعہ سے مستنبط ہوتے ہیں یعنی ایک فائدہ تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ قوم بیجا بدظنی سے محفوظ رہے اور دوسرا فائدہ اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ مسلمان [illegible] واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے آپ کو بدی کے مواقع سے بچائے رکھیں اگر کوئی کہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالےٰ اس واقعہ کو مسلمانوں کے لئے خیر قرار دیتا ہے مگر پھر بھی مسلمان بدظنی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض مسلمانوں کا ارتکاب گناہ خدا تعالےٰ کے اس قول پر کوئی حرف نہیں لاتا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمانا بالکل اسی طرح ہے جسطرح کسی مریض کو یہ کہہ دیا جائے کہ فلاں دوائی تمہارے لئے [illegible] ہے جسطرح اس فقرہ کا مطلب صرف یہی ہوا کرتا ہے کہ اسکا استعمال [illegible] ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ کے اس قول کا بھی یہی مطلب [illegible] جو سبق حاصل ہوتا ہے اسپر عمل کرو تو یہ واقعہ تمہارے لئے [illegible]

متحدہ قوت اور ہمارا تبلیغی پروگرام

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام از کلکتہ)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا عمل متحدانہ ہو ما یک آواز ہو کر سے اٹھے۔ اس سے متجاوز نہ ہونا ہی ہماری کامیابی کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت کا نظام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودہ کے عین مطابق ہے مفاصل اسلامی جمہوریت کی تصویر ہے۔ اس کے ماتحت ہو کر ہمارے قدم اٹھنے میں ہی ہماری فلاح ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے بزرگ جن کے دل فدائے اسلام ہیں۔ جن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی آگ لگا دی ہے۔ جن کی معاملہ فہمی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ہم میں موجود ہیں۔ اور ہماری صحیح معنوں میں رہنمائی کر رہے ہیں۔ بس بزرگان کے فیصلہ کے سامنے ہمارے سر جھک جانے چاہئیں۔ ان قوموں کی دانت کسی پر مخفی نہیں۔ جن کے افراد میں یکجہتی نہ ہو۔ یک رنگی نہ ہو۔ آج کل مسلم قوم کی جو انتشار کی حالت ہے منجملہ دیگر وجوہات کے ایک سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی آواز ایک نہیں۔ ان کا عمل متحد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ تا وہ اس منتشر قوم کی رہنمائی کریں۔ یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ انہوں نے از راہ ظلم اس رجل عظیم کی باتوں کو سننے سے انکار کر دیا اس کو دجال اور کافر کہا گیا۔ لیکن وہ ایک پہاڑ تھا جو اپنی جگہ سے اور اپنے مقصد سے نہ ہٹا۔ کوئی طاقت اس کو جنبش نہ دے سکی۔ اور اس وقت تک اس جہان سے رخصت نہ ہوا۔ جب تک دین کے انصار کی ایک جماعت پیدا نہ کر لی۔ جو آج دنیا میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے خدائے تعالیٰ کے نام کو بلند کر رہی ہے اور مسلمانوں کو دعوت دے رہی ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ اور یہ صرف اور صرف اس چھوٹی سی جماعت کی ہی خصوصیت ہے کہ اس کا جو مقصد یعنی اعلائے کلمۃ الحق شروع سے قرار پایا۔ وہی آج بھی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کا نظام خالص اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر مبنی ہے اور قوم کے متفقہ فیصلہ کے آگے ہر خورد و کلاں کی گردن جھک جاتی ہے۔ پس اس روایت کو برقرار رکھنا ہمارا فرض ہے جس کی اہمیت انفرادی اور جماعتی ہر دو لحاظ سے ہے۔ ہاں وہ لوگ جو اپنی آراء کو جماعتی فیصلہ پر ترجیح دیں گے ان کا یہ فعل نہ صرف ان کے دلوں پر ہی زنگ لگائیگا۔ بلکہ دوسرے لوگوں کی بھی ٹھوکر کا موجب بن جائے گا۔ پس ہر احمدی کا اولین فرض ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی جماعتی فیصلہ کو رد کرنے کا موجب نہ بنے۔ تسبیح کے دانوں کو توڑ کر منتشر کر دینا آسان ہے لیکن بکھرے ہوئے دانوں کو اکٹھے کرنا اور ان کو ایک لڑی میں منسلک کرنا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ پس ایک لڑی ہونی چاہئے جس میں سب موتی پروئے ہوئے ہوں۔ تا وہ صحیح معنوں میں تسبیح کہلا سکے۔ اسی طرح وہ لوگ جماعت نہیں کہلا سکتے۔ جن کی آراء الگ الگ ہوں جن کے عملی راستے مختلف ہوں اور جن کا مقصد ایک نہ ہو۔ ہاں جماعت کے وہی افراد کہلائیں گے جو قومی فیصلہ پر متفق ہوں۔ جن کی امنگ ایک ہو۔ جن کی تڑپ ایک ہو۔ منزل ایک ہو۔ پس آؤ اور اپنی خواہشات کو مٹا کر ایک منظم فوج کی طرح یکجہتی کو اپنا شعار بنائیں اور دنیا جہان پر یہ ثابت کر دیں کہ دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ مشرق کی ہو یا مغرب کی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہماری یک رنگی کو مٹا نہیں سکتی۔ ہمارے دلوں سے ایک ہی مقصد یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ محو نہیں ہو سکتی۔

ایک اور امر جس کی طرف ہماری توجہ لگا رہے۔ وہ توسیع جماعت کی ضرورت ہے۔ مجاہد اعظم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے اس سال کا تبلیغی پروگرام رکھا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اس پروگرام کو پورا کرنے کی اہم ضرورت ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس پروگرام کے ماتحت کام کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ بمرف ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی اہمیت کا احساس ہمارے دلوں کے اندر کما حقہ پیدا ہونا چاہئیے۔ دس ہزار کیا۔ اگر جوش اور اخلاص سے کام کیا جائے تو دس لاکھ بھی کم ہیں۔ اگر اور نہیں تو کم از کم ہر علیحدہ احمدی لٹریچر تو تقسیم کر ہی سکتا ہے۔ اگر وہ دین کی خدمت سمجھ کر اس کام کو کریگا تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت رکھدے گا۔ پس آؤ ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اس پروگرام کو ہر لحاظ سے کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ ہاں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ یہاں میں نے کلکتہ میں دیکھا ہے کہ جس کسی کو میں نے احمدیہ لٹریچر دیا ہے اس نے خوشی سے قبول کیا ہے اور اخلاص کا اظہار کیا ہے بعض لوگ یہ کہدیتے ہیں کہ کسی کو لٹریچر کیا دیں۔ لوگ پڑھتے نہیں۔ یہ غلط ہے لوگ پڑھتے ہیں یہ ہماری ہی سستی ہے کہ ہم ان تک پہنچتے نہیں۔ اگر ایک آدمی دس آدمیوں میں لٹریچر تقسیم کرے گا تو اگر نو آدمی اس کو پھینک دیں گے۔ تو ایک کم از کم ضرور پڑھیگا۔ پس یہ کہکر کہ لوگ پڑھتے نہیں اپنے دل کو ایک جھوٹی تسلی دینا ہے۔ اس جماعت کے افراد کو ہرگز زیبا نہیں جس کا مقصد دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہو۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رضی اللہ ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ کیوں دیا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلاتے تھکتے نہیں تھے۔ مایوس نہیں ہوتے تھے۔ وہ کلمہ حق پہنچا دیتے تھے۔ ان کو اس سے غرض نہ تھی کہ کوئی قبول کرے یا رد۔ ان کا کام پہنچا دینا تھا۔ پس آؤ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے نقش قدم پر چل کر ارشاد امیر کے ماتحت اس سال کے پروگرام کو بروئے کار لائیں۔ تا اشاعت اسلام کیلئے لوگوں کے دلوں میں درد پیدا ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر ایثار اور اخلاص کے ساتھ اپنے دلوں کو مادیت اور دہریت کے مہلک اثرات سے بچائیں۔ اور ایک ہی تڑپ اور جذبہ کو لئے ہوئے کہ کسی طرح دین اسلام کی وہ نشاۃ ثانیہ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے منصہ شہود پر آئے اور اپنا چہرہ دکھلائے

ہاں ایک اور بات بھی عرض کئے دیتا ہوں جس کی طرف بھی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کو یعنی قادیانی حضرات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کیا جائے سچی بات ہے کہ قادیانی جماعت نے حضرت مسیح موعود کی طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں۔ جو مخالفین کا شیوہ تھا یعنی ایک تو یہ کہ گویا آپ مدعی نبوت تھے۔ دوم یہ کہ آپ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے۔ سوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کل کی کل تحریریں کو پڑھ جاؤ۔ یہ تینوں باتیں آپ کو کہیں نہیں ملیں گی۔ بلکہ ان کے برعکس ہزار ہا صفحات ملیں گے پس اشد ضرورت ہے کہ ان لوگوں کے سامنے حضرت صاحب کی صحیح تعلیم پیش کی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ آخر حضرت مسیح موعود حکم عدل تھے ان کے فیصلے ہمارے لئے مشعل راہ ہونے چاہئیں۔ جب وہ ایک دفعہ نہیں بیسیوں مرتبہ یہ فرما چکے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ ہاں محدثین آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے جو اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی کا پاتے ہیں تو پھر ان کی طرف دعویٰ نبوت باوجود کثرت انکار کے منسوب کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں حضرت صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا اور صاف فرمایا کہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا اور یہ وہ عقائد ہیں جن کے متعلق حضرت صاحب نے صاف تحریر فرمایا ہے۔ کہ تادم مرگ یہی رہیں گے۔ پس ان کھلے کھلے فیصلوں کو رد کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے اپنے آپ کو جدا کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جو بالکل صاف ہیں۔ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا ہے پس ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ قادیانی جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے آگاہ کیا جائے خصوصاً نوجوان طبقہ کا یہ فرض اولین ہے کہ قادیانی احباب کے پاس جائیں اور ان سے تبادلہ خیالات کریں اور ان کو بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج وہی کہلا سکتی ہے جو حضور کے حکم کے منشا کے مطابق عمل کرے جس کا وہی مسلک ہو جو حضور کا مسلک تھا۔ جماعت احمدیہ لاہور کا پچیس سالہ کام اس امر پر ایک بین شہادت ہے کہ یہی جماعت حضرت مسیح موعود کی فوج کہلانے کی مستحق ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کی باگ ڈور ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کے دل میں سوائے اس تڑپ کے اور کوئی تڑپ موجود نہیں کہ کسی طرح دنیا کے کونے کونے میں اسلام پہنچ جائے۔ اس امر کی شہادت مسلموں نے بھی دی اور غیر مسلموں نے بھی دی جس کی قبولیت کو ہر کس و ناکس سے اللہ تعالیٰ نے منوایا۔ اور آج صفحہ دنیا پر یہ ایک ہی شخص زندہ موجود ہے۔ جس کے متعلق یہ شہادت دی جا رہی ہے کہ:۔

"غالباً کوئی دوسرا زندہ انسان ایسا نہیں جس نے اسلام کی تجدید کے لئے مولانا محمد علی (صاحب) ساکن لاہور سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام دی ہیں!!"

اور جس کے متعلق ایک عیسائی کی یہ شہادت موجود ہے:۔

"شاید کسی مسلمان نے زندہ ہو یا فوت شدہ۔ اسلام کے محاسن دکھانے میں لوگوں کی اس سے زیادہ رہنمائی نہیں کی۔ جو مولانا محمد علی (صاحب) نے کی ہے!!"

یہ شہادتیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ورثہ اکمل اور اتم طور پر حاصل کیا ہے اور جو جماعت اس مجاہد اعظم اور پہلوان اسلام کی پیروی میں اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے میں شب و روز منہمک ہے وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جانشین جماعت ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور سب جماعت کے احباب کو خدمت دین کی، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات مبارک کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے۔

آمین۔ والسلام

ایمپائر ایئر ٹریننگ اسکیم

ایمپائر ایئر ٹریننگ اسکیم کے ماتحت سلطنت برطانیہ کے ہوا باز دل کی جس پہلی جماعت نے کینیڈا میں تربیت حاصل کی ہو اب وہ برطانی طیارہ گاہوں میں پہنچ گئی ہے اور اس نے دشمن کیخلاف جنگ شروع کر دی ہے یہ ہوا باز جرمنی پر بمباری کر چکے ہیں۔ بحر شمالی کے ساحلی سمندری حصوں میں جرمن جہازوں پر حملے کر چکے ہیں اور جرمن جنگی طیاروں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ ایمپائر ایئر ٹریننگ اسکیم، سلطنت برطانیہ کی مشترکہ مساعی جنگ کا ثبوت ہوا اور اس کا مقصد یہ ہے

مقام غور

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی)

(۱)

اخبار الفضل جلد ۵ احوالہ نمبر ۲۲ انجام آتھم میں مولوی غلام رسول راجیکی صاحب نے لکھا کہ اگر آپ کو (یعنی راقم) کو فارسی زبان سے واقفیت ہوتی تو یہ نتیجہ نہ اخذ کرتے . . . . . جس زمانہ کی یہ تحریر ہے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اور موعود اولاد تو ابھی بلوغت کو بھی نہیں پہنچی تھی۔ اس کے آگے پھر مبشر اور موعود اولاد کی تبلیغ کو دہرایا ہے۔ جس کا ازالہ میں پہلے کر آیا ہوں۔ مولوی صاحب کے ارشاد کی نسبت عرض ہے۔ کہ مجھے آپ کی عربی دانی کی طرح فارسی دانی کا دعویٰ بھی نہیں . . . . یہ میں صرف اشارۃً آپ کے طعن کا الزامی جواب دے رہا ہوں۔ یہ حوالہ ایک مطبوعہ کتاب کا ہے۔ میرا استدلال اگر غلط ہے تو اوروں نے جو بھی استدلال کیا ہے۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ ایک مخالف سلسلہ کی تحریر ہے اور ایک تعلقدار تحریک احمدیہ کی۔ پھر میں نہیں سمجھتا کہ اس حوالہ میں جب تک کسی خاص نام کا ذکر نہ ہو۔ آپ لوگوں کو وہ استدلال کرنے سے کس طرح روک سکتے ہیں۔ اسی حوالہ کے باقی ماندہ الفاظ پڑھ لیجئے۔

"پس مداند اسے مکذباں غلو کنندگان کہ مہ رزق من ہمچو آفتاب روشن خواہد شد و دروغ شما تا کنارہ ہائے دنیا منتشر خواہد شد"

مکذبان اور غلو کنندگان دو جدا جدا گروہ ہیں۔ اگر مکذب سے آپ ایک قبیلہ مراد لینا چاہیں تو گنجائش ہے۔ مگر غلو کنندگان تو سوائے ان کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور آپ کا نبوت کا جو اعتقاد ہے کس دور تک پہنچا ہوا ہے۔ حالانکہ اہل قبیلہ کی تکذیب قادیان کی حدود سے باہر نہیں نکلی۔ دوسرا عذر بھی کہ مبشر اولاد اس وقت تک بالغ نہیں ہوئی تھی آپ کے کام نہیں آسکتا۔ اگر وہ اس وقت حضرت صاحب کی زندگی میں جبکہ کتاب انجام آتھم شائع ہوئی غلو کرتے جیسا کہ اب کیا جا رہا ہے تو حضرت صاحب کا اس طرف اشارہ کرنا ایک امر واقعہ کا ذکر ہوتا جو پیشگوئی نہیں کہلا سکتا تھا۔ الفاظ پیشگوئی کا رنگ تبھی اختیار کر سکتے ہیں۔ جب کسی آئندہ آنیوالے واقعہ کا ذکر ہو۔ حالانکہ اہل قبیلہ کی مخالفت حضرت مسیح موعود کی وفات سے پہلے اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔

"اور چھپے ہتھیار استعمال کرنے کا الزام" کی سرخی سے مولوی صاحب نے پھر یہی دہرا دیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک مقدمہ کے دوران میں حلفی بیان دیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور زاں بعد اس پر قائم نہیں رہے۔ میں اس کا جواب پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب آپ کے نزدیک وہ بیان درست تھا اور آپ مصر ہیں کہ مولوی صاحب نے اس وقت صحیح کہا تھا تو فرمائیے کہ آپ اس بیان کو کیونکر جھوٹا کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد جو مولوی صاحب نے آپ کے نزدیک پہلے بیان کے منافی کہا۔ اس کے متعلق کوئی ابھی تک کوئی حلفی بیان عدالت میں نہیں ہوا۔ نیز آپ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس وقت اور اب بھی جماعت احمدیہ لاہور حضرت صاحب کو لغوی، بروزی ظلی نبی مانتی ہے۔ نبوت سے انکار کلی تشریعی نبوت کا اس وقت تھا نہ اب ہے۔ ہاں آپ نے حضرت صاحب کو اصلی . . . . . نبوت کا مدعی قرار دیا ہے اور مولوی صاحب کو اس سے اسی طرح انکار ہے جس طرح حضرت صاحب نے حقیقت الوحی میں انکار کیا ہے۔ آپ اور آپ کے اخبار اس امر پر بار بار صفحات سیاہ کر رہے ہیں۔ مگر اب تک آپکو یا کسی اور قادیانی کو یہ توفیق عطا نہیں ہوئی۔ کہ جہاں وہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے مولوی صاحب کی نبوت کے متعلق حوالے کہلاتے ہیں۔ یہ بھی کہیں لکھا ہوا دکھلائیں جیسا کہ آپ کا ایمان ہے کہ حضرت صاحب کے دعویٰ نبوت کا انکار کرنے والا کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اور جب تک آپ یہ نہ دکھلا سکیں کہ مولوی صاحب نے حضرت صاحب کے دعویٰ کے منکر کو پہلے یا بعد میں کبھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ آپ کا شور و غوغا کوڑی کی کائیں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے:۔

"باقی رہا ان کا (یعنی راقم کا) قول الفضل اور حقیقت النبوت اور "الفضل" وغیرہ اخبارات کی تناقض اور متضاد تحریرات کی وجہ سے (مولوی محمد علی صاحب) کی معیت اختیار کرنا۔ اگر آپ نے علی وجہ البصیرت معیت اختیار کی ہے اور مولوی صاحب اور آپ علی وجہ البصیرت حضرت مسیح موعود کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ کبھی پہلے تسلیم کیا تو پھر فیصلہ کیلئے جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نے سابقہ تحریرات کے شائع کرنے کا اعلان فرمایا۔ اسے مولوی صاحب نے کیوں منظور نہ کیا۔ کیا اب آپ مولوی صاحب کو اس کیلئے آمادہ کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں"؟

جواباً عرض ہے کہ میں مولوی صاحب کو اس بارہ میں اس لئے تکلیف نہیں دینی چاہتا کہ یہ کوئی اصولی طریق فیصلہ نہیں کہ تصفیہ طلب تو دعویٰ نبوت حضرت مسیح موعود ہو اور اس کا حل بجائے حضرت صاحب کی کتب اور تحریرات کے زید و بکر کی تحریروں سے طلب کیا جاوے۔ اگر آپ کے نزدیک یہی طریق آپ کے اطمینان کا باعث ہو سکتا اور اصولی گفتگو میں آپ کو نقصان نظر آتا ہے تو سنئے آپ کے . . . . . خلیفہ صاحب بھی ۱۹۱۰ء تک جب تک خلافت کی امید پیدا نہیں ہوئی تھی وہی کچھ لکھتے رہے ہیں جو آج مولوی صاحب لکھ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ کس نے نفع کا اور کس نے گھاٹے کا سودا کیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات پر فتنہ خلافت برپا ہوا تو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کا اس سے پہلے جو اثر قادیان میں تھا۔ وہ آپ کو معلوم ہوگا۔ اگر یاد نہ ہو۔ تو آپ کے اخبار "الفاروق" کے ایک تازہ حوالہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جو دہلی کے ایک گمنام وکیل ضیاء الدین کی قلم سے شائع ہوا ہے جو یہ ہے کہ مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کا اثر و اقتدار اس وقت قادیان میں مسلم اور مؤثر تھا۔ مولوی صاحب اور ان کے رفقاء نے ہر فائدہ کو لات مار کر قادیان کو محض اس لئے چھوڑا کہ وہ میاں صاحب کے غلط عقائد سے اتفاق نہیں رکھتے تھے۔ اور میاں صاحب ان پر مصر تھے۔ اور لاہور میں آکر ایک گمنامی کی حالت میں کام شروع کیا۔ اور آپ کے میاں صاحب نے خلافت کا تخت قائم کیا۔ اور . . . . . حضرت مسیح موعود کے لڑکے جو انکم ٹیکس بھی ادا کرنے کے قابل نہ تھے ۱۹۱۵ء سے لیکر ۱۹۳۱ء تک کئی لاکھ روپیہ کی جائداد پیدا کر لی۔ مولانا خدارا فرمائیے کہ نفع کا سودا آپ کے میاں صاحب نے کیا۔ یا مولوی محمد علی نے۔ اب ذرا اپنے خلیفہ صاحب کے ۱۹۱۱ء کے عقائد دیکھئے اور ان کا ۱۹۱۵ء کے عقائد سے مقابلہ کیجئے اور خدا لگتی کہئے کہ کس نے لالچ سے عقائد کو بدلا میاں صاحب نے یا مولوی محمد علی صاحب نے۔

(۱) ۱۹۱۱ء میں میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۵ نمبر ۱۲ مضمون نجات

سو اصل بات یہ ہے کہ لیاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے

"کہ آنحضرت کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے کہ کسی نے آج تک (یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۱۰ء تک بھی) نبوت کا دعوےٰ کرکے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے کہ جن کو ہم تو سچا نبی مانتے ہیں مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا . . . . . ہمارا دعویٰ معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں . . . . . اس سے بڑھ کر کیا نشان دیکھنا ہے کہ آپ کے دعویٰ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ تھا کہ کان اللّٰہ بکل شئی علیما یعنی ہم نے خاتم النبیین مانا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں"

کیا اس حوالہ کو پڑھ کر مولانا جو حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت سمجھتے ہیں۔ یہ کہنے کی تکلیف گوارا فرما دیں گے کہ ان کے نزدیک اس حوالہ کے رو سے حضرت مسیح موعود کی کیا پوزیشن ہوگی۔

(۲) ۱۹۱۱ء زیر عنوان خاتم النبیین۔ کالم ۲ صفحہ ۱ اخبار الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا . . . . . آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا"

فرمائیے مولانا! اس حوالہ کے رو سے آپ کے نزدیک اور آپ کے خلیفہ صاحب کے نزدیک ۱۹۱۱ء میں حضرت مسیح موعود کا کیا مرتبہ تھا:۔

پھر ۱۹۱۴ء میں جب فتنہ خلافت کھڑا کیا گیا تو میاں صاحب نے پہلے تو یہ لکھا کہ:۔

"کہ مصلحت وقت مجبور کرتی ہے . . . . . ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا" (اس کا فوٹو میرے پاس ہے)

دین و ایمان کجا اور مصلحت کجا۔ مولانا یہ مذہب سے استہزاء نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر اس وقتی مصلحت نے یہاں تک ترقی کی کہ ۱۹۱۷ء میں کتاب حقیقۃ النبوت کا ظہور ہوا اور سب دنیا جہان کے مسلمان کافر قرار دیئے گئے۔ کیوں، تاکہ [illegible] کسی نہ کسی طرح قائم رہ جائے۔ ورنہ خلیفہ در خلیفہ اس قدر تمکنت کا مالک کیونکر ہو سکتا تھا۔

(باقی آئندہ)

کیا ہندوستان ہوائی حملوں سے محفوظ ہے؟

جنگ کے پہلے سال میں ہندوستان کے بہت سے بڑے بڑے شہروں میں ہوائی حملوں کی حفاظتی تدابیر کے انتظام نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔

ہوائی حملوں سے بچاؤ کی تدبیر میں سب سے پہلے نگران دستے آگ بجھانے والے عملہ کا قیام اور اس کی تربیت، زائد طبی امداد کا انتظام ضروری عملہ اور سامان کے لئے پناہ گاہیں اور حفاظت گاہیں بنانا، نقصانات کا انتظام کرنے والی ایسی امدادی جماعتیں تیار کرنا جن کے پاس تمام ضروری اشیاء موجود ہوں۔ اور وہ انتظامات کرنا جو گیس سے محفوظ رہنے کی احتیاطی تدبیروں کے سلسلہ میں ہوں ضروری ہوتے ہیں۔

بعض شہروں میں زیادہ ترقی ہوئی ہے مثلاً بمبئی اور کراچی جو اے۔ آر۔ پی کنٹرول کے جدید ترین ضروریات سے مکمل مرکز ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھی جہاں کافی آبادی ہے ایسے مرکز قائم کر دیئے جائیں گے۔ ان تمام امور کا انتظام بیک وقت نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اچھے سکھانے والوں ضروری سامان اور مصارف کے لئے ایک خاصی بڑی رقم کی کمی تھی

تین ضروری امور

اس لئے یہ طے پایا کہ شروع میں تین امور پر زیادہ زور دیا جائے اور موقع بموقع ان میں اضافے کئے جاتے رہیں۔ یہ تین ضروری انتظامات نگران کاروں کی تربیت۔ آگ بجھانے کے انتظامات کی جدید تنظیم اور طبی امداد کے متعلق تھے۔

ہندوستان بہت وسیع ملک ہے اور اس کے بہت سے حصوں کو ہوائی حملوں کا بالکل خطرہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں کم از کم تین رقبے ایسے ہیں جن پر ہوائی حملوں کا اندیشہ ہے۔ پہلا حصہ شمال مغربی ہندوستان ہے جس میں بلوچستان اور شمال مغربی صوبہ نیز پنجاب کا بہت سا حصہ شامل ہے۔ اس رقبہ پر ہوائی حملہ کا تھوڑا بہت امکان ضرور ہے۔

دوسرا حصہ شرقی اضلاع ہیں۔ یعنی بنگال، بہار اور آسام کے خطے، ان مقامات پر گھنی آبادی، صنعتی کارخانوں اور جوٹ ملوں کی وجہ سے حملہ کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ تیسرا رقبہ جہاں ہوائی حملہ سے بچنے کا انتظام ضروری ہے۔ ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ساحلی شہرات ہیں۔ مثلاً کراچی۔ بمبئی۔ مدراس اور کلکتہ، ہندوستان کی زیادہ تر تجارت بالعموم ان ہی راستوں سے ہوتی ہے۔

شہروں کی تقسیم

فضائی حملوں کی احتیاطی تدابیر کے سلسلہ میں ہندوستان کے تقریباً تمام اہم شہروں کو ان پر حملہ ہونے کے اندیشہ۔ ان کی فوجی اہمیت نیز صنعتی یعنی شہری اہمیت کی بنا پر تین قسموں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر شہر کی ذیلی تقسیم حلقوں اور ساکنت صفوں میں کی گئی ہے۔ جن میں سے ہر ایک نگران کار اور مددگار نگران کار مقرر کئے گئے ہیں۔ اکثر صورتوں میں یہ مکمل طور سے تربیت یافتہ ہیں اور جنگ کی حالت میں اپنے فرائض پوری طرح انجام دے سکتے ہیں۔

آگ بجھانے والے امدادی افراد کو کام کی مہارت پیدا کرنے کے لئے ساٹھ گھنٹوں کی تربیت کی ضرورت ہے۔ آگ بجھانے میں جو آلہ خاص طور پر کام آتا ہے وہ مشہور و معروف "ٹریلر پمپ" ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا انجن ہوتا ہے اور فی منٹ ایک سو اسی گیلن کے حساب سے پانی پھینک سکتا ہے۔ یہ "ٹریلر پمپ" کچھ زیادہ قیمتی نہیں ہوتے اور ان کا کار آمد ہونا انگلستان میں بہت اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے۔

طبی انتظامات کے سلسلہ میں بہت سے ہندوستانی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کی ہیں۔ سینٹ جانس ایمبولنس ریڈ کراس اور سیفٹی فرسٹ وغیرہ ان اداروں نے بہت سے لوگوں کو ابتدائی امداد کی تربیت دے دی ہے۔ اول درجہ کے تمام شہروں میں ڈاکٹروں، ٹیلیفونوں، ہرکاروں اور مکمل سازوسامان سے لیس "ابتدائی امداد" کی چوکیاں قائم کر دی گئی ہیں۔

بوائے اسکاؤٹ کا ادارہ بھی اے۔ آر۔ پی کے سلسلہ میں اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ یہ لڑکے ہرکاروں اور گشت کرنے والوں کا کام کرتے ہیں اور سلسلہ رسل و رسائل کی نہایت اہم کڑی بن گئے ہیں۔

اول نمبر کے تمام شہروں میں امدادی جماعتوں کی تربیت اور ان کا قیام عمل میں آ رہا ہے۔ ان جماعتوں کا فرض یہ ہوگا کہ گری ہوئی عمارتوں سے لوگوں کو بچائیں۔ یا جو لوگ کسی گری ہوئی عمارت میں پھنس گئے ہوں ان کو نکالیں۔ نیز عمارتوں اور سامان کو نقصان پہنچنے کو۔ ملبہ وغیرہ کا جو انبار جمع ہو جاتا ہے اس کو صاف کریں۔

بہت سے لوگوں کو ہندوستان پر ہوائی حملہ کا خیال بعید از قیاس معلوم ہوتا ہوگا۔ مگر ملحوظ رہے کہ اس کا واقعی خطرہ ہے لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری صرف حکومت ہی پر نہیں بلکہ شہریوں کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے مفاد اپنے خاندان اور اپنے بچوں کی حفاظت کی کوشش کریں۔ اے۔ آر۔ پی ایک خود امدادی ادارہ ہے اور ملک کے تمام باشندوں کو اس معاملہ میں پورا پورا اتحاد عمل کرنا چاہئے۔ نیز منتظم اداروں مثلاً میونسپلٹیوں اور دوسری مقامی جماعتوں کو بھی ہاتھ بٹانا چاہئے۔ تاکہ ایسے انتظامات کئے جا سکیں جو لوگوں کی واقعی حفاظت کیلئے ضروری ہیں۔

"ہم سیاسیات ہند میں اپنا حصہ اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں"۔ "جب تک ملک آخری موقعہ کے لئے تیار نہیں ہوتا اسے چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ہمارا فکر گاندھی جی کے فلسفہ کا پابند نہیں رہتا۔ بلکہ ہمارے فکر کی بنیاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک کی زندگی ہے۔ البتہ حضور کی زندگی کے اس پہلو کی تشریح ہمیں گاندھی جی کے پروگرام کی اشاعت کا لبد تنبیہ ہوا"۔

طرفہ تماشا

ابوالاعلیٰ مودودی "طرفہ تماشا یہ ہے کہ کانگریس اور اس کے نیشنلزم کی مخالفت میں تو اسلام اور اسلامی کلچر کا نام لیا جاتا ہے اور انہی ناموں کو نعرہ جنگ بنا کر مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ مگر جہاں یہ اسلام اور اس کی کلچر کا تحفظ کرنے والے جمع ہوتے ہیں۔ وہاں اسی اسلام کے قوانین علانیہ توڑے جاتے ہیں۔ اس کلچر کو ذبح کیا جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی ساری جنگ صرف اس لئے ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں اسلامی کلچر کا جھٹکا نہ ہونے پائے۔ بلکہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے حلال کریں۔*

شدید پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

پاکستان کے متعلق چند خیالات

(راہی کے قلم سے)

علامہ اقبال مرحوم۔ "دنیائے اسلام میں ہمارے پاس ایک عالمگیر آئین ہے جس کے اصول الہامی ہیں لیکن چونکہ ہمارے فقیہ عصر جدید کے مسائل سے بے خبر رہے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ نظم نو سے ہی اس کا احیا کیا جائے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ قومی تخیل کا حشر دنیائے اسلام میں کیا ہوگا؟ آیا اسلام اسے متغیر کر کے اپنے اندر جذب کر لیگا جیسا کہ قبل ازیں مختلف النوع افکار متغیر ہو کر اس میں جذب ہو گئے یا اس فکر کی قوت اس میں اساسی انقلاب پیدا کر دے گی۔ سو اس بارے میں پیشگوئی کرنا امر مشکل ہے۔ اس وقت قومی تخیل مسلمانوں میں نسلی تعصبات پیدا کر رہا ہے اور یہ اس لحاظ سے اسلام کے انسانی مشن کے مخالف ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ نسلی تعصبات نئے معیاروں کی ترویج کا موجب نہ بن جائیں جو کہ اصول اسلامی کے بھی خلاف ہوں۔ . . . ."

"مسلمانوں کے لئے اسلامی ہند کی تشکیل کا مطالبہ صحیح ہے۔ میری تمنا ہے کہ پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ۔ سندھ، بلوچستان کو ملا کر ایک سلطنت کے قیام کی کوشش کرنی چاہئے۔ حکومت خود اختیاری خواہ سلطنت برطانیہ کے اندر رہ کر ملے یا اس سے باہر، ہندی مسلمانوں کے لئے مذکورہ بالا متحدہ سلطنت کی تعمیر مسلمانوں کا اعلیٰ مقصد ہونا چاہئے"۔

(مسلم لیگ کے اجلاس الٰہ آباد کا خطبہ صدارت ۱۹۳۰ء)

قاضی عبدالمجید صاحب قرشی۔ "ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی از سر نو تقسیم ہو جائے اور ہر ایک قوم کی زیادہ سے زیادہ آبادی کو علیحدہ علیحدہ علاقوں میں جمع کر دیا جائے۔ مثلاً سندھ، صوبہ سرحد وغیرہ مسلم علاقہ اثر ہوں۔ لدھیانہ اور اس کے بعض ملحقات سکھ حلقہ قرار دیئے جائیں اور پھر ہر قوم کو اپنی اکثریت کا حلقہ دے دیا جائے تاکہ وہ اپنے آپ پر خود حکومت کرے"۔ (ایران پاکستان نمبر۔ ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء)

مجلس احرار کا رویہ

چودھری افضل حق صاحب۔ "اگر ہندو کے سوشل بائیکاٹ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے اور ملک میں مساوی اقتصادی نظام پیدا کر دیا جائے تو پاکستان کی تحریک میں جان نہیں رہتی نہ پاکستان کی ضرورت رہتی ہے۔ کیونکہ اس طرح سارے ہندوستان میں آسودہ زندگی بسر کرنے کے لئے مسلمان پر راہیں کھل جاتی ہیں . . . . . ."

"مجھے اس امر کے اظہار میں ذرا بھی تامل نہیں کہ مسلم لیگ کا پاکستان مسلمان سرمایہ داروں کا تخیل ہے . . . . ."

"قصہ مختصر یہ کہ اگر ملک کا نظام حکومت نام نہاد مذہب اور سرمایہ داروں کی بنیادوں پر قائم رہتا ہے تو پاکستان مسلمان سرمایہ داروں کی حقیقی ضرورت ہے۔ بلکہ اتنا کافی ہے کہ مسلمان ہندو کے سوشل بائیکاٹ کا مقابلہ کریں اور مرکز میں کم از کم اختیارات دیکر صوبوں میں آزاد حکومتیں قائم کر کے کام چلایا جائے۔ یہی مجلس احرار کے پیش نظر ہے کہ ہندو کی ذہنیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے"۔

جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی کا نظریہ

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی۔ "ہم سیاسیات ہند میں ایک نئی جماعت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس کا ڈھانچہ ہم نے جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی کے نام سے تیار کرنا شروع کر دیا ہے . . . . . ."

---

* وہاں مسلمان عورت اس طرح تبرج جاہلیت کے ساتھ شمع انجمن بنی نظر آتی ہے جس طرح کوئی شریمتی جی یا کوئی میم صاحبہ ہو سکتی ہیں۔ وہاں عین نماز کے وقت جلسے ہوتے رہتے ہیں اور اگر بادل ناخواستہ ملتوی کئے بھی جاتے ہیں تو مشتاق ہو کر بیرون تک شاذ و نادر ہی

دُمدار ستارہ

سورج چھوٹے چھوٹے اجرام کا ایک بڑا خاندان رکھتا ہے۔ جو اس کے اطراف مختلف جسامت اور مختلف اشکال کے مدار پر گھوما کرتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم سیارے ہیں جنہیں سے دنیا بھی ایک ہے۔ یہ سب تقریباً ایک ہی سطح پر گھومتے ہیں دو سب سے بڑے بڑے مشتری اور سرطان اولین شام کبھی وقت آسمان پر دکھائی دیتے ہیں۔ در زہرہ جو ہم سے زیادہ سورج کے قریب ہے غروب سے قبل دکھائی دیتا ہے۔ دمدار ستارے سورج کے خاندان کے چھوٹے چھوٹے اراکین ہیں۔ عام طور پر بہت طویل اور بیضوی مدار پر گھومتے ہیں۔ یہ بیضوی مدار کے ایک طرف تو نہایت ہی تیز رفتار حرکت کرتے ہیں بہت سے دمدار ستاروں کے متعلق پتہ چلایا گیا ہے۔ کہ وہ ایک خاص وقفہ کے بعد پھر ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور ستارہ ہیلی کا دمدار ستارہ ہے۔ جو ۱۹۱۰ء میں دکھائی دیا تھا۔ اور جو ۱۹۸۶ء میں دوبارہ نمودار ہوگا دوسروں کا وقفہ بہت ہی طویل یعنی ہزاروں برس ہے ور علم الافلاک کی ابتدا کے بعد ایک دفعہ کے بعد نمودار ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

جب تک ہمیں صدہا سال سے ٹھیک ٹھیک اعداد و شمار حاصل نہ ہوں ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ آجکل جو دمدار ستارہ نظر آرہا ہے آیا اسکا علم ہمیں قبل از وقت ہی تھا اور وہ اپنا سفر پورا کرکے دوبارہ نمودار ہوا ہے یا ایک طویل وقفہ والا دم دار ستارہ ہے جو اب پہلی دفعہ ہمیں نظر آرہا ہے غالباً آخر الذکر نظریہ ٹھیک ہے چونکہ یہ آسمان کی جنوبی سمت نمودار ہوا ہے اس لئے قدرتی طور پر یہ جنوبی عرض البلد میں پہلی دفعہ دیکھا گیا۔ باقی ہند میں یہ ۲ فروری اتوار کو شام کے ساڑھے سات سے آٹھ بجے کے درمیان بہت ہی واضح طور پر دیکھا گیا۔ یہ ایک بے نظیر ستارہ مثل یا جھاڑو تارے کی شکل میں جنوب مغربی سمت کی جانب تھا۔ پیر کے روز مطلع ابر آلود تھا۔ چوتھی پانچویں روز پہلی فروری کو یہ بغیر کسی دوربین کی مدد کے بغیر نظر آرہا تھا۔ دھندلی ہوئی چاندنی کی بنا پر کچھ مدھم تھا دوسرے تمام اجرام فلکی کی طرح یہ روزانہ طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے لیکن صرف اس اضافہ کے ساتھ یہ روزانہ آسمان پر شمال مغربی جانب نہایت ہی تیزی سے مدرجہ حرکت کرتا ہے اب یہ آی دمدار ملت پر سب سے زیادہ روشن ستارہ کے قریب جو اب بھی جنوب مغربی طرف . . . . . بلندی پر دکھائی دیتا ہے۔ موجود ہے اس دمدار ستارہ کی حرکت اب مشتری کی جانب ہے۔ رات کو ہر کوئی شخص اس کی حرکت کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ جس وقت چاندنی کم ہو تو یہ دمدار ستارہ نہایت واضح حالت میں دکھائی دے سکتا ہے سوائے اس صورت کے کہ ستارہ بذات خود مدہم پڑ جائے۔

ابھی تک ممبئی میں اس جدید دمدار ستارے کے مدار کی نسبت کسی قسم کے معلومات فراہم نہ ہوسکے گو اس کی موجودہ رفتار اور حیثیت سے تھوڑا بہت اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۵ فروری کو زمین سے اس کا فاصلہ صرف ۴ کروڑ میل تھا اور وہ ہم سے زیادہ سورج سے قریب ہے۔ اس کا مدار زمین کے مدار کی سطح کی طرف خاصا جھکا ہوا ہے۔ اس سیارہ کے منتشر سرے کا قطر ۲۵ ہزار میل ہے اس کی دم کے روشن ترین حصہ کا طول کسی طرح بھی بیس لاکھ میل سے کم نہیں۔ تین انچہ قطر کی دوربین سے اس کے روشن سرے اور چمکدار مرکز کو اچھی طرح دیکھا جاسکتا ہے۔ ایک دمدار ستارہ بہت کمزور اور بودا ہوتا ہے۔ جو دراصل چھوٹے چھوٹے غیر مکمل اور علیحدہ حصوں کے جھنڈ پر مشتمل ہوتا ہے اس کی دم سورج کی شعاع افشانی سے پیدا شدہ باریک ذروں اور گیسی مادہ پر مشتمل ہوتی ہے متعدد دفعہ زمین دمدار ستارہ کے دم پر سے گذر چکی ہے لیکن کسی قسم کی تبدیلی نہیں دیکھی گئی اگر اس کے سرے سے زمین ٹکرا بھی جائے تو سوائے اس کے کہ شہاب ثاقب کی کثیر تعداد میں بوچھاڑ ہو اور کوئی خاص اثر نہ پڑے گا بعض شہاب ثاقب کے متعلق یہ معلوم کیا گیا ہے کہ وہ ٹوٹے ہوئے دمدار ستارے ہیں۔ جب زمین کی فضا میں اس کے حصے گرم ہوکر بخارات میں تبدیل ہوتے ہیں تو ہم اسے ایک چمکدار لکیر کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ شاذ ہی اسکا کوئی حصہ زمین تک پہنچتا ہے سب سے آخر میں یہ بتلانا غیر ضروری نہ ہوگا کہ عام طور پر دمدار ستاروں کی نسبت جو توہمات اور غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ سب کی سب بے بنیاد ہیں۔ دیگر فلکی اجرام کی طرح دمدار ستارے انسانی کاروبار یا قسمت پر کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہوتے ۔:۔ (ماخوذ)

ہندوستان اور جنگ

کیا برطانیہ اس وقت محض اپنی حفاظت کے لئے اکیلا اور تن تنہا دو ڈکٹیٹروں سے لڑ رہا ہے؟ یقیناً نہیں اگر برطانیہ کا مقصد محض اپنا بچاؤ ہوتا تو امریکہ اس فراخدلی اور فراخدلی سے برطانیہ کی امداد نہ کرتا برطانیہ جمہوریت اور آزادی کے تحفظ اور بقا کی خاطر لڑ رہا ہے۔ پریذیڈنٹ روزویلٹ نے بار بار کہا ہے۔ اور امریکہ کے مدبروں نے ان کے اس قول کی تائید اور حمایت کی ہے کہ برطانیہ اس جنگ میں جمہوریت اور آزادی کا آخری مورچہ ہے۔

ہندوستان اس جنگ اور اس جنگ کے اثرات سے آنکھیں بند نہیں کرسکتا جیسا کہ میاں عبدالرب صاحب ایم ایل اے نے جالندھر ڈسٹرکٹ بورڈ ٹیچرز یونین کے اجلاس میں صدارت کرتے ہوئے کہا ہندوستان کی آزادی کا دن قریب ہے اس کی بیشتر کڑیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ کامل آزادی کا بقایا حصہ جنگ کے بعد یقیناً مل جائیگا لیکن اگر خدانخواستہ جرمنی کامیاب ہوگیا تو غلامی کی ایک سخت ترین زنجیر از سر نو ہندوستان کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔ میاں صاحب نے یہ بھی کہا کہ برطانیہ کے جنگی مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جو ممالک برطانیہ کے ماتحت ہیں کہیں وہ بھی ڈکٹیٹروں کے قبضے میں آکر اپنا سب کچھ نہ کھو بیٹھیں اور جو ترقی حاصل کرچکے ہیں وہ ہزار سال پیچھے نہ جا پڑے۔

چیکوسلواکیہ۔ پولینڈ۔ ناروے۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ فرانس رومانیہ اور بلغاریہ کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں یہ ملک مکمل طور پر آزاد تھے ان کی اپنی فوجیں تھیں مگر باہمی نااتفاقی کا شکار ہوکر جرمنی کے غلام بن گئے۔ وہ صدیوں سے آزاد اور خود مختار تھے مگر آج ان کے باشندے قرون وسطیٰ کے غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم کا

عظیم الشان جلسہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم کا سالانہ جلسہ ۲۲۔۲۳۔۲۴ مارچ ۱۹۴۱ء کو بروز ہفتہ دا توار متصل جامع مسجد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم منعقد ہوگا۔ جسمیں حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مبلغ جرمنی۔ اور مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی حسب ذیل مضامین پر تقاریر فرمائیں گے۔

(۱) اسلام میں دوسری قوموں کیساتھ بھلائی کرنے کا حکم۔ (۲) اسلام کا اقتصادی اور اجتماعی پہلو
(۳) ختم نبوت علمی نکتہ نگاہ سے

ہر مذہب و ملت کے اصحاب سے درخواست ہے۔ کہ شامل جلسہ ہوکر مستفید ہوں

نوٹ :۔ اوقات جلسہ کا اعلان جلسہ سے ایکدن پہلے بذریعہ منادی کرا دیا جائے گا

الداعی الی الخیر سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم

سر شاہ محمد سلیمان کی وفات حسرت آیات

ووکنگ مشن اور لٹریری ٹرسٹ کی تعزیتی قرارداد

(۱) ووکنگ مسلم مشن اور لٹریری ٹرسٹ لاہور شہرہ آفاق شخصیت شاہ محمد سلیمان نائٹ جج فیڈرل کورٹ دہلی کی وفات حسرت آیات پر انتہائی رنج و قلق کا اظہار کرتے ہیں انکی موت اسلام کے ایک ناقابل تلافی نقصان۔ دور نگاہ اور باوسوخ فرزند کی موت ہے۔ ہم جن کا تعلق ووکنگ مشن اور لٹریری ٹرسٹ سے ہے اسلام کے اس مخلص کارکن کی وفات پر افسوس کرتے ہیں ان کی موت نے ہم سے ایک قابل قدر اور بیہا دوست چھین لیا ہے جن کے قیمتی مشورے ہمیں ہمیشہ بسر و چشم قبول تھے ہم بیگم سر شاہ محمد سلیمان اور ان کے خاندان کے دیگر افراد سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور خدائے عزوجل کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

(۲) قرار پایا کہ اس قرارداد کی ایک نقل بیگم سر شاہ سلیمان کی خدمت میں اور اخبارات کو بھیجدی جائے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کامل ایمان مکالمہ الٰہیہ سے ہی حاصل ہوتا ہے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں سے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو ان دلوں سے پردہ اُٹھا دے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اسکے وجود کا قائل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اسکے وجود سے انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت میں میسر نہیں آسکتا پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے انا الموجود کی بشارت دیتا ہے تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلہ یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اسی دن اس کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلشانہٗ اپنے وجود سے اسکو آپ خبر دیتا ہے پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے بڑھکر ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ انکو اطلاع دیتا ہے، تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے - (الحکم ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء)

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے مختلف مقامات پر منعقد ہو رہے ہیں۔ انہیں ہر ممکن طریقہ سے کامیاب بنائیے ——

ان جلسوں سے ہمارے امسالہ تبلیغی پروگرام کو بہت تقویت پہنچے گی ——

بیرونی جماعتیں جن کے قلوب میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے بے پناہ جذبات ہیں وہ ان جلسوں کو بارونق بنا کر اپنی ایمانی زندگی اور تبلیغی حرارت کا ثبوت دیں ——

تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے محنت شاقہ درکار ہے۔

محنت! محنت!! محنت!!

بیرونی جماعتیں توجہ کریں

جہاں جہاں بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے منعقد ہو رہے ہیں ان مذکورہ جلسوں میں غیر احمدی کے جنازہ کے جواز میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتوے پیش کئے گئے ہیں ان فتاوے کے متعلق قادیانی دوستوں سے استفسار کیا جائے کہ وہ کیوں خاموش ہیں؟

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اسی شیوع میں درج

ظلی بروزی نبوت پر

ایک احمدی اور قادیانی کا مکالمہ

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

احمدی ۔ حضرت مسیح موعود نے ایک غلطی کے ازالہ میں بالصراحت یہ فرمایا ہے کہ میں ظلی بروزی طور پر محمد و احمد ہوں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ لیکن آپ تسلیم کرتے ہیں کہ دراصل نہ حضرت مرزا صاحب محمد ہیں نہ احمد اور نہ خاتم الانبیاء۔ لہٰذا آپکو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود دراصل نبی بھی نہیں۔ کیونکہ نبی بھی وہ اسی طرح ہیں۔ جس طرح وہ محمد و احمد ہیں یعنی ظلی اور بروزی طور پر۔

قادیانی ۔ محمد و احمد تو ایک ذات کے دو خاص نام ہیں اور یوں کہئے کہ یہ اسماء علم ہیں۔ اور جب کسی دوسرے کو ظلی بروزی طور پر کسی کا اسم علم دیا جائے گا۔ تو اس کے تو یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ دراصل وہی ذات ہے جس کا نام بروزی طور پر اسے دیا گیا ہے اس لئے ظلی طور پر محمد یا احمد ہونے کے تو یہی معنی ہیں کہ درحقیقت حضرت مسیح موعود محمد و احمد نہیں ہیں۔ لیکن نبی کسی خاص ذات کا نام نہیں ہے۔ اس لئے ظلی نبی ہونے کے وہ معنی نہیں ہیں جو ظلی طور پر احمد و محمد ہونے کے معنی ہیں۔ بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ ان کی نبوت آنحضرت صلعم کے طفیل ہے اور سچ مچ نبوت ہی ہے۔

احمدی ۔ آپ کے جواب سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ "احمد" خصوصاً آنحضرت صلعم کا اسم ذات ہے۔ لہٰذا آئندہ یہ کبھی نہ کہنا کہ قرآن کریم میں حضرت مسیح کی بیان کردہ پیشگوئی

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

کا اصل مصداق رسول اللہ صلعم نہیں۔ جیسا کہ جناب "خلافت مآب" نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق نہیں کیونکہ ان کا اسم ذات احمد نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کی تمام تحریروں میں یہی ہے کہ اصل احمد آنحضرت صلعم ہیں

دوسری بات جو آپ کے جواب سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ غالباً مرزا صاحب کو نبوت محمدیہ کا ایک مظہر نہیں مانتے بلکہ کسی علیحدہ نبوت کے حامل مانتے ہیں۔ ورنہ آپ ظلی محمد ظلی نبی میں کبھی فرق نہ کرتے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ظلی نبوت دراصل وہی نبوت محمدیہ ہی ہے جو ظلی طور پر مجازی احمد کے وجود میں منعکس ہے۔ غالباً آپ لوگوں کی اس قسم کی غلط تاویلات کو توڑنے کے لئے ہی حضرت مسیح موعود نے لکھ فرمایا ہے کہ:۔

"**جس طرح بروزی طور پر محمد و احمد** نام رکھے جانے سے دو محمد و احمد نہیں ہو گئے۔ اسی طرح بروزی طور پر **نبی یا رسول** کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلعم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے:۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے بروزی طور پر نبی اور رسول ہونے کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ پس محمد اور احمد کا اسم ذات ہونا اور نبی اور رسول کا اسم ذات نہ ہونا ہمارے اعتراض کو توڑ نہیں سکتا اس لئے ہمارا یہ اعتراض کہ جب ظلی محمد دراصل محمد نہیں تو ظلی نبی بھی دراصل نبی نہیں ہو سکتا۔ غلط ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ جوں کا توں قائم رہا۔

قادیانی ۔ غلطی کے ازالہ کی عبارت سے تو ہمارا ہی مدعا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ چونکہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب عین محمد ہیں۔

احمدی ۔ ہاں بروزی طور پر محمد اور آپ کے بروز کامل میں دوئی نہیں ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ غلام آقا کے برابر ہو گیا۔ بروز کیا ہے۔ فنا فی الرسول کا دوسرا نام ہے۔ مگر جس طرح فانی فی اللہ شخص خدا نہیں ہوتا نہ خدا کے برابر اسی طرح فانی فی الرسول بھی دراصل نبی یا رسول نہیں ہو سکتا نہ اس رسول کے برابر۔

قادیانی ۔ اللہ اور بندہ تو دو غیر جنسی ذاتیں ہیں اس لئے بندہ اللہ نہیں ہو سکتا مگر ایک رسول اور اس میں فنا ہونے والا انسان تو ایک ہی نوع کے دو فرد ہیں اس لئے فانی فی الرسول کو فانی فی اللہ پر قیاس نہ کریں۔

احمدی ۔ واہ حضرت کمال کر دیا کیا رسول اور امتی ایک ہی نوع کے دو فرد ہیں۔ کہاں رسول اور کہاں امتی دونوں حقیقت میں متضاد ہیں۔ پس رسول ایک الگ نوع ہے اور امتی جو فنا فی الرسول ہے وہ الگ نوع کا فرد ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جس طرح فانی فی اللہ درحقیقت خدا نہیں۔ اسی طرح فانی فی الرسول دراصل نبی یا رسول نہیں۔ بلکہ فانی فی الرسول اس رسول کا امتی ہے جس میں وہ فنا ہے۔

قادیانی ۔ میں پھر یہی کہونگا کہ بروزی طور پر کسی کا اسم ذات ہو جانا اور بات ہے اور بروزی طور پر کسی اسم صفت کا مصداق ہونا دوسری بات ہے۔

احمدی ۔ ہم اسکا جواب مسیح موعود کے الفاظ میں دے چکے ہیں آپ پھر غور سے اسی جواب کو پڑھئے۔

علاوہ ازیں یہ تو فرمائیے کہ نبی کا لفظ اگر اسم ذات نہیں ہے تو خاتم الانبیا کا لفظ بھی تو اسم ذات نہیں ہے۔ پس جس طرح حضرت مرزا صاحب کا بروزی طور پر خاتم الانبیا ہونا انکو واقعی خاتم الانبیاء نہیں بنا دیتا اسی طرح بروزی نبی ہونا انکو نبی نہیں بناتا۔ کہئے اب کیا عذر ہے۔

قادیانی ۔ خاتم الانبیا بھی خاص آنحضرت صلعم کا ہی نام ہے اس لئے اس کو بھی ہم محمدؐ و احمدؐ کی طرح ہی سمجھتے ہیں لہٰذا بروزی طور پر خاتم الانبیا ہونے کے بھی وہی معنے ہیں۔ جو بروزی محمد ہونے کے معنے ہیں۔ یعنی دراصل بروز نہ محمد ہے نہ خاتم الانبیاء۔ مگر بروزی نبی کے یہ معنے نہیں بلکہ بروزی نبی کے معنے ہیں واقعی نبی صرف ذریعہ حصول نبوت کا فرق بتانے کے لئے لفظ بروزی کا استعمال ہوا ہے۔

احمدی ۔ آپ لوگ بھی عجیب ہیں خواہ مخواہ ایک اسم صفت کو اسم ذات بنائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس طرح بھی آپ اعتراض سے بچ نہیں سکتے۔ دیکھئے حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عیسےٰؑ کو سلسلہ اسرائیلی کا خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین بارہا لکھا ہے۔ جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ خاتم النبیین یا خاتم المرسلین اسم ذات نہیں بلکہ صفت ہے پس اگر بروزی خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ بروز دراصل خاتم الانبیاء نہیں تو بروزی نبی کے یقیناً یہی معنے ہیں کہ بروز ہرگز نبی نہیں۔

نوٹ :۔ لیجئے یہ سوال اربعہ متناسبہ کی صورت میں مباحثہ راولپنڈی میں مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی کے سامنے پیش کیا تھا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو اوپر قادیانی دوست کی طرف سے بار بار دیا گیا ہے۔ وہیں سے پڑھکر دہلی کے ایک قادیانی مبلغ نے بھی ہمارے سامنے اس کو پیش کیا تھا اس لئے ہم نے افادہ عام کے لئے اسے سوال و جواب کے رنگ میں لکھ دیا ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ شاید کسی قادیانی فاضل صاحب کی رگ حمیت میں جوش آ جائے اور وہ اس مضبوط اعتراض کو رد کرنے کی کوشش کریں اور جب وہ عاجز آ جائیں تو انہیں راہ حق نظر آ جائے۔ والسلام۔

بقیہ لیڈر

محض ایک خواب کو بنیاد قرار دیکر اس سے استدلال کرنا بقول مولانا حجت شرعی نہیں لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ آخر اسے حجت قرار دیکر حضرت بانئے سلسلہ اور جماعت کی ذہنیت کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کی مولانا نے تکلیف کیوں گوارا فرمائی کیا اسی طرح ہم بھی مولانا کی نفسیاتی تحلیل کریں؟ —— اگر جماعت لاہور اشاعت اسلام کے باب میں "باتونی" ہے تو شوکت کردار اسلامی سواد اعظم میں کہاں ہے ذرا ہمیں بھی ان مجاہدین کا علم ہو جو اپنے پہلو میں **طارق** کا قلب و جگر رکھتے ہیں؟ ہم پہلے بھی مولانا کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں۔ دوبارہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ ازراہ مہربانی حضرت بانئے سلسلہ اور تحریک احمدیت کو انصاف اور نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔ ایک حکیم کا قول ہے۔ "کہ دنیا میں ہر بات کو شک کی نگاہ سے دیکھو لیکن ہر بات کی تحقیق میں انصاف سے کام لو۔" مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی بھی اگر تحریک احمدیت کی تحقیق میں انصاف سے کام لیں تو ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ اس تحریک میں ان کے لئے سامان بصیرت موجود ہے اور آجکل جو وہ قرآن مجید کی خدمت کر رہے ہیں وہ بھی اس تحریک سے اثر پذیری کا ہی نتیجہ ہے گو اسکا ابھی انہیں شعور نہیں خدا ان کی چشم بصیرت وا کرے۔ آمین۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۲۲ر صفر ۱۳۶۰ھ ہجری | نمبر ۱۷

معاصر "صدق" لکھنؤ کی غلط فہمی

جماعت احمدیہ لاہور یورپ میں اشاعت اسلام کی علمبردار ہے

ایک حوالہ

معاصر صدق لکھنؤ مورخہ ۱۰ر مارچ ۴۱ء نے اسٹڈیز ان محامدن از م مصنفہ جے۔ بی۔ پول زمانۂ تحریر ۱۸۹۲ء کا حوالہ دیکر لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انیسویں صدی کے آخری ربعہ میں اشاعت اسلام انگلستان میں شروع ہو چکی تھی اور سب سے پہلے اسلامی مبلغ ایک انگریز وکیل کوئیلیم نامی تھے ابتدا میں انہیں چنداں کامیابی نہ ہوئی لیکن بعد میں کامیابی ہوئی اور تعداد چار سے بڑھکر پچاس تک پہنچ گئی۔ وغیرہ وغیرہ

اس پر مدیر صدق مولانا عبدالماجد رقمطراز ہیں:۔

"سطور بالا کا زمانہ تحریر ۱۸۹۲ء اور اس میں ذکر اس سے بھی کئی سال قبل کی اسلامی تحریک کا انگلستان میں ہے کیا اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں لاہوری جماعت احمدیہ اپنے بار بار کے دھرائے ہوئے ان دعووں پر نظر ثانی کرے گی کہ گویا برطانیہ میں تحریک اسلامیت تمامتر اسی کی کوششوں کی رہین منت ہے یا یہ کہ شرف اولیت اسی کو حاصل ہے"۔

مولانا عبدالماجد صاحب کی غلط فہمی

ہمارے خیال میں مولانا مذکور نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ جس سے انہیں غلط فہمی پیدا ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے کبھی انگریز وکیل کوئیلیم جنکا پورا نام عبداللہ کوئیلیم ہے کی اسلامی خدمات کا انکار نہیں کیا بیشک وہ سب سے پہلے انگریز ہیں جنہوں نے انگلستان میں اشاعت اسلام کی اور مولانا اگر یہ بھی ذکر کر دیتے تو بجا تھا کہ ان کے علاوہ ڈاکٹر لائٹنر سب سے پہلے انگریز ہیں جنہوں نے سب سے پہلی مسجد انگلستان میں تعمیر کروائی جو مسجد ووکنگ کے نام سے مشہور ہے اور لارڈ ہیڈلے سب سے پہلے انگریز نواب ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ لیکن کیا اس سے یہ حقیقت دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو سکتی ہے۔ کہ اسلامی سواد اعظم میں سے جماعت احمدیہ وہ سب سے پہلی اسلامی جماعت ہے جو انگلستان کیا بلکہ یورپ بھر میں اشاعت اسلام کی اولین داعی اور علمبردار ہے کون مسلمان ہے جو اسلامی ممالک میں سے آج تک یورپ کو تبلیغ اسلام کے لئے گیا۔ کیا ایک بھی مسلمان کا نام پیش کیا جا سکتا ہے جو مشرق سے قرآن کو سینہ سے لگا کر اٹھا ہو اور مغرب کی دور افتادہ وادیوں میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے روانہ ہوا ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ سوائے جماعت احمدیہ کے ایک بھی مسلمان کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

انگلستان میں اشاعت اسلام کیلئے ساز گار فضا

باقی رہا یہ امر کہ تبلیغ احمدیت کی تبلیغی مساعی سے قبل انگلستان میں ایک اسلامی پس منظر پیدا ہو چکا تھا اس سے کسے انکار ہے۔ خود حضرت بانئے سلسلہ نے اسکا ذکر کیا ہے اور حضور کو احرار یورپ کے اس رجحان کا علم تھا چنانچہ جہاں آپ اعلائے کلمۃ الحق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اہل دانش تثلیث کو الوداع کہ رہے ہیں اور توحید کی طرف ان کا میلان ہو چکا ہے وہیں آپ نے لکھا ہے ؎

آ رہا ہے اسطرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

مولانا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بغیر قرائن کے ہی حضرت بانئے سلسلہ نے لکھ دیا تھا۔ ان قرائن سے عام مسلمانوں نے تبلیغی لحاظ سے کیا فائدہ اٹھایا یہ تو وہ زمانہ ہے کہ یورپ میں اشاعت اسلام کو مسلمان دیوانگی خیال کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی وفات پر حبیبیہ ہال لاہور میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا تو اس موقع پر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے بیان کیا۔

ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب کا بیان

"جب خواجہ صاحب مرحوم تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان گئے تو میں وہاں موجود تھا۔ میں نے ان کے عزائم کو سن کر رائے دی کہ خواجہ صاحب پاگل ہو گئے ہیں۔ مغربی دنیا اور اس میں تبلیغ اسلام یہ خیال بالکل عبث اور باطل ہے۔ اسکا کوئی فائدہ نہیں خواجہ صاحب کیوں اپنی قوتوں کو ضائع کرتے ہیں۔ لیکن آج پورے بیس سال بعد اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری رائے غلط تھی اور خواجہ صاحب مرحوم صحیح تھے"۔

ملاحظہ فرمایا مولینا آپ نے مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی یاس اور قنوطیت! یہ تھی ناگفتہ بہ حالت تبلیغ اسلام کو دیوانگی خیال کیا جاتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں جو ہاتھ ملت اسلامیہ کی طرف سے مغرب کی طرف بڑھا۔ وہ صرف تحریک احمدیت ہے اور یہی وہ تحریک ہے جس نے مغرب میں اشاعت اسلام کو مستقل طور پر اپنے پروگرام میں داخل کیا اور انگلستان میں اشاعت اسلام کا شرف اولیت اس تحریک کو حاصل ہے۔

دوسرا اقتباس

اس کے علاوہ جو مولانا نے اسی مذکورہ کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا حوالہ دیکر یہ اقتباس درج کیا ہے کہ "عبداللہ کوئیلیم کی تحریک کا مرکز لیورپول تھا اور اس کی شاخیں انگلستان میں پھیلی ہوئی تھیں لندن میں بھی ۱۲۰ کے قریب مشرق نژاد مسلمان موجود تھے مانچسٹر میں بھی ۲۰ کے قریب مسلمان تھے اور ووکنگ میں اورینٹل انسٹیٹیوٹ سے متعلق ایک مسجد بھی تھی۔ لیورپول میں ایک باقاعدہ مسجد گنبد اور مینار کیساتھ اسکی تعمیر کی تجویز بھی تھی اور اس کے لئے چندہ بھی جمع ہو رہا تھا وغیرہ وغیرہ"۔

شہاب ثاقب

اس اقتباس میں بھی اس تحریک کی تبلیغی جد و جہد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ۱۲۰ کے قریب جو مسلمان تھے وہ بھی مشرق نژاد تھے لیکن نو مسلم نہیں تھے۔ اور مسجد ووکنگ اور اورینٹل انسٹیٹیوٹ ڈاکٹر لائٹنر کی کوششوں سے بنے تھے۔ اور ڈاکٹر لائٹنر مسلمان نہیں تھے لیورپول میں جس مسجد کی تعمیر کی تجویز تھی وہ آج تک تعمیر نہیں ہوئی اور اس کے لئے جو چندہ جمع ہوا اس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ اسکا کیا ہوا۔ امید ہے مولانا عبدالماجد صاحب اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔ انہیں یقیناً اس کے متعلق کچھ معلومات ہوں گی اور عبداللہ کوئیلیم بھی بعد میں روپوش ہو گئے یہ تحریک مغربی افق پر شہاب ثاقب کی مانند نمودار ہوئی اور ختم ہو گئی یعنی یہ تحریک اپنی نوعیت میں محض ایک میلان اور رجحان کی آئینہ دار تھی اور کچھ نہیں۔ جب حضرت خواجہ صاحب مرحوم وہاں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں چٹیل میدان تھا اور اس سرزمین میں از سر نو تخم ریزی کی ضرورت تھی اور وہ تخم ریزی کیسی ہوئی اسکا فیصلہ ہم مولینا موصوف پر ہی چھوڑتے ہیں۔

مولانا کا ارشاد

مولانا رقمطراز ہیں۔

"ان حالات کی موجودگی میں لاہور کی مخصوص جماعت کا دعویٰ کرنا کہ اہل یورپ میں تبلیغ اسلام کی علمبردار ہے یقیناً مبالغہ کے حدود میں قدم رکھنا ہے"۔

انگلستان کے متعلق تو ہم اوپر وضاحت کر آئے ہیں اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں باقی رہا مولانا کا یہ ارشاد کہ جماعت احمدیہ لاہور کا یہ دعوےٰ کہ وہی یورپ میں تبلیغ اسلام کی علمبردار ہے یقیناً مبالغہ کی حدود میں قدم رکھنا ہے۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ صرف انگلستان کو ہی یورپ نہیں کہتے مولانا پر روشن ہونا چاہئے کہ جماعت احمدیہ لاہور نے جرمنی اور ہالینڈ میں بھی تبلیغی مشن قائم کئے ہیں۔ اور ان ممالک میں سوائے احمدی مبلغین کے کوئی مبلغ اشاعت اسلام کیلئے نہیں پہنچا برلن میں جماعت احمدیہ لاہور کی تعمیر کردہ ایک نہایت عالیشان مسجد ہے اور جرمن نو مسلمین کی ایک جماعت ہے اور قرآن مجید کا جرمن ترجمہ ہے۔ جو اسی جماعت کی کاوشوں کا رہین احسان ہے ہالینڈ میں بھی تبلیغ اسلام کا کام ایک منظم طریقہ پر ہو رہا ہے اب ہمیں معلوم نہیں کہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہاں کا مبالغہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور ہی یورپ میں تبلیغ اسلام کی علمبردار ہے۔ امر واقعہ کو امر واقعہ کہنا تو مبالغہ نہیں ہوا کرتا۔

ایک خواب سے استدلال

اس کے علاوہ مولانا نے ایک اہل دل کی خواب کا ذکر کیا ہے کہ اسے (حضرت) مرزا صاحب کے باب میں خلجان رہتا تھا تو ایک دن خواب میں حضرت نبی کریم کی زیارت نصیب ہوئی تو (حضرت) مرزا صاحب کے متعلق استفسار کیا تو بارگاہ عالی سے جواب ملا کہ "باتونی ہے"۔ اس سے مولانا استدلال کرتے ہیں "جماعت لاہور یقیناً کام کر رہی ہے مگر جتنا کچھ کر چکی ہے کرنے کی رکھتی ہے لیکن اصل کام سے زیادہ اسکا اشتہار اور پروپیگنڈا یہ تو صاف بانئے سلسلہ کی ذہنیت کا پرتو معلوم ہو رہا ہے۔ یعنی بانئے سلسلہ باتونی تھے۔ اس لئے جماعت بھی باتونی ہے" اور اس استدلال کی بنیاد اس مذکورہ خواب پر رکھی ہے

[illegible]

شذرات

"میں انہیں دخل نہیں دیتا"

جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ الفضل مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء میں شائع ہؤا ہے۔ اس میں جناب میاں صاحب نے ایک واقعہ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ کا بیان کیا ہے۔ کہ ایک مکان حکیم فضل الدین صاحب نے انجمن کو وصیت میں دیا۔ اس مکان کو انجمن حضرت مولانا نورالدین صاحب کی منشاء کے خلاف زیادہ قیمت پر فروخت کرنا چاہتی تھی۔ اس پر حضرت مولانا نورالدین صاحب نے ناراض ہو کر تحریر فرمایا۔

"جس طرح مرضی ہو کرو۔ میں اس میں دخل نہیں دیتا"۔

ہم استفسار کرتے ہیں اگر حضرت مولانا نورالدین صاحب کو انتظامی امور میں مکمل اختیارات حاصل تھے تو انہیں یہ مندرجہ بالا فقرہ استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کر کے انجمن کے فیصلہ کو رد کر سکتے تھے۔ کیا آج قادیان میں جناب میاں صاحب کی منشاء کے خلاف کوئی کام ہو سکتا ہے اور وہ ... کا فقرہ انجمن کو (اگر کوئی ہے) لکھ سکتے ہیں۔ قادیان میں آج ایسا ہونا ممکن ہے؟ ہمارے خیال میں ہرگز نہیں کیونکہ قادیان کے موجودہ نظام اور اختلاف سے پہلے کے نظام میں بعد المشرقین ہے ؞

صرف ایک سال بعد

جناب میاں صاحب اپنے ایک خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۶ء میں فرماتے ہیں۔

" ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا جو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کا لکھا ہؤا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہہ دیا کہ اس وقت اس کا کوئی جواب میرے ذہن میں نہیں۔ آپ کے باقی حوالوں سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے مگر اس خط کا میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ کئی دفعہ مجھے چیلنج بھی دیا گیا کہ اسکا جواب دو مگر میں نے کبھی بناوٹی جواب دینے کی کوشش نہیں کی"۔

قریباً ایک سال بعد الفضل مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۴۷ء رقمطراز ہے :-

" مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے غیر احمدیوں کی جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات جنہیں وہ پہلے بھی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے پیش کر چکے ہیں اور ان کے جواب کئی دفعہ شائع ہو چکے ہیں۔ از سرِ نو "پیغام صلح" نے دہرانی شروع کر دی ہیں"۔

میاں صاحب فرماتے ہیں میں نے کبھی بناوٹی جواب دینے کی کوشش نہیں کی اور الفضل رقمطراز ہے جواب دیا گیا اگر میاں صاحب کا جواب صحیح ہے۔ تو الفضل کے موجودہ بیان سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو جواب دیا گیا وہ بناوٹی ہے۔ کیونکہ جناب میاں صاحب اس خط کے جواب کو بناوٹی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک بناوٹی جواب بھی دینے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ورنہ یہ کہہ کر کئی بار جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ محض ایک مغالطہ دیا جا رہا ہے۔ ذرا ایک حوالہ بھی پیش کر دیا ہوتا کہ کب جواب دیا اور جواب دینے کی کوشش کی گئی ؞

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور فرائض دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ جناب خواجہ محمد عبداللہ صاحب ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔ اس خوشی میں جناب ماسٹر صاحب نے مبلغ پانچ روپے اشاعت اسلام کی مد میں بطور عطیہ انجمن کو دئیے ہیں۔

— مولوی عبدالقادر صاحب مبلغ ڈیرہ غازی خاں اپنی تبلیغی مساعی میں کامیابی کیلئے احباب سلسلہ سے درخواست دعا کرتے ہیں

— حافظ عبدالعزیز صاحب بمبئی سے تحریر کرتے ہیں کہ ان کے خلاف مقدمات ہو رہے ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حافظ صاحب مذکور کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان مشکلات سے نجات دے آمین ؞

حضرت داتا گنج بخشؒ اور تبلیغ اسلام

"احسان" مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۷ء رقمطراز ہے :-

" ہندوستان میں افغان اور مغل سلاطین نے کم و بیش چھ سو سال تک حکومت کی لیکن اس طویل مدت میں دو تاجداران نے تبلیغ اسلام کی طرف توجہ کی۔ چھ سو سال کی حکومت میں تبلیغ اسلام کا کوئی خاص محکمہ قائم نہیں تھا۔ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا جو کام ہؤا وہ صوفیائے کرام اور دوسرے روحانی بزرگوں کے فیض سے ہؤا ان بزرگوں میں سب سے ممتاز ہستی سید علی ہجویری یعنی حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے"

مسلمان ہر سال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مناتے ہیں اور اس کے علاوہ کیا کچھ نہیں کرتے لیکن ان کے تبلیغی مشن کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ اس بزرگ و برتر ہستی کی روح کو تب ہی خوشی ہو سکتی ہے۔ اگر ان کے مشن کو ہندوستان میں قائم رکھا جائے۔ ہندوستان میں وہ کونسی جماعت ہے جو ان صوفیائے کرام کے تبلیغی مشن کو قائم رکھے ہوئے ہے؟ صرف ایک جماعت ہے جو ان بزرگوں کے روحانی ورثہ کی وارث ہے اور وہ جماعت احمدیہ لاہور ہے اور افسوس ہے کہ وہ بھی عام مسلمانوں کی نگاہ میں کافر جنہیں اپنے کردار کے لحاظ سے ان بزرگوں سے نسبت روحانی ہو وہ تو کافر ہوئے اور وہ لوگ جنہیں اپنی روش کے لحاظ سے ان صوفیائے کرام سے دور کی بھی نسبت نہ ہو وہ مسلمان! زمانہ کے دستور نرالے ہیں ؞

قادیانی مجلس خدام الاحمدیہ دہلی کے قائد کی غلط بیانی

مولانا عمرالدین صاحب شملوی کا بیان

(از جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی)

"الفضل" مجریہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء میں دہلی کی قادیانی مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد صاحب کا ایک مضمون میرے متعلق شائع ہؤا ہے جس میں اصل بات کی بجائے بعض غلط باتیں میری طرف منسوب کی گئی ہیں جو نہ میرے کلام کا مفہوم ہے اور نہ میرے الفاظ ہیں اور چونکہ ایسے بیانات سے خواہ مخواہ سخت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اس لئے ان الزامات کا جواب میری طرف سے درج ذیل ہے۔

۱۔ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ واقعی مولوی محمد علی صاحب اس معاملہ (غیر احمدیوں کے ساتھ رشتہ ناطہ) میں غلطی پر ہیں۔ اور اس کا خمیازہ انہیں دس بیس سال کے بعد ضرور بھگتنا پڑے گا۔ جبکہ ان کی نسل میں احمدیت کا نام و نشان تک باقی نہیں رہیگا۔

یہ الفضل کے نامہ نگار کا جھوٹ ہے

۲۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ گویا میں نے یہ کہا تھا کہ :-

"لاہوری فرقہ کے نوجوانوں کو احمدیت سے بالکل لگاؤ نہیں ..... میں ایمان سے کہتا ہوں کہ آج احمدیت آپ کی جماعت کی وجہ سے پھیل رہی ہے۔ اگر یہ معاملہ ہم پر چھوڑ دیا جاتا تو احمدیت کبھی کی مٹ گئی ہوتی"

یہ بھی جھوٹ ہے حقیقی احمدیت سے تو قادیان کی جماعت کو کچھ بھی تعلق نہیں۔ نہ احمدیت کبھی مٹ سکتی ہے۔

۳۔ "احمدیت کی تبلیغ کی طرف ہماری پارٹی نے بالکل توجہ نہ دی اب میں مولوی محمد علی صاحب کو صاف صاف کہہ دوں گا کہ وہ احمدیت کی تبلیغ لوگوں میں کرنے سے مطلق نہ جھجکیں"

میرا جواب یہ ہے کہ یہ دانستہ جھوٹ بنایا گیا ہے۔ میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔

۴۔ "ہمارے ہاں تو کچھ بھی نہیں" یہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔ بلکہ یہ کورا جھوٹ ہے۔

خدا سے ہمکلامی زندہ ایمان پیدا کرتی ہے

مجدد کی ضرورت اور قادیانی اصحاب کیلئے مقام غور

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۴۷ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ . . . . . . ولیذکر اولوا الالباب (ابراہیم ۱۴: ۴۷)

حق کے قیام میں رکاوٹ بننے والوں کا ذکر

ان لوگوں کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے جو حق کے قیام میں رکاوٹ ڈالنے کا موجب تھے فرماتا ہے اور کس قدر پر زور الفاظ میں فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوات۔ وہ دن آنیوالا ہے کہ یہ زمین بدل جائے گی۔ کوئی اور زمین ہوگی اور آسمان بھی یہ نہ رہیگا۔ کوئی اور آسمان ہو جائیگا وبرزوا للہ الواحد القھار اور سب کے سب ایک ہی غالب خدا کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے۔ ھذا بلاغ للناس ولینذروا به ولیعلموا انما ھو اله واحد ولیذکر اولوا الالباب۔ یہ پیغام لوگوں کو پہنچا دینا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ان کو برے اعمال کے بدنتائج بتائے جائیں اور وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور وہ لوگ جو عقل سے کام لیتے ہیں اس کو یاد کریں۔ جب یہ آیات نازل ہوئی ہوں گی۔ اس وقت وہ دنیا پرست جن کا غلبہ ملک عرب پر تھا۔ ان الفاظ پر ہنستے ہوں گے کہ یہ بیکسی کی حالت ہے۔ پیغام کوئی سنتا نہیں اور دعوے یہ ہے۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوات۔ زمین بھی بدل جائے گی اور آسمان بھی۔ اور خدائے واحد کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔

ایک عظیم الشان نظارہ

کس قدر مسلمانوں کے دلوں میں خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوا ہوگا۔ جب اپنی آنکھوں سے اس نظارہ کو دیکھا ہوگا کہ عرب کی زمین بھی بدل گئی اور آسمان بھی بدل گیا اور وہی لوگ جو اسلام کو کچلنے پر تلے ہوئے تھے۔ اب اس کے آگے جھک گئے اور پھر ان لوگوں کا جھکنا جن کے ہزاروں لاکھوں بت تھے اور یہ بت پرستی بھی ایسی تھی۔ کہ خدا کی ہستی کے قائل ہی نہ تھے۔ نہ اعمال کی بازپرس کے قائل تھے۔ ان کو اعمال کی بازپرس کا یقین دلایا اور خدا کی ہستی کا قائل کر دیا۔

خدا کی ہستی پر حقیقی ایمان

خدا کی ہستی پر ایمان یہی ہے کہ انسان اعمال کی بازپرس کا قائل ہو جس کے دل میں یہ ایمان نہیں کہ ہر ایک نیک عمل ایک جزا، اور ہر برا عمل ایک سزا کو لانے والا ہے۔ وہ خدا کی ہستی پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو فرمایا کہ اس زمانہ کو یاد کرو جب اسلام کے سامنے سارے کا سارا عرب جھک گیا۔ اور وہ لوگ جو خدا کو سرے سے مانتے ہی نہ تھے۔ جن کو اپنے اعمال کی بازپرس کا کوئی وہم نہ آسکتا تھا۔ ان کا زمین و آسمان بدل گیا اور وہ خدائے واحد کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ اس نظارہ کو دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں کتنا ایمان خدا کی ہستی پر پیدا ہوا ہوگا اور اس کی قدرت اور علم اور طاقت کا یقین کس قدر ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا ہوگا۔ ایک طرف ان کی وہ بے کسی جس میں کفار کے ہاتھ سے طرح طرح کے مظالم ان پر توڑے جاتے تھے، پھر اس بیکسی کے عالم میں غلبہ کی پیشگوئیاں جن کا پورا ہونا بظاہر حالات ناممکن نظر آتا تھا۔ اور پھر دوسری طرف ان کا وہ غلبہ و اقتدار جس نے عرب کے زمین و آسمان بدل دیئے اور وہ جو غالب اور برسر اقتدار تھے، اب مغلوب اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ان تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کس قدر زبردست ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی طاقت و علم پر پیدا ہوتا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ اور قرآن مجید

جس قدر زور قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور علم اور طاقت اور دوسری صفات پر دیا ہے۔ دوسری کسی کتاب نے اس قدر زور نہیں دیا۔ کوئی شخص مسلم ہو یا غیر مسلم، قرآن شریف پڑھے تو اسے یہ چیز لگ جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جتنا ایمان خدا کی ہستی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا اور صحابہ کی زندگیوں میں روشن ستاروں کی طرح اس کو نمایاں کر دیا۔ اس کی مثال بھی دنیا کی کسی قوم میں نظر نہیں آتی۔ یہ دونوں باتیں اسلام کی خصوصیات میں سے نظر آتی ہیں۔ جس طرح خدا کی ہستی (۳) پر ایمان جو محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کیا۔ وہ بھی ایک بے نظیر چیز ہے۔

موجودہ ملحدانہ رجحانات

اور جس قدر ایمان اس زمانہ میں خدا پر سے اٹھا ہے یہاں تک کہ ان لوگوں کے دلوں سے بھی اٹھ گیا ہے۔ جو اس قرآن کے پیرو ہیں۔ اس کی نظیر بھی ملنی مشکل ہے۔ وہ لوگ جو قرآن کو سر آنکھوں پر اور بڑے بلند مقام پر رکھتے ہیں۔ اسی قرآن کو ماننے والے اپنے دلوں کے اندر خدا کی ہستی پر ایمان نہیں رکھتے۔ یعنی یہ ایمان نہیں رکھتے کہ خدا ان کے ہر فعل کو دیکھتا ہے اور اس کی جزا اور سزا دے گا۔ یہ دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ الا ما شاء اللہ

مسلمانوں کی پستی کی وجوہات

کبھی غور کریں کہ مسلمانوں کی ذلت اور پستی کی وجوہات کیا ہیں بلاشبہ بیسیوں اور سینکڑوں اور بھی وجوہات مل جائیں گی لیکن سب سے بڑی وجہ جس کے اندر سب وجوہات آجاتی ہیں یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر ایمان ان کے اندر نہیں رہا۔ بڑے بڑے جبہ پوش بھی مل جائیں گے۔ علماء بھی ہوں گے۔ واعظ اور لیکچرار بھی ہوں گے۔ لیکن یہ زبردست ایمان دلوں کے اندر موجود نہ ہوگا۔ کہ میرے ہر فعل کو خدا دیکھتا ہے اور اس کی جزا یا سزا مجھے مل کر رہے گی۔ تہذیب، کلچر اور جو کچھ بھی اس زمانہ کے اخلاق کا نام ہو۔ وہ سب کچھ موجود ہے۔

خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان

لیکن یہ ایمان موجود نہیں کہ خدا میرے ہر فعل کو دیکھتا ہے۔ میرا ہر عمل جو کسی تنہائی کی کوٹھڑی کے اندر چھپ کر کیا ہو یا علانیہ اس کے سامنے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ میں نے پچھلے جمعہ میں یہ کہا تھا کہ وہ چیز جو تزکیہ نفس پیدا کرتی ہے۔ وہ بدی سے بچنا اور نیکی کی طرف قدم اٹھانا ہے۔ ان دونوں چیزوں کے لئے قوت درکار ہے اور یہ قوت پیدا ہوتی ہے۔ خدا کی ہستی پر ایمان کے ذریعہ سے اور خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے ان لوگوں کے ذریعہ سے جو خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر جب ایک لمبا عرصہ گزر جاتا ہے تو خدا کی ہستی پر ایمان کمزور ہو جاتا ہے

ایمان کا احیاء

پھر اللہ تعالیٰ کسی اور ایسے شخص کو کھڑا کر دیتا ہے جو اس پر ایمان کو مضبوط کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا مرور زمانہ سے لازمی بات ہے کہ دلوں پر زنگ لگتا جائے۔ روشنی کی جگہ تاریکی پیدا ہوتی جائے۔ تو اس زنگ اور تاریکی کو دور کرنے کے لئے خدا نے اس دین کو جو آخری ہے۔ دنیا میں بھیجا اور یہ سلسلہ قائم کیا۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایک شخص آئے اور اس زنگ کو دور کر دے۔ اور لوگوں کے اندر نور ایمان پیدا کرے اصل بڑا کام اس کا یہی ہوتا ہے۔ خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا۔ خدمت دین کرنے والے بڑے بڑے علماء بھی ہوتے ہیں

مجدد کی ضرورت

مگر پھر بھی مجدد کی ضرورت ہے۔ مجدد کیا ہے۔ خدا سے ہمکلام ہونے والا اور اس ذریعہ سے خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے والا بلاشبہ دلائل سے بھی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ لیکن وہ زبردست ایمان جو دلوں کے اندر گڑ جائے۔ خدا کے ساتھ ہمکلامی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکلامی کے سلسلہ کو جاری رکھا ہے۔ لیکن یہ خیال آہستہ آہستہ دلوں سے نکل گیا جس کو پھر اس زمانہ کے مجدد نے زندہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جلسہ مہوتسو میں مسلمانوں کا سب سے بڑا نمائندہ جو تقریر کرتا ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ خدا سے ہمکلامی پیچھے رہ گئی ہے۔ اب یہ سلسلہ جاری نہیں حالانکہ ہمکلامی کا سلسلہ امت کے برگزیدہ افراد کے ساتھ جاری رہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات کو گول مول نہیں چھوڑا۔ حدیث میں صاف آتا ہے لقد کان فی من کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔ کتنے کھلے الفاظ ہیں۔ لیکن جب کوئی قوم سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کرے تو اس کا کیا علاج؟ اسی طرح جو شخص سننے سے ہی انکار کر دے۔ اس کو سورج کی طرح روشن دلائل بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے

خدا سے ہمکلامی اور افراط

گویا تو وہ تفریط تھی کہ پھر جلسوں میں مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی پیچھے رہ گئی اور یا اب اس قدر افراط ہے کہ ایک قوم نے اس ہمکلامی کو نبوت کا مقام دیدیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا سلسلہ باقی نہ رہے تو خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے کا اور کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔ حضرت مسیح موعود کو نبی کا لفظ استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا انکار اس زمانہ میں نہ ہوتا۔ چونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا اب کسی سے ہمکلام نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم میں صاف صاف فرمایا ہے۔ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا اور فرمایا تتنزل علیھم الملٰئکة الا تخافوا ولا تحزنوا الخ لیکن باایں یہ خیال مر چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ اب کسی سے ہمکلام

(۳) خدا کی طاقت، خدا کے علم اور اقتدار پر زور جو قرآن کریم نے دیا ہے [illegible]

ہوتا ہے۔اسی کو زندہ کرنے کے لئے لفظ نبی استعمال کیا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہکر اسے صاف کر دیا کہ یہ مجاز کے طور پر استعمال ہؤا ہے حقیقت نہیں ظل ہے اصل نہیں۔

قادیانی اصحاب کیلئے مقام غور

بعض وقت حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے قادیانی دوست جب گھر میں بیٹھ کر حضرت مسیح موعود کی نبوت پر مضامین لکھتے ہیں تو کوئی لمحہ فکر یہ ان پر ایسا بھی آتا ہے یا نہیں کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ حضرت مسیح موعود تو صاف طور پر یہ لکھتے ہیں کہ:۔

"بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میری الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔یہ وہ علم ہے۔جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے"۔ (سراج منیر صفحہ ۳)

پھر لکھا:۔

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

(مجموعہ اشتہارات صفحہ ۳۰۳)

قادیانی حضرات کا حضرت مسیح موعود کے الفاظ سے سلوک

یہی آخری الفاظ میں نے اپنے ایک ٹریکٹ میں اپنے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھے جس پر اب الفضل میں یہ لکھا ہے۔کہ میں بھی تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں کیونکہ وہ مسیح کی آمد ثانی کے قائل ہونے کی وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہیں۔حالانکہ یہ الفاظ تو حضرت مسیح موعودؑ کے ہیں۔میرے نہیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ کو وہ قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔غور کرنا چاہئے۔یہ میرے الفاظ تو نہیں حضرت مسیح موعود کے الفاظ ہیں لیکن قادیانی جماعت ان لفظوں کو برداشت نہیں کرسکتی جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سے یہ جماعت دور نکل چکی ہے۔

غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے فتاوی

صرف یہ ایک ہی بات نہیں، کئی ایسی باتیں ہیں جن میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف لکھا جارہا ہے میں اس کی کئی مثالیں دینے کے لئے تیار ہوں۔جنازہ کا مسئلہ ہی لیجئے میں نہیں جانتا کہ اسکا کیا نام رکھوں آج ستائیس سال اسپر لکھتے ہوئے ہوگئے کہ حضرت مسیح موعود کے چار فتوے ہیں کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔ہاں جو مکفر مکذب ہو اسکا جنازہ جائز نہیں۔ایک ایک قادیانی کو اس بارہ میں ثالث ٹھہرایا گیا کہ خدا کے لئے جواب دو کہ ان فتووں کا کیا جواب تمہارے پاس ہے لیکن کوئی جواب نہیں ملتا۔مجھ سے کہا گیا کہ تم بھی نبی کا لفظ استعمال کرتے رہے ہو میں نے لکھا کہ لفظ نبی میں نے انہی معنوں میں استعمال کیا جن معنوں میں میاں صاحب کی خلافت سے پہلے استعمال ہوتا رہا۔شملہ میں ایک دفعہ میرا ایک لیکچر ختم نبوت پر ہؤا ایک قادیانی صاحب نے وہی ریویو آف ریلیجنز کے حوالے پیش کرکے مجھ پر سوال کیا کہ تم نبی مانتے رہے ہو۔میں نے کہا میں اگر خود کوئی توجیہہ ان حوالوں کی کروں تو شاید ٹھیک نہ سمجھی جائے اس لئے میں تمہارے گواہ بلاتا ہوں:۔

مولوی سرور شاہ کی ایک تحریر۔لاڈ مولوی سرور شاہ صاحب کو جنہوں نے لکھا:۔

"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔اول اپنے خدا سے اخبار غیب پا بنوالا۔دوم عالی مرتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گزرے ہیں" (بدر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء)

مفتی محمد صادق صاحب کا ایک بیان

بلاؤ مفتی محمد صادق صاحب کو جنہوں نے مولانا شبلی مرحوم کے سامنے یہ بیان کیا کہ

"ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبین ہیں۔آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔ہاں مکالمات الہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ سے فیض یاب ہوکر اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الہی سے مشرف کیاگیا۔اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الہی کے سلسلہ میں آپکو خدا تعالےٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں۔اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں"۔

(بدر جلد ۹ صفحہ ۵۱-۵۲)

ایسا ہی میر محمد سعید، میر قاسم علی، مولوی غلام نبی اور کئی دوسرے بزرگ لفظ نبی کا استعمال جن معنوں میں کرتے رہے انہیں معنوں میں نے بھی استعمال کیا۔

خدا سے ہمکلامی اور اسلام

تو میں کہنا چاہتا تھا کہ خدا کے ساتھ ہم کلامی کو مذہب اسلام نے زندہ رکھا ہے کیونکہ اس کے بغیر خدا کی ہستی پر پختہ ایمان پیدا نہیں ہوتا، بیشک دلائل سے بھی خدا کی ہستی ثابت ہوسکتی ہے۔لیکن اس قدر یقین کے ساتھ نہیں جو یقین مکالمہ الہی سے پیدا ہوتا ہے۔وہ ایمان حضرت مسیح موعودؑ نے پیدا کیا۔ابھی حضرت مسیح موعود کو لمبا عرصہ نہیں گذرا ابھی تمہارے اندر وہ لوگ موجود ہیں جو حضرت صاحب کی صحبت میں بیٹھے رہے ہیں۔اگر تم چاہو تو ان سے تم بھی اس نور ایمان کو لے سکتے ہو۔یہ ٹھیک ہے کہ خدا کے برگزیدوں کی تحریریں بھی بہت کام کرتی ہیں۔

صحبت صالح کا اثر

لیکن ایک وہ چیز ہوتی ہے جو صرف پاس بیٹھنے والے ہی لے سکتے ہیں۔یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قسم کے آدمی کے پاس آپ بیٹھیں اسکا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا کسی بدمعاش کسی بے ایمان کے پاس بیٹھو تو اس کی بدمعاشی اور بے ایمانی ایک غیر معلوم طریق پر دلوں پر اثر کر جائے گی۔اسی طرح نیک بندوں کے پاس بیٹھو تو ایک غیر معلوم طریق پر دل پر اثر ہوگا پس وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں بیٹھے جو کچھ ان کو حاصل ہؤا وہ آج نری تحریریں پڑھ کر حاصل نہیں ہوسکتا۔میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس چیز کو ان لوگوں سے حاصل کرو۔جو مسیح موعود کے پاس بیٹھنے والوں میں سے اسوقت موجود ہیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور سیرت مسیح موعودؑ

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایک بزرگ (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) کو اللہ تعالےٰ نے توفیق دی کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے تمام حالات کو دو جلدوں میں لکھکر شائع کر دیا یہ کتاب (مجدد اعظم) اس قابل ہے کہ اس کو کثرت سے لوگ پڑھیں اور میں نوجوانوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھیں اس سے ان کے دلوں میں ایک نور ایمان اور تڑپ پیدا ہوگا۔محمد رسول اللہ صلعم کے حالات کا بھی مطالعہ کرو اور بار بار پڑھو۔قرآن کریم کو پڑھو۔جتنا زیادہ قرآن کو پڑھو گے اتنا ہی تمہارے اندر اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان تازہ اور پختہ ہوگا قرآن کریم کے اندر جو پیشگوئیاں ہیں۔وہ اس زمانہ میں اسطرح پوری ہو رہی ہیں۔کہ گو یا رسول اللہ صلعم آج کے زمانہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی پیش گوئیوں کی صداقت

محمد رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیاں آجتک ایک معمہ کی صورت میں پڑی ہوئی تھیں۔دجال یاجوج ماجوج اور اسی قسم کی دوسری پیشگوئیاں ایک ایسا معمہ بنی ہوئی تھیں کہ بظاہر کوئی حل انکا نظر نہ آتا تھا۔اسی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ ایسی حدیثیں چھوڑنے کے قابل ہیں لیکن حضرت مسیح موعود نے اللہ تعالےٰ سے روشنی حاصل کرکے ان کو ایسا حل کیا کہ اسے مانے بغیر چارہ نہیں اور ایسا انہی پیشگوئیوں کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔دیکھئے یہ فرق ہوتا ہے۔خدا کی طرف سے آنے والے اور اپنی عقل سے کام لینے والے میں بہت بڑا فرق ہے وہی بات جس کو عقل رد کر دیتی ہے اللہ تعالےٰ سے روشنی پاکر ایسی طرح حل ہوجاتی ہے۔کہ عقل کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں رہتا خود دیکھ لو کہ کس طرح آج وہ باتیں ایک صداقت نظر آتی ہیں جو حضرت مسیح موعود سے پہلے ایک معمہ بنی ہوئی تھیں۔

نوجوان دوستوں کو نصائح

تو میں اپنے نوجوان دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کو پڑھیں۔رسول اللہ صلعم کے حالات کا مطالعہ کریں مسیح موعودؑ کی زندگی کو دیکھیں اور اپنے اندر وہ ایمان پیدا کریں جو ایک احمدی کی زندگی میں نمایاں ہونا چاہئے۔آپ نے اور ہم نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے۔تم نے لوگوں کے اندر خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا ہے۔اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے تمہارے اپنے دلوں میں وہ ایمان نمایاں رنگ اختیار کرے اس کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کے حالات کو پڑھو۔مسیح موعود کے حالات کو پڑھو۔آج تو لوگ پولی کلچر کو بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔کوئی وقت نکالو کہ تم اپنے بزرگوں کی زندگیوں کو مطالعہ کرسکو۔کوئی وقت نکالو قرآن کو پڑھنے کے لئے، محمد رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے حالات کو پڑھنے کے لئے اور پھر دیکھو کہ کس طرح ان چیزوں سے خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔اور ایک نئی قوت اور طاقت تمہارے اندر سرائت کرتی ہے۔

اسلام کا بدترین دشمن مسولینی

عربوں پر زہرہ گداز مظالم کے چند واقعات

(از جناب سردار اقبال علی شاہ صاحب)

(خاص پیغام صلح کے لئے)

گذشتہ تیس سال سے مسلمانوں میں اٹلی کے خلاف عداوت اور حقارت کے جذبات برانگیختہ ہو رہے ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا اور مراقش سے لیکر مشرق بعید تک تمام اسلامی دنیا میں نفرت اور غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے اسلامی ممالک کو جانے دیجئے۔ ہندوستان کے نوکروڑ مسلمانوں پر اس کا جو اثر ہوا تھا اس کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ مجھے اب تک یاد ہے کہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے طالبعلموں نے اپنی ترکی ٹوپیاں جلا ڈالی تھیں۔ کیونکہ یہ ٹوپیاں اس وقت اٹلی کے شہر میلان سے آیا کرتی تھیں

اطالوی حکومت نے اس صدی کے شروع سے اب تک رومتہ الکبریٰ کے احیائے ثانی کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے جو جدوجہد کی۔ وہ اسلامی قومیت اور مسلمانوں کی اس نفرت کو اور زیادہ گہری کرتی رہی۔ جو ترمیپولی کی لڑائی میں پیدا ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی نگاہ میں اس وقت فسطائی سب سے زیادہ قابل نفرت ہیں۔

اس نفرت میں عدم تشدد کے فلسفہ کو دخل نہیں۔ اس تیس برس کی مدت میں اسلام کے خلاف اطالیہ جو متواتر کوشش کرتا رہا۔ اس کی وجہ سے فرزندان اسلام اپنی خون آشام تلواروں سے انتقام کی آگ بجھانے کے لئے بے چین اور موقع کے منتظر ہیں اس کا اظہار کب اور کیونکر ہوگا۔ یہ بیان کرنا اس مضمون کے حدود سے باہر ہے۔ مگر یہاں ان واقعات اور حقائق کا بیان کرنا ضروری ہے کہ اطالوی حکومت نے اہل اسلام کے ساتھ کیسے کیسے ناروا سلوک کئے

طرابلس کی جنگ کے بعد ہی مسلمانوں کی اشک شوئی اس واقعہ سے ہوگئی تھی کہ اٹلی اور ترکی کے صلحنامہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ سلطان کا نام خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت سے جمعہ کے خطبوں میں لیا جائے گا۔ ہمارے لئے یہ محض ایک جذباتی تیز تھی۔ کیونکہ ہماری خواہش تھی کہ لیبیا کے وہ دس لاکھ مسلمان جو مرکز اسلام سے سیاسی طور پر الگ ہو گئے ہیں۔ کم از کم ایک مذہبی یکجہتی تو قائم رکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ صلح صرف کاغذی تھی اطالویوں نے اس پر کبھی عمل نہیں کیا۔

سائرینائیکا اور صحرا کے کفرہ کے مسلمان یہ سمجھ گئے کہ اطالیہ کو اسلامی ممالک تک پہنچنے کا راستہ مل گیا ہے اور انہوں نے جنگ عظیم کے زمانہ میں بہت شدید بغاوت کی۔ اگر جدید ترین آلات حرب اور مشینی اسلحہ کی کثیر تعداد ان کے خلاف استعمال نہ کی جاتی تو لیبیا کے مسلمانوں کا آزاد ہونا یقینی تھا۔

لیبیا کے مسلمانوں پر گریزیانی نے جو مظالم توڑے۔ اس کے بیان کرنے میں ایک ترک جنگجو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے یہ حقیقت ... ہے۔ وہ ایک قہوہ خانے میں ... سامنے رکھے ہوئے قہوہ کی پیالیں ...

جنرل گریزیانی نے اریٹریا میں ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۱ء تک دل کھول کر اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیا۔ مگر ۱۹۲۱ء میں جب ان کو ایک بڑی ذمہ داری کا عہدہ دیا گیا اور روم کی طرف سے اس کو رومتہ الکبریٰ کے احیاء کا خواب بہ نوک شمشیر شرمندہ تعبیر کرنے کو مقرر کر لیا تو اسی جنرل گریزیانی نے فیضان اور دوسرے مقامات پر لیبیا کے مسلمانوں پہ اتنے مظالم کئے کہ اطالوی ریکارڈ بھی یہ اعتراف کرتا ہے۔ کہ اس اطالوی ملاکو نے ۱۹۳۲ء میں سارینائیکا کے ۔ ۔ ۔ ۸۰ ہزار عرب مسلمانوں کو ان کے مویشیوں سمیت نکال کر خلیج سدرا کے بے برگ گیاہ اور جلتے ہوئے ریگستان میں دھکیل دیا۔

اطالوی ریکارڈ میں یہ درج نہیں کہ اس سلسلہ میں کتنی جانیں تلف ہوئیں۔ مگر مویشیوں کی صورت میں جو مالی نقصان ہوا اگر اس سے جانی نقصانات کا اندازہ لگایا جائے تو جانی نقصان بھی بہت زبردست ہوگا۔ ۱۹۲۶ء میں سرکاری ریکارڈ کے لحاظ سے عربوں کے پاس آٹھ لاکھ بھیڑیں، پچہتر ہزار اونٹ اور چودہ ہزار گھوڑے تھے۔ مگر فسطائیوں کے ظالمانہ طریق سے ۱۹۳۲ء میں صرف اٹھانوے ہزار بھیڑیں، دو ہزار چھ سو اونٹ اور صرف ایک ہزار گھوڑے رہ گئے۔ اس طرح ستر ہزار بکریوں میں سے صرف پچیس ہزار بکریاں۔ دس ہزار بیلوں میں سے آٹھ ہزار بیل اور نو ہزار خچروں میں سے صرف پانچ ہزار خچر رہ گئے۔

دو یورپین سیاحوں نے اطالوی مظالم کے چشم دید حالات اپنے سفرناموں میں بیان کئے ہیں۔ انہوں نے صحرائی کنوؤں میں اطالویوں کو سیمنٹ بھرتے دیکھا تاکہ لیبیا چھوڑتے ہوئے عرب پیاس کی شدت سے ہلاک ہو جائیں۔ بعض سیاحوں نے تو یہ لکھا ہے کہ مارشل گریزیانی کی یہ عادت ہوگئی تھی کہ گاہے گاہے وہ عرب مسلمانوں کے مذہبی پیشواؤں کو اپنے ہاں مدعو کرتا تھا اور ان کو طیاروں میں بٹھا کر اڑتا تھا۔ جب طیارہ چار یا پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ جاتا تھا تو ان عربوں کو نیچے پھینکوا دیا جاتا تھا۔

ڈنمارک کا ایک سیاح جس کا نام "نوڑ ھولمبولی" ہے۔ اپنی کتاب "واقعات صحرا" میں لیبیا کے مسلمانوں کے ساتھ اطالیہ کے انصاف کا قصہ یوں بیان کرتا ہے کہ تین عربوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے ایسے عربوں کو تمباکو اور روٹی دی تھی۔ جنہوں نے اطالویوں کی اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ ان تینوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔

"ھولمبولی لکھتا ہے کہ یہ تینوں عرب اپنے گرد و پیش ملتجیانہ نظروں سے دیکھتے تھے مگر کہیں بھی کوئی ہمدردانہ چہرہ نظر نہ آتا تھا تمام حاضرین اطالوی تھے۔ ایک عرب ملزم کا بھائی "عدالت" میں موجود تھا۔ جب سزا کا حکم پڑھ کر سنایا گیا تو اس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکل گئی اور وہ آگے بڑھا کہ اپنے بھائی کو ایک مرتبہ اور گلے سے لگا لے۔ مگر ایک اطالوی نے اس کو دھکیل کر الگ کر دیا۔ اس پر وہ دیوانوں کی طرح چیختا چلاتا عدالت سے باہر نکل گیا۔ مگر چند ہی قدم چلنے کے بعد فورا جذبات سے بیہوش ہو کر گر گیا۔

دوسرے عرب ملزم نے علی جیوبی سے کہا کہ جج سے ... کی جائے کہ کیا اس سے کم سخت سزا نہیں دی جا سکتی۔ میرے نو بچے ہیں اور میرے بعد ان کا کوئی سہارا نہ رہے گا۔ جج نے لاپروائی کے ساتھ جواب دیا کہ فوجی عدالت صرف دو ہی باتیں جانتی ہے یا تو بری کر دینا یا موت کی سزا دینا۔

اس کے بعد ھولمبولی نے تینوں ملزموں کو باہر کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف دھکیلے جاتے ہوئے دیکھا۔ مجمع پر موت سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک یہ سکوت یونہی قائم رہا۔ اس کے بعد رائفلیں چلنے کی آواز آئی۔ اس کے بعد پھر کچھ دیر سناٹا رہا۔ پھر ایک فیر ہوا۔

میں نے ابراہیم سے پوچھا یہ کیا تھا؟

ابراہیم نے کہا۔ ہم اس کے عادی ہو گئے ہیں۔ مجرموں کے عقب سے جب باڑھ ماری جاتی ہے تو عموماً ان میں سے ایک آدھ زندہ رہ جاتا ہے۔ اس کے لیے افسر آگے بڑھ کر اس کے سر پر گولی چلاتا ہے۔

یہ واقعات مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ مگر کیا یہ چند واقعات یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی نہیں کہ مسلمانوں کو فسطائیوں سے کیوں نفرت ہے۔

سرکاری اطلاع

از محکمہ اطلاعات پنجاب

آئندہ اتوار (۲۳ مارچ) ہندوستان بھر میں ایک قومی یوم دعا کے طور پر منایا جائیگا۔ جبکہ مختلف مذاہب کے لوگ سلطنت متحدہ کے باشندوں کے ساتھ ملکر موجودہ جنگ میں فتح کے لئے دعا مانگیں گے۔

ہز ایکسیلنسی جناب گورنر بہادر امید کرتے ہیں۔ کہ تمام پنجابی اپنے اپنے عقائد کے مطابق یہ دن یوم دعا کے طور پر منائیں گے ؛

لاہور۔ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۱ء نمبر ۷۶ ۸ اڈبلیوپی

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (لعہ)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۸ صفر سنہ ۱۳۶ھ مطابق ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء — نمبر ۱۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اشاعت اسلام پانچ شاخوں پر مشتمل ہے

اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضروری تھا کہ وہ اس مہم عظیمہ کے رو براہ کرنے کیلئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کیلئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا . . . .

(۱) ایک شاخ تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا اور وہ وہ معارف و حقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تعلق سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دئے گئے ہیں . . . . .

(۲) دوسری شاخ اس کارخانہ کے اشتہارات جاری کرنیکا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے اور اب تک (یعنی فتح اسلام کی اشاعت تک ناقل) بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ شائع ہوتے رہینگے۔

(۳) تیسری شاخ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کیلئے سفر کرنیوالے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنیوالے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کیلئے آتے رہتے ہیں، یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے (اس شاخ سے حضرت صاحب کی مراد مہمانخانہ سے ہے۔ ناقل)

(۴) چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوب ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف سے لکھے جاتے ہیں چنانچہ اب تک عرصہ مذکورہ بالا میں ۹۰ ہزار سے بھی کچھ زیادہ خطوط آئے ہونگے جنکا جواب لکھا گیا۔

(۵) پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ نے خاص اپنی وحی اور الہام سے قائم کی ہے مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے چنانچہ اس نے اسی سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائیگا اور جو انکار میں رہیگا اس کیلئے موت درپیش ہے اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (فتح اسلام)

دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا ارشاد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"میں نے کہا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص جو اس جماعت کا فرد ہے اپنا یہ فرض سمجھے کہ وہ سال بھر میں کم از کم دس ہزار آدمیوں کو پیغام پہنچائیگا . . . . . اگر جماعت کا ہر فرد اس کام کو کرے تو اس ذریعہ سے سال بھر میں دس ہزار سے آدمیوں تک ہم پہنچ سکتے ہیں اور یقینی بات ہے کہ خواہ کتنی ہی مخالفت ہو ہم کم از کم دسویں حصہ تک تو ان میں سے لے سکتے ہیں۔ صرف ہمت اور کوشش شرط ہے"

(خطبہ جمعہ مؤرخہ ۷ ار جنوری ۱۹۴۱ء)

سب احباب سلسلہ کے سامنے اخبار پیغام صلح کے ذریعہ یہ مذکورہ تبلیغی پروگرام پیش کیا جا چکا ہے۔ اور متعدد دفعہ اسے بروئے کار لانیکی یاد دہانی بھی کرائی گئی ہے۔ اس پر عمل بھی شروع ہو چکا ہے لیکن اس سرگرمی سے نہیں جس سرگرمی سے ہونا چاہئے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد خواہ وہ بوڑھا ہو، جوان ہو، اس پروگرام کو مستقل طور پر اپنی زندگی کا جزو بنائے اور اسے بروئے کار لانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ حضرت بانئے سلسلہ علیہ السلام کی بلند پایہ تصنیفات کا مطالعہ کیا جائے۔ کیونکہ اس تبلیغ کا حقیقی سرچشمہ یہی کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ سلسلہ کے دوسرے لٹریچر کو بھی پڑھا جائے اور براہین سے مسلح ہو کر تبلیغی جہاد کو شروع کر دینا چاہئے، اور جو دوست سردست خود اس کام کو نہ کر سکتے ہوں۔ وہ مرکز سے مفت لٹریچر منگوا کر اسے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کریں۔ غرضیکہ اس کام کو نہایت محنت اور ذمہ داری سے کیا جائے اور بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان خاص طور پر جائزہ لیں اور جماعتوں کو اس عظیم الشان کام پر لگا دیں

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور ملفوظات کی ترتیب میں مصروف ہیں۔ حضرت ممدوح کی زبردست خواہش ہے کہ بیرونی جماعتیں اس تبلیغی پروگرام کو اپنی پوری قوت اور پورے دل کے ساتھ عملی جامہ پہنائیں۔

— مولانا آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا فرمائی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس ولادت کو والدین کے لئے ہر لحاظ سے باعث راحت بنائے آمین۔

— جناب میاں غلام عباس صاحب ڈپٹی کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس کچھ عرصہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں اور دہلی میں ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ صاحب موصوف کیلئے دردِ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں

بادشاہت کیلئے وسعت قلبی کی ضرورت ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
مورخہ ۷ مارچ ۱۹۴۱ء اسی شبوع میں درج ہے

دہلی میں میری مصروفیت

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔اے مولوی فاضل دہلی)

دہلی مقیم ہونے کے بعد مجھے کام شروع کئے ہوئے کوئی ایک ماہ گزر چکا ہے اور متعدد اصحاب نے خواہش ظاہر کی ہے کہ میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر اخبار کیلئے بھجواؤں۔ لیکن چونکہ ان کا تفصیلی ذکر بے حد طوالت طلب ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی مصروفیات کا ایک ہلکا سا خاکہ بغرض اشاعت بھیج دوں۔

درس و اجتماعات

دہلی وارد ہونے پر میری ناواقفیت کو بہت حد تک مولانا عمرالدین صاحب، مولانا عبدالحق صاحب اور چند دیگر دوستوں نے دور کیا جنہوں نے مجھے مختلف احباب سے متعارف کرنے میں امداد دی۔ محترم ڈاکٹر محمود علی خانصاحب نے اپنے مکان واقعہ ملتانی ڈھانڈہ پر ایک اجتماع کا انتظام کیا۔ جہاں میری تقریر ہوئی۔ ازاں بعد مکرم جناب شیخ محمد لطیف صاحب کے مکان واقعہ ملتانی ڈھانڈہ پر ایک جلسہ کا انتظام ہوا۔ پھر ایک جلسہ مولانا عمرالدین صاحب کے مکان پر ہوا۔ اور ایک جلسہ محترم شیخ عبدالعزیز صاحب کے مکان واقعہ قرول باغ میں منعقد ہوا۔ ان اجتماعات میں ... اجتماعات رہے جن میں خواتین نے بھی حصہ لیا۔ اور انہوں نے بھی اسلام اور سلسلہ احمدیہ پر تقاریر کیں۔

میرے آنے سے قبل یہاں ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ درس قرآن مجید ہوتا تھا لیکن اب درس قرآن کا باقاعدہ روزمرہ انتظام ہو گیا ہے۔ ایک غیر از جماعت دوست محترم گھاسی خانصاحب ٹھیکیدار کے مکان واقعہ ملتانی ڈھانڈا پر ہوتا ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ روز افزوں رونق ہو رہی ہے۔ ہمارے اپنے احباب کے علاوہ بعض دیگر خانقاہ قرآن کریم میں شامل ہو کر مستفیض ہوتے ہیں۔ درس قرآن نماز مغرب کے بعد ہوتا ہے۔ درس کے بعد متفرق امور پر تبادلہ خیال ہوتا رہتا ہے۔ اور اس طرح بلا ناغہ شام کے ساڑھے چھ بجے سے ایک دو بجے تک، اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ دیر تک مصروفیت رہتی ہے۔ پہاڑ گنج ملتانی ڈھانڈہ، قرول باغ اور نئی دہلی کے احباب درس میں شامل ہوتے ہیں۔ اور مغرب اور عشا کی نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں۔

اتوار کو بعد از نماز مغرب دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام واقع اردو بازار جامع مسجد دہلی میں درس قرآن ہوتا ہے۔ نماز جمعہ دو مقامات پر ہوتی ہے۔ ایک انجمن کے دفتر میں اور دوسرے مکرم جناب میاں غلام عباس صاحب ڈپٹی کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹ کے مکان واقع فیروز شاہ روڈ (نئی دہلی) میں۔ عموماً نئی دہلی میں مکرم شیخ عبدالحق صاحب نماز جمعہ پڑھاتے ہیں، اور دہلی میں راقم الحروف نماز جمعہ پڑھاتا ہے۔

قادیانی اصحاب سے مبادلہ افکار

اصحاب قادیان سے جب سے میں آیا ہوں تین مباحثات ہو چکے ہیں۔ دو مرتبہ مولانا عمرالدین صاحب نے گفتگو فرمائی جس میں "تعریف نبوت" از روئے تحریرات حضرت مسیح موعود پر بحث تھی اصحاب قادیان کی طرف سے ایک صاحب مولوی ماسٹر محمد حسن آسان جو یہاں ایک سینما میں کام کرتے ہیں اور جماعت قادیان کے سیکرٹری ہیں پیش ہوتے رہے۔ ان کی گفتگو میں تمسخر اور استہزاء کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ مگر حاضرین پر حقائق اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور خود جماعت قادیان کے دوستوں نے ہمارے پاس پہنچ کر یہ شہادت دی کہ ان کے پاس ہمارے دلائل کا جواب نہیں تھا۔

۷ر مارچ کو تیسری مرتبہ گفتگو مسئلہ "فضیلت" پر ہوئی۔ وہی صاحب مولوی ماسٹر محمد حسن صاحب آسان مقابلہ پر تھے جماعت احمدیہ کی طرف سے خاکسار تھا۔ دو گھنٹہ بحث رہی جس میں قادیانی دلائل کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا گیا اور واضح کر دیا گیا کہ اپنی تمام شان میں "افضل" ہونے کا مطلب نہ تو کلی فضیلت ہے اور نہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی بن گئے ہیں۔ قادیانی مناظر صاحب نے اصل مبحث سے الگ ہو کر ادھر ادھر کے حوالوں کی پناہ لینی چاہی کبھی کہا کہ حضرت تو مقام نبوت، درجہ نبوت، منصب نبوت پانے کے مدعی ہیں جس کے جواب میں انہیں حضرت اقدس اور دیگر اولیاء کرام کے حوالجات سے دکھایا گیا کہ مقام نبوت، درجہ نبوت اور منصب نبوت کے الفاظ اولیاء اللہ کیلئے بھی استعمال ہوئے ہیں (دیکھو بحر العلوم شرح مثنوی مولانا روم اور شرح فتوح الغیب اور حضرت مسیح موعود کی تقریر مندرجہ الحکم ۷ر اپریل سنہ ۱۹۰۳ء) غرضیکہ یہ سب مسائل اس قدر صاف ہوئے کہ غیر از جماعت ... اصحاب ... کی سمجھ میں بھی آ گئے۔ اختتام مناظرہ پر یہ طے ہوا کہ مورخہ ۱۴ر مارچ کو پھر مباحثہ ہو گا۔ جس میں اس امر پر بحث ہو گی کہ ظلی نبوت کا مفہوم کیا ہے۔ ولایت یا نبوت۔ مگر ۱۴ر مارچ کو جب ہم قادیانی اصحاب کے مکان پر پہنچے تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم نبوت مسیح موعود پر بحث کریں گے جس میں ظلی نبوت، امتی نبوت مسئلہ فضیلت اور دیگر تمام مسائل آ جائیں گے۔ ان کی خدمت میں التماس کی گئی کہ بحث کو وسیع کرنے سے کبھی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔ "نبوت مسیح موعود" پر ہی بحث کی جائے۔ مگر اجزاء مقرر کر لئے جائیں تاکہ کسی فریق کو کج بحثی کا موقعہ نہ ملے۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ انہیں کہا گیا کہ جو طریق گفتگو آپ لوگ اختیار کرتے ہیں یہ تو وہی ہے جو غیر احمدی مولوی کیا کرتے ہیں کہ "تردید افتضاحات مرزا" مضمون رکھ کر سارے جہان کے اعتراضات اٹھا کر شتاب بازی دیتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں کہا جائے کہ آؤ ایک ایک مسئلہ کو الگ الگ لیکر بحث کریں تو گریز کرتے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ موضوع بحث کو محدود کر کے گفتگو کرنے میں ان کو اپنی حقیقت عیاں ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ آج اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جب کہ آپ نے خود اس پر گفتگو کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ آج آپ "ظلی نبوت کے مفہوم" پر بحث کر لیں۔ اس کے بعد متواتر جس قدر عرصہ آپ پسند کریں۔ فضیلت مسیح موعود بر مسیح ناصری، مجازی نبوت کے مفہوم، نبی کا نام پانے کی خصوصیت پر بحث ہوتی رہے لیکن موضوع کی حد بندی لازمی ہے۔ تاکہ خلط مبحث نہ ہو۔ مگر قادیانی اصحاب نے قطعاً انکار کر دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ گذشتہ مباحثات میں قادیانی اصحاب کے تمام دلائل کو توڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔ اور لوگوں کو قادیانی حضرات اور بالخصوص ان کے مناظر صاحب کے (جو سینما میں کام کرتے ہیں) شریفانہ طرز گفتگو کا بھی بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ باوجود غیرت دلانے کے وہ مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔ لیکن حاضرین پر یہ واضح ہو گیا کہ قادیانی اصحاب کا گریز کیا معنی رکھتا ہے۔ اب قادیانی اصحاب کو ہم نے اپنی طرف سے دعوت دے دی ہے کہ مورخہ ۲۱ر مارچ کو ہمارے جلسہ میں آئیں۔ ہم اپنی تقاریر میں قادیانی عقائد کی حقیقت واضح کریں گے اور انہیں مباحثہ کے لئے کھلا وقت دیں گے۔ مگر اب امید نہیں کہ وہ گفتگو کی جرأت کریں۔ ان الباطل کان زھوقا۔

> **بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانے کا زبردست ذریعہ ہیں**

اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے ممبروں اور دیگر اصحاب سے ملاقاتیں

دن میں سوائے دو تین گھنٹے کے جو گھر پر مجھے مطالعہ میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اکثر حصہ اپنی جماعت یا غیر از جماعت اصحاب سے ملاقاتوں، درسوں یا دیگر تنظیمی و تبلیغی امور کے انصرام میں باہر صرف کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت کثیر التعداد اصحاب تک انگریزی لٹریچر پہنچایا جا چکا ہے اور تبلیغی گفتگو کی جا چکی ہے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد ایم۔ ایل۔ اے۔ سر محمد یعقوب ایم۔ ایل۔ اے۔ سر محمد یامین خان ایم۔ ایل۔ اے۔ سیٹھ حسین بھائی لال جی۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ (بمبئی) خان بہادر میاں غلام قادر محمد سبحان ایم۔ ایل۔ اے (سندھ) مسٹر عبدالرشید چودھری ایم۔ ایل۔ اے (آسام) آنریبل مسٹر حسین امام ممبر کونسل آف سٹیٹ۔ خان بہادر خواجہ عبیداللہ۔ غلام احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ مسٹر یعقوب لال جی بیرسٹر ایٹ لاء (بمبئی) اور دیگر متعدد اصحاب تک لٹریچر پہنچایا جا چکا ہے اور ملاقاتوں میں جماعت احمدیہ لاہور کی پوزیشن کو واضح کیا جا چکا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان ملاقاتوں میں محترم مولوی حبیب الرحمان صاحب صادق آف بمبئی میرے لئے بے حد امداد کا موجب ثابت ہوئے ہیں۔ اور دراصل یہ انہی کی واقفیت تھی جس نے مجھے ان اصحاب تک پہنچنے اور ان تک سلسلہ کا پیغام پہنچانے کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو جزائے خیر دے۔

دہلی حکومت ہند کا مرکز ہونے کے علاوہ سیاسی اور علمی اعتبار سے بھی ہندوستان کا سب سے بڑا مرکز ہے اور باوجود اس کے کہ میں اپنے اوقات کو اس طرح یہاں تبلیغی امور کی طرف لگا رہا ہوں پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک بہت سے طبقات ایسے ہیں جہاں تک رسائی نہیں ہو سکی۔ وقت کی قلت اور کام کے ہجوم سے تحریر کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر احباب کو نہ خط لکھ سکا ہوں اور نہ اخبار کیلئے کوئی مضمون ارسال کر سکا ہوں۔

اعلان جلسہ مستورات

احمدیہ ینگ ویمن الیوسی ایشن کا ماہوار جلسہ بروز جمعہ بتاریخ ۲۸ر مارچ احمدیہ مسجد کی گیلری میں ہو گا۔ اس موقع پر تقریر کا موضوع ہو گا "اسلامی پردہ" یعنی اسلام میں پردہ کس حد تک ضروری ہے۔ تقریر اس موضوع پر بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور محترمہ مسز سید بیگم صاحبہ اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمائیں گی۔ مضمون کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اپنی تمام بہنوں کی خدمت میں التماس کرتی ہوں کہ وہ ضرور اس موقع پر خود بھی تشریف لائیں اور اپنی واقفکار عورتوں کو بھی ساتھ لائیں۔

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۲۷ صفر سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۱۸

ہمارا تبلیغی پروگرام اور ہماری جدوجہد

انفرادی و اجتماعی تبلیغ سے اس سالانہ تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانیکی کوشش کرو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور جماعت کے فرائض

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ ۷ جنوری ۱۹۴۱ء کو خطبہ جمعہ میں دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا پروگرام جماعت کے سامنے پیش کیا۔ یہ خطبہ پیغام صلح مؤرخہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء میں شائع ہو کر تمام جماعتوں میں پہنچ گیا۔ اور ساری جماعت نے بحیثیت مجموعی اس پروگرام پر عمل شروع کر دیا۔ لیکن جس شدت، سرگرمی اور جوش کے ساتھ اس پروگرام کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ وہ تبلیغی حرارت جماعت کے تمام حلقوں میں . . . . پیدا نہیں ہوئی۔ پیغام صلح میں اس پروگرام کے متعلق بار بار بیرونی جماعتوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ اور اب ہم اس مقالہ افتتاحیہ کے ذریعہ ان تمام احباب کی خدمت میں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہیں درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہر وقت اس تبلیغی پروگرام کو پیش نظر رکھیں۔ اور صرف پیش نظر رکھنا ہی کافی نہیں۔ بلکہ پوری قوت کے ساتھ اسے عملی جامہ پہنائیں۔ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے جوئے شیر لانے کی ضرورت ہے۔ بلکہ "جوئے خون" لانے کی ضرورت ہے۔

احمدی کی خصوصیات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہر فرد ایک مبلغ ہے۔ حضرت امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج کا مجاہد سپاہی ہے۔ جہاں بھی کہیں وہ آباد ہے وہ اس سرزمین کیلئے ایک انقلاب عظیم کا حامل ہے۔ ہمارے احباب پر یہ امر خوب روشن ہونا چاہئے کہ جہاں کہیں بھی وہ آباد ہیں۔ انہیں اپنے تبلیغی پروگرام کو شروع کر دینا چاہئے۔ اگر ان کے قریب مسلمان ہیں تو انہیں تبلیغ کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ کے امام کو پہچانیں اور اس روحانی سلسلہ میں شامل ہوں۔ اگر سکھ آباد ہیں تو انہیں تبلیغ کرنا چاہئے کہ وہ عقیدہ توحید کے حقیقی منبع اور مخرج کی طرف رجوع کریں۔ اگر آریہ سماجی، دیو سماجی اور برہمو سماجی آباد ہوں تو ان تک بھی اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ احمدی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خدا اور خدا کے رسولؐ پر ایک زندہ ایمان رکھتا ہے اور امام عصر حاضر کے ارشادات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اور دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسلام کو دوسری اقوام تک پہنچاتا ہے اور انہیں دائرہ اسلام میں داخل کرنے کیلئے پوری جدوجہد کرتا ہے۔ اور اپنے کردار سے دنیا پر روشن کرتا ہے کہ اہل حق دنیا میں کس بلند معیار پر زندہ رہتے ہیں۔

تبلیغ کے دو بڑے طریق

دنیا میں ہر کام ایک ترتیب اور طریقہ کو چاہتا ہے۔ جب تک کسی کام کو ایک خاص اصول کے ماتحت نہ کیا جائے اس وقت تک اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ہمیں بھی ایک معین اصول پر ہی کاربند ہونا پڑے گا۔ اور اس پر کاربند ہو کر ہی کامیابی ہو سکتی ہے۔

ہم لوگ اگر تبلیغ میں کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں متحدہ طور پر معین اصولوں پر کاربند ہونا چاہئے۔ تبلیغ کے دو بڑے بڑے طریق ہیں ایک انفرادی تبلیغ اور دوسرے اجتماعی تبلیغ۔ دنیا میں جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ تشریف لاتے رہے۔ وہ انہی اصولوں پر ہی تبلیغ کرتے رہے۔ اور انہی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر انہیں کامیابی ہوتی رہی۔

انفرادی تبلیغ

انفرادی تبلیغ کا طریق یہ ہے کہ انسان اپنے حلقہ اثر میں نہایت خوبی کے ساتھ اپنے خیالات کو پہنچائے اور مستقل طور پر پہنچاتا رہے چند ایک سعید الفطرت انسانوں کو اپنے پیش نظر رکھے اور ان تک اپنے خیالات پہنچائے اور اپنے حسن عمل سے اپنے خیالات کی صداقت پر مہر ثبت کرے۔ انفرادی تبلیغ میں جماعت احمدیہ کو ید طولےٰ حاصل ہے۔ جتنے لوگ آپ کو جماعت احمدیہ کے سواد میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے کثیر حصہ انفرادی تبلیغ سے ہی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوا ہے۔ ہمیں از سر نو اس انفرادی تبلیغ کے شوق کو زندہ کرنا چاہئے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم کثرت کے ساتھ لوگوں کو جماعت میں شامل کر سکتے ہیں۔ ہماری شاندار روایات میں سے ایک عظیم الشان روایت انفرادی تبلیغ بھی ہے۔ ہمیں اس روایت کو ہر صورت میں قائم رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ روایت ہمارے سلسلہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ کہاں ہے وہ احمدی جو اپنی موجودگی سے اپنے ماحول میں ایک ہلچل ڈال دے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ ابھی زندہ ہے اور اس میں زندگی اپنی تمام شان اور قوت کے ساتھ موجود ہے صرف اس کی خفتہ حس کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ وہ بیدار ہو۔ اور احمدی دوست اپنے آئین تبلیغ کو زندہ کریں اور جہاں بھی کوئی ہیں۔ اپنی انفرادی تبلیغ کو فوراً شروع کر دیں۔

اجتماعی تبلیغ

دوسرا طریقہ اجتماعی تبلیغ کا ہے اور یہ اپنی کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے اور اس طریق کو ہمیں ہمیشہ جاری رکھنا چاہئے۔ اس طریقہ سے بھی لوگ اثر پذیر ہوتے ہیں اور حق کو قبول کرتے ہیں۔ اور ان جلسوں سے ایک بہت بڑا فائدہ جو پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ انفرادی تبلیغ کے لئے ایک نہایت ہی خوشگوار فضا اور میدان پیدا ہو جاتا ہے۔ آجکل ہماری بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ یہ جلسے جماعت احمدیہ کی اجتماعی تبلیغ کے آئینہ دار ہیں۔ ان جلسوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور ان مذکورہ جلسوں کے ذریعہ نہایت جرأت کے ساتھ احمدیت کے خالص اسلامی پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہئے۔ جو حضرت بانئے سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے متعلق جماعت قادیان کی روش سے پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ جلسے جتنے کامیاب ہوں گے اسی نسبت سے ہماری تبلیغی مساعی کیلئے میدان پیدا ہوگا۔ ہر ایک بیرونی جماعت کو چاہئے کہ ان مذکورہ جلسوں کو کامیاب اور بارونق بنائے اور ان کے فوراً بعد انفرادی تبلیغ کو نہایت زور شور سے شروع کر دیا جائے۔ اجتماعی تبلیغ اگر فصل کی کاشت ہے تو انفرادی تبلیغ فصل کی کٹائی کے مترادف ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

اصل غرض

ان مندرجہ بالا تبلیغی اصولوں کو بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے . . . کہ ان اصولوں پر کاربند ہو کر اپنے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لایا جائے۔ ہماری جماعت کا اس سال سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لائے۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ اس پروگرام میں نہایت سرگرمی سے حصہ لے بلکہ یہ پروگرام اس کی زندگی کا مستقل جزو ہو کر رہ جائے۔

آج یہ ایک مقصد اور پروگرام ہے۔ کل کو یہی ایک کارنامہ ہوگا جسے آئندہ نسلیں یاد کریں گی۔ اس کارنامہ کیلئے ایک فوج درکار ہے! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پنجہزاری فوج اٹھے اس کارنامہ کو معرض وجود میں لائے۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں بلکہ ایک زندہ جماعت کی قوت عمل کا کرشمہ ہے۔ جو پردۂ مستقبل میں ذوق نمود کیلئے تڑپ رہا ہے کہاں ہے وہ مرد مجاہد جو اس کارنامہ کیلئے اپنی نقد زیست پیش کرے ہمارے خیال میں جماعت احمدیہ کا ہر ایک فرد مجاہد ہے۔ جو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہر ایک قربانی کر سکتا ہے۔ دنیا اس کی نگاہوں میں ہیچ ہے اور دین ایک حقیقت ہے۔ اسی لئے وہ دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہے۔ سوائے دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے بزرگوار دوستو اٹھو اپنی تبلیغی قوت اور شوکت کا ثبوت دو۔ اور جریدۂ عالم پر سنہری حروف سے اپنا نام ثبت کرو۔ خدا ہم سب کو اس تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ

"اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے۔ جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔ تبلیغی نقطۂ نظر کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے۔ بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی لہٰذا پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے!"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اتنا واضح ہے کہ اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بلا واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کا فعال سوید نہیں بن سکتے۔ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ احباب پیغام صلح کا خریدار بنا جائے۔ کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

شذرات

فحش اشتہارات کی ممانعت کا بل

تھوڑے عرصہ تک پنجاب اسمبلی میں فحش اشتہارات کے متعلق ایک بل پیش ہونے والا ہے کہ اس قسم کے فحش اشتہارات کی نمائش کو قانونی طور سے ممنوع قرار دیا جائے جن سے پبلک کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

انسانی دماغ کی ساخت ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ یہ خارجی تاثرات کو بہت جلد اپنے اندر جذب کرتا ہے۔ اگر انسان کی نظر سے ایسی چیزیں گزرتی رہیں جو اخلاق پر اچھا اثر ڈالتی ہوں تو انسانی طبیعت ضرور اچھا اثر قبول کرتی ہے۔ اور اگر نظر کے سامنے ایسی چیزیں رہیں جو اخلاق کو بگاڑنے والی ہوں تو طبیعت کچھ نہ کچھ ان سے ضرور اثر لیتی ہے۔ آجکل شہروں کے در و دیوار پر جس نوع کے اشتہارات چسپاں کئے جاتے ہیں، ان کے عنوانات اس قابل نہیں کہ انہیں یہاں درج کر کے ان کے اخلاقی معائب کو واضح کیا جائے۔ ان کی اخلاقی تخریب کا ہر شریف انسان کو علم ہے۔ اگر یہ فحش اور عریانی . . . . یونہی جاری رہے تو یہ قومی اخلاق کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے اور جو سوسائٹی اسے برداشت کر رہی ہے۔ اس کی اخلاقی فطرت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس کے اندر کس حد تک اخلاقی مدافعت موجود ہے۔ ہمارے خیال میں بہت جلد اس نوعیت کے بل کو پیش ہو کر پاس ہو جانا چاہئے تھا، لیکن اب بھی یہ تعویق، تعویق نہیں۔ کچھ بھی ہو اہل وطن نے اس طرف توجہ کی ہے اور فحش اشتہارات کے انسداد کی طرف عملی قدم اٹھایا ہے۔ سو یہ بل جتنی بھی جلدی پاس ہو جائے بہتر ہے۔

"وطنی نبوت" کا ذکر تھا سا در جس پر تنقید و تبصرہ پیغام صلح کی گذشتہ اشاعتوں میں ہو چکا ہے۔ اپنی صفائی پیش کی ہے۔ یعنی یہ الزام کہ انگریز نے "وطنی نبوت" کا انتظام کر دیا تا کہ مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہ رہے، بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ معاصر "الفضل" رقمطراز ہے:

"یہ خیال کرنا کہ قادیان سے مذہبی تعلق رکھنے کی وجہ سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عزت و حرمت دل میں کم ہو جاتی ہے۔ انصاف کا خون کرنا ہے"۔

لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ معدر استقبالیہ نے "وطنی نبوت" کا الزام قائم کیا تھا۔ اس ذہنیت کے لوگوں کے لئے جو اس نوعیت کے الزامات تراشتے ہیں۔ آپکے عقائد نبوت اور تکفیر ممد و معاون ہیں یا نہیں! بہ غلط فہمی حضرت بانیٔ سلسلہ کے متعلق آپ کی ہی پیدا کی ہوئی ہے ورنہ آج کسے جرأت تھی کہ یوں حضرت بانیٔ سلسلہ کے منہ آتا۔ اس مذکورہ مضمون میں معاصر الفضل نے اپنے عقیدہ نبوت کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ صرف اشاعت اسلام کے پہلو کو ہی نمایاں کیا ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستگی رکھنے والوں کو ہی خدمت اسلام کی توفیق مل رہی ہے۔ "کسے توفیق مل رہی ہے انہیں جو مسلمانوں کو ہی دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہو اور ایک جدید نبوت کو قائم کرنا چاہتے ہو یا توفیق انہیں مل رہی ہے جو خدمت اسلام کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی تکفیر جن کا شیوہ نہیں۔ بلکہ خدمت اسلام جن کی فطرت ہے۔

کاش جو اسلوب بیان اس مذکورہ مضمون میں اختیار کیا گیا ہے وہی جماعت قادیان کی مستقل پالیسی ہو جائے۔ تو آج یہ جھگڑا ختم ہو جائیں۔ معلوم دیتا ہے کہ حالات اور واقعات کے تھپیڑے غلو کی ناؤ کو ہچکولے دے رہے ہیں۔ دیکھئے یہ افراط کی کشتی کس کنارے جا کر لگتی ہے ؎

اہل بینش کو ہے طوفانِ حوادث مکتب
لطمۂ موج کم از سیلئے استاد نہیں

خالصہ اور اسلام

روزنامہ "شہباز" کے ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء کے پرچہ میں سردار پرت پال سنگھ صاحب کا ایک مضمون "خالصہ اور اسلام" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون صدق اور خلوص کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ اگر سکھوں اور مسلمانوں کے قلوب میں اس نوعیت کے جذبات پیدا ہو جائیں تو یہ توحید پرست اقوام بہت جلد ایک دوسرے کے قریب ہو سکتی ہیں۔ اس مذکورہ بالا مضمون کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"میرے خیال میں خالصہ میں اور اسلام میں بھائی بھائی کا رشتہ ہے کیونکہ جب ذات سری گورو گوبند سنگھ مہاراج نے ظفرنامہ شاہ اورنگ زیب کو لکھا اس میں یہ صاف لکھا تھا۔ آں بت پرست و ما بت شکن جس سے متاثر ہو کر شاہ اورنگ زیب نے آپ کی خدمت میں ملاقات کی دعوت دی۔ اس وقت اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ موجودہ اسلام کے سامنے یہ واقعات نہیں ہیں۔ وہ خالصہ کو اپنا دشمن تصور کرتا ہے۔ حقیقت کے انکشاف ہو جانے پر ظاہر ہو جائے گا کہ خالصہ مسلم حقیقی بھائی ہیں صرف غلط فہمی سے ایک دوسرے سے گمراہ ہو کر روٹھے ہوئے ہیں"۔

تحریک احمدیت کی طرف سے تو اس سکھ مسلم خلیج کو پاٹنے کی قریباً نصف صدی سے کوشش ہو رہی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے ہی اس امر کا انکشاف کیا کہ حضرت گورو نانک دیوجی مہاراج توحید پرست اور ولی اللہ تھے۔ آپ کا مسلک اسلام تھا۔ سو ہم احمدیوں کے نزدیک سکھوں اور مسلمانوں میں کوئی ایسا بڑا اختلاف نہیں۔ یہ دونوں قومیں توحید پرست ہیں اور وجدانی طور پر ایک دوسرے سے بہت

سمندروں میں سرنگیں بچھانے کیلئے ۱۲ لاکھ میل کی پرواز

جرمنی کے ہزاروں ٹن وزن کے جہاز غرق کئے جا چکے ہیں

لندن ۲۰ مارچ۔ وزارت فضائیہ کے ایک اعلان میں بیان کیا گیا ہے کہ برطانیہ کے ہوائی جہاز سمندروں میں سرنگیں بچھانے کی غرض سے ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار میل کی پرواز کر چکے ہیں اور ان سرنگوں کی بدولت دشمن کے کئی ہزار ٹن کے جہاز غرق ہوئے ہیں۔ دشمن کے بحری نقصانات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان ہوائی جہازوں نے جس قدر بحری رقبے میں سرنگیں بچھائیں اس کے صرف ۰ انیصدی حصے میں دشمن کے سو جہاز تباہ ہوئے۔

جرمنی کی کوئی بندرگاہ نہیں جو ان سرنگوں سے محفوظ رہی ہو۔ بحیرہ بالٹک میں جرمنی کے کئی جہاز ان سرنگوں کی وجہ سے تباہ ہوئے اب جرمن جہاز کھلے سمندر میں سفر کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بلکہ روس یا سویڈن کے ساحل کے ساتھ ساتھ آتے جاتے ہیں۔

ان برطانوی جہازوں نے جرمنی کی نہر کیل میں بھی سرنگیں بچھائی تھیں۔ جن سے جرمنی کے کئی جہاز نہر میں ہی غرق ہوئے اور اس میں جہازوں کیلئے آمد و رفت مشکل ہو گئی۔ مگر ایک جہاز کی غرقابی سے جو ناروے سے کچا لوہا لیکر آ رہا تھا۔ یہ نہر بالکل بند ہو گئی۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ ان ہوائی جہازوں کو بسا اوقات قلیل ترین وقت میں سرنگیں بچھانے کا کام سونپا گیا اور اس میں وہ کامیاب رہے ایک مرتبہ ایک کھاڑی میں، جو برطانیہ کے ایک اڈے سے چھ سو میل کے فاصلے پر تھی، سرنگیں بچھانا تھیں۔ شام کے چھ بجے ہوائی جہازوں کو حکم دیا گیا اور آدھی رات تک اس کھاڑی میں سرنگیں بچھا دی گئی تھیں۔ اور اس کا ثبوت دوسرے ہی دن نتائج سے مل گیا۔

ایک ایسی ہی سرنگ نے بحیرہ بالٹک میں جرمنی کے ایک دس ہزار ٹن وزنی جہاز کو غرق کر دیا تھا۔

ڈھاکہ میں ہندو مسلم فساد

پچھلے دنوں ڈھاکہ سے ایک نہایت خوفناک ہندو مسلم فساد کی خبر موصول ہوئی جس میں

"ہندوؤں اور مسلمانوں کے تصادم اور پولیس کی گولیوں سے اب تک چودہ افراد جاں بحق اور کیا نوے مجروح ہو چکے ہیں۔ بے شمار دکانوں اور مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ ایک مسجد بالکل مسمار کر دی گئی اور دو اور مسجدوں کو بھی بہت نقصان پہنچایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ"۔ (انقلاب مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء)

دنیا میں صرف یہی ایک "خوش نصیب" ملک ہے۔ جسے اس نوعیت کے خونچکاں واقعات کا شرف حاصل ہے۔ افسوس ہے وہ لوگ جنہیں پڑوسیوں کی طرح زندگی بسر کرنا نہیں آتا۔ وہ کل کو سوراج ملنے پر کیا گل کھلائیں گے کیا اسی طرح کے خوش آئند واقعات پر متحدہ قومیت کا راگ الاپا جا رہا ہے اس انسانیت سوز ذہنیت کا جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ ع

حیف بزمِ چمن پراگندہ "بے نظام"

قادیانی غلو کی کشتی تند و تیز موجوں پر

الفضل مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۱ء میں

"اراکین پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی خدمت میں" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں معاصر مذکور نے "پاکستان کانفرنس" کے خطبہ استقبالیہ کے اس اقتباس پر جس میں

بادشاہت کیلئے وسعت قلبی کی ضرورت ہے

صدر استقبالیہ پاکستان کانفرنس کی تنگدلی اور قادیانی اعتقادات کے کرشمے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۷ مارچ ۱۹۴۱ء ۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء . . . . . . وترزق من تشاء بغیر حساب (آل عمران ۳: ۲۵-۲۶)

مسلمانوں کو حکم

مسلمان کو حکم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو انقلاب دیکھو۔ کسی قوم کا اوپر اٹھنا کسی کا نیچے گرنا دیکھو۔ تو اس وقت بھی تمہاری توجہ خدا کی طرف ہی ہو جانی چاہئے۔ اور یوں خدا کے سامنے عرض کرو کہ اے خدا تو جو مالک ہے حقیقی طور پر ملک کا۔ جس کو تو چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت لے لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو تو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ زندے کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بغیر حساب رزق دیتا ہے۔

ہندوستانی مسلمان اور پاکستان

اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ایک بڑا بھاری سوال ہے جس نے اگر اب تک ان کی توجہ کو پورے طور پر نہیں کھینچا۔ تو اس قابل ہے کہ یہ سوال ان کی توجہ کو اپنی طرف پورا پورا کھینچ لے۔ یہ وہ سوال ہے جو آجکل عام اصطلاح میں پاکستان کے نام سے مشہور ہے اور اس کا یہ منشا ہے کہ جب انگریز ہندوستان کو آزاد کر دیں۔ تو اس ملک کے ان حصوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔ اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ وہاں ہندوؤں کے ہاتھ میں حکومت ہو۔ یہ گویا پاکستان کے نام کے نیچے بادشاہت یا حکومت حاصل کرنے کیلئے ایک قدم ہے جو مسلمان قوم اس وقت اٹھا رہی ہے۔ اس میں کس حد تک کامیابی ہوگی۔ اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہی ہے

مشیت الٰہی سے مسلمان بادشاہ ہوئے

اس ملک پر مسلمانوں کی حکومت رہ چکی ہے اور مسلمان کئی صدیوں تک یہاں حکمران رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت وہ یہاں آئے اور بادشاہ ہوئے اور اس کی مشیت ہی کے ماتحت بادشاہت ان سے لے لی گئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت بلاوجہ کام کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی جابر اور ظالم بادشاہ کی طرح نہیں۔ کہ کسی کو بلاوجہ پکڑ کر جیل خانہ میں ڈال دے۔ ذلیل کر دے۔ حکومت کے تخت سے نیچے گرا دے اور دوسرے کو بغیر کسی استحقاق کے بلند مرتبہ دیدے اور حکومت کے تخت پر بٹھا دے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء۔ جس کو چاہتا ہے مغفرت میں لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

"جس کو چاہتا ہے" کا مطلب

"جس کو چاہتا ہے" کا مطلب یہی ہے کہ جو حق ہوتا ہے اسی طرح اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت کوئی اندھیر نگری نہیں۔ بلکہ خدا کا علم انسان کے اعمال کے متعلق انسان کے اپنے علم سے زیادہ ہے۔ جتنا علم ایک انسان کو اپنے متعلق ہے خدا تعالیٰ کا علم اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس لئے جب وہ کسی کو اپنی مغفرت یا حفاظت میں لیتا ہے یا عذاب دیتا ہے۔ تو خواہ دنیا کی نظروں میں یا خود اس کی اپنی نظر میں اس کے کوئی اعمال ایسے نہ ہوں جن کی وجہ سے وہ مغفرت یا عذاب کا مستحق ہو۔ لیکن خدا تعالیٰ کے علم میں اس کے اعمال اسی جزا یا سزا کے قابل ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کو بادشاہت دیتا ہے یا کسی قوم سے بادشاہت لیتا ہے تو قانون اس کا یہی ہے۔ کہ اس قوم کی صلاحیت یا عدم صلاحیت پر ایسا ہو۔ لیکن اس صلاحیت یا عدم صلاحیت کا علم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا فعل صحیح اور عین حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ خود اس قوم کو بھی علم ہو کہ کس بنا پر یہ انعام ملا۔ یا اس سے چھین لیا گیا۔ لیکن خدا کے ہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ قوم گرانے کے قابل ہے

مسلمانوں کی صلاحیت

مسلمان اس ملک میں باہر سے آئے۔ بہت تھوڑی تعداد میں آئے۔ آج تو قلت و کثرت کا مسئلہ اہم ہو گیا ہے۔ لیکن اس وقت مسلمان باوجودیکہ بہت تھوڑے تھے۔ ان کو بادشاہت دیدی گئی کیونکہ اس لئے کہ دوسری گری ہوئی قوم کے بالمقابل ان کے اندر صلاحیت پائی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ باتیں تھیں جو ان کو بادشاہت کا اہل بنانے والی تھیں۔ اور جب وہ بادشاہت ان سے لے لی گئی۔ اس وقت وہ اس مقام سے گر چکے تھے۔

دوبارہ بادشاہت حاصل کرنے کی کوشش

اور ان خوبیوں کو کھو چکے تھے۔ جنہوں نے اول انہیں بادشاہت کے مقام پر پہنچایا تھا۔ اب دوبارہ بادشاہت کو حاصل کرنے کی کوشش کوئی مذموم کوشش نہیں۔ ایک قوم کا اپنی قسمت کا آپ مالک بننے کی کوشش کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن حکومت ملے گی اس وقت جب قوم کے اندر وہ خوبیاں موجود ہوں جو اسے بادشاہت کا اہل بنائیں۔ انگریز اگر اس ملک کو خالی کر کے اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے سپرد بھی کر دیں تو وہ حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ جب تک کہ اس قوم کے اندر وہ خوبیاں موجود نہ ہوں۔

حکومت اور اکثریت

اگر حکومت اس بنا پر دی جاتی ہے کہ جس قوم کی اکثریت ہے اس کو دی جائے۔ تو مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ اس کو یہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ جس حصہ ملک میں اس کی اکثریت ہے اور وہ ملک کے عظیم الشان قطعات ہیں وہاں کی حکومت اس کے حوالے کر دی جائے آیا ایسا ہوگا یا نہیں یہ ابھی کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ وہ خوبیاں جو مسلمان قوم کو بادشاہ بنانے والی ہیں۔ ان کے اندر سے نکل گئیں۔ جن کی وجہ سے اتنا بڑا انقلاب ان پر آگیا کہ بنی بنائی بادشاہت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ آیا وہ خوبیاں جو انہیں بادشاہ بنا دیں یا اس پر قائم رکھ سکیں ان میں پھر پیدا ہو گئی ہیں یا ہو رہی ہیں۔ بد اتفاق سے [illegible] بنا دیں گے۔

بادشاہت کیلئے قربانی درکار ہے

ادنیٰ سے ادنیٰ مقصد حاصل کرنے کے لئے بھی بڑی بھاری قربانیاں کرنی پڑتی ہیں اور بادشاہت تو دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان قوم اس کے لئے قربانیاں کرے گی یا نہیں؟ اس کا جواب واقعات ہی دے سکتے ہیں۔ بظاہر مسلمان قوم کے اندر قربانی کی وہ روح نظر نہیں آتی جو انسان کو اس کے مقاصد میں کامیاب کر دیا کرتی ہے

مسلمان قوم کی تنگدلی

دوسرا بڑا بھاری نقص جو ہماری قوم میں نظر آتا ہے وہ ہماری قوم کی تنگدلی ہے۔ وہ فراخدلی جو بادشاہت کے لئے ضروری ہے وہ حوصلہ مندی جو اتنی بڑی نعمت کو حاصل کرنے کیلئے درکار ہے۔ وہ قوم میں نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ام لھم نصیب من الملک فاذا لا یؤتون الناس نقیرا۔ میں کئی دفعہ غور کرتا ہوں ہندو اہل وطن کی حالت پر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم بادشاہت حاصل کرنے کی اہل نہیں۔ اس قدر تنگدل واقع ہوئی ہے کہ دوسری کسی قوم کی خوبی کو ماننے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہوتی۔

مسلمانوں کی گذشتہ وسعت قلبی

تو میں نے کہا تھا کہ مسلمان قوم کے اندر بڑا بھاری نقص ہے تنگدلی کا پیدا ہو جانا۔ وہ مسلمان جن کا قلب اس قدر وسیع تھا کہ غیروں یہودیوں اور عیسائیوں کے وہ خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔ خدا کی مخلوق کو ایک کنبہ سمجھ کر اس کی خدمت کرتے تھے۔ آج اپنوں کے لئے ان کے دلوں میں خیر خواہی کی جگہ بغض اور نفرت بھرے ہوئے ہیں۔ خود ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑا وسیع قلب رکھتے تھے اور دوسروں کے ساتھ ہر قسم کی رواداری کا برتاؤ کرتے تھے۔ الغرض آپ کے صحابہ کرامؓ کے قلوب بھی قرآن پر عمل کرنے سے بہت وسیع تھے اور انہوں نے ہر قسم کی مراعات دوسروں کو دیں۔ وہ فراخ قلب ہماری قوم کے اندر نظر نہیں آتا۔

پاکستان کانفرنس میں صدر استقبالیہ کی تنگدلی

یہاں (پاکستان کانفرنس میں) جو کارروائی ہوئی ہے اس اخبار میں دیکھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوا ہے۔ کس قدر افسوس ہے کہ ایک شخص اس پلیٹ فارم پر کھڑا ہو کر جو مسلمانوں کے اتحاد کا ہے اور جہاں بادشاہت حاصل کرنے کی خواہش کی جاتی ہے اپنے ہی بھائیوں پر حملہ کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ایک قوم کے اجزا میں اختلاف کا ہونا ایک معمولی امر ہے۔ مگر اس اختلاف کے اظہار کا بھی کوئی موقعہ ہوتا ہے۔ وہ پلیٹ فارم جہاں سے اتحاد کی آواز اٹھنی چاہیے تھی۔ کیونکہ بادشاہت کے لئے شرط قوم کا اتحاد ہے۔ اسی پلیٹ فارم کو اپنی ہی قوم کے [illegible]

کا ذریعہ بنانا عددرجہ کی تنگدلی ہے۔ لکھا ہے (خطبہ استقبالیہ میں) کہ انگریز بڑا چالاک ہے۔ اس کی سیاست نے ایک دلیٔ نبوت پیدا کردی اور عالمگیر اخوت اسلامی کے پاش پاش کردینے کا سامان پیدا کردیا۔

عالمگیر اخوت کے دعویداروں سے ایک استفسار

میں ان عالمگیر اخوت اسلامی کے دعویداروں سے پوچھتا ہوں کہ تم نے کونسی عالمگیر اخوت اسلامی کو باقی رہنے دیا۔ کہاں ہے وہ عالمگیر اخوت اسلامی۔ دنیا کے کس کونے میں ہے۔ تم نے تو ادنےٰ ادنےٰ باتوں پر مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگائے اور خود عالمگیر اخوت اسلامی کو پاش پاش کردیا۔ تم نے مومنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ ساری قوم کے اندر کوئی حصہ باقی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں دوسری کسی جماعت کے نزدیک کافر نہیں۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر ظلم

یہ تو عالمگیر اخوت اسلامی کا تم نے خود حال بنا رکھا ہے۔ کس منہ سے تم اس شخص کو طعنہ دیتے ہو جو اسلام کا سچا پیرو اور اس کا علمبردار تھا۔ وہ شخص جس کو اسلام کی صداقت پر اور ان کے دعوٰں پر اتنا ایمان ہے کہ اس کو یورپ کے اندر پہنچانے کی تڑپ اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ تڑپ ہی پیدا نہیں ہوتی وہ اس کے لئے میدان عمل پر بالکل کھڑا ہوتا ہے اور اس قوت سے نکلتا ہے کہ کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ ایک کانٹی کا رہنے والا ایک گوشہ نشین زاہد جس کو دنیا کا کوئی پتہ نہیں۔ اس کے دل میں یہ جوش یہ ولولہ ہے۔ میں یورپ میں جاکر تبلیغ اسلام کروں اور پھر نرا خیال ہی خیال نہیں جوش ہی جوش نہیں بلکہ اس کے ساتھ عمل بھی شروع ہوگیا۔ اس شخص کے متعلق یہ کہنا کہ انگریزوں نے اس کام پر لگا رکھا تھا کس قدر ظلم ہے۔ انگریز کسی کو اشاعت اسلام کے کام پر کیا لگائیں گے۔ آج تو مسلمان بھی اس کام کا نام نہیں لیتے

دنیا کے سر جھک جائیں گے

میں کہتا ہوں اگر تمہارے دلوں میں کوئی اعتراض ہے تو ٹھیک کرو۔ لیکن غور کرو اس قوم میں سے جن کے اندر تبلیغ اسلام کے لئے کوئی ایمان باقی نہیں رہا۔ اس قوم میں سے ایک شخص کی بدولت اور اس کے انفاس طیبہ کی بدولت یورپ کے اندر تبلیغ اسلام کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ یہ انقلاب ایک دن میں پیدا نہیں ہوا کرتا۔ مگر خوب یاد رکھو۔ کہ اس کے سامنے دنیا کے سر جھک جائیں گے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ یورپ کے اندر اسلام کا دور دورہ ہوگا۔ اس کی بنیادیں پڑ چکی ہیں۔

جماعت قادیان کے اعتقادات

لیکن ایک طرف ان عام مسلمانوں میں تنگدلی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہر موقعہ پر نیش زنی کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں اور ایک شخص اور ایک جماعت کی خوبیوں سے آنکھیں بند کرکے حملے کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف قادیانی جماعت نے بھی ایسے اعتقادات بنا رکھے ہیں جو ہر نیش زنی اور اعتراضات کا موجب ہیں۔ آج ہی اخبار الفضل جو میرے سامنے آیا تو اس میں اس پاکستان کانفرنس کے الفاظ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"احمدیت نے کوئی ایسا حکم قطعاً نہیں دیا جس کے نتیجہ میں مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے جدائی لازم آتی ہے اور جو وہاں جانے کی ضرورت سے بے نیاز کردے۔ احمدیت نے اسلام کے کسی رکن میں تبدیلی نہیں کی اور نہ ہی شریعت اسلامیہ میں کوئی اضافہ یا ردوبدل کیا ہے کہ اس پر اعتراض کیا جائے۔ احمدیت [illegible]

وہی اسلام ہے جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔"

(الفضل ۷ مارچ ۱۹۴۱ء)

لیکن ایسا لکھتے ہوئے الفضل کو خیال نہ آیا کہ نئی چیز تو قادیانی جماعت نے خود قائم کردی۔ جب یہ کہا کہ کوئی شخص مسیح موعود پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ تم نے یہ کہہ کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ساری قدر و قیمت کو برباد کردیا۔ اخوت اسلامی بھی گئی۔ اور نئی چیز بھی آگئی۔ کتنا ظلم ہے۔

جماعت قادیان کی تنگدلی کا نظارہ

مجھے تو حضرت صاحب کی جماعت کے اس حصہ میں بھی تنگدلی کا وہی نظارہ نظر آتا ہے۔ جو عام مسلمانوں میں موجود ہے۔ جس طرح سے وہ نہیں دیکھتے کہ حضرت مرزا صاحب کیا کام کر گئے ہیں۔ اور رات دن عیب چینیاں کرنا ہی ان کا کام رہ گیا ہے۔ اسی طرح ان قادیانی دوستوں کو بھی۔ کوئی موقعہ ایسا نہیں ملتا کہ نیش زنی نہ کریں۔

میاں صاحب کے ایک عدالتی بیان پر جرح

ہمارے سیکرٹری صاحب نے میاں صاحب کے ایک عدالتی بیان پر جرح کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ اس سے پیشتر منبر پر کھڑے ہوکر وہ یہ ارشاد فرما چکے تھے کہ فلاں شخص نے فلاں کی ضمانت دی تھی اور اس کے بعد عدالت میں آکر انہوں نے کہدیا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس نے ضمانت دی تھی یا نہیں۔ یہ صریح جھوٹ ہے۔ خیر وہ تو اس کو نپٹ لینگے بڑی لمبی چوڑی تاویلیں اور تشریحات کرنے کے بعد اب وہ کہتے ہیں کہ ان کا (میاں محمد صادق صاحب کا) معاملہ خدا کے سپرد کردیا ہے۔ بڑے خوش قسمت ہیں کہ ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہوگیا ہمارا پیچھا تو اب تک نہیں چھوڑتا۔

میاں صاحب کے عطا کردہ خطابات

آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارے لئے بڑے بڑے موزوں خطاب قادیان کے تخت خلافت سے عطا ہوتے رہتے ہیں۔ گوبھی اور شلجم کے سڑے ہوئے چھلکے، جہنم کی چلتی پھرتی آگ، ڈھائی بوٹیاں تے فتو باغبان۔ اب اس معاملہ میں بھی ان کے (میاں محمد صادق صاحب) کے اعتراض کو بہانہ بناکر ہم سب کو برا بھلا کہا ہے۔ حالانکہ معمولی بات ہے۔ ایک شخص کا ایک اعتراض ہے تم اس کی تشریح کردو تاکہ بات صاف ہوجائے۔ تعجب ہے اعتراض ایک شخص کا ہے اس میں سارے پیغامیوں کو لانے کی کیا ضرورت تھی لیکن کسی نہ کسی بہانہ سے برا بھلا جو کہنا تھا کہہ لیا۔

ایک نیا خطاب

اب ایک نیا خطاب ہمیں ملا ہے۔ "روحانیت کے گرے ہوئے کھنڈرات" میں تو سمجھتا تھا کہ کھنڈر گرے ہوئے کو ہی کہتے ہیں۔ مگر نہیں دیگر قادیانی اصطلاحات کی طرح کھنڈر کے ساتھ گرے ہوئے کے الفاظ استعمال ہونے ضروری ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"روحانیت کے گرے ہوئے کھنڈرات یعنی پیغامی جو تم کو نظر آتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔"

(الفضل ۵ مارچ ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ کالم ۲)

بہت اچھا۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ اپنی جماعت کے آدمیوں کو ان کھنڈرات کے دیکھنے کیلئے بھیجا کریں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ یہ وہ کھنڈرات ہیں جن میں مسیح موعود کی روحانیت اور تعلیم کی حقیقی روشنی پائی جاتی ہے۔

خوب یاد رکھو کہ اگر ہم روحانیت کے گرے ہوئے کھنڈرات ہیں۔ تو قادیان والوں نے مسیح موعود کی صحیح تعلیم کے کھنڈر بھی باقی نہیں چھوڑے۔ پھر لکھا ہے:۔

"حضرت مسیح موعود کی صحبت بھی ان کو تقویٰ پر قائم نہ رکھ سکی۔"

(الفضل ۵ مارچ ۱۹۴۱ء)

پہلے ارشادات

اور اس سے پیشتر فرمایا ہوا تھا کہ ان کے دو گروہ ہیں۔

"ایک طبقہ تو ایسا ہے جو بہت بگڑ چکا ہے اور اس کی حالت ایسی ہے کہ اب میرے نزدیک اس کی اصلاح ناممکن ہے انہوں نے اپنے دل کو بہت گندا کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر انہی کے دلوں کے تیار کردہ تالے لگا دیئے ہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن ایک گروہ ان میں ایسا بھی ہے جو دل میں اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتا ہے اور صداقت سمجھ کر اسے اختیار کئے ہوئے ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۳ جنوری ۱۹۴۱ء مندرجہ الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۴۱ء)

میاں صاحب کی تالیف کردہ تفسیر کا ایک حوالہ

پھر اپنی تفسیر میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ "اپنے مخالف لوگوں کو جھوٹا اور بددیانت نہیں کہنا چاہئیے۔" (تفسیر کبیر مؤلفہ میاں محمود احمد صاحب سورہ یونس صفحہ ۷۵) اس پر انہوں نے (میاں محمد صادق صاحب نے) کہا۔ کہ ایک طرف تو اپنے مخالفوں کو خطبہ میں "گندا" قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف تفسیر میں یہ بھی ہدایت کرتے ہیں کہ مخالف کو جھوٹا اور بددیانت نہیں کہنا چاہئیے۔ اس کا جواب چھپا ہے کہ تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ تو عام لوگوں کے متعلق ہے۔ خطبہ میں خاص طور پر "پیغامیوں" کا ذکر ہے۔

کام تو لیا "لیکن تقویٰ سے ملا نہیں"

تو میں کہہ رہا تھا کہ یہ حالت ہے ان لوگوں کی کہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ کام جو حضرت مسیح موعود نے اس جماعت کا کام قرار دیا تھا۔ وہ ان سے نہ ہوسکا اور ان کے دل اس بات پر گواہ ہیں کہ اس چھوٹی سی جماعت نے وہ کام کر دکھایا۔ لیکن کہتے ہیں۔ تقویٰ تو ملا نہیں یعنی خدا کے بھی عجیب کام ہیں کہ مسیح موعود کا کام ان لوگوں سے لیا جو خود متقی نہیں۔ یہ پیری اور مریدی کے کرشمے ہیں۔ جو کچھ پیر نے کہا۔ مریدوں نے آمنّا وصدقنا کہدیا۔ لیکن یہ آنکھیں ہمیشہ بند نہیں رہ سکتیں۔ آخر آنکھیں کھلیں گی اور غور کرنے والے دیکھینگے کہ جن کو روحانیت کے گرے ہوئے کھنڈرات کہا گیا۔ وہی روحانیت کا نام روشن کررہے ہیں۔

کاش یونہی کہدیں

ہم روحانیت کے کھنڈرات سہی۔ مگر۔ حضرت مسیح موعود کا وہ کام جو تم سے نہ ہوسکا۔ وہ ان کھنڈرات ہی نے کیا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ کام مسیح موعود کا اس چھوٹی سی جماعت سے اس نے لے لیا۔ کاش یونہی کہدیں کہ فلاں بات میں تمہاری غلطی ہے اور فلاں کام تم نے اچھا کیا ہے۔ تو ہم بھی سمجھیں کہ ان کے دلوں میں انصاف کی کچھ روشنی ہے لیکن نہیں۔ گوبھی اور شلجم کے سڑے ہوئے چھلکے، جہنم کی چلتی پھرتی آگ، ڈھائی بوٹیاں نے فتو باغبان اور روحانیت کے گرے ہوئے کھنڈرات۔ یہ ساری باتیں اس جماعت کے متعلق ہیں جس کو آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ کس جوش سے پیغام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا رہی ہے۔ تو دونوں طرف تنگدلی موجود ہے۔ عام مسلمان بھی اختلاف رائے کو برداشت نہیں کرسکتے۔

تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مستقل جدوجہد اور محنت شاقہ کی ضرورت ہے

اور بات بات پر کفر کے فتوے لگا دیتے ہیں اور قادیانیوں کی تنگدلی بھی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ جو ساری دنیائے اسلام کو کافر سمجھتی ہے اور جس جماعت کو مسلمان سمجھتی ہے اسے دنیا کی بدترین قوم قرار دیتی ہے۔

پاکستان کے اہل کون ہیں؟

ایسی حالت میں حکومت اور بادشاہت کے اہل یہ لوگ نہیں ہو سکتے۔ خوب یاد رکھو کہ پاکستان کا وہ تخیل جو مسلمانوں کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اس کو حاصل کرنے کا اہل اگر کوئی ہے۔ تو وہ بھی ہماری قوم ہے جو کلمہ پڑھنے والوں کو کافر کہنا جائز نہیں سمجھتی۔ اس قدر بلند مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک دلوں کے اندر کشادگی اور فراخی پیدا نہ ہو۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ پاکستان نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ساری دنیا میں قائم ہو جائے اور اس کے لئے جدوجہد بھی کر رہے ہیں۔

ہمارے دل وسیع ہونے چاہئیں

تو بہترین کام جو انسانوں کی کوئی جماعت کر سکتی ہے۔ وہ ہم کر رہے ہیں۔ اس کے اندر مسلمانوں کی حقیقی بھلائی ہے۔ ہاں ہمارے دل وسیع ہونے چاہئیں۔ اپنے بھائیوں کے لئے کبھی دل میں تنگی پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ جو برا کہتے ہیں انہیں کہنے دو۔ تم مرد میدان بن کر حقیقت اور صداقت کو پیش کرو۔ ان کو بتاؤ کہ جس شخص کو تم برا کہتے ہو۔ وہی تمہارا حقیقی خیر خواہ ہے۔

بالخصوص قادیانی جماعت کو سامنے رکھو

اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ قادیانی جماعت کو بالخصوص اپنے سامنے رکھو۔ جب تک اس کی اصلاح تم نہیں کرتے۔ اس وقت تک احمدیت کی اشاعت میں یہ بہت بڑی روک ہے۔ اسی جماعت کی اصلاح کے لئے خاص طور پر کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے تمہارے ہاتھ میں آتنا زبردست اور قاطع ہتھیار ہے جو ان کو خاموش کر چکا ہے۔

جنازہ کے متعلق فتوے اور سچ بولنے والا خطبہ

یعنی غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے فتوے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ عام سچ اور جھوٹ اور بعد النبی سچ اور جھوٹ میں تو فرق ہو گیا۔ لیکن اس بیان کو کس قسم میں رکھا جائے جو جناب میاں صاحب نے منبر پر کھڑے ہو کر دیا ہے۔ ایک خطبہ ہے جس کا عنوان ہے:-

"دینی اور دنیوی کاموں میں ہمیشہ سچ اختیار کرو۔"

اسی سچ اختیار کرنے والے خطبہ میں آپ فرماتے ہیں:-

"مگر بہر حال دو سرے حوالے ایسے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ آپ جائز سمجھتے تھے۔"

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۴۱ء)

میں نے کئی دفعہ اس بارہ میں چیلنج کیا ہے کہ اس سچ اختیار کرنے والے خطبہ میں جن حوالوں کا ذکر ہے ان کو پیش کیا جائے لیکن کوئی جواب نہیں ملتا۔

میاں صاحب کا سچ بولنے والا خطبہ اور خلاف واقعہ بات

یہ کہاں کی سچائی ہے کہ لوگوں کو تو سچ اختیار کرنے کی نصیحت کی جائے اور اسی خطبہ میں خود ایک صریحاً خلاف واقعہ بات بیان کی جائے۔ اگر ایسے کوئی حوالے موجود ہیں تو انہیں پیش کیوں نہیں کیا جاتا۔ یا تو ایمانداری سے یہ کہہ دو کہ ہمارے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں۔ مگر ہم مسیح موعود کے مسلک کے خلاف چلیں گے۔ مگر یہ کیا طریق ہے کہ کہلانا مسیح موعود کے پیرو اور مسیح موعود کے فتووں کو پاؤں کے نیچے روندنا۔ پھر ہم مسیح موعود کے فتوے پیش کرتے ہیں اور جواب یہ ملتا ہے کہ محمد علی نے یہ کہا یا محمد صادق نے یہ کہا۔ زید یا بکر غیر احمدی کے جنازہ کو جائز کہتا ہے یا ناجائز۔ اس سے کیا اثر پڑتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسیح موعود نے اسے جائز قرار دیا ہے یا نہیں؟

یہ خاموشی کیوں ہے؟

کیوں اس بارہ میں خاموش ہیں۔ اخبار روزانہ نکلے۔ دس بارہ صفحے روزانہ اور باتوں میں صرف کر دیئے جائیں۔ لیکن اس ضروری امر پر کوئی روشنی نہ ڈالی جائے۔ میں نے ایک ایک قادیانی کو ثالث بننے کی دعوت دی۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملتا ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر اتنی تردید کی تھی کہ میاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولوی نور الدین صاحب کی بھتیجی کا جنازہ نہیں پڑھا۔ میں نے اپنا علم بیان کیا تھا۔ پر میاں محمود نے فلاں کا جنازہ پڑھایا یا نہیں پڑھا یہ سوال ہی نہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار دیا ہے یا نہیں؟ اور وہ کونسے حوالے ہیں جن میں آپ نے ناجائز ٹھہرایا ہے۔ ہم تمام باتوں کا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس جھگڑے کو چکا دو۔ جس دن یہ ثابت ہو گیا کہ کوئی فتویٰ حضرت مسیح موعود کا نہیں۔ جن میں آپ نے غیر احمدی کا جنازہ ناجائز ٹھہرایا ہو۔ اسی دن یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نبی نہیں۔ ان کا منصب مجددیت کا تھا۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کے خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء پر ایک نظر

(از جناب قاضی ثناء اللہ صاحب چھاؤنی لاہور)

الفضل مؤرخہ ۵ مارچ ۱۹۴۱ء میں ایک خطبہ جمعہ جناب میاں صاحب کا شائع ہوا ہے۔ دراصل تو یہ خطبہ جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے ایک مضمون کے جواب میں ہے جس کا بہتر جواب الجواب جناب میاں صاحب ہی دے سکتے ہیں۔ مجھے جو عرض کرنا ہے وہ مسئلہ خلافت ہے۔ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ وقت انجمن کے فیصلہ کو توڑ سکتا ہے اور آخری فیصلہ خلیفہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر خلیفہ چاہے تو انجمن کا فیصلہ تو ایک طرف رہا۔ خود انجمن بھی توڑی جا سکتی ہے۔ مگر اس خطبہ کے مطالعہ سے اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ خطبہ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولوی نور الدین کے زمانہ میں انجمن ایک مکان کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنا چاہتی تھی اور حضرت مولوی صاحب کی رائے تھی کہ یہ مکان اس کے مالکوں کو کم قیمت پر دے دیا جائے۔ اب اس اختلاف میں انجمن نے حضرت مولوی صاحب کو لکھا کہ مکان زیادہ قیمت کا ہے۔ اور اگر ہم اس کو کم قیمت پر فروخت کر دیں تو یہ قوم کا نقصان ہے۔ بالآخر حضرت خلیفہ اول نے ناراض ہو کر تحریر فرما دیا کہ جس طرح مرضی ہو کرو۔ میں اس میں دخل نہیں دیتا۔ یہ نتیجہ ظاہر ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے انجمن کو حقیقی طور پر جانشین سمجھا اور اپنی شخصی رائے کو انجمن کی رائے کے ماتحت کر لیا۔ اور دراصل ایک مومن انسان کا فرض بھی یہی ہے کہ وہ اپنی ذاتی رائے کو قومی رائے پر ترجیح نہ دے۔ اور حضرت مولوی صاحب اس کے برخلاف کر ہی کس طرح سکتے تھے جبکہ حضرت مسیح موعود نے رسالہ الوصیت میں صاف طور پر انجمن کیلئے ہی جانشین کا لفظ استعمال کیا ہے اور پھر ایک تحریر انجمن کے سپرد کی۔ جس میں صاف طور پر تحریر فرمایا کہ:-

"کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھ کو محض اطلاع دی جائے . . . . . شاید خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

مجھے ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ میرے ایک دوست بابو فخر الدین صاحب کلارک کیمپل پور تھے۔ اوائل اختلاف میں وصیت کے لفظ جانشین پر تبادلہ خیالات ہوا۔ فرمانے لگے۔ وصیت کے پڑھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آخری فیصلہ انجمن کے ہاتھ میں ہے۔ مگر مزید تسلی کے لئے قادیان لکھتا ہوں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اسلام میں ایک خاص پوزیشن خلیفہ رکھتا ہے۔ اور آخری فیصلہ خلیفہ کے ہاتھ میں ہی ہونا چاہئے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ دلائل تو واقعی انجمن کے جانشین ہونے کے حق میں ہیں۔ مگر مجھے چونکہ میاں صاحب سے خاص اُنس ہے اس لئے مجبور ہوں کہ حضور کی بیعت میں رہوں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود تو محبت اور دلائل سے نافرمانوں کو پامال کرتے ہیں اور آپ محض محبت سے پامال ہوئے جاتے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس محبت اور غلو کی سزا ان کو مل گئی۔ اکابرین سلسلہ قادیان ان سے برگشتہ ہو گئے اور وہ اکابرین سے برگشتہ ہو گئے اور شاید اسی لئے بہشتی مقبرہ میں بھی دفن نہ ہو سکے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور کی روئیداد

(از جناب رشید احمد صاحب مسرت (پریذیڈنٹ))

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور کی تیسری میٹنگ زیر صدارت جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب ایڈووکیٹ ساڑھے پانچ بجے شام اسلامی سکول (فیکٹری) میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع کی گئی۔ ازاں بعد غلام حسین صاحب نے ایک مؤثر پیرائے میں نعت پڑھی۔ اس کے بعد سیکرٹری صاحب نے پچھلی میٹنگ کی کارروائی کی رپورٹ پڑھی۔ پھر حمید احمد صاحب ذوالفقار نے اخلاق کے موضوع پر بڑی مدلل تقریر فرمائی جو کہ مقبول عام ہوئی۔ اس کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت مولوی صاحب کی تشریف آوری پر ان کے اعزاز میں ایک پارٹی دی جائے اور ان کا بڑی شان و شوکت سے استقبال کیا جائے۔ اس لئے مجلس استقبالیہ کا انتخاب کیا گیا۔ اس میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے سب دوست عین وقت پر تشریف لے آئے تھے اور حاضری کے لحاظ سے بھی میٹنگ نہایت کامیاب رہی۔ آخر میں صاحب صدر نے مختصر لیکن جامع تقریر فرمائی جس میں انہوں نے خوشی کا اظہار کیا کہ لائل پور کے نوجوانوں نے بھی حضرت امیر کی آواز پر لبیک کہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ میٹنگوں میں بھی دوست جوق در جوق تشریف لا کر شامل ہوتے رہیں گے اور بعد ازاں انہوں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے میٹنگ کو برخاست کیا۔

ملہ غالباً اس سال کے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے (مہتمم)

مقام غور

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی)

(۲)

لیجئے میں آپ کے سوال کا ایک آسان حل پیش کرتا ہوں۔ آپ
اپنے خلیفہ صاحب سے درخواست کریں کہ وہ ان حوالہ جات کی تنسیخ
کے قائل ہو جاویں۔ سب اختلاف خود بخود دور ہو جاوے گا۔ گدی
پہلے قائم ہو چکی ہے۔ اب کسی نقصان کا خطرہ نہیں۔ چونکہ مولوی محمد علی
صاحب کے عقائد تو وہی ہیں۔ جو خلیفہ صاحب کے ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۲ء
میں تھے۔ ان کی طرف سے کسی اعلان کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔
کیوں مولانا آپ یہ جرأت کریں گے۔ . . . . . .

آیت لا یحب اللہ کے متعلق مولوی صاحب کی بدحواسی کا
نقشہ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں اس پر تنقید فرماتے ہوئے مولوی صاحب
نے اپنی عربی دانی کے جوہر دکھلائے ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ مولوی
صاحب کی طرح میں . . . . . عربی دان نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے
فضل سے عقل سلیم ان سے زیادہ رکھتا ہوں۔ مولوی صاحب
نے اس ترجمہ پر جو میں نے پیغام صلح مورخہ ۹/۲ ۱۷ میں لکھا تھا اعتراضات
کرتے ہوئے لکھا ہے:

"معلوم نہیں یہ ترجمہ آپ نے کس استاد کامل سے سیکھ
کر پیش کیا ہے؟"

جواباً عرض ہے کہ یہ ترجمہ مولانا ابوالکلام کے ترجمان القرآن
جلد اول صفحہ ۳۷۲ سے لیا گیا۔ اور مجھے یہ احتیاط اس لئے کرنی پڑی کہ
آپ کے خلیفہ صاحب کی تفسیر القرآن ابھی تک شائع نہیں ہوئی
ہے اور مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ پر آپ کو خدا نے ایمان نصیب
نہیں کیا۔ مولانا ابوالکلام نے حرف بحرف وہی ترجمہ دیا ہے۔ جو
میں نے اپنے مضمون میں نقل کیا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ میرا مضمون جو
پیغام صلح میں چھپا وہ کاتب کی غلطی سے درست طور پر نہیں چھپا۔
اس ترجمہ میں الا کا ترجمہ الا ہی ہے۔ کاتب نے بجائے الا کے
"اور" لکھ دیا۔ مولانا تصحیح کر لیں۔ اور پھر جو اعتراض ہو لکھ بھیجیں۔
میں جواب کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد . . . . کی خدمت میں
بھیج دوں گا۔ آپ کی آگاہی کے لئے وہ ترجمہ پھر نیچے لکھ رہا ہوں۔

"خدا کو پسند نہیں کہ تم کسی کی برائی پکارتے پھرو۔ الا یہ
کہ کسی پر ظلم ہوا ہو۔ (اور وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کرے)"

خلیفہ صاحب کے مظالم جو انہوں نے اسلام اور احمدیت اور اہل
اسلام پر کئے۔ تفصیلاً عرض ہو چکے ہیں۔ اس مضمون میں ان کے ظلم
کی تفصیل۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے اعلان سے پہلے دکھلا
آیا ہوں۔ تکرار کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک اخبار الفضل مورخہ ۱۳ اور
۱۵ اکتوبر کی متذکرہ غیر متعلق باتوں کا جواب عرض کیا گیا۔ اب ۱۷/۴۱ ۱۷
کے پرچہ کو لیتا ہوں جس کا عنوان ہے "مظلوم کون ہے؟"

اس مضمون میں مولانا نے حقیقۃ الوحی کے صفحات ۱۶۳/۱۶۸
۱۷۹-۱ اور ۱۸۰ کو اس ترکیب سے پیش کیا ہے کہ کسی طرح سے خلیفہ
صاحب کے ان الفاظ کی مانند ہو جاوے۔ جو انہوں نے آئینہ صداقت
کے صفحہ ۳۵ پر لکھے ہیں کہ "جنہوں نے مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو
وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کے
اسی "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ ۱۸۰ پر یہ الفاظ موجود ہیں:

"ڈاکٹر عبدالحکیم خان . . . . . میرے پر یہ الزام لگاتا ہے
کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے
پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا
اور گو وہ . . . . اپنے ملک
میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ
کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا
سراسر افترا ہے . . . . . پھر فرماتے ہیں۔ یہ تو ایسا
امر ہے کہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کرے گی۔
جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے۔ اس پر مواخذہ کیونکر
ہو سکتا ہے؟"

اور خوبی یہ ہے کہ مولانا نے بھی ان الفاظ کو اپنے مضمون میں دہرایا
ہے۔ مگر نتیجہ حق خلیفہ صاحب ہی نکالا ہے۔ سنئے مولانا یہ فریب
مجھ پر نہیں چل سکتا۔ کیونکہ اگر آپ کی اس بددیانتانہ کتر بیونت اور تحریف
کو تسلیم کیا جاوے۔ تو ماننا پڑے گا کہ جہاں ایک غلطی کے ازالہ کے
زور سے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے تمام حوالجات متعلق نبوت حضرت
مسیح موعود منسوخ ہو گئے۔ وہاں حقیقۃ الوحی کے بعض صفحات بلکہ
اسی کتاب کے دیگر صفحات بلکہ سطور سے منسوخ ہو گئے اور ساتھ
ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت صاحب بظاہر تو کہتے تھے کہ میرے
دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ مگر دل میں سب کو
کافر سمجھتے تھے اور کسی نہ کسی طریق سے اپنی تحریر میں اس مقصد کو ادا
کر جاتے تھے۔ میں حضرت مسیح موعود کو اس . . . . . الزام سے بری
سمجھتا ہوں اور آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس حرکت سے
باز آ جاؤ ورنہ احمدیت تو تغیر ہے گی یا نہ اسلام کی کچھ خیر نہیں اور
مذہب ایک بازیچہ اطفال ہو کر رہ جائے گا۔

مولوی صاحب کی مندرجہ بالا تگ و دو ان خطوں کے جواب
میں تھی جو میں نے ان کے خلاف ثابت کئے تھے تفصیل کے لئے
پیغام صلح مورخہ ۹/۴ ۱۷ زیر بحث آیت لا یحب اللہ ملاحظہ ہو۔
اس کا مولانا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔ "مظلوم کون ہے" کے
عنوان سے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ مظلوم ہیں انہوں نے دو حدیثوں
کا حوالہ دے کر غیر مبائعین کو قادیانی جماعت میں پھوٹ کا ذمہ دار قرار
دیا ہے اور جہنمی ٹھہرایا ہے اور خود کو اہل بیت کی بیعت اور بہشتی
مقبرہ کی بشارت کا وارث قرار دے کر اپنی اقتصادی ترقی اور
پھیلاؤ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے موسوم کیا ہے۔ اس کا جواب
مختصراً تو صرف اس قدر ہے کہ خدا جانے مولوی صاحب کو بہشت
کا ٹھیکہ کب عطا ہوا تھا۔ اہل بیت سے محبت اچھی چیز ہے۔ مگر
اس کو ذریعہ نجات قرار دے کر جو فائدہ ایک حصہ قوم نے اٹھایا۔
وہ آپ کو ہی مبارک ہو۔ آپ ان کی طرح سرزنی، سینہ کوبی کرتے
رہیں۔ ہماری بلا سے۔ بہشتی مقبرہ کی بشارت بھی آپ کو مبارک ہو
یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اسے متقیوں اور بہشتیوں کیلئے
قائم فرمایا تھا۔ مگر حضرت کو یہ علم نہ تھا کہ وہاں جرم قتل کے مجرم بھی
دفن ہوا کریں گے۔ البتہ وہاں دفن کئے جانے کے لئے جو شرائط حضرت
مسیح موعود نے لگائے تھے۔ ان سے اہل بیت کو مستثنیٰ رکھا۔ مگر
اس وجہ سے کہ جہاں تک ان کے گھرانہ کا تعلق ہے وہ ایک
خاندانی قبرستان کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر یہ بھی بعید از قیاس نہیں
کہ حضرت کی دوربین نگاہ نے دیکھ لیا ہو کہ خدا جانے ان کے اہل بیت
کے ان کے بعد اعمال کیسے ہوں گے۔ اگر ان پر بھی وہی دشمن محمود غالب آ
گئے تو بعید نہیں کہ کسی وقت آزاد خیال مرید ان کو بہشتی مقبرہ میں
دفن ہونے سے روک دیں۔ سو اس رعایت کے لئے اہل بیت کو
حضرت مسیح موعود کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ مولانا! میرے نزدیک کسی
شخص کو کوئی زمین بہشتی نہیں بنا سکتی۔ جب تک اس کے اعمال
درست و پسندیدہ نہ ہوں۔ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ کو کوئی دھوکا نہیں
دے سکتا۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ اس سے ظاہر و باطن کی کوئی
بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اس مضمون کے آخر میں مولوی صاحب
نے یہ پرعقیدہ غلاظت دہرایا ہے اور لکھا ہے:

"الفضل پر پیغام صلح کے الزامات کا رد اور اتہامات
کا جواب ہوتا ہے نہ کہ اقدامی طور پر کوئی بات۔ اقدامی حملہ
پیغام کی طرف سے ہوتے ہیں؟"

اس کے متعلق میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ پیغام صلح نے اگر نقل کفر کا ارتکاب
کیا تو ذمہ دار نہیں وہ نقل کفر، کفر نباشد کے فتوے کے نیچے ہے۔ رہا
میرا حضرت خلیفہ صاحب کی نسبت یہ لکھنا کہ انہوں نے عدالت میں
حلف لیکر جھوٹ بولا ہے۔ یہ واقعات کا اظہار ہے حملہ نہیں کہلا
سکتا۔ یہ حملہ اس وقت کہلا سکتا ہے جب خلیفہ صاحب ان کی
تصدیق نہ کرتے ہوں۔ مجھے آپ کے خلیفہ صاحب پر حملہ کرنے سے
آخر کچھ فائدہ؟ میں آپ کی اطلاع کے لئے پھر لکھتا ہوں کہ بحیثیت
فرزند حضرت مسیح موعود کے میاں محمود صاحب میرے لئے واجب التعظیم
ہیں۔ مگر عقائد کے لحاظ سے میں ان کو علی وجہ البصیرت غلطی پر سمجھتا
ہوں۔ آپ کا فرض ہونا چاہئے تھا کہ بجائے گالیاں دینے کے
میری غلطی کو اگر وہ غلطی ہے دور کرنے کیلئے کوئی نیک قدم اٹھاتے
بجائے اس کے آپ نے عالم بدحواسی میں گالیاں نکالنی شروع
کیں جن کا جواب میں پہلے دے آیا ہوں۔ ان گالیوں کا مجھ پر
تو کیا اثر ہوگا آپ کے علم و فضل کی پردہ دری ضرور ہو گئی

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ
عارف کہ برنجد تنک آب است ہنوز

تعریف نبوت پر انعامی مباحثہ

"ثالثوں کے تقرر کا فیصلہ"

(از جناب مولوی عمرالدین صاحب شملوی)

گذشتہ سال سے میرے اور مولوی اللہ دتا ابوالعطاء صاحب قادیانی
کے درمیان تعریف نبوت پر ایک انعامی مباحثہ کے متعلق خط و کتابت
ہو رہی ہے صرف ثالثوں کے تقرر کا تصفیہ باقی تھا۔ الحمد للہ کہ یہ مرحلہ
بھی طے ہو گیا ہے میں نے غیر احمدی علماء میں سے تین ثالثوں کے تقرر کا
ذکر کیا لیکن کسی مصلحت کی بنا پر یہ تجویز نامنظور کر دی گئی۔ میں نے خلیفہ
قادیان کو حکم ماننے پر زور دیا مگر یہ تجویز بھی نامنظور ہوئی۔ آخر میں نے
قادیانی جماعت کے مندرجہ ذیل تین سرکردہ معززین کے نام بطور
حکم پیش کئے

(۱) آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ
(۲) جناب چودھری نعمت اللہ خان صاحب سیشن جج
(۳) جناب شیخ اعجاز احمد صاحب جج

خدا کا شکر ہے کہ مولانا ابوالعطاء صاحب نے اپنی جماعت کے ان تین بزرگوں کو
انعامی مباحثہ کا فیصلہ کرنے کیلئے حکم تسلیم کر لیا ہے اور آئندہ اپریل میں مناظرہ
کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ خدا کرے کہ اب یہ مباحثہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچ جائے

نوٹ:۔ اس کی ایک نقل بغرض اشاعت اخبار الفضل کو بھی بھیج
دی گئی ہے۔ تاکہ قادیانی جماعت کو بھی علم ہو جائے
۱۸/۴۱

... ملاحظہ ہو اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۴۱ء

قُل یٰاَھلَ الکِتٰبِ تَعَالَوا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَینَنَا وَبَینَکُم اَلَّا نَعبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشرِکَ بِہٖ شَیئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعضُنَا بَعضًا اَربَابًا مِّن دُونِ اللّٰہِ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے
طلباء سے
سالانہ ۔ چار روپے
ممالک غیر سے
سالانہ ۔ پندرہ شلنگ

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ...
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ — لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء — نمبر ۱۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دعوت الی اللہ کیلئے زندگیاں وقف کرو

میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کیلئے وقف کردی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دیدی ہے مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کیلئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف نہیں کرتے رسول اللہ صلعم کے مبارک زمانہ پر نظر کرکے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کیلئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

یاد رکھو کہ یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی جو خدا کیلئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کو کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فلہ اجرہ عند ربہ ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے …… میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کیلئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا ذوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔

پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کرچکا ہوں اور اس وقف کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں بلکہ تکلیف اور دکھ ہے تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا اسلئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی حیات چاہتا ہے اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیم کی طرح اس کی روح بول اٹھے اسلمت لرب العٰلمین جبتک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی نہیں پاسکتا۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کیلئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل اور غرض سمجھتا ہوں پس تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو خدا کے لئے پسند کرتے اور خدا کیلئے زندگی وقف کرنیکو عزیز رکھتے ہیں۔ (الحکم جلد ۴ صہ ۳۱)

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

۱ عبدالقیوم صاحب جہلم حال وارد لاہور
۲ رفیع اللہ صاحب ضلع ہزارہ
۳ عبدالرحمٰن صاحب ریاست انب
۴ صدرالدین صاحب دہلی
۵ محرم علی خاں صاحب ضلع راولپنڈی
۶ محمد اسمٰعیل صاحب ضلع جون پور یو۔پی

دعا کیلئے درخواست

پیغام صلح کے گذشتہ شیوع میں بھی لکھا گیا تھا اور اب پھر احباب سلسلہ کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے۔ کہ جناب میاں غلام عباس صاحب ... ملٹری اکاؤنٹ کچھ عرصہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں اور دہلی میں ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ آپ سلسلہ کے نہایت ہی مخلص رکن ہیں۔ اور ایک قیمتی وجود ہیں سب احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ میاں صاحب کے لئے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔

دعوت الی اللہ اور تزکیہ نفس

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۴ مارچ ۴۱ء اسی شیوع میں درج ہے

سلسلے اختلافی مسائل کے متعلق سوالات کے جوابات

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

(۳)

دوسرا سوال

جناب اے کریم صاحب نے دوسرا سوال میاں صاحب سے یہ کیا تھا کہ:۔

"آپ کی خلافت سے قبل حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم باقاعدہ حضرت حکیم الامت نور الدین صاحب کے زمانہ میں خدمات دینیہ انجام دیتے رہے۔ اور ان کی وفات کے بعد ہی اختلاف شروع ہوا۔ آخر ایسا کیوں؟"

قادیانی جواب

اس کے جواب میں پہلی بات قادیان سے یہ لکھی گئی کہ:۔

"مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب تبھی خلافت اولیٰ میں خدمات دینیہ سرانجام دیتے رہے جبکہ حضرت حکیم الامت کو خلیفہ تسلیم کرتے رہے۔ اگر یہ لوگ حضور کو خلیفۃ المسیح اول تسلیم نہ کرتے تو ان کی خلافت کے پہلے ہی روز کاٹ کر الگ کر دیے جاتے۔ اگر یقین نہ ہو تو مولوی محمد علی صاحب سے دریافت کراو کہ ان کی پارٹی کو دوبارہ کیوں بیعت کرنا پڑی تھی؟"

دونوں فریق کی دوبارہ بیعت

حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں نہ خود میاں محمود احمد صاحب سے دریافت کرلیا گیا کہ ان کی پارٹی سے بھی تو حضرت مولانا نے دوبارہ بیعت لی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ کیوں نہ میر محمد اسحاق صاحب، اور شیخ یعقوب علی صاحب سے دریافت کرلیا گیا کہ ان سے حضرت مولانا نے کیوں دوبارہ بیعت لی۔

دوبارہ بیعت کیوں لی گئی؟

قادیانی صاحبان کا یہ عام دستور ہے کہ جس معاملہ سے دونوں فریق کا تعلق ہو۔ وہاں اپنی جماعت کا نام تک نہیں لیتے غور کرنے کی بات ہے، کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب جب دوبارہ بیعت لیتے ہیں۔ تو صرف ایک فریق سے نہیں بلکہ دونوں پارٹیوں کے سرکردہ اصحاب سے بیعت لیتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ بیعت کسی نقص کی بنا پر لی گئی تھی۔ تو اس کی ذمہ داری آپ کے نزدیک دونوں فریق پر عائد ہوتی تھی۔ لیکن واقعات کو اگر غور سے دیکھا جائے اور اس تقریر کو پڑھا جائے جو حضرت مولانا مرحوم نے اس موقعہ پر فرمائی تو اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ نے یہ بیعت اس غرض سے لی تھی کہ کسی اختلافی مسئلہ کو ان کی زندگی میں نہ چھیڑا جائے۔ بالخصوص خلافت کے مسئلہ کو جس میں دونوں فریق کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت مولانا مرحوم ہر طرح سے جماعت کی قیادت کے اہل ہیں۔

انجمن اور خلیفہ

ہاں پاک ممبران لاہور اصولاً انجمن ہی کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین سمجھتے اور آئینی رنگ میں اس کے فیصلوں کو کسی فرد واحد کے فیصلوں پر مقدم سمجھتے تھے۔ یہ الگ امر ہے کہ حضرت مولانا کی اصابت رائے کے پیش نظر انجمن ان کے خیال کو ترجیح دیدیتی لیکن اصولاً انجمن ہی کا فیصلہ ان کے نزدیک مقدم تھا اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے مطابق تھا۔ چونکہ میاں صاحب اور ان کی پارٹی کو اس سے اختلاف تھا۔ اس لئے انہوں نے ناحق فتنہ کی آگ جلائی۔ اور ایسے سوالات پیدا کر دیئے۔ جن کے جوابات سے حضرت مولانا مرحوم کو بھڑکایا جا سکتا تھا۔

حضرت مولانا نور الدینؓ کی حوصلہ مندی

لیکن حضرت مولانا کی حوصلہ مندی اور دور اندیشی کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے دونوں فریق کے سرکردگان سے اس امر کی بیعت لیکر کہ ان کی زندگی میں ایسے سوالات نہ اٹھائے جائیں اس فتنہ کو ختم کر دیا اور پاک ممبران لاہور کو یہ موقعہ دیدیا کہ وہ اپنی خدمات دینیہ کو آپ کے زیر قیادت جاری رکھیں۔

میاں صاحب کی تفرقہ پسندی

افسوس ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے اس طریق کو پسند نہ کیا۔ باوجودیکہ حضرت مولانا کی وفات کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ چونکہ اس وقت مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں جماعت کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لئے آپ بیعت کو لازمی قرار نہ دیں۔ اور جماعت کا نظام بدستور چلنے دیں۔ اگر ایسا ہو جاتا تو آج جماعت احمدیہ کے دو فریق نظر نہ آتے۔ اور تمام اختلافات کبھی کے مٹ گئے ہوتے۔ لیکن میاں صاحب نے اس کو پسند نہ کیا۔

جماعت لاہور کا کام اور قادیانی سراب

اس کا یہ نتیجہ ہے کہ پاک ممبران لاہور تو الگ نظام قائم کرکے پہلے سے زیادہ عمدگی اور جوش و خروش کے ساتھ خدمات دینیہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ان کے بہترین نتائج پیدا ہو رہے ہیں مگر قادیان میں سوائے خلافت و سیاست کے اور کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ تبلیغ کا ذکر وہاں برائے نام ہے۔ صرف دنیوی جاہ و حشمت اور نمود و نمائش ہے جو سراب کی طرح کوتاہ بینوں کی نظر فریبی کا موجب ہے۔

دوسرا قادیانی جواب

اسی سوال کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے:۔

"حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ اول کے زمانہ میں جماعت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو نبی کہتے تھے۔ کتابوں میں لکھتے تھے اور آپ کے ماننے والوں کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کا بھی یہی مسلک تھا۔ مولوی محمد علی صاحب آپ کو نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے منکرین کو کافر کہتے تھے چونکہ بعد میں انہوں نے اس عقیدہ کو تبدیل کر لیا۔ اس لئے تفریق کا موجب وہ بنے نہ کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی۔"

حضرت مسیح موعودؑ کا مسلک

حضرت مسیح موعود اور آپ کے ماننے والوں کا عقیدہ اور مسلک کیا تھا۔ اور کونسا فریق آپ کے عقیدہ اور مسلک کے خلاف چل رہا ہے۔ اس کی وضاحت نہ صرف آپ کی ان تحریرات سے ہوتی ہے جن میں آپ نے بار بار لفظ نبی کی تشریح کرتے ہوئے اس سے محدث مراد لی ہے۔ اسے مجاز اور استعارہ قرار دیا ہے لغوی معنوں میں اس لفظ کو استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا ہے بلکہ

[illegible] نہیں ہو سکتا۔ اور غیر احمدی کے جنازہ کو جائز قرار دیکر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ آپ اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی نہ تھے۔

تمام جماعت اور میاں صاحب کا عقیدہ سنہ ۱۹۱۱ء تک

لعینہ یہی عقیدہ سنہ ۱۹۱۱ء تک تمام جماعت کا تھا خود میاں محمود احمد صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء میں "خاتم النبیین" کے عنوان سے ایک مضمون اخبار "الحکم" میں لکھا جس میں صاف طور پر یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں:۔

"اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کرکے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

(الحکم ۱۴ ؍ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء)

اس سے پیشتر رسالہ تشحیذ الاذہان بابت اپریل سنہ ۱۹۱۰ء میں نجات پر مضمون لکھتے ہوئے یہ تحریر فرمایا:۔

"آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کرکے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوے کرتے تھے۔ اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے (جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں) مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللّٰہ بکل شیٔ علیما یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کریگا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعویٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں۔ بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو اس کی نظیر پیش کر سکے۔"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ خود میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ سنہ ۱۹۱۱ء تک یہی تھا کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ دعوے نبوت کرکے کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہی عقیدہ باقی تمام جماعت کا تھا۔ جیسا کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب، مفتی محمد صادق صاحب، میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی اور دیگر اکابر جماعت قادیان کی اختلاف سے پہلے کی تحریرات بارہا نقل کی جا چکی ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے صاف طور پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ لفظ نبی حضرت مسیح موعودؑ پر صرف غیب کی خبریں پانے اور پیشگوئی کرنے کی وجہ سے استعمال ہوا ہے۔ اور کہ "ان معنوں میں تمام مجددین سابقہ مختلف مدارج کے انبیاء گزرے ہیں۔"

لفظ نبی ریویو آف ریلیجنز میں

حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی انہی معنوں میں ریویو آف ریلیجنز میں لفظ نبی استعمال کیا۔ نہ صرف نبی بلکہ محدث کا لفظ بھی اسی ریویو آف ریلیجنز میں حضرت مسیح موعود پر استعمال کیا گیا۔ اور نبوت کا دروازہ بند قرار دیا گیا۔ جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے۔

(باقی صفحہ ۷ پر)

سلہ سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو پیغام صلح ۷ ؍ مارچ سنہ ۴۱ء

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۱۹

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم اور مغربی فلسفہ

اقبالی مذہبِ فکری مغربی افکار کا مرقع ہے

مقالاتِ یوم اقبال

غالباً ۱۹۳۸ء کے اخیر یا ۱۹۳۹ء کے شروع میں قومی کتب خانہ لاہور نے ایک کتاب "مقالاتِ یوم اقبال" کے عنوان سے شائع کی تھی۔ جس کا دیباچہ ڈاکٹر تاثیر پرنسپل ایم۔ اے۔ او کالج امرتسر نے لکھا تھا۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے سر اقبال مرحوم کے فلسفہ پر تنقید بھی کی تھی۔ اور اس امر کی بھی وضاحت کی تھی کہ علامہ کا فلسفہ حیات مغربی فلسفہ سے عبارت ہے۔ اس کی بنیاد انہوں نے علامہ مرحوم کے ایک اپنے ہی بیان پر رکھی تھی۔ جس کا اقتباس انہوں نے علامہ کے ایک خط سے دیا تھا۔ جو انہوں نے ۱۹۲۵ء میں پروفیسر تبسم کو اپنے افکار کے انگریزی مجموعہ "اسلامی تفکر کی تشکیل جدید" کے متعلق لکھا تھا۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کا ایک خط

اس مذکورہ خط میں علامہ مرحوم نے لکھا ہے:۔

"میری زندگی کا اکثر حصہ مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں صرف ہوا ہے۔ اس لئے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کرتا ہوں اور یہ نقطہ نگاہ میری فطرت ثانیہ ہو چکا ہے"

ڈاکٹر تاثیر کا نقد و تبصرہ

اس بیان کو اساس قرار دے کر ڈاکٹر تاثیر نے علامہ کے فلسفہ پر مختصر سا نقد و تبصرہ کیا ہے۔ ان کے مضمون کے دو ایک اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

"معلوم دیتا ہے ابتدا میں نٹشے اقبال پر شدت سے اثر انداز ہوا ہے۔ چنانچہ "اسرار خودی" میں جو ہیرے اور کوئلے کی مثال ہے۔ وہ نٹشے سے ہی مستعار لی گئی ہے"

"شوپنہار کا عزم للبقا۔ نٹشے کا عزم للقوۃ اور برگساں کے (Elan Vital) یہ ایک ہی سلسلہ تفکر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اقبال کی خودی یا ایغو کوئی جدید خیال نہیں سب سے پہلا مفکر ڈیسکارٹے تھا جس نے کہا کہ فلسفہ کو خودی یا نفس سے شروع ہو کر خارجی دنیا کی طرف رجوع کرنا چاہئے"

اقبال اور برگساں

خیر یہ تنقید تو دو ایک سال قبل کی ہے لیکن حال ہی میں ایک مضمون رسالہ "معارف" میں "اقبال اور برگساں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کی دو اقساط "معارف" فروری اور مارچ ۱۹۴۱ء کی اشاعتوں میں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی مضمون کا تسلسل قائم ہے۔ یہ مضمون مولانا عبد السلام خان صاحب رامپوری کا لکھا ہوا ہے

اقتباسات

اس کے چند ایک اقتباسات قابل غور ہیں:۔

۱۔ "اقبال غالباً پہلا مسلمان فلسفی ہے جس نے مغربی فلسفہ کی بنیاد پر مشرقی خیالات کی عمارت کھڑی کی اور اس کے مکمل نظام کی تشکیل کی" (معارف فروری ۱۹۴۱ء)

۲۔ "برگساں اور اقبال دونوں کے فلسفے کے مختلف اجزا اس قدر ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں کہ ان کو علیحدہ علیحدہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں" (معارف فروری ۱۹۴۱ء)

۳۔ "اقبال کی مابعد الطبیعات اور برگسانی فلسفے میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کوئی اصولی فرق نہیں۔ کہیں کسی مبہم نقطہ کی تفصیل ہے اور کہیں کسی نقص کی تکمیل۔ برگساں کے اساسی تصورات پر اقبال نے خالص مذہبی عمارت کو استوار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس عمارت میں مشہور جرمن فلسفی فشٹے کے "انا" کا تصور بہت اہم ہے"۔ (معارف فروری ۱۹۴۱ء)

۴۔ "اقبال کا تصور کائنات برگساں کے تصور سے ماخوذ ہے" (معارف فروری ۱۹۴۱ء)

۵۔ "اقبال اور برگساں دونوں کے نظاموں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے نظریوں کی بنا نفسیاتی تجربات پر ہے۔ نفسیاتی احوال کی تبدیلیوں اور مسلسل تغیرات سے دونوں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ کائنات کا مبدء ٹھوس اور جامد شے نہیں۔ اس کی ابتدا محض حرکت ہے۔ یہ حرکت اقبال اور برگساں دونوں کے نزدیک تخلیقی اور ارتقائی ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

ڈاکٹر اقبال کی مغربی فلسفہ سے اثر پذیری

ان اقتباسات میں جتنے فلسفیوں کا ذکر ہے۔ مثلاً نٹشے، برگساں، شوپنہار . . . . یہ سب مغربی فلاسفر ہیں۔ جن سے نہایت شدت کے ساتھ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم نے اثر قبول کیا۔ جن میں سے دو یعنی برگساں اور نٹشے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ فرانس کے مشہور فلسفی ہنری برگساں کی مابعد الطبیعیات تو ڈاکٹر اقبال کے کلام کی اساس ہے اور ان کی خودی کا تصور جرمنی فلاسفر نٹشے سے عبارت ہے۔ یہی وہ فلاسفر ہے جس نے قدیم فلسفہ اور عیسائیت پر سخت تنقید کی ہے اور ایک جدید فلسفہ اخلاقیات کو پیش کیا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ انسانی ترقی کی آخری منزل فوق البشر ہے۔ پس ہر اس مذہب کو ملیامیٹ کر دینا چاہیئے۔ جو اس فوق البشر کیلئے سدراہ ہے۔

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے خوب واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے خیالات اور افکار کا پس منظر فرنگی فلسفہ تھا۔ جسے مرحوم نے اسلام کے ساتھ ملا دیا۔ اور ان دونوں کے امتزاج سے ایک جدید افکار کا سلسلہ مرتب کیا۔ اب معلوم نہیں کہ اس واضح حقیقت کے ہوتے ہوئے اقبالی مذہب فکری سے متاثر ہونے والے لوگ کیوں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بیانات کو وحی الہٰی سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے فلسفہ کا ماخذ ملحدانہ نظام فکری ہے۔ اور وہ بجائے مشرق کے مغرب سے روشنی لیتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ان کی تعریف میں اتنا غلو کیا جاتا ہے۔ کہ انہیں پیغمبر تک کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ پیغمبر کے نام کو شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں کہ انہیں ایک نہایت مقدس حیثیت دیدی گئی ہے اور یہ سب کچھ اندھا دھند کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں قحط الرجال ہے۔ جونہی کسی شخص نے جدید رنگ میں کوئی چیز پیش کی اور مسلمان اس کی طرف اٹھ دوڑے۔ علمی فرومایگی اور ایمانی افلاس کی انتہا ہے!

تحریک احمدیت پر ظلم اور اس کی مکافات

ابھی کل کی بات ہے کہ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں تحریک احمدیت پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ تحریک احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے۔ اور احمدیت کے پردہ میں مجوسیت کا احیاء کیا جا رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لیکن زمانہ کے دستور عجیب ہیں۔ آج پڑھے لکھے مسلمان قطع نظر چند ان اندھے مقلدوں کے جن کا خمیر ہی تقلید سے اٹھتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے متعلق اعلان کر رہے ہیں کہ ان کا فلسفہ حیات مغربی افکار کا مرقع ہے۔ یعنی اس اسلامی تفکر کی تشکیل جدید کے پردہ میں مغربی فلاسفہ کے خیالات مسلمان نوجوانوں کے دماغوں میں ٹھونسے جا رہے ہیں۔ ابھی تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کا فلسفہ حیات . . . عقیدت کے غلافوں میں ملفوف ہے۔ لیکن وہ وقت دور نہیں۔ جب یہ غلاف اتریں گے اور کوئی نقاد ڈاکٹر صاحب مرحوم کے فلسفہ حیات کی مکمل تحلیل کر کے رکھ دے گا۔ تو اس وقت دنیا پر روشن ہو گا کہ حقیقی اسلام کہاں ہے اور خالص مغربی افکار کا مرقع کہاں ہے۔ اور اسلامی احیا کے لئے مجددین اور محدثین کی ضرورت ہے یا فلسفیوں کی! اور وہ ملت جس کے سارے نظام کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہو۔ اس کی رہنمائی کیلئے الہام کی ضرورت ہے یا فکر و نظر کی! اسکے لئے ایسے سہارا کی ضرورت ہو جو قلوب میں حرارت پیدا کرنے کیلئے یاجوج اور ماجوج سے شعلے مستعار لے۔ یا ایسے امام کی ضرورت ہے جو امامکم منکم کا مصداق ہو۔ اس کا فیصلہ وقت کریگا۔

ہماری اس سال کی تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں۔ بزرگ اشاعت اسلام کیلئے وصیت کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور ان کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں۔ یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں۔ ہمارے بلند اور رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشوونما کا باعث۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں۔ انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا ہے تا کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے +

شذرات

جناب میاں صاحب کے دو متضاد بیانات

جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان اپنی کتاب "آئینہ صداقت" کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں:۔

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورہ صف) کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں" میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"

اور پھر اپنی تفسیر موسومہ تفسیر کبیر کے صفحہ ۲۲۳ پر فرماتے ہیں:۔

"الزام ہمیشہ اس وقت قائم کیا جاتا ہے جبکہ پہلے سمجھایا جا چکا ہو۔ گویا تفہیم کے بعد ہی گمراہی کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قوم کو کسی بات کا یقینی علم نہ پہنچے۔ اس وقت تک ان کو نہ ماننے کی وجہ سے سزا نہیں دی جا سکتی۔ اس ضمن میں ہی میں وہ الزام بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو غیر مبائعین کی طرف سے ہم پر لگایا جاتا ہے کہ گویا ہم ہر شخص کو قابل سزا سمجھتے ہیں۔ خواہ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ پہنچا ہو یا نہ۔ یہ الزام غلط ہے۔ ہم یہ اعتقاد کیسے رکھ سکتے ہیں۔"

"آئینہ صداقت" میں تو میاں صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ جس شخص نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ ہم یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں کہ خواہ کسی شخص کو حضرت مسیح موعود کا دعویٰ پہنچا ہو یا نہ وہ قابل سزا ہے۔ یہ الزام غلط ہے۔ ان دو بیانوں پر کیا موقوف ہے۔ جناب میاں صاحب کے پیدا کردہ "علم الکلام" کی بنیاد ہی ... "علمی مغالطہ" پر ہے۔ اور یہ ان کا علمی شاہکار ہے۔ اب ہمیں معلوم نہیں کہ ان دو بیانوں میں کس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے۔ اور جماعت قادیان کے کونسے عالم ہیں۔ جو ان دو بیانوں میں تطبیق دے سکتے ہیں۔ امید ہے جناب میر محمد اسحاق صاحب جو الفضل میں آجکل آنحضرت کی حدیثوں کی تشریح کر رہے ہیں اور حال ہی میں انہوں نے "لیس منا من غشنا" کی جماعت قادیان کو تلقین کی ہے۔ وہ اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے اور ان دو متضاد بیانوں میں تطبیق دیں گے۔ یا متضاد بیانات کے متعلق کوئی فتویٰ ہی دیکر اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے

حیدرآباد دکن کی علمی ترقی

"سررشتہ تعلیمات سرکار نظام کی ایک حالیہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محکمہ تعلیم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام ریاست میں ثانوی تعلیم کی جدید طور پر تنظیم کی جائے۔ اور پرائمری تعلیم کی جدید سکیم کے ماتحت آئندہ پانچسال کے عرصہ میں جہاں کوئی گاؤں ایسا ہو جس کی آبادی ایک ہزار کے قریب ہو اس میں ایک سرکاری سکول بچوں کی تعلیم کے لئے ثانوی درجے تک تعلیم کا جاری کیا جائے۔ ریاست حیدرآباد میں اس وقت پانچہزار دو سو چوبیس سکول چل رہے ہیں۔ جن میں قریباً چار لاکھ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اعلیحضرت میر عثمان علی خاں بہادر کی خواہش ہے کہ ان کی ریاست کا ہر بچہ پڑھا لکھا ہو۔" (پیسہ اخبار ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء)

اس مندرجہ بالا اقتباس سے ریاست حیدرآباد کی علمی ترقی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور سررشتہ تعلیم کی مذکورہ رپورٹ سے آئندہ علمی فراوانی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ تمام دنیا میں مسلمان اس وقت انحطاط پذیر ہے لیکن ہندوستان میں تو اس کے زوال کی انتہا نہیں۔ مگر اس ملک میں ایک خطہ ایسا ہے جس پر مسلمان ثقافتی اور علمی لحاظ سے فخر کر سکتے ہیں۔ جس میں علوم و فنون کا احیاء مسلمانوں کے درخشاں ماضی کو تازہ کئے ہوئے ہے اور وہ خطہ حیدرآباد ہے۔

سکھوں کی غلط قیادت

سانگلہل کی اکالی کانفرنس میں ماسٹر تارا سنگھ مشہور سکھ لیڈر نے جو تقریر کی ہے اس کے مندرجہ ذیل فقرات سکھوں کی غلط قیادت کے کس حد تک آئینہ دار ہیں۔ ذرا ملاحظہ ہوں:۔

"دیش کے حالات نے سکھوں اور ہندوؤں کے سیاسی مفاد مشترکہ ... کر دیئے ہیں مسلمان کے پاکستانی مطالبہ نے تو ہمیں اور بھی ملا دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

دنیا جانتی ہے کہ سکھ ایک توحید پرست قوم ہے اور ہندو ایک بت پرست قوم۔ اگر ان دو قوموں کو سیاسی لحاظ سے بھی متحد کر دیا جائے۔ تو اس کے نتائج سکھوں کے حق میں بہت مہلک ثابت ہونگے اور سیاسی لحاظ سے بھی انہیں عافیت نصیب نہ ہو گی ہندو قوم کا سیاسی اخلاق صدیوں کی غلامی کی وجہ سے اس درجہ پست ہو چکا ہے کہ اس سے کسی مروت کی توقع رکھنا عبث ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک معزز سکھ سردار امر سنگھ صاحب ایڈیٹر شیر پنجاب لاہور کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:۔

"پنجاب کے متعصب ہندو لیڈروں نے ہندو پبلک کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی۔ خالصہ پنتھ کے یہ لوگ بدترین دشمن اور حاسد ہیں۔ سکھ دھرم کے خلاف مسلمانوں کی نسبت سو گنا زیادہ ان کے دلوں میں کینہ، حسد، تعصب اور بغض بھرا ہوا ہے۔ ہماری پولیٹیکل اہمیت کو ختم کر دینے میں ہی یہ لوگ اپنی قومی نجات مضمر سمجھتے ہیں۔ انہیں اب یقین ہے کہ وہ مسلمانوں کو مٹا نہیں سکتے۔ مگر ہم سکھوں کو مٹا سکتے ہیں"

سکھوں کو سردار امر سنگھ صاحب کے ان الفاظ کو نہایت غور سے مطالعہ کرنا چاہئے اور ماسٹر تارا سنگھ صاحب کی غلط قیادت کا اس سے موازنہ کرنا چاہئے۔ سکھوں کی سیاسی عافیت بھی آئندہ صرف مسلمانوں کے ساتھ اتحاد میں ہے۔ یہ دونوں قومیں توحید پرست ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں اور دیسے صدیوں کی حکمرانی کی وجہ سے مسلمان کا سیاسی اخلاق بہت بلند ہے۔

خالصہ اور مسلم حقیقی بھائی ہیں

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی)

سکھ مسلم اتحاد کی تحریک حالات حاضرہ کے پیش نظر ایک نہایت ہی مفید تحریک ہے۔ جو احباب اس تحریک کو تقویت دینے میں کوشاں ہیں۔ وہ قابل صد تحسین و آفرین ہیں۔ ان میں سردار جگت سنگھ صاحب جیجے دا (علاقہ کپورتھلہ) اور سردار پریت پال سنگھ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سردار جگت سنگھ صاحب اپنے حلقہ اثر میں جگہ جگہ جلسے کر کے اس مبارک تحریک کو تقویت پہنچاتے ہیں دن رات کوشاں ہیں۔ چنانچہ متعدد دیہات میں دورہ کر کے جلسے کر رہے ہیں۔ آپ کے جلسوں میں سکھ اور مسلمان کافی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور بہت اچھا اثر ہو رہا ہے۔ سردار پریت پال سنگھ صاحب نے اخبارات میں مضامین کا سلسلہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے شروع کر دیا ہے چنانچہ ۱۳ مارچ کے شہباز میں "خالصہ اور اسلام" کے عنوان سے آپ کا جو مضمون شائع ہوا ہے وہ آپ کے اس نیک جذبہ کا پورا ترجمان ہے۔ اس مضمون کے چند اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

سری گورو نانک دیو جی توحید پرست تھے۔ اس لئے آپ نے توحید پرستی کا اپدیش دیا۔ سب سے زیادہ مخالفت آپ کی ہندوؤں نے کی۔ اور آپ کو "کوراہیا" (گمراہ) کہا.... فلسفہ کے طور پر آپ نے (بابا نانک صاحب نے) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:۔

اوّل اللہ نور اپایا قدرت کے سب بندے

ایک نور تے سب جگ اپجیا کون بھلے کو مندے

..... اسم اعظم کا رد کرنے والے اور مقدس کتاب میں اسم اعظم کو جگہ دینے والے مذاہب ہمیشہ آپس میں قریب کہے جا سکتے ہیں۔ سری گورو گرنتھ صاحب میں اللہ کا نام بارہا آ چکا ہے...... ہندو بھائی اپنی حسب دستور سحر بازی سے پھر خالصہ کو اپنی قرابت میں لانا چاہتے ہیں ہندو مذہب کی بنیاد ویدک دھرم کے مطابق ورن آشرم میں یقین رکھتی ہے...... پھر کیسے خالصہ ان کی قرابت قبول کر سکتا ہے۔ سری گورو گوبند سنگھ جی نے بجول میرے ہندو بھائیوں کے اپنے پتا کی قربانی دی۔ اپنے پتا سری گورو تیغ بہادر جی کو ہندو دھرم کی رکھشا (حفاظت) کیلئے پیش کیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ کہ سری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے برخلاف پہلی فوج کشی پہاڑی ہندو راجاؤں نے کی۔ انہوں نے حب وطن کی کھائی۔ تب دریا خلیقی امداد منگوائی جس کو اب مسلمانوں کا ظلم بتایا جا رہا ہے۔ سوامی دیانند جی مہاراج نے گورو نانک دیو جی مہاراج کے متعلق "دھبی" (فریبی) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور مہاتما گاندھی جی نے تو کمال کر دیا کہ سری گورو گوبند سنگھ کو گمراہ لیڈر (کے الفاظ) سے خطاب کیا ہے۔ کیا اب بھی خالصہ آپ کی سحر بازی میں پھنس سکتا ہے۔ میرے خیال میں خالصہ اور اسلام میں بھائی بھائی کا رشتہ ہے۔ کیونکہ جس وقت سری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے ظفرنامہ شاہ اورنگ زیب کو لکھا۔ اس میں یہ صاف لکھا تھا۔ "آں بت پرست و مابت شکن" جس سے متاثر ہو کر شاہ اورنگ زیب نے آپ کی

دعوت الی اللہ اور تزکیہ نفس

دل میں درد پیدا کرو اور ان تھک کوشش سے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہناؤ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

یاایھا النبی انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا (الاحزاب رکوع ۶)

خدا کی طرف بلانے والوں کا ظہور

دنیا میں ایسے لوگوں کا ظہور جو انسانوں کو اپنے خالق اور مالک کی طرف بلاتے ہیں ہر ملک اور ہر زمانہ میں نظر آتا ہے اور یہ بھی تاریخ سے ظاہر ہے کہ جب کبھی دنیا خدا سے دور ہو جاتی رہی ہے اس وقت دنیا میں ظلمت اور فساد کا دور دورہ بھی ہو جاتا رہا ہے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر انسانوں کے دل خدا سے قریب ہوتے ہیں۔ اسی قدر دنیا میں روشنی اور امن و محبت کا دور دورہ ہوتا ہے کسی ملک کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ یہی منظر اس میں نظر آئے گا۔

نبی کریم صلعم کا زمانہ

خود ہمارے نبی کریم صلعم کا زمانہ بھی وہ ہے کہ قرآن بھی اس پر شاہد ہے کہ ظھر الفساد فی البر و البحر اور تاریخ بھی گواہ ہے کہ ظلمت اور فساد کا دورہ انتہا کو پہنچ چکا تھا پھر ایک شخص خدا کی طرف سے دنیا کو خدا کی طرف بلانے کیلئے آتا ہے۔ جس سے تھوڑے دنوں میں پھر تاریکی کی جگہ روشنی اور فساد کی جگہ امن نظر آتا ہے۔ ایسے موقعہ پر یہ تو نہیں ہوتا کہ تاریکی بالکل مٹ جاتی ہے یا سب لوگ خدا پرست بن جاتے ہیں۔ لیکن نظر غائر سے دیکھا جائے تو ایک کھلا فرق نظر آتا ہے۔ اس زمانہ میں جو داعی الی اللہ سے پہلے تھا اور جو داعی الی اللہ کے بعد آیا۔

انبیاء کے وجود سے خدا کی ہستی پر شہادت

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا۔ یاایھا النبی انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً۔ اے نبی ہم نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر۔ کس چیز کا گواہ؟ اپنی ہستی کا۔ خدا کی ہستی کی شہادت انبیاء کے وجود سے ملتی ہے۔ وہ انسان جو ظلمت اور تاریکی میں گرے ہوئے ہونے کی وجہ سے خدا سے دور پڑے ہوئے تھے۔ وہی انسان ایک داعی الی اللہ کی کوشش سے خدا سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ خدا کی ہستی انہیں ایک محسوس اور مشہود چیز نظر آنے لگتی ہے اور وہ داعی الی اللہ خدا کی ہستی پر گواہ بن جاتا ہے۔ و مبشراً و نذیراً۔ اچھے کام کرنے والوں کو خوشخبری دیتا ہے اور برے کام کرنے والوں کو ڈراتا ہے۔ اللہ کی طرف بلاتا ہے اور روشن سورج ہے۔

داعی الی اللہ آفتاب ہوتا ہے

فی الحقیقت داعی الی اللہ مخلوق خدا کیلئے ایک سورج کا کام دیتے ہیں۔ جس طرح سورج نکلتا ہے تو تاریکی دور ہو جاتی ہے اسی طرح داعی الی اللہ کے آنے سے دلوں کے اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں۔ یوں تو اگر کوئی ایسا مکان بنایا جائے جس میں کوئی دروازہ نہ ہو تو سورج کی روشنی بھی وہاں کام نہیں دے سکتی اور اسی طرح داعی الی اللہ کی آواز پر کان نہ دھرنے والا بھی کوئی فائدہ اس سے نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن ایک عام کیفیت ہے کہ سورج کی روشنی تمام تاریکیوں کو دور کر دیتی ہے کسی شخص کی آنکھیں رہ نہیں سکتیں اس کی روشنی کو دیکھنے سے۔ اسی طرح داعی الی اللہ کے نور سے بھی عام طور پر لوگ روشنی حاصل کر لیتے ہیں۔

انبیاء اور تزکیہ نفس

میں نے کہا تھا کہ انبیاء اور ماموریں کی غرض تزکیہ نفس ہے۔ یعنی انسان کو گندوں سے پاک کرنا، برے کاموں سے بچانا اور اچھے کاموں پر لگا دینا ہے۔ یہی نبی کے آنے کی غرض ہوتی ہے اور میں نے کہا تھا کہ تزکیہ نفوس کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) خدا کی ہستی پر ایمان ایسا ایمان کہ جیسے ان آنکھوں سے انسان خدا کو دیکھتا ہو اور دوسرے میں نے کہا تھا کہ تزکیہ نفس کے لئے ایک نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر اس کے نقش قدم پر چل کر انسان اپنی اصلاح کرتا چلا جائے۔

کامیابی کیلئے دو چیزوں کی ضرورت

کوئی کام ہو اس کو کامیابی کی منزل پر پہنچانے کیلئے دو ہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ اس کیلئے دل میں درد پیدا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کیلئے ان تھک کوشش کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں انہی دو باتوں کو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ دل میں درد ہو جس طرح محمد رسول اللہ صلعم کے اندر درد تھا۔ اپنے اندر بھی وہی احساس پیدا کرنا۔ وہی خیالات وہی جذبات پیدا کرنا جو آپ کے خیالات و جذبات تھے۔ جس چیز سے آپ کو راحت ملتی تھی اسی سے ہمیں راحت ملے۔ جس سے آپ کو درد پہنچتا تھا۔ اسی سے ہمارے دلوں کو درد پہنچے۔ یہ ہے محمد رسول اللہ صلعم کی حقیقی پیروی۔ یہ اپنے قلب کو ڈھالنا ہے محمد رسول اللہ صلعم کے سانچہ میں۔ جب تک یہ نہ ہو۔ اس وقت تک تزکیہ نفس کی راہ مل نہیں سکتی۔

آنحضرتؐ کے قلب مبارک کی کیفیت

کیا دل کی کیفیت تھی محمد رسول اللہ صلعم کی۔ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کے قلب مبارک کی کیفیت یوں بیان فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنے دور پڑے ہوئے ہیں کہ جس طرف ان کا خیر خواہ حقیقی انہیں بلاتا ہے۔ وہ ادھر دیکھتے بھی نہیں۔ اس کا بڑا غم اور بڑا صدمہ محمد رسول اللہ صلعم کو تھا۔ خدا کی طرف بلانا آسان کام نہیں۔ پہلے اپنے قلب کی کیفیت یہ بناؤ کہ جو مخلوق خدا حق سے دور پڑی ہوئی ہے۔ اس کے لئے وہی غم اور وہی دکھ تمہارے اندر پیدا ہو۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کو تھا۔

آنحضرتؐ کی زندگی اسی مذکورہ آیت کی تفسیر ہے

یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ محض قرآن نے ہی اس کی شہادت دی ہو کہ آپ کو اس کا غم بڑا بھاری تھا۔ بلکہ اگر آپ کی زندگی کو دیکھو تو آپ کے واقعات زندگی اس آیت کی تفسیر ہیں۔ اس درد و غم نے کہ کس طرح انسانوں کی اصلاح ہو۔ محمد رسول اللہ کو کس طرح بے چین کر رکھا تھا۔ آدھی آدھی رات تک بلکہ دو تہائی رات تک خدا کے حضور میں کھڑے رہتے ہیں اور ان لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔ کس چیز نے آپ کے آرام اور نیند کو گم کر دیا۔ نیند نہیں جا سکتی جب تک کوئی بڑا درد اور غم دل میں نہ ہو۔ یہاں تک لکھا ہے کہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے ... پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر زبردست جذبہ آپ کے دل میں ... کہ کسی طرح مخلوق خدا کی اصلاح ہو

آنحضرت صلعم کا نظریہ دولت

انسان دولت کو کس قدر عزیز سمجھتا ہے۔ کسی کیلئے اس کی دولت ... اس کا مال و زر ہے۔ کوئی زمین کو دولت سمجھتا ہے اور کوئی سونے اور جواہرات کو، یہی چیزیں ہیں جن کی طرف انسانوں کی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس چیز کو دولت سمجھتے تھے وہ کسی شخص کا ہدایت پانا تھا۔

جنگ اور اسلام

خیبر کی فتح کے لئے آپ نے حضرت علیؓ کو منتخب کیا اور ... فرمایا کہ جب جاؤ تو ادع الی الاسلام، سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو۔ کہاں جنگ اور کہاں اسلام کی طرف دعوت دینا۔ یہ تو احمقوں کو غلطی لگی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جنگ اسلام کو قبول کرانے کیلئے ہوتے تھے۔ یہ صحیح نہیں بلکہ جنگ جن وجوہات سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ الگ ... ہیں جو اپنی جگہ موجود ہیں۔ لیکن جب جنگ شروع ہو گئی تو اس کے ختم ہونے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ تھا کہ دشمن اسلام قبول کرنے۔ گویا اگر وہ مسلمان ہو جائے تو خواہ کوئی بھی وجہ جنگ ہو مسلمان اسے معاف کر دیں گے اور درگذر سے کام لیں گے۔ دیکھو اب جو جنگ یورپ میں ہو رہی ہے ... دونوں قومیں عیسائی ہیں اور دونوں خدا سے دور پڑی ہوئی ہیں ... کر سکتیں کہ اپنے مخالف کو خدا کی طرف بلائیں۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب یہ ... حاصل ہو گیا تو سب کچھ حاصل ہو گیا۔

حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا

بہرحال حضرت علیؓ کو آپ نے فرمایا کہ انہیں سب سے پہلے اسلام کی دعوت دو۔ اور اس کے آگے فرمایا لئن یھدی اللہ بک رجلاً خیر لک من حمر النعم۔ اگر تیری وجہ سے ایک ہی شخص ہدایت پا جائے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بڑھ کر ہو گا۔ سرخ اونٹ عرب کی بہترین دولت سمجھی جاتی تھی۔ گویا جس شخص کے ذریعہ ایک انسان کو ہدایت مل جائے اس کے لئے وہ سب سے بڑی دولت ہے۔ دیکھئے یہ کس طرح دولت کا ... قلب نبوی میں ہے۔ ہدایت ایک انسان کی ایک انسان کے قلب کی ... دوسرے انسان کی دولت ہے اور اتنی دولت ہو کہ اس کے بالمقابل سرخ اونٹ بھی کوئی چیز نہیں۔ لوگ اندھا دھند اعتراض کرتے ہیں ... دلوں کو نہیں دیکھتے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے قلب کی گہرائیوں کے جذبات

محمد رسول اللہ صلعم کے قلب کی گہرائیوں تک ... کہ ایک انسان ہدایت پا جائے تو بہت بڑی دولت ... فرماتے ہیں۔ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کے رستہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔ اپنی زندگی کی ... نہیں بلکہ خدا کے رستہ میں جان دینے کیلئے زندگی چاہتے اور بار بار جان دینے کے خواہشمند ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو کچھ ایک صالح انسان کو ملتا ہے۔ کوئی انسان اس کو ... دنیا میں آنے کی خواہش نہیں کریگا اور سچ بھی ہے۔ عالم عقبیٰ کی ... لذات کو جس کے بالمقابل اس دنیا کی سب لذات ہیچ ہیں ... دنیا میں آنے اور یہاں کی لذات سے متمتع ہونے کی کون ... کریگا۔ ہاں فرماتے ہیں کہ شہید کی خواہش یہی ہو گی کہ اسے ... بھیجا جائے تاکہ وہ شہادت کی لذت کو حاصل کرے ...

کہ شہادت کی لذت کے سامنے سب لذات ہیچ ہیں۔ گویا خدا کے رستہ میں جان دینے کی لذت تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم ایک طرف اس بات کو دولت سمجھتے ہیں کہ ایک شخص ہدایت پا جائے۔ اور دوسری طرف لذت اگر آپ کو آتی ہے تو اس بات میں کہ خدا کے رستہ میں جان دیں۔ ایک بار نہیں بار بار جان دیں۔

تزکیہ نفس کے لئے محمد رسول اللہ کو نمونہ بناؤ

تو ایک بات تو میں نے یہ کہی تھی کہ تزکیہ نفس کیلئے محمد رسول اللہ صلعم کو نمونہ بناؤ اور اس کے لئے اپنے دل کی کیفیت کو محمد رسول اللہ صلعم کے دل کی کیفیت کے مطابق بناؤ۔ وہ درد پیدا کرو جو محمد رسول اللہ صلعم کے قلب میں تھا۔ ان باتوں سے لذت حاصل کرو جن سے محمد رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک کو لذت حاصل ہوتی تھی۔

جانتے ہو کس بات میں آپ کو راحت اور لذت آتی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب اذان کا وقت آتا تو یوں نہیں فرماتے تھے کہ اذن یا بلال بلکہ فرماتے تھے ارحنا یا بلال۔ اے بلال ہمیں لذت پہنچاؤ وہ کیسی لذت ہوتی تھی۔ وہ خوش آوازی کی لذت نہیں ہوتی تھی بلکہ درد دل کی لذت ہوتی تھی۔

درد دل اور ان تھک کوشش کی ضرورت

تو ایک تو میں نے کہا کہ وہ درد دل پیدا کرنا چاہئے اور دوسرے محمد رسول اللہ صلعم کی طرح ان تھک کوشش کی ضرورت ہے۔ اصل میں جب ایک چیز میں انسان کو لذت حاصل ہو تو وہ اس کے لئے کام کرتا ہوا تھکتا نہیں۔ نبی کریم صلعم کے حالات کو اگر دیکھا جائے تو انسان حیرت میں رہ جاتا ہے کہ دعوت الی اللہ کے کام میں کس قدر کوشش آپ کرتے ہیں

آج لوگ خدا کی طرف بلانے کو کس قدر گھٹیا کام خیال کرتے ہیں۔ باہم ملیں گے۔ سینکڑوں قسم کی باتیں ہوں گی۔ لیکن خدا کی باتیں نہیں ہونگی لوگوں کی مجالس میں خدا کا ذکر بہت کم آتا ہے اور ایسے ذکر کو عموماً پسند نہیں کرتے۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں۔ تو اس کے لئے کسی قسم کی کوشش کو اپنی ہتک خیال نہیں کرتے۔ دعوتوں میں، مجلسوں میں، میلوں میں، ملاقاتوں میں خدا کی طرف بلانا آپ کا خاص شعار تھا۔

سرورِ دو عالم کی مصروفیات

پھر اس سلسلہ میں اس قدر مختلف قسم کے کام کرتے ہیں کہ آپ کے کاموں کی فہرست اگر بنائی جائے تو سمجھ نہیں آتا کہ اتنے کام آپ کس طرح کر لیتے تھے۔ جو شخص راتوں کو جاگتا ہے اس کے لئے دن کے وقت کام کرنا دوبھر ہوتا ہے لیکن سرورِ دو عالم ایک طرف اگر رات کو عبادت میں کھڑے رہتے ہیں تو دن کے وقت بھی گھر کی کوٹھڑی میں آرام سے لیٹے ہوئے نہیں ہوتے تاکہ رات کی تکان دور ہو جائے۔ بلکہ دن کو ایسی زبردست مصروفیت ہے کہ ایک معمولی انسان اس مشقت کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ دشمن کا مقابلہ ہے جنگ کے لئے فوج کو تیار بھی کرنا ہے۔ ترتیب بھی دینا ہے۔ ہتھیاروں کا استعمال بھی سکھاتا ہے۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف اللیل قائم باللیل بنا ہے۔ یہ دونوں کام جو ایک دوسرے سے بعد المشرقین رکھتے ہیں، آپ سرانجام دیتے تھے۔ ادھر اس قوم کو تیار کرتے ہیں کہ جنگ کس طرح کریں اور ادھر اسی قوم کو بتاتے ہیں کہ خدا کے آگے کس طرح گرنا اور اس سے کس طرح حقیقی تعلق پیدا کرنا ہے۔ پھر لوگوں کے مقدمات بھی سنتے اور فیصلے کرتے ہیں۔ پھر گھروں میں کسی بیوی کا کام بھی کر دیتے ہیں، کپڑوں کو دھو لینا۔ پیوند لگا لینا، جوتا گانٹھ لینا آپ سب کام کر لیتے تھے۔

دعوت الی اللہ کے لئے جان کو مارنا پڑتا ہے

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ دعوت الی اللہ کا کام صرف یہی ہے کہ قرآن کو پڑھ لیں یا ایک لیکچر دے لیں تو اس سے ہرگز دعوت الی اللہ کا کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ دعوت الی اللہ کے لئے اپنی جان کو مارنا پڑتا ہے۔ گالیاں سننی پڑتی ہیں۔ ہنسی اور تمسخر برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ماریں کھانی پڑتی ہیں۔ جب تک ہمارے اندر یہ جوش پیدا نہیں ہوتا کہ دعوت الی اللہ کے کام کے لئے یہ سب تکلیفیں اٹھاؤ۔ اس وقت تک محمد رسول اللہ صلعم کا نمونہ نہیں لیا۔ دعوت الی اللہ کا کام یہ چاہتا ہے کہ ایک دردِ دل کے اندر ہو۔ ایک آگ اس کے اندر لگی ہوئی ہو اور دیوانہ وار انسان کام کے اندر مصروف ہو۔

دس ہزار کو زیر تبلیغ لانے کا پروگرام

مجھے ایک مہینہ سے زائد عرصہ ہو گیا کہ دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ وہ اس سال دعوت الی اللہ کا کام ذرا زیادہ وسیع کر دیں۔ ایک چھوٹی سی بات ہے۔ اگر ہزار آدمی بھی اٹھے اور وہ سال بھر میں دس آدمیوں کو زیر تبلیغ لائے۔ تو سال میں دس ہزار آدمیوں تک ہماری دعوت پہنچ سکتی ہے۔ اور ان میں سے کئی لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ گھروں میں بیٹھے رہیں، یا زیادہ سے زیادہ درس قرآن سن لیا کریں تو یہ کافی نہیں، اس کے لئے ان تھک کوشش کی ضرورت ہے ہمارے نبی کریم صلعم محبوب ہیں جاتے ہیں، ماریں کھاتے ہیں۔ ... کہلواتے ہیں لیکن کام سے نہیں تھکتے۔ اسی چیز کو اپنے لئے نمونہ بناؤ۔ میں نہیں سمجھتا کہ دس آدمی کو تبلیغ کرنا بھی کوئی بڑا مطالبہ ہے۔ مگر اس زمانہ میں دجالیت کا اثر ایسا غیر محسوس طور پر سرایت کر چکا ہے کہ ہم نے ان چیزوں کو جو ہماری عزت کا موجب تھیں، ذلت کا موجب سمجھ لیا ہے حالانکہ ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی عزت اس کام میں ہے، جو محمد رسول اللہ صلعم کا کام تھا۔

انصاف کی بات

انصاف کی بات کہنی چاہئے خواہ وہ کسی کے حق میں ہو۔ اور اس سے سبق لینا چاہئے۔ اس بارہ میں چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کا نمونہ قابل تقلید ہے۔ یہ تفسیر کبیر جو میاں صاحب نے لکھی ہے۔ اس کو لوگوں تک پہنچانے میں انہوں نے اتنی محنت اور کوشش سے کام لیا ہے کہ بہت کم اس کے نمونے نظر آتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ دنیوی رنگ میں ایک بلند مرتبہ پر ہیں۔ خوبی کی بات کہیں بھی نظر آئے تو اسے لے لینا چاہئے۔

ضرورت ہے

ضرورت ہے کہ ہمارے آدمی بھی اٹھیں اور لوگوں سے خود جا کر ملیں۔ انہیں اپنا لٹریچر پہنچائیں۔ ان سے بات چیت کریں۔ لوگوں میں ہمارے متعلق بہت ہی ناواقفیت پائی جاتی ہے۔ اس کو دور کرنا چاہئے۔ غیر احمدی تو ہمارے اصل خیالات سے ناواقف ہیں ہی، قادیانی بھی ہمارے خیالات سے ناواقف ہیں۔ ان کو واقف کرنا، حق بات انہیں پہنچانا ہمارا کام ہے۔ چھوڑ دیں اس بات کو کہ یہ لوگ پیر پرست ہیں اور انہیں سنانا بے فائدہ ہے۔ ایک مومن انسان کی ہمت کے سامنے پیر پرستی کی روکیں بھی دور ہو جاتی ہیں۔

تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے دوبارہ تاکید

تو جس قدر قوت سے آپ کام کریں اسی قدر اثر ان پر ہوگا اور اسی قدر آپ لوگوں پر غالب آتے جائیں گے۔ اس لئے میں دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بات کو معمولی نہ سمجھیں اور اس پر پوری قوت سے عملدرآمد کریں۔ دعوت الی اللہ کا کام ہو نہیں سکتا جب دوسروں کے پاس پہنچیں نہیں۔ اس لئے پھر کہتا ہوں کہ ضرور ہم میں سے ایک ایک آدمی دس دس آدمیوں کے پاس پہنچے۔ آپ کے ہاتھ میں مضبوط دلائل ہیں۔ تلوار سے بڑھ کر دلائل کا اثر ہوتا ہے اگر کسی کے دل میں خوف ہے تو چاہئے کہ اسے نکال دے اور دلی جوش کے ساتھ دوسروں کو دعوت دے۔

دعوت الی اللہ کا کام محمد رسول اللہ کا کام ہے

دعوت الی اللہ ایک معزز کام ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کا کام ہے۔ جن کی عزت و حرمت کے لئے ہم میں سے بہت سے لوگ قربان ہونے کو تیار رہتے ہیں۔ چاہئے کہ آپ کی عزت و حرمت اس بات میں سمجھیں کہ آپ کے کام کو پوری قوت سے سرانجام دیں اس کو عزت کا کام سمجھیں اور اسے ترقی دیں اور ان تھک کوشش سے آگے لے جائیں۔ پھر دیکھیں کہ خدا کے افضال کس طرح آتے ہیں۔

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

"میں زور سے کہتا ہوں کہ اس بات کو معمولی نہ سمجھیں اور اس پر پوری قوت سے عملدرآمد کریں۔ دعوت الی اللہ کا کام ہو نہیں سکتا جب دوسروں کے پاس پہنچیں نہیں۔ اس لئے پھر کہتا ہوں کہ ضرور ہم میں سے ایک ایک آدمی دس دس آدمیوں کے پاس پہنچے۔ آپ کے ہاتھ میں مضبوط دلائل ہیں۔ تلوار سے بڑھ کر دلائل کا اثر ہوتا ہے۔ اگر کسی کے دل میں خوف ہے تو چاہئے کہ اسے نکال دے۔ اور دلی جوش کے ساتھ دوسروں کو دعوت دے۔"

(بقیہ صفحہ ۲)

"اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی" (جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

"نبی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے مکلام ہو جاتے ہیں۔ اور اگرچہ رسول نہیں۔ مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں" (جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

کیا خود قادیانی حضرات کو ریویو آف ریلیجنز کے اندر یہ عبارات نظر نہیں آتیں؟ آخر کیوں وہ ان فقرات کو جن میں لفظ نبی کا استعمال ہوا ہے نقل کر دیتے ہیں اور ان صاف اور کھلے الفاظ کو جو اس کے معنوں پر روشنی ڈالنے والے ہیں، چھوڑ جاتے ہیں۔

کافر نہیں کہا

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ آپ (حضرت مسیح موعود کے) منکرین کو کافر کہتے تھے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی کوئی ایسی تحریر پیش کی جائے جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود کے منکرین کو کافر کہا ہو۔ کیا قادیانی حضرات اس چیلنج کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں؟

تبدیلی کس نے کی؟ تفریق کس نے پیدا کی؟

پس قادیانی مجیب کا یہ کہنا کہ "چونکہ بعد میں انہوں نے (حضرت امیر ایدہ اللہ نے) عقیدہ تبدیل کر لیا۔ اس لئے تفریق کا موجب وہ بنے نہ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی"۔ واقعات و حقائق کے صریح خلاف ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا عقیدہ تو وہی ہے جو حضرت مسیح موعود کے وقت میں تھا۔ تبدیلی عقیدہ کا الزام اور تفریق کی ذمہ داری میاں محمود احمد صاحب پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے

جماعت وزیر آباد کے سالانہ جلسہ کی مختصر روئیداد

(از جناب ایس عبید اللہ صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام وزیر آباد)

ہماری جماعت کا سالانہ جلسہ مؤرخہ ۱۸-۱۹ مارچ ۱۹۵۲ء کو ہونا قرار پایا تھا جس میں مرکز سے حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب، جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت و عبرانی، جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب اور جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب پی۔ایچ۔ڈی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔

جلسہ مسجد احمدیہ شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد و آنریری مجسٹریٹ کے وسیع صحن میں منعقد ہوا تھا۔ جو کہ شامیانے اور جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ جلسہ کا اعلان بذریعہ اشتہار اور منادی کیا گیا تھا۔

مؤرخہ ۱۸ مارچ ۸ بجے رات کو جلسہ کا پہلا اجلاس شروع ہوا جس میں سب سے پہلے حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے ایک افتتاحیہ تقریر کے ساتھ جلسہ کا افتتاح کیا۔ جس میں آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی متعدد احادیث سے اس بات کو واضح کیا کہ مسلمان کو کافر کہنا ایک سخت جرم ہے اور اس سے بچنے کی حضرت نبی کریم صلعم نے از حد تاکید فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس مرض سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

اس کے بعد جناب الحاج چودھری محمد حسن صاحب وکیل گجرات نے اپنے قیمتی خیالات سے لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ آپ نے ان احادیث کی مزید وضاحت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس میں حضرت مسیح موعود کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ کے ماننے سے نماز میں لذت اور اللہ تعالیٰ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ باقی حضرت صاحب نے نبی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ اس کے بعد جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب نے ایک ایمان افروز تقریر فرمائی۔ جس میں حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کو وضاحت سے حاضرین کے سامنے پیش کیا اور مختلف اولیاء اللہ کے اقوال سے آپ کے دعویٰ کی تطبیق دکھائی۔ اس کا حاضرین پر بڑا اچھا اثر پڑا۔ غرضیکہ ہر طرح سے آپ نے حضرت صاحب کے دعویٰ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد یہ اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا۔

مؤرخہ ۱۹ اپریل ٹھیک ساڑھے تین بجے بعد دوپہر جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم اور نعت سے شروع ہوئی۔ سب سے پہلے جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کے مقام کو پیش کیا۔ اور آپ کے دعوے کو لوگوں کے سامنے رکھا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود نے ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ آپ پر افتراء ہے۔ اس کے بعد جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے مجدد دوراں کے کارناموں کے متعلق ایک نہایت ہی دلپذیر تقریر فرمائی۔ جس میں بتایا کہ ایک وہ وقت تھا کہ پادری لوگ یہاں آکر لوگوں کو بہکاتے تھے۔ آج وہ وقت ہے کہ حضرت مجدد زماں کے طفیل ہم ان کے مرکزوں میں جا کر گولہ باری کرتے ہیں اور اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھاتے ہیں۔ پھر آپ نے آپ کی جماعت کی تبلیغی کوشش پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس وقت یہی ایک جماعت ہے جو قرآن مجید کے تراجم مختلف زبانوں میں کر رہی ہے اور کفرستان میں مساجد بنا رہی ہے۔ اس واسطے اس کے ساتھ ہر مسلمان کو تعاون کرنا چاہئے۔ اس کے بعد یہ اجلاس ختم ہوا۔ چونکہ ہمارے اجلاس نہایت کامیاب ہو رہے تھے اور لوگ نہایت شوق سے تقریریں سن رہے تھے اور حاضری بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی ہو رہی تھی اس واسطے قادیانی جماعت جن کے جلسوں میں ہمیشہ شور و غل پڑتا ہے ان کو یہ کامیابی ایک آنکھ نہ بھائی، جب اور کچھ نہ بنا تو دو تین قلمی پوسٹر لکھ کر ہماری جلسہ گاہ کے سامنے لگا دیئے۔ جس میں وہی پرانی رٹ تھی کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پہلے جناب مرزا صاحب کو نبی مانتے رہے ہیں۔ اب نہیں مانتے نیز حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ تجلیات الٰہیہ کا اور ایک اخبار بدر سے تقریر کا ایک فقرہ لکھ کر لگا دیئے۔

رات کو ٹھیک آٹھ بجے ہمارا دوسرا اجلاس شروع ہوا سب سے پہلے مولانا مولوی عمر الدین صاحب نے ان قلمی اشتہارات کی قلعی کھولی اور قادیانی جماعت کو چیلنج کیا۔ اگر کوئی ہے تو اسی وقت مقابلہ پر آکر فیصلہ کرے۔ قادیانیوں نے ایک مولوی فاضل کو کھڑا کیا جس نے حضرت مسیح موعود کے چند ایک نا تمام حوالے پیش کئے۔ جس کو مولانا مولوی عمر الدین صاحب نے اپنی وضاحت سے رد کیا کہ تمام حاضرین کہہ اٹھے کہ قادیانیوں کے پاس کچھ نہیں یہ محض لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اس کے بعد جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی نے ایک نہایت ہی عالمانہ تقریر سورۃ جمعہ کے متعلق فرمائی اور حقائق اور معارف کا دریا بہا دیا۔ اس کے بعد یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسرے دن قادیانی حضرات نے رات کی ندامت کو مٹانے کے لئے منادی کرائی۔ کہ آج رات ان کا جلسہ ہوگا۔ اس میں مولوی عمر الدین صاحب کے اعتراضات کا جواب دیا جاوے گا۔ اور ہم کو وقت دیا جاوے گا۔ دوسرے دن ہم وقت مقررہ پر ان کے جلسہ میں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے . . . . . مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے تقریر فرمائی۔ اس میں وہی فرسودہ اعتراضات کو دوہرایا۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعود کو نبی لکھتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے وقت مانگا تو ہم کو کہا گیا کہ عبد الرحمان صاحب خادم کی تقریر کے بعد وقت دیا جاوے گا۔ عبد الرحمان صاحب خادم نے بھی وہی حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حوالے پڑھنے شروع کر دیئے اور لوگوں نے شور مچا دیا کہ جناب مولوی عمر الدین صاحب کو وقت دیا جائے۔ آپ کی اور مولوی غلام رسول صاحب کی تقریر ایک ہی ہے۔ لیکن خادم صاحب نے اپنی تقریر کو ختم نہ کیا اور جلسہ میں گڑبڑ شروع ہوئی۔ اور لوگوں نے جناب مولوی عمر الدین صاحب سے استدعا کی۔ کہ آپ علیحدہ جلسہ کریں۔ ہم وہاں چلتے ہیں اور آپ کی تقریر سنتے ہیں۔ لیکن ہم نے جلسہ کو خراب کرنا مناسب خیال نہ کیا اور ساڑھے بارہ بجے رات کے بج گئے۔ بڑی مشکل سے خادم صاحب نے تقریر ختم کی اور ہم کو وقت دیا گیا۔

جناب مولوی عمر الدین صاحب نے بحث کو ختم کرتے ہوئے کہا کہ میں . . . خادم صاحب کے سامنے ایک حوالہ حضرت مسیح موعود کا پڑھتا ہوں جس میں آپ نے نبی کی تعریف کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"اسلامی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا چند ایک احکام کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے نبی ہوتے ہیں اور کسی نبی سابق کے امتی نہیں ہوتے"

یہ تعریف حضرت صاحب نے نبی کی کی ہے۔ آپ اس تعریف کی رو سے حضرت صاحب کو نبی ثابت کر دیں۔ یہاں تک کہ آپ کو خود دینے کا انعامی چیلنج بھی دیا۔ لیکن وہاں پر بالکل خاموشی تھی۔

اس کے بعد دوسرے دن ہم نے پھر بذریعہ منادی اعلان کیا کہ ہم رات کو ایک جلسہ کریں گے۔ جس میں خادم صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیئے جاویں گے اور ساتھ ہی قادیانی جماعت کو وقت دیا جاوے گا۔ لیکن دوسرے دن کوئی قادیانی مقابلہ پر نہ آیا۔ اس طرح سے حضرت مسیح موعود کا وہ الہام کہ ہم تو ڈنکے بجوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فتح پائیں گے پورا ہوا۔ الحمد للہ۔

اس کے بعد ایک قادیانی دوست جناب شیخ عنایت الرحمن صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بیعت کا کارڈ تحریر کیا۔

بیرونی جلسوں کی روئیدادیں

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے مختلف مقامات پر منعقد ہو رہے ہیں۔ ان کی روئیدادیں باقاعدہ دفتر اخبار پیغام صلح میں بہت جلد پہنچنی چاہئیں تاکہ وقت پر اخبار میں شائع ہو سکیں۔ بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں۔

زراعت کے ایم ایس سی اور بی ایس سی مسلمان فوراً متوجہ ہوں

حکومت پنجاب کے محکمہ اصلاح اراضی میں تین اسامیاں خالی ہیں جو مسلمان گریجویٹوں سے پر کی جانی ہیں۔

جن مسلمان نوجوانوں نے پنجاب یونیورسٹی یا کسی اور مستند یونیورسٹی میں بی۔ ایس سی (زراعت) یا ایم۔ ایس سی (زراعت) کا امتحان پاس کیا ہو وہ فوراً متوجہ ہوں۔ ان امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی جنہوں نے کیمسٹری کا مضمون لیکر یہ امتحان پاس کئے ہیں۔ ایم۔ ایس۔ سی امیدواروں کے لئے تنخواہ کا سکیل ۱۵۰-۷-۸-۱۸۵-۷-۸-۲۲۵ روپے

اور بی۔ ایس۔ سی امیدواروں کے لئے ۸۰-۴-۱۲۵ روپے ہے۔ یہ اسامیاں فی الحال ایک سال کے لئے عارضی ہیں۔ لیکن اس میعاد میں توسیع کا امکان موجود ہے اس قابلیت کے مسلمان گریجویٹوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی درخواستیں جلد از جلد ڈائرکٹر پنجاب ایریگیشن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور کو بھیجیں۔

ترکی کیلئے امریکی سامان تجارت

بصرہ میں پہنچنا شروع ہو گیا

بصرہ ۲۸ مارچ۔ ترکی کیلئے امریکہ سے مشینری اور دیگر سامان تجارت پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔ بس سولاریاں اور ٹریکٹر ایک جہاز لے کر بصرے میں پہنچائی ہیں۔ ترکی کی بڑی بڑی تجارتی [illegible] میں اپنی برانچیں قائم کر دی ہیں۔ جو اس سامان کو ملک کے اطراف و اکناف میں پہنچا رہی ہیں۔

ترکی اور برطانیہ کے تعلقات کے بارے میں ایک ترکی افسر کا بیان

دونوں ملک ایک دوسرے کی امداد کریں گے

استنبول ۲۳ مارچ - برطانیہ اور ترکی کے اتحاد اور مستحکم تعلقات کے بارے میں اخبار "اخسام" نے ترکی پارلیمنٹ کے نائب صدر مسٹر الطائی کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں مقالہ نگار نے ترکی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دونوں ملک ایک دوسرے سے اپنے معاہدوں اور عہد ناموں پر پابند ہیں۔ بلقان کے حالات نے ترکی کی اس پالیسی پر کوئی اثر نہیں کیا۔ ترکی ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح اور تیار ہے۔ خطرہ ترکی کے دروازے تک پہنچ چکا ہے اور ترک حکام بڑی ہوشیاری اور چوکسی سے ان کا مطالعہ کر رہے ہیں ایک ذراسی چنگاری بلقان میں جنگ کی آگ بھڑکا دینے کیلئے کافی ہے۔

اسی سلسلے میں آگے چل کر مسٹر الطائی نے لکھا ہے۔ ترکی اور برطانیہ کے اتحاد اور دوستی میں کوئی طاقت خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ انقرہ میں اور اس کے بعد جزیرہ نما قبرص میں ترکی اور برطانوی مدبروں میں جو ملاقاتیں ہوئیں۔ اور ان ملاقاتوں کے سلسلے میں ترکی وزیر خارجہ اور برطانوی وزیر خارجہ نے جو بیانات دیئے ہیں۔ وہ اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ تمام متعلقہ امور پر ترکی اور برطانیہ ہمنوا اور متحد ہیں اور دونوں ملک ایک، دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ دونوں ملک اس بات پر متفق ہیں کہ کن حالات میں اور کن طریقوں سے امداد باہمی کے معاہدوں پر دونوں حکومتیں عمل کریں گی۔ ترکی اپنی آزادی اور خود مختاری کی حفاظت اور اسکے ساتھ ہی اپنے اتحادیوں کی ہر ممکن امداد بھی کرے گا۔

تپلینی کے محاذ پر مسولینی

کی بزدلی کا دلچسپ واقعہ

ایتھنز ۲۴ مارچ۔ تپلینی کے محاذ سے جو تازہ اطالوی گرفتار کئے گئے ہیں۔ ان کی زبانی مسولینی کی بزدلی کا ایک دلچسپ واقعہ سننے میں آیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ تپلینی کے مورچے پر جب یونانی اور برطانوی ہوائی جہازوں نے شدید فضائی حملہ کیا مسولینی اس وقت اس مورچے پر موجود تھا۔ اس بمباری سے ڈر کر وہ ایک گہری خندق میں گھس گیا۔ یہ حملہ ختم ہوتے ہی وہ اس خندق سے نکلا اور فوراً ایک محفوظ مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جو محاذ جنگ سے کافی دور ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اطالوی سپاہیوں میں ڈ ڈ اس حرکت پر سخت نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں کہ سپاہی اکیلے میدان میں بمباری سے ہلاک ہوتے رہے اور وہ خطرہ دیکھکر جان بچانے کی خاطر خندق میں گھس گیا۔

ایک اطالوی قیدی نے یہ بھی کہا کہ مسولینی اس کے بعد اس لئے فوراً اس محاذ سے چلا گیا تھا کہ سپاہیوں نے اسے اس کے اصلی رنگ میں دیکھ لیا تھا اور وہ ان کے طعنوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتا تھا۔

منڈی بہاء الدین میں

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا ایک شاندار لیکچر

(از جناب عبدالرؤف صاحب ورد)

منڈی بہاء الدین ضلع گجرات میں کل مورخہ $\frac{3}{41}$ ۲۳ کو شام کے آٹھ بجے زیر صدارت عالیجناب صوفی ملک [illegible] صاحب رئیس اعظم مالک ایڈیٹر رسالہ "صوفی" حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا "اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے" کے موضوع پر شاندار لیکچر ہوا۔ چونکہ جہلم سے مولوی صاحب کے تشریف لانیکی کوئی تسلی بخش اطلاع نہ ملی تھی۔ لہذا ان کے تشریف لانے کے بعد منادی سے شہر میں اطلاع کرائی گئی۔ وقت کی کمی کی وجہ سے شہر میں اچھی طرح مشتہر نہ ہونے کے باوجود حاضرین کی تعداد اس قدر تھی کہ ترپالوں کا وسیع انتظام ہوتے ہوئے بھی اکثر معززین کو کھڑے ہو کر تقریر سننا پڑی۔ خود حضرت مولوی صاحب نے حاضرین کی اس قدر تعداد پر جس کی اکثریت غیر مسلم معززین پر مشتمل تھی۔ حیرت کا اظہار فرمایا۔ تقریر اس قدر دلپذیر اور سامعین کی محویت کا یہ عالم تھا کہ جلسہ کی برخاستگی کا ایک بار اعلان کرنے کے باوجود سامعین جم کر بیٹھے رہے اور اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ انہیں دوبارہ جلسہ کی کاروائی ختم ہونیکی اطلاع نہ دی گئی۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے "اسلام اور لفظ مسلم" کی ایسی وسیع اور کامل تفسیر فرمائی کہ غیر مسلم معززین انگشت بدنداں رہ گئے اور غیر از جماعت معززین پر تو حضرت مولانا کے لیکچر کے دوران میں ایک والہانہ کیفیت طاری تھی۔ یہ جلسہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ میں جناب شیخ افتخار احمد صاحب الیکٹرک سپروائزر اور محترم جناب غازی حکیم محمد خیر دنیا الدین صاحب کا صدق دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اختلاف عقائد کے باوجود تعاونوا علی البر والتقوی کے تحت اس جلسہ کو کامیاب بنانے کیلئے امداد بخشی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے سرفراز فرمائے۔

معذرت

پیغام صلح کے موجودہ شیڈول کی تاریخ اشاعت ۳۰ مارچ تھی۔ لیکن ۳۰ کو اتوار ہونے کی وجہ سے پریس میں رخصت تھی۔ اس لئے اخبار طبع نہیں ہو سکتا تھا۔ اس مجبوری کی وجہ سے اخبار بجائے ۳۰ مارچ کے ۳۱ مارچ کو شائع ہو رہا ہے اور یہی تاریخ پرچہ کے سرورق پر درج کی گئی ہے

خواتین دہلی کا اجتماع

(جناب اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب گیلانی از دہلی)

دہلی کی احمدی خواتین کا دوسرا جلسہ مورخہ ۲ مارچ شیخ عبدالعزیز صاحب کے مکان واقع قرول باغ میں منعقد ہوا گذشتہ جلسہ کی طرح بیبیاں بھی مردوں کا الگ انتظام کیا گیا تھا اس دفعہ علاوہ اپنی جماعت کی خواتین کے غیر از جماعت خواتین بھی جلسہ میں شامل تھیں۔ جلسہ زیر صدارت جناب شیخ عبدالحق صاحب منعقد ہوا۔ جناب مولانا محمد الدین صاحب نے سورہ العصر کی تلاوت فرما کر تقریر فرمائی۔ جس میں واضح کیا کہ سوائے ایمان اور عمل صالح کے باقی ہر ایک چیز نقصان پہنچانیوالی ہے اور صرف وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جو ایمان کے ساتھ اچھے عمل کرنے والے ہوں اور حق اور صبر کی نصیحت کرنے والے ہوں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہمیشہ ایسے ہی لوگوں نے حق کے مخالفین کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی بعد ازاں جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے تقریر فرمائی اور بتایا کہ جب خدا نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ وہ اپنے خالق کو تلاش کرے۔ اس کا علم حاصل کرے۔ اس خدا نے اس خواہش کو پورا کرنے کا بھی سامان کیا ہے۔ اگرچہ انسان اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ مگر اس کا کلام سن سکتا ہے۔ نبی اور رسول اور اولیا اس سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ امت محمدیہ میں مجددین کا سلسلہ جاری ہے حضرت مرزا صاحب اس صدی کے مجدد ہیں۔ آپ کا وجود اسلام کی صداقت پر زندہ شہادت ہے کیونکہ صرف اسلام ہی ہے جس میں ایسے وجود پائے جاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے ہوں آپ نے تقریر میں، وفات مسیح، نزول مسیح کے مسائل پر بھی مفصل روشنی ڈالی۔ اور بالآخر احمدی بچوں، عورتوں اور مردوں کو خدا کی طرف توجہ کرنے، قرآن مجید کا مطالعہ کرنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی تاکید کی۔

پھر جناب شیخ عبدالحق صاحب نے تقریر فرمائی۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ ابتدا اسلام میں عورتیں۔ کس قدر اسلامی خدمات بجا لائیں۔ ہماری خواتین کو بھی چاہئے کہ اپنے اندر بیداری پیدا کریں اور اسلام کی خدمت کیلئے جس قدر کوشش کر سکتی ہیں کریں اور اس راستہ میں اگر کوئی تکلیف بھی اٹھانی پڑے تو خوشی سے اٹھائیں اس پر دعا ہوئی اور مردوں کی مجلس تمام ہوئی۔

خواتین میں سب سے پہلے بہن سلیمہ بیگم صاحبہ بنت جناب شیخ غلام احمد صاحب مرحوم نے نہایت خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ پھر عزیزہ صغریٰ بیگم صاحبہ ہمشیرہ بیگم صاحبہ چوہدری شاہ دین صاحب نے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ایک نظم پڑھی۔ ابدازاں جناب شیخ عبدالحق صاحب کی دو کمسن بچیوں نے شیخ عبدالعزیز صاحب کی ایک بچی کے ساتھ مل کر نہایت خوش الحانی طرز میں ایک نظم پڑھی۔ پھر عزیزہ حمیدہ بیگم صاحبہ بنت جناب شیخ عبدالعزیز صاحب اور عزیزہ انوری بیگم صاحبہ بنت جناب شیخ عبدالعزیز صاحب نے باری باری دو مضمون پڑھ کر سنائے آخر میں میری تقریر ہوئی جس میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ آپ نے اخلاص اور بے نفسی کا کس قدر بلند نمونہ پیش فرمایا۔ آپ نے دنیا میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو دنیوی خواہشات سے بلند رکھا۔ اور اپنی ازواج مطہرات کے اندر بھی ایسا ہی نمونہ پیدا کیا۔ ہمیں ضرورت ہے کہ اس نمونہ کو سامنے رکھیں اور اسی اخلاص اور بے نفسی سے

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۶ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۴ اپریل ۱۹۴۱ء — نمبر ۲۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہماری جماعت کو کیسی خصوصیات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں!

قانون قدرت یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اس لئے وہ ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کزرع یعنی کھیتی کی طرح ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے لیکن وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ابھی بہت دور ہیں اور وہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہماری جماعت میں وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو سلسلہ کے قیام سے اللہ تعالےٰ کا منشا ہے یعنی توحید کے اقرار میں خاص رنگ ہو۔ تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو اور حقوق اخوان بھی ایک خاص رنگ رکھتا ہو۔ تمام انبیاء کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی حقیقی اور سچی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم کی جائے اور بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص امتیازی رنگ پیدا کیا جائے اور جب تک یہ امور کامل طور پر ایک انسان میں نہ ہوں۔ وہ سب رسمی باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ کی محبت کے بارے میں تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن بعض اشیاء کا علم ہمیں بعض دیگر اشیا سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کے نیچے اگر پھل گرے پڑے نظر آئیں تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس درخت پر بھی پھل لگے ہوئے ہوں گے۔ لیکن اگر اس کے نیچے کوئی پھل نظر نہ آئے تو اوپر کے پھلوں کے بارے میں کوئی یقین نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر بنی نوع انسان اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جو یگانگت اور محبت کا رنگ ہو اور وہ اس اعتدال پر ہو جو خدا تعالےٰ نے قائم کیا ہے تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ بھی ضرور محبت ہونی چاہئے پس بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت اور بھائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی محبت کا رنگ بھی اس میں ضرور ہے ؛

(۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر خوشی سے سنی جائیگی کہ حکیم محمد شریف صاحب الہاشمی ولد حکیم فتح محمد صاحب الہاشمی مرحوم کا نکاح بتاریخ ۱۰ مارچ بروز سوموار صالحہ بیگم صاحبہ بنت مستری کریم بخش صاحب محلہ ... گڑھ جموں کے ساتھ بمہر ... روپیہ عند الطلب پڑھا گیا خطبہ جناب چوہدری عبدالرحمن صاحب پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام جموں نے پڑھا دعا ہے اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے مبارک کرے آمین

— غفور احمد صاحب احمدی بدوملہی ضلع سیالکوٹ سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بہنوئی چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ فوج میں ملازم ہیں۔ وہ جنگ کے ضمن میں بیرون ہند جا رہے ہیں ان کیلئے خاص طور پر دعا کیجائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں عافیت سے واپس لائے۔ آمین ؛

— یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ مولوی محمد صالح صاحب مبلغ سلسلہ کی لڑکی ۱۸ مارچ ۱۹۴۱ء کو قریباً دو ماہ بیمار رہ کر وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

سلسلہ میں شمولیت

(۱) شیخ نور حسین صاحب جہلم (۲) ملک محمد اعظم صاحب لائل پور (۳) میاں مولا بخش صاحب لائل پور

یہ تینوں دوست حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے آمین

راستبازی مسلمان قوم کی امتیازی خصوصیت ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء ... امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ... اسی شروع ...

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۶ ربیع الاول ۱۳۶ سنہ ہجری | نمبر ۲۰

جماعتیں اخلاق سے زندہ رہتی ہیں

جماعتی کردار کو مضبوط کرنے کیلئے چند خصوصیات کی ضرورت

اخلاق شخصیت اور جماعت

یہ عنوان اپنی علمی حیثیت سے بہت عمیق اور بسیط ہے۔ چند سطور میں اس کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ تاہم وہ عناصر جن پر جماعتوں کی تعمیر کا انحصار ہے وہ بہت بین اور واضح ہیں۔ جہاں کہیں بھی ایک **اجتماعی نظام** اخلاق پیدا ہوتا ہے وہاں اس اخلاق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک **زبردست شخصیت** اور ایک **جماعت** بھی وجود میں آ جاتی ہے۔ چنانچہ اگر تمام مصلحین عظام کی زندگیوں کا غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ وہ ایک خاص نظام اخلاق کو مدون کرتے ہیں۔ یا ایک ایسا نظام اخلاق دنیا تک پہنچاتے ہیں۔ جس کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہوتی ہے اور اس نظام اخلاق کے پہلو بہ پہلو ایک ایسی **قوم** بھی بنتی چلی جاتی ہے جو اس نظام اخلاق کو اپنی روزمرہ زندگی میں اپنے اوپر وارد کرے۔ چنانچہ بعد میں یہی اخلاق اس جماعت کی بقا اور تعمیر کا باعث ہوتے ہیں۔

مصلحین عظام اور آنحضرت صلعم کا مقام

دنیا میں جتنے عظیم الشان اور بلند مرتبت مصلحین گزرے ہیں ان میں **آنحضرت صلعم** کا درجہ سب سے بلند ہے۔ یہ محض حسن عقیدت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے اور آج مؤرخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مذہبی پیشواؤں میں **پیغمبر عربی صلعم** کا مقام بہت بلند ہے۔ آنحضرت نے اقوام عالم کے سامنے اللہ تعالیٰ سے وحی نبوت پا کر ایک نہایت ہی بلند پایہ اجتماعی اخلاق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیش کیا۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس نظام اخلاق کو اپنی روزمرہ زندگی کا جزو بنایا۔ بلکہ آپ کی ساری زندگی اس صحیفہ آسمانی کی ایک زندہ اور دھڑکتی ہوئی تفسیر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس نمونہ کو ہر وقت پیش نظر رکھا اور اپنے صبح و شام کو اسی رنگ میں رنگین کر لیا یعنی ایک آسمانی نظام اخلاق، ایک صاحب سطوت شخصیت اور ایک امت۔ یہ ہے اسلام کی روئیداد۔

قرآن مجید کی دو آیات

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

۱۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا۔	یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے اس کیلئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔
۲۔ وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ط	اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو۔ اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔

قرآن مجید نے ان آیات میں کس قدر کھول کر وضاحت کر دی ہے کہ امت مسلمہ کے عناصر ترکیبی کیا ہیں۔ ایک عظیم الشان روحانی **شخصیت** کے کردار سے اثر پذیری۔ اور اس اثر پذیری سے ایک **ملت** کے شوکت کردار کی تعمیر اور پھر تسخیر امم

آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کی نمایاں خصوصیات

آنحضرت صلعم کی زندگی کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں۔ وہی جذبے حضورؐ کی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ (۱) **قیام توحید** (۲) **قیام وحدت نسل انسانی**۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایک **زندہ ایمان** بلکہ عشق اور **والہانہ محبت**، اس کے ماسوا سب کچھ ہیچ، ضعیف اور معدوم! دوسرے خدا تعالیٰ کی **مخلوق** اور انسانوں سے گہری ہمدردی۔ چنانچہ ایک ایسی امت کی **تشکیل** جس کے افراد آپس میں زبردست اخوت سے مربوط ہوں۔ اس رفیع جذبہ کی بہترین آئینہ دار ہے۔ امت کا وجود ہی آنحضرت صلعم کے **قلب جمیل** کا پرتو ہے۔

آنحضرت صلعم کا قلب اور امت کا وجود

اس امت کی تشکیل اور نظام سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے قلب میں انسانوں کے لئے کتنے گہرے جذبات تھے یعنی ایک **محبت کا بحر ناپیدا کنار** ہے جس میں اس غضب کا **تموج** ہے کہ زمان و مکان کی پہنائیاں بھی اس تلاطم کی لہروں پر **دو کشتیوں** کی طرح متحرک ہیں۔ یہی محبت تھی جس نے مسلمانوں کے قلوب میں **قربانی** کے بے پناہ جذبات پیدا کر دیئے۔ اور جب ضرورت پیش آئی تو مسلمانوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنی جائداد، اپنی اولاد اور اپنی جان کو عزیز نہ رکھا بلکہ اس متاع عزیز کو اپنے معتقدات اور اجتماعی نظام کے قدموں میں ڈال دیا۔

خلفاء کی بعثت

اس جذبہ محبت اور ایمان کو برقرار رکھنے کیلئے امت کے بطن سے ہی اللہ تعالیٰ ایسے عظیم الشان رجال اور خلفاء پیدا کرتا رہا۔ جو آنحضرت صلعم کی غلامی اور نقش قدم پر ان **خصوصیات کا احیاء** کرتے رہے۔ اور اس دولت ایمان کی حفاظت کے لئے ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت معرض وجود میں آتی رہی۔ جو اپنے ایثار اور خلوص سے ان خصوصیات کا اعادہ کرے۔ اور اس ایمان کو **از سر نو تازہ** کرے۔ اور اس اخلاق کو زندہ کرے۔ جو اخلاق **آنحضرت صلعم** دنیا میں لائے۔ جب بھی ضرورت پیش آتی رہی اور جیسے جیسے حالات پیش آتے رہے۔ ان کے مطابق ہی تحرک ہوتا رہا۔ اور **آئمہ اور مجددین** ایمانی احیاء کیلئے مبعوث ہوتے رہے۔

موجودہ دور کی نوعیت

موجودہ دور اپنی **بدعنوانیوں** اور **ملحدانہ رجحانات** کی وجہ سے تاریخ انسانی میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس دور میں امت مسلمہ کو بہت بڑی بڑی آفات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس پر اندر اور باہر سے اتنی شدید اور تباہ کن یورشیں کی گئیں کہ خطرہ تھا کہ وہ محبت اور ایمان کا دریا خشک ہو کر **بادیۂ** [illegible] صحرا میں محض ایک نشان کے طور پر رہ جائے جس سے صرف اندازہ ہو سکے کہ کسی زمانہ میں یہاں ایک دریا رواں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کی وسعتوں کی کوئی انتہا نہیں جوش میں آئی۔ اور عین اس وقت جبکہ ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا پر پہنچ چکا تھا۔

ارشاد نبویؐ

ارشاد نبویؐ کے مطابق کہ لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ ایک مرد کامل کا ظہور ہوا اور آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے ایک **امتی** کے قلب میں جوش مارا اس نے قدیم اسلامی خصوصیات کا از سر نو احیاء کیا اور اس **ایمانی** کو زندہ کیا جس کو یہ امت فراموش کر چکی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس زوال آمادہ امت نے اس شخص کو نہ پہچانا اور اس کے انکار سے **بدبختیوں** کا مورد ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے ایک جماعت قائم کیا۔ تاکہ وہ خالص اسلامی جماعت اسی مذکورہ جذبہ ایمان اور جذبۂ اخوت سے سرشار ہو کر اس **نظام اخلاق** کو زندہ کرے جس کے تباہ ہونے سے قومیں اور جماعتیں صفحہ ہستی سے نابود ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جس قوم کا اپنا ذاتی اخلاق اور کردار نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم اور جماعت کی دنیا میں کوئی ہستی نہیں۔ جماعت لاہور ایک زندہ ایمان کی حامل اور امین ہے اور جب تک یہ ان ایمانی اور اخلاقی خصوصیات کا ایک زبردست قوت سے اظہار نہیں کرتی۔ اس وقت تک یہ اپنے ان مقاصد کو بروئے کار نہیں لا سکتی۔ جو خداوند تعالیٰ اس جماعت کے ذریعے بروئے کار لانا چاہتا ہے۔

حضرت بانئ سلسلہ کا ارشاد

جیسا کہ حضرت بانئ سلسلہ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

"لیکن وہ **مراتب** اور **مقاصد عالیہ** جن پر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ابھی بہت دور ہیں۔ اور وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہماری جماعت میں وہ **خصوصیات** پیدا نہ ہوں۔ جو اس سلسلہ کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا منشاء ہیں۔"

یہ اقتباس مفصل طور پر اس شمارہ کے **سرورق** پر درج ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔ وہ خصوصیات یہی ہیں جن کا اس مقالہ کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ ان اخلاقی خصوصیات کا جماعت کے اندر **مستحکم طور پر** قائم ہو جانا ہی ایک زبردست کردار کا حامل ہوتا ہے اور جب تک کسی جماعت کے اندر کردار کی پختگی نہ ہو اس وقت تک وہ اپنے مقاصد کو بروئے کار نہیں لا سکتی اور نہ اپنی ہستی کو دوسروں سے منوا سکتی ہے۔ یہ اخلاق ہی ہے جو ایک قوم اور جماعت کو زندہ رکھتے ہیں۔ [illegible] کو مضبوط کر کے قلوب میں فتوحات اور تسخیر کی جولانیاں پیدا کرتا ہے۔ ہم میں سے ہر وہ شخص جس نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر ان خالص اسلامی اور اخلاقی خصوصیات کو **نشوونما** دے جو امام عصر حاضر اس جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے اور تمام **احباب سلسلہ** پر یہ امر خوب روشن ہو جانا چاہئے کہ جب تک ان کے قلوب میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان، آپس میں محکم اخوت اور اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے قربانی اور ایثار کی حرارت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ آج تک ہوا ہے اس پر ہی قناعت نہیں کر لینی چاہئے اور یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ [illegible] ہمیشہ کی کشمکش اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے ہماری پیہم جدوجہد ہی مقصود ہے۔

لذت جوش طلب فی وقت تگاپوئے دوام
ورنہ ہم شوریدگان شوق کی منزل کہاں

شذرات

ڈھاکہ میں پھر فساد ہو گیا

پیغام صلح مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۴۱ء میں ہم نے "ڈھاکہ میں ہندو مسلم فساد" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا تھا۔ لیکن ۲ اپریل کی اطلاع ہے:-

"تین روز سے سکون رہنے کے بعد مولوی بازار کے رقبہ سے بعض حادثات کے رونما ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں پر آج صبح تین اشخاص کے چھرے یا چاقو گھونپ دیئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ"

خدا رحم کرے اس ملک کی حالت پر جس کے سامنے اقوام عالم بام عروج پر چڑھ رہی ہیں اور وہ ابھی از منہ وسطیٰ کی خونین ذہنیت کو بھی ترک نہیں کر سکا جہاں محض مذہبی اختلاف پر ہی گلے کٹ جاتے ہیں اور دن کی روشنی میں ہی چھوٹے چھوٹے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ کامل آزادی حاصل کرنے سے پہلے اس ملک کے لوگوں کو پڑوسیوں کی طرح زندگی بسر کرنا سکھائیں۔

خریداران پیغام صلح کے نام وی پی پی

مینجر صاحب پیغام صلح اطلاع دیتے ہیں کہ پیغام صلح کے وہ خریدار حضرات جن کے چندہ کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ ان کو بذریعہ خطوط یاد دہانی کرائی گئی۔ ان میں سے جن احباب کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ ان کی خدمت میں وی۔ پی۔ پی بھیجے گئے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے۔ وی۔ پی۔ پی وصول فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ یہ تو ہمیں کامل توقع ہے کہ جن دوستوں کے نام وی۔ پی۔ پی کئے گئے ہیں۔ وہ ضرور ان کو وصول کریں گے۔ بلکہ وہ تمام دوست جن کے نام اخبار پیغام صلح جاتا ہے۔ وہ اس کے خریدار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اخبار پیغام صلح جس محنت اور خوش اسلوبی سے تبلیغی اور جماعتی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس کے لئے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ اخبار پیغام صلح کی اشاعت میں توسیع پیدا کرنا دراصل اپنی تبلیغی جدوجہد کو مضبوط کرنا ہے۔

کیا جماعت قادیان نے فتح پائی؟

"الفضل" مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۱ء میں جناب میاں صاحب کا خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ مارچ درج ہوا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:-

"اسی طرح ۱۹۲۷ء کی مجلس شوریٰ میں میں نے بیان کیا تھا کہ:-

آج سے دس سال کے اندر اندر ہندوستان میں اس بات کا فیصلہ ہو جانے والا ہے کہ کونسی قوم زندہ ہے اور کس کا نام و نشان مٹ جائے . . . . . . اگر دس سال کے اندر اندر ہماری جماعت نے فتح نہ پائی اور وہ تمام راہیں جو ارتداد کی ہیں۔ بند کر کے وہ تمام دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں کھول نہ دیئے تو ہماری جماعت کی زندگی کی صورت نظر نہیں آتی"۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۷۹)

اب ۱۹۴۱ء ہے اور مندرجہ بالا بیان ۱۹۲۷ء کا ہے جس پر پورے ۱۴ سال گزر چکے ہیں اور دس سال تو ۱۹۳۷ء میں ہی ہو چکے تھے۔ ہم جناب میاں صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ کیا ان دس سالوں میں جماعت قادیان نے فتح پائی؟ کیا ارتداد کی تمام راہیں بند ہو گئیں؟ کیا وہ تمام دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں وہ کھول دیئے گئے ہیں؟ اور اگر ایسا نہیں ہوا۔ تو کیا جماعت قادیان کی زندگی کی کوئی صورت ہے؟ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ جماعت قادیان کو کوئی فتح نہیں ہوئی۔ نہ ارتداد کی راہیں بند ہوئیں اور نہ اسلام قبول کرنے کے دروازے کھلے۔ لیکن اس کے باوجود جماعت قادیان زندہ ہے۔ اور جماعت قادیان کی زندگی جناب میاں صاحب کی پیشگوئی کا بطلان کر رہی ہے۔ ہمارے خیال میں جماعت قادیان کو اپنے "موعود خلیفہ" کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے دم سادھ کر ختم ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ پیشگوئی پورا ہونے کی یہی ایک صورت ہے۔ دوسری کوئی صورت نہیں۔

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لائلپور کی سرگرمیاں

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لائلپور کی ایک روئیداد اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۴۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔ ایک رپورٹ انشاء اللہ آئندہ اخبار میں درج کی جائیگی۔ ان روئیدادوں سے معلوم دیتا ہے کہ ایسوسی ایشن مذکور کے اجلاس خوب بارونق ہوتے ہیں جو آئندہ سرگرمی کے آئینہ دار ہیں۔ خدا کرے یہ خروش ایک زبردست تبلیغی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہو ـــــ اگر کارپردازان ایسوسی ایشن اپنی تمام قوت کے ساتھ اسالہ تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانے کی کوشش کریں تو یہ سلسلہ کی ایک عظیم الشان خدمت ہوگی۔ ہمارے خیال میں ایسوسی ایشن کے تمام ارکان کو دس ہزار کو زیر تبلیغ لانے کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنے اوقات کو وقف کرنا چاہئے تبلیغ سے بتراور کیا نصب العین ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے دوست تندہی کے ساتھ اس پروگرام کو بروئے کار لائیں تو یہ یقیناً ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سرزمین لائلپور کے بہادر نوجوان یقیناً اس پروگرام کو بروئے کار لائیں گے اور اپنے اس مبارک اقدام سے ساری جماعت کے نوجوانوں کے سامنے ایک نمونہ پیش کریں گے۔

"المبشر" قادیان

قادیان سے ایک ماہوار رسالہ "موسومہ المبشر" شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جس کے مدیر مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ہیں۔ اس کی موجودہ پالیسی جس کا اعلان مذکورہ رسالہ نے مارچ ۱۹۴۱ء کے شمارہ میں درج ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص جماعت کے مخصوص عقائد کا موید نہیں۔ بلکہ ایک عام قسم کا ادبی، علمی اور تاریخی رسالہ ہے۔ چنانچہ اس کی پیشانی پر جلی حروف سے رقم ہے۔ "اسلامی ممالک اور اسلامیات کے متعلق علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی لٹریچر شائع کرنیوالا رسالہ"۔ اس سے المبشر کے اغراض و مقاصد کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے رسالہ کے مضامین سلیس اور شستہ ہیں۔ علمی معلومات بھی بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ علمی اور ادبی لحاظ سے ترقی کریگا۔ لیکن ایک بات ہم مدیر المبشر کو قبل از وقت بتلائے دیتے ہیں کہ یہ رسالہ جماعت قادیان میں زیادہ مقبول نہیں ہوگا کیونکہ اس میں ذکر ہے۔ "اسلامی ممالک اور اسلامیات" کا ـ لیکن جماعت قادیان کے نزدیک اسلامی ممالک کفرستان ہیں۔

پہلے ہمارے مطالبات کا جواب دو

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے چار کھلے فتووں کو قادیانی جماعت جس بیدردی کے ساتھ پاؤں تلے روند رہی ہے اسکا ذکر کئی مرتبہ ان کالموں میں ہو چکا ہے۔ اور قادیانی حضرات سے بارہا یہ مطالبہ کیا جا چکا ہے کہ یا تو وہ کھلے طور پر اس بات کا اعلان کریں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کو چھوڑ چکے ہیں۔ اور یا میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ سے بیزاری کا اظہار کر کے حضرت مسیح موعود کا ساتھ دیں۔

معلوم ہوتا ہے قادیانی اکابر میں ہمارے اس مطالبہ سے بہت بے چینی اور پریشانی پیدا ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر اور الٹی سیدھی غیر متعلق باتیں چھیڑ کر ہماری توجہ کو دوسری طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ ایک اسی قسم کی حرکت ۲۶ مارچ ۱۹۴۱ء کے الفضل میں مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری سے صادر ہوئی ہے۔ جنہوں نے "غیر مبایعین سے چند مطالبات" کے عنوان سے یہ نوٹ لکھا ہے۔

(۱) مولوی محمد علی صاحب نے کہا تھا کہ میاں صاحب خطبہ پر خطبہ دے رہے ہیں کہ قادیان میں ہزاروں کی تعداد میں منافق بن چکے ہیں"

(۲) "پیغام صلح" نے لکھا تھا کہ میاں صاحب کی تقریروں میں جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں کے لئے کعب بن اشرف کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں"۔

ان دونوں باتوں کا ثبوت دیا جائے۔

مولوی اللہ دتا صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ مطالبات ایسے نہیں کہ سلسلہ کے بنیادی مسائل سے انکا کوئی تعلق ہو۔ قادیان میں ہزاروں کی تعداد میں منافق بن چکے ہیں یا ایک درجن منافق موجود ہیں۔ یا میاں صاحب کو پانچسو منافق خواب میں دکھلائے جا چکے ہیں۔ یہ ایسی باتیں نہیں جن پر بحث کرنے کی ضرورت ہو نہ ہی "پیغام صلح" کو اس بات پر اصرار ہے کہ میاں صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں کو کعب بن اشرف قرار دیا اصلی چیز جو غور طلب ہے اور جس پر سلسلہ کے تمام اختلافات کے فیصلہ کا دار و مدار ہے وہ جنازہ کا مسئلہ ہے۔ کیوں قادیانی جماعت اس مسئلہ کو صاف نہیں کرتی؟ کیوں مولوی اللہ دتا صاحب کا قلم اس مسئلہ کے متعلق حرکت میں نہیں آتا؟ اور ہمارے اس سوال پر کہ مسیح موعود کے چار کھلے فتووں کا کیا جواب ان کے پاس ہے وہ "چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند" کے مصداق بن جاتے ہیں؟ اگر ان کے اندر کوئی غیرت ایمانی ہے۔ صداقت اور دیانت کا کوئی شائبہ ان کے اندر باقی رہ گیا ہے تو نہیں چاہئے کہ ادھر ادھر کی بے سروپا باتیں جنکا اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں چھیڑنے کے بجائے جنازہ کے مسئلہ پر قلم اٹھائیں اور اس بات کا جواب دیں کہ انکا موجودہ مسلک مسیح موعودؑ کے مسلک کے کہاں تک مطابق ہے؟ کیا وہ اس کا جواب دیں گے؟

راستبازی مسلمان قوم کی امتیازی خصوصیت ہے

مذہبی لوگوں کی اخلاقی حالت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا۔ (مریم)

حضرت ابراہیم صدیق تھے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ وہ صدیق تھے۔ نبی تھے۔ نبی کے لفظ کے ساتھ اسی طرح پر کسی اور لفظ کو جمع نہیں کیا گیا۔ یعنی رسولاً نبیاً بھی فرمایا اور صدیقاً نبیاً بھی فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ صدیق کے لفظ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بھاری اہمیت دی ہے کہ ایک نبی کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کے صدیق ہونے کا بھی ذکر فرمایا۔ اور یوں صدیق کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ نبوت کے نیچے جو مقام ہے اس کا نام ہی صدیقیت ہے۔ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ گویا نبیوں کے بعد دوسرا مرتبہ صدیقوں کا ہے۔

صدیق کس کو کہتے ہیں

صدیق کس کو کہتے ہیں یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صادق کہتے ہیں سچ بولنے والے کو اور صدیق وہ ہے جو سچ بولنے میں کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اتنا کمال کو پہنچ گیا ہے کہ اس کے منہ سے کبھی جھوٹ نہیں نکل سکتا۔ اس کے دل میں کبھی جھوٹ نہیں گزر سکتا۔ اور صدیق کس کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں جب دو باتیں جمع ہو جائیں تو اس کو صدق کہتے ہیں۔ ایک تو وہ بات جو کہی جائے واقعہ کے اعتبار سے صحیح ہو اور دوسری وہ کہنے والے کی ضمیر کے مطابق ہو۔ اسی لئے منافقوں کے متعلق فرمایا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکٰذبون۔ (المنافقون: ۱) زبان سے تو وہ آنحضرت صلعم کے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ لیکن چونکہ ضمیر اس کے مطابق نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ زبان سے امر واقعہ کی شہادت دینے کے باوجود وہ جھوٹے ہیں۔

صدیق اور سچائی میں کمال

تو بہر حال صدیق وہ شخص ہے جو سچائی میں کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سچائی یہی نہیں کہ زبان سے ایک بات کہے اور دل بھی اس کے مطابق ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے عمل سے بھی اس کی تصدیق ہو۔ زبان سے بات کہنا اور عمل سے اس کی تصدیق کر دکھانا یہ صدیقیت ہے۔ اسی لئے صادق کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون

(البقرہ رکوع ۲۲) پہلے ایمان کی ساری باتیں جمع کر دیں۔ اللہ، یوم آخر ملائکہ، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر مال بھی خرچ کرتے ہیں، پھر نماز بھی قائم کرتے ہیں۔ پھر زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ کبھی عہد کر لیں تو اس کو بھی پورا کر کے دکھاتے ہیں۔ پھر تنگی، تکلیف میں صبر سے کام لیتے ہیں کوئی مصیبت ہو۔ دشمن سے مقابلہ ہو تو پوری استقامت دکھاتے ہیں۔ غرض جتنی خوبی کی باتیں تھیں سب اسی میں آگئیں۔ ایمان بھی آگیا۔ مال بھی خرچ کرتا ہے۔ عہد بھی پورا کرتا ہے۔ مصیبت کا مقابلہ بھی کرتا ہے ان سب باتوں کے پیدا ہو جانے پر فرماتا ہے اولئک الذین صدقوا یہی لوگ ہیں جو صادق ہیں۔

عمل اور صدق کا مرتبہ

گویا صرف زبان کے اقرار اور ضمیر کی مطابقت کو کافی نہیں سمجھا بلکہ عمل کو بھی ساتھ شامل کیا۔ تب وہ صدق کے مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ اور اسلام میں تو صدق کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ حضرت ابراہیم جیسے عظیم الشان نبی کے متعلق خاص طور پر فرمایا کہ وہ صدیق ہے فی الحقیقت یہ تو ہر نبی کی تعریف ہے۔ ہر نبی صدیق ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہاں خصوصیت سے حضرت ابراہیم کو صدیق کہا۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم حضرت نبی کریم صلعم سے بہت قریب تر ہیں۔ یہاں یہ دکھانا مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے سچ بولنے والے تھے۔

آنحضرت صلعم کی سچائی مسلّم تھی

دوسرا یہی بتانا مقصود ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت بڑے سچ بولنے والے ہیں۔ آپ کی سچائی اور راستگوئی عرب کے اندر مسلّم تھی۔ اس وقت بھی جب آپ کی مخالفت بڑے زوروں پر تھی۔ مکہ کے بڑے بڑے معاند ایک جگہ جمع ہوئے اور آپ کے متعلق مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے۔ اس وقت ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ کیا تم نے کبھی کوئی جھوٹ اس کے منہ سے سنا ہے سب نے بیک زبان جواب دیا کہ وہ تو صادق اور امین ہے کبھی جھوٹ اس نے نہیں بولا۔ اس قدر آپ کی سچائی کی شہرت تھی کہ سخت ترین دشمن بھی جانتے تھے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

آنحضرت کے متبعین نے بھی سچائی میں کمال پیدا کیا

یہ تو آپ کی سچائی، آپ کی صداقت اور راستبازی کی شہرت تھی لیکن یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف محمد رسول اللہ ہی ایک ایسا انسان پیدا کیا۔ جو راستبازی میں کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ بلکہ جن لوگوں کو آپ نے تعلیم دی۔ انہوں نے بھی صدق میں اتنی استقامت دکھائی۔ ایسا اعلیٰ درجہ کا نمونہ اپنے صادق ہونے کا پیش کیا کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ ان لوگوں نے سچ بولنے میں کمال کر دکھایا۔ یہ ہمارے محدثین کے جمع کرنے والے۔ راویوں کی جرح کے متعلق بڑے سخت واقع ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کسی راوی کے متعلق انہیں شبہ ہو جاتا تھا کہ اس نے عمر بھر میں کوئی جھوٹ بولا ہے یا اس کا شبہ اس پر ہوا ہے۔ تو اس کی روایت نہ لیتے تھے۔ لیکن [illegible] جرح کرنے والے ہیں سب کے سب اس بات [illegible] روایت کسی صحابی تک پہنچ جائے۔ تو اس میں جھوٹ کا [illegible] رہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو پیچھے آنے والی نسلیں [illegible] کمال تنقید کے ساتھ دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں [illegible] اشتباہ سے بالکل پاک ہیں۔ یہ تو خطبہ کا موقع ہے۔ ورنہ [illegible] عنہم کی راستگوئی کے واقعات اس قدر ہیں کہ ان [illegible] ہو سکتی ہے۔

ایک صحابی کی راستگوئی

مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک [illegible] اللہ صلعم بیٹھے تھے اور بعض صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے یعنی اپنے جرم زنا کا اعتراف بھری مجلس میں کیا۔ [illegible] اس سے یہ پوچھنے لگا تھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس نے [illegible] اس گناہ کا ذکر کرو۔ رسول اللہ صلعم بھی چشم پوشی [illegible] صفت ستاری کے کامل نمونہ تھے۔ آپ نے اس سے [illegible] دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے پھر سامنے ہو کر [illegible] بدبخت نے زنا کیا۔ آپ نے تیسری طرف منہ پھیر لیا۔ [illegible] جاکر وہی الفاظ کہے۔ حتیٰ کہ آپ نے پیٹھ پھیر لی۔ [illegible] جاکر وہی کہا۔ ذرا غور کیجئے۔ آجکل تو لوگ بڑے [illegible] بیٹھے ہیں۔ اور اگر ذرا سی لغزش ہو جائے تو جھوٹ [illegible] نہیں کرتے۔ وہ بھی ہیں جو زنا بھی کرتے ہیں اور [illegible] شخص اتنا بڑا گناہ کر کے کس طرح سے دلیری کے ساتھ بھری مجلس میں اعتراف کرتا اور سزا کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ [illegible] ہے صحابہ کے اندر صدق و راستبازی کی ایسی [illegible] جاتی ہیں۔

مسلمان قوم کی امتیازی خصوصیت

یہ تو رسول اللہ صلعم کی قوم، اس صادق انسان [illegible] حال ہے جو اپنے صدق و راستبازی میں دنیا کا امام [illegible] لیکن یہ خصلت ایسی نہیں کہ صحابہ تک ہی ختم ہو گئی [illegible] قوم اسی شہرت کی مالک ہے کہ راستبازی میں اس [illegible] ملتی ہے۔ باوجودیکہ مسلمان اس مقام سے بہت گر [illegible] کی عادت بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی قومی شہرت [illegible] اس بات کے معترف ہیں کہ مسلمان بحیثیت قوم جھوٹ [illegible]

مہذب اقوام کی اخلاقی حالت

آج ان قوموں کی حالت دیکھو جو مہذب سمجھی جاتی [illegible] تعلق جھوٹ کے بغیر وہ ہر قسم کی بھلائی حاصل کر سکتی [illegible] ہیں۔ اتنا جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے [illegible] ہیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن مسلمان قوم کو دیکھو [illegible] حالت بہت گر چکی ہے لیکن قوم کی حیثیت [illegible] قوموں کو بھی اعتماد ہوتا ہے کہ یہ وعدہ [illegible] قوم ہے۔ تو نفس کی پاکیزگی میں سچائی، راستبازی، [illegible] سب سے بڑھ کر مرتبہ رکھتی ہے

سچائی خوبیاں پیدا کرتی ہے

جو شخص سچائی کو اپنا دستور العمل [illegible] سے ہو جاتی ہے۔ جو شخص سچ بولنے کی [illegible] گناہوں سے بچتا رہے گا۔ ایک شخص بے نماز [illegible] کی عادت ڈالے تو اس کی بے نمازی [illegible] کیونکہ جب اس سے نماز کے متعلق پوچھا جائے [illegible]

سکتا۔ لازماً اپنی سستی اور غفلت کا اعتراف کریگا۔ اور پھر اسے دور کرنے کی بھی کوشش کریگا۔ تاکہ اسے دوبارہ ایسے اعتراف سے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اسی طرح جب انسان سچ بولتا ہے تو بہت سی اور خوبیاں بھی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ شجاعت کا جوہر بھی اس کے اندر آجاتا ہے۔

جھوٹ بولنے والا اخلاقی جرأت نہیں رکھتا

جو شخص جھوٹ بولتا ہے۔ وہ دوسرے کے منہ پر سچی بات نہیں کہہ سکتا۔ پیٹھ پیچھے جو لوگ دوسروں کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کرتے ہیں۔ وہ اس شخص کے سامنے آکر عموماً انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک سچا آدمی اسقدر شجاعت کا جوہر اپنے اندر رکھتا ہے کہ ہاں میں نے یہی بات کہی تھی۔ چاہے اس کی وجہ سے کتنی بڑی مصیبت اسپر آئے۔

تزکیہ نفس اور سچ بولنا

تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ تزکیہ نفس حاصل کرنے کیلئے سچ بولنا سب سے بڑی ضروری چیز ہے۔ دیکھئے یہ جھوٹ اتنی قابل نفرت چیز ہے۔ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے جھوٹ بولا ہے تو اس کی عزت آپ کے دلوں سے بالکل نکل جائے گی۔ چاہے وہ کتنا بڑا آدمی ہو۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔

کفی بالمرءِ کذبًا ان یحدث بکل ما سمع

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس بات کو سن لیتا ہے اسے بلا تحقیق آگے پہنچاتا ہے۔ دیکھو یہ کسی کو حق حاصل نہیں کہ کوئی بات اگر کسی کے کان میں پہنچے تو اسے آگے پہنچاتا پھرے۔

اس زمانہ کی ایک بیماری

اس زمانہ کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری عیب شماری اور نکتہ چینی ہے۔ یہ اخلاق کو بھی اور شجاعت کو بھی تباہ کرنے والی چیز ہے۔ اگر سچ بولنا شعار ہو۔ تو اگر کسی دوست کے متعلق کوئی بات کہی ہو اور وہ سامنے آجائے تو دلیری کیساتھ اسکا اعتراف کرتا ہے۔ تو جو چیز انسان کو صداقت سے دور لیجانے والی ہو وہ کبھی مفید نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابوبکرؓ کس طرح ایمان لائے

لوگ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح پہلے دن پہچان لیا کہ حضرت نبی کریم صلعم کا دعویٰ رسالت سچا ہے۔ ہمارے سامنے تو قرآن ہے قرآن کی بلند تعلیم ہے۔ آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں۔ جو ہمارے سامنے پوری ہو رہی ہیں اور بیسیوں دلائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کونسی بات تھی جس نے آپکا دعویٰ سنتے ہی منوا دیا کہ یہ نبی ہے۔ وہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور راستباز ہونا ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے کبھی انسانوں پر جھوٹ نہیں بولا وہ خدا پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ تو اخلاق میں سچائی کو بڑی چیز سمجھو۔ اسی سے تمام نیک اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔

مذہبی لوگوں میں کیرکٹر کی خرابی

مجھے کئی دفعہ خیال آتا ہے کہ مذہبی لوگوں میں اعلیٰ نمونوں کی موجودگی کے باوجود کیوں کیرکٹر کی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس کی اصل وجہ جہانتک میں نے دیکھی ہے یہ ہے کہ مذہبی لوگ اپنے عقیدہ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ایک عیسائی۔ ایک آریہ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے نو بیویاں کیں اس لئے وہ معاذ اللہ روحانی نہیں بلکہ شہوانی انسان تھے۔ اسی قسم کی دو چار باتیں ہیں جن کو لیکر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے اندر روحانیت کس طرح ہو سکتی ہے۔ تو باوجودیکہ یہ امر واقعہ ہے کہ آپ نے نو بیویاں کیں مگر انکا اعتراض جھوٹا اس لئے ہے کہ جو شخص شہوانی ہو وہ تزکیہ نفوس انسانی کا اسقدر عظیم الشان کام نہیں کر سکتا۔ جو محمد رسول اللہ صلعم نے کیا۔ اتنا بڑا انقلاب جو دنیا کے اخلاق و تمدن میں آپ نے پیدا کر دیا کسی شہوانی انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بھی دو چار باتیں لوگوں نے پکڑ رکھی ہیں۔ کہ آپ نے علماء کو گالیاں دی ہیں۔ آپ نے انبیاء کی توہین کی ہے آپکا دعویٰ نبوت کا تھا۔ وغیرہ وغیرہ باوجودیکہ سینکڑوں بار ان باتوں کا جواب ہو چکا ہے۔ لیکن پھر بھی انہیں باتوں کو بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ اور جو جواب دئے ہیں انکا ذکر تک نہیں کرتے۔ ہمیں بار بار جواب دیتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن وہ انہی اعتراضات کو دہراتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔ ابھی جموں میں جو جلسہ ہوا اس میں ایک طرف خواندہ طبقہ اس بات کو محسوس کر رہا تھا کہ اتنا عظیم الشان کام جو حضرت مرزا صاحب نے کر دکھایا سوائے راستباز کے کون کر سکتا ہے۔ مگر اب وہاں ایک اڈا جما لیا گیا ہے اور انہی اعتراضات کو شائع کر کے لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

قادیانی جماعت نے اسی طریق کو اختیار کر رکھا ہے

یہ مذہبی لوگوں کے جھوٹ ہیں۔ ہماری قادیانی جماعت نے بھی بظاہر اسی طریق کو اختیار کر رکھا ہے۔ اسی جموں میں میرا لیکچر ہوا اور اور بعد میں قادیانی جماعت کی طرف سے ایک اشتہار تقسیم ہوا جس میں ریویو آف ریلیجنز کے پرانے حوالے درج تھے جن میں میں نے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ اس کا جواب ہم دے چکے ہیں اور بار بار دے چکے ہیں۔

نبی کے لفظ کا استعمال

اور بتا چکے ہیں کہ نبی کا لفظ بیشک استعمال کیا گیا لیکن ان معنوں میں نہیں جن معنوں میں آج تم استعمال کر رہے [illegible] پیشگوئی کرنے والا کے معنوں میں استعمال کیا گیا۔ شملہ میں ایک دفعہ اثنائے لیکچر میں یہی اعتراض کیا گیا تو میں نے جواب دیا کہ جن معنوں میں یہ لفظ میں نے استعمال کیا ہے اس کے متعلق اپنی شہادت نہیں تمہارے ممبرداروں کی شہادت پیش کرتا ہوں اور میں نے دکھایا کہ کس طرح مولوی سرور شاہ، مفتی محمد صادق، میر محمد سعید اور دوسرے قادیانی اکابر ہمیشہ نبی کے لفظ کی یہی تشریح کرتے رہے کہ اس کا مطلب ہے غیب سے خبریں پا کر پیشگوئی کرنے والا ہے اور ان معنوں میں سابق مجددین بھی نبی تھے اور اس سے مراد اصطلاح شرعی میں نبی نہیں۔ لعینہٖ یہی معنے ریویو آف ریلیجنز میں نبی کے لفظ کے ہیں۔

ایمانداری کا تقاضہ

ایمانداری کا تقاضہ یہ ہے کہ جو جواب ہو وہ تو ذکر کر دیا جائے۔ پھر اس کے اوپر بیشک لکھیں کہ یہ جواب صحیح نہیں۔ لیکن اسکا ذکر تک نہیں کریں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ مذہبی آدمی بھی اپنے عقیدہ کے لئے جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کرتے۔ مجھے حیرت ہوئی الفضل کے ایک تازہ پرچہ کو دیکھ کر۔ میاں صاحب نے ایک خطبہ دیا ہے جس میں صفائی اور پاکیزگی کے متعلق کچھ باتیں بیان کی ہیں۔ اچھی باتیں ہیں۔ لیکن ان میں ایک بات یہ بھی بیان کی ہے۔

میاں صاحب کا ایک بیان

"مجھے یاد ہے جب میں حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ سے بخاری پڑھا کرتا تھا۔ تو حضرت خلیفۂ اولؓ اپنی سادہ طبیعت اور کام کے غلبہ کی وجہ سے جمعہ کے دن بلا تکلف انہی کپڑوں میں جو آپ نے پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ اُٹھ کر جمعہ کے لئے آجاتے تھے۔ میں اپنی بغل میں بخاری دبائے کمرہ میں سے نکل رہا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا۔ محمود یہ کیا ہے؟ میں نے کہا حضرت مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے چلا ہوں . . . . . . تو آپ نے فرمایا مولوی صاحب سے کہنا یہ حدیث بخاری میں آتی ہے یا نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نئے کپڑے پہننے اور خوشبو لگایا کرتے تھے میں نے اسی طرح جا کر کہہ دیا۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے یہ سنا تو ہنس پڑے اور فرمانے لگے۔ ٹھیک ہے۔ آتی تو ہے پر ہم لوگوں سے کچھ سستی ہو جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب مورخہ ۷ مارچ ۱۹۴۱ء
مندرجہ الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۴۱ء)

یہ غلط بات ہے

یہ کس قدر غلط بات ہے حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے متعلق جو کچھ میاں صاحب کہا سو کہا لیکن جس کو نبی بنا رہے ہیں۔ اس کے اخلاق کو کس درجہ گرا دیا کہ وہ ایسے برے طریق سے ان کے متعلق باتیں کرتا تھا۔ آگے چل کر لکھا ہے۔ کہ

"میں ایسے شخص کی عقل پر تعجب کرونگا جسے رسول اللہ صلی اللہ صلعم کی بات سنائی جائے اور وہ کہے کہ حضرت مولوی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔"

ایسے شخص کی عقل پر تعجب کروں گا

میں کہتا ہوں میں بھی ایسے شخص کی عقل پر تعجب کرونگا جسے حضرت مرزا صاحب کے فتوے سنائے جائیں اور وہ زید اور بکر کا عمل پیش کرے۔ آخر میں بھی تمہارے سامنے مرزا صاحب کے فتوے پیش کرتا ہوں۔ کیا شرم نہیں آتی کہ تم اس کے جواب میں دوسروں کا عمل پیش کرتے ہو۔ جواب دو اس بات کا کہ مرزا صاحب نے جو غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے۔ تو وہ تمہارے اعتقاد اور مسلک کے کہانتک مطابق ہے۔ یہ حق کو چھپانا بھی جھوٹ کا طریق اختیار کرنا ہے۔ بھلا کہاں یہ لوگ اور کہاں وہ صحابہ جو ذرا ذرا سی بات کو بھی نہ چھپاتے اور بڑے سے بڑے جرم کا بھی اعتراف کر لیتے تھے۔

دوستوں کو نصیحت

میں تو اپنے دوستوں سے کہونگا کہ اگر اپنے آپ کو معزز بنانا چاہتے ہو۔ اگر اسلام کی عزت اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہو تو کچھ ہو جائے چاہے کتنی مصیبت پیش آجائے کبھی جھوٹ نہ بولو۔ اور ہمیشہ سچائی اور راستبازی سے کام لو۔ سچ بولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار تھا۔ آؤ آپکی سچی پیروی کریں اور ہم بھی سچ بولنے کو اپنا شیوا بنا لیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم کے سالانہ جلسہ کی روئیداد

(از جناب شیخ عبدالعزیز صاحب از جہلم)

گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مرکز سے سالانہ جلسوں کی تاریخیں مقرر کی گئی تھیں۔ چنانچہ جماعت جہلم کا سالانہ جلسہ مورخہ ۲۲ و ۲۳ مارچ بروز ہفتہ و اتوار ہونا مقرر ہوا۔ جماعت جہلم نے جلسہ کے اشتہارات لاہور سے چھپوا کر چند روز پہلے ہی چسپاں کرا دیئے تھے۔ پہلے دن ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب و مولوی عمرالدین صاحب تشریف لے آئے۔ ہر دو حضرات کی تشریف آوری پر منادی کرائی گئی کہ جلسہ رات کو ۷ بجے شروع ہوگا۔ وقت مقررہ پر جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ پہلے مولوی عمرالدین صاحب نے "اسلام کامل مذہب ہے" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے مختلف دلائل و عیسائیت و ہندو دھرم و برہمو سماج وغیرہ مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام ہی کامل مذہب ہے۔ آپ نے اس موضوع پر بڑے مؤثر اور اعلےٰ پیرایہ میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے جرمنی میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اور چند ایک جرمن نومسلم معززین کے قبول اسلام اور تعلیم اسلام سیکھنے کے حالات نہایت ہی مؤثر اور سادہ الفاظ میں حاضرین کو سنائے جنہیں سن کر حاضرین جلسہ بڑے محظوظ ہوئے۔ چنانچہ پہلے دن جلسہ رات کے گیارہ بجے دعا پر ختم کیا گیا۔ چونکہ پہلے دن حضرت مولوی صدرالدین صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب بوجہ کسی کام کے تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے ان کو آنے کیلئے اسی دن خاص طور سے تار دی۔ چنانچہ رات کو جلسہ میں ہی تار آگئی کہ صبح ہر دو حضرات بذریعہ فرنٹیر میل تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ اتوار کو ہر دو حضرات بذریعہ فرنٹیر میل تشریف لے آئے۔ اسٹیشن پر خاکسار و ملک عبدالغنی صاحب اور میرے دو ایک دوست موجود تھے۔ جلسہ اسی دن بعد نماز عصر ۵ بجے تلاوت قرآن کریم اور نعت سے شروع ہوا۔ سب سے پہلے مولوی عمرالدین صاحب نے ختم نبوت پر مختصر سی مگر نہایت ہی پر معارف تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے اپنی صدارتی تقریر تقریباً نصف گھنٹہ فرمائی۔ جس میں آپ نے مولوی عبدالحق صاحب کی تقریر کے متعلق بتایا کہ آپ کی تقریر نہایت اعلیٰ درجہ کی قابلیت و علمیت پر مبنی اور بالکل نئی تحقیقات ہوگی۔ اور آپ کی تقریر کا موضوع "ختم نبوت علمی نقطہ نگاہ سے" ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے ختم نبوت پر چند ایک دلائل ارشاد فرمائے اور آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ رات کو میرا لیکچر اسلام کے کمل مذہب ہونے پر ہوگا اور اگر کسی ہندو، سکھ یا قادیانی دوست کو تقریر پر کوئی اعتراض ہو تو وہ کر سکتا ہے۔ اس کو وقت دیا جائیگا۔ غرضیکہ اس کے بعد مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی نے اپنی تقریر شروع کی۔ آپ نے سورہ نحل کی چند ایک آیات کی تلاوت کے بعد شہد کی مکھی کے متعلق ایک نئی تحقیقات پر بڑی سیر کن اور مفصل تقریر فرمائی۔ تقریر جس قدر معارف اور علوم اپنے اندر رکھتی تھی وہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ نے تقریباً سوا گھنٹہ تقریر فرمائی ہوگی کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا جس کے لئے آپ نے اپنی تقریر کو نامکمل ہی چھوڑ دیا۔ اس پر صاحب صدر نے اعلان فرمایا کہ رات کو ساڑھے آٹھ بجے مولوی صاحب اپنی تقریر مکمل کرنے کیلئے دوبارہ تقریر فرمادیں گے۔ مولوی صاحب کی تقریر کا اس قدر اثر ہوا کہ لوگ جلسہ میں آٹھ بجے ہی سے جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ہمارے جلسہ میں پہنچنے سے پہلے ہی پنڈال پُر تھا۔ دوسرا

اجلاس ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا۔ چونکہ جلسہ میں کثرت سے لوگ وہ تھے جنہوں نے مولوی صاحب کی پہلی تقریر نہ سنی تھی۔ اس لئے ان کے سمجھنے کے لئے آپ نے مختصراً اپنی پہلی تقریر کو دوہرایا اور علمی نقطہ نگاہ سے ثابت کر دیا کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ مولوی صاحب کی تقریر اس قدر پر معارف اور نئے علوم پر مبنی تھی کہ لوگوں نے بڑی خاموشی اور شوق کے ساتھ دو گھنٹہ تک آپ کی تقریر کو سنا۔ مولوی صاحب کی تقریر کے متعلق ہر خاص و عام کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ہم نے آج تک کسی بھی جماعت کے عالم سے اس قسم کی تقریر کبھی بھی نہیں سنی۔ غرضیکہ مولوی صاحب کی تقریر ہر طرح سے پسند کی گئی۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت مولوی صدرالدین صاحب نے تقریر شروع کی۔ آپ نے مختلف قسم کے چند دلائل سے ثابت کیا کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے اور اب نہ تو کسی نئے مذہب کی ضرورت

> **بیرونی جلسوں کی روئیدادیں**
>
> جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے مختلف مقامات پر منعقد ہو رہے ہیں ان کی روئیدادیں باقاعدہ دفتر اخبار پیغام صلح میں پہنچنی چاہئیں۔ تاکہ وقت پر شائع ہو سکیں۔ بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں ٭

ہے اور نہ ہی کسی نئے نبی کی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کا نبوت کا دعویٰ نہ تھا۔ اور نبی کے لئے ضروری ہے کہ عقائد دین بذریعہ جبریل حاصل کرے۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے۔ مگر وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے۔"

مولوی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرا اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور میرے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا۔ غرضیکہ آپ نے حاضرین پر واضح کر دیا کہ مرزا صاحب کا نبوت کا دعویٰ نہیں ہے اور دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے تقریباً دو گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آخر میں آپ نے اعلان فرمایا کہ اگر کسی دوست نے سوال کرنا ہو تو وہ سوال کر سکتا ہے۔ مگر اس اصول کو یاد رکھے کہ نبی دینی علوم و عقائد دین بذریعہ جبریل حاصل کرتا ہے اور کیا حضرت مرزا صاحب نے دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کیا ہے؟ اور کیا قرآن و حدیث کو بذریعہ جبریل پڑھا ہے؟ آپ کی تقریر کے بعد ایک قادیانی دوست جو نہر کے محکمہ میں کلرک ہیں کھڑے ہوئے۔ مگر ان پر مولوی صاحب کی تقریر کا اس قدر رعب تھا کہ وہ سٹیج پر آکر بالکل ہی نہ بول سکے۔ زبان میں لکنت آگئی بالآخر مجبور ہو کر بغیر کسی قسم کا سوال کرنے یا جواب دینے کے بیٹھ گئے۔ پبلک پر ہر طرح سے واضح ہو گیا کہ واقعی حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ چند ایک غیر از جماعت لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر یہی احمدیت ہے جو حضرت مولوی صاحب نے بیان کی ہے تو ہم بھی احمدی ہیں۔ غرضیکہ جلسہ رات کو ساڑھے بارہ بجے بخیر و خوبی بڑی کامیابی کے ساتھ دعا پر ختم ہوا۔ اور جلسہ ہر رنگ اور ہر پہلو میں ایسا کامیاب ہوا کہ آج تک اس کی نظیر نہیں ملتی۔

تمام مولوی صاحبان اور باہر سے جو مہمان آئے ہوئے تھے وہ تمام کے تمام ہمارے ہاں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ باہر سے حضرات جو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب و غائب احمد صاحب ایاز وکیل کھاریاں۔ مولوی محمد رمضان صاحب ربانی احمدی گجرات۔ مرزا غلام عباس صاحب کمپونڈر سوہاوہ و صاحبزادہ ... سوہاوہ۔ ان کے علاوہ چند ایک اور احباب بھی تھے اور خاص طور پر ایک دوست گوجرانوالہ کے تھے۔ جو عرصہ تین سال سے لاکھانے زیر تبلیغ تھے۔ بالآخر انہوں نے ۲۳ مارچ کو مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چند ایک وجوہات کی بنا پر ابھی انہوں نے اپنا نام شائع کرنے سے مجھے منع فرمایا ہے۔ مگر انشاء اللہ قریب ہی وہ نام شائع کر دیں گے۔ ہماری جماعت کے احباب کو ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے سالانہ جلسے کی کامیابی کا تمام سہرا ... کے والد محترم قبلہ جناب شیخ قمرالدین صاحب کے سر ہے۔ جنہوں نے پیرانہ سالی میں بھی بڑی ہمت اور محنت سے جلسہ کا انتظام فرمایا ... میں خاص طور پر مستری محمد عبداللہ صاحب و ملک عبدالغنی صاحب اور ماسٹر خدابخش صاحب نے بھی ہماری بڑی مدد فرمائی۔ بلکہ ان تینوں دوستوں نے اپنے تمام کاروبار کو چھوڑ کر جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہر طرح سے امداد فرمائی۔ اور علاوہ اس امداد کے جو جلسہ کے انتظام کرنے میں ... نے کی ہے مستری صاحب اور ملک صاحب نے پانچ پانچ روپیہ کی بھی اعانت فرمائی ہے۔ میں ان ہر دو حضرات کا اپنی اور تمام جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر امداد فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ میں ان دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں جلسہ کی کامیابی کے لئے مدد فرمائی ہے۔

مکتوبات

خلیفہ کون بناتا ہے؟

جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب سے تبادلہ خیالات

نوٹ:- پونہ سے حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو جناب عبدالحمید صاحب کا ایک مکتوب موصول ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے مسئلہ خلافت پر جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم سے تبادلہ خیالات کے ضمن میں ایک استفسار کیا جسکا جواب نہایت ہی دلچسپ ہے اور درج ذیل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:-

قبلہ ڈاکٹر صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ایک عرصہ سے حضور کی خیریت کی خبر نہ ملی۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

یہاں سیٹھ اسمٰعیل آدم (جو پہلے بمبئی میں رہتے تھے) آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ اکثر بات چیت ہوتی رہتی ہے کچھ دن ہوئے میں نے ان سے پوچھا کہ خلیفہ کون بناتا ہے۔ فرمانے لگے۔ خدا۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ کس نے بنایا۔ فرمایا۔ خدا نے۔ میں نے کہا یزید کو خلیفہ کس نے بنایا۔ اب وہ گھبرائے۔ مگر کہنا پڑا کہ خدا نے۔ میں نے فوراً کہا کہ وہ تو فاسق اور فاجر تھا۔ باوجود اس کے سب لوگوں نے اس کی بیعت کی (اس میں صحابہ بھی تھے) غرض انہیں یہ کہنا پڑا کہ خلیفہ فاسق اور فاجر بھی ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ خدا کا ہی کیوں نہ بنایا ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ ان قادیانیوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ کس قدر اسلام کو بدنام کرنے کے سامان یہ لوگ پیدا کر چکے ہیں۔ دیکھئے یہ ایک پڑھے لکھے انسان کے خیالات ہیں۔ جاہلوں کا تو خدا ہی حافظ۔

میرے لئے دعا ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ ہم سب کی طرف سے حضرت امیر کی خدمت میں سلام عرض کر دیں اور دعا کے لئے بھی کہہ دیں۔

آپ کا ادنیٰ خادم
عبدالحمید احمدی

سکھ مسلم اتحاد کے جلسے

جناب مولوی احمد علی صاحب کا مکتوب گرامی

مکرم اخویم جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۲۵ر جنوری ۱۹۴۱ء کو سکھ مسلم اتحاد کا پہلا جلسہ بمشورہ قاضی محمد امین صاحب سنگھو پور متصل کپورتھلہ و سردار جگجیت سنگھ صاحب مانا تلونڈی تحصیل بھولتھ زیر صدارت سردار جگت سنگھ صاحب موضع مرار منعقد ہوا۔ قاضی صاحب و سردار صاحب نے سکھ مسلم اتحاد پر اپنے خیالات کا مختصر اظہار کیا۔ اس کے بعد شیخ محمد یوسف صاحب گرمکھی کی تقریر ہوئی۔ جس کا سکھ مسلم احباب پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اس کے بعد تجویز ہوئی۔ کہ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے اور مختلف مقامات پر جلسے کر کے اس اتحاد کو مضبوط کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا جلسہ ۱۹ر مارچ ۱۹۴۱ء کو موضع مانا تلونڈی تحصیل بھولتھ ریاست کپورتھلہ میں منعقد ہونا قرار پایا۔ چونکہ پہلے جلسہ پر شیخ صاحب کی تقریر سے پبلک پر نہایت خوشگوار اثر ہوا تھا سو کارکنان جلسہ کی یہ زبردست خواہش تھی۔ کہ شیخ صاحب مذکور کو ضرور بلایا جائے۔ اس لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ آپ نے ازراہ مہربانی شیخ صاحب موصوف کو بھیج دیا۔ یہ جلسہ شیخ صاحب موصوف کی ہی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مختلف اشخاص کی تقاریر کے بعد صدر جلسہ نے ایک مفصل اور جامع تقریر فرمائی۔ جس کا پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور سکھ مسلم اتحاد کے متعلق تحریک بھی خاصی تعداد میں تقسیم کئے گئے۔ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب و بارونق رہا۔ عنقریب کسی دوسرے جلسے کی تجویز ہو کر انعقاد جلسہ کا اعلان کیا جائیگا۔

خاکسار:- احمد علی از مرار ریاست کپورتھلہ۔ ۲۲ر مارچ ۱۹۴۱ء

بستی یاروالہ میں تبلیغ احمدیت

جناب قاضی شیر محمد صاحب مبلغ اسلام علی پور کا مکتوب

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح سلمہ الرحمان۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مندرجہ ذیل چند سطور اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

۱۶ر مارچ کو خاکسار بہمراہ قاضی نور محمد و قاضی مبارک احمد صاحبان بستی یاروالہ واقع بیٹ شاہ نواح علی پور بغرض تبلیغ احمدیت پہنچا۔

جناب میاں قادر بخش صاحب سجادہ نشین زرپور اپنے مریدوں کے ہاں مقیم تھے۔ عالم آدمی ہیں۔ موصوف سے تبادلہ خیالات شروع ہوا۔ ایک جماعت کثیر میاں صاحب کی (اجازت سے) جمع ہو گئی۔ حضرت امام وقت حضرت مسیح موعود کے منجانب اللہ ہونے پر تبادلہ خیال شروع ہوا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں میاں صاحب کے جمیع وساوس و شبہات کے جوابات دلائل واضح سے نہایت مسکت و تسلی بخش دیئے گئے اور چند اقتباسات حقانیت و صداقت حضور پرنور امام ہمام علیہ السلام کی کتب سے بغرض اتمام حجت حاضرین مجلس کے سامنے پیش کئے گئے کسی دوست کو تردید و تنقید کی جرأت نہ ہوئی۔

جناب میاں صاحب اور ان کے ارادتمندوں نے بلاخوف لومۃ لائم امام زمان مہدی دوران حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے دعاوی کی تصدیق کی اور حضرت کا مجدد صدی چہار دہم اور مسیح موعود ہونا تسلیم کر لیا خدمات اسلامی اور کارنامے جب ان کے سامنے پیش کئے گئے تو وہ ایسے چند نفوس کی عظیم الشان خدمات اسلامیہ کو ایک کھلا معجزہ تصور کرنے لگے۔ نیک نیتی اور تقویٰ طہارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فریقین کا یہ تبادلہ خیالات ہوا۔ صرف عقدہ بیعت باقی ہے۔ دو گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

ایک قادیانی دوست سے بھی تبادلہ خیالات مسئلہ نبوت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر ہوا یہ اسی گاؤں کا رہنے والا ہے۔ ناصحانہ طریق پر اس قابل رحم انسان کو تلقین و تفہیم کی گئی۔ دلائل حقہ سے بہت نادم ہوا صرف ضد کو اپنا معبود بنا رکھا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ و انجمن کے پاک ممبران کی خدمت عالیہ میں بصد آداب و الحاح مندعی ہوں کہ ہر دو فریق مذکورین کے لئے نہایت خشوع و خضوع سے دعا کی جاوے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم اور معرفت امام حق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار
قاضی شیر محمد احمدی پیش امام جماعت احمدیہ علی پور ضلع مظفر گڑھ

خلیفہ صاحب اور جماعت قادیان سے ایک سوال

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

سالانہ جلسہ کی روئیداد ارسال خدمت ہے [illegible] قادیان سے ایک سوال کے عنوان سے ایک مکتوب بھی ارسال ہے۔ وہ بھی شائع فرما دیں۔

حضرت مرزا صاحب نے ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کی "اخبار عام" میں ایک اشتہار تحریر فرمایا تھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں اس سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو یہ میرا گناہ ہو گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت سے انکار کریں تو وہ گنہگار ہوتے ہیں۔ اور اگر دوسرے لوگ آپ کی نبوت سے انکار کریں تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ کیا جناب میاں صاحب یا ان کے مریدوں میں سے کوئی اس پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائیگا کہ حضرت صاحب کیوں گنہگار ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ کیوں دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں؟ (خاکسار شیخ عبدالعزیز از جہلم)

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا تھا "اس کے بعد جو کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس پیغام صلح نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب ہمارے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اس کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی ہر احمدی کو اخبار پیغام صلح ضرور ایک دوست منگائے اور پڑھے" حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے۔ اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے۔ لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے۔ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

یہ روئیداد اسی مجموعہ میں [illegible] ص ۵۱

قادیانی اکابر، قادیانی علماء اور قادیانی جماعتوں کیلئے لمحہ فکریہ

ہمارے مطالبہ کو کیوں پس پشت پھینکدیا گیا؟

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ سے قبل ایک ٹریکٹ موسومہ "جماعت قادیان کے ایک ایک آدمی کو نالۂ شنیدنی کی دعوت" لکھا تھا۔ اس میں غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کی وضاحت کی گئی تھی کہ حضور نے غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق یکے بعد دیگرے چار فتوے دیئے۔ خود ایسے جنازے پڑھے اور آپ کی جماعت سنہ ۱۹۰۷ء تک اسی مسلک پر قائم رہی۔ حتیٰ کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے خلاف اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے سے روکا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کو خیرباد کہا۔ اس نہایت ہی تکلیف دہ اختلاف پر ہم نے جماعت قادیان کو بار بار توجہ دلائی اور اپنے مطالبہ کو متعدد دفعہ اخبار پیغام صلح میں دہرایا کہ جماعت قادیان کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتاویٰ یا ایسی تحریرات پیش کی جائیں۔ جو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق ان کے موجودہ مسلک کی مؤید ہوں۔ لیکن ہمارے پیہم استفسارات پر جماعت قادیان کا کوئی صحیفہ، اور کوئی عالم بولنے کا روادار نہ ہوا۔ بعد ایک طویل عرصہ کے بعد مورخہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء کو یہ مہر سکوت ٹوٹی۔ اور معاصر "الفضل" نے "غیر مبائعین سے بعض اہم مطالبات" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا۔ اور اس میں بجائے ۔۔ ہمارے ایک اصولی بنیادی اور نہایت فیصلہ کن مطالبہ پر التفات ہوتا الٹے ہم سے مطالبات شروع کر دیئے۔ جس سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ معاصر الفضل کی ہمارے مطالبہ کا جواب دینے ہوئے بہت قصور کرتی ہے۔ معاصر مذکور نے لکھا تو فقط اتنا :-

"مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات جن وہ پہلے بھی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے پیش کر چکے ہیں اور ان کے جوابات ہماری طرف سے کئی دفعہ شائع ہو چکے ہیں۔ از سر نو اخبار پیغام صلح میں دہرانی شروع کر دی ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ گویا ان کے پیش کردہ حوالہ جات کا ہماری طرف سے کبھی کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ حالانکہ گذشتہ پچیس سالہ عرصہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہو چکی ہے اور ان تمام باتوں کا جواب لائق تعریف کی جا چکی ہے"

معاصر مذکور نے یہ جو کچھ لکھا۔ بالکل غلط تھا، بے بنیاد تھا اور واقعات کے خلاف تھا۔ کیونکہ جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک سال پیشتر کا بیان اس کی تردید کرتا ہے۔ جناب میاں صاحب نے ایک خطبہ جمعہ [illegible]

"ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا جو غیر احمدی کے جنازہ کے [illegible] ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہدیا۔ کہ اس وقت اس کا کوئی جواب [illegible] حوالوں سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے مگر [illegible] سکتا۔ کئی دفعہ مجھے چیلنج بھی دیا گیا۔ کہ اس کا جواب دو۔ مگر میں نے [illegible] کی کوشش نہیں کی"

ان دو بیانوں کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اندازہ کر سکتا ہے کہ معاصر الفضل نے [illegible] روزنامہ میں غلط بیانی کی اور نہایت غیر ذمہ داری کے ساتھ ایسا بیان دیا [illegible] تھا بلکہ خود اس پر جناب میاں محمود احمد صاحب کی واضح شہادت موجود تھی کہ آج تک [illegible] نہیں دیا گیا۔ اور باوجود بار بار چیلنج کے نہیں [illegible] گیا۔

معاصر الفضل جماعت قادیان کا سرکاری آرگن ہے۔ ایسے ہمارے اس مطالبہ کو [illegible] کرنا چاہئے تھا لیکن حیرت ہے کہ بجائے دلائل و براہین کے اس نے پھر روز روشن میں [illegible] جھونکنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے مطالبہ کو پس پشت پھینک کر اپنے مطالبات [illegible] مورخہ ۶ اپریل سنہ ۱۹۴۱ء تک دس مطالبات پیش کئے جا چکے ہیں۔ گویا ہمارے مطالبہ [illegible] میں دبایا جا رہا ہے۔ کیسا قابل تعریف جواب ہے۔ ایک مذہبی جماعت کے سرکاری آرگن [illegible] معاصر الفضل اگر اپنے مطالبات کا جواب چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ [illegible] صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف سے ایک حوالہ [illegible] متعلق جماعت قادیان کے موجودہ مسلک کا مؤید ہو۔ [illegible] زیادہ [illegible] اس کے سب مطالبات کا جواب دیں گے۔ لیکن ہم [illegible] تک بھی کوشش کرتا رہے تو [illegible] کا جواب نہیں دے سکتا۔ بلکہ [illegible] ہمارے مطالبہ کو پس پشت پھینک کر اپنے مطالبات پیش کرنے۔ ہمارے خیال میں جماعت قادیان کے علماء اور جماعتوں کیلئے معاصر الفضل کی اس روش میں کافی سامان بصیرت [illegible]

کیا ہر الزام پر "افک مبین" کہنا چاہیئے؟

(از جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری)

آیت قرآنی کے معنی

میں نے اس بات کے بتانے کا بھی وعدہ کیا تھا کہ واقعہ افک کس طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق میں خیر کا موجب ہوا لیکن چونکہ اس طرح پر آیت کی تفسیر کرنے سے مضمون لمبا ہو جاتا ہے۔ اس لئے سردست اس حصہ مضمون کو کسی اور موقعہ کے لئے چھوڑتے ہوئے صرف اس امر پر روشنی ڈالتا ہوں کہ کس موقعہ پر الزام کو افک مبین کہہ کر اسے رد کر دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنٰت بانفسھم خیراً وقالوا ھٰذا افک مبین۔ یعنی جب تم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ و حضرت صفوانؓ کے واقعہ کو سنا تھا تو کیوں مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے متعلق خیر کا ظن نہیں کیا۔ اور کیوں انہوں نے یہ نہیں کہہ دیا کہ یہ تو کھلے طور پر اصل واقعہ کو بگاڑ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ قرآن شریف کے الفاظ ہیں جنہیں بطور ایک قاعدہ کے پیش کیا جاتا ہے اور اس کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مسلمان جب کسی کے متعلق الزام سنیں تو فوراً اسے بغیر تحقیق کئے ہی جھوٹ قرار دے دیا کریں۔

یہ معنی قرآن شریف کے خلاف ہیں

پیشتر اس کے کہ میں اس آیت کا صحیح مفہوم بیان کروں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ معنی علاوہ عقل و انصاف کے خلاف ہونے کے خود قرآن شریف کے بھی خلاف ہیں۔ خلاف تو اس طرح ہیں کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اسی سورت سے پہلی آیات میں قبل الزام زنا کی تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر الزام زنا لگانے والا اپنے الزام کو ثابت کر دے تو زانی کو سزا دو۔ ورنہ الزام لگانے والے کو سزا دو۔ پھر زانی کو سزا دینے کے بارے میں یہاں تک تاکید کی ہے کہ ایسے شخص کو جس کے خلاف الزام زنا ثابت ہو جائے۔ مومنوں کی جماعت کے سامنے سزا دو۔ اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اگر زانی کو سزا دینے میں تمہارے دلوں میں کسی قسم کی رحم اور ہچکچاہٹ پیدا ہو گی تو یہ تمہارے ایمانوں کی کمزوری پر دلیل ہو گی۔ پس اگر آیت افک کا یہ مطلب ہو کہ الزام سنتے ہی الزام لگانے والے کو جھوٹا قرار دے دیا جائے تو پھر تو کسی کا زانی ثابت ہونا ہی محال ہے۔ اور جب یہ حال ہے تو پھر زانی کو سزا دینے کے متعلق احکام نازل کرنے کے معنی ہی کیا ہوئے۔ اس صورت میں کیا اس آیت کو نعوذ باللہ لغو نہیں قرار دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر الزام کو جھوٹا کہہ کر ہی ٹال دینا ہے تو پھر الزام لگانے والے کے متعلق یہ حکم نازل کرنے کے کیا معنی ہوئے کہ اگر وہ ثبوت پیش نہ کر سکے تو اسے اسی کوڑوں کی سزا دو۔ پس یہ دونوں قسم کے حکم صاف بتا رہے ہیں کہ تحقیق ضروری ہے اور جن لوگوں نے افک مبین کہنے کے حکم سے یہ سمجھا ہے کہ ہر الزام کو جھوٹا قرار دے دینا چاہئے۔ انہوں نے بالکل غلط سمجھا ہے۔ آیت کا ہرگز یہ منشا نہیں۔

رسول کریم صلعم اور خلفاء کا عمل بھی ان معنوں کو غلط قرار دے رہا ہے

یہ ظاہر ہے کہ آیت زیر بحث عملی آیت ہے یعنی اس لئے نازل ہوئی ہے کہ مسلمان اس پر عمل کریں۔ پس حضرت نبی کریم صلعم کا اپنا عمل اور آنحضرت صلعم کے بعد آپ کے خلفاء کا عمل اس کے معنی کی تعیین کر دیگا۔ اگر تو عہد نبوی اور عہد خلفاء میں اسی طرح اس آیت پر عمل ہوتا رہا ہے کہ الزام لگا ہوا۔ تو بغیر تحقیق ہی سزا ملتی رہی ہے تو پھر آیت کے وہی معنی صحیح ہوں گے۔ جو ہمارے بعض دوست کرتے ہیں۔ اور اگر اس کے خلاف آنحضرت صلعم اور خلفاء کا یہ عمل رہا ہے کہ انہوں نے ہر الزام کی تفتیش کی ہے اور تحقیق کے بعد جو بھی مجرم ثابت ہوا ہے۔ اسے سزا دی ہے۔ یعنی اگر مقذوف زانی ثابت ہوا ہے تو اسے سزا دی ہے اور اگر قاذف اپنے الزام کو ثابت نہیں کر سکا تو اسے سزا دی ہے۔ تو پھر یقیناً ہمارے دوست غلطی پر ہیں۔ آیت کا وہ منشا نہیں جو انہوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ اس کا کچھ اور ہی منشا ہے۔ پس اس اصل کی روشنی میں جب ہم عہد نبوی اور عہد خلفاء کے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں وہاں ایک واقعہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جس میں بغیر تحقیق کسی فریق کو سزا ملی ہو یا کسی ایک الزام کو بھی سنتے ہی جھوٹا نہیں کہا گیا۔ بلکہ ہر الزام کی باقاعدہ تحقیق ہوئی۔ اور کبھی تو اس شخص کو جس پر الزام لگایا گیا تھا۔ بوجہ الزام ثابت ہو جانے کے سزا ملی۔ اور کبھی الزام لگانے والے کو بوجہ ثبوت بہم پہنچانے سے عاجز رہنے کے سزا ملی۔ غرضیکہ اس آیت پر اس طریق سے کبھی بھی عمل نہیں ہوا جس طرح ہمارے بعض دوست بیان کرتے ہیں۔ پس قرآن شریف اور رسول اکرم صلعم اور دیگر مسلمانوں کا عمل دونوں ہی اگر ایک طرف ان معنوں کی پر زور تردید کر رہے ہیں۔ جو ہمارے بعض دوست اس آیت کے سمجھے بیٹھے ہیں۔ تو دوسری طرف الزام کی تحقیق کو بھی ضروری قرار دے رہے ہیں۔

واقعہ کی نوعیت

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت کا یہ مفہوم نہیں تو پھر اس کا کیا مفہوم ہے۔ سو اس کا مفہوم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت صفوانؓ کے واقعہ کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ ان آیات میں اس خاص واقعہ کے متعلق ہی فرمایا گیا ہے کہ اس کو مسلمانوں نے افک مبین کیوں نہیں کہا۔ میں نے اس واقعہ کو بالتفصیل بیان کر دیا ہوا ہے۔ اس کو اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جن دوستوں نے اسے نہیں پڑھا وہ اب پڑھ لیں اور جنہوں نے پڑھا ہوا ہے۔ انہیں یاد ہو گا۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ والا واقعہ محض اتفاقاً و ضرورتاً پیش آیا تھا۔ حضرت عائشہؓ و حضرت صفوانؓ کے اکٹھے ہونے میں ان کے کسی ارادہ اور قصد کا قطعاً دخل نہ تھا۔ ان پر جو الزام لگایا گیا تھا۔ اس کی بنا محض بدظنی اور ذاتی عناد پر تھی اور اس بدظنی کے لئے بھی اس فتنہ کے بانی کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہ تھی۔ کیونکہ اس واقعہ کی تمام اندرونی اور بیرونی شہادتیں حضرت عائشہؓ کا بری ہونا ثابت کر رہی تھیں۔ پھر حضرت صفوانؓ کا غلیظ قسم کے ساتھ انکار موجود تھا۔ پس واقعہ کی یہ نوعیت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانوں نے کیوں اسے افک مبین نہیں کہہ دیا۔ بھلا غور کرو کہ اگر ایسے الزام کو جس کے لگانے والے کے ہاتھ میں بجز خالص بدظنی کے کوئی دلیل نہ ہو۔ اور جس واقعہ کی بنا پر الزام لگایا جا رہا ہو۔ اس کی تمام اندرونی اور بیرونی شہادتیں خود اسے جھوٹا قرار دے رہی ہوں جس میں واقعات کو عمداً بگاڑ کر پیش کیا جا رہا ہو۔ اگر اسلام جھوٹا کہنے کی تلقین نہ کرتا۔ تو اور کیا کرتا۔ کیا اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دے سکتا تھا کہ وہ ایک ایسے واقعہ کو جس کا جھوٹا ہونا بالبداہت ثابت ہو اسے سچا کہہ دیا کریں۔ جھوٹے واقعہ کو جھوٹا نہ کہا جائیگا تو اور کیا کہا جائے گا۔

قرآن شریف کے الفاظ سے کس قسم کا قاعدہ بن سکتا ہے

پس حضرت عائشہ صدیقہؓ کے واقعہ سے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ مسلمانوں نے اس کو افک مبین کیوں نہیں کہا یہ قاعدہ تو نہیں بنایا جا سکتا کہ ہر الزام کو مسلمان بغیر تحقیق کے ہی جھوٹا کہہ دیا کریں بلکہ اس سے اگر کوئی قاعدہ بنایا جا سکتا ہے تو وہ یہی کہ اگر کسی مرد و عورت کا کسی جگہ اجتماع اتفاقاً و ضرورتاً ہو جائے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ان پر بدظنی سے کام نہ لیں اور اگر ان کے محض ایسے اتفاقی و ضرورتاً اجتماع کی بنا پر کوئی شخص ان پر الزام لگاتا ہے اور اس الزام لگانے والے کے ہاتھ میں ایسے اتفاقی و ضرورتاً اجتماع کے سوا ان دونوں کے خلاف اور کوئی دلیل نہیں۔ تو ایسے الزام لگانے والے کے الزام کو افک مبین قرار دیں۔ اور اپنے دامن پاکیزگی کو بدظنی سے بچائیں۔

بدظنی سے بچنے کا طریق

اس قسم کے مواقع کے متعلق جہاں مرد و عورت کو اتفاقاً و ضرورتاً اکٹھا ہونا پڑ جاتا ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو صرف بدظنی سے مجتنب رہنے کی ہی تلقین نہیں کی۔ بلکہ ساتھ ہی بدظنی سے بچنے کا طریق بھی سکھلا دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنٰت بانفسھم خیراً وقالوا ھٰذا افک مبین۔ یعنی کیوں مسلمان مردوں اور عورتوں نے سنتے ہی اپنے متعلق حسن ظنی سے کام نہیں لیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیوں انہوں نے حضرت عائشہؓ و صفوانؓ کے متعلق حسن ظنی سے کام نہیں لیا۔ حالانکہ واقعہ تو ان دونوں کا تھا۔ اور ان کے متعلق حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے ان کے خلاف جو الزام تھا۔ اسے جھوٹا قرار دینا تھا۔ لیکن بجائے اس کے قرآن شریف یہ فرماتا ہے کہ مسلمان مردوں و عورتوں نے اپنے متعلق حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے کیوں اس واقعہ کو جھوٹ نہیں قرار دے دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متعلقہ بزرگ ہستیوں پر حسن ظنی سے کام لینے کا ذکر چھوڑ کر جبکہ بظاہر ان پر حسن ظنی کی تلقین زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے جو مومنوں کو اپنے متعلق حسن ظنی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ سو یاد رہے کہ اس اسلوب بیان کو چھوڑ کر دوسرے اسلوب بیان کو اختیار کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف حضرت عائشہؓ و حضرت صفوانؓ کی بریت ہی ثابت کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ ساتھ ہی مسلمانوں کو اس قسم کے مواقع کے پیش آنے پر بدظنی سے بچنے کا طریق بھی سکھانا چاہتا تھا۔ اور یہ دوسری غرض پہلے اسلوب بیان سے ہی نہیں بلکہ دوسرے اسلوب بیان سے ہی حاصل ہو سکتی تھی اور وہ اس طرح کہ اس اسلوب بیان میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ جب ایسے مواقع پیش آئیں تو ہر مسلمان کو مرد ہو یا عورت چاہئے کہ ان اشخاص کی جگہ جن پر بدظنی سے کام لیا گیا ہے اپنے وجود کو رکھ کر دیکھ لیا کریں۔ کہ کیا اگر ان کے اپنے نفوس کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آ جاتا تو کیا ان پر بدظنی کرنے والے حق بجانب ہو سکتے تھے اور کیا وہ اپنے نفوس کے لئے یہ پسند کر سکتے کہ ان پر اس قسم کی بدظنی کی جائے اور کیا جب وہ اپنے متعلق ایسے مواقع کے پیش آ جانے پر اوروں کو بدظنی کرتے دیکھتے۔ تو ان کی بدظنی کو فوراً افک نہ کہتے۔ پس جب وہ اس قسم کے واقعہ کو اپنے نفس پر وارد کر کے دیکھیں گے تو ان کو فوراً سمجھ آ جائے گا کہ جو کچھ ان کے بھائی کے خلاف کہا جا رہا ہے وہ محض بدظنی ہے جس سے انہیں نہ صرف مجتنب رہنا چاہئے بلکہ اسے محض افک قرار دینا چاہئے تا دوسروں کو بھی اس بے بنیاد بات کے پھیلانے کی جرأت نہ ہو۔ پس یہ وہ حکمت ہے اور یہ وہ زائد فائدہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے عائشہؓ و صفوانؓ کہنے کی بجائے بانفسھم لفظ اختیار کیا گیا ہے اور اپنے نفوس کو سامنے لا کر غور کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر شخص کے منہ سے بے اختیار ھٰذا افک مبین کے الفاظ نکل جائیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظن المومنون والمومنٰت بانفسھم خیراً کے بعد قالوا ھٰذا افک مبین رکھا ہے کیونکہ یہ اس حسن ظنی کے لئے بطور لازمی نتیجہ کے ہے۔

حضرت ایوبؑ اور ان کی بیوی کی مثال

چنانچہ آج کل وفات حضرت ایوبؑ [illegible]
اور ماں کی [illegible] معجزہ کے واقعہ [illegible]

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲۱

عید میلاد نبی اور حقیقی عقیدت

اپنے قلوب میں ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کرو

عقیدت کے پھول

عید میلاد النبی کے موقع پر "پیغام صلح" بھی اس مقالہ افتتاحیہ کے ذریعہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں چند ایک عقیدت کے پھول پیش کرتا ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عزو شرف

آفتاب تازہ

آنحضرت صلعم کی ولادت کا دن تاریخ انسانی میں وہ دن ہے جبکہ دنیا میں سب سے بڑے انقلاب کا پیغام آیا اور خداوند قضا و قدر نے حضرت خیر البشر کو پیدا کر کے ارادہ کیا کہ اقوام عالم کی مذہبی، تمدنی، معاشی ہیئت کو بدل دیا جائے اور ان مادی اور خیالی اصنام کے پرخچے اڑا دیئے جائیں۔ جن پر ہزاروں سال تک قومیں سرنگوں رہیں۔ جنہوں نے عرصہ دراز تک انسانی ترقی کو معرض التواء میں ڈالے رکھا۔ یہ کوئی معمولی دن نہیں۔ بلکہ وہ دن ہے جبکہ لیل و نہار کی پیہم اور مسلسل گردشوں کے بعد آفتاب تازہ طلوع ہوا جس سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا اور قوموں کو اپنی نیند سے رستگاری حاصل ہوئی۔ معلوم نہیں اس دن الوہی شان رحمت کے جلال کا کیا عالم تھا۔ جب کہ گنہگار اور بھٹکی ہوئی دنیا پر اس قدر انعام کی بارش ہوئی۔

حضور قلب اور سجدہ شکر

ایسے عظیم الشان دن کی یاد کو محض زبان اور قلم سے ادا کرنا حقیقی شکر اور سپاس نہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ قلب و دماغ کو ان تمام آلائشوں سے پاک کر کے جو انسانی فطرت کو مکدر کرتی ہیں ہر مسلمان کو ایک عمیق اور نہایت ہی پاکیزہ جذبہ کے ساتھ خالق کائنات کے حضور جھک جانا چاہئے اور پھر حضور قلب کے ساتھ اس عہد کی تجدید کرنا چاہئے جس میثاق کیلئے آنحضرت صلعم دنیا میں تشریف لائے اور ان ارکان کو ایک جوش اور قوت سے زندہ کرنا چاہئے جسے آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا۔ ورنہ محض جلسوں اور جلوسوں سے ایک عارضی اور روایتی خوشی کا سامان کر لینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ لطف تو جب ہے کہ اس دن کی یاد میں انسانی قلب کا ہر تار مرتعش ہو کر رہ جائے۔ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں سب مظاہرے ہنگامی اور عبث ہیں۔

سرور کائنات اور امام عصر حاضر

امام عصر حاضر نے تو خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا ہے اور رسمی ایمان کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلعم سرور کائنات کی ذات سے اس قدر عشق تھا کہ اس سے آپ کی تمام تصنیفات اور صحیفے بھرے پڑے ہیں۔ آپ وجدانی اور روحانی لحاظ سے آنحضرت صلعم کی ذات سے اس قدر قریب ہو گئے تھے۔ کہ اس قرب سے غیروں کو مغالطہ ہوا۔ اور اپنوں کو ٹھوکر لگی۔ حالانکہ جب تک آپ کو آنحضرت کی ذات سے اتنا قرب حاصل نہ ہوتا۔ اور حضور صلعم کے فیوض سے آپ اس قدر بہرہ ور نہ ہوتے اس وقت تک دنیا کی اصلاح مشکل تھی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

اقتباس

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت صلعم کے کمالات سے کچھ نسبت ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (خداوند کریم) نے اس طرح اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں۔ خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے سو جو کچھ منجانب اللہ انکی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات و آیات ان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ" (براہین احمدیہ)

مقام اور مرتبہ کی وضاحت

اس مندرجہ بالا اقتباس سے آنحضرت صلعم کے مرتبہ اور مقام کی خوب وضاحت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ محدثین اور آئمہ کو آنحضرت کی ذات سے کیا نسبت اور رشتہ ہے اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اور عظمت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کی غلامی میں اتنے عظیم الشان انسان ہیں وہ کس مرتبہ اور مقام کا انسان ہو گا

جماعت احمدیہ اور آنحضرت صلعم سے اکتساب نور

جماعت احمدیہ کو آنحضرت صلعم کی عظمت کو اپنے قلوب پر قائم کر کے ان کی حقیقی شان اور سطوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اور حضور کی حقیقی صفات اور فیوض سے اکتساب نور کرنا چاہئے اور اس نور کو دنیا میں عام کر دینا چاہئے۔ وہ طبیعت جو اس جماعت کو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا میں خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کریں اور اسی اسلامی نظام اخلاق کو زندہ کریں اور دنیا میں وہ انقلاب پیدا کریں جو انقلاب خداوند تعالیٰ اسلام کے ذریعہ دنیا میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ عید میلاد نبی کے موقعہ پر ہمیں اس انقلاب کو پیدا کرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے کیونکہ یہ دن دنیا کیلئے ایک زبردست انقلاب کا ہی حامل ہے۔ اور اگر ہم اس مبارک دن اپنے قلب کو ایک سچے اور رفیع جذبہ سے سرشار نہ کریں۔ تو ہم میں اور [illegible] مسلمانوں میں عملی اور ایمانی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ حقیقی [illegible] سرشار ہونا یہی ہے کہ ہم ان اخلاقی اور روحانی اقداروں کو دنیا میں [illegible] جنہیں آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا اور اس دین کو دنیا پر [illegible] عہد کو استوار کریں۔ جو ہم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا۔ یہ ہے سچی عقیدت اور [illegible] اگر ہم یہ نہیں کرتے تو صرف دعوے فضول ہیں۔

عید میلاد نبی اور ہمارا تبلیغی پروگرام

عید میلاد نبی کا دن ایک نہایت ہی مبارک دن [illegible] تمام احمدی بزرگوں، دوستوں! اور بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس دن اپنے قلوب میں ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کریں۔ اور سچے دل سے عہد کریں کہ وہ اپنی زندگی کے تمام اوقات میں اٹھتے بیٹھتے۔ کرتے سنبھلتے آنحضرت صلعم سے ایک سچی عقیدت کا ثبوت دیں گے۔ یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو اپنی زندگیوں میں قائم کریں گے اور اقوام عالم میں قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اپنی تبلیغی مساعی میں اپنے عملی قواء کی [illegible] قوتوں کو بروئے کار لائیں گے اور اس سال جو تبلیغی پروگرام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسے نہایت ذمہ داری اور منظم طور پر بروئے کار لاکر اپنی روحانی اور مذہبی زندگی کا ثبوت دیں گے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سچی عقیدت پیدا کرنے اور اپنے عہدوں کو ہر حالت میں قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عید میلاد النبی صلعم کی تقریب پر

حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

سیرت طیبہ پر لیکچر

۹ راپریل ۱۹۴۱ء کو بروز بدھ بتقریب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ۸½ بجے شام مسلم ہائی سکول [illegible] لاہور میں ایک شاندار جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا [illegible] صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی منعقد ہو گا۔ جس میں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے اور جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی۔ اے مبلغ انگلستان حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر تقاریر فرمائیں گے۔

ہر مذہب و ملت کے اصحاب سے بالعموم [illegible] سے بالخصوص درخواست ہے کہ شامل جلسہ ہو کر [illegible] ختم المرسلین صلعم کی پاک زندگی کے حالات [illegible]

نوٹ: مستورات کیلئے پردہ کا [illegible]

الداعی الی الخیر

سکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور

شذرات

مومن یا مومن بہ

۱۲ مارچ ۱۹۶۱ء کے "پیغام صلح" میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "معاصر صدق لکھنؤ کی غلط فہمی" کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس کے بیان میں ہم نے ایک خواب کا بھی ذکر کیا تھا۔ جسے مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی نے اپنے اخبار "صدق" مؤرخہ ۱۰ مارچ میں درج کیا ہے۔ کہ ایک اہل دل کو (حضرت) مرزا صاحب کے باب میں خلجان رہا کرتا تھا۔ تو ایک دن خواب میں حضرت نبی کریم صلعم کی زیارت نصیب ہوئی تو (حضرت) مرزا صاحب کے متعلق استفسار کیا۔ تو بارگاہ عالی سے جواب ملا کہ "بالؤنی ہے"۔ اس خواب سے مولینا مذکور نے باوجود اسے حجت شرعی نہ سمجھتے ہوئے . . . . استدلال کیا جس کے متعلق ہم ۱۲ مارچ کے پرچہ میں وضاحت سے لکھ آئے ہیں۔ اخبار "صدق" کے اس خواب کے متعلق رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان یکم اپریل کے شیوع میں رقمطراز ہے:

"سمجھ میں نہیں آتا کہ جب مولانا کو یہ مسلم ہے کہ خواب حجت شرعی نہیں۔ اور یہ خواب تو آپ تک پہنچا بھی نقل در نقل ہو کر ہے۔ پھر آپ نے ایسی کمزور چیز کا سہارا لیکر ایک ایسے شخص کو کیوں مطعون کرنے کی کوشش کی جس کی صداقت پر زمین و آسمان میں ہزاروں یقینی اور قطعی نشانات جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں ظاہر ہو چکے ہیں۔ . . . . مولانا عبد الماجد صاحب ایسے صوفی مشرب انسان کو تو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا۔ کہ ایک بالکل غیر یقینی چیز کا حوالہ دے کر ایک "مومن سے" لوگوں کو بدظن کریں"۔

کیا یہ درست ہے کہ جماعت قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف مومن ہی سمجھتی ہے؟ ہمیں جہاں تک علم ہے۔ ہمارے قادیانی دوست حضرت مسیح موعود کو مومن بہ سمجھتے ہیں۔ اور اس عقیدہ سے تمام اسلامی حلقوں میں امام عصر حاضر کے متعلق غلط فہمیاں پھیلی ہیں۔ اگر وہ غلو کو ترک کر دیں تو احمدیت کیلئے آج راستے صاف ہو سکتے ہیں جس دن ہمارے قادیانی بھائی حضرت مسیح موعود کو مومن بہ کی بجائے مومن سمجھیں گے۔ اس دن صحیفہ نگار لوگوں کو بدظن کرنا بھی چھوڑ دیں گے۔

مجدد کی تعریف اور رسالہ ترجمان القرآن

رسالہ ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۱۹۶۰ء وجنوری ۱۹۶۱ء کے شیوع میں ایک مضمون جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی کا "تجدید و احیاء دین" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ نے مجدد کی جو تعریف کی ہے اور جو معیار قائم کیا ہے وہ وہی ہے جس پر حضرت بانئے سلسلہ نے اصلاح اور تجدید کا کام کیا۔ اور جس پر سوائے حضرت مسیح موعود کے اسلامی سواد اعظم میں کوئی مصلح پورا نہیں اُترتا۔ فرماتے ہیں:-

"مجدد نبی نہیں ہوتا۔ مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے۔ نہایت صاف دماغ، حقیقت رس نظر، ہر قسم کی کجی سے پاک بالکل سیدھا ذہن، افراط و تفریط سے بچ کر توسط و اعتدال کی سیدھی راہ دیکھنے اور اس کا توازن قائم رکھنے کی خاص قابلیت اپنے ماحول اور صدیوں کے جمے اور رچے ہوئے تعصبات سے آزاد ہو کر سوچنے کی قوت، زمانہ کی بگڑی ہوئی رفتار سے لڑنے کی طاقت و جرأت، قیادت و رہنمائی کی پیدائشی صلاحیت، اجتہاد اور تعمیر نو کی غیر معمولی اہلیت اور ان سب باتوں کے ساتھ اسلام میں مکمل شرح صدر نقطہ نظر اور فہم و شعور میں پورا مسلمان ہونا۔ باریک سے باریک جزئیات تک میں اسلام اور جاہلیت کے درمیان تمیز کرنا اور مدتہائے دراز کی الجھنوں میں سے امر حق کو ڈھونڈ کر الگ نکال لینا، یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے بغیر کوئی شخص مجدد نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جو اس سے بہت زیادہ بڑے پیمانہ پر نبی میں ہوتی ہیں"۔

حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ساری زندگی اور آپکی پاکیزہ زندگی کا ہر شعبہ انہیں صفات کا آئینہ دار ہے۔ جسے جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی نے مندرجہ بالا اقتباس میں پیش کیا ہے۔ دور حاضر میں وہ کونسا رجل عظیم تھا جو نبی نہیں تھا۔ مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب تھا جس میں تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں، جن کا ایک مجدد کی شخصیت میں ہونا نہایت ضروری ہے ہم جناب سید صاحب موصوف کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ امام عصر حاضر کی سوانح حیات "مجدد اعظم" جسے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے تصنیف کیا ہے۔ نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں اور اپنے ہی قائم کردہ معیار پر اس شخصیت کو پرکھیں۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احیائے دین اسلام کیلئے وقف ہوا۔ اور جس نے اپنے مقام کے متعلق نہایت وضاحت سے کہا:-

"میں اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا ہو یا پرانا۔ اور قرآن کریم کا ایک شوشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں"۔ (نشان آسمانی صفحہ ۳۰)

ہمیں امید واثق ہے اگر جناب سید صاحب مذکور حضرت امام وقت کی زندگی کو خلوص کے ساتھ اور بغیر تعصب کے مطالعہ فرمائیں گے تو ان پر حقیقت منکشف ہو جائیگی اور وہ عصر حاضر کے امام کو پہچان لیں گے۔

قابل تقلید اقدام

چند دن ہوئے ہمیں کلکتہ سے ایک مکتوب مکرمی خان زمان صاحب کا موصول ہوا تھا جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے لکھتے ہیں:-

"یہ امر نہایت مسرت فزا اور امید افزا رہیگا کہ خاکسار نے بھی اور ہمارے مکرم و محترم جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی نے بھی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات یعنی پروگرام تبلیغ بسال رواں کے ماتحت کام شروع کر دیا ہے"۔

یقیناً یہ امر بہت بڑی مسرت کا باعث ہے اور آپ کا اور جناب فاروقی صاحب کا یہ اقدام جماعت کے تمام نوجوانوں کیلئے قابل تقلید ہے۔ جہاں کہیں بھی ہمارے نوجوان دوست انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں آباد ہیں۔ انہیں نہایت محنت اور جوش کے ساتھ امسال تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ اپنانا چاہیئے۔ اور ایسی جدوجہد کا ثبوت دینا چاہیئے جس سے ششش جہات میں ایک غلغلہ پیدا ہو جائے ہمیں کامل امید ہے کہ ہمارے نوجوان دوست ایک زبردست ایمانی اور تبلیغی قوت کا ثبوت دیں گے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے | آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
احمد آخر زماں کز نور او | شد دلِ مردم ز خور تاباں ترے
آں چراغش داد حق بخشش تا ابد | نے خطرے ز غم ز باد صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل | بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیر او تیزی بہر میداں نمود | تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے
خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ | بادشاہ و بیکساں را چاکرے
روشنی از وے بہر قومے رسید | نورِ او رخشید بر ہر کشورے
اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر | زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال | لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(براہین احمدیہ صفحہ ۱۸)

عبد اللہ

ایک توحید پرست کی خصوصیات

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا

(از مولوی عبد الرشید صاحب عباسی مبلغ سندھ)

محترم قارئین آج کی مجلس میں میں آپ کے سامنے "عبد اللہ" کی صفات بیان کروں گا۔ یعنی یہ بتاؤں گا کہ عبد اللہ یعنی خدا کا غلام اور بندہ ہونے کے لئے کم از کم کیا شرطیں ہونی چاہئیں۔ آدمی کو کم سے کم کیسا ہونا چاہئے کہ وہ عبد اللہ یعنی خدا کا بندہ کہلائے جانے کے قابل ہو۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے آپ کو یہ جاننا ضروری ہے کہ عبد غیر اللہ کیا ہے اور عبد اللہ کیا ہے۔ عبد غیر اللہ تو یہ ہے کہ خدا کی مکمل فرمانبرداری سے انحراف کرے اور عبد اللہ یہ ہے کہ آدمی صرف خدا کا حکم مانے۔ اور ہر ایسے طریق یا قانون یا حکم کو ماننے سے انکار کردے۔ جو خدا کی فرستادہ ہدایت کے خلاف ہو خدا کے بندے اور غیر خدا کے بندے کا یہ فرق خود قرآن حکیم میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون

یعنی جو شخص خدا کی اتاری ہوئی ہدایت کے موافق فیصلہ صادر نہ کرے۔ ایسے ہی لوگ دراصل خدا کی غلامی کے منکر ہیں۔

فیصلہ کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ عدالت میں جو کیس کیا جائے بس اسی کا فیصلہ خدا کے حکم کے مطابق کیا جائے۔ بلکہ دراصل فیصلہ سے مقصود وہ فیصلہ ہے۔ جو ہر شخص اپنی زندگی میں ہر وقت کیا کرتا ہے۔

ہر موقع پر آپ کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ فلاں کام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ فلاں بات اس طرح کی جائے یا اس طرح ایسے مواقع پر ایک طریق خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت بتاتی ہے اور دوسرا طریقہ آدمی کے اپنے نفس کی خواہش۔ یا باپ دادا کی رسمیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون بتاتے ہیں

اب جو شخص اللہ تعالے کے بتائے ہوئے قانون کو چھوڑ کر دوسرے طریق کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ وہ درحقیقت عبد غیر اللہ کا طریق اختیار کرتا ہے۔ اگر کسی نے اپنی ساری زندگی ہی کے لئے یہی طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ تو وہ پورا غیر خدا کا غلام اور بندہ ہے۔ اگر بعض معاملات میں وہ خدا کی ہدایت کے موافق فیصلہ کرتا ہو اور بعض میں اپنے نفس کی خواہش یا رسم و رواج یا انسانوں کے قانون کے مقابلہ میں خدا کے قانون کو چھوڑ دیتا ہو تو جس قدر خدا کے خلاف سے بغاوت کرتا ہے اسی قدر غیر خدا کی غلامی و بندگی میں گرفتار ہے۔ خدا کی غلامی و عبودیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدمی صرف خدا کا بندہ ہو۔ نہ نفس کا بندہ نہ باپ دادے کا بندہ، نہ خاندان اور قبیلہ کا بندہ۔ نہ مولوی صاحب اور پیر صاحب و خلیفہ کا بندہ۔ نہ زمیندار اور رشتہ دار کا بندہ اور نہ تحصیلدار صاحب اور مجسٹریٹ کا بندہ۔ نہ خدا کے سوا کسی اور صاحب کا بندہ۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ (آل عمران)

یعنی اے نبی اہل کتاب سے کہو کہ آؤ ہم تم ایک ایسی بات پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یعنی جو تمہارے نبی بھی بتاتے ہیں اور میں بھی خدا کا نبی ہونے کی حیثیت سے وہی بات کہتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ ہم ایک تو خدا کے سوا کسی کی پوجا اور غلامی و بندگی نہ کریں۔ دوسرے یہ کہ خدائی میں کسی کو شریک نہ کریں اور تیسری بات یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انسان کسی انسان کو خدا کے بجائے اپنا آقا نہ بنائے

یہ تینوں باتیں اگر وہ نہیں مانتے تو ان سے کہدو کہ گواہ رہو۔ ہم تو خدا تعالے کے فرمانبردار اور غلام ہیں یعنی ہم ان تینوں باتوں کو مانتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون۔ یعنی کیا وہ خدا کی . . . . اطاعت کے سوا کسی اور کی اطاعت (غلامی) چاہتے ہیں۔ حالانکہ خدا وہ ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز چارو ناچار اسی کی اطاعت کر رہی ہے اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے"

ان دونوں آیتوں میں ایک ہی بات بیان کی گئی ہے یعنی یہ کہ اصلی دین خدا کی غلامی اور اطاعت ہے۔ خدا کی عبادت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بس پانچ وقت اس کے آگے سجدہ کر لو۔ بلکہ اس کی عبادت کے معنی یہ ہیں کہ رات دن میں ہر وقت اس کی فرمانبرداری کرو۔ جس سے منع کرے رک جاؤ۔ جس کا حکم دے بجا لاؤ۔ ہر معاملہ میں یہ دیکھو کہ خدا کا حکم کیا ہے۔ یہ نہ دیکھو کہ تمہارا اپنا دل کیا کہتا ہے تمہاری عقل کیا کہتی ہے۔ باپ دادا کیا کہہ گئے۔ خاندان والوں کی کیا مرضی ہے۔ جناب مولوی صاحب قبلہ اور جناب خلافت مآب و پیر صاحب کا کیا ارشاد ہے اور فلاں صاحب کا کیا حکم ہے۔ اگر تم نے خدا کے حکم کو چھوڑ کر کسی کی بات بھی مانی۔ تو گویا خدائی میں اس کو شریک کر لیا کیونکہ حکم دینے والا تو صرف خدا ہی ہے۔ ان الحکم الا للہ۔ بندگی کے لائق تو صرف وہ ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کی اطاعت کر رہا ہے۔ کوئی پتھر کسی پتھر کی اطاعت و غلامی نہیں کرتا۔ کوئی درخت کسی درخت کی۔ کوئی جانور کسی جانور کی اطاعت نہیں کرتا۔ پھر کیا تم جانوروں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ وہ تو صرف خدا کی غلامی اور بندگی کریں اور تم خدا کو چھوڑ کر انسانوں کی غلامی و بندگی کرو۔ یاد رکھو جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوگا وہ خدا کا بندہ کب ہوا۔ اس کے تو خدا داتا وہی ہیں جن کا کہنا مان رہا ہے اس کو ایسے جھوٹے دعوے کرنے کا کیا حق ہے کہ میں عبد اللہ ہوں خدا کا غلام ممکن ہے کہ تم لوگوں کو بلکہ اپنے نفس کو دھوکہ دے سکو لیکن عالم السر والخفا یا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالی توفیق دے کہ ہم اسی کے عبد بنیں۔

احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس [illegible] کے سرورق پر "قادیانی اکابر قادیانی علماء" اور قادیانی جماعتوں کے لئے لمحہ فکریہ کے عنوان سے جو مضمون لکھا گیا ہے اسے قادیانی دوستوں کے سامنے پیش کریں اور جماعت قادیان سے حضرت مسیح موعود کے وہ حوالے طلب کریں جن سے ثابت ہو تا کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن

لائل پور کی روئیداد

(از جناب رشید احمد صاحب سکرٹری لائل پور)

حضرت مولوی صدر الدین صاحب کے استقبال کے لئے ایسوسی ایشن کے تمام ممبران اسٹیشن پر بروز جمعرات ٹھیک وقت پر پہنچ گئے۔ ان کے علاوہ شیخ محمد اسماعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز اور شیخ میاں محمد صاحب مالک پریمیئر فلور ملز بھی سٹیشن پر موجود تھے۔

اتوار کی شام کو فیکٹری اسیریا سکول میں حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے اعزاز میں ایک عظیم الشان ٹی پارٹی کا انتظام ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے کیا گیا۔ اس پارٹی میں تقریباً ۸۰ آدمی شامل ہوئے۔ جن میں سے غیر از جماعت دوستوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

ٹی پارٹی کے بعد ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی میٹنگ زیر صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب منعقد ہوئی۔ کارروائی تلاوت قرآن مجید اور نعت سے کی گئی۔ بعد میں میاں فضل حق صاحب نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد پر تقریر کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ اور عشق قرآن و رسول مقبول کے متعلق پر مغز بحث فرمائی۔ اور نوجوانوں کو [illegible] بندی کے لئے نصیحت فرمائی۔ حضرت مولوی صاحب کی اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ دو غیر از جماعت حضرات نے جو کہ پارٹی میں شامل تھے۔ مولانا صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی۔

آخر میں شیخ فضل احمد صاحب بی۔ اے نے صاحب صدر اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور میٹنگ برخواست کی گئی۔

جن خریداران پیغام صلح

کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے ان کی خدمت میں پہلے بھی درخواست کی گئی تھی کہ ان کے نام وی پی ارسال کئے جا رہے ہیں۔ انہیں وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

(مینجر)

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کے ماہوار اجلاس کی رُوئیداد

(محترمہ محمودہ عبداللہ صاحبہ سیکرٹری احمدیہ ینگ ومن ایسوسی ایشن لاہور)

احمدیہ ینگ ومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ ۲۸ر مارچ بروز جمعہ مسجد کی گیلری میں ہُوا۔ اس موقع پر سب سے پہلے بہن سید بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ پھر محترمہ موصوفہ نے اسلامی پردہ پر نہایت دلچسپ پیرایہ میں تقریر کی اور بتایا کہ درحقیقت اسلامی پردہ یہ ہے کہ عورت جب باہر نکلے تو اپنی زیب و زینت کو چھپائے ہوئے ہو۔ وہ اس کا لباس اور طرز ایسی نہ ہو کہ لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ بعض اوقات عورتیں کہنے کو تو برقعہ پہنتی ہیں لیکن اتنا سجا ہُوا کہ الٹا وہ لوگوں کی توجہ کا جاذب ہوتا ہے۔ درحقیقت برقعہ زینت کو چھپانے کے کام آنا چاہئیے نہ کہ زینت بڑھانے کے۔ انہوں نے ضمناً تھیا نہ میں ایک پردہ پارٹی میں شریک ہونے کا ذکر کیا جس میں ہندو مسلم عورتیں مدعو تھیں۔ وہاں پر بعض ہندو عورتوں نے یہ اعتراض کیا کہ مسلم عورتیں پردہ میں رہ کر دنیا کے عجائبات دیکھنے سے محروم کی گئی ہیں اور انہیں گھروں میں گویا بند رہنا پڑتا ہے۔ تو اس اعتراض اور دیگر اسی طرح کے متعدد اعتراضات پر ہماری محترمہ بہن سید بیگم صاحبہ نے ایک ہندو بہن سے جو خاص طور پر بڑی مغرب زدہ معلوم ہوتی تھی یہ سوال کیا کہ بتائیے کہ اگر آپ کے پاس ہیرے جواہرات اور موتی وغیرہ ہوں۔ تو آپ انہیں کس طرح رکھتے ہیں۔ تو اس پر اس ہندو بہن نے جواب دیا کہ ہم انہیں احتیاط سے بند کر کے رکھتے ہیں تو اس پر محترمہ بہن سید بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ بعینہٖ اسلام نے ہم عورتوں کو بہت قیمتی قرار دیا ہے اور پردہ میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ تا ہماری عصمت و عفت جو عورت کا سب سے بڑا جوہر ہے محفوظ رہے۔ البتہ موصوفہ نے انہیں بتایا کہ اسلامی پردہ ہماری روزمرہ زندگی کے کاروبار میں اور آپس میں میل ملاقات اور حصول تعلیم میں قطعاً حارج نہیں۔ بلکہ ہم پردہ میں رہ کر بھی سب کام کر سکتی ہیں۔

دوسری تقریر پردہ کے موضوع پر بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمائی اور قرآن کریم سے سورہ نور کی ان آیات کی تفسیر سنائی کہ جن میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اپنے آپ کو برائیوں سے محفوظ رکھیں اور اپنی زینت کو غیر محرم پر ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس حصہ کے جو عادتاً ظاہر ہو (گویا ہاتھ اور چہرہ) اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیں۔ انہوں نے فرمایا کہ موجودہ برقعہ کی تلقین اسلام نے تو نہیں کی۔ یہ تو رواجی ہے اور ہندوستان میں اسلام کے آنے سے پیشتر بھی یہاں بعض ہندو گھرانوں میں یہ استعمال ہوتا تھا البتہ قرآن کی آیات کے مطابق عورت کو یہ حکم ہے کہ باہر نکلتے وقت اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دے۔ بلکہ اوڑھنی سے اپنے آپ کو ڈھانک لے۔ چونکہ برقعہ بہ نسبت چادر کے اوڑھنا زیادہ آسان ہے۔ اس لئے اس کو اختیار کیا گیا۔ شہری عورتوں کو چھوڑ کر گاؤں کی عورتیں برقعہ استعمال نہیں کرتیں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پردہ نہیں کرتیں۔ بلکہ ان کا لباس اور طرز ایسی ہوتی ہے کہ انہیں سوتا دیکھو اور ڈھیلے ہوئے برقعہ پہننے کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ اپنے سادہ لباس میں سب کام اپنے مردوں کے دوش بدوش کرتی ہیں۔ درحقیقت دیکھا جائے تو ہندوستانی مسلمانوں کی زیادہ آبادی تو گاؤں کی ہے۔ فاضل مقررہ نے بتایا کہ شہر میں چونکہ عورت کے لباس میں وہ سادگی نہیں ہوتی۔ اس لئے اسے زینت کو ڈھانکنے کے لئے برقعہ کی ضرورت ہے۔ البتہ بوقت ضرورت عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھ سکتی ہے بشرطیکہ چہرہ پر کوئی ایسا بناؤ سنگھار نہ ہو۔ اور بال وغیرہ خوب ڈھکے ہوئے ہوں کہ بال عورت کی زینت میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے متعدد احادیث سے پڑھ کر سنایا کہ عورتیں ضرورت کے وقت سب کام باہر کے بھی کیا کرتی ہیں اور اسلامی پردہ قطعاً عورت کو گھر میں بند نہیں کرتا۔ بلکہ عورت اپنے کام کیلئے باہر نکل سکتی ہے۔ لیکن بہ شرط لازم ہے کہ وہ ایسے وقار اور حیا سے نکلے۔ کہ جس میں چھچھورہ پن نہ ہو۔ انہوں نے بتایا کہ پردہ کیلئے صرف برقعہ ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ چادر اور کوٹ کوئی چیز پہنی جا سکتی ہے کہ جس سے زینت کو چھپایا جا سکے اور بتایا کہ پردہ ہی میں عورت کا وقار ہے کہ بے پردا اور چھچھوری عورت کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

مچھلی کی تیز روی

سب سے تیز رو مچھلی ایک گھنٹہ میں ۲۵ میل کی مسافت پانی میں طے کرتی ہے۔

انسان خوار نباتات

جزیرہ مڈغاسکر کے جنوبی حصہ میں ایک درخت ہے جو انسان کو کھا جاتا ہے۔ وہیں پر انسانوں کا ایک قبیلہ ہے جس کا نام مکودس ہے۔ وہ اس مقدس درخت کی پرستش کرتا ہے یہ درخت دس فیٹ سے عموماً زیادہ بلند نہیں ہوتا۔ اور اس کی شکل پیپے کی طرح مدور ہوتی ہے۔ اور اس کی پھننگ سے دس پتے بڑے بڑے نیچے لٹکا کرتے ہیں جن پر سطح پر زہریلے کانٹے ہوتے ہیں۔ اس قبیلہ کے لوگ اتوار کے دن سال میں ایک دفعہ اپنے قبیلہ کی حسین ترین لڑکی اس درخت کو قربانی دیتے ہیں اور اس دن وہ نہایت ہنسی خوشی اور ناچ رنگ مناتے ہیں۔

شیطان کی پرستش

متعدد سیاحوں نے بیان کیا ہے کہ مغولستان (منگولیا) میں ایک فرقہ ہے۔ جو شیطان کی پرستش کرتا ہے۔ شیطان کے نام سے یہاں بہت سے معبد ہیں جن میں شیطان سے دعا مانگی جاتی ہے اور اس کے لئے انسانوں کی قربانی کی جاتی ہے۔ انسان کو صندوق میں بند کر کے میدان میں بھوکا پیاسا چھوڑ دیتے ہیں جب وہ مر جاتا ہے۔ تو اس کو چیل، کوّے، گدھ وغیرہ کھا جاتے ہیں۔ اس ملک کی آبادی ۲۵ لاکھ کی ہے۔ اور اس کی وسعت ۱۵ میل مربع ہے

(ماخوذ)

اقتباسات

ایک غلط اصطلاح کا استعمال

اخباروں میں بعض اوقات ایسے ایسے الفاظ رائج ہو جاتے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیونکر بن گئے ہم نے اپنی صحافتی زندگی میں کسی قاعدے یا ضابطے کے ماتحت بیسیوں نئے الفاظ ڈھالے اور چلائے ہوں گے۔ لیکن ہمارے بعض ہم پیشہ بھائیوں نے قاعدے کو بالائے طاق رکھ کر عجیب و غریب الفاظ گھڑ رکھے ہیں۔ ان میں ایک لفظ "اسلامیان" بھی ہے۔ "اسلامیان لاہور کا جلسہ۔ اسلامیان ہند"

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لفظ کس نے سب سے پہلے ایجاد کیا۔ اور اس ایجاد کی مصلحت کیا تھی۔ غالباً ضرورت شعری ہی ہو گی۔ ورنہ نثر میں مسلمین لاہور۔ مؤمنین لاہور۔ مسلمانان لاہور لاہور کے اہل اسلام۔ سب کچھ لکھنے کی گنجائش ہے۔ اور کسی نئے لفظ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ لفظ "اسلامیان" کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔

"اسلامیان" "اسلامی" کی جمع ہے۔ ہم شریعت اسلامی درسگاہ اسلامی۔ تمدن اسلامی۔ آثار اسلامی تو ہمیشہ سنتے رہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں سنا۔ کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو "مسلم" کے بجائے "اسلامی" کہتا ہو۔ کیا آپ نے کبھی کسی کی زبان سے یہ فقرہ سنا ہے کہ "میں اسلامی ہوں۔ جس حالت میں یہ لفظ بصورت واحد گذشتہ چودہ سو سال میں استعمال نہیں ہُوا۔ اور اب بھی ہرگز استعمال نہیں ہوتا۔ تو آج کل اس کی جمع کیونکر درست ہو سکتی ہے۔

اسلام کے مقابلے میں دوسرے مذاہب کے نام ہیں مثلاً مسیحیت، ہندو دھرم، کیا کسی عیسائی نے آج تک یہ کہا ہے کہ میں "مسیحیتی" ہوں۔ یا کوئی ہندو یہ کہتا ہے۔ کہ میں "ہندو دھرمی" ہوں؟ اگر یہ لفظ درست نہیں ہیں۔ تو پھر مسلمان افراد کے لئے "اسلامیان" استعمال کرنا کیونکر درست ہو گیا؟

قرآن مجید تو بڑے زور سے اعلان کرتا ہے۔ کہ ھو سمّٰکم المسلمین۔ لیکن ہم اس کو یوں پڑھنا چاہتے ہیں کہ ھو سمّٰکم الاسلامیین۔ بہتر ہے کہ مسلم اخبارات اس لفظ کو چھوڑ کر اس کی جگہ وہی "مسلمین" اور "مسلمانان" استعمال کیا کریں۔ (انقلاب)

دلچسپ معلومات

لومڑی کی فاقہ کشی

کہا جاتا ہے کہ حیوانوں میں لومڑی سب سے زیادہ دنوں تک بے آب و دانہ رہ سکتی ہے۔ چنانچہ تجربہ سے معلوم ہُوا کہ لومڑی کی فاقہ کشی کی انتہائی مدت دو سال ہے اسی طرح دوسرے جانوروں کے متعلق بھی آزمایا گیا جس سے معلوم ہُوا کہ اگر سینڈا کو ۲ مہینے تک غذا نہ دی جائے تو وہ بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اسی طرح کچھوا بھی چند ہفتوں تک غذا سے بے نیاز رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ م ص

(بقیہ صفحہ ۲)

تفاسیر میں روایت ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کا واقعہ پھیلا۔ تو حضرت ایوبؓ نے اپنی بیوی سے اس واقعہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو انہوں نے کیا لطیف اور پر حکمت جواب دیا۔ اپنے خاوند کو فرماتی ہیں کہ اگر تم صفوانؓ کی جگہ ہوتے تو کیا تم حضرت رسول کریم صلعم کی حرم محترم کے متعلق کسی برے ارادے کا خیال دل میں لا سکتے تھے۔ حضرت ایوبؓ نے جواب دیا کہ نہیں تو اس نے کہا اسی طرح اگر میں عائشہؓ کی جگہ ہوتی تو میں بھی رسول کریم صلعم کی کبھی خیانت نہ کرتی۔ پس عائشہؓ مجھ سے بہتر ہے اور صفوانؓ تم سے بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ ایسی صورت میں عائشہ کس طرح نبی کریم صلعم کی خیانت کر سکتی تھیں اور صفوان کس طرح عائشہؓ کے متعلق کسی برے ارادے کا خیال دل میں لا سکتا تھا۔

تحقیق پھر بھی ضروری ہے باوجود اس کے کہ قرآن شریف ایسے مواقع پر بدظنی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے اور باوجود اس قسم کے حالات میں الزام کو افک مبین قرار دینے کا حکم دیتا ہے لیکن پھر بھی الزام لگانیوالوں کے متعلق یہ حکم نہیں دیتا کہ ان کو محض اس بنا پر سزا دیدو کہ انہوں نے ایک بے بنیاد الزام لگایا ہے بلکہ فرماتا ہے کہ ان کو موقعہ دو کہ اگر وہ اپنے الزام کو سچا ثابت کر سکتے ہیں تو کر لیں۔ چنانچہ آیت افک کے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ لولا جاؤ علیہ باربعۃ شہداء یعنی ان الزام لگانیوالوں نے کیوں اپنے الزام پر چار گواہ پیش نہیں کئے۔ فاذلم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون۔ چونکہ وہ گواہ پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں اس لئے وہ شریعت کے فتویٰ کی رو سے جھوٹے ہونے کی وجہ سے قابل سزا ہیں۔ پس وہ لوگ جو تحقیق کرنے کے ہی مخالف ہیں۔ اس قرآنی ہدایت پر غور فرمائیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اس واقعہ کے متعلق بھی جو بالبداہت باطل تھا۔ اور جس کی تمام بنیاد ہی جھوٹ پر تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس کے جھوٹا ہونے کی اللہ تعالیٰ خود بھی گواہی دے رہا ہے۔ اس کے متعلق بھی یہی فرماتا ہے کہ اگر یہ سچے ہیں تو اپنے الزام کو سچا ثابت کرنے کیلئے چار گواہ پیش کر دیں۔ کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمانوں کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ کسی الزام لگانیوالے کو جھوٹا کہیں یا اسے کسی قسم کی سزا دیں جب تک اسے اپنے الزام کو سچا ثابت کرنے کا موقعہ نہ دے لیں۔ اگر وہ اپنے الزام کو سچا ثابت کر دے تو پھر وہ سچا قرار دیا جائیگا اور بجائے اس کو سزا دینے کے اس شخص کو سزا دیجائیگی جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ دینی انصاف کا تقاضا ہے اور اگر اس ہدایت کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ تو یقیناً دنیا میں اندھیر پڑ جائے۔

مجرد قذف سے قاذف جھوٹا نہیں قرار دیا جا سکتا چنانچہ اسی بنا پر فقہا بھی قاذف کو محض اس کے قذف کی بنا پر جھوٹا نہیں قرار دیتے چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۶ میں صاف لکھا ہے۔ ان القاذف لا یحکم علیہ بالکذب بمجرد قذفہ وانما کان کذالک وجب ان لا ترد شہادتہ بمجرد القذف یعنی قاذف پر محض اس کے قذف کی وجہ سے کاذب ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور جبکہ وہ کاذب نہیں تو اس کی شہادت بھی محض قذف کی وجہ سے رد نہیں کی جا سکتی۔

مفسرین بھی ہر الزام کو افک مبین قرار دینے کے قائل نہیں اگرچہ مندرجہ بالا بیان ہی میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ صرف وہی الزام افک مبین کی تحت میں آتا ہے جس کی بنا محض بدظنی پر ہو اور جو ہر قسم کے ثبوت سے عاری ہو۔ نہ وہ الزام جس کی بنا علم صحیح پر ہو اور جس کے ساتھ ہر قسم کا ثبوت موجود ہو۔ اور جس کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے قرآن شریف کی مقرر کردہ تعداد گواہوں کی بھی موجود ہو۔ چونکہ بعض لوگوں کی تسلی اس وقت تک نہیں ہوتی جبتک کہ گذشتہ علماء کے اقوال بھی پیش نہ کئے جائیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کی تسلی کیلئے ذیل میں میں بعض ایسے اقوال بھی پیش کر دیتا ہوں۔ تفسیر کبیر میں زیر آیت قالوا ھذا افک مبین یہ سوال اٹھایا گیا ہے۔ کہ کیا ہر الزام کو جس کو ایک شخص نہیں جانتا سن کر یہ کہہ دیا کرے کہ یہ افک مبین ہے اس سوال کو لکھکر اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ اول یہ کہ جس الزام کی تائید کسی علامت سے نہ ہوتی ہو۔ ایسے الزام کو بیشک جھوٹا کہدینا چاہئے اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ افک مبین کہنا صرف حضرت عائشہؓ والے واقعہ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہو گا اس جواب پر میں اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ جہاں اس قسم کے حالات ہوں جو حضرت عائشہ کے واقعہ میں تھے۔ وہاں بھی اس حکم کی اتباع کرنی ہوگی۔

قرآن شریف سے اس خیال کی تائید قرآن شریف سے بھی اسی خیال کی ہی تائید ہوتی ہے کہ علم صحیح کی بنا پر اگر الزام بیان کیا جائے تو اسے افک مبین نہیں قرار دیا جا سکتا۔ چنانچہ اس واقعہ کو افک مبین کہنے کی وجہ یہی بیان کی ہے۔ وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم یعنی تم اپنے مونہوں سے ایسی بات نکال رہے تھے جس کا تمکو کوئی صحیح علم نہ تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ علم صحیح کی بنا پر ایسی بات منہ پر لانے والا قابل ملامت نہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

پنجاب کی جنگ سے متعلق مساعی

چندوں کی میزان ۱/۲ ۵۵ لاکھ روپیہ سے زیادہ ہو گئی

اسلحہ کے فیاضانہ عطیات

۱۵ مارچ ۱۹۴۱ء کو جنگی اغراض کے فنڈ اور جنگ سے متعلقہ خیراتی کاموں میں پنجاب کے چندوں کی میزان ۱/۲ ۵۵ لاکھ روپیہ سے زیادہ ہو گئی۔ یہ رقم پنجاب کے ان جنگی چندوں (۵۵۴۳۰۰۰ روپیہ) سے زیادہ ہے جو ۱۹۱۴-۱۸ء کی جنگ میں چار سال کے دوران میں دیئے گئے تھے۔

۱۵ مارچ ۱۹۴۱ء تک پنجاب میں مختلف اقسام کے جنگی قرضوں میں تقریباً ۳۳۳۵۰۰۰۰ روپیہ دیا گیا۔ مارچ کے پہلے نصف حصہ میں جنگی چندوں کی فراہمی میں ضلع منٹگمری باقی تمام اضلاع سے بازی لے گیا۔ نصف حصہ مذکور میں اس نے تقریباً ۴۸۰۰۰ روپیہ جمع کیا۔ اس میں تقریباً تیس ہزار کی وہ رقم شامل ہے جو ملک سے باہر ہندوستانی فوجوں کو آسائش مہیا کرنے کیلئے بھیجی گئی۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر ملتان رہا۔ جہاں تقریباً ۳۸۷۰۰ روپیہ جمع ہوا۔

نصف ماہ زیر تبصرہ میں ان دونوں اضلاع کی خاص کوششوں کی بدولت وہاں تک عرصہ مذکور میں جنگی چندوں کا تعلق ہے۔ ملتان ڈویژن تمام ڈویژنوں میں اول رہی لیکن تدریجی میزانوں کے متعلق انبالہ ڈویژن ابھی تک پیش پیش ہے۔ جہاں اس وقت تک ۱۴ لاکھ روپیہ کے لگ بھگ دیا جا چکا ہے۔

نقد چندوں کے علاوہ پنجاب نے نصف ماہ زیر تبصرہ کے اختتام تک ۷۵ ریوالور اور پستول۔ ۴ رائفلیں ۷ سنگینیں اور ۸ دوربینیں پیش کیں۔

نصف ماہ زیر تبصرہ کے دوران میں پنجاب میں سوک گارڈز کی تعداد ۱۱۷۴ تک پہنچ گئی۔ یہ امر موجب دلچسپی ہے کہ اب اضلاع میں امداد دینے کے لئے سوک گارڈز کی اکثر اوقات خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ کرنال میں پہاگ کے میلہ اور ایک دیہات سعادہ کے میلہ کے موقع پر ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا گیا۔ ایک مجرم کے تعاقب میں مدد دی۔ جو حراست سے بھاگ کر نکل گیا تھا جبکہ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے انہیں ناکہ بندی کا کام سپرد کیا۔ اور ان کے کام سے خوش ہو کر دس سوک گارڈز کو پانچ پانچ روپے بطور انعام دیئے۔

(۱)

ڈلہوزی اور پالم پور جانیوالے دوستوں کیلئے سہولت

ہمارے ایک محترم دوست جو جماعت سے تعلق رکھتے ہیں نے گورداسپور کے سرکاری بنگلہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ جو دوست ڈلہوزی یا پالم پور تشریف لے جائیں ان کے قیام اور طعام کا بہترین انتظام نہایت واجبی خرچ پر ہو سکتا ہے۔ اگر ضرورت ہو۔ تو دوست ضرور وہاں قیام فرمائیں۔

مدیر

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ منگل دیال سنگھ ولد سندر سنگھ ذات بیانہ سکنہ نوشہرہ بیاور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم ۵/۴/۴۱ مقرر کیا ہے لہذا مہاجن مذکور کے علاوہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۳/۴/۴۱

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

تمام احمدی دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس سال کے تبلیغی پروگرام سے متعلقہ تبلیغی رپورٹیں باقاعدہ مرکز میں بھجوائیں

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

جو لوگ موجودہ جنگ میں بطور مصافی خدمات انجام دیں گے ان کے ساتھ حکومت پنجاب کے ماتحت صوبائی اور ماتحت طبی ملازمتوں میں بھرتی کی اغراض کے لئے ترجیحی سلوک کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں حکومت نے مندرجہ ذیل فیصلے کئے ہیں:-

(۱) صرف ایسے میڈیکل اشخاص پنجاب سول میڈیکل سروس میں مستقل طور پر بھرتی کئے جائیں گے جو بوقت ضرورت فوجی ڈیوٹی کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہیں اس کے متعلق حکومت پنجاب کو ایک وعدہ دینا پڑے گا۔ حکومت مذکور کو کسی شخص سے اس وعدہ کے پورا کرانے کے متعلق اختیارات حاصل ہوں گے۔

(۲) پنجاب سول میڈیکل سروس کے وہ امیدوار جو یہ وعدہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ عارضی طور پر اور صرف جنگ کی مدت کے دوران کے لئے ملازم رکھے جائیں گے اور جب جنگ ختم ہو جائیگی تو انہیں ڈسچارج کیا جا سکتا ہے۔

(۳) جنگ کے بعد حکومت نئی بھرتی کرے گی اور اس میں ان مستند میڈیکل اشخاص کو ترجیح دی جائے گی جنہوں نے انڈین میڈیکل سروس یا انڈین میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں ایمرجنسی کمشنوں میں قابل تعریف خدمات انجام دی ہوں۔ یا فوج میں بطور مصافی کام کیا ہو۔ اور جیسا کہ اس سے پہلے اعلان کیا جا چکا ہے۔ ان پر عمر کے متعلق بندش عائد نہیں کی جائیگی۔ اگر ضرورت ہوئی تو ان ریٹائرڈ افسران کو جو جسمانی لحاظ سے ٹھیک ہوں۔ ہنگامی حالات میں عارضی حیثیت سے پنجاب سول میڈیکل سروس اور پنجاب سبارڈینیٹ میڈیکل سروس میں مقرر کیا جائیگا۔

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

گورنمنٹ انڈسٹریل سکول میں کپڑے کے کام سے متعلقہ شعبہ میں ٹریننگ کیلئے محکمہ صنعت و حرفت پنجاب کی طرف سے دیہاتی علاقوں کے لڑکوں کو سات سات روپیہ ماہوار کی مالیت کے دس وظیفے دیئے جائیں گے۔ ان وظیفوں کی میعاد سال میں دس ماہ سے زیادہ نہیں ہوگی۔

داخلہ کی تاریخ ۳۱ مئی ۱۹۴۱ء ہے لیکن مکمل نصاب سے استفادہ کرنے کی غرض سے درخواستیں ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ انڈسٹریل سکول قصور کے پاس ۳۱ اپریل ۱۹۴۱ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

(لاہور مورخہ ۲ اپریل ۱۹۴۱ء)

پنجاب کی جنگی مساعی

گرانقدر چندوں کیلئے جناب وائسرائے بہادر کی طرف سے مبارکباد

ہز ایکسیلنسی جناب گورنر بہادر پنجاب کو ہز ایکسیلنسی جناب صاحب وائسرائے بہادر کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا ہے جس میں حضور ممدوح نے پنجاب کے باشندوں کو صوبہ کے جنگی فنڈ کی رقم نصف کروڑ روپیہ سے تجاوز کر جانے پر دلی مبارکباد دی ہے۔ مزید براں ہز ایکسیلنسی وائسرائے بہادر فرماتے ہیں کہ "ہندوستان کی جنگی مساعی کے سلسلہ میں اس گرانقدر رقم سے پنجاب نے اپنے اس عزم کا تازہ اور عینی ثبوت مہیا کیا ہے کہ وہ ان کوششوں میں اپنی روایات کے شایان شان حصہ لیگا۔ (لاہور مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۱ء)

رفتار عالم

—— لندن ۵ اپریل۔ جرمنوں نے یوگوسلاویہ کے خلاف دوبارہ انتہائی شدت سے پراپیگنڈہ شروع کر دیا ہے کل جرمنی کے دفتر خارجہ میں یہ بیان کیا گیا کہ جرمنی اور یوگوسلاویہ کے ڈپلومیٹک تعلقات عملی طور پر منقطع ہو گئے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ دونوں ممالک کے تعلقات ایسے ہیں کہ اس سے بدتر ہو نہیں سکتے۔ اور یہ بھی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرمنی کے موٹرڈ ڈویژن رومانیہ، بلغاریہ اور ہنگری کے راستے یوگوسلاویہ کی جانب مارچ کر رہے ہیں۔

—— لندن ۵ اپریل۔ کل روم میں ایک اطالوی لیڈر نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا کہ یوگوسلاویہ کے متعلق اٹلی جرمنی کی پالیسی پر عمل کریگا۔ مگر اخبار میسی جیرو نے لکھا ہے کہ اٹلی کی یہ خواہش ہے کہ جنگ ٹل جائے۔

—— سنگاپور ۵ اپریل۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ کل سنگاپور کے نواح میں ایک سرنگ سے ٹکرا کر ہوائی جہاز ڈوب گیا [illegible] کرنے کی غرض سے آج برطانوی جہاز "بفیلو" جا رہا تھا کہ ایک سرنگ سے ٹکرا گیا۔ جس سے زوردار دھماکا ہوا اور جہاز ڈوب گیا کئی اشخاص ہلاک اور زخمی ہوئے۔

—— واشنگٹن ۵ اپریل۔ واشنگٹن کے سیاسی حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ امریکن جہاز برطانیہ کیلئے جنگی سامان بحر احمر تک لایا کریں اور یہ اس صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔ اگر برطانوی فوجیں اٹریا کی جنگ فتح کر سکیں۔ کیونکہ تب پریذیڈنٹ روزویلٹ کو کانگرس سے اس بات کی اجازت لینے میں آسانی ہو جائے گی۔

—— لندن ۵ اپریل۔ ڈیلی ایکسپریس کے نامہ نگار کو اطلاع ملی ہے کہ دمشق گورنمنٹ نے کرنل بودریج کو بطور سپیشل ایلچی ترکی بھیجا۔ اور اس نے ترکوں کو فرانسیسی شام کی پیشکش کی۔ بشرطیکہ ترک بلقان کی کسی جنگ میں دخل نہ دیں۔ ترکوں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ ایک ہفتہ انقرہ رہنے کے بعد کرنل بودریج بذریعہ ہوائی جہاز شام کے رستے فرانس چلا گیا ہے معلوم ہوا ہے کہ اس پیشکش کی پشت پر جرمنوں کا ہاتھ ہے۔

—— دمشق ۴ اپریل۔ بیروت سے دمشق گورنمنٹ کو اطلاع ملی ہے کہ خالد بے... شام کی نئی گورنمنٹ کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا ہے اور عبدالعزیز جمہوریت کا پریذیڈنٹ۔ اور میولس بوم سکرٹری آف سٹیٹ مستعفی ہو گئے ہیں جنرل آرلیو سے عارضی طور پر پریذیڈنٹ و سیکرٹری آف سٹیٹ کے فرائض سرانجام دیں گے۔

—— **لندن** ۶ اپریل۔ آج صبح ہر ہٹلر نے جو اعلان جاری کیا ہے اس کے سلسلہ میں اطلاع وصول ہوئی ہے کہ آج صبح کے ½ ۵ بجے جرمنی نے یوگوسلاویہ اور یونان پر بیک وقت حملہ بول دیا۔ یونانی فوجیں دھڑا دھڑ یوگوسلاویہ اور یونان کے علاقوں میں داخل ہو رہی ہیں۔

—— نیویارک ۵ اپریل۔ برطانیہ کو آسٹریلیا اور افریقہ کے ساتھ ہوائی آمدورفت کا سلسلہ جاری رکھنے کی غرض سے حکومت امریکہ نے اپنے بڑے تجارتی ہوائی جہاز حاصل کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ یہ ہوائی جہاز پرواز کے علاوہ سمندر میں بھی تیر سکتے ہیں۔

—— لندن ۵ اپریل۔ مشرقی افریقہ سے اطالویوں کو ایسی شکستیں ہو رہی ہیں کہ اب غالباً اطالوی فوجیں وہاں ٹھہر نہیں سکیں گی۔ ادیس ابابا کے متعلق جو اطلاعات ملی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ اطالوی فوجیں وہاں برطانوی فوجوں کا دل سے مقابلہ نہیں کریں گی۔ اگرچہ اطالویوں کا تمام رخ ادیس ابابا کی طرف ہے۔ پھر بھی یقین کامل ہے کہ یہ شہر فتح ہوئے بغیر نہیں رہ سکیگا۔

—— لندن ۵ اپریل۔ چند روز پیشتر سکاٹ لینڈ میں برفباری کا شدید طوفان آیا تھا جس کی وجہ سے کئی ٹرینیں کئی دن تک برف میں پھنسی رہیں اور کئی ایک مسافر مصیبت میں مبتلا رہے۔

—— بغداد ۵ اپریل۔ آج عراق کے جدید ڈکٹیٹر راشد علی نے اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کی۔ آپ نے کہا کہ عراق بین الاقوامی معاہدات پر قائم رہے گا۔ اور حکومت عراق نے تیل کے چشموں کے متعلق برطانیہ سے جو عہد نامہ کر رکھا ہے۔ اس کی بھی پابندی کی جائیگی لندن کے سرکاری حلقے عراق کے انقلاب پر خاص طور پر متوجہ ہیں ان کا خیال ہے کہ عراق کی جدید حکومت آئینی نہیں وہ اس امر کے منتظر ہیں کہ عراق میں کوئی آئینی حکومت قائم ہو جائے۔

—— لندن ۵ اپریل۔ ہوائی وزارت کے ایک اعلان سے پتہ چلتا ہے کہ کل برطانیہ میں ایک طیارہ گرا لیا گیا۔ مگر خبر رساں ایجنسیوں کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک اور جرمن طیارہ بھی گرا لیا گیا ہے۔ کل جن جرمن طیاروں کے برسٹل پر بمباری کی اطلاع ملی ہے کہ اس شہر پر کئی گھنٹوں تک بمباری ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے متعدد عمارتیں برباد ہو گئیں۔ سکاٹ لینڈ کے ایک اور شہر پر بھی بمباری ہوئی۔ جس کی وجہ سے ریڈ کراس سوسائٹی کے ۹ م ۱۔ ارکان ہلاک ہوئے۔

—— لاہور ۵ اپریل۔ پنجاب کے نئے گورنر سر برٹرانڈ گلینسی اور لیڈی گلینسی ۷ اپریل کو صبح آٹھ بجے لاہور میں تشریف فرما ہوں گے لاہور ریلوے سٹیشن کے خاص پلیٹ فارم پر آنریبل وزیر اعظم، چیف سیکرٹری، گورنر بہادر کے سیکرٹری، گورنر بہادر کے ملٹری سیکرٹری آپ کا خیر مقدم کریں گے۔ نئے گورنر افسروں کو شرف ملاقات بخشنے کے بعد گارڈ آف آنر کا معائنہ فرمائینگے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

—— دہلی ۵ اپریل۔ حیدر آباد کی جنگی کمیٹی نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے جنگی فنڈ میں مفصلہ ذیل رقوم بھیجی ہیں۔ سمندر پار فوجوں کو تمباکو مہیا کرنے کیلئے پچاس پونڈ۔ یونان میں جنگی مقاصد کیلئے ایک ہزار پونڈ اور ایک ہزار پونڈ انگلستان میں ہوائی حملوں سے حفاظتی تدابیر کے لئے لارڈ میئر فنڈ میں دیئے ہیں۔

—— کراچی ۵ اپریل۔ سندھ اسمبلی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے خان بہادر اللہ بخش نے کہا کہ حکومت سندھ، حکومت ہند کی ہدایت کے مطابق ایک ایسی سڑک بنا رہی ہے جو سندھ کو بلوچستان اور پنجاب سے ملا دے گی۔ سندھ میں اس سڑک کا طول ۱۵۰ میل ہوگا۔

—— نارائن گنج ۵ اپریل۔ ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ تھانہ مالے پور ضلع ڈھاکہ کے ۵ دیہات میں بہت سے مکان جلا دیئے گئے ہیں اور لوٹ لئے گئے ہیں۔ نقصان کا اندازہ کئی لاکھ روپیہ کا لگایا جاتا ہے۔

پیغام صلح
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف بی اے قادیانی
جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے
طلباء سے
سالانہ چار روپے
ممالک غیر سے
سالانہ پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ ۱۲ اپریل ۱۹۴۱ء — نمبر ۲۲

چار مبارک و پُر مسرت تقریبات

ذیل میں نہایت ہی مبارک اور پر مسرت تقریبات کی کیفیت درج ہے۔ امید ہے سب احباب سلسلہ اس کیفیت کو نہایت خوشی سے مطالعہ فرمائیں گے:۔

۱۔ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۱ء کو شام کے ۵ بجے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا نکاح جناب شیخ اعجاز الٰہی صاحب سالٹ سپرنٹنڈنٹ ولد جناب ملک کرم الٰہی صاحب کے ساتھ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے دس ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا اور حضرت مولانا مذکور نے ایک نہایت ہی لطیف اور بصیرت افروز خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔ اس تقریب پر لاہور کے مسلمان عمائد مثلاً جناب سر سکندر حیات خاں صاحب وزیر اعظم پنجاب، جناب آنریبل میاں عبدالحی صاحب وزیر تعلیم، سر خضر حیات خاں صاحب وغیرہ اور جماعت کے اکابر جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، حضرت مولانا عزیز بخش صاحب، جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب، جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی، جناب نصیر احمد صاحب فاروقی نے بھی شمولیت فرمائی۔ نکاح کے بعد تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ الحمد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہایت وسیع پیمانے پر دعوت طعام دی۔

۲۔ ۸ اپریل ۱۹۴۱ء بروز منگل محمودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا نکاح پانچ ہزار روپے مہر معجل پر شیخ محمود احمد صاحب ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم سیالکوٹی کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا۔ اور اس کے بعد رخصتانہ عمل میں آیا۔ اس تقریب میں بزرگان سلسلہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب، جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب، جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور دیگر احباب سلسلہ نے بھی شرکت فرمائی۔

۳۔ ۱۰ اپریل ۱۹۴۱ء بروز جمعرات حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی . . . صاحبزادی طاہرہ سلطان صاحبہ کی شادی رخصتانہ عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر چیفس کالج کے ساتھ انجام پائی۔ نکاح اس سے قبل پانچ ہزار روپے مہر معجل پر ہو چکا تھا۔ برات تقریباً ۹ بجے رات حضرت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی واقعہ اچھرہ مسلم ٹاؤن میں پہنچی۔ براتیوں میں عزیز و اقارب کے علاوہ چیفس کالج کے اساتذہ اور طلبا بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے مکان پر بزرگان سلسلہ اور شہر کے اکابر کثیر تعداد میں استقبال کیلئے موجود تھے نشست اور طعام کا نہایت صاف ستھرا اور معقول انتظام تھا۔

۴۔ ۸ اپریل ۱۹۴۱ء بروز منگل رشیدہ بیگم صاحبہ بنت شیخ نور احمد صاحب پلیڈر مرحوم کا نکاح پانچ ہزار روپے مہر معجل پر شیخ غلام احمد صاحب ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم سیالکوٹی کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا۔ —— ہم ان تقریبات سعید پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، جناب ملک کرم الٰہی صاحب جناب شیخ محمود احمد صاحب، جناب پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب، جناب شیخ غلام احمد صاحب کو ادارہ پیغام صلح کی طرف سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو فریقین کیلئے باعث برکت بنائے اور احمدیت اور سلسلہ کیلئے موجب تقویت۔ آمین ثم آمین

صبح کی سیر

امسال تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی قابل تقلید کوشش

(از جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ کلکتہ)

رات بھر سونے کے بعد جب انسان صبح سویرے اٹھتا ہے تو جسم کو آرام، طبیعت میں سکون اور مزاج میں شگفتگی پاتا ہے۔ ایسے وقت میں نماز پڑھنے میں بھی حضوری قلب حاصل ہوتی ہے اور قرآن شریف پڑھنے میں بھی توجہ ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ انہی وجوہات سے صبح کی سیر میں بھی لطف آتا ہے۔ اور سیر کے دوران میں اگر کوئی دوست یا واقف مل جائے تو اس سے علیک سلیک اور بات چیت کرنے میں بھی کوئی رکاوٹ یا عذر محسوس نہیں ہوتا۔

ہمارے گھر کے پاس ایک پارک نما باغ ہے۔ پبلک جگہ ہے ہر کوئی صبح سویرے سیر کرنے آتا ہے۔ اگر انسان علم قیافہ یا سائیکالوجی میں ماہر ہو تو قسم قسم کے چہروں اور ان چہروں کے مالکوں کی حرکات دیکھ دیکھ کر اپنی سیر کو اور بھی زیادہ دلچسپ بنا سکتا ہے۔

سیر کرتے ہوئے آگے بڑھیں تو ایک خوبصورت سا شیڈ اچھی ہوئی جگہ بنی ہوئی ہے۔ اس میں ایک عالم مولوی صاحب صبح کے وقت درس قرآن دیتے ہیں۔ مگر اس درس قرآن میں بھی مد و جزر ہیں۔ پہلے ایک اور عالم دراز ریش مولوی صاحب یہاں کی ایک اسلامی انجمن نے بلائے تھے ان کو تنخواہ بھی دیتے تھے۔ انہوں نے درس قرآن میں کہیں جوش میں آکر ایک مسلمان لیڈر پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اس پر ایک شریف مسلمان نے انہیں ٹوکا کہ آپ قرآن لوگوں کو سنایئے۔ دوسروں کی عیب جوئی نہ کیجئے۔ اس پر جو تو تو میں میں شروع ہوئی تو مولوی صاحب نے غصے میں آ ان کر ان حضرات کو گرا کر ان کی چھاتی پر بیٹھ کر ان کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ وہ تو کہو دیگر حاضرین مجلس نے بیچ میں پڑ کر ان کو کھینچ کر الگ کیا۔ ورنہ ایک بیگناہ جان سے مارا گیا ہوتا۔ معاملہ پولیس میں پہنچا اور وہاں سے عدالت میں اور درس قرآن آیا گیا ہوا۔ اس کے بعد اس اسلامی انجمن نے رحم کا فعل ۔ ۔ ۔ واقعی قابل تعریف ہے) ایک اور عالم بوڑھے مولوی صاحب سے گفت و شنید شروع کی اور پچاس روپے ماہوار پر انہیں راضی کر لیا۔ کام سب ملا کر روزانہ دو گھنٹے کا یعنی نمازوں کی امامت، درس قرآن، درس حدیث طلباء کے لئے۔ اور کبھی کبھی مختلف جگہوں پر لیکچر وغیرہ۔ مگر کلکتہ آنے سے پہلے کسی نے مولوی صاحب کو بہکا دیا کہ کلکتہ بہت امیر شہر ہے اور اس انجمن میں بڑے متمول مسلمان دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ آپ نے کیا غضب کیا کہ پچاس روپے ماہوار پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ مولوی صاحب پھر گئے اور سو روپے ماہوار کا مطالبہ پیش کر دیا۔ چاروناچار انجمن نے یہ بھی منظور کر لیا۔ خیر مولوی صاحب آئے اور درس قرآن پھر جاری ہو گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ عام مولویوں کے اعتبار سے یہ عالم ہیں۔ میں نے بھی ان کے لیکچر سنے ہیں۔ اچھا بولتے ہیں۔ مگر شومئی قسمت سے چھ ماہ بعد انجمن کا وہ روپیہ جو مولوی صاحب کی تنخواہ کے لئے جمع کیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ باوجودیکہ انجمن نے مولوی صاحب کو یقین دلایا کہ آپ کا حساب بیباق کر دیا جائیگا بے فکر رہیں۔ مگر وہ نہ مانے پھر گھر جا بیٹھے۔ اب خدا خدا کرکے پھر چندہ جمع ہوا ہے۔ تو مولوی صاحب پھر آن براجے ہیں۔ چند دن ہوئے آپ نے درس قرآن میں آج کل دنیا کی ابتر حالت پر تبصرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بس حضرت امام (مہدی) صاحب کے آنے کی دیر ہے۔ اور سب معاملات سلجھ جائیں گے۔ بس مسلمان تلواریں نکال نکال کر ساتھ ہو لیں گے اور دنیا ہماری ہے۔ مگر مولوی صاحب پرانی لکیر کے فقیر معلوم دیتے ہیں۔ اور موجودہ جنگ کی خبریں غور سے نہیں پڑھتے۔ ورنہ اتنی اختراع تو کرتے کہ امام مہدی صاحب جب آئیں گے تو ان کے ساتھ جنگی ہوائی جہازوں کا ایک بیڑہ، ٹینکوں اور مشین گنوں کا کافی سامان ہوگا۔ کیونکہ ان کے بغیر آج کل کی جنگیں نہیں لڑی جا سکتیں۔ فتح تو درکنار رہی۔ لطف یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس تلواریں بھی تو نہیں ہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

میں نے بھی سوچا کہ صبح کی سیر سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔ جہاں ہر قسم کے لوگ آتے ہوں۔ وہاں ٹریکٹ بانٹنے کا بھی بہت عمدہ موقع ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ لوگ بات چیت کرنے اور ٹریکٹ لینے پر تیار بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ پتلون کی جیبوں میں ایک ایک، دو دو کاپیاں "دعوت عمل" (اردو، انگریزی اور بنگالی تینوں قسم کی) اور "اسلام اور موجودہ جنگ" (اردو و انگریزی) کی ڈال کر ہم بھی چل پڑتے ہیں۔ بنگال میں "خان بہادر" بہت ہیں اور ہمارے بھی بہت سے ان میں سے دوست ہیں اور اسی علاقے میں رہتے ہیں اور سیر کو بھی اکثر آتے ہیں۔ بس پھر کیا ہے۔ جہاں کوئی حضرت سامنے سے آتے نظر آئے۔ ہم نے اپنی باکسیں ٹٹولنی شروع کیں۔ اور پاس آتے ہی "آہاہ حضرت السلام علیکم۔ مزاج شریف"۔ انہوں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ ہم نے آہستہ سے ٹریکٹ نکال کر پہلے ہی ہاتھوں میں لے لئے تھے۔ ذرا انداز دلربائی سے ان کو الٹنا پلٹنا اور دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ خود ہی بولے "یہ کیا ہے"۔ ہم تو اس موقع کے انتظار میں پہلے سے ہی تھے۔ جھٹ ٹریکٹ ان کے ہاتھ میں دیدیئے۔ انہوں نے بھی الٹ پلٹ کر دیکھا۔ ہم نے بڑی خوشی اور سخاوت برتتے ہوئے کہدیا۔ اگر آپ چاہیں تو بیشک لے سکتے ہیں ان کی قیمت آپ سے نہیں لی جائے گی۔ غرضیکہ انشاء ان پر احسان کرکے "شکریہ بہت مہربانی"۔ "تھینک یو" کہلوا کر آداب عرض کرکے رخصت ہوئے۔ اس کا اچھا اثر بھی خدا کے فضل سے کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ ایک معمر خان بہادر صاحب جو کہ بڑی اچھی پوزیشن رکھتے ہیں۔ پھر جب دوسری دفعہ ملے تو خود ہی کہنے لگے "بھئی ہم نے "دعوت عمل" بنگالی کو پڑھا ہے۔ ہمیں اب معلوم ہوا کہ لاہور کی جماعت کے عقائد قادیانی جماعت سے مختلف ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مغفور بھی اپنے لیکچروں میں یہی فرمایا کرتے تھے۔ اس دفعہ میں نے انہیں "اسلام اور موجودہ جنگ" کا ٹریکٹ دیا۔ آپ کو وہ شوق سے پڑھنے کو لیکے۔ جب ان سے رخصت ہوا تو دل میں خیال آیا کہ میاں محمود احمد صاحب نے اپنے باپ کے مقدس مشن اور اس قدر محنت اور مصیبتوں سے بنائی ہوئی جماعت پر کتنا ظلم عظیم کیا ہے۔ سارا بنا بنایا کھیل گویا بگاڑ دیا۔ اور اب ہم لوگوں کو عمارت از سر نو بنیاد ہی سے اٹھانی پڑ رہی ہے۔ اور لوگوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک وقت آہ درد اٹھتی ہے کہ خدایا آخر یہ تیرے مامور کی بنا کردہ جماعت تھی۔ اس کی یہ کیا حالت ہو گئی۔ تو ہی انصاف کر۔ اور فیصلہ فرما کہ حق اور باطل میں تمیز ہو۔

ایک اور عوام الناس بھی اس سلسلے کی طرف مائل ہوں۔ اس سلسلے میں ایک ۔۔۔ غیر احمدی سے جو بات چیت ہوئی۔ وہ بھی قابل غور ہے۔ حضرت میاں محمود احمد صاحب کے دور کے رشتہ داروں میں سے بھی ہیں۔ ان کو بھی دوران سیر میں میں نے چند ایک ٹریکٹ دیئے۔ اس وقت تو لے گئے۔ چند دنوں بعد جب پھر ملاقات ہوئی تو میں نے ۔۔۔ کہ حضرت کیا وہ ٹریکٹ پڑھے تھے؟ کہنے لگے "اجی صاحب مجھ پر ان باتوں کا اثر نہیں ہو سکتا۔ میری آنکھوں پر تو عینک (اپنے منہ سے آپ کی عینک ہو) میں نے مرزا صاحب کو دیکھا ہے اور ان کے پاس بیٹھا ہوں۔ مجھ پر ان کا اثر نہیں ہو سکتا"۔ میں نے نرمی سے پوچھا۔ "آخر آپ نے وہ کیا باتیں ان میں دیکھیں جو کہ آپ کو معیوب نظر آئیں؟" وہ بولے "معاف فرمایئے گا۔ آپ کو برا لگے گا۔ مگر اول تو مرزا صاحب کی تحریروں میں تضاد ہے کہیں اپنے آپ کو نبی لکھتے ہیں اور کہیں صرف مجدد۔ اب کہہ لیجئے ان کے اسی طرح ایسا کہتے ہیں"۔ میں نے عرض کی "یہ آپ کا فرمانا بجا ہے کہ ان کے بیٹے نے یعنی ان کو وہ درجہ نبوت دیا ہے جو خود ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ وہ شروع سے لیکر آخر تک اپنے آپ کو ایک شارع مسلمان۔ نبی کریم صلعم کو اپنا پیشوا و امام اور قرآن کریم کو ایک جامع اور کامل الہٰی کلام سمجھتے رہے۔ یہ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے کہ تجدید دین کریں اور جو دعوے بھی انہوں نے کئے وہ خدا کے حکم سے کئے۔ اور وہ کوئی بھی نص قرآنی و احادیث صحیحہ کے خلاف نہیں تھے بلکہ ان کے عین مطابق تھے آپ ان کی تصنیف پڑھ کر دیکھ لیجئے میرے پاس حضرت مرزا صاحب کی سوانح عمری "مجدد اعظم" موجود ہے۔ وہی پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ جو میں کہہ رہا ہوں درست ہے۔ نبوت کے متعلق وہ خود فرما گئے نبی کریمؐ کی شان میں ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام ✦ ہر نبوت را بروشد اختتام

وہ بولے "مگر صاحب میں نے خود دیکھا ہے وہ بڑے مرغن اور پر تکلف کھانے کھاتے تھے اور اچھا لباس پہنتے تھے اور آرام و آسائش سے رہتے تھے۔ جو لوگ اولیاء اللہ اور ریاضت کرنیوالے ہوتے ہیں وہ اس طرح نہیں رہتے"۔ میں نے عرض کی "حضرت، مرزا صاحب کی سادگی اور دیانتداری کو آپ نے بھلا کیا دیکھا ہوگا۔ آپ نے تو ایک وقت ایک ان کی زندگی کی جھلک دیکھی۔ اور دل میں کیونکہ نفرت پہلے سے تھی۔ اس کا نتیجہ بھی غلط ہی نکال لیا۔ اولیاء اللہ اور مجددین میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا درجہ ہے۔ آپ بڑے تاجر بھی تھے۔ لباس فاخرہ پہنتے تھے اور کھانا بھی اچھا کھاتے تھے۔ اب بتایئے خدا تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔ اگر انسان اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اظہار تشکر کے طور پر استعمال کرے تو اس میں کیا حرج ہے۔ دوسرے حضرت مرزا صاحب کی غذا کی بہت سادہ تھی۔ مگر یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ مہمان نوازی بھی ایک اچھی امر ہے حضرت صاحب کے پاس ہر وقت مہمان آتے رہتے تھے۔ ان کی خاطر کیلئے اگر ایک سے دو سالن پکوا لئے گئے اور ذرا ضرورت سے زیادہ مرغن نظر آنے لگے اور حضرت صاحب نے اپنے مہمانوں کی خاطر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیا تو کون سا قصور ہو گیا آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو پکڑے بیٹھے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ اگر وہ دنیادار اور مطلب پرست آدمی ہوتے تو اپنے لئے کچھ جائداد پیدا کرتے۔ نہ کہ اپنی پاکٹ سے خرچ کرتے رہے اور الٹا کفر کے فتوے اور تکلیفیں جھیلیں۔ آخر یہ کیوں کیا اس لئے کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ عیسائیوں۔ آریوں کا منہ بند ہو جائے اور مسلمان بیرون اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں۔ فرمایئے"۔ وہ بولے "خیر یہ تو بات ہوئی۔ مگر آپ بھی سیر کو آتے ہیں اور میں بھی۔ اس وقت اور اس مقام پر لمبی بحث تو نہیں ہو سکتی"۔ مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ ان تھوڑی سی ہی باتوں سے ان کے اعتراض کا جواب دیئے جانے سے ان کا منہ بند ہو چکا تھا۔ ان کے پاس اور کچھ حربہ نہ تھا۔ ہاں تعصب کی عینک ان کی آنکھوں پر ضرور لگی ہوئی تھی۔

خیر یہ تو ہوا ان لوگوں سے معاملہ جن سے روشناسائی ہوتی ہے بعض وقت قیافے سے انسان جانچ جاتا ہے کہ ایک شخص سعید الفطرت معلوم ہوتا ہے اس کو ٹریکٹ دینا مفید ہوگا۔ مگر اسکو فوراً ٹھہرا کر ٹریکٹ نکال کر دیدینا بھی مناسب نہیں ہوتا۔ اس لئے پہلے ایک دو دن تو صرف مسکرانا اور سلام علیک کر دینے پر ہی اکتفا کرنی ہوتی ہے اور جب رسم و راہ ذرا بڑھ جائے تو اور پیرا اسی طریقے سے ٹریکٹ پیش کر دیا جاتا ہے"۔ ایک دفعہ ایک حضرت کو جن کو میں بنگالی سمجھتا تھا میں نے اسی طرح ٹریکٹ بنگلہ والا دو تم پڑھو۔ اگر بنگالی والی "دعوت عمل" دی۔ اس پر وہ بولے۔ مجھے تو بنگالی آتی نہیں۔ میں تو بہاری ہوں۔ میں نے کہا "بسم اللہ۔ اردو والی نہ صرف "دعوت عمل" بلکہ "اسلام اور موجودہ جنگ" بھی حوالے کر دی۔ اور وہ شکریہ کے ساتھ لیکر چلے گئے۔ یہ سب داستان میں نے اس لئے لکھی ہے کہ ہماری احمدیہ انجمن ۔ ۔ ۔ اشاعت اسلام اور اس کے ممبروں کے کندھوں پر ایک بڑا بوجھ اور ذمہ داری ہے۔ جو کہ محض فضل ربی کے ساتھ ہی اٹھائی جا سکتی ہے۔ مگر یہ کیا کم فخر کا مقام ہے کہ تمام دنیا میں سے اس اللہ نے آپ کو خدمت دین ...

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۲۲

مہذب اقوام کا فوجی اخلاق

خداوند تعالیٰ کا اٹل قانون ہی دنیا میں امن قائم کریگا

مہذب اقوام اور جنگ

موجودہ جنگ کو شروع ہوئے عرصہ گذر چکا ہے اور یہ جنگ ایسی اقوام کے درمیان ہو رہی ہے جو دنیا میں مہذب اور متمدن اقوام کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن تہذیب و تمدن ان اقوام کو جنگ کے مہلک اور تباہ کن اثرات سے بچا نہیں سکتے۔ قومیت اور رنگ و نسل کے تصورات جن پر مغربی تہذیب و تمدن کی عمارت کھڑی ہے۔ یہی تصورات موجودہ جنگ کے سب سے بڑے عناصر ہیں۔ جرمنی قوم کے نسلی تفوق اور فوجی احساس نے اس جنگ کو برپا کیا ہے۔ اس قوم کے تشدد اور ہوس ملک گیری نے تمام دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈال دیا ہے اور یورپ کی وہ اقوام جنہیں اپنے کلچر اور علم و فضل پر فخر ہے۔ اور جنہیں یہ احساس ہے کہ وہ اپنی اخلاقی خصوصیات کی وجہ سے دنیا کی دیگر اقوام سے افضل ہیں آج وہ اقوام اخلاق سے بالکل عاری ہو چکی ہیں اور پھر جنگ کی حالت میں تو وہ اخلاق کو بالکل ہی خیرباد کہہ رہی ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے ہاں جنگی اخلاق بالکل مفقود ہے کیونکہ ان کا جنگی تصور اسلام کی طرح الٰہی نہیں۔ بلکہ مادی اور خالص دنیوی ہے۔ اس لئے اس تصور میں اخلاقی معائب کا پیدا ہونا نہایت ضروری ہے۔ آج یورپ میں بجائے سنہری عافیت کے دہشت اور خوف ہے۔ بجائے ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ کے ایک دوسرے کے حقوق کو روز روشن میں پامال کیا جا رہا ہے۔ علم، رواداری اور اعتدال کا نام مٹایا جا رہا ہے اور بغض و عناد کی فراوانی سے عدل و انصاف کرنیوالوں کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں۔ اور یورپ کے اندر کوئی اخلاقی تحریک ایسی نہیں جو وہاں اخلاقی توازن قائم رکھ سکے اور فسطائیت کے خون آشام پیکروں کو ظلم و عدوان سے روک سکے۔

اسلام اور فرمان عدل

یہ تو دنیا میں صرف اسلام ہی ہے جس نے حکم دیا ہے یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے حقوق کی حفاظت کرنیوالے، انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

اسلامی اخلاق اور موجودہ جنگ کی تباہ کاریاں

یہی اسلام کی اخلاقی قوت، یورپ کی جنگجو اقوام کے اندر ایک اخلاقی توازن قائم کر سکتی ہے کیونکہ یہی اخلاقی اور روحانی قوت ہے جس نے مشرق میں فاتح اور فوجی اقوام کے اندر ایک اخلاقی توازن قائم کیا تھا۔ چنانچہ عربوں کی فوجی تاریخ اس پر ایک زبردست شہادت ہے اور مسلمان ترکوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں جو اخلاقی ضبط کا ثبوت دیا وہ اسلامی تربیت کا ہی نتیجہ ہے۔ یورپ کی مہذب اقوام جنگ کے وقت اخلاق پر قائم نہیں رہ سکتیں۔ اب موجودہ جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ انسانوں سے بھرے ہوئے جہازوں کو جرمن لوگ نہایت بیدردی سے غرق کر رہے ہیں۔ ہوائی جہازوں، گیسوں اور دیگر آلات حرب نے انسانی زندگی کو مخدوش اور اجیرن کر رکھا ہے۔ لوگوں کو ہر طرف تباہی اور بربادی نظر آ رہی ہے۔ دماغ اور اعصاب پر اتنا بوجھ ہے کہ الحفیظ والامان! سارا یورپ ایک دہکتے ہوئے آگ کے گڑھے پر کھڑا ہے۔ جسمانی اور دماغی قوتیں غلط طریقہ پر خرچ ہو رہی ہیں اور تباہی کو قریب کر رہی ہیں اور وہ قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بقا کیلئے عنایت فرمائی ہیں۔ وہ تباہی اور خرابی پر صرف ہو رہی ہیں۔

دجالی قوتوں کا استعمال

محض اپنے مفاد کی خاطر جھوٹا پروپیگنڈہ کرکے اور غلط بیانیوں سے کام لیکر دوسری قوم کو صفحہ ہستی سے نابید کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جرمنی نے آزاد ممالک، پولینڈ، آسٹریا، ناروے، ہالینڈ، بلجیم اور فرانس کی آزادی کا گلا گھونٹا اور آج اپنے ہتھیاروں سے یوگوسلافیہ کو تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ خیر **یوگوسلافیہ** کے خلاف تو اعلان جنگ بھی کیا گیا۔ مگر **یونان** پر بغیر اعلان جنگ کے ہی چڑھائی کر دی گئی ہے۔ اور اس ملک کو محض اپنی طاقت کے بل بوتے پر اس حق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے جو دنیا کی جابر سے جابر قوم کمزور قوم کا گلا دبانے سے پیشتر اس قوم کو دیتی ہے۔ اخلاقی فرومایگی کی حد ہے۔

یوگوسلافیہ پر حملہ کرتے ہوئے جرمنوں نے **بلغراد** پر اندھا دھند بمباری کی۔ حالانکہ سلافیوں نے اس شہر کو غیر فوجی قرار دیا تھا۔ مگر جرمنوں نے اس کی پروا نہیں کی اور پانچ بار ہوائی حملے کئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شہر اب اپنے کھنڈروں سے نازیوں کی بربریت کا زندہ نمونہ بن گیا ہے۔ غور کیجئے کہ جس شہر کے متعلق اعلان کر دیا جاتا ہے کہ وہ فوجی نہیں۔ لیکن باوجود اعلان کے روز روشن میں بچوں کو یتیم ہی نہیں بلکہ صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جاتا ہے کیونکہ کوئی دنیا میں باقی ہے تو یتیم ہو۔ اور خاندانوں کو خانماں برباد کر دیا جاتا ہے اور تہذیب و تمدن کے خرمنوں میں آگ لگا دی جاتی ہے۔

خداوند تعالیٰ کا اٹل قانون

لیکن خداوند تعالیٰ کا قانون جرمنی کے آہنی اور آتشیں پنجہ سے زیادہ مضبوط ہے۔ جہاں ایک جماعت فساد کرنے کیلئے آمادہ ہوتی ہے تو اس کے پہلو سے ہی دوسری جماعت ایسی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو غارت گری اور فساد کی مدافعت کرے۔ چنانچہ قرآن میں اس قانون خداوندی کا ذکر یوں ہے۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲: ۲۵۲)

اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ہو جاتی۔ لیکن خدا تعالیٰ تمام نظام عالم پر فضل کرنے والا ہے۔

قیام امن

یقیناً اگر یہ قانون جس کا اوپر ذکر ہوا ہے کائنات میں موجود نہ ہوتا تو اب دنیا کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ مذہب اور اخلاق ختم ہو چکے ہوتے تو وہ تمام مقامات اور معبد جن کے ذریعہ دنیا میں اخلاق قائم ہوا زمین کے برابر کر دیئے جاتے اور صرف درندگی اور دہشت کا ہی دور دورہ ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (۲۲: ۴۱) یعنی اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھریاں، گرجے اور عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

آج بھی یہ قانون بروئے کار آیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اقوام میں سے انگریزوں اور امریکہ کو جرمن قوم کے ظلم و استبداد کو روکنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ یہ اقوام بھی دنیا کی معمولی اقوام نہیں۔ ان کی تاریخ جرمنی سے زیادہ شاندار ہے۔ اس جنگ میں بھی اپنی گذشتہ روایات کو قائم رکھیں گی۔ جرمن کے ظلم و استبداد کو زیادہ پنپنے کا موقعہ نہیں ملے گا اور دنیا کے اندر از سر نو امن قائم ہو جائے گا۔

اخلاقی توازن کے لئے ایک جدید نظام حیات کی ضرورت

یورپ میں امن، عافیت اور اخلاقی توازن کو مستقل طور پر قائم رکھنے کے لئے کسی ایسے نظام حیات کو اختیار کرنا پڑیگا جس سے ان کی معاشی اور تمدنی زندگی سے وہ مادہ خارج ہو جائے جو ہمیشہ ان کے اندر ایک بے چینی اور بیقراری پیدا کئے رکھتا ہے اور وہ نظام حیات یقیناً ایسا ہونا چاہئے جس کے اندر اخلاقی اور روحانی قوت بدرجہ اتم موجود ہو۔ ایسا نظام حیات صرف اسلام ہے۔ جس کا تاریخ انسانی میں تجربہ کیا جا چکا ہے اور ایسی اقوام جہانبانی اور جہانگیری جن کی فطرت تھی۔ انہوں نے اس روحانی نظام حیات کو اختیار کرکے ایک زبردست اخلاقی قوت کا ثبوت دیا۔ کیا آج یورپ کی اقوام اسے اختیار کرکے اپنی روحانی، اخلاقی اور معاشی مشکلات کا علاج نہیں کر سکتیں؟ یقیناً کر سکتی ہیں اور حالات اور کوائف انہیں اسی طرف لا رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا ہے۔

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

ہماری اس سال کی تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی **دس ہزار** آدمیوں کو تبلیغ۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں بزرگ اشاعت اسلام کیلئے **وصیت** کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور ان کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں۔ یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں۔ ہمارے بلند اور رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشو و نما کا باعث ہیں۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں۔ انہیں **حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ** کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہئے۔ کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے

عید میلاد النبی صلعم کی تقریب پر جلسہ

آنحضرت صلعم کی بلند پایہ شخصیت اور رفیع خصوصیات

نوٹ: ہمارا ایک جلسہ احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ۹ را پریل ۱۹۵۲ء بروز بدھ بتقریب عید میلاد النبی صلعم ۷ ½ بجے شام مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں زیر صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی منعقد ہوا۔ جس میں جناب مولانا آفتاب الدین صاحب اور جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ پر تقریریں کیں۔ اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے صدارتی اشارات سے حاضرین کو محظوظ و مستفید کیا۔ تقریروں کا ملخص درج ذیل ہے۔ جلسہ میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب، جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب، جناب مولانا یعقوب خاں صاحب، جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری، جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب، جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے علاوہ دیگر احباب سلسلہ نے بھی شمولیت فرمائی۔ تقریروں سے پہلے ماسٹر غلام محمد صاحب، مولوی عبد القیوم صاحب اور جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے تلاوت قرآن مجید اور نعتوں سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ (مدیر)

مولانا آفتاب الدین صاحب کی تقریر

"ہم مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلعم انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہبری فرماتے ہیں اور انسانی زندگی کے ہر پہلو پر حضور کا اسوہ حاوی ہے۔ اور آپ کی شخصیت اپنی قابلیت اور فطرت کے لحاظ سے دنیا کے تمام قائدین سے افضل ہے۔ لیکن آج مادی اور سطحی رجحانات کی وجہ سے دنیا کی روش اور رفتار بدلی ہوئی ہے۔ دور حاضر کے سطحی قائدین کے نام پر کسی جلسہ کا انعقاد ہو تو اتنے لوگ جمع ہو جاتے کہ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہتی لیکن دنیا پر یہ حقیقت ابھی منکشف نہیں ہوئی کہ موجودہ قائدین کا پروگرام اور لائحہ عمل بالکل سطحی ہے۔ یہ وہ جذبہ اور قوت انسانوں میں نہیں پیدا کر سکتے جس سے انسانی مشکلات اور مصائب پر حاوی ہو سکے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سطحی پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے ان قائدین عظام کے رہین منت ہیں جنہیں ہم مذہبی اصطلاح میں انبیاء علیہم السلام کہکر پکارتے ہیں۔ موجودہ لیڈر صرف عقل سے انسانی مشکلات کی گتھیوں کو سلجھاتا چاہتے ہیں اور انسانی عقل جس قدر کمزور اور ناقص واقع ہوئی ہے۔ اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن انبیاء آسمانی روشنی سے گم کردہ راہ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک طرف انا ہے تو دوسری طرف الہام ہے۔ ایک ناقص ہے تو دوسرا کامل۔ ان دونوں کا مقابلہ ہی کیا ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

آج کے جلسہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اگر ہمارے قلوب میں واقعی زندہ ایمان موجود ہے تو پھر اس ایمانی قوت کو اپنے عمل سے واضح کریں اور اسلامی تعلیمات کے تحفظ اور اسلامی غلبہ کے لئے اپنی عملی قوتوں کو بروئے کار لائیں اور آنحضرت صلعم سے ایک سچی عقیدت کا ثبوت دیں۔ اسلامی تعلیمات کے تو دشمن بھی معترف ہیں اور وہ اس روحانی تعلیم میں بہت کم نقص پاتے ہیں چنانچہ ایچ۔ جی۔ ویلز جو اسلام کا بہت بڑا دشمن اور بلقادہ ہے وہ اسلامی اصول کا معترف ہے۔ مگر رسول کریم صلعم کی زندگی کا معترض۔ ان معترضین کے دو سب سے بڑے اعتراض ہوتے ہیں۔ (الف) آنحضرت صلعم نے جنگ کو مذہب میں شامل کیا اور جنگ ایک نبی کی شان سے بعید ہے (ب) آنحضرت صلعم نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور ایک مذہبی لیڈر کیلئے کثرت ازدواج زیبا نہیں۔

میں جب اس نوعیت کے اعتراضات پر غور کرتا ہوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قائم کردہ ایک اصول ہمیشہ میرے پیش نظر رہتا ہے یعنی جہاں دشمنان اسلام نے کوئی اعتراض کیا ہے۔ وہیں کوئی بہت بڑی دین اسلام کی خوبی موجود ہے۔ مثلاً جنگ کے ہی مسئلہ کو لے لیجئے۔ یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ جنگ میں حصہ لینا مذہبی لوگوں کیلئے موزوں نہیں۔ یہ اعتراض ان لوگوں کی طرف سے ہے جو تحریک عدم تشدد کے حامی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جنگ دنیا سے بالکل مفقود ہو جائے گی۔ لیکن ان لوگوں نے روحانیات اور ہر انسانی فطرت کا مطالعہ نظر غائر سے نہیں کیا۔ کیونکہ جب تک انسانی فطرت ہے اور اس کی گہرائیوں میں خیر و شر کی رزمگاہ ہے جنگ کا باقی رہنا ناگزیر ہے۔ روحانی ترقی اس خیر و شر کی پیکار سے ہی پیدا ہوتی ہے اور جنگ بھی ایک بہت بڑے پیمانہ پر خیر و شر کی پیکار کا مظاہرہ ہے نیک لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بین الاقوامی جرائم کا سد باب کریں۔ اس لحاظ سے اسلام جنگ کو بالکل ایک مذہبی رنگ دیدیتا ہے۔ مدر شدہ جنگ جو اپنے نفس کی خاطر لڑی جائے۔ وہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے فساد فی الارض ہے۔ اسلامی فلسفۂ حیات کے مطابق زندگی کی ہر پیکار میں خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس نہایت ضروری ہے خواہ وہ پیکار باطنی ہو یا ظاہری! خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی! اس کیلئے خدا تعالیٰ کی ہستی کا شعور نہایت ضروری ہے چنانچہ اس کا اندازہ دیگر اقوام کے جنگی نعروں جو ان کی قومیت کے مظہر ہوتے ہیں اور اسلام کے جنگی نعروں یعنی نعرہ ہائے تکبیر جو للہیت کے مظہر ہیں کے موازنہ سے ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

(ب) دوسرا اعتراض جو آنحضرت صلعم کی ازدواجی زندگی کے متعلق ہے۔ اس کے ضمن میں عرض ہے کہ پیغمبر مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم المرتبت پیغمبروں نے شادیاں کی ہیں تاکہ وہ صنف ضعیف اور صنف قوی دونوں کیلئے ایک نمونہ پیش کریں۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلعم نے بھی اپنی ازواج مطہرات کے ذریعہ صنفی تعلق میں بڑا وقار پیدا کیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی حضور کی ازدواجی زندگی کے تمام واقعات محفوظ ہیں۔ اس سے آپ کی نہایت ہی پاکیزہ اور رفیع ازدواجی زندگی کا اندازہ ہو سکتا ہے حقیقی روحانیت عورت کے اندر پیدا کرنا بہت مشکل امر ہے۔ کیونکہ عورتوں کا معیار تنقید مردوں سے مختلف ہے اور اس معیار پر پورا اترنے کے لئے ایک زبردست روحانی قوت کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات میں جس روحانیت اور بلند روحانی مقام کو ہم مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ دنیا کی روحانی تاریخ میں یگانہ ہے۔ چنانچہ اس روحانی قوت کا اندازہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس تبلیغی جد و جہد سے ہو سکتا ہے۔ جو آپؓ نے اسلام کو پھیلانے کے لئے اور اسلامی مسائل کو بیان کرنے کے لئے کی۔ وغیرہ وغیرہ"

مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے کی تقریر

"میں آنحضرت صلعم کی سیرت کے متعلق صرف دو ایک باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کی شان کتنی بلند تھی۔ اور باوجود شان کی اس رفعت کے آپؐ نے خدا اور بندوں کے ساتھ اپنے تعلق کو ایک عظیم الشان معیار پر استوار کیا۔

آنحضرت صلعم کی شان کتنی بلند ہے وہ آپؐ کی حمد اور تعریف سے واضح ہے۔ قرآن مجید میں بھی آپ کی شان کے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کا فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اتنی بڑی شان کے ہوتے ہوئے بھی آپ کا جو تعلق خداوند تعالیٰ کے ساتھ تھا وہ کسی اور جگہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ آپ کی زندگی کی ہر گھڑی خدا کی یاد میں بسر ہوئی۔ اور خدا کو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک بنا دیا۔ یہ آپؐ کا کمال ہے۔

باوجود اتنی بلند شان کے ہوتے ہوئے آپؐ نے خدا کی اتنی عبادت کی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور اپنی امت کے اندر جو عبادت کا رنگ پیدا کیا وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں — جب ہم آنحضرت صلعم کی دعاؤں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت نبی کریمؐ کے قلب صافی اور اطہر کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کی حقیقی زندگی اور شخصیت کا علم صرف تخلیہ سے ہوتا ہے اور آنحضرتؐ کی وہ دعائیں جو حضورؐ نے تخلیہ میں کیں وہ آپؐ کی قلبی کیفیات کی بہترین آئینہ دار ہیں۔

بندوں کے ساتھ بھی تعلق میں آپؐ نے کمال کر دکھایا۔ جس کی اتنی شان ہو اسے چاہئے کہ بڑا اینٹھ کر رہے۔ اتنی شان کے باوجود آپؐ نے انسانوں میں اس طرح گھل مل کر زندگی گزاری۔ کہ بعض دفعہ آپؐ کو تمیز کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ کا بیویوں سے سلوک، دوستوں سے سلوک، ماننے والوں سے سلوک، نوکروں سے سلوک انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ غرضیکہ کہاں تک بیان کیا جائے۔ آپؐ کے محاسن کی انتہا نہیں اور آپؐ نے باوجود اتنی بلند شان کے خدا اور بندوں کے ساتھ تعلق میں کمال کر دیا۔"

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے صدارتی اشارات

آنحضرت صلعم کی زندگی میں انسانیت کا کمال نظر آتا ہے۔ آپؐ نے تین باتوں کی بنیاد ڈالی اور ان میں کمال پیدا کیا۔ (۱) دین اسلام کی بنیاد ڈالی اور بیشمار قومیں حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں اور آج انہیں حضورؐ کی غلامی کا فخر حاصل ہے (۲) انسانوں کے اندر ایک عظیم الشان اخوت قائم کی جس کی نظیر نہیں ملتی اور بیسویں صدی کا رہنما بھی اسے پیدا کرنے سے قاصر ہے (۳) تیسری چیز سلطنت قائم کر کے دکھائی اور اس سلطنت میں انتہائی عدل کا معیار قائم کیا۔ اور خود انتہائی عروج پر پہنچ کر انتہائی سادگی کا ثبوت دیا۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے مخصوص، دلکش مؤثر اور دلنشین انداز میں مندرجہ بالا امور پر صدارتی اشارات میں روشنی ڈالی جس سے حاضرین بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور جلسہ ختم ہوا۔

اسلام کی طرف سے مسلمانوں کا تغافل

غیر احمدی کے جنازہ کی اہمیت اور میاں محمود احمد صاحب کو مباحثہ کا چیلنج

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:-

مذہب کا ایک نہایت بلند تصور

مذہب کا ایک نہایت ہی بلند تصور اسلام میں دیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے جتنے مذاہب نظر آتے ہیں، ان سب کے اندر غرض اسی قدر معلوم ہوتی ہے کہ اس زندگی کے بعد جو کوئی دوسری زندگی آنے والی ہے اور اس کے متعلق جو کوئی ثواب یا عذاب کا تصور ہے۔ اسی ثواب کو حاصل کرنے یا عذاب سے بچنے کیلئے مذہب کی ضرورت ہے۔ ہر ایک مذہب کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسری زندگی میں ثواب حاصل کرنے کے رستے بتائے۔ اور عذاب سے بچنے کی راہیں بیان کرے۔ اور وہ رستے اور راہیں کیا ہیں۔ چند رسموں کی ادائیگی یا بعض عبادات۔ لیکن اسلام نے مذہب کے تصور کو ہی بدل دیا۔

مذہب کی اصل غرض

مذہب کی اصل غرض جو اسلام نے بتائی ہے۔ وہ انسان کی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد جو زندگی آئے گی، اس میں بھی۔ اس لئے اسلام میں ایسے اعلیٰ درجہ کے اصول دیئے گئے ہیں۔ کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی تعلیم میں فلاں کمی یا نقص باقی رہ گیا ہے جس کے دور کرنے کیلئے کسی اور مذہب کی ضرورت ہے۔

عیسائیت کی طرف میلان رکھنے والوں سے سوال

میں نے بسا اوقات ایسے لوگوں سے جن کا عیسائیت کی طرف میلان تھا گفتگو کی ہے اور ایک ہی سوال ان سے کیا ہے کہ ایک چیز کے بعد دوسری چیز کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ اس پہلی چیز میں کوئی نقص رہ گیا ہو۔ کیا شریعت اسلام میں کوئی ایسی کمی یا نقص ہے جسے کسی دوسرے مذہب نے دور کر دیا ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ یہ دیکھیں کہ چونکہ مذہب کی غرض انسانی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ اس لئے اس دوسرے مذہب کی طرف توجہ کی جائے لیکن اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کوئی مذہب ایسا نہیں ہوا جو مکمل زندگی کا خاکہ پیش کرتا ہو۔ اسلام ایک بالکل سیدھا اور صاف رستہ پیش کرتا ہے جس میں کوئی الجھن پائی نہیں جاتی اور جو انسانی زندگی کی مکمل سے مکمل صورت رکھتا ہے۔

مسلمانوں کی افسوسناک حالت

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس قدر بلند مقصد اسلام نے پیش کیا تھا۔ اسی قدر مسلمان اس سے دور جا پڑے ہیں۔ ان کی نظریں تنگ ہو گئی ہیں۔ اس قدر عقائد کی پیچیدگیاں ان میں پیدا ہو گئی ہیں اور اسلام کی سادہ تعلیم سے اس قدر دور نکل گئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کیا یہ وہی مسلمان ہیں جن کی طرف اسلام جیسا اعلیٰ مذہب آیا تھا۔ اسلام ایک نہایت سادہ مذہب تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ توحید الٰہی اور رسالت نبوی کو ماننے والا مسلمان ہے لیکن اب عقائد کی بحثیں اس قدر دور نکل گئی ہیں کہ انہوں نے مذہب کو ایک عقدہ بنا دیا ہے اور اعمال میں ان باتوں کو چھوڑ کر جن کی غرض انسان کی زندگی کو بہتر بنانا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر سارا زور صرف کر دیا گیا ہے۔

مغربی لوگوں کی مذہب میں قابل رشک دلچسپی

اس کے بالمقابل وہ لوگ ہیں جن کو ہم سمجھتے ہیں کہ مذہب سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ مذہبی باتوں میں ایسی دلچسپی لے رہے ہیں جو قابل رشک ہے۔ آج ان لوگوں کا جو یورپ اور امریکہ کے عیسائی ہیں باوجود اس کے کہ عقائد پر ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ ابھی تک مذہب سے اس قدر تعلق ہے کہ عیسائیت کی عام روِ دوسرے مذاہب کی جانچ پڑتال میں لگے ہوئے ہیں اور دن رات وہ اس فکر میں ہیں کہ مذہبی معاملات میں نئی نئی معلومات حاصل کریں۔

امریکہ کے ایک نوجوان کے سوالات

تین چار دن ہوئے۔ امریکہ کا ایک نوجوان میرے پاس آیا جس کے پاس کچھ سوالات تھے جن کا تعلق اس قسم کی باتوں سے تھا کہ مذہب کا تعلق ہندوؤں مسلمانوں وغیرہ کی عام حالت سے کیا ہے۔ مذہبی پیشوا اپنے عقائد مذہب کو پہلے کی نسبت زیادہ عام فہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عام طور پر لوگ ہندو یا مسلمان اپنا مذہب کو وہ پہلی سی اہمیت دیتے ہیں۔ یا ان کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔ اسی قسم کے بہت سے سوالات تھے اور یہ ایک شخص صرف ہندوستان میں یہاں کے مذہبی حالات کی تحقیقات کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح اس سوسائٹی کے افراد دوسرے ملکوں میں پہنچے ہیں کہ وہاں کے مذہبی حالات کا تجسس کریں۔

ایک مشہور عالم کی تشویش

اس کے چلا جانے کے تھوڑی دیر بعد اسی شہر کے ایک مشہور عالم بھی میرے پاس تشریف لائے۔ جن کے پاس یہی سوالات پہنچے تھے اور وہ اس بارے میں نہایت متفکر تھے کہ یہ عیسائی مشنریوں کی چال ہے کہ وہ مختلف لوگوں سے حالات کا تجسس کر کے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور اسے اسلام کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس بات پر تعجب . . ہوا کہ آج مسلمانوں کا دائرہ عمل دوسرے لوگوں کے مقابل کس قدر محدود ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ مسلمانوں کو یہ فکر ہوتی تھی کہ ہم اسلام کے پیغام کو دوسروں تک کس طرح پہنچائیں۔ آج اگر فکر ہے تو یہ کہ دوسروں سے اپنا بچاؤ کس طرح کریں اور یہ فکر بھی بہت تھوڑے سے لوگوں کو ہے۔ ورنہ عام مسلمانوں کو یہ فکر بھی نہیں۔

عیسائیوں کی تبلیغی کوششیں

تو ایک طرف مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ دوسری طرف عیسائی مشنریوں کی فوجیں ہیں۔ جو بے انتہا تعداد میں ہر جگہ پھر رہی ہیں۔ اور اتنا کام کر رہی ہیں کہ مسلمانوں کے وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ ایک بائبل کا ترجمہ ۷۵۰ زبانوں میں ہو چکا ہے اور بھی لٹریچر اتنا نکل رہا ہے۔ اور طرح طرح کے پیرایہ میں عیسائیت کی تبلیغ اس زور شور کے ساتھ کی جا رہی ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ بالمقابل مسلمانوں میں علما بھی ہیں۔ سجادہ نشین بھی ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتیں بھی ہیں۔ لیکن کیا کوئی کام ہو رہا ہے۔

اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کا افسوسناک تغافل

جہاں تک اسلام کی ترقی کا سوال ہے۔ ان تمام سلطنتوں نے جو اسلامی کہلاتی ہیں کیا توجہ اس طرف کی ہے۔ پیروں اور سجادہ نشینوں اور علما نے سوائے نذرانے لینے اور ایک دوسرے کو کافر بنانے کے کیا کام آج تک کیا ہے۔ کیا کوئی کام خالص اسلام کا بھی ہے جو ان لوگوں سے ہوا ہو۔ آپس کے جھگڑوں میں لگے رہتے ہیں۔ سوچنے والوں کے لئے شرم کی باتیں ہیں کہ کن باتوں میں یہ لوگ اپنے اوقات اور محنت کو ضائع کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فی الواقعہ اس رستہ سے الگ ہو چکے ہیں۔ جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈالا تھا۔ عقیدہ کے لحاظ سے تو جبر کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس پر قائم ہیں، مگر عمل کے لحاظ سے وہ بہت ہی پیچھے رہ گئے ہیں۔

مغرب میں اشاعت اسلام اور مسلمانوں کی ایک مجلس

مجھے بارہا یہ قصہ یاد آتا ہے کہ جس زمانہ میں ہمارے محترم دوست خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے ووکنگ مشن کی صورت میں مغرب میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی تو علماء کی ایک مجلس قائم ہوئی جس کا مقصد یہ ظاہر کیا گیا کہ ہر مہینہ شہر کے مختلف محلوں میں جلسے کر کے وہ غلطیاں بیان کی جائیں۔ جو خواجہ صاحب سے اسلام دوسروں کے سامنے پیش کرنے میں صادر ہوں۔ یہ تو توفیق نہیں ملی کہ اسلام کو کہیں پہنچائیں خواجہ صاحب نے اگر تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تو اس کے مقابل میں کسی اور علاقہ میں کام شروع کر دیں۔ بلکہ ان کی غلطیاں نکالنے کے لئے مجلس بنائی جاتی اور جلسے کئے جاتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ خواجہ صاحب اگر غلطیاں کرتے ہیں۔ تو تم اٹھو اور صحیح اسلام کو پیش کرو۔ ایک کی جگہ دو ہوں گے اور وہ بھی ایک چھوٹی سی جماعت کا مقابلہ کریگا۔ لیکن نہیں چالیس کروڑ مسلمان تو اس بارہ میں خاموش ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے۔ اور ایک آدمی جو کام کیلئے اٹھتا ہے اس کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں

مسیح موعودؑ کی ایک غالی جماعت

میں سمجھتا ہوں یہ حالت ان عام مسلمانوں ہی کی نہیں ہے بلکہ وہ جماعت جس کو مسیح موعود نے تبلیغ کے لئے کھڑا کیا تھا۔ ان کی بھی یہی حالت ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں پاکستان کانفرنس میں جب یہ کہا گیا کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو مدینہ سے توڑنے اور اخوت اسلامی کے احساس کو فنا کرنے کے لئے وطنی نبوت کا انتظام کر دیا تو اس وقت قادیان سے یہ نکلا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات اس بیان کے خلاف ہیں اور اس کے ثبوت میں آپ کی ایک تحریر نقل بھی کی گئی کہ حضرت صاحب کی تڑپ تو صرف یہی تھی کہ اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہنچایا جائے۔ لیکن یہ صرف ایک الزام کو دور کرنے کیلئے ہے کیا جماعت قادیان کا یہ عمل ہے؟

قادیانی صحافت کی علمی فرومائیگی

ایک روزانہ مذہبی اخبار قادیان سے نکلتا ہے لیکن اس میں مضامین بعض وقت اس قدر گرے ہوئے نکلتے ہیں کہ یہ تعجب ہوتا ہے کہ یہ اس مقدس انسان کی جماعت ہے جس نے علم کے دریا بہا دیئے تھے اور اسلام کو علمی لحاظ سے اس قدر بلند مقام پر پہنچا دیا تھا۔ حیرانی ہوتی ہے۔ ابھی حضرت مسیح موعود کو گزرے ہوئے کوئی لمبا عرصہ نہیں ہوا۔ بڑے بڑے علما قادیان میں بیٹھے ہیں۔ لیکن اخبار کا بیشتر حصہ ادھر ادھر کی باتوں میں صرف ہوتا ہے جن کو تبلیغ اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ مسائل کو اصولی طریق سے حل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔

غلط مبحث کرنے کی کوشش

بجائے اس کے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ حضرت مسیح موعود کا مسلک کیا تھا۔ یہ کہہ کر غلط مبحث کیا جاتا ہے کہ فلاں تحریر میں فلاں شخص نے

یوں لکھا تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم نے یوں فرمایا ہے
ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت دونوں جماعتوں میں جو اختلاف ہے وہ اتنی موٹی بات ہے کہ ایک بچہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ میں اس کو کئی بار دہرا چکا ہوں اور بار بار دہراؤں گا کہ:

غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے فتوے

غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے فتوے تمام اختلافی امور کے لئے فیصلہ کن ہیں۔ اب اس کا جواب کیا ہے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگر نہ پڑھا جائے تو کیا حرج ہے۔ میں اس بحث میں نہیں کرتا۔ میں جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کو بھی چنداں اہمیت نہیں دیتا۔

دونوں میں سے ایک کو ماننا پڑیگا

میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اگر حضرت صاحب نے غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور دوسری طرف میاں محمود احمد صاحب نے عدم جواز کا فتوے دیا ہے۔ تو جو شخص یہ قبول کرتا ہے کہ جنازہ جائز ہے وہ مسیح موعود کو مانتا ہے اور جو شخص جنازہ ناجائز قرار دیتا ہے۔ وہ مسیح موعود کو رد کرتا ہے اور میاں محمود احمد کو مانتا ہے۔ جنازہ جائز ہے۔ جنازہ ناجائز ہے دو متضاد باتیں ہیں۔ دونوں میں سے ایک کو ماننا اور ایک کو رد کرنا پڑیگا۔ حیرانی ہے کہ نوجوان کے خوانده اور تعلیم یافتہ لوگ حضرت صاحب کے فتوے سے رد کر رہے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم رد نہیں کرتے۔

سیدھی بات

بڑی سیدھی اور موٹی بات ہے۔ جو شخص جنازہ کو ناجائز سمجھتا ہے۔ وہ میاں محمود کے فتوے کو مانتا ہے اور حضرت صاحب کے فتوے کو رد کرتا ہے اور جو شخص جنازہ کو جائز سمجھتا ہے۔ وہ حضرت صاحب کے فتوے کو مانتا ہے اور میاں محمود کے فتوے کو رد کرتا ہے کہا جائے گا کہ یہ چھوٹی سی معمولی بات ہے

یہ چھوٹی بات نہیں

میں کہتا ہوں یہ چھوٹی بات نہیں بلکہ یہ ایسی بات ہے جس سے باقی تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ خلیفہ صاحب نے خود کہا ہے کہ جنازہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ غیر احمدی کافر ہیں۔ تو اب دوسرا سوال آ گیا۔ اب حضرت صاحب تو یوں مانتے ہیں کہ غیر احمدی مسلمان ہیں اس لئے ان کا جنازہ جائز ہے۔ لیکن میاں محمود کا عقیدہ ہے کہ غیر احمدی کافر ہیں۔ اس لئے ان کا جنازہ ناجائز ہے دونوں میں سے ایک ہی بات کو ماننا اور دوسری کو رد کرنا پڑے گا۔ غیر احمدی مسلمان ہیں ایک بات۔ غیر احمدی کافر ہیں دوسری بات۔ اگر غیر احمدی کافر ہیں تو میاں محمود کی بات سچی اور حضرت مرزا صاحب کی بات معاذ اللہ جھوٹی۔ اور اگر غیر احمدی مسلمان ہیں تو مرزا صاحب کی بات سچی اور میاں محمود کی جھوٹی۔ اب اگر کوئی شخص اس بات کا فیصلہ کرنا چاہے تو ایک لمحہ میں کر سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار دیتے ہیں۔ معلوم ہوا آپ کے نزدیک وہ مسلمان ہیں۔ میاں محمود غیر احمدی کا جنازہ ناجائز ٹھہراتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ کافر ہیں۔ پس اگر میاں محمود کی بات کو مان لیا تو مرزا صاحب کو رد کر دیا۔ چاہے منہ سے انہیں آسمان پر چڑھا دیں۔ اور کتنا ہی بلند مرتبہ قرار دیں۔ اگر آپ کی بات کو نہیں مانتے تو ظاہر ہے کہ مامور کی بات کو رد کر دیا اور غیر مامور کی بات کو مان لیا۔ جو ہم بھی نہیں۔

جنازہ جائز ہے تو غیر احمدی کافر نہیں

اب تیسری سیڑھی کو لے لیجئے۔ اگر جنازہ جائز ہے غیر احمدی کافر نہیں تو مرزا صاحب مومن بہ نہیں۔ اب ان دونوں باتوں کو لے لیجئے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ جنازہ جائز ہے۔ غیر احمدی مسلمان ہیں۔ اور مرزا صاحب مومن بہ نہیں تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے نبی کا لفظ جو استعمال کیا۔ وہ مجازاً اور استعارہ کے طور پر تھا۔ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی یہی لکھتے ہیں یسمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ اور یہی ازالہ اوہام میں فرمایا ہے۔ "اس کو ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

یہ ایک چالاکی ہے کہ کہا جاتا ہے کہ پہلے مجازی نبوت تھی۔ بعد میں اصل نبوت کا دعویٰ کیا۔ پہلے اور آخر میں ایک ہی دعویٰ ہے

اگر جنازہ ناجائز ہے تو غیر احمدی کافر ہیں

پھر آگے چلئے۔ اگر جنازہ ناجائز ہے غیر احمدی کافر ہیں اور مرزا صاحب مومن بہ ہیں یعنی ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا تو لازمی ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے۔ ایک تیسری یا چوتھی جماعت کا طالب علم بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جس کلمہ کے اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے، وہ منسوخ ہی قرار دینا پڑے گا کہا جاتا ہے کہ تم بھی تو کہتے ہو کہ مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کلمہ کو منسوخ نہیں مانتے۔ ایک سیدھی سی بات میں کیا الجھنیں پیدا کی جاتی ہیں۔ یہ نہیں چالا کہاں ہیں۔

کلمہ پڑھکر ایک کافر مسلمان ہوتا ہے یا نہیں؟

میں کہتا ہوں۔ یہ سوال ہی نہیں کہ ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے یا نہیں اور ہوتا ہے تو اس کے کفر سے کیا مراد ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا کلمہ کو پڑھ کر کافر مسلمان ہو جاتا ہے یا نہیں۔ دنیا کے تمام مسلمان مانتے ہیں کہ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ پس کیوں سیدھا جواب نہیں دیتے۔ کیوں اس سیدھی بات کو ٹالتے ہیں۔ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ کوئی کافر اس سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

دو باتوں میں سے ایک ماننی پڑیگی

تو دو باتوں میں سے ایک ماننی پڑے گی۔ حضرت صاحب کا فتوے ہے کہ جنازہ جائز ہے اور میاں محمود کا فتویٰ ہے کہ جنازہ ناجائز ہے۔ پھر حضرت صاحب کا فتویٰ ہے کہ غیر احمدی مسلمان ہیں اور میاں محمود کا فتوے ہے کہ غیر احمدی کافر ہیں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ حضرت صاحب اپنے آپ کو مومن بہ قرار نہیں دیتے اور لفظ نبی کے استعمال کو مجاز قرار دیتے ہیں۔ میاں محمود آپ کو مومن بہ قرار دیتے ہیں اور کلمہ کو منسوخ۔ یہ دو عمارتیں ایک دوسری کے بالمقابل ہیں۔ ایک کو قائم کیا جائے گا تو دوسری کو گرانا پڑے گا۔

خلافت کا سوال

آگے آ جاتا ہے خلافت کا سوال۔ میں حیران ہوں کہ اس شخص کی خلافت کیونکر مانی جا سکتی ہے۔ جو مرزا صاحب کی عمارت کو گراتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس اختلاف نے ہم دونوں جماعتوں کی طاقت کو کمزور کر رکھا ہے۔ میں خود اس کو تضیع اوقات سمجھتا ہوں کہ ان بحثوں میں ہی وقت برباد کر دیا جائے۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ حضرت صاحب کو آنکھیں بند کر کے رد کیا جا رہا ہے سیالکوٹ میں ایک قادیانی پروفیسر سے بات ہوئی۔ میں نے یہی جنازہ کا مسئلہ اس کے سامنے رکھا۔ میں نے مرزا صاحب کا فتویٰ پیش کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ ہم نے حضرت صاحب کا فتوے دیکھا ہی نہیں۔ اب فرمائیے انہیں کس طرح سنایا جائے جو دیکھنا نہیں چاہتے۔

مباحثہ کا چیلنج

تو نہایت افسوس ہے۔ اتنی موٹی بات کو اس طرح الجھا کر کے اس قدر وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ وہ جو غرض تھی اعلائے کلمۃ اللہ اس کو پس پشت پھینک دیا۔ اور دوسری باتوں میں لگ گئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی مباحثہ کا چیلنج دیا تھا۔ اب میاں صاحب کو مباحثہ کی دعوت دیتا ہوں۔ کہ ایک دفعہ ان جھگڑوں کا خاتمہ ہو جائے

حضرت مرزا صاحب اور میاں صاحب

اب موٹی سی بات ہے جو شخص مرزا صاحب کی باتوں کو قبول کرے گا وہ میاں صاحب کی باتوں کو رد کر دیگا۔ اور جو شخص میاں صاحب کی بات کو مانتا ہے۔ وہ حضرت صاحب کی بات کو رد کرتا ہے۔

ہمارے نوجوان نکلیں

اب میں پوچھتا ہوں۔ یہ ہمارے نوجوان اس موٹی سی بات کو لے کر کیوں نہیں نکلتے۔ جنازہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے۔ مرزا صاحب کی یا میاں صاحب کی؟ اپنے ہاتھ میں مرزا صاحب کی تحریروں کی نقل لے لو۔ اور اس کو لے کر ایک ایک قادیانی کے پاس پہنچو اور پوچھو کہ ان دونوں میں سے کس کی بات کو صحیح سمجھتے ہو اور کوئی باتیں کریں تو صاف کہہ دو کہ پہلے بنیادی بات کو طے کر لو۔ کہ ہم نے مرزا صاحب کی ماننی ہے۔ محمود کی نہیں ماننی جب ہر قسم سے کہو گے۔ کہ اس کو سمجھ کر نکلو۔ ممکن ہے اس وقت دشمن دل میں ہی شرمندہ ہوں گے۔ گھر میں جا کر غور کریں۔ لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں موٹی بات کو لے کر جائیں۔

جماعت کو ارشاد

تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ نکلیں اور عملی طور پر ان باتوں کو پیش کریں۔ میں دیکھتا ہوں ہماری جماعت کی قوت عمل کمزور ہو رہی ہے۔ جس طرح عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ ان کا عقیدہ صحیح ہے۔ لیکن عمل کوئی نہیں۔ اسی طرح آپ کا بھی یہ خیال ہو رہا ہے کہ ہمارا عقیدہ صحیح ہے۔ لیکن عمل کمزور ہو رہا ہے۔ اگر آپ ہمت کریں اور آپ کے ذریعہ سے اس جماعت کی اصلاح ہو جائے۔ تو ہمارے سامنے میدان عمل کھل جاتا ہے +

معاصر الفضل قادیان کیوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ حوالے پیش نہیں کرتا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلمہ گوؤں کی تکفیر کے کبھی قائل نہیں ہوئے

مَیں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا (مسیح موعودؑ)

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام۔ کلکتہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو مسلمانوں نے بوجہ قلت تدبر اور علمی فقدان کے آپ کے دعویٰ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار ہی کیا۔ بلکہ اپنی دیرینہ عادت کے ماتحت علماء زمانہ نے آپ کو کافر اور دجال کہا۔ اور ساری دنیا میں آپ کے خلاف مخالفت کی ایک آگ لگا دی۔ اور عوام جو خود نہ تو ایسے معاملات پر غور کرنے کے اہل ہی ہوتے ہیں اور نہ غور ہی کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی رو میں بہ گئے اور ہر چہار اطراف سے کافر کافر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت مسیح موعودؑ چونکہ اصلاح کے لئے مامور ہوئے تھے۔ آپ کی نظران فرضی تنازعات سے بہت بلند تھی۔ باوجود اس امر کے کہ آپ کو ہر طرح سے تکالیف پہنچائی گئیں۔ آپ کے خلاف مقدمات چلائے گئے۔ آپ کے خلاف قتل کے منصوبے کئے گئے لیکن آپ نے ان دشمنوں کے متعلق فرمایا تو یہی فرمایا ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگہ دار
کاخر کنند دعوئے حب پیمبرم

اور حقیقت بھی تو یہی ہے کہ اگر آپ کے اندر یہ وسعت قلبی نہ ہوتی۔ تو آپ کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ آپ کو یہ کبھی گوارا نہ تھا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے۔ بلکہ آپ کی بعثت کا ایک عظیم الشان مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی طرف دعوت دیں اور مسلمانوں کے اندر سے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کو مٹا کر سب کو ایک ہی لڑی میں منسلک کر دیں چنانچہ آپ کا طرز عمل اس پر گواہ ہے کہ آپ نے تمام وہ ممکن ذرائع استعمال فرمائے۔ جن سے مسلمانوں میں اتحاد ہو سکتا تھا۔ مثلاً جب آپ نے لفظ نبی استعمال کیا۔ تو چونکہ اس لفظ سے یہ دھوکہ لگ سکتا تھا کہ شاید آپ نے ایسی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہو۔ اس لئے آپ نے اول تو اس لفظ کے استعمال کرنے کی توضیح فرما دی کہ نبوت تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ آپؐ کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا ہاں محدثین آئیں گے جو اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی کا پاتے ہیں۔ چونکہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جزو نبوت ہیں۔ اس لئے یہ بات جزوی نبوت کہلائیگی دوسرے چونکہ از روئے لغت نبی اس کو کہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبر پاکر اطلاع دے۔ اس لئے از روئے لغت نبی کا لفظ ہر اس شخص پر صادق آئے گا۔ جس کو یہ مرتبہ عطا ہو۔ ہاں اسلام کی اصطلاح لفظ نبی کے متعلق الگ ہے۔ چونکہ آپ کا اصل دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ بلکہ مجازی معنوں میں یہ الفاظ نبی و رسول کے آپ کی تحریریں اور آپ کے الہامات میں استعمال ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ مجھے یہ کسی طرح منظور نہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑے۔ اگر لفظ نبی مسلمانوں کے دلوں پر شاق گزرتا ہے۔ تو اس لفظ کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا تسلیم فرما لیں اور اس کی جگہ لفظ محدث لکھ لیں[۵]۔ اور پھر فرمایا کہ دن رات کی بول چال میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو آپ کی تکفیر پر تلے ہوئے تھے۔ ان کو نہ اللہ تعالیٰ کا حکم ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا یاد رہا۔ نہ حدیث من صلیّ صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسول اللہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ کی طرف دھیان رہا۔ اور نہ ہی خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بار بار کے اعلانات پر غور کیا۔ بلکہ مخالفت میں اندھے ہو ہو کر تکفیر بازی کے شوق کو پورا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ اور یہی کہتے گئے کہ یہ شخص چونکہ مدعی نبوت ہے۔ اس لئے نعوذ باللہ کافر ہے ملحد ہے دجال ہے۔ اور کیا کیا۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

باوجود ان دکھوں اور مصائب کے جو حضرت مسیح موعود کو ان مولویوں کے ہاتھوں اٹھانے پڑے۔ آپ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ میں کسی اہل قبلہ کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آپ کے مندرجہ ذیل اشعار سے مترشح ہو رہا ہے۔ آپ مکفر علماء کو نصیحتاً فرماتے ہیں :-

ایکہ تکفیر مسلماناں کنی از بخل و کیں
شرمت آید از خدائے عادل و ذی اختیار
سہل باشد از زبان خویش تکفیرے کسے
مشکل افتد آں زماں چوں پرسد از تے کردگار
کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری خوف حق رو بیخ کفر خود برار
پیر گشتی خلق پیراں را نمے دانی ہنوز
ایزدت بخشد چو پیراں صدق سوز و اضطرار
گر کنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردہ
رو اگر مردی یہودے را باسلام اندر آر
چوں نسیم صبح محشر پردہ بردارد ز کار
کیست کافر کیست مومن خود بگردد آشکار
گر خردمندی بروکن فکر نفس خود نخست
لاف ایماں خود چہ چیزے نور ایماں را بیار
چند بر تکفیر نازی چند استہزا کنی
رو بہ ایمانِ خود و مارا بکفرِ ما گذار
نے ز فردوسم شکایت کن نہ از آلام نار
کز غم دینِ محمدؐ زیم شوریدہ دار
اندر آں وقتیکہ یاد آید مہم دینِ خدا
بس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہر دو دار

ان اشعار سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کو کلمہ گوؤں کی تکفیر سے کس قدر رنج پہنچتا تھا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو تم کلمہ گوؤں کی تکفیر کیوں کرتے ہو۔ جب صبح محشر کا پردہ چاک ہوگا۔ تو اس وقت یہ پتہ لگیگا کہ کون مومن اور کون کافر ہے۔ اور پھر اپنے اپنے کلمہ گو ہونے اور نماز پڑھنے اور روزے رکھنے وغیرہ امور کو اپنے مسلمان ہونے پر بطور گواہ ٹھہرایا۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص دوسروں کو تو یہ نصیحت کرے کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہو۔ اور خود کفر کے فتوے تیار کرتا پھرے۔ ایسے شخص سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بے عزتی کرنے والا کون ہوگا۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی ذات ان عیوب سے پاک ہے۔ وہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئے تھے۔ آپ کے ہر قول کی تصدیق آپ کا عمل کرتا تھا جو ہے وہ لوگ خواہ وہ قادیانی ہوں یا غیر قادیانی جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا قول تو یہی تھا کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا احمدیوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن آپ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ یہ بات ایک مامور کی شان سے بعید ہے بلکہ جو لوگ ایسا کہتے ہیں۔ ان کی اپنی حالت ایسی ہے۔ ...

- - - - - - - - - -

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی بھی اہل قبلہ و کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی۔ اور نہ اس کی ضرورت ہی تھی۔ بلکہ ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ مسلمانوں میں اتحاد قائم کیا جائے۔ اور سب کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے چنانچہ آپ نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اسی اتحاد بین المسلمین کی بنیاد رکھی۔ اور یہ وہ خدمت اسلام ہے۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو یہی ...... آپ کے صدق دعویٰ پر ایک بیّن دلیل اور چمکتا ہوا نشان ہے۔ اس ضمن میں آپ کی متعدد تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایک دو پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی"

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۰)

"میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر کرکے خود اپنے تئیں کافر نہ بنالے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میری مخالفوں کی طرف سے ہوئی ہے میں نے سبقت کرکے ان کیلئے کوئی فتویٰ تیار نہیں کیا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

"اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے۔ جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ کافر ٹھہرا دیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ ہم نے مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ کس قدر دل آزار ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

(ربانی آمدم)

---

[۵] قادیانی احباب کیلئے مقام غور ہے۔ خدارا کوئی قادیانی دوست یہ بتلائے کہ کیا کبھی کسی اور نبی نے بھی اپنے متعلق لفظ نبی استعمال کرنے سے روکا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، روکا تو کیا ان کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نبوت کا تھا سراسر باطل نہیں۔ سچ کی تو بہت سی مثالیں مل جایا کرتی ہیں۔ پس اگر قادیانی جماعت کے کسی فرد میں بھی یہ ہمت ہے تو میدان میں نکلے اور ایک ہی مثال ایسی پیش کر دے۔ کہ کسی اور نبی نے بھی اس قسم کا کوئی اعلان کیا ہو لیکن وہ یاد رکھیں کہ ان کو ایسی مثال ہرگز نہیں ملیگی۔ خواہ وہ قیامت تک اسی کوشش میں لگے رہیں۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے ایک تاریخی خط کا عکس

جناب خلیفہ قادیان کے متعلق حضرت مولانا کی رائے

ذیل میں حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ایک طویل خط کے ضروری حصہ کا عکس شائع کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے میاں محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ قادیان کے متعلق اپنی وفات سے دس ماہ پیشتر اپنی رائے کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ گویا آپ کی آخری رائے ہے۔ یہ میاں صاحب کے متعلق تھی۔ امید ہے قادیانی دوست اس حقیقی و صائب رائے پر غور فرمائیں گے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ قادیانی حضرات ۱۹۰۹ء کے بعض واقعات، بالخصوص حضرت مولانا کا جماعت لاہور کے بعض اکابر سے دوبارہ بیعت لینے کا ذکر غلط رنگ میں کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس خط سے صاف عیاں ہے کہ ان واقعات کی نوعیت حضرت مولانا پر بالآخر واضح ہو گئی تھی اور وہ جماعت لاہور کے اکابر سے بالکل مطمئن اور خوش تھے۔ برخلاف اس کے انہیں جناب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء سے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں سخت شکایت اور بیزاری تھی جس کا اندازہ ان کی اس رائے سے ہو سکتا ہے۔

رسول کریم کو صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کیسے کیسے آدمی ملے۔ مرزا کو علیہ السلام کس قدر آدمی ملے۔ یہ سب فضل ہی فضل ہے۔ مجھے ابتداءً آپ لوگوں نے دبایا مدت تک اس مصیبت میں رہا۔ جب کبھی نکلنا چاہا۔ رنگ برنگ مالی بدظنی ہوتی رہی۔ آخر بحمد اللہ نجات ملی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ پھر باہم تنازع شروع ہوگئے۔ نواب، میر ناصر، محمود، نالائق، بے وجہ جوشیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے۔ یا اللہ نجات دے آمین۔ پھر میں خود بیمار رہوں۔ برسوں بیمار رہا۔ ذیابیطس کا زخم ہے۔

والسلام

نورالدین　　۱۳ مئی ۱۹۱۳ء

رسول کریم کو صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی

کیسے کیسے آدمی ملے۔　حضرت مرزا صاحب

مرزا کو علیہ السلام کس قدر آدمی ملے۔ یہ سب فضل ہی فضل

مجھ کو ابتداءً آپ لوگوں نے دبایا مدت تک اس

مصیبت میں رہا۔ جب کبھی نکلنا چاہا۔ رنگ برنگ مالی

بدظنی ہوتی رہی۔ آخر بحمد اللہ نجات ملی۔ الحمد للہ رب العالمین

پھر باہم تنازع شروع ہوئے۔ نواب۔ میر ناصر، محمود

نالائق بے وجہ جوشیلے ہیں۔ یہ بلا اب تک لگی ہے۔ یا اللہ نجات دے آمین

پھر میں خود بیمار رہا۔ برسوں بیمار رہا۔ ذیابیطس

کا زخم ہے

۱۳ مئی ۱۹۱۳ء　والسلام　نورالدین

سانحہ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس سے سنی جائے گی کہ منشی الٰہی بخش صاحب کارکن انجمن کی دختر وفات پا گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منشی صاحب مذکور کی ایک ہی بچی تھی۔ جس کی وفات کا انہیں افسوس ہونا ایک طبعی امر ہے۔

سب احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ منشی صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو صبر جمیل دے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

آمین

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۶ مجالس قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ منکہ دیال سنگھ ولد سندر سنگھ ذات بھاٹ ساکنہ و شہرہ بیاد تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۶۶ء مقرر کیا ہے لہذا جملہ مذکور کے قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۳۱-۳-۱۹۶۶

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

باجلاس جناب صاحب بہادر ڈسٹرکٹ جج بلوچستان کوئٹہ

۵۳ اپیل متفرق ۱۹۶۶ء

بمقدمہ رکھیال ولد لیکال ساکنہ سبی اپیلانٹ

بنام گنپت شاہ موضع پدڑار تحصیل و ضلع شاہ پور سدر ائے صاحب کا او رام وغیرہ۔ رسپانڈنٹان

اپیل بنا راضی حکم سب جج صاحب لورا لائی مورخہ ۲۲-۳-۱۹۶۶

نوٹس بنام گنپت شاہ موضع پدڑار تحصیل و ضلع شاہ پور۔ رسپانڈنٹ

مقدمہ مندرجہ میں گنپت شاہ رسپانڈنٹ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے پتہ گنپت شاہ رسپانڈنٹ کا نہیں ملا۔ اس لئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر گنپت شاہ مذکور بتاریخ ۴ جون ۱۹۶۶ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کریگا۔ تو بوجہ غیر حاضری برخلاف مکیشرفہ کاروائی عمل میں آئیگی۔

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۸ اپریل ۱۹۶۶ء جاری ہوا۔

دستخط حاکم　(مہر عدالت)

انفرادی اور اجتماعی تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسالہ تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لا کر اس ہڈی کو مضبوط کرو

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (لعہ)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ | لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۲۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قبولیت دُعا اور خدا کی قدرتِ کاملہ

جب تو دُعا کیلئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھ کہ تیرا خدا ہر چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا - جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے اس شخص کی دُعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا - اور جس نے زمین اور آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا - کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا ؟ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی - ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق و صفا سے اس کے ہو گئے ہیں - وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق فرمانبردار نہیں ہیں - وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا - کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں ہے کہ اس کا خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے - ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے - ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں - کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی - یہ دولت لینے کے لائق ہے - اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو - اے محرومو ! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا - یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں ۔ (کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں -

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت خوشی سے سنی جائیگی - کہ چودھری محمد سعید صاحب بھٹہ اوورسیر جن پر عرصہ دراز سے مقدمات چل رہے تھے نہایت عزت کے ساتھ بری ہو کر واپس اپنی ملازمت پر واپس چلے گئے ہیں انکا موجودہ پتہ درج ذیل ہے چودھری محمد سعید صاحب بھٹہ اوورسیر معرفت ایس ڈی او پی ڈبلیو ڈی راولپنڈی -

— جماعت راولپنڈی کا سالانہ جلسہ ۲ - ۳ - ۴ مئی سنہ ۱۹۴۱ کو منعقد ہو رہا ہے اس کے بعد پشاور اور نوشہرہ میں بھی جلسے ہونگے تاریخوں کا آئندہ اشاعت میں اعلان کر دیا جائیگا سرحدی دوست ان جلسوں کو پوری طرح کامیاب بنانیکی سعی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں -

— عبدالرحمٰن صاحب طالب علم سیکنڈ ایر زراعتی کالج لائلپور لکھتے ہیں کہ انکا امتحان ۱۵ اپریل سے شروع ہے احباب سلسلہ ان کی کامیابی کے لئے درد دل سے دُعا فرمائیں -

— قاضی مظہر الحق صاحب کے ایک عزیز محمد عاشق صاحب عرصہ سے علیل چلے آتے ہیں احباب ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں ۔

مقررہ شرح } اور باقاعدگی کے ساتھ چندہ ماہوار ادا کرنا ہر احمدی کا فرض اولین ہے ۔

سلسلہ کے اختلافی مسائل کے متعلق سوالات و جوابات[1]

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

تیسرا سوال (مسئلہ نبوت)

تیسرا سوال میاں صاحب سے یہ کیا گیا تھا کہ:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "میں مدعی نبوت کو کاذب اور کافر سمجھتا ہوں۔ میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ محدثیت کا کیا ہے۔ لفظ نبی بطور ظل استعمال کیا ہے" لیکن آپ ان کو نبی قرار دیتے ہیں۔"

قادیانی جواب

اس کا جواب قادیان سے یہ دیا گیا ہے کہ:-

"حضرت مسیح موعودؑ نے ایک لمبے زمانہ تک نبی کی تعریف میں شریعت لانا یا اس کے بعض احکام کو منسوخ قرار دینا ضروری سمجھا ہے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صراحتاً بتا دیا کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری نہیں۔"

خدا تعالیٰ پر افترا

یہ ایک کھلا افترا ہے کہ "بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صراحتاً بتا دیا کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری نہیں۔" کیا ہمارے قادیانی دوست اللہ تعالیٰ کا وہ الہام نقل کریں گے جس میں اس نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بتایا ہو کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری نہیں؟ اگر ایسا موجود نہیں تو حضرت مسیح موعودؑ کا ہی ایسا قول ہی دکھا دیجئے جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ مجھے ایسا الہام ہوا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک بھی چیز نہیں۔ تو خدا کا خوف کرنا چاہئے کہ ایک خلاف واقعہ بات نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی طرف بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے افترا علی اللہ کے مرتکب ہو رہے ہو۔

دوسرا قادیانی جواب

اس جھوٹ کو زیادہ واضح کرتے ہوئے قادیانی مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

"پہلا زمانہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے اور دوسرا زمانہ ۱۹۰۱ء کے بعد کا ہے اور وہ تمام حوالے جن میں آپ نے نبوت سے انکار کیا ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں آپ نبوت کی جو تعریف فرماتے تھے اس کے لحاظ سے واقعی آپ نبی نہ تھے۔ ہاں بعد کی تعریف چونکہ آپ کو نبی قرار دیتی تھی۔ اس لئے آپ نے اور مولوی محمد علی صاحب نے بھی بڑے زور و شور سے نبی لکھا۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلی تعریف خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھی۔ بلکہ حضور نے موجودہ مسلمانوں کے عقیدہ سے اخذ کی تھی اور دوسری تعریف جو آپ کو نبی قرار دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی حضور نے اس حقیقت کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔"

تبدیلی دعوے نبوت

کاش "بار بار کے ذکر" میں سے ایک ہی کا حوالہ دیدیا جاتا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی ایک ہی ایسی تحریر نقل کی جاتی جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے میں نبوت کی تعریف عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق یہ سمجھتا تھا کہ اس کے لئے شریعت لانا ضروری ہے۔ بعد میں خدا نے مجھے بتایا کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری نہیں۔ کیا اس قسم کی کوئی تحریر قادیانی جماعت پیش کر سکتی ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز پیش نہیں کر سکتی اور اس کے خلاف ہم آپ کی پہلی اور پچھلی تمام تحریرات سے یہ ثابت کر سکتے ہیں (بلکہ بارہا ثابت کر چکے ہیں) کہ آپ کا دعویٰ جو کچھ ۱۹۰۱ء سے پہلے تھا۔ وہی ۱۹۰۱ء کے بعد یوم وصال تک رہا۔ تو قادیانی مجیب صاحب کا جواب کس قدر غلط اور جھوٹا ٹھہرتا ہے۔

مجازی نبی ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد

غور کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی اپنی نبوت کو مجازی قرار دیتے ہیں۔

"اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی حقیقت الوحی میں (جو ۱۹۰۶ء کی تصنیف ہے) اسے مجازی ہی کہا:-

"سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

مجاز کا اقرار اور حقیقت کا انکار دعویٰ نبوت کا کیا اچھا ثبوت ہے کیا قادیانی حضرات اس پر غور کریں گے؟

امتی نبی ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد

اور سن لیجئے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے فرماتے ہیں:-

"سو یہ بات کہ اس کو (مسیح موعود کو) امتی بھی کہا اور نبی بھی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳)

یہی امتی اور نبی ہونے کا ذکر آخری کتابوں میں بھی موجود ہے الوصیت میں فرماتے ہیں:-

"اس کا (یعنی آنحضرت صلعم کا) کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔" (الوصیت صفحہ ۱۰)

کیا آج قادیانی جماعت آپ کو صرف نبی کہہ کر نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں کر رہی؟

حقیقت الوحی میں بھی صاف طور پر لکھا ہے:-

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

نبی کی تعریف ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد

پھر ۱۹۰۱ء سے پہلے اگر تعریف نبوت یہ سمجھتے تھے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے۔ تو یہی ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کا مذہب تھا۔ ملاحظہ ہو۔ مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ مطبوعہ ۱۹۰۳ء:-

"وھذا اسامکالمات و مخاطبات است با دلیائے خود دریں امت والشاں را رنگ انبیاء دادہ مے شود ودر حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔"

آخری خط کشیدہ الفاظ بالخصوص قابل نوٹ ہیں۔ فرماتے ہیں چونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔ اس لئے اس امت میں اولیاء اللہ کو صرف رنگ انبیاء دیا جاتا ہے۔ وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ کیا اس سے صاف ثابت نہیں کہ ۱۹۰۳ء میں بھی حضرت مسیح موعود کا یہی مذہب تھا کہ نبی وہی ہوتا ہے جو شریعت لے کر آئے۔

شروع سے آخر تک ایک ہی دعویٰ

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی وہی تھا۔ جو اس سے پہلے تھا۔ پہلے بھی آپ اپنے آپ کو مجازی نبی سمجھتے تھے اور دعویٰ نبوت سے انکاری تھے۔ آخری زمانہ بھی مجازی کا اقرار کیا اور حقیقت کا انکار۔ پہلے بھی امتی نبی یعنی محدثیت کے مدعی تھے اور آخر میں بھی صرف نبی کہلانے سے انکار کیا اور امتی اور نبی ہونے کا اقرار اور اس کو نبوت تامہ کاملہ کے منافی قرار دیا۔ بلکہ صاف کہا کہ یہ اصلی نبوت نہیں۔ پھر ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی نبی کے لئے شریعت لانا ضروری سمجھتے تھے۔ اور یہی ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کا مذہب تھا۔ ان تمام صراحتوں کے باوجود یہ کہنا کہ آپ نے اپنا عقیدہ یا دعوےٰ تبدیل کر لیا تھا۔ ایک کھلا جھوٹ اور افترا نہیں تو اور کیا ہے۔

۱۹۰۱ء سے پہلے کی تعریف نبوت خدا تعالیٰ کی طرف سے

قادیانی مجیب صاحب فرماتے ہیں کہ "پہلی تعریف نبوت خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھی۔" حالانکہ حضرت مسیح موعود ابتدائی کتابوں ہی میں فرماتے ہیں:-

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

"بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔" (سراج منیر صفحہ ۳)

باقی صفحہ ۷ پر

سلسلہ کے اختلافی مسائل کا اچھی طرح مطالعہ کر کے گم کردہ راہ قادیانی دوستوں کو حقیقی راستہ دکھاؤ

[1] سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو پیغام صلح ۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۲۳

ڈاکٹر ٹیگور اور مغربی فتنہ

مسیح کی آمد مادی تہذیب و تمدن کیلئے پیغام موت ہے

ڈاکٹر ٹیگور کی تقریر

شانتی نکیتن ۱۴ اپریل کو ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کی ۸۰ ویں سالگرہ منائی گئی ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر ٹیگور نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"وحشت و بربریت کا دیو دنیا کو نگل جانے کیلئے اپنے جبڑے کھولے کھڑا ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک فضا زہر آلود ہو چکی ہے۔ قتل و غارت گری کی جو لعنت مغرب پر مسلط تھی۔ اس نے اب ساری دنیا کو تباہی میں لے لیا ہے۔۔۔ کبھی میرا یہ خیال تھا کہ تہذیب کے چشمے یورپ سے ابل پڑیں گے۔ لیکن آج جبکہ میں سفر آخرت کیلئے تیار ہو رہا ہوں میرا یہ عقیدہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔ اب میرا یہ خیال ہے کہ دنیا کو نجات دلانے والا اسی افلاس زدہ ملک میں پیدا ہوگا۔ میں اپنے پیچھے موجودہ تہذیب کی عمارت سنگ و خشت کے ڈھیر کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ اسی مشرق سے ایک نیا سورج نکلے گا۔"

ایک مصلح کا ظہور

ڈاکٹر ٹیگور کے مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ مغربی تہذیب و تمدن کی مصنوعی چمک سے ان کی آنکھیں خیرہ تھیں۔ لیکن آج وہ خیرگی دور ہو چکی ہے اور حقیقت منکشف ہو گئی ہے اور واضح ہو چکا ہے کہ مغربی تہذیب و تمدن کی سطحیت تو دلفریب ہے۔ مگر اس کے عناصر ترکیبی بالآخر فساد فی الارض کے محرک ہوئے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں موجودہ تہذیب کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔ اور سوائے سنگ و خشت کے ڈھیر کے کچھ بھی باقی نہ رہیگا لیکن ان مایوسی کے تاریک بادلوں میں ایک امید کی کرن بھی ہے کہ ایک زبردست مصلح سرزمین ہندوستان سے اٹھیگا۔ اور مشرق سے ایک نیا آفتاب طلوع ہوگا۔

اسلام اور مغربی تہذیب

اسلام میں مغربی تہذیب کا فتنہ، فتنہ دجال یا یاجوج ماجوج کے خروج کے نام سے مشہور ہے۔ احادیث میں اس زمانہ کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں مذکور ہیں۔ اور قرآن مجید کی سورہ کہف میں مسیحی اقوام کے عروج و زوال کا ذکر ہے۔ موجودہ تہذیب آگ اور پانی کا کھیل ہے۔ خواہ سمندر کی سطح کو چیرنے والے جنگی جہاز ہوں۔ یا آسمان کی پہنائیوں میں تیزی سے گذرنے والے جنگی طیارے سب آگ اور پانی کی طاقت سے حرکت کرتے ہیں۔ اگر موجودہ تہذیب کی ترقیوں کو نظر غائر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس کی بنیاد آگ اور پانی پر ہے اخلاق اور روحانیت پر نہیں۔ بلکہ مادی قوتوں پر ہے۔ ان قوتوں کے بل بوتے پر یہ قومیں اینٹھتی ہیں۔ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں اور ان کی پیکار سے آسمان پر دھواں دھار بادل چھا رہے ہیں۔ دجال کے متعلق حدیث میں ہے۔ معہ نہران نہر من ماء و نہر من نار یعنی دجال کے ساتھ دو نہریں ہوں گی۔ ایک پانی کی نہر اور ایک آگ کی نہر۔

پھر دوسری جگہ ہے۔ تطوی لہ الارض منھلا ینادیل السحاب بیمینہ ولیسبق الشمس الی مغیبھا یخوض البحر الی کعبیہ امامہ جبل دخان (ترجمہ) زمین اس کے لئے لپیٹ لی جائے گی۔ وہ بادل کو اپنے دائیں ہاتھ سے لیلیگا۔ اور سورج سے پہلے اس کے غائب ہونے کی جگہ پر پہنچ جائے گا۔ ٹخنوں تک سمندر میں چلے گا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا۔

آگ اور خون کے کھولتے ہوئے دریا

یہ علامات مغربی اقوام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ان کی ایجادیں اور کائنات پر ان کا تصرف اور ان دہکار پر اس کا ضبط ان علامات کی وضاحت کرتا ہے۔ لیکن یہ قومیں جنہوں نے آگ اور پانی کی سائنس میں اس قدر ترقی کی۔ اور حرفتیت کو اس قدر فروغ دیا۔ اور اپنے تمام قویٰ کو صرف اس دنیا کیلئے ہی مخصوص کر دیا۔ ان کی محنت کے مآل کو جنگ عظیم میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس محنت کے ضائع ہونے پر صاحب البصیرت کے لئے مقام عبرت ہے۔ قرآن مجید ان قوموں کی حرفت اور زوال کے متعلق فرماتا ہے:-

الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا	جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی کیلئے برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے کام بنا رہے ہیں

آج یہ اقوام اپنے جیوش قاہرہ کو لیکر اور آگ کی بھٹیوں کو توپوں کے دھانوں میں بند کئے ہوئے ایک دوسرے کے صنعتی مرکزوں پر تہذیب و تمدن کے گہواروں پر شعلے برسا رہی ہیں۔ آگ اور خون کے کھولتے ہوئے دریا موجیں مارتے ہوئے مشرق اور مغرب میں ایک دوسرے پر چڑھ رہے ہیں اور جلی حروف میں محاذ جنگ کے چپہ چپہ پر لکھا ہوا ہے۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض

بشارت عظمیٰ

اب بھی کوئی شک باقی ہے کہ ان اقوام کی رستخیز کا نقشہ احادیث اور قرآن مجید میں نہیں کھینچا گیا۔ ان قوموں کے عروج و زوال کے متعلق آج سے چودہ سو سال پیشتر سے ہی خبر نہیں دیدی گئی؟ جہاں یہ خبر ہے وہاں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تاریکی کے زمانہ میں ایک عظیم الشان مصلح اور مسیح کو مبعوث فرمائے گا۔ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی میں ایک زبردست تموج پیدا ہوگا اور حضور صلعم کا ایک عظیم الشان روحانی جانشین اور خلیفہ بروئے کار آئے گا اور قومیں اس کے انفاس طیبہ سے رستگاری حاصل کریں گی اور دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔ ڈاکٹر ٹیگور کا بیان ایک مسلمان کیلئے کوئی انکشاف نہیں۔ البتہ ان کا وجدان اس حقیقت سے قریب ہو گیا ہے۔ جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر ٹیگور نے یہ جو فرمایا ہے کہ دنیا کو نجات دینے والا اور مصلح ہندوستان میں پیدا ہوگا۔ لیکن وہ عظیم الشان نذیر اور مصلح ہندوستان میں ہی پیدا ہوا لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ اور خدا تعالیٰ اس کی سچائی کو بڑے زور آور حملوں سے منوا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو دنیا کی اصلاح اور دجال کے مقابلہ کیلئے تشریف لائے دنیا نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ ان کے خیالی پیکر کے مطابق نہ تھے۔ وہ ایک خونی اور جابر قائد کے خواہاں تھے۔ لیکن یہ انسان صاحب رحمت اور سراپا رفق و ملاطفت تھا۔ یہ حضرت بانی سلسلہ تک ہی محدود نہیں جتنے مصلحین عظام و انبیاء گذرے ہیں۔ دنیا نے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے۔

تہذیب اور مسیح

وہ مصلح جو مسیحی صفات اپنے اندر رکھتا ہو یعنی خالص روحانیت کا پیکر ہو۔ وہ عموماً مادی تہذیب کی اصلاح کیلئے مبعوث ہوا کرتا ہے اس کی ٹکر تہذیب و تمدن کے مادی عناصر اور ملحدانہ رجحانات سے ہوا کرتی ہے کیونکہ مادی تہذیب و تمدن کے علمبرداروں کے پاس وسیع ذرائع ہوتے ہیں حکومت ہوتی ہے۔ فوجی نظامات ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی مادی شوکت کے مقابلہ میں اس روحانی انسان کی حیثیت مسیح بین آنکھوں کو بہت معمولی نظر آتی ہے۔ اس لئے اس کے پیغام کو نظر غائر سے مطالعہ کئے بغیر اس کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح ناصری کے ساتھ ہوا لیکن تاریخ شاہد ہے اس مصلح کے انکار سے اس کی تحریک رک نہیں جاتی۔ وہ بتدریج کام کرتی ہے اور اندر ہی اندر تہذیب و تمدن کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے اور اس عمارت کے ملبہ پر ایک نئی عمارت تعمیر کرتی ہے اور انسانوں میں ایک ایسے وجدان کو نشوونما دیتی ہے جو اپنی فطرت میں زمینی نہیں۔ بلکہ آسمانی ہوتا ہے جب وجدان اور نقطہ نگاہ میں اعمال اور قوت فعال میں تغیر پیدا ہو جائے تو یہ تغیر ہی ایک آفتاب تازہ ہوتا ہے جو ایک عالم کو منور کرتا ہے

مسیح کا انکار اور تہذیب و تمدن کی تباہی

سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کوئی مستقل ہستی نہیں رکھتا بلکہ جوں جوں مغربی تہذیب کی سطوت اور شوکت خاک میں ملیگی۔ اس مصلح اعظم کی شخصیت زیادہ نمایاں ہوگی۔ چنانچہ اپنی آمد کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تہذیب حاضرہ کی تباہی کی خبر دی ہے۔ اور بڑے جلال سے مطلع کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:-

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانیوالی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے اور یہ اس لئے کہ نوع انسانی نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔۔۔۔

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔"

یہ تہذیب کی عمارت کے انہدام کی پیشگوئی کس خوبی سے پوری ہو رہی ہے اور دنیا کو للکار رہی ہے کہ دور حاضر کے مسیح کو قبول کرو تا کہ تمہاری عافیت ہو۔ کیوں نہیں اس مسیح کو قبول کیا جاتا۔ جو وقت پر خدا کی طرف سے آیا۔ اور عبث کسی آنیوالے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ انتظار فضول ہے کیونکہ آنے والا آچکا ۔

ملے یورپ کے دو عظیم الشان محاربے۔

شذرات

پیغام صلح کا مسیح موعودؑ نمبر

پیغام صلح قریباً ہر سال مئی کے مہینہ میں قارئین پیغام صلح کی خدمت میں مسیح موعود نمبر پیش کیا کرتا ہے۔ انشاء اللہ اس دفعہ بھی ایک نمبر مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء کو شائع کیا جائے گا۔ اس نمبر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغی مساعی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مثلاً کوئی مذہب ملت ... نہیں جس تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔ اور قرآن مجید کی پر شوکت تعلیم کو براہین اور دلائل سے پیش نہ کیا ہو۔ یہ سال چونکہ ہماری تبلیغی جدوجہد کا سال ہے۔ اس لئے نہایت موزوں ہے کہ جب ہم ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد کو اپنے قلوب میں تازہ کریں۔ تو اسی یاد کے ضمن میں حضور کی تبلیغی مساعی، و تبلیغی کارناموں کو بھی روشن کریں۔ اس سے ہمارے اس سالہ تبلیغی پروگرام کو بہت تقویت ملے گی اور ہماری کوششوں میں ایک جولانی پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے پیغام صلح بھی اس سالہ تبلیغی پروگرام کو قوت پہنچانے کیلئے ایک ایسا نمبر پیش کریگا جس میں حضرت امام عصر حاضر کی تبلیغی جدوجہد کے مختلف پہلو جامعیت کے ساتھ درج ہوں۔ تاکہ وہ دوست جنہوں نے اس سالہ تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا ہے انہیں معلوم ہو سکے کہ حضرت صاحب مختلف مذاہب کے لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچانے میں کن دلائل کو مدنظر رکھا کرتے تھے۔ ملا ازم، آریہ سماج، دیو سماج، برہمو سماج۔ سناتن دھرم، عیسائیت دہریت، نیچریت وغیرہ کا مقابلہ کن ہتھیاروں سے کرتے تھے۔ اور آج ہمیں بھی اپنے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہیں ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

سو مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغی جدوجہد میں سے کسی ایک پہلو کو لے لیں اور اس کی وضاحت کریں۔ اور اپنے گرانقدر مضامین کو ۱۰ مئی تک ضرور دفتر اخبار پیغام صلح میں بھجوا دیں۔

سر چودھری ظفر اللہ خانصاحب اور چودھری فتح محمد صاحب ایم۔اے

۱۹۱۳ء میں "الہلال" ہفتہ وار اسلامی مصور رسالہ میں ایک صاحب بشیر حسین قدوائی کے خطوط "اسلام لندن میں" کے عنوان سے چھپا کرتے تھے جس میں ووکنگ مشن کی اسلامی خدمات پر روشنی ڈالی جاتی تھی۔ انہی مذکورہ بالا صاحب کا ایک خط "الہلال" مورخہ ۱۵-۲۲ اپریل ۱۹۱۴ء کے شیوع میں شائع ہوا جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:-

"پچھلے جمعہ خواجہ صاحب (یعنی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم۔ ناقل) بوجہ علالت نہ آسکے۔ تو عثمانی امام خیر الدین آفندی نے نماز پڑھائی اور خواجہ صاحب کے ایک ساتھی چودھری فتح محمد صاحب ایم۔اے۔ اور ایک احمدی طالب علم چودھری ظفر اللہ خانصاحب بی۔اے نے بھی اسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ وغیرہ وغیرہ"

چودھری فتح محمد صاحب سیال قادیان کے موجودہ نظام میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت کو پس پشت پھینک کر قائم ہوا، ناظر اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں اور چودھری ظفر اللہ خانصاحب جو آج کل سر چودھری ظفر اللہ خانصاحب ہیں۔ ان کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ دونوں صاحب ۱۹۱۴ء میں ... کیوں غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے؟ ہمارے خیال میں صرف اس لئے کہ وہ غیر احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے تھے۔ اگر وہ انہیں کافر سمجھتے تو ان کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے؟ کیا معاصر "الفضل" اس پر کچھ روشنی ڈالے گا؟ یا اسے بھی بار بار دہرانے کی ضرورت پیش آئے گی؟

دو مذاہب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب

۱- غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔

۲- بانیٔ سلسلہ پر ایمان نہ لانے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

۳- آپ انبیاء میں شامل نہیں جن کا انکار کفر ہے بلکہ زمرہ مجددین میں شامل ہیں۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کا مذہب

۱- غیر احمدی کا جنازہ ناجائز ہے۔

۲- جو شخص بانیٔ سلسلہ پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۳- بانیٔ سلسلہ پر ایمان لائے بغیر یعنی صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے آج کوئی کافر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

سلطنت یا خدمت رسولؐ؟

روزنامہ "احسان" ۱۱ اپریل کے سرورق پر ایک نظم "التجا" کے عنوان سے خلیق قریشی صاحب کی شائع ہوئی ہے اس میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے حضور میں التجا کرتے ہوئے ایک شعر یوں کہا ہے ؎

یہ سلطنت ملے نہ ملے چھوڑیے اسے
لیکن ہمیں حضور کی خدمت ہو عطا

معلوم دیتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے دانشمند لوگ پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں جو حکومت کے سودائے خام پر آنحضرت صلعم کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی حقیقی خدمت کیا ہے اسوۂ رسول پر عمل کرنے کی کوشش، اور آنحضرت صلعم کے لائے ہوئے دین کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے کی سعی کرنا۔ جب تک مسلمان اس پر عمل پیرا رہے۔ سلطنت ان کے قدموں میں پڑی رہی۔ جب انہوں نے ایمان اور اشاعت اسلام کو ترک کر دیا تو حکومت بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ آج مسلمان کو اسی بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ نعمت انہیں امام عصر حاضر کے طفیل ہی مل سکتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے خود فرمایا ہے:- لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس ہو ایمان کو حضرت مجدد زماں ہی ثریا سے واپس لائے اور اس ایمان سے وہ عملی قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ خدا مسلمانوں کو بصیرت دے۔

سورۂ کہف کی تفسیر سے پہلے مسئلہ جنازہ کو صاف کیجئے

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے الفضل مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون "جناب مولوی محمد علی صاحب کے سامنے ایک فیصلہ کن تجویز" کے عنوان سے لکھا ہے۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب میاں محمود احمد صاحب سورۂ کہف کی تفسیر لکھیں اور وہ مشترکہ خرچ پر شائع ہو جائے جس سے واضح ہو جائے گا کہ کونسا انسان اللہ تعالیٰ سے روحانی تعلق رکھتا ہے اور کسے اس کا قرب خاص حاصل ہے۔ یہ مخلوق خدا پر ایک بہت بڑا احسان ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ"

لیکن ہم کہتے ہیں کہ پہلے جنازہ کے مسئلہ کو حل کر کے مخلوق خدا پر احسان کیوں نہیں کرتے۔ جو ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کے خلاف نہیں چل رہے تو پھر تفسیر نویسی کے مقابلہ کی بھی نوبت آجائے گی۔ ہمیں تعجب ہے کہ مولوی اللہ دتا صاحب کا قلم ان تجویزوں اور مناظرانہ ایچا پیچیوں کے لئے تو حرکت کر سکتا ہے۔ لیکن جنازہ کے مسئلہ پر گویا بجلی گر پڑتی ہے اور وہ دو حرف بھی صفحہ قرطاس پر نہیں لکھ سکتا۔

معاصر "فاروق" کا ریویو

ہماری جماعت کے محترم رکن جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ملتانی ریٹائرڈ پی سی ایس نے ایک نہایت ہی مبسوط اور جامع کتاب "زمیندار اور ساہوکار" کے عنوان سے شائع کی ہے جس پر پیغام صلح کی کسی قریبی اشاعت میں ریویو کیا جائے گا۔ اس مذکورہ کتاب پر ریویو کرتے ہوئے معاصر فاروق رقمطراز ہے:

"تعجب ہے کہ جناب چودھری صاحب نے اس معاملے میں تو بہت ہی چھان بین کی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے معاملے میں انہوں نے کما حقہ تحقیق کر کے اصل حقیقت کی طرف کیوں توجہ نہیں فرمائی۔ امید ہے کہ ایسے محقق انسان ہماری اس ہمدردانہ گذارش پر غور فرما کر رشا کر فرمائیں گے"

ہم مدیر "فاروق" کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں۔ کہ چودھری صاحب موصوف ایک محقق اور دردرس انسان ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک معاملہ میں تو تحقیق سے کام لیں اور دوسرے میں تحقیق نہ کریں۔ ان کے عقائد ان کے پختہ طرز فکر کا ہی نتیجہ ہیں لیکن ہمیں تعجب تو اس بات پر ہے کہ "دین حق یا ہمارا مذہب" جیسی کتاب کا مصنف تکفیر اور نبوت کا قائل کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں تفاوت ضرور ہے اور مدیر فاروق کے لئے لمحہ فکریہ بھی!

کوائف جماعت دہلی

جماعت قادیان سے مباحثوں کی روئیداد

(از جناب شیخ عبدالحق صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی)

جناب مولوی سید اختر حسین صاحب گیلانی اپنی مصروفیت دہلی کے متعلق کسی گذشتہ پرچے اخبار پیغام صلح میں لکھ چکے ہیں۔ بعد کے واقعات حسب ذیل ہیں:-

سید اختر حسین صاحب گیلانی کے روزانہ درس قرآن شریف کا سلسلہ پہاڑ گنج میں جاری ہے۔ قادیانی دوستوں کے لئے ہماری جماعت کی کامیابی سخت تکلیف کا موجب بن رہی ہے۔ چنانچہ قادیانیوں نے اس کامیابی کا اثر دور کرنے کے لئے یا ہماری جماعت کی تنظیمی کاروائی میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے یا اس خفت و خجالت کو مٹانے کے لئے جو ان کو آئے دن مولوی سید اختر حسین صاحب کی تبلیغ کے باعث پہنچ رہی تھی۔ قادیان سے اپنے مایہ ناز مباحث یعنی مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو طلب کیا۔ چنانچہ ہفتہ عشرہ سے مولوی اللہ دتا صاحب دہلی میں تشریف فرما ہیں۔ اور آپ کی تشریف آوری پر قادیانی جماعت کے جماعت احمدیہ کے ساتھ جو مباحثات ہوئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

سب سے پہلا مباحثہ مؤرخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء بروز جمعہ بعد نماز عشا حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ہوا۔ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے خاکسار راقم الحروف اور قادیانی جماعت کی طرف سے ماسٹر محمد حسن آسان بطور مناظر پیش ہوئے۔ میں نے پہلے نصف گھنٹہ اس موضوع پر تقریر کی کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی قائم کردہ اصطلاحات ظل، بروز، مجاز یا امتی نبی کے مفہوم کو صرف محدثیت تک محدود کیا ہے۔ نیز ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونے کا مفہوم بھی آپ کی نہ صرف ابتدائی تحریرات بعد دعویٰ مسیح موعود بلکہ آپ کی آخری تحریروں میں بھی صرف محدثیت ہی ہے اس لئے جب تک قادیانی مناظر یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعود نے ان اصطلاحات کی تشریحات کو ۱۹۰۱ء کے بعد بدل ڈالا اس وقت تک قادیانی مناظر تبدیلی عقیدہ کے دعوے کو صحیح ثابت کرنے پر کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ماسٹر صاحب نے فضیلت و خصوصیت کے حوالجات سے پناہ لینی چاہی۔ میری طرف سے جو جوابات دیئے گئے۔ ان کو بطور سوال و جواب کسی دوسری فرصت پر چھوڑتا ہوں۔ بالفعل اسی قدر عرض ہے کہ یہ مباحثہ نہایت کامیاب رہا یہاں تک کہ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے اس خفت کو مٹانے کیلئے جو قادیانی مناظر کو اس مباحثہ میں اٹھانی پڑی، اسی طریق پر اظہار فرمایا کہ ہر دو مناظروں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے اپنے خیالات کی ترجمانی کی۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ ماسٹر صاحب اپنے مقصد کو ثابت کرنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکے بلکہ تعریف کرتے وقت مولوی اللہ دتا صاحب ان کا نام در میان میں یونہی لے گئے۔ غیر از جماعت احباب پر تو اس قدر اثر ہوا کہ وہ برملا کہہ رہے تھے کہ قادیانی مناظر معقولیت سے کسی اعتراض کا بھی جواب نہیں دے سکا۔ یہ مباحثہ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ اور گفتگو کے اختتام پر سید اختر حسین صاحب گیلانی نے مسئلہ نبوت پر مباحثہ کا مولوی اللہ دتا صاحب کو چیلنج دیدیا۔ چنانچہ ہفتہ کی رات ظلی نبوت پر مباحثہ قرار پایا۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۱ء

ہفتہ کی رات بعد نماز عشاء "ظلی نبوت" پر مباحثہ شروع ہوا قادیانیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب اور جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب مولوی سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔ اے بطور مناظر پیش ہوئے۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے کوئی آدھ گھنٹہ تقریر کی۔ آپ نے صرف حضرت مسیح موعود کی کتب سے بعض حوالہ جات پڑھے جن کا موضوع بحث کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ سید اختر حسین صاحب نے ہر چند کوشش کی کہ جناب مولوی اللہ دتا صاحب فیصلہ شدہ بحث سے باہر نہ جائیں۔ مگر مولوی اللہ دتا صاحب بھی اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ محدود دائرہ فیصلہ شدہ مضمون پر گفتگو کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ اور اگر انہوں نے صرف "ظلی نبوت" کے مفہوم واضح کرنے پر اکتفا کی۔ تو وہ قادیانیوں کو مغالطہ دینے میں کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ اس لئے انہوں نے خواہ مخواہ "فضیلت و خصوصیت مسیح موعودؑ" کے حوالجات کو بھی جن کو ماسٹر محمد حسن صاحب صرف ایک رات قبل میرے ساتھ مباحثہ کرنے وقت پیش کر چکے تھے۔ دوران مباحثہ میں دخل در معقولات کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے داخل کیا۔ مولوی اللہ دتا صاحب کو بار بار کہا گیا کہ آج کی گفتگو صرف "ظلی نبوت" کے مفہوم پر ہے۔ مگر مولوی صاحب نے ایک نہ سنی۔ چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب کا یہی فعل سمجھدار طبقہ کے لئے ثبوت بن گیا کہ قادیانی جماعت "ظلی نبوت" حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب نہیں کرتی، بلکہ الفاظ کی آڑ میں ان کو "اصل نبی" مان رہی ہے۔ یہ مباحثہ رات کے بارہ بجے کے قریب ختم ہوا۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۱ء

کیونکہ قادیانی مناظر ہر مباحثہ میں "فضیلت مسیح موعود" کو ہی پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے مباحثہ کے خاتمہ پر میں نے مولوی اللہ دتا صاحب پر اتمام حجت کے لئے چیلنج دیا کہ ان کے اس مایہ ناز مبحث "حضرت مسیح موعود کی فضیلت بر مسیح ناصری" کا ان سے گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب نے میرے اس چیلنج کو منظور کر لیا۔ اور "فضیلت مسیح موعود پر بدیں مفہوم کہ یہ فضیلت بوجہ نبی ان کو حاصل ہے" بعد نماز عصر اتوار کے روز گفتگو شروع ہوئی۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے کوئی آدھ گھنٹہ جاری تقریر کی۔ اس کے بعد دو ڈھائی گھنٹہ تک مباحثہ ہوتا رہا۔ مولوی اللہ دتا صاحب کے وہی پرانے اعتراضات تھے جن کو ماسٹر محمد حسن صاحب دو روز قبل پیش کر چکے تھے اور جن کا ایسا کافی و شافی جواب قادیانیوں کو مل چکا تھا کہ دوبارہ انہیں اعتراضات کو دہرانا درحقیقت وقت کو ضائع کرنا تھا۔ چنانچہ مولوی صاحب کے اعتراضات اور میرے جوابات بطور سوال و جواب شائع کرنے کے لئے بعد میں ارسال خدمت ہوں گے۔ مباحثہ کے خاتمہ پر میں نے مولوی اللہ دتا صاحب کو دوبارہ کھلا چیلنج دیا کہ جس مضمون پر وہ چاہتے ہیں۔ خاکسار ان سے دوستانہ طریق پر تبادلہ خیالات کے لئے حاضر ہے۔ مگر مولوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔

۲۶ مارچ ۱۹۴۱ء کا مباحثہ

جناب مولوی اللہ دتا صاحب نے اس وقت تو مناظرہ سے انکار فرمایا تھا۔ مگر مؤرخہ ۲۵ مارچ کو ان کی طرف سے اطلاع ملی کہ مولوی اللہ دتا صاحب مؤرخہ ۲۶ مارچ کو بعد نماز عشاء ختم نبوت پر تقریر فرمائیں گے۔ ازاں بعد مباحثہ کے لئے وقت دیا جائے گا۔ چنانچہ قادیانیوں کے اس چیلنج کو منظور کر لیا گیا۔ قادیانیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب اور جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ مولوی فاضل بی۔ اے بطور مباحث پیش ہوئے۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی صدہا تحریرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد مدعی نبوت کافر و کاذب ہے اپنے غلط خیال یا غلط عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم، احادیث، اقوال آئمہ دین اور تحریرات مسیح موعود سے غلط استدلال کیا۔ سید اختر حسین صاحب گیلانی نے خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ جس خوبی، قابلیت اور کامیابی کے ساتھ مولوی اللہ دتا صاحب کے مغالطوں کو طشت ازبام کیا اور جھوٹے استدلالات کی قلعی کھولی۔ یہ بہت سید اختر حسین صاحب کا ہی حصہ تھا اور جب مولوی اللہ دتا صاحب اس بات کو مان لینے پر مجبور ہوگئے کہ اقوال آئمہ دین سے جو استدلال مولوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ آئمہ دین اس استدلال کو صحیح نہ جانتے تھے۔ بلکہ صوفیاء کرام کی اصطلاحات کی تشریح قادیانی جماعت از خود کر رہی ہے۔ تو مجمع میں ایک زبردست قہقہہ لگا۔ جناب مولوی اللہ دتا صاحب کا رنگ فق ہوچکا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ لوگوں پر واضح ہوگیا کہ قادیانی عقائد بے حقیقت ہیں۔ اس کے بعد باوجود سید صاحب کے چیلنج کے دوبارہ مولوی اللہ دتا صاحب مناظرہ کیلئے تیار نہ ہوئے۔ میں جناب مولوی سید اختر حسین صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ وہ اس علمی مباحثہ کو بطور سوال و جواب لکھ کر شائع کروا دیں تا پبلک اس سے مستفید ہوسکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلمہ گوؤں کی تکفیر کے کبھی قائل نہیں ہوئے

"مَیں اب بھی اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتا" (مسیح موعود)

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام۔ کلکتہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

"مَیں کافر نہیں ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔ جو اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں اور لا اله الا الله محمد رسول الله کا قائل ہوں۔ اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(آسمانی فیصلہ صفحہ ۳)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا تحریریں صاحبِ انصاف طلب کیلئے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہنے دیتیں اور وہ شخص جو حضرت مرزا صاحب کو اپنی مسیح موعود اور حکم . . . مانتا ہو۔ وہ کبھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آپ نے بھی کلمہ گوؤں کی تکفیر کی۔ لیکن بائے افسوس ہے کہ ہمارے قادیانی بھائی ان تحریروں کو دیکھتے ہوئے یہ کہتے سے نہیں شرماتے کہ آپ نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ کاش قادیانی احباب حضرت مسیح موعود کے ان بیانات کو کچھ وقعت دیتے تو حضرت مسیح موعود کے مخالفین کا منہ بند ہو جاتا۔ اور وہ دریدہ دہنی سے باز آجاتے۔ لیکن یہ ازل سے مقدر تھا کہ ایسا ہوتا۔ کاش قادیانی دوست حضرت مسیح موعود کے متبعین کہلا کر وہ کام سرانجام نہ دیتے۔ جو مخالفین کا کام تھا۔ اور حضرت مسیح موعود پر وہ الزام نہ لگاتے جس کو حضور نے خیانت جھوٹ، اور خلافِ واقعہ تہمت سے تعبیر کیا تھا۔ دشمنوں نے تو یہی افترا کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کلمہ گوؤں کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو خدا کا لاڈلا معصوم عن الخطا خلیفہ موعود ہونے کا مدعی ہے۔ لوگوں کو یہ سبق دے رہا ہے۔ اور اعلان پر اعلان کر رہا ہے اور مرید بیچارے جن کی عقل و فہم پر پہلے ہی اندھا دھند تقلید کی وجہ سے ظلمت کے پردے چھائے ہوئے ہیں۔ اس سبق کو طوطے کی طرح رٹتے چلے جا رہے ہیں کہ مخالفین درست کہتے تھے۔ نہ صرف مخالفین کی تصدیق میں ہی رطب اللسان ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نہ صرف حضرت مسیح موعود نے اپنے نہ ماننے والوں اور کلمہ گوؤں کو ہی کافر قرار دیا۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی جو دل سے آپ کا اقرار کرتے ہوں آپ کو مسیح موعود مانتے ہوں۔ لیکن ابھی بیعت نہ کی ہو۔ کافر ہیں۔ اور پھر وہ لوگ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں جنہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ اور گو وہ ایسے خطہ ارض میں رہتے ہوں جہاں آپ کی تبلیغ نہ پہنچی ہو۔ یہ وہ الزامات ہیں جن پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اور ان کے خلاف جس قدر بھی جدوجہد کی جائے۔ وہ کم ہے کیونکہ یہ عقائد جہاں اتحادِ مسلمین کو پاش پاش کرنے والے ہیں۔ وہاں ایک مامور من اللہ کی تعلیمات و مسلمات پر ایک کاری ضرب لگانے والے ہیں اور اس رجلِ عظیم کی حیاتِ طیبہ پر ایک سیاہ داغ لگانے کے مترادف ہیں۔ گو بعض قادیانی بزرگ پرائیویٹ خطوط میں اس امر کا اعتراف بھی کر چکے ہیں کہ یہ عقائد انسانی جذبات کے ماتحت تراشے گئے ہیں۔ لیکن اس بات کو کیا کیا جائے کہ باوجود ایسے عقائد کے صریح باطل ہونے کے اور اس بات کا علم رکھتے ہوئے ایسے بزرگ ایمانی جرأت سے کام نہیں لیتے

یقیناً ایسے لوگ ایک خیانت فی الدین کے مرتکب ہیں جس سے ان کو توبہ کرنی چاہئے اور بلا خوف لومۃ لائم اس بات کا کھلا اعتراف کرنا چاہئے کہ ان کے کلمہ گوؤں کی تکفیر کے عقیدہ کی بنیاد ایک شخص کے ابتدائی جذبات کا کرشمہ ہے اور جو سراسر خلافِ تعلیمِ قرآن اور ارشاداتِ مامورِ زمانہ ہے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم نہ کیا جائے۔ پس میں ایسے بزرگوں سے بصد عجز و نیاز حضرت مسیح موعود کا واسطہ دیکر معروض ہوں کہ آؤ اور جرأتِ ایمانی سے کام لیتے ہوئے شہادتِ حقہ دیکر اپنے فرائض کو ماحقہٗ سرانجام دو کیا آپ کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول صلعم اور اس کے مامور کے اقوال کی عزت نہیں اور اگر ہے تو کیوں دیدہ و دانستہ حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہو۔ خوب غور کر کے دیکھ لو کیا ایک مامور من اللہ کی عزت و وقار کو قائم رکھنا تمہارا فرض ہے یا ایک غیر مامور کی تعلیم اور جذبات پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھنا ہی مصلحت ہے۔ اگر یہ بات درست ہے اور اشد ضروری ہے کہ مامور من اللہ کے اقوال و معتقدات کو ہی اپنا مشعلِ راہ بنایا جائے۔ تو پھر چھوڑ دو اس شخص کو۔ جو تمہیں اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی اختراعات پر چلانا چاہتا ہے اور مامور کی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ کامیاب ہو گئے وہ لوگ جو مامور من اللہ کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ اور بے نصیب ہیں وہ لوگ جو کسی کے جذبات کے ماتحت چلتے ہیں اور ایک ایسے غیر مامور انسان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جو فرمودہ رسول صلعم اور مامور من اللہ کی تعلیم کو مٹانے والا ہے۔

پھر جس طرح حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت ثابت کرنے کیلئے یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کو ۱۹۰۱ء تک پتہ نہ لگا کہ آپ نبی ہیں یا محدث اسی طرح مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق بھی میاں محمود احمد صاحب یہی کہتے ہیں کہ بے شک شروع میں تو حضرت صاحب کا یہی فتویٰ تھا کہ صرف میرے مکفرین کافر ہوتے ہیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا" (رسالہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء) لیکن جس طرح آپ کو مدعی نبوت ثابت کرنے کے لئے آپ پر لاعلمی کا الزام لگا کر ایک ظلمِ عظیم کیا ہے اسی طرح مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق یہ بات کہہ کر کہ بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا ایک ظلمِ عظیم کیا ہے۔ کاش میاں صاحب وہ بعد کی وحی پیش کر دیتے تو معاملہ کس قدر آسان ہو جاتا لیکن وہ ایسا کیوں کرتے جبکہ ان کا شیوہ ہی یہ ہے کہ بلا ثبوت دعویٰ کرتے چلے جائیں اور یہ بھی ان کو معلوم ہے کہ کوئی مرید تو ان کو پوچھیگا نہیں کہ حضرت وہ وحی بتلائیے۔ کیونکہ مرید بیچارے جانتے ہیں کہ پوچھا نہیں اور در بارِ خلافت سے منافق کا خطاب ملا نہیں۔

میں نے جو مندرجہ بالا سطور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال پیش کئے ہیں۔ وہ آپ کی آخری تصنیفات کے ہیں۔ اس کے بعد کوئی وحی مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق حضرت صاحب کی تصنیفات میں موجود نہیں۔ ہاں تو جب یہ آخری زمانہ کی تحریریں میاں صاحب کے پڑھنے کے بعد کوئی شخص حضرت مسیح موعود کی طرف تکفیر مسلمانانِ عالم کا ناپاک الزام نہیں لگا سکتا تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے قبل کوئی وحی ہوئی ہوگی جس کا علم سوائے میاں صاحب کے اور کسی احمدی کو نہیں۔ کیونکہ کوئی بھی اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ ہاں میاں صاحب کی اس کذب بیانی کا پردہ حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل تحریر جو وفات سے دو روز قبل کی ہے چاک چاک کر رہی ہے حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔ لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔" (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ سارے کے سارے قادیانی اپنے خلیفہ صاحب سے پوچھیں کہ فرمائیے حضرت، آپ کی بات کو مانیں کہ حضرت صاحب کا عقیدہ بعد کی وحی نے تبدیل کر دیا یا حضرت صاحب کے اس اعلان کو سچا سمجھیں جس کے بعد اس مسئلہ پر کوئی گفتگو یا اعلان حضرت صاحب کا نہیں ہوا۔ لیکن مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ شاید ایک فیصدی قادیانی بھی یہ جرأت نہ کر سکیں گے کیونکہ ان کی آزادی رائے سلب کی جا چکی ہے۔ ان کو یہ پٹی پڑھا دی گئی ہے کہ تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم خلیفہ پر کبھی اعتراض بھی کر سکو۔ اور اگر تم نے اس "گناہ کبیرہ" کا ارتکاب کیا تو سیدھے جہنم میں پھینک دیئے جاؤ گے۔ پس اگر وہ یہ جرأت نہیں کر سکتے کہ اپنے خلیفہ سے مودبانہ یہ عرض کر سکیں تو پھر ان کا یہ فرض ہے کہ ایسی وحی تلاش کر کے لائیں اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک کوئی ایسی وحی نہ مل جائے۔ لیکن وہ یاد رکھیں خواہ ان کی ساری عمریں اس تلاش میں صرف ہو جائیں تو وہ پھر بھی ناکام و نامراد رہیں گے۔ جیسا کہ آج تک باوجود چیلنج پر چیلنج کے وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔

فی الواقع اگر ہمارے قادیانی بھائیوں کے دلوں پر کچھ بھی خوفِ خدا طاری ہوتا۔ اور ان کے سینوں میں اس عظیم المرتبت مجددِ اعظم کی محبت ہوتی۔ تو وہ کبھی بھی یہ گوارا نہ کرتے کہ آپ کی طرف وہ باتیں منسوب کریں جن کا آپ کو کبھی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ نہ صرف وہم و گمان ہی نہیں تھا۔ بلکہ حضور علیہ السلام کو اس قدر رنج کلمہ گوؤں کی تکفیر کرنے والوں پر ہوتا تھا جس کی داستان بہت طویل ہے جس کے لئے . . . اخبار کے محدود صفحات متحمل نہیں ہو سکتے۔ بطور اختصار صرف ایک تحریر اس ضمن میں پیش کرتا ہوں۔ کس دلسوزی سے فرماتے ہیں:۔

"مسلمانو! خدا سے شرماؤ . . . . مسلمان تو پہلے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ۔" (ازالہ اوہام)

کیا قادیانی بھائی یہ بتلا سکتے ہیں کہ ان کا عمل کہاں تک اس ارشاد مامور کے مطابق ہے اور کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ وہ شخص جس کی زبان مبارک سے یہ کلمات طیبات نکلے ہوں وہ مسلمانوں کی تکفیر کا قائل ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو کیا کلمہ گوؤں کی تکفیر کے شائقین کے لئے یہ لابد و ضروری نہیں کہ وہ اپنے عقائد کی چھان بین کر کے ان سے توبہ کر لیں۔ تا ایک مامور من اللہ کی مخالفت میں اپنے ایمانوں کو سلب نہ کر لیں۔ کاش کوئی سعید روح اس طرف دھیان کرے۔

میں پھر ان لوگوں سے خصوصاً قادیانی اصحاب سے مودبانہ عرض کرتا ہوں کہ کیا کلمہ گوؤں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا اسلامی وحدت کو پاش پاش کرنا نہیں۔ اور کیا اس عقیدہ کا نتیجہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کو محدود قرار دینے کے مترادف نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل جہانوں اور کل زمانوں کے لئے تا قیامت

حق قرار دیا سے پھر کیا ایسا عقیدہ اسلام کی جڑوں کو ہلا دینے والا نہیں کیونکہ کلمہ طیبہ جس پر دین اسلام کی بنیاد ہے اس کے پڑھنے سے کوئی مسلمان نہ بنا تو وہ منسوخ ہو گیا اور جب منسوخ ہو گیا تو دین اسلام خود بخود منسوخ ہو گیا۔ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب قادیانیوں کیلئے جوئے شیر لانا ہے۔ ہم نے چیلنج پر چیلنج دیئے۔ کوئی قادیانی مقابلہ پر نہیں آتا اور نہ اس طرف توجہ کرتا ہے۔ گویا علم ہی نہیں کہ کیا کیا جا رہا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان کا سننا نہ سننا برابر ہے کیونکہ وہ لاجواب ہیں اور انشاء اللہ لاجواب ہو کر اپنی کج روی پر مہر تصدیق ثبت کرتے رہیں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائے۔

مندرجہ بالا سطور میں خدا کے فضل سے بہ وضاحت یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلمہ گوؤں کی تکفیر کے کبھی قائل نہیں ہوئے اور نہ ایک مامور من اللہ جو مصلح امت محمدیہ میں مصلح اعظم کی شکل میں مبعوث ہوا ہو۔ اس کے یہ شایانِ شان ہے کہ وہ ایسے غلط عقیدہ کی ترویج کرنا لیس میں قادیانی احباب سے جن کو کسی وجہ سے یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کلمہ گوؤں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ یہ مخلصانہ گذارش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اے مسیح موعود کے متبعین کہلانے والو آؤ حضرت مسیح موعود کو ہی حکم عدل مان کر آپ سے ہی فیصلہ طلب کرو۔ ایک غیر مامور کی باتوں کے سامنے مامور کی تحریروں کو جو جوالٰہی انوار کا مرقع ہیں بے وقعت نہ ٹھہراؤ۔ اگر آپ لوگ اس راستے پر قدم رکھو گے۔ تو یقیناً یقیناً تمہارے موجودہ عقائد کی غلطی خود تم پر واضح ہو جائے گی۔ ہاں اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ تمہارا خلیفہ یا امام جو کہتا ہے۔ وہ درست ہے اور وہ غلطی نہیں کر سکتا۔ تو یہ محض ایک خیال ہی خیال ہے۔ جس کے غلط ہونے پر اسلامی تاریخ ایک زبردست شہادت ہے۔ معصوم ذات صرف انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ پس خود سوچئے اور غور و خوض کرنے کی اہلیت پیدا کرو تم غلو کی عمارتیں جو تمہاری اندھا دھند تقلید سے ناجائز طور پر اٹھا کر بلند سے بلند تر کی جا رہی ہیں۔ وہ گر جائیں اور لوگوں کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور آپ کے مقصد کی صحیح تصویر آ جائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین و ان الحمد للہ رب العلمین ✦

(بقیہ صفحہ ۲)

یہ تمام عبارات ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ ان میں الفاظ یہ
(۱) "خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"
(۲) "یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے"
(۳) "میرے پر یہی کھولا گیا ہے"

اس حقیقت کو واشگاف کر رہے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود نے نبوت کی تعریف اور محدثیت کا دعوے خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت کیا۔ ایسی حالت میں قادیانی مجیب کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ "پہلی تعریف نبوت خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھی"۔ ہمارے نزدیک پہلے اور پیچھے ایک ہی تعریف نبوت آپ نے کی ہے ایک ہی دعوے کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت کیا ہے۔

دعوے میں اختلاف ماننا زیغ قلب کا ثبوت ہے

یہ کہنا کہ پہلی اور پچھلی تعریف نبوت میں اختلاف ہے۔ انہی لوگوں کا کام ہے۔ جو فاما الذین فی قلوبھم زیغ کے مصداق ہیں۔ جو متشابہات کے پیچھے لگ کر محکم کو چھوڑ دیتے ہیں۔ والراسخون فی العلم ہمیشہ امنا بہ کل من عند ربنا کہکر دونوں میں تطبیق دیتے اور اختلاف اگر کوئی ہو تو اس کو دور کرتے ہیں۔

دعوے نہ بدلنے کی شہادت غلطی کے ازالہ سے

قادیانی مجیب نے ایک غلطی کا ازالہ پڑھنے کی بھی سفارش کی ہے فی الواقعہ ایک غلطی کا ازالہ پڑھنے کے قابل ہے۔ بالخصوص ذیل کی عبارت قادیانی مجیب کے لئے قابل غور ہے۔

" اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے دعوے کو کبھی تبدیل نہیں کیا۔ ورنہ آپ کبھی یہ نہ فرماتے کہ میں نے جس جس جگہ انکار کیا ہے۔ صرف مستقل اور شریعت لانے والا نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ آپ صاف لکھتے کہ پہلے میں نبی کی تعریف یہ سمجھتا تھا کہ وہ صاحب شریعت ہوتا ہے۔ مگر اب پتہ لگ گیا ہے کہ وہ تعریف صحیح نہیں۔ غیر صاحب شریعت بھی حقیقی معنوں میں نبی ہو سکتا ہے اس کے برخلاف اسی غلطی کے ازالہ میں جہاں صاحب شریعت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ وہاں یہ بھی فرماتے ہیں:۔

" نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی"

جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت فنا فی الرسول کے مقام سے بڑھ کر نہیں۔ اور یہ وہ مقام ہے جو تمام اولیاء اللہ کو کم و بیش حاصل ہوتا رہا۔ حضرت مسیح موعود کو بدرجہ اتم حاصل ہوا۔ لیکن اس کی وجہ سے آپ اولیاء اللہ کے زمرہ سے نکل کر نبی نہیں بن سکتے۔ اور نہ آپ کا ایسا دعوے غلطی کے ازالہ یا کسی اور کتاب میں موجود ہے۔

(باقی آئندہ)

احمدیہ انجمن خواتین اسلام دہلی

(از جناب اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب گیلانی دہلی)

دہلی میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدی خواتین کے جلسے بڑی کامیابی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ جب یہ دیکھا گیا کہ خواتین شوق سے اور پابندی سے جلسوں میں شامل ہوتی ہیں اور جماعت کی بنیاد پختہ ہو رہی ہے۔ تو خواتین کی انجمن کی تنظیم عمل میں آ گئی جس کا نام احمدیہ انجمن خواتین اسلام رکھا گیا ہے بیگم صاحبہ مخدوم محمد اشرف صاحب بالاتفاق رائے صدر منتخب ہوئیں اور سیکرٹری کا کام اس عاجزہ کے سپرد ہوا۔ اس عرصہ میں دو اجتماع ہوئے ایک ۳۰ مارچ اور دوسرا ۶ اپریل کو۔ پہلا اجتماع بیگم صاحبہ چودھری شاہ دین صاحب کے مکان واقع دلکشا سکوائر پر منعقد ہوا۔ محترمہ بیگم صاحبہ جناب شیخ عبدالحق صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد عزیزہ النوری بیگم صاحبہ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر اپنا ایک مضمون پڑھ کر سنایا جس میں حضرت اقدس پر مختلف الزامات کا جواب دیا اور ثابت کیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں اور اس صدی کے مجدد ہیں۔ عزیزہ امۃ العزیز صاحبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں سے بعثت سے قبل کی زندگی کے حالات پڑھ کر سنائے۔ عزیزہ خورشید بیگم نے ایک نعت پڑھ کر سنائی اور عزیزہ وحیدہ بیگم اور عزیزہ رشید بیگم نے مل کر حضرت مسیح موعود کی ایک نظم پڑھی۔ بعد ازاں خاکسار راقمہ حروف نے تقریر کی جس میں بتایا کہ خدا تعالیٰ نے جو ہماری جسمانی و روحانی پرورش کرنے والا ہے۔ ہماری روحانی پرورش کیلئے قرآن مجید جیسی اعلیٰ درجہ کی نعمت اتاری ہے۔ اور یہ بتایا کہ اس نعمت کی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین نے کس طرح کی۔ اور حضرت مسیح موعود نے قرآن مجید اور اس کی خدمت کا کتنا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہمیں چاہئے کہ ہم اس قومی خصوصیت کو برقرار رکھیں اور قرآن مجید سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔ اور اسے دنیا میں پہنچانے کے لئے کوشش کرتے رہیں۔

دوسرا جلسہ ۶ اپریل کو بیگم صاحبہ جناب مخدوم محمد اشرف صاحب کے مکان واقع لارنس سکوائر میں منعقد ہوا۔ محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ عزیزہ خورشید بیگم، عزیزہ وحیدہ بیگم، عزیزہ رشیدہ بیگم اور عزیزہ نسیمہ بیگم نے نظمیں اور نعتیں پڑھیں۔ عزیزہ امۃ العزیز نے پابندی وقت پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ عزیزہ النوری بیگم نے صداقت مسیح موعود پر اپنا مضمون پڑھا۔ راقمہ حروف نے مسیح موعود کی زندگی پر تقریر کی۔

اس کے بعد دعا ہوئی اور مجلس برخاست ہوئی پہلے اجتماع میں جناب چودھری شاہ دین صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے اور دوسرے اجتماع میں جناب مخدوم محمد اشرف صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے تمام مہمانوں، مردوں اور عورتوں کی تواضع شیرینی، پھلوں اور چائے سے کی۔ جزاہم اللہ۔ آئندہ کیلئے یہ تجویز ہوا کہ ہر جمعہ کو خواتین کا اجتماع اور جلسہ بھی ہوا کرے۔ یہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ مکان پر ہوا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر خاتون اور بچی بے حد ایمانی جوش سے ان جلسوں میں حصہ لے رہی ہے۔ سب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کچھ نہ کچھ اسلام اور سلسلہ احمدیہ پر بیان کرتی رہیں گی تاکہ خواتین اور بچیوں کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے اور ان میں دینی جذبہ ترقی کرتا رہے ✦

ایک نیک مثال

جناب شیخ فضل الرحمٰن صاحب کے صاحبزادے شیخ ضیاء الرحمٰن صاحب کا نکاح مورخہ ۱۲ کو ذکیہ خانم بنت شیخ عبد الرحمٰن صاحب مالک فلور اینڈ رائس ملز سجان پور ضلع گورداسپور کے ساتھ پڑھا گیا خطبہ نکاح مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے نے پڑھا جس میں آپ نے عورت اور مرد کے حقوق کی وضاحت فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک کو جو حضور اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ فرمایا کرتے تھے بیان کیا۔ شادی کی رسومات نہایت سادگی کے ساتھ ادا کی گئیں۔ بعض لوگ حق مہر بہت بڑھا چڑھا کر باندھتے ہیں۔ مگر یہاں یہ بات مفقود تھی جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ جو حق مہر از روئے شرع شریف مناسب ہے وہی مقرر کیا جاوے میں ہر طرح سے راضی ہوں۔ اس خوشی کے موقع پر جناب شیخ فضل الرحمٰن صاحب نے مبلغ دس روپے اور جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب نے مبلغ پانچ روپے اشاعت اسلام کیلئے انجمن کو عنایت فرمائے۔ جزاہما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ زوجین کو دینی اور دنیوی مسرتوں سے سرفراز فرمائے اور اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب سعادت و برکت کرے۔ آمین ثم آمین۔

امریکہ سے برطانیہ کیلئے مزید ۱۲۳ جہاز

مصر کی بندرگاہ پورٹ سعید میں سامان جنگ پہنچانے کے انتظامات

واشنگٹن ۱۱ اپریل۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے بحری حلقوں میں وثوق کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ امریکہ کی حکومت مزید ۱۲۳ امریکن جہاز برطانیہ کو منتقل کرنے والی ہے۔ یہ جہاز برطانیہ کے جھنڈے تلے سفر کریں گے۔

یہ امداد اس امداد کے علاوہ ہے جو امریکہ کے جنگی جہازوں کی حفاظت میں امریکہ کے تجارتی جہازوں پر سامان جنگ برطانیہ کو پہنچنے کی صورت میں دی جائے گی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ کے اعلان کے مطابق مشرق وسطیٰ میں برطانوی، یونانی، یوگوسلاوی اور اگر ضرورت پڑی تو ترکی کو بھی سامان جنگ بھیجنے کی تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ یہ جہاز عدن اور سویز کی راہ سے پورٹ سعید پہنچیں گے۔ اس سامان جنگ میں ٹینک، ہوائی جہاز اور ترپیں شامل ہیں۔

ٹڈیوں کے خطرہ کا مقابلہ

ٹڈی دل سے نجات پانے کیلئے بلوچستان، سندھ اور پنجاب میں ٹڈیوں کے انسداد کے ادارے جاری کئے گئے ہیں۔ ان صوبوں کے مالگذاری کے محکمہ کے بہت سے افسروں اور ان کے ماتحتوں کو ٹڈیوں کے انسداد کے کام کی تربیت دی گئی ہے۔ یہ کام مارچ اور اپریل میں بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ خاص کر بلوچستان میں جہاں موسم سرما اور موسم بہار میں بارش ہوتی ہے شاہی زرعی تحقیقاتی ادارے نئی دہلی کے شاہی ماہر حشریات سندھ اور بلوچستان کا دورہ کر رہے ہیں۔ تاکہ ابتدائی امور اور حفاظتی کاموں کی نگرانی کریں۔ بہت سی جوان اور انڈے دینے والی ٹڈیاں ریاست قلات کے کاچھی ڈویژن میں زراعت شدہ کھیتوں میں تباہ کر دی گئی ہیں۔

رفتار عالم

قاہرہ ۱۴ اپریل۔ جرمن ریڈیو نے دعویٰ کیا ہے کہ سلوم اور فورٹ کیپنزو پر جرمن فوجوں نے قبضہ کر لیا ہے جو مصر کی سرحد پر واقع ہیں۔ ابھی برطانوی ذرائع سے اس دعویٰ کی تردید یا تائید نہیں ہوئی۔

قاہرہ ۱۴ اپریل۔ عدیس ابابا سے ۱۰۰ میل اپنے موجودہ مقام میں شہنشاہ ہیل سلاسی عدیس ابابا میں فاتحانہ داخلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ایک اعلان میں انہوں نے برطانیہ کی بے لوث امداد پر اظہار تشکر کیا اور کہا کہ ہم برطانیہ کا احسان کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

لندن ۱۴ اپریل۔ دفتر جنگ کے ایک اعلان سے معلوم ہوا ہے کہ یونان میں لڑنے والی برطانوی افواج ہفتہ کی رات کو محاذ جنگ سے پیچھے ہو کر نئے استحکامات پر لوٹ آئی ہیں۔ واپس پلٹتے ہوئے افواج کے پچھلے دستوں نے دشمن کو شدید نقصان پہنچایا ہے (رائٹر)

لندن ۱۴ اپریل۔ یوگوسلاویہ سے خبریں نہایت کم آ رہی ہیں۔ تاہم جرمن ریڈیو نے براڈ کاسٹ کیا ہے کہ جرمن فوجیں بلغراد میں داخل ہو گئی ہیں۔

لندن ۱۴ اپریل۔ ماسکو کے سیاسی حلقوں میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جرمن افواج جو ترکی کی سرحد پر مامور تھیں، جرمنی انہیں واپس بلا رہا ہے اس اقدام کا مطلب یہ ہے کہ ترکوں کو خوش کرنے کی کوشش کی جائے۔ بہرحال ترک بلقان کے نازک حالات کے پیش نظر اپنے ملک کی حفاظت اور مدافعت کے واسطے ضروری فوجی تدابیر اختیار کر رہا ہے۔

لندن ۱۴ اپریل۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آجکل بلقان میں بلغاریہ کا پایہ تخت صوفیہ جرمنی کی جنوبی افواج کا مستقر بنا ہوا ہے روما ریڈیو کا ایک اعلان مظہر ہے کہ برطانوی اور یوگوسلاوی طیاروں نے اتوار کی رات کو صوفیہ پر شدید حملہ کیا۔ فوجی استحکامات اور عسکری اہمیت رکھنے والے مقامات کے علاوہ برطانوی طیاروں نے جرمن سپاہیوں کے بنگلوں اور چھاؤنیوں پر آتش گیر بم پھینکے اور مشین گنوں سے گولیاں چلائیں۔

لندن ۱۴ اپریل۔ برطانوی طیارے ہالینڈ اور جرمنی کے ساحل پر روزانہ پرواز کرتے رہتے ہیں۔ اتوار کے روز انہوں نے جرمنی کے ایک رسد رسانی کے جہاز پر جس کا وزن ۵ ہزار ٹن بتایا جاتا ہے تاک کر مارے اور اس کے عرشہ پر گولیاں چلائیں۔ آخر میں جب اس جہاز کو دیکھا گیا تو اس کا کافی حصہ ڈوب چکا تھا جرمنی کے ایک دیکھ بھال کرنیوالے اور دو ہزار ٹن کے ایک رسد رسانی کے جہاز پر بمباری کی گئی اور مشین گنوں سے گولیاں چلائی گئیں۔ ان اقدامات سے صرف ایک برطانوی طیارہ واپس نہیں آیا۔

ماسکو ۱۴ اپریل۔ روس اور جاپان کے درمیان معاہدہ کیلئے گذشتہ جنوری سے گفت و شنید ہو رہی تھی۔ اتوار کے روز اس معاہدہ پر فریقین کے نمائندوں نے دستخط ثبت کر دیئے۔ یہ معاہدہ پانچ سال کے لئے ہے جس میں فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا یقین دلایا ہے۔ مسٹر متسوکا معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد ٹوکیو کو روانہ ہو گئے۔

لندن ۱۴ اپریل گذشتہ ہفتہ ۴۲ برطانوی اور ۷۰ جرمن طیارے تباہ ہوئے۔ جرمنوں کو ۱۸۰ ہزار ٹن کا نقصان پہنچا۔ ان میں ایک برطانوی طیارہ برطانیہ کی حفاظت کرتے ہوئے ۳۶ جرمنی میں اور باقی مشرق ادنیٰ میں تباہ ہوئے۔

انقرہ ۱۴ اپریل۔ برطانوی سفیر مامور انقرہ نے کل رات صدر جمہوریہ ترکیہ عصمت انونو کی خدمت میں حاضر ہو کر ڈیڑھ گھنٹہ تک گفت و شنید کی۔ ملاقات کے وقت وزیر خارجہ ترکی ایم سراج اوغلو بھی موجود تھے۔

قاہرہ ۱۴ اپریل۔ دشمن کا ایک مشینی کالم شنبہ کے روز طبروق کا محاصرہ کرنے کے بعد بار دیہ پر قابض ہو گیا۔ باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ برطانوی افواج حملہ آوروں کے وارد ہونے سے پہلے ہی باردیہ سے جا چکی تھی۔ اب جنگ سلوم کے قریب ہو رہی ہے ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ لیبیا کے ایک سو میل لمبے محاذ پر زبردست جنگ ہو رہی ہے۔ اطالویوں نے دعویٰ کیا ہے کہ نازی اور اطالوی افواج نے طبروق پر قبضہ کر لیا ہے مگر ابھی تک اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

حیدرآباد ۱۴ اپریل۔ آج صبح اعلیحضرت حضور نظام حیدرآباد دکن کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ چند روز سے علیل تھیں۔ آج سہ پہر کو تجہیز و تکفین عمل میں آئے گی۔

لکھنؤ۔ ۱۴ اپریل۔ آج سنی مسلمانوں نے عیدگاہ کے قریب مدح صحابہ پڑھ کر سول نافرمانی کی۔ اس موقعہ پر دس ہزار اشخاص سول نافرمانی دیکھنے کیلئے تماشائیوں کے طور پر جمع تھے۔ ۸۰۰ کے قریب سنی گرفتار کر لئے گئے۔

لندن ۱۵ اپریل۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ امریکہ کے ہوائی قلعوں کا پہلا دستہ برطانیہ پہنچ گیا ہے ان کی رفتار ۳۱۲ میل فی گھنٹہ ہے، ایک ہی پرواز میں ۱۵ ہزار

شانتی نکیتن ۱۴ اپریل۔ آج ڈاکٹر ٹیگور کی ۸۰ ویں سالگرہ منائی گئی۔

لاہور ۱۴ اپریل۔ لاہور کے بھنگیوں کے نمائندوں اور حکام میونسپلٹی کے درمیان سمجھوتہ نہ ہونے کی وجہ سے بھنگیوں نے ہڑتال کر دی تھی۔ لیکن آج صبح سے ہی تمام بھنگیوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ آج تمام سڑکوں، گلیوں اور گھروں کی صفائی ہونے پر پبلک نے اطمینان کا سانس لیا۔

ڈھاکہ ۱۴ اپریل۔ لکشمی بازار میں ایک شخص کے چھرا گھونپ دیا گیا۔ دو اشخاص مولوی بازار میں مجروح ہوئے۔ پہلے مجروحین میں سے دو شفاخانہ میں راہی عدم ہو گئے۔ بابو بازار میں ایک عمارت نذر آتش کر دی گئی لیکن پولیس فوراً پہنچ گئی۔ اور آگ پر قابو پا لیا۔ آج عوام کے ایک مشتعل ہجوم نے لکشمی بازار میں ایک سکول پر چھاپہ مارا۔ اور اس کی کچھ اشیاء لوٹ لیں۔ ڈویژنل کمشنر نے اس جگہ کا معائنہ کیا۔ چند اشخاص گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ یونیورسٹی ایک طویل عرصہ کیلئے بند کر دی گئی۔ بیرونی طلباء اپنے گھروں کو واپس جانے والے تھے۔ لیکن ایک طالب علم کے قتل کے سلسلہ میں پولیس نے تفتیش کے لئے انہیں روک لیا ہے قتل کا یہ واقعہ رامانہ کے قریب ہوا تھا۔

قاہرہ ۱۵ اپریل۔ برطانوی ہیڈ کوارٹرز کا ایک اعلان مظہر ہے کہ کل طبروق پر جرمن افواج کا جوابی حملہ پسپا کر دیا گیا۔ قریباً دو تین سو جرمن گرفتار ہوئے اور ایک سو کام آئے۔ دشمن کے قریباً ۵ ٹینک برباد ہوئے۔ اسی طرح بانہ کے قریب طیارے بھی تباہ کر دیئے گئے۔ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ بری میں ہمارے قدم پھر جم گئے ہیں سلوم کے قریب دشمن کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

قاہرہ ۱۵ اپریل مصر کی پارلیمنٹ کے ایک خفیہ اجلاس کے بعد ایک سرکاری بیان شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ لیبیا یا مغربی صحرا کی مہم کے بارے میں حکومت مصر کو پوری پوری تفصیل مل گئی ہے اور اسے یقین ہو گیا ہے کہ حالات اطمینان بخش ہیں۔ حکومت مصر کو خوشی ہے کہ اس کے اور برطانوی افسروں کے درمیان کامل اتفاق ہے اور آئندہ اقدامات کے متعلق پورا اتحاد موجود ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

احمدیت کے مخالف نامراد اور ناکام رہیں گے

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور میں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں۔ مگر افسوس میں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں۔ کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے ہیں۔ کہ وہ وقت ضرور آئیگا ۔ کہ خدائے تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دیگا ۔ اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائیگی۔ لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہوجائیگا۔ اور پھر کوئی ایمان سودمند نہ ہوسکیگا ۔ میرے پاس وہی آتا ہے جس کی فطرت سلیم ہے۔ وہ دور سے سچائی کی اس خوشبو کو جو میرے ساتھ ہے سونگھتا ہے اور اس کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالےٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے میری طرف اس طرح کھینچے چلے آتے ہیں جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف جاتا ہے لیکن جن کی فطرت میں سلامتی ہی نہیں اور جو مردہ طبیعت کے ہیں ان کو میری باتیں سرسری معلوم نہیں ہوتیں وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور انکار پر انکار اور تکذیب پر تکذیب کرکے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کہ انکا انجام کیا ہونے والا ہے میری مخالفت کرنے والے کیا نفع اٹھائیں گے کیا مجھ سے پہلے آنے والے صادقوں کی مخالفت کرنے والوں نے کوئی فائدہ اٹھایا ہے اگر وہ نامراد اور فاسد رہ کر اس دنیا سے اٹھے ہیں تو میرا مخالف اپنے ایسے ہی انجام سے ڈر جائے کیونکہ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صادق ہوں۔ میرا انکار اچھے ثمرات نہیں پیدا کریگا ۔

الحکم ۲۴ جون سنہ ۱۹۰۳ء

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر و استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین ۔

۱ - الٰہی بخش صاحب ڈیرہ غازیخان	۲ - طالب حسین صاحب جموں
۳ - حافظ غلام قادر صاحب کندکوٹ سندھ	۴ - عنایت حسین صاحب وزیر آباد
۵ - محمد اقبال صاحب ضلع مظفر گڑھ	۶ - سردار محمد صاحب لائل پور -
۷ - غلام قادر صاحب جموں	۸ - غلام محمد صاحب جموں

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں کا آئندہ پروگرام

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں کا آئندہ پروگرام درج ذیل ہے احباب سلسلہ مطلع رہیں اور جلسوں کو کامیاب بنانے کی ہرممکن کوشش کریں اور اس کامیابی سے ان غلط فہمیوں کو دور کریں جو احمدیت کے متعلق پھیلی ہوئی ہیں۔ راولپنڈی ۲ و ۳ و ۴ مئی - نوشہرہ ۷ مئی پشاور ۹ و ۱۰ و ۱۱ مئی

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہیں اور حضرت ممدوح کی زبردست خواہش ہے کہ بیرونی جماعتیں امسالہ تبلیغی پروگرام کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے کامیاب بنائیں

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص اور سرگرم رکن جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ۱۷ اپریل کی صبح کو انگلستان سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ ایسے مخدوش حالات میں نہایت عافیت کیساتھ وطن پہنچ جانا اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے

—— محمد اصغر صاحب خلف الرشید جناب مخدوم محمد اشرف صاحب نے نویں جماعت کے امتحان میں پاس ہو کر خوشی میں مبلغ دو روپیہ انجمن کو دیئے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ اس کامیابی کو آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے آمین

ہماری اجتماعی زندگی کو صرف تبلیغی جدوجہد سے ہی بقا ہے کوئی احمدی دوست امسالہ تبلیغی پروگرام کو فراموش نہ کریں ۔

سلسلہ کے اختلافی مسائل کے متعلق سوالات و جوابات

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)
(گذشتہ سے پیوستہ)

چوتھا سوال (کفر و اسلام کا مسئلہ)

چوتھا سوال یہ کیا گیا تھا کہ:-

"حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ "میرا یہ مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ سنہ ۱۹۰۲ء) لیکن آپ نے تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۲۱ میں تو دیا یک کفر کا فتویٰ تمام غیر احمدیوں کے واسطے دیدیا"

قادیانی جواب

اس پر لکھا ہے کہ اس سوال کا جواب حضرت مسیح موعود نے ایک سائل کے استفسار پر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں دیا ہے۔ جہاں "سائل پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ وہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے میں فرق کرتا ہے۔ اگر حضرت نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی نہ کی ہوتی۔ تو سائل پر آپ کا تعجب بیجا تھا بلکہ اس صورت میں تو آپ کا طریق ناقابل تعجب تھا۔ آپ لوگ اس سائل کی طرح ہی کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے میں فرق کرتے ہیں"۔

حقیقۃ الوحی میں نہ ماننے والے سے مراد

افسوس ہے کہ قادیانی حضرات نے ہر بات میں مغالطہ آفرینی کو اپنا شعار بنا لیا ہے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ کی اصل عبارت کو اگر نقل کر دیا جاتا تو تمام حقیقت واضح ہو جاتی اور پتہ لگ جاتا کہ حضرت مسیح موعود نے وہاں نہ ماننے والے سے ان لوگوں کو مراد لیا ہے جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے"

نام سے بے خبر کافر نہیں

اور دوسری طرف اسی حقیقۃ الوحی میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے جواب میں لکھتے ہیں:-

"ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افترا میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک نہ ماننے والوں کی ایک قسم وہ بھی ہے جو آپ کے نام سے بھی بے خبر ہیں اور ایسے ملک میں ہیں۔ جہاں تک آپ کی دعوت نہیں پہنچی ایسے لوگوں کو آپ نے کافر قرار نہیں دیا۔ اور جو شخص آپ پر ایسا الزام لگاتا ہے۔ وہ سراسر افترا کرتا ہے۔

غیر مکفر علماء کافر نہیں

ایسا ہی براہین احمدیہ حصہ پنجم میں جو حقیقۃ الوحی کے بعد شائع ہوئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"آخری زمانہ کے وہ علماء جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اس امت کے قرار دیا ہے۔ وہ بالخصوص اس قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اس کو کافر اور بے ایمان اور دجال کہتے ہیں۔ اور اگر ان کے لئے ممکن ہو تو اس کو صلیب دینے کیلئے تیار ہیں۔ . . . . لیکن جو علماء اس قسم کے نہیں۔ ہم ان کو یہودی نہیں کہہ سکتے۔ . . . . اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان، کافر، دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے تو ہم ان کو یہودی نہیں کہتے"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ صفحہ ۱۱۲)

یہ بالکل وہی بات ہے جو تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ میں آپ نے لکھی تھی کہ جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کے سامنے اس اقرار پر دستخط کر دیئے۔ کہ وہ آئندہ کافر، کاذب اور دجال نہیں کہیگا۔ تو میں نے بھی اس پر دستخط کر دیئے۔

"کیونکہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور صرف انہی لوگوں کو کافر کہا جو آپ پر کفر کا فتویٰ دیتے یا آپ کو مفتری ٹھیراتے ہیں۔ ایسے نہ ماننے والے جو آپ کے نام سے بیخبر ہیں۔ یا آپ کو کافر، دجال، مفتری قرار نہیں دیتے۔ آپ کے نزدیک کافر نہیں۔ کیا قادیانی حضرات اس پر غور کریں گے؟

پانچواں سوال (جنازہ کا مسئلہ)

پانچواں سوال میاں صاحب سے یہ کیا گیا تھا:-

"غیر احمدیوں کو لڑکی دینا، غیر احمدیوں کے جنازہ کی نماز پڑھنا آپ نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی ناجائز بتایا ہے کیا حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات آپ کی تحریرات کی تائید میں ہیں؟"

قادیانی جواب

اس سوال کے جواب میں قادیانی مجیب نے ذیل کی باتیں لکھی ہیں:-

(۱) یہی سوال ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے بھی کیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے"

(۲) اربعین میں ہر مکفر و مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔

(۳) حضرت مولانا نور الدین صاحب نے غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ اس نے مامور کو نہیں مانا۔

(۴) حضرت مسیح موعود نے اپنے لڑکے فضل احمد کا جنازہ نہیں پڑھا جو آپ کا مخالف نہیں تھا۔ ہاں بیعت نہ کی تھی۔

(۵) سر سید کا جنازہ پڑھنا حضرت مسیح موعود نے ناجائز ٹھیرایا۔

"مسلمان نہیں ہے" میں نفی کمال

امر اول کا جواب ہم اس مضمون کی پہلی قسط میں وضاحت سے دے چکے ہیں اور یہ بتا آئے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے جواب میں "مسلمان نہیں ہے" کا فقرہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا مترادف نہیں بلکہ اس میں صرف کامل اور سچا مسلمان ہونے کی نفی ہے۔

نمازوں کی علیحدگی

امر دوم میں حضرت مسیح موعود نے صرف مکفر، مکذب اور متردد کے پیچھے نماز حرام قرار دی ہے۔ ان کے علاوہ جو لوگ آپ کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ خواہ انہوں نے بیعت نہ کی ہو۔ ان کے متعلق صاف طور پر لکھا کہ:-

"اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کیلئے اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے"۔ (بدر ۲۴ تا ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر نہ سمجھتے تھے۔ نہ ہی نمازوں کی علیحدگی آپ کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے تھی بلکہ اس کی اصل وجہ تکفیر، تکذیب اور اس امر میں متردد ہونا ہے کہ آپ کو کافر و کاذب کہا جائے یا نہ۔

اس بارہ میں حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم کا یہ فتویٰ بھی قابل غور ہے۔

"جو لوگ منافق طبع نہیں اور جو لوگ واقعی حسن ظن رکھتے ہیں وہ کسی قدر معذور ہو سکتے ہیں۔ آپ بعد الاستخارہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں"۔ (نور الدین ۵ فروری سنہ ۱۹۱۱ء)

جنازہ کے بارہ میں غیر متعلق جواب

امر سوم یعنی جنازہ کے متعلق قادیانی مجیب نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ سوال کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے ان فتاوے کے متعلق جن میں غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حضرت مولانا نور الدین مرحوم نے جنازہ پڑھنا ناپسند ٹھیرایا ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے مامور کو نہیں مانا۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ اجی حضرت! مولانا نور الدین صاحب کا مذہب آپ سے نہیں پوچھا گیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کے فتوے کے متعلق دریافت کیا گیا ہے کہ آپ کے مذہب کے وہ کہاں تک مطابق ہے۔ اور اگر مطابقت نہیں رکھتا تو یا تو اس کو چھوڑ کر حضرت مسیح موعود کا ساتھ دو۔ ورنہ کھلے طور پر اعلان کر دو کہ ہم حضرت مسیح موعود کے مسلک پر نہیں۔

مرزا فضل احمد کا جنازہ کیوں نہ پڑھا

مرزا فضل احمد کا جنازہ نہ پڑھنے کی مثال صحیح نہیں نہ یہ صحیح ہے کہ وہ آپ کا مخالف بھی نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود کا اپنا اشتہار موجود ہے جو جنازہ نہ پڑھنے کی اصل وجہ ہے۔ اس میں مرزا فضل احمد کا نام بھی ہے اور لکھا ہے:-

"اور کسی بیکی بدی رنج و راحت اور شادی و ماتم میں ان سے شراکت نہ رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول نمبر میر قاسم علی صاحب)

(باقی صفحہ ۸ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۲۴

ایک عظیم الشان دعوتِ عمل

جماعت احمدیہ کے ہر مخلص فرد کیلئے خوشخبری

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا اعادہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کا اعادہ جو اسالہ تبلیغی پروگرام سے متعلق ہیں۔ پیغام صلح میں متعدد دفعہ ہو چکا ہے۔ جماعت کے تمام حلقوں میں کوئی احمدی ایسا نہیں جو ان ارشادات سے واقف نہ ہو اور اس تک یہ ارشادات نہ پہنچے ہوں۔ لیکن یہ ارشادات صرف پہنچنے اور سننے کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ اس لئے ہیں کہ انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔ یہ ہر احمدی بچے کو! جوان کو۔ اور بوڑھے کو ایک دعوت عمل ہے۔ ہم اپنے احمدی دوستوں کی خدمت میں جہاں کہیں بھی وہ ہیں درخواست کرتے ہیں کہ وہ ازراہ مہربانی اس پروگرام کو اپنی زندگی کا ایک مستقل جزو بنائیں اور اسے بروئے کار لانے کیلئے زبردست قوت فعال کا ثبوت دیں۔ ایسی قوت کا اظہار کریں۔ جو زندہ قوموں کا شعار ہے۔ اگر اس کار خیر کیلئے نقد زلیست کو بھی پیش کرنا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے۔ احمدی کا متاع عزیز صرف ایک ہے اور وہ ہے اسلام! لیکن اس دور جاہلیہ میں اسلام کا زندہ ہونا ایک فدیہ مانگتا ہے یعنی ہمارا اس راہ میں مرنا۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں اس بات پر جائز فخر ہے کہ احمدی اسلام کیلئے ہر ممکن قربانی پیش کرسکتا ہے اور یہ شرف اور فخر صرف احمدی کو ہی حاصل ہے اور وہ اپنی تبلیغی، ایمانی اور احیائی خصوصیات کی وجہ سے سب مسلمانوں سے ممتاز ہے۔ قادیانیوں سے بھی ممتاز ہے جو اس جہاد کو پس پشت پھینک چکے ہیں۔ لیکن اس امتیاز کو قائم رکھنے کیلئے ان مذکورہ خصوصیات کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اپنی امتیازی خصوصیات کو آج تک برقرار رکھے ہوئے ہے آئندہ بھی اگر خدا کا فضل شامل حال رہا۔ تو ہر ممکن اور جائز طریق سے ان خصوصیات کو برقرار رکھے گی۔

بدلے ہوئے حالات

گذشتہ سالوں میں ہماری جماعت کی زیادہ تر توجہ مغربی ممالک کی طرف رہی ہے۔ ایک مختصر سی جماعت ہر طرف اپنی توجہ کو مبذول بھی نہیں کرسکتی۔ لیکن تاہم ہندوستان میں بھی کافی حد تک تبلیغ و اشاعت کا کام جاری رہا۔ مگر یہاں قادیانی غلو کی وجہ سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوتی رہیں جو ہماری تبلیغی جدوجہد میں بہت بڑی روک بنی رہیں۔ ان غلط فہمیوں سے تحریک احرار نے ناجائز فائدہ اٹھا کر ہمارے تبلیغی راستوں کو بہت حد تک ناہموار بنا دیا۔ مسلمانوں کے قلوب میں اس نوعیت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ اور ایسے رجحانات کو تقویت پہنچائی۔ جس سے ہر طرف مخالفت اور تعصب کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس آتشکدہ کو سرد ہونے کیلئے ایک زمانہ درکار تھا خدا کا فضل ہے کہ وہ آتشکدہ آج ٹھنڈا ہو چکا ہے اور لوگ پھر ہماری باتوں کو ٹھنڈے دل سے سننے کے لئے آمادہ ہیں۔ حالات قریباً بدل چکے ہیں اور ہماری تبلیغی مساعی کیلئے فضا سازگار ہے

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں سے لوگوں کی مخالفت اور تعصب کا اندازہ ہو چکا ہے۔ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے بہت بارونق رہے۔ بہت مقبول ہوئے اور پبلک نے نہایت ٹھنڈے دل سے ہمارے اجلاس کو سنا اور ہمارے عقائد اور لائحہ عمل سے اثر قبول کیا جس نے اس حقیقت پر مہر ثبت کر دی ہے کہ ہماری تبلیغی جدوجہد کیلئے فضا بہت ہی سازگار ہے۔ چنانچہ جموں، جہلم اور دہلی کے جلسوں کو بطور مثال کے پیش کیا جاسکتا ہے

نفسیاتی موقعہ

مخالفت کا طوفان تھم چکا ہے۔ فضا میں سکون ہے اور دنیا گوش برآواز ہے۔ اس نوعیت کے مواقعہ نفسیاتی لحاظ سے بہت اہمیت رکھتے ہیں اور دنیا کے اندر انقلاب پیدا کرنے والی جماعتیں ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتی ہیں اور جو فائدہ نہیں اٹھاتیں وہ بہت پیچھے رہ جاتی ہیں اور اپنی کمی کو کبھی پورا نہیں کرسکتیں۔ گھر کے جھگڑوں نے تحریک احمدیت کے اس پہلو کو زیادہ نمایاں نہیں ہونے دیا۔ جو اس تحریک کا تخلیقی، اخلاقی اور روحانی پہلو ہے اور باہر کی مخالفت نے اس کی ترقی اور نشوونما پر غیر معمولی اثر کیا ہے۔ لیکن اب جو موقعہ پیدا ہوا ہے وہ اپنی نوعیت میں ایسا موقعہ ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا موقع نہیں پیدا ہوا۔ قادیانیت مضمحل ہے۔ اس کے عناصر ترکیبی میں ایک انتشار پیدا ہو چکا ہے اور اس کا نظام ایک ترچ شدہ مادت ہے۔ چنانچہ قادیانیت کی گذشتہ دس سالوں کی تاریخ کو اگر نظر غائر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ قادیانیت کتنی کمزور ہو چکی ہے۔ اور تحریک احرار جو "تحریک قادیان" کا ردعمل تھی اپنی موت مر چکی ہے اور اپنی موت سے قادیانیت پر ایسے اثرات چھوڑ گئی ہے جو آسانی سے دور نہیں ہوسکتے۔

اب راستہ صاف ہے

جبکہ یہ اندرونی اور بیرونی روکیں دور ہو چکی ہیں تو پھر احمدیت کیلئے راستہ صاف ہے اور ضرورت ہے کہ ہم اپنے عملی قوا کو پوری قوت کے ساتھ حرکت میں لائیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو جو اسالہ تبلیغی پروگرام سے متعلق ہیں عملی جامہ پہنائیں۔ حضرت ممدوح کے ارشادات اس موقع کے لحاظ سے ایک عظیم الشان دعوت عمل ہے۔ یہ فضا اور یہ **دعوت عمل**! خدا تعالیٰ کی نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جو قوم خدا تعالیٰ کے فضلوں کی حریف ہوتی ہے۔ اس پر ہی مزید انعامات کی بارش ہوا کرتی ہے۔ اور جو قدرت کے پیدا کئے ہوئے مواقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھاتی ہے وہی اس دنیا میں عزت کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہر ایک فرد موجودہ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا اندازہ کریگا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اسالہ تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنائے گا۔ کیونکہ ان حالات سے فائدہ اٹھانے کی یہی ایک صورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ قوت کے ساتھ ہم اس دعوت عمل پر لبیک کہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور انہیں نہایت ذمہ داری کے ساتھ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

کوائف جنگ

—— ایلبین ابا با پر برطانوی فوجوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اطالوی فوجیں شکست کھا رہی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب اطالوی فوجیں ہتھیار ڈال دیں گی اور حبشہ میں برطانیہ کیلئے میدان بالکل صاف ہو جائے گا اور کسی قسم کی مزاحمت باقی نہیں رہے گی۔

—— شمالی افریقہ میں جنگ ہو رہی ہے۔ سلوم پر جو مصر کی سرحد پر واقعہ ہے جرمن فوجیں قابض ہو چکی ہیں۔ مگر طبروق پر بدستور برطانوی قبضہ ہے۔ برطانیہ کی طرف سے ہوائی حملے ہو رہے ہیں —— بحرہ روم میں برطانیہ کے بحری بیڑے نے اٹلی اور جرمنی کے سات جہاز غرق کر دیئے ہیں۔ یہ اپنی نوعیت میں ایک نہایت اہم کارنامہ ہے۔

—— بلقان میں جنگ ہو رہی ہے۔ یوگوسلافیہ کی فوج نے متواتر ایک ہفتہ تک جرمن فوجوں کا مقابلہ کیا اور اس کے بعد ہتھیار ڈال دیئے لیکن ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی ہے اور حالات بہت مخدوش ہیں۔ یونان میں جرمن فوجوں کا دباؤ بہت بڑھ رہا ہے۔ برطانیہ اور یونان کی فوجیں متحد ہو کر جرمن یورش کو روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ یونان کا وزیر اعظم پر اسرار طریقہ پر مر گیا ہے لیکن اس کے باوجود جنگ ہو رہی ہے۔ رائٹر کی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ بلقان میں ساٹھ ہزار جرمن سپاہی مر چکے ہیں۔

—— ترکی ابھی تک غیر جانبدار ہے لیکن اپنی حفاظت سے غافل نہیں۔ تھریس سے اناطولیہ تک علاقہ خالی کر دیا گیا ہے۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کو دوسرے محفوظ مقامات پر بھیج دیا گیا ہے افواہ ہے کہ عنقریب ترکی اور جرمنی کے درمیان عدم جارحانہ معاہدہ ہونے والا ہے لیکن ابھی برطانوی ذرائع نے اس کی تصدیق نہیں کی۔

—— گذشتہ جمعرات کی رات کو لندن پر اتنا سخت حملہ ہوا ہے کہ موجودہ جنگ میں اتنا شدید حملہ کبھی نہیں ہوا۔ یہ حملہ شام سے لیکر صبح تک جاری رہا۔ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ مارے گئے اور ان میں بعض عالمگیر شہرت کے لوگ بھی تھے —— جمعہ کی رات کو برطانیہ کے جنگی طیاروں نے برلن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ برلن کے صنعتی حلقوں، سرکاری عمارتوں اور دیگر مقامات پر شدید بمباری کی گئی جس سے سخت مالی اور جانی نقصان ہوا۔

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر

پہلے بھی لکھا جا چکا ہے اور اب پھر مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر کیلئے مضامین جلد بھجوا دیں۔ زیادہ سے زیادہ ۱۰ رمئی ۱۹۴۱ء تک ... پہنچ جانے چاہئیں۔ مضامین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغی جدوجہد سے متعلق ہوں۔ اس کی وضاحت پیغام صلح مورخہ ۱۰ را پریل میں ہو چکی ہے ٭

معاصر ”الفضل“ اور جناب میاں صاحب میں اختلاف

لفظی ایچا پیچیوں میں پناہ لینے کی بے سود کوشش

پیغام صلح مورخہ ۸ را پریل ۱۹۴۱ء کے سرورق پر ہم نے قادیانی اکابر، قادیانی علماء اور قادیانی جماعتوں کیلئے لمحہ فکریہ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں ہم نے قادیانی دوستوں سے اپیل کی تھی کہ ہمارے مطالبہ کو کیوں پس پشت پھینک دیا گیا۔ اس مذکورہ مضمون میں ہم نے معاصر الفضل اور جناب میاں صاحب کے بیانات کے اختلاف کو واضح کیا تھا۔ ہم اس تضاد کو پھر درج ذیل کرتے ہیں۔

الفضل مورخہ ۱۶ ارمارچ ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:۔

”مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے غیر احمدیوں کے جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات جن کہ وہ پہلے بھی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے پیش کر چکے ہیں اور ان کے جوابات ہماری طرف سے کئی دفعہ شائع ہو چکے ہیں۔ از سر نو پیغام صلح میں دہرانی شروع کر دی ہیں وغیرہ وغیرہ“

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

”ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا جو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہہ دیا کہ اس وقت اس کا کوئی جواب میرے ذہن میں نہیں۔ آپ کے باقی حوالوں سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے۔ مگر اس خط کا میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ کئی دفعہ مجھے چیلنج بھی دیا گیا کہ اس کا جواب دو۔ مگر میں نے کبھی کوئی جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔“

(خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۲ رمارچ ۱۹۴۱ء)

معاصر الفضل اس مذکورہ بالا تضاد پر گنگ ہے اور خدا تعالیٰ نے اسے اس کے متعلق دو لفظ لکھنے کی توفیق نہیں دی۔ جس سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ معاصر الفضل اپنی اس غلط بیانی پر شرمسار ہے لیکن ہمارا معاصر ”اس غلطی“ کا کبھی مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی ”وضع“ کو قائم رکھنے کا ایک مضحکہ خیز طریقہ نکال لیا اور غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق ہمارے مطالبہ پر یوں رقمطراز ہے:۔

”اس سلسلہ میں اس نے (پیغام صلح نے) ہم سے جو مطالبہ کیا ہے اس کے متعلق صرف اتنا بتا دے کہ تصانیف حضرت مسیح موعود سے اس کی کیا مراد ہے اور پھر ان میں سے غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق اپنی پارٹی کے موجودہ مسلک کا موید ایک حوالہ بھی نقل کر دے تاکہ ہم پیغام کے مطالبہ کی اس شرط کا مطلب صحیح طور پر سمجھ سکیں اور اسے پورا کرنے کی کوشش کر سکیں۔“

تصانیف کے متعلق عرض ہے کہ جناب میاں صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس میں میاں صاحب نے یہ فرمایا ہے

”آپ کے باقی حوالوں سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے“

آخر یہ حوالے تصانیف مسیح موعود علیہ السلام سے ہی دئیے جائیں گے یا کسی اور جگہ سے؟ تھوڑی سی عقل رکھنے والا انسان بھی اس مذکورہ اقتباس سے اندازہ کر سکتا ہے کہ جناب میاں صاحب کی مراد یہاں تصانیف مسیح موعود سے ہی ہے۔ اور اگر کچھ اور ہے تو معاصر ”الفضل“ اس پر کچھ روشنی ڈالے۔ مگر جناب میاں صاحب سے استفسار کر کے ورنہ پھر تسف دو دونا ہو جائے گا۔ ہم نے تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک حوالہ کا مطالبہ کیا تو محض میاں صاحب کے بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ورنہ ہم شروع سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتاوے اور تحریرات ہی لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون میں جہاں سے معاصر الفضل نے ہمارا اقتباس درج کیا ہے۔ صاف لکھا ہے:۔

”ہم نے جماعت قادیان کو بار بار توجہ دلائی اور اپنے مطالبہ کو متعدد دفعہ اخبار پیغام صلح میں دہرایا کہ جماعت قادیان کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتاویٰ یا ایسی تحریرات پیش کی جائیں جو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق اس کے موجودہ مسلک کی موید ہوں“

اب اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ہمیں افسوس ہے کہ معاصر الفضل اپنی شکست کو لفظوں کی ایچا پیچیوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا ہے مگر معاصر مذکور پر روشن ہونا چاہئے کہ لفظی ایچا پیچیاں محفوظ قلعے نہیں ہیں۔ ہمارے براہین قاطعہ کے سامنے یہ لفظی قلعے منہدم ہوتے چلے جائیں گے اور اس وقت بھی ہو رہے ہیں اور دنیا انہیں منہدم ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ چاہئے، خواہ آپ کہیں سے پیش کریں ہم نے چیلنج کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتاوے پیش کئے ہیں اور ان کے جواب میں بھی فتاویٰ ہی چاہتے ہیں اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ معاصر الفضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فتویٰ بھی اور حضرت صاحب کی تصانیف سے جیسا کہ جناب میاں صاحب کا خیال ہے ایک حوالہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے۔

ہمارا خیال ہے معاصر مذکور ہمارے مطالبہ کو خوب سمجھ گیا ہو گا۔ اور کسی آئندہ شیوع میں اسے پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔

کیا معاصر الفضل

کسی آئندہ شیوع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی ایسا حوالہ پیش کرے گا جس سے یہ ثابت ہو کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے؟

سمندر پار فوجی خدمت پر جانیوالے سپاہی

خط بھیجنے کا نیا پتہ

نئی دہلی ۱۷ را پریل۔ فوجی خدمت کے سلسلے میں جو سپاہی سمندر پار گئے ہیں۔ انہیں خط بھیجنے کا پتہ اب تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ان سپاہیوں کو خط اور چٹھیاں بھیجنے والوں کی اطلاع کیلئے اعلان کیا گیا ہے کہ انہیں حسب ذیل پتے پر ڈاک بھیجی جائے۔

معرفت آفیسر کمانڈنگ بیس پوسٹل ڈپو۔ بمبئی۔

C/O Officer Commanding
Base Postal Depot Bombay.

ضرورت ہے

۱۔ ایک عمر رسیدہ احمدی استاد کی ضرورت ہے جو میٹرک کی تیاری کرا سکیں انگریزی، حساب، اردو، فارسی اور قرآن و حدیث میں اچھی قابلیت رکھتے ہوں اور ایک خورد سالہ لڑکے کی تربیت بھی کر سکیں تنخواہ مبلغ چالیس (۴۰) روپے ماہوار ہوگی تفصیلات کے متعلق مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کی جائے:۔

ع۔س معرفت جنرل سیکرٹری صاحب۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۔ ایک معزز دوست کے صاحبزادہ کیلئے جو نویں جماعت میں تعلیم حاصل کرتا ہے ایک ٹیوٹر کی ضرورت ہے۔ انگریزی، حساب، سائنس اور فارسی کی تعلیم دینی ہوگی۔ ٹیوٹر کی تعلیم بی اے تک ہو۔ مذکورہ بالا مضامین بخوبی پڑھا سکے۔ اگر ٹرینڈ ہو تو بہتر ہے۔ تفصیلات کے متعلق خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کی جائے:۔

ماسٹر غلام محمد صاحب بی۔اے۔ ایس۔اے۔وی

سائنس ٹیچر ایم۔بی۔ ہائی سکول تاندلیانوالہ (لائلپور)

نازیت کو ہمیشہ کیلئے کچل دینے کا عزم بالجزم

امریکہ کے وائس پریذیڈنٹ کی طرف سے حکومت کی پالیسی کی وضاحت

نیو یارک ۱۷ را پریل۔ امریکہ کے وائس پریذیڈنٹ مسٹر ہنری والس نے فارین پالیسی ایسوسی ایشن کے ایک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ امریکہ مقدور بھر برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کی امداد کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ امریکہ نازی ذہنیت کو اس حد تک کچل اور مسل دینا چاہتا ہے کہ وہ دوبارہ ابھر نہ سکے۔ کیونکہ اس ذہنیت کا مقصد غیر جرمن قوموں کو تباہ اور انسانی حقوق کو غصب کرنا ہے۔

موصوف نے امداد کی نوعیت کے بارے میں کہا۔ برطانیہ کو امریکہ کی طرف سے ایسی اور اتنی امداد ملنی چاہئے۔ کہ آئندہ کسی دیوانے شخص یا پاگل قوم کو لاکھوں اور کروڑوں بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہانے کا موقعہ نہ مل سکے اور نہ کروڑوں ڈالر کی مالیت کی جائیداد و املاک تباہ کر سکے۔ اس مقصد کیلئے امریکہ نے برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کی امداد کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

مسلمانوں کی وسعتِ قلبی

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان)

۱۲ اپریل کا پرتاپ لاہور لکھتا ہے کہ "مسلم راج میں ہندوؤں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے اس کی تازہ مثال ریاست لوہارو سے ملتی ہے" آریہ اخبارات کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ ریاست لوہارو میں آریوں اور مسلمانوں میں فساد ہو گیا ہے۔ کوئی عدالت ہی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے کہ زیادتی کس فریق کی تھی۔ بہرحال جس کی بھی زیادتی ہو بری بات ہے۔ مگر اس کے لئے "مسلم راج" کا لفظ لکھ کر تمام مسلمانوں کو بدنام کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ اور پھر "مسلم راج" ہے کہاں مسلمان اور ہندو ایک تیسری قوم کے ماتحت ہیں۔ اگر آریہ پریس مسلمانوں کی رواداری دیکھنا چاہتا ہے تو وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی توجہ کو بانی آریہ سماج شری سوامی دیانند کے زمانہ کی طرف منتقل کرے۔ پہلی دفعہ ۱۸۷۷ء میں جب سوامی دیانند لاہور آئے تو ہندو رئیس رتن چند داڑھی والا کے باغ میں آپ نے قیام کیا اور لیکچر دینے شروع کئے۔ رئیس موصوف کو جب یہ معلوم ہوا کہ سوامی موصوف بت پرستی کا کھنڈن کرتے ہیں۔ تو انہوں نے سوامی جی کو اپنے باغ میں ٹھہرانے سے جواب دیدیا اس کے بعد برہمو سماج کے برہم مندر میں سوامی جی کے لیکچروں کا انتظام ہوا۔ پھر یہ اظہار کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ برہمو سماج ہندوؤں میں ایک نئی اصلاحی جماعت ہے جو چھوت چھات اور بت پرستی کے خلاف ہے جب سوامی جی نے برہم مندر میں بت پرستی کا کھنڈن شروع کیا۔ تو برہمو سماج سناتن ہندوؤں کی بڑھتی ہوئی ناراضگی کو برداشت نہ کر سکا۔ اور ادھر سے بھی مجبوراً سوامی جی کو جواب دینا پڑا۔ اس پر سوامی جی کے لیکچروں کا انتظام ست سبھا کے زیر اہتمام ہوا۔ اس وقت ست سبھا کا اصلاحی جوش برہمو سماج سے بھی کچھ آگے تھا۔ مگر یہ سبھا بھی ہندوؤں کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکی اور اس سبھا کو بھی سوامی جی کو جواب دینا پڑا۔ ایسے آڑے وقت میں جب بحیثیت مجموعی سب ہندو سبھاؤں نے سوامی جی کو ٹھہرانے سے انکار کر دیا تو جانتے ہو کہ ایسے مشکل وقت میں سوامی جی کے کون کام آیا۔ کوئی ہردیال نہیں بھیجے چند نہیں۔ رام لال نہیں۔ کام آیا تو ایک مسلمان خان بہادر ڈاکٹر رحیم یار خاں، جس نے اپنی وسیع کوٹھی سوامی جی کے رہائش اور لیکچروں کے لئے خالی کر دی۔ اور وہاں سوامی موصوف دھڑلے سے اپنی تعلیم اور مقاصد کا پرچار کرتے رہے۔ ہندو ڈاکٹر صاحب پر خفا ہوتے ہیں اور حقوق ہمسائیگی بھی یاد دلاتے ہیں۔ مگر دلیر ڈاکٹر اس بات کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں کیا برائی۔ ایک فاضل پردیسی اپنے خیالات متعلقہ بت پرستی کا اظہار کرنا چاہتا ہے پھر کیوں اس کے خیالات کو نہ سنا جائے؟ اس میں برائی کیا؟ حتیٰ کہ لاہور میں جو پہلی آریہ سماج قائم ہوئی۔ اس کی ابتدا ۲۴ جون ۱۸۷۷ء کو ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی سے ہی ہوئی۔ ایسی وسیع القلب جماعت اور روادار اشخاص کے متعلق کہنا کہ یہ لوگ آریہ سماج کے مخالف ہیں۔ یقیناً بے انصافی کا ارتکاب کرنا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ایسے ایک دو افراد تو ہر جماعت میں مل سکتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں بھی مل گئے تو کونسی خوبی؟ مگر تعجب ہے۔ تمام لاہور میں ہندوؤں میں سے کوئی ایسا فرد نہیں ملتا جو سوامی جی کو اپنے خیالات کے اظہار کیلئے جگہ دے۔ اگر ایسا فرد کہیں ملتا بھی ہے تو صرف مسلمانوں میں ہی۔ یہ اتفاق حسنہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تو اتر اس کا بہترین گواہ ہے کہ بلا شبہ مسلمانوں کی ذہنیت ہی ایسی ہے یا ان کی مذہبی تربیت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ بہترین پڑوسی اور بہترین روادار واقع ہوئے ہیں۔

چنانچہ جب دوسری دفعہ سوامی دیانند جی لاہور آئے۔ تو بطریق سابق کسی ہندو نے سوامی جی کو جگہ نہ دی۔ ہاں دوسری دفعہ بھی اگر کوئی آڑے وقت کام آیا تو مسلمان یعنی نواب نوازش علیخاں نے اپنا وسیع باغ اور کوٹھی سوامی جی کیلئے خالی کر دی۔ جہاں سوامی موصوف دھڑلے سے بلا روک ٹوک اپنا پرچار اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ جب سوامی موصوف یہاں سے امرتسر گئے تو لاہور کے ہندوؤں کی طرح امرتسر کے ہندوؤں نے بھی سوامی جی کو ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ ہاں اس نازک وقت میں کام آیا تو کون؟ ایک مسلمان رئیس جان محمد نامی۔ جنہوں نے اپنی وسیع اور شاندار کوٹھی سوامی موصوف کے لئے خالی کر دی۔ اور سوامی جی نے جب تک چاہا وہاں بے تکلف لیکچر دیتے رہے اور بلا روک اپنے خیالات کا پرچار کرتے رہے۔ نہ صرف یہی کہ سوامی موصوف بغیر کسی جھجک اور رکاوٹ کے اپنے خیالات کا پرچار ہی کرتے رہے۔ بلکہ ۱۲ اگست ۱۸۷۷ء کو امرتسر میں پہلی آریہ سماج قائم ہوئی۔ اس کی ابتدا میاں جان محمد صاحب کی کوٹھی سے ہی ہوئی۔ اس سے بڑھ کر وسعت قلبی اور رواداری کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ ہندو صاحبان تو اپنے ایک ہندو سنیاسی کو ٹھہرانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ہاں ہندوؤں کے اس سوامی کو اگر کوئی ٹھہراتا، نہ صرف ٹھہراتا بلکہ ان کے لیکچروں کا انتظام کرتا ہے۔ تو وہ مسلمان۔ اب کون ہے جو چھاتی پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ مسلمان تنگدل ہیں مسلمانوں کی سی وسعت قلبی کوئی پیدا کر کے تو دکھلائے ؎

آپ نہ دیت چلو بھر پانی
تیں نندت جیہں گنگا آنی

یعنی اپنے میں تو کسی کو ایک چلو بھر پانی دینے کی بھی توفیق نہیں۔ مگر نندا اس کی کرتا ہے جس نے گنگا بہا دی۔ اسی پر اکتفا نہیں ۱۸۷۹ء میں جب سوامی موصوف بنارس گئے تو ہندوؤں نے سوامی جی کو ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے حضرت سر سید احمد خاں مرحوم ان دنوں بنارس میں سب جج تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ایک سنیاسی کو ہندو صاحبان محض اختلاف رائے کی وجہ سے ٹھہرنے کیلئے کوئی جگہ نہیں دے رہے ہیں تو سر سید مرحوم نے اپنا وسیع مکان سوامی جی کے لیکچروں اور رہائش کے لئے خالی کر دیا۔ جہاں سوامی موصوف بے کھٹکے اپنے خیالات کا اظہار لیکچروں کے ذریعہ کرتے رہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں ۱۸۷۸ء میں جب بانی آریہ سماج سوامی دیانند علیگڑھ گئے۔ تو کسی ہندو نے سوامی جی کو ٹھہرنے کے لئے جگہ نہ دی۔ وہاں بھی کام آئے تو سر سید مرحوم ہی جنہوں نے سوامی جی کیلئے اپنا مکان خالی کر دیا اور ان کے لیکچروں کے لئے بہتر سے بہتر انتظام کروا دیا کیا یہ واقعات آریہ دوستوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی نہیں کہ ہندو تو سوامی جی کو ٹھہرانے سے انکار کرتے ہیں۔ لیکچروں کا انتظام کرنا تو دور کی بات ہے۔ ہاں اس مشکل میں جگہ جگہ اگر کام آتے ہیں تو مسلمان ہی جو نہ صرف یہی کہ اپنے وسیع مکان اور باغ ہی سوامی جی کیلئے خالی کر دیتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیکچروں کا بھی انتظام کرواتے ہیں۔

اب آریہ سماج کس منہ سے مسلمانوں پر حرف رکھنے کی جرأت کر سکتا ہے۔

سوامی جی کا پہلا شاستراتھ (مباحثہ) انوپ شہر میں ہوا وہاں کے تحصیلدار سید محمد نامی نے سوامی جی کیلئے ہر طرح کی آسانیاں بہم پہنچائیں۔ جس کا سوامی جی نے کئی ایک جگہ خود بھی اعتراف کیا ہے۔ بہرحال یہ مذکورۃ الصدر واقعات اس بات کے بہترین شاہد ہیں کہ مسلمانوں سے بڑھ کر روادار قوم چراغ لیکر بھی تلاش کرنے سے نہ ملے گی۔ اور ابھی تو یہ کل کی بات ہے کہ مسلمانوں نے سوامی شردھانند کا لیکچر اپنی مسجد میں کرایا۔ ہاں مسلمانوں کو دکھ ہوتا ہے تو اس وقت جبکہ ان کی رواداری کا ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ رکیوں جاؤ سنیا۔ ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سمولاس اس بات کا بہترین گواہ ہے کہ اس باب میں مسلمانوں کے متعلق کیسے رنجیدہ لہجہ میں نکتہ چینی کی گئی ہے۔ ہر ایک کا حق ہے کہ دوسرے مذہب پر ریویو کرے۔ مگر سلجھی ہوئی زبان میں کہ دوسرے کے جذبات کو تکلیف نہ پہنچے۔ تبلیغ یا پرچار کا مطلب تو یہ ہے کہ دوسرے کو قریب لایا جائے نہ کہ اسے متنفر بنایا جائے۔ میں آریہ سماج کو ہمدردی سے مشورہ دونگا کہ اول تو وہ اس چودھویں سمولاس کو ستیارتھ پرکاش سے نکال دیں اور اگر نہیں نکال سکتے تو کم از کم اس کی اصلاح ہی کر دیں۔ میرا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ چودھواں سمولاس سوامی جی کی تصنیف بھی نہیں ہے۔ کیونکہ سوامی جی کی حیات میں جو ستیارتھ پرکاش کے ایڈیشن شائع ہوئے اس میں اس باب کا نام ونشان تک نہیں یہ شامل ہوا تو بعد میں پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت قرآن مجید کا کوئی ہندی ترجمہ نہیں ہوا تھا اور اردو یا فارسی سوامی موصوف جانتے نہ تھے پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ باب سوامی جی کی تصنیف ہے۔ اگر کہا جائے کہ دوسروں کی سنی سنائی باتوں سے تو ایک محقق اور خصوصاً سوامی دیانند جیسی شخصیت سے تو یہ بہت بعید ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کے سہارا ایسے عظیم الشان مذہب پر نکتہ چینی کریں جس کا ماضی نہایت شاندار اور جس کی تعداد دنیا میں کم از کم پچاس کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ بہرحال ضرورت ہے کہ ہم اچھے ہمسایہ ہو کر رہیں۔ ہندوؤں نے بھی یہیں رہنا ہے۔ اور مسلمانوں نے بھی یہیں اور رہنا بھی دیوار بدیوار ہے۔ باہمی عداوت اور کدورت کا رہنا بھی کوئی رہنا ہے۔ مبارک رہنا تو محبت کا رہنا ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں۔

فارم نوٹس بر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۵ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ منکہ الٰہی بخش ولد غلام محمد ذات جٹ سکنہ قادیان تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے مقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۵/۲۱ ۳۵ء مقرر کیا ہے لہذا چاہئے کہ مذکور الٰہی بخش کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۱۵/۴ ۳۵

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

میری تحریر میں لفظ نبی کا استعمال

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

> **جناب میاں صاحب کا مذہب ۱۹۱۱ء سے پہلے**
>
> "اللہ تعالیٰ نے آپ کو (آنحضرت صلعم کو) خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا" (اخبار الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء)

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قادیانی علماء جب بانی سلسلہ کے کھلے مسلک کی خلاف ورزی کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو وہ اپنی شرمساری کو چھپانے کے لئے میرے متعلق ایک غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اس بات کو صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ اگر میری یا دوسرے کسی احمدی کی کوئی تحریر بانی سلسلہ کے مسلک کے خلاف ہو۔ تو وہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج تک میرے وہم میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ بانی سلسلہ کا دعویٰ فی الحقیقت نبوت کا ہے جس کے نہ ماننے سے کوئی مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن مجھے اس سے کبھی انکار نہیں ہوا کہ میری تحریروں میں باتباع بانی سلسلہ بعض وقت لفظ نبی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں یا اپنے لغوی معنے میں یعنی پیشگوئی کرنے والے کے معنے میں استعمال ہوا اور یہ بات نہ بانی سلسلہ سے خاص ہے نہ مجھ سے۔ بلکہ اپنی اولیاء اللہ کے کلام میں یہ استعمال پایا جاتا ہے جس کی ایک روشن مثال مولانا روم کا یہ قول ہے:-

"او نبی وقت خویش است اے مرید"

لیکن اس سے بڑھ کر یہ امر قابل افسوس ہے۔ وہ یہ ہے کہ حالانکہ میں کئی بار وضاحت کر چکا ہوں۔ مگر قادیانی علماء میرے اس جواب کا اپنی تحریروں میں اشارہ تک نہیں کرتے۔ اب میں ذیل کی تین باتوں کی طرف کہ بلحاظ طالبان حق کو اور میں قادیانی جماعت کے افراد سے بھی مایوس نہیں کہ ان میں بھی طالبان حق ہیں) توجہ دلاتا ہوں:-

اوّل - اگر میری لفظ نبی کے استعمال سے وہی مراد ہوتی جو آج قادیانی جماعت لیتی ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح وہ بانی سلسلہ پر ایمان نہ لانیوالوں کو کافر قرار دیتی ہے۔ میں نے بھی کبھی ان کو اپنی کسی تحریر میں کافر قرار دیا ہوتا۔ اور میں ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ان بزرگوں کو یہ چیلنج دے چکا ہوں کہ وہ میری اخبار اور اخبار تحریروں سے میرے کسی مضمون سے یہ نکال کر دکھائیں کہ میں نے کبھی غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہو۔ لیکن وہ آج تک کوئی ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک نہ کر سکیں گے۔ یہ جواب کافی تھا۔ مگر میں نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا اور کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ جس ریویو سے وہ لفظ نبی کے حوالے نکالتے ہیں۔ وہیں جو اس کے معنے کی تشریح موجود ہے اس کو کیوں پیش نہیں کرتے۔ بحث مباحثہ میں یہ دیانتداری کے خلاف ہے کہ بعض حوالوں کو ظاہر کیا جائے اور بعض کا اخفا کیا جائے اور پھر جب میں نے خود ان کو پیش کیا۔ تو پھر بھی بار بار اعتراض کو دہرایا جاتا ہے لیکن اس کے جواب کا ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ میں کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ میں نے اگر لفظ نبی استعمال کیا ہے تو اس معنے کی بھی وضاحت کر دی ہے جس معنے میں میں نے یہ لفظ استعمال کیا ہے جس ریویو سے لفظ نبی کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ اسی ریویو کی ابتدائی عہدوں میں مگر قادیانی حضرات کی مزعومہ منسوخی کی تاریخ (۱۹۱۰ء) کے بہت بعد یہ لفظ موجود ہیں:-

"اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ایک محدث اپنے وجود میں نبوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کامل نبی ہو جاتا ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی"

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱)

"یہی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں۔ مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان ان پر ظاہر ہو جاتے ہیں"

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

کیا ان دونوں حوالوں سے صاف ظاہر نہیں کہ میں لفظ نبی اصطلاح شریعت میں نہیں بلکہ لغوی معنے کے لحاظ سے استعمال کر رہا ہوں۔ اور باب نبوت کو مسدود سمجھتا ہوں۔ اس امت میں رسولوں اور نبیوں کے آنے کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کی مانند یا ان کے مثیل آنے کا قائل ہوں۔ علماء امت کا نبیاء بنی اسرائیل ... ۱۹۱۰ء کے حوالے ہیں ... ۱۹۱۲ء میں ... جب اشتباہ پیدا ہونے کا موقع دیکھا تو پھر میں نے ریویو میں ایک مضمون پر جس کا عنوان تھا۔ "احمد ایز اے پرافٹ" اور جو میرا لکھا ہوا نہ تھا یہ نوٹ لکھا:-

"لفظ پرافٹ (نبی) بیان اصطلاح شریعت میں استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ اس لحاظ سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم آخری نبی ہیں۔ بلکہ اس کو بیان خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنے والے کے وسیع معنے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ نعمت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سب سچے مسلمانوں کو دیا ہے ولھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا) اور یہی وہ نعمت ہے جو ایک ممتاز رنگ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو عطا کی گئی"

دوم - یہ مفہوم کوئی میرا ایجاد کردہ نہ تھا۔ اس وقت قادیانی علماء سب لوگوں کو یہی یقین دلاتے تھے کہ ہم لفظ نبی اصطلاح شریعت میں استعمال نہیں کرتے بلکہ اس سے صرف پیشگوئی کرنے والے کے لغوی معنی مراد لیتے ہیں۔ اور نبوت کو ہم آنحضرت صلعم پر ختم سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے بعد نہ نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ نہ پرانے کے۔ میں زیادہ حوالے نہیں دیتا قادیان کے دو چوٹی کے علماء کو لیتا ہوں۔ اوّل مولوی سرور شاہ صاحب جو خلیفہ قادیان کے استاد بھی ہیں اور مفسر قرآن بھی۔ انہوں نے لکھا کہ:-

"لفظ نبی کے معنی اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اوّل اپنے خدا سے انبارِ غیب پانے والا۔ دوم عملی رنگ میں جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں" (اخبار بدر مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء)

دوسرے بزرگ مفتی محمد صادق صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں:-

"شیخ ... نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔ نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ وہ بھی آنحضرت کے طفیل آپ سے فیضیاب ہو کر اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے شرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتائی تھیں۔ جو پوری ہوتی رہیں۔ اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں" (بدر جلد ۹ نمبر ۱۵ و ۵۲)

یہ دونوں بزرگ ابھی زندہ ہیں۔ کوئی ان سے کیوں نہیں پوچھتا کہ کیا آپ لوگ اس وقت لوگوں کو دھوکا دیا کرتے تھے جو اپنا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح بتاتے تھے؟ اور ان کو چھوڑیئے خود خلیفہ قادیان جو کچھ اس وقت کہتے تھے۔ وہ بھی دیکھ لیں۔

"آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ... کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی ... آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا ... اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیء علیما یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہیں کریگا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو" (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء)

ایسا ہی ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء کے اخبار الحکم میں موجودہ خلیفہ قادیان کا مضمون بعنوان خاتم النبیین چھپا ہے جس میں یہ لفظ موجود ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا"

اب جائے غور ہے کہ آنحضرت صلعم پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ بھی تسلیم ہے۔ آنحضرت صلعم کے بعد کسی مدعی نبوت کا نہ ہونا بھی تسلیم ہے سوائے اس کے کہ کوئی جھوٹا مدعی ہو جسے ہلاک کر دیا گیا۔ اور اب کہا جاتا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ مدعی نبوت تھے۔ یہ تھا قادیانی خلیفہ صاحب اور قادیانی علماء کا سابقہ مذہب کہ لفظ نبی کے استعمال کو وہ مجاز اور استعارہ قرار دیتے تھے۔ لغوی معنے میں اس کا استعمال بتاتے تھے اور اصطلاح شریعت میں استعمال کرنے سے انکار کرتے تھے اور ہر قسم کی نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد نہ نئے نبی کے آنے کے قائل تھے نہ پرانے کے۔

سوم ۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ دیکھنا تو یہ چاہئے کہ خود بانی سلسلہ کا اپنے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ آپ نے لفظ نبی کسی رنگ میں استعمال کیا اور اسی پر کفر کے فتوے کی بنیاد تھی جو ۱۸۹۱ء میں آپ پر لگایا گیا۔ مگر غور طلب یہ ہے کہ جب یہ بات آپ کی طرف منسوب کی گئی کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا ہے تو آپ نے کیا جواب دیا۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے ۔۔۔۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے ۔۔۔۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲)

"اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸)

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں ۔۔۔۔ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا ۔۔۔۔ لیکن ۔۔۔۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے۔ جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟"

(انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷ و ۲۸)

اب اس سے بڑھ کر صفائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ لفظ استعارہ اور مجاز ہیں حقیقت پر محمول نہیں۔ "نادان متعصب" اسے حقیقت بنا کر جھوٹا الزام آپ پر تراش رہے ہیں۔ قادیانی علماء کیلئے یہ مقام غور ہے کہ "نادان متعصب" اس وقت کون ہیں۔ اور "بدبخت مفتری" وہ کس کو بنا رہے ہیں۔ اور ایسے ایک دو نہیں سینکڑوں بیانات ہیں یہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ الفاظ ان لوگوں کے مقابل پر لکھے گئے ہیں جنہوں نے آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا تھا۔ پھر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کی منسوخی کا ایک ڈھکوسلا نکالا ہے۔ بانی سلسلہ نے کہیں نہیں لکھا اور نہ ۱۹۱۴ء تک کسی احمدی کے وہم و گمان میں یہ بات تھی کہ بانی سلسلہ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ جب تک کہ خلیفہ قادیان نے مسلمانوں کی تکفیر کے شوق میں یہ ایجاد نہیں کی۔ اگر تھی تو اب بھی قسم کھا کر کوئی احمدی کہہ دے کہ خلیفہ قادیان کے ایسا لکھنے سے پہلے اسے یہ علم تھا کہ ۱۹۰۱ء میں بانی سلسلہ کے دعوے میں تبدیلی ہوئی تھی اور پہلی تحریریں منسوخ ہو گئی تھیں۔ اور اس ڈھکوسلہ کا تو یہی جواب کافی ہے کہ ۱۹۰۱ء کے بعد جنوری ۱۹۰۳ء میں اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں بانی سلسلہ صفحہ ۶۶ و ۶۷ پر ۴۴

۴۴ اندکے ذکر درباره عقائدنا

کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں:-

"و خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود در ایں امت و ایشاں را رنگ انبیاء داده میشود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است"

اس ظلم کی کوئی انتہا ہے کہ ایسی صاف تحریروں کے باوجود آج بانی سلسلہ کو نبی الحقیقت نبی بنایا جاتا ہے۔ احمدیت کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہ اپنے وہ کام کر رہے ہیں جس کی غیروں سے شکایت تھی۔

خاکسار **محمد علی**

پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت احمدیہ جموں کے سالانہ جلسہ کی روئیداد

(جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جموں)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جموں کا سالانہ جلسہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آخری روز ایک مذہبی کانفرنس "دنیا کی موجودہ بے چینی کا علاج" کے موضوع پر منعقد ہوئی جس میں آریہ سماجی اور مسیحی نمائندوں نے بھی حصہ لیا۔ جلسہ کا افتتاح زیر صدارت میجر جنرل سردار محمد رضا خاں صاحب ½۸ بجے شام تلاوت قرآن شریف سے ہوا۔ اس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے مساوات نسل انسانی کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے وہ تمام قوموں، ملکوں، مذہبوں کے ایک مشترک پروردگار کا تصور ہے جس کی نظر میں ایک اچھوت، برہمن، غلام، سید، افریقہ کا حبشی، یورپ کا گورا چٹا انسان سب یکساں ہیں۔ اسی طرح جہاں خدائے اسلام رب العالمین ہے پیغمبر اسلام رحمۃ للعالمین یعنی سب قوموں کے مشترکہ ہادی اور سب کے دکھوں، دردوں کے یکساں معالج ہیں۔ اس کے بعد جناب مرزا صاحب نے متعدد مثالوں سے واضح کیا کہ اسلام نے وحدت نسل انسانی کو ایک علمی نظریہ کی حد تک ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ عملی طور پر ذات پات، اونچ نیچ، رنگ، نسل، وطن کے تمام امتیازات کو مٹا کر نسل انسانی کو ایک کنبہ بنا دیا ہے۔

مرزا صاحب کے بعد چوہدری عبد الرحمٰن صاحب نے ختم نبوت اور ضرورت مجدد پر تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ (۱) نسل انسانی کو بخلاف دیگر مخلوقات کے نبوت اور رسالت کی ضرورت کیونکر لاحق ہوئی (۲) اگر سلسلہ انبیاء علیہم السلام ضرورت واقعی سے شروع کیا گیا تھا۔ تو بعد میں بند کیوں کر دیا گیا۔ (۳) مجددوں کی ضرورت کیونکر پیش آئی۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ خدا نے ہر مخلوق کو اس کے مناسب حال ہدایت دی ہے اور یہ ہدایت سوائے انسان کے باقی مخلوق کی فطرت میں ایسے طور سے داخل کر دی ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی کر ہی نہیں سکتی۔ انسان کی فطرت میں بھی ہدایت رکھی ہے۔ لیکن وہ ایسی نہیں جو اسے ایک مقررہ راستے پر چلنے کیلئے مجبور کر دے۔ اس لئے انسان کی مجمل اور کمزور فطری ہدایت کی تفصیل اور قوت کیلئے خارجی ہدایت کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تاکہ انسان مجبور بھی نہ ہو اور طالب کمال تعصب اور کامل ہدایت سے محروم بھی نہ رہے۔

اما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ سو اس ہدایت کو خدا سے پا کر انسان تک پہنچانے اور اس کی پیروی کا عملی نمونہ دینے کیلئے انبیاء علیہم السلام کی ضرورت پڑی۔ یہ ہدایت تدریجاً مکمل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ تمام نسل انسانی کو جو اپنے اصل میں ایک تھی لیکن بعض وجوہات سے مختلف قوموں، قبیلوں اور مذہبوں میں بٹ چکی تھی۔ خدا نے پھر متحد کرنے کا ارادہ فرمایا اس غرض سے اس نے ایک کامل ہدایت نامہ قرآن شریف کی شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دیدیا جس میں تمام سابقہ رشیوں، منیوں، رسولوں کی بتائی ہوئی مستقل صداقتوں اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ضروری ہدایات کو جمع کر دیا۔ اس طرح جب ضابطہ ہدایت مکمل ہو گیا اور کامل تربیت و اتحاد عالم کا سامان بہم پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلعم نے اس کی پیروی کا کامل نمونہ دے کر تجربہ بھی کرا دیا۔ تو نبوت جو عبارت ہے خدا سے ہدایت پا کر انسانوں تک پہنچانے اور اس کی پیروی کا نمونہ دینے سے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور وہ طبعی طور پر ختم ہو گئی۔ اور حضرت محمد صلعم رہتی دنیا تک تمام طالبان ہدایت کے روحانی معلم یا باپ قرار پائے۔ ہاں اس کا ایک حصہ جو اس کامل ہدایت نامہ کی حفاظت اور اس کی پیروی کے نمونہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی ضرورت بدستور موجود ہے۔ تاکہ جب انسان اس ہدایت نامہ سے دور جا پڑے۔ اس کو پھر تازہ نمونے سے اس پر قائم کیا جائے۔ پہلے تو اس ضرورت کو بھی نبی پورا کر دیا کرتے تھے۔ اب جب نبوت ختم ہو گئی۔ تو لازماً اس ضرورت کو پورا کرنے کا کوئی اور سامان کرنا پڑا۔ یہ سامان سلسلہ مجددین ہے جو آنحضرت صلعم میں فنا ہو کر آپ کے اسوہ کو تازہ کرنے اور اس دین کے محل کی جو اس اہتمام سے تیار کیا گیا ہے حفاظت، مرمت شکست، ریخت پر مامور کئے جاتے ہیں پس ختم نبوت دین کی غرض اتحاد عالم ہے طبعی نتیجہ ہے۔ دین کے کامل ہو چکنے کا اور قیام سلسلہ مجددین لازمی نتیجہ ہے ختم نبوت کا۔

یہ اجلاس رات کے سوا گیارہ بجے ختم ہوا۔ ہر طبقہ کے اہل علم دوست شریک جلسہ ہوئے۔ اور آخر وقت تک پنڈال جلسہ سامعین سے بھرا رہا۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

غور کرنا چاہئے کہ جن سے نیکی، بدی، رنج و راحت اور خوشی اور ماتم میں شراکت کے تعلقات پہلے سے ہی ٹوٹ چکے تھے۔ ان کا جنازہ کیسے پڑھا جا سکتا تھا۔ بالخصوص جبکہ لاش بھی حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف رشتہ داروں کے قبضہ میں تھی۔

سر سید مرحوم کا جنازہ

سرسید کے جنازہ کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود نے کبھی نہیں فرمایا کہ وہ حرام ہے بلکہ صرف اسی بات کو ناپسند فرمایا کہ خواہ مخواہ لوگوں کے دکھاوے کیلئے جنازہ پڑھا جائے۔

مسیح موعود کا قول و فعل

ہم حیران ہیں کہ ایسی بے محل مثالوں سے قادیانی حضرات کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا قول اور فعل ایک دوسرے سے مطابقت نہ رکھتے تھے؟ کیا وہ خدا کے مسیح کو لم تقولون ما لا تفعلون کا مصداق ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ جس حالت میں آپ کے چار کھلے فتوے موجود ہیں کہ غیر احمدی کا جو مکفر و مکذب نہ ہو جنازہ پڑھ لینا چاہئے یہ کہنا کہ آپ نے فلاں کا جنازہ نہیں پڑھا اور فلاں کا نہیں پڑھا۔ آپ کے قول و فعل میں عدم مطابقت دکھانا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں آپ کے فتووں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم انہیں صحیح سمجھتے ہو یا غلط دونوں میں سے ایک بات ہونی چاہئے۔ اگر صحیح سمجھتے ہیں تو میاں صاحب کے فتوے اور مسلک کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو جاؤ اور مسلمانوں کو کافر قرار دینا چھوڑ دو۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو صاف طور پر اعلان کر دو کہ ہم مسیح موعود کے مسلک پر نہیں۔

ایک اور قادیانی جواب

قادیانی مجیب نے اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا ہے:-

"ہاں جن بعض لوگوں کو کسی گونہ مصدق کے جنازہ کی اجازت دی گئی۔ وہ بھی ایک خاص بات تھی۔ ان لوگوں کو زمرہ مصدقین میں رکھ کر ایسی اجازت دی گئی۔"

کیا مصدق کافر کا جنازہ جائز ہے؟

کس قدر لغو اور خلاف حقیقت بات ہے۔ جس حالت میں بقول میاں صاحب

"وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔" (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۱ء)

اس کا جنازہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اس کو کافر قرار دیا گیا ہے؟ اور دوسری طرف اسے مصدقین میں رکھ کر اس کا جنازہ جائز قرار دیا گیا ہے این چہ بوالعجبی است؟ کیا کبھی کسی ہندو یا عیسائی مصدق کا بھی جنازہ جائز قرار دیا گیا؟

کیا "مخالف" کو "مصدق" کہا جا سکتا ہے؟

وہ غیر مصدق ان کو کس طرح کہا جا سکتا ہے حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں "جو مخالف برا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے" کیا "مخالف" کو بھی "مصدق" کہا جا سکتا ہے؟ آخر کچھ تو سوچ سمجھ کر جواب دینا چاہئے۔ ایک طرف انہیں کافر کہا جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود انہیں "مخالف" کے لفظ سے لیا کرتے ہیں اور دوسری طرف انہیں مصدق کہہ کر جنازہ بھی جائز ٹھہرایا جاتا ہے۔

اگر مسیح موعود مصدق سمجھتے تھے تو تم کیوں نہیں سمجھتے؟

لیکن نہیں جنازہ میاں صاحب تو جائز ہی نہیں ٹھہراتے۔ وہ تو مسیح موعود نے بقول قادیانی مجیب انہیں زمرہ مصدقین میں رکھ کر ایسی اجازت دیدی۔ میاں صاحب کے نزدیک تو جنازہ کسی ص۴

صورت میں جائز ہی نہیں کسی ایسے ملک میں جہاں تبلیغ نہ پہنچی ہو۔ اور کوئی مسلمان مر جائے اس کا بھی جنازہ جائز نہیں (الفضل ۴ مئی ۱۵ء)

غیر احمدی والدین کیلئے دعائے مغفرت بھی جائز نہیں۔ (الفضل ۱۱ مارچ ۱۵ء)

احمدی کی غیر احمدی بیوی کا جنازہ جائز نہیں۔ (الفضل ۴ / ۱۶ اپریل ۱۵ء)

پس فرمایئے یہ مسیح موعود کے مسلک کی پیروی ہے یا اپنے اوہام کی؟ اگر مسیح موعودؑ نے ان کو مصدقین میں رکھ کر جنازہ جائز قرار دیا تھا۔ تو نہیں کیا ہو گیا کہ تم انہیں ایسا نہیں سمجھتے؟ کیا قادیانی علماء، قادیانی اکابر اور قادیانی جماعتوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

مورو قوم میں اسلام کی تاریخ

مسلم ورلڈ جنوری ۱۹۴۱ء میں مسٹر کلائیڈ ال پکنس (Claudel Piekens) نے مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس سے مورو قوم میں اسلام کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کی تلخیص ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

جزیرہ سولو میں یہ افسانہ بہت زمانہ سے مشہور ہے کہ پہلا انسان جس نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ وہ جمی یون کولیا اور اس کی بیوی) اندرا سوگا تھی جو اندرا دنلو کی ایک بیوی کا بھی نام تھا) اور سکندر اعظم نے انہیں یہاں بھیجا تھا۔ معلوم نہیں یہ افسانہ کہاں تک صحیح ہے۔

سکندر اعظم کی فوج نے جب ہنڈیس پس کو پار کر کے بنگال پر چڑھائی کرنے سے انکار کیا تھا اور اس انکار سے مشرق کے فتوحات کا خواب پورا نہ ہو سکا۔ تب سکندر نے انڈس کو چھوڑ کر خشکی کا راستہ پکڑ لیا تھا۔ لیکن اوپر کے افسانہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سکندر نے سمندر کے راستہ سے مشرق پر پھر حملہ کیا تھا؟ یہ معلوم ہے کہ اس نے نئی دنیا کے دریافت کرنے کے لئے ایک اسکیم بنائی تھی۔ جس کے ذریعہ اس نے انڈس کے دہانہ سے بحر فارس تک بحری راستہ نکالا تھا۔ ممکن ہے اس اسکیم کے ماتحت کوئی بیڑا اس نے جنوب میں بھی بھیجا ہو۔ یا کچھ جہاز راستہ سے بھٹک کر اس طرف جا نکلے ہوں۔ یہ معلوم ہے کہ جب سکندر اعظم نے دنیا کو خیر آباد کہا۔ تو وہ ایک بحری مہم کی تیاری میں مصروف تھا۔ اور اس نے ایک ہزار جہاز سے زیادہ کا بیڑا تیار کیا تھا۔ جس کے ذریعہ وہ بحیرہ عرب کے راستہ سے بابل سے مصر تک بحری راستہ کھولنا چاہتا تھا۔ ممکن ہے یہ اسکیم اور وسیع کر دی گئی ہو۔ لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ چوتھی صدی عیسوی میں سکندر اعظم کے تبازرانوں نے سولو کو آباد کیا۔ البتہ سولو کی تاریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہاں راجہ بے گندا سمبونگن (زمبوانگا کا مورو نام ہے) سے آیا تھا اور وہاں وہ منگکا بوسماترا سے گیا تھا۔ منگکا بوملے قوم کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے اور یہی قوم اس جزیرہ کی فاتح تصور کی جاتی ہے۔ مقامی مؤرخین منگکا بوشہزادوں کا سلسلہ سکندر اعظم سے ملاتے ہیں۔ ان کا نسب نامہ بہت ہی قدیم ہے جو کہ سلطان محمد جمال الکرام کے حکم سے ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ مورو قوم کے تحریری حالات اتنے قدیم اور نایاب ہیں کہ اسلام سے قبل اور بعد کے اثرات کا تجزیہ مشکل ہے۔ لیکن تاد سوگس (قوم مورو کی زبان میں سولو کا نام ہے) میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ یہاں کے باشندے سکندر اعظم کے بھیجے ہوئے تھے اور قریب قریب ایسی ہی روایت سماترا کے پلیمبنگ کے اضلاع میں بھی مشہور ہے۔

ڈاکٹر این۔ ایم سیلی بور (Dr. n. m Salee) اس افسانہ کو اس واقعہ سے منسوب کرتے ہیں۔ جب چودھویں صدی میں سمال یا بجاؤ جھور سے ہجرت کر کے آتے تھے لیکن سمال میں بھی یہی افسانہ مشہور ہے۔ کیونکہ وہ ملے قوم کی آخری جماعت تھی۔ جو فلیپائن کے اندر داخل ہوئی۔ سولو کی اصل تاریخ راجہ بے گندا سے شروع ہوتی ہے۔ یہ ایک منگکا بو شہزادہ تھا۔ اور یہی سولو کے حکمران خاندان کا بانی ہوا۔ گویا قدیم ترین خاندان اسی کا ہے۔ ملے کے شاہی خاندان بھی منگکا بو ہی سے اپنا سلسلہ ملاتے ہیں۔

یہاں اسلام کی ابتدائی تاریخ کے سلسلہ میں دو نام خصوصیت سے لئے جاتے ہیں۔ ایک تو یہی راجہ بے گندا اور دوسرا مقدم ہے یہ ایک مشہور عرب، عالم اور قاضی تھے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ملکا کے والی سلطان محمد شاہ کو مشرف با سلام کیا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے سولو اور منڈانو کی طرف رخ کیا۔ اور تبلیغ کے سلسلہ میں تمام جزائر شرق الہند کا دورہ کیا۔ اور ان جزیروں میں انہی کی تبلیغی کوششوں سے اسلام کی روشنی پھیلی نہ کہ تلوار سے، فلیپائن میں ان کا داخلہ ۱۳۸۰ء کے قریب ہوا تھا۔

اس کے دس سال بعد راجہ بے گندا نے سولو کو فتح کیا۔ اس کی فتح کے حالات سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ وہ بارود کے استعمال سے واقف تھا۔ اور اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ چودھویں صدی میں بارود عربوں کے علم میں تھی اور سماترا سے ان کے مستقل تجارتی تعلقات تھے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ انہوں نے اس کو وہاں بھی رائج کر دیا ہو۔ راجہ بے گندا دہیں سے ایک فاتح کی حیثیت سے یہاں آیا تھا۔ مقدم نے پہلے ہی اسلام کیلئے زمین ہموار کر دی تھی کہ ایک دوسرا مبلغ ابوبکر یہاں پہنچا۔ اس نسب نامہ سے جس کا ڈاکٹر سیلی بی نے حوالہ دیا ہے۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ ابوبکر برونی (مشرقی بورنیو میں ایک ریاست) کے راستہ سے پالمبنگ سے ہوتے ہوئے بانسا (سولو کا قدیم دارالسلطنت) پہنچا اور یہاں راجہ بے گندا کے یہاں ٹھہر کر سولو میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ وہاں اس کی بڑی عزت و توقیر ہوئی۔ یہاں تک کہ راجہ بے گندا نے اپنی لڑکی پارامیولی سے اس کی شادی کر دی۔ اس طرح وہ خود سلطان بن گیا۔ وہاں عام طور سے مشہور ہے کہ وہ مکہ سے آیا تھا اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے تھے جو مکہ سے[1] ملکا آئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے زمبوانگا کے جزیرہ لباپڑ گئے اور وہاں کے باشندوں کو مسلمان کیا۔ پھر یہاں سے سولو بلائے گئے۔

(معارف)

(باقی آئندہ)

---

[1] اس نام کے امام زین العابدین کے کوئی صاحبزادے نہ تھے۔ اور نہ ان کا ملکا جانا تاریخی حیثیت سے صحیح ہے۔

قل یاہل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ: سالانہ پانچ روپے (ے) — طلباء سے سالانہ چار روپے (للعہ) — ممالک غیر سے سالانہ پندرہ شلنگ

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی اے قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر: محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۲۹ — لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ قمری / ۲۶ اپریل ۱۹۴۱ء — نمبر ۲۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقیناً فتحمند و منصور ہوں گے

زمین پر کسی کو فتح نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ پہلے آسمان کے دفتر میں اس کے نام نہ لکھی جائے خوب یاد رکھو کہ فتح کی اصلی کنجی تقویٰ ہے اور تقویٰ بھی وہ جو کامل طور پر ہو۔ وہ تقویٰ جس کے کسی پہلو میں خامی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں پاتا اور یہ کامل تقویٰ انہیں لوگوں کو ملتا ہے جو خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو وہ کامل تقویٰ جو آسمان کو اپنی طرف جھکائے میسر نہیں آتا۔ اگر ایک ٹھنے پانی کے مٹکے میں بہت سے آدمیوں کیلئے شربت بنانا چاہیں اور شیرینی کے لئے اس میں صرف ایک بتاشہ ڈال دیں تو کیا وہ اس قابل ہوگا کہ اسے پسند کیا جائے؟ یہی حال اس تقویٰ کا ہے جو نہایت کمزور اور ناتمام ہوتا ہے۔ ایسا تقویٰ ہرگز اس نصرت اور تائید الٰہی کو کھینچ نہیں سکتا جو ازل سے کامل تقویٰ کے حصہ میں لکھی جا چکی ہے۔ زمینی لوگ جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلتے اور کبھی انہیں نصیب ہی نہیں ہوتا کہ مضطر ہو ہو کر آسمان کی طرف دیکھیں۔ مگر اصلاح کا بیڑا تکلف سے اٹھا لیتے ہیں۔ جس کے لئے اُن کے نوٹے ترکیب دیئے گئے نہیں ہوتے آخر کار تھک کر رہ جاتے ہیں۔ یا نامراد اور ناکام مر جاتے ہیں۔ مخالفوں کی کثرت اور دشمنوں کی قوت و شوکت سے نہ گھبراؤ اور یاس کو دل میں راہ نہ دو کہ کیونکر وہ کام ہوگا۔ جسکا خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کیا یہود اور نصاریٰ اور آتش پرست اور مشرک قوموں نے ہمارے نبی کریم کی مخالفت میں کچھ تھوڑا زور لگایا تھا آخر تقویٰ ہی کے سر فتح کا تاج رکھا گیا۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہمارے دل کو اور دشمنوں کے دلوں کو دیکھ رہا ہے ہم خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول اور اسکے کلام کی عزت و حرمت کے اظہار کے لئے کام کر رہے ہیں اسلئے یقیناً منصور ہونگے اور اگر ہم دنیا کے کیڑے اور بناوٹ سے کام کر رہے ہیں جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں ماموروں کی طرح کھڑا نہیں کیا تو ہمارے ہلاک کرنے کو وہی اکیلا غیور کافی ہے۔

(۳۰ اگست ۱۹۰۱ء)

تربیت اولاد

(از جناب مولینا مرتضےٰ خاں صاحب)

گذشتہ دورہ میں مجھے گورداسپور جانیکا بھی اتفاق ہوا۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب کے ہاں میرا قیام تھا اور جس امر سے میں متاثر ہوا وہ جناب شیخ صاحب کا سلسلہ سے اخلاص تھا۔ قطع نظر اس امر کے کہ آپ اکثر اوقات سلسلہ کا ہی ذکر کرتے تھے جو بیش بہا نصائح آپ اپنے فرزند ارجمند ضیاء الحسن کو دیتے رہے وہ تمام احباب سلسلہ کے لئے قابل تقلید ہیں میں نے دیکھا کہ آپ نہایت درد دل سے نصیحت کرتے تھے کہ بیٹا! اس سلسلہ سے اپنا پورا پورا تعلق قائم رکھو اس سلسلہ کی امداد اپنا فرض اولین سمجھو۔ بزرگان سلسلہ کی عزت و تکریم اور ان کی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرو۔ نماز باقاعدہ پڑھو اور جہاں تک ہو سکے انجمن کی مالی امداد کرتے رہو میرے صحیح خلف تم تب ہی ہو سکتے ہو اور میرا تعلق تم سے اسوقت تک ہی صحیح قائم رہ سکتا ہے کہ تم سلسلہ کے خادم بنکر رہو۔ یہ سلسلہ اس زمانہ میں خدا کی بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر کرو اور اخلاص سے اس سے اپنا تعلق مضبوط رکھو۔ اگر تمہیں بعض احمدیوں میں نقائص نظر آئیں تو ان کو خاطر میں نہ لاؤ۔ کیونکہ کمزوریوں سے کوئی خالی نہیں عیوب پر نظر نہیں ڈالنی چاہئے۔ محاسن کو دیکھنا چاہئے۔ ع ہر کہ بے ہنر افتد نظر بہ عیب کند۔ محض اس قسم کی نصائح تھیں جو آپ اکثر اپنے بیٹے کو دیتے رہے اگر ہمارے دوسرے بزرگ بھی اسی طرح اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کرتے رہیں تو لازماً احمدیت کا مستقبل شاندار ہو جائیگا۔

جناب چودھری دوست محمد صاحب کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

سیدنا و امامنا حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں بہت مدت تک قادیانی عقائد کو درست تصور کرتے ہوئے اس جماعت میں شامل رہا لیکن قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے باہمی تنازعات اور اختلافات نے مجھے مجبور کیا کہ از سر نو حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کروں چنانچہ کم و بیش ایک سال کی تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعت قادیان حق پر نہیں ہے اور جماعت لاہور کے کل عقائد ماموریت کے مسلک کے عین مطابق ہیں۔ ان حالات کے ماتحت میں آج سے اپنے آپ کو جماعت قادیان سے الگ تصور کرتا ہوں اور جماعت لاہور میں شامل ہونے کے لئے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری تمام غلطیاں معاف فرمائے حضور میرے لئے میرے متعلقین کیلئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی اور راستوں پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ۱۴؍۴؍۴۱ء

خاکسار۔ چودھری دوست محمد بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جہلم

مورو قوم میں اسلام کی تاریخ

(گذشتہ سے پیوستہ)

ملکا کی تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر ایک مشہور آدمی تھا اور مذہب اور شریعت کا بہت بڑا عالم تھا۔ ملیشیا میں اس کا مشن ابو اسحاق کے مسلک کی تبلیغ تھی۔ جو ایک کتاب دار المنظوم میں درج ہے۔ وہ ۱۴۵۰ء میں سولو پہنچا۔ اور وہاں مسجدیں بنوائیں اور مذاہب شریعت کی تعلیم دیتا رہا۔ یہاں اسلام کی ایسی بنیاد رکھی جو آج تک ویسی ہی مستحکم ہے۔ راجہ بے گندا کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے وہی وہاں کا حکمران ہو گیا۔ وہ یہاں اپنے نام کے بجائے السلطان الشریف الہاشمی کے لقب سے مشہور ہے سولو کا شاہی خاندان اپنا سلسلہ راجہ بے گندا کی لڑکی پارامی سولی اور ابوبکر سے ملاتا ہے۔ اسلام کا یہ مبلغ ۱۴۸۰ء میں راہی ملک بقا ہوا۔ جو سلطنت اس نے قائم کی تھی اس کی قوت لوزن اور جنوبی دریائے چین تک محسوس کی جاتی تھی اور اس کی تجارت چین اور جاپان سے لیکر ملکا، سماٹرا اور جاوا تک پھیلی ہوئی تھی آخر میں سپین اور پرتگال اس کی تجارت کے حریف بن گئے۔

یہ تاریخ کا عجیب واقعہ ہے کہ چند آدمی اسلام کا جھنڈا لیکر آگے بڑھے اور سارے جزیروں پر چھا جاتے ہیں ان کی بہادری اور ہمت کے نہ صرف ان کے پرانے دشمن اسپینی بلکہ امریکن بھی قائل ہیں۔ ساری دنیا کے جہاز ران جو سلیبس، سولو اور جنوبی دریائے چین میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ ان سے واقف اور خوفزدہ تھے۔ اسپینی اور امریکن سپاہیوں کی بہادری نہ تھی جس نے سولو اور منڈاناؤ کے مسلمانوں کی بادشاہت چھین لی۔ بلکہ موجودہ انجن کے جہاز اور بندوق کی ایجادات تھیں جس نے انہیں بے بس کر دیا۔ اگرچہ اب مورو کی تساہلی ضرب المثل ہو گئی ہے۔ لیکن اب بھی اپنے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اس کے لئے جان دے دینا ان کی خصوصیت ہے۔

فلیپائن کے مورو کئی حصوں میں بٹے ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور سولو ہے جس کو مورو کی زبان میں تاؤسوگس کہتے ہیں۔ سولو کا سلطان تنہا مسلمان شاہزادہ ہے جو امریکہ کے ماتحت ہے ان کی زبان تاؤسوگس ملایا کی زبان ہے یہ زبان جنوبی لوزن میں برنے سے لیکر میمبوانگا کے مشرقی کنارو تک سمجھی جاتی ہے۔ اس زبان میں اگرچہ چینی اور دوسرے عنصر بھی ہیں۔ لیکن سنسکرت اور عربی کے الفاظ ان میں بہت زیادہ ہیں۔ گو مورو قوم کی تہذیب کا سلسلہ ہندو دور سے ملتا ہے لیکن اب ان پر اسلامی رنگ بہت گہرا ہے۔ یہ بھی دوسرے جزیرہ کے مورو کی طرح شافعی مسلمان ہیں۔

سولو کے جزیرہ کے کنارے اور زمبوانگا کے جزیرہ سے ملحق تاؤسوگس کے ساتھ ایک قوم ساما آل بھی ہے یہ ملایوں کا آخری قافلہ تھا۔ جو جوہور سے ہجرت کر کے آیا تھا ان کی دو شاخیں ہیں۔ ایک دلدلوں کے پاس مکانوں میں سکونت رکھتے ہیں اور دوسرے ماجاؤ یا دریائی خانہ بدوش جو کشتیوں پر رہتے ہیں۔ یہی لوگ دریائے سولو اور سلیبس کے ملاح تھے۔ جو تاؤسوگس کے ساتھ چین اور ملکا کے ساحلوں پر حملہ میں جہازرانی کی خدمت پر مامور تھے آج بھی وہ دنیا میں جہازرانی کے سب سے زیادہ شائق ہیں ساما آل تاؤسوگس سمجھتے ہیں۔ لیکن آپس میں ایک خاص زبان بولتے ہیں۔

تیسرا حصہ جنوبی منڈاناؤ کی بلندیوں پر لاناؤ جھیل کے چاروں طرف مورو کی خلیج سے لیکر دریائے منڈاناؤ تک پھیلا ہوا ہے یہ لوگ مارا ناؤ کہلاتے ہیں اور دوسری زبان بولتے ہیں یہاں ملے قوم اور قدیم نسلوں کا گہرا امتزاج معلوم ہوتا ہے۔ مورو کے دوسرے جزیروں کی بہ نسبت یہاں سماٹرا کے فنون اور طرز تعمیر زیادہ نمایاں ہیں۔ ان کے لباس مکانات اور مسجدیں منگکابو کی طرح ہیں اسپینی کبھی ان پر فتح حاصل نہ کر سکے اور امریکن بھی بڑے طویل اور مسلسل محاصرہ کے بعد کامیاب ہوئے۔ یہ حد سے زیادہ غیور ہیں۔ انہیں غیر ملکیوں کی موجودگی کے باوجود کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ یہ لوگ ہر سال دوسرے جزیروں کے باشندوں کے ساتھ بڑی تعداد میں ایک ساتھ حج کے لئے جاتے ہیں۔

لاناؤ کے جنوب میں ایوگر بنڈ کی زرخیز وادیوں میں سے گندا ناؤ مورو رہتے ہیں۔ یہیں ۱۵۲۲ء میں مشہور سپینی بار بوسہ اور اس کے پینتیس ساتھی قتل کئے گئے تھے۔ گندا ناؤ میں ملے عنصر کم ہے۔ اور نیچے طبقوں میں مقامی رنگ بہت گہرا ہے ان کی مستقل اپنی زبان ہے۔ اگرچہ مارا ناؤ سے کچھ ملتی ہوئی ہے یہ گندا ناؤ کے باشندے مسلمانوں کے لئے پیتل کے ہتھیار بنایا کرتے تھے۔ ان کا مرکز کوٹا باٹو تھا۔ اور یہیں کی لنتا کا نامی ایک چھوٹی سی پیتل کی توپ بہت مشہور تھی۔ اسے کشتیوں پر رکھکر اس کے ذریعہ پرسکون سمندر میں طوفان بپا کر دیتے تھے۔

جزیرہ منڈاناؤ کے اور جنوب میں ڈاواؤ کے قریب سرنگانی خلیج کے پاس ان کی کچھ آبادی ہے جن کو سنگل مورو کہتے ہیں۔ یہ لوگ بوگس مورو کی ایک شاخ ہیں اور سلیبس سے یہاں ہجرت کر کے آئے تھے۔ بوگس مورو کے متعلق خیال ہے کہ وہ ۱۴۹۵ء میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ یہ فلیپائن کے آخری بچے ہوئے ملایا تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ بہت ہی بہادر دلیر اور خوفناک ہیں۔

لباٹن کے جزیروں میں بھی کچھ مورو رہتے ہیں جو یاکان کہلاتے ہیں۔ انکا چہرہ مہرہ اور لباس دوسرے مورو سے بہت ممتاز ہے۔

انکا آخری حصہ جن کی تعداد بہت کم ہے۔ پلوان کے جزیروں میں رہتا ہے اور یہ پلوان مورو کہلاتے ہیں اور اپنی خاص زبان بولتے ہیں۔ ان میں آس پاس کے علاقوں کے عنصر کی آمیزش کا پتہ چلتا ہے۔ جزیروں کے تین چوتھائی سے زیادہ مورو تاؤسوگس، سمال، مارا ناؤ اور گندا ناؤ کے علاقوں میں رہتے ہیں اور باقی حصہ سنگل یاکان اور پلوان کے علاقوں میں آباد ہے۔ ۱۹۱۸ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد ۲۷۰۳۴۴ تھی، اب تو اور بھی زیادہ ہو گئی ہوگی۔

اتنی قلیل مدت میں فلیپائن میں اسپینیوں کی کامیابی قابل غور ہے ایک یہودی مصنف نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہاں کے باشندے غیر مہذب تھے اور کسی نے اس کا سبب مذہب کو بتایا ہے لیکن یہ دونوں سبب صحیح نہیں ہیں۔

نہر سویز کی تعمیر اور اہل یورپ کے مشرق پہنچنے سے پہلے بحیرۂ ہند میں ایک اقتصادی جنگ برپا تھی جس میں عرب ہر جگہ کامیاب ہو چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پرتگالی راس امید کا چکر کاٹ کر مشرق میں پہنچ چکے تھے اور عرب اور ایرانی تجار اپنے پیش رو ہندوؤں کے بتائے ہوئے راستوں سے گرم مسالے کی تجارت پر قابض ہو چکے تھے اور اس میدان میں انکا کوئی حریف باقی نہ رہا تھا۔ تجارت کے ساتھ ساتھ وہ مذہب کو بھی اپنے سینہ سے لگائے ہوئے تھے اور اسی زمانہ میں اسلام نہایت خاموشی سے مرکزی افریقہ کے اندر گھستا ہوا چلا جا رہا تھا مسلمان تاجر مبلغ بھی تھے۔ اور اس طرح تجارت ہی کے وسیلہ سے اسلام ملے پر بھی چھا گیا۔ جہاں تلوار کی مطلق ضرورت نہ ہوئی۔

سولہویں صدی کے اوائل میں گرم مسالہ کی تجارت میں مسلمانوں نے بڑی ترقی کی، سنگاپور کے شمال ملکا میں انکا مرکز تھا اور یہ زمانہ ملکا کی تاریخ کا زرین عہد تھا۔ اسی وقت سے اس سونے کی کان پر پرتگالیوں کی حریصانہ نگاہیں پڑنے لگیں چنانچہ ۱۵۰۸ء میں ڈیوگو لوپز ڈی سیقرا (Diogo Lopez de Siqueira) اس کی فتح کے لئے بھیجا گیا یہ مہم پہلے کوچین پہنچی اور یہاں مشہور پرتگالی الفانسو البوکرک سے کچھ مزید فوجیں لیکر جسمیں ایک شخص فرڈی ننڈ میگلن بھی تھا ملکا پہنچی لیکن ناکام رہی اور سیقرا کو یورپ واپس جانا پڑا دو سال بعد ایک دوسری مہم ڈیوگو مونڈز ڈی واسکونسلوس (Diogo Mondez Vasconcellos) کی کمان میں بھیجی گئی میگلن بھی ساتھ تھا۔ کوچین سے اس کے ساتھ مشہور تجربہ کار وائسرائے البوکرک افسر کل کی حیثیت سے شامل ہو گیا اور ۱۵۱۱ء میں بڑی خونریز لڑائی کے بعد ملکا ملے کے ہاتھوں سے چھین گیا۔ اس کارنامہ کے صلہ میں میگلن کو کپتان بنا دیا گیا مشرق کے اس تجارتی مرکز پر قبضہ کرنے کے بعد پرتگالی قانع ہو گئے تھے۔ لیکن البوکرک نے گرم مسالہ کے لئے میگلن کو ایک جہاز پر مولوکس بھیجا تھا۔ اور اسی سلسلہ میں مولوکس تک جو فلپائن کے مشرق میں ہے۔ ان کا اثر پہنچ گیا۔۰۰

(مساعف)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲۵

تربیت اولاد کا اہم فریضہ

احمدی والدین جلد اس فریضہ کی طرف توجہ مبذول فرمائیں

زندہ قوم اور تربیت اولاد

دنیا میں زندہ اقوام اپنے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت پر خاص توجہ صرف کرتی ہیں۔ وہ ہر شخص جو تاریخ امم سے واقف ہے یہ خوب جانتا ہے جس قوم میں بچوں کی تعلیم تربیت کا فقدان ہے اور نوجوانوں کی صحیح رہنمائی نہیں کی جاتی۔ وہ قوم دنیا میں کارہائے نمایاں نہیں کر سکتی اور نہ اپنے نقوش . . . پیچھے چھوڑتی ہے اور نہ جریدہ عالم پر اپنا دوام ثبت کرتی ہے

منتخب شدہ جماعت کے فرائض

جماعت احمدیہ خداوند تعالیٰ کی منتخب شدہ جماعت ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس کی تاریخ سے دنیا کی ایک قوم کی رستگاری وابستہ نہیں بلکہ اقوام عالم کی رستگاری وابستہ ہے۔ ایسی جماعت کو اپنے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کی طرف جتنی توجہ مبذول کرنی چاہئیے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آج تک اس طرف کسی خاص اہتمام سے توجہ نہیں ہوئی تو ہمارے اس تساہل اور تغافل کو آنے والی نسلیں کبھی فراموش نہیں کر سکیں۔ اگر ہم باہر اپنی انفرادی اور اجتماعی تبلیغ سے پھیلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے سواد اور حلقہ کے اندر آئندہ نسل کو مضبوط کرنا چاہئیے۔ وہ قوم جو باہر سے بڑھتی ہے اور اندر سے گھٹتی ہے اسے کسی شاندار مستقبل کی توقع نہیں رکھنی چاہئیے۔

ایک قابل تقلید نمونہ

لیکن خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کی نظروں سے یہ فریضہ اوجھل نہیں۔ اس اخبار کے سرورق پر ہی ایک بزرگ کے جذبات "تربیت اولاد" کے عنوان سے درج ہیں۔ جو ہماری جماعت کے تمام بزرگوں کی قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہیں۔ جس قوم کے افراد میں اپنی اولاد کے تحفظ اور تربیت کے متعلق یہ رجحانات اور قلوب میں یہ کیفیات ہوں۔ وہ قوم اپنی ہستی سے شش جہات میں ایک زلزلہ ڈال سکتی ہے اور دنیا میں ایک تغیر عظیم پیدا کر سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے اخلاقی محاسن کی بقا

جماعت احمدیہ چند ایک زندہ خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی حامل ہے، اور اس جماعت نے حضرت امام عصر کی تربیت سے ایک ایسا کردار پیدا کیا ہے جو اپنی سرشت میں خالص اسلامی ہے۔ لیکن ان خصوصیات و اخلاقی محاسن کی بقا کیلئے آئندہ نسل کی تربیت اشد ضروری ہے۔ اور ان اغراض و مقاصد کا قیام جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منتہائے مقصود ہے مقتضی ہے کہ تربیت اولاد کو شعور اور اہتمام سے بروئے کار لایا جائے۔

بچوں کی نفسیات کا مطالعہ

وہ اساتذہ جنہوں نے بچوں کی نفسیات کا نظر غائر سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بچے ماحول اور تعلیم و تربیت سے نہایت شدت کے ساتھ اثر قبول کرتے ہیں۔ بچوں کی مثال پگھلے ہوئے لوہے کی سی ہوتی ہے۔ انہیں جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ خوردسالی میں وہ جتنی باتوں کو سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، ان کے نقوش تادم مرگ ان کے قلب و دماغ پر قائم رہتے ہیں۔ دنیا بدل سکتی ہے لیکن وہ نقوش نہ بدل سکتے ہیں اور نہ مٹ سکتے ہیں۔ ہمارے دوست اور بزرگ اگر بچپن سے ہی اپنے بچوں کو اس امر کا شعور دلائیں کہ وہ احمدی ہیں اور انہوں نے دنیا کے کونہ کونہ میں اپنی مساعی جمیلہ سے اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ تو اس سے بچوں کے اندر اوائل سے ہی ایک احساس برتری پیدا ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ یہی احساس برتری ایک زبردست قوت ارادی اور شعور ذمہ داری میں بدل جائے گا۔

دو اہم چیزیں

اس احساس کے علاوہ دو چیزیں اور ہیں جن سے بچے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ **ایک** تو والدین کے ذاتی نمونہ اور **دوسرے** تعلیم۔ جو بچے والدین کو صوم و صلوٰۃ کے پابند، راست گو اور دیانتدار پاتے ہیں ان کے ننھے قلوب میں بھی انہی خصوصیات کو پیدا کرنے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ دوسرے بچوں کو دینیات کی تعلیم دینی چاہئیے۔ نہایت اہتمام کے ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ کروانا چاہئیے۔ اسلامی تاریخ اور کتب سلسلہ سے اچھی طرح واقف کرنا چاہئیے اور ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی بتانا چاہئیے کہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق ہے اور وہ اس سلسلہ کے افراد ہیں جس کا اصول دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ جب بچوں کی ان اصولوں پر تربیت کی جائے گی۔ تو یہی بچے مستقبل قریب میں اپنی ٹھوس کردار سے ایک تغیر عظیم پیدا کر دیں گے اور اپنی جدوجہد سے غلبہ اسلام کو قریب تر کر دیں گے اور ایک ایسی اجتماعی قوت کا ظہور ہو گا جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جماعت نہیں کر سکتی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ ۱۴ر فروری کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا:۔

"میں اپنے نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کو پڑھیں، رسول اللہ صلعم کے حالات کا مطالعہ کریں مسیح موعود کو دیکھیں اور اپنے اندر وہ ایمان پیدا کریں جو ایک احمدی کی زندگی میں نمایاں ہونا چاہئیے۔ آپ نے اور ہم نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے۔ تم نے لوگوں کے اندر خدا کی ہستی پر ایک ایمان پیدا کرنا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے تمہارے اپنے دلوں میں وہ ایمان نمایاں رنگ اختیار کرے۔ اس کیلئے محمد رسول اللہ صلعم کے حالات کو، مسیح موعود کے حالات کو پڑھو۔ آج تو لوگ پرانے کلچر کو بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ کوئی وقت نکالو کہ تم اپنے بزرگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کر سکو۔ کوئی وقت نکالو قرآن کو پڑھنے کیلئے اور پھر دیکھو کہ کس طرح ان چیزوں سے خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور ایک نئی قوت اور طاقت تمہارے اندر سرایت کرتی ہے"

احمدی والدین کا فرض

ہم عرض کرتے ہیں کہ جہاں احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو گوش ہوش سے سنیں اور اسے عملی جامہ پہنائیں۔ وہاں احمدی والدین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کا محاسبہ کریں کہ آیا وہ اس ارشاد کو عملی جامہ پہناتے ہیں یا نہیں۔ اگر ان میں تغافل پائیں تو انہیں نہایت شفقت سے تلقین فرمائیں اور ذمہ داری کا احساس دلائیں۔ اور اگر اس تربیت کو بہت ابتدا سے ہی شروع کر دیں تو نہایت شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا تھا:۔

"اس کے علاوہ میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔ تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے۔ بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے۔ اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے۔ لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال ممد نہیں بن سکتے۔ اس کا صرف ایک ہی طریق ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے۔ کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی ایک اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق کامل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے۔ جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے

تربیت سے بچوں میں ایسی خصوصیات پیدا کریں جس سے یہ نونہال سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مجاہد افراد بن سکیں

شذرات

ایک آریہ مضمون نگار کی رواداری

آریہ گزٹ کا مہاتما ہنسراج نمبر حال ہی میں شائع ہوا ہے اس میں ایک مضمون پرنسپل مہرچند جی اُپ پردھان آریہ پرادیشک سبھا لاہور کا "مہاتما ہنسراج جی اور الیشور وشواش" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

"جتنے بھی دھارمک کاریہ کرتا شری شنکر اچاریہ مسلمانوں میں محمد صاحب آدی ہوئے۔ ان کا پرماتما میں دردھ وشواش تھا۔ جس کے کارن ان کے جیون انت ہوئے اور ان کا کاریہ اچھی کوٹی کا تھا۔ جس کے لئے سب کو یتن کرنا چاہئے۔ تاکہ ہم بھی اس کوٹی تک پہنچ سکیں۔"

اس اقتباس میں جس رواداری کے ساتھ آنحضرت صلعم کے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پختہ اور مکمل بھروسہ کا اعتراف کیا گیا ہے اور صرف اعتراف ہی نہیں بلکہ حضور کے نمونہ کو قابل تقلید ٹھہرایا گیا۔ یہ جذبہ قابل داد ہے اور مذہبی لوگوں میں باوجود اصولی اور بنیادی اختلافات کے ایک دوسرے کے ہادیوں اور راہبروں کیلئے ایسے ہی بلند جذبات ہونے چاہئیں وہ مذہب ہی کیا جو بانیانِ مذاہب کی توہین کرنا سکھائے۔ وہ لوگ جو دوسروں کے مذہبی پیشواؤں کی توہین کرتے ہیں۔ وہ دراصل مذہب کی دولت سے تہی دامن ہوتے ہیں۔ اگر آج ہندوستان کے رہنے والے اس سنہری اصول پر کاربند ہو جائیں تو بیشمار جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے

احمد آباد میں فرقہ وارانہ ہنگامہ

"چند روز میشتر سکھوں کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے احمد آباد میں جو فرقہ وارانہ ہنگامہ ہوا۔ وہ ڈھاکہ کے فسادات سے بھی بڑھ گیا۔ احمد آباد کے اب تک مستند بیانات کے مطابق ستر سے زیادہ نفوس ہلاک اور پانسو کے قریب زخمی ہو چکے ہیں۔ شہروں کے احتساب کی وجہ سے اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ فساد کیونکر بڑھ گیا اور مختلف قوموں کے جان و مال کی کیفیت کیا ہے۔ چند روز تک سب تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔ لیکن حالت یہ ہے کہ پولیس اور فوج کی کافی جمعیت کے باوجود اب تک مکمل امن و امان قائم نہیں ہوا۔ جانوں کے نقصان کے علاوہ لاکھوں روپے کی جائداد آتش زنی اور لوٹ مار سے تباہ ہو گئی ہے۔ پارچہ بافی کے کارخانے ویران پڑے ہیں۔ تقریباً پچاس ہزار کاریگروں نے شہر چھوڑ دیا ہے۔ عام لوگوں میں سے بہت کم آدمی گھروں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شہر کے جو حصے اپنی شاندار عمارتوں اور کاروباری سرگرمیوں کی وجہ سے بہت پررونق تھے۔ آج بالکل ڈھنڈار ہو رہے ہیں اور صدہا آدمیوں کو ملبہ اٹھانے کے کام پر لگا دیا گیا ہے!!"

(انقلاب ۱۵ اپریل ۱۹۴۱ء)

بار بار اس قسم کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کونسا مذہب اور کونسا اخلاقی ضابطہ ہے جو یوں خون کی ندیاں بہانے کی تعلیم دیتا ہے۔ آخر اس ملک کے باسیوں کے دامن سے ایک دوسرے کے خون کے دھبے چھوٹیں گے بھی۔ یا یوں ہی بربریت کا سماں آنکھوں کے سامنے رہے گا! اگر ان حوادث کی رفتار یہی رہی تو پھر ہندوستان کے برے دن آچکے۔

ہمارا مقصد جذبات کو مجروح کرنا نہیں

ہم نے ایک شذرہ پیغام صلح مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۱ء میں "سیرت مسیح موعود اور معاصر الحکم" کے عنوان سے لکھا تھا۔ جس میں ہم نے حقیقت حال کو بیان کیا تھا کہ خواہ معاصر الحکم کتنی بھی غیرت جماعت قادیان کو دلائے۔ جماعت مذکور سیرت مسیح موعود کی طرف متوجہ نہ ہوگی کیونکہ سیرت اور اخلاق کی اشاعت کے لئے زندہ جذبات اور حقیقی عقیدت درکار ہے اور وہ جذبات قادیان میں نہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اس شذرہ پر معاصر مذکور بہت برافروختہ ہوا ہے اور رقمطراز ہے:

"مندرجہ بالا عبارت میں ایک زندہ قوم کے جذبات احساسات کو جس رنگ میں مجروح کیا گیا ہے اور ان کی ہتک کی گئی ہے وہ ظاہر ہے۔ حالانکہ مدیر پیغام کو معلوم ہے کہ سیرت کے جمع کرنے میں جو شاندار کام جماعت احمدیہ (قادیان) نے سرانجام دیا ہے بہت قابل قدر ہے۔ ابھی حال ہی میں روایات کے جمع کرنے میں نظارت تالیف و تصنیف نے جو شاندار کام سرانجام دیا ہے۔ وہ جب دنیا کے سامنے آئے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ہر دوست دشمن کے منہ سے خراج تحسین حاصل کریگا۔"

ہم مدیر "الحکم" کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا مقصد جذبات کو مجروح کرنا نہیں لہٰذا جذبات تو پہلے ہی ان کے مجروح ہیں۔ آپ بار بار نام نہاد "زندہ قوم" کو پکار رہے ہیں اور اسے التفات نہیں! ہمیں آپ سے ہمدردی ہے اور خدا بہتر جانتا ہے۔ نمک پاشی میں ہمیں کوئی لطف نہیں۔ ہم نے حقیقت حال بیان کی تھی اور اب اس کے اعادہ میں مطلق باک نہیں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت للکار کر کہتے ہیں۔ جماعت قادیان سے یہ کام نہیں ہو سکتا اور نظارت تالیف و تصنیف آج تک جو کچھ کر چکی ہے۔ ہمیں علم ہے۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا۔ اس کا اندازہ ہم بخوبی کر سکتے ہیں۔ وہ کام جب دنیا کے سامنے آئیگا اس وقت دیکھا جائے گا۔ ابھی تو بقول کسے یہی کیفیت ہے۔ ع

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

خدا کرے ہمارے جھنجھوڑنے سے ہی آپ کی سعی مشکور ہو جائے اور ہمارے کچھ کوسنے سے سیرت کا کام مکمل ہو جائے۔ لیکن ہمیں تجربہ یہ بتاتا ہے۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

سانحہ ارتحال

یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائے گی کہ چودھری دوست محمد صاحب جہلم کی چھوٹی بچی وفات پا گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل دے۔ آمین

ایک قادیانی مناظر کی غلط بیانی

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے کی کوشش

یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ قادیانی علماء چونکہ جنازہ کے جواز کے مسئلہ میں عاجز ہو چکے ہیں اور اس حقیقت کا انہیں احساس ہو چکا ہے۔ جس کا اعتراف جناب میاں صاحب کھلے الفاظ میں کر چکے ہیں کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں لیکن ہاں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کے خلاف ہی چلنا چاہتے ہیں۔ اس لئے شرمندگی کو مٹانے کیلئے اور اپنے عوام کو اخبار میں خوش رکھنے کیلئے جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق عرصہ سے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے یہ جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ حضرت ممدوح نے کہا تھا۔ "منافق کا جنازہ بھی ناجائز ہے۔ خواہ وہ کلمہ پڑھتا ہو۔" اس کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"یہ محض دروغ ہے میں نے انہیں صاف کہا تھا کہ رأس رئیس منافقین کا جنازہ خود حضرت نبی کریم صلعم نے پڑھا تو انہوں نے (یعنی مولوی اللہ دتا صاحب نے) آیت قرآنی پیش کی وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ تو میں نے کہا کہ یہ ان منافقین کے متعلق ہے جن کے متعلق حضرت نبی کریم کو بذریعہ وحی اطلاع دیدی گئی تھی۔ کہ یہ فی الحقیقت ایمان نہیں لائے اور معاندین اسلام ہیں۔ لیکن ہمارا حق نہیں کہ ہم کسی کو منافق قرار دے کر اس آیت کے ماتحت اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔"

اس مندرجہ بالا غلط بیانی کے علاوہ مولوی صاحب مذکور نے ایک اور غلط بیانی بھی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا تھا کہ میاں صاحب نے جواب دیکر اپنی بریت تو کرلی ہے۔ مگر سوالوں کا جواب نہیں ملا۔"

حضرت ممدوح ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں نے تو آج تک میاں صاحب کے جواب ہی کو نہیں دیکھا تو میں یہ کس طرح کہہ سکتا تھا۔ کہ میاں صاحب نے اپنی بریت کر لی ہے۔ ہاں میں نے سنا تھا کہ میاں صاحب نے اپنی بریت کے متعلق کچھ کہا تھا۔ لیکن جب تک وہ میرے سامنے نہ آئے میں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ واقعی انہوں نے اپنی بریت کر لی ہے میں نے یہ کہا تھا کہ میاں صاحب کو اپنی بریت کی فکر تو پڑ گئی۔ اس کا جواب سنا ہے کچھ دیا ہے جو اب تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انہیں کچھ فکر نہ ہوئی۔"

ہمیں حیرت ہے کہ مولوی اللہ دتا صاحب ہمیشہ مناظرانہ ایچا پیچیوں سے کام نکالنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں جو دلائل اور براہین کو پس پشت پھینک دیتے ہیں۔ مگر اب تو انہوں نے دروغ گوئی اور غلط بیانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ان پر روشن ہونا چاہئے کہ یہ طریق احسن نہیں۔ جس سے کوئی اچھے نتائج پیدا ہو سکیں۔ اور ان کے لئے تزلزل اور تعزز کا باعث ہو۔ مولوی صاحب کرم! ان غلط بیانیوں اور ایچا پیچیوں کو خیرباد کہئے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی فتویٰ پیش کیجئے گا۔ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے ورنہ ان حیلوں سے آپ کونسے قلعے فتح کریں گے اور کونسے کر لیتے ہیں۔

مقام غور

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ایس پی)

ماہ اگست ۱۹۳۲ء سے پیغام صلح اور الفضل اخبارات میں یہ بحث چلی آرہی ہے۔ کہ کیا عدالت میں حلف لیکر جھوٹ بولنے والا خلیفہ کسی متقی جماعت کا امام ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض میری طرف سے خلیفہ صاحب قادیان کی اس شہادت پر تھا۔ جو انہوں نے عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں سال ۱۹۳۵ء میں دی۔ اور اس کے دوران میں عدالت کے سوال پر کہ:-

"کیا محمد حسین مقتول نے مستریوں (مباہلہ والے) کی ضمانت دی"

خلیفہ صاحب قادیان میاں محمود احمد صاحب نے جواب دیا کہ:-

"مجھے معلوم نہیں"

حالانکہ بحوالہ اخبار "الفضل" نمبر ۸ جلد ۸ا سال ۱۹۳۱ء خود خلیفہ صاحب ایک خطبہ کے دوران میں اس طرح اعلان فرما چکے تھے:-

"اصل واقعہ صرف یہ ہے کہ لڑائی ہوئی اور معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے ایک آدمی مارا گیا اور ہمیں افسوس ہے کہ مارا گیا کیونکہ بظاہر اس کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ انہوں نے مستریوں کی ضمانت دی ہوئی تھی۔ ہمیں اس کے مارے جانے کا افسوس ہے"

قاعدہ ہے کہ جب تک کسی واقعہ سے کوئی ذاتی تعلق نہ ہو۔ اس طرح اظہار افسوس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ الفاظ "ایک آدمی مارا گیا" عمومیت کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ معلوم ہوتی کہ خلیفہ صاحب کو مقتول کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا۔ اور اس واقعہ کا ذکر بھی ضروری تھا۔ کیونکہ واقعہ قتل سے پہلے جناب خلافت مآب اپنے مخصوص جلالی رنگ میں پیشگوئی فرما چکے تھے کہ:-

"مباہلہ کا نشان پورا ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں آسمانی موت دیدی جسمانی باقی ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ آسمانی عذابوں کے ساتھ ہوگی"

(دیکھو اخبار الفضل نمبر ۷۶ جلد ۱۷ مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء)

محمد حسین مقتول کا مباہلہ والوں کے ساتھ تعلق خود خلیفہ صاحب کے ان الفاظ سے ظاہر ہے جو اوپر لکھے جا چکے ہیں۔

"سوائے اس کے کہ اس نے مستریوں کی ضمانت دی ہوئی تھی"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ اظہار افسوس کی حقیقی نوعیت کیا تھی۔ اور وہ کس ذہنیت کے ساتھ کیا گیا۔ اس واقعہ حلف دروغی خلیفہ صاحب کو سمجھنے کیلئے اس ذہنیت کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔ اور جو جواب الفضل نے ۷-۶ ماہ بعد اب دیا ہے۔ اس کے سمجھنے کیلئے آسانی ہوگی۔ اگرچہ واقعہ حلف دروغی کا تعلق خلیفہ صاحب کی ذات خاص کے ساتھ تھا مگر ان کے بجائے جواب کیلئے مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی میدان میں آکودے اور ان کی جانب سے وہ وہ حرکات مذبوحی ظہور میں آئیں کہ دیکھ کر رحم بھی آیا اور ہنسی بھی۔ کیونکہ . . . . مولانا بالفضل اولانا کے وجود باجود سے اس قدر مشغوفیت کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ مگر نتیجہ وہی نکلا۔ جو آجکل ایسی ہستیوں کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔

وہ عالم دین پناہ بجائے نکلا ✦ وہ کوہ بشکل کاہ بسمل نکلا
افسوس کہ کتنے میوہ ہائے حق کا ✦ چھلکا جو مغز تھا تو مغز باطل نکلا

مولوی صاحب اس معاملہ میں اپنے ترکش کے تمام تیر چلا چکے ہیں مگر مجھے امید نہیں کہ خود ان کا دل وضمیر بھی مطمئن ہو۔ کہ جو کچھ انہوں نے اپنے آقا کے بچاؤ اور حفاظت کیلئے لکھا۔ وہ کہاں تک اتقا کا حامل ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب جناب خلیفہ صاحب نے خود بھی اس طرف توجہ فرمائی۔ اور باوجود خرابی صحت کے اس معاملہ کے متعلق ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو الفضل مورخہ ۳ ۵ میں شائع ہوا ہے اس میں خلیفہ صاحب فرماتے ہیں

"میاں محمد صادق صاحب کا اعتراض یہ ہے۔ اس سے پہلے میں بعض خطبات میں (نہیں جناب صرف ایک خطبہ مندرجہ الفضل نمبر ۸ سال ۱۹۳۱ء) یہ بیان کر چکا تھا کہ مستری محمد حسین صاحب نے مستری عبدالکریم صاحب کی ضمانت دی تھی" (نہیں صاحب خطبہ میں صرف مباہلہ والوں کی ضمانت کا ذکر ہے) خیر اب معاملہ صاف ہو گیا کہ وہ مستری عبدالکریم صاحب تھے جن کی ضمانت محمد حسین نے دی تھی۔ اور چونکہ میں یہ بیان کر چکا تھا۔ عدالت میں میرا یہ کہنا کہ مجھے علم نہیں۔ خلاف واقعہ بات ہے (نہیں صاحب میں نے کہا تھا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ مغالطہ دینا اچھا نہیں) میں اختصاراً پہلے بیان کر چکا ہوں کہ عدالتی علم اور عام سوسائٹی کا علم دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ عدالت میں علم کے اور معنی ہیں اور سوسائٹی میں علم کے اور معنی لئے جاتے ہیں"

اس بیان سے ظاہر ہے کہ علم کی بھی کئی اقسام ہیں۔ ایک وہ علم جو سوسائٹی میں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا وہ علم ہے جو صرف عدالت میں کام آتا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا ہے:-

"مجھے اس قسم کی باتوں سے ایک سے زیادہ مرتبہ واسطہ پڑا ہے"

یہ الفاظ قابل نوٹ ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ خلیفہ صاحب اس قسم کی خلاف واقعہ شہادتیں دینے کے عادی ہیں) "ایک دفعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم کسی ڈاک بنگلہ یا کسی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب ساتھ تھے۔ جب کچہری کو جانے لگے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ ایسے سوالات ہوا کرتے ہیں مجھے کیا جواب دینا چاہئیے۔ یہ کہنا چاہئیے کہ علم ہے یا یہ کہنا چاہئیے کہ علم نہیں۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ ایسے مواقع پر عدالت میں علم کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کوئی بات خود دیکھی یا اگر وہ سننے سے تعلق رکھتی ہے تو براہ راست سنی ہو۔ کسی واسطہ سے سنی ہوئی یا دیکھنے والی بات کسی دیکھنے والے سے سنی ہوئی عدالت کے لحاظ سے علم نہیں کہلا سکتا میں نے ان سے کہا کہ ہمارے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ مخالف ہیں۔ بعض باتیں مشہور ہیں اور ہم نے بھی سنی ہوئی ہیں۔ گو دیکھی نہیں یا براہ راست نہیں سنیں۔ اگر میں کہدوں کہ علم نہیں تو مخالف شور مچا دیں گے کہ جھوٹ بولا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں عدالت کے سامنے کھول کر یہ پوزیشن رکھ دوں۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں۔ شیخ بشیر احمد صاحب بھی غالباً ساتھ تھے۔ ان سے بھی میں نے ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ عدالتی طور پر یہ علم نہیں کہلاتا۔"

اس حصہ بیان سے خلیفہ صاحب کا غالباً یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری میں جو بیان دیا جو اس وقت زیر بحث ہے۔ بعد قانونی مشورہ کے دیا تھا۔ مگر کون نہیں جانتا کہ مقدمات فوجداری میں بیان دینے سے پہلے قانونی مشورہ کی مجرموں کو ضرورت پیش آیا کرتی ہے نہ گواہوں کو۔ پھر اگر محمد حسین مقتول اور مستریوں کے متعلق خلیفہ صاحب کی اس ذہنیت کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ جس پر آغاز مضمون میں روشنی ڈالی گئی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ مقدمہ عطاء اللہ شاہ میں اس مشورہ کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ لیکن اس خطبہ میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس کو اس طرز سے ادا کیا گیا ہے۔ کہ دونوں صورتیں خیال میں آسکتی ہیں۔

(۱) خاص مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری میں شہادت کیلئے مشورہ لیا گیا تھا۔

(۲) تمام مقدمات ہائے ہمہ قسم کیلئے مشورہ لیا گیا تھا۔

خلیفہ صاحب ہی خوب جانتے ہوں گے کہ کونسی حالت میں مشورہ لیا گیا۔ اگر تمام ایسے واقعات کے لئے ایک ہی دفعہ مشورہ لیا گیا ہو تو ماننا پڑے گا کہ خلیفہ صاحب بقول خود خلاف واقعات (اگر درحقیقت جھوٹ) حلفیہ بیان دینے کے عادی ہیں۔ اس صورت میں صرف مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری میں شہادت کیلئے مشورہ قانونی کی ضرورت نہیں پڑی ہوگی اور خلیفہ صاحب نے اپنے پرانے تجربہ کی بنا پر وہ بیان دیا ہوگا۔ جو اس وقت زیر بحث ہے مگر پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس خاص معاملہ میں اس قانونی مشورہ کا ذکر بھی مغالطہ دہی کے لئے کیا گیا ہے اور یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہوگا۔

قانونی مشورہ کے ذکر کے بعد خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:-

"چنانچہ ایسے سوالات مجھ سے کئے گئے (سوال تو صرف ایک ہی تھا۔ یہ مغالطہ دہی کی ایک اور طرز ہے) تو میں نے عدالت سے کہا کہ یہ بات (یعنی تفصیل ضمانت مستریاں) میں نے براہ راست دیکھی یا اس شخص سے سنی نہیں جس سے یہ متعلق ہے۔ لیکن یوں میں نے سنی ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں مجھے کیا جواب دینا چاہئیے آیا کہوں کہ مجھے علم ہے یا یہ کہوں کہ مجھے علم نہیں۔ عدالت نے مجھے کہا کہ آپ یہی کہیں کہ مجھے علم نہیں ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس پر میں نے بھی کھول کر یہ بات بیان کی کہ ہمارے بہت سے مخالف ہیں۔ وہ اس کے متعلق یہ کہیں گے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے . . . . .

. . . . . اس پر عدالت نے پھر یہی جواب دیا کہ صحیح جواب یہی ہے کہ مجھے علم نہیں۔ حالانکہ عرف عام کے لحاظ سے میں کہہ سکتا تھا کہ علم ہے۔ میں نے اخبار الفضل میں پڑھا ہے کہ میاں محمد صادق صاحب نے کہا ہے کہ میں نے عدالت میں یہ جواب لکھوایا کیوں نہیں یہ وہ نہیں جانتے کہ گواہ عدالت کو مجبور نہیں کر سکتا؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ مجھے علم ہے کہ گواہ عدالت کو مجبور نہیں کر سکتا۔ مگر مجھے یہ بھی علم ہے کہ :-

(۱) گواہ قانونی مشورہ لیکر عدالت میں نہیں جایا کرتے تاوقتیکہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح سے جرم میں صراحتاً یا ضمناً خود ملوث نہ ہوں۔

(۲) عدالت گواہ سے مشورہ لیکر بیان نہیں لکھا کرتی۔

(۳) مجرم یا گواہ کیلئے عدالت مشیر قانونی کا کام خود نہیں کیا کرتی سیدھا اور صاف طریق جو ہر روز عدالتوں میں دیکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ گواہ پر سوال ہوتا ہے اور گواہ جواب دیتا ہے۔ پھر اگر اس جواب پر کوئی جرح ہو تو اس جواب کی مزید تصریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور عدالت خود فیصلہ کرتی ہے کہ جواب موثر سمجھا جاوے گا یا غیر موثر۔ جواب دینے سے پیشتر گواہ کو کوئی حق نہیں کہ وہ موثر اور غیر موثر کا فیصلہ خود کرنے بیٹھے۔ یہ آپ نہ دیدم مورد کشیدم کا مصداق ہوگا۔ ایسا اس وقت ہوگا جب گواہ کو یہ خطرہ ہو کہ اس کے صحیح جواب کے اندر دوسرے ناخوشگوار سوالات کا دروازہ کھل جاوے گا۔ اور ایسا سیلاب آدیگا کہ غرقیدگی یقینی ہے۔ پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر (۱) خلیفہ صاحب نے عدالت پر اصل واقعات اسی طرح ظاہر کردیئے تھے جس طرح اب بیان کئے ہیں تو وہ جھوٹ بولنے کے الزام سے بری کیوں نہ ہوئے چنانچہ عدالت سیشن نے اپنے فیصلہ میں ان کے متعلق یہ الفاظ کھول کر لکھے ہیں :-

”جب عدالت میں مرزا محمود احمد صاحب قادیانی کا اس معاملہ کے متعلق بیان لیا گیا تو اس نے مختلف کہانی بیان کی لیکن دستاویز ڈی زیڈ اس کی تردید کرتی ہے اور مرزا کی نسبت اور اس کے رویہ کا پتہ اس اظہار خیالات سے بالکل عیاں ہے۔ جو اس نے دستاویز ڈی زیڈ میں کیا ہے “

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۴ جولائی ۱۵)

۲۔ یہی اعتراض آج سے ۶ سال پہلے ۱۹۳۵ء میں ہوا تھا اور الیاس برنی کی رسوائے عالم کتاب ”قادیانی مذہب“ میں درج ہے۔ اب ۱۹۴۱ء ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں خلیفہ صاحب کی طرف سے جو جواب دیا گیا ہے۔ پہلے کبھی شائع ہونا پایا نہیں جاتا۔ اور اگر شائع ہوا ہوتا تو مولوی غلام رسول صاحب ضرور اس کا حوالہ دیتے

۳۔ اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں نہ مارتے۔ مثلاً انہوں نے جو جوابات دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں (ملاحظہ ہو الفضل مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء)

(ا) حضرت مسیح موعود کی مبشر اور موعود اولاد معصوم عن الخطا ہے اور ان سے گناہ کا ارتکاب ناممکن ہے۔

(ب) علم کی نفی سے جو جواب دیا گیا ہے کیا وہ کذب اور جھوٹ کہلا سکتا ہے ؟

(ج) آنحضرت کو بھی عین نماز میں سہو ہو گیا تھا۔ خطبہ جولائی ۱۹۳۷ء کا ہے۔ بیان مارچ ۱۹۳۵ء میں ہوا خلیفہ صاحب کو سہو ہو سکتا تھا۔

ہاں مولوی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ خلیفہ صاحب نے جرح القدر کا ذکر اپنے خطبہ کے دوران میں فانہ خدا میں کیا وہ ایک سنی سنائی بات تھی اور بلا تحقیق زبان سے نکل گئی۔ اس لئے خلیفہ صاحب کو عدالت کے سوال پر کہ کیا مقتول محمد حسین نے سنتریوں کی ضمانت دی تھی۔ یہی کہنا پڑا کہ ”مجھے علم نہیں“

مولوی صاحب نے الفاظ ”بلا تحقیق زبان سے نکل گئی“ لکھکر حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین علیہ الرحمۃ کی اس تحریر کی تصدیق کردی کہ خلیفہ صاحب ”بے وجہ جوشیلے ضرور ہیں۔“ (خط مولوی نورالدین صاحب مورخہ ۱۴/۵ ۱۹۱۳ء) مگر مولوی صاحب کی تحریر میں یہ کہیں نہیں لکھا گیا۔ جیسا کہ اب خلیفہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ خلیفہ صاحب نے شہادت بعد مشورہ قانونی دی تھی۔ اور عدالت کو تمام حالات جتلا دیئے تھے۔ پھر جب مولوی صاحب کی تحریر پر یہ اعتراض ہوا کہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ ”لا تقف ما لیس لک به علم“ خلیفہ صاحب کو سنی سنائی بات کا اگر عدالت میں بیان کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ تو خطبہ میں ذکر کرنے کا بھی حق حاصل نہ تھا۔ تو ان کی طرف سے خاموشی ہی مصلحت سمجھی گئی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا ان حالات میں خلیفہ قادیان کے مبینہ عذرات اس قابل ہیں کہ ان کی کوئی تصدیق ہو سکے۔ میرے نزدیک یہ بھی قریباً ناممکن ہے کیونکہ صاحب مجسٹریٹ تحریر کنندہ بیان اتنے عرصہ کے بعد خلیفہ صاحب کی کہانی کو کیونکر یاد رکھ سکتے ہیں اور علاوہ اپنے ریکارڈ سے کیونکر باہر جا سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناقابل تصدیق عذرات اتنے عرصہ کے بعد اسی لئے گئے گئے ہیں کہ کسی طرح بات بنی رہے اور گرفتاران عقیدت پھندے سے نکلنے نہ پاویں۔

عذرات خواہ کچھ پیش کئے جاویں۔ مگر واقعات کو جھٹلانا ناممکن ہے۔ بہرحالت اور ذہنیت تو اس مذہبی قائد کی ہے۔ جو خلیفۃ المسیح ثانی مصلح موعود، امیر المومنین اور ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کا مصداق سمجھا جاتا ہے۔ اب اس کے مقابل اس حقیقت اور صداقت کے مجسمہ یعنی میرے آقا حضرت مسیح موعود کا وہ واقعہ بھی یاد کیجئے۔ جب آپ پر زیر ایکٹ ڈاک خانہ جات یہ مقدمہ چلایا گیا۔ کہ آپ نے ایک پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا تھا حضرت نے باوصف مشیران قانونی کے مشورہ کے کہ انکار کر دیں ورنہ سزا ضرور ہی ہے۔ وقت پر یہی کہا کہ پیکٹ ان کا تھا اور اندر خط رکھا۔ اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے مطابق جو پہلے دی گئی تھی حضرت کو بری کیا (دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۹۷ تا صفحہ ۲۹۹)

حضرت مسیح موعود اس مقدمہ میں بطور مدعا علیہ پیش ہوئے تھے جن کو عرف عام میں ملزم یا الزام علیہ کہا جاتا ہے اور انہوں نے باوصف مشورہ مشیر قانونی جھوٹ بولنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان ہیں۔ جو ان کے جانشین حقیقی ہونے کے مدعی ہیں۔ اور بطور گواہ طلب ہوئے تھے اور پہلے قانونی مشورہ لیتے ہوئے جو مجرم ہی لیا کرتے ہیں۔ قانون کی ایچا پیچی کی پناہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ بھی اس قیمت پر کہ ۱۹۳۵ء سے اب تک ان کی خلاصی نہیں ہوئی۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حسب معمول خلیفہ صاحب نے اس دفعہ بھی پیغامیوں پر جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں اور ان کو جلتے پھرتے روحانی کھنڈرات سے تعبیر کیا ہے یہ پہلا خطاب یعنی جہنم کی جلتی پھرتی آگ کے مقابل میں نرم الفاظ ہیں۔ مگر ایسے کرتے ہوئے وہ لگے ہاتھوں حضرت مسیح موعود پر بھی حملہ کر گئے کہ ان کی صحبت کے باوصف بھی پیغامیوں کو روحانیت نصیب نہیں ہوئی۔ ان کے روحانی کھنڈرات کے متعلق مفصل بحث تو انشاء اللہ پھر کی جائے گی۔ مگر یہ دوسری تصدیق ہے کہ بقول حضرت حکیم الامت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی خلیفہ صاحب میاں محمود بے وجہ جوشیلے ہیں۔ اور بلا تحقیق جو زبان پر آیا ہے کہہ جاتے ہیں۔ ہمیں میاں صاحب کے الفاظ پر کچھ افسوس نہیں۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں حضرت صاحب کو بھی نادان ظاہر کرنے سے گریز نہیں کیا جیسا کہ میں مضمون

”نادان کون ہے“

کے ماتحت پہلے دکھا چکا ہوں (دیکھو پیغام صلح مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء) پھر نئے خلق بھی خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں زاہدانہ اور نیاز معصومانہ بددعاؤں سے کام لیا ہے۔ مثل ہے

”کھسیانی بلی کھمبا نوچے“

میں گالیوں کا خوگر ہوں۔ مگر یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس سے قطعاً انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ صاحب قادیان کا خاص زرخرید غلام اور ان کے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل پر مجبور ہے کہ جونہی انہوں نے یا ان کے مریدوں نے بددعا کی وہ توازن کھو بیٹھتا ہے اور گناہ تو گورداسپور کے افسران سے سرزد ہوا اور عذاب مغرب پر برطانیہ پر نازل ہو رہا ہے اور ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اگر علیم اور لطیف الخبیر ہے اور دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اور ضرور جانتا ہے تو وہ ریاکاروں کو خوب جاننے والا ہے اور وہ دن دور نہیں کہ باطل از خود پاش پاش ہو کر رہے گا۔ جواب میں کچھ تاخیر ہوئی۔ معافی چاہتا ہوں۔ مصروفیت مانع رہی میری نصیحت تو یہی ہے کہ ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

میاں چنوں ضلع ملتان میں

جلسہ سیرۃ النبی صلعم

مورخہ ۱۰ / ۴ کو مسلم لیگ میاں چنوں ضلع ملتان کے زیر اہتمام جلسہ سیرۃ النبی صلعم منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض جناب میاں شریف احمد صاحب لمزادار نے سرانجام دیئے۔ صدارتی تقریر میں جناب میاں صاحب موصوف نے آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے میاں چنوں کو خصوصاً اور دیگر مسلمان بھائیوں کو عموماً اتحاد و اتفاق کی تلقین فرمائی اور آنحضرت صلعم کی سیرت سے ثابت کیا کہ حضور کی آمد کی غرض ہی بنی نوع انسان کے مختلف گروہوں کو ایک جگہ جمع کرنا تھا مسلمانوں کے لئے غور کا مقام ہے کہ کہلے کو تو یہ اس نبی امی صلعم کی امت بنتے ہیں جس نے نہ صرف عرب کو متحد کیا بلکہ عربی اور عجمی کی تفریق مٹا ڈالی۔ کالے اور گورے کی امتیاز کو اڑا دیا۔ مگر اپنی حالت یہ ہے کہ بعض خود غرض لیڈروں اور پیشواؤں کے پیچھے لگ کر وحدت اسلامی اور اتحاد بین المسلمین کے ریزہ ریزہ کرنے سے ذرا دریغ نہیں کرتے۔ جلسہ نہایت کامیاب رہا مسلمانان علاقہ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلعم کی سیرت طیبہ سننے اور حضور صلعم کے ساتھ اظہار عقیدت کے لئے جوق در جوق جلسہ میں شامل ہوئے۔ اس کامیابی کا سہرا جناب میاں صاحب موصوف اور جناب صوفی شیر محمد صاحب انجینئر کے سر ہے۔ جنہوں نے اپنی شب و روز محنت سے مسلمانوں کو بیدار کیا ہے اور ان میں اتحاد اور قومی ضروریات کے پہچاننے کی روشنی پیدا کی ہے علاوہ مقامی اور بیرونی علماء کرام کے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کے دو لیکچر ہوئے۔ ایک پہلے پیر اور دوسرا شام کو۔ ان دونوں میں مولانا موصوف نے آنحضرت صلعم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور قرآن و حدیث اور واقعات تاریخ سے ثابت کیا کہ تمام ادیان مذاہب میں سے اگر کوئی ہستی رحمۃ للعالمین کہلانے کی مستحق ہے تو وہ احمد

یوگوسلافیہ میں جرمنوں کے نقصانات

ابتدائی دنوں میں ۱۳۳ جرمن ہوائی جہاز تباہ کئے گئے

بلغراد ۱۲ر اپریل۔ یوگوسلافیہ کے ہوائی جہازوں اور طیارہ شکن توپوں سے ابتدائی لڑائیوں میں ہی جرمنی کے تین سو ہوائی جہاز مار گرائے تھے۔

یہ اطلاع ایک برطانوی ہوا باز نے دی ہے۔ جو حال ہی میں یوگوسلافیہ سے واپس آیا ہے اس نے سلافی ہوا بازوں اور توپچیوں کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہا۔ کہ انہوں نے کمزور ہونے کے باوجود زبردست دشمن کا جی توڑ کر مقابلہ کیا۔

اس ہوا باز نے بیان کیا ہے کہ بلغراد پر جرمن ہوائی جہازوں کے پہلے دو دن کے حملوں میں ۱۳۵ جرمن ہوائی جہاز سلافی ہوا بازوں اور توپچیوں نے مار گرائے تھے ✤

برطانیہ کو سامان جنگ پہنچانے والے تجارتی جہاز

امریکہ کے اڑنے والے قلعے انکی حفاظت کرینگے

جب تک امریکن جنگی جہازوں کے استعمال کا فیصلہ نہیں کیا جاتا

واشنگٹن ۲۰ر اپریل سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان حلقوں کے بیان کے مطابق جب تک برطانیہ کو سامان جنگ لے جانے والے جہازوں کی حفاظت کے لئے امریکہ کے جنگی جہاز استعمال کرنے کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ امریکہ کے اڑنے والے قلعے ان جہازوں کے ساتھ بدرقوں کے طور پر بھیجے جائیں گے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نازی آبدوزوں اور امریکہ کے محافظ جنگی جہازوں کے درمیان تصادم کے امکانات روز افزوں ہو رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے گرین لینڈ کے جزیرے پر امریکہ نے عارضی قبضہ کیا ہے۔ اور ان متوقع تصادموں کی وجہ امریکہ کا یہی اقدام بنا ہے۔ ان حلقوں کا بیان ہے۔ کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ امریکہ کے جنگی جہاز آخری حربے کے طور پر بھیجنا چاہتے ہیں۔

جماعت احمدیہ جموں کے سالانہ جلسہ کی روئیداد

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جموں)

دوسرے روز بوقت ۸ بجے شام جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی نے ضرورت مذہب پر تقریر فرمائی۔ فاضل مقرر نے کائنات اور اس کے علمی انتظام کی طرف توجہ دلا کر ثابت کیا کہ یہ سارا کارخانہ خود بخود وجود میں آیا ہے نہ اتفاقی طور پر چل رہا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی مدبر بالا ہستی ہے جو اسکی موجد اور چلانے والی ہے۔ پھر آپ نے عالمانہ طور پر ثابت کیا کہ کسی چیز کے متعلق اصل علم اس کے موجد کا ہی ہو سکتا ہے۔ مثلاً گھڑی کا موجد جو علم گھڑی کے متعلق اور اس کے صحیح استعمال کے طریقوں کے متعلق رکھتا ہے وہ کسی دوسرے شخص کو نصیب نہیں۔ اس واسطے ایک طرف موجد کا فرض ہے کہ وہ اپنی ایجاد کے متعلق ہدایات دے تو دوسری طرف دوسرے لوگوں کا بھی فرض ہے بلکہ عین خواہش ہے کہ موجد کے اول درجہ کے علم سے فائدہ اٹھائیں چونکہ خدا نے دنیا کو اور انسان کو بنایا ہے اس واسطے انسان کو دنیا کے اندر کامیاب زندگی بسر کرنے کے صحیح طریقے بھی خدا خود ہی بتا سکتا ہے۔ اس سے عیاں ہے۔ کہ مذہب کی ضرورت کس قدر ہے۔ اس کے بعد آپ نے بتایا۔ کہ وہ طریقے جو انسان نے خدا کے بنائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ کر اپنی عقل و فکر سے اپنے لئے نکالے ہیں کیونکر عملاً ناکام ہوئے ہیں اور اسی طور پر تجربہ کی رو سے ضرورت مذہب کو ثابت کیا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ دور حاضرہ کے مسائل مثلاً سرمایہ مزدوری وغیرہ کا کیسا اچھا حل خدا نے قرآن میں بتایا ہے۔ غرض فاضل سپیکر نے ضرورت مذہب کو ہر پہلو سے عالمانہ رنگ میں ثابت کیا جس سے حاضرین محظوظ ہوئے

اس کے بعد جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ ماشاء اللہ آپ کی تقریر تو علم کا ایک دریا تھی اور پنڈال جلسہ سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

آپ نے علوم جدیدہ کی تحقیقاتوں اور تجربوں کی روشنی میں بتایا کہ بعض چیزیں معمولی دکھائی دیتی ہیں لیکن ان میں بڑی عجیب طاقتیں ہوتی ہیں جن کا فائدہ اہل علم اٹھا سکتے ہیں آپ نے بتایا کہ مثلاً پانی اور نمک جو روزمرہ استعمال کی چیزیں ہیں۔ ان میں نادر خواص موجود ہیں۔ پانی کے ایک گلاس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کئی من بوجھ کو سینکڑوں فٹ کی بلندی پر پہنچا سکتا ہے اسی طرح نمک کے اجزا میں ایک جزو ہے جس میں جانداروں کو ہلاک کرنے کی بے پناہ طاقت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اسی طرح غیر مادی اشیاء مثلاً نرمی محبت میں بھی ایسی طاقتیں ہیں جو انسان کو حیران کر دیتی ہیں بعض وقت نرمی سے انسان بدترین دشمن کو شکست دے دیتا ہے محبت سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں بجائے تکلیف کے راحت محسوس ہوتی ہے اتحاد میں یہ قوت ہے کہ دودھ اور رگ گوشت کے اجزا ایک ہی ہیں لیکن چونکہ وہ اجزا دودھ میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ وہ بہہ نکلتا ہے۔ بخلاف اس کے وہی اجزا رگ گوشت میں باہم زیادہ متصل و متحد ہیں اس واسطے اس میں قوت ہے وہ نہیں بہتا۔ ہاتھ کی انگلیوں کو جب مٹھی بند کر کے زیادہ متحد کر دیا جائے۔ ان میں بہت زیادہ قوت آ جاتی ہے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام اور موجودہ مسلمانوں کا مقابلہ ان کے اتحاد و افتراق محبت۔ نفرت۔ رسول کی فرمانبرداری و نافرمانی کے پہلوؤں سے کیا۔ اور آیہ کریمہ واذا رأوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما . . . کی نہایت لطیف و پُر معارف تفسیر بیان فرمائی۔ اور واضح کیا کہ یہ آیت صحابہ کرام کے متعلق نہیں بلکہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے متعلق ہے جنہوں نے رسول کو اپنے دعوت و تبلیغ کے کام پر اکیلا چھوڑ رکھا ہے اور خود تجارت و لہو میں مشغول ہیں جب حضرت مولانا بیان فرما رہے تھے۔ سارے مجمع پر ایک خاص وجدانی کیفیت طاری تھی

تیسرے روز جو اتوار کا روز تھا جلسہ ۱۰ بجے زیر صدارت چودھری عبد الرحمن صاحب شروع ہوا حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریروں کے لئے عین وقت پر جوق در جوق لوگ آنے شروع ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر میں پنڈال جلسہ میں کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے آنحضرت صلعم کے کام پر اور آپ کی سیرت طیبہ پر نہایت دلچسپ تقریر فرمائی۔ جس کو تمام قوموں اور مذہبوں کے علم دوست احباب نے بیحد سراہا اور فائدہ اٹھایا۔ جب اس تقریر کا وقت ختم ہو گیا۔ تو سامعین کو یہ بات ناگوار گذری اور انہوں نے خواہش کی کہ ایسی اعلیٰ اور مفید تقریر جاری رہنا چاہئے لیکن پابندی وقت کی مجبوری تھی۔

اس کے بعد حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر شروع ہوئی آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیم کا نچوڑ سورہ فاتحہ ہے۔ اس سورہ کو ہر مسلمان دن میں کئی بار پڑھتا ہے۔ لیکن اس کی خصوصیت سے کماحقہ واقف نہیں۔ جب آپ نے اس کی تفسیر شروع کی تو سارا مجمع ایک تصویر حیرت بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضور نے موجودہ جنگ اور اور اس کے بعد غلبۂ اسلام کا ذکر جو قرآن مجید میں ہے۔ اس کی طرف توجہ دلا کر مسلمانوں کو

پرانی جماعتوں کے سالانہ جلسوں کا پروگرام تقریر ختم ہونے والا ہے اس کے بعد انفرادی تبلیغ پر زور دینا چاہئے

دعوت و تبلیغ اسلام کے اہم کام کی طرف توجہ دلائی اور حضرت مجدد زماں کی اسلامی خدمات اور حضور کے خلفاء کا تذکرہ فرما کر اس کار خیر میں شرکت کے لئے ترغیب دی اس سے حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔

بعد دوپہر مذہبی کانفرنس زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب پی۔ ایچ ڈی منعقد ہوئی۔ سب سے پہلے آریہ نمائندہ جناب چمن لعل صاحب نے ویدک دھرم کی رو سے دنیا کی موجودہ بےچینی کے حل پر تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ وید مقدس نے تقسیم کار کے طور پر شخص کے لئے اس کی قابلیت اور مناسب کام تجویز کر دیا ہے اور جن ذاتوں کا تذکرہ ہے وہ پیدائش کی بنا پر نہیں بلکہ ذاتی استعداد و قابلیت کی بنا پر ہے۔ اور اگر اس پیمانہ کے مطابق دنیا کا نظام ہو تو ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بےچینی سے نجات پا سکتا ہے۔ پونا گھنٹہ ہندو سے بنے دھرم ... کی رو سے موضوع کانفرنس پر مفصل تقریر فرمائی اس کے بعد جناب مسٹر ہری [illegible] صاحب نمائندہ مسیحین نے بائیبل مقدس کی رو سے اس موضوع پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ بےچینی کا علاج اگر کوئی ہو سکتا ہے تو باہمی محبت سے ہو سکتا ہے جس کی تعلیم مسیحیت نے دی ہے انہوں نے بھی پونا گھنٹہ اپنے نقطہ نظر سے مفصل بحث کی۔

اس کے بعد جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب سٹیج پر تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ اس موضوع پر میری تقریر کا ماخذ قرآن مجید کی سورہ فاتحہ ہے جس میں سات آیات ہیں۔ جو دہرائی جاتی ہیں۔ یہ دہرایا جانا کئی رنگوں میں ہے۔ ان سات آیات میں تمام دنیا جہان کی بےچینیوں کا علاج خدائے برتر و توانا نے بتایا ہے۔ نہ صرف بےچینیوں کا علاج بلکہ دینی و دنیوی انتہائی کامیابیوں کی راہ بھی بتائی ہے اس کے بعد آپ نے بتایا کہ الحمد للہ میں جو Faith یا حسن ظنی پیدا کرتا ہے۔ بےاعتمادی کا علاج ہے رب العالمین لفظ جو Hope یا امید دلاتا ہے۔ مایوسی کا قلع قمع کرتا ہے۔ الرحمٰن جو Charity یا سخاوت بےبدل کا مظہر ہے۔ ان حاجتوں کو پورا کرنے کا کفیل ہے جو انسان خود نہیں بہم پہنچا سکتا اور اس طرح یہ علاج بےچینی کا حل ہے۔ رحیم کی صفت جو محنتوں کو بار آور کرنے کی صفت ہے محنت کے اکارت جانے سے جو بےچینی پیدا ہوتی ہے اس کا علاج کرتی ہے مالک یوم الدین جو Justice اور انصاف کا کفیل ہے بےانصافیوں اور ظلموں سے جو بےچینی پیدا ہوتی ہے اس کو دور کرتا ہے۔ اس طرح آپ نے سورہ فاتحہ سے Seven Virtues یا سات خوبیوں کو نہایت دلکش پیرائے میں بیان کر کے فرمایا کہ ان سات خوبیوں کا حاصل کرنا دنیا جہان کے دکھوں دردوں اور بےچینیوں سے نجات دلا کر انتہائی کامیابیوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ کانفرنس میں تمام مذہبوں ملتوں کے علم دوست احباب بکثرت شامل تھے اور انہوں نے احمدیہ انجمن کے اس اقدام کا جو باہمی مفاہمت کا بہترین ذریعہ ہے بہت جوش اور تپاک سے خیر مقدم کیا۔

شام کے بعد تیسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی نے جماعت احمدیہ کے کارناموں خصوصاً مغرب میں تبلیغ اسلام اور اس کی کامیابی پر تفصیل بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ آج اگر کسی قوم نے اپنی زندگیاں اس پیغام کو دنیا میں پہنچانے کیلئے جس میں دنیا کی مشکلات حاضرہ کا علاج ہے۔ اور جس کے لئے دنیا پیاسی ہے۔ وقف کر رکھی ہیں تو وہ صرف احمدی قوم ہے۔ اس تقریر کا بھی حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔

اس کے بعد مولانا مولوی محمد یوسف صاحب نے سیرت المہدی کے مضمون پر تقریر شروع کی اور ہندوؤں یہودیوں عیسائیوں۔ پارسیوں سکھوں مسلمانوں کی مذہبی کتابوں سے بتایا کہ اس کل جگ کے زمانہ میں ایک اوتار یا مصلح کی سب کو انتظار رہی ہے۔ اور اس اوتار کا ایک امتیازی نشان جو ان سب کتابوں میں مذکور ہے سورج اور چاند یعنی ان کے گرہن کا نشان ہے۔ پھر آپ نے حضرت اقدس کی قبل از دعویٰ پاکیزہ زندگی پر شہادتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ جب حدیث مجدد میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اس کے تحت پہلے مجدد ہوتے چلے آئے ہیں۔ تو پھر اگر حضرت اقدس مجدد نہیں تو چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے۔ اس موقعہ پر ایک شخص نے سابقہ مجددوں کی فہرست کے متعلق ایک سوال کر دیا جس کا مناسب جواب دیا گیا۔ آخر وقت تک پنڈال جلسہ کھچا کھچ بھرا رہا ہے۔ اور پبلک نے بہت دلچسپی سے سارے بیانات کو سنا اور خدا کے فضل و کرم سے انتہائی کامیابی کے ساتھ جلسہ ختم ہوا اس کے بعد کئی معزز ہندو مسلم احباب نے مبارکبادیں دیں اور فرمایا کہ احمدیہ انجمن نے ایسی علمی اور مفید عام تقریروں کا انتظام کر کے جموں کی پبلک پر احسان عظیم کیا ہے۔

جہاں ایک طرف شرفا جذبۂ شکر گزاری سے لبریز تھے دوسری طرف بعض امن و اتحاد کے دشمنوں کو یہ کامیابی ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے امرتسر سے ایک معمار کو بلوا کر اپنی ایک مسجد میں حضرت اقدس کے خلاف دلآزار بازاری اعتراضات کرانے شروع کر دیئے۔ اس معمار نے حیات مسیح اور حضرت اقدس کی صداقت پر اپنی تقریروں میں چیلنج دیئے۔ بلکہ توفی کے معنوں پر پچاس روپیہ کے انعام کا بھی اعلان کیا۔ اس مجبوری سے ہمیں اپنے جلسہ کے خاتمہ کے ایک روز ہی بعد پھر اپنی مسجد میں ان اعتراضات کے جوابوں کا سلسلہ شروع کرنا پڑا جب دو تین روز متواتر اس نے چیلنج دیئے تو ۱۹ مارچ کی صبح کو ہم نے اس کا چیلنج تحریری طور پر منظور کر لیا۔ اس کی رسید ۱۰½ بجے حاصل کر لی گئی۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ہاں ایک جواب کسی انجمن خادم الاسلام کی طرف سے آیا کہ حیات مسیح پر بحث کا کوئی چیلنج نہیں دیا گیا۔ صداقت مسیح موعود کا چیلنج دیا گیا تھا۔ اور اس پر تقریری بحث ثالث کو مقرر کر کے کر لی جاوے۔ یہ چٹھی ۱۹ مارچ کو ۴ بجے بعد دوپہر پہنچی۔ اسی وقت اس کا مفصل جواب بھیج دیا گیا۔ اسی روز گیارہ بجے شب کے بعد معمار صاحب سے زبانی دریافت کرایا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ سوچ کر جواب دیں گے بجائے جواب دینے کے دوسرے روز معمار صاحب صبح کی گاڑی سے غائب ہو گئے۔ ہم نے ساری خط و کتابت وغیرہ شائع کر دی۔ چونکہ مولانا عمر دین صاحب مناظرہ کے لئے پہنچ چکے تھے اس لئے اُن کی ایک دو تقریریں حضرت صاحب کی صداقت کے متعلق کرائی گئیں جن کا اچھا اثر ہوا۔

اس روئیداد کے بھیجنے میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ معاً جلسہ کے بعد ہمیں ان لوگوں کے فتنہ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائلپور کی روئداد

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی پانچویں میٹنگ زیر صدارت جناب شیخ شریف احمد صاحب مورخہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۴۱ء بمقام فیکٹری ایریا پرائمری سکول بوقت ۵½ بجے شام منعقد ہوئی۔ حاضری اتنی تھی کہ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ممبروں کے علاوہ غیر احمدی صاحبان بھی کثرت کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

میٹنگ کی کارروائی قاضی علی گوہر صاحب کی تلاوت سے شروع کی گئی۔ قاضی صاحب نے بڑی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرمائی۔ پھر جناب ڈاکٹر احمد حسن صاحب نے شاہنامہ اسلام سے ایک نہایت اعلیٰ نعت شریف پڑھی۔ جو بہت پسند کی گئی۔ ازاں بعد رپورٹ سیکرٹری پڑھی گئی۔ اس کے بعد حمید احمد ذو الفقار نے ایک تقریر بر موضوع "تحریک احمدیت کو جیسا کہ مغرب نے دیکھا" فرمائی۔ اس میں انہوں نے بتلایا کہ احمدیہ جماعت نے باوجود تھوڑی تعداد پر مشتمل ہونے کے وہ کارہائے نمایاں دکھائے۔ جس کا اعتراف تمام مذاہب عالم نے کیا ہے اور یہ حضرت اقدس مجدد وقت مسیح زماں کی صداقت پر مہر ہے اور یہ ایک ایسی مثال ہے جس کو پیش کرنے سے تمام دنیا کے مسلمان قاصر ہیں۔ ازاں بعد مولوی سردار احمد صاحب نے ایک نہایت ہی مؤثر پیرائے اور خوش الحانی سے نعت پڑھی۔ نعت کے بعد رشید احمد مسرت نے تقریر کی۔ جس میں انہوں نے حضرت مجدد وقت کی تحریروں اور میاں صاحب (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) کی کتابوں کے حوالے دیتے ہوئے ثابت کیا کہ قادیانیوں کا مشن حضرت اقدس کے خلاف ہے۔ اس کے بعد خاکسار راقم الحروف نے تقریر کی۔ جس میں یہ بیان کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے چشمۂ معرفت سے آج تک لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ مجددین کی بعثت کے متعلق بحث کی۔ اور حضرت مرزا صاحب کی سیرت مقدسہ پر چند الفاظ کہے اور ثابت کیا کہ حضرت مرزا صاحب کا ظہور حدیث شریف کے مطابق ہے۔

تقریر کے اختتام پر صاحب صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور نصیحت فرمائی۔ کہ ہمیں ایسوسی ایشن کا کام دلچسپی اور کوشش سے کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آج کی تمام تقریروں سے ظاہر ہے کہ ہمارا مذہب وہی ہے جو کہ آنحضرتؐ سید اکرم اور ان کے خلیفہ حضرت مرزا صاحب کا ہے۔

آخر میں پریذیڈنٹ ایسوسی ایشن ہذا نے صاحب صدر اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ کہ غیر احمدی صاحبان بھی ہماری میٹنگ میں شامل ہوئے ہیں۔ اور آئندہ بھی ایسے ہی شامل ہو کر حوصلہ افزائی فرمائیے اور میٹنگ کی کارروائی برخواست کی گئی۔

سیکرٹری

رشید احمد احمدی

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (۴)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ — لاہور - یوم چہارشنبہ مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۴۱ء — نمبر ۲۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں تثلیث پرستوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہوں

چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہوں اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اسقدر صدمہ پہنچاتا ہے کہ میں گمان نہیں کرسکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھکر کوئی غم گذرا ہو۔ بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہ راست لیکر دنیا میں آیا ہے ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں اور پھر اس کے ساتھ یہ وقت بھی تھی کہ رسمی مباحثات ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتے اور پرانے مشرکانہ خیالات اس قدر دل پر غالب آگئے ہیں کہ ہیئت اور فلسفہ اور طبعی پڑھ کر ڈبو بیٹھے ہیں۔ اور انکی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اسی برس بڈھا ہندو ہر چند دل میں تو خوب جانتا ہے کہ گنگا صرف ایک پانی ہے جو کسی کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ضرر کرسکتا ہے تب بھی وہ اس بات کے کہنے سے باز نہیں آتا کہ گنگا مائی میں بڑی بڑی ست اور طاقتیں ہیں۔ اور اس پر دلیل پوچھی جائے تو کوئی بھی دلیل بیان نہیں کرسکتا تاہم منہ سے یہ کہتا ہے کہ اس کی شکتی کی دلیل میرے دل میں ہے جس کے الفاظ متحمل نہیں ہوسکتے۔ مگر وہ کیا دلیل ہے صرف پرانے خیالات جو دل میں جمے ہوئے ہیں یہی حالات ان لوگوں کے ہیں۔ . . . . ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کریں اور تثلیث کے عقیدہ سے توبہ کریں۔ چنانچہ ان دعاؤں کا اثر یہ ہؤا ہے کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے۔ بلکہ صلیب سے نجات پاکر اور پھر مرہم عیسیٰ سے صلیبی زخموں سے شفا حاصل کرکے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہ نعمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے۔ جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو اب تک موجود ہے۔ اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں گئے اور ایک سو پچیس برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہو گئے۔

الاشتہار لانصار ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

شیخ غلام قادر صاحب ایجنٹ کمپنی سیالکوٹ چھاؤنی نے اپنے عزیز شیخ محمد احمد صاحب کی شادی خانہ آبادی کی تقریب پر کچھ رقم بطور عطیہ انجمن کو مرحمت فرمایا ہے فجزاہ اللہ خیرا۔ خوشی اور مسرت کی تقاریب پر خدا کی رضا اور شکر بجا لانے کیلئے کچھ رقم خدمت دین کے لئے صرف کرنا اسلامی شان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد احمد صاحب کو خانہ آبادی مبارک کرے اور اسے ان کی شادمانی اور راحت کا باعث بنائے۔ آمین

مورخہ ۲۷ اپریل کو چوہدری محمد سعید صاحب نے مقدمات میں عزت کے ساتھ بری ہونے کی خوشی میں بزرگان سلسلہ اور جماعت کے نوجوان دوستوں کو مسلم ہائی سکول میں مٹھائی اور پھلوں کی دعوت دی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس دعوت میں شمولیت فرمائی۔

جناب میاں غلام عباس صاحب بدستور بعارضہ بخار بیمار چلے آتے ہیں۔ ان کے لئے درد دل سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے آمین

جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ ان کے لئے درد دل سے دعا کی جائے

باطل کی شکست اور حق کی فتح

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ اپریل فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اسی شیوع میں درج ہے۔

دھلی کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ

احمدیت کی شاندار فتح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی (شاخ لاہور) کا سالانہ جلسہ ۱۱-۱۲-۱۳ اپریل ۱۹۳۱ء کو اردو پارک متصل جامع مسجد دھلی بڑی شان سے ہوا۔

لاہور سے حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب اور جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جلسہ میں شامل ہوئے اور مقامی احباب جماعت میں سے جناب شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام اور جناب مولانا عمرالدین صاحب اور جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے جلسہ میں حصہ لیا۔ حسن اتفاق سے جناب حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی بمبئی سے آئے ہوئے تھے انہوں نے انتظام جلسہ میں بہت بڑا حصہ لیا

پہلے دن کی کاروائی

نماز جمعہ کے بعد بہت سے علماء اور طلباء مدارس عربیہ جلسہ گاہ میں اس امید پر آ گئے کہ شاید جلسہ ابھی سے شروع ہے اس لئے بجائے ۵ بجے شام کے ۳ بجے سے ہی جلسہ شروع ہو گیا۔ اور اس موقع پر مولوی عمرالدین صاحب نے ایک تقریر کی جس میں مسیح موعود کے عشق محمدی کا تذکرہ تھا۔ تقریر نہایت مؤثر تھی اور لوگ ہمہ تن گوش بن کر سنتے رہے۔ بعد ازاں مولوی عبدالحق صاحب مبلغ و مناظر اسلام کی تقریر شروع ہوئی جو رد تکفیر اہل اسلام پر تھی۔ اور بہت مؤثر تھی۔ اور لوگ خاتمہ تقریر تک دلچسپی سے سنتے رہے اور نماز مغرب سے کچھ وقت پہلے یہ تقریر ختم کر دی گئی۔

سوال و جواب

تقریر کے خاتمہ پر ایک صاحب نے یہ سوال کیا کہ جب آپ لوگ تمام اہل قبلہ کو مسلمان جانتے ہیں تو پھر آپ لوگ ہم لوگوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ اس کے جواب میں ان کو بتا دیا گیا کہ اگر آپ لوگ فتوئ کفر کو واپس لے لیں تو ہم لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ہم لوگ تو قادیانیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے حالانکہ وہ حضرت مسیح موعود کو ماننے والے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ لوگ تکفیر اہل اسلام کے مجرم ہیں پس ہمارا نماز کسی ایسے شخص کے پیچھے نہ پڑھنا جو تکفیر اہل اسلام کا مجرم ہے اس لئے ہے کہ یہ تکفیر کا مرض دور ہو۔ ورنہ ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں جانتے۔ ہمارے نزدیک ہر وہ شخص جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اور آنحضرت صلعم کو آخری نبی اور قرآن مجید کو آخری کتاب شریعت مانتا ہے وہ مسلمان ہے کسی مجدد کو نہ ماننا کفر نہیں بلکہ سخت گناہ ہے

جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی تقریر

رات کو "یورپ میں تبلیغ اسلام" پر جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی تقریر ہوئی جس میں جناب ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ہماری جماعت کس طرح جرمنی اور انگلینڈ میں کامیابی سے تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے اور کس طرح یورپ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کھینچ کھینچ کر اسلام کے قریب کرتا جا رہا ہے اور ہزاروں ان میں سے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ چکے ہیں۔ اور برلن مسجد سے پُر حکمت جرمنی میں اللہ کی توحید اور رسالت محمدیہ کا پیغام ہر روز باقاعدہ دیا جاتا ہے۔

جناب سید اختر حسین صاحب کی تقریر

اس تقریر کے بعد جناب سید اختر حسین شاہ صاحب کی تقریر "دنیا کی سیاسی مشکلات کا حل اسلام میں" کے موضوع پر ہوئی یہ تقریر ایک خاص تقریر تھی جس میں جادو کا اثر تھا۔ علمی معلومات کے لحاظ سے یہ تقریر بہت ٹھوس تھی۔ یہ عجیب بات تھی کہ ادھر غیر از جماعت مسلمانوں کی طرف سے سیرت نبوی پر تقریریں ہو رہی تھیں جن کی آواز ہمارے جلسہ گاہ میں آ رہی تھی اور ادھر سے ہمارے جلسہ گاہ میں سے جناب سید اختر حسین صاحب کی پرزور اور پر از معلومات روح پرور تقریر کی آواز غیر از جماعت مسلمانوں کے جلسہ گاہ میں گونج رہی تھی۔ دونوں طرف آلات جبر الصوت نصب تھے اور ایسی حالت میں تقریر کرنا بہت مشکل تھا۔ مگر شاہ صاحب نے ان مخالف حالات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس زور سے اور اس قدر دلربا انداز میں اپنے مضمون کو بیان کیا کہ دوسری طرف کے لوگ بھی کھنچ کر ہماری طرف آ گئے اور جلسہ گاہ کے باہر چاروں طرف سننے والوں کا جم غفیر تھا۔ اس تقریر کو سن کر تمام کے تمام حاضرین شاہ صاحب کے عاشق بن گئے اور ہر شخص کی زبان پر مرحبا اور . . . . جزاک اللہ کے الفاظ تھے اور یہ کہنے پر مجبور تھے کہ یہ تقریر اپنی شان میں نرالی اور بہت پر شوکت تھی۔ کاش اسلام کی پیاری تعلیم کو پیش کرنے کے لئے شاہ صاحب جیسے بہت سے مبلغ اسلام ہوں۔ یہ تقریر نہایت امن کے ساتھ رات کے ½ ۱۱ بجے تک جاری رہی اور تمام حاضرین بہت مسرور تھے اور کسی کا دل نہ چاہتا تھا کہ جلسہ ختم ہو . . . . مگر اگلے دن کے پروگرام کی خاطر اس دن کی کاروائی کو ساڑھے گیارہ بجے شب کے قریب ختم کر دیا گیا۔

دوسرے دن کی کاروائی

آریہ سماج سے پہلا مناظرہ

ہفتہ کے دن ۳ بجے سے آریہ سماج دہلی سے مناظرہ تھا۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت رامچندر صاحب دہلوی مشہور آریہ مناظر تھے۔ اور انہوں نے بحث کیلئے قدامت روح و مادہ کا مضمون پسند کیا۔ پنڈت صاحب آریہ سماج کے چوٹی کے مناظر ہیں اور بہت کہنہ مشق ہیں۔ ان کے مقابل ہمارے نوجوان مبلغ جناب سید اختر حسین شاہ صاحب تھے مباحثہ دو گھنٹے متواتر ہوتا رہا۔ پنڈت صاحب نے بہت کوشش کی کہ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے آسمانوں کو دھوئیں سے پیدا کیا اور انسان کو چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی خلقت مادہ سے ہوئی ہے۔ اس پر جناب شاہ صاحب نے جواب دیا کہ خلق کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک تو عدم سے وجود کے معنوں میں اور دوسرے پیدا کردہ مادہ سے مختلف وجودوں کو بنانے کے معنوں میں الا لہ الخلق والامر پس پنڈت صاحب کا استدلال غلط ہے کیونکہ انہوں نے جو مثالیں پیش کی ہیں وہ خلق قسم ثانی کی ہیں۔ عدم سے وجود کو پیدا کرنے کا ذکر دوسری آیات میں ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے:۔

اللہ خالق کل شئ وھو الواحد القھار

چونکہ پنڈت رامچندر صاحب نے پھر اپنے اعتراض کو دہرایا۔ اس لئے مولانا نے پھر ان کو سمجھایا کہ دیکھو قرآن مجید میں ہے کہ ہم انسان کو ماں اور باپ سے پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ماں باپ قدیم ہیں اور ہمیشہ ماں باپ سے ہی پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ خلقت بعد کی ہے۔ پہلی خلقت بلا ماں باپ ہے۔ جیسا کہ خود آریہ سماج کو بھی مسلم ہے۔ اسی طرح پہلی خلق محض امر الٰہی سے ہے، نہ کسی مادہ سے۔ دوسری خلق امر الٰہی سے پیدا شدہ سامانوں سے ہے۔

اس بحث کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ورنہ ہم تمام بحث کو بالتفصیل لکھ دیتے۔ خلاصہ اس قدر ہے کہ پنڈت رامچندر صاحب نے قرآن مجید سے اور دلائل عقلی سے قدامت مادہ پر زور دیا۔ اور شاہ صاحب نے ان آیات کا صحیح ترجمہ بتایا اور دلائل عقلیہ کے جواب میں دلائل عقلیہ سے حدوث روح و مادہ کا ثبوت پیش کیا۔ دلائل عقلیہ میں سے قابل یادداشت شاہ صاحب کی یہ دلیل بہت زبردست تھی کہ مادہ حرکت سے مبرّا ہے اور خدا کی ذات بھی بوجہ لامحدود ہونے کے حرکت سے پاک ہے۔ لیکن خدا کے امر سے تمام عالم میں جو حرکت ہے۔ وہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا عدم سے وجود پر قادر ہے۔ کیونکہ جس نے اپنی قدرت سے بے انتہا انرجی (energy) کو حرکت کی شکل میں پیدا کر لیا ہے۔ مادہ کو پیدا کرنا اس کے لئے کونسی مشکل ہے۔ اس دلیل کا پنڈت رامچندر صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ علاوہ ازیں خود ویدوں سے خدا تعالیٰ کے خالق روح و مادہ ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ مگر آریہ صاحبان ادھر آ ہی نہ سکے۔

قادیانی مذہب

جلسہ نماز عصر کے لئے ½ ۵ بجے ختم کر دیا گیا اور نماز عصر کے بعد قادیانی مذہب کی حقیقت پر مولانا عمرالدین صاحب نے تقریر کی جس میں واضح کیا کہ قادیانی مسلک خلاف مسلک حضرت مسیح موعود ہے

سیرت خیر البشر

رات کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ کے متعلق تھی۔ یہ تقریر بہت مؤثر تھی۔ جسے تمام حاضرین نے بڑے سکون سے سنا۔ حضرت مولانا کی تقریر کو جن لوگوں نے اس موضوع پر کبھی سنا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مولانا کی تقریر کیسی دلپذیر ہوتی ہے۔ اس لئے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

تیسرے دن کی کاروائی

خاتم النبیین

آج پونے نو بجے سے لیکر نصف گھنٹہ تک جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی نے پہلے ختم نبوت کے متعلق اور دوسرے قرآن و حدیث و محاورہ عرب تقریر کی۔ یہ تقریر اس قدر پر از معلومات اور مؤثر تھی کہ ہمارا خیال تھا کہ قادیانی مناظر اس تقریر کے بعد مباحثہ نہ کرے۔ کیونکہ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم خدا اور اس کے رسول کے کلام سے اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ ہر منصف مزاج شخص اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ واقعی حضرت محمد صلعم سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد ہرگز ہرگز کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور شاہ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ آنحضرت صلعم نہ صرف بعثت میں تمام انبیاء کے بعد آئے ہیں۔ بلکہ آپ بلحاظ اپنے مرتبہ کے بھی آخری نبی ہیں۔ جملہ کمالات نبوت آپ پر ختم ہوئے اور آپ سب نبیوں کو ختم کرنے والے

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۲۶

رسالہ مسلم ورلڈ کا ایک تازہ بیان

عیسائیت کی ناکامی اور اس کے اعترافات

رسالہ مسلم ورلڈ کا ایک بیان

مسلم ورلڈ جو عیسائیوں کا ایک مشہور سہ ماہی رسالہ ہے اس میں جولائی سنہ ۱۹۳۹ء میں ایک عیسائی پادری اے ردلینڈ پیٹ دے کا بیان شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے مشرقی افریقہ میں اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود ناکامی کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا تھا:-

"بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی دنیا میں تبلیغ کرنے کے دو طریق ہیں۔ پہلا طریق یہ کہ دوران تبلیغ میں اختلافی مسائل کو نظر انداز کیا جائے۔ ابتدا میں میں اس طریق کا مؤید تھا۔ لیکن اب نہیں۔ میرا خیال بدل چکا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو ہماری طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔ دوسرا طریق جو صد درجہ کا سریع الاثر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نہایت تحدی اور قطعیت کے ساتھ اسلامی دنیا میں اپنے عقائد کو پیش کریں اور ڈنکے کی چوٹ سے کہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور یہ کہ مسئلہ توحید اور مسئلہ تثلیث میں بنیادی اختلاف ہے چنانچہ میں نے تجربہ کے طور پر نہایت تحدی کے ساتھ مسیح کی الوہیت اور مسئلہ تثلیث کو پیش کیا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر اعتراض بھی کر دیئے۔ جن سے گو عیسائی تو کوئی نہیں ہوا۔ لیکن کم از کم یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمان بھڑک اٹھے اور ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔"

دوسرا بیان

اس بیان کا یہ مطلب تھا کہ ان کا گذشتہ طریق کار بالکل ناکام ہو چکا ہے۔ اور اب اس پر عمل پیرا ہو کر کامیابی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لیکن تقریباً ایک سال بعد یعنی اپریل سنہ ۱۹۴۰ء میں اس مذکورہ رسالہ میں ایک صاحب جن کا نام جان۔ اے۔ مراچ نے "مسلمانوں کے دوست" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:-

"۔ ۔ ۔ ۔ اس تجزیہ اور تحلیل کی روشنی میں عیسائی اور مسلمانوں کے تعلقات کا ایک خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس میں عداوت اور جارحانہ اعتراضات کی آمیزش نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دو بیہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں میں مشترکہ مشاغل پیدا ہو سکتے ہیں۔ جس سے وہ ایک دوسرے کی باطنی زندگی کا مطالعہ کریں۔ اور روحانی صداقت کے عمق پر انہیں غور کرنے کا موقع ملے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرض کرو۔ ان دو قوموں کے درمیان ایک ایسا سمجھوتہ اور فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایسی فضا کے نتائج یقیناً خوشگوار نکلیں گے۔ مسلمان عیسائیوں کو غیریت اور شک کی نگاہ سے دیکھنا چھوڑ دیں گے اور اعتماد اور خلوص کے تعلقات قائم ہو جائیں گے اور آپس میں ایک قسم کا تعمیری تبادلہ خیالات ہو سکے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔"

حقیقی سبب

لیکن یہ تجویز بھی نئی نہ تھی۔ اس تجویز پر بھی اس سے پہلے عمل ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر اسے۔ ردلینڈ پیٹ دے صاحب نے اپنے مضمون میں کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ انہوں نے بارہ سال تک اس طریق کار پر عمل کیا۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے داعیان عیسائیت کو جارحانہ طرز اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن اس تبلیغی بے چینی اور بے اطمینانی کا حقیقی سبب یہ ہے کہ عیسائیت اسلامی دنیا میں بالکل ناکام ہو چکی ہے اور وہ اپنے عقائد کے ساتھ کم از کم اسلامی دنیا میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی مبلغین میں اتنا تلون پایا جاتا ہے۔

رسالہ مسلم ورلڈ کا ایک تازہ مضمون

رسالہ مسلم ورلڈ کے اپریل سنہ ۱۹۴۱ء کے شروع میں ایک مضمون ہنری۔ ایچ رگنز کا شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "کیا ہم مسلمانوں میں تبلیغ کرتے ہوئے غیر پامال راستوں کا تجربہ کریں"۔ یعنی ایسے طریقوں پر عمل کریں۔ جن پر آج سے پہلے عمل نہیں ہوا۔ اس کے متعلق مذکورہ مضمون نگار یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ناکامی کی وجوہات کو نہایت بہادری کے ساتھ دا شگاف کرنا چاہئے اس سے خود بخود ان طریقوں کی طرف رہنمائی ہو جائے گی جن سے کامیابی یقینی ہے اور جن سے رکاوٹیں دور ہونے کی توقع ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ آج تک ناکامی کے اسباب کے متعلق جو تحقیق ہوئی ہے تو اس کے متعلق عیسائی مبلغین کی متحدہ رائے یہی ہے کہ ناکامی کی دو وجوہات ہیں:-

دو وجوہات

(۱) عیسائیت کی تعلیم ایک مسلمان کیلئے وہ معنی نہیں رکھتی۔ جو کہ ایک عیسائی کیلئے رکھتی ہے۔ مثلاً ابنیت مسیح، الوہیت مسیح اور مسئلہ کفارہ مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا اور ایک مسلمان ان معتقدات کو اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا جس نقطہ نگاہ سے ایک عیسائی دیکھتا ہے۔

(۲) ایک مسلمان کے نزدیک مذہب تبدیل کرنا اپنی جماعت اور جتھے کو بھی خیرباد کہنے کے مترادف ہے لیکن مسلمانوں کے نزدیک جماعت اور امت ایک نہایت پاک چیز ہے۔ جس کیلئے مسلمان نہایت بیباکی سے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے۔ سو ایک عیسائی مبلغ کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ مسلم عصبیت اور استحکام ہے۔

دو رکاوٹوں کو دور کرنے کی تجاویز

اس کے بعد مضمون نگار نے مبلغین کی آراء سے استفادہ کرتے ہوئے ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی تجاویز پیش کی ہیں:-

(۱) عیسائی تعلیم سے اسلامی اختلافات سے احتراز کیا جائے۔

(۲) عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جو جماعتی رقابتیں چلی آتی ہیں۔ ان سے احتراز کیا جائے

اس کے علاوہ مضمون نگار نے کہا ہے کہ اسلام پر سامنے سے حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ ایسے پہلوؤں پر کرنا چاہئے جو اسلام کے مضبوط پہلو ہیں۔

"کرسچین" کی اصطلاح چونکہ مشرق قریب میں نسلی اور سیاسی معنی اپنے اندر رکھتی ہے اس لئے اگر مشرق میں ایک جماعت عیسائیوں کی پیدا ہو جائے تو ان کے لئے کوئی اور اصطلاح استعمال کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ بپتسمہ تمام دنیا میں ایک ایسا نشان خیال کیا جاتا ہے جو انسان کو ایک جماعت سے دوسری جماعت میں منتقل کر دیتا ہے۔ یہ ایک مسلمان کیلئے وہ مفہوم اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جو ایک عیسائی کیلئے رکھتا ہے۔ سو بپتسمہ کی جگہ اس کا کوئی اور روحانی بدل رکھ دینا چاہئے اور بپتسمہ کو ترک کر دینا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔"

عیسائیت ہر صورت میں ناکام رہیگی

اس مندرجہ بالا اقتباس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ عیسائیت اسلامی دنیا میں بالکل ناکام ہو چکی ہے۔ اور اب عیسائی مبلغین ایک جدید طریق کار اختیار کرنا چاہتے ہیں اور اس میں عیسائیت کی امتیازی خصوصیات کو ترک کر کے اسے مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن عیسائی مبلغین پر روشن ہونا چاہئے کہ مسلمان ہر رنگ میں عیسائیت کو پہچان لیں گے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

اگر عیسائی مبلغین اپنے آئندہ طریق کار سے ابنیت مسیح الوہیت مسیح مسئلہ کفارہ، رسم بپتسمہ اور یہاں تک کہ کرسچین کی اصطلاح کو بھی خارج کرنا چاہتے ہیں۔

تو چشم ما روشن دل ما شاد

اسلام پہلے ہی حضرت عیسے علیہ السلام کو ماننا ہے اور انہیں پہلے رسولوں میں سے ایک رسول تسلیم کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل و امہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام انظر کیف نبین لھم الآیات ثم انظر انی یؤفکون

ترجمہ:- مسیح ابن مریم سوائے رسول کے کچھ نہیں۔ اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو کس طرح ہم ان کے لئے باتیں بیان کرتے ہیں

اب ہمیں علم نہیں کہ وہ اپنے جدید طریق کار سے مسلمانوں کو مندرجہ بالا آیت سے زیادہ کیا منوا لیں گے۔ اور اگر مذکورہ آیت پر ہی عیسائیت کو پرکھا جائے تو پھر عیسائیت کا کیا باقی رہتا ہے عیسائیت کی عمارت آن واحد میں منہدم ہو جاتی ہے اور منہدم ہو چکی ہے۔ اور آج عیسائی مبلغین اس کی شہادت دے رہے ہیں کہ عیسائیت اسلامی ممالک میں بہت بری طرح ناکام ہوئی ہے تبھی انہیں غیر پامال شدہ طریقے اختیار کرنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔ لیکن ہم انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ یہ غیر پامال شدہ راستے بھی پامال ہو جائیں گے اور عیسائیت کامیاب نہیں ہوگی! نہیں ہوگی! نہیں ہوگی! بلکہ اکناف عالم میں صرف اسلام غالب آئے گا۔

باطل کی شکست اور حق کی فتح

میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے فیصلہ دیدیا کہ خلیفہ قادیان کا مسلک حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون (الانبیاء رکوع ۲)

حق اور باطل کا مقابلہ

اپنا قانون اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ حق اور باطل کا مقابلہ دنیا میں ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا اور باطل کتنی ہی طاقتور ہو جب حق کو اس پر لا کر ڈالتے ہیں۔ تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے کچل دیتا ہے فاذا ھو زاھق اور وہ چیز جو اتنی زبردست نظر آتی تھی اڑ جاتی ہے۔ ولکم الویل مما تصفون۔ اے باطل کے حامیو! افسوس تم پر کہ تم ایک غلط بات کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

میاں بشیر احمد صاحب کی تصنیف

اس دفعہ میں حق اور باطل کی ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ان گذشتہ ایام میں کوئی چار ماہ ہوئے میں نے ایک ٹریکٹ لکھا تھا جس میں جماعت قادیان کے ہر فرد کو ثالث بننے کی دعوت دی گئی تھی۔ چار مہینے گزر گئے اور بالآخر ایک چیز قادیان سے اب نکلی ہے۔ جس کو اس دعوت کا جواب سمجھا گیا ہے۔ شاید جواب بھی زبردست سمجھا گیا ہے۔ اور اپنی طوالت اور بوجھ کے لحاظ سے وہ واقعی زبردست ہے کہ ایک مسئلہ جنازہ کی حقیقت کو بیان کرنے کیلئے سوا دو سو صفحات لکھنے پڑے۔ اس کتاب کا نام ہے "مسئلہ جنازہ کی حقیقت"۔ یہ میاں بشیر احمد صاحب کی تصنیف ہے۔ جو میاں محمود احمد صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔

میاں صاحب کا اظہار خیال

اس کو اس قدر زبردست جواب سمجھا گیا ہے کہ ابتدا ہی میں جناب میاں صاحب نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ میں نے جو ثالث بننے کی دعوت دی تھی تو اب مجھے اس پر پچھتانا پڑے گا۔ میں نے لکھا تھا:۔

"مجھے حلف کی ضرورت نہیں۔ کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ صرف دو حرفہ فیصلہ کی ضرورت ہے۔ میں غیر کو ثالث بھی نہیں بناتا۔ اس معاملہ میں قادیانی جماعت کے معزز سے معزز اور ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اس کے بڑے سے بڑے عالم کے فیصلہ کو مان لوں گا۔ کوئی میدان میں نکلے اور ثالث بنے"

میری جراءت کی داد

تو اس پر جناب مصنف صاحب میری جراءت کی داد بھی دیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں:۔

"اگر مولوی صاحب موصوف ان باتوں پر قائم رہیں۔ جیسا کہ ان کی پوزیشن کے انسان سے توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ قائم رہیں گے تو کم از کم ہمارے اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ تو فوراً ختم ہو جاتا ہے!" (صکے)

میں اپنے مطالبہ پر قائم ہوں

الحمد للہ کہ میں اپنے مطالبہ پر نہ صرف قائم ہوں بلکہ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ اب پھر اسے دہراتا ہوں۔ اور ہر ایک قادیانی کو دعوت دیتا ہوں۔ مگر کس بات کیلئے؟

(۱) کیا غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے فتوے میں جھوٹ حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کر رہا ہوں۔

(۲) حضرت مسیح موعود کا کوئی فتویٰ ایسا بھی ہے جس میں آپ نے غیر احمدی کے جنازہ کو قطعاً ناجائز قرار دیا ہے۔

میرے مطالبوں کا جواب

یہ میرے دو ہی مطالبے تھے۔ اس کا جواب سن لیجیئے ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے الفاظ ایسے رکھے ہیں جن میں بظاہر غیر احمدیوں کا جنازہ جائز قرار دیا ہے لیکن درحقیقت جنازہ احمدیوں کا ہی جائز ٹھہرایا ہے

کونین کی گولی

مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کہتے کچھ ہیں اور منشاء آپ کا کچھ اور ہوتا ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں کہ جو کچھ میاں صاحب (میاں محمود احمد صاحب) نے کہا ہے اور جو کچھ حضرت مسیح موعود نے کہا ہے وہ ایک ہی بات ہے۔ لکھا ہے:۔

"دونوں صورتوں میں بات ایک ہی ہے اور فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حدیث العہد جماعت کو یہی کونین کی گولی دی ہے جس پر کھانڈ چڑھی ہوئی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے بغیر کھانڈ چڑھی گولی دی ہے۔" (ص۱۷۷)

نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود پر منافقت کا فتوےٰ

اب فرمائیے یہ مسیح موعود پر نعوذ باللہ منافقت یا دھوکہ کا فتوےٰ ہے یا نہیں؟ کہ آپ کا منشا کچھ اور ہوتا تھا اور اس کو کسی ایسے پیرایہ میں بیان کرتے تھے جس سے بظاہر اس کے مخالف مفہوم پیدا ہو۔

ایک اور ارشاد

پھر فرماتے ہیں:۔

"پس جب صورت حال یہ ہے تو یہ خیال کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مکذبین کا جنازہ تو ناجائز قرار دیا ہے۔ مگر غیر احمدیوں کا جنازہ ناجائز قرار نہیں دیا۔ ایک سراسر نادانی کا خیال ہے۔ جو کسی غور کرنے والے عقلمند انسان کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ خوب غور کرو جب ایک غیر احمدی کی حقیقی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکذب ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف مکذب کا جنازہ ناجائز قرار دیا ہے۔ غیر احمدی کا جنازہ ناجائز قرار نہیں دیا۔ ایک مضحکہ خیز خیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔" (ص۱۷۲)

حضرت مسیح موعود کو نادان بنانے کی کوشش

یہ فرق تو خود حضرت صاحب نے کیا۔ میں نے نہیں کیا کہ جو مکفر و مکذب ہیں ان کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور دوسروں کا پڑھ لو لیکن چھوٹے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی تفریق نادانی ہے۔ مکذب اور فراموش ایک ہی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"مجھے افسوس ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے اس مسئلہ پر بالکل غور نہیں کیا۔ ورنہ وہ اس طفلانہ خیال پر ہرگز تسلی نہ پاتے کہ صرف مکذب کا جنازہ ناجائز ہے غیر احمدی کا ناجائز نہیں۔ کیونکہ حقیقتاً یہ دونوں لفظ مترادف اور ہم معنی ہیں۔" (ص۱۷۲)

مجھے افسوس یہ ہے کہ یہ سارے لفظ ہیر پھیر کر حضرت مسیح موعود پر صادق آتے ہیں۔ جنہوں نے "مکفر و مکذب" اور "فراموش اور درمیانی حالت والوں میں" فرق کیا ہے۔ آج چھوٹے میاں صاحب اس کو "نادانی" اور "طفلانہ خیال" قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ جوش میں آکر یہ لوگ کہہ جاتے ہیں۔

میاں محمود احمد صاحب نے بھی ایسا لکھ دیا تھا

میاں محمود احمد صاحب نے بھی ایک ایسا ہی فقرہ لکھ دیا تھا کہ:۔

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۶۶)

حضرت مسیح موعود کا ارشاد

حالانکہ یہ وہ بات ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا بکلی ممتنع ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض کیلئے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔"

(ازالہ اوہام ص۵۶۹)

گویا پہلے بڑے میاں نے حضرت مسیح موعود کو "نادان" بنایا تھا۔ اب چھوٹے میاں نے آپ کے خیال کو "سراسر نادانی" قرار دیدیا۔

ایک اور سوال

اب میں ایک اور سوال پوچھتا ہوں جن حوالوں سے ہم نے غیر احمدیوں کے جنازہ کا جواز نکالا ہے۔ خود میاں محمود احمد صاحب کے سامنے بھی وہ حوالے آئے اور انہوں نے ۱۹۱۵ء میں لکھا:

پھر ایک سوال غیر احمدیوں کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک مشکل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔"

میاں محمود احمد صاحب نے تسلیم کیا

گویا خود جناب میاں صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت صاحب کے ایسے فتوے ہیں۔ جن میں غیر احمدیوں کا جنازہ جائز قرار دیا گیا ہے اگر یہ بات کسی عقلمند کے خیال میں نہیں آسکتی تھی تو جناب میاں صاحب اس وقت کیا تھے؟ ہم تو عقلمند نہ سہی۔ مگر میاں محمود احمد صاحب بھی چھوٹے میاں صاحب کے نزدیک عقلمند نہ تھے۔ بڑے میاں صاحب تو فرماتے ہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے لیکن چھوٹے میاں صاحب اس کو "سراسر" نادانی" "طفلانہ خیال" اور ایسی بات قرار دیتے ہیں جو کسی عقلمند انسان کے دماغ میں نہیں آسکتی۔

کمال کر دیا

اور بے خبر غیر احمدی کے جنازہ کے سوال پر تو کمال ہی کر دیا۔ یہ بیان کرتے ہوئے کہ:۔

"یہی طریق آپ نے جنازہ کے مسئلہ میں بھی اختیار فرمایا"

لکھتے ہیں:۔

"اس پر اگر کسی نے یہ سوال اٹھایا۔ کہ ایسے لوگ جن تک آپ کی دعوت نہیں پہنچی۔ ان کے متعلق کیا حکم ہے تو اس پر یوں ہدایت فرمائی۔ کہ یہ تو آسان بات ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو دعوت پہنچا کر دیکھ لو کہ وہ اپنے آپ کو کس گروہ میں شامل کرتے ہیں۔" (صفحہ ۳۴ و ۳۵)

یعنی سوال تو یہ تھا کہ بے خبر کا جنازہ جائز ہے یا نہیں اور جواب یہ دیا کہ اسے دعوت پہنچا کر دیکھ لو۔ گویا مردہ بول اٹھے گا۔ کہ میں مصدق ہوں یا مکذب۔ میں نے تو جنازہ کے مسئلہ میں حضرت صاحب کی ایسی تقریر یا تحریر کہیں نہیں دیکھی۔ جناب میاں صاحب نے دیکھ کر ہی لکھا ہو گا۔

ساری کتاب کا خلاصہ

اب اس ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صاحب نے غیر احمدیوں کا جنازہ جائز قرار نہیں دیا۔ بلکہ احمدیوں کا جائز قرار دیا ہے یعنی ان لوگوں کا جو حضرت صاحب کو سچا مانتے ہیں اور بیعت نہیں کی۔ اور احمدیوں میں ملے جلے رہتے ہیں۔ اب ایسے لوگوں پر غیر احمدی کا لفظ بھی نہیں بول سکتے اور انہیں احمدی قرار دیتے ہیں۔

اصل الفاظ

میں وہ الفاظ آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو حضرت صاحب کے ہیں۔ پہلا حوالہ جو خود میاں بشیر احمد نے نقل کیا ہے یہ ہے:۔

"اگر میت مجوب الاحوال ہو اور جہری دشمن نہ ہو۔ اس نے کبھی علانیہ تکفیر یا تکذیب نہ کی ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ اس کا جنازہ اگر پڑھ لیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے ایک منافق کا جنازہ پڑھا ہے مگر وہ آپ ہی کے لشکر میں طلاعلانیہ جہری مکذب نہ تھا۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا اسوہ اسی حد تک ہے جب تک کچھ تصدیق کی بو ہو۔ جہری مکذب نہ ہو ورنہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ ابوجہل کا جنازہ آپ نے پڑھا ہو یا ابوطالب کا ہی پڑھا ہو۔" (الحکم ۱۷ رجنوری ۱۹۰۲ء)

مجوب الاحوال اور مصدق

اب یہاں صاف طور پر مجوب الاحوال اور تکفیر یا تکذیب کرنے والوں میں تفریق کی ہے لیکن چھوٹے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ مجوب الاحوال وہ ہے جو مصدق ہے اور احمدیوں میں ملا جلا رہتا ہے صرف بیعت نہیں کی۔ اور اس کے علاوہ ہر شخص خواہ مکذب نہ بھی ہو۔ مکذبین ہی میں سمجھا جائے گا۔

دوسرا حوالہ

دوسرا حوالہ یہ ہے:۔

سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے کوئی ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں؛

اب، اس سے بھی نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ "خاموش اور درمیانی حالت" سے مراد یہ ہے کہ مصدق ہو اور ملا جلا رہے۔ یہ قادیانی لغت کی ایک اور نئی ایجاد ہے۔

تیسرا حوالہ

بہت اچھا تیسرا حوالہ لیجئے:۔

"اگر متوفی بالجہر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں ہرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا کی پاک ذات ہے۔"

اس میں صاف طور پر بالجہر، مکفر و مکذب کے سوائے باقیوں کا جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ مگر اب کہا جاتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ علام الغیوب خدا کی پاک ذات ہے۔ تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو بالجہر تصدیق کرے۔ وہ بالجہر مکذب نہیں۔ ورنہ بالجہر مکذب ہے یعنی جو خاموش ہو وہ بالجہر مکذب ہے۔

چوتھا حوالہ

بہت اچھا ایک اور حوالہ لیجئے:۔

"ایک صاحب نے پوچھا ہمارے گاؤں میں طاعون ہے اور اکثر مخالف مکذب مرتے ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھا جائے کہ نہ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جائے تو ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے۔ دوسرے وہ مخالف ہے۔ خواہ مخواہ مداخل جائز نہیں۔" (البدر ۱۵ رمئی ۱۹۰۳ء)

یہاں سے بھی یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ جو "مخالف مکذب" کے لفظ استعمال کئے ہیں۔ تو کل مسلمان مخالف و مکذب ہی ہیں۔ یہاں تک کہ بے خبر لوگ بھی مخالف مکذب ہی ہیں۔

پانچواں حوالہ

بہت اچھا اور لیجئے:۔

"جو مخالف برا نہ بولتا ہو۔ اس کا جنازہ جائز ہے۔"

گویا مخالف بھی مصدق ہوتا ہے۔

بھڈیار والا حوالہ

اب وہ بھڈیار والا حوالہ لیجئے جس میں احمدی جماعت کا غیر احمدیوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا۔ اور ہمیں برا کہتا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش اور درمیانی حالت میں تھا۔ تو اس کا جنازہ جائز ہے۔"
(فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل مطبوعہ قادم المعین پریس صفحہ ۱۱۸)

"معمولی رنگ میں رہنے والے بے خبر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے۔"

اور حضرت مسیح موعود نے اس پر اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے:۔

"جو کچھ لکھا۔ بہت خوب اور مبارک ہو۔" (بدر ۱۳ رمئی ۱۹۱۰ء)

غیر احمدی کی نئی تشریح

اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس میں غیر احمدی کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد احمدی ہے۔ فرمائیے اس بیماری کا کوئی علاج بھی ہے میں نے مفہوم تو نہیں پوچھا تھا۔ بلکہ کہا تھا کہ یا کیونکہ غیر احمدی کا جنازہ حضرت مسیح موعود کے فتوے کے رو سے جائز ہے یا کیوں نہیں۔ لیکن جواب کیا دیا گیا ہے۔ جو مخالف برا نہ بولتا ہو۔ اس سے مراد مصدق ہے اور وہ احمدی ہے۔ جتنے لوگ بالجہر تکذیب نہ کریں وہ بھی مصدق ہیں اور احمدی ہیں۔ جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں وہ بھی مصدق ہیں اور احمدی ہیں تو معلوم ہوا کہ ساری دنیا ہی احمدی ہو چکی ہے۔ پھر یہ شور کیوں ہے؟ کیوں سب کو کافر قرار دیا جاتا ہے؟

مکفر اور مکذب کا حل

مکفر اور مکذب کے الفاظ کو حضرت مسیح موعود نے خود حل کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا:۔

"اس وقت تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو بغض و حسد میں جلے ہوئے ہیں اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں۔ ان کی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔ دوسرے وہ جو اس طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی تعداد ترقی پر ہے۔ تیسرے وہ جو خاموش ہیں۔ نہ ادھر ہیں نہ ادھر ان کی تعداد کثیر ہے۔ وہ ملاؤں کے زیر اثر نہیں ہیں اور نہ ان کے ساتھ مل کر سب و شتم کرتے ہیں اس لئے وہ ہماری مدد میں ہیں۔" (الحکم ۷ رفروری ۱۹۰۳ء)

یہ کونسا ہے کثیر گروہ جس کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں نہ ادھر ہیں نہ ادھر وہ ہماری مدد میں ہیں یہ جو کہا جاتا ہے کہ سارے مکذب ہیں۔ یہ حضرت صاحب کے ارشاد کے کس قدر خلاف ہے۔

اصل استفسار

پھر غور کیجئے حضرت صاحب سے کسی نے یہ دریافت نہیں کیا کہ حضور جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ۔ بلکہ سوال یہ ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا۔ تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔

دو قسم کے لوگوں کی تفریق

تو یہ حضرت صاحب نے دو قسم کے لوگوں کی تفریق کیوں کی؟ اگر خاموش سے احمدی ہی مراد تھے اور باقی سب مکذب ہی تھے۔ تو صاف کہنا چاہئے تھا کہ سب غیر احمدیوں کا جنازہ ناجائز ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ جماعت چونکہ نئی نئی تھی۔ اس لئے حضرت صاحب نے ایسے الفاظ استعمال کئے کہ جماعت کو ٹھوکر نہ لگے۔ حیرت ہے ایک شخص جس نے اپنی بنی بنائی شہرت ایک کلمہ حق سے گنوا لی اور اس بات کی پروا نہ کی کہ تمام اسلامی دنیا اس کے دعویٰ مسیحیت کی وجہ سے برگشتہ ہو جائے گی۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے جماعت کے ڈر سے اس قسم کا فتویٰ دیا کہ اس کا مفہوم کچھ اور تھا۔ اور الفاظ کچھ اور رہے۔

بنی بنائی عمارت گرا لی

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی بنی بنائی عمارت کو خود اپنے

ہاتھوں سے گرالیا ہے۔ جناب میاں صاحب نے تو اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو شخص حضرت صاحب کو دل سے سچا مانتا ہے اور ابھی بیعت نہیں کی حضرت مسیح موعود کے نزدیک اس کا جنازہ جائز ہے لیکن یہی سوال بڑے میاں صاحب کے سامنے بھی پیش ہوتا ہے کہ جو شخص حضرت صاحب کو سچا مانتا ہے اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں اس کا جواب "انوار خلافت" صفحہ ۹۳ پر آپ نے یہ دیا ہے:۔

"باقی رہا کوئی ایسا شخص جو حضرت مرزا صاحب کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی۔ یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے۔ اس کو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شریعت کا فتویٰ ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں" (انوار خلافت ص ۹۳)

کتاب کا ملخص

اب چھوٹے میاں صاحب کی ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن مصدقوں نے بیعت نہیں کی۔ وہ احمدی ہیں صرف ان کا جنازہ حضرت مسیح موعود نے جائز قرار دیا ہے اور بڑے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مصدق جس نے بیعت نہیں کی اس کا جنازہ ناجائز ہے:

۱۹۱۱ء کا رسالہ

اس سے بڑھ کر وہ جو ۱۹۱۱ء کا رسالہ ہے "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" اس میں فرماتے ہیں:۔

"پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے"

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء)

ثالث کا فیصلہ

تو فرمائیے کہ چھوٹے میاں صاحب نے تو اتنی محنت اٹھا کر ثابت یہ کرنا چاہا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک غیر احمدیوں کا جنازہ جائز نہیں۔ بلکہ ان مصدقین کا جنازہ جائز ہے جنہوں نے بیعت نہیں کی لیکن بڑے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ان مصدقین کا جنازہ جائز نہیں جنہوں نے بیعت نہیں کی۔ دونوں میں سوا ایک کو ہی سچا کہا جائیگا جیسے چاہو کہہ لو۔ . . . . پس اس کتاب میں ثالث کا فیصلہ یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کا مسلک حضرت مسیح موعود کے مسلک کے خلاف ہے!

ان لوگوں کی یادداشت کمزور ہے

کہیں تک بات نہیں یہ لوگ اپنے آپ کو خود بھول جاتے ہیں اور یاد نہیں رہتا کہ پہلے کیا لکھ چکے تھے اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔ خود میاں بشیر احمد صاحب اپنی کتب کلمۃ الفصل میں کیا کچھ لکھ چکے ہیں۔ وہ جو حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ:۔

"اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کردیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لونگا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شائبہ نہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

میاں بشیر احمد صاحب کا ۱۹۱۵ء کا مذہب

اس پر اپنی میاں بشیر احمد صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"یہ ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ جو ہمارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس تحریر میں آپ نے اس بات کا امکان ضرور رکھا ہے کہ ایک شخص آپ کا انکار کر کے بھی مسلمان رہ سکتا ہے۔ مگر معترض نے غور نہیں کیا کہ یہ بات تعلیق بالمحال کے طور پر ہے جس طرح قرآن میں بھی آتا ہے کہ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین یعنی اسے رسول تم کہدو کہ اگر کوئی رحمٰن کا بیٹا ہو۔ تو میں اس کا سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔ کیا اس تحریر کو پیش کر کے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امکان تو اس بات کا ضرور رکھا ہے کہ رحمٰن کا لڑکا ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں کیونکہ یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نہ خدا کا بیٹا ثابت ہو سکیگا اور نہ میں اس کی عبادت کرونگا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود نے تعلیق بالمحال کے طور پر اس بات کو پیش کیا ہے کہ اگر غیر احمدیوں میں سے کوئی شخص سارے مکفر مولویوں کے نام لیکر اشتہار کے ذریعہ ان کے کافر ہونیکا اعلان کرے اور مسیح موعود کو سچا مسلمان مانے اور اس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کو بھی سچا جانتا ہو جو اس نے مسیح موعود کے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور پھر یہ سب کچھ نفاق سے نہ ہو بلکہ دلی یقین اور اخلاص پر مبنی ہو تب ہم ایسے شخص کو مومن مان لیں گے۔ اب ظاہر بات ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود کو واقعی سچا مسلمان جانتا ہے اور آپ کے مکذبین کو کافر سمجھتا ہے اور آپ کے الہامات اور نشانات کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتا ہے اور یہ سب کچھ دلی یقین کے ساتھ کرتا ہے تو اس کیلئے ناممکن ہے کہ وہ بیعت سے الگ رہے۔ اور اگر پھر بھی وہ آپ کی بیعت نہیں کرتا تو ایسا شخص یقیناً منافق ہے اور صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے جس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک شخص پر میری بیعت ضروری قرار دی گئی ہے اور وہ باوجود آپ کو راستباز جاننے اور آپ کے نشانات اور الہامات پر ایمان لانے کے آپ کی بیعت میں داخل نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایسا اشتہار دے بھی دے جس میں حضرت صاحب کے مکفرین کو کافر لکھا گیا ہو اور یہ بھی اعلان کرے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو راستباز مسلمان جانتا ہوں۔ اور آپ کے نشانات اور الہامات پر ایمان لاتا ہوں لیکن بیعت نہ کرے تو تب بھی ہم اس کو مسلمان نہیں کہیں گے"

(رسالہ کفر و اسلام کی حقیقت مصنفہ میاں بشیر احمد صاحب ص ۱۰۹)

یہ جناب میاں بشیر احمد صاحب کا ۱۹۱۵ء کا مذہب ہے جس کو پہلے کلمۃ الفصل کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ اور اب مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت کے نام سے دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں صاف بتادیا کہ جو شخص یہ اعلان بھی کردے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو سچا مانتا ہے آپ کے نشانات پر بھی ایمان لے آئے۔ مگر بیعت نہ کرے تب بھی وہ مسلمان نہیں۔

تعجب ہے

پھر تعجب ہے کہ ایسے شخص کو "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" بیان کرتے ہوئے مصدق کیسے قرار دیدیا اور اس کا جنازہ کس طرح جائز ٹھہرا رہے ہیں۔ جانے دیجئے کہ اس میں اور کیا کچھ ہے۔ آخر ۲۶۲ صفحات کی کتاب ہے۔ اگر میں بھی اس کا جواب لکھنے بیٹھوں تو کتنی بڑی کتاب بن جائے میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ

بہر صورت نتیجہ وہی نکلتا ہے

حضرت صاحب کے کھلے ارشادات کے ہوتے ہوئے کہ جو لوگ خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں۔ ان کا جنازہ جائز ہے۔ جو مخالفانہ بولتا ہے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے صرف مصدق کا جنازہ جائز قرار دیا ہے حضرت صاحب کی خلاف ورزی ہے لیکن اگر ایسا ہو بھی تو اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ یہی کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کا مسلک حضرت مسیح موعود کے مسلک کے خلاف ہوا نہ صرف میاں محمود احمد صاحب کا بلکہ میاں بشیر احمد صاحب کا مسلک بھی خلاف مسیح موعود ہے کیونکہ یہ دونوں مصدق کو کافر قرار دیتے ہیں اور بڑے میاں صاحب ان کا جنازہ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔

علمی پردہ دری

میں سمجھتا ہوں جنازے کے مسئلہ میں میاں صاحب نے صرف اپنی بلکہ ساری قادیانی جماعت کی علمی پردہ دری کی ہے۔ گویا قادیان سے جنازہ کی حقیقت نہیں بلکہ علم کا جنازہ نکل گیا۔ جو لوگ مسیح موعود کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ مفہوم بنا دیں۔ مخالف کے معنی مصدق، خاموش اور درمیانی حالت کے معنی سچا سمجھنے والا، غیر احمدی کے معنی احمدی قرار دیں۔ ان سے کونسی علمی بات کی توقع ہو سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں حضرت صاحب نے بیشتر مسلمانوں کو کسی رنگ میں بھی ان حوالوں میں نہیں لیا حضرت صاحب نے جنازہ اگر ناجائز قرار دیا ہے تو ان کا۔ جن کے اندر کوئی بات آپ کے متعلق پیدا ہوئی ہو یعنی ان کو آپ کی خبر پہنچی تو انہوں نے تکفیر کی یا تکذیب کر کے آپ کو مفتری قرار دیا یا بقول میاں بشیر احمد صاحب تصدیق نہ کی۔ ان کے کسی عمل کی وجہ سے یہ کہا کہ ان کا جنازہ نہ پڑھو۔ مگر جن کو خبر ہی نہیں ہوئی جن کے اعمال پر آپ کے بارہ میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ان کا جنازہ ہرگز ناجائز قرار نہیں دیا۔

قادیان سے غلیظ رنگ کا جھوٹ

ایک بات میں اور کہونگا۔ اس قدر غلیظ رنگ میں اب قادیان سے جھوٹ بولا جا رہا ہے جس کی انتہا نہیں۔ الفضل ۲۷ اپریل ۷۱ء میں ریویو جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۱ کے حوالہ سے کچھ الفاظ میری طرف منسوب کئے گئے ہیں جو یہ ہیں:۔

"آپ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) انہی معنوں میں نبی ہیں جن معنوں میں آنحضرت صلعم نبی ہیں۔ آپ انہی معنوں میں نبی ہیں جن معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے۔ آپ زمرہ انبیاء میں داخل ہیں۔ گذشتہ انیس سو سال میں صرف تین نبی آئے ہیں حضرت عیسیٰ، آنحضرت صلعم اور مسیح موعودؑ آپ ان معنوں میں مدعی نبوت اور نبی ہیں جن کے رو سے خلفاء اربعہ میں سے بعض کو بلکہ اکثر کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ آپ انہی معنوں میں نبی ہیں اور اسی زمرہ انبیاء کے ایک فرد ہیں جن معنوں میں اور جس زمرہ میں سے حضرت عیسیٰ ایک مدعی نبوت اور نبی تھے۔ آپ غیر نبی مجددین میں سے نہیں بلکہ انبیاء میں سے ہیں جو حقیقی مجدد ہوتے ہیں" (ریویو جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۱)

میں اعلان کرتا ہوں

میں اس مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کرتا ہوں کہ اس رسالے کو میں نے خود دیکھا ہے دوسروں کو بھی دکھایا ہے اس میں ایسا کوئی مضمون نہیں۔ یہ سارے کا سارا جھوٹ ہے۔ اتنا بڑا جھوٹ اپنی طرف سے بنا کر شائع کر دیا گیا ہے۔ میں قادیان والوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ دکھائیں کہ کہاں میں نے ایسے الفاظ لکھے ہیں۔ کوئی خدا کا خوف نہیں۔ کوئی دیانت داری نہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اتنا بڑا افترا کرتے ہوئے ذرا شرم نہیں کرتے۔

میں پسند نہیں کرتا کہ وقت ضائع ہو

میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی باتوں پہ وقت ضائع ہو۔ اب دیکھئے کہ اتنی محنت ہوئی ہے اس کتاب (جنازہ کی حقیقت) پہ اتنا وقت ضائع ہوا ہے لیکن نتیجہ کیا ہے چند دام افتادہ تو یہی کہیں گے سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس جواب میں بھی ہماری ہی تائید ہے کہ خلیفہ قادیان کا مسلک حضرت مسیح موعود کے مسلک کے خلاف ہے۔

میاں صاحب کو بحث کا چیلنج

میں میاں صاحب کو کئی مرتبہ اس بارہ میں بحث کا چیلنج دے چکا ہوں اب بھی کہتا ہوں کہ بلا اگر بڑے میاں نہیں نکلتے تو چھوٹے میاں ہی نکل پڑیں بشرطیکہ بڑے میاں صاحب اپنی معذوری کا اظہار کر کے چھوٹے میاں صاحب کے ساختہ پرداختہ کو منظور کر لیں تو وہی میدان مباحثہ میں نکلیں۔ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ یونہی سہی کہ ان کے سوالات اور جوابات ایک معین حد کے اندر اور میرے سوالات اور جوابات اسی حد کے اندر دونوں اخباروں میں شائع ہوتے رہیں۔ میں نے یہ بھی تجویز کی تھی کہ کچھ آدمی ان کی جماعت میں سے بطور ثالث میں چن لونگا۔ اور اسی قدر میری جماعت میں سے وہ چن لیں لیکن اس تجویز کو میاں صاحب ماننے کیلئے تیار نہیں۔ میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں۔ آخر کیوں اپنی جماعت کے اُن آدمیوں پر اعتماد نہیں کرتے جن کو میں چنوں۔ جب میں انہیں اجازت دیتا ہوں کہ اسی قدر آدمی وہ میری جماعت میں سے چن لیں۔ اگر اپنے آدمیوں پر بھی اعتماد نہیں تو

تو کیا حق ہے تمہارے پاس جب یہ حالت ہو گئی کہ اپنے آدمی ان کے خلاف فیصلہ کر دیں گے تو ظاہر ہے کہ خود ان کے دل بھی ان کے ساتھ نہیں ہیں۔

امریکہ میں آباد مسلمان!

ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے

(پیغام صلح لاہور کے لئے)

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ امریکہ میں بہت سے مسلمان آباد ہیں۔ اُن کو ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ان کی عبادت کے طریقوں پر کوئی پابندی نہیں۔ مسلمان مبلغین کو بھی ملک میں آزادی کے ساتھ داخل ہونے اور تبلیغ کا کام کرنے کی اجازت ہے۔

امریکہ میں تین طرح کے مسلمان ہیں۔ ایک وہ جو مختلف مشرقی ممالک سے ترک وطن کر کے اپنے خاندان سمیت یہاں آ گئے اور یہاں کاشتکاری، تجارت اور دوسرے کاروبار میں لگ گئے۔ یہ لوگ سالہا سال سے یہاں آباد ہیں اور اُن کو امریکی رعایا کے تمام حقوق حاصل ہیں۔

دوسرا گروہ ان امریکنوں کا ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور تیسرا وہ جو پیدائش سے امریکی رعایا ہیں۔ مثلاً فلپائن کے دو اہم جزیروں کے باشندے۔ یہ تیسرا گروہ جزائر سولو اور منڈاناؤ کے باشندوں اور ملایا کے مسلمانوں کی اولاد ہے۔ اُن کی رگوں میں عرب خون ہے ان کے علاوہ بہت سے مشرقی اہل علم بھی ہیں۔ جو مختلف وجوہ سے امریکہ کے بڑے بڑے شہروں مثلاً نیو یارک، شکاگو، بوسٹن اور کیلیفورنیا کے ساحلی شہروں میں مقیم اور آباد ہیں۔

خاص امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ آخری مردم شماری کی بنا پر اس تعداد میں جزائر فلپائن کی چار لاکھ تینتالیس ہزار سینتیس کی آبادی بھی شامل کرنا چاہئے۔

عام طور پر یہ تمام امریکی مسلمان خوش و خرم ہیں۔ جو کہ یہ امریکہ میں انفرادی آزادی ہر شخص کو حاصل ہے۔ اور امریکہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے وہاں کا ہر مسلمان مکمل آزادی سے بہرہ ور ہے۔

بلند معیار معاشرت

ان کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہے۔ پٹھان بحر الکاہل کے ساحل پر زرخیز قطعات اراضی اور باغات کے مالک ہیں۔ عرب درآمد اور برآمد کی تجارت کرتے ہیں۔ شامیوں نے سٹور قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور ترکی اور ہندوستان کے بہت سے افراد یہاں کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر ہیں۔

ان کے مکانات اتنے ہی شاندار ہیں۔ جتنے کہ دوسرے اہل امریکہ کے۔ یہ لوگ امریکہ کی سوسائٹی کے معزز اور خوشحال عنصر ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف رنگ نسل اور مذہب کے سلسلہ میں کوئی تعصب نہیں برتا جاتا۔ اس کی دو خاص وجہیں ہیں اول یہ کہ امریکی سوسائٹی میں بین الاقوامی عنصر بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے نسلی عداوت وغیرہ سب ختم ہو گئے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک متوسط امریکی کے پاس اتنا فاضل وقت بھی نہیں ہوتا کہ وہ اس کو تعصب میں ضائع کرے وہ صرف کام کی تکمیل چاہتا ہے۔ بعض حصوں میں منگولیوں یا حبشیوں کی مخالفت کی جو رو کبھی کبھی موسمی بخار کی طرح کچھ عرصہ کے لئے پھیل جاتی ہے وہ اور ہی بات ہے اور مسلمانوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیلیفورنیا میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد ہے مسلمانوں کا زیادہ عنصر امریکہ کے حرفتی اور تجارتی علاقوں یعنی مشرقی اور شمالی ریاستوں میں آباد ہے اسی طرح ڈیٹرائیٹ میں دس ہزار، نیو یارک میں پانچ ہزار، کلیولینڈ میں تین ہزار اور مساچوسٹ نیز پنسلوانیا کی ریاستوں میں دو ہزار مسلمان ہیں۔ اسی طرح جزیرہ رہوڈ میں پانچ ہزار ہیں۔ باقی ملک کے پورے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

نشان ہلال

اس مسلم آبادی کی سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ ہلالی شکل میں پھیلی ہوئی ہے (ہلال اسلام کا مذہبی نشان ہے) چنانچہ اگر ڈیٹرائیٹ ہلال کا بایاں ابتدائی نقطہ فرض کر لیا جائے تو یہ کلیولینڈ کی طرف مڑتا ہے۔ اور پٹسبرگ کی طرف جھکتا ہوا۔ نیو یارک کی طرف بلندی میں مڑتا ہے۔ اور نصف دائرہ کی شکل میں اوپر اٹھتا ہوا مساچوسٹس پر ختم ہوتا ہے۔

بروکلین میں مسلمانوں کی ایک عبادت گاہ ہے۔ یہ ایک سہ منزلہ عمارت ہے اور اس کا انتظام وغیرہ سب کچھ اینگلو مسلم ایسوسی ایشن کے ہاتھ میں ہے۔ اس انجمن کے بہت سے ممبر تاتاری ہیں۔ اور عربی بولنے والی دنیا کے بھی بہت سے باشندے ہیں۔ اس کے علاوہ عرب شامی اور فلسطینیوں کا ایک معاشرتی مرکز نیو یارک میں بھی ہے۔ نیو یارک کے مسلمان عربی زبان میں البیان نامی ایک اخبار نیو یارک سے نکالتے ہیں۔ نیو یارک میں ہر سال کلام مجید کی دو تین سو جلدیں فروخت ہو جاتی ہیں۔

قبول اسلام

امریکہ میں اسلام کی تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں۔ جنگ عظیم کے بعد بہت سے ہندوستانی مبلغین امریکہ پہنچ گئے تھے۔ ۱۹۳۳ء تک تبلیغ اسلام کے چھ مرکز بن گئے تھے۔ یہ شکاگو، پٹسبرگ، سنسناٹی، انڈیانا پولس، ڈیٹرائیٹ، کنساس میں تھے امریکہ میں اب تک آٹھ ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ہندوستانی مبلغین کے علاوہ مراقش کے مسلمانوں کا ایک تبلیغی ادارہ بھی کام کر رہا ہے۔ یہ ادارہ خاص کر امریکی حبشیوں میں تبلیغ کرتا ہے تاکہ اس نسل کو دوبارہ عروج حاصل ہو۔ ان کوششوں کا نتیجہ حبشیوں کے اسلام قبول کرنے کے علاوہ یہ بھی ہوا، کہ یہ لوگ اب اپنے آپ کو اسپین کے مسلمانوں کی اولاد سمجھنے لگے ہیں۔ اس طرح ایک قسم کی نفسیاتی بلندی انکو حاصل ہو گئی ہے امریکہ کی نوآبادیوں میں بھی مسلمان کافی تعداد میں موجود ہیں۔ مثلاً جزائر فلپائن کو لیجئے۔ ان جزیروں میں سے ایک جزیرہ منڈاناؤ ہے آب و ہوا اور وہاں کے رسم و رواج ملایا سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ جزیرہ سولو میں بھی مسلمان آباد ہیں۔ اور یہ جزیرہ متذکرہ بالا جزیرہ کے قریب ہی ہے۔

مغربی دنیا کے مسلمان

اس حصہ میں مذہب اسلام چودھویں صدی عیسوی میں پہنچا۔ ان جزائر کی ملکیت کئی مرتبہ تبدیل ہوئی مگر یہاں مسلمانوں کے مذہب اور مسلمانوں کی املاک کو جو تفوق حاصل تھا اس میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ اس طرح ان دور دراز علاقوں کا حکمران طبقہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتا ہے [illegible] مذہب کا پابند ہے۔

یہاں اسلام ملایا، سماٹرا اور جاوا سے آیا۔ تقریباً ہر قریہ پر ایک نہ ایک مسجد ہے اور شاید ہی کوئی ایسا قریہ یا محلہ ہو جس میں ایک نہ ایک حاجی موجود نہ ہو۔ ہر سال سینکڑوں لوگ یہاں سے حج کرنے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ ان کے اس جوش اسلامی کی قدر آپ کی نظر میں اسی وقت ہوگی۔ جب آپکو یہ معلوم ہوگا کہ یہ لوگ جدہ پچاس دن کے سفر کے بعد پہنچتے ہیں۔

یہ باشندے مورس کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ۱۵۶۵ء میں جب اہل سپین فاتحانہ حیثیت سے یہاں آئے تو ان کو یہاں بہت اچھی طرح منظم مسلمان ملے جنکو وہ زیر نہ کر سکے تو ان اسپین والوں نے ان مسلمانوں کو مورس کا نام دیا اور تمام مسلمانوں کو سپین کے ساتویں صدی والے مسلمانوں سے متعلق کر دیا ہے۔

یہ نام آج تک رائج ہے۔ منڈاناؤ کے مشرقی ساحل پر جو سمندر ہے۔ وہ بھی اسلامی نام سے موسوم ہے اور خلیج مورو کہلاتا ہے۔ ان لوگوں کی تعزیرات ملکی عربی کی زبان میں ہے۔ اور اختلاف کی صورت میں زبان عربی والا ترجمہ زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے۔

ریت کا سمندر

جنوری ۱۹۳۳ء میں مسٹر کینیڈی شا کی رہنمائی میں ایک گروہ جس میں ایک خاتون بھی شریک تھی۔ جنوبی لیبیا کے صحرا کے سفر پر گیا۔ اس گروہ نے اس صحرا میں گذشتہ زمانہ کی انسانی آبادی کے بہت سے آثار پائے۔ انہوں نے غاروں میں اور چٹانوں پر بعض بہترین نمونے پائے۔ تصویریں جن کی تعداد [illegible] تھی اور ان میں انسانوں اور جانوروں کی شکلیں بنی تھیں [illegible] پانچ ہزار سال قبل مسیح کے زمانے کے معلوم ہوتے تھے۔ ان کی گردنوں کے پٹے اور زنجیروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پالتو تھے۔ اس صحرا میں ایک دریا بھی ہے جو ۵۹۰ میل لمبا ہے لیکن اس کا پیندا بالکل خشک ہے۔ انہیں حصوں میں پتھر کے سینکڑوں مقبرے ہیں۔ ایک لاش کی گردن میں عقیق کے کچھ دانے اور کمر میں سیپ تھے۔ اس کے علاوہ پالش کی ہوئی کلہاڑیاں اور کئی قسم کی چکیاں تھیں۔ ان مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ اس صحرا میں انسانی آبادیاں تھیں جو ان مویشیوں اور اوزاروں کے ذریعے زراعت کا کام کیا کرتی تھیں۔ اس صحرا کے متعلق مسٹر کینیڈی بہت ہی دلچسپ بیان دیتے ہیں۔ اس ریت کے سمندر کا رقبہ آئرلینڈ جتنا بڑا ہے۔ اور جس طرح سمندر میں تغیر و تبدل ہوا کرتا ہے اس طرح یہاں بھی تغیرات محسوس ہوتے ہیں۔ سردیوں میں یہ مقام اتنا خوشگوار ہو جاتا ہے کہ اس سے دلکش مقام شاید ہی کوئی اور ہوتا ہو۔ لیکن جب گرم ہوائیں چلنے لگتی ہیں تو ریت پگھل کر سیال ہو جاتی ہے۔ اور موٹر مشکل سے چند گز آگے بڑھ سکتا ہے۔ پانی ایک سو میل کے اندر کہیں نہیں دکھائی دیتا۔ اور صحرا اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ناخوشگوار مقام ہوتا ہو۔ صحرا کے بعض حصے بالکل صاف ہیں۔ وہاں نہ کوئی درخت ہے نہ جانور اور نہ مٹی۔ لیکن ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں ہم اپنے کو دو طوفانی موجوں کے درمیان پاتے ہیں۔

(ماخوذ)

نوجوانان جماعت کیلئے قابل تقلید نمونہ

قارئین پیغام صلح کو ہمارے مخلص اور مستعد کارکن چودھری محمد سعید صاحب کے مقدمات میں باعزت بحال ہو جانے کا علم ہو چکا ہے۔ چودھری صاحب نے جس صبر استقلال اور رضا الٰہی کے ساتھ اپنی مصیبت کے چار سال بسر کئے ہیں ان سے صرف وہی احباب واقف ہیں جن کو ان سے ان ایام میں اکثر ملنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ چودھری صاحب کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر بڑا زبردست محکم ایمان تھا۔ ان ایام مصیبت اور ابتلا میں انہوں نے بہترین نمونہ دکھایا ہے۔ مقدمہ کی مصائب کے اندر انسان خدا کو بھول جاتا ہے اور پھر جبکہ اس کے ساتھ ہی مالی مشکلات کا بھی سامنا ہو معمولی انسان ان حالات میں گھبرا جاتا ہے۔ اس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے اور وہ نعوذ باللہ خدا پر صرف اعتراضات ہی نہیں کرنے لگتا۔ بلکہ اس کا منکر ہو جاتا ہے اور اس کی مایوسی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ خودکشی جیسے افعال کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ایسے حالات میں انسان انسانیت سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس کا خیال اس طرف جاتا ہے کہ میں بالکل بیگناہ اور بے قصور ہوں اور ان حالات میں اگر خدا کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر نہیں آتا تو اس کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا . . کچھ نہیں۔ ورنہ وہ ایک بیگناہ انسان کو اس قدر مصائب اور تکالیف میں گرفتار نہ کرتا اور اس کا یہ خیال بادی النظر میں حق بجانب معلوم ہوتا ہے لیکن ایسے انسان جن کا خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور بھروسہ ہوتا ہے وہ ان مصائب میں پڑ کر اور چمکتے ہیں اور ان کا قدم ہرگز نہیں ڈگمگاتا چودھری صاحب اس امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان ایام میں بھی ان کے منہ میں کبھی کلمہ کفر یا شکایت نہیں آیا۔ نمازوں میں وہی خشوع و خضوع تھا۔ کبھی شکایت نہیں کی۔ پھر ان مصائب کے ساتھ مالی مشکلات تھیں۔ لیکن اس میں بھی کمال کا نمونہ دکھایا ہے۔ کیا مجال ہے کہ کسی ماہ اپنا موعودہ چندہ ادا کرنے میں تساہل یا غفلت سے کام لیا ہو۔ جس قدر رقم کمائی تھی خواہ وہ کس قدر ہی قلیل کیوں نہ ہو اس میں سے دسواں حصہ ضرور قومی بیت المال میں ادا کرتے رہے اور پھر اب جبکہ بحال ہو جانے پر گذشتہ چار سال کی پوری تنخواہ یکمشت ملی۔ تو سب سے اوّل اس کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں ادا کر دیا۔ روپے کی محبت بڑی بُری چیز ہے۔ الا علی الخاشعین۔ اور جو اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ **فذالک الفوز العظیم**

میں اس موقع پر جہاں اپنی جماعت کے نوجوانوں کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ کہ خدا پر کامل ایمان اور یقین ایسی نعمت عظمیٰ ہے۔ جس کے برابر دنیا بھر میں کوئی نعمت نہیں۔ وہاں یہ بات بھی پیش کرنی چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں وقت اور مال خرچ کرکے کوئی شخص خسارہ اور گھاٹا میں نہیں رہتا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نماز سے وقت ضائع ہوتا ہے یا مال کے خرچ کرنے سے غریب ہو جاتا ہے۔ تو بڑا سخت غلطی خوردہ ہے تاریخ اسلام میں ایک نہیں ہزارہا ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کوڑی خرچ کرتا ہے تو سینکڑوں پاتا ہے۔ اور سینکڑوں خرچ کرتا ہے تو لاکھوں پاتا ہے۔ سو تاریخ اسلام ہمیں بتلاتی ہے کہ خدا کی راہ میں مال اور وقت صرف کرنے سے کبھی کوئی انسان خسارہ میں نہیں رہا۔ دوسری بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے قادیانی دوست یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کے اندر قربانی کی روح بالکل مر چکی ہے۔ بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ان کو سلسلہ اور خدمت اسلام کے کام سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں رہا۔ وہ چودھری صاحب کی مثال پر غور کریں۔ خدا کے فضل و کرم سے جماعت کے نوجوان زندہ ہیں اور میں نے اس کا مشاہدہ اپنے تبلیغی دورہ میں بھی کیا ہے خدا کا بڑا فضل و احسان ہے کہ ہماری جماعتیں زندہ ہیں ہمارے نوجوانوں کے اندر کام کرنے کا ایک جوش اور ولولہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ جو قدرے سست ہیں، ان کو بھی چست بنائیں۔ اور جو مستعد ہیں وہ اور زیادہ مستعد ہو جائیں۔ تاکہ لئن شکرتم لازیدنکم کے ماتحت ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش کے جاذب بن سکیں۔

خاکسار

(شیخ محمد عبد اللہ۔ بی۔ ایچ سندی)

احمدی نوجوان امسال تبلیغی پروگرام کو ہر وقت پیش نظر رکھیں

برلین میں برطانوی ہوائی جہازوں کی بمباری

ایک غیر جانبدار نامہ نگار کے تاثرات

لزبن ۱۵ راپریل۔ برلین پر برطانوی طیاروں کی ہلاکت آفرین بمباریوں کے چشم دید حالات ایک غیر جانبدار نامہ نگار نے جرمنی سے واپس آکر بیان کئے ہیں۔ اس حملے کی رات اس نامہ نگار کو برلین کے ہوٹل "ایڈلان" کے تہ خانوں میں امریکہ کے سابق سفیر بلجیم مسٹر جان گوڈاہی کی معیت میں گزارنی پڑی تھی۔ جو آج کل برلین میں ایک امریکن اخبار کا نامہ نگار ہے۔

اس نامہ نگار نے بیان کیا ہے کہ برطانوی طیاروں کے بم اس قدر زبردست تھے کہ تہ خانوں میں بھی پناہ گزین نہ بچ سکے۔ عمارتوں کو تباہ کرتے ہوئے یہ بم زمین میں دھنس گئے اور تہ خانوں کو بھی تباہ کر دیا۔ ایک تہ خانے پر بم گرنے سے پانی کی بہم رسانی کی نالی پھٹ گئی۔ اور پناہ گزینوں کو اس دوسری آفت کا علم اس وقت ہوا جب تہ خانہ پانی سے بھر گیا۔ ایک اور تہ خانے میں کئی سو پناہ گزین ملبے کے نیچے دب کر رہ گئے۔ برلین میں اب حفاظت سے رہنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اور باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔

صبح کے وقت جب یہ نامہ نگار ہوٹل چھوڑ کر جرمنی سے واپس آنے کیلئے ہوائی اڈے کو جا رہا تھا۔ تو راستہ میں اس نے ہر طرف آتشزدگیوں کے آثار دیکھے۔ سرکاری عمارتوں میں تو ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ نازیوں نے دیگر علاقوں کی کوئی پروا نہ کی تھی۔ انہوں نے اپنے فوجی اڈوں اور سرکاری عمارتوں کی آگ بجھانے کی طرف ہی توجہ دی تھی۔

برطانوی بموں کی تباہ کاری کا معیار دیکھ کر جرمنوں نے اب زیادہ گہرے تہ خانے بنانے شروع کئے ہیں۔ مگر اس نامہ نگار کی رائے میں یہ تہ خانے بھی ان برطانوی بموں کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔

جنگ کی اغراض کیلئے کاریگروں کی ٹریننگ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

جنگ کی اغراض کیلئے کاریگروں کی ٹریننگ لاہور میں اطمینان بخش طریق پر جاری ہے۔ صوبہ کی طرف سے آٹھ سو سے زیادہ امیدوار مہیا کئے جا چکے ہیں۔ جو مختلف اداروں اور ٹریننگ کے مرکزوں میں بھیجے گئے ہیں۔

اب ریزرو لسٹ پر رکھنے کے لئے مزید ایک ہزار امیدوار منتخب کئے جائیں گے۔ اور انہیں بھی ٹریننگ کے مختلف اداروں میں بھیجا جائے گا۔ صوبہ کی مختلف اقوام اور ہر حصے سے منتخب امیدواروں کو زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے لئے ٹریننگ دی جائیگی جس کے بعد وہ غالباً ہندوستانی فوج یا سول انڈسٹری کے ٹیکنیکل شعبوں میں بطور کاریگر لئے جائیں گے سلیکشن کمیٹی جو عام طور پر ایک مہینہ میں دو بار بیٹھتی ہے۔ امیدوار منتخب کرتی ہے۔

ہماری اس سال کی تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں بزرگ اشاعت اسلام کیلئے وصیت کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور ان کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں۔ ہمارے بلند اور رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشو و نما کا باعث۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں۔ انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہیئے۔ کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے ◆

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (للعہ)
طلباء سے
سالانہ ۔ چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ ۔ پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور ۔ یوم شنبہ مطبوعہ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۴۱ء — نمبر ۲۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسان مجاہدہ دعا اور توبہ کے ذریعہ تبدیل اخلاق پر قادر ہے

پس ہماری جماعت ہو یا کوئی اور ہو وہ تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ مجاہدہ اور دعا سے کام لیں ورنہ ممکن نہیں حکماء کے تبدیل اخلاق پر دو مذہب ہیں۔ ایک تو وہ جو یہ مانتے ہیں کہ انسان تبدیل اخلاق پر قادر ہے اور دوسرے وہ ہیں جو مانتے ہیں کہ وہ قادر نہیں اصلی بات یہ ہے کہ اگر کسل اور سستی نہ ہو اور انسان ہاتھ پیر ہلائے تو تبدیلی ہو سکتی ہے۔ مجھے اس مقام پر ایک حکایت یاد آگئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ یونانیوں کے مشہور فلاسفر افلاطون کے پاس ایک آدمی آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اندر اطلاع کرائی۔ افلاطون کا قاعدہ تھا کہ جب تک وہ ملاقات کرنے والے کا حلیہ اور نقوش چہرہ کو معلوم نہ کر لیتا تھا اندر نہیں آنے دیتا تھا وہ قیافہ سے استنباط کر لیا کرتا تھا۔ کہ شخص مذکور کس قسم کا ہے۔ چنانچہ نوکر نے آکر حسب معمول اس کا حلیہ بتلایا۔ افلاطون نے جواب دیا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ چونکہ تم میں اخلاق رذیلہ بہت ہیں اس لئے میں ملنا نہیں چاہتا۔ اس آدمی نے جب افلاطون کا یہ جواب سنا تو نوکر سے کہا تم جا کر کہہ دو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک ہے۔ مگر میں نے اپنی عادات رذیلہ کا قلع قمع کر کے اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے کہا ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کو اندر بلایا اور نہایت عزت و اکرام کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔ جن حکماء کا یہ خیال ہے۔ کہ تبدیل اخلاق ممکن نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملازمت پیشہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں۔ جب وہ سچی توبہ کرتے ہیں تو اس کے بعد اگر کوئی ان کو سونے کا پہاڑ بھی رشوت میں دے تو اس پر نگاہ نہیں کرتے۔ توبہ دراصل حصول اخلاق حسنہ کے لئے بڑی محرک اور مؤید چیز ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔

(۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی ہے دعا ہے۔ اللہ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

۱ ۔ چودھری دوست محمد خاں صاحب جہلم
۲ ۔ علی احمد صاحب خانے وال
۳ ۔ شیخ محمد عبدالغنی صاحب لاہور
۴ ۔ عبدالرشید صاحب قادیان
۵ ۔ عبدالغنی خانصاحب لائل پور
۶ ۔ فضل احمد صاحب ؍؍
۷ ۔ حمید احمد نور ذوالفقار صاحب ؍؍
۸ ۔ محمد حسین صاحب کلرک ؍؍
۹ ۔ شاکر خانصاحب ؍؍
۱۰ ۔ رشید احمد صاحب مسرت ؍؍
۱۱ ۔ ملک برکت علی صاحب ؍؍
۱۲ ۔ فضل احمد صاحب ولد منشی علی گوہر لائل پور
۱۳ ۔ ملک محمد اعظم خانصاحب ؍؍
۱۴ ۔ نظام الدین صاحب ؍؍
۱۵ ۔ شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب ؍؍
۱۶ ۔ محمد انور صاحب ؍؍
۱۷ ۔ مجید احمد صاحب ؍؍
۱۸ ۔ شیخ خادم حسین صاحب ؍؍
۱۹ ۔ علی گوہر صاحب ؍؍
۲۰ ۔ احمد جان صاحب ؍؍
۲۱ ۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب ؍؍

کیا نجاشی مسلمان نہ تھا؟

اسلام کی تعریف کو وسیع کرنے کی بے سود کوشش

(از جناب مولوی عبدالواحد صاحب بی۔اے)

مباحثہ راولپنڈی میں مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو یہ تسلیم کرنا پڑا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک گونہ مصدق غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز قرار دیا ہے چنانچہ جب انہیں توجہ دلائی گئی کہ آپ نے ایک گونہ مصدق غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز مان لیا ہے۔ تو پھر مولوی صاحب موصوف رسول کریم کی سنت سے کوئی ایسا واقعہ تلاش کرنے لگے کہ جس سے ظاہر ہو کہ بغرض جنازہ احمدی اور مسلمان کی تعریف میں ذرا نرمی اور وسعت رکھی گئی ہے اور اس لئے حضرت رسول کریم نے نجاشی کا جنازہ پڑھ لیا تھا۔ حالانکہ وہ محض ایک مصدق تھا اور اس نے علانیہ تبدیلی مذہب کا اظہار نہ کیا تھا اور نہ ہی باقاعدہ طور بیعت کی تھی اور نہ اسلامی نظام میں داخل ہوا تھا۔ مولوی صاحب موصوف کے الفاظ حسب ذیل ہیں :۔

"پھر آپ کو معلوم ہے کہ نجاشی مسلمان بنا یا نہیں، اس نے کب بیعت کی تھی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا یا نہیں۔ یہ ہمیں کا ادر معاملہ ہے۔ ان کو خدا براہ راست بھی اطلاع دیدیتا ہے۔ اس صورت میں ظاہری بیعت کی ضرورت نہیں ہوتی"

مولوی اللہ دتا صاحب نے تو اپنا مفہوم اچھی طرح ظاہر نہ کیا بلکہ ان کے الفاظ گول مول تھے۔ لیکن ان ہی دنوں میں جناب میاں بشیر احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" میں مولوی اللہ دتا صاحب کے الفاظ کی تشریح کر دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ جنازہ صرف مسلمان کا پڑھا جائے اور جو شخص کفر کی حالت میں مرتا ہے مسلمان اس کا جنازہ نہ پڑھیں، بلکہ اس کے معاملہ کو حوالہ بخدا کر کے خاموشی اختیار کریں، مگر غور کیا جائے تو اس بارے میں مسلمان کی تعریف میں دوسرے مسائل کے نسبت کسی قدر وسعت اور نرمی رکھی گئی ہے اور باقاعدہ طور پر اسلام میں داخل ہونے والوں اور اسلامی تعلیم و طریقت کو کلی طور پر قبول کرنے والوں کے علاوہ عمومی رنگ میں تصدیق کرنے والے اور سچا جاننے والے کو بھی جنازہ کی غرض کے ماتحت مسلمان شمار کیا گیا ہے، بشرطیکہ ایسی تصدیق دل کے اخلاص پر مبنی ہو۔ اور اس کے ساتھ کوئی پہلو انکار یا تکذیب کا نہ پایا جائے"

اب جو بات بیان سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میاں صاحب موصوف کے نزدیک مختلف اسلامی مسائل کے لحاظ سے اسلام کی تعریف میں وسعت اور نرمی اور تنگی یا سختی رکھی گئی ہے۔ مثلاً جو نماز نہ پڑھے وہ کافر لیکن ایک اور عمومی رنگ میں اسلام کی تصدیق کرنے والا شخص بغرض جنازہ مسلمان اگرچہ وہ ظاہری اور باقاعدہ طور پر نظام اسلام میں بھی داخل نہ ہوتا ہو۔ اسی طرح توحید اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور روزمرہ اور نکاح اور وراثت یا اور دیگر قسم کے مسائل اسلامی میں سے ہر ایک کی غرض سے اسلام کی تعریف مختلف ہوئی لیکن معلوم نہیں کہ ہر کسی شخص کے اسلام اور کفر کیلئے میاں صاحب نے معیار کیا مقرر کیا ہے کیا ہر ایک مسئلہ کے لحاظ سے یہ دیکھا جائے گا کہ وہ پکا مسلمان ہے یا نہیں۔ یا مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا اور روزہ نہیں رکھتا۔ لیکن دوسرے ارکان کا پابند ہے اور مسلمانوں میں ہی ملا جلا رہتا ہے تو میاں صاحب اس کو کیا کہیں گے۔ یا ایک شخص ظاہری طور پر تمام ارکان کا پابند ہو لیکن مسلمانوں سے وہ کسی دور جگہ میں پڑا ہوا ہو اور مسلمانوں کے ساتھ ملا جلا نہ رہتا ہو تو وہ کیا کہلائے گا۔ اور اگر کسی شخص نے باقاعدہ طور پر نہ اسلام لانے کا اظہار کیا ہو۔ اور نہ ہی مسلمانوں میں مل جل کر رہتا ہو لیکن عمومی طور پر وہ اسلام کی تصدیق کرتا ہو تو وہ ایسے کیا کہلائیگا اور جنازہ کی غرض سے کیا کہلائیگا۔ میاں صاحب غور کریں کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔

بغرض جنازہ اسلام کی تعریف میں وسعت اور نرمی کا مصداق بھی میاں صاحب ایک ہی پیش کر سکے ہیں یعنی نجاشی۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں :"چنانچہ تاریخ و حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا جنازہ پڑھا۔ حالانکہ نجاشی کے متعلق صرف عمومی تصدیق ثابت ہے یعنی اس نے صحابہ کی زبانی آنحضرت صلعم کے دعویٰ کا حال سنا اور آپ کی تصدیق کی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو صرف ایک ہی واقعہ ملا یعنی نجاشی کا کہ اس نے عمومی رنگ میں تصدیق کی اور اس لئے آنحضرت صلعم نے اس کا جنازہ پڑھا۔ لیکن اس عمومی تصدیق کا حال سن لیجئے کہ وہ کیا ہے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں :۔

"پس یہ دونوں دعائے جنازہ سے محروم رہ گئے (یعنی ابوجہل اور ابوطالب، ناقل) اور وہ شخص جنازہ کا حقدار پایا جو مصدق ہے اور ہمارا اسکے ہمارے ساتھ ملا جلا رہتا ہے۔ اب دیکھو یہ تشریح کس قدر لطیف اور کس قدر واضح اور کس قدر درست ہے اس تشریح کی رو سے حقیقتاً صرف احمدیوں کا جنازہ ہی جائز قرار پاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص احمدیت کا مصدق ہے۔ اور احمدیوں کے اندر ہی ملا جلا رہتا ہے۔ وہ یقیناً احمدی ہے اور کسی طرح غیر احمدی نہیں سمجھا جا سکتا"

اب جب احمدی کی یہ تعریف ہو گئی۔ کہ عمومی رنگ میں تصدیق کرنیوالا اور احمدیوں یا مسلمانوں میں ملا جلا رہنے والا حقیقتاً احمدی یا مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو اسلام کی تعریف میں وسعت اور نرمی کہاں گئی جو میاں صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ شخص تو حقیقتاً احمدی یا مسلمان ہو گیا۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم نے کسی غرض کے ماتحت بھی اسلام کی تعریف میں وسعت اور نرمی روا نہیں رکھی۔ جو اسلام تھا اس میں انہوں نے کبھی بھی کمی و بیشی نہیں کی۔ تمام اغراض کے مدنظر اسلام ایک ہی تھا اور اس میں تبدیلی ہو بھی کس طرح سکتی ہے۔ اسلام خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد کی رسالت پر ایمان کا نام ہے اور اس میں کمی و بیشی کرنا یا کسی وقت اس میں وسعت اور نرمی یا تنگی اور سختی کرنا یقیناً اسلام کے ساتھ استہزا ہے۔ ورنہ رسول کریم کی زندگی میں بہتیرے ایسے واقع پیش آئے تھے جن میں آپ وسعت اور نرمی سے کام لیتے اور خاصکر جنازہ کی غرض سے تو آپ کی زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی کوئی رعایت نہیں کی۔ بلکہ کسی قدر سختی ضرور کی ہے یعنی آپ کسی مقروض مسلمان کا جنازہ نہ پڑھتے تھے۔ جب تک اس کے قرضہ کی ادائیگی کا ذمہ کوئی اور مسلمان نہ لیتا۔ اور اگر ذرا نرمی روا رکھنی تھی تو آپ اپنے چچا ابوطالب کا جنازہ پڑھتے جس نے ساری عمر آپ کی حمایت کی۔ کبھی بھی تکفیر اور تکذیب نہیں کی اور ہمیشہ رسول کریم کے ساتھ ملے جلے رہے اور آپ کی وجہ سے انتہائی دکھ اور مصائب برداشت کئے۔ وفات پر اگر آنحضرت اس کا جنازہ پڑھ لیتے تو ممکن تھا ان کے رشتہ داروں میں سے بوجہ تالیف قلوب ہونے کے کچھ اور لوگ بھی مسلمان ہو جاتے۔ لیکن آپ نے ابوطالب کا جنازہ نہ پڑھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کبھی بھی اسلام کی تعریف میں رحم کا پہلو اختیار نہیں کیا۔ اور بھی بہت سے اس قسم کی مثالیں مل سکتی ہیں۔

لیکن میاں بشیر احمد صاحب کی اس عمومی تصدیق کا حال بھی سن لیجئے۔ کہ یہ کس حد تک ان کے مسلک کے مطابق ہے اور یہ طریقہ انہوں نے کیوں اختیار کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے فتاوے دربارہ جواز جنازہ غیر احمدی کا جواب ان کے پاس نہیں اور اب حضرت مسیح موعود اور رسول کریم کی طرف احمدی اور اسلام کی تعریف میں وسعت اور نرمی منسوب کرتے ہیں۔ گویا نعوذ باللہ نہ رسول کریم میں ایمانی اور روحانی دلیری تھی کہ ایک غیر مسلمان کا جنازہ پڑھا اور ... صاف جواب نہ دیا کہ چونکہ تو فی مسلمان نہیں اس لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھتے اور نہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جرأت سے کام لے سکے اور نجاشی کے معاملہ میں تو رسول کریم کو کسی مسلمان نے یا نجاشی کے رشتہ داروں نے دعائے جنازہ کیلئے نہ کہا تھا۔ بلکہ انہوں نے از خود ارشاد الٰہی پاتے ہوئے اس کا جنازہ پڑھا تھا۔ پس ان فتاویٰ کے جواب سے عاجز آتے ہوئے اب میاں صاحب بغرض مسئلہ جنازہ اسلام اور احمدیت کی تعریف میں ترمیم و تنسیخ کرنے لگے ہیں۔ لیکن ملاحظہ ہو کہ خود یہ وسعت ظاہر کرنا کس قدر ان کے مسلک کے خلاف ہے۔ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان غیر احمدی کے جنازہ کے بارہ میں اپنی کتاب "انوار خلافت" میں یوں فرماتے ہیں :۔

"باقی رہا کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب کو تو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے۔ اس کو ممکن ہے خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شریعت کا فتویٰ ظاہری حالت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اس کے متعلق یہی کرنا چاہئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں" (صفحہ ۹۳)

اب دیکھئے خلیفہ صاحب تو عمومی رنگ میں تصدیق کرنے والے اور سچا کہنے والے کا جنازہ ناجائز ٹھہراتے ہیں لیکن ان کے برادر خورد اور ہمنوا شاگرد مولوی اللہ دتا صاحب جنازہ کی غرض سے اسلام اور احمدیت کی تعریف میں وسعت کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی اللہ دتا صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب بتائیں کہ ان کی تحریرات کے مطابق "نجاشی نے بیعت نہ کی تھی اور نہ ہی تبدیلی مذہب کا مکمل کھلا اعلان کیا تھا۔ لیکن رسول کریم نے اسی کا جنازہ پڑھا تھا۔ تو نعوذ باللہ رسول کریم پر کیا فتویٰ ہوا؟ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص حق کو چھوڑتا ہے۔ وہ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے۔ جن کی زد خدا اور اس کے رسول پر پڑتی ہے۔ امید ہے ہر دو صاحبان اپنے فیصلہ پر غور کریں گے۔

میاں صاحب نے اگرچہ یہ وسعت تو اسلام کی تعریف میں

(باقی آئندہ)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲۷

امسال کے تبلیغی پروگرام اور ہمارے نوجوان

ہمارا حقیقی مشن صرف اعلائے کلمۃ الحق ہے

ہمارا حقیقی مشن

امسال کے تبلیغی پروگرام کے متعلق پیغام صلح نے بہت کچھ لکھا ہے اور بار بار احباب سلسلہ کو اس پروگرام کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس وقت تک توجہ دلاتا رہے گا جتنی کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد پوری قوت اور سرگرمی کے ساتھ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے تیار ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اصل مشن اور کام تبلیغ اور اشاعت اسلام ہی ہے۔ اس کے علاوہ سب کام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ باقی امور کی طرف ہم التفات صرف اس لئے کرتے ہیں، تاکہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے راستہ صاف ہو سکے۔ ورنہ اختلافی مسائل میں الجھنے کا نہ ہمیں شوق ہے اور نہ یہ مجرد طور پر چنداں مفید ہیں۔ ہمیں بعض دفعہ اس اصولی اختلاف کو اس لئے نمایاں کرنا پڑتا ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ کے متعلق جو غلط فہمیاں ہمارے قادیانی دوستوں کی نوازشات سے پھیلی ہوئی ہیں وہ کسی حد تک دور ہو سکیں اور ہماری تبلیغی جدوجہد کے لئے راستے صاف ہو سکیں۔

مرور زمانہ اور غلط فہمیاں

ویسے بھی یہ غلط فہمیاں مرور زمانہ سے خود بخود دور ہو چکی ہیں اور دور ہو رہی ہیں بعض عارضی اور ہنگامی حالات نے جو فضا کو ایک حد تک مکدر کر دیا تھا۔ وہ کدورت بھی حالات کے بدل جانے سے دور ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے قلوب سلسلہ کا اثر قبول کرنے کیلئے تیار ہیں، صرف ایک تبلیغی تحریک اور جدوجہد درکار ہے۔

تبلیغ کیلئے بہترین موقعہ

سو اپنی کیفیت اور نوعیت کے لحاظ سے ہماری تبلیغی جدوجہد کے لئے یہ بہترین موقعہ ہے۔ ہمیں اس موقعہ کو ہرگز ہرگز ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔ بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ لوگ ہمارے خیالات اور معتقدات کو نہایت غور سے سنتے ہیں۔ اور قادیانی مذہب سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی موقعہ ہے جبکہ ہمیں حضرت بانئے سلسلہ کی پوزیشن کو بالکل صاف کر دینا چاہئے۔ اور احمدیت کے خالص اسلامی اور احیائی پیغام کو نہایت دلاوری کے ساتھ غیر از جماعت حلقوں میں پیش کرنا چاہئے۔

ہمارا تبلیغی پروگرام

عین اس موقعہ پر جبکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کے لئے راستہ اتنا صاف ہو چکا تھا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حالات کا نظر غائر سے مطالعہ کرتے ہوئے امسالہ تبلیغی پروگرام جماعت کے سامنے رکھا اور جماعت کے ہر فرد کو دعوت دی کہ وہ اس پروگرام کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ عملی جامہ پہنائے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا اعادہ پیغام صلح کی متعدد اشاعتوں میں ہو چکا ہے اور جماعت کا ہر فرد ان ارشادات سے واقف ہے اور ہمیں کامل توقع ہے کہ اس پروگرام کے پیش نظر ہر ایک احمدی کو اپنی ذمہ داری کا بھی بخوبی احساس ہوگا کیونکہ احمدی قوم نہایت ذمہ دار اور فرض شناس قوم ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس موقعہ پر اپنے فرائض کو پس پشت پھینک دے۔ ہمارے بعض دوست نہایت سرگرمی کے ساتھ اس پروگرام پر عمل پیرا ہو چکے ہیں بعض اتنے جوش اور قوت سے عمل پیرا نہیں جو کہ اس تبلیغی لائحہ عمل کیلئے درکار ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض دوست ایسے بھی ہوں جو تساہل اور تغافل کا شکار رہوں اور انہوں نے اس پروگرام کی اہمیت اور ضرورت کو اس شدت سے محسوس نہ کیا ہو جس شدت سے اسے محسوس کرنا چاہئے

جماعت کے نوجوان اور تبلیغ

لیکن جماعت کے نوجوانوں پر سلسلہ کے باقی افراد سے بڑھ کر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان کی رگوں میں گرم گرم خون ہے قلوب میں جولانیاں ہیں اور دماغ میں بے پناہ خیالات کا ہجوم ہے انہیں چاہئے کہ وہ اپنی اس قوت کو اس جہاد پر صرف کریں جماعت احمدیہ کا سب سے بڑا جہاد تبلیغ ہے اور اس جہاد میں فتوحات حاصل کرنے کے لئے نوجوانوں کی قلبی اور وجدانی حرارت درکار ہے۔ دعائے نیم شبی کی ضرورت ہے۔ دنیا کی زندہ اقوام کے نوجوان دنیا میں کارہائے نمایاں کرتے ہیں محض رنگ و نسل کی بقا کیلئے نقد زلیت پیش کر دیتے ہیں۔ صرف مادی مقاصد کیلئے آگ اور خون کا کھیل کھیلتے ہیں۔ لیکن کیا ہمارے نوجوان ان مغربی اقوام کے نوجوانوں سے کم ہیں کیا ان کے مصائب زندگی میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اگر صمیم قلب سے ایک عزم کریں۔ تو اسے اس شان سے عملی جامہ پہنائیں کہ دنیا ان کی سطوت عمل دیکھ کر دنگ رہ جائے۔ ہمارے خیال میں احمدی نوجوان میں زندگی اور اس کے نفوذ کے لئے ایک زبردست قوت موجود ہے۔ وہ اگر متحد ہو کر اپنے تبلیغی مقاصد کو بروئے کار لائیں تو اسلام اور سلسلہ کی زبردست خدمت کر سکتے ہیں۔ ہمارا نصب العین بہت بلند ہے۔ ہم رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود کی حفاظت نہیں چاہتے۔ اشتراکیت، فسطائیت، اور مغربی جمہوریت کے بتوں کی پرستش سے ہمارا دل آلودہ نہیں ہے۔ ہمارا نصب العین بہت بلند ہے۔ ہم اقوام عالم کی تقدیر بدلنا چاہتے ہیں! ہم معیار اشیاء میں تغیر چاہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرنا چاہتے ہیں بہت بڑا کام ہے۔ اس کیلئے شاہین کا دل اور چیتے کا جگر چاہئے۔ تساہل اور تغافل سے دنیا میں کام نہیں ہو سکتے۔ کچھ کر کے دکھانے والوں کے تیور جدا ہوتے ہیں۔ وہ زندہ رہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہو۔ وہ مرتے ہیں تو صرف اس لئے

کہ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہو۔ وہ جب ایک کام کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ان کی مرضی ہم آہنگ ہوا کرتی ہے

ہمارا مقام اور ہمارے فرائض

بطن گیتی سے جو جہان پیدا ہونے والا ہے۔ ہم اس جہان کے معمار ہیں۔ اس عمارت کیلئے ہمارا خون اور ہڈیاں اینٹوں اور چونے کا کام دیں گی۔ تاریخ انسانی میں ہمارا مقام بہت بلند ہے۔ ہم ایک عظیم الشان مسیح کے ماننے والے ہیں۔ وہ مسیح جو امت محمدیہ کا مسیح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم المرتبت خلیفہ ہے۔ ہمیں اپنے مقام کو سمجھتے ہوئے ہمیں اپنی مساعی کا جائزہ لینا چاہئے اور اسی نسبت سے ہی کام کرنا چاہئے۔ یہ تو صرف ایک سال کا تبلیغی پروگرام ہے ابھی تو ہمارے سامنے بڑے بڑے پروگرام آئیں گے اور ہمیں ان کے لئے جان جوکھم اٹھانا پڑیں گے۔ اور وہ نوجوان ہی کیا۔ جس کی ہمت خطرات اور مشکلات سے گریز کرے۔ نوجوان آفات کو دعوت، مقابلہ دیا کرتے ہیں اور مشکلات کے سمندر میں بے محابا کود جایا کرتے ہیں۔ بے شک اعلائے کلمۃ الحق میں مشکلات ہیں۔ لیکن بغیر مشکلات کے کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کم از کم یہ دنیا تو جدوجہد کی دنیا ہے۔ اور بغیر جدوجہد کے انسان مشکلات پر غالب نہیں آ سکتا۔ اس لئے اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں۔ ایک زبردست جدوجہد کرنی چاہئے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو ہر صورت میں نبھانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

معاصر الفضل سے استفسار

غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق ہماری طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار فتوے پیش کئے گئے جن میں سے ایک فتویٰ درج ذیل ہے:۔

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا اور سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ جائز ہے"

(فتاویٰ احمدیہ جلد اول مطبوعہ خادم التعلیم پریس صفحہ ۸۱)

اس فتوے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض ایسے لوگوں کا جنازہ پڑھنا جائز قرار دیا ہے جو سلسلہ میں داخل نہیں ہیں۔ چنانچہ اسی نوعیت کے فتوے ہیں جن کے متعلق جناب میاں محمود احمد صاحب کو بھی مشکل پیش آئی ہے اور انہوں نے اس کا اعتراف بھی ۱۹۱۵ء میں کیا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"پھر ایک سوال غیر احمدیوں کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے اس میں ایک یہ مشکل پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے" (انوار خلافت صفحہ ۹۱)

ہم معاصر الفضل سے صرف یہ استفسار کرنا چاہتے ہیں کہ کیا معاصر الفضل کو بھی غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق مذکورہ مشکل پیش آئی ہے یا نہیں۔ اس کے نزدیک بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے یا نہیں اور بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ان میں سے ایک مندرجہ بالا حوالہ ہے یا نہیں؟ ہم

امید ہے معاصر الفضل صرف اتنا جواب دینے کی تکلیف گوارا کرے گا کہ وہ کونسی صورت ہے جس میں غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے ہم کیا ہی توقع کریں کہ کسی قریبی اشاعت میں اس استفسار پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے

شذرات

آریہ سماج بعارضہ "تپدق" بیمار ہے

اخبار "آریہ ویر" لاہور اپنے ۲۱/۲۸ اپریل ۱۹۴۱ء کے شیدوع میں "منظم کوشش" کے عنوان سے رقمطراز ہے :-

"آریہ سماج کو بہت سے روگ لگ گئے ہیں۔ اگر ان روگوں سے اس بچے مہرشیوں کے نام کو روشن کرنے والی دھارمک جماعت کو نہ بچایا گیا تو اندرونی تپدق اس کی انتڑیوں میں پھیل جائے گا اور آریہ سماج اس کا شکار ہو کر مردہ ہو جائے گا"

امر واقعہ یہ ہے کہ آریہ سماج ایک ایسی تحریک ہے جس نے ہندو کی قوت زوال کو حرکت میں لانے کیلئے اور روح اعتماد پیدا کرنے کیلئے جس طریقہ کو استعمال کیا۔ وہ ایسا نہیں کہ زیادہ دیر تک زندہ رہ سکے۔ ہندو اسلام اور عیسائیت سے متاثر ہو رہے تھے۔ بلکہ دبے جا رہے تھے۔ آریہ سماج نے ان مذاہب سے نفرت پیدا کرنے کیلئے جس غلط اور اسفل منطق کو اختیار کیا۔ وہ آج اپنی موت مر رہی ہے اور آریہ سماج کے فوائد منفعل ہو رہے ہیں۔ اور یہ چیز زیادہ دیر تک زندہ بھی کیسے رہ سکتی ہے۔ دنیا میں بقا تو صرف اسلام کو ہے اور آریہ سماج اس سے معرا ہے۔

میں اقتدار اور سطوت حاصل کی اور اب بھی اسی قوت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس ایمانی قوت کے احیا کیلئے خدا تعالیٰ نے امام عصر حاضر کو مبعوث فرمایا اور یہ ان کے انفاس طیبہ کا ہی انتشار ہے جو مسلمانوں کے اس شعور میں پایا جاتا ہے لیکن ان کے اندر اس وقت تک حقیقی اور زندہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس زمانہ کے امام کو نہ پہچانیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو بصیرت عطا فرمائے۔ آمین۔

صدائے بازگشت

"تیج اخبار" مورخہ یکم مئی ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے :-

"اب مذہب کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک قرآن پاک اور دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ اور عمل۔ جب یہ دونوں چیزیں اپنی پوری قوت پر آ جائیں گی تو ایک تیسری چیز پیدا ہو گی، جس کو قوت یا بجلی کہتے ہیں۔ جو ہمارے لئے حصول مقصد کا سچا اور روحانی ذریعہ ہے۔ سیاست، اقتدار، قومیت، شہرت اسی کے اندر مضمر ہے۔ اور یہ چیز دوسری قوموں کے اندر نہیں پائی جائے گی اور نہ پائی جا سکتی ہے دوسرے امتیازات میں ممکن ہے۔ دیگر اقوام یا تو مسلمانوں کے برابر ہیں یا کم۔ مگر "ایمان" ایک ایسی چیز جس کی کوئی برابری نہیں کر سکتا ہے"

وہ آواز جو آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کے ریگستان میں گونجی تھی اور جس نے مادی تہذیب کا تختہ الٹ دیا تھا۔ وہ آج پھر مسلمانوں کے سینہ سے اٹھ رہی ہے مسلمانوں نے اندھا دھند مغرب کے تعلیمی اور سیاسی رجحانات کی تقلید کر کے دیکھ لی ہے اور انہیں شعور ہو چکا ہے کہ ان کی مشکلات کا حل اس نقالی میں نہیں۔ یہ امت امامت کیلئے پیدا کی گئی ہے نقالی کیلئے نہیں۔ اس کی مشکلات کا حل اس کے سینہ میں موجود ہے جب تک اس کے سینہ میں ایمان کی جولانیاں پیدا نہیں ہوتیں اس وقت تک یہ دنیا میں سرفراز نہیں ہو سکتی۔ پہلے بھی قوت ایمانی سے اس نے دنیا

خوشی کے مواقع اور اشاعت اسلام

شادی کے موقعہ پر اور بچہ کی پیدائش کی خوشی میں احباب سلسلہ اشاعت اسلام کو بھی پیش نظر رکھیں ایسے موقعوں [illegible] پیمار [illegible]

اکثر احباب اشاعت اسلام کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو عطیے دیتے ہیں۔ اس اچھے دستور کو مستحکم کرنا چاہیے۔ بلکہ ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض ہونا چاہیے کہ ایسے مواقع پر وہ خود بخود عطیہ بھیجا کریں۔

دو مذہب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب

سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا اور سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔ (احمدیہ [illegible])

جناب میاں محمود احمد صاحب کا مذہب

[illegible] شخص حضرت مرزا صاحب کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے [illegible] لیکن شریعت [illegible] کا فتویٰ ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے اس لئے [illegible] اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

مسیح موعودؑ نمبر

پیغام صلح کے مسیح موعودؑ نمبر کے متعلق مضمون نگار حضرات کی خدمت میں لکھا جا چکا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ از راہ مہربانی مضامین اور نظمیں جلد بھجوا دیں۔ اشاعت میں وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ (مدیر)

نوجوانان سلسلہ عالیہ احمدیہ توجہ فرمائیں

۲۶ مئی ۱۹۴۱ء کو یوم وصال حضرت مسیح موعود کے جلسہ پر مقامی اور بیرونی نوجوانوں کی طرف سے (۱) عقائد (۲) تعلیم اور (۳) سیرت مسیح موعود پر لکھے ہوئے مضامین سنائے جائیں گے۔ سب سے اچھا مضمون لکھنے والے دوست کی خدمت میں جلسہ سالانہ پر ایک انعام پیش کیا جائیگا۔ تمام نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس میں حصہ لیں اور مضامین ۱۵ مئی ۱۹۴۱ء سے پیشتر سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کو ارسال کر دیں۔ تاکہ ۲۶ مئی سے پہلے جج صاحبان سے فیصلہ حاصل کر کے جلسہ میں سنائے جائیں۔

نیز بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں سے درخواست ہے کہ ہر جگہ ایسے جلسے منعقد کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تعلیم کو دنیا میں پیش کریں۔

خاکسار

سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

جرمن ترجمۃ القرآن کی مقبولیت

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

ایک یورپین نومسلم مسٹر [illegible] جن کا اسلامی نام صلاح الدین کمال ہے۔ اپنے خطوط محررہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ و ۳ محرم ۱۳۶۰ھ میں ہمارے جرمن ترجمۃ القرآن کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"عید الاضحیٰ کا دن میرے لئے اس دن سے بڑھ کر خوشی کا دن تھا جبکہ میں آج سے ۴ سال قبل حلقہ بگوش اسلام ہوا کیونکہ اس دن مجھے برلن مسجد سے جرمن ترجمۃ القرآن موصول ہوا۔ عربی متن اور جرمن ترجمہ ہر دو قابل تعریف ہیں۔ اور میں مترجم و دیگر کارکنان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں"

عربی میں ذیل کے الفاظ لکھے ہیں :-

"بارك الله خدمتكم الاحمدية يا ربي وسعيدها"

پھر لکھا ہے کہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے قرآن کریم کے معارف کو خوب واضح طور پر بیان کیا ہے اور مجھے اس قدر خوشی کبھی حاصل نہیں ہوئی جس قدر کہ اس ترجمہ کے پڑھنے سے ہوئی۔ پھر لکھا ہے کہ "جو تفسیر آپ نے قرآن کریم کی سورہ یٰسین آیت ۴۰ اور سورہ بقرہ آیت ۴۳ کے ماتحت کی ہے۔ وہ میری زندگی کا نصب العین ہے" اسی طرح خواہش ظاہر کی ہے کہ میری قبر پر ذیل کی عبارت کندہ کی جائے

"قل انني هداني ربي الى صراط مستقيم. دينا قيما ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين. قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين (۶:۱۶۲-۱۶۳)"

نیز یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اگر جرمن ترجمۃ القرآن بلا متن طبع ہوا ہو تو اس کی ۵ کاپیاں فوراً قیمتاً بھجوا دیں۔ وہ اس کو اپنے عیسائی اور یہودی دوستوں میں مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپین اقوام اسلام کی تعلیم کے لئے پیاسی ہیں۔ خدا کرے یہ جنگ جلدی ختم ہو اور ہم اسی روح پرور پیغام کو ان تک کثیر تعداد میں پہنچا سکیں۔ وباللہ التوفیق

میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔ برادر خورد خلیفہ قادیان کا
فیصلہ بحیثیت ثالث
کہ خلیفہ قادیان کا مسلک خلاف مسلک حضرت مسیح موعود ہے

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

میاں بشیر احمد صاحب ایم اے نے ۲۲۶ صفحات کی ایک کتاب بنام "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" میرے اس ٹریکٹ کے جواب میں لکھی ہے۔ جس میں میں نے جماعت قادیان کے ایک ایک فرد کو ثالث بننے کی دعوت دی تھی کہ

کیا جماعت قادیان کا مسلک خلاف مسلک حضرت مسیح موعود نہیں؟

جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۲ پر مصنف نے تسلیم کیا ہے۔ میں نے اس دعوت میں ذیل کے دو مطالبات پر کسی قادیانی خورد یا بزرگ کا دو ٹوک فیصلہ مانگا تھا۔

اول کیا حضرت مسیح موعود کے جو فتوے غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق میں پیش کر رہا ہوں۔ وہ فی الحقیقت آپ کے ہیں۔ یا نہیں۔

دوم کیا حضرت مسیح موعود کا کوئی فتوے ان کے خلاف ایسا بھی ہے جس میں آپ نے غیر احمدی کے جنازہ کو قطعی ناجائز قرار دیا ہو۔

کتاب میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ واقعی وہ فتوے حضرت مسیح موعود کے ہی ہیں اور ان کے خلاف کوئی فتویٰ پیش کرنے کی بجائے حضرت مسیح موعود کے تین اور فتوے اپنی کی تائید میں پیش کئے گئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

"اگر میت مجہول الحال ہو اور جبری دشمن نہ ہو۔ اس نے کبھی علانیہ تکفیر یا تکذیب نہ کی ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ اس کا جنازہ اگر پڑھ لیا جائے" (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۲ء)

"اگر متوفی بالجہر مکفر اور مکذب نہ ہو۔ تو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں" (بدر ۲۴ر اپریل ۱۹۰۳ء)

"ایک صاحب نے پوچھا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے اور اکثر مخالف مکذب مرتے ہیں ان کا جنازہ پڑھا جائے کہ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرض کفایہ ہے اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جائے تو ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے۔ دوسرے وہ مخالف ہے۔ خواہ مخواہ تداخل جائز نہیں"

(بدر ۱۵ر مئی ۱۹۰۳ء)

۱۔ حضرت صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط جس کے متعلق میاں محمود احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ وہ غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق ہے؟

(انوار خلافت صفحہ ۹۱ الفضل ۲۳ر مارچ ۱۹۱۵ء)

۲۔ "اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے"

(نقاد سے احمدیہ صفحہ ۱۱۸)

۳۔ "جو مخالف برا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے"

(رد تکفیر صفحہ ۶۲)

۴۔ "معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے" (بدر ۱۳ر مئی ۱۹۰۹ء)

پس اب بجائے چار کی بجائے سات فتوے غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے ہو گئے۔ یہ ہے میاں بشیر احمد صاحب کا فیصلہ بحیثیت ثالث کہ چار نہیں سات فتوے ایسے ہیں جن میں غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک بھی فتوے ایسا نہیں جس میں خلیفہ قادیان کی طرح غیر احمدی کے جنازہ کو قطعی ناجائز قرار دیا گیا ہو۔

جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم اے نے فیصلہ دیا کہ خلیفہ قادیان کا مسلک خلاف مسیح موعود ہے

دوم میاں بشیر احمد صاحب نے اپنی کتاب کو اس قدر طول یہ ثابت کرنے کیلئے دیا ہے کہ ان فتووں میں "غیر احمدی" "مخالف جو برا نہ بولتا ہو" "خاموش اور درمیانی حالت میں" "جبری دشمن نہ ہو" "علانیہ کبھی تکفیر یا تکذیب نہ کی ہو" "بالجہر مکفر اور مکذب نہ ہو" ان سب سے مراد صرف "ضعیف الایمان احمدی" ہیں۔ جو احمدیوں کے اندر احمدیوں کی طرح ملے جلے رہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر صرف احمدیوں کا جنازہ جائز ہے! بہت خوب! "غیر احمدی" سے بھی مراد "احمدی" ہے۔ "مخالف" "احمدیت" جو برا نہ بولتا ہو" اس سے مراد بھی احمدی ہے۔ "جو جبری دشمن نہیں" وہ بھی احمدی ہے۔ "جو علانیہ تکفیر یا تکذیب نہ کرے" وہ بھی احمدی ہے۔ شکر ہے کہ بزرگان قادیان نے اگر اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا تھا۔ اور چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر بنا دیا تھا تو احمدیت کا دائرہ اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ سوائے چند افراد کے جو علانیہ تکفیر و تکذیب کریں۔ باقی سب احمدی بن گئے

لیکن اب مشکل یہ پڑتی ہے کہ جن حوالجات سے میاں بشیر احمد صاحب نے یہ استدلال کیا ہے کہ ان کے رو سے غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار نہیں پاتا۔ صرف احمدی کا جنازہ جائز ٹھہرتا ہے۔ انہی حوالجات سے خود خلیفہ قادیان نے اور ان کی ساری جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ ان سے غیر احمدی کے جنازہ کا جواز ثابت ہوتا ہے خلیفہ قادیان سالانہ جلسہ پر ساری جماعت کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:۔

"پھر ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ کے جواز کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک یہ مشکل پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کی جائے گی" (انوار خلافت صفحہ ۹۱)

اب خلیفہ قادیان کے الفاظ کو ایک طرف رکھیں "بعض حوالے ایسے ہیں" "جن سے غیر احمدی کے جنازہ کا جواز معلوم ہوتا ہے" اور میاں بشیر احمد صاحب کے الفاظ کو دوسری طرف رکھئے کہ ان تمام حوالوں سے صرف احمدی کے جنازہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ تو صاف نظر آئے گا کہ یہ معنے ایجاد کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اور کوئی مفر نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے میاں بشیر احمد صاحب کے معنوں کے خلاف میں خود خلیفہ صاحب قادیان کو گواہ کے طور پر بھی پیش کرتا ہوں اور اگر وہ پسند کریں تو ثالث کے طور پر بھی کہ آیا حضرت صاحب کے حوالوں کے وہ معنی صحیح ہیں۔ جو میں کرتا ہوں اور انہوں نے خود بھی کئے ہیں۔ یا وہ معنے جو جناب میاں بشیر احمد صاحب نے ایجاد کئے ہیں۔

سوم۔ میاں بشیر احمد صاحب نے ذرا بھی غور سے کام لیا ہوتا تو بات صاف تھی۔ حضرت صاحب پر سوال صرف اس قدر ہوا تھا کہ جو آدمی سلسلہ میں شامل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں اور آپ نے جواب میں **سلسلہ میں شامل نہ ہونے والوں یعنی غیر احمدیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔**

(۱) "اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو"

(۲) "اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے"

اسی طرح کے الفاظ ہر فتوے میں ہیں۔ "مخالف مکذب ہو تو جنازہ نہ پڑھو" "مخالف برا نہ کہتا ہو تو جنازہ پڑھ لو" "علانیہ تکفیر اور تکذیب کرتا ہو تو جنازہ نہ پڑھو" "کچھ تصدیق کی بو ہو۔ جبری مکذب نہ ہو" تو جنازہ پڑھ لو۔ جناب میاں صاحب کو اتنا معلوم ہونا چاہئے۔ کہ یہ تفریق "علانیہ تکفیر و تکذیب کرنے والوں" اور "خاموش" یا "برا بولنے والوں" میں جسے وہ نادانی کا خیال قرار دیتے ہیں "مضحکہ خیز" کہتے ہیں۔ "لغو خیال" کہتے ہیں خود حضرت مسیح موعود کی تجویز کردہ ہے۔ خدا کے لئے میاں صاحب نے اپنی کتاب میں بار بار دعائیں کی ہیں۔ مگر وہ تنہائی کی گھڑی میں بھی یہ دعا کریں تو ان کی گردن حضرت مسیح موعود کے فیصلہ کے سامنے جھک جائے۔

بات صاف ہے تکذیب کے معنے ہیں دوسرے کو جھوٹا کہنا تصدیق کے معنی ہیں دوسرے کو سچا کہنا۔ ان دونوں کے درمیان ایک حالت ہے جس میں آدمی نہ تکذیب کرتا ہے نہ تصدیق کرتا ہے بلکہ خاموش رہتا ہے۔ میاں صاحب مجھے جھٹلانے میں جلدی کریں گے مگر رسول اللہ صلعم کے سامنے ہی سر جھکا دیں کہ آپ نے اہل کتاب کے ذکر پر فرمایا۔ کہ لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو۔ یہی خاموش اور درمیانی حالت ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب نے خود بھی تسلیم فرمایا ہے۔ جہاں پہلے مکذبین کا ذکر کیا۔ پھر ماننے والوں کا۔ پھر ان دونوں کے درمیان ایک گروہ کا اور اسی کو بڑا گروہ قرار

ف "تصدیق کی بو" اور خاموشی دونوں ایک چیز ہیں۔

دیا بلکہ ان کے جنازے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔

"فرمایا کہ اس وقت تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو بغض و حسد میں جلے ہوئے ہیں اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں۔ **ان کی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔** دوسرے وہ جو اس طرف رجوع کرتے ہیں ان کی تعداد ترقی پر ہے۔ تیسرے وہ جو خاموش ہیں۔ نہ ادھر ہیں نہ ادھر **ان کی تعداد کثیر ہے۔** وہ ملاؤں کے زیر اثر نہیں اور نہ ان کے ساتھ مل کر سب و شتم کرتے ہیں۔ پس اس لئے وہ **ہماری مد میں ہیں**"

(الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء)

چہارم لیکن یہ ساری غلط بیانیاں کرکے اور تحکمات کو چھوڑ کر نشانات کی تاویل کے پیچھے پڑنے سے آپ نے حاصل کیا کیا۔ آپ نے بالآخر ثابت یہی کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان لوگوں کے جنازے کو جائز ٹھہرایا ہے جو حضرت مسیح موعود کو سچا تو مانتے ہیں مگر انہوں نے بیعت نہیں کی۔ اور خلیفہ قادیان فرماتے ہیں:۔

"کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب کو تو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی۔ . . . . اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں" (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

اس سے بھی زیادہ صفائی کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

"وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے" (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱۴۱)

تو جناب میاں بشیر احمد صاحب نے ساری ایچ پیچوں کے بعد بالآخر یہی تسلیم کیا کہ:۔

خلیفہ قادیان کا مسلک خلاف مسلک مسیح موعودؑ ہے

میاں بشیر احمد صاحب کا یہ فیصلہ ساری قادیانی جماعت کے نمائندہ کے طور پر ہے۔ سو الحمد للہ کہ قادیان کے "دس لاکھ" آدمیوں نے پہلے ستائیس سال تک اپنی خاموشی سے فیصلہ میرے حق میں دیا۔ اور بالآخر اپنے نمائندہ کے ذریعے سے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ جنازہ کے مسئلے میں ان کا مسلک خلاف مسلک مسیح موعودؑ ہے۔

جناب میاں صاحب نے مجھے اس کتاب میں بار بار بددیانت اور منافق وغیرہ الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ عفاک اللہ میں نے کوئی حوالہ چھپایا نہیں۔ بیسیوں دفعہ مفصل حوالے نقل کئے جا چکے ہیں۔ خود رد تکفیر میں آپ نے ان کو بالتفصیل نقل شدہ پڑھا ہے اس ٹریکٹ میں جو مضمون میرے سامنے تھا۔ اس کے لئے امامت کے سوال کی ضرورت نہ تھی۔ وہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ مگر آپ فرمائیے کہ حضرت صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط یا اس کی نقل جو ۱۹۱۵ء میں آپ لوگوں کے پاس پہنچی اور جس پر جناب خلیفہ صاحب قادیان نے ممبر سے جلسہ میں وعدہ کیا تھا کہ "اس پر غور کی جائے گی" اس کو ضائع کر دینا بھی شہادت کا کتمان نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کا نام آپ ہی تجویز فرمائیں۔ جن لوگوں نے اس کی نقل بھیجی۔ وہ قادیانی جماعت کے لوگ ہیں۔ اس لئے اب آپ لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اصل خط پبلک کے سامنے لائیں۔ وہ خط آپ کی تمام تاویلات باطلہ کا مزید فیصلہ کر دے گا۔

محمد علی

امیر جماعت احمدیہ لاہور

۲۰ اپریل ۱۹۴۱ء

دھلی کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ

احمدیت کی شاندار فتح

(گذشتہ سے پیوستہ)

مباحثہ

قادیانی بحث

شاہ صاحب کی تقریر پر قادیانی جماعت کا ایک مبلغ کھڑا ہوا اور دس منٹ تک داستان گوئی کے رنگ میں ایک تقریر کرتا رہا۔ کوشش یہ کی کہ یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں۔ اور سب سے بڑی دلیل جو قادیانی علم کلام کی ہے یہ بیان کی کہ خاتم کا لفظ جب کسی جمع مذکر کے صیغے کی طرف مضاف ہو اور محل مدح میں واقع ہو تو اس کے معنے بجز افضل کے اور کچھ ہوتے ہی نہیں۔ مثلاً اگر کسی کی تعریف میں ہم کہیں کہ وہ خاتم الشعراء ہے۔ تو اس کے صرف یہی معنے ہوں گے کہ وہ افضل الشعراء ہے۔ نہ یہ کہ وہ شاعروں کو ختم کرنے والا ہے یہ سب سے بڑی دلیل بیان کرکے قادیانی مناظر نے یہ تحدی کی کہ **کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا جو ہماری اس دلیل کو توڑ سکے** یا اس کے خلاف محاورہ عرب میں سے ایک بھی مثال پیش کر سکے۔

تحدی کا جواب

اس جھوٹی تحدی کا جواب شاہ صاحب نے یہ دیا کہ ایسا بچہ آمنہ کا لال محمد رسول اللہ ہے جس نے اپنے مقام مدح میں مختلف پیرائوں میں فرمایا ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (حدیث)

میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پھر دوسرا بچہ محمد رسول اللہ کا روحانی فرزند مسیح موعود ہے جس نے مقام مدح میں فرمایا کہ

الہامی معنے

"اوحی الی ان الدین ھو الاسلام و ان الرسول ھو المصطفٰی سید الائمۃ فکما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ فکذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ و لا شریک معہ وانہ خاتم النبیین"

یعنی یہ مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم اکیلے مطاع کل ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ نہ کوئی آپ کا نبوت میں شریک ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔

اس کے علاوہ بڑے بڑے عرب ادیبوں اور شعراء کے کلام سے دکھایا گیا کہ خاتم کا لفظ محل مدح میں ہو یا نہ ہو اس کے معنے ختم کرنے والے اور آخری کے ہی ہوتے ہیں۔

مطالبہ احمدی

قادیانی مناظر کی فضول اور بے محل تعلی اور تحدی کے مقابل احمدی مناظر سید اختر حسین صاحب نے بڑے زور سے مطالبہ کیا کہ جاؤ کسی کافر، فاسق، فاجر اہل زبان کا ہی قول پیش کر دو جس نے لکھا ہو کہ خاتم کا لفظ جب محل مدح میں ہو تو اس کے معنی آخری کے نہیں ہوتے۔

قادیانی جواب

اب تو قادیانی مناظر کے ہوش و حواس خطا ہو چکے تھے اور وہ بے محل پھبتیاں اڑانا چاہتا تھا۔ مگر وہ بھی بیکار گئیں۔ بلکہ الٹی اسی پر وہ لوٹ پڑیں۔ ہاں اس بدحواسی کے عالم میں اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے خطبہ الہامیہ میں سے،

انا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی

کو پیش کیا اور کہا کہ دیکھو قیامت تک اس حوالہ کا **کوئی جواب نہیں** دے سکو گے۔

خاتم الاولیاء کے معنے

احمدی مناظر نے کہا کہ قادیانیوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے خاتم الاولیاء کے معنے بھی آخری ولی کے ہی کئے ہیں جو جملہ پیش کیا گیا ہے خود اس کے اندر یہ الفاظ ہیں۔

"لا ولی بعدی"

یعنی میرے بعد کوئی ولی نہیں اور یہ سچ ہے۔ کیونکہ ولایت محمدی کا پہلا نقطہ ابوبکر صدیق ہیں اور آخری نقطہ مسیح موعود ہے۔ جیسا کہ خطبہ الہامیہ میں بالتفصیل بار بار بیان کیا گیا ہے۔ رہے وہ اولیاء جو مسیح موعود کے ذریعہ پیدا ہوں گے۔ وہ مسیح موعود کی شاخ ہیں وہ ولایت محمدی کے مستقل اولیاء نہیں ہیں۔ ولایت محمدی کا آخری فرد مسیح موعود ہی ہے۔

خاتم الاولاد

اور جس طرح حضرت مسیح موعود اپنے والدین کیلئے خاتم الاولاد ہیں اور حسب وعدہ الٰہی آپ کے آباء سے سلسلہ اولاد منقطع کر دیا گیا۔ اور آپ ان کے ہاں آخری مولود ہیں۔ مگر پھر آپ سے سلسلہ اولاد شروع ہوا۔ اور آپ کی ساری اولاد آپ کے واسطہ سے آپ کے آباء کی ہی ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ مسیح موعود کے بعد آپ کے والدین کے ہاں کوئی اور مولود بھی ہوا۔

خاتم اور فاتح

اس بحث کو واضح کرنے کے لئے شاہ صاحب نے بتایا کہ ہر دور کا ایک آخری ہوتا ہے اور ایک پہلا۔ اور اصطلاح میں ایسے افراد کو "خاتمین" اور فاتحین کہتے ہیں جیسے اس جلسہ میں کوئی پہلا آنے والا ہے۔ اسے اول الداخلین کہیں گے اور کوئی آخری جانے والا ہوگا۔ اسے خاتم الخارجین کہیں گے۔

ولایت محمدی کے دور

ولایت محمدی کے دو دور ہیں (۱) دور محمدی اور (۲) دور احمدی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ولایت محمدی کے دور کے خاتم ہیں۔ اب کوئی اس دور کا ولی نہ ہوگا اور آپ ولایت احمدی کے دور کے فاتح ہیں۔ اب جو ولی ہوگا وہ اسی دور کا ولی ہوگا۔ پس مسیح موعود کے خاتم الاولیاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ دور ولایت محمدی کے آخری ولی ہیں۔ اس سے یہ قیاس کرنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں یہ محض جہالت ہے۔

اس بحث میں اور بھی بہت سے دلائل تھے مگر بخوفِ طوالت ان کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہوں۔

قادیانی مناظر کی شاطرانہ چال

جب قادیانی مناظر سے اور کچھ جواب نہ بن پڑا تو فرمانے لگے کہ تمام اہلِ سنت والجماعت خاتم النبیین کے بعد عیسیٰ نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں۔ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ ہوتے کہ اب نبی کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ تو وہ کیوں ایک نبی اللہ کی آمد کے قائل ہوتے۔

احمدی مناظر کا جواب

شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہوش سے کام لو مسلمانوں کو تو ختمِ نبوت کا اس قدر پاس ہے کہ وہ ایک مستقل نبی کو بھی، اگر آنے والا مانتے ہیں تو وہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ نبوت سے معزول ہو کر آئے گا۔ اور وہ آمدِ ثانی پر ایک امتی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہوگا۔ جس کے صاف یہ معنی ہوئے۔ خاتم النبیین کے ان کے نزدیک یہی معنے ہیں کہ کسی نئے نبی کا آنا تو کجا اگر پرانا نبی بھی آئے تو وہ وصفِ نبوت سے علیحدہ ہو کر آ سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ نبی نبوت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا اور نہ عیسیٰ نبی اللہ آ سکتے ہیں۔ اور جس نے آنا تھا وہ آچکا اور وہ امتِ محمدیہ کا ایک فرزندِ کامل ہے۔ یعنی مہدی معہود اور مسیح موعود۔

شاہ صاحب کے اس جواب کو سن کر تمام مسلمان بیک زبان مرحبا جزاک اللہ کہہ اٹھے اور اکثر شاہ صاحب کی تعریفیں رطب اللسان تھے اور ہیں۔

یہ مباحثہ پورے دو گھنٹے کے بعد ختم ہوا۔ اور قادیانی مذموما مدحورا ہو کر بڑے افسوس سے رخصت ہوئے۔ اور خود قادیانیوں کو اپنی اس شکست کا اعتراف ہے۔ مگر خفت مٹانے کیلئے وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مبلغ دراصل کوئی عالم نہیں ہے۔ اس لئے سید صاحب سے وہ دب گیا۔

آریہ سماج سے دوسرا مناظرہ

اتوار کے دن تین بجے۔۔۔ پھر آریہ سماج سے مباحثہ شروع ہوا۔ اور یہ مناظرہ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت ویاس دیو آریہ وکیل نے کیا۔ پنڈت راجیندر صاحب ان کے صدر تھے ہمیں توقع تھی کہ پنڈت راجیندر صاحب خود مناظرہ کریں گے۔ مگر انہوں نے ہمارے شیر دل مناظر مرزا مظفر بیگ صاحب کے سامنے پنڈت ویاس دیو کو کھڑا کر دیا۔ پنڈت ویاس دیو صاحب نے قرآن مجید کی ابتدائی وحی کے وقت فرشتہ کے آنے اور آنحضرتؐ کے ڈر جانے سے یہ نتیجہ نکالا کہ آنحضرت صلعم پر جو کلام نازل ہوا تھا وہ خدا کا کلام نہ تھا۔ اور نیز یہ اعتراض کیا کہ قرآن مجید محرف مبدل ہے۔ اس لئے یہ کلام الٰہی نہیں۔

مرزا مظفر بیگ صاحب کی جوابی تقریریں

مرزا صاحب نے ان تمام اعتراضوں کا جواب دیا۔ اور بتایا کہ آنحضرت صلعم کا پہلی مرتبہ فرشتہ کو دیکھنے اور کلام الٰہی پانے سے گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ تمام دنیا کے لئے رسالتِ خداوندی کا عظیم الشان کام ایک بہت بڑا بوجھ تھا جس کو اٹھانا ایک بہت ہی مشکل کام تھا۔ اور فرشتہ کا آپ کو تین دفعہ سینہ سے لگانا اور کلام الٰہی کا پڑھانا اس لئے تھا کہ آپ کے سینہ مبارک کو صفاتِ ملکیہ سے بھر دیا جائے۔ یہ روحانی طریقِ تعلیم ہے جیسے کہ آج بھی مرشدِ کامل اپنی توجہ باطنی سے دوسروں کے قلوب پر اثر ڈالتے ہیں۔ رہا یہ اعتراض کہ فرشتہ کو واسطہ کیوں بنایا سو یہ انسانی روح کی قابلیت کے لحاظ سے ہے اور جس طرح خدا تعالیٰ نے انسان کی جسمانی بینائی کے لئے سورج کو اور کانوں کے سننے کے قابل بنانے کیلئے ہوا بھی اور ایتھر کو ذریعہ بنایا ہے۔ اسی طرح روحانی بینائی اور شنوائی کے لئے جو ذریعہ اس قانونِ قدرت میں خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔ وہ فرشتے ہیں۔

تحریف: قرآن مجید کا خیال ایک وہم ہے۔ قرآن مجید ہی ایک کامل اور محفوظ کتاب ہے۔ جتنی روایات ثبوتِ تحریف میں پیش کی گئی ہیں وہ مہمل اور کمزور ہیں۔ مثلاً یہ جو کہا گیا کہ آیت رجم قرآن میں تھی یہ محض غلط ہے۔ یہ تورات کا قانون تھا جسے قرآن مجید نے سو دُرّوں کی سزا میں بدل دیا۔

بطور معاوضہ مرزا صاحب نے کہا کہ ۱۷۶۰ ویدمنتروں کی تحریف کا زندہ ثبوت میں اب پیش کرتا ہوں جس کا آپ لوگوں کے پاس کوئی جواب نہیں۔ سناتن دھرمیوں کے ویدا ور آریوں کے ویدوں میں سینکڑوں منتروں کا فرق ہے۔ برخلاف اس کے قرآن مجید خواہ کسی فرقہ کا ہو اور کہیں کا ہو۔ اس کے سب نسخے بالکل یکساں ہیں۔

محمارشی

قرآن کی حفاظت تو ایسی عظیم الشان ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ مگر قرآن کے لانے والے سب رشیوں سے بڑے مہارشی اور آخری اوتار کا ذکر بھی کل دنیا کی کتابوں میں محفوظ رکھا گیا ہے کتابیں محرف ومبدل ہوئیں۔ مگر اس مہارشی کے متعلق جو ہزاروں برس پہلے کی خبریں ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ نے آج تک محفوظ رکھیں۔ دیکھو اتھروید میرے ہاتھ میں ہے۔ اس میں اس آخری نبی کا ذکر اس طرح ہے کہ اس رشی کا نام محمارشی ہے اور محما کے معنی حمد کے ہیں۔ اور حمد سے ہی محمد بنا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں حمد کیا گیا۔ پس محمارشی جو حمد کیا گیا ہے۔ جس کو بہشت کے دس پھول (عشرہ مبشرہ) اور دس ہزار گوئیں (دس ہزار قدوسی) اور اونٹ کی سواری دی گئی۔ اور جس کے قاتل ۶۰۰۹۰ ہیں جن میں سے وہ محمارشی خدا کی حفاظت کاملہ کے ذریعہ بچ کر ہجرت کر گیا۔ وہ سوائے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہے۔ ویدوں کی اس آنے والے نبی کی خبر کا مصداق بجز جناب محمد رسول اللہ کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تقریر دلوں میں گھر کر گئی اور آریوں سے یہ نہ ہو سکا کہ اس وید کے حوالہ کا رد کر سکتے۔ صرف یہ کہدیا کہ آریہ سماج میں آکر اس پر بحث کر لو۔ جب آریہ سماج کے اس چیلنج کو بھی منظور کر لیا گیا۔ تو آریہ سماج کا تحریری جواب آگیا کہ ہم احمدی انجمن اشاعتِ اسلام سے بحث ہی نہیں کرتے۔ اور دورانِ بحث میں اس پیشگوئی میں مستقل بحث کے لئے وقت مانگا تو ہم نے وہ بھی دیدیا جس سے آریہ سماج نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ مگر ان کی ناکامی اور بڑھ گئی۔ پبلک نے بار بار کہا کہ اس ویدک منتر کو پڑھ کر اس کا ترجمہ کچھ اور کر کے تو دکھاؤ۔ مگر خدائی تصرف یہ تھا کہ پنڈت جی مہاراج سے وہ منتر پڑھا ہی نہ گیا۔ اگر کہا تو یہ کہا کہ محما کا شبد نعل ہے۔ اسم نہیں لیکن جب انہیں آریہ سماج کے بزرگ اور بہت بڑے سنسکرت کے فاضل پنڈت راجا رام صاحب کا ترجمہ دکھایا گیا۔ جس میں لکھا تھا کہ "مہارشی کو" بہشت کی دس مالائیں اور دس ہزار گوئیں دی گئیں۔ تو پنڈت صاحبان حیران رہ گئے۔

اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ فرطِ مناظرہ پر مسلمانوں نے خوشی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کے نعرے لگائے۔ اور کہا کہ

(باقی ص۔ کالم ۳ پر)

دعوتِ عمل

(از جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی [illegible])

جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان [illegible] ذریعے اور بہت سے احسانات کئے ہیں وہاں ایک [illegible] ہے۔ فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً [illegible] نے مومنوں کے دلوں میں آپس میں الفت ڈال دی اور [illegible] کرم سے وہ بھائی بھائی ہو گئے۔ پھر یہی مومن مسلمان ایسے [illegible] اشداء علی الکفار رحماء بینھم کہ کفار اور [illegible] میں بڑے سخت۔ مگر آپس میں نرم دل اور حسن سلوک کرنے [illegible] کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ مومن مسلمان وہ ہے [illegible] قول یا فعل سے دوسرے مسلمان کو دکھ نہ پہنچے۔ یہ صرف زبانی [illegible] نہ تھیں بلکہ صحابہ کرام واقعی ایسے تھے اور [illegible] شاہد ہیں۔

اس زمانے میں ہماری احمدیہ جماعت کو یہ فخر حاصل [illegible] اس زمانے کے مجدد اور مامور من اللہ کی بنا کردہ جماعت [illegible] نصب العین اشاعتِ اسلام ہے اور جس نے عہد کیا [illegible] دین کو دنیا پر مقدم رکھے گی۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ [illegible] زمانے میں وہی اسلامی شان نظر آتی تھی۔ جس کا میں [illegible] ہوں۔ ایک احمدی کو دوسرے احمدی سے [illegible] کی ضرورت نہ ہوتی تھی اور وہ اس طرح تپاک [illegible] دیکھنے والے کو خیال ہو سکتا تھا کہ گویا دو بچھڑے [illegible] بھائی دوبارہ مل گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مجدد وقت کی صحبت کی [illegible] ہوتی ہیں۔ مگر ہم لوگ جو اس کے مرید کہلاتے ہیں اور [illegible] ہونے کا بھی دعوے کرتے ہیں۔ کیا ہمیں یہ کوشش [illegible] چاہئے کہ ان احسن روایات کو زندہ رکھیں [illegible] آپس میں ہی تعلقات، میل جول [illegible] حسن سلوک کو [illegible] بلکہ ہمیں اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ دیگر مسلمان [illegible] مسلم بھی ہمارا غور سے مطالعہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم [illegible] ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی حالت کو سنوارنا چاہئے اور [illegible] کے سامنے اچھا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔

پھر ہمارے درمیان بھی لاہور کی مرکزی جماعت [illegible] کے اراکین اور کارکنوں پر اور بھی مزید ذمہ داری [illegible] نمونہ پیش کریں۔ اور جو احمدی احباب باہر سے [illegible] ان سے خندہ پیشانی سے ملیں۔ ان کا حال احوال [illegible] ان کے شہر کی انجمن کی شاخ کے متعلق استفسار [illegible] اشاعتِ اسلام یا جماعت کو بڑھانے کے [illegible] کی ضرورت ہو۔ تو اس کا انتظام کرنے کی کوشش [illegible] لوگوں کے پاس جا کر ان کی ضروریات کو دریافت کرنا [illegible] ہم احمدی لوگوں نے انجمن قائم کس غرض کے لئے کی [illegible] ایک قدم ان کی طرف اٹھا کر جائے تو انہیں دس قدم [illegible] کی طرف آنا چاہئے۔ اگر یہ خیال ہے جیسا کہ پنجابی مثل [illegible] "گڈّا لیک پے گیا ہے" یعنی بیل گاڑی سڑک پر پہیوں کے نشان [illegible] میں پڑ گیا ہے۔ اب گھوڑا خود بخود چلتا رہے گا۔ تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔

آریہ پنڈتوں کا مناظرہ سے فرار

آریہ سماج بدوملہی نے تحریری معاہدہ کے باوجود مناظرہ سے انکار کر دیا

(از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب مبلغ مسلم مشنری)

۲۲-۲۳-۲۴ مارچ ۱۹۴۱ء کو آریہ سماج بدوملہی ضلع سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا مشہور آریہ پدیشکوں اور مناظرین نے آنا تھا اس لئے آریہ سماج نے مسلمانان بدوملہی سے مناظرہ کی ٹھانی تاکہ اگر ہو سکے تو پچھلی خفت کو مٹایا جا سکے کیونکہ قبل ازیں کئی بار آریہ سماج کو بدوملہی میں ذلیل ترین شکستیں ہو چکی تھیں مناسب شرائط پر "الہام وید" اور "الہام قرآن" دو مضمونوں پر دو الگ الگ مناظرے طے ہوئے اور فریقین نے ایک تحریری معاہدہ پر دستخط کر دئے تاریخ مناظرہ ۲۴ مارچ مقرر ہوئی آریہ سماج کی طرف سے لالہ جیون داس صاحب پریذیڈنٹ آریہ سماج بدوملہی اور مسلمانوں کی طرف سے چودھری غلام حیدر خاں صاحب رئیس بدوملہی امن کے ذمہ وار قرار پائے مسلمانان بدوملہی نے اپنا ایک نمائندہ لاہور بھیجکر انجمن سے راقم الحروف کی خدمات حاصل کیں۔ میں ۲۲ مارچ کو بدوملہی پہنچا جس گاڑی سے میں اترا اسی گاڑی سے لالہ خوشحال چند صاحب خورسند و دیگر آریہ لیڈر بھی اترے ان کے استقبال کے لئے آریہ نوجوان وردیوں اور تلواروں سے مسلح ایک بڑا جھنڈا لئے پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ لیڈروں کو دیکھ کر "ویدک دھرم کی جے" کے نعرے بلند کئے گئے ان نعروں کو سن کر میرے دل نے کہا کہ مقابلہ ہونے پر ہمیں معلوم ہو گا کہ جے ویدک دھرم کی ہوتی ہے کہ اسلام کی۔

آریہ سماج کی طرف سے مناظرہ کرنے کے لئے پنڈت ودرانند تشریف لائے تھے۔ خدا کی شان ہندوستان کے دیگر شہروں کو تو چھوڑ دیجئے یہ پنڈت یکے بعد دیگرے خود اسی بدوملہی میں بھی مجھ سے فاش شکستیں کھا چکے تھے۔ اس لئے جونہی اراکین جلسہ کو میری آمد کی اطلاع ملی انکا حال پتلا ہو گیا شکست خوردہ پنڈتوں کو میرے مقابلہ پر تیار کرانا انہیں "ویدک دھرم کی جے" ناممکن نظر آنے لگی اور آنے والی شکست انہیں قبل از وقت ہی محسوس ہونے لگی چنانچہ آریہ اراکین نے بہانہ کی تلاش شروع کر دی اور فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بنے مناظرہ کو ٹال دینا چاہئے۔

۲۳ مارچ عصر کے وقت آریوں نے "مذاہب کانفرنس" رکھی تھی مضمون "پرماتما کا سروپ" تھا مسلمانوں کی طرف سے ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بٹ مدرس مسلم ہائی سکول بدوملہی نے نام دے رکھا تھا۔ بٹ صاحب نے کانفرنس میں حضرت مسیح موعود کے خیالات سے فیض یافتہ ہو کر خدا کی صفات پر ایک نہایت ہی کامیاب مضمون پڑھا۔ اور یہی مضمون سب پر بالا رہا۔

۲۳ مارچ شب کو مشاعرہ ہوا آریہ شعرا نے اپنا اپنا کلام پڑھا۔ ایک شاعر نے پاکستان تحریک کے خلاف زہر اگلا اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ کا استعمال کیا مسلمانوں نے احتجاج کیا کہ تحریک پاکستان کے خلاف جو کہا جائے دلائل اور معقولیت سے کہا جائے غیر مہذبانہ الفاظ کا استعمال مناسب نہیں آریہ اراکین مناظرے سے تو بچ ہی رہے تھے۔ انہیں بہانہ مل گیا۔ صبح ہوتے ہی لالہ جیونداس صاحب پردھان کہتے پھرے کہ مہاراج فضا خراب ہو گئی ہے۔ ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔ اور پھر سب انسپکٹر پولیس کو اطلاع کر دی کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے مسلمانوں کو بھی روک دیا جائے ادھر جب ہمیں اطلاع ملی تو ہم نے چودھری سلطان علی صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس و میاں محمد علی صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس و چند دیگر معززین کو لالہ جیونداس صاحب کے پاس بھیجا کہ فضا بالکل صاف ہے اور مطلق خراب نہیں۔ تحریری معاہدہ کے مطابق مناظرہ ضرور ہونا چاہئے مسلمانوں کی طرف سے چودھری غلام حیدر خان صاحب اور ہندوؤں کی طرف سے آپ امن کے ذمہ وار بن چکے ہیں پولیس بھی موجود ہے قبل ازیں بھی بدوملہی میں متعدد مناظرے ہو چکے ہیں کبھی کوئی بدامنی نہیں ہوئی اب بھی فساد کا کوئی اندیشہ نہیں حسب معاہدہ مناظرہ ضرور ہونا چاہئے مگر لالہ جیونداس صاحب مناظرہ سے دہائی دینے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مناظرہ کے تصور سے انہیں انتہائی اذیت ہو رہی ہے۔ انہیں تحریری معاہدہ کرنے کے باوجود مناظرہ سے صاف انکار کر دینا آسان نظر آتا تھا بہ نسبت اس کے کہ اپنے شکست خوردہ پنڈتوں کو میدان میں اتار کر ویدک دھرم کی شکست اور اسلام کی فتح کا سامان اپنے ہاتھوں آپ کر دیں۔ لالہ جیون داس صاحب کے انکار پر مسلمان نوجوانوں نے ڈھول لے کر شہر میں منادی شروع کر دی کہ حسب معاہدہ ہم آریوں سے مناظرہ کے لئے طیار ہیں یہ منادی اس لئے شروع کی کہ شاید آریوں کو غیرت آ جائے اور وہ ویدک دھرم کی لاج رکھنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مگر آریہ پریذیڈنٹ سب انسپکٹر پولیس کے پاس پہنچے کہ مہاراج مسلمان آ رہے ہیں انہیں روکا جائے ہم مسلمانوں سے مناظرہ کے لئے طیار نہیں۔ چنانچہ پولیس نے منادی بند کرا دی اور کہا کہ جب آریہ مناظرہ سے انکار کر چکے ہیں تو اب انکا پیچھا نہ کیا جائے اس پر مسلمانوں نے میرے ایک پبلک لیکچر کا اعلان کیا۔ اور آریوں کی جلسہ گاہ کے آگے تکبیر کے نعرے بلند کئے کہ شاید اب بھی آریہ مناظرہ کے لئے طیار ہوں۔ مگر لالہ جیون داس صاحب اور ان کی قوم پر ایک موت طاری تھی۔ انہوں نے اور اُن کے پنڈت صاحبان نے کامل خاموشی میں ہی اپنی خیر سمجھی میرے لیکچر کی منادی سنتے ہی لوگ جلسہ گاہ میں کھچا کھچ بھر گئے مناظرہ سننے کے لئے مضافات سے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔ اچھی رونق ہو گئی۔ "ویدک دھرم اور اسلام" پر میرا لیکچر ہوا۔ اور یوں اہالیان بدوملہی نے دیکھا کہ جے آخر اسلام کی ہوئی۔ پہلے تو آریہ پنڈت میدان میں اتر کر مار کھاتے تھے لیکن انہوں نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے بغیر لڑے ہی ہتھیار اسلام کے قدموں میں ڈال دیئے۔

اتفاق کی بات ہے کہ واپسی پر ٹھاکر امر سنگھ آریہ مناظر اور میں نے گاڑی کے ایک ہی کمرے میں سفر کیا۔ چند اور آریہ دہاشے بھی اس کمرے میں تھے۔ جب گاڑی بدوملہی سے روانہ ہوئی تو ایک مہاشہ فرمانے لگے کہ جلسہ میں تو مناظرہ نہیں ہو سکا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہیں کچھ مناظرہ ہو جائے۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ پریذیڈنٹ بن جائیں گھڑی سامنے رکھ لیں اور ہمیں وقت سے اطلاع دیتے جائیں۔ میں یہیں مناظرہ کے لئے تیار ہوں

ہیں مناظرے لئے ... ہوتے ... مجھ سے مار کھا چکے ہوئے ہیں۔

آخر میں میں اپنے بزرگ جناب چودھری غلام حیدر خاں صاحب رئیس بدوملہی و جناب چودھری سلطان علی صاحب ... کی نوازشوں اور فیاضیوں کے لئے شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ اللہ کریم ان کے اخلاص کا ... ان کے علاوہ ان تمام بزرگوں اور نوجوانوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے آریوں کے مقابلہ میں اپنے جوش اور غیرت ایمانی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

بقیہ صفحہ ۷

محمد عربی زندہ باد

مسلمانوں کی خوشی بے اندازہ تھی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے نعرہ لگایا کہ

مرزا صاحب زندہ باد

کیونکہ ان کے خیال میں مرزا مظفر بیگ صاحب نے حجت و دلیل سے محمد رسول اللہ صلعم کا غلبہ ثابت کر دیا۔

مرزا صاحب کی تقریر

رات کو مرزا صاحب کی پھر تقریر ہوئی۔ جو بیان سے آنحضرت صلعم کی صداقت پر شہادت تھی۔ اور ضمنی طور پر آریوں کی بعض خرافات کا بھی ذکر تھا۔ مثلاً جب آریوں کو اسلامی ممالک میں جنگ عظیم کے موقعہ پر بعض جگہ جانا پڑا۔ اور ہر طرف سے السلام علیکم وعلیکم السلام کی صدا آنے لگی تو ہندوستان کے آریوں نے السلام علیکم کی بجائے

نمستے علیکم اور علیکم نمستے

کا سلام ان اسلامی ممالک کے لئے بنایا۔ حالانکہ یہ بالکل بے معنی چیز ہے۔ غرض یہ تقریر بہت دلچسپ تھی۔ اور لوگ ہمہ تن گوش تھے۔

خاتمہ جلسہ

جلسہ کا خاتمہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی ایک تقریر پر ہوا۔ جو برکات القرآن پر تھی اور بہت دلنشین تھی مولانا نے بوجہ زیادہ رات ہو چکنے کے اپنی تقریر کو ختم کر دیا اور ہمارا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدمت اسلام کیلئے احسن تدابیر اختیار کرنا بدعت و معصیت نہیں ہے

برطبق حدیث نبویؐ کہ انما الاعمال بالنیات کوئی حسن انتظام اسلام کی خدمت کیلئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی مشکلات پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولا نبی کریمؐ کو کبھی اس رنگ و طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ و جدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہو گئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائی کے پیدا ہوئے اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا نہ صحابہؓ و تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کیساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے کوئی اور بھی اسکا نتیجہ ہوگا! پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مثلاً جنگ و جدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی ہماری ہدایت پانے کیلئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لهم ما استطعتم من قوۃ اللہ جلشانہ نے اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں مؤثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو پس اب ظاہر ہے کہ اس حسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الانصار من الایمان انکو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جنکی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں (آئینہ کمالات اسلام)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— ۹، ۱۰، ۱۱ مئی کو جماعت پشاور کا سالانہ جلسہ منعقد ہوگا اور ۱۷، ۱۸ مئی کو جماعت پونچھ جلسہ منعقد کریگی تاب بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں کا پروگرام قریب الختم ہے اس کے بعد تمام بیرونی جماعتوں کو انفرادی تبلیغ پر زور دینا چاہئے۔

—— مولوی عبد الرشید صاحب مبلغ سندھ کے ذریعہ [illegible] ایک ہندو نوجوان بعمر ۲۲ سال جسکا پہلا نام کشن [illegible] کھتری سکنہ شکارپور تھا۔ اور اب اسلامی نام شیخ عبد اللہ رکھا گیا ہے داخل اسلام ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے آمین۔

—— اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ جناب میاں غلام [illegible] صاحب کو پہلے سے افاقہ ہے۔ احباب سلسلہ دعا جاری رکھیں کہ اللہ تعالےٰ میاں صاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

—— جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب کی اہلیہ محترمہ کو [illegible] کوس سٹروک کا حملہ ہوگیا۔ تکلیف ابھی باقی ہے۔ احباب سلسلہ محترمہ کی صحت کامل کیلئے دعا فرمائیں۔

—— جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے صاحبزادہ میاں محمد اکرم صاحب تھانیدار منٹگمری بیمار ہیں انکی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

جماعت احمدیہ کدھر جا رہی ہے { موجودہ شیوع کا مقالہ افتتاحیہ ملاحظہ فرمائیں!

"اسمہ احمد"

اس بشارت کے حقیقی مصداق سرورِ دو عالم ہی ہیں

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی)

اگرچہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آنحضرت صلعم ہی کیا باعتبار ذات اور کیا باعتبار صفت

محمد و احمد

ہیں اور مسلمانوں میں سے آج تک کوئی ایسا فرقہ نہیں ہوا جس نے کبھی آنحضرت صلعم کے مصداق بشارت عیسوی "اسمہ احمد" ہونے کا انکار کیا ہو البتہ نصاریٰ نے اس امر کا ہمیشہ انکار ہی کیا اور یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے زمانہ کے مثیل نصاریٰ محمودی قادیانی بڑے زور سے نصاریٰ کے نقش قدم پر قدم مار رہے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بشارت عیسوی "اسمہ احمد" کے مصداق نہیں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا اسم ذات احمد نہیں ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر یہ غالی لوگ کہتے ہیں کہ "اسمہ احمد" کی بشارت کا مصداق حضرت مرزا صاحب مجدد زمان ہیں۔ کیونکہ ان کا نام احمد ہے

قادیانی دعوے

قادیانی لوگوں میں سے بعض مبلغوں اور ان کے بڑے بڑے آدمیوں سے یہ دعویٰ سننے میں آیا ہے کہ جو نام کسی مامور کا اس کی بشارت میں ہو۔ وہ ضرور اس کا اسم ذات ہوتا ہے جسے اس مامور کے والدین رکھنے والے ہوتے ہیں اور وہ اسی نام سے مشہور ہوتا ہے۔

مگر خدا جانے یہ قاعدہ ان لوگوں نے کہاں سے اور کس لئے بنایا ہے۔ کیونکہ اول تو یہ کوئی قاعدہ ہی نہیں لیکن اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو بھی وہ ان کے مدعا کو مفید نہیں ہے۔ مگر چونکہ وہ غلطی سے اس قاعدہ سے بخیال خویش حضرت مرزا صاحب کو بشارت احمد کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اس لئے اس قادیانی دعویٰ پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

موعود کل انبیاء

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو کل انبیاء کا موعود رسول قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آیت میثاق النبیین سے صاف ظاہر ہے اور آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جملہ انبیاء نے آپ کے آنے کی خبر کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ تورات میں بزبان موسیٰ علیہ السلام آپ کو "مثیل موسیٰ" کہا گیا ہے اور انجیل میں لکھا ہے کہ جب یحییٰ نبی ظاہر ہوئے تو ان سے یہود نے سوال کیا کہ آپ الیاس ہیں یحییٰ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہود نے پھر پوچھا کہ کیا آپ مسیح ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ تب یہود نے پوچھا کہ کیا آپ "وہ نبی" نہیں تو آپ نے فرمایا کہ نہیں۔

اس سے الیاس، مسیح اور وہ نبی کی آمد کا موعود ہونا ظاہر ہے تمام مسلمان متفق ہیں کہ وہ نبی آنحضرت صلعم کی ذات ہے۔ حضرت عیسیٰ نے خود تو وہ موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا جس کا نام "مسیح" ہے لیکن جب ان سے یہ سوال ہوا کہ پھر الیاس کہاں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو یحییٰ نبی ہی ہے جس کے کان سننے کے ہوں سن لے اور جس کی آنکھ دیکھنے کی ہو وہ دیکھ لے۔ آنے والا آچکا۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ الیاس جو ایک نبی کا اسم ذات تھا۔ وہ یحییٰ علیہ السلام کے لئے بطور اسم صفت ہے اور مسیح جو اسم صفت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بالفاظ

مبشرا بکلمۃ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم

آیا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کیلئے بوجہ شہرت ایک علم یا اسم ذات بن گیا ہے۔ حالانکہ دراصل وہ اسم صفت ہے پس یہ تسلیم کرنا پڑا کہ پیشگوئی جو کسی مامور من اللہ کی آمد کی ہو۔ اس میں جو نام ہو اس کا اسم علم ہونا ضروری نہیں ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں جو ایک پسر موعود کی پیشگوئی ہے۔ اس میں عالم کیا ہے۔ کلمۃ اللہ و کلمۃ العزیز وغیرہ وغیرہ تمام کے تمام اسماء بطور صفت ہیں۔ پس یہ قاعدہ کہ جس کی آمد کی بشارت کسی نام سے دی جائے۔ وہ نام اس کا علمی ہی ہوتا ہے محض ایک خانہ ساز بات ہے۔ جس کی صحت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ نہ پہلے صحف انبیاء سے اور نہ قرآن مجید سے اور نہ حدیث سے اور نہ ہی مسیح موعود کے کلام سے یہ دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا قادیانی غالیوں کا یہ ادعا بالکل غلط ہے

ماں باپ کا رکھا ہوا نام

کسی کا یہ کہنا کہ علم وہ اسم ہے جو ماں باپ نے رکھا ہو۔ یہ کسی حد تک تو درست ہے۔ مگر بہت سے لوگ ہیں جو اپنا نام آپ بدل لیتے ہیں اور وہ بدلا ہوا نام بطور اسم ذات استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہ بات خود قابل غور ہے کہ جب ماں باپ کا رکھا ہوا نام اسم ذات سمجھا جاتا ہے تو رب العالمین کا رکھا ہوا نام کیوں ماں باپ کے رکھے ہوئے نام سے کم سمجھا جائے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حقیقی اور سچا نام تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو دے۔ کیا اگر کسی عورت کا نام مریم ہو اور اس کے بچے کا نام عیسیٰ ہو۔ تو وہ بچہ محض مریم نام عورت سے پیدا شدہ ہونے کی وجہ سے آنے والے

عیسیٰ ابن مریم

کی خبر کا مصداق ہو سکتا ہے تا وقتیکہ اس میں وہ کمالات نہ ہوں۔ جو عیسیٰ ابن مریم میں تھے۔ وہ عیسیٰ ابن مریم کی آمد ثانی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

لطیفہ

جماعت احمدیہ شملہ میں ایک شخص مسیح موعود کے صحابہ میں سے تھے۔ ان کا نام شمس الدین تھا۔ ان کی بیوی کا نام مریم تھا۔ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام عیسیٰ رکھ دیا۔ تب میں نے انہیں ہنسی سے کہا کہ اس بچے کے ابن مریم ہونے میں تو شک نہیں۔ آئندہ جو مولوی صاحبان "ابن مریم" یا "عیسیٰ ابن مریم" کے لفظوں پر جھگڑا کیا کریں گے انہیں ہم اس عیسیٰ ابن مریم کو دکھا کر پوچھا کریں گے کہ بتائیے مولانا آپ اس بچے کو آنے والا موعود تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا نام "عیسیٰ ابن مریم" ہے اگر وہ کہیں گے کہ نہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ جب آپ اسے بھی ابن مریم نہیں مانتے کیونکہ آپ کے خیال میں اس میں وہ کمالات نہیں نہ وہ دعویٰ ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب کو عیسیٰ اور مسیح اور ابن مریم ماننے میں کیا حرج ہے

جبکہ ان کا دعویٰ [illegible] ہیں مسیح ہوں ابن مریم ہوں [illegible] میں عیسیٰ سے بڑھ کر حیثیت موجود ہے۔

احمد

احمد کے معنی ہیں بہت تعریف کرنے والا احمد صلعم کا ہی یہ نام ہو سکتا ہے کیونکہ جس قدر حمد الٰہی آپ نے کی ہے۔ وہ کسی اور نے نہیں کی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محمد کے معنی ہیں تعریف کیا گیا احمد جس قدر زیادہ خدا کی زیادہ تعریف کرے گا۔ اسی قدر زیادہ وہ محمد کہے جانے کا مستحق ہو گا۔ پس محمد ہونے کیلئے پہلے احمد ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلعم کو یہ دونوں نام دیئے گئے۔ یہ بھی سچ ہے کہ آپ کی محمدیت کے ثبوت کیلئے آپ کے مدح خواں بھی وہ مدح کرتے ہیں

احمد اندر جہان احمد شد پدید

اسم من گردید اسم آں وحید

پس محمد حقیقی کا پہلے احمد حقیقی ہونا ضروری ہے اور وہ تمام جو آنحضرت صلعم کی مدح کرنے والے عاشقین کاملین ہیں۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلعم کے اسم احمد کے مظاہر ہیں۔ ان میں سے حضرت مسیح موعود سب سے بڑے مظہر ہیں۔ اسی لئے آپ نے فرمایا:-

منکہ در عشق او ہستم نہاں

من ہمانم من۔ ہمانم من ہماں

مگر افسوس ہے کہ حضور کے اس عاشقانہ کلام کو بھی قادیانی حضرات نہیں سمجھتے

خطاب "یا احمد"

قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو ان کے الہامات میں "یا احمد" کر کے بار ہا پکارا ہے اس لئے احمد آپ کا نام ہے مگر یہ لوگ نہیں سوچتے کہ حضرت اقدس کو ان کے الہامات میں "کرشن" کا بھی خطاب ہے۔ اور الہامات میں آپ کو "غلام احمد" نام دیا گیا ہے بلکہ ایک الہام میں تو آپ کو "محمد رسول اللہ" ہی کہا گیا ہے۔ پھر یہ کیا حماقت ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ الہامات میں آپ کو یا احمد کر کے پکارا گیا ہے اس لئے آپ ہی احمد ہیں حضرت اقدس نے تمام عمر بار بار لکھا کہ اے لوگو تم مجھ کو مسیح یا عیسیٰ یا ابن مریم ہونے پر تو کافر کہتے ہو لیکن تعجب ہے کہ خدا تو مجھے اس سے بڑھ کر نام عطا فرماتا ہے۔ وہ تو مجھے محمد و احمد نام سے نامزد کرتا ہے۔ مگر تمہیں کوئی غصہ نہیں آتا۔ یہ کیا بات ہے۔

اگر یہ عذر ہو کہ حرف ندا "یا" کے ساتھ "احمد" کا نام ہے اس طرح یا محمد نہیں آیا تو یہ عذر بھی نامعقول ہے۔ کیا "یا عیسیٰ انی متوفیک" حضرت مرزا صاحب کا الہام نہیں اور یا محمد تو قرآن مجید میں بھی آنحضرت صلعم کے لئے نہیں آیا۔ پھر یہ کیسا فضول اعتراض ہے

محمد و احمد

یہ دونوں اسماء آنحضرت صلعم کے ہیں۔ خود حضور نے فرمایا ہے کہ "انا محمد وانا احمد"

مگر آپ کی شان عالی کو دوسرے انبیاء سے ممتاز بنانے کیلئے کبھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسماء ذات کے ساتھ مخاطب نہیں فرمایا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ حضور محمد یا احمد نہ تھے۔

قادیانیوں کا دوسرا دعوے

قادیانی کہتے ہیں کہ فلما جاءھم قالوا ھذا سحر مبین کے بعد بھی خدا نے یہ فرمایا ہے کہ

ومن اظلم ممن افترے علی اللہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام

اس میں "من افتریٰ علی اللہ کذبا" کا فقرہ مکذبین احمد کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ افتریٰ علی اللہ کا جملہ صرف اور صرف اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جو خدا کی طرف کوئی دعوے اپنی طرف سے منسوب کرتا ہو۔ مکذبین انبیاء و رسل چونکہ کوئی بات

(باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲۸

جماعت احمدیہ کدھر جارہی ہے؟

جماعت احمدیہ لاہور اور ایک عظیم الشان تبلیغی تحریک

چند سال قبل

آج سے چند سال قبل ڈاکٹر ناسٹیس نے کہا تھا۔ "احمدی اس وقت دنیا میں اسلام کے سب سے بڑھ کر کام کرنیوالے مبلغ ہیں" لیکن آج اس خزینہ پر دل سوزناں ہے کہ آج یہ تفوق کیوں حاصل نہیں جو کہ ہونا چاہئے۔ قادیانی پارٹی نے بعض مسائل میں ایسی پیچیاں پیدا کرکے تحریک احمدیت کی خالص اسلامی شان کو وہ نقصان پہنچایا ہے۔ کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس تحریک کی روزافزوں ترقی کو روک دیا۔ کہاں وہ دن کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈروں کو قادیان میں ہمیشہ اسلامی اخلاق کا نمونہ نظر آئے اور حضرت مجدد وقت کی وفات پر ان کے دل سینوں میں ماتم بپا کریں اور کہاں یہ دن کہ دائرہ اسلام میں انہیں جماعت احمدیہ کی موجودگی خار نظر آئے اور وہ اسے اقلیت قرار دینے میں ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگائیں۔ عجیب تفاوت ہے عجیب ستم ظریفی ہے حالات کی!

قوا کی ایک جنبش

وہ جماعت جو محض ناموس اسلام کے تحفظ کے لئے معرض وجود میں آئی ہو۔ اس کی یہ درگت بنے۔ وہ تحریک جو قرآن مجید کے اس ارشاد ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون کی ایک عملی اور جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اس کے متعلق اس قدر تکلیف دہ غلط فہمیاں عالم اسلام میں موجود ہوں۔ ان صورت حالات میں جماعت احمدیہ کے ہر ایک بچہ بچہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام قوا کو ایک جنبش دے اور اس وقت تک دم نہ لے۔ جب تک کہ تحریک احمدیت پر سے بدنما داغ دور نہ ہوجائیں۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور میں چند ایک ایسے رجحانات پیدا ہوچکے ہیں۔ جو چند سالوں کے اندر اندر اس کی سطوت کو قائم کردیں گے اور جماعت احمدیہ کے معاندین پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوجائے گی کہ اس تحریک کے سرچشموں کو خشک نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ کے اندر زندگی کے آثار بدرجہ اتم موجود ہیں

موجودہ غلط فہمیاں

گو اس وقت شدید مخالفت اور غلط فہمیوں کے کوڑیالے سانپ اس کے گرد کنڈلی مارے پڑے ہیں۔ لیکن ہمارا جہاد بالقرآن عصائے موسوی کے مترادف ہے۔ جو بہت جلد ان افسونی سانپوں کو کچل دیگا اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑیگا۔

چند الزامات

ہماری جماعت پر چند ایک الزامات لگائے جاتے ہیں ان میں سے سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کے بعد کسی مستقل نبوت کے قائل اور موید ہیں۔ یہ سب سے پہلا الزام ہے۔ حالانکہ جماعت احمدیہ لاہور چھبیس سال سے اس عقیدہ کے خلاف جہاد کررہی ہے۔ یہ غلط فہمی محض ہماری سستی کی وجہ سے ہے۔ ہمیں چاہئے تھا کہ ہم دنیا کے کونہ کونہ میں اس بات کا اعلان کردیتے کہ یہ جماعت احمدیہ پر ایک اتہام ہے۔ جماعت احمدیہ ہرگز اس عقیدہ کی قائل نہیں اور اتنے زور سے اس آواز کو بلند کرتے کہ اس میں سب مزخرفات ڈوب کر رہ جاتی ——— دوسرا الزام جو جماعت احمدیہ پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم باقی مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تحریک احمدیت کے اساسی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا۔ اب تو قادیانی جماعت بھی عقیدۂ تکفیر میں بہت کمزور پڑچکی ہے اور اس کے یہ عقائد ہندوستان کے موجودہ پولیٹیکل حالات کے سامنے ٹھہر بھی کیسے سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ دوست جنہوں نے جناب میاں صاحب کے ان خطبات کو سنا ہے۔ جو انہوں نے اس وقت دیئے تھے جبکہ انہیں تمام مسلمانوں کی قیادت حاصل کرنے کا سودا لئے خام تھا۔ وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ قادیان کا عقیدہ تکفیر المسلمین بہت کمزور ہوچکا ہے اور اس کمزوری کا اثر یقیناً اس کے عقیدہ نبوت پر بھی پڑے گا۔ کیونکہ ان دونوں عقائد میں چولی دامن کا ساتھ ہے سو یہ دونوں عقیدے جماعت احمدیہ لاہور کی مساعی اور حالات کے طبعی تقاضا کی وجہ سے بہت ضعیف ہوچکے ہیں لیکن باوجود اس بین حقیقت کے مسلمانوں اور احمدیوں کے درمیان ایک حجاب حائل ہے جسے نہایت آسانی کے ساتھ چاک کیا جاسکتا ہے۔

قادیانی خلافت

باقی رہا مسئلہ خلافت۔ قادیانی خلافت کی کشتی نے بار ہا متلاطم سمندر پر ہچکولے لئے ہیں۔ اور سمندر کی تہ میں بیٹھنے سے صرف اس لئے محفوظ رہی کیونکہ خلافت قادیانی پارٹی کے قلوب میں ایک ایسا تار ہے۔ جو بہت جلد مرتعش ہوجاتا ہے۔ لیکن اس ارتعاش کا تعلق ایمان سے نہیں۔ بلکہ اجتماعی نفسیات سے ہے۔ جسے آہستہ آہستہ نشوونما دی گئی ہے۔ یہ تار اب اتنا سریع الحس ہوچکا ہے کہ اس کے چھوتے ہی خون رسنے لگتا ہے۔ سو جب کسی جماعت کے اعصاب اس قدر سریع الحس ہوجائیں تو اس کے احکام پر زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ ایسے کمزور اعصاب بہت جلد اختلاط پذیر ہوجاتے ہیں۔

علاج طبعی

سو غلط عقائد کے فساد اور زہر کو طبیعت خود بخود درست کررہی ہے اور ایک اعتدال پر لارہی ہے۔ آخر خدا وند تعالیٰ نے اس تحریک کو اس لئے پیدا نہیں کیا [illegible] کے خون میں پھیل کر اس کا ہمیشہ کیلئے [illegible] اس نظام حیات میں وہ قوت بھی موجود ہے۔ جو مصالح [illegible] کرکے اس کی عروق میں چھوڑتی رہے۔ یہ آئین فطرت ازلی [illegible] ابدی ہے۔ کہ جب وہ کسی جماعت کو کسی خاص مقصد کیلئے پیدا کرتی ہے تو پھر اسے ایسی طبیعت بھی بخشتی ہے جو [illegible] اور فساد کا مقابلہ کرتی ہے اور اسے آہستہ آہستہ دور کرتی رہتی ہے اور وہی قانون یہاں بھی کام کررہا ہے۔

مطلق باک نہیں

ہمیں اس بات کے اظہار میں مطلق باک نہیں کہ جماعت احمدیہ قادیان اور جماعت احمدیہ لاہور ایک ہی اصل کے دو جزو ہیں۔ اور دونوں نہایت سرعت کے ساتھ ایک ایسے مرکزی نقطہ پر ملنے کیلئے سرگرداں ہیں جو کہ ایک اعتدال پر دا [illegible] اور اسی اعتدال کا نام احمدیت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض دوست اسے تصور کے ہوائی قلعے سمجھ کر ہنس دیں۔ لیکن وہ آنکھیں جو محض امروز و فردا کے طلسم میں اسیر نہیں رہتیں جو آج سے کل [illegible] پیدا ہونے والے نتائج کو بھانپ جاتی ہیں۔ انہیں مستقبل قریب میں ہی ایک ایسا سنگم نظر آرہا ہے۔ جہاں یہ تحریک کے دو [illegible] ٹکڑے بھاگ کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہونے والے ہیں [illegible] جماعت قادیان کے الوہی اوامر زوال پذیر ہیں۔ زمانے کے امتحان پر ان کا کھوٹا ہونا نمایاں ہوچکا ہے۔ عقائد کے غلو اور الوہیت کے ممزوج میکر کی اضطراری چیخیں اب [illegible] نہیں بلکہ موت کی آخری ہچکیاں ہیں۔ ان عقائد [illegible] ہوئے چراغ نے سنبھالا لیا ہے۔ جس کا سکون [illegible] گو سطحی نظر کو شاندار معلوم دیتی ہو لیکن ہم [illegible] کہ یہ شعلہ سیاہ پوش ہے۔ اس کی زندگی کے دن [illegible] شمار کئے جاسکتے ہیں۔ عقائد کے غلو سے [illegible] چکی ہیں۔ جو تخلیق نہیں بلکہ ایک مرض ہے جو [illegible] ہے۔ اس بڑھتے ہوئے مرض کو کچھ دیر کیلئے التوا [illegible] لیکن یہ خطبات کا ترش دار دار نظام کی [illegible] پیدا ہونے والی موت کو منصۂ شہود پر آنے [illegible] سکتیں وہ ناگزیر ہے ہو کر رہے گی طبعی قوانین [illegible] سے کسی کو مفر نہیں۔

دوسری طرف ہماری جماعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک زندہ شاخ میں تیزی کے ساتھ ایسے جذبات اور رجحانات پیدا ہورہے ہیں جو شدت کے ساتھ [illegible] تعمیر کے موید ہیں۔ خدا کے فضل سے [illegible] ہماری جماعت میں اتنا زبردست تبلیغی تحرک ہے۔ جو [illegible] مستقبل کا آئینہ دار ہے اور یقین دلاتا ہے کہ یہ جماعت اپنی [illegible] قوتوں کو بروئے کار لاکر پھر سلسلہ کی شان رفتہ کو قائم کرد [illegible] اس سال جو تبلیغی پروگرام جماعت نے اپنے سامنے رکھا ہے [illegible] اسے عملی جامہ پہنانے کیلئے جو جدوجہد شروع کی ہے وہ [illegible] کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ ہمیں اس تبلیغی پروگرام کے ضمن میں دو [illegible] قائم کرنے ہیں۔ ایک ان اسلامی تحریکات کے مقابلہ میں جو احمدیت کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرکے اس کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کررہی ہیں اور دوسرے قادیانیت کے خلاف۔ کیونکہ [illegible] یہ زہر جہاں سے پیدا ہوا ہے۔ وہیں سے اس کی [illegible] ہے۔ یہ غلط فہمیاں اس وقت تک دور نہیں ہوسکتیں جب تک [illegible] عقائد کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کریں۔ خواہ اس مقابلہ کیلئے ہمیں قادیان ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

وفات مسیح اور اخبار اہلحدیث

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲ مئی ۱۹۴۱ء میں ایک نظم "نظم مع تاریخی مصرع" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے جس کا ایک شعر ہے ؎

چل بسے جتنے پیر آئے تھے سب چل بسے
آہ دنیا میں کہاں نبیوں کا وہ خاتم ہے اب

لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ ان سب پیغمبروں میں حضرت عیسٰی علیہ السلام شامل نہیں ہیں کیا؟ اگر وہ بھی بحیثیت پیغمبر کے ان میں شامل ہیں۔ تو مذکورہ شعر سے معلوم دیتا ہے کہ وہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اگر وہ بھی فوت ہو چکے ہیں تو پھر یہ مسئلہ حیات مسیح کیا؟ بعض دفعہ حقیقت کا اظہار باوجود انسانی ضبط کے انسانی زبان سے ہو جاتا ہے۔ اور ان میں سے ایک موقعہ یہ ہے۔ جبکہ یہ شعر کہا گیا۔ اور اخبار اہلحدیث میں شائع ہوا۔

جناب سر چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کا مکتوب

ہم نے ایک شذرہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۴۱ء میں سر چوہدری ظفر اللہ خانصاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ جس میں ایک اقتباس الہلال مورخہ ۱۵-۲۲ اپریل کا درج کیا تھا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب نے لنڈن میں ایک غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس کا جواب ایک تحریر کی صورت میں ہمیں جناب چوہدری صاحب کی طرف سے موصول ہوا۔ جس میں جناب چوہدری صاحب نے لکھا ہے کہ اسے اخبار میں شائع کر دیا جائے۔ ایک خاص وجہ سے جس کا اظہار ہم کسی آئندہ اشاعت میں کریں گے اس کی اشاعت میں تعویق ہوئی۔ ورنہ ہم خداوند تعالٰے کے فضل و کرم سے تنگدل نہیں ہیں۔ ہم اسے عنقریب کسی آئندہ اشاعت میں درج کرینگے جناب سر چوہدری ظفر اللہ خانصاحب مطلع رہیں۔

جرمنی پر ۲۴ گھنٹے ہوائی حملے جاری رکھے جائیں گے

لندن ۴ مئی۔ مستقبل قریب میں دشمن کے خلاف ۲۴ گھنٹے مسلسل ہوائی حملے جاری رکھے جائیں گے۔ یہ نتیجہ وزارت فضائیہ کے ایک بیان سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس میں یہ حقیقت منکشف کی گئی ہے کہ کولون۔ آشین، ڈسلڈراف شیر بردگ، برلیسٹ اور المیڈن پر جو ہوائی حملے کئے گئے ہیں۔ ان میں سٹرلنگ ساخت کے بھاری ہوائی جہاز استعمال کئے گئے۔ یہ حملے دن کی روشنی میں کئے گئے ہیں اور دشمن کے اڈے تباہ کرنے کے بعد سارے ہوائی جہاز سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔ کہ جہاز اس تیزی سے حملے کرتے ہیں کہ دشمن کی طیارہ شکن توپوں کی گولہ باری بے کار رہی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ دن کے وقت دشمن کے علاقوں پر حملوں میں جو کامیابی ہوئی ہے۔ اس کے پیش نظر آئندہ مسلسل ۲۴ گھنٹے حملے جاری رکھنا ممکن ہے۔

مسیح موعود نمبر میں اشتہار دیکر فائدہ اٹھائیں

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ منکہ دیال سنگھ ولد سندر سنگھ ذات لبانہ سکنہ نوشہرہ بہادر تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۷ مقرر کیا ہے۔ لہذا جانے مذکور دیال سنگھ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتًا پیش ہوں۔ مورخہ ۱

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

یونان کا بحری بیڑہ برطانیہ کے بحری بیڑے میں مل گیا

لندن ۴ مئی۔ برطانیہ کے بیڑے میں یونان کا بحری بیڑہ اپنی بحری فوج سمیت آملا ہے۔ انگلستان کی وزارت بحریہ نے اس سلسلے میں بیان کیا ہے کہ یونان کا بحری بیڑہ ایک کروزر دس تباہ کن جہازوں ۱۳ تارپیڈو کشتیوں، چھ آبدوزوں ۹ سرنگیں بچھانے والے جہازوں اور متعدد امدادی جہازوں پر مشتمل ہے بحری فوج میں ۷ ہزار افسر اور سپاہی ہیں۔ ریزرو بحری فوج اس سے علیحدہ ہے۔ بحری فوج حکومت یونان کے ایما پر اپنے ملک کی آزادی کیلئے دشمن کے خلاف جنگ جاری رکھے گی۔

جن خریداران

اخبار پیغام کا سابقہ چندہ ختم ہو چکا ہے یا جن کے ذمہ سابقہ بقایا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ اپنی اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر انجمن کو بار بار یاددہانی اور وی۔ پی کے اخراجات سے بچائیں۔

الحق یعلو ولا یعلی

(از جناب مولانا احمد یار صاحب۔ ایم۔ اے)

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ بندے کو کبھی بھی اللہ تعالٰی کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے بعض دفعات آدمی اپنے گردوپیش کے حالات کی وجہ سے مایوس ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب یہ کام ہرگز پروان نہیں چڑھے گا۔ مگر اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ مومن کو اللہ تعالٰی کے فضل سے مایوس نہ ہونا چاہئے وہ علی کل شئی قدیر ہے۔ اس کے سامنے ہر ایک چیز ممکن اور سہل الحصول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ باوجود قریش کی ایذا رسانی اور مشرکین عرب کی شدت مخالفت کے پھر بھی حضور اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے اور ہمت نہ ہاری۔ بلکہ شب و روز تبلیغ حق کے کام میں زیادہ سے زیادہ قوت صرف فرمانے لگے۔ ہماری جماعت جو ایک خالص تبلیغی جماعت ہے۔ اسے بھی لوگوں کی مخالفت اور ضد کو دیکھکر کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اپنی طرف سے ہر وقت پیغام حق پہنچانے میں کوشاں رہنا چاہئے کیونکہ ہمارا فرض صرف پہنچانا ہے حق اور صداقت کا دل میں بٹھا ڈالنا یہ اللہ تعالٰی کا کام ہے میں بطور مثال کے ایک دوست کا خط ذیل میں درج کرتا ہوں جو اپنی عمر کا اکثر حصہ زبان اور قلم دونوں سے حضرت اقدس اور سلسلہ کی مخالفت کرتا رہا۔ اور جو اس بارہ میں جماعت اور غیر از جماعت دونوں میں کافی شہرت رکھتا ہے۔ میری مراد مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک نہر سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تحریری اور تقریری دونوں طریق پر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کی۔ مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کافی عرصہ ہو گیا ہے کہ میں نے اس فعل سے توبہ کر لی ہے یہ سب کچھ ہمارے معزز بھائی میاں عطاء اللہ صاحب سالوع امرتسر کی مساعی اور اخلاق حسنہ کا نتیجہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف جیسے سلسلہ کے مخالف سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے۔ ہمارے جمیع بھائیوں کو چاہئے کہ خلوص اور دلوں میں ملنے کو اپنا شعار بنائیں۔ مخالفت سے کبھی گھبرانا نہ چاہئے۔ اللہ تعالٰے قادر ہے کہ وہ مخالف سے مخالف کو بھی سلسلہ کا خادم بنا دے جمیع احباب سے درخواست ہے کہ وہ مولوی صاحب موصوف کیلئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالٰے ان کے سینے کو کھولے اور اگلا قدم اٹھانے کی انہیں توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین۔

خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰے رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰے خاتم النبیین وعلٰے آلہ واصحابہ اجمعین

انشاء اللہ کسی جماعت یا فرقہ کے بانی اور پیشوا کے متعلق خصوصًا بانی فرقہ احمدیہ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کے متعلق سخت کلامی اور بدزبانی نہ کروں گا اور نہ اب بھی ایسا کرتا ہوں خدا کے فضل و کرم سے تقریر و تحریر میں نرم الفاظ اور خلق محمدی سے کام لیتا ہوں اور ان کو دین کا خادم سمجھتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور جس قدر اشاعت کے لئے کام کرتی ہے اور مال و جان خرچ کرتی ہے (اور بدعات وغیرہ میں خرچ نہیں کرتی ہے) اس کی نظیر پنجاب کے دوسرے اسلامی فرقوں میں نہیں ملتی ہے۔

(حبیب اللہ امرتسری)

ایک کامیاب مناظرہ کے اثرات

(از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری)

بخارا اور ایشیائی ترکستان پر جب سے بالشویکوں نے قبضہ کیا ہے۔ ساٹھ لاکھ کی تعداد میں فرزندان اسلام وہاں سے ہجرت کرکے دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہونے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ترکستان کے کچھ مہاجرین دہلی میں بھی ہیں۔ "انجمن مہاجرین ترکستان" کے نام سے ان کا ایک باقاعدہ نظام ہے۔ اردو، انگریزی اور ترکی زبان میں ان کا رسالہ "ترجمان" ہر مہینے شائع ہوتا ہے۔ جس میں بالشویکوں کی لامذہبیت اور الحاد پر بحث ہوتی ہے اور دنیا کے موجودہ مسائل کا حل اسلام سے پیش کیا جاتا ہے۔

۱۳ اپریل کو "الہام قرآن" پر پنڈت دیاس دیو شاستری بی اے۔ ایل۔ ٹی سے میرا مناظرہ تھا۔ یہ ترک مہاجرین بھی مجلس مناظرہ میں شریک تھے۔ ان پر مناظرے کا بہت اثر ہوا۔ مناظرہ کے بعد دو پہر تک میرا لیکچر تھا جلسہ ختم ہوا تو ایک ترک مہاجر نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ مناظرہ میں کامیابی پر اظہار خوشی کیا اور فرمایا کہ میں رسالہ "ترجمان" کا ایڈیٹر ہوں۔ آجکل حضرت امام مالکؒ کے حالات پر ترکی زبان میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ اور اکثر گھر سے نکل کر دن رات پارکوں میں بیٹھ کر مضامین پر غور و فکر کرتا رہتا ہوں۔ مغرب کی نماز تک تو آپ کا مناظرہ سنا اور پھر حسب معمول پارک میں بیٹھ کر غور و فکر کر رہا تھا کہ یکایک لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آپ کی آواز پہنچی۔

"ہم نے ان پنڈتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ خاندان مغلیہ نے پشاور سے شروع کیا تو راس کماری تک ان لوگوں کو مارتے کاٹتے چلے گئے۔ میں بھی ایک مغل ہوں اور میری رگوں میں بھی مغل خون بہ رہا ہے۔ میں پشاور سے شروع کرتا ہوں۔ راس کماری تک جتنے بڑے بڑے شہر میں قابل پنڈتوں کا انتظام کر لو۔ اگر میں سب کو لتاڑتے کچلتے نہ نکل گیا تو کہنا اصل مغل نہ تھا۔"

میں خود ایک مغل (ترک) ہوں میرا نام مرزا علو بیگ ہے آپ کے ان الفاظ کا مجھ پر بے حد اثر ہوا اور میں آپ کا لیکچر سننے کیلئے سیدھا جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ اب میری درخواست ہے کہ کل عصر کے وقت ہماری انجمن کے دفتر میں چائے پینا منظور کریں۔

میں نے مرزا علو بیگ صاحب کی دعوت کو بصد خوشی منظور کیا اور دوسرے روز ان کے ہاں پہنچا۔ بہت سے مسائل پر تبادلہ خیالات ہوا۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے ہم دونوں بھائیوں کو تشنگی ہی رہی۔ مرزا علو بیگ صاحب نے فرمایا کہ جب ہم ہندوستان پہنچے تو یہاں آکر شیعہ سنی وغیرہ مسلمانوں کے آپس میں مناظرے دیکھ کر ہمیں سخت صدمہ ہوا۔ لیکن کل آریوں سے آپ کا مناظرہ سن کر ہمارے دلوں کو راحت پہنچی۔ اور مجھے فخر ہو رہا ہے کہ ہمارا ایک مغل بھائی مخالفین اسلام کا مقابلہ علم اور دلائل سے کر رہا ہے۔ ہمارے ترکی رسالے کی اشاعت بہت زیادہ ہے۔ ہم اس رسالے میں آپ کا فوٹو دیکر آپ کے تبلیغی مشاغل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم خود مسلمانوں کی ساری کامیابیوں کا راز تبلیغ میں ہی سمجھتے ہیں۔ پس اس لائن پر ہم جسے کام کرتے دیکھتے ہیں اس کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے رسالہ "ترجمان" بابت ماہ مارچ ۱۹۴۳ء کی ایک کاپی میرے آگے رکھی جس کے صفحہ ۲۹ پر یہ الفاظ تھے:-

"ہمارے مہاجر علما طبقہ پر یہ چیز از حد زیادہ فرض ہے کہ بجائے اس کے کہ حرم محترم میں جاکر تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوں۔ تبت، سنکیانگ، منگول جیسے حبو... ترکوں کو تبلیغ کرکے مسلمان بنائیں اور عصری فائدہ جو لازمی ہے اپنی قوم کو پہنچائیں جیسے کہ آجکل انجمن (انجمن مہاجرین ترکستان) کے ایک مبلغ جناب حافظ محمد خاں صاحب اندجانی نے شمالی چین میں پہنچکر کامیاب تبلیغ اسلام شروع کی ہے۔"

یہ الفاظ جو آج سے ایک سال پہلے لکھے گئے ہیں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا علو بیگ صاحب اور ان کی انجمن کے دل میں تبلیغ اسلام کا ایک خاص ولولہ اور جوش ہے۔ اور وہ دنیا کو تبلیغ کے ذریعہ ہی فتح کرنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ حدیث مجدد، احمدی اور قادیانی جماعت کے فرق پر انہوں نے میری گفتگو کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور آپس میں خط و کتابت کے لئے میرا پتہ لکھا اور اپنا پتہ مجھے لکھوا دیا۔ میں نے انہیں مناسب لٹریچر بھی [illegible]

مرزا علو بیگ صاحب نہایت ہی متین اور [illegible] مسلمان معلوم دیتے ہیں۔ وطن سے جدائی اور مشکلات [illegible] پر صابر و شاکر ہیں۔ فرماتے تھے ہمارا ایمان ہے کہ ایک روز عنقریب بالشویکوں کا فتنہ فنا ہو کر رہے گا اور ہم لوگ پھر کامیاب و بامراد اپنے وطن کو واپس جائیں گے۔ اللہ کریم ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کا ایثار

جناب میاں نصیر احمد صاحب آئی سی۔ ایس کی سالانہ ترقی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے میاں صاحب نے مبلغ پانچ روپے -/۵ ہی چندہ ماہوار میں اضافہ کیا ہے خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ایسے نیک اور مخلص نوجوان کو بیش از پیش دنیاوی ترقیات عطا فرمائے اور اسی طرح سے دینی خدمت میں بھی اُن کا جوش و خروش بڑھتا رہے۔

آمین ثم آمین

جماعت احمدیہ دھلی کے سالانہ جلسہ پر روزنامہ وحدت کا تبصرہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دھلی کا جلسہ سالانہ

کامیاب مناظرے اور دلچسپ تقریریں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ دہلی کا سالانہ جلسہ حال ہی میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں مولانا صدر الدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی، مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی۔ مولوی فاضل۔ بی۔ اے۔ مولانا مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع۔ مولانا مولوی عمر الدین صاحب شملوی۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب (پی۔ ایچ۔ ڈی) وغیرہم اصحاب شامل تھے۔

اول شب کو مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کی تقریر ہوئی۔ جس کا موضوع "دنیا کی سیاسی مشکلات کا حل اسلام میں" تھا۔ تقریر نہایت عالمانہ اور پر اثر تھی اور بے حد پسند کی گئی ضرورت ہے کہ اس قسم کی تقاریر پبلک جلسوں میں ہوں اور دنیا کو بتایا جائے کہ اسلام ہی دور حاضر کی مشکلات کا واحد علاج ہے

دوسری نشست کو مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب کا پنڈت رامچندر دہلوی مشہور آریہ سماجی مناظر سے مسئلہ قدامت و عدم حدوث روح و مادہ پر نہایت کامیاب مباحثہ ہوا۔ جس میں سید صاحب نے قرآن مجید سے وہ علمی دلائل حدوث روح و مادہ پر بیان کئے۔ کہ آریہ سماجی مناظر ان معقول دلائل کو کسی طرح نہ توڑ سکا۔ سید صاحب نے ضمناً ویدوں کے حوالہ سے بھی حدوث روح و مادہ پر استدلال کیا۔ اور آریہ پنڈت نے قطعاً اس طرف توجہ نہ کی۔

تیسرے اجلاس میں سید اختر حسین شاہ صاحب کا [illegible] قادیانیوں کے ساتھ ختم نبوت پر ہوا۔ مولانا موصوف کا طرز استدلال نہایت عالمانہ تھا۔ قادیانی مناظر اجرائے نبوت کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث پیش نہ کر سکا۔ لہٰذا دوبارہ آریہ سماج سے دوبارہ مناظرہ ہوا۔ مولانا مظفر بیگ صاحب نے قرآن مجید اور وید کا مقابلہ پر پنڈت دیاس دیو آریہ سماجی سے مناظرہ کیا۔ اور صداقت قرآن مجید بیان کرتے ہوئے ویدوں میں سے آنحضرت صلعم کے ظہور کی پیشگوئیاں نکال کر دکھائیں۔ جہاں لکھا تھا کہ آخری زمانہ کا محمد آدشی (رشی) دس ہزار صحابہ کے ساتھ آئے گا۔ اور اونٹ اس کی سواری ہوگی۔ حالانکہ آریہ دھرم کے رشیوں کے لئے اونٹ کی سواری حرام ہے۔ اسی طرح سیرت نبوی کے بڑے بڑے واقعات ویدوں سے بیان کئے گئے۔ آریہ سماجی مناظر سے ان پیشگوئیوں کی تردید نہ ہو سکی۔ غرضیکہ اسلام زندہ باد محمد آدشی زندہ باد اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے مباحثہ ختم ہوا

حاضرین جلسہ کے دلوں میں جو ہزاروں کی تعداد میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر زندہ ایمان پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک

(وحدت دہلی۔ ۲۶ اپریل ۱۹۴۴ء)

www.aaiil.org

خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ ماموروں کے منکر ہوتے ہیں۔ وہ اولئک بنا یا قتلہ کے مصداق ہوتے ہیں۔ اس لئے "من افترے علی اللہ کذبا" کا فقرہ ایسے مدعی کے لئے ہے جو لوگوں کے خیال میں مفتری علی اللہ ہے حالانکہ ایسے لوگ اسلام کی دعوت دینے والے ہیں۔ یہ دعویٰ سب سے پہلے جناب میاں محمود احمد صاحب نے اپنی اس تقریر میں کیا تھا جس میں آنحضرتؐ کے "اسمہ احمد" کا مصداق ہونے کا انکار کیا تھا اور حضرت مرزا صاحب کو احمد موعود ثابت کرنے کیلئے سارا زور لگایا تھا۔

مگر یہ بالکل ایک کچی بات ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں تو افتروا علی اللہ کا لفظ مدعی اور غیر مدعی سب کیلئے موجود ہے۔ مثلاً فرمایا ہے:۔

قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجّٰنا اللہ منہا (9/1)

مومن یہ کہتے ہیں کہ ہم بلاشبہ خدا پر جھوٹ باندھنے والے ہوں گے اگر اے کفار ہم تمہاری ملت میں لوٹ آویں۔ بعد اس کے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے نجات دی۔ اب یہاں افترٰی علی اللہ کا نام ارتداد محض کو دیا گیا ہے۔ پس یہ قادیانی دعویٰ ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔

قادیانیوں کا تیسرا دعویٰ

قادیانی کہتے ہیں۔ کہ ھو یدعٰی الی الاسلام میں ھو کا مرجع مکذبین احمد نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ اس کا مرجع ہوتے تو ھو کی بجائے جمع کی ضمیر ھم آتی اور الفاظ یوں ہوتے کہ وھم یدعون الی الاسلام۔ پس ھو کا مرجع احمد ہے جس کو اس کے مکذب مفتری علی اللہ کہتے تھے اور معنی یہ ہیں کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا پر افترا کرتا ہے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو۔ یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ اسمہ احمد میں جو احمد رسول ہے وہ مرزا صاحب ہی ہیں۔ کیونکہ ان کو لوگوں نے کافر کہا اور ان کو دعوت الی الاسلام کی گئی۔

یہ عذر اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ احمد جسے دعوت الی الاسلام دی جاتی ہے وہ بڑا مفتری علی اللہ ہے۔ کیونکہ ھو کا مرجع بجز "من" کے اور کچھ قرار دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اور واللہ لا یھدی القوم الظالمین کے یہ معنی ہوں گے کہ احمد کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسے ظالموں کو جو خدا پر افترا کریں۔ خدا کبھی کامیاب نہیں کیا کرتا اور یہ معنی یقیناً غلط ہیں۔ سیدھے اور صاف معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ جو احمد موعود صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ ھٰذا سحر مبین ان سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ کیونکہ یہ لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں۔ اس حال میں کہ ان کو رسول موعود صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے اور یہ اسے ہی جھوٹا اور مفتری قرار دیتے ہیں۔

اب یہ کہنا کہ "ھو یدعٰی الی الاسلام" کی بجائے "ھم یدعون الی الاسلام" اگر ہوتا تو یہ معنی درست ہوتے۔ یہ ایک جہالت کا اعتراض ہے۔ کیونکہ "من" کا لفظ واحد ہے اس لئے اس کی بجائے ضمیر واحد غائب ہی لائی جاتی ہے۔ البتہ یہ لفظ معناً جمع بھی ہے جس طرح اردو زبان میں ہم کہتے ہیں کہ جو شخص بغاوت کرتا ہے وہ ظالم ہے اور ظالموں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں لفظ من لفظاً واحد اور معناً جمع بہت جگہ استعمال ہوا ہے اس کی ایک دو مثالیں درج ذیل کرتا ہوں:۔

(۱) من عمل صالحاً من ذکر او انثٰی وھو مومن فاولٰئک یدخلون الجنۃ یرزقون فیہا بغیر حساب 40/4

(۲) ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطاناً فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون 43/10

اس قسم کی مثالوں سے تو قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ مگر چونکہ عام طور پر قادیانی حضرات اپنی غرض کے لئے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اس لئے یہ دو مثالیں ان کی آنکھوں کو کھولنے کی خاطر درج کر دی ہیں۔ ورنہ یہ ایسی صاف بات ہے کہ اس کے لئے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب

اگر حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو دیکھا جائے تو تمام عمر حضرت مسیح موعود لوگوں کو یہی سمجھاتے رہے کہ حضرت خاتم النبیین صلعم ہی اصل اور حقیقی احمد ہیں۔ میں تو حضور کے اسم احمد کا مظہر ہوں اور فنافی الرسول کے مقام میں میرا نام محمد و احمد ہے کبھی فرمایا میں ظلی طور پر احمد ہوں اور اگر لوگوں نے ازالہ اوہام کے الفاظ برطبق پیشگوئی مجرد احمد بھیجا گیا سے قادیانیوں کی طرح یہ سمجھا کہ مرزا صاحب نے اسمہ احمد کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے تو آپ نے ان کو احمق اور نادان قرار دیا۔ اور لکھا کہ میرا یہ ہرگز منشا نہیں کہ میں اصل مصداق پیشگوئی اسمہ احمد کا ہوں۔ بلکہ اصلی اور حقیقی مصداق تو اس کے حضرت محمد صلعم ہی ہیں۔ میں تو ظلی طور پر آپ کے اسم احمد کا مظہر ہوں۔ اگر عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ انجیل میں مسیح کی یہ بشارت جو قرآن میں احمد کے نام سے ہے کہاں ہے تو فرمایا "فارقلیط" اور "احمد" ایک ہی بات ہے۔ ادھر تمام مسلمانوں کو آپ نے وفات مسیح منوانے کیلئے فرمایا کہ اگر مسیح فوت نہیں ہوا تو پھر آنحضرت صلعم بھی ابھی نہیں آئے۔ کیونکہ عیسےٰ نے احمد کے آنے کو اپنے مرنے کے بعد ہی قرار دیا ہے۔ اور پھر اگر کوئی نظم یا نثر آپ نے نعت آنحضرت صلعم میں لکھی تو اس میں محمد و احمد آنحضرت صلعم کو ہی قرار دیا۔ اپنی بعض کتابوں کے شروع میں اسلامی طریق پر جو حمد الٰہی کے بعد نعت آنحضرت صلعم لکھی تو وہاں آپ ہی کی ذات کو اسم احمد کا مصداق لکھا ہے۔ مگر یاں یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ جو

امسال تبلیغی پروگرام سے متعلقہ رپورٹیں باقاعدہ مرکز میں بھجوانی چاہئیں

قادیانی جماعت میاں محمود احمد صاحب کی وجہ سے کر رہی ہے کہ علی الاعلان یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ احمد رسول کی آمد کی خبر جو مسیح علیہ السلام نے دی۔ وہ حضرت مرزا صاحب کے آنے سے اب پوری ہوئی۔ مگر نادان دوست نہیں دیکھتے کہ قرآن مجید میں تو یہ احمد رسول تو صاحب شریعت رسول ہے جو دین حق اور ہدایت کاملہ کے ساتھ بھیجا گیا ہے پھر مرزا صاحب جو صرف ایک مجدد اسلام ہیں اور حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لاکھوں خادموں میں سے ایک کامل خادم ہیں کیونکر احمد رسول ہو سکتے ہیں در اصل یہ مرض قادیانیوں کو ظہیر الدین اروپی سے لگا ہے۔ جب یوسف موعود ہونے کا وہم ہو گیا تھا اور اس نے حضرت مرزا صاحب کو صاحب شریعت نبی مانا اور قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا قائل تھا۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بجائے لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ یا احمد جری اللہ کا کلمہ پڑھتا تھا اور پھر اس کی اس شرارت کو دیکھ کر حضرت مولانا مولوی نور الدین اعظمؓ نے اسے جماعت سے خارج کر دیا تھا اور یہ شخص اب تک اپنے آپ کو "یوسف موعود" خیال کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو گمنامی کے گڑھے میں لیا اتارا ہے کہ وہ اس میں سے کبھی نہیں نکل سکتا اور یقیناً اس کی یوسفیت اسی گڑھے میں پڑی رہے گی۔ یہاں تک کہ یہ شخص نامراد دنیا سے رخصت ہو جائے ہاں اگر خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق دیدے تو دوسری بات ہے۔

قادیانیوں کا چیلنج

میاں محمود احمد صاحب نے کبھی بڑے زور سے تمام دنیا کو چیلنج کیا تھا کہ کوئی ثابت کرے کہ اسمہٗ احمد کا مصداق آنحضرت صلعم ہی ہیں تو میں ایسے شخص کو انعام بھی دونگا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب اپنی اس غلطی کو محسوس کر چکے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے اس چیلنج کا کبھی نام نہیں لیا اور حضرت امیر کے رسالہ "احمد مجتبےٰ" کو پڑھ کر دل ہی دل میں لاجواب ہو چکے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا چیلنج اور اس کو اس طرح فراموش کر دیا ہے جیسے کسی بیماری کو چھپا لیا جاتا ہے۔

چونکہ جاہلوں کو ذرا ذرا سی بات سمجھنے میں ٹھوکریں لگ رہی ہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کو حضرت مسیح موعود کے مندرجہ ذیل کلام پر ختم کرتے ہیں۔ جو حقیقتاً قادیانیوں کے حسب حال ہے۔

"احمد"

"جاہل لوگوں کو بات بات میں ٹھوکر لگتی ہے ان کو سمجھانا چاہیئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے۔ جب مسیح نے پیشگوئی کی تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کی کیونکہ وہ خود جمالی شان رکھتے تھے۔ یہ وہی نام ہے جس کا ترجمہ فارقلیط ہے۔ جہلاء کے دماغ میں عقل نہیں ہوتی اس لئے ان کو موٹی موٹی نظیروں کے ساتھ جب تک نہ سمجھایا جائے وہ نہیں سمجھتے۔ ان کو بچوں کی طرح سبق دینا چاہیئے۔"

(الحکم مجریہ ۱۰ر فروری ۱۹۰۱ء)

ہم نے حضرت مسیح موعود کے حکم کے مطابق قادیانی نادانوں کو بچوں کی طرح سبق دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر کسی قادیانی نادان کو اب بھی بات سمجھ میں نہ آئے تو وہ ہم سے پھر سمجھ سکتے ہیں۔ ہم ان کی خدمت کیلئے ہر طرح حاضر ہیں۔ والسلام

اعلان قبول اسلام

یہ خبر اسلامی حلقوں میں نہایت مسرت کا موجب ہو گی کہ پنڈت الیشور چند شرما صاحب ایم۔ اے خلف الرشید رائے بہادر پنڈت اودے چند صاحب (رئیس جموں) نے بعد مطالعہ کتب مختلف مذاہب و تحقیق تمام بتاریخ ۱۸ر بساکھ سمت ۱۹۹۸ اعلان کر دیا ہے کہ میں نے دین اسلام کو سچا پاکر قبول کر لیا ہے اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اور آئندہ میرا نام احسان الحق شرما ہوگا۔ کلمہ شہادت ان کو مستری یعقوب علی صاحب ساکن جموں نے پڑھایا۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ممبروں میں سے ہیں۔ تمام اہل اسلام دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس معزز نو مسلم کو خدمت اسلام کی توفیق دے اور دوسرے غیر مسلموں کو حلقہ اسلام میں داخل ہونے کا پیش خیمہ بنائے۔ مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ

المعلن:۔ خان بہادر میاں محمد صادق سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۴۱ء

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل دو احباب جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ خداوند تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو استقامت عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

(۱) مرزا نور احمد صاحب رام گڑھ ضلع جموں

(۲) مولوی غلام محمد صاحب قادری پٹواری جموں

کیا نجاشی مسلمان نہ تھا؟

محدثین اہل سیر اور ائمہ مجتہدین کی شہادت

(از جناب مولوی عبدالواجد صاحب بی۔ اے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

جناب میاں صاحب نے اگرچہ یہ وسعت تو اسلام کی تعریف میں کر دی۔ لیکن جب خیال آیا کہ اس طرح بھی ہمارا پہلو کمزور رہے تو خود ہی اس وسعت کو تنگ کر دیا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"صرف مصدقین احمدیت کا جنازہ جائز ہے جو احمدیوں کے اندر احمدیوں کی طرح ملے جلے رہتے ہوں۔ یعنی بالفاظ دیگر صرف احمدیوں کا جنازہ جائز ہے" (صفحہ ۵۲)

لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ سب طفلانہ باتیں معلوم ہوتی ہیں حضرت رسول کریم کو اچھی طرح علم تھا کہ نجاشی مسلمان ہو چکا تھا اور یہ ان کو اشارۂ الٰہی سے معلوم ہوا تھا۔ اور اشارہ الٰہی کے ماتحت ہی ان کو جنازہ کا حکم ملا تھا اور بذریعہ کشف ہی ان کو وفات کا علم ہوا تھا۔ چنانچہ ابوالطیب شارح ترمذی نے اس بارہ میں ایک حدیث نقل کی ہے

عن ابن عباس قال کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی وصلی علیہ یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم پر سریر نجاشی منکشف ہوا۔ یہاں تک آپ نے اسے دیکھا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم کا نجاشی کا جنازہ پڑھنا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ وہ اسلام لا چکا تھا اور رسول کریم پر ایمان لے آیا تھا۔ لیکن اگر بالفرض اس کا تبدیل مذہب اور اسلام لانا ثابت نہیں۔ اور رسول کریم نے فراخدلی سے کام لیا اور اس کا جنازہ پڑھا۔ اور معلوم رنگ میں رہنے والے بے شر اور غیر مکفر، مکذب غیر احمدی کے جنازہ کو حضرت مسیح موعود نے بھی ناجائز قرار دیا۔ جیسا کہ میاں صاحب کی کتاب کے صفحہ ۵۶ سے ظاہر ہے تو میاں صاحب موصوف کیوں رسول کریم اور حضرت مسیح موعود جو ان کے نزدیک نبی وقت ہیں کی اتباع میں بے شر اور غیر مکفر، غیر مکذب کا جنازہ نہیں پڑھتے اور اس وسعت اور نرمی سے کام نہیں لیتے جس سے رسول کریم صلعم اور حضرت مسیح موعود نے کام لیا۔ . . . .

. . . . یہ ہے ان اکابرین قادیان کے دلوں میں رسول کریم صلعم اور حضرت مسیح موعود کی عزت کہ خلیفہ صاحب سچا ماننے والے، لیکن بیعت نہ کرنے والے کا جنازہ ناجائز قرار دیتے ہیں اور میاں بشیر احمد صاحب گول مول الفاظ استعمال کر کے کبھی وسعت اور نرمی کا اقرار کرتے ہیں اور کبھی صرف احمدی کا جنازہ جائز قرار دیتے ہیں۔

جیسا کہ جناب میاں بشیر احمد صاحب کی کتاب سے ظاہر ہے۔ میاں صاحب کی نجاشی کے اسلام کے متعلق تحقیق محدود ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"مگر جہاں تک میری تحقیق ہے کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے اپنے مسلمان ہو جانے اور مذہب تبدیل کرنے کا باقاعدہ اعلان کیا ہو، اور نماز، روزہ وغیرہ کی پابندی اختیار کر کے کھلم کھلا اسلامی تنظیم و طریقت میں شامل ہو گیا ہو۔ حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کی تصدیق کے بعد کئی سال تک زندہ رہا۔"

اگرچہ نجاشی کے اسلام کے متعلق صرف یہی بات کافی تھی کہ حضرت رسول کریم نے اس کا جنازہ پڑھا اور جو احادیث کی تمام کتب میں درج ہیں اور جس پر صحیحین کا اتفاق ہے۔ تاہم میاں صاحب اپنی اغراض کے مدنظر اس بات کو جھٹلاتے ہیں کہ وہ ظاہری طور پر ایمان لایا تھا۔ اور مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اس کو محض ایک مصدق قرار دیتے ہیں۔ اس لئے نجاشی کے اسلام پر ہم ذرا مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

اس سے پہلے مکرمی سید اختر حسین صاحب نے اس بارہ میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے سیرۃ ابن ہشام کا حوالہ دیا تھا۔ کہ نجاشی مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میاں بشیر احمد صاحب نے یا تو اس مضمون کو دیکھا نہیں اور یا اس سے انہیں تسلی نہیں ہوئی۔ اس لئے میں یہاں پر نجاشی کے اسلام لانے کے متعلق مزید شہادات پیش کرتا ہوں

صحیح مسلم کتاب الجنائز میں جنازہ نجاشی کے بارہ میں مختلف طریق سے غالباً تین حدیثیں آئی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغفروا لاخیکم اور یہی لفظ بعینہٖ جامع ترمذی میں بھی آیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ان اخاکم النجاشی قد مات فقوموا فصلوا علیہ قال فقمنا فصففنا وصلینا علیہ کما یصلی علی المیت یعنی عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اس کا جنازہ پڑھو۔ پس ہم اٹھے اور ہم نے صفیں باندھیں اور ہم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے۔ یہ اصطلاح اخ یعنی بھائی ایک مسلمان کیلئے قرآنی اصطلاح ہے۔ جو رسول کریم نے نجاشی کے متعلق استعمال کی۔ جیسا قرآن کریم نے فرمایا۔ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

نووی شرح مسلم میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے ملک صالح فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی وہ زمانہ نبوی میں صالح بادشاہ تھا۔ ابوالطیب نے شرح ترمذی میں لکھا ہے اسمہ اصحمۃ بن ابجر ملک الحبشۃ اسلم علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یہاجر الیہ۔ نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ وہ حبشہ کا بادشاہ تھا اور رسول کریم کے عہد میں مسلمان ہوا تھا۔ اور اس نے ہجرت نہیں کی۔ اور پھر اس نے جنازہ پڑھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے۔ ذالک خاص بالنجاشی لاشاعۃ انہ مات مسلما۔ یعنی یہ غائبانہ جنازہ پڑھنا صرف نجاشی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی غرض یہ ہے کہ دنیا جان لے کہ وہ مسلمان فوت ہوا تھا اب یہ کتنے صاف الفاظ ہیں۔ نووی نے اس کو ملک صالح کے نام سے یاد کیا ہے اور صالح کا لفظ بھی ایک مسلمان کے ساتھ خاص ہے اور ابوالطیب کہتا ہے کہ وہ رسول کریم کے عہد میں مسلمان ہوا تھا اور اس کا جنازہ غائبانہ اس لئے پڑھا گیا کہ نجاشی کے اسلام کی اشاعت ہو [illegible] اسلام میں ہی فوت ہوا تھا اور یہ پہلا غائبانہ جنازہ تھا۔ جو رسول کریم نے پڑھا۔ کیا اب بھی میاں بشیر احمد صاحب کی تسلی نہ ہوگی کہ وہ کھلم کھلا اسلام لے آیا تھا۔

مسند امام احمد جلد اول صفحہ ۲۰۲-۲۰۳ پر نجاشی کے متعلق حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوری تفصیل درج ہے وہ خود ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں اور حبشہ میں نجاشی کے دربار میں [illegible] واقعات مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ اس سے وہ اچھی طرح واقف تھیں۔ اور انہوں نے وہ واقعات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ صاف ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا۔ حدیث بہت طویل ہے۔ . . . . ساری نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک بات قابل ذکر ہے۔ کہ ایک بادشاہ نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا مسلمانوں کو اس سے بہت زیادہ تکلیف ہوئی۔ انہوں نے نجاشی سے درخواست کی۔ کہ وہ انہیں ان کی فوج میں ان کی طرف سے لڑنے کی اجازت دے لیکن نجاشی نے اجازت نہ دی۔ پھر وہ نجاشی کی فتح کے لئے بہت دعائیں کرتے رہے حتیٰ کہ اسے فتح ہوئی۔ ابن جریر طبری نے بھی یہی روایت اختیار کی ہے اور تمام اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کیا اب بھی میاں صاحب کو کوئی روایت ایسی نہیں ملی کہ جس سے ظاہر ہو کہ نجاشی کھلم کھلا مسلمان ہو گیا تھا اور اسلامی نظام میں داخل ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلمہ کا اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ایمان لے آیا تھا۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ نظام اسلام میں بھی داخل ہو گیا تھا۔ اور اگر بالفرض نہیں داخل ہوا تو پھر میاں بشیر احمد صاحب کے پاس کونسا تاریخی ثبوت ہے کہ جس سے ظاہر ہو کہ وہ ظاہری طور پر ارکان اسلام کا پابند نہ تھا۔ اور اس نے نظام اسلام کو پوری طرح قبول نہ کیا تھا۔

ایک اور شہادت بھی پیش کرتا ہوں۔ وہ امام ابن تیمیہ کی ہے انہوں نے اپنی کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں [illegible] کا مفصل ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بھی حضرت ام سلمہ والی [illegible] کی ہے اور بالکل وہی واقعات بیان کئے ہیں۔ [illegible] ہیں۔ ضروری اقتباس درج ذیل ہے:۔

"وکان قبل قصۃ نجران قد امن بالنبی [illegible] من الیہود والنصاریٰ رؤساھم وغیر رؤساھم لما تبین لھم انہ رسول اللہ الیھم کما امن بہ النجاشی ملک الحبشۃ وکان نصرانیا ھو وقومہ وکان ایمانہ [illegible] فی اول امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما کان [illegible] مستضعفین بمکۃ وکان الکفار [illegible] واجابتہم علی الایمان باللہ ورسولہ [illegible] لما تفتۃ . . . . . الی بلادہ وکان ملکا عادلا [illegible] الکفار خلفھم رسلا الی ارض الحبشۃ [illegible] النجاشی بعد ایا لیردھم الیھم فامتنع من عدل لہ [illegible] الیھم حتیٰ یسمع کلامھم فلما سمع کلامھم [illegible] بہ من امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم امن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم واواھم"

یعنی قصہ نجران سے پہلے رسول کریم پر بہت سے یہود اور نصاریٰ، رئیس اور غیر رئیس ایمان لے آئے تھے [illegible] جان لیا تھا کہ وہ ان کی طرف خدا کے رسول ہیں۔ جس طرح [illegible] نجاشی ایمان لایا تھا اور وہ اور اس کی قوم عیسائی تھی اور وہ [illegible] کریم کے بعثت کے ابتدائی زمانہ میں ایمان لایا تھا۔ جبکہ [illegible]

سکے صحابہ مکہ میں کمزور تھے اور کفار ان کو اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے دکھ اور تکلیف دیتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے پس ان میں سے ایک گروہ نے ہجرت کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ملک کی طرف اور وہ ایک عادل بادشاہ تھا۔ تب کفار مکہ نے ان کے پیچھے جب ملک نجاشی میں تحائف کے ساتھ وفد بھیجا۔ تاکہ نجاشی مسلمانوں کو انہیں لوٹا دے۔ لیکن اس کے عدل نے گوارا نہ کیا کہ وہ بغیر مسلمانوں سے حال معلوم کرنے کے انہیں لوٹا دے۔ جب نجاشی نے مسلمانوں کے حالات سن لئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آگاہ ہوا تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور اس نے مسلمانوں کو پناہ دیدی۔"

کیا اس صاف اور واضح اقتباس سے عیاں نہیں کہ اس کا ایمان لے آنا بالکل ظاہر تھا اور ایمان بھی لعبد تحقیق۔ پس امید ہے کہ اب تو میاں صاحب موصوف کیلئے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ یہ کہیں۔ کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ نجاشی ظاہری طور پر مسلمان ہو گیا تھا اور اسلامی نظام میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ روایات محدثین اور اہل سیر کے لئے حجت ہیں اور اس لئے انہوں نے تو اسے قبول کر لیا ہے لیکن کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میاں صاحب موصوف کی اس سے تسلی نہ ہو۔ امید ہے وہ اپنی رائے پر ان روایات کی روشنی میں نظر ثانی کریں گے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ نجاشی کی وفات پر آنحضرتؐ کا کشفی طور پر اطلاع پانا ایک معمولی واقعہ نہیں اور پھر اس کا جنازہ پڑھنا بھی اشارہ الٰہی سے ثابت ہوتا ہے جس طرح مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے بھی تسلیم کیا ہے اور پھر آپ نے صحابہؓ کو بھی جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے رسول کریمؐ نے کوئی غائبانہ جنازہ نہ پڑھا تھا۔ کیا یہ واقعات اس امر کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کہ نجاشی مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر اس کیلئے آنحضرتؐ نے قرآنی اصطلاح، بھائی جو کہ ایک مسلمان کے لئے مخصوص ہے استعمال کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ مسلمان تھا اور اس نے اپنا مذہب چھوڑ دیا تھا اور ایمان لے آیا تھا۔ پھر حضرت ام سلمیٰؓ کی گواہی کہ وہ ایمان لے آیا تھا اور نووی کا اسے صالح کہنا جو اصطلاح مسلمان کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور ابو الطیبی کا یہ کہنا کہ وہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایمان لایا تھا اور آنحضرتؐ نے اس کا جنازہ اس لئے پڑھا تھا اس کے اسلام کی تشہیر ہو۔ اور پھر تمام اہل سیر کا بھی نجاشی کے اسلام پر اتفاق ہو اور امام ابن قیم جیسا محقق بھی روایت سے یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ نجاشی ظاہری طور پر بالتحقیق ایمان لایا تھا۔ ہمارے لئے کافی شہادات ہیں کہ ہم نجاشی کو مسلمان سمجھیں اور اگر اس سے تسلی نہیں ہوتی تو یاد رہے اس کی وجہ صرف ایک ہے یعنی مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا شوق۔ امید ہے کہ میاں بشیر احمد صاحب اب اس معاملہ میں ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

سکولوں اور طالبعلموں کی تعداد میں اضافہ

سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں پنجاب میں تعلیمی ترقی

سال مختتمہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء میں پنجاب میں ہر لحاظ سے تعلیم کے متعلق بتدریج توسیع و ترقی ہوئی۔ سکولوں اور طالب علموں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ تمام قسم کے اداروں کی تعداد میں ۶۸۸ کا اضافہ ہوا جس سے ان کی مجموعی تعداد ۱۹۷۱۳ ہو گئی اور طالبعلموں کی تعداد میں ۴۸۱۴۳ کے اضافہ سے ان کی کل تعداد ۱۳۹۳۶۸۷ تک پہنچ گئی۔ لڑکوں کے سکولوں میں طلباء کی تعداد میں ۴ء۶ فیصدی کا اور تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد میں ۹ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ یہ اعداد فی الحقیقت بہت حوصلہ افزا ہیں۔

تمام قسم کے اداروں میں طالبعلموں کی تعداد میں اضافہ کی ایک قابل ذکر خصوصیت ہے کہ وہ سنہ ۱۹۳۰ء/۱۹۳۱ء میں داخل ہونیوالے طلباء کی تعداد (جو اب تک سب سے زیادہ تھی) سے بھی بازی لے گئی۔ ان میں کم و بیش ۷۸۴۶ کا فرق ہے۔ حکومت کے نزدیک یہ امر موجب مسرت ہے کہ نقلی امداد و شمار کو خارج کرنے اور موجودہ تعداد کے بارہ میں صورت حالات کو مستحکم رکھنے کے متعلق کوششوں کو کم نہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ موجودہ پانسالہ کے پہلے تین سال میں برآمد ہوا ہے۔ اگرچہ ڈائرکٹر کو بڑی مشکل سے یہ امید تھی کہ شاید پانسالہ عرصہ کے اختتام پر یہ مقصد حاصل ہو۔

لڑکوں کے ۸۴۳۲۸ اور لڑکیوں کے ۳۱۳۷ غیر منظور شدہ اداروں کی موجودگی جنکا شاید کوئی فائدہ نہیں ایک حد تک تشویشناک ہے۔ خیال ہے کہ ان میں سے بعض کو منظوری حاصل ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ بات سب کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔ غیر منظور شدہ سکولوں کا جن کا باقاعدہ طور پر معائنہ نہیں ہوتا مؤثر اور مفید ثابت ہونا شبہ سے خالی نہیں۔ لہذا یہ تحقیقات کرنا باعث دلچسپی ہوگا کہ غیر منظور شدہ اداروں کی بیشتر تعداد کس قسم کی ہے اور کس زمرہ میں شامل کی جا سکتی ہے۔ برانچ سکولوں کی تعداد واحد مدرس کے سکولوں کی مجموعی تعداد کی قریباً ایک تہائی ہے۔

حکومت ڈائرکٹر کی اس رائے سے متفق ہے کہ اس قسم کے سکولوں کا اب کوئی فائدہ نہیں اور وہ دیہات میں تعلیم کی توسیع و ترقی میں ممد ثابت نہیں ہوئے۔ ان کی تعداد میں اگرچہ کمی بہت آہستہ ہو رہی ہے لیکن ان کا خاتمہ قدرتی ہے۔ حکومت کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کی توسیع و ترقی کیلئے بیش از پیش روپیہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ حکومت کیلئے یہ بات بھی خوشی کا موجب ہے کہ فیسوں سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ نمایاں طور پر بڑھ گئی ہے اور فی طالبعلم جو خرچ آتا ہے وہ کم ہو گیا ہے۔

رپورٹ کی ایک اطمینان بخش خصوصیت یہ ہے کہ تعلیم کے تمام مدارج میں لڑکوں اور لڑکیوں کے داخلہ کے اعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے پرائمری سکولوں میں ۲۵۶ کا اضافہ ہوا۔ وہاں ان سکولوں میں داخلہ میں ۲۳۲۲۲ یا فی سکول ۸۰ کی اوسط سے اضافہ ہوا ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے منظور شدہ اداروں میں داخلہ کل ۱۶۷۲۲ کا اضافہ ہوا اور اوسط حاضری ۵۲۹۸۹ تک بڑھ گئی۔ ورنیکلر مڈل سکولوں میں لڑکیوں کی حاضری کی اوسط میں ۳ء۶ فیصدی کا نمایاں اضافہ ہوا۔ ان دونوں امور سے پتہ ملتا ہے کہ تعلیم میں کس حد تک اصل توسیع و ترقی ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محکمہ کی معائنہ کرنے والی ایجنسی بڑی سرگرمی سے نگرانی کر رہی ہے۔

سال زیر تبصرہ میں پنجاب یونیورسٹی نے بعض اہم ریزولیوشن پاس کئے۔ مثلاً ان طلباء کو خاص رعایتیں دی گئیں۔ جو فوجی ملازمت کی وجہ سے یونیورسٹی کا امتحان نہیں دے سکتے، بی۔ اے کا امتحان اب سال میں دو مرتبہ ہوگا۔ اور کالجوں کے مستقل درجہ کی کم سے کم تنخواہ کا معیار مقرر کیا گیا۔ سینیٹ ہال کی دوسری منزل تعمیر ہو جانے سے یونیورسٹی کی عمارت میں جو گنجائش کی پہلے قلت تھی وہ اب رفع ہو جائے گی۔ عورتوں کے لئے پیراکی کا ایک تالاب بنا دینے سے یونیورسٹی کی طالبات کو ایک مناسب اور موزوں سہولت حاصل ہوگی۔ لڑکوں کے آرٹس کالجوں کی تعداد ۳۴ ہی رہی لیکن ان اداروں میں طلباء کی تعداد میں ۱۵۰۸ کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ امر کسی حد تک مایوس کن ہے کہ مفصلات میں ڈگری کالجوں میں اضافہ کی وجہ سے طلباء کا لاہور کی طرف رخ کرنے کا رجحان بند نہیں ہوا۔ اگرچہ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے دیہاتی علاقہ میں لوگوں کو نسبتاً کم خرچ پر تعلیم مہیا کرنے میں مدد ملی ہے

لڑکوں کے ثانوی مدارس میں ایک کا اضافہ ہوا۔ جس سے ان کی تعداد ۳۴۴۴ تک پہنچ گئی۔ ان کے داخلہ میں ۱۴۰۷۹ کا اضافہ ہوا۔ اور کل تعداد ۵۹۶۲۳۷ ہو گئی۔

اسی طرح ہائی سکولوں کی تعداد میں صرف چار کا اضافہ ہوا۔ اور ان سکولوں میں طلباء کی تعداد میں ۷۲۰۲ کا اضافہ ہوا۔

سال مذکور کے دوران میں پرائمری سکولوں میں ۸۰ کا اضافہ ہوا۔ جس سے ان کی تعداد ۶۰۰۷ ہو گئی۔ داخلہ میں ۹۱۱۵ کے اضافہ سے تعداد ۳۹۶۰۴۴ تک پہنچ گئی اور حاضری کی اوسط ۱۲۰۲۳ کے اضافہ سے ۳۴۷۴۶۸ ہو گئی ہے۔ یہ بہت مسرت کا باعث ہے لیکن روزانہ حاضری کی اوسط میں جو اضافہ ہوا ہے۔ وہ کہیں زیادہ خوشی کا موجب ہے۔

رپورٹ کی ایک اور نمایاں خصوصیت وہ توسیع و ترقی ہے۔ جو لڑکیوں کی تعداد میں ہوئی ہے۔ ان اداروں میں ۱۵۱ کا اضافہ ہوا ہے اور داخلہ میں ۱۷۹۰۹ کا۔ ۱۲۶ پرائمری سکولوں کے اضافہ سے ۱۳۱۱۷ مزید طالبعلم داخل ہو گئے ہیں۔ ثانوی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کا باہمی تناسب پانچ اور ایک ہے اور لڑکوں اور لڑکیوں کے اداروں کا تناسب چار اور ایک ہے

مسیح موعودؑ نمبر

کی کتابت شروع ہو چکی ہے اس لئے مضمون نگار حضرات بہت جلد اپنے مضامین اور نظمیں ارسال فرمائیں۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی اے قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر: محمد انعام الحق ہوشیارپوری

شرح چندہ: سالانہ چھ روپے (۶)
طلباء سے سالانہ ۔ چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے سالانہ ۔ پندرہ شلنگ

جلد ۲۹ — لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۴۱ء — نمبر ۲۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے

تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھکر ہے اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اسکی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کیلئے دیا گیا تھا۔ (کشتی نوح)

شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کی تقریب نکاح

یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ "پیغام صلح" کے لائق ایڈیٹر شیخ محمد آصف صاحب بی اے [illegible] غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ٹیلیگراف انسپکٹر کی صاحبزادی آمنہ خاتون سے ۹ مئی [illegible] جمعہ بعوض پانچسو روپیہ مہر ہوا، حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ نکاح پڑھا جس کے بعد [illegible] صاحب نے حاضرین کی تواضع دودھ برف اور بسکٹری سے کی۔ شیخ محمد آصف صاحب [illegible] سعید کی خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ انجمن کی نذر کئے، شیخ غلام قادر صاحب نے بھی [illegible] فرمائے۔ حضرت مولینا صدرالدین صاحب۔ حضرت مولینا عزیز بخش صاحب۔ جناب [illegible] صاحب، جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب [illegible] مولینا آفتاب الدین صاحب اور دیگر احباب سلسلہ نے شمولیت فرمائی۔

اس دل خوش کن تقریب پر شیخ محمد آصف صاحب اور ان کے والدین اور دیگر دوستوں کی خدمت میں اور شیخ غلام قادر صاحب اور ان کے اعزا کی خدمت میں [illegible] عرض ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

خاکسار دوست محمد

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکی توفیق دے۔ آمین۔

۱۔ عبدالکریم صاحب گدائی کندکوٹ سندھ
۲۔ عبدالخالق صاحب دہلی
۳۔ مسٹر رستم علی صاحب ندیا۔ بنگال
۴۔ مرزا نور احمد صاحب ندوبی ریاست [illegible]
۵۔ مولوی غلام محمد صاحب قاری ست بیا جموں
۶۔ غلام رسول صاحب سری نگر کشمیر
۷۔ محمد سلطان صاحب سری نگر کشمیر
۸۔ امت الوحید بیگم صاحبہ۔ دہلی
۸۔ محمد زکی صاحب۔ ضلع شیخوپورہ

عزیز بخش ۔ جائنٹ سیکرٹری ۔ ۱۷ مئی ۴۱ء

دکن کی تین قدیم زبانیں

تلگو، کنڑی اور مرہٹی

(از محمد انعام الحق)

قدیم توہمات اور تعصبات اور تہذیب جدید کے پیدا کئے ہوئے شیطانی خیالات و رجحانات کے ہاتھوں دنیا عرصہ سے گوناگوں مصائب میں مبتلا ہے۔ پرانی جہالتوں کے مقابلہ میں یورپ کی دجالی تہذیب کی نئی دلفریب گمراہیاں اولاد آدم کیلئے کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہوئی ہیں۔ آج کل تو اس تہذیب کے فرعون صفت علمبرداروں کی بدولت دنیا آتش و خون کے ایسے ہولناک طوفان میں غرق دکھائی دے رہی ہے جس کی تاریخ عالم میں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ ان تمام مشکلات و مصائب کا واحد حل تعلیمات قرآنی ہیں۔ اس نسخہ شفا کے بغیر دنیا کی بیماریوں اور دکھوں کا علاج ناممکن ہے۔ لہذا قرآن کریم کو دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ اس کتاب الٰہی کو مختلف قوموں، ملکوں اور نسلوں کے لوگوں تک ان کی اپنی زبان میں پہنچانا انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے اسی لئے جماعت احمدیہ لاہور نے مجدد وقت کے فرمان کے مطابق اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیا ہے۔

اس کرۂ ارض پر بیسیوں ملک ہیں جن میں سینکڑوں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان تمام ملکوں کے باشندوں تک قرآن کریم کو ان کی زبان میں ترجمہ کر کے پہنچانا۔ ہمارے پیش نظر مقصد کی تکمیل کیلئے ضروری ہے اس کے بغیر ہم خدمت و اشاعت اسلام کا مقدس فرض کما حقہ ادا نہیں کر سکتے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس ایسے افراد معقول تعداد میں ہوں جو قرآن کریم کا ترجمہ صحت و خوبی کے ساتھ ان زبانوں میں کر سکیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کئی مرتبہ اپنے خطبات و مضامین میں اس ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے نوجوانان جماعت کو تلقین فرما چکے ہیں کہ وہ قرآن کریم اور عربی زبان کے علاوہ مشرق و مغرب کی مختلف زبانیں اس غرض کے ماتحت سیکھیں کہ وہ ان میں قرآن کریم کے تراجم کریں گے سال رواں میں بھی حضرت ممدوح نے اپنے دو خطبات جمعہ میں اس کے متعلق خاص طور پر تاکید فرمائی ہے:-

"میں نے آگے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم میں سے ہر نوجوان دنیا کی ایک ایک زبان کو اپنے لئے منتخب کرے اور دو سال، چار سال آٹھ سال میں اس کو خوب اچھی طرح سیکھے۔ تاکہ اس قابل ہو جائے کہ قرآن کریم کو اسی زبان میں ترجمہ کر سکے ...... پس تم میں سے ہر ایک نوجوان کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کی ایک نہ ایک زبان سیکھے اور خوب سیکھے ایک ہی نہیں۔ دو زبانیں سیکھنی ضروری ہیں۔ ایک عربی زبان اور دوسرے دنیا کی اور کوئی زبان جو اسے پسند ہو"

(خطبہ جمعہ ۲۴ جنوری مطبوعہ پیغام صلح ۴ فروری ۱۹۴۱ء)

اس کے بعد دوسرے خطبہ جمعہ میں حضرت ممدوح نے فرمایا کہ:

"سارے نوجوان بالخصوص وہ جو کسی ملازمت میں ہیں۔ چاہے انجمن کی ملازمت میں ہیں یا کسی اور دفتر میں۔ ان میں سے ہر ایک شخص کوشش کرے کہ کسی زبان کو سیکھے اور اس لئے سیکھے کہ قرآن کریم کی خدمت کیلئے اس کو استعمال کرے گا۔ اور ایک اس کے ساتھ عربی زبان کو بھی سیکھے۔ ان دونوں زبانوں کو اپنی فرصت کے اوقات میں تھوڑا تھوڑا سیکھتا رہے۔ دو سال۔ چار سال، آٹھ سال۔ دس سال میں وہ اس قابل ہو جائے گا کہ قرآن کریم کا ترجمہ اس زبان میں کر سکے۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان خدمت ہوگی۔ اگر ہمارے نوجوان اس طرف توجہ کریں تو وہ اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دینگے"

(خطبہ جمعہ ۳۱ جنوری مطبوعہ ۷ فروری ۱۹۴۱ء)

قرآن کریم کی خدمت و اشاعت تو بہت ہی پاک اور بلند مقصد ہے اور تعلیمات قرآنی کی دنیا کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہے زندہ اور باعمل قوموں کے افراد تو بعض اوقات اپنے معمولی معمولی مذہبی سیاسی اور علمی مقاصد کی خاطر برسوں محنت کر کے مختلف زبانیں اور مختلف علوم و فنون سیکھتے ہیں۔ آپ نے ایسے عیسائی پادری دیکھے یا کم از کم ان کا ذکر سنا ہوگا جو اپنے وطن سے ہزاروں میل دور ہندوستان اور دیگر ایشیائی ممالک میں جا کر وہاں کی زبانیں اور بولیاں سیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بائیبل کا ترجمہ دنیا کی سینکڑوں زبانوں میں ہو چکا ہے۔ ایشیا و افریقہ کی بہت سی جنگلی اور نیم متمدن اقوام کی بولیوں کا کوئی رسم الخط نہ تھا۔ وہ تحریر کیلئے بالکل استعمال نہ ہوتی تھیں لیکن پادریوں نے ایسی متعدد بولیوں میں تحریر کے طریق و قواعد متعین کر کے ان میں بائیبل کا ترجمہ کیا ہے۔ میں نے جنوبی ہندوستان میں پنجاب اور یو۔ پی کے آریہ نوجوانوں کو دیکھا ہے جو دکن کی مقامی زبانیں سیکھنے میں مصروف ہیں۔ یہ ان کی اسی جدوجہد اور شوق کا نتیجہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج کی بعض دوسری ضروری کتابوں کا ترجمہ ہندوستان کی متعدد زبانوں میں موجود ہے۔ پنجاب کا ایک ہندو مضمون نگار مسٹر دیویندر ستیارتھی دیہاتی لوگوں اور جنگلی اقوام کے گیتوں کو جمع کرنے کی خاطر کئی سال سے ہندوستان اور سیلون کے مختلف علاقوں کا دورہ کر رہا ہے۔ عرصہ ہوا ایک یورپین خاتون نے سالہا سال کی تحقیق و جستجو کے بعد انگریزی زبان میں ایک کتاب "Love stories of the Punjab" (پنجاب کے عشقیہ افسانے) لکھی تھی۔ کہا جاتا ہے اس کے لئے اس نے خاص طور پر پنجابی زبان سیکھی اور ہیر وارث شاہ اور اس قسم کی دوسری کتابوں کو بڑی محنت کے ساتھ پڑھا۔

نوجوانان جماعت میں مختلف زبانوں کو سیکھنے کا شوق پیدا کرنے کیلئے یہ بات مفید ہوگی کہ انہیں مختلف ملکوں اور علاقوں کی زبانوں کے حالات و حیثیت سے حتی الامکان واقف کیا جائے۔ انسانوں کے مذاق اور استعدادیں اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھی ہیں۔ ایک زبان جو ایک شخص کے لئے غیر اہم اور غیر دلچسپ یا مشکل ہے۔ ممکن ہے وہ دوسرے کیلئے اپنے مذاق اور استعداد کی وجہ سے دلچسپ، ضروری اور سہل ہو۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت کے افراد ہندوستان کے تمام حصوں اور دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود ہیں اگر وہ ذرا توجہ فرمائیں تو کرۂ ارض کی بیسیوں نہیں سینکڑوں زبانوں کے متعلق مفید و ضروری معلومات آسانی کے ساتھ فراہم ہو سکتی ہیں

مجھے ریاست حیدرآباد میں جانے اور وہاں معقول عرصہ قیام کرنے کا متعدد مرتبہ اتفاق ہوا ہے۔ اس مضمون میں ریاست کی چند قدیم زبانوں کے متعلق کچھ ابتدائی معلومات پیش کرتا ہوں جغرافیائی حیثیت سے دکن کا علاقہ بہت وسیع ہے لیکن چونکہ شمالی ہندوستان کے لوگ بالعموم دکن سے مراد ریاست حیدرآباد ہی لیتے ہیں۔ بنا بریں میں نے اس مضمون کے عنوان میں "دکن" کا لفظ استعمال کیا ہے یہ تمہید غیر معمولی طور پر طویل ہو گئی ہے۔ لیکن اس طوالت کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ مختلف زبانیں سیکھنے کی تحریک کے مقصد کی وضاحت کا ایک اور موقع مل گیا۔ اور اس بارہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پھر قارئین کے سامنے آ گئے

ویسے تو ریاست حیدرآباد کے ۸۲۶۹۸ مربع میل میں بسنے والے ڈیڑھ کروڑ سے زائد افراد قریباً تیس مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ لیکن ان میں سے اردو زبان کے بعد تین زبانیں یعنی تلگو، کنڑی اور مرہٹی قابل ذکر ہیں اور یہی اس ملک کی اہم قدیم زبانیں ہیں لہذا انہی کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ ریاست حیدرآباد کو پیداوار زمین کی قابلیت۔ مناظر اور تمدن و معاشرت کے لحاظ سے موٹے طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جنوب مشرقی نصف حصہ کو تلنگانہ کہتے ہیں اور شمال مغربی نصف حصہ کو مرہٹواڑہ۔ زبانوں کے ذکر میں بھی یہ تقسیم ہمارے لئے مفید ہوگی۔

اردو تو ریاست کی سرکاری و تعلیمی اور دکن کے مسلمانوں اور شہری ہندوؤں کی مادری زبان ہے۔ ریاست کے ہر ایک حصہ میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ اس کے بعد علاقہ تلنگانہ میں زبان تلگو (جسے تلنگی بھی کہتے ہیں) کا رواج ہے اس علاقہ کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے۔ جہاں تامل اور کنڑی کا قدرے رواج ہے۔ لیکن وہ اس قدر کم ہے کہ ناقابل ذکر ہے۔ علاقہ مرہٹواڑہ کے اکثر اضلاع کی زبان مرہٹی اور بعض کی کنڑی ہے۔ اگر آپ تلگو بولنے والے حصے میں چلے جائیں تو وہاں مرہٹی اور کنڑی کی حیثیت اجنبی زبانوں کی سی نظر آئیگی یہی حال مرہٹی بولنے والے علاقہ میں تلگو اور کنڑی کا ہے اور کنڑی بولنے والے اضلاع میں تلگو اور مرہٹی کا ہے۔ لیکن اردو کا رواج ہر جگہ نہ صرف سرکاری دفاتر اور محکموں میں بلکہ ہندو مسلم پبلک میں بھی موجود ہے۔

اب میں تینوں زبانوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ کچھ بیان کرتا ہوں

تلگو (تلنگی)

یہ جنوبی ہندوستان کی بہت قدیم وسیع اور مشہور زبان ہے۔ اس کا شمار ڈراوڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ ڈراوڑی قوموں اور ان کے عروج و زوال اور تمدن و معاشرت کی تاریخ کی طرح ڈراوڑی زبانوں کی تاریخ بھی تاریکی میں ہے اور ان کے متعلق علمائے تاریخ کے اس قدر متضاد بیانات ہیں کہ کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنا اور ان کے متعلق پورے وثوق کے ساتھ کوئی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ تاہم خیال یہی ہے کہ تلگو تامل زبان سے نکلی ہے اور تامل سے کنڑی اور مرہٹی سے بہت زیادہ پرانی ہے۔

تلگو ریاست حیدرآباد کے پانچ چھ اضلاع اور صوبہ مدراس کے بہت بڑے حصہ میں بولی جاتی ہے۔ اس کا لٹریچر کافی ترقی یافتہ ہے۔ اندھرا یونیورسٹی کی وجہ سے بھی اس زبان کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے۔ مغربی علوم و فنون کی کتابیں معقول تعداد میں اور ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر کا غالب حصہ اس میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کا رسم الخط بھی بہت قدیم ہے۔ اس کے حروف تہجی کی تعداد ۵۱ ہے کے قریب ہیں

(باقی صـ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲۹

معاصر نوائے وقت اور پیغام صلح کا مقالہ افتتاحیہ

اعتراض کا جواب معقولیت سے نہیں دیا گیا

ایک مقالہ افتتاحیہ

ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ پیغام صلح مؤرخہ ۳۱۔مارچ ۱۹۴۱ء میں "ڈاکٹر سر اقبال مرحوم اور مغربی فلاسفہ" کے عنوان سے لکھا تھا جس میں "مقالات یوم اقبال" رسالہ معارف فروری ۱۹۴۱ء اور ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے ایک خط کے اقتباسات درج کئے گئے تھے جس سے ہم نے اس امر کی وضاحت کی تھی کہ آج پڑھے لکھے مسلمان قطع نظر چندان اندھے مقلدوں کے جن کا خمیر ہی تقلید سے اٹھا ہے ڈاکٹر اقبال کے متعلق اعلان کر رہے ہیں کہ ان کا فلسفہ حیات مغربی افکار کا مرقع ہے۔ ان مذکورہ اقتباسات کو ہم پھر نہایت اختصار کے ساتھ درج ذیل کرتے ہیں:۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے خط کا اقتباس

علامہ مرحوم فرماتے ہیں:۔

"میری زندگی کا اکثر حصہ مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں صرف ہوا ہے اس لئے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کرتا ہوں اور یہ نقطہ نگاہ میری فطرت ثانیہ ہوچکا ہے۔"

ڈاکٹر تاثیر کا تبصرہ

اسی مذکورہ خط کو بنیاد قرار دیکر ڈاکٹر تاثیر نے "مقالات یوم اقبال" کے دیباچہ میں ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے فلسفہ پر تنقید کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"معلوم دیتا ہے ابتدا میں نٹشے اقبال پر شدت سے اثر انداز ہوا ہے۔ چنانچہ "اسرار خودی" میں جو ہیرے اور کوئلے کی مثال ہے وہ نٹشے سے ہی مستعار لی گئی ہے"۔

شوپنہار کا عزم للبقا۔ نٹشے کا عزم للقوۃ اور برگساں کے (Elan Vital) یہ ایک ہی سلسلہ تفکر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اقبال کی خودی یا ایغو کوئی جدید خیال نہیں سب سے پہلا مفکر ڈیکارٹ تھا جس نے کہا کہ فلسفہ کو خودی یا نفس سے شروع ہوکر خارجی دنیا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے"۔

رسالہ معارف کے اقتباسات

اس کے علاوہ ہم نے رسالہ معارف فروری ۱۹۴۱ء کے چند ایک اقتباسات درج کئے تھے مذکورہ رسالہ میں "اقبال اور برگساں" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں فاضل مضمون نگار نے اقبال اور برگساں کا موازنہ کیا تھا اور بڑی قابلیت سے اس امر کو ثابت کیا تھا کہ ڈاکٹر اقبال اور برگساں کے فلسفہ میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ چنانچہ دو ایک اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ "اقبال غالباً پہلا مسلمان فلسفی ہے جس نے مغربی فلسفہ کی بنیاد پر مشرقی خیالات کی عمارت کھڑی کی اور ایک مکمل نظام کی تشکیل کی"۔ (معارف فروری ۱۹۴۱ء)

۲۔ "برگساں اور اقبال دونوں کے فلسفے کے مختلف اجزاء اس قدر ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں کہ ان کو علیحدہ علیحدہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

(معارف فروری ۱۹۴۱ء)

۳۔ "اقبال کی مابعد الطبیعات اور برگسانی فلسفے میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کوئی اصولی فرق نہیں کہیں کہیں مبہم نقطے کی تفصیل ہے اور کہیں کسی نقص کی تکمیل برگساں کے اساسی تصورات پر اقبال نے خالص مذہبی عمارت کو استوار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس عمارت میں مشہور جرمن فلسفی نٹشے کے "انا" کا تصور بہت اہم ہے۔

(معارف فروری ۱۹۴۱ء)

معاصر نوائے وقت کی برافروختگی

ہمارے اس مذکورہ مقالہ افتتاحیہ سے معاصر "نوائے وقت" بہت برافروختہ ہوا ہے اور "سخنہائے گفتنی" کے عنوان سے ایسے استدلال کو پیش کیا ہے کہ جس پر جتنا بھی تعجب کیا جائے کم ہے۔ ہمارے مقالہ کے متعلق معاصر مذکور رقمطراز ہے:۔

"فاضل مدیر نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے پنجاب کے ایک ایسے نقاد کا ایک اقتباس پیش کیا ہے جن کا اپنا مبلغ علم سنجیدہ حلقوں میں زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا"۔

اس "نقاد" سے معاصر مذکور کی مراد ڈاکٹر تاثیر سے ہے۔ یعنی اس کے نزدیک ڈاکٹر صاحب موصوف کا مبلغ علم سنجیدہ حلقوں میں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ تو کوئی معقول جواب نہیں۔ زیادہ بہتر تھا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کے تبصرہ کا معقولیت سے جواب دیا جاتا۔ اپنے اس فقرہ سے مضمون نگار نے اپنے آپ کو اس صف میں شامل کر لیا ہے جس میں وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو شامل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن معاصر مذکور کا یہ کہنا بھی تو درست نہیں کہ ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے صرف پنجاب کے ہی ایک نقاد کا اقتباس پیش کیا ہے۔ اس اقتباس کے علاوہ ہم نے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ایک خط کا اقتباس بھی پیش کیا تھا اور رسالہ معارف فروری ۱۹۴۱ء سے متعدد اقتباسات درج کیئے تھے مگر معلوم نہیں کہ انہیں کس مصلحت سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر تاثیر کا مبلغ علم لوئی [illegible] ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کا اپنا خط تو اس قابل ہے کہ آپ جیسے "عقیدت مند" اس طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ علامہ مرحوم فرماتے ہیں:۔

"میری زندگی کا اکثر حصہ مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں صرف ہوا ہے اس لئے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کرتا ہوں اور یہ نقطہ نگاہ میری فطرت ثانیہ ہوچکا ہے"۔

ہمیں جدوجہد کی ضرورت نہیں

اس اقتباسات کے علاوہ کیا رسالہ معارف فروری ۱۹۴۱ء کے اقتباس بھی لائق اعتنا نہیں ہیں۔ معارف بلند پایہ مذہبی، علمی، ادبی رسالہ ہے جو ہماری تعریف کا منت کش نہیں۔ آپ جیسے عقیدت مندوں کو چاہئے تھا کہ اس رسالہ کے ذریعہ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم پر جو یہ الزام قائم کیا گیا ہے کہ "اقبال کی مابعد الطبیعات اور برگسانی فلسفہ میں کوئی اصولی فرق نہیں"۔ اسے صاف کرتے اور دلائل سے اس [illegible] کرتے مگر مضمون نگار صاحب نے اس سے اعراض کیا ہے اور محض جلے پھپھولے پھوڑنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ [illegible] دلائل اور براہین سے کام لینا انہیں پسند نہیں۔ پھر انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اقبال کا فلسفہ حیات مغربی افکار کا مرقع ہے۔ معاصر مذکور پر روشن ہونا چاہیئے کہ ہمیں اس میں زیادہ جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں اب تعلیم یافتہ حلقوں میں [illegible] یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے مغربی فلسفہ کی بنیاد پر مشرقی خیالات کی عمارت کھڑی کی [illegible] باب میں زیادہ لکھنے کی ضرورت [illegible] یہ ضرور کہتے ہیں کہ یہ تحریک احمدیت پر ظلم [illegible] ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تحریک احمدیت [illegible] کیا تھا کہ تحریک احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے [illegible] زمانہ یہ شہادت دے رہا ہے کہ اقبالی مذہب [illegible] مغربی افکار کا مرقع ہے۔ جوں جوں وقت گزریگا اس حقیقت پر [illegible]

اعتراض قائم ہے

معاصر مذکور کا یہ کہنا کہ "یہ اعتراض کہ علامہ کا فلسفہ حیات مغربی فلسفہ سے عبارت ہے اتنا عامیانہ اور [illegible] متعلق کچھ کہنا بے سود ہے۔ تعجب ہے کہ پیغام صلح کے [illegible] نے یوم اقبال کا دیباچہ تو پڑھ لیا لیکن خود اقبال کا کلام [illegible] گوارا نہ کیا وغیرہ وغیرہ"

یہ اعتراض اگر اتنا عامیانہ اور بے بنیاد تھا تو [illegible] کی کیا ضرورت تھی ذرا ہمیں بھی تو علم ہو کہ وہ کون سے دلائل [illegible] جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض بے بنیاد [illegible] اگر معاصر موصوف علمی نقطہ نگاہ سے اس اعتراض کا [illegible] تو اسکا دعویٰ درست ہے ورنہ اعتراض تو اسی طرح قائم ہے [illegible] ہمیں توقع ہے کہ کسی آئندہ اشاعت میں دلائل اور [illegible] سے اس اعتراض کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی [illegible]

باقی "نوائے وقت" نے حضرت بانیٔ سلسلہ پر اپنے مضمون کے سیاق میں جو نہایت عامیانہ طرز پر خامہ فرسائی کی ہے اس کا جواب انشاء اللہ کسی قریبی اشاعت میں ہی ہماری طرف سے [illegible]

شذرات

یوم وصال اور تبلیغی پروگرام

۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال ہے یہ وہ دن ہے جس دن امت محمدیہ کے ایک عظیم الشان مجدد اور مسیح نے اس دنیا کو خیرباد کہا۔ اور وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت روحانی شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوئی۔ جس کی ساری زندگی کا ملخص شوکت کردار اعلائے کلمۃ الحق اور جہاد بالقرآن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد ایک جماعت کو چھوڑا جو اس جہاد کو جاری رکھے۔ خدا اور خدا کے رسولؐ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے۔ یہ وہ دن ہے جبکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مجاہد اور جہاد ور افراد نے تبلیغ اور اشاعت اسلام کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لیا۔ سو اس دن کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک اہمیت حاصل ہے۔ اس دن جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم الشان خلیفہ کے محاسن کو بیان کریں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس عہد کی تجدید کریں جو ہم نے امام عصر حاضر کے ہاتھ پر کیا ہے۔ یعنی دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اعلائے کلمۃ الحق کو شعار بنائیں۔ اس سال حسن اتفاق سے جماعت کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام ہی ہے جسے اسلامی تبلیغی پروگرام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بیرونی جماعتوں کو چاہیئے کہ اس دن کو بھی تبلیغی لحاظ سے زیادہ سے زیادہ مفید بنائیں، جہاں ہماری جماعتوں نے سالانہ چندہ کے ذریعہ اس تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائی ہے اور انفرادی تبلیغ کے ذریعہ تقویت پہنچا رہی ہیں۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے مواقع سے پورا پورا استفادہ کیا جائے۔ اور اس دن چونکہ حضرت بانی سلسلہ سے ہی مخصوص ہے۔ ان غلط فہمیوں کو خاص طور پر دور کیا جائے۔ جو حضرت بانئ سلسلہ کے متعلق پھیلی ہوئی ہیں اور احمدیت کے پیغام کو بھی پہنچایا جائے۔ بیرونی جماعتوں کو اس کا ابھی سے اہتمام کرنا چاہیئے۔ اس دن جگہ جگہ جلسے منعقد کرنے چاہئیں۔ اور پروگرام ایسا مرتب کرنا چاہیئے۔ جو تبلیغی لحاظ سے زیادہ سے زیادہ مفید ہو۔ امید ہے کہ بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اس طرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے۔

عیسائیوں کی تبلیغی مساعی

مسیحی رسالہ المائدہ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے۔ "بائیبل سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ ہمارے سامنے ہے۔ گذشتہ سال ۲۵ زبانوں کے ۱۱۸۵۲۵ مقدس صحیفے فروخت ہوئے ۱۹۳۰ء کے بعد اتنے کبھی نہیں بکے۔ بائبل سوسائٹی نے اس سال دنیا بھر میں ۱۷۴۳۶۶ صحیفے فروخت کئے۔ سندھی زبان میں عہد قدیم کی اور پشتو میں عہد جدید کی نظر ثانی ہو رہی ہے پنجابی کی نظر ثانی ڈاکٹر بسجول صاحب کر رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ"

یہ اس قوم کا حال ہے جسے ہم کافر سمجھتے ہیں اور جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ مذہبی جوش ان میں ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہیں دعویٰ ہے کہ خیر امت ہیں۔ ان کی تبلیغی مساعی کی جو کیفیت ہے اسے بیان کرتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔ آج مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ کو بالکل فراموش کر چکا ہے، اور اسے اغیار کی تبلیغی مساعی کو دیکھ کر بھی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو تب ہوش آئے گا۔ جب پانی سر سے گذر جائے گا۔ وہ مسلمان جو "جہاد" کے موید ہیں۔ اور جن کا عتاب ہمیشہ تحریک احمدیت پر نازل ہوتا رہتا ہے کہاں کونوں میں منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔ کیا مجاہدین کے یہی تیور ہوتے ہیں۔ مجاہد وہ ہے جو زمانہ کی ضرورت کو سمجھتا ہے اور اس کے مطابق اپنے عملی قوا کو بروئے کار لاتا ہے۔ یا وہ جو تعلّی کرتا ہے اور اس کے عمل کے خانہ میں صفر ہے۔ اس زمانہ میں صرف جماعت احمدیہ مجاہد ہے اور باقی مسلمان اس مبارک فریضہ کو ترک کر چکے ہیں۔ اور صرف یہی جماعت ہے جو اسلام کے تحفظ اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے۔ جوبانی ایک کر رہی ہے جو عیسائیوں کی تبلیغی مساعی کو دیکھ کر منفعل نہیں۔ اگر سب مسلمان امام عصر حاضر کی آواز پر لبیک کہتے۔ تو اس وقت نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

شہنشاہ حبشہ اپنے دارالحکومت میں

۵ مئی کو پورے پانچ سال کے بعد شہنشاہ حبشہ اپنے دارالحکومت ادیس ابابا میں داخل ہوئے جہاں ان کا بڑے تزک و احتشام سے استقبال کیا گیا۔ ادیس ابابا میں شہنشاہ حبشہ کا داخلہ ... ہے کہ مشرقی افریقہ میں اب اطالوی سلطنت کا خاتمہ ہو چکا ہے ... کے مشرقی حصے میں اطالوی وائسرائے ڈیوک آف آوسٹا ابھی پارہا ... پھر رہا ہے۔ اس کی گرفتاری یا اس کے ہتھیار ڈالنے کے بعد افریقہ کے اس حصے میں اطالویوں کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

برطانیہ پر ہوائی حملوں سے اتلاف جان
اپریل تک کے اعداد

لندن ۶ مئی۔ برطانیہ پر دشمن کے ہوائی حملوں سے اپریل تک اتلاف جان کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۹۸۵۶ سویلین مارے گئے اور ۴۰۸۹ زخمی ہوئے۔ ۳۷۶۰۷ فوجی ہلاک یا مفقود الخبر اور ۲۵۸۹۵ زخمی ہوئے۔

غیر مصافی ہلاک شدگان میں ۱۳۷۱۲ مرد ۱۲۱۱۲ عورتیں اور ۴۳۴۶ بچے ہیں۔

جنگ اور امریکہ

ہفتہ زیر تبصرہ میں حکومت امریکہ کے مدبروں نے جو اعلانات کئے اور بیان دیئے ہیں ان کے پیش نظر یہ قیاس کرنے میں ہر شخص حق بجانب ہے کہ امریکہ بتدریج میدان جنگ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مسٹر کارڈول ہل وزیر اعظم مسٹر سٹمسن وزیر جنگ اور کرنل ناکس کی تقریریں اور بیانات پڑھنے سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً مسٹر کارڈول ہل نے کہا کہ استبداد پسند قوتیں محض اس لئے ہمیں نہیں چھوڑیں گی کہ ہم نے انہیں خوش کرنے کیلئے پالیسی اختیار کئے رکھی۔ شہادتیں موجود ہیں کہ استبداد پسند قوتیں پرانی دنیا کو سر کرنے کے بعد اب نئی دنیا کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

کرنل ناکس نے اخبار نویسوں کے مجمع میں کہا کہ اب ہم اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ سابق پریذیڈنٹ مسٹر تھیوڈور روزویلٹ کے اس قول کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ آگے کو بڑھا ہوا قدم پیچھے ہٹانا آگے بڑھنے سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہو سکتا ہے۔ ہم اعلان کر چکے ہیں کہ برطانیہ کی جنگ ہماری جنگ ہے۔ جن دشمنوں سے برطانیہ لڑ رہا ہے۔ وہ ہمارے بھی دشمن ہیں۔ امریکہ جمہوریوں کی مذمت کر چکا ہے

ان تقریروں اور بیانوں کے علاوہ امریکہ کے سرکاری حلقوں میں صاف اور واضح الفاظ میں اور نہایت وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جنگ میں امریکہ کی شرکت اب یقینی ہے۔ اس قیاس کے ثبوت میں نائب امیر البحر ایڈمرل اینڈریوز کا یہ بیان پیش کیا جاتا ہے کہ ان کی کمانڈ نے اپنی تمام سرگرمیاں برطانیہ کی امداد کے لئے وقف کر دی ہیں۔

مسٹر وینڈل ولکی نے جو صدارت امریکہ کے امیدوار تھے۔ ایک تقریر کے دوران میں کہا۔ کہ اب باتوں کا وقت نہیں رہا۔ عمل کا وقت آ گیا ہے۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ برطانیہ کے لئے جو سامان جنگ تیار کیا جا رہا ہے۔ وہ برطانیہ کو سلامتی کے ساتھ پہنچے۔

مسٹر وینڈل ولکی سے ایک دن قبل امریکہ کے وزیر جنگ مسٹر سٹمسن نے اپنی براڈکاسٹ تقریر میں کہا۔ کہ کوئی زمانہ تھا۔ جب میں دنیا میں امن اور قانون کی حفاظت کے لئے کوشش کرتا رہا۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوشش بار آور ہوں گی۔ مگر استبداد پسند قوتوں نے ہماری امیدوں کو چکنا چور کر دیا ہے۔

اب سننے میں آیا ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ ایک اور نہایت اہم تاریخی اعلان کرنے والے ہیں۔ امریکہ کے سرکاری حلقوں کا بیان ہے کہ خود پریذیڈنٹ کو اپنے اس اعلان کی اہمیت کا احساس ہے۔ اور یہ اعلان اس وقت کریں گے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ اس کے متعلق ذمہ داری سے وہ عہدہ برآ ہونے کے اہل ہیں۔ اپنی حلقوں کا بیان ہے کہ اس اعلان کیلئے زیادہ سے زیادہ چند ہفتے اور انتظار کرنا ہوگا۔

پریذیڈنٹ روزویلٹ آئندہ بدھوار کو ایک اور تقریر کرنے والے ہیں۔ جس میں جنگ کے بارے میں امریکہ کی پالیسی کی مزید وضاحت کی جائے گی۔ نیویارک کے سیاسی اور صحافتی حلقوں میں کہا گیا ہے کہ اب ایسی حالت پیدا ہو چکی ہے کہ پریذیڈنٹ ہی کوئی آخری فیصلہ کر سکتا ہے۔

ایک اخبار ٹائمز ہیرلڈ نے لکھا ہے کہ امریکہ اب جنگ میں شرکت کی راہ پر گامزن ہے۔ جنگ کا اعلان کر کے یا اس کے بغیر ہی امریکہ اس میں شریک ہونے والا ہے۔ اور یہ تقریریں اور یہ بیانات رائے عامہ کو اس کیلئے تیار کرنے کی غرض سے ہیں۔

جماعت قادیان کی اصلاح کا وقت قریب آگیا

اعلائے کلمۃ الحق کیلئے دل میں درد پیدا کرو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۵ اپریل ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقہم بعض الذی عملوا لعلہم یرجعون (الروم رکوع ۵)

زمانہ جاہلیہ اور ایک عام قانون

اس آیت میں ایک تو رسول اللہ کے زمانہ سے پہلے کی عالت کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ دنیا میں کس قدر شرک اور فساد اور ظلمت پھیل گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس آیت میں ایک ایسا عام قانون بھی بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے اعمال جب تک تو اس حد کے اندر رہیں کہ ان سے دنیا میں کوئی فساد عظیم پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال کی جزا سزا کو اس دوسرے عالم پر ہی ڈال رکھتا ہے۔ لیکن جب انسانوں کے اعمال اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی وجہ سے دنیا میں فساد ظہور دار ہو جاتا ہے اور بڑا فساد عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ فی البر والبحر خشکی اور تری دونوں فساد سے بھر جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس وقت کچھ ان کے اعمال کی سزا کے طور پر اسی دنیا میں عذاب بھیج دیتا ہے لیذیقہم بعض الذی عملوا۔ ان کے بعض اعمال کا مزا چکھانے کے لئے پھر بھی اصل نتائج آخرت تک کے ساتھ ہی وابستہ رکھے ہیں۔ گویا بتایا ہے کہ جب فساد بہت بڑھ جائے تو اس کی کچھ سزا اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے لعلہم یرجعون۔ تاکہ وہ باز آجائیں۔ لوٹ آئیں اور نیک کام کرنے لگیں۔

عذاب کب آتا ہے

کس قدر اچھا اور کس قدر علمی نقطہ نگاہ سے صحیح قانون ہے تاریخ اس کی صداقت پر شاہد ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو قرآن کی ہر آیت میں اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت اس کے اپنے اندر موجود ہے۔ لوگوں کے اعمال کی سزا قیامت کو اس دنیا کی زندگی کے بعد ملتی ہے۔ لیکن جب اس حد تک فساد ہو جائے کہ انسان درندے بن جائیں۔ ایک دوسرے کو پھاڑنا اور چیرنا شروع کر دیں تو خدا تعالیٰ ان کے بعض اعمال کی سزا اسی دنیا میں اس لئے بھیجتا ہے تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔ ان میں محبت اور اخوت پیدا ہو۔ اس نے بھی انسان بنایا ہے۔ تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی کریں لیکن جب انسان درندہ بن جائے اور اس کے اعمال سے دوسرے بھائیوں کو تکلیف پہنچنے لگے تو اللہ تعالیٰ عذاب بھیج دیتا ہے۔ تاکہ پھر ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے رہنے لگیں۔ خدا کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا کہ وہ ایک دوسرے کو تباہ کر دیں۔ مگر خدا نے ان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا کہ ان کی حالت درندوں کی سی ہو اور ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں۔ اس لئے جب انسان ایک دوسرے سے قتل و مقاتلہ شروع کر دیں۔ تو پھر خدا عذاب بھیجتا ہے کہ اس کی طرف رجوع کریں

خدا کی طرف رجوع کیا ہے؟

خدا کی طرف رجوع کیا چیز ہے؟ خدا کے آگے سر جھکانا تمام مخلوقات کا حاکم اسے تسلیم کرنا، خوب یاد رکھو خدا کی حکومت کو ماننا ہی خدا کی طرف رجوع کرنا ہے اور جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک دنیا میں کوئی امن قائم نہیں رہ سکتا۔

اس آیت کی صداقت

آج اس آیت کی صداقت آسمان کی بلندیوں پانی کی گہرائیوں اور زمین کے اوپر لکھی ہوئی موجود ہے۔ آج اس فساد کی وجہ سے جو بما کسبت ایدی الناس انسانوں کے پیدا کئے ہوئے اعمال کا نتیجہ ہے۔ خدا نے ایسا عذاب دنیا میں بھیجا ہے جس سے چھٹکارا خدا کی حکومت کو تسلیم کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے خدا کے دیئے ہوئے مال کو اپنا مطمح نظر بنا لیا اور اس کے لئے دوسرے بنی نوع پر مصائب برپا کرنے شروع کر دیئے لیکن آخر کار دنیا نے دیکھ لیا کہ مال کی حکومت کو تسلیم کر کے امن سے زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔

ایک دردناک منظر

آج وہ عذاب جو اس فساد عظیم کی وجہ سے خدا بھیجتا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے مسلط ہے۔ میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے۔ ایک ملحمۃ الکبریٰ کا ذکر ہے۔ ایک بڑی جنگ عظیم دنیا میں ہوگی۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا ھدنۃ علیٰ دخن۔ ایک صلح ہوگی جو فساد پر مبنی ہوگی۔ کس قدر محمد رسول اللہ صلعم کی نظر تیز تھی۔ جیسے آپ کی آنکھوں کے سامنے موجودہ زمانہ کا نقشہ تھا۔ صحابہ نے پوچھا۔ پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا۔ فتنۃ عمیاء صماء پھر ایک فتنہ اٹھیگا جو اندھا اور بہرہ ہوگا یعنی اس کی لپیٹ میں ساری دنیا آجائے گی۔ میرے خیال میں یہی وہ فتنہ ہے جو آج ہمارے سامنے برپا ہے۔ اور اگر خدا کے نزدیک ابھی کوئی اور اس سے بھی بڑا فتنہ مقدر ہے۔ تو میں تو سمجھتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم کا کوئی لفظ کبھی جھوٹا نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔

خدا کی طرف رجوع کرنے کا سامان

تو اب خدا کی طرف رجوع کرنے کا سامان تو وہ ہے۔ جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا نے کیا۔ جب دنیا میں فساد عظیم ہوا۔ یہ میں نہیں کہتا۔ دنیا گواہ ہے کہ وہ فساد عظیم تھا۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کے آنے سے پہلے دنیا میں برپا تھا۔ چند سال ہوئے۔ امریکہ سے ایک کتاب شائع ہوئی تھی۔ جس میں لکھا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم سے پیشتر تہذیب کی حالت اس کھوکھلے درخت کی طرح ہو گئی تھی جو باہر سے بڑا موٹا نظر آتا ہو۔ مگر اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہو۔ اور یہ اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور نہ ہوتا۔ تو دنیا تباہ ہو چکی ہوتی۔ آپ کی بدولت اخوت اور محبت کی بنیاد پھر دنیا میں رکھی گئی۔ اور انسانی تہذیب نے از سر نو زندگی حاصل کی بالکل آج وہی حالت نظر آتی ہے لیکن جو کم [illegible] وہ تو تیرہ سو سال سے مل چکا ہے اور آج بھی وہی قائم [illegible]

دجالی تہذیب اور مسیح موعود

اس پیغام کو پہنچانا آپ لوگوں نے اپنے ذمہ لیا ہے [illegible] دنیا میں یہ اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود [illegible] کہ موجودہ زمانہ کی دجالی تہذیب کا علاج کریں۔ کس ذریعے [illegible] اس محمد رسول اللہ صلعم کے پیغام سے لیظہرہ علی الدین [illegible] کلہ تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے۔ اس کا وقت [illegible] آ چکا ہے۔ کیونکہ موجودہ عذاب سے دنیا کا چھٹکارا اسی [illegible] سکتا ہے کہ خدا کی حکومت کو تسلیم کریں۔ امن دنیا میں اسی وقت قائم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے لائے ہوئے پیغام پر عمل [illegible]

فساد عظیم اور مامور من اللہ

جب مار پڑتی ہے۔ دکھ پہنچتا ہے مصیبت آتی ہے [illegible] انسانوں کا خیال لازماً اس طرف جاتا ہے کہ کوئی اس کو دور کرنے کا ذریعہ پیدا ہو۔ خوب یاد رکھو اس وقت جو مصیبت دنیا پر آئی ہے۔ اس کو دور کرنے کا کوئی ذریعہ سوائے اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے نہیں۔ یہی علاج اس وقت دنیا کی نجات کا ہے [illegible] خدا کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے دین کو دنیا میں غالب کرے لیکن انسانوں کی کوشش بھی بکار ہے۔ خدا نے تو اپنا کام کر دیا۔ عین اس وقت جبکہ فساد عظیم پیدا ہونے والا تھا۔ اس شخص کو بھیجا جس کے متعلق وعدہ تھا۔ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر۔ [illegible] تہذیب ایسے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا میں فتنہ عظیم برپا ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ خدا کا مامور ایک فوج تیار کر کے رفیق الاعلیٰ سے جا ملتا ہے۔ اب وہ تو اپنا کام کر کے چلا گیا اب تمہارا کام ہے کہ جس غرض کیلئے تمہیں کھڑا کیا گیا ہے اسے تکمیل تک پہنچاؤ۔

جماعت قادیان کی اصلاح

اس سلسلہ میں سب سے پہلے جو کام [illegible] والا ہے۔ وہ ہے جماعت قادیان کی اصلاح [illegible] ہو جائے تو فوج اسے بچا سکتی ہے۔ لیکن اگر فوج ہی کی حالت خراب ہو جائے تو ملک کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے [illegible] اس وقت حضرت مسیح موعود کی بنائی ہوئی فوج خراب ہو گئی ہے اس فوج کی اصلاح اور درستی کرنا یہ ہمارا بھی مقصد ہونا چاہئے۔ [illegible] ۲۵-۲۶ سال ہم نے ان کے عقائد کی اصلاح پر بہت زور دیا اور اب قد تبین الرشد من الغی کی حالت پیدا ہو چکی ہے حق اور باطل کھل چکا ہے۔

ایک ایک فرد تک پہنچنے کی کوشش

اب کوشش کرنی چاہئے اس جماعت کے ایک ایک [illegible] تک پہنچنے کی اور اسے دکھانا چاہئے کہ حضرت [illegible] وہ نہیں تھا۔ جس پر وہ چل رہے ہیں۔ آخر مسیح موعود کی [illegible] ہے اس کی اصلاح ہونی چاہئے۔

اسلام کو برباد کرنے والے عقائد

اب عقائد انہوں نے پیدا کئے ہیں کہ اسلام کو [illegible] کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسلام ہی ہمارا مذہب ہے [illegible] اگر یہ سچ ہے تو تم نے تو مسیح کو اکھاڑ دیا۔ حضرت مسیح موعود [illegible] "انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے [illegible] میں داخل کریں"۔ (آئینہ کمالات اسلام [illegible])

اسلام کی بنیاد

ساری دنیا جانتی ہے کہ اسلام کی بنیاد [illegible]

کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب میں ان بزرگوں سے پوچھتا ہوں کہ خدا کیلئے تم اعلان کرو کہ کیا اس کلمہ کو پڑھنے سے لوگ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں؟ اگر داخل ہو جاتے ہیں تو چشم ما روشن دلِ ما شاد اور اگر داخل نہیں ہو سکتے جب تک مسیح موعود پر ایمان نہ لائیں۔ تو تم نے تو دین کی بنیاد ہی بدل دی۔

ایک فیصلہ کن بات

ہمارا جھگڑا اب بیّن جو بقائی سے زیادہ صاف ہو چکا ہے یا تو کہو کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے وہ مسلمان ہے۔ دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ خواہ وہ کمزور مسلمان ہو۔ اس کے اسلام میں نقص ہو لیکن اسلام کے اندر آ جاتا ہے اور اگر یہ نہیں کہہ سکتے تو پھر صاف کہو کہ کلمہ منسوخ ہو گیا۔ ایک دین جاتا رہا۔ دوسرا دین آ گیا۔ آج اختلاف کو ستائیس سال ہو گئے ہیں

میاں بشیر احمد صاحب کی توجیہہ

آپ لوگوں نے وہ توجیہہ جو میاں بشیر احمد صاحب نے اب کی ہے اس سے پیشتر کبھی نہیں سنی ہوگی۔ دیکھو صداقت جو ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے۔ اگر جنازہ کے فتوے کی یہ تاویل جو اب کی گئی ہے صحیح ہوتی۔ تو پہلے ہی دن نکل آتی۔ لیکن نہیں ستائیس سال تک کوئی جواب نہ سوجھا۔ اور خود کہتے رہے کہ ان حوالوں سے غیر احمدی کے جنازہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اب جو الزام سے چھٹکارے کی کوئی اور راہ نظر نہ آئی۔ تو اپنے ہی ستائیس سالہ اقوال کو دریا برد کر دیا۔ یہ اس سے بھی بدتر ہے جو کسی نے کہا ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ بورانی ست بادنجاں۔ بادنجاں بورانی

ستائیس سال بعد

ستائیس سال بعد جا کر پتہ لگا کہ حضرت صاحب کے الفاظ سے جو ہم یہ سمجھتے تھے کہ غیر احمدی کے جنازہ کو جائز قرار دیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ ستائیس سال کی تحقیق کے بعد کیا معلوم ہوا یہی کہ حضرت صاحب کی تحریر میں مخالف سے مراد مصدق ہے غیر احمدی کے معنی احمدی ہیں۔

عیسائیوں کے بھی کان کاٹے گئے

بھلا جب ایسی تشریحات ہونے لگیں۔ وہاں کوئی امن قائم رہ سکتا ہے! عیسائیوں کے بھی کان کاٹے گئے ہیں کس جرأت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ مخالف کے معنی مصدق کے ہیں۔ پھر اگر ایسی ہی بات تھی کہ دراصل کسی غیر احمدی کا جنازہ جائز نہ تھا اور حضرت صاحب کے فتووں میں درحقیقت احمدی ہی مراد تھے تو ایسے الفاظ آپ نے فرمائے کیوں؟ اس کا بڑا عجیب جواب دیا ہے کہ جماعت، اس وقت ایک حدیث العہد جماعت تھی۔ یعنی کچے اور کمزور ایمان والے لوگ تھے۔ اس لئے کونین کی گولی پر کھانڈ لگا کر انہیں دیدی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک ناپاک الزام

اس کو اصل واقعہ پر چسپاں کرو تو مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسا فیصلہ دیدیا جس سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔ مگر اصل میں اس کے رو سے غیر احمدی کا جنازہ ناجائز قرار دیا گیا تھا۔ حضرت صاحب بڑے حکمت عملی کے مالک تھے۔ انہوں نے ایک گولی دیدی جس کے اندر ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ قطعاً ناجائز ہے۔ لیکن اس کے اوپر ایک کھانڈ کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ یعنی اوپر لکھا ہوا ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے اور مکذب کا جنازہ نہ پڑھو اور جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہے اس کا پڑھ لو۔ اب خدا کے لئے بتاؤ۔ اسی کو دنیا میں منافقت اور دھوکا دینا کہتے ہیں۔ یا وہ کوئی اور چیز ہے؟

میاں محمود احمد صاحب کو بھی غلاف نظر نہ آیا

کہنا یہ چاہیئے کہ غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھو لیکن اس کے اوپر غلاف چڑھا دیا جاتا ہے کہ کفر، مکذب کے سوائے سب کا جنازہ پڑھ لو۔ یہ غلاف آج میاں بشیر احمد صاحب نے اتارا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کو بھی یہ غلاف نظر نہ آیا۔ تمام قادیانی بھی دھوکے میں رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ حضرت صاحب نے بعض حالتوں میں جنازہ جائز قرار دیا ہے۔ مگر آج معلوم ہوا کہ یہ محض غلاف تھا جو ستائیس سال میاں بشیر احمد صاحب کی باریک بین آنکھ نے دیکھ لیا اور اس کو پھاڑ کر پھینک دیا اور اندر کا فتوے جو اس وقت جماعت کو نظر نہ آتا تھا باہر نکال دیا۔

ایک اور غلاف

لیکن ابھی تو ایک اور غلاف ہے جو تھوڑے ہی دن بعد پھاڑنا پڑیگا کہ مصدق کا بھی جنازہ جائز نہیں۔ کیونکہ میاں محمود احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب کے نزدیک جو شخص تصدیق کرتا ہے لیکن بیعت میں داخل نہیں۔ وہ بھی کافر اور منافق ہے۔ میں کہتا ہوں کیا یہ مذہب ہے۔ کیا صداقت اسی کو کہتے ہیں؟

ستائیس سال سے چیلنج

میں آج سے نہیں برابر ستائیس سال سے چیلنج کر رہا ہوں کہ لاہور سے، سیالکوٹ سے، شملہ سے اور خود قادیان سے شہادت لے لو۔ کہ غیر احمدی کے جنازے پڑھے جاتے رہے ہیں یا نہیں میں نے کب کہا تھا کہ حلف لے لو میاں چھجو کا جو نماز جنازہ کو سرے سے مانتا ہی نہ تھا۔ اس کا جنازہ لاہور میں پڑھنے والے وہ لوگ تھے جو اس کے رشتہ دار تھے اور قادیانی جماعت کے وہ جوتی کے فرد تھے۔

حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کے موقع پر
تبلیغی پروگرام کو مدنظر رکھیں

میاں بشیر احمد صاحب حلف اٹھائیں

کوئی شخص قسم اٹھائے۔ خود میاں بشیر احمد صاحب حلف اٹھالیں کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب کے شفاخانہ میں جب کوئی غیر احمدی مریض مر جاتا تھا تو مولوی غلام محمد صاحب کو حضرت مولانا فرماتے تھے یا نہ کہ اس کا جنازہ پڑھا دو۔ مولوی قطب الدین صاحب پرانے زمانہ کے بزرگ ہیں۔ وہ قسم اٹھائیں۔ میں آج سے بیس سال پیشتر جب مولوی حکیم غلام محمد صاحب زندہ تھے چیلنج کر چکا ہوں کہ ان سے حلف اٹھوائیں کہ کیا حضرت مولوی صاحب ان کو غیر احمدی کے جنازہ کیلئے نہ بھیجا کرتے تھے

سیالکوٹ والا خط

اور پھر وہ سیالکوٹ والا خط جس کے متعلق میاں صاحب نے لکھا کہ اس پر غور کی جائے گی اور پچیس چھبیس سال غور کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا کوئی جواب میرے پاس اس وقت نہیں۔ اسے کیوں گم کر دیا؟ کہتے ہیں وہ اصل خط کی نقل تھی۔ چلو یونہی سہی۔ اس کو کیوں تلف کر دیا۔ مجھے تو الزام دیتے ہیں کہ سارے لفظ نہیں لکھے۔ لیکن خود خطوط بھی ہضم کر جاتے ہیں حالانکہ میں سارے لفظ بیسیوں دفعہ نقل کر چکا ہوں۔ . . . . . .

قادیان کی اصلاح کا وقت

تو بہر حال قادیان کی اصلاح کا وقت قریب آ گیا ہے جن کے لئے خدا نے یہ بڑا زبردست ہتھیار تمہارے ہاتھ میں دیا ہے یعنی جنازہ کا مسئلہ ان کے بادل اکھڑ چکے ہیں اب ذرا زور لگانے کی بات ہے۔ اس کے لئے جلد ہی پتہ لگ گیا کہ اصل حقیقت ہر قادیانی پر واضح ہو جائے گی۔ اس جماعت کی اصلاح اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ ایک ایسا حصہ ہے کہ اس سے کام لیا جا سکتا ہے ورنہ ہمارے سامنے تو ایک دنیا ہے جس کی اصلاح کرنی ہے

محمد رسول اللہ صلعم کو حکم

کیا حکم آیا محمد رسول اللہ صلعم کو یا ایہا المدثر قم فانذر اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا۔ پھر فرمایا یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو، راتوں کو جاگو۔ آدھی آدھی رات گذارو بعض وقت اس سے کم اور بعض وقت زیادہ اور قرآن کو راتوں میں پڑھو انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ ہم بڑا بھاری بوجھ تم پر ڈال رہے ہیں۔

اصلاح کا ہتھیار

یہی ایک ہتھیار ہے اصلاح عالم کا۔ راتوں کو اٹھنا صرف کتابیں سے اور تقریروں سے دنیا کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کیلئے یہ درد دل میں نہیں اٹھتا کہ نیند حرام ہو جائے اور سب کام کر سکتے ہو تعلیم پھیلا سکتے ہو۔ کفایت شعاری سکھا سکتے ہو لیکن اصلاح عالم کا کام نہیں کر سکتے جب تک تمہارا دل ایسا بے چین نہ ہو کہ راتوں کو اٹھ کر رو دو۔

دلوں میں درد پیدا کرو

اس لئے میں تم میں سے ایک ایک کو کہتا ہوں کہ یہ درد اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ ہے تو بیشک یہ نفل لیکن جانتے ہو کس قسم کا نفل ہے۔ خیال محمد رسول اللہ صلعم کے اٹھنے اور آدھی آدھی رات تک کھڑے رہنے کا ذکر کیا وہاں فرمایا وطائفۃ من الذین معک تیرے ساتھیوں میں سے ایک گروہ راتوں کو اتنی ہی دیر اٹھتا ہے۔

تو میں کہتا ہوں اگر دنیا کی اصلاح چاہتے ہو۔ اگر قادیانی جماعت کی اصلاح چاہتے ہو۔ اگر مسلمانوں کی اصلاح چاہتے ہو اگر یہ چاہتے ہو کہ لوگ قرآن کے آگے، محمد رسول اللہ صلعم کے آگے سر جھکائیں تو یہ نہیں ہو سکتا جب تک راتوں کی نیند نہ حرام ہو جائے۔ دنیا میں انسانوں کی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کے دل میں درد ہو اس کو پیدا کرو تو تب کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک اور بات

ایک اور بات جو قربانی ہے وہ ہے ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلا۔ رات کو اٹھنا عمل کے اندر قوت پیدا کرتا ہے اور بات میں اثر پیدا کرتا ہے۔ ویسے انسان اصلاح کیلئے سو باتیں کرتا ہے لیکن اثر نہیں ہوتا جب تک وہ طاقت نہ ہو جو رات کی ظلمت میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ ان لک فی النہار سبحا طویلا۔ دن میں تو تمہارے پاس ہر کام ہیں رات کو اس مالک حقیقی کے دروازہ پر گرے رہو اور وہاں سے مدد مانگو۔ دن کو تمہارا وہ شغل ہو مخلوق خدا کے پاس پہنچنا اور اسے سمجھانا، رات کو تمہارا یہ شغل ہو۔ خدا کے آگے گرنا اور اس سے مدد مانگنا یہ وہ بات ہے جو میں جماعت سے کہنا چاہتا ہوں۔ جب تک یہ پیدا نہیں کرتے، اس وقت تک اصلاح کا کام نہیں کر سکتے۔ جوانی میں اس کو شروع کرو۔ کوئی مبلغ ہو۔ کوئی دفتر کا رکن ہو کوئی ہو جب تک یہ بات پیدا نہیں ہوتی کہ رات کو اٹھو اور اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑاؤ اور دن کو فرصت کے وقت تبلیغ کرو۔ اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کو اپنا شعار بناؤ۔ اس بات سے نہ ڈرو کہ تبلیغ میں تمہیں شکست ہوگی۔ اگر تم پچاس سال تک روٹی بھی دیکھتے رہو لیکن ہاتھ سے نہ [illegible]

تو کبھی ایسا نہ آئے گی۔ پھر تبلیغ کو کس طرح سمجھ سکتے ہو کہ پہلے دن ہی آ جائے گی۔ اگر ایک جگہ شکست کھا لو تو پھر کوشش کرو اور معلوم کرو کہ جس بات کا جواب نہیں آیا وہ کس طرح ہے [illegible]

اس کا ٹائپ موجود ہے اور طباعت زیادہ تر ٹائپ کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ رسم الخط کچھ خوبصورت نہیں ہے۔ تلگو زبان میں ہر قسم کے اخبارات و رسائل، روزنامے، ہفتہ وار، ماہوار، پرچے بکثرت موجود ہیں ان کی اشاعت کافی اور گٹ اپ اچھی خاصی ہوتی ہے ریاست حیدرآباد کے اندر اور صوبہ مدراس میں تلنگی کے بڑے بڑے کتب خانے موجود ہیں۔ جن کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس زبان کی اشاعت و ترقی کا کام زیادہ تر صوبہ مدراس میں ہو رہا ہے وہیں سے اس کے اکثر اخبارات و رسائل نکلتے ہیں۔ اب ریاست حیدرآباد کے علاقہ تلنگانہ کے ہندو بھی اپنی زبان کو ترقی دینے کیلئے کوشاں نظر آتے ہیں۔ حیدرآباد سے ایک تلنگی روزنامہ "گولکنڈہ پتریکا" بھی شائع ہو رہا ہے۔

تلگو زبان کی موسیقی مکمل اور کافی ترقی یافتہ ہے۔ اس کے گیت اور نظمیں نہایت مترنم اور مؤثر ہوتی ہیں۔

کنڑی

کنڑی بھی جنوبی ہندوستان کی بہت قدیم زبان ہے اور اس کا تعلق بھی ڈراوری زبانوں سے ہے۔ محققین کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ کنڑی تامل اور تلگو دونوں زبانوں سے کم عمر ہے۔ تاہم اس کی عمر کا اندازہ چھ سات ہزار سال کیا جاتا ہے۔ گو اس عرصہ میں اس میں بہت سے تغیرات ہو چکے ہیں۔

کنڑی ریاست حیدرآباد کے علاقہ مرہٹواڑہ کے متعدد اضلاع، گلبرگہ، رائے چور اور بیدر وغیرہ ساری ریاست میسور اور صوبہ بمبئی کے تین چار اضلاع میں بولی جاتی ہے۔ یہ لنگایت قوم کی مذہبی اور ریاست میسور کی سرکاری زبان ہے۔ لنگایت قوم کا بڑا مرکز ریاست میسور ہے۔ مہاراجہ میسور کا خاندان اسی قوم سے ہے۔ لنگایت قوم کا شمار دیسے تو ہندوؤں میں ہوتا ہے لیکن اس کے عقائد و روایات دوسرے ہندوؤں سے کافی مختلف ہیں۔ جن پر انشاء اللہ کسی علیحدہ مضمون میں روشنی ڈالی جائے گی میسور کی حکومت اور وہاں کے ہندو اس زبان کی ترقی و اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ کنڑی اخبارات و رسائل کی تعداد معقول اور حالت اچھی ہے۔ لنگایت قوم کا تو سارا مذہبی لٹریچر اسی زبان میں ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کی اکثر ضروری مذہبی کتابیں اس میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کنڑی اہل قلم نے مغربی علوم و فنون کے وافر حصہ کو اپنی زبان میں منتقل کر لیا ہے۔

کنڑی زبان کے حروف تہجی کی تعداد تقریباً پچاس ہے اس کا مکمل ٹائپ موجود ہے۔ اس کا رسم الخط تلگو سے ملتا جلتا ہے۔ اس زبان میں تصوف، موسیقی اور قدیم ہندو طب کے متعلق بہت ذخیرہ ہے۔

مرہٹی

مرہٹی دکن کی قابل ذکر قدیم زبانوں میں سب سے زیادہ مشہور اور لٹریچر کے لحاظ سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ بعض لوگ اس کا تعلق بھی ڈراوڑی زبانوں سے قائم کرتے ہیں اور ان میں سے بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ مرہٹہ قوم بھی معاوڑی نسل سے ہے۔ بعد میں راجپوتوں سے تعلق رشتہ داری کی وجہ سے اس میں آرین خون کی آمیزش ہو گئی ہے۔ لیکن عام خیال یہی ہے کہ مرہٹی زبان کا تعلق آرین زبانوں کے ساتھ ہے اور اسے سنسکرت کی ایک شاخ کہا جا سکتا ہے۔ مرہٹی میں سنسکرت کے الفاظ بہت زیادہ ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ فارسی زبان کے بھی بے شمار* الفاظ اصلی حالت یا تلفظ وغیرہ کے معمولی تغیر کے ساتھ اس زبان میں موجود ہیں۔

مرہٹی ریاست حیدرآباد کے علاقہ مرہٹواڑہ کے چار پانچ اضلاع کے علاوہ صوبہ بمبئی اور سی پی کے بہت سے علاقوں اور پورے برار میں بولی جاتی ہے۔ مرہٹے اس کو اپنی قومی زبان سمجھتے ہیں اور اسے ترقی دینے کی قابل تعریف کوشش کر رہے ہیں۔ تلک آنجہانی کے شاگرد اور معتقدین اس بارہ میں سب سے پیش پیش ہیں۔ ان لوگوں نے مرہٹی زبان کی بہت خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں۔ شہر پونا اس زبان کا سب سے بڑا مرکز اشاعت ہے۔ مرہٹی کا لٹریچر بہت ترقی یافتہ اور وسیع ہے۔ بعض واقف کار اصحاب کی رائے میں تو وہ بنگالی زبان کے مماثل ہے۔ مشرق و مغرب کی مختلف زبانوں کی ہزاروں مشہور و منتخب کتابوں کا ترجمہ اس زبان میں ہو چکا ہے۔ اس کا انسائیکلوپیڈیا بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں ہندوؤں کا تمام ضروری مذہبی لٹریچر مرہٹی میں منتقل ہو چکا ہے۔ بیسیوں بلند پایہ اور کثیر الاشاعت اخبارات و رسائل اس زبان میں نکل رہے ہیں۔

آج کل مرہٹی کی تقریباً تمام کتابیں اور اخبارات و رسائل ہندی حروف میں شائع ہوتے ہیں۔ اس رسم الخط کو دکھنی میں بال بودھ کہا جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ قبل یہ زبان **موڑی** حروف میں لکھی جاتی تھی۔ موڑی رسم الخط ہندوستان کا بہت ہی قدیم رسم الخط ہے جو بعض محققین کی رائے میں مصر کے خط ہیکانی کے ہم عمر بلکہ اس سے بھی قدیم ہے۔ مرہٹی ہندی حروف میں کب سے لکھی جانے لگی ہے اس سوال کا قابل اطمینان جواب میں تا حال معلوم نہیں کر سکا لیکن یہ بالکل صحیح ہے کہ مرہٹی میں ہندی رسم الخط کو رواج دینے کی سب سے زیادہ کوشش زمانہ حال ہی میں تلک آنجہانی کے رفقا اور شاگردوں نے کی اور پونا کے مرکز کا اس میں بہت زیادہ حصہ ہے ستر اسی سال قبل مرہٹی بالعموم موڑی حروف میں لکھی جاتی تھی سیواجی اور پیشواؤں کے تمام مرہٹی فرامین اور اسناد اسی خط میں ملتی ہیں۔ آجکل بھی برار، ریاست حیدرآباد، صوبہ بمبئی اور سی۔ پی کے مرہٹی بولنے والے علاقوں میں محکمہ مال کے کاغذات زمانہ قدیم کی طرح زیادہ تر موڑی رسم الخط ہی میں لکھے جاتے ہیں موڑی حروف کا ٹائپ نہیں لیتھو کے ذریعہ یہ چھاپے جاتے ہیں

مندرجہ بالا سطور ان تینوں زبانوں کے بیان کا بالکل ابتدائی اور سرسری خاکہ ہیں۔ میں مواد جمع کر رہا ہوں۔ چند ماہ تک بشرط صحت و زندگی ان کے متعلق علیحدہ علیحدہ مفصل معلومات پیش کروں گا۔ جو انشاء اللہ کافی مفید و دلچسپ ہوں گی۔

غیر احمدیوں کے جنازہ کے متعلق حلفیہ شہادت

(از جناب مولوی عمرالدین صاحب شملوی)

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے رسالہ "ثالث بننے کی دعوت" کے صفحہ ۱۳ و ۱۵ پر لکھا تھا کہ:-

میں نے تو جناب میاں صاحب سے یہ اپیل کی تھی کہ وہ اپنی ساری جماعت میں سے ایک ہی شہادت حلفیہ پیش کر دیں کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے لاہور میں، شملہ میں، سیالکوٹ میں، دوسرے شہروں میں خود قادیان میں غیر احمدیوں کے جنازے نہیں پڑھے جاتے تھے۔ اگر دس لاکھ آدمیوں کی جماعت میں سے ایک شخص بھی ہے جس میں یہ جرأت ہے تو وہ اٹھے اور واقعات کے خلاف قسم کھا کر شہادت دے کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے غیر احمدیوں کے جنازے نہیں پڑھے جاتے تھے اور ناجائز سمجھے جاتے تھے"

اس ضمنی سوال کا ذکر جناب میاں بشیر احمد صاحب نے اپنے رسالہ "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" کے صفحات ۲۰۴-۲۰۸ پر کیا ہے اور بجائے اپنی لاہور، شملہ، یا سیالکوٹ کی جماعت کی طرف سے مطلوبہ شہادت پیش کرنے کے رسالہ "المہدی" کی ایک عبارت کو پیش کر دیا ہے جس میں المہدی کے ایڈیٹر صاحب حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے مخالفین کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ

"یہ اعتراض ہم پر بار بار کیا جاتا ہے کہ ہم غیر احمدی مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتے"

اور اس تحریر کو حضرت امیر کی طرف کیسے بیانوں سے منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ

"اس عبارت سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ کم از کم [illegible] تک غیر مبائعین اصحاب . . . . غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے" (صفحہ ۲۰۵)

پھر حضرت امیر ایدہ اللہ کا سوال نقل کر کے یہ جواب دیا ہے کہ

"مکرم مولوی صاحب آپ بھول گئے۔ یہ شہادت آپ کو ہم سے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے رسالہ المہدی [illegible] نکال کر ملاحظہ فرما لیجئے کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے جماعت کا [illegible] ہماری نہیں۔ بلکہ خود آپ کی اپنی پارٹی[1] کا بھی کیا مسلک تھا [illegible]"

ناظرین غور فرمائیں کہ سوال کیا ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول [illegible] جواب کیا دیا جا رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شہادتیں تو موجود ہی [illegible] وہ سب کی سب میاں محمود احمد صاحب کے مسلک کے خلاف ہیں [illegible] ان کو پیش نہیں کیا جاتا اور ہوشیار وکیلوں کی طرح چالبازی سے [illegible] جاتا ہے۔ کیا اگر ہم آج بھی یہ کہیں کہ ہم غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں [illegible] سے یہ معنی ہوں گے کہ جن خاص غیر احمدیوں کے جنازہ کے [illegible] نے اجازت دی ہے۔ وہ اجازت باطل ہے۔ اگر ہم سے [illegible] کیا غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو ہم یہی کہیں گے [illegible] ہماری صرف اس قدر مراد ہوگی کہ تکفیر و تکذیب کرنے والے یا [illegible] جس قدر بھی غیر احمدی ہیں ان کا جنازہ ہم نہیں پڑھتے لیکن قطعاً [illegible] مقصد نہیں ہو سکتا کہ جن بے شر اور بد نہ بولنے والے غیر احمدی [illegible] جنازہ پڑھنے کی حضرت مسیح موعود نے اجازت دی ہے [illegible] جائز نہیں سمجھتے۔ کلام کا ایک یہ اصول ہے کہ ایک [illegible] ہو جائے تو اسے دوسری جگہ بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ [illegible]

[1] میاں صاحب ۱۹۱۴ء سے پہلے تو دو پارٹیاں نہ تھیں [illegible] آپ کی پارٹی کی بے معنی تقسیم کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

مذکور نہ ہو کیسی اکثریہ قاعدے کو بیان کرتے ہوئے مستثنیات کا [illegible] ثابت نہیں کرتا کہ قائل مستثنیات کا منکر ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ [illegible] گنہگار ہے۔ اب اگر اس فقرہ کی عمومیت لیکر کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ [illegible] عصمت انبیاء کا منکر ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

قرآن مجید میں آتا ہے کہ ہم نے انسان کو دو آنکھیں دیں اور زبان [illegible] ہونٹ دیئے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اندھے اور گونگے دنیا میں [illegible] یا یہ مطلب ہے کہ عام قانون تو یہی ہے کہ انسان کو آنکھیں اور زبان [illegible]

مگر ایسے انسان بھی ہیں۔ اگرچہ کم ہیں جنکو آنکھیں نہیں دی گئیں یا زبان نہیں دی گئی ٹھیک اسی طرح جماعت کا عام طور پر یہی عمل ہے کہ غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے مگر بعض خاص حالات میں حضرت مسیح موعود نے مخالفوں کا جنازہ پڑھنا جائز قرار دیا ہے اسے استثنائی صورت میں جائز سمجھتے بھی ہیں اور اس کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اور حضرت مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت امیر کے اس بیان کو جھٹلانے کیلئے جناب خلیفہ صاحب یا چھوٹے میاں لاہور، شملہ اور سیالکوٹ کی جماعتوں سے شہادت دلاتے کہ ان کا عمل بے شرر، بد نہ بولنے والے غیر احمدی رشتہ داروں کے جنازے کے متعلق یہی رہا ہے کہ ان کا جنازہ ہرگز نہ پڑھتے تھے اور حضرت مسیح موعود کے اس فتوے کے جواز کو وہ اعتماد کے نہیں تو عملاً ضرور باطل سمجھتے تھے۔ مگر میاں صاحبان ایسی شہادت کہاں سے لائیں گے۔ میں ان کا خادم قدیم ہونے کے لحاظ سے اور جماعت احمدیہ شملہ کا امام رہا ہونے کے لحاظ سے مندرجہ ذیل شہادت دیتا ہوں جس پر میاں صاحب کے مرید جناب خانصاحب برکت علی مہاجر قادیانی بھی گواہ ہیں اور بابو عبدالرحمٰن صاحب شملوی بھی شاہد ہیں۔ اور بھی کئی لوگ ہیں۔ مگر جب میری شہادت کے خلاف کوئی کچھ کہیگا۔ تب میں اپنی تائید میں اس وقت کی جماعت احمدیہ کے اور شاہدوں کو پیش کرونگا۔ خانصاحب برکت علی جماعت شملہ کے سیکرٹری تھے۔ پھر وہ امیر جماعت ہوئے۔ اب وہ قادیان میں میاں صاحب کے مشیروں میں ہیں۔ ان سے حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ میری شہادت کو جو درج ذیل ہے رد کر کے دکھا دیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ خانصاحب برکت علی بھی وہی شہادت دیں گے جو میں دیتا ہوں۔

حلفیہ شہادت

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ ۱۹۱۴ء تک جماعت احمدیہ شملہ کا یہ عمل رہا ہے کہ بے شرر اور بد نہ بولنے والے غیر احمدی رشتہ داروں کے جنازے ہم برابر پڑھتے رہے ہیں۔ میں نے خود شیخ کلن صاحب مرحوم کے والد کا جنازہ پڑھایا۔ شیخ الہ دین صاحب کے ایک رشتہ دار جو گورنمنٹ میں شملہ میں معزز عہدے پر ممتاز تھے۔ ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ حالانکہ وہ دونوں شخص قطعاً احمدی نہ تھے۔ دوسرا جنازہ میں نے نہیں پڑھایا تھا بلکہ مولوی خدا بخش صاحب احمدی اکونٹنٹ نے پڑھایا تھا۔ ہماری جماعت شملہ کا یہی دستور رہا ہے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

لنڈن ۱۰ رمئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مشرق یرڈن کے بادشاہ امیر عبداللہ پر جو برطانیہ کے طرفدار ہیں ان کے لڑکے نے گولی چلا دی اور انہیں شدید زخمی کر دیا اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی۔

لنڈن ۱۰ رمئی۔ محکمہ بحر کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ۸ رمئی بعد دوپہر اور شام کو جرمن اور اطالوی ہوائی جہازوں نے بحیرۂ روم میں برطانوی بیڑے پر حملے کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے حملہ کرنے والے جہاز تباہ ہو گئے کسی برطانوی جہاز کو نقصان نہ پہنچا ایک برطانوی جنگی جہاز گم ہے اور ایک ضائع ہو گیا۔

لنڈن ۱۰ رمئی جرمن ریڈیو کے مبالغہ آمیز اعلانات کی تردید کرتے ہوئے محکمہ بحر نے اعلان کیا ہے کہ اپریل میں برطانیہ کے ۴۸۸۱۲۴ ٹن کے ۱۰۴ جہاز غرق ہوئے اس نقصان میں ۱۸۹۴۷۳ ٹن کے اتحادی اور ۵۵۶۲۲ کے غیر جانبدار جہاز بھی شامل ہیں گویا برطانیہ کے ۲۴۳۰۸۹ ٹن کے ۶۰ جہاز غرق ہوئے۔

یروشلم ۱۰ رمئی۔ وسط مشرق میں ذمہ دار یوگوسلاوی حلقوں کی جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی سرویا کے بلغارین حکام نے ممبروں اور پادریوں وغیرہ کا قتل کیا اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ جو کہ نئے نظام حکومت کی مزاحمت کر رہے ہیں وسط مشرق میں ذمہ دار یوگوسلاوی حلقوں کو جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یوگوسلاوی یونیورسٹیوں کے سیکنڈری سکولوں کے ۷۰ ہزار لڑکے اور لڑکیوں کو گرفتار کر کے ہنگری کے راستہ جرمنی لے جایا گیا ہے۔

لنڈن ۱۰ رمئی تازہ ترین سنسنی خیز خبر یہ ہے کہ ہٹلر چند دن کے اندر اندر سٹالین سے ملاقات کرنیوالا ہے لنڈن کے اخبارات نے اس خبر کو صفحہ اول پر نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ہٹلر سٹالین سے ایک طویل سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے جس کی رو سے ایشیا میں روس کو کھلی چھٹی دے دی جائے گی۔

لنڈن ۱۰ رمئی بہت سے مبصرین کا خیال ہے کہ شام میں موجودہ صورت حالات یروشلم کے مفتی اور اس کے سازشی ساتھیوں کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے جرمن اب تک ان صورت حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور بھاری تعداد میں ملک میں داخل ہو رہے ہیں یہ ایجنٹ اٹلی اور جرمنی کے مشترکہ کمیشن کے ماتحت کام کر رہے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ جرمنی کے لئے اس ملک پر قبضہ کرنے کے لئے میدان صاف کیا جائے ترکی کا اس خبر سے گھبرانا قدرتی ہے لیکن ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ شام پر جرمنی اور اٹلی کے بڑھتے ہوئے دباؤ کا ترکی میں کیا ردعمل ہوگا۔

لنڈن۔ ۱۰ رمئی۔ آج لنڈن میں ہالینڈ، ناروے، بلجیم اور لگزمبرگ پر جرمن حملہ کی سالگرہ منائی گئی مسٹر چرچل نے وزیر اعظم ہالینڈ کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ جرمنی نے ہالینڈ پر حملہ کر کے بربریت وحشیانہ پن اور بیرحمی کا ثبوت دیا ہے۔ لنڈن کے بلجین گرجا میں جو جزوی طور پر جرمن بمباری سے تباہ ہو چکا ہے بلجیم کی سلامتی کے لئے دعا کی گئی ڈچ گرجا پر ہالینڈ ڈچ ایسٹ انڈیز اور ڈچ ویسٹ انڈیز کے جھنڈے لہرائے گئے۔

لنڈن۔ محکمہ بحر کا ایک اعلان مظہر ہے کہ پچھلے مہینہ میں دشمن کے چھ لاکھ ٹن جہاز غرق ہوئے اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس وقت تک جرمنی کے جب سے جنگ شروع ہوئی ہے ایک کروڑ پچھتر لاکھ ٹن کے اور اٹلی کے ایک کروڑ ۹ لاکھ ٹن کے جہاز غرق ہوئے

لنڈن۔ ۹ رمئی۔ معلوم ہوا ہے کہ شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر جنرل ڈنٹز سے جرمنوں نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ نہر سویز پر حملہ کرنے کے لئے جرمن فوجوں کو شام میں سے گذرنے کی اجازت دی جائے خیال کیا جاتا ہے کہ اس مطالبہ اور جرمنی کی ان رعایتوں کا جو جرمن نے وشی حکومت کو دے رکھی ہیں آپس میں بہت زیادہ تعلق ہے۔ وشی کی ایک اطلاع ہے کہ عراق اور شام کے درمیان ٹیلیگراف کے تمام تار کاٹ دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں جرمنی کے . . . . . مطالبے بہت زیادہ کام دیں گے لیکن ان افواہوں کی ابھی تک کوئی تصدیق نہیں ہو سکی۔

لنڈن۔ لنڈن ۱۰ رمئی۔ انقرہ کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ آج ترکی وزیروں کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا اس کے بعد ترکی وزیروں نے عراقی وزیر حربیہ سے ملاقات کی اب تک سرکاری طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ ان ملاقاتوں کا نتیجہ کیا نکلا ہے۔ مگر خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ سید رشید علی کی فوجی حالت خراب ہو چکی ہے اسلئے غالباً وزیر حربیہ عراق نے حکومت ترکیہ سے یہی درخواست کی ہوگی کہ ترکی کو عراق اور برطانیہ میں بیچ بچاؤ کرا دینا چاہیے۔

پنجاب میں ناخواندگی کیخلاف مہم

۴۰-۱۹۳۹ء میں تعلیمی توسیع و ترقی کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ صوبہ بھر میں وسیع پیمانہ پر ناخواندگی کے خلاف مہم جاری کی گئی۔ سال مذکور میں زیر تعلیم بالغ مردوں کی تعداد ۱۰۴۷۳ تھی۔ اور ان اشخاص کی تعداد ۵۰۷۷۹ تھی جنہیں خواندہ بنایا گیا۔

مندرجہ بالا حقائق پنجاب میں تعلیمی توسیع و ترقی کی رپورٹ میں بیان کئے گئے ہیں۔ سال مذکور میں جہاں تعلیم کے متعلق بہت توسیع و ترقی ہوئی۔ "پڑھو اور پڑھاؤ" کا ایک نیا اصول بھی قائم کیا گیا۔

ناخواندگی کو دور کرنے کے پانسالہ پروگرام کے پہلے سال یعنی ۴۰-۱۹۳۹ء میں حکومت پنجاب نے اس غرض کے لئے ۲۲۸۰۰ روپیہ کا ایک عطیہ منظور کیا۔ محکمہ تعلیم نے مختلف زبانوں میں قاعدوں کی ۳۰۸۰۰ کاپیاں اور ضمنی لٹریچر کی کتابوں کی ۵۶۵۰۰ کاپیاں خریدیں۔

پرانی قسم کے باقاعدہ بالغ اشخاص کے سکولوں نیز بالغ اشخاص کے مراکز کے ذریعہ ناخواندگی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ بالغ اشخاص کے سکولوں کی تعداد میں ۵۰ کا اضافہ ہوا جس سے ان کی کل تعداد ۱۰۲۱ ہو گئی۔ اور داخل ہونیوالوں کی تعداد میں ۹۲۴ کے اضافہ کے باعث ان کی مجموعی تعداد ۲۵۰۷۵ تک پہنچ گئی۔

مدبوش صاحب کے طریق "پڑھو اور پڑھاؤ" کے بموجب صوبہ میں ڈویژن، ضلع، تحصیل اور موضع کی خواندگی کی لیگوں نے بالغ اشخاص کے مراکز قائم کئے۔ یہ کام رضاکاروں کی بے غرضانہ امداد کے ذریعہ انجام دیا گیا۔

یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ اس تحریک کو صوبہ کی عورتوں میں بھی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ملتان سرکل میں ۱۴۴ مراکز ہیں جہاں ۱۵۷۵ بالغ عورتیں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ راولپنڈی سرکل اور لاہور سرکل میں انکی تعداد بالترتیب ۷۰۰ اور ۲۸۳۶ ہے۔

(لاہور مورخہ ۹ رمئی ۱۹۴۱ء) *

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے
طلباء سے
سالانہ - چار روپے
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ مئی سنہ ۱۹۴۱ء نمبر ۳۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انبیاء و اولیاء پر تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کیلئے ابتلا آتے ہیں

غرض انبیاء و اولیاء ابتلا سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلا نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوت ایمانی اُن آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے ہی اس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔ بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمائشوں کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں۔ اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ اُن کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے۔ اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ و بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلا کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلا اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا وہ ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس سنت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے۔ نہ کہ کامیابی اور نیز یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نہایت درجہ کی بدقسمتی و ناسعادتی ہے۔ کہ انسان جلد تر بدظنی کی طرف جھک جائے اور یہ اصول قرار دے لیوے کہ دنیا میں جس قدر خدا تعالیٰ کی راہ کے مدعی ہیں وہ سب مکار اور فریبی اور دکاندار ہی ہیں کیونکہ ایسے ردی اعتقاد سے رفتہ رفتہ وجود ولایت میں شک پڑے گا اور پھر ولایت سے انکاری ہونے کے بعد نبوت کے منصب میں کچھ تردداۃ پیدا ہو جائیں گے اور نبوت سے منکر ہونے کے پیچھے خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ دغدغہ اور خلجان پیدا ہو کر یہ دھوکا دل میں شروع ہو جائیگا کہ شاید یہ ساری بات ہی بناوٹی اور بے اصل ہے اور شاید یہ سب اوہام باطلہ ہی ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں جمے ہوئے چلے آئے ہیں۔ سوائے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنیوالو! اور اے صداقت کے بھوکو! و پیاسو یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لیجانے کے لئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کے لئے پناہ ہے۔

(ماخوذ از حقانی تقریر)

اخبار احمدیہ

—حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور [illegible] خدمات دینیہ میں مصروف ہیں حضرت ممدوح کی زیر دست [illegible] کہ ۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم [illegible] میں امسال تبلیغی پروگرام کو پیش نظر رکھا جائے اور حضرت علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی [illegible] کی جائے امید ہے بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان [illegible] مبذول فرمائیں گے۔

—حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب [illegible] ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔

—یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ جناب ڈاکٹر [illegible] کی اہلیہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامل [illegible]

—جناب خان بہادر میاں محمد صادق [illegible] محمد اکرم بدستور عارضہ بخار بیمار ہیں [illegible] درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا [illegible]

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل دو اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ [illegible] ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین [illegible] مقام کرنے کی توفیق دے آمین۔

(۱) سردار ولی محمد خان صاحب ڈیرہ غازیخان
(۲) سید علی صاحب کلکتہ

یوم وصال کے جلسوں کو کامیاب بنا کر حضرت بانی سلسلہ سے عقیدت اور تبلیغی شوکت کا ثبوت دیں

دکن کے ہندو قبرستان

تدفین کی عجیب و غریب رسمیں

(از محمد انعام الحق)

۱۹۳۶ء میں مجھے پہلی مرتبہ دکن میں کئی ماہ مسلسل قیام کا اتفاق ہوا۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ میں ایک روز اپنے میزبان اور صوبہ یو۔پی کے ایک نووارد مولوی صاحب کے ہمراہ تانگہ پر شہر حیدرآباد سے قریبی بستی عنبر پیٹھ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک قبرستان ملا۔ مولوی صاحب نے قبروں کو دیکھتے ہی فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھا لئے۔ اس پر میرے میزبان نے مسکرا کر کہا۔ مولوی صاحب! ہندوؤں کا قبرستان ہے۔ یہ سن کر مولوی صاحب اور میں دونوں حیران ہوئے۔ قبرستان کافی وسیع تھا۔ اس میں سینکڑوں پختہ قبریں موجود تھیں۔ ان قبروں کی شکل و صورت بھی ایسی تھی کہ ہم شمالی ہند کے نووارد پہلی نگاہ میں دکن کے عام اسلامی قبرستانوں سے ان کا کوئی فرق محسوس نہ کر سکے۔ شمالی ہندوستان میں بھی بعض ہندو اپنے کمسن بچوں یا بزرگ سادھوؤں کو دفن کرتے ہیں لیکن سینکڑوں ہزاروں پختہ قبروں کا وسیع و عریض قبرستان ہم نے قبل ازیں کبھی دیکھا یا سنا نہ تھا

اس وقت ہمیں بہت جلدی تھی۔ عنبر پیٹھ میں ایک صاحب سے ملاقات کا وقت مقرر ہو چکا تھا۔ واپسی پر ہم نے تانگہ سے اتر کر اس قبرستان کو اچھی طرح دیکھا۔ اکثر قبروں پر تلنگی اور کنڑی زبانوں کی لوحیں نصب تھیں اور بہت سی قبروں پر گائے بیلوں وغیرہ کی مورتیاں بنی ہوئی تھیں۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو ان ہندو قبرستانوں کا اسلامی قبرستانوں سے امتیاز کم از کم باہر کے ناواقف لوگوں کے لئے بہت مشکل ہو جائے۔ ہمارے میزبان نے بتایا کہ دکن کے بہت سے ہندو اور اچھوت اپنے مردوں کو جلانے کی بجائے دفن کرتے ہیں۔ ان کی پختہ قبریں بناتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں تو تمام دراوڑی قومیں طریق تدفین ہی کی پابند تھیں۔ بعد ازاں کچھ لوگ آریہ النسل ہندوؤں کے اثرات کی وجہ سے مردوں کو جلانے لگے۔ اب بھی دکن میں لاکھوں کروڑوں ہندو اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ اکثر علاقوں میں ان کے بڑے بڑے قبرستان موجود ہیں جنہیں مسان کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد میری خواہش رہی کہ دکنی ہندوؤں اور اچھوتوں کے طریق تدفین کو دیکھا جائے اور اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کی جائیں۔ گذشتہ دنوں اس کا ایک موقع میسر آیا۔ میرے ایک ملنے والے شہر حیدرآباد سے باہر آصف نگر میں رہتے ہیں۔ ان کے مکان سے تھوڑی دور ایک "مسان" یعنی ہندو قبرستان ہے۔ کئی جنازے ہر روز ان کے مکان کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کسی دن ہمارے ہاں آجاؤ۔ ہم ساتھ چل کر سب کچھ دکھا دیں گے۔ چنانچہ ایک روز میں صبح ہی ان کے ہاں چلا گیا اور اپنے میزبان اور ان کے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر مردوں کا انتظار کرنے لگا۔ بارہ بج گئے لیکن کوئی جنازہ نہ آیا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ دکن کے ہندو اور اچھوت جنازوں کو بالعموم ڈھول باجوں کے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اس موقع پر عجیب قسم کی ڈھولکیاں اور شہنائی کی قسم کے ساز بجائے جاتے ہیں۔ جہاں تک کانوں کا تعلق ہے ایک اجنبی ان کے شادی اور جنازہ کے جلوس میں قطعاً کوئی امتیاز نہیں کر سکتا۔ ان کے دیکھنے ہی پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنازہ ہے۔ مردہ کا چہرہ اکثر کھلا رکھا جاتا ہے۔ بعض لوگ مردوں کو ارتھی پر لٹا کر اور بعض سہارے سے بٹھلا کے جاتے ہیں۔ یہ طریق ناپسندیدہ اور احترام میت کے خلاف ہے۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب دور سے ڈھول باجے کی آواز سنائی دی۔ میرے میزبان کہنے لگے۔ لیجئے کوئی جنازہ آ رہا ہے۔ لیکن پندرہ بیس منٹ گزر گئے اور جنازہ نہ آیا۔ انتظار کے بعد انہوں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ بستی میں کسی کے ہاں شادی ہو اور وہاں باجہ بج رہا ہو۔ اس کے بعد ہم کھانے اور آرام کیلئے مکان کے اندرونی حصے میں چلے گئے۔ میزبان کے بعض دوست باہر ہی بیٹھے رہے۔ وہاں ہم گھنٹہ سوا گھنٹہ ٹھہرے ہوں گے۔ واپس آنے پر مجھے بتایا گیا کہ آپ کے جانے کے چند منٹ بعد ہی ایک جنازہ قبرستان کی طرف گیا تھا۔ چونکہ کھانے اور آرام کا وقت تھا۔ اس لئے ہم نے اطلاع نہ دی۔ ممکن ہے اب تک انہوں نے مردہ دفن نہ کیا ہو اور آپ کچھ دیکھ سکیں۔

ہم تین چار آدمی جلدی جلدی قبرستان پہنچے جو کہ مکان سے فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ اس وقت لاش قبرستان میں اتاری جا چکی تھی۔ لیکن ابھی مٹی نہیں دی گئی تھی۔ قبر سے تھوڑی دور پہنچ کر ہم رک گئے اور قریب آنے کی اجازت چاہی۔ ہمیں دیکھ کر یہ لوگ سخت گھبرائے اور ان میں سے بعض کے چہرے زرد پڑ گئے۔ انہوں نے بڑے تامل اور تردد کے ساتھ ہمیں قریب آنے کی اجازت دی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ہمیں پولیس کے آدمی سمجھتے تھے اور انہیں شبہ ہوا تھا کہ شاید کسی دشمن نے کوئی غلط اطلاع پولیس کو دیدی ہے اور یہ لاش کے متعلق تحقیقات کرنے آئے ہیں۔ بڑی مشکل سے انہیں اطمینان دلایا گیا کہ ہم پولیس کے آدمی نہیں ہیں۔ محض آپ لوگوں کے طریق تدفین دیکھنے کی خاطر یہاں آئے ہیں۔ اس بات پر بھی انہیں بڑی حیرت ہوئی۔

یہ ڈھیر قوم کی ایک استری۔ نوے (۹۰) برس کی بڑھیا کی لاش تھی ڈھیر دکن میں چماروں کی طرح ایک اچھوت قوم ہے۔ اچھوتوں میں ان کا رتبہ چماروں میں کسی قدر بلند ہے۔ میں نے قبر میں جھانک کر دیکھا تو ایک سیاہ فام بڑھیا کی لاش نظر آئی جو طویل علالت کی وجہ سے محض مشت استخواں رہ گئی تھی۔ لاش ایک سفید کپڑے میں معمولی طریق پر لپٹی ہوئی تھی۔ پھول، کافور وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ جنازہ کے ہمراہ عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں۔ تمام مردوں کی پیشانیوں پر گلال لگا ہوا تھا۔ مرنے والی بڑھیا کا بوڑھا بیٹا اور بوڑھی بیٹی بھی موجود تھی۔ ان دونوں کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہوگی۔ بڑھیا کی ایک بہو کا انتظار تھا اس وجہ سے قبر کھلی رکھی ہوئی تھی۔ قبر معمولی قسم کی تھی۔ چار ساڑھے چار فٹ گہرا ایک مستطیل گڑھا کھودا ہوا تھا۔

کافی انتظار کے باوجود بڑھیا کی بہو نہ آئی تو اجازت و مشورہ کے بعد ایک عورت نے آگے بڑھ کر قبر میں مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ قبر کے اندر نہ اینٹوں کی ڈاٹ لگائی گئی نہ اس کے منہ کو چھپر یا سلوں وغیرہ سے بند کیا گیا۔ بلکہ لاش کے اوپر ہی مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر میں لاش مٹی سے پوشیدہ ہو گئی۔ لوگوں نے بتایا کہ قبر میں مٹی ڈالنے والی عورت یہیں قبرستان میں رہتی ہے مردے دفنانا اور قبروں کی حفاظت اس کے ذمہ ہے۔ گویا اس کی حیثیت قبرستان کی مجاورہ یا تکیہ دار کی ہے۔ جب قبر بند ہو چکی تو بڑھیا کا بیٹا مٹی کی ایک کالی کوری ہنڈیا لیکر آگے بڑھا۔ اس ہنڈیا میں ہلدی ڈال کر چاول پکائے ہوئے تھے۔ اس نے مجاورہ کی ہدایات کے مطابق ہنڈیا اپنی پشت کی طرف اس طرح کر لی کہ وہ اسے نظر نہ آئے اور قبر کا طواف کرتے ہوئے چاول بکھیرنے شروع کر دئے۔ ہنڈیا کے خالی ہونے پر مجاورہ اس میں قریب کے تالاب سے پانی بھر کر لائی اور پتھر مار کر ایک چھوٹا سا سوراخ کر دیا۔ بڑھیا کے بیٹے نے مذکورہ بالا طریق پر ہی قبر کا طواف کرتے ہوئے پانی چھڑکا۔ قبر پر پھول وغیرہ کچھ نہ ڈالے گئے۔

اس کے بعد مجاورہ نے قبر کے سرہانے ایک پتھر رکھا اور ایک بانس ہاتھ میں لیکر کھڑی ہو گئی اور بڑھیا کے رشتہ داروں سے تلنگی زبان میں پیسوں کا تقاضا کرنے لگی۔ انہوں نے حسب حیثیت تھوڑے تھوڑے پیسے نکال کر اس پتھر کے قریب رکھ دیئے لیکن مجاورہ مطمئن نہ ہوئی اور ان سے مزید مطالبہ کیا۔ اس پر بعض نے ان پیسوں میں اضافہ کر دیا۔

مجاورہ نے پیسے ساڑھی کے پلو میں باندھ لئے اور بانس کا ایک سرا قبر کے سرہانے والے پتھر پر رکھ کر تلنگی زبان میں کچھ پڑھا (جسے ہم نہ سمجھ سکے) اور بڑھیا کے رشتہ داروں کے نام لینے شروع کئے۔ چند منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے ساتھ ہی تدفین کی رسوم ختم ہو گئیں اور لوگ منہ ہاتھ دھونے کیلئے تالاب کی طرف جانے لگے۔ ان میں سے چند آدمی ہمارے پاس بھی کھڑے رہے۔ ہم نے ان پر متعدد سوالات کئے جن کے نہایت تشنہ اور نامکمل جوابات ملے ان لوگوں کی اصل زبان تلنگی ہے۔ اردو بہت کم سمجھتے ہیں۔ ہمارے سوالات سمجھنے میں انہیں دقت ہوتی تھی۔ اور ان کے جوابات پوری طرح ہماری سمجھ میں نہ آتے تھے۔

اس قبرستان میں زیادہ تر اچھوتوں کی قبریں تھیں۔ قبروں کا رخ شمالاً جنوباً تھا اور اکثر پختہ تھیں۔ بہت سی قبروں پر تلنگی اور کنڑی زبانوں میں پتھر کی لوحیں لگی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوا کہ اچھوتوں کی زبردست اکثریت تاحال اپنے مردوں کو دفناتی ہے گو آریہ سماجی انہیں مردوں کو جلانے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کی تلقین کا اب تک بہت کم اثر ہوا ہے۔ کیونکہ اول تو جلانے کا طریق ان کی پرانی روایات و عقائد کے خلاف ہے۔ دوسرے اس میں مصارف بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اکثر اچھوت بہت غریب ہیں۔ دکن کے لنگایت اور بہت سے ہندو بھی مردوں کو دفن ہی کرتے ہیں۔ ہندوؤں کو سیاسی خیالات و مقاصد کے اتحاد نے ہی موجودہ زمانہ میں متحد کر رکھا ہے ورنہ مذہبی عقائد و رسوم کے لحاظ سے ان میں اس قدر زیادہ اور بنیادی اختلاف و تشتت ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ نہ صرف ہندوؤں اور اچھوتوں کی رسوم تدفین آپس میں مختلف ہیں بلکہ ان کے مختلف فرقوں کے اندر بھی اس بارہ میں اتحاد و یکسانی موجود نہیں ہے۔

میرا ارادہ ہے کہ اگر وقت اور موقع ملے تو دکن کے ہندوؤں اور اچھوتوں کی شادی و غمی کی رسوم اور اس بارہ میں ان کے مذہبی عقائد و روایات کے متعلق پوری معلومات حاصل کی جائیں۔ ایک تبلیغی جماعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مختلف اقوام بالخصوص اپنی ہمسایہ اقوام کے عقائد مذہبی، روایات قومی اور رسم و رواج سے کماحقہ باخبر رہے۔ عیسائی پادریوں کو دیکھئے۔ ان میں سے بعض اپنی چیزوں کی خاطر بیابانوں اور دور دراز ممالک میں جا پہنچتے ہیں۔ ان کے

(باقی صفحہ [illegible] پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶ ھ | نمبر ۳۰

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال

نصف صدی قبل مسلمانوں کی حالت۔ مسیح کی آمد اور غلط فہمیاں

پچاس سال پیشتر

آج سے پچاس سال پہلے مسلمانوں پر مذہبی لحاظ سے جو ذلت و نکبت مسلط ہو چکی تھی۔ اس کا اعادہ کئی دفعہ ہو چکا ہے مسلمانوں میں وہ تمام ملی معائب اور اخلاقی فرومائیگیاں پیدا ہو چکی ہیں جو انحطاط پذیر اقوام میں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ عوام کی حالت تو ایسے مواقع پر ناگفتہ بہ ہو ہی جایا کرتی ہے۔ لیکن علماء جو ملت اسلامیہ کی روح رواں ہیں ان کی جو حالت تھی وہ سے بیان کرتے ہوئے روحانی تکلیف ہوتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی علماء ہیں۔ جن کے متعلق حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

اس وقت کے نام نہاد علماء اپنی گفتار اور کردار سے ارشاد رسول کی توہین کر رہے تھے۔ اور ان کا وجود اسلام اور اس کے درخشاں ماضی کیلئے باعث ننگ تھا۔

ایک مسلمان اخبار کی شہادت

چنانچہ ہم ایک مسلمان اخبار "مدینہ" بجنور کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ جس سے علماء کی حالت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب محمد عمران خاں ندوی رقمطراز ہیں:۔

"ابھی پچاس برس پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے علماء جن کی شان میں حضور سرور کائنات نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ارشاد فرمایا ہے باہم دست و گریباں تھے۔ وہاں شافعی، حنفی اور اہلحدیث ہر ایک کی الگ الگ ٹولی تھی۔ ہر ایک دوسرے کا جانی دشمن، پھر حنفیوں میں دیوبندی، رضاخانی، فرنگی محلی، اسلام کا شیرازہ بکھرتا جا رہا تھا۔ ہر ایک دوسرے کو کافر بنا بنا کر اسلام کے حلقے سے خارج کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اور بلا کسی جھجک کے وہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ جو جانشینان رسولؐ کی شان سے بہت بعید تھا" (۱۳ ستمبر ۱۹۳۴ء)

مایوس کن حالات اور خدائی نصرت

لیکن وہ زندہ خدا جس نے اپنی عظیم الشان مشیت سے اسلام کو کامل کیا اور آئندہ مردان کامل اور روحانی رجال عظیم کے ذریعہ اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اسلام کو ایسی کس مپرسی کی حالت میں کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے اور اٹل ہیں۔ گذشتہ تیرہ سو سالہ عرصہ میں جب کبھی دین کو حفاظت اور استحکام کی ضرورت پیش آئی۔ تو خدا کا وعدہ بروئے کار آیا۔ اور کوئی عظیم المرتبت امام ملت اسلامیہ کے بطن سے ہی دین کی حفاظت کیلئے پیدا ہوا۔ اور مخالف قوتوں کے خلاف جہاد کر کے اسلام کا تفوق اور غلبہ قائم کر دیا۔ لیکن یہ زمانہ پہلے زمانوں سے بہت مختلف تھا۔ اسلامی حکومتوں میں طوائف الملوکی اور ریشہ دوانیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ علماء دین سے اپنا پیوند منقطع کر چکے تھے۔ عوام پر التباس حواس کی کیفیت طاری تھی۔ وہ اپنی قابل رحم حالت اور خارجی اثرات کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے۔ اسلامی سواد میں بدبختی کا یہ عالم تھا۔ اور دوسری طرف خطرناک اور خون آشام دشمن دروازہ پر کھڑا تھا۔ یعنی دجالی قوتیں اپنے جوبن پر تھیں۔ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلام پر حملہ آور تھیں۔ ایسی نازک حالت اس سے پہلے مسلمانوں کی کبھی نہیں ہوئی۔ اور نہ اسلام کو کسی گذشتہ زمانہ میں یہ مشکلات پیش آئیں۔ دشمن کے جسمانی اور دماغی قوا مضبوط ہیں۔ اور ذرائع اس قدر وسیع ہیں کہ جن کا شمار نہیں اور مسلمان دماغی، روحانی اور دنیوی لحاظ سے نہایت کمزور ہے۔ اس میں اتنا بھی احساس نہیں کہ وہ یہ اندازہ ہی کر سکے کہ اس کی کیا حالت ہے۔ کوئی بدبختی سی بدبختی تھی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ کہ تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا جس حالت میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ یہی وہ انتہائی بدبختی۔ ملی زوال اور انحطاط کا زمانہ ہے جبکہ آج سے نصف صدی قبل۔۔۔ بدبختیاں اور تباہیاں تمام عالم اسلامی پر مسلط تھیں۔ ایک دور افتادہ اور گمنام بستی کے رہنے والے مرد کامل کو یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو الہام ہوا۔

"مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ وجعلناك المسيح ابن مريم"

اسی الہام سے حضرت بانئ سلسلہ کے دعوئ مسیحیت کی ابتدا ہوتی ہے اور آپ دجالی قوتوں اور مسیحی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے میدان میں نکلتے ہیں اور تمام مذہبی فضا میں یہ للکار گونجنے لگتی ہے۔

اشعار

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد
منم مسیح بہ بانگ بلند می گویم
منم خلیفہ شاہے کہ بر سما باشد

اس دعویٰ سے حضور علیہ السلام کی مشکلات پہلے سے بھی فزوں تر ہو جاتی ہیں۔ لیکن مامور ہر حالت میں مشیت الٰہی کو مقدم کرتا ہے اور عارضی مشکلات اس کو ہراساں نہیں کر سکتیں اور یہی اس کی صداقت کی دلیل ہوا کرتی ہے کہ اس کی کارفرمائی میں عام دنیاداروں کی سی مصلحت اندیشیاں نہیں ہوا کرتیں۔ وہ باطل کے مقابلہ میں بیباک اور حیرت انگیز طور پر نڈر ہوا کرتا ہے۔ یہی حالت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر آتی ہے۔ آپ نے جس بہادری، تندہی اور علو ہمتی کے ساتھ باطل قوتوں کا مقابلہ کیا اس سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کی وفات اور اخبار وکیل

یہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر [illegible] اخبار کا اقتباس دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:۔

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی [illegible] بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے اور اسی طور پر ہمیشہ مزاحم مصلح و احسان نہ ہو تو یک جہتی کے ساتھ مشترکہ غرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ کے مبارک [illegible] کے ساتھ" (اخبار وکیل)

مرور زمانہ اور تغیر عظیم

یہ تھے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کے تاثرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جبکہ حضور علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ لیکن آج مرور زمانہ سے تغیر عظیم پیدا ہو چکا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس نوعیت کی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں کہ جنہیں بیان کرتے ہوئے قلق ہوتا ہے دکھ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد ایک جماعت چھوڑی ہے جو ان کے مشن کو ہمیشہ جاری رکھے اور اپنی جانوں اور مالوں سے اسلام کی خدمت کرتی رہے۔ کیا اس جماعت کا فرض نہیں کہ وہ ان شکوک اور شبہات کو جو حضرت بانئ سلسلہ کے متعلق اسلامی ملقوں میں [illegible] چکے ہیں۔ انہیں دور کرے اور ان کی صحیح پوزیشن کو دنیا کے سامنے رکھے۔

یوم وصال کے جلسے

بیرونی جماعتوں کو یوم وصال کے جلسے منعقد کرنے چاہئیں اور ان جلسوں میں ایسا پروگرام مرتب کرنا چاہئے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔ یہ ان دوستوں کا فرض ہے جو کہ احمدی کہلاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ دوستوں کو اس وقت تک اطمینان سے نہیں بیٹھنا چاہئے کہ وہ اس فرض سے سبکدوش نہ ہو لیں۔ کیا وہ [illegible] ان کے امام اور پیشوا کے متعلق ایسی باتیں منسوب کرتے [illegible] وہ عامل اور مؤید نہ تھے اور ہمیشہ ان غلط فہمیوں [illegible] وہ بزرگ کامل گناہ یاد ہے! دوستو اٹھو! انتظار کس بات کا ہے [illegible] سازگار ہے۔ وہ تحریکات جن کی وجہ سے وہ غلط فہمیاں پیدا ہوئی اور تحریک ہو چکی ہیں۔ ان کے زہریلے اثرات کو دور کرنے کیلئے [illegible] اور اس یوم وصال کے موقعہ پر اپنی للکار سے ایک ہلچل ڈال دو اور [illegible] پر واضح کر دو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرور کائنات [illegible] عظیم المرتبت خلیفہ تھے اور ان کی بعثت کا مقصد وحید غلبہ اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق تھا اور اس کے علاوہ جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے [illegible] مزخرفات ہے۔ ہمیں کامل امید ہے کہ ہمارے دوست اس موقعہ [illegible] پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے اور امام مظلوم کی حقیقی پوزیشن اور [illegible] سامنے پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی [illegible]

چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کا مکتوب

ایڈیٹر پیغام صلح کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی ایک صاحب نے مجھے پیغام صلح کا پرچہ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۴۱ء دکھایا جس کے صفحہ ۳ کالم اول کے آخر اور کالم دوم کے شروع میں سر چودھری ظفر اللہ خانصاحب اور چودھری فتح محمد صاحب ایم اے کے عنوان کے نیچے ایک نوٹ چھپا ہے۔ اس نوٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ مفتہ وار الھلال کی ۱۵-۲۲ اپریل ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں ایک صاحب شیر حسین قدوائی کا ایک خط چھپا ہوا ہے جس میں درج ہے۔ کہ لنڈن میں ایک جمعہ کی نماز میں خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بوجہ علالت تشریف نہ لا سکے۔ تو عثمانی امام خیر الدین صاحب آفندی نے نماز جمعہ پڑھائی۔ اور خاکسار نے بھی ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھی گذارش ہے کہ مجھے تو ایسا کوئی واقعہ یاد نہیں لیکن ایک واقعہ جو لنڈن کی ایک نماز جمعہ کے متعلق مجھے خوب یاد ہے میں بیان کرتا ہوں جس سے وضاحت سے معلوم ہو جائے گا کہ میرا اس مسئلہ میں کیا مسلک رہا ہے اور ایک اور شہادت کا ذکر کر دیتا ہوں جس سے میرے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ پھر آپ اور آپ کے ناظرین اور دیگر احباب خود فیصلہ کر سکیں گے کہ اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جو نتیجہ آپ اس مزعومہ واقعہ سے نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ کہاں تک صحیح اور درست ہے۔

اول یہ واضح رہے کہ جس خط کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ وہ آپ کے بیان کے مطابق ۱۵-۲۲ اپریل ۱۹۱۴ء کے الھلال میں شائع ہوا ہے۔ یہ خط لنڈن سے مارچ کے آخر میں روانہ کیا گیا ہوگا۔ میں لنڈن سے وسط مارچ کے قریب بوجہ تعطیلات فرانس اور جرمنی وغیرہ ممالک میں چلا گیا تھا۔ اس لئے اگر کوئی ایسا امر ہوا بھی ہے جس پر اس قسم کے کسی واقعہ کی بنیاد رکھی جا سکے تو وہ وسط مارچ ۱۹۱۴ء سے پیشتر کا واقعہ ہوگا۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم لنڈن میں ایک ہال میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ جو لنڈن کے اس حصہ میں واقع ہے جسے Notting Hill کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۱۴ء کے شروع میں ایک جمعہ کے دن ہم سب جمعہ کیلئے جمع تھے۔ خواجہ صاحب نے خطبہ پڑھایا اور جب خطبہ ختم ہو گیا تو خواجہ صاحب امام کی جگہ کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی گئی۔ نمازی صفوں میں آراستہ ہو گئے۔ کم سے کم تین صفیں نمازیوں کی تھیں۔ اور میں آخری صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عین نماز شروع کرتے وقت خواجہ صاحب پیچھے ہٹ گئے اور ایک غیر احمدی کو بازو سے پکڑ کر امام کی جگہ کھڑا کر دیا۔ اور انہوں نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ خواجہ صاحب خود ان کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ یہ تمام واقعہ ایک لحظہ ہی میں ہو گیا۔ میں تکبیر کے ختم ہونے پر نماز کی نیت باندھتے ہوئے ہاتھ اٹھا چکا تھا جب میں نے اپنی جگہ سے دیکھ لیا کہ امام تو خواجہ صاحب نہیں بلکہ ایک اور صاحب ہیں جو احمدی نہیں ہیں۔ تو میں فوراً نمازیوں کی صف سے نکل کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور نماز میں شامل نہ ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ واقعہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا میں نے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے لکھا ہے یہ واقعہ ۱۹۱۳ء یا شروع ۱۹۱۴ء کا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں نے کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔ وسط مارچ ۱۹۱۴ء میں تو جماعت میں اختلاف بھی ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد تو مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ مجھے خود خواجہ صاحب کے ساتھ یا ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہی اتفاق ہوا ہو۔ ہاں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی جمعہ کے دن خواجہ صاحب تشریف نہ لائے ہوں اور میں ان کی علالت کا علم نہ رکھتے ہوئے اس ہال میں چلا گیا ہوں۔ جس میں جمعہ کی نماز ہوتی تھی اور امام خیر الدین صاحب نے خطبہ پڑھا ہو اور میں خطبہ میں موجود رہا ہوں۔ اور نماز کے وقت بھی ہال میں موجود رہا ہوں اور نماز میں شامل نہ ہوں۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ ہال کی دیواروں کے ساتھ کرسیوں کی قطاریں بچھی رہتی تھیں۔ خطبہ کے دوران میں بھی بعض لوگ کرسیوں پر بیٹھے رہتے تھے اور جو لوگ نماز میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ وہ نماز کے دوران میں بھی کرسیوں پر بیٹھے رہتے تھے اگر ایسا واقعہ ہوا ہو کہ میں خطبہ میں موجود رہا۔ اور نماز کے دوران میں بھی موجود رہا۔ گو نماز میں شامل نہیں ہوا۔ تو مجھے خطبہ میں اور خطبہ کے بعد ہال میں موجود دیکھ کر ممکن ہے کہ شیر حسین صاحب نے یہ قیاس کیا ہو کہ میں نے امام خیر الدین صاحب کے پیچھے نماز بھی پڑھی ہے۔ حالانکہ میں نے تو اس وقت بھی جب خود خواجہ صاحب نے ایک غیر احمدی کو عین صفوں کے درست ہو جانے کے بعد امام کی جگہ کھڑا کر دیا اور خود اس کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ جب میں نے اس دن نماز کے بعد ایک دوست سے ذکر کیا کہ خواجہ صاحب نے یہ کیا کیا۔ کہ خود پیچھے ہٹ گئے اور ایک غیر احمدی کو نماز کے لئے امام کھڑا کر دیا اور بیان کیا کہ پھر میں تو پیچھے ہٹ گیا اور میں نے غیر احمدی کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھی۔ تو ان دوست نے فرمایا کہ مجھے تو معلوم بھی نہ ہوا کہ امام بدل گیا ہے یا یہ کہ تم صف سے نکل کر پیچھے ہٹ گئے ہو اور تم نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اگر ان حالات میں شیر حسین صاحب کو خود دھوکا لگ جاتا تو کوئی عجیب نہ تھا۔ اور اگر کسی اور موقع کے متعلق انہیں یہ غلط فہمی ہوئی ہو تو جائے تعجب نہیں۔ ورنہ میرا مسلک اس واقعہ سے ظاہر ہے جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

باقی رہا مسئلہ کا سوال۔ اس کے متعلق کسی فرد کے عمل سے استدلال کی حاجت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فتویٰ موجود ہے۔ چنانچہ حضور اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ کے صد ۱۸ کے حاشیہ میں فرما چکے ہیں:۔

یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئیے کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ اماکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوئے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں؟

پھر حضور اس سوال کے جواب میں کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہ ہو۔ تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ (بحوالہ الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء فرماتے ہیں:۔

"پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو۔ پھر اگر وہ تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اور اگر وہ خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے تو وہ بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔"

اب نماز کا مسئلہ تو صاف ہے۔ خواہ ظفر اللہ خاں یا خواجہ کمال الدین صاحب یا مولوی محمد علی صاحب کا عمل اس کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ کفر و اسلام میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ گو اگر کوئی شخص ایک وقت میں لاعلمی کی وجہ سے ایک غلط عقیدہ اختیار کئے ہوئے ہو۔ اور بعد میں وضاحت ہو جانے پر وہ اپنے عقیدہ کی اصلاح کرے تو نہ یہ امر اس کے لئے وجہ ملامت ہو سکتا ہے اور نہ اس کے سابقہ عقیدہ کی وجہ سے اصل عقیدہ پر کوئی حرف آ سکتا ہے۔ جس شہادت کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مارچ یا اپریل ۱۹۱۴ء میں (جماعت میں اختلاف ہو جانے کے بعد) ایک غیر احمدی نے ہندوستان سے مجھے خط لکھا۔ کہ تمہاری جماعت کے دو فریق ہو گئے ہیں۔ ایک ہمیں کافر کہتا ہے اور دوسرا کافر نہیں کہتا۔ ایک گروہ مکفرین کا ہے اور دوسرا غیر مکفرین کا۔ تم کس گروہ میں ہو اور تم ہمیں کیا سمجھتے ہو۔ کافر یا مسلمان اس کے جواب میں میں نے انہیں لکھا کہ جہاں تک لنڈن میں رہتے ہوئے مجھے اختلاف کی وجہ کا علم ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جماعت میں خلیفہ ہو یا نہ ہو۔ ایک فریق خلیفہ کی تصدیق کرتا ہے۔ اور دوسرا تکذیب۔ ایک فریق مصدقین کا ہے دوسرا مکذبین کا۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس فریق کے ساتھ ہوں۔ باقی رہا یہ سوال کہ میں آپ کو کیا سمجھتا ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی یقین کرتا ہوں اور آیت لا نفرق بین احد من رسلہ میں شامل سمجھتا ہوں۔ اس لئے آپ کو وہی سمجھتا ہوں جو ایک نبی کے منکر کو سمجھنا چاہئیے۔ اگر اس جواب کو آپ کافی نہ سمجھیں تو مجھے لکھ دیں۔ میں مزید وضاحت کر دوں گا۔ اس سوال کے جواب میں ان صاحب نے لکھا کہ تمہارا جواب واضح ہے۔ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس خط کے مضمون پر بھی جو اختلاف کے تھوڑے ہی عرصہ بعد لکھا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔ چونکہ آپ نے شہادت کے طور پر ایک واقعہ میری طرف منسوب کیا ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ میری شہادت اپنی اولین اشاعت میں درج فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

خاکسار

ظفر اللہ خاں

۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء بعد نماز جمعہ

غیر احمدی امام کے پیچھے نماز

اور

چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب

۱۷ اپریل ۱۹۱۳ء کے پیغام صلح میں ۱۹۱۲ء کے ہفتہ وار اسلامی مصور رسالہ "الہلال" کلکتہ سے جناب بشیر حسین صاحب قدوائی کے خطوط سے یہ اقتباس نقل کیا گیا تھا کہ:۔

"پچھلے جمعہ خواجہ صاحب (یعنی خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم) بوجہ علالت نماز جمعہ میں نہ آسکے تو عثمانی امام خیر الدین آفندی نے نماز پڑھائی اور خواجہ صاحب کے ایک ساتھی چودھری فتح محمد صاحب ایم۔اے اور ایک احمدی طالب العلم چودھری ظفر اللہ خانصاحب بی۔اے نے بھی اسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔"

اس پر یہ سوال کیا گیا تھا کہ:۔

"یہ دونوں صاحب ۱۹۱۲ء میں کیوں غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے؟ ہمارے خیال میں صرف اس لئے کہ وہ غیر احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے تھے۔ اگر وہ انہیں کافر سمجھتے تو ان کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے؟"

چودھری ظفر اللہ خانصاحب کا جواب

اس کے جواب میں سر چودھری ظفر اللہ خانصاحب کا ایک طویل خط ہمیں موصول ہوا ہے جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس خط میں چودھری صاحب نے بشیر حسین صاحب کے بیان کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیتے ہوئے صاف اس بات سے انکار کیا ہے کہ انہوں نے عثمانی امام خیر الدین آفندی کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہیں حضرت مسیح موعود کے بعض ارشادات نقل کر کے ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے کسی حالت میں بھی کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

مصدق کے پیچھے نماز

انہی ارشادات میں سے ایک الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء سے نقل کیا گیا ہے۔ جس میں اس سوال کے جواب میں کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ یہ فرمایا ہے کہ:۔

"پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو۔ پھر اگر وہ تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اور اگر وہ خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے۔ تو وہ بھی منافق ہے اس کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھو۔"

معلوم نہیں چودھری ظفر اللہ خانصاحب نے حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد سے یہ کس طرح نکال لیا کہ ہر حالت میں کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ "اگر وہ تصدیق کرے تو بہتر" کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ایک غیر احمدی امام کی محض تصدیق بھی اس کے پیچھے نماز کو جائز ٹھہرا دیتی ہے۔

"مصدق" قادیانی اصطلاح میں کافر

لیکن محض کسی کی تصدیق قادیانی اصطلاح میں اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں۔ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا کھلا ارشاد ہے کہ:۔

"نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔"
(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء)

میاں بشیر احمد صاحب کا بھی مذہب یہی ہے کہ:۔

"جو شخص حضرت مسیح موعود کو واقعی سچا مسلمان جانتا ہے اور آپ کے مکذبین کو کافر سمجھتا ہے اور آپ کے الہامات اور نشانات کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتا ہے اور یہ سب کچھ دلی یقین کے ساتھ کرتا ہے تو اس کیلئے ناممکن ہے کہ وہ بیعت سے الگ رہے اور اگر پھر بھی وہ آپ کی بیعت نہیں کرتا تو ایسا شخص یقیناً منافق ہے اور صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے۔ جس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔"

مسیح موعود کے ارشاد کو صحیح سمجھا جائے یا ارباب قادیان کے؟

اب ایک طرف حضرت مسیح موعود کا یہ ارشاد ہے۔ کہ ناواقف امام کو آپ کے حالات سے واقف کیا جائے۔ اگر وہ تصدیق کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔ اس میں بیعت کی کوئی شرط آپ نے ۔۔ نہیں رکھی۔ اور دوسری طرف میاں محمود احمد صاحب، میاں بشیر احمد صاحب اور ان کی تقلید میں سر چودھری ظفر اللہ خانصاحب کا یہ خیال ہے کہ صرف زبانی تصدیق کرنے والا بھی کافر اور منافق ہے اور اس کے پیچھے نماز حرام ہے۔ فرمائیے حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد کو صحیح سمجھا جائے یا ارباب قادیان کے؟

تکفیر سے اعلان بیزاری کی شرط

اور لیجیے ۱۹۰۸ء میں علاقہ بلوچستان کے ایک شخص نے آپ کو خط لکھا جس میں آپ کے مرید نور محمد کے اخلاق و اعمال کی تعریف کرتے ہوئے آپ سے استدعا کی گئی تھی کہ اسے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اس خط پر آپ نے اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے:۔

"جواب میں لکھ دیں کہ چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے ہمیں کافر ٹھہرایا ہے اور فتوے لکھے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیرو ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کیلئے اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے ورنہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں۔ یہ تو شرع شریف کے رو سے جائز نہیں۔"

حضرت مسیح موعود کی اس تحریر میں بھی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا اس شرط پر جائز ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ مکفر مولویوں کے پیرو نہ ہونے کا اشتہار دیدے۔ کیا سر چودھری ظفر اللہ خانصاحب کی نظر سے حضرت مسیح موعود کی یہ تحریر نہیں گذری۔ اور اگر گذری ہے تو اس کی کیا تاویل کرتے ہیں۔ اور کس طرح سے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ٹھہراتے ہیں؟

تعلیق بالمحال کا غلط الزام

یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود نے اشتہار [illegible] شرط تعلیق بالمحال کے طور پر رکھی ہے یعنی نہ کوئی اشتہار [illegible] والا ہوگا نہ اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ ایسا خیال کرنا حضرت [illegible] کی تحقیر ہے۔ گویا آپ کہتے کچھ تھے اور دلی منشا کچھ اور ہوتا تھا۔ [illegible] جب آپ کے نزدیک تمام غیر احمدی بلا استثنا کافر تھے اور [illegible] نماز ناجائز؟ تو ایسی شرطیں لگانے کی ضرورت کیا تھی؟ کس [illegible] آپ کو ڈر تھا؟ کیا صاف نہ کہہ سکتے تھے کہ جو شخص ہماری بیعت میں نہیں، وہ کافر ہے ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ لیکن [illegible] کیا کیا جائے کہ قادیانی اصحاب ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کو [illegible] بتاتے ہیں اور دوسری طرف آپ کو اس قدر کمزور اور بزدل [illegible] ہیں کہ ایک معمولی سی بات کا بھی صاف اور سیدھا جواب دینے کی بھی آپ کو ہمت نہیں۔ ایک غیر مامور خلیفہ جتنی ہمت [illegible] طور پر آپ کے نہ ماننے والوں بلکہ سچا سمجھتے ہوئے بیعت نہ کرنے والوں کو بھی ببانگ دہل کافر قرار دے رہا ہے۔

مسیح موعود کا مذہب

پس جہاں تک غیر احمدی کے پیچھے نماز کا سوال ہے حضرت مسیح موعود کی یہ تحریر اور خود چودھری ظفر اللہ خانصاحب کا پیش کردہ مندرجہ بالا حوالہ ثابت کر رہا ہے کہ اگر وہ [illegible] مولویوں کے پیرو نہ ہونے کا اعلان کریں یا آپ کی تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے اور ان کو کافر قرار دینا حضرت مسیح موعود کے مذہب کے قطعاً خلاف ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کی نماز غیر احمدی کی اقتدا میں

چودھری صاحب فرماتے ہیں:۔

"اب نماز کا مسئلہ تو صاف ہے خواہ ظفر اللہ خاں یا خواجہ کمال الدین صاحب یا مولوی محمد علی صاحب [illegible] کے مطابق ہو یا نہ ہو۔"

میاں محمود احمد صاحب کا نام کیوں نہ لیا۔ جو حضرت [illegible] صاحب کے فتوے کے ماتحت مکہ معظمہ میں غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں۔ میاں صاحب اس کی [illegible] کریں لیکن ان کا اپنا اعتراف موجود ہے کہ:۔

"۱۹۱۲ء میں میں عبد الحی صاحب عرب [illegible] حج کو گیا۔ قادیان سے میرے نانا صاحب میر ناصر نواب صاحب بھی براہ راست حج کو گئے۔ جدہ میں ہم [illegible] مکہ مکرمہ اکٹھے گئے۔ پہلے ہی دن طواف کے وقت [illegible] نماز کا وقت آگیا۔ میں ہٹنے لگا۔ مگر [illegible] نماز شروع ہوگئی تھی۔ نانا صاحب [illegible] کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا حکم ہے کہ مکہ میں [illegible] پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے۔ اس پر میں نے نماز شروع کردی۔ پھر اس جگہ ہمیں عشا کا وقت آگیا۔ وہ نماز بھی ادا کی۔"

سوال یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں میاں صاحب نے غیر احمدی امام کو مسلمان سمجھتے ہوئے ادا کی تھیں یا کافر؟ [illegible] کے دل میں یہ خیال تھا کہ میں ایک کافر کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ مگر یہی نماز کر اگر دہرا لیا تو یہ بعد از وقت بات ہے جو انہیں مسلمان سمجھتے ہوئے بھی کی جا سکتی ہے۔ لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے لگ جائے جس کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہو۔

حضرت مولنا نور الدین صاحب مرحوم کا مذہب

ایک اور بات جو اس سے ثابت ہے وہ حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم کا مذہب ہے کہ بروایت میر ناصر نواب صاحب

انہوں نے کو معظم میں غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور میاں صاحب کو یہ بھی اعتراف ہے کہ "ولایت سے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے کسی خط کے جواب میں حضرت خلیفہ اول نے کہہ دیا کہ وہ ان کے (غیر احمدی امام کے) پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں"۔ میاں صاحب نے اس کی یہ توجیہات کی ہیں کہ حضرت مولانا کے یہ ارشادات بطور فتوے نہ تھے۔ بلکہ شخصی مصلحت کے ماتحت ایک اجازت تھی" جو کمزور لوگوں کے لئے ہوتی تھی۔ لیکن خواہ کچھ بھی ہو۔ اگر حضرت مولانا مرحوم غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے اور ہر حالت میں ان کے پیچھے نماز حرام سمجھتے۔ تو جماعت کے کسی کمزور سے کمزور شخص کو بھی کس طرح ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ کیا کبھی کسی کمزور مسلمان، کسی ہندو، آریہ یا عیسائی کے ساتھ بھی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے؟

حضرت مولانا کا فتوے

پھر یہ بھی صحیح نہیں کہ حضرت مولانا کی اجازت "شخصی مصلحت کے ماتحت" محض کمزور لوگوں کے لئے ہوتی تھی۔ آپ نے مولوی فضل دین صاحب ساکن کھاریاں کو جن کے متعلق میاں صاحب نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ کس طرح پر ایمانی کمزوری اپنے اندر رکھتے تھے۔ یہ تحریر لکھ کر دی:۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

"جو لوگ منافق طبع نہیں اور جو لوگ واقعی حسن ظن رکھتے ہیں۔ وہ کسی قدر معذور ہو سکتے ہیں۔ آپ بعد الاستخارہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔

نورالدین ۲۵ فروری ۱۹۱۱ء"

(ملاحظہ ہو عکس مکتوب ہذا مندرجہ ردّ تکفیر اہل قبلہ صفحہ ۸۲)

کیا میاں صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تحریر کسی کمزور طبع انسان کو ابتلا سے بچانے کیلئے حضرت مولانا مرحوم نے لکھ کر دی تھی۔ اور اگر ایسی ہی شخصی مصلحتوں سے کام لیا جانے لگے تو کس چیز میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ حرام کو حلال، ناجائز کو جائز قرار دینا کسی شخصی مصلحت کا تقاضا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت مولانا نورالدین مرحوم تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے تو کبھی اور کسی حال میں کسی کو بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔

اختلاف کی اصل جڑ

چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنے مکتوب کے آخر میں سلسلہ کے موجودہ اختلاف کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ ولایت سے انہوں نے کسی دوست کے جواب میں یہ لکھا کہ:۔

"جہاں تک لنڈن میں رہتے ہوئے مجھے اختلاف کی وجہ کا علم ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جماعت میں خلیفہ ہو یا نہ ہو۔ ایک فریق خلیفہ کی تصدیق کرتا اور دوسرا تکذیب، ایک فریق مصدقین کا ہے دوسرا المکذبین کا"۔

یہ تو وہ علم ہے جو لنڈن میں رہتے ہوئے انہیں ہوا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس کے بعد ہندوستان آکر اس علم میں کوئی غلطی انہیں محسوس ہوئی اور سلسلہ کے اختلاف کی کوئی اور وجہ بھی معلوم ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں معلوم ہوئی تو ہم چودھری صاحب جیسے روشن خیال اور بیدار مغز آدمی کے متعلق سوائے افسوس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اگر وہ غور کرتے اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے اس ابتدائی اعلان کو پڑھتے جو حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی وفات کے بعد شائع ہوا تو انہیں پتہ لگ جاتا کہ سلسلہ کے موجودہ اختلاف کی اصل وجہ مسئلہ کفر و اسلام ہے۔ اگر قادیان کے موجودہ خلیفہ اور تمام جماعت کا مذہب ایک ہوتا تو یہ اختلاف پیدا نہ ہوتا جیسا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوا۔

لیکن چونکہ میاں صاحب تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے تھے اور جماعت کا ایک حصہ اس کے مخالف تھا۔ اس لئے ان کی بیعت کرنے سے انہوں نے انکار کیا۔ جس پر میاں صاحب نے انہیں فاسق قرار دیکر موجودہ انشقاق کی بنیاد رکھدی۔

مسئلہ خلافت اور کفر و اسلام

خلافت کا مسئلہ دراصل وجوہ اختلاف میں ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اختلاف کی اصل جڑ تکفیر مسلمین ہی ہے جس پر میاں صاحب نے اصرار کر کے نہ صرف حضرت مسیح موعود کے اس کھلے ارشاد کی تکذیب کی ہے کہ:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

نہ صرف حضرت مسیح موعود کے ان کھلے فتاوے اور مسلک کو رد کیا ہے جن میں آپ نے خاموش غیر احمدیوں کے جنازہ کی اجازت دی ہے اور خود ایسے جنازے پڑھے ہیں۔ بلکہ یہ کہہ کر کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو عملاً منسوخ کر دیا ہے۔

لانفرق بین احد من رسلہ اور مسیح موعود

تعجب ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے ان حقائق پر غور کئے بغیر یہ لکھ دیا کہ:۔

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی یقین کرتا ہوں اور آیت لانفرق بین احد من رسلہ میں شامل سمجھتا ہوں اس لئے آپ کو وہی سمجھتا ہوں۔ جو ایک نبی کے منکر کو سمجھنا چاہئے"۔

ہم ان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود نے خود بھی اپنے آپ کو کبھی لانفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت پیش کیا؟ اگر نہیں اور کبھی آپ نے اپنے آپ کو اس آیت کے ماتحت پیش نہیں کیا۔ تو تعجب ہے کہ چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب جیسا روشن دماغ آدمی، "گواہ چست" بن کر وہ بات پیش کر رہا ہے جو خود مدعی کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ اگر حضرت مسیح موعود ایسے ہی نبی ہوتے کہ لانفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت آپ کے دعوے کا انکار موجب کفر ہوتا۔ تو آپ کس طرح یہ لکھ سکتے تھے کہ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"۔ کس طرح سے ۱۹۰۵ء میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کے اندر آپ یہ لکھ سکتے تھے کہ:۔

"اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان کافر، دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے تو ہم ان کو یہودی نہیں کہتے"۔

اور سب سے بڑھکر کس طرح سے "آپ خاموش اور درمیانی حالت" رکھنے والے غیر احمدیوں، بُرا نہ بولنے والے مخالفوں اور باقرار میاں بشیر احمد صاحب بیعت نہ کرنے والے مصدقوں کا جنازہ جائز قرار دے سکتے تھے؟ کیا چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب ان کھلے حقائق کی روشنی میں اپنے خیالات پر پھر غور کر کے اپنے بیان پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے؟

اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کیلئے اشتہار دے دیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں۔ تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے۔
(ارشاد حضرت مسیح موعود)

پنجاب میں صحت عامہ کے متعلق اخراجات

پنجاب میں صحت عامہ پر جو خرچ ہوتا ہے وہ ۱۹۲۱ء کے مقابلہ میں دوگنا سے بھی زیادہ ہوگیا ہے۔ سال مذکور میں حکومت نے صحت عامہ پر ۱۰۵،۷۲۱ روپیہ خرچ کیا۔ ۱۹۴۱-۴۲ء میں یہ رقم ۲۱۲،۱۹۲،۱۹ تک پہنچ گئی۔

جو نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ان سے اخراجات میں اضافہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ شرح اموات کم ہوگئی ہے اور شرح پیدائش بڑھ رہی ہے۔ علاوہ ازیں وبائی امراض کا زور بھی کم ہوگیا ہے۔

مثال کے طور پر پلیگ صوبہ سے قریباً قریباً غائب ہوگئی ہے ۱۹۳۶-۴۰ء کے پانچ سالوں میں ان اموات کی اوسط جو پلیگ سے ہوئیں صرف ۳۱ تھی۔ اس کے بالمقابل ۱۹۳۱-۳۵ء کے پانچ سالوں میں ان کی تعداد ۲،۷۹۷ تھی۔ ۱۹۴۰ء میں پلیگ کی صرف پانچ وارداتوں کی رپورٹ کی گئی۔ یہ تمام مریض صوبہ میں باہر سے آئے تھے۔

ایسے سالوں میں جب کنبہ کا میلہ نہیں ہوتا ہیضہ کی وجہ سے بہت کم اموات ہوتی ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں ہیضہ سے صرف ۱۸۹ اشخاص مرے۔ ان اموات کی نوعیت یا تو انفرادی تھی۔ یا وہ مقامی پیمانہ پر وبا پھوٹنے کا نتیجہ تھیں۔ ۱۹۴۰ء میں ہیضہ کے کم و بیش ۷،۱۵،۱۴۷ ٹیکے لگائے گئے۔

۱۹۳۶-۴۰ء کے پانچسالوں میں ان اموات کی سالانہ اوسط جو چیچک سے ہوئیں ۴،۰۸۹ تھی۔ اس کے مقابلہ میں ۱۹۳۱-۳۵ء میں یہ اوسط ۴،۷۹۵ تھی۔ اس کمی کی غالباً یہ وجہ تھی کہ اول الذکر پانچ سالوں میں چیچک کے ٹیکوں میں نمایاں اضافہ ہوا۔ اب ہر سال قریباً پچاس لاکھ ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ اس سے پیشتر ان کی تعداد تقریباً تیس لاکھ تھی۔ ٹیکوں میں اس اضافہ کا جو نتیجہ نکلا ہے وہ چیچک کی وارداتوں میں کمی کی بجائے زیادہ تر اموات کی تعداد کم ہو جانے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں صرف ۵،۱۶،۳ فیصدی وارداتیں مہلک ثابت ہوئیں۔ ان میں پہلے کبھی اتنی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ۱۹۳۷ء سے پہلے یہ شرح چالیس سے پچاس فیصدی تک تھی۔ ملیریا کی وجہ سے اموات کی تعداد بھی حوصلہ افزا طریق پر کم ہو رہی ہے۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ منکہ دیال سنگھ ولد سندر سنگھ ذات لبانہ سکنہ نوشہرہ نیاور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۷ مقرر کیا ہے۔ لہٰذا بنام مذکور دیال سنگھ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پہ بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

تحریر مورخہ ۱

دستخط: چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

ہٹلر کو شدید صدمہ

نازی وقار پر کاری ضرب۔ رڈولف ہیس جرمنی سے بھاگ کر انگلستان آ گیا

ہفتہ زیر تبصرہ کا اہم ترین واقعہ جرمنی سے ہٹلر کے نائب روڈولف ہیس کا فرار ہے۔ جس نے ساری دنیا کی توجہ اپنی طرف کر لی ہے۔ ساری دنیا کے ممالک کے اخبارات جب سے یہ واقعہ ہؤا ہے۔ اس پر تبصرے کر رہے ہیں۔ جنگ کی خبریں بھلا دی گئی ہیں ہیس کے متعلق خبریں صفحہ اول پر شائع ہو رہی ہیں۔ یہ واقعہ اس توجہ کا مستحق بھی ہے۔ اول اس لئے کہ ہیس ہٹلر کا نائب اور گوئرنگ کے بعد اس کا جانشین تھا۔ دوسرے اس لئے کہ وہ جرمنی سے بھاگا۔ اور اس ملک میں آکر پناہ گزین ہؤا۔ جس کے خلاف اس کی حکومت نے گذشتہ پونے دو برس سے جنگ شروع کر رکھی ہے اور جسے تباہ اور برباد کرنے کیلئے نازی کمربستہ ہیں۔

اس کے فرار کی تفصیل نہایت دلچسپ ہے۔ سوم اور منگل کی درمیانی رات اچانک لندن سے اعلان ہؤا کہ سکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو کے قریب ایک جرمن ہوا باز زخمی حالت میں گرفتار کیا گیا ہے۔ جس نے اپنا نام روڈولف ہیس بتایا ہے اور اپنی شناخت کیلئے اس نے اپنی تصویریں بھی پیش کیں۔ اس کے بعد برلین ریڈیو نے خبر سنائی کہ ہیس مفقود الخبر ہے۔ اس کا دماغ خراب ہے اور خیال ہے کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ پھر اعلان کیا گیا کہ وہ ہوائی جہاز میں سوار ہو کر گیا اور خیال ہے کہ اس کے جہاز کو حادثہ ہؤا ہے اور وہ مارا گیا ہے۔

جب بی۔ بی۔ سی نے ہیس کی آمد کی پوری تفصیل بیان کی کہ کس طرح سکاٹ لینڈ کے قریب میسرشمٹ ساخت کا جرمن جنگی جہاز دیکھا گیا اور ہوم گارڈ کے آدمیوں نے گلاسگو کے قریب اس جہاز کو گرا اور اس سے ذرا فاصلے پر ایک ہوا باز زخمی حالت میں پڑا پایا اور کس طرح اس جرمن نے کہا کہ وہ روڈولف ہیس ہے۔ اس وقت برلن ریڈیو نے بھی اعتراف کر لیا کہ واقعی ہیس جرمنی سے ہوائی جہاز پر سکاٹ لینڈ گیا ہے۔

اب اس اعتراف کے بعد بہانہ سازیاں شروع ہوئیں۔ پہلے کہا گیا کہ ہیس کو گذشتہ تین چار سال سے خلل دماغ کا عارضہ تھا اور ہٹلر نے اسے منع کر دیا تھا کہ وہ ہوائی جہاز پر سوار نہ ہو۔ یہ جھوٹ بولنے کے بعد انہیں شاید یہ خیال آیا کہ دنیا کہے گی کہ اگر وہ تین چار سال سے پاگل تھا تو اسے ہٹلر کا نائب اور اس کا جانشین کیوں بنایا گیا تھا۔ اور ابھی چند روز ہوئے ہیں کہ ہٹلر کو نازی پارٹی کی طرف سے جب اس کے جنم دن پر مبارکباد کا ایڈریس پیش کیا گیا تو اس فرض کی ادائیگی کے لئے بھی ہیس ہی منتخب کیا گیا تھا۔ اس طرح چند دیگر نہایت اہم امور اس نے انجام دیئے تھے۔ کیا کوئی پاگل ایسا کر سکتا تھا۔ ایسے اہم کام کسی پاگل کے سپرد کرنے والا یقیناً خود پاگل ہے۔ اور پھر کوئی پاگل ۹ سو میل تک ہوائی جہاز کیسے چلا کرلے جا سکتا ہے؟ یہ خیال آتے ہی نازی ریڈیو نے پینترا بدلا۔ اور کہا کہ ہیس برطانوی جاسوسوں کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ جھوٹ بولنے پر انہیں خیال آیا کہ جرمنی میں برطانوی جاسوس گسٹاپو کے باوجود ایسا معرکہ مار گئے۔ یہ تو گسٹاپو کی توہین ہے۔ اس پر کہا گیا کہ چند روز سے اسے وہم کا عارضہ ہو گیا تھا اور اپنے پیچھے جو خطوط وہ چھوڑ گیا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہ وہم تھا۔ کہ وہ برطانیہ اور جرمنی کے درمیان خاطرخواہ تصفیہ کرا سکتا ہے۔ اور یہ جھوٹ بولنے کے بعد انہوں نے اپنا نشانہ زبانیں بند کر دیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا کہ ہیس کے اس طرح فرار ہو جانے سے انہیں جو پریشانی ہوئی ہے اس کے زیر اثر وہ کوئی ایسا جھوٹ نہیں بول سکتے۔ جس پر دنیا آسانی کے ساتھ اعتبار کر لے۔ لہذا خاموشی اختیار کر لی جائے۔ اتنے متضاد جھوٹ بولنے کے بعد برلین کا ریڈیو یہ کہکر خاموش ہو گیا کہ ہیس کے چلے جانے سے جرمنی کی پالیسی میں یا جرمنی کے واقعات میں کوئی خلل پیدا نہیں ہؤا اور نہ ہو سکتا ہے

اس جھوٹ کی تردید بھی برلین ریڈیو نے اس خبر سے کر دی کہ نازی پارٹی کا اجلاس ہؤا جس میں جملہ واقعات پر غور کیا گیا۔ اور اجلاس کے بعد پارٹی نے ہٹلر کے نفرے بلند کر کے اس پر اظہار اعتماد کیا۔ اگر ہیس کے چلے جانے کا کوئی اثر نہ ہؤا ہوتا تو یہ اجلاس طلب کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی گئی۔ اور اگر ہیس اتنا ہی غیر اہم اور بے قدر تھا تو اس قدر بلند رتبے پر پہنچ کیسے گیا تھا۔ اب برلین سے دماغ بافیوں کا سلسلہ بند ہے۔ لندن میں بیان کیا گیا ہے کہ ڈاکٹروں نے ہیس کا معائنہ کیا اور اسے بالکل تندرست اور صحیح حالات میں پایا ہے۔ ڈاکٹروں نے بھی یہ رائے دی ہے کہ جو شخص جرمنی سے انگلستان تک ۹ سو میل کا سفر ہوائی جہاز میں طے کر سکتا ہے اسے پاگل کہنے والے خود پاگل ہیں۔ ہیس نے جرمنی سے اپنے فرار کے متعلق ابھی تک کوئی بیان نہیں دیا۔ مگر مبصرین کا بیان ہے کہ ہیس جیسے اہم عہدہ دار کا جرمن سے بھاگ آنا ظاہر کرتا ہے کہ جرمنی میں حالات صحیح نہیں۔ ہیس کو ہٹلر سے اختلاف ہو گیا اور اس نے اپنی خیریت اسی میں پائی کہ جرمنی سے بھاگ جائے۔ یورپ کے کسی اور ملک میں جانا فضول تھا۔ کیونکہ گسٹاپو کے آدمی اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ اس نے خود کئی مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس نے انگلستان آنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس ملک میں وہ گسٹاپو اور نازی پارٹی کی دست درازیوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے ہوائی جہاز کا معائنہ کیا گیا۔ تو اس کی مشین گنیں خالی پائی گئیں اور کوئی اور اسلحہ بھی موجود نہ تھا۔ ہیس نے اس وقت تک صرف اتنا بیان دیا ہے کہ اس نے احتیاطاً پٹرول کا ایک اور ٹینک بھی جہاز میں رکھ لیا تھا۔ مگر جب وہ جہاز کے پٹرول کے ساتھ ہی سکاٹ لینڈ پہنچ گیا تو اس نے اس ٹینک کو سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے بیان کیا کہ وہ پہلی مرتبہ میسرشمٹ جنگی ہوائی جہاز پر سوار ہؤا تھا۔ سکاٹ لینڈ پہنچ کر اس نے سلامتی کے ساتھ اترنے کی کوشش کی۔ مگر تاریکی ہونے کے باعث اسے محفوظ میدان نظر نہ آیا۔ اس لئے وہ جہاز کو اور زیادہ بلندی پر لے گیا اور وہاں سے ہوائی جہاز سے ہوائی چھتری سے کود پڑا۔ جہاز گر کر تباہ ہو گیا۔ مگر ہیس اپنے قول کے مطابق پہلی مرتبہ ہوائی چھتری سے اترا تھا۔ اس لئے اترنے میں زخمی ہو گیا اور اس کا ٹخنہ ٹوٹ گیا۔ ہوم گارڈ کے آدمیوں نے اسے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا۔

(باقی پوٹ میں)

روئیداد جلسہ نوشہرہ ضلع پشاور

سورخہ ۵ اپریل ۴۱ء کو بوقت ۹ بجے شب ایک جلسہ اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ کے احاطہ میں زیر صدارت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی منعقد ہوا۔ جلسے کی ابتدا تلاوت قرآن مجید سے کی گئی۔

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اسلام اور ویدک دھرم کے موضوع پر ایک پر از معلومات و جامع تقریر کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ نسل انسانی کی مساوات صرف اسلام میں ہے اور اسلام نے ہی ایسے رب کا تصور . . . پیش کیا ہے جو رب العالمین ہے اور یہ صرف تصور ہی نہیں بلکہ عملاً بھی یہ ثابت کیا کہ خدا کے حضور میں ایک امیر اور ایک غریب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ نماز اور حج کی مثالوں سے حاضرین پر ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے نسل انسانی کو مساوات کا درس عملاً سکھایا ہے۔ اس کے مقابل پر ویدک دھرم کی مثالیں وید ہی سے پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ ویدک دھرم کس طرح نسل انسانی کے حقوق کو پامال کر رہا ہے اور آریوں کا دعویٰ کہ وید ہی مساوات کے علمبردار ہیں بالکل باطل ہے۔ اس ضمن میں دیگر مذاہب کے ساتھ بھی اسلام کا مقابلہ کیا گیا۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی تقریر

ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا عنوان تھا۔ "یورپ میں اسلام کا مستقبل" ڈاکٹر صاحب موصوف نے یورپ کے مختلف مصنفین اور مفکرین کے نظریات کو پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ یورپ کے خیالات اسلام کی طرف کس طرح مائل ہو رہے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے اور انگریز مصنفین برناڈ شا اور کارلائل کے خیالات کو پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ صرف ہی نظریہ نہیں۔ بلکہ عملاً بھی ہزاروں کی تعداد میں انگریز اور جرمن اور دیگر یورپین اقوام کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ جن میں سے لارڈ ہیڈلے، بیرن عمر، ڈاکٹر سعید مارقوس جیسی قابل ہستیاں شامل ہیں۔ پھر واضح کیا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے یورپ میں تبلیغ کیلئے کیا کچھ کیا ہے انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ ووکنگ مشن، برلن مسجد و مشن، ہالینڈ مشن، انگریزی ترجمۃ القرآن۔ جرمن ترجمہ۔ ڈچ ترجمہ اس مختصر سی جماعت کی جوش اسلامی کی زندہ مثالیں ہیں۔ پھر انہوں نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ بھی انجمن کے ساتھ اشاعت اسلام میں شامل ہو کر اپنے جذبہ ایمانی کا ثبوت دیں۔

صاحب صدر کی تقریر

صاحب صدر نے ہر دو مقررین کی تقاریر پر ... تبصرہ کیا۔ جس سے حاضرین کافی متاثر ہوئے۔ جلسہ بخیر و خوبی بارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ میں عامۃ المسلمین کے علاوہ غیر مسلم حضرات بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ نوشہرہ میں ہماری جماعت کے ایک ہی دوست ہیں۔ اور ان کا جوش و اخلاص اور ہمت و استقلال قابل داد ہے کہ انہوں نے اکیلے ہی اس جلسہ کا انتظام فرمایا۔ ہم ہیڈ ماسٹر صاحب اور سیکرٹری صاحب اسلامیہ ہائی سکول کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے کمال فراخدلی سے کام لیتے ہوئے جلسہ کیلئے سکول کے احاطہ میں جگہ دی اور اساتذہ کرام اور طلباء بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے جلسہ کے انتظام میں کافی حصہ لیا۔

جناب محمد افضل صاحب مبلغ ضلع مردان

کیا پنجاب میں شرح اموات کم ہو رہی ہے؟

محکمہ صحت عامہ نے دس سال کے جو اعداد و شمار جمع کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبہ میں شرح اموات کم ہو گئی ہے۔ اور شرح پیدائش بتدریج بڑھ رہی ہے۔

متعدد ماہرین اقتصادیات غالباً اس رجحان کو زیادہ پسند خیال نہ کریں۔ لیکن ان اعداد و شمار سے جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ محکمہ صحت عامہ کی حسن کارگذاری کا ثبوت ملتا ہے سنہ ۴۰-۱۹۳۶ء میں شرح اموات کی اوسط ۲۲،۴۶ تھی۔ اس کے بالمقابل سنہ ۳۵-۱۹۳۱ء میں ۲۵،۱۴ تھی۔ اس کے برعکس سنہ ۴۰-۱۹۳۶ء میں شرح پیدائش کی اوسط ۴۱،۹۲ تھی۔ اور ۳۵-۱۹۳۰ء میں ۴۰،۹۶۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں پیدائشوں کی مجموعی تعداد ۷۳۸۵،۱۱ تھی۔

صوبہ میں شرح پیدائش میں اس اضافہ پر رائے زنی کرتے ہوئے تبصرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض حلقوں میں شرح پیدائش میں اس اضافہ پر بحث و تمحیص ہوئی ہے اور کافی تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ آیا آبادی میں اضافہ کو محدود کرنے کیلئے تدابیر اختیار کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ ایک ایسا سوال ہے جس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے

عام شرح اموات کی طرح بچوں میں بھی شرح اموات میں کمی کا رجحان پایا جاتا ہے سنہ ۴۰-۱۹۳۶ء میں اس کی اوسط ۱۶۶،۸ ہے۔ اس کے بالمقابل ۳۵-۱۹۳۱ء کے پانچ سالوں میں یہ اوسط ۱۷۸،۳۲ تھی۔

لیکن سنہ ۱۹۴۰ء میں عام شرح اموات ۲۳،۷ فی ہزار تھی جو گذشتہ پانچ سال کے اعداد کے مقابلے میں زیادہ ہے سال مذکور میں دو اہم امور شرح اموات پر اثر انداز ہوئے۔ ضلع حصار میں قحط اور خزاں کے مہینوں میں ملیریا کی وبا صرف ضلع حصار میں ۳۳،۹۶۵-۱۰ وفات ہوئیں۔ ضلع مذکور میں ایک ایسے سال میں جب وہاں قحط نہ ہو۔ اموات کی اوسط ۲۴،۵۲۹ ہے۔

(سرکاری اطلاع)

ضرورت ہے

ایک ایسی شریف بیوہ استانی کی جو کم از کم ایک بچی کو مڈل یا انٹرنس تک گھر میں تعلیم دے سکے۔ ضرورت ہے احمدی گھرانے کی ہو اور موجودہ طرز تعلیم سے اچھی واقف ہو رہائش و خوراک کا انتظام مفت ہوگا۔ تنخواہ کا فیصلہ تعلیمی معیار پر ہوگا۔ درخواستیں بمعہ سند بر ذیل پتہ پر آنی چاہئیں

پتہ

جناب رحمت الٰہی صاحب سائیس، ڈی۔ او

تمبرود۔ خیبر

ضلع پشاور

(بقیہ صفحہ ۲)

لوگوں کے حالات و عادات و عقائد و رسوم کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنی حاصل کی ہوئی معلومات کے ذریعہ عیسائیت کی تبلیغ کی نئی نئی راہیں کھولتے ہیں۔

دوسرے اسلام نے شادی و غمی و انسانی زندگی کے دیگر مراحل و مواقع کے متعلق جو احکام دیئے ہیں اور ان کیلئے جو قواعد مقرر فرمائے ہیں، وہ اس قدر اعلیٰ اور حکیمانہ ہیں کہ جب دوسری اقوام و مذاہب کے رسم و رواج اور مذہبی احکام و قواعد سے ان کا موازنہ کیا جائے تو اسلام کی صداقت و خوبی زیادہ نمایاں ہو کر ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث بنتی ہے۔ بلکہ اگر ہم اس موازنہ کو احسن طریق پر انصاف پسند غیر مسلموں کے سامنے رکھیں تو ان کے دل پر بھی اسلام کی برتری و سچائی کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔

مختلف قوموں کے تجہیز و تکفین کے طریقوں ہی کو لے لیجئے۔ اسلام کا طریق سب سے اعلیٰ، حکیمانہ، آسان اور احترام میت کے مطابق ہے۔ آریہ دھرم نے مُردوں کو جلانے کا جو اصول اور اس کے متعلق جو قواعد مقرر کئے ہیں۔ صرف امراء ہی ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ غریب اور متوسط طبقہ کے ہندو جس طرح مُردے جلاتے ہیں، وہ زندوں کی صحت کیلئے خطرہ عظیم ہے۔ اس سے بدبو اور جراثیم دور دور تک پھیل جاتے ہیں۔ متعدی امراض سے مرنے والوں کو جلانا

ضروری اعلان

۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کے موقع پر پیغام صلح کا "مسیح موعود نمبر" شائع ہوگا۔ اس لئے موجودہ شیوع یعنی ۷ مئی کے پرچہ کے بعد ۱۴ مئی کی اشاعت ناغہ کیجائے گی۔ قارئین پیغام صلح مطلع رہیں۔

(مدیر)

تو بہت ہی خطرناک ہے۔ پارسی لوگ لاشوں کو دخمہ میں رکھ آتے ہیں۔ جہاں مردار خور پرندے ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی مضر صحت ہے۔ علاوہ ازیں ہندوؤں اور پارسیوں کے طریقے احترام میت کے خلاف ہیں۔ دفن کرنے والی اقوام میں بھی اسلام کا طریق سب سے بہتر ہے۔ اس میں نہ صرف زندوں کی صحت کی حفاظت، سادگی، کفایت اور احترام میت تمام باتیں موجود ہیں بلکہ اسلام میں تجہیز و تکفین کیلئے ایسی دعائیں مقرر کی ہیں جو مرنے والے کی مغفرت کا ایک ذریعہ بننے کے علاوہ پسماندگان کے زخم خوردہ دلوں کے لئے مرہم کا کام دیتی ہیں۔ انہیں صبر سکھاتی ہیں۔ جنازہ و تدفین میں شریک ہونے والوں کیلئے ان میں بصیرت و عبرت ہے۔ بار بار اللہ کا نام دہرایا جاتا ہے جس سے اس حقیقی و غیر فانی مالک کی قدرت و طاقت کا سکہ فانی، کمزور اور بے بس انسان کے دل پر بیٹھتا ہے۔ اور یہ چیز انسان کو ہزاروں گمراہیوں بے راہ رویوں بے عملیوں اور مایوسیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

ساٹھ برس کے اوپر کے تندرست اصحاب کے

حالات زندگی

اس سال میری ناچیز زندگی کے ۶۰ برس پورے ہو جانے پر میرے عزیزوں اور دوستوں نے یہ رائے دی کہ میری ڈائمنڈ جوبلی بڑی شان سے منائی جاوے۔ مجھے یہ بات پسند نہ ہوئی۔ امرت دھارا کی جوبلی منانا اور بات ہے۔ مگر اپنی جوبلی منانے میں اور جلسوں پارٹیوں میں اپنی تعریفیں سننے میں مجھے شرم محسوس ہوئی۔ اس واسطے میں نے اس کی اجازت نہیں دی مگر اس موقع پر ایک بات کرنے کا خیال ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص مرد یا عورت جن کی عمر ۶۰ برس سے اوپر ہے اور اپنی تندرستی و طاقت کو قائم رکھے ہوئے ہیں ان کی طرز زندگی اور ان کی صحت قائم رہنے کے راز معلوم کر کے دوسروں کو بتلائے جاویں۔ ابھی میں بھی اپنے طریق زندگی اور صحت و طاقت کے راز لکھدوں گا۔ اس سے پبلک کو بہت فائدہ ہوگا۔ کیونکہ تجربہ سب سے بڑا رہنما ہے۔ ایسے سوالات بنائے جائیں گے جن سے ان کی پوشاک، خوراک، غسل و ورزش، عالم کاج سب باتوں کا پتہ لگیگا۔ ان کی جسمانی حالت، آنکھ، دانت، ناک، کان، اندرونی و بیرونی اعضاء کی صحت کا پورا علم ہوگا۔ اور پڑھنے والے جان سکیں گے کہ ہر ایک کی قیام صحت میں کیا راز پوشیدہ ہے یہ کام تب ہو سکیگا۔ اگر اس نیک کام میں سب بھائی امداد کریں اس واسطے بذریعہ اس اخبار کے سب بھائی بہنوں کو جن کی عمر ۶۰ سال سے اوپر ہو چکی ہے اور عام طور پر انہوں نے اپنی صحت کو قائم رکھا ہے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ پہلے ایک کارڈ پر صرف اتنا لکھ کر بھیجدیں۔ میری عمر ساٹھ سال سے اوپر ہے۔ میں آپ کے سوالات کا جواب دونگا یا دوں گی اور فوٹو بھی بھیجدی جاوے گی۔ پورا نام و پتہ ہو۔ کافی بھائیوں کی منظوری آنے پر سوالات ان کو بھیجدیئے جاویں گے۔ جواب آنے پر ان کو کتابی صورت میں نتائج کے چھاپا جاوے گا۔ ہر مذہب و ملت و قوم کے مرد و عورت کو حصہ لینا چاہئے۔

(ٹھاکر دت شرما وید موجد امرت دھارا لاہور)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب سنہ ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب سنہ ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی محمد حسین ولد رمضان ذات ارائیں سکنہ رلئے پور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۱۳/۶/۴۱ مقرر کیا ہے۔ لہذا جملہ مذکور محمد حسین کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۱۰/۵/۴۱

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

تمام بیرونی جماعتیں یوم وصال کے جلسے منعقد کریں اور حضرت بانئے سلسلہ کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں

ہٹلر کو شدید صدمہ

نازی وقار پر کاری ضرب۔ رڈولف ہیس جرمنی سے بھاگ کر انگلستان آگیا

ہفتہ زیر تبصرہ کا اہم ترین واقعہ جرمنی سے ہٹلر کے نائب روڈولف ہیس کا فرار ہے۔ جس نے ساری دنیا کی توجہ اپنی طرف کر لی ہے۔ ساری دنیا کے ممالک کے اخبارات جب سے یہ واقعہ ہوا ہے۔ اس پر تبصرے کر رہے ہیں۔ جنگ کی خبریں بھلا دی گئی ہیں ہیس کے متعلق خبریں صفحہ اول پر شائع ہو رہی ہیں۔ یہ واقعہ اس توجہ کا مستحق بھی ہے۔ اول اس لئے کہ ہیس ہٹلر کا نائب اور گورنگ کے بعد اس کا جانشین تھا۔ دوسرے اس لئے کہ وہ جرمنی سے بھاگا۔ اور اس ملک میں آکر پناہ گزین ہوا۔ جس کے خلاف اس کی حکومت نے گذشتہ پونے دو برس سے جنگ شروع کر رکھی ہے اور جسے تباہ اور برباد کرنے کیلئے نازی کمربستہ ہیں۔

اس کے فرار کی تفصیل نہایت دلچسپ ہے۔ سوم اور منگل کی درمیانی رات اچانک لندن سے اعلان ہوا کہ سکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو کے قریب ایک جرمن ہوا باز زخمی حالت میں گرفتار کیا گیا ہے۔ جس نے اپنا نام رڈولف ہیس بتایا ہے اور اپنی شناخت کیلئے اس نے اپنی تصویریں بھی پیش کیں۔ اس کے بعد برلین ریڈیو نے خبر سنائی کہ ہیس مفقود الخبر ہے۔ اس کا دماغ خراب ہے اور خیال ہے کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ پھر اعلان کیا گیا کہ وہ ہوائی جہاز میں سوار ہو کر گیا اور خیال ہے کہ اس کے جہاز کو حادثہ ہوا ہے اور وہ مارا گیا ہے۔

جب بی۔ بی۔ سی نے ہیس کی آمد کی پوری تفصیل بیان کی کہ کس طرح سکاٹ لینڈ کے قریب میسر شمٹ ساخت کا جرمن جنگی جہاز دیکھا گیا اور ہوم گارڈ کے آدمیوں نے گلاسگو کے قریب اس جہاز کو گرا ہوا اور اس سے ذرا فاصلے پر ایک ہوا باز زخمی حالت میں پڑا پایا اور کس طرح اس جرمن نے کہا کہ وہ رڈولف ہیس ہے۔ اس وقت برلن ریڈیو نے بھی اعتراف کر لیا کہ واقعی ہیس جرمنی سے ہوائی جہاز پر سکاٹ لینڈ گیا ہے۔

اب اس اعتراف کے بعد بہانہ سازیاں شروع ہوئیں۔ پہلے کہا گیا کہ ہیس کو گذشتہ تین چار سال سے خلل دماغ کا عارضہ تھا اور ہٹلر نے اسے منع کر دیا تھا کہ وہ ہوائی جہاز پر سوار نہ ہو۔ یہ جھوٹ بولنے کے بعد انہیں شاید یہ خیال آیا کہ دنیا کہے گی کہ اگر وہ تین چار سال سے پاگل تھا تو اسے ہٹلر کا نائب اور اس کا جانشین کیوں بنایا گیا تھا۔ اور ابھی چند روز ہوئے ہیں کہ ہٹلر کو نازی پارٹی کی طرف سے جب اس کے جنم دن پر مبارکباد کا ایڈریس پیش کیا گیا تو اس فرض کی ادائیگی کے لئے بھی ہیس ہی منتخب کیا گیا تھا۔ اس طرح چند دیگر نہایت اہم امور اس نے انجام دیئے تھے کیا کوئی پاگل ایسا کر سکتا تھا۔ ایسے اہم کام کسی پاگل کے سپرد کرنے والا یقیناً خود پاگل ہے۔ اور پھر کوئی پاگل ۹ سو میل تک ہوائی جہاز کیسے چلا کر لے جا سکتا ہے؟ یہ خیال آتے ہی نازی ریڈیو نے پینترا بدلا۔ اور کہا کہ ہیس برطانوی جاسوسوں کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ جھوٹ بولنے پر انہیں خیال آیا کہ جرمنی میں برطانوی جاسوس گسٹاپو کے باوجود ایسا معرکہ مار گئے۔ یہ تو گسٹاپو کی توہین ہے۔ اس پر کہا گیا کہ چند روز سے اسے وہم کا عارضہ ہو گیا تھا اور اپنے پیچھے جو خطوط وہ چھوڑ گیا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہ وہم تھا۔ کہ وہ برطانیہ اور جرمنی کے درمیان خاطر خواہ تصفیہ کرا سکتا ہے۔ اور یہ جھوٹ بولنے کے بعد انہوں نے بہانہ سازیاں بند کر دیں کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا کہ ہیس کے اس طرح فرار ہو جانے سے انہیں جو پریشانی ہوئی ہے اس کے زیر اثر وہ کوئی ایسا جھوٹ نہیں بول سکتے۔ جس پر دنیا آسانی کے ساتھ اعتبار کرے۔ لہذا خاموشی اختیار کر لی جائے۔ اتنے متضاد جھوٹ بولنے کے بعد برلین کا ریڈیو یہ کہکر خاموش ہو گیا کہ ہیس کے چلے جانے سے جرمنی کی پالیسی میں یا جرمنی کے واقعات میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اس جھوٹ کی تردید بھی برلین ریڈیو نے اس خبر سے کر دی کہ نازی پارٹی کا اجلاس ہوا جس میں جملہ واقعات پر غور کیا گیا۔ اور اجلاس کے بعد پارٹی نے ہٹلر کے نعرے بلند کر کے اس پر اظہار اعتماد کیا۔ اگر ہیس کے چلے جانے کا کوئی اثر نہ ہوا ہوتا تو یہ اجلاس طلب کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی گئی۔ اور اگر ہیس اتنا ہی غیر اہم اور بے قدر تھا تو اس قدر بلند رتبے پر پہنچ کیسے گیا تھا۔ اب برلین سے دروغ بافیوں کا سلسلہ بند ہے۔ لندن میں بیان کیا گیا ہے کہ ڈاکٹروں نے ہیس کا معائنہ کیا اور اسے بالکل تندرست اور صحیح حالات میں پایا ہے۔ ڈاکٹروں نے بھی یہ رائے دی ہے کہ جو شخص جرمنی سے انگلستان تک ۹ سو میل کا سفر ہوائی جہاز میں طے کر سکتا ہے اسے پاگل کہنے والے خود پاگل ہیں۔ ہیس نے جرمنی سے اپنے فرار کے متعلق ابھی تک کوئی بیان نہیں دیا۔ مگر مبصرین کا بیان ہے کہ ہیس جیسے اہم عہدہ دار کا جرمن سے بھاگ آنا ظاہر کرتا ہے کہ جرمنی میں حالات صحیح نہیں۔ ہیس کو ہٹلر سے اختلاف ہو گیا اور اس نے اپنی خیریت اسی میں پائی کہ جرمنی سے بھاگ جائے یورپ کے کسی اور ملک میں جانا فضول تھا۔ کیونکہ گسٹاپو کے آدمی اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ اس نے خود کئی مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس نے انگلستان آنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس ملک میں وہ گسٹاپو اور نازی پارٹی کی دست درازیوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے ہوائی جہاز کا معائنہ کیا گیا۔ تو اس کی مشین گنیں خالی پائی گئیں۔ اور کوئی اور اسلحہ بھی موجود نہ تھا۔ ہیس نے اس وقت تک صرف اتنا بیان دیا ہے کہ اس نے احتیاطاً پٹرول کا ایک اور ٹینک بھی جہاز میں رکھ لیا تھا۔ مگر جب وہ جہاز کے پٹرول کے ساتھ ہی سکاٹ لینڈ پہنچ گیا تو اس نے اس ٹینک کو سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے بیان کیا کہ وہ پہلی مرتبہ میسر شمٹ جنگی ہوائی جہاز پر سوار ہوا تھا۔ سکاٹ لینڈ پہنچ کر اس نے سلامتی کے ساتھ اترنے کی کوشش کی۔ مگر تاریکی ہونے کے باعث اسے محفوظ میدان نظر نہ آیا۔ اس لئے وہ جہاز کو اور زیادہ بلندی پر لے گیا اور وہاں سے ہوائی جہاز سے ہوائی چھتری سے کود پڑا۔ جہاز گر کر تباہ ہو گیا۔ مگر ہیس اپنے قول کے مطابق پہلی مرتبہ ہوائی چھتری سے اترا تھا۔ اس لئے اترنے میں زخمی ہو گیا اور اس کی ٹخنہ ٹوٹ گیا۔ ہوم گارڈ کے آدمیوں نے اسے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا۔

(باقی پھر سہی)

روئیداد جلسہ نوشہرہ ضلع پشاور

مورخہ ۵/۴ ۴۱ء کو بوقت ۹ بجے شب ایک جلسہ اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ کے احاطہ میں زیر صدارت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی منعقد ہوا جلسے کی ابتدا تلاوت قرآن مجید سے کی گئی۔

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اسلام اور ویدک دھرم کے موضوع پر ایک پر از معلومات و جامع تقریر کرتے ہوئے ثابت کیا کہ نسل انسانی کی مساوات صرف اسلام میں ہے اور اسلام نے ہی ایسے رب کا تصور۔۔۔ پیش کیا ہے جو رب العالمین ہے اور یہ صرف تصور ہی نہیں بلکہ عملاً بھی یہ ثابت کیا کہ خدا کے حضور میں ایک امیر اور ایک غریب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ نماز اور حج کی مثالوں کو ماخذ قرار دے کر ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے نسل انسانی کو مساوات کا درس عملاً سکھایا ہے۔ اس کے مقابل پر ویدک دھرم کی مثالیں ویدوں ہی سے پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ ویدک دھرم کس طرح نسل انسانی کے حقوق کو پامال کر رہا ہے اور آریوں کا دعویٰ کہ ویدک مساوات کے علمبردار ہیں بالکل باطل ہے۔ اس ضمن میں دیگر مذاہب کے ساتھ بھی اسلام کا مقابلہ کیا گیا۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی تقریر

ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا عنوان تھا۔ یورپ میں اسلام کا مستقبل ڈاکٹر صاحب موصوف نے یورپ کے مختلف مصنفین اور شعراء کے نظریات کو پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ یورپ کے خیالات اسلام کی طرف کس طرح مائل ہو رہے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے اور انگریز مصنفین برنارڈ شا اور کارلائل کے خیالات کو پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ صرف نظری ہی نظریہ نہیں۔ بلکہ عملاً بھی ہزاروں کی تعداد میں انگریز اور جرمن اور دیگر یورپین اقوام کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ جن میں سے لارڈ ہیڈلے، بیرن عمر، ڈاکٹر حمید مارکوس جیسی قابل ہستیاں شامل ہیں۔ پھر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے یورپ میں تبلیغ کیلئے کیا کیا۔ انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ ووکنگ مشن، برلن مسجد، ہالینڈ مشن، انگریزی ترجمۃ القرآن۔ جرمن ترجمہ۔ ڈچ ترجمہ اسی جماعت کی جوش اسلامی کی زندہ مثالیں ہیں۔ آخیر میں انہوں نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ بھی انجمن کے ساتھ اشاعت اسلام میں شامل ہو کر اپنے جذبہ ایمانی کا ثبوت دیں۔

صاحب صدر کی تقریر

صاحب صدر نے ہر دو مقررین کی تقاریر پر تبصرہ کیا۔ جس سے حاضرین کافی متاثر ہوئے۔ جلسہ [illegible] بارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ میں عامۃ المسلمین کے علاوہ [illegible] حضرات بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ نوشہرہ میں ہمارے [illegible] ایک ہی دوست ہیں۔ اور ان کا جوش و اخلاص اور [illegible] قابل داد ہے کہ انہوں نے اکیلے ہی اس جلسہ کا انتظام کیا۔ ہم ہیڈ ماسٹر صاحب اور سیکرٹری صاحب اسلامیہ ہائی سکول کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے کمال فراخدلی سے کام لیتے ہوئے [illegible] سکول کے احاطہ میں جگہ دی اور اساتذہ کرام اور طلباء بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے جلسے کے انتظام میں کافی حصہ لیا۔

جناب محمد افضل صاحب مبلغ ضلع مردان

کیا پنجاب میں شرح اموات کم ہو رہی ہے؟

محکمہ صحت عامہ نے دس سال کے جو اعداد و شمار جمع کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبہ میں شرح اموات کم ہو گئی ہے۔ اور شرح پیدائش بتدریج بڑھ رہی ہے۔

متعدد ماہرین اقتصادیات غالباً اس رجحان کو زیادہ مفید خیال نہ کریں۔ لیکن ان اعداد و شمار سے جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ محکمہ صحت عامہ کی حسن کارگذاری کا ثبوت ملتا ہے

سنہ ۱۹۳۶-۴۰ء میں شرح اموات کی اوسط ۲۲٫۴۶ تھی۔ اس کے بالمقابل سنہ ۱۹۳۱-۳۵ء میں ۲۵٫۱۴ تھی۔ اس کے برعکس سنہ ۱۹۳۶-۴۰ء میں شرح پیدائش کی اوسط ۴۱٫۹۲ تھی۔ اور ۱۹۳۰-۳۵ء میں ۴۰٫۹۶۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں پیدائشوں کی مجموعی تعداد ۱۲۷۳۸۵ تھی۔

صوبہ میں شرح پیدائش میں اس اضافہ پر رائے زنی کرتے ہوئے تبصرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سنین عال میں شرح پیدائش میں اس اضافہ پر بحث، دلچسپی ہوئی ہے اور کافی تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ آیا آبادی میں اضافہ کو محدود کرنے کیلئے تدابیر اختیار کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ ایک ایسا سوال ہے جس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے

عام شرح اموات کی طرح بچوں میں بھی شرح اموات میں کمی کا رجحان پایا جاتا ہے سنہ ۱۹۳۶-۴۰ء میں اس کی اوسط ۱۶۶۸ ہے۔ اس کے بالمقابل سنہ ۱۹۳۱-۳۵ء کے پانچ سالوں میں یہ اوسط ۱۷۸٫۳۲ تھی۔

لیکن سنہ ۱۹۴۰ء میں عام شرح اموات ۲۳٫۷ فی ہزار تھی جو گذشتہ پانچ سال کے اعداد کے مقابلے میں زیادہ ہے سال مذکور میں دو اہم امور شرح اموات پر اثر انداز ہوئے۔ ضلع حصار میں قحط اور خزاں کے مہینوں میں ملیریا کی وبا صرف ضلع حصار میں ۳۳٫۶۵-۱۰ وفات ہوئیں۔ ضلع مذکور میں ایک ایسے سال میں جب وہاں قحط نہ ہو۔ اموات کی اوسط ۲۲٫۵۲۹ ہے۔

(سرکاری اطلاع)

ضرورت ہے

ایک ایسی شریف بیوہ استانی کی جو کم از کم ایک بچی کو مڈل یا انٹرنس تک گھر میں تعلیم دے سکے۔ ضرورت ہے احمدی گھرانے کی ہو اور موجودہ طرز تعلیم سے اچھی واقف ہو رہائش و خوراک کا انتظام مفت ہوگا۔ تنخواہ کا فیصلہ تعلیمی معیار پر ہوگا۔ درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں

پتہ

جناب رحمت الہی صاحب سالیس۔ ڈی۔ او

تمردو۔ خیبر

ضلع پشاور

(بقیہ صفحہ ۲)

لوگوں کے حالات و عادات و عقائد و رسوم کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنی حاصل کی ہوئی معلومات کے ذریعہ عیسائیت کی تبلیغ کی نئی نئی راہیں کھول لیتے ہیں۔

دوسرے اسلام نے شادی و غمی و انسانی زندگی کے دیگر مراحل و مواقع کے متعلق جو احکام دیئے ہیں اور ان کیلئے جو قواعد مقرر فرمائے ہیں، وہ اس قدر اعلےٰ اور حکیمانہ ہیں کہ جب دوسری اقوام و مذاہب کے رسم و رواج اور مذہبی احکام و قواعد سے ان کا موازنہ کیا جائے تو اسلام کی صداقت و خوبی زیادہ نمایاں ہو کر ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث بنتی ہے۔ بلکہ اگر ہم اس موازنہ کو احسن طریق پر انصاف پسند غیر مسلموں کے سامنے رکھیں تو ان کے دل پر بھی اسلام کی برتری و سچائی کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔

مختلف قوموں کے تجہیز و تکفین کے طریقوں ہی کو لے لیجئے۔ اسلام کا طریق سب سے اعلیٰ، حکیمانہ، آسان اور احترام میت کے مطابق ہے۔ آریہ دھرم نے مردوں کو جلانے کا جو اصول اور اس کے متعلق جو قواعد مقرر کئے ہیں۔ صرف امراء ہی ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ غریب اور متوسط طبقہ کے ہندو جس طرح مردے جلاتے ہیں وہ زندوں کی صحت کیلئے خطرہ عظیم ہے۔ اس سے بدبو اور جراثیم دور دور تک پھیل جاتے ہیں۔ متعدی امراض سے مرنے والوں کو جلانا

ضروری اعلان

۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کے موقع پر پیغام صلح کا "مسیح موعود نمبر" شائع ہوگا۔ اس لئے موجودہ شیوع یعنی ۱۷ مئی کے پرچہ کے بعد ۲۱ مئی کی اشاعت ناغہ کیجائے گی۔ قارئین پیغام صلح مطلع رہیں۔

(مدیر)

تو بہت ہی خطرناک ہے۔ پارسی لوگ لاشوں کو دخمہ میں رکھ آتے ہیں۔ جہاں مردار خور پرندے ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی مضر صحت ہے۔ علاوہ ازیں ہندوؤں اور پارسیوں کے طریقے احترام میت کے خلاف ہیں۔ دفن کرنے والی اقوام میں بھی اسلام کا طریق سب سے بہتر ہے۔ اس میں نہ صرف زندوں کی صحت کی حفاظت، سادگی، کفایت اور احترام میت تمام باتیں موجود ہیں بلکہ اسلام میں تجہیز و تکفین کیلئے ایسی دعائیں مقرر کی ہیں جو مرنے والے کی مغفرت کا ایک ذریعہ بننے کے علاوہ پسماندگان کے زخم خوردہ دلوں کے لئے مرہم کا کام دیتی ہیں۔ انہیں صبر سکھاتی ہیں۔ جنازہ و تدفین میں شریک ہونے والوں کیلئے ان میں بصیرت و عبرت ہے۔ بار بار اللہ کا نام دہرایا جاتا ہے جس سے اس حقیقی و غیر فانی مالک کی قدرت و طاقت کا سکہ فانی، کمزور اور بے بس انسان کے دل پر بیٹھتا ہے۔ اور یہ چیز انسان کو ہزاروں گمراہیوں بے راہ رویوں بے عملیوں اور مایوسیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

ساٹھ برس کے اوپر کے تندرست اصحاب

حالات زندگی

اس سال میری ناچیز زندگی کے ۶۰ برس پورے ہو جانے پر میرے عزیزوں اور دوستوں نے یہ رائے دی کہ میری ڈائمنڈ جوبلی بڑی شان سے منائی جاوے۔ مجھے یہ بات پسند نہ ہوئی۔ امرت دھارا کی جوبلی منانی الگ بات ہے۔ مگر اپنی جوبلی منانے میں اور جلسوں پارٹیوں میں اپنی تعریفیں سننے میں مجھے شرم محسوس ہوئی۔ اس واسطے میں نے اس کی اجازت نہیں دی مگر اس موقع پر ایک بات کرنے کا خیال ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص مرد یا عورت جن کی عمر ۶۰ برس سے اوپر ہے اور اپنی تندرستی و طاقت کو قائم رکھے ہوئے ہیں ان کی طرز زندگی اور ان کی صحت قائم رکھنے کے راز معلوم کر کے دوسروں کو بتلائے جاویں۔ ابھی میں بھی اپنے طریق زندگی اور صحت و طاقت کے راز لکھ دوں گا۔ اس سے پبلک کو بہت فائدہ ہوگا کیونکہ تجربہ سب سے بڑا رہنما ہے۔ ایسے سوالات بنائے جائیں گے جن سے ان کی پوشاک، خوراک و غسل و ورزش۔ کام کاج سب باتوں کا پتہ لگیگا۔ ان کی جسمانی حالت، آنکھ، دانت، ناک کان۔ اندرونی و بیرونی اعضاء کی صحت کا پورا علم ہوگا۔ اور پڑھنے والے جان سکیں گے کہ ہر ایک کی قیام صحت میں کیا راز پوشیدہ ہے یہ کام تب ہو سکیگا۔ اگر اس نیک کام میں سب بھائی امداد کریں۔ اس واسطے بذریعہ اس اخبار کے سب بھائی بہنوں کو جن کی عمر ۶۰ سال سے اوپر ہو چکی ہے اور عام طور پر انہوں نے اپنی صحت کو قائم دکھایا ہے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ پہلے ایک کارڈ پر صرف اتنا لکھ کر بھیجدیں۔ میری عمر ساٹھ سال سے اوپر ہے۔ میں آپ کے سوالات کا جواب دونگا یا دوں گی اور فوٹو بھی بھیجدی جاوے گی۔ نیچے پورا نام و پتہ ہو۔ کافی بھائیوں کی منظوری آنے پر سوالات ان کو پرنٹ میں بھیج دیئے جاویں گے۔ جواب آنے پر ان کو کتابی صورت میں نتائج کے چھاپا جاوے گا۔ ہر مذہب و ملت و قوم کے مرد و عورت کو حصہ لینا چاہئیے۔

(ٹھاکر دت شرما ویدّ موجد امرت دھارا لاہور)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب سنہ ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمیٰ محمد حسین ولد رمضان ذات ارائیں سکنہ رائے پور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۱۳-۶-۴۱ مقرر کیا ہے۔ لہذا جائے مذکور محمد حسین کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۱۰-۵-۴۱

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

تمام بیرونی جماعتیں یوم وصال کے جلسے منعقد کریں اور حضرت بانئے سلسلہ کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایان بنام ما باشد
الصلح خیر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا رسہ روزہ ارگن
پیغام صلح
مسیح موعود نمبر
ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی
جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری
حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب
جماعت احمدیہ کی تعلیم
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
جلد ۲۹
لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء
نمبر
منم مسیح بہ بانگ بلند میگویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

مسیحِ وقت آیا ہادیٔ راہِ ہدیٰ آیا

از جناب مولینا مرتضیٰ خاں صاحب حسن

مبارک مومنوں کو نامۂ خیر الوریٰ آیا
شہِ ملکِ ہدیٰ آیا بروزِ مصطفےٰ آیا

شبِ تاریک تیرہ میں مہِ فرخ لقا آیا
مجسم رحمتِ حق مظہرِ نورِ خدا آیا

خدا ظاہر ہوا جس پر وہ مقبولِ خدا آیا
حبیبِ کبریا آیا امامِ اتقیا آیا

رسول اللہ نے دی تھی بشارت جسکے آنیکی
قسم اللہ کی مجھ کو وہی مردِ خدا آیا

وہ آیا جسکے آنے کیلئے بیتاب دنیا تھی
مسیحِ وقت آیا ہادیٔ راہِ ہدیٰ آیا

فراوانی ہوئی دنیا میں اب یمن و سعادت کی
زہے قسمت خوشا بختِ رسا ظلِ ہما آیا

مسرت سے نہیں پھولے سماتے آج اہلِ دیں
خدا کے دیں کا رکھوالا امامِ باصفا آیا

براہیں کیلئے شمشیر ہاتھوں میں بصد شوکت
رکھے تاجِ ولایت سر پہ از بہرِ غزا آیا

سنبھل جانا ذرا اے دشمنانِ دیں سنبھل جانا
کہ میدانِ وغا میں میرزا شیرِ خدا آیا

ہوا اس کے مقابل ناظفرمند اہلِ باطل کا
غضب کا رعبِ حق لیکر یہ مردِ باخدا آیا

پڑی تھی [illegible] گردابِ بلا میں کشتیٔ امت
خدائے پاک کے لطف و کرم سے ناخدا آیا

بس اب جاتی رہیں گی سب مشکلیں اسلام و امت کی
خدا نے دستگیری کی شہِ مشکل کشا آیا

درخشاں آفتاب اسلام کا اب ہوگا دنیا میں
اڑی ظلمت جہاں سے نیرِ صدق و صفا آیا

پیشکش!

مسیح موعود نمبر کو مطالعہ کیجئے اس سالانہ تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں!

تقریباً ہر سال یوم وصال کے موقعہ پر قارئین پیغام صلح کی خدمت میں مسیح موعود نمبر پیش کیا جاتا ہے اور یہ مذکورہ نمبر کسی نہ کسی مقصد کا حامل ہوتا ہے۔ مثلاً گذشتہ سال جو نمبر شائع ہوا تھا اس میں قریباً تمام مضامین قادیانی عقائد و مسلک کے متعلق شائع کئے گئے تھے اور ان کی اشاعت کا مقصد قادیانی جماعت کی اصلاح تھا۔ لیکن اس سال حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام رکھا تھا جس کے متعلق "پیغام صلح" نے کافی سے زیادہ لکھا ہے اور جماعت کو بار بار اس مذکورہ پروگرام کو بروئے کار لانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ نمبر بھی اسی توجہ کی ایک کڑی ہے اس نمبر میں قریباً تمام مضامین تحریک احمدیت کے تعمیری اور تبلیغی پہلو سے متعلق ہیں اور یہی پہلو تحریک احمدیت کی روح رواں ہے۔ ہم نے کسی گذشتہ شیوع میں لکھا تھا کہ تبلیغ جماعت احمدیہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے، یعنی اس کی بقا اور قیام صرف تبلیغ سے ہے۔ اس لئے امسالہ تبلیغی پروگرام سلسلہ کے استحکام کے لئے بہت مفید ہے۔ جماعت کے ہر ایک دوست کو اس پروگرام میں شامل ہونا چاہئے اور اسے بروئے کار لانے کے لئے عظیم الشان ساعی کا ثبوت دینا چاہئے۔

اس نمبر کے ہر مضمون میں تحریک احمدیت اور حضرت بانئے سلسلہ کے اسلامی اور روحانی محاسن کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور سلسلہ کی خدمات، عقائد اور مقاصد کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ اگر ہر احمدی دوست تبلیغ اور اشاعت میں اسی اسلوب اور طرز کو مدنظر رکھیں تو شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس نمبر کی غرض صرف یہ ہے کہ ہر ایک دوست کے پاس خلاصہ کے طور پر ایسے براہین و دلائل پہنچ جائیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تحریک احمدیت کی خصوصیات کے متعلق تبلیغی نقطہ نگاہ سے انہیں واقفیت حاصل ہو سکے اور تفہیم ہو سکے کہ غیر از جماعت احباب تک کیسے پہنچنا چاہئے اور کس رنگ میں سلسلہ کی تعلیمات کو ان کے سامنے پیش کرنا چاہئے کیونکہ جب تک انسان پر کسی کام کے طریقہ کی وضاحت نہ ہو اس وقت تک وہ اس کام کو کامیابی کیساتھ عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اس نمبر کا مطالعہ ہر اس دوست کے لئے جو امسالہ تبلیغی پروگرام پر عمل پیرا ہیں اور سرگرمی کے ساتھ اسے کامیاب بنانے کی کوشش کر رہے ہیں از حد مفید رہیگا جماعت کے مبلغ اور مجاہد دوستوں کو نظر غائر سے اس نمبر کا مطالعہ کرنا چاہئے اور غیر از جماعت احباب کو بھی مطالعہ کرانا چاہئے۔ تاکہ انہیں خود تحریک احمدیت پر بصیرت پیدا ہو اور غیر از جماعت حلقوں میں احمدیت اور حضرت بانئے سلسلہ کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہو سکیں اور انہیں وسیع پیمانہ پر ہمارا لٹریچر پڑھنے کی تحریک پیدا ہو ہمارا خیال ہے کہ بیرونی جماعتیں اس نمبر کو خرید کر غیر از جماعت حلقوں میں تقسیم کریں گی۔

شروع سال سے جو انفرادی تبلیغ پر زور دیا جا رہا ہے اسے احباب سلسلہ کو کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اور تبلیغ کے لئے جو بھی حالات [illegible] پیدا ہوں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور حضرت امام عصر حاضر کے پیغام کو [illegible] اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پہنچانا چاہئے۔ انفرادی تبلیغ کے [illegible] مسیح موعود نمبر کو ایک یاددہانی تصور کرنا چاہئے اسی پر بس نہیں پیغام صلح [illegible] میں احباب سلسلہ کو اس طرف متوجہ کرتا رہیگا اور اس وقت تک [illegible] لیگا جب تک کہ جماعت کا ایک ایک فرد اس جہاد بالقرآن کی اہمیت کو نہ سمجھے اور اپنے عملی قواء کو جنبش نہ دے بلکہ [illegible] کے ساتھ میدان عمل میں نہ نکل آئے اس نمبر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشادات ہیں اور [illegible] خلوص ارکان سلسلہ کے بلند پایہ مضامین ہیں ان مضامین کے ایک ایک لفظ میں ان قلوب کی دھڑکن [illegible] اعلائے کلمۃ الحق کے زیر و بم پر دھڑکتی ہیں [illegible] ایسی بھی ہوں گی جو خون جگر سے لکھی گئی ہیں [illegible] توقع ہے انہیں خاص توجہ سے مطالعہ کیا جائے گا اور اس شیوع کے تبلیغی مقصد کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی امید ہے ایثار اور خلوص کی اس پیشکش کو جماعت اپنی پوری وجدانی قوت سے شرف قبولیت بخشے گی۔

اس نمبر کے لئے جن بزرگوں اور دوستوں نے اپنے بلند پایہ مضامین عنایت فرمائے ہیں تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ مکرمی مولوی دوست محمد [illegible] کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے [illegible] نمبر کی کاپیاں پڑھنے میں مدد دی۔

ایک اشارہ

مہرِ روشن سے ہے روشن تر جبیں پنجاب کی۔ مولدِ مردانِ حق ہے سر زمیں پنجاب کی

"نیّرِ اسلام" پھر ابھرا اسی کی خاک سے۔ جسکی کرنیں پھوٹ نکلیں سینۂ افلاک سے

اللہ اللہ یہ مقدس آسمانی روشنی۔ اک کرن سے جھلملا اٹھے دو نکی تیرگی

ہاں اسی نیّر[1] کی کرنیں ہاں اسی سورج[2] کا نور۔ خیر و برکت جنکی پھیلا جا رہا ہے دور دور

یہ چراغ حق نما مشرق میں جو روشن ہوا۔ آج مغرب میں بھی نور افروز ہے اسکی ضیا

بس وہی بدبخت اسکی روشنی سے دور ہے

جس کا دل تاریک ہے جس کی نظر بے نور ہے (ج)

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام [2] حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

ایس۔ محمد آصف قادیانی

ایڈیٹر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا پیدا کردہ عظیم الشان انقلاب

اولیاء اللہ میں آپ کی نمایاں حیثیت اور تبلیغ اسلام کا عظیم الشان کام

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۹ مئی ۱۹۴۱ء۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ○ (یوسف رکوع ۱۲)

حق کی تجلی دنیا میں جب ہوتی ہے تو بصیرت والوں کے لئے وہ ایسی ہی روشن ہوتی ہے جیسا کہ آنکھوں والوں کے لئے آفتاب روشن ہے۔ فرمایا وکاین من آیۃ فی السمٰوات والارض کتنی ہی آیتیں یا نشان آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ آیت کہتے ہیں ظاہر کھلی علامت کو۔ تو بتایا کہ حق کی تجلی جو دنیا پر ہوتی ہے اس کی صداقت کے نشانات بہت ہوتے ہیں۔ یمرون علیہا لوگ ان کے اوپر سے گزر جاتے ہیں وھم عنہا معرضون لیکن جب آنکھیں بند ہوں دیکھنا ہی نہ ہو تو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

حق کی سب سے بڑی تجلی

سب سے بڑی حق کی تجلی جو دنیا پر ہوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ یہ محض دعوٰے نہیں جیسا کہ اور پیشواؤں کے متعلق لوگ دعوے کر دیتے ہیں بلکہ یہ امر واقعہ ہے۔ ایک محسوس و مشہود اور یقینی بات ہے کہ جتنی بڑی تجلی محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں ظاہر ہوئی۔ اور کسی وجود میں ظاہر نہیں ہوئی یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جو موافق اور مخالف دونوں کو تسلیم ہے کہ جتنا بڑا انقلاب محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کیا اور کسی شخصیت نے پیدا نہیں کیا۔

محمد رسول اللہ کا پیدا کردہ انقلاب

خوب یاد رکھو کہ کسی شخصیت کا اندازہ ہمیشہ اس انقلاب سے ہوتا ہے جو وہ دنیا میں پیدا کرتی ہے۔ یوں تو کئی لوگ دنیا میں آئے جو معمولی اصلاحی تحریکات پیدا کر کے چلے گئے وہ اتنی بڑی شخصیت کے مالک نہیں ہو سکتے جتنی بڑی شخصیت وہ شخص رکھتا ہے جو دنیا کو پلٹ دیتا ہے۔ اس کے رسم و رواج کو بدل دیتا ہے اسکے اخلاق کو بدل دیتا ہے۔ اسکی تاریخ کو بدل دیتا ہے۔ مردہ انسانوں کو اتنی بڑی قوت کا مالک بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو زندہ کر دیتے ہیں یہ شخص بڑی عظیم الشان شخصیت کا مالک ہے۔

آنحضرت صلعم کا وجود انبیاء میں

دنیا میں بڑے بڑے انبیاء ہوئے مگر ان کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایسا ہے جیسے ظاہر رنگ میں ستاروں کے اندر آفتاب کا وجود۔ جس طرح وہ واضح اور روشن نظر آتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی شخصیت واضح اور روشن ہے مگر یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔ اب بھی آنکھیں پھیر کر لوگ گزر جاتے ہیں۔ اور اس واضح اور روشن وجود کو نہیں دیکھتے۔

آنحضرت کے بعد حق کی تجلیاں

محمد رسول اللہ صلعم کے بعد بھی حق کی تجلیاں مختلف وجودوں میں ظاہر ہوتی رہیں۔ صحابہ کے ذریعہ سے بھی حق کی تجلی ظاہر ہوئی اور ان کے بعد اولیاء اللہ مجددین اور محدثین کے ذریعہ سے مختلف زمانوں میں اسی تجلی کا ظہور ہوتا رہا۔

حق کی ایک عظیم الشان تجلی ہمارے زمانہ میں

ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک عظیم الشان حق کی تجلی ہوئی ہے جو اولیاء اور محدثین میں وہی شان رکھتی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کی شان دوسرے انبیاء میں ہے۔ یہ محض دعوٰے نہیں جو شخص چاہے دیکھ لے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں جو حق کی تجلی ہوئی وہ دوسرے اولیاء میں نہیں ہوئی۔ شروع سے ارادہ الٰہی یہی تھا کہ ایک بڑی عظیم الشان حق کی تجلی آخری زمانہ میں ظاہر ہو۔

ایام جوانی میں حضرت مرزا صاحب کا کام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب جوانی کے ایام میں بھی اسلام کے ایک بڑے زبردست پہلوان تھے۔ اس قدر زبردست کہ کوئی مخالف ان کے سامنے نہیں ٹھیر سکتا تھا اس زمانہ کے حالات کو دیکھا جائے تو عیسائیت بہت زور سے مسلمانوں پر غالب ہوتی جا رہی تھی۔ حضرت مرزا صاحب نے جس جوش اور قابلیت کے ساتھ قبل اس کے کہ آپ کو کسی مقام پر کھڑا کیا جائے اس کا مقابلہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے بعد آریہ سماج پیدا ہوئی جس نے اسلام پر ایک اور زبردست حملہ کیا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے دندان شکن جوابات سے اس کو بھی نیچا دکھایا۔

آپ کا دعوٰی مجددیت اور اس کی عام قبولیت

اسی زمانہ میں آپ کو مجدد کے مقام پر کھڑا کیا گیا۔ اور عین صدی کے سر پر کھڑا کیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صدی سے دس بیس سال ادھر یا ادھر آپ کو کھڑا کیا جاتا کیونکہ راس مائۃ میں اس قدر گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ ایک تو صدی کے سر پر آپ کو مامور کیا گیا اور دوسرے ایسا عظیم الشان کام آپ کر چکے تھے کہ کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کی مجددیت کو تسلیم کیا گیا اس زمانہ میں بھی حق کی حمایت اور اسلام کی خدمت کا بڑا عظیم الشان کام آپ نے کیا۔ اور مخالفین کے حملوں سے اسلام کو بچانے اور اسلام کی صداقت کو واضح کرنے میں پورا زور لگایا۔

دعوٰی مسیحیت و مہدیت کا انقلاب انگیز واقعہ

اس زمانہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے تاریخ اسلام میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ آپ کا وہ دعوٰی تھا کہ میں وہ مسیح ہوں وہ مہدی ہوں جس کے آنے کا انتظار مسلمانوں کو لگا ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مہدویت کے دعویدار پہلے بھی ہوتے رہے ہیں مگر نزول ابن مریم کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونا اس کا دعوٰی پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے ہی کیا۔ یوں اپنے آپ کو کسی نے مسیح کہہ دیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔

دعوٰی مسیحیت انسانی اختیار کی بات نہیں

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جس طرح مہدویت کے دعویدار ہوتے رہے۔ حضرت مرزا صاحب نے مسیحیت کا بھی دعوٰے کر دیا لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کے ساتھ ایسے واقعات لگے ہوئے ہیں جو تمام کے تمام یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک انسان کے اختیار کی بات نہ تھی بلکہ یہ وہ علم تھا جو اللہ کی طرف سے آپ کو دیا گیا۔ اور اس نے پیشگوئیوں کے تمام پہلوؤں کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔

دعوٰی مسیحیت میں سب سے بڑی روک :- حیات مسیح

مسیحیت کے دعوے کے لئے سب سے بڑی روک یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے۔

دوسری بڑی روک :- مہدی اور تلوار

مگر یہ صرف اکیلی روک نہ تھی کہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات ثابت کر دینے سے آپ کا رستہ صاف ہو جاتا۔ بلکہ دوسرے درجہ پر یہ روک بھی آپ کے رستہ میں تھی کہ مسیح کے نام کے ساتھ اسلام کا غلبہ وابستہ تھا اور ایک دوسرے وجود مہدی کا آنا بھی اس کے ساتھ شامل تھا اور یہ خیال عام طور پر پایا جاتا تھا کہ مہدی کے آنے پر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا اور کوئی کافر دنیا میں باقی نہ رہے گا اور تلوار کے ساتھ سب کو مسلمان کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔ یہ دوسری روک تھی کہ مسیح اور مہدی کے آنے سے اسلام کا غلبہ ہوگا اور وہ بھی تلوار کے ساتھ جب تک یہ دو باتیں صاف نہ ہوں اس وقت تک آپ کا دعوٰے کون مان سکتا تھا۔

تیسری روک :- دجال

تیسری روک جو آپ کے رستہ میں تھی وہ یہ تھی کہ

نزولِ مسیح کے ساتھ بعض ایسی پیشگوئیاں شامل تھیں جن کو پورا کرنا آپ کے بس کی بات نہ تھی۔ دجال آئے گا جو ایک آنکھ سے کانا اور یک چشم ہوگا۔ اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا۔ ایک عجیب الخلقت گدھا اس کے ساتھ ہوگا جو اس کے ماننے والے ہیں ان کو بہشت میں رکھے گا اور جو اس کے کافر ہوں گے ان کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ یہ اتنی بڑی روک تھی کہ اس کا اٹھانا بہت ہی مشکل کام تھا۔

چوتھی روک:۔ یاجوج ماجوج

پھر چوتھی بات اس دجال کے ساتھ ایک عجیب مخلوق کا ہونا ہے۔ جو ہیں تو انسان ہی مگر انہیں معمولی انسان نہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی یاجوج ماجوج جن کے متعلق پیشگوئی ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہ ہوگی۔

پانچویں روک:۔ مغرب سے طلوعِ آفتاب

پھر ایک پانچویں بات یہ تھی کہ مسیح کے زمانہ میں آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ یہ اور بھی زیادہ خطرناک روک تھی۔ اگر باقی چیزوں کو انسان منطق سے۔ دلائل سے حل بھی کرے تو بھی آفتاب کے مغرب سے طلوع کا معاملہ ایسا نہ تھا کہ وہ آسانی سے حل ہوسکتا۔ یہ پانچ باتیں ایسی زبردست رکاوٹیں تھیں کہ کسی کو دعوے کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔

پہلا انقلاب
وفاتِ مسیح کو منوایا

غور کیجئے وہ عیسٰی جو تیرہ سو سال سے آسمان پر زندہ چلا آتا تھا اس کو زمین میں مدفون بتانا یہ تو خیر کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان کرسکتا ہے لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہ تھا کہ اس کو دنیا سے منوا بھی لیا جاتا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں قومیں مسیح کو زندہ مانتی چلی آتی تھیں اس خیال کو دماغوں سے نکال دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں، لیکن دیکھئے کہ وہ خیال آپ کے سامنے ہی مسلمانوں میں سے بھی اور عیسائیوں میں سے بھی نکل گیا بیشک اس زمانہ کو دیکھ لیجئے۔ اس وقت وفاتِ مسیح کا نام بھی لینا کفر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن کتنا عظیم الشان انقلاب حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ آج حضرت عیسٰی کی زندگی کے خیال کو بھی مٹا دیا ابھی تھوڑے اور زمانہ میں آپ دیکھ لیں گے کہ لوگ تعجب کریں گے اس بات پر کہ مسیح کو زندہ آسمان پر سمجھا جاتا تھا۔

دوسرا بڑا انقلاب
تلوار سے اشاعت کا عقیدہ مٹ گیا

تلوار کے ساتھ غلبہ اسلام دوسری روک تھی آپ کے رستہ میں جو یہاں تک اہمیت حاصل کرچکی تھی کہ فقہا نے بھی اس بات کو ایک نہ ایک رنگ میں تسلیم کرلیا تھا۔ اور قرآن کی اس آیت کے ہوتے ہوئے کہ لا اکراہ فی الدین پھر بھی تلوار سے مسلمان کرنے کا عقیدہ عام طور پر رائج تھا۔ لیکن اس انقلاب کو دیکھئے کہ اس خیال کو بھی کہ تلوار کے ذریعہ دوسروں کو مسلمان کیا جاسکتا ہے یا پہلے مسلمان کیا جاتا رہا۔ اور آئندہ بھی کیا جائے گا اس طرح مٹا دیا کہ اس کا نام و نشان ہی باقی نہیں رہا۔ یہ خیال بھی مٹ گیا کہ اسلام کو گزشتہ زمانہ میں تلوار کے زور سے پھیلایا گیا اور یہ خیال بھی باقی نہ رہا کہ آئندہ کبھی اسلام پھیلانے کے لئے تلوار کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ دوسرا بڑا انقلاب ہے

جو حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اسلام اپنی معقولیت اور خوبیوں کی وجہ سے پھیل سکتا ہے۔ تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔

حقیقتِ دجال کی وضاحت اور اسلامی دنیا کا تمسخر

تیسری بات جیسا کہ میں نے کہی دجال کے متعلق عام خیال تھا۔ تیرہ سو سال سے حدیثوں کے اندر ایسا لکھا ہوا تھا اس کو کوئی نکال نہیں سکتا تھا۔ بھلا اتنے بڑے خیال کو مٹانا کتنا بڑا انقلاب ہے۔ اور جب حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو پیش کیا کہ دجال سے مراد یہی عیسائی قومیں ہیں اور اس کا کانا ہونا جسمانی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دین کی آنکھ بند ہے اور دنیا کی روشن۔ اور اس کے گدھے سے مراد ریل ہے۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ جب اس خیال کو پیش کیا گیا تو بچہ بچہ اس پر ہنستا تھا اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی تھیں کہ یہ خوب ہے کہ گدھا ریل بن گیا۔ اور بہشت یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ ہو جائے اس کو وہ آرام کے سامان دیتا ہے اور دوزخ یہ ہے کہ جو مخالف ہو اسکو عذاب دیتا ہے۔

تیسرا انقلاب
حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ حقیقتِ دجال مان لی گئی

مگر غور کیجئے آج سے پچاس سال پیشتر ۱۸۹۱ء میں جو خیال حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اور اس وقت اس پر تمسخر کیا جاتا تھا آج یہ دن ہے کہ سخت سے سخت مخالف بھی اسی خیال کا حامی ہے یہ کس انسان کے بس کی بات تھی کہ دماغوں کو اس طرح بدل دے اور جس چیز پر آج سے پچاس سال پیشتر ہنسی کی جاتی تھی اس کو سب کے سب ماننے لگ جائیں۔

> **حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیاءِ اُمت کے اندر اتنا ہی نمایاں ہے جتنا محمد رسول اللہ صلعم کا وجود انبیاء میں روشن اور نمایاں ہے**
> (خطبہ جمعہ فرمودہ ۹۔ مئی فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

چوتھا انقلاب
یاجوج ماجوج کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے خیال کا اثر

اسی طرح یاجوج ماجوج کے متعلق آپ نے بتایا کہ یہ یورپین اقوام ہی ہیں۔ لیکن اس وقت کون مانتا تھا، مگر آج سب اسی کے قائل ہیں۔ کیا یہ کسی انسان کا کام ہے؟

دماغوں کو بدلنا خدا کا کام ہے

خوب یاد رکھو کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا کہ اس طرح خیالات کو بدل دے کبھی کوئی تاریخ نویس ان باتوں پر غور کریگا تو وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے گا کہ یہ خدائی کام تھا اول تو یہی ناممکن تھا کہ انسان کے دماغ میں یہ بات آسکے کہ دجال کیا ہے اور یاجوج ماجوج کون ہے - - - - -

- - - - - - - - - - - -

- - - - - - اور پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ دوسرے لوگوں کے دماغوں کے اندر بھی وہ بات جاگزین ہو جاتی۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا کام نہ تھا یہ خدائی فعل ہے کہ اس نے وہ بات جو اپنے بندہ کے منہ سے نکلوائی سخت سے سخت مخالفین سے بھی منوائی۔

دجال کی حقیقت بتانیوالے شخص کا ذکر حدیث میں

عجیب بات ہے کہ دجال کی علامات حدیث میں جہاں بیان ہوئی ہیں وہیں ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص میری اُمت میں سے اُٹھے گا اور کہے گا ھٰذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ اگر دجال وہی ہوتا جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا۔ اس کے ساتھ ستر ہاتھ لمبا گدھا اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ اور اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا تو کون ہے جو اس کو پہچان نہ سکے، پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی شخص لوگوں کو بتائے کہ یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے کیا ہے۔ یہ کس نے لوگوں کو بتایا؟ سوائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کون ہے جس نے دجال کی حقیقت کو دنیا پر واضح کیا اور واضح کیا کہ چار و ناچار دنیا کو ماننا پڑا۔

یاجوج ماجوج اور علامہ اقبال

میں کہتا ہوں اول تو یہ خیال ہی انسانی دماغ میں آنا مشکل تھا کہ دجال سے یہ مراد ہے مگر یہ کس طرح ممکن تھا کہ جس خیال پر آج سے پچاس سال پیشتر لوگ ہنستے تھے۔ اسی کو ان کے دماغوں میں ایسا راسخ کر دیا جائے کہ اس کے سوائے پہلے خیال کو قابلِ مضحکہ سمجھنے لگیں۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج کے متعلق علامہ اقبال جیسا آدمی بھی پکار اُٹھے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

یہ تمام انقلابات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت کا نتیجہ ہیں تو یہ چار پرانے خیال مٹا کر چار نئے خیال پیدا کر دیا۔ - - - - - - - - - اور اس قوت سے پیدا کر دیا کہ بڑے بڑے مخالف اس کو روک نہ سکے بلکہ خود انہی کے قائل ہو گئے یہ کسی انسان کا کام نہ تھا۔ جس طرح سے تیر کو کمان میں جس قدر زیادہ قوت کے ساتھ پھینکا جائے اسی قدر تیزی سے اور اسی قدر دور وہ جا کر پڑتا ہے۔ اسی طرح جس قوت کے ساتھ ایک خیال کو پیش کیا جائے اسی قدر وہ مؤثر ہوتا ہے۔ اور یہ قوت پیدا کرنا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ قوت ملتی ہے۔ دیکھ لو ان چاروں خیالات کا مقابلہ بڑی قوت کے ساتھ علماء نے کیا لیکن آج یہ چاروں خیالات دنیا میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ یہ خدائی اقتدار کا نتیجہ ہے۔ جس نے حضرت مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔

مغرب سے طلوعِ آفتاب کا حل بھی حضرت مرزا صاحب کو ہی بتایا گیا

میں نے کہا تھا کہ ایک اور پانچویں روک آپ کے رستہ میں بڑی زبردست تھی وہ یہ کہ آفتاب مغرب سے طلوع کریگا اس کو حل کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ لیکن روشنی کی ایک شعاع پڑنے سے ساری چیزیں اس طرح روشن ہو جاتی اور ایک دوسرے کی مؤید نظر آتی ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے نے اسی خیال کے مدنظر بات کہی تھی۔ جس انسان کو یہ بتایا گیا کہ دجال عیسائی اقوام ہیں جس کو یہ علم دیا گیا کہ یورپین اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں۔ اسی کو یہ بھی بتایا گیا کہ جس طرح آفتاب اسلام پہلے مشرق میں طلوع ہوا اور اس کی ترقی مشرق میں ہی زیادہ تر

ہوتی چلی گئی اسی طرح آخری زمانہ میں مغرب سے آفتاب اسلام طلوع کرے گا اور مغرب کی سرزمین کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر دے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ گزشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسلام کا قدم مشرق میں ہی زیادہ تر پھیلا باوجودیکہ مغرب میں مسلمانوں کی بادشاہتیں قائم ہوئیں مگر دیکھ لیجئے کہ مغرب سے آفتاب اسلام طلوع نہ ہوا یہ آخری زمانہ کیلئے ہی مقدر تھا۔

تبلیغ اسلام کا خیال مسلمانوں میں مٹ چکا ہے

اگر کبھی تاریخ اسلام کو ٹٹولیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اسلام کا خیال آہستہ آہستہ مسلمانوں میں سے مٹتا چلا گیا یہاں تک کہ ہمارے اس زمانہ میں بالکل ہی یہ خیال دماغوں سے نکل چکا ہے۔ اگر مزید ثبوت کی ضرورت ہو تو اسی سے دیکھ لیجئے کہ آج خواہ کتنے بھی دلائل آپ تبلیغ اسلام کی ضرورت کے حق میں دیں۔ اپنا کام اور اس کے عملی نتائج بھی پیش کریں تاہم مسلمانوں کے اندر تبلیغ کا ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو دوبارہ زندہ کیا

ایسی حالت میں بڑا مشکل تھا کہ ایک معمولی ولولہ بھی اس کے لئے پیدا کیا جا سکتا۔ مگر وہ شخص جس کو کھڑا کیا گیا اس نے نہ صرف تبلیغ اسلام کے خیال کو دوبارہ قوت دی بلکہ اسے ایک نیا رخ بھی دیا اور اُن مغربی ممالک کی طرف اس کا رخ پھیر دیا۔ جن کو یہ خیال ہے کہ وہ تبلیغ کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیائے اُمت میں

اسی لئے میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیاء اُمت کے اندر اتنا ہی نمایاں ہے جتنا محمد رسول اللہ صلعم کا وجود انبیاء میں روشن اور نمایاں ہے۔

تبلیغ اسلام کا عملی کام

پھر نری یہی بات نہیں کہ تبلیغ کا خیال ہی پیش کر دیا ہو بلکہ عملی رنگ میں بھی اس کو کر دکھایا۔ اتنا زور سے کر دکھایا کہ باوجودیکہ قوم کا ایک بڑا حصہ اس اصل مقصد سے ہٹ بھی چکا ہے وہ کام بفضلہ تعالیٰ جاری ہے۔ اور یورپ میں جگہ جگہ تبلیغ اسلام کے مرکز اور مسجدیں بن گئی ہیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

قادیان کے غلو کا نتیجہ

غور کیجئے کہ کیا نتیجہ ہوا ہے اس غلو کا جو قادیان میں پیدا ہوا۔ جس مقصد کے لئے حضرت مرزا صاحب کو کھڑا کیا گیا تھا وہ مقصد سامنے نہ رہا۔ اور صرف نبی منوانا باقی رہ گیا۔ اگر مجدد کی حیثیت آپ کو دیں تو بڑا عظیم الشان کام آپ کا نظر آتا ہے کہ مغرب میں اسلام کی تبلیغ کی بنیاد رکھ دی۔ یہ تو حضرت مرزا صاحب کا کارنامہ بحیثیت مجدد ہونے کے ہے۔ کہ مغرب میں اسلام کا جھنڈا گاڑا لیکن نبی کی حیثیت اگر آپ کو دیں تو نبی تو اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۳۹) اسی لئے میں بار بار زور دیتا ہوں کہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آج لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح کلمہ ان کے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے۔ لیکن اس کو صاف طور پر نہیں کہہ سکتے کیونکہ جانتے ہیں کہ لوگ کہہ دیں گے نیا دین بنا دیا۔

حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانیکا نتیجہ

اب غور کر لیجئے یہی کام آج قادیانیوں کے مد نظر رہ گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے وجود کو بحیثیت نبی منوائیں تو ایک تو ان کی توجہ اصل مقصد سے پھر گئی جو اس غلو کا نتیجہ ہے کہ آپ کو مجدد سے نبی بنا دیا۔ اگر مجدد کی حیثیت رکھتے تو آپ کا کام بڑا شاندار نظر آتا لیکن نبی کی حیثیت سے کیا کام ہوا تیرہ سو سال میں مسلمانوں کی جو تعداد چالیس کروڑ تک پہنچ چکی تھی۔ وہ صرف دس لاکھ رہ گئی۔ ۱۹۲۸ء میں بھی جب میاں محمود احمد صاحب ولایت سے آئے تھے تو کہتے تھے کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے۔ آج بھی وہی دس لاکھ ہی کا دعویٰ ہے۔ یہ نبی بنانے کا نتیجہ ہے۔

جماعت احمدیہ کا شاندار کام اور مسلمانوں کا اعراض

تو باوجودیکہ جماعت کے ایک بڑے حصہ نے اصل مقصد کو چھوڑ دیا ہے تاہم اصل کام کو خدا تعالیٰ نے ضائع نہیں ہونے دیا بلکہ ایک چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے اس کام کو زندہ رکھا اور باوجود جماعت کی قلت کے اس قدر شاندار پیمانہ پر اس کام کو چلوایا کہ آج باہر سے آنیوالے نہیں پہچان سکتے کہ یہ وہی جماعت ہے جو اس قدر شاندار تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے سامنے لاکھ دلائل رکھو کوئی حرکت ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی۔ اور نہیں دیکھتے کہ ایک چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا کام کر لیا ہے تو وہ سب مل کر اگر کریں تو کتنا بڑا کام ہو سکتا ہے وکاین من آیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔ جس طرح مسلمانوں کی آنکھیں اس سے بند ہیں اور وہ اس کھلے نشان کو نہیں دیکھتے اسی طرح قادیانیوں کی بھی آنکھیں اس سے بند ہیں۔

اپنی جماعت سے خطاب

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری آنکھیں کھلی ہیں؟ کیا تم بھی خیال کرتے ہو کہ یہ کتنا بڑا کام ہے تعلیم اسلام کو پہنچانا کیا تمہارے دل اس کام کی عظمت کو محسوس کرتے ہیں؟ اگر نہیں محسوس کرتے تو ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

تبلیغ اسلام کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھو

لیکن اگر اس کام کی عظمت تمہارے دلوں میں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کو اپنا لو۔ اس کو اپنا کام بنا لو۔ انسان جس کام کو اپنا سمجھتا ہے اس میں اس کی قوت کم نہیں ہوتی بلکہ ہر حال میں اس کو پورے زور کے ساتھ جاری رکھتا ہے۔ ایک تاجر خواہ کچھ ہو جائے اپنی توجہ کو اپنی تجارت سے ہٹنے نہیں دیتا جو کام انسان کا اپنا ہوتا ہے اس کو کرتا چلا جاتا ہے۔ خواہ کتنی بھی مجبوریاں اور رکاوٹیں پیش آئیں کوئی شکایت کسی کی اس کو اس کے کام میں ڈھیلا نہیں کر سکتی۔

غلطیاں اور جھگڑے رکاوٹ کا موجب نہ ہونے چاہئیں

تمہیں بھی تبلیغ اسلام کے کام کے لئے مسیح موعودؑ کا وارث بنایا گیا ہے تمہارا فرض ہے اس کو اپنی وراثت سمجھ کر پورے دل وجان سے سرانجام دو اور کوئی شکایت کسی کی کوئی غلطی اس کام میں تمہیں سست نہ ہونے دے۔ کام کرنیوالے انسان ہی ہوتے ہیں فرشتے نہیں ہوتے مجھے بڑا پسند آیا مسٹر چرچل کا وہ فقرہ جو انہوں نے اس اعتراض کا کہ جب تمہارے پاس پورا سامان نہ تھا تو کیوں یونان میں فوجیں اتاریں اور شکست کھائی جواب دیتے ہوئے کہا کہ:-

"میں نے کبھی بھی کسی چیز کا وعدہ نہیں کیا سوائے خون آنسوؤں اور محنت ومشقت کے اسکے ساتھ میں اب غلطیوں، کمزوریوں اور مایوسیوں کا پورا حصہ بھی شامل کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ ایک لمبا عرصہ تک جاری رہیگی جس کے اختتام پر مجھے پورا یقین ہے کہ ہمیں پوری اور آخری فتح حاصل ہوگی۔"

یہی کام کرنیوالوں کا حال ہوتا ہے تم کیوں چاہتے ہو کہ خدا کا کام کرنیوالوں سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔ کوئی جھگڑا ایک دوسرے سے نہ ہو۔ قرآن کریم میں تو یوں بھی تسلی دی ہے ونزعنا ما فی صدورھم من غل جو کچھ سینوں کے اندر رنج وکدورت ایک دوسرے کے متعلق رہ گیا ہوگا وہ قیامت کے دن ہی زائل ہوگا اس قرآن کو ماننے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ باہم جھگڑا نہ ہو یا کوئی غلطیاں سرزد نہ ہوں۔

کام کی عظمت کو سامنے رکھو

تم کام کی عظمت کو اپنے سامنے رکھو یہ جھگڑے وغلطیاں بھی ہوتی رہیں گی لیکن باوجود اس کے کام آگے بڑھ رہا ہے ترقی کر رہا ہے دن بدن آگے چل رہا ہے۔

آنریری کام کرنیوالے

تم میں کام کرنیوالے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں جوانی سے اس کام کیلئے وقف کیں۔ اور یوں ساری عمر اسی کام میں بسر کر دی۔ اور وہ بھی ہیں جو سرکاری کاموں میں تھے اور اب پنشنیں لیکر اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔ مولانا عزیز بخش صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ اس بڑھاپے میں اس کام کو کر رہے ہیں بابو منظور الٰہی صاحب اسی کام کو کرتے ہوئے اس دنیا سے گزر گئے۔

میاں محمد صادق صاحب کی شاندار قربانی

اب تازہ ترین مثال میاں محمد صادق صاحب کی ہے وہ اگر چاہیں تو اب بھی معقول تنخواہ پر سرکاری کام میں لگ سکتے ہیں۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ اس وقت بھی انکو اڑھائی تین سو کی پیشکش آئی لیکن انہوں نے اسے رد کر دیا اور انجمن کے کام کو ترجیح دی۔

خدا کے کام کو سب ضروریات پر ترجیح دو

یہ رنج میں چاہتا ہوں کہ قوم کے اندر پیدا ہو اپنے کاموں کی اہمیت اتنی نہیں بڑھانی چاہئے کہ خدا کے کام پر انہیں ترجیح دی جائے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ جب کسی کو چندہ کیلئے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں آپ کو ہمارے اخراجات کا علم نہیں۔ میں کہتا ہوں کیوں تم اپنے اخراجات کو اسقدر بڑھاتے ہو کہ خدا کے کام کیلئے کچھ نہیں نکل سکتا۔ جسکو آٹھ سو روپیہ ماہوار آتا ہے کیوں وہ ساڑھے سات سو میں گزارہ نہیں کر سکتا اور پچاس روپیہ خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی تنخواہ آٹھ سو کے بجائے ساڑھے سات سو ہوتی تو پھر کس طرح گزارہ کرتا۔ اگر سو روپیہ کمانیوالے کی تنخواہ پچانوے روپیہ ہوتی یا اگر پچاس روپیہ آمد رکھنے والے کی تنخواہ پینتالیس روپیہ ہوتی کیا اس کا گزارہ اس میں نہ چلتا۔ بات یہ ہے کہ خدا کے کام کی اہمیت دلوں میں نہیں۔ اگر خدا کے کام کو اہمیت دے لو۔ جہاں کمی آسکتی ہے کمی کر لو جہاں بڑھا سکتے ہو بڑھا لو تو آسانی سے سب کچھ ہو جائیگا۔ جب تک اس کام کی اہمیت تمہارے دلوں میں موجود ہے تم مٹ نہیں سکتے لیکن جب اہمیت باقی نہ رہے تو تم بھی مٹ جاؤ گے۔

پہلے نتائج کی قدر کرو

خدا تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو ما قدروا اللہ حق قدرہ کے مصداق بنے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تھوڑے سے کام کے بہت بڑے نتائج دیتے ہیں جو اسقدر عظیم الشان ہیں کہ جو شخص باہر سے آکر دیکھتا ہے وہ سمجھ نہیں سکتا کہ تم وہی ہو جنہوں نے اسقدر عظیم الشان کام کیا ہے۔ اسکی قدر کرو اور اسکی اور زیادہ ترقی دو۔ تعداد کے لحاظ سے تم تھوڑے ہو لیکن چاہئے کہ تمہارا کام بہت ہو اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تمہارے دلوں میں جوش زیادہ ہو۔

حضرت مسیح موعود کے بلند اخلاق اور اپنے دوستوں سے حسن سلوک

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اسلام کی سب سے بڑی خوبیوں میں سے ایک خوبی مساوات اور مسلمانوں کا باہمی رشتہ اخوت ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے آپ کے متبع یا مرید نہیں بلکہ آپ کے بھائی اور اصحاب کہلاتے ہیں۔ کتنی بڑی فضیلت اور کیا خوش بختی ہے جو مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ مسلمان تو آنحضرت صلعم کی غلامی میں اور آپ کا ادنیٰ چاکر بننے میں اپنی رفعت شان سمجھتا ہے اور حضور صلعم کی جوتیوں کی گرد کے برابر ہو جانا باعث فخر تصور کرتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلعم جو انسانیت کو بلند کرنے اور اپنی قوم کو اونچا کرنے کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ایک معمولی سے معمولی انسان کو بھی اپنا بھائی تصور کرتے ہیں اور ہر شخص کو اپنے سینہ سے لگا لیتے ہیں۔ کسی کو یہ محسوس بھی نہیں ہونے دیتے کہ متبع یا مرید ہونے سے کوئی شخص ہیچ یا نیچا ہو جاتا ہے۔ یہی وہ خوبصورت اخلاق تھے جنہوں نے ایک دنیا کو آپ کے گرد جمع کر دیا اور لوگ پروانہ وار شمع رسالت پر نثار ہونے لگے۔ واللہ اگر آپ سخت دل ہوتے اور حسن اخلاق سے کام نہ لیتے تو جیسا کہ آیت مندرجہ عنوان سے ظاہر ہے۔

اس زمانہ کے امام اور امت محمدیہ کے موعود مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اپنے اخلاق میں یکتائے روزگار تھے جن حضرات کو آپ کے فیض صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت اقدس کے ہاں بھی پیر اور مرید کا سلسلہ نہ تھا۔ بلکہ ایک **بھائی چارہ** تھا۔ ماننے والے بے شک آپ کے عاشق تھے اور دل و جان سے ہر ارشاد کی تعمیل کیلئے آمادہ اور منتظر رہتے لیکن حضرت اقدس کا رویہ ہر ایک سے دوستانہ اور برادرانہ ہوتا تھا ہر ایک دوست کو حبی فی اللہ اور اخویم کے لقب سے یاد فرماتے۔ دوستوں کی تواضع اور خاطرداری درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ مریدان جان نثار زیارت کو آتے ہیں تو حضرت بنفس نفیس دوڑ دوڑ کر ان کیلئے شربت لسی، چائے اور ضروری اشیائے خوردنی لا رہے ہیں۔ ریل، موٹر یا سواری کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں اس لئے ملاقاتیوں کے آنے کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں۔ وقت بے وقت لوگ قادیان پہنچتے ہیں لیکن حضرت اقدس نے کبھی تکلیف یا بے آرامی محسوس نہیں کی۔ بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور ہر آنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے آنے سے حضرت کو فی الواقعہ دلی راحت پہنچی ہے۔

کھانے کے وقت دسترخوان بچھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود اور احباب اکٹھے کھانے پر بیٹھتے ہیں۔ مریدوں کو تو یہ خوشی اور فخر ہے کہ وہ اپنے امام کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے ہیں اور حضرت کو یہ خوشی ہے کہ انہیں اپنے احباب کی خاطرداری کا موقع ملا۔ چنانچہ آپ بار بار خود اٹھ کر گھر کے اندر تشریف لے جاتے ہیں اور کبھی چٹنی یا اچار لے آتے ہیں کبھی کوئی شیرینی لے آتے ہیں۔ پھر اچھی اچھی چیزیں اٹھا کر دوستوں کے آگے رکھتے ہیں اور اصرار و فرمائش سے دوستوں کو کھلاتے ہیں۔ حضرت خود تو بہت تھوڑی غذا کھاتے تھے۔ بس آپ کو یہی فکر معلوم ہوتی تھی کہ دوستوں کی خاطر خواہ طور پر تواضع کی جائے۔ سبحان اللہ! یہ عجب پیری مریدی ہے۔

عدم احترام، حفظ مراتب اور جذبہ جان نثاری کے باوجود ظاہری تکلفات کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا۔ مامور وقت اور آپ کے متبعین جس وقت باہم مل کر بیٹھتے تھے تو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون۔ حضرت اقدس کی مجلس کا وہی رنگ ہوتا تھا۔ جو ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلعم کی مجالس میں ہوتا تھا۔ وہاں بھی آنے والا نووارد بسا اوقات سوال کرتا تھا کہ تم میں سے محمد کون ہے۔ کوئی امتیازی نشان یا خاص جائے نشست آپ کیلئے مخصوص نہیں تھی۔ اپنے دوستوں میں آپ گھل مل کر بیٹھے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی کئی بار نووارد کو دھوکا لگ جاتا تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب چولا باوا نانک صاحب کی زیارت کیلئے حضرت مسیح موعود اور آپ کے چند دوست ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام کیا۔ شہر کے لوگ حضرت کی آمد کی خبر سن کر جوق در جوق ملاقات کیلئے آئے۔ لیکن ہر شخص جو آتا وہ سب سے اول حضرت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی طرف توجہ کرتا اور پہلے آپ سے ہی مصافحہ کرتا نووارد ان کے زعم میں مولوی محمد احسن صاحب ہی مسیح موعود تھے اور اصل مسیح موعود اور خدا کے برگزیدہ مامور مجلس میں ایسی سادگی سے تشریف فرما تھے کہ ناواقف آدمی کا دھیان فوراً اس طرف نہیں جا سکتا تھا۔

گھر میں کئی بار ایسا ہوا کہ آپ کے دوست یعنی جان نثار مرید چارپائی پر بیٹھے ہیں اور حضرت خود فرش پر تشریف فرما ہیں۔ اور ایسا کرنے میں حضور کو لطف آتا تھا اور راحت محسوس ہوتی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سوار کر کے آنحضرت صلعم نے ساتھ ساتھ پیدل چلنے میں لذت محسوس فرمائی، خدا کے برگزیدہ اور رسل اپنے اس رویہ سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بھی انسان ہیں **بشر مثلکم** کے مصداق ہیں اور ان کے ماننے والے اور متبعین بھی انسان ہیں اور انسانیت کو زندہ رکھنا مذہب کا سب سے پہلا کام ہے۔ جس مذہب نے انسانیت کو ختم کر دیا۔ وہ مذہب جھوٹا ہے۔ افسوس ہے۔ آج خود مسلمان پیروں اور گدی نشینوں نے ایسا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ جو انسانیت اور اسلامی اخوت کو کچل دینے والا ہے۔ یہ طریق سراسر خلاف سنت رسول اور خلاف منشائے الٰہی ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

علی الصبح سیر کو جاتے وقت بسا اوقات مرید آگے نکل جاتے اور حضرت پیچھے رہ جاتے۔ ایک مرتبہ سیر کے دوران میں جبکہ حضرت اور آپ کے احباب ۲ یا ۳ میل دور نکل گئے تھے۔ واپسی سے قبل کچھ عرصہ قیام فرمانے کا ارادہ ہوا۔ ایک دوست نے چادر بچھا دی۔ تاکہ حضور اس پر تشریف رکھیں۔ حضرت اقدس بیٹھ گئے۔ بعض دوست پیچھے رہ گئے تھے ان کی بھی انتظار تھی۔ جونہی کوئی صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے "ادھر آیئے" کی دعوت دیکر انہیں اپنے پاس چادر پر بیٹھنے کی ہدایت فرمائی اور آپ تھوڑا سرک گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور صاحب آ گئے تو حضرت نے انہیں بھی چادر پر بٹھایا اور خود تھوڑا سا اور سرک گئے۔ اسی طرح ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ چادر تو ساری مریدوں کے نیچے آ گئی اور حضرت اقدس خود صاف زمین پر ہو بیٹھے۔ تواضع، ایثار اور پاکیزگی اخلاق کا کیا عمدہ نمونہ ہے۔

قادیان سے آپ کے مخلص احباب جب واپس روانہ ہوتے تو حضرت اقدس بنفس نفیس ان کو یکہ پر سوار کرانے تشریف لے جاتے اور کئی بار آپ دور تک ساتھ ساتھ پیدل چلے جاتے اور اس طرح اپنے آقا اور مطاع کی سنت کو تازہ کر کے اخلاق محمدی کا نمونہ پیش فرماتے۔ آج کل کے فرعون مزاج پیر ایسا نمونہ کہاں پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت اقدس کے احباب میں سے ہر ایک یہ محسوس کرتا تھا کہ حضور کو اس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے تمام دوستوں سے یکساں الفت و مروت کا سلوک کرتے تھے۔ امیر و غریب کی تمیز نہ تھی اور کسی امیر سے اس کی امارت کی وجہ سے زیادہ محبت نہ تھی۔ بلکہ اخلاص اور دین کے لئے تڑپ اور جذبۂ خدمت ان خصوصیات کا مالک زیادہ قابل قدر سمجھا جاتا تھا۔

طبیب روحانی اور مسیحا ہونے کے علاوہ حضرت اقدس جسمانی عوارض کا بھی علاج فرمایا کرتے تھے۔ قیمتی ادویات کا ذخیرہ آپ کے پاس موجود رہتا تھا۔ جو حاجتمندوں کی خدمت کیلئے وقف تھا۔ صرف دوست و احباب ہی استفادہ نہیں کرتے تھے بلکہ ہر کس و ناکس بلا امتیاز مذہب و ملت آپ کے پاس پہنچ کر اپنے دکھ کا دارو حاصل کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے قلب صافی میں ہمدردی بنی نوع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اپنے تعلق والوں اور دوستوں کیلئے تو حضرت مسیح موعود کے دل میں بے حد محبت اور درد تھا۔ ان کی تکلیف کو وہ اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے۔ جماعتی تعلقات کو رحمی تعلقات سے کم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ قابل ترجیح خیال کیا جاتا تھا۔ اپنے مریدوں کو آپ اپنا بھائی سمجھتے تھے اور نوجوان ممبران کو اپنی اولاد کی طرح عزیز تصور فرماتے تھے۔ ذیل میں حضرت اقدس کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو حضور نے اپنے ایک مخلص باوفا فرشتہ سیرت مرید اور ایک سچے عاشق مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم کی شدت علالت کی خبر معلوم کر کے تحریر فرمایا۔ مرحوم

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۳ پر)

مسیح موعود کے دعوے پر پچاس (۵۰) سال!

تاریخ اسلام میں انقلاب عظیم

از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

۱۸۹۱ء میں کتاب ازالہ اوہام کے طبع پر بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور ۔۔۔۔ آنے والے مسیح کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان کے مصداق آپ ہی ہیں اگر ایک طرف عالم اسلام میں ایک عظیم الشان ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوا تو دوسری طرف تاریخ اسلام میں ایک انقلاب عظیم بھی اس سے پیدا ہو چکا ہے۔ اس دعوے پر مخالفت کا طوفان اسقدر بلند ہوا کہ ایک معمولی انسان اس کے اندر کھڑا نہ رہ سکتا تھا۔ چہ جائیکہ جیسا کہ علماء کا خیال ہے۔ ایک مفتری علی اللہ ہو جو دن رات خدا پر جھوٹ بنا کر اس کے بندوں کو گمراہ کر رہا ہو۔ پھر وہ مخالفت کوئی ایسی نہ تھی کہ دو چار دس سال میں ختم ہو گئی ہو۔ بلکہ آج اس دعوے پر پچاس سال گذر جانے کے بعد بھی اسکا سلسلہ جاری چلتا ہے مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ آریہ سماجیوں نے مل کر بھی زور لگایا اور علیحدہ علیحدہ بھی زور لگایا کہ وہ اس تحریک کو نیست و نابود کر دیں مگر اللہ تعالےٰ نے نہ صرف اسے زندہ رکھا بلکہ اس تحریک کا قدم روز بروز ترقی کی طرف ہی اٹھتا چلا گیا۔ یہانتک کہ آج پچاس سال بعد گو گنتی کے لحاظ سے یہ بہت بڑی جماعت نہ ہو گی اپنے اثر کے لحاظ سے اسلام میں یہ سب سے زبردست تحریک نظر آتی ہے اور کم و بیش دنیا کے ہر ملک تک اسکا اثر پہنچ گیا ہے مسلمان بھائیوں کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ کیا تائید الٰہی کے بغیر یہ ہو سکتا تھا ؟

مسلمان اس گئی گذری حالت میں بھی اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ کیا یہ ہو سکتا تھا کہ ایک شخص دن رات خدا پر جھوٹ بولے اور اس ذریعہ سے ہزارہا مخلوق خدا کو گمراہ کر رہا ہو اور دوسری طرف علمائے حق پرست ہوں جو خدا کے دین کی تائید کے لئے کھڑے ہوں اور اپنا پورا زور اس مفتری علی اللہ کو گرانے کے لئے لگا رہے ہوں مگر باوجود ان کی ساری جدوجہد اللہ تعالےٰ کی راہ میں اکارت جائے اور وہ مفتری علی اللہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتا ہوا کامیاب ہوتا چلا جائے گویا بقول علماء حق اور باطل کی ایک زبردست کشتی ہوئی جس میں اللہ تعالےٰ نے حق کو ناکام کیا اور باطل کو کامیاب کیا۔ کیا تاریخ مذہب میں اس کی اور بھی کوئی نظیر ہے۔

دوم یہ کامیابی یہیں تک محدود نہیں کہ وہ جماعت جس نے مدعی کا ساتھ دیا ترقی کرتی چلی گئی ہو۔ بلکہ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ جن عقائد کو مٹانے کے لئے حضرت مرزا صاحب کھڑے ہوئے تھے وہ آج آپ کے سخت ترین مخالفوں کے دلوں سے بھی مٹ چکے ہیں اور جس حق کو آپ نے پیش کیا تھا اس کا اقرار آج آپ کے سخت ترین مخالفوں کو بھی ہے۔ گویا دل مان چکے ہیں گو زبانوں سے ابتک انکار ہے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ زندہ جسم سمیت آسمان پر موجود ہیں اور وہ کسی وقت اتر کر دجال اور یاجوج ماجوج کا مقابلہ کرینگے اور ان کو نیچا دکھا کر اسلام کا بول بالا کریں گے۔ یہ بھی انکا عقیدہ ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت امام مہدی بھی ان سے مل جائیں گے اور دونوں مل کر تلوار کے زور سے اسلام کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ دجال کے متعلق انکا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ایک کانا انسان ہو گا جس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں گے اور جو ساری روئے زمین پر پھر کر لوگوں کو گمراہ کریگا اور اس کے ساتھ اسکا عجیب الخلقت گدھا بھی ہو گا۔ اور یاجوج ماجوج بھی عجیب الخلقت قومیں ہونگی جو معمولی انسانوں کی طرح نہ ہونگی وہ مسیح کے نزول سے پہلے ساری دُنیا پر قابض ہو جائیں گی۔

ان تمام باتوں کے خلاف حضرت مرزا صاحب نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو اطلاع دی ہے کہ

(۱) حضرت عیسےٰ زندہ نہیں بلکہ دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہو چکے۔

(۲) ان کے نزول سے مراد انکا دوبارہ دنیا میں آنا نہیں کیونکہ مرنے کے بعد لوگ اس دنیا میں نہیں آتے بلکہ اس سے مراد ایک ایسے مجدد کا ظہور ہے جو حضرت مسیح کی صفات اپنے اندر رکھتا ہوگا۔

(۳) کوئی مہدی ایسا نہیں آ سکتا جو تلوار کے زور سے اسلام پھیلائے کیونکہ یہ امر قرآن کریم کے صریح خلاف ہے کہ دین کو دنیا میں بجبر پھیلایا جائے لا اکراہ فی الدین۔

(۴) دجال سے مراد مسیحی مشنری ہیں جو ایک غلط عقیدہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کر کے دنیا میں گمراہی اور ضلالت پھیلا رہے ہیں۔

(۵) یاجوج ماجوج یہی یورپ کی عیسائی اقوام ہیں جو دُنیا پر مادی رنگ میں استقدر غلبہ حاصل کر چکی ہیں کہ ان کے مقابلہ کی طاقت کسی کو نہیں اسی لئے مسیح انکا مقابلہ دعائی رنگ میں کریگا اور بالآخر یہ قومیں آپس میں جنگ کرینگی اور ان کا کچھ حصہ تباہ ہو جائیگا اور باقی کی اکثریت اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دے گی۔

اب غور کا مقام ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ باوجود حضرت مرزا صاحب کی سخت ترین مخالفت کے خود مخالفین ان پانچوں باتوں کے قائل ہو چکے ہیں جن کو دنیا میں پھیلانے کے لئے وہ شخص کھڑا ہوا تھا۔ جسے وہ مفتری علی اللہ کذاب دجال وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

آج بڑے بڑے علماء اور مخالفین احمدیت اس بات کے علی الاعلان قائل ہیں کہ دجال اور یاجوج ماجوج کی مصداق یہی اقوام یورپ ہیں اور وہ اپنے اخباروں اور تحریروں میں بھی اسکا اقرار کر دیتے ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

حدیث میں آتا ہے کہ دجال کا فتنہ ایسا زبردست ہوگا کہ باوجود اس کی صریح علامات کے لوگ اسے پہچان نہ سکیں گے یہانتک کہ ایک شخص یہ آواز بلند کریگا۔

یا ایھا الناس ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جسکا ذکر رسول اللہ صلعم نے کیا۔ تب لوگ اسے پہچان لیں گے۔ اب اگر برادران اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھنڈے دل سے سوچیں تو کسقدر صاف بات ہے کہ وہ شخص جس نے یہ پتہ بتایا کہ دجال کون ہے اور یہ آواز بلند کی ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی ہیں اور جس کو آپ نے دجال کہا تھا اسے آج ساری اسلامی دنیا حتیٰ کہ آپ کے سخت ترین مخالف بھی دجال مان چکے ہیں۔ یہی حال یاجوج ماجوج کے متعلق ہے کہ جو کچھ آپ نے مسلمانوں کے خیالات اور معتقدات کے بالکل خلاف کہا تھا اسے آج ساری اسلامی دُنیا صحیح تسلیم کرتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا سوال ہے۔ اس کی وجہ سے ابتدا میں حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ مگر آج کتنے علما ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ واقعی قرآن و حدیث سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ ہندوستان کے چوٹی کے علماء مصر کے چوٹی کے علماء فلسطین کے چوٹی کے علماء سب اسی بات کے قائل ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب نے فرمائی تھی۔ کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے اور جو کچھ لکیر کے فقیر علماء ابتک اس بات کے قائل چلے آتے ہیں ان میں یہ جرأت نہیں کہ اس پر پبلک مباحثہ کر سکیں۔

اسلام کو بجبر دُنیا میں پھیلانے کے بھی اب اکثر علماء قائل نہیں اسی لئے ایسے مہدی کے ظہور کا عقیدہ جو تلوار سے اسلام پھیلائے خود بخود مر رہا ہے۔

پانچویں بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی رہ جاتی ہے۔ لیکن جو شخص حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا اقرار کریگا اور اسکا اقرار تمام ممالک کے چوٹی کے علماء کو ہے تو اس کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ آنے والا مسیح جس کی پیشگوئیاں صحیح ترین کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں کوئی اسی امت کا مجدد ہونا چاہئے جو مسیحی صفات کے ساتھ ظہور کرے یا جو مسیحی قوم کے لئے ہدایت اور روشنی کا سامان لائے۔

پس باوجود اس مخالفت کے جو حضرت مرزا صاحب کی ابتک ہو رہی ہے۔ دل آپ کی صداقت کے قائل ہو چکے ہیں اور ان سب باتوں کو مان چکے ہیں جن کی طرف آپ نے توجہ دلائی تھی۔ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے۔ دجال اور یاجوج ماجوج یہی یورپ کی اقوام ہیں۔ اسلام کا بزور شمشیر پھیلانا قرآن کریم کے خلاف ہے۔ تو چاہئے غور ہے کہ کیا یہ ایک انقلاب عظیم نہیں جو بانی سلسلہ احمدیہ نے پیدا کر کے دکھا دیا کہ مخالفین تک کو وہ بات منوا دی جس پر پہلے ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاتا تھا۔

سوم۔ اگر عقائد کے رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے انقلاب عظیم پیدا کیا ہے تو عملی رنگ میں بھی ایک انقلاب عظیم کی

(باقی صفحہ ۱ کالم ۲ پر)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد کا معجزانہ کارنامہ

مذہب اسلام کو ایک سائنس ثابت کر کے دکھایا

(از حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سائنس کا زمانہ

آج سائنس کا زمانہ ہے خشک فلسفہ نہیں چلتا۔ ہر ایک پڑھا لکھا آدمی محض زبانی دلائل سے تسلی نہیں پکڑتا۔ بلکہ یقین کے لئے مشاہدہ اور تجربہ کو بھی دلائل کے ساتھ ساتھ ضروری سمجھتا ہے۔ اس زمانہ میں اس معیار پر جو چیز پوری نہیں اُترتی وہ رد کر دی جاتی ہے۔ یہی حال مذہب کا ہوا۔ یورپ کے سائنس دانوں کو مذاہب میں سب سے پہلے جس مذہب سے سابقہ پڑا وہ مسیحیت تھی۔ وہاں مشاہدہ اور تجربہ تو دُور رہا دلائل عقلی بھی موجود نہ تھے نتیجہ یہ کہ مسیحیت کو ایک پرانا ڈھکوسلا قرار دیکر رد کر دیا گیا۔ چونکہ اہل یورپ کے دماغوں میں سوائے مسیحیت کے اور کوئی مذہب سچا نہ تھا اس لئے مسیحیت کی ناکامی نے سرے سے مذہب کو ہی اہل علم طبقہ کی نظروں سے گرا دیا۔ اور یورپ میں مادہ پرستی کا دَور دَورہ ہو گیا۔ ایشیا میں جو مذاہب کا گہوارہ کہلاتا ہے ہندو مذہب اور بدھ مت بت پرستی کا مرقع بنے ہوئے تھے اور یہودیت اور مجوسیت ایک خاص قوم میں محدود اور چند رسومات کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔ اسلام کی پادریوں نے اہل یورپ کے سامنے ایسی بُری تصویر کھینچ رکھی تھی کہ کسی نے اس کی طرف توجہ کرنا ضروری نہ سمجھا۔ خود مسلمانوں کے اندر سے اسلام کی روحانیت اس قدر کمزور پڑ گئی تھی اور یورپ کی مادیت نے انہیں اس قدر مرعوب کر رکھا تھا کہ اگر اہل یورپ نے اسلام کی طرف توجہ نہ کی تو مسلمانوں نے بھی اسے اُن کے سامنے پیش کرنے کی جرأت نہ کی بلکہ مغرب زدہ تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ملّانوں کے اسلام کو اس قدر غیر معقول پایا کہ یورپ کے اہل علم طبقہ کے سامنے اس کا اعتراف کرنا بھی باعث شرم سمجھا۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ تمام عالم میں مذہب کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں اور وہ ایک تقویم پارینہ بن کر رہ گیا۔

ایک گمنام بستی اور گمنام رجل عظیم

جب دنیا اس لا مذہبی کے دَور میں سے گزر رہی تھی تو مرزا غلام احمد ایک گمنام آدمی نے جسے اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس کی ہوا بھی نہ لگی تھی اور جو اس زمانہ کی تہذیب سے بہت دُور ایک گمنام گاؤں قادیان میں پڑا ہوا تھا ایک عجیب و غریب آواز بلند کی اور وہ یہ کہ مذہب ایک حقیقت اور بجائے خود ایک سائنس ہے۔ اگر سائنس کی مایہ ناز نیچرل فلاسفی مخلوق کے اُن قوانین کا علم دیتی ہے جسے حاصل کر کے انسان اس کائنات مادی پر حکومت کر سکتا ہے تو مذہب بھی ایک نیچرل فلاسفی ہے جو انسان کو خالق کے ان قوانین کا علم دیتا ہے جن کی اطاعت کر کے انسان خالق سے تعلق جوڑ سکتا ہے اور اپنی الٰہی خلافت اور کائنات پر حکومت کو تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔

نفس اور کائنات پر حکومت

اگر ایک ظاہری قوانین کا علم ہے جس سے مخلوق پر حکومت کی جا سکتی ہے تو دوسرا باطنی یا روحانی قوانین کا علم ہے جس سے انسان اپنے نفس اور اس کے تمام جذبات اور خواہشات پر حکومت کر سکتا ہے۔ اور یہ دوسری بات پہلی بات سے زیادہ مشکل ہے۔ تمام کائنات پر حکومت کرنا آسان ہے مگر اپنے نفس پر حکومت کرنا بہت مشکل ہے۔ جب تک کہ مادی سائنس کے ساتھ ساتھ یہ رُوحانی سائنس بھی نہ حاصل کی جائے۔ انسان کی خلافت ظاہری اور باطنی دو تو رنگ میں اپنی تکمیل تک پہنچ نہیں سکتی۔ اگر فقط مادی سائنس کا علم ہی حاصل ہوا اور روحانی سائنس سے اُسے کوئی تعلق نہ ہو تو یہ مادی سائنس انسان کیلئے باعث فتنہ و فساد اور موجب ہلاکت بن کر رہ جاتا ہے۔ بڑے بڑے سائنسدان جو قدرت کی قوتوں پر حکومت کرتے ہیں اکثر اپنے نفس کے جذبات کے غلام ہوتے ہیں۔ پس انسان کی اس ادھوری حکومت کا انجام آگ ہے۔ خواہ وہ زمین میں فتنہ و فساد اور خونریزی یا بدکاریوں اور بدعہدیوں کی شکل میں ظہور پذیر ہو یا آخرت میں جہنم کی شکل میں نظر آئے۔ اسی ظاہر پہلو کو دیکھ کر انسان کی تخلیق پر ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَ یَسۡفِکُ الدِّمَآءَ کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنے لگا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزی کرے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں چونکہ انسان کی رُوحانی ترقیات بھی تھیں اس لئے فرمایا کہ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ کہ بیشک میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے چنانچہ اسی روحانی پہلو کو نشو و نما دینے کے لئے اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی انسان کو وہ علم سکھایا جس نے اسے ملائکہ پر بھی فوقیت دے دی۔

اسلام اور دیگر مذاہب

پس اسی علم کا نام مذہب ہے جس پر عمل کر کے انسان مسجود ملائکہ بن جاتا ہے۔ اور انہی مذہبی قوانین کی فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ اور یہ اب اپنی اصلی اور کامل شکل میں فقط قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی سنت میں زندہ اور بالاسلام کے نام سے دنیا میں موجود ہے۔ باقی تمام مذاہب مردہ ہو چکے ہیں۔ اُن کے قوانین چونکہ وقتی اور مقامی اور قومی تھے اس لئے ان کی ضرورت ایسے مذہب کے مقابلہ میں جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے آیا تھا باقی نہ رہی تھی۔ اس لئے وہ مر گئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی پیروی سے اب وہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے جو مذہب کی غرض و غایت تھی۔ اب فقط الاسلام ہی وہ مذہب ہے جو زندہ ہے اور اپنی اصلی شکل میں موجود ہے جس کے قوانین پر عمل کرنے سے آج وہ تمام نتائج ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں۔ جو مذہب کی اصل غرض و غایت ہیں۔ لیکچر اسلام سیالکوٹ میں کس خوبصورتی سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:-

تجدید اور اسلام

"دُنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی۔ اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں اور جس کی آبپاشی اور صفائی کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے اور ان کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں اور روحانیت جو مذہب کی جڑ ہوتی ہے وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا۔ اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اس نے ہر ایک صدی کے سر پر اس باغ کی نئے سرے سے آبپاشی کی اور اس کو خشک ہونے سے بچایا ......

مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید نصیب نہیں ہوئی اس لئے وہ سب مذہب مر گئے اور اُن میں رُوحانیت باقی نہ رہی اور بہت سی غلطیاں ان میں ایسی جم گئیں جیسے بہت مستعمل کپڑے پر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔"

حضرت مرزا صاحب کی خدمات

غرضیکہ حضرت مرزا صاحب نے اہل علم طبقہ کے سامنے مذہب کے وجود کو ایک روحانی سائنس کے رنگ میں پیش کر کے ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ آج صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اس کسوٹی پر پورا اُتر سکتا ہے۔ کیونکہ وہی ایک ہے جو مذہب کو اپنی صحیح اور کامل شکل میں پیش کرتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی متعدد تصانیف میں وہ تمام دلائل تحریر فرمائے جو ایک سچے مذہب پر فلسفیانہ رنگ میں پیش کرنے ضروری تھے۔ لیکن جب دعویٰ یہ تھا کہ اسلام بجائے خود ایک رُوحانی سائنس ہے تو اس کے ثبوت کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ اس بارے میں مشاہدات اور تجربات کو بھی پیش کیا جاتا۔ چنانچہ آپ نے اس امر کے لئے اپنے آپ کو بطور نمونہ پیش کیا اور بتلایا کہ میں نے تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ مذہب کو ایک حقیقت اور اسلام کو سچا پایا۔ اور وہ تمام ثمرات اور انعامات الٰہیہ حاصل کئے جو ان قوانین پر عمل کرنے سے حاصل ہونے چاہئیں اور جن کی نفس انسانی کی تکمیل اور صحیح معنوں میں خلافت الٰہیہ کے حصول کے لئے ضرورت ہے۔ پس اسلام کسی نظریہ کا نام نہیں کہ اس میں احتمال غلطی کا ہو سکے۔ بلکہ یہ ایک صداقت ہے جو تجربہ سے ثابت ہے۔ جس کسی کا دل چاہے میرے پاس آ کر رہے اور میری نگرانی میں ان قوانین پر عمل کر کے تجربہ کرے۔ ملاحظہ ہو کس زور سے تمام اہل مذاہب اور اہل علم طبقہ کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:-

کلام مسیح موعودؑ

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بےحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

رُوحانی تجربہ

یہ وہ باتیں ہیں جو کسی مولوی اور مشائخ میں آج کے زمانہ میں نہیں پائی جاتیں۔ آج اس سائنٹیفک اور مادہ پرستی کے زمانہ میں جب مشاہدہ اور تجربہ پر تمام علوم حقہ کا دارومدار ہے محض قال انسان کے دل میں یقین اور تسلی نہیں پیدا کر سکتا۔ جب تک کہ کوئی صاحب مشاہدہ و تجربہ اہل حال اُٹھ کر یہ اعلان نہ کرے کہ میں نے اُن راہوں پر چل کر جو اسلام نے سکھائی ہیں اس زندہ خدا کو پا لیا جو اس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اور میں نے اسلام کو مشاہدہ اور تجربہ سے سائنس کی طرح ایک حقیقت اور صداقت پایا۔ جس کسی کا دل چاہے آئے اور میرے پاس رہ کر اپنی تسلی کرے۔ اسی بات کو کس زور اور تحدی کے ساتھ ان اشعار میں پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

اے مزوّر گر بیائی سوئے ما	وز وفا رخت افگنی در کوئے ما
دزمہ صدق و ثبات و بُردباری	روز گارے در حضور ما بری
عالمے بینی زربانی نشاں	سوئے رحماں خلق و عالم را کشاں
گر خلافِ واقعہ گفتم سخن	راضیم گر تو عدم بُری ز تن
راضیم گر خلق بردارم کشند	از سر کیں با صد آزارم کشند
راضیم گر باشدم ایں کیفرے	خوں رواں بر خاک افتادہ سرے
راضیم گر مال و جان و تن رَوَد	وآنچہ از قسم بلا بر من رَوَد
لیک گر تو زیں سخن پیچی سرے	بر تو ہم نفریں ربِ اکبرے

زیں سخن ہا ہر کہ رُو گرداں بُوَد
آں نہ مرنے رہزنِ مرداں بُوَد

یہ وہ معجزانہ کارنامہ ہے جو آج تمام مذہبی دنیا میں ایک بےنظیر کارنامہ اور تمام سائنٹیفک دنیا کو ایک عظیم الشان چیلنج ہے۔ تمام دنیا میں آج مرزا غلام احمد ہی مذہب کا اکیلا پہلوان ہمیں نظر آتا ہے جس کے اس اعلان نے نہ صرف تمام مذاہب پر اسلام کا غلبہ ثابت کیا بلکہ اسلام کو ایک رُوحانی سائنس بنا کے دکھا دیا۔ اس شخص کی صداقت کیلئے کیا یہ معجزانہ کارنامہ کافی نہیں جو کسی اور دلیل کی ضرورت ہو۔

مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجاست
صد درد و صد ...ح کہ اعجاز و ... ند

(بقیہ صفحہ ۸)

بنیاد رکھی ہے اور وہ ہے مغربی اقوام میں تعلیم اسلام کا پھیلانا اور ان کو نور اسلام سے منور کرنا۔ اسی کو احادیث میں مغرب سے طلوع آفتاب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی اسلام کا روحانی آفتاب مغرب میں چمکے گا۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ تیرہ سو سال تک اسلام کا رخ مشرقی اقوام کی طرف زیادہ رہا ہے اور مغربی اقوام کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ یہاں تک کہ ترکی جیسی عظیم الشان سلطنت پانچ سو سال سے یورپ کے قریباً وسط تک پہنچی اور دوسری طرف ہسپانیہ میں بھی ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت صدیوں تک قائم رہی۔ مگر تبلیغ اسلام کی بنیاد مغربی دنیا میں ایک گاؤں کے رہنے والے گوشہ نشین بظاہر بیکس انسان کے ہاتھ سے رکھی گئی اور جونہی آپ کو یہ بتایا گیا کہ آپ اس امت کے موعود مسیح ہیں اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کا کام بالخصوص مغربی دنیا میں قرآن کریم کا بذریعہ ترجم پہنچانا اور صحیح تعلیم اسلام کا پھیلانا ہے۔ چنانچہ یہ دو باتیں تھیں جن کی طرف آپ نے اسی کتاب ازالہ اوہام میں توجہ دلائی جس میں مسیح موعود ہونے کا دعوے وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور اس تحریک کا اللہ تعالے کی طرف سے ہونا اس سے ظاہر ہے کہ باوجود اس شدید مخالفت کے جو آپکی ہو رہی تھی آپ عملی رنگ میں اس میں کامیاب ہو گئے اور آپ کی جماعت کے اس حصہ نے جو غلو سے محفوظ رہا آج قرآن شریف کو یورپ کی تین زبانوں میں ترجمہ کر کے ان کے گھروں میں پہنچا دیا ہے۔ سیرت نبوی کے ترجمے بھی متعدد یورپین زبانوں میں کر دئے ہیں۔ ایک نہیں تین چار اسلامی مشن یورپ میں قائم کر دئے ہیں یعنی انگلستان۔ جرمنی۔ ہالینڈ اور ہسپانیہ کے لئے تیار ہے۔ یہ وہ بات ہے جو آج سے پچاس سال پیشتر مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتی تھی۔ مگر آج ایک سخت ترین مخالف کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام کی بنیاد جو کسی سلطنت اسلامی کے حصہ میں بھی نہ آ سکی آج مسیح موعود کے انفاس طیبہ کی بدولت آپ کی جماعت کے ایک حصہ نے ایسی مضبوط رکھی ہے کہ نہ صرف مسلمان مخالف بلکہ خود یورپین و عیسائی مخالف بھی اس بات کے معترف ہیں کہ یہ وہ احمدیت کا کارنامہ ہے جو اسلام کی قدوسی باہر سمجھا جاتا تھا یعنی مسلمانوں کو کبھی اسکا خیال بھی نہ آتا تھا۔ احمدیت نے مغرب میں تبلیغ اسلام کا خیال ہی پیدا نہیں کیا بلکہ اسے عملی جامہ بھی پہنا کر دکھا دیا۔

۴۔ تعجب ہوتا ہے کہ اس انقلاب عظیم کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود مسلمان ابھی حالت تذبذب میں ہیں۔ اور فاد یانی غلو نے اس تذبذب کی حالت کو اور مستحکم کر دیا ہے۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ پہلے مسیح کے بعد تو غلو یہاں تک پہنچا کہ ایک نبی کو خدا بنا دیا گیا اور پھر اس خیال کی مخالفت کرنے والی بھی کوئی مضبوط جماعت ان کے اندر نہ رہی یہانتک کہ آج عیسائی دنیا ساری کی ساری ہی اس غلو میں مبتلا ہے۔ مگر یہ امت مسلمہ کے مسیح کے بعد جب غلو کر کے ایک مجدد کو نبی بنا دیا گیا تو آپ کے ہی پیروؤں کی ایک مضبوط جماعت اس غلو کی بیخکنی کیلئے کھڑی ہو گئی اور فادیانی جماعت کے لیڈر کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اپنے عقائد نا قابل بیان اور نئی نبوت پر پبلک میں بحث کے لئے ہر میدان میں نکلے اور اپنے مریدوں کو ہی ثالث مان کر اُن کے فیصلہ کے سامنے سر جھکائے جس کی دعوت انہیں بار بار دی گئی ہے مگر انہوں نے ایسی چپ سادھ رکھی ہے کہ اس معاملہ پر بولنے کا نام نہیں لیتے۔

(بقیہ صفحہ ۵)

کے لئے حضور خود ادویات تیار کر کے بھیجا کرتے تھے اور بڑے درد سے مرحوم کی صحت کیلئے دعائیں فرماتے تھے۔ لیکن مرحوم کی موت مقدر تھی۔ اس لئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حضرت اقدس کا مکتوب گرامی حسب ذیل ہے:۔

"محبی عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب و محبی عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!
اس وقت جو میں درد سر اور موسمی تپ سے یکدفعہ بیمار ہو گیا ہوں۔ مجھ کو تار ملا۔ جس قدر میں عزیزی مرزا ایوب بیگ کی دعا میں مشغول ہوں۔ اس کا علم تو خدا تعالیٰ کو ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ میں تو سخت بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا۔ لیکن میں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا۔ میرا دل جلد صدمہ قبول کرتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ تندرستی اور صحت میں دیکھوں۔ جہاں تک انسانی طاقت ہے۔ اب میں اس سے زیادہ کوشش کروں گا۔ مجھے پاس اور نزدیک سمجھیں نہ دور۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اس درد دل کو بیان کروں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کیا دور ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کو تندرستی دے۔ جلد تر اس کو دیکھوں۔ اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملی۔ میں ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ میرے گھر میں بھی ایوب بیگ کیلئے سخت بیقرار ہیں۔ اس وقت میں ان کو بھی اس تار کی خبر نہیں دے سکتا کیونکہ کل سے وہ بھی تپ میں مبتلا ہیں اور ایک عارضہ خناق میں ہو گیا ہے۔ بمشکل سے اندر کچھ جاتا ہے۔ اس کے جوش سے تپ بھی ہو گیا ہے۔ وہ نیچے پڑے ہیں اور میں اوپر کے دالان میں ہوں۔ میری حالت تحریر کے لائق نہ تھی لیکن تار کے درد انگیز اثر نے مجھے اسی وقت اٹھا کر بٹھا دیا۔
آپ کا اس میں کیا حرج ہے کہ اس کی ہر روز مجھ کو اطلاع دیں۔ معلوم نہیں جو میں نے ابھی ایک بوتل میں دوا روانہ کی تھی وہ پہنچی یا نہیں۔ ریل کی معرفت روانہ کی گئی تھی۔ اور معلوم نہیں کہ بارش ہر روز ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ ذرا ذرا حال سے مجھے اطلاع دیں اور خدا بہت قادر ہے۔ تسلی دیتے رہیں۔ چوزہ کا شوربہ یعنی بچے خورد کا ہر روز دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دستوں کی وجہ یہ ہے کہ کمزوری نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ والسلام"
۲۵ر اپریل ۱۹۰۰ء

اس خط کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کے دل میں اپنے دوست و احباب کیلئے کیا جذبات تھے اور آپ کا حسن اخلاق کس حد تک پہنچا ہوا تھا۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کی علالت کے دوران میں حضرت مسیح موعود انتہائی درد و کرب محسوس فرماتے تھے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعا کرنے کے علاوہ علاج اور دوا میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا گیا۔ مولانا مرحوم سے حضرت اقدس کو صد درجہ محبت تھی اور مرحوم کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ مولانا عبدالکریم صاحب کی وفات کے وقت برف کے ڈھیر قادیان میں موجود تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں قادیان میں برف مہیا کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے قلب اطہر میں اپنے احباب کیلئے کس قدر اخلاص اور درد تھا اور آپ دوستوں کی کس قدر تواضع فرماتے تھے۔

ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلعم کے لئے تو خدائی شہادت موجود ہے کہ انک لعلی خلق عظیم اور واقعات تاریخ گواہ ہیں کہ حضور صلعم کے قلب میں کس قدر رأفت تھی اور آپ کا وجود واقعی رحمۃ للعالمین تھا لیکن اس کا پتہ تو آپ کے [illegible] مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے وجود [illegible] میں بھی آج دنیا نے دیکھا اور مسیح موعود کے حسن اخلاق نے دنیا پر روشن کر دیا کہ آپ فی الواقعہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ اور مامور من اللہ [illegible] نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

حقیقی تبلیغ کیا ہے

تبلیغ کیلئے عظیم الشان جذبۂ محبت کی ضرورت ہے

از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

تبلیغ دین سے درحقیقت کیا مراد ہے؟ اس زمانہ میں جس طرح مذہب اور اس سے متعلق شئے کی نسبت ایک غلط نظریہ پیدا ہو چکا ہے اسی طرح بدقسمتی سے تبلیغ کا بھی ایک غلط مفہوم سمجھ لیا گیا ہے چنانچہ چند ایک وساوس جو اس کے متعلق عام طور پر دلوں میں اُٹھتے ہیں وہ یہ ہیں کہ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ مذہب کا چونکہ اصل مقصد بندہ کا خدا سے تعلق جوڑنا ہے اس لئے یہ ایک پرائیویٹ شئے ہے جو ہر فرد کے اپنے متعلق ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل اندازی سے کچھ مطلب نہ ہونا چاہئے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ آزادی اور مذہبی رواداری کی سپرٹ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہر فرد آزاد و خود مختار ہو یہاں تک کہ مذہب کے معاملہ میں کسی شخص کو یہ حق نہ ہو کہ وہ اپنے معتقدات کے متعلق دوسرے سے ذکر کرے یا دوسرے کو اپنے مسلمات کا قائل کرنے کی کوشش کرے اس پر مزید یہ دلیل بھی پیش کی جاتی ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپس میں مذہبی گفتگو اور بحث مناظرہ کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ ملتوں اور فرقوں میں تنازعے پیدا ہو جاتے اور نوبت جھگڑوں۔ فسادوں پر آ جاتی ہے ملکی امن کی فضا مکدر ہو جاتی ہے۔ ملکی قومیت کے اتحاد میں رخنہ اندازی واقعہ ہو جاتی ہے۔ پس امن و عافیت اور اتحاد و تبلیغ کی یہی راہ ہے کہ ہر شخص انہی معتقدات کا قائل رہے۔ جو کسی طرح اس نے مان لئے ہیں۔ کسی . . . . . مذہب یا فرقہ کو یہ حق حاصل نہ ہونا چاہئے کہ دوسروں کو اپنے مسلمات کے تسلیم کرانے کی کوشش کرے یعنی تبلیغ کا حق نہ ہونا چاہئے۔

سچی تبلیغ دین سے کیا مراد ہے

یہ تمام وساوس اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ عوام میں جو تبلیغ کا مفہوم رائج ہے اور جو غلط صورت تبلیغ اختیار کر لیتی ہے وہ دراصل تبلیغ نہیں بلکہ اس کی ضد واقع ہوتے ہیں اور ان تمام شبہات کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ تبلیغ کا جو صحیح اور سچا مفہوم اور اس کی اصل صورت ہے اس سے مطلع نہیں۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ جس طرح جہالت یا خودغرضی کے باعث انسان کئی دیگر عمدہ اور مفید اشیاء کو اپنے لئے مضر بنا لیتا ہے۔ اسی طرح مذہب اور اس کے اصول بھی انسان کی جہالت اور اس کی خودغرضی کا شکار بنتے رہے ہیں۔ لیکن اس سے یہ دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ حقیقتاً کوئی اصلیت موجود نہیں۔

مذہب کا اصل مقصد

مذہب بعض بنیادی اور ابدی صداقتوں کا نام ہے۔ سچا دین زندگی کی منازل طے کرنے کے عمدہ اور احسن طریقے کو کہتے ہیں وہ نظریہ دنیا اور مافیہا کے متعلق ہے جو انسانی زندگی کے نبھانے میں بہترین ممد و معاون ہو جس سے انسانی قوتیں پورے طور پر نشو و نما حاصل کر سکیں۔ کامل مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا فلسفۂ زندگی سوائے اس کے اور کسی جگہ میسر نہیں آ سکتا۔ دین ایک ایسی شاہراہ ہے جس پر چلنے سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر اعلیٰ سے اعلیٰ منازل ارتقاء حاصل کرتا اور ابدی خوشحالی کا وارث بن جاتا ہے ظاہر ہے کہ جو شخص صحیح معنوں میں تبلیغ کرنی چاہتا ہے اُسے یہ تعلیم محکم حاصل ہونا لازم ہے۔ کہ جن جن اصولوں اور مسلمات کو اسکا مذہب تلقین کرتا ہے۔ وہی سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں لیکن صرف یہی یقین کافی نہیں کیونکہ یقین کا درجہ تو صرف اسی قدر ہے کہ اپنا دل تسلی پا جائے کسی دوسرے کو انہیں معتقدات کا قائل کر لینا یقین سے بڑھ کر کسی اور شئے کا طالب ہے اور وہ ہے صداقت کے حسن و جمال کی دلکشی و دلربائی نیز یہ کہ مخلوق کی ہمدردی و خیرخواہی سے دل لبریز ہو۔

جذبۂ محبت و خیرخواہی کا اظہار

تبلیغ دین صحیح معنوں میں اس جذبۂ محبت کے اظہار کا نام ہے جو ایک معرفت و بصیرت رکھنے والے قلب میں مخلوق خدا کے متعلق جوش مارتی ہے وہ انسان دیکھتا ہے کہ مخلوق کس طرح بعض باطل اعتقادات و اعمال کے باعث تباہی و بربادی کی طرف جا رہی ہے اُسے یقینی و قطعی طور پر یہ خبر ہوتی ہے کہ انجام کار افعال بد و معتقدات باطل کا نتیجہ بجز ہلاکت اور کچھ نہیں تو اس کے دل میں خیرخواہی کا جذبہ ولولہ کھاتا ہے اور وہ رہ نہیں سکتا کہ لوگوں کو رشد و ہدایت کے رستے کی دعوت دے جس طرح ایک ہمدرد معالج سے ممکن نہیں کہ وہ ایک بے خبر غیر محتاط مریض کو دیکھے اور اُسے اُس کی بھلائی کے امور سے آگاہ نہ کرے ایسے ہی سچے مبلغ دین روحانی معالج ہوا کرتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ والدین اپنی نوجوان ناتجربہ کار اولاد کو گمراہ دیکھیں اور کوشش نہ کریں کہ وہ اپنی بداعتقادیوں سے باز آ جائیں؟ دینی پیشوا کی شفقت و ہمدردی بندگان خدا کیلئے مادری اور پدری جذبۂ محبت سے بڑھ کر جوش مارتی ہے اس لئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک جہاں کو گمراہ پائیں اور وہ اتنا بھی نہ کریں کہ ہلاکت کی راہوں سے انہیں متنبہ کریں صداقت اور سچائی کی تلقین کریں؟

ایک طرف صداقت و نیکی کے متعلق انہیں کامل معرفت حاصل ہوتی ہے اصولِ حقہ کی سچائی پر پکا یقین انہیں ہوتا ہے صداقت کے حسن و جمال پر پوری خبر رکھتے ہیں۔ نیز صداقت کے اختیار کرنے سے جو فوائد ابدی انسان کو حاصل ہوتے ہیں اس کی انہیں کما حقہٗ اطلاع ہوتی ہے پھر ساتھ ہی بدی اور بداعتقادی کے مضر نتائج اور مہلک اثرات سے بھی وہ واقفیت رکھتے ہیں پس جذبۂ محبت و ہمدردی کے تقاضے سے وہ رک نہیں سکتے کہ مخلوق کو وہ کچھ دکھلا دیں جو ان کی اپنی آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے انہیں وہ علم و بصیرت دیدیں جس کے ذریعہ خود انہوں نے نیکی اور بدی کے مخفی اور دور کے نتائج کو مشاہدہ کر لیا ہے۔

دنیا کے مبلغ اعظم

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بتلاتے ہیں کہ تبلیغ دین کے معاملہ میں آنحضرت صلعم کی قلبی کیفیت کیسی تھی۔ وہ پہلا پبلک وعظ جو آپ نے کفارِ مکہ کو پہاڑی پر چڑھ کر کیا آنحضور صلعم کی قلبی حالت کا آئینہ دار ہے جب سب قبائل جمع ہو کر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ ایک خوفناک لشکر اس پہاڑی کے دوسری طرف اس لئے جمع ہے کہ تم پر حملہ کر دے تو کیا تم میری اس بات کو مان لوگے۔ سب نے جواب میں کہا کہ بے شک ہم تسلیم کرینگے کیونکہ آپ صادق و امین ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر یقین جانو کہ تمہارے موجودہ افعال و معتقدات اسی کے سزاوار ہیں کہ تمہارے اوپر ایک خوفناک عذاب الٰہی وارد ہو لیکن توبہ کرو اور اصلاح کی طرف رخ کرو۔ یہ مختصر واقعہ کیسے نمایاں طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ ایک طرف آنحضور صلعم کا قلب کس محکم یقین و ایمان سے اپنے مشن کی صداقت پر قائم ہے گویا آپ کفر و انکار کے نتیجہ میں عذاب کو فوج کی شکل میں فی الواقع ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ دوسری طرف اس سے معلوم دیتا ہے کہ آنحضور صلعم کا قلب مبارک ہمدردی و خیرخواہی خلق کے جذبہ سے کسقدر معمور ہے ورنہ کسی کو کیا سردرد پڑی ہے کہ اگر بالفرض ہم نے اپنی قوم کے بد افعال کے نتائج پر اطلاع پا ہی لی ہے۔ تو وہ فرد اُسے مطلع کرے جبکہ اُسے یہ بھی خوب خبر ہے کہ اس کی اس خیرخواہی کا جواب سخت ترین دشمنی اور انتہائی مصائب و آلام کو لانے کا موجب ہوگا لیکن یہیں سے تو اسپر واضح ہوتا ہے کہ خدا رسیدہ انسان کا سینہ کس درجہ محبت و شفقت سے بھرا ہوا ہے۔ خیرخواہی کے بدلہ میں ہر قسم کے دکھ و مصائب اُٹھانے کو تیار ہے لیکن یہ منظور نہیں کہ مخلوق کو راہ راست پر لانے کے کام کو ترک کر دیں۔

حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جوشِ تبلیغ

اس زمانہ میں جس جوش صداقت و عزم صمیم سے حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا اس کی بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ ابتدا میں ہی جب آپ نے براہین احمدیہ لکھی جو دینِ اسلام کی حقانیت پر ایک مبسوط و مدلل کتاب ہے تو اس میں آپ نے تبلیغ کے جذبہ کا اظہار یوں فرمایا۔

بدل دردیکہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
بدیں شادم کہ غم از بہرِ مخلوقِ خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم
غمِ خلقِ خدا صرف از زبان خوردن چہ آسان است
گرش صد جاں بپا ریزم ہنوزش عذر مے خواہم
چو شامِ پُرغبار و تیرہ حالِ عالمے بینم
خدا بر روئے فرد آرد دعا ہائے سحرگاہم

ان اشعار کو پڑھو اور ان کی تہ میں جو جذبات کار فرما ہیں۔ انہیں معلوم کرو جن اصحاب کو علم ہے کہ حضرت اقدس کی ہر ادا کس طرح تصنع اور بناوٹ سے بے نیاز ہوتی تھی وہ اس بات کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کلام کوئی شاعرانہ تکلفات کی باتیں نہیں کیونکہ دل کی گہرائیوں سے جذبات عالیہ کا والہانہ اظہار ہے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کسقدر سوز و گداز ہے۔ کیسے مخلوق خدا کی خیرخواہی میں گھلے جاتے اور بے تاب ہو رہے ہیں! دراصل خدا رسیدہ اشخاص کی سچی نشانی یہی انکا بے پایاں جذبۂ محبت و خیرخواہی ہے جو انہیں

مخلوق سے ہوتا ہے اسی نسبت سے انکا درجہ و رتبہ شناخت کیا جاتا ہے سچی تبلیغ دین اسی بات کا نام ہے کہ انسانوں کی ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات سے قلب لبریز ہو، اصول صداقت پر محکم یقین اور ان کے حسن و جمال پر اطلاع ان کے وجود سے خبر ہو پھر جذبۂ ہمدردی میں غرق ہو کر اصول صداقت کو پیش کیا جائے تا انسان ہلاکت و تباہی سے بچ جائیں۔ جہاں حقیقی خیر خواہی مدنظر نہیں جس دل میں انسانوں کے لئے بجائے محبت و الفت کے نفرت و حقارت اور دشمنی کے جذبات موجزن ہیں یا جس جگہ اپنی ہی بات کی ضد اور بیچ دھڑا بندی اور تعصب و جہالت موجود ہے وہاں صحیح معنوں میں نہ تبلیغ دین سرانجام پا سکتی ہے نہ ہی مذہب کا صحیح تصور پیش کیا جا سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کی خصوصیت

یہ بالکل سچی بات ہے کہ کسی جماعت کے بانی کا جو رویہ ہوگا وہی اس جماعت کے افراد کا خاصہ بن جائیگا چنانچہ واقعات بتاتے ہیں یہ امر کھائی دیتا ہے جس طرح حضرت اقدس کا قلب مبارک مخلوق کی ہمدردی کے جذبہ سے لبریز تھا اسی جذبہ کی لہر سے جماعت احمدیہ کے افراد متاثر تھے۔ جماعت احمدیہ کی اساس صحیح معنوں میں بندگان خدا کی محبت اور ان کی خیر خواہی پر استوار ہوئی تھی۔ دھڑا بندی تعصب یا ضد، جہالت جماعت کے عناصر ترکیبی میں کوئی حصہ نہ تھا۔ نہ ہی کسی گروہ یا فرقہ یا مذہب سے منافرت دشمنی پر جماعت کی بنیادیں رکھی گئی تھیں۔ آج تو بہت سی بحثیں اس موضوع پر کی جاتی ہیں کہ جماعت احمدیہ کے دونو فریقوں میں سے کون فریق حضرت اقدس کی اصل تعلیم و سپرٹ کا حامل ہے مگر میرا خیال ہے کہ صرف ایک بنیادی امر کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ جاؤ جانچو اور پرکھو کہ دونو جماعتوں میں کونسے فریق نے حضرت اقدس کے جذبۂ محبت و خیر خواہی کو برقرار رکھا ہے کون سے فریق کا شعار اس امر پر ہے کہ دوسرے فریق کی بات کو نہ سنا جائے نہ اس پر غور کیا جائے نہ ان سے انس و محبت پیدا کی جائے؟ کس جگہ یہ درس دیا جاتا ہے کہ غیروں کو تو چھوڑیئے اپنی جماعت کے دوسرے فریق کے افراد سے جذبۂ نفرت و حقارت کو دل میں جگہ دی جائے؟ کہاں علم و بصیرت کی روشنی سے مدلل معقول فضاء موجود ہے۔ اور کہاں محض اندھا دھند تقلید اور غیر شرعی اطاعت و محبت پر سارا دارومدار! کس جماعت کے افراد دھڑا بندی تعصب اور جہالت کا پہلو لئے ہوئے ہیں اور کہاں نسبتاً انصاف و حق گوئی اور معقولیت کا پہلو غالب نظر آتا ہے؟ واقعات ہمیشہ کے لئے مخفی نہیں رہ سکتے گو کسی وقت تک ان پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔

غرضیکہ ایک طرف جماعت احمدیہ کے قلوب محکم ایمان و یقین سے لبریز تھے ایسا یقین کہ جس پر زیادت ممکن نہیں ہر فرد کا قلب یہ شہادت دے رہا تھا کہ قرآنی ہدایت کے اصول ہی دنیا کے لئے موجب نجات ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی علاج کارگر نہیں۔ دوسری طرف ان اصولوں کی دلکشی و دلربائی کا یہ عالم تھا کہ کشاں کشاں ہر فرد ان کے حسن و جمال کا شیدا و فریفتہ ہو رہا تھا نہیں بلکہ اس کے دل میں ابل ابل کر یہ جوش لہریں مارتا تھا کہ وہ کیا ذریعہ ہے جس سے باقی لوگ بھی اس حسن و جمال کو مشاہدہ کر لیں محبت و ہمدردی اسدرجہ کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ ہر فرد اپنی امکانی جدوجہد کو کام میں لاتا تھا کہ دوسرے انسانوں کو ان اصولوں کی صداقت و معقولیت کا قائل کرے۔ یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سچی تبلیغ کا جوش محض ذوق یقین سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ دلائل و علم دماغ کو روشنی تو دیتے ہیں اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنے میں ممد و معاون ہوتے ہیں لیکن کسی حرکت کے پیدا کرنے کے لئے قلبی جذبات کی ضرورت ہوتی ہے وہ اطمینان و یقین جو دماغ کو دلائل و علم سے میسر آتا ہے جب اسدرجہ کو پہنچ جائے کہ انسانی دل پر اثر انداز ہو جب نہ صرف یقین و علم ہو بلکہ حسن و جمال کا نظارہ بھی ہو جب محبت و عشق کی لہریں دل میں موجزن ہوں تب وہ حالت پیدا ہوتی ہے جبسو قت ایک انسان قبول صداقت کے ادنیٰ درجہ

ہر احمدی دوست

اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اپنے اصولوں و معتقدات کا داعی ہو یہی زمانہ کا وہ جہاد ہے جس پر امام وقت نے اپنی جماعت کو کھڑا کیا ہے غیر احمدی اصحاب اور قادیانی احباب میں خیر خواہی و محبت اور امید کے جذبات کی مسلسل جدوجہد سے عظیم الشان نتائج مترتب ہو سکتے ہیں

سے نکل کر اشاعت صدق کی تحریک کا حامل بن جاتا ہے۔

ایمان و یقین اور محبت و الفت

یہ ایک بڑا نازک مقام ہے کہ مخالف کے باطل اصولوں کی بیخکنی پر ساری جدوجہد صرف کر دی جائے اس لئے کہ اسی میں ایک جہان کی خیر خواہی مضمر ہے۔ مگر مخالف کی ذات سے قطعاً ادنیٰ درجہ کی پرخاش و عداوت نہ ہو یہ امر آسان ہے کہ ایک شخص اصول صداقت کی حمایت اور باطل شکنی میں بدی کے مظہر در سے عداوت کی ٹھان لے اور دوسری طرف یہ بھی مشکل نہیں کہ جذبۂ محبت و خیر خواہی یہ شکل اختیار کر لے کہ ایک انسان ہر بدکار و بدعمل سے صلح جوئی پر آمادہ ہو جائے یہ دونو راستے افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔ کامل صدق و ایمان کا تقاضا ہے کہ باطل کی بیخکنی و بربادی پر پوری ہمت و قوت صرف کی جائے نہ یہ کہ بداعتقادی و بدعملی سے صلح کاری کا راستہ ڈھونڈھا جائے۔ لیکن بداعتقادی و بدعملی کی بیخکنی کا یہ بھی مطلب نہیں کہ اس کے مظہروں سے ذاتی عداوت و دشمنی کا وطیرہ اختیار کیا جائے اصل مقصد اصلاح ہے نہ کسی سے نفرت و حقارت پیدا کرنا۔ اگر پوری جوانمردی و شجاعت سے بدی کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ ایک قسم کی نرمی و رافت جو مداہنت و منافقت سے مشابہ ہو اختیار کی جائے تو بھی مخالف کی اصلاح ہونی ممکن نہیں دوسری طرف جذبات استقامت و شجاعت کو اس مرتبہ تک پہنچانا بھی صحیح نہیں کہ ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات جو تحریک کی اصل بنیادیں ہیں مبدل بہ نفرت و حقارت ہو جائیں۔ جو اصحاب خدا تعالےٰ کی جانب سے تبلیغ دین پر مامور کئے جاتے ہیں وہ متضاد قوٰی کو بیک وقت ارتقاء دیتے ہیں چنانچہ خود حضرت نبی کریم صلعم کی ساری زندگی اس امر کی کھلی تفسیر موجود ہے ایک طرف یقین و ایمان، جوانمردی و شجاعت استقامت و اولوالعزمی کا یہ حال ہے کہ حمایت حق و بیخکنی باطل کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ بیٹھے اور تلوار اٹھا کر سال ہا سال تک جنگوں کے خوفناک سلسلہ کو اختیار فرمائے ہیں مگر مخالفت و باطل سے کسی قسم کی صلح جوئی و نرم رفتاری سے پیش نہیں آتے لیکن کیا کمال ہے کہ نہ صرف آنحضور صلعم کا قلب مقدس مخالفوں کی ذاتی عداوت کے جذبہ سے بکلی پاک تھا بلکہ آنحضور صلعم کے ساتھی بھی مخالفوں کے لئے مجسم رحم تھے۔

پنڈت لیکھرام کا واقعہ

اس زمانہ میں ہمیں حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں وہی کمال دکھائی دیتا ہے۔ اصول اسلام کے مخالف ہر اعتقاد کے برخلاف پورا جہاد کرتے ہیں رات دن یہی شغل ہے کہ آریہ سماج کا فلاں عقیدہ باطل ہے اور فلاں اصول غلط لیکن اگر کوئی قادیان کا کٹر سے کٹر مخالف آریہ بھی آپ کے پاس علاج کے لئے آ جاتا ہے تو انشراح صدر سے اس کی تکلیف کو دور کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں جس تحدی سے آپنے پنڈت لیکھرام سے مباہلہ کیا وہ مشہور واقعہ ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ آپکو صداقت اسلام پر کسقدر زبردست ایمان و یقین حاصل ہے آریہ اصولوں کے بطلان پر کیا مکمل انشراح ہے حتیٰ کہ اسی معیار پر اپنی جان کو خدا کی بارگاہ میں قربانی کے لئے پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جسے انتہائی یقین حاصل نہ ہو۔ وہ خدا کے حضور ان اصولوں کی صداقت پر اپنی جان کی قربانی پیش کر سکے۔ صداقت پر یقین کا یہ عالم ہے۔ باطل کی مخالفت و تباہی پر یہ زور اور تشدد لیکن جب لیکھرام کے قتل کے واقعہ کی اطلاع آپکو ملی تو آپنے خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ افسوس کیا اور فرمایا اگر ہم وہاں موجود ہوتے تو لیکھرام کی مرہم پٹی کرتے۔ اسے کہتے ہیں ذاتی جذبۂ عداوت سے مبرا ہونا اور اس کا نام ہے مخلوق خدا کی سچی محبت و الفت سے لبریز ہونا۔ بدی کے سب سے بڑے مظہر کی تباہی پر بھی افسوس ہے حالانکہ خود اس کی ہلاکت کے متعلق یقین کامل بھی حاصل ہو چکا ہے تبلیغ دین درحقیقت اسی شے کا نام ہے ورنہ دھڑا بندی تعصب و جہالت کا شکار ہو جانا اور اس بناء پر اپنوں اور غیروں سے نفرت و حقارت کے جذبات خبیثہ کو ترقی دے لینا اور یا پھر باطل اصولوں کی تباہی پر پورا جوش و ہمت صرف نہ کرنا بلکہ اس سے صلح جوئی کے جواز کی صورتیں تراشنا یہ دونو حالتیں تبلیغ دین کی مسخ شدہ صورتیں ہیں۔

آزادی و رواداری کی صحیح سپرٹ

یہ بھی ایک بڑی بھاری غلطی ہے جو آجکل ملحد طبع اصحاب میں خاص طور سے رائج ہے کہ آزادی و رواداری کے سپرٹ کا تقاضا یہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

یوم وصال اور نوجوانانِ جماعت

پختہ و بلند ارادوں اور خاموش و پیہم عمل کی ضرورت

(از محمد انعام الحق)

اگر زندہ اور مردہ قوموں کے حالات و خصوصیات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں نمایاں طور پر یہ فرق بھی نظر آئے گا کہ زندہ قوموں کی رسوم و تقریبات نہ صرف ان کی زندگی کا مظہر اور ثبوت ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ ان کے ذریعہ اپنے اندر زبردست ولولہ حیات اور جذبہ ترقی و مسابقت پیدا کرتی ہیں۔ وہ رسوم و تقریبات کو اسی مقصد کی خاطر مناتی ہیں۔ بخلاف اس کے مُردہ قوموں کی رسوم تقریبات کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خود انہی کو مقصد قرار دے کر اپنی محدود خیالی اور پست ہمتی کی بدولت شاہراہ حیات سے رفتہ رفتہ دور جا پڑتی ہیں۔

جماعت احمدیہ ہر سال "یوم وصال" مناتی ہے۔ متعدد مقامات پر اس روز جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلہ کو اور وسیع کیا جائے اور "یوم وصال" کو زیادہ پر جوش و منظم طریقے سے منایا جائے اور ہماری کوئی جماعت ایسی نہ رہے جو اس تحریک میں عملی طور پر شرکت نہ کرے ——— مگر میرے خیال میں اس سے بھی زیادہ ضروری یہ بات ہے کہ اس تقریب کا اصل اور حقیقی مقصد ہمارے پیش نظر رہے تاکہ ہم اس کی بدولت ہر سال نیا ولولہ حیات اور جوش عمل حاصل کر سکیں ہمارا یہی طریق ہمیں زندہ قوموں کی صف میں امتیازی جگہ دلا سکتا ہے ورنہ رسموں اور تقریبوں کے شوقین و اسیر دنیا میں بہت ہیں۔ اور خود مسلمانوں کے اندر بھی ان کی کمی نہیں ہے۔

"یوم وصال" اس واقعہ کی یاد ہے۔ جبکہ حضرت مجدد زماں علیہ السلام مسلسل و کامیاب جہاد اور تجدید دین و اشاعت قرآن کا عظیم الشان و بے مثال کام انجام دینے اور اپنے پیچھے خدمت دین کے لئے ایک منظم جماعت چھوڑنے کے بعد خدا کے اٹل قانون اور اس کی مشیت کے ماتحت اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

یہی وہ دن تھا۔ جبکہ خدمت اسلام اور اشاعت قرآن کا سارا بار اس جماعت کے کندھوں پر آ گیا۔ لہذا ضرورت ہے کہ "یوم وصال" کی تقریب پر حضرت مسیح موعود کی مبارک زندگی کے حالات تقریر و تحریر کے ذریعہ وابستگان سلسلہ اور غیر از جماعت لوگوں کے سامنے پیش کرنے اور حضور کے عظیم الشان دینی و تبلیغی کارناموں اور آپ کے عشق دین و قرآن کے تذکرے کے ساتھ ہی تمام افراد سلسلہ بالخصوص نوجوانان جماعت اس دن خدمت دین کی خاطر کوئی پختہ و بلند عزم کریں ——— ایسا عزم جس کے پیچھے زبردست جذبہ عشق و وفا اور خاموش و مسلسل عمل کی بے پناہ طاقت ہو یہ ضروری نہیں کہ اجتماعات و اخبارات میں اس عزم کا اعلان کیا جائے۔ اگر سچا شوق اور دلی لگن ہو تو اللہ تعالیٰ تنہائی کی عادت میں خاموشی کے ساتھ کئے ہوئے ارادوں میں بھی برکت و کامیابی عطا فرما دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ خلوص و بے ریائی کے ساتھ اس قسم کے عزائم کا اعلان دوسروں میں شوق تقلید پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے اور خود ارادہ کرنے والے کے اندر بھی زیادہ شوق اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔

غلبہ اسلام یا دوسرے الفاظ میں اشاعت قرآن و تبلیغ دین ہی ہماری جماعت کا واحد مقصد حیات ہے۔ دنیا کی غیر مسلم اقوام و ممالک کے سامنے قرآن کریم کو ان کی زبانوں میں ترجمہ کرکے پیش کرنا اور انہیں تعلیمات اسلامی سے آگاہ کرنا۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو مجدد زماں کی جماعت میں داخل کرکے اول الذکر کام کو تقویت پہنچانا یہ دو ایسے فرض ہیں۔ جو ہمارے مقصد قومی کے سلسلہ میں ہر ایک فرد جماعت پر عائد ہوتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک کو ان کے لئے کوشاں رہنا چاہئے ——— لیکن طریق کار کا سوال پھر باقی رہ جاتا ہے کہ تمام افراد سلسلہ بالخصوص جماعت کے نوجوانوں کو کس طرح ان فرائض کی انجام دہی کیلئے جدوجہد کرنی چاہئے۔

جس طرح انسانوں کے حالات مختلف ہیں اسی طرح ان کی استعدادیں اور مذاق بھی مختلف ہیں۔ اس کی مثالیں ہمیں اپنے گردو پیش بلکہ اپنے گھروں کے اندر بکثرت مل سکتی ہیں۔ دو سگے بھائیوں کی طبائع اور رجحانات میں بسا اوقات نمایاں فرق ہوتا ہے۔ زندہ قومیں اپنا مقصد اور منزل مقصود معین کر لیتی ہیں۔ پھر ان کے افراد اپنے حالات استعداد مذاق اور فطری رجحان کے مطابق اس معین مقصد و منزل کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ آپ خوب غور کرکے دیکھ لیں۔ زندہ قوموں کے اندر آپ کو یہی بات نظر آئے گی۔ ان کے افراد قومی مقاصد کی خاطر اپنی خداداد طاقتوں اور صلاحیتوں سے پورا کام لینے کی کوشش کرتے ہیں اور ان قوموں کے رہنما اس امر کا اہتمام کرتے ہیں کہ افراد کو ان کی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق کوئی نہ کوئی مشغلہ و میدان عمل میسر آ جائے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ افراد قوم کی صلاحیتیں اور استعدادیں ضائع و معطل ہونے کی بجائے زیادہ نمایاں و قوی ہو کر صحیح طور پر صرف ہوتی ہیں اور قوم کے حق میں بہتر و مفید نتائج پیدا کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر انگریز قوم کی طرف دیکھئے۔ اس کا ایک معین مقصد حیات اور منزل مقصود ہے۔ تمام انگریز اس مقصد سے وابستہ اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔ ایک انگریز سیاست دان بساط سیاست پر، ایک انگریز سپاہی میدان کارزار میں، صناع اپنی کارگاہ کے اندر، تاجر دکان و منڈی میں سب اسی مقصد کیلئے مصروف عمل ہیں۔ اگر قوم کا ایک فرد تجربہ گاہوں اور دار المطالعوں کے خاموش کمروں کے اندر بند ہو کر تجربات اور ریسرچ کرتا ہے تو دوسرا مختصر سامان سفر لئے ہوئے کرۂ ارض کے دور دراز حصوں میں سیاحی میں مصروف ہے۔ لیکن ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ قوم اور اس کے رہنما ان سب کیلئے حتی الامکان میدان عمل اور سہولتیں مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

احمدی نوجوانوں کے لئے زندہ قوموں کے اس طریق کار کے اندر ایک درس عمل ہے۔ اگر ہم اپنے مقصد سے پوری طرح وابستہ ہو کر اپنی خداداد طاقتوں اور صلاحیتوں کو کام میں لانے کا عزم کر لیں تو ہماری رفتار ترقی بہت تیز ہو جائے گی۔ اس وقت بہت سے ایسے کام ہیں جو ہمارے نوجوانوں کے کرنے کے ہیں اور نوجوان ہی انہیں نسبتاً آسانی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا ذکر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبات اور مضامین میں وقتاً فوقتاً فرما چکے ہیں۔ ان کے علاوہ اگر غور و فکر سے کام لیں تو خود نوجوانوں کی سمجھ میں بہت سے ایسے کام اور طریق کار آ جائیں گے جو ہمارے پیش نظر مقصد کیلئے مفید ہو سکتے ہیں اپنا لٹریچر دوسروں تک پہنچانا، قرآن کریم کی خدمت اور اس کے تراجم کی خاطر مختلف علوم اور زبانیں سیکھنا، تنظیم کی غرض سے افراد جماعت کے پاس پہنچنا اور مناسب تقریبات و اجتماعات منعقد کرکے انہیں جمع کرنے کا اہتمام کرنا۔ نمازوں اور درس قرآن کے باقاعدہ انتظام میں امداد دینا یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف نوجوانان جماعت کی توجہ لگا رہے اسی طرح اور بہت سے کام ہیں۔ جو نوجوانوں کی کوشش و توجہ کی بدولت آسانی و سہولت کے ساتھ انجام پا سکتے ہیں۔

میری تجویز ہے کہ امسال "یوم وصال" کی مبارک تقریب پر نوجوانان جماعت دو امور کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کریں اول یہ کہ ہر ایک نوجوان حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد و ہدایت کے مطابق خدمت قرآن کی نیت سے کوئی نہ کوئی نئی زبان سیکھے۔ بیشک یہ کام کٹھن ہے۔ اور برسوں کی محنت چاہتا ہے لیکن مسلسل محنت اور شوق و خلوص سے آسان ہو سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ہم مختلف ممالک اور علاقوں اور دنیا کی غیر مسلم اقوام کے عقائد، معاشرت، رسم و رواج، ان کے قومی قوانین، رجحانات اور تاریخ کا مطالعہ کریں۔ ایک تبلیغی جماعت کیلئے یہ از بس ضروری ہے۔ مذاہب غیر کی ریسرچ کا کام ہماری ... بہت بہتر اور مفید ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی، شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی وغیرہ کی کتابیں، رسائل اور مضامین اس پر شاہد ہیں۔ لیکن ہندوستان اور بیرونی ممالک کی غیر مسلم اقوام کے رسم و رواج، تمدن و معاشرت کے متعلق ہمارے پاس بہت کم معلومات ہیں۔ حالانکہ تبلیغ اسلام اور خود قرآن کریم کے تراجم کے سلسلہ میں ہمیں اس قسم کی معلومات کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل ساری دنیا گوناگوں مشکلات و مصائب میں مبتلا ہے اور ان تمام مشکلات و مصائب کا واحد حل تعلیمات قرآنی ہیں۔ ویسے تو قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیمات تمام سعید الفطرت انسانوں کیلئے اپنا اندر کشش رکھتی ہیں۔ لیکن ہر ایک قوم اور ملک کی جدا جدا مشکلات اور مسائل ہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ جب ہم کسی قوم یا ملک کی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کریں تو ان مسائل اور مشکلات کے حل کو زیادہ نمایاں طور پر پیش کریں۔ جن میں کہ وہ قوم یا ملک مبتلا ہو۔ ہندوستان کی اچھوت اقوام کو جو کہ ہزاروں سالوں سے چھوت چھات کے ظالمانہ رواج و قانون کی بدولت مبتلائے مصیبت ہیں یا ان روشن خیال ہندوؤں کو جو کہ ذات پات کے مصنوعی اور غیر فطری بندھنوں سے اکتا چکے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم مساوات سب سے زیادہ اور بہت جلد متاثر کر سکتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ و صاحب احساس مزدور یا مفرد فلاں جو یورپین یا ہندوانہ نظام سرمایہ داری سے تنگ آ چکا ہے وہ اسلام کے تقسیم مال اور حرمت سود کے احکام کو آیہ رحمت ...

سمجھے گا۔ ایک ہندو بیوہ جس پر کہ ہندو قانون و رواج نے دنیا کی کی تمام راحتیں ہمیشہ کے لئے حرام کر دی ہیں۔ اس صحیح و حقیقی آزادی اور ان پر یکسانہ حقوق کی کیفیت معلوم کرکے جو کہ قرآن کریم نے عورتوں کو عطا کئے ہیں۔ یقیناً اس کتاب الٰہی کی صداقت اور دین اسلام کی عظمت کا اعتراف کرے گی۔ یورپ کا عیسائی قانون ہر حالت میں ایک سے زائد بیوی رکھنے کو سنگین جرم قرار دیتا ہے۔ تبت و لداخ اور ضلع کانگڑہ کے بعض علاقوں کا بدھ و ہندو رواج بیک وقت کئی کئی مردوں کی بیوی بننے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ اکثر ہندو چچا، ماموں وغیرہ کی لڑکی سے شادی بھی حرام سمجھتے ہیں اور انہیں ہر حالت میں دور دور کے خاندانوں میں جاکر رشتے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ بخلاف اس کے پارسیوں کی شریعت حقیقی بہن سے بھی نکاح جائز قرار دیتی ہے۔ ہندوستان میں ایسے غیر مسلم بکثرت ہیں جن کے مذہبی عقائد اجازت دیتے ہیں کہ وہ اولاد نہ ہونے کی حالت میں بچہ پیدا کرنے کی خاطر اپنی بیوی کو بے شک کئی کئی مردوں کے پاس بھیجیں۔ ایک لاولد بیوہ بھی یہی حیا سوز طریق اختیار کر سکتی ہے۔ صوبہ یوپی کے علاقہ پورب اور جنوبی ہندوستان میں چھوت چھات کی پابندیاں نہ صرف اچھوتوں بلکہ خود ہندوؤں کے لئے بہت بڑی مصیبت ثابت ہو رہی ہیں چوکے کے باہر وہ کھانا نہیں کھا سکتے۔ ایک گوت کا برہمن دوسری گوت کے برہمن کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی رسوئی چھو نہیں سکتا۔

ہمیں ہر ایک قوم اور ملک کی اس قسم کی مشکلات، بے اعتدالیوں اور افراط و تفریط کے مقابلے میں اپنی مسائل کے متعلق قرآن کریم کی حکیمانہ، متوازن، قابل عمل تعلیم کو خصوصیت کیساتھ پیش کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس تمام زیر تبلیغ اقوام اور ان اقوام و ممالک کے جن میں کہ ہم آئندہ تبلیغ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ رسم و رواج، تمدن و معاشرت، تاریخ وغیرہ کے متعلق ضروری، صحیح اور براہ راست حاصل کی ہوئی معلومات موجود ہوں۔ عیسائی مشنریوں کی طرف دیکھ لیجئے۔ وہ مختلف قوموں اور ملکوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کو اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں جتنا کہ ان ممالک اقوام کی زبانوں میں بائبل کے تراجم اور ان کی اشاعت کو۔ عیسائی مشنریوں کے بیشمار سفر نامے موجود ہیں۔ وہ جس ملک میں بھی جاتے ہیں۔ وہاں کے حالات کا بغور مطالعہ اور بڑی کوشش و تحقیق سے معلومات حاصل کرتے ہیں اور پھر ان معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کی تقلید میں اب آریہ پرچارکوں نے بھی یہ کام شروع کر دیا ہے۔ مشہور آریہ سیاح مشنری ستیہ جی اور ان کے بعض رفقاء کے پر از معلومات مضامین اکثر آریہ اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

عیسائی اور آریہ مشنری اس کام کو بالعموم تخریبی ذہنیت کے ساتھ کر رہے ہیں۔ وہ ملکوں اور قوموں کے حالات اس لئے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے عقائد و مذہب اور اعمال کے کمزور پہلوؤں پر حملہ و اعتراض کر سکیں۔ عیسائیوں اور بالخصوص آریوں کے پاس ان اقوام کے رسم و رواج اور عقائد کا کوئی بہتر بدل موجود نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی اس کام کو تعمیری انداز میں انجام دے سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس تمام غلط و گمراہ کن عقائد اور ہر قسم کے تکلیف دہ غیر فطری رسم و رواج اور تمدن و معاشرت کا بہترین بدل اور مؤثر ترین علاج تعلیمات قرآنی کی شکل میں موجود ہے۔

اس کام کیلئے ہمیں زیادہ جد و جہد اور اہتمام کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان نہ صرف ہندوستان ہے کہ کسی کے اعتقاد سے تعرض نہ کیا جائے ہر ایک کو اس کے خیال و عقیدہ پر رہنے دیا جائے تاکہ نہ کسی کی دل شکنی ہو اور نہ تنازع کی کوئی صورت پیدا ہو۔ تبلیغ کے متعلق ایسا نظریہ ان اصحاب کا ہے جنہیں اصولِ حقہ کے اختیار کرنے میں جو فوائد ہیں نہ انکا علم ہے اور نہ انہیں صداقت و سچائی سے محبت و دلسوزی کسی امر کی اہمیت تب منکشف ہوتی ہے جب اس سے محبت و الفت ہو جب ان عظیم الشان فوائد احسانات کا علم ہو جو اس کے اختیار کرنے سے وابستہ ہیں اور ان مہلک نتائج پر اطلاع ہو جو اس کے رد کرنے سے لاحق ہوتے ہیں جن اصحاب کو اس کا مطلق احساس ہی نہیں کہ اصولِ صداقت کونسے ہیں اور اگر دنیا انہیں اختیار کرے تو اس سے انسانی خوشحالی و ترقی میں کیا اضافہ ہوگا۔ نہ انہیں یہ خبر ہے کہ موجودہ وقت جو صداقت سے انکار کیا جا رہا ہے تو اس کے کیا کیا مضر نتائج دنیا بھگت رہی ہے۔ ایسے احباب کا آزادی و رواداری پر اترانا بالکل بے معنی ہے۔ جب کہ ان کے نزدیک حق و باطل میں کوئی امتیاز ہی قائم نہیں جبکہ اس سے ان کے نزدیک فرق نہیں پڑتا اگر دنیا صداقت پر قائم ہو جائے یا گمراہی میں پڑی رہے تو پھر ایسی حالت میں یہ کونسا کمال ہے کہ انہیں اس بات کی پروا نہیں کہ کوئی صداقت کو قبول کرتا ہے یا اسکا منکر ہے۔ آزادی و رواداری کی سپرٹ وہاں متحقق ہوگی جہاں ایک شخص دلی اعتقاد سے ایک امر کو نہ صرف صحیح و راست یقین کرتا ہو بلکہ اسے یہ بھی علم ہو کہ اس کے اختیار کرنے سے کیسے عظیم الشان نتائج وابستہ ہیں۔ اسے دلی محبت سے اس امر کے ساتھ شدید وابستگی بھی ہو لیکن پھر باوجود اس کے اگر دوسر قبول نہ کریں تو وہ اپنے صبر و حوصلہ کو قائم رکھنے والا ہو۔ ان ملی طبع اصحاب کو جن کے نزدیک مذہب اور اس کے اصولوں کی قدر و قیمت متحقق ہی نہیں یہ پوچھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص ان کی کسی عزیز متاع کو گم کر دے تو اس وقت انہیں کیا صدمہ ہوگا اس صدمہ کی حالت میں اگر وہ عالی حوصلگی کو کام میں لاویں تب یہ کہا جائیگا کہ انہوں نے رواداری کا نمونہ پیش کیا۔ ایک صادق مومن کے نزدیک اصولِ حقہ اس کی محبوب ترین متاع ہے جب دنیا اس کی محبوب شے کو جھٹلاتی یا اس سے نفرت و حقارت کرتی ہے تو ایک طرف تو اس کے جذبات لطیفہ کو ٹھیس پہنچتی ہے دوسری طرف اسے یہ دکھ و رنج ہوتا ہے۔ کہ ایسا رویہ اختیار کرکے انسان اپنے لئے ہلاکت تیار کر رہے ہیں کیا ایسی حالت میں ایک مومن قابل الزام ہے کہ وہ کیوں کوشاں ہے کہ صداقت کا حسن و دلربائی دنیا پر عیاں ہو جائے؟ اگر وہ یہ تمنا کرے کہ گم گشتہ راہ صحیح راستہ پر گامزن ہو جائیں تاوہ ہلاکت و تباہی سے محفوظ رہیں تو کیا اسے تعصب کے نام سے پکارا جانا صحیح ہے اور کیا یہ بات آزادی و رواداری کے خلاف ہے؟

اصولِ حقہ سے عشق و محبت

سچے داعیان حق کسی سے جبراً کوئی امر تسلیم نہیں کراتے وہ تو صرف امر حق کو کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔ راہ ہلاکت سے خبردار و متنبہ کرتے ہیں۔ قبولیت حق کے فوائد واضح کرتے ہیں۔ لیکن جبر و اکراہ انکا شیوہ نہیں ہوتا۔ ایک دنیا اگر قبول نہ کرے تو انہیں یہ دکھ ہوتا ہے کہ انکار کے باعث انسانوں پر تباہی آئیگی پس تبلیغی جد و جہد کے پیچھے جو جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ وہ بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے۔ صداقت سے محبت و عشق اور بنی نوع انسان کی خیر خواہی یہ دونو جذبے ایک دوسرے سے ملحق ہیں اس لئے کہ دنیا کی حقیقی بھلائی صداقت کو تسلیم کرنے سے وابستہ ہے مگر دنیا شاید اس نکتہ کو جلد نہیں سمجھ سکتی خصوصاً آجکل جبکہ ہر طرف مادی امور قابل کشش و جذب بن رہے ہیں۔ روحانی امور کو انسان کی بھلائی سے متعلق خیال کرنا بہت دشوار ہے۔ خود مسلمان قوم کی حالت آج یہی ہو رہی ہے کہ جب تک اُن کے سامنے کوئی مادی نظریہ نہ ہو محض صداقت و اصولِ حقہ کی خدمت کا کام ان کی توجہ کو منعطف نہیں کر سکتا۔ تحریک احمدیہ جس کا سب سے اہم مقصد اشاعتِ اصول حقہ ہے کی طرف بھی مسلمان قوم کا زبردست رحجان اسی باعث نہیں ہوا کہ اس تحریک کے پیش نظر کوئی مادی نصب العین نہیں۔

حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خالصتاً اصول صداقت کا یقین اور ان سے محبت و عشق کا جذبہ جماعت کے اندر پیدا کر دیا اور صرف یہی امر آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ آسمانی امور کی طرف حقیقتاً وہی شخص کشش پیدا کر سکتا ہے جو خود آسمان سے نازل ہوا ہو۔ زمینی جد و جہد سچے رنگ میں روحانی تحریک کی علمبردار نہیں ہو سکتی حضرت اقدس غالباً پہلے وہ انسان ہیں جنہوں نے قرآن کریم اور اسلام کی مدح میں شعر کہے ہیں۔ آپ کی ایک نظم میں سے جو اسلام پر ہے چند ایک اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ آپ کو محض اصول صداقت سے کیسا عشق تھا۔ گویا کہ وہ ایک محبوب انسان ہے جس کی خوبصورتی و جمال نے آپ کے دل کو بھا لیا ہے۔

مے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمیں
پیش چشمان شما اسلام در خاک اوفتاد
چیست عذرے پیش حق اے مجمع المتنعمیں
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں

ہر احمدی مبلغ دین ہے

حضرت اقدس کی زندگی میں ہر احمدی ایک سچا مبلغ دین تھا اسکا باعث صرف یہی ہے کہ آپ کے جذبات عالیہ دوسرے قلوب پر اثرانداز ہو رہے تھے۔ نہ صرف آپ کے دل میں صداقت اصول اسلام کے متعلق کامل یقین جاگزیں تھا۔ بلکہ ان اصولوں کی دلربائی و دلکشی نے قلب کو ایسا جذب کیا تھا کہ آپ چین نہ لے سکتے تھے جب تک ان کے حسن کو بے نقاب نہ کر لیں۔ ہر احمدی کے مبلغ دین ہونے کی وجہ نہ تعصب و قومی جذبہ برتری تھا نہ ہی وہ تکلف و بناوٹ سے ایسا کرتا تھا۔ بلکہ اس کی قلبی حالت ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ تبلیغ کے بغیر اُسے چین نہ آتا جس طرح ایک عاشق اپنے محبوب کے حُسن کی داستان بیان کرنے سے نہیں اُکتاتا بلکہ اسمیں وہ اپنی قلبی راحت پاتا ہے یہی حالت جماعت احمدیہ کے افراد کے قلوب کی ہو رہی تھی آج بھی ہماری یہی کوشش ہونی چاہئے کہ اصول صداقت سے ایک محبت و الفت پیدا ہو جائے۔ ہم تب

کے ہر ایک حصے بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود ہیں۔ وہ ان ممالک کی زبانیں سیکھنے کے ساتھ ساتھ وہاں کے باشندوں کے حالات، ان کے عقائد اور رسم و رواج کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے کی کوشش کریں اور ان معلومات اور اپنے مشاہدات کو سادہ زبان میں لکھ کر سلسلہ کے اخبارات "پیغام صلح"، "لائٹ" اور "ینگ اسلام" میں اشاعت کیلئے بھیجتے رہیں۔ اس طرح ہمارے پاس معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے جو انشاء اللہ ہماری تبلیغی جد و جہد میں بے حد معاون ہوگا۔

پیغامِ صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳۱

عظیم الشان تحریکات کے دو پہلو

تحریک احمدیت کے تبلیغی اور تعمیری پہلو کو نمایاں کرو

دو رُخ

دنیا میں آج تک جتنی بھی روحانی تحریکات معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ ان کے ہمیشہ دو پہلو یا دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک پہلو مدافعت یا کشمکش کا ہوا کرتا ہے۔ وہ اسباب اور وجوہ جو ان کے آڑے آتے ہیں اور انہیں پنپنے سے روکتے ہیں۔ ایسی تحریکات کو اپنی بقا اور اپنے قیام کے لئے ایسے وجوہ اور اسباب سے برسرپیکار ہونا پڑتا ہے۔ اور ان کی قوت کا کافی حصہ اس کشمکش میں صرف ہو جاتا ہے۔ دوسرا پہلو ہر روحانی تحریک کا تعمیری یا تبلیغی ہوتا ہے یعنی وہ تحریک اپنے ماحول کیلئے یا اپنے حلقۂ اثر کے لئے خواہ وہ حلقہ آفاق گیر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک عظیم الشان روحانی پیغام کی حامل ہوتی ہے۔ اک جہان تازہ کی تخلیق کرتی ہے۔ دنیائے قدیم کے کھنڈرات پر ایک رفیع الشان عمارت تعمیر کرتی ہے۔ نظریہ حیات بدل دیتی ہے معیار اشیاء میں تغیر عظیم پیدا کر دیتی ہے۔ انسان کے جذبہ تعمیر میں ایسی جولانیاں پیدا کرتی ہے کہ زمین کے بسنے والے آسمان سے ہمکنار ہوتے ہیں اور ان کا وجدان کائنات پر محیط ہو جاتا ہے۔ حیات کے اسرار ان پر عیاں کر دیئے جاتے ہیں۔ حقائق اشیاء منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ تحریک زمان و مکان پر ایسا نقش ثبت کرتی ہے جو دائمی ہوتا ہے عمیق ہوتا ہے اور انسانی نسلوں کے تحت الشعور تک اتر جاتا ہے۔

یہی دو نمایاں پہلو ہیں ہر تاریخی اور روحانی تحریک کے۔ تفصیلات خواہ کتنی وسیع اور الجھی ہوئی ہوں۔ لیکن ان کا ملخص یہی دو رُخ ہوں گے۔

تحریک احمدیت کے دو پہلو

تحریک احمدیت بھی ایک زبردست روحانی اور احیائی تحریک ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک مدافعانہ اور دوسرا تعمیری۔ یہ تحریک، ہر اس تحریک سے نبرد آزما ہے۔ جو زمینی ہے، مادی ہے، دجالی ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ کب تک اس تحریک پر مدافعانہ دور رہے گا اور کب اس تحریک کا تعمیری دور شروع ہوگا۔ اور وہ جہان تازہ کب معرضِ وجود میں آئے گا جس کی نوید امام عصر حاضر نے دنیا کو دی ہے۔ اس کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے اور اس کی مشیت مستقبل کے ہر انقلاب پر حاوی ہے۔ ہم لوگ جنہوں نے اس عظیم المرتبت امام کو تسلیم کیا ہے۔

اک جہانِ نو کی تلاش میں ہیں اور اس کیلئے تگ و دو کر رہے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ اس جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ اور دنیا کبھی ہمارے چہرہ اور تیور میں تھکن کے آثار نہیں دیکھے گی۔ ہم اور ہماری نسلوں کا مقصد حیات صرف ایک ہے اور وہ ہے غلبۂ اسلام، اور ساری کشمکش کا خلاصہ ہے اعلائے کلمۃ الحق۔

احمدیت کوئی جدید مذہب نہیں

احمدیت کوئی جدید مذہب نہیں۔ صرف اسلام کا ایک احیائی دور ہے۔ اسلام کی بیشمار شانوں میں سے، ایک شان ہے دین کامل ہو چکا اور اسلام کے بعد کوئی دین نہیں۔ نبوت ختم ہو چکی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسلام کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک دور میں غروب ہو کر دوسرے دور میں طلوع ہوتا ہے اور ابدالآباد تک اس کی ضوفشانیاں مختلف ادوار کو منور کرتی رہیں گی اور یہ آفتاب عالم زمان و مکان کی پہنائیوں میں یونہی روشن رہے گا۔ کفر و الحاد کے تاریک بادل اٹھیں گے اور آسمان پر چھا کر اس سورج کے چہرہ کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہ کیفیت عارضی ہوگی بادل چھٹ جائیں گے اور اسلام کا آفتاب ان بادلوں کی بے ثباتیوں پر خندہ زن رہے گا۔

احمدیت ایک شاندار دور ہے

احمدیت اسلام کے شاندار ادوار میں سے ایک دور ہے! احمدیت اسلام کا کمال ہے۔ کوئی معمولی تحریک نہیں لیکن یہ تحریک اعلائے کلمۃ الحق کیلئے عسکری تشدد کی حامی نہیں۔ بلکہ اخلاق اور روحانی نفوذ کی قائل ہے۔ اس کے علاوہ اس کا مقابلہ جن تحریکات سے ہے۔ وہ مادی ہیں اور دنیوی ساز و سامان کے لحاظ سے مضبوط اور قہرمانی ہیں۔ ان کی وجاہت اور شوکت کسی تشریح کی منت کش نہیں۔ دجال جو غیر الٰہی افکار اور اعمال کا مرقع ہے۔ جس کے اندر اسفل جذبات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اس کا مقابلہ اعلےٰ درجہ کی اخلاقی قوت اور رفق و ملائمت سے ہی کرنا چاہئے اور اسلام کے پیغام کو دنیا کی دور افتادہ اقوام تک پہنچانا ہمارے سپرد ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ وہ مسیح محمدی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کا غلبہ دنیا میں ظاہر کرے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی تمام متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے"۔

دنیا منتظر ہے

تمام احمدی دوستوں پر یہ امر خوب روشن ہونا چاہئے کہ انہوں نے امام عصر حاضر کو قبول کر کے زبردست ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا ہے اور ایک عظیم الشان مجاہدہ کیلئے اپنی نقد زلیست پیش کی ہے اور صمیم قلب سے عہد کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ یہی وقت ہے میدان عمل میں نکلنے کا۔ حالات ساعد ہیں۔ دنیا ایک دور ختم کر کے دوسرے دور کی چوکھٹ پر کھڑی ہے اور اک جہان تازہ کی منتظر ہے۔ اقوام عالم ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو کر دور قدیم کو اور روایات کہنہ کو ختم کر رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ کو میدان میں نکل آنا چاہئے

اس نفسیاتی موقعہ پر ہمیں بھی اسلام کے سرمدی اور جاودانی پیغام کو ایک جوش اور خروش کے ساتھ اقوام عالم تک پہنچانا چاہئے اسلام کے جمال کو، اخلاقی محاسن کو، بلند پایہ خصوصیات کو واشگاف کرنا چاہئے۔ اور یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ جماعت احمدیہ کا بچہ بچہ ایک مجاہد اور سرفروش سپاہی نہ بن جائے۔ ہمیں کامل توقع ہے کہ مامور من اللہ کی صالح اور بلند بخت جماعت اپنے فرائض کا جائزہ لے گی اور اپنے جوہر قابل کو دنیا کے سنگ امتحان پر پرکھے گی۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس پہلو کو جو تبلیغی اور تعمیری ہے نمایاں کرے گی۔ اور ایک ایسا کردار دنیا کے سامنے پیش کرے گی جس کی دنیا کو آرزو ہے۔ اے خدا تو نے اپنی عظیم الشان مشیت کے ماتحت اس سلسلہ کو قائم کیا ہے تو ہی اس سلسلہ کی سازگاری فرما اور اس کے ہر فرد کو وہ ذوق یقین عطا کر جس سے تیرے مامور کا سینہ منور تھا۔ اور ایسی وسعت نظر دے جس میں آفاق گم ہو جائیں۔ اے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین

اخبارِ احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— پیغام صلح مؤرخہ ۷ مئی میں خبر درج کی گئی تھی کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کا پتہ درج ذیل ہے احباب مطلع رہیں۔

پتہ :- پردین - ڈلہوزی

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ ہمارے دونوں سکولوں مسلم ہائی سکول لاہور اور مسلم ہائی سکول بدوملہی کا میٹرک کا نتیجہ نہایت ہی شاندار رہا مسلم ہائی سکول لاہور کا ۸۷ فیصدی اور مسلم ہائی سکول بدوملہی کا ۹۳ فیصدی رہا۔ اس شاندار کامیابی پر ہم دونوں سکولوں کے اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

خوشخبری

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں کیلئے انتہائی خوشی کا باعث ہوگی — کہ ڈاکٹر قاضی نظیر الاسلام کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے، کامیابی عطا فرمائی یعنی پروفیسری کا گریڈ عنایت فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس الٰہی مہربانی کے شکریہ میں سرینگر کی مسجد کیلئے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ یعنی مبلغ دو صد روپیہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے اور آئندہ اس سے بھی بڑھ کر کامیابیاں عطا فرمائے۔

از جناب مولینا **آفتاب الدین** صاحب سابق امام مسجد ووکنگ

مغربی اقوام کی اولوالعزمی

یہ بات نہایت وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مغربی اقوام ہی آج حقائق اشیاء سے زیادہ قریب ہیں ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی قوم ہوا کرتی ہے جو براہ راست کائنات عالم اور حقائق اشیاء کا علم حاصل کرتی ہے آج اس بات کو تسلیم کرنے میں کیسے شک ہو سکتا ہے کہ آج اس قسم کی اولوالعزمی صرف مغربی اقوام کو ہی حاصل ہے۔

فریب وہ راستہ

مغربی اقوام نے جو راستہ اختیار کیا ہوا ہے وہ فریب دہ ہے خدا کا مقرر کیا ہوا راستہ جس کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہوا کرتی ہے یہ اقوام ترک کر چکی ہیں اور اس کی جگہ خالص عقلیت کو اپنا رہنما تسلیم کر چکی ہیں اور غالباً یہ شرک فی التوحید کی ایک مخفی سزا ہے مگر یہ بات ہمیں فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اسرار حیات کو منکشف کرنے کیلئے جو جستجو اور جانفشانی ان اقوام نے کی ہے وہ قابل تحسین ہے۔ مثال کے طور پر ان کے فلاسفہ کو ہی لیجئے زندگی کا کوئی پہلو ان کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہے اور باوجود انتہائی مذہبی تعصب کے جو صدیوں کا پروردہ ہے اسلامی محاسن کا اعتراف انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں ضرور کیا ہے یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ زندگی کی سرگرمیاں ان میں بدرجہ اتم موجود ہیں اگر کسی بات کی کمی نظر آتی ہے تو یہی کہ مذہب کو ایک زندہ اور دائمی حقیقت نہیں سمجھتے لیکن باوجود اس لادینی اور انکار کے وہ طبعاً اسلام کی طرف مائل رہیں اس امر کا شعور سب سے پہلے امام عصر حضرت مرزا غلام احمد صاحب ربانی مسیح موعود کو ہوا جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

مسلمانوں کو اس امر سے خوشی ہوتی ہے کہ یورپ خود بخود اسلام کی طرف آ رہا ہے بلکہ مجھے وہ واقعہ اکثر یاد آتا ہے جب خواجہ حسن نظامی صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے استفسار کیا تھا کہ عیسائیت کی بیخکنی انکے اپنے ہی مفکرین کر رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ یکسر الصلیب جو فخر حضرت مرزا صاحب کی جماعت نے مخصوص کرنا چاہتی ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں مجھے یاد نہیں حضرت مولانا نے اسکا کیا جواب دیا تھا مگر میرے نزدیک خواجہ صاحب یہ بات بھول گئے کہ لامذہبیت کے جو حملے عیسائیت پر ہوتے ہیں وہ کسی مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں ہوا کرتے بلکہ ان کا مقصد وحید ایک ادنیٰ درجہ کی تخریب ہے ان نقادوں کا علم الکلام مذہب سے بالکل مختلف ہے اور اس ملحدانہ طرز فکر نے صرف عیسائیت کو ہی تباہ نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کیلئے بھی ایک مستقل خطرہ ہے خواجہ صاحب مذکور کو بجائے خوشی کے غم ہونا چاہئے تھا کہ اس ملحدانہ طرز فکر نے مسلمانوں کے سینہ سے ایمان کے دئیے گل کر دئیے اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمان دہریہ بن چکے ہیں اس کے بالمقابل احمدیت کا علم الکلام بالکل مختلف رنگ رکھتا ہے یہ تخریبی نہیں بلکہ تعمیری ہے احمدیہ علم الکلام ایمان اور یقین کا اتمام چاہتا ہے احمدیت کو صرف عیسائیت سے ہی مقابلہ نہیں بلکہ اس ملحدانہ طرز فکر سے بھی زبردست مقابلہ درپیش ہے۔

مغرب میں اسلامی رجحانات مغرب میں اسلام کی طرف جو ایک میلان پایا جاتا ہے یہ کوئی خاص خوشی کی بات نہیں البتہ یہ ایک موقعہ ضرور ہے جس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور یہ احتمال ہے کہ اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو وہ طبقہ جو آج اسلام میں خوبیاں دیکھتا ہے وہ عیسائیت کا ایک تو منکر اسلام کا زبردست دشمن ثابت ہو گا تاریخ شاہد ہے کہ یورپ میں ہی ایک نادر موقع تھا جب اسٹنٹ موومنٹ پیدا ہوئی جس کے ذریعہ سے ان علوم کو زندہ کیا گیا جنہیں عیسائیت نے تباہ و برباد کیا تھا اس وقت اسلام بھی کمزور نہیں تھا بلکہ ایک زندہ طاقت تھا مگر ہوا کیا اس موقعہ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا گیا اور اس مذکورہ فرقہ نے اسلام کو وہ نقصان پہنچایا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا اتنا نقصان تو اسلام کو حروب صلیبیہ سے بھی نہیں پہنچا میرے خیال میں یہ بھی ایک عذاب الٰہی ہے جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر انکی غفلت کیوجہ سے آتا رہتا ہے دور جانے کی کیا ضرورت ہے یہیں ہندوستان میں متعدد مواقع تحریکیں پیدا ہوئیں مگر مسلمانوں نے غفلت کی وجہ سے کبھی ان سے فائدہ نہیں اٹھایا اور بعد میں یہی تحریکات اسلام کی زبردست معاند ثابت ہوئیں سکھوں کو لیجئے مسلمانوں کو کتنا نقصان اس قوم سے اٹھانا پڑا۔ آریہ سماج کو بھی اسی زمرہ میں شامل سمجھنا چاہئے اور سب سے تعجب کی بات ہے کہ برہمو سماج جسکا اصل الاصول یہ ہے کہ ہر بانئے مذہب کا احترام کرنا چاہئے اور سب مذہب کو خدا کی طرف سے ماننا چاہئے وہ بھی مسلمانوں کے سخت خلاف ہو رہے ہیں۔

یہ مفید بات نہیں

سو مغرب کا اسلام کی طرف میلان اسلام کے لئے کوئی مفید بات نہیں ہاں یہ اسی حالت میں مفید ہو سکتی ہے جس صورت میں مسلمان تبلیغی لحاظ سے اس کیفیت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

تحریک احمدیت کی خدمات

مسلمان اگر غور سے مطالعہ کریں تو انہیں یہ حقیقت جلی حروف سے لکھی ہوئی نظر آئیگی کہ اسلامی سواد اعظم میں صرف تحریک احمدیت ہی وہ زندہ اور فعال قوت ہے جو اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہے اور جسے اس امر کا شعور ہے کہ اسی موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے یہی وجہ ہے کہ ووکنگ مشن کے قیام سے پہلے جو انگریز مسلمان ہو چکے تھے وہ نامحسوس طور پر اسمیں مدغم ہو گئے مثلاً عبد اللہ کوئیلیم اور انکی جماعت کے دیگر اشخاص کو لیجئے ووکنگ مشن سے پہلے یہ تعلق سے تھے یہ تو صرف ووکنگ مشن ہی ہے جس نے ان انگریزوں کے قلوب میں اسلامی اخوت کا صحیح احساس پیدا کیا ورنہ اسلامی دنیا کو ان نو مسلم انگریزوں سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی یہ تھوڑی بہت توجہ جو اسلامی دنیا کو اس طرف ہو گئی یہ سب تحریک احمدیت کی پیدا کردہ ہے۔ ورنہ عام مسلمانوں کو کیا پرواہ ہے کہ کوئی قوم مسلمان ہوتی ہے یا عیسائی ہوتی ہے یا دھریہ ہوتی ہے ان کے پیش نظر تو اپنی ہی خود غرضیاں ہیں انگریز جرمن یا فرانسیسیوں کے مسلمان ہونے کی بجائے کوئی روٹی کا مسئلہ ہو تو مسلمان اس کی طرف جلدی متوجہ ہوتے ہیں کیا اسی مادی فطرت اور رجحان کے ہوتے ہوئے تیرہ سو سالہ روحانی روایات کو ایک نئی قوم کے اندر داخل کیا جا سکتا ہے؟ خیر یہ تو ایک علمی مسئلہ ہے جس کے لئے تحقیق اور تجسس کی ضرورت ہے۔

ایک حقیقت

میں ایک چھوٹے سے واقعہ سے اس بات کو ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مغرب میں اسلام پھیلنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت پورے ایمان اور جوش سے کھڑی ہو جائے۔ ہمیں اس موقعہ پر قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یعنی۔۔۔ روحانی تغیر کو پیدا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی شہید ہونا چاہئے دنیا میں کوئی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی خواہ وہ کوئی مادی تحریک ہی کیوں نہ ہو جب تک کہ ایک جماعت پوری قوت سے اس کی حامل نہ ہو۔ جب تک کہ اس تحریک کے مبادی ایک زندہ حقیقت کی صورت میں اس جماعت میں نظر نہ آتے ہوں۔ جب تک یہ کیفیت نہ ہو اس وقت تک دنیا کسی صداقت کو قبول نہیں کرتی اور نہ کر سکتی ہے لیکن آج حالت یہ ہے کہ ایک قوم کیا ایک عام آدمی کو بھی یہ بات منوانا مشکل ہے کہ اسلام میں زندگی اب بھی موجود ہے وجہ یہ ہے کہ مسلمان خود اسلام پر عمل پیرا نہیں اور انکا اسلامی تعلیمات اور روایات سے محکم تعلق نہیں۔ اسلام خواہ کتنی ہی معقولیت اپنے اندر رکھتا ہو اس کی شریعت کتنی بلند پایہ کیوں نہ ہو اگر گھر والوں کو اس تعلیم اور شریعت سے کوئی دلچسپی نہیں تو وہ دوسروں کے لئے جاذب توجہ نہیں ہو سکتا۔

وہ انگریز جو اسلامی تعلیم کے دلدادہ ہوتے ہیں انہوں نے بھی عام مسلمانوں میں ایمانی اور عملی فقدان کو محسوس کیا ہے۔ چنانچہ میں اپنا تجربہ پیش کرتا ہوں۔ مجھ سے کئی انگریز نو مسلموں نے پوچھا ہے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ جو تڑپ جو جذبات اسلام کے متعلق تم میں نظر آتے ہیں وہ عام مسلمانوں میں نظر نہیں آتے تو اسکا جواب صاف ہے کہ یہ تبلیغی روح ایک مامور من اللہ کی پھونکی ہوئی ہے اور اسلامی سواد اعظم میں صرف منظم جماعت ہے جو اس روح کی حامل ہے جو لتکونوا شھدآء علی الناس کی مصداق ہے۔ گزشتہ نصف صدی اس صداقت پر خاموش شاہد ہے کہ صرف جماعت احمدیہ ہی اس کام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاس طیبہ کی برکت سے کر سکتی ہے اور یورپ بھی صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو آنحضرت صلعم کے عظیم المرتبت خلیفہ ہیں۔ حلقۂ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔ باقی مسلمان اس کام کو نہیں کر سکتے اور نہ انہیں اس کام کی تفہیم ہے۔

مسئلہ جنازہ کی حقیقت

یعنے

قادیانی عقیدہ تکفیر کا جنازہ

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مسئلہ جنازہ سے قادیانی اصحاب کو بہت تکلیف پہنچی ہے اور جس طرح ڈوبنے والا ہر تنکے کو ہاتھ ڈالتا ہے کہ شاید اس کے سہارے سے بچ جائے۔ وہی حالت اصحاب قادیان کی ہے۔ پیروں کے پیرے خود بناکر دیدہ دلیری سے اخبار میں چھاپے گئے جن کے نیچے حوالہ تھا۔ ریویو آف ریلیجنز جلد فلاں نمبر فلاں۔ حالانکہ یہ ساری عبارتیں خود ساختہ ہیں۔ اور جب یہاں دفتر سے اخبار الفضل کو لکھا گیا کہ وہ اس کا پتہ بتائیں یا اصلاح کریں۔ اور میں نے بھی خطبہ جمعہ میں توجہ دلائی تو اخبار میں ایک پرانا رٹا ہوا فقرہ دوہرا دیا گیا کہ میں نے غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے۔ بلا وجہ کسی کو گوبھی اور شلجم کے سڑے ہوئے چھلکے کہنا یا جہنم کی جلتی بھرتی آگ بتانا تو قادیانی اصطلاح میں رحمت اور محبت ہے۔ بشرطیکہ کہنے والے خلیفہ قادیان ہوں۔ لیکن کسی افترا کی طرف توجہ دلانا کہ یا اس کا ثبوت دو یا تردید کرو۔ یہ غیظ و غضب کا اظہار ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ الفاظ تو اس سے پہلے بھی میری طرف منسوب کرکے لکھے گئے تھے۔ یعنی کہوں سے کسی اشتہار میں۔ گویا جھوٹ اگر دو دفعہ بولا جائے تو وہ سچ ہو جاتا ہے۔ کیسے کیسے عجیب گُر اس قوم کو سکھا دیئے گئے ہیں۔ باطل بھی حق بن سکتا ہے بشرطیکہ اسے بار بار دوہراتے رہو۔ مسئلہ نبوت اور تکفیر میں بھی اس گُر نے کام دیا ہے۔ کہتے چلے جاؤ۔ کچھ نہ کچھ بن ہی جائے گا۔

پھر کبھی کہا جاتا ہے کہ میں نے پہلے مسئلہ نبوت پر ۱۹۱۴ء میں چیلنج دیا تھا پھر مسئلہ تکفیر پر چیلنج دیا۔ اور اب مسئلہ جنازہ پر چیلنج دے رہا ہوں۔ گویا مجھے کسی بات پر ثبات نہیں۔ یہ بھی عجیب منطق ہے۔ میں نے پہلے مسئلہ نبوت پر چیلنج دیا تو خلیفہ صاحب قادیان نے گریز کی راہ اختیار کی اور مباحثہ کیلئے نہ نکلے۔ کیا میں نے ان کا ہاتھ پکڑا تھا۔ کہ وہ اس چیلنج کو قبول نہ کریں۔ پھر مسئلہ تکفیر اور نبوت پر بحث کے لئے چیلنج دیتے دیتے مجھے کئی سال گذر گئے۔ تو خلیفہ صاحب اس پر بھی خاموش رہے اور بحث کیلئے نہ نکلے۔ بالآخر میں نے ایک نہایت موٹی بات پیش کی۔ جس میں کسی علمی موشگافی کی ضرورت نہ تھی یعنی غیر احمدی کے جنازہ کا جواز جس کے جواز پر حضرت مسیح موعود کے سات فتوے ہیں اور عدم جواز پر ایک بھی نہیں۔ اور اسی عدم جواز پر قادیانی عقائد کی عمارت بنی ہوئی ہے تو وہاں بھی خلیفہ صاحب نے وہی گریز کی راہ اختیار کی۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا میرے قدم کو ثبات نہیں۔ یا خلیفہ صاحب کی ہر مسئلہ میں گریز کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ خدا شاہد ہے کہ میں ان کی شکست کیلئے، انہیں نیچا دکھانے کیلئے یہ کام نہیں کرتا۔ صرف حضرت مسیح موعود کے دامن کو غلط الزامات سے پاک کرنے کیلئے اور خلیفہ صاحب قادیان اور ان کی جماعت کی اصلاح کیلئے یہ سب کچھ کرتا ہوں تاکہ وہ اسلام میں فتنہ پیدا نہ کریں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کیا فتنہ ہوگا کہ اب کوئی کافر کلمہ کے اقرار سے اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس مختصر سوال کا دو حرفہ جواب قادیانی علماء نہیں دیتے کہ کیا ان کے نزدیک آج روئے زمین پر کوئی کافر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے؟ اس سیدھے سوال کے جواب سے گریز کیلئے ساری قادیانی منطق صرف ہو رہی ہے لیکن ایک اتنی سی بات نہیں کہیں گے کہ ہو سکتا ہے یا نہ۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں قادیانی عقائد کی موت ہے۔ "ہاں" کہنے سے اس لئے کہ پھر حضرت مرزا صاحب مومن ہی نبی نہ ہوئے اور قادیان کی ساری عمارت دھڑام سے گر گئی۔ اور "نہ" کہنے سے اس لئے کہ پھر انہیں یہ ماننا پڑیگا کہ کلمہ منسوخ ہو گیا اور دین بدل گیا۔ اور اسی پول کے کھلنے سے ان کا اندرونہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا ظاہر ہونا بھی انہیں موت کی طرح نظر آتا ہے۔

"مسئلہ جنازہ کی حقیقت" باوجود سوا دو سو صفحات پر مشتمل ہونے کے قادیانی عقائد کے حق میں ایک ہی لفظ "موت" کا حکم رکھتی ہے اس لئے کہ ستائیس سال تک خلیفہ قادیان یہ کہتے رہے کہ ان حوالوں سے غیر احمدی کے جنازہ کا جواز نکلتا ہے۔ مگر مرزا بشیر احمد صاحب نے دو سو پچیس صفحات لکھ کر زعم خود یہ ثابت کر دیا کہ ان حوالوں سے غیر احمدی کے جنازہ کا . . . . جواز ثابت نہیں ہوتا۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں رہنماؤں کے اقوال میں سے سچا کس کو کہا جائے۔ اس کو جو یہ کہتا ہے کہ ان حوالوں سے غیر احمدی کے جنازہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یا اس کو جو کہتا ہے کہ جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں خیال آ گیا۔ شاید یہ کہا جائے کہ ان دونوں رہنماؤں کو عصمت کبریٰ کا مقام حاصل ہے جب ۱۹۱۵ء سے ۱۹۴۲ء تک بڑے میاں صاحب یہ کہتے رہے کہ حضرت مسیح موعود کے ان حوالوں سے جو ہم پیش کرتے ہیں غیر احمدی کے جنازہ کا جواز ثابت ہوتا ہے تو اس وقت وہی بات درست تھی۔ اور اب جب ۱۹۴۲ء میں چھوٹے میاں صاحب نے یہ لکھ دیا کہ ان سے جواز ثابت نہیں ہوتا تو اب یہی درست ہے۔ یا یہ بھی درست ہے اور وہ بھی درست ہے اور جواز اور عدم جواز کے ایک ہی معنے ہیں۔ جس لغت میں ظل کے معنے اصل اور مجاز کے معنے حقیقت، غیر احمدی کے معنے احمدی، مخالف کے معنے مصدق ہو سکتے ہیں۔ اس میں جائز کے معنی ناجائز اور ناجائز کے معنی جائز کر لینا کونسا مشکل کام ہے۔

مگر غور فرمائیے کہ حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کیا ہے آپ کی زندگی میں سات دفعہ آپ پر یہ سوال ہوا کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ تو ساتوں دفعہ یہ جواب دیا کہ غیر احمدی تکفیر و تکذیب کرتا ہو، مخالف ہو اور گالیاں دیتا ہو تو جنازہ نہ پڑھو اور جو غیر احمدی خاموش اور درمیانی حالت میں ہے۔ مخالف ہو مگر بُرا نہ بولتا ہو۔ اس کا جنازہ پڑھ لو۔ مگر اب اس کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ خاموش اور درمیانی حالت والے غیر احمدی سے مراد آپ کی احمدی تھی۔ یا ایسا شخص جو ہر طرح احمدی ہو چکا ہو مگر بیعت اس نے نہ کی ہو۔ گویا حضرت صاحب کہنا تو یہی چاہتے تھے کہ غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھو۔ مگر لفظ ایسے استعمال کئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ پڑھ لو۔ سبحان اللہ کیا بلند مقام ہے۔ گویا نعوذ باللہ آپ اپنے مریدوں کو دھوکا دیتے تھے۔ یہ قادیان کا علم کلام ہے لیکن اب صرف ایک سوال رہ جاتا ہے۔ کہ جو شخص الٹا کچھ بولے اور مطلب ان لفظوں کے بالکل خلاف ہو اس کو منافق کہا جائے گا یا کچھ اور۔

اب ایک اور سلسلہ شروع ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے ہی نہ جاتے تھے۔ اس قسم کی دو شہادتیں الفضل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ایک ایسی بے باکی جس کی نظیر دیندار تو کیا دنیاداروں میں بھی نہیں ملتی۔ الفضل میں سرخیاں باندھی جاتی ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانے میں غیر احمدی کے جنازے نہ پڑھے جاتے تھے۔ کھلے واقعات کا یہ انکار خدا کی شان ہے اس اخبار میں نکل رہا ہے جس کو تقوے کی تعلیم دینے کا دعوےٰ ہے۔ تعجب ہے کہ جماعت قادیان کے کوئی بزرگ لب کشائی نہیں کرتے۔ اور اس کذب صریح کی تردید نہیں کرتے۔ اب ان شہادتوں کو لیجئے۔ پہلی شہادت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

مستری میاں سوندھی خانصاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معتقد تھے۔ انہوں نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی تھی۔ بیعت کے متعلق وہ کہتے تھے۔ کہ میں قادیان جاکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ اتفاقیہ طور پر بیمار ہو گئے اور تین یوم بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ ان کے پسر مستری میاں الہ دیا صاحب نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت قادیان پہنچکر کر چکے تھے بخدمت خلیفہ محمد اکرم صاحب جو اس وقت جماعت احمدیہ سامانہ کے رکن تھے۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے والد میاں سوندھی خانصاحب قادیان نہیں جا سکے۔ دل سے احمدی ہو چکے تھے۔ اس پر خلیفہ محمد اکرم صاحب نے یہ فرمایا کہ بیعت کر لینے کی جو شرط ہے۔ وہ چونکہ پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ خود مستری میاں الہ دیا صاحب نے بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔"

(الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۴۲ء)

دوسری شہادت میں یہ ذکر ہے کہ جماعت کے لوگوں نے فلاں موقعہ پر غیر احمدی کا جنازہ پڑھا تو میں نے نہیں پڑھا۔ یا فلاں موقعہ پر جنازہ پڑھنا چاہا تو میں نے روکا اور آخری واقعہ حسب ذیل ہے:-

"میری ہمشیرہ جو شادی شدہ تھی ۱۹۱۰ء میں فوت ہوئی اگرچہ وہ مصدقہ تھی۔ ہرگز مخالف نہ تھی۔ تاہم چونکہ اس نے بیعت نہ کی ہوئی تھی۔ میں نے اس کا جنازہ نہ پڑھایا"

اب یہ شہادتیں بتاتی ہیں۔ کہ ان دونوں گواہوں نے "مصدق احمدیت" کا جنازہ بھی نہیں پڑھا۔ حالانکہ میاں بشیر احمد صاحب نے اپنی کتاب "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت صاحب کے فتاوے کے مطابق مصدقین احمدیت کا جنازہ جائز ہے۔ مدعی سست گواہ چست کی مثل شاید ہی کبھی ایسی برمحل ثابت ہوئی ہو۔ یعنی ضرورت تو تھی یہ ثابت کرنے کی کہ مصدقین کے جنازے پڑھے جاتے تھے۔ مگر گواہ کہہ رہے ہیں کہ مصدقین کے جنازے بھی نہ پڑھے جاتے تھے۔ اب ان گواہوں کو سچا [illegible] کرنے کیلئے یہ ضرورت ہوگی کہ کوئی اور بزرگ قادیان سے [illegible] اور پانچسو صفحات کی کتاب لکھکر یہ ثابت کریں کہ حضرت مسیح موعود کے فتاوے کا یہ منشا تھا کہ مصدقین کا جنازہ بھی نہ پڑھا جائے

بیٹیاں بیاہ چکے ہوئے۔ بڑے میاں صاحب کے نزدیک ان حوالوں سے غیر احمدیوں کے جنازہ کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ چھوٹے میاں صاحب کے نزدیک غیر احمدیوں کے جنازہ کا جواز نہیں بلکہ مصدقین کے جنازہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور اب ایک تیسرے صاحب کی ضرورت ہے جو یہ ثابت کریں کہ ان حوالوں میں مصدقین کے جنازہ کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ امید ہے اخبار الفضل کو یہ سمجھ آجائے گی کہ وہ آئندہ اس قسم کے گواہوں کی بجائے مناسب حال گواہیاں شائع کیا کریں گے۔ آج کل کا قانون ہی ایسا خراب ہے کہ وکیلوں کو گواہ سے اپنے حسب منشا کہلانا پڑتا ہے۔

لیکن میں ان دو بزرگوں سے پوچھتا ہوں کہ یہ جو انہوں نے اپنا کارنامہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے مصدق کا جنازہ بھی نہیں پڑھا کیا اس کی غرض صرف یہی ثابت کرنا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کچھ کہیں ہم اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ چلئے تنزل کے طور پر یہی مان لیجئے کہ حضرت صاحب نے سات دفعہ فرمایا کہ مصدقین کے جنازے پڑھ لیا کرو۔ تو یہ سرکاری گواہ کس کے مذہب کی پیروی کرتے تھے کہ بڑے فخر سے لکھ دیتے ہیں کہ ہم مصدقین کے جنازے بھی نہ پڑھتے تھے کیا دوسرے الفاظ میں وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ مسیح موعود کو کیا سمجھ تھی ہم ان سے بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ سو دفعہ کہیں کہ مصدقین کے جنازے پڑھ لیا کرو۔ ہم کبھی نہ پڑھتے تھے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ پہلے حضرت مسیح موعود کی کوئی سند پیش کرتے کہ جب تک کوئی شخص ہماری بیعت میں داخل نہ ہو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور پھر یہ گواہیاں پیش کرتے کہ ہم اس پر عامل تھے۔ یہ درحقیقت جماعت قادیان کی ذہنیت ہو چکی ہے۔ کہ ان کو حضرت مسیح موعود کے احکام کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ اپنی ہوا و ہوس کی اتباع کرتے ہیں۔ نہ خدا کے مامور کی۔

لیکن میں نے تو یہ سوال نہ کیا تھا کہ جماعت میں کوئی ایسے لوگ بھی تھے جو حضرت مسیح موعود کے جنازے کے فتاوے کو اس وقت بھی پاؤں تلے روندتے تھے۔ میرا سوال یہ تھا کہ کیا جماعت قادیان میں کوئی ایسے پرانے بزرگ ہیں جو یہ حلف اٹھائیں کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آپ کے ان فتاوے کے ماتحت غیر احمدیوں کے جنازے بڑی بڑی جماعتوں میں نہ پڑھے جاتے تھے۔ جیسے مثلاً لاہور، سیالکوٹ، خود قادیان۔

اگر پچاس ایسے گواہ بھی پیش کر دیئے جائیں جو یہ کہہ دیں کہ ہم باوجود حضرت مسیح موعود کے فتاویٰ کے کسی غیر احمدی کا جنازہ بھی نہ پڑھتے تھے۔ ہمارا عمل ان کے صریحاً خلاف تھا تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ یہ پچاس گواہ صرف یہ ثابت کریں گے کہ انہیں حضرت مسیح موعود کے فتاوے اور احکام کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ لیکن اگر حضرت مسیح موعود کے ان فتاوے کے ماتحت بڑی بڑی جماعتوں میں غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے گئے ہوں۔ حتیٰ کہ میاں چھجو کا جنازہ بھی احمدیہ جماعت لاہور نے پڑھا ہو۔ جو جنازہ کے قائل ہی نہ تھے۔ اور حضرت صاحب کے مصدق بھی نہ تھے۔ تو یقیناً جماعت ان فتاوے کے یہی معنی لیتی تھی۔ جو آج ہم لیتے ہیں اور جو آج تک خلیفہ صاحب قادیان بھی لیتے رہے۔ جنازہ کا مسئلہ قادیانی عقیدہ تکفیر کو ہمیشہ کی نیند سلا چکا ہے۔ قادیانی دوست اسے چاہے آج مان لیں چاہے کل۔

موجودہ جنگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت

از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب

آج ہمارا زمانہ اگر ایک طرف علم اور روشنی اور سائنس کا زمانہ کہلاتا ہے تو دوسری طرف مادیت اور دہریت بھی اس زمانہ میں اپنے کمال کو پہنچ چکی ہے۔ اور ان دونوں چیزوں کا آغاز گذشتہ ایک دو صدیوں میں ہوا اور ان کا منبع بھی ایک ہی ہے یعنی یورپ۔ سائنس اور علم نے کمال درجہ کی ترقی کی اور اس کے ذریعہ انسانی زندگی کو جسمانی طور پر راحت اور آرام مہیا کرنے کے لئے بے شمار ایجادات ہوئیں۔ سفر کو آسان بنانے کے لئے ریل، جہاز، موٹر، ہوائی جہاز ایجاد ہوئے گھر کی چار دیواری کے اندر گرمی و سردی سے بچاؤ کے لئے بجلی نے بڑے بڑے کرشمے دکھائے۔ ہم کمرے میں بیٹھے تمام دنیا کے حالات بذریعہ ریڈیو نہ صرف سن ہی سکتے ہیں بلکہ بذریعہ ٹیلی وژن ان تمام واقعات کا اپنی آنکھ سے مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں۔ ٹیلیگراف اور ٹیلیفون نے جو آسانیاں بہم پہنچائی ہیں اس کا اندازہ تو ہم میں سے ہر انسان کر سکتا ہے۔ یہ اور اسی قسم کی بے شمار ایسی ایجادات ہیں جن کو دیکھ کر انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اور اب موجودہ جنگ نے انواع و اقسام کے آلات حرب کا مظاہرہ کیا ہے وہ ایسی محیر العقول ہیں کہ ان کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی لیکن اگر غور کیا جائے تو وہی سائنس اور علم جس نے انسانی زندگی کو اس قدر پر لطف اور آرام دہ بنا دیا تھا آج قوموں کی تباہی اور بربادی کا موجب بن رہی ہے وہی چیز جو بطور تریاق ایجاد ہوئی آج سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ اگر ہم بغور دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان تمام ترقیات اور ایجادات کی بنیاد مادیت اور دہریت پر ہے اور ان کا خاتمہ خود ان کے اپنے ہاتھوں سے مقدر تھا۔ علامہ اقبال نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دوکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہوگا

اب خود یورپ اس کو محسوس کر رہا ہے کہ ان کی تہذیب و تمدن کی بنیاد غلط چیز پر رکھی گئی ہے۔ وہ ایک نئے نظام عالم کے خواہاں ہیں اور ہر طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ ایک نیا نظام عالم نکالا جائے جو کہ اصولی طور پر اور بنیادی طور پر موجودہ نظام عالم کی بنیاد مادی اور ذہنی قویٰ پر رکھی گئی ہے۔ لیکن اب آئندہ نظام عالم کی بنیاد اخلاقیات اور روحانیات پر ہوگی۔ اور یورپ کے مفکر اور مدبر اور مصنف اپنی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ کے قریب قریب پہنچ چکے ہیں ان کے اخبارات اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ چنانچہ لندن کا مشہور اخبار دی ٹائمز Times اپنی اشاعت مورخہ ۱۷ر فروری سنہ ۴۲ء میں ایک مضمون کے دوران میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھنے پر مجبور ہوا ہے:—

"Religion must form the very basis of any education. More than before it has become clear that the healthy life of a nation must be based on spiritual principles.

مذہب ہر قسم کی تعلیم کا اصل الاصول ہونا چاہیئے ...... اور یہ بالکل عیاں ہو چکا ہے کہ کسی قوم کی حقیقی زندگی کا دارومدار روحانیت کے اصولوں پر ہونا چاہیئے۔

اس قسم کے نظریئے اب اسی یورپ میں پیدا ہو رہے ہیں جو کہ مذہب اور روحانیت کا دشمن تھا۔ بلکہ مادیت اور دہریت نے جہاں نشوونما پائی تھی وہیں سے اب اس کے خلاف علم بلند ہو رہا ہے اور اب وہ مذہب اخلاقیات اور روحانیات کا گہوارہ بنتا نظر آتا ہے۔ اور یہی ایک نیا نظام عالم ہوگا جس سے دنیا کو امن نصیب ہوگا۔ وہ لاکھو عظیم الشان تباہی اس وقت یورپ میں بپا ہے اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور وقت کی باریک بین آنکھ اور قلب صافی نے خدا اور زندہ خدا سے اطلاع پا کر آج سے ۳۴ سال قبل یہ الفاظ کہے جن کو آج پڑھ کر ہمارے ایمان زندہ ہو جاتے ہیں۔ آپ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:—

ایک ہیبت ناک پیشگوئی

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان ہوں وہ سن لے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے جمع کروں مگر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ ایک مردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

کیسے صاف اور واضح الفاظ ہیں۔ اور کس صفائی کے ساتھ موجودہ جنگ اور حالات پر صادق آتے ہیں ایک ایک لفظ غور کرنے کے قابل ہے اور پھر ایک

علّامہ اقبال مرحوم اور احمدیّت

کیا احمدیّت زندگی سے گریز سکھاتی ہے

(از جناب شیخ محمد طفیل صاحب بی اے)

علاّمہ اقبال سے ایک دفعہ شاعر کے "قول و فعل" کے متعلق سوال ہوُا۔ فرمانے لگے جب میں شعر کہتا ہوں تو عالم علوی میں پہنچ جاتا ہوں ورنہ میرا تعلق عالم اسفل سے ہے (رسالہ اردو اقبال نمبر)

اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

اس شعر کو فکر کرتے ہوئے غالباً ان کے ذہن میں یہی خیال ہوگا ممکن ہے بعض طبیعتیں اسے علاّمہ مرحوم کی انکساری پر محمول کریں لیکن یہ شعر صحیح معنوں میں ان کی زندگی کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈال رہا ہے۔ اقبال کا تخیل ہمیشہ اک جہانِ تازہ کی تلاش میں پرواز کرتا رہا۔ دنیائے عمل میں ان کو بطور رہنما پیش کرنا انکے عقیدتمندوں کی نری خوش فہمی ہے۔ علاّمہ موصوف سرتاپا مغربی ذہنیت کی پیداوار تھے۔ قرآن اور اسلام سے براہِ راست وہ اتنے متاثر نہیں جتنے مغربی حکمائ سے۔ ان کی نظر انتہائی وسیع تھی۔ لیکن یہ وسعت ان کو اسلامی صداقتوں کی تہ تک نہیں پہنچا سکی۔ وہ ایک مفکر تھے عظیم الشان مفکر لیکن اسلام کے احیاء کے لئے (اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے) کبھی نرے مفکر کی ضرورت نہیں پڑی۔ اسلام کی تجدید کی ہے۔ ہمیشہ ایک "صاحب جنون" نے ایک "درویش نے" ایک مامور نے۔

مسلمان قوم علاّمہ اقبال پر بحیثیت ایک آرٹسٹ کے فخر کرسکتی ہے۔ لیکن جہاں ملّتِ اسلامیہ کی حیات کا تعلق ہے ایک شاعر جو خود عالم کردار سے قطعی بیگانہ ہو اس کی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہمارے سامنے عمل کا ایک ایسا مجسمہ پیش کرتی ہے کہ ایک "مردِ مومن" کے لئے ہر وہ شخص تقلید کے قابل نہیں جس کے اعمال کی مشابہت حضور صلعم کے اعمال سے نہیں ہوتی آپ کا رحم۔ آپ کی سخاوت آپ کا انصاف، آپ کی شجاعت یہ ایسے معیار ہیں جن پر ایک "خضرِ راہ" تو کیا ایک عام مسلمان کے اخلاق کو بھی پورا اُترنا چاہیئے، جنگ کے دوران میں جب مسلمانوں پر مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے تو صحابہؓ دست بدعا نظر آتے۔ یہی انکساری یہی عاجزی تھی جس نے ہر صحابی کے دل کو قوتِ ایمان سے بھر دیا تھا۔ وہ خدا کے سوا کسی کے آگے سر جھکانے کو تیار نہ تھے۔ وہ دن کو لڑتے اور راتوں کو سربسجود ہوتے۔ آج بقول ڈاکٹر صاحب موصوف ؎

بیدار ہوں دل جس کی فغانِ سحری سے
اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہو نایاب

اب اگر ہم علاّمہ موصوف کی زندگی کا تجزیہ کریں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے نمونہ سے کوئی عملی سبق نہیں دیا۔ اگر وہ "جہاد بالسیف" کی تلقین کرتے ہیں تو ان کا عمل اس کے خلاف ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ علاّمہ مرحوم نے تخیل کی پرورش کرکے مسلمانوں کو جدوجہد کیلئے تیار کیا۔ ان کا پیغام زندگی بخش ہے۔ وہ مسلمانوں کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں کیا ایک شاعر یا ایک فلاسفر کے لئے عوام کے تخیل کی پرورش کرنا کافی نہیں؟

سوال یہ ہے کیا تخیل کی پرورش کے اس معیار کو ہم اسلامی کہہ سکتے ہیں۔ کیا اسلام کی زندگی ایسے ہی افراد سے وابستہ ہے کیا اسلام کے احیاء کے لئے قرآن اور احادیث نے یہ اصول مقرر کیا ہے۔ ہمارے لئے وہ طریق فیصلہ کن ہونا چاہیئے جو اسلامی ہو اور وہ طریق یہ ہے۔ تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا (ابراہیم ع۴) اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف اس امت میں جابجا ہے اور قرآن نے مومنین کو وعدہ دیا ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا یعنی دنیا کی زندگی میں ان کو مبشرات ملتی رہیں گی۔ اور انہی مبشرات کو حدیث میں جزو نبوت سے موسوم کیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کو احادیث میں محدث بھی کہا گیا ہے۔ اور حضور صلعم نے اپنی اُمت کو یہ بشارت دی ہے:۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس
کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا
یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے
سر پر ایک شخص پیدا کرے گا جو اس کے دین کی
تجدید کرے گا۔

عالمانہ تحدّی

علاّمہ اقبال سے جب اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے ضعیف ہے اور قدرت ایسے معاملات میں جیومٹری کی پابند نہیں ہوُا کرتی جس حدیث کی صحت پر نہ صرف حفاظ حدیث کا اتفاق ہو بلکہ عملی طور پر اس کی تصدیق مجدد الف ثانی۔ امام احمد بن حنبل حضرت شاہ ولی اللہ محدث حضرت سید احمد بریلوی اور دیگر برگزیدہ مجددین نے کی ہے اس کو ضعیف کہکر رد کردینا علاّمہ موصوف کی عالمانہ تحدّی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ قدرت ایسے معاملات میں جیومٹری کی پابند نہیں ہوتی" شعوری یا غیر شعوری طور پر، حدیث کے الفاظ اور اس کے مصدقین کا تمسخر اُڑاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے گیارھویں صدی کے سر پر مجددیت کا دعویٰ کیا۔ اور اس حدیث کو اپنی تائید میں پیش کیا: ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا اس کی صحت سے انکار حضرت مجدد الف ثانی کو نعوذ باللہ جھوٹا اور مفتری بنا دیتا ہے۔ لیکن علاّمہ موصوف ایسے معاملات میں مجبور محض ہیں۔ ان کے نظامِ فکری کی بنیاد مغربی نظام فکری پر ہے۔ اور انہوں نے اس پر اسلامی خیالات کی عمارت تعمیر کرنا چاہی ہے۔ مغربی نقطۂ نگاہ ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کے احیائے اسلام کے وعدے ناقابلِ یقین معلوم دیتے ہیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔

انہیں تو خود اس امر کا اعتراف ہے کہ

"میری زندگی کا اکثر حصہ مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں صرف ہوُا ہے۔ اس لئے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کرتا ہوں۔ اور یہ نقطۂ نگاہ میری فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔" (خط بنام پروفیسر تبسم ۱۹۲۵ء بحوالہ مقالات یومِ اقبال)

مامور اور آرٹسٹ

زندگی کی موجودہ گہما گہمی میں آرٹ کی حیثیت ثانوی ہے لوگ کام کاج سے تھک کر سینما دیکھتے ہیں۔ ناول پڑھتے ہیں ایک آرٹسٹ ہمیں حقائق کی دنیا سے دُور لیجا کر ایک غیر تحقیقی دنیا میں چھوڑ دیتا ہے۔ اقبال کے متعلق کہا جاتا ہے اس کا پیغام زندگی بخش ہے۔ لیکن دوسرے ادیبوں کے آرٹ کی طرح اس کے آرٹ میں بھی زندگی سے گریز پایا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اقبال کی جائے پناہ اک جہانِ نو ہے۔ مسلمان تاجداروں کی محفل رقص و نشاط اجڑنے پر ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے آہ و فغاں پر کمر باندھ لی۔ درا‌صل ادب قوموں کی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے اس کی اہمیت کو نظرانداز کرنا کسی قوم کی تباہی کے اسباب سے چشم پوشی کرنا ہے۔ ادب قوم کی ترقی اور پستی کا مظہر ہے ادبا اور شعرا کے کلام میں قوم کی صحت اور بیماری کی علامات پائی جاتی ہیں۔ لیکن آرٹ کے شعور سے پہلے زندگی کا وجود تھا۔ ایک شاعر یا فلاسفر کے تخیل سے پہلے قوم میں زندگی تھی۔ اس لئے ایک شاعر یا فلسفی کو جو شدت سے اپنے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہوتا ہے قوم کا مصلح یا بہی خواہ سمجھ لینا خطرناک غلطی ہے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے نازک موقعوں پر ایک مامور کا علم ہی قوم کی مصیبتوں کا صحیح حل پیش کرسکتا ہے۔

ہندوستان میں اسلام کی شوکت کا باعث مسلمان شاعر۔ مفکر اور سلاطین نہیں بلکہ وہ درویش صفت انسان ہیں۔ جنہوں نے اپنی تمام زندگی خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف کردی اور اس صف میں معین الدین چشتی مجدد الف ثانی داتا گنج بخش جیسے اولیاء اللہ شامل ہیں۔

مذہب اور زندگی سے گریز

آجکل چند الفاظ ایسے مروّج ہوگئے ہیں جنہیں ہم بغیر یہ جانتے ہوئے کہ ان کے موجد کا اصل مفہوم کیا تھا استعمال کرتا ہے۔ مثلاً Complex (دماغی وہم) اور انہی لفظوں میں سے ایک لفظ ہے Escapism (گریز یا فرار) جب بھی ہم کوئی کام کرنے لگتے ہیں یا تو ہمیں اس کے متعلق کوئی دماغی وہم ہوتا ہے یا ہم عالم حقائق سے گریز کرتے ہیں۔ تفریح کے تمام سامان "زندگی" سے گریز ہیں۔ اور انہی لوگوں کے نزدیک مذہب بھی ان تلخ حقیقتوں سے چشم پوشی کا نام ہے جو انسانوں کے لئے خود فریبی کی افیون تیار کرتا ہے۔ جس کی گولیاں کھا کر انسان اپنے تمام افعال کی ذمہ واریوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنے تمام اعمال کو تقدیر کے حوالے کرکے اپنے آپ کو مجبور اور لاچار سمجھنے لگ جاتا ہے:

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوُا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ (اقبال)

اگر اس نظریہ کی روشنی میں ہم خصوصیت سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہماری یہ نمازیں یہ دین کو [illegible]

عہدیہ مالی و جانی ایثار سب جھوٹی تسلیوں کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ قرآن کو لیکر دنیا کے گوشے گوشے میں نکل جانا و درحقیقت ڈاکٹر اقبال کے نزدیک قوم کو ایسے امور کی طرف متوجہ کرنا ہے جن کا قوم کی اصل زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام تڑپ اور خدمتِ اسلام کا جذبہ ان کے نزدیک زندگی سے گریز ہے۔

احمدیت اور زندگی سے گریز

حیرت ہے کہ علامہ اقبال جیسے مفکر نے احمدیت کے متعلق یہ الزام تراشا ہے کہ وہ مسلمانوں کو عالمِ کردار سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔ اقبال کے نزدیک احمدیت نام ہے مسلمانوں کو عملی زندگی سے باز رکھنے کا۔ وہ احمدیت کو اس لئے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک مسلمانانِ ہند کو سیاسی میدان سے ہٹا کر ان کی توجہ غیر ضروری مباحث کی طرف مبذول کرتی ہے۔ جن کا مسلمانوں کی زندگی پر کوئی فوری اثر نہیں پڑتا۔ علامہ اقبال احمدیت کو مسلمانوں کے انحطاط کی پیداوار سمجھتے ہیں۔ ان کو تو ایک ایسے مہدی کی ضرورت تھی جو تلوار کا دھنی ہوتا۔

دنیا کو ہے اک مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید
ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلماں پر حرام
(اقبال)

ارمغان حجاز (علامہ موصوف کی آخری کتاب) میں شاعرِ مشرق نے ابلیس کی مجلس شوریٰ میں ابلیس کے منہ سے کچھ ایسے اشعار نکلوائے ہیں جو احمدیت کے خلاف قیاس کئے جا سکتے ہیں۔ [1] فرماتے ہیں ؎

ابن مریم مرگیا یا زندۂ جاوید ہے
ہیں صفاتِ ذاتِ حق حق سے جدا یا عینِ ذات
آنے والے سے مسیحِ ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات
کیا مسلماں کے لئے کافی نہیں اس دور میں
یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات
تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

جو اعتراض مغرب سے مرعوب ذہنیتیں مذہب پر کرتی تھیں ڈاکٹر صاحب نے وہی اعتراض احمدیت پر دہرا دیا ہے وجہ ظاہر ہے مغربی نقطۂ نگاہ ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکا ہے یہیں تک بس نہیں بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھے اور مسیح کی آمد کو مجوسیوں کے افکار کا نتیجہ بنا کر حضور صلعم کی ان احادیث اور ائمہ دین کے اقوال پر خطِ تنسیخ پھیر دیا جو مسیح کی آمد ثانی کی حمایت کرتی تھیں

؎ جہاں کی روحِ رواں لَا اِلٰہَ اِلّا ھُو
مسیح و میم و چلیپا یہ ماجرا کیا (اقبال)

ڈاکٹر صاحب کے خیال میں تحریک احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے "اور یہ مسیح موعود کا محاورہ بھی مسلمانوں کے ذہنی شعور کا نتیجہ نہیں یہ ایک مستعار لفظ ہے جس کی بنیاد اسلام سے پہلے قدیم مجوسی افکار میں ملتی ہے"

عیسائی حضرات اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ اسلام نے کوئی نیا خیال پیش نہیں کیا۔ مسئلہ توحید جنت و جہنم کا تصور، ملائکہ اور شیطان ان سب کو ادیانِ پارینہ کی صدائے بازگشت کہا جا سکتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو قرآن مجید کا خلاصہ ہے اسلام سے پہلے اسی صورت میں موجود تھی۔ یہ آیت پہلی کتب سے نقل کی گئی ہے۔ یہ امر قریباً یقینی ہے کہ یہ کلمہ محمد (صلعم) نے یہودیوں اور عیسائیوں سے مستعار لیا۔ آخر الذکر اپنی تحریروں میں پہلے یہ لکھا کرتے تھے۔ بنام یزدان بخشائش گر دادگر" (دیری صفحہ ۲۸۹ جلد اوّل) تحریک احمدیت کو مجوسی تعلیم کا نتیجہ قرار دیکر اب مسلمانوں کو علم حدیث قرآن اور اسلام کو بھی مجوسی افکار کا مرقع ہی سمجھنا پڑے گا۔

دو صورتیں

بات یہ ہے کہ شاعرِ مشرق کے سامنے دو ہی صورتیں تھیں یا وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل پر ایک اور مجدد پیش کرتے۔ یا ان وعدوں کی تکذیب کرتے جن سے ایسے مجدد کے آنے کی شہادت ملتی ہے علامہ موصوف نے اپنی "فطرت ثانیہ" سے مجبور ہو کر یہی دوسرا طریق اختیار کیا حضرت صاحب نے شاید آپ ہی کے متعلق فرمایا ہوگا کہ "اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ ان کو تکذیب کا کوئی حق نہیں پہنچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح نہ پیش کریں..... ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظتِ قرآن کیلئے مامور آیا کرتا ہے۔ حدیث شریف فرماتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ موجود ہیں۔ ان ضرورتوں اور وعدوں کے مطابق آنیوالے کی تکذیب کی بابت دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ کوئی اور مصلح پیش کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ان کے وعدوں کی تکذیب کیجائے اور علامہ اقبال مرحوم نے ان وعدوں کی تکذیب کے اپنے لئے جائے پناہ تلاش کی ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق (اقبال)

وہ شاعرِ فطرت جو مسلمانوں کی تباہی کا اصل راز مسلمانوں میں غیر اسلامی جذبات کے نفوذ کو سمجھتا تھا وقت آنے پر قرآن اور خاتم النبیین کے ارشادات کا یکسر انکار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف ملتِ اسلامیہ کے مایۂ ناز مفکر اور شاعر ہیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ وہ مسلمانوں کے مرض کے اسباب کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ قوم کو دین سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا (اقبال)

لیکن ان کا اپنا رویہ اسلام کے متعلق کیا ہے۔ یہاں آکر ان کے فلسفہ میں ایسا خلل پیدا ہو جاتا ہے جسے پُر کرنا ان کے حامیوں کے بس کی بات نہیں۔ درحقیقت جب تک زندہ قرآن اور زندہ خدا پر ایمان پیدا نہ ہو رہنمائی اور تجدید دین کے سب دعوے غلط اور باطل ہیں۔ قومیت کے متعلق علامہ اقبال اپنے مشہور پاکستان والے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ قومی [illegible] حشر دنیائے اسلام میں کیا ہوگا۔ آیا اسلام اسے متغیر کر کے اپنے اندر جذب کر لیگا۔ جیسا کہ قبل ازیں مختلف النوع افکار متغیر ہو کر اس میں جذب ہو گئے یا اس فکر کی قوت اس میں اساسی انقلاب پیدا کر دے گی"

اس "اساسی انقلاب" کا نہ معلوم علامہ اقبال مرحوم کیا مراد لیتے ہیں حتیٰ اسلام کی حفاظت کا وعدہ تو خود قرآن میں موجود ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون۔

اور ڈاکٹر صاحب کو خوف ہے کہ قومیت کا تصور اسلام میں اساسی انقلاب نہ پیدا کر دے یہی بے یقینی ہے جس میں مسلمان بالعموم گرفتار ہیں یہی قوت ایمان کی کمزوری ان کے فکر کو محبوس اور جذبات کو پابہ زنجیر کرنے کیلئے کافی ہے ؎

عصرِ من دانندۂ اسرار نیست ... یہ تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی (اقبال)

یہی "مغربی نقطۂ نگاہ" یہی "فطرت ثانیہ" ہے جس کی بناء پر مسلمانوں کے علماء حکماء شعراء اور فلاسفر یہ چاہتے ہیں کہ غیروں کے ہاتھوں اسلامی تہذیب تمدن کا جھٹکا نہ ہونے پائے بلکہ وہ اپنے کلچر کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔ ہاں آپ کا اعتراض بجا ہے احمدیت مسلمانوں کو عالمِ کردار سے بیگانہ بناتی ہے۔ اسلئے کہ احمدیت مسلمانوں کو یہ سکھاتی ہے کہ "قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"۔ "احمدیت" اسلامی اتحاد کیلئے خطرے کا باعث ہے کیونکہ اس نے کلمہ طیبہ پر تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنیکی کوشش کی ہے۔ احمدیت مسلمانوں کو غیر ضروری مباحث کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ کیونکہ یہ قرآن اور اسلام کے چہرے سے ان تمام بدنما دھبوں کو دور کرتی ہے جو مسلمانوں میں "بے یقینی" پیدا کرنے کیلئے کافی ہیں۔ احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے کیونکہ اس نے مسلمانوں کے اس جمود کو توڑا جس نے ان سے قوت عمل کو بالکل سلب کر لیا تھا۔ وہ مسلمان جو صدیوں سے آسمان کی طرف آس لگائے بیٹھے تھے۔ وہ مسلمان جو اپنی غلط کاریوں کی بنا پر سلطنت کھو چکنے کے بعد اب ذہنی طور پر بھی مفلوج ہو چکے تھے ایک مردِ مجاہد کی ضربتِ کاری سے چونک اٹھتے ہیں۔

لیکن اس قوم کی اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ اس مسیح وقت کی مخالفت کو اٹھتی ہے جو اسکے سامنے زندگی کا روشن پہلو رکھتا ہے۔ اسوقت تمام عالم اسلامی پر یاس چھائی ہوئی تھی۔ ادیب اور شاعر قوم کی مرثیہ خوانی میں مصروف تھے ان حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کا پرچم بلند کیا۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا لیکن دنیا نے اُسے قبول نہ کیا"۔ حضرت صاحب نے اس قوم میں سے چھان پھٹک کر ان چند لوگوں کو نکالا جو اپنا مال و جان اسلام کیلئے قربان کر سکتے تھے یا دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کو عالم کردار سے بیگانہ بنا سکتے تھے یا مغرب کی وادیوں میں جا کر اس عہدِ دیرینہ کی یاد تازہ کر سکتے تھے جس کے متعلق علامہ اقبال تمام عمر الاپتے رہے۔

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

اس چھوٹی سی جماعت کے ہاتھ میں ایک ہی ہتھیار ہے جسکو لیکر وہ دنیا کو فتح کرنے اٹھی ہے اور وہ ہتھیار ہے قرآن۔

اگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد زندگی سے گریز ہے اپنے

> برگساں اور اقبال دونوں کے فلسفے کے مختلف اجزا اس قدر ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں کہ انکو علیحدہ علیحدہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں (معارف فروری ۱۹۴۱ء)

---

[1] ایک صاحب سے اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی فرمانے لگے یہ یہ تو مسلمانانِ عالم کی موجودہ حالت کے متعلق ہیں۔ آپ خواہ مخواہ انہیں احمدیت پر چسپاں کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا سچ ہے۔ ؎

دیئے بھی جاتے ہیں در پر وہ گالیاں مجھ کو
جو میں کہوں تو کہیں آپ سے کلام نہیں

[2] ایک مغربی فلسفی

جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان حضرت مسیح موعود کے الہامات اور کشوف

خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کے ساتھ ہوگا۔ پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے۔
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جماعت احمدیہ کے اس وقت دو فریق ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان۔ مندرجہ بالا الہام خداوندی جو خود بانی سلسلہ علیہ السلام کو ہوا یہ بتلا رہا ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا تعالیٰ کی معیت صرف ایک کو حاصل ہوگی۔ اس امر کا فیصلہ کرنے کیلئے کہ وہ کونسا فریق ہے جس میں کہ شامل حال خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید ہے۔ دو طریق ہیں ایک یہ کہ یہ دیکھا جائے کہ کس جماعت کا کام خدمت دینی کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے نیز یہ کہ کس کے معتقدات صحیح و راست ہیں اس معیار پر دونوں فریقوں کی طرف سے بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ ایک دوسرا محک جانچنے کا یہ بھی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ کا دعوی منجانب اللہ علم غیب پانے کا ہے اور جب کہ آپکو جماعت میں تفرقہ کی خبر دی گئی تو لازم ہے کہ خدا تعالیٰ نے الہامات وکشوف و رؤیا میں یہ بھی بانی سلسلہ کو اطلاع دی ہو کہ اس فریق کے جس نے نصرت الہی کا جاذب بننا ہے خصائل و کردار کیا ہیں۔ اس کی خصوصیات وطریق کار کیا ہیں۔ اس وقت اس مضمون پر تفصیلاً بحث کا موقعہ نہیں۔ ذیل میں دونوں طرف بامقابلہ حضرت اقدس علیہ السلام کے چند الہامات وکشوف درج کئے جاتے ہیں جن سے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے۔ الہامات وکشوف خود وضاحت کر رہے ہیں۔ لیکن کسی دوسری فرصت میں ہر ایک کو مفصل بیان کرنا موجب ازدیاد ایمان ہوگا۔ صفحوں کے حوالجات (جہاں کسی کتاب کا نام نہیں) کتاب تذکرہ یعنی مجموعہ الہامات حضرت اقدس مطبوعہ قادیان کے ہیں۔ اور نوٹ خاکسار کی طرف سے ہیں۔

مقام (۱)

لاہور کے متعلق

(۱) لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ انکو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہیگی مگر وسوسہ نہیں رہیگا۔ (۳۷۹)

(۲) لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے۔ وسوسہ نہیں رہیگا مٹی رہیگی۔ (۴۰۷)

(۱) کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی

(۲) سلام قولا من رب رحیم

(۳) ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں (۵۳۶)

نوٹ:۔ حضرت اقدس کی وفات احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوئی جس سے مقام مدینۃ المسیح کا تعیین خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے ہوگیا اور کچھ ابہام باقی نہ رہا۔

قادیان کے متعلق

(۱) خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرمادیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مشابہت و مناسبت رکھتا ہے اور اس بارہ میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ ۱۔ اخرج منہ الیزیدیون۔ یعنی اسمیں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں (۱۷۹)

(۲) واللّٰہ لولا الاکرام لھلک المقام۔
ترجمہ۔ خدا کی قسم اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو اس تیرے مقام کو تباہ و برباد کر دیا جاتا (۲۵۵)

(۳) بلائے دمشق۔ مرگ مری (۶۶۱)

(۴) وانت تعلم ان الارض دمشق کانت منبع فتن المتنصرین
حمامۃ البشریٰ ص۳۴
ترجمہ۔ اور یا مر تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ دمشق کی سرزمین فتنۂ عیسائیت کا منبع ہے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا الہامات سے واضح ہے کہ قادیان کو دمشق سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ (۱) جس طرح دمشق وہ جگہ ہے جہاں عیسائیت کے غالیانہ عقائد گھڑے گئے اسی طرح قادیان میں بھی محمدی مسیح کے متعلق غالیانہ عقائد منسوب کئے جائیں گے اور دوم ان دونوں مقامات کی شاہت وہاں کے سکونت رکھنے والوں کی بداعمالی کی مشابہت کے باعث ہے سوم وجہ مماثلت یہ بھی ہے کہ جس طرح اسلامی نظام جمہوریت کا خاتمہ دمشقی خلافت کے ذریعے ہوا اسی طرح احمدی نظام جماعت بھی قادیانی خلافت کے ذریعہ تباہ کیا گیا۔

جماعتوں کے امام (۲)

جماعت لاہور کے امیر کے متعلق

(۱) "مولوی محمد علی صاحب کو رویا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ" (۴۷۸)

(۲) رویا۔ دیکھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں۔ اور کسی طرف جا رہا ہوں۔ جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہوگئی۔ تو میں واپس آگیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی راستہ میں گرد و غبار کے سبب تاریکی ہوگئی ———— چند قدم چل کر روشنی ہوگئی ———— پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آرہے ہیں۔ ... صاحب مرحوم نے چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی ———— میں نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے

جماعت قادیان کے لیڈر کے متعلق

"آج بروز شنبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر کے مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور ایک تخم بڈہ کی شکل پر کوئی پھل میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کو چھیل کر کھانا چاہتا ہوں۔ اتنے میں میں نے محمود احمد کو دیکھا اس کے ساتھ ایک لنگر بڑھے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوگیا۔ پہلے اس جگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں پھر اس چوبارہ کی طرف آگے بڑھا جہاں بیٹھ کر کام کرتا ہوں گویا اس کے اندر جا کر تلاشی لینا چاہتا ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے بطور اشارہ کے مجھ کو کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگو بڑ تلاشی کریگا۔ میرے دل میں گذرا کہ اس میں صرف وہ کاغذات پڑے ہیں جو تو تالیف کتاب کا مسودہ ہے وہ دیکھیگا اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ فرمایا معلوم نہیں اس کی تعبیر ...

سُنوایا ہوگا۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دے دونگا۔"
(۶۵۸)

نوٹ:- یہ رؤیا واقعاتِ اختلاف کے عین مطابق ہے حضرت اقدس جس مشن یعنی غلبہ اسلام کے حصول کی طرف قدم بڑھا رہے تھے وہ مقصد جماعت کے کمزور لوگوں کے ابتلا کی وجہ سے جنہیں رؤیا میں عورتیں دکھایا گیا ہے۔ التوا میں پڑ گیا حتیٰ کہ از سر نو شروع کرنا پڑا جیسا کہ الفاظ "تو میں واپس آگیا" ظاہر کر رہے ہیں۔ اختلافی مسائل پر جو روشنی مولوی محمد علی صاحب کے قلم نے ڈالی ہے وہ بھی ظاہر ہے اور رؤیا میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اس سے پہلے تھوڑے دن ہوئے یہ دیکھا تھا یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ۔ عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتانی بریت۔ اذکففت عن بنی اسرائیل۔"
(۵۴۷)

نوٹ:- واقعات کے رنگ میں یہ کشف اس طرح پورا ہوا کہ مامورین جو پھل کھانا چاہتے ہیں وہ ایک اصلاحی جماعت کے غلبہ کا پھل ہوتا ہے۔ احمدی جماعت کا غلبہ ہوا ہی چاہتا تھا یعنی حضرت اقدس اپنی کوششوں کا پھل کھانا ہی چاہتے تھے کہ احمدی سٹیج پر جناب میاں محمود احمد صاحب آگئے جن کے ساتھ انگریز یعنی سیاست تھی۔ احمدیت کے غلبہ کا خاتمہ ہو گیا یعنی چھیلا ہوا پھل کھانے سے رہ گیا۔ آخری نتیجہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی سیاست کا یہ نکلا کہ حضرت اقدس کے مشن پر وہ حالت مردنی کی طاری ہو گئی جس طرح حضرت مسیح پر صلیب پر لٹکائے جانے کے وقت مغلوبی کی حالت طاری ہو کر یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے تھے کہ خدایا کیا تو نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ بریت کا الہام صاف ظاہر کر رہا ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی سیاسی چالوں کے باعث جو حضرت اقدس کی پوزیشن خراب ہو جائیگی اس سے انجام کار صفائی کی جائے گی۔

کثرت وقلت کا سوال (۳)

جماعت قادیان اپنے آپ کو راستی پر سمجھنے کی ایک دلیل یہ پیش کرتی ہے کہ جماعت احمدیہ کا سواد اعظم اس کی تائید میں ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک کشف میں دونوں جماعتوں میں سے اس جماعت کو غالب و فاتح دیکھتے ہیں۔ جو ابتداً میں قلیل ہے۔

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالےٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔"
(۱۸۱)

نوٹ:- لاکھوں کی جماعت کے قائد حضرت اقدس کے اصل مشن غلبہ اسلام کی طرف سے خاموش بیٹھے زمینی اشغال میں مصروف ہیں برخلاف اس کے ہزاروں کی تعداد کی قلیل جماعت کے امیر حضرت کے مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور انجام کار یہ خوشخبری بھی دیدی گئی ہے کہ قلیل جماعت کثیر پر فتح پائے گی۔

اغراض ومقاصد (۴) یعنی خدماتِ دینیہ

جماعت لاہور کے مقصد

(۱) ——— پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔"
(کشف از براہین)

(۲) میرا ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ اور تفسیر کرا کے ان ممالک میں بھیجی جائے اور میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور اس لئے مجھ میں داخل۔"
(ازالہ اوہام)

جماعت قادیان کے اشغال

(۱) "ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔"
(۱۸۱)

(۲) "فرمایا کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ فسحقهم تسحيقاً۔
ترجمہ:- پس پیس ڈال انکو پیس ڈالنا۔
(۴۷۲)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کیلئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔

مسیح موعودؑ کی شان اور انکا کام

از حضرت مولینا عزیز بخش صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

"اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفعہ کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۱) یہ مسیح موعود کا کلام ہے غور کرو کتنا بڑا کام ہے اور اس کے لئے کتنی بڑی ہمت درکار ہے؛ کوئی انسان اپنے علم اپنی قابلیت اپنی طاقت کی بنا پر ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ کا ہی یہ کام ہے کہ کسی انسان کو اس کام پر آپ کھڑا کرے اور انبیاء علیہم السلام کی طرح اس کی تائید کرے۔ حدیث مجدد کے الفاظ کیسے پرشوکت ہیں۔ ان اللہ

لیبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس امت محمدیہ کی حالت پر ایسا مہربان رہیگا کہ دین اسلام کو اس کے اصل منور پیرایہ میں قائم رکھنے کے لئے کبھی ایک سو سال کا عرصہ بھی نہیں گذرنے دیگا بغیر اس کے کہ کوئی مجدد بھیجے جو ہمرنگ انبیاء ہو جیسا کہ ان مجددین کے بارہ میں ایک حدیث میں ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور بموجب ایک دوسری حدیث کے ایسے مجدد ہی انبیاء کے علوم کے وارث ہوتے ہیں۔ العلماء ورثۃ الانبیاء ورثوا العلم ان کو خدا تعالےٰ اپنی طرف سے وہ علم دیتا ہے جو مکتبوں اور درسگاہوں میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ انکا علم براہ راست اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ علم ہی ان کی کرامت ہوتی ہے جس سے وہ دوسرے علماء سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اس علم کا ذریعہ کثرت مکالمہ الٰہیہ ہے اور کثرت اظہار غیب ہے جو بوجہ اتباع حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نصیب ہوتا ہے اور اسی علم کی وجہ سے وہ تمام مخالفین حق پر غالب آتے ہیں اور دین اسلام کی برکات کا مظہر ہوتے ہیں۔

جب چودھویں صدی کے مجدد بننے کا قرعہ فال حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ کے نام پڑا تو آپ اپنے حال سے قال سے اپنی خدمت دین اسلام سے اپنے آپکو اس منصب کا اہل ثابت کر چکے تھے چنانچہ آپ کی کتاب براہین احمدیہ کے نکلنے پر اس وقت کے نامی گرامی عالم اہل حدیث نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں اس کتاب پر ریویو کرتے ہوئے اس امر کی شہادت دی کہ یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا اس کا مولف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔"

مجدد وقت نے اپنی صداقت کا یہ نشان پیش کیا تھا۔ کہ "روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ پس خدا وند تعالےٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ علوم تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمائے (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹ و ۵۰۲)

اس علم قرآن کریم کے ذریعے آپ نے تمام مخالفین اسلام پر اتمام حجت کر کے سب کو لاجواب کر کے ثابت کر دیا کہ وہ پیشگوئی جو حدیثوں میں تھی کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام مذاہب میدان مقابلہ میں ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام سب پر غالب آجائیگا۔ وہ آپ کے آنے سے پوری ہوگئی۔ میدان مقابلہ مذاہب میں آپ کے ذریعہ اسلام کے غالب آنے کا ایک وہ بڑا نشان ہے جو دسمبر ۱۸۹۶ء میں لاہور کے جلسہ اعظم مذاہب میں ظہور پذیر ہوا جس میں پانچ مقررہ سوالات پر جو مذہب کی غرض وغایت ہیں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے تقریریں کیں لیکن آپکی تقریر ہی جو مذہب اسلام پر تھی سب پر غالب رہی اور اسوقت بھی وہ تقریر جو کتابی صورت میں تعلیم اسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے تعلیم قرآن کریم کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتی ہے اور اسکا پہلے پہل انگریزی میں حضرت مولینا محمد علی صاحب نے ترجمہ کر کے ریویو آف ریلیجنز قادیان میں شائع کیا تھا۔ تو انگریزی خواں طبقہ بھی اس پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ بھی کتابی صورت میں Teachings of Islam کے نام سے

کئی بار چھپ کر ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی رہی ہے اور اب تک بھی مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے یہ کتاب ایسی دلچسپ ہے کہ جو اسے پڑھتا ہے وہ اسلام کا عاشق زار ہو جاتا ہے۔ اس تقریر کے دوران میں جب پانچویں سوال کے جواب میں علم کے ذرائع بیان کرتے ہوئے اس امر کی تشریح کی کہ آخری اور قطعی اور یقینی ذریعہ خدا تعالےٰ کی معرفت حاصل کرنے کا مکالمہ الٰہیہ ہے تو ساتھ ہی سب حاضرین کو سنایا کہ "وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جسکا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں . . . میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے۔" یہ ہے شان مجدد کی جو وہ خود بیان کرتا ہے۔ اب رہا کام سو دین اسلام کی پاک تعلیم کو جو قرآن کریم میں ہے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کے لئے آپ نے نہ صرف اپنی زندگی میں ہر ممکن کوشش کی بلکہ اپنے پیچھے بھی اس کام کو جاری رکھنے کے لئے ایک جماعت بنائی اور اس کو وصیت فرمائی کہ "خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

چونکہ آپکی سب سے بڑی خواہش یورپ اور امریکہ میں اسلام کے پھیلانے کی تجاویز کے متعلق یہ تھی کہ عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں تو ساتھ ہی فرمایا کہ اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کے ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے۔" اللہ تعالےٰ نے آپ کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا اور جس اپنے شاگرد سے اپنی تعلیم کو انگریزی میں ترجمہ کرانے کا کام لیتے تھے اس کے ہاتھ سے انگریزی میں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر ہو کر آپ کی ہی جماعت کے ذریعے سب ممالک میں شائع ہوا اور یوں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت اس بات پر ہوگئی کہ وہ شاگرد اور اس کے ساتھ جو جماعت احمدیہ ہے وہ آپکی ہی شاخ ہے اور آپ کے وجود میں ہی داخل ہے اور یوں آپکی صداقت کے نشان اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔"

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ وتفسیر کے علاوہ دوسری عمدہ عمدہ تالیفیں یورپ وامریکہ میں بھیجنے کے متعلق جو آپ کی تجویز تھی اس پر عمل پیرا ہونے کا سہرا بھی اسی شاگرد اور اس کے ساتھ جو جماعت ہے اس کے سر پر ہے کیونکہ آپکی زندگی میں تو وہ شاگرد انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعے آپ کی تعلیم کو اور آپ کے نشانات کو دنیا میں پیش کرتا رہا اور اس خوبی سے پیش کرتا رہا کہ شروع میں ہی عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا چنانچہ کبھی تو سکاچ مشن سیالکوٹ کے پادری صاحبان بلبلا اٹھتے ہیں جسکا حال آپ اردو ریویو آف ریلیجنز جلد اول کے صفحہ ۳۰۴ پر دیکھ سکتے ہیں۔ اور کبھی عیسائیوں کے رسالہ کلکتہ ریویو کے ایڈیٹر ایسے حواس باختہ ہو جاتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب (علیہ الرحمۃ) نے ایک یورپ کا عیسائی جو انگریز ہے اپنی مدد کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے جن کو کوئی اجنبی استعمال کر ہی نہیں سکتا یہ اظہر من الشمس ہے کہ اس نئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے (اردو رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ صفحہ ۳۹۱) یہ واقعات حضرت مولانا محمد علی صاحب کی مدح سرائی کی غرض سے نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشانات کے طور پر ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ کشف میں دیکھا کہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے آپکو ایک قلم دیا ہے۔ جو بغیر محنت کے باسانی چلنے لگتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں یہ قلم مولوی محمد علی صاحب کو دیدونگا۔ اور اس کی تعبیر کی کہ قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں (مکاشفات صفحہ ۵۷) ایسا ہی اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر ایک رؤیا بالفاظ ذیل درج ہے۔ "مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں دیکھا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ اور جماعت لاہور کی نسبت البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۵ پر آپکا یہ الہام نقل کیا ہوا ہے۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں انکو اطلاع دی جاوے کہ فلیٹ مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں ہوگا مگر مٹی رہیگی"۔

جب ان رؤیا وکشوف والہامات پر نظر کی جاوے اور دوسری طرف یہ دیکھا جاوے کہ کسطرح ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور معہ اپنے پریذیڈنٹ کے دن رات اس کام میں منہمک ہیں کہ دین اسلام کی اشاعت ہو اور اس کے متعلق عمدہ عمدہ تالیفات روئے زمین پر نشر کی جاویں۔ اپنی شوریٰ کی مجلسوں میں ذکر رہتے ہیں اور اپنی دعاؤں میں بارگاہ الٰہی میں التجا ہے نواسی کی کہ دین اسلام کا موعود غلبہ ظاہر ہوا ورحضرت امیر قوم ہیں کہ اپنے خطبوں میں جماعت کو بار بار یہی ہدایت فرماتے ہیں کہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرکے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد مدنظر رکھو اور خدمت اسلام میں محض للہ لگے رہو اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر بے قرار ہوکر دعائیں کرو کہ تمام دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجے۔ خدا کا نام بلند ہو اور اس کے پاک رسول کی اتباع اور اس کے پاک کلام قرآن مجید پر دنیا کا عمل ہو تاکہ دنیا سے یہ جنگ کی آگ بجھے اور بغض وعناد اور کینہ وحسد کے جذبات دور ہوکر ان کی جگہ امن واشتی محبت واتفاق اور خدمت انسان کے جذبات دلوں میں موجزن ہوں۔ اس وقت بھی یہ تالیف وتصنیف ونشر واشاعت کا کام انجمن بڑی سرگرمی سے سرانجام دے رہی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف کردہ ۹۰ کے قریب کتابوں میں سے ۴۸ کے قریب انجمن نے سلسلہ تصنیفات احمدیہ کی صورت میں دوبارہ چھپوائی ہوئی ہیں جن میں سے بعض پھر بھی ختم ہوگئی ہیں مثلاً فتح اسلام توضیح مرام ازالہ اوہام جو سلسلہ تصنیفات جلد سوم میں تھیں وہ اب نہیں ملتی ہیں اور ان کے پھر دوبارہ چھپوانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ان کتابوں کی برائے نام قیمت کردی گئی تھی جو لاگت کو پورا کرنے والی بھی نہ تھی۔ اب ان میں سے جسقدر باقی ہیں وہ اب بھی اسی برائے نام قیمت پر انجمن کے دار الکتب اسلامیہ سے مل سکتی ہیں۔

اس کے بعد حضرت امیر قوم کی تصنیفات کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ جاری ہے۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے بعد ایک بڑی ضخیم کتاب انگریزی میں دی ریلیجن آف اسلام کے نام سے شائع ہوچکی ہے جس کی تعریف میں تمام اہل علم رطب اللسان ہیں اور اکثر کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب دنیا کی تمام لائبریریوں میں پہنچائی جاوے چنانچہ جلسہ سالانہ پر اسبارہ میں تحریک ہونے پر اکثر احباب نے اپنی گرہ سے قیمت رعائتی دیکر اس کتاب کی متعدد جلدیں خرید کردیں جسکا ذکر پیغام صلح میں ہوتا رہا ہے سب احباب کے لئے اس عظیم الشان خدمت اسلام میں حصہ لینے کا موقعہ ہے۔

اس کے علاوہ انگریزی میں ایک کتاب حضرت مسیح موعود کے سوانح عمری کے متعلق دی فاؤنڈر آف دی احمدیہ موومنٹ کے نام سے شائع ہوچکی ہے اور بہت سی دیگر کتب اس سے بھی پہلے شائع ہوچکی ہیں مثلاً محمد دی پرافٹ یعنی انگریزی میں سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محمد اینڈ کرائسٹ جو ایک عیسائی معترض کے جواب میں ہے۔ ارلی کیلیفیٹ یعنی تاریخ خلافت راشدہ انگریزی میں دی پرافٹ آف اسلام مختصر سیرت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بابی مذہب کی تاریخ اور اس مذہب کے اصول پر جامع کتاب اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی جو عقائد واعمال اسلام پر ایک مختصر رسالہ ہے جسکا ترجمہ کئی زبانوں میں ہوچکا ہے۔ پیورٹی آف دی ٹکسٹ آف دی ہولی قرآن یعنی قرآن کریم کے محفوظ وغیر محرف ہونے کا ثبوت ڈیوائن آرجن آف دی ہولی قرآن یعنی قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دی مسلم پریئر بک یعنی اسلامی نماز ودعائیں۔ ان کے علاوہ کئی اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ حقیقت اسلام پر ہیں۔ اور اس وقت انگریزی میں حدیث کی کتاب کا ترجمہ معہ متن عربی تیار ہو رہا ہے جو عنقریب نکلنے والا ہے یہ سب کتابیں انجمن کے بکڈپو سے مل سکتی ہیں۔ انگریزی کے علاوہ اردو میں بھی بہت سا سلسلہ تالیف وتصنیف کا حضرت امیر کے قلم سے نکل چکا ہے سب سے اول بیان القرآن یعنی اردو ترجمہ وتفسیر قرآن کریم معہ متن عربی دو ہزار صفحہ کی کتاب ہے جس میں ہر ایک سورۃ کے شروع میں اسکا خلاصہ مضمون بیان کیا گیا ہے اور جہاں جہاں کسی مخالف اسلام نے کوئی اعتراض قرآن کریم کی تعلیم پر کیا ہے اس کا جواب مدلل اور معقول دیا گیا ہے اور قرآن کریم کے الفاظ کی لغت کھولکر بیان کی گئی ہے اور ہر ایک مضمون کی تشریح نوٹوں میں مفصل کی گئی ہے۔

اس تفسیر کی جلدیں انجمن اپنے مفت اشاعت کے صیغہ سے مستحق غیر مستطیع اشخاص کو بلاقیمت بھی دیتی رہی ہے اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے بعض احباب صدقہ جاریہ کے طور پر بھی یہ تفسیر غریب شائقین علم قرآن کو خرید کردیتے ہیں۔

اس کے بعد دیگر کئی کتب اردو میں حضرت امیر کے قلم سے نکل چکی ہیں مثلاً سیرت خیر البشر۔ تاریخ خلافت راشدہ۔ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ۔ حقیقۃ المسیح۔ حارث عادہ۔ وغیرہ ان کے علاوہ کئی ٹریکٹ قادیانی غالیانہ عقاید کی تردید میں وقتاً فوقتاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ودیگر مصنفین سلسلہ احمدیہ کے قلم سے نکل کر مفت تقسیم ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی فہرست سال گذشتہ کے مسیح موعود نمبر پیغام صلح کے اخیر میں دی گئی تھی۔ ان کے علاوہ بعد میں اور کئی ٹریکٹ بھی سال رواں میں شائع ہوچکے ہیں جن میں سے قابل ذکر یہ ہیں۔

کھلی چٹھی بنام مرزا محمود احمد صاحب در بارہ مباحثہ متعلق مسئلہ تکفیر غیر احمدی مسلمانان و نبوت مسیح موعود۔

ہر ایک قادیانی کو ثالث بننے کی دعوت در بارہ مسئلہ جنازہ غیر احمدی مسلمانان کہ قادیانی مسلک خلاف مسلک مسیح موعود ہے۔

ہر ایک مسلمان کو ثالث بننے کی دعوت اسی مسئلہ مندرجہ بالا کے متعلق۔

موجودہ قادیانی مذہب خلاف مذہب مسیح موعود علیہ السلام از قلم پیر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاور۔

میاں بشیر احمد صاحب قادیانی کی حقیقت جنازہ کا جواب۔

نبی کا نام پانے کی خصوصیت کفر دون کفر اور حقیقۃ الوحی فضیلت کی حقیقت	از قلم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دوبارہ شائع ہوئے ہیں

عام تبلیغ کے لئے کتب و ٹریکٹ

تحریک احمدیت — رسالہ مسیح موعود

اسلام اور موجودہ جنگ

اسکا انگریزی میں ترجمہ بنام اسلام اینڈ دی پریزنٹ وار ان کے علاوہ بہت سے ٹریکٹ مثلاً ضرورت مجدد عیسویت کا آخری سہارا وغیرہ بہت عرصہ ہوا شائع ہوئے تھے۔ اب ان کی جگہ بعثت مجددین اور وفات مسیح ناصری از قلم سید اختر حسین شاہ صاحب بارثانی طبع ہوکر شائع ہو رہے ہیں سب سے آخر میں قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کتاب مجدد اعظم کا ذکر کرنے سے نہیں رہ سکتا جو دو ضخیم حصوں میں شائع ہوچکی ہے جیسے ریویو اخبار پیغام صلح میں نکلتے رہے ہیں میں اس کے متعلق صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی وسیرت کے حالات اس طرح سے صحیح واقعات کی بنا پر درج کئے گئے ہیں کہ موافق ومخالف کوئی ہو ایک دفعہ پڑھ لے تو ضرور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا قائل ہو جائیگا۔

مبارک ہیں وہ جو آپ کو پہچان لیں اور آپ کے کلام کو جان لیں اور آپ کی دعوت کو مان لیں۔ جو یہ تھی۔

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور
اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں
آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپکو اس طرف
دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف
اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن
نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی
والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی
زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ
اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور
خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے
ہیں" (تریاق القلوب صک)

خدا تعالےٰ اس دعوت کو پہنچانے کی ہمیں توفیق دے آمین ثم آمین ∴

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح زماں مہدی دوراں مجدد اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

یوم وصال

مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء بروز سوموار ساڑھے پانچ بجے شام مسلم ہائی سکول واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب حضرت اقدس مجدد اعظم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے یوم وصال کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا جس میں حضرت اقدس کی سیرت اور بے نظیر خدمات اسلامیہ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عظیم المرتبت بزرگ اور دیگر اصحاب تقریریں فرمائیں گے اور اس جلیل القدر انسان کی یاد کو تازہ کیا جائے گا جس کی مسیحائی سے امت مسلمہ کے قالب میں زندگی پیدا ہوئی اور جس نے اسلامی سواد میں اسلامی غلبہ اور اشاعت اسلام کا ایک جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ سب مسلمان بھائیوں اور ہر مذہب وملت کے دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تشریف لاکر جلسہ کی رونق کا باعث ہوں۔

پروگرام جلسہ

(۱) حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ تقریر
(۲) جناب مولانا یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول۔ تقریر
(۳) جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایم بی بی ایس۔ ڈی پی ایچ لندن۔ تقریر
(۴) جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ تقریر۔
(۵) جناب شیخ محمد طفیل صاحب بی۔ اے۔ تقریر

نوٹ:۔ مستورات کیلئے علیحدہ انتظام ہوگا۔

المشتہر
سکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

"ہمارے مسیحا"

نال دکھا دے اے تصوّر پھر وہ صبح شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

(از جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی سی ایس)

> **نوٹ:**۔ ہمارے نہایت محترم بزرگ جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب کے مضامین کا سلسلہ "ہمارے مسیحا" کے عنوان سے پیغام صلح سنہ ۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اب پھر جناب چودھری صاحب موصوف نے اس سلسلہ کو جاری فرمایا ہے۔ اسی مذکورہ عنوان سے ایک مضمون درج ذیل ہے۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

خدا نمائی

یوں تو اس کائنات کا ہر ایک ذرہ اپنے خالق کی ہستی کا پتہ دیتا ہے اور عقلمند کیلئے معبود حقیقی کے وجود پر شاہد ناطق ہے۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورق دفتریست از معرفت کردگار

اس قسم کا فلسفیانہ ایمان وہ یقین اور عرفان پیدا نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کی حقیقی معرفت کیلئے ضروری ہے۔ بلکہ اس کیلئے ایسے نشانات اور خوارق کی ضرورت ہے جو حق الیقین تک پہنچا سکیں اور ہر ایک قسم کے شک و شبہ کو قطعاً اڑا دیں۔ حضرت مجدد اعظم کے کاموں میں سے ایک بہت بڑا کام اور میرے خیال میں سب سے بڑا کام خدا نمائی تھا۔ اس قدر نشانات کا ظہور ہوا۔ کہ گویا تمام پردوں اور ظلمتوں کو جو انسان اور خدا کے درمیان حائل تھیں اڑا دیا گیا اور خدا کا چہرہ دنیا کو دکھا دیا گیا۔ ویسے تو حضرت اقدس کی بعثت اور ظہور ان تمام نشانات کے ساتھ جو پہلے نوشتوں میں درج تھے۔ بذات خود ہی خدا تعالیٰ کی ہستی پر زبردست دلیل تھے مخبر صادق حضرت رسول کریمؐ کی پیشگوئی کے مطابق رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن۔ خاص ستاروں کا عین اس وقت ظاہر ہونا۔ ریلوں کا جاری ہونا۔ نہروں کا نکلنا۔ ذرائع آمدورفت میں توسیع۔ چھاپہ خانہ کے ذریعہ کتابوں کی اشاعت۔ دجالی قوم کی طاقت وغیرہ وغیرہ اس قسم کی باتیں ہیں۔ کہ جن پر غور کرنے سے ہر ایک منصف مزاج اور عقلمند انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین کرے۔ کیونکہ یہ سب باتیں پہلے نوشتوں میں لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن اس کے علاوہ حضرت اقدس کے ہاتھ پر اس قدر نشانات ظاہر ہوئے کہ جن کی نظیر تیرہ سو سال میں نہیں مل سکتی۔

اسلام میں بہت بڑے بڑے اور اعلیٰ درجہ کے انسان گزر چکے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر کرامات کا ظہور بھی ہوا۔ اور ہونا چاہئیے تھا۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں اسلام کو دیگر ادیان پر فضیلت حاصل ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو ہمارے مذہب کو دیگر مذاہب سے صاف طور پر ممیز کر دیتی ہے۔ ہر ایک مذہب کا یہ دعوےٰ ہے کہ اس کے بانی اوتار یا پیغمبر کے ساتھ خدا تعالیٰ ہمکلام ہوا اور اس کے ہاتھ پر نشانات ظاہر ہوئے۔ بعض مذاہب کے بانیوں نے اپنے پیرؤں سے یہ بھی کہدیا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا تو تم سے وہ تمام نشان ظاہر ہوں گے جو مجھ سے ہوئے۔ مگر سوائے اسلام کے وہ مذہب کہاں ہے۔ جس کے پیرو یہ دعوےٰ کر سکیں کہ وہ خدا جو ہمارے بزرگوں سے بولا ہم سے بھی بولتا ہے۔ یہ خصوصیت اسلام کو اور صرف اسلام کو ہی حاصل ہے کہ اس میں ہر ایک زمانہ میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جن سے خدا ہمکلام ہوا اور ہوتا رہے گا۔

ہم ایسے بزرگوں کے منکر نہیں جنہوں نے کرامات دکھائیں۔ اور ہم دل سے ان کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جس قدر نشانات اور خوارق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔ بعض بزرگوں کی طرف بہت سی کرامات منسوب کی جاتی ہیں اور بعض ان میں ایسی بھی ہیں جو نہ صرف عقل اور فہم سے بالاتر ہیں بلکہ اسلام کی تعلیم کے بھی مخالف ہیں۔ ممکن ہے کہ اس وقت کے حالات کے مطابق نشر و اشاعت کے ذرائع کے فقدان کی وجہ سے اور چھاپہ خانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ تمام کرامات حیطۂ تحریر میں نہ آ سکی ہوں۔ یا مریدوں کی خوش اعتقادی نے ان کی اصل صورت کو بگاڑ کر ایک مکروہ شکل میں پیش کر دیا ہو۔ اگرچہ بعض سلف صالحین نے اپنی تصانیف میں اپنے درجہ اور منصب سے متعلق بہت بڑے بڑے دعوے کئے ہیں۔ مگر نشانات اور خوارق کے دکھانے کے بارہ میں وہ تحدی جو حضرت کی تحریروں اور تقریروں میں ہے کہیں نظر نہیں آتی۔ کتابیں پڑھو۔ اشتہار دیکھو۔ لیکچروں کا مطالعہ کرو ہر ایک جگہ یہ تحدی پاؤ گے۔ ہر ایک جگہ یہ چیلنج موجود ہے مخالفوں کو پکارا جا رہا ہے ان کو دعوت پر دعوت دی جا رہی ہے کہ میرے پاس آ کر ٹھہرو۔ اور اگر اپنے دوران قیام میں ایسے نشانات نہ دیکھو جو انسانی طاقت سے باہر ہوں تو تمہیں حق حاصل ہوگا کہ مجھے جھوٹا کہو۔ میرا نام کذاب رکھو اور جو کچھ چاہو میرے متعلق دنیا کے سامنے ظاہر کرو۔ تمام زندگی ایسی دعوتوں اور اعلانوں میں ہی گزرتی ہے۔ مگر بے شمار مخالفوں اور جان کے دشمنوں میں سے ایک بھی نہیں جس نے یہ کہا ہو کہ میں نے آزمائش کی اور دعوے کو غلط پایا۔

پھر اس مجدد اعظم کے سوائے اور کونسا وجود ہے جس کے نشانات اور پیشگوئیوں کی ایسی معتبر اور صحیح شہادت ہو کہ جن میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ ایک پیشگوئی کی جاتی ہے۔ اس کو بذریعہ اشتہارات اور اخبارات تمام دنیا میں شائع کیا جاتا ہے۔ وہ خدا کا کلام ہی جس کی بناء پر وہ پیشگوئی ہوتی ہے درج کر دیا جاتا ہے اور جب وہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے تو اس کو بھی فی الفور شائع کر دیا جاتا ہے اور ملک کے طول و عرض بلکہ تمام دنیا میں اس کا اظہار کر دیا جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ سکے کہ ایک پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مگر اس پیشگوئی سے متعلق تمام واقعات ایسے طریق سے حیطۂ تحریر میں آ جاتے ہیں کہ جن کی صحت کے متعلق شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

خوارق اور پیشگوئیوں کا یہ سلسلہ اس قدر لمبا ہے کہ ان کی تفصیل کے لئے ایک بہت ضخیم کتاب چاہئے۔ پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے گواہ بدترین دشمن بھی ہیں۔ مخالف بھی ہیں۔ ان پیشگوئیوں کی تفصیل لکھ کر ان کو ان کی زندگی میں چیلنج کیا جاتا ہے۔ مگر کسی ایک کو بھی جرأت نہیں پڑتی کہ ان کی تردید کرے۔ خود قادیان کے آریہ ملاوامل اور شرمپت کئی ایک خوارق اور پیشگوئیوں کے گواہ ہیں اور سالہا سال تک ان کے روبرو ان خوارق اور پیشگوئیوں کی تشہیر ہوتی رہی اور بار بار ان کو چیلنج کیا گیا۔ مگر انہوں نے تردید نہ کی۔ بتاؤ سوائے ہمارے حضرت کے یہ بات اور کسی بزرگ کو حاصل ہے؟ ایسے خوارق اور پیشگوئیاں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ایک محدود علاقہ سے متعلق ہیں اس کے علاوہ خوارق اور پیشگوئیاں ہیں جن کا تعلق تمام ملک بلکہ تمام دنیا سے تھا۔ مثال کے طور پر پنڈت لیکھرام سے متعلق پیشگوئی کو لے لو۔ یہ شخص آریہ قوم کا بہت بڑا لیڈر تھا اور اس پیشگوئی کی زد میں تمام آریہ مت آتا تھا۔ اس کی اشاعت اس طور سے کی گئی تھی کہ مجھے یاد ہے کہ چند ایک طالبعلموں نے پنڈت لیکھرام کی موت سے ایک دن پہلے بورڈنگ ہوس میں ان اشتہارات کو پڑھا جو حضرت صاحب کی طرف سے وقتاً فوقتاً جاری ہوئے تھے اور پڑھ کر کہا کہ ان کے مطابق تو پنڈت لیکھرام کو کل مر جانا چاہئے۔ خدا کی قدرت دیکھو اگلے روز پنڈت جی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔

ٹرکی کے سلطان عبد الحمید کے زوال کی بابت پیشگوئی ہوتی ہے اور وہ معزول ہو جاتا ہے۔ ایران کے شاہی خاندان سے متعلق خدا کی اس وحی کا اعلان ہوتا ہے کہ "تزلزل در ایوان کسریٰ افتاد" اس خاندان کا ایک بادشاہ محمد شاہ نامی معزول ہو کر جلاوطن ہوتا ہے۔ اور اس کا بیٹا اس کی جگہ لیتا ہے۔ وہ بھی معزول ہو کر جلاوطنی میں مر جاتا ہے اور اس خاندان کا نام و نشان نہیں رہتا۔ خدا کے حکم سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ مشرق کی ایک طاقت زور پکڑ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جاپان کا چھوٹا سا ملک وہ طاقت حاصل کرتا ہے کہ روس ایسی رفیع اور طاقتور سلطنت کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ امریکہ کا ایک شخص اپنی فرضی روحانی طاقت کے دعوے کی بناء پر جو غالباً مسمریزم کے علم پر مبنی تھی۔ اس قدر طاقت حاصل کر لیتا ہے کہ بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتے ہیں اور ایسی شان و شوکت سے زندگی بسر کرتا ہے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اور پھر اسلام کی تباہی کی پیشگوئی کرتا ہے۔ ادھر سے خدا کا مسیح اس کو مقابلہ کیلئے پکارتا ہے۔ مگر وہ اس قدر غرور کا اظہار کرتا ہے کہ خدا کے مامور کو کہتا ہے کہ پنجاب کی ایک مکھی مجھ کو اپنے مقابلہ پر بلاتی ہے۔ کیا میں مکھیوں کا مقابلہ کروں؟ ادھر سے اس کی تباہی کی پیشگوئی کی جاتی ہے۔ اور اس کی تشہیر و اشاعت تمام دنیا میں کی جاتی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ وہ شخص ہاں وہی متکبر شخص جو خدا کے مامور کو مکھی کا نام دیتا ہے اس قدر ذلیل ہوتا ہے کہ دنیا کیلئے عبرت کا نمونہ بنتا ہے۔ اسی شہر میں جہاں اس کا بڑا عالیشان محل تھا۔ جلاوطن ہو کر ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ فالج کا شکار ہوتا ہے اور اس کے اپنے مرید ہی اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ بنگال کی تقسیم ہوتی ہے۔ تمام بنگالی اس کے برخلاف آواز اٹھاتے ہیں اور ایسی خطرناک فضا پیدا کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ حیران رہ جاتی ہے۔ سازشیں ہوتی ہیں۔ افسر قتل کئے جاتے ہیں۔ ہر جگہ دہشت پیدا کی جاتی ہے۔ مگر انگریزی گورنمنٹ اپنے فیصلہ پر مضبوطی سے قائم رہتی ہے۔ بنگالی مفسد آخر مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملک میں امن قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا کی وحی سے یہ اطلاع آتی ہے کہ ایک

کرتا ہے۔ لوگ اس وجہ سے کہ وہ سخت سے سخت مخالفت کے وقت بھی گورنمنٹ اپنے فیصلہ پر قائم رہی اور جب صاف طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ تقسیم بنگالہ ایک ایسا طے شدہ معاملہ ہے جس میں اب کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لوگ اس الہام کو پڑھ کر ہنسی اڑاتے ہیں مگر ملک معظم اپنی تاجپوشی اور تخت نشینی کیلئے دہلی تشریف لاتے ہیں اور دربار میں تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان فرماتے ہیں۔ خدا کی قدرت اس اعلان کے اردو ترجمہ میں وہی لفظ "دلجوئی" موجود ہوتا ہے۔ جو خدا کی وحی میں تھا۔ طاعون کا ملک میں نام و نشان نہیں بلکہ عام لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ طاعون کی بیماری کیا ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں خدا کی وحی سے خبر پا کر خدا کا مسیح بتاتا ہے اور لوگوں کو ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ طاعون اس ملک میں آ رہی ہے۔ ؎

خور تاباں سیاہ گشت است از بدکاری مردم
زمین طاعون ہمے آرد پئے تخویف و انذارے

کی آواز بلند کرتا ہے۔ لوگ پروا نہیں کرتے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ملک میں طاعون ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ تباہ کاریاں ہوتی ہیں کہ جن کی نظیر نہیں۔ ایسی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ ایک دو دو روز میں ہی سارے کا سارا خاندان موت کی نیند سو جاتا ہے اور ان کے کفن دفن کیلئے بھی کوئی نہیں رہتا شہر بچتے ہیں نہ دیہات۔ ہر جگہ موت کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ ہر گلی، ہر کوچہ ہر گھر سے رونے اور چیخنے کی آوازیں سنی جاتی ہیں، ہر جگہ آہ و بکا۔ نالہ و شیون، گریہ و زاری۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام ملک ملک الموت کے تسلط میں کر دیا گیا ہے اور وہ منہ کھولے نسل انسانی کو ہڑپ کرتا چلا جاتا ہے اور ایسی حالت میں وہی مامور پھر ایک آواز اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا گھر اس طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور گھر سے مراد وہ اپنی جماعت لیتا ہے۔ اس کے ایک مخلص مرید کو جس کے اخلاص کا اس کو پورا یقین ہے طاعون ہونے کا اشتباہ ہوتا ہے اور وہ زبردست دعوے اور تحدی کے ساتھ کہتا ہے کہ "اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔ ایسی ہونا مونی میں خدا کا ہاتھ اس کی جماعت کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ مامور خدا کی وحی "زلزلہ کا دھکا" بیان کرتا ہے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسی ندی میں ایسی خطرناک طغیانی آتی ہے کہ نظام حیدر آباد دکن کا خوبصورت اور شاندار شہر ایسی تباہی کا نظارہ دیکھتا ہے جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ "زلزلہ کا دھکا"، "عفت الدیار محلہا و مقامہا" کی آواز سنتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دنیا اس ملک میں ایسے تباہ کن زلزلہ کی خبر سن لیتی ہے جو بڑی بڑی مضبوط اور پائیدار عمارات کو زمین کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ یہ چند پیشگوئیاں بطور مشتے نمونہ از خروارے میں نے بیان کی ہیں، ورنہ یہ سلسلہ اس قدر طویل ہے کہ اس کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کے لئے دفتر درکار ہیں۔ اب میں ان لوگوں سے جو اس قدر بین اور روشن نشانات کے باوجود اس ملہم ربانی کے منکر ہیں اور خوے بد را بہانہ بسیار کی ضرب المثل کو پورا کرتے ہوئے محمدی بیگم والی عایسی چند پیشگوئیوں کو اپنی نا اہلیت اور کج فہمی کے باعث سمجھنے کے ناقابل ہونے کی وجہ سے انکار کرتے جا رہے ہیں اور ہنسی اور ٹھٹھا سے باز نہیں آتے سوال کرتا ہوں کہ حضور سرور کائنات کے عدیم المثال وجود کو علیحدہ رکھو کیونکہ ہمارے امام نے جو کچھ پایا اسی سرچشمہ معرفت سے پایا۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے اور نجات کا مدار بھی اسی ایمان پر ہے۔ اگر ہم اس ایمان سے روگردانی کریں تو یقیناً ہم گمراہ اور تباہ شدہ قوم ہیں۔ ہم کیا خود وہ جس کے نام پر ہم کھڑے ہیں کہتا ہے ؎

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

اور پھر کہتا ہے۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اس ذات قدسی اور بعد از خدا بزرگ ترین وجود کو مستثنیٰ کر دو۔ اور جا کر تاریخ کی ورق گردانی کرو۔ اور اس شخص کا نام بتاؤ جس کے ہاتھ پر اس قدر نشانات ظاہر ہوئے ہوں۔ اور ان نشانات کا ایسا قطعی اور یقینی ثبوت بھی دکھاؤ۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کا قطعی اور یقینی ثبوت ہمارے پاس ہے کہ ہٹ دھرمی اور ضد کے مقام پر قائم رہو تو تمہارا اختیار ہے ورنہ وہ ثبوت ایسا زبردست ہے کہ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ بتاؤ وہ کون ہے جس نے قبل از وقت اپنی پیشگوئیوں کو اشتہارات، اخبارات اور کتابوں کے ذریعہ شائع کیا ہو۔ اور پھر ایسی زبردست تحدی کے ساتھ ان کو پیش کیا ہو۔ جیسے حضرت مرزا صاحب نے۔

میں اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے ان نشانات میں سے جن کو اجمالاً میں نے سطور بالا میں بیان کیا ایک کو ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی امریکہ کا رہنے والا ایک شخص تھا۔ وہ عیسائی تھا اور حضرت مسیح کو خدا مانتا تھا۔ اس نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا۔ اور پیشگوئی کی کہ ۲۵ برس کے اندر مسیح آسمان سے نازل ہو جائے گا۔ اس نے ایک اخبار نیوز آف ہیلنگ کے نام سے جاری کر رکھا تھا۔ وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا اور حضرت سرور کائنات کے خلاف نہایت کمینہ اور دل آزار لٹریچر شائع کرتا تھا۔ اس نے ایک عالیشان علیحدہ شہر صیہون کے نام سے آباد کیا تھا اور اس میں نہایت تزک و احتشام سے زندگی بسر کرتا۔ اس نے اپنے اخبار میں اسلام کے برخلاف بہت بکواس کی اور لکھا "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا تو اسلام کو ہلاک کر دے۔" اس کے اس قسم کے لٹریچر کی خبر پا کر حضرت اقدس نے اس کے نام انگریزی میں ایک چٹھی لکھی اور اس کو مباہلہ کیلئے بلایا۔ وہ چٹھی اور اس چیلنج کا حال امریکہ کے ۳۲ موقر اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوا۔ اس پر اس نے اپنے اخبار میں حضرت اقدس کے متعلق یہ الفاظ لکھے:۔

"ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دونگا۔ اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔"

پھر اس نے لکھا:۔

"میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں۔ یہاں تک کہ وہ دن آ جائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹایا جائے۔ اے خدا ہمیں وہ وقت دکھا۔"

حضرت اقدس نے اس کی تباہی اور ہلاکت کیلئے دعا کی اور بذریعہ اشتہار ظاہر کیا کہ خواہ وہ میرے مقابلہ پر آئے خواہ نہ آئے وہ تباہ اور ہلاک ہو جائے گا۔ اب دیکھو اس کی تباہی کس طرح ہوتی ہے۔ اس کا خائن ہونا ثابت ہوا اس کو اپنے آباد کردہ شہر سے نکالا گیا۔ سات کروڑ روپیہ جو اس نے جمع کیا تھا۔ اس سے اس کو جواب ملا۔ اس کا بیٹا اور اس کی بیوی اس کے دشمن ہو گئے۔ اس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ پھر حضرت اقدس نے ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء کو حسب ذیل اشتہار شائع فرمایا:۔

"تازہ نشان کی پیشگوئی"

خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا۔ جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ تمام دنیا کیلئے ایک نشان ہوگا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا۔ چاہئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کریگا۔ تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ (المشتہر: مرزا غلام احمد مسیح موعود مشتہرہ ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء)

مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں یہ شخص جو مذہب اسلام کو دنیا سے نابود کرنے کے منصوبے سوچ رہا تھا نہایت ذلت کی حالت میں فالج سے مر گیا اور اس کے مرنے کی اطلاع تمام دنیا میں بذریعہ تار کے نشر کی گئی چنانچہ ہندوستان کے سب سے موقر انگریزی اخباروں پاؤنیر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کو بھی بذریعہ تار اطلاع آئی اور انہوں نے شائع کی۔

میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت اقدس کی ان لمبی چوڑی تحریروں کو جو حضرت ممدوح نے شائع فرمائیں درج نہیں کیا اور نہ ہی اس خط کو نقل کیا ہے جو ڈوئی کے نام لکھا گیا۔ مگر جو کچھ اوپر لکھا گیا۔ اس سے اس پیشگوئی کا روز روشن کی طرح پورا ہونا ثابت ہے اور نیز اس میں کیا شک ہے کہ یہ پیشگوئی تمام دنیا کیلئے تھی۔ کیونکہ جو شہرت ڈوئی نے حاصل کر لی تھی وہ ایک عالمگیر شہرت تھی۔ اور وہ علم توجہ اور ہپناٹزم کے ذریعہ سے بعض ایسے شعبدہ جات بھی کرتا تھا کہ لوگ اس کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ ان علوم کے ذریعہ بعض بیمار بھی اس کے ہاتھ سے شفایاب ہو چکے تھے۔ اس کی پیشگوئی تھی کہ کعبۃ اللہ مسمار اور ویران کر دیا جائیگا۔ اس کے مقابلہ میں ادھر سے یہ پیشگوئی تھی کہ اس کا شہر صیہون جو اس نے اپنے قول کے مطابق خدا کے حکم سے آباد کیا تھا اور جس کی رونق روز بروز بڑھتی جاتی تھی تباہ اور برباد ہو جائے گا۔ کعبۃ اللہ تو خدا کے فضل سے اب تک آباد ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی آباد رہیگا۔ مگر اس کا عالیشان شہر عرصہ ہوا خاک میں مل چکا ہے۔ حقیقت میں یہ ایک بڑا بھاری معرکہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان تھا۔ جس میں خدا تعالیٰ نے اسلام کو فتح عظیم بخشی اور یہ فتح ایسی نمایاں اور صاف تھی کہ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہا تھا۔

اے مسلمانو! یہ ہے وہ شخص جس کو تم کافر اور مرتد کا خطاب دیتے ہو۔ دانشمندو! غور کرو کیا یہ اسی خطاب کا مستحق ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور اخلاق کا خود مطالعہ کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک زبردست خدمت ہے

تحریک احمدیت کا دور ثانی

(از جناب چوہدری محمد حسن صاحب وکیل گجرات)

تحریک احمدیت نصف منزل طے کر چکی ہے اس کی نظری بحثوں نے تمام اکناف عالم میں غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ احمدیت کا نظری ملخص یہ ہے۔

(۱) کہ تمام مذاہب ابتدا میں خدا کی طرف سے آئے۔ تمام بانیان مذاہب فرستادہ خدا تھے۔ تمام کتب جنہیں الہامی ہونے کا دعوےٰ ہے۔ خدا کے الہامات ہی کا مجموعہ تھیں۔ مگر زمانہ کے دستبرد سے ان میں انسانی ملونی شامل ہو گئی اور وہ اپنی اصل تعلیم کھو چکیں۔ بانیان مذاہب کی زندگیاں فسانے بن کر رہ گئیں اور اصلیت پر پردے چھا گئے

(۲) اسلام نور الٰہی کا آخری مظہر ہے۔ قرآن کریم خدا کی آخری ہدایت ہے۔ نبی کریم صلعم خدا کے آخری پیغمبر ہیں۔ قرآن بھی محفوظ ہے اور اسوۂ حسنہ رسول بھی محفوظ ہے۔ تعلیم الٰہی اپنی مکمل شکل میں انسانوں کو ہدایت کی روشنی بخش رہی ہے اور اس تعلیم پر پوری طرح عمل پیرا ہو کر کمالات انسانی کے آخری مقام تک پہنچنے والا نمونہ بھی تاریخ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ہے کہ اب وہ قیامت تک کیلئے رہبری کا کام دے رہا ہے۔

(۳) مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ آنے والا مسیح امت محمدیہ کا ایک فرد ہو گا جسے مجدد یا محدث کہتے ہیں۔ وہی مسیح موعود اور وہی مہدی بھی ہے اور وہ کامل طور پر امتی ہے۔ نبی کا لفظ اس کی شان میں محض مجاز اور استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوا ہے۔

(۴) کلمہ گو خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو مسلمان ہے۔ حضرت مرزا صاحب یا کسی دوسرے مجدد کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ غیر احمدی مخالف کا جنازہ حضرت مرزا صاحب کے فتاویٰ کے مطابق جائز ہے اور حضرت صاحب کے زمانہ میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔

(۵) اسلام کی آئندہ کامیابی اشاعت اسلام میں ہے۔ اسلام یورپ کی قاری طاقتوں کے مقابل پر صرف روحانی قوت سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں سائنس نے جو ہلاکت آفرین سامان مادہ پرست قوموں کو مہیا کر دیئے ہیں۔ ان سے مسلمان یکسر محروم ہیں۔ ہاں ان کے پاس صحیح تعلیم ہے۔ نیک اصول ہیں جو مادہ پرست دنیا کی کل بیماریوں کا علاج ہو سکتے ہیں۔ سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں دولت کی غیر مساوی تقسیم نے جو پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں اور قوموں کے غاصبانہ تفوق سے جو اقوام عالم میں منافشات پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا مکمل طور پر صرف قرآن کریم کے ذریعے ہی قلع قمع ہو سکتا ہے۔ آج اگر ایک قوم کے پاس ہوائی طاقت زیادہ ہے اور زمین پر ناقابل تسخیر ٹینک کثرت سے حرکت میں آ سکتے ہیں۔ تو وہ عارضی طور پر دوسری قوموں پر غالب آ سکتی ہے۔ مگر جونہی کسی اور قوم کی طاقت اس سے بڑھ گئی۔ تو اول الذکر قوم مغلوب و مفتوح ہو کر رہ جائے گی۔ ہاں اصولوں کا غلبہ ایک دائمی غلبہ ہے جس سے مزاج عالم میں تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ اصول صرف قرآن کریم کے اندر مذکور ہیں اور ان پر ہی عمل پیرا ہو کر انسانیت جنگ و جدال سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ تحریک احمدیت کے یہ نظریئے اب دوست و دشمن سے خراج قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ جہاں تک دلائل کا تعلق ہے کسی کے پاس ان کی تردید میں کوئی جواب نہیں۔ اب احمدیت کا دور ثانی شروع ہے۔ اب عمل کا وقت آ چکا ہے۔ مادہ پرست قومیں اپنی مادی طاقتوں کو خود تباہ کر رہی ہیں۔ ہر منٹ جو گزر رہا ہے۔ ہزارہا کا نقصان کر رہا ہے۔ بڑے قیمتی بم ایک دوسرے پر پھینکے جا رہے ہیں۔ جب وہ پھٹتے ہیں تو بے شمار جائداد کا نقصان ہو جاتا ہے۔ اور یہ اقوام عالم کا دن رات کا مشغلہ ہو رہا ہے۔ جس قدر مادی سامانوں کی حفاظت تھی اب اسی قدر ان کی ہلاکت ہو رہی ہے۔ مادی ذرائع تباہ کئے جا رہے ہیں۔ جن دلوں میں دولت کی ہوس تھی۔ وہی لوگ دنیا سے دولت کو کم کر رہے ہیں۔ انسان پھر سادگی کی طرف جا رہا ہے۔ محلات تباہ ہو رہے ہیں۔ جنگل کے درختوں، صحرائی جھونپڑیوں کے پاس پھر انسانی بسیرا ہونے والا ہے۔ رفیع الشان عمارتیں مسمار کی جا رہی ہیں۔ نہ کوئی پیرس رہے گا نہ لندن۔ سب قوموں کا غرور دولت کچلا جا رہا ہے۔ انسانی سپرٹ باقی رہ جائے گی۔ انسانوں کی انسانیت زندہ رہے گی۔ پھر انسان، انسان سے بغلگیر ہو گا۔ سوسائٹی کی بنیادیں ازسرنو استوار کی جائیں گی۔ مساوات اور حریت کے درس پھر پڑھے جائیں گے۔ غریب اور امیر کے تعلقات محبت کے اصولوں پر وضع ہوں گے۔ یہ عمل کا زمانہ ہے۔ تمام مذاہب کے امتحان کا وقت ہے تمام نظریئے ایک ایک کر کے امتحان کی کسوٹی پر پرکھے جائیں گے۔ خدا سے بھاگا ہوا انسان خدا کے دروازہ پر گرے گا۔ خدا سے نور چاہے گا۔ انسان کے وضع کئے ہوئے اصول سب ناکارہ ثابت ہوں گے۔ پس احمدیت کے اس دور میں قرآن کے اصولوں کی دنیا کی تمام زبانوں میں اشاعت کی ضرورت ہے۔ بیکس اور لاچار انسان سچائی کا طالب ہو گا۔ وہ اپنی بیماریوں کا مداوا چاہے گا۔ قرآن کا نسخہ جس میں اس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے، اسے بہت ہی عزیز ہو گا۔ اب زیادہ بحثوں کی ضرورت نہیں۔ صرف اشاعت کی ضرورت ہے۔ لوگوں کو اس سے روشناس کرانا ہے۔ علماء فرنگ خود اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ قرآن جب محبوب ہو جائے گا تو انسان انسان کا دشمن بھی نہیں رہے گا۔ اب احمدیت کیلئے فضا ساز گار ہونے والی ہے۔ اس وقت تمام دنیا دو طاقتوں میں بٹ کر رہ گئی ہے ایک طاقت وہ ہے جس کی نمائندگی جرمنی کر رہا ہے۔ اس طاقت کا ایک اپنا نظریہ ہے اپنا فلسفہ ہے۔ اپنی سیاست ہے۔ اپنا زاویہ نگاہ ہے۔ دوسری طاقت وہ ہے جس کی نمائندگی انگلستان کر رہا ہے۔ یہ بھی اپنا ایک نظریہ رکھتا ہے۔ ایک تہذیب اور کلچر پیش کرتا ہے۔ اس کے پاس بھی معاشرت کے اصول ہیں اس کا اپنا نظام سیاست ہے۔ ان دونوں طاقتوں میں تصادم ہے اور دنیا کی کل قومیں کسی نہ کسی رنگ میں ان دونوں فریقوں کی حلیف یا مخالف ہو چکی ہیں۔ اس تصادم سے مادہ پرستی ختم ہونے کو ہے۔ اور ایک نیا نظریہ، نیا تخیل، نیا نظام تمدن۔ ایک نئی سیاست، ایک نیا اصول زندگی چمکنے کو ہے جس سے دنیا میں نئے سرے سے وحشیوں کو تہذیب سکھلائی جائے گی اور مدعیان تہذیب کو مکارم اخلاق کا درس دیا جائے گا۔ اور اخلاق میں رنگین انسانوں میں للہیت پیدا کی جائے گی۔ تا انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ عورتوں کا اس کارگہ عالم میں کیا مقام ہے۔ عورت کی فوقیت، عورت کا احترام ازسرنو قائم ہو تا کہ غریب کو سوسائٹی میں کچلا نہ جا سکے۔ سرمایہ دار سرمایہ کی کثرت سے باقی طبقہ سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔ دولت ہر وقت تقسیم ہوتی رہے۔ محنت کا پھل انسان کو ضرور ملے۔ مگر سرمایہ ایک جگہ جمع ہو کر دوسروں کیلئے مصیبت کا باعث نہ بنے۔

سود کی لعنت سے دنیا آزاد ہو جائے۔ شراب کی مکمل ممانعت ہو جائے۔ عیش پرستی ختم ہو۔ سادہ اور شریفانہ زندگی انسانیت کے معیار ہوں۔ وہ وقت بہت جلدی آنے والا ہے ضرورت ہے کہ تشنگان عالم کی پیاس بجھانے کیلئے آب زلال مہیا کیا جائے۔ اس وقت تو تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ صالحین اسلامیہ کا فرض ہے۔ علماء دین کا فرض ہے۔ صوفیاء کرام کا فرض ہے رہنمایان ملت کا فرض ہے کہ قرآن کریم کی نعمت ان کے پاس ہے اسے دوسروں تک پہنچانے کیلئے سب متفق و متحد ہو کر کوشاں ہوں۔ دنیا کی ہر زبان میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہو جائیں اور مسلمان مبلغین تمام زبانیں سیکھ کر لوگوں کو اسلامی تعلیم سے واقف کرنے کے لئے مقرر ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں تحریک احمدیت کو پیش پیش ہونا چاہئے۔ مسیح موعود کی آمد کا یہی مقصد تھا۔ سو وقت آ رہا ہے کہ وہ مقصد پورا ہو۔ خدا نے خود صورت حالات ایسی پیدا کر دی ہے کہ دنیا طوعاً و کرہاً قرآن کریم کی طرف رجوع کرے گی۔ البتہ اس تعلیم کو بے نقاب کرنا ہمارا فرض ہے۔ قادیانیوں سے بحث فضول ہے۔ وہ نئے نظام عالم میں کوئی حیثیت نہیں رکھیں گے۔ وہ یقیناً یقیناً قریب الاختتام ہیں ◆

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مفت تقسیم کتب صداقت اسلام میں امداد

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے اپنی کتاب میثاق النبیین کا انگریزی ترجمہ بنام Muhammad in World Scriptures کئی بڑی محنت و جانفشانی سے کر کے نہایت خوبصورت مجلد کتاب کی شکل میں شائع کر کے ایک اعلیٰ درجہ کی خدمت دین اسلام کی کی ہے۔ اس کتاب کی غیر مسلم اصحاب انگریزی دانوں میں اشاعت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مولانا ممدوح نے اعلان کیا تھا کہ جو صاحب فی سبیل اللہ مفت تقسیم کرنے کے واسطے کتاب خریدیں گے ان کو بجائے ۳ روپے ۱۲ آنے کے صرف دو روپے میں یہ کتاب دی جائے گی۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل اصحاب نے اب تک اس کتاب کی جلدیں خرید کر برائے مفت تقسیم انجمن کے حوالہ کی ہیں:-

ڈاکٹر ایس۔ ایم عبداللہ صاحب۔ ایک جلد

چوہدری فیض احمد صاحب چک ۸۱ سرگودھا۔ دو جلد

شیخ محمد محسن مولا بخش صاحبان لائل پور دس جلد

ماسٹر محمد انعام اللہ خاں صاحب سالارتی ایک جلد

دیگر ذی وسعت احباب بھی اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور جتنی جلدیں مفت تقسیم کے واسطے لینا چاہیں۔ فی جلد دو روپے کے حساب سے رقم ارسال فرماویں کتابیں خرید کر دفتر انجمن میں رکھی جاویں گی اور بوقت ضرورت مستحق غیر مسلم اصحاب کو دی جاویں گی۔ یا لائبریریوں میں بھیجی جاویں گی ◆ (عزیز بخش جائنٹ سیکرٹری)

حضرت مسیح موعود کے موجودہ مسلمانوں پر احسانات

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے)

احادیث کی شہادت

جو شخص احادیث نبویہ کا مطالعہ کریگا، تو اس پر یہ بات کبھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ اگر یہ احادیث صحیح ہیں اور واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مشتمل ہیں۔ جیسا کہ ہمارا ایمان ہے کہ سوائے ضعیف اور خلاف کتاب اللہ حدیثوں کے باقی سب صحیح ہیں اور قلوب مؤمنین کو نور ایمان سے منور کرنے والی ہیں تو وہ ایک لمحہ کے لئے اس بات میں متامل نہیں رہ سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود اور دور حاضرہ کے امام برحق ہیں۔ آپ کی صداقت پر احادیث پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ کہ امام مہدی آپ ہیں۔ واقعات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں واضح طور پر بتلا رہی ہیں۔ کہ آنے والا امام اور مسیح آپ ہی ہیں۔ بزرگان دین اور اقوال اولیاء اللہ روز روشن کی طرح گواہی دے رہے ہیں کہ چودھویں صدی کے مجدد اور موجودہ زمانہ کے مصلح آپ ہی کی ذات گرامی ہے

آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں

مشکوٰۃ شریف اور صحاح ستہ کی کتابوں میں جو احادیث مسیح موعود، امام مہدی کی آمد۔ یاجوج ماجوج۔ دجال اور دابۃ الارض وغیرہ کے متعلق وارد ہیں۔ اگر انہیں یکجا جمع کر کے غور سے دیکھا جائے تو آپ کی صداقت نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے مگر افسوس علماء نے خصوصاً اور مسلمانوں نے عموماً ان احادیث پر کوئی توجہ نہیں دی کسی زمانہ میں امام مہدی اور مسیح موعود کی آمد کا مسلمانوں میں بڑا چرچا تھا۔ مگر اب تو بھولے سے بھی کوئی مولوی ملا نام نہیں لیتا۔ یہ بھی آپ کی صداقت کا ایک نشان ہے کہ آنے والا جو مرد خدا تھا وہ آگیا۔ اب اس کی انتظار لوگوں کے دلوں سے نکال لی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے کافروں پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ مگر جب آپ آگئے تو اکثر ان میں سے منکر ہو گئے۔ اور تمام ان پیشگوئیوں اور نشانوں کو جو تورات میں مندرج تھے پس پشت ڈال دیا۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ

حضرت مسیح موعود کا جذبہ اصلاح

حضرت اقدس کی ساری عمر مسلمانوں کی اصلاح کے غم میں گزری۔ آپ نے محض اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کی گالیاں برداشت کیں۔ پتھر کھائے۔ بڑے سے بڑے نام رکھوائے اپنوں اور اغیار کی دشمنی خریدی۔ باوجود ان تمام مشکلات کے آپ کا قدم جادۂ مستقیم سے ذرا بھر نہ ڈگمگایا۔ اگر آپ کو گدی قائم کرنا مقصود ہوتا۔ جیسا کہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کا وہم ہے تو آپ کی گدی تو دعوے سے پہلے قائم تھی۔ جبکہ آپ اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے مرجع خلائق بنے ہوئے تھے۔

دعوے اور مخالفت

دعوے سے تو آپ نے اپنی گدی کو گرایا۔ جبکہ وہی لوگ جو کل تک تعریف میں رطب اللسان تھے۔ دوسرے دن جان کے لینے والے بن گئے۔ وہی لوگ جو آپ کو ولی اللہ اور خادم دین سمجھتے تھے۔ جھوٹا، مفتری علی اللہ اور کافر وغیرہ (معاذ اللہ) سمجھنے لگے۔ کیا یہ سب کچھ بناوٹ کا نتیجہ تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی حمایت کے لئے کیا گیا تھا۔ حضور نے جو کچھ مسلمانوں کیلئے کیا۔ اس کو تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ میں یہاں صرف چند باتیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اور انصاف کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ اگر ایسے کارنامے اور کرامات دکھلانے والا امام زماں اور مسیح موعود نہیں ہے تو اور کون ہے

مسلمانوں کے اندرونی مفاسد

آپ کی آمد سے پہلے مسلمانوں میں اندرونی یعنی اعتقادی طور پر بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے تھے۔ ان میں ایسے ایسے عقائد خلاف قرآن و حدیث رچ گئے تھے کہ باوجود اہل حق ہونے کے اہل باطل کے سامنے ندامت اور خفت اٹھاتے تھے۔ مثلاً کہنے کو تو آنحضرت صلی اللہ کو خاتم النبیین مانتے تھے اور مانتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی حضور کے بعد ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے اور منتظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی حضرت مسیح نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئیگا جس کا نام احمد ہوگا۔ مگر ہمارے علماء نے خلاف قرآن و حدیث حیات مسیح کا عقیدہ رکھکر اس آیۂ شریفہ کو عملی طور پر معاذ اللہ غلط ثابت کیا۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح ابھی تک صحیح و سالم زندہ موجود ہیں تو پھر احمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آسکتے۔ کیونکہ احمد نبی نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد آنا تھا۔ نہ ان کی زندگی اور موجودگی میں۔ پھر قرآن مجید تمام انبیاء کو بعثت سے قبل اور بعد معصوم عن الخطا اور گناہوں سے بری قرار دیتا ہے۔ مگر اسلام اور قرآن کے ان نادان دوستوں نے غلط اسرائیلی روایات کی بنا پر ان معصوم وجودوں کو داغدار کیا۔ کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیے اور کسی کے متعلق عشق و محبت کے افسانے گھڑے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ان کی زد سے کوئی پاک وجود نہ بچ سکا۔ پھر قرآن حکیم کی تفسیر کے متعلق خلاف لغت عرب اور محاورے کلام وہ وہ بے سروپا تفسیریں بنائیں کہ قریب تھا کہ اس روشن ترین کتاب کا منور چہرہ ان کے خیالی پردوں میں چھپ جاتا اور اس کی اصل صورت مسخ ہو جاتی۔ غرضیکہ اس قسم کے ہزاروں توہمات تھے۔ جن کو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ رد فرماکر اسلام کے اصلی چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الزام

بعض لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت ختم نبوت کے قائل نہیں تھے۔ ان کی خدمت میں میری گذارش یہ ہے کہ حضرت نے جس طرح ختم نبوت کے مسئلہ کو صاف اور شاہت کیا ہے۔ اس کی نظیر آپ کو دوسرے کسی بزرگ کی کتب میں نہیں ملے گی۔ چنانچہ اختصار کے طور پر ان کے دو حوالے پیش کرتا ہوں:۔

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا۔" (ازالہ اوہام ص ۵۸۳)

"نیا" اور "پرانا" کے الفاظ قابل غور ہیں۔

پھر ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں:۔

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے

تعلیمیافتہ طبقہ کی مایوسی

ان کی بعثت سے پہلے جبکہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے سلطنت چھن گئی۔ پولیٹیکل طور پر یہ بالکل کمزور ہو گئے اور ہر طرف انہیں مایوسی و ناامیدی نظر آنے لگی۔ تو مسلمانوں میں سے ایک بڑا طبقہ خاص طور پر وہ گروہ جو مغربی تعلیم سے روشناس ہو چکا تھا اور اپنے آپ کو تعلیمیافتہ طبقہ . . . . کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی سے قریباً قریباً ناامید ہو چکا تھا۔ ان کے دل میں یہ وہم سما گیا تھا کہ اسلام میں قوم کو ترقی دینے کی قوت مفقود ہے اور کہ احکام اسلامی اور تعلیمات قرآنی کی بنا سائنس اور موجودہ فلسفہ کے خلاف ہے۔ اس لئے بعض اوقات وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے اور قرآن مجید کو دنیا کے سامنے پیش کرنے سے شرماتے تھے۔ علماء کرام کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ ایسے لوگوں کو آگے ہی اسلام سے خارج اور کافر قرار دے چکے تھے۔ اور ان سے کچھ تو مخالف تعلیم۔ اور کچھ طرز معاشرت کے تباین کی وجہ سے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ نتیجہ یہ نکل رہا تھا کہ بعض تو ان میں سے دہریت کی آغوش میں جا رہے تھے۔ اور بعض دیگر ادیان باطلہ مثلاً عیسائیت وغیرہ میں اپنی جگہ بنانے کے لئے متفکر تھے۔ عین اس وقت خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر ایک بندے نے اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے یہ آواز بلند کی:۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

غلبہ اسلام کا وعدہ فراموش کیا جا چکا تھا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ غلبہ اسلام کا یہ وعدہ مسلمان قریباً قریباً بھول چکے تھے جب اسلام پر اعتراضات کئے جاتے تو علماء کرام بجائے ان کے جوابات دینے کے لوگوں کو ایسی کتابوں کے مطالعہ سے منع کرتے بعض انگریزی کو حرام قرار دیتے اور بعض دیگر مذاہب کی کتب پڑھنے والے کو بد گردانتے۔ انگریزی خوان طبقہ گورنمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتا کہ ایسا لٹریچر ضبط کیا جاوے اور اسے ممنوع قرار دیا جاوے۔ مگر جب شیر خدا اور غلام احمد دنیا میں تشریف لایا تو لیظھرہ علی الدین کلہ کا وہ نظارہ دکھلایا کہ اہل ادیان باطل انگشت بدنداں رہ گئے اور باطل سر چھپانے کیلئے جگہ تلاش کرنے لگا۔ جاء الحق وزھق الباطل کا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ مگر مسلمانوں نے اس حکم کو اس طرح پس پشت ڈالا کہ اس کو بالکل ہی بھول گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اطراف سے نکبت و ادبار نے ان کو گھیر لیا اور دین و دنیا دونوں کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ علماء آپس کی تکفیر اور طعن و تشنیع میں مصروف تھے۔ انہیں چھوٹے چھوٹے جھگڑے مثلاً آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ جیسے مسائل سے ہی فرصت نہ تھی کہ وہ تبلیغ کی طرف متوجہ ہوتے۔ مشائخ اور رہنمایان طریقت سرود اور قوالی جیسے مشاغل میں لگے ہوئے تھے۔ انہیں عیش پرستی اور اپنی پوجا کرانے سے فرصت نہیں تھی۔ کہ وہ اسلام کی تبلیغ کی طرف متوجہ ہوتے۔ حضرت اقدس نے نہ صرف خود تبلیغ کا کام کیا۔ بلکہ اس غرض کیلئے ایک زبردست جماعت بنائی جس کی غرض و غایت ہی اشاعت اسلام اور تبلیغ حق بیان فرمائی۔ آپ کے نام لیواؤں نے نہ صرف ہندوستان میں

(باقی صفحہ ۴ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم الکلام

از جناب مولوی عبدالواحد صاحب بی۔ اے

پہلا علم الکلام

علم الکلام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا ابطال عقائد باطلہ اور دوسرا اثبات عقائد اسلام۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل متکلمین اسلام کا عام طور پر یہ طریقہ تھا کہ وہ صرف پہلے حصہ کو ہی مدنظر رکھتے تھے اور عام فضائے وقت کے ماتحت وہ حصول مقصد کے لئے حکماء یونان کے طرز استدلال کو استعمال کرتے تھے مثلاً ہستی باری تعالےٰ پر انکا استدلال بعینہٖ وہی تھا جو حکماء کر چکے تھے۔ یعنی عالم حادث ہے اور ہر حادث کیلئے ایک علت کی ضرورت ہے پس جو بھی عالم کی علت ہوگی وہ خدا ہے یا ارسطو کی طرح کہتے کہ عالم متحرک ہے اور ہر حرکت کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہے اس لئے جو بھی محرک ہوگا وہ خدا ہوگا۔ بعینہٖ یہی وہ حکماء کا ہی استدلال پیش کرتے تھے لیکن یہ استدلال اس قدر پیچیدہ ہے کہ ہر عام و خواص اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا علاوہ ازیں اس کے قضایا بذات خود متنازعہ فیہ ہیں اور جو چیز خود ثبوت کی محتاج ہو اس پر کسی استدلال کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ اگرچہ اور بھی بہت سے دلائل متکلمین نے پیش کئے ہیں لیکن عام طور پر وہ فلاسفہ کا تتبع ہی کرتے رہے لیکن یہ دلائل عام استعداد کے انسان کی سمجھ سے بالا تھے یہی وجہ تھی کہ ان متکلمین نے جمہور مسلمانوں کو اس قسم کی بحثوں سے مجتنب رہنے کی تاکید کی ہے۔ اس قسم کے طرز استدلال اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت فلسفہ یونان بہت پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے اس فلسفہ میں سے جو چیز درست معلوم ہوتی تھی وہ اسے اخذ کرتے اور باقی چھوڑ دیتے علاوہ ازیں انہیں فلسفہ کا رد بھی مطلوب تھا کیونکہ اس سے الحاد اور اعتزال عام ہو رہا تھا اس لئے وہ زیادہ طور پر فلسفہ کا ہی ہتھیار فلسفہ کے مقابل استعمال کرتے۔ اسطرح وہ حدود فلسفہ تک پہنچ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابطال عقائد باطلہ ان کے نزدیک ابطال مسائل فلسفہ کے مترادف ہو گیا۔

موجودہ ضروریات

علمی لحاظ سے ان کی خدمات قابل قدر ہیں اور مذہبی نقطہ نگاہ سے بھی انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن موجودہ زمانہ کے طبائع کے سامنے اور موجودہ ضروریات کی روشنی میں متکلمین کے استدلالات اس وقت کے لئے موزوں نہیں۔ کیونکہ آج بحث مفروضات پر نہیں بلکہ یہ زمانہ سائنس اور عملی تجربات کا ہے اور اب اسلامی علم الکلام کو موجودہ زمانہ کے ضروریات کے سانچہ میں ڈھالنے کی ضرورت ہے صرف یہی نہیں بلکہ ان متکلمین نے دوسرے پہلو کو بالکل نظرانداز کیا ہوا تھا حالانکہ بلحاظ ضرورت اگر پہلے حصہ سے بڑھ کر نہ تھا تو کم از کم اس کے مساوی ضرور تھا۔ اس لئے اس لحاظ سے بھی موجودہ زمانہ کے لئے وہ نامکمل تھا۔ لہٰذا اس وقت کے لئے ضرورت یہ تھی کہ عملی تجربات کی بنا پر اور نئی سائنٹیفک تحقیقات کی روشنی میں اسلامی علم الکلام مرتب ہوتا اور ایک طرف اگر عقائد باطلہ عملی طور پر غلط ثابت کئے جاتے تو دوسری طرف اثبات عقائد صحیحہ بھی تجربہ اور استقراء کی بنیاد پر کیا جائے۔ اسی طرح ہی اسلام کے محاسن اچھی شکل میں ظاہر ہو سکتے تھے پس اس وقت ایک ایسے متکلم کی ضرورت تھی کہ سابقہ طرز سے بالکل روگردانی کر کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیمات کو پیش کرے اور اسلام کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ایسا مذہب ثابت کرے کہ وہ انسان کو دنیا کی زندگی میں بھی منزل مقصود تک پہنچا دے اور اس چیز کے لئے ضرورت تھی کہ یہ متکلم خداتعالےٰ کی طرف سے مامور ہو کر آئے تا کہ اس دنیا کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل کے علاوہ روحانی معضلات کو بھی اسی طرح کھول کر رکھ دے جس طرح دنیوی زندگی کے مسائل کو۔ پس ضرورت تھی کہ اس وقت کے متکلم میں دونوں نشانیں پائی جائیں اور دینی و دنیوی دونوں نوروں سے منور ہو تا کہ اسلام کو ایک طرف اخروی زندگی میں منزل مقصود تک پہنچانے والا مذہب ثابت کرے اور دوسری طرف دنیوی زندگی کا۔ پس اس زمانہ میں جو شخص بھی اس قسم کا کام کرے وہ اس کو من جانب اللہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

عقلیت سے وجدان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم الکلام کی شکل بالکل تبدیل کر دی۔ اس کو عقلیت سے نکال کر وجدان میں لا ڈالا اور منطقی کج بحثیوں اور فلسفی نکتہ آفرینیوں سے اسے نجات دی۔

انہوں نے مذاہب کی صداقت معلوم کرنے کے لئے ایک اصول مقرر کیا اور وہ یہ ہے کہ جو مذہب کسی قسم کا دعویٰ پیش کرے وہ اپنی مزعومہ الہامی کتاب سے پیش کرے اور جو دلیل اس دعویٰ کی صداقت پر پیش کرے وہ بھی الہامی کتاب سے ہو۔ اس طرح مذاہب عالم میں عقائد کا فیصلہ بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے کیونکہ جب کوئی مذہب کوئی دعویٰ پیش کرے اور وہ اس کی کتاب میں سے نہ ہو یا اگر وہ دعویٰ پیش کرے لیکن ثبوت لانے سے اس کی کتاب عاجز آ گئے تو ظاہر ہے کہ وہ مذہب قابل قبول نہیں۔ اور وہ خدا کی طرف سے نہیں۔

مذہب تثلیث کا دعوےٰ

مثلاً اگر عیسائی مذہب تثلیث کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ یہ دعویٰ اپنی کتاب سے پیش کرے اور پھر اس کے ثبوت میں دلائل بھی اپنی کتاب سے پیش کرے پس اگر وہ کتاب اپنے دعوے کو ثابت کر دکھائے تو تثلیث کا عقیدہ درست ٹھہرا اور توحید کا خود بخود ابطال ہو گیا لیکن اگر وہ دعویٰ تو پیش کرے لیکن دلائل نہ پیش کر سکے تو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مذہب خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ جس خدا نے انکو دعویٰ سکھا دیا وہ ان کو اس پر دلائل کیوں نہ دے۔ اسی طرح اگر آریہ [illegible] میں تعطل صفات مانے تو اس کو چاہئے کہ وہ اسکا ثبوت دے ورنہ اسکا دعویٰ محض منک کی ایک بڑ ہوگی پس کسی مذہب کی صداقت معلوم کرنے کے لئے یہ ایک زریں اصول ہے۔ اس طرح وقت بھی بچ جاتا ہے جو متکلمین اپنے استدلال کے لئے قضایا قائم کرنے پر ضائع کرتے تھے۔ اور مقصود بالذات فوراً حاصل ہو جاتا ہے تیسرا فائدہ اس اصول کا یہ ہوا کہ اس طرح ہر مذہب کے مسائل کو خوب منقح اور واضح ہو کر سامنے آ جائیں گے اور ان کا حسن و قبح بڑی آسانی سے معلوم ہو سکیگا۔ اور یہ ظاہر ہو جائیگا کہ وہ کونسا مذہب ہے جو کہ دنیوی مسائل کی گتھی کو بھی سلجھا سکتا ہے۔ اور فلاح اخروی کے اصول بھی بتا سکتا ہے۔

لامذہب مادہ پرست

لیکن اس دنیا میں مذاہب والوں کے علاوہ لامذہب مادہ پرست اور دہریے بھی رہتے ہیں چونکہ وہ نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے اس لئے ان کے لئے کسی اور اصول کی ضرورت تھی اور وہ اصول بھی ایسا ہونا چاہئے تھا جس کی بنا تجربہ پر ہو اور جو سائنٹفک تحقیقات کی رو سے درست ہو تا کہ موجودہ مادہ پرست طبائع کو اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہ رہے۔ چنانچہ یہ بات ظاہر ہے کہ کارخانہ قدرت کی ہر ایک شئے کیا بلحاظ بناوٹ اور کیا بلحاظ صفات اور اثرات اور قوت اور استعداد بالکل بے نظیر ہے اور آج اگرچہ انسان اس قدر ترقی کر چکا ہے اور اعلیٰ قسم کے علوم حاصل کر چکا ہے اور اس کے پاس ہر قسم کے آلات موجود ہیں لیکن پھر بھی وہ قدرت جیسی کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔ پس اگر یہ چیزیں محض اتفاق سے وجود میں آئیں اور یا کسی فاعل بالارادہ ہستی جو اپنی صفات میں بے نظیر ہو کی صنعت نہیں تو ضرور ہے کہ آج انسان کوئی ایسی چیز بنا سکتا جو اگر ان اشیاء قدرت سے اعلیٰ نہیں تو کم از کم اس کے برابر ضرور ہو لیکن ابھی تک وہ اس پر قادر نہیں ہو سکا اور نہ ہی امید ہے کہ آئندہ وہ کوئی بھی اس قسم کی چیز بنا سکے پس معلوم ہوا کہ یہ اشیاء کسی ایسی ہستی کی صنعت ہیں جس نے انہیں عین ضرورت کے مطابق اور مناسب پیدا کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مچھر کو لے لیں اگر یہ چیز انسان نہیں بنا سکتا باوجود اس کے کہ وہ ذی عقل ہے اور فاعل بالارادہ ہے اور اس کے سامنے بڑے بڑے تجربات موجود ہیں اور وہ انتہائی ترقی کر گیا ہے اور نہ ہی یہ محض اتفاق سے پیدا ہو کر اب اس کے سامنے آتا ہے بلکہ اس کی پیدائش ایک قانون کے ماتحت ہے۔ تو یہ تو ثابت ہو گیا کہ وہ مچھر کسی اور ہستی کی مخلوق ہے جسے یہ گوارہ نہیں کہ اس کی صفات میں اس کی مخلوق اس کی برابری کا دعوےٰ کرے اور اگر یہ کسی فاعل بالارادہ اور اپنی صنعت میں بے نظیر کسی ہستی کی مخلوق نہیں اور اتفاق محض سے وجود میں آیا تو آج وہ اتفاق محض کیوں بیکار ہو گیا۔ اور کیوں اس سے افعال سرزد نہیں ہوتے پس یہ دلیل بھی واقعات کی بنا پر ہے۔

ایک اور گروہ

دہریوں کے علاوہ آج کل ایک اور گروہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جو خدا کی ہستی کا تو قائل ہے لیکن مذہب الہام اور وحی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کی رہبری کے لئے صحیفہ قدرت کھلا ہے اور وہ ہر معاملہ میں انسان کو جادۂ

مسلمان پر تمام رحمت صاحب... پس الہام الہٰی کی ضرورت... اور مجرد عقل انسانی نجات کیلئے کافی ہے۔ یہ فرقہ اصل میں دہریوں کا ہی ایک جزو ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ استقرا سے فائدہ اٹھا کر ایک صانع عالم کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن ان کو معرفت الٰہی پورے طور پر نصیب نہیں ہوتی اور معمولی ٹھوکر سے ان کا خدا پر سے یقین کافور ہو جاتا ہے۔ پس اگرچہ یہ عالم کسی صانع عالم پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کی نسبت یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہے پس صرف الہام الٰہی سے ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ ورنہ اگر مجرد عقل انسان کو نجات دلا سکتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے حکیم اور فلاسفر خدا کی ہستی سے ہی منکر رہے۔ اور کچھ بت پرستی میں مبتلا رہے کچھ خدا کے خالقیت کے منکر رہے اور کچھ اسکے عالم بالجزئیات ہونے کے منکر رہے اور اگر یہی مجرد عقل انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہے تو پھر تمام انسانوں کو صرف ایک ہی رائے پر متفق ہونا چاہئے تھا خاصکر نجات کے بارہ میں۔ پس یہ تمام اختلافات وغیرہ ثابت کرتے ہیں کہ مجرد عقل کوئی شے نہیں اور انسان بغیر الہام کے اپنے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ علاوہ ازیں الہیات اور عالم معاد کے حقائق علیٰ وجہ الیقین دریافت کرنے کے لئے عقل کو الہام کی حاجت ہے۔ کیونکہ . . . . محض استدلال اور استنباط سے ان کی معرفت حاصل کرنا بالکل ناممکن ہے۔

اسلام کے محاسن

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے علم الکلام کے تمام اصول کا استخراج کیا۔ اور اس کو ایک نئے طرز پر ترتیب کیا جو زمانہ کے ضروریات کے مطابق تھا اور جس سے طبائع کو بھی مناسبت ہے۔ اسی اصول کے ماتحت آپ نے اسلام کو پیش کیا غیر مذاہب کے مقابل پر اسلام کے محاسن پیش کئے اور اس کی فوقیت ظاہر کی۔ دہریوں کے مقابل وجود صانع عالم پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے دلائل پیش کئے اور برہمو سماج پر ثابت کر دیا کہ بجز الہام کے مجرد عقل انسان کو نجات نہیں دے سکتی اور اگر کوئی اسی قسم کے اصول مرتب کر سکتا ہے جو انسان کی فلاح کیلئے ضروری ہوں تو وہ پیش کریں ہم ان کے مقابل پر اسلام کا نقطۂ نظر پیش کریں گے اور اس سے بدرجہا اعلیٰ اصول پیش کریں گے۔ پس اس طریق سے حضرت مسیح موعود نے صرف ابطال عقاید باطلہ کیا۔ بلکہ اثبات عقائد صحیحہ بھی ایسے طریق سے کیا کہ مذہب اسلام کے محاسن بالکل ظاہر ہو گئے۔

اسلام کی پانچ بنیادیں

مثال کے طور پر اسلام کی صرف پانچ بنیادوں کو ہی لے لو۔ پہلی بنیاد باری تعالیٰ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ ایک تو عقلی طور پر درست ہے اور دوسرے یہ کہ بجز توحید دنیا کی ترقی ناممکن ہے آج مختلف اقوام کو دیکھو ان میں کس قسم کے اختلاف در منافرت پھیلے ہوئے ہیں حقیقی معنوں میں وہ انسانی تہذیب اور امن عالم کو مستقل طور پر کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ بجز توحید کے اتحاد نسل انسانی ناممکن ہے پس یہ لوگ جب تک توحید کا اقرار نہیں کرتے اور اس کو اپنا دستور العمل نہیں بناتے اعلیٰ صفات ان میں پیدا نہیں ہو سکتے اور اگر وہ کوئی ترقی کرتے ہیں تو وہ نظروں کا دھوکہ ہے۔ اگر آج اسے دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتی ہیں تو کل کو وہ لوگ خود ہی اس کی تباہی میں نجات محسوس کرتے ہیں۔ دوسرا اتحاد ملت پر ایمان تو جس طرح ثابت ہو چکا ہے۔ بجز اس ذریعہ کے خدا پر یقین کامل پیدا نہیں ہو سکتا اور الٰہیات اور عالم معاد کے متعلق جو جرائم طریقہ سے متعلق ہوتے ہیں ... ہیں۔ دوسری بنیاد نماز ہے اسی سے انسان میں ذوق عمل پیدا ہوتی ہے۔ زکوٰۃ اخلاق سے نجات ملتی ہے اور نسل انسانی میں امتیاز کو بالکل نابود کرتی ہے۔ روزہ تزکیہ نفس کے لئے کتنی ضروری چیز ہے۔ اور طبی لحاظ سے اس کے کتنے فوائد ہیں اور خواہشات نفس صرف اسی ذریعہ سے قابو میں آتے ہیں۔ حج کے بغیر اتحاد نسل انسانی کا حاصل ہونا ناممکن ہے اور آج یورپین محققین کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ زکوٰۃ کے بغیر دنیا میں کسی معاشی خوشحالی کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی اور کوئی حکومت صحیح معنوں میں اس کے بغیر نہیں چل سکتی۔ یہ تو مختصر طور پر ارکان اسلام کا خاکہ ہے جو انسان کے لئے ایک نصب العین مقرر کر کے اس کی طرف اسے ہدایت بھی کرتا ہے۔

براہین احمدیہ

یہ اجمالی طور پر حضرت مسیح موعود کے علم الکلام کا خاکہ ہے یہ تمام بحث آپ کی پہلی کتاب براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ گویا آپ کے تمام علم الکلام کی آئینہ دار ہے۔ اس میں اس خوبی کے ساتھ ان مسائل پر گفتگو کی گئی ہے کہ جو شخص بھی اسے پڑھیگا اپنے اندر ایک خاص سرور محسوس کریگا۔ اور وہ لطف اور حظ اور لذت اٹھائیگا۔ اور دل کو ایسی تسلی ہوگی اور سکینت نازل ہوگی کہ وہ خشک فلسفی دلائل سے کبھی نہیں حاصل ہو سکتی یہ خاص تاثیر آپ کی موعانیت کی وجہ سے تھی اور یہی وجہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اس کتاب سے اتنا متاثر ہوا کہ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ تیرہ سو سال میں اسلام کی صداقت پر ایسی جامع کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور بڑی تحدی سے اس دعوے کی تائید میں اس نے چیلنج دیا کہ اگر کوئی شخص اس دعوے سے انکار کرتا ہے تو مقابل پر وہ کوئی کتاب پیش کرے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آجکل دنیا میں یہی تین گروہ ہیں۔ مذہب والے۔ دہریہ اور برہمو سماج۔ پس اسی ایک مختصر سی کتاب میں حضرت مسیح موعود نے ان تینوں گروہوں کے مقابل پر دلائل دئے مذہبیوں کے سامنے اسلام کی فوقیت پر تمام مذاہب ثابت کی دہریوں کو خدا کی ہستی کا ثبوت دیا۔ دہریہ برہمو سماج کے سامنے عقل کے نقائص کو پیش کر کے الہام کی ضرورت کو واضح کرتے ہوئے اسلامی صداقتیں پیش کیں۔ اور الہام کی تائید میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ تمام مذاہب کے سامنے ایک زریں اور کامل اصول پیش کیا کہ ہر مذہب جن عقائد کا دعویدار ہے وہ اپنی الہامی کتاب سے پیش کرے اور پھر ان کا ثبوت بھی ان کتب سے پیش ہو۔ اور اگر وہ اس سے عاجز ہو تو وہ اس قابل نہیں کہ اسے خدا کی طرف سے تسلیم کیا جا سکے کیونکہ جو خدا انہیں عقائد سکھاتا ہے وہ ان کے ثبوت کے لئے دلائل کیوں نہ پیش کرے۔ اس صورت میں تو یہ لازم آئیگا۔ کہ وہ خدا اپنے سکھائے ہوئے عقائد کے ثبوت میں دلائل پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اسی اصول کے ماتحت آپ ہمیشہ مذہب اسلام کو پیش کرتے رہے۔ جلسہ لاہور ۱۸۹۶ میں یہی اصول آپکی کامیابی کا باعث ہوا۔ اور یہی اصول ہے کہ جس کے سبب سے کسی مذہب نے آپکا چیلنج قبول نہ کیا کہ وہ براہین احمدیہ کے جواب میں کوئی کتاب لکھے اور دس ہزار روپیہ انعام کا استحقاق پیدا کرے اور اپنے مذہب کی صداقت پر ایک بین ثبوت قائم کرتے ہوئے اسے حاصل کرے۔ یہی کتاب ہے جس نے دہریوں اور برہمو سماج پر اتمام حجت کیا گویا یہ کتاب علم الکلام کا بہترین مرقع ہے جس میں علم الکلام کے دونوں پہلو پر مفصل بحث کی گئی ہے یعنی ابطال عقائد باطلہ اور اثبات عقائد صحیحہ اور اسلام کے کسی وکیل کو اس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ ایک تو یہ کتاب زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا کرتی ہے اور دوسرے اسکو مضبوط دلائل دیتی ہے۔ جن کو تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں پس جس علم الکلام کی بنیاد زندہ خدا پر زندہ ایمان اور مستحکم دلائل پر ہو وہ دنیا میں کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔ یہی حضرت مسیح موعود کا وہ علم الکلام ہے جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۲۸)

علم اسلام کو بلند کیا بلکہ بیرون ہند یورپ وغیرہ ممالک میں بھی جہاں صدیوں . . . کفر و شرک کا دور دورہ رہا۔ اللہ اکبر اور اشہد ان محمد رسول اللہ کی صدا بلند کی۔ اس زمانہ میں بھی یہ کوئی کم معجزہ نہیں۔ وہ قومیں جن کی تعلیم اور فلسفہ کے سامنے مسلمان مرعوب ہو چکے تھے۔ انہیں اسلام اور قرآن مجید کی صداقت کا قائل کیا۔

سب سے بڑا کام جو آپ نے سرانجام دیا۔ وہ دلوں میں عرفان اور ایمان کا پیدا کرنا ہے۔ وہ ایمان جو ثریا پر چلا گیا تھا آپ اسے دوبارہ واپس لائے۔ وہ دل جو مردہ ہو چکے تھے۔ آپ نے نئے سرے سے ان میں روح پھونکی۔ علماء نے دین اسلام کو دیگر ادیان باطلہ کی طرح قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ سمجھ رکھا تھا۔ مگر آپ نے اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل کر کے دنیا کو بتلا دیا کہ اب تعلق باللہ صرف اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور تمام راہیں بند ہیں۔ نیز امور غیبیہ کا اظہار فرما کر خدا اور قرآن حکیم پر زندہ ایمان پیدا فرمایا اور دنیا پر واضح فرما دیا کہ اس وقت بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا نبی زندہ اور حیات نہیں ہے۔ آپ کے ان کارناموں کو مدنظر رکھتے ہوئے امید ہے کہ ہر ایک منصف مزاج آدمی آپ کو اپنے اس قول میں صادق سمجھے گا اور ایک صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی بنائی ہوئی فوج میں داخل ہو کر خدمت دین کے کام میں لگ جائے گا۔

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد که مجتبیٰ باشد

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفائہ وبارک وسلم

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے دہریت کی تردید

از جناب مولانا عبدالرحمن صاحب جالندھری

بعثت کی غرض

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض ادیان باطلہ کا رد اسلام کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے جو عظیم الشان فہم آپ کو عطا فرمایا اس کی نظیر دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ سخت ترین مخالفین کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ مولوی محمد حسین جیسے اشد مخالف کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا زبردست لٹریچر مذہبی دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ اس کے سامنے دوسرے مذاہب باطلہ مثلاً عیسائی و آریہ سماج وغیرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شکست کھا چکے ہیں اور اب ان میں سے کسی مذہب کی سکت اور ہمت نہیں کہ مقابلہ پر نکل سکے۔

دہریت کی تردید

دورِ حاضرہ میں دنیاوی علوم کی ترقی کے ساتھ دہریت کا مرض بھی پیدا ہُوا جس نے تمام مذاہب کو کھلے طور پر چیلنج دیا اور اپنے علمی دلائل سے مذہبی دنیا میں ایک شور برپا کر دیا۔ بڑے زوروں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور ضرورت مذہب پر اعتراضات کا ایک انبار لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ مذاہب باطلہ اپنی باطل پرستی اور کمزوری کے باعث دہریت کے خطرناک حملوں کی تاب نہ لا سکے۔ اس میدان میں حضرت مسیح موعود نے اپنے کارہائے نمایاں سے وہ شاندار کام کیا کہ دہریت کے تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیا۔ یہ آپ ہی کا اثر تھا کہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جیسا انسان جو دہریت کے گڑھے میں گر چکا تھا۔ اس بلا سے ایسا نکلا کہ اسلام کا ایک زبردست خادم بنا اور اپنی تمام زندگی اسلام ہی کی خدمت میں صرف کی۔

میں اپنے اس مضمون میں اس بات پر کچھ عرض نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کن کن دلائل اور کن کن طریقوں سے مذاہب باطلہ کا رد کیا ہے۔ اخبار کے اس نمبر میں باقی مضامین اس پر پوری روشنی ڈالیں گے۔ میں صرف دہریت کو مدِنظر رکھ کر اس کے متعلق عرض کرونگا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کس طرح سے اس خطرناک حملہ کا مقابلہ کیا۔

دہریت کے دلائل کی بنیاد

دہریت کے دلائل کی بنیاد دو امور پر ہے۔ ایک نظام قدرت دوسرے روحانیت۔ نظام قدرت سے دہریت یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ تمام نظام خود بخود چل رہا ہے اس کے لئے کسی چلانے والے کی ضرورت نہیں اس کے اندر خود ہی اس قسم کے خواص موجود ہیں۔ جو اس کو چلانے کے لئے کافی ہیں۔ روحانیت کے وجود سے دہریت قطعاً منکر ہے اور اس کو محض انسانی فریب کاری اور ڈھکوسلہ بازی سمجھتی ہے۔ یا زمانے کے طریق پر یہ کہ بڑے بڑے انسانوں نے مذہب کو آڑ بنا کر اس کے ذریعہ سے انسانوں کی اصلاح کی اور انہوں نے مذہب کو صرف ایک آلہ کار بنایا ورنہ دراصل وہ مذہب کی صداقت یا روحانیت کے قائل نہ تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور نظام قدرت

حضرت مسیح موعودؑ نے نظام قدرت پر اپنی تصنیفات براہین احمدیہ سرمہ چشم آریہ اور دیگر کتابوں میں سیر کن بحث کی ہے اور ان میں ثابت کیا ہے کہ اس تمام نظام قدرت کو چلانے کے لئے ایک مدبر بالارادہ ہستی کی ضرورت ہے۔ جو کامل قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہو اسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف ان تمام صفات حسنہ کو منسوب کیا ہے جس سے اس کی کامل قدرت اور طاقت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کا مدبر بالارادہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک گھڑی کے چلانے کے لئے اگر گھڑی ساز کی ضرورت ہے یا کسی مشینری کے لئے انجینئر کی ضرورت ہے تو قدرت کی اس مشینری کو جو بے انتہا پیچیدہ ہے اور جس کو انسان کا کمزور دماغ سمجھ بھی نہیں سکتا اس کو چلانے اور قائم رکھنے کے لئے ایک طاقتور ہستی کی سخت ضرورت ہے۔

قانون قدرت کا مطالعہ!

قانون قدرت کے مطالعہ سے ہم جس نتیجہ تک پہنچتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس نظام قدرت کی مشین کو چلانے کے لئے ایک کامل ہستی کی ضرورت ہے لیکن یہ کہ واقعی وہ ہستی موجود بھی ہے۔ صرف قدرت کا مطالعہ ہمیں اس حد تک نہیں لے جا سکتا یہ بات کہ ایک چیز ہونی چاہئے اور یہ کہ دراصل موجود ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے ممکن ہے کہ جس چیز کے ہونے کی ضرورت اور جس طریق پر اس کی ضرورت ہم محسوس کریں وہ ہماری غلطی ہو اور اصل میں وہ چیز موجود نہ ہو۔ یا اس طریق پر موجود نہ ہو جو ہمارے خیال نے تجویز کیا۔ یہ بات دھوئیں کی مثال سے واضح ہوتی ہے۔ دور سے ہم کو دھوآں نظر آتا ہے ممکن ہے وہ لکڑی کے جلنے کا دھواں ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ لکڑی کا دھوآں نہ ہو۔ اس کی بجائے وہاں پانی کا تالاب ہو جس پر سورج کی حرارت کے اثر سے تالاب کے پانی سے بخارات اٹھ رہے ہوں۔ اس کے یقینی فیصلہ کا ذریعہ یہی ہے کہ اس جگہ پر جا کر دیکھا جائے کہ اصلیت کیا ہے۔

دورِ حاضرہ اور ہستی باری تعالیٰ

اس دورِ حاضرہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائلین اور منکرین دونوں گروہوں میں بڑے بڑے ذی علم انسان موجود ہیں۔ اسی نظام قدرت کو سامنے رکھ کر قائلین اللہ تعالیٰ کی ہستی کی ضرورت کو ثابت کرتے ہیں اور منکرین اسی نظام قدرت سے ہستی باری تعالیٰ کی عدم ضرورت کا ثبوت دیتے ہیں۔ دونوں قسم کے گروہوں کے دلائل سے ایک انسان کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے اور کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک مشہور یورپین فلاسفر کا واقعہ ہے کہ وہ بیس سال تک اس پر غور کرتا رہا کہ آیا وہ دراصل موجود بھی ہے یا اس کا صرف خیال ہی ہے کہ وہ موجود ہے اور دراصل میں وہ موجود نہیں۔ بڑے مطالعہ اور بیس سالہ غور و خوض کا نتیجہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنی موجودگی کا کوئی عقلی ثبوت نہیں دے سکتا۔ صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میں موجود ہوں اس لئے سمجھتا ہوں کہ موجود ہوں اور اس پر یقین رکھتا ہوں۔

حضرت امام غزالی علیہ رحمۃ

حضرت امام غزالی اسلام میں ایک زبردست عالم ہوئے ہیں علم کلام اور تصوف میں ان کی تصانیف بے نظیر اور بے نظیر ہیں۔ اپنی ابتدائی زندگی میں مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعظم تھے جس میں سینکڑوں طالب علم اپنی تکمیل تعلیم کے لئے پڑھتے تھے۔ یہ اتنا عظیم الشان منصب تھا کہ بڑے بڑے علما تمام عمر اس سے ملنے کی خواہش کرتے رہے۔ امام صاحب بہت بڑے پایہ کے مناظر تھے اور علم کلام کے ایک دریا تھے۔ اپنے ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی میں شک پڑا۔ سالہا سال تک عقلی دلائل کے گھوڑے دوڑائے آخر عاجز ہو کر روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے زبردست مجاہدہ کیا جس سے نکل کر اعلان کیا کہ اب میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود موجود ہے اور تمام روحانی امور برحق ہیں۔

انسانی علم کی کمزوری

الغرض نظام قدرت کے سامنے انسانی علم اتنا کمزور ہے کہ وہ اپنی علمی اور عقلی تگ و دو سے اس مشکل گھاٹی کو طے نہیں کر سکتا جس حد تک وہ عقلی میدان میں پہنچ سکتا ہے وہ بہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ یہی ہے کہ اس تمام نظام کے چلانے کے لئے ایک کامل ہستی کی ضرورت ہے لیکن یہ کہ واقعی وہ ہستی موجود ہے یہ عقل انسانی کی رسائی سے بالاتر ہے۔ اس مقام تک پہنچنے کے لئے اس کو دوسری چیز کی ضرورت ہے یعنی روحانیت۔

حضرت مسیح موعودؑ کے تجارب

حضرت مسیح موعودؑ نے عقلی طور پر یہ ثابت کرنے کے بعد کہ اس نظام قدرت کے لئے ایک چلانے والی ہستی کی ضرورت ہے روحانیت کو لیا ہے اور دراصل صرف یہی وہ چیز ہے جس پر پہنچکر انسان اطمینان قلب کے ساتھ کامل یقین سے کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اس پر آپ نے بہت سیر کن بحث کی ہے اور اپنے آپکو اور اپنے مشاہدات و تجارب کو بطور زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس پر پہنچکر انسان کو اپنا سر تسلیم جھکانا پڑتا ہے۔ روحانیت کے تحت میں آپ نے وحی الہام و پیشگوئیوں اور تعلق باللہ پر بڑی شاندار بحث کی ہے۔ آپ کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ اور آپ کی دوسری کتابوں میں اس تمام بحث پر جامع دلائل موجود ہیں۔ ان کے پڑھنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہی ایک چیز ہے جس پر چل کر ایک انسان کو حق الیقین حاصل ہو سکتا ہے طالب حق کو چاہئے کہ آپ کی ان کتب کا مطالعہ کرے ان میں تحریر کردہ دلائل بڑے سخت سے سخت سرکش منکر کی گردن کو بھی جھکا دیتے ہیں۔

عقل اور الہام

عقل انسانی صرف ایک حد تک کام کر سکتی ہے اس کے بعد نقصان کے رستے ہیں۔ ایسے امور آتے ہیں جو عقل کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے۔ ان میں عقل سے بالاتر چیز کی ضرورت ہے۔ جو وحی و الہام ہے منکرین تو وحی و الہام کے وجود سے ہی منکر ہیں اور قائلین کے گروہ میں نیچریت کے خیالات کے لوگ وحی و الہام کو صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر وحی و الہام ایسی ہی ہلکی اور کمزور چیز ہے تو اس سے کوئی یقین پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ خیالات آہستہ آہستہ دہریت کی طرف لے جانے والے ہیں حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کیا ہے کہ وحی و الہام خارجی چیز ہے۔ جو فرشتہ کے ذریعہ نازل ہوتی ہے انسان کے اپنے خیالات کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ کتنا سچا اور پکا اصول ہے جس کو مان کر انسان کے اندر حقیقی سرور اور اطمینان قلب اور اللہ تعالے کی ہستی پر کامل ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر جو ایمان ہو گا وہ کچا ہو گا جو ذراسی باد مخالف کے چلنے سے اڑ جاویگا۔

ظلی نبوت

آپ نے اسکے ثبوت میں اپنا زندہ نمونہ پیش کیا ہے۔ اس میں آپ نے دکھایا ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے آپ پر وحی و الہام کا نزول ہوتا، جو بذریعہ فرشتہ ہوتا ہے۔ ظلی بروزی مجازی امتی اور مستعار طریق پر آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس کی آپ نے تشریح کر دی ہے کہ یہ اس قسم کی نبوت نہیں جو پہلے انبیاء کو ملی بلکہ یہ صرف محدثیت ہے۔ مخالفین سلسلہ اور غلطی خوردہ احباب اس نبوت سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت صاحب کا دعوے نبوت کا ہے۔ لیکن یہ صریح غلط ہے جب خود آپ نے اس کی تشریح کر دی ہے تو ہم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ...... اس تشریح کو چھوڑ کر اپنی تشریح سے کام لیں۔

الہام کی ضرورت

چونکہ اس وقت وحی و الہام کے وجود ہی سے انکار کیا گیا تھا اور ماننے والے مسلمان بھی اس کی صحیح تصویر سے منکر تھے اس لئے اس وقت اس بات کی سخت ضرورت تھی۔ کہ اللہ تعالے ایک ایسے انسان کو کھڑا کرتا جس پر انبیا کی طرح وحی کا نزول ہوتا تاکہ منکرین اور غلطی خوردہ لوگوں پر اتمام حجت ہو جب ایک صاحب تجربہ انسان ہمارے سامنے ہو تو ہمارے لئے ایک زندہ ثبوت ہو گا اور ہم کو بخوبی سمجھ میں آ جاویگا کہ فرشتہ کے ذریعہ سے جو وحی انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی وہ سب برحق تھی۔ اگر یہ زندہ نمونہ موجود نہ ہوتا تو اطمینان قلب کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ طبیعت میں شکوک ضرور موجود رہتے جو آہستہ آہستہ ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتے۔ لوگ حضرت صاحب کے دعوی وحی و ظلی نبوت و الہام سے بدک جاتے ہیں لیکن اگر یہ چیز اس وقت موجود نہ ہوتی تو انسان کے سمجھنے کے لئے کیا ذرائع تھے۔ یہ تو اللہ تعالے کا فضل تھا کہ اس نے اس زمانہ کو اس ظلی نبوت سے محروم نہ رکھا۔ حضرت نبی کریم کی قوت قدسی کا بھی اس میں ثبوت ملتا ہے کہ آپ کی اتباع کامل سے انسان کے اندر کیسی زبردست روحانی طاقتیں پیدا ہوتی ہے الغرض

آپ کا یہ زندہ نمونہ انسان کے اندر اللہ تعالے کی ہستی پر اور اعتز کی صداقت اور قوت قدسی پر کامل ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

دُعا کی قوت

دعا کے متعلق آپ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور پر زور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مشکل سے مشکل اوقات میں مومن کے لئے دُعا ایک کاری حربہ ہے۔ آپ نے اپنی تصنیفات میں ایسے واقعات کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ کہ آپ پر بڑی بڑی مشکلات آئیں سنگین مقدمات بنائے گئے........ آپ کو تکلیف اور شکست دینے کے لئے بے حد کوشش کی گئی لیکن ان تمام مشکلات سے دعاؤں کے ذریعہ کس کس طریق سے اللہ تعالے نے اپنے اس بندے کی مدد کی اور مشکلات اور تکالیف کے پہاڑ دور کر دئیے۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں اور ان کو اس مضمون میں بخوف طوالت لکھا نہیں جا سکتا۔ طالب حق اصحاب حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تصنیف کردہ کتاب "مجدد اعظم" کا مطالعہ کریں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح پر ایک مبسوط کتاب ہے اور بیحد پُر لطف ہے۔ اس کتاب میں بزرگ مصنف نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں سے تمام ایسے واقعات نقل کئے ہیں۔

وحی و الہام کی طرح دعا اور اس کی قبولیت سے بھی انکار کیا گیا ہے اور اس کے انکار کرنے والوں میں دہریہ اور مخالفین اسلام اور بعض مسلمان شامل ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر دعا کوئی چیز نہیں اور اس وقت اللہ تعالے اپنے بندوں کی دعاؤں کو سن کر اور ان کو قبول کر کے اپنی موجودگی کا ثبوت نہیں دیتا تو گذشتہ انبیا علیہم السلام یا اکابر امت کی زندگیوں کے وہ واقعات جو دُعا اور اُس کی قبولیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ شک و شبہات کے اندھیرے میں چھپ جاتے ہیں۔

پیشگوئیوں کی اہمیت

پیشگوئیوں کے متعلق آپ نے اپنی کتابوں میں بڑی وضاحت سے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالے کی طرف سے جو پیشگوئیاں آپ نے کی ہیں ان تمام کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ بھی فی نفسہ ایک لمبا مضمون ہے اس لئے طوالت کے خوف سے اس بارہ میں کچھ نہیں لکھا۔ طالب حق کو چاہئے کہ ان پیشگوئیوں کا مطالعہ آپکی کتابوں یا کتاب "مجدد اعظم" سے کرے۔ کن کن حالات میں کس کس طریق سے پیشگوئیاں کی گئیں اور کن کن مشکلات اور مخالف حالات کی موجودگی میں وہ پوری ہوئیں۔ ان کا علم پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

تعلق باللہ

تعلق باللہ کا مضمون بھی بہت وسیع ہے اخبار کے یہ محدود صفحات زیادہ لکھنے کی اجازت نہ دیں گے مومن کی انتہائی غرض یہی ہے کہ اللہ تعالے کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاوے۔ قرآن کریم کی سطر سطر میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ مومن کی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں خواہ معاشرتی ہو خواہ تمدنی، سیاسی ہو یا روحانی انسان جنگ کے محاذ پر ہو یا امن کی حالت میں۔ راحت میں ہو یا مصیبت میں۔ بیمار ہو یا تندرست مالدار ہو یا غریب ہر حالت میں اللہ تعالے کے ساتھ تعلق کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھا جاوے اور کسی آن مومن اس سے غافل نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں :—

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں ہے۔ کہ اسکا خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے علاج کروں تاکہ سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں" (کشتی نوح)

آپ نے تعلق باللہ میں اپنا زندہ نمونہ پیش کیا اور آپ کی زندگی کے واقعات اس کی پوری طرح سے تائید کرتے ہیں آپ نے نہ صرف اپنا نمونہ ہی پیش کیا بلکہ اپنی جماعت میں یہ روح پیدا کر دی کہ اس میں ہم کو وہ بزرگ ہستیاں نظر آتی ہیں جو روحانی ستاروں کی طرح چمکے ہیں اور ان کی زندگیاں بھی تعلق باللہ کا ثبوت دیتی ہیں ◆

ضرورت الہام

اے در انکار مانده از الہام — کرد عقل تو عقل را بدنام

از خدا رو بخویشتن آوردی — ایں چہ آئین و کیش آوردی

تا نہ کس سر ز خویشتن تابد — راز توحید را چہ سان یابد

تا نہ بر فرق نفس پا بزنی — کے بہ پاک و پلید فرق کنی

ہر کہ شد تابع کلامِ خدا — رست از اتباعِ حرص و ہوا

از خود و نفس خود خلاص شدہ — مہبطِ فیضِ نورِ خاص شدہ

برتر از رنگِ ایں جہاں گشتہ — آنچہ ناید بوہم آں گشتہ

ما اسیرانِ نفس امارہ — بے خدائیم سخت ناکارہ

تا میاں بست وحیٔ حق بر شاد — اے بسا عقدہائے ما کہ کشاد

نہ شود از تو کارِ ربانی — آسمانے تہی چہ گردانی

تو و علمِ تو ما و علمِ خدا — فرق بیں از کجاست تا بکجا

آں یکے را نگار خویش بہ بر — دیگرے چشم انتظار بہ در

آں یکے ہم نشیں بماہ روئے — دیگرے ہرزہ گرد در کوئے

آں یکے کام یافتہ بتمام — دیگرے سوختہ بفکرت کام

عارت آید ز عالمِ اسرار — خود ز خود دم زنی زہے پندار

ہمہ کارِ تو ناتمام افتاد

وہ چہ کارت بعقلِ خام افتاد

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر مسلم اخبارات کی آراء

اوّل:—

اخبار وکیل امرتسر زیر ایڈیٹری جناب مولوی عبداللہ العمادی صاحب

مَوتُ العَالِم

وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ یہ تلخ موت۔ یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہیگی اور قضا کے حملہ نے جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے۔ صدائے ماتم مدتوں اُس کی یادگار تازہ رکھے گی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے اُسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی اس رحلت نے اُن کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا۔ کہ اُن کا ایک بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے اور اگر شومئی بختی مزاحم صلح و احسان نہ ہو تو یک جہتی کے ساتھ مشترک فرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ کے مبارک اصولوں کے ساتھ مرزا صاحب اُس پہلی صفِ عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعتِ عہد سے لیکر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہدِ رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دے۔ سید احمد۔ غلام احمد۔ رحمت اللہ۔ آل حسن۔ ..... خاں۔ ابو المنصور یہ ایسا بقول الادلون کے زمرہ کے لوگ تھے جنہوں نے بابِ مدافعت کا افتتاح کیا اور آخر وقت تک مصروف رہے۔ اختلاف طبائع اور اختلاف مدارج قابلیت کے ساتھ اُن کے راز ضمات بھی جداگانہ تھے اور اسی لئے اثر اور کامیابی کے لحاظ

سے اُن کے درجے بھی الگ الگ ہیں۔ تاہم اس نتیجہ کا اعتراف بالکل ناگزیر ہے کہ مخالفین اسلام کی صفیں سب سے پہلے ان ہی حضرات نے برہم کیں۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیا نہیں ہو سکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہیں اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے۔ اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دُنیا اسلام کی شمعِ عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے۔ اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ چونکہ خلافت اصلیت محض شامتِ اعمال سے مفسدہ ۱۸۵۷ء کا نفس ناطقہ مسلمان ہی قرار دیئے گئے تھے۔ اس لئے مسیحی آبادیوں اور خاص کر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولٹیکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا اور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کی داستان راہ فساد ..... سے کم فائدہ نہ اٹھایا قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے ان حضرات کے میراثی عارضۂ قلب کا جو اسلام کی خود روئیدگی و سرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے اُن میں نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا چلا آتا تھا۔ درمان ہو جاتے کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اُس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اُس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔

کچھ شبہ نہیں ان حضرات نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام اپنے حریفوں کا خواہ اُن کے ساتھ زندہ قوموں کا پولٹیکل جذبہ بھی شریک ہو ہمیشہ سے فتح نصیب مقابل رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ دنیا کے آخری سانس تک رہیگا۔ انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے اور اگر ہم آج اپنے نئے اور پرانے اختلافات سے قطع نظر کر کے محض اسلام کی خدمت غائت المقصود قرار دے لیں تو یقیناً اس جوشیلے اور اسلام کی خداداد طاقت سے چشم پوشی کرنے والے لاٹ پادری (بشپ) کی زندگی میں جس نے ایک مسیحی مشن کی پچاس سال

کی جوبلی کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے دوسری جوبلی کے آنے تک مسجد عظمیٰ کے کیتھیڈرل بنائے جانے کا ادعا روا ظاہر کیا تھا۔ یہ وقت آ جائے کہ اسلام کی روحانی فتوحات سینٹ پال کے گرجا کو حریم و مسیح کی پرستش کی بجائے ایک خدا کی عبادتگاہ بنا دیں اور ناقوس کلیسا کی بجائے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کا زمزمہ قدسی فضا میں گونجنے لگے۔ ہر چند پادریوں نے اسلام کی مخالفت میں لٹریچر کا ہمالہ بنا کے کھڑا کر دیا ہے مگر کاغذ کے تودوں کے لئے چند شرارے کافی ہیں۔ ہر چند ہمیں اس کے مسلمانوں کا لٹریچر اگر سرکشی اور تمرد کے حق میں توپ گولہ ہے تو طالب حق کے اضطراب سے تڑپنے والے دلوں کے لئے مندل و کافور ہے۔ کاش اس کی تاثیر کی آزمائش کی جائے اور اُسے عیسائی آبادی کی زبانوں میں منتقل کر کے کثرت سے شائع کیا جائے۔ کیونکہ ترقی علم و حکمت کے ساتھ مذہب وہاں وبالِ دوش ہوا جاتا ہے اور دنیا طلبی کے انہماک نے وہاں روح کی تشنگی غیر محسوس بنا رکھی ہے اس لئے کہ عیسائیت اُس فطرتی جذبے کو جو دنیوی حشمت کے بوجھ میں دب گیا ہے۔ اُبھارنے سے بالکل قاصر ہے۔ یہ فخر اسلام ہی کا حصہ ہے کہ اس حالت میں بھی وہاں جب کبھی اس کی تجلی عکس فگن ہوتی ہے دل و وجدان بیتاب ہونے لگتے ہیں۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھیگی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اُس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ اُن کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہیگا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب اُس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی فلسفی کی نوحہ خوانی جا بجا آغاز کی تھی اُن کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا ناطقہ تنگ کر رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔

فطرتی ذہانت مشق و مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شان خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذاہب غیر پر اُن کی نظر نہایت وسیع تھی۔ اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے تبلیغ و تلقین کی

حضرت مسیح موعودؑ کے گزشتہ روحانی اور مذہبی نفوذ کو قائم کرنا ہر ایک احمدی دوست کا فرض ہے ؎

یہ ملکہ اُن میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو اُن کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان تمام مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اُس کی نظیر غالباً دنیا بھر کسی جگہ نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی اُن کی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔ فقط

دوم:

اخبار پاینیر۔ الہ آباد کی رائے

اگر پچھلے زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم نہ ہو گا۔ جیسے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی معلوم ہوتے تھے جن کی وفات حال ہی میں اپنے وطن پنجاب میں واقع ہوئی ہے۔ چند سال گذشتہ سے مرزا صاحب نے پیرانہ سالی میں خاموشی اختیار کر لی تھی لیکن ایک وقت تھا کہ اُن کا نام لوگوں میں اُس طرح مشہور تھا جس طرح ڈاکٹر پوتھ صاحب کا ہے۔ ہم یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ اُن کی عالمانہ حیثیت پر کوئی رائے لگا سکیں۔ مگر یہ یقینی بات ہے کہ اُن کی جماعت ایک وقت بہت بھاری جماعت ہو گئی تھی جو اُن کے ذاتی اثر اور تعلیم کا نتیجہ تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب کو اپنے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا اور وہ کامل صداقت اور خلوص سے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ اُن پر الہام الٰہی نازل ہوتا ہے اور کہ اُن کو خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔ مگر وہ مسیح سے سات یا آٹھ صدیاں پہلے پیدا ہونے کے بجائے انیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور اپنے گرد و پیش کے حالات کے مطابق ہی انہوں نے اپنا کام بھی کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ جنگلوں میں چلے جاتے جیسا کہ گذشتہ انبیاء کے قصوں میں موجود ہے اور کسی شجرہ کے نیچے یا کسی غار میں اپنا مقام بناتے انہوں نے اخبارات کے ذریعہ اپنا کام شروع کیا اور مروجہ مباحثات میں حصہ لیا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کی نیک رعیت اور وفادار رعایا رہے۔ مگر بعض اوقات اُن کی سلطنت کا دوسرا پہلو غالب آجاتا تھا۔ جیسا کہ اُس موقع پر ہوا جب انہوں نے حیرت زدہ بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا کہ نشانوں میں اُن کا مقابلہ کرے۔ جیسا کہ الیاس نبی نے بعل کے پیروؤں کو دیا تھا اور اس مقابلہ کا یہ نتیجہ قرار دیا کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ سچا مذہب کونسا ہے۔ اور مرزا صاحب اُس وقت یہاں تک تیار تھے کہ حالات موجودہ کے مطابق پادری صاحب جس طرح چاہیں امر میں اپنا پورا اطمینان کر لیں۔ کہ نشان کے دکھانے میں کوئی دھوکہ یا فریب استعمال نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے مذہب کے

رنگ میں دنیا میں ایک حرکت پیدا کی بلحاظ اپنی طبیعت میں مرزا غلام احمد صاحب سے سنجیدگی کے کنٹربری واقعہ انگلستان کے لاٹ پادری کی نسبت زیادہ تر ملتے جلتے ہیں۔ اگر ارنسٹ رینن مشہور فرانسیسی مورخ گذشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا تو وہ یقیناً مرزا صاحب کے پاس جاتا اور اُن کے حالات کا مطالعہ کرتا اور جس کا یہ نتیجہ ہوتا کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب و غریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی مگر ہمارے محدود اور تنگ خیالات ایسے مقابلہ کرنے سے مانع ہیں کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے۔ بہر حال قادیان کا ایک ایسا انسان تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے اُن کی روح کو سلامتی ہو۔

سوم:

اخبار زمیندار کی رائے

مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۶ مئی کی صبح کو لاہور میں انتقال فرمایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ضلع گورداسپور کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے۔ ہمیں اُن کے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضیٰ خاں صاحب اور اُن کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم سے بھی تعارف کی عزت حاصل تھی۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اعلیٰ پایہ کے طبیب بھی تھے رئیس بھی تھے اور صاحب رسوخ بھی تھے۔ چنانچہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں آپ نے گورنمنٹ کو کسی قدر فوجی امداد بھی دی تھی۔ مرزا غلام قادر صاحب کو جب ہم نے دیکھا وہ سپرنٹنڈنٹ دفتر فارسی ضلع گورداسپور تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اُس وقت آپ کی عمر ۲۲۔۲۴ سال کی ہو گی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد اُن کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ اُن دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو اور مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان دیا اور ہم اس کتاب کے اول خریداروں میں سے تھے لیکن افسوس کہ مرزا صاحب کی عمر تمام ہو گئی اور کتاب ناتمام رہی ۱۸۹۲ء کے قریب جب ہم کشمیر میں افسر محکمہ ڈاک و تار تھے تو ہم نے سنا کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا جس پر وہ آخیر عمر تک قائم رہے۔ بلکہ پچھلے پانچ چار سال میں آپ نے سری کرشن مہاراج کے اوتار ہونے کا اعلان بھی دیا ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے اُن کو ہم ایسے ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق کا تھا۔ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ جمال الدین بی۔ اے اور خواجہ کمال الدین بی۔ اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے جیسے نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اصحاب اُن کے مریدان باصفا کے حلقہ میں ہیں۔ گو ہمیں

[illegible] مرزا صاحب کے دعاوی یا الہام [illegible] کی جرأت حاصل نہیں مگر ہم اُن کو ایک پکا مسلمان [illegible] نے ایک بار آپکی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا [illegible] کو جا پہنے ہم مذہبوں یا غیر مذہبوں سے کی جاتی ہیں [illegible] ہیں قرآن مجید کی تفسیر لکھ جائیں اور سر سید میموریل فنڈ کی تائید کر کے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی تک پہنچا جائیں تو آپ کے یہی دونوں کام اور ورازی کا کام اعجاز مسیحائی سے کم نہ ہوں گے۔ اس پر مولوی عبد الکریم نے ہمیں لکھا کہ حضرت اقدس آپ کو قادیان میں بلاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم وہاں تک پہنچ نہ سکے۔ مرزا صاحب اپنے بزرگوں کی طرح گورنمنٹ انگریزی کی پوری وفادار رعایا اور تمام ملکی خیر خواہوں کی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کے خواہاں تھے چنانچہ اپنے آخری وقت پر لاہور آکر بہت سے لائق قوم ہنود سے اس غرض کے لئے بھی ملتے رہے۔

چہارم:

صادق الاخبار ریواڑی

چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو اُن کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہٗ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولو العزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔

پنجم:

علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۱۹۰۸ء

مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور فرقہ کے بانی تھے آپ کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی تھی مشرقی علوم میں آپ نے کامل تعلیم حاصل کی زندگی کے آخیری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ چند سال سیالکوٹ میں سرکاری ملازم رہے لیکن استعفا دیکر اپنے گھر قادیان میں آرہے ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۶ء تک شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں، اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا آپ نے ۱۸۸۰ء میں تصنیف کا کام شروع کیا آپ کی پہلی کتاب اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ انعام رکھا تھا۔ آپ نے انیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ۱۸۸۹ء میں بیعت لینی شروع کی۔ مبایعین کی تعداد ۵۰ ہزار بتلائی جاتی ہے وہ اکثر دیگر مذہبوں کے عالموں سے بھی ملتے رہے اور کئی دفعہ آپ کو کافر قرار دیا گیا اور آپ پر اکثر مقدمات کئے گئے اور آپ نے اپنی تصنیف کردہ بہت سی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جن میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔ بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں

حضرت بانئ سلسلہ کو جو مقبولیت اور تفوق حاصل تھا۔ آج وہ کیوں حاصل نہیں؟ حضرت بانئ سلسلہ کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں ان کی کیا وجوہ ہیں؟ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ ان اسباب پر غور کرے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

ـ ایک نیم سرکاری انگریزی اخبار

www.aaiil.org

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (عہ)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (للعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ ۔ لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۳ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ مئی سنہ ۱۹۴۱ء ۔ نمبر ۳۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یقین گناہ سے بچاتا اور ہر ایک دکھ سہل کر دیتا ہے

اے لوگو! جو نیکی اور راست بازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تمہیں پیدا ہوگی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے شائد تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکہ لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اس کے لوازم حاصل نہیں وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہئے تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہئے خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جس کو یقین ہے کہ اس کے کھانے میں زہر ہے وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہو کہ اس فلاں بن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اسکا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کی طرف اٹھ سکتا ہے سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے گناہ یقین پر غالب نہیں آسکتا اور جبکہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانیوالی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان ان پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دکھ اٹھانے کی قوت دیتا ہے یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دکھ سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ (کشتی نوح)

اعلان بیعت

مکرمی معظمی جناب حضرت امیر صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں مشرقی بنگال (Tipperah) کا رہنے والا ایک بنگالی مسلمان ہوں عمر ۱۹ سال کے قریب ہے میرے والدین جماعت قادیان سے تعلق رکھتے ہیں میں خود بھی یہاں قادیانیوں یا محمودیوں کے زیر اثر تھا مگر جماعت لاہور کے چند اشخاص سے بات چیت ہونے اور تبادلہ خیالات کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ حقیقت میں آپ کی جماعت ہی حق پر ہے اور حضرت مسیح موعود کی سچی متبع ہے۔ اس لئے میں بقائمی ہوش و حواس میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کو فسخ کرتا ہوں اور اپنے غلط عقائد سے توبہ کرتا ہوں اور آپکی بیعت میں داخل ہوتا ہوں انشاء اللہ خدا کے فضل سے ایک سچے احمدی کی طرح رہونگا اور جماعت کے کاموں میں حصہ لیتا رہونگا۔ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا استقامت بخشے آمین فقط۔ خاکسار سید علی ولد مولوی [illegible]

ہمارے سکولوں کے شاندار نتائج

گذشتہ شیوع میں مسلم ہائی سکول لاہور اور مسلم ہائی سکول بدوملہی کے میٹرک کے نتیجہ کی خبر اجمال کیساتھ درج کی گئی ہے کیونکہ اس وقت تک ہمیں نتیجہ کی تفصیل موصول نہیں ہوئی تھی اس لئے وضاحت کے ساتھ نتیجہ درج نہ ہو سکے موجودہ شیوع میں مفصل طور پر دونوں سکولوں کے نتائج درج ہیں۔

(۱) مسلم ہائی سکول لاہور کا نتیجہ:- کل تعداد ۵۱ - تعداد پاس شدگان ۴۳ فسٹ ڈویژن ۱ سیکنڈ ڈویژن ۲۶ تھرڈ ڈویژن ۱۵ - نتیجہ فیصدی ۸۵

(۲) مسلم ہائی سکول بدوملہی کا نتیجہ:- کل تعداد ۲۷ - تعداد پاس شدگان ۲۵ فسٹ ڈویژن ۱۲ سیکنڈ ڈویژن ۱۳ - تھرڈ ڈویژن - نتیجہ فیصدی ۹۲

مولانا مرتضیٰ خان صاحب دورہ کرینگے

جناب مولوی مرتضیٰ خان صاحب ذیل مقامات کا دورہ ۱۵ جون سے کریں گے۔ احباب ان کے کام میں اعانت فرمائیں۔ گوجرانوالہ - وزیرآباد - ناروال - بدوملہی - نور کوٹ وغیرہ

مسیح موعود نمبر کا مطالعہ فرمائیں اور امسال تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں

مذاکرہ علمیہ

مسئلہ سود پر ایک نظر

(از قلم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سوال: میں آپ کا نہایت ہی مشکور ہونگا۔ اگر آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ وہ یہ کہ جو شخص سود دیتا ہے اس کے لئے شریعت محمدیہ نے کیا سزا رکھی ہے۔ اور کیا اس کی وہ کمائی جو اس نے بنک سے سودی روپیہ لیکر کی ہے حلال ہے یا حرام۔ اس بات سے بھی مطلع فرمائیں کہ کیا وہ شخص جو سود دیتا ہے اتنا ہی گنہگار ہوتا ہے جتنا ایک شخص جو سود لیتا ہے۔

جواب: حدیث شریف میں تو سود لینے والے، سود دینے والے، سود کے متعلق تحریر لکھنے والے۔ اس پر گواہیاں ثبت کرنے والے، چاروں اقسام کے لوگوں پر لعنت آئی ہے۔ گویا سرے سے سود کے کاروبار کو نہایت بری نگاہ سے دیکھا ہے۔ لعنت کے معنی ہیں خدا سے دوری کے۔ سو یہ سچ ہے کہ سود کے کاروبار کرنے والے لوگوں کا مطلوب و مقصود بلکہ بعض حالتوں میں معبود پیسہ ہو جاتا ہے۔ خدا نہیں رہتا۔ دن رات ایک دوزخ ہوتا ہے جو تپتا رہتا ہے۔ بنکوں سے سودی روپے لے لیکر تجارتیں بڑھائی جاتی ہیں، کارخانے کھولے جاتے ہیں۔ بنج بیوپار کو ترقی دی جاتی ہے۔ اور یہ آگ کسی صورت میں ٹھنڈی ہونے میں ہی نہیں آتی بلکہ دوزخ کا نعرہ ھل من مزید کا ہر آن زبان حال سے بلند ہوتا رہتا ہے۔ قرآن کریم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ یوم نقول لجھنم ھل امتلئت و تقول ھل من مزید (ق) اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے تو بڑھاؤ۔ یعنی جہنم یہی کہے جائے گی کہ کچھ اور بھی ہے تو لاؤ۔ اسے سیری نہیں ہوگی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آخر انہی جذبات حیوانی سے ہی جہنم بنتا ہے۔ جو انسان کے قلب کے اندر جوش مارتے رہتے ہیں جن میں سب سے اول نمبر حرص دنیا کا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کیا خوب فرماتے ہیں ؎

جہنم کزو داد فرقاں خبر
ہمیں حرص دنیاست جان پدر

یہی حرص دنیا کی آگ جو انسان کے قلب میں موجزن ہوتی ہے۔ جب حد سے زیادہ بھڑکتی ہے تو وہ جہنم ہے اور حد سے زیادہ بھڑکنے کا سب سے بڑا ذریعہ سود ہے۔ اگر یہ سود نہ ہو اور بنکوں سے سودی روپیہ لے لیکر تجارتیں بڑے وسیع پیمانہ پر نہ چلائی جائیں تو یہ سرمایہ داری آج ختم ہو جاتی ہے اور دنیا میں امن چین آ جاتا ہے جس کے پاس جتنا روپیہ ہو اگر اس سے تجارت کی جائے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں تجارت کا کاروبار اس وسیع پیمانہ پر نہیں چل سکتا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دولت جو سرمایہ داروں کے پاس اعلیٰ پیمانہ کی تجارتوں کی وجہ سے سیلاب کی طرح بہی چلی آ رہی ہے اور ان کی دولت میں شب روز اضافہ کرکے دنیا کے اقتصادی توازن کو برباد کر رہی ہے اور ایک طرف امارت تو دوسری طرف افلاس کو ترقی دے رہی ہے وہ لوگوں میں قریب قریب مساوی تقسیم ہو کر دنیا کی اقتصادی بےچینی اور مالی بے اطمینانی کو دور کر دے گی۔ آجکل یہ حالت ہے کہ ایک طرف تو سرمایہ داروں کا سرمایہ آگ کی طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ جب پانی ایک طرف۔۔ جائیگا تو دوسری طرف خشک رہ جائے گا۔ جب دولت ایک طرف جائے گی تو دوسری طرف افلاس بڑھیگا جو مفلس رہ گئے ان کو شکایات پیدا ہوں گی جس کا نتیجہ سوشلزم ہے جو حد سے بڑھکر بالشوزم کی لعنت کو پیدا کرتا ہے۔ جس میں نہ کسی انسان کی ملکیت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی انفرادی حیثیت باقی رہ جاتی ہے اور تمام معاشرتی اور خانگی زندگیاں برباد ہو کر انسان کی حالت جانوروں کے ایک ریوڑ کی بن جاتی ہے۔ دوسری طرف سرمایہ داری کی لعنت کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کے ایک حصہ میں امارت بڑھتی ہے اس کے ساتھ تکلفات و تعیشات بڑھتے ہیں۔ زیب و زینت اور عیش و آرام کے لئے طرح طرح کی چیزیں ایجاد ہوتی ہیں اور نت نئے فیشن نکل نکل کر دولت کو اسراف کی لعنت کے نیچے پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ تھیئیٹر سینما وغیرہ وغیرہ عیش و عشرت کے کل سامان اسی سرمایہ داری کے کرشمے ہیں۔ اس فیشن اور عیش و عشرت کے سیلاب میں متوسط طبقہ بھی بہتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ کسی کی پوری ہی نہیں پڑتی۔ جسے دیکھو نالاں ہے گو شکوہ شاکی۔ کہ آمدنی میں گذارہ ہی نہیں ہوتا۔ اور لاؤ۔ اور لاؤ وہی جہنم کا ھل من مزید کا نعرہ ہر شخص کی زبان پر سنائی دیتا ہے۔ یہ تو اس کا ایک پہلو ہے۔

اب دوسرا پہلو لیجئے۔ یہی سودی تجارتیں پھر قوموں کو لڑواتی ہیں کیونکہ تجارت کی وسعت پھر ایک ملک میں محدود نہیں رہتی۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک پر محیط ہونا چاہتی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو تمام دنیا پر بھی اگر چھا جائے تب بھی ھل من مزید کا نعرہ بلند ہوگا کہ کوئی اور دنیا بناؤ تاکہ وہاں تجارت کی جائے اور یہ سب بنکوں اور ان کے سود کا کرشمہ ہے۔ لاکھوں روپے بنک سے سودی لئے جاتے ہیں اور دنیا کی تجارتوں کو انگلیوں پر نچایا جاتا ہے۔ جب یہ دائرے زیادہ وسیع ہوتے ہیں تو مختلف سلطنتوں کے دائرے آپس میں ٹکرا جاتے ہیں۔ جرمنی انگلستان سے ٹکراتا ہے تو امریکہ جاپان سے اور اٹلی فرانس سے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ گذشتہ اور موجودہ عظیم الشان اور عالمگیر جنگیں دراصل تجارت کی ہی جنگیں ہیں، وہی تجارتیں جن کی بنا سود پر ہے۔ نہ صرف تجارتیں جنگی خاطر یہ جنگیں لڑی جاتی ہیں سود کی پیداوار ہیں۔ بلکہ یہ جنگیں بجائے خود سود پر لڑی جاتی ہیں۔ ان کے سارے اخراجات سود خور ادا کرتے ہیں۔ وہ جنگ کے لئے قرضے دیتے ہیں اور خوب کس کس کر سود لیتے ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم تو لڑوائی یہودیوں نے ہی تھی تا خوب سود لیں۔ اس جنگ میں بھی سارے اخراجات سودی قرضوں پر ہی مبنی ہیں نہ سود ہوتا۔ نہ سرمایہ داری ہوتی۔ نہ یہ فیشن اور عیش و عشرت کے سامان ہوتے۔ نہ یہ اسراف اور فضول خرچیاں ہوتیں۔ نہ یہ ھل من مزید کے نعرے ہوتے۔ دنیا کی اقتصادی حالت کسی اعتدال پر ہوتی اور عیش و عشرت اور فیشن کے نت نئے سامان موجود نہ ہونے کی وجہ سے نہ اسراف ہوتا اور نہ یہ بے اطمینانی اور بےچینی نظر آتی۔ جو اقتصادی رنگ میں آج ہر طرف نمایاں نظر آ رہی ہے۔

نہ سود ہوتا نہ یہ تجارتوں کی جنگیں ہوتیں۔ نہ جنگوں کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوتا اور نہ سالہا سال تک ان کا دامن دراز ہوتا جس سے تمام دنیا کی مالی حالت برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ قرآن کریم نے جو سود خوروں کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (البقرہ) کہ اگر تم سود لینے سے باز نہ آئے تو اللہ اور رسول سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ تو ایک تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ خدا و رسول کی سخت نافرمانی ہے اور ایسا شخص گویا خدا و رسول کا باغی ہے اس کے خلاف خدا و رسول کا اعلان جنگ ہے۔ لیکن میرے ذوق میں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ سود لینے کا انجام آخر کار جنگ کی شکل میں ہی نمودار ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ خدا کا اٹل قانون ہے۔ یہ جنگ خواہ بنئے اور کاشتکار کی ہو یا سرمایہ دار اور مزدور کی ہو یا جب زیادہ نمایاں ہو۔ تو سلطنتوں کی آپس کی جنگ ہو۔ ان سب کی بنیاد سود خوری ہے۔ دراصل اندھا انسان، ناعاقبت اندیش انسان فوری فائدہ کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظر انجام کار پر نہیں ہوتی۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان ھؤلاء یحبون العاجلۃ و یذرون وراءھم یوما ثقیلا (الدھر) ترجمہ: بیشک یہ لوگ فوری فائدہ کو پسند کرتے ہیں اور انجام کار کے سخت دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ بظاہر سود لینے میں اور دینے میں بڑا فائدہ نظر آتا ہے اس سے روپیہ بڑھتا ہے۔ تجارت بڑھتی ہے۔ لیکن انجام کار خود اس شخص کے قلب اور روح میں جو حرص دنیا کی جہنم بھڑکتی ہے اس کا پورا پورا ظہور آخرت میں ہوگا۔ خود اس کے ملک پر بلکہ تمام دنیا پر اس سود کے لین دین کے نتیجہ میں جو عذاب نازل ہونے والا ہوتا ہے۔ وہ سب اس کی نظروں سے مخفی ہوتا ہے۔ اس کی محدود نظر اسے عقلمند بتاتی ہے اور خدا کے علم کی تحقیر کرتی ہے لیکن دراصل خدا کی نظر انجام کو دیکھ رہی ہوتی ہے جس کو غافل انسان دیکھ نہیں رہا ہوتا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا۔ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس۔ ذالک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوا (البقرہ) ترجمہ: بے شک جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ کھڑے نہیں ہونگے (قیامت کے دن) مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جس کو شیطان نے اپنی مس سے مخبوط الحواس کر دیا ہے۔ یہ ان کے اس کہنے کا نتیجہ ہے کہ تجارت سود کی ہی طرح ہے اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ یہاں صاف فرما دیا کہ نادان انسان حرص دنیا کے جذبات شیطانی کے ماتحت یوں استدلال کر لیا کرتا ہے کہ سود اور تجارت میں کیا فرق ہے۔ دونوں روپے سے روپیہ ہی کمایا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت اتنا زبردست فرق ہے اور اس کے نتائج اس قدر مختلف ہیں کہ تجارت کو خدا نے حلال کیا ہوا ہے اور سود کو حرام۔ سود کو تجارت کے مانند قرار دیکر اس کے لین دین میں گرفتار ہو جانے والوں کی عقل کو خدا نے صحیح قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا جذبات حرص دنیا ان کی عقل کو کند کر دیتی ہے۔ ان کی نظر انجام پر نہیں ہوتی۔ وہ فوری فائدہ کو دیکھتے ہیں اور نتائج پر نظر نہیں رکھتے۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر ہم آج کیا کریں۔ جبکہ تمام دنیا کا کاروبار تجارت ہی سود پر چل رہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اسی لئے تو سارے نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ سود پہلی [illegible] دنیا سے نہیں مٹے گا۔ دنیا سے نہ جنگ مٹ سکتی ہے [illegible] بدامنی دور ہو سکتی ہے۔ اس اقتصادی بدامنی [illegible] ہمیشہ کے لئے روکنے کی سب ہی تجویزیں سوچ رہے [illegible] دنیا [illegible]

مذاکرہ علمیہ

مسئلہ سود پر ایک نظر

(از قلم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سوال: میں آپ کا نہایت ہی مشکور ہونگا۔ اگر آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ وہ یہ کہ جو شخص سود دیتا ہے اس کے لئے شریعت محمدیہ نے کیا سزا رکھی ہے۔ اور کیا اس کی وہ کمائی جو اس نے بنک سے سودی روپیہ لیکر کی ہے حلال ہے یا حرام۔ اس بات سے بھی مطلع فرمائیں کہ کیا وہ شخص جو سود دیتا ہے اتنا ہی گنہگار ہوتا ہے جتنا ایک شخص جو سود لیتا ہے۔

جواب: حدیث شریف میں تو سود لینے والے، سود دینے والے، سود کے متعلق تحریر لکھنے والے، اس پر گواہیاں ثبت کرنے والے، چاروں اقسام کے لوگوں پر لعنت آئی ہے۔ گویا سرے سے سود کے کاروبار کو نہایت بری نگاہ سے دیکھا ہے۔ لعنت کے معنی ہیں خدا سے دوری کے۔ سو یہ سچ ہے کہ سود کے کاروبار کرنے والے لوگوں کا مطلوب و مقصود بلکہ بعض حالتوں میں معبود پیسہ ہو جاتا ہے۔ خدا انہیں رہتا۔ دن رات ایک دوزخ ہوتا ہے جو تپتا ہے۔ بنکوں سے سودی روپے لے لیکر تجارتیں بڑھائی جاتی ہیں، کارخانے کھولے جاتے ہیں۔ بنج بیوپار کو ترقی دی جاتی ہے۔ اور یہ آگ کسی صورت میں ٹھنڈی ہونے میں ہی نہیں آتی بلکہ دوزخ کا نعرہ هل من مزید کا ہر آن زبان حال سے بلند ہوتا رہتا ہے۔ قرآن کریم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ یوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزيد (ق ۳) اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے تو بڑھاؤ۔ یعنی جہنم یہی کہے جائے گی کہ کچھ اور بھی ہے تو لاؤ۔ اسے سیری نہیں ہوگی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آخر انہی جذبات حیوانی سے ہی جہنم بنتا ہے۔ جو انسان کے قلب کے اندر جوش مارتے رہتے ہیں جن میں سب سے اول نمبر حرص دنیا کا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کیا خوب فرماتے ہیں ؎

جہنم کز وداد فرقاں خبر

ہمیں حرص دنیاست جان پدر

یہی حرص دنیا کی آگ جو انسان کے قلب میں موجزن ہوتی ہے۔ جب حد سے زیادہ بھڑکتی ہے تو وہ جہنم ہے اور حد سے زیادہ بھڑکنے کا سب سے بڑا ذریعہ سود ہے۔ اگر یہ سود نہ ہو اور بنکوں سے سودی روپیہ لے لیکر تجارتیں بڑے وسیع پیمانہ پر نہ چلائی جائیں تو یہ سرمایہ داری آج ختم ہو جاتی ہے اور دنیا میں امن چین آ جاتا ہے جس کے پاس جتنا روپیہ ہو اگر اس سے تجارت کی جائے تو ظاہر ہے کہ ایسی تجارت کا کاروبار اس وسیع پیمانہ پر نہیں چل سکتا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دولت جو سرمایہ داروں کے پاس اعلیٰ پیمانہ کی تجارتوں کی وجہ سے سیلاب کی طرح بہی چلی آ رہی ہے اور ان کی دولت میں شب روز اضافہ کرکے دنیا کے اقتصادی توازن کو برباد کر رہی ہے اور ایک طرف امارت تو دوسری طرف افلاس کو ترقی دے رہی ہے وہ لوگوں میں قریب قریب مساوی تقسیم ہو کر دنیا کی اقتصادی بے چینی اور مالی بے اطمینانی کو دور کر دے گی۔ آجکل یہ حالت ہے کہ ایک طرف تو سرمایہ داروں کا سرمایہ آگ کی طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ جب پانی ایک طرف.. جائیگا تو دوسری طرف خشک رہ جائے گا۔ جب دولت ایک طرف جائے گی تو دوسری طرف افلاس بڑھیگا جو مفلس رہ گئے ان کو شکایات پیدا ہوں گی جس کا نتیجہ سوشلزم ہے جو حد سے بڑھکر بالشوزم کی لعنت کو پیدا کرتا ہے۔ جس میں نہ کسی انسان کی ملکیت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی انفرادی حیثیت باقی رہ جاتی ہے اور تمام معاشری اور خانگی زندگیاں برباد ہو کر انسان کی حالت جانوروں کے ایک ریوڑ کی بن جاتی ہے۔ دوسری طرف سرمایہ داری کی لعنت کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کے ایک حصہ میں امارت بڑھتی ہے اس کے ساتھ تکلفات و تعیشات بڑھتے ہیں۔ زیب و زینت اور عیش و آرام کے لئے طرح طرح کی چیزیں ایجاد ہوتی ہیں اور نت نئے فیشن نکل نکل کر دولت کو اسراف کی لعنت کے نیچے پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ تھیٹر سینما وغیرہ وغیرہ عیش و عشرت کے کل سامان اسی سرمایہ داری کے کرشمے ہیں۔ اس فیشن اور عیش و عشرت کے سیلاب میں متوسط طبقہ بھی بہتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ کسی کی پوری ہی نہیں پڑتی۔ جسے دیکھو نالاں ہے کہ جس کو سنو شاکی۔ کہ آمدنی میں گذارہ ہی نہیں ہوتا۔ اور لاؤ۔ اور لاؤ وہی جہنم کا هل من مزيد کا نعرہ ہر شخص کی زبان پر سنائی دیتا ہے۔ یہ تو اس کا ایک پہلو ہے۔

اب دوسرا پہلو لیجئے۔ یہی سودی تجارتیں پھر قوموں کو لڑواتی ہیں۔ کیونکہ تجارت کی وسعت پھر ایک ملک میں محدود نہیں رہتی۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک پر محیط ہونا چاہتی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو تمام دنیا پر بھی اگر چھا جائے تب بھی هل من مزيد کا نعرہ بلند ہوگا کہ کوئی اور دنیا بناؤ۔ تاکہ وہاں تجارت کی جائے اور یہ سب بنکوں اور ان کے سود کا کرشمہ ہے۔ لاکھوں روپے بنک سے سودی لئے جاتے ہیں اور دنیا کی تجارتوں کو انگلیوں پر نچایا جاتا ہے۔ جب یہ دائرے زیادہ وسیع ہوتے ہیں تو مختلف سلطنتوں کے دائرے آپس میں ٹکرا جاتے ہیں۔ جرمنی انگلستان سے ٹکراتا ہے تو امریکہ جاپان سے اور اٹلی فرانس سے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ گذشتہ اور موجودہ عظیم الشان اور عالمگیر جنگیں دراصل تجارت کی ہی جنگیں ہیں۔ وہی تجارتیں جن کی بنا سود پر ہے۔ نہ صرف تجارتیں جنگ کی خاطر یہ جنگیں لڑی جاتی ہیں سود کی پیداوار ہیں۔ بلکہ یہ جنگیں بجائے خود سود پر لڑی جاتی ہیں۔ ان کے سارے اخراجات سود خور ادا کرتے ہیں۔ وہ جنگ کے لئے قرضے دیتے ہیں اور خوب کس کس کر سود لیتے ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم تو لڑوائی یہودیوں نے ہی تھی تا خوب سود لیں اب جنگ میں بھی سارے اخراجات سودی قرضوں پر ہی مبنی ہیں نہ سود ہوتا۔ نہ سرمایہ داری ہوتی۔ نہ یہ فیشن اور عیش و عشرت کے سامان ہوتے۔ نہ یہ اسراف اور فضول خرچیاں ہوتیں۔ نہ یہ هل من مزيد کے نعرے ہوتے۔ دنیا کی اقتصادی حالت کسی اعتدال پر ہوتی اور عیش و عشرت اور زینت کے نت نئے سامان موجود نہ ہونے کی وجہ سے نہ اسراف ہوتا اور نہ یہ بے اطمینانی اور بے چینی نظر آتی۔ جو اقتصادی رنگ میں آج ہر طرف نمایاں نظر آ رہی ہے۔

نہ سود ہوتا نہ یہ تجارتوں کی جنگیں ہوتیں۔ نہ جنگوں کا یہ سلسلہ ہوتا اور نہ سالہاسال تک ان کا دامن دراز ہوتا جس سے تمام دنیا کی مالی حالت برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ قرآن کریم نے جو سود خوروں کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله (البقرہ) کہ اگر تم سود لینے سے باز نہ آئے تو اللہ اور رسول سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ تو ایک تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ خدا اور رسول کی سخت نافرمانی ہے اور ایسا شخص گویا خدا اور رسول کا باغی ہے اس کے خلاف خدا اور رسول کا اعلان جنگ ہے۔ لیکن میرے ذوق میں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ سود لینے کا انجام آخر کار جنگ کی شکل میں ہی نمودار ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ خدا کا اٹل قانون ہے۔ یہ جنگ خواہ بنئے اور کاشتکار کی ہو یا سرمایہ دار اور مزدور کی ہو۔ یا جب زیادہ نمایاں ہو۔ تو سلطنتوں کی آپس کی جنگ ہو۔ ان سب کی بنیاد سود خوری ہے۔ دراصل اندھا انسان، ناعاقبت اندیش انسان فوری فائدہ کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظر انجام کار پر نہیں ہوتی۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان هؤلاء يحبون العاجلة و يذرون وراءهم يوما ثقيلا (الدهر) ترجمہ:۔ بیشک یہ لوگ فوری فائدہ کو پسند کرتے ہیں اور انجام کار کے سخت دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ بظاہر سود لینے میں اور دینے میں بڑا فائدہ نظر آتا ہے اس سے روپیہ بڑھتا ہے۔ تجارت بڑھتی ہے۔ لیکن انجام کار خود اس شخص کے قلب اور روح میں جو حرص دنیا کی جہنم بھڑکتی ہے جس کا پورا پورا ظہور آخرت میں ہوگا۔ خود اس کے ملک پر بلکہ تمام دنیا پر اس سود کے لین دین کے نتیجہ میں جو عذاب نازل ہونے والا ہوتا ہے۔ وہ سب اس کی نظروں سے مخفی ہوتا ہے۔ اس کی محدود نظر اسے عقلمند بتاتی ہے اور خدا کے علم کی تحقیر کرتی ہے لیکن دراصل خدا کی نظر انجام کو دیکھ رہی ہوتی ہے جس کو غافل انسان دیکھ نہیں رہا ہوتا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا۔ الذين يأكلون الربوا لا يقومون الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطن من المس۔ ذالك بانهم قالوا انما البيع مثل الربوا۔ واحل الله البيع وحرم الربوا (البقرہ) ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ کھڑے نہیں ہونگے (قیامت کے دن) مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جس کو شیطان نے اپنے مس سے مخبوط الحواس کر دیا ہے۔ یہ ان کے اس کہنے کا نتیجہ ہے کہ تجارت سود کی ہی طرح ہے اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ یہاں صاف فرما دیا کہ نادان انسان حرص دنیا کے جذبات شیطانی کے ماتحت یوں استدلال کر لیا کرتا ہے کہ سود اور تجارت میں کیا فرق ہے۔ دونوں روپے سے روپیہ ہی کمایا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت اتنا زبردست فرق ہے اور اس کے نتائج اس قدر مختلف ہیں کہ تجارت کو خدا نے حلال کیا ہوا ہے اور سود کو حرام۔ سود کو تجارت کے مانند قرار دیکر اس کے لین دین میں گرفتار ہو جانے والوں کی عقل کو خدا نے صحیح قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا جذبات حرص دنیا ان کی عقل کو کند کر دیتی ہے۔ ان کی نظر انجام پر نہیں ہوتی۔ وہ فوری فائدہ کو دیکھتے ہیں اور نتائج پر نظر نہیں رکھتے۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر ہم آج کیا کریں۔ جبکہ تمام دنیا کا کاروبار تجارت ہی سود پر چل رہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اسی لئے تو اس سارے نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ سود پر مبنی نظام دنیا سے نہیں مٹے گا۔ دنیا سے نہ جنگ مٹ سکتی ہے نہ اقتصادی بدحالی دور ہو سکتی ہے۔ اس اقتصادی بدامنی۔ اس عالمگیر جنگ کو ہمیشہ کے لئے روکنے کی سب ہی تجویزیں سوچ رہے ہیں۔ مگر [illegible] ربانی [illegible]

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۲ جمادی الاول ۱۳۶۰ سنہ ہجری | نمبر ۳۲

حضرت مسیح موعود نے مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟

جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کا اپنا بیان

قادیانی دوستوں کی مشکل

غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جتنے حوالے ہماری طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ قادیانی دوست ان کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے اور وہ مشکل اسی طرح قائم ہے جو جناب میاں محمود احمد صاحب کو پیش آئی تھی۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:۔

"پھر ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے اس میں ایک مشکل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ایک خط بھی ملا ہے۔ جس پر غور کی جائے گی۔"

(انوار خلافت صـ۹۱)

جناب میاں محمود احمد صاحب نے بعض صورتوں میں غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے امکان کو تسلیم کر لیا۔ لیکن ان کے بعد جناب مرزا بشیر احمد صاحب بعض حالات سے مجبور ہو کر اٹھے اور "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" کے نام سے ۲۷۴ صفحات کی کتاب لکھی اور اس میں انتہائی کوشش کے باوجود صرف اتنا ہی ثابت کر سکے کہ مخالف اور مصدق ہم معنی الفاظ ہیں۔

. . . .

اور حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کا جنازہ جائز قرار نہیں دیا۔ بلکہ حضرت صاحب کے مذہب کی رو سے صرف احمدیوں کا جنازہ جائز ہے۔ وہ لوگ جو حضرت صاحب کو سچا مانتے ہیں اور بیعت میں داخل نہیں اور احمدیوں میں ملے جلے رہتے ہیں۔ وہ بھی احمدی ہیں۔ ان کا جنازہ حضرت صاحب نے جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ جناب میاں محمود احمد صاحب تشحیذ الاذہان ۱۹۱۱ء میں فرماتے ہیں:۔

"نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔"

اس اقتباس کا جناب میاں صاحب کے استدلال سے موازنہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ میاں صاحب موصوف نے خلیفہ قادیان سے کتنا زبردست اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ خلیفہ صاحب ایسے شخص کو جو دل سے حضرت صاحب کو سچا مانتا ہوا بیعت میں شامل نہ ہو کافر قرار دیتے ہیں اور میاں صاحب ایسے شخص کو مصدق اور احمدی قرار دیکر اس کے جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بہت بڑا اصولی اختلاف ہے۔ خیر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس قسم کے اختلافات کی قادیانی علم الکلام میں بھرمار ہے اور قادیانی مذہب کا ہر اصول اور مسئلہ ایسے اضداد کا آئینہ دار ہے۔

مرزا فضل احمد صاحب کے جنازہ کا سوال

اس مذکورہ کتاب میں جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم اے نے سب سے زیادہ زور مرزا فضل احمد صاحب مرحوم کے جنازہ پر دیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ صرف اس لئے نہیں پڑھا۔ کیونکہ مرحوم غیر احمدی تھے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک ارشاد پر سخت برافروختہ ہوئے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اپنے ٹریکٹ "جماعت قادیان کے ایک ایک آدمی کو ثالث بننے کی دعوت" میں فرمایا تھا:۔

"کیا میاں صاحب کو یہ علم نہیں کہ فضل احمد کو حضرت صاحب نے عاق کر دیا ہوا تھا۔ اس کے تمام تعلقات ان لوگوں کے ساتھ تھے جو حضرت صاحب کے سخت ترین دشمن تھے یعنی مرزا امام الدین وغیرہ، اور کیا میاں صاحب کو علم نہیں کہ مرزا فضل احمد قادیان میں حضرت مرزا صاحب کے گھر میں فوت نہیں ہوئے بلکہ منٹگمری میں فوت ہوئے تھے اور جب ان کی لاش قادیان میں لائی گئی تو وہ لاش ان لوگوں کے قبضہ میں تھی۔ جن کی دشمنی کی یہ نوبت ان ایام میں پہنچی ہوئی تھی کہ انہوں نے آپ کی مسجد کے عین سامنے دیوار کھینچ دی۔ جس کیلئے حضرت صاحب کو مقدمہ کرنا پڑا۔ تو ان حالات کے ہوتے ہوئے اگر حضرت صاحب جنازہ پڑھنا بھی چاہتے تو کس طرح پڑھ سکتے تھے۔"

اس کے متعلق جناب مرزا بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں:۔

"مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس استدلال میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بہت ناواجب سینہ زوری سے کام لیا ہے۔ مرزا فضل احمد صاحب حضرت مسیح موعود کے حقیقی فرزند تھے اور آپ کے ساتھ وابستہ اور آپ کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور صرف نماز جنازہ کا سوال تھا۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنازہ پڑھنا چاہتے تو یہ بات وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کہ آپ کو اپنے بیٹے کے جنازہ سے روکا جاتا۔ پس یہ ایک محض عذر لنگ ہے جو مولوی صاحب موصوف نے اپنی طرف سے بنا کر پیش کر دیا ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھر بھی حقیقت نہیں۔ . . . . . آپ نے (یعنی حضرت صاحب نے۔ ناقل) نہ صرف خود جنازہ نہیں پڑھا بلکہ دوسروں کو بھی اجازت نہیں دی اور سختی سے روک دیا۔ جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ اس جنازہ کو جائز خیال نہیں فرماتے تھے۔"

ہمارا استفسار

لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ اگر مرزا فضل احمد صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اتنے ہی فرمانبردار تھے تو حضرت صاحب نے ۲ مئی ۱۸۹۱ء کی رو سے ان سے قطع تعلق کیوں کیا اور حضرت صاحب نے عاق فرمایا۔

"اور کسی نیکی بدی رنج و راحت شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہیگی۔ کیونکہ انہوں نے اپنے تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے متعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیرت کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے مومن دیوث نہیں ہوتا۔"

(مجموعہ اشتہارات مرتبہ میر قاسم علی صاحب)

"اگر" کی شرط

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عاق بالا علان اگر کے ساتھ مشروط ہو اور مرزا فضل احمد صاحب نے اس شرط کو پورا کر کے جو اس اشتہار میں مذکور تھی اپنے آپ کو حضرت صاحب کی ناراضگی سے بچا لیا ہم [illegible] جبکہ مرزا فضل احمد صاحب مرحوم کے تعلقات ان لوگوں سے قائم تھے [illegible] حضور سے تعلقات توڑ دیئے اور ہر لحاظ سے درپے آزار رہے اور [illegible] مامور کو گزند پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس وقت تک حضور علیہ السلام مرزا فضل احمد سے کس طرح خوش ہو سکتے تھے اور جبکہ مرزا فضل احمد صاحب کے تعلقات ان لوگوں سے قائم تھے اس وقت تک کوئی قرینہ ایسا نہ تھا کہ حضور اپنے صاحبزادہ کے رنج و راحت میں شریک ہوتے اور وفات پر ان کا جنازہ پڑھتے کیونکہ ان کے تعلقات ان لوگوں سے تھے جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے بدترین دشمن اور معاند تھے اور معاند بھی ایسے کہ ان کی ستم رانیوں کی داستان اب بھی قادیان کے چپہ چپہ پر ثبت ہے۔

ایک روایت

چنانچہ میاں بشیر احمد صاحب نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حرم محترم کی روایت سے سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۲۔ ۲۳ پر مرزا فضل احمد صاحب کے متعلق لکھا ہے:۔

"حضرت صاحب نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو [illegible] الگ خط لکھا کہ ان سب لوگوں نے میری سخت مخالفت کی ہے اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا اور ان کے ساتھ اب ہماری قبریں بھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ لہذا اب تم اپنا آخری فیصلہ کرو۔ اگر تم نے میرے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر ان سے قطع تعلق کرنا ہوگا اور اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔ میں اس صورت میں تم کو عاق کرتا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ مرزا سلطان احمد کا جواب آیا کہ مجھ پر تائی صاحبہ کے احسانات ہیں میں ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتا مگر فضل احمد نے لکھا کہ میرا تو آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ بات ہے تو اپنی بیوی بنت مرزا علی شیر کو (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) طلاق دیدو۔ مرزا فضل احمد صاحب نے [illegible] حضرت صاحب کے پاس روانہ کر دیا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ [illegible] باہر سے آ کر ہمارے پاس ہی ٹھہرتا تھا۔ مگر اپنی دوسری بیوی کی [illegible] سے آخر آہستہ آہستہ ادھر جا ملا۔ وغیرہ وغیرہ"

جناب میاں صاحب اپنے اس اندرونہ بیان میں فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں کو "ان لوگوں سے قطع تعلق کیلئے فرمایا تھا۔ اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں" تو جب مرزا فضل احمد صاحب نے ان سے تعلق قائم کر لیا تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تو کوئی تعلق قائم نہ رہا اور جب تعلق قائم نہ رہا تو پھر انہیں کس شرط کے ماتحت لانا چاہتے ہیں۔ اس کا فیصلہ [illegible] میاں صاحب موصوف ہی کر کے دکھا دیں ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ان کا جنازہ نہ پڑھا تو اس کی یہ وجہ ہرگز نہ تھی کہ ان کی نشست و برخاست بلکہ [illegible] سلسلہ کے ساتھ [illegible] یہ وجہ ہرگز نہ تھی کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی کا انکار کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس اعلان کے بعد کہ اب ان سے تعلق رکھنا حرام اور ایمانی غیرت کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے مومن دیوث نہیں ہوتا کیسے ان کا جنازہ پڑھ سکتے تھے۔ امید ہے میاں صاحب اپنے ہی بیان کی روشنی میں جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ [illegible] کر لیں گے اور ہمیں اس کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت [illegible]

*اور اگر اب بھی میاں صاحب اپنی بات پر مصر رہیں تو ہمیں اس امر کے شمار میں مطلق باک نہیں کہ جناب میاں صاحب اس شخص کا جنازہ بھی حضرت مسیح موعود سے پڑھوانا چاہتے ہیں، جس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا آپ حرام اور ایمانی غیرت [illegible]

صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دو نشان

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

از جناب فضل حق صاحب کمیشن ایجنٹ ستانہ دیوا

ذیل میں دو حوالے حضرت مسیح موعود کی کتب سے درج کئے جاتے ہیں۔ جو بجائے خود حضرت صاحب کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ ان کو پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ حضور کو خدائی وعدوں پر کس قدر یقین اور ایمان تھا۔ یہ تحریریں جہاں غیر از جماعت لوگوں کے لئے دو نشان ہیں۔ وہاں قادیانی دوستوں کیلئے سرمۂ بصیرت کا کام دے سکتی ہیں۔

نشان نمبر (۱)

حضور اشتہار الانصار مجریہ ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک اور جوان صالح خدا تعالیٰ کے فضل کو پاکر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ پلیڈر۔ میں ان کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیوی کاروبار حرج کرکے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں اور حضرت مولوی نورالدین صاحب سے حقایق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ۔ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائیگا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔ ثم آمین"

خط کشیدہ عبارت غور طلب ہے۔ حضور کی فراست صحیحہ پر تعاقب کی شہادت نے کس طرح مہر صداقت ثبت کر دی۔ حضرت مولوی صاحب کو ایسی ایسی خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق ملی ہے۔ کہ "گویا حضرت مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ میں ہی داخل ہیں۔" جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ کہ

"میری خواہش یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی ترجمہ کرکے ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

خدا کے فضل نے حضرت مولوی صاحب کو انگریزی ترجمۃ القرآن کی توفیق دیکر ثابت کر دیا۔ کہ آپ ہی مسیح موعودؑ کی شاخ ہیں۔ اور اس میں ہی داخل ہیں۔

نشان نمبر (۲)

۲۴ مئی ۱۹۰۴ء کو حضرت مولانا محمد علی صاحب کی طبیعت علیل ہوئی۔ جس کی مفصل کیفیت الحکم مجریہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء میں بدیں الفاظ درج ہے۔ "آج دن کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مینجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو دردسر اور بخار کے عوارض دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر حضرت اقدس کو ہوئی۔ تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ میرے دار میں ہوکر اگر آپ کو طاعون ہو تو۔ پھر "انی احافظ کل من فی الدار" کا الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر انہیں یقین دلایا۔ کہ ہرگز بخار نہیں۔ پھر تھرما میٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے۔ جس سے بخار کا شبہ ہو۔ اور فرمایا۔ کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسے اس کی کتابوں پر۔"

اس واقعہ کی نسبت حضرت اقدس نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۵۳ پر مزید روشنی ڈالی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب کو سخت بخار ہوگیا۔ اور ان کو ظن غالب ہوگیا۔ کہ یہ طاعون ہے۔ اور انہوں نے مرنیوالوں کی طرح وصیت بھی کردی۔ اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا۔ اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے۔ جس گھر کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے "انی احافظ کل من فی الدار" تب میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ اور اُن کو پریشان اور گھبراہٹ میں پاکر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہوگئی تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعوے الہام غلط ہے، یہ کہہ کر میں نے اُن کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نمونہ قدرت الٰہی دیکھا۔ کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد ہوگیا۔ کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔"

خط کشیدہ عبارت غور سے پڑھیں۔ اور دیکھیں کہ حضور نے مولوی صاحب کے طاعون ہونے کو اپنے کذب دعوے کی دلیل قرار دیا۔ اور مولوی صاحب کا طاعون سے بچکر معمولی بخار کے بھی اُتر جانے کو اپنی صداقت کا نشان ظاہر کیا۔ لیکن زمانہ کا انقلاب دیکھئے۔ جس شخص میں حضور کو رشد و ہدایت نظر آیا۔ جس شخص کے اخلاص۔ تقوےٰ اور طہارت کو حضور نے ہمیشہ سراہا۔ اُس پیکر روحانیت کو آج قرآن چور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بے محل نہ ہوگا۔ اگر میں حضور کا وہ اشتہار جو حضرت مولوی صاحب کے اخلاص، اور اتقاء پر بجائے خود ایک دلیل ہے، یہاں درج کر دوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ہیں جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے بھی وکالت کا امتحان بھی پاس کیا ہے۔ اور بہت سا اپنا حرج اٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام دینے کے لئے یعنی بعض میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں۔ اور یقین ہے کہ جب وہ بعد فراغت اس کام کے اپنے کام وکالت پر جائیں گے۔ تو کسی قریب ضلع میں یہی کام شروع کریں گے اور میں اس مدت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں۔ ظاہری نظر سے اور پوشیدہ طور پر اُن کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کے رو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ میں نے انکو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون۔ پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے"

خدارا غور کرو۔ کہ جس شخص کو حضور نے متقی۔ غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون کے پیارے الفاظ سے یاد کیا۔ اُس شخص پر آج کس طرح گند اُچھالا جا رہا ہے۔ اور اس بے نفس اور درویش منش انسان سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے کس قدر اخلاق سوز طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ذیل میں ایک واقعہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی زبان سے درج کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ مولانا محمد علی صاحب کو بدنام کرنے کے لئے کیسے کیسے مذموم طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک بچہ قادیان سے میرے پاس آیا تھا۔ اسکا سبق جو میں سننے لگا تو وہ بولا مجھے کچھ زبانی بھی یاد ہے۔ میں نے زبانی سبق جو سُنا۔ تو معلوم ہوا اسے اپنے مذہب کے عقائد حفظ کرا دیئے گئے۔ جن میں دو باتیں بہت ہی عجیب تھیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مرزا غلام احمد کون تھے؟ جواب تھا۔ نبی تھے۔ رسول تھے۔ دوسری بات یہ عجیب تھی۔ کہ سوال تھا مولوی محمد علی کون تھا؟ جواب تھا۔ چور تھا۔ قرآن چوری کرکے بھاگا تھا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" گویا ایک تو یہ التزام ہے۔ کہ بچوں کے قلوب میں محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کا عقیدہ باقی نہ رہ جاوے۔ بلکہ اجرائے نبوت کا عقیدہ ذہن میں جم جاوے۔ دوئم مولوی محمد علی صاحب سے نفرت اور بیزاری بچپن سے دلوں میں گھٹی کی طرح پلا دی جاوے کیونکہ جو بات بچپن سے ہی ذہن نشین کرا دی جاتی ہے۔ وہ طبیعت ثانی بن جاتی ہے اور اس سے ہٹنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

بالآخر میں ایک بار پھر اپنے قادیانی دوستوں سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس دل شکن انداز کو بدلیں اور اختلاف کو عقائد تک محدود کریں۔ اور ذاتیات تک نہ جائیں۔ ایسا نہ ہو۔ مسیح موعود کے پیاروں پر زبان طعن دراز کرنے سے خدا کا غضب آن پکڑے۔ اس اپیل کے بعد میں ایک الہام حضرت صاحب کا درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، شاید کسی سعید روح کے لئے وہ مفید ثابت ہو۔

الہام حضرت صاحب کا یہ ہے۔ "لا یموت احد من رجالکم۔ یعنی تمہارے رجال میں سے کبھی کوئی موت

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جہلم میں محمودیوں سے مناظرہ

(از جناب شیخ عبدالعزیز صاحب سیکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم)

قارئین کرام نے اس سے پہلے اخبار پیغام صلح میں ہمارے سالانہ جلسہ کی روئداد ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ ہمارے سالانہ جلسہ کے بعد محمودی جماعت میں جلسہ کی کامیابی کی وجہ سے ایک حسد پیدا ہو چکا تھا اور حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی تقریر سے محمودی جماعت میں ایک تزلزل سا پیدا ہو گیا تھا اور چند ایک محمودیوں کے دلوں میں یہ بات کھٹکنے لگ گئی کہ کیا واقعی حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت نہ تھے اور کیا واقعی ان کے انکار سے کوئی شخص کافر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی جماعت میں ان ہر دو مسائل کے متعلق استفسار کرنا شروع کر دیا۔ اس ہلچل نے ان کو مجبور کیا کہ جماعت کے شکوک دور کرنے کیلئے ایک جلسہ کیا جائے چنانچہ انہوں نے قادیان سے جلسہ منعقد کرنے کیلئے خط و کتابت شروع کر دی جس وقت ہماری جماعت کو علم ہوا تو ان کو ایک چٹھی لکھی کہ سنا ہے کہ آپ عنقریب ایک جلسہ کرنے والے ہیں اور یہ جلسہ صرف ہمارے ہی عقائد کی تردید میں ہوگا۔ اس لئے اگر آپ کا تبادلہ خیالات کرنے کا خیال ہو تو ہمیں اطلاع دی جائے تاکہ ہم بھی اپنے مبلغین کا انتظام کر لیں۔ لیکن اس چٹھی کا کوئی جواب نہ آیا۔ آخر ہماری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ مورخہ ۱۴، ۱۷ کو ان کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا کہ ہمارا جلسہ مورخہ ۱۹–۲۰ اپریل کو ہو رہا ہے۔ اگر کسی نے تبادلہ خیالات کرنا ہو تو وہ سیکرٹری صاحب تبلیغ جماعت احمدیہ (قادیان) سے ۱۷ تک مناسب شرائط طے کر لیں۔ چنانچہ اس اشتہار کی بنا پر چار آدمیوں کا وفد ایک معزز غیر از جماعت دوست کی معیت میں سیکرٹری کے گھر گیا۔ اور ان سے عرض کی کہ ہم شرائط مناظرہ طے کرنے آئے ہیں۔ تو سیکرٹری صاحب نے کہا کہ نہ تو مجھے اشتہار کے شائع ہونے کا اور نہ ہی اشتہار کے مضمون کا کوئی علم ہے۔ بہرحال اشتہار ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو فرمایا کہ چل کر مسجد میں گفتگو کریں گے۔ چنانچہ ہم سب لوگ ان کی مسجد میں چلے گئے اور شرائط کے متعلق گفتگو کی تو جواب دیا کہ تم لوگ چونکہ نمائندے نہیں ہو۔ اس لئے ہم آپ لوگوں سے کوئی شرط طے کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہم نے ان کو بہتیرا سمجھایا اور یقین دلایا کہ ہم نمائندہ کی حیثیت سے ہیں اور ہم تحریر لکھ دیتے ہیں کہ ہم نمائندے ہیں۔ مگر وہ نہ مانے۔ بالآخر خاکسار نے نوٹ ۳ کی طرف توجہ دلائی کہ "اگر کسی صاحب کو کسی خاص موضوع پر تبادلہ خیالات کرنا ہو تو وہ خاکسار سیکرٹری صاحب تبلیغ جماعت احمدیہ سے ۱۷ اپریل تک ضروری شرائط طے کر لیں"۔ خاکسار نے عرض کی۔ اگر آپ ہمیں نمائندہ تصور نہیں کرتے تو اس نوٹ کی رو سے ہر ایک آدمی کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ شرائط طے کر لیوے۔ اگرچہ اس نوٹ کی طرف ان کے ایک مولوی صاحب نے بھی توجہ دلاتے ہوئے ہماری تائید کی۔ جس پر ان کے امیر جماعت مولوی صاحب پر ایسے برسے کہ مولوی صاحب وہیں بے بس ہو گئے۔ آخر بڑی طویل گفتگو کے بعد ایک معمر اور خضر صورت بزرگ نے اپنا ہی اشتہار خاکسار کے ہاتھ سے چھین کر اور مروڑ کر میرے منہ پر دے مارا اور بڑی بدزبانی کرتے ہوئے اپنی بدتہذیبی اور ناشائستگی کا مظاہرہ کیا جس پر ہمارے غیر از جماعت دوست بھی ششدر رہ گئے۔ اور ہم لوگ ان کی اس حرکت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے مسجد سے باہر نکل آئے۔

دوسرے دن ہم نے ایک اشتہار "قادیانی جماعت ختم نبوت کی منکر ہے" کے عنوان سے شائع کیا۔ اشتہار نکلنے کی دیر تھی کہ چند ایک قادیانی نوجوان مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کے پاس گئے اور ان کو مجبور کیا کہ مناظرہ کریں۔ چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب نے ہمیں ایک خط لکھا کہ ہمیں آپ کا چیلنج مناظرہ منظور ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب سے شرائط مناظرہ طے ہو گئیں کہ مناظرہ ۲۰ اپریل بروز اتوار رات کو ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوگا اور مضمون "کیا نبوت غیر تشریعی جاری ہے" ہوگا۔ اور آیات قرآنیہ کے وہ معانی فریقین کیلئے حجت ہوں گے جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں۔ مناظرہ کیلئے ہماری طرف سے جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی مناظر تھے اور خاکسار صدر تھا اور ان کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب مناظر اور مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری صدر تھے۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے مولوی اللہ دتا صاحب نے شرائط مناظرہ پڑھ کر سنائیں اور کہا کہ ہم دونوں فریق حضرت احمد کے ماننے والے ہیں۔ اسی لئے دونوں فریق احمدی کہلاتے ہیں۔ ایک فریق قادیانی احمدی اور دوسرا لاہوری احمدی کہلاتا ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ مولوی صاحب نے پبلک کو دھوکہ دیتے ہوئے سخت غلط بیانی سے کام لیا ہے مولوی صاحب اگر حضرت مرزا کے نام پر احمدی کہلاتے ہیں۔ تو کہلائیں اور ان کو یہ مبارک ہو مگر ہم لوگ تو احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم لوگ خدا کے فضل سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام ہونے کی وجہ سے احمدی کہلاتے ہیں۔ نہ کہ حضرت مرزا صاحب کے نام پر احمدی کہلاتے ہیں۔ حاضرین پر اچھا خاصا اثر ہوا اور پنڈال تالیوں سے گونج گیا۔ اس کے بعد مولوی اللہ دتا صاحب دوبارہ جواب دینے کیلئے کھڑے ہوئے مگر خاکسار نے کہا کہ مولوی صاحب پبلک کے وقت کو ضائع نہ کیجئے اور اپنے مناظر کو تقریر کے لئے کھڑا کیجئے۔ جس پر مولوی اللہ دتا صاحب نے کہا کہ نہیں پہلے میں جواب دونگا۔ اس پر میں نے عرض کی کہ مولوی صاحب اس طرح پر تو میرا اور آپ کا ہی مناظرہ شروع ہو جاوے گا۔ کیونکہ پھر اس کا میں جواب دوں گا۔ اس لئے آپ برائے مہربانی تشریف رکھئے۔ اور اپنے مناظر کو تقریر کے لئے کھڑا کیجئے۔ بالآخر آپ بیٹھ گئے اور اپنے مناظر کو تقریر کیلئے کہا۔ مناظرہ کے لئے ابو العطا صاحب گریز کر گئے۔ کیونکہ دہلی میں سید صاحب کے مقابلہ میں وہ خفت اور ندامت اٹھا چکے تھے۔ جس کی وجہ سے دوبارہ مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی حالانکہ دوران مناظرہ میں شاہ صاحب نے للکارا کہ میں دہلی سے صرف آپ کی خاطر یہاں آیا ہوں اور وہاں آپ میرے چیلنج مناظرہ کو ٹال کر بھاگ گئے ہیں۔ اس پر ابو العطا صاحب نے کہا کہ آپ غلط کہتے ہیں۔ جس پر ہمارے سید صاحب نے کہا کہ آپ قسم اٹھا کر کہہ دیجئے۔ لیکن ابو العطا صاحب جالندھری پر ایسی خاموشی طاری ہوئی کہ وہ پھر دوبارہ نہ بول سکے۔ مولوی محمد سلیم صاحب نے اپنی تقریر اجرائے نبوت ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وغیرہ وغیرہ چند ایک آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور پھر ادھر ادھر کی باتیں کر کے اپنے وقت کو ضائع کیا جس سے سامعین پر واضح ہو گیا کہ مولوی محمد سلیم صاحب اصل بحث کو چھوڑ کر ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے معزز شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں خاتم النبیین کے معنی کرتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، محدثین، مفسرین، لغت نویسوں اور حضرت مرزا صاحب کے الہامی معنوں بلکہ غیر مسلموں کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں۔ اسی طرح آپ نے احادیث کی رو سے بھی ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ شرعی نبی آسکتا ہے اور نہ غیر تشریعی۔ ہمارے کرم فرما شاہ صاحب نے فرزدق مشہور عرب شاعر کا کلام خاتم النبیین کی تشریح کے طور پر پیش کیا۔ اور باوجودیکہ تین قادیانی علماء تھے۔ لیکن اس مشہور عرب شاعر کے کلام کی طرف کسی نے توجہ نہ کی حالانکہ شاہ صاحب نے چیلنج کیا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس شعر کا ترجمہ ہی کر دو۔ لیکن انہوں نے قطعاً اس طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ شاہ صاحب کی کسی بھی دلیل کو قادیانی مناظر نہ توڑ سکا۔ قادیانی مناظر کے حواس قائم نہ رہے۔ بلکہ جالندھری صاحب بھی اپنے حواس قائم نہ رکھ سکے۔ اور ان کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ خود مولوی جالندھری صاحب کو کئی دفعہ شرمندہ ہونا پڑا۔ جالندھری صاحب اتنے حواس باختہ ہوئے کہ کہنا کچھ چاہتے تھے اور زبان سے کچھ نکلتا تھا اور سید اختر حسین صاحب کی جگہ لال حسین اختر کہہ دیا۔ قادیانی مناظر قرآن و حدیث و لغت عرب کی بحث کو چھوڑ کر حضرت مرزا صاحب کا نبوت کا دعویٰ پیش کر دیا۔ جس کا شاہ صاحب نے دندان شکن جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مناظرہ جہلم میں ایک یادگار رہے گا۔ اور محمودی مولویوں کا علمی تکبر ٹوٹ گیا ہمارے نوجوان مناظر کے سامنے محمودی مناظر لاجواب ہو کر رہ گئے۔ جس کا عوام پر اور خاص کر اہل ہنود و سکھ صاحبان پر خوب اثر پڑا۔ مولوی محمد سلیم صاحب علمی دلائل وغیرہ دینے کی بجائے ذاتیات پر اتر آئے۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ مگر خاکسار نے ان کو روکا جس پر مولوی صاحب نے اپنے الفاظ واپس لے لئے۔ ان کے مقابل شاہ صاحب کا رویہ نہایت مہذبانہ اور شریفانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب قادیانی جماعت کو دوبارہ میدان مناظرہ میں آنے کی جرأت نہ ہوگی۔ دوران تقریر میں مولوی محمد سلیم صاحب نے اصل بحث کو چھوڑ کر کہا کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جس پر خاکسار نے کہا کہ شرائط کی رو سے آپ قطعاً پیش نہیں کر سکتے کہ حضرت مرزا صاحب کا نبوت کا دعویٰ تھا۔ ہاں اگر آپ کو شوق ہے تو اس مضمون پر کہ کیا حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے؟ ایک علیحدہ مناظرہ کر لیجئے میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں۔ ایسا ہی ایک دفعہ انہوں نے اخبار پیغام صلح کا حوالہ پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب تو حضرت مرزا صاحب کیلئے نبی کا لفظ استعمال کرتے رہے ہیں۔ اس پر بھی خاکسار نے یہ حوالہ پیش کرنے سے شرائط کی رو سے منع کیا اور کہا کہ اگر آپ کو شوق ہے تو اس مضمون پر کہ سلسلہ احمدیہ کے اکابر حضرت مرزا صاحب کو کیا مانتے تھے بے شک ایک اور مناظرہ کر لیجئے۔ لیکن نہ تو مولوی محمد سلیم صاحب نے اور نہ ہی [illegible] صاحب نے میرے ان دونوں چیلنجوں کا جواب دیا۔ [illegible] کامیاب رہا اور پبلک پر خوب اثر ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

رپورٹ جلسہ خواتین

(از جناب محترمہ محمودہ عبداللہ صاحبہ سیکرٹری ینگ ومن ایسوسی ایشن)

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کی طرف سے یوم وصال حضرت مسیح موعود ۲۳ مئی بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد عورتوں کی گیلری میں منایا گیا۔

اس جلسہ کا افتتاح محترمہ بہن سید بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ اہلیہ صاحبہ چوہدری نور احمد صاحب نے نعت از درثمین نہایت خوش الحانی سے پڑھی۔ زکیہ بیگم دختر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے اخلاق حسنہ پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اخلاق مجسم تھے۔ اور کہ ان کا سلوک اپنے پیروؤں سے نہایت مخلصانہ اور دوستانہ ہوا کرتا تھا۔ اور وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ نیز وہ گھر والوں سے بھی نہایت حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق اور دینی خدمت کا یہ حال ہوا کرتا تھا کہ بسا اوقات بچے ان کے گھر میں بڑا شور مچاتے۔ لیکن وہ اپنے دینی کام میں اس قدر منہمک رہتے کہ انہیں اس شور و شغب کا ذرا احساس بھی نہ ہوتا۔

دوسری تقریر رشیدہ بیگم بنت مولوی صدر الدین صاحب نے حضرت مجدد اعظم کے موضوع پر کی۔ محترمہ موصوفہ نے بتایا کہ ہمارے اس صدی کے مجدد اعظم اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اور سب سے خطرناک دشمن اسلام اس زمانہ میں پادری صاحبان تھے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر منوا کر ان کی فضیلت کو حضرت محمد صلعم پر ظاہر کرتے۔ اس طرح مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کر رہے تھے۔ لیکن حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ ثابت کر کے اور پھر عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور کفارہ کی لغویت کو ظاہر کرتے ہوئے پادری صاحبان کا زبردست مقابلہ کیا۔ غرضکہ حضرت مرزا صاحب کا پادریوں پر اس قدر رعب بیٹھا کہ انہوں نے یہ حکم دیدیا کہ کوئی عیسائی حضرت مرزا غلام احمد صاحب یا ان کے مریدوں سے قطعاً بحث نہ کرے۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اگر کسی غیر احمدی کو بھی عیسائیوں سے مباحثہ کرنا پڑتا۔ تو وہ بھی پہلے حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کر کے ہی عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دے سکنے کے قابل ہوتا۔

رضیہ بیگم نے درثمین سے نہایت پر اثر پیرایہ میں نعت پڑھ کر سنائی۔ اب بیگم صاحبہ حضرت امیر نے اپنی بیاز معارف تقریر کی۔ اور لائق مقررہ نے بتایا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایسے وقت آئے۔ جبکہ اسلام پر پے در پے حملے ہو رہے تھے۔ اور خود مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اور ان میں روحانی عوارض پیدا ہو چکے تھے۔ جن کی اصلاح کیلئے حضرت صاحب مسیح زماں ہو کر آئے۔ انہوں نے مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ مباہلے کئے اور ہر مخالف کو مقابل پر بلایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ہر آن ان کی تائید و نصرت کی۔ انہوں نے سب غیر مذاہب والوں کو دعوت اسلام دی۔ اور اپنے اس تبلیغی مشن کو جاری رکھنے کیلئے جماعت، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بنائی۔ گو بعد ازاں یہ جماعت دو حصوں میں جماعت احمدیہ لاہور اور قادیانی پارٹی میں تقسیم ہو گئی۔

انہوں نے فرمایا کہ اس وقت وہ جماعت جو تبلیغ اسلام میں عموماً اور یورپین ممالک میں خصوصاً تبلیغ کرنے میں مصروف ہے۔ وہ ہماری ہی جماعت ہے اور حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق کہ یہ کام (قرآن مجید کی انگریزی تفسیر) مجھ ہی سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھی میں داخل ہے۔ حضرت صاحب کے صحیح مسلک پر کام کر رہی ہے۔

لبعد ازاں خاکسارہ نے مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ حضرت مرزا صاحب اس صدی کے مجدد اعظم کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کا بھی خطاب دیا۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا اور زمانہ کے گزرنے سے ان میں جو نقائص پیدا ہو گئے تھے۔ ان کی اصلاح کی۔ عیسائیوں میں تبلیغ اور ان کے مسئلہ تثلیث کو توڑنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مماثلت کے باعث مسیح موعود کہلائے۔ یہ بتایا کہ حضرت صاحب کی مخالفت صرف غیر مذاہب والوں ہی نے نہیں کی۔ بلکہ مسلمانوں کے نام نہاد لیڈروں نے جنہیں تحقیق حق سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ محض حسد کی وجہ سے حضرت صاحب کی سخت مخالفت کی اور ان کے مشن کو ناکام کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ بلکہ غیر مذاہب والوں کو مل کر اور دینی غیرت کو کھو کر حضرت صاحب کی مخالفت کی اور یہ ہرگز نہ سوچا کہ یہ تو اسلام کا محافظ اور شیدا اسلام ہے۔ اور کہ اس کی مخالفت گویا اسلام کی مخالفت ہے۔ اور اس مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نصرت نے بہت سے سلیم القلب لوگوں کو حضرت صاحب کی طرف مائل کیا۔ حضرت صاحب کی قوت قدسی نے بڑے بڑے عالم مسلمانوں کو احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق عطا کی۔ جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور اپنی زندگیاں اسلام کیلئے وقف کر دیں۔ نیز میں نے بتایا کہ ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے مجدد اعظم جو لکھی ہے تو انہوں نے گویا ہو بہو حضرت صاحب کی تصویر کھینچ دی ہے۔ اور یہ ہمارے لئے جنہیں خود حضرت صاحب کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ بہت ہی نادر کتاب ہے۔ نہایت پر اثر اور دلچسپ پیرایہ میں لکھی ہوئی ہے۔

سب سے آخر پر بیگم صاحبہ حضرت امیر نے یہ تجویز پیش کی کہ مجدد اعظم جلد اول کا امتحان نومبر میں لیا جائے اور سب لڑکیاں اس کی تیاری کریں۔ تا اس طرح سے ان کا علم سلسلہ کے متعلق بڑھے نیز اس امتحان میں پہلی تین لڑکیوں یعنی فسٹ، سکنڈ، تھرڈ کو انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ محترمہ بہن نور بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبہ جناب عمر الدین صاحب نے وعدہ فرمایا کہ ایک انعام وہ دیں گی۔ مندرجہ ذیل کے نام اس امتحان کی تیاری کے لئے لکھے گئے۔

(۱) طاہرہ بنت حضرت مولانا محمد علی صاحب
(۲) مسعودہ بنت ڈاکٹر غلام محمد صاحب
(۳) زکیہ بنت ڈاکٹر غلام محمد صاحب
(۴) جہانگیر بٹ
(۵) محمودہ عبداللہ صاحبہ
(۶) فہمیدہ ہمشیرہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب
(۷) رشیدہ دختر حضرت مولوی صدر الدین صاحب۔
(۸) زکیہ و رضیہ دختران حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب
(۹) سلمہ بنت جناب محمد الدین جان صاحب
(۱۰) فہمیدہ بنت جناب مولوی دوست محمد صاحب
(۱۱) قمر النساء بنت ماسٹر فقیر اللہ صاحب
(۱۲) رضیہ صاحبہ بنت عبد القادر صاحب

(نوٹ) جو اور بہنیں اس امتحان میں شریک ہونا چاہیں وہ دفتر میں اطلاع بھجوا دیں۔ محترمہ بہن محمودہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی شادی ہو جانے پر وہ کوئٹہ چلی گئی ہیں اور ان کی جگہ رشیدہ بنت حضرت مولوی صدر الدین صاحب خزانچی تجویز ہوئی ہیں۔ محترمہ بہن محمودہ بیگم صاحبہ نے بطور خزانچی نہایت احسن طریق پر کام کیا۔ اور باقی دفعہ اپنا نومبر تک یعنی اخیر سال تک کا چندہ ادا کر دیا ہے۔ جزاک اللہ۔ نیز اب یہ تجویز ہوئی کہ سلسلہ نا ممکن میں ایک اسسٹنٹ خزانچی ہو۔ چنانچہ زاہدہ بنت جناب ... مولوی محمد یعقوب خان صاحب کا نام تجویز ہوا اور ان کی رضامندی دریافت کرنے پر وہ اب اسسٹنٹ خزانچی ہیں۔

خواتین دہلی کا اجتماع

(از جناب اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب)

احمدیہ انجمن خواتین اسلام کے ذریعہ خدا کے فضل سے آہستہ آہستہ تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ حال ہی میں ہم میں ایک نئی بہن نے شمولیت کی ہے جن کا نام امۃ الوحید بیگم صاحبہ ہے اور وہ ہمارے تبلیغی پروگرام میں شوق سے حصہ لے رہی ہیں۔

مورخہ ۸ ارمئی کو ہمارے مکان واقعہ بیا ڑگنج پر خواتین کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں کچھ غیر از جماعت خواتین نے بھی شوق سے حصہ لیا۔ سب سے پہلے محترمہ بیگم صاحبہ شیخ غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ لبعد ازاں ہمشیرہ سلمیہ بیگم صاحبہ نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ بھی سنایا۔ عزیزہ حمیدہ بیگم اور عزیزہ سکینہ بیگم نے نہایت خوش الحانی سے ایک نظم پڑھی۔ پھر ہمشیرہ امۃ الوحید صاحبہ نے کشتی نوح کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ لبعد ازاں میں نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا ذکر کیا اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

آئندہ جلسہ مورخہ یکم جون کو ہونا تجویز ہوا۔ جو محترمہ بیگم صاحبہ جناب مولانا عمر الدین صاحب کے مکان پر ہوگا۔

قابل توجہ خریداران پیغام صلح

ماہ مئی میں مختلف خریداران پیغام صلح کے نام مطالبہ چندہ کے خطوط لکھے گئے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ ان کے ذمہ جو چندہ واجب الادا ہے۔ وہ بھیجدیں۔ اگر آخر مئی تک رقم دفتر میں موصول نہ ہوئی یا جواب سے مطلع نہ کیا گیا۔ تو یکم جون ... سو ان مذکورہ احباب کے نام وی۔ پی روانہ ہوں گے۔ امید ہے پیغام صلح کے معزز خریداران وی۔ پی وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ اور دفتر کو مصارف ڈاک کا زیر بار نہ فرمائیں گے۔

(مینیجر)

اسلام میں جمہوریت اور مساوات

پیغمبر اسلامؐ کا اسوۂ حسنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے حسن سلوک

(خاص پیغام صلح کے لئے)

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے طرز عمل سے سرمایہ داری کے خلاف جہاد کیا اور اس کی بدولت کعبہ اور کلیسا کا جو امتیاز پیدا ہو گیا تھا اسے مٹا دیا۔ نبی کریم کی سوانح حیات پڑھنے، احادیث کا مطالعہ کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام نے دنیا کے سامنے جمہوریت اور مساوات کا جو نمونہ پیش کیا۔ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔

سرمایہ داری کے خلاف رسول اکرم صلعم کا جہاد اس بنا پر تھا کہ آپ ان لوگوں میں جو آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے وحی کی تصدیق کر چکے تھے اور قرآن اور ہدایت کی پیروی قبول کر چکے تھے۔ کامل مساوات اور اخوت دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ اسلام کا شعار ہی عدل و انصاف مہر و محبت اور کامل تعاون اور سچی مساوات تھا۔ اور اسی مستحکم اور مضبوط بنیاد پر رسول اکرمؐ صلعم نے مکّہ اور مدینہ میں اسلام کا ایوان تیار کیا اور پھر مکّہ اور مدینہ سے اسلامی پرچم مقدس ہاتھوں اور پاک دلوں کے ذریعے اڑتا ہوا آفاق عالم میں پہنچا۔ یہی تو وہ پرچم تھا۔ جس کے زیر سایہ انسانیت پھلتی پھولتی اور ترقی کرتی گئی۔

رسول اکرم صلعم نے اپنی قوم کے لئے خود ہی مثالیں قائم کر دیں۔ چنانچہ آپ کے اعمال و اخلاق، شاندار جمہوریت، سچی دلسوزی، بہترین تواضع، مہر و محبت، رحم و کرم کے بلند ترین نمونے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آپ نہ صرف اپنی قوم کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی سے پیش آتے۔ آپ خود ہی اپنے جوتے گانٹھ لیتے۔ کپڑوں میں پیوند لگا لیتے اور گھر کے کام میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹا لیتے۔ حضرت عائشہؓ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم اپنے چند صحابہ کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ صحابہ نے راستہ میں ایک بھیڑ ذبح کی۔ سب نے مل کر آپس میں کام تقسیم کر لیا۔ اور رسول اللہ صلعم کے حصہ کا کام بھی خود ہی انجام دینا چاہا۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا۔ "یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اچھا میں لکڑیاں جمع کر کے آگ جلاتا ہوں"۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اس کے لئے ہم لوگ کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تم محبت سے ایسا کرو گے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ اس کا بندہ اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں اپنے لئے کسی طرح کا امتیاز روا رکھے"۔

یہ ہے رسول اکرم صلعم کا ادب و اخلاق تہذیب انسانی کا بلند ترین نمونہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے۔ کہ اس کا بندہ اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں اپنے لئے کسی طرح کا امتیاز روا رکھے۔ کیا اس جمہوریت سے زیادہ شاندار جمہوریت اور اس مساوات سے زیادہ پاکیزہ مساوات پائی جاتی ہے کیا اس تعاون اور امداد باہمی کے جذبات سے بھری ہوئی محبت سے بڑھ کر کوئی اور چیز دلوں اور دماغوں میں ایک اور یگانگت پیدا کرنے والی ہو سکتی ہے؟ رسول اکرم صلعم نے اپنی قوم کی تعلیم و ہدایت کی غرض سے ارشاد فرمایا۔ باہمی محبت اور دلسوزی کے لحاظ سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ اگر کسی ایک عضو کو کوئی شکایت ہو جاتی ہے تو تمام اعضائے بدن اس کی وجہ سے بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور نیند حرام ہو جاتی ہے۔ جہاں تک باہمی محبت امداد و یک جہتی کی پشت پناہی شرکت عمل واجبات و فرائض اور دکھ درد میں ساجھی ہونے کا تعلق ہے۔ تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں۔ اس کے شاندار شواہد میں سے وہ واقعہ ہے جو غزوہ احزاب میں خندق کھودنے کے وقت رونما ہوا۔ قریش نے سارے کے سارے جزیرۃ العرب کو رسول اکرم کے خلاف کھڑا کر دیا۔ تمام پارٹیوں اور قبیلوں میں رسول اکرم کے خلاف جنگ کرنے کے بارے میں باہم عہد و پیمان ہو گیا۔ ان کا زبردست لشکر بارہ ہزار نوجوانوں پر مشتمل نکل آیا۔ عربوں کا اتنا بڑا لشکر اس وقت تک کبھی جمع نہیں ہوا تھا۔

اس تمام گروہ کے افراد بغض و کینہ سے بھرے ہوئے غصہ میں کھولتے ہوئے مدینہ کی تلاش میں اس غرض سے نکلتے ہیں۔ کہ اس نئے دین پر ضرب کاری لگائیں۔ وہ دین جو غلام و آقا قوی و ضعیف، امیر و غریب سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عرب کیلئے ایک ایسی نئی چیز تھی۔ جس سے وہ کبھی واقف نہ تھے۔ یہ ایسا قانون تھا۔ جس سے سرداران قریش اور جزیرۃ العرب کے سرکشوں کو اپنے اثر کے مٹنے، اپنے کبر و نخوت کے تخت الٹ جانے کا ڈر لاحق ہو گیا تھا۔ مدینہ میں رسول اکرم کے پاس طرح طرح کی دہشتناک خبریں پہنچ رہی تھیں۔ جن کی بنا پر احتیاط بیداری اور بڑی تیاری کی ضرورت تھی۔ رسول اکرمؐ نے صحابہ کو غور و فکر کرنے کیلئے جمع کیا کیونکہ مشورہ اور چھان بین اسلام کا طریقہ اور رسول کا حکم ہے۔

صحابہ دیر تک بحث و مباحثہ کرتے رہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ اسلام خطروں سے نہیں ڈرتا۔ نہ تو مسلمان لڑائی سے پریشان ہوتا ہے اور نہ کامیابی قلت و کثرت پر منحصر ہے۔ مگر عرب کے گروہ کچھ اتنی بڑی تعداد میں اور اسی قدر ساز و سامان کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے کہ شدید احتیاط اور صحیح غور و فکر کی ضرورت تھی۔

حضرت سلمان آگے بڑھے۔ یہ واضح رہے کہ اسلام میں کوئی غلام نہیں۔ جیسا خود رسول اکرم صلعم نے حضرت سلمان کے بارے میں فرمایا کہ سلمان تو ہمارے ہی گھر کے لوگوں، اہل بیت میں سے ہے۔ حضرت سلمان نے فرمایا۔ "یا رسول اللہ اہل فارس کو جب کبھی ایسی ہی صورت پیش آتی۔ تو وہ اپنے شہروں میں جمع ہو جاتے اور شہر کے چاروں طرف خندق کھود لیتے۔ یہ خندق ان شہروں کو اس طرح گھیر لیتی جس طرح کہ شہر پناہ دار السلطنت کو گھیر لیتی ہے۔ اس طرح دشمن کو حملہ کرنے اور جیتنے کا موقع نہ ملتا۔

رسول اکرم صلعم نے حضرت سلمان کے اس قول پر عمل کیا عربوں کیلئے یہ خیال بالکل نیا تھا۔ اس سے قبل ان کو اس طرح کی کسی چیز کا تجربہ نہ ہوا تھا۔ مسلمانوں کو جلدی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ قبل اس کے کہ دشمن ان پر اچانک ٹوٹ پڑے۔ وہ پوری تیاریاں کر لیں۔ پورا اسلامی لشکر خندق کھودنے میں لگا یا گیا۔ کیا رسول اکرم صلعم نے اپنے کو اس سے برتر سمجھا کہ وہ بھی ہاتھ بٹائیں۔ ہرگز نہیں آپ سب سے آگے آگے تھے۔ کدال سے خندق کھود [illegible] بلکہ آپ اپنے تمام صحابہ سے زیادہ اور محنت سے کام انجام دے رہے تھے۔

آپ خندق کھود رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ آپ برابر کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ پسینہ سے عرق عرق ہو گئے اور تھکن کی وجہ سے کانپنے لگے۔

اس طرح آپؐ نے اپنی قوم کے سامنے مساوات اور جمہوریت کی درخشاں مثال قائم کر دی۔

(بقیہ صفحہ ۲ سے)

اپنا نظام دنیا میں چلانا چاہتا ہے۔ انگلستان اور امریکہ بھی اپنا نظام دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ جب تک [illegible] میں سود خوری کا دور دورہ رہے گا۔ دنیا میں کبھی امن نہیں قائم ہو سکتا اور اہل عالم کی اقتصادی حالت کبھی سنور نہیں سکتی۔ آج قرآنی نظام دنیا میں رائج کر دو۔ سود کو حرف غلط کی طرح دنیا سے مٹا دو۔ سرمایہ اور مزدوروں کی جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ [illegible] میں مقدمہ بازیاں بند ہو جائیں گی۔ تجارتوں کے دائرے [illegible] ہو کر سلطنتوں کے لڑنے کے سامان ختم ہو جائیں گے۔ [illegible] عیش و عشرت اور فیشن کے سامانوں میں کمی آ کر دنیا میں سادگی اور کفایت شعاری عود کر آئے گی۔ اخراجات اور آمدنیوں کا توازن درست ہو جائے گا۔ حرص دنیا کی آگ ٹھنڈی ہو کر [illegible] اور خدا کی طرف لوگوں کو توجہ ہو گی۔ اور اگر یہ منظور نہیں [illegible] دلبستگیاں پیاری ہیں تو بسم اللہ۔ یہ آگ کبھی ٹھنڈی نہیں [illegible] زیادہ بھڑکے گی۔ اور ساری دنیا ایک جہنم کا نمونہ بن کر [illegible] اور بن کر اس ساری تہذیب کو خود بخود بھسم کر ڈالے گی۔

رہ گیا آپ کا یہ فرمانا کہ سود لینے والے اور دینے والے کی سزا میں فرق ہے یا نہیں۔ سو عرض ہے کہ ہر ایک گناہ کی نوعیت پر ہی سزا ہوتی ہے۔ سود لینے والا بہت بڑی سزا کا مستوجب ہے سود دینے والا کم۔ اور کاتب اور گواہ اس سے کم۔ خدا خود منصف ہے۔ اس سے ظلم کی کبھی توقع ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ خود ہر ایک کی مجبوریوں اور مشکلات کو سمجھتا ہے۔ [illegible] کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ مگر ہر کیس کی نوعیت جدا ہوتی ہے [illegible] انسان کی نیت اور ارادہ کو دخل ہوتا ہے۔ جس کو [illegible] بتانے کا کام ہے۔ اس لئے کسے سزا دے اور کسے معاف کرے یہ اس علیم و حکیم اور غفور الرحیم کا ہی کام ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱ سے)

نازل نہیں ہو گی۔ اب یہ ظاہر ہے۔ کہ موت سے مراد [illegible] موت ہی ہو سکتی ہے اسی طرح رجال سے وہی لوگ مراد ہو سکتے ہیں جنہوں نے حضرت اقدس کے سالہا سال کر خدمات [illegible] دیں اور جن پر حضرت اقدس خوش تھے۔ اب وہ وہ [illegible] لوگوں کی طرف جرأت سے روحانی موت منسوب کر [illegible]

رفتار عالم

—— **لندن** ۲۸ مئی۔ برطانی آبدوزوں نے لیبیا جانیوالے کئی جرمن جہازوں کو غرق کیا ہے۔ ان میں سے ایک جہاز ۱۸ ہزار ٹن کا تھا۔ اس میں تین ہزار سپاہی تھے۔ جن کا بڑا حصہ ڈوب گیا ۵ ہزار ٹن کا ایک تیل لے جانے والا جہاز بھی غرق ہو گیا۔ ۵ ہزار ٹن کا ایک اور جہاز اور تین ہزار ٹن کا تیل لے جانے والا جہاز بھی غرق ہو گیا ہے۔ آبدوزوں نے ان جہازوں کو تارپیڈو مار کر غرق کیا ہے۔

اطلاع ملی ہے کہ اطالیہ کا ایک جنگی جہاز بھی غرق کر دیا گیا ہے۔

—— **قاہرہ** ۲۸ مئی۔ جو برطانوی فوجیں فالوجہ کے علاقے سے دریائے فرات کو عبور کر گئی تھیں۔ وہ مزید مشرق کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ عراقی فوج اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر رہی۔ بصرہ میں بالکل امن ہے۔ آشار میں حکومت برطانیہ کے کہنے پر ایک عارضی حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ جس میں عراقی مندوبین لئے گئے ہیں۔ برطانیہ نے عراقیوں پر واضح کر دیا ہے کہ برطانیہ عراق پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا وہ صرف معاہدے کی مراعات کو منوانے کے لئے جنگ لڑ رہا ہے بصرہ میں تجارتی کاروبار ہو رہا ہے۔ سید جمیل المدفاتی سابق وزیر اعظم عراق پہنچ گئے ہیں۔ امید ہے کہ عارضی حکومت کے متعلق ان کی خدمات بے حد مفید ثابت ہوں گی۔ جنرل نوری پاشا بھی قیام امن کے لئے امداد دے رہے ہیں۔

—— **قاہرہ** ۲۸ مئی۔ شمالی افریقہ کی جنگوں کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ برطانوی فوج سولم کے علاقے سے پھر پسپا ہونے پر مجبور ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ سولم ایک دفعہ پھر جرمن فوج کے قبضہ میں آ چکا ہو۔ اس علاقے میں کئی دفعہ اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آئے برطانوی فوج کو کئی دفعہ ہٹنا پڑا۔ مگر پھر اس نے دشمن کو ہٹا کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ اب پھر جرمن فوج غالباً اس پر قابض ہو گئی ہے مابعد کی اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی فوج عارضی طور پر درہ صلفایہ سے بھی پسپا ہو گئی ہے۔ دوسرے محاذوں پر برطانوی فوج گشت کر رہی ہے اور دشمن کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ طبروق کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ برطانوی طیارے دشمن پر شدید بمباری کر رہے ہیں

—— **قاہرہ** ۲۸ مئی۔ اطلاع ملی ہے کہ اطالوی جرنیل کا یارانی نے ابی سینیا کے علاقے میں ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ یہ جرنیل اطالیہ کے چھبیسویں ڈویژن کی کمان کر رہا تھا۔ قاہرہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ ۳۱۴ اطالوی افسر ۱۹۰۶ اطالوی سپاہی اور ۲۵۹۰ دیسی فوج کے سپاہی گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ نکیمپی کے علاقے میں بھی برطانوی فوج کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ برطانی طیارے باقی ماندہ اطالوی فوج پر شدید گولہ باری کر رہے ہیں۔ جنوبی افریقہ کی فوج اور بہت سے ہوائی جہاز بھی برطانوی فوج کی امداد کر رہے ہیں۔

—— **واشنگٹن** ۲۸ مئی۔ مسٹر روزویلٹ نے اپنی تاریخی تقریر میں واضح طور پر یہ اعلان کر دیا ہے۔ امریکہ ہر حالت میں برطانیہ تک جنگی سامان پہنچائے گا۔ امریکہ نازیوں کو کسی ایسی جگہ پر قابض نہیں ہونے دیگا۔ جو امریکہ کے لئے خطرناک مقصود ہو۔ نازیوں کے آبدوز مار جہاز اٹلانٹک میں بے شمار جہاز غرق کر رہے ہیں۔ اس وقت اتنے جہاز سمندر میں غرق ہو رہے ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ مل کر بھی ان کی تلافی نہیں کر سکتے۔ نازیوں کا مطلب یہ ہے کہ ہسپانیہ اور پرتگال کو فتح کر کے شمالی افریقہ اور بحیرہ روم پر قابض ہو جائیں۔ اور پھر اٹلانٹک بحر ہند اور بحر الکاہل کے راستے امریکہ کو گھیر لیں۔ مگر ہٹلر کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہونے دی جائے گی۔ برٹش یونائیٹڈ پریس کا بیان ہے کہ مسٹر روزویلٹ کا یہ اعلان، اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

—— **قاہرہ** ۲۸ مئی۔ فوجی حلقوں میں کریٹ کی جنگ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ملیمی اور کینیا کے درمیان میدان میں دو مقامات پر شدید جنگ ہو رہی ہے۔ جرمن فوجیں ابھی تک ملیمی پر اتر رہی ہیں اور حالات مخدوش ہو چکے ہیں۔

—— **یروشلم** ۲۸ مئی۔ سلطان ابن سعود کے اس بیان نے کہ عرب ممالک کیلئے برطانیہ کی مدد کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تمام عربوں کو بے حد متاثر کیا ہے۔ عراق میں جرمنوں کی اور ان کے ایجنٹ رشید عالی کی ناکامی میں بہت حد تک سلطان ابن سعود کے اس بیان کو دخل ہے۔ شام کے عربوں نے بھی اب کھلم کھلا اس بات پر اظہار اطمینان کرنا شروع کر دیا ہے۔

—— **لندن** ۲۸ مئی۔ اطلاع ملی ہے کہ چند روز پیشتر لندن پر جو بمباری ہوئی تھی۔ اس میں چند اہم تاریخی عمارتیں تباہ ہو گئی تھیں ایک بہت پرانے گرجا میں چھ سات گھنٹے تک آگ لگی رہی۔ اسی طرح گرجے کے باہر دوسری تاریخی عمارتوں کو بھی نقصان پہنچا۔ ایک لائبریری اور ایک ریڈنگ روم بھی تباہ ہو چکے ہیں۔ ایک چھٹی صدی کی لائبریری بھی تباہ ہو گئی ہے۔ جس کی ۲۰ ہزار کتابیں بالکل جل چکی ہیں۔

—— **لاہور** ۲۸ مئی۔ سنگھ پورہ سے جو لاہور کے نواح میں ہے پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان تصادم کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فعلپورہ پولیس کی ایک پارٹی نے نصف رات کے قریب باغبانپورہ کے قریب ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔ پولیس کو اطلاع ملی کہ سنگھ پورہ میں ایک متمول سکھ کے مکان میں ڈاکو گھسے ہوئے ہیں پبلک کے کئی آدمی وہاں پہلے ہی موجود تھے۔ پولیس بھی پہنچ گئی۔ طرفین میں مقابلہ ہو گیا۔ سب انسپکٹر نے ریوالور سے فائر کئے۔ جس سے ایک ڈاکو ہلاک ہو گیا۔ پبلک اور پولیس کے چار پانچ آدمی لاٹھیوں وغیرہ سے خفیف زخمی ہوئے۔ مزید دو ڈاکو لاٹھیوں سے زخمی ہو کر بھاگ گئے۔ پولیس نے ڈاکوؤں کا تعاقب کیا اور دو زخمی ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا۔

—— **شملہ** ۲۸ مئی۔ آج بعد دوپہر مال روڈ پر جو شملہ کا اہم تجارتی مرکز ہے میونسپل بلڈنگس کے عین بالمقابل دو دکانوں کی ایک قطار میں آگ لگ گئی جس سے چار دکانوں کو نقصان پہنچا ہے۔ چار فائر انجن ڈیڑھ گھنٹہ تک آگ بجھانے میں مصروف رہے کل نقصان کا اندازہ پچیس ہزار کے قریب لگایا جاتا ہے۔ یونائیٹڈ پریس کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ مال روڈ کی ان دکانوں میں آگ ایک بائلر پھٹنے کی وجہ سے لگی اور اس کے نتیجے کے طور پر گیارہ کے قریب آدمی مجروح ہوئے۔ کل نقصان کا اندازہ ۷۰ ہزار کے قریب لگایا جاتا ہے۔ آگ پر ایک گھنٹہ کے بعد کنٹرول کر لیا گیا

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ مجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی محمد حسین ولد رمضان ذات ارائیں سکنہ رائے پور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کے لئے یوم مؤرخہ ۱۴/۶/۴۱ مقرر کیا ہے۔ لہذا جملہ مذکور محمد حسین کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں

مؤرخہ ۱۰/۵/۴۱

دستخط

چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

کریٹ پر ایک رات میں ۱۸۰۰ جرمن مارے گئے

قاہرہ ۲۸ مئی۔ کریٹ میں جنگ کے پہلے دو دنوں کے متعلق ایک بیان میں یہ حقیقت منکشف کی گئی ہے کہ پہلی رات ہوائی چھتریوں سے اترنے والے ۱۸۰۰ جرمن موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جن کی لاشیں سمندر میں گریں۔ وہ اس تعداد میں شامل نہیں۔ جرمن طیاروں کے پرے یکے بعد دیگرے آتے اور جرمن سپاہیوں کو گراتے۔ ان میں سے اکثر کی ہوائی چھتریاں کھل نہ سکیں اور وہ زمین پر گرتے ہی ہلاک ہو گئے۔ اس دن سے لگاتار دن اور رات جرمن طیارے اپنے سپاہیوں کو اتارنے اور اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یونانی برطانوی اور نیوزی لینڈ کی فوجیں مسلسل کئی دنوں ان کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ جرمن ہوائی جہازوں نے مشین گنوں سے گولہ باری سے انہیں منتشر کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً اوقات یہ جرمن ہوائی جہاز خود برطانوی سپاہیوں کی گولہ باری کا شکار ہو گئے۔ ابتدائی حملوں میں جرمنوں نے چند اہم ناکوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب کوئی جرمن باقی نہیں۔ یہ جرمن یا تو مارے گئے۔ یا گرفتار کر لئے گئے۔ انہیں گرفتار کرنے میں کریٹ کے باشندوں نے جو علاقہ کے چپے چپے سے واقف ہیں۔ برطانوی فوج کی امداد کی۔

فوجی ماہرین کا بیان ہے کہ کریٹ پر ہٹلر کا حملہ برطانیہ پر حملہ کرنے کے لئے آزمائش ہے اور اس آزمائش میں وہ اپنے تمام اور ہر طرح کے وسائل استعمال کر رہا ہے۔ اب صرف زہریلی گیس اور ٹینک استعمال کرنے باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے باقی تمام وسائل ناکام ہو چکے ہیں۔ ہوائی حملے ہوائی چھتریوں سے فوجیں اتارنے اور بحری جہازوں سے فوج اتارنے میں اسے بری طرح ناکامی ہوئی ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اَلصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے (لعہ)
طلباء سے
سالانہ - چار روپے (لعہ)
ممالک غیر سے
سالانہ - پندرہ شلنگ

ایڈیٹر
ایس محمد آصف بی۔اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ — لاہور - یوم چہار شنبہ مطبوعہ، جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۴ جون سنہ ۱۹۴۱ء — نمبر ۳۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن اور انجیل کا خدا

اب اس تمام تحقیقات سے انجیل کی دعا اور قرآن کی دعا میں فرق ظاہر ہوگیا کہ انجیل تو خدا کی بادشاہت آنے کا ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم میں موجود ہے نہ صرف موجود بلکہ عملی طور پر تم پر فیض بھی جاری ہیں۔ غرض انجیل میں تو ایک وعدہ ہی ہے۔ مگر قرآن نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اس کے فیوض کو دکھلا رہا ہے۔ اب قرآن کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی دنیا میں راستبازوں کا منجی اور آرام دہ ہے۔ اور کوئی نفس اس کے فیض سے خالی نہیں بلکہ ہر ایک نفس پر حسب اس کے ربوبیت رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے مگر انجیل اس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی اس کی بادشاہت دنیا میں نہیں آئی۔ صرف وعدہ ہے۔ اب سوچ لو کہ عقل کس کو قابل پیروی سمجھتی ہے۔ حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے ؎

مرید پیر مغانم ز من مرنج اے شیخ ٭ چرا کہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد

اور انجیلوں میں حلیموں۔ غریبوں۔ مسکینوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اور نیز ان کی تعریف سنائی جاتی ہے جو مقابلہ نہیں کرتے۔ مگر قرآن صرف یہی نہیں کہتا کہ تم ہر وقت مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ کہتا ہے کہ حلم اور مسکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا ہے۔ مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو برا ہے۔ پس تم محل اور موقع کو دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقع کے برخلاف ہے ٭

(کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۳ جون کی رات کو ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ آئندہ حضرت امیر سے خط و کتابت کا پتہ حسب ذیل ہوگا۔

دارالسلام ڈلہوزی

—— جناب مرزا مظفر بیگ صاحب داروغہ سینیٹیشن رسالہ کے صاحبزادہ موجودہ جنگ کے سلسلہ میں بیرون ہند گئے ہیں۔ ان کی عافیت اور سلامتی کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں حفاظت سے واپس لائے۔

—— مسلم ہائی سکول لاہور کے میٹرک کے شاندار نتیجہ کا اثر سکول کے داخلہ پر پڑا ہے اور بالائی کلاسوں میں لڑکے اچھی تعداد میں داخل ہو رہے ہیں۔

—— چوہدری محمد سعید صاحب ٹھیکیدار راولپنڈی سے بدل کر قلعہ شیخوپورہ تشریف لے آئے ہیں۔

—— "مسیح موعود نمبر" کاغذ کی گرانی کی وجہ سے بہت قلیل تعداد میں چھپوایا گیا تھا۔ اس کی تھوڑی سی کاپیاں باقی ہیں باقی سب فروخت ہو چکی ہیں جو دوست منگوانا چاہیں انہیں بہت جلد آرڈر روانہ کر دینے چاہئیں۔

—— جماعت کے بعض دوست بیمار اور مالی مشکلات میں گرفتار ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

بیرونی جماعتوں کے جلسوں اور ماہانہ تبلیغی پروگرام سے متعلقہ رپورٹیں باقاعدہ مرکز میں بھجوانی چاہئیں

یوم وصال حضرت مسیح موعود

جلسہ جماعت احمدیہ دہلی

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

۲۶ مئی ۱۹۶۱ء بروز پیر کمپنی باغ متصل ہارڈنگ لائبریری محمد علی پارک میں حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کی تقریب پر ایک عظیم الشان اسلامی جلسہ ہوا جس میں حضرت اقدس کی اسلامی خدمات پر اور آپ کی بعثت کی غرض و غایت پر بصیرت افروز تقریریں لاؤڈ سپیکر پر ہوئیں۔

اس جلسہ کی صدارت کے لئے جناب محترم و مکرم حاجی الحرمین الشریفین خان علی احمد خاں صاحب انجنیئر منتخب ہوئے۔ یہ بزرگ حال ہی میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خدا کے فضل سے شریک ہوئے ہیں ہمارے پچھلے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ معہ اہل و عیال تمام تقریروں میں موجود رہے اور بڑی دلچسپی کا اظہار فرماتے تھے۔ سید اختر حسین شاہ صاحب کی تقریروں سے بہت متاثر ہوئے۔ اگرچہ پہلے بھی یہ سلسلہ عالیہ کی خدمات اسلامی کے معترف تھے۔ مگر ہمارے جلسہ کے موقع پر آپ کو خدا تعالیٰ نے اس طرف بہت زیادہ منجذب کیا۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ داخل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہو گئے۔

آپ بہت بڑے قابل انجنیئر ہیں اور سرکاری ملازمت میں بڑے بڑے ممتاز عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ ایران، عراق، شام اور عرب میں آپ کی عمر کا اکثر حصہ گذرا۔ آپ کی بیوی ایک عرب خاتون ہیں۔ اور آپ اور آپ کے اہل و عیال عربی میں بے تکلف گفتگو کرتے ہیں اور سب کے سب بڑے با اخلاق ہیں۔

آپ نے فرائض صدارت کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا آپ نے ۲ بجے شام سے رات کے گیارہ بجے تک تمام جلسہ کی صدارت کی اور ایک صدارتی خطبہ بھی دیا جس کا ملخص حسب ذیل ہے:۔

صاحبان! آج جس عظیم المرتبت انسان کامل کی یادگار میں یہ جلسہ ہو رہا ہے۔ وہ اس زمانہ کا مجدد اعظم ہے۔ اور

Greatest Reformer

ہے اس مجدد اعظم نے جس کا اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد ہے اسلام کے لئے دو بہت عظیم الشان کام کئے ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اول یہ کہ ایک ایسی جماعت قائم کی ہے جس کا مقصد وحید اسلام کی خدمت، قرآن و حدیث کی اشاعت اور دنیا پر اسلام کی برتری کو قائم کرنا ہے اور دوست و دشمن اس کے معترف ہو چکے ہیں کہ جو کام غلبہ اسلام کے لئے دور حاضر میں حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے کیا ہے۔ اس کی نظیر اور جگہ نہیں پائی جاتی۔ آریہ اور عیسائی مذہب کو اسلام کے سامنے ایسا نیچا دکھایا ہے کہ وہ کبھی اسلام کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ جو علم کلام مجددانہ رنگ میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ نے پیش کیا ہے وہ حق ہے اور باطل اس کے مقابل ٹھہر سکتا ہی نہیں۔ دوسرا عظیم الشان کام جو اس مجدد اعظم نے کیا ہے وہ کسر صلیب ہے یعنی مذہب نصاریٰ کو دلائل عقلی و نقلی سے ایسا باطل کیا ہے کہ صلیب کے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ مسلمان جو غلطی سے حیات مسیح کے قائل تھے۔ وہ بھی اب اس غلطی کو محسوس کرتے ہیں۔ اور اب وفات عیسیٰ کا خیال غالب آچکا ہے۔ مذہب نصاریٰ کی موت اور اسلام کی حیات لازم و ملزوم ہیں۔

تمام ممالک میں اس چھوٹی سی جماعت نے مشن قائم کر لئے ہیں اور تمام ممالک میں اسلامی لٹریچر جو موجودہ زمانہ کے زہر کے لئے تریاق ہے مختلف زبانوں میں پھیلا دیا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ عرب، ایران، فلسطین، عراق و شام وغیرہ میں جب کبھی میں نے حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ دلائل کو وفات مسیح کے ثابت کرنے کے لئے پیش کیا تو علماء سب کے سب خاموش ہو گئے ہمارا فرض ہے کہ ہم تعصب سے دور رہ کر اس قوم کے بانی اور اس کی جماعت کے کارناموں کو صحیح نقطہ نگاہ سے دیکھیں اور ان کے شکر گزار ہوں کہ عین ضرورت کے وقت یہ جماعت حفاظت اسلام کے لئے اپنے جان و مال سے مجاہدہ کر رہی ہے اور کوئی دوسری اسلامی جماعت اس میدان میں ان کے برابر تو کیا آدھی بھی نہیں اترتی۔ یہ آنحضرت کا فرمان عالی ہے کہ

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

پس مسلمانوں کو کفران نعمت کی بجائے شکر کرنا چاہئیے۔

وفات عیسیٰ کا سوال بظاہر تو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ یہ بہت مہتم بالشان مسئلہ ہے کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں تو پھر نزول عیسیٰ اور نزول عیسیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام مسائل آسانی سے حل ہو جاتے ہیں اور مسیح علیہ السلام کی طبعی موت کے ثبوت کے ساتھ ہی صلیبی مذہب پر موت آجاتی ہے اور شرک کی ایک سب سے بڑی عمارت دھم سے زمین پر آجاتی ہے۔ غرض وفات عیسیٰ میں حیات اسلام کا راز مخفی ہے۔ جسے حضرت مرزا صاحب نے آفتاب نصف النہار کی طرح نمایاں کر دیا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس قدر تبلیغ اسلام کیلئے کوشش کی کہ آئندہ کیلئے تمام ممالک غیر میں نشر و اشاعت اسلام کیلئے ایک زبردست مشن اپنے پیچھے چھوڑا۔ اور آپ کی کوشش آپ کی زندگی میں ہی بارور ہوئی۔ اور آپ کے بعد بھی اس کے ثمرات شیریں ہر طرف نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی مقتدر ہستیاں حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ اور ہوتی جا رہی ہیں اور ہوتی جائیں گی۔ اور یہ سب نتیجہ ہے۔ آپ کی اس مقناطیسی قوت کا جو روحانی طور پر آپ میں قدرت نے ودیعت کی تھی۔ جس کا معترف ہر واقف حال ہے۔ آپ کے مخالفوں نے بھی آپ کی صداقت پر شہادت دی ہے۔

اس صدارتی خطبہ سے پہلے راقم الحروف کی ایک تقریر ہوئی اور اس کے بعد مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے دو گھنٹہ کے قریب لیکچر دیا جس کا موضوع مسیح موعود کی اسلامی خدمات اور موجودہ مصائب سے بچانے کے لئے مسیح موعود کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت تھی۔ یہ مضمون بہت پر زور تھا مضمون بلحاظ منقول و معقول بہت اعلیٰ مضمون تھا اور اس قابل ہے کہ اسے ٹریکٹ کی صورت میں لکھوا شائع کیا جائے تاکہ دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ والسلام

تمام لوگ جو حضرت مسیح موعود کے منکر ہیں۔ انہیں بھی سمجھ آجانی چاہئیے کہ احیائے اسلام کیلئے واقعی حضرت مرزا صاحب مجدد اعظم ہیں اور آپ کا کام نہ صرف فتنہ یاجوج و ماجوج کا علاج اور دجال کے قتل کا ذریعہ ہے بلکہ کسب خیر کے لحاظ سے آپ ہی وہ موعود مہدی ہیں جن کا آنا آیہ و آخرین منہم کے لحاظ سے آخری زمانہ کے لئے ازل سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ جو پورا ہوا اور ایمان کو دوبارہ ثریا سے واپس لایا گیا اور دنیا کو زندہ خدا اور زندہ نبی کا چہرہ دکھایا گیا۔ اور زندہ کتاب اور زندہ اسلام پیش کیا گیا۔ اور خدا نے آپ کو تمام مذاہب عالم پر دلائل و براہین ساطعہ کے ساتھ فتح اور غلبہ عطا فرمایا۔ اور تمام عالم میں ایک تحریک کام کر رہی ہے جو مستعد دلوں کو اس غلام احمد کی طرف کھینچ کر لا رہی ہے۔

مولانا کی تقریر اس دعا پر ختم ہوئی کہ خدا تعالیٰ تمام لوگوں کو سچے مسلمان بنائے۔

جماعت دہلی کے جلسہ یوم وصال کا تذکرہ
مشہور انگریزی اخبارات سٹیٹسمین اور ہندوستان ٹائمز میں

ترجمہ

(۱)
احمدیہ جلسہ میں مولانا کی تقریر۔ مسلمانوں سے اپیل

حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی تحریک احمدیت کے تینتیسویں یوم وفات کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا سید اختر حسین گیلانی نے کہا:۔ "پاکستان ہی مسلمانوں کو آئندہ مصائب سے نہیں بچا سکتا۔ بلکہ اس کیلئے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک زندہ ایمان کی ضرورت ہے۔ مولانا نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ فروعی اختلافات کو ختم کر کے اسلام کے جھنڈے کے گرد جمع ہو جائیں اور اپنی ہمسایہ اقوام سے امن و امان کا طریق اختیار کریں"۔ (سٹیٹسمین دہلی ۲۸ مئی ۱۹۶۱ء صفحہ ۴ - کالم ۶)

(۲)
امن و سلامتی کی طرف دعوت

حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی تحریک احمدیت کے تینتیسویں یوم وفات پر پیر کی شب کو ½ ۸ بجے گاندھی گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا سید اختر حسین گیلانی نے جو جماعت احمدیہ کے سرکردہ عالم ہیں فرمایا "پاکستان ہی مسلمانوں کو آئندہ خطرات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ اس کے لئے قرآن مجید اور حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر زندہ ایمان کی ضرورت ہے۔ دوران تقریر میں مولانا نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی ان تمام مساعی کو جو آپ نے احیاء اسلام کے سلسلہ میں کیں۔ بالتفصیل بیان کیا اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ فروعی اختلافات کو چھوڑ کر اسلام کے جھنڈے کے گرد جمع ہوں اور اپنی ہمسایہ اقوام سے امن و امان کا طریق اختیار کریں۔ یہ جلسہ الحاج علی احمد خاں صاحب انجنیئر کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اور ۱۱ بجے شب برخاست ہوا۔

(ہندوستان ٹائمز دہلی ۲۸ مئی ۱۹۶۱ء صفحہ ۳ کالم ۲)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ، جمادی الاول ۱۳۶ سنہ ھ | نمبر ۳۳

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور معاصر الفضل

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا بلند مقام

پیغام صلح کا ایک مضمون اور معاصر الفضل

پیغام صلح مؤرخہ ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون "صداقت مسیح موعود کے دو نشان" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کو پیش کیا گیا تھا۔ اس مذکورہ مضمون کے متعلق معاصر الفضل رقمطراز ہے:۔

"جناب مولوی محمد علی صاحب کی شان کی بلندی اور ان کے حق پر ہونے کے متعلق حال ہی میں پیغام صلح نے اگر ایک پرانا مضمون نقل نہیں کیا تو سابقہ پیش کردہ حوالوں کو دہرایا ضرور ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

ہمیں معاصر مذکور کی طرز نگارش پر حیرت ہے ابھی چند دن ہوئے معاصر الفضل نے ایک غلط حوالہ کے اندراج پر ایک ایسا بیان دیا تھا جس سے یہ ترشح ہوتا تھا کہ جھوٹ اگر دو دفعہ بولا جائے تو سچ ہو جاتا ہے اور اب مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف سے حوالے نقل کئے جائیں یا دہرائے جائیں تو مضمون پرانا ہو جاتا ہے۔ اگر مضمون کے نئے اور پرانے ہونے کا یہی معیار ہے تو وہ سب مضامین پامال اور پرانے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالوں کو درج کیا جاتا ہے اور اس سے معاصر الفضل کے "بلند پایہ" مضامین بھی مستثنےٰ نہیں۔ خیر ان بوالعجبیوں کے ہم خوگر ہیں۔ قادیانی صحیفہ نگاروں کا قلم یونہی "جولانیاں" دکھایا کرتا ہے۔ اب حوالوں کے ایک دفعہ بھی سامنے آنے سے معاصر الفضل کو گھبراہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ لیکن ہمارے معاصر پر روشن ہونا چاہئیے کہ ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت لاہور کے متعلق جتنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات، کشوف اور رویا ہیں ان کا اعادہ اتنی دفعہ کرنا چاہتے ہیں حتّٰی کہ جماعت قادیان کے ہر ایک فرد کے قلب و دماغ میں وہ الہامات اور کشوف گھر کر جائیں۔ اور انہیں معلوم ہو جائے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت احمدیہ لاہور کا مقام سلسلہ عالیہ احمدیہ میں کتنا بلند ہے۔ اور اب تک انہیں کتنا اندھیرے میں رکھا گیا ہے اور ان کے متعلق کتنی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔

حقیقت کا شعور

ہمیں اس حقیقت کا اچھی طرح شعور ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اتنے بلند پایہ اور سریع الاثر ہیں کہ اگر ان کا عشر عشیر حصہ بھی جماعت قادیان کے پاس ہوتا۔ تو معلوم نہیں کتنی دفعہ ان کا اعادہ ہو چکا ہوتا۔ آج جبکہ اصحاب قادیان اس نعمت سے تہی دامن ہیں تو زمین و آسمان کے قلابے ملے ہوئے ہیں۔ تو جب کچھ ہوتا تو معلوم نہیں کیا ہوتا؟ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کوئی معمولی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایسے حقائق ہیں جن سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور ایک مرد حق پرست کے قلب کو اتنی تقویت پہنچتی ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی۔ کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا۔ جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مسیح موعود کا ارشاد پورا ہُوا

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد حرف بحرف پورا نہیں ہُوا؟ کیا حضرت ممدوح نے خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی نہیں کی۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے نہیں دکھائے۔ جو پیروی کے لائق ہوں۔ معاصر الفضل میں اگر ہمت ہے تو حقائق اور دلائل سے اس کا انکار کرے معاصر الفضل نے لکھا ہے کہ یہ محض ایک حسن ظنی تھی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک بین حقیقت ہے جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ طاعون والا واقعہ جو پیغام صلح مؤرخہ ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء میں درج ہُوا ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر آپ کو طاعون ہو گئی۔ تو پھر میں جھوٹا ہوں۔ اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے"

کتنا بلند مقام ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہم کہتے ہیں کہ وہ قلم شل کیوں نہیں ہو جاتا جو اس بیان کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے یا اس پر پردہ ڈالنے کی سعی کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ حضرت ممدوح کے متعلق ایک جگہ اور فرماتے ہیں:۔

"میں اس مدت میں یعنی جب سے وہ (یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب۔ ناقل) میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کے رو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع، باحیا، نیک۔ اندرون پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے"

معاصر الفضل کہتا ہے کہ یہ محض حسن ظنی تھی۔ اور ہے ہمیں بھی تو علم ہو اس سوئے ظنی کا جو خدا کے مامور کے مقابلہ میں مدیر الفضل کے قلب میں ہے۔ آخر وہ کیوں اس "گنج گراں مایہ" سے احمدی نسلوں کو محروم کئے ہوئے ہیں؟

معاصر الفضل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی نقل کیا ہے۔ الہام درج ذیل ہے:۔

" مولوی محمد علی صاحب کو رویا میں دیکھا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"

اس الہام کے متعلق معاصر الفضل رقمطراز ہے:۔

"اس رویا سے جہاں یہ ظاہر ہے کہ ایک وقت مولوی محمد علی صاحب صالح تھے اور اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو "جوان صالح" لکھا۔ اور پھر "نیک ارادہ رکھتے تھے" اس لئے ان کے متعلق یہ امید ظاہر فرمائی کہ "جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور تقوےٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ گویا یہ مستقبل کے متعلق نیک امیدیں تھیں۔ وہاں اس رویا سے یہ بھی ثابت ہے کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی مولوی محمد علی صاحب پر وہ وقت آ گیا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ صفات پیدا کرنے کی بجائے ان کی حالت ان الفاظ کی مصداق بن گئی کہ "آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے" گویا یہ زمانہ ماضی کی بات تھی۔ پھر یہ حالت ہو گئی کہ جناب مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہتے۔ بلکہ آپ سے دور بھاگتے ہیں۔ اس وجہ سے انہیں کہا جا رہا ہے۔ کہ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"

اس الہام کی تشریح واقعات کی روشنی میں کرنی چاہئیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا "جوان صالح خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقوےٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا۔ جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے" ظاہر ہے کہ ثابت قدم رہنے کا موقع وہی ہوتا ہے جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ جن سے قدم ڈگمگا جائیں۔ اور یہ وہی وقت تھا جبکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اختلاف رونما ہُوا۔ اس وقت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے صالح ہونے کا ثبوت دیا اور اپنے نیک ارادے کو ظاہر کیا۔ یعنی جماعت قادیان کو عقائد باطلہ سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کی اور انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کئے ہوئے نظام کو برقرار رکھنے کی سعی فرمائی۔ لیکن اصحاب قادیان نے ان نمونوں کی پیروی نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کارناموں کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ممدوح کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آئیے ہمارے پاس بیٹھ جائیے۔ یقیناً اس کارہائے نمایاں سے آپ کا مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ہے اور ان غالیوں میں نہیں جنہوں نے غلو کیا اور مورد عتاب ہوئے۔ خدا معاصر الفضل کو بصیرت عطا فرمائے۔ اور وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مقام کو سمجھ سکے۔ **الحق**

سنگ "خارا" کی تنظیم کا نصب العین مذہب نہیں ہو سکتا

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

تنظیم اور نصب العین

ہر ایک قوم کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں تنظیم ہو لیکن یہ بھی سچ ہے۔ کہ کسی تنظیم کے اچھا یا بُرا ہونے کا فیصلہ اس کے نصب العین پر منحصر ہے۔ اگر نصب العین اعلیٰ ہے تو وہ تنظیم مستحسن ہے اور اگر نصب العین ادنیٰ یا بُرا ہے تو وہ تنظیم مذموم ہے مثلاً ڈاکوؤں کی جماعت بھی ایک تنظیم رکھتی ہے۔ چونکہ ان کا نصب العین بُرا ہے۔ اس لئے وہ تنظیم ایک مذموم امر ہے۔ گویا جو تنظیم نوع انسان کے لئے مفید ہے، وہ مستحسن ہے اور جو مضر ہے وہ مذموم ہے۔

اسلام نے ایک تنظیم قائم کی

اسلام نے بھی دنیا میں ایک تنظیم قائم کی اور وہ یہ تھی۔ کہ خدائے واحد کو اپنا معبود و محبوب، مقصود و مطلوب مان کر تمام نوع انسان کو بلا کسی تفریق و تمیز رنگ و قومیت کے اخوت و مساوات کے سلسلہ میں منسلک کر کے ان میں ایک زبردست اتحاد و محبت پیدا کر دیا جائے۔ اور دل و دماغ اور ضمیر کو پوری آزادی دی جائے ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر عظیم الشان اور مفید تنظیم ہو نہیں سکتی کیونکہ اس سے بڑھ کر بلند نصب العین ہو نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے بھی جب مسلمانوں میں تشتت و افتراق دیکھا تو ایک تنظیم قائم کی اور اس کا نصب العین خدمت و حفاظت و اشاعت اسلام رکھا۔ تنظیم احمدی جماعت کی شکل میں دنیا میں رونما ہوئی۔ آپ کو اسلام کے اصولوں کی صداقت اور معقولیت پر اتنا یقین تھا کہ آپ نے اشاعت اسلام کے لئے فقط اتنا ہی ضروری سمجھا کہ ان اصولوں کو غیر اقوام تک پہنچا دیا جائے کیونکہ حق اور حکمت اپنے اندر اتنی قوت رکھتی ہے کہ وہ قلوب کو اپنی صداقت سے مسخر کر لیتی ہے۔ اس کے لئے کسی سیاست اور حکومت کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تنظیم کا نصب العین کس قدر بلند ہے۔ کیونکہ درحقیقت وہ تنظیم اسلام کو ہی دنیا میں قائم کرنے کے لئے وجود میں آئی ہے

جناب میاں محمود احمد صاحب کی تنظیم

آج ہماری نظروں کے سامنے ایک اور تنظیم بھی ہے۔ اور وہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی پیدا کردہ تنظیم ہے۔ اس کا نصب العین بیان تو یہی کیا جاتا ہے کہ اشاعت اسلام۔ لیکن نظر اس کے برعکس آتا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلا کارنامہ جو اس تنظیم کے ذریعہ عمل میں آیا۔ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر ہے گویا اس عالمگیر تنظیم کو جو اسلام کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوئی تھی۔ اس محمودی تنظیم نے اکھیڑ کر پھینک دیا اور اس کی جگہ ایک اپنی نئی تنظیم پیش کی۔ اس نئی تنظیم میں کیا نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ خدائے واحد کی پرستش کی بجائے ایک انسان کی جسے خلیفہ کہتے ہیں پرستش کرو انسان پرستی کی جو تعریف قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ تو یہی ہے کہ جب ایک انسان کسی چیز کو حلال کہدے تو اسے حلال مان لیا جائے اور جسے حرام کہدے اسے حرام مان لیا جائے اور خود اپنے علم اور عقل اور فکر سے کام نہ لیا جائے اور خدا اور رسول کے احکام میں غور نہ کیا جائے۔ بالکل یہی کیفیت اس محمودی تنظیم میں ہے۔ خلیفہ جسے حلال کہدے وہ حلال ہے اور جسے حرام کہدے وہ حرام ہے اور اپنے علم و عقل و فکر سے کام لینے اور خدا و رسول کے احکام میں غور کرنے کی اجازت نہیں۔ بارہا محمودی گزٹ اخبار الفضل میں جماعت کو مخاطب کر کے نہایت تعریفی الفاظ میں بڑے فخر سے یہ اعلان ہوتا رہا ہے کہ تم وہ قوم ہو جس نے اپنا ایمان، اپنی عقل سب خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے نذر کر دی۔ خود خلافت مآب میاں محمود احمد صاحب نے اعلان کیا کہ مجھ پر سچے اعتراضات کرنے والا بھی مستوجب عذاب الہٰی ہے۔

قرآن کریم کی مشہور آیت

قرآن کریم کی اس مشہور آیت فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول کی جس میں یہ صریح ارشاد ہے کہ اگر اولی الامر اور دوسرے لوگوں میں کسی مسئلہ میں تنازعہ اور اختلاف ہو جائے۔ تو اسے خدا و رسول یعنی قرآن و حدیث کی طرف پھیرو یعنی آخری عدالت اپیل قانون شریعت کی ہے۔ جس کے سامنے خلیفہ اور عامی آدمی سب یکساں جوابدہ ہیں۔ جو فیصلہ قانون دیگا۔ وہی صحیح ہوگا اور اس معاملہ میں خلیفہ کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اطاعت قانون کی ہوا کرتی ہے نہ کہ کسی انسان کی خود آرائی کی۔ مگر اس آیت کی یہ نالائق اور دور از کار تاویل کی گئی۔ کہ اگر خلیفہ کا کوئی فعل خلاف شریعت نظر آئے تب بھی دم نہ مارو اور خلیفہ کی اطاعت کئے جاؤ۔ قیامت میں اللہ اور رسول خلیفہ صاحب سے خود کچھ کر لیں گے۔ اور آپس کے مشورہ سے دنیا کی بگڑی کو آخرت میں سنوار لیں گے۔ کیا اس سے بڑھ کر بڑی انسان پرستی کی مثال کوئی اور در کار ہے؟

انسان پرستی کا نتیجہ

اس انسان پرستی کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہی کہ جماعت میں ایک غلامانہ ذہنیت پیدا کی جائے۔ گویا اسلام نے جو حریت اور مساوات پر اپنی تنظیم کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کو توڑ کر اس نئی تنظیم کی بنیاد غلامی پر رکھی گئی۔ اور غلامی بھی بدترین قسم کی یعنی ذہنی اور ایمانی غلامی۔ جب ایک انسان کسی معاملہ دینی و دنیوی میں اپنے غور و فکر اور عقل سے کام نہیں لے سکتا۔ بلکہ اپنے علم اور عقل کے خلاف خلیفہ صاحب کے ایک غلط حکم کو بھی تیتی کی طرح نگلنے کے لئے مجبور ہے۔ تو اس سے بڑھ کر دل و دماغ کی غلامی اور کیا ہو سکتی ہے گویا لا اکراہ فی الدین کا حکم منسوخ ہو گیا۔ ایک امر کو کوئی شخص دین نہیں سمجھتا۔ یا خلاف دین سمجھتا ہے۔ مگر اسے جو دین بنا کر اس کے سر تھوپا جاتا ہے تو فرمایئے یہ اکراہ فی الدین ہو گیا یا نہیں؟ اور اس سے بڑھ کر غلامی کا تخیل اور کوئی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ انسان اپنے ایمان اور ضمیر کے معاملہ میں مجبور رہے اور ضمیر کے خلاف کرے اور دم نہ مار سکے۔

تو گویا اس نئی محمودی تنظیم نے پرانی اسلامی تنظیم کے دو بنیادی اصولوں کو توڑ کر پھینک دیا۔ ایک تو خدائے واحد کی پرستش کے بجائے خلیفہ کی پرستش قائم کرو۔ دوم اخوت و مساوات اور حریت ضمیر کی آزادی کی جگہ ذہنی غلامی کو قائم کر دیا۔ ایک محمودی شاید یہاں یہ کہہ اٹھے کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ مگر اس طرح تنظیم تو قائم ہو گئی کہ خلیفہ کے حکم کے نیچے ساری جماعت ایک بے جان آلہ کی طرح ملا جون و چرا کام کرتی ہے

پتھر کی تنظیم

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تنظیم کوئی مستحسن تنظیم نہیں۔ جس تنظیم میں افراد کو اپنے عقل اور ضمیر کی آزادی حاصل نہیں اور وہ ایک بے جان آلہ کی طرح کام کرتی ہے۔ وہ جماعت کے افراد کیلئے قطعاً مفید نہیں۔ بلکہ مضر ہے۔ وہ ایک پتھر کی تنظیم ہے۔ اور اس کا استحکام ایک پتھر کا استحکام ہے۔ پتھر میں مختلف بیجان ذرات جب آپس میں نہایت شدت کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں تو سنگ خارا بن جاتا ہے۔ ایسا پتھر بے شک جس پر جا پڑے گا۔ اس کو نقصان پہنچائے گا۔ لیکن وہ بجائے خود کوئی کام کرنے کے قابل نہیں البتہ وہ پتھر مارنے والے کیلئے ایک زبردست آلہ ضرب کا بن جائیگا اس طرح جس جماعت کے افراد خلیفہ کے ہاتھ میں ایک بے جان آلہ کی طرح ہیں۔ ان کا اتحاد ایک پتھر کے اجزا کا اتحاد ہے۔ اس پتھر کا چلانے والا خلیفہ ہے۔ پس جتنا سخت اور بڑا پتھر ہوگا اتنا ہی اس پتھر چلانے والے خلیفہ سے لوگ ڈریں گے۔ بجائے خود پتھر سے کوئی عقلمند نہیں ڈرتا۔ البتہ پتھر مارنے والے سے ڈرتا ہے۔ پس اس پتھر جماعت کی تنظیم کی شدت سے اگر فائدہ پہنچا۔ تو خلیفہ کی سیاست کو پہنچا۔ کیونکہ ایسے خلیفہ سے پھر دوسرے لوگ ڈرنے لگتے ہیں۔ خود حکومت بھی اس سے مرعوب ہو جاتی ہے۔ اور اس کی شخصی قوتوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ جماعت اپنی جگہ پتھر بن کر رہ گئی۔ یہی مطلب اس شعر کا تھا جو جناب میاں محمود احمد صاحب کو خلافت ملنے پر ان کے نفس کی طرف سے القا ہوا تھا کہ

> شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
> کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

"لعل بے بدل" مل گیا

"لعل بے بدل" خلافت اور سیاسی اقتدار ہے۔ صاحب کیلئے جماعت انصار اللہ بنائی گئی اور جس کیلئے آج ہر قسم کے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں۔ کہیں جواہر لال نہرو سے ساز باز ہے کہیں سکھوں سے پینگ بڑھائے جا رہے ہیں۔ کہیں گورنمنٹ کے دروازہ کی ناصیہ فرسائی ہے۔ پس جناب میاں صاحب کو یہ لعل بے بدل تو ضرور مل گیا۔ گو اس مقصد کے لئے قوم کا دل سنگ خارا بن گیا۔ اور وہ پتھر بن کر رہ گئی۔ اجی یہی پتھر تو ہے جو ملک کی سیاسی جماعتوں اور خود گورنمنٹ کے قلوب پر اثر ڈال رہا ہے۔ یہاں یہ تاویلیں کرنا کہ قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے میاں صاحب کی بیعت سے انکار کیا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب ساری قوم نے میاں صاحب کی بیعت کر لی تو ان کے مقابل میں معدودے چند بیعت نہ کرنے والے افراد قوم نہیں کہلا سکتے۔ پس یہاں جو قوم کا دل سنگ خارا ہونے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے جناب میاں صاحب کی بیعت کر لی تھی۔ اور وہ ایک قوم تھے اور شکر للہ کہنے والا بھی میاں صاحب کا نفس تھا۔ خدا تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا تو نعوذ باللہ ایسا گیا گزرا نہیں ہو سکتا کہ وہ پیغامیوں سے خائف تھا کہ مبادا یہ لوگ میاں صاحب کو خلیفہ نہ بننے دیں اور خدا کی مرضی کے خلاف وہ لعل بے بدل چھین کر لے جائیں۔ پس اس لعل بے بدل کے میاں صاحب کو مل جانے سے خدا سجدہ شکر میں گر گیا۔ معاذ اللہ ایسا عقیدہ تو میرے خیال میں کفر تک جا پہنچتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ میاں صاحب کا اپنا نفس تھا۔ جو خلافت ملنے پر پھولا نہ سمایا۔ اور یہاں تک اس کے اندر خود غرضی پیدا ہو گئی کہ قوم کے پتھر بن جانے کو اس نے نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اور کہا کہ کیا ہوا۔ اگر قوم پتھر بن گئی۔ ہمارا مقصد تو حاصل ہو گیا

سنگ خارا کی تنظیم اور خلیفہ کا اقتدار

الغرض یہ محمودی تنظیم ایک سنگ خارا کی تنظیم ہے۔ وہ ایک پتھر کے ذرات کی طرح متحد ہیں، خلیفہ جس کسی کے سر پر چلا ہے

اس پتھر کو کھینچ مارے۔ پتھر ضرور چل جائے گا اور اپنا اثر دکھا جائیگا لیکن پتھر کے ذرات بجائے خود بے جان ہیں۔ ان میں کوئی روح باقی نہیں رہی۔ اگر ہے تو انہیں اور خلیفہ کے عقائد یا اعمال کی غلطیاں اگر انہیں کوئی نظر آتی ہیں۔ تو ان کے منہ پر کہیں۔ ان کی اصلاح کریں انہیں غلط رستہ پر جاتا پائیں تو سیدھا کر دیں۔ اگر نہیں تو ان بے جان افراد کی تنظیم کا خود افراد کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ ان کی موت کے مترادف ہے۔ ہاں خلیفہ کو سیاسی رنگ میں اس کا بڑا فائدہ ہے۔ ان کے اس پتھر سے ملک کی سیاسی جماعتیں متاثر ہیں۔ گورنمنٹ مرعوب ہے۔ یہ پتھر جتنا بڑا اور سخت ہوگا خلیفہ کا اقتدار بڑھے گا۔ جس قدر اس قسم کے فدائی جو خلیفہ کے ہاتھ میں ایک بیجان آلہ کی طرح ہیں رہیں گے۔ اسی قدر خلیفہ کا رعب حکومت پر پڑیگا اور حکومت اور سیاست پر اس کا غلبہ ہوگا۔

حسن بن صباح کا اثر

آخر حسن بن صباح سے اس پتھروالی تنظیم کی وجہ سے اس کے زمانہ کی حکومتیں کانپتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی بادشاہ کے ایلچی کے سامنے اس نے اپنے دو فدائیوں کو جو فصیل پر پہرہ دے رہے تھے حکم دیا فصیل سے کود پڑو۔ وہ کود پڑے اور مر گئے۔ وہ ایلچی تھرا اٹھا۔ پس یہ پتھر والی تنظیم جس کا منشا فدائیوں کا پیدا کرنا ہے سیاسی رنگ میں نہایت مفید ہے۔ گو مذہبی رنگ میں انسانیت کی تباہی کے مترادف ہے۔

محمودی تنظیم کا منتہائے مقصود

قصہ کوتاہ یہ کہ ان تمام حالات پر نظر ڈالنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس محمودی تنظیم کا نصب العین سوائے اس کے کچھ اور ہو نہیں سکتا کہ سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے۔ حکومت میں حصہ لیا جائے ریاست بنائی جائے۔ مریدوں کے دل و دماغ کو معطل کر کے اور انہیں خلیفہ کے ہاتھ میں ایک بے جان آلہ کی طرح دیکر جماعت میں ایک فدائیانہ رنگ پیدا کرنا مذہب نہیں۔ بلکہ سیاست ہے۔ اسلام میں تو دل و دماغ کے تعطل اور خدا کے تمام پر انسان کو بٹھا دینے کا نام نہیں۔ قادیان میں آل انڈیا انٹر نیشنل لیگ کا منبا۔ لاہور میں کشمیر کمیٹی کا وجود جس کے صدر خلیفہ قادیان تھے۔ جواہر لال نہرو جیسے دہریہ منش کے استقبال کیلئے لاہور میں قادیان سے پانچسو آدمی کی ایک کور کا آنا۔ سکھوں سے ساز باز اور مہاراجہ پٹیالہ کا قادیان آنا۔ برٹش گورنمنٹ کو کبھی بد دعاؤں کی دھمکی کبھی دعاؤں کا لالچ و بنیاد وغیرہ وغیرہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے کارنامے تو نہیں۔ سیاست کے چٹکارے ہیں۔ یہ سب باتیں مرغ باد نما کی طرح ہوا کا رخ بتا رہی ہیں کہ اس محمودی تنظیم کا نصب العین کیا ہے۔ یہی کہ سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے۔ گورنمنٹ برطانیہ پر اثر ڈال کر، ہندوؤں سے لگاوٹ کر کے، سکھوں سے پیار بڑھا کر۔ غرضیکہ جیسا بھی موقع ہو۔ قادیان کے لئے ایک ریاست کی حیثیت حاصل کر لی جائے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ فرض کرو قادیان ایک ریاست بن جائے۔ وہاں دھاریوال کی طرح بڑے بڑے کارخانے کھل جائیں۔ بنک کھل جائیں۔ شہر بڑھتا بڑھتا دریائے بیاس تک پہنچ جائے۔ لاہور بڑھ رہا ہے۔ پنجاب کا ایک ایک شہر بڑھ رہا ہے تو قادیان کا بڑھنا کوئی انوکھی چیز تو نہیں۔ لوگوں نے سلطنتیں قائم کر لی ہیں۔ میاں صاحب ریاست بنا لیں۔ تو کوئی دینی کمال تو نہیں۔ لیکن کیا حضرت مسیح موعود کی قائم کردہ تنظیم کا بھی نصب العین یہی تھا۔ اگر نہیں تو پھر یہ مذہبی تنظیم نہیں اسلامی تنظیم نہیں۔ احمدی تنظیم نہیں یہ ایک سیاسی تنظیم ہے۔

یہ ویسی ہی تنظیم ہے۔ جیسی یورپ میں نازیوں اور فسطائیوں کی تنظیم ہے۔ جو ڈکٹیٹر شپ وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ انسان پرستی، ذہنی غلامی اور سیاسی اقتدار کی ہوس کی وجہ سے یہ تنظیم کوئی مستحسن تنظیم نہیں۔ بلکہ ایک مذموم تنظیم ہے جس سے ایک خادم اسلام اور حضرت مسیح موعود کے سچے پیرو کو اجتناب لازم ہے۔

سیاسی اقتدار اور اسلام

بعض محمودی صاحبان کھلے بندوں کہتے ہیں بلکہ ایک دفعہ خود میاں محمود احمد صاحب کے خطبہ سے بھی ایسا مترشح ہوتا تھا۔ کہ سیاسی طاقت کو بڑھا کر حکومتوں پر قبضہ کر لینا اسوۂ صحابہ ہے لیکن یاد رہے کہ یہ بالکل غلط اور صحابہ کرام کی ہتک ہے عیسائی پادریوں نے البتہ ایسا کہا کہ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کی جماعت نے پہلے اپنی سیاسی قوت کو بڑھایا۔ پھر حکومت پر قبضہ کر کے ڈنڈے کے زور سے اپنا دین پھیلایا یا شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ صحابہ کا مقصد سیاسی قوت حاصل کر کے حکومتوں پر قبضہ کرنا تھا۔ دین ان کا اصل مقصود نہ تھا بعض جاہل ملا بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن محققین علماء اور خود حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب نہ تھا۔ وہ ہمیشہ دشمنان دین کا یہ کہکر منہ بند کرتے رہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کا اصل مقصد اشاعت اسلام تھا۔ ہاں اعلائے کلمۃ اللہ میں جو لوگ حارج ہوئے اور انہوں نے اسلام کو تلوار سے مٹانا چاہا تو چار و ناچار ان کا مقابلہ تلوار سے کرنا پڑا جس کے ضمن میں حکومت خود بخود ان کے قدموں میں آن گری۔ لیکن یہ ہرگز درست نہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کا مقصد اپنی تنظیم جماعت سے یہ تھا کہ پہلے عرب میں اپنا سیاسی اقتدار بڑھایا جائے اور جب حکومت قائم ہو جائے تو پھر ڈنڈے کے زور سے دین کی اشاعت کی جائے یہ سراسر دروغ اور بہتان ہے اور پادریوں کا افترا ہے لیکن صد افسوس کہ جو بات دشمنان دین نے آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کی نسبت اختراع کے طور پر کہی تھی۔ اسی بات کو کہتے ہیں محمودی قوم کے بعض افراد ذرا بھی تو دریغ نہیں کرتے۔ محض اس لئے کہ اس سے ان کے غلط سیاسی نصب العین کا کسی طرح جواز نکل آئے۔ مجھے بارہا اس امر کا تجربہ ہوا ہے کہ اس قوم کے بعض افراد اپنی غلط کاریوں کے جواز کے لئے پادریوں اور آریوں تک کی کاسہ لیسی کرنے لگ جاتے ہیں اور ان ضعیف اور موضوع روایتوں سے اپنی تائید کرنے لگ جاتے ہیں جو عیسائی اور آریہ بطور اعتراض پیش کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس طرح اعتراض سے چھٹکارا تو نہیں ہوا۔ بلکہ وہ اور مستحکم ہو گیا۔ کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ اگر ہم میں عیب ہے تو ہمارے بڑوں میں بھی یہی عیب تھا

محمودی لوگوں کی غلطی

خیر تو حقیقت یہ ہے کہ دراصل یہ ان محمودی لوگوں کی غلطی ہے۔ سیاسی اقتدار کے حصول کے درپے ہونا اور اسے حاصل کر کے پھر اپنے عقائد کو دنیا میں پھیلانا یعنی

حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ کا اسوہ نہیں ہے بلکہ مسیحی لوگوں کا اسوہ ہے۔ جنہوں نے پولوس کی شاگردی میں عقیدہ تثلیث و کفارہ اختیار کیا اور اس عقیدہ کو بنی اسرائیل نے شرک فی التوحید سمجھ کر رد کر دیا۔ تو مسیحی لوگ درپردہ اپنا سیاسی اقتدار قائم کرنے کی فکر میں لگ گئے اور آخر کار قسطنطین قیصر روما کو ایک سیاسی پیچ میں لا کر عیسائی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ سیاسی پیچ یوں کہ وہ اپنے رومن امیرل کے ہاتھوں سے تنگ تھا اور ان کے زور کو توڑنا چاہتا تھا اس کا آسان طریق یہ تھا کہ عیسائیوں کے ساتھ ساز باز کر کے ان کے زور کو توڑ دیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا قسطنطین آفتاب پرست تھا اور ان آفتاب پرستوں کا سب سے بڑا دیوتا سورج کا اوتار اپالو تھا۔ مسیحی سیاسی کھلاڑیوں نے مسیحی مذہب کو بالکل آفتاب پرستی کی شکل میں قسطنطین کے آگے پیش کیا۔ فقط اپالو کی کرسی پر مسیح کو بٹھا دیا اور سب عقائد وہی رہنے دیئے۔ ایسے مذہب کو قبول کرنا قیصر کو کیا مشکل تھا۔ وہ عیسائی ہو گیا اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر رومن امیروں کا زور توڑ دیا۔ اس طرح عیسائیوں کو حکومت مل گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ اس حکومت کے بل پر انہوں نے ڈنڈے کے زور سے اپنے عقائد باطلہ کو خوب پھیلایا اور یورپ کی تمام بت پرست قوموں کے حلق میں مسیحیت ٹھونس دی گئی۔ پس ڈنڈے کے زور سے اگر پھیلی ہے تو مسیحیت پھیلی ہے نہ کہ اسلام۔ اور یہ اسوہ صحابہ نہیں جس کی طرف محمودی قوم جا رہی ہے۔ بلکہ یہ تثلیث پرست مسیحیوں کا اسوہ ہے۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے جنہوں نے پہلے مسیح کے بارے میں غلو کیا۔ انہوں نے اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کے لئے ضروری سمجھا کہ پہلے سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے۔ پھر طاقت کے بل بوتے پر اپنے خلاف عقل عقائد باطلہ کو دنیا سے منوایا جائے۔ یہی حالت دوسرے مسیح کے زمانہ میں بھی ہونی شاید مماثلت مسیح کے لئے ضروری تھی۔ کہ جنہوں نے مسیح محمدی کے بارے میں غلو کیا اور انہیں مجدد سے نبی بنا کر شرک فی النبوۃ کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ یہ عقائد مسلمانوں میں مقبول نہیں ہو سکتے تو ضروری سمجھا کہ پہلے سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے اور رفتہ رفتہ حکومتوں پر قبضہ کر کے دنیا کے لالچ اور ڈنڈے کے زور سے اپنے عقائد باطلہ اور مطاع الکل خلافت کو جو یورپ کے نقش قدم پر قائم ہے ایک عالم سے منوایا جائے۔ آخر تکفیر المسلمین۔ اجرائے نبوت۔ مطاع الکل خلافت جیسے عقائد باطلہ کو کون معقول مسلمان دل کی خوشی اور انشراح صدر سے قبول کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ یا تو اسے کوئی دنیوی طمع مثلاً حصول ملازمت وغیرہ کی خواہش ہو اور یا حکومت کے ڈنڈے کا خوف ہو۔ یعنی وہ اپنے افسر کو خوش کرنا چاہتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو۔

لیکن یہ یاد رہے کہ حق و صداقت کو منوانے کے لئے کسی سیاسی اقتدار اور حکومت کی ضرورت نہیں۔ حق خود بخود دلوں کو فتح کرتا چلا جاتا ہے آخر اسلام نے زوال بغداد کے بعد تاتاریوں جیسی خون آشام فاتح قوم کے قلوب کو فتح کر لیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ آج یورپ میں اسلام پھیلنے کا بھی یہی سبب ہے کوئی سیاسی اقتدار نہیں۔ حضرت مسیح موعود کا یہی مذہب تھا اور سچ بھی یہی ہے کہ جسے اپنے عقائد اور اصولوں کی صداقت کا یقین ہوتا ہے۔ وہ کسی سیاسی اقتدار کو ان کے پھیلانے کا ذریعہ نہیں بناتا۔ بلکہ اس کا کام فقط اس حق کو دوسری اقوام تک پہنچا دینا یعنی تبلیغ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حق بجائے خود ایک قوت ہے۔ وہ کسی سیاسی قوت کا محتاج نہیں۔ سیاسی اقتدار کی تنا دینا ہے دین نہیں

ہمارے مسیحا

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

(از جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی۔ سی۔ ایس)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور اخلاق کا خود مطالعہ کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک زبردست خدمت ہے

خدانمائی

"ہمارے مسیحا" حضرت اقدس کی سوانحعمری نہیں ہے دراصل اس عنوان کے ماتحت میرا ارادہ اپنے تاثرات کا بیان کرنا ہے خوارق جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔ ان سے خود حضور ممدوح کی تصانیف بھری پڑی ہیں اور مشہور و معروف پیشگوئیوں کے حالات شرح اور بسط سے "مجدد اعظم" میں آچکے ہیں۔ خدا ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے بنی نوع انسان پر بڑا احسان کیا ہے کہ ایسی جامع اور مکمل سوانحعمری لکھکر حضرت کی حیات طیبہ کے ہر ایک پہلو پر ایسی اعلےٰ درجہ کی روشنی ڈالی ہے۔

لیکن حضرت اقدس کے خوارق اور کرامات اس قدر ہیں کہ بلامبالغہ وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہیں اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ کہ بہت سی خوارق کا علم خود حضرت اقدس کو بھی نہ تھا۔ اور نہ ہی آج کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس کو سب کے سب خوارق کا علم ہو حضرت اقدس کا یہ دعوےٰ تھا کہ اگر کوئی شخص صدق نیت سے حضور کی صحبت میں رہے۔ اور وہ کوئی کرامت نہ دیکھے تو اس کا حق ہے کہ وہ حضرت ممدوح کو کاذب ٹھہرائے۔ مگر دنیا میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے اور نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ وہ صحبت میں رہا اور اس نے کچھ نہ دیکھا۔ جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ میں کوئی بہت بڑا عرصہ حضرت کے سایہ عاطفت میں نہیں رہا۔ لیکن میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جب کبھی میں قادیان گیا۔ میں نے ضرور کوئی نہ کوئی خارق عادت واقعہ دیکھا۔ بہت عرصہ گزر گیا ہے اور میں نے کوئی یادداشت نہیں رکھی ہوئی۔ اس واسطے میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ سب کچھ بیان کرسکوں جو میں نے دیکھا۔ مگر جو کچھ مجھے یاد ہے اور جس کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ میں بیان کرتا ہوں۔

۱۔ میں کالج میں پڑھا کرتا تھا۔ موسم گرما کی تعطیلات میں قادیان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک صاحب جن کا نام نور محمد تھا۔ اور جو غالباً بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ بہت سخت بیمار تھے۔ وہ ایک کچے کوٹھے میں جو مسجد اقصیٰ کے عقب میں تھا ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک روز عین دوپہر کے وقت ان کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت میں پیغام آیا کہ "میں مر رہا ہوں۔ حضور کی بڑی نوازش ہوگی۔ اگر مجھے اس آخری وقت میں زیارت سے مستفیض فرمائیں"۔ یہ پیغام سنکر حضرت فوراً دولت خانہ سے باہر تشریف لائے۔ جس جس خادم کو پتہ لگا وہ ساتھ ہو لیا۔ بندہ بھی ان میں شامل تھا جب ہم میاں نور محمد کے پاس پہنچے۔ وہ درد و کرب سے اس قدر بیتاب تھے کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ حضرت ان کی چارپائی کے ساتھ ایک اور چارپائی پر بیٹھ گئے اور بڑی نوازش اور ہمدردی سے حال دریافت فرمایا۔ پہلے اس جگہ پر ہاتھ رکھا جہاں درد ہو رہی تھی۔ پھر نہایت سوز و گداز سے دعا فرمائی۔ اس کے بعد پھر درد والی جگہ پر ہاتھ رکھا۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے میاں نور محمد شفایاب ہوگئے۔ حضرت کے رخ انور پر انبساط اور فرحت کھیلنے لگے اور ہم سب خوش و خرم حضرت کی معیت میں واپس آئے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

۲۔ ایک دفعہ چودھری سلطان علی صاحب ساکن بدوملہی میرے ساتھ قادیان گئے۔ میں بیعت کر چکا ہوا تھا اور چودھری صاحب نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔ وہ حضرت اقدس کی زیارت کیلئے گئے تھے۔ ایک رات ہم قادیان رہے۔ دوسرے روز عصر کی نماز کے بعد چودھری صاحب اور میں قادیان سے باہر جانب غرب سیر کو چلے گئے۔ میں نے چودھری صاحب سے پوچھا کہ آپ نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے۔ انہوں نے تین اعتراض کئے۔ دو تو مجھے یاد نہیں رہے مگر ایک یاد ہے اور وہ یہ کہ چودھری صاحب نے کہا۔ کل عشاء کی نماز کے لئے جب اذان ہو رہی تھی۔ حضرت صاحب مسجد مبارک میں ہی تھے اور اذان کے وقت گفتگو کرتے رہے میں نے چودھری صاحب کے یہ اعتراضات سنے۔ جب ہم مسجد مبارک میں پہنچے۔ نماز کیلئے جماعت کھڑی ہوئی تھی۔ ہم جلدی جلدی وضو کرکے جماعت میں شامل ہوئے۔ نماز کے بعد حضرت حسب عادت شہ نشین پر بیٹھ گئے اور سب سے پہلے خود بخود ہی ان تینوں اعتراضات کو جن کا ذکر چودھری سلطان علی صاحب نے مجھ سے کیا تھا بیان کیا اور تینوں کا ہی جواب بھی دیا۔ مجھے یاد ہے اس طرح سے ذکر شروع کیا تھا:۔

"بعض لوگ جو یہاں آتے ہیں۔ ان کو بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ مثلاً بعض وقت ہم مسجد میں ہوتے ہیں۔ اور اذان کے وقت کسی ضرورت کے لئے ہم بات بھی کر لیتے ہیں" اس کا جواب دینے کے بعد دوسرے اعتراض کو لیا اور پھر تیسرے کو۔ ان تینوں کا جواب دینے کے بعد حضرت خاموش ہوگئے۔ چودھری صاحب نے ان اعتراضات کو کسی اور کے پاس بیان نہیں کیا تھا اور نہ مجھ کو یا ان کو یہ موقعہ ملا تھا کہ کسی کے پاس ذکر کرتے۔ نماز کے ختم ہونے کے معاً بعد خود بخود ہی حضرت صاحب نے سلسلہ کلام شروع کر دیا۔

۳۔ ابتدا میں جب مہمان زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ حضرت سب مہمانوں کے ہمراہ مسجد مبارک میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک روز رات کے وقت ہم کھانا کھا رہے تھے اتنے میں رکابی میں کوئی چیز تلی ہوئی حضرت کیلئے آئی۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے وہ چیز حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ایک دو اور اصحاب جو نزدیک بیٹھے ہوئے تھے کی روٹیوں پر رکھدی۔ میرے دل میں یہ وہم گزرا کہ حضرت نے یہ امتیاز کیوں کیا۔ ان کے لئے تو سب برابر ہیں۔ جونہی کہ میرے دل میں اس وسوسہ کا گزر ہوا حضرت وہ چیز ہاتھ میں پکڑ کر اپنی جگہ سے اٹھے اور میری روٹی پر رکھکر واپس تشریف لے گئے۔ میرے اور حضرت صاحب کے درمیان کوئی دس بارہ آدمی تھے۔ ان سب کو چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے۔

۴۔ ایک روز حضرت کوئی ۸ بجے کے قریب گھر سے حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ خدام ساتھ ہو لئے۔ فرمایا۔ آج رات کو دیکھا ہے کہ ایک آگ ہماری طرف آرہی ہے مگر میں اس آگ سے ڈرا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کوئی ابتلا ہوگا مگر معمولی ہوگا۔ اور انجام بخیر ہوگا۔ تین چار روز کے بعد ایک عدالت سے سمن آیا۔ غالباً کرم دین جہلمی والے نے حضرت کے خلاف دعویٰ دیوانی کیا تھا۔ وہ ایک دو پیشی میں رفع دفع ہو گیا۔

۵۔ میں پہلی دفعہ بی۔ اے کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ قادیان میں ہی نتیجہ سنا حضرت اقدس کو بھی اطلاع ہوئی۔ حضرت نے بڑی ہمدردی کا اظہار فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ "دنیا کی چیزوں کے لئے دعا کرنے کو میرا دل نہیں چاہتا۔ مگر اس دفعہ آپ کی مصیبت دیکھ لی ہے۔ اگلے سال میں دعا کروں گا آپ انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ گھبرائیں نہیں"۔ اگلے سال میں نے امتحان دیا۔ انگریزی کے پرچے ایسے خراب ہوئے کہ مجھے قطعاً مایوسی ہو گئی۔ میں نہ تو اپنے گھر گیا اور نہ قادیان۔ پرچوں کے لحاظ سے کامیابی کا مجھے وہم بھی نہیں آسکتا تھا۔ مگر تاہم میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کیلئے خط لکھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرا وہی خط میرے پاس واپس آیا۔ اس پر حضرت اقدس نے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے:۔

"میں نے دعا کی ہے آپ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کو اطلاع دیدیں کہ انشاء اللہ وہ کامیاب ہو جائیں گے"۔

دراصل یہ الفاظ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کو لکھے گئے تھے۔ مولانا نے مجھے ایک علیحدہ خط بھی لکھا اور میری تسلی کیلئے میرا خط بھی بھیجدیا تاکہ میں حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے الفاظ خود پڑھ لوں۔ اس کے کچھ دن بعد ایک لڑکے عبدالرحیم نامی سے جو ڈالہ سندھواں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور فورمن کرسچین کالج میں پڑھا کرتے تھے میری گفتگو حضرت کی پیشگوئیوں کے متعلق ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ "تم تو مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہو۔ مرزا صاحب تو وہ ہیں کہ ان کی برکت کی وجہ سے ہم لوگ جو ان کے خادم ہیں وہ بھی سچی پیشگوئیاں کرسکتے ہیں"۔ اس کے جواب میں عبدالرحیم نے کہا کہ تم اپنے امتحان کے متعلق بتاؤ۔ کہ کیا ہونے والا ہے؟ میں نے کہا کہ "کل بتاؤں گا"۔

رات کو میں نے گڑگڑا کر رب العزت کی درگاہ میں دعا کی "بار الہا۔ میں تو کچھ بھی نہیں۔ مگر جس کے نام پر میں نے یہ دعوےٰ کیا ہے وہ تیرا محبوب اور مرسل ہے۔ اگر میں نے غلطی بھی کی ہے تو اس

قرب اور عزت کی خاطر جو اس کو تیری درگاہ میں حاصل ہے۔ تو مجھے معاف کر اور اسی کی صداقت کے لئے مجھے اطلاع دے کہ امتحان کا نتیجہ کیا ہوگا؟" ان دنوں دعا میں بھی خوب جوش ہؤا کرتا تھا۔ اور خدا شاہد ہے کہ بعض وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا استجابت سامنے کھڑی ہے۔ میں نے بہت دعا کی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ میرے عزیز دوست سید بشیر حیدر رضنپنرای۔ اے۔ سی (مرحوم) جو کالج میں مجھ سے ایک سال جونیر تھے ان کا ایک کارڈ مجھ کو آیا ہے۔ اس کارڈ کا ایک ایک لفظ اب تک مجھے یاد ہے۔ الفاظ یہ تھے:۔

"ڈیر چودھری صاحب! السلام علیکم۔ امتحان کا نتیجہ نکل آیا ہے آپ کامیاب ہوگئے ہیں۔ مبارک ہو۔ آپ کا بشیر"

اس کے بعد ان تمام مسلمان لڑکوں کا جو بورڈنگ ہوس میں رہا کرتے تھے۔ اور جنہوں نے میرے ساتھ امتحان دیا ہؤا تھا نتیجہ درج تھا۔ اس وقت وہ سب نام مجھے یاد تھے صبح ہی عبد الرحیم کو میں نے بتا دیا اس نے خوب ہنسی اور مذاق اڑایا۔ کیونکہ ان لڑکوں میں سے بعض ایسے تھے کہ جن کا میری خواب سے متعلقہ نتیجہ بالکل غیر متوقع تھا۔ بعض بہت لائق تھے۔ وہ فیل اور بعض نالائق پاس شدگان میں دکھلائے گئے تھے۔ میں خود حیران تھا۔ مگر خواب ایسی صفائی سے آئی تھی۔ کہ میرا دل یقین سے بھرا ہؤا تھا۔ دس بارہ روز کے بعد نتیجہ نکلا۔ اور وہ بالکل میری خواب کے مطابق تھا۔ میاں عبد الرحیم نے اسی وقت بیعت کا خط لکھ دیا۔ اور مفصل واقعہ اپنے خط میں لکھا۔ سید بشیر حیدر صاحب مرحوم کو بھی یہ واقعہ یاد تھا۔ اور یہ قطعاً درست ہے۔

۶۔ اسی طرح ایک دفعہ میرا مباحثہ ایک اور طالب علم سے ہو گیا۔ حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کے متعلق ہی بحث تھی۔ شیخ محمد نواز صاحب سیپر ور کے رہنے والے جو ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہو کر فوت ہو گئے ہیں۔ مجھ سے ایک سال جونیر تھے۔ ہمارا بی اے کا امتحان ہو رہا تھا شیخ محمد نواز نے مجھ سے کہا کہ اگر تم لوگوں کی پیشگوئیاں سچی ہوتی ہیں۔ تو مجھے بتاؤ کہ اس امتحان میں میرے کتنے نمبر ہوں گے۔ میں نے دعا کی۔ جواب میں مجھے بتایا گیا۔ کہ ان کے ۵۸ ہوں گے۔ اور میرے اپنے بھی اتنے۔ میں نے اس سے اس جواب کا ذکر کر دیا۔ انگریزی کا امتحان تھا۔ پہلے پرچوں کا نتیجہ نکلا تو میرے نمبر ۳۲۔ اور شیخ محمد نواز کے ۴۷ جب اس کے ۴۷ نمبر ایک ہی پرچہ میں آ گئے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دوسرے پرچے میں اس کے صرف ۱۱ نمبر ہی ہوں۔ نتیجہ نکلا۔ خدا کی قدرت دوسرے پرچے میں میرے ۲۶۔ اور اس کے صرف ۱۱ اور ہم دونوں کے وہی ۵۸ نمبر جو خواب میں دکھائے گئے۔ وہ حیران اور پشیمان ہؤا۔ اور میں نے خدا کا شکر کیا اور یہ واقعہ میرے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہؤا۔

۷۔ شیخ محمد نواز سے متعلق ایک واقعہ اور یاد آ گیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔ کہ میں پہلی دفعہ بی۔ اے کے امتحان میں فیل ہو گیا دوسری دفعہ میں اور شیخ محمد نواز پاس ہو گئے۔ کانووکیشن کے لئے گون کا پہننا ضروری ہوتا ہے۔ ان دنوں میں اٹھائیس روپے میں گون بنا کرتی تھی۔ امیر لڑکے ہی بنوایا کرتے تھے۔ ورنہ مانگ کر گزارہ کر لیا کرتے تھے۔ میں ڈگری لینے کیلئے گھر سے آیا۔ لاہور میں کوشش کی۔ مگر کہیں سے گون نہ ملا۔ آجکل کرایہ پر مل جاتے ہیں۔ ان دنوں ایسا نہ تھا۔ جب کہیں سے گون نہ ملا تو میں کچھ پریشان سا ہو گیا۔ ایسی حالت میں جن ناز کیوں میں جا رہا تھا اسی فکر میں تھا کہ یک لخت میرے دل پر ایک قسم کی سکینت نازل ہوئی اور میرا دل اس یقین سے بھر گیا کہ مجھے گون ضرور مل جاویگی۔ میں نے کوشش ترک کر دی۔ کانووکیشن کی تاریخ سے ایک دن پہلے سب لڑکے مطابق حکم کے سینیٹ ہال میں جمع ہؤا کرتے تھے اور یونیورسٹی کا رجسٹرار دیکھا کرتا تھا کہ سب نے گون درست طریق پر پہنی ہوئی ہے۔ ۵۵

۵۵ میرے پاس تو گون تھی نہیں مگر میں بھی سینیٹ ہال کے باہر اور لڑکوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ سب نے گونیں پہنی ہوئی تھیں۔ میں یونہی کھڑا تھا۔ مگر یقین تھا کہ گون ضرور مل جائے گی۔ کوئی دو منٹ سینیٹ ہال کے اندر داخل ہونے میں باقی تھے کہ وہاں شیخ محمد نواز مجھے وہاں ملے اور مجھ سے پوچھا کہ گون کیوں نہیں پہنی۔ میں نے کہا "کہیں سے آ جائیگی تو پہنوں گا" اس نے جھٹ مجھے ایک گون دیدی اور کہا کہ "میں نے ایک دوست کو پہلے ہی لکھا ہؤا تھا۔ اب جو میں آیا تو مجھے معلوم ہؤا کہ وہ دوست لاہور سے باہر ہے۔ میں نے کسی اور جگہ سے انتظام کر لیا اور اب عین موقعہ پر وہ دوست بھی گون لے آیا ہے اور وہ یہ ہے"۔ میں نے کہا "یہ میرے لئے ہی آئی ہے"۔ میں بھی گون پہنکر اور لڑکوں کے ساتھ اندر چلا گیا۔

(باقی انشاء اللہ)

میاں غلام عباس صاحب کی صحتیابی

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

میاں غلام عباس صاحب بی اے کو قریباً تین ماہ کی طویل بیماری کے بعد جس میں بڑی بڑی گھبراہٹ کے وقت بھی آئے۔ اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی اور میاں صاحب موصوف کے غسل صحت کرکے ۸ جون کو شملہ تشریف لیجانے کے ارادہ کی اطلاع ابھی مجھے ملی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

میاں صاحب کی اس طویل بیماری سے صحتیابی درحقیقت ایک نئی زندگی ہے اور اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے یہ دوبارہ زندگی انہیں دوسری مرتبہ عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ ایک مرتبہ پہلے بھی وہ ایسی نازک حالت میں سے گزر چکے ہیں کہ ان کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ میرا اپنا نقطۂ نگاہ یہی ہے کہ یہ دوسری بار نئی زندگی اللہ تعالےٰ نے محض ان کو خدمت دین کیلئے عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مصالح اور حکمتوں کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ان پریشانی کے ایام میں جب ان کے متعلق نہایت تشویشناک خبریں آتی تھیں۔ میری دعا یہی تھی کہ اے خدا ہم پہلے ہی بہت تھوڑے ہیں۔ تو اس نوجوان کو اپنے دین کی خدمت کیلئے نئی زندگی عطا فرما۔ تو نے ایک دفعہ پہلے بھی اسے نئی زندگی عطا فرمائی اور اس وقت صرف تو ہی جانتا تھا کہ وہ تیرے دین کی کیا خدمت کرے گا۔ لیکن اب تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ تیری رضا کے لئے اور تیرے اس دین کی خدمت کیلئے جو اس وقت کس مپرسی کی حالت میں ہے کس قدر عزم اور ہمت کا مالک ہے۔ پس تو اپنے دین کی بیکسی کی خاطر اس کی بے کسی پر رحم فرما۔ سو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے رحم فرمایا اور شاید ہم سے بہت زیادہ تڑپ تڑپ کر دعا کرنے والے خود ان کے والد غالباً رسیاں غلام رسول صاحب تھے۔ جو ان کی تیمارداری کیلئے جلتی لوؤں میں سارا سارا دن ہسپتال کے برآمدہ میں پڑے رہتے تھے۔ ان کے اس زبردست مجاہدہ اور ان کی تڑپتی ہوئی دعاؤں سے ہماری دعاؤں کو کیا نسبت ہے۔ لیکن میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ میاں غلام عباس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ نئی زندگی صرف اسی بلند مقصد کے لئے عطا فرمائی ہے کہ وہ پہلے سے بہت بڑھکر عزم اور ہمت کے ساتھ خدا کے دین کی خدمت میں مصروف ہو جائیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

میں اپنے سب نوجوان دوستوں کو بھی یہی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خدا کے دین کی بے کسی کی حالت میں اس کا ساتھ دیں۔ تا خدا ان کی مشکلات اور بے کسی میں ان کا ساتھ دے۔

خاکسار
محمد علی

جماعت احمدیہ راولپنڈی کے جدید عہدیداروں کا انتخاب

ہر اتوار کو جماعت کی ہفتہ واری میٹنگ باقاعدہ ہوتی ہے ۱۰ مئی ۱۹۵۲ء کی میٹنگ میں حسب ذیل انتخاب برائے سال ۱۹۵۲-۵۳ء عمل میں آیا۔

صدر:۔ جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام
نائب صدر:۔ جناب منشی شکر الدین صاحب
جنرل سیکرٹری۔ جناب مرزا غلام ربانی صاحب
جائنٹ سیکرٹری:۔ جناب خواجہ محمد عبد اللہ صاحب
اسسٹنٹ وفنانشل سیکرٹری:۔ فخر الدین احمد۔

عہدیداران بالا اور مندرجہ ذیل احباب پر مشتمل مجلس انتظامیہ تجویز ہوئی:۔

(۱) جناب حکیم شیخ عبد الغنی صاحب (۲) جناب میاں غلام قادر صاحب (۳) جناب ماسٹر کرم الٰہی صاحب (۴) جناب ملک احمد بخش صاحب (۵) جناب نمبردار عبد الکریم صاحب۔

پچھلے مہینے جماعت راولپنڈی کو ایک مخلص احمدی میسر آیا جن کی ان تھک اور پیہم کوششوں سے جماعت میں ایک حرکت پیدا ہو گئی۔ مگر بعد ازاں اچانک تبدیلی ہونے سے جماعت ان کے مفید مشوروں اور مخلص خدمات سے محروم ہو گئی۔ میرا اشارہ محترم جناب چوہدری محمد سعید صاحب ہٹھہ اور سیر ایکس۔ ڈبلیو۔ ڈی سے ہے جو ۲۵ اپریل ۱۹۵۲ء کو شیخوپورہ منتقل ہو گئے۔

مقامی طور پر جماعت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ لوکل فنڈ کی تشکیل کیلئے آٹا فنڈ جاری کیا جائے۔ یعنی ہر گھر میں ایک منڈیا انجمن کے نام سے رہے اور آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی بھر اس منڈیا میں ڈالدیا جاوے چنانچہ اب اس فنڈ پر عمل شروع ہو گیا ہے اور اس کی فراہمی کے لئے خواجہ غلام محمد صاحب مقرر کئے گئے ہیں۔ وہ نقیب کا کام بھی کیا کرینگے یہ تقرر ۲۵ اپریل ۱۹۵۲ء کی میٹنگ میں منظور ہؤا تھا۔

(فخر الدین احمد اسسٹنٹ سیکرٹری)

سیکرٹری محمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کا مکتوب

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بروز پیر مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۵۲ء کو بعد نماز مغرب ہمارے انجمن ہال میں یوم مسیح موعود منایا گیا۔ غیر از جماعت احباب بھی حاضر تھے۔ خدا کا فضل ہے لوگوں پر اچھا اثر ہؤا۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ کا شکریہ۔ انہوں نے بڑی مہربانی اور احسان کیا۔ کیونکہ وہ رد تب پہلے مجدد اعظم حصہ دوم ڈاکٹر صاحب کی جانب سے ہماری انجمن کی لائبریری کے لئے موصول ہوا جس سے یوم مسیح موعود میں ہمیں بڑی مدد ملی۔ خاکسار نے اس کے بعد مسیح موعود کے ختم نبوت کے متعلق قادیانی عقائد کی حقیقت اور غلو مسئلہ تکفیر وغیرہ حاضرین کے سامنے پیش کئے۔ موجودہ ملاؤں کی سطحیت اور حضرت مسیح موعود کی پیدا کردہ جماعت کی خدمات کو اختصار کے ساتھ پیش کیا۔ اس کے بعد حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ (سیکرٹری)

دہلی میں تبلیغی سرگرمیاں

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے)

دہلی میں آہستہ آہستہ میرا حلقہ تعارف وسیع ہو رہا ہے دور دور سے لوگ ملاقات کے لئے آتے ہیں اور تبلیغی لٹریچر بغرض مطالعہ لیجاتے ہیں۔ اس وقت تک چار اصحاب جماعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ خوشی مجھے الحاج علی احمد خان صاحب انجنیر کی شمولیت سے ہوئی ہے۔ آپ ایک فاضل الشان ہیں۔ قرآن و حدیث سے بخوبی واقف ہیں اور چونکہ عرب، عراق، فلسطین اور شام میں بسلسلہ ملازمت رہ چکے ہیں۔ اس لئے عربی سے خوب واقف ہیں۔ آپ جماعتی سرگرمیوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لے رہے ہیں۔ آپ کے ذریعہ جماعت میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑتی دکھائی دیتی ہے۔ آپ کے وجود سے جماعت کو بہت خیر و برکت کی توقع ہے کیونکہ آپ ایمان اور عمل کے اعتبار سے ایک سچے مسلمان ہیں اسلام کیلئے بڑی غیرت و حمیت رکھتے ہیں اور تبلیغ ان کی روح کی غذا ہے

حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کی تقریب پر بتاریخ ۲۶ مئی گاندھی گراؤنڈ میں جو ایک مشہور پبلک مقام ہے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ جلسہ سے قبل تمام شہر میں اشتہار کے ذریعہ اعلان کیا گیا تھا مقامی اخبارات نے بھی اس اعلان کو شائع کیا۔ دو اجلاس ہوئے۔ اس جلسہ کے صدر ہمارے محترم الحاج علی احمد خان تھے جلسہ میں مولانا علم الدین صاحب اور راقم الحروف کی تقاریر ہوئیں۔ جناب صدر نے حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام پر ایک نہایت عالمانہ خطبہ پڑھا۔ جلسہ میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا انتظام تھا۔ ہفتہ وار تقاریر کا انتظام کیا گیا ہے جو انجمن کے دفتر واقع اردو بازار میں ہوتی ہیں اور جن کا اعلان بذریعہ اشتہار کر دیا جاتا ہے۔

انجمن کا انتخاب بتاریخ ۱۹ مئی چوہدری شاہ دین صاحب کے مکان واقع ولکٹا اسکوائر پر عمل میں آیا حسب ذیل اصحاب باتفاق آراء عہدیدار منتخب ہوئے۔

صدر:- جناب میاں غلام عباس صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ملٹری اکاؤنٹس
نائب صدر:- جناب غلام مصطفٰے خانصاحب مالک ایشیاٹک کارپٹ سٹورز
جنرل سیکرٹری:- جناب مولانا عبدالحق صاحب مبلغ اسلام
فنانشل سیکرٹری:- جناب ڈاکٹر محمود علی صاحب

ایک مجلس عاملہ کا انتخاب بھی عمل میں آیا تا کہ ضروری معاملات کے متعلق فوراً مشورہ کر کے فیصلہ کیا جا سکے۔ عہدیداروں کے علاوہ اس کے ارکان حسب ذیل منتخب ہوئے۔ جناب مولانا علم الدین صاحب، جناب اکرام اللہ خانصاحب۔ جناب ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب، جناب خواجہ محمد بشیر صاحب بٹ، جناب حبیب الرحمان صاحب صادق، چودھری شاہ دین صاحب اور راقم الحروف۔

شہر کے مختلف حصوں اور طبقوں میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ثابت ہوگا۔

لائل پور میں یوم وصال کا جلسہ

جناب رشید احمد صاحب احمدی سیکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن

مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء[1] کو زیر صدارت جناب شیخ مولا بخش صاحب زیر اہتمام ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور یوم وصال مسیح موعود کا جلسہ منعقد ہوا۔

جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم اور نعت شریف سے کی گئی۔ اس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے سورہ العصر کی تلاوت کے بعد تقریر شروع کی۔ تقریر کا موضوع یہ تھا "حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زماں مہدی دوراں کی سوانح حیات پر نظر اور ان کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ"۔ مرزا صاحب نے آغاز تقریر میں اسلام کی دوسرے ادیان پر فوقیت ثابت کی اور بتلایا کہ دوسرے مذاہب اسلام کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتے اسلام کے معنی ہی امن اور سلامتی کے ہیں اور اسلام نے ہی دنیا میں امن قائم کیا ہے۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے حضرت مسیح موعود کی اسلامی خدمات پر روشنی ڈالنی شروع کی اور بتایا کہ انہوں نے کس طرح تمام مذاہب عالم کے نام لیواؤں کو اسلام کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کا چیلنج دیا اور براہین احمدیہ کے ذریعہ دنیا کے سامنے اسلام کی چمکدار تصویر پیش کی۔ اس کے بعد فاضل مقرر نے حضرت اقدس کی ان خدمات جلیلہ پر تبصرہ کیا جو حضور نے آریوں اور عیسائیوں پر اسلام کی صداقت ثابت کرنے میں کیں۔ دوران تقریر میں انہوں نے ڈاکٹر ڈوئی اور پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کا ذکر کیا اور بتایا کہ یہ لوگ جو اسلام اور ہمارے رسول مقبول پر بے جا اعتراض کرتے تھے اور ناجائز آوازے کستے تھے کس طرح حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق ایک ذلیل انسان کی موت مرے۔ اس کے بعد انہوں نے مسئلہ نبوت پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت اقدس نے کبھی بھی نبی یا رسول ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا اور حضرت اقدس کے اور احمدیہ جماعت کے عقائد کو پیش کیا اور فرمایا کہ ایک شخص جو کلمہ پڑھے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، خدا کو ایک مانے اور رسول مقبول کو آخری نبی تسلیم کرے اور حج و زکوٰۃ کا پابند ہو کافر ہو سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے احمدیت کی فوقیت بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ احمدیہ جماعت نے چاردانگ عالم میں اسلام کو پہنچایا اور خدا اور اس کے رسول کا نام بلند کیا۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے پاکستان کے مسئلہ پر تبصرہ کیا اور فرمایا کہ میرا پاکستان تو اسلامستان اور قرآنستان ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تمام دنیا میں قرآن کی حکومت دیکھوں چند ایک خیالات کے اظہار کے بعد تقریر ختم کی۔

دوران جلسہ میں چند ایک بچوں نے شور برپا کرنے کی کوشش کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پشت پر چند ایک مولوی صاحبان بھی تھے۔ لیکن اس شرارت کو جلد ہی روک دیا گیا اور جلسہ رات کے ½ ۱۱ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

حاضری کے لحاظ سے بھی یہ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ اور کسی دوسرے سیاسی جلسوں سے کم نہ تھا۔ جلسہ میں تقریباً ڈیڑھ دو ہزار اشخاص شامل ہوئے۔ پنڈال میں لاؤڈ سپیکروں کا انتظام تھا اور لوگ اختتام تقریر تک بیٹھے رہے۔

[1] یوم وصال مسیح موعود بجائے ۲۶ مئی کے ۲۰ مئی کو منایا گیا۔ کیونکہ ۲۶ مئی کو یہاں دو ایک بہت بڑے سیاسی جلسے تھے۔ اس لئے ہمیں اپنا جلسہ ملتوی کرنا پڑا۔ (سیکرٹری)

کوائف جنگ

روم۔ ۲ جون۔ آج سوموار کو ہٹلر اور مسولینی میں آسٹریا اور اٹلی کی سرحد پر برینر میں ملاقات ہوئی۔ سرکاری اطالوی نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ دونوں ڈکٹیٹروں میں کئی گھنٹے بات چیت ہوتی رہی جن میں کونٹ چیانو اور فان ربن ٹراپ نے بھی حصہ لیا۔ سرکاری بیان میں مزید لکھا ہے کہ بات چیت نہایت دوستانہ سپرٹ میں ہوئی اور بات چیت کے نتیجے پر ہٹلر اور مسولینی نے اپنی پوری رضامندی کا اظہار کیا۔ اس سے پیشتر ۲۰ جنوری کو دونوں ڈکٹیٹروں نے درہ برینر میں ملاقات کی تھی اور اطالوی خبر رساں ایجنسی نے انہیں الفاظ کے ساتھ رپورٹ شائع کی تھی۔

لندن ۲ جون۔ کولمبیا براڈکاسٹنگ سسٹم کے نامہ نگار خصوصی نے انقرہ سے ایک اطلاع براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جرمن فوج کے چند دستے جنگی ساز و سامان کے ساتھ شام پہنچ گئے ہیں۔

لندن ۲ جون۔ کریٹ سے واپس آنے والے فوجی افسروں نے بیان کیا ہے کہ جرمنوں کی زبردست ہوائی طاقت کی وجہ سے ہم کریٹ سے فوجیں واپس لانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ کریٹ میں جرمنوں کے ایک ہزار طیارے تباہ ہوئے۔ قاہرہ میں اس رائے کا اظہار کیا گیا ہے کہ برطانوی فوج ایک خاص حد تک کریٹ کی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار تھی۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ یہ قیمت حد سے بڑھ رہی ہے تو اس نے کریٹ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ فوجی افسروں کا بیان ہے۔ کہ جرمن جھپٹنے والے طیاروں نے فوج واپس لانے والے برطانوی جہازوں پر زبردست حملے کئے تھے۔ مگر برطانوی طیاروں نے انہیں بھگا دیا۔ کل برطانوی طیاروں نے مشرقی بحیرہ روم میں ۷ جرمن طیاروں کو تباہ کیا۔ . . . . . اسی طرح پرسوں بھی دو جرمن طیارے تباہ کئے گئے۔

ڈبلن ۲ جون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ڈبلن میں جرمن طیاروں کی بمباری کی وجہ سے ۲۷ اشخاص ہلاک اور ۸۰ مجروح ہوئے تھے۔

قاہرہ ۲ جون۔ سلوم اور طبروق کی برطانوی فوج پھر دشمن کے مقابلہ میں سرگرمی دکھا رہی ہے۔

لندن ۲ جون۔ کل رات جرمن طیاروں نے مانچسٹر پر شدید بمباری کی۔ جس کی وجہ سے متعدد اشخاص ہلاک و مجروح ہوئے۔ ۱۶ راتوں کے بعد لندن میں بھی ہوائی حملے شروع ہوئے تھے۔ مگر مئی کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی نسبت بہت کم ہوائی حملے ہوئے۔ کل رات دو جرمن طیارے انگلستان میں تباہ ہوئے ایک جرمن طیارہ فرانس کے ساحل کے قریب برباد کر دیا گیا۔ سرکاری اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ مانچسٹر میں متعدد مکان جل کر خاکستر ہو گئے۔ کئی عمارتیں بموں کی وجہ سے مسمار ہو گئیں۔ ان عمارتوں میں چند ایک ہسپتال اور گرجے بھی شامل ہیں۔ ایک ہسپتال کے تباہ ہونے سے چند ایک نرسیں ملبہ کے نیچے دب گئیں۔ ان میں سے ایک کو بارہ گھنٹے کے بعد ملبہ سے زندہ نکالا گیا۔

لندن ۲ جون۔ کریٹ کے حالات کی اچھی طرح نگرانی کرتے ہوئے سائپرس کے حکام اس جزیرہ کی حفاظت کے تمام انتظامات مکمل کر رہے ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

الصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ ‖ لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۹ جون ۱۹۴۱ء ‖ نمبر ۳۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا پر ایمان لاؤ اور اسے اپنے آراموں اور کل تعلقات پر مقدم کرو

وہ خدا ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے۔ اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کیلئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے۔ بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے۔ جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی۔ مگر تم اس کو مقدم رکھو۔ تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کا نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس عالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے۔ تا جو چاہے سو کرے۔

(کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۷ رجون کو ڈلہوزی سے لاہور تشریف لائے اور مذکورہ تاریخ کو ۹ بجے شام کو سرینگر (کشمیر) کی مسجد کا بنیادی پتھر رکھنے کے لئے سرینگر تشریف لے گئے۔ مورخہ ۱۰ رجون کو حضرت ممدوح واپس تشریف لائینگے۔

—— مورخہ ۸ رجون کو بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب مولانا آفتاب الدین صاحب مسجد احمدیہ بلڈنگس میں جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب نے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ایک جلسہ میں "موجودہ وقت اور ہماری جماعت کی ضروریات" کے عنوان پر تقریر فرمائی جس میں آپ نے فرمایا کہ آج ہمیں حضرت بانئے سلسلہ کے مسلک پر ایک زبردست ایمان اور اسی مسلک کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے عظیم الشان جذبہ شجاعت کی ضرورت ہے۔

—— موجودہ شیوع کی اصل تاریخ ۸ رجون تھی۔ مگر ۸ کو اتوار ہونے کی وجہ سے پریس بند تھا۔ اس لئے پرچہ ۹ رجون کو شائع ہو رہا ہے۔ یہ تعویق محض مجبوری کی وجہ سے ہے۔

—— مولانا آفتاب الدین صاحب کی اہلیہ محترمہ کچھ عرصہ سے بیمار چلی آتی ہیں۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

—— جماعت کے متعدد احباب بیمار ہیں اور مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے اور آسودگی عطا فرمائے۔ آمین

مرکز سے لٹریچر منگوا کر اپنے حلقوں میں تقسیم کریں اور امسالہ تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں

ہندو و آریہ دنیا پر ایک منظر

(از محمد انعام الحق)

تعلیمات قرآنی کا زبردست اعجاز اور ان کی صداقت کا ایک ناقابل انکار ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے اشد ترین مخالفین بھی طرح طرح کی ٹھوکریں کھا کر اور اپنی اجتماعی و انفرادی زندگی سے مجبور ہو کر رفتہ رفتہ عملی طور پر انہی تعلیمات کی طرف آ رہے ہیں ـــــ یورپ کے مادہ پرست اور عیسائی ہندوستان کے آریہ سماجی اور مہاسبھائی یا مغرب زدہ "روشن خیال" زبان سے اسلام کی لاکھ مخالفت کریں۔ لیکن انہیں اپنی ہر ایک مصیبت کے علاج اور اپنی ہر ایک گتھی کو سلجھانے کے لئے اسی صراط مستقیم کی طرف ہی آنا پڑتا ہے۔ جو کہ تعلیمات قرآنی کی روشنی نے دنیا کو دکھائی ہے۔

آریہ سماجی ویدک دھرم کی خوبیوں اور مہاسبھائی اور کانگریسی ہندو بھارت ورش کی قدیم تہذیب و تمدن کے بہت راگ گاتے ہیں۔ لیکن زندگی کی ہر ایک کٹھن منزل اور اصلاح کی ہر ایک ضرورت کے موقعہ پر ویدک دھرم ہندو قانون اور ہندو تہذیب و تمدن ذرہ بھر بھی ان کی امداد نہیں کرتے۔

کچھ عرصہ ہوا۔ حکومت ہند نے ہندو قوم کے ممتاز اکابر کی درخواست پر ہندو عورتوں کے حالات کی اصلاح کے لئے ہندو لا فارم کمیٹی مقرر کی تھی جس نے ایک سوال نامہ مرتب کر کے ملک بھر کے مختلف ہندو اداروں، جماعتوں اور سرکردہ افراد کو بھیجا۔ اس سوال نامہ کے جواب میں صوبہ بمبئی کی سوشل ریفارم ایسوسی ایشن نے جو در اصل ایک ہندو مجلس ہے لکھا کہ:۔

"جزوی قانون سازی سے (ہندو) عورتوں کو فائدہ پہنچنے کی بجائے الٹا نقصان پہنچے گا۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندو لاء کی بحیثیت مجموعی نظر ثانی کی جائے اور اس میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ وقت نے ہندوؤں کی سوشل حالت میں جو تبدیلیاں رونما کر دی ہیں۔ وہ ان کا ساتھ دے سکے"

ہندو قانون اور دھرم شاستر کے ناقص و نامکمل ہونے کا اس سے بڑھ کر اعتراف اور کیا ہو سکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں مسلمان عورت اسلامی قوانین کے نفاذ اور ان پر مکمل عمل کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اس کے برعکس ہندو عورت کہتی ہے کہ ہمارا قانون اور دھرم شاستر قابل ترمیم، محتاج نظر ثانی بلکہ لائق ترک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کے ہر قسم کے جائز حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ ہندو دھرم یا دوسرے مذہب میں یہ بات نہیں ہے

ہندو خاندانوں کی جائیداد کی تقسیم اور اس میں عورتوں کے حصے کے متعلق ایسوسی ایشن مذکور نے حکومت ہند کی مقرر کردہ کمیٹی کو مندرجہ ذیل قابل غور مشورہ دیا ہے کہ:۔

"زرعی زمین کو مستثنٰی کرتے ہوئے جائیداد کے متعلق فوری قانون بنایا جائے۔ جسے تمام ہندوستان میں فوراً نافذ کر دیا جائے۔ اور صوبوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ زرعی زمین کے متعلق بھی حسب منشاء ضرورت قانون بنا لیں"

اس مشورہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندو قوم اپنے موجودہ مذہبی قانون وراثت کو کس شدت کے ساتھ قابل ترمیم سمجھ رہی ہے اس قانون میں طبقہ نسواں کی جو حق تلفی کی گئی ہے۔ اس کی تلافی کو کس قدر ضروری خیال کرتی ہے۔ ہندو قوم کا یہ جذبہ اصلاح و احساس انصاف اس کو اس مقدس تعلیم کی طرف لا رہا ہے جو اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کی تھی۔

ہندو قوم اپنی سرمایہ دارانہ ذہنیت کی وجہ سے عرصہ تک یہ اعتراض کرتی رہی کہ اسلام کا قانون وراثت اس لئے ناقابل قبول ہے کہ یہ اولاد نرینہ کے علاوہ لڑکیوں اور دوسرے رشتہ داروں کو حصہ دے کر جائداد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ہندو اکابر کو اپنی غلط روش کا احساس ہو گیا۔ یا یوں کہئے کہ تعلیمیافتہ ہندو خواتین کا شور حقوق طلبی ان کو راہ راست کی طرف لے آیا۔ جس چیز کو وہ اسلامی قانون کا نقص کہتے تھے۔ اسی نقص کو قبول کرنے کے لئے آج وہ خود بیقرار نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد ہندو قوم ہی سے چند "آزاد طبع" و "روشن خیال" مہاشے اور کامریڈ نکلے ہیں۔ جن کا ارشاد یہ ہے کہ اسلام نے باپ کی جائداد میں لڑکی کا حصہ نصف رکھا ہے۔ جو مساوات مرد و زن کے خلاف اور بہت بڑی بے انصافی ہے۔

یہ اعتراض بھی جوشیلے اور متعصب دماغوں کی پیداوار ہے۔ ہندو قوم کے ذمہ دار اکابر جب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں۔ تو انہیں اسلام کی مقرر کردہ پرحکمت راہ اعتدال ہی کو قبول کرنے پر آمادہ ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ بمبئی کی مذکورہ بالا ایسوسی ایشن نے کافی سوچ بچار کے بعد حکومت کی مقرر کردہ کمیٹی کو یہی مشورہ دیا ہے کہ لڑکی کو لڑکے سے نصف حصہ ملنا چاہئے اپنے اس مشورہ کی تائید میں اس نے نہایت معقول دلیل پیش کی ہے کہ:۔

"لڑکی خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ اس کو اپنے ماں باپ کی جائیداد سے حصہ ملنا چاہئے۔ تاہم چونکہ لڑکی کو اپنے باپ کی حیثیت میں حصہ ملیگا اور اپنے خاوند کے خاندان سے بہو کی حیثیت میں اور پھر استری دھن کے حقوق کے باعث اسے بیٹے پر فوقیت ہو گی۔ اس لئے ایسوسی ایشن کی رائے ہے کہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی کو نصف حصہ ملنا چاہئے"

کیا اسلامی قانون وراثت کی تائید میں کوئی مسلمان بھی اس سے بہتر دلیل پیش کر سکتا ہے۔

ضلع کانگڑہ اپنی بے پناہ ہندو اکثریت اور مخصوص رسم و رواج کی وجہ سے پنجاب کا خالص ہندو علاقہ کہلاتا ہے۔ اس ضلع میں ہندو تہذیب و تمدن کے ایسے حیرت انگیز جلوے اور ہندو رسم و رواج کے ایسے عجیب و غریب نمونے نظر آتے ہیں۔ جن کی مثال پنجاب کی پہاڑی ہندو ریاستوں کے سوائے صوبے بھر میں اور کہیں نہ مل سکے۔ ہندو اکثریت اور ہندو روایات و تمدن کے غلبہ کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ اس علاقہ میں غریب اچھوت سب سے زیادہ تنگ حال اور مصیبت زدہ ہیں۔ ہندوؤں کی طرف سے ان پر ایسی ظالمانہ قیود عائد ہیں۔ جو غالباً پنجاب کے کسی دوسرے ضلع میں نہیں ہوں گی۔ حتیٰ کہ ان بدنصیبوں کو ہندو نہ صرف ذاتی کنوؤں سے باؤلیوں بلکہ قدرتی چشموں سے بھی پانی نہیں بھرنے دیتے۔ پہاڑی علاقہ ہے۔ بہت سے دیہات کے اچھوتوں کو ایک گھڑا پانی کے لئے بھی کئی کئی میل دور جانا پڑتا ہے۔

زمانہ کی ہوا بدل رہی ہے۔ غریب اچھوتوں میں زندگی کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ ہندوؤں کے فریبوں اور دھمکیوں کے باوجود وہ اپنے تئیں انسان سمجھنے لگے ہیں۔ آریوں و مہاسبھائیوں کے دم دلاسوں اور میٹھی میٹھی باتوں کی حقیقت بھی رفتہ رفتہ ان پر واضح ہو رہی ہے گو تا حال اچھوتوں کی سادہ لوحی ان لوگوں کی چالاکیوں کا پورا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوئی۔ چنانچہ گذشتہ سال ضلع کانگڑہ کے اچھوتوں نے اپنے متعدد، نمائندہ جلسے کر کے اعلان کر دیا۔ کہ ہندوؤں نے اگر ہمیں کنوؤں، باؤلیوں اور چشموں سے پانی بھرنے کا حق نہ دیا تو ہم مسلمان یا عیسائی ہو جائیں گے۔ اس پر پنجاب کے آریہ سماجی اور مہاسبھائی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ چند آریہ پرچارک اچھوتوں کو طفل تسلی دینے اور راسخ العقیدہ ہندوؤں کو مصلحت وقت سمجھانے اس علاقہ میں بھیجے گئے لیکن ان کی کسی نے بات نہ سنی۔ بلکہ اچھوت اپنے مطالبہ پر زیادہ مصر ہو گئے۔ ان کے اصرار و اعلان کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کا اضطراب بھی ترقی کرتا گیا۔ ہندو آریہ اخبارات نے اس سلسلہ میں حسب عادت مسلمانوں اور جماعت احمدیہ پر بھی خواہ مخواہ طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگائے

جب معاملہ زیادہ نازک صورت اختیار کر گیا تو لاہور سے راجہ نریندر ناتھ اور دوسرے سماجی و مہاسبھائی لیڈر اس علاقہ میں پہنچے۔ انہوں نے ہندوؤں کو بہت کچھ سمجھایا بجھایا اور ان کے کان میں چند راز کی باتیں کہیں اور اچھوتوں پر ڈورے ڈالے اور کچھ ایسی ترکیبیں کیں کہ انہیں اچھوتوں کو پھر ایک مرتبہ احمق بنانے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اخبارات میں چار کالمی سرخیوں سے اعلان کیا گیا کہ ہندوؤں نے اچھوتوں کو پانی بھرنے کا حق دیدیا ہے۔ اس مہم کے سر ہونے کی خوشی میں بعض اخبارات تو اس طرح بے خود ہو گئے کہ مسلمانوں کو دیوانہ وار منہ چڑانے لگے۔

اچھوتوں کو پانی بھرنے کا حق دینے کے سمجھوتے پر اب کس طرح عمل ہو رہا ہے۔ اس کا جواب مہاشہ کرشن کے روزنامہ پرتاپ کی ذیل کی سطور سے [illegible]

"جوالی (کانگڑہ) ۲۴ مارچ۔ یہاں کے ہریجنوں کو ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء سے باؤلی سے پانی بھرنے کی اجازت علاقہ کے سینکڑوں ذی اثر [illegible] اور ان کے سرکردہ لیڈروں کی طرف سے مل چکی ہوئی ہے چنانچہ اس دن سے اب تک ہریجن وہاں سے پانی بھرتے رہے [illegible] ۲۴ مارچ کو اچانک علاقہ کے ہندو راجپوت، کمہار اور دیگر [illegible] ہندو ایک ہزار کی تعداد میں لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آ گئے۔ [illegible] پانی بھرنیوالے ہریجنوں پر حملہ آور ہوئے۔ جس سے متعدد [illegible] مرد عورتیں شدید و خفیف مجروح ہوئیں۔ ان کے گھڑے توڑ دیئے گئے اور بالٹیاں چھین لی گئیں۔ باؤلی کا تمام پانی خارج کر کے اس میں گنگاجل چھڑک دیا گیا اور باؤلی کی شدھی کیلئے آٹھ روز کا جاپ شروع کر دیا گیا ہے" (پرتاپ ۲۶ مارچ ۱۹۴۲ء)

ہندوؤں نے چند ماہ تک صرف ایک باؤلی سے اچھوتوں کو پانی بھرنے کی اجازت کیوں دی۔ اور اس کے بعد یکایک ان غریبوں پر کیوں حملہ کر دیا؟ دسمبر ۱۹۴۱ء میں آریہ ہندو لیڈر اس قدر مضطرب کیوں تھے؟ اور بار بار اچھوتوں کی حمایت و ہمدردی کیوں کرتے تھے۔ اور اب وہ کیوں آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان تمام سوالات کا جواب یہ ہے کہ کانگڑہ کے اچھوت ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو ہندو لکھوانے کی حماقت کر کے ہندوؤں کی غرض پوری کرنے میں [illegible]

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۱۲ رجمادی الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳۴

ہمارا پروگرام اور ہماری تبلیغی مساعی

اجتماعی اور انفرادی تبلیغ سے ہم جماعت کو مستحکم کرسکتے ہیں

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:۔

"میں نے کہا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص جو اس جماعت کا فرد ہے اپنا یہ فرض سمجھ لے کہ دو سال میں کم از کم دس آدمیوں کو پیغام پہنچائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر جماعت کا ہر فرد اس کام کو کرے تو اس ذریعے سے سال بھر میں دس ہزار نئے آدمیوں کو ہم پہنچ سکتے ہیں۔ اور یقینی بات ہے کہ خواہ کتنی بھی مخالفت ہو ہم کم از کم دسویں حصہ تک تو ان میں سے لے سکتے ہیں صرف ہمت اور کوشش شرط ہے۔ اگر دل کے اندر خلوص اور جوش ہو تو انسان سب کچھ کر گزرتا ہے"

(خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۳ رجنوری ۱۹۴۱ء)

پروگرام کا اعادہ

یہ تبلیغی پروگرام جب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے پیش کیا تھا۔ قریباً اس سال کے شروع میں ہی جماعت کے سامنے آگیا تھا۔ اور "پیغام صلح" نے بار بار جماعت کو اس بلند اور رفیع نصب العین کی طرف متوجہ کیا اور اس پروگرام کے ہر پہلو پر جتنا ممکن ہوسکتا تھا روشنی ڈالی۔ اور یہ ظاہر ہے جو چیز بار بار آنکھوں کے سامنے سے گزرتی رہے اس کا اثر قلب و دماغ پر نہایت شدت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ انسان کے روزمرہ کے اعمال اور اشغال اس سے متاثر ہونے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ چیز جزو طبیعت ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ فطرت ثانیہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی مقصد اس اعادہ سے ہے کہ یہ پروگرام ہر ایک احمدی دوست کا جزو طبیعت ہو کر رہ جائے۔

اعادہ کی ضرورت

ہوسکتا ہے کہ بعض طبائع کو یہ اعادہ ناگوار ہو۔ لیکن اگر اس اعادہ کے شاندار نتائج سے ہمارے دوست واقف ہو جائیں تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ جماعتوں کو بعض کاموں پر آمادہ کرنے کیلئے اعادہ نہایت ضروری ہوا کرتا ہے اور ویسے بھی جماعت کے سامنے اس کا نصب العین ہمیشہ موجود رہنا چاہئے اور صحیفہ نگاروں کا فرض ہوا کرتا ہے کہ وہ اس نصب العین کو ہمیشہ مختلف طریقوں سے اجاگر کرتے رہیں۔ سو جہاں تک اس فرض کا تعلق ہے پیغام صلح نے نہایت کاوش کے ساتھ بار بار اس پروگرام کو جماعت کے سامنے پیش کیا اور قریباً ہر دوسرے اشاعت میں کسی نہ کسی رنگ میں اس پروگرام کو نمایاں کیا "ذرمسیح موعود نمبر" کی شکل میں اس امر کی بھی وضاحت کی کہ احمدیت کو کس طرز اور اسلوب سے پیش کرنا چاہئے۔

جماعت کا التفات

خدا کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ نے اس پروگرام کو لائق اعتنا خیال کیا اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ جماعت کی گذشتہ پانچ ماہ کی تبلیغی مساعی واضح کرتی ہیں کہ جماعت کے قلب میں کس قدر تبلیغی جوہر موجود ہے۔ اس جوہر کو حرکت دینے کی ضرورت ہے۔ صرف اتنا چاہئے کہ اس تبلیغی لاوے کا دہانہ کھول دیا جائے۔ اس کے بعد یہ سیل خس و خاشاک کو جلا دیگا۔ اور ہر اس چیز کو بہا کر لیجائیگا۔ جو ایک دور جدید کے راستے میں سنگ راہ ہے۔ جو غلبۂ اسلام کو التوا میں ڈالے ہوئے ہے۔ ہماری بیرونی جماعتوں نے اجتماعی اور انفرادی طور پر اس پروگرام کو بروئے کار لانے کی کوشش کی ہے

بیرونی جماعتوں کے جلسے

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے اجتماعی تبلیغ سے تعلق رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ جلسے بہت ہی کامیاب ہوئے۔ جن میں سے دہلی، جموں اور جہلم کے جلسے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تینوں ان مقامات پر بہت ہی کامیابی عطا فرمائی اور اس کامیابی نے اس حقیقت پر مہر ثبت کر دی کہ اگر ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ تبلیغ کریں تو کتنی ترقی اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جہاں جہاں قادیانیوں سے مناظرے ہوئے ان مناظروں میں قادیانی عقائد کا باطل ہونا دنیا پر واضح ہوا۔ اور دنیا نے شہادت دی کہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ہی درست ہیں اور حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مسلک اور مذہب کے مطابق ہیں اور قادیانی عقائد نو تراشیدہ اور غلو کے آئینہ دار ہیں اور یہ احساس بھی نہایت شدت کے ساتھ پیدا ہوا کہ جماعت احمدیہ خالص اسلامی جماعت ہے جو دن رات اسلامی غلبہ کیلئے کوشاں ہے۔

اس اجتماعی کوشش میں نوجوانوں کا بھی حصہ ہے۔ قریباً ہر جماعت کے نوجوانوں نے اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ جن میں سے لائلپور کے نوجوان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لائلپور کی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن اچھا کام کر رہی ہے۔ خدا ان نوجوانوں کے عزائم کو استحکام اور پائیداری عطا فرمائے اور پہلے سے بھی زیادہ جوش کیساتھ کام کرنیکی توفیق عطا فرمائے

انفرادی تبلیغ

اجتماعی تبلیغ کے علاوہ انفرادی تبلیغ ہے جس سے ہم دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرسکتے ہیں بلکہ احمدیت کے سواد میں داخل کرسکتے ہیں انفرادی تبلیغ کی اہمیت کو غالباً ابھی جماعت نے زیادہ محسوس نہیں کیا۔ جس دن انفرادی تبلیغ کا جذبہ جماعت کے اندر بیدار ہوگا۔ اس دن نہایت شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آج تک جماعت نے زیادہ تر انفرادی تبلیغ سے ہی ترقی کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اجتماعی تبلیغ اور مبلغین کا خاص اہتمام کہاں تھا۔ یہ تو انفرادی تبلیغ کی برکت تھی کہ جماعت ہر مقام پر بڑھتی اور پھیلتی تھی۔ ہر احمدی ایک زبردست مبلغ اور داعی تھا۔ جو لوگ احمدیوں سے معاملہ کرتے تھے۔ وہ ان کی خوش معاملگی دیکھ کر انکی طرز زندگی کو مطالعہ کرکے احمدیت کو قبول کر لیتے تھے۔ آج بھی جماعت کے اندر ایسی مثالیں موجود ہیں جو اس طرز سے لوگوں کو کھینچتی ہیں لیکن یہ مثالیں اس کثرت کے ساتھ نہیں جتنی کثرت کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تھیں۔ اب انفرادی تبلیغ ایک حد تک پس منظر میں چلی گئی ہے۔ گو یہ جذبہ پھر بیدار ہونے لگا ہے ہمیں اس جذبۂ تبلیغ کو جتنی بھی جلدی ہوسکے بیدار کر دینا چاہئے اور تمام دلچسپیوں کا دیگر تحریکات سے تعلق توڑ لینا چاہئے۔ کیونکہ بغیر یکسوئی کے یہ جذبہ بیدار نہیں ہوسکتا۔

جماعت میں شمولیت

ہماری تبلیغی مساعی کے نتائج اظہر من الشمس ہیں۔ ابھی تو ابتدا ہے لیکن اس ابتدا سے انتہا کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس سال لوگ زیادہ کثرت کے ساتھ سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں جس پر پیغام صلح کی گذشتہ اشاعتیں شاہد ہیں جن میں جماعت میں شامل ہونیوالے احباب کی فہرستیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان فہرستوں کا موازنہ گذشتہ سالوں سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ کامیابی صرف تبلیغی تحرک کی وجہ سے ہے لیکن ابھی یہ تبلیغ کا گیسو منت پذیر شانہ ہے۔ ابھی اس تبلیغ کو ایسے پروانوں کی ضرورت ہے جن میں دلسوزی بدرجہ اتم موجود ہو۔ ایسے مجاہدوں کی ضرورت ہے جو تحریک احمدیت کے اخلاقی روحانی اور الہیاتی پہلوؤں کو سمجھیں اور انہیں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جو مناظرانہ الجھنوں میں زیادہ نہ الجھیں بلکہ اس عظیم الشان پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کریں جس کی احمدیت حامل ہے۔ امید ہے جماعت کے تمام حلقے ان اسباب پر غور کریں گے جن سے ہمیں یہ کامیابی نصیب ہوئی ہے اور ان اسباب کو زیادہ مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے جن سے سلسلہ تبلیغی پروگرام کو زیادہ سے زیادہ تقویت پہنچے یا ابھی اس پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے عظیم الشان تبلیغی جد و جہد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ❀

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا:

"اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور سلسلہ کا آرگن ہے جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔ تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے۔ بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے۔"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے۔ لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال ممبر نہیں بن سکتے۔ اس کا صرف ایک ہی طریق ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے۔ کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے۔ جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی متاع عزیز ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

مذاکرہ علمیہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم پر ایک نظر

کیا بعض قوانین کے ماتحت انسان کی عمر گھٹ یا بڑھ سکتی ہے؟

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۱)

اعتراض ایک دوست نے ایک مرتبہ میرے سامنے عمر کے گھٹنے اور بڑھنے پر کسی نیچری کا اعتراض پیش کیا کہ قرآن کریم کی مختلف آیات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر گھٹ بڑھ نہیں سکتی۔ جیسا کہ آیت اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ولا یستقدمون سے ظاہر ہے کہ جب ان کا وقت مقرر آ جائے گا۔ تو وہ اس سے نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی آیات ہیں۔ جن سے ایسا ہی نظر آتا ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب نے بعض جگہ فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ دشمنوں کے مباہلہ وغیرہ کی صورت میں میں تیری عمر بڑھا دوں گا۔ یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب میں نے اس اعتراض پر بڑا غور کیا ہے۔ مجھے اس میں کوئی معقولیت نظر نہیں آئی۔ یہ کہنا کہ خدا کسی شخص کی عمر کو نہ گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ خواہ کیسی ضرورت اور مصلحت کیوں نہ ہو۔ یہ نیچریت ہے۔ معرفت الٰہی نہیں۔ وہ خدا کیا ہوا اور اس کی قدرت کیا ہوئی۔ جو اپنے کسی بندہ کی عمر کو نہ گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ میرے خیال میں ایسے شخص کی نظر میں خدا کی حیثیت نعوذ باللہ ایک کولھو کے بیل سے بڑھ کر نہیں۔ جو مقررہ چکر میں گھوم رہا ہے۔ معترض کو اذا جاء اجلھم کی آیت نظر پڑی۔ مگر ساتھ ہی یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب کیوں نظر نہ پڑی کہ خدا جو چاہے مٹا دے اور جسے چاہے قائم رکھے اور اس کے پاس ہے اصل کتاب۔ معترض کو قرآن کی یہ تنبیہ بھول گئی کہ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کہ قرآن کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو۔

صفات علیم و قدیر پر بحث

اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی دو صفات علیم اور قدیر پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی دو صفات الٰہیہ ہیں۔ جن کے ماتحت تمام مسائل تقدیر، معجزات، پیشگوئیوں وغیرہ کے آ جاتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کو سمجھ لینے سے یہ ساری مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

صفت قدیر پر بحث

میں پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو لے لیتا ہوں۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ علی کل شیء قدیر کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یعنی اپنی صفات کے مطابق وہ ہر چیز اور ہر امر پر قدرت رکھتا ہے۔ جو فعل خدائی صفات کے خلاف ہو گا۔ وہ خدائی فعل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے کیونکہ جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کی حق صفت کے خلاف ہو گا۔ پس جو جھوٹ بولے گا۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خدا کی طرف امکان کذب منسوب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح خدا کی طرف ہم یہ نہیں منسوب کر سکتے کہ وہ اپنے جیسا خدا پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ پیدا ہونا خدا کی صفت نہیں۔ جو پیدا ہو گا۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا تو غیر مخلوق ہے جو مخلوق ہے۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ سوال پہلے درجہ کی جہالت پر مبنی ہے کہ کیا خدا اپنے جیسا خدا پیدا کر سکتا ہے۔ خدا کی طرف پیدا ہونا منسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ پس علی کل شیء قدیر کے معنی یہ ہوئے کہ اپنی صفات کے مطابق وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ چونکہ وہ خدا ہے اس لئے اس کی صفات اور افعال پر حد بندی نہیں لگائی جا سکتی۔ پس اس کی ہر صفت لامحدود ہے اور اس کے ماتحت اس کا ہر فعل ایک لامحدود قدرت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ فعال لما یرید۔ جو ارادہ کرے اسے کر کے رہتا ہے یعنی اس کے ارادہ میں کوئی چیز روک نہیں پیدا کر سکتی۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون بے شک اس کا امر تو یہ ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق ارادہ کرے تو فرماتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ یعنی ارادہ الٰہی اور اس چیز کے وجود میں آ جانے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ پھر فرماتا ہے۔ یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب کہ خدا جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے قائم رکھے۔ اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ پھر یہاں تک فرمایا کہ واللہ غالب علیٰ امرہ اور اللہ اپنے امر پر بھی غالب ہے۔ یعنی ایک چیز کا امر جناب الٰہی سے ہو چکا ہو۔ تب بھی وہ اس کو روک سکتا ہے۔ تو گویا خدا کے افعال یعنی اس کی قدرت پر جو اس کی صفات کے منافی نہیں۔ حد بندی لگانا عدم معرفت کی دلیل ہے۔

قدرت اور سنت اللہ میں فرق

یہاں بعض لوگوں کو یہ وسوسہ پیدا ہو گیا کہ پھر لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ تو خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا کہ کیا معنے ہوئے۔ سو واضح ہو کہ قدرت الٰہی اور چیز ہے۔ اور سنت اللہ اور چیز ہے۔ سنت اللہ کے تو یہ معنے ہیں کہ خدا نے اپنے علم اور قدرت کے ماتحت اپنی تمام مخلوق کو جن قوانین کے ماتحت رکھا ہے۔ تو ان میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ یہ بھی اسی قدیر کی قدرت پر دلیل ہے۔ کہ خدا کے قوانین اٹل ہیں۔ وہ بدلا نہیں کرتے اور انسان کی تو کیا مجال ہے کہ مخلوق ہو کر اس کے قانون میں کوئی رد و بدل کر سکے۔ اس کے یہ معنے تو نہیں کہ خدا کو قدرت نہیں کہ وہ ان قوانین کو بدل سکے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اس نے اپنی مشیت سے جو قوانین اپنی مخلوق کے لئے تجویز کر دیئے ہیں۔ وہ ان کو بدلا نہیں کرتا۔ یہ عادت اللہ کا ذکر ہے۔ قدرت الٰہیہ کا ذکر نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ سنت اللہ سے وہی قوانین اور عادات الٰہیہ مراد ہیں۔ جن کا ذکر خود جناب الٰہی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے نہ کہ انسان کے تجویز کردہ قوانین نیچر۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جن قوانین و عادات الٰہیہ کا ذکر جناب الٰہی خود فرما دیں گے۔ ان میں غلطی کا احتمال باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا علم اپنے قوانین کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ وہ جب کوئی اپنا قانون بیان فرما دے گا۔ تو ایسا ہونا ناممکن ہے کہ کوئی امر اس سے باہر رہ جائے۔ برخلاف اس کے انسان کا محدود اور ناقص علم خدا کی ساری مخلوق اور اس کی عجائبات اور اس کے قوانین پر پوری طرح حاوی نہیں ہو سکتا۔ آج ایک بات سائنس دریافت کرتی ہے۔ کل اس میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ پرسوں اس کے خلاف کوئی بات نکل آتی ہے۔ پس انسان کے تجویز کردہ قوانین نیچر کا نام سنت اللہ نہیں۔ بلکہ سنت اللہ قرآن کریم نے جسے فرمایا ہے۔ وہ، وہ قوانین ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں خود اللہ تعالےٰ نے فرما دیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ سنت بیان فرمائی ہے کہ فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت کہ جس پر موت وارد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو روک لیتا اور واپس اس دنیا میں نہیں بھیجتا۔ دوسری جگہ فرمایا حرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم الیھم لا یرجعون جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں۔ ان پر حرام ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا کے لوگوں کی طرف واپس لوٹائے جائیں۔ اب یہ وہ سنت اللہ ہے۔ جسے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے اپنے علم کامل سے خود بیان فرما دیا ہے۔ اس لئے اس ارشاد الٰہی کے بعد ہم کسی نبی یا ولی کا اس قسم کا کوئی معجزہ نہیں مان سکتے کہ اس نے کسی حقیقی مردے کو جس کی روح قبض ہو چکی تھی زندہ کر دیا۔ کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے اور خدا کا ارشاد ہے کہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ تو اللہ کی سنت میں کبھی تبدیلی نہیں پائے گا۔ پس اگر کسی نبی کے معجزہ میں ہم کسی موتیٰ کے احیا کا ذکر پڑھیں گے تو وہاں ہم اس کے معنی حقیقی مُردے کا زندہ ہونا نہیں کر سکتے۔ بلکہ مجازی معنوں کی طرف رجوع کریں گے یعنی روحانی طور پر مردہ لوگوں میں نئی زندگی پھونکنا یا کسی مصیبت میں مبتلا شخص کی تکلیف کا دور ہو جانا۔ یا کسی کالمیت مریض کا شفا پا جانا۔

لیکن اس سنت اللہ میں تبدیلی نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خدا کو قدرت نہیں کہ ان میں تبدیلی کر سکے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی قدرت اور علم سے جب اپنی مخلوق کے لئے کچھ قوانین بنائے۔ تو ساتھ ہی ان کے متعلق یہ بھی ایک قانون بنایا کہ ان قوانین میں تبدیلی نہ ہو گی۔ کیونکہ اگر قوانین میں تبدیلی ہونے لگے۔ تو تمام خواص اشیا اور قوانین قدرت سے امان اٹھ جائے۔ اور انسان کی تمام ترقیات مادی و روحانی بلکہ خود انسان کی زندگی ناممکن ہو جائے۔ پس جب تک کوئی امر اللہ تعالیٰ کی صفات یا اس کی بیان کردہ سنت اللہ کے خلاف نہ ہو۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ X

(باقی آئندہ)

یوم وصال حضرت مسیح موعود

اور

مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا کامیاب اجلاس

مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۶۸ء بروز سوموار ساڑھے پانچ بجے شام مرکزی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کے سلسلہ میں ایک بارونق اجلاس احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، مولانا یعقوب خان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول اور شیخ محمد طفیل صاحب بی اے نے تقریریں کیں اور جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اپنے صدارتی ارشادات سے حاضرین کو محظوظ و مستفید کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور مولانا یعقوب خان صاحب کی تقریروں کا ملخص درج ذیل ہے۔ تقریروں سے پہلے مولوی عبد القیوم صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

(مراسلہ نگار)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کا ملخص

میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں جو بڑے بڑے انسان ہیں۔ ان کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اپنے زمانہ میں بڑے مقام پر پہنچتے ہیں اور بعد میں نابود سے ہو جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو اپنے زمانہ میں بہت کم پہچانے جاتے ہیں اور جوں جوں زمانہ گذرتا ہے۔ وہ زیادہ ممتاز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے انسان ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کس طرح دنیا نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور کس طرح آپ کو بری سے بری صورت میں پیش کیا گیا۔ لیکن آپ کی عظمت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ یورپ نے ایک زمانہ میں آنحضرت صلعم کو بہت برے رنگ میں پیش کیا۔ لیکن آہستہ آہستہ آپ کی عظمت ان مغربی لوگوں کے دلوں پر بھی اثر کرتی چلی جاتی ہے۔ درحقیقت آپ کی بڑائی اس عظیم الشان صداقت کی وجہ سے ہے جس کو آپ دنیا میں لائے۔ آپ دنیا کے سب سے بڑے انسان ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑی صداقت کا انکشاف آپ پر ہوا۔

موجد بھی بڑا آدمی ہوتا ہے لیکن اس کی ایجادات ہماری زندگی میں انقلاب پیدا نہیں کر سکتیں۔ لیکن وہ چیزیں جن سے انسان اوپر کو اٹھنے لگتا ہے۔ وہ، وہ صداقت ہے جس کا انکشاف محمد رسول اللہ صلعم پر ہوا۔ دنیا کو اس صداقت کی طرف ماریں کھا کر آنا پڑے گا۔ آنحضرت صلعم کے قلب پر جس صداقت کا انکشاف ہوا وہ انسان کو اس درندگی سے نجات دلاتی ہے۔ جس میں اس وقت دنیا گرفتار ہے اور ماریں کھا رہی ہے۔

آج جس انسان کی یاد میں ہم نے یہ جلسہ منعقد کیا ہے۔ وہ بھی ان غلط فہمیوں کا شکار رہا۔ اس شخص پر بھی زبردست روحانی صداقت کا انکشاف ہوا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اولیائے امت میں سب سے بڑی صداقت کا انکشاف آپ پر ہوا۔ جس صداقت کا انکشاف آپ کے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوا وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله۔

وہ مسائل متنازعہ جو ہمیں نظر آتے ہیں اور جن کی وجہ سے دنیا کی توجہ احمدیت کی طرف کم ہے، وہ درحقیقت وہ رکاوٹیں ہیں جنہیں دور کر کے غلبہ اسلام کیلئے راستہ صاف کیا گیا۔

غلبہ اسلام ہی اصل چیز ہے۔ جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب آئے اور اس وقت آئے جبکہ یہ بات مسلمانوں کے قلوب سے محو ہو چکی تھی۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مایوس ہو چکے تھے۔ بہت سی طاقتیں تھیں جو اسلام کو تباہ کرنا چاہتی تھیں۔ ایسے نازک وقت میں ایک غیر معروف انسان کے قلب پر اس امر حق کا انکشاف ہوتا ہے کہ دین اسلام کے غلبہ کا وقت آ گیا ——— سو میں کہتا ہوں کہ یہ جتنے متنازعہ فیہ مسائل نظر آتے ہیں وہ صرف اس غلبہ کو قائم کرنے کیلئے ہیں اور مجرد طور پر ان مسائل کی کوئی ہستی نہیں۔ ان سے مراد صرف اسلام کی ترقی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو کامیابی نہیں ہوئی لیکن میں کہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی قبولیت ہو چکی، اسی حیات مسیح کے مسئلہ کو لیجئے اور وہ تمام پیشگوئیاں جو احادیث میں اس دور سے تعلق تھیں۔ انہیں سامنے رکھئے جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان مسائل کو پیش کیا۔ دنیا اس وقت آپ کی سخت مخالف تھی لیکن آج مسلمانوں کا بیشتر حصہ ان باتوں کو مانتا چلا جاتا ہے کیونکہ یہ حق ہے اور صداقت ہے اور خوب یاد رکھو کہ حق کے اوپر جس قوم کی گرفت ہو گئی ہے۔ وہ کل کو غالب آئیگی حق بہت زبردست چیز ہے۔ کوئی ہتھیار اتنی قوت نہیں پیدا کر سکتا جتنی کہ حق کرتا ہے۔ اس جماعت کے اندر احساس شکست نہیں پیدا ہو سکتا۔ جو کہ مضبوطی کے ساتھ اس حق پر قائم ہے۔

بہت عظیم الشان مقصد ہے جو اس جماعت کے سامنے ہے کفرستانوں کے اندر اسلام کے جھنڈے نصب کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ یہ خیال نہ کمال الدین کے دل میں پیدا ہوا۔ نہ محمد علی کے قلب میں پیدا ہوا۔ بلکہ یہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے قلب میں پیدا ہوا۔ اور انہیں کی جماعت اس کام کو کر سکتی ہے۔ عام مسلمان اس کام کو کر نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کے قلب میں اس غلبہ کا ایمان نہیں اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت قادیان بھی اس غلبہ کو چھوڑ چکی ہے۔ کیونکہ وہ کلمہ طیبہ کو ترک کر چکی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آج اس کلمہ سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ یہ اس لئے کہ ان کے اندر خدمت قرآن کا جذبہ نہیں رہا۔ اب صرف پانچ پاروں کی تفسیر کر کے کہتے ہیں کہ آؤ تفسیر نویسی میں ہمارا مقابلہ کر لو۔ اگر ان کے قلب میں خدمت قرآن کی تڑپ تھی، تو انہیں چاہئے تھا کہ قرآن کی خدمت کرتے لیکن اس سے وہ محروم ہیں۔ لیکن آج صرف ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو اس حق پر قائم ہے اور جس کے قلب میں وہ ایمان ہے جسے حضرت مسیح موعود نے پیدا کیا۔ اگر وہ ایمان تمہارے قلوب کے اندر ہے تو خوب یاد رکھو کہ کامیاب ہو گے۔ کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے۔ لیکن اگر حق پر تمہاری گرفت کمزور پڑ گئی تو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آج میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی وفات کے دن تم سے کہتا ہوں کہ جب تک تمہارے اندر وہ ایمان نہیں پیدا ہوتا کہ تم اپنی جان پر کھیل جاؤ۔ اس وقت تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی اصلاح کے لئے اپنے قلوب میں حقیقی تڑپ پیدا کرو۔ دنیا کی تحریکوں اور دلچسپیوں میں نہ الجھو۔ صرف ایک بات پر پختہ ایمان رکھو کہ اسلام تمام ادیان پر غالب آئیگا۔ اس پر قائم رہو اور اسے بروئے کار لانے کی انتہائی کوشش کرو۔ خدا ہم سب کو اسے بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا یعقوب خان صاحب کی تقریر کا ملخص

ہمیں یہ جو خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف دنیا نے کم توجہ کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو اپنی آنکھ سے دکھانا چاہتے ہیں۔ اب تک ہم نے حقیقت کو پس منظر میں ڈال کر اور حیات مسیح اور وفات مسیح کے عقائد میں الجھ کر رہ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو تعلق باللہ کو قائم کرنے کیلئے آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو پڑھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجسم خود خدا تعالیٰ کی ہستی کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ایک دہریہ پروفیسر ہیں۔ ان کا قول ہے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھا جائے تو ہر وقت خطرہ لاحق ہے کہ اب بھی انسان خدا تعالیٰ کی ہستی کو ماننے لگا اور ماننے لگا۔ سو حضرت صاحب کی زندگی کا مقصد وحید تھا۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان کا قائم کرنا۔ آپ کے گرد جو لوگ جمع ہوئے تو اس جذبہ ایمان اور یقین کی برکت سے۔ اب بھی اگر وہ جذبہ پیدا کریں تو دیکھئے لوگ آتے ہیں یا نہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں دیکھا۔ مگر حضرت مولانا نور الدین صاحب کا زمانہ دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ فضا میں خدا تعالیٰ بھرا ہوا تھا ——— سچ تو یہ ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کو پیش کرنے کا حق ادا نہیں کیا۔

اگر لوگ کثرت کے ساتھ تحریک احمدیت کی طرف توجہ نہیں کرتے تو ہمیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ میں تو بعض دفعہ خیال کرتا ہوں کہ اگر بہت سے لوگ اس تحریک کی طرف کھنچ کر آتے۔ تو مجھے اس کی صداقت میں شبہ ہوتا۔ آپ پہاڑ کی بلندی پر چڑھیں جہاں سے گلیشیر نظر آ رہا ہو یعنی خدا تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہو۔ تو ایسی بلندی پر بہت کم لوگ پہنچتے ہیں۔ یہی حال ماموروں کا ہے انہیں بھی بہت کم لوگ شناخت کرتے ہیں۔ ویسے بھی لوگوں کو ماموروں سے چڑ ہوتی ہے۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مسیح آئے اور سلطنت آ گئے۔ لیکن حضرت صاحب کا مقصد سلطنت کو حاصل کرنا نہیں تھا۔ آپ کا مشن اس سے بہت بلند تھا۔ سیاسی غلبہ یقیناً آئے گا۔ لیکن اس سے پہلے قلب و دماغ میں ایک زبردست روحانی انقلاب کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد غلبہ آنے کا اس سے پہلے غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

لوگ یہ کہتے ہیں کہ تحریک احمدیت کی طرف دنیا نے توجہ نہیں کی یہ غلط ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ڈاکٹر اقبال کا قول کہ "تحریک احمدیت ہوا اثر پذیر ہوا ہندوستان میں کوئی فاضل ایسا نہیں جو اس تحریک سے متاثر نہ ہوا ہو۔ ہم پھر اس اثر پذیری کو از سر نو اسی قبولیت سے قائم کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے قلوب کے اندر انہیں جذبات کو پیدا کرنے کی ضرورت [illegible]

ہمارے مسیحا

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

(از جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی۔ سی۔ ایس)
(گذشتہ سے پیوستہ)

خدا نمائی

۸۔ ہمارے گھر کی مالی حالت معمولی تھی۔ میرے والد صاحب کی زمین بمشکل گذارہ کے لئے کافی تھی۔ زمین بھی بارانی تھی۔ جب میں بی۔ اے میں پڑھا کرتا تھا۔ ایک سال امساک باراں کی وجہ سے بہت سخت قحط پڑا۔ میرے ذمہ تین چار ماہ کی کالج کی فیس بھی تھی بی۔ اے کے امتحان کا داخلہ بھی دینا تھا۔ اور دو ماہ کا خرچ خوراک بھی میرے ذمہ تھا۔ ان دنوں لاہور کے احمدی شام کی نماز کے وقت مولوی غلام حسین صاحب کی مسجد واقعہ گمٹی بازار میں جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ مولوی صاحب ایک جید عالم تھے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے اس محلہ کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے تھے۔ مگر مولوی صاحب مسجد پر قابض رہے۔ بعد میں مقدمہ بازی ہوئی اور مولوی صاحب بے دخل ہو گئے۔ خیر ان دنوں ہم اسی مسجد میں جمع ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں احمدیوں کی حالت ہی کچھ اور تھی قادیان کی خبروں کا بڑے شوق سے انتظار رہتا تھا۔ ایک روز ایک اشتہار حضرت اقدس کی طرف سے موصول ہوا جس کا عنوان تھا۔ "من انصاری الی اللہ" درج تھا کہ لنگر کے لئے روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ بھی درج تھا کہ جو شخص اس وقت میری امداد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا میں بھی سب کچھ دے گا۔ اور دار آخرت میں جو ملے گا۔ اس کا تو حساب ہی نہیں۔ حضرت مرسل ربانی کی صداقت پر یقین تھا۔ وہ اشتہار سن کر مجھے خیال آیا کہ ناتہ مستی تو پیسے ہی ہے۔ جو کچھ پاس ہے۔ وہ بھی دے دو۔ پانچ روپے میرے پاس تھے وہ دیدیئے۔ جیب کو خالی کرتے وقت جو مزا اس وقت آیا۔ اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ میری یہ معمولی سی قربانی قبول ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک ایسی جگہ سے جس کا میرے دل میں وہم و گمان بھی نہ تھا مجھے ایک سو روپیہ مل گیا۔ ایسے شخص سے ملا جس کا مجھ پر احسان بھی نہ ہوا۔ میری سب تکالیف دور ہو گئیں۔ کالج کی بقایا فیس بھی ادا ہو گئی۔ داخلہ بھی دے دیا گیا۔ اور اپنے پاس بھی کافی رقم بچ رہی۔ اس کے بعد دنیا میں جو فضل مجھ پر ہوا۔ اس کا بیان کرنا ہی میری طاقت سے باہر ہے۔ جو لوگ مجھ سے اور میرے خاندان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ خدا کے فضل سے اس وقت ہماری پوزیشن اپنی برادری میں ایسی ہے کہ لوگ اس پر رشک کرتے ہیں۔ لائل پور، شیخوپورہ، منٹگمری۔ ملتان کے اضلاع میں بہت سی زمین اور خود اپنے وطن میں بھی اس قدر زمین ہے کہ ضلع سیالکوٹ میں بہت کم لوگوں کی ملکیت اس قدر ہے۔ آٹھ نمبرداریاں ہمارے خاندان میں ہیں۔ لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ مگر خدا جانتا ہے کہ اس قدر زمین کے مل جانے میں کئی خوارق کا اظہار ہوا۔ اگر مفصل لکھوں تو بہت طوالت ہوگی۔ اس میں کسی خاص آدمی کا احسان بھی نہیں اٹھانا پڑا۔ لوگ کئی کئی قسم کی بدظنیاں بھی کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اس پانچ روپے کی خفیف رقم کی وجہ سے ملا ہے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی مقدس اور مطہر انسان کے طفیل سے دار آخرت میں بھی سرخروئی عطا فرمائے۔

۹۔ ابھی میں ملازم بھی نہیں ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے خاندان کو تین مربعے اراضی مل گئی ہے۔ یہ خواب میں نے اپنے عزیز دوست اور بھائی چودھری غلام حسن صاحب کو بتائی۔ اور یہ تین مربعے ایک عجیب طریق سے مل گئے۔ اور پھر اس کے بعد خدا کے فضلوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر موقع پر خلاف توقع معاملہ طہور پذیر ہوا۔ عام طور پر یہ ہوا کہ ایک واقعہ مایوس کن اور تکلیف دہ پیش آیا۔ مگر بعد میں اسی میں ایک عجیب و غریب کامیابی کی راہ نکل آئی۔

۱۰۔ حضرت کی ذات میں تصنع نام کو نہ تھا۔ حضور کی کسی بات سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ حضور کا کوئی فعل ایسا تھا۔ جیسے وہ دکھانے کیلئے کرتے تھے۔ پہلے بعض وقت ایسے لوگ جو پیروں کو ایسے لباس اور ایسی طرز میں دیکھنے کے عادی تھے کہ جس سے مصنوعی زہد و تقویٰ ٹپک رہا ہے۔ حضرت کو دیکھکر حیران ہو جاتے تھے۔ اور بعض بدظن بھی۔ ہر ایک بات میں بے تکلفی اور سادگی تھی۔ میں جب کبھی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا۔ کوشش کرتا کہ شام کی نماز کے بعد جبکہ حضرت عشا کی نماز تک مسجد مبارک میں بیٹھا کرتے حضرت کے پاؤں دباؤں۔ اور عام طور پر مجھے موقعہ مل ہی جایا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اپنے درس قرآن میں فرمایا۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی لوگوں میں بیٹھا کرتے تو ہمیشہ سبحان اللہ پڑھا کرتے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ خدا سے دعا کرتے کہ ان لوگوں کی برائیوں میں سے کوئی برائی خود رسالتمآب کے وجود اقدس میں نہ آجاوے۔ جب حضرت مولانا نے یہ فرمایا۔ تو میرے دل میں وسوسہ گذرا کہ یہ کیا بات ہے۔ ہمارے حضرت تو ہر روز ہمارے پاس بیٹھتے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے آپ کو سبحان اللہ پڑھتے نہیں سنا۔ اس وقت یہ وسوسہ میرے دل میں گذرا۔ مگر بعد میں مجھے اس بات کا خیال ہی نہ رہا۔ رات کے وقت جب میں پائے مبارک دبا رہا تھا۔ تو میں نے سنا کہ حضرت اقدس نے دو تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ اتنی اونچی آواز سے پڑھا کہ میں نے سن لیا۔ اس وقت مجھے اپنا وہ وسوسہ یاد آگیا۔ اس کے بعد اور دوسرے دنوں میں بھی میں نے بڑے غور سے کان لگائے۔ مگر پھر بھی کبھی یہ الفاظ میں نے نہیں سنے۔ میں نے سمجھ لیا کہ حضرت ہمیشہ سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ مگر اس روز ذرا اونچی آواز سے یہ الفاظ اس واسطے دوہرائے کہ میرا وسوسہ دور ہو جائے۔

۱۱۔ جن دنوں میں سیالکوٹ میں پڑھا کرتا تھا وہاں مولوی عبدالمجید ایک مشہور وکیل تھے۔ شاعر بھی تھے اور خوش الحان بھی۔ حضرت کا قصیدہ

"جانبکہ از مسیح و تن دلش سخن رود"

ایسی خوش الحانی اور درد سے پڑھتے تھے کہ سننے والے وجد میں آجاتے تھے۔ لیکن بیعت نہیں کی۔ ان کے بھائی جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں رہا۔ ایک لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ سب طرف سے مایوس ہو کر قادیان پہنچے۔ میری ان سے پہلے سے واقفیت تھی۔ ان کی حالت بہت خراب تھی۔ حضرت مولانا نورالدین سے علاج بھی کرایا مگر علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ وہ خود تو کمزور تھے۔ ان کی اہلیہ نے حضرت اقدس سے دعا کی درخواست کی اور جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ بڑے درد اور اصرار سے دعا کرائی۔ ہر روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتی اور دعا کی درخواست کرتی۔ چند دنوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی تو پھر انہوں نے ایک مدحیہ قصیدہ حضرت کی شان میں تیار کیا اور سب کے روبرو سنایا۔

۱۲۔ مولوی خدا بخش صاحب مرحوم قادیان میں رہا کرتے تھے اور ان کی رہائش حضرت کے مکان کے ایک حصہ میں تھی۔ ایک دفعہ جبکہ مرزا صاحب مالیر کوٹلہ گئے ہوئے تھے۔ ان کا ایک لڑکا بیمار ہو گیا۔ اور ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ یہاں تک سنا گیا کہ اس کا تمام جسم سرد ہو گیا۔ اور چھاتی کے اوپر ہی زندگی کے آثار رہ گئے۔ حضرت کو اپنے اہل خانہ کی معرفت بیمار کی حالت کی خبر پہنچی۔ حضرت نماز میں کھڑے ہو گئے اور دعا فرمائی۔ ابھی دو رکعت نفل سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ بچہ اچھا ہو گیا یہ میری شنید ہے۔ میں نے اس بچہ کو نہیں دیکھا مگر یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔

۱۳۔ ایک اور واقعہ مجھے یاد آگیا ہے۔ میری ملازمت کا ابھی ابتدا ہی تھا۔ میں رہتک کے بندوبست میں قائم مقام نائب تحصیلدار پہلی دفعہ لگا۔ ایک گاؤں کی حدبندی پیمائش میں نے شروع کرائی۔ خط بنیادی جس پر ساری پیمائش کا دارومدار تھا غلط ہو گیا۔ اور یہ غلطی اس وقت معلوم ہوئی۔ جب سب پیمائش ہو چکی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سارے کا سارا کام غلط ہو گیا۔ ایک بڑے متعصب ہندو افسر مال جو پہلے ہی سلسلہ ان کے نام سے جلتے تھے۔ اور اس کے علاوہ خوشامد پسند بہت تھے اور مجھے خوشامد سے طبعاً نفرت تھی۔ ان کو یہ موقعہ ملا اور مجھے جواب دینے کیلئے طلب کیا۔ میں جھجر سے رہتک جواب کے لئے ایک یکہ میں آرہا تھا۔ جھجر میں اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ ان سب نے کہا کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ خط بنیادی تم نے قائم کیا تھا اور کہا کہ صاف انکار کر دو میں یکہ میں سوچتا جاتا تھا کہ کیا کروں۔ کبھی کچھ خیال آتا کبھی کچھ جب رہتک کے قریب پہنچا تو یک لخت میرے دل میں حضرت مسیح موعود کے خادم ہونے کا خیال آیا۔ اور خیال آتے ہی دل میں یہ بات میخ کی طرح گڑ گئی۔ کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو سچ بولو۔ اور اس خیال سے سخت اطمینان ہو گیا۔ میں افسر مال صاحب کے مکان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و اخلاق کا خود مطالعہ کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک زبردست خدمت ہے

پڑ گیا۔ وہ حسب معمول خوشامد پرستوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے اور کہا۔ "سب کام غلط کر دیا۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا"۔ کوئی ایک گھنٹہ بعد مجلس خوشامدیوں سے خالی ہو گئی۔ اور انہوں نے میرا جواب لکھنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیا۔ ابھی جواب لکھنا شروع نہ کیا تھا کہ اندر سے ان کا ایک بیٹا دوڑا ہوا آیا۔ اور اس کو یہ خوشخبری سنائی کہ اس کی بیٹی جو اپنے سسرال میں بہت بیمار تھی۔ شفایاب ہو کر ان کے گھر آگئی ہے۔ لالہ صاحب یہ خبر سنتے ہی دھوتی سنبھالتے ہوئے گھر کو دوڑے اور مجھے کہا آپ جائیں۔ اب آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوگی۔ ہمیں پرمیشر نے خوشی کا موقع دیا ہے۔ ہم آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے۔

یہ چند واقعات جو مجھے یاد آئے میں نے لکھ دیئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بیان ان نشانات اور خوارق کا ایک شمہ ہی ہے۔ جو میں نے دیکھے۔ تمام لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح کے واقعات اپنے متعلق بیان کیا کرتے تھے۔ بے شمار دعائیں قبول ہوتیں اور ایسے طریقہ سے قبول ہوتیں جس سے صریح طور پر معلوم ہوتا کہ وہ خوارق ہیں۔ جن قسم کا واقعہ کھانے کے متعلق میں نے بیان کیا۔ ٹھیک اس سے ملتا ہوا ایک واقعہ چوہدری سرفراز خانصاحب بدوملہوی نے بیان کیا۔ خدا جانے اور کتنوں کو اس قسم کے نشان دیکھنے کا موقع ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس کے وقت میں گویا خوارق اور نشانات کی بارش ہو رہی تھی۔

ایسے خوارق کے علاوہ بے شمار اس قسم کے نشانات ظاہر ہوئے کہ ایسے آدمی جو بہت بری طرح سے شراب نوشی، زناکاری وغیرہ بدکاریوں میں [illegible] بیعت کرنے کے بعد ان میں اس قسم کا انقلاب آگیا۔ کہ ان کے جاننے والے حیران رہ گئے۔ بہت سے ایسے آدمی مجھے یاد ہیں۔ جنہوں نے خواہشات نفسانی سے توبہ کر کے تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ نمونے دکھائے۔ مگر ان کے نام لینے مناسب نہیں۔

(باقی آئندہ)

دنیا کا سب سے طویل مقدمہ

فرانس میں ایک مقدمہ ۴۴۴ سال تک چلتا رہا۔ یہ مقدمہ ۱۵ نومبر ۱۴۳۲ء میں ایک قطعہ اراضی کی بابت فرانس کے دو دیہات کے درمیان شروع ہوا تھا جبکہ فرانس کی عدالتہائے دیوانی ساڑھے چار صدیاں گزر جانے کے باوجود فیصلہ نہ کرنے پائیں۔ آخر کار عدالت دیوانی واقعہ نالس نے اس طویل ترین مقدمہ کا فیصلہ اس طرح کیا کہ دونوں گاؤں کی اراضی متنازعہ کو آدھا آدھا بانٹ دیا۔ اس مقدمہ میں فریقین کے ساڑھے چار لاکھ روپے خرچ آئے حالانکہ اراضی زیر تنازعہ کی قیمت چھ ہزار روپیہ تھی۔ اور اس مقدمہ کے کاغذات ۱۸۵۶ بستوں میں بند کئے گئے جن کا وزن ۲۵۶ من تھا۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن
لائل پور کے ماہوار جلسہ کی رُوئیداد

(از جناب رشید احمد صاحب احمدی سیکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لائلپور)

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا ماہوار اجلاس ۸ اپریل ۱۹۳۴ء کو ٹھیک پانچ بجے بمقام زیر صدارت جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب فیکٹری ایریا پرائمری سکول میں منعقد ہوا۔ بارش اور آندھی ہونے کے باوجود بھی ہمارے جوشیلے ممبرین وقت پر تشریف لے آئے اور حاضری کافی تھی۔

میٹنگ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی اور بعد میں رپورٹ سیکرٹری پڑھی گئی۔ اس کے بعد احمد حسن صاحب نے شاہنامہ اسلام سے چند ایک شعر پڑھ کر سنائے۔ پھر میاں فضل الحق صاحب کا لیکچر ہوا۔ جو اچھا تھا۔ ازاں بعد محمد حسین صاحب احقر نے اپنی تقریر کے دوران میں بتایا کہ ایسوسی ایشن کی میٹنگ میں ہم سب بھائیوں کو حصہ لینا چاہئے اور اس کام کو جبکہ ہم نوجوانوں نے اپنے ذمہ لیا ہے ادھورا نہیں چھوڑنا چاہئے اور قبول احمدیت پر بھی کچھ ارشاد فرمایا۔ بعد میں بندہ کا لیکچر تھا۔ لیکچر کے بعد محمد اقبال صاحب نے "خطاب بہ مسلم" کے موضوع پر اپنی نظم سنائی۔ واقعی خوب تھی۔

آخری لیکچر خادم حسین صاحب کا تھا۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کی بادشاہت میں ہر مذہب وملت کے آدمی کو پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ ایک معمولی سے معمولی آدمی بھی حضرت فاروقؓ پر اعتراض کر سکتا تھا۔ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ اسلام میں مذہب اور سیاست علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ یہ تقریر بڑے جوش سے بیان کی گئی اور مقبول ہوئی۔

اس کے بعد صاحب صدر نے مختصراً نصیحت فرمائی کہ ہمیں اس مذہبی کام میں پورے جوش سے حصہ لینا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا کہ نوجوانو! اٹھو اور دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھا دو۔ میٹنگ میں حصہ لو۔ غلطیوں سے گھبرانے کی ... چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے اور غلطیاں کرنے سے ہی آدمی تجربہ کار ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اب میں اپنے نوجوانوں میں ایک نمایاں فرق دیکھتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی دیگر ممبر صاحبان میٹنگ کی کارروائی میں حصہ لیکر اپنے خیالات کا اظہار کرینگے شکریہ ادا کرنے کے بعد میٹنگ برخاست کی گئی ✦

ایک مصیبت زدہ نوجوان

مصیبت زدگان زلزلہ بہار میں سے ایک نوجوان جو اینگلو ورنیکلر مڈل پاس اور ادیب عالم بھی ہیں اس وقت بڑی فلاکت اور مشکل کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ہر طرح قابل امداد ہیں کوئی دوست جو انہیں منشی، محرر یا اور کوئی چھوٹی موٹی اسامی دلانے میں جو ایک فرد واحد کے معاش کے لئے کافی ہو امداد فرما دیں تو یہ عند اللہ بڑے اجر کا باعث ہو گا۔ اور ایک مستحق حاجتمند کی امداد ہوگی۔ پتہ ذیل پر خط وکتابت کی جائے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تبلیغ اسلام اور تنظیم جماعت
کیلئے ایک عملی تجویز

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب۔ پی ایچ ڈی)

نوجوانان جماعت کو یکجا جمع کرنے اور ان کے اندر ایک قوت عمل پیدا کرنے کی غرض سے یہ تجویز کیا گیا۔ ہے کہ احمدیہ ایسوسی ایشنز کو بڑے بڑے شہروں میں جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں، قائم کیا جائے۔ اس غرض کے لئے خاکسار نے یوم وصال حضرت مسیح موعود سے چند دن قبل تقریباً تمام بڑی بڑی جماعتوں کو بذریعہ خطوط درخواست کی تھی کہ وہ اپنی اپنی جگہ ایسی مجالس کا اجرا کریں۔ اور اس غرض سے کہ ان کو ضروری قواعد وضوابط مرتب کرنے میں آسانی ہو مرکزی ایسوسی ایشن کے قواعد وضوابط کی ایک کاپی بھی ارسال کی گئی تھی۔ ان خطوط کے جواب میں چند ایک مقامات سے اطلاعات آئیں کہ انہوں نے یا تو ایسی ایسوسی ایشن قائم کر لی ہے اور عہدہ داران وغیرہ سے اطلاع دی اور یا یہ لکھا کہ پہلے ہی ایسی ایسوسی ایشن موجود ہے اور خدا کے فضل وکرم سے عملی تبلیغ میں ہمہ تن مشغول ہے۔ میں بذریعہ عریضہ ہذا تمام ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میری درخواست پر لبیک کہا۔ اور ساتھ ہی ایسی تمام جماعتوں کی خدمت میں دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ جن کی طرف سے تا حال کوئی عملی قدم نہیں اٹھا۔ وہ ازراہ کرم اس طرف فوراً متوجہ ہو کر شکریہ کا موقع دیں۔ تبلیغ اسلام اور تبلیغ احمدیت کو عملی جامہ پہنانے اور مستقل صورت دینے کی غرض سے ایک تجویز ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ بیرونجات کی جماعتیں اس طرف توجہ فرمائیں گی۔

آپ اپنے شہر کو مختلف حلقوں میں تقسیم کر دیں۔ اور پھر ہر ایک حلقہ کسی ایک مستعد اور باہمت نوجوان کے سپرد کیا جائے۔ اس کے پاس اس حلقہ کے تمام احمدی احباب اور ایسے غیر احمدی قادیانی دوستوں کی فہرست ہو جن میں تبلیغ احمدیت مفید نتائج پیدا کر سکے گی۔ یہ نوجوان ہر ہفتہ کم از کم دو تین گھنٹے اس کام کیلئے وقف کر دے اور ان تمام احباب کو وقتاً فوقتاً ملتا رہے اگر جماعت کا کوئی جلسہ ہو تو اس کی اطلاع وغیرہ پہنچانا اس کا فرض ہو گا۔ اگر کوئی دوست کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کا فرض ہو گا۔ کہ مقامی صدر یا سیکرٹری کو اس کی اطلاع دے غرضیکہ وہ اپنے حلقہ کا پورا پورا نگران ہو گا پھر تمام ایسے غیر احمدی اور قادیانی دوست جو اس کے حلقہ میں اس کے زیر تبلیغ ہوں۔ ان کے متعلق پورا پورا ریکارڈ رکھے۔ اس غرض کے لئے میں ایک فارم طبع کروا رہا ہوں۔ اس فارم میں جو خانے ہوں ان کو پُر کرنا رہے۔ تاکہ جو صاحب زیر تبلیغ ہیں۔ ان کی بابت رپورٹ کا علم ہوتا رہے۔ اور اگر کوئی کارکن تبدیل ہو جائے تو دوسرے کو اس کا بخوبی علم ہو سکے۔ یہ فارم طبع ہونے کے بعد حسب ضرورت مجھ سے مل سکے گی۔ غرضیکہ تبلیغ کے کام کو مستحکم بنانے کیلئے مندرجہ بالا تجویز پیش خدمت ہے۔ امید ہے احباب اس طرف متوجہ ہوں گے ✦

والسلام

محمد عبد اللہ

رفتار عالم

لنڈن ۷ رجون۔ واشنگٹن میں افواہ تھی کہ برطانیہ جرمنی سے صلح کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر کل مسٹر روز ویلٹ صدر جمہوریہ نے اس افواہ کی تردید کر دی ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر امریکہ میں یہ افواہ بھی مشہور ہوئی تھی کہ جرمنی امریکہ سے دوستی گانٹھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر امریکہ کے باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ جرمنی اگر صلح کی کوشش بھی کرے تو بھی امریکہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

انقرہ ۷ رجون۔ جرمنوں نے سائپرس کے ارد گرد سرنگیں بچھا دی ہیں۔ ان میں سے چند سرنگیں تیز ہوا کی وجہ سے ترکی ساحل تک پہنچ گئی ہیں۔ حال ہی میں ترکیہ کی ایک تیل لیجانے والی کشتی ساحل ترکیہ پر سائپرس کے عین بالمقابل غرق ہو گئی تھی اور عجب نہیں کہ یہ کشتی کسی جرمن سرنگ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی ہو۔ ترکی افسر اس کشتی کے غرق ہونے کے واقعہ کی تحقیق کر رہے ہیں۔ اطلاع ملی ہے کہ اس سلسلے میں ہر فان پاپن سفیر جرمنی اور موسیو سراج اوغلو وزیر امور خارجہ ترکیہ میں بھی بات چیت ہوئی تھی۔ بعض حلقوں نے ان سرنگوں سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ جرمن سائپرس پر بہت جلد حملہ کر دیں گے۔

لنڈن ۷ رجون۔ کل اطلاع ملی تھی کہ سر سٹیفورڈ کرپس سفیر برطانیہ متعین ماسکو لنڈن واپس آ رہے ہیں۔ آج روزنامہ مانچسٹر گارڈین نے لکھا ہے کہ روس اور برطانیہ کے آئندہ تعلقات اس امر پر منحصر ہیں کہ سر سٹیفورڈ کرپس روس سے کیا خبر لاتے ہیں اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ برطانیہ نے روس سے اچھے تعلقات قائم کرنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر روس کا رجحان جرمنی کی طرف زیادہ ہے۔ اس لئے روس نے برطانیہ کی بات پر کان دھرنے کی کوشش نہ کی اور اب ظاہری حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اب روس اور برطانیہ کے تعلقات سدھرتے نظر نہیں آتے۔

قاہرہ ۷ رجون۔ مغربی صحرا میں غضب کی گرمی پڑ رہی ہے درجہ حرارت ۱۴۵ تک پہنچ گیا ہے۔ لیبیا سے لڑائی کی کوئی خاص اطلاع نہیں ملی عراق میں بالکل امن ہے۔ مصر اور لیبیا کی مشترکہ سرحد پر کئی ایک چوکیاں ایسی ہیں۔ جن پر جرمن افواج کا قبضہ ہے آج طبرق پر بمباری ہوئی۔ مگر اس سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔

لنڈن ۷ رجون۔ اس وقت دنیا بھر کی نظریں شام پر لگی ہوئی ہیں۔ وشی گورنمنٹ کے ارباب حل و عقد بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ وشی کی طرف سے جرمنی اور اطالیہ کی فوجی چالوں کو کامیاب بنانے میں کوئی امداد نہیں کی جاتی۔ مگر دوسرے ذرائع سے جو خبریں مل رہی ہیں۔ ان سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ وشی کے ارباب بست و کشاد نازیوں کو شام میں کامیاب بنانے کے لئے ان کی بڑی امداد کر رہے ہیں۔

قاہرہ ۷ رجون۔ مشرق وسطیٰ کے برطانوی ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ برطانوی فوج نے ابی سینیا میں دو ہزار اطالوی فوج کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ۱۴ اطالوی توپوں پر بھی برطانوی فوج کا قبضہ ہو گیا ہے۔

واشنگٹن ۷ رجون۔ کیلیفورنیا کے جنگی سامان بنانے والے کارخانوں میں ہڑتال ہو گئی ہے اگر یہ ہڑتال جلد ختم نہ ہوئی تو حکومت ان کارخانوں کو اپنی نگرانی میں لے لیگی۔ کیونکہ ہڑتال کے جاری رہنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ امریکہ کو برطانیہ کے لئے جو سامان بنانا ہے اس میں تاخیر ہو جائے گی۔

لنڈن ۷ رجون۔ جرمن طیاروں نے لنڈن اور جنوب مشرق کے ایک اور شہر پر بمباری کی۔

لنڈن ۷ رجون۔ کل اطلاع موصول ہوئی تھی کہ حکومت مصر نے مصری فوج کے سابق رئیس ارکان جنرل عزیز المصری اور اس کے دو ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر جنرل مصری اور ان کے دو ساتھیوں نے ہوائی جہاز کے ذریعہ بھاگ جانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ وہ مصر میں ایک جگہ چھپ گئے تھے اور حکومت مصر نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص انہیں گرفتار کرائے گا۔ اسے ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ تازہ ترین اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ جنرل مصری اور ان کے دونوں ساتھیوں کو دریائے نیل کے کنارے واقعہ ایک جھونپڑی سے گرفتار کیا گیا۔ گرفتاری کے وقت ان کے قبضہ سے بہت سا اسلحہ بھی برآمد ہوا۔ مگر انہوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ ابھی تک یہ اعلان نہیں ہوا کہ ایک ہزار پونڈ کسے انعام دیئے جائیں گے۔

لاہور ۶ رجون۔ حکومت پنجاب نے "انجمن خاکساران" کو ایک خلاف قانون جماعت قرار دیدیا ہے۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اعلان پنجاب گورنمنٹ کے غیر معمولی گزٹ میں شائع ہوا ہے

"ہر گاہ کہ گورنر پنجاب کی رائے میں وہ جماعت جو انجمن خاکساران کے نام سے مشہور ہے۔ قیام امن و قانون میں خلل انداز ہے اور امن عامہ کے لئے خطرہ کا موجب ہے۔ لہذا بروئے اختیارات زیر دفعہ ۱۷ ایکٹ ترمیم ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء گورنر پنجاب اس جماعت کو خلاف قانون قرار دیتے ہیں"۔

لاہور ۵ رجون۔ لاہور میں خاکساروں کی ایک تعداد کو اس لئے گرفتار کر لیا گیا ہے تاکہ حالات پر پوری طرح سے قابو پایا جا سکے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایک پریس نوٹ میں کہتے ہیں کہ پولیس ہر قسم کی احتیاطی تدابیر کام لے رہی ہے تاکہ امن عامہ میں کسی قسم کا خلل نہ پڑے۔ حکومت بمبئی نے کرمنل لا امینڈمنٹ ایکٹ ۱۹۰۸ء کے ماتحت خاکساروں کی جماعت کو خلاف قانون قرار دیدیا ہے۔ حکومت بنگال نے محکمہ داخلہ نے خاکساروں کی جماعت کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ خلاف قانون قرار دیدیا ہے۔

علیگڑھ ۷ رجون۔ مولانا اہل اللہ خاں ندوی مدار المہام خاکساران نے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت نے "الاصلاح" کے اعلان اور اجتماع لشاور کے مقاصد کو غلط سمجھا ہے اور یہ کہ خاکساروں کا مقصد آئین شکنی نہیں ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے خاکساروں کے مساجد میں جمع ہونے کا حکم منسوخ کر دیا ہے۔ نیز آپ نے اپنے اسی مضمون کا تار وائسرائے کو بھیجا ہے۔ بلوچستان، کشمیر، بہار اور آسام میں تحریک خاکساران کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔

لکھنؤ ۷ رجون۔ معلوم ہوا ہے کہ اس سال ضلع لکھنؤ میں ایک لاکھ بیس ہزار روپے کی افیون استعمال کی گئی اور پچھلے سال کی نسبت دو من ۲۰ سیر افیون زیادہ استعمال ہوئی۔ دیسی شراب کا استعمال بھی بڑھ گیا ہے اور ایک سال میں ۲۷ ہزار گیلن شراب خرچ ہوئی۔

مسلم یونیورسٹی میں کاریگروں کی تربیت

(از سیلیکشن بورڈ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

ہندوستان میں ایک طرف تو پڑھے لکھے لوگوں میں بے روزگاری کی کثرت ہے اور دوسری طرف ایسے اہل حرفہ کی غیر معمولی کمی ہے جو مختلف خرادوں اور مشینوں پر کام کر سکیں۔ اور گورنمنٹ کی مختلف فیکٹریوں میں کاریگروں کے نہ ملنے سے دقت ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس دقت کو رفع کرنے کیلئے حکومت نے ایک کروڑ روپیہ کے خرچ سے ہندوستان کے مختلف مرکزی مقامات پر ٹیکنیشن یعنی مشینوں پر کام کرنے والے کاریگروں کی تربیت کا انتظام کیا ہے۔ اور نواب سر ضیاء الدین احمد صاحب کے توجہ دلانے پر حکومت نے اس تربیت کا ایک مرکز علی گڑھ میں بھی قائم کرنا منظور کر لیا۔

اس اسکیم پر اب عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔ اور مختلف دیگر مراکز کے ساتھ علی گڑھ میں بھی متعدد پڑھے لکھے نوجوان اس سلسلہ میں مسلم یونیورسٹی کے "شعبہ حرفت" میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ جن کے لئے الگ کلاس کھول دیئے گئے ہیں۔ اور تربیت کا سلسلہ تعطیلات کلاں میں بھی جاری رہے گا۔

پہلے حکومت ہند نے علی گڑھ میں صرف اسی طلبہ کا داخلہ منظور کیا تھا۔ لیکن اب یہ تعداد دو سو تک کر دی ہے۔ امیدواروں کا انتخاب اس وقت تک حکومت خود کرتی تھی۔ لیکن اب ان کی سہولت کیلئے علیگڑھ ہی میں صاحب رجسٹرار بمشورہ دو اڈ ممبران سٹاف انتخاب کیا کریں گے۔ داخلہ ہر وقت ہو سکتا ہے کوئی وقت کی قید نہیں ہے اور نہ کسی امتحان کے پاس ہونے کی شرط ہے۔ البتہ اردو یا انگریزی مڈل تک امیدواروں کی تعلیم ضرور ہونی چاہئے۔ طلبہ کو تربیت کی کوئی فیس نہ دینی پڑے گی۔ اور خورد و نوش کے اخراجات کے لئے انہیں وظیفہ بھی ملے گا۔ جس کی شرح ہائی سکول کا امتحان پاس کئے ہوئے طلبہ کے لئے پچیس روپیہ ماہوار اور اس سے کم درجہ کی تعلیم پائے ہوئے طلبہ کیلئے بیس روپیہ ماہوار ہے۔ تربیت کی مدت ختم کر کے طلبہ کو ایک امتحان دینا ہوگا۔ اور اس میں پاس ہونے پر گورنمنٹ اپنی مختلف فیکٹریوں میں انہیں ساٹھ روپیہ ماہوار شاہرہ پر ملازم رکھ لیگی۔

مسلم یونیورسٹی میں ان طلبہ کو مختلف خرادوں اور مشینوں پر عملی کام سکھایا جائے گا۔ اور اصولی تعلیم بھی لیکچروں کے ذریعہ سے دی جائے گی۔ یونیورسٹی کے شعبہ حرفت کے ایک لائق استاد اس کلاس کے انچارج ہیں۔

طلبہ کی رہائش کے لئے علیحدہ بنگلے کرایہ پر لئے گئے ہیں جہاں کھانے کا بھی انتظام ہے اور نگرانی کیلئے ٹیوٹر مقرر ہیں۔

جو پڑھے لکھے نوجوان روزگار کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور اسکول یا کالج میں تعلیم جاری نہ رکھ سکتے ہوں۔ ان کے لئے یہ نہایت ہی نادر موقع ہے۔ جس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور داخلہ کی درخواست جلد از جلد رجسٹرار صاحب مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے نام بھیجنی چاہئے۔

(کانفرنس گزٹ علیگڑھ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قوم کے تمام افراد ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں

اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جائے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی، محبت اور عفو و کرم کو عام کیا جائے اور تمام عادتوں پر رحم ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کیا جائے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہئیں جو دلشکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔ ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئیگی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں جن کو پوری طاقت دی گئی ہے۔ وہ کمزور سے محبت کرے۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ اس کیلئے دعا کرے، محبت کرے اور اُسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے۔ ہمدردی نہ کی جائے تو اس طرح بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرے۔ پردہ پوشی کی جائے . . . . دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دلآزاری کرنا اور سخت زبانی کرکے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہوگئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر، غریب، بچے، جوان، بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو حقیر و ذلیل نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جدا جدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔

(۱) رفیق احمد صاحب کلفت لائل پور
(۲) عبدالسلام صاحب شیخ سرینگر کشمیر
(۳) ملی احمد خان صاحب دہلی
(۴) شاہ محمد جمیل صاحب جوہری بنارس شہر

اخبار احمدیہ

— جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی۔ سی۔ ایس کے صاحبزادگان چودھری خورشید احمد صاحب اور چودھری ظفر احمد صاحب نے کنگز کمشن کیلئے درخواست دی ہے۔ بورڈ نے انکا انتخاب کرلیا ہے۔ قریباً ۶۰ اشخاص میں سے اٹھارہ اشخاص لئے گئے ہیں جن میں سے دو مذکورہ چودھری صاحبان ہیں۔ بعد آخری فیصلہ باقی ہے جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب درخواست کرتے ہیں کہ احباب سلسلہ ان کے صاحبزادگان کیلئے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔ آمین۔

— جناب فضل کریم صاحب راولپنڈی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی عرصہ تین سال سے بیمار ہیں ان کیلئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اس امر کا جائزہ لیں کہ احباب سلسلہ کہاں تک امسال کے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں

ہمارے مسیحا

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

(از جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی۔ سی۔ ایس)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اعجاز کلامی

یوں تو حضرت صاحب کا تمام کلام معجزانہ رنگ رکھتا ہے حضرت کے ظہور کے بعد مذہبی مباحثوں کا رنگ ہی بالکل تبدیل ہو گیا۔ حضرت کی ذات مبارک سے جو علم کلام پیدا ہوا۔ اس نے اسلام اور قرآن کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر کر دی۔ اس سرخی کے ماتحت میرا مقصد حضرت کے علم کلام کے متعلق ریویو کرنے کا نہیں ہے۔ صرف ایک واقعہ جو میرا چشمدید ہے بیان کروں گا۔ اور یہ واقعہ اس عربی خطبہ کے متعلق ہے جس کا نام خود حضرت اقدس نے خطبہ الہامیہ رکھا ہے۔

عید الضحٰی کے موقع پر میں قادیان گیا عید سے دو روز پہلے وہاں پہنچا۔ حضرت نے اس بات کا اعلان کیا کہ حضرت ممدوح کو خدا تعالےٰ کی طرف سے تفہیم کی گئی ہے کہ اس عید کے موقعہ پر عربی میں خطبہ پڑھیں۔ اگلے روز عید تھی۔ شام کے وقت حسب معمول حضرت اقدس مسجد مبارک میں بیٹھے تو فرمایا:۔

"میں نے آج بہت کوشش کی کہ عربی میں خطبہ تحریر کروں مگر باوجود کوشش کے میں خطبہ لکھ نہیں سکا۔ لکھنا شروع کیا تھا۔ مگر اعلیٰ درجہ کی عبارت جیسی میں لکھنا چاہتا تھا نہیں لکھ سکا۔ اس واسطے میں نے لکھنے کا ارادہ چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ معاملہ خدا پر ہی چھوڑتا ہوں۔ اس وقت زبانی تقریر کروں گا۔ کیا عجب کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی خاص نشان دکھانا ہو۔"

عید کا دن آیا۔ عید کی نماز مسجد اقصےٰ میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد حضرت اقدس خطبہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پہلے اردو میں تقریر فرمائی۔ پھر عربی میں بولنا شروع کیا۔ اللہ اللہ کیا بیان کروں۔ اس وقت کیا کیفیت تھی۔ حضرت کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اس قسم کی اعلےٰ درجہ کی بامحاورہ اور مقفیٰ تقریر کہ تمام علماء دنگ رہ گئے۔ یہ خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ کوئی دو سو سے زیادہ صفحے پر ہے۔ شروع سے لیکر آخر تک مقفیٰ عبارت ہے۔ حضرت کی تعلیم اس وقت کے ایک دیہاتی طرز کے ماتحت ہوئی تھی جن استادوں سے تعلیم پائی تھی۔ وہ کوئی بڑے عالم نہ تھے اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ عربی میں تقریر کرنا سکھایا ہی نہیں جاتا تھا۔ یہ تو ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی بڑا عربی دان سوچ سمجھ کر لکھے تو مقفیٰ عبارت لکھنے پر قادر ہو جائے۔ لیکن یہ کسی کے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ کوئی شخص فی البدیہہ ایسی مقفیٰ اور اعلےٰ درجہ کی پر معارف تقریر عربی زبان میں کر سکے۔ خطبہ الہامیہ جو اس وقت کتاب کی صورت میں موجود ہے اس کا کچھ حصہ تو وہ تقریر ہے اور باقی حضرت نے بعد میں ایزاد فرمایا

اس خطبہ میں بہت سے الفاظ اور لغات ایسے ہیں۔ جن کے معنی حضرت مولانا نور الدین اور دیگر علماء کرام کو بھی اس وقت نہیں آئے حضرت مولانا موصوف اور مولانا عبدالکریم لکھتے جاتے تھے اور وہ کئی الفاظ نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ اس وقت ساتھ کے ساتھ ان لفظوں کے معنی مجھ سے دریافت کر لئے جاویں۔ جن کے معنی مولوی صاحب نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ کوئی معمولی سی بات نہیں ہے۔ اس وقت بھی عربی دانی کے بڑے بڑے دعویدار موجود ہیں اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ان کے امکان سے باہر ہے کہ وہ اس خطبہ کو کئی بار پڑھنے کے بعد بھی اس کو اپنی تقریر میں ادا کر سکیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب میں شروع میں کھڑا ہوا۔ تو میں حیران تھا کہ میں کیا کہوں لیکن یک لخت ایسا ہوا۔ کہ تمام تقریر میرے سامنے اس طرح آ گئی کہ گویا وہ لکھی ہوئی ہے اور میں پڑھ رہا ہوں

اس واقعہ کے متعلق مجھے یاد آ گیا کہ ایک ملہم سید امیر علی شاہ صاحب اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت حضرت صاحب تقریر کر رہے تھے۔ مجھے بار بار کشف ہوتا تھا اور میں دیکھتا جاتا تھا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اقدس کے پیچھے کھڑے ہیں اور بہت خوش ہیں اور مسکرا رہے ہیں اور حضور کے دائیں بائیں حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاروق اعظمؓ اور صحابہ کبار بھی کھڑے ہیں اور سب کے سب توجہ سے خطبہ سن رہے ہیں۔

ماحصل کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خوارق اور کرامات کی اس قدر بارش ہوئی کہ جس کی نظیر ملنا ناممکن ہے اور جن لوگوں نے حضور کی صحبت میں رہ کر ان نشانات کو دیکھا خدا تعالیٰ کی ہستی پر ان کو اس قدر یقین ہو گیا۔ کہ گویا انہوں نے خدا کو دیکھ لیا۔ اب بھی کوئی طالب حق ان نشانات پر بغور مطالعہ کرے اور عناد و کینہ سے علیحدہ ہو کر ان کتابوں کو پڑھے جن میں ان نشانات کا مفصل ذکر ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر وہ خدا کی ہستی کا معتقد ہے تو اس کا اعتقاد حق الیقین تک پہنچ جائے اور اگر خدا کی ہستی کا منکر ہے تو اپنے عقیدہ سے توبہ کرے۔

جب سورج نکلتا ہے تو اس کی روشنی ہر جگہ پہنچ جاتی ہے بعینہ یہی حال حضرت کے ظہور کا تھا جو لوگ حضرت کی صحبت میں رہے وہ خوب جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ صاحب رؤیا و الہام حضرت کی صحبت سے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں اور ہر ایک سعید روح کو اس ذات قدس کے نزول اجلال کی بشارت دے رہے ہیں۔ وہ خدا کی ذات پر یقین۔ وہ دعاؤں میں توجہ اور سوز و گداز۔ وہ خوابوں میں بشارتیں۔ وہ سچی رویا۔ وہ الہام اور وہ دعاؤں کی استجابت جب یاد آتی ہے تو دل پر ایک سانپ لوٹ جاتا ہے۔

اے وہ لوگو! جنہوں نے حضرت اقدس کے زمانہ کو نہیں پایا۔ تم حضرت ممدوح کے سلسلہ میں شامل ہونے کا شرف خدا کے فضل سے تم کو حاصل ہو گیا ہے۔ تم کو مبارک ہو کہ تم نے ایک ایسے شخص کے دامن میں پناہ لی ہے کہ جس کی نظیر ملنا ممکن نہیں یقین جانو کہ وہ سراپا نور تھا۔ وہ رسول عربی کا مظہر تھا۔ وہ صادق تھا۔ بلکہ امام الصادقین تھا۔ وہ خدا رسیدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ خدا نما تھا۔ تم اس میں شک نہ کرو کہ وہ ایک ایسا وجود تھا جس کی کسی ایسے آدمی سے جس کو تمہاری آنکھوں نے دیکھا ہو مثال دینا ممکن نہیں۔ دل سے یقین کرو کہ وہ کچھ اور ہی تھا۔ اگرچہ وہ مقدس وجود اب ہم میں موجود نہیں ہے۔ مگر اس کے نشانات اس کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو گئے۔ بہت سے نشانات اس کے بعد بھی ظاہر ہوئے اور اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس کے نوشتوں کو پڑھو اور ان پر غور کرو۔ کوئی اور بار وغیرہ کے زلزلے ایسے نہیں ہیں۔ جس کی خبر اس نے نہ دی ہو۔ جو جنگ عظیم پہلے ہو چکا اور وہ خطرناک جنگ جو اب ہو رہا ہے اس کی چشم حقیقت میں اوجھل نہ تھے جو نقشہ آنے والی مصائب کا اس نے کھینچا ہے اس کو پڑھو اور اپنے زمانہ کے حالات سے مقابلہ کرو۔ وہ لکھتا ہے:

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ وہ وقت دور نہیں۔ . . . . نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔"

پھر اس نے کہا:۔

"لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہو گا۔ گویا وہ آسمان سے اترے گا اس نے بہت مدت تک اپنے تئیں چھپائے رکھا اور انکار کیا گیا اور چپ رہا۔ لیکن اب وہ نہیں چھپے گا۔ اور دنیا اس کی قدرت کے وہ نمونے دیکھے گی کہ کبھی ان کے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے۔ یہ اس لئے ہو گا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے پر لوگوں کا ایمان نہیں رہا۔ ہونٹوں پر اس کا ذکر ہے لیکن دل اس سے پھر گئے ہیں۔ اس لئے خدا نے کہا کہ اب میں نیا آسمان اور نئی زمین بناؤں گا۔"

ہر بات پر ہنسی اور مذاق اڑانا آسان ہے اور ہر ایک تحریر یا تقریر کے معنے اپنے بگڑے ہوئے دل کی سمجھ کے مطابق کر لینا بھی کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اگر کوئی قلب سلیم ان تحریروں پر انصاف سے غور کرے جو حضرت اقدس نے چھوڑی ہیں تو اس پر صاف طور پر ظاہر ہو جائے گا کہ جو کچھ پہلے ہوا۔ اور جو اب ہو رہا ہے۔ وہ سب کچھ حضرت امام کو کشفی حالت میں دکھا دیا گیا تھا۔ مسیح موعود کا سب سے بڑا کام صلیب کو توڑنا تھا۔ یہ کسر صلیب دلائل قاطع اور براہین ساطع سے ہو چکی اور ان دلائل اور براہین کے ساتھ نشان بھی دکھائے گئے۔ پھر مسیح موعود کے غلاموں کے ذریعہ خود صلیب پرستوں کے گھروں میں جا کر ان کو تبلیغ بھی کر دی گئی مگر کس نے مانا مجھ کو چھوڑ کر کس نے چھوڑا الجھل دیکھیں

(باقی صفحہ ۷)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳۵

علامہ اقبال کارل مارکس کے ہم خیال تھے

تحریک احمدیت پر ظلم اور اس کی مکافات

پہلے اقتباسات

پیغام صلح مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم اور مغربی فلاسفہ کے عنوان سے لکھا تھا" جس میں ہم نے ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے ایک اپنے خط کا اقتباس درج کیا تھا جس میں آپ فرماتے ہیں :-

"میری زندگی کا اکثر حصہ مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں صرف ہؤا ہے اس لئے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کرتا ہوں اور یہ نقطۂ نگاہ میری فطرت ثانیہ ہو چکا ہے۔"

اس اقتباس کے علاوہ ہم نے جناب ڈاکٹر تاثیر کے ایک بیان کے بعض حصص درج کئے تھے جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نٹشے اور برگساں سے متاثر تھے۔

ان کے علاوہ ہم نے رسالہ معارف فروری ۱۹۴۱ء سے بعض اقتباسات درج کئے تھے جنکا ملخص تھا :-

"اقبال کی مابعد طبیعات اور برگسانی فلسفے میں کوئی اصولی فرق نہیں کہیں کہیں مبہم نقطہ کی تفصیل ہے اور کہیں کسی نقص کی تکمیل برگساں کے اساسی تصورات پر اقبال نے خالص مذہبی عمارت کو استوار کرنیکی کوشش کی ہے اس عمارت میں مشہور جرمن فلسفی نٹشے کے "انا" کا تصور بہت اہم ہے۔"

ان اقتباسات کو درج کرکے فیصلہ ہم نے ناظرین پر ہی چھوڑ دیا تھا کہ وہ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ مسلمانوں کے معقول اور تعلیم یافتہ طبقہ کے نزدیک اقبالی مذہب فکری کی کیا حیثیت ہے اور وہ کہاں تک اس مذکورہ طرز فکر کو مغربی افکار کا مرقع سمجھتا ہے اور مغربی فلاسفہ سے اثر پذیری کا نتیجہ خیال کرتا ہے۔

رسالہ جامعہ دہلی کا ایک مضمون

اس شلوع میں ہم رسالہ "جامعہ" دہلی جو ایک بلند پایہ علمی اور ادبی رسالہ ہے ... کے ایک مضمون سے چند ایک اقتباسات درج کرتے ہیں جس سے ہمارے ناظرین بخوبی اندازہ کرلیں گے کہ اقبالی مذہب فکری کے متعلق یہ مذکورہ [illegible] کس شدت سے پیدا ہو [illegible] ہے اور کتنی سرعت سے مسلمانوں [illegible] تعلیم یافتہ حلقوں میں یہ خیال [illegible] رہا ہے کہ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم مغربی فلسفیوں سے مرعوب اور متاثر پذیر تھے۔ وہ مضمون جسکا ہم نے ذکر کیا ہے وہ رسالہ جامعہ اہ جون ۱۹۴۱ء میں "کیا علامہ اقبال کارل مارکس کے ہمنیاں تھے" کے عنوان سے شائع ہؤا ہے اس مذکورہ مضمون کے چند ایک اقتباسات درج ذیل ہیں :-

اقتباسات

(۱) "کارل مارکس کہتا ہے :-

کائنات میں ارتقا کا قانون کام کرتا ہے اس مسئلہ کی بابت علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

فریب نظر ہے سکون و ثبات   تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود   کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی   فقط ذوق پرواز ہے زندگی

ان اشعار میں علامہ نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ دنیا کی اشیاء میں جھولے کی طرح آلاتی حرکت نہیں ہے۔ بلکہ ارتقائی ہے جو کاروان وجود کو ہر لحظہ تازہ شان دیتی ہے ... یعنی وہ ارتقا کی منازل طے کرنا چاہتی ہے"۔

(۲) "کارل مارکس کہتا ہے :-

وحدت میں کثرت ہے اس مسئلہ کی بابت علامہ فرماتے ہیں -

یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر۔ مگر ہر کہیں بے چگوں بے نظیر
یہ عالم یہ بتخانۂ شش جہات۔ اسی نے تراشا ہے یہ سومنات

یہ تو ان اشعار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ کے نزدیک وحدت بھی اپنی تکرار کثرت میں اسیر رکھتی ہے اور یہ اسیری خارجی نہیں داخلی ہے ...... دوسرے شعر میں اقبال نے صاف کہہ دیا کہ وحدت نے جو کثرت میں اسیر ہے یہ بت خانہ شش جہات پیدا کیا یعنی دنیا کے ارتقا کا انحصار تکرار پر ہے"۔

(۳) "کارل مارکس کہتا ہے :-

کثرت میں وحدت ہے۔ اس مسئلہ کی بابت علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

پسند اس کو تکرار کی خو نہیں   کہ تو میں نہیں اور میں تو نہیں
من و تو سے ہے انجمن آفریں   مگر عین محفل میں خلوت نشیں

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ وحدت کو تکرار کی خو نہیں وہ تو اس کے ارتقاد کا اصول ہے۔ من و تو یعنی تکرار سے تو وحدت کو صرف انجمن آفرینی یعنی ارتقا مقصود ہے لیکن اس تکرار میں بھی وحدت ہوتی ہے جسطرح بعض عین محفل میں خلوت رہتی ہے اسی طرح من و تو یعنی کثرت میں بھی وحدت رہتی ہے ...... اس مسئلہ پر بھی علامہ اقبال کارل مارکس کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں"۔

(۴) "کارل مارکس کہتا ہے :-

ارتقائی حرکت تکراروں کی کشمکش سے پیدا ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کی بابت علامہ فرماتے ہیں۔

دما دم رواں ہے یم زندگی   ہر اک شے سے پیدا رم زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود   کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دود
یہ ثابت بھی ہے اور سیار بھی   عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
گراں گرچہ ہے صحبت آب و گل   خوش آئی اسے محنت آب و گل

علامہ فرماتے ہیں کہ ہر شے کا ارتقاء تکراروں کی کشمکش سے ہوتا ہے۔ بدن کی نمود اسی وقت ہوتی ہے جبکہ دو تکراریں آپس میں ارتقائی کشمکش کریں اور یہ تکرار بھی ایک دوسرے میں اس طرح ضم ہوتی ہیں جیسے شعلے میں موج دود اور ارتقاء اسی اصول پر ہوتا ہے"۔

"کارل مارکس ایک جگہ اسی مسئلہ پر بحث کرتا ہؤا لکھتا ہے کہ کسی شے کے اچھے پہلو کو برے پہلو سے جدا کرکے دیکھنا جدلیات کے نظریہ کے منافی ہے اچھے اور برے پہلو ساتھ ساتھ رہتے ہیں حق کے لئے باطل کا ہونا ضروری ہے۔ علامہ اقبال اس حقیقت کو مکالمہ جبریل و ابلیس کی زبان سے یوں بیان کرواتے ہیں۔

میری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے میں کہ تو؟
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

پھر علامہ اقبال کارل مارکس کے اس نظریہ کی بھی تائید کرتے ہیں کہ خیر و شر ایک دوسرے کے دل میں گھسے ہوئے ہیں یعنی دل یزداں میں ابلیس کانٹا بنا ہؤا ہے یعنی خیر کے ارتقاء کے لئے شر کا ہونا ضروری ہے۔ قصۂ آدم کو رنگین کرنے والا لہو رزم خیر و شر سے پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ"۔

مکافات

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے خوب اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کہاں تک کارل مارکس ملحد جرمن یہودی جو موجودہ اشتراکیت کا بانی تھا اس کے ہم خیال تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے لیکن آج اسی سواد اعظم میں سے جو آپ کی فلسفیانہ شاعری سے اس قدر متاثر تھا یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم مغربی فلسفیوں کے ہم خیال تھے۔ اور ان سے اس حد تک متاثر تھے کہ ان کے افکار کو علیحدہ علیحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا کتنی بڑی سزا ہے جو وفات کے بعد "شاعر مشرق" کو مل رہی ہے کوئی ان کے افکار کو قرآن و حدیث سے نہیں ملاتا۔ اگر موجودہ فکر و نظر کی دنیا میں ان کے طرز فکر کے ڈانڈے ملتے ہیں تو مغربی فلاسفہ سے اور جوں جوں وقت گذرے گا یہ حقیقت زیادہ آشکار ہوگی کہ اقبالی مذہب فکر مغربی افکار کا مرقع ہے۔

شذرات

بمبئی کے فسادات

بمبئی میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ کئی دنوں سے جاری ہے۔ فسادات کے شروع سے لیکر اب تک قریباً ۱۲۹ اشخاص ہلاک اور ۸۲۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ پولیس فسادات کے سلسلہ میں قریب ۱۵۰۰ آدمی گرفتار کر چکی ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور ۱۰ جون کی خبر ہے کہ شام کے وقت پولیس کو اطلاع دی گئی کہ فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلہ میں چھرا گھونپنے کے تین واقعات ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہندوستانیوں کی اس تخریبی ذہنیت کو دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے۔ دنیا کی اقوام بلند مقاصد اور رفیع نصب العین کے لئے جدوجہد کرتی ہیں۔ لیکن ہندوستانی ایک دوسرے کا گلا کاٹنے اور پیٹ چاک کرنے میں مصروف ہیں اور ان کی وہ طاقت جو ملک اور قوم کی بہتری اور بہبودی پر صرف ہونی چاہیئے۔ تخریب اور تباہی پر صرف ہو رہی ہے۔ صرف حالات اور کے الف کا مطالعہ کرکے معلوم دیتا ہے کہ ابھی ہندوستان کے اچھے دن دور ہیں۔ اور ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ آزادی اور سوراج کے خواب شرمندہ تعبیر ہو سکیں۔ ایسے فسادات کو روکنے کیلئے ایک اخلاقی اور روحانی انقلاب کی ضرورت ہے۔ جب تک اس ملک کے رہنے والوں کے قلوب میں زبردست روحانی اور اخلاقی رجحان پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت تک وہ اپنے ہمسایوں کے حقوق کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اور نہایت ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا نہیں کر سکتے۔ اور اس اخلاقی قوت کو پیدا کرنے کے لئے ہندوستان کو بجائے مغربی کلچر اور علوم سے استفادہ کرنے کے مشرقی اخلاق اور مذہب کی طرف نہایت خلوص کے ساتھ توجہ کرنے کی ضرورت ہے

حکومت ہند اور خاکسار

گذشتہ شیوع کے "دفتار عالم" کے کالم میں ہم نے تحریک خاکسار کے متعلق حکومت پنجاب کا اعلان، حکومت بمبئی اور حکومت بنگال کے اعلانات شائع کئے تھے کہ تحریک خاکسار کو خلاف قانون قرار دیدیا گیا ہے اور ۷ رجون کو مولانا اہل اللہ خان ندوی مدار المظام خاکساراں کا بھی ایک بیان درج کیا گیا تھا۔ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حکومت نے "الاصلاح" کے اعلان اور اجتماع لیڈروں کے مقاصد کو غلط سمجھا ہے۔ اور یہ کہ خاکساروں کا مقصد آئین شکنی نہیں ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے خاکساروں کے مساجد میں جمع ہونے کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ حکومت ہند "الاصلاح" کے اعلان سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی اور اس نے تمام صوبوں کو اختیار دیدیا۔ کہ وہ اس تحریک کو خلاف قانون قرار دے دیں۔

ہم حکومت سے درخواست کریں گے کہ مولانا اہل اللہ خان صاحب کے مذکورہ اعلان کی روشنی میں اپنے اعلان پر نظر ثانی کرے۔ اگر تو یہ کارروائی محض غلط فہمی کی حد تک ہی محدود ہے۔ تو پھر مولانا مذکور کے بیان کو لائق اعتنا خیال کیا جانا چاہیئے اور خاکساروں پر سے موجودہ پابندیاں اٹھا ... لینی ... اور گرفتار ... کو رہا کر دینا چاہیئے ... جاہئیں ... سے خاکساروں ... جب خاکساروں کی طرف سے حکومت کو اطمینان دلایا گیا ہے۔ کہ وہ کسی قسم کی شورش پیدا کرنا نہیں چاہتے تو ہمارے خیال میں ان کی اس اپیل پر انہیں موقعہ دینا چاہیئے کہ وہ حکومت کو اپنے عمل سے یقین دلا سکیں کہ وہ واقعی آئندہ کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ جو امن عامہ کو تباہ کرنے والی ہو۔

سلسلہ نوجوانان سبت وقاص توضیح و مطالعہ فرمائیں

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں۔ اس غرض کیلئے اگر وہ اصحاب جو کہیں ملازم ہیں تین یا چار ماہ کیلئے رخصت لیکر لاہور آجائیں تو انہیں تبلیغ کیلئے خاص طور پر تیار کر دیا جائیگا۔ یہ انتظام چار ماہ کیلئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک کر دیا جائیگا۔ اس لئے جن دوستوں کا یہ ارادہ ہو وہ ابھی سے رخصت کا انتظام بھی کر لیں اور مجھے بھی اطلاع دیں۔ وہ لاہور کے قیام میں انجمن کے مہمان ہونگے۔

محمد علی

جناب میاں صاحب کی پریشانی

الفضل مؤرخہ ۱۱ رجون سنہ ۱۹۴۴ء میں جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ جمعہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قادیان ہمیشہ خدا کے رسول کا ہی تخت گاہ رہیگا کسی مجدد یا مومن کا تخت گاہ نہیں بن سکتا" اس خطبہ میں جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ انہیں ایک ایسی قادیانی عورت... جس کا خاوند جماعت احمدیہ لاہور کا فرد ہے کے ذریعہ علم ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور قادیان میں اپنا ایک مشن قائم کرنا چاہتی ہے اور پھر جناب میاں صاحب کو ہماری انجمن کا ایک ایجنڈا بھی ملا جس میں اس مشن کا ذکر ہے۔ پھر میاں صاحب نے ایک خواب کا بھی ذکر کیا جس میں انہوں نے ایک "پیغامی مبلغ" پر اپنے تشدد کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے اور پھر نفسیانہ تعلی بھی کی ہے کہ جماعت لاہور خواہ کچھ بھی کرے اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ غرضیکہ خطبہ کیا ہے پریشان نفسیات کا مرقع ہے۔ کہیں جماعت والا ہونے کے ارباب عل وعقد کو مرعوب کیا گیا ہے۔ تو کہیں کسی آنے والے واقعہ کے لئے پہلے سے ہی ایک پس منظر تیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہم اس خطبہ کے متعلق زیادہ کیا لکھیں صرف اتنی ہی جناب میاں صاحب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ قادیان پر ان کا مادی، اقتصادی اور معاشی اقتدار تو ہو سکتا ہے لیکن روحانی لحاظ سے وہ مقام تمام احمدی دنیا کا ایک مشترک مقام ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور والوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک ممبروں کو اس مقام پر وہی حق حاصل ہے جو کہ دوسرے احمدیوں کو حاصل ہے ہم قادیان میں یقیناً آئیں گے۔ لیکن ہنگامی ... اور پریشان ... بلکہ خلوص اور روحانیت سے بھرے ہوئے قلوب لے کر اور اپنے بھائیوں کو غلو اور غیر آئینی نظام سے نجات دلانے کے لئے اور اس ارادہ سے نہ ہی جناب میاں صاحب کی تعلیاں روک سکتی ہیں اور نہ ان کی دھمکیاں باز رکھ سکتی ہیں۔ بلکہ ہمیں اس حقیقت کا خوب علم ہے کہ یہ دھمکیاں اور تعلیاں جناب میاں صاحب کی اعصابی پریشانی کی آئینہ دار ہیں۔

ایک مصیبت زدہ نوجوان

مصیبت زدگان زلزلہ بہار میں سے ایک نوجوان جو انگلو ورنیکلر مڈل پاس اور ادیب عالم بھی ہیں۔ اس وقت بڑی فلاکت اور مشکل کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہر طرح قابل امداد ہیں۔ کوئی دوست جو انہیں منشی، محرر یا اور کوئی چھوٹی موٹی اسامی دلا سکیں جو ایک فرد واحد کی معاش کیلئے کافی ہو امداد فرماویں۔ تو یہ عنداللہ بڑے اجر کا باعث ہوگا۔ ایک مستحق حاجتمند کی امداد ہوگی۔

پتہ ذیل پر خط وکتابت کی جائے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مذاکرہ علمیہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم پر ایک نظر

کیا بعض قوانین کے ماتحت انسان کی عمر گھٹ بڑھ سکتی ہے؟

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۲)

عمر کی میعاد پر بحث

امید ہے یہاں معترض خوشی سے یہ پیش کردے گا کہ یہ بھی تو سنت اللہ ہے کہ عمر کی میعاد بدلا نہیں کرتی۔ اور وہ آیت پیش کردے گا۔ ولکل امۃ اجلٌ فاذا جآء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون (الاعراف) کہ ہر ایک امت کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ . . . .

جب اس کا وہ وقت مقرر آجاتا ہے تو اس سے نہ ایک گھڑی وہ لوگ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس آیت میں کہاں ذکر ہے کہ خدا بھی اس گھڑی کو بدل نہیں سکتا یا بدلا نہیں کرتا۔ بلکہ یہاں تو یہ ذکر ہے۔ کہ خدا کی طرف سے کسی قوم کے لئے جو وقت مقرر ہے۔ وہ وقت جب آجائے تو وہ قوم خدا کے مقرر کردہ وقت سے نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے اور سچ بھی ہے۔ انسان کی کیا مجال کہ وہ خدا کے مقرر کردہ وقت سے آگے یا پیچھے ہو سکے۔ انسان عاجز۔ خدا قادر۔ دونوں کا مقابلہ کیا ہے۔ لیکن انسان کے مقررہ وقت سے آگے پیچھے ہونے کے یہ معنی تو نہیں کہ خدا بھی اس مقررہ وقت کو آگے پیچھے نہیں کر سکتا یا یہاں کسی سنت اللہ کا ذکر تو نہیں کہ خدا کسی کے مقررہ وقت کو آگے پیچھے نہیں کیا کرتا۔ بہت سی باتیں ہوتی ہیں جن کو انسان اپنے عجز کی وجہ سے کر نہیں سکتا مگر وہ سنت اللہ نہیں ہیں۔ خود قرآن کریم میں دوزخیوں کی نسبت آیا ہے۔ یریدون ان یخرجوا من النار وما ھم بخارجین منھا (المائدہ) کہ دوزخی چاہیں گے کہ آگ میں سے نکل جائیں۔ مگر وہ وہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔ یہاں دوزخیوں کے آگ سے نہ نکل سکنے کے یہ معنی نہیں کہ خدا ان کو نکال نہیں سکتا۔ یا خدا کبھی ان کو نکالے گا ہی نہیں۔ یہاں دوزخیوں پر اپنی عدم قدرت کا ذکر ہے۔ سنت اللہ کا ذکر نہیں۔ برخلاف اس کے جنتیوں کی نسبت قرآن میں آیا ہے۔ وما ھم منھا بمخرجین (الحجر) کہ جنتی جنت میں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ یہاں چونکہ خدا نے اپنی سنت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے مخرجین مفعول کا صیغہ استعمال فرمایا کیونکہ یہاں اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نہیں نکالے گا اور دوزخیوں کے ذکر میں خارجین فاعل کا صیغہ تھا۔ وہاں فاعل دوزخی تھے۔ یعنی وہ نکل نہیں سکیں گے۔ پس دوزخیوں کے آگ سے نکل جانے پر عدم قدرت سنت اللہ نہیں ہو سکتی البتہ جنتیوں کو خدا کے جنت سے نہ نکالنے کا فعل سنت اللہ ہے۔ کیونکہ یہ فعل دوام کے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اسی طرح اس وقت مقررہ کو کسی فرد یا کسی قوم کا نہ ٹال سکنا سنت اللہ نہیں کہلا سکتا۔

عمر کے متعلق سنت اللہ

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں سنت اللہ قرآن کریم نے کیا بیان فرمائی ہے۔ سو گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو لامحدود اور مکان اور زمان سے بالاتر ہے لیکن اس نے اپنی جو مخلوق پیدا کی۔ اسے مکان اور زمان سے محدود کر دیا جسے انگریزی میں اسپیس (Space) اور ٹائم (Time) کہتے ہیں۔ موجودہ تحقیقات نئی یہی ہے کہ یہ دونوں چیزیں ہر ایک چیز کی تین حدبندیوں طول اور عرض اور ارتفاع کی طرح چوتھی حدبندی ہے۔ اس لئے ہر چیز خواہ وہ کتنی ہی بڑی اور وسیع کیوں نہ ہو۔ مکان کے لحاظ سے محدود اور کتنی ہی پائیدار کیوں نہ ہو۔ زمانہ کے لحاظ سے محدود ہے۔ پس یہ ساری کائنات مکان کے لحاظ سے بھی محدود ہے۔ اور زمانہ کے لحاظ سے بھی محدود ہے یعنی ایک دن فنا ہو جائے گی۔ پس قیامت برحق ہے۔ انسان بھی اسی کائنات کا ایک جزو ہے۔ وہ بھی مکان اور زمان کی حدبندیوں میں محدود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم بھی یہی فرماتا ہے۔ کہ لکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین (بقرہ) کہ تمہارے لئے اس زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے (یہ مکان کی حدبندی ہے) اور ایک وقت مقررہ تک رہنا ہے (یہ زمان کی حدبندی ہے) ہر ایک انسان کو جس طرح مختلف حالات اور مختلف استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا۔ اور ان کے فرائض میں اختلاف ہے۔ اسی طرح ظاہر ہے کہ اس کے وقت مقررہ میں بھی اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کا کیا رنگ ہے کیوں ہے۔ اس پر علم الٰہی کی ہی وسعت حاوی ہو سکتی ہے۔ انسان کا محدود اور ناقص علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ پس اس کا علم اسی کو ہے کہ کتنا وقت کسی کیلئے مقرر ہے اور کیوں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ ھو الذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلاً واجلٌ مسمًّی عندہ ثم انتم تمترون (الانعام) بیشک وہی خدا ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر زندگی کے لئے ایک میعاد مقرر کی۔ اور وقت مقررہ اسی کے پاس ہے۔ پھر بھی تم جھگڑتے ہو۔ اجل مسمّی کو خواہ تمام کائنات کا مقررہ وقت قرار دے لو۔ یا انسان کا مقررہ وقت قرار دو۔ ہر حالت میں مطلب یہی ہے کہ اس کا علم، اس کی باگ بالکل خدا کے پاس اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ تو فیصلہ ہو گیا کہ انسان کو جو اس زمین میں رکھا گیا ہے تو ایک محدود وقت کے لئے رکھا گیا ہے اور ہر انسان کے رہنے کا ایک وقت مقرر ہے وہ وقت کتنا ہے اس کا علم انسان کو نہیں فقط خدا کو ہے . . . .

. . . .

عمر کی کمی بیشی کے قوانین

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا قرآن کریم میں اس مسئلہ پر کچھ اور بھی ذکر ہے۔ یعنی انسان کے اس دنیا میں رہنے کی میعاد میں کسی وجہ سے کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتٰب ان ذالک علی اللہ یسیر (فاطر) اور نہ کسی شخص کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔ مگر وہ کتاب میں ہے بیشک اللہ پر یہ آسان ہے۔ اس آیت سے یہ پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی عمر کو زیادہ بھی کردیا کرتا ہے اور کم بھی کردیا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ مگر اس کمی بیشی کے متعلق فرمایا کہ وہ کتاب میں ہے۔ یعنی اس کے لئے کچھ قوانین الٰہیہ ہیں۔ ان کے ماتحت کمی اور بیشی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو ساری اسلامی دنیا جبریہ ہو جاتی اور تمام ترقیات اور زندگی کے لئے انسان کی تگ و دو بند ہو جاتی کیونکہ جب عمر کی میعاد میں کسی صورت میں بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو حفظان صحت کے اصولوں پر چلنا اور بیماریوں میں علاج کرنا سب بے فائدہ ہے۔ جو وقت مقرر ہے سو ہے۔ اس کے لئے تگ و دو کیا معنی۔ یہی نیچری اور جبریہ ذرا نکسیر پھوٹ جائے تو ڈاکٹروں اور طبیبوں کے دروازہ پر ناصیہ فرسائی کرتے پھرتے ہیں۔ پھر روٹی کھانے کی بھی ضرورت کیا ہے۔ جب تک زندگی ہے۔ کھاؤ گے تو بھی ہے۔ نہ کھاؤ گے تو بھی ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتا کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے کیا معنے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو خودکشی قابل سزا کیوں ہے۔ ایک آدمی کا مقررہ وقت آگیا تھا اس نے اپنے آپ خاتمہ کر دیا خدا کو کوئی اور تدبیر کرنی پڑتی۔ پس خودکشی میں انسان کی ذمہ داری اور تمام حفظان صحت اور طبابت کے اصول سب بے معنی ٹھہر جاتے ہیں۔ اگر کچھ قوانین ایسے نہیں ہیں جن کی پابندی نہ کرنے سے انسان کی عمر کم ہو جاتی یا ان کی پابندی کرنے سے بڑھ جاتی ہے۔ یا اپنی غلطی اور بدپرہیزی سے بھی انسان اپنی عمر کم کرا لیتا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں انسان کی فطرت میں ہر آن ہر گھڑی ہر قدم پر اپنی زندگی کو بچانے کی فکر اس امر کی خبر دیتی ہے کہ انسان کی زندگی گھٹ بھی سکتی ہے اور بڑھ بھی سکتی ہے۔ اس آیت نے ایک بڑی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے اور انسان کو اس کی زندگی کی قدر و قیمت کی طرف اور اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان کو ان قوانین کو معلوم کرنا چاہئے جن سے اس کی عمر کم نہ ہو بلکہ زیادہ ہو۔ گویا ان تمام قوانین ظاہری اور باطنی کے معلوم کرنے کیلئے کوشش کرنا چاہئے۔ جن سے انسان وقت مقررہ سے پہلے بھی مر سکتا ہے یا اس کے وقت مقررہ میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ تا ضرر سے بچ سکے اور مفید باتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

عمر کے گھٹنے اور بڑھنے کے باطنی قوانین

ظاہری قوانین تو سائنس کے ذریعہ بھی بہت کچھ سمجھ میں آسکتے ہیں مگر باطنی قوانین کیلئے کوئی روحانی سائنس ہی چاہئے۔ اس لئے قرآن کریم نے باطنی قوانین میں سے بعض کا علم انسان کو دیا ہے چنانچہ عمر کے کم ہونے کے قوانین میں سے ایک انسان کا ظلم میں حد سے بڑھ جانا بھی ہے۔ ویسے تو انسان بہت کم ہیں جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتے۔ مگر خدا اس کی وجہ سے ان کی عمروں کو نہیں گھٹاتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ ولکن یؤخرھم الی اجل مسمًّی فاذا جآء اجلھم لا

یستاخرون ساعة ولا یستقدمون (النحل) اور اگر اللہ ان لوگوں کو ان کے ظلم پر پکڑتا تو اس زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ان کے مقررہ وقت تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کا وقت مقرر آ جائے گا۔ تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ یہاں تو اس مہربانی کا ذکر ہے جو عام طور پر گنہگار انسانوں پر ہے کہ اگرچہ وہ اس قابل تو ہیں کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن خدا کا رحم انہیں ان کی مقررہ میعاد تک بچائے جاتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ ایسا وقت بھی آ جاتا ہے جب انسان کا ظلم حد سے گزر جاتا ہے۔ تب کسی رسول یا مامور کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ کرتا ہے۔ رسول کو حکم ہوتا ہے کہ کہہ دو انني لكم منه نذير وبشير وان استغفروا ربكم ثم توبوا اليه يمتعكم متاعا حسنا الى اجل مسمى ويؤت كل ذي فضل فضله وان تولوا فاني اخاف عليكم عذاب يوم كبير (ہود) بے شک میں خدا کی طرف سے تمہیں عذاب سے ڈرانے والا اور اس سے بچنے کی خوشخبری دینے والا ہوں کہ تم اب اپنے رب سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو تو وہ تم کو وقت مقررہ تک رسائے لیجائیگا۔ اور جو زیادہ نیکی کریگا۔ اسے زیادہ نیک بدلہ دیگا اور اگر اس سے منہ موڑو گے تو میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس آیت میں صاف بتا دیا کہ تمہاری بداعمالیاں اور سرکشیاں اور ظلم یہاں تک حد سے گزر چکے ہیں کہ اگر تم باز نہ آئے اور خدا سے حفاظت طلب نہ کی تو تمہارے وقت مقررہ تک تمہیں تاخیر نہیں دی جائے گی اور سخت عذاب میں مبتلا اور ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ یہاں صاف طور پر وقت مقررہ سے پہلے ہلاکت کا ذکر ہے اور وقت مقررہ تک پہنچنے کے لئے شرط یہ رکھی ہے کہ اپنی ان بداعمالیوں سے باز آ جاؤ۔ پھر ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اپنی ان ظالمانہ حرکات سے باز نہ آئے۔ فرماتے ہیں۔ واخذ الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا في ديارهم جاثمين (ہود) اور ظلم کرنے والوں کو عذاب نے پکڑ لیا۔ اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ان اعبدوا الله واتقوه واطيعون يغفر لكم من ذنوبكم ويؤخركم الى اجل مسمى ان اجل الله اذا جاء لا يؤخر لو كنتم تعلمون (نوح) اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مغفرت فرما دے گا اور تمہیں وقت مقررہ تک تاخیر دیدے گا۔ بیشک اللہ کا وقت جب آ جاتا ہے تو پھر اس میں تاخیر نہیں ہوتی۔ کاش تم جانتے۔ یہاں کئی لطیف باتیں مذکور ہیں۔ ایک تو یہی کہ اگر تم خدا کی طرف رجوع کرو گے اور اپنی بداعمالیوں سے باز آ کر میری اطاعت کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مغفرت فرما دے گا اور تمہیں وقت مقررہ تک مہلت اور تاخیر عطا فرمائے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے اعمال ایسے تھے کہ وہ اب اس قابل نہ رہے تھے کہ ان کو دنیا میں ان کے مقررہ وقت تک رہنے دیا جائے۔ بلکہ اس سے قبل ہلاک کر دیا جائے۔ دوسرے ان اجل الله اذا جاء لا يؤخر لو كنتم تعلمون میں اجل اللہ اس وقت کو بتایا جب ان پر ہلاکت کا عذاب آنے والا تھا۔ اسی لئے تو فرماتے ہیں۔ کاش کہ تم جانتے کہ خدا کا مقرر کردہ وقت جب آ جاتا ہے۔ تو پھر مہلت نہیں ملتی۔ معلوم ہوا کہ جو بھی کسی امر کیلئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ وہ ایک اجل ہوتی ہے۔ یہاں دوسری دفعہ جو اجل فرمایا تو اس سے مراد عذاب کا وقت مقرر ہے اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جب تک وہ مقررہ وقت نہ آئے اس وقت تک توبہ و استغفار، صدقہ و خیرات وغیرہ سے وہ وقت ٹل سکتا ہے۔ لیکن جب وہ آ جائے تو پھر نہیں ٹل سکتا۔ گویا اس کے آنے سے پہلے وقت ہوتا ہے کہ کوشش کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے ٹال دے۔ لیکن جب سر پر آن موجود ہوا تو پھر نہیں ٹلا کرتا۔ ٹلنے کا وقت اس کے آ جانے سے قبل ہے۔

اسی طرح عمر کے بڑھنے کے قوانین باطنی میں سے ایک قرآن کریم نے یہ بتلایا ہے کہ واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض (الرعد) اور جو نافع الناس ہوتا ہے۔ اسے خدا زمین میں قائم رکھتا ہے (۲) کی تشریح حدیث شریف میں اس طرح ہے۔ لا يرد القضاء الا الدعاء ولا يزيد في العمر الا البر (ترمذی) کہ قضاء کو کوئی چیز رد نہیں کرتی مگر دعا اور عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی مگر نیکی۔

آریہ سماج سکندر آباد (دکن) کا سالانہ جلسہ

مہاشہ بہاری لال کی اشتعال انگیز و امن سوز تقریر

از جناب مولوی افتخار احمد صاحب از حیدر آباد (دکن)

آریہ سماج سکندر آباد (دکن) کا سالانہ جلسہ ماہ مئی کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوا جس میں حیدر آباد اور سکندر آباد کے آریہ سماجی لیڈر باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔ مقامی مہاشوں کے علاوہ اندرونی مقررین کی تقریریں بھی ہوئیں۔ جنہیں کہ اس مقصد کے لئے خاص طور پر بلایا گیا ہے۔

آریہ سماجی حضرات کے مشاغل و رجحانات کی طرح پبلک ان لوگوں کے جلسوں کی خصوصیات سے بھی بخوبی واقف ہو چکی ہے جو کچھ ان کے دوسرے اجتماعات میں ہوتا ہے۔ کم و بیش وہی کچھ آریہ سماج سکندر آباد کے جلسہ میں ہوا۔ لہٰذا اس اجتماع کے ماحول و فضاء تقریروں اور مقررین و سامعین کے جذبات و حرکات کے متعلق کچھ زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے تو آریہ سماجی مہاشوں نے اتحاد دوست اور روادار افراد کو اپنی سرگرمیوں کے متعلق کبھی بھی اچھی توقعات قائم کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ساتھ ان کے اجتماعات عرصہ سے ملک ... اثرات پیدا کر رہے ہیں۔ جو بالعموم امن و اتحاد اور ہندو مسلمانوں کے باہمی تعاون و اتحاد کے منافی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے مذکورہ بالا اجتماع میں متعدد ایسی تقریریں اہتمام کے ساتھ ہوئیں۔ جو حد درجہ غیر محتاط بلکہ انتہائی اشتعال انگیز اور امن سوز ہیں۔ ان میں سے ایک مقرر مہاشہ بہاری لال کی تقریر خاص طور پر قابل اعتراض اور دل آزار ہے۔ جس کے صرف چند اقتباسات بطور نمونہ حکومت۔ رعایا سرکار عالی سکندر آباد کے ارباب انتظام و صحیح خیال ہندو مسلمانوں کے غور و فکر کیلئے پیش کئے جاتے ہیں۔

آریہ سماج ایک خالص مذہبی جماعت ہونے کا دعویدار ہے۔ وہ اپنے جلسوں کو خالص مذہبی اجتماعات کہتا ہے۔ مہاشہ بہاری لال جی نے ایک مذہبی پرچارک کی حیثیت سے تقریر کی۔ لیکن اس تقریر کے ابتدائی حصے میں ہی ارشاد ہوتا ہے:۔

”وہ لوگ جو مرہٹوں کے سامنے گھٹنے ٹیکتے رہے۔ آج نعرے لگا رہے ہیں کہ ہم بادشاہ ہیں!“

یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ان الفاظ میں کس کی طرف اشارہ ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر کوئی ان پرطعن الفاظ کے جواب میں مرہٹہ اور راجپوت تاریخ کے صرف چند مستند واقعات کی طرف ہی اشارہ کر دے تو کیا یہ مہاشہ بہاری لال اور ان کے ہمخیال و ہم عقیدہ لوگوں کے لئے کوئی خوشگوار بات ہوگی؟

دکن آنے کا مقصد

اس کے بعد مقرر نے دکن میں اپنی تشریف آوری کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا کہ:۔

”میں چاہتا ہوں کہ یہاں کے نوجوانوں، بوڑھوں، ماتاؤں اور بچوں میں یہ بھاؤ بھر جائے کہ وہ مستی کے ساتھ جھومتے ہوئے کہیں کہ بھارت ماتا۔ ۔ ۔ ہماری کشش بھوی ہے کنیا کماری سے ہمالیہ پربت تک کوئی جھنڈا لہراتا ہے تو وہ اوم کا جھنڈا ہے۔ میں یہی بات آپ کے کانوں میں ڈالنے کیلئے یہاں آیا ہوں اور وہ کیفیت دیکھنا چاہتا ہوں کہ ہر بچہ اور بوڑھا اور نوجوان کھڑے ہو کر یہ کہے کہ جو خون شیواجی اور نانا جی کی رگوں میں گردش کرتا تھا وہی خون ہمارے اندر بھی موجود ہے۔“

زخمی شیر کی طرح تڑپ کر اٹھو

مہاشہ جی مذکور نے آریہ نوجوانوں کو اس طرح مخاطب کیا کہ:۔

”آریہ سماج تمہیں یاد دلاتا ہے کہ تم دیر ہو اٹھو اور زخمی شیر کی طرح تڑپ کر اٹھو اور سنسار کو بتا دو کہ ہم پانچ ہزار سال سے سوئے ہوئے تھے۔ مرے نہیں ہیں۔ اگر کوئی ہمیں مٹانے کی کوشش کرے گا تو سنسار میں قیامت آ جائے گی۔“

ڈشٹ راکھشوں پر اثر ڈالنے کی ترکیب

سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مہاشہ جی نے نہایت بلند آواز اور خاص پرجوش انداز میں کہا کہ:۔

”ڈشٹ راکھشوں پر اثر ڈالنا ہو تو ایک آواز لگانے کی ضرورت ہے تا کہ جو ڈشٹ تمہاری سنسکرتی (مذہب) کو مٹانا چاہتے ہیں۔ وہ جب تمہاری آواز سنیں تو ان کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں۔ ۲۷ کروڑ ہندو آج کیوں کچلے جا رہے ہیں؟ بنگال میں اتیاچار (مظالم) ہوتے ہیں تو تم پر۔ سندھ میں اتیاچار ہوتے ہیں تو تم پر ہزار برس سے یہ ہوتا آ رہا ہے۔ یا تو مر جاؤ یا تڑپ کر

کھڑے ہو جاؤ۔ چاہے ایک لاکھ ہرباون یا رام و لکشمن کی طرح دو ہی کیوں نہ ہوں۔ لنکا کو مٹا کر رکھ دو۔ دھوبڑ کی طرح بہت دنوں تک جینے سے بہتر ہے کہ کیمپ کی طرح بھبک کر ختم ہو جاؤ۔ مل کر بیٹھو۔ جب کئی ٹکشل مل کر حملہ کرتے ہیں تو گاماں پہلوان کو بھی رات بھر سونے نہیں دیتے!!

ڈشٹ اور راکھشش سے مقرر کی کون لوگ مراد ہیں اور "لنکا کو مٹا دو" کے الفاظ میں کس کی طرف اشارہ ہے۔ تقریر کے انداز، سیاق و سباق اور مقرر کی ذہنیت سے اس سوال کا جواب مل سکتا ہے۔

قرآن و حدیث کی ریسرچ نہیں ہوتی

اس کے بعد مہاشہ جی نے کہا کہ:-

"یورپ کے اندر بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں۔ ان میں قرآن اور حدیثوں کی ریسرچ نہیں ہو رہی ہے اگر ریسرچ ہو رہی ہے تو ویدوں کی اور ریسرچ سکالر کہتے ہیں کہ اب تک بھی ٹھیک طور پر ویدوں کے ارتھوں کا پتہ نہیں لگا۔"

"نمستے" کا مطلب

آریہ سماجی سلام "نمستے" کی تلقین اور اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے مہاشہ جی یوں گویا ہوئے:-

"جس طرح مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تو آپس میں سلام علیکم و علیکم السلام کہتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی جب ایک دوسرے سے ملو تو نمستے کہا کرو۔ نمستے کا مطلب ہے کہ ہاتھ، پاؤں، ہر دست اور مستک جھکے ہوئے ہیں۔ اور شترو (دشمن) کو "نمستے" کا (رکھ مطلب) یہ ہے کہ ہم ان تینوں چیزوں سے تمہیں سمجھ لیں گے۔"

خان عبدالغفار خان کے زنار پوش چچازاد بھائی

دوران تقریر میں مقرر نے یہ بھی بیان کیا کہ:-

"آج میرے پاس خان عبدالغفار خاں کے چچا زاد بھائی کا خط آیا ہے۔ میں انہیں خانصاحب کہتا ہوں۔ یہ نام تاری (؟) فقط ہے۔ ان کے پریوار کے لوگ جب جنیو (زنار) پہن کر سندھیا کے لئے بیٹھتے ہیں۔ وہاں کی چمکیلی آنکھیں اور خوبصورت چہرے جب پٹھانی انداز میں ہمارے ساتھ مل کر پاٹھ کرتے ہیں تو مزا آ جاتا ہے۔"

مہاشہ جی کا مذکورہ بالا بیان غلط ہے یا مبالغہ آمیز اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس بیان سے ان کا مقصد کیا تھا؟ اس سوال کا جواب بالکل عیاں ہے۔

ستیارتھ پرکاش چودہ کارتوس کا ریوالور ہے

اپنی مذہبی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق مہاشہ جی نے بصد فخر کہا کہ:-

"ستیارتھ پرکاش ۱۴ کارتوس کا ریوالور ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اسے خریدے۔ اس کے لئے انگریزی لائسنس کی ضرورت نہ منلٹی (یعنی ریاستی) لائسنس کی ضرورت ہے۔"

خالی کارتوس

مہاشہ جی نے اپنی تقریر کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ختم کیا کہ:-

"چونکہ مجھے پردھان جی نے کہا تھا کہ آج صرف خالی کارتوس چھوڑے جائیں۔ اس لئے آج میں نے بھرے ۱۴ کارتوس نہیں چھوڑے ہیں۔"

راقم تقریر جس کے صرف چند اقتباسات پیش کئے گئے ہیں، کسی تبصرہ کی چنداں محتاج نہیں ہے۔ البتہ ان حضرات کے خاص اور فوری توجہ کی مستحق ضرور ہے۔ جن کے دوش مقدر پر انتظام حکومت آصفیہ کے امن کی ذمہ داری ہے۔ یا اس تقریر پر ان لوگوں کو ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے جو فی الحقیقت ملک کے امن، یکجہتی اور ہندو مسلم اتحاد کے خواہاں ہیں اور اسے ملک و مالک کی خدمت اور اپنی خاص ضروریات کیلئے ضروری سمجھتے ہیں۔

مسٹر دنائک راؤ اور دکن کے دوسرے آریہ سماجی لیڈروں سے بھی ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ ذرا سوچیں کہ اس قسم کی تقریریں ان اعلانات سے کہاں تک مطابقت رکھتی ہیں، جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنی امن پسندی اور اتحاد و دوستی کے اظہار کی خاطر کئے ہیں۔ کیا انہیں علم ہے کہ قول و فعل کا تضاد دنیا کو کس قسم کی رائے قائم کرنے پر مجبور کیا کرتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ آریہ سماج دکن کے بہت سے مقامات پر مہاشہ بہاری لال کی تقریریں کرائی جائیں گی۔ اگر مہاشہ جی کا انداز گفتار یہی رہا۔ اور انہوں نے ان "خالی کارتوسوں" کے بعد بھرے ہوئے کارتوس چھوڑے تو ان کی ذات ملک کے امن کے لئے زبردست خطرہ ثابت ہوگی۔

آخر میں صرف اس قدر اور کہنا چاہتا ہوں کہ مہاشہ بہاری لال جی صوبہ یو۔ پی کے رہنے والے ہیں۔ ان کا شمار ایک خاص قسم کی شہرت رکھنے والے آریہ سماجی پرچارکوں

(باقی پوشیدہ)

ایک قادیانی مبلغ کا مضمون

چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

یار و جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا ✦ یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

نوٹ:- الفضل مؤرخہ ۱۱ رجون میں ہم نے ایک مضمون "چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟" کے عنوان سے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس مضمون میں غلو سے اجتناب کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے حقیقی مقام اور شان میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر جماعت قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجددیت اور محدثیت کے دائرہ سے نکال کر نبوت کے دائرہ میں داخل نہ کرے۔ ایسی نبوت جس کے انکار سے کلمہ گو کافر ہو جاتا ہے تو ہمیں یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی تلخیاں آج دور ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت قادیان کو اس سلسلہ میں مزید فکر کی توفیق عطا فرمائے۔ مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر)

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شجرہ طیبہ قرار دے کر فرمایا ہے یہ اپنا پھل ہر زمانہ میں دیتا رہے گا۔ یعنی جب بھی دنیا میں گمراہی پھیل جائے گی اور ترویج دین کیلئے کسی مجدد کی ضرورت پیش آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ضرور مبعوث فرماتا رہے گا۔ نیز فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ یعنی یہ قرآن مجید ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۱) یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کریگا جو آکر دین کی تجدید کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں کیونکہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجددین کی باقاعدہ آمد نے اس کی صداقت پر مہر لگا دی ہے۔ اب سوال ہے کہ یہ صدی جس میں سے ہم گذر رہے ہیں اس کا مجدد کون ہے۔ یہ ایک سوال ہے جو ہر احمدی غیر احمدی علماء اور عوام سے کرتا ہے اور غیر احمدی احباب کا فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اور پورے غور کے بعد اس کا جواب دیں۔ ان کے سامنے اب تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو قرآن کی مندرجہ بالا آیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا انکار کریں اور اس صورت میں انہیں تمام سابقہ مجددین کا بھی انکار کرنا پڑیگا۔ اور ان محدثین کے اقوال کو بھی جھٹلانا پڑیگا جنہوں نے اس حدیث کو بڑی تحدی سے پیش کیا یا اس صدی کے مدعی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنا پڑیگا۔ کیونکہ آپ کے سوا اس زمانہ میں اور کسی نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یا پھر تیسری صورت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کو کھڑا کردیں جو اس امر کا مدعی ہو کہ اسے خدا نے مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ پہلی صورت تو محال ہے کیونکہ ہوشمند غیر احمدی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدے یونہی رائیگاں گئے۔ دوسرا اور تیسری صورتیں غیر احمدی احباب کیلئے قابل غور ہیں۔ یا تو ان کا فرض ہے کہ وہ مسیح جو ان کے خیال میں زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے اسے کوشش کرکے آسمان سے اتاریں۔ یا جو موجود ہے اور دعویدار ہے آسمانی نشانات اس کی صداقت کی گواہی دے رہے ہیں اسے قبول کرلیں۔ لیکن اگر وہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی کو بھی اختیار نہیں کریں گے تو یاد رکھیں کہ وہ اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہیں گے آخر ایک روز مرنا ہے اور خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ اگر وہ زمانہ کے امام کو مانے بغیر مر گئے تو حسب حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة جہالت کی موت مریں گے اور خدا کے حضور مجرموں کی طرح پیش ہوں گے۔

پس ہم ان تمام احباب سے جن کے دل میں ذرہ بھی خدا اور خدا تعالیٰ کے وعدوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کا پاس ہے از راہ ہمدردی و خیر خواہی محض للہ عرض کرتے ہیں کہ اب تو اس صدی میں سے بھی پورے ساٹھ سال گذر چکے ہیں یونہی مر گئے تو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ یاد رکھو کہ کوئی مسیح آسمان سے نہیں اتریگا۔ بلکہ جس طرح ہزاروں بزرگ حضرت مسیح کی آمد کی انتظار میں اس دنیا سے گذر گئے۔ تم بھی گذر جاؤ گے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے خوب فرمایا ہے ۔

یاد رہو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

نیز فرمایا "یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے۔ اور کوئی ان میں سے عیسٰے بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسٰے بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسٰے اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسٰے کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے گا۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

اس اعلان پر بھی پورے ۳۸ سال گزر چکے ہیں مگر باوجود تمہارے علماء اور گدی نشینوں کے بار بار امید دلانے کے ابھی تک کوئی مسیح آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ پس کیوں اپنے قیمتی اور عزیز وقت کو ضائع کر رہے ہو اور کیوں خدا تعالیٰ کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول نہیں کرتے؟

(مولوی عبد القادر صاحب مبلغ جماعت قادیان)

(بقیہ صفحہ ۲)

کا ہی نقشہ سامنے آیا اس واسطے ؎

اب تو نرمی کے گئے دن اب خدا ئے خشمگیں
کام وہ دکھلائے گا جیسے ہتھوڑے سے لوہار

کے پورا ہونے کے دن ہیں۔ کیا دنیا نہیں دیکھتی کہ جو کچھ ان اشعار میں کہا گیا ہے پورا ہو رہا ہے ؎

وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جائے غار
ایک دم میں غمکدہ ہو جائیں گے عشرت کدہ
شادیاں جو کرتے تھے بیٹھیں گے ہو کر سوگوار

کیا اس نے نہیں کہا کہ سمندر بھی خون سے بھر جائیں گے۔ کیا اس نے پہلے سے الہام نہیں سنایا۔

"کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں"

غور کرو کس طرح سے اس کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور دنیا کی تباہی کا باعث وہ لوگ بنے ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو تہذیب اور شرافت کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ مگر وہ خود وہ کام کر رہے ہیں۔ جو کسی وحشی سے وحشی قوم نے بھی کبھی نہ کئے ہوں۔

الغرض نشانات اور پیشگوئیوں کا وہ سلسلہ جو حضرت مسیح موعود کی بعثت کے ساتھ شروع ہوا اب تک جاری ہے اور معلوم نہیں کب تک جاری رہے گا۔ یہ ہے وہ خدا تعالیٰ کی تجلی جو حضرت اقدس کے ذریعے سے اس آخری زمانہ میں ہوئی۔ ان سب باتوں پر غور کرنے سے اس میں ذرہ بھی شک نہیں رہتا کہ حضرت ممدوح اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے بول رہے تھے۔ خدا نے اپنے مامور کے ذریعے

رفتار عالم

—— لنڈن ۱۰ جون۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم نے آج ہاؤس آف کامنز میں کریٹ کی جنگ کے متعلق اپوزیشن کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اپوزیشن کی طرف سے مسٹر ہار بلیشیا سابق وزیر جنگ مسٹر بی سمتھ۔ ارل آف ونٹرٹن اور دوسرے ممبروں نے تقریریں کیں جنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ برطانوی حکام نے کریٹ پر چھ ماہ تک قبضہ ہونے کے باوجود اسے جرمنی کے حملے کے مقابلہ کیلئے مضبوط کیوں نہ کیا۔ ارل آف ونٹرٹن نے کہا کہ اس جنگ کے نتیجہ نے آئرلینڈ اور برطانیہ کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

—— لنڈن ۱۰ جون۔ مسٹر چرچل نے ان مندرجہ بالا اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کوئی بھی شخص اس بحث کے موضوع اور لب و لہجہ کے متعلق انکار نہیں کر سکتا۔ آج جس قسم کی نکتہ چینی ہوئی ہے۔ حکومت نہ صرف اسے قبول کرتی۔ بلکہ ان کا خیر مقدم بھی کرتی ہے۔ بحث کا آغاز جس طریقے سے ہوا۔ اس سے تو یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ یہ موجودہ حکومت کیلئے چیلنج کا مترادف ہے۔

—— واشنگٹن ۱۰ جون۔ واشنگٹن میں اطلاع ملی ہے کہ ایک جرمن آبدوز کشتی نے جنوبی بحر اوقیانوس میں امریکہ کے جہاز رابن مور کو ڈبو دیا ہے۔ امریکہ کے بحری محکمہ نے اس خبر کی تصدیق کر دی ہے۔ لیکن ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ واقعی جرمن آبدوز کشتی نے حملہ کیا ہے۔ یہ جہاز موٹریں اور لوہے کا سامان لئے جا رہا تھا۔ ۳۳ جہازیوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

—— قاہرہ ۱۰ جون۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ شام میں اتحادی فوجوں کی پیشقدمی تسلی بخش طور پر جاری ہے۔ قاہرہ میں غیر سرکاری طور پر معلوم ہوا ہے کہ کئی فرانسیسی فوجیں اتحادیوں سے مل گئی ہیں اور لبنان میں متعدد سپاہی بھاگ کر اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔

—— واشنگٹن ۱۰ جون۔ بلجیم میں مقیم امریکہ کا سفیر جرمنی سے واپس آگیا ہے۔ برلن میں اخبار نویس کی حیثیت سے ہٹلر سے ملاقات کی۔ اس کا بیان ہے کہ ملاقات کے وقت ہٹلر کا رویہ بڑا غیر دوستانہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ سفیر امریکن تھا اور جرمن سمجھتے ہیں کہ امریکہ جنگ میں کودنے والا ہے۔

—— لنڈن ۱۰ جون۔ مسٹر چرچل نے آج ممبر سوالات کے وقت پارلیمنٹ میں ہر ہیس کے متعلق بحث میں پڑنے سے انکار کر دیا۔ یہ پوچھنے پر کہ کیا ہر ہیس کوئی تجاویز لیکر آیا ہے۔ آپ نے کہا۔ فی الحال میں کوئی بیان نہیں دے سکتا۔ البتہ ہم نے اس امر کے متعلق امریکہ کو اطلاع دے دی ہے۔

—— قاہرہ ۱۰ جون۔ قاہرہ کی اطلاعات مظہر ہیں کہ ابھی تک مشرقی افریقہ میں جنگ جاری ہے۔ حبشہ میں اطالوی فوجوں کا زور توڑ دیا گیا ہے اور ۵۰ ہزار مربع میل رقبہ اطالویوں سے چھین لیا گیا ہے۔

—— قاہرہ ۱۰ جون۔ جرمنی کی اسکندریہ پر بمباری کی وجہ سے اسکندریہ کو خالی کیا جا رہا ہے۔ اس وقت تک سکندریہ سے بیس ہزار اشخاص نکل چکے ہیں۔ ان کے لئے شاہ مصر کی طرف سے طعام کا بہم پہنچایا جا رہا ہے۔ انہیں قاہرہ کے سکولوں میں رکھا جائے گا۔

—— قاہرہ ۱۰ جون۔ جرمن طیاروں نے بدھ کو اسکندریہ پر جو بمباری کی تھی۔ اس میں ۱۴۷ اشخاص ہلاک اور ۲۹۰ زخمی ہوئے تھے۔ سنیچر کی بمباری میں ۴۱ ہلاک اور ۲۱ زخمی ہوئے۔

—— قاہرہ ۱۰ جون۔ جنرل کیٹرو نے شام کی موجودہ صورت حالات کے متعلق ایک اعلان جاری کیا ہے۔ آپ اس اعلان میں کہتے ہیں کہ ہماری جنگ اہل شام کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ جرمنوں کے خلاف ہے۔

—— واشنگٹن ۹ جون۔ جزیرہ کریٹ اور مشرقی بحر روم میں برطانیہ کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کی ذمہ داری امریکہ کے مشہور صحافی السوپ اور مقالہ نگار کنٹر کے نزدیک امریکہ پر ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ کریٹ میں برطانیہ کی شکست سے امریکہ کو مایوسی ضرور ہوئی ہے۔ مگر برطانیہ پر اعتماد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ اپنے وعدوں کے باوجود امریکہ وقت پر برطانیہ کو اس محاذ پر سامان جنگ پہنچانے میں قاصر رہا۔ اس کے مقابلہ میں برطانوی سپاہی کی برتری ثابت ہوئی۔ اور اگر اس کے باوجود برطانیہ کو ناکامی ہوئی تو اسکی وجہ اسلحہ جنگ کی کمی تھی۔

—— لنڈن ۹ جون۔ لیبر پارٹی کی سالانہ کانفرنس کے ریزولیوشن اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ کہ برطانیہ کے مزدوروں کے لئے اس وقت اہم ترین سوال جنگ جیتنا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ہر ممکن طریقے اختیار کرنے کو تیار ہیں۔

یہ وضاحت ان ریزولیوشنوں کے متعلق مزدور حلقوں میں کی جاتی ہے۔ کانفرنس کے صدر مسٹر جیمز واکر کی صدارتی تقریر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی تقریر میں تین باتیں واضح کر دی ہیں۔ اول یہ کہ یورپ میں جو ہولناکیاں دیکھنے میں آ رہی ہیں ان کے پیش نظر برطانیہ کے مزدوروں کے ارادے اور زیادہ محکم ہو گئے ہیں کہ ہٹلریت کا خاتمہ کیا جائے اور جنگ جیتنے کے لئے تمام وسائل اختیار کئے جائیں۔

دوئم یہ کہ اس جنگ میں برطانیہ کا مقصد فتح حاصل کرنے کے بعد جرمنی کے ممالک کی آزادی اور خود مختاری کو بحال کرنا اور نازیت کو ہمیشہ کیلئے برباد کرنا ہے۔

سوئم یہ کہ برطانیہ کے مزدور برطانیہ کو کمزوروں کی آخری امید اور سہارا بنانا چاہتے ہیں۔ برطانیہ کے مزدور چاہتے ہیں۔ کہ برطانیہ کی سیاسی اور اقتصادی آزادی کی طرح دیگر ممالک میں بھی آزادی قائم کی جائے۔

حجت پوری کردی اور وہ مامور یہ کہتا دنیا سے رخصت ہو گیا ؎

آں خدائیکہ ز خلق و جہاں بے خبر اند
بر منے جلوہ نمود ارست گرا ہلی بپذیر

اب دنیا کا اختیار ہے اسے مانے یا نہ مانے۔

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر وشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۴۱ء | نمبر ۳۶

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میرا دوست اور عزیز کون ہی؟

میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے؟ کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کرسکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے۔ وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے وہ ضرور اس سے روشنی لیگا۔ لیکن جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں، قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے، ہر طرف سے موت اس کو درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے وہی جو بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں سے ہے اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفس مزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اس کے نفس کے دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے۔ تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے ✦

(فتح اسلام)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ابھی سرینگر کشمیر میں ہی مقیم ہیں امید کی جاتی ہے کہ حضرت ممدوح مورخہ ۱۸ جون کو لاہور تشریف لے آئیں گے۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت خوشی سے سنی جائے گی کہ جناب خان غلام ربانی خانصاحب وکیل مانسہرہ کو "خانصاحب" کا خطاب حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے اللہ تعالیٰ خانصاحب موصوف کو یہ خطاب مبارک کرے اور آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین۔

— جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب مورخہ ۱۴ جون ۱۹۴۱ء شام کو منصوری قریباً پندرہ دن کیلئے تشریف لے گئے۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب مورخہ ۱۵ جون ۱۹۴۱ء کو بٹوٹ تشریف لے گئے۔

— مستری محمد سلیمان صاحب جو فوجی ملازمت کے سلسلہ میں ہندوستان سے باہر گئے ہیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی صحت و سلامتی کے لئے احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— ہمارے دوست شیخ کریم اللہ صاحب امرت سر بہت سی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ احباب سلسلہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے لئے درد دل سے دعا کیجائے۔

— جماعت کے اور بھی کئی احباب بیمار اور مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔

ان سب کیلئے درد دل سے دعا کیجائے

سلسلہ کے نوجوان تبلیغی ٹریننگ کیلئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک لاہور ضرور تشریف لائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے متعلق قادیانیوں کا اصرار بیجا

حضرت مولانا مولوی نورالدین اعظم علیہ الرحمۃ کا ایک تاریخی خط

اور قادیانیوں کیلئے مقام خوف

(از جناب چودھری خان زمان صاحب بی۔کام از کلکتہ)

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ اور مسلک کے متعلق جو غلط فہمی ہمارے قادیانی بھائیوں نے پھیلا رکھی ہے اس کے ازالہ کیلئے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جو خدمات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے سرانجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر جائز و ممکن طریق سے اس غالی قوم پر اتمام حجت کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس سعی بلیغ کے نہایت شاندار نتائج پیدا ہو رہے ہیں اور سعید روحیں غلو کا چولہ اتار کر بانی سلسلہ احمدیہ کی بتائی ہوئی راہوں پر عمل پیرا ہو رہی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہیں گی بشرطیکہ ہماری طرف سے کوتاہی نہ ہو۔

یوں تو جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ہماری طرف سے ہر رنگ میں قادیانیوں پر اتمام حجت کیا جا چکا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس زنگ کو جو ان لوگوں کے دلوں پر لگ چکا ہے اتارنے کیلئے زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔ اسی غرض و مدعا کو مدنظر رکھتے ہوئے میں ذیل کی چند سطور ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تاکوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے۔

قادیانیوں کے اس عقیدہ کی بنیاد کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت کا تھا۔ محدثیت یا لغوی نبوت کا نہ تھا۔ اس ایک بات پر ہے کہ حضور نے ۱۹۰۱ء میں اپنے دعوے کے متعلق عقیدہ میں ایک تبدیلی کر لی تھی۔ اور اس تبدیلی کا اظہار آپ نے اشتہار "ایک غلطی کے ازالہ" کے ذریعے فرمایا تھا۔ مجھے قادیانیوں کے اس عقیدہ پر رہ رہ کر تعجب ہوا کرتا ہے کہ کہنے کو تو یہ بات انہوں نے کہدی لیکن یہ نہ سوچا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ وہم بھی کرنا کہ انہوں نے پہلے اپنے دعوے کو نہ سمجھا تھا صریح طور پر اس بات کا مترادف ہے کہ گویا نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ نہ تو آپ اپنے الہامات کو سمجھتے تھے نہ قرآن و حدیث کا علم تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے جوش میں آکر وہ وہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کر دی ہیں کہ مخالفین پر بھی گوئے سبقت لے گئے اور کہنے کو "مبشر اولاد" "خلیفۃ المسیح الثانی" "مصلح موعود" "خاص خلیفہ" "معصوم عن الخطا" اور کیا کیا کچھ۔ پھر لطف یہ ہے کہ وہی "غلطی کا ازالہ" جس پر قادیانی دعوے کی بنیاد ہے ان کے اس عقیدہ کو باطل کر رہا ہے نہ ایک دفعہ بلکہ انیس دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوے نبی سے انکار اور تحدی سے اس رسالہ میں انکار فرمایا ہے اور اشارتاً یا کنایتہً بھی قادیانی عقیدہ کی تصدیق نہیں کی۔ بلکہ حضرت صاحب بہ وضاحت فرماتے ہیں۔ کہ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کس طور کا نبی کہلانے سے انکار نہیں کیا۔ اس کا جواب بھی وہیں موجود ہے کہ از روئے لغت مجھ پر نبی کا لفظ صادق آتا ہے اور اس سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اس معمولی بات کو سمجھنا کس قدر آسان ہے۔ اگر اس نقطہ کو ہمارے قادیانی بھائی سمجھ لیں تو آج اختلافات مٹ سکتے ہیں۔

یہ تو ہوئی غلطی کے ازالہ کے متعلق قادیانیوں کی غلط فہمی کی وضاحت اور اس کا حل۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قادیانی احباب الفاظ "امتی نبی" کے خواہ کچھ ہی معنی کریں۔ ان کو یہ مسلم ہے کہ حضرت مسیح موعود زیادہ سے زیادہ امتی نبی تھے اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد ہر دو زمانوں میں اپنے آپ کو امتی نبی ہی فرماتے رہے اور ہر دو زمانوں میں امتی نبی کا ایک ہی مفہوم یعنی محدثیت لیتے رہے۔ تو قادیانیوں کا یہ دعوےٰ تو باطل ہو جاتا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء میں حضور نے دعوے کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی کی تھی۔ ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کی میں دو تحریریں پیش کرتا ہوں۔ ایک ۱۹۰۱ء سے پہلے کی اور ایک بعد کی۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی ہے کہ اے امتی لوگو وہ تم سے ہی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا۔ اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا۔ بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کی طرح صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا۔ اور حل معضلات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کریگا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات میں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا[۱]۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات بھی کہ امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک ہی شان نبوت اپنے اندر رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳)

مذکرہ بالا تحریر نہ صرف اس بات کا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوےٰ امتی نبی یعنی محدثیت کا تھا بلکہ یہ بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امتی نبی کا مفہوم حضور کے نزدیک سوائے محدثیت کے اور کچھ نہ تھا۔ یہ تو تھی ۱۹۰۱ء سے قبل کی ایک تحریر اب لیجئے ۱۹۰۱ء کے بعد کی یعنی ۱۹۰۷ء کی حضور کی مشہور تصنیف حقیقۃ الوحی کی ایک تحریر۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں۔ کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوےٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کی فیض کی برکت سے مجھے نبوت تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ اصلی نبوت[۲]

(باقی صفحہ ۷ کالم نمبر ۱)

[۱] یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ یعنی جزوی نبوت کی صفات سے متصف ہوگا اور جناب میاں محمود احمد صاحب کو اور ساری قادیانی جماعت کو یہ مسلم ہے کہ جزوی نبی، نبی نہیں ہوتا بلکہ محدث ہوتا ہے۔ پس قادیانیوں کا یہ اصرار فضول ہے کہ حضرت صاحب کا دعوےٰ نبوت کا تھا۔ وھو المطلوب۔ (خان زمان)

[۲] الفاظ "ظلی نبی" بھی چونکہ تشریح طلب ہیں اور قادیانی ان الفاظ کا مفہوم بھی بگاڑ چکے ہیں۔ اس لئے میں اس کے معنی بھی پیش کئے دیتا ہوں۔ جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"پھر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اتقاء اور معرفت کے اعلیٰ مراتب کی طرف ترقی دیتا ہے اور اسے ان لوگوں میں داخل کرتا ہے۔ جو گزر چکے۔ اس سے پہلے ظلی نبی

(باقی صفحہ ۷ کالم ۱)

پیغامِ صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳۶

احمدی نوجوان اور اجتماعی شعور

اجتماعی خصوصیات اور ہمارے نوجوانوں کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں

جماعت اور اجتماعی جذبہ

کوئی جماعت اس وقت تک جماعت نہیں کہلا سکتی جب تک اس کے افراد کے قلوب میں ایک اجتماعی جذبہ موجود نہ ہو اور انہیں یہ احساس ہو کہ وہ ایک جماعت کے ارکان ہیں، انکے معتقدات متحدہ ہیں ان کے اغراض و مقاصد متحدہ ہیں اور ان کے اخلاق متحد ہیں اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ ایک خاص ذہنی اور وجدانی دائرہ کے اندر محدود ہے۔

جماعت احمدیہ کا قیام اور مقام

اگر ہم جماعت احمدیہ کا نظر غائر سے مطالعہ کریں تو ہمیں تینوں مذکورہ بالا دفعات پر ہی اس کی بنیاد نظر آئے گی۔ متحدہ معتقدات، متحدہ اغراض و مقاصد اور متحدہ اخلاق ہی اس جماعت کے عناصر ترکیبی ہیں۔ خالص اسلامی اور قرآنی عقائد اس جماعت کے معتقدات ہیں۔ اس جماعت کے اغراض و مقاصد [illegible] اعلائے کلمۃ الحق ہے اور حقیقی قرآنی اخلاق اس جماعت کے اخلاق ہیں یہ جماعت اسلامی سواد اعظم سے علیحدہ نہیں بلکہ اپنی خالص روحانی اور اسلامی خصوصیات کی وجہ سے باقی اسلامی جماعتوں سے ممتاز اور بلند ہے اس جماعت نے خدا تعالےٰ کے ایک عظیم الشان مامور اور آنحضرت صلعم کے ایک عظیم المرتبت خلیفہ کو پہچانا ہے اس لئے یہ جماعت رفیع الشان ہے۔

سلسلہ کے بزرگ

ہمارے بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں اس لئے انکا مقام بہت بلند ہے ان کی عمر کا بیشتر حصہ اعلائے کلمۃ الحق میں صرف ہوا ہے اس لئے ان کی شان بہت رفیع ہے الہام الٰہی میں انہیں "پاک ممبر" اور "پاک محب" کے نام سے خطاب کیا گیا ہے ان بزرگوں نے جس عہد کو اپنے آقا کے ہاتھ پر استوار کیا تھا اس پر یہ آخر وقت تک ثابت قدم رہے جوں جوں زمانہ گذرے گا ان کے نام تاریخ انسانی میں زیادہ روشن ہونگے کیونکہ یہ مسیح محمدی کے حواری ہیں اور مسیح کی شخصیت مرور زمانہ سے ہی اجاگر ہوتی ہے۔

بزرگوں کے جانشین

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوان ان بزرگوں کے جانشین ہیں اور ان کے مقدس ورثہ کے وارث ہیں یہ دنیا ان کی شکار گاہ ہے اور قومیں ان کے دشت جنوں میں صید زبوں ہیں لیکن یہ ورثہ اسی وقت ہماری طرف منتقل ہوگا جبکہ ہمارے اندر وہی اجتماعی جذبہ اور اخلاق ہو جو ان بزرگوں کی روزمرہ زندگی میں ہے۔ ہمارے نوجوان دوستوں کو نظر غائر سے اپنے بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئے اور ان کی بلند پایہ زندگی کی خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرنا چاہیے۔

اجتماعی خصوصیات کی ضرورت

اس اجتماعی جذبہ اجتماعی احساس اور اجتماعی شعور کو پیدا کرنے کے لئے چند ایک خصوصیات پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے **پہلی خصوصیت** تو ایک نظام کے ماتحت کام کرنا اور زندگی بسر کرنا ہے۔ یہ خصوصیت اجتماعی تربیت کا بہت اہم جزو ہے جس قوم کے افراد میں دماغی انتشار ہو وجدانی پریشانی ہو۔ عملی تضاد ہو وہ ایک نظام کے ماتحت زندگی نہیں بسر کر سکتی اور جو قوم نظام کے ماتحت کام نہیں کرتی وہ دنیا میں کارہائے نمایاں بھی نہیں کر سکتی دنیا کے بڑے بڑے اور عظیم الشان کام سب نظام اور اجتماعی تربیت کے ہی کرشمے ہیں اور آج بھی جو قوم کامیاب اور کامران ہے وہ اسی جذبہ اور خصوصیت سے ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ کامیابی ہمارے نقطہ نگاہ سے کامیابی نہ ہو لیکن اس کی اضافی حیثیت تو یقیناً ہے۔ دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اسے کامیابی تصور کرتا ہے۔

دوسری خصوصیت اپنے معتقدات پر ایک زندہ ایمان ہے قوموں کی زندگی اور موت کا اندازہ ان کے معتقدات کی قوت سے کرنا چاہئے جس قوم کے معتقدات پر موت وارد ہوتی ہے وہ قوم بھی صفحہ ہستی سے ناپید ہو جاتی ہے مثلاً ایک قوم کو جب اپنے معتقدات پر یقین اور ایمان نہیں رہتا تو وہ کسی ہمسایہ قوم کے معتقدات، کلچر اور علوم و فنون سے اثر پذیر ہوتی ہے اور ان مستعار نظریوں کے پیچھے سرگرداں ہو کر اپنی انفرادیت کو ضائع کر دیتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ اپنی اجتماعی خصوصیات کو تلف کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتی ہے۔ اور ڈھونڈے سے اسکا نام و نشان تک بھی نہیں ملتا سو ہمیں بھی نہایت بیداری کے ساتھ اس دور پرفتن میں جبکہ راستہ کے ہر طرف کوئی نہ کوئی رہزن گھات میں ہے۔ اپنے معتقدات کو زندہ رکھنا چاہئے اور سنگ خارا سے زیادہ محکم اور مضبوط ایمان رکھنا چاہئے کہ صرف ہمارے ہی معتقدات درست ہیں اور اقوام عالم کو ایک دن انہی معتقدات کو قبول کرنا پڑے گا کیونکہ صرف انہی معتقدات سے ان کی رستگاری وابستہ ہے بعض نوجوان اپنی خام دماغی کی وجہ سے بھٹک جاتے ہیں یورپ کے بدلتے ہوئے فلسفیانہ نظریے ان کی نگاہوں میں جو چکا چوند پیدا کر دیتے ہیں وہ گھبرا جاتے ہیں اور انکا دماغی توازن قائم نہیں رہتا۔ سیاسی اور معاشرتی تحریکات سے متاثر ہونے لگتے ہیں اور اپنے معتقدات اور روایات کو ایک قصۂ پارینہ سمجھنے لگتے ہیں اور اپنی قابل رحم ذہنی کیفیت کی وجہ سے بجائے اس کے کہ اپنی جماعت اور مذہب کے لئے مفید ثابت ہوں مضر ثابت ہوتے ہیں۔ ہم لوگ جو کہ دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنا چاہتے ہیں ہمیں ایسی کیفیات اور رجحانات سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہماری اجتماعی زندگی کے لئے زہر قاتل ہیں۔ جب ہم نے جن معتقدات کو قبول کیا ہے تو انہیں صمیم قلب سے قبول کرنا چاہئے اور ہمارے دماغ بجائے ذہنی انارکی اور بیہودہ تخیلات کی فیکٹری بننے کے ایک زندہ ایمان اور زندہ تصورات کا مستقر ہونا چاہئیں کیونکہ یہ کائنات اسی ایمان اور انہیں تصورات کی زد میں ہے۔

تیسری خصوصیت ایک متحدہ اخلاق اور کردار کو نشوونما دینا ہے لوگ صرف کسی قوم کے اخلاق اور کردار سے ہی متاثر ہوتے ہیں۔ اور اسی اجتماعی اخلاق سے ہی ہمارے اندر ایک اجتماعی جذبہ کا تصور پیدا ہو سکتا ہے جو قوم اور جماعت اخلاقی لحاظ سے بلند ہوتی ہے وہی ایک داعی اور مبلغ کی حیثیت سے دنیا کو اپنے معتقدات کی طرف بلا سکتی ہے اور انہیں قبول کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔ سو ایک تبلیغی جماعت کے لئے کردار کی شوکت نہایت ضروری چیز ہے۔

ہمارے نوجوان زندہ ہیں

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمارے نوجوانوں کے اندر یہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں اور جماعت میں ایسے صاحب اخلاق اور صاحب کردار نوجوان موجود ہیں کہ ان پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سلسلہ کے لئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کیا ہوا ہے اور انکا وجود اس حقیقت پر شہادت ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں اجتماعی شعور موجود ہے اور انہیں پورا پورا احساس ہے کہ وہ ایک ایسی جماعت کے افراد ہیں جس کے پاس اقوام عالم کیلئے ایک پیغام ہے

نوجوانوں کے متعلق غلط فہمیاں

کچھ عرصہ سے ہمارے نوجوانوں کے قلوب میں احساس کمتری پیدا کرنے کیلئے ایسی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں کہ ان نوجوانوں میں احمدیت کی خصوصیات نہیں ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ خیالات کہاں سے آتے ہیں اور انکے عقب میں کیسی منظم سازش ہے لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ انہیں نہایت شرارت کے ساتھ پھیلایا جاتا ہے ہمارے سب نوجوانوں کو بیدار رہنا چاہئے اور اس نوعیت کے غلیظ پروپیگنڈہ سے ہرگز متاثر نہیں . . . ہونا چاہئے یہ محض عیاریاں ہیں اور انسانی دماغ اور نفسیات سے کھیلنے کی کوششیں ہیں اور ان کے عقب میں ایک خطرناک ذہنیت کارفرما ہے۔

ہم اپنے نوجوان دوستوں کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اپنے اندر زبردست اجتماعی شعور اور احساس پیدا کریں ہر جگہ مجلسیں قائم کریں اور اپنے اجتماعی جہاد سے ثابت کر دیں کہ وہ ایک زندہ اور فعال جماعت کے افراد ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی پیرو اور اپنے بزرگوں کے قابل جانشین ہیں ہمارے نوجوانوں میں زندگی کی ایک زبردست لہر پیدا ہو رہی ہے ان کے قلوب میں (۱) سلسلہ کی روایات کو قائم رکھنے کیلئے ایک جوش ہے امید ہے یہ جوش دن بدن فزوں تر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

شذرات

سلسلہ کے نوجوان اور تبلیغی ٹریننگ

پیغام صلح کے گذشتہ شیوع میں ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد "سلسلہ کے نوجوان دوست خاص توجہ سے مطالعہ فرمائیں" کے عنوان سے شائع کر چکے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں۔ اس غرض کیلئے اگر وہ اصحاب جو کہیں ملازم ہیں۔ تین یا چار ماہ کیلئے رخصت لیکر لاہور آ جائیں۔ تو انہیں تبلیغ کے لئے خاص طور پر تیار کر دیا جائیگا۔ یہ انتظام چار ماہ کے لئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک کر دیا جائے گا۔ اس لئے جن دوستوں کا یہ ارادہ ہو۔ وہ ابھی سے رخصت کا انتظام کر لیں اور مجھے بھی اطلاع دیں۔ وہ لاہور کے قیام میں انجمن کے مہمان ہوں گے۔"

اس وقت جبکہ جماعت کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام ہے۔ تبلیغی ٹریننگ کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ سپاہی جب میدان میں نکلتا ہے۔ تو اس کے لئے نہایت ضروری ہوا کرتا ہے کہ وہ مسلح ہو کر میدان میں نکلے۔ بہادری کا جوہر خواہ کس شدت سے موجود ہو۔ لیکن جب تک آلاتِ حرب پاس نہیں ہوں گے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی جماعت احمدیہ کے سرگرم نوجوان مجاہد ہیں اور ان کے قلوب میں اعلائے کلمۃ الحق کے زندہ جذبات ہیں۔ لیکن یہ جذبات نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے۔ جب تک انہیں معرض اظہار میں لانے کیلئے ایسا اسلوب بیان نہ پیدا کیا جائے جو زیادہ سے زیادہ مؤثر ہو۔ جماعت کا ہر نوجوان چونکہ ایک مبلغ ہے اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہر احمدی نوجوان موثر اسلوب بیان کو نشوونما دینے کیلئے تین چار ماہ تک تبلیغی ٹریننگ حاصل کرے۔ ہمارے نوجوان دوستوں کو اس ٹریننگ کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور وقت نکال کر مرکز میں پہنچنا چاہئے۔ وہ تبلیغی ٹریننگ کے اس انتظام سے استفادہ کرنا چاہئے جس کا ذکر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مسٹر ایم این رائے کی اخلاقی جرأت

کلکتہ کی ایک اطلاع ہے کہ مسٹر ایم۔ این رائے نے ایک بیان کے دوران میں کہا:۔

"جس مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی اس سے مسلمانوں کی بدگمانی بالکل درست ہے اور سراسر جائز ہے۔ وہ سابقہ تجربہ کی بنا پر اپنے خیال میں حق بجانب ہوں گے۔"

مسٹر ایم۔ این رائے کی اخلاقی جرأت واقعی قابل داد ہے کہ انہوں نے باوجود ہندو ہونے کے ہندو ذہنیت کے متعلق نہایت جرأت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندو اکثریت کے مرکز میں مسلمان اقلیت کو کبھی عافیت نصیب نہیں ہو سکتی۔ کم از کم گذشتہ تجربہ تو یہی بتاتا ہے اور آئندہ کا اندازہ بھی اسی تجربہ کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔ ہندو ذہنیت کا یہ عیب تو اب اس قدر نمایاں ہو چکا ہے کہ اب ان کے اپنے انگشت نمائی کرنے لگے ہیں۔ ہمارے خیال میں ہمارے ہندو بھائیوں کو اپنی ذہنیت میں غیر معمولی تغیر پیدا کرنا چاہئے اور مسلمانوں کو بھی ان کا ممد و معاون ہونا چاہئے۔ کہ ان کے پڑوسی اچھے قلوب میں اعلےٰ درجہ کے رجحانات پیدا کر سکیں۔

بائیبل سوسائٹی کی کارگذاری

مسیحی رسالہ "المائدہ" بابت ماہ جون ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:۔

"بائیبل سوسائٹی نے حسب ذیل مقدس صحیفے تین سالوں میں فروخت کئے:۔

	۱۹۳۸ء	۱۹۳۹ء	۱۹۴۰ء
کلکتہ	۲۳۸۲۴۴	۲۱۸۳۲۱	۲۲۶۰۴۳
بمبئی	۲۳۲۴۹۴	۲۲۸۴۰۱	۲۴۲۵۸۱
مدراس	۳۵۶۶۸۶	۳۷۹۴۰۶	۳۸۵۶۵۶
بنگلو	۳۸۹۲۴	۴۸۳۷۲	۴۳۶۵۷
الہ آباد	۱۸۵۵۶۸	۲۱۲۳۲۱	۲۵۰۶۵۱
مدراس	۱۰۴۸۷۸	۱۰۶۵۷۰	۱۱۸۵۲۵
لنکا	۵۵۶۶۴	۵۹۵۵۱	۳۸۳۶۲
کل ہند	۱۲۱۲۲۵۵۶	۱۲۷۲۹۸۲	۱۳۰۵۴۹۵

یہ ایک مسیحی سوسائٹی کی تبلیغی جدوجہد کا حال ہے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار ان بائیبل کے نسخوں کے ہیں جو اس سوسائٹی نے فروخت کئے۔ مسلمان خدا اور خدا کے رسول کے نام لیوا ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ اس نام لیوا ہونے کی وجہ سے انہیں باقی مذاہب پر تفوق حاصل ہے۔ لیکن صرف زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے۔ تفوق تو وہ ہے۔ جس کا اظہار بجائے زبان کے عمل سے ہو۔ مسلمانوں نے دنیا کی کتنی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کئے ہیں۔ اور کتنے نسخے دنیا کے طول و عرض میں اس مقدس صحیفہ کے تقسیم کئے ہیں۔ ہمارے نزدیک اگر مسلمانوں کے عمل کا جائزہ اس نقطۂ نگاہ سے لیا جائے۔ تو ان کے عمل کے خانہ میں صفر نکلے گا۔ اگر قرآن مجید کی خدمت کی ہے تو جماعت احمدیہ نے اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ "وہ کافر ہیں" جو قرآن پاک کی خدمت نہ کرے وہ پکا مومن اور جو خدمت کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج! عجیب ذہنیت ہے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اور مسلمانوں کو اس حرکت پر جتنی بھی شرم آئے تھوڑی ہے۔

مسجد احمدیہ سرینگر کشمیر کی تعمیر

بنیادی پتھر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب فرمایا

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت و عافیت بتاریخ ۸ ماہ جون بوقت ساڑھے سات بجے شام وارد سرینگر ہوئے احباب جماعت بڑے دارہ کے مقام پر برائے استقبال منتظر تھے۔ حضرت ممدوح پورے ساڑھے سات بجے ملک شیر محمد صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ اور احباب جماعت کو ملاقات کا شرف بخش کر شام اور عشا کی نماز حضرت ممدوح نے پڑھائی اور احباب رخصت ہو گئے

حسب اعلان مورخہ ۱۱ جون بوقت نو بجے صبح حضرت ممدوح نے مسجد احمدیہ سرینگر کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب فرمایا۔ احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت احباب بھی کثرت سے حاضر تھے حضرت ممدوح نے سنگ بنیاد نصب کر کے یہ دعا پڑھی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اور واضح فرمایا کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت یہی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی۔ چنانچہ اسی دعا کا نتیجہ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے کہ کعبۃ اللہ لوگوں کا مرجع بنا رہا۔ خدا کرے مسجد ہذا بھی اسی طرح مفید ثابت ہو اور اشاعت اسلام کا مرکز بن جائے۔

اس کے بعد مسجد کی اہمیت حضرت ممدوح نے واضح فرمائی کہ مسجد تبلیغ حق کا مرکز ہے۔ مگر یہ جب ہی مفید ثابت ہو سکتی ہے جبکہ پانچوں وقت اس میں اللہ اکبر کی ندا بلند ہو اور نماز باجماعت ادا کی جائے اور خداوند تعالیٰ کی توحید کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی بھی منادی کیجائے ختم نبوت کا راز بھی اسی اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ میں ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کے ساتھ حضرت محمد صلعم کی رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے جن کا اقرار ساری دنیا میں پانچوں وقت کیا جا رہا ہے۔ اس میں نئے پچھلے نبیوں کا ذکر نہ اگلے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے صحیح حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو لوگ قبلہ رو جھک جاتے ہیں وہ مسلم ہیں۔ لہذا مسلمانوں کی ایک دیگر کی تکفیر کرنی حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کی نافرمانی کرنے کے مترادف ہے بعد میں مذکورہ صدر دعا پر تقریر کو ختم فرمایا اور احباب جماعت و غیر از جماعت دوست رخصت ہو گئے۔ دوستوں کو اطلاع دی گئی کہ آج شام کو حضرت امیر کی تقریر جناب ملک صاحب کی کوٹھی پر بوقت شام شروع ہوگی۔

علاوہ ازیں ایک پبلک لیکچر کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ جو کہ ۱۴ جون بروز سنیچر بوقت چھ بجے شام ہوگا اور ایک لیکچر گورنمنٹ کالج سرینگر میں ہوگا۔ جس کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

خاکسار

شیخ عبد الصمد سیکرٹری جماعت احمدیہ سرینگر کشمیر

زندہ باد نوجوانان جماعت لائلپور

(از جناب فضل حق صاحب کمیشن ایجنٹ تاندلیانوالہ)

سلسلہ کے نوجوان ہر جگہ مجلسیں قائم کریں اور اسلام کے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں

قبلہ محترم الحاج میاں محمد اسماعیل صاحب کی دلکش ادائیگی نماز، محترمی صاحب میاں حاجی مولا بخش صاحب کا تقویٰ و طہارت، محترم الحاج میاں محمد صاحب کا علم و انکسار تواضع و مہمان نوازی، محترم میاں مولا بخش صاحب کی حضرت مسیح موعود کی کتب سے واقفیت اور علم دوستی۔ اخی المکرم میاں فضل الرحمان کا جذبہ و الفت اور حمیت الجماعت، جماعت احمدیہ لائلپور کی مالی قربانیاں یہ ایسی خصوصیات ہیں جو جماعت لائلپور کا حصہ ہیں اور وہاں جانیوالا نووارد ان چیزوں کو فوراً محسوس کرنے لگتا ہے یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو کسی جماعت یا افراد کو حاصل ہو سکتا ہے ان خصوصیات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کی ہمیشہ شکایت رہی۔ کہ وہاں تبلیغی دلچسپیوں کا فقدان تھا۔ مجھے جب کبھی لائلپور جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے ہمیشہ اس بات کا محترم میاں مولا بخش صاحب سے شکوہ کیا۔ انہوں نے بھی اس کمزوری کو محسوس کیا اور کمزوری کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی کہ وہاں کی جماعت کے افراد بالعموم تجارت پیشہ ہیں اور ان کو وقت بہت کم ملتا ہے۔ اور باوجود صرف زر اور باوجود اس خواہش ہونے کے کہ یہاں جلسے کرائے جائیں تبلیغی مرکز قائم کیا جائے۔ وہ بزرگ اس کام کو سرانجام دینے سے قاصر رہے۔ لیکن خدا ان بزرگوں کی نیت سے آگاہ تھا۔ اور ان کی دعائیں ایک عجیب پھل لا نیوالی تھیں۔ چنانچہ خدا نے ان ہی بزرگوں کی اولادوں میں سے چند ایسے نوجوانوں کو کھڑا کر دیا جو اس کمی کو پورا کر دیں اور چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ ان سعید الفطرت نوجوانوں نے ایک انجمن کی بنیاد رکھدی ہے۔ جس کا نام "ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن" ہے۔ کہنے کو تو یہ ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن ہے لیکن درحقیقت یہ انجمن شاہزادگان ہے اور فکر تھا کہ یہ لوگ شاید اس بوجھ کو نہ اٹھا سکیں اور یہ چند روزہ جوش ثابت ہو کر باعث خفت نہ ہو۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب ایک آدمی سچے دل سے احمدی بن جاتا ہے۔ تو پھر تائید ایزدی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور ایک بصیرت خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ بے پناہ قوت عمل حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان نوجوانوں نے چند دنوں میں ہی وہ کام اور وہ خدمت کی ہے جو قابل ستائش ہے۔ اس کام اور اس جوش عمل کو دیکھ کر بے ساختہ یہ کلمہ زبان سے نکلتا ہے۔ "زندہ باد نوجوانان جماعت لائلپور" ان نوجوانوں نے چند ماہ میں ہی متعدد پرائیویٹ جلسے کئے۔ ہر ایک اسلامی تقریب کو بڑی شان سے منایا ہے۔ ایک پبلک جلسہ ۳۰ اپریل ۱۹۴۱ء کو منایا تھا اور اس کے بعد ۲۶ مئی کو یوم وصال حضرت مسیح موعود بڑی شان سے منایا ہے اور یہ آخری جلسہ ان کی مساعی جمیلہ کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ کہ اس جلسہ میں تقریباً ۶۰۰ افراد نے شرکت کی اور اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ان نوجوانوں نے خوب پروپیگنڈا کر رکھا تھا۔ اشتہار بھاری تعداد میں تقسیم کئے گئے تھے۔ دعوتی رقعے لکھے تھے اور خوب کوشش کر رکھی تھی اور یہ عجیب بات ہے کہ آج تک کسی احمدی جلسہ میں اس قدر حاضری نہیں ہوئی تھی۔ دعا ہے خداوند کریم ان کی کوششوں کو بارآور کرے اور مزید خدمات دینیہ بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ نوجوان قوم کے سرمایہ حیات ہوتے ہیں جب قوم کا نوجوان زندہ ہوتا ہے اس قوم پر موت حرام کر دی جاتی ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ نہ صرف لائلپور کے نوجوانوں میں ایک حرکت ہے۔ بلکہ تمام جماعت کے نوجوانوں میں جوش عمل کی ایک لہر دوڑ گئی ہے اور ہر طرف ایک تبدیلی اور بیداری معلوم ہوتی ہے مجھے لائلپور کی جماعت سے احمدیت کے تعلق کے علاوہ صلبی تعلق بھی ہے اور نوجوانوں کے ساتھ رشتہ داری کے تعلق کے علاوہ دوستانہ مراسم بھی ہیں۔ اس لئے دو تین باتیں مشورۃً عرض کرنا چاہتا ہوں اور گو میرا روئے سخن جماعت لائلپور کے نوجوانوں سے ہوگا۔ لیکن دراصل یہ تمام جماعت کے نوجوانوں سے خطاب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی کوششوں پر بہترین ثمرات اور عمدہ نتائج مترتب ہوں تو مندرجہ ذیل تین باتوں کو اپنا نصب العین بناؤ:-

(۱) خدا سے تعلق پیدا کرو۔ (۲) اطاعت امیر (۳) باہم رابطہ اتحاد قائم کرو۔

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض ہماری کوششیں اور احمدیت کی غرض وغایت یہی ہے کہ انسان کا خدا سے تعلق پیدا ہو جائے اور یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے اور جس کے حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئیے۔ نہ صرف محمد رسول اللہ اور حضرت مسیح موعود کی خواہش تھی کہ انسان کا خدا سے تعلق پیدا ہو جاوے۔ بلکہ خدا کی خوشنودی اسی میں ہے کہ بندے کا تعلق آقا سے ہو جاوے اور اس بات کا ثبوت ہم کو قرآن سے ملتا ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعائیں کرو تو ہو سکتا ہے کہ ان کی قبولیت میں توقف ڈالدیا جاوے۔ لیکن مجھ سے قرب الٰہی کی دعا مانگو۔ میں فوراً قبول کروں گا۔ اور قرب الٰہی کو پانے کا بہترین طریق نماز ہے اور بالخصوص نماز تہجد جب بندہ حضور دل سے نمازیں ادا کرنی شروع کر دے اور جب اس کی نماز ایسی ہو جاوے کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے تو پھر خدا کے انوار و اکرام کا نزول ہوتا ہے اور بندہ ایک عجیب لذت محسوس کرتا ہے وہ ایسی لذت ہوتی ہے کہ اس کو صفحہ قرطاس پر لایا نہیں جا سکتا۔ اس لذت سے آشنا لوگ جو لطف عالم باطن میں اٹھاتے ہیں اس کا بیان تو بڑا مشکل ہے لیکن کبھی کبھی یہ شیرینی عالم ظاہر میں منہ سے پانی کی شکل میں ٹپکنے کے قریب ہوتی ہے کہ وہ لوگ اس کو شربت شیریں کی طرح پیتے ہیں۔ غرضیکہ نماز اور بالخصوص ایک ایسی نعمت ہے جس کی کسی دنیاوی نعمت سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی اور یہ ایسی چیز ہے جو بلاؤں کو ٹال دیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نیز بلا کو ٹال

پیش خدائے د

سو ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کریں اور ایک التزام کے ساتھ ادا کریں تحریک چلائیں کہ سب مل کر مسجد میں نماز ادا کریں کا فضل کس رنگ میں وارد ہوتا ہے۔ اور پھر جب محترم میاں محمد اسماعیل۔ حاجی صاحب میاں مولا بخش ... حاجی میاں محمد جیسے پابند صوم و صلوٰۃ انسان موجود ہوں ... اور ان بزرگوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے تو ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

دوسرا امر جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اطاعت امیر کو کمال تک پہنچاؤ اور مرکز سے وابستگی اختیار کرو۔ اپنی خوش قسمتی پر ناز کرو کہ آپ نے ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جس کی نسبت مامور زمانہ نے تعریفی کلمات کہے ہیں۔ آپ کی خوش بختی ہے کہ آپ کو ایک ایسے امیر کی قیادت حاصل ہے جو ابوبکرؓ کی طرح بے نفس اور درویش منش ہے۔ جو عمرؓ کی طرح دلائل کے میدان میں جری ہے۔ جو عثمانؓ کی طرح باحیا، نیک اندرون اور بے حد متقی انسان ہے۔ ہاں ایسے انسان کی سرپرستی حاصل ہے جو مثیل علیؓ ہے۔ اگر زمانہ سلف میں حضرت علی کرم اللہ کی شمشیر براں سے کفار خائف و لرزاں تھے تو آج مثیل علی کی قلم گوہر فشاں سے نکلنے والے دلائل کے آگے مخالف دم بخود ہے۔

میرے پیارے بھائیو! حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے نکلنے والے ہر ایک حکم پر لبیک کہنے کو تیار رہو۔ کہ اسی میں قوم کی حیات ہے اور یہی شان فرمانبرداری ہے۔ اس کے ساتھ ہی مرکز سے وابستگی اختیار کرو کہ مرکز جماعت کیلئے دل کا حکم رکھتا ہے۔ جو اس سے ... کاٹتا ہے وہ اپنی موت خریدتا ہے۔

تیسری بات جس کی طرف میں آپ کی ... مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ... بنیھم کی صحیح تصویر بن جاؤ۔ پھر تمہاری کامیابی یقینی ہے۔ آپس میں رابطہ اتحاد، یگانگت، محبت و الفت پیدا کرو اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر کے چشم پوشی ... عمدہ یہ مثال ... ایسی ... امتیازات کو مٹا دو ... کچھ باہمی رنجشیں ہیں۔ قرآن کو احمدیت کی خاطر ... دو ... کام کرو"۔ کہ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت ہے۔

لہ تذکرہ کے صفحہ پر ایک الہام حضرت صاحب کا درج ہے "پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جسے علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر ... دیتا ہے"۔ (کشف از براہین) کس قدر حیرانی کا مقام ہے کہ یہ اس وقت کا الہام ہے کہ ابھی بیان القرآن کے لکھے جانے کا خیال بھی نہ تھا۔ لیکن آسمان ... تھا کہ کوئی علی کی صفات رکھنے والا اس کام کو سرانجام دے ... واقعات نے اس الہام کی صداقت پر مہر لگا دی اور یہ کام ... بے نفس انسان کے حصہ میں آیا۔ جو ایک طرف علی کی صفات رکھتا ہے تو دوسری طرف اس کا ذاتی نام بھی محمد علی ہے۔

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۲)

مذاکرہ علمیہ

...عالیٰ کی قدرت اور علم پر ایک نظر

کیا بعض قوانین کے ماتحت انسان کی عمر گھٹ یا بڑھ سکتی ہے؟

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۳)

تقدیر مبرم و تقدیر معلق

ہاں یہ سچ ہے کہ خواہ اجل مسمیٰ یعنی عمر کا وقت مقررہ ہو یا کوئی اور امر دکھ یا سکھ جو مقدر ہو سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نیچے بندھے ہوئے ہیں۔ کن حالات میں اور کس شخص کے متعلق عمر کی کمی بیشی یا دکھ اور ابتلاؤں کے ٹل جانے کے قوانین کام کریں گے اور کس حد تک کام کریں گے۔ ان سب کا علم جناب الٰہی کو ہے۔ اور سب کا نتیجہ خیز ہونا محض مشیت الٰہی پر منحصر ہے۔ کیونکہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو خدا کی مشیت ٹالنا نہیں چاہتی وہ اٹل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ما یبدل القول لدی کہ میرے حضور میں بات نہیں بدلتی۔ اس کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ اور بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کو بعض قوانین کے ماتحت خدا کی مشیت ٹال دیتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب۔ جسے چاہے اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اصل کتاب اس کے پاس ہے اسے تقدیر معلق کہتے ہیں۔ پس انسان کی عمر بھی تقدیر معلق کی حالت میں ہی گھٹ بڑھ سکتی ہے۔ اگر تقدیر مبرم ہو تو وہ گھٹ بڑھ نہیں سکتی۔

خدا کی طرف سے علم مل سکتا ہے کہ کس قسم کی تقدیر ہے

اب سوال یہ ہے کہ ہم کیسے سمجھیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے یا تقدیر معلق۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا صحیح علم تو جناب الٰہی کو ہی ہو سکتا ہے جس کی مشیت کے ماتحت یہ سارا کام ہو رہا ہے۔ البتہ اگر وہ کسی کو اپنی جناب سے علم دیدے کہ اگر ضرورت ہو تو تیری عمر بڑھ سکتی ہے تو یہ بالکل درست ہوگا اور پتہ لگ جائے گا کہ یہ تقدیر معلق ہے۔ کیونکہ ایک خاص حالت میں اس میں رد و بدل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں کفار کو خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ بتلایا۔ یغفر لکم ذنوبکم و یؤخرکم الی اجل مسمی (نوح) کہ اگر تم اپنے گناہوں سے تائب ہو جاؤ گے تو خدا تمہیں تمہارے مقررہ وقت سے پہلے ہلاک نہیں کریگا اور مہلت دیدیگا جس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کی ہلاکت بھی تقدیر معلق تھی۔ جو خاص حالات میں ٹل سکتی تھی۔ یہی حالت مباہلوں میں ہوتی ہے کہ یا تو جھوٹے کی عمر کو کم کیا جاتا ہے۔ اور اگر سچے کا وقت مقررہ آ چکا ہے تو لازمی امر ہے کہ اس کی عمر کو بڑھایا جائے۔ تاکہ حق ملتبس نہ ہو جائے۔ پس ان تمام حالات میں تقدیر معلق ہی کام کرتی ہے۔

انسانی اعمال سب تقدیر معلق سے وابستہ ہیں

اسی طرح تمام وہ امور جن میں انسان کو فاعل مختار بنایا ہے ورنہ تمام اعمال جو انسان کی وسعت اور اختیار کے دائرہ کے اندر ہیں۔ اور جن کے لئے وہ ذمہ دار ہے خواہ وہ بد ہوں یا نیک اچھے ہوں یا برے۔ وہ سب تقدیر معلق ہوتے ہیں۔ انسان کو جس حد تک اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادہ کے مطابق عمل کرے ضروری ہے کہ اس کے ارادوں کے اختلاف کے مطابق نتائج میں بھی اختلاف ہو۔ عمل ایک سبب ہے اور جزا اس کا نتیجہ۔ لہذا عمل اگر بد ہوگا۔ تو نتیجہ بھی بد ہوگا۔ اور عمل اگر نیک ہوگا تو نتیجہ بھی نیک ہوگا۔ یہ ایک تقدیر ہے مگر معلق ہے۔ کیونکہ عمل بد کرنے والا اگر یکایک اپنے اعمال بد کو ترک کر کے نیک بن جائے تو وہ نتیجہ جو اعمال بد کے نکلنے والا تھا۔ وہ بھی ساتھ ہی بدل جائے گا۔ اور اس سے جو اثر اس کی آئندہ زندگی پر پڑنے والا تھا۔ وہ بھی بدل جائیگا مثلاً ایک شرابی شراب پینے سے گناہ کر رہا تھا اور ساتھ ہی اس کی صحت پر برا اثر پڑ رہا تھا۔ اگر وہ اسی طرح پیتا رہتا تو کچھ عرصہ کے بعد جلد ہی ہلاک ہو جاتا۔ حالانکہ اس کی صحت ایسی اچھی تھی کہ اگر وہ نہ پیتا تو جلد نہ ہلاک ہوتا۔ اب وہ یکایک تائب ہو جاتا ہے اور اپنی صحت کا علاج کر کے تندرست ہو جاتا ہے تو وہ ہلاکت جو اس فعل بد کے نتیجہ میں اس کے لئے مقدر تھی ٹل گئی۔ اسی طرح ایک شخص کے اختیار میں ہے کہ وہ زہر کھا لے۔ زہر کھائے گا۔ مر جائے گا۔ نہیں کھائے گا نہیں مرے گا۔ یہ سب تقدیر معلق ہے۔

قرآنی ہدایات تقدیر معلق و تقدیر مبرم کی نسبت

قرآن کریم نے تقدیر معلق و مبرم کو سمجھنے کے بارے میں کچھ قاعدے بیان فرمائے ہیں۔ جن کا سمجھ لینا ایک مومن کے لئے بڑا ضروری ہے کہ اس کی فلاح دینی و دنیوی انہی پر منحصر ہے

۱۔ سب سے پہلے قاعدہ یہ بتایا کہ لیس للانسان الا ما سعی۔ کہ انسان کیلئے نہیں ہے مگر جو وہ کوشش کرے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر امر کو جس میں انسان کوشش کر سکتا ہے اور اپنے عمل اور سعی سے اس کو حاصل کر سکتا ہے۔ تقدیر معلق سمجھنا چاہئے کہ یہی طریق دنیا میں محنت کرنے اور کامیاب ہونے کا ہے اور اسی وجہ سے انسان اپنے اعمال کی نیکی اور بدی کا ذمہ دار ہے۔ تمام دنیا کا نظام اسی قاعدہ پر چل رہا ہے۔ جو محنت کرتا ہے پھل پاتا ہے نہیں کرتا محروم رہتا ہے۔ نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلہ بد اسی قاعدہ کے ماتحت ملتا ہے۔

۲۔ دوسرا قاعدہ یہ بتلایا کہ اگر کسی امر میں سعی یعنی رعایت اسباب کے ماتحت کوشش اور دعا کے باوجود کامیابی نہ ہو تو اس ناکامی کو تقدیر مبرم سمجھو اور خدا کی مشیت کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔ مثلاً ایک بیمار کا بہت علاج کیا دعا بھی کی لیکن آخر اسے موت نے آ دبایا تو اب مومن کو چاہئے کہ اسے تقدیر مبرم سمجھے۔ اور اسے اپنے رب کی طرف سے ابتلا اور امتحان سمجھتے ہوئے اس کی تقدیر کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ اسی کے متعلق فرمایا ہے کہ لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین (البقرہ) کہ ہم آزمائیں گے تم کو خوف سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ یاد رہے کہ یہی طریق دل کی سکینت اور طمانیت اور مصائب میں نہ گھبرانے کا ہے۔ اسی راہ سے صبر و استقامت پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان خدا کی رحمتوں اور عنایات کا مورد بنتا ہے۔ گویا جو دکھ سعی اور دعا سے ٹل گیا۔ وہ تقدیر معلق ہے۔ نہیں ٹلا تو اسے مبرم سمجھو۔

۳۔ تیسرا قاعدہ یہ بتلایا کہ عذاب الٰہی کو ہمیشہ معلق سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ عذاب نتیجہ ہے اعمال بد کا۔ اگر انسان اعمال بد چھوڑ دے گا تو عذاب بھی ٹل جائے گا۔ اسی لئے اگر رؤیا یا الہام میں کسی عذاب کی خبر دی جائے تو مومن کو چاہئے کہ اپنے اندر توبہ اور اعمال صالحہ سے تبدیلی پیدا کرے اور استغفار اور صدقہ و خیرات سے کام لے تو وہ عذاب ٹل جائے گا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت یغفر لکم ذنوبکم و یؤخرکم الی اجل مسمی میں بتلایا ہے کہ استغفار اور اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کر لینے سے ایک شخص یا ایک قوم کی ہلاکت کا عذاب ٹل جاتا ہے اور اسے مہلت مل جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ عمر کی کمی بیشی کے قوانین ... بھی سب تقدیر معلق ہیں۔ مباہلہ بھی اسی ذیل میں آئیگا۔ اگر مباہلہ ہوگا تو تقدیر وارد ہوگی۔ نہ ہوگا تو نہ وارد ہوگی۔ یعنی وہ بھی تقدیر معلق ہے۔

۴۔ چوتھا قاعدہ یہ بتلایا کہ ڈیوٹی یعنی اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مومن کو اگر کوئی نقصان یا تکلیف پہنچ جائے یا موت آ جائے۔ تو ہمیشہ اسے تقدیر مبرم سمجھنا چاہئے۔ یعنی وہ یہ سمجھ لے کہ یہ ایسی تقدیر تھی جو بہر حال آنی تھی۔ کسی نیک عمل اور اپنے فرض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو موت نہیں دیتا۔ یا نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ جب تک کہ وہ تقدیر مبرم نہ ہو جیسے کہ قرآن کریم میں سورہ آل عمران میں جہاد جیسے اہم فریضہ کے ادا کرنے کی تاکید کے بعد اس سے اپنی جان بچانے والوں کا قول نقل کرتے ہوئے جناب الٰہی تنبیہ فرماتے ہیں۔ یقولون لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ھھنا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے اختیار میں معاملہ ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم۔ فرماتے ہیں۔ کہدے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے۔ تو جن کے لئے مارا جانا لکھا تھا۔ وہ گھروں سے نکل کر اپنے مارے جانے کی جگہوں میں آ موجود ہوتے یعنی خدا کے رستہ میں جو مارے گئے۔ وہ تقدیر مبرم تھی اور اس قدر زبردست تقدیر مبرم تھی۔ کہ اگر وہ اپنے گھروں میں بھی بیٹھے ہوتے تو بھی تقدیر ان کو کسی نہ کسی طرح ان کے قتل کی جگہ پر پہنچا کر چھوڑتی اس تنبیہ کا مطلب یہ ہے کہ تا مومن اپنے فرض کی ادائیگی میں بزدل نہ ہو۔ کوئی ڈوبتا ہو تو اس کی مدد کرنے میں تامل نہ کرے۔ کہیں آگ لگی ہو اور وہاں کوئی جلتا ہو تو اس کے بچانے کی کوشش میں تاخیر نہ کرے۔ حق کے لئے جنگ کرنی پڑے۔ تو وہاں خدا کی راہ میں لڑنے سے پس و پیش نہ کرے۔ بلکہ دل میں یقین رکھے کہ اگر فرض کی ادائیگی میں موت آئے گی۔ یا کوئی تکلیف پہنچیگی۔ تو وہ ضرور تقدیر مبرم ہوگی۔

میں اگر جنگ نہ بھی کروں گا۔ تب بھی مجھے موت آئے گی کیونکہ فرض کی ادائیگی میں موت تبھی آئے گی جب عمر کا پیمانہ ہی لبریز ہو چکا ہو گا۔ فرض کی ادائیگی میں موت کبھی تقدیر معلق نہیں ہو سکتی کہ فرض کی ادائیگی سے اپنے آپ کو بچا کر انسان اس موت سے بچ سکے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس سے کمال درجہ کی بہادری اور شجاعت مومن میں پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے ہمجنسوں کے دکھ اور تکلیف میں مدد کرنے کیلئے ہر ایک دکھ اور خطرہ میں کود پڑنے کے لئے تیار رہو جاتا ہے اور خدا کے رستہ میں جنگ کرنی پڑ جائے۔ تو ذرا نہیں گھبراتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ فرض کی ادائیگی کے وقت انسان اپنی پوری احتیاط کو ہاتھ سے نہ دے کہ یہ بھی حکم ربی ہے۔ لَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کہ دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ میں جب جائے۔ اگر اسے میسر ہو سکتا ہے تو زرہ بکتر اور مختلف ضروری ہتھیاروں اور سامانوں سے آراستہ ہو کر جائے۔ کسی ڈوبتے کو بچانا ہو تو ضرور ہے کہ بچانے والا تیرنا جانتا ہو یا کوئی اور تیرنے کا سامان اس کے پاس ہو۔ کسی متعدی مرض کے مریض کی اگر خدمت کرنی ہو تو ضرور کرے اور ذرا نہ گھبرائے۔ ہاں اس بیماری کے اثر سے بچنے کے لئے پوری پوری احتیاط برتتا رہے۔ اس پر بھی فرض کی ادائیگی میں اگر موت آ جائے تو سمجھے کہ یہ تقدیر مبرم تھی۔ جس سے بچنا ناگزیر تھا۔

الغرض یہ ہیں وہ ہدایات جو قرآن کریم نے انسان کو تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کے متعلق دی ہیں اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ان سے بہتر معقول اور مفید ہدایات انسان کو جن سے اس کی دینی و دنیوی فلاح وابستہ ہو۔ دی جانی ممکن نہیں۔

(باقی آئندہ)

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن امرتسر کا انتخاب

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے)

جناب میاں عطاء اللہ صاحب سالک ملتانی کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مرکز کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ مگر آپ اس میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جماعت کی توسیع اور ترقی کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ باوجود اس قدر عدیم الفرصت ہونے کے جماعت کے ادنے سے ادنے دوست کے ساتھ اس کا کام بنانے کیلئے چل پڑتے ہیں۔ جماعت اور بزرگان سلسلہ کے ساتھ آپ کو ایک گونہ عشق ہے۔ بزرگوں کی ہر آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ آپ واقعی دوسرے نوجوان بھائیوں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ مورخہ ۱۳/۶ کو آپ متفقہ رائے کے ساتھ ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔ جناب مسٹر بشارت احمد صاحب لقمانی ملے جو ایک نہایت پرجوش نوجوان ہیں سیکرٹری اور میاں مقبول احمد صاحب متعلم جماعت ہشتم خلف الرشید جناب میاں صاحب موصوف جو باوجود بچپن کے اپنے والد ماجد اور جد امجد کی طرح دین کا بہت شوق رکھتے ہیں اسسٹنٹ سیکرٹری اور خزانچی مقرر ہوئے۔ جناب میاں صاحب موصوف نے جماعت کے افراد میں تازہ روح پھونکنے کے لئے ہر روز بعد از نماز صبح قرآن حکیم کا درس دینا منظور فرما لیا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی قرار پایا ہے کہ جماعت امرتسر کی ترقی اور توسیع کے لئے پورے زور کے ساتھ جد و جہد شروع کی جائے۔ شہر میں جناب بابو ثناء اللہ صاحب جو جماعت امرتسر کی روح رواں ہیں شام کو درس قرآن مجید دیتے ہیں۔ جمیع دوستوں کو چاہئے کہ ان دونو درسوں سے مستفید ہونے کی کوشش فرماویں۔

(بقیہ صفحہ ۵)

اور اگر کچھ ایسی رنجشیں ہیں جو آپ خود رفع نہیں کر سکتے تو بزرگان جماعت درمیان میں آ کر ان کو مٹانے کی کوشش کریں باہمی رابطہ اتحاد، محبت و الفت کے ساتھ ساتھ مخالفین سلسلہ کے مقابلہ کے لئے بھی ہر وقت تیار رہو اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور علمائے جماعت کی تصنیفات کا مطالعہ کرو اور واقفیت حاصل کرو۔ جہاں آپس میں محبت و یگانگت کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ وہاں غیر کے مقابلہ کیلئے بے پناہ جوش بھی ہو۔ غرضیکہ ایسا معلوم ہو کہ علامہ اقبال نے یہ شعر ہمارے لئے ہی کہا تھا ؎

جگر لالہ میں جس سے ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

نوجوانان لائل پور میں بے پناہ قوت عمل دیکھ کر میں مجبور ہو گیا کہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ہدیہ تہنیت پیش کر سکوں۔ لیکن اس فرض کی ادائیگی کے ساتھ میں کچھ اور بھی کہہ گیا ہوں۔ اس لئے اگر بعض طبائع کو کوئی بات ناگوار گزرے تو عفو سے کام لیں۔

اس کے بعد میں اپنے قادیانی بھائیوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ لوگ جب دلائل اور براہین کے میدان میں عاجز آ جاتے ہیں تو پھر اوچھے اعتراضوں پر اتر آتے ہیں اور ہر ایک قادیانی یہ کہتا سنا گیا ہے کہ لاہوری جماعت کے نوجوان ٹھیک نہیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ یہ کوئی اسلامی مسئلہ یا اصول نہیں ہے کہ کسی جماعت کے نوجوان کیسے ہوں اور قطع نظر اس کے کہ خود قادیانی نوجوانوں کی اپنی کیا حالت ہے۔

اگر ان کے نزدیک بھی کوئی معیار صداقت ہے تو ہمارے نوجوان اس بات میں بھی پیچھے نہیں ہیں۔ ان میں بڑے بڑے چندے دینے والے بھی ہیں۔ ان میں پاکباز بھی ہیں۔ ان میں متقی بھی ہیں۔ ان میں جوش عمل بھی ہے اور یہ ایک فضل ربی ہے۔ منجملہ دیگر نوجوانوں کے ہماری جماعت لائل پور میں میاں فضل احمد صاحب بی۔ اے۔ میاں فضل۔ . . . میاں رشید احمد پسر میاں فضل الرحمان میاں شریف احمد، میاں فاروق احمد، میاں محمد انور ایسے نوجوان ہیں۔ جو ایک نمونہ ہیں۔ دعا ہے خداوند کریم ان کو استقامت بخشے اور حضرت مسیح موعود کے سچے خادم بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(بقیہ صفحہ ۲)

اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی امتی بھی رکھا گیا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔"

اس عبارت پر دوبارہ غور فرمایئے۔ کس قدر کمال ہے کہ جو بات ۱۹۰۱ء سے پہلے ازالہ اوہام میں بیان فرمائی۔ اسی سے از سر نو تجدید نہیں کیا۔ وہاں بھی ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور یہاں بھی ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اب اگر کوئی قادیانی جس پر زیادہ غلو کا بھوت سوار ہو شاید یہ کہہ دے کہ امتی نبی کا مفہوم پہلے حضرت صاحب کچھ اور سمجھتے تھے۔ بعد میں کچھ اور سمجھنے لگے۔ لیکن اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہو گا کہ ایسا کہنے والا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ناواقف محض ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کے حقیقۃ الوحی میں امتی نبی کی وہی تعریف بیان فرمائی ہے۔ جو ازالہ اوہام میں ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا دو تحریریں جو ابتدائی اور آخری زمانہ کی ہیں قادیانیوں کے اس ادعا کی کہ حضور نے کبھی اپنے دعوے کے متعلق عقیدہ میں ۱۹۰۱ء میں کوئی تبدیلی بھی کی تھی صریح باطل کر رہی ہیں۔ نہ اہل غلو کے لئے کوئی راہ فرار نہیں۔ آگے سے بھی باندھے گئے اور پیچھے سے بھی۔ پس جب قادیانیوں کی وہ بنیادی اکھڑ گئی۔ جس پر ان کے اس باطل عقیدہ کی بنیاد تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوئے نبوت کا تھا۔ تو یہ غلو کی عمارت خود بخود گر گئی۔ وہو المقصود والمطلوب

(باقی آئندہ)

بقیہ حاشیہ ۲ اور اولیاء سے رسولوں سے اور نبیوں سے۔ پس اسے ان کے کمال جیسا کمال عطا کرتا ہے اور ان کے جمال جیسا جمال اور ان کے جلال جیسا جلال اور زمانہ اور مصلحت اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ اس آدمی کو ایک خاص نبی کے قدم پر بھیجا جائے۔ سو اسے دیا جاتا ہے۔ اس کے علم جیسا علم اور اس کی عقل جیسی عقل۔ اور اس کے نور جیسا نور۔ اور اس کے نام جیسا نام اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ارواح کو دو مقابل آئینوں کی طرح رکھ دیتا ہے پس نبی مثل اصل کے ہوتا ہے۔ اور ولی مثل ظل کے۔"

(کرامات الصادقین صفحہ ۸۵)

۳ بعض اوقات قادیانیوں کو جو کوئی اور راہ نظر نہیں آئی۔ تو یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش تمام کیا کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے جو لفظ امتی یا ظلی وغیرہ استعمال فرمایا تو یہ محض فروتنی اور انکسار کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے لیکن حضرت صاحب کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کے الہام میں اور احادیث میں مجھ کو امتی بھی پکارا اور نبی بھی۔ قادیانی عقیدہ کو پاش پاش کر رہا ہے۔ مقام شرم ہے قادیانیوں کے لئے کہ اس عبارت کے موجود ہوتے ہوئے وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ جناب میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو امتی یا امتی گروہ میں سمجھنا کفر عظیم ہے زمان...

رفتار عالم

—— **لنڈن** ۱۳ جون۔ سوئٹزرلینڈ کے اخباروں کے نامہ نگاروں نے پیرس سے اطلاع دی ہے کہ مارشل پیتان شام کے محاذ جنگ کو وسعت نہیں دینا چاہتے۔ شام کے جھگڑے کو شام تک ہی محدود رکھنا چاہتے ہیں اس لئے کوشش کر رہے ہیں کہ یہ جھگڑا اسی جگہ تک محدود رہے۔

—— **نیویارک** ۱۳ جون۔ روزنامہ نیویارک ٹائمز نے رابن مور نامی جہاز کے غرق ہوجانے کی اطلاع پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ امریکن جھنڈے پر یہ ہٹلر کا پہلا وار ہے۔ حکومت کو چاہئیے۔ امریکن جہازوں کو بحری بیڑے کی حفاظت میں دیدے۔ خیال ہے کہ رابن مور کے متعلق امریکہ جرمنی کے خلاف احتجاج کرے گا۔

—— **لنڈن** ۱۳ جون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مئی کے مہینے میں جرمن طیاروں کے حملوں کی وجہ سے برطانیہ میں ۵۳۹۴ اشخاص ہلاک اور ۵۱۸۹ مجروح ہوئے اور ۵۷ مفقود الخبر ہیں ہلاک شدگان میں ۲۵۱۲ مرد ۱۹۹۴ عورتیں اور ۵۴۳ ۔ ۷۰۱ ایسے بچے تھے جن کی عمریں سولہ سال سے کم تھیں۔ ۱۲۵ اشخاص ایسے تھے جن کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ مرد تھے یا عورتیں۔ مجروحین میں سے ۲۹۳۰ مرد اور ۱۸۳۵ عورتیں اور ۴۱۴۔ ایسے بچے تھے جن کی عمریں سولہ سال سے کم تھیں۔ مفقود الخبر اشخاص میں ۳۱ مرد ۲۵ عورتیں اور ۱۹ بچے ہیں۔ جرمن طیاروں نے گذشتہ ستمبر میں انگلستان پر رات کے وقت شدید حملے کئے تھے۔ اس وقت سے لیکر اب تک انگلستان میں ۴۰ ہزار اشخاص ہلاک ۵۰ ہزار مجروح ہو چکے ہیں۔

—— **لنڈن** ۱۳ جون۔ پیرس ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ کابینہ دمشق کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں شام کے حالات پر غور کیا گیا۔ شام کی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی فوجوں نے شام کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے۔ شہر میں داخلہ کیلئے جو دیر لگ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برطانوی فوجیں دمشق گورنمنٹ سے ہتھیار ڈال دینے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ موصولہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی فوجوں نے کل کسوہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اب وہ دمشق کے بالکل قریب پہنچ گئی ہیں۔ آزاد فرانس کی فوجوں نے دمشق کے قریب دو گاؤں کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ جو برطانوی فوج سمندر کی طرف سے آگے بڑھ رہی ہے اس نے سیدان پر تسلط جما لیا ہے جو بیروت سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس وقت شام میں دمشق گورنمنٹ کے سات آٹھ سو کے قریب آدمی گرفتار ہو چکے ہیں۔

—— **لنڈن** ۱۳ جون۔ جرمنی ریڈیو سٹیشن نے اعلان کیا ہے کہ جنوری، فروری، مارچ، اپریل میں برطانیہ کے ۴۲ لاکھ ۵۴ ہزار ٹن جہاز غرقاب ہوئے۔ مگر جرمنوں کا یہ بیان غلط ہے۔ ان چار مہینوں میں برطانیہ کے صرف ۱۲ لاکھ ۸۸ ہزار ٹن وزن کے جہاز غرق ہوئے۔ آج کی اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی طیاروں نے بحیرہ شمالی میں دو جرمن طیارے تباہ کر دیئے۔

—— **لنڈن** ۱۴ جون۔ اطلاع ملی ہے کہ مصر میں تقریباً تمام اطالوی سکول بند کر دیئے گئے۔

—— **لنڈن** ۱۴ جون۔ برطانوی طیاروں نے دو دفعہ انگلستان میں جرمن طیاروں پر شدید حملہ کیا۔

—— **چنگ کنگ** ۱۳ جون۔ برطانوی طیاروں نے چنگ کنگ پر زبردست بمباری کی۔ اس کے علاوہ قریبی شہروں پر بم گرے اطلاع ملی ہے کہ آج عصر کے وقت جاپانی طیاروں کے تین جھنڈ یکے بعد دیگرے صوبہ سی چوان پر حملہ آور ہوئے۔ چاند نکلنے کے کچھ عرصہ بعد خطرہ کا اعلان کر دیا گیا۔ جاپانی طیارے موجوں کی صورت میں آتے تھے۔ ان کا پہلا دستہ شمال مغرب کی طرف چلا گیا۔ جس نے کوانگ یوان پر گولے پھینکے۔ دوسرے دستے نے چنگ کنگ پر گولے پھینکے۔ تیسرے دستہ نے دریائے ینگسی کے علاقہ پر بمباری کی

—— **لنڈن** ۱۴ جون۔ فان رِبن ٹراپ کاؤنٹ چیانو سے بات چیت کرنے کیلئے عازم وینس ہوگئے۔ امید ہے کہ اس کانفرنس میں کروشیا کی ریاست پر بحث ہوگی۔

—— **لنڈن** ۱۴ جون۔ کچھ عرصہ سے برطانوی اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ روس اور جرمن ایک دوسرے سے متصادم ہونے والے ہیں اور روس اور جرمن فوجیں ایک دوسرے کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔ مگر آج ماسکو میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ روس اور جرمنی میں لڑائی چھڑ جانے یا ان کے تعلقات خراب ہونے کے متعلق جو افواہیں مشہور کی جا رہی ہیں وہ سب کی سب غلط ہیں۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ جرمنی کا ہرگز یہ ارادہ نہیں کہ روس کے خلاف حملہ کرے

—— **لنڈن** ۱۴ جون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ برطانوی بیڑے نے بحیرہ روم میں اطالویوں کے ۱۰ جہاز تباہ کر دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہتھیار بند جہاز بھی شامل ہے۔ جو شدید نقصان اٹھانے کے بعد ترکیہ کی ایک بندرگاہ میں داخل ہو گیا ہے

—— **لنڈن** ۱۴ جون بٹبروق پر جرمن طیاروں نے حملہ کیا۔ ان میں سے ایک طیارہ گرا بھی لیا گیا۔

—— **بمبئی** ۱۳ جون۔ آج بمبئی میں فرقہ وارانہ فسادات کے ضمن میں قاتلانہ حملہ کی ایک اور واردات ہوئی۔

—— **لاہور** ۱۴ جون۔ آج زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت جو آج یہاں ریکارڈ کیا گیا ہے وہ ۵ء۱۰۵ تھا۔ یہ درجہ حرارت کل سے ۵ درجے کم تھا۔ آج صبح بارش بھی ہوتی رہی۔

—— **لنڈن** ۱۵ جون۔ بی۔ بی۔ سی کا بیان ہے کہ آج جرمن نیوز ایجنسی نے پہلی مرتبہ تسلیم کیا کہ جرمن ہوائی جہاز شام کی جنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس نے بتایا کہ جمعہ کو جرمن ہوائی جہازوں نے بیروت کی بندرگاہ کے نزدیک برطانوی بحری بیڑے کے جہازوں پر حملہ کیا۔ یہ وہی حملہ ہے جس کے متعلق برطانوی ہیڈ کوارٹرز نے اعلان کیا تھا کہ پانچ جرمن جہاز گرائے گئے ہیں۔ شام میں سارے محاذ پر جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اگرچہ پیشقدمی کی رفتار نسبتاً سست تھی۔ پھر بھی ہماری فوجوں نے پیشقدمی کی۔ دمشق میں جلد ہی ہماری فوجیں داخل ہونے والی ہیں۔

—— **چنکنگ** ۱۵ جون۔ جاپان کی مضبوط بحری فوج کے کئی دستے جو تقریباً ایک سو جنگی جہازوں پر مشتمل ہیں اور چنکیانگ کے ساحل کے قریب جمع تھے۔ جنوب کو روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان جنگی جہازوں کا مقصد یہ ہو کہ جاپان جلد ہی جنوبی بحر الکاہل میں کوئی بڑی مہم شروع کرنے والا ہے۔ امکان ہے کہ جاپان ڈچ ایسٹ انڈیز کو خوفزدہ کرنے کیلئے طاقت کا زبردست مظاہرہ کرے گا۔ تاکہ ڈچ ایسٹ انڈیز کو مجبور کرے کہ وہ جاپان کو اقتصادی مراعات دیدے۔ اس سلسلے میں ڈچ ایسٹ انڈیز کے دارالخلافہ میں بات چیت ہو رہی ہے

—— **نکوشیا** ۱۵ جون۔ جمعہ بعد دوپہر سائپرس پر دوسرا ہوائی حملہ ہوا۔ جبکہ جزیرہ کے مغربی علاقہ میں دو دیہات پر بم گرائے گئے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ایک دیہاتی معمولی زخمی ہوا۔ اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔

—— **لنڈن** ۱۵ جون۔ لنڈن میں مقیم یونانی سفیر کو وزیر اعظم یونان نے اطلاع دی ہے کہ کریٹ کی جنگ میں تیس ہزار یونانی ہلاک ہوئے۔ زخمیوں کی تعداد الگ ہے اس میں ۱۵ ہزار ہلاک اور زخمی برطانوی سپاہی شامل ہیں۔

—— **کلکتہ** ۱۵ جون۔ ایسٹ انڈیا ریلوے کے حکام نے اعلان کیا ہے کہ ۴ اڈاؤن ایکسپریس اور ۱۵ گڈز ٹرین بنارس چھاؤنی اور راجگھاٹ کے نزدیک ٹکرا گئیں۔ ایک فرسٹ کلاس اور ایک سیکنڈ کلاس ڈبہ ٹوٹ گیا۔ گارڈ کے ڈبہ کو نقصان پہنچا۔ گڈز ٹرین لائن پر سے گر پڑی۔ اول الذکر کے انجن کو بری طرح اور دوسرے کو معمولی نقصان پہنچا۔ فائرمین، گارڈ اور پانچ اشخاص مجروح ہوئے۔

جرمنی بربریت کو مصری بھی برداشت کر سکتے ہیں
اسکندریہ کے نوجوانوں کا اعلان

قاہرہ ۱۴ جون۔ اگر لنڈن والے بھی ان وحشیانہ بمباریوں کو برداشت کر سکتے ہیں تو ہم مصری بھی دنیا کو دکھا دیں کہ بربریت اور سفاکی کا مقابلہ کرنے میں ہم بھی کم نہیں۔

یہ بیان اسکندریہ کے نوجوانوں نے جرمن ہوائی جہازوں کی بمباریوں کے جواب میں شائع کیا ہے اخبار "لورس ایجپشاں" نے لکھا ہے۔ اسکندریہ پر جان بوجھ کر جس سفاکی اور بربریت سے بم برسائے گئے ہیں۔ وہ مشرقی اقوام کے متعلق جرمنوں کی نفرت اور حقارت کی آئینہ دار ہے۔ اس اخبار نے آگے چل کر لکھا ہے کہ جرمنی سے ہیس کے فرار کا انتقام گوئرنگ نے اسکندریہ سے غالباً اس لئے لیا ہے کہ ہیس اسکندریہ میں ہی پیدا ہوا تھا۔

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین
پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ ~~عبد الحق~~ کریم بخش ولد ~~کریم بخش~~ محمد رمضان ذات شیخ سکنہ چونترہ تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مؤرخہ ۱۷/۷/۴۱ مقرر کیا ہے لہذا جائے مذکور پر ~~عبد الحق~~ کریم بخش کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۹/۶/۴۱

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ گورداسپور ضلع گورداسپور

پیغام صلح

جلد ۲۹	یوم شنبہ ۲۸ر جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ھ	نمبر ۳۷

رسالہ معارف اور رسالہ نظامی دہلی کے تازہ بیانات

صرف تحریک احمدیت نے ہی اسلام کو روحانی نقطۂ نگاہ سے پیش کیا ہے

رسالہ معارف کا ریویو

رسالہ معارف جون ۱۹۴۱ء ایک کتاب خاکسار تحریک مصنفہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی پر ریویو کرتے ہوئے رقمطراز ہے:-

"اسلام کی سیزدہ سالہ تاریخ میں سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسانے کیلئے دین و مذہب کے نام سے بہت سی گمراہ کن تحریکیں اٹھ چکی ہیں۔ انہی میں علامہ مشرقی کی تحریک خاکسار بھی ہے۔ جس میں بہت سے سنجیدہ مگر ناواقف مسلمان بھی پھنس گئے۔ اس کتاب میں فاضل مؤلف نے خود مشرقی صاحب کی تحریروں سے اس تحریک کی اصل و حقیقت واضح کی ہے۔ اس تحریک کی بنیاد دو چیزوں پر ہے مادی غلبہ و قوت کا حصول اور آمریت مطلقہ، چنانچہ مشرقی صاحب کے نزدیک اسلام و ایمان اور فوز و فلاح نام ہے صرف مادی غلبہ و قوت اور دنیاوی کامیابیوں کا، اور اس کے مقابلہ میں شرک و کفر اور خسران و ناکامی تعبیر ہے ضعف و کمزوری اور دنیاوی ناکامی کی، اور اسلامی نظام کی بنیاد آمریت مطلقہ پر ہے۔ انہی دونوں بنیادوں کی روشنی میں مشرقی صاحب نے تمام اسلامی تعلیمات کی تفسیر کی ہے اور سب سے پہلے انہوں نے اس کو اپنے صحیفہ "تذکرہ" کے ذریعہ سے پیش کیا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے اس سے بیزاری ظاہر کی تو انہوں نے تحریک خاکسار کو اس کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں مشرقی صاحب کی تحریروں سے ان گمراہ کن تعلیمات کو دکھا کر تحریک خاکسار کے چہرہ سے پردہ ہٹایا ہے۔ اور اس تحریک کے تنظیمی فریب اور سیاسی مغالطوں کا بھی پردہ فاش کر کے غلبہ و قوت، فوز و فلاح اور امارت کے مسائل میں صحیح اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ علامہ کے گوناگوں کمالات، ان کی بوالعجبیوں اور اخلاقی بلندیوں کو بھی دکھایا ہے۔ جس سے اس تحریک کی اصل و حقیقت کے ساتھ علامہ کی اصلی تصویر بھی سامنے آ جاتی ہے۔ جو سادہ لوح مسلمان اس تحریک کے ظاہری فریب میں مبتلا ہیں۔ ان کو ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔"

رسالہ "نظامی" دہلی کا اقتباس

رسالہ معارف کے علاوہ رسالہ نظامی دہلی جو ادب و تصوف اور اصلاح کا علمبردار ہے ماہ رواں کے شروع میں "ہندوستان اور اسلام" کے عنوان سے رقمطراز ہے:-

"یہ بات تسلیم ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کی شہرت روئے زمین پر محض فتوحات، شان و شوکت، وسعت حکومت اور ان کی دولت و ثروت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی نام آوری، ہمہ گیری اور لقبائے دوام کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس وقت دنیا میں جتنی قومیں آباد تھیں مسلمان اپنے شائستہ اخلاق، پاکیزہ تمدن، عمدہ تہذیب اور لطیف معاشرت کے لحاظ سے اپنی ہمعصر اقوام میں پیش پیش تھے اور سبقت لے جا چکے تھے۔ دنیا بھر کی تواریخ کو ٹٹولو۔ آخر کار اس نتیجہ پر ضرور پہنچو گے کہ ایسے عمدہ اور پاکیزہ اخلاق اور معاشرت کے لوگ اس سے قبل دنیا میں نمایاں ہی نہیں ہوئے تھے اور نہ اب کوئی قوم روئے زمین پر ایسی موجود ہے جس کی شائستگی اور تہذیب کا معیار اس قدر بلند ہو۔ گویا کہ جو قومیں اس وقت اعلےٰ سے اعلےٰ تربیت یافتہ اور مہذب خیال کی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیب اور ان کا کلچر مسلمانوں کی گذشتہ تہذیب کا ایک دھندلا سا خاکہ ہے۔ اور وہ بھی غیر مکمل۔"

زمینی تحریکات کے خلاف ردعمل

ان مندرجہ بالا اقتباسات کو مادی اور زمینی تحریکات کے خلاف جو رد پیدا ہو رہی ہے اس کی ایک ہلکی سی جنبش سمجھنا چاہیے۔ مسلمانوں کے انحطاط کو دور کرنے کیلئے عالم اسلامی میں مختلف تحریکات پیدا ہوئیں۔ سید جمال الدین افغانی کی سیاسی تحریک۔ مہدی سوڈانی کی عسکری تحریک، سر سید احمد خاں کی علمی تحریک یہ سب تحریکات یورپ کے مادی غلبہ کا ردعمل تھیں۔ علامہ جمال الدین مرحوم نے پین اسلام ازم میں مسلمانوں کی فلاح کو دیکھا۔ مہدی سوڈانی نے فوجی غلبہ سے ہی اس انحطاط کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور سر سید احمد خاں مرحوم نے مغربی علوم و فنون جو خالص زمینی علوم تھے۔ ان سے اثر پذیر ہو کر مسلمانوں کو ان علوم کے حصول کی تلقین کی ... اور حال ہی میں علامہ اقبال مرحوم نے بھی الیغو یا خودی کا تصور پیش کر کے مادی مظاہر فطرت پر فتوحات کا درس دیا۔ اور علامہ مشرقی کی تحریک خاکسار نے مادی غلبہ اور تفوق کی طرف رہنمائی کی۔ لیکن اسلامی سواد اعظم میں آج تک کوئی تحریک سوائے تحریک احمدیت کے ایسی پیدا نہیں ہوئی جس نے خالص روحانی نقطۂ نگاہ سے اسلام کو پیش کیا ہو اور مسلمانوں کی توجہ خالص اسلامی اخلاق کی طرف مبذول کرائی ہو۔ صرف حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ نے ہی ایک ایسی اسلامی جماعت کا تصور پیش کیا۔ جو قرآن مجید کے اس ارشاد ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف کی زندہ تصویر ہو۔ صرف تصور ہی نہیں بلکہ ایسی جماعت کو قائم کیا اور اس جماعت کے قیام کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:-

حضرت بانئے سلسلہ کا ارشاد

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں وغیرہ وغیرہ۔"

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

"ہمارا کام اور ہماری اغراض ابھی اس سے بہت دور ہیں اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔" (ملفوظات جلد ۲)

ان کے علاوہ بھی بیسیوں اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات سے پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صرف تحریک احمدیت نے ہی روحانیت اور اخلاق کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ باقی سب تحریکات نے مادی غلبہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور خدا کا فضل ہے کہ مرور زمانہ سے ان باطل تحریکات کا جوہر نمایاں ہو چکا ہے اور تحریک احمدیت کی صداقت واضح ہو گئی ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ لوگ علانیہ اس تحریک کا نام لے کر اس کے ساتھ اتفاق نہ کریں۔ لیکن قلوب و دماغ کے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے اور وہ وقت دور نہیں جب علانیہ بھی لوگ اس خالص روحانی اور اسلامی تحریک کے ساتھ اتفاق کریں گے۔ وہ رجحان جو ان مندرجہ بالا اقتباسات میں پایا جاتا ہے جنہیں ہم نے اپنے مضمون کے سیاق میں درج کیا ہے اس آنیوالی نمایاں تبدیلی کا آئینہ دار ہے۔ جوں جوں وقت گزریگا تحریک احمدیت کی صداقت زیادہ نمایاں ہوگی اور قلوب کھنچتے چلے آئیں گے۔ اور یہ اصول حقہ دنیا میں قائم ہو کر رہیں گے صرف اس کیلئے ایک زبردست جد و جہد درکار ہے اور اس پیغام کو نہایت جرأت اور بہادری کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا ہم سب کو اس جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مدیر پیغام صلح رخصت پر

میری طبیعت مدت سے علیل اور مضمحل چلی آتی ہے اس لئے میں نے چند دنوں کی رخصت لی ہے تاکہ مکمل آرام سے یہ علالت اور اضمحلال دور ہو جائے چنانچہ پیغام صلح کے دو پرچے بتاریخ ۲۹ جون اور ۳۰ جون میری عدم موجودگی میں شائع ہوں گے۔ احباب سلسلہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ واپسی پر اللہ تعالیٰ مجھے پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد اصف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے متعلق قادیانیوں کا اضطراب بیجا

حضرت مولانا مولوی نور الدین اعظم علیہ الرحمۃ کا ایک تاریخی خط

اور قادیانیوں کیلئے مقام خوف

(از جناب چودھری خان زمان صاحب بی۔کام از کلکتہ)

(۲)

یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس حکم عدل کی تحریریں ہیں جن کے سامنے کوئی شخص جو اپنے آپ کو حضور کا متبع خیال کرتا ہے دم نہیں مار سکتا۔ لیکن بغرض اتمام حجت میں اس شخص کی ایک تحریر بھی پیش کئے دیتا ہوں۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

"چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے"

یعنی حضرت علامہ حکیم الامت مولوی نور الدین اعظم علیہ الرحمۃ ۱۹۱۰ء میں اخبار بدر میں جناب مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی اس ملاقات کے حالات کو قلمبند کیا ہے جو انہوں نے علامہ شبلی مرحوم سے کی تھی اور جس میں یہ بتایا تھا کہ ہم جو حضرت مسیح موعود کے لئے لفظ نبی استعمال کرتے ہیں یا خود حضرت نے کیا ہے تو وہ لغت کے تمام معنوں کے لحاظ سے ہے اور یہ میاں محمود احمد صاحب کو مسلم ہے کہ از روئے لغت اگر کسی کے لئے لفظ نبی استعمال کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص مدعی نبوت ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ مصنفہ میاں صاحب موصوف) اپنے اس بیان کی مزید تصدیق کیلئے اس بیان کے دوران میں مفتی صاحب موصوف حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کا ایک خط نقل کرتے ہیں۔ وہ خط حسب ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد۔ فالسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ دل چیر کر دیکھنا یا دکھانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ قسم پر کوئی اعتبار کرے تو واللہ العظیم کے برابر مجھے کوئی قسم نظر نہیں آتی۔ نہ آپ میرے ساتھ میری موت کے بعد ہونگے اور نہ اور کوئی میرے ساتھ سوائے میرے اعمال کے ہوگا پس یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونیوالا ہے واللہ الخبیر۔ واللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض۔

میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں میں ان کو راستباز مانتا ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ النبی العربی المکی المدنی خاتم النبیین کا غلام اور اس کی شریعت کا بدل خادم مانتا ہوں۔ اور مرزا خود اپنے آپ کو جاں نثار غلام نبی عربی محمد بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کا مانتے تھے۔ نبی کے معنی لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں۔ نہ شریعت لانے والا۔"

نور الدین بقلم خود ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء

قربان جائیں اس مرد خدا کے کیسا للکار کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح دعوے پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائی ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوے مجدد ہونے کا تھا اور لفظ نبی جو استعمال ہوا تو از روئے لغت نہ کہ از روئے شریعت۔ اسی ضمن میں دیگر قادیانی اکابرین کی متعدد تحریریں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن بدیں وجہ چھوڑتا ہوں اول مضمون کے طول پکڑنے کا خوف ہے۔ دوئم ابھی ابھی تازہ سٹیوع میں پیش کی جا چکی ہیں

ان حقائق کی موجودگی میں میں ہر ایک قادیانی سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے لئے یہ مقام خوف نہیں کہ نہ تو خود حضرت مسیح موعود اس نبوت کا دعویٰ کریں۔ جس کو آپ لوگ لئے پھرتے ہیں اور نہ حضرت مسیح موعود کے پاس بیٹھنے والے تمہارے ادعا کی تائید کریں۔ پس اے ہمارے غلطی خوردہ بھائیو۔ جانے دو اپنے خیالات کی پیروی کو۔ ہاں اس شخص کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ جو زمانے کا امام اور حکم عدل ہو کر آیا تھا۔ کیا تمہاری روح اس وقت کانپ نہیں اٹھتی۔ جب تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود کی کھلی کھلی تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔ کیا تم نہیں سوچتے کہ تمہارے عقائد جن کا باطل ہونا تم میں سے اکثر جانتے ہیں۔ اگر ایک طرف حضرت مسیح موعود کی ماموریت پر داغ لگاتے ہیں تو دوسری طرف حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی قوت قدسی کو محدود قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ آپ کو تا قیامت نبی مقرر کر چکا۔ کاش تم اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں ان حقائق پر غور کرو تو تمہیں یقیناً یقیناً وہ راہ مل سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی راہ تھی۔ لیکن جب تک تعصبات کا غلبہ رہے گا۔ اس وقت تک رشد و ہدایت کا نصیب ہونا امر محال بلکہ ناممکن ہے۔ خوب غور کر کے دیکھ لو۔ اپنی گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کرو کہ ۱۹۱۴ء سے جب سے تم نے نئے نئے عقائد اختراع کئے ہیں تم کو خدمت دین کی کیا توفیق ملی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کس خواہش کو پورا کیا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ورثہ علم کا ہے تو بتاؤ تم نے کونسی علمی خدمات اسلام کی کر دکھائیں۔ باوجود اس قدر اموال اور نفری کے تم کو کیوں یہ توفیق نہیں ملتی کہ اللہ تعالےٰ کے کلام پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ اور تفسیر کر کے بلاد غربیہ و شرقیہ میں پھیلایا جائے۔ لیکن یاد رکھو۔

عبث ہے دعوی عشق و محبت نامکاروں کو

یہ غم دیتے ہیں جس کو جوہر قابل سمجھتے ہیں

پس میں پر زور الفاظ میں نہایت خلوص دل سے اپنے قادیانی بھائیوں سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ اپنے عقائد کی مزید چھان بین کریں۔ خوف خدا کا ہی ہونا چاہئے۔ بے شک لیے لوگوں کو منافقت کا خطاب "دربار خلافت" سے مل جاتا ہے، جو کون کھوے سے اخلاقی مسائل پر "خلافت مآب" یا دیگر کسی مبلغ سے سوال کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن اس رسوائی کی پرواہ کرنے والے کو اس رسوائی کا زیادہ خیال کرنا چاہئے جو بڑے دربار میں ہوگی۔

آخر میں اپنی جماعت کے ہر بالغ شخص سے بھی مودبانہ درخواست کروں گا۔ خصوصاً نوجوان طبقہ سے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشادات عالیہ کے ماتحت اٹھیں۔ اور اپنے قویٰ کو جنبش دیں اور فرداً فرداً احباب قادیان کے پاس پہنچیں اور ان کو امام الزماں کی تعلیم، عقائد اور مسلک سے واقفیت کرائیں۔ ہمارے ہاتھ میں خدا کے فضل سے صحیح دلائل ہیں۔ علم ہے۔ ہاں علم قرآن ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہمیں ورثہ میں ملا ہے۔ پس اس کو کام میں لائیں اور اپنے فرائض کو کماحقہٗ سر انجام دیتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ سال رواں کے تبلیغی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جان اور مال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میدان عمل میں کود جائیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی تبلیغ حق کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ڈاکٹر گوئبلز کے خلاف

غیر ملکی اخباری نمائندوں کی جنگ

لنڈن ۱۶ جون۔ لنڈن میں مقیم غیر ملکی اخباری نمائندوں نے جرمنی کے وزیر پراپیگنڈا ڈاکٹر گوئبلز کی غلط بیانیوں اور دروغ بافیوں کے خلاف جنگ کی ایک سکیم مرتب کی ہے۔

ایک جلسہ منعقد کر کے انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ لنڈن سے اپنے اخباروں کو جو خبریں بھیجتے ہیں نازی ان خبروں کو توڑ موڑ کر ان کے حوالے سے واقعات کو غلط صورت میں اپنے ریڈیو سے نشر کرتے ہیں۔ نازیوں کی اس تلبیس سے وہ ممالک غیر میں بدنام ہو رہے ہیں۔ اور اخبار نویس کی حیثیت میں ان کی شہرت کو بٹہ لگایا جا رہا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ان اخبار نویسوں نے حکومت برطانیہ کو نازیوں کے اس اقدام کے خلاف ایک سکیم پیش کی ہے۔ جس پر عمل کر کے نازیوں کی غلط بیانیوں اور دروغ بافیوں کو بے اثر بنایا جا سکے گا۔

مذاکرہ علمیہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم پر ایک منظر

کیا بعض قوانین کے ماتحت انسان کی عمر گھٹ یا بڑھ سکتی ہے؟

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۴)

صفت علیم پر بحث

اب میں تھوڑا سا علم الہٰی کی نسبت بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وھو بکل شئ علیم کہ ہر ایک چیز کا اس کو علم ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ انسان مکان اور زمان کی حدبندی کے اندر محدود ہے۔ لہٰذا اس کا علم بھی ان حدبندیوں کے اندر محدود ہے۔ مکان کے لحاظ سے بھی اس کا علم ایک حد سے آگے نہیں بڑھتا اور زمانہ کے لحاظ سے بھی اس کا علم محدود ہے۔ وہ وہیں تک علم رکھتا ہے جہاں تک اس کے حواس اس کے قلب تک علم کو پہنچائیں اور یہ زمانہ حال تک محدود ہے تاریخ وغیرہ کے ذرائع سے وہ ماضی کا بھی تھوڑا سا علم حاصل کر سکتا ہے۔ اسباب اور نتائج کے سلسلہ کے ماتحت وہ کسی حد تک مستقبل کے متعلق بھی حکم لگا سکتا ہے۔ مثلاً وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ میگنیشیا پینے سے اسہال ہوں گے یا بیرومیٹر کا پارہ گر گیا ہے آندھی آئے گی۔ یہ بھی ایک اٹکل ہوتی ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ کچھ اور اسباب پیدا ہو کر وہ نتائج ظہور میں نہ آئیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ غرضیکہ انسان کا علم زمانہ کے لحاظ سے بھی بہت محدود ہے لیکن خدا کا علم زمان اور مکان دونوں کی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔ نہ مکان کے رنگ میں اس علم کی کوئی حد ہے۔ نہ زمان کے رنگ میں کوئی قید ہے۔ پس اس کے علم پر زمانہ کی اقسام ماضی، حال، مستقبل کی کوئی قید نہیں۔ خدا کے علم کے سامنے نہ کوئی چیز ماضی ہے نہ حال ہے نہ مستقبل ہے۔ اس کا علم ان سب سے بالاتر بلکہ ان سب پر محیط ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ان اللہ احاط بکل شئ علما (الطلاق) کہ اللہ کا علم سب چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تو جب خدا کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تو ماضی، حال، مستقبل کچھ باقی نہ رہا سب اس کی نظروں کے سامنے ہر وقت موجود ہے۔

انسان کا محدود علم اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کو سمجھنے کے بالکل ناقابل ہے۔ لامحدود کی وسعت کا اندازہ محدود علم رکھنے والا نہیں لگا سکتا۔ لیکن تاہم مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس علم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔

علم الہٰی کی دو قسمیں

علم نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کا وہ علم ازلی جس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور افعال سے کوئی تعلق نہیں اور **علم نمبر ۲**۔ اللہ تعالیٰ کا وہ علم ازلی جس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور افعال سے تعلق ہے۔ اب میں الگ الگ ان پر کچھ تھوڑا سا عرض کرتا ہوں۔

(۱) علم نمبر ۱

علم نمبر ۱ یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ علم ازلی جس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور افعال سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایک کتاب کی طرح ہے۔ جس طرح کتاب میں جو علم ہوتا ہے وہ سب اس میں موجود ہوتا ہے اور وہ کتاب سب پر احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس میں نہ کوئی ماضی ہوتا ہے نہ حال نہ مستقبل۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں سب کچھ موجود ہے اور وہ سب پر محیط ہے۔ نہ اس میں حال ہے نہ ماضی نہ مستقبل اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے علم کو اکثر کتاب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا۔ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتٰب مبین (السبا) آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز بھی تو اس سے پوشیدہ نہیں اور جو بھی چیز ہے خواہ وہ ذرہ سے بھی چھوٹی ہے۔ یا اس سے بڑی ہے۔ مگر سب کھول کر بیان کر دینے والی کتاب میں ہے۔ یہاں کتاب استعارہ کے رنگ میں اللہ تعالیٰ کے علم کو ہی فرمایا ہے۔ یعنی جس طرح کتاب میں ہر چیز محفوظ اور ثبت ہوتی ہے اور کتاب اس کو احاطہ کئے ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز موجود اور محفوظ ہے اور علم الہٰی اس کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ گویا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نظروں کے سامنے ہر وقت موجود ہے مثلاً آج سے ہزار سال قبل جو واقعہ گزر چکا۔ وہ آج بھی اسی طرح اس کی نظروں کے سامنے ہے۔ جیسا کہ وہ اس وقت اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ جب وہ وقوع میں آیا۔ اور آج سے ہزار سال بعد جو واقعہ ظہور پذیر ہوگا۔ وہ آج بھی اس کے وجود میں آنے سے قبل اسی طرح اس کی نظروں کے سامنے ہے جیسا کہ وہ اس وقت ہوگا جبکہ وہ وجود میں آئے گا۔ کیونکہ ماضی، حال، مستقبل تو زمانہ کی قیود ہیں جو ہمارے علم پر حاوی ہیں۔ خدا کے علم پر یہ قیود نہیں۔ اس کا علم زمانہ کی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔

علم نمبر ۱۔ انسان کو مجبور نہیں کرتا

یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کو علم ہے کہ ایک سال بعد زید بکر کو قتل کرے گا۔ تو زید تو قتل کرنے کے لئے مجبور ہوا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خدا کا قبل از وقت علم زید کو مجبور نہیں کر رہا۔ کہ وہ بکر کو قتل کر دے۔ خدا کا وہ علم اسی طرح کا علم ہے جس طرح مجھے اس وقت ہوتا ہے جبکہ میری نظروں کے سامنے زید بکر کو قتل کر رہا ہو۔ میرا علم زید کے فعل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کا علم بھی زید کے فعل کا نتیجہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ مجھے یہ علم اس وقت ہوتا ہے۔ جب زید کا فعل قتل میری نظروں کے سامنے وجود میں آتا ہے اور خدا کا یہ علم قبل از وجود فعل ازل سے ہے۔ کیونکہ زید کا یہ فعل ازل سے خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ ہے دونوں جگہ زید کے فعل کا نتیجہ۔ فرق یہ ہے کہ میری نظر نے اس وقت اسے دیکھا۔ جب وہ فعل وجود میں آیا۔ مستقبل کو میری نظر دیکھ نہیں سکتی تھی۔ اور خدا کی نظر اس فعل کو اس کے وجود میں آنے سے قبل ازل سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ وہاں مستقبل کی قید کوئی نہیں۔ جس طرح میری نظر اور میرے علم نے زید کو بکر کے قتل کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اسی طرح خدا کی نظر اور علم ازلی زید کو مجبور نہیں کر رہا کہ وہ بکر کو قتل کرے وہ تو محض کسی فعل کو قبل از وقوع دیکھتا ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی یارڈ یا میں یہ دکھایا جائے کہ زید نے بکر کو قتل کر دیا ہے اور بعد میں کچھ عرصہ کے بعد ایسا ہی ظہور میں آ جائے کہ زید بکر کو قتل کر دے۔ تو کیا کوئی عقلمند یہ کہے گا۔ کہ اس رؤیا یا کشف نے زید کو مجبور کر دیا کہ وہ بکر کو قتل کرے۔ سب یہی کہیں گے کہ زید کے فعل قتل کو جو مستقبل میں ہونے والا تھا۔ قبل از وقت کشفی آنکھ نے دیکھ لیا۔ یہی بات یہاں ہے کہ خدا کی نظر ازل سے ہر ایک واقعہ اور ہر ایک فعل کو دیکھ رہی ہے اور اس طرح اسے اس کا علم ہے اس کا قبل از وقت ازلی علم کسی چیز کو مجبور نہیں کر رہا کہ وہ اسی طرح ظہور میں آئے۔ جیسے خدا کے علم میں ہے۔ کیونکہ علم نتیجہ ہے اس فعل اور اس واقعہ کا۔ وہ واقعہ یا فعل علم کا نتیجہ نہیں۔ لیکن نتیجہ کے لفظ سے یہاں یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ فعل پہلے ہے اور خدا کا علم بعد میں ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ فعل اور اس کا علم دونوں ازل سے خدا کے علم میں موجود ہیں یہ سبب اور نتیجہ دونوں ایک ساتھ بغیر آگے پیچھے کی نسبت کے ہیں۔ اسی طرح جیسے کنجی کا گھومنا اور تالے کا کھلنا ایک ہی ساتھ وجود میں آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کنجی کا گھومنا سبب ہے اور تالے کا کھلنا نتیجہ ہے۔ یا جیسے میں زید کو بکر کو قتل کرتے ہوئے دیکھوں تو وہ قتل کا فعل اور میرا علم ایک ساتھ وجود میں آئے گا۔ حالانکہ قتل کا فعل اس علم کا سبب ہے اور علم اس کا نتیجہ۔ اسی طرح اگرچہ زید کا یہ فعل سبب ہے۔ اور اس کا علم اس کا نتیجہ۔ مگر دونوں ایک ساتھ ازل سے خدا کے علم میں موجود ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس علم نمبر ۱ کا اس کی قوت اور اس کے افعال سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لئے اس علم کا کوئی اثر اس کی مخلوق پر نہیں پڑتا۔

علم نمبر ۲

(۲) علم نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور علم ہے جس کا تعلق اس کی قدرت اور افعال سے ہے۔ لہٰذا یہی وہ علم ہے جو مخلوق کی پیدائش کا موجب اور ہر ہر قدم پر مختلف پیرایوں سے اس پر اثر انداز ہے۔ یہی وہ علم ہے جو محض اپنی قدرت سے محض ایک حکم کُن سے ہر ایک چیز کو عدم سے وجود میں لے آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ (یٰس) کہ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرے۔ تو اسے حکم دیتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے اس علم کا ظہور اس کی قدرت اور افعال کے ذریعہ تمام کائنات اور عالم موجودات کی شکل میں ہو رہا ہے۔ قدرت اور افعال الٰہیہ چونکہ صفات الٰہیہ کا مظہر ہوتے ہیں۔ اس لئے اس تمام کائنات میں اس کی چار صفات، ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت قدرت اور افعال الٰہیہ کے رنگ میں کام کر رہی ہیں۔ مثلاً ہر ایک چیز کی پیدائش۔ پھر اس کو اپنی پیدائش کے مقصد کے حصول کے لئے بہتر سے بہتر قوے عطا کرنا پھر ان قویٰ کو ایک اندازہ کے ساتھ ترتیب دینا۔ پھر ان سب کو اس رستہ پر چلا دینا۔ جس پر چل کر وہ چیز اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لے یہ سب ربوبیت اور رحمانیت کا ظہور ہے۔ جیسا کہ فرمایا الذی خلق فسوّیٰ والذی قدر فھدیٰ۔ وہ خدا ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس چیز کو بہتر سے بہتر قویٰ عطا کئے اور ان قویٰ کو پھر ایک اندازہ سے ترتیب دیا۔ پھر اسے اس رستہ پر چلا دیا جس پر چل کر وہ اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لے۔ یہی بات انسان کیلئے بھی درست ہے

فرق یہ ہے کہ اسے چونکہ صاحب اختیار ہستی اور اپنے اعمال کا ذمہ دار بنایا تھا۔ اس لئے اس کی انسانیت کو بذریعہ ہی نبیوں کی معرفت وہ ہدایات فطری علم کے رنگ میں عطا کیں جسے کتاب الہٰی کہتے ہیں اور اسے تاکید کی کہ ان ہدایات پر عمل کرے۔ تا رحیمیت کی صفت وہ تمام کمالات اور انعامات عطا کرے جن کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور اگر اس نے ان ہدایات پر عمل نہ کیا تو مالکیت کی صفت پھر فیصلہ کرے گی کہ آیا وہ قابل معافی ہے یا قابل سزا ہے۔ اور سزا جو دی جائے گی اس کا مقصد بھی اصلاح ہے۔ گویا تمام قوانین شریعت و قوانین قدرت کا وجود اللہ تعالیٰ کے اس علم نمبر۱ کی تخلیق ہے جن کا جاننا اور ان پر عمل کرنا انسان کیلئے ضروری ہے۔ کیونکہ انہی کے ماتحت نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ یہی علم ۲۔ وہ علم الہٰی ہے جو تمام مخلوقات کی پیدائش کا موجب اور اس کے سارے ارتقا فنا اور بقا پر اثر انداز ہے۔ موت اور زندگی۔ ترقی اور تنزل، انعام اور سزا سب کا وجود اسی علم کے ماتحت ظہور میں آتا ہے اسی علم کے ماتحت انسان کو ایک دائرہ کے اندر اختیار دیا گیا ہے خواہ وہ نیکی کرے یا بدی۔ اور شریعت کی حدود بھی وہیں تک ہیں۔ جہاں تک انسان کے اختیار کا دائرہ ہے۔ اس سے باہر نہیں۔ جیسا کہ فرمایا لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ اللہ تعالیٰ انسان کو مکلف نہیں کرتا۔ مگر وہیں تک، جہاں تک کہ اس کی وسعت اور اختیار میں ہے۔ وہ جو نیکی کمائے گا۔ اس کا فائدہ اسی کیلئے ہے اور جو وہ بدی کرے گا۔ اس کا وبال اسی کے اوپر ہے۔ گویا انسان پر اعمال نیک و بد کی ذمہ داری وہیں تک ہے جہاں تک کہ اس کے اعمال وسعت اور اختیار میں ہیں۔ اس حد بندی سے باہر نہیں۔

علم نمبر۱ و نمبر۲ کا باہمی تعلق و فرق

اب میں اللہ تعالیٰ کے ان دو علوم یعنی علم ۱ و علم ۲ کا باہمی تعلق و فرق ایک مثال سے واضح کرتا ہوں :-

حضرت اقدس مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اگر وہ مباہلہ کر لیتا تو حضرت اقدس کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا۔ اس نے مباہلہ نہیں کیا اس لئے بچ گیا۔ اور ایک لمبی عمر پائی۔ یعنی یہ ایک تقدیر معلق تھی اس کے قوانین اور نتائج جو بھی ظہور میں آتے یا آئے سب اللہ تعالیٰ کے علم ۲ کی تخلیق ہے۔ اب فرق ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا علم ۱ ازل سے دیکھ رہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ نہیں کیا اور وہ بچ گیا۔ اور اس نے ایک لمبی عمر پائی۔ لیکن مجبور نہیں کر رہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ مباہلہ نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ علم ۱ مخلوق پر اثر انداز نہیں۔ بلکہ یہ علم اسی طرح اس واقعہ کا نتیجہ ہے جس طرح میرا علم۔ میں نے دیکھا کہ ثناء اللہ نے مباہلہ نہیں کیا اور وہ بچ گیا۔ خدا نے بھی اسی طرح اس واقعہ کو دیکھا۔ فرق یہ ہے کہ میں نے اس وقت دیکھا جب وہ واقعہ وجود میں آیا۔ خدا ازل سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ وجود میں بھی نہیں آیا تھا ہر حالت میں یہ واقعہ سبب ہے اور علم نتیجہ۔ گو دونوں ایک ساتھ ازل سے خدا کے علم میں موجود تھے۔ ×

دہلی میں ہفتہ وار جلسوں کا سلسلہ

اسلام اور موجودہ جنگ، اسمہ احمد اور ظہور مسیح و مہدی کے مضامین پر تقاریر

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل۔ بی اے)

دہلی میں خدا کے فضل سے ہفتہ وار جلسوں کا انتظام ہو گیا ہے جو انجمن کے دار المطالعہ واقع اردو بازار میں منعقد ہوتے ہیں اور جن کا اعلان بذریعہ اشتہار کر دیا جاتا ہے ۱۸ مئی کو بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب حافظ عبد العزیز صاحب میری تقریر اسلام اور موجودہ جنگ کے عنوان پر ہوئی جس میں بتایا گیا کہ موجودہ تہذیب اپنے اندر اپنی تباہی کے مکمل سامان رکھتی ہے اور حالات دنیا کا نقشہ بتا رہا ہے کہ عنقریب دور اسلامی کا آغاز ہونے والا ہے مسیح آ چکا ہے۔ یاجوج و ماجوج کا دور ختم ہونے کے بعد اسلام کا غلبہ مقدر ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ مجدد وقت کے علم کے نیچے جمع ہو کر اس کے پروگرام پر عمل کیا جائے۔

۲۶ مئی کو یوم وصال کا جلسہ تھا۔ جس کی روئداد اخبار میں نکل چکی ہے یکم جون کو وقت مقررہ پر اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق پر تقریر ہوئی۔ جس میں بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کے اصل مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن و حدیث سے متعدد دلائل اس امر کے ثبوت میں پیش کئے گئے۔ اختتام تقریر پر ایک قادیانی دوست نے چند سوالات کئے جن کا تشفی بخش جواب دیا گیا اور ابدا ازاں جماعت قادیان کو تحریری چیلنج دیا گیا کہ آئندہ اتوار کو بعد از نماز مغرب ان تمام دلائل کی حقیقت واضح کی جائے گی۔ جو مرزا محمود احمد صاحب نے "انوار خلافت" میں حضرت مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنے کے سلسلہ میں کئے ہیں اس لئے وہ سوالات و جوابات کیلئے آئیں۔ مگر ماسٹر محمد حسین آسان صاحب قادیانی نے آ کر زبانی بیان کیا کہ "ہماری جماعت فیصلہ کر چکی ہے کہ آپ سے مباحثے نہیں کرے گی" دہلی کی جماعت قادیان کا یہ طریق عمل نتیجہ ہے ان متواتر شکستوں کا جو دہلی میں انہیں گذشتہ ایام میں کھانی پڑیں اور جن کی روئدادیں اخبار میں نکل چکی ہیں۔ قادیانی اصحاب نہ آئے۔ مگر تقریر ہوئی اور تمام قادیانی دلائل کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا گیا۔ ۱۵ جون کے لئے "ظہور مسیح و مہدی" کے مضمون کا اعلان تھا۔ تقریر زیر صدارت الحاج علی احمد خان صاحب انجنیئر شروع ہوئی۔ راقم حروف نے بتایا کہ مسیح ناصری کی آمد ثانی کا تصور قرآن مجید کے منشاء کے کس طرح مخالف ہے۔ صرف اس لئے نہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ آئندہ کیلئے تمام خلفاء محمدی کے لئے وعدہ ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ ہوں گے۔ اب قیامت تک دنیا کا تزکیہ نفس اسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوگا اور وہی دنیا کو تعلیم کتاب و حکمت کریں گے (ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ الجمعہ) لیکن مسیح ناصری علیہ السلام کا تزکیہ نفس براہ راست ہوا ہے۔ خود خدا تعالیٰ نے ان کو تعلیم کتاب و حکمت دی (یعلمھم الکتاب والحکمۃ (آل عمران) سو از روئے اصول وہ امت محمدیہ کے فرد یا امت محمدیہ کے امام نہیں ہو سکتے۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح علیہ السلام پیغمبر ہیں اور وہ جب تک صاحب النبوت نہ ہو جاویں۔ خاتم النبیین کے بعد ان کا آنا ناممکن ہے اور نبوت کا سلب ہونا امر محال ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی نعمت اس وقت کسی سے واپس لیتا ہے جب وہ اس کا اہل نہ رہے۔ مسیح کو مسلوب النبوۃ قرار دینے سے ان پر نااہلی کا الزام لگانا پڑتا ہے جو سراسر غلط ہے۔

اسی طرح حدیث کے الفاظ امامکم منکم — وامکم منکم — اور فامکم ظاہر کرتے ہیں کہ آنے والا مسیح کوئی باہر سے آنے والا نہیں بلکہ وہ امت کا فرد ہوگا اور امت میں سے ہوگا۔ یہاں امام کے لفظ سے مہدی مراد نہیں کیونکہ مہدی کی احادیث بخاری و مسلم کے نزدیک صحیح نہیں ہیں مسیح اسرائیلی اور آنے والے مسیح کے حلیوں میں جو اختلاف بیان ہوا ہے۔ وہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ آنے والا مسیح اسرائیلی مسیح نہیں ہے۔ غرضیکہ ان پیشگوئیوں پر مبسوط بحث کرنے کے بعد واضح کیا گیا کہ ظہور مسیح و مہدی کی تمام علامات پوری ہو چکی ہیں صلیبی مذہب اور صلیب سے تعلق رکھنے والی اقوام کا دنیا پر غلبہ ہو چکا ہے۔ یاجوج و ماجوج تمام قسم کی بلندیوں پر قابض ہو چکے ہیں۔ یہی وہ وقت تھا۔ کہ مسیح کا ظہور ہوتا سو وہ عظیم الشان انسان تشریف فرما ہوا۔ مسیح موعود اس آئندہ کامیابی کیلئے جو اسلام کو ہونے والی ہے منادی کرنے والا ہے۔ قرآن و حدیث سے بتایا گیا کہ ان اقوام کا جنہیں یاجوج و ماجوج کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیا انجام ہونے والا ہے۔ اور اسلام کا غلبہ کس طرح ظہور میں آنے والا ہے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اپنے اندر حقائق و معارف کا بحر بے پایاں رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے بیان کرنے سے دلوں پر خاص اثر ہوتا ہے۔ اس لئے غیر از جماعت اصحاب جو اس مجمع میں شامل تھے بالخصوص متاثر ہوئے اور اس سلسلہ اور اس کے پروگرام کے متعلق ان کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا اور بہت سے شکوک رفع ہوئے ◆

ایک قادیانی ٹریکٹ کی ضرورت

۱۹۳۵ء میں ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم نے اخبار اصلاح کے کچھ سوالوں کے جواب میں کچھ ٹریکٹ لکھے تھے۔ بعض کا عنوان تھا: "قرآن کریم کے رو سے نبوت جاری ہے" ان میں سے ایک ٹریکٹ ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ء اور دوسرا ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کو شائع ہوا تھا۔ ان دونوں ٹریکٹوں کی مجھے ضرورت ہے۔ اگر کسی بھائی کے پاس ہوں تو از راہ عنایت مجھے ذیل کے پتہ پر بھیج کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ:- ان مذکورہ بالا ٹریکٹوں کے علاوہ کوئی اور ٹریکٹ اسی مذکورہ عنوان کے متعلق ہوں تو بھجوا دیئے جائیں۔

شام اور اس کے قبائل

(پیغام صلح کے لئے)

شام کی عربی النسل آبادی میں بہت سے فرقہ اور گروہ کے لوگ ہیں۔ جن کی وجہ سے یہاں طرح طرح کے سیاسی و معاشرتی انقلاب ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں کی کل آبادی ۳۲۸۰۰۰۰ ہے جو حسب ذیل فرقوں میں تقسیم ہے :۔

سنی مسلمان

شام کے زیادہ تر مسلم سنی ہیں جن کی تعداد ۲۰۰۰۰۰۰ ہے

دروزی

یہ فرقہ گیارھویں صدی عیسوی میں مصر کے ایک فاطمی خلیفہ نے بنایا تھا۔ یہ اسلام کی ایک آزاد شاخ ہے۔ ان لوگوں کی آبادی ۱۳۲۰۰۰ ہے اور وہ جنوبی شام میں کوہ دروز پہ آباد ہیں جو شرق اردن کی سرحد بندی کرتا ہے۔

مارونی

یہ ایک عیسائی فرقہ ہے اور دروزیوں سے پہلے اس کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اس کا خاص علاقہ شمالی لبنان کے پہاڑ ہیں جہاں ان کی آبادی ۲۴۰۰۰۰ ہے۔

علوی

یہ ایک غیر متعصب مسلم فرقہ ہے اور صوبہ لطاکیہ کے شمال میں آباد ہے اس کی آبادی ۲۷۴۰۰۰ ہے۔

ارمنی

ان میں سے بہت سے گذشتہ جنگ عظیم کے بعد ترکی سے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان کی آبادی ۱۳۰۰۰۰ ہے

یونانی عیسائی

یہ عربی النسل ہیں اور ان کی آبادی ۲۸۰۰۰۰ ہے

شیعہ

۱۷۷۰۰۰ ہیں

دیگر عیسائی

ان میں عراق سے آئے ہوئے اہل اسیریا بھی شامل ہیں ان کی تعداد ۱۸۷۰۰۰ ہے۔ آخیر کے چار گروہ تمام شام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دروزی۔ مارونی اور علوی فرقوں کو ایک مقام پر آباد ہونے سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ مگر دوسرے پانچ فرقے بھی اپنی مخصوص تاریخی روایات اور موجودہ اولوالعزمی کے حامل ہیں۔

شام میں فرانسیسی

۱۹۱۹ء کے مصالحانہ سمجھوتہ کے مطابق شام جمعیت اقوام کے زیر انتداب آگیا اور فرانس کو سپرد کر دیا گیا۔

فرانسیسی نہ تو اہل شام کو رام کر سکے نہ شام کی خود مختاری کو ترقی دے سکے۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں ملک میں متعدد شورشیں اور بلوے ہو گئے۔

فرانسیسیوں نے ۱۹۲۱ء میں سلیشیا کا زرخیز صوبہ جو ایشیائے کوچک کا ساحلی علاقہ ہے اور کوہ طارس و سمندر کے درمیان پھیلا ہوا ہے ترکوں کو دے ڈالا۔ امیر البحر ڈارلان کو اب اس کا بہت پچھتاوا ہوا ہے۔

۱۹۳۹ء میں انہوں نے شمالی شام کا اسکندرونہ نامی ایک اور صوبہ بھی ترکی کے حوالہ کر دیا۔ اس صوبہ میں اس نام کی ایک کارآمد بندرگاہ اور قدیم شہر انطاکیہ بھی ہے۔ امیر البحر ڈارلان اب برطانیہ پر الزام لگاتے ہیں کہ اس کی وجہ سے یہ علاقہ ترکی کو مل گیا۔ کچھ عرصہ سے فرانس جمعیت اقوام سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے قانونی طور پر اس کا شام پر قابض رہنے کا حق بھی جاتا رہا۔

حکومت شام دو جمہوریتوں پر مشتمل ہے

لبنانی جمہوریت اس کا صدر مقام بیروت ہے اور یہ فلسطین کی سرحد سے ساحل لیوانٹ کے نصف علاقہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں طرابلس کی بندرگاہ بھی ہے جہاں کرکوک سے آنے والی فرانسیسی پائپ لائن ختم ہوتی ہے۔ اسی جمہوریت میں رایق کا ہوائی بندرگاہ بھی ہے۔

شامی جمہوریت۔ اس کا اطلاق فرانس کے باقی زیر انتداب علاقہ شام پر ہوتا ہے اور اس کا صدر مقام دمشق ہے۔ شامی جمہوریت میں بعض علاقوں کو مختلف درجوں کی خود مختاری بھی حاصل ہے یہ علاقے حسب ذیل ہیں :۔

جبل دروز۔ یہ دروزیوں کا وطن ہے اس کو مکمل مقامی آزادی حاصل ہے۔ لطاکیہ۔ یہاں علوی آباد ہیں

جزیرہ۔ یہ عراق و ترکی کی سرحدوں پہ دریائے فرات کا بنایا ہوا ایک مثلث علاقہ ہے۔

موخر الذکر دونوں اضلاع کو اوسط درجہ کی خود مختاری حاصل ہے۔ شام کے تمام علاقے کسٹم کے قواعد کے اعتبار سے ایک واحد ملک سمجھے جاتے ہیں۔

اتحادیوں کی شام و لبنان پر پیشقدمی

دخل دینے کے اسباب۔ فرانس جمعیت اقوام سے علیحدہ ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے اسے اس ملک پر قبضہ رکھنے کا اب کوئی حق نہیں ہے۔ اس اکیس برس کی سیادت میں جس کام کیلئے انہوں نے جمعیت اقوام سے اس ملک کا انتداب حاصل کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا۔ اس کے برخلاف برطانیہ عراق میں اس معاملہ میں کامیاب رہا۔ یہ کام ملک کو آزادی کیلئے تیار کرنا تھا۔

کچھ عرصہ تک بری، بحری اور ہوائی راستوں سے جرمنوں کا داخلہ برابر ہوتا رہا۔ جنرل ڈنٹز کا حکم خود اس کے گھر میں نہیں مانا جاتا اس کو ڈارلان کے احکام کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور ڈارلان نازیوں کے اشارہ ابرو پر چل رہا ہے۔ شام میں اصل حکومت جرمن سفیر مقیم بیروت اور گسٹاپو کے ایجنٹوں کی ہے۔ جو جنرل ڈیگال کی موافقت میں کسی تحریک کو ابھرنے نہیں دیتے۔ اس طرح شام پر دشمن کا تسلط ہو گیا۔ جرمنی کے تسلط کی وجہ سے یہ خطرے پیدا ہو سکتے ہیں۔

(۱) ترکی کیلئے خطرہ۔ کیونکہ اس طرح ترکی کے گرد جو گھیرا ڈالا جا رہا ہے وہ مکمل ہو جائے گا۔

(۲) عراق اور موصل کے تیل کے چشموں کیلئے خطرہ۔ کیونکہ شام کی ہوائی بندرگاہوں سے ان پر حملے کئے جا سکتے ہیں۔

(۳) فلسطین اور مصر کے لئے خطرہ۔ کیونکہ ان پر حملہ کرنے سے بری اور ہوائی مرکز مل سکتے ہیں۔

(۴) قبرص کیلئے خطرہ۔ کیونکہ اس طرح جرمن [illegible] سے حملہ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

شام پر تسلط کے فوائد

مذکورہ خطروں کا ازالہ کر دیا گیا ہے خصوصاً اس خطرہ کا کہ جرمن فوجیں عراق سے گزر کر خلیج فارس میں داخل ہوں۔ اس طرح ہندوستان کیلئے خطرہ کی پیش بندی ہو گئی ہے۔

مصر اور عراق سے ترکی تک رسل و رسائل کو قائم رکھا گیا اور ان کی حفاظت کی جائے گی خصوصاً بغداد ریلوے کی جس کا کچھ حصہ شام سے اور کچھ حصہ ترکی علاقہ سے گزرتا ہے اس ریلوے کے ذریعہ سے ترکوں کو سامان پہنچتا رہے گا۔ ایسے ہوائی مرکزوں پر قبضہ کر لیا جائیگا جو قبرص کی حفاظت کیلئے بہت مفید ثابت ہوں۔ ساحلی علاقہ پر قبضہ کی وجہ سے بحری بیڑہ کا کام بہت ہلکا ہو جائے گا۔ اور لیبیا کی جرمن فوج کو جو سامان بھیجا جاتا ہے وہ اسے روکنے کے لئے زیادہ موثر جد وجہد کر سکیگا۔

اندرونی راستوں کا استعمال

جنرل ویول اس اقدام میں اپنے اندرونی راستوں کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ کریٹ کی دفاع کی وجہ سے [illegible] عالی کو معزول کرنے اور بغداد میں دوبارہ قانونی حکومت قائم کرنے اور موصل کے تیل کے چشموں کی حفاظت کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس طرح برطانیہ نے شام کی جنوبی سرحد پر اپنے فوجی مرکزوں کو بھی مستحکم کر لیا۔ یہ اقدامات بے حد اہم ہیں لیکن اگر شام میں (جو مشرق وسطی کی کنجی ہے) جرمن حملہ آور فوج کی نقل و حرکت کو نہ روکا گیا۔ تو ان اہم اقدامات سے جو فوائد نظر آتے ہیں۔ وہ [illegible] ہو جائیں گے۔ اگر شام کی جرمن مہم کو سختی کے ساتھ روک دیا گیا تو جرمن کے دو طرفہ اقدام میں سے ایک طرف کا اقدام ختم ہو جائیگا اور جنرل ویول اس قابل ہو جائیں گے کہ اپنی فوجوں کو لیبیا میں جرمنوں کے دوسرے اقدام کے مقابلہ کیلئے پورے طور پر [illegible] کر دیں۔

شام کی آزادی

شام سے آزادی کا وعدہ کر کے برطانیہ نے کوئی [illegible] نہیں کی۔ تصفیہ امن میں شام کو اول درجہ کے ابتدائی ملکوں کی فہرست میں رکھا جائے گا۔ اور وعدہ کیا گیا تھا کہ [illegible] آزاد کر دیا جائے گا۔ برطانیہ اس فرض کی تکمیل کر رہا ہے جس کی تکمیل فرانس ۲۱ سال میں بھی نہ کر سکا اور جس سے حکومت وشی غداری کر رہی ہے کیونکہ وہ شام کو جرمنوں کے قبضہ میں دینے کی کوشش کر رہی ہے۔

ترکی

جرمنی کی پالیسی یہ ہے کہ دو طرفہ اقدام کے ذریعہ ترکوں کو گھیر لیا جائے۔ جرمنوں نے ترکی کو دھمکی دی [illegible] روس اور جرمنی ایک دوسرے سے اشتراک عمل کر رہے ہیں اور ترکی کے مغربی اور جنوبی ساحلوں کو مقبوضہ جزیروں کا ایک سلسلہ قائم کر کے محصور کر لیں گے اس دھمکی کے ذریعہ سے جرمنوں نے ترکوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ تجارتی معاہدہ کیلئے جرمنی سے گفت و شنید کرے رفان پاپن کو امید تھی کہ وہ اس معاہدہ کے ذریعہ سے جرمنی سپاہیوں اور سامان کو شام اور عراق [illegible] گزرنے کی سہولتیں حاصل کر سکیگا۔ اس سلسلہ [illegible] واضح نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں [illegible]

(باقی [illegible])

(بقیہ صفحہ ۵)

پر جرمنی کا آزادانہ قبضہ ہو جانے کی وجہ سے جو ترکی ساحل سے بہت قریب ہیں ترکوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ جرمنی نے یہ کاروائی دانستہ کی تھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی کی بحری تجارت کو محدود کر دیا جائے۔ تاکہ حکومت ترکی جرمنی کے ساتھ تجارتی معاہدہ کی گفت وشنید کرنے کے لئے زیادہ شوق سے تیار ہو جائے۔ ابھی ان افواہوں کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ محوری طاقتوں کے ساتھ ترکی کا معاہدہ عنقریب ہونے والا ہے اس قسم کے افسانے سنے جا رہے ہیں کہ ترکی کو مقبوضات کی رشوت پیش کی جا رہی ہے (مثلاً میٹیلن۔ سیاس اور عراق کے تیل کے چشموں کا شمالی علاقہ) جس کا مقصد یہ ہے کہ ترکی جرمنی کے ساتھ ایسا تجارتی معاہدہ کرلے۔ جس کے ماتحت جرمنی کو شام کی طرف فوج اور سامان بھیجنے کے سلسلے میں گزرنے کی سہولتیں حاصل ہو جائیں۔ اس بات کا زبردست امکان ہے کہ یہ افسانے فان پاپن اور اس کے حواریوں کی طرف سے مشہور کئے جا رہے ہیں اور صدر انونو اپنے ابتدائی نظریہ پر قائم ہیں۔ یعنی اگر جرمنی کو فتح حاصل ہو گئی۔ تو ترکی کی آزادی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ شام میں جو واقعات پیش آنے والے ہیں۔ ان سے ترکی کی روش پر بہت زیادہ اثر پڑے گا۔

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ کریم بخش / عبدالحق ولد محمد رمضان / کریم بخش ذات شیخ سکنہ چونتہ تحصیل وضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۷ / ۴۱ مقرر کیا ہے۔ لہذا جائے مذکور پر کریم بخش / عبدالحق کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۹ / ۶ / ۴۱

دستخط:۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ گورداسپور ضلع گورداسپور

رفتار عالم

—— **قاہرہ** ۱۹ر جون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ برطانوی فوجوں نے کسوہ کے قرب وجوار کے قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ جگہ دمشق سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے۔

—— **نیویارک** ۱۹ر جون۔ امریکہ میں برطانیہ کیلئے والنٹیر بھرتی ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ ریڈیو کے ذریعہ دشمن کے ہوائی جہازوں کا کھوج لگائیں گے۔ حکومت امریکہ نے ان لوگوں کو برطانیہ جانے کی اجازت دیدی ہے۔

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ کولمبیا براڈکاسٹنگ سسٹم کے نامہ نگار مسٹر ونسٹن برڈٹ نے انقرہ سے ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے غیر مصدقہ افواہوں کا ذکر کیا جن سے پتہ چلتا ہے کہ رومانیہ نے روس کو بسارابیہ کی واپسی کے لئے الٹی میٹم دیدیا ہے اور جرمن فوجوں نے رومانیہ کی مشرقی سرحدات کے پانچ مقامات سے روس پر حملہ بھی کر دیا ہے۔ مگر اس اطلاع کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ شام میں برطانوی فوجیں بدستور پیشقدمی کر رہی ہیں۔ آج ایک برطانوی افسر نے بیان کیا کہ دشمن کی فوجیں سخت مقابلہ کر رہی ہیں۔ برطانوی فوجیں دشمن پر شدید حملے کر رہی ہیں۔ یہ جگہ دمشق سے مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ کل برطانوی فوجوں نے متصرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

—— **کینبرا** ۱۹ر جون۔ سپنڈر وزیر حربیہ آسٹریلیا نے ایک بیان میں اس امر کا اظہار کیا کہ برطانیہ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کے ۹ ہزار سپاہی یونان میں جنگی قیدی بنا لئے گئے تھے۔ نازی ریڈیو بے حد غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ کل اسی ریڈیو پر اعلان کیا گیا کہ برطانیہ اپنی نو آبادیات کی فوجوں کو جنگ میں جھونکے دیتا ہے مگر مسٹر چرچل وزیر برطانیہ نے نازیوں کی اس غلط بیانی کی تردید کر دی ہے اور کہا ہے کہ اب تک برطانیہ اور اس کے قریب جوار کے ممالک میں ۹ ہزار اشخاص ہلاک ہوئے جن میں ۸۵ ہزار انگریز تھے۔

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ جرمنوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ ۱۲ر مئی کو جرمن طیاروں نے ڈبلن پر بمباری کی تھی۔ اطلاع ملی ہے کہ جرمنوں نے وعدہ کیا ہے کہ جرمنی کی طرف سے تاوان ادا کیا جائے گا۔

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ عنقریب دارالعوام کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوگا جس میں اٹلانٹک کی لڑائی اور برطانیہ کے جہازوں کی حالت پر بحث کی جائے گی۔ اس اجلاس میں مسٹر چرچل ایک بیان بھی دیں گے۔

—— **کینبرا** ۱۹ر جون۔ مسٹر اے۔ جی کیمبرون سابق وزیر بحر آسٹریلیا نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں اس امر پر زور دیا کہ آسٹریلیا میں جبری بھرتی شروع کر دینی چاہئے۔ تاکہ فوج کا معیار بلند رہے

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ پچھلے دنوں ترکیہ اور جرمنی میں جو معاہدہ ہوا ہے اس کے متعلق جرمن اخباروں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ درحقیقت جرمنی کا یہ اقدام روس کے خلاف اعصاب کی جنگ ہے۔ یہ برطانیہ کے خلاف نہیں بلکہ روس کے خلاف ہے

—— **برلن** ۱۹ر جون۔ جرمنی اور جرمنی کے تمام مقبوضہ علاقوں میں امریکہ کے قونصل خانے بند کر دیئے جائیں گے۔

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ دارالعوام میں مسٹر بٹلر نائب وزیر خارجہ برطانیہ سے ہرہیس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں اس بارے میں اپنے بیانوں میں کچھ اضافہ کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ اتنا بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہرہیس جنگی قیدی ہیں۔ ایک ممبر نے کہا کہ کیا واقعی ہرہیس ہٹلر کے ایما پر انگلستان آئے ہیں۔ مسٹر بٹلر نے جواب دیا کہ ہرہیس کے متعلق دشمن کو قیاس آرائیوں میں رکھنا چاہئے۔ اگر اس وقت کوئی بیان دے دیا جائے تو اس سے دشمن استفادہ کرے گا۔

—— **مالابار** ۱۹ر جون۔ دلیا منگم کے مسٹر نرائن نے مالابار کے طوفان زدہ اشخاص کے لئے جن میں ہزاروں بے خانماں ہو گئے ہیں ضروری امداد کے لئے ایک اپیل جاری کی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے مالابار کے موجودہ طوفان کی تباہی کی تفاصیل بیان کی ہیں کہ تازہ اطلاعات کے مطابق تیس سے پچاس ہزار تک گھر تباہ وبرباد ہوئے اور ۸۰ ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان اشخاص بے خانماں۔ طوفان کے ذریعہ، بیماریوں کے ذریعہ انسانی جانوں کے ہلاک ہونے کا اندازہ کرنا محال ہے۔ ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں دھان کے ہزاروں گٹھے طوفانی بارشیں بہا کر لے گئیں۔ کالی کٹ کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں تلی پرمب میں ایک رات میں ۱۵ انچ تک بارش ہوئی۔ بعض ایسی جگہیں بھی ہیں۔ جہاں دو دن کے اثنا میں ۲۴ انچ تک بارش ہوئی۔ دیوا اسٹیشن کی ہلاکت خیز تباہی اور اس کا صحیح اندازہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ مگر اس کے علاوہ طوفان کی وجہ سے تمام راستوں اور سڑکوں کے بند ہو جانے سے یقین ہوتا ہے کہ دیوا اسٹیشن کی تباہی بہار اور کوئٹہ کے زلزلہ کی ہولناکیوں سے کہیں زیادہ ہے۔

—— **لاہور** ۱۹ر جون۔ زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت جو آج یہاں ریکارڈ کیا گیا۔ ۱۰۵.۱ تھا۔ یہ درجہ حرارت کل سے ایک درجہ زائد ہے۔ آج ہوا بالکل بند رہی۔

—— **لاہور** ۱۹ر جون۔ معلوم ہوا ہے کہ فرقہ وارانہ اتحاد کے قیام کی تجویزیں حکومت پنجاب کے سامنے ہیں۔ ان میں سے بعض کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم کے مذہبی تہواروں میں دوسری قوم کے لوگوں کو شریک کیا جائے۔ ایک دوسری تجویز کا مقصد یہ ہے کہ ان فلموں سے تفریحی ٹیکس اٹھا دیا جائے جنہیں فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے مفید خیال کیا جائے۔ اس سلسلہ میں یاد رہے کہ حکومت پنجاب نے سال رواں کے بجٹ میں سے ایک لاکھ روپیہ پنجاب میں فرقہ وارانہ اتحاد کیلئے منظور کیا ہے۔

—— **لندن** ۱۹ر جون۔ کل رات کے نو بجے انقرہ میں ترکی اور جرمنی کے درمیان ایک سیاسی معاہدہ پر دستخط ہو گئے۔ ترکی کی طرف سے ایم سراج اوغلو نے اور جرمنی کی طرف سے ہر فان پاپن نے دستخط کئے۔ برلین کی اطلاع کے مطابق یہ معاہدہ ۳۵ دفعات پر مشتمل ہے پہلی دفعہ کا مقصد یہ ہے کہ ترکی اور جرمنی دونوں ایک دوسرے کے قومی علاقوں کا احترام کریں گے اور ایک دوسرے کے خلاف براہ راست یا بالواسطہ کوئی اقدام نہیں کرینگے۔ دوسری دفعہ کی رو سے ترکی اور جرمنی دونوں آئندہ کیلئے اس بات کے پابند ہیں کہ مشترکہ مفاد سے متعلق مسائل کا تصفیہ دوستانہ طریق سے کریں۔ تیسری دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ معاہدہ کی تصدیق انقرہ اور برلین سے کی جائے گی یہ معاہدہ دس سال تک جاری رہے گا اور اس میں مزید توسیع بھی ہو سکتی ہے۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

انسان کامل کیسے بنتا ہے؟

انسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی انس ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے دوسرا بنی نوع کی ہمدردی سے۔ جب یہ دونوں اُنس اس میں پیدا ہو جائیں اس وقت انسان کہلاتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو انسانیت کا مغز کہلاتی ہے اور اسی مقام پر انسان اولوالالباب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں ہزار دعوے کرو اور دکھاؤ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نبی اور فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام انسان نمونہ کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ نمونہ انبیاء علیہم السلام کا وجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ درختوں پر کلام الٰہی لکھا جاتا۔ مگر اس نے جو پیغمبروں کو بھیجا اور ان کی معرفت کلام الٰہی نازل فرمایا۔ اس میں سر یہ تھا کہ تا انسان جلوۂ الوہیت کو دیکھے۔ جو پیغمبروں میں ہو کر ظاہر ہوتا ہے پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر ہے صحابہ کرامؓ نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں اور کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا جو کوئی ان کو دیکھتا تھا ان کو محویت کے عالم میں پاتا تھا پس یاد رکھو کہ اس زمانہ میں بھی جب تک وہ محویت اور اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہوگی جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ مریدوں معتقدوں میں داخل ہونے کا دعویٰ تب ہی سچا اور بجا ہوگا اور یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کر لو کہ جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالیٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں اس وقت تک شیطانی حکومت کا عمل دخل موجود ہے۔

(تقریر ۲ دسمبر ۱۹۰۰ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— ہمارے مکرم و معظم دوست مولانا دوست محمد صاحب چند دنوں سے بیمار ہیں۔ گو اب افاقہ ہے۔ مگر کمزوری اور ضعف دل کی تکلیف باقی ہے۔

—— ملک کرم الٰہی صاحب کو چہ چابک سواراں لاہور کا صاحبزادہ عزیز عبدالحمید بدستور بیمار ہے۔ بلکہ تکلیف زیادہ ہے۔

—— شیخ کریم اللہ صاحب امرتسر بعض مقدمات اور خانگی پریشانیوں میں مبتلا ہیں

—— جماعت کے اور بھی کئی احباب بیمار اور مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

ان سب احباب کیلئے دعا کیلئے درخواست ہے

> شیخ محمد آصف صاحب مدیر پیغام صلح ایک ہفتہ کی رخصت پر ہیں اس لئے یہ نمبر ان کی غیر حاضری میں شائع ہو رہا ہے۔
> شیر محمد اختر

—— جن خریداران پیغام صلح کے سالانہ چندے ختم ہوگئے ہیں ان کی خدمت میں عنقریب یاد دہانی کرائی جائیگی۔ احباب اسکی طرف توجہ فرمائیں اور اپنا اپنا چندہ حسب معمول باقاعدگی سے ارسال کرتے رہیں

خدا کے آگے جھکنے سے ہی دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے نہ مادی طاقت سے

خلافت قادیان اور شیعہ

اے کہ نہ دانی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتار ابوبکر و علی ہشیار باش

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی)

شیعہ سنی کا سوال

اسلام میں شیعہ سنی سوال صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اس کے بدولت دنیائے اسلام کو کیا کیا نقصانات پہنچے۔ حق بین آنکھوں سے پوشیدہ نہیں اور یہ بھی دنیا جانتی ہے کہ اگر حضرات شیعہ نے گذشتہ چودہ صدیوں میں باوصف اس گریہ و زاری و سینہ کوبی کے جو مشیت ایزدی نے نہ معلوم ان کے کس گناہ کی پاداش میں ہر سال ان کے لائق حال کر رکھی ہے۔ کیا دینی یا دنیوی فائدہ حاصل کیا باایں ہمہ یہ مصیبت اب تک چل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کا خاتمہ کب ہوگا۔

جماعت احمدیہ میں شخصی خلافت

خدا خدا کر کے زمانہ نے کچھ کروٹ بدلی اور اہل الرائے محسوس کرنے لگے کہ یہ افتراق کہاں تک مفید ہے۔ اسی اثنا میں ان تمام مصیبتوں اور قباحتوں کے علاج کے لئے اس صدی کے مجدد کی بعثت کا وقت آیا۔ امید تھی کہ اس سے کچھ فائدہ ہو جائے گا۔ مگر ہوا یہ کہ اس مامور کی جماعت بھی دو حصوں میں منقسم ہو گئی اور ایک حصہ نے اپنی شخصی خلافت کی بنیاد ڈالی۔ وہ خلافت کہاں تک بانئے سلسلہ کے منشاء کے مطابق ہے یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے اور چل رہا ہے اور حامیان خلافت اس کی بقا اور استحکام کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور ہر آیہ قرآنی، حدیث و تقریر حضرت مسیح موعود کو توڑ مروڑ کے خلافت کی گدی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو خلافت کے پرستار جن کے علاوہ مانڈہ کا انحصار خلافت پر ہے اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ مرض عام ہے۔ ہر گدی کے پرستار اسی شغل میں منہمک نظر آتے ہیں۔

الفضل کا ایک مضمون

اسی قسم کی تگ و دو کا ظہور روزنامہ "الفضل" قادیان مؤرخہ ۵/۱۴ [illegible] میں ہوا ہے جس کی سرخی ہے

"حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے رسالہ خلافت راشدہ کے جواہر ریزے"

"خلافت ثانیہ کی صداقت پر چند ناقابل تردید بیانات"

اگرچہ اس میں ہماری نسبت یہ سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے:۔

"غرض شیعیت اور پیغامیت تعرضانہ شان میں نقل مطابق اصل ہیں"

اس مضمون کو میں نے بار بار پڑھا ہے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے خلافت راشدہ مصنفہ مولانا عبدالکریم صاحب شائع کردہ محمد فخر الدین احمدی ۱۹۲۲ء (جب تک وہ خلیفہ قادیان کے دام تزویر میں گرفتار تھے) اور رسالہ حقیقت خلافت مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان ۱۹۳۲ء ہے۔ جس میں خلیفہ قادیان کی ایک لمبی تقریر کو شائع کیا گیا ہے۔ غور سے پڑھا ہے تاکہ تحقیق مسئلہ کے متعلق مجھ کو بھی دہی غلطی نہ لگے۔ جو منکر خلافت ازلی قادیان کو اس وقت لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ میرے نزدیک مولوی اللہ دتا صاحب نے یہ مضمون آنکھوں پر پیر پرستی کی پٹی باندھ کر لکھا ہے۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا۔ کہ ساون کے اندھے کی طرح اُن کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ ان کو کسی جگہ قرآن، حدیث، کتب حضرت مسیح موعود۔ تالیفات اکابر سلسلہ میں خلافت کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا۔ ورنہ معاملہ فیصلہ طلب بہت آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے۔

آیت استخلاف

ہر دو رسائل متذکرہ بالا میں بنیادی طور پر آیت استخلاف کو استدلال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس آیۃ کا صحیح ترجمہ کسی قادیانی تفسیر سے مجھے تو نہیں ملا۔ کیونکہ خلیفہ صاحب قادیان کو اپنے ۲۶ سالہ خلافت کے دوران میں صرف پانچ سیپاروں سے زیادہ تفسیر لکھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ انہوں نے رسالہ حقیقت خلافت اور "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" میں کچھ کچھ لکھا ہے۔ جو ان کی من مانی کہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ہے۔ خدا بھلا کرے مولوی عبدالکریم مرحوم کا کہ انہوں نے جہاں اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ وہاں اس آیۃ شریفہ کا ترجمہ بھی دیا ہے جو یوں ہے:۔

"خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے وعدہ کر لیا ہے۔ کہ ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کو بنایا جو تم سے پہلے تھے۔ اور ان کا وہ دین جو اس کے لئے پسند کر چکا ہے متمکن کر دے گا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ وہ مجھے پوجیں گے۔ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد کفران کیا۔ وہ لوگ فاسق ہیں۔"

اس میں ہر جگہ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس سے شخصی خلافت کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا ہے اور دیگر تفاسیر دیکھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ قومی اور ملکی خلافت کے متعلق ہے۔ مولانا مرحوم مغفور اس ترجمہ کے معاً بعد فرماتے ہیں:۔

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں یعنی لوازم ایمان حقیقی ان میں پائے جاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لائے یعنی عملی طور پر بھی ایمان کا واقعی نتیجہ یعنی نصرت دین کرتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا خاص وعدہ ہو چکا ہے کہ ضرور ضرور ان کو اولاً بالذات اپنے ملک کا **خلیفہ کرے گا** جیسا کہ خلیفہ کیا ان لوگوں کو جن کو موسیٰ کی پیروی کے سبب سے پہلے خلیفہ بنایا۔ چونکہ آنحضرت صلعم مثیل موسیٰ تھے۔ ضرور تھا کہ حضور پاک کے صحابہ بھی خلیفہ ہوتے۔"

خلافت محمودیہ کا زریں کارنامہ

یہ الفاظ آئینہ کی طرح صاف ہیں کہ اس کے مطابق حقیقی خلیفہ کون ہوتے اور ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کو خلیفہ قادیان کا اپنی ذات پر استعمال کرنا کسی طرح درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس وقت تک جو نصرت دین (دین اسلام۔ دین قادیانی نہیں) انہوں نے فرمائی ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ انہوں نے جلال خلافت میں دنیا جہان کے کئی کروڑ مسلمانوں کو بیک جنبش قلم دائرہ اسلام سے خارج اور کافر قرار دینے میں ذرا بھی تکلیف نہیں محسوس کی۔

مولانا عبدالکریم صاحب کا استدلال

مولانا ابوالعطا صاحب نے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں ان کے مفصل جواب کا یہ وقت نہیں۔ جن لوگوں کو تحقیق کا شوق ہے۔ وہ پہلے رسالہ خلافت راشدہ مؤلفہ حضرت مولانا عبدالکریم پڑھ لیویں ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ حضرت مولانا کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ ظاہر ہے کہ یہ کتاب شیعوں کے رد اور حضرت شیخین کے تحفظ کیلئے لکھی گئی ہے۔ شیعہ کون ہیں۔ حامیان حضرت علیؓ۔ حضرت علیؓ کون تھے۔ حضرت رسول کریمؐ کے داماد۔ حضرات شیعان کو اب تک اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہے کہ باوصف اس امر کے کہ حضرت علیؓ آنحضرتؐ سے اولاد کی حیثیت ... رکھتے تھے۔ ان کو سب سے پہلے خلیفہ نہیں بنایا گیا۔ حامیان حضرت شیخین اس کے مقابل اس رائے کو متعدد آیات قرآنیہ و احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ شیخین کا حق فائق تھا۔ اور مصلحت ربی بھی یہی تھی۔ خلاصہ یہ کہ خلافت راشدہ اسی لئے لکھی گئی۔ یعنی شیخین کی حمایت اور رد عقائد شیعان کی تردید میں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ کون ہے؟

اب تمام دنیا جانتی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان میں سے حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب سے کس کو نسبت جسمانی ہے۔ یعنی اولاد ہونے کی۔ جماعت قادیانی اور خود خلیفہ قادیانی بھی انکار نہیں کر سکتے کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب حضرت مرزا صاحب کے فرزند ارجمند ہیں اور مولوی محمد علی صاحب کو روحانی نسبت کے سوا اور کوئی دعوے نہیں۔ اب خدا ما کرئی سے تیلا دیجئے اگر حضرت مرزا صاحب کو بقول احباب قادیان مدعی نبوت و رسالت اسلامی ہی مان لیا جاوے تو خلافت کے باب میں حضرت علیؓ والی نسبت مرزا بشیر الدین محمود صاحب کو ہوگی یا مولوی محمد علی صاحب کو۔ اب مولوی اللہ دتا صاحب اگر برا نہ منائیں تو مجھے یہ کہنے کا حق ہوگا:

"غرض شیعیت اور اعتقادیابیت اپنی غالیانہ شان میں نقل مطابق اصل ہے۔"

مولوی اللہ دتا صاحب سے گذارش

جوں جوں مضامین کتاب خلافت راشدہ پر میں غور کرتا ہوں خود کو یہ کہنے پر مجبور پاتا ہوں کہ مولوی اللہ دتا صاحب نے یا تو خود کتاب خلافت راشدہ کو تمام و کمال پڑھا ہی نہیں ہے اور ان کے کسی شاگرد نے چند حوالوں کی طرف توجہ دلائی۔ بس پھر کیا تھا حق دشمنی کا چشمہ ابل پڑا اور جو کچھ چاہا لکھ گئے۔ یا انہوں نے اگر اس کتاب کو پڑھا ہوگا۔ تو خود خلافت کا چشمہ لگا کر۔ ورنہ اگر اسی کتاب کے مندرجہ ذیل حوالہ کو ہی بچشم دل پڑھ لیتے تو دماغ سوزی اور ناحق کوشی سے بچ جاتے

"رسالت کی شان کے خلاف ہے کہ کسی کو جسم کے لحاظ سے وصی قرار دے یا ننھے بچوں کی پیروی پر مجبور کرے۔"

خدا کے سلسلہ میں خون اور گوشت کے رشتے ملحوظ نہیں ہوتے اور نبی کی شان اور صداقت کی نشانی یہی ہے کہ وہ دنیوی بادشاہتوں کی طرح اپنے کنبہ کے لئے سلطنت کی تجویزیں نہ کرے۔

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳۸

موجودہ جنگ میں ہمارا عظیم الشان فرض

خدا کے آگے جھکنے سے ہی دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے نہ مادی طاقت سے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

موجودہ جنگ اور اس کی ہولناک تباہی

یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔ یورپ کی ہولناک جنگ جس کا نقشہ ہم دور سے دیکھ رہے ہیں اب قریب آ رہی ہے اور کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس ملک پر یا ہم لوگوں پر کیا مصائب آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک قانون قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور چاہے تہذیب کا زمانہ ہو یا وحشیانہ پن کا وہی قانون ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذالک یفعلون (النمل رکوع ۳) بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو فساد عظیم اس کے اندر پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس کے معزز ترین رہنے والے لوگ جو اپنی عزتوں اور ننگ و ناموس کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ان کی عزتیں برباد ہو جاتی ہیں اس تہذیب کے زمانہ میں جب کہا جاتا ہے کہ تہذیب انتہا کو پہنچ چکی ہے جس قدر تباہی و بربادی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ وحشیانہ زمانہ کی جنگوں میں بھی اس قدر تباہی کبھی نہیں ہوئی۔ اس قدر تباہی تو بے شک ہوتی رہی ہے کہ جب دو فوجیں ایک دوسری کے آمنے سامنے آئیں تو انہوں نے ایک دوسری کو کچلنے اور تباہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن ان وحشیانہ زمانہ کی جنگوں میں اس قدر عام شہریوں کی تباہی و بربادی کبھی نہ ہوئی ہوگی جو اس تہذیب کے زمانہ میں ہو رہی ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں کتنا تو کچھ بھی نہیں۔ کروڑہا انسانوں کی تباہی کا ذکر کیا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

اسلام اور جنگ

تو کون کہہ سکتا ہے کہ کیا حشر ہونے والا ہے۔ یہ جنگ دونوں فریق کہتے ہیں کہ انصاف اور حق کی خاطر لڑی جا رہی ہے۔ دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ یورپ کی اقوام وہ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پراپیگنڈا کیا کہ آپ نے اپنے مذہب کے اصول منوانے کیلئے جنگیں کیں اور اس کو آپ کے خلاف ایک زبردست اعتراض قرار دیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کہ اسلام نے کبھی اپنے اصول پھیلانے کیلئے جنگ کی۔ نہ ہی میں سمجھتا ہوں کہ جسمانی غلبہ سے دلوں میں کوئی انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اسلام کی اصل غرض ہی دلوں میں انقلاب پیدا کرنا ہے کہ کوئی اصول جو صحیح ہو اس کو مروج کرنا۔ یہ جنگوں اور جسمانی غلبہ سے نہیں ہو سکتا۔

ہر مصیبت میں کام آنے والی آیت

میں نے جو آیت پڑھی ہے ہر مصیبت کے وقت کام آ سکتی ہے یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین دو طور سے مدد مانگو صبر سے اور دعا سے اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے

دین دلوں کی فتح چاہتا ہے

تو میں نے کہا کہ یہ تو خدا بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کیا ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں جو ایک روحانی مصلح پیدا ہوا ہے اس کی غرض یہی ہے کہ دنیا کے اندر ایک انقلاب پیدا کرے۔ حق کو قائم کرے اور وہ حق کو پھیلانے سے ہوتا ہے۔ جنگ و جدل سے نہیں ہوتا۔ مسلمانوں میں یہ خیال چلا آتا تھا کہ جنگ سے بھی دین کو پھیلایا جا سکتا ہے اور ایک شخص آئے گا جو جنگ کے ذریعہ سے دنیا کو اسلام پر قائم کرے گا لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا اس کو یہی بتایا کہ یہ چیز جنگ سے قائم ہونے والی نہیں۔ لا اکراہ فی الدین۔ دین دلوں پر فتح کو چاہتا ہے جسمانی فتوحات سے اس کی غرض حاصل نہیں ہوتی۔ آج وہی پیغام ہم بھی لئے کھڑے ہیں۔

حق اور انصاف کس طرح قائم ہو؟

اور اس دنیا کو جو تباہی و بربادی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حق اور انصاف اگر قائم ہو سکتا ہے تو اس اخوت نسل انسانی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے جو اسلام لیکر آیا۔ کہا جاتا ہے کہ اب چھوٹی قوموں کا زمانہ گیا۔ یہ کس چیز کا اعتراف ہے۔ یہ بالفاظ دیگر اس بات کا اعتراف ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہی نہیں جب بڑی قوموں اور کمزوروں کو کھا جانے کا نتیجہ ہو تو امن کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔ قیام امن کیلئے ضروری ہے کہ سب ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور انہیں زندہ رہنے کا حق دیں۔

ایک خدا کی بادشاہت ہی موجب امن ہو سکتی ہے

کیا جیسا کہ کہا جاتا ہے دنیا میں ایک بادشاہت قائم ہوگی یقیناً ہوگی۔ مگر وہ انسان کی بادشاہت نہ ہوگی۔ بلکہ خدا کی بادشاہت ہوگی۔ جب تک یہ خیال دنیا میں پیدا نہ ہو کہ ہمارا ایک بادشاہ ہے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار بندے ہیں۔ اس وقت تک نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ایک بادشاہت۔ آج جنہوں نے تہذیب قائم کی تھی۔ یہ ان کی تہذیب کی انتہا ہے کہ ایک دوسرے کو کچلنے اور تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس سے ہٹانے کیلئے دنیا کو اخوت کی ضرورت ہے جب تک اخوت کے خیالات دنیا میں موجزن نہ ہوں اس وقت تک کوئی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ وہ اخوت اسلام میں ملے گی۔ ایک خدا کے آگے سر جھکانا اور انسانوں کے اندر اخوت قائم کرنا یہ اسلام کا اصل الاصول ہے۔ یہ چیز اور کسی کو نہ میسر آئی۔ اور نہ آ سکتی ہے یہی دو اصول ہیں جن کی آج دنیا کو ضرورت ہے حضرت عیسےٰ جو دعا کیا کرتے تھے کہ تیری بادشاہت آئے تو معلوم ہوتا ہے انہیں اپنی قوم کی اس درندگی اور خونخواری کی حالت دکھائی گئی ہوگی کہ انہوں نے یہ دعا کی۔ جب بار کہ وہ خدا کی بادشاہت آئی اور محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے آئی جب تک اس کے پیغام کو نہ مانا جائے گا۔ اس وقت تک دنیا میں امن اور محبت قائم نہیں ہو سکتی۔ آج کہا جاتا ہے کہ مادی طاقت سے دنیا میں امن قائم کیا جائے اور اس غرض سے یہ خونخوار جنگ ہو رہی ہے لیکن یہ امن قائم کرنے کی راہ نہیں۔ امن اسی طرح سے قائم ہوگا کہ جب خدا کی حکومت کے آگے جھک جائیں اور ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں۔

ایک بلند تر جنگ جس پر مجدد وقت نے لگایا ہے

آپ کو بھی زمانہ کے امام نے ایک جنگ پر لگایا ہے وہ خونریزی کی جنگ نہیں بلکہ ایک پر امن جنگ ہے۔ تباہی اور فساد کی نہیں بلکہ محبت کی جنگ ہے۔ دنیا کو دلائل سے سمجھانا ہے کہ اس رستہ کو اختیار کرو تو تمہاری بھلائی ہوگی۔ یہ نہایت بلند جنگ ہے جو صحیح اصول پر لڑی جا رہی ہے۔ یہ کسی کی خونریزی کا موجب نہیں بلکہ دل، دماغ اور خیالات کے اندر تبدیلی پیدا کرنا اس کی اصل غرض ہے۔

عرب جاہلیت اور آنحضرت صلعم کا پیدا کردہ انقلاب

کیا یہی حالت جو آج یورپ میں پیدا ہو رہی ہے عرب میں اس وقت نہ تھی جب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا؟ قرآن کریم نے اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اس سے تمہیں بچایا۔ یوں تو تمام دنیا کی حالت اس وقت ایسی ہی تھی۔ لیکن عرب کا ملک بالخصوص اس حالت کو پہنچ چکا تھا کہ ہر قسم کا وحشیانہ پن انتہا درجہ پر ان میں آ گیا اور وہ ایک دوسرے کو بھسم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی آواز سے ایک ایسا عظیم الشان انقلاب ان میں آیا کہ وہی لوگ جو ایک دوسرے کو برباد کرنے کے درپے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے بھائی اور خیر خواہ بن گئے جونہی ایک خدا پر ایمان ان میں پیدا ہوا۔ انہوں نے سب انسانوں کو اپنا بھائی سمجھ لیا اور دشمنی اور عداوت کے تمام جذبات مٹ گئے۔

موجودہ یورپ اور ہمارا کام

یہی کام آج ہمارے سپرد ہے اور اس موجودہ جنگ کا نتیجہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔ لیکن یہ دوسری جنگ جس میں ہم لگائے گئے ہیں ضرور کامیاب ہو کر رہے گی۔ اس جنگ کے اندر ہم بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ یہاں تک قلیل ہیں کہ ان لوگوں سے جن سے مقابلہ ہے نسبت ہی کوئی نہیں۔ خود حضرت مسیح موعود کے پیرووں میں بھی ہماری تعداد دوسرے فریق کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل ہے۔ اس لئے ہماری جسمانی اور ذہنی طاقت سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہی رستہ اس جنگ میں کامیاب ہونے کا ہے استعینوا بالصبر والصلوٰۃ

صبر اور نماز کا نسخہ ہی کام آئے گا

خوب یاد رکھو کوئی مدد نہیں مل سکتی جب تک ان دونوں ذریعوں سے مدد نہ مانگو صبر اور نماز۔ تاریخ بتاتی ہے کہ صحابہ نے ان دونوں ذریعوں سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور انہیں ملی۔ یہ مت سمجھو کہ یہ نسخے جو قرآن کریم نے بتائے ہیں۔ یہ کسی قوم یا زمانہ کے ساتھ خاص ہیں یہی نسخے ہر زمانہ میں کام آ سکتے ہیں اور انہی سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

صبر کیا چیز ہے؟

صبر کیا چیز ہے خدا نے خود اس کی تشریح فرما دی ہے اور اگلی آیات میں فرمائی ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خود بتا دیا کہ صبر کیا چیز ہے۔ کچھ خوف اور کچھ بھوک، کچھ مالوں، جانوں اور پھلوں کا نقصان بھی ہوگا

نقصانات تم پر وارد ہوں گے۔ صابر اس وقت بنتے ہو کہ یہ چیزیں جب آئیں تو خوشی سے برداشت کرو۔ کوئی تکلیف پہنچے۔ تمہارا مال برباد ہو جائے۔ تمہاری جانوں کا نقصان ہو۔ اس وقت خدا ہی تمہارے سامنے ہو۔ اصل غرض تو خدا ہے ان چیزوں کو ہیچ سمجھو۔ خدا کا پیا میان بڑی چیز ہے۔ اسی سے حقیقی راحت ملتی ہے۔ نہ تمہارا مال کام آسکتا ہے اور نہ کوئی انسان پس جب کوئی دکھ اٹھانا پڑے۔ کوئی نقصان خدا کے رستہ میں ہو جائے تو اس خدا کے آگے سر جھکا دو کہ ہم تیرے ہی ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اسی کا نام ہے صبر وہ جو قربانیاں انسان کو کرنی پڑتی ہیں۔ خواہ قضا و قدر کے ماتحت ہوں یا اپنے اختیار سے، دونوں صحابہ کو کرنی پڑیں اور دونوں میں انہوں نے صبر سے کام لیا۔ ان کے اموال وقف تھے۔ خدا کا نام پھیلانے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا نام کیوں روشن ہے اپنے اختیار اور خوشی سے مال کو قربان کرنا ان کے اندر غایت درجہ پر تھا اور کم و بیش تمام صحابہ میں یہی جذبہ کام کر رہا تھا۔

خدا کی پکڑ سے نڈر نہ ہونا چاہیے

خدا کی طرف سے بھی قضا و قدر کے رنگ میں بعض مصائب انسان پر آتی ہیں اور صحابہ پر بھی آئیں۔ ان میں بھی وہی صبر سے کام لینا ہی فائدہ دے سکتا ہے۔ آج بڑے بڑے مالدار ننگے اور بھوکے ہو چکے ہیں۔ جو لوگ کل بادشاہ تھے آج وہ در بدر بھیک مانگ رہے ہیں۔ کیا یہ دنیا کے نظارے دیکھکر بھی تم نہیں سمجھ سکتے کہ تم پر بھی ایسے حالات آسکتے ہیں۔ انسان دوسرے کے دکھ کو دیکھ کر نہیں سمجھتا کہ اس پر بھی وہی دکھ وارد ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کتنی قومیں تھیں جن کو یہ گمان تھا کہ مصیبت ان پر نہیں آسکتی اور وہ دوسروں کے حملوں سے محفوظ ہیں۔ ان کو بھی خدا نے پکڑ کر بتا دیا کہ نڈر مت ہو۔ یہ سب خدا کی دی ہوئی چیزیں ہیں وہ جس وقت چاہے ان کو لے سکتا ہے۔

صبر اور دعا ہی ہماری بہتری کا رستہ ہے

پس تم اپنے آپ کو اور اپنے مالوں کو خدا کیلئے وقف کردو۔ یہ پہلی بات ہے اور یہی صبر ہے دوسری بات جس سے مدد مل سکتی ہے۔ وہ ہے الصلوٰۃ۔ خدا کے آگے جھکنا۔ یہ دوسرا ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی مدد مل سکتی ہے اور کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ دو باتیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ خدا کا بنایا ہوا نسخہ ہے اور اسی میں ہماری بھلائی اور بہتری ہے۔ ہم سو دفعہ اپنے آپ کو تسلی دے لیں کہ ہماری بہتری کا رستہ کوئی اور ہے۔ لیکن نہیں ہماری حقیقی بہتری انہی دو باتوں میں ہے۔ صبر اور دعا۔ خدا کے آگے گر کر عاجزی اختیار کرو۔ احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے آگے گرنا اس سے تضرع اور التجا کرنا بہت بڑے فوائد کا موجب ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ سات آدمی ہیں۔ جن کو خدا خاص اپنے سایہ میں لے لیتا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کا نمونہ

اور بھی طرح طرح سے آنحضرت صلعم نے سمجھایا ہے خود اپنے نمونہ سے سمجھایا ہے کہ کس طرح آپ راتوں کو اٹھتے اور تنہائی میں لمبے عرصہ تک اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے اور اس کے حضور میں کھڑے رہتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک رات آنحضرت صلعم اٹھکر کہیں باہر نکل گئے۔ حضرت عائشہؓ کی نیند جو کھلی تو معلوم ہوا کہ آپ نہیں ہیں۔ وہ پیچھے ڈھونڈھنے کیلئے نکلیں۔ جا کر دیکھا تو آپ بقیع کے قبرستان میں سر بسجود پڑے ہیں۔

درد و اضطراب کے ساتھ دین کیلئے مدد مانگو

وہ کیا اضطراب تھا آنحضرت صلعم کے دل میں۔ جو آپ کو یوں بے چین رکھتا تھا۔ جب تک وہ اضطراب دلوں میں پیدا نہ ہو۔ اس وقت صلوٰۃ کا صحیح مفہوم ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے راتوں کو اٹھو اور روؤ اس کے آگے، اسی سے مدد مانگو اور دلی درد کے ساتھ مانگو۔ کہ وہ اپنے دین کو کامیاب کرے۔ خوب یاد رکھو کہ آخرکار دین اسلام کامیاب ہوگا۔ اور بڑائی رہ جائے گی کس کی؟ اللہ تعالیٰ کی۔ قرآن کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ہمیں اس کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اور پورے اضطراب اور دلی درد سے اس کے لئے مدد مانگنی چاہیئے۔ غلبہ تو یقیناً دین اسلام کو ہوگا۔ لیکن تمہارے دلوں میں اس کے لئے درد اور تڑپ ہونی چاہیئے۔

راتوں کو اٹھنا ہی کامیابی کا موجب ہوگا

خوب یاد رکھو کہ بغیر رات کے اٹھنے کے کوئی نماز کا حظ نہیں پا سکتا۔ تمہارے دلوں کے اندر وہ تڑپ ہونی چاہیئے کہ راتوں کو تمہاری نیند جاتی رہے۔ تتجافی جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً وطمعاً ومما رزقنهم ينفقون۔ تمہارے نرم اور گرم بستر تمہیں اس درجہ نہ سلا دیں کہ تم اٹھ ہی نہ سکو۔ اگر اس وقت کہ دین اسلام تمہاری امداد کو چاہتا ہے۔ اس درد نے تمہیں بے چین نہیں کیا کہ تم اٹھو اور خدا کے آگے روؤ۔ تو تم نے کچھ بھی نہیں پایا۔ یہی ایک چیز ہے جس سے تم غلبہ پیدا کر سکتے ہو۔ اسی سے تم دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ایک اکیلا انسان بھی امر حق پر کھڑا ہو جاتا ہے تو خدا اس کو بھی کامیاب کر دیتا ہے۔

جس دن تمام جماعت راتوں کو اٹھیگی

تو پہلی بات یہ ہے کہ اتنا بڑا حق لیکر تم کھڑے ہوئے ہو تم مایوس کیوں ہو۔ یہی نہیں بلکہ خدا کا وعدہ بھی اس کے ساتھ ہے کہ ليظهره على الدين كله۔ وہ اسے دنیا میں غالب کرے گا۔ کیا اس وعدہ کے ہوتے ہوئے مایوسی انسان کے پاس آسکتی ہے؟۔ اٹھو اور روؤ اور اس سے مدد مانگو کہ وہ جلد دین کے غلبہ اور کامیابی کے دن لائے۔ جس دن تمام جماعت کی یہ حالت ہو جائے گی کہ آدمی رات کو اٹھکر خدا کے آگے گریں۔ اور اس سے دعا کریں کہ اے خدا تو نے اس قرآن کو اس دنیا کی ربوبیت، اس دنیا کی اصلاح اور امن قائم کرنے کیلئے بھیجا۔ اے خدا یہ دنیا گمراہ ہو رہی ہے اور امن سے دور جا رہی ہے۔ اے خدا تیرا وعدہ تھا کہ تو دین اسلام کو دنیا میں غالب کریگا۔ وہ وقت لا اور اس دین کے ذریعے دنیا میں امن قائم کر۔ جس دن تمام جماعت یہ دعا گریہ و زاری اور الحاح کے ساتھ راتوں کو اٹھ اٹھ کر کرے گی۔ اس دن کامیابی ہمارے قدموں میں ہوگی۔

دنیا کو آج اس دین کی پیاس ہے

خوب یاد رکھو کہ یہ جس چیز کو ہم لیکر کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ نہ صرف امر حق ہے۔ نہ صرف اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ بلکہ دنیا کے دل میں بھی اس کیلئے تڑپ پیدا ہو چکی ہے۔ دنیا آج خود چاہتی ہے۔ اس کی دنیا کو پیاس ہے۔ اٹھو، اور اس پیاس کو بجھا دو۔ اس زمانہ کے امام نے تمکو ایک جنگ کے لئے کھڑا کیا۔ وہ جنگ ہے اخوت اور امن پھیلانے کے لئے خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے کیلئے۔ اگر اس کے لئے کوشش کرو اور پوری جدوجہد سے کام لو۔ تو یقیناً تم اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ جس کے لئے زمانہ کے امام نے تمہیں کھڑا کیا ہے۔

صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب کے نام کھلی چٹھی

اخی المکرم صاحبزادہ صاحب سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ اخبار "الفضل" مورخہ ۱۰ جون ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۲ پر آپ کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ آپ مدت سے جماعت لاہور کے ساتھ تھے۔ لیکن خان بہادر ولاور خاں صاحب کی پاک صحبت اور بار بار تبادلہ خیالات کی وجہ سے آپ کو کامل اطمینان ہوا ہے کہ خلیفہ صاحب قادیانی خلیفہ برحق ہیں۔ اس لئے آپ ان کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں۔

اس اعلان کے ساتھ منظوری بیعت کے متعلق اخبار میں کچھ نہیں لکھا۔ اور نہ ہی آپ کے خط میں ان وجوہات کے متعلق کچھ اعلان ہے۔ جو عرصہ دراز کے بعد آپ کے تبادلہ خیالات کا باعث ہوئے مجھے آپ سے ذاتی طور پر تعارف حاصل نہیں، اس لئے چونکہ آپ انجمن کے ملازم رہے ہیں۔ آپ کے متعلق ریکارڈ دفتر دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس میں آپ کا خط مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء میری نظر سے گزرا۔ جس کو دیکھکر میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ اس میں آپ نے جماعت قادیان کے کام کو "دجل و تلبیس۔ نمائشی اور بحث و مباحثہ سے فرار کرنے والے" ظاہر کیا ہے۔

آپ ۱۹۱۸ء سے انجمن کے رفیق کار اور مبلغ رہے ہیں ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۰ء تک ۲۲ سال کے عرصہ میں آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عقائد کی تبلیغ کی ہے اور قادیانیت کے استیصال میں قابل قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ جولائی ۱۹۴۰ء میں آپ نے اعلانیہ طور پر تبلیغ کا کام کرنے سے احتراز مناسب سمجھا اور خفیہ طور پر کام جاری رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اور اب تک خفیہ طور پر تنخواہ وصول کرتے رہے ہیں۔ جولائی میں آپ نے قادیانیت کے متعلق جن خیالات کا اپنے خط میں اظہار فرمایا ہے۔ ان کو دیکھتے ہوئے آپ کے یکلخت اس قدر تغیر عظیم کی کسی کو امید نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ گذشتہ ۲۲ سال کے مقابلہ میں جولائی ۱۹۴۰ء سے جون ۱۹۴۱ء کا عرصہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

پشاور سے جو خطوط آئے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے لڑکے کی شادی کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ اور آپ نے ۵۰۰ روپیہ قاضی محمد یوسف صاحب فندر کا قادیان سے قرضہ مانگا جو آپ کو مل گیا ہے۔ اگر برکات خلافت میں سے یہ روپیہ آپ کے ایمان میں تغیر کا باعث ہوا ہے۔ تو انجمن ہذا کو کوئی تعجب نہیں ہے۔ ورنہ آپ ازراہ کرم انجمن کو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں کہ وہ نادر و بیش قیمت وجوہات کیا ہیں جو آپ کو قادیان کی طرف کھینچنے کا باعث ہوئی ہیں۔ والسلام

نیازمند

(خان بہادر۔ میاں) محمد صادق

آنریری جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(نوٹ) اخبار الفضل کیلئے صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب کی بیعت پر بغلیں بجانا کچھ قابل تحسین معلوم نہیں ہوتا۔ جو شخص اٹھارہ سال احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا نمک کھا کر اب ان سے منحرف ہوتا ہے خدا نے چاہا۔ تو ان کے لئے بھی کبھی مفید ثابت نہ ہوگا۔

خواب[1]

جدید نفسیات کی روشنی میں

(از جناب شیخ محمد طفیل صاحب متعلم ایم۔ اے۔ احمدیہ ہوسٹل لاہور)

تجزیہ نفس (Psycho-Analysis) کی تحریک نے مغرب کے ہر شعبہ پر اپنا اثر کیا ہے اور جدید نفسیات کی روشنی میں سائنس، آرٹ اور مذہب کو بھی دیکھا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مغرب میں مذہب صرف عہد قدیم کے چند توہمات کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ موجودہ مقالہ جدید نفسیات کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور مقالہ نگار ہمارے دوست خدا کے فضل سے ان سعید نوجوانوں میں سے ہیں جن سے قوم کی توقعات وابستہ ہیں۔ خواب مبشرات میں سے ہے۔ اور اسے نبوت کا چالیسواں حصہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ مقالہ نگار نے جدید نفسیات کے نظریات سے اختلاف کرتے ہوئے ان کی خامیوں کو ظاہر کیا ہے۔ لیکن یہ بحث ابھی تشنہ ہے۔ رؤیائے صالحہ پر اگر اور زیادہ بحث کی جاتی تو بہتر ہوتا۔ اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کی کتب (براہین احمدیہ۔ حقیقۃ الوحی) امام غزالی اور ابن رشد سے بھی استفادہ کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر ابھی اور لکھنے کی ضرورت ہے۔ کیا حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ (ش۔ م۔ اختر)

مغربی فلاسفہ اور ماہرین نفسیات کی تحقیقات نے مذہب پر وہ ضرب کاری لگائی ہے جس نے حامیان مذہب کو اپنی مدافعت کے لئے فلسفہ اور سائنس کا سہارا لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ عیسائیت نے رفتہ رفتہ اپنے میں اس قدر تبدیلی پیدا کر لی کہ وہ اس نئی دنیا سے ایک قسم کا اتحاد کر سکتی ہے۔ ہندو مذہب نے بھی عصر حاضر کے تقاضاؤں سے خوف کھا کر اپنی تہذیب کے چہرے کو بدنمائی سے بچانے کیلئے مصنوعی زیبائش سے کام لیا۔ اور مسلمانوں کے عظیم الشان مفکر علامہ اقبال نے برگساں[2] کے اساسی تصورات پر خالص مذہبی عمارت استوار کرنے کی کوشش کی۔"

(معارف فروری [illegible])

اس فلسفہ اور سائنس کے سیلاب کی لہریں اسلامی عمارت کی بنیادوں سے بھی ٹکرا رہی ہیں۔ اس طوفان میں ہر ملاح نے اپنے اپنے سفینہ کو پار لگانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں نے اپنے ناخدا کی تلاش میں ایک مغنی کی طرف نظریں اٹھائیں۔ ابھی مذہب اس اچانک حملہ سے سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ جدید نفسیات کے دھندلکے نے اسے انسانی نظروں سے بالکل اوجھل کر دیا۔ اور فطرت سلیمہ کو تشکیک و شبہات کے لاکھوں پردوں سے ڈھانپ دیا گیا۔

ڈاکٹر فرائڈ[3] کا نظریہ خواب

احادیث میں خواب کو نبوت کا چھیالیسواں یا چالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اس عالم میں پہنچ کر انسان ما فوق الفطرت ہستی کے وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو انسانیت کو ان حقیقتوں سے روشناس کراتا ہے جو بظاہر نظام فکری سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتیں۔ یہ تجربہ انسان پر عالم بالا کے اسرار منکشف کرتا ہے اور تجربہ سے بڑھ کر حقیقت تک پہنچنے کا اور کون سا ذریعہ ہے۔ لیکن ڈاکٹر فرائڈ کی تحقیق کے مطابق ہمارے یہ خواب کسی دبی ہوئی خواہش کی تکمیل ہوتے ہیں۔ جو خواہشات بچپن میں یا زندگی کے کسی اور حصہ میں پوری نہیں ہوتیں۔ ان کی تکمیل کے اظہار کے لئے خواب مواد مہیا کرتی ہے۔ الہامی اور مابعد الطبیعاتی اصولوں کو چھوڑ کر یورپ کے فلاسفر خواب کی تشریح نفسیاتی اور عضوی طریق سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک خواب دراصل دماغی افکار اور نفسی رجحانات کا نتیجہ ہیں۔

تکمیل آرزو

ایک بچہ کی خواب میں ان خواہشات کی تکمیل واضح طور پر معلوم کی جا سکتی ہے۔ وہ خواب میں خوب پیٹ بھر کر مٹھائیاں کھاتا ہے اور اس طرح وہ اپنی اس حرص کو پورا کرتا ہے جو اسے دن کے وقت مٹھائی کا تھوڑا حصہ ملنے پر پیدا ہوئی تھی۔ سن بلوغت کے بعد خیالات کے ساتھ ساتھ خواب میں بھی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ جن اشیاء کے حصول کا تصور ہم دن کو نہیں کر سکتے وہ خواب میں بھی نقاب پوش ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ ماحول کی پیچیدگیاں زندگی کی مشکلات اپنی لاچاری اور پھر اس پر یہ خواہش کہ دنیا ہماری مرضی پر چلے۔ ہمیں اپنی بے معنی خواہشات کا خون کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ انسان مذہب، سوسائٹی، تمدن کی پابندیوں میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ ان سے آزاد ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس کے نتیجہ میں اس کی دبی ہوئی خواہشات اپنے اظہار کے مختلف ذرائع اختیار کر لیتی ہیں۔ یہی پابندیاں اور امیدیں ہم انسان کی زندگی پر حاوی رہتی ہیں اور جب وہ اس مادی عالم کی کشمکش سے تھک کر نیند کی گود میں پہنچ جاتا ہے۔ تو زندگی کا یہ رخ ایک تصوری حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ خواب میں ذہن شعوری احساسات سے ایک حد تک آزاد ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسانی زندگی کے وہ پہلو جنہیں شعور عالم بیداری میں تاریک گوشوں میں پھینک دیتا ہے۔ تلازم خیال سے بیدار ہو کر عالم خواب پر چھا جاتے ہیں اور ہم خواب شیریں کے مزے لیتے رہتے ہیں۔ کیونکہ خواب تکمیل خواہشات کا نام ہیں۔ اس لئے وہ ہمیں خوب گہری نیند سلانے میں مدد دیتے ہیں۔ ڈاکٹر فرائڈ نے اپنا ایک ایسا خواب بیان کیا ہے جسے وہ جب خواہش دیکھ سکتے تھے۔ سونے سے پہلے اگر وہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں، زیتون یا کوئی [illegible] سی ہوئی چیز کھا لیں تو نیند میں ان پر ہمیشہ پیاس کا غلبہ ہوتا اور وہ بیدار ہونے سے پہلے خواب میں خواہش کی تکمیل [illegible] سرد اور شیریں پانی پیتے ہیں۔

اسی طرح انہوں نے ایسے خوابوں کی تشریح بھی اسی نظریہ کے ماتحت کی ہے۔ جن میں ہم اپنے عزیزوں کو وفات شدہ دیکھتے ہیں۔ ایک شخص خواب میں اپنے کسی عزیز کی لاش دیکھتا ہے اگر وہ اس خواب پر غور کرے تو اسے معلوم ہو گا کہ اسے زندگی کے کسی حصہ میں اس عزیز کی موت کی خواہش پیدا ہوئی تھی جو بظاہر گو ذہن سے محو ہو گئی۔ لیکن "لاشعور" میں محفوظ رہی۔ یہی اصول ہمیں لاشعور (Unconscious) کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

باغی شاگرد

ڈاکٹر فرائڈ کے ایک باغی شاگرد الفرڈ ایڈلر (Alfred Adler) نے اس Unconscious [illegible] کی تردید کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شعور اور لاشعور آپس میں [illegible] متخالف ہیں۔ جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک ہی سمت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ان میں حد فاصل کی تمیز نہیں کی جا سکتی۔ خوابوں کے متعلق آپ کا خیال ہے کہ ان کے متعلق [illegible] اصول نہیں۔ ہم صرف ان کی جذباتی خاصیت ([illegible] Character) کی ہی تشریح کر سکتے ہیں۔ اس [illegible] انہوں نے ایک دلچسپ بات بیان فرمائی ہے کہ خواب [illegible]

---

[1] یہ مضمون حلقہ ارباب ذوق لاہور میں زیر صدارت جناب پنڈت ہری چند اختر ایم۔ اے پڑھا گیا۔

[2] برگساں عہد حاضر کا مشہور فرانسیسی فلسفی تھا۔ اس کے فلسفہ کا مرکزی تصور "تغیر" ہے اس کے نزدیک حیات ایک مسلسل حرکت ہے قوت حیات تغیرات کا مجموعہ ہے جو ارتقائے عمل میں نمودار پذیر ہے (لیکن ارتقا کی غرض و غایت کیا ہے اور کیوں عمل پذیر ہے۔ اس پر برگساں خاموش ہے) کائنات ہر لحظہ متغیر ہے۔ جس کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ کوئی انتہا۔ نہ تکمیل نہ مقصد نہ ارادہ۔ کائنات ایک مرکز سے مسلسل نکلتے رہنے کا نام ہے۔ روح بھی صرف ایک حرکت ہے۔ اور برگساں کیلئے خدا بھی صرف عمل ہے۔ لیکن اسے اس عمل کا شعور نہیں۔

برگساں کائنات کی پیچیدگیوں کو عقل سے نہیں۔ وجدان سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن برگساں عقل کو بالکل بیکار نہیں سمجھتا۔ (گو اس کی ابتدائی تحریرات میں اس نظریہ کی مخالفت پائی جاتی ہے) لیکن عقل کائنات کے سمجھنے میں مکمل رہنمائی نہیں کر سکتی۔ عقل کسی شے کو اجزا میں تقسیم کر کے سمجھنا چاہتی ہے۔ اور وجدان اس تک بطور کل پہنچتا ہے۔ اسی بنا پر برگساں کو مغرب کا صوفی فلاسفر کہا جاتا ہے۔ کسی شاعر کے شعر کو سن کر اس کی ذہنی کیفیت سے ہمدردی پیدا ہو جانے کو برگساں وجدان کہتا ہے جس سے ہم پر بھی وہی کیفیت طاری ہو جائے۔ جس کا تجربہ شاعر کو ہو چکا ہے۔ وجدان ایک ایسی ذہنی ہمدردی ہے۔ جو انسان کو کسی شے کی حقیقت تک پہنچنے میں مدد دیتا تھا۔ لیکن ایک مذہبی آدمی کے تصوف سے اسے کوئی نسبت نہیں۔ برگساں کا فلسفہ مذہب کی صرف اس حد تک حمایت کرتا ہے کہ اس میں مادیت کا بطلان پایا جاتا ہے۔

[3] ڈاکٹر فرائڈ (Sigmund Freud) نفسیات میں ایک مستقل مذہب کے بانی ہیں۔ آپ وائنا آسٹریا کے رہنے والے تھے مگر آپ کے آخری خیالات میں جدت پائی جاتی ہے لیکن [illegible] تحلیل نفسی (Psycho-analysis) [illegible] پر مبنی ہے۔ جنگ کے ابتدا میں آپ کو جرمنی [illegible] بعد جلا وطن کر دیا گیا۔ لندن میں پناہ [illegible] ہو گیا۔ ڈاکٹر فرائڈ کے خیالات کی [illegible] مقبولیت [illegible] اس سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن ہم ان کے زمانے سے اس قدر [illegible] کہ ان کی صحیح پوزیشن کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ وقت [illegible] کے محاسن و معائب کو ظاہر کر دے گا۔

سہارا دیتے ہیں۔ یہ کیفیت ہیں ان سے امتناع و تدارک کیلئے سہولتیں مہیا کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ واقعی وہ خواب دیکھ رہا ہے اور وہ اس امر کو ذہن نشین کرلے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے تو وہ خواب دیکھنا بند کر دیگا۔ ڈاکٹر آڈلر کا اپنا بیان ہے کہ جب سے ان پر یہ حقیقت عیاں ہوئی انہوں نے کوئی خواب نہیں دیکھا ذاتی تجربہ کی بنا پر ہمیں اس بات کو قبول کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ خواب میں اگر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ہم خواب دیکھ رہے ہیں اور پھر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نہیں یہ خواب نہیں اور یہ تمام شکوک خواب ہی کے دوران میں پیدا ہوتے اور مٹ جاتے ہیں۔ ممکن ہے یہ احساس پیدا ہونے پر کہ یہ خواب ہے ہم چونک اٹھیں۔ لیکن جب نیند کا غلبہ اس احساس کو اپنی اصلی صورت میں ذہن تک نہ پہنچائے تو پھر ہم کس طرح خواب کا تدارک کر سکتے ہیں (ڈاکٹر آڈلر نے اپنے خیالات کی بنیاد انفرادی فلسفہ نفسیات (Individual Psychology) پر رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے احساس کمتری (Inferiority Complex) اور احساس برتری (Superiority Complex) والے نظریات خاص شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

بہرحال ڈاکٹر فرائڈ کا خیال ہے کہ "خواب لاشعور تک پہنچنے کیلئے شاہراہ ہے۔" خواہشات لاشعور میں پرورش پاتی رہتی ہیں۔ ان کا اظہار مختلف صورتوں میں خواب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ تشریحات خواب کے سلسلہ میں یہ سمجھنا غلط ہے کہ ہر خواب جنسی خواہشات کی تکمیل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ہاں اکثر خواب واقعی اس زمرے میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔ ایک مثلث مثلاً ناخوردہ طعام کا خواب، دیکھنا ڈاکٹر فرائڈ کے نزدیک دبی ہوئی جنسی خواہشات کا مظاہرہ ہوگا۔

تشریح خواب درحقیقت ایک شخص کی موجودہ ذہنی کشمکش اور عرصہ ماضی کے دبے ہوئے جذبات پر خوب روشنی ڈالتی ہے۔ دبے ہوئے جذبات رواں خیالات سے ایک نفسیاتی ربط قائم رکھتے ہیں۔

لاشعور اور خواب

"لاشعور" بالطبع کار شعور سے مختلف ہے۔ لاشعور میں وقت کا شعور نہیں ہوتا۔ ہاں اور نہیں کی بھی گنجائش نہیں۔ نہ ہی لاشعور الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے اس کے قائم کردہ تصورات رمز و کنایہ میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس میں قوت فیصلہ کو بھی دخل نہیں۔ بلکہ یہ بے شمار خواہشات کا مجموعہ ہوتا ہے اور یہ صرف ایک اصول کا پابند ہے مسرت و انبساط کا طالب اور زحمت سے بچایا جاتا ہے۔ وہ اصلیت ہے جو اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔

لاشعور چونکہ خواب میں شعور کی بندشوں سے کسی حد تک آزاد ہوتا ہے۔ اس لئے ایک شخص کی فطرت کا مطالعہ کرنے کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتی ہیں اور اس کی چھپی ہوئی خواہشات منظر عام پر آتی ہیں۔ اگر یہی خواہشات حد سے تجاوز کر جائیں تو انسان ذہنی عوارض بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ نے کتنے پاگلوں کو دیکھا ہوگا۔ جو اپنے آپ کو بادشاہ وقت بتلاتے ہیں اور یہ ان کی حالت میں توازن نہ رہنے کی وجہ ہے۔ ایک فساد اعصاب کا ایک عام شخص سے صرف اس حالت میں مختلف ہے کہ اس کے پاس مقابلتاً مدافعانہ قوت کم ہے —— ایسی مدافعانہ شعور جذبات اور لاشعور کے خلاف استعمال کر سکتا ہے ڈاکٹر فرائڈ نے تحقیقات شروع کیں تو دوسرے سائنسدانوں کا خیال تھا کہ خواب کا باعث بیرونی شور و غل اور ہنگامہ ہوتا ہے

لیکن ڈاکٹر کا نظریہ اس کے متضاد ہے۔ ان کے نزدیک خواب کا آغاز بے شک ذہنی یا جسمانی، خارجی یا داخلی محرک سے ہوتا ہے لیکن اس تحریک پر اگر قابو نہ پایا جائے۔ تو سونے والا چونک اٹھتا ہے۔ چکی کی مسلسل گھر گھر میں ہم خوب گہری نیند سو سکتے ہیں۔ لیکن اگر دھماکے سے کوئی شے نزدیک ہی پھٹ جائے تو ہم چونک اٹھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس دھماکے کے ساتھ ہمارا ذہن کوئی اتحاد پیدا نہ کر سکا چونکہ چکی کی آواز کے ساتھ ہمارے ذہن نے ایک مناسب یا موزوں مطابقت پیدا کر لی تھی۔ اس لئے ہم میٹھی نیند کا لطف اٹھاتے رہے اور اس ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ ہمارے دبے ہوئے جذبات سوئی ہوئی تمنائیں اور نہ معلوم کون کون سی حسرتیں بھی موافقت اختیار کر گئیں۔ ڈاکٹر فرائڈ اسے خواب کا مواد مخفی (Latent Content) قرار دیا ہے۔ چونکہ لاشعوری خواہشات اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ہم نیند میں بھی ان کے اظہار سے ہچکچاتے ہیں اس لئے وہ بدلی ہوئی صورتوں میں پیش ہوتی ہیں۔ اس نتیجہ کو ڈاکٹر فرائڈ نے خواب کا مواد مبینہ (manifest Content) کہا ہے۔

مسخ شدہ خواب

خواب کی اس مسخ شدہ صورت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اختصار (Condensation) انتقال (Displacement) اور اشاریت (Symbolism) اختصار سے مراد یہ ہے کہ دو یا زیادہ مختلف شخصوں کا یا مختلف مقامات اور واقعات کا ایک ہی تصویر میں پیش ہونا اور خواب میں منتشر خیالات میں ایک ربط قائم ہونا۔ انتقال سے مراد یہ ہے کہ معنی خیز واقعات مشہور و معروف مقامات اور ممتاز ہستیوں کو پس پشت ڈال کر ذہن غیر ضروری امور کو نمایاں کر دیتا ہے۔ اشاریت میں اکثر کنایہ جنسی ہوتے ہیں۔ ایک تو نیند ہی میں خواب مسخ ہو جاتے ہیں اور پھر رہی سہی صورت عالم بیداری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

رؤیا صالحہ

یہ اصول ان خوابوں کی ماہیت پر روشنی ڈالتا ہے جو بعض اوقات بعینہٖ پورے ہو جاتے ہیں۔ یا جن کو ہمارا ذہن آنے والے واقعات کی پیشگوئی سمجھ لیتا ہے۔ ایک مسخ شدہ خواب کو ہمارا ذہن کسی معمولی واقعہ میں ذرا سی بھی موافقت پانے پر اپنی ماہیت میں سچا ثابت کر دیتا ہے۔ حالانکہ خواب کا اکثر حصہ جیسا کہ ابھی بتایا جا چکا ہے یا تو بھول جاتا ہے یا نیند میں ہی مسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن خوش اعتقاد لوگ بہت جلد دھوکا کھا جاتے ہیں اور وہ اس کو معنی خیز سمجھ کر اس کے پورا ہونے کے منتظر رہتے ہیں اور ان کا نفس ان کی تسکین کے لئے اکثر اوقات ایسے واقعات ان کے سامنے پیش بھی کر دیتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اپنے نفسیاتی رجحانات کی بنا پر خواب دیکھا۔ یہ رجحانات ان کو واقعاتی دنیا میں بھی ایسے خواب کی حقیقی تشکیل میں مدد پہنچاتے ہیں۔ اور یہیں پہنچ کر سادہ دل لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے کہ ان کی خوابوں میں کسی غیر انسانی قوت کی کارفرمائی بھی ہے۔ اگر ان خوابوں کی تشریح کے متعلق پوچھا جائے جو انبیاء اور اولیاء دیکھتے ہیں اور وہ اسی طرح بار یک مخصوص تعبیر کے ساتھ پوری ہوتی ہے۔ تو اس کے متعلق ڈاکٹر فرائڈ کے حامی یہی کہہ سکتے کہ ان کی تحلیل نفسی کرنے کیلئے ایک زبردست ماہر نفسیات کی ضرورت ہے۔ جو ان کی زندگی اور خیالات کے نشیب و فراز سے کما حقہ واقف ہو۔

جو قومیں خواب کو علم سماوی کا ایک جزو سمجھتی ہیں۔ ان کے طریقہ تعبیر خواب کو ڈاکٹر فرائڈ نے [illegible] (Method) کہہ کر رد کر دیا ہے۔ یا انہوں نے اپنی کتاب تعبیرات خواب کے پہلے دو ابواب میں ایسے خوابوں پر ایک سرسری نظر ڈالی ہے۔ جو بالکل اسی طرح پوری ہوئیں جس طرح دیکھی گئیں۔ یا اپنے دامن میں آنے والے واقعات پنہاں رکھتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

قبولیت دعا کے متعلق مکتوب

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں مشکور ہونگا اگر آپ مندرجہ ذیل مضمون اپنے اخبار گوہر بار میں شائع کر دیں۔ ممکن ہے اس کا مطالعہ قارئین کرام کیلئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔ آجکل چودھری محمد اسماعیل صاحب پنشنر ای۔ اے۔ سی نے حضرت مسیح موعود کی اجابت دعا کا سلسلہ مضامین اخبار پیغام صلح میں شروع کر رکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں میں حضرت ممدوح کے ایک خادم کی اجابت دعا کا ایک تازہ واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوگا کہ نہ صرف خود حضرت اقدس کو ہی اس سے حصہ وافر ملا تھا بلکہ ان کے خدام بھی ان کے فیضان سے بڑی حد تک مستفیض ہوئے۔ سید اسد اللہ شاہ صاحب پنشنر قانونگو جو آجکل بمقام لدھیانہ قیام پذیر ہیں حضرت کے اولیں خدام میں سے ہیں اوائل ایام میں حضرت مسیح موعود کے خدام کو دلی محبت اور روحانی لگاؤ ہوا کرتا تھا۔ شاہ صاحب پنڈی گھیب میں تعینات تھے۔ میرے خسر قبلہ حکیم شاہ نواز صاحب مرحوم و مغفور کو آپ سے ایک گہرا روحانی تعلق تھا۔ جو احباب جماعت حضرت حکیم صاحب مرحوم کے تبحر علمی اور غیر مقلدانہ مزاج سے واقف ہیں۔ وہ شاہ صاحب کے علو مرتبت اور عرفان کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ حکیم صاحب قبلہ کے دل میں ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔ شروع شروع میں حکیم صاحب کے ہاں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اس لئے آج سے تقریباً پینتیس سال قبل حضرت شاہ صاحب سے اولاد نرینہ کی استدعا کی گئی۔ چنانچہ شاہ صاحب نے قبل از وقت اللہ تعالیٰ سے علم پا کر لڑکے کی بشارت دی۔ ادھر حضرت امام ہمام سے بھی درخواست دعا کی گئی۔ انہوں نے بھی لڑکے کی بشارت دی اور غلام قادر نام تجویز فرمایا۔

خاکسار راقم الحروف کے بھی اب تک صرف لڑکیاں تھیں اور اولاد نرینہ نہ تھی۔ میری خوشدامن یعنی اہلیہ صاحبہ حکیم صاحب موصوف اکثر شاہ صاحب موصوف کا ذکر اس انداز سے فرمایا کرتیں۔ کہ گویا شاہ صاحب اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے ہیں ورنہ ان سے لڑکے کیلئے دعا کی درخواست کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا اور امسال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مجھے اتفاقیہ طور پر شاہ صاحب قبلہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور میں نے ان کی خدمت عالیہ میں اپنی دیرینہ آرزو کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی رات شاہ صاحب نے بارگاہ ایزد تعالیٰ میں دعا کی اور رات کو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر علی الصبح بعد از نماز فجر مجھے لڑکے کی بشارت دی۔ جس کا نام انہوں نے سعید اللہ تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بات پوری کر دکھائی اور ۲۵ مئی کو میرے گھر میں لڑکا تولد ہوا۔ اس واقعہ سے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ایمان تازہ ہوا اور شاہ صاحب کے قرب و عرفان الٰہی پر یقین واثق۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ عزیز کیلئے دعا فرمائیں کہ وہ نیک اور خادم دین ہو اور ہمارے لئے موجب رحمت و برکت ہو۔ والسلام۔

خاکسار الٰہی بخش انسپکٹر زراعت۔ کوہ مری

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائلپور کے ماہوار جلسہ کی کاروائی

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی ماہوار میٹنگ بروز اتوار مؤرخہ ۱۵ جون سنہ ۴۸ء شام کو چھ بجے زیر صدارت عالیجناب شیخ میاں شریف احمد صاحب بمقام ایم۔ بی فیکٹری ایریا سکول منعقد ہوئی۔ میٹنگ کا افتتاح بندہ نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ اس کے بعد احمد حسین صاحب نے ایک مختصر نعت پڑھ کر سنائی سیکرٹری کی رپورٹ کے بعد حمید احمد صاحب ذوالفقار نے "حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر اعتراضات اور ان کا جواب" کے موضوع پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے بہت سے اعتراضوں کا جواب دیا۔ تقریر کافی مقبول ہوئی۔ مقرر نے حدیث کی رو سے ثابت کیا کہ ہر سو سال کے بعد مجدد کا آنا ضروری ہے اور اس حدیث کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس زمانے میں اسلام کی ترقی کی راہ میں حیات مسیح کا عقیدہ حائل تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو غلط ثابت کر کے اسلامی دنیا پر ایک احسان کیا۔ جو عیسائیت کیلئے ضرب کاری ثابت ہوئی۔ اس کے بعد مقرر نے بتلایا کہ جماعت احمدیہ کوئی الگ فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کی حفاظت کیلئے ایک فوج ہے اور اس کی مدد کرنا اسلام کو تقویت پہنچانا ہے۔ آخر پر انہوں نے تمام غیر احمدی بھائیوں سے درخواست کی کہ وہ اپنے مولویوں کے پاس جائیں اور ان سے پوچھیں کہ کیا وفات مسیح کے بارے قرآنی آیات جو انہوں نے پیش کی ہیں۔ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کی گواہی نہیں دیتیں؟ پھر کیوں مولوی صاحبان ان کو بالائے طاق رکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو جماعت احمدیہ میں شمولیت کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ایک جیتا جاگتا کر میدان عمل میں اترنا چاہئے تاکہ کامیابی ہمارے قدم چومے۔

اس کے بعد ہمارے ایک ننھے دوست نسیم فیروز نے جو جماعت چہارم کے طالب علم ہیں ترنم سے ایک نعت پڑھی ازاں بعد محمد حسین صاحب احقر نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حاضرین کو تلقین کی کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے اخلاق کو بلند کریں۔ پانچ وقت نماز کے عادی ہوں۔ کیونکہ نماز ہی ہمیں صحیح لفظوں میں مسلمان بنا سکتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اور لوگوں کو مجبور کریں کہ وہ بھی مسجدوں میں جائیں۔ نماز پڑھیں اور دعا کریں کہ اسلام کی فتح ہو۔

اس کے بعد بندہ کا لیکچر تھا۔ جس میں بتلایا گیا کہ اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے مسلمانوں کی فراخدلی یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کے رشی منی اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کسی کو بھی جھوٹا خیال نہیں کرتے۔ ایک ہندو اگر مسلمان ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کرشن یا رامچندر جی کو نہ مانے۔ بلکہ وہ ان کو بھی سچا مانے گا اور تمام دنیا کے پیغمبروں کو بھی سچا ماننے لگ جائیگا یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا کی قومیں اس نقطہ پر اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ آخر میں عرض کیا گیا کہ ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام پیغمبروں، رشیوں اور منیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں پیشگوئیاں کی ہیں اور اپنی اپنی قوم کو ہدایت کی ہے کہ وہ آپ پر ضرور ایمان لائیں۔ سب سے آخر میں چند ایک منٹ کیلئے خادم حسین صاحب کی خواہش پر صاحب صدر نے انہیں اپنے خیالات کے اظہار کی اجازت دی چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ایک انتظام قائم کرنا چاہئے۔ دنیا میں جتنی بھی مجالس ہیں ان کی انتظامیہ کمیٹی ہوتی ہے اس طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ ہماری ایسوسی ایشن کی بھی ایک انتظامیہ کمیٹی ہو۔ جو ان اجلاس کو کامیاب بنانے کیلئے کوشاں رہے ——— آخر میں صاحب صدر نے ایک بصیرت افروز خطبہ فرمایا جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج سے دو ماہ پہلے کی میٹنگ میں بھی شمولیت کی ہے اور آج بھی۔ لیکن میں ان دونوں جلسوں میں ایک نمایاں فرق دیکھتا ہوں۔ خطبہ کو ختم کرتے ہوئے تلقین فرمائی کہ آئندہ ہم لوگ جلسوں کو اس سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کریں ——— اس بات کا ذکر کرنا بھی بیجا نہیں ہوگا۔ کہ جناب میاں شریف احمد صاحب ایسوسی ایشن کے نہ صرف ایک سرگرم رکن ہیں۔ بلکہ ایسوسی ایشن کی روح رواں بھی ہیں اور جب سے آپ لائلپور میں تشریف لائے ہیں ایسوسی ایشن کے ہر معاملہ میں خاص دلچسپی لیتے ہیں اور اپنی فیاضی سے ایسوسی ایشن کی نہ صرف اخلاقی بلکہ مالی مدد بھی کرتے ہیں۔ ایسوسی ایشن صاحب موصوف کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ خداوند کریم ان کو اس سے بھی زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین

رشید احمد۔ احمدی
سیکرٹری

بہار رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کا قیام اور انتخاب

آج مؤرخہ ۳۱ مئی سنہ ۴۸ء کو بعد نماز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم کا ایک اجلاس خاص ہوا۔ جس میں نوجوان جماعت کی توجہ پھر آمدہ از مرکز در بارہ قیام ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی جانب مبذول کرائی گئی۔ اسی وقت تمام نوجوانوں کی فہرست مرتب کی گئی اور ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا۔ مندرجہ ذیل عہدہ داران کا انتخاب کیا گیا۔ نیز یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ریزولیوشن ہذا کی ایک نقل مرکز میں اطلاعاً بھیجی جائے۔

(۱) جناب چوہدری دوست محمد صاحب ایم۔ اے (آنرز) بی۔ ٹی۔ صدر
(۲) جناب بابو اصغر علی صاحب . . . . سیکرٹری
(۳) جناب بابو عطاء الرحمٰن صاحب بی۔ اے　　جائنٹ سیکرٹری
(۴) جناب بابو فضل حق صاحب عاجز　　فنانشل سیکرٹری

یہ چاروں اصحاب مجلس انتظامیہ کے ممبر بھی ہیں۔ ان کے علاوہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب، جناب بابو عبدالرحیم صاحب۔ جناب بابو محمد احسان صاحب اور جناب بابو فضل الرحمان صاحب بھی مجلس انتظامیہ کے ممبر منتخب ہوئے۔

مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے:۔

آج مؤرخہ ۱۵/۶/۴۸ کو بعد نماز مغرب مسجد احمدیہ شاخ لاہور میں ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس ہوا اور حسب ذیل امور طے پائے۔

(۱) ہر ماہ کی پہلی اور پندرھویں تاریخ کو ایسوسی ایشن ہذا کے باقاعدہ اجلاس بعد نماز مغرب مسجد ہذا میں ہوا کریں گے۔

(۲) ایک تختہ سیاہ (Black Board) ۲×۳ تیار کرا کے مسجد کے اندر آویزاں کیا جائے جس کے نصف حصہ پر آئندہ اجلاس کا پروگرام اور دوسرے نصف حصہ پر ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجدد زماں و مہدی دوراں لکھا کے طور پر درج ہوں گے۔ یہ تختہ سیاہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب نے بنا دینے کا وعدہ کیا ہے۔

(۳) اجلاس ہذا میں چوہدری دوست محمد صاحب ایم۔ اے (آنرز) صدر انجمن ہذا نے انجمن کے اغراض مقاصد اور وجہ قیام کے متعلق ایک مختصر تقریر کی۔

(۴) نیز یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے سیکرٹری صاحب کی خدمت میں عرض کی جائے کہ وہ آئندہ مجلس ہذا کے متعلق تمام خط و کتابت و ترسیل ٹریکٹ وغیرہ پتہ ذیل پر کیا کریں تاکہ کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

مرزا اصغر علی سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم
متصل مسجد قصاباں۔ جہلم

اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوشد
شما را نیز واللہ رتبت و عزت شود پیدا

دھلی میں تبلیغی مصروفیات
جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب کی شمولیت جماعت

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مبلغ اسلام مولوی فاضل۔ بی۔ اے)

علاوہ ہفتہ وار جلسوں کے جن کا ذکر اخبار میں ہو چکا ہے۔ معززین شہر سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے اردگرد کے مقامات مثلاً قرول باغ۔ تیمار پور۔ نئی دھلی۔ دریا گنج وغیرہ سے لوگ ملاقات کیلئے آتے ہیں۔ سلسلہ کے متعلق مبادلہ افکار کرتے ہیں اور تبلیغی لٹریچر بھی لے جاتے ہیں۔ محترم الحاج علی احمد صاحب انجنیر کی شمولیت سے غیر از جماعت مولویوں نے انہیں بہت سے مغالطوں میں ڈالنے کی کوشش کی مگر صاحب موصوف نے اب اس قدر اس تحریک کا مطالعہ کر لیا ہے۔ وہ مخالفین کی وسوسہ اندازی کا شکار نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح قادیانی اصحاب نے بھی انہیں مغالطوں میں پھنسانے کی کوشش کی مگر انہوں نے النبوۃ فی الاسلام وغیرہ کتب کے مطالعہ سے حقیقت کو سمجھ لیا ہے اور قادیانی اصحاب ان سے ختم نبوت پر گفتگو میں نہیں چل سکتے۔ ۱۰ جون کو راقم الحروف پلول پہنچا۔ جہاں جناب ڈاکٹر مہدی حسن

اور جناب شیخ محمد شفیع صاحب علوی کے ذریعہ مقامی اصحاب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ۳۰ / ا کو واپس آیا۔

جماعت میں اضافہ

انہی ایام میں محترم جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب میڈیکل پریکٹیشنر پیارڈ گنج جو عرصہ سے خلیفہ قادیان سے متنفر ہو چکے تھے۔ لیکن کچھ اصولی اختلافات کے باعث جماعت لاہور میں بھی شمولیت اختیار نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ کا خط ۱۵ جون کو حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ بھی جماعت میں شامل ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں دنیوی اور اخروی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔ اس وقت تک جماعت میں چھ افراد کا اضافہ ہو چکا ہے۔ جن میں پہلے شامل ہونے والے اصحاب کے اسماء گرامی کا اعلان اخبار میں ہو چکا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ یہ سلسلہ دن بدن ترقی پذیر ہو۔ دہلی میں چندہ ماہوار کی وصولی کے لئے علقوں کی تقسیم کر دی گئی ہے۔ فنانشل سیکرٹری مکرم جناب ڈاکٹر محمود علی صاحب ہیں۔ ہمارے جنرل سیکرٹری مکرم شیخ عبدالحق صاحب ان کی معیت میں اس دینی خدمت کا انصرام فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ریویو
رسالہ "حور" لاہور

خواتین کا یہ ماہانہ رسالہ ایک عرصہ سے محترمہ امۃ اللہ صاحبہ کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ مشہور مضمون نگار خواتین اور اصحاب کے نام اس کے مضامین میں ہیں۔ بلند پایہ علمی، ادبی، اخلاقی، مذہبی مضامین کے ضامن ہیں۔ قریباً قریباً تمام مضامین میں خواتین کی اصلاح کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ گھریلو زندگی کی تربیت اور صنعتی تعلیم مثلاً کشیدہ کاری، سلائی کٹائی وغیرہ پر بھی جدید قسم کی معلومات اور بہترین ہدایات فراہم کی جاتی ہیں۔ جو کہ موجودہ وقت میں بچیوں کے لئے ایک اہم ضرورت ہے۔ پیش نظر اس کا ایک خاص نمبر ہے جو کہ دستکاری نمبر کے نام سے موسوم ہے۔ اس نمبر کو محترمہ امۃ اللہ صاحبہ اور ملک بھر کی مشہور دستکار بہنوں نے بہت ہی دلچسپ اور کارآمد بنایا ہے۔ متعدد قسم کے دلفریب ڈیزائنوں کے علاوہ دستکاری کی مختلف قسموں، مثلاً نٹنگ، کٹنگ، پینٹنگ، کشیدی کام، اونی دستکاری، سلائی کی مشین کی دستکاری وغیرہ پر بہترین ہدایات اور مفصل ترکیبیں دی گئی ہیں۔ ہماری رائے میں خواتین کیلئے "حور" ایک بہترین قسم کا رسالہ ہے۔ قیمت سالانہ چار روپے

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ "حور" الہ یار سٹریٹ برانڈرتھ روڈ لاہور

ضرورت

ایک احمدی کلرک کی ضرورت ہے جو انگریزی میں خط و کتابت کرنے کے علاوہ ٹائپ بھی جانتا ہو۔ تجارتی کاروبار کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائیگی۔ درخواستیں اپنے قلم سے انگریزی میں تحریر کر کے مقامی جماعت کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ کی تصدیق سے ذیل کے پتہ پر بھیجی جاویں۔ اگر بالمشافہ گفتگو کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو درخواست کنندہ کو اپنے خرچ پر لاہور آنا ہوگا۔

منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

رفتار عالم

—— لندن ۲۱ جون۔ ماسکو سے اطلاع ملی ہے کہ روسی سائنسدانوں نے سمرقند سے امیر تیمور کی قبر کھود کر نعش نکال لی ہے۔ نعش مومیائی کی وجہ سے بالکل صحیح و سلامت ہے۔ البتہ کھوپڑی کو کچھ نقصان پہنچا ہے۔ امیر تیمور سلطنت مغلیہ کے بانی تھے اور ان کی نعش ۶۰۰ سال کے بعد قبر سے نکلی ہے۔ سائنسدان تحقیق کر رہے ہیں۔ کہ ان میں کونسی خوبی تھی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے مشرقی زمین میں ہل چل مچا دی تھی۔ اور مشرقی سلطنتوں کے بہت بڑے حصے کو فتح کر لیا تھا۔ قبر سے ایک موٹا سا کپڑا بھی نکلا ہے۔ اور اگرچہ اس کے حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ مگر خیال کیا جاتا ہے کہ اس پر سونے کے تاروں سے قرآن شریف لکھا ہوا ہوگا۔ امیر تیمور کے دو لڑکوں کی نعشیں بھی مل گئی ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ امیر تیمور نے چودھویں صدی میں دنیا میں ہلچل مچا دی تھی۔ انہوں نے شام۔ ایران۔ قفقاز۔ ہندوستان اور ایشیائے کوچک کو فتح کر لیا تھا۔ ۶۷ برس کی عمر میں چین پر چڑھائی کر رہے تھے کہ راستے میں چند روز علیل رہ کر وفات پا گئے۔ ان کی نعش ان کی وصیت کے مطابق سمرقند میں دفن کی گئی تھی اور اب روسی سائنسدانوں نے ۶۰۰ سال کے بعد تحقیق کے لئے ان کی قبر کی طرف توجہ کی ہے

سائنسدانوں نے تحقیق کے بعد معلوم کر لیا ہے کہ وہ واقعی امیر تیمور کی نعش ہے کیونکہ ایک ٹانگ دوسری ٹانگ سے چھوٹی ہے اور تاریخ بھی ظاہر کر رہی ہے کہ امیر تیمور لنگڑے تھے۔

—— لندن ۲۱ جون۔ بیروت ریڈیو نے اعلان کر دیا ہے کہ وشی کی فوجوں نے دمشق خالی کر دیا ہے

—— اس ہفتے کی سب سے اہم خبر جرمنی کا روس پر حملہ ہے

—— لندن ۲۳ جون۔ روسی سرخ فوج کے ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ جرمنوں نے روس کے ایک مشہور شہر برسٹ پر قبضہ کر لیا ہے یہ شہر اہم تجارتی مرکز ہونے کے علاوہ روس کا مشہور جنکشن ہے

—— لندن ۲۴ جون۔ جرمنی کی طرف سے جنگ کی بہت کم خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ ابھی تک روس اور جرمنی کی بڑی فوجوں میں تصادم نہیں ہوا۔ جس وقت نازی فوج اور سرخ فوج کے بڑے دستے متصادم ہوں گے گھمسان کی لڑائی ہوگی۔ اس وقت تک جرمن فوجیں اپنے پروگرام کے مطابق آگے بڑھ رہی ہیں۔ اعلان میں اس امر کا بھی اظہار کیا جا رہا ہے کہ روسی طیاروں نے مشرقی پرشیا پر بمباری کی۔ مگر اس سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا

—— لندن ۲۴ جون۔ آج پھر جرمنی کی دور مار توپوں نے کئی ہفتوں کے بعد فرانس کے ساحل سے انگلستان پر بمباری کی۔ یہ فائر صبح سویرے شروع ہوئے اور کوئی آدھ گھنٹے تک جاری رہے۔ اس کے بعد برطانوی طیاروں نے جرمنی کی دور مار توپوں پر بمباری کی اور انہیں ٹھنڈا کر دیا

—— لندن ۲۴ جون۔ روسی طیاروں نے بحیرہ اسود کی مشہور رومانی بندرگاہ کانسٹانزا پر زبردست بمباری کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے دریائے ڈینیوب کے مشہور شہر گالاٹز پر بھی بم برسائے۔ ایک روسی طیارہ رومانیہ کے علاقہ میں گر گیا۔

لندن ۲۴ جون۔ برطانوی بحریہ کا ایک کمیونک مظہر ہے کہ وشی کے ایک تباہ کن جہاز کو غرق کر دیا گیا ہے۔ برطانوی آبدوز کشتیوں نے۔ نو ہزار ٹن کے ایک اطالوی جہاز اور اٹلی کے ایک جنگی سامان لیجانیوالے جہاز کو غرق کر دیا۔

—— لندن ۲۴ جون۔ ڈیلی میل کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ بحیرہ اسود میں روس کا زبردست بیڑا موجود ہے۔ روس کے پاس ۱۷۰ آبدوزیں ۳ جنگی جہاز ۲ کروزر اور ۵ تباہ کن جہاز ہیں

ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ روس میں ایک فوجی ٹریبونل قائم کر دیا گیا ہے اور اعلان کر دیا گیا ہے کہ جان بوجھ کر سرکاری چیزوں کو نقصان پہنچانے والے اشخاص کو موت کی سزا دی جائے گی۔

—— لندن ۲۴ جون۔ روسی ہائی کمان کی طرف سے دعوےٰ کیا گیا ہے کہ روسی فوج نے جرمنی کے ۳۰۰ ٹینک برباد کئے۔ علاوہ ازیں ۲۵ طیارے ٹھکانے لگائے۔ جنگ کے پہلے دو دنوں میں ۱۲۸ جرمن طیارے ضائع کئے گئے۔ ۵ ہزار جرمنی افسر اور سپاہی قید کر لئے گئے ہیں

—— لندن ۲۴ جون۔ انقرہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں نے یوکرینیا میں بھی حملے شروع کر دیئے ہیں۔ اس اطلاع کے مطابق روسی اپنا بچاؤ ہی نہیں کر رہے۔ بلکہ انہوں نے جارحانہ اقدامات بھی شروع کر دیئے ہیں۔

—— لندن ۲۴ جون۔ کل رات بھی برطانیہ پر معمولی فضائی سرگرمیاں ہوئیں اور نقصان بہت کم ہوا۔ ایک جرمن طیارہ برباد کر دیا گیا۔

—— انقرہ ۲۴ جون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ترکی جنگ روس و جرمنی میں غیر جانبدار رہے گا۔

—— نئی دہلی ۲۴ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ امسال حکومت ہند کو آسائز اور کسٹم کی آمدنی میں اپریل اور مئی کے مہینوں میں ۱۹۴۰ء کے مقابلہ میں پچاس لاکھ کا خسارہ ہوا ہے۔

—— لندن ۲۴ جون۔ معتبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے روسی سفیر سر سٹیفورڈ کرپس ماسکو واپس جا رہے ہیں۔

—— لندن ۲۴ جون۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ نے روس کے اس نظریہ کی تائید کرتے ہوئے اسے منظور کر لیا ہے کہ آئندہ جو فوجی تعاون کا زمانہ آنے والا ہے اس میں باہمی امداد جانبین کی طرف سے دی جائے گی۔

—— لندن ۲۴ جون۔ معتبر ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت ترکیہ نے برطانیہ کو اطلاع دی ہے کہ انگریزی ترکی معاہدہ بدستور قائم ہے۔ اور اس کی سرگرمیوں سے اسے پہلا درجہ حاصل ہے۔

—— شملہ ۲۲ جون۔ لندن سے جو بحری تار موصول ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشرقی قریب میں دشمن کے ۶۷ طیارے تباہ کئے گئے۔ بن غازی پر برطانوی طیاروں نے شدید حملے کئے جس سے کئی مقامات پر آگ لگ گئی۔

—— لندن ۲۴ جون۔ برطانوی فوج نے شام میں کسٹینہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب برطانوی فوج بیروت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آج برطانوی طیاروں نے ۲½ گھنٹے تک بیروت کے ہوائی اڈے پر زبردست بمباری کی۔

—— برلن ۲۴ جون۔ جرمن ہائی کمان کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ سرحد پر زبردست لڑائی ہو رہی ہے اور جرمن فوجیں بدستور روسی علاقے میں گھس رہی ہیں۔ ہائی کمان نے اعتراف کر لیا ہے کہ روسی بھی شدید مقابلہ کر رہے ہیں۔ جرمنی خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے کہ روسیوں اور جرمنوں میں سخت دست بدست لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ جن میں سینکڑوں روسی ہلاک ہو رہے ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر [illegible]

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی [illegible] کو شائع ہوتا ہے

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا [illegible]

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی ۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کے عقائد [illegible]

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ [illegible]
بعد کوئی نبی نہیں آئیگا [illegible]
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں [illegible]
۳۔ قرآن کریم کی کوئی [illegible]
منسوخ نہیں [illegible]
۴۔ سب صحابہ و [illegible]
سب مجددوں کا [illegible]
۵۔ اسلام تمام [illegible]

جلد ۲۹ لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۴۱ء نمبر [illegible]

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

عشقِ رسولؐ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہر تار و پودِ من بسرائد بعشق او
از خود تہی و از غم آں دلستاں پرم

من در حریم قدس چراغ صداقتم
دستش محافظ است زہر بادِ صرصرم

ہر دم فلک شہادتِ صدقم ہمی دہد
زینم کدام غم کہ زمیں گشت منکرم

واللہ کہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار
بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

ایں آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت
از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثرم

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

یارب بزاریم نظرے کن بلطف و فضل
جز دستِ رحمتِ تو دگر کیست یاورم

جانم فدا شود برہ دین مصطفےٰ
این است کامِ دل اگر آید میسرم

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں [illegible] خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب [illegible] تشریف لے آئے ہیں درس قرآن کریم کا سلسلہ [illegible]

—— ایک غیر از جماعت دوست محمد عبد اللہ صاحب [illegible] اپنی بہن صلاح و طبیب اغراض کیلئے دعا کے طالب [illegible]

—— چوہدری عبد الغفور صاحب بدوملہی اپنے [illegible] صاحب باجوہ کیلئے درخواست دعا کرتے ہیں۔ چوہدری [illegible] فوجی ملازمت کے سلسلہ میں بیرون ہند تشریف لے گئے [illegible]

—— شیخ عبد الحق صاحب منشی [illegible] بیمار ہے تکلیف زیادہ ہے جس کی وجہ [illegible]

اس کے علاوہ جماعت کے دو [illegible] یا کسی مصیبت میں ہیں درد دل سے دعا کی [illegible]

—— امسال مختلف امتحانوں میں ہمارے [illegible] ہوئے:۔

محمد احمد صاحب	ایم۔ اے
سعید احمد صاحب	بی۔ اے
مبارک مسعود صاحب	بی۔ اے
بشیر احمد صاحب	بی۔ اے
محمد یحییٰ صاحب	بی۔ اے
منظور احمد صاحب	ایف۔ اے

—— سعید احمد صاحب خلف الرشید [illegible] نے بی۔ اے میں کامیابی کی خوشی میں انجمن [illegible] عطیہ عطا فرمایا ہے۔

ہم سب دوستوں کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے [illegible]

احمدی خواتین کا دینی اجتماع

روئیداد جلسہ خواتین ۲۰ رجون ۱۹۴۱ء

احمدیہ ینگ ویمن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ ۲۰ رجون بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد احمدیہ مسجد کی گیلری میں ہوا۔ جلسہ کا افتتاح تلاوت قرآن کریم سے اہلیہ صاحبہ چودھری فضل حق نے کیا

بیگم صاحبہ حضرت امیر نے سب سے پہلے محترمہ بہن تاج بیگم صاحبہ ایم۔اے۔ ایم۔او۔ایل جو اس جلسہ کی خاص مقررہ تھیں ان کا سب سے تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ وہ ایک مخلص احمدی ہیں اور آجکل علیگڑھ کالج کی پروفیسر ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ بہن تاج بیگم صاحبہ جب تک لاہور میں رہیں۔ باقاعدہ جلسوں اور لیکچروں میں آیا کرتی تھیں اور ہر کام میں بڑے جوش اور خلوص سے حصہ لیا۔

زبیدہ و مسعودہ بیگم نے پہلے ایک نعت پڑھی

محترمہ بہن تاج بیگم نے اب اپنی تقریر شروع کی اور بتایا کہ آجکل تعلیم کا چرچا ہے اور امیر و غریب سبھی تعلیم دلواتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک فیشن ہو گیا ہے تو اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ میں تعلیم کے خلاف کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ بلکہ یہ ہے کہ ہمارا نصاب تعلیم ایسا نہ ہو۔ جو ہمیں صرف یونیورسٹی کی سندیں دلوا دے۔ بلکہ اس سے بہت بڑھ کر یہ کہ ہماری روحانی تربیت کا بھی اس میں بندوبست ہو۔ ہمارا نصاب تعلیم وہ ہونا چاہئے کہ جس نے آج سے چودہ سو سال پیشتر انسانیت کو جہالت اور پستی کی حالت سے نکال کر مسلمانوں کو خیر الامم کا خطاب دیا۔ محترمہ موصوفہ نے بتایا کہ قوم کو بنانے کی زیادہ تر ذمہ داری عورت پر ہے اور یہ تبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ لڑکیوں کو صحیح تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اس قابل بنایا جائے کہ وہ بچوں کی صحیح اسلامی طریق پر پرورش کر سکیں۔ فاضل مقررہ نے بتایا کہ عام مسلمانوں میں خدا تعالیٰ پر ایمان کا فقدان ہے اور ضمناً علیگڈھ میں اپنے دینیات کی کلاس لینے کا ذکر کیا کہ جہاں بی۔اے میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کو مذہب سے بہت کم واقفیت ہوتی ہے اور اس کی وجہ زیادہ تر ماؤں کی بے توجہی ہے جو لڑکیوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے آشنا نہیں کراتیں۔ دوسری بڑی ضرورت جو مسلمانوں میں ہے۔ وہ قربانی کا مادہ ہے کہ مسلمان کسی اچھے مقصد کے لئے قربانی نہیں کرتے۔ بلکہ مسلمانوں کے عام لیڈر صرف اپنی اغراض کو مدنظر رکھتے ہیں۔ محترمہ نے کہا کہ اشاعت اسلام کے راستے میں جو رکاوٹیں ہیں۔ ان کو ہم نے دور کرنا ہے اور یہ صرف ایمان کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہمارے دل میں مذہب کے لئے محبت ہو تو ہم یقیناً کامیاب ہو سکتے ہیں۔ محترمہ موصوفہ نے کہا کہ ہماری جماعت احمدیہ لاہور ہی وہ جماعت ہے جو مجدد اعظم کی پیدا کی ہوئی مجاہدوں کی جماعت ہے اور ہمیں چاہئے کہ ہم تمام مسلمانوں سے ملیں جلیں اور انہیں اپنے خیالات سے متاثر کریں اور بتائیں کہ احمدیت ہی عین اسلام ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ تعلیمیافتہ اور سمجھدار لوگ حضرت مرزا صاحب کی تعلیمات سن کر اس سے اچھا اثر نہ لیں۔ محترمہ نے کہا کہ بسا اوقات لوگ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں، تو میں اسے حضرت صاحب کی قوت قدسی کی وجہ سے سمجھتی ہوں اور جو کچھ بھی میں نے سیکھا ہے وہ اسی احمدیہ مسجد کی گیلری سے سیکھا ہے اور کہا کہ احمدی کہلانا ہی کافی نہیں بلکہ ہمیں اپنے فرائض سے بھی سبکدوش ہونا چاہئے

آخر پر بہن تاج بیگم صاحبہ نے کہا کہ میری عزیز بہنوں آپ ضرور تعلیم حاصل کریں اور یونیورسٹی کی تعلیم ہو۔ لیکن اسلامی سکولوں و کالجوں کو ترجیح دیں اور قرآن شریف ہماری تعلیم کا لازمی جزو ہو کہ اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز ہے۔ اور کہا کہ آپ خیر الامم کی پرورش کرنے والی ہیں۔ آپ کا کام ہے کہ قوم کی کھوئی ہوئی شان کو پھر لائیں۔

اس کے بعد بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ عزیزہ تاج بیگم نے جو کہا ہے بہت ٹھیک کہا ہے اور ہمیں اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ ہماری ایک ایسی جوشیلی بہن علیگڈھ میں ہیں۔ لڑکیوں کو نصیحت کی اور کہا کہ احمدی لڑکیوں کو اپنے آپ میں خاص امتیاز دکھانا چاہئے تا لوگ ان کے اخلاق سے متاثر ہوں اور ہمیں اپنے آپ کو احمدی کہلانے سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ بلکہ احمدیت تو مسلمانوں کو متحد کرنا چاہتی ہے کہ اس نے تمام فروعی اختلافات کو دور کر دیا۔ ہمارا نام احمدی نبی کریم صلعم کے نام احمد سے رکھا گیا ہے اور حضرت مرزا صاحب نے جو ہمیں تعلیم دی اس کا عام مسلمانوں پر بھی بہت اثر ہوا۔ اور اگر آج سے کچھ عرصہ پہلے ایک مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہلانے سے شرماتا تھا۔ تو آج حضرت صاحب کی تعلیم اور تبلیغ اسلام اور اسلام پر سے غیر مذاہب کے اعتراضات رد کر دینے سے اسلام کا وہ دلکش چہرہ نمایاں کر دیا ہے کہ آج مسلم اپنے دین اسلام پر فخر کر سکتا ہے اور یوں رسول کریم کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ میری امت میں سے ایک شخص کے ذریعہ سے ایمان ثریا پر پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر نے سفر کشمیر کے کچھ حالات بھی سنائے اور کہا کہ انہوں نے سرینگر میں حضرت عیسٰے کی قبر بھی دیکھی۔ کہ وہاں پتھر پر کھدی ہوئی ایک پرانی تحریر فارسی میں تھی جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ یوزآسف نبی کی قبر ہے۔

آخر پر بیگم صاحبہ نے کہا کہ اب سکولوں، کالجوں میں چھٹیاں ہونے والی ہیں۔ اس لئے سب لڑکیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی فرصت کے دنوں میں دستکاری نمائش کے لئے سلائی بنانی شروع کر دیں۔ تا سلائی وقت پر تیار ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں میں اپنی تمام بہنوں کو محترمہ مسز جمیل از نگینہ کا قابل تقلید عمل بتاتی ہوں کہ انہوں نے جلسہ سالانہ سے جانے کے ایک دو ماہ بعد ہی تحریر کیا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کے ہاں گئی ہوئی تھیں اور وہ وہاں سے اپنی بھتیجیوں وغیرہ سے دستکاری نمائش کے لئے سلائی بنوا کر بھیجیں گی۔ سو ہمیں بیگم صاحبہ کی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے ضرور اس پر عمل کرنا چاہئے کہ سلائی جو اخیر وقت پر رکھی جاتی ہے۔ وہ بسا اوقات ادھوری رہ جاتی ہے اور اچھی بھی نہیں بنتی [illegible]

اخیر پر نفیسہ بیگم ہمشیرہ ڈاکٹر محمد عبداللہ [illegible] مجدد اعظم میں سے دو نظموں سے حضرت صاحب کی نظمیں پڑھ کر سنائیں۔

خاکسار۔ سیکرٹری محمودہ عبداللہ

مکتوب بغداد

بغداد سے اپنی جماعت کے مخلص و سرگرم ممبر سید تصدق حسین صاحب قادری کا خط مورخہ ۱۴ ارجون کو آیا ہے جس میں وہ اپنے احباب جماعت کو اطلاع دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے حادثہ محاربہ میں جملہ احباب سلسلہ مقیمان عراق کو اپنے رحم و فضل سے بچا لیا اور محفوظ رکھا۔ احباب جماعت بغداد، کرکوک، خانقین، حبانیہ اور بصرہ کے تمام اخوان سلسلہ خیر و عافیت سے ہیں اور حضرت امیر اور یہاں کے احباب کی خیر و عافیت کے حالات کے منتظر ہیں۔

باجلاس خان محمد سرفراز خاں ایم ایس سی

ایل۔ایل۔بی سب جج بہادر لورالائی ڈویژن

بمقدمہ غلام نبی ولد غلام سرور ذات خوجہ پیشہ دکانداری سکنہ بازار فورٹ سنڈیمن۔ مدعی

بنام محمد یعقوب ولد حاجی لشکری ذات شیخ پیشہ قصابی ٹھیکیدار پوسٹ دانوں علاقہ وزیرستان مقیم ڈیرہ اسمٰعیل خاں مدعا علیہ

دعوےٰ۔ ۱۲ — ۸۲۸

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا۔ اس لئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ صدر بتاریخ ۲۳ رجولائی ۱۹۴۱ء بوقت ۸ بجے صبح اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو بموجب آرڈر ۹ قاعدہ ۶ مجموعہ ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۲۳ رجون ۱۹۴۱ء جاری ہوا

دستخط حاکم (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲/۱ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مہر سنگھ ولد جعفل ذات جٹ سکنہ بھنگواں تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مؤرخہ ۲۵ ۷/۴۱ مقرر کیا ہے لہٰذا بجائے مذکور یہ مہر سنگھ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مؤرخہ ۲۰ ۶/۴۱

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ گورداسپور

ضلع گورداسپور

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۴ر جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳۹

علم و حکمت کی اشاعت اسلام اور مسلمانوں کے ذریعہ سے

مجدد وقت کا پیغام۔ قرآن کا علم سیکھو اور اسے دوسروں تک پہنچاؤ

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ر مئی ۱۹۴۱ء۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا .... وقل رب زدنی علما (طٰہٰ رکوع ۶)

ازدیاد علم کی دعا

آخری الفاظ ان آیات کے ایک دعا پر مشتمل ہیں۔ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی ساری امت کو بھی سکھائی گئی ہے۔ رب زدنی علما دعا کرتے رہو۔ اور تمہارے دلوں کے اندر یہ تڑپ رہے کہ اے رب میرا علم زیادہ کر۔

تعلیم یافتہ مسلمانوں کی قرآن سے بے بسی

قرآن کو اگر ذرا غور و فکر سے پڑھا جائے۔ تو آجکل کی مادہ پرستی کی وجہ سے جو شکوک و شبہات دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا ازالہ خود قرآن کے پڑھنے سے ہی ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے تو یہی ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کو پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی طرف توجہ نہیں رہی ہے۔ مسلمانوں سے مراد وہ حصہ قوم کا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم دیا ہے اور کچھ حصہ علم کا عطا کیا گیا ہے۔ وہ ہمارے نوجوان جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ اور پھر دنیا میں اپنے اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ وہ قرآن کی تعلیم سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔ عوام میں شاید اس حد تک قرآن کی طرف توجہ کم ہے کہ اگر سمجھ کر نہیں تو تلاوت کے طور پر ہی ثواب کے لئے ہی کچھ نہ کچھ قرآن کا حصہ روزانہ پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سے یہ خیال نکلتا جا رہا ہے کہ قرآن کو بھی کسی وقت پڑھا جائے

علم دین سے دلوں کی اصلاح

رب زدنی علما میں علم تو ہر قسم کا آجاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہاں بالخصوص قرآن کے ہی علم کا ذکر ہے۔ کیونکہ لوگوں کی اصلاح اسی علم سے ہو سکتی ہے۔ کوئی اور علم، علم دین کے سوا ایسے نہیں جس کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں کی اصلاح ہو سکے۔

امی اور ازدیاد علم کی دعا

دعائیں اور بھی بہت سی قرآن کریم میں مذکور ہیں اور اگر ہر ایک کو غور سے دیکھا جائے تو ان دعاؤں کا عملی رنگ اللہ تعالیٰ نے ظاہر بھی فرما دیا ہے۔ اسی دعا کو لے لیجئے۔ رب زدنی علما۔ آپ جانتے ہیں یہ دعا کس ملک میں کس پر نازل ہوئی۔ ایک امی ملک جہاں کوئی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ فلسفہ اور حکمت کا وہاں نام تک نہیں۔ ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے۔ اس ملک میں ایک امی پر جو خود بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا یہ آیت نازل ہوتی ہے جس میں علم کی زیادتی کی دعا سکھائی گئی۔ اور یہی نہیں اس تمام وحی میں جو آپ پر نازل ہوئی اس قدر علم پر زور دیا ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ایک امی کو علم سے کیا واسطہ کہ اسے اس کے دل کا خیال سمجھا جائے

علوم کا انکشاف محمد رسول اللہ صلعم پر

سب سے پہلی وحی جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی۔ یہ ارشاد ہوتا ہے اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم اگر کوئی صاحب علم ہوتا اور اس کو یہ وحی ہوتی الذی علم بالقلم تو چنداں تعجب کی بات نہ تھی۔ لیکن ایک ان پڑھ پر یہ انکشاف کہ قلم کے ذریعہ سے علوم سکھائے گئے۔ قابل غور ہے۔ اور پھر یہاں فرماتا ہے کہ دعا کر رب زدنی علما۔ اے رب میرے علم کو بڑھاتا چلا جا۔ یہ صرف لفظی بات نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے دل کی تڑپ بھی یہی ہے

تاریک زمانوں میں علم کی روشنی محمد رسول اللہ صلعم سے

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے علم کو یہاں تک بڑھایا کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھی پیدا نہ ہوتے تو دنیا میں آج تاریکی کا دور دورہ ہوتا۔ اس زمانہ میں جب یورپ میں ظلمت اور تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔ مسلمان مشعل علم لیکر یورپ میں گئے اور تمام تاریکیوں کو دور کر کے علم کی روشنی پھیلا دی۔

علوم کی اشاعت مسلمانوں کے ذریعہ سے

یوں تو رب زدنی علما ایک تین لفظوں کی دعا ہے لیکن اس دعا کا اثر کس قدر صدیوں پر اور کس قدر ملکوں پر پڑا۔ تاریخ کو اٹھا کر دیکھو تو اس قدر علم مسلمانوں کے ذریعہ سے پھیلا جو اور کسی قوم کے ذریعے سے نہیں پھیلا کسی قسم کا علم نہیں جس میں انہوں نے کمال نہ حاصل کیا ہو قرآن کریم میں علم و تدبر سے کام لینے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے۔ تمام قرآن بھرا پڑا ہے ان ہدایات سے کہ عقل سے کام لو۔ تدبر سے کام لو۔ یہ چیزیں ہیں۔ جن پر قرآن میں زور دیا گیا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ میں بھی یہ چیزیں اسی طرح لکھی چلی آ رہی ہیں۔ علم کی اہمیت مسلمانوں کے دلوں میں اس قدر تھی کہ اس کیلئے ہر قسم کے دکھ اٹھا کر، طویل طویل سفر کر کے، علم کی ایک ایک بات کیلئے سالہا سال خرچ کر کے انہوں نے اس کو ترقی دی۔

امام بخاری کی فقاہت

بخاری حدیث کی کتاب ہے۔ کبھی کوئی اس کی ابتدائی دو تین کتابوں کو دیکھ لے تو ان سے ہی امام بخاری کی فقاہت اس قدر زبردست نظر آتی ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ان کے دل اور دماغ کس قدر روشن تھے۔ اور باتوں کو چھوڑیئے کہ امام بخاری نے حدیث کو جمع کرنے میں کس قدر تحقیق و تدقیق سے کام لیا اور اس کیلئے کس قدر سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی ترتیب کتاب ہی حیرت ہوتی ہے۔ سب سے پہلی کتاب ہے۔ کیف کان بدء الوحی الی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسری کتاب ہے۔ کتاب الایمان۔ تیسری کتاب ہے کتاب العلم۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان وحی الٰہی سے

اب غور کیجئے کس قدر علم اس ترتیب میں نظر آتا ہے وحی کی ابتدا اس لئے کی کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان خدا کی وحی سے ہی پیدا ہوتا ہے کسی فلاسفر کی باتوں سے ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ نظام عالم پر غور کرنے سے بھی وہ ایمان پیدا نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دل کو یقین کامل سے بھر دے۔ بلکہ حقیقی ایمان اسی سے پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو دنیا پر ظاہر کرے اور اپنے برگزیدہ اور پاک دل بندوں سے خود کلام کرے۔ اس لئے امام بخاری نے اپنی کتاب کو شروع وحی سے کیا اور اس کے بعد فوراً کتاب الایمان لائے ہیں۔ کیونکہ وحی سے ہی ایمان پیدا ہوتا ہے

ایمان کے بعد علم کی اہمیت

کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو لائے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد علم ہی مسلمان کی سب سے بڑی دولت ہے۔ اور جس طرح ایمان سے ایک زبردست قوت انسان کے دل کے اندر پیدا ہوتی ہے اسی طرح علم سے بھی قوت پیدا ہوتی ہے۔

تعلیم بالغان کی بنیاد محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے

حدیثیں تو علم کی فضیلت پر بیشمار ہیں۔ دو تین حدیثوں کا میں اس وقت ذکر کرتا ہوں۔ یہ جو آج تعلیم بالغان پر زور دیا جا رہا ہے۔ اس کی بنیاد بھی اسلام نے رکھی۔ محمد رسول اللہ صلعم نے رکھی۔ ایک امی انسان نے جو امیوں میں پیدا ہوا۔ تحصیل علم اور تعلیم بالغان پر وہ زور دیا۔ جو آج قانونی پابندیوں کے باوجود نظر نہیں آتا۔ ایک حدیث میں ہے۔ تین آدمی ہیں جن کو دوہرا اجر ملتا ہے ایک ان میں سے وہ ہے۔ کانت عندہ امۃ ایک اس کی لونڈی ہے۔ جانتے ہو لونڈی کی حیثیت اس ملک میں اور اس سوسائٹی کے اندر جس میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے کیا تھی۔ اس زمانہ کے غلام جو تھے آجکل کے نوکروں کی طرح نہیں بلکہ وہ زرخرید جائداد تھے اور پست ترین حیثیت رکھتے تھے اور ان سے بھی پست حالت میں لونڈیاں تھیں تو فرمایا جس شخص کے پاس ایک لونڈی ہو۔ فادبھا فاحسن تادیبھا اس نے اس کی تربیت کی اور نہایت اعلیٰ درجہ کی تربیت کی۔ وعلمھا فاحسن تعلیمھا۔ پھر اس کو علم سکھایا اور اس کی تعلیم کو نہایت اعلیٰ درجہ پر پہنچایا۔ ثم اعتقھا فتزوجھا پھر اسے آزاد کیا اور اس سے نکاح کر لیا فلہ اجران اس کے لئے دوہرا اجر ہے

ذلیل سے ذلیل انسان کو بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچانے کی تعلیم

اس میں تعلیم یہ دی ہے کہ صحیح تربیت اور تعلیم سے ذلیل سے ذلیل انسان کو بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچایا جا سکتا ہے اس زمانہ میں تو مردوں میں بھی علم حاصل کرنے کا خیال موجود نہ تھا چہ جائیکہ ایک عورت اور عورت بھی لونڈی۔ فرمایا اسے بھی اچھی تعلیم و تربیت دے کر بلند مقام پر پہنچا دو

لازمی تعلیم کی بنیاد

کس قدر علم کی قدر ہے کہ لونڈیوں کو بھی تعلیم دینے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے کی تحریص دلائی ہو ...

تک یہی بحث چل رہی ہے کہ عورتوں آزاد اور اعلیٰ خاندان کی عورتوں کو تعلیم دلانا کہاں تک پسندیدہ ہے چہ جائیکہ لونڈیوں اور غلاموں اور نوکروں کو تعلیم دلانے کا کوئی خیال ہو۔ مگر رسول اللہ صلعم تو فرماتے ہیں کہ لونڈیوں اور غلاموں کو بھی تعلیم دلاؤ۔ یہ ہے

لازمی تعلیم کی بنیاد

یا عوام الناس کی تعلیم کی بنیاد۔ جب پست ترین طبقہ کو لے لیا تو اعلیٰ طبقہ کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہوئے کہ انہیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جائے۔ یہ تھا محمد رسول اللہ صلعم کا علمی جوش۔

حق کے لئے مال خرچ کرنیوالے پر رشک

ایک حدیث میں فرمایا لا حسد الا فی اثنین حسد کہتے ہیں کسی کی دولت اور مال یا رتبہ کا زوال چاہنا۔ لیکن ایک دوسرا لفظ ہے غبطہ یعنی رشک کہ دوسرے کی دولت مال علم اور رتبہ کو دیکھ کر خود بھی ویسا بننے کی خواہش کرنا۔ حسد تو کسی حالت میں بھی جائز نہیں رشک کرنا جائز ہے بلکہ اچھا ہے۔ لیکن فرمایا لا حسد الا فی اثنین حسد تو کسی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن دو باتوں میں رشک کرنا چاہئے۔ یہاں الا استثنائے منقطع ہے۔ فرمایا حسد تو جائز نہیں۔ ہاں دو چیزوں میں رشک کرو۔ رجل اتاہ اللہ المال۔ اس شخص پر رشک کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا۔ مگر نرا اسی بات پر رشک نہیں ہونا چاہئے کہ اس کو مال دیا گیا۔ یوں تو ایک بنئے کو بھی دیکھتے ہو کہ اس کے پاس مال ہوتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے خوب لوگوں کا خون چوستا ہے۔ یا ایک سرمایہ دار ہے جو اپنے سرمایہ کو مختلف ذرائع سے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ تو مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ کسی کے مال پر رشک نہ کرو سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دے کر اسے حق کے لئے خرچ کرنے کی قدرت بھی دی ہے۔ فسلطہ علیٰ ھلکتہ فی الحق۔ حق پر مال خرچ کرنے میں اسے تسلط ملا ہوا ہو۔ بہت سے مالدار ہیں کہ مال ان کا معبود بن جاتا ہے اور ان کی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے ایسے لوگوں پر رشک نہ کرو ہاں جس کو مال ملتا ہے اور وہ اسے ضرورت حقہ کے موقع پر خرچ بھی کر سکتا ہے۔ اس پر رشک کرو یعنی ایسا بننے کی کوشش کرو

صاحب علم پر رشک جو دوسروں کو علم سکھائے

دوسرا شخص جس پر رشک کرنے کا حکم دیا۔ وہ کون ہے فرمایا ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا۔ وہ شخص جس کو خدا نے علم دیا۔ وہ خود بھی اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم کو بھی لوگوں کو دیتا ہے۔ گویا بتایا کہ مال اور علم دونوں انسان کی فطرتی خواہشیں ہیں۔ ان دونوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے اور جن لوگوں کو یہ حاصل ہو ان پر رشک ہو۔ لیکن ضروری ہے کہ صاحب مال ہو تو قادر ہو اس کے خرچ کرنے پر اور صاحب علم ہو تو اسے دوسرے لوگوں کو بھی سکھائے۔

یہ دو باتیں تو قوم بنانے کیلئے بتائیں۔ قوم کی تعمیر کیلئے ان دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ مالدار بننے کی کوشش کرنا اور اس مال کو خدا کے رستہ میں خرچ کرنے پر قادر ہونا اور دوسرے علم حاصل کرنا اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا۔

علم کا جاتے رہنا قومی بربادی ہے

ایک اور حدیث میں یہ بھی بتایا ہے کہ جب علم نہ رہے تو قوم برباد ہو جائے گی۔ فرمایا ان من اشراط الساعۃ قبض العلم۔ ساعت کا لفظ قیامت پر بھی بولا جاتا ہے اور ایک قوم کی تباہی پر بھی تو بربادی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم جاتا رہے تو یا مسلمانوں کو سمجھایا تھا کہ جب تک علم کے حصول میں لگے رہو گے ترقی کرو گے اور جب جہالت آ جائے گی تو تباہ ہو جاؤ گے۔ یہ آج کل کا نقشہ ہے۔

حق کے مقابلہ میں کھڑے ہونیوالے پہاڑ

یہاں قرآن شریف کی آیات میں جو شروع میں میں نے پڑھی تھیں فرمایا ہے۔ ویسئلونک عن الجبال لوگ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ فقل ینسفھا ربی نسفاً کہہ میرا رب ان کو اڑا دے گا۔ یہاں ظاہری پہاڑوں کا اڑانا مراد معلوم نہیں ہوتا بلکہ ان لوگوں کا ذکر معلوم ہوتا ہے جو پیغام حق کے مقابلے میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے تھے تو سوال تھا کہ اتنے اتنے بڑے سرکش لوگ جو محمد رسول اللہ صلعم کی مخالفت پر کھڑے ہیں اور کلام الٰہی کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ ان کے مقابل پر کس طرح کامیابی ہوگی تو فرمایا کہ میرا رب ان کو صاف کر دے گا۔ اگلی آیت میں اس کو صاف کیا ہے۔ یومئذ یتبعون الداعی لا عوج لہ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا۔ اس دن وہ اس بلانے والے کی پیروی کریں گے جس میں ٹیڑھا پن کوئی نہیں وہ کون ہے جس میں ٹیڑھا پن نہیں۔ سورہ کہف میں فرمایا۔ الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتٰب ولم یجعل لہ عوجا۔ یہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں جن کے اندر کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ فرمایا کہ وہ اس کی پیروی کریں گے وخشعت الاصوات اور آوازیں پست ہو جائیں گی فلا تسمع الا ھمسا صرف ہلکی آواز سنائی دے گی۔

مقابلہ میں کھڑے ہونیوالے سب اڑا دیئے جائینگے

مطلب یہ ہے کہ یہ جو ان بڑے بڑے لوگوں کی طرف کہا جاتا ہے کہ ہم اس کو اڑا دیں گے اور نیست و نابود کر دیں گے۔ یہ سب آوازیں پست ہو جائیں گی۔ سورہ طٰہٰ ابتدائی زمانہ کی ہے۔ اس وقت بتایا ہے کہ یہ تمام بڑے بڑے مخالفین آخر درمیان سے ہٹ جائیں گے اور انہیں حق کے آگے جھک جانا پڑے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ وکذالک انزلنٰہ قرآناً عربیاً وصرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکرا ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور اس میں طرح طرح سے ڈرانے کی باتوں کو بیان کیا۔ تاکہ وہ تقوےٰ اختیار کریں۔

تقوےٰ سے شرف و عزت

یہی ایک چیز ہے جس سے کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے بدی کی راہ پر چلنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بدی کی سزا مل کر رہتی ہے۔ اس لئے اس سزا سے انہیں بار بار ڈرایا۔ تاکہ وہ بچ جائیں۔ او یحدث لھم ذکرا۔ بلکہ یہ ان کے لئے شرف اور مجد کا موجب ہوگا۔ وہ عرب جن کو کوئی جانتا بھی نہ تھا وہ دنیا میں ایک معزز قوم بن جائے گی اور بن گئی۔

قرآن ہی مسلمانوں کی کامیابی اور عزت کا موجب ہو سکتا ہے

اس لئے میں کہتا ہوں کہ قرآن کو پڑھنا اور اس طرح غور سے پڑھنا کہ اس کے مضامین کی سمجھ آ جائے اور اسے دنیا میں پہنچانا ہی تمہارے لئے عزت و شرف کا موجب ہوگا۔ یہ شکوک و شبہات جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سب اسی قرآن کے سامنے اس طرح اڑ جاتے ہیں جس طرح آندھی کے سامنے خس و خاشاک۔ لیکن جب سے مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑا ہے اس وقت سے گر گئے ہیں۔ آج عظیم بڑی بڑی درسگاہیں ہیں۔ وہاں سب قسم کے علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن قرآن نہیں پڑھایا جاتا۔

مجدد وقت کا علم قرآن

تو جب قرآن کو زندگیوں سے نکال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک مجدد کو کھڑا کر دیا جو اس زمانہ میں دوبارہ قرآن کا علم پھیلانے کیلئے آیا ہے۔ اس شخص نے دوبارہ قرآن کی عزت دنیا کے اندر قائم کی اور قرآن کا وہ زبردست علم خدا نے اس کو دیا کہ لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں۔ یہاں تک کہ مخالف سے مخالف بھی مانتے تھے اور مانتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا علم دیا ہے چنانچہ حضرت صاحب کی وفات کے موقع پر لوگوں نے محسوس کیا کہ ایک بہت بڑا عالم اور خادم اسلام دنیا سے اٹھ گیا۔

مجدد کی جماعت کا کام

لیکن آپ دنیا سے اٹھے تو اپنے پیچھے ایک کام کرنیوالی جماعت چھوڑ کر گئے۔ اور فرمایا کہ جو کام میری زندگی میں نہ ہوگا۔ وہ، وہ لوگ کریں گے جو مجھ سے ہیں اور میری شاخ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آج بھی ہمارے سامنے بڑے بڑے جبال ہیں جو اس خدائی کام میں رکاوٹ کا موجب ہیں۔ مگر خوب یاد رکھو کہ جس طرح وہ پہاڑ اڑ گئے۔ یہ بھی اڑ جائیں گے۔ تمہارا کام صرف سنا دینا ہے۔ گردنیں جھکانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تم اپنا کام کرتے جاؤ۔ خدا تعالیٰ ان تمام پہاڑوں کو اڑا دیگا۔

حصول علم دین کی تڑپ نہیں رہی

مگر آج مسلمانوں کے دلوں میں حصول علم کی اور بالخصوص علم دین کے حصول کی تڑپ نہیں رہی۔ ایک بزرگ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہم تم کو مفت دیتے ہیں۔ اور کبھی وہ وقت تھا کہ ایسی ایک ایک حدیث کیلئے دو دو مہینہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ میں بھی آج یہی کہتا ہوں کہ ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے علم دین حاصل کرنے کیلئے بڑی بڑی محنت اور مشقتیں برداشت کیں۔ اور آج اس مسجد میں مفت قرآن کا درس دیا جاتا ہے اور علم دین سکھایا جاتا ہے اور تمہیں اس کی قدر نہیں۔

مجدد وقت کی جماعت کس طرح کہلا سکتے ہو؟

خوب یاد رکھو جب تک تم اس کی قدر نہیں کرتے اور قرآن کے علم کو نہیں پڑھاتے۔ تمہارے بچے اور بچیاں قرآن کا علم نہیں سیکھتے اس وقت تک تم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ دنیا اسلام اور قرآن کے سامنے سر جھکائے گی اور ضرور جھکائے گی۔ مگر پہلے تمہارے سر جھکنے چاہئیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ جو لوگ باوجود ان سہولتوں کے قرآن کے علم کو حاصل نہیں کرتے انہوں نے اس کو پیٹھ کے پیچھے پھینک رکھا ہے مجدد وقت نے اس جماعت کو کھڑا کیا تھا کہ قرآن کو دنیا میں پہنچائے جس حد تک تم نے اس علم کو لیا اس حد تک تم مجدد کی جماعت کہلا سکتے ہو اور جہاں اس علم کو چھوڑ دیا اس کی جماعت نہیں کہلا سکتے۔

خلیفہ قادیان کی تعلّی اور چیلنج

مجھے افسوس ہوتا ہے کہ وہ قادیان جہاں سے قرآن کا علم نکلا تھا۔ آج وہاں بھی سوائے شیخی اور تعلّی کے اور کچھ نہیں رہا۔ تئیس سال کے عرصہ کے بعد اب پانچ پاروں کی ایک تفسیر نکلی ہے جس کے متعلق دعویٰ یہ ہے کہ دنیا جہان کے عالموں نے آج تک ایسی تفسیر نہیں کی۔ مجھے بھی اس بارہ میں ایک چیلنج دیا گیا ہے۔ میں تو تفسیر قرآن کے لکھنے کو خدمت دین سمجھتا ہوں اور خدمت کرنے کے بعد ہماری آرزو یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے لوگوں کے لئے نافع بنائے مامور اگر کسی کو مقابل کیلئے بلاتا ہے تو وہ خدا کے حکم سے ایسا کرتا ہے لیکن ایک غیر مامور کا یہی طریق اختیار کرنا دین کو بچوں کا کھیل بنانا ہے۔

حضرت کی خواہش کس نے پوری کی اور دنیا کس کو مانتی ہے؟

حضرت صاحب نے انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر لکھنے کا ارادہ اپنے دعوے کے ساتھ ہی فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ سے ہے۔ سو وہ کام جس کو خدا نے لیا اسے دنیا جانتی ہے اور جس جماعت کو یہ توفیق ملی اسے بھی دنیا جانتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو اس ترجمہ و تفسیر کو قبولیت عطا فرمائی۔ اسے بھی دنیا جانتی ہے۔ آج پینتیس چالیس ہزار کی تعداد میں یہ ترجمہ اور تفسیر دنیا میں پہنچ چکا ہے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

خواب
جدید نفسیات کی روشنی میں

(از جناب شیخ محمد طفیل صاحب متعلم ایم۔ اے احمدیہ ہوسٹل لاہور)

(۲)

عضوی طریق تشریح

جہاں تک عضوی طریق تشریح کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر نے چند مثالوں پر اکتفا کیا ہے اور ان کی تشریح میں بھی غیر جانبداری سے کام نہیں لیا۔

ہماری حیات کیلئے جن کیمیاوی اجزا کی ضرورت ہے انہیں "بایوکیمک" میں بارہ نمک بتلایا گیا ہے جن میں سے کسی ایک نمک کی کمی ہمارے ذہنی اور جسمانی توازن کو بگاڑنے کیلئے کافی ہے۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں ہمیں کوئی جھٹکا دے کر گرا دیتا ہے۔ یہ جھٹکا دراصل سلیشیا (ایک بایوکیمک دوائی کا نام ہے) کی کمی سے لگتا ہے۔ ہمارا ذہن چونکہ جسم کے اس عمل کو اپنی اصل حالت میں متصور نہیں کر سکتا۔ اس لئے خواب میں اس کی ایک مختلف شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا باعث صرف جھٹکا ہے۔ چونکہ حواس خمسہ نیند کی حالت میں مستعدی سے کام نہیں کرتے اس لئے ایسے احساسات شعور تک پہنچتے پہنچتے مبہم صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بیداری کی حالت میں ہم اس فعل کی ماہیت کو فوراً سمجھ سکتے تھے۔ لیکن خواب میں جسم کا یہ فعل اسی طرح صورتیں اختیار کر لیتا ہے جو ہمارے ذہن پر سونے سے پہلے نقش تھیں یا سونے کے بعد تلازم خیالات سے وجود میں آگئیں۔ مثلاً سونے سے پہلے اگر ہمارے ذہن پر جنگ و جدل کے خیالات حاوی ہوں تو اس جھٹکے کی نوعیت مشین گن کے جھٹکے کی ہوگی۔

ظاہر ہے کہ ہمارے جسم میں کوئی عضوی نقص اس خواب کا محرک ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ سلیشیا کی کمی ایسے خواب کی علت ہے نہ کہ خواہش کی تکمیل۔ اگر آپ کہیں کہ سلیشیا کی کمی کے باعث خواہش پیدا ہوئی اور اس خواہش کی تکمیل کا اظہار خواب میں ہوا تو میں عرض کروں گا کہ خواب کا اصل محرک پھر بھی صحت عضوی ہے اگر اس میں کہیں ضمنی طور پر کسی خواہش کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تو خواب کی علت تو سلیشیا کی کمی ہی رہی۔ ڈاکٹر فرائڈ کی تیز نمک دی ہوئی مچھلیاں کھانے والی خواب میں پیاس اس خواب کا محرک ہے تو اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر وہ خواب میں سرد شیریں پانی سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں تو اس کے بعد ان کی آنکھ کیوں کھل جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے قول کے مطابق خواہشات کی تکمیل ہمیں اور گہری نیند سلا دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پیاس صرف خواہش نہیں بلکہ جسم کا مطالبہ ہے۔ ایک شدید احتیاج جس کے پورا ہونے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے پانی۔ اس ضرورت کو اس شدید خواہش کو دبایا نہیں جا سکتا۔ یا کسی اور ذریعہ سے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ یا دوسری خواہشات کی طرح یہ اختصار انتقال یا اشاریت کے قانون کے ماتحت تکمیل تک نہیں پہنچائی جا سکتی۔ اس باریک فرق پر توجہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر فرائڈ کے ذہن پر ایک ہی خیال قبضہ جمائے ہوئے تھا اور وہ تھا خواب کو خواہش کی تکمیل (Wish Fulfilment) ثابت کرنا۔

جس کمرے میں آپ سو رہے ہیں، اگر اس کے دروازے اور کھڑکیاں اس طرح بند کر دی جائیں کہ آپ کا دم گھٹنے لگے۔ تو اس وقت آپ جو خواب دیکھیں گے اس کی شکل کچھ ایسی ہوگی جیسے کوئی آپ کا گلا گھونٹ رہا ہے جس کے نتیجہ میں آپ فوراً جاگ اٹھیں گے۔ سانس لینا ایک اہم احتیاج زندگی ہے اور اس احتیاج کو پورا کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ آپ تک مکمل کر ہوا آنے دی جائے۔ آپ خواب کی حالت میں اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتے جبکہ تازہ ہوا کیلئے کھڑکیاں اور دروازے کھولنا آپ کے بس کی بات نہیں۔ یہاں پھر ہمارا ذہن اختصار انتقال یا اشاریت کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی ڈاکٹر فرائڈ کا پیرو یہ کہے کہ یہ ترجیح ہے کہ ہوا کی کمی خواب کا باعث ہے اور خواب کا محرک خارجی، داخلی، ذہنی یا جسمانی عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات پھر تشریح طلب ہو کہ گلا گھونٹنے کا عمل ایک ایسی خواہش کا نتیجہ ہے جو عہد ماضی میں کبھی پیدا ہوئی اور پھر ذہن سے محو ہو گئی اور جب مختلف حادثات کے انضباط سے ایسے عمل کا احساس ہوا تو وہ پرانی خواہش پھر عود کر آئی۔

مندرجہ بالا دلیل کی بنیاد صرف اس بات پہ ہے کہ جب کمرے میں سانس لینا دشوار ہو گیا تو اس سے گلا گھٹنے کا احساس پیدا ہوا۔ اور اس احساس نے ایک پرانی خواہش کی طرف رجوع کیا۔ چلئے ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں۔ کہ ایسی خواہش بھی موجود تھی اور عمل کا احساس بھی ہوا۔ لیکن یہ کیسے ثابت ہوا۔ کہ اس احساس نے اسی خواہش کی طرف رہنمائی کی۔ اور ایسے بھی تو اکثر واقعات ہو سکتے ہیں۔ جن میں نہ معلوم ہمیں کتنی دفعہ خواہش ہوئی ہوگی۔ کہ ہماری موت اس طریق سے واقع نہ ہو پھر یہ احساس عمل ان خواہشات کی طرف کیوں نہیں لوٹ سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ فرض کر لینے کے بعد کہ ہر خواب کسی نہ کسی خواہش کی تکمیل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فرائڈ کے پیروکار مجبور ہیں۔ کہ ہر خواب کو قائم کردہ اور مفروضہ اصولوں کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

جس شخص کے جسم میں کالی فاس کی کمی ہو اسے خواب میں آگ نظر آئے گی۔ آتش فشاں پہاڑ، دوزخ کے نظارے، اور یہ سب اسے اپنی ذہنی تربیت کے موافق نظر آئے گا۔ یہاں بھی ہمارے سامنے وہی مسئلہ پیش ہے۔ کیا آگ کا دیکھنا تکمیل تمنا ہے یا جسمانی نقص کی پیدا کردہ ایک صورت۔

مندرجہ بالا خیالات کی روشنی میں یہ امر تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر فرائڈ کے فلسفہ کو قابل یقین بنانے کیلئے ہمیں اس کے طریقہ تشریح خواب کو ایک حد تک وسیع کرنا پڑیگا۔ ڈاکٹر آڈلر کا قول کتنا درست ہے کہ خواب کے اس حصہ کو ہی ہم سمجھ سکتے ہیں جو جذباتی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے اور بس۔

برگساں کے خیال میں آنکھیں بند کر کے ہمیں صرف تاریکی ہی تاریکی نظر نہیں آتی۔ بلکہ مختلف رنگ کے دھبے پھیلتے سمٹتے نظر آئیں گے اور تھوڑی دیر بعد تاریکی میں چمکتے ہوئے نقطے بھی نظر آئیں گے۔ برگساں کے نزدیک انہیں سے خوابوں کی تشکیل ہوتی ہے۔

تعلقات اور اضافات

آنکھیں بند کر لینے کے بعد ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنکھ نے اپنا کام چھوڑ دیا۔ بلکہ وہ اسی طرح کام کرتی ہے۔ ہاں اس کام کی نوعیت ضرور بدل جاتی ہے۔ آنکھ کی پتلیوں کو پلکوں سے ڈھانپ لینے کے بعد بھی مختلف صورتیں آنکھوں میں گھومتی رہتی ہیں کھلی آنکھیں گرد و پیش کی چیزوں کو دیکھ کر مختلف ذہنی تصورات کو قائم کر کے ان تصورات کو شخصیت میں پہلے تصورات میں وابستہ کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ عقل ان تعلقات کو قائم کرتی ہے اور ان میں اضافہ بھی۔ خواب میں یہی تصورات ابھر آتے ہیں ان تصورات کے التزام سے جو کیفیات، ذہن پر طاری ہوتی ہیں خواب ان کا آئینہ ہے۔ لیکن ان کیلئے جو طریقہ اظہار ہماری ارضی یا سماوی قوت حیات اختیار کرتی ہے۔ وہ ہر شخص کیلئے علیحدہ اور مستقل معنی رکھتا ہے۔ مثلاً خواب میں ایک نمازی کیلئے اذان اور پنڈت کیلئے سنکھ کی آواز اس کے جذبات کے اظہار کا وسیلہ ہوگی۔ یہ وسیلے میخوار اور زاہد کیلئے مختلف ہوں گے اور مختلف ہونے بھی چاہئیں۔

ایسے شخصوں کی خواب کی تعبیریں بھی مختلف ہوں گی۔ ڈاکٹر فرائڈ خواب سے ایک شخص کے جذبات اور خیالات تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعبیر اسی تجزیہ کا دوسرا نام ہے۔ تعبیر کا لفظ عبر سے مشتق ہے۔ یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جانا۔ یعنی اس چیز کی معرفت سے جو مشاہدہ میں ہے اس چیز کی طرف جانا جو مشاہدہ میں نہیں اور ہماری خواہیں ان مشاہدات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ جو پہلے سے ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔

ابن خلدون اور مسئلہ خواب

ناانصافی ہوگی۔ اگر خواب کے مسئلے پر علامہ ابن خلدون اور امام ابن حزم کی تحریروں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

علامہ ابن خلدون نے خواب کی ماہیت اور اس کے اسباب و تحلیل پر کافی بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک حواس خمسہ روحانیت کے معراج میں ایک طرح کی روک بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرف کی طرف پرواز کرنے سے روکتے ہیں جس کی جانب انسان فطری طور پر مائل ہے اور جب یہ حجاب نفس روحانیت سے اٹھ جاتا ہے تو پھر انسان ان حقیقتوں سے روشناس ہوتا ہے جو پیشتر ازیں اس کیلئے سراپا راز تھیں۔

"نفس ناطقہ اپنی روحانیت کی مدد سے آنے والی باتوں کا علم حاصل کر کے اپنی قوت ادراک سے کام لیتا ہے۔ کبھی یہ علم کمزور اور دھندلا ہوتا ہے۔ یعنی خیالی۔ تمثیل اور خیالات کی آمیزش کی وجہ سے زیادہ صاف نہیں ہوتا اور ایسی صورت میں تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ علم قوی ہوتا اور محاکمات کی بندشوں سے آزاد تو اس صورت میں تعبیر کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

تکوین خواب کے متعلق علامہ موصوف فرماتے ہیں:

"اور نفس پر ایسے لمحہ کے گزر جانے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ دلنفس، خود ایک روحانی ذات ہے۔ جس کی تکمیل بدن اور اس کے مدارک کے ساتھ مل کر ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ عقل محض بن جاتا ہے اور ایسی حالت

ذات ہو جاتا ہے کہ اعضاء جسم کی مدد کے بغیر وہ ادراک کرنے لگتا ہے۔"

انبیاء کے خوابوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"اور وہ اس استعداد کا نام ہے جس میں بشریت کی چولی چھوڑ کر محض ملکیت میں جو سب سے بلند اور روحانی مقام ہے انسان جذب ہو جاتا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:۔

"پس اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ نیند میں حواس کا حجاب اپنی ذات سے علیحدہ کر ڈالتا ہے اور اس پردہ کے اٹھ جانے کے بعد نفس عالم حق کے مشاہدہ سے معرفت حاصل کرتا ہے پس بعض اوقات اس پر ایسا لمحہ معرفت بھی آتا ہے جب اسے آرزوؤں کی تکمیل کا علم ہو جاتا ہے اور اسی لئے شارع نے ان کو مبشرات (مبارک خوابوں) سے تعبیر کیا ہے جب روح حواس ظاہری سے علیحدہ ہو کر باطنی قوتوں کی طرف مائل ہوتی ہے اور نفس سے احساس کی مشغولیتیں کم ہو کر اس صورت کی طرف لوٹتی ہے۔ جو اس کے حافظہ میں تو ترکیب و تحلیل سے بعض خیالی صورتیں سامنے آ جاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر معمولی ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ حرکات خزینہ سے اخذ کی ہوئی ہوتی ہیں اور "حس مشترک" جو سارے حواس ظاہری کی جامع ہے اپنا کام کرتی ہے اور نفس قوائے باطنی کی کشمکش کے ساتھ کبھی اپنی ذات روحانی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی روحانی ادراک کے ذریعے سے معلومات حاصل کرتا ہے (کیونکہ یہ اس کا فطری خاصہ ہے) اور اس وقت ان اشیا کی صورتیں اقتباس کرتا ہے جو اس کی ذات سے متعلق ہوتی ہیں اس کے بعد خیال ان مدرکہ صورتوں کو حقیقت یا محاکات کے روپ میں سامنے لاتا ہے اس لئے وہ حافظہ میں قائم ہونے والی صورتوں کے باب میں تعبیر کا محتاج ہوتا ہے اور اگر نفس نے حافظے کے نقوش کی تحلیل و ترکیب شروع کر دی۔ قبل اس کے کہ نفس خود کسی نتیجہ پر پہنچے تو یہی تحلیل و ترکیب بد خوابی کہلاتی ہے۔"

امام ابن حزم کی تشریح

علامہ ابن خلدون نے خواب کے متعلق ان حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے جو مسائل باطن سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر فرائڈ اس حقیقت سے قطعی ناآشنا تھے اس لئے وہ اس مسئلہ پر کچھ روشنی نہ ڈال سکے۔ اگر ہم علامہ ابن حزم کے خیالات پر بھی ایک نظر ڈال لیں تو یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے علامہ ابن حزم نے خوابوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلی قسم کا خواب جس میں کوئی نظم و ترتیب نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کا خواب وہ ہے جسے "حدیث النفس" کہتے ہیں۔ "بعض وہ خواب جو انسان کا بیداری میں مشغلہ رہتا ہے۔ اس کو وہ نیند میں دیکھتا ہے مثلاً دشمن کا ڈر، دوست کی ملاقات یا خوف سے رہائی وغیرہ"

یہ دونوں قسم کی خوابیں دراصل حدیث النفس کی قسم میں شامل کی جا سکتی ہیں۔ بے ترتیب یا ڈاکٹر فرائڈ کے قول کے مطابق منتشر خوابیں (Distorted Dreams) تکمیل آرزو یا حدیث النفس کا ہی نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس موضوع پر ڈاکٹر فرائڈ اور امام ابن حزم کے نظریات مل جاتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر فرائڈ حدیث النفس سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ ان کی تمام تر کوشش ہر خواب کو حدیث النفس ثابت کرنے میں ہی لگی رہی۔ اس لئے کہ خواب لاشعور تک پہنچنے کی شاہراہ ہیں۔ لیکن لاشعور کو ثابت کرنے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ہر خواب کو کسی دبی ہوئی خواہش کی تکمیل قرار دیا جائے۔

اور تیسری قسم کے خواب وہ ہیں جو غلبہ طبیعت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم مفصل پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ابن حزم کا حوالہ پیش کر دینا کافی ہوگا۔ فرماتے ہیں:۔

"اور ان میں بعض خواب وہ ہیں جو غلبہ طبیعت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مثلاً اس شخص کا خواب جس میں خون کی زیادتی ہوتی ہے۔ روشنی، [illegible] سرخی اور خوشی (کا سماں) نظر آنا۔ جس پر صفرا کا غلبہ ہے اس کو آگ نظر آنا۔ بلغم کی زیادتی والے کو برف اور پانی کا۔ اور جس پر سودا غالب ہے اس کو غار، ظلم اور خوف کے مناظر کا نظر آنا۔"

چوتھی قسم کا خواب وہ ہے جو صفائے باطن اور پاکیزگی نفس کے بعد انسان دیکھتا ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ سچے رؤیا اس شخص کے ہوتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ بات کرنے میں سچا ہو۔

تجربہ اور مشاہدہ سے بڑھ کر حقیقت پرکھنے کیلئے انسان کے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں۔ سائنس کے تمام حقائق کی بنا تجربہ ہی ہے اگر مذہب بھی اسی بنیاد پر اپنی روحانی عمارت تعمیر کرتا ہے۔ تو اس کو رد کر نا صرف نا انصافی بلکہ ایک غیر سائنٹیفک امر ہے۔ سچے خواب ہر شخص کو آ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا تجربہ ہے جو ہمیں خالق حقیقی تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے۔

نوٹ

اس مضمون کو لکھتے وقت مندرجہ ذیل کتب زیر مطالعہ رہیں۔ فرائڈ کی تعبیر خواب (Interpretation of Dreams)، خواب کی دنیا مرتبہ عبدالمالک، فلسفہ برگساں مرتبہ میر حسن الدین (Miracle of Life)، (مرہم [illegible] کی کتاب سٹیٹمین)، حجۃ شفاء ترجمہ ڈاکٹر حمید، فضل [illegible] تالیف حضرت امیر جماعت احمدیہ مولانا محمد علی صاحب)

مذاکرہ علمیہ

وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی (البقرہ)

(از جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی از کلکتہ)

قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے ذکر میں جہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بہت سی اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ ہم نے منّ اور سلویٰ تم پر اتارا منّ کے عام معنی وہ ایک شبنم کی طرح کی چیز ہے جو ترنجبین کی قسم کے درخت کی ٹہنیوں وغیرہ سے رس رس کر نکلتی ہے اور اس میں مٹھاس ہوتی ہے۔ ویسے منّ کا لفظ کسی بھاری نعمت کے دینے یا احسان کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ مگر اس جگہ میں اول الذکر معنی کو لوں گا۔ ایک انگریزی میگزین یا رسالہ میں میں نے ایک مضمون پڑھا۔ جس میں اسی من یا (MANNA) کا ذکر کرتے ہوئے ایک فرانسیسی سیاح اور مؤرخ لکھتا ہے کہ یہ منّ جس نے یہودیوں کو بھوکا مرنے سے بچایا تھا۔ اب بھی سینا کے ریگستان میں اوپر سے گرتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب تیز ہوا شمال مشرق کی طرف سے چلتی ہے۔ یہ ہوا ترنجبین کے قسم کے درختوں پر سے اس منّ کو جو کہ سوکھ کر گوند کی قسم کے دانوں کی طرح ہو جاتی ہے اڑا کر دور دور تک بکھیر دیتی ہے اور ایک انسان کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ منّ آسمان سے گر رہی ہے۔ اب شاید ان لوگوں کی تسلی ہو جائے گی۔ جو کہ قرآن کریم کی باتوں پر استہزا کرتے ہیں کہ یہ بعض وقت غیر معقول باتوں کا بھی ذکر کر جاتا ہے۔ نعوذ باللہ

اب دوسری چیز سلویٰ کے متعلق بھی سن لیجئے اس کے اصل معنی وہ چیز ہیں۔ جو انسان کو تسلی دے۔ مگر عام معنی ایک پرندے کے لئے جاتے ہیں۔ جو بٹیر سے مشابہ ہے۔ اسی انگریزی میگزین کے ایک نمبر میں کچھ مدت ہوئی ایک انگریز مقیم مصر نے ایک مضمون "بٹیر" پر لکھا تھا میں نے پہلے تو اس مضمون کو ایک سرسری نگاہ سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر جلد ہی اس نے میری توجہ کو بالکل اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس میں ایک بڑی عجیب بات کا انکشاف ہوا۔ اس میں اس نے ذکر کیا۔ کہ جب یورپ اور خصوصاً بلقان اور ایشیائے کوچک کے علاقہ میں سخت سردی پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ تو ویسے تو بہت ہی قسموں کے پرندے اڑ اڑ کر جنوبی سمت میں افریقہ کے گرم یا معتدل حصوں میں چلے جاتے ہیں۔ مگر بٹیروں کی یہ ہجرت ایک خاص شان رکھتی ہے۔ ان کے غول در غول لاکھوں کی تعداد میں مشرقی بحیرہ روم کو اڑ کر عبور کر کے آتے ہیں اور چونکہ دو سو یا تین سو میل کی لگاتار اڑان ان کو کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے جیسے ہی یہ شمالی مصر اور سینا کے ساحل کے پاس پہنچتے ہیں تو تھک کر بے اختیار ہو کر پٹا پٹ زمین پر گرنا شروع ہو جاتے ہیں اور اتنے بے بس ہوتے ہیں کہ جس کا جی چاہے جا کر پکڑ لے۔ اسی لئے مصری حکومت کو مجبوراً یہ قانون بنانا پڑا کہ شمالی ساحل پر سمندر سے تین سو گز کے اندر تک کی زمین پر کوئی شخص جال وغیرہ لگا کر بٹیر یا اور اسی قسم کے پرندے نہیں پکڑ سکتا۔ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ بنی اسرائیل کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طریق سے رزق پہنچایا ہو۔ وھو خیر الرازقین۔

اعلان بیعت

بخدمت جناب حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب دام ظلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ چونکہ میں کئی سال سے سفید ڈھیری احمدی جماعت سے متاثر ہوا ہوں اور ان کے ساتھ تمام عقائد میں بھی کلی اتفاق رکھتا تھا۔ اور اب تک ان کے ساتھ نماز، شادی، غمی میں شریک رہتا ہوں مگر بیعت میں اب تک اس واسطے شریک نہ ہوا تھا۔ کہ مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری کی نسبت معلوم کر چکا تھا کہ وہ قرآن شریف میں منسوخ ہونے کا قائل تھا۔ حالانکہ دیگر احمدیوں سے سن رہا تھا کہ صرف احمدی جماعت قرآن پاک میں منسوخ ہونے کی قائل نہیں۔ دوسری رکاوٹ جو میری بیعت میں تھی وہ یہ کہ صاحبزادہ سیف الرحمان صاحب بازید خیل والا جو کہ بڑا نیک متقی اور علم میں لاثانی انسان تھا اور باوجودیکہ صدر انجمن کی طرف سے مبلغ مقرر ہو چکا تھا۔ مگر تبلیغ جتنا کہ میرا خیال ہو کسی وقت بھی نہ کرتا تھا اور پشاور میں سالانہ جلسوں کے دوران میں بڑے اصرار کے باوجود بھی کوئی تقریر نہ کرتا تھا اور بالکل خاموش اور چپ چاپ عادت کر رکھی تھی۔ حالانکہ میں ہر احمدی سے سن رہا تھا کہ ہر احمدی پیدائشی مبلغ ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے تو اسی واسطے انجمن بنائی ہے کہ اس کا ہر ممبر ہر وقت تبلیغ کرتا ہے احمدی اور غیر احمدی میں صرف فرق یہی ہے کہ احمدی اپنے عقائد اور مذہب کی اشاعت کرتا رہتا ہے۔ اب چونکہ یہ دونوں احباب اپنی خوشی سے جماعت قادیان میں مل گئے۔ جو کہ ہمارے خیال میں بالیقین میں جماعت ضالین ہے جس سے بچنے کے لئے خدا اور رسول نے سورہ فاتحہ میں دعا سکھائی ہے اس واسطے میں اب بہوش و حواس آپ کے ہاتھ پر بذریعہ خط ہذا حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہوتا ہوں اور اپنے کئے ہوئے گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہوں۔ فقط

المرقوم ۲۰ رجون ۱۹۴۱ء

العبـــــــد

بشیر خاں ساکن سفید ڈھیری لندے موسٹے خیل پشاور

ہم مندرجہ ذیل اشخاص بھی آپ کے ہاتھ پر بذریعہ خط ہذا حضرت مسیح موعود کے بیعت میں داخل ہوتے ہیں اور اپنے کئے ہوئے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتے ہیں۔

(۱) شاہ ولی ولد میر اکبر جماعت ہنم ساکن سفید ڈھیری
(۲) محمد اقبال ولد بشیر خاں جماعت ہشتم ساکن سفید ڈھیری
(۳) عبد الحنان ولد احمد خان انجن ڈرائیور ساکن سفید ڈھیری بدستخط خود
(۴) سردار علی ولد عبد الحنان ساکن سفید ڈھیری
(۵) فضل باری ولد محمد زمان احمدی

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ صاحبزادہ صاحب کے جانے کے بعد خدا کے فضل سے چھ اشخاص فی الحال ہماری جماعت میں شامل ہوئے ہیں امید ہے کہ اگلے ہفتے تک دو تین اور بھی بیعت کر لیں گے۔ من یرتد منکم فسوف یاتی اللہ بقوم ط

خاکسار

حسین شاہ احمدی آنریری مبلغ جماعت سفید ڈھیری شاخ لاہوریہ

اعلان بیعت

مخدومی حضرت امیر قوم ایدکم اللہ بنصرہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں عرصہ ڈیڑھ سال سے جماعت قادیان سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔ اس وقت تک میں نے باقاعدہ جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار نہیں کی تھی لیکن چونکہ مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ اصول اور عمل کے اعتبار سے جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ہے اس لئے میں زیادہ دیر تک علیحدہ رہنا موزوں نہیں سمجھتا۔ اس لئے بذریعہ عریضہ ہذا جناب کے دست مبارک پر جماعت احمدیہ لاہور میں، میں اور میری اہلیہ شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس مقدس عہد پر قائم رہنے کی توفیق دے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت سے لیا ہے۔ جناب کی خدمت میں التماس ہے کہ اس عاجز کیلئے نماز جمعہ میں دعا فرمائیں اور جماعت سے بھی درخواست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری اور میرے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کی زندگی اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع کا موجب بنائے اور ہمیں اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عریضہ نیاز

خاکسار ڈاکٹر شمس الدین عفی اللہ تعالیٰ عنہ دہلی ۴۱-۶-۴

قابل توجہ اعلان

جناب معظم محترم! تسلیم نیاز
غالباً ۱۹۲۳ء میں میں نے جناب کی مؤلفہ تفسیر قرآن (اردو) کی تینوں جلدیں انجمن اشاعت اسلام سے منگائی تھیں۔ میں ان کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا اب چاہتا ہوں کہ وہ کسی ایسی جگہ موجود رہیں، جہاں متعدد اشخاص ان سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ اگر جناب والا اپنے اخبارات کے ذریعہ سے یہ دریافت فرما دیں۔ کہ کونسا ادارہ ان کتابوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں جناب کا شکرگزار ہوں گا۔ جو اصحاب کسی معتبر ادارہ کے واسطے یہ کتابیں لینی چاہیں، وہ مجھ سے براہ راست رجوع فرما سکتے ہیں۔

نیاز مند
۱۲ اکو لوٹولہ سٹریٹ کلکتہ۔ محمد حضور عالم (بدایونی)

ایک خط کا اقتباس

محترم! جس وقت بندہ ۱۹۳۲-۳۳ء و ۱۹۳۰-۳۱ء میں جیل خانہ میں سیاسی مسائل کی بنا پر قید تھا۔ اس وقت حسن اتفاق سے کسی ذریعہ آنجناب کے تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہو چکا تھا انہیں کی بدولت آج تک مسائل مختلفہ میرے دماغ میں بڑی ترقی کے ساتھ حلول کر رہا ہے۔ خصوصاً آنجناب والا نے جو خدمات قرآن کریم اور حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والبرکات کے دین کریم میں نمایاں اور عدیم المثال کی ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں اور میرے تعلقات اس سوسائٹی سے جتنے ہیں کافی حد تک مظہر یہ ہیں۔

لہٰذا آج تک میرا شوق اور محبت روز بروز بڑھ رہا ہے۔ کہ آپ کی تصانیف حنیف سے کچھ زیادہ بہرہ مند ہو جاؤں۔ مگر منحوس افلاس نے اس دینی اور ایمانی دولت سے محروم رکھا ہے۔ اس وقت کسی سے سوالی طریقہ پر میاں صاحب کی تفسیر کبیر کی ایک جلد جو کہ سورہ یونس علیہ السلام سے تا سورہ کہف ہے مجلد (لیا ہوا) ہوں میرے ہاتھ میں اب موجود ہے۔ اور لطف یہ کہ وہ معانی اور ذوق جو آنجناب نے بیان القرآن میں مرقوم فرمائے ہیں . . . . . . تو میں حیران ہوں اور بغیر آنجناب کی تصانیف سے دوسری کسی قسم کی تصنیفات پر میرا ذوق ترقی پیدا نہیں کر سکتا۔

خاکسار

ایم۔ اے رحیم اللہ جان۔ حافظ۔ فاضل دینیات
پشاوری از دہلی

مقدس محرّف

"یا ایہا المدثر . . . . . . مدثر سے مراد انسانیت سے ظلم و کفر مٹانے والا ہوا۔
قم۔ یعنی اے وہ کہ تو دنیا سے انسانیت سے کفر و طغیان اور ظلم و جور کو دور کرنے کا مشن لیکر اٹھا ہے۔ بیٹھ کر تجویزیں سوچنے اور ریزولیوشن پاس کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اٹھ کر کمر ہمت باندھ۔
وثیابک فطھر۔ اس انقلاب کیلئے کسی خاص نشان یا وردی کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ یہ بین الاقوامی انقلاب ہے۔ اس میں ہر قوم اور نسل کے افراد جو انسانیت کی خدمت کیلئے آمادہ و تیار ہوں شامل ہو سکتے ہیں۔ البتہ ایک شرط ہے کہ لباس پاک ہو اور پاک رہ سکتا ہے جو اخلاق کی پاکیزگی میں ممد و معاون ہو۔
ساصلیہ سقر۔ لیکن اس ارتجاعی کے لئے اس بد اخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے۔ ایسے ظلم کی تائید کرنے کی آگ میں ڈالا جائے گا"

(از حزم لاہور۔ صفحات نمبر ا)

یہ چند جواہر ریزے ہیں اس سراپا درمیع تحریر کے جو سورہ مدثر کی حکیمانہ تفسیر کے عنوان سے "حضرت مولانا عبید اللہ سندھی" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

اگر اسی کا نام تفسیر ہے۔ تو خدا معلوم تحریف اور تبدیل تحریف کا نمونہ اور کہاں ملے گا — ہمارے علمائے کرام بعض ان میں کے یقیناً مخلص و نیک نیت۔ لیکن عقیدت میں غلو و افراط کے شکار اور ایک بڑی شخصیت کے نام سے مرعوب و مسحور۔ براہ کرم ہم عامیوں کو بتا دیں کہ اگر یہ تفسیر بالرائے کسی درجہ میں بھی دینی خدمت کہی جا سکتی ہے۔ تو آخر ہم سب مل کر عنایت اللہ المشرقی کو امام عصر تسلیم کر لیں؟ اس غریب کی جسارتیں تحریف قرآنی کے باب میں کیا اس سے کچھ بڑھی ہوئی ہیں؟

(صدق)

(بقیہ خطبہ)

اور کسی کے رسوخ سے نہیں۔ آج تئیس سال بعد پانچ باروں کی اردو تفسیر لکھ دینے سے وہ غرض پوری نہیں ہوتی جو حضرت مسیح موعود کے سامنے تھی۔ یہ کوئی قبولیت نہیں کہ ایک بڑا آدمی اٹھا اور اس نے اپنے رسوخ سے کام لیکر دو تین ہزار تفسیر کی جلدیں بکوا دیں۔ حضرت مسیح موعود نے ایک ارادہ کیا تھا۔ تبلیغ اسلام کے لئے انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر قرآن لکھنے کا اس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے جن ہاتھوں سے چاہا کرا دی اور اسے دنیا میں وہ قبولیت عطا فرمائی جس کا مقابلہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ یہ خدائی فعل ہے۔ لاف و گزاف سے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میں قادیانی دوستوں کو بھی نصیحت کردوں گا۔ کہ وہ بے شک قرآن کو دنیا میں پھیلائیں۔ مگر اسے بچوں کا کھیل نہ بنائیں۔

علم حاصل کرو اور قرآن کی خدمت کیلئے دوسری زبانیں سیکھو

تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اس علم کو حاصل کرو جو مجدد وقت نے تمہیں قرآن کے ذریعے سے دیا۔ اس سے پہلے میں نے یہ بھی کہا تھا کہ دنیا کی زبانوں میں سے کوئی ایک زبان سیکھ لو اور اس کو قرآن کی خادم بنا دو اور اس کے ذریعہ قرآن کا علم ان لوگوں تک پہنچاؤ جو اس زبان کے بولنے والے ہیں۔ وقت آ رہا ہے کہ تم سے کہا جائے گا۔ کہ فلاں ملک میں قرآن کا علم پہنچاؤ۔ فلاں زبان میں قرآن کا ترجمہ کرو۔ اس وقت کے لئے ابھی سے تمہیں تیار رہنا چاہئے تم میں سے ایک ایک طرف قرآن کے علم کو کمال تک پہنچائے اور دوسری طرف غیر زبان کو سیکھے۔ یہی اس دعا کا مطلب ہے کہ رب زدنی علما۔ اپنے علم کو بڑھاؤ اور خدا سے اس کیلئے دعائیں کرو کہ وہ تمہارے سینے اس کیلئے کھول دے۔

قاہرہ ۲۹ جون۔ یہاں کے فوجی حلقوں کی اطلاعات کے مطابق شام میں آزاد فرانسیسی افواج جو دمشق سے حمص کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ دمشق سے ۲۰ یا ۳۰ میل کے فاصلہ پر پہنچ چکی ہیں۔ برطانی اور آسٹریلین افواج بھی دمشق سے شمال مغربی جانب کچھ دیکھ بھال کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

لندن ۲۸ جون۔ اطلاع ملی ہے کہ اب سفارت جرمنی متعین جاپان کے لئے ہوائی جہاز کے راستے جرمنی تک نہیں پہنچ سکتی۔

لندن ۲۸ جون۔ کچھ عرصہ پیشتر لندن سے اعلان ہوا تھا کہ سر سٹیفورڈ کرپس سفیر برطانیہ متعین ماسکو لندن آنے والے ہیں اس پر برلین ریڈیو نے لاف زنی شروع کر دی تھی کہ دیکھیں سر سٹیفورڈ کرپس کس طرح لندن پہنچ جاتے ہیں۔ ماسکو سے لندن آنے کے لئے فن لینڈ اور ناروے سے بھی گزرنا پڑتا ہے اور چونکہ یہ دونوں علاقے جرمنوں کے قبضے میں ہیں۔ اس لئے نازی ہمیشہ اس کوشش میں تھے۔ کہ سر سٹیفورڈ کرپس کے طیارے کو تباہ کر دیں۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ سر سٹیفورڈ کرپس لندن پہنچے۔ انہوں نے برطانوی وزراء سے مشورہ کیا۔ اور پھر برطانی ماہرین اور فوجی افسروں سمیت ماسکو بھی پہنچ گئے۔ مگر نازی ابھی تک ان کے طیارے کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

لندن ۲۸ جون۔ وزارت بحر نے اعلان کیا ہے کہ برطانوی بیڑے نے جرمنی کے ایک اور سامان لیجانے والے جہاز کو پکڑ لیا ہے۔ یہ جہاز بھی "بسمارک" کیلئے سامان پہنچایا کرتا تھا۔ اس جہاز پر ۸۹ برطانوی افسر اور ملاح قید تھے۔ جنہیں اب آزاد کرا لیا گیا ہے۔

رفتار عالم

انقرہ ۲۶ جون۔ ترکیہ کا ایک جہاز غرق کر دیا گیا ہے روسی ذرائع کا خیال ہے کہ اس جہاز کو اطالوی آبدوز نے غرق کیا ہے۔ ۲۰۰ ملاحوں اور مسافروں میں سے صرف ۲۰ بچے ہیں باقی ۱۸۰ اشخاص کا بہت بڑا حصہ ان بحری افسروں پر مشتمل تھا جو ترکیہ کے بہترین افسر کہلاتے تھے۔

سٹاک ہالم ۲۹ جون۔ روسی طیاروں نے فن لینڈ کی بندرگاہ ٹرکو پر زبردست بمباری کی جس سے ۱۰ اشخاص ہلاک اور ۲۷ مجروح ہوئے۔

لندن ۲۹ جون۔ برطانوی طیاروں نے اطالیہ کے جنوبی ساحل پر دشمن کے سامان لیجانے والے جہازوں کے ایک قافلے پر زبردست بمباری کی۔ ایک جہاز پر تارپیڈو لگا اور وہ فوراً تباہ ہو گیا۔ اس طرح دو اور جہازوں کو بھی غرق کر دیا گیا۔

لندن ۲۹ جون۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ روسی طیاروں نے دانا راسخونیا کا قدیم دارالسلطنت جس پر جرمن فوج قابض ہو چکی ہے) میں جرمنوں پر زبردست بمباری کی۔ اس کے علاوہ براڈسکی اور بارا نودش کے مقامات میں جرمنوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

قاہرہ ۲۹ جون۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ شام میں اتحادی فوجوں نے دمشق کے شمال میں چند میل دور اور شمال مشرق میں ۳۵ میل دو شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔

طہران ۲۶ جون۔ ایرانی گورنمنٹ نے رشید علی سابق وزیر اعظم عراق اور سابق مفتی اعظم فلسطین کو شہر میں نظر بند کر دیا ہے

لندن ۲۸ جون۔ ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ایران نے جنگ کی موجودہ صورت میں اپنے غیر جانبدار رہنے کی اطلاع روس کو بھیجدی ہے۔

سڈنی ۲۸ جون۔ ڈچ ایسٹ انڈیز کے ایک مشن کے سامنے وزیر اعظم آسٹریلیا کے ایک وزیر نے اعلان کیا ہے۔ کہ اگر ڈچ ایسٹ انڈیز پر حملہ ہوا تو آسٹریلیا بھی ساتھ مل کر بچاؤ اور مقابلہ کرے گا۔

انقرہ ۲۸ جون۔ جرمن اور اطالوی شام سے بھاگ کر جا رہے ہیں۔ دو دن ہوئے ۲۰۰ اطالوی استنبول پہنچے ہیں عنقریب ۳ ہزار مزید اطالوی بھی آنے والے ہیں۔

قاہرہ۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ برطانوی طیاروں نے غزالہ کے فضائی اڈہ پر بمباری کی اور ۶ جرمن طیارے گرا لئے۔

نئی دہلی ۲۷ جون۔ دہلی کے مزدور رہناؤں نے اپیل کی ہے کہ تمام مزدور اس جنگ میں برطانیہ اور روس کے مشترکہ دشمن نازی ازم کو شکست دینے کیلئے جنگی سرگرمیوں میں حکومت کی مدد کریں۔

دمشق ۲۷ جون۔ سٹاک ہالم کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جرمن افواج نے لٹویا کے صدر مقام ریگا پر جمعرات کی صبح کو قبضہ کر لیا۔

ماسکو ۲۷ جون۔ سوویٹ ادارہ معلومات کی اطلاع ہے کہ سوویٹ طیاروں نے بخارسٹ اور پلوسٹی پر بے پناہ بمباری کی اور پلوسٹی کے قریب تیل کے کارخانے ہیں۔ وہ نذر آتش ہو گئے۔

ماسکو ریڈیو نے اس خبر کے ساتھ یہ بھی کہا ہے۔ کہ روسی طیاروں نے دشمن کی دو آبدوز کشتیاں بحیرہ بالٹک میں غرق کر دیں۔

لاہور ۳۰ جون۔ شمس العلما علامہ حائری مشہور شیعہ مجتہد کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت بڑے عالم اور مفسر قرآن تھے

برلن ۲۸ جون۔ امیر البحر دارلان نے پیرس میں وشی کے نمائندوں سے بات چیت کی۔ ایم دارلان نے وشی کے وزیر جنگ اور دوسرے وزیروں سے بات چیت کی۔ اس گفت و شنید میں جرمنی کے پیرس میں سفارت خانے ایک نمائندے ہر شیٹر نے بھی شرکت کی۔ ازاں بعد امیر البحر دارلان نے پیرس کے پولیس ہیڈ کوارٹرز کا معائنہ کیا۔

واشنگٹن ۲۸ جون۔ امریکہ نے شعبہ نظم و نسق نے کانگرس سے اپیل کی ہے کہ با قاعدہ طور پر نیشنل ایمرجنسی کا اعلان کر دیں تاکہ مسٹر روزویلٹ کمانڈر انچیف کی حیثیت سے آزاد طور پر کام کر سکیں۔

قاہرہ ۲۸ جون۔ جرمن طیاروں نے سکندریہ پر بمباری کی۔ مگر اس سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔

لندن ۲۸ جون۔ کل جرمن طیاروں نے مشرقی انگلیا اور جنوبی ویلز پر بمباری کی۔ مگر اس سے کوئی شخص ہلاک و مجروح نہیں ہوا۔ نقصان کا اندازہ بھی بالکل معمولی بتایا جاتا ہے۔

ڈھاکہ ۲۸ جون۔ شام کے چھ بجے تک ڈھاکہ میں فرقہ وارانہ فساد میں ۱۱ ہلاک اور چالیس زخمی ہوئے۔ آج فسادیوں نے ایک وکیل کے مکان پر حملہ کر دیا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کی تمام جماعتوں کو یکم جولائی تک بند کر دیا گیا ہے۔

لندن ۲۸ جون۔ لندن میں مقیم ہندوستانیوں نے ایک کمیٹی قائم کر رکھی ہے۔ جو انڈین نیشنل کمیٹی کے نام سے موسوم ہے اس کمیٹی نے ایک ریزولیوشن کے ذریعے مسٹر گاندھی اور کانگرس پر زور دیا ہے کہ وہ جنگ کی موجودہ صورت حالات کے پیش نظر اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ ریزولیوشن میں مرقوم ہے کہ ہندوستان میں قومی حکومت قائم ہونی چاہئے اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اور ہندوستان کی حفاظت کے سوال کو سب سے مقدم خیال کرنا چاہئے۔

لندن ۲۸ جون۔ فرانس کے سابق کمانڈر انچیف جنرل گیلان بوراسو جیل سے بھاگ نکلے۔ جرمنی کی خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے کہ وشی سے آج اس خبر کو نشر کیا گیا۔ جنرل گیلان کی عمر ۶۸ سال ہے۔ اور انہیں گذشتہ سال مارشل پیتاں کے حکم سے موسیو دلادیئے، موسیو رینو اور موسیو بلوم کے ہمراہ اس بنا پر گرفتار کیا گیا تھا کہ ان کی سرگرمیاں فرانس کے مفاد کے خلاف ہیں۔

مزید معلوم ہوا ہے کہ بوراسو جیل کے دو محافظوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

لندن ۲۸ جون۔ کچھ عرصہ پیشتر بحر ہند میں ایک جرمن ہتھیار بند جہاز کو غرق کیا گیا تھا۔ اطلاع ملی ہے کہ اس جہاز کے عرشہ پر بہت سی سرنگیں تھیں جو سمندر میں منتشر ہو چکی ہیں۔ اور چند ایک جہازوں کو ان سے نقصان بھی پہنچ چکا ہے

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جانشین ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۹ — لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۴۱ء — نمبر ۴

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

مجھے تو چاہیئے بس اک نگاہِ درد نواز

(از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن)

ترے کرم سے ملی دولتِ وصال مجھے
ملے نہ دولتِ دنیا نہیں ملال مجھے

جہان تیرہ منور ہو نورِ یزداں سے
یہی ہے دھن مجھے ہر دم یہی خیال مجھے

جلا کے خاک کیا مجھ کو سوزشِ غم نے
کیا ہے دردِ جگر نے بہت نڈھال مجھے

فدائے دینِ پیمبر ہوں میں دل و جاں سے
سمجھتا مفتی ہے پیرِ [illegible] ہی ضال مجھے

اسی میں ہوتی ہے حاصل اگر تجھے راحت
دیے جا گالیاں اے خصمِ بدسگال مجھے

جلا رہی ہے دل و جاں کو آتشِ فرقت
رلا رہی ہے لہو حسرتِ وصال مجھے

ترا ہو آستاں اور میری ہو جبینِ نیاز
تمنا اور نہیں کوئی ذوالجلال مجھے

غریقِ بحرِ ضلالت میں ہو چلا ہی تھا
بچا لیا تیری رحمت نے بال بال مجھے

ترے غضب میں بھی پنہاں ہے رنگِ مہر و وفا
ترا جلال ہے آئینۂ جمال مجھے

مجھے تو چاہیئے بس اک نگاہِ درد نواز
نہ چاہیئے زر و دولت نہ ملک و مال مجھے

کمال عشق ہے مجھ کو جنابِ مرزا سے
نظر نہ آیا کوئی ایسا باکمال مجھے

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

(از محمد انعام الحق)

پنجاب میں مردم شماری کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے لاہور کا آریہ سماجی روزنامہ "پرتاپ" اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے کہ:-
"مسلمانوں کی آبادی جس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ ہندوؤں کی اتنی نہیں مسلمانوں کی آبادی میں ۱۴ء۸ اسکھوں کی آبادی میں ۱۲ء۶ - اور ہندوؤں کی آبادی میں ۳ء۷۶ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ گویا ہندوؤں اور مسلمانوں کے اضافے میں دو فیصدی سے بھی کم فرق ہے . . . . ۱۸۸۱ء میں ہندو اور سکھ پنجاب میں ۵۲ فیصدی تھے اور مسلمان صرف ۴۸ فیصدی۔ بیس برس میں دونوں برابر ہو گئے۔ ۱۹۱۱ء میں مسلمان ۵۱ فیصدی ہو گئے اور ہندو اور سکھ ۴۹ فیصدی رہ گئے۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں مسلمان ۵۳ فیصدی ہو گئے اور ہندو اور سکھ ۴۷ فیصدی لیکن ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں مسلمانوں نے چھلانگ لگائی اور ۵۶ء۵۴ فیصدی ہو گئے۔" (۲۶ مئی ۱۹۴۱ء)

کیا یہ اعداد و شمار مخالفین اسلام کے اس بہتان عظیم کی ایک مدلل تردید اور مسکت جواب نہیں کہ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور مسلمانوں کی ترقی تعداد کی بڑی وجہ یہی ہے۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار کی ابتدا ۱۸۸۱ء سے ہوتی ہے جبکہ پنجاب میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کو کافی عرصہ گذر چکا تھا مسلمانوں کی تلوار کند اور ان کی سیاسی طاقت پامال ہو چکی تھی سکھاشاہی کے عہد تاریک کے مظالم نے انہیں ادھ موا کر دیا تھا۔ انگریزی حکومت کے قیام کو زیادہ سال نہ ہوئے تھے اور اس کی نوازشوں اور برکتوں سے بھی زیادہ تر ہندو اور سکھ ہی فیضیاب ہو رہے تھے۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۳۱ء کی کیفیت اور حالات کی رفتار سے بھی اخبار بین اور تاریخ کے طالب علم بخوبی واقف ہیں۔ اس عرصہ میں سرکاری ملازمتوں اور تجارت پر ہندو سکھ پورے طور پر قابض ہو گئے۔ تعلیمی و سیاسی میدانوں میں بھی وہ مسلمانوں سے آگے نکل گئے۔ جائیدادوں پر انہوں نے بسرعت قبضہ کر لیا۔ اس کے برعکس مسلمان اکثر لحاظ سے تنزل و پستی کی طرف ہی گئے۔ غرضیکہ اس عرصہ میں پنجاب میں اسلامی حکومت تھی نہ کسی محمود کے حملے اور کسی عالمگیر کی تلوار۔ با ایں مسلمانوں کی تعداد میں پچاس سال کے اندر ساڑھے آٹھ فیصدی کا اضافہ ہو گیا۔ وہ اقلیت کی بجائے اکثریت بن گئے۔

مگر اب عقلمند اور حقائق پسند افراد کے نزدیک "اشاعت اسلام بزور شمشیر" کے صداقت کش بہتان کی ذرہ بھر بھی حیثیت نہیں رہی لیکن آریہ سماجی پلیٹ فارم اور پریس سے جوش تعصب یا لاعلمی کی وجہ سے اس جہالت کا اعادہ ہو ہی جاتا ہے۔ کیا آریہ سماجی اخبارات و اکابر اپنے ہی پیش کئے ہوئے ان اعداد و شمار کی روشنی میں اس واضح حقیقت کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ کہ اسلام اپنی اشاعت کیلئے تلوار اور سیاسی اقتدار کا ہرگز محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی خوبیوں اور صداقتوں کی بدولت پھیلا ہے۔ پھیل رہا ہے اور انشاء اللہ پھیلتا چلا جائیگا۔ اسلام کے اثر و اقتدار اور مسلمانوں کی عددی ترقی کے وجوہ اس سے بالکل برعکس ہیں جو کہ متعصب آریہ سماجی، عیسائی یا دوسرے مخالفین اسلام بیان کیا کرتے ہیں۔

دس پندرہ سال سے آریہ سماج اور مہاسبھائی اپنی بعض مخصوص سیاسی اغراض اور بگڑی ہوئی ذہنیت کی وجہ سے وقتاً فوقتاً یہ شور بھی مچانے لگتے ہیں کہ پنجاب میں از سرنو اسلامی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ پہلے وہ سر فضل حسین مرحوم کو خواہ مخواہ مطعون کرتے رہے اب سکندر حیات اور ان کے اتحاد دوست ہندو نواز رفقا پر اس بارہ میں طرح طرح کے الزام تراشے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عرصہ میں سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی شدید و دیرینہ حق تلفی کے ازالہ کی قدرے کوشش کی گئی پنجاب اسمبلی میں مسلمانوں کو برائے نام آئینی اکثریت حاصل ہو گئی مقروضوں اور کاشتکاروں کے لئے چند مفید قوانین منظور و نافذ ہوئے غالباً انہی چیزوں کا نام ان لوگوں نے اسلامی حکومت رکھ لیا ہے۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ پنجاب کی اس "اسلامی حکومت" کے عہد میں مسلمانوں نے کس قدر ترقی کی۔ اس کی کیفیت بھی روزنامہ "پرتاپ" کے الفاظ میں ہی ملاحظہ ہو:-
"۱۹۳۱ء میں مسلمان ۵۶ء۵۴ فیصدی تھے اور ہندو اور سکھ ملا کر ۴۲ء۹۲ فیصدی۔ ۱۹۴۱ء میں مسلمان ۵۷ء۰۸ فیصدی ہیں اور ہندو اور سکھ ۴۳ء۰۸ فیصدی۔ گویا اس وقت ہندو اور سکھوں کی تعداد ۱۹۳۱ء کی نسبت زیادہ ہے اور اس میں اب ۳ لاکھ کے لگ بھگ آد دھرمی اور کئی ہزار جین شامل کئے جائیں تو وہ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔"
ان اعداد و شمار سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی رفتار ترقی پہلے کی نسبت بہت کم ہو کر برائے نام رہ گئی ہے۔ جو ایک لحاظ سے تنزل و انحطاط ہے۔

گو یہ اعداد و شمار بالکل صحیح نہیں۔ ان میں مردم شماری کے موقع پر مسلمانوں کی افسوسناک غفلت اور ہندوؤں اور سکھوں کی منظم چالاکی اور حسابی کمالات "کو بہت کچھ دخل ہے لیکن ہمارے یا دوسروں کے پاس مردم شماری کے نتائج کے سوا معلومات کا اور کوئی ممکن و مستند ذریعہ نہیں۔ اس لئے انہی اعداد و شمار پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے نزدیک ان اعداد و شمار میں مبالغہ اور غلطی ضرور ہے لیکن یہ بالکل غلط اور بے بنیاد نہیں۔ پنجاب میں تعداد کے لحاظ سے مسلمانوں کی رفتار ترقی ضرور کم ہو گئی ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ جن کی اصلاح کی طرف مسلمانوں کو فوراً متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ اصلاح اشاعت اسلام کی صحیح مستقل اور مخلصانہ مساعی کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے مسلمانان پنجاب کو اپنی برائے نام اکثریت پر مطمئن ہو کر تبلیغ اسلام سے غفلت کی وہ شدید غلطی نہیں کرنی چاہئے جو گذشتہ زمانہ میں مسلمان سلاطین و امرا سے سرزد ہو چکی ہے اور جس کے منحوس نتائج آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

یہ بہت ہی دردناک حقیقت ہے کہ رفتار زمانہ کے مسلسل انتباہ کے باوجود مسلمان تبلیغ دین کی طرف سے بدستور غافل ہیں اور اس کے برعکس برادران وطن کی کوششیں اس بارہ میں ترقی کر رہی ہیں۔ حالانکہ ان کے مذاہب قطعاً تبلیغی نہیں ہیں۔ آریوں کی تحریک شدھی سے مسلمان، کم و بیش واقف ہیں۔ لیکن انہیں غالباً سکھوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا حال معلوم نہیں ہے۔ پنجاب کے اندر ہر سال سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان نامناسب طریقوں سے سکھ بنا لئے جاتے ہیں۔ جن میں غالب تعداد عورتوں کی ہوتی ہے۔ اچھوت بھی کثیر تعداد میں سکھ دھرم قبول کر رہے ہیں۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں پنجاب کے اندر سکھ ۱۲ء۹۹ فیصدی تھے اور ۱۹۴۱ء میں وہ ۱۳ء۲۴ فیصدی ہو گئے۔ چند سال سے پنجاب کے علاوہ صوبہ یو۔پی میں بھی سکھ دھرم کا پرچار زوروں پر ہے۔ ہر سال یو۔ پی کے کسی شہر میں ان کی عظیم الشان تبلیغی کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ صرف اسی موقعہ پر ہزاروں افراد سکھ ہو جاتے ہیں۔

امسال سکھوں کی یہ کانفرنس مسلمانوں کے مشہور تعلیمی مرکز علیگڈھ میں ہوئی۔ اس کانفرنس کی کامیابی و اثر اور سکھوں کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتائج کا اندازہ آپ ایک سکھ لیڈر کے مندرجہ ذیل بیان سے بخوبی کر سکتے ہیں:-
"پٹنہ ۱۸ جون۔ آل انڈیا سکھ پرچار کانفرنس علیگڈھ سے واپس آتے ہوئے سردار نونہیتر سنگھ نے جو وہ راجپوت سنگھ سبھا کے صدر ہیں، ایک بیان کے دوران میں بتایا کہ اس کانفرنس میں ۲۰ ہزار آدمی سکھ مذہب میں داخل ہوئے۔ آپ نے مزید کہا کہ اگر سکھ مذہب کی ترقی کی رفتار یہی رہی۔ تو وہ دن دور نہیں جب سکھ یو۔ پی میں ایک اہم اقلیت بن جائیں گے۔"
(انقلاب ۱۸ جون)

یہ سچ ہے کہ تا حال یو۔ پی میں زیادہ تر اچھوت اور ہندو ہی سکھ دھرم میں داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں کی غفلت و بے عملی کی یہی کیفیت رہی تو سکھ لازمی طور پر بہت جلد ان پر بھی تبلیغی یورش کریں گے۔ کیا مسلمانوں کو اس خطرہ کا کوئی احساس ہے؟

ماسٹر تارا سنگھ ایک انتہائی متعصب اور اسلام دشمن سکھ لیڈر ہیں۔ پنجاب میں مسلم سکھ کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ ان کی اشتعال انگیز اور امن سوز سرگرمیاں ہی ہیں۔ پنجاب سے باہر بھی وہ جہاں جاتے ہیں اپنی غیر محتاط اور اشتعال انگیز تقریروں سے آگ لگا دیتے ہیں۔ علیگڈھ کی سکھ کانفرنس میں انہوں نے یہی کیا۔ اس کانفرنس کی وجہ سے علاقہ کے مسلمانوں میں اشتعال و اضطراب پیدا ہو رہا ہے چنانچہ سرکاری طور پر بھی اعتراف کیا گیا ہے کہ یو۔ پی کے اندر موجودہ فرقہ وارانہ کشیدگی و بے چینی کی ایک بڑی وجہ ماسٹر تارا سنگھ کی زیر صدارت منعقد ہونے والی یہ سکھ کانفرنس ہے۔ مسلمانوں کی شکایت و اضطراب بالکل صحیح ہے۔ آئندہ کیلئے سکھوں کی دل آزار تقریروں اور نامناسب سرگرمیوں کے تدارک کیلئے انہیں ضرور حکام کو توجہ دلانی چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم انہیں یقین دلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے تارا سنگھ جیسے لیڈروں کی تقریروں سے بہت زیادہ قابل توجہ اور نقصان رساں سکھوں کا تبلیغی عزم و جذبہ ہے۔ جسے ایک سوچی سمجھی ہوئی اسکیم۔ نہایت ٹھنڈے دماغ اور مضبوط ہاتھ اور سکھ قوم کی رائے عامہ عمل میں لا رہی ہے۔ مسلمانوں کو سکھوں کے اس زبردست تبلیغی حملہ کی مدافعت اور اس کے مقابلہ کا اہتمام کرنا چاہئے یاد رہے کہ یہ اہتمام اشاعت اسلام کے حقیقی احساس اور صحیح کوششوں کے بغیر ناممکن ہے۔

پیغامِ صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۶ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۰

روس پر جرمنی کی خونریز یورش

"میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں" (مسیح موعود)

ہیبتناک پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ہیبتناک پیشگوئی ہے :-

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا - میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

گذشتہ دو سال میں یورپ ، ایشیا اور جزائر میں جو خونیں کھیل کھیلے گئے ہیں ۔ انہیں اگر یک وقت پیش نظر رکھا جائے تو اس مذکورہ بالا پیشگوئی کی ہیبت قلب پر طاری ہوتی ہے معلوم دیتا ہے کہ ایک تباہی ہے جو موجودہ نظام حیات پر مسلط کر دی گئی ہے ۔ ایک بدبختی ہے جو اقوام عالم کے سروں پر منڈلا رہی ہے ۔ رات کو لوگ محلات میں سوتے ہیں اور دن کو کھنڈرات سے بیدار ہوتے ہیں ۔ خاک کے ڈھیروں سے جب انہیں نکالا جاتا ہے تو ان کی مسخ شدہ صورتیں پہچانی نہیں جاتیں ۔ آج سے چند دن پیشتر جو قومیں پنجہ در پنجہ تھیں آج دست و گریبان ہیں ۔ میدان کارزار میں ۔ ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیل رہی ہیں چنانچہ اسی ضمن میں روس اور جرمنی کی خونیں آویزش کی تازہ مثال پیش کی جا سکتی ہے ۔

زمانہ کے تغیرات

کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ دونوں ملک ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوں گے ۔ جرمنی کے گذشتہ اعلانات اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے ممدو معاون ہیں چنانچہ ستمبر ۳۹ء میں پولینڈ کی تباہی پر دونوں ممالک میں جو معاہدہ ہوا اس کی دو دفعات کا ملخص درج ذیل ہے :-

(۱) روس اور جرمنی کے درمیان دوستی کا معاہدہ پختہ ہو گیا ۔

(۲) روس اور جرمنی مشرقی یورپ کے معاملات میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہ دیں گے ۔

لیکن آج ان بیانات اور تعلقات کے دعووں کو پس پشت پھینک دیا گیا ہے اور قریباً ڈیڑھ ہزار میل لمبے محاذ پر ایک دوسرے پر آتش فشاں توپوں کے دہانے کھول دیئے گئے ہیں ۔ دنیا میں آج تک اتنے لمبے محاذ پر جنگ نہیں لڑی گئی ۔ اس جنگ کے پردہ میں دو نظامات اور دو زبردست دماغوں کی ٹکر ہے ۔ اشتمالیت اور فسطائیت نبرد آزما ہیں ۔ سٹالن اور ہٹلر میدان جنگ میں نکلے ہیں ۔

روس پر حملہ کر کے ہٹلر نے کوئی سستا سودا نہیں کیا ۔ روس بہت ہی وسیع ملک ہے اس کا رقبہ دس لاکھ مربع میل ہے ۔ اس کی وسعت حملہ آوروں کے لئے ہمیشہ ناقابل تسخیر رہی ہے ۔ نپولین کے عروج اور اقبال کا آفتاب اسی یخ بستہ سرزمین میں غروب ہوا تھا اور اس ملک کی غیر معمولی وسعت اس کی تباہی کا باعث ہوئی تھی موجودہ سائنس کی ایجادات ایک حد تک ان وسعتوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں ۔ لیکن ان طبعی دشواریوں کی زیادہ دیر تک حریف نہیں ہو سکتیں ۔

کوائف جنگ

اس پندرہ سو میل لمبے محاذ پر جنگ ہوتے کافی دن ہو گئے ۔ اس عرصہ میں جنگ کے متعلق اس قدر متضاد خبریں آتی رہی ہیں کہ صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن بعض ایسے واقعات ہیں جن پر فریقین کو اتفاق ہے ۔ اتنے لمبے محاذ پر جو بحیرہ بالٹک سے لیکر بحیرہ اسود تک پھیلا ہوا ہے ۔ جرمنوں کو صرف شمالی اور مرکزی علاقے میں کامیابی ہوئی ہے ۔ شمال میں وہ لتھوانیا کی راہ سے بالٹک کی ریاستوں میں داخل ہو کر ریگا پر قابض ہو سکے ہیں ۔ اور مرکز میں وہ روسی پولینڈ سے گذر کر روس کی ۱۹۳۹ء والی سرحد کے پار منسک تک پہنچ سکے ہیں ۔ جنوبی علاقے میں وہ گیارہ روز کی شدید جدوجہد کے بعد لوؤف پر قابض ہوئے ہیں ۔ یہ مقام روسی پولینڈ میں واقع ہے ۔ گویا اسی سمت میں جرمنی اپنی پولینڈ والی سرحد سے صرف چند میل آگے بڑھ سکے ہیں اور روس کی سرحد سے ابھی بہت دور ہیں اور انتہائی جنوبی علاقے میں رومانیہ اور یوکرائن کی سرحد پر جرمنوں کو مطلق کوئی کامیابی نہیں ہوئی ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

یہ جنگ چونکہ یورپ کی دو زبردست طاقتوں کے درمیان ہے اس لئے گذشتہ یورشوں کے لحاظ سے بہت خطرناک ہے اور فریقین کا شدید نقصان ہو رہا ہے اور یہ تہذیب تمدن کی دعویدار قومیں جی کھول کر ایک دوسرے کو تباہ و برباد کر رہی ہیں مثلاً آج جولائی کی خبر ہے ۔ جرمنوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ٹگلیشیا کے قریب انہوں نے ۲۰۰ روسی ٹینک تباہ کر دیئے ہیں ۔ ایک اور خبر ہے ۔ جرمن ہائی کمان کا دعویٰ ہے کہ بیالسٹک کے قریب ایک لاکھ روسیوں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ اسی طرح روسی ہائی کمان نے دعویٰ کیا ہے کہ روسی بیڑے نے بحیرہ اسود میں سات جرمن آبدوزوں کو تباہ کر دیا ہے یہ جنگ اپنی ہولناکیوں میں گذشتہ محاربوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے اور اپنے نتائج میں کتنی تباہ کن ہے اس کا اندازہ ابھی کیا ہی نہیں جا سکتا یونان میں اس جنگ کی وجہ سے قحط اور وبا شروع ہو چکی ہے ۔ ابھی معلوم نہیں دنیا کے کتنے ملک ان آفات کا شکار ہونے والے ہیں ۔ گویا دنیا ایک زبردست انقلاب کے دروازے پر کھڑی ہے ۔ اور معلوم نہیں کیا سے کیا ہونے والا ہے ۔ یوں نظر آتا ہے کہ موجودہ تہذیب اور کلچر کا تختہ الٹ دیا جائیگا اور مسیح محمدی کی پیشگوئی بڑی ہیبت اور شوکت سے پوری ہوگی

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کر سکیگا ۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

اسلام کی تلوار

معاصر ایمان ۱۵ جون رقمطراز ہے :-

"مسلمانو! حکومت الہٰی کے قیام کے لئے نکلو ۔ جب تک دنیا میں اللہ کی حکومت قائم نہ ہوگی ۔ انسانوں کی غلامی اور ظلم کا سلسلہ جاری رہے گا ۔ اسلام کی تلوار قرآن ہے جب تک دنیا قرآن کو قبول نہ کرے گی امن کا منہ نہ دیکھے گی ۔ اور یہ فرض قرآن کے ماننے والوں پر عائد ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو ظلم و فساد کے گردابوں سے نکال کر نجات و سعادت کے ساحل تک پہنچا دیں"

معاصر مذکور کا ارشاد درست ہے ۔ اسلام کی تلوار قرآن مجید ہے اور اسی تلوار کے زور سے اسلام دنیا میں پھیلا ہے ۔ ورنہ لوہے کی تلوار سے وہ عظیم الشان فتح حاصل نہیں ہو سکتی جو اسلام کو حاصل ہوئی ۔ اسی جہاد کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فلا تطع الکٰفرین وجاھدھم بہ جہاداً کبیرا

لیکن سوال یہ ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو جہاد بالقرآن کو ہی حقیقی جہاد خیال کرتے ہیں ۔ بہت قلیل ۔ بلکہ کالعدم ۔ اسلامی ممالک کو آج رنگ و نسل کے امتیازات سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ قرآن مجید کی طرف التفات کریں ۔ اسلامی سواد اعظم میں صرف جماعت احمدیہ اشاعت قرآن کو اپنا اہم فرض قرار دیکر دنیا کو ظلم و فساد کے گردابوں سے نکالنا چاہتی ہے ۔ دراصل مسلمانوں کا ایمان قرآن مجید کے اثر و نفوذ سے اٹھ چکا ہے ۔ اور یہ بے یقینی ہی اس کا سب سے بڑا مرض ہے ۔ لیکن مسلمانوں کے قلوب میں اس وقت تک ایمان کی شمع روشن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ امام عصر یا مجدد قبول نہ کریں ۔ صرف خشک وعظ و نصیحت سے نہ آج تک ایمان پیدا ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے ۔ ایمان تو وہ نور ہے جو براہ راست آسمان سے نازل ہوتا ہے ۔ آج بھی آسمان سے نور کی بارش ہوئی لیکن بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس نور سے محروم ہیں ۔ وہ آنکھیں رکھتے ہوئے اس نور کو نہیں دیکھتے اور کان رکھتے ہوئے ایک منادی کرنے والے کی آواز کو نہیں سنتے ۔ اے خدا! ان لوگوں کو آنکھیں دے کہ وہ اس نور کو دیکھیں اور کان دے کہ اس منادی کرنیوالے کی آواز کو سنیں تاکہ انہیں اسلام کی تیغ براں کی قوت کا اندازہ ہو سکے

انجیل کی اشاعت

"برطانیہ کے مسیحی علماء کے سامنے سوال یہ تھا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے انجیل کا نیا عربی ترجمہ نہایت ہی آسان ہو جائے عیسائی علماء کی ایک جماعت اس کام میں لگ گئی انہوں نے بے شمار عربی اخباروں کا مطالعہ کر کے عربی کے کل ۸۵۰ آسان ترین الفاظ منتخب کئے جو تمام موجودہ عربی بول چال پر حاوی تھے ۔ اب انہوں نے اپنی (۸۵۰) الفاظ کے اندر اندر انجیل کا نیا ترجمہ عربی میں شائع کر دیا ہے اور وہ اس قدر آسان ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی ۔ دنیا میں انجیل کی اشاعت کیلئے مذکورہ بالا کاوش وہ قوم کر رہی ہے جس کے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ مذہب کو خیرباد کہہ چکی ہے لیکن وہ قوم جسے اسلام سے محبت کا دعویٰ ہے اس نے قرآن مجید کے متعلق کیا کیا ہے ۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کی تبلیغی کوششوں پر منفعل ہونا چاہئے اور اپنے تمام دعوؤں پر شرمسار ہونا چاہئے ۔ یہ انجیل کا عربی ترجمہ عربی بولنے والے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے ہے ۔ کیا مسلمانوں نے بھی ان اقوام کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کیلئے کوئی اہتمام کیا ہے اور قرآن مجید کے ایسے تراجم کئے ہیں جو ان اقوام میں پھیلائے جا سکیں ۔ خدا مسلمانوں کو اتنا شعور دے کہ ہم معاملات کا جائزہ لے سکیں اور اپنی ذمہ داریاں سمجھ سکیں اور اپنی فرد گذاشتوں پر آنسو بہا سکیں ۔

ایمان اور اعمال صالح

اپنے قلوب میں خدا اور خدا کے رسول کی محبت پیدا کرو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (سورۃ العصر)

ایمان کا مرتبہ

اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ تو درست ہے کہ اچھے اعمال سے ہی انسان کی ترقی یا نجات وابستہ ہے لیکن جب اعمال اچھے ہوں تو ایمان کی شرط ساتھ کیوں ہے اور شرط بھی ایسی کہ اس کو مقدم رکھا ہے۔ الذین امنوا وعملوا الصالحات۔ خسران کی حالت سے وہ نکلتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ اعمال کا ذکر بعد آتا ہے۔ ومن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفران لسعیہ (الانبیاء رکوع ۷) ایسے انسان کی کوشش اور دوڑ دھوپ کا انکار نہیں ہوتا جو مومن بھی ہو یعنی اسے اپنی کوشش کے نتائج مل جاتے ہیں۔ ومن اراد الاخرۃ وسعی لہا سعیہا وھو مومن فاولئک کان سعیہم مشکورا (بنی اسرائیل رکوع ۲) معلوم ہوا کہ ایمان کو قرآن نے سب سے پہلا مرتبہ دیا ہے۔ ایمان کے بغیر اعمال صالحہ بڑی مشکل سے میسر آ سکتے ہیں۔

ایمان کیا چیز ہے؟

ایمان کیا چیز ہے؟ خدا کے فضل سے ہمارا مذہب ایسا ہے کہ وہ ہماری تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور جو سوال انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اس کا جواب پہلے سے موجود ہے۔ ایمان کے متعلق ہمارے نبی کریم صلعم نے دو الگ الگ باتیں فرمائیں:۔

ا۔ ایک تو جب کسی نے پوچھا کہ ما الایمان یا رسول اللہ یا رسول اللہ ایمان کیا چیز ہے تو فرمایا۔ ان تومن باللہ وملائکتہ ورسلہ وتومن بالبعث بعد الموت۔ یعنی ایمان لائے اللہ پر اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی اور اس کے رسولوں پر اور ایمان لائے بعث بعد الموت پر۔ یہ تو ایک رنگ کا جواب ہے جو علمی حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کو مانو۔ رسولوں کو مانو۔ بعث بعد الموت کو مانو۔ یہ علمی رنگ کا ایمان ہے۔

۲۔ اور دوسری جگہ آپ نے خود ہی ایمان کی عملی تفسیر فرمائی ہے۔ فرمایا۔ الایمان بضع وسبعون شعبۃ ایمان کی ستر سے اوپر کچھ شاخیں ہیں۔ اعلاہا لا الٰہ الا اللہ و ادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ یعنی اس کی اعلیٰ سب سے بڑی شاخ یہ ہے کہ کوئی معبود اور مطلوب اور مقصود سوائے خدا کے نہیں۔ اور اس کی سب سے چھوٹی شاخوں میں سے ہے رستوں سے تکلیف کی چیزوں کو دور کرنا۔ تو دیکھئے اعلیٰ شاخ تو ہے لا الٰہ الا اللہ اور ادنیٰ ہے رستہ سے تکلیف کی چیزوں کو دور کرنا اور پھر ساتھ یا ستر سے زائد شاخیں ہیں۔ ستر عدد کامل کے طور پر ہے یعنی ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں اور فی الحقیقت یہ تمام شاخیں عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ . . . .

. . . .

حضرت امام بخاری اور مسئلہ ایمان

حضرت امام بخاری نے جس قدر ایمان کے مسئلہ میں اپنے فہم کا ثبوت دیا ہے۔ وہ آپ کے محدثیت کے پایہ کو بہت بلند کرنے والی چیز ہے۔ فرماتے ہیں۔ الایمان یزید وینقص۔ ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے یعنی جوں جوں انسان کی عملی حالت ترقی کرتی ہے اور وہ فرمانبرداری کی طرف قدم بڑھاتا ہے اس کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور جب وہ معصیت کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

حضرت نبی کریم کی ایک حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایمان کی لذت انسان کو کب حاصل ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔ تین چیزیں ہیں جس کے اندر وہ ہوں۔ وہ ایمان کی لذت کو پا لیتا ہے۔ ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما کہ اللہ اور اس کا رسول باقی تمام چیزوں سے اسے زیادہ پیارا ہو۔ یہ تو پہلی چیز ہے جو انسان کے اندر ہو تو اسے حلاوت ایمان ملتی ہے اور دوسری چیز فرمایا۔ و ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔ انسان محبت کرے دوسرے سے مگر اس کی محبت کی کوئی غرض نہ ہو سوائے خدا کی محبت کے اور تیسری بات فرمائی۔ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار یعنی اس قدر روشنی اور نور اس کے اندر پیدا ہو جائے کہ کفر کے اندر لوٹ کر جانا اسے اسی قدر مشکل نظر آتا ہو جس قدر آگ کے اندر پڑنا۔ آگ کے اندر پڑنے سے کون نہیں گھبراتا۔ تو چاہئے کہ اسے ایسا معلوم ہو کہ کفر آگ ہے اور خدا اور رسول کی محبت جنت ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا۔ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ کوئی تم میں سے ایماندار نہیں جب تک کہ میں اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہوں۔

ہمارے غلطی خوردہ دوست

ہمارے وہ غلطی خوردہ دوست جو حضرت مسیح موعود کے بعض اس قسم کے لفظوں پر آ کر جو عجیب دینی علم کی ناواقفیت کے ٹھوکریں کھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے جان بوجھ کر بھی مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نبی کریم صلعم کے ان الفاظ پر غور کریں کہ آپ نے یہ کمال ایمان کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ مومن نہیں بنتا جب تک کہ اللہ اور رسول سب سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں تو مطلب یہ نہیں کہ وہ مطلق ایمان سے خارج ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ کمال ایمان کا مرتبہ یہ ہے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی جو یہ لکھا ہے کہ جس شخص کو میری دعوت پہنچ چکی اور وہ ایمان نہیں لایا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اس سے بھی کمال ایمان ہی مراد ہے یعنی وہ کامل مسلمان نہیں۔

ایمان کی تدریجی ترقی

ایمان ابتدا فی الحقیقت ایک بیج کی طرح ہوتا ہے۔ مگر جانتے ہو بیج بھی نشوونما پا کر درخت بن جاتا ہے۔ یہی حال ایمان کا ہے کہ وہ انسان کی عملی حالت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہتا ہے اور وہ کامل نہیں ہوتا جب تک خدا اور رسول کی محبت سب سے بڑھ کر اس کے دل میں نہ ہو۔ یہی مطلب حضرت مسیح موعود کا ہے۔ ورنہ یہ جو فرمایا کہ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" تو پھر کس طرح کسی شخص کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر قرار دے سکتے تھے۔

حضرت نبی کریم کا ارشاد

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ وہ جو کسی کا قول ہے کہ دوسروں سے ایسا سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے کریں۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے جو نبی کریم صلعم نے فرمائی۔ کہ جو اپنے لئے چاہتے ہو۔ وہی دوسروں کیلئے بھی چاہو۔ بہت کم لوگ ہیں۔ جو دوسروں کیلئے بھی وہی چاہتے ہوں جو اپنے لئے چاہتے ہیں۔ اسی لئے اس کو بھی ایمان کی شاخوں میں سے قرار دیا ہے۔

سب سے بڑی محبت

تو خدا اور رسول کی محبت کو سب محبتوں سے بڑھ کر قرار دیا ہے۔ خدا کی محبت کے سامنے سب محبتیں ہیچ ہیں۔ قرآن نے بھی فرمایا ہے۔ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونہم کحب اللہ۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوائے دوسرے کو شریک بنا رکھا ہے ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہئے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ اور جو ایمان لاتے ہیں۔ ان کی محبت سب سے زیادہ اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی کو حدیث نے بیان فرمایا ہے۔

یہ سارے اصول قرآن میں بھی موجود ہیں

اصل میں جو کچھ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے اس کے سارے اصول تو قرآن میں موجود ہیں۔ فرمایا بلیٰ من اسلم وجہہ للہ و ھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا کامل فرمانبردار بنا دیتا ہے اور اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا ہے اس کا اجر اللہ کے پاس ہے اور کوئی خوف اور غم ان پر نہیں۔ تو وہی باتیں قرآن میں اور وہی حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ خدا کے سوائے کسی دوسری چیز کی محبت انسان کو کامل نہیں بنا سکتی۔

ملک اور قوم کی محبت کے نتائج

دنیا میں لوگوں نے اور اور چیزوں کی محبتیں پیدا کر رکھی ہیں جو کسی طرح انسان کے لئے مفید نہیں۔ بلکہ دکھ ہی کا موجب ہوتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر ملک اور قوم کی محبت ہے۔ لیکن دیکھ لیجئے کہ جو ملک اور قوم سے محبت کرتا ہے وہ ٹھوکر ہی کھاتا ہے اور دوسرے ملکوں اور قوموں کے متعلق اس کے دل میں نفرت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔

جنگ یورپ

یہ یورپ جو آج جنگ کی بھٹی میں جل رہا ہے کس چیز نے اس کو ایسے عذاب میں مبتلا کیا۔ وہی ملک اور قوم کی محبت۔ جس نے ہر ایک ملک اور قوم کے لوگوں میں دوسرے ملکوں اور قوموں کو کھا جانے کی خواہش پیدا کر دی۔ لیکن جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے

سکے گی۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ مولانا عالم دین ... صاحبزادہ لطیف احمد اور آپ کے برادرزادہ رشید احمد ... ایل ایس۔ بی اب خدا کے فضل سے با روزگار ہوگئے ہیں۔ مولانا ... نے میری موجودگی میں دونوں کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو اب تم ملازم ہو گئے ہو اب تم کو باقاعدہ انجمن کا چندہ دینا ہے۔ دونوں نے حکم کی تعمیل کی اور چندہ دیا اور آئندہ باقاعدہ چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ مولانا صاحب کے بڑے صاحبزادہ کیلئے ایک جگہ ملازمت کی کوشش ہو رہی ہے۔ احباب سے استدعا ہے کہ وہ ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مہر سنگھ ولد جھنڈا ذات جٹ ساکن بھنگواں تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۵۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۲۵ ۷/۳۴ مقرر کی ہے۔ لہٰذا بجائے مذکور پر مہر سنگھ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں

مورخہ ۲۰ ۶/۳۴

دستخط:- چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ گورداسپور ضلع گورداسپور

میرے تبلیغی دورہ کی مختصر کیفیت

(از جناب مولانا مرتضٰے خاں صاحب - بی - اے)

گذشتہ ماہ جون میں میں نے مقامات شاہدرہ [1]، گوجرانوالہ [2]، قلعہ دیدار سنگھ [3]، ادکھڑ [4]، چک درکاں [5]، وزیرآباد [6]، رسول نگر [7]، حافظ آباد [8]، سوہدرہ [9] اور شیخوپورہ [10] کا دورہ کیا

اس دورہ میں زائد از یکصد ٹریکٹ غیر از جماعت اور قادیانی احباب میں تقسیم کئے گئے۔ تقریباً اسی قدر احباب کی خدمت میں حاضر ہو کر احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ علاوہ جماعتوں کے ماہوار چندوں کے مبلغ ۲۰۴ روپیہ بقایا جات میں سے وصول کئے گئے۔ دو اخبار ''لائٹ'' اور ایک ''پیغام صلح'' جاری کرائے گئے۔ ایک صاحب جو میٹرک ہیں اور فہمیدہ نوجوان ہیں، داخل سلسلہ ہوئے۔ تین اصحاب نئے ممبر بنے بعض صورتوں میں ماہوار چندوں میں اضافہ کیا گیا۔ مفصل رپورٹ دفتر میں دی گئی ہے۔

اسی ضمن میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ باستثنائے وزیرآباد اور گوجرانوالہ کے جہاں ہماری منظم جماعتیں ہیں۔ باقی مندرجہ بالا مقامات میں محض ایک ایک، دو دو افراد ہماری جماعت کے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جہاں جہاں ہمارے دوست ہیں۔ وہاں وہ کچھ نہ کچھ تبلیغی کام کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے انفرادی طور پر احباب کی خدمت میں عرض کیا ہے۔ تبلیغ کے لئے بیش از بیش جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ان مقامات پر ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو ہماری باتیں سن لیتے ہیں۔ ہاں بعض مقامات مثلاً سوہدرہ۔ قلعہ پر مخالفت کے سخت مرکز ہیں۔ وہاں کے لوگ مروت ہماری طرف توجہ نہیں کرتے۔ بلکہ احمدی کے نام سے بھاگتے ہیں۔ غرضیکہ احباب کو ہر جگہ حسب موقعہ اپنی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے، ورنہ جماعتیں پیدا کرنی چاہئیں۔ ایک مبلغ جس نے تین ماہ کے اندر بیسیوں جگہ گھومنا ہے اس سے یہ توقع کہ وہ مستقل طور پر کچھ عرصہ ایک جگہ قیام کر کے تبلیغ کرے۔ قریباً ناممکن ہے۔ اس لئے احباب کو چاہئے کہ اپنی اپنی جگہ مناسب طریق پر تبلیغ جاری رکھیں۔ گوجرانوالہ میں ہمارے ڈاکٹر حسن علی صاحب تقریری، تحریری دونوں طریق سے تبلیغ کرتے ہیں۔ شیخ محمد حسین صاحب زیادہ تر وصولی چندہ کا اہتمام رکھتے ہیں۔ بقایا جات بہت کم رہتے ہیں۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب درس بھی دیتے ہیں۔ جمعہ ان کے مکان پر ہی پڑھا جاتا ہے اور یہ خوشی کی بات ہے کہ جماعت کے نوجوان اور کم عمر بچے دس سال کی عمر تک کے جمعہ میں شریک ہوتے ہیں۔ وزیرآباد کی جماعت باقاعدہ منظم ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب تبلیغ اور شیخ عبید اللہ صاحب وصولی چندہ کا کام کرتے ہیں علاوہ ازیں شیخ عبداللہ صاحب، اور دوسرے نوجوان سلسلہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وزیرآباد کی جماعت کے لئے وجود ایک نعمت غیر مترقبہ کا حکم رکھتا ہے۔ وہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب کی ذات گرامی ہے میں نے ان کو حضرت مسیح موعود کا بڑا عاشق پایا اور آپ کے علم قرآن کا میرے دل پر بہت بڑا اثر ہوا۔ شیخ صاحب کے مناظروں کی کیفیت جو آپ مخالف علماء سے کرتے رہے اور آپ کے نکات قرآن سنکر انسان بے حد محظوظ ہوتا ہے۔ شیخ صاحب فرماتے تھے کہ میں نے حضرت کی زندگی میں التزاماً آپ سے فہم قرآن عطا کئے جانے کیلئے دعائیں کرائی ہیں اور یہ انہی دعاؤں کا نتیجہ ہے آپ نے اپنے صاحبزادہ کو بھی قرآن مجید پڑھایا ہے اور اس کے ساتھ حضرت مسیح موعود کی کتب بھی پڑھائی ہیں۔ ان سطور کے تحریر کرنے کا مقصد کسی کی مدح سرائی نہیں بلکہ حقیقت نفس الامری کا اظہار اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے دوسرے بزرگ بھی اپنی اولاد کی دینی تربیت اسی طرح کریں جس طرح شیخ صاحب نے کی ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں حکیم قاضی غلام مصطفٰے صاحب کا ذکر خیر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، قاضی صاحب موصوف اپنے گاؤں میں اکیلے احمدی ہیں۔ یا ان کا ایک لڑکا احمدی ہے۔ باقی سارا گاؤں غیر احمدی ہے۔ یہ قاضی صاحب کا کمال ہے کہ سارا گاؤں آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہے اور سب آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں۔ دراصل یہ قاضی صاحب کے حسن سلوک اور نہایت درجہ کی خدمت خلق کا جذبہ ہے کہ سب لوگ آپ کے مداح ہیں۔ صرف خلق کے لئے آپ اکثر اپنا وقت بلکہ اپنا مال بھی خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اردگرد کے علاقوں میں تو احمدیت کی اس قدر مخالفت ہے لیکن چک درکاں میں مخالفت نہیں بلکہ موافقت ہے۔

شیخوپورہ میں ہمارے مخلص دوست محمد سعید صاحب ہیڈ ... حال ہی میں متعین ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ اب وہاں جماعت ترقی کر

ایک غلط فہمی کا ازالہ

(از جناب حافظ عبدالرشید صاحب عباسی مبلغ سندھ)

اکثر بھائی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ہم اپنے قومی اغراض کیلئے خرچ کرنے سے آزاد ہو گئے ہیں اور شرعاً غیر ملوم ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم کی تصریحات اور احادیث نبویہ کی تشریحات ان کے خیال کی تردید کرتی ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں وارد ہے۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ ترجمہ۔ تم سے پوچھتے ہیں کہ راہ حق میں خرچ کریں تو کیا کریں۔ ان سے کہدو جس قدر تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو۔ یعنی زکوٰۃ کی طرح کوئی خاص مقدار معین نہیں کر دی گئی۔ جو کچھ تمہاری ضروریات معیشت سے بچ رہے جائے۔ اس میں سے خرچ کرو۔ اس حکم سے واضح ہو گیا۔ کہ یہ حکم زکوٰۃ کے حکم کے باوجود قابل عمل ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ کہ قوم کی ساری ضرورتیں محض زکوٰۃ سے چلیں وہی قومیں جہاد زندگی میں کامیاب رہتی ہیں۔ جن کے افراد اپنا سب کچھ قوم کا سمجھیں۔ خدا کی طلب میں سب کچھ دینا بڑی بات نہیں کیونکہ یہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس سے صاف ظاہر ہے کہ زکوٰۃ سے کبر مطمئن ہو جانا درست نہیں۔ بلکہ معمولی سامان معیشت رکھ کر سب کچھ راہ حق میں دینا ہی اصل حکم کی تعمیل ہے۔ اسلامی زندگی کا نظریہ قرآن حکیم کے نزدیک تمام مسالک سے الگ رنگ رکھتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمان زندہ رہتا ہے تو اللہ کیلئے اور مرتا ہے تو اللہ کیلئے غرضیکہ اس کی تمام قربانیاں بدنی ہوں یا مالی۔ سب پروردگار عالم کیلئے ہیں ارشاد ہے

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ۝

بفضلہ تعالیٰ اس وقت روئے زمین پر ایک ہی جماعت ہے جو خدا کے مقدس کلام کو پھیلانے اور اس کے پاک نبی کے کلام کی اشاعت کرنے کیلئے ہر ممکن قربانی کر رہی ہے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے کہ خدا نے اپنے کرم سے بڑے مخلص افراد جماعت کو عطا فرمائے ہیں۔ ہزاروں حوادثات آئے صدہا انقلابات آئے۔ مگر ان مردان خدا کے عزائم کو متزلزل نہ کر سکے۔ اس لئے کہ یہ شجرہ طیبہ ایک ورد طیب لے بار آور طیب پیدا ہوا اور شجرہ طیبہ کا یہ وصف ہے کہ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء۔ یعنی اس کی جڑیں مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں بہت بلند ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی خبیث باطن والے کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

مضمون تو ختم ہو چکا ہے۔ مگر ایک بات عرض کر دیتا ہوں امید ہے کہ آپ ضرور غور فرمائیں گے۔ اب رجب کا مہینہ آرہا ہے اور جماعت کے مبلغین اپنے اپنے علاقوں میں آپ صاحبان کے پاس پہنچیں گے۔ اس لئے آپ میں سے جو صاحب زکوٰۃ ہوں وہ زکوٰۃ میں سے ایک معتدبہ حصہ ان کے حوالہ فرما دیں۔

اور جو صاحب نصاب نہ ہوں وہ العفو سے ان کو ... اور غیر جماعت احباب کو بھی اپنے اثر و رسوخ سے اہل سلسلہ زمرہ میں شامل کرنے کی پوری سعی فرما دیں ✦

مذاکرہ علمیہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (المائدہ)

(از جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی ۔ کلکتہ)

یوروپین اور دیگر سؤر کا گوشت کھانے والی قومیں مسلمانوں اور یہودیوں کا مذاق اڑاتی ہیں کہ بھلا سؤر کے گوشت میں کیا برائی تھی کہ اس کو حرام کر دیا گیا۔ حالانکہ بیکن (Bacon) اور ساسیج (Sausage) بڑی لذیذ چیزیں ہوتی ہیں۔ وہ اس کو محض توہم پرستی سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں مسلمانوں اور یہودیوں کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ سؤر ایک گندگی میں منہ مارنے والا اور کھانے والا بے حیا اور شہوتی جانور ہے جس کے گوشت کے کھانے سے انسان کو بھی نقصان پہنچنے کا ڈر ہے اور اس میں بھی یہ بری عادتیں پیدا ہو جانے کا اغلب امکان ہے۔ ویسے سؤر کے گوشت میں بیماریوں کے کیڑے بھی ہوتے ہیں۔ جو کہ انسان کے لئے مضر ہیں۔ مگر یہ بھلا کون مانتا ہے۔ اب ذرا ایک امریکن رسالے ہائیجیا (Hygeia) میں ایک امریکن ڈاکٹر اور سائنسدان کے مضمون "گلابی رنگ کا سؤر کا گوشت ہرگز مت کھاؤ" کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک عیسائی کا مضمون ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

"سؤر کے گوشت میں ایک باریک سونڈی کی طرح کا کیڑا ہوتا ہے۔ جو وہاں خوب نشوونما پاتا ہے اور سؤر کو ظاہرا اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ اس کیڑے کا ڈاکٹری نام (Trichinella Spiralis) ہے۔ عام طور پر یہ گوشت میں ظاہرا نظر نہیں آتا۔ اس لئے قصاب خانہ کے داروغہ یا انسپکٹر ایسے سؤر کے گوشت کو اچھا سمجھ کر پاس کر دیتے ہیں۔ اس گوشت کو کھانے سے یہ کیڑے انسان کی آنتوں میں جا کر گھر بنا لیتے ہیں اور اس کی مادہ ۵۰۰ کے قریب بچے پیدا کرتی ہے۔ جو کہ جلد ہی آنتوں کی دیواروں میں سے ہو کر انسان کے خون میں مل جاتے ہیں۔ اور وہاں سے جسم کے گوشت میں پھیل جاتے ہیں۔ اور اپنے گرد ایک کویا یا گول گھر سا بنا لیتے ہیں اور اس میں سالوں تک زندہ رہتے ہیں۔ جب اس قسم کے کیڑوں کے گھر جسم میں بہت پھیل جاتے ہیں تو انسان کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اوّل اوّل تو دست آتے ہیں جن میں قدرت ان کیڑوں کو باہر نکالنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر پھر یہ مرض ٹرائیچینا سیس (Trichinosis) چھ ماہ تک جسم میں پوشیدہ رہتا ہے۔ جب یہ زور پکڑتا ہے تو جسم میں سخت درد اور ضعف پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد بخار اور ٹھگی کی قسم کی ایک دماغی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جس سے کئی دفعہ انسان فوت ہو جاتا ہے۔ جب یہ مرض جڑ پکڑ جائے تو لا علاج ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ صرف صوبہ جات متحدہ امریکہ میں ایک کروڑ انسان اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اگر گوشت خوب اچھی طرح پکایا جائے۔ تو یہ کیڑے مر جاتے ہیں۔ مگر امریکن اور یورپین لوگ ادھ پکا یا نمکین گوشت وغیرہ زیادہ پسند کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔" سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جو سؤر کا گوشت حرام کر دیا۔

ایک ہونہار یتیم بچہ کی ضرورت

جماعت کے ایک محترم بزرگ رضائے الٰہی اور للہ طور کار خیر ایک یتیم بچہ کو اپنی کفالت میں لے کر اس کی پرورش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ بچہ خاندان سادات کا ہو یا اور کسی اچھے خاندان کا ہو۔ تو وہ بھی درخواست کر سکتا ہے۔ بچہ کی پرورش خاطر خواہ طور پر ہوگی اور انشاء اللہ اس کی زندگی سنوارنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

پتہ ذیل پر خط و کتابت کی جائے:-

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد احمدی نوجوانوں کے پیش نظر رہنا چاہئے:-

"میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں اس غرض کیلئے اگر وہ احباب جو کہیں ملازم ہیں تین یا چار ماہ کیلئے رخصت لیکر لاہور آ جائیں تو انہیں تبلیغ کیلئے خاص طور پر تیار کر دیا جائیگا۔ یہ انتظام چار ماہ کیلئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک کر دیا جائیگا۔ اس لئے ان دوستوں کا جو ارادہ ہو وہ ابھی سے رخصت کا انتظام بھی کریں اور مجھے بھی اطلاع دیں۔ وہ لاہور کے قیام میں انجمن کے مہمان ہوں گے!!"

(محمد علی)

پوسٹر بھیجے جا رہے ہیں

بیرونجات میں مندرجہ ذیل دو پوسٹر مختلف تعداد میں مختلف جماعتوں کو بھیجے جا رہے ہیں۔ صدر صاحبان اور سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ پوسٹر ۹ بعنوان:- "غیر احمدی مسلمانوں کے جنازے کے متعلق قادیانیوں کا مسلک" کو اپنے اپنے شہر میں موزوں جگہوں پر جلد از جلد چسپاں کروا دیں پوسٹر ۱۱ بعنوان "کیا قادیانی جماعت کے نزدیک کلمہ طیبہ منسوخ ہے" کم و بیش دو یا تین ہفتہ بعد لگوائیں مشکور ہونگا

والسلام خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبد اللہ ۔ افسر پبلسٹی کمیٹی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن [illegible]

جماعت کے طلبا کو الوداعی پارٹی

۲۹ جون بروز اتوار بعد از نماز مغرب بوقت ۷ بجے [illegible] ہائی سکول میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ممبران ایسوسی ایشن [illegible] لاہور کالجوں کے تمام احمدی طلبا کو شمولیت کی دعوت دی گئی [illegible] اور چند ایک معززین جماعت نے بھی شرکت فرما کر جلسہ کی رونق [illegible] جلسہ کی غرض یہ تھی کہ وہ طلبا جماعت جنہوں نے امسال مختلف [illegible] میں کامیابی حاصل کی ہے ان کو جماعت کی طرف سے مبارک [illegible] کی جائے اور ساتھ ہی اس طرف توجہ دلائی جائے کہ موسم گرما کی [illegible] میں وہ اپنے اس فرض منصبی کا بھی خیال رکھیں جو ان پر بحیثیت [illegible] عائد ہوتا ہے اور جس کا عہد انہوں نے بوقت بیعت کیا تھا۔ [illegible] افتتاح مکرم جناب مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ [illegible] نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ اس کے بعد خاکسار نے اپنے [illegible] ڈاکٹر اقبال صاحب [illegible] آف میڈیکل کالج لاہور کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ اس موقع پر حاضرین کو مخاطب فرمائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے میری اس استدعا کو منظور کرتے ہوئے حاضرین اور بالخصوص طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں نے حضرت امام زمان کو مسیح موعود اور مہدی معہود مانا ہے۔ حضرت صاحب کا جو مشن تھا۔ اس کو پورا کرنا اب آپ پر فرض ہے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت صاحب کس غرض کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ حضرت صاحب کا مقصد وحید غلبۂ اسلام لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ تھا۔ غلبۂ اسلام دو طرح پر ہو سکتا تھا۔ ایک بذریعہ تلوار و قوت طاقت، حکومت و سلطنت وغیرہ کے اور دوسرا بذریعہ دلائل و براہین اور اسلام کی روحانی اور اخلاقی قوت سے، خوب یاد رکھیں کہ [illegible] آسان اور جلد نتائج پیدا کرنے والا ہے۔ آج دنیا میں [illegible] بالخصوص یورپ میں یہی طریقہ استعمال کیا جا رہا ہے [illegible] آپ کو علم ہے کہ جو افراد اور اقوام اس جہاد بالسیف میں مصروف ہیں ان کو کیا کیا قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ کس قدر [illegible] تلف ہو رہی ہیں۔ کس قدر خوبصورت شہر اور ان کے عالیشان محلات زمین کے برابر کر دیئے گئے ہیں۔ کروڑہا روپیہ روزانہ صرف ہو رہا ہے [illegible] پہلے طریقہ کے لئے جو دوسرے طریقہ سے آسان ہے۔ اس قدر قربانی کی ضرورت ہے تو آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بذریعہ دلائل اور براہین غلبہ حاصل کرنے کیلئے کس قدر عظیم الشان مالی [illegible] جانی قربانیوں کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ الغرض آپ نے [illegible] جماعت کی توجہ کو اس اہم فرض کی طرف منعطف کروایا جو [illegible] زمان امام وقت نے مسلمانوں کے سامنے رکھا [illegible] اس فرض کی ادائیگی صرف ہم پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے امام زمان کو تسلیم کیا ہے۔ آپ نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ جس قدر زبردست ایمان حضرت صاحب کے ارشادات [illegible] قدر زبردست قوت عمل ہم میں پیدا ہوگی اور جس قدر [illegible] قوت عمل ہمارے اندر پیدا ہوگی۔ اسی قدر زبردست [illegible] کام ہم سر انجام دے سکیں گے۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کر [illegible] ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد حاضرین کی پھلوں اور شربت وغیرہ سے تواضع [illegible] کی گئی اور خاکسار نے ڈاکٹر صاحب مذکور اور سامعین کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے جلسہ کو برخاست کیا۔ والسلام

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبد اللہ

صدر مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

صحابہ کرام کی دولت

ایک دفعہ عرب میں قحط پڑ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے والی عمرو بن عاص کو غلہ بھیجنے کیلئے لکھا تو انہوں نے جواب دیا میں اونٹوں کی ایسی قطار غلہ سے لاد کر کر غلافت میں بھیجتا ہوں جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں ہو گا اور آخری اونٹ کی دم یہاں مصر میں میرے ہاتھ میں ہوگی یہ سب وقتی دولت تھی۔ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ صرف دس پندرہ سال کے عرصہ ہی میں حجاز، یمن، یمامہ، بحرین، عراق، ایران، شام مصر کے لاکھوں مربع میل کے وہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئے جو دنیا میں ثروت و دولت کا سرچشمہ تھے مصر سے حضرت عمرو بن عاص نے مصر کو فتح کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہلا خط یہ لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی زمین پر مسلمانوں کو قبضہ دلایا ہے جو اچانک موتی کی طرح سفید اور پھر مشک عنبر کی مانند سیاہ اور اس کے بعد ہیرے کی مانند سرسبز ہو جاتی ہے۔ ان علاقوں کا ایک بڑا حصہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگیروں پر تقسیم کر دیا گیا۔ آج آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اموال غنیمت کے ساتھ ہر صحابی کے گھر میں سالانہ کتنی دولت ان جاگیروں سے آتی تھی۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ عہد نبوت میں جس گھوڑے کی قیمت مدینہ میں پندرہ درہم تھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اب وہ پندرہ سو روپیہ میں ملتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین جو مدینہ کے پاس ہے کل ایک لاکھ ستر ہزار درہم میں مول لی تھی۔ لیکن ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے فروخت فرمایا تو اس کی قیمت سولہ لاکھ لی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی سخاوت کی وجہ سے مرنے کے وقت ایک پیسہ بھی نہ چھوڑا لیکن مکانات اور زمین کی شکل میں جو ان کی جائداد تھی اس کی قیمت جیسا کہ بخاری میں ہے پچاس کروڑ دو لاکھ لگائی گئی۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے انتقال کے وقت جو ترکہ چھوڑا اس کا پورا حساب تو بہت طویل ہے۔ لیکن ان کی فراخی اور فارغ البالی کا آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ انہوں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی جب یہ رقم بانٹی گئی تو ۴۰ ہزار پونڈ صرف بدر کے صحابہ کو ملے۔ صحابہ اور صحابہ کی اولاد جن کے پاس گنتی کے لئے ہزار سے اوپر کوئی لفظ ہی نہ تھا۔ ایک ہی وقت میں لاکھوں اور کروڑوں روپے صرف خیرات کرتی تھی یا اپنے ملنے جلنے والے احباب و اقارب کو دے ڈالتی تھی۔ آپ صحابہ کی اس دولت سے یہ خیال نہ کریں کہ وہ سرمایہ دار تھے۔ حاشا، وہ اپنی پوری دولت اسلام کے مقرر کردہ راستوں پر صرف کرتے تھے۔ ہر ایک مسلمان نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا تھا۔ وہی عبدالرحمٰن بن عوفؓ جن کا ابھی ذکر گذرا ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی روپے سے خرید خرید کر تقریباً تیس ہزار غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ اور قریباً تمام صحابہ کا حال یہی تھا صرف یہی نہیں۔ بلکہ ان میں اکثر خصوصاً حضرت کا زیادہ میلان تعلیم قرآن اور خدمت حدیث کی طرف تھا۔ ان کی تمام جائدادوں اور مالی ذرائع کی نگرانی بھی امینوں کے سپرد تھی۔ وہی وصول کرتے تھے اور وہی اس کا حساب کتاب رکھتے اور ان بزرگوں کو اپنے کام کے سوا اور کسی بات سے سروکار نہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کے ایک بھائی عبیداللہ کا واقعہ ہے کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر ہزاروں روپے لوگوں کو دے دیتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے آ کر کہا کہ تم پر میرا حق ہے بولے، کیا حق ہے۔ اس نے کہا، تم چاہ زمزم پر پانی پی رہے تھے چہرہ پر دھوپ پڑ رہی تھی اور اس وقت میں نے اپنی چادر سے تم پر سایہ کر دیا تھا۔ بولے، تیرا احسان مجھے یاد ہے۔ پھر اپنے داروغہ کو آواز دی اور پوچھا، تیری تحویل میں اس وقت کتنی رقم ہے۔ اس نے کہا۔ دس ہزار درہم نقد [illegible] طلائی دینار۔ حضرت عبیداللہ نے حکم دیا۔ یہ تمام روپیہ اس شخص کو دے دو۔

(ماخوذ)

رفتار عالم

—— لندن ۲ ر جولائی۔ جرمنوں نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے گلیشیا کے قریب دو روسی فوجوں کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اس جگہ ۲۰۰ روسی ٹینک برباد کر دیئے گئے ہیں یا پکڑ لئے گئے ہیں ابھی تک اس اطلاع کی تصدیق نہیں ہوئی۔

جرمنوں نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے فن لینڈ کے جنوب میں روس کی ایک بڑی فوج کو دوسری فوج سے کاٹ دیا ہے۔ مگر روسیوں کا بیان ہے کہ روسی فوجیں جوابی حملے کر رہی ہیں۔ جس سے جرمنوں کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ ناروے کی خبر رساں ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ جرمن فوج نے دیبورگ (فن لینڈ کی مشہور بندرگاہ جو روس کے قبضے میں ہے) کو گھیر لیا ہے۔ مگر ابھی تک روسیوں کی طرف سے اس اطلاع کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

—— لندن ۲ ر جولائی۔ امریکہ کی طیارہ ساز فرمیں متحد ہو گئی ہیں تاکہ برطانیہ اور امریکہ کے لئے ۵۰۰ بمبار طیارے ماہوار فراہم کر سکیں۔ حکومت امریکہ نے آگ بجھانے والے سامان کی خریداری کے لئے ایک کروڑ ۲۵ لاکھ پونڈ منظور کئے ہیں۔

—— لندن ۲ ر جولائی۔ جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ پرپٹ کے دلدلوں کے علاقے سے جرمن فوج یوکرین کی سرحد عبور کر چکی ہے۔ گویا اب لڑائی روس کے علاقے میں ہو رہی ہے۔ اور روسی فوجیں جرمنوں کو روکے ہوئے ہیں۔ اس محاذ پر جرمنوں نے ۱۰۰ روسی ٹینک تباہ کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ دُنیا کے علاقے میں بھی متعدد روسی ٹینک تباہ کر دیئے گئے ہیں اور ۱۲۰ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ جرمن ہائی کمان کل سے دعویٰ کر رہا ہے کہ جرمن فوج نے منسک پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر روسی آج بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ منسک کے نواح میں زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔

—— برلن ۲ ر جولائی۔ جرمن ہائی کمان کا دعویٰ ہے کہ جرمن فوج نے بیالسٹاک کے قریب جس روسی فوج کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ اس کا ایک حصہ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ بیالسٹک کے قریب ایک لاکھ روسیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جرمن فوج بہت سے لوازم حربیہ پر بھی قابض ہو چکی ہے۔ اور اس نے روسیوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

روسی ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ روسی بیڑے نے بحیرہ اسود میں سات جرمن آبدوزوں کو تباہ کر دیا ہے۔ فن لینڈ کے محاذ پر جرمن اور فنش فوجیں کنڈالکشا میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور جرمن فوجیں مورمانسک کی طرف بڑھ رہی ہیں مگر روسی فوجیں شدید مقابلہ کر رہی ہیں۔ بالٹک کے محاذ کے متعلق جرمنوں کا یہ دعویٰ ہے کہ جرمن فوج نے شدید حملے کے بعد ریگا پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر روسی فوجیں زبردست جوابی حملے کر رہی ہیں۔ منسک کے محاذ کے بارے میں جرمنی بار بار دعویٰ کر رہے ہیں کہ جرمن دستے سفید روس کے دارالسلطنت سے آگے بڑھ چکے ہیں۔

—— لنڈن ۲ ر جولائی۔ لنڈن میں استفسار کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ اور حکومت لتھوینیا کے سفارتی تعلقات منقطع ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ فن لینڈ اور برطانیہ کے تعلقات باقی نہیں رہے۔

—— برلن ۲ ر جولائی۔ جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ [illegible] طیاروں نے روس کے رسل و رسائل کو تباہ کر [illegible] سے لینن گراڈ تک کی ریلوے چار حصوں میں [illegible] کے مرکزی حصے میں پانچ مال گاڑیوں اور اسلحہ سے بھری [illegible] کر دیا گیا۔

—— لندن ۲ ر جولائی۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ آج شمالی [illegible] میں برطانوی طیاروں نے دشمن کے ۷ ہوائی جہاز تباہ کئے [illegible]

—— نیویارک۔ ۲ ر جولائی۔ حکومت امریکہ نے رابن مور [illegible] کے سلسلہ میں جرمنی سے دس لاکھ ڈالر بطور ہرجانہ طلب کئے [illegible]

—— ٹوکیو ۲ ر جولائی۔ آج یہاں جاپان کی امپیریل کونسل [illegible] ہوا جس میں روس اور جرمنی کی جنگ کے بارے میں جاپان کی پالیسی کے متعلق آخری فیصلہ کیا گیا۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ فیصلہ کیا ہوا [illegible]

—— انقرہ ۲ ر جولائی۔ یونان میں جرمنوں کی وجہ سے [illegible] اور وبا کی لرزہ خیز اطلاع موصول ہوئی ہے۔ بیان کیا [illegible] جرمن فوجوں نے یونان میں داخل ہوتے ہی سب [illegible] لوٹ لی تھیں اور یونانیوں کے لئے ہر شے کا راشن [illegible] قطعاً ناکافی تھا۔ قحط اور فاقہ کشی کی بدولت یونان [illegible] ایتھنز میں وبا پھوٹ پڑی ہے اور اموات کی تعداد میں [illegible]

—— بردوان ۲ ر جولائی۔ آج یہاں کل بنگال [illegible] مختلف قرار دادیں منظور ہوئیں۔ یہ مطالبہ کیا گیا کہ [illegible] بلیک ہول کا ذکر نکال دیا جائے۔

—— لاہور ۲ ر جولائی۔ گرفتار شدہ ۱۸۵ خاکسار [illegible] نے معافی کی درخواستیں حکام کو دیدی ہیں۔ ۲۴۰ خاکسار [illegible] باقی ماندہ درخواستوں پر غور ہو رہا ہے۔

—— شملہ ۲ ر جولائی۔ لندن میں مندرجہ ذیل اعلان [illegible] نے سر آرچی بالڈ ویول۔ جی۔ سی۔ بی۔ [illegible] بطور کمانڈر انچیف ہندوستان [illegible] منظور فرمایا ہے۔ آپ جنرل سر کلاڈ آچن لیک۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ بی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ڈی۔ ایس۔ او۔ او۔ بی۔ ای۔ [illegible] سی کے قائم مقام کی حیثیت سے کام کریں گے۔ اور جو سر آرچی بالڈ ویول کے جانشین کی حیثیت سے مشرق وسطے کے کمانڈر انچیف بنائے گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ زمانہ جنگ کے تقررات ہیں۔

—— شملہ ۲ ر جولائی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ [illegible] افسوس کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ انگلستان [illegible] فضائی بیڑے کے مندرجہ ذیل اشخاص ہلاک ہو گئے (۱) [illegible] علی رضا خان پاشا۔ اور (۲) ہوا باز افسر [illegible]

—— بمبئی ۲ ر جولائی۔ بارش کی کثرت [illegible] اور ٹیلیفون ایکسچینج کا سلسلہ [illegible] بند رہے گا۔ جی۔ آئی۔ پی۔ [illegible] سے بمبئی کے تعلقات [illegible]

—— لاہور ۲ ر جولائی [illegible] ریکارڈ کیا گیا ہے۔ ۵۵ یعنی [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

الصلح خیر

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیم کی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۴۱ء | نمبر ۴۱

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں قرآن کریم کی اشاعت کیلئے مامور ہوں!

پس میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح یہ نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ اور قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں۔ ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ بلکہ میں جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے اس سب پر ایمان لاتا ہوں۔ صرف عاجزی اور انکسار کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ قرآن کریم ہر یک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے اور حدیث کی صحت و عدم صحت پرکھنے کے لئے وہ محک ہے اور مجھ کو خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مامور کیا ہے تا میں جو ٹھیک ٹھیک منشا قرآن کریم کا ہے لوگوں پر ظاہر کروں اور اگر اس خدمت گذاری میں علمائے وقت کا میرے پر اعتراض ہو اور مجھ کو فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرف منسوب کریں تو میں انپر کچھ افسوس نہیں کرتا۔ بلکہ خدائے تعالےٰ سے چاہتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ وہ بصیرت انہیں عطا فرماوے جو مجھے عطا فرمائی ہے نیچریوں کا اوّل دشمن میں ہی ہوں اور ضرور تھا کہ علماء میری مخالفت کرتے کیونکہ بعض احادیث کا یہ منشا پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود جب آئیگا تو علماء اس کی مخالفت کریں گے۔ اسی کی طرف مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے آثار القیامہ میں اشارہ کیا ہے اور حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ (۱۰۷) میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب آئیگا تو علمائے وقت اس کو اہل الرائے کہیں گے یعنی خیال یہ کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے۔ اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہوجائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

الحق مباحثہ لدھیانہ

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حافظ محمد بخش صاحب اوکاڑہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۷ جون کو چودھری قدیر احمد صاحب ریلوے گارڈ کے گھر اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے بچہ کا نام حضرت امیر نے ریاض احمد تجویز فرمایا ہے۔

— شیخ عبدالرحمٰن صاحب سب جج کی والدہ کا پچھلے دنوں انتقال ہوگیا تھا۔ ہمیں شیخ صاحب موصوف اور دیگر لواحقین سے ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ شیخ انعام الحق صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کے ہم زلف خواجہ حسین صاحب اثر پچھلے ہفتہ وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں شیخ صاحب موصوف اور دیگر لواحقین سے گہری ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

— قاضی محمد فضل قادر صاحب لائلپور بعارضہ کھانسی و بخش بیمار ہیں۔ تمام جماعت سے دل سے دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

قبول اسلام

مندرجہ ذیل اصحاب نمبر ۱ سے ۵ تک جناب مولوی علی محمد صاحب اکسیم سر کے ہاتھ پر اور ۶ سے نمبر ۲۹ تک جناب قاضی نذیر محمد صاحب مبلغ اسلام علی پور ضلع مظفر گڑھ کے ہاتھ پر داخل اسلام ہوئے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے آمین۔

نمبر شمار۔ سابقہ نام	اسلامی نام	مقام	ضلع
(۱) خانوں سانسی	خان محمد	اکسم سر	ملتان
(۲) گاموں سانسی	غلام محمد	〃	〃
(۳) جانوں سانسی	جان محمد	〃	〃
(۴) اللہ وسانسی	نذیر احمد	〃	〃
(۵) زینوں	زینب بی بی	〃	〃
(۶) کوڑا	خدا بخش	نوردبالا ریاست بہاولپور	
(۷) زینب	غلام زینب	〃	〃
(۸) پٹھانی	مائی پٹھانی	〃	〃
(۹) بہادر	شیخ بہادر علی	〃	〃
(۱۰) شہراں	شہراں خاتون	〃	〃
(۱۱) دتہ	اللہ دتہ	〃	〃
(۱۲) کرمو	کرم الٰہی	〃	〃
(۱۳) محمد	محمد بخش	〃	〃
(۱۴) داول	اللہ جیالی	〃	〃

نمبر شمار۔ سابقہ نام	اسلامی نام	مقام
(۱۶) سوائی	اللہ وسائی	
(۱۷) وسائی	وسو خاتون	
(۱۸) نوراں	نوراں خاتون	
(۱۹) رحیماں	رحیماں خاتون	
(۲۰) پیرن	پیر بخش	
(۲۱) عظیم	عظیم بخش	
(۲۲) حسن	حسن بخش	
(۲۳) عمر	عمر بخش	
(۲۴) شموں	ثمیرہ خاتون	
(۲۵) سونا	شریف محمد	
(۲۶) مہراں	مہراں خاتون	
(۲۷) صابی	صاحب خاتون	
(۲۸) نبیرا	نبی بخش	
(۲۹) وسائی	اللہ وسائی	

مکفر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے پر ایک نظر

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ وصول ہُوا مکفر کے پیچھے نماز جائز ٹھہرانے کیلئے عام طور پر طریق استدلال یہی ہے جو آپ نے اختیار فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے کسی ایک فتوے کو لیکر اس سے استدلال کرنا صحیح طریق نہیں ہے۔

حضرت اقدس نے مکفر کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا

اس مسئلہ میں حضرت اقدس کے متعدد فتوے ہیں۔ کوئی ذرا سخت اور کوئی ذرا نرم سب پر یکجائی نظر ڈالنے سے ماحصل یہ نکلتا ہے کہ حضرت اقدس نے مکفر کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ . .

اور اس فتوے کی بنا وہ حدیث نبوی ہے جس میں ارشاد نبوی ہے "جو شخص کسی مومن کو کافر کہتا ہے۔ کفر ملٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ اس حدیث کے ماتحت قریباً تمام اہل سنت و الجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ "نکفر من مکفرنا ولا نکفر من لا"۔ کہ ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ہمیں کافر کہتا ہے اور ہم اسے کافر نہیں کہتے جو ہمیں کافر نہیں کہتا۔ یہ عقیدہ ان کے علماء کی کتابوں میں موجود ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اسی متفقہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے ماتحت جو حدیث نبوی پر مبنی ہے۔ اپنی جماعت کو مکفر کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرما دیا۔ غرضیکہ جو کچھ آپ نے کیا آنحضرت صلعم کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی پیروی کی۔ اس پر ناراض ہونے کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آتی۔ آپ نے اپنے خط میں جو آیت اور حدیث اس مسلک کے خلاف لکھی ہے ان کی تاویل صرف ہم سے ہی نہ پوچھیں۔ بلکہ دیگر اہل سنت والجماعت علماء سے بھی پوچھیں۔ کیونکہ درحقیقت مورد الزام وہی ہیں۔ ہم تو اس مسئلہ میں ان کے مقلد ہیں۔

واركعوا مع الراكعين کی تشریح

آپ نے جو آیت واركعوا مع الراكعين پیش کی ہے کہ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ آپ نے اس سے باجماعت نماز پڑھنے کا استنباط فرمایا ہے یہ صحیح ہے۔ تو مکرم بندہ حضرت مرزا صاحب نے احمدیوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کہیں منع نہیں فرمایا کیا احمدی لوگ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے؟ برابر پڑھتے ہیں۔ تو قرآن کے حکم کی نافرمانی کوئی نہ ہوئی۔ اس آیت کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ جہاں جہاں کہیں جماعت ہوتے دیکھو اس کے ساتھ شامل ہوتے چلے جاؤ۔ ایک شخص ظہر کی نماز باجماعت پڑھ کر آیا ہو اور کسی مسجد کے پاس سے گزرے تو کیا اس کا فرض ہے کہ وہاں بھی جماعت میں جا شامل ہو۔ ہرگز نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ جہاں نماز باجماعت ہو رہی ہو شامل ہو جایا کرو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب نماز پڑھو تو باجماعت نماز پڑھو۔ گویا اس آیت کے مفہوم کو اس قدر عام نہیں کیا جا سکتا جتنا آپ نے کیا ہے۔ اس حکم کی حد بندی کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ پھر اس آیت میں نماز کی امامت کا کوئی ذکر نہیں۔ واركعوا مع الراكعين کے ساتھ ولو كانوا من المكفرين تو نہیں کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اگرچہ وہ مکفر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس آیت میں باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ امامت کا یہاں کوئی جھگڑا نہیں۔

حدیث کا مطلب

البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث صلوا خلف کل بر و فاجر سے ہر ایک نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لینا جائز معلوم ہوتا ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ لیکن اس حدیث میں کہیں نہیں کہ صلوا خلف کل مکفر کہ ہر ایک مکفر کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو حضور نبی کریم صلعم نے ہر ایک نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لینے کو اس لئے جائز قرار دیا کہ نماز کے وقت کسی شخص کو امام بنانے کے لئے لوگ اس کا اعمالنامہ نہ کھول بیٹھیں اور اس کے کیرکٹر و رجال علم کی تحقیقات نہ شروع کر دیں کہ اس سے عیب جوئی کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور فتنہ و فساد و گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آخر یہ بھی تو احادیث میں ہی ہے کہ نماز کی امامت کیلئے قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے والے یا عالم یا متقی انسان کو ترجیح دی جائے۔ جس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیث زیر بحث کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا صفات کا آدمی نہ ملے تو پھر اس بات کی ضرورت نہیں کہ امامت نماز کی خاطر لوگوں کے عملوں کی تنقید شروع کر دی جائے۔ پس اپنے میں سے کسی شخص کو اتفاق رائے سے امام بنا لو اور نماز پڑھ لو اور اس کی نیکی بدی سے اعراض کرو۔ یہ فقط جواز ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ خواہ مخواہ دانستہ کسی بدکار کو پکڑ کر اپنا امام بنا لو۔

مکفر فاجر سے بدتر ہے

لیکن مکفر کا معاملہ ایسا نہیں۔ مکفر کی نسبت آنحضرت صلعم کا صریح ارشاد ہے کہ مومن کی تکفیر کرنے والے پر کفر لوٹ کر پڑتا ہے اس لئے آپ یہ کیسے فرما سکتے تھے کہ مکفر کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ آپ نے نیک اور بد دونوں قسم کے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز رکھا مگر مکفر کے پیچھے نماز کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جس سے معلوم ہوا کہ مکفر کا مقام فاجر سے بھی بدتر ہے۔ وجہ یہ کہ فاجر کا فجور فقط اس کے نفس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور مکفر کی تکفیر تمام امت محمدیہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کسی مومن کو کافر کہہ دینا مسلمانوں کی قوم میں سے اس کی ہستی کو نیست و نابود کر دینا ہے۔ گویا تکفیر مومن اور قتل مومن عملاً ایک ہی مقام پر ہیں۔ جس مومن پر کفر کا فتوے لگا وہ بحیثیت ایک مسلمان کے مر گیا اور اس کا قتل کرنے والا مکفر مولوی ہے پس ایک مسلمان کا مکفر ایک مسلمان کے قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور قرآن شریف میں آیا ہے کہ من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً اور جو شخص کسی شخص کو قتل یا فساد کی سزا کے سوا قتل کرتا ہے اس کی نسبت یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا یعنی کسی شخص کو ناحق قتل کر ڈالنا نوع انسان کو قتل کر ڈالنے کے برابر ہے یعنی اس میں سوسائٹی کی ہلاکت مضمر ہے۔ پس ایک مسلمان کو کافر کہنے والا کلمہ اور قبلہ کی ہتک کرنے والا اور محمد رسول اللہ صلعم کا باغی ہے اور ساری مسلمان قوم کو ہلاک کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اس فعل سے تمام امت محمدیہ کے اتحاد اور جمعیت کو برباد کرتا ہے۔ آپ کے نزدیک مسلمانوں کی تکفیر کوئی وقعت نہ رکھتی ہوگی۔ بلکہ مکفر مولویوں اور قادیانیوں کے نزدیک تو یہ ایک کار ثواب ہے۔ لیکن خدا اور رسول کے نزدیک یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس پر کفر کا اطلاق جائز سمجھا۔ گو ہمارے نزدیک وہ کفر، کفر دون کفر یا تعزیری کفر ہی ہو سکتا ہے۔ کاش کہ مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے اور ان مکفر مولویوں کا مقاطعہ کرتے کہ ان کو امامت نماز سے خارج کر دیتے تو مکفرین کی ہستی بہت جلد صفحہ ہستی سے مٹ جاتی اور اسلام تفرقہ سے بچ جاتا اور سب مسلمان بھائی بھائی بن جاتے۔

حضرت عثمانؓ کے قول کی تشریح

باقی رہا حضرت عثمان کا مسلمانوں کو فرمانا کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے ماتحت نماز باغیوں کے ساتھ پڑھ لیا کرو۔ سو یہ فتویٰ بالخصوص حالات کے ماتحت دیا گیا تھا۔ وہ بہت درست تھا۔ حضرت عثمان اپنے گھر میں محصور تھے مسجد میں جا نہیں سکتے تھے مسجد پر قبضہ باغیوں کا تھا لوگوں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ اب ہم کیا کریں۔ ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں؟ آپ نے فرمایا کہ نماز ایک نیکی کا کام ہے ان کے ساتھ پڑھ لیا کرو۔ لوگوں کو حضرت عثمان سے کچھ شکایات تھیں جن کی وجہ سے بغاوت ہو گئی تھی۔ ان باغیوں کا مسجد پر قبضہ تھا زیادہ سے زیادہ وہ حضرت عثمان کی خلافت کے باغی تھے۔ مگر باغی بھی حضرت عثمان کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔ وہاں مومن کو کافر کہنے کا کوئی جھگڑا ہی نہ تھا۔ خلیفہ کا کوئی فعل ان کے نزدیک قابل اعتراض تھا۔ کفر و اسلام کا مسئلہ درپیش نہ تھا۔ کسی خلیفہ کے کسی فعل پر معترض ہونا یا اس سے بغاوت کرنا اور چیز ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کے صریح حکم سے بغاوت اور آپ کے قبلہ اور کلمہ کی ہتک اور چیز ہے۔ جو شخص اہل قبلہ اور کلمہ گو کی تکفیر کرتا ہے۔ وہ درحقیقت کلمہ اور قبلہ کی حرمت کو کلہاڑا رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے صریح طور پر مسلمان کے مکفر کو بطور سزا کے کفر کا مرتکب قرار دیا۔ گویا مومن کی تکفیر ایسا جرم ہے جو اس سے لیا گیا اور یہ سب سے بڑی سزا ہے جو کسی مسلمان کو مل سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا جرم بھی سب سے بڑا ہے۔ مسلمان کی تکفیر تمام امت محمدیہ کے اتحاد و جمعیت کا قتل ہے جس کی سزا ہر ایک سزا سے زیادہ سخت ہونی چاہئے

مکفر کے پیچھے نماز پڑھنا تعاون علی الاثم والعدوان ہے

یہی آیت جو حضرت عثمان نے پڑھی تھی کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ ہاں یہی آیت کیا اس بات کی متقاضی نہیں کہ مکفر مولویوں کو بائیکاٹ کرو۔ کیا مومن کو کافر کہنا بر اور تقویٰ ہے یا اثم اور عدوان؟ اور مومن بھی ایسا مومن جو مسلمانوں میں ایمان کی روح پھونکنے آیا تھا اگر یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو مجدد وقت اور مسیح و مہدی کے منصب عالی پر سرفراز فرما کے اس بیدینی اور دہریت و الحاد کے زمانہ میں مسلمانوں میں ایمان اور تقویٰ کی روح پھونکنے کو بھیجا تھا اور آپ کے ذریعے حفاظت و اشاعت و تبلیغ اسلام کی ایک عظیم الشان تحریک کو قائم کرنا چاہا تھا۔ تو ایسے مومن کامل کو علماء سوء کا کافر اور خارج از اسلام قرار دینا کیا اثم اور عدوان نہیں۔ اور اس میں ان کے ساتھ تعاون کرنا کیا صریح قرآن کی نافرمانی نہیں؟ اور اس میں ان کے ساتھ تعاون کرنا یہی ہے کہ انہیں اپنا مذہبی لیڈر مانا جائے حالانکہ وہ لعنت کے مالک ہیں نہیں۔ ان کی لیڈری کا دائرہ مسجد یا ان کے زیر اثر اور متعلقین تک محدود ہے۔ وہیں سے ان کے کفر کے فتوے نکلتے ہیں اور وہیں سے ان کے چیلے چانٹے نالائق فتووں کو تمام ملک میں منتشر کرتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں میں جا کر ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا ان سے تعاون نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ تمام مسلمانوں کی اس رواداری اور صلح پسندی سے ہی ان مکفر مولویوں کو شہ ملتی ہے اور ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ وہ مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور پھر بھی لوگ ان کو [illegible]

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۱

اچھوت اقوام اور اسلام

مسلمان اپنے تبلیغی فریضہ کی طرف توجہ کریں

ہندوؤں کا عقیدہ اور اچھوت

ہندوؤں کے عقیدہ کی رو سے ایشور نے لوگوں کو پیدا کیا۔ برہمن اس کے سر سے، کشتری اس کے بازوؤں سے، ویش اس کی ٹانگوں سے اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا ہوئے یعنی یہ چار ذاتیں طبعی اور فطری لحاظ سے اپنی تخلیق میں ایک دوسرے سے کٹی پھٹی اور علیحدہ ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں ہندوؤں کی یہی چار ذاتیں بستی ہیں جو ایک دوسرے سے اپنی تشکیل کے لحاظ سے بالکل جدا ہیں۔ کیا ان ذاتوں کو ملا کر ایک قوم یا ایک ذات کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، کیا اچھوت ہندوؤں کی قوم کا ہی ایک حصہ ہیں؟ وہ ان کی قوم کا حصہ کیسے قرار دیئے جا سکتے ہیں جبکہ معمولی معمولی مذہبی اور سوشل حقوق سے بھی انہیں محروم کر دیا گیا ہے۔

اچھوت اقوام پر ظلم

اچھوتوں سے زیادہ بدبخت دنیا میں کوئی قوم نہیں۔ برہمن کے استبداد نے اس غریب قوم پر صدیوں ستم توڑے ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کے کانوں میں بجائے علم و اخلاق کے پگھلا ہوا سیسہ ڈالا گیا اور جسے دنیا کی ہر نعمت سے صرف اس لئے محروم کر دیا گیا کہ وہ ہندو کے ذات پات کے پھندوں میں جکڑی ہوئی ہے اس قوم پر ظلم و عدوان کی شدت ملاحظہ ہو کہ ظلم کرنے والے محلات میں بستے رہے اور اس ذلیل قوم کے کچھ دن بدرو میں بسر ہوئے اور کچھ گوبر کے ڈھیر پر گذرے۔ کیا دنیا میں کوئی موسیٰ نہیں جو اس قوم کو برہمن کی فرعونیت سے نجات دلائے۔

صرف اسلام اس قوم کو بلند کر سکتا ہے!

صرف اسلام میں ہی وہ روحانی قوت ہے جو اس پست قوم کو قعر مذلت سے نکال کر عمرانی بلندیوں پر پہنچا سکتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ابھی اس قوم کی طرف توجہ نہیں کی ایک چھوٹی سی ہمسایہ قوم جس نے تبلیغی جذبہ اسلام سے مستعار لیا ہے وہ اس قوم کو اپنے اندر شامل کر رہی ہے چنانچہ ۲۲ر جون کا پرکاش "سبھائی توجہ کیلئے" کے عنوان سے لکھتا ہے:-

"پچھلے دنوں علیگڑھ میں سکھوں کی جو تبلیغی کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں پچیس ہزار ہریجنوں (اچھوتوں) کو سکھ بنا لیا گیا۔ ہو سکتا ہے مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہو۔ لیکن یہ فرض کر لینے سے کام نہیں چلتا پرتی ندی سبھا پنجاب نے اپنے سالانہ اجلاس میں اس سلسلہ میں کچھ رزم بھی منظور کی تھی اسے چاہئے کہ صورت حالات کا مقابلہ کرے وغیرہ وغیرہ"

سکھ تو بیچارے ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے اور ایک ایسی قوم سے جدا ہوئے جن کے ہاں تبلیغ کی اصطلاح موجود نہیں۔ سکھ ازم بنیادی طور پر اسلام سے متاثر ہے اس لئے اس نے اسلام سے بہت سے اثرات قبول کئے ہیں اور ان میں سے ایک تبلیغ بھی ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ اثر پذیر ہونے والے تو اس سنہری اصول سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور اصولوں والے گہری نیند سو رہے ہیں اور انہیں کانوں کان خبر نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور انہیں کوئی کہنے والا نہیں کہ

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مسلمان اور سیاسی حالات

مسلمانوں کو اپنے گرد و پیش کا جائزہ لینا چاہئے اور نہیں تو سیاسی حالات کو ہی مدِ نظر رکھتے ہوئے اچھوتوں میں تبلیغ شروع کر دینی چاہئے۔ اچھوتوں کی تعداد ۷ کروڑ ہے اور مسلمانوں کی ۹ کروڑ۔ ان لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے سے مسلمانوں کو متعدد صوبوں میں اکثریت اور عزت حاصل ہو سکتی ہے مسلمانوں کی وہ قوت جو کہ تکفیر بازی، مدح صحابہ اور تبرا پر صرف ہوتی ہے وہ اگر تبلیغ پر خرچ ہو تو ان کی مشکلات آج دور ہو سکتی ہیں۔

ابھی وقت ہے اگر مسلمان اس طرف توجہ مبذول کریں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن اگر کسی اور قوم نے اسے اپنے اندر شامل کر لیا یا ہندو قوم نے اپنی ہشیاری کے ساتھ ہندومت میں اسے مضبوط کر لیا تو مسلمانوں کے لئے امکانات بہت ہی کم رہ جائیں گے۔ امید ہے مسلمان ہماری اس اپیل کو گوش ہوش سے سنیں گے اور اپنے اس فریضہ کو جتنی بھی جلدی ہو سکتا ہے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے۔

مسٹر منشی اور عدم تشدد

واردھا ۲۶ر جون مسٹر کے ایم منشی سابق وزیر اعظم بمبئی نے گاندھی جی سے علیحدہ ہوتے ہوئے جو بیان دیا ہے اس کا ملخص یہ ہے:-

مجھے گاندھی جی اور دیگر دوستوں کے ساتھ ملک کی موجودہ صورت حالات پر بحث کرنے کا موقعہ ملا۔ اس گفت و شنید کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حفاظت خود اختیاری کے متعلق موجودہ خیالات کی روشنی میں میرا کانگرس میں رہنا مناسب نہیں ہے ....

یہ امر بالکل واضح ہے کہ آئندہ چند سالوں میں ایسے فسادات ہماری زندگی کا حصہ ہوں گے اگر جنگ ہندوستانیوں کی سرحدوں تک پہنچ جائے یا امن قائم رکھنے والی برٹش مشینری کمزور ہو جائے تو شاید یہ جھگڑے زیادہ مہیب صورت اختیار کر جائیں اگر اندرونی اور بیرونی اکھنوں کو معرفت پاکستان کے تقرر کے ذریعہ قیام کرنا مقصود ہو اس لئے اگر مقدس مقامات اور گھروں اور دیویوں کی عزت خطرہ [illegible] خطرہ میں ہو تو میرا خیال یہ ہے کہ حفاظت خود اختیاری میں [illegible] تشدد کے ذریعہ حفاظت کرنا عین فرض ہے۔ [illegible]

گاندھی جی کے نظریہ عدم تشدد میں تصویر کے صرف ایک رخ کو ہی مدِ نظر رکھا گیا ہے حالانکہ انسانی سوسائٹی اور جماعت کی حالت یکقرار نہیں۔ اس کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں کبھی ملک کی حفاظت کیلئے صرف عدم تشدد ہی کافی ہوا کرتا ہے [illegible] بعض حالتوں میں بغیر تشدد کے کام نہیں نکلتا۔ چنانچہ اسلام [illegible] ہمیں یہ دونوں پہلو نظر آتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی مکی زندگی عدم تشدد اور جمال کی مظہر ہے اور مدنی زندگی ہے جو تشدد اور جلال کی مظہر ہے۔ گاندھی جی نے انسانی زندگی کے صرف ایک ہی پہلو کو مدِ نظر رکھا جو کہ غیر طبعی ہے اس لئے وہ نظریہ ہماری آنکھوں کے سامنے ناکام ہو رہا ہے اور معقول لوگ اسے چھوڑ رہے ہیں۔ یہ ہے فرق انسانی نظریہ حیات میں اور الہامی فلسفۂ زندگی میں۔

سکھوں کا مطالبہ

سکھوں کا اخبار شیر پنجاب اپنے پندرہ جون کے پرچہ میں لکھتا ہے:-

"علی گڑھ پرچار کانفرنس نے مطالبہ کیا ہے کہ چونکہ سکھوں کی آبادی یوپی میں پانچ لاکھ سے زیادہ ہو گئی ہے اس لئے یوپی میں سکھوں کو علیحدہ نیابت دی جائے۔ یوپی میں جہاں سکھ دھرم نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور جہاں اب سکھوں کی آبادی پانچ لاکھ سے زائد ہے سکھوں کا حق ہے کہ انہیں وہاں میناریٹی تسلیم کیا جائے اور جداگانہ نیابت دی جائے تاکہ وہاں ان کے مذہبی و جماعتی حقوق غیر محفوظ نہ رہیں۔"

بعض ہندو اخباروں نے اس جائز مطالبہ کے خلاف آواز بلند کی ہے حالانکہ انہیں ایسا کرنے کا مطلق حق نہیں۔ ہندومت کوئی مذہب نہیں۔ بلکہ ایک کلچر ہے اور سکھوں کی بنیاد جائے ایک کلچر کے مذہب پر ہے ان کی سوسائٹی کے عناصر ترکیبی خالص مذہبی ہیں۔ اس نوعیت سے انہیں ہندوؤں سے کوئی نسبت نہیں اور نہ وہ ہندوؤں میں جذب ہو سکتے ہیں۔ سکھ توحید پرست قوم ہے اور ہندو اکثر اوقات ان میں شرک کا بیج [illegible] پھیلاتا ہے بعض ہندو جو آج سکھوں کی تبلیغی کوششوں [illegible] خوش ہیں۔ وہ بالکل سطحی پرست ہیں۔ اس علاقہ میں تعصب ملی [illegible] بلکہ بغض معاویہ کام کر رہا ہے۔ چنانچہ سکھوں کے اس [illegible] واضح کر دیا ہے کہ وہ ایک قلیت کے طور پر ہندوؤں سے علیحدہ ہو جائیں گے اور ہندوؤں کی انہیں اپنانے کی کوششیں ضائع ہو جائیں گی اور انہیں علیحدہ ہونے کا پورا حق حاصل ہے اور ہندو انہیں کبھی اس حق سے محروم نہیں کر سکتے۔

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد احمدی نوجوانوں کے پیش نظر رہنا چاہئے۔

"میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں اس غرض کیلئے گروہ احباب جو کہیں ملازم ہیں تین یا چار رخصت لیکر آ جائیں تو انہیں تبلیغ کے لئے خاص طور پر تیار کر دیا جائے۔ انتظام چار ماہ کیلئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک کر دیا جائے گا [illegible] جن کا ارادہ ہو وہ ابھی سے رخصت کا انتظام بھی کریں اور مجھے بھی اطلاع [illegible] [illegible]"

شذرات

نیا کلمہ

معاصر المحدیث مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء "خلیفہ قادیان کو جنگ میں بھیجا جائے" کے عنوان سے رقمطراز ہے:-

"پھران سے (رزاق قادیان سے) یہ بھی کہہ دیجئے کہ اس دعویٰ کی تائید بصداقت اس سے اچھا اور کونسا ہوگا جو تم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ دنیا تمہارے پاؤں کے نیچے پامال ہو جائے۔ جس سے تمہاری پرانی تمنا بر آئے یعنی کہ ہٹلر مسولینی۔ سٹالن جیسے سرکش تمہارے سامنے پا بہ زنجیر لائے جائیں۔ اور تم انہیں کلمہ احمدیت لا الہ الا اللہ مرزا احمد رسول اللہ کی تلقین کر سکو۔ کیا اچھا موقع ہے کہ یہ سب سرکش لوگ تمہاری فتح کے نتیجہ میں نبوت مرزا کا کلمہ پڑھیں اور لاہور کی پیغامی پارٹی، تمارا منہ تکتی رہ جائے وغیرہ وغیرہ۔"

مدیر المحدیث کی اس مندرجہ بالا اقتباس سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ قادیان کو ۰۰ ہم مومنوں کی معیت میں میدان جنگ میں بھیجا چاہئے اور ان کے یعنی خلیفہ صاحب کے کسی گذشتہ بیان کے بموجب ان کی کامیابی یقینی ہے اور جب وہ کامیاب ہوں گے تو دنیا ان کے پاؤں کے نیچے ہوگی اور وہ دنیا کو کلمہ احمدیت لا الہ الا اللہ مرزا احمد رسول اللہ کی تلقین کر سکیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ جماعت قادیان نے مسئلہ نبوت میں بہت غلو کیا ہے اور اپنا پورا زور صرف کر دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو حقیقی نبی بنا دیا جائے ایسا نبی جس کے دعوے کے انکار سے ایک مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں قادیانی حضرات ابھی تھوڑی تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔ ابھی انہوں نے کوئی کلمہ وضع نہیں کیا۔ لیکن مدیر المحدیث کی "زرخیز دماغی" ملاحظہ ہو کہ انہوں نے ایک کلمہ وضع کر کے رکھ دیا۔ مسئلہ نبوت کو پختہ کرنے میں قادیانیوں کے رہنما یہی علماء ہیں اور امید ہے کہ نیا کلمہ وضع کرنے میں بھی رہنمائی کا سہرا انہی مفتیان دین متین کے سر رہے گا۔

تو پھر اسلام منسوخ کیسے؟

دہلی سے فرقہ بہائیہ کا ایک ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے "پیامبر"۔ اس کے جولائی ۱۹۴۱ء کے شمارے میں ایک مضمون "سرزمین جہاد رین" کے عنوان سے رابعہ خانم صاحبہ کا شائع ہوا ہے جس میں فلسطین کے حالات بیان کئے گئے ہیں، وہ مسند شمر کے متعلق لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ فضا پرسکون تھی۔ نسیم خوشگوار کے جھونکے چل رہے تھے۔ یہاں کھڑے ہو کر محسوس ہوتا ہے کہ ایک حقیقی مسلمان اب تک آئین اسلام سے قوت روحانی حاصل کر سکتا ہے۔"

بعض صداقتوں کا اظہار اضطراری طور پر بھی ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا اقتباس بھی ایک صداقت کا ایسا اظہار ہے جو کہ اضطراری طور پر ہوا ہے۔ لیکن ہم سوال کرتے ہیں جبکہ ایک حقیقی مسلمان اب تک آئین اسلام سے قوت روحانی حاصل کر سکتا ہے تو پھر اسلام منسوخ کیسے؟ اور ایک نئے دین اور جدید شریعت کی ضرورت کیا۔ جبکہ اسلام میں روحانی قوت موجود ہے تو پھر ایک نئے مذہب کی یقیناً ضرورت نہیں ہے۔

بلیک ہول کا واقعہ

حکومت سندھ نے تاریخ کی کتابوں سے بلیک ہول کے واقعہ کو حذف کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو کتابیں ان دنوں پڑھائی جا رہی ہیں۔ ان کے متعلق ممتحنوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ اس واقعہ کے متعلق کوئی سوال نہ پوچھیں۔

۱۰ جولائی کو بردوان بنگال میں بھی یوم طلباء منایا گیا۔ جس میں مختلف قرار دادیں منظور ہوئیں۔ یہ مطالبہ کیا گیا کہ تاریخ کی کتابوں سے بلیک ہول کا ذکر نکال دیا جائے۔

حکومت سندھ نے اپنے مذکورہ فیصلہ سے ایک نہایت اچھی مثال قائم کی ہے اور بردوان بنگال کے طلبہ کی جدوجہد بھی قابل ستائش ہے۔ باقی صوبوں کو بھی اپنی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہئے اور اس واقعہ کو جو محض فرضی ہے اور صرف غلط پروپیگنڈہ کیلئے تاریخ کی کتابوں میں داخل کیا گیا ہے کتابوں سے حذف کروا دینا چاہئے۔ امید ہے باقی صوبائی حکومتیں بھی اس واقعہ کو درسی کتابوں سے خارج کرنے کا فیصلہ کریں گی اور ہندوستان کے ماتھے سے اس واقعہ کو جو محض فرضی تھا اور جو سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے لگایا گیا۔

ہندی اور کشمیر

آریہ اخبار "پرکاش" لاہور ۶ جولائی کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"جب سے کشمیر میں ہندی کو اردو کے برابر درجہ دیا گیا ہے پرجا نے عدالتی کام بھی ہندی میں کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ تازہ اطلاع ہے کہ اودھم پور کی عدالت میں ایک دعوے ہندی حروف میں دائر کیا گیا جو منظور کر لیا گیا۔ امید ہے کہ آہستہ آہستہ ہندی کا استعمال عام ہو جائیگا۔"

اس ایک معمولی سے واقعہ کو لے کر پرکاش نے تمام کشمیر پر اسے پھیلا دیا ہے اور اس سے بہت غلط نتیجہ نکالا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خطہ کشمیر میں مسلمان ایک بہت بڑی اکثریت کے ساتھ آباد ہیں۔ طبعی طور پر ان کے اندر اپنے اسلامی کلچر کو برقرار رکھنے کی خواہش ہے۔ مانا کہ وہاں ہندو حکومت ہے۔ لیکن حکومت کے ہندی کو رائج کر دینے سے مسلمان بھی اپنے قدیم کلچر کو خیرباد نہیں کہہ دیں گے۔ اردو میں بہت حد تک اسلامی کلچر کے عناصر موجود ہیں۔ لیکن ہندی تو سراسر ہندو کلچر کا مرقع ہے اور مسلمان کبھی اسے اختیار نہیں کر سکتے اور نہ انہیں ایسا کرنا چاہئے۔

احباب قادیان غور فرمائیں

صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدوم و مکرم جناب مولانا حضرت امیر جماعت احمدیہ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ شرف صدور لایا حالات سے آگاہی ہوئی۔ جناب نے قادیانی فتنہ سے اپنی جماعت کو محفوظ کرنے کیلئے جو تحریر فرمایا تھا۔ آپ اس کے متعلق بالکل مطمئن رہیں انشاء اللہ تعالیٰ قادیانیوں کو کبھی کامیابی نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ نہایت سرگرمی سے کوشاں ہیں۔ اور ہر قسم دجل و تلبیس سے کام لے کر اور اپنی مصنوعی دوستی و ہمدردی سے جہلا پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر جگہ بحث و مناظرے سے پہلو تہی کر کے سادہ لوحوں کو دھوکا دیتے پھرتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کے ماننے والوں سے بحث کرنا نہیں چاہتے۔ ہم ایک مضبوط نظام میں تمام احمدیوں کو منظم کرنا چاہتے ہیں۔ عقیدہ اپنی اپنی مرضی کے مطابق رکھیں۔ کوئی حرج نہیں۔

اور مولوی غلام حسن صاحب جیسا معمر اور بوڑھا احمدی بھی اس دجل و باطل کا حامی اور مؤید ہو۔ پھر ایک ضعیف الاعتقاد اور معمولی حیثیت کے بے علم اس کے ساتھ ہو جائیں تو اس میں کیا تعجب ہے۔ اور ہم کو اس بارہ میں کسی قسم کی امداد کی ضرورت نہیں۔ فقط آپ کی دعوات مستجابہ کی ضرورت ہے۔ دیگر یہ کہ میں ایک بات عرض خدمت کرنا ہوں جو نہایت قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ملازمین و مبلغین کی فہرست سے میرا نام ہو سکے تو بظاہر نکال دیا جائے اور اپنے پاس اور یادداشت میں رکھا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ انجمن کا مبلغ نہیں۔ میری اس وقت میری تبلیغی جدوجہد کامیاب رہی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ انجمن سے مجھے وظیفہ ملنا اور لوگوں میں مشتہر ہونا میرے تبلیغی معاملے میں بڑا نقصان دہ ہے۔ اگر مخفی طور پر میری ملازمت کو نہیں رکھا جا سکتا جس طرح کہ میں نے عرض کیا تو بہتر ہے کہ میرا استعفا منظور کیا جائے۔ اور وقتاً فوقتاً اگر مجھے ضرورت پڑے اور میں مطالبہ کروں تو انجمن مجھے بھیج دیا کرے۔ یا جلسہ سالانہ کے موقع پر خفیہ طور سے سال بھر کا وظیفہ دیدیا جائے اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو میرا استعفا بلا شرط اور قطعی طور پر منظور فرمایا جائے۔ والسلام۔

خاکسار

سیف الرحمٰن از بازید خیل بقلم خود

پشاور ۔ ۷ ۱ جولائی ۱۹۴۱ء

قرآن مجید کا بلند اخلاق

صرف قرآن مجید کی کامل تعلیم کی ہی آج دنیا کو ضرورت ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۷ر جون ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب

الرحمٰن علم القرآن الخ

قرآن مجید کے علوم

قرآن شریف کے اندر بڑے بڑے دعوے ہیں ان میں ایک دعویٰ یہ ہے کہ قرآن شریف اپنے اندر تمام قسم کے وہ علوم رکھتا ہے جن پر چل کر قومیں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ فرمایا۔ الرحمٰن۔ یہ ایک لفظ شروع سورت میں رکھدیا ہے یہ کوئی جملہ نہیں ہے لیکن بجائے خود یہ ایک جملہ ہے ایک آیت ہے۔ وہ خدا جس کے کرم، جس کی مہربانیاں، جس کی عنایات اور فضل تمام انسانیت کیلئے ہیں۔ زمین و آسمان کے جس قدر خزانے اور نعمتیں ہیں وہ سب کی سب اس نے تمام قوموں کیلئے پیدا کی ہیں۔ ایسی مہربانیاں اور کرم کرنے والے خدا کو رحمٰن کہتے ہیں۔ اس سورت میں بار بار فرمایا ہے کہ تمہارے پیدا ہونے سے پہلے تمہاری ضروریات ہم نے پیدا کیں۔ دن، رات سورج، چاند، ہوا، پانی، باغات اور پھل پھول تمہارے پیدا ہونے سے پہلے مہیا کر دیئے۔ یہ ایسی چیزیں نہیں کہ تم انہیں خود کسی طرح پیدا کر سکو نہ ہی تمہارے کسی عمل کا یہ نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس نے محض اپنی رحمانیت کے تقاضے سے پیدا کیں۔

انسان کی سب سے بڑی ضرورت

لیکن سب سے بڑھ کر ضرورت انسان کی یہ ہے کہ اس کی روح اور دل کی تربیت اور نشوونما کے سامان پیدا کئے جائیں اس کیلئے فرمایا۔ الرحمٰن علم القرآن۔ رحمٰن نے ہی قرآن سکھایا۔ اگر رحمٰن زمین و آسمان کے سارے سامان پیدا کرتا اور انسان کی روح کی تربیت کیلئے کچھ نہ کرتا۔ تو وہ کیا رحمٰن ہوتا۔ وہ چیز جس کیلئے انسان، انسان ہے وہی اگر نہ ہو۔ اس کی تربیت اور نشوونما کا سامان اگر نہ ہو تو وہ انسان کس طرح کہلا سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ جسمانی تربیت کے سامانوں کی طرح روحانی تربیت کا سامان بھی رحمٰن ہی نے کیا۔ وہ کہتا ہے علم القرآن، قرآن کا علم اسی نے سکھایا۔

قرآن کے دو معنی

قرآن کے دو معنی ہیں۔ ایک تو اس کے اندر یہ پیشگوئی ہے کہ یہ کتاب پڑھی جائے گی اور یہ پیشگوئی عملاً صحیح ثابت ہوئی ہے جس قدر قرآن کریم دنیا میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے مقابل کوئی دوسری آسمانی کتاب نہیں جو پڑھی جاتی ہو۔ اول تو وہ لوگ جو دوسری آسمانی کتابوں کے پیرو ہیں ان کا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ آسمانی کتاب نہیں۔ ویدوں کے ماننے والے بھی خود جانتے ہیں کہ وہ کوئی خدا کا نازل کردہ کلام نہیں۔ بلکہ مختلف زمانوں میں بڑے بڑے لوگوں نے جو کلام کیا اس کو ان کے نام سے ویدوں میں لکھدیا گیا۔

تورات اور انجیل کے متعلق مفسرین کا اتفاق

اور تورات اور انجیل کے متعلق تو بائیبل کے مفسرین اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ وہ آسمانی کتابیں نہیں۔ بلکہ بعد کی تصنیفات ہیں۔ خود انجیل کے اندر ایسی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف لوگوں نے انجیل کو لکھا۔ لوقا کے شروع میں ہے:۔

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں۔ ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے حضور تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں"۔

(لوقا۔ باب ۱۔ آیت ۱-۲-۳)

اس سے معلوم ہوا کہ واقعی کئی لوگوں نے انجیلیں لکھیں۔ جس پر اس شخص نے بھی غصہ کھا کر ایک انجیل لکھدی کہ اور جو لکھتے ہیں تو میں کیوں نہ لکھوں۔

تورات کے اندر بہت کچھ لکھا ہے

اسی طرح تورات کے اندر بہت کچھ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آسمانی کتاب نہیں۔ حضرت موسیٰ کے متعلق ہے کہ ان پر پانچ کتابیں اتری تھیں۔ آخری کتاب میں لکھا ہے۔

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں"۔ (استثنا باب ۳۴۔ آیت ۵-۶)

قرآن مجید اور ان کتابوں کا مقابلہ

لیکن یہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ ایک بڑی بات یہ ہے کہ ان کتابوں کے اندر وہ تعلیمات نہیں۔ جن کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ قرآن کے اندر وہ تمام تعلیمات پائی جاتی ہیں جن کی آج دنیا طالب ہے۔ ایک تو قرآن کا پڑھنا عجیب چیز ہے کہ ان پڑھ بھی اس سے لذت اٹھاتا ہے۔ افریقہ کے رہنے والے، عرب کے رہنے والے، ہندوستان کے رہنے والے، چین اور روس کے رہنے والے یکساں طور پر قرآن کے پڑھنے سے لذت پاتے ہیں۔ کس لذت سے سب کے سب قرآن کو پڑھتے ہیں۔ کہ ایک غیر آدمی بھی اس قرآن کو سن کر متاثر ہوتا ہے۔ یہاں لاہور میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب جب حضرت صاحب کا مضمون جلسہ اعظم مذاہب میں پڑھتے ہوئے جب قرآن کی کوئی آیت پڑھتے تو سننے والے وجد میں آجاتے اور دوران مضمون میں منتظر رہتے کہ کب آپ قرآن کی آیت پڑھیں۔ اور وہ اس سے لذت اندوز ہوں۔ اس قرآن کو سن کر لوگ متوالے ہو گئے کہ یہ کوئی جادو ہے، شعر ہے، کیا چیز ہے۔ ایک عربی نہ جاننے والا بھی اس سے ویسی ہی لذت اٹھاتا ہے۔ جیسی لذت عربی جاننے والا اٹھاتا ہے۔

قرآن مجید کی دوسری خصوصیت

یہ تو ایک خصوصیت قرآن شریف کی ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعلیم ضروریات کے مطابق ہے۔ دنیا کے نظام کو صحیح طور پر چلانے اور امن قائم رکھنے کیلئے جس تعلیم کی ضرورت ہے۔ وہ قرآن کے اندر موجود ہے اور دوسری کسی کتاب میں نہیں۔ لفظ قرآن کے معنی ایک اور بھی ہیں۔ قرآن کے معنی ہیں جمع کرنا۔ قرآن تمام اعلیٰ تعلیم کو جمع کرنے والی کتاب ہے۔ اس میں یہی معنی ہیں قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام قسم کی اعلیٰ تعلیمات صرف اسی کے اندر پائی جاتی ہیں اور اس کا دوسری کتابوں کو چیلنج ہے کہ اگر تمہارے اندر کوئی اعلیٰ تعلیم ہے تو اسے پیش کرو لیکن وہ اس چیلنج کو قبول کرنے سے عاجز ہے۔ ہر ملک نے اپنے اپنے مذہب بنا رکھے ہیں۔

یورپ کی مختلف تحریکات اور عیسائیت کی ناکامی

کہیں بالشوزم اور کہیں کمیونزم اور کہیں سوشلزم اور نازی ازم یہ تمام اس بات کی دلیل ہیں کہ عیسائی مذہب فیل ہو گیا۔ وہ اب کام نہیں دے سکتا۔ اس لئے نئے نئے مذہب اختراع کئے جا رہے ہیں اور یہ مذاہب جو تجویز کئے گئے ہیں۔ خود ان کا ایک حصہ اسلام ہو گا غور کر کے دیکھا جائے۔ تو ان کے اندر اسلام کا کچھ نہ کچھ حصہ موجود ہے۔ خود انگلستان کے اندر سوشلزم کا بڑا زور ہے۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ میں نے وہاں ایک لیکچر دیا تو اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے آپ سوشلسٹ ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ آپ نے جو کچھ سوشلزم بنا رکھا ہے۔ وہ اسلام ہی کا ایک حصہ ہے۔ آج یورپ کا ہر ایک ملک مانتا ہے کہ عیسائیت ان کی ضروریات کو پوری کرنے والی نہیں۔

حضرت عیسےٰ کی تعلیم عارضی تھی

خود حضرت عیسےٰ نے اپنی تعلیم کو وقتی بتایا ہے۔ چنانچہ کہا کہ میں جاتا ہوں تاکہ وہ فار قلیط کو تمہارے پاس بھیجے گا اور یہ بھی کہا کہ:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھا دیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا"۔ (یوحنا ۱۶ باب۔ آیت ۱۲-۱۳)

آنحضرت صلعم کی بعثت

حضرت عیسےٰ کی اس پیشگوئی کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم آج میں نے تمہیں وہ تمام سچائی کی راہ دکھا دی گئی جس کی مسیح نے پیشگوئی کی تھی کہ ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا جس پر قرآن کریم نے شہادت دی۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ یہ رسول اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا۔ بلکہ جو کچھ اس پر وحی ہوتی ہے وہی بیان کرتا ہے۔ پھر کہا تھا کہ

"اور میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"۔

(یوحنا ۱۴-۱۶)

نبی کریم صلعم کا زمانہ قیامت تک ہے

یہی دعوےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کا زمانہ نبوت قیامت تک ممتد ہے۔ آج وید تورات انجیل نہیں پڑھی جا سکتیں کیونکہ نہ ان کے پڑھنے میں لذت ہے نہ کوئی اعلیٰ تعلیم ہے۔ نہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق ہیں۔

قرآن مجید اور جدید نظام عالم

صرف قرآن پڑھا جا سکتا ہے جس میں یہ تمام خصوصیات موجود ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں آخری نبی ہوں محض ایک دعویٰ رہ جاتا۔ اگر ان تمام ضروریات کو قرآن کے اندر پورا نہ کیا جاتا۔ قرآن کے اندر ان تمام ضروریات کو مکمل کیا گیا ہے

متعلق آج یورپ آواز دے رہا ہے کہ ہم نیا نظام عالم قائم کریں گے وہ نظام عالم جس کی آج یورپ کو طلب ہے۔ وہ قرآن ہی کو پیش نظر رکھنے سے قائم ہو سکتا ہے۔ یورپ نے مشرق اور مغرب، زبانوں اور رنگوں کے اختلافات کو دنیا کی تفریق کا موجب بنا رکھا ہے اور دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک یہ تفریق مٹ نہ جائے۔ اسی بات کے پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن نے پہلے ہی فرما دیا تھا۔ رب المشرق والمغرب خدا مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی۔ رب المشارق والمغارب وہ مشرقوں کا بھی رب ہے اور مغربوں کا بھی۔ ومن آیاتہ ان خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لاٰیات للعلمین (الروم رکوع ۳) یہ تمہاری بولیوں اور رنگوں کا سوال اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ اس زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔

انجیل اور وید میں اس تعلیم کی ضرورت نہ تھی

توارات، انجیل اور وید کے زمانہ میں ان باتوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ تمام دنیا کیلئے نہ تھے۔ لیکن باوجود اس کے ایسی باتیں اس قرآن کے اندر رکھ دیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

دو چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں

اس وقت دو چیزوں کی طرف میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ ایک تو فرمایا ہم نے تمہیں ایک جوڑے سے پیدا کیا۔ قرآن کریم نے کبھی تو مومنوں کو مخاطب کیا ہے اور کبھی اہل کتاب کو کبھی ساری انسانیت کو مخاطب کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اے لوگو۔ ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قومیں اور قبیلے بنایا ہے۔ تاکہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جا سکو۔ . . . . . نسل کے مختلف ہونے میں کوئی برائی نہیں۔ اسی طرح سے رنگ کے مختلف ہونے میں کوئی برائی نہیں کہ کسی کے لئے کوئی برائی ہو اور ایک قوم دوسری قوم کو غلام بنائے رکھے۔ بولی اور رنگوں کے مسئلہ میں کوئی برائی کسی کو دوسرے پر نہیں۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وہ قوم خدا کے نزدیک سب سے بڑی قوم ہے جو خدا سے ڈر کر رہے اور دوسری قوموں کے ساتھ فطرت کا برتاؤ نہ کرے۔ مشرق اور مغرب سب ایک ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مغرب مشرق کو اپنی جوتی کے نیچے رکھے۔ اور ان کا خون چوسے۔ یہ بتاتا ہے کہ کس قدر غلط رستہ ہے رب العالمین کی جو تمام دنیا کی یکساں طور پر ربوبیت کرتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا فضل لعربی علی عجمی ولا فضل لعجمی علی عربی الا بتقوی اللہ۔ کسی عرب کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عرب پر فضیلت حاصل ہے۔ ہاں وہ قوم جو خدا کا تقویٰ اور ڈر رکھتی ہو۔ اس کو دوسروں پر فضیلت ہے۔ یہ تعلیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مخصوص ہے۔ کیونکہ آپ تمام دنیا اور سب زمانوں کیلئے کامل تعلیم لیکر آئے۔ دوسرے پیغمبروں کو ایسی تعلیم دی گئی جو ناقص تھی۔

آنحضرت صلعم کی بعثت اور عربی قبائل کی تفریق

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عرب میں قبائل اور قوموں کی تفریق بہت زوروں پر تھی اور بڑے بڑے آدمی چھوٹے آدمیوں کے پاس بیٹھنا عار سمجھتے تھے۔ حضور نے یہ ایک بہت بڑا معجزہ دکھایا کہ ان سب کو ایک کر دیا۔ ان کے اندر ایسی پاکیزگی پیدا کر دی۔ کہ انہوں نے تمام تفرقے مٹا کر ایک دوسرے کو بھائی سمجھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ آج اس بیسویں صدی میں بڑے بڑے انسان اس میں فیل ہو گئے ہیں۔

مہاتما گاندھی کی ناکامی

یہاں مہاتما گاندھی نے کوشش کی کہ شودر قوم کو ہندو اپنے اندر ملا لیں۔ مہاتما کی ہستی بہت بڑی ہستی ہے۔ تمام ہندو قوم ان کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتی اور ان کے ایک ایک اشارہ پر مٹنے کو تیار ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے شودروں کے معاملے میں مہاتما کی بات بھی نہیں مانی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ آپ نے اس قوم کے اندر جو ہندوؤں سے بڑھ کر متکبر قوم تھی۔ اس قدر پاکیزگی پیدا کر دی کہ وہ غریبوں اور غلاموں کو اپنا بھائی سمجھنے لگ گئی۔

حضرت عمرؓ کا شام کا سفر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کو گئے۔ تو ایک غلام آپ نے اپنے ساتھ لیا اور اس کو فرمایا کہ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ میں اونٹ پر رہوں اور تم پیدل چلو۔ ایک منزل میں چڑھوں گا اور ایک منزل تم چڑھو۔ چنانچہ تمام دوران سفر میں اسی پر عمل ہوتا رہا حتیٰ کہ جب حضرت عمر شہر میں بطور خلیفہ داخل ہونے لگے تو اس وقت غلام کی باری تھی۔ غلام کے اصرار کے باوجود آپ نے اسے اترنے نہیں دیا۔ اور خود ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے لوگوں نے غلام ہی کو امیر المومنین سمجھا اور اسے سلام کرنے لگ گئے۔ یہ کتنا بڑا معجزہ ہے محمد رسول اللہ صلعم کا۔

انگلستان کیلئے رونے کا دن

ایک معزز ہندوستانی سے سلوک

آج انگلستان کے لئے رونے کا دن ہے کہ ایک بڑا آدمی سر ہری سنگھ گوڑ ایک ہوٹل میں جاتا ہے اور اس کو وہاں سے نکال دیا جاتا ہے کہ تم ہندوستانی کالے آدمی ہو تم یہاں نہیں رہ سکتے کس قدر شرمناک بات ہے۔ ایک طرف ہندوستانیوں کا طوق مانگتے ہیں اس جنگ میں ان کا مال اور خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے اور دوسری طرف ان کے ساتھ یہ سلوک کہ اتنے بڑے ہندوستانی کو ایک انگریزی ہوٹل میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بیسویں صدی کے اندر بھی ایک انسان دوسرے انسان کو رنگ کی وجہ سے اور خطہ کی وجہ سے ذلیل سمجھتا ہے

محمد رسول اللہ صلعم کا معجزہ

محمد رسول اللہ صلعم کا یہ معجزہ ہے کہ اس تمام تفریق کو انہوں نے مٹا دیا۔ ایک دفعہ کفار کے بڑے بڑے آدمیوں کا ایک وفد آپ کے چچا ابوطالب کے پاس آیا اور کہا کہ ہم کس طرح تمہارے بھتیجے کے پاس بیٹھیں۔ وہ تو غریبوں کے پاس بیٹھتا ہے۔ ان غریبوں کو اٹھاؤ۔ قرآن میں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظالمین (الانعام ۶ ع ۶) ان لوگوں کو نہ نکال جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ ذمہ داری نہیں اور نہ ان پر تیرے حساب میں سے کچھ ذمہ داری ہے کہ تو ان کو نکال دے پس تو ظالموں میں سے ہو جائے

قرآن مجید اور غریبوں کی دستگیری

غلاموں اور غریبوں کے لئے کتنا بڑا فخر ہے کہ قرآن ان کی دستگیری کرتا ہے۔ وہ لوگ جن کو پاؤں کے نیچے روندا جاتا ہے ان کی دستگیری قرآن کرتا ہے۔ یورپ میں جو تکبر غریب اقوام کے مقابلہ پر ہے اس کا اندازہ آپ لوگ نہیں کر سکتے۔ بہت بڑی فرعونیت ان میں ہے۔

امرتسر سٹیشن کا واقعہ

ایک دفعہ میں امرتسر کے سٹیشن پر گاڑی میں سوار ہونے لگا۔ ٹرین کے ایک سیکنڈ کلاس ڈبہ میں۔ میں نے بستر رکھا۔ ایک یورپین آیا۔ اس نے بستر اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ کہ ایک ہندوستانی کس طرح اس ڈبہ میں بیٹھ سکتا ہے جس میں ایک یورپین بیٹھا ہو۔ کتنا بڑا تکبر ہے۔ اس قدر فرعونیت ہے کہ اس تہذیب اور روشنی کے باوجود ان سے اخلاق رذیلہ نہیں نکل سکے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایسے ہی فرعونوں کو طلب کر کے تمام اخلاق رذیلہ نکال دیئے۔ یہ معجزہ ہے۔ بہت بڑا معجزہ ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔

دوسری بات

دوسری بات جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ قرآن نے فرمایا ہے ارءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ (الفرقان رکوع ۴) کیا تو نے دیکھا اس کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔ یورپ نے اس خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔ . . . . یورپ نے اس خواہش کو اپنے اندر لے اس قدر اسلام کے خلاف لکھا ہے کہ جس کی انتہا نہیں

نیٹشے کا قول

نیٹشے کہتا ہے مسلمان ترقی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسلام قناعت سکھاتا ہے۔ اسی بات کو لیکر ہندوستان کے بھی بہت لوگوں نے لکھا ہے۔ نیٹشے کی غلطی ہے کہ اس نے اسلام کے متعلق ایسا سمجھا ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ جس حالت میں تم ہو خوش رہو لیکن اس کے ساتھ ہی ترقی سے منع نہیں کیا۔

مسلمانوں نے بڑی بڑی ترقیاں کیں

بڑی بڑی ترقیاں مسلمانوں نے کی ہیں۔ سپین کے اندر جو کمالات مسلمانوں نے دکھائے۔ سائنس، انجینیرنگ، حساب، الجبرا، فلسفہ غرض ہر شعبہ علم میں انہوں نے شاندار ترقیاں کیں۔ بڑے بڑے شاندار محلات آج بھی مسلمانوں کی شاندار ترقی کے گواہ ہیں۔ ایک دفعہ میں اٹلی کے ایک ہوٹل میں اترا۔ کھانے کے کمرہ کی دیواریں رنگین ٹائیلوں کی بنی تھیں ہر ایک ٹائیل پر قرآن کریم سے کوئی نہ کوئی جملہ لکھا تھا۔ جو وہاں لگی تھی۔ اس پر عربی کے ہندسے لکھے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ سپین کے ایک محل کی نقل ہے۔ جس طرح وہ بنا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس پر لکھا تھا۔ یہاں تک کہ گھڑی جس طرح کی تھی ویسا ہی سب کچھ یہاں بنایا گیا۔ یہ مسلمانوں کی ترقی کا نمونہ ہے وہ ترقیاں انہوں نے کی ہیں کہ یورپ ان کی نقل کرنا فخر سمجھ رہا ہے

صبر اور قناعت بھی ضروری ہے

لیکن اس کے ساتھ ہی صبر اور قناعت بھی سب سے ضروری چیز ہے۔ اگر اتفاق سے ایسے حالات نہیں جو زیادہ اچھے ہوں۔ تو اس پر کڑھتے رہنا اسلام نے نہیں سکھایا۔ اس آیت میں لکھا ہے ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا (الفرقان رکوع ۴) جس نے خواہش کو بت بنا رکھا ہے اس کی آنکھ پر پردہ ہے۔ وہ نہ سنتے ہیں نہ عقل سے کام لیتے ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ علم، سائنس اور تہذیب کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عمل اس کے خلاف ہے۔

اسلام کی بین الاقوامی تعلیم

پھر بین الاقوامی تعلیم دی ہے۔ تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم۔ کیا کوئی کتاب ایسی ہے جس نے اس رنگ میں دوسری قوموں کو دعوت دی ہو۔ کیا کسی کتاب نے یہ تعلیم دی ہے لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم۔ کوئی قوم دوسری قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو کیا کوئی کتاب کہہ سکتی ہے لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس سے نہ روکے کہ تم اس سے عدل کرو۔ یہ قرآن ہی کی تعلیم ہے کسی دوسری کتاب نے یہ تعلیم نہیں دی۔ اس تعلیم پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کر کے دکھایا اور ثابت کر دیا کہ وہ سب سے اعلیٰ درجہ کی قوم ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ آج مسلمان اس کتاب کو

نہیں پڑھتا۔ اس کے علوم سے واقفیت حاصل نہیں کرتا۔

مجدد زماں کی رہبری

اس گئے گزرے زمانہ میں حضرت مجدد زماں نے رہبری کی اور ارشاد فرمایا کہ یورپ جاؤ وہاں کی زمین تیار ہے وہاں اسلام پھیلاؤ۔ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس لاہور کی جماعت پر کہ اس نے قرآن کریم کے تین ترجمے یورپ کو دیدیئے۔ دوسرے مسلمان اگر اس نیک کام کی تقلید کرتے تو کئی ترجمے ہو سکتے تھے۔

یورپ کی تباہی کی وجوہ

یورپ کو جس چیز نے تباہ کیا ہے وہ شراب، سود، جوا اور بدکاری ہے۔ اس جنگ میں بھی ان چیزوں کی بڑی کثرت ہے۔ اس طرح پانی کی طرح روپیہ بہایا جا رہا ہے کہ انتہا نہیں۔ حال ہی میں ایک بہت بڑے انسان لارڈ ہیلی فیکس کو سفیر بنا کر امریکہ بھیجا گیا ہے کہ وہ ان سے کہیں کہ ہمیں روپیہ دو۔ کروڑہا روپیہ کی ضرورت ہے اس کے بغیر جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔ اسلام نے اس چیز کو مٹایا۔ سود نہ ہو تو جنگ ختم ہو جائے۔ اس لئے بڑے زور کے ساتھ اس کو مٹایا۔ اسی طرح جوئے کو، بدکاری کو اسلام نے اڑا دیا۔ قرآن میں ان تمام باتوں کی تلقین ہے۔ اسی لئے فرمایا الرحمٰن علم القرآن۔

دنیا کو قرآن کی ضرورت ہے

قرآن کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ اس لئے بھی کہ اس کے پڑھنے میں لذت ہے۔ اس لئے بھی کہ تمام اعلیٰ تعلیمات اس میں جمع ہیں اور اس لئے بھی کہ اس کی تعلیمات میں تمام وہ باتیں موجود ہیں جن کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ اگر قرآن کے اندر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو قرآن کا دعوےٰ باطل ہوتا۔ کس قدر معجزہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم ایسا اعلےٰ درجہ کا انسان ہے جس کی آج بھی دنیا کو ضرورت ہے۔ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ایسے رسول کا دامن ہم نے پکڑا ہے۔ ضروری ہے کہ آپ کے نام کو آپ کی تعلیمات کو دنیا میں پہنچایا جائے۔ ضروری ہے سو آپ کے علوم کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کا پاک نام دنیا میں بلند کرنے والے ہوں۔

سویٹ روس کا رقبہ

سویٹ روس میں ساٹھ قومیں آباد ہیں۔ اس کی آبادی اٹھارہ کروڑ بیس لاکھ ہے۔ سویٹ روس کا رقبہ ۷۹۰۴۴۸۳ مربع میل ہے یعنی ساری دنیا کا چھٹا حصہ۔ روس کی ساری سرحد کا طول ۳۷ ہزار تین سو میل ہے۔ منسک سے ولاڈی واسٹک تک ایکسپریس گاڑی میں دس دن تک سفر کرنا پڑتا ہے۔ روس کے ایک شہر میں جب صبح کے آٹھ بجتے ہیں۔ تو دوسرے شہر میں اس وقت شام کے چھ بجے کا وقت ہوتا ہے۔

سمولنسک

سمولنسک روس کا قدیم ترین شہر ہے۔ یہ شہر ایک ریلوے جنکشن پر واقع ہے جہاں سے پانچ اطراف کو ریلیں جاتی ہیں۔ اس شہر میں [illegible] ڈھالنے کے کارخانے ہیں۔ پارچہ بافی کے لئے یہاں مشینیں تیار کی جاتی ہیں۔ سمولنسک کے برتن بہت مشہور ہیں۔ اس شہر کی ایک علیحدہ یونیورسٹی ہے۔ کلنگی کا مجسمہ بھی ہے۔ ۱۸۱۲ء میں نپولین نے دو دن کی جنگ کے بعد اس سے بہت بدسلوکی کی تھی۔ دریا نیپر اس شہر کے شمالی اور جنوبی دونوں حصوں کو چھوتا ہے۔

انعامی مباحثہ

کیا تعریف نبوت میں تبدیلی ہوئی؟

(از جناب مولانا ظفر الدین صاحب شملوی)

ناظرین پیغام صلح کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ستمبر ۱۹۴۰ء میں اس خاکسار نے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو سری نگر میں انعامی مباحثہ کا چیلنج دیا تھا۔ جسے مولوی صاحب نے مجبوراً منظور تو کر لیا تھا۔ لیکن اب تک حیلہ و بہانہ سے اس مباحثہ سے گریز کی صورت نکالتے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کو ہر ممکن سہولت دیدی ہے۔ جھگڑا صرف تقرر منصفاں پر ہے۔ مولوی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ غیر از جماعت علماء و فضلاء میں سے کسی کو بھی ثالث نہ مانا جائے اور اگر مانا ہی جائے تو صرف ایک غیر احمدی ثالث میری طرف سے ہو۔ اور وہ احمدی قادیانی مولوی اللہ دتا صاحب کی جانب سے ثالث ہوں گے۔ مجھے اس تجویز سے اختلاف ہے اور وہ یہ کہ جہاں کثرت رائے سے ثالثوں نے فیصلہ دینا ہے وہاں دو قادیانی اور ایک غیر احمدی کی ثالثیت نامعقول ہے۔ اس لئے ایک قادیانی ایک احمدی لاہوری اور ایک غیر از جماعت کوئی فاضل ثالث ہو جاویں۔ مگر مولوی اللہ دتا صاحب اس کو نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں کہ جلوہ میں جس طرح پہلے سر ظفر اللہ خانصاحب بالقابہ اور چودھری نعمت اللہ خانصاحب ریٹائرڈ سشن جج اور شیخ اعجاز احمد صاحب جج کو جو تینوں پکے مخلص قادیانی ہیں ثالث مان چکا ہوں۔ مگر ان میں سے سوائے چودھری نعمت اللہ خانصاحب قادیانی کے دوسرے دونوں صاحبوں نے ملازمت سرکاری اور دیگر [illegible] کے باعث ثالث بننے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے میں ان دو کی بجائے دوسرے دو قادیانی جج منتخب کر دیتا ہوں۔ مگر مولوی صاحب یہ بھی نہیں مانتے۔ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں قادیانی اشخاص کے نام پیش کریں۔ ان میں سے اگر ہم (مولوی اللہ دتا صاحب) مناسب سمجھیں گے تو کسی کو جج مان لوں گا۔ میں نے انہیں لکھدیا ہے کہ آپ اپنے علماء مبلغین کو چھوڑ کر جناب چودھری نعمت اللہ خانصاحب کی حیثیت کے لگ بھگ دس آدمیوں کے نام پیش کر دیں۔ میں ان میں سے اگر مناسب ہوا تو منتخب کر لوں گا مگر مجھے امید نہیں کہ مولوی صاحب یہ بھی منظور کریں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ چودھری نعمت اللہ خانصاحب کو آپ نے منتخب کیا تھا۔ اس لئے آپ صرف ان کو ثالث مان کر فیصلہ کریں۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ مگر وہ جناب خلیفہ صاحب کے قائمقام ہو کر فیصلہ لکھیں تو یہ بھی منظور ہے۔ مگر مولوی اللہ دتا صاحب یہ بھی منظور نہیں کرتے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح یہ مباحثہ خیر و خوبی سے ہو جائے۔ اور اس غرض کے لئے میں نے مولوی اللہ دتا صاحب کو یہ بھی اجازت دیدی ہے کہ وہ جیسا کہ ان کی پہلے زبردست خواہش تھی کہ صرف حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب فیصلہ کر دیں مجھے یہ بھی منظور ہے۔ اور حضرت مولانا نے بصورت مجبوری ثالث بن جانا منظور بھی کر لیا ہے۔ مگر اب مولوی اللہ دتا صاحب اس سے بھی گریز کرتے ہیں۔ میں نے انہیں صاف لکھدیا ہے کہ آپ اپنے جناب خلیفہ صاحب کو یا ان کے قائمقام کو حکم مان لیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو حکم مان لیں۔ تین معزز قادیانی حضرات کو جنہیں میں منتخب کر دوں ثالث مان لیں۔ تین غیر جانبدار اشخاص کو ثالث مان لیں۔ دو غیر جانبدار اشخاص اور چودھری نعمت اللہ خانصاحب کو قادیانی حکم مان کر ہی فیصلہ کر لیں۔ مگر جناب فاضل قادیانی ان تمام طریقوں کو نامنظور ہی کئے جا رہے ہیں۔ مگر میں کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح مولوی اللہ دتا صاحب سادی اور منصفانہ شرائط پر بحث میں نکل آئیں اور میں حیران ہوں کہ مولوی اللہ دتا صاحب اس قدر بدل (alternatives) ملنے پر بھی کیوں پیچھے ہی پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ مجھے اس کی وجہ صرف اور صرف ایک نظر آتی ہے کہ مولوی صاحب کو اپنی کمزوری کا خوب علم ہو چکا ہے۔ کیونکہ میں نے ان کے دلائل کو پہلے ہی ایک خط کے ذریعہ توڑ کر انہیں حقیقت حال سے واقف کر دیا تھا۔

اس بحث کی اہمیت

قادیانی حضرات حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ نبی اللہ کہتے تھکتے نہیں۔ مگر یہ ان کو خبر ہی نہیں کہ حقیقتاً نبی اللہ کہتے کسے ہیں۔ ایک غلط تعریف جو محض جناب خلیفہ صاحب کی من گھڑت ہے یا ایک دوسری تعریف جو لغوی یا مجازی نبی کی ہے اس کو لیکر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ بس نبوت صرف خدا سے کثیر خبریں پاکر پیشگوئیاں کرنے کا ہی نام ہے دلس۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے اور یہ سمجھ لیں کہ حقیقتاً جو نبی اللہ ہو وہ کبھی کسی کا امتی نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کے لئے مستقل ہونا شرط ہے۔ اور جو مستقل نہیں وہ کبھی بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر یہ اہم سوال طے ہو جائے تو قادیانی جماعت کا مذہب جو نبوت کے متعلق ہے خیالی ہو کر اڑ جاتا ہے۔ اس لئے قادیانی جماعت کے مبلغ مولوی اللہ دتا صاحب اس مباحثہ سے بچتے رہیں اور نہیں چاہتے کہ غیر جانبدار سے فیصلہ لیا جائے۔ ناظرین انتظار کریں۔ شاید وہ میدان میں نکل آویں۔

منسک

منسک سفید روس کی سویٹ جمہوریت کا دارالحکومت ہے اس کی آبادی ایک لاکھ پچیس ہزار ہے۔ ۱۹۱۸ء میں جرمنوں نے اس شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور جرمن فوجیں نیپر تک بڑھ آئی تھیں۔ منسک میں مشین بنانے اور چمڑے کے کارخانے ہیں۔ یہاں [illegible] کیا جاتا ہے۔ سویٹ روس نے شہر میں ایک یونیورسٹی بنائی تھی۔ سفید روس کے تمدنی حالات کی ریسرچ کے لئے بھی ایک ادارہ کھولا گیا تھا۔ منسک ایک تعلیمی مرکز ہے جس میں زراعت کے متعلق تجربات کئے جاتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

اپنا امام سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ اپنی اس نالائق حرکت سے باز نہیں آتے۔ بلکہ روز بروز ان کا یہ حربہ تیز اور مسلمانوں کا شیرازہ پراگندہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ آج اگر سب مسلمان مل کر ان مکفر مولویوں کو بائیکاٹ کر دیں اور انہیں مسجدوں سے نکال دیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے رشتہ ناطہ کرنا ترک کر دیں تو یہ تکلے کی طرح سیدھے ہو جائیں۔ اور جو بات بات میں کفر کے فتوے دینے کے عادی ہیں۔ ان کا مزاج درست ہو جائے۔ اور انہیں سمجھ آ جائے کہ ان مظلوم مسلمانوں کی بجائے جن پر ہم کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ ہم خود مسلمانوں کی سوسائٹی سے نکال دیئے گئے۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے یہ سزا مکفرین کے لئے قائم کی تھی۔ کہ جو اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہتا ہے۔ خود اس سے کافروں کا سا سلوک کیا کرو تاکہ اسے پتہ لگ جائے کہ مسلمان کو کافر بنانا کتنا بڑا جرم ہے۔ کاشکہ اس حدیث پر مسلمانوں کا صحیح عمل ہوتا۔ تو آج سارا تفرقہ دور ہو کر سب مسلمان بھائی بھائی ہوتے۔

کفر کو سزا دینے والے خود آنحضرت صلعم ہیں

اس زمانہ میں سب سے بڑا فتنہ یہی تکفیر کا فتنہ ہے مجھے افسوس ہے کہ جب اس فتنہ اور لعنت کو دور کرنے کیلئے مجدد وقت قدم اٹھاتا ہے تو آپ بجائے تائید کرنے کے یہ عجیب و غریب فقرہ تحریر فرماتے ہیں کہ "کسی شخص کو آج اس قسم کی سزائیں تجویز کرنے کا حق کسی آیت اور حدیث سے حاصل ہے نا معلوم ہوتا ہے۔ یہ فقرہ لکھتے وقت آپ کو وہ حدیث بھول گئی کہ مومن کو کافر کہنے والے پر کفر لوٹ کر پڑتا ہے"۔ اجی سرکار۔ اس حدیث کے ماتحت مکفر کے پیچھے صرف نماز ہی نہ پڑھنے کا نہیں بلکہ اسے کافر کہنے کا بھی حق حاصل ہے۔

دوسرے علماء اسلام اس کفر کو کفر خارج از اسلام کی حیثیت دیتے ہوں تو پتہ نہیں۔ لیکن ہم اسے کفر دون کفر ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ کفر تکفیر کی سزا کے طور پر ہے۔ اس سے مکفر اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے مسلمانوں کا سا تعلق رکھنا منع ہے۔ ایسا شخص گو مسلمان ہے مگر وہ اپنے اس فعل شنیع کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ مسلمانوں کا سا سلوک اس کے ساتھ کیا جائے یعنی اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا اس سے رشتہ ناطہ کیا جائے گویا یہ ایک قسم کا مقاطعہ مسلم سوسائٹی کی طرف سے ہے۔ تا وہ اپنی اس حرکت قبیح سے باز آوے۔

یہ حکم کن حالات میں قائم ہے

یہ سچ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو قادیانیوں کی طرح نبی نہیں مانتے۔ مگر ایک مولوی ملا بھی نہیں سمجھتے کہ آپ کے فتووں کو کوئی وقعت ہی نہ دیں۔ اور آپ کے حکم کو اپنے اجتہادوں کے سامنے بے حقیقت سمجھ لیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ حکم ہے کسی آیت کی تفسیر میں یا کسی معمولی مسئلہ میں کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ آپ کو خدا نے مجدد اور مسیح و مہدی کے منصب جلیلہ پر ممتاز فرمایا تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلعم نے آپ کیلئے امت میں حکم اور عدل کا مقام تجویز فرمایا تھا۔ تو آپ کی حیثیت ایک معمولی مولوی کی تو نہیں ہو سکتی۔ اس ملک ہندوستان میں مکفرین پر اتمام حجت کے بعد آپ بعض حالات کے ماتحت اپنی جماعت کو ایک حکم دیتے ہیں اور وہ حکم حدیث صحیح پر مبنی ہے۔ اہلسنت والجماعت کے مسلمہ عقیدہ پر مبنی ہے۔ اس لئے جب تک وہ حالات نہ بدلیں وہ حکم قائم ہے۔ یعنی جب تک کہ وہ حضرت اقدس مرزا صاحب اور آپ کی جماعت پر سے کفر کا فتوے نہ اٹھ جائے۔ اس ملک ہندوستان میں مکفرین کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں ہو سکتی۔

رفتار عالم

لنڈن ۵ رجولائی۔ ماسکو کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ روس کے تمام محاذوں پر جرمن فوج کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ بالٹک لینن گراڈ محاذ، سفید روس کے محاذ اور شمالی جیسارابیہ کے محاذ پر شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ آج عصر کے وقت روسی ہائی کمان کے اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ جرمنوں کے حملے میں پہلی سی تیزی نہیں رہی۔ اس اثنا میں جرمن ہائی کمان کی طرف سے بھی جو اعلان شائع ہوئے ہیں۔ ان میں پہلے جیسے بلند بانگ دعاوی نہیں کئے گئے۔

لنڈن ۵ رجولائی۔ روسیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ روسی بیڑے نے رومانیہ کے بحری اڈے کانسٹانزا کو ایسا تباہ کیا ہے۔ کہ اب جرمن اور اطالوی افسران نے مجبوراً بلغاریہ کی دو بندرگاہوں ورنا اور برگس سے بحری اڈوں کا کام لینا شروع کر دیا ہے۔ کانسٹانزا کو روسی طیاروں کی بمباری سے بھی بڑا نقصان پہنچا ہے۔

لنڈن ۵ رجولائی۔ آج جرمن ہائی کمان کے اعلان میں دو بڑے بڑے دعوے کئے گئے ہیں۔ اعلان میں مرقوم ہے کہ جرمن فوج دریائے نیپر تک پہنچ گئی ہے۔ یہ دریا منسک کے علاقے میں دریائے بیرا سینا سے آگے ہے۔ اگر جرمنوں کا یہ دعویٰ صحیح ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جرمن منسک کے محاذ پر مشرق کی طرف ۸۰ میل اور بڑھ گئے ہیں۔ اعلان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنوب مشرقی گلیشیا میں ہنگری کی فوج نے دو شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔

میڈرڈ ۵ رجولائی۔ ہسپانوی والنٹیئروں کی ایک ٹرین عازم جرمنی ہو گئی تاکہ روس کے خلاف لڑ سکے۔

لنڈن ۵ رجولائی۔ برطانیہ کے دو فوجی ماہر روسی فوج کو جنگی مشورہ دینے کے لئے روس پہنچ گئے ہیں۔

لنڈن ۵ رجولائی۔ جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ جرمن فوج نے پرپٹ کے دلدلوں میں ہزاروں روسیوں کو قیدی بنا لیا ہے

لنڈن ۵ رجولائی۔ آج صبح اطالوی ریڈیو سٹیشن سے یہ اعلان ہوا ہے کہ روس کے محاذ جنگ پر جرمن فوج کی مشکلات بڑھ رہی ہیں دلدلوں کے علاقے میں مچھروں کے حملے ایسے شدید ہیں کہ ان کا کاٹا جرمن سپاہیوں کے لئے گولی سے کم اثر نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جرمن فوج کو اس علاقے سے اپنا ہیڈ کوارٹر تبدیل کرنا پڑا ہے۔

لنڈن ۶ رجولائی۔ جرمنوں نے دعوے کیا ہے کہ اس وقت تک تین لاکھ روسی گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ مزید بتایا ہے کہ نام نہاد سٹالن لائن کی طرف مسلسل پیشقدمی جاری ہے۔

قاہرہ ۶ جولائی۔ شام کے بارے میں ایک اعلان منظر ہے کہ اتحادی فوجیں حمص کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

قاہرہ ۶ رجولائی۔ ایک اعلان منظر ہے کہ حبشہ میں مزید ۱۵ اطالوی جرنیلوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ گمبی میں ۵۰۰۰ اطالوی گرفتار کئے گئے ہیں۔

نیویارک ۶ رجولائی۔ نیویارک ہیرلڈ ٹریبیون میں ٹوکیو کے ایک ہفتہ وار اخبار جاپان نیوز کے ایڈیٹر نے جو حال ہی میں امریکہ وارد ہوئے ہیں۔ ایک مضمون شائع کرایا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں کہ جاپان میں جرمنی سفیر کی قیادت میں نازی ففتھ کالم کام کر رہا ہے۔ جو جاپانی حکومت کو نازی سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے

لنڈن ۶ رجولائی۔ یوکرین کا ذکر کرتے ہوئے روسی ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ پرپٹ کی دلدلوں کے جنوب میں خود گراڈ و منسک کی طرف روسی فوجیں بہادری سے دشمن کی فوجوں کا جو بہت بھاری تعداد میں ہیں مقابلہ کر رہی ہیں۔

انقرہ ۶ رجولائی۔ ترکی کی گورنمنٹ نے جرمنی اور ترکی کے غیر جارحانہ معاہدہ کی تصدیق کر دی ہے جرمن گورنمنٹ کو ترکی کی گورنمنٹ کا یہ فیصلہ پہنچا دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں آج ہٹلر نے سپاہ اعظم ترکی کو شکریہ کا تار بھی بھیجا ہے۔ تجارتی معاہدہ کیلئے دونوں طاقتوں میں بات چیت شروع ہو گئی ہے اور آج نائب وزیر خارجہ ترکی سے جرمنی سفیر ہرفان پاپن سے ملاقات ہوئی۔

لنڈن ۶ رجولائی۔ آج صبح برطانوی بمبار ہوائی جہازوں نے بحیرہ شمالی میں ہالینڈ کے ساحل کے قریب دشمن کے چار تجارتی جہازوں کو ڈبو دیا۔

شانگ کر (چلی) ۶ رجولائی۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ پیرو کی فوجوں نے اکوے ڈار کی سرحدی چوکی پر حملہ کر دیا۔ وہاں کے سرکاری حلقوں نے اس خبر کی تصدیق کر دی ہے کہ پیرو کی فوجوں نے جاپان کے ایما پر اکوے ڈار کی سرحدوں پر فوجیں جمع کی ہیں۔

قاہرہ ۶ رجولائی۔ ایک سرکاری اعلان منظر ہے کہ شام میں برطانوی فوجیں پامیرا سے پیشقدمی کرتی ہوئی نیرم تک پہنچ گئی ہیں۔ دوسرے مقامات پر مقامی طور پر کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔

نیویارک ۶ رجولائی۔ رپوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ جرمن اور اطالوی قونصلوں کے سٹاف جنہیں امریکہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ۱۵ رجولائی کو امریکن جہاز "امریکہ" پر لزبن (پرتگال) روانہ ہو جائیں گے۔ یہی جہاز جرمنی، اٹلی اور محوری طاقتوں کے مقبوضہ ملکوں سے امریکن قونصلوں کے سٹاف کے ۴۰ ممبروں کو واپس امریکہ لائے گا۔ "امریکہ" پر بھورے رنگ کا نشان بنایا گیا ہے تاکہ اسے فریقین جنگ میں سے کوئی غرق نہ کرے۔

بمبئی ۶ رجولائی۔ بمبئی میں طوفانی موسم ابھی ختم نہیں ہوا آج ہوا کی رفتار ۴۹ میل فی گھنٹہ تھی۔ ریلوے ٹریفک بھی ابھی قائم نہیں ہوا۔ اس طرح بمبئی اور سورت اور بڑودہ، احمد آباد، راجکوٹ، کاٹھیاواڑ اور کراچی کے درمیان ٹیلیفون اور تار کا سلسلہ قائم نہیں ہوا۔

ڈھاکہ ۶ رجولائی۔ آج بھی یہاں چھرا گھونپنے کی تین وارداتیں ہوئیں۔ جن میں ایک مجروح جانبر نہ ہو سکا۔ آج یہاں بنگال کے انسپکٹر جنرل پولیس نے امن کمیٹیوں کے ارکان سے ملاقات کی۔ کل رات گورنر بنگال بھی یہاں آئے تھے۔

لاہور ۶ رجولائی۔ خان بہادر اللہ بخش وزیر اعظم سندھ آج صبح یہاں وارد ہوئے۔ آپ نے سر سکندر حیات خاں سے طویل ملاقات کی۔ اور مختلف موضوعات پر بات چیت کی۔

پشاور ۶ رجولائی۔ خان عبد الغفار خاں اپنی لڑکی کے ہمراہ کل شام پشاور پہنچے۔ آپ آج لکھنؤ روانہ ہو جائیں گے اور وہاں سے گاندھی جی کو ملنے کیلئے واردھا جائیں گے۔

کلکتہ ۷ رجولائی۔ سرکاری حلقوں سے تحقیقات پر معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ اور بمبئی میں فرانسیسی سفارت خانوں کے دفاتر بند کر دیئے گئے ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصُّلحُ خَيرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے "قادیانی"

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۴۱ء | نمبر ۴۲

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حدیثوں کو پرکھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھکر کوئی معیار نہیں

اس لئے میرا مذہب بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت ہیں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق کی حد سے ظن کی حالت میں ہیں لیکن اس حالت میں بھی میں حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو موضوع قرار نہیں دے سکتا اور میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ **حدیثوں کو پرکھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھکر اور کوئی معیار ہمارے پاس نہیں**۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روات کی حالت کو صحت یا عدم صحت حدیث کیلئے معیار مقرر کیا ہے لیکن کبھی انہوں نے دعوے نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے یاایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر لاوے تو اس کی اچھی طرح تفتیش کر لینی چاہئے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے بجز نبی کے اور کوئی معصوم ٹھہر نہیں سکتا۔ اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر یک سے بجز نبی کے **ممکن الوقوع** ہے۔ لہذا روات کے حالات صدق و کذب و دیانت و خیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تفتیش درکار تھی تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آ سکی۔ کیونکہ اگرچہ صحابہ کے حالات روشن تھے اور ان لوگوں کے حالات بھی جنہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچایا۔ لیکن درمیانی لوگ جن کو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ آئمہ حدیث ان کے اصلی حالات سے پورے اور یقینی طور پر واقف تھے۔ ان کے صادق یا کاذب ہونیکے حالات یقینی اور قطعی طور پر کیونکر معلوم کر سکتے تھے

(مجموعہ اشتہارات؟ [illegible])

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب مورخہ ۱۰ر جولائی کو بٹوٹ تشریف لے گئے۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ اس سال میٹرک امتحان کے گورنمنٹ وظائف کا اعلان ہوا۔ دو وظائف مسلم ہائی سکول لاہور کے طلباء ظفر الاسلام اور فضل الرحمٰن نے حاصل کئے ہیں۔

—— منصور احمد خلف الرشید جناب میاں عطاء اللہ صاحب اوورسیئر عرصہ سے بیمار ہیں اور ان کی بیماری کی وجہ سے والدین کو بہت پریشانی ہے۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ درد دل کے ساتھ عزیز مذکور کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔

—— جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ کے بڑے بھائی کی لڑکی کا ڈیڑھ سال کا بچہ بعارضہ پیچش بیمار ہے والدین کو بہت تشویش ہے احباب درد دل سے دعا فرمائیں۔

—— پیغام صلح کے کاتب منشی حبیب اللہ صاحب کی ڈیڑھ سال کی بچی بعارضہ پیچش بیمار ہے۔ منشی صاحب مذکور قارئین پیغام صلح سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی بچی کی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

—— جماعت کے متعدد اصحاب بیمار اور مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ احباب سلسلہ ان کی صحت اور مالی آسودگی کیلئے دعا فرمائیں

اس نمبر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون بعنوان "حضرت مسیح موعود بھی پیغامی تھے" درج ہے۔ احباب سلسلہ جہاں خود اس مضمون کو مطالعہ کریں قادیانی احباب کو بھی مطالعہ کرائیں۔

تبلیغی رپورٹ

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل از دھلی)

دھلی میں جماعت قادیان کو متعدد مرتبہ دعوت دی گئی کہ وہ آکر ہمارے دار المطالعہ میں ہمارے جلسوں میں شامل ہوں۔ اور اگر کوئی اعتراض ہو تو کریں۔ لیکن انہوں نے کلیتہً انکار کر دیا ہے گذشتہ دو اتوار یعنی ۲۲۔ اور ۲۹ ر جون کو ایک قادیانی صاحب انفرادی حیثیت میں آکر کچھ سوالات کرتے رہے۔ لیکن جماعت کی ہمت مقابلہ میں پست ہو چکی ہے۔ کل اتوار کو پھر جلسہ تھا جس میں ہمارے نوجوان دوست شیخ احسان الحق بن شیخ عبد الحق صاحب نے اور ماسٹر عزیز الدین صاحب نے تقاریر کیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ جماعت نوجوانوں میں حرکت پیدا ہو رہی ہے اور ان میں تبلیغی جذبہ ترقی پذیر ہے۔ شیخ احسان الحق صاحب نے ختم نبوت پر تقریر کی اور ماسٹر عزیز الدین صاحب نے اسلام اور مذاہب غیر پر تقریر کی جن کے اختتام پر راقم الحروف نے جماعت احمدیہ کی پوزیشن کو واضح کیا اور حاضرین کو جن میں اکثر غیر از جماعت اصحاب تھے۔ احمدیت کے بلند مقام کی طرف توجہ دلائی۔

۲۲ ر اور ۲۹ ر جون دونوں دن میری تقریر اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق پر ہوتی رہی۔ جس میں خلیفہ قادیان کی تمام مغالطہ اندازیوں کی کماحقہ تردید کی گئی۔

ان ہفتہ وار جلسوں کا اثر اچھا ہو رہا ہے اور غیر از جماعت اصحاب بھی شرکت کرتے ہیں

۳۰ ر جون۔ یکم جولائی اور ۲ ر جولائی تین دن آگرہ گذارے جہاں جناب ملک غلام سرور خانصاحب گریزن انجینئر، نواب قمر اللہ خانصاحب اور سیرا اور دیگر اصحاب سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا۔ کہ ملک صاحب نے میرے پہنچنے سے پہلے ہی خیرہ ماہوار کا تمام بقایا مرکز میں روانہ کر دیا ہے۔ اگرچہ گرمی کی شدت تھی اور ملک صاحب یا نواب قمر اللہ صاحب میں کسی صاحب کو اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ میرے ساتھ مقامی اصحاب سے ملاقات کرتے۔ پھر بھی آٹھ دس اصحاب سے ملاقات کی گئی اور جماعت کا لٹریچر پہنچایا گیا۔ حکیم اللہ خانصاحب کے ذریعہ وہاں کے تین ۳ وہ اصحاب جماعت کے بہت قریب ہیں اور میرا خیال ہے کہ ایک آدھ ملاقات کے بعد سلسلہ میں شامل ہو جائیں گے۔

دہلی میں مندرجہ ذیل اصحاب سے گذشتہ ایام میں تبادلہ خیالات رہا۔

حافظ عبید اللہ صاحب لغتہ نویس دریا گنج
شیخ ممتاز الدین صاحب آپٹیکل مرچنٹ فتحپوری
مسٹر محی الدین صاحب متعلم یونیورسٹی علیگڑھ (رخصت پر)
مسٹر ابو رضا و نجم الحسین میر دادر روڈ رنگی دھلی
غلام محی الدین خانصاحب ایڈیٹر انجام
مسٹر شمس العارفین، کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ چاندنی چوک
وغیرہم

جلسے ایک صاحب مسٹر حفیظ رومانی صدیقی مستقل طور پر خط و کتابت رکھتے ہیں اور ان سے سلسلہ کے متعلق تبادلہ خیالات رہتا ہے

گذشتہ دو ہفتوں میں ہفتہ وار جلسہ کے موقعہ پر اور عام ملاقاتوں میں ایک سو سے زیادہ ٹریکٹ تقسیم ہوئے غلام مصطفےٰ خانصاحب کشمیری گیٹ سے ۶ اروپے بقایا کے حساب میں وصول ہوئے۔

چونکہ کچھ اصحاب دہلی اور آگرہ میں بیعت پر آمادہ ہیں اس لئے بیعت کے فارم چالیس کی تعداد میں ارسال فرما دیں۔ علاوہ بیعت کنندگان کے بھی بعض لوگ اس فارم کو پڑھنے کے لئے لیتے ہیں۔ اور اس سے اچھی خاصی تبلیغ ہوتی ہے بہت سی باتیں لکھنی ہیں۔ مگر میری طبیعت چند دن سے علیل ہے لہذا کسی آئندہ وقت پر ملتوی کرتا ہوں۔

والسلام

ایک کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ
برطانیہ کے روزانہ اخراجات جنگ

لندن ۲ ر جولائی۔ ایک سال کے اندر اندر برطانیہ کی سامان جنگ تیار کرنے کی استعداد میں ۵۰ فیصدی اضافہ ہو گیا ہے اور برطانیہ کے یومیہ اخراجات جنگ اب ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ تک پہنچ گئے ہیں۔ جنوری ۱۹۴۱ء سے مارچ ۱۹۴۱ء تک روزانہ اخراجات جنگ کی رقم اوسطاً ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ سے ایک کروڑ ۴۵ لاکھ پونڈ تک تھی۔ اس رقم میں وہ قیمت بھی شامل تھی۔ جو برطانیہ اسلحہ جنگ کی قیمت میں امریکہ کو ادا کر رہا تھا۔ اپریل کے شروع سے امریکہ نے پٹے پر اور ادھار مالی دینے کے قانون کے مطابق برطانیہ سے نقد قیمت لئے بغیر سامان جنگ دینا شروع کر دیا۔ اس وقت روزانہ اخراجات کم ہو کر ایک کروڑ پونڈ رہ گئے۔ چند ہفتوں تک ان اخراجات کی یہی اوسط رہی۔ لیکن یکم اپریل سے ۴ ر جون تک ان اخراجات میں پھر اضافہ ہوا۔ اور اب روزانہ اخراجات ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ ہیں۔

صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب کے نوٹس کا جواب

جبی فی الاسلام صاحبزادہ صاحب

السلام من اتبع الھدیٰ

آپ کا نوٹس مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۱ ر جولائی ۱۹۴۱ء میری نظر سے گزرا۔ اس سے پیشتر قاضی محمد یوسف صاحب سکنہ پشاور کی لکھی چٹھی مندرجہ اخبار الفضل ۹ ر جولائی بھی میں نے دیکھی ہے۔ میرے نزدیک قاضی صاحب نے جو تلملاہٹ اس چٹھی میں دکھلائی ہے۔ اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ایک بھائی کا دوسرے بھائی کو قرض حسنہ دینا کوئی جرم نہیں اور اس کے بعد آپ کو علیحدہ نوٹس دینے کی تکلیف پر بھی آمادہ کیا ہے اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ میں یہ اس لئے لکھ رہا ہوں کہ قاضی صاحب کی چٹھی اور آپ کے نوٹس میں سات دن کا تفاوت ہے۔ اگر آپ میرے عریضہ کو جو ۲۶ ر جون ۱۹۴۱ء کے پیغام صلح میں چھپا ہے غور سے پڑھتے تو میرا یہ فقرہ آپ کے اطمینان کیلئے کافی ہوتا۔ "اگر برکات خلافت میں سے یہ دینیہ آپکے ایمان میں تغیر کا باعث ہوا ہے۔ تو انجمن ھذا کو کوئی تعجب نہیں"۔ یہ ایک شرطیہ فقرہ ہے اور لفظ "اگر" سے شروع ہوتا ہے۔ اگر از روئے ایمان آپنے اس وجہ سے تغیر قبول نہیں کیا۔ جو میرے خط میں درج ہے تو پھر تو معاملہ ہی صاف ہے اور کسی مزید خط و کتابت کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی اور اس حالت میں مجھے اظہار افسوس میں کوئی تامل نہیں مجھے میں باعث سے رنج پہنچا ہے۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ آپ کے اس خط سے جو پیغام صلح مورخہ ۱۸ ر جولائی میں شائع ہوا ہے۔ آپ کی استقامت کا پتہ لگتا تھا اور بائیس سالہ جدوجہد قابل تعریف معلوم ہوتی تھی۔ یکایک یہ تغیر ظہور میں آیا۔ خدا جانے آپ کو یہ محسوس ہوا ہے یا نہیں۔ آپ جیسے بزرگان سلسلہ کی طرف سے ایسی حرکات نوجوانان جماعت کے لئے کس قدر ابتلا کا باعث ہوئی ہے۔ اگر آپ کے اس اعلان کی وجہ سے کوئی ایسا واقعہ پیش آیا۔ تو عنداللہ آپ اس کے ذمہ وار ہوں گے۔

صاحبزادہ صاحب! آپ اپنے خط کے مطابق جماعت قادیان کو ہر قسم کے دجل اور تلبیس سے کام لینے والے اپنی مصنوعی اور نمائشی ہمدردی سے جھلا پر اثر ڈالنے والے اور سادہ لوحوں کو دھوکہ دینے والے تسلیم کر چکے ہیں اور ساتھ ہی مخدوم و مکرم مولانا مولوی غلام حسن خانصاحب جیسے معمر اور بوڑھے احمدی پر بھی اس دجل و باطل کے حامی اور موید ہونے کا اعلان فرما چکے ہیں۔ اور یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ اگر مولانا صاحب کو دیکھ کر کوئی ضعیف الاعتقاد اور معمولی حیثیت کے بے علم ان کے ساتھ ہو جائیں۔ تو اس میں کیا تعجب ہے۔ آپ کے خط میں ان الفاظ کے ہوتے ہوئے کون شخص آسانی سے باور کر سکتا ہے کہ آپ کے خیالات میں جو تغیر نمودار ہوا ہے وہ معمولی گفت و شنید کا ہی نتیجہ ہے۔ پھر آپ کا اس خط میں وظیفے کیلئے خواہش اور اس کی درخواست اور بھی تعجب انگیز ہے۔ کیونکہ اگر ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۰ء تک بائیس سال کے عرصہ میں آپ کا انجمن کی ملازمت میں بطور مبلغ رہنا ایک ملاینہ تبلیغ کے کام میں ہارج نہیں ہوا تو جون ۱۹۴۱ء کے بعد اس میں کیا ہارج ہو سکتا تھا۔ میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ کچھ دال میں کالا کالا ہے۔ مگر انجمن نے آپ کی دیرینہ خدمات کو مد نظر رکھ کر آپ کی اس درخواست کو منظور کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ کو اس کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو انسانوں کا شکر گزار نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہو باوجود ان حالات کے جو میں نے اوپر عرض کئے ہیں ان باتوں کے پیش نظر جو مجھے احباب پشاور کی طرف سے آپ کے زہد و اتقا کے متعلق معلوم ہوئے ہیں۔ مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے اور دلی افسوس ہے اگر آپ کو میری کسی تحریر کی وجہ سے صدمہ ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

۱۱ ر جولائی ۱۹۴۱ء　　(خان بہادر) محمد صادق

(جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۲

ہمارا مقالہ اور جناب مرزا بشیر احمد صاحب کا غیظ و غضب

مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیوں نہ پڑھا

اخبار پیغام صلح کا ایک مقالہ

پیغام صلح مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟" کے عنوان سے لکھا تھا۔ معلوم نہیں اس میں کس دکھتی رگ پر ہمارا ہاتھ جا لگا جس سے جناب میاں بشیر احمد صاحب الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں برافروختہ ہوئے ہیں۔ اس مذکورہ مقالہ میں ہم نے جناب میاں صاحب کے ایک اپنے ہی بیان کے مطابق یہ ثابت کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرزا فضل احمد صاحب مرحوم کا جنازہ اس لئے نہیں پڑھا کیونکہ سلسلہ کے اشد ترین مخالفین اور معاندین کے ساتھ مرحوم کے تعلقات تھے اور وہ معاندین ایسے لوگ تھے جنہوں نے حضور علیہ السلام کے مشن کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ لیکن میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جنازہ نہ پڑھنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ مرحوم غیر احمدی تھے وہ حضرت صاحب کے بڑے فرمانبردار تھے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق اپنی بیوی بنت مرزا شیر علی کو (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) طلاق دیدی۔ اور فوراً طلاق نامہ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس روانہ کر دیا۔ اس لئے وہ اس اشتہار کی شرط سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو گئے اور ان پر کسی قسم کی پابندی نہ رہی۔ خواہ وہ کیسے ہی معاندین اور مخالفین سلسلہ کے ساتھ تعلقات استوار کریں۔ . . . . لیکن ہم گذارش کرتے ہیں کہ اصل مقصد طلاق نہیں قطع تعلق تھا۔ اور طلاق قطع تعلق کا ایک ذریعہ تھی۔ چنانچہ یہ بات میاں صاحب کی اپنی ہی رقم کردہ روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ جناب میاں صاحب مذکور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حرم محترم کی روایت سے سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۳۲،۳۳ پر لکھا ہے:۔

سیرت المہدی کا حوالہ

"حضرت صاحب نے مرزا سلطان احمد اور فضل احمد دونوں کو الگ الگ خط لکھا۔ ان سب لوگوں نے میری سخت مخالفت کی ہے۔ اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور ان کے ساتھ اب ہماری قبریں بھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اب تم اپنا آخری فیصلہ کرو۔ اگر تم نے میرے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر ان سے قطع تعلق کرنا ہوگا۔ اور اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔ میں اس صورت میں تم کو عاق کرتا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب کا جواب آیا کہ مجھ پر تائی صاحبہ کے احسانات ہیں میں ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ مگر فضل احمد نے لکھا کہ میرا تو آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ بات ہے تو اپنی بیوی بنت مرزا شیر علی کو (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) طلاق دیدو۔ مرزا فضل احمد صاحب نے فوراً طلاق نامہ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس روانہ کر دیا"

اصل منشاء قطع تعلق تھا

روایت کے مندرجہ بالا اقتباس کے ساتھ میاں صاحب جس سیاق و سباق کو چاہیں ملا لیں اور جتنی دیانتداری سے چاہیں کام لیں (کیونکہ ہمارے مذکورہ مقالہ کے متعلق جناب میاں صاحب کا ارشاد ہے کہ اس میں اس روایت کو پیش کرنے میں دیانت سے کام نہیں لیا گیا) نتیجہ یہی نکلے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل منشاء ان تمام رشتہ داروں سے قطع تعلق تھا کیونکہ ان کی مخالفت انتہا کو پہنچ چکی تھی اور وہ وقت آ پہنچا تھا کہ ان سے مکمل قطع تعلق کر لیا جائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کو لکھا کہ اگر وہ حضور کے ساتھ تعلق رکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر ان لوگوں سے قطع تعلق کرنا ہوگا۔ چنانچہ اس کے جواب میں مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم نے تو قطع تعلق کرنے سے انکار کر دیا اور مرزا فضل احمد صاحب نے لکھا کہ "میرا تو آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے۔ ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں" اس جواب کے موصول ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "اگر یہ بات ہے تو اپنی بیوی بنت مرزا شیر علی کو (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) طلاق دیدو" چنانچہ لوہیں جناب میاں صاحب کی اپنی ہی رقم کردہ روایت کے مطابق مرزا فضل احمد صاحب مرحوم نے اپنی بیوی کو جو کہ سخت مخالف تھی، طلاق دے دی۔

اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے

مرزا فضل احمد صاحب مرحوم کے اس مندرجہ بالا اقدام سے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب ان رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لیا۔ کیونکہ وہ حضرت صاحب کے سخت مخالف تھے اور اس کا عملی ثبوت یہ دیا کہ دوبارہ ارشاد پر اپنی مخالف بیوی کو بھی طلاق دیدی۔ اور جناب میاں صاحب کی اپنی رقم کردہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حرم محترم کی بیان کردہ روایت کو بالکل درست تسلیم کرتے ہوئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مرزا فضل احمد صاحب اپنے اس اقدام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی   قائم کردہ تعزیر سے جو اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں مرقوم ہے بچ گئے۔ اشتہار کا وہ حصہ درج ذیل ہے:۔

"—— اور کسی بھی بدی، رنج و راحت، شادی اور ماتم میں ان کو شراکت نہیں رہے گی کیونکہ انہوں نے اپنے تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیرت کے برخلاف اور ایک [illegible] کام ہے مومن دیوث نہیں ہوتا"

ایک اہم سوال

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جو ہر لحاظ سے اہم ہے اور جسے جناب میاں بشیر احمد صاحب خواہ کتنی بھی کوشش کریں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کہ اگر وہ وجوہ قائم ہیں جن کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو ان رشتہ داروں سے قطع تعلق کیلئے لکھا تھا اور ان میں کوئی [illegible] تغیر رونما نہ ہوا یعنی ان تمام رشتہ داروں کی مخالفت میں [illegible] پیدا نہ ہوا اور مرزا فضل احمد صاحب اس مذکورہ بالا واقعہ کے بعد از سر نو ان مذکورہ معاندین کے ساتھ تعلق استوار کر لیں تو کیا وہ اس اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء کی زد میں ہیں یا نہیں۔ ہمارے خیال میں جب تک ان رشتہ داروں کی مخالفت میں تبدیلی پیدا نہ ہو اور خدا کا مامور ان کی اس تبدیلی کی شہادت نہ دے۔ اس وقت تک وہ اس تعزیر اور سزا سے بچ نہیں سکتے اگر بچ سکتے ہیں تو جناب میاں صاحب پر واجب ہے کہ ان قرائن کو بیان کریں جن کی وجہ سے وہ اس سزا سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور اگر نہیں بچ سکتے تو وہ یقیناً اس تحریک کی زد میں ہیں۔ اب جناب میاں صاحب کے اپنے ہی بیان کردہ حالات یہ بتاتے ہیں "کہ مرزا فضل احمد صاحب اپنی دوسری بیوی کی فتنہ پردازیوں سے آخر آہستہ آہستہ اُدھر جا ملے" اب ایسی صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیسے نیکی، بدی، رنج و راحت، شادی اور ماتم میں ان سے شراکت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ حضور خود فرما چکے ہیں کہ "ان سے تعلق رکھنا حرام اور ایمانی غیرت کے برخلاف اور ایک [illegible] کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا" ہم نہیں سمجھ سکتے کہ روایت کے اس حصہ کا جسے جناب میاں صاحب نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے مرزا فضل احمد صاحب کی اس حالت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے جو انہوں نے از سر نو مذکورہ رشتہ داروں سے تعلق استوار کر کے پیدا کر لی ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ بھی لکھا ہے "کہ فضل احمد بہت شرمیلا تھا۔ حضرت صاحب کے سامنے آنکھ نہیں اٹھاتا تھا۔ حضرت صاحب اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ فضل احمد نیک طبیعت کا آدمی ہے اس میں محبت کا مادہ ہے مگر دوسروں کے سکھلانے سے اُدھر جا ملا ہے" اگر یہ بات واقعی درست ہے تو حضرت صاحب کو اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء سے پہلے بھی اس کا علم ہوگا۔ کیونکہ ہر باپ اپنے بیٹے کی سرشت سے خوب واقف ہوتا ہے۔ اگر اس وقت مرزا فضل احمد صاحب قطع تعلق کرنے سے انکار کر دیتے یا طلاق دینے سے گریز کرتے تو کیا حضرت صاحب انہیں معاف کر دیتے [illegible] انہیں بخوبی علم تھا کہ وہ شرمیلے ہیں اور سیدھی طبیعت کے آدمی ہیں یقیناً ان کا وہی حشر ہوتا جو مرزا سلطان احمد صاحب کا ہوا۔ [illegible] اشتہار کی بندشوں سے تو کم از کم یہی ثابت ہوتا ہے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حالت میں کیسے مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ پڑھ سکتے تھے۔ ان بیّن حقیقتوں کے ہوتے ہوئے جناب میاں صاحب کا ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتیں کہ حضرت صاحب نے مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ ان کے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں ایسا نہیں فرمایا۔ اگر ذرا بھی [illegible] ہو تو میاں صاحب اسے پیش کریں۔

اس کے علاوہ جناب میاں صاحب نے جو گالی گلوچ [illegible] اور دشنام طرازی سے کام لیا ہے اس کا جواب [illegible] اپنے [illegible] صحافت کو گرانا نہیں چاہتے۔ جناب میاں صاحب پر روشن [illegible] کہ ایسی بحثوں میں انسان کو کبھی اپنے دماغی توازن کو کھونا [illegible] اور پھر جناب میاں صاحب جیسے انسان کو ایسے اسلوب [illegible] سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ان جیسے ذمہ دار انسان کو یہ [illegible]

دشنام طرازی سے ہمیشہ وہ کام لیتے ہیں جن کے ہاں دلائل کا فقدان ہو۔ ورنہ جن کے پاس دلائل ہوں انہیں گالیاں دینے کی کیا ضرورت۔ امید ہے جناب میاں صاحب ٹھنڈے دل کے ساتھ ہماری گذارشات پر غور [illegible]

نوجوانانِ جماعت کی توجہ کے قابل

مجھے مارچ، اپریل و مئی میں تقریباً تمام بیرونی جماعتوں کے جلسوں میں شرکت کرنے کا موقع ملا اور مختلف احباب جماعت سے انفرادی طور پر گفتگو کا بھی موقع ملا۔ یہ دیکھ کر کہ ہماری جماعتیں خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں، بڑی ہی خوشی ہوئی۔ لائل پور، جہلم، جمبل، پشاور، منڈی بہاء الدین اور دہلی میں تو بہت ہی کامیاب اور پررونق جلسے ہوئے۔ اور ان کی کامیابی کا کثیر حصہ نوجوانان جماعت کی سعی و کوشش پر منحصر تھا۔ جس سے اور بھی خوشی حاصل ہوئی۔ جس جماعت از جس قوم کے نوجوان زندہ ہوں وہ کبھی نہیں مر سکتی۔ ان جلسوں کے بعد مرکز سے تحریک کی گئی۔ کہ مختلف مقامات پر جہاں جہاں اپنی جماعتیں ہیں۔ وہاں تبلیغ اور تنظیم کے کام کو مستحکم کرنے اور اس کام کو نوجوانان جماعت کے کندھوں پر ڈالنے کی غرض سے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز کا قیام معرض عمل میں لایا جائے۔ چنانچہ بذریعہ خطوط اور اخبار اور سرکلر اس تحریک کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نونہالان قوم نے اپنی زندگی کا دوبارہ ثبوت دیا اور اس تحریک پر لبیک کہا۔ بعض مقامات پر ایسی ایسوسی ایشنز موجود تھیں۔ ان کے اندر از سر نو قوت عمل پیدا ہوئی اور اکثر مقامات پر ایسی ایسوسی ایشنز کو معرض وجود میں لایا گیا۔ احباب یہ سنکر خوش ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مندرجہ ذیل مقامات پر ایسی ایسوسی ایشنز کا نفاذ ہو چکا ہے صرف نفاذ ہی نہیں بلکہ وہاں کے نوجوانان جماعت بڑی شد و مد سے تبلیغ احمدیت و تنظیم جماعت میں مصروف کار ہیں۔

(۱) لائل پور (۲) جہلم (۳) پشاور (۴) دہلی (۵) احمد نگر (۶) راولپنڈی

مندرجہ ذیل مقامات پر ان شاء اللہ عنقریب انتظام ہو جائیگا

(۱) وزیر آباد (۲) سیالکوٹ (۳) گوجرانوالہ

وباللہ التوفیق۔

بالآخر میری درخواست ہے کہ جن جن مقامات پر احباب نے اس اہم اور ضروری تحریک کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ از راہ کرم اس طرف فوری توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ضروری مشورہ کے لئے بندہ ہر وقت حاضر ہے۔ بلکہ بوقت ضرورت حاضر خدمت ہونے کیلئے بھی تیار ہوگا۔ گذارش ہے کہ جس جس جگہ ایسی ایسوسی ایشن کا اجرا ہو، مجھے مطلع فرمایا جائے اور پیغام صلح میں بھی ہمارے اشاعت مراسلہ بھیجا جائے۔ والسلام

خاکسار ڈاکٹر محمد عبداللہ، صدر مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

ایک نوجوان سیدزادہ

سید خاندان کا کوئی احمدی نوجوان لڑکا جس کی عمر بارہ پندرہ برس تک ہو اور انٹرنس یا ایف اے میں تعلیم پاتا ہو۔ اگر تعلیم اور گزارہ کیلئے امداد کا خواہاں ہو تو جماعت کے ایک مکرم بزرگ ایسے نوجوان کو امداد دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مقامی جماعت کے سکرٹری یا پریذیڈنٹ کی تصدیق کے ہمراہ درخواست پتہ ذیل پر ارسال کی جائے اور درخواست میں جملہ کوائف و حالات درج کئے جائیں نیک چلنی اور حسن سیرت شرط ہے اور ساتھ ہی جسمانی صحت بھی عمدہ ہونی چاہئے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی "گل ریزیاں"

ہمارے ایک مقالہ مورخہ ۳۰ مئی سنہ "مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ حضرت مسیح موعود نے کیوں نہیں پڑھا" کا الفضل مورخہ ۱۲ جولائی میں جواب دیتے ہوئے جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے وہ جلی کٹی سنائی ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے جناب میاں صاحب کے مضمون کا جواب موجودہ شمع میں دیدیا ہے۔ لیکن ہم نے ان کی گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ "گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو"۔ ہم ان گالیوں کو اخبار پیغام صلح کے قارئین کے مطالعہ کیلئے درج کرتے ہیں تاکہ وہ اندازہ کر سکیں کہ جناب میاں صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہاں تک معقولیت اور حسن بیان کو مد نظر رکھا ہے۔ (مصالحین)

فرماتے ہیں :-

۱۔ میں یہ بات کہنے سے کسی طرح نہیں رک سکتا۔ کہ جو فریق امانت اور دیانت کے رستہ سے منحرف ہو کر اور خدا کی رضا جوئی کے طریق کو چھوڑ کر ایک مقدس مذہبی مسئلہ کو گویا مرغ بازی کا اکھاڑہ بنانا چاہتا ہے اور تقوے اور خدا ترسی کے اصولوں کو خیرباد کہکر بحث کو صرف تو تو میں میں کی خاطر جاری رکھنے کا متمنی ہے۔ (اس فریق سے میاں صاحب کی مراد جماعت لاہور ہے)

۲۔ اگر ہمارے غیر مبائع اصحاب کی عقل و دانش کا حقیقتاً یہی فتویٰ ہے۔ جو اوپر کے بیان میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اگر ان کی امانت و دیانت انہیں فی الواقعہ اسی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو وہ میری طرف منسوب کر رہے ہیں تو غالباً یہ دنیا بھر میں نقدان عقل و خرد کی ایک بدترین مثال ہوگی

۳۔ سیرت المہدی کی ایک روایت کا سہارا ڈھونڈنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شائع کردہ اشتہار کے ذکر کو یوں ترک کر جانا کہ گویا اس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک ایسا خلاف دیانت فعل ہے جس کی مثال غالباً مذہبی مناظرات میں بہت کم ملتی ہے (جناب میاں صاحب اس اشتہار کے ذکر کو کس نے ترک کیا ہے۔ اس کا ذکر اس مقالہ میں بھی تھا اور اس مقالہ میں بھی موجود ہے)

۴۔ ان کا دل محسوس کرتا ہے کہ وہ اس بحث میں ایک خلاف عقل و دیانت فعل کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

پبلسٹی کمیٹی کے نئے ٹریکٹ

حال ہی میں دو پوسٹر ہیر دستخط کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں ارسال کئے گئے ہیں۔ پبلسٹی کمیٹی کی طرف سے دو نئے ٹریکٹ :-

اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش

از جناب مولانا عبدالحق صاحب۔ اور

Religion The Dealing of Humanity شائع ہوئے ہیں۔ اول الذکر کو ہندو دوستوں اور آریہ احباب کو پہنچایا جائے۔ ان کے جلسوں وغیرہ میں تقسیم کیا جائے۔ اور مؤخر الذکر عامۃ المسلمین بلکہ عامۃ الناس میں تقسیم کیا جائے۔ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن اس طرف خاص توجہ فرمائے اور حسب ضرورت مرکزی دفتر سے ٹریکٹ منگوا کر تقسیم کرے۔

دو اور انگریزی ٹریکٹ

Prophecies of the Promised Messiah

by Mirza Masum Beg

اور

The New Spiritual World Order

by Mr. Mumtaz Ahmad (Faruqui)

زیر طبع ہیں۔ یہ دونوں ٹریکٹ غیر احمدی احباب کے اندر کثیر تعداد میں تقسیم کئے جائیں۔ تو انشاء اللہ بڑے مفید اور مؤثر ثابت ہوں گے۔ اور کیا عجب ہے کہ ان کے ذریعہ کئی سعید روحیں مجدد زماں کی فوج میں داخل ہو کر علمی جہاد میں شریک کار ہوں۔ باللہ التوفیق۔ والسلام

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبداللہ۔ پبلسٹی افسر

تعریف نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی

انعامی مباحثہ

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کا ایک مضمون جو گذشتہ اشاعت پیغام صلح میں تعریف نبوت کے متعلق انعامی مباحثہ کے لئے نکلا ہے اس کے متعلق مولوی عمر الدین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مولوی اللہ دتا صاحب کا ان کو ایک کارڈ آیا ہے جس میں مولوی صاحب نے حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کو ثالث مان کر بحث کا اراداہ کیا ہے بشرطیکہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فیصلہ حلف مؤکد بعذاب لکھنا منظور کریں۔

ہمارے خیال میں جبکہ خود مدعی اور مدعا علیہ حلف مؤکد بعذاب سے پرچے لکھیں گے جو ایک رنگ میں مباہلہ ہی ہے تو ثالث کو حلف مؤکد بعذاب سے فیصلہ لکھنے کے لئے مجبور کرنا بالکل فضول مطالبہ ہے۔ فیصلہ کرنے والے جج کو حلف نہیں دیا جایا کرتا۔ مدعی یا مدعا علیہ اور گواہوں پر حلف واجب ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی اللہ دتا صاحب کی یہ شرط صحیح معلوم نہیں۔ چاہئے کہ مولوی صاحب اسے واپس لے لیں تاکہ بحث ہو کر حق واضح ہو جائے

مولوی عمر الدین صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے جناب خلیفہ صاحب کے لئے اگر وہ ثالث بنیں تو حلف کی شرط واپس لے لی تھی بلکہ جو قادیانی بھی ثالث بنے اس کیلئے بھی حلف کی شرط نہیں تھی۔ اسی لئے مولوی اللہ دتا صاحب کو بھی اس شرط کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ مولوی اللہ دتا صاحب بحث سے بچنے کے لئے حیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ بھی پیغامی تھے

خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۱۸ جون ۱۹۴۱ء میں جناب میاں صاحب کے حیرت انگیز اعترافات

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

جناب میاں صاحب اور اختلافی مسائل

جب کبھی جناب میاں محمود احمد صاحب خود اختلافی مسائل پر کچھ فرماتے ہیں۔ تو مجھے ایک گونہ خوشی ہوتی ہے کہ شاید کوئی فیصلہ کی راہ نکل آئے۔ جس سے ہمارا اختلاف ختم ہو کر دونوں جماعتوں کی قوت اس عظیم الشان کام پر لگ سکے۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود آئے تھے۔ اور جس کی اس وقت دنیا کو سب سے بڑھ کر ضرورت ہے یعنی اسلام کے پیغام توحید اور اخوت کو دنیا میں پہنچانا۔

جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ

۱۸ جون ۱۹۴۱ء کے الفضل میں جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ چھپا ہے۔ جس کا عنوان ہے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ۔ آنحضرت صلعم حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ خود مولوی محمد علی صاحب کی شہادت" اس عنوان پر جس قدر فخر کروں بیجا نہ ہوگا۔ اس خطبہ کی ابتدا اور انتہا حسب معمول "پیغامیوں"* کے متعلق قادیانی خوش کلامی سے ہوتی ہے اور مقصود بھی یہی ہے کہ جس اسلام کے یہ پیرو اور مبلغ کہلاتے ہیں۔ اس کی تعلیم کا کوئی نمونہ بھی دنیا کو دکھلایا جائے۔

"پیغامیوں" کا ذکر

سب سے پہلے اپنے اور "پیغامیوں" کے اختلاف کا ذکر کر کے ریہ جناب میاں صاحب کی اولوالعزمی ہے کہ باوجود بار ہا ان کو توجہ دلانے کے کہ قرآن کریم کا حکم ہے لا تنابزوا بالالقاب وہ اس نام سے ہمیں یاد کرتے ہیں۔ جس سے وہ اپنے مریدوں کے دلوں میں ہمارے لئے تحقیر پیدا کر سکیں۔ حالانکہ نہ ہم نے کبھی اپنا وہ نام رکھا۔ نہ دنیا میں ہم اس نام سے مشہور ہیں) ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دیا گیا ہے:۔

"جو کہتے ہیں کہ دنیا میں قوت داہمہ ہی اصل چیز ہے"

پھر ارشاد ہوتا ہے

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ "یہ درحقیقت بزدلی ہوتی ہے۔ اور قوت فیصلہ ان میں نہیں ہوتی" اور ہماری مثال اپنے حملہ کے مقابل پر یوں بیان فرمائی ہے۔ "ان کی مثال اس کبوتر کی طرح ہوتی ہے جو آنکھیں بند کر کے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب بلی اس پر حملہ نہ کر سکے گی" یہ واقعی بیچارے کبوتروں کی غلطی ہے کہ وہ اپنے آپ کو جناب میاں صاحب کے حملے سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہر وقت ان کی گردن مروڑنے کیلئے تیار ہیں اور ابھی ابھی مولانا غلام حسن صاحب اور صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کی گردن مروڑ چکے

---

* ہم تو احمدی ہیں مگر قادیانی بزرگ ہمیں پیغامی کے نام سے ہی یاد کرنا پسند کرتے ہیں۔ صرف انہی کی خاطر یہ لفظ اختیار کیا گیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود بھی احمدی تھے۔

ہیں۔ کیونکہ ان بزرگوں کے عقیدے اب تک وہی ہیں جو ہمارے ہیں۔ مگر عقائد کی طرف سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور قادیانیت کی بلی کا شکار ہو گئے۔ اس کے بعد جناب میاں صاحب کی تعلی اور بھی ترقی کرتی ہے:۔

"بھلا وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفوں کو بُزدلی پر قائم رکھا تھا۔ اور وہ کونسی بات تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں کو ان کے مقابل پر کھڑا کر رکھا تھا"

پھر داؤد و سلیمان، عیسیٰ اور آنحضرت صلعم کی مخالفت کا ذکر کر کے ارشاد ہوتا ہے:۔

"کوئی نہ کوئی نفسانی غرض، کوئی پوشیدہ مقصد اور یا پھر کوئی دماغی کمزوری اس کا سبب ہوتا ہے۔ قربانی کرنے یا دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور ہمت ان میں نہیں ہوتی"

اور تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے:۔

"یہی حال ہمارے پیغامی دوستوں کا ہے"

گویا ایک طرف جناب میاں صاحب تمام پیغمبروں کے نمائندے اور دوسری طرف پیغامی ابوجہل اور ابولہب اور تمام پیغمبروں کے مخالفین کے نمائندے۔ یہ ہے جناب میاں صاحب کے نزدیک وہ جماعت جس کو حضرت مسیح موعود نے تیار کیا اور جس نے ہزارہا کی تعداد میں تبلیغ اسلام کیلئے کتابیں دنیا میں پھیلائیں اور چار زبانوں میں قرآن شریف کا ترجمہ اور تفسیر کی جس نے یورپ کے ملکوں میں اسلامی مشن قائم کئے۔ اور ہزارہا لوگوں کو اسلام میں داخل کیا۔ جن کے پیدا کردہ لٹریچر کو آج اسلامی اور غیر اسلامی دنیا اسلام کا بہترین لٹریچر سمجھتی ہے۔ جن کے متعلق مارمیڈیوک پکتھال جیسے فاضل انسان کا یہ اعتراف موجود ہے کہ اس سے بڑھ کر تجدید اسلام کی قیمتی یا طویل خدمت اور کسی زندہ انسان نے نہیں کی۔ جن کی تصنیفات کو آج غیر مسلم بھی اسلام کی صحیح تصویر مانتے ہیں۔ خطبہ ختم اس مثال پر ہوتا ہے۔

"ایسے لوگوں کی مثال وہی ہوتی ہے۔ جیسے ایک نٹ باریک رسی پر چڑھ کر ناچتا، کودتا، چھلانگیں لگاتا، اپنی جان کو خطرات میں ڈال کر کوئی کھیل دکھاتا ہے تو نیچے سے ایک بڈھا کہہ دیتا ہے۔

"میں نہ مانوں"
قابل افسوس مثالیں

معلوم نہیں ایسے مقدس مقام پر کھڑے ہو کر پھر جمعہ کے خطبہ میں ایسی مثالیں جناب میاں صاحب کو کیوں سوجھتی ہیں۔ یہ تو ٹھیک بات ہے کہ "میں نہ مانوں" کہنے والا بڈھا اس عاجز کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ وہ "نٹ" کون ہے۔ جو باریک رسی پر چڑھ کر ناچتا، کودتا، چھلانگیں لگاتا ہے اور مختلف کھیل دکھاتا

ہے۔ مثال صرف اسی بات پر دی گئی ہے کہ جناب میاں صاحب بڑے بڑے اچھے دلائل دیتے ہیں۔ مگر "میں نہ مانوں" کہنے والا بڈھا تو نہیں مانتا۔ اب سمجھنے والے سمجھ لیں کہ جناب میاں صاحب کے نزدیک یہ "نٹ" کون ہے۔ یہ ہے اس عدم توازن کا نتیجہ جس کی طرف جناب میاں صاحب کا دماغ بے اختیار چلا جاتا ہے۔

مضمون کا اصل موضوع

اب میں اصل بحث کی طرف آتا ہوں اور یہی فی الحقیقت میرے اس مضمون کا اصل موضوع ہے۔ جناب میاں صاحب نے جو دلائل حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق دیئے ہیں میں ان تمام کو لفظ بہ لفظ قارئین پیغام صلح کے سامنے لانے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ جناب میاں صاحب میرے اس جواب کو جو اصل مضمون کے متعلق میں اب لکھتا ہوں اپنے اخبار الفضل میں شائع کر دیں جب جناب میاں صاحب کے نزدیک ان کے دلائل اس قدر مضبوط ہیں کہ سوائے ایک سوفسطائی کے کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ تو ان کے جواب میں جو کچھ میں کہوں گا۔ وہ محض وہم ہی وہم ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ جناب میاں صاحب اپنے مریدین کے متعلق اس قدر بدگمان نہ ہوں گے کہ ان کے محض وہمی باتوں کی بنا پر پھسل جانے کا کوئی اندیشہ ہو۔ بلکہ میرے وہمی دلائل کو دیکھ کر تو ان کے مرید اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔

یہ تجویز میاں صاحب کیلئے فائدہ مند ہے

دوسری طرف اس تجویز سے میاں صاحب کو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت جو ان کے نزدیک محض وہم میں مبتلا ہے ایک حقیقت کو دیکھ کر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ جناب میاں صاحب کے عقائد کو صحیح تسلیم کر لیں گے اور میرا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ جناب میاں صاحب اس تجویز کو کبھی منظور نہ کریں گے۔ اس کی وجہ؟ اپنے مخالف کے دلائل کو اپنی جماعت کے سامنے لانے سے وہی شخص ڈرتا ہے جسے یہ خوف ہو کہ اس کی جماعت مخالف کے دلائل سے متاثر ہو کر پھسل جائے گی۔ سو یہی خوف جناب میاں صاحب کے دل میں ہے۔ منہ سے خواہ وہ کچھ کہیں۔ ورنہ یہ تجویز ایسی سہل ہے کہ بغیر کوئی تکلیف اٹھائے حق اور صداقت واضح ہو سکتے ہیں اور دونوں جماعتیں اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

اپنے دلائل کو کمزور کون سمجھتا ہے؟

اگر جناب میاں صاحب غور نہیں فرماتے تو ان کے مرید ہی غور کریں کہ اپنے دلائل کو کمزور کون شخص سمجھتا ہے۔ وہ جو دوسرے کے دلائل کو اپنی جماعت کے سامنے آنے سے روکتا ہے۔ یا وہ جو بار بار یہ سہل سی تجویز پیش کر چکا ہے۔ حضرت جناب میاں صاحب دور بلند دعاوی جو چاہیں کریں۔ مگر ان کا طرز عمل یہ بتاتا ہے

کہ ان کا دل ہمارے دلائل کی مضبوطی کے خوف سے کانپ رہا ہے اور ان کے نزدیک اس کے سوائے اپنی جماعت کی حفاظت کا اور کوئی طریق ہی نہیں کہ وہ ہمارے دلائل کو ان کے سامنے نہ آنے دیں

میاں صاحب کے اصل دلائل

اب میں جناب میاں صاحب کے اصل دلائل کو لیتا ہوں سب سے پہلے آنحضرت صلعم کی شہادت جناب میاں صاحب نے پیش کی ہے۔ میں ان کے اپنے الفاظ میں ہی یہ شہادت پیش کرتا ہوں:-

۱۔ "بیشک آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں مجددین آئیں گے مگر یہ بھی تو فرمایا ہے کہ نبی بھی ہوگا۔"

۲۔ "اس حدیث کو بعض لوگ ضعیف قرار دیدیتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے استعمال کیا ہے۔"

۳۔ "پیغامی کہتے ہیں کہ یہ لفظ جو ہے۔ اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ بہت اچھا ہم مان لیتے ہیں کہ آپ نے یہ لفظ مجدد [illegible] کے معنوں میں استعمال فرمایا۔"

۴۔ "آنحضرت صلعم نے بیشک استعارات بھی استعمال فرمائے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں میں جن کا ایمان سے تعلق نہیں۔ مثلاً پیشگوئیاں ہیں۔ کسی پیشگوئی کے کسی حصہ کا پتہ نہ بھی لگے تو کوئی وجہ نہیں اور نہ ان پر جب تک سمجھ نہ آئے ایمان لانا ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے استعارے استعمال فرمائے۔"

۵۔ "لیکن ایمان کے ساتھ تعلق رکھنے والی کسی بات میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اگر کہیں استعارہ استعمال فرمایا تو دوسری جگہ اس کی وضاحت بھی فرما دی۔ مثلاً جہاں حضرت مسیح... کے آسمان سے آنے کا ذکر فرمایا۔ وہاں اِمامکم منکم فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ وہ آنے والا مسیح تم میں سے ہی ہوگا۔ یعنی امت محمدیہ کا فرد ہوگا۔"

میاں صاحب خود ڈگری دے رہے ہیں

اب ان اعتراضات کو سلسلہ وار لیجئے تو معلوم ہوگا کہ جناب میاں صاحب اپنے خلاف خود ڈگری دے رہے ہیں کسی دوسرے کو حکم بنانے کی ضرورت نہیں۔ اعتراف اول کی رو سے میاں صاحب کا مسلمہ مذہب کہ اس امت میں نبوت کا دروازہ کھلا ہے باطل ہوگیا۔ کیونکہ آپ نے یہاں تسلیم کرلیا کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق اس امت میں مجددین ہی آئیں گے۔ ہاں ایک اور صرف ایک نبی ہوگا۔ جناب میاں صاحب نے اس خطبہ میں یہ تو تسلیم کرلیا کہ اس امت میں آنحضرت صلعم نے مجددین کے آنے کا وعدہ دیا ہے مگر ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کی جس میں انبیا کے آنے کا ذکر ہو۔ اور کرتے کہاں سے۔ ایسی کوئی حدیث ہے ہی نہیں۔ تو یہ اعتراف ہے کہ اس امت میں نبی نہیں آئیں گے مجددین ہی آئیں گے لیکن اس سلسلہ مجددین میں ایک استثنا جناب میاں صاحب کے نزدیک ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود کو ایک حدیث میں نبی بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے آگے پیچھے تو سب مجدد ہی آئیں گے۔ صرف مسیح موعود ایک نبی ہوگا۔ اس کی بنیاد نواس بن سمعان کی ضعیف حدیث پر ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

دوسرا اعتراف

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بعض لوگ ضعیف قرار دیدیتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اسے استعمال فرمایا۔ مشکل یہ ہے کہ ان بعض لوگوں میں سے جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ خود حضرت مسیح موعود بھی ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے۔ خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکا کھایا ہے۔ یہ فرض جناب مسلم کے سر پر تھا کہ وہ اپنی ذکر کردہ حدیث کا تعارض اپنی قلم سے دفع کرتے، مگر انہوں نے جو ایسے تعارض کا ذکر تک نہیں کیا۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد بن المنکدر کی حدیث کو نہایت قطعی اور یقینی اور صاف اور صریح سمجھتے تھے اور نواس بن سمعان کی حدیث کو از قبیل استعارات و کنایات خیال کرتے تھے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۸)

"یقیناً سمجھو کہ اس حدیث اور ایسا ہی اس کی مثال کے ظاہری معنے ہرگز مراد نہیں اور قرائن تو یہ ایک شمشیر برہنہ لیکر اس کوچہ کی طرف جانے سے روک رہے ہیں۔ بلکہ یہ تمام حدیث ان مکاشفات کی قسم میں سے ہے۔ جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لائق ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۲)

بات موٹی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اسے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ اور تمام کی تمام حدیث کو بشمول اس حصہ کے جس میں مسیح ابن مریم کے نام کے ساتھ نبی اللہ کا لفظ بولا گیا ہے صرف اس صورت میں قبول کیا ہے کہ اس کو استعارہ اور مجاز قرار دیا جائے۔ جناب میاں صاحب کا اس کے صرف اس حصہ کو مستثنیٰ قرار دینا جس میں نبی کا لفظ آیا ہے ایک باطل دعوےٰ ہے جس کی کوئی سند وہ پیش نہیں کرسکتے۔ بلکہ میں آگے چل کر دکھاؤنگا کہ اس خاص حصہ کو تو خود حضرت مسیح موعود نے بار بار مجاز اور استعارہ کہا ہے اور اس کو حقیقت پر محمول کرنے سے انکار کیا ہے۔ جناب میاں صاحب کو یہ مناسب نہ تھا کہ وہ ایسا بیان حضرت صاحب کی طرف منسوب کرتے۔ جو خلاف واقعات ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس حدیث کو استعمال ضرور کیا ہے۔ مگر ساقط الاعتبار کہکر یوں استعمال کیا ہے کہ اس حدیث کا لفظ لفظ مجاز اور استعارہ ہے۔ جناب میاں صاحب نے ان باتوں کو مخفی رکھکر حق کا اخفا کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہی روایت نواس بن سمعان کی مسلم کے علاوہ ترمذی میں بھی آئی ہے اور ترمذی میں حضرت مسیح ابن مریم کا لفظ بار بار آیا ہے۔ نبی اللہ کا لفظ جو مسلم میں ہے راوی کا ذاتی تصرف ہے۔ جو مسیح ابن مریم کے نام کے ساتھ اس نے لگا دیا کہ اس کے خیال میں مسیح ابن مریم سے مراد مسیح اسرائیلی ہے۔ ایک اس قدر کمزور روایت کی بنا پر یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک نبی بھی ہوگا۔ حد درجہ کی جسارت ہے۔ آنحضرت صلعم نے صرف نزول ابن مریم کا ذکر کیا ہے اور اسی کو امام بخاری نے قبول کیا ہے۔ تمام مجموعہ روایات میں نواس بن سمعان کی صرف ایک روایت ہے۔ جس میں نزول ابن مریم کے ساتھ نبی اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ باقی تمام احادیث نزول ابن مریم خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں یا دیگر صحاح ستہ میں نبی اللہ کا لفظ نہیں۔ اور نواس بن سمعان کی بھی ترمذی کی روایت میں لفظ نبی اللہ موجود نہیں اس قدر کمزور بنیاد پر یہ کہنا کہ اگر حدیث میں مجددین کے آنے کا وعدہ ہے تو ایک نبی کے آنے کا ذکر بھی ہے۔ ایسا دعویٰ باطل ہے جسے کوئی عقلمند ایک لمحہ کے لئے بھی قبول نہیں کرسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ایک راوی کا خیال ہے۔ باقی تمام روایات اس خیال کو [illegible] قرار دیتی ہیں۔ اور ہم اسے اسی حد تک ہی قبول کرسکتے ہیں جس حد تک حضرت مسیح موعود نے اسے قبول کیا ہے۔ یعنی صرف اس رنگ میں کہ اسے مجاز اور استعارہ مانا جائے۔ اگر اس حق کو قبول کرنے کا نام پیغامیت ہے تو حضرت مسیح موعود پہلے پیغامی تھے۔ جنہوں نے ہمیں اس راہ پر ڈالا

تیسرا اعتراف

(۳) "پیغامی یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ جو ہے اس کے کچھ اور معنی ہیں۔" الحمد للہ کہ جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کو اب کھلے الفاظ میں "پیغامی" بنا دیا۔ اور "ہمارے پاس بیٹھ جاؤ" کی تشریح بھی کردی۔ کیونکہ یہ اور معنے خود حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں اور آپ کے ہی ارشاد کے مطابق ہم یہ معنی کرتے ہیں۔ ایک جگہ نہیں۔ آپ نے بار بار یہ معنی کئے ہیں۔ اختصار کے لئے صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں۔

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔" (انجام آتھم صفحہ ۲۸)

"وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کیلئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ ... جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی، وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور ... توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو" (سراج منیر صفحہ ۳)

آخری الفاظ کو جلی قلم سے میں نے لکھوایا ہے۔ میں اپنے لفظ کہوں تو میاں صاحب برا منائیں گے حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں توجہ دلاتا ہوں۔

چوتھا اعتراف

(۴) جب یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت صلعم نے استعارات استعمال فرمائے ہیں اور اس کی مثال خود میاں صاحب نے پیشگوئیوں سے دی ہے یعنی پیشگوئیوں میں لازماً استعارات استعمال ہوئے ہیں تو مسیح ابن مریم کا آنا بھی ایک پیشگوئی ہی ہے اور میاں صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نواس بن سمعان والی حدیث کے متعلق جس میں لفظ نبی اللہ ابن مریم کے ساتھ بڑھایا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے یہ لفظ لکھے ہیں:-

"یہ تمام حدیث مکاشفات کی قسم میں سے ہے جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لائق ہوتا ہے۔"

اور پھر پیشگوئی بھی ایسی ہے جو محض ایک خواب کے [illegible] ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں پر زور دلائل سے ثابت کیا ہے اور خواب میں استعارہ اور بھی غالب ہوتا ہے۔ جناب میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۱۹۱ پر لکھا ہے۔

"گو اس حدیث میں کثرت سے استعارہ استعمال ہوا ہے لیکن مسیح موعود کے عہدے کو استعارہ نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ کوئی شخص کہیگا کہ اس حدیث میں چونکہ سب استعارے ہیں

حضرت مسیح موعود کا ارشاد

"جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا۔ اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور ... توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو" (سراج منیر صفحہ ۳)

اس لئے مسیح بھی ایک استعارہ ہے اور مہدی بھی ایک استعارہ ہے۔"

یہ لفظ بتاتے ہیں کہ جناب میاں صاحب نے جس طرح حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو نہیں پڑھا۔ اس لئے ان کے خلاف لکھ جاتے ہیں۔ اور ایسی باتیں لکھ جاتے ہیں۔ جن سے حضرت مسیح موعود کی تحقیر ہوتی ہے اسی طرح حدیث کو بھی بغیر پڑھنے کے یہ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں مہدی کا تو ذکر تک نہیں اور مسیح کا لفظ بھی یوں نہیں۔ بلکہ مسیح ابن مریم ہے اور یہ یقیناً استعارہ ہے۔ بہرحال اس پیشگوئی کے لفظ نبی کو خود حضرت مسیح موعود نے صراحت سے مجاز اور استعارہ قرار دیا ہے۔ اب چاہیں تو جناب میاں صاحب بھی حضرت مسیح موعود کے پیچھے لگ کر مینائی بن جائیں اور چاہیں تو حضرت مسیح موعود سے الگ ہو کر اپنا ایک نیا مذہب بنا لیں جس طرح پہلے مسیح کے غالی پیروؤں نے بنا لیا۔ بہرحال حضرت مسیح موعود جناب میاں صاحب کی اس پیشگوئی کی دلیل کی رو سے مینائی قرار پاتے کہ آپ اس حدیث کے ایک ایک لفظ کو استعارہ قرار دیتے ہیں

پانچواں اعتراف

(۵) جناب میاں صاحب کو یہ علم تھا کہ حضرت مسیح موعود نے خود ہی نواس بن سمعان والی حدیث میں لفظ نبی کے معنے مجدد یا محدث کئے ہیں اور اسے مجاز اور استعارہ قرار دیا ہے۔ مگر وہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو محض اس لئے پس پشت پھینکتے ہیں کہ حدیث میں آنے والے مسیح کو مجدد نہیں کہا "مسیح موعود کے لئے آپ نے مجدد یا محدث کا لفظ کبھی استعمال نہیں فرمایا" بات تو صاف تھی کہ جب وعدہ صرف مجددوں کے آنے کا دیا ہے۔ نہ رسولوں کے آنے کا۔ تو جو بھی آئے گا۔ مجدد ہی آئے گا۔ مجدد کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر اس دقت کو بھی انہوں نے خود ہی حل کر دیا جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں۔ "اماکم منکم فرما کر اس طرف توجہ دلا دی کہ وہ آنے والا مسیح تم میں سے ہی ہو گا یعنی امت محمدیہ کا فرد ہی ہو گا" تو فرمائیے۔ اب دقت کیا رہی۔ اماکم منکم تو صراحت سے بتاتا ہے کہ وہ اس امت کا ایک مجدد ہو گا۔ کیونکہ ہر مجدد اپنے وقت کا امام ہوتا ہے اور یہ بھی میاں صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ اس امت کے لئے صرف مجددین کے آنے کا وعدہ ہے۔ انبیاء کے آنے کا کوئی وعدہ نہیں۔ تو جو کوئی بھی اس امت کے اندر موعود ہو گا۔ وہ مجدد ہی ہو گا۔ نہ کہ نبی۔ کیونکہ وعدہ ہی مجددین کے آنے کا ہے۔ نہ نبیوں کے آنے کا۔ اور جناب میاں صاحب کی یہ دقت بھی کہ آنے والے مسیح کو مجدد نہیں کہا۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ حضرت مسیح موعود ازالہ اوہام میں صفحہ ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ابتداء سے یہی مقرر ہے کہ مسیح اپنے وقت کا مجدد ہو گا"

کیا جناب میاں صاحب کے نزدیک یہ حضرت صاحب نے غلط لکھا تھا۔ بہرحال اس چوتھی دلیل کی رو سے بھی حضرت مسیح موعود "مینائی" ثابت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی شہادت

آنحضرت صلعم کی شہادت کو پیش کرنے کے بعد جناب میاں صاحب نے اللہ تعالیٰ کی شہادت یوں پیش کی ہے:۔

"اب چاہئیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس غلطی کا ازالہ فرما دیتا اور کہہ دیتا اس عقیدہ سے غلطی نہیں کھانی چاہئیے۔ آپ کا اصل مقام محدث ہے آپ نبی نہیں۔"

تعجب یہ ہے کہ جناب میاں صاحب کس جرأت سے حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو رد کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو کہا۔ لیکن جو نہ مانے اس کا کیا علاج۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

میں جناب میاں صاحب سے صرف اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا ان کے نزدیک یہ حضرت صاحب نے جھوٹ لکھا تھا کہ دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا تھا۔ لو کیا یہ حکم حضرت مسیح موعود نے اپنے دل سے بنا لیا تھا۔ یا خدا نے ایسا کہا تھا۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے ایسا کہا تھا۔ تو اور جناب میاں صاحب کیا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی غلطی امکانی طور پر واقعی ایک ضعیف حدیث کے لفظ نبی اللہ سے لگ سکتی تھی۔ تو حضرت مسیح موعود کو یہ بتا کر کہ آپ کا اصل مقام محدث ہے نبی نہیں۔ اس غلطی کو دور کر دیا گیا۔ مگر جو خود اس غلطی میں رہنا چاہیں۔۔۔ انہیں کون نکال سکتا ہے۔

میاں صاحب کو یہ نظر نہ آیا

میاں صاحب کو حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے یہ نظر نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ کا اصل مقام واقعی محدث ہے نہ نبی۔ مگر یہ نظر آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو یہ الہام کیا کہ "دنیا میں ایک نبی آیا" حالانکہ اس کی دوسری قرات "نذیر آیا" کو ہی حضرت صاحب نے ترجیح دی ہے۔ اور پھر آپ کے شائع شدہ مجموعہ الہامات میں تین ہزار دفعہ لفظ نبی کا استعمال بھی نظر آ گیا۔ اور ایک حساب کے رو سے یہ سینکڑوں سے لاکھوں بن گئے کیا یہی وہ دلیل نہیں جس کی بنا پر عیسائیوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا بنا لیا۔ ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی اتنی بات سمجھ سکتا ہے کہ جب ایک لفظ کی ایک تشریح کر دی جائے۔ تو پھر چاہے اسے ایک دفعہ استعمال کیا جائے یا ہزار دفعہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ میں حیران ہوں کہ جناب میاں صاحب کس کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی یا اپنے نفس کی خواہشات کی ایک دفعہ نہیں بار بار حضرت مسیح موعود نے یہ تصریح فرمائی کہ آپ کے الہامات میں لفظ نبی اور رسول سے مراد محدث ہے ایک دو حوالے کافی ہیں۔

حوالے

"یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ ولکل ان یصطلح۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یاد کرے۔"
(سراج منیر صفحہ ۳-۲)

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں۔ جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ اس کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میرے لئے آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں۔ یہی ہے جو ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔" (انجام آتھم صفحہ ۲۸)

ان تمام تشریحات کو رد کرنے کے لئے میاں صاحب کی یہ ایجاد واقعی قابل داد ہے۔

کیا حضرت مسیح موعود نے بھی ایسا ہی کیا

حضرت مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں در بارہ نبوت منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے۔ مگر کیا حضرت مسیح موعود نے خود کبھی یہ کہا کہ میری ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ اگر جناب میاں صاحب کے دل میں واقعی حضرت مسیح موعود کی کوئی عزت ہے تو یا تو وہ یہ الفاظ حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر سے دکھائیں کہ میری ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ یا ابھی اس تحریر کو واپس لیں۔ تا کہ ان کے مرید گمراہی سے باہر نکلیں۔

تحریروں کو منسوخ کرنے کے کیا معنے

اور کیا جناب میاں صاحب نے یا ان کے مریدین نے کبھی غور کیا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ کرنے کے کیا معنی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو یہ کہا تھا۔ کہ آپ محدث ہیں نبی نہیں اور ۱۹۰۱ء میں کہا کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں۔ اس لئے ۱۸۹۱ء میں جو کچھ کہا تھا وہ منسوخ ہو گیا مگر محدث ہیں نبی نہیں۔ نبی ہیں محدث نہیں۔ دونوں متضاد باتیں ہیں ان میں سے سچ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے۔ دوسری جھوٹی ہوگی یہ جھوٹ کس کی طرف منسوب کیا ہے۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی طرف یا اس کے مامور کی طرف؟ یہ ہے دین کو بچوں کا کھیل بنا نا۔ اگر یوں کہئے کہ ۱۸۹۱ء میں آپ فی الواقع محدث تھے۔ نبی نہ تھے اور ۱۹۰۱ء میں ترقی دے کر نبی بنا دیا گیا۔ تو کم سے کم جھوٹ کو اللہ تعالیٰ کی طرف یا اس کے مامور کی طرف منسوب نہ کرنا پڑتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نہیں کہا تھا کہ آپ محدث ہیں۔ نبی نہیں تو آپ کا یہ کہنا "نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" جھوٹ ٹھہرتا ہے اور اگر آپ نے جھوٹ نہیں کہا تو پھر نعوذ باللہ جھوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا پڑا کہ ۱۸۹۱ء میں کہا کہ آپ محدث ہیں نبی نہیں اور ۱۹۰۱ء میں کہا کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں۔

میاں صاحب سے اپیل

مکرم میاں صاحب میں آپ سے ایک اپیل کرتا ہوں۔ اگر آپ کے دل و دماغ میں یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود درحقیقت نبی ہیں ایسا پھنس گیا ہے کہ آپ اپنے آپ کو معذور سمجھتے ہیں تو کم سے کم اپنے مریدوں کو گمراہ کرنے کا وبال اپنی گردن پر نہ لیں۔ یہ باتیں ان کے سامنے آنے دیں۔ میں آپ کی تحریر کو اپنے اخبار میں شائع کر دیتا ہوں۔ جناب میری تحریر کے اس حصہ کو جو مسئلہ زیر بحث سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔
(حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مقام غور

اور پھر مقام غور ہے کہ اگر ۱۹۰۱ء میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتا یا تھا کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں تو پھر ۱۹۰۳ء میں اپنے عقائد کے ذکر کے نیچے مواہب الرحمٰن میں یہ کیوں لکھا۔

"وخدا را مکالمات ومخاطبات است با ولیائے خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیا دادہ میشود و در حقیقت انبیا نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است!" (صفحہ ۶۶ و ۶۷)

اللہ تعالیٰ اس امت میں اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور ان کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے اور وہ در حقیقت نبی نہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال کو پہنچا دیا۔ جناب میاں صاحب کے سامنے یہ تحریر حضرت صاحب کی بیسیوں دفعہ پیش کی گئی۔ مگر اس کا جواب وہ کبھی نہیں دیتے اور دیں کس طرح۔ اس کا جواب کوئی ہے ہی نہیں۔ اسی لئے وہ مباحثہ کے میدان میں نکلنے سے گریز کرتے ہیں۔ البتہ ان کے بعض ناواقف مرید بے سوچے سمجھے یہ جواب دیدیا کرتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کا ذکر ہے اور حضرت مسیح موعود تو نبی ہیں۔ مگر ان نادانوں کو اتنا پتہ نہیں کہ کسی کو اس سے مستثنیٰ کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال کو نہیں پہنچایا۔ پھر سیدھے ہاد اللہ کے آگے کیوں نہیں گرتے۔

میاں صاحب سے اپیل

مکرم میاں صاحب۔ میں آپ سے ایک اپیل کرتا ہوں۔ اگر آپ کے دماغ میں یہ خیال کہ حضرت مسیح موعود در حقیقت نبی ہیں ایسا پھنس گیا ہے کہ آپ اپنے آپ کو معذور سمجھتے ہیں تو کم سے کم اپنے مریدوں کو گمراہ کرنے کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔ یہ باتیں ان کے سامنے آنے دیں۔ میں آپ کی تحریر کو اپنے اخبار میں شائع کرتا ہوں۔ آپ اس تحریر کے اس حصہ کو جو مسئلہ زیر بحث سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔

ایک الہام کے غلط معنے

ایک عرض اور بھی کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کو حضرت صاحب کے ایک نہایت صاف الہام کے غلط معنے کرکے گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ حضرت صاحب کا الہام میرے متعلق یہ تھا۔

"آپ بھی صالح تھے۔ اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ" اس کے یہ معنی کرنا کہ میں حضرت مسیح موعود سے دور چلا گیا ہوں آپ کی ذہانت کا ثبوت تو ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی تاویل باطل کی بھی یہ ایک بے نظیر مثال ہے۔ حضرت صاحب مجھے بلا کر اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ میں آپ کا ہی کام آپ کے بعد کر رہا ہوں۔ تو اس لئے جب اس دوسرے عالم میں جاؤں گا۔ ہمارا یہ محسن پہلے پہنچ چکا ہے تو وہ مجھے یوں ارشاد فرمائے گا . . .

. . . .

"آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ مگر لوگوں نے بدگمانی کی۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔" جناب میاں صاحب تو بال کی کھال اتارنے میں ماہر ہیں۔ مگر الہام کے اس لفظ بھی پر کیوں غور نہیں کرتے۔ اور کون صالح تھا اور نیک ارادہ رکھتا تھا کہ آپ کو یہ کہنا پڑا کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے وہی جو اپنے پاس بٹھاتا ہے اور یہ بھی غور فرمائیں کہ آپ جو میری طرف حضرت مسیح موعود کا ساتھ چھوڑنا منسوب کرتے ہیں تو آخر کس رنگ میں میں نے حضرت صاحب کا ساتھ چھوڑا۔

عقائد اور کام

دو ہی چیزیں ہیں۔ عقائد یا کام۔ عقائد کے لحاظ سے میں حضرت مسیح موعود کی ۱۸۸۰ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کی تحریروں کو قبول کرتا ہوں لیکن آپ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۱ء تک یعنی اکیس سال کی تحریروں کو منسوخ قرار دے کر رد کرتے ہیں اور صرف ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک سات سال کی تحریروں کو قبول کرتے ہیں یعنی صرف چوتھے حصہ کو۔ بتو فرمائیے میں نے حضرت مسیح موعود کو چھوڑا یا آپ نے۔ پھر میں حضرت صاحب کے الہامات کو بھی قبول کرتا ہوں کہ آپ کو الہامات میں نبی کے نام سے پکارا گیا۔ اور آپ کی اس تشریح کو بھی قبول کرتا ہوں کہ یہاں لفظ نبی سے لغوی معنی میں پیشگوئی کرنے والا یا مجازی معنی میں محدث مراد ہے۔ آپ الہامات کو قبول کرتے ہیں۔ اور تشریح کو رد کرتے ہیں اور اس کے خلاف ایک اپنی تاویل کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو حضرت صاحب کی کثیر تحریروں کو رد کرنا پڑتا ہے۔ تو فرمائیے مسیح موعود کو آپ نے چھوڑا یا میں نے؟

اب رہا کام حضرت صاحب نے صاف الفاظ میں لکھا ہے اور اپنے دعوئے مسیح موعود کے ساتھ ہی لکھا ہے۔

"میں چاہتا ہوں ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے میں رہ نہیں سکتا کہ

یہ میرا کام ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۷۷۳)

اب خدا غور فرمائیں کہ جس کام کو حضرت مسیح موعود نے اپنا کام قرار دیا تھا وہ کس کے ہاتھ سے ہوا۔ میرے ہاتھ سے یا آپ کے ہاتھ سے یہ نہیں کہ آپ کی توجہ اس طرف نہیں تھی۔ نہیں آپ خوب جانتے تھے کہ یہ حضرت مسیح موعود کا کام ہے۔ اس لئے خلافت کی گدی پر بیٹھتے ہی آپ نے بڑے زوروں میں یہ اعلان کیا کہ ہم ایک پارہ ماہوار انگریزی ترجمہ اور تفسیر کرکے اسے شائع کر دیں گے۔ مگر چونکہ خدائی ارادہ یہ نہ تھا۔ اس لئے آپ سے قریباً ساری جماعت کو ساتھ لیکر اور بے شمار سامانوں کے باوجود یہ کام نہ ہو سکا۔

آپ سے نہ ہو سکا

ایک پارہ شائع کرکے آپ رہ گئے۔ آپ کو بار بار توجہ دلائی گئی۔ مگر آپ سے نہ ہو سکا۔ مریدوں کو یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ ترجمہ اور تفسیر تیار ہے۔ مولوی شیر علی صاحب اسے ولایت بھی لیکر پہنچ گئے۔ تاکہ اس کی تصحیح ہو جائے۔ مگر یہ کام آپ کے ہاتھ سے ہونا خدا کو منظور نہ تھا۔ اس لئے نہ ہوا اور نہ ہو سکا۔ تحریک جدید کے لاکھوں روپے بھی آ گئے۔ جائیداد بھی بے حساب بن گئی مگر قرآن شریف کی طبع کا کام نہ ہو سکا۔ جوبلی بھی آئی یعنی لاکھ روپے کی تھیلی بھی آپ کے ہاتھ میں آئی۔ مگر حضرت مسیح موعود کا کام آپ سے نہ ہو سکا۔ اور مجھ عاجز سے باوجود انتہا درجہ کی بے سرسامانی کے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کام لیا۔ بلکہ محض اپنے کرم سے اس کو قبولیت کا ثمر بھی عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ اس کی چالیس ہزار کاپی دنیا میں پہنچ گئی۔ ڈچ زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا۔ اردو میں بھی ہو گیا۔ اب آپ خدا کے ساتھ جنگ نہ کریں اور حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کے سامنے اپنا سر جھکا دیں۔

"یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

میں اپنے مرشد کے الفاظ کو دہراتا ہوں

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

محمد علی

ڈلہوزی ۳ جولائی

رفتار عالم

—— **لنڈن ۱۰ رجولائی۔** لنڈن ریڈیو کا بیان ہے کہ مغربی محاذ پر جرمن فوجیں جمع ہو رہی ہیں اور بیشتر ہوائی جہازوں کو روسی محاذ سے بلا لیا گیا ہے روم ریڈیو کے مبصر نے کہا کہ ہم برطانیہ کو کسی جگہ بھی جارحانہ اقدام نہیں کرنے دیں گے۔

—— **لنڈن ۹ رجولائی۔** رومانیہ کے ڈکٹیٹر جنرل انتانسکو نے روس کے خلاف رومانیہ کی فوجوں کی کمان خود سنبھال لی۔ جرمنی کے بیان کے مطابق رومانیہ کی فوجوں نے اس تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے جو گذشتہ سال روس نے اس سے چھین لیا تھا۔

—— **برلن ۹ رجولائی۔** سرکاری حلقوں نے اعلان کیا ہے کہ اس مقصد کیلئے کہ دشمن کو یہ معلوم نہ ہو سکے سٹالن لائن پر کس طرح حملہ کیا جا رہا ہے آئندہ جرمن ہائی کمانڈ کے اعلانوں میں تفاصیل خصوصاً شہروں کے نام نہیں دیئے جائیں گے۔ جرمن فوجیں نئے مورچوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور مشرقی جنگ میں دوسرا دور شروع کیا جا سکتا ہے۔

—— **لنڈن ۹ رجون۔** مسٹر چرچل نے ہاؤس آف کامنز میں بتایا کہ ہمیں خوشی ہے کہ شام کی افسوسناک جنگ میں ایک ہزار سے نو سو کے درمیان برطانوی۔ آسٹریلین اور ہندوستانی سپاہی اور فرانسیسیوں کی گروہ سے شام میں ہلاک یا زخمی ہوئے۔

—— **لنڈن ۹ رجولائی۔** آج صبح لنڈن میں اعلان کیا گیا کہ شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر جنرل ڈینٹز نے برٹش گورنمنٹ سے عارضی صلح کی درخواست کی ہے۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم نے اس خبر کی تصدیق کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں کہا کہ ہمیں فرانسیسی ہائی کمشنر کی طرف سے عارضی صلح کی بات چیت کی درخواست موصول ہوئی ہے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ برٹش گورنمنٹ کو اس بات سے کس قدر خوشی ہوگی کہ یہ افسوسناک لڑائی بند ہو۔ ان حالات میں ہم عارضی صلح کی گفت و شنید کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ گفت و شنید جلد ہی کسی نتیجہ پر پہنچ جائے گی۔ جب تک عارضی صلح نہیں ہوتی۔ فوجی کارروائی جاری رکھی جائے گی۔

—— **لنڈن ۹ رجولائی۔** وزارت ناکہ بندی نے اعلان کیا ہے کہ روس کے لئے برطانیہ سے سامان جنگ بھیجنا شروع ہو گیا ہے اس کو بھاری مقدار میں سامان جنگ پہنچانے کیلئے تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔

—— **قاہرہ ۱۰ رجولائی۔** جرمن طیاروں نے سکندریہ پر بمباری کرنے کی کوشش کی۔ مگر برطانوی طیاروں نے انہیں سکندریہ کے پاس تک نہ پھٹکنے دیا۔

—— **لنڈن ۱۰ رجولائی۔** سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ شام کی جنگ میں جو آزاد فرانسیسی ہلاک ہو گئے ان کی تعداد ۱۲۰۰ اور ۱۳۰۰ کے درمیان ہے۔

—— **لنڈن ۱۰ رجولائی۔** محکمہ اطلاعات کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ ۱۰ ہزار ٹینک روس کے محاذ پر بھیجے گئے ہیں۔

—— **احمد آباد ۱۰ رجولائی۔** آج شام مقامی پارچہ بافی کے کارخانہ کے ملازمین میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ جس کے نتیجہ پر سات اشخاص زخمی ہو گئے۔ معاملہ یہاں سے بڑھا کہ ایک ہندو نے ایک مسلمان ملازم کو گالیاں دیں اور سخت کلامی کی۔ پولیس فوراً موقعہ پر پہنچی اور دس اشخاص کو حراست میں لے لیا۔ پارچہ بافی مزدوروں کی انجمن کے مشر گلزاری لال نندہ اور مسلم لیگ کے کارکن نے کارخانہ میں پہنچ کر دونوں جماعتوں کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا۔

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۴۱ء | نمبر ۴۳

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجھے اللہ تعالیٰ نے اتباع نبوی میں ایک جوش فطرت بخشا ہی

اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتباع نبوی میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور ان کو اس علمی وعملی ظلمت سے باہر نکالوں۔ جو بوجہ کم توجہی ان پر محیط ہو رہی ہے۔ میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میری روح میں کچھ زیادہ سرمایہ علوم کسبیہ سے ہے بلکہ میں اپنی ہیچمدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں۔ لیکن ساتھ اس کے میں اس اقرار کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے جیسے ہیچ اور ذلیل اور امی کو خود خداوند کریم نے اپنے کنار تربیت میں لے لیا۔ اور ان سچی حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر دیا کہ اگر میں تمام غور و فکر کرنے والوں سے ہمیشہ زیادہ غور و فکر کرتا رہتا اور ایک لمبی عمر بھی پاتا تب بھی ان حقائق اور معارف تک ہرگز پہنچ نہ سکتا۔ میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں۔ وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے۔ اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔ اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں۔ اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے۔ اب کسی کے کہنے سے میں رک نہیں سکتا۔ اور نعوذ باللہ اس کے الہامی احکام کو بنظر استخفاف دیکھ سکتا ہوں۔ بلکہ مقدس حکموں کی نہایت تکریم کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ میری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہو جائے اور اس قدر وسعت معاش حاصل ہو کہ تمام سامان عیش جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں۔ وہ سب عیش اسے حاصل ہوں۔ پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مسلم ہائی اسکول لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۴۱ء سے ۳۱ اگست تک تعطیلات موسم گرما کی وجہ سے بند رہے گا۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی۔ کہ جناب چودھری غلام باری صاحب انکم ٹیکس آفیسر گوجرانوالہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

— جو دوست جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام سے خط و کتابت کرنا چاہیں۔ وہ مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام
مکان نمبر ۱۲۶ طارق آباد
لائل پور

— ملک عبد الغنی صاحب کارکن انجمن کی اہلیہ دیر سے بیمار چلی آتی ہیں۔ احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے۔ آمین۔

— جماعت کے بعض دوست بیمار ہیں اور مالی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ ان کے لئے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت اور آسودگی عطا فرمائے۔ آمین۔

سلسلہ کے نوجوان تبلیغی ٹریننگ کیلئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک لاہور ضرور تشریف لائیں

مذاکرہ علمیہ

ذکر الطیر فی القرآن

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

بعض دوستوں نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر **طیر** کا ذکر آیا ہے۔ کہیں طیر کی تسبیح کا ذکر آتا ہے۔ کہیں طیر سے انسان کو مماثلت دی ہے۔ کہیں حضرت عیسیٰ کے **خلق طیر** کا ذکر آتا ہے کہیں حضرت ابراہیم کے **چار طیر** کا ذکر آتا ہے۔ کہیں اصحاب فیل پر طیر بھیجنے کا ذکر آتا ہے۔ کہیں حضرت سلیمان کے پاس طیر اور ان کی بولی کے علم ہونے کا ذکر ہے ان پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ یہ کام میرے جیسے ہیچمدان آدمی کا تو نہ تھا۔ کسی بڑے علم قرآن رکھنے والے بزرگ کا تھا۔ لیکن دوستوں کے اصرار کی وجہ سے اپنے مبلغ علم کے مطابق اس کے متعلق کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر جو **طیر** کا ذکر آیا ہے اسے سمجھانے کیلئے میں اپنے اس مضمون کو چار حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں :-

(۱) تسبیح الطیر — تین قسطوں میں (۲) دعوت الطیر — ایک قسط میں
(۳) ارسال الطیر — ایک قسط میں (۴) منطق الطیر — دو قسطوں میں

تسبیح الطیر

قسط نمبر ۱

قرآن میں ہر بات انسان کی ہدایت کیلئے ہے

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ ھدی للمتقین ہے یعنی متقیوں کے لئے جو خدا کے حدود کی نگہداشت کرنا چاہتے ہیں یہ کتاب ایک دستور العمل ہے۔ پس اس کتاب میں کوئی ایسی بات یا واقعہ موجود نہیں ہو سکتا جس میں انسان کے لئے کوئی ہدایت مدنظر نہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ طیر کے ذکر میں بھی نوع انسان کے لئے کوئی ہدایت ہو۔

انسان کی مماثلت کیڑوں سے اور پرندوں سے

قرآن کریم میں ایک جگہ صاف لفظوں میں انسانوں کو پرندوں سے تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں:- وما من دآبۃٍ فی الارض . . . . . . ولا طائرٍ یطیر بجناحیہ الاّ اُممٌ امثالکم (الانعام) اور زمین میں کوئی رینگنے والا کیڑا نہیں اور نہ اُڑنے والا پرندہ جو اپنے دو پروں پر اُڑتا ہے مگر وہ گروہ ہیں تمہاری مانند۔

گویا انسانوں میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ ہوتے ہیں جو کیڑے کی طرح زمین پر گرے ہوتے ہیں اور ان کی نظر دنیا سے اوپر نہیں اُٹھتی اور شب و روز ان کا مقصد سوائے خواہشات سفلی اور حبِّ دنیوی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان کی مثال زمین کے کیڑوں کی طرح ہے جو زمین پر رینگتے رہتے ہیں اور اوپر اڑ نہیں سکتے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا مقصود یہ دنیا نہیں ہوتی بلکہ خدا ہوتا ہے۔ وہ اُوپر کی طرف پرواز کرتے ہیں اور جیسے جیسے ان کے پروں میں طاقت آتی جاتی ہے ان کی پرواز بلند ہوتی جاتی ہے۔ اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ مسئلہ ارتقا نے یہ بات ثابت کی ہے کہ پرندے ابتدائی حالت میں زمین پر رینگنے والے کیڑے تھے۔ جب تک یہ زمین پر رینگتے رہے تو دیگر حشرات الارض کی طرح ان کی شکل نہایت مکروہ تھی۔ لیکن جب ان کو پر لگے اور اُنہوں نے آسمان کی طرف پرواز کی تو ان میں ایسا حسن پیدا ہو گیا کہ انسان پرندوں کی خوبصورتی دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا رہتا ہے اور ان کی آوازیں وہ خوش الحانی پیدا ہو گئی کہ ان کا چہچہانا دل کے سرور کا موجب ہو گیا۔

اس کی مثال تتلی میں نظر آتی ہے جب وہ ایک کیڑا ہوتی ہے اور زمین پر رینگتی ہے تو نہایت مکروہ اور بدشکل ہوتی ہے اور جب اسے پر لگتے ہیں اور وہ آسمان کی طرف اڑتی ہے تو وہ کس قدر خوبصورت ہو جاتی ہے۔ پس اس آیت زیر بحث میں زمین کے کیڑوں اور پرندوں کی مثال انسان سے دے کر یہ بتلایا کہ چاہو تو زمین کے کیڑوں کی طرح دنیا اور خواہشات سفلی پر گرے رہو نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہاری زندگی زمین کے کیڑے کی طرح نہایت مکروہ اور بدشکل اور ڈراؤنی ہو گی۔ جس کا اظہار اگلے جہان میں ہو گا جہاں زندگی کی اصل حقیقت نظر آئے گی۔ اور چاہو تو ترقی کرو اور سفلی زندگی سے اپنی نظر کو بلند کرو۔ اور پرندوں کی طرح دو پروں پر اُڑو اور آسمان کی طرف بلند ہو۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہاری زندگی سنور جائے گی۔ اور تم میں ایسا حسن پیدا ہو جائے گا کہ دنیا و آخرت میں خدا اور ہر ایک اہل اللہ کی نظر میں محبوب ہو جاؤ گے۔

دو پروں کی تشریح

اب دیکھنا یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو پروں پر اُڑنا چاہیئے۔ یہ کون سے دو پر ہیں جن کے ذریعہ آسمان کی طرف انسان کی پرواز ممکن ہے۔

سو واضح ہو کہ انسان کی فوقیت جو تمام مخلوق پر ہے وہ بذریعہ اس کے **علم** کے ہے۔ جیسا کہ جب آدم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اسے جو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہوئی وہ علم کے ذریعہ ہوئی۔ علّم آدم الاسماء کلّھا کے مطابق آدم کو کل اسماء کا علم دیا۔ یعنی اس کا علم اسقدر اشیاء کائنات اور اسماء الٰہیہ کی معرفت پر حاوی ہوا کہ فرشتے اس کے سامنے دم بخود ہو کر رہ گئے۔ دنیا کے علم اور خدا کی معرفت کے علم میں انسان کو جو وسعت بخشی گئی ہے وہ ملائکہ کو حاصل نہیں۔ جن ملائکہ کا تعلق اشیاء کائنات سے ہے وہ فقط ان چیزوں کے متعلق علم رکھتے ہیں جن پر وہ متعین ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم روحانیت میں اللہ تعالیٰ کی جس صفت کے ماتحت کوئی مَلَک کام کرتا ہے وہ اسی صفت کا علم رکھتا ہے۔ لیکن انسان کا علم ظاہری و باطنی تمام اشیاء کائنات اور صفات الٰہیہ پر علیٰ قدر استعداد حاوی ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس **انسان کی پرواز مبنی ہے علم پر۔** اللہ تعالیٰ نے دو ذرائع سے اس کو یہ علم عطا فرمایا ہے۔ ایک تو اسے **عقل** بخشی ہے جو حواس کے ذریعہ علم حاصل کر کے اپنی ادراک اور تمیز کے ماتحت ان سے نفع اٹھاتی ہے۔ دوسرے اُسے رُوحانی قویٰ بخشے ہیں جسے قرآن نے قلب کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ جن پر وحی الٰہی نازل فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل سے ان کو حصہ بخشتا ہے۔ پس انسان کی پرواز کے لئے جو علم پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ دو پر عنایت فرمائے ہیں۔ ایک **عقل** کا۔ دوسرے **وحی الٰہی** کا۔ جب تک یہ دونوں پر کام نہ کریں۔ انسان کو رُوحانی پرواز نصیب نہیں ہوتی اور وہ خواہشات سفلی سے کلی نجات پا کر اسے معراج روحانی حاصل نہیں ہوتا جس طرح دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؕ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ۝ (الملک) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے پرندوں کی طرف جو ان کے اوپر پروں کو پھیلائے اُڑتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں اور ان کو نہیں تھامے رکھتا ہے مگر رحمان۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ یعنی انسان کو پرندوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تک پر پھیلائے رہتے ہیں یعنی ان سے کام لیتے ہیں تو اڑتے رہتے ہیں اور جہاں انہیں سکیڑا یعنی ان سے کام لینا چھوڑا اور وہ نیچے گرے اسی طرح تم بھی اگر عقل اور وحی کی ہدایتوں سے کام لیتے رہو گے تو دنیا میں بھی عروج حاصل رہے گا اور معراج روحانی کے بھی تم وارث رہو گے۔ جس دن ان دونوں پروں سے کام لینا چھوڑا اسی دن گر جاؤ گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے جب تک ان دونوں پروں سے کام لیا دنیا میں بڑے سے بڑا عروج حاصل کیا اور رُوحانی طور پر بھی بڑے بڑے مراتب قرب الٰہی کے وارث ہوئے لیکن جس دن ان پروں سے کام لینا چھوڑا وہ گر گئے۔ پھر فرمایا وما یمسکھن الا الرحمٰن یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمان صفت ہی ہے جس نے بغیر کسی بدلہ کے اپنی جناب سے پرندوں کو اور انسانوں کو اپنے اپنے نوع کے مطابق یہ پر عنایت فرمائے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ نیچے گرنے سے بچ سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے یعنی اس کا قانون ہر وقت بطور نتیجہ کے ساتھ ساتھ موجود ہے اگر دونوں پروں سے کام لو گے ترقی کے آسمان میں پرواز کرتے رہو گے۔ کام لینا چھوڑو گے گر جاؤ گے اور تنزل کے گڑھے میں جا گرو گے نتیجہ اٹل ہے۔

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۱۹ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۳

دکن میں آریہ سماجیوں کی امن سوز سرگرمیاں

مہاشہ بہاری لال کی اشتعال انگیز و دل آزار تقریریں

چند سال قبل تک سلطنت حیدر آباد میں ہندو مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق قابل صد تعریف اور سارے ہندوستان کیلئے باعث رشک تھا۔ اس اتحاد میں یکجہتی کے علاوہ برادرانہ خلوص و بے غرضانہ محبت و ہمدردی بھی موجود تھی۔ شاہان دکن کی رعیت پروری، رواداری، اور ہندو نوازی کی بدولت حیدر آباد کے ہندو ہمیشہ وہاں کے مسلمانوں کی زیادہ خوشحال و مطمئن رہے ہیں۔ اور اب بھی ان کی یہی کیفیت ہے لیکن برطانی ہند کے بعض منحوس اثرات کی وجہ سے اب دکن میں ہندو مسلم اتحاد کچھ کمزور ہو گیا ہے۔ گو اس گئی گذری حالت میں بھی وہاں کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات بحیثیت مجموعی سارے ہندوستان سے بہتر ہیں۔ لیکن یہ امر قابل افسوس اور تشویشناک ہے کہ بعض نفاق پسند و شر انگیز جماعتیں اس اتحاد کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

ملک کے دوسرے اکثر حصوں کی طرح دکن میں بھی ہندو مسلم تنازعات زیادہ تر آریہ سماجیوں کی بدولت پیدا ہوئے۔ اور آجکل بھی سب سے زیادہ یہی لوگ ایک منظم سازش کے ماتحت نفاق و کشیدگی بڑھانے کی مسلسل کوششیں کر رہے ہیں۔ اس کار بد میں ہندو مہاسبھائی اور بہت سے کانگرسی ہندو ان کے معاون ہیں۔ حیدر آباد میں آریہ سماجی سرگرمیوں کی تاریخ قریباً نصف صدی پرانی ہے۔ اس پر سرسری نظر بھی کافی وقت چاہتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ آریہ سماجی بیسیوں سال تک نہایت خاموشی سے دکن میں اپنی اتحاد سوز اور امن شکن سرگرمیوں کے لئے میدان تیار کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے رفتہ رفتہ بدزبانیوں اور بہتان طرازیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک طرف انہوں نے بعض ناسمجھ ہندو نوجوانوں کو ورغلایا۔ دوسری طرف اسلام اور دیگر مذاہب پر شرمناک حملے کئے۔ اور ہندو قوم کو گمراہ کرنے کی خاطر اپنے اخبارات میں حیدر آباد کی حکومت، اس کے عالی وقار تاجدار اور دکنی مسلمانوں کے خلاف غلط بیانیوں کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اس طرح وہ سلطنت حیدر آباد کے خلاف ایک عامیانہ شورش برپا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کا نام انہوں نے "حیدر آباد ستیہ گرہ" رکھا۔ اور دنیا کو یہ یقین دلانے کی ناکام کوشش کی کہ یہ شورش ایک مذہبی تحریک ہے۔ لیکن دنیا جانتی ہے اور دیکھ چکی ہے کہ یہ ہرگز کوئی مذہبی تحریک نہ تھی۔ بلکہ چند شورش پسند اسلام دشمن اور اتحاد شکن فسادی لوگوں کا برپا کیا ہوا طوفان بدتمیزی تھا۔

آریہ سماجی لیڈروں نے جس قدر غلط بیانیاں کیں۔ اور آریہ اخبارات نے جس قدر جھوٹ سے اپنے صفحات سیاہ کئے اس کی مثال غالباً آریہ سماج کی اپنی تاریخ میں بھی نہیں ملے گی۔ اس شورش کے سرغنوں کی بیہودہ قسم کی چالاکیوں اور ان کے رضا کاروں کی عامیانہ حرکتوں کی کیفیت خود ہندو آریہ اخبارات کی زبانی دنیا کو معلوم ہو چکی ہے۔ یہاں اس کے متعلق کچھ زیادہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ شورش اپنی موت آپ مر گئی اور آریہ سماج کی تاریخ میں ایک سیاہ باب کا اضافہ کر گئی۔ لیکن اس کی وجہ سے دکن کے قابل تعریف ہندو مسلم اتحاد کو بہت ضعف پہنچا اور آریہ سماجی اس اتحاد کو برباد کرنے کیلئے بدستور ساعی و سرگرم ہیں۔ وہ اپنی خاموش و خفیہ حرکتوں کے علاوہ ہر سال ماہ مئی و جون میں پنجاب راجپوتانہ، یو۔ پی وغیرہ سے اپنے چیدہ چیدہ فساد پسند لیکچراروں پرچارکوں کو بلوا کر ان سے اشتعال انگیز تقریریں کراتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھجنیک بھی ہوتے ہیں۔ جو دل آزار و نفرت انگیز گیت گاتے ہیں۔ ان دو مہینوں میں شہر حیدر آباد کے مختلف حصوں اور محلوں اور اضلاع ریاست میں جگہ جگہ آریہ سماجوں کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک جلسہ اشتعال و باہمی کشیدگی کا نیا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ سناتنی ہندو بھی آریہ سماجی مقررین کی بدزبانیوں اور بہتان طرازیوں کے شاکی ہیں

امسال بھی بہت سے لیکچرار باہر سے بلوائے گئے اور مختلف سماجوں کے جلسے منعقد کر کے ان کی تقریریں کرائی گئیں۔ قریباً تمام تقریریں کم و بیش قابل اعتراض تھیں۔ لیکن ایک لیکچرار مہاشہ بہاری لال نے تو اشتعال انگیزی کی حد کر دی۔ برطانی ہند میں مہاشہ جی مذکور نے جو گل کھلائے ہیں۔ ان سے اخبار بین حضرات واقف ہوں گے۔ ان کی اس "خوبی" اور "قابلیت" کی وجہ سے دکن کے آریہ سماجیوں نے انہیں خاص طور پر بلوایا اور خاص اہتمام سے جلسوں میں ان کی تقریریں ہوئیں۔

ویسے تو وہ اپنی ہر ایک تقریر میں آگ لگانے اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کافی کوشش کرتے رہے۔ لیکن آریہ سماج سکندر آباد کے سالانہ جلسہ میں انہوں نے جو تقریر کی۔ وہ بے حد دل آزار اور اشتعال انگیز ہے۔ اس تقریر کا خلاصہ معزز معاصر "رہبر دکن" حیدر آباد کے ۱۳ رجون[1] کے پرچہ میں درج ہوا ہے ہمیں حیرت ہے کہ اس تقریر کی بنا پر ان کے خلاف اب تک کوئی قانونی کارروائی کیوں نہیں کی گئی۔ اس تقریر میں انہوں نے قرآن کریم اور مسلمانوں پر نہایت افسوسناک حملے کرنے کے علاوہ ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کو مسلمانوں اور حکومت حیدر آباد کے خلاف نہایت مجرمانہ طریق پر آمادۂ جنگ کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اپنی دوسری تقریروں میں بھی وہ کافی زہر چکانی کرتے رہے۔ شکوک کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ اعتراضات کے جوابات دیئے جا سکتے ہیں۔ دلائل کے مقابلے میں دلائل پیش ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب کوئی بدزبانی۔ اشتعال انگیزی، اور زہر چکانی ہی کو اپنا شعار بنا لے تو اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ قانون کو حرکت میں لانے کا مطالبہ کیا جائے۔

مہاشہ بہاری لال کی سکندر آباد والی تقریر نہ صرف حد سے زیادہ تیز و تند ہونے کی وجہ سے قابل گرفت ہے۔ بلکہ وہ ملکی اور لحاظ سے حد درجہ افسوسناک ہے۔ سکندر آباد شہر حیدر آباد دکن سے چار پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ملکیت تو یہ اعلیحضرت حضور نظام کی ہے۔ لیکن نظام قبضہ و انتظام انگریزی ہے۔ یہ جنوبی ہندوستان میں سب سے بڑی انگریزی چھاؤنی ہے۔ اس چھاؤنی میں کافی تعداد میں فوجیں رہتی ہیں۔ این۔ ایس ریلوے کا مرکزی ورکشاپ اور دفاتر بھی یہیں ہیں۔ سکندر آباد کے بازاروں میں مختلف مذاہب کے فوجی خرید و فروخت کیلئے دن بھر آتے جاتے رہتے ہیں۔ موجودہ نازک زمانہ میں ایسے شہر کے اندر ایسی امن سوز تقریروں سے فضا مسموم کرنے کی اجازت دینا اور اسے خاموشی کے ساتھ برداشت کر لینا خاص طور پر تقاضائے مصلحت و تدبر کے خلاف ہے۔

یہ امر بہت ہی رنجدہ ہے کہ سکندر آباد، مہاشہ بہاری لال اور ان کے میزبانوں کی قسم کے لوگوں کی امن سوز سرگرمیوں کا ذخیرہ خود تا مرکز منتار بنا ہے۔ چنانچہ مہاشہ بہاری لال نے بھی اپنی سب سے زیادہ زہریلی تقریر اس جگہ کی اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کی تقریر کے وقت حیدر آباد و سکندر آباد کے سرکردہ آریہ سماجی لیڈر جلسہ میں موجود تھے۔ لیکن مہاشہ جی کو کسی نے بھی نہ ٹوکا۔ یہیں سے شہ پا کر انہوں نے حیدر آباد اور ریاست کے دیگر مقامات پر نہایت ایسی دلیری سے زہر چکانی کی جرأت کی۔ اعلیحضرت حضور نظام ہندوستان کے سب سے بڑے مسلمان حکمران ہونے کے علاوہ سلطنت برطانیہ کے یار وفادار ہیں۔ خاندان آصفیہ نے بارہا نازک اوقات میں سلطنت برطانیہ کی جو گرانقدر امداد فرمائی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سکندر آباد حضور نظام کے پایۂ تخت سے بالکل قریب اور ان کی ملکیت ہے۔ وہ خاص حالات میں، بعض اغراض کے تحت انگریزی قبضہ و انتظام میں دیا گیا تھا ـــــ اس شہر کو اعلیحضرت ممدوح کے تخت و تاج اور ان کی سلطنت کے امن کے دشمنوں کی کمین گاہ ہرگز نہ بننے دینا چاہئے۔ یہ بات نہ صرف حیدر آباد کی وفادار رعایا اور ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کیلئے رنجدہ ہے۔ بلکہ ہندوستان کے کروڑوں معقولیت پسند، امن خواہ اور انصاف پسند غیر مسلم بھی اسے ناپسند کریں گے۔ لہذا ہم آنریبل ریذیڈنٹ حیدر آباد اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سکندر آباد کی خدمت میں پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ آئندہ کے لئے ایسی تقریروں کا سلسلہ بند کرانے کے علاوہ مہاشہ بہاری لال اور آریہ سماج سکندر آباد کے عہدہ داروں کے خلاف مؤثر قانونی کارروائی کریں۔

مہاشہ بہاری لال کی سکندر آباد والی تقریر سے واقف ہونے کے باوجود حیدر آباد اور ریاست کے دیگر مقامات پر مہاشہ مذکور کو تقریر کی اجازت دینا ہمارے خیال میں تدبر و احتیاط کے سراسر خلاف تھا۔ اس کے متعلق ہم حکومت حیدر آباد کے ذمہ دار ارکان کی خدمت میں ایک حیدر آبادی کے الفاظ میں عرض کریں گے کہ "بے شک مذہبی آزادی و رواداری حکومت آصفیہ کا طغرائے امتیاز ہے اور ہونا چاہیئے۔ لیکن مذہبی آزادی کے نام پر اور اس کی آڑ میں کھلی ہوئی اشتعال انگیزی اور ہمسایہ اقوام کے خلاف زہر چکانی کرنے والوں سے ہم امن و چشم پوشی صحیح طریق عمل نہیں ہے"۔

(محمد انعام الحق)

---

[1] اس تقریر کے اقتباسات پیغام صلح ۲۱ رجون ۱۹۴۱ء میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ (مدیر)

شذرات

جناب میاں صاحب اور مسئلہ کفر و اسلام

جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ جمعہ الفضل مورخہ ۱۳ جولائی میں شائع ہوا ہے۔ جس میں جناب میاں صاحب مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہیگا ہم اس کو مسلمان ہی کہیں گے سوال صرف یہ ہے کہ آیا وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی مسلمان ہیں یا نہیں۔ یہی بحث ہے جو ہماری طرف سے ہوتی ہے اور جن کو لوگ مسلمان کہتے ہیں یا جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہم ان کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالف مسلمانوں کو ہم مسلمان کہتے اور مسلمان ہی لکھتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ہندو ہیں، عیسائی ہیں یا سکھ ہیں"

سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا انکار کرتا ہے۔ اسے جناب میاں صاحب دائرہ اسلام سے باہر سمجھتے ہیں یا دائرہ اسلام کے اندر سمجھتے ہیں۔ اسے کافر سمجھتے ہیں یا مسلمان؟

اس کے علاوہ مخالف مسلمانوں کو جناب میاں صاحب مسلمان سمجھتے ہیں اور ہندو، عیسائی یا سکھ نہیں سمجھتے۔ کیا جناب میاں صاحب ان مسلمانوں کا جنازہ ہندو سکھ اور عیسائیوں کی طرح ناجائز سمجھتے ہیں یا جائز؟

اگر جناب میاں صاحب ان مذکورہ مسلمانوں کو حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں یا ہندو سکھ و عیسائیوں کی طرح بوجہ کفر کے ان کا جنازہ ناجائز سمجھتے ہیں تو پھر ان کو مسلمان کہنا یا لکھنا محض ایک نمائش ہے جس کے اندر کوئی حقیقت نہیں۔ باقی جناب میاں صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک جو مسلمان انہیں نہیں مانتے وہ ظاہری مسلمان ہیں۔ لیکن ان پر روشن ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود ان مذکورہ مسلمانوں کو اپنے انکار کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ بلکہ انہیں اصولی طور پر مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ مگر جناب میاں صاحب جب ان کو ظاہری مسلمان کہتے ہیں تو درحقیقت انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ سو جناب میاں صاحب جب تک اپنے مذہب اور مسلک کو تبدیل نہیں کرتے۔ اس وقت تک ان کا مسلمانوں کو مسلمان کہنا محض ایک مغالطہ ہے جس کے اندر کوئی حقیقت نہیں

معاصر فاروق اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

فاروق مورخہ ۷ جولائی کے سرورق پر "دُردہ" کے عنوان سے ایک نظم شائع ہوئی ہے جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا گیا ہے اور ایسے اسفل طریق پر اپنے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو حد درجہ دلآزار ہے قادیانی دوست اگر چاہتے ہیں کہ ان کے قائد یعنی خلیفہ صاحب کی عزت کی جائے تو انہیں بھی چاہئے کہ دوسروں کے قائدین کی عزت کریں۔ ورنہ ان کے غیر ذمہ دارانہ بیانات کی وجہ سے کوئی شخص مشتعل ہو جائے اور ایسے اشارات کو برداشت نہ کر سکے۔ تو اس کی تمام ذمہ داری اس شخص پر ہے جو ابتدا کرتا ہے اس نظم کے دو تین اشعار ہم درج ذیل کرتے ہیں

کلام پاک کی چوری بھی کارگر نہ ہوئی
کسی طریق سے بگڑی ہوئی بنا نہ سکا
وہ نوردیں کی نہیں اس کی اپنی ہمت تھی
دلوں کو آج تلک یہ یقیں دلا نہ سکا

وہ بیٹھا اٹھا تھا اچھی بھلی مجالس میں
مابند کوئی نمونہ مگر دکھا نہ سکا

ہم کہتے ہیں کہ ان قادیانی حضرات کے قلم ٹوٹ کیوں نہیں جاتے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح ارشادات کے خلاف لکھنے کی جرأت کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کریگا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھلائے گا۔ جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے"

اور معاصر فاروق کے شاعر صاحب فرماتے ہیں کہ ع

مابند کوئی نمونہ مگر دکھا نہ سکا

پھر لکھا ہے سے

وہ نوردیں کی نہیں اس کی اپنی ہمت تھی
دلوں کو آج تلک یہ یقیں دلا نہ سکا

حالانکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیان القرآن کے دیباچہ میں لکھا ہے

"فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا۔ وہ استاذ المکرم حضرت مولوی نوردین صاحب مرحوم ہیں اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو جہاں میرے لئے دعا کرے ان بزرگوں کیلئے بھی دعا کرے میں محض مٹی ہوں اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے سے

جمال ہمنشیں در من اثر کرد + وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

باقی رہا "کلام پاک کی چوری" کا سوال۔ اس شخص کے دل میں خود تقویٰ و طہارت کا ایک شائبہ تک نہیں جو ایسا ناپاک الزام حضرت مسیح موعودؑ کے ایک جید اور صاحب تقویٰ صحابی کی طرف منسوب کرتا ہے اسے اپنے اس فعل پر شرم آنی چاہئے جو تفسیر قرآن کے ایسا الزام لگانے کی جرأت کرتا ہے:

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد احمدی نوجوانوں کے پیش نظر رہنا چاہئے

"میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں اس غرض کیلئے اگر وہ احباب جو کہیں ملازم ہیں تین یا چار ماہ کے لئے رخصت لیکر لاہور آجائیں۔ تو انہیں تبلیغ کے لئے خاص طور پر تیار کر دیا جائے گا۔ یہ انتظام چار ماہ کے لئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک کر دیا جائے گا۔ اس لئے جن دوستوں کا یہ ارادہ ہو وہ ابھی سے رخصت کا انتظام بھی کریں اور مجھے بھی اطلاع دیں۔ لاہور کے قیام میں وہ انجمن کے مہمان ہوں گے"

محمد علی

ناظم انجمن تبلیغ الاسلام "مقام ورک" کا مکتوب

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام

بخدمت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مورخہ ۱۶ ماہ حال کو مولوی غلام احمد صاحب ارشد مولوی فاضل قادیانی مبصر سات آٹھ ہمراہیوں کے موضع ورک میں تشریف فرما ہوئے۔ لیکن مجھے کوئی علم نہ تھا کہ کوئی تبلیغی کارروائی ہو رہی ہے۔ اتفاقاً میرا گذر اس طرف ہوا۔ تو مولوی صاحب نے مجھے دیکھ کر مخاطب کیا کہ تشریف لائیے۔ مجھ سے پہلے ہی مولوی صاحب کی تقریر ہو رہی تھی۔ آیت وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا زیر بحث تھی۔ مولوی صاحب نے دوران تقریر میں نتیجہ بیان کیا۔ کہ اب اس وقت مرزا صاحب رسول اور نبی ہیں مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے دنیا تباہ ہو رہی ہے۔ ایک طرف عالمگیر جنگ ہے اور جنگ بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ میں نے کہا، مولوی صاحب۔ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ انکاری پنجاب اور ہندوستان۔ آگ برسے یورپ پر۔ خیر یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ بھلا آیت مذکورہ سے رسالت کہاں سے نکلتی ہے یہ تو تحریف قرآن ہے۔ آیت کا سیاق اور سباق ملا کر نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ ساتھ والی آیت فسق و فجور کو ہلاکت کا ذریعہ قرار دے رہی ہے اور جبکہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ تو آپ کا کیا حق ہے کہ مرزا صاحب پر نبوت کا افترا باندھیں۔ آپ سے بڑھ کر لاہوری بزرگ بلحاظ خدمت اسلام اچھے ثابت ہو رہے ہیں۔ ان میں مرزا صاحب کے صحابی مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے مترجم قرآن و بخاری شریف خاص طور پر ممتاز ہستی ہیں ان سے ہم آپ قادیانیوں کے سامنے شہادت دلوا سکتے ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ وہ منافق اور مرتد ہیں۔ کعب بن اشرف اور ابوجہل سے نسبت کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ لوگوں کے سامنے میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر مولوی صاحب موکد قسم کھا دیں کہ لاہوری جماعت کے امیر مولانا محمد علی صاحب منافق اور کیا کیا کچھ ہیں تو پھر آگے بات ہوگی۔ اس پر مولوی صاحب کے ہوش اڑ گئے: تمام لوگوں نے اس مولوی صاحب کی دعوت باقی بچی اور آفریں کہا۔ مکرر میں نے بیان کیا کہ رسالت اور نبوت مرزا صاحب بعثت محمدیہ کے مقابلے پر پرکھنے کیلئے مولوی صاحب تیار ہو جائیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ تیاری کا کیا مطلب۔ میں نے کہا۔ میں مولانا محمد علی صاحب کا اور آپ کے خلیفہ صاحب کا خرچ برداشت کرتا ہوں۔ صرف اس لئے کہ کیا عامۃ المسلمین مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں؟ اور کیا مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے انکار کر دیا۔ لیکن شام کی نماز کے بعد مجھے پیغام ملا کہ تحریر کر دیں تاخیر ۱۲ بجے وقت تک ہے تحریر مذکورہ مفہوم کے مطابق ہوئی۔ مولوی صاحب نے دستخط کر دیئے۔ لیکن پھر بھری مجلس میں گھبرا کر انکار کر دیا کہ ہم تیار نہیں اور نہایت اصرار و تکرار شریفانہ سے اپنے دستخط کا پرزہ شرائط نامہ سے لے لیا۔ گویا آئندہ کیلئے اس سلسلے میں شکست خوردہ کی طرح ناکام ہوئے۔ والسلام

حافظ گوہر دین ناظم انجمن تبلیغ الاسلام، منشی فاضل مقام ورک ڈاکخانہ بھاگووالہ ضلع گورداسپور۔

مورخہ ۱۷ ماہ ۷

جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان

حضرت مسیح موعود کے الہامات اور کشوف میں

(از جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر میں میں نے ایک مضمون عنوان بالا کے تحت میں لکھا تھا جس میں چار سرخیوں کے نیچے حضرت اقدس علیہ السلام کے ایسے متعدد الہامات وکشوف درج کئے تھے جو جماعت لاہور یا جماعت قادیان سے متعلق ہیں۔ مثلاً میں نے دونوں جماعتوں کے مرکزی مقاموں لاہور اور قادیان کے متعلق جو الہامات تھے انہیں لکھا تھا۔ پھر دونوں جماعتوں کے لیڈروں کی نسبت جو کشوف حضرت اقدس کو ہوئے انہیں درج کیا تھا۔ اسی طرح ایک کشف ازالہ اوہام سے نقل کیا تھا۔ جہاں حضرت اقدس دو شخصوں سے جو دو جماعتوں کے پیشوا ہیں ایک لاکھ فوج کا مطالبہ فرماتے ہیں۔ پھر اغراض ومقاصد کے عنوان کے ماتحت بعض الہامات وکشوف لکھے تھے۔ جو ان دونوں جماعتوں سے متعلق ہیں۔ جو اس وقت حضرت اقدس کی نام لیوا ہیں اس طرح پر کل چودہ کے قریب وہ الہامات وکشوف تھے۔ جو پیش کئے گئے تھے۔ الفضل میں اس وقت تک اس کے جواب تین مضمون لکھے جا چکے ہیں۔ جن میں صرف تین کشوف کی تشریح پر اعتراض کیا گیا ہے اور باقی الہامات وکشوف کی نسبت کچھ نہیں کہا گیا۔ نہ ہی یہ معلوم دیتا ہے کہ ان کی بابت کچھ لکھا جائے

جماعت لاہور کی نسبت واضح الہامات

یہ امر مسلّم ہے کہ الہام الٰہی میں جو وضاحت ہوتی ہے۔ وہ کشوف ورؤیا میں کبھی نہیں پائی جاتی۔ کشوف ورؤیا ہمیشہ نہیں تو اکثر تاویل طلب ہوتے ہیں لیکن الہام لفظاً صادق نکلا کرتے ہیں اس لئے یہ امر قابل غور ہے کہ جبکہ میں نے صاف صاف الہام جماعت لاہور کی بابت لکھے ہیں۔ تو قبل اس کے کہ کشوف کی تاویل پر جرح کی جاتی۔ "الفضل" ان الہامات پر کچھ لکھتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ آخر کیوں انہیں نظر انداز کیا گیا۔ جبکہ ہمارے قادیانی دوستوں کے نزدیک حضرت اقدس نبی ہیں اور میں نے حضرت کے الہامات کو پیش کیا تھا۔ تو کیا ان کا فرض نہ تھا کہ وہ ان کے متعلق کچھ بتلاتے جو میں نے جو الہامات جماعت لاہور کی نسبت پیش کئے تھے۔ وہ یہ ہیں

(۱) "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے۔ نظیف مٹی کے ہیں۔ مٹی رہے گی۔ مگر وسوسہ نہیں رہے گا۔"

(۲) "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے۔ پر مٹی نظیف ہے۔ وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی۔"

(۳) "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔"

الفضل پر فرض تھا۔ کہ قبل اس کے کہ وہ بعض کشوف کی تاویل پر اعتراض کرتا۔ ان الہامات کی تشریح کرتا۔ تا معلوم ہوتا کہ آخر ان کے نزدیک ان کا کیا مفہوم ہے۔ آخر یہ تو مسلّم ہے کہ تذکرہ بالا الہامات سچے ہیں۔ تو پھر ان سے کیا امر ثابت ہوتا ہے۔ کیا ان الہامات میں جماعت لاہور کا ذکر موجود نہیں؟ کیا ہم اب بھی امید رکھیں کہ الفضل تذکرہ بالا واضح الہامات کے متعلق کچھ بیان کرے گا؟

جماعت لاہور کے امیر کے صالح ہونے پر الہام الٰہی کی شہادت

حضرت قبلہ مولانا محمد علی صاحب کی نسبت جو رؤیا ہے اس پر جرح کی گئی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا۔ "آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔" یہ امر مسلّم ہے کہ ماموران الٰہی پر یہ انکشاف کیا جاتا ہے کہ ان کے ابدان کی جماعت اور اس کے چیدہ چیدہ افراد روحانی مراتب کے لحاظ سے کہاں کہاں پہنچنے والے ہیں اور اس لحاظ سے قیامت میں ان کی رفاقت کس کے ساتھ ہونے والی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقاً۔

یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی کامل اطاعت کرتے ہیں۔ ان پر خدا تعالیٰ اپنا انعام واکرام عطا کرتا ہے اور ایسے لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح۔ اور ان لوگوں کی رفاقت کیسی اچھی ہے۔ اس آیت شریفہ میں مومنوں کی ان چار قسموں کی باہمی رفاقت کا ذکر ہے جو انہیں قیامت میں نصیب ہوگی۔ بعینہٖ اسی قیامت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب اپنی کشفی والہامی آنکھ سے مولانا محمد علی صاحب کی دنیاوی زندگی کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ تو اس کی بابت یہ سرٹیفکیٹ خدا کے دربار سے عطا کرتے ہیں۔ کہ آپ کی ساری زندگی صالحانہ زندگی تھی۔ اور آپ کے ارادے ہمیشہ نیک رہے۔ آؤ اب قیامت میں آپ کی رفاقت بوجہ آپ کے صالح ہونے کے ہمارے ساتھ ہے۔

اس سیدھی بات کو جو قرآنی آیت کے عین مطابق ہے الفضل نے یوں مروڑنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ حضرت اقدس ماضی کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ مولانا صاحب کی اس زندگی کو جو آپ کی عین حیات میں ہے تو صالح اور نیک قرار دیتے ہیں۔ لیکن مابعد کی حالت کو اس سے مختلف بتلا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ طرز استدلال تو اس وقت صحیح قرار دیا جا سکتا تھا۔ جبکہ نعوذ باللہ مولانا صاحب حضرت اقدس کی زندگی میں صالح ونیک نہ رہتے۔ اس صورت میں حضرت اقدس کا اپنے رؤیا میں یہ کہنا کہ کسی وقت آپ صالح تھے۔ مگر بعد میں نہیں رہے۔ کسی وقت ہمارے پاس بیٹھتے تھے۔ لیکن پھر نہیں بیٹھتے۔ صحیح ٹھیر سکتا تھا۔ لیکن حضرت اقدس نے اپنی وفات کے بعد کا نقشہ اپنے کسی رفیق کا کھینچا ہو۔ وہ تو وہی ہوگا۔ جس کا ذکر آپ روز قیامت کو کریں گے اور ظاہر ہے۔ کہ قیامت کے روز دنیاوی زندگی کے لئے ماضی کا صیغہ ہی استعمال ہوگا۔ یعنی مطلب اس رؤیا کا صاف یہ ہے کہ قیامت کو جب حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحب کو دیکھیں گے تو انہیں یہ فرمائیں گے کہ دنیاوی زندگی میں آپ صالح رہے تھے اور نیک ارادے دل میں رکھتے تھے۔ اس صالحیت اور نیکی کے بدلے اب اس جگہ آپ کو ہماری رفاقت نصیب ہے۔ آیئے ہمارے پاس بیٹھ جایئے۔ گویا آیت وحسن اولٰئک رفیقاً کی عملی تفسیر حضرت اقدس قیامت کے روز مولانا صاحب کے بارہ میں فرمائیں گے اور مولانا صاحب کو اپنے پاس بٹھلائیں گے۔

قلم دیئے جانے کا رؤیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جہاد سیفی کی ضرورت درپیش تھی۔ اس لحاظ سے آپ کے صحابہ میں سے جس شخص نے حمایت دینی میں سب سے زیادہ تلوار چلانے کی خدمت ادا کرنا تھی۔ آپ کو وہ صاحب دکھلا دیئے گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو اسی مناسبت سے سیف اللہ کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔ پھر آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت خالدؓ نے دین کے لئے جس خلوص وجوش سے تلوار کو چلایا۔ وہ بے نظیر خدمت ہے۔ جس کے معترف دوست ودشمن یکساں ہیں۔ حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضروریات زمانہ کے مطابق بجائے جہاد سیفی کے جہاد قلمی کرنا تھا۔ اس لحاظ سے مناسب تھا۔ کہ آپ کے رفیقوں میں سے بھی کوئی ایسا مجاہد نکلتا جو سلطان القلم کا جانشین ہوتا۔ اور لازم تھا کہ قلم کے ایسے دھنی کو حضرت اقدس اپنی کشفی آنکھ سے ملاحظہ فرماتے۔ قادیان کے دوست اعتراض کریں کہ اگر واقعی حضرت اقدس سلطان القلم ہیں۔ جنہوں نے خدمت اسلام واشاعت قرآن کیلئے قلم کو اس زمانہ میں استعمال فرمایا۔ تو خدارا اس ایک انسان کا نام لو۔ جس نے حضرت اقدس کے بعد خدمت دینیہ کے لئے قلم کے وہی جوہر دکھلائے ہوں۔ جس طرح خالدؓ نے تلوار کے کارنامے دکھلائے تھے؟

. . . .

کیا یہ واقعات نہیں کہ اگر حضرت اقدس کے بعد کسی ایک شخص کا نام لیا جا سکتا ہے جس نے تائید اسلام میں اپنے قلم کو چلایا تو وہ مولوی محمد علی صاحب ہی ہیں نہ کوئی اور؟ کیا دوست ودشمن یکساں طور پر معترف نہیں کہ اسلام کے خوبصورت چہرہ کو بے نقاب کرنے میں جو خدمت مولانا صاحب کے قلم سے ظہور میں آئی ہے۔ وہ خوبی کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی؟ جبکہ ایک طرف زمانہ گواہ ہے کہ اسلام وقرآن کی خدمت میں جو کام مولانا صاحب کے قلم نے کیا وہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آیا اور دوسری طرف حضرت اقدس اس امر واقعہ کو چالیس برس پیشتر کشف میں دیکھ لیتے ہیں تو کیا حضرت اقدس سے محبت اور آپ کی صداقت کو تسلیم کرنے کا تقاضا یہی نہ تھا کہ آپ لوگ کہتے کہ بے شک جس امر کو حضرت اقدس نے برسوں پیشتر کشف میں ملاحظہ فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے واقعات میں اسے عین پورا کر کے دکھلایا؟ اگر آپ لوگ ایسا کرتے تو ایک طرف تو واقعات حقہ کے مطابق گواہی دینے والے ہوتے اور دوسری طرف حضرت اقدس کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زندہ نشان اور دنیا کے سامنے پیش کر سکتے۔ مگر یہ عجیب معاملہ ہے کہ جو کشف واقعات میں پورا ہو چکا ہے اور جس کے تسلیم کرنے سے ایمان زندہ ہوتا ہے اور حضرت اقدس کے منجانب اللہ ہونے پر ایک بیّن ثبوت ملتا ہے اسے بھی ہمارے قادیانی دوست تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہاں تو وہی مثال ٹھیک بیٹھتی ہے کہ جب کسی احمدی نے ایک مولوی کے سامنے کسوف وخسوف والی حدیث کو بیان کر کے کہا کہ مولوی صاحب دیکھئے حضرت اقدس کے وقت کیسی صفائی سے اس حدیث کی تصدیق خدا تعالیٰ نے واقعات سے کر دکھلائی

تو مولوی صاحب کہنے لگے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ گویا جو حدیث اور پیشگوئی صریح طور پر واقعات میں بھی ظاہر ہو جائے۔ وہ بھی سچی نہ مانی جائے کیونکہ اس سے حضرت اقدس کی صداقت ماننی لازم آئے گی۔ اب کیا ہمارے قادیانی دوست بھی اس رؤیا کی تاویل میں اسی قسم کا رویہ تو اختیار نہیں کر رہے؟ یعنی جبکہ واقعات عالم نے بلاشک وشبہ گواہی دیدی کہ تائید اسلام میں حضرت مولانا صاحب کے قلم نے جو کام کر دکھلایا۔ وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا۔ اور جبکہ کشف میں بھی حضرت اقدس خود اپنے ہاتھ سے حضرت مولانا کو قلم عطا کرتے ہیں تو کیا ایک ایماندار منصف کا یہ فرض نہیں کہ وہ اقرار کرے کہ بیشک حضرت اقدس کی پیشگوئی پوری ہو کر رہی۔

حضرت اقدس کی تعبیر کیوں قابل قبول نہیں؟

اے دوستو! آپ جو عقائد چاہو اختیار کرو۔ لیکن کم از کم ایسی طرز تو نہ اختیار کرو جس سے یہ مترشح ہو کہ حضرت اقدس کے الہامات وکشوف کو آپ وہ وقعت وعظمت نہیں دیتے جو ان کا حق ہے۔ جب واقعات صادقہ کسی الہام وکشف کی پوری پوری تائید کر دیں۔ تو خواہ وہ امر زید کے خلاف پڑے یا بکر کے۔ اس کی صداقت کو بلا چون وچرا تسلیم کر لینا ہی ایمان کی زیادتی کا موجب ہے۔ نہ اس سے انکار کرنا۔ خود حضرت اقدس نے جو تاویل اس کشف کی فرمائی ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ نے واقعات کی صورت میں رونما کر کے اس پر مہر صداقت ثبت کر دی ہے۔ اس کے قبول کرنے میں آپ کو تامل کیوں ہے۔ دیکھئے حضرت اقدس نے خود جو تاویل اس رؤیا کی کی۔ وہ کیا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

عورتوں سے مراد کمزور لوگ ہو سکتے ہیں۔ اور خدا نے قرآن میں اصحاب کے نیک بندوں کو بھی فرعون کی عورت اور مریم سے تشبیہ دی ہے اور قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

(تذکرہ صفحہ ۷۵۶)

اب جو تاویل حضرت اقدس نے خود فرما دی اور جس کی تصدیق عملی طور پر خدا تعالیٰ نے واقعات سے کر دکھلائی ہے اسے آپ کیوں قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں؟ کیوں یہ اقرار نہیں کرتے کہ بے شک اس امر واقعہ سے انکار نہیں ہو سکتا اور اس سے حضرت اقدس کی پیشگوئی ایک زندہ نشان ومعجزہ بن کر مخالفوں پر حجت قائم ہوتی ہے کیا الفضل اس کھلے نشان کو تسلیم کرے گا؟

دو اعتراضات

اس واضح کشف پر کوئی معقول اعتراض تو نہیں آیا لیکن چونکہ نیت یہ ہے کہ کسی طرح اس نشان کی عظمت ووقعت کو کم کر کے دکھایا جائے اس لئے کہ اس سے حضرت مولانا کی عظمت قائم ہوتی ہے۔ لہذا دو باتیں بطور اعتراض پیش کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو قلم مولانا صاحب کو دیا گیا ہے۔ اس کی نسبت رؤیا میں یہ بات موجود ہے کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مولوی صاحب پادری لوگوں کی طرح پروپیگنڈا کریں گے۔ حالانکہ اگر اصل رؤیا کی عبارت کو ملحوظ رکھا جاتا تو ہرگز اس امر کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ پہلے میں کشف کو نقل کرتا ہوں:۔

"رؤیا دیکھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جاتا ہوں۔ جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی۔ تو میں واپس آ گیا۔ اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی راستہ میں گرد وغبار کے سبب تاریکی ہو گئی اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر پکڑا۔ چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے اس پر اتر پڑا۔ وہاں چند لڑکے ہیں انہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبد الکریم صاحب آ گئے پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم آ رہے ہیں ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر بطور تحفہ مجھے دی۔ اور کہا کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح ہے۔ جیسے کہ خرگوش ہوتا ہے بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر قلم لگا ہوا ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے باسانی چلنے لگتا ہے۔ میں نے کہا۔ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہو گا۔ میں نے کہا کہ اچھا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔"

اس رؤیا میں جو یہ فقرہ ہے کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔ اگر اس فقرہ کا مطلب وہی لیا جائے۔ جسے الفضل نے چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ یعنی یہ کہ جسے یہ قلم دیا جائیگا وہ پادریوں کی مانند جھوٹا پروپیگنڈا کرے گا۔ تو اس پر اول سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ قلم بطور تحفہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے خود حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ گو حضرت اقدس نے یہ فرما دیا کہ میں نے یہ قلم نہیں منگوایا۔ لیکن کیا کسی صورت میں ہم یہ مان سکتے ہیں کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم ایک ایسی مکروہ چیز حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کریں۔ گویا الفضل کی تاویل کے مطابق حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی اصلی خواہش تو یہ تھی۔ کہ حضرت اقدس نعوذ باللہ پادریوں کا سا پروپیگنڈا اختیار کریں۔ لیکن جب خود آپ نے اس امر کو منظور نہ کیا تو پھر دوسری خواہش مولانا صاحب کی یہ ہوئی۔ کہ پھر مولوی محمد علی صاحب ہی ایسے پروپیگنڈا کے کرنے والے بنیں۔ اب یہ وہ اعلیٰ جذبات وخیالات ہیں۔ جن کے مالک آپ لوگ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب کو بنانا چاہتے ہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر وہ قلم اس قسم کی مکروہ وخطرناک چیز تھی۔ تو کیا وجہ کہ حضرت اقدس اس کی تعبیر میں فرماتے ہیں:۔

"اور قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں۔"

صاحب کشف کے نزدیک تو اس قلم کا دیا جانا نہایت عمدہ خوبی کی بات ہے۔ مگر آپ کے نزدیک وہی امر مذموم ہے۔

الفضل نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ قلم نہیں منگوایا۔ گویا مطلب یہ ہے کہ آپ اسے ناپسند فرما رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ہم نے یہ قلم نہیں منگوایا اس قلم کی ناپسندیدگی کا باعث ہو۔ بلکہ اس لئے بھی رؤیا میں ایک شخص ایک چیز کے لینے سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ مقدر نہیں کہ وہ چیز اسے ملے۔ بلکہ وہ تحفہ کسی دوسرے کیلئے مقدر ہوتا ہے۔ اب اگر اصل رؤیا کو بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں ان واقعات کا اظہار ہے جو حضرت اقدس کی زندگی میں ظاہر ہونے والے نہ تھے۔ بلکہ آپ کی وفات کے بعد وہ واقعات ظہور میں آنے مقدر تھے اور اس لئے ان حالات میں جس انسان کے قلم نے کام کرنا تھا۔ وہ امکانی طور پر حضرت اقدس نہ ہو سکتے تھے۔ یہی مطلب اس جملہ کا ہے کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ جو رؤیا میں حضرت اقدس کی زبان مبارک سے نکلا۔

جماعت میں فتنہ کی پیشگوئی

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کشوف ورؤیا کی اصل حقیقت [illegible] کھلتی ہے جب وہ واقعات میں پورے ہو جائیں۔ اس سے قبل خود صاحب کشف بھی پورے طور پر یہ نہیں بتلا سکتا کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ حضرت اقدس کو یہ علم دیا گیا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد ایک خطرناک فتنہ عظیم جماعت میں کھڑا کیا جائے گا لیکن ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ ہدایت بھی کی گئی تھی۔ کہ اس فتنہ کی تفاصیل کا آپ نے افشا نہیں کرنا۔ یہ مضمون ایک الگ تفصیل کا محتاج ہے۔ جسے مجھے کسی دوسری فرصت میں بیان کرنا ہے۔ اس وقت میرا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت اقدس کے اس رؤیا میں جو جماعت کے تفرقہ کی خبر دی گئی ہے گو اس کی طرف خود حضرت اقدس نے اپنی تعبیر کے الفاظ میں اشارہ بھی کر دیا ہے۔ جیسے کہ الفاظ:۔

"عورتوں سے مراد کمزور لوگ ہو سکتے ہیں"

ظاہر کر رہے ہیں لیکن بایں حضرت اقدس نے اس پر زیادہ اصرار نہیں کیا۔ کیونکہ قبل از وقت فتنہ وتفرقہ پر زور دینا جماعت میں انتشار عملی پھیلانے کے مترادف ہو جاتا ہے اور یہ مناسب نہیں۔ اب جو شخص اصل رؤیا کے ابتدائی جملوں کو پڑھے گا۔ اسے صاف یقین ہو جائیگا کہ درحقیقت یہ رؤیا جماعت کے اندرونی اختلافات کی خبر دے رہا ہے۔ اس اختلاف میں جو کام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے قلم نے دینا ہے۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت اقدس فرما رہے ہیں کہ "میں نے یہ قلم نہیں منگوایا" اور نیز یہ کہ "اچھا میں مولوی صاحب کو دیدونگا" یعنی مطلب صرف یہ ہو کہ اختلاف میری زندگی کے بعد رونما ہو گا اور اس میں جو روشنی پھیلائی جائے گی۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کے قلم کے ذریعے ظہور میں آئے گی۔

جذباتی اندھیرا پن کا مقابلہ علم ویقین اور نور دلائل سے

حضرت اقدس نے خود بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ عورتوں سے مراد جماعت کے کمزور لوگ ہیں۔ لیکن عورتوں کے دکھلائے جانے سے درحقیقت مراد یہ ہے کہ آپ کی جماعت میں جو لوگ جذبات کے تابع ہیں اور اس لئے وہ عورتوں سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں وہ باعث فتنہ وفساد ہو کر تاریکی کا [illegible] بن جائیں گے اور پھر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کا قلم ہی جسے مولوی محمد علی صاحب نے استعمال کرنا ہو۔ اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ رؤیا میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کیوں دکھلائے گئے؟ اس کے اندر جو حقیقت مخفی ہے وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب جماعت احمدیہ میں اپنی صفت شجاعت کے باعث ایک منفرد وممتاز انسان تھے۔ پس کسی رؤیا میں ان کا دکھلایا جانا گو اس بات کی دلیل ہے کہ کسی امر کیلئے بڑی شجاعت وجوانمردی کی ضرورت ہو۔ اب ان تشریحات کے بعد رؤیا کو مطالعہ کیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ اس رؤیا کی تعبیر درحقیقت یہی تھی اس قدر ہو کہ جب حضرت اقدس کی زندگی کے بعد جذباتی اور کمزور لوگوں کے فتنے کے باعث جو بمثل عورتوں کے ہیں حضرت اقدس کے مقاصد پر تاریکی وارد ہو جائے گی اور آپ گویا جس مقام سے چلے تھے وہاں پھر واپس آ جائیں گے یعنی احمدیت نے جو ترقی کر لی تھی۔ وہ سب ختم ہو کر اس کا کام از سر نو شروع کرنا پڑیگا اس وقت حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی سی شجاعت وہمت کو لیکر جو شخص اس فساد کے مقابل اپنے قلم کو خدمت دین میں لگائیگا۔ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا وجود مسعود ہو گا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جس جرأت وجوانمردی سے حضرت مولانا باطل عقائد قادیانیہ کے خلاف جناب خلیفہ صاحب کو چیلنج پر چیلنج دے رہے ہیں اور جس کے مقابل جناب خلیفہ صاحب خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے۔ یہ آپ کے علم ویقین اور نور معرفت کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے باعث ایسی شجاعت وجوانمردی سے عقائد باطلہ کو للکار رہے ہیں نیز یہ امر بھی مخفی نہیں کہ کس روانی اور آسانی کے ساتھ حضرت مولانا کے قلم نے قادیانی عقائد کے خلاف کام کیا ہے اور اسی کی طرف رؤیا میں یہ اشارات ہیں کہ اس کے اندر نالی لگی ہوئی ہے اور وہ باسانی چلنے لگتا ہے اور اس قلم کے اپنی صفت کی طرف حضرت مولانا عبد الکریم صاحب کا یہ فرمانا کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے اشارہ کر رہا ہے۔ یہ اس قلم کی مدت میں [illegible]

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کے جلسے کی روئیداد

(از جناب احمد علی صاحب سیکرٹری)

آج مورخہ ۴ کو بعد نماز مغرب انجمن ہذا کی تیسری مجلس منعقد ہوئی۔ کارروائی درج ذیل ہے:۔

(۱) بابو عطاء الرحمٰن صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔

(۲) بابو فضل الرحمٰن صاحب نے نظم پڑھی۔

(۳) بابو بشیر احمد صاحب نے "احمدیت کیا ہے" پر ایک مختصر تقریر کی

(۴) چودھری دوست محمد صاحب نے انجمن ہذا کے اغراض مقاصد کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ہمارے نوجوان جسمانی لحاظ سے نوجوان ہیں۔ اسی طرح سے ہم نے ان کو روحانی طور پر نوجوان بنانا ہے ان کے دل و دماغ وغیرہ کی اس طرح سے اصلاح کرنا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی اس روحانی اور قرآنی تعلیم کی وجہ سے کامیاب ثابت ہوں۔ ہم نے ایک ایسی پود پیدا کرنا ہے جو کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ ہو۔ دنیا کی تاریخ پر نظر دوڑانے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام تحریکات قطع نظر اس کے کہ وہ دنیاوی ہوں یا مذہبی، سیاسی ہوں یا اصطلاحی۔ سب نوجوانوں ہی نے جاری کی ہیں۔ حتیٰ کہ نبوت جو انسانی مدارج کی انتہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو عین جوانی میں ودیعت کی گئی۔ اسلام کی آواز پر جن لوگوں نے سب سے پہلے لبیک کہی۔ وہ تقریباً عام نوجوان ہی تھے نوجوانوں میں جوش، ولولہ اور تحقیق کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے نوجوان قدامت پسند نہیں ہوتا۔ بوڑھوں میں یہ جذبات مردہ ہو جاتے ہیں۔ اسلام کی تاریخ میں یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ہر تحریک کے شروع کرنے والے۔ پھیلانے والے اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے سب ہی نوجوان تھے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں تبلیغ اسلام کے لئے جو مبلغ بھی پہنچے۔ وہ سب کے سب نوجوان ہی تھے۔ محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے ہزاروں اشخاص اسلام میں پیدا ہوئے۔ جن کے محیر العقول کارناموں کو پڑھ کر آج بھی ایک عالم انگشت بدنداں ہے کہ ان لوگوں میں کونسی ایسی چیز تھی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے آن کی آن میں نظام عالم کو تہ و بالا کر دیا۔ وہی چیز ہم اپنے ہاں کے نوجوانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ طارق بن زیاد نے اہالیان اندلس کو اسلام اس طرح پیش کیا کہ ملک کے چپہ چپہ سے صدائے توحید گونجنے لگی۔ اور اس علاقہ سے علم و عرفان کا وہ سوتہ پھوٹ نکلا کہ جس کی موجودہ یورپ کی تہذیب و تمدن رہین منت ہے۔ سائنس میں اتنی ترقی کی کہ آج بھی زمانہ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ یورپ کے متعصب مصنفین جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی مخالفت کیلئے وقف کر رکھی ہے: اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ رسول خدا نے ایک ایسی قوم پیدا کی اور ایک ایسا لائحہ عمل پیش کیا جس کی نظیر دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔ مسٹر گلیڈسٹون جو کہ اسلام کا ایک مسلمہ دشمن تھا کہتا ہے کہ اے دنیا کے بڑے بڑے لوگو اگر اسلام اس وقت نحیف و نزار اور کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ مگر پھر بھی اس میں ایسی چیز موجود ہے کہ اگر کوئی اس وقت بھی اس کو لیکر کھڑا ہو جائے تو یقین واثق ہے کہ دیگر تمام ادیان پر غلبہ پائے۔ اسی لئے بقائے ہر صدی کے سرے پر اسلام کی آبیاری کے لئے ایک مجدد پیدا کرتا ہے اور اس صدی کے مجدد حضرت مسیح موعود نے ایک عالمگیر بیداری پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ تا کہ مسلمان کو افراط و تفریط سے بچایا جائے۔ ان کا فرمان ہے کہ جب تک ہر مسلمان ہر اس شخص کو جو کلمہ طیب پڑھتا ہے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وغیرہ وغیرہ کو مسلمان نہ سمجھے۔ تب تک ان کی حالت نہیں سدھر سکتی۔

(۱) اس لئے ضروری ہے کہ نوجوان اپنے اوپر قرآن کا مطالعہ فرض کر لیں۔ اسی میں امن و آشتی فلاح و بہبودی ہے اور اسلام کے پیغام کو اس طرح پھیلائیں کہ دنیا میں گونج پیدا کر دیں کہ دنیا میں قیام امن کی یہی ایک واحد صورت ہے۔ جو اسلام نے پیش کی ہے

(۲) حضرت مسیح موعود کی تصنیفات کا اس طرح سے مطالعہ کریں کہ اگر کوئی شخص سلسلہ یا بانی سلسلہ یا اسلام کے خلاف اعتراض کرے تو اس کو اسی وقت ایسا مسکت جواب دیا جائے کہ آئندہ اس کو اعتراض کرنے کی جرأت ہی نہ رہے۔

(۳) دین کو ہر حالت میں دنیا پر مقدم سمجھیں۔ دعا کے بعد جلسہ کا اختتام ہوا۔

---

۴۴ باعث بنیں۔ آخر میں دو بچوں نے۔۔ ظفر سلیم و شمیم قیر دنت دو نظمیں پڑھیں۔ ایجنڈا طویل ہونے اور وقت کی قلت کی وجہ سے کچھ تقاریر کو اگلی میٹنگ پر ملتوی کرتے ہوئے ان کا وقت صاحب صدر کو دیا گیا۔ صاحب صدر نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ میں یہاں تبلیغ کی خاطر آیا ہوں اور میں اس وقت تک تبلیغ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آپ لوگوں کی ہمدردی اور مدد میرے ساتھ نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان جو اس وقت میرے سامنے ہیں میرے ہمنوا رہیں اور میرے پہلو بہ پہلو رہ کر اس سالہ تبلیغی پروگرام کو سرانجام دینے میں میرا ہاتھ بٹائیں۔ زبانی جمع خرچ کرنا بے سود ہے۔ بلکہ اب ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہم عمل کے میدان میں کود پڑیں اور وہ غلط فہمیاں جو کہ قادیانی حضرات نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق پھیلا رکھی ہیں۔ ان کو دور کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ اب مرزا صاحب کے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ آخر میں شکریہ کے ساتھ میٹنگ کی کارروائی کو برخواست کیا گیا۔ والسلام۔ خاکسار

رشید احمد۔ احمدی سیکرٹری۔

سلہ دیگر ایسوسی ایشنز بھی جائزہ لیں کہ وہ بھی تندہی کے ساتھ اس سالہ تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنا رہی ہیں۔

سمندر پار سپاہیوں کے نام بیرنگ خط اور پارسل

ہندوستان سے بہت سے ایسے خطوط اور پارسل بمبئی پوسٹل ڈپو کو پہنچتے ہیں۔ جن کا محصول پہلے سے نہیں ادا کیا گیا ہوتا اور جن پر سمندر پار کے محاذ جنگ کے کسی سپاہی معرفت آفیسر کمانڈنگ بمبئی پوسٹل ڈپو بمبئی کا پتہ لکھا ہوتا ہے۔ اعلان کیا جاتا ہے کہ ایسے خطوط اور پارسل مکتوب الیہ کے پاس نہیں بھیجے جائیں گے۔ اور اگر ممکن ہوگا تو بھیجنے والے کے پاس واپس کر دیئے جائیں گے۔ ورنہ ڈیڈ لیٹر آفس کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور کی روئیداد

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی ماہوار میٹنگ بروز اتوار مورخہ ۶ جولائی زیر صدارت مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بمقام ایم۔ بی پرائمری سکول منعقد ہوئی۔ جناب میاں فضل حق صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کارروائی شروع کی۔ اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے ایک پنجابی نعت پڑھی یہ نعت بہت پسند کی گئی۔ ازاں بعد مجید احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق قرآن پر ایک مقالہ پڑھا اور مختصراً بتلایا کہ حضرت اقدس نے کن کن قربانیوں سے قرآن کو زندہ ثابت کیا اور تمام دوسرے مذاہب کو بتلایا کہ ہم قرآن کو ہی ہاتھ میں لیکر کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ بعد میں حمید احمد صاحب ذوالفقار کی تقریر تھی۔ جس میں انہوں نے بتلایا کہ قادیانی حضرات ہٹ دھرمی اور غلو سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ قادیانیوں کے باطل پر ہونے کی یہ زندہ دلیل ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب میاں صاحب کو کئی ایک چیلنج دیئے ہیں جن کو میاں صاحب نے پس پشت پھینک دیا ہے اور انہیں مقابلہ پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے ڈھکوسلے اور حیلے وغیرہ ان کے سامنے کارگر نہیں ہو سکتے۔ تقریر کے آخر میں دعا مانگتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قادیانی حضرات کو خدا سوچنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ پیر پرستی کے طلسم سے نکلیں اور صراط مستقیم پر چلیں۔

اس کے بعد راقم الحروف نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ تقریر کے دوران میں خاکسار نے یہ بتایا کہ اسلام بین الاقوامی مذہب ہے اور مذہب اسلام ہی صرف مساوات کا سبق سکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بھی دوسری آٹا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بوڑھی عورت کی طرف لے جاتے ہیں جو کہ فاقہ کشی کی وجہ سے بے بس تھی۔ ہمارے خلفاء آج کل کے بادشاہوں یا نوابوں کی طرح محلوں میں آرام نہیں کیا کرتے تھے بلکہ راتوں کو تمام شہر کا چکر لگاتے تھے تاکہ لوگوں کے حالات سے آگاہ رہیں۔ اسی دوران میں ایک روایت پیش کی گئی کہ ایک دفعہ قیصر روم کا ایلچی حضرت عمرؓ کو ملنے آیا۔ اور جب وہ شہر میں داخل ہوا تو دریافت کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہیں کہیں باہر ہوگا۔ اللہ اللہ اتنا بڑا بادشاہ ہو اور اس کی رعایا کو اتنا بھی پتہ نہ ہو کہ ہمارا بادشاہ کہاں ہے۔ چنانچہ وہ ایلچی ان کی تلاش میں باہر گیا اور دیکھا کہ آپ اپنے کوڑے کا سرہانہ بنا کر شدید چلچلاتی دھوپ میں زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کے دل پر ایک رقت طاری ہوئی اور اس نے بیساختہ کہا کہ اے عمر تو نے انصاف کیا۔ اور آرام کی نیند سو رہا ہے اور ہمارے بادشاہ ظلم و ستم کرتے ہیں اور ڈر کی وجہ سے ایک پل بھی نہیں سو سکتے۔ اس کے ساتھ ہی پچھلی میٹنگ کی کارروائی کی رپورٹ بھی پڑھی گئی۔ پھر نسیم فیروز صاحب نے ایک مختصر سا مضمون اور درثمین سے نعت پڑھی۔ لیکن عبد الغنی صاحب نے اپنی لکھی ہوئی نظم پڑھتے ہوئے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ حضرت اقدس کی جماعت میں شامل ہو کر اسلام کی نصرت کا

نوجوانان جماعت غور فرمائیں

میں حال ہی میں گوجرانوالہ۔ وزیر آباد اور سیالکوٹ کے دورہ سے واپس آیا ہوں۔ ان تمام مقامات پر نوجوانان جماعت کو مخاطب کرکے مجھے بے حد راحت اور خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جماعتوں کے اندر زندگی بدرجہ اتم موجود ہے اور بالخصوص نوجوانان قوم اپنی اس ذمہ داری کو جو ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہے محسوس کر رہے ہیں اور اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔ قوموں کی زندگی کا انحصار ان کے کیرکٹر اور اخلاق پر ہوتا ہے۔ اور اس کا بہترین ذریعہ تعلق باللہ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ اور محکم ایمان ہے اور اسی چیز کو حضرت اقدس مجدد زماں اور امام وقت نے پیدا کیا تھا اور یہی چیز ہماری قوم کی زندگی کا راز تھی۔ اس کا بہترین ذریعہ نماز اور بالخصوص نماز باجماعت اور نماز تہجد ہے۔ میں نے اپنے دورہ میں بھی نوجوانان جماعت کو اس طرف توجہ دلائی اور اس پر کاربند ہونے کا انہوں نے وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس وعدہ کے مطابق ایفا کی ان کو توفیق دے۔ ان العھد کان عنہ مسئولا

احباب بذریعہ عریضہ ہذا تمام نوجوانان جماعت کی خدمت میں بھی یہی عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔ میرا ارادہ ہے کہ باقی جماعتوں میں بھی اور بالخصوص جہاں احباب قدرے سست ہیں۔ دورہ کروں۔ اس تحریر کی ایک خاص غرض بھی ہے وہو ہذا۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ ہر جگہ جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں۔ وہاں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن قائم کی جائیں۔ اکثر مقامات پر ایسوسی ایشنز قائم ہو چکی ہیں۔ جہاں تاحال نہیں ہو سکیں۔ وہاں احباب جماعت اس طرف متوجہ ہوں اور جوں ہی ایسی ایسوسی ایشن کا قیام معرض وجود میں آئے مجھے مندرجہ ذیل ۳ قسم کی فہرستیں بھیجدیں۔ بے حد مشکور ہونگا

(۱) انتظامیہ کمیٹی کے انتخاب کی اطلاع یعنی ممبران کمیٹی کے مکمل نام پتے وغیرہ اور جن صاحب سے مجھے خط و کتابت کرنا ہوگی۔

(۲) اپنے شہر کے تمام نوجوانان جماعت کے نام۔ پتے۔ ولدیت کام وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ایسے احباب جن کی مستقل رہائش آپ کے شہر میں ہے۔

(۳) ایسے نوجوانوں کے نام بمعہ پتے مع ولدیت۔ سکونت۔ کام وغیرہ جو آپ کے شہر سے باہر کسی ملازمت یا تعلیم یا کاروبار کے سلسلہ میں کسی اور شہر میں سکونت پذیر ہیں۔ ان کے موجودہ پتوں سے مجھے اطلاع دیں۔

(نوٹ) آئندہ اگر کوئی نوجوان دوست کسی اور شہر میں چلا جائے تو اس تبدیلی سے بھی مجھے اطلاع دی جائے۔ تاکہ نہ صرف مرکز کو اس کا علم ہو۔ بلکہ جس شہر میں وہ تشریف لے گئے ہوں۔ وہاں کی جماعت سے ان کا تعلق قائم ہو سکے تنظیم کی خاطر یہ اشد ضروری ہے۔ امید ہے احباب اس طرف فوری توجہ فرما کر مشکوری کا موقع دیں گے۔ والسلام

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبداللہ۔ صدر مرکزی ایسوسی ایشن۔

— قاہرہ ۱۵ جولائی۔ ایک اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی افریقہ میں برطانوی طیاروں نے مزید کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ کل طرابلس کی بندرگاہ پر بمباری کر کے سخت نقصان پہنچایا گیا۔ اتوار کی رات کو بن غازی اور درنہ پر آتش باری کی گئی۔ کل ایک جرمن بمبار اور ایک اطالوی بمبار مار گرایا گیا۔

رفتار عالم

— لندن ۱۵ جولائی۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے آج ایوان عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ روس اور برطانیہ کے میل جول کا مقصد یہ ہے کہ دونوں ملک مل کر جرمنی کو تباہ و برباد کر دیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں شام کی مہم کے ختم ہو جانے کا تذکرہ کیا اور شرائط صلح کو بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ برطانیہ شام میں کچھ نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کا مقصد شام اور لبنان کو آزادی دلانا ہے۔ آپ نے مصر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وادی نیل کی حالت اب سدھر چکی ہے اور اب مشرق وسطیٰ میں برطانیہ دشمن کو کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہونے دیگا۔ آپ نے شام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ شام میں فرانس کی شکست کا مطلب یہ ہے کہ اب وہاں جرمنی کو اپنی سازشوں کے لئے کوئی موقعہ نہیں مل سکتا۔

— قاہرہ ۱۵ جولائی۔ ہندوستان کے وہ سپاہی جو شام میں گرفتار ہوئے تھے اب رہا کر دیئے جائیں گے۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ افسر جنہیں ہوائی جہاز کے ذریعہ فرانس پہنچا دیا گیا تھا۔ اب ان کی واپسی پر اصرار کیا جا رہا ہے۔

— لندن ۱۵ جولائی۔ اتحادی فوجیں بیروت میں داخل ہو گئی ہیں۔ نیز شام میں فوجی کارروائی ہو رہی ہے۔ معاہدہ کی رو سے فرانسیسی فوجیں ایک خاص مقام پر جمع ہوں گی۔ ان فوجوں سے سامان جنگ چھین لیا جائے گا۔ نیز قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

— لندن ۱۵ جولائی۔ ایک روسی کمیونک مظہر ہے کہ گذشتہ رات وسیع پیمانہ پر معرکے نہیں ہوئے اور محاذ کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سوموار کو شمال مغربی اور جنوب مغربی محاذوں میں جنگ بدستور ہوتی رہی۔ مغربی رقبہ میں ایک سو جرمن ٹینک اور کئی ایک مسلح گاڑیاں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ جنوب مشرقی رقبہ میں جرمن فوج کو جس میں تین ہزار سپاہی تھے۔ شکست دی گئی۔ سوویٹ روس کے طیاروں نے جرمنی کے ہوائی اڈوں پر حملے کئے۔ یہ حملے ۱۳ اور ۱۴ جولائی کی درمیانی رات کو ہوئے۔ مزید مظہر ہے کہ بالٹک میں جرمنوں کے دو تباہ کن جہاز اور ۱۳ باربرداری کے جہاز اور ایک ٹینکوں سے بھرا ہوا جہاز غرق کر دیا گیا۔

— لندن ۱۵ جولائی۔ آج یہاں برطانوی سفیر نے اعلان کیا کہ حکومت ایران نے ہر حالت میں کامل غیر جانبدار رہنے کا عزم کر رکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ ایران پر ابھی تک کسی ملک نے کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔

— سٹاک ہالم ۱۵ جولائی۔ ڈاکٹر گوئبلز کی دعوت پر سویڈن کے اخبارات کے نمائندے مشرقی محاذ پر جنگ کے حالات کا معائنہ کرنے کے لئے گئے تھے۔ انہوں نے واپسی پر اپنے اخبارات میں لکھا ہے کہ جرمن فوجیں اس وقت تک جن روسی علاقوں میں داخل ہوئی ہیں۔ وہاں راکھ کے ڈھیر، آگ کے شعلوں اور منہدم عمارتوں کے انباروں کے سوا اور کچھ نہیں مل سکا۔ ایک نمائندہ اخبار لٹویا کی سرحد پر گیا تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ جرمن فوجیں لیباؤ میں جو ساحل پر واقع ہے۔ ۵ دن کی شدید جنگ کے بعد داخل ہو سکیں۔ یہاں جرمن فوجوں کو کوئی کارآمد شے نہیں مل سکی۔ سارا شہر کھنڈروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور ان کھنڈروں میں سے اب تک حملہ آوروں پر گولیاں برستی ہیں۔

ان اخباری نمائندوں کا بیان ہے کہ روسی تمامیت باقاعدگی اور حفاظت کے ساتھ تمام کارآمد اشیا ان علاقوں سے اپنے ساتھ لے گئے۔ مرکزی محاذ پر جنگلوں میں خوفناک آتشزدگی کے باعث جرمنوں کے لئے پیشقدمی جاری رکھنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس محاذ پر پولینڈ کا شہر منسک ابھی تک روس کے چھاپہ مار دستوں کے قبضے میں ہے۔ جرمن اسے سر نہیں کر سکے۔ دیہیں روسی وقتاً فوقتاً کی جانب سے جرمنوں پر حملے کرتے رہتے ہیں اور ان کا سلسلہ رسل و رسائل منقطع کر دیتے ہیں۔

— لندن ۱۵ جولائی۔ کل رات برطانوی طیاروں نے برمن اور ہنوور پر کئی ٹن آتش افروز بم اور ہزاروں دھماکے سے پھٹنے والے بم گرا کر کئی جگہ آگ لگا دی۔ اس کے علاوہ راٹرڈم پر بھی خبر لی گئی۔

— لندن ۱۵ جولائی۔ وزارت بحریہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ماہ جون میں برطانیہ کے اس قدر کم جہاز ضائع ہوئے کہ جنوری کے سوا سال بھر میں اور کسی مہینہ میں اتنے کم جہازوں کا نقصان نہیں ہوا تھا۔ مزید بتایا گیا ہے کہ آغاز جنگ سے ماہ جون کے اخیر تک برطانیہ کے ۷۰ لاکھ ٹن وزن کے جہاز غرق ہو چکے ہیں۔ گویا اوسط نقصان ۳ لاکھ ۲۲ ہزار ٹن ماہوار رہا۔

— ماسکو ۱۵ جولائی۔ ہر مرد، عورت، بچہ اور بوڑھا ہر ممکن ذریعہ سے قابل نفرت دشمن کا مقابلہ کرنے والی فوجوں کی امداد کرے اور اس جنگ کے اندر ایک اور جنگ کا محاذ دشمن کے مقابلہ پر قائم کرے۔ سٹالن کی اس اپیل پر جو پرانے روسی انداز میں کی گئی ہے سارے روس نے لبیک کہا ہے۔ اور ہر شخص اپنی استطاعت اور مقدور کے مطابق سرگرم ہو کر دشمن کے خلاف جنگ آزما ہے۔ سٹالن کے پیغام نے روس میں ایک برقی لہر دوڑا دی ہے۔

— شملہ ۱۵ جولائی۔ ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جنگی اغراض کے لئے پرانی دھاتوں کی فراہم آوری میں زیادہ تر گھریلو اشیاء دی جاتی ہیں۔ ان میں سے اکثر اشیا اس قابل نہیں ہوتیں کہ انہیں جنگی مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ حکومت کی تجویز ہے کہ ان دھاتوں کو صنعتی فرموں کے حوالے کر دیا جائے۔ تاکہ ان سے پھر گھریلو استعمال کی چیزیں بن سکیں۔

جو دھاتیں اس کام بھی نہیں آسکیں گی۔ ان کو فروخت کر دیا جائے گا۔ اور قیمت جنگی فنڈوں میں دے دی جائے گی۔

— واشنگٹن ۱۵ جولائی۔ چینی سفیر مقیم واشنگٹن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ چین تیاریاں کر رہا ہے کہ ایک سال کے اندر اندر جاپان پر جارحانہ حملہ کرے۔ اگر امریکہ اور برطانیہ کی طرف سے اسی طرح چین کو مدد ملتی رہی تو ایک سال کے بعد اپنے ملک سے جاپان کے آخری سپاہی کو نکال دے گا۔

— کلکتہ ۱۴ جولائی۔ شاعر ٹیگور کی حالت کچھ اچھی نہیں۔ وہ لگاتار بہت عرصے سے علیل ہیں اور بہت کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک ڈاکٹر جو حال ہی میں ان کا معائنہ کر کے آیا ہے کہتا ہے کہ ان کی حالت فکر پیدا کرنے والی ہے۔ اور جلد ہی یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ انہیں شانتی نکیتن سے کلکتے آیا جائے۔

— لاہور ۱۵ جولائی۔ زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت جو آج یہاں منگل کے دن یہاں ریکارڈ کیا گیا۔ ۱۰۵ء۴ تھا۔

— قاہرہ ۱۵ جولائی۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ طبرق کے قریب علاقہ میں برطانوی سپاہیوں کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی اور دست بدست لڑائی میں نہ صرف دشمن کو شدید مالی و جانی نقصان پہنچایا گیا۔ بلکہ دشمن کے کئی آدمی گرفتار بھی کر لئے گئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۶-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف - بی۔ اے قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ | لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء | نمبر ۴۴

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اسکو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعوٰی ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو ان کے دلوں پر سے پردہ اٹھا دے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ پردہ اٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے انا الموجود کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلشانہ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا۔ بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دیدیتا ہے۔ تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے جو ہماری دعائیں سنتا اور ہم کو اطلاع ۔۔ دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔

(حجۃ الاسلام)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں

— چوہدری محمد اسماعیل صاحب کو گو پہلے کی نسبت آرام ہے۔ مگر ابھی ورم باقی ہے احباب کرام چوہدری صاحب کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

— مندرجہ ذیل دو افراد جو غیر مسلم تھے تحقیقات کے بعد مولانا احمد یار صاحب ایم اے کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے

(۱)۔ گیان چند چینبہ (اسلامی نام غلام محمد رکھا گیا)
(۲) کرشنی چینبہ (اسلامی نام غلام فاطمہ رکھا گیا)

— محمد اسحاق محمد یعقوب جاٹ کنواں ریولہ ضلع ناسک سے اطلاع دیتے ہیں کہ وہاں کے پرخلوص احمدی دوست جناب شفیع اللہ صاحب کا عین جوانی کے عالم میں ۴ ارمئی ۱۹۴۱ء کو انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے پیچھے اپنی بیوی، ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑ گئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

(۱) حافظ رحیم اللہ جان صاحب قریشی دہلی۔ (۲) سعید احمد صاحب صابر لاہور
(۳) عائشہ بیگم صاحبہ ضلع ڈیرہ غازیخاں۔ (۴) محمد الدین ثمانصاحب ضلع ڈیرہ غازیخاں
(۵) کرم دین صاحب ضلع مظفر گڑھ (۶) محمد رمضان صاحب ضلع مظفر گڑھ
(۷) مہر نواب صاحب ضلع لاہور (۸) چوہدری احمد حسن صاحب ضلع لاہور
(۹) کرم الٰہی صاحب " " (۱۰) احمد دین صاحب "

عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری

امسال تبلیغی پروگرام ہر وقت احباب سلسلہ کے پیش نظر رہنا چاہئے

"قادیانیوں" کی حق پوشی

حضرت مسیح موعودؑ کی وحی، وحی ولایت اور وحی محدثیت ہے

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے)

مجھے اباادقات قادیانی حضرات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے امام زماں اور مامور من اللہ کو ماننے کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف ان کے کھلے کھلے ارشادات اور واضح ترین عبارات کو اس طرح پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ گویا کہ ان کا حضرت اقدس کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ کچھ عرصہ ہوا قادیانی حضرات کے ساتھ ایک مختصر سا مباحثہ ہوا جس میں قادیانی نو آموز مناظر نے ایسی ایسی غلط بیانیوں اور تاویلات رکیکہ سے کام لیا جو قادیانیوں کے علاوہ اور کوئی سمجھدار آدمی برداشت تک نہیں کرسکتا۔ مگر قربان جائیے قادیانیوں کی حق پوشی اور اعراض عن الحق پر کہ باوجود صاف صاف جاننے کے کہ ان کا مناظر سیدھے راستے سے دور جا رہا ہے پھر بھی خاموش رہے۔ ان کی بالکل یہودیوں جیسی حالت ہے۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان۔ یہ لوگ نہ قرآن کریم کا احترام کرتے ہیں۔ نہ حدیث شریف کو مانتے ہیں۔ نہ ان کے دل میں آنحضرت صلعم کی عزت ہے اور نہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں میں حیران ہوں۔ آخر یہ لوگ ماننے کس کو ہیں!

اب میں ان مطالبات کا ذکر کرتا ہوں جو ہماری طرف سے پیش ہوئے اور ان باتوں کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ جو ان کی طرف سے پیش کی گئیں۔ اور تمام حق پسند قادیانی حضرات سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ ذرا خدا را سوچیں کہ وہ کس راستے پر گامزن ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو جس راہ کو انہوں نے اختیار کیا ہوا ہے، وہ انہیں گمراہی کی طرف نہ لیجاوے اور خلیفہ صاحب سے لیکر تحریک جدید کے چھوٹے سے چھوٹے مبلغ تک کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بھی میری ان باتوں کی تردید کی سعی کریں اور ساتھ ہی اس کے اقرار کرتا ہوں کہ میں ان کے جوابات پر نہایت دیانتداری کے ساتھ غور کروں گا اور حق کے قبول کرنے سے کبھی دریغ نہیں کروں گا ان حضرات سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ بھی نہایت ایمانداری سے میری ان باتوں پر غور کریں گے۔ اور قبول حق سے کبھی پس و پیش نہیں کریں گے۔

پہلا مطالبہ ہماری طرف سے جو کیا گیا۔ وہ نبی کی تعریف کے متعلق ہے۔ کہ حضرت اقدس نے نبوت تامہ کاملہ یا حقیقی نبی کی کیا تعریف کی ہے اور تعریف کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی چیز کی تعریف وہ ہوتی ہے۔ جو اس چیز کے تمام افراد کی جامع اور دوسری تمام اشیاء کی مانع ہو۔ اب ہم دیکھیں کہ حضرت اقدس نے حقیقی نبی کی کیا تعریف کی ہے

(۱) "حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبریل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

(۲) "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۸)

(۳) "رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۱)

مندرجہ بالا تین حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کے لئے احکام و عقائد دین بذریعہ جبریل حاصل کرنا ضروری ہے۔ دوسرے حوالے میں لفظ حقیقت اور ماہیت خاص طور پر قابل غور ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا نزول جبریل بہ پیرایہ وحی نبوت و رسالت جائز ہے یا نہ۔

(۱) "لیکن وحی نبوت پر تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

(۲) "اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۸)

(۳) "اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔"

یہ بالکل مسلم ہے کہ حضرت اقدس نے احکام و عقائد مثلاً نماز روزہ اور توحید وغیرہ قرآن و حدیث سے سیکھے ہیں۔ آپ کے استاد آنحضرت صلعم ہیں۔ نہ حضرت جبریل۔ جیسا کہ آپ کا ایک الہام ہے۔ فتبارک من علّم وتعلّم۔ دوسری جگہ خود حضرت نے اس کی تشریح فرما دی ہے "وہ (یعنی مسیح موعود) امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا۔ اور کل تعلقات و مفصلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا"

پھر حضرت نے اپنی وحی کے متعلق فرمایا ہے کہ میری وحی، وحی ولایت و محدثیت ہے۔ نہ وحی رسالت و نبوت۔

(۱) "میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی، وحی ولایت میرے پر نازل ہوئی ہے۔

(۲) کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو۔ کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالیٰ پر یہ افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۳)

اب ان تمام تحریرات سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت اقدس نبوت کی اس تعریف کی رو سے نبی نہیں ہیں، کیونکہ نہ آپ نے احکام و عقائد دین مثلاً توحید۔ نماز اور روزہ وغیرہ بذریعہ جبریل حاصل کئے ہیں۔ اور نہ آپ نے کبھی وحی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ تعریف باقی تمام انبیاء کی نبوت پر حاوی ہے۔ اگر حضرت اقدس کی نبوت دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کی طرح حقیقی ہوتی جیسا کہ قادیانی حضرات کا خیال ہے۔ تو پھر یہ تعریف آپ کی نبوت پر بھی صادق آنی چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس تعریف میں تشریعی اور غیر تشریعی کسی قسم کی نبوت کا امتیاز نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں قسم کی نبوتوں پر مشتمل ہے۔ خدا کیلئے اب قادیانی حضرات غور فرمائیں کہ اگر حضرت اقدس کی نبوت اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ من حیث النبوۃ دونوں برابر ہیں۔ تو پھر یہ [illegible] رسول کی یہ تعریف ان پر بھی چسپاں کر کے دکھلا دیں۔ ہم آپ کو نبی مان لیں گے اگر ایسا نہ کرسکیں تو خدا کے حضور توبہ کر کے ان فاسدانہ عقائد سے باز آجائیں۔

قادیانی حضرات کی طرف سے جو تعریف نبوت پیش کی جاتی ہے وہ ایسی ہے جس میں نبی اور غیر نبی سب شامل ہیں وہ کہتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ نبی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے شرف مکالمہ مخاطبہ بخشا جائے۔

. . . . . پہلے ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی چیز کی تعریف وہ ہے جو اس کے تمام افراد پر حاوی ہو۔ اور دوسری اشیاء کیلئے مانع ہو۔ مگر یہاں یہ بات نہیں ہے۔ ان کی اس تعریف نبوت میں مجددو اولیاء شامل ہیں۔ اگر نہیں ہیں تو ثابت کریں۔ حضرت اقدس کے نزدیک ظلی نبوت مجازی نبوت، بروزی نبوت۔ محدثیت۔ نبوت غیر تشریعی جو بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے اور فنا فی الرسول والی نبوت یہ سب ہم مرتبہ اور برابر ہیں۔ حضرت اقدس نے اس سے بڑھ کر کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ جو لوگ آپ کو مجازی انبیاء یعنی محدثین اور مجددین سے باہر نکال کر حقیقی انبیاء کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔ وہ یقیناً غالی اور صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔ اب میں وہ حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جو ان کی طرف سے تعریف نبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔

"بلکہ جس نبوت کا دعویٰ قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کی اس لفظ نبی سے مراد جو آپ کے الہامات میں آیا ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ ہے اور یہی بعینہ محدثیت ہے۔ نہ اس سے کچھ بڑھ کر اور نہ اس سے کم۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"یعنی اے عزیز جان لے کہ اللہ جلشانہ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ گویا وہ آمنے سامنے ہیں اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے اور کبھی ان کے پیروؤں میں سے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بعض کے ساتھ بھی بہ سبب مناسبت اخذ فیض کے ایسا کلام ہوتا ہے اور اس قسم کا کلام ان میں سے کسی ایک کے ساتھ اگر کثرت سے ہو۔ تو وہ محدث کہلاتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام رکھا گیا۔

دوسری جگہ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اسی کو محدث بولتے ہیں"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۵)

اب انصاف سے قادیانی حضرات بتلائیں کہ حضرت اقدس کی ان تحریرات کے رو سے آپ کے لئے جو لفظ نبی استعمال ہوا ہے اس میں اور محدث میں کیا فرق ہے۔ اگر ہے تو ہمیں بھی مطلع فرما دیں۔ پھر اسی پر بس نہیں ہے۔ بلکہ نبی اللغوی کے معنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی محدث لکھا ہے تاکہ حضرت اقدس کا دعویٰ نبوت محدثیت کے دعویٰ سے کچھ بڑھ کر نہیں، جیسا کہ آپ نے کئی بار تحریر فرمایا ہے۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۴

علامہ اقبال مرحوم اور اجتہاد

بعثت مجددین کے بغیر ختم نبوت کا اصول برقرار نہیں رہ سکتا

رسالہ البیان رقمطراز ہے:-

"علامہ اقبال نے اپنی نظموں خصوصاً اپنے غیر فانی "مدراس لیکچرز" میں اس غلط خیال کی تردید فرمائی اور مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ کہ اسلام چونکہ خاتم الادیان ہے اس لئے منطقی طور پر ضروری ہے کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے اور اسلامی نظام کو صفت دوام اس صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ اسلامی قوانین کی توجیہ ہر زمانہ میں حالات کے مطابق کی جائے۔ اور بلاشبہ اگر یہ بات نہ ہو۔ یعنی اگر ہر زمانہ کے مفکرین کو نئے مسائل کا نیا حل دریافت کرنے کی اجازت نہ ہو تو ختم نبوت کا اصول برقرار نہیں رہ سکتا"

دنیا میں دو قسم کے نظامات پائے جاتے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی بنیاد فکر و نظر پر ہے اور دوسرے وہ جن کی اساس وحی اور تنزیل ہے یہ دونوں اصولی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے جو وحی اور تنزیل پر قائم ہے۔ اس کے لئے اگر صرف عقلی اجتہاد کو ہی کافی سمجھا جائے تو ایک زمانہ ایسا آئیگا جبکہ قرآنی آیات کے حقیقی مفہوم کو عقلیت پرست مجتہدین بالکل بدل کر رکھ دیں گے۔ سو آنحضرت صلعم کے بعد ایسے مامورین کی ضرورت ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے نور پا کر مجتہدین کی خامیوں اور لغزشوں کو دور کرتے رہیں اور ان کے اس خالص عقلی رجحان کی اصلاح کرتے رہیں جو وحی اور تنزیل کے منافی ہے اور اصولی طور پر اس سے مختلف ہے۔ ایک مجتہد بال کی کھال تو یقیناً اتار سکتا ہے لیکن وہ قلوب میں ایمان اور یقین نہیں پیدا کر سکتا۔ بے یقینی کو صرف وہی لوگ دور کر سکتے ہیں جن کا زندہ خدا سے ایک زندہ تعلق ہو۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم تو فرماتے ہیں کہ "بلاشبہ اگر یہ بات نہ ہو یعنی اگر ہر زمانہ کے مفکرین کو نئے مسائل کا نیا حل دریافت کرنیکی اجازت نہ ہو تو ختم نبوت کا اصول برقرار نہیں رہتا" لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ ایسے زمانوں میں جبکہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر لوگوں کا ایمان نہ رہے اور مسائل میں بھی مرور زمانہ سے جمود پیدا ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجددین مبعوث نہ فرمائے جو بقول جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی مدیر ترجمان القرآن . . . .

. . . "نبی نہ ہوں مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوں" اس وقت تک ان مفاسد کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جو کہ عرصہ کے جمے اور رچے ہوئے تعصبات سے پیدا ہو جاتے ہیں اور نہ ایسے مامورین کی بعثت ختم نبوت کے منافی ہے بلکہ ختم نبوت کا اصول برقرار نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ ایسے مجددین مبعوث نہ ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آج بھی امت مسلمہ کی اصلاح کیلئے ایک مرد کامل کو مبعوث فرمایا اور قرآن و حدیث کے وعدہ کے مطابق مبعوث فرمایا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اس کے فیض سے محروم ہیں۔ حالانکہ ان کے علاوہ کسی اور مدعی مجددیت کو بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ حضرت امام عصر علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس صدی پر میں تجدید دین کیلئے بھیجا گیا" (۔۔۔) زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے اور اس پر ۲۲ برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے۔ اس قدر عرصہ تک میری تائید کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر کیونکہ میں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے۔ اب جو لوگ میری تکذیب کرینگے وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ وہ میری جگہ دوسرا مصلح نہ پیش کریں۔ کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہئے۔ کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کیلئے مامور آیا کرتا ہے اور حدیث شریف کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے"

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس مندرجہ بالا اقتباس پر غور اور تعمق کی توفیق عطا فرمائے اور وہ یہ اندازہ کر سکیں کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس دین کو جس کی بنیاد وحی اور الہام پر ہے صرف عقل انسانی پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے ناقص ہے اور جس کے نظریات کو ثبات نہیں۔

نشان صاحب "خلاف قانون"

"نہنگ" سکھ اپنے پاس بلم اور بھالے رکھتے ہیں جنہیں وہ "نشان صاحب" کہکر پکارتے ہیں۔ اس کی طرف حکومت پنجاب کو توجہ دلائی گئی کہ ان بلم اور بھالوں کو خلاف قانون قرار دینا چاہئے دوسرے کے مذہبی جذبات ہر لحاظ سے قابل احترام ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مذہب کے پردے میں ایسے ہتھیاروں کو استعمال کیا جائے جو ملکی امن کے لئے تباہ کن ہوں۔ گورنمنٹ ان "نشان صاحب" کے متعلق ہائیکورٹ کے فیصلہ کی منتظر تھی۔ سو ہائیکورٹ نے بھی فیصلہ دے دیا ہے کہ "نشان صاحب" قانون اسلحہ کی رو سے خلاف قانون ہے لیکن ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اس خوفناک ہتھیار کے استعمال کو روکنے کے لئے حکومت پنجاب نے کیا عملی قدم اٹھایا ہے۔ حکومت کو فوراً اس ہتھیار کے استعمال کو روک دینا چاہئے اور کسی صورت میں بھی قانون کی خلاف ورزی سے اغماض نہیں کرنا چاہئے ہمیں کامل توقع ہے کہ حکومت سکھوں کی غیر معقول قرار دادوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جلد کوئی عملی قدم اٹھائے گی۔

عیسائیوں کی تبلیغی جدوجہد

مسیحی رسالہ المائدہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:-

"ہندوستان میں ۲۲۴ آدمی روزانہ کے حساب سے عیسائی ہو رہے ہیں۔ عیسائیوں کے ۱۳۷ مشن کام کر رہے ہیں جن میں اٹھارہ سو سے زائد پادری لوگ کام کرتے ہیں۔ ۹ ۔۔۔ اور چار سو تین ہسپتال ہیں۔ ۳۴ پریس اور سو اخبار ۔۔۔ زبانوں میں چھپتے ہیں۔ ۵۱ کالج ۴۱۰ ہائی سکول اور ۹۰ ٹریننگ کالج ہیں۔ جن میں ساٹھ ہزار طالب علم تعلیم پاتے ہیں جن میں ۳۰۸ یورپین اور ۲۸۸۶ ہندوستانی مبلغ اور ۷۰۰۵ پرائمری سکول ہیں۔ جن میں ۱۸۷۷۵ طالب علم پڑھتے ہیں اس طرح ان کے ذریعہ ۳۲۲۹۰ آدمیوں کی پرورش ہو رہی ہے"

ہو سکتا ہے ان مندرجہ بالا اعداد و شمار میں ایک حد تک مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ عیسائی مشن کام کر رہے ہیں اور مسلمان خواب گراں کا شکار ہیں اور اغیار کی یہ تبلیغی کاوشیں انہیں ہوشیار اور بیدار نہیں کر سکتیں۔ اگر ان کے خلاف کوئی تحریک کام کر رہی ہے تو وہ صرف تحریک احمدیت ہے ۔ صرف یہی تحریک ہے جس نے عیسائیت کے سیلاب کی تندی اور تیزی کو کم کیا ہے اور عیسائیت کے مرکزوں میں اسلامی مشن قائم کئے ہیں۔ لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ ان جبہ پوش علماء نے کیا کیا ہے۔ یہ حامیان دین متین کیوں لمبی تان کر سو رہے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو تحریک احمدیت کی مخالفت کو ایک عظیم الشان خدمت سمجھتے ہیں۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ آج تک انہوں نے عیسائیت کے خلاف کونسا جہاد کیا اور انہیں اسلام کی حقیقی اور تعمیری خدمت کی توفیق نہیں ملی ۔۔۔ اظہر من الشمس ہے۔ یہ اس کا کام ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے اس فتنے کو دور کرنے کیلئے مبعوث فرمایا۔ یا اس کا جو اس کی شاخ ہے اور اس میں داخل ہے۔ دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حالات اور واقعات کی اس پر زبردست شہادت موجود ہے۔

روس اور بھولا ہوا سبق

روس ایک ایسا ملک ہے جو الحاد کا مرکز ہے جہاں الحاد کو لطور ایک اصول کے مانا جاتا ہے۔ اس ملک میں الحاد کو پھیلانے کے لئے باقاعدہ ایک سوسائٹی ہے جس کا نام ہے

Congress of Militant Godless.

یعنی الحاد اور دہریت کی باقاعدہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ لیکن آج جبکہ اشتمالی روس پر نازی ازم کا کوہ ستم ٹوٹا ہے۔ اس ملک کو خدا یاد آنے لگا ہے۔ چنانچہ ۱۴ جولائی کو ماسکو ریڈیو نے ہٹلر کی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ خدا جس کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلے اس کا دماغ خراب کر دیتا ہے" انسان مصیبت کے وقت اضطراری طور پر خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کر لیتا ہے اور ایسے مواقع پر وہ خیال ازلی اور جاگزیں ہو جاتا ہے۔ جو انسان کے خمیر اور فطرت میں موجود ہے آخر مصیبت کے وقت روس کو بھی بھولا ہوا سبق یاد آنے لگا۔ ابھی تھوڑے سے چند روز پیشتر جس خدا کا کھلے بندوں انکار کیا جا رہا تھا۔ آج اسی مرکز سے اس صاحب جبروت خدا کو نشر کیا جا رہا ہے اور مادہ پرستوں کی جبینوں میں سجدے تڑپ رہے ہیں۔

جب انسان خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتا ہے تو پھر اس کے حضور گرتا بھی ہے اور بیساختہ اس کے منہ سے دعا بھی نکل جاتی ہے۔ جب دعا نکلتی ہے تو پھر انسان خدا کے قریب ہو جاتا ہے خدا کے اور انسان کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ روس جس نے حقوق العباد کے لئے ایک نظام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ حقوق اللہ کی بھی نگہداشت کر سکے

۴۴ کیونکہ جب تک انسان حقوق اللہ ادا نہیں کرتا۔ اس وقت تک صحیح رنگ میں حقوق العباد بھی ادا نہیں کر سکتا

شذرات

(از محمد انعام الحق)

صدر اعظم ترکی کا کلمۂ حق

گذشتہ دنوں غازی عصمت انونو صدر اعظم ترکی نے معت ام استنبول علمائے دین و سیاسی اکابر کے مجمع عظیم میں ایک پر حقائق تقریر فرمائی جس میں ترکی کے گذشتہ زوال پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا "آپ کو وہ دن یاد ہوں گے جب ہماری بداعمالیوں نے ہم کو اس طرح قعر مذلت میں دھکیل دیا تھا کہ یورپ کا مرد بیمار گویا اپنی زندگی کا آخری سانس لے رہا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنی حکومت۔ سلطنت اور عزت کھو کر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے تھے۔ بندگان ملت چیخ رہے تھے کہ خدا کا وہ وعدہ کہاں ہے جو اس نے مسلمانوں سے کیا تھا۔ ایسے نازک موقعہ پر ہماری جماعت نے مسلمانان عالم پر آشکارا کیا کہ مسلمان اپنے فرائض بجا لائیں تو یقیناً خدا کا وعدہ پورا ہو گا۔ اور وہ دنیا پر حکومت کریں گے مسلمانوں کی پستی کا اصل راز خدا اور اس کے رسول سے بیگانگی ہے . . . . . اور مسلمانوں کی ترقی کا واحد ذریعہ درس قرآن ہے" (اخبار اقبال سکندر آباد۔ دکن ۱۱ر جولائی ۱۹۴۱ء)

غازی موصوف نے یہ کس قدر صحیح فرمایا کہ مسلمانوں کے زوال و پستی کی حقیقی وجہ خدا و رسول سے بیگانگی ہے اور وہ صرف تعلیمات قرآنی پر عمل پیرا ہو کر ترقی و عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر مسلمان خدا و رسولؐ کے احکام پر عمل کریں اور اپنے فرائض کو صحیح طور پر بجا لائیں تو خدا کا وعدہ یقیناً پورا ہو گا ـــــ ضرورت ہے کہ صدر اعظم ترکی کے ان ارشادات کو مسلمانان ہند ہمہ تن گوش ہو کر سنیں۔

غازی عصمت انونو نے جو کچھ کہا۔ کیا وہ تحریک احمدیت کی صدائے بازگشت نہیں؟ حضرت مجدد زماں علیہ السلام نے بھی تو یہی فرمایا تھا۔ جماعت احمدیہ مسلمانوں کو اسی چیز کی دعوت دے رہی ہے۔

عزم راسخ اور اصول کی خاطر جنگ

گذشتہ دنوں جرمنی سے گفت و شنید صلح کے متعلق چند افواہیں مشہور ہوئی تھیں۔ جولائی کے پہلے ہفتہ میں مسٹر ایڈن نے ان افواہوں کی پر زور تردید کرتے ہوئے لیڈز کے ایک جلسہ عام میں کہا کہ:-

"ہم کسی وقت کسی شکل پر ہٹلر سے گفت و شنید کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم جنگ کی کوشش کو تیز تر کر دیں گے۔ یہاں تک ہٹلر اور وہ تمام اصول تباہ ہو جائیں گے جن کا وہ علمبردار ہے ہٹلر کے طریق زندگی کیلئے روئے زمین پر کوئی جگہ نہیں"

(انقلاب ۹ر جولائی ۱۹۴۱ء)

پہلے بھی برطانیہ کے وزیر اعظم اور دیگر وزراء اکابر اسی قسم کے اعلانات کر چکے ہیں۔ جنگ مصائب اور زیر باریوں کا دوسرا نام ہے برطانیہ کو جنگ کی وجہ سے جن مشکلات و تکالیف کا سامنا ہے اس سے اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہیں۔ مصارف روز بروز بہو شربا تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں۔ حکومت کی ذمہ داریوں میں ہر آن اضافہ ہو رہا ہے۔ ۳ر جولائی کے ایک بیان کے مطابق برطانیہ کے یومیہ اخراجات جنگ ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ تک پہنچ چکے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود انگریزی حکومت اور انگریز قوم کے تمام طبقات جرمنی سے صلح کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے۔ انگریز قوم کا یہ طرز عمل واقعی عزم راسخ اور اصول کی خاطر جنگ کا ایک قابل تعریف نمونہ ہے اور بالآخر وہ اسی کی بدولت کامیاب ہو گی۔ زندہ اور با اصول قوموں کو اپنے اصول سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ وہ انہی پر قائم رہ کر زندہ رہتی ہیں۔ اور انہی کی خاطر لڑتی اور مرتی ہیں۔ اصول کو قربان کر کے صلح و دوستی کی گنجائش عملی طور پر ان کے تصور میں بھی نہیں آتی۔

جماعت احمدیہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک زندہ اور با اصول قوم ہے۔ اس کے سامنے دنیا کا مقدس ترین اور بلند ترین مقصد ہے۔ وہ تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کیلئے ساعی اور عقیدہ تکفیر المسلمین و اجرائے نبوت کے خلاف سرگرم پیکار ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم زندگی کی آخری سانس تک تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کی کوشش کے ساتھ ساتھ تکفیر المسلمین و اجرائے نبوت کے خلاف بھی جنگ جاری رکھیں خواہ اس کے لئے ہم کو کس قدر ہی قربانی کرنا پڑے۔ ان دونوں گمراہ کن عقیدوں سے صلح کا خیال بھی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہونا چاہئے ـــــ یاد رہے اسی طریق عمل پر قائم رہ کر ہم زندہ و با اصول قوم کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہیں۔

حکومت پنجاب کا نیک ارادہ

۵ جولائی کو لائل پور مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے فرمایا کہ:-

فرقہ وارانہ مناقشت کا بڑا سبب غلط اور متعصبانہ رنگ میں لکھی ہوئی تاریخیں ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ اس کوشش میں ہے کہ ملک کی صحیح تاریخ لکھوائی جائے صحیح تاریخ مرتب کرنے والوں کو مالی امداد دی جائے گی"

جناب وزیر اعظم کا ارشاد بالکل صحیح اور ان کی حکومت کا ارادہ نہایت مبارک ہے۔ بیشک فرقہ وارانہ مناقشت کا ایک بڑا سبب تاریخ کی وہ غلط درسی کتابیں ہیں۔ جو آجکل اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ انہی کی بدولت ملک کے بچوں اور نوجوانوں کے دلوں اور دماغوں میں تعصب و عناد کے جذبات کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ تاریخ کی صحیح کتابوں کی بے حد ضرورت ہے۔ حکومت پنجاب کو ایسی کتابیں لکھوانے کی کوشش کرنی چاہئے اور لکھنے والوں کو فیاضانہ امداد دینی چاہئے۔

اس موقع پر یہ جتلا دینا ضروری ہے کہ تاریخ نویسی کا کام بہت اہم ہے اور پیش نظر مقصد کے لئے نہایت عالم محقق ذمہ دار، محتاط اور غیر متعصب مورخین کی ضرورت ہے۔ ایسے افراد کم از کم پنجاب یونیورسٹی اور اس کے زیر اثر حلقوں میں بہت کمیاب ہیں۔ صوبہ کی یونیورسٹی میں جس قسم کے لوگوں کا غلبہ ہے ان کی ذہنیت و مذاق اظہر من الشمس ہے۔ لہذا حکومت کو اس کام کے لئے آدمیوں کے انتخاب میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے ـــ اور تاریخ نویسی کی صرف صحیح کوششوں کی امداد و سرپرستی فرمانی چاہئے۔ ورنہ تاریخ کی کتابوں میں چند غلطیوں کے ساتھ ساتھ ان سے بھی زیادہ سنگین و افتراق انگیز غلطیوں کا اضافہ ہو جائیگا اور اس طرح اصل مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔

یورپ کا سیاسی اخلاق

روس کے متعلق ہٹلر کی تحریروں اور تقریروں کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۳۴ء میں ہٹلر نے اپنی مشہور کتاب "میری سرگذشت" میں لکھا کہ:-

"روس کے موجودہ حاکم خون آلودہ جرائم پیشہ ہیں۔ وہ انسانیت کی تلچھٹ ہیں۔ وہ صرف دنیا میں بے عزت لوگوں کی طرح نہیں رہتے۔ بلکہ وہ دھوکہ دہی، فریب، سرقہ، لوٹ اور ڈاکہ زنی کے نمائندے ہیں"

۱۹۳۹ء میں جرمن پارلیمنٹ میں ہٹلر کی تقریر

"مجھے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں جرمنی اور روس ایک دوسرے کے مخالف بنیں۔ ہم دونوں خوب جانتے ہیں کہ اگر ہمارے درمیان لڑائی ہو گئی۔ تو دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچیگا۔ ہم نے ایک معاہدہ کر لیا ہے۔ جس کی رو سے ابد الآباد تک کوئی فریق دوسرے کے خلاف طاقت استعمال نہ کرے گا"

۱۹۴۰ء کی ایک تقریر میں ہٹلر نے کہا کہ:-

"یہ خیال ناقابل یقین ہے کہ اب کبھی بھی روس اور جرمنی کے درمیان قدیم دشمنی کی تجدید ہو گی۔ جرمنی اور روس کے تعلقات آخری اور قطعی طور پر طے ہو گئے ہیں۔ ہر ایسا گمان کہ پھر کبھی جرمنی اور روس کے درمیان کوئی بحران ہو گا۔ محض مغالطہ ہے"

۲۲ر جون ۱۹۴۱ء ہٹلر کی تقریر جس میں روس کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا۔

"بالشوزیم، نیشنل سوشلزم کا جانی دشمن ہے . . . . . اس معرکہ میں جرمن خوب جانتے ہیں کہ ان کو نہ صرف اپنے وطن کی حفاظت کرنی ہو گی۔ بلکہ تمام مہذب دنیا کو بالشوزیم کے خوفناک خطرہ سے بچانا ہو گا"

ہٹلر کی یہ قلابازیاں یورپ کے سیاسی اخلاق کا ایسا مظاہرہ ہیں۔ جن کی مثالیں اس سرزمین تہذیب و تمدن میں نادر و نایاب نہیں ہیں۔ دنیا یورپ کے سیاست دانوں کی زبان سے سن چکی ہے کہ معاہدے توڑنے کے لئے ہی کئے جاتے ہیں۔ وہاں وقت آنے پر عہد نامے بلا تکلف ردی کاغذ کے پرزے کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور صرف اغراض کے ماتحت کل کے بہترین دوست آج کے بدترین دشمن اور جانی دشمن آن کی آن میں بظاہر پکے دوست بن سکتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ذرا تاریخ اسلام پر بھی نظر کیجئے۔ کہ مسلمانوں نے تعلیمات قرآنی کی برکت سے دوستوں اور حلیفوں سے ہی نہیں۔ بلکہ خطرناک اور جانی دشمنوں کے ساتھ بھی اپنے وعدوں کو نہایت ایمانداری کے ساتھ نبھایا۔ اور پاس عہد کی خاطر بڑی سے بڑی تکلیف، نقصان اور قربانی کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔

حقیقت و موازنہ کی اس روشنی میں دیکھنے اور سوچنے والی یہ بات ہے کہ دنیا کی نجات و امانیت یورپ کی تہذیب اور اس کے سیاسی مسلک و اخلاق میں ہے یا تعلیمات قرآنی میں؟

تسبیح اور صلوٰۃ قرآن کریم میں ایک اور جگہ کیسی لطیف بات فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوات والارض والطیر صٰفّٰت ؕ کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ ؕ واللہ علیم بما یفعلون ہ (النور) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے اُڑتے ہیں اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم ہے اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

زبان سے تسبیح عبادت کے رنگ میں سب سے پہلے مخلوق کی تسبیح کرنے کو سمجھ لینا چاہیئے۔ تسبیح کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک سمجھنا اور بیان کرنا۔ خواہ وہ بیان زبانِ قال سے ہو یا زبانِ حال سے۔

زبان قال سے تسبیح ایک تو وہ ہے جو ہم نمازوں میں سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کے الفاظ میں کرتے ہیں کہ پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمتوں والا ہے۔ یا پاک ہے میرا رب جو بہت بلند شانوں والا ہے۔ یا نماز سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر زبانِ مبارک سے سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم پڑھتے رہتے تھے۔ حمد کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ہر ایک عمدہ صفت سے موصوف سمجھنا اور بیان کرنا۔ تو سبحان اللہ وبحمدہ کے معنے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفات ہر ایک نقص اور عیب سے پاک۔ اور تمام خوبیوں سے موصوف ہیں۔ اور سبحان اللہ العظیم میں خدا کیلئے العظیم ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ایسی کامل عظمت والا ہے کہ جس کی عظمت کو انسان سمجھ بھی نہیں سکتا اس کی مخلوق اس کی قدرت اس کی مشیت اس کی صفات و افعال اپنے اندر اس قدر عظمت و شان رکھتے ہیں کہ انسان کی محدود عقل ان کی کنہ تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ پس کسی انسان کو افعال الٰہیہ میں سے کوئی امر سمجھ میں نہ آئے تو یہ اس کے علم کی کمی اور عقل کا نقص ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہر ایک عیب اور نقص سے پاک ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

عبادات کے رنگ میں ان الفاظ کو بحضوری قلب دہرانے کا یہ مقصد ہے کہ تا اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد اس قدر دل و دماغ پر مستولی ہو جائے کہ کسی وقت بھی کوئی خیال یا شیطانی وسوسہ خدا تعالیٰ کی حمد اور سبحانیت کے خلاف دل میں گذر نہ سکے۔ اگر افعال الٰہیہ میں سے کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آوے تو وہ اپنی کمیٔ علم اور نقص فہم کا اقرار کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کے ہر ایک فعل کو نقص اور عیب سے پاک سمجھے۔ اس میں کیا شک ہے کہ خدا کے علم کے سامنے انسان کا علم سمندر کے مقابل میں ایک قطرہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ فرمایا کہ قل لو کان البحر مدادًا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہ مددًا ہ (کہف) کہہ دے اگر سمندر سیاہی بن جائے تیرے رب کے کلمے لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے اور تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے خواہ ایسا ہی ایک اور سمندر کیوں نہ سیاہی بنا کر لے آیا جائے۔ اس علم الٰہی کے مقابلہ میں انسانی علم ایک قطرہ کے برابر بھی حیثیت [illegible] سرکش اور متکبر انسان کائنات میں ذرا کوئی امر اپنے خلاف مرضی پاتا ہے یا خدا کا کوئی فعل ذرا اس کی رائے کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے تو وہ خدا پر الزام دھرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت اسے یاد نہیں رہتا کہ یہاں تو ڈاکٹر جس کا علم اپنے ہم جنسوں سے کسی قدر زیادہ ہوتا ہے جب اپریشن کرتا ہے اور اپنے چاقو سے مریض کو کاٹتا پھاڑتا ہے تو اس کے وارث کبھی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ لیتے کہ تم یہ کیا ظلم کر رہے ہو۔ ہمارے عزیز کو زخمی کر رہے ہو اور اس کا خون بہا رہے ہو۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہمارا علم اس کے علم کے مقابلہ میں ناقص ہے جس علم کے ماتحت ڈاکٹر کام کر رہا ہے وہ ہمیں نہیں اس لئے بجائے ناراض ہونے کے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اسے فیس بھی دیتے ہیں۔ لیکن خدا کے معاملہ میں نادان اور غافل انسان یہ بھول جاتا ہے کہ میرا علم اس کے علم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی لئے بار بار مومن کی زبان سے تسبیح کے کلمات نکلوائے جاتے ہیں تا اس کے دل و دماغ پر یہ نقش ہو جائے کہ خدا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اس کی ذات ہر ایک عیب اور نقص سے پاک اور تمام صفات حسنہ کاملہ سے موصوف ہے۔ اور یہ خیال ایسا دل میں جم جائے کہ کسی فعل الٰہی پر جو سمجھ میں نہ آوے وہ اپنے رب پر بدظنی نہ کرے۔ اور اپنے کمیٔ علم کا اقرار کرتا ہوا خدا کے فعل کو ہمیشہ حکمت اور بہتری پر مبنی سمجھے۔

زبان یا قلم سے تسبیح جہاد کے رنگ میں زبان سے ایک دوسری قسم کی تسبیح بھی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان کی زبان پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح جاری رہتی ہے اور اس کی زبان اس کی حمد سے ہمہ وقت رطب اللسان رہتی ہے تو پھر نہ صرف یہ کہ اس کے دل میں خدا یا اس کی صفات اور افعال کی نسبت کبھی کوئی وسوسہ نہیں گذرتا بلکہ جہاں کسی دہریہ یا باطل پرست کی زبان سے وہ خدا پر یا خدا کے کسی فعل پر اعتراض یا مذاہب باطلہ کی طرف سے خدا کی صفات اور اس کی معرفت کے متعلق طرح طرح کی غلط باتیں بیان ہوتی سنتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خدا روح اور مادہ کا محتاج ہے یا اس میں عفو اور رحم کی صفت نہیں۔ یا اس کے بیٹا اور جورو ہے۔ یا ایسی قسم شرک اور بت پرستی کی تعلیم یا سرے سے خدا کا انکار تو وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ اور جب تک زبان یا قلم سے اپنے رب کی ذات اور صفات کو ان تمام خلاف سبحانیت امور سے پاک ثابت نہ کرے اُسے چین نہیں پڑتا۔ گویا خدا کی تسبیح اور اس کی محبت اس کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور وہ اس کے خلاف سن بھی نہیں سکتا۔ یہ بڑی عظیم الشان تسبیح ہے کیونکہ اس طرح نہ صرف زبان یا قلم سے خدا کی تسبیح ہوتی ہے بلکہ دلائل کے ساتھ خدا کی تسبیح کو ثابت کیا جاتا اور دنیا سے ایک عظیم الشان حقیقت کو منوایا جاتا ہے۔ پس یہ تسبیح ایک جہاد ہے اور اپنے اندر تسبیح اور جہاد دونوں کا ثواب رکھتی ہے۔

دل کی تسبیح عبادت کے رنگ میں تسبیح ہو یا جہاد کے رنگ میں تسبیح۔ جب تک انسان کا دل اس کے ساتھ نہ ہو۔ وہ ایک بے معنی چیز ہے۔ جو بات دل سے نہ نکلے وہ ایک کلمہ ہے جو زبان سے نکلتا ہے اور ہوا میں اُڑ جاتا ہے اور خدا کے گھر میں اس کا کوئی نتیجہ اور ثواب نہیں۔ پس جس طرح انسان زبان سے تسبیح کرتا ہے ضرور ہے کہ دل بھی اس کے ساتھ ہو اور وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک سمجھے۔ اور جب زبان سے تسبیح پڑھے تو دل بھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی سبحانیت سے متاثر ہو۔

تسبیح میں جب زبان کے ساتھ دل بھی شامل ہو جاتا ہے تو اس کی شناخت یہ ہے کہ ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام شریعت اور اس کے احکام قضاء و قدر دونوں کے سامنے ہر وقت سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ بلکہ خدا کی رضا میں اپنی رضا کو پاتا ہے۔

احکام شریعت میں تسبیح یہ ہے کہ جب کسی معاملہ میں ایک طرف خدا کا حکم ہو اور دوسری طرف قومی رواج یا نفس کی خواہش ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مقدم کر لے۔ اور رواج یا خواہش نفس کو ترک کر دیتا ہے کیونکہ وہ دل سے ایمان رکھتا ہے کہ میرا رب اس سے پاک ہے کہ وہ کوئی غلط یا بندہ کے لئے نقصان دہ حکم دے۔ مثلاً ورثہ کی تقسیم میں ایک طرف رواج لڑکیوں کو ورثہ نہیں دیتا۔ اور دوسری طرف خدا کا حکم ہے کہ لڑکیوں کو ورثہ دو۔ اب اگر ایک شخص منہ سے ہزار دفعہ تسبیح پڑھے اور لڑکیوں کو ورثہ دینے میں اس لئے تامل کرے کہ اس طرح جائداد اور زمین تقسیم ہو کر شریکوں کو چلی جاتی ہیں تو اس شخص کی تسبیح بیکار ہے۔ کیونکہ وہ خدا کو اس بات سے پاک نہیں سمجھتا کہ وہ ایک غلط حکم دے۔ اسی طرح ایک طرف خدا کا حکم سود خوری سے روکتا ہو اور دوسری طرف انسان کا نفس سود کو ضروری قرار دیتا ہو تو ایسے سود خور کی زبان سے تسبیح بالکل بے معنی چیز ہے۔ لیکن جس کا دل خدا کی تسبیح کرتا ہے وہ کبھی خدا کے حکم آگے اپنے رواج یا خواہش نفس کو مقدم نہیں کر سکتا۔

اور تقدیری احکام میں تسبیح یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کیسا ہی دکھ یا نقصان اُسے پہنچ جائے۔ لیکن اس کا دل خدا کی اس تقدیر سے ناراض نہ ہو۔ بلکہ اس کی تقدیر سے راضی رہے۔ مال کا نقصان ہو جائے یا عزیز سے عزیز رشتہ دار کی موت واقع ہو جائے۔ لیکن اس کا سر خدا کی تقدیر کے آگے نہایت عاجزی سے جھک جائے اور اس کا دل اس کی مشیت سے راضی رہے۔ اسی طرح دنیا میں کوئی معاملہ کیسا ہی اس کی سمجھ سے باہر ہو۔ جنگیں ہوں۔ زلزلے ہوں۔ طرح طرح کی

تباہیاں ہوں یا کوئی بھی قدرت کا فعل ہو جس کی وجہ سمجھ میں نہ آتی ہو۔ لیکن کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی اس کے دل میں وسوسہ نہ گزرے کہ یہ کوئی ظلم وستم یا اندھیر ہو رہا ہے وجہ یہ کہ وہ اپنے دل کے پورے یقین سے ایمان رکھتا ہے کہ میرا خدا اپنی تمام صفات میں ہر ایک نقص اور عیب سے پاک ہے۔ اس کے افعال پر ہماری نگاہ اور ہماری عقل حاوی نہیں اس لئے اگر ایک بات کی وجہ یا علم ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہمارے علم کی کمی اور ہماری سمجھ کا قصور ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کا۔ پس یہی وہ ذہنیت ہے جو صحیح معنوں میں دل کی تسبیح کہلاتی ہے۔ اور زبان سے جو بار بار تسبیح پڑھی جاتی ہے تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کا دل اس سے متاثر ہو اور اس کی ذہنیت ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ خدا کی مشیت اور احکام سے خواہ وہ شریعت کے رنگ میں ہوں یا تقدیر کے۔ خواہ اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہو یا دیگر مخلوق سے کبھی بھی اس کے دل میں خدا کے خلاف ناراضگی یا انقباض پیدا نہ ہو۔ بلکہ وہ سچے دل اور اپنے پورے اعتقاد اور اخلاص سے خدا کی مشیت اور احکام سے راضی رہے اور ان کے آگے سر تسلیم خم کئے رہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب اس سے پاک ہے کہ اس کی کسی صفت یا فعل میں کوئی نقص یا عیب ہو۔

حالی تسبیح

یہ تو زبان اور دل کی تسبیح ہوئی۔ اب حالی تسبیح کی کیفیت سنئے۔ قرآن شریف میں اس کا ذکر اس طرح آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم (بنی اسرائیل) اور جتنی چیزیں بھی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتی ہیں لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ یعنی ہر ایک چیز اپنی پیدائش اور جس مقصد کیلئے وہ پیدا کی گئی اس کے لئے ایسی صحیح اور مکمل طور پر پیدا کی گئی ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ جس سے اس کے خالق کی صفات اور افعال کے بے عیب ہونے پر دلیل قائم ہوتی ہے۔ پس انسان کو اگر کسی چیز میں نقص نظر آئے تو وہ اس کے عدم تفقہ کی وجہ سے ہے۔ اس نے اس پر غور نہیں کیا یا اس کی حقیقت کو نہ پا سکا۔ اس لئے یہ خود اس کی سمجھ کا نقص ہوتا ہے۔ ورنہ جیسے جیسے اس کی تحقیقات مکمل ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کا علم وسیع ہوتا چلا جاتا ہے کائنات کی ہر ایک چیز اسے اپنے خالق کی تسبیح اور حمد کرتی نظر آتی ہے۔ یعنی اس کی پیدائش ایسی مکمل اور اس کا مقصد پیدائش ایسا ضروری اور صحیح اور جس رستہ پر وہ اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کرنے کے لئے چل رہی ہے ایسا درست نظر آنے لگتا ہے کہ بے اختیار انسان کی زبان اور دل سے خدا کی تسبیح وحمد نکلنے لگتی ہے کہ واقعی اس کا بنانے والا ہر ایک نقص اور عیب سے پاک ہے۔ یہی وہ حالی تسبیح ہے جس کی طرف دوسری جگہ قرآن شریف میں انسان کو بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ فرماتے ہیں:۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ الذی خلق فسویٰ والذی قدر فھدیٰ (اعلیٰ) اے انسان تسبیح کر اپنے رب کی جو سب چیزوں سے بڑھ کر بلند شان رکھنے والا ہے۔ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اسے ٹھیک ٹھاک بنایا۔ جس نے ہر چیز کا اندازہ کیا پھر اسے ہدایت دی یعنی اس رستہ پر چلا دیا جس سے وہ اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر سکے۔ یعنی ہر چیز کو ایک تو پیدا کیا۔ پھر اسے قویٰ ایسے ٹھیک اور درست عطا کئے جس سے بڑھ کر اس کے واسطے ممکن نہ تھے۔ پھر جس مقصد کیلئے اسے پیدا کیا تھا اور اسے ایسے صحیح قویٰ عطا فرمائے تھے اس کا اندازہ کر کے اسے فطری طور پر اس رستہ پر چلا بھی دیا جس پر چلکر وہ اپنے مقصد تخلیق کو حاصل کر سکتی ہے۔ پس جس طرح خدا کی ہر ایک مخلوق یہ حالی تسبیح کر رہی ہے۔ اے انسان تو بھی اسی قسم کی حالی تسبیح کر۔ اور وہ اس طرح کہ جس مقصد کے لئے تجھے پیدا کیا ہے اور اس کے لئے تجھے بہتر سے بہتر قویٰ عطا فرمائے ہیں اور اس کا اندازہ کر کے تجھے ہدایت دی ہے تاکہ تو خدا کے بتائے ہوئے رستہ پر چل کر اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر سکے۔ اور اس طرح تیری ترقی اور کمال کو دیکھ کر بے اختیار تیرے خالق کی سبحانیت کا اعتراف کرنا پڑ جائے۔ تو دیگر مخلوق کی طرح تو بھی خدا کی ان بتائی ہوئی ہدایات پر چل اور اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر۔ چونکہ تجھے ایک دائرہ کے اندر عمل کے لئے اختیار اور نیکی وبدی کی تمیز عطا کی گئی ہے اس لئے وہ ہدایت تجھے علم یعنی کتاب اللہ کے رنگ میں دی گئی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان ہدایات پر تو اپنے ارادہ اور مرضی سے چلے اور خدا کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر ان تمام ترقیات اور کمالات کا وارث بنے جس کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے۔ تیری یہ ترقی اور کمال تیرے خالق کی سبحانیت پر دلیل ٹھیرے گا۔ اور اس طرح تو بھی دیگر مخلوق کی طرح مگر سب سے بڑھ کر خدا کی حالی تسبیح کرنیوالا ٹھیرے گا

نتیجہ [illegible]

[illegible] اگرچہ [illegible] انسان کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بے نیاز اور بالاتر ہے کہ اس کی کوئی تسبیح کرے تسبیح کا نفع خود تسبیح کرنے والی مخلوق کو ہے کہ اس طرح وہ اپنے تکمیل کو پہنچکر اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لیتی ہے۔ آخر انسان کے تسبیح الٰہی کرنے کا نتیجہ کیا ہوا یہی کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہر ایک صفت اور فعل کو عیب اور نقصان سے پاک سمجھ کر اپنے مقصد پیدائش کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے شرعی اور تقدیری احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ اور اس کی فرمانبرداری اور رضا پر چلتا ہوا ان تمام ترقیات اور کمالات کا وارث بن جائے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس خدا کی تسبیح کرنے میں انسان کا اپنا بھلا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے انسان کو اپنا مقصد پیدائش حاصل ہوتا ہے۔

صلوٰۃ کی تشریح

چونکہ آیت زیر بحث میں یہ ذکر ہے کہ ہر چیز اپنی تسبیح اور صلوٰۃ کو جانتی ہے اس لئے تسبیح کی تشریح کے بعد اب تھوڑی سی تشریح صلوٰۃ کی بھی کر دینی ضروری ہے کہ وہ کیا صلوٰۃ یا نماز ہے جسے ہر چیز جانتی ہے۔ اور جس طرح ہر چیز تسبیح زبان حال سے کرتی ہے۔ اسی طرح اپنی صلوٰۃ بھی زبان حال سے بجا لاتی ہے۔ سو واضح ہو کہ جس طرح ہر ایک مخلوق علیٰ ہذا القیاس انسان کا مقصد پیدائش تسبیح سے وابستہ ہے اسی طرح اس مقصد کے حصول کا ذریعہ صلوٰۃ ہے۔ یعنی خدا کی مقرر کردہ یا بتائی ہوئی ہدایتوں پر چلنا جس طرح مخلوق کی حالی تسبیح ہے اسی طرح ان ہدایتوں پر چلنے کے لئے خدا سے ہمہ وقت مدد مانگتے رہنا یہ اس کی صلوٰۃ ہے۔ جس طرح تمام مخلوق کی فطرت میں تسبیح رکھی گئی ہے یعنی وہ خدا کی بتائی ہوئی ہدایتوں پر چل رہی ہے اسی طرح تمام مخلوق کی فطرت میں صلوٰۃ بھی رکھی گئی ہے۔ کہ وہ زبان حال سے ہمہ وقت خدا کی مدد مانگ رہی ہے کہ اس پر چل سکے اور یہ خدا کی مدد اس کو اسباب اندرونی اور اسباب خارجی دونو رنگ میں ملتی ہے۔ اسباب اندرونی میں اس کی (Instinct) اور قوانین فطری ہیں۔ اور اسباب خارجی میں وہ تمام لوازمات اور سامان ہیں۔ جن کے ماتحت اس چیز کی نشوونما ہوتی اور وہ اپنا کام کرتی ہے۔ انسان کو چونکہ خدا نے دوسری مخلوق سے یہ امتیاز بخشا ہے کہ اسے خود شناسی اور خود اختیاری عطا فرمائی ہے اس لئے اس کی صلوٰۃ میں یہ فرق ملحوظ رکھا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر صلوٰۃ گذارے اور اس میں ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کرے کہ اے ہمارے رب ہم تجھ سے استعانت کرتے ہیں یعنی مدد چاہتے ہیں تو ہمیں سیدھا رستہ دکھا جس پر ہم چل کر اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر سکیں۔ پس یہ اصل نماز ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ کہ کوئی نماز بغیر سورۃ الفاتحہ کے نہیں ہوتی۔ گویا نماز کی حقیقت انہی دو آیات میں مضمر ہے۔ رکوع وسجود تو ایاک نعبد کی عملی تفسیر ہے اور ان میں تسبیح انسان کا مقصد اصلی ہے۔ اور نماز جو حصول تسبیح کا ذریعہ ہے اس کی حقیقت اس سورت کی ان دو آیتوں میں بتا دی گئی ہے یعنی استعانت اور طلب ہدایت کائنات کی ہر چیز ہر آن اللہ تعالیٰ سے حالی رنگ میں یہی استعانت اور طلب ہدایت کر رہی ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ یسئلہ من فی السموات والارض کل یوم ھو فی شان (الرحمٰن) یعنی آسمان وزمین کی ہر مخلوق اللہ تعالیٰ سے ہر آن سوالی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر آن ایک نئی شان میں جلوہ گری فرماتا رہتا ہے یعنی جس طرح اس کے احسانات کا شمار نہیں اس کے حسن کا بھی شمار نہیں۔ الغرض صلوٰۃ کے معنے ہوئے ہر ایک چیز کا جناب الٰہی میں استعانت اور طلب ہدایت کرنا خواہ حال سے ہو یا قال سے۔ پس تسبیح اگر انسان کا مقصد پیدائش ہے تو صلوٰۃ اس مقصد پیدائش کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یعنی یہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہر چیز اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کرنے کے لئے صحیح راہ پر چل سکتی ہے۔

(باقی دارد)

جنگ کے متعلق دو لطیفے

ناروے میں جرمنوں کے سلوک کے متعلق یہ لطیفہ سننے میں آیا ہے:۔

"تم نے تازہ ترین خبر سنی؟ جرمن خفیہ پولیس نے آسلو میں بیس ڈبل روٹی تیار کرنے والوں کو گرفتار کر لیا۔"

"کیا خوب۔ مگر کیوں؟"

"وہ اپنی روٹی میں آٹا ملا رہے تھے!"

ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو۔

برطانیہ کے اس دعوے کو سن کر کہ "آرک رائل" کے ہوائی جہازوں نے "بسمارک" کو ڈبو دیا۔ ڈاکٹر گوئبلز کے کان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔

اس نے کہا۔ دراصل ہوا یہ کہ "آرک رائل" سمندر کے اندر چھپا ہوا تھا۔ "بسمارک" اس سے ٹکرا کر ڈوب گیا۔

ایک نوجوان سیدزادہ

سید خاندان کا کوئی احمدی نوجوان جس کی عمر بارہ پندرہ برس تک ہو اور انٹرنس یا ایف۔ اے میں تعلیم پاتا ہو۔ اگر تعلیم اور گذارہ کیلئے امداد کا خواہاں ہو تو جماعت کے ایک مکرم بزرگ ایسے نوجوان کو امداد دینے کا ارادہ رکھتے ہیں مقامی جماعت کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ کی تصدیق کے ہمراہ درخواست [illegible] ارسال کی جائے اور درخواست میں بالکل مختصر حالات درج کئے جائیں۔ نیک چلنی اور حسن سیرت شرط ہے اور ویسے جسمانی صحت بھی عمدہ ہونی چاہئے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

قبول اسلام

قصبہ سرکی داقعہ تحصیل علی پور جو ۲۶ ر مئی کو مندرجہ ذیل خاکروب قاضی بشیر محمد صاحب مبلغ اسلام کے ہاتھ پر داخل اسلام ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

آمین

سابقہ نام اور مذہب	اسلامی نام	ولدیت	سکونت	عمر	کیفیت
۱۔ خان دانی خاکروب	اللہ داد	گاہی	سرکی	۲۴ سال	۔
۲۔ مائی جیون ؍	جیون خاتون	؍	؍	۱۱ ؍	۔
۳۔ فاطمہ ؍	غلام فاطمہ	؍	؍	۹ ؍	۔
۴۔ بخشیندہ ؍	الہ بخش	؍	؍	۱۸ ؍	۔
۵۔ غلام رسول ؍	غلام رسول	؍	؍	۲۱ ؍	۔
۶۔ سرداں ؍	سرداں خاتون	موسیٰ	؍	۱۹ ؍	زوجہ الہو
۷۔ جنت ؍	غلام	؍	؍	۱۷ ؍	۔
۸۔ ہیرائی ؍	ہیراواں خاتون	؍	؍	۱۲ ؍	۔
۹۔ بلید ؍	محمد نواز	؍	؍	۱۵ ؍	۔
۱۰۔ ستگر ؍	نور محمد	؍	؍	۱۳ ؍	۔
۱۱۔ درمد ؍	در محمد	؍	؍	۱۶ ؍	۔
۱۲۔ سادن ؍	سردار محمد	؍	؍	۷ ؍	۔
۱۳۔ ہیراداں ؍	ہیراواں خاتون	؍	؍	۲۹ ؍	بیوہ
۱۴۔ بخشو ؍	الہ بخش	؍	؍	۲۷ ؍	۔
۱۵۔ رحیم ؍	رحیم بخش	لالو	؍	۲۰ ؍	۔
۱۶۔ کریما ؍	کریم بخش	؍	؍	۲۲ ؍	۔
۱۷۔ الہ بخش ؍	الہ بخش	؍	؍	۲۵ ؍	۔
۱۸۔ محمود ؍	محمود بخش	؍	؍	۹ ؍	۔
۱۹۔ پیرا ؍	پیر بخش	؍	؍	۱۳ ؍	۔
۲۰۔ الہو ؍	الٰہی بخش	؍	؍	۱۵ ؍	۔
۲۱۔ کرم دادی	کریم اللہ	؍	؍	۷ ؍	۔
۲۲۔ سنگیر ؍	رحیم داد	؍	؍	۵ ؍	۔
۲۳۔ ڈتو ؍	اللہ دتا	؍	؍	۱۱ ؍	۔
۲۴۔ مائی کریم ؍	کریم خاتون	؍	؍	۱۸ ؍	۔
۲۵۔ سجائی ؍	غلام عائشہ	؍	؍	۱۶ ؍	۔
۲۶۔ سونا ؍	عبداللہ	سوہارا	؍	۲۱ ؍	۔
۲۷۔ سونی ؍	عائشہ	؍	؍	۹ ؍	۔
۲۸۔ رحیماں ؍	رحیم خاتون	؍	؍	۱۱ ؍	۔
۲۹۔ نوراں ؍	نور محمد	؍	؍	۸ ؍	۔
۳۰۔ پیرن دتا ؍	اللہ دتا	؍	؍	۱۹ ؍	۔
۳۱۔ رکھو ؍	اللہ رکھا	؍	؍	۱۷ ؍	۔
۳۲۔ ڈیوایا ؍	اللہ ڈیوایا	؍	؍	۲۳ ؍	۔
۳۳۔ گلاب ؍	محمد گلاب	پیرن	؍	۱۹ ؍	۔
۳۴۔ سیانی ؍	سرداراں	دختر قادرد	؍	۱۷ ؍	۔
۳۵۔ عظمت ؍	عظمت خاتون	؍	؍	۱۱ ؍	۔
۳۶۔ قائم ؍	فاطمہ خاتون	؍	؍	۹ ؍	۔
۳۷۔ کسندن ؍	کندن خاتون	؍	؍	۵ ؍	۔
۳۸۔ جندن ؍	جنت خاتون	؍	؍	۴۱ ؍	بیوہ
۳۹۔ منیرا ؍	محمد منیر	اماموں	؍	۳۱ ؍	
۴۰۔ شرم ؍	شرم خاتون	؍	؍	۲۷ ؍	زوجہ نہال
۴۱۔ بختاں خاکروب	بختاور خاتون	اماموں	سرکی	۲۳ سال	زوجہ بہول
۴۲۔ بجلی ؍	اللہ بچائی	؍	؍	۱۳ سال	۔
۴۳۔ نذیراں ؍	نذیراں خاتون	؍	؍	۱۱ ؍	۔
۴۴۔ بلاول ؍	شیخ بلال	؍	؍	۹ ؍	۔
۴۵۔ سہراب ؍	شمس الدین	؍	؍	۶ ؍	۔
۴۶۔ مہر ؍	مہر علی	لال	؍	۵۰ ؍	۔
۴۷۔ لکھو ؍	خدا بخش	؍	؍	۴۵ ؍	۔
۴۸۔ ڈرسو ؍	فرید بخش	؍	؍	۲۵ ؍	۔
۴۹۔ حیدر	غلام حیدر	؍	؍	۱۶ ؍	۔
۵۰۔ تبو ؍	نبی بخش	بہی	؍	۴۰ ؍	۔
۵۱۔ ستھنی خاکروب	زہراں	دختر قادرد	سرکی	۱۹ ؍	۔

...مانگ رہے ہیں۔ اور ادھر ہمارے لیڈران قوم ہیں کہ ان کی تعداد بمرحت، ۵ ہزار پر لاکر ایک ایسی اقلیت قائم کر رہے ہیں جس کا وجود سیاسی ہندوستان میں صفر کا حکم رکھتا ہے۔ فرض کرلیا جائے کہ کسی قادیانی سیاح صاحب کا یہاں ہمارے شہر میں اتفاقاً انتقال ہوجائے۔ تو ان کی تجہیز وتکفین کون کرے۔ اور نماز جنازہ کون پڑھائے؟ اور دفن کریں تو کس قبرستان میں؟ یہاں تو ایک بھی قادیانی نہیں ہے۔ اگر ہم اس لاش کو یونہی چھوڑ دیتے ہیں تو یہاں کے ہندو ہم پر نکتہ چینی ضرور کریں گے۔ کیونکہ یہاں کے ہندو دوست اکثر مجھ سے کہتے ہیں "ڈاکٹر صاحب ہماری تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر موت دے تو خدا مسلمان کے ہاں موت دے۔ کیونکہ مسلمان اپنے مردہ کا بہت ہی احترام کرتے ہیں اور اس کی تجہیز وتکفین کا بہترین انتظام کرتے ہیں جس کی نظیر کسی... دوسری قوم میں نہیں ملتی۔ یہ بیچارے ان اندرونی پیچیدگیوں سے واقف نہیں۔

ضروری اعلان

سرکار عالیہ کی طرف سے نوشادر تیار کرنے کیلئے ایک ڈیمانسٹریشن پارٹی ضلع کرنال میں دورہ کر رہی ہے اور نوشادر تیار کرنے کے مختلف طریقے عوام کو سکھلاتی ہے کیتھل تحصیل میں خاص طور پر اس پارٹی نے نمایاں کام کیا ہے اور کمہاروں اور دیگر تاجر لوگوں کو اس کے متعلق مفید ہدایات دی ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کام کے کرنے والوں کو کافی نفع ہوا ہے۔ جو اصحاب اس تجارت سے دلچسپی رکھتے ہوں ان کو چاہئے۔ وہ کیتھل پہنچکر اس کام میں مندرجہ بالا پارٹی سے امداد حاصل کریں اور ٹریننگ لے کر روپیہ کمادیں۔

دستخط

ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس وسکرٹری بیات سکار کرنال

مکتوب مدراس کا اقتباس

(از جناب مظہر حسین صاحب مجھلی بندر۔ مدراس)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

السلام علیکم۔ آج صبح دس بجے ایک میرے ہندو دوست جن کو اردو پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے ایک پرانے پیغام صلح کی ورق گردانی کر رہے تھے کہ چٹھی رساں نے آواز دی اور ۷ ار مئی ۱۹۴۱ء کا پیغام صلح مجھے دیا۔ میں نے فوراً اپنے ہندو دوست کے ہاتھ سے پرانا پرچہ کھینچ لیا۔ یہ تازہ پرچہ ان کے ہاتھ میں دیدیا۔ انہوں نے جلدی سے پرچہ کو جو کھولا۔ تو صفحہ پر چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کا مکتوب ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ان کے سامنے تھا۔ کچھ تو اردو پڑھنے کا شوق اور اس پر ایک بڑے آدمی کا مکتوب وہ مزے سے لے کر پڑھنے لگے۔ میں بھی غور سے سنتا اور مشکل الفاظ میں ان کی مدد کرتا رہا۔ تمام خط... پڑھ لینے کے بعد ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چونکہ یہ ہندو دوست ایک اوسط درجہ کے سیاست دان بھی ہیں۔ فوراً کہہ اٹھے "ڈاکٹر صاحب! یہ تو غضب ہو گیا۔ مذہبی لحاظ سے تو مدیں گفتگو ہوگی۔ سیاسی لحاظ سے تو سارے ہندوستان کے مسلمانوں پر ایک ظلم کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ مردم شماری جواب دس کروڑ بتلائی جارہی ہے۔ اس کو گھٹا کر صرف ۵ ہزار (میں نے اندازاً بتلایا تھا کہ قادیانیوں کی کل مردم شماری شاید ۵۰ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی) کردیا گیا ہے کیا یہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب ہیں جو سر سکندر حیات کے بعد میرے خیال میں ہندوستان کے تمام سرکاری مسلم لیڈروں میں صف اول میں ہیں۔ ہندوستان کی کل مسلم آبادی کو دس کروڑ سے گرا کر صرف ۵ ہزار پر لا رہے ہیں۔ مسلمان تو اکثر شور مچایا کرتے ہیں کہ آریہ سماجی بڑی مشکل طریقے سے مسلمانوں کو آریہ مذہب میں جذب کر لینا چاہتے ہیں۔ ملکانے راجپوت مسلمانوں کی شدھی پر جو بے دے ہوئی۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ میری زبان سے بے ساختہ

"من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم"

نکل گیا۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے ہندو دوست نے یہ کہا "پھر تو عثمانی امام خیرالدین کے پیچھے چودھری صاحب نے نماز پڑھ کر بیچاری تمام ترکی قوم کو جو صدیوں خلافت اسلامیہ سنبھالے رہی۔ اور دنیا میں مسلمانوں کی عزت کا باعث رہی۔ بلکہ اب بھی ہے خارج اسلام کر ہی دیا۔ ایک ہمارے مہاتما گاندھی ہیں۔ جو ہندوستان کو کئی صدیاں اور غلام دیکھنا پسند فرماتے ہیں مگر اچھوت قوم کا ہندو مردم شماری سے علیحدہ کر دیا جانا ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ انہوں نے تو ایک دفعہ اچھوت قوم کے جداگانہ انتخابات کی خواہش کو سن کر موت آجانے تک برت رکھنے کا (Fast unto death) اعلان کردیا تھا۔ اور اگر پنڈت مالوی جی درمیان میں آکر ڈاکٹر امبیدکر صاحب کو قبل راضی نہ کرلیتے تو آج مہاتما جی ہم میں نہ ہوتے۔"

یہ سیاسی نکتہ شناس ہندو دوست کی زبان سے الفاظ سن کر میں سہم گیا اور علامہ اقبال مرحوم کا ایک شعر میری زبان سے نکل گیا۔ ع

گلۂ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدہ میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی ہری ہری

مسلمان تو ہندوستان میں چھ صدیوں میں اکثریت کی بنا پر پاکستان

سکھ اور ہندو

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان)

۲۴ مئی کا "شیر پنجاب" "سندھ میں سکھی کو زوال" کے تحت لکھتا ہے کہ سندھ میں ہزاروں پنجابی سکھ موجود ہیں۔ لیکن وہ ذات پات کے بندھنوں میں اب تک اس سختی سے جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ ان سندھی سکھوں سے رشتہ ناطہ نہیں کرتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سندھ کے لوگ ذات پات کے اعتبار سے بھی بلند ہیں اور شکل و صورت۔ رنگ، تمدن، تعلیم اور تہذیب کے لحاظ سے تو وہ پنجابیوں سے برتر اور اعلیٰ ہیں مسلمان عرب سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے اور یہاں کے مسلمانوں میں جذب ہو گئے ہندوستان میں عرب یعنی سید، مغل، افغان، ہزارہ، مغل اور ترک آباد ہیں۔ لیکن وہ بھی ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے ہندوستانی افسوس کہ ذات پات کے ہندوانہ توہم نے خالصہ پنتھ کا اخلاقی بالکل کمزور کر دیا ہے"

سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف چھوت چھات کے متعلق ہی بلکہ وید کی قربانی، یگیہ، تیرتھ یاترا، جنیو، مورتی پوجا، سوتک، پاتک، اوتار، گئو پوجا وغیرہ غرضیکہ کسی ہندوانہ رسم کی گرنتھ تائید نہیں کرتا پھر تعجب ہے کہ سکھوں پر ہندو تمدن کیوں غالب آ رہا ہے۔ آپ دوسری کیوں جائیے۔ ذرا چھوت چھات کے مسئلہ کو ہی لیجئے۔ ہندو مذہب کے مقنن منوجی مہاراج نے منوسمرتی میں چھوت چھات کے متعلق جو قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں انہیں پڑھ اور سن کر انسان ششدر و حیران رہ جاتا ہے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ شودر کو علم اور عقل مت سکھلاؤ۔ اگر شودر بڑی ذات والوں کا نام لے کر پکارے تو اس کی زبان کھینچ لینی چاہئے بعض حالات میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ دس انگل لمبی لوہے کی سلاخ کو آگ میں تپا کر اس سے شودر کو داغا اور اس کے منہ کو جھلسا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ برخلاف اس کے برہمنوں وغیرہ کے جو حقوق اور ترجیحی سلوک منوجی نے بیان کئے ہیں۔ ان کا صاف مطلب یہ ہے کہ برہمنوں کے لئے کوئی قانون نہیں۔ گویا وہ کافی حد تک قانونی گرفت اور قواعد و ضوابط کی قیود سے آزاد ہیں۔ ہندوؤں کے فرقوں میں سے سب سے پہلا سکھ مذہب ہی ایک اصلاحی فرقہ ہے جس نے منوجی کے ان انسانیت کش قواعد و ضوابط کے برخلاف اپنی آواز کو بلند کیا چنانچہ شری گرنتھ صاحب سری راگ محلہ میں یہ درج ہے کہ ؎

پھکڑ ذاتی پھکڑ ناؤں
سبناں جیا کا ایکا چھاؤں

مطلب یہ کہ ذات پات کی تمیز لغو ہے اور سب ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں پھر آسا محلہ پہلا میں ارشاد ہے کہ ؎

خصم وسارے تے کمذات
نانک ناوے باج سنات

یعنی اللہ تعالےٰ سے منہ موڑنے سے ہی انسان پنج ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ کے ہو جاتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر کون بلند اور اونچا ہے۔ پھر شری گرنتھ صاحب میں یہ درج ہے

گربہ واس میں کل نہیں جاتی
برہم بند تے سب اوت پاتی
کہو رے پنڈت! بامن کب کے ہوئے
بامن کہہ کہہ جنم مت کھوئے
جو توں برہمن برہمنی جایا
تو آن باٹ کاہے نہیں آیا

تم کت برہمن ہم کت سود
ہم کت لہو تم کت دود

مطلب یہ کہ اے برہمن تو جو اپنی ذات پر فخر کرتا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی پیدائش خدا نے ایک ہی طریق سے کی ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ خلقکم من نفس واحدۃ (نساء) یعنی خدا تعالےٰ نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے پس جب ایسی صورت ہے تو ذات پات تا بے فائدہ ہے۔ اے برہمن اس بات کا جواب دو کہ تم کب سے پیدا ہوئے۔ بلحاظ پیدائش تم میں کونسا ذاتی تقدم ہے۔ اے برہمن! تو جو اپنی ذات پر اس قدر ناز کرتا ہے تجھ میں کونسی بات فوقیت رکھتی ہے۔ جو تجھے برہمن بناتی ہے اور ہم کو شودر۔ ہمارے رگ و ریشہ میں تو خون دوڑتا ہے۔ کیا تمہاری عروق میں بجائے خون کے دودھ دوڑتا ہے۔

بات بھی درست ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو اعضا برہمن کو دیئے ہیں۔ وہی کہلانے والے شودر کو بھی۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی فرق نہیں کیا یہ فرق بندوں نے محض اپنی خود غرضی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ اگر ایک جلسہ میں بہت سے برہمن اور شودر اکٹھے بیٹھے ہوئے ہوں تو کون ہے جو ان میں امتیاز کرے کہ فلاں فلاں برہمن اور فلاں فلاں شودر اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قدرت نے کوئی فرق نہیں کیا۔ یہ سب فرق ہمارا اپنا کیا ہوا ہے۔ سکھوں میں جو پوہل یا امرت چھکنے کی رسم ہے۔ وہ محض اس فرق کو مٹانے کیلئے اور مساوات اور اخوت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے جب پانچ اشخاص کو امرت چھکایا۔ تو وہ مختلف اقوام سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں کہلانے والے شودر بھی تھے اور ان سب کو ایک ہی برتن میں اکٹھے کھانا کھلایا گیا اور ان کو یہ اپدیش دیا گیا کہ آج سے تم بھائی بھائی ہو۔ تمہاری پہلی قومیت فناہ ہو چکی ہے۔ آج سے تمہاری قومیت سوڈہ منبں ہے اور پھر انہی پانچ اشخاص سے گورو جی مہاراج نے خود امرت چھکا۔ بھائی گورداس جی نے شری گورو گوبند سنگھ جی کے اس احسن طریق کو ان خوبصورت الفاظ میں ادا کیا ہے ؎

واہ وا گورو گوبند سنگھ آپے گر چیلا

سکھوں میں پوہل کی رسم اب بھی ادا ہوتی ہے۔ امرت اب بھی پان ہوتا ہے۔ اپدیش بھی انہیں وہی دیا جاتا ہے۔ یعنی آج سے تمہاری قوم سوڈہ منبں پتا گورو گوبند سنگھ جی مہاراج اور ماتا شری صاحب دیوان جی۔ مگر یہ سب اپدیش صرف قال تک ہی محدود رہتا ہے۔ عملی رنگ میں مطلقاً نہیں۔ اگر عملی رنگ میں کچھ بھی اثر ہوتا۔ تو ایڈیٹر صاحب "شیر پنجاب" کو ان مذکورۃ الصدر سطور میں اپنے درد کا اس طرح اظہار نہ کرنا پڑتا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ تعلیم میں کوئی نقص نہیں۔ مگر کیا سکھ صاحبان نے کبھی اس پر غور کیا؟ کہ مسلمانوں میں یہ تعلیم اس قدر اثر انداز کیوں ہے اور وہاں یہ بات کیوں؟ کہ

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد

مگر برخلاف اس کے سکھ صاحبان میں اس تعلیم کا یہ اثر کیوں ہے کہ

"یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے"

اس کی وجہ صاف اور نمایاں ہے۔ وہ یہ کہ اسلام میں اگر برہمن یا کشتری مسلمان ہو گا۔ تو وہ برہمن یا کشتری نہیں رہے گا۔ بلکہ مسلمان اور خالص مسلمان ہو گا ہندوؤں سے اس کا قطع تعلق ہو جائے گا۔ ایک ہندو اور مسلمان میں رشتہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر برخلاف اس کے سکھوں میں یہ بات نہیں۔ سکھوں کے رشتے ناطے ہندوؤں کے ساتھ بے تکلف ہوتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر سکھوں کے موجودہ تمدن اور ہندوؤں کے تمدن میں کوئی فرق نہیں۔ اگر سکھ یہ چاہتے ہیں کہ ان میں چھوت چھات وغیرہ کلیتہً دور ہو جائے۔ جیسا کہ گورو صاحب کا ارشاد ہے تو انہیں ہندوؤں سے تمدنی رنگ میں وہ امتیاز قائم کرنا پڑیگا جس کی تعلیم ان کا گرنتھ انہیں دیتا ہے۔ یعنی انہیں خالص سکھ بننا ہو گا +

رفتار عالم

—— لندن ۱۹ر جولائی۔ جرمن نیوز ایجنسی نے آج پھر بہت بڑے بڑے دعوے کئے ہیں۔ اس سے پیشتر جرمن ہائی کمان نے یہ دعوے نہیں کیا تھا کہ سمولنسک پر جرمنوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ مگر آج ہائی کمان نے اعلان کر دیا ہے کہ جرمن فوج سمولنسک کو فتح کر کے آگے بڑھ گئی ہے۔ سمولنسک کا شہر منسک ماسکو روڈ پر واقع ہے اور ماسکو کے پھاٹک کے نام سے مشہور ہے۔ جرمن نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ نوو گراڈ نولی نسک پر بھی جرمنوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور بیسارابیہ کے محاذ پر جرمن فوج بہت کچھ پیشقدمی کر رہی ہے جرمنوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے دریائے نیسٹر کو کئی ایک مقامات سے عبور کر لیا ہے۔

—— سڈنی ۱۹ر جولائی۔ وزیر حربیہ آسٹریلیا نے اعلان کیا ہے کہ شام میں آسٹریلیا کے ۲۹۵ سپاہی ہلاک اور ۱۳۰۰ مجروح ہوئے۔

—— قاہرہ ۱۹ر جولائی۔ کل رات جرمن طیاروں نے سکندریہ پر پھر بمباری کی۔ ایک شخص ہلاک ہؤا اور عمارتوں کو نقصان پہنچا۔

—— لندن ۱۹ر جولائی۔ کل شام ۷ بجے ماسکو میں ہوائی حملے کے خطرے کا اعلان کیا گیا۔ اسی وقت بازار بند ہو گئے اور عوام الناس پناہ گاہوں میں چھپ گئے۔ آدھ گھنٹے کے بعد اعلان کر دیا گیا۔ کہ اب کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔

—— قاہرہ ۱۹ر جولائی۔ رائل ایر فورس کے ہیڈ کوارٹرز سے اعلان کیا گیا ہے کہ برطانوی طیاروں نے پالرمو (سسلی) پر بمباری کر کے متعدد طیاروں کو تباہ کر دیا اور تباہ کن جہازوں کو نقصان پہنچایا

—— لندن ۱۹ر جولائی۔ برطانوی طیاروں نے نیدرلینڈ کے ساحل پر ۷ جرمن جہازوں کو تباہ کیا۔

—— سٹاک ہالم کی اطلاع مظہر ہے کہ آج جرمن طیاروں نے ماسکو پر زبردست بمباری کی۔

—— لندن ۱۹ر جولائی۔ روس اور جرمنی کی لڑائی کو آج ۲۷ دن کا عرصہ گذر گیا ہے۔ اس عرصہ میں جرمن فوج صرف سمولنسک تک بڑھ سکی ہے۔ سمولنسک روس کی سرحد سے ۴۳۵ میل دور ہے یا اس کا یہ مطلب ہؤا کہ جرمنی فوج اوسطاً ۱۳ میل فی روز کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جرمنوں نے روس کو فتح کرنے کے لئے جو سکیم تیار کی تھی۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ گذشتہ جنگ عظیم میں بھی جرمنوں نے روسیوں کو پریٹ کی دلدلوں تک دھکیل دیا تھا۔ اور آخرکار جرمن جرنیل کو کہنا پڑا تھا کہ روس کے مقابلے میں ہمیں فوجی کامیابیاں تو بہت حاصل ہوئیں۔ مگر ان کا نتیجہ کوئی نہ نکلا

—— واشنگٹن ۱۹ر جولائی۔ ملٹری کمیٹی کے سامنے جو بیان دیئے گئے ہیں۔ ان سے اندازہ کیا گیا ہے کہ امریکہ آئندہ موسم بہار تک جرمنی سے زیادہ ٹینک اور طیارے بنانے شروع کر دیگا۔

جلد ۲۹ لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ یکم رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۴۱ء نمبر ۴۵

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مولوی کیسے مہدی کے منتظر ہیں؟

یہ تمام مولوی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو تمام دنیا کو خون میں غرق کر دے اور خروج کرتے ہی قتل کرنا شروع کر دے اور یہی علامتیں اپنے فرضی مسیح کی رکھی ہوئی ہیں کہ وہ آسمان سے اترتے ہی تمام کافروں کو قتل کر دیگا اور وہی بچے گا جو مسلمان ہو جائے۔ ایسے خیالات کے آدمی کسی قوم کے سچے خیر خواہ نہیں بن سکتے۔ بلکہ ان کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی خوف کی جگہ ہے۔ شاید کسی وقت کافر سمجھ کر قتل نہ کر دیں اور اپنے اندر کے کفر سے بے خبر ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے بیہودہ مسائل کو اسلام کی جزو قرار دینا اور نعوذ باللہ قرآنی تعلیم سمجھنا قرآن سے ہنسی کرنا ہے۔ اور مخالفوں کو ٹھٹھے کا موقعہ دینا ہے۔ کوئی عقل اس بات کو تجویز نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص آتے ہی بغیر اتمام حجت کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے۔ یا جس گورنمنٹ کے تحت میں زندگی بسر کرے اسی کی تباہی کے گھات میں لگا رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی روحیں بکلی مسخ ہو گئی ہیں اور انسانی ہمدردی کی فضیلتیں بتمامہا ان کے اندر سے مسلوب ہو گئی ہیں یا خالق حقیقی نے پیدا ہی نہیں کیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے نہ معلوم کہ ہمارے اس بیان سے وہ لوگ کس قدر جلیں گے اور کیسے منہ مروڑ مروڑ کر کافر کہیں گے۔ مگر ہمیں ان کی اس تکفیر کی کچھ پروا نہیں ہر ایک شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ہمیں قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جاوے۔ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرا مقابلہ نہیں کیا۔ اور دکھوں سے پیسے گئے۔ مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کر کے اسلام کو نابود ہی کر دیں۔ تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ان بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہنچایا۔ حقیقت میں وہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کیلئے تجویز ٹھہر گئی ؎ تا دل مرد خدا نامد بدرد ۔ ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد۔ مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہ کیا۔ بلکہ قتل کیلئے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ اگر ان کی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز تلوار نہ اٹھاتے۔ مگر جنہوں نے تلواریں اٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بے باک اور ظالم ثابت ہوئے۔ وہ تلواروں سے ہی مارے گئے۔ غرض جہاد نبوی کی یہ صورت ہے جس سے اہل علم بے خبر نہیں اور قرآن میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں۔ تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں ان کے شکر گزار بنے رہو اور جو لوگ تمہیں دکھ نہیں دیتے ان کو تم بھی دکھ مت دو۔ مگر اس زمانہ کے مولویوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ نیکی کی جگہ بدی کرنے کو تیار ہیں اور ایمانی روحانیت اور انسانی رحم سے خالی۔ اللھم اصلح امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آمین

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں

— پیغام صلح مورخہ ۷ ار جولائی ۱۹۴۱ء میں یہ خبر درج ہو چکی ہے کہ چوہدری غلام باری صاحب انکم ٹیکس آفیسر سرگودھا کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند رحمید عطا فرمایا ہے اس خوشی میں چوہدری صاحب موصوف نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو بطور عطیہ دیئے ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ کی بھتیجی عائشہ بیگم صاحبہ کا ڈیڑھ سال کا بچہ چند روز بعارضہ پیچش و بخار بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوفہ پہلے بھی زخم خوردہ تھیں اور یہ صدمہ بھی بہت اندوہناک ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

درخواستہائے دعا

(۱) سید عبد الجبار شاہ صاحب سنیانہ کچھ مشکلات میں مبتلا ہیں ان کے لئے دعا کی جائے۔

(۲) چودہری فضلداد صاحب منڈی بہاؤ الدین بکٹینی عہدہ میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

(۳) شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کا لڑکا عزیزی المقبول احمد تین ہفتے سے بیمار ہے۔ پہلے بھی خبر شائع ہو چکی ہے۔ دوبارہ دعا کے لئے درخواست ہے

(۴) میاں جمال الدین صاحب سانڈہ کے لڑکے قید ہیں۔ ان کی رہائی کے لئے دعا کی جائے۔

(۵) عبد الرحمن صاحب احمد آباد بے روزگار ہو گئے ہیں دعا کے طالب ہیں

(۶) سید اقدس حسین صاحب زیدی سلہٹ آسام سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ آجکل مالی مشکلات کا شکار رہیں احباب سلسلہ ان کی آسودگی کے لئے دعا فرمائیں۔

طالبِ علم

تاریخ اسلام کے قابلِ تقلید واقعات

یوں تو علما نے طالب علم کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ مگر مجھے سب سے زیادہ جامع۔ اہم اور دلچسپ تعریف حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی پسند آئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مقررہ نصاب تعلیم ختم کر لینے کے بعد اصل میں طالب علمی کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ اس کی ابتدا ہے اور قبر پر ختم ہوتا ہے یہ اس کی انتہا ہے۔

حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو اس قول میں حکمت اور علم اور طلب علم کے جو راز اور اسرار پوشیدہ ہیں۔ وہ اندازے سے باہر اور شمار سے بے نیاز ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے شوق اور جذبہ علم کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔ اس تعریف پر مسلمان کبھی علم اور تعلیم سے بے نیاز ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس سے حضور رسالت مآب صلعم کی اس حدیث کی بھی خوب تشریح ہوتی ہے کہ علم سیکھو گود سے گور تک ——— ہر حال مسلمان کے لئے طالب علمی کا کوئی وقت اور زمانہ مقرر نہیں۔ وہ ہر زمانہ اور ہر عمر میں طالب علم ہے اور ہر حال اور ہر حیثیت میں علم کا جویاں اور علم کا گرویدہ ہے۔ مسلمانوں نے اسی نظریہ کے مطابق ہمیشہ ہی جو شاندار مثالیں چھوڑی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آج ان میں سے بعض کا مختصر ذکر کریں۔

امام ابوالحسن لولوی ایک زبردست امام اور علامہ گزرے ہیں۔ آپ کا شوق علم اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ تاریخ میں لکھا ہے دن رات کتاب کا مطالعہ کرتے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان سے بڑھ کر اور کوئی جاننے والا موجود نہیں تھا۔ ان کی اسی علم دوستی قابلیت اور علمی منزلت کی وجہ سے بادشاہ حد درجہ ادب و تعظیم سے پیش آتے۔ ایک مرتبہ کا خود واقعہ بیان فرماتے ہیں اور اپنے شوق علم کا ان شاندار الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:۔

"پورے چالیس دن گذر گئے۔ نہ تو میں دن کو سویا اور نہ رات کو سویا۔ مگر کتاب میرے سینہ پر رہتی"

اللہ اکبر۔ یہ تھا شوق علم اور یہ تھا جذبہ طلب علم۔ یہی وجہ تھی۔ جب آخری عمر میں انہوں نے تصنیف کا سلسلہ شروع کیا تو چند برسوں میں سو سے زیادہ کتب کا اضافہ کتب عالم میں فرمایا۔ جن میں زیادہ تر وہ تھیں۔ جو محض اپنی یادداشت اور قوت حافظہ کے اعتماد پر تحریر کیں اور کرائی تھیں۔ جب معاصر علما کو اس کا پتہ چلا۔ تو انہوں نے ان کو آزمایا۔ اور اصل کتابوں سے مقابلہ کیا تو لفظ لفظ اور حرف حرف صحیح پایا۔ آپ کی کل تصانیف دو سو کے قریب ہیں۔ مگر افسوس زمانہ کی گردشوں سے ان میں سے اکثر ضائع ہو گئیں۔ اور جو بعض باقی ہیں۔ وہ بڑے بڑے کتب خانوں کی زینت ہیں۔

عبداللہ بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا۔ کہ آپ لوگوں میں کم بیٹھتے۔ قبرستانوں میں چلے جاتے اور ہر وقت مطالعہ کتب میں مصروف رہتے۔ ایک بار لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

"میں نے قبر سے زیادہ نصیحت کرنے والا کسی کو نہ دیکھا۔ کتاب سے بڑھ کر دوستی اور تنہائی سے زیادہ سلامتی کسی میں نہ پائی"

علامہ محمد ابن جہم جو علم و ادب کے زبردست امام اور ماہر گزرے ہیں۔ اور جو تاریخ اسلام میں ادیب کے لقب سے ملقب ہیں۔ فرمایا کرتے کہ جب کبھی مجھے غیر مقررہ وقت پر نیند محسوس ہوتی تو کتاب اٹھا لیتا۔ اس سے مجھے جو لذت ملتی۔ وہ نیند کو بیدار کرنے کیلئے دیوار گرنے اور گدھے کی آواز سے بھی زیادہ سخت ثابت ہوتی۔ آپ کا یہ مقولہ تھا کہ جب میں کوئی نئی کتاب پاتا ہوں اور اس میں فائدہ کی باتیں دیکھتا ہوں تو اس کے عوض میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور نہ ہی میرے نزدیک اس کا کوئی بدلہ ہو سکتا ہے۔ میں ایسی کتاب کو جب دیکھنا شروع کرتا ہوں تو اس خیال سے کہ مبادا کتاب ختم ہو جائے۔ بار بار ورق گنا کرتا ہوں

اس ذوق و شوق میں صرف غریب اور متوسط طبقہ کے بزرگوں نے ہی یہ امتیاز حاصل نہیں کیا۔ بلکہ بڑے بڑے امیر اور بڑے بڑے حاکم بھی اس میں شامل ہیں ——— فتح ابن خاقان خلیفہ متوکل کا وزیر تھا۔ ذوق اور طلب علم کا یہ شوق کہ کتاب آستین میں چھپائے رکھتے۔ اور جب کبھی موقعہ ملتا تو اس کا مطالعہ کرتے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ اگر گھر آتے یا مسجد جاتے تو راستہ بھر کتاب کا مطالعہ کرتے جاتے اور ایک منٹ بھی کتاب کو آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔

علامہ خلیب رازی فرمایا کرتے۔ کہ خدا کی قسم مجھے اس وقت کے ضائع جانے کا افسوس ہوتا ہے۔ جو تحصیل علم کی بجائے میں کھانے میں صرف کرتا ہوں۔ امام محمد بن ہشام زہری زبردست تابعی عالم ہیں اور تاریخ میں امام زہری کے نام سے مشہور ہیں۔ بے شمار مفید سے مفید اور انمول سے انمول کتب کے مصنف و مؤلف ہیں۔ آپ اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے کتابوں کا احاطہ کر لیتے اور پھر دنیا کے تمام مشاغل سے بے نیاز ہو کر علم کی جستجو میں مصروف ہو جاتے۔ امام غزنی جو جلیل القدر امام گزرے ہیں، حضرت امام شافعی کے ماموں تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ شافعی کا رسالہ میں پچاس بار سے زائد دیکھ چکا ہوں مگر میری سیری نہیں ہوئی۔ ہر بار ایک عجیب لطف اور ایک عجیب مزہ محسوس کرتا ہوں۔

جس طرح یہ بزرگان دین علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب بن کر بھی طالب علم ہی رہے اور مصنف و مؤلف ہو کر بھی طلب علم میں اس طرح محو رہتے کہ دنیا اور امور دنیا تک کا ہوش نہ رہتا۔ استاد اور امام وقت ہو کر بھی اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہونے دیتے۔ ابوالحسن نسائی، نحو۔ قرأت اور بلاغت کے بڑے امام گزرے ہیں۔ ایک بار جبکہ علوم مقررہ سے فراغت پائی تھی اور درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اہل علم کی ایک جماعت میں آمد و رفت ہوئی۔ اتفاق سے ایک دن ان سے کچھ غلطی ہوئی۔ جس پر اہل مجلس سے کسی نے ٹوکا۔ اس کا ان پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ فوراً مزید طلب علم کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ بصرہ میں اس زمانہ کے سب سے بڑے نحوی درس دیا کرتے تھے۔ آپ ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ پھر شام، حجاز، نجد اور عرب کی آبادیوں میں گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں محاورات، ضرب الامثال اور صحت عبارات کی تلاش و جستجو میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ علاوہ حفظ کے ۱۵ بوتلیں روشنائی کی صرف ان محاورات اور حکایات پر صرف کیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد کی وفات کے وقت بھی ان کی مسند پر بیٹھے اور نحویوں اور راویوں کے سردار تسلیم کئے گئے۔ کیا ہی مبارک تھی وہ غلطی اور کیا ہی مبارک تھا وہ احساس جس نے ان کو اتنا بڑا مرتبہ دلایا کہ اس زمانہ کے کسی آدمی کو نہ ملا۔

علامہ ابن حسن زبردست ادیب تھے۔ موصل کی جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک بار ابو علی فارسی نحوی کا کہیں گزر ہوا۔ یہ اپنا درس دے رہے تھے۔ طالب علم سوال کرتے اور یہ جواب دیتے اتفاق سے ایک بار آپ نے ایک ایسا جواب دیا جو صحیح نہ تھا۔ اس پر ابو علی نے کہا کہ "پکنے سے پہلے منقی ہو گئے" یعنی ابھی درس کے قابل نہ تھے اور درس دینے لگے۔ اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ اس فقرہ نے ابن حسن کے دل پر یہ اثر کیا کہ فوراً ان کے متعلق دریافت کیا اور پتہ معلوم ہونے پر ان کی تلاش میں نکل گئے۔ منزلوں چلنے کے بعد قصبہ مریہ میں ان کو پایا اور بغداد پہنچ کر ان کی شاگردی اختیار کر لی۔ یہ ساری عمر ساتھ رہے استاد کے مرنے کے بعد حکومت اور پبلک اور اہل علم کے نزدیک ابو علی کی مسند کے لائق ان کے سوا کوئی نہیں تھا۔

سیبویہ نحو کا امام الائمہ ہے۔ یہ شروع شروع میں اپنے استاد حماد بن سلمہ سے علم حدیث سیکھتے۔ اتفاقاً ایک دن علم نحو کی کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔ استاد نے ٹوکا۔ آپ سخت شرمندہ ہوئے۔ اس دن سے آپ نے عہد کیا کہ پہلے میں وہ علم سیکھوں گا کہ پھر بعد میں کبھی ایسی غلطی نہ کر سکوں۔ چنانچہ انہوں نے نحو سیکھی اور تمام اماموں کے امام بن گئے۔

ابو طاہر بغداد کے مشہور علما سے تھے۔ قصر کی جامع مسجد میں رہتے اور لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتے۔ ایک دن ایک نوجوان نے علم نجوم کے متعلق دو اشعار پڑھے اور ان کا مطلب پوچھا۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے یہ نجوم سے متعلق ہیں اور مجھے اس کا علم نہیں۔ جوان یہ سنکر چلا گیا۔ مگر آپ کو اپنے اس واقعہ سے اس قدر ندامت ہوئی کہ بیٹھنا چھوڑ دیا اور علم نجوم کی تحصیل میں لگ گئے یہاں تک کہ اس کے ماہر ہو گئے۔ اس کے بعد پھر ایک مدت کے اپنا درس و تعلیم اور افادہ کا سلسلہ جاری فرمایا۔

تاریخ میں ایسے بھی بے شمار واقعات ملیں گے کہ ایک ایک حدیث کی خاطر علما نے پاپیادہ ہزاروں میل سفر کیا۔ اور ایک ایک تصنیف کی زیارت کے واسطے سینکڑوں میل کا سفر لُو اور دھوپ اور سخت عسرت میں طے کیا۔ اسی طرح بعض ایسی نایاب اور شاندار نظیریں بھی ملیں گی۔ کہ بعض امرا اور رؤسا علم کی خاطر اپنی ریاستوں اور موروثی حقوق سے دستبردار ہو گئے۔ مگر انہوں نے طلب علم اور خدمت علم کو نہ چھوڑا اور ہر حال میں علم کو ترجیح دی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں غربا، فقرا امرا، رؤسا حتیٰ کہ فوجوں کے کمانڈر سیاست کے مدبر ملکوں کے بادشاہ اور سلطنتوں کے شہنشاہ سب کے سب علم کے شیدا، علم کے طالب اور علم کے گرویدہ نظر آئیں گے ان کے نزدیک علم سے بڑھ کر نہ کوئی دولت تھی اور نہ کوئی عزت۔ نہ کوئی نعمت تھی اور نہ کوئی راحت۔ وہ تھے حقیقی طالب علم۔ سونے کے تختوں پر بھی۔ ٹاٹ کے بوریئے پر بھی۔ وزارت کی مسندوں پر بھی۔ دولت ثروت کے ہنگاموں میں بھی۔ غریب والدین کی معیت میں بھی ہر حال میں، ہر جگہ میں۔ ہر حیثیت میں اور ہر مرتبہ میں ——— آہ جس قوم میں ایسی تابناک اور روشن مثالیں ایسی زریں اور زندہ دیں نظیریں موجود ہوں۔ وہی قوم آج سب سے زیادہ جاہل۔ سب سے زیادہ ان پڑھ۔ سب سے زیادہ کم علم ہے ——— افسوس ہے افسوس ہزار بار افسوس! فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الحاج مولانا عبدالقیوم صاحب ندوی

پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم شنبہ یکم رجب سنہ ۱۳۶۶ ہجری | نمبر ۴۵

فریضہ زکوٰۃ اور اس کی اہمیت

جماعت احمدیہ کو اپنی برتری اور روایات کو قائم رکھنا چاہئیے

ارشاد مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ السلام زکوٰۃ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

زکوٰۃ کیا ہے؟

زکوٰۃ کیا ہے؟ یوخذ من الامراء و یرد الی الفقراء، امراء سے لیکر فقراء کو دی جاتی ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی ہے۔ اس طرح سے باہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر یہ فرض ہے کہ وہ ادا کریں۔ اگر نہ بھی فرض ہوتی۔ تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غرباء کی مدد کی جائے۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ہمسایہ اگر فاقہ مرتا ہو تو پروا نہیں۔ اپنے عیش و آرام سے کام ہے جو بات خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ میں اس کے بیان کرنے سے رک نہیں سکتا۔ انسان میں ہمدردی اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون یعنی تم ہرگز ہرگز اس نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کا نہیں۔ کہ مثلاً کسی ہندو کی گائے بیمار ہو جائے اور وہ کہے کہ اچھا اسے منس دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ باسی اور سڑی ہوئی روٹیاں جو کسی کام نہیں آسکتی ہیں۔ فقیروں کو دے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے خیرات کر دی ہے۔ ایسی چیزیں اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہیں اور نہ ایسی خیرات مقبول ہو سکتی ہے۔ وہ تو صاف طور پر کہتا ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ حقیقت میں کوئی نیکی، نیکی نہیں ہو سکتی جب تک اپنے پیارے مال اللہ کی راہ میں اس کے دین کی اشاعت اور اس کی ہمدردی کیلئے خرچ نہ کرو۔ اس موقع پر ایک بھائی نے عرض کی۔ کہ حضور بعض فقیر بھی کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی باسی روٹی دے دو۔ پھٹا پرانا کپڑا دیدو۔ وہ مانگتے ہی پرانا اور باسی ہیں۔ فرمایا۔ تم نئی دیدو گے۔ وہ کیا کریں۔ جانتے ہیں کہ کوئی نہیں دیگا۔ اس لئے وہ ایسا سوال کرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کرو۔"

(بدر ۱۹۰۸ء)

ہماری جماعت غافل نہیں

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری جماعت اپنے امام اور مرشد کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے غافل نہیں ہے۔ اور جہاں تک خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کا سوال ہے۔ اسلامی سواد اعظم میں ایک جماعت کی بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ جو اس جماعت کی برابری کا دعوےٰ کر سکے۔

اس مادی دور میں جبکہ لوگ مادی اشیاء پر کرگس کی طرح گرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مسیح کے اس جماعت کے قلوب میں ایسی روح پھونکی ہے کہ جہاں اعلائے کلمۃ الحق کا سوال آئے۔ تو احمدیوں کی نگاہ سے "جو مسلماں را مسلماں باز کردند" کے مصداق ہیں اور ایک دور خسروی کے پیش رو ہیں، دولت کی وقعت بالکل گر جاتی ہے یعنی دنیا والے اگر اشیا کو مادی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو احمدی اشیا کو روحانی اور تبلیغی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور واقعی وہ اپنی زندگیوں میں اپنے ایثار اور قربانی سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ پیش کرتے ہیں کتنے چندے ہیں جو یہ جماعت تبلیغ اسلام کیلئے دیتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس ادائیگی کو بار نہیں سمجھا جاتا بلکہ اخراجات کا ایک ضروری جزو خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی اہمیت بہت زیادہ ہے ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے۔

الزکوٰۃ افضل الخیرات۔ زکوٰۃ بہترین خیرات ہے حضرت مجدد الف ثانی جن کا درجہ مسلم ائمہ میں بہت بلند ہے فرماتے ہیں "زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔"

جماعت احمدیہ کی فضیلت اور برتری

سو احباب سلسلہ کو کبھی اس فریضہ سے غافل نہیں ہونا چاہئیے اور ادائیگی زکوٰۃ کے معاملہ میں بھی اپنی روایات اور برتری کو قائم رکھنا چاہئیے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ تمام مسلمانوں سے افضل اور ان کا رہنما ہے کیونکہ اس نے خداوند تعالےٰ کے ایک عظیم المرتبت مامور کو تسلیم کیا ہے اور آنحضرت صلعم کے ایک عظیم الشان خلیفہ کے ارشادات پر لبیک کہا ہے۔ لیکن صرف منہ سے اقرار کر لینا کافی نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قوت فعال اور جوش جہاد سے اس برتری پر شہادت دی جائے۔ ورنہ منہ سے بعض مسلمان بھی دعوے کرتے ہیں۔ لیکن کتنے ہیں جو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے میدان میں نکلتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ فخر صرف حضرت امام عصر حاضر کی جماعت کو ہی حاصل ہے کہ وہ صرف دعویٰ نہیں کرتی۔ بلکہ عمل کرتی ہے اور خداوند تعالےٰ کے راستہ میں نہایت بہادری سے قدم بڑھاتی ہے اور ہر نیا دن جو آتا ہے اس کے ایثار، خلوص اور عمل پر گواہی دیتا ہے اور اس کی مالی قربانیوں کو دیکھ کر ایک دنیا ششدر ہے سو ہماری جماعت کو چاہئیے کہ اپنے نیک کاموں سے دنیا کو نقش بدیوار بنا کے رکھے اور جو فریضہ سامنے آتا ہے نہایت قوت کے ساتھ اسے عملی جامہ پہنائے رجب کا مہینہ شروع ہے۔ ہماری جماعت کے ان دوستوں کو جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ انہیں فوراً اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہئیے اور زکوٰۃ ادا کر دینا چاہئیے اور اسے قومی بیت المال میں بھجوا دینا چاہئیے۔ زکوٰۃ ایک ایسا ادارہ ہے۔ جو اسلام کے اقتصادی نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ ہماری جماعت جو باقی مسلمانوں کی رہنما ہے۔ اسے اس کی ادائیگی میں شاندار نمونہ پیش کرکے باقی مسلمانوں کو اس کی ادائیگی اور اہمیت کی طرف توجہ دلانی چاہئیے اور اپنی قوم کو اور نظام جماعت کو مضبوط کرنا چاہئیے۔ امید ہے۔ احباب سلسلہ اس طرف خاص التفات فرمائیں گے۔

ریلیجن آف اسلام پر نواب بہادر یار جنگ کا ریویو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بلند پایہ تصنیف پر ذیل ایک ریویو نواب بہادر یار جنگ بہادر کا اخویم شیخ انعام الحق صاحب کے ذریعے حیدر آباد دکن سے موصول ہوا ہے جناب نواب صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

"لاہور کی جماعت احمدیہ کے امیر مولانا محمد علی صاحب نے اسلام اور قرآن حمید کی جو خدمت کی ہے۔ اس سے کون واقف نہیں عقائد کے اختلافات کے باوجود میں ان کی کتابوں کو ہمیشہ دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ ان کا انگریزی ترجمہ قرآن ان کی تفسیر بیان القرآن اور ان کا ترجمہ صحیح بخاری میرے مطالعہ میں رہے اور اب بھی میرے کتب خانہ میں ہیں۔ ان سب سے زیادہ میں ان کی انگریزی تالیف "ریلیجن آف اسلام" سے متاثر ہوا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے رجحانات اور طریقہ فکر و نظر کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے اور موجودہ زمانہ کے نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان اور نو مسلمین اس کو پڑھ کر تعلیمات اسلامی سے اچھی طرح باخبر اور مستفید ہو سکتے ہیں۔ میں اس کتاب کو مولانا کا ملت اسلامیہ کے لئے بہترین تحفہ اور ناواقفان مذہب اسلام کے لئے نہایت باا ثر پیام تصور کرتا ہوں۔"

احقر العباد
(بہادر یار جنگ)

جناب نواب صاحب بہادر کو معروف ہستی ہیں اور ان کی وسعت رسی اور علمی نظر ہماری تنقید کی منت کش نہیں۔ آن کی اندرونی بالا رائے اتنی محتسب کہ اس سے آپ کی نگاہ کا عمق اور اسلامی مسائل میں درک واضح ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر اس بلند پایہ تصنیف کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے تو کتنے شاندار نتائج مترتب ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ تصنیف ہے جس سے متاثر ہو کر مشہور انگریز نو مسلم مسٹر محمد مارما ڈیوک پکتھال مرحوم نے کہا تھا:۔

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے مولانا محمد علی صاحب آف لاہور سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔"

احباب سلسلہ کو اس کتاب کی اشد ضرورت اور تبلیغی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی اشاعت کی طرف خاص توجہ دینا چاہئے۔

مذاکرہ علمیہ

تسبیح الطیر

(از قلم حضرت قبلہ الحاج بشارت احمد صاحب)

(قسط نمبر ۳)

آیت زیر بحث کی تفسیر

مخلوقات کی صلوٰۃ اور تسبیح کی تشریح کے بعد اب میں اس آیت زیر بحث کی تفسیر کرنا چاہتا ہوں۔ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صٰفّٰت ؕ کلٌّ قد علم صلاتہ وتسبیحہٗ ؕ واللہ علیمٌ بما یفعلون ۝ (النور) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے اڑتے ہیں اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ یہ اسی حالی تسبیح کا بیان ہے کہ اے انسان تو نے کیا نہیں دیکھا کہ جو مخلوق بھی ہے خواہ وہ زمین میں ہے یا آسمانوں میں سب اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں کے ماتحت عمل کر رہی ہے اور اپنی پیدائش کے مقصد کو بوجہ احسن پورا کرتے ہوئے اپنے پیدا کرنیوالے کی سبحانیت پر دلالت کر رہی ہے۔ بالخصوص پرندوں کی طرف دیکھ کہ جب وہ اپنے پروں کو پھیلا کر ان سے کام لیتے ہیں تو وہ کس طرح آسمانوں میں پرواز کرتے ہیں جس سے ان کے خالق کی سبحانیت نظر آتی ہے۔ پس اے انسان تو بھی اسی طرح اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح کر۔ نہ فقط قالی رنگ میں بلکہ حالی رنگ میں بھی یعنی وحی اور عقل کے پروں کو پھیلا کر ان کے ذریعہ جو علم اور ہدایت تجھے ملتی ہے ان سے کام لے تو تو ترقی کے آسمانوں میں اُڑیگا اور اس کمال کو حاصل کرے گا جو تیری پیدائش کا مقصد ہے یعنی تو خلافت الٰہیہ کا وارث ٹھیریگا اور اس تسبیح کے حصول کیلئے صلوٰۃ ہی ایک ذریعہ ہے جو تمام مخلوق میں پایا جاتا ہے یعنی جناب الٰہی سے استعانت اور طلب ہدایت"۔ پس اس ذریعہ سے تو بھی کام لے یعنی نماز کو قائم کر اور اپنے رب سے استعانت اور طلب ہدایت کر۔ اور اس کے آگے جھک اور سجدہ میں سر رکھکر اس کی تسبیح کر جس کا مطلب یہ ہو کہ "اے میرے رب جس طرح میں زبانِ قال سے تیری تسبیح کر رہا ہوں تو ایسی میری مدد کر اور مجھے ہدایت دے کہ اسی طرح زبانِ حال سے یعنی عمل سے بھی میں تیری تسبیح کروں"۔ اس صلوٰۃ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیرا رب وحی کے ذریعہ بتائی ہوئی اور اس کے ماتحت عقل سے سمجھی ہوئی راہوں پر چلنے میں تیری مدد کریگا اور تجھے اس کی رضا کے ماتحت عمل کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کیونکہ خدا کی نظر میں عمل ہی مقبول ہے محض قول کوئی چیز نہیں۔ پس اے انسان، اسی صلوٰۃ کے ذریعہ تیری خدا کی تسبیح جس کے لئے حالی رنگ میں دیگر مخلوق کی طرح تو بھی مکلف ہے تکمیل پر پہنچ جائے گی۔ اور تو پرند کی طرح زمین سے منقطع ہو کر آسمان کی طرف پرواز کرے گا اور زمینی سے آسمانی بن جائے گا۔ اور واللہ علیم بما یفعلون کے یہ معنے ہیں کہ سب کی تسبیح کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ پس انسان کی تسبیح کا بھی اس کو علم ہے

تو پھر یہ ناممکن ہے کہ بندہ اپنے رب کی تسبیح کرے اور وہ اس رُوحانی ترقی کا وارث نہ ہو جو تسبیح کا لازمی نتیجہ ہے یعنی اس تسبیح کا نتیجہ انسان کی اپنی ترقی رُوحانی اور منازل سلوک کی تکمیل ہے۔

رُوحانی پرواز کی استعداد انسانی فطرت میں موجود ہے

الغرض پرند کی تسبیح میں انسان کو یہ بتانا مقصود ہے کہ تو بھی پرند کی طرح ان پروں کو کام میں لا جو وحی اور عقل کی صورت میں تجھے عطا کئے گئے ہیں۔ گویا انسان کی فطرت میں رُوحانی پرواز کی استعداد تو موجود ہے لیکن انسان ان پروں کو استعمال میں نہیں لاتا جس سے یہ روحانی پرواز اسے میسر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جب وہ ان پروں کو استعمال میں لاتا ہے تو پرند کی طرح زبانِ حال سے تسبیح کرنے لگتا ہے۔ اور وہ ترقی روحانی اور پرواز آسمانی کے تمام مراحل طے کر لیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج بھی اسی روحانی پرواز کا ایک اعظم ترین نظارہ تھا۔ اور حدیث الصّلوٰۃ معراج المؤمنین میں، کہ نماز مومنوں کی معراج ہے اسی رُوحانی پرواز کی طرف اشارہ ہے کہ صلوٰۃ اس روحانی پرواز کا جسے دوسرے لفظوں میں انسان کی حالی تسبیح قرار دیا گیا ہے ذریعہ ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے خلق طیر کی حقیقت

حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے خلق طیر کے اندر بھی یہی حقیقت پنہاں ہے۔ وہ جب اپنی قوم میں مبعوث ہوتے ہیں تو اپنی بعثت کے مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ انی قد جئتکم بایۃٍ من ربکم انی اخلق لکم من الطّین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرًا باذن اللہ ج وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ ج وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ط ان فی ذٰلک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین ۝ (آل عمران) ترجمہ۔ بیشک میں تمہارے رب کی طرف سے ایک نشان لیکر آیا ہوں کہ میں بیشک تمہارے لئے گیلی مٹی سے پرند کی شکل یا سرشت کے مانند اندازہ کرتا ہوں پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے شبکوروں اور برص والوں کو اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اور تم نے جو کھانا ہے اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھنا ہے اس کی خبر دیتا ہوں یقیناً اس میں تمہارے لئے نشان ہے اگر تم مومن ہو۔

بدقسمتی سے انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر کے معنے اکثر مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ میں گیلی مٹی میں سے تمہارے لئے پرندے پیدا کروں گا۔ سمجھ نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحدی ہوتے ہوئے کہ ھل من خالقٍ غیر اللہ کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے اور صریح محکم آیتیں ہوتے ہوئے کہ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیھم (الرعد) کہ کیا اللہ کے ساتھ انہوں نے شریک بنائے ہوئے ہیں کہ ان شریکوں نے پیدا کیا مانند خدا کے پیدا کرنے کے پس پیدائش ان پر متشابہ ہو گئی یعنی آپس میں مل جل گئی۔ پھر فرمایا۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون اموات غیر احیاء (النحل) اور جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے ہیں اور خود پیدا شدہ ہیں۔ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اس قسم کی آیات محکمات قرآن مجید میں کثرت سے موجود ہیں۔ جن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا نہیں اور خدا کے سوا کسی اور کو خالق ماننا شرک ہے۔ اندریں حالات اخلق لکم کے معنے اس آیت میں یہ کرنے کہ میں پیدا کروں گا بالکل غلط ہے۔ اس صورت میں خلق کے دوسرے معنے "اندازہ کرنے" کے ہی درست ہو سکتے ہیں۔ اور معنے یوں ہوں گے کہ تم جو گیلی مٹی سے پیدا شدہ ہو یعنی اگرچہ تم اس دنیا کی ادنیٰ ترین چیز مٹی سے پیدا ہو مگر گیلی مٹی سے ہو یعنی اس میں ہر سانچہ میں ڈھل جانے کی استعداد ہے۔ پس میں تم میں سے ان لوگوں کو اندازہ کروں گا جن کی سرشت میں پرواز کرنے کی استعداد ہے اور ان میں سے ایسا نفخ رُوح کروں گا کہ وہ خدا کے حکم سے اُڑنے لگیں گے۔ یہاں بھی اسی پرواز روحانی کی طرف اشارہ ہے جو انسان کا منتہائے نظر اور اس کی حالی تسبیح ہے۔ اور لکم میں ل انتفاع کے لئے ہے یعنی ایسے لوگوں کا وجود قوم اور مذہب کیلئے مفید ہوتا ہے۔ لکم کے یہ معنے کرنے کہ میں تمہیں یہ شعبدہ دکھاؤں گا نہایت رکیک معنے ہیں۔ انبیا کوئی شعبدہ دکھانے نہیں آیا کرتے وہ تو دنیا میں ایک رُوحانی انقلاب پیدا کرنے آتے ہیں اور سالک کے سلوک کو ان کی منازل مقصود تک پہنچانے کے لئے آتے ہیں۔ کہ مٹی کے پرندے اُڑا اُڑا کے دکھائیں اور وہ آگے جا کر گر کے پھر مٹی بن جائیں۔ یہ تو ایک شعبدہ باز یا مسمرائزر کی شعبدہ بازی ہوئی نبوت تو نہ ہوئی۔ نہ وہ خدا کی صفات میں شریک ہو کر دنیا کو بجائے توحید کے شرک کا سبق پڑھانے آتے ہیں۔

خلق یعنی اندازہ کی تشریح

رہا یہ کہ اندازہ کرنا کیا معنی؟ سو واضح ہو کہ خدا نے اگرچہ رُوحانی پرواز کی استعداد ہر ایک انسان میں رکھی ہوئی ہے مگر ایسی رُوحانی پرواز کی استعداد جو قوم اور مذہب کے لئے مفید ہو ہر ایک میں نہیں ہوتی یہ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو نبی اور مامور کی آنکھ شناخت کر لیتی ہے اور اپنی خاص توجہ سے ان کی رُوحانی تربیت اور تکمیل کرتی ہے۔ تب وہ دنیا کیلئے مفید ثابت ہوتے اور اس نبی کے سچے جانشین بننے کے قابل ہوتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے ابوبکر و عمر کی رُوحانی تربیت جس خاص توجہ سے کی وہ ظاہر ہے۔ آپ کی چشم نبوت نے ان بزرگ صحابیوں کی استعداد کا اندازہ کرکے ان میں ایسا نفخ رُوح کیا کہ وہ اپنی پرواز رُوحانی سے آسمان کا تارا بن گئے

حضرت عمرؓ نے کئی دفعہ چاہا کہ ان قبیلوں کی دینی تربیت کیلئے جو عرب کے مختلف حصوں میں اسلام لا رہے تھے انہیں بھیجا جائے اور آنحضرت صلعم کے سفیر بن کر بھی گیا مگر حضرت نے منظور نہیں کیا اور انہیں اپنی صحبت میں ہی رہنے کی تاکید فرمائی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ نے حضرت عمرؓ کی استعداد کا اندازہ کر لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ آپ کی فیض صحبت سے یہ شخص اپنی روحانی پرواز یعنی سلوک کی تکمیل کر کے قوم اور مذہب کے لئے نہایت نافع وجود ثابت ہوگا۔ اس لئے انہیں ہمیشہ اپنی صحبت میں ہی رہنے کی تاکید کی تا نفخ روح ہوتا رہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیا اور مامورین کے زمانہ میں یہ نہیں ہوتا کہ ساری کی ساری قوم مردہ ہو چکی ہوتی ہے۔ نہیں۔ بلکہ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جن میں نیکی اور ترقی روحانی کی صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے۔ مگر زمانہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کا ہر ایک سلوک اور ترقی روحانی تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور اگرچہ اُن میں رُوحانی پرواز کی استعداد تو ہوتی ہے مگر وہ اُڑ نہیں سکتے۔ اس کیلئے کسی صاحب حال اور زبردست روحانیت کی مالک شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنے نفخ روح سے ایسی استعداد اور صلاحیت رکھنے والی طبائع میں نفخ روح کر کے انہیں سلوک کے تمام مراحل طے کرائے اور زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرا دے۔

اکمہ و ابرص اور موتیٰ کی حقیقت

لیکن ان رسولوں اور ماموروں کا کام اتنا ہی نہیں ہوتا بلکہ جس قوم کی طرف وہ آتے ہیں ان میں بہت سے روحانی طور پر بیمار اور بہت سے مرچکے ہوتے ہیں ان کی رُوحانی بیماریوں کو چنگا کرنا اور ان روحانی مردوں کو زندہ کرنا بھی ان کا عظیم الشان کارنامہ ہوتا ہے۔ اس آیت میں یہاں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی بیماریوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک اکمہ اور دوسرے ابرص۔ یعنی ایک تو شب کور جنہیں رات کو نظر نہیں آتا۔ اور دوسرے وہ جن کے جسم پر سفید برص کے داغ ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ لوگ مذہبی طور پر زندہ تو ہیں مگر بیمار ہیں۔ ایک کو تو شبکوری کی بیماری ہے یعنی دن کو تو اچھا بھلا دیکھتا ہے۔ مگر جہاں رات کی تاریکی آئی اور وہ اندھا ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جب تک تو کسی قسم کا ابتلا اور مشکلات کی تاریکی رستے میں نہ آئے وہ مذہب کی لیک پر بھیڑ کی طرح چلے چلتے ہیں۔ لیکن جہاں کوئی علمی یا عملی مشکلات آئیں۔ مثلاً مذہب کا کوئی مسئلہ سمجھ نہ آیا یا اپنی سمجھ کے مطابق نہ نکلا۔ یا اس پر عمل کرنے سے کوئی تکلیف نظر آئی اور وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اندھے ہو گئے اور غلط رستہ پر پڑ گئے۔ اور ابرص وہ ہوئے جن کے اعمال بظاہر تو اچھے نظر آئیں لیکن درحقیقت اندر سے وہ اچھے نہیں ہوتے۔ یعنی ان کی نیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ اور ان کے اعمال نام و نمود ریا اور مکر سے وابستہ ہوتے ہیں۔ جیسے برص بظاہر تو ایک سفیدی ہے لیکن درحقیقت وہ آدمی گوارا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایک بیماری ہوتی ہے۔ وہ سفیدی اچھائی نہیں ہوتی بلکہ برائی ہوتی ہے۔ یہ تو وہ لوگ ہوئے جن میں مذہب کی رمق باقی تھی۔ لیکن ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو مذہبی رنگ میں بالکل مر چکے ہوتے ہیں۔ اُنہیں نہ مذہب سے کوئی واسطہ نہ جماعت سے کوئی علاقہ ہوتا ہے۔ پس نبی یا مامور کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ان روحانی بیماروں کو خدا کے حکم سے چنگا کرے اور ان روحانی مردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کرے۔ خدا کے حکم سے اس لئے کہ خدا کی طرف سے وہ مامور ہوتا ہے اور اسکی روحانیت کا فیض دراصل خدا کی مشیت سے خاص طور پر مؤثر ہوتا ہے۔ یہ فیض ہر ایک ولی سے ظہور میں نہیں آتا۔ جو کسی نبی یا خدا کے مامور سے ظہور پذیر ہوتا ہے وجہ یہ کہ خدا کی مشیت اسے اسی کام کیلئے کھڑا کرتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا تمثیلوں میں باتیں کرنا

ان روحانی بیماروں اور مُردوں کا ذکر اسی قسم کے استعاروں میں قرآن کریم میں کئی جگہ آتا ہے۔ مثلاً من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ۔ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ یہاں روحانی اندھے ہی مراد ہو سکتے ہیں اور نہیں۔ اسی طرح اومن کان میتًا فاحییناه کہ وہ شخص جو مردہ ہو پھر اسے ہم زندہ کریں۔ یہاں میتًا سے مراد رُوحانی مردے ہی ہیں لیکن حضرت عیسیٰ کا تو قاعدہ ہی یہ تھا کہ وہ ہمیشہ استعاروں اور تمثیلوں میں باتیں کیا کرتے تھے۔ مثلاً انجیل میں ایک جگہ حضرت عیسیٰ کا قول اس طرح درج ہے:۔

"یسوع نے جواب میں انہیں کہا کہ جو کچھ تم سنتے ہو اور دیکھتے ہو جا کے یوحنا سے بیان کرو۔ کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے۔ کوڑھی پاک صاف ہوتے اور بہرے سنتے اور مردے جی اُٹھتے ہیں۔ اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے"۔

اب یہاں صاف طور پر اندھے اور لنگڑے اور کوڑھی اور بہرے اور مُردے سے مراد رُوحانی اندھے رُوحانی لنگڑے رُوحانی کوڑھی اور روحانی مُردے ہیں۔ اور غریبوں سے مراد دل کے غریب ہیں۔

مومن کو کیا کھانا چاہئے اور کیا ذخیرہ کرنا چاہئے

اس کے علاوہ انبیا اور مامورین کو ایک اور زبردست اصلاح کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وقت قوم کی نظر بالکل دنیا پر گری ہوئی ہوتی ہے۔ ان کا منتہائے نظر فقط دنیا کا مال ہوتا ہے وہ ہر ایک حلال اور حرام طریقہ سے کماتے اور کھاتے اور جمع کرتے ہیں اور اسی زر پرستی میں منہمک دنیا سے خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں وہ دنیا میں تو بہت کچھ جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر آخرت میں مفلس اور قلاش ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم کہ میں تمہیں بتلاؤں گا کہ کیا کھاؤ اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو۔ یعنی کمانے میں ایک تو حرام و حلال کی تمیز بتاؤں گا کہ کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا۔ اور دوسرے یہ بھی بتلاؤں گا کہ اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرو۔ اور یہ اعمال صالحہ تھے جن کے ذخیرہ کرنے کے واسطے حضرت عیسیٰ کی طرف سے بڑا زور تھا جیسا کہ انجیل میں ہے:۔

"اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا"۔

مطلب یہ کہ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرنے کے لائق اگر کوئی چیز ہے تو وہ روحانی مال یعنی اعمال صالحہ ہیں جن سے خاندان کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔ حرام حلال کا جمع کیا ہوا روپیہ تو خاندان کے کیریکٹر کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ پس اپنے گھروں میں ذخیرہ کرنے کے لئے دنیا کا مال ٹھیک نہیں۔ بلکہ وہ اعمال صالحہ ذخیرہ کرو جو خاندان کیلئے بھی برکت اور اصلاح کا موجب ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے کام آویں گے۔ یہی وہ باقیات الصالحات ہیں جو مومن کو ذخیرہ کر کے دنیا میں چھوڑ جانے چاہئیں۔

ان فی ذلک لاٰیة لکم ان کنتم مومنین کے معنے ہیں بیشک اس میں تمہارے لئے نشان ہے۔ اگر تم مومن ہو یعنی مومن کے لئے اس سے بڑھ کر کسی رسول یا مامور کی صداقت کا نشان نہیں ہو سکتا۔ جو شخص ایسا انقلاب روحانی پیدا کر کے دکھائے اس سے بڑھ کر اور کون خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

مولوی ظفر علیخانصاحب کے متعلق
ان کے والد بزرگوار کی شہادت

مولانا مرتضیٰ خانصاحب سے مولوی ظفر علی خانصاحب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ دوران گفتگو میں انہوں نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ وہ اس واقعہ کو تحریر کر دیں۔ چنانچہ میری گذارش پر انہوں نے یہ واقعہ لکھ دیا۔ جو درج ذیل ہے۔ قارئین پیغام صلح مطالعہ فرمائیں (مسلمانیں)

ایک دفعہ جب ہم لوگ پٹیالہ میں تھے قبلہ ماموں سراج الدین احمد خانصاحب بانی اخبار زمیندار والد مولوی ظفر علی خانصاحب پٹیالہ تشریف لائے۔ ان دنوں میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نئے نئے سلسلہ سے منحرف ہوئے تھے۔ ان سے جناب ماموں صاحب مرحوم کی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی خوابیں جو حضرت کے خلاف تھیں سنائیں۔ جناب ماموں صاحب نے فرمایا کہ ان کی یہ خوابیں محض ان کے خیالات کا نتیجہ ہیں۔ دماغ میں مرزا صاحب کی مخالفت سمائی ہوئی ہے اسی قسم کی خوابیں ان کو آتی ہیں۔ اور یہ غلطی سے ان خوابوں کو خدا کی طرف سے سمجھ رہے ہیں۔

پھر اس سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر اس امت میں کوئی مسیح آنے والا ہے تو مرزا صاحب ہی وہ مسیح ہیں۔

ان دنوں میں مولانا ظفر علی خانصاحب حیدرآباد دکن میں ملازم تھے اور "نقاش" کے نام سے حضرت مسیح موعود کے خلاف اخبارات میں مضامین شائع کرایا کرتے تھے۔ جناب ماموں صاحب مغفور نے ایک دفعہ فرمایا کہ "ظفر علی خاں کو مذہب سے کچھ لگاؤ نہیں اور اس کی کیا قابلیت ہے کہ وہ مرزا صاحب کے خلاف مضمون لکھتا رہتا ہے"۔ ماموں صاحب مرحوم ایک زیرک اور معاملہ فہم بزرگ تھے۔ انہوں نے حضرت کو سیالکوٹ میں دیکھا تھا اور اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر فرمایا کرتے تھے کہ "مرزا صاحب ایام جوانی میں بھی نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے"۔

مرتضیٰ خاں ۲۳-۷-۸۱

ادائیگی زکوٰۃ کے متعلق ایک غلط فہمی

اور اس کا ازالہ

(از جناب اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب تحقیق و تبلیغ)

ہماری جماعت خدا کے فضل و احسان سے جس قدر مالی قربانی کرتی ہے اور اس زمانہ کے دینی جہاد میں جس شرح صدر سے جماعت کے احباب حصہ لے رہے ہیں اس کی نظیر اس وقت یقیناً کہیں اور نہیں مل سکتی۔ و ذالک من عزم الامور۔ مختلف قسم کی وقتی تحریکات میں حصہ لینے اور ماہوار چندہ دینے کے علاوہ خدائی فریضہ یعنی ادائیگی زکوٰۃ پر بھی جماعت کی توجہ میں کمی نہیں البتہ اس امر کی ضرورت ہے کہ صاحب نصاب حضرات تمام کے تمام اپنی زکوٰۃ کی رقم قومی بیت المال میں ادا کریں اور زکوٰۃ کو کسی اور چندہ یا صدقہ سے مخلوط نہ کریں۔

ایک دو دوستوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے استفسار کیا کہ جب وہ ماہوار چندہ دیتے ہیں علاوہ بریں بطور عطیہ رقمیں دیتے ہیں اور مختلف وقتی تحریکات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ تو کیا پھر بھی زکوٰۃ کی کمی رہ جاتی ہے؟ اس استفسار کا جو جواب حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ سب احباب کی اطلاع کیلئے شائع کیا جاتا ہے۔ تاکہ اگر یہ غلط فہمی کسی اور دوست کے دل میں بھی پیدا ہو تو اس کا ازالہ ہو جائے۔

"جو کچھ آپ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں۔ اس کی جزا خیر اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ میں اگر شکر گزار نہ ہوں تو اپنی ارادہ کی مخالفت ہوگی۔ آپ لوگوں کے مال تو میں دیکھتا ہوں اللہ کی راہ میں وقف ہی ہیں۔ بایں ہمہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو کچھ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ ما نقص مال من صدقۃ نیک کاموں پر خرچ کرنے کی وجہ سے انسان کا مال کم نہیں ہوتا۔ وہ بالکل حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رکھتا۔ یہ تو محض بہانے ہیں۔ جن سے اللہ کی راہ میں دینے کی توفیق مل جاتی ہے اور پھر میں سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایک یا دوسرے رنگ میں اسے بڑھا کر واپس کر دیتا ہے۔ زکوٰۃ کا حکم سخت ہے۔ اس لئے میں اس کے خلاف کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ اس قدر دیتے ہیں کہ آپ کے مال اللہ کی راہ میں وقف ہیں۔ لیکن زکوٰۃ فریضہ ہے اور اس کا بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے۔ ماہوار چندہ جہاد ہے اور جماعت کا جہاد میں حصہ لینا ضروری ہے باقی چندے نوافل ہیں۔ جس قدر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سینوں کو اس قدر کھولے کہ انفاق فی سبیل اللہ پر شرح صدر کے سوا کچھ نہ ہو"

ماہ رجب المرجب جس میں بالعموم زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے ۲۶ر جولائی ۱۹۴۱ء کو شروع ہوگا۔ اس لئے تمام احباب جماعت جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ کی رقم عین وقت پر انجمن کے بیت المال میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

وزیر آباد کے احمدی نوجوانوں کی تنظیم

جماعت وزیر آباد کی مدت سے خواہش تھی کہ کسی طرح سے یہاں کے نوجوانوں کو آرگنائز کیا جائے۔ چنانچہ اسی مقصد کی خاطر جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب (امام مسجد برلن) کو آنے کی دعوت دی گئی۔ ڈاکٹر صاحب مذکور ۱۱ر جولائی کو یہاں تشریف لائے اور جمعہ میں خطبہ بھی دیا۔ جس میں انہوں نے سورۃ والعصر کی پر از معارف تفسیر بیان فرمائی۔ اس میں آپس میں گہری ملاقات کے فوائد پر روشنی ڈالی اور اپنی قوم اور مذہب سب کو زندہ رکھنے کے اصول بتائے۔ اس خطبہ کا نوجوان طبقہ پر خصوصاً بہت اثر ہوا۔ جمعہ کی نماز کے بعد ینگ مین کی میٹنگ ہوئی جس میں عہدیداران کا انتخاب ہوا اور قرار پایا کہ:-

(۱) نوجوانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے جو کہ اپنے حلقوں میں تبلیغ اسلام اور تقسیم لٹریچر میں مدد دیا کریں۔

(۲) ان نوجوان دوستوں کو جو ذرا سست ہوں تحریک کیا کریں

(۳) سب دوست (سوائے ان کے جو کہ شہر سے بہت دور رہتے ہیں) عشا کی نماز میں باقاعدہ شرکت کیا کریں (سب دوست باقاعدہ مسجد میں عشا کی نماز پڑھنے آتے ہیں)

(۴) سب احمدی نوجوان باقاعدہ طور پر ینگ مین ایسوسی ایشن کے ممبر بنیں اور ماہوار چندہ ادا کیا کریں۔ اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی

عہدیداران کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) صدر۔ جناب شیخ نثار احمد صاحب بی۔ اے آف وزیر آباد

(۲) نائب صدر جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب آف وزیر آباد ڈیری

(۳) سیکرٹری۔ خاکسار شیخ عبیداللہ مالک شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیر آباد

(۴) خزانچی۔ جناب شیخ عنایت الرحمن صاحب مالک پبلک بوٹ ہاؤس وزیر آباد

والسلام

خاکسار۔ ایس عبیداللہ عفی عنہ سیکرٹری جماعت احمدیہ وزیر آباد

صنف نازک کا بدترین دشمن ہٹلر

دنیا بھر کی عورتوں سے سوویٹ روس کی عورتوں کی اپیل

ماسکو ۲۰ر جولائی "صنف نازک کا بدترین دشمن" اس نام سے سوویٹ روس کی انجمن خواتین نے اپنی اپیل میں ہٹلر کا ذکر کیا ہے۔ جو روس اور ممالک غیر کی عورتوں کے نام شائع کی گئی ہے۔ اس اپیل میں دنیا بھر کی عورتوں سے کہا گیا ہے کہ وہ ہٹلر کو تباہ کرنے میں ہر ممکن طریقہ سے اس کے دشمنوں کا ہاتھ بٹائیں کیونکہ ہٹلر جب تک برسر اقتدار ہے۔ عورتوں کو امن اور سکون کی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس نے بیٹوں کو والدین سے، خاوندوں کو بیویوں سے اور بھائیوں کو بہنوں سے جدا کر کے توپوں اور دیگر آلات ہلاکت کی خوراک بنا لیا ہے اور بنا رہا ہے، اس نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ جرمن مقبوضہ ممالک کی نوجوان لڑکیوں کو ان کے والدین کی حفاظت سے اور عورتوں کو ان کے خاوندوں کی عدم موجودگی میں گھروں کی چار دیواری کی پناہ گاہوں سے نکال کر اپنے درندہ صفت سپاہیوں کی خدمت کے لئے فوجی کیمپوں اور قحبہ خانوں میں رہنے پر مجبور کیا ہے۔ اس صورت حالات کو ختم کرنے کا واحد طریقہ ہٹلر کو تباہ کرنا ہے صرف اسی طریقہ سے عورتیں امن اور سکون کی زندگی بسر کر سکتی ہیں۔

نئے ٹریکٹ بھیجے جا رہے ہیں

سیکرٹریان و صدر صاحبان مناسب تقسیم کی طرف توجہ فرمائیں

مندرجہ ذیل ٹریکٹ مختلف تعداد میں بیرونجات کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں بھیجے جا رہے ہیں

(۱) اسلام اور آریہ سماج

(۲) Religion The dealing of Humanity

(۳) The New Spiritual World Order

احباب سے درخواست ہے کہ اگر یہ تعداد ناکافی ہو تو مزید طلب فرمالیں۔ اور اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو از راہ کرم زائد کاپیاں واپس بھیج کر مشکور فرمادیں۔ نیز مطلع فرمادیں کہ آئندہ جو ٹریکٹ وغیرہ شائع ہوں۔ وہ کتنی تعداد میں بھیجے جایا کریں۔ اگر کوئی دوست انفرادی طور پر کچھ تعداد چاہتے ہوں۔ تو اطلاع دیں ان شاء اللہ تکمیل کی جائے گی۔ البتہ اس قدر گذارش ہے کہ ان کی تقسیم مناسب اور موزوں طریقہ پر ہو۔ تاکہ خواہ مخواہ ضائع نہ ہوں آجکل کاغذ بڑا گراں ہے۔

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبداللہ۔ افسر پبلسٹی کمیٹی

درخواست دعا

محمد جمیل صاحب کارکن انجمن کے والد بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے واسطے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں۔

آنحضرت صلعم کے بعد اجرائے نبوت کا عقیدہ قطعاً باطل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اہل غلو کی نبرد آزمائیاں

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام (کلکتہ))

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کی اصل غرض کے متعلق قرآن کریم نے متعدد موقعوں پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً فرمایا ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم۔ پھر اس ابراہیمی دعا کی قبولیت کے ذکر میں فرمایا کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ۔ اس کے بعد چوتھے پارہ میں اس بات کے ذکر میں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو پاک کرنے کا ارادہ فرما چکا ہے فرمایا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ پھر اس امر کے ذکر میں کہ حضرت نبی کریم صلعم نہ صرف عرب کے ہی مزکی ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک چلیگا۔ فرمایا۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ ان آیات میں ایک ہی غرض آپ کی بعثت کی بیان فرمائی ہے اور چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے یعنی یہ رسول آیات الٰہیہ کی تلاوت کرتا ہے۔ کتاب کی تعلیم دیتا ہے حکمت سکھاتا ہے اور تزکیہ کرتا ہے۔ اول الذکر تین ذرائع ہیں۔ چوتھے امر یعنی تزکیہ نفس کے حصول کے۔ اس لئے تزکیہ نفس یعنی تکمیل نفس انسانی ہی آپ کی بعثت کی اصل غرض ہے اور یہی جملہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض ہے۔

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ آیا وہ آیات الٰہیہ جو حضرت نبی کریم صلعم نے تلاوت فرمائیں۔ وہ تعلیم جو آپ نے دی اور وہ حکمت جو آپ نے سکھائی۔ کیا یہ سب چیزیں اپنے اندر کمالیت کا رنگ رکھتی ہیں؟ اس سوال کا جواب خود قرآن کریم نے مندرجہ ذیل آیات میں دیا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں اے محمد کہہ۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ یعنی اے دنیا جہان کے لوگو۔ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور میرے ہی ذریعہ اب تمہاری اصلاح ہوگی۔ پھر فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ ہم نے تم کو اس لئے بھیجا ہے۔ کہ تا تم ساری دنیا کے لئے رحمت بن جاؤ۔ اسی طرح فرمایا گیا تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا۔ تاکہ سارے عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا تو اسی لئے کہ آپ نے جو باتیں دنیا کے سامنے پیش کی۔ وہ بے نظیر اور اپنے اندر ہر کمال کو لئے ہوئے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل غرض جو انبیاء علیہم السلام کے مبعوث فرمانے کی تھی۔ وہ حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ بہ تمام و کمال پوری ہو گئی۔ جب نبوت و رسالت کے مبعوث کئے جانے کی اصل غرض پوری ہو گئی۔ تو پھر آپ کے بعد کسی نبی کو بھی بھیجنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اں یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ نہ صرف شریعت ہی کامل ہو گئی بلکہ ہدایت کی نعمت بھی پوری پوری دیدی۔ اور ہدایت جس کے ذریعہ تزکیہ یا تکمیل نفس انسانی ہوتا ہے چونکہ اصل غرض ہے اس لئے اب اس نعمت کے لانیوالوں یعنی انبیاء علیہم السلام کی بھی ضرورت نہ رہی جیسا کہ میں قرآن کریم کی واضح آیات سے دکھا چکا ہوں۔ کہ نبوت و رسالت کی اصل غرض تکمیل نفس انسانی ہے اور یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ یہ کام حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعے ہی اب تا قیامت ہوتا رہے گا۔ کیونکہ آپ وہ ہدایت لائے ہیں۔ جو کمال کی جامع ہے اس لئے اگر آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا مانا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ نیا نبی حضرت نبی کریم صلعم سے اعلیٰ مراتب دنیا میں پیش کرے گا۔ کیونکہ ناقص اور برابر کے آنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ لیکن آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کے موجود ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھنا گویا اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ پس جبکہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کوئی ایسی ہدایت نہیں آسکتی جو حضرت نبی کریم صلعم کی لائی ہوئی ہدایت سے مکمل تر ہو تو ثابت ہوا کہ کوئی نبی بھی اب نہیں آسکتا۔ اس لئے اجرائے نبوت کا عقیدہ صریحاً باطل ہوا لیکن آہ ان حقائق کے موجود ہونے ہوئے اور یہ بھی جانتے ہوئے کہ دین اسلام ہی اب دنیا جہان کے لئے قیامت تک ہدایت کا کامل مکمل نسخہ ہے۔ یہ ایک قوم جو اپنے آپ کو حضرت امام الزمان کے ساتھ منسوب کرتی ہے۔ یہ عقیدہ بھی رکھتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد بھی نبی آسکتا ہے اور اس عقیدہ کا نشانہ خود امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ ایک دفعہ بلکہ سینکڑوں مرتبہ اس الزام کی تردید فرمائی ہے کہ آپ کا نبوت کا دعویٰ تھا۔ یا یہ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کوئی دوسرا نبی بھی آسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمتہ اسی ضمن میں کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہاں مجددین جو قائم مقام انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں آسکتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"کیونکہ ایک ادنیٰ اور نبی کے انکار سے ایمان ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ پھر اس صورت میں ایمان کا کیا حال ہوگا۔ کہ ایک بڑے اصول دینی سے انکار کیا جائے اور وہ اصول یہ ہے کہ ایک نبی کے بعد بر وقت ضرورت دوسرا نبی آتا تھا۔ پھر جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اس نبی کریم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ تو بوجہ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ ہم و غم رہتا تھا کہ مجھ سے پہلے دین کے قائم رکھنے کے لئے ہزارہا نبیوں کی ضرورت ہوئی اور میرے بعد کوئی نبی نہیں جس سے روحانی طور پر تسلی حاصل ہو اور اس حالت میں فساد امت کا اندیشہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بہت دعائیں کیں۔ تب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور وعدہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر دین کی تجدید کے لئے ایک مجدد ہوتا رہے گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ دین کی تجدید کرے گا۔"

(صفحہ ۲ جلد ۵۔ اخبار الحکم ۱۳ مئی ۱۹۰۱ء)

اس عبارت نے اجرائے نبوت کے عقیدہ کو جس رنگ میں باطل کیا ہے۔ وہ سلطان القلم کا ہی حصہ ہے۔ ساری حقیقت کھول کر رکھدی۔ میں کہتا ہوں۔ اے غلو کے پرستارو آؤ اور بڑی خوشی سے حضرت مسیح موعود کی بیان کردہ سچائی کا انکار کرو۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ اگر تم اس سچائی کا انکار کرو گے۔ تو تم کو زبان حال سے حضرت مسیح موعود کو نعوذ باللہ باطل گو کہنا پڑے گا کیونکہ جب تم حضور کی بات کو جھٹلاؤ گے جس کے اندر ایک نور اور روشنی ہے تو گویا یہ ہے کہ تم حضور کو بھی جھوٹا ہی کہو گے۔ پس اپنی ضد اور ہٹ کو چھوڑ دو۔ تا ایک سچائی اور اس سچائی کے بیان کرنے والے کی تکذیب نہ ہو۔

ایک بات یہاں غور طلب ہے کہ بے شک حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نیا یا پرانا نہیں آسکتا۔ لیکن بعض احادیث میں مسیح موعود کے لئے زبان نبوی صلعم سے نبی کا لفظ نکلا ہے اور پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں یہ لفظ موجود ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب کیلئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔ فرمایا:۔

"بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کیلئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔"

لیکن افسوس ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے اس علم کو نہ سمجھا۔ اور اگر سمجھا تو پھر ایک قوم کی قوم کو دیدہ دانستہ غلط راستے پر ڈال دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا عبارت کی موجودگی میں یہ کہنا کہ چونکہ احادیث میں اور الہام میں آپ کو نبی کہا گیا ہے اس لئے آپ نبی ہیں۔ نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ غور طلب امر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محویت کے رنگ میں تو یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میرے بعد نبی آیا کریں گے بلکہ متعدد احادیث ختم نبوت پر صریح دال ہیں۔ ہاں مسیح موعود کے متعلق فرمایا کہ وہ نبی ہوگا۔ اور اس کا مفہوم خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن کے متعلق یہ پیشگوئی تھی۔ بہ وضاحت فرما دیا کہ یہ استعمال از روئے مجاز و استعارہ ہے اور حقیقت پر محمول نہیں۔ تو پھر سمجھ نہیں آتا کہ قائلین اجرائے نبوت کس لئے اس قدر تگ و دو کر رہے ہیں۔ سیدھی بات ہے اگر کوئی نبی امت محمدیہ میں ہو سکتا تھا تو وہ مسیح موعود تھے۔ لیکن مسیح موعود اس سے انکار کر رہے ہیں اور ایسا دعویٰ کرنے کو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے مترادف قرار دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ اجرائے نبوت کا عقیدہ صریح طور پر باطل ہے۔

اہل غلو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے ادنیٰ مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ وہ اپنے بندے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت پھیلائے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔ پس یہ وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ تم نے دانستہ یا نادانستہ حضور کی طرف ناگفتہ بہ الزامات مثل دعویٰ نبوت وغیرہ وغیرہ لگا کر آپ کی ماموریت پر داغ لگانا چاہا ہے اور آپ کے چہرہ کو چھپانا چاہا ہے۔ لیکن یاد رکھو

کہ تم اپنی کوششوں میں ناکام رہو گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت جس رنگ میں ۱۹۰۵ء میں ہوئی تھی۔ اسی رنگ میں پھر ہوگی اب وہ وقت انشاءاللہ تعالیٰ دور نہیں۔ جب غلو کی ہوا درہم پھٹ جائیگی اور اہل غلو کا ننگ ظاہر کر رہے گا۔ کیونکہ اس غلو کی وجہ سے حضرت مسیح موعود پر وہ ظلم ہؤا ہے۔ جس کی مثال مسیح ناصری کے واقعات میں ہی مل سکتی ہے۔ بس میں قادیانیوں سے خصوصاً قادیانی علماء سے یہ درخواست کروں گا۔ کہ اگر تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو واقعی سچا سمجھتے ہو۔ تو میرا آپ سے یہ نبرد آزمائیاں چھوڑ دو۔ کیونکہ ان کا نتیجہ نہ صرف تمہاری اپنی ذات کیلئے ہی نقصان رساں ہے۔ بلکہ بہتوں کو گمراہ کرنے اور دین اسلام کو زک پہنچانے کے مترادف ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ غلو کے پردوں کو چاک کر دے اور دین اسلام اپنی اصلی صورت میں دنیا کے کناروں تک پہنچ جائے۔ والسلام

آسام کے ایک مسلم مشنری

کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے متعلق رائے

بندہ آپ کا و نیز جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا بیحد شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ خالق عالم آپ سب کو دن دوگنی و رات چوگنی ترقی عطا فرما دے و نیز اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ فی الحقیقت آپ کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ آپ سچے مسلمان اور خادمان اسلام ہیں۔ اور یقیناً آپ لوگ کامیاب ہوں گے کیونکہ آپ میں ایثار و قربانی اور صبر و استقلال کے بہترین جوہر ہیں میرے خیال میں سارے ملک ہندوستان میں ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے جو اس قدر جوش و تڑپ اور بے نفسی کے ساتھ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں نثار کر کے خدمت دین میں مصروف ہوگیا ہو جیسا کہ آپ کی مقدس جماعت ہے۔ اگرچہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر علماء اور عوام آپ کی مقدس جماعت کے سخت مخالف ہیں اور بعض نادان اس علاقہ میں بھی آپ کی جماعت کو کافر قرار دیتے ہیں لیکن جہاں تک میں نے تحقیق کیا ہے ایسے لوگ سخت غلطی اور گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگر وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ اس وقت روئے زمین پر صرف اور صرف جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور ہی ایک ایسی مقدس جماعت ہے جو صرف اشاعت و حفاظت اسلام کیلئے وقف ہے اور اپنی بہترین چیزیں راہ خدا میں صرف کر رہی ہے۔ برعکس اس کے جو لوگ جماعت احمدیہ کے مخالف ہیں۔ ان کے اعمال اس قدر ناگفتہ بہ ہیں کہ خدا کی پناہ!

یہی صاحب ایک دوسرے خط میں بعد مطالعہ تفسیر بیان القرآن تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"بیان القرآن کا مطالعہ جاری ہے۔ خوب خوب مطالب واضح کئے گئے ہیں۔ دشمنان اسلام کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کو زندہ و سلامت رکھے اور مذہب اسلام کی عظیم الشان خدمات کی اور بھی توفیق عطا فرما دے۔ فی زمانہ مولانا صاحب کا مقدس وجود ملک ہند میں غنیمت ہے۔ خدا کرے کہ مخالف علماء مولانا محمد علی صاحب کی بے نظیر خدمات سے مستفیض ہوں اور ان کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ جائے۔" (سید اقدس حسین صاحب زیدی۔ آسام)

رفتار عالم

——— **لندن ۲۲ر جولائی**۔ مشرق بعید سے جو خبریں یہاں پہنچ رہی ہیں ان سے اس یقین کی اور بھی تائید ہوتی ہے کہ مشرق بعید میں جلد ہی کچھ ہونے والا ہے۔ اور آج کل ہی کوئی نہایت اہم قدم اٹھانے کیلئے جاپان آخری تیاریاں نہایت سرعت سے کر رہا ہے۔ جاپانی برطانیہ پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ ہند چینی پر حملہ کرنے والا ہے اور یہ کہ جاپان کے خلاف برطانیہ امریکہ اور چین مل کر ہند چینی اور سیام میں اقدامات کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ اگرچہ ان الزامات کے ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان باتوں کی ابھی تک تصدیق نہیں ہوئی۔ لیکن جاپان کی وزارت خارجہ کے ارکان اور نیم سرکاری اخبارات نے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا ہے کہ اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو جاپان ہر صورت مقابلہ کرے گا۔

——— **لندن ۲۲ر جولائی**۔ کل ماسکو پر پہلا زبردست فضائی حملہ ہؤا۔ اور ۲۰۰ جرمن طیاروں نے شہر کے دفاعی حصار کو توڑ کر بمباری کے لئے شہر پر چھا جانے کی کوشش کی۔ روسیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ نازیوں کو اس حملے میں بہت ناکامی ہوئی۔ اور روسی حفاظتی دستوں نے حملہ آوروں کا منہ توڑ مقابلہ کیا۔

——— **لندن ۲۲ر جولائی**۔ سوموار کے روز برطانیہ اور امریکہ کے درمیان ایک معاہدہ ہؤا جس کی رو سے امریکہ برطانیہ کو ۴۲½ کروڑ ڈالر قرضہ دے گا۔ اس قرضے کی میعاد پندرہ سال ہوگی۔ اس میں مزید پانچ سال کی توسیع بھی ہو سکے گی۔ بشرطیکہ برطانیہ پندرہ برس میں اصل قرضے کا پہلا حصہ واپس ادا کر دے۔ قرضے پر تین فیصدی سود لیا جائیگا

——— **لندن ۲۲ر جولائی**۔ نیو یارک کی اطلاع ہے کہ امریکی اسلحہ فروش سوداگروں کے اندازے کے مطابق دنیا بھر کی طاقتیں ذیل کے تناسب سے طیارے بنا رہی ہیں

جرمنی ۲۵	روس ۲۰	برطانیہ ۱۸
امریکہ ۱۵	جاپان ۳	اطالیہ صفر

اس طرح برطانیہ اور امریکہ ملا کر جرمنی سے ۲ فیصدی زیادہ طیارے تیار کر رہے ہیں۔ اور روس بھی جرمنی سے کچھ ہی کم ہے۔ برطانوی نوآبادیوں اور غیر جرمن یورپ میں طیارہ سازی نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔

——— **لندن ۲۳ر جولائی**۔ کل جرمن طیاروں نے پھر ماسکو پر زبردست بمباری کی۔ جرمنوں کا بیان ہے کہ اس بمباری کی وجہ سے درجنوں اشخاص مجروح و ہلاک ہوئے۔ روسی کہتے ہیں کہ کسی فوجی ٹھکانے پر بم نہیں گرا۔ روس کے اعلان میں بیان کیا گیا ہے کہ ۱۵۰ جرمن طیاروں میں سے ۱۵ گرائے گئے۔ جرمنوں کا بیان ہے کہ کریملن پر بھی زبردست بمباری کی گئی ہے۔

——— **لندن ۲۲ر جولائی**۔ حوادث عراق کے شہرت یافتہ عراقی لیڈر رشید عالی آج منگل کے روز تبریز کے راستے ترکیہ روانہ ہوگئے ان کی بیوی اور باقی خاندان فتنہ عراق کے فرو ہونے سے کچھ عرصہ پہلے ترکیہ بھاگ گئے تھے۔

——— **واشنگٹن ۲۴ر جولائی**۔ آج امریکہ میں سرکاری طور پر ایک بیان شائع کیا۔ جس میں جاپان کو جارحانہ اقدام کرنے والی حکومت ظاہر کر کے اس کی مذمت کی گئی ہے۔

——— **ماسکو ۲۴ر جولائی**۔ روس کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ روسی طیاروں نے دشمن کے جہازوں کے ایک قافلے پر بمباری کی۔ جس سے ۷ جہاز غرق ہوگئے۔

——— **ماسکو ۲۴ر جولائی**۔ روس کے سرکاری اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ ۲۳ر جولائی کو پولوٹسک نیول سمولنسک اور نووگوروڈ کے علاقوں میں زبردست جنگ جاری رہی۔ بسارابیہ کے محاذ پر جرمنوں کی ایک کلدار رجمنٹ کو بالکل تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ۱۲ مسلح کاروں ۲۵ توپوں ۸ سرنگ بچھانے والی مشینوں۔ ۴۰ کاروں اور ۲۰۰ موٹر سائیکلوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ روسی طیاروں نے دشمن کی فوجوں اور ہوائی اڈوں پر بم برسائے۔

——— **لندن ۲۴ر جولائی**۔ آج مسٹر ایڈن وزیر امور خارجہ برطانیہ نے دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ کو ہسپانیہ کے بارے میں اپنی پالیسی تبدیل کرنی پڑے گی۔ مسٹر ایڈن نے کہا کہ ہسپانیہ خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ برطانیہ نے اسے اس لئے مالی امداد دی تھی۔ کہ وہ اپنی حالت کو درست کر سکے۔ اس وقت تک برطانیہ ۴ لاکھ پونڈ ہسپانیہ کی امداد کے لئے صرف کر چکا ہے۔ جس میں کھانے پینے کی اشیاء کی امداد بھی شامل ہے۔ اس وقت تک قرضہ کی صورت میں ہسپانیہ کو ۲۵ لاکھ پونڈ دیئے جا چکے ہیں۔ مسٹر ایڈن نے کہا کہ اقتصادی امداد صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ دونوں طرف ایک دوسرے کی خیر سگالی کا اعتراف کریں۔ مگر جنرل فرانکو کی ۱۷ جولائی والی تقریر میں اس خیر سگالی کا ذرہ بھی نظر نہیں آتا۔ جنرل فرانکو کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آئندہ برطانیہ کی امداد سے مستفیض ہونا نہیں چاہتے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے۔ تو برطانیہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا۔ حکومت برطانیہ بھی اپنی امدادی پالیسی کو جاری نہیں رکھے گی۔ برطانیہ کی آئندہ پالیسی جنرل فرانکو کے طرز عمل کے مطابق ہوگی۔

——— **لندن ۲۴ر جولائی**۔ روس اور جرمنی کے اعلانوں سے پتہ چلتا ہے کہ لڑائی انہی مقامات میں ہو رہی ہے۔ جہاں دو چار دن پہلے ہو رہی تھی۔ جرمنوں نے اس امر کا اعتراف کر لیا ہے کہ ان کے حملے کی رفتار دھیمی پڑ گئی ہے۔ چند روز پیشتر جرمنوں نے اعلان کیا تھا کہ سمولنسک پر قبضہ ہو گیا ہے۔ آج جرمن نیوز ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ سمولنسک کے گرد زبردست گھیرا ڈالا جا رہا ہے۔ اور روسی فوجوں کو نرغے میں لیا جا رہا ہے۔ رائٹر کا بیان ہے کہ سمولنسک روسیوں کے قبضے میں ہے۔ مگر جرمنی کی خبر رساں ایجنسی نے دعویٰ کیا ہے کہ سمولنسک پر ۱۶ جولائی کو جرمنوں کا قبضہ ہؤا تھا۔

——— **لندن ۲۴ر جولائی**۔ ماسکو ریڈیو نے نیو یارک کی ایک اطلاع کے حوالے سے اعلان کیا ہے کہ ہٹلر نے جنرل براخش کمانڈر انچیف اور فیلڈ مارشل کائیٹل رئیس ارکان حربیہ کو روس کے محاذ سے تبدیل کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ہٹلر کے حسب دلخواہ کام نہیں کیا۔ اناؤنسر نے کہا کہ سفارتی ذرائع سے معلوم ہؤا ہے کہ ہٹلر نے جنرل رومل کو لیبیا کی سرحد سے بلا لیا ہے تاکہ اسے روس کے محاذ پر بھیجا جا سکے۔

——— **امرتسر ۲۴ر جولائی**۔ کرفیو آرڈر کی میعاد میں نو دن کی توسیع کر دی گئی۔

——— **لاہور ۲۴ر جولائی**۔ اطلاع ملی ہے کہ اسمبلی میں سردار سنگھ مجیٹھیہ اور مسٹر کے۔ ایل۔ گابا کی نشستوں کو خالی قرار دیا جائیگا۔ غالباً ضمنی انتخابات ستمبر میں ہوں گے۔

لٰد، بانند سیکرٹری صاحب انجمن کا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ تو ہوا کرے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء | نمبر ۴۶

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زکوٰۃ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے فتاوے

معلق مال کی زکوٰۃ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تجارت کا مال جو ہے جس میں بہت سا حصہ خریداروں کی طرف ہوتا ہے اور اگراہی میں پڑا ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ جو مال معلق ہے اس پر زکوٰۃ نہیں۔ جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے لیکن تاجر کو چاہئیے کہ حیلہ بہانہ سے زکوٰۃ کو ٹال دے آخر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اخراجات بھی تو اسی مال میں سے برداشت کرتا ہے تقوی کے ساتھ اپنے مال موجودہ اور معلق پر نگاہ ڈالے اور مناسب زکوٰۃ دیکر خدا تعالیٰ کو خوش کرتا رہے بعض لوگ خدا کے ساتھ بھی حیلے بہانے کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ (الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء البدر ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء صہ ۳)

زیور کی زکوٰۃ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہوتی ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہوتا ہے۔ مگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتی ہیں۔

جو زیور استعمال میں آتا ہے اس کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور جو رکھا رہتا ہے اور کبھی کبھی پہنا جاوے اس کی زکوٰۃ دینی چاہئیے جو زیور پہنا جاوے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لئے دیا جاوے بعض کا اس کی نسبت یہ فتوی ہے کہ اس کی زکوٰۃ نہیں اور جو زیور پہنا جاوے اور دوسروں کو استعمال کے لئے نہ دیا جائے اس میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں۔ اور ہر سال کے بعد اپنے موجودہ زیور کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو زیور روپیہ کی طرح رکھا جائے اس کی زکوٰۃ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں (الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء صہ ۱۱)

مکانات و جواہرات پر زکوٰۃ کسی شخص کا خط سے سوال پیش ہوا کہ میرا پانچسو روپیہ کا حصہ ایک مکان میں ہے کیا اس حصہ میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا جواہرات و مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے (بدر ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۳)

مکان اور تجارتی مال پر زکوٰۃ ایک شخص کے سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مکان خواہ کتنے ہزار روپیہ کا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں اگر کرایہ پر چلتا ہو تو آمد پر زکوٰۃ ہے ایسا ہی تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں۔ حضرت عمرؓ چھ ماہ کے بعد حساب کر لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی (البدر ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۴)

قرض پر زکوٰۃ ایک شخص کا سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے کیا اس کو زکوٰۃ دینی لازم ہے فرمایا نہیں (البدر ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۵)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں حضرت ممدوح کا ایک مضمون "سری نگر میں مسجد" کے عنوان سے اس شیوع میں شائع ہوا ہے۔ جماعت کے تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ نہایت غور کے ساتھ اس مضمون کا مطالعہ فرمائیں اور مضمون کے سباق میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو تجویز "ڈاکٹر بشارت احمد ریلیف فنڈ" کے متعلق بیان فرمائی ہے اس کے متعلق جلد مطلع جلد اپنی اجازت اور رائے سے انجمن کو مطلع فرمائیں۔

خان بہادر میاں محمد صادق صاحب چند دنوں کے لئے ایک ضروری کام کی وجہ سے دہلی تشریف لے گئے ہیں۔

جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب بٹ ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ کو گذشتہ ہفتہ ایک حادثہ کی وجہ سے چوٹیں آگئی تھیں۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ رو بصحت ہیں۔

اس شیوع میں ایک اور مضمون جناب میاں صاحب کے مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق تازہ ارشادات کے عنوان سے خان بہادر جناب میاں محمد صادق صاحب کا شائع ہوا ہے اس مضمون کو خود بھی پڑھیں اور قادیانی دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض [illegible] کا شکار رہیں ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے اور آسودگی دے آمین۔

—— چودھری محمد اسمٰعیل صاحب کے لئے احباب دعاؤں کو جاری رکھیں۔ چودھری صاحب [illegible] کے نہایت قیمتی وجود ہیں۔

سلسلہ کے وہ اصحاب جن پر زکوٰۃ فرض ہے انہیں زکوٰۃ جلد ادا کرنی چاہئیے

ولی اور عارف مسلمان عورتیں

حضرت آسیہ خانم

عابدہ و زاہدہ خاتون طائفہ بخاری پاشی کی محترم عورتوں میں سے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار کا نام محمد خان عز الدینلو تھا۔ خاقان فتح علی شاہ ایران انہیں کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ سیدروی اور خیرات میں بہت مشہور تھیں۔ اور انہوں نے اپنی ساری عمر عبادت الٰہی و اعمال حسنہ ہی میں گزاری تھی۔ عزہ ذی حج ۱۲۱۳ھ میں وہ زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہوئیں۔ اور اسی سال بعد سفر خراسان، سنور نے طہران میں وفات پائی۔ ان کی نعش نجف اشرف میں دفن ہوئی۔

حضرت آمنہ رملیہ

عارفہ اور ولی اللہ خاتون تقریباً ۲۰۰ سنہ ہجری میں موجود تھیں۔ لوگ ان کو صاحب مقامات اور کرامات جانتے تھے۔ کبھی کبھی وہ بشر بن حارث کی زیارت کو جایا کرتی تھیں۔ جو اس زمانہ کے مشہور اولیاء میں سے تھے۔ ایک تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب احمد بن حنبل بشر بن حارث کی زیارت کو تشریف لائے تو وہاں انہوں نے آمنہ سے ملاقات کی اور ان سے دعائے خیر کی آرزو کی

حضرت اَمَۃ الجلیل

طبقات شعرانی میں مذکور ہے کہ اَمَۃ الجلیل عرب کی صالح اور پارسا عورتوں میں سے تھیں اور مقام ولایت پر پہنچ گئی تھیں۔ ایک مرتبہ جب ان کے زمانہ میں ارباب سلوک اور صلحا میں ولایت کے معنی اور تعریف کی نسبت اختلاف ہوا۔ اور ہر شخص نے اس مسئلہ میں اپنی ایک جداگانہ رائے ظاہر کی۔ تو آخر الامر یہ قرار دیا گیا کہ اَمَۃ الجلیل سے اس کے معنی پوچھے جائیں۔ اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ولی وہ ہے جو ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہے اور دنیا اس کے مزخرفات سے کوئی تعلق نہ رکھے اور بغیر خدا کے ایک دم بھی کسی شے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ولی کے معنے سمجھانے کے بعد اَمَۃ الجلیل نے جماعت میں ارباب سلوک کی جانب تخاطب ہو کر کہا۔ جب کوئی تم سے کہے کہ فلاں شخص ولی ہے اور وہ یاد حق کے سوا اور کسی کام میں مشغول ہے تو اس کی ولایت کو باور نہیں کرنا چاہئے اور اس کو جھوٹا جاننا چاہئے۔

حضرت ام حسان

یہ عارفہ اور ولی اللہ بیوی کوفہ کی رہنے والی اور صلاح و زہد مقامات اور درجات الیقان میں مشہور و معروف تھیں۔ کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے کہ وہ مقام ولایت تک پہنچ گئی تھیں۔ سفیان ثوری ولی اللہ انہیں کے زمانہ میں تھے۔ جو اکثر ان کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ایک روز جب سفیان ثوری ام حسان کی اثاث البیت میں داخل ہوئے۔ تو وہاں انہوں نے ایک پرانے بوریئے کے سوا اور کوئی چیز نہ پائی۔ اس وقت انہوں نے اس مقدس بیوی سے کہا۔ تم اپنے چچا کے بیٹے کو کسی چیز کے لئے کیوں نہیں لکھتیں۔ وہ تمہاری رعایت کرے گا۔ اس کے جواب میں ام حسان نے کہا۔ تمہاری قدر اس کلمہ نے میری نظروں میں کم کر دی۔ جب میں عالم کے مالک حقیقی سے طلب دنیا نہیں کرتی تو کسی مخلوق ضعیف سے کیونکر کر سکتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ ایک آن بھی خدا سے غافل ہوں۔

حضرت ام علی

اس عارفہ باللہ عورت کا حال جس کی ولایت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ کتاب نفحات الانس میں شرح و بسط کے ساتھ درج ہے۔ وہ احمد خضرویہ بلخی کی بیوی تھیں۔ شیخ ابو حفص کہتے ہیں کہ جب تک میں نے ام علی زوجہ احمد خضرویہ کو نہ دیکھا تھا اس وقت تک میں عورتوں کی جنس ہی کو حقیر سمجھتا تھا اور ان سے باتیں کرنا مکروہ جانتا تھا۔ مگر جب اس پارسا عورت سے ملاقات ہوئی تو مجھے معلوم ہوا کہ خداوند تعالٰے اپنی نعمت معرفت جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

حضرت ام ہرون

طبقات شعرانی میں لکھا ہے کہ یہ مقدس بیوی اولیاء اللہ خائفین اور عابدین میں سے تھیں۔ وہ فقط روکھی روٹی ہی پر قناعت کرتی تھیں اور دنیا کے کسی ساز و سامان سے غرض نہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے اپنے سر میں بیس برس تک کنگھی نہیں کی تھی۔ اس پر بھی ان کے بال اور عورتوں کے بالوں سے خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں انہیں ایک بھوکا شیر ملا۔ انہوں نے کہا کہ آ۔ اور میرے گوشت میں سے اپنی روزی لیلے سب مجھے کھا۔ یہ سنکر شیر نے اپنا منہ ان کی طرف سے پھیر لیا اور وہ دوسری سمت چلا گیا۔

حضرت بریرہ

یہ مقدس بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ جن کا نکاح قبل از آزادی مغیث نامی ایک غلام سے ہوا تھا جب وہ آزاد ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب تم خود مختار ہو۔ چاہو غلام کے نکاح میں رہو یا اس سے فارغ ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ حضرت بریرہ صاحب کرامات تھیں۔ ان کی کرامت اس واقعہ سے ثابت ہے۔ جس کو خود عبد الملک مروانی نے حسب ذیل بیان کیا ہے۔

جب میں خلیفہ نہ ہوا تھا اس وقت میں مدینہ میں بریرہ کے پاس اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ اے عبد الملک میں تجھ میں عمدہ خصلتیں دیکھتی ہوں۔ اگر تو خلیفہ ہو اور زمام امور خلائق اپنے ہاتھ میں لے تو اچھا ہے۔ جب تو اس مرتبہ پر پہنچے تو چاہیئے کہ تو انسان کا خون نہ بہائے اور خونریزی سے پرہیز کرے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس شخص نے ایک سنگی بھر بھی خون ناحق بہایا۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ عبد الملک بن مروان نے حضرت بریرہ کی نصیحت کے خلاف تخت حکومت پر بیٹھتے ہی خونریزی شروع کی۔ اور حجاج وغیرہ نے بندگان خدا پر ظلم کیا۔ اس وقت حضرت بریرہ نے وہی اپنی ہدایت یاد دلا کر اس کو ظلم اور خونریزی سے منع کیا۔

حضرت بلقنیس

یہ ولی اللہ بیوی محمد بن جلال الدین بن سراج الدین بلقینی کی دختر نیک اختر تھیں۔ ان کے پردادا سراج الدین ابن حجر عسقلانی کے استاد تھے۔ مگر ان کے تمام خاندان کے تمام لوگ اہل علم و فضل تھے۔ مگر ان سب کی شہرت اور افتخار کا باعث یہی لائق عورت تھیں۔ وہ علم و دانش زہد و صلاح میں مشہور و معروف تھیں۔ اس دور ناپائیدار میں ساٹھ سال سے زیادہ رہ کر وہ ماہ ذی قعدہ [illegible]ھ کو راہی جہان جاودانی ہوئیں۔ اپنی عمر کے آخری سال انہوں نے راہ سلوک و ایقان و طریق و عرفان طے کرنے میں صرف کئے تھے۔ جیسا کہ ابن حجر نے کہا ہے۔ یہ مقدس بیوی مشائخ طریقت میں شمار کی جاتی تھیں۔

حضرت تحفہ عربیہ

نفحات الانس میں مذکور ہے کہ یہ عارفہ باللہ عورت جن کو مقام ولایت حاصل تھا ایک آدمی کی لونڈی تھیں اور وہ عود بجاتی تھیں اور گاتی تھیں۔ وہ اس قدر عشق حقیقی میں بےخود تھیں کہ انہیں اپنے کھانے پینے کا بھی ہوش نہ تھا۔ دن رات وہ آہ و زاری اور نالہ و بیقراری میں مشغول رہتی تھیں۔ جب اہل خانہ ان کے اس شور و فغاں سے تنگ ہوئے تو انہوں نے اس کو پاگل خانہ میں بھجوا دیا۔ یہ حال دیکھ کر ایک شخص سقطی نامی نے انہیں ان کے مالک سے کچھ روپیہ دے دلا کر خرید لیا اور مجنون خانہ سے رہائی دی۔ تحفہ عربیہ عاشقانہ اشعار بہت کہتی تھیں۔

حضرت حکیمہ دمشقیہ

یہ ولی اور عارفہ بی بی ملک شام کی بزرگ عورتوں میں سے تھیں حضرت رابعہ شامیہ انہی کی شاگرد رشید تھیں۔ کتاب نفحات الانس میں رابعہ سے منقول ہے کہ ایک دن وہ حکیمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جو تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھیں۔ حکیمہ نے رابعہ سے مخاطب ہو کر کہا سنتی ہوں تمہارا خاوند احمد بن الحواری کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ رابعہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ حکیمہ نے کہا کہ کوئی عاقل آدمی تو یہ قبول نہ کرے گا کہ اپنا دل خدا سے پھیر کے دو عورتوں میں لگائے۔ پھر انہوں نے قلب سلیم کی شرح کی۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔

حضرت خدیجہ

یہ مقدس اور پارسا بیوی عبد الوہاب بن ہبۃ اللہ صوفی کی صاحبزادی تھیں۔ وہ حقیقت و معرفت میں صاحب مقام ہوئی ہیں۔ شیخ محی الدین نے مسامرات میں ان سے بہت روایتیں نقل کی ہیں

حضرت رابعہ عدویہ یا بصریہ

یہ ام خیر بیوی جو پہلی صدی ہجری کی مشہور و معروف عورتوں میں تھیں۔ اسمٰعیل عدویہ کی دختر نیک اختر تھیں۔ وہ شہر بصرہ میں رہتی تھیں۔ حقائق و عرفان اور کشف و شہود میں ان کا مقام بہت بلند تھا امام ابو القاسم القشیری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اکثر [illegible] مناجات میں یہ کہا کرتی تھیں کہ اے خدا جو دل تجھ کو دوست رکھتا ہے کیا تو اس کو آگ میں جلائے گا۔ ایک مرتبہ ہاتف نے آواز دی۔ کہ بدظنی نہ کر۔ پروردگار رحیم یہ کام نہیں کرتا ہے۔ چونکہ یہ عورت صفائی قلب اور کمالات نفسانی میں اکثر مردوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کا لقب تاج الرجال (مردوں کی سرتاج) ہے۔ وہ زہد اور تقوی میں ضرب المثل ہیں۔ جس عورت کی پرہیزگاری اور تقدس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کو اپنے زمانہ کی رابعہ بصری کہتے ہیں۔ ان کے مشہور و معروف معاصروں میں ایک حسن بصری تھے جنہوں نے ان کے شوہر کی وفات کے بعد ان سے عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اس درخواست پر

(باقی صفحہ ۳۲ کالم ۳ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۴ رجب ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۶

معاصر ایمان اور ہمارا تبلیغی پروگرام

ہم اپنے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنا کر چھوڑینگے

معاصر ایمان مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء ہمارے امسال تبلیغی پروگرام کے متعلق رقمطراز ہے :-

اقتباس

"لاہوری احمدیہ جماعت اس سال ایک تبلیغی پروگرام پر عمل پیرا رہی ہے ان کے امیر جماعت نے حکم دیا کہ ہر لاہوری احمدی عام مسلمانوں میں سے دس بیس آدمیوں کو چن لے اور ہر ممکن ذریعے سے یہ کوشش کرے کہ وہ احمدی بن جائیں۔ اس سال کم و بیش دس ہزار آدمیوں کو اس تبلیغ کے لئے چنا جائے گا۔ اور انہیں ایک فہرست نکال کر دوسرے فرقہ میں شامل کیا جائیگا یہ تبلیغ ہے یا اندرونی کشمکش؟

اگر شیعہ لوگ سنیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اگر اہلحدیث دیوبندیوں کو شکار کریں۔ اگر قادیانی لوگ بریلویوں کی فہرستیں بنائیں اور انہیں اپنی جماعت میں شامل کرنے کیلئے زور آزمائی شروع کر دیں۔ اور اس کے بعد ان زور آزمائیوں کا ردعمل ہو اور سنی شیعہ کرنے لگیں۔ دیوبندی اہلحدیث کے خلاف کھڑے ہوں اور یہ بریلوی لوگ اپنی جماعت کو بچانے کیلئے قادیانیوں کی کمزوریوں کو الم نشرح کریں تو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ تبلیغ اسلام یا اندرونی کشمکش؟ لاہوری جماعت کیلئے صرف دو صورتیں ہیں (۱) وہ خالص فرقہ کی حیثیت سے اپنے مخصوص عقائد کے ساتھ اپنے طور پر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرے۔ (۲) اپنے مخصوص مذہبی فرقہ وار تنظیم سے بالاتر ہو کر ایک تبلیغی انجمن بنائے جس میں ہر خیال کے مسلمان شامل ہوں اور اس عام سطح سے اسلام کی تبلیغ کرے۔ تیسری کوئی صورت نہیں۔

اس قسم کی تبلیغ مجموعی حیثیت سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں۔ کہ اسلام کا ایک فرقہ دوسرے پر حملہ آور ہو۔ یہ تبلیغ نہیں حرب عقائد ہے۔ اگر لاہوری احمدی یہ طریقہ پسند کرتے ہیں تو مسلمانوں کے دوسرے فرقے ان کی تردید کے لئے کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد انہیں کوئی حق نہ ہوگا کہ وہ شیعوں یا بریلویوں کی شکایت کریں۔ وغیرہ وغیرہ"

مدیر ایمان کی غلط فہمی

ہمارے امسال تبلیغی پروگرام کو جو ہماری جماعت کے سامنے ہے مدیر ایمان نے تبلیغ نہیں بلکہ اندرونی کشمکش اور حرب عقائد قرار دیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے ہمارے مسلک اور ہماری تحریک کو نظر غائر سے مطالعہ نہیں کیا۔ اگر وہ غور سے مطالعہ فرماتے تو یقیناً ان کی طرف سے ایسے اعتراضات نہ اٹھائے جاتے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ اے مسلمانو تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جس کا نصب العین لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا اچھی باتوں کو کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہو یقیناً یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

ہم چونکہ احمدی ہیں ہمارا یقین ہے کہ ہم اس مندرجہ بالا آیت کے مصداق ہیں اور ہمیں حضرت امام عصر حاضر ... اعلائے کلمۃ الحق کیلئے منظم کیا ہے۔ جیسا کہ حضور خود جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں کام آسکیں۔"

اب جو جماعت اس مقام پر کھڑی ہو اور جس کے پیش نظر اتنا وسیع نصب العین ہو۔ اس کی تنظیم اور استحکام کیلئے بھی ایک جدوجہد درکار ہے۔ تاکہ یہ سلسلہ مرور زمانہ اور ناساعد حالات کی وجہ سے کمزور اور ضعیف نہ ہونے پائے۔ ہمارا یہ پروگرام بھی اس جماعت کو مضبوط کرنے کیلئے ہے جس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ دنیا کے کونہ کونہ میں خدا اور خدا کے رسول کا نام بلند کرنا ہے۔

ہماری دعوت

سو ہم ہر اس مسلمان کو جس کے قلب میں غیرت اسلام ہو اور جس کی آنکھوں کے سامنے غلط بینیوں اور غلط فہمیوں کی دھند نہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس جہاد میں ہمارا شریک ہو۔ جو بد نصیب اس جہاد بالقرآن میں شریک نہیں ہونا چاہتا اس کی بدبختی پر ہمیں افسوس ہے۔ جو شخص بعض مصلحت اندیشیوں کی وجہ سے ہماری اس دعوت کو خاص رنگ دیکر نمایاں کرتا ہے اس کی ذمہ داری اس کے اپنے کندھوں پر ہے اور عند اللہ خدا کے حضور وہ اس کا جواب دہ ہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم تو صرف غلبہ اسلام کیلئے مسلمانوں کو اس سلسلہ حقہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور حرب عقائد ہمارا مقصد نہیں۔ حضرت بانئے سلسلہ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے "ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ اس محکم بنیاد پر جو شخص بھی ہمارے ساتھ ٹکر لگائے گا۔ خواہ وہ کسی مذہب اور فرقہ سے تعلق رکھتا ہو وہ ایک ایسی چٹان سے ٹکر لگائیگا جس کی سختی کاسہ ہائے سر کو پاش پاش کر دیتی ہے۔

ہم میں اور عام مسلمانوں میں فرق

ہم میں اور عام مسلمانوں میں یہ فرق ہے کہ ہم نے ارشاد نبوی کے مطابق دور حاضر کے امام اور مجدد کو تسلیم کیا ہے اور مسلمان اپنی جہالت کی وجہ سے اس امام کو جس نے قلوب کے اندر اعلائے کلمۃ الحق کا ایک زبردست جوش پیدا کیا ہے نہ تسلیم کر رہے ہیں اور مدیر ایمان نے بھی جو تحریک سیرت کو قیام دیا ہے وہ بھی تحریک احمدیت سے اثر پذیری کا نتیجہ ہے۔ ہم ان کے خلوص اور جذبہ کی داد دیتے ہیں۔ لیکن ان میں غلبہ اسلام کیلئے محکم ایمان اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ امام عصر حاضر کو تسلیم نہ کریں چنانچہ انکی بے یقینی کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

ایک شخص نے مدیر ایمان پر سوال کیا۔ کیا موجودہ رفتار سے آپ کامیاب ہو جائیں گے؟ جواب ملتا ہے "ہرگز نہیں۔ ہمارے موجودہ کام کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بحر ہند میں ایک سیر کھانڈ ڈال دے۔ اور پھر یہ سمجھے کہ تمام سمندر میٹھا ہو جائیگا" (ایمان ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء) لیکن یہ بے یقینی ایک احمدی کے اندر ہرگز ہرگز نظر نہیں آئے گی۔ ہر احمدی کا محکم ایمان ہے کہ دنیا کی ہر چیز بدل سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون نہیں بدل سکتا۔ یہ وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ یہ وعدہ کہ پھر ایک دن اسلام غالب آئیگا اور یہ مشرق و مغرب کے بت ٹکنا چور ہوں گے اور ہم چونکہ احمدی ہیں غلبہ اسلام کے پروگرام میں خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ہو کر رہیں گے۔ اسی ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کرنیکے لئے ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حضرت امام عصر حاضر کو تسلیم کریں۔ کیونکہ یہ نعمت ارشاد نبوی کے مطابق الٰہی کے ذریعہ ثریا سے زمین پر اتری ہے۔ اور مدیر ایمان فرماتے ہیں کہ یہ حرب عقائد ہے۔ ان پر روشن ہونا چاہئے کہ ہم خشک بحثوں میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہم قلوب کا سودا کرتے ہیں۔ وہ قلوب جن کے اندر ایمان اور رشد و ہدایت کا جوہر ہو۔

دو تجاویز

اس کے علاوہ مدیر ایمان نے دو تجاویز پیش کی ہیں۔

"لاہوری جماعت کیلئے صرف دو صورتیں ہیں (۱) وہ خالص فرقہ کی حیثیت سے اپنے مخصوص عقائد کے ساتھ اپنے طور پر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرے (۲) اپنے مخصوص مذہبی فرقہ وار تنظیم سے بالاتر ہو کر ایک تبلیغی انجمن بنائے جس میں ہر خیال کے مسلمان شامل ہوں اور اس عام سطح سے اسلام کی تبلیغ کرے۔ تیسری کوئی صورت نہیں"

ہم ان تجاویز پر مدیر "ایمان" کے شکر گزار ہیں۔ یہ تجاویز یقیناً ان کے خلوص کی آئینہ دار ہیں۔ لیکن ہم ان کی تجاویز کو ماننے سے معذور ہیں کیونکہ ہمارے قلب و دماغ میں تو اس عظیم المرتبت مجدد کی تجاویز بستی ہیں جو مشیت ایزدی کے مطابق مبعوث ہوئے۔ اور جو ارشاد نبوی کے مطابق کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق مامور ہوئے۔ آج صرف اس امام کی تجاویز ہی کامیاب ہو سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو توفیق اس جماعت خدمت اسلام کے لئے عطا فرمائی ہے وہ کسی اور اسلامی جماعت کو نصیب نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو مدیر ایمان کوئی نظیر پیش کریں۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کو بھی اس کے کارہائے نمایاں سے ہی پہچاننا چاہئے۔ ہم باقی مسلمانوں کو جو اسی سلسلہ میں دعوت دیتے ہیں تو صرف اس جہاد میں شریک ہونے کیلئے اور کون نہیں چاہتا کہ اس کا بھائی بھی کار خیر میں شریک ہو سو مدیر ایمان پر واضح ہونا چاہئے کہ یہ حرب عقائد نہیں یہ ایک جذبہ محبت ہے

ہم خدا کی پناہ میں ہیں

باقی انہوں نے یہ جو فرمایا ہے کہ "اگر لاہوری احمدی یہ طریقہ پسند کرتے ہیں تو مسلمانوں کے دوسرے فرقے بھی ان کی تردید کے لئے کھڑے ہوں گے"۔ عرض ہے کہ ہم تو محض رضائے الٰہی اور اس کے دین کی برتری اور اس کے رسول کی رفعت کے لئے اپنی نقد ذلیت پیش کئے ہوئے ہیں ... ہم دیگر بھائی صرف اس وجہ سے ہماری مخالفت پر آمادہ ہوتے ہیں کہ ہم دوسرے بھائیوں کو بھی اسی ایثار اور قربانی کی تلقین کرتے ہیں تو ہمیں

باقی صفحہ ۴ کالم ۲

سری نگر میں مسجد

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

ہماری جماعت کشمیر کی مدت سے یہ خواہش تھی کہ ان کی اپنی ایک مسجد سرینگر میں ہو۔ سال گذشتہ ہماری انجمن نے جوبلی فنڈ سے ایک ہزار روپیہ جماعت سرینگر کو زمین خریدنے کیلئے دیا۔ اور ایک ٹکڑہ اراضی اس روپے سے خرید لیا گیا۔ اس ایک ہزار روپے میں سے پانچ سو روپیہ بطور امداد جماعت کو دیا گیا۔ اور پانچسو روپیہ بطور قرض لیکن حالات پیش آمدہ کے مدنظر میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ پانچسو روپیہ بھی غالباً انجمن کو امداد میں ہی منتقل کرنا پڑے گا۔ زمین خریدنے کے بعد اب یہ انتظار تھا کہ مسجد کے لئے روپیہ فراہم ہو۔ سری نگر کی جماعت گو اپنی تعداد کے لحاظ سے ایک بڑی جماعت ہے۔ مگر اس کا بہت بڑا حصہ کشمیر کے مسلمانوں کی طرح غربا کا ہے اور اس لئے مسجد کی تعمیر کیلئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جا سکا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلص دوست ماسٹر کھنڈے خانصاحب کے دل میں یہ زبردست تحریک پیدا کی کہ انہوں نے ایک ہزار روپے کی گرانقدر رقم تعمیر مسجد کے لئے عطا فرمائی اور اس کے جلد بعد ہی ان کی اہلیہ نے پانچ سو روپیہ عطا فرما کر اس رقم کو ڈیوڑھا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کو بہت بہت بڑے اجر دے کہ ان کے ان گرانقدر عطیوں سے جماعت میں اس کام کو انجام دینے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اور اس وقت تک مزید ایک ہزار روپے کے [illegible] اس جماعت کی طرف سے ہو چکے ہیں اور اس طرح اڑھائی ہزار روپے کی رقم کا انتظام ہو چکا ہے۔

لیکن مسجد کے کل خرچ کا اندازہ چار ہزار روپیہ ہے۔ اور گرانی اشیاء کی وجہ سے ممکن ہے۔ اس پر بھی کچھ بڑھ جائے۔ ماسٹر کھنڈے خان صاحب خود انجینئرنگ کے کام کے ماہر ہیں اور وہ ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ خرچ نہایت کفایت سے ہو۔ ان کے مدنظر یہ بھی ہے۔ کہ مسجد کے ساتھ دو تین رہائشی کمرے بھی ہوں۔ جہاں لائبریری اور تبلیغ کے کام کے علاوہ ایسے دوست بھی ٹھہر سکیں۔ جو کشمیر سیر کیلئے جاتے ہیں اور اس طرح ایک طرف انہیں آرام پہنچے اور جماعت کے ساتھ تعلقات بڑھیں اور دوسری طرف یہ امر مسجد کے اخراجات میں بھی امداد کا باعث ہو۔ ان کی تجویز کے مطابق بہت کم خرچ سے یہ دو تین کمرے نکل آئیں گے۔

ممکن ہے بعض دوستوں کے دل میں یہ خیال ہو کہ مسجد چھوٹی کیوں نہ بنوائی گئی۔ کشمیر کے حالات عام مقامات سے قدرے مختلف ہیں۔ یہاں شدت سردی کے باعث یہ ضروری ہے کہ چھتی ہوئی جگہ زیادہ ہو۔ جس میں جماعت کے سب آدمی سما سکیں۔ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقعہ پر جب مجھے نماز پڑھانے کا موقعہ ملا۔ تو دو سو کے قریب یا اس سے بھی زیادہ دوستوں نے میرے پیچھے نماز ادا کی۔ اس لئے مسجد کا اس قدر وسیع ہونا ضروری ہے کہ جس میں تین چار سو آدمی سما سکیں اور خواتین کے لئے بھی انتظام ہونا ضروری ہے۔ اس قدر وسیع مسجد کے لئے چار ہزار روپیہ بالکل معمولی خرچ ہے خواہ اسے کتنا بھی سادہ بنایا جائے۔ اس لئے مسجد کی تکمیل کیلئے پندرہ سو روپے کی اور ضرورت ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی صاحب توفیق دوست کے دل میں ڈالے تو ماسٹر کھنڈے خانصاحب کی طرح وہ اکیلا ہی پندرہ سو روپے کی رقم دے سکتا ہے۔ لیکن بظاہر حالات پر پندرہ سو روپے کی اپیل اب ساری جماعت کے سامنے ہے۔ میں اس امر کو جانتا ہوں کہ جماعت پر چندوں کا بوجھ بڑا بھاری ہے۔ لیکن اس رقم کو پورا کرنا بھی جماعت کی اہم ضروریات میں سے ہے۔ دو سو آدمی کی جماعت بغیر اپنی مسجد کے کوئی ترقی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس قدر وسیع مکان جس میں اتنے آدمی جمع ہو سکیں۔ اگر کرایہ پر لیا جائے۔ تو پانچ سات سال میں اس کا خرچ مسجد کی تعمیر کے خرچ سے بھی بڑھ جائے گا۔ اور بغیر جماعت کے اجتماع کے جماعت کی ترقی کی کوئی صورت نہیں۔ جماعت سری نگر اور وجوہ سے بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مگر اپنی کثرت کے لحاظ سے یہ اس بات کی مستحق ہے کہ ہماری ساری قوم اس کے بوجھ کو بٹائے۔ اس لئے میں پندرہ سو روپے کے لئے اپنے احباب سے اپیل کرتا ہوں۔ جو آخر اگست تک جمع ہو کر جماعت سری نگر کو پہنچ جانا چاہئے۔ تاکہ سردیوں سے پہلے پہلے عمارت کا کام مکمل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے متمول احباب کے دل میں یہ ڈالے کہ معقول رقوم سے جلد اس رقم کو پورا کر دیں۔

اس سلسلہ میں میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کا کچھ روپیہ ابھی تک انجمن کے پاس پڑا ہے جس کا اب وہاں بھیجا ممکن نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق انجمن معطیوں سے دریافت کر رہی ہے۔ کہ اب اسے کس غرض پر خرچ کیا جائے۔ یوں ہر معطی کا اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے اسے خرچ کرنے کی اجازت دے۔ لیکن میں جملہ معطیان کے سامنے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر وہ اس روپے کو مسجد سری نگر کی تعمیر پر لگا دینے کی اجازت دیں۔ تو بہت بڑے ثواب کا کام ہو گا۔ بلکہ میری تجویز یہ ہے کہ فرداً فرداً جو معطی اسے کسی اور غرض پر خرچ کرنے کے لئے نہ لکھیں۔ ان سب کی طرف سے دو تین دفعہ اخبار میں یاد دہانی کے بعد یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ اس تجویز سے اتفاق کر کے اپنی اس رقم کو جو ٹرکش ریلیف فنڈ میں دی تھی۔ اب مسجد سرینگر کی تعمیر کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

روپیہ بنام محاسب بھیجکر تصریح کر دی جائے کہ مسجد سرینگر کے لئے ہے اور مجھے بھی اس کی اطلاع دی جائے۔ خاکسار

محمد علی

ڈلہوزی ۲۴ جولائی ۱۹۴۰ء

البقیہ لیڈ (۳)

چنداں پرواہ نہیں جس کا کام ہے وہ ہمیں ان لوگوں کے شر سے بچائیگا جو اس کام کو تباہ کرنے کے لئے اٹھیں گے اور اس کی حفاظت و امان کافی ہے اور دنیوی حفاظتوں کے لات و منات کی ہم پناہ لینا نہیں چاہتے جو ہمارے بھائیوں کے دل میں آتی ہے کریں خواہ کچھ بھی ہو۔ ہم اس پروگرام کو عملی جامہ پہنا کے چھوڑیں گے اور ہم نہایت خلوص کیساتھ مدبران کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ آئیں اس سلسلہ میں شامل ہوں اور اپنے جو ہر کو ایک زرخیز زمین پر آزمائیں زمین شور میں سکھا ہی کیا ہے اگر وہ صمیم قلب سے اسلام کی زندگی چاہتے ہیں تو زندہ دلی سے ساتھ ہوں کیونکہ زندہ جماعت ہی اسلام کو زندہ کر سکتی ہے۔ خدا تعالےٰ سب مسلمان بھائیوں اور مدبران کو بھی تحریک احمدیت کی شان اور مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ❊

(البقیہ صفحہ ۲ سے)

رابعہ نے بطور امتحان ان سے حقائق و معارف کے چند مسائل دریافت کئے۔ بعد ازاں انہیں اپنے نکاح میں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سفیان ثوری بھی انہی کے زمانہ میں تھے۔ وہ ان کی بزرگی اور جلالت کو خوب جانتے تھے اور اکثر ان کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ حقیقت اور معرفت کی جو مشکلیں سفیان ثوری کو درپیش ہوتی تھیں۔ وہ رابعہ ہی سے پوچھتے تھے۔ جن کو وہ بآسانی حل کر دیتی تھیں ایک روز سفیان نے رابعہ سے پوچھا کہ خدا کے ساتھ جو تمہارا ایمان اور عقیدہ ہے اس کو تم مجھ سے بیان کرو۔ رابعہ نے کہا۔ میں خدا کو بہشت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے نہیں پوجتی۔ بلکہ کمال عشق اور شرائط عبودیت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتی ہوں۔

تمام ارباب سلوک رابعہ کو اہل کرامات سے جانتے ہیں اور ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ علاوہ کشف و کرامات کے ان کو علم عروض میں بھی کمال تھا اور وہ حقانی اشعار فرماتی تھیں ۱۳۵ھ اور بقول بعض ۱۸۵ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ان کا مزار شریف اب تک اہل سلوک و عرفان کا زیارت گاہ ہے۔

رابعہ شامیہ

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ یہ پاک اور پارسا بیوی بھی طریق و عرفان کے اعلیٰ مدارج پر پہنچی ہوئی تھیں اور ان سے کشف و کرامات بھی ظاہر ہوتے تھے۔ احیاء العلوم اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔ کہ رابعہ کو احمد بن ابی الحواری سے نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ جو اس زمانہ کے اکابر میں سے تھے اور اس میلان کو انہوں نے احمد پر ظاہر کیا۔ اس کے جواب میں احمد نے کہا۔ میرے اشغال اہل و عیال کرنے سے مانع ہیں۔ اس کا جواب رابعہ نے یہ دیا کہ خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اشغال میں مشغول ہوں اور اس عقد سے پیروی نفس مجھے مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے غایت یہ ہے کہ پہلے خاوند کا جو مال مجھے ملا ہے اس کو تم لو اور صالحین اور فقرا کو بانٹ دو۔ اور میں تمہاری وجہ سے اولیاء اللہ اور دوستان خدا سے ملاقات پیدا کر دوں۔ جب ابن ابی الحواری نے یہ کلام سنا تو انہوں نے اپنے شیخ ابو سلیمان الدارانی سے اس بات کی اجازت لی اور رابعہ کے ساتھ نکاح کیا۔ رابعہ نے اپنے شوہر کے لئے تین عورتیں مہیا کی تھیں۔ خود احمد سے روایت ہے کہ رابعہ میرے لئے طرح طرح کے کھانے پکاتی ہیں۔ میرے کپڑوں میں عمدہ عمدہ عطر لگاتی ہیں اور مجھ سے کہتی ہیں کہ ان عورتوں کے پاس جاؤ۔ روضۃ الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک اور عورت رابعہ قیسیہ بھی مشہور عابدہ و زاہدہ گزری ہیں۔

حضرت رابعہ جیلانیہ

یہ مشہور و معروف عارف باللہ بیوی عہد سلطنت محمد شاہ قاجار میں موجود تھیں۔ ان کا اصلی نام صاحبہ ام سلمہ خانم ہے۔ ان کے والد ماجد حاجی مرزا محمد رشتی وزیر گیلان اور ان کے شوہر حاجی میر اسمٰعیل رشتی تھے۔ جو اس ملک کے مشاہیر اعیان میں سے تھے۔ جب مرشد کامل و سالک واصل حاجی محمد جعفر کبودر آہنگی گیلان میں پہنچے تو انہوں نے وعظ و پند کی مجلسیں گرم کیں۔ ایک مجلس میں رابعہ بھی موجود تھیں۔ ان پر جعفر کے وعظ کا اتنا اثر ہوا کہ پھر تا زیست وہ تصفیہ قلب اور تہذیب اخلاق ہی میں مشغول رہیں۔ عارف ربانی حکیم صمدانی حاجی مولانا رضا ہمدانی سے جو ان کے زمانہ کے ایک مشہور بزرگ تھے انہوں نے استفادہ حاصل کیا تھا اور انہی کی صحبت میں وہ رہتی تھیں۔ جب بادشاہ مرحوم کو رابعہ کے کشف و کرامات کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ان کو رابعہ ثانیہ کا خطاب [illegible] اور ہزار تومان اخراجات کیلئے [illegible]

الفضل مورخہ ۱۳ جولائی کا خطبہ اور جناب میاں صاحب کے مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق تازہ ارشادات

میاں صاحب کے خوابوں، مسلک اور کثرت پر بے جا ناز کی حقیقت

خداوندا! ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس)

شعرا اور ایک عجیب مخلوق

بعض شعرا نے اپنے خیالی معشوقوں کے حسن کرشمہ ساز کو اس بات کا اہل قرار دیا ہے کہ وہ اگر خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد رکھ دیں تو ان کے مذہب میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ مگر ان شعرا میں سے کسی نے بھی آج تک روحانی لیڈر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور بعض ان کو دیوانہ بھی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا ان کے متعلق یہ حکم ہے۔ والشعراء یتبعھم الغاوٗن الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون۔

مگر اسے اتفاق کہئے یا مشیت کی ستم ظریفی کہ ان شعرا کے علاوہ اب ایک ایسی مخلوق بھی پیدا ہو گئی ہے کہ جو مجازاً و حقیقتاً احمدی و غیر احمدی، مصدق و مخالف، غیر احمدی ظاہری و اصلی مسلمان، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج، مختلف اصطلاحات میں بھی کوئی فرق نہیں دیکھتے۔ شعرا کو تو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس لئے ان کی بدحواسیوں سے مذہب پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ مگر بدقسمتی سے دوسری مخلوق یہ سب کچھ مذہب کی آڑ میں کر رہی ہے۔

مذہب سے بیگانگت

سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہب سے بیگانگت بڑھتے جانا اس قدر ظاہر اور عیاں ہے کہ انکار نہیں ہو سکتا۔ اس پر جہاں تک غور کیا جائے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی اس درگت کا ذمہ دار دراصل ملّا ہے۔ جو خواہ اسلام کا ملّا ہو۔ عیسائیت کا پادری، ہندو مذہب کا پنڈت اور سکھوں کا بھائی ہی ہو۔ اس کی ذہنیت ہر جگہ یکساں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کی بڑی خصوصیت بقول فاضل مدیر لائٹ یہ ہوتی ہے کہ اس کو کامن سینس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ معقولیت سے کوسوں دور اور سلامت کا خوگر ہوتا ہے۔ وہ لغویت کا دلدادہ اور رسالچ کا مبتلا ہوتا ہے اور اس قدر احمق ہوتا ہے کہ اپنی تحریر و تقریر کا مقابلہ کرنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس ملائی ذہنیت نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق بالخصوص اسلام پر جس قدر ظلم کیا ہے اس کا اندازہ ناممکن ہے۔ اسی ملائی ذہنیت سے تنگ آ کر اسلام کے ایک سنجیدہ طبقہ نے احمدیت کے آغوش میں پناہ لی کیونکہ یہاں ہر ایک چیز عقل و ہوش کی عینک سے دیکھی جاتی تھی۔ مگر وائے بدقسمتی چند ہی سالوں کے بعد ملائی ذہنیت نے یہاں بھی اپنے پاؤں پھیلانے شروع کئے اور اب ایک کثیر حصہ جماعت پر مستولی نظر آتی ہے۔

الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۴۱ء کا ایک خطبہ

۱۳ جولائی ۱۹۴۱ء کے الفضل میں سات صفحات کا ایک خطبہ خلیفہ صاحب قادیان کے نام سے شائع ہوا ہے جو اسی ذہنیت کا مرقع معلوم ہوتا ہے۔ دیکھنے کو تو یہ ایک بڑا لمبا چوڑا مضمون ہے۔ لیکن بے معنی تکرار کو چھوڑ کر اس میں مطلب کی باتیں چند ایک ہی ہیں:-

(۱) حضرت عمرو بن العاص، عکرمہ بن ابوجہل، خالد بن ولید مجاہدین اسلام کی قبل قبول اسلام و بعد شناخت اسلام مثالیں دینے کے بعد فرماتے ہیں:-

"یہ تغیر انسانی سمجھ میں آ سکتا ہے بلکہ اس تغیر کے وہ خود بھی قائل تھے۔ چنانچہ عمرو بن العاص جب اسلام کے عاشق ہوئے اس وقت انہیں یاد تھا کہ ایک زمانہ میں وہ سخت مخالف رہ چکے ہیں۔ خالد کو آخری زمانہ یاد تھا کہ کسی زمانہ میں انہوں نے اسلام کی بڑی دشمنی کی ہے۔ عکرمہ کو آخری عمر تک یاد تھا کہ وہ اسلام کی کیسی کیسی مخالفتیں کرتے آئے ہیں۔ مگر یہ تغیر سمجھ نہیں آتا کہ ایک جماعت کی جماعت پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی و رسول کہتی رہی ہے اور پھر وہ کہنے لگ جائے کہ اس نے آپ کو نبی و رسول نہیں کہا۔"

اس کے بعد پھر کچھ فضول تکرار کے بعد جو خلیفہ صاحب کی تقریر کا نمایاں پہلو ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"لیکن دنیا میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے اس شدت اور کثرت کے ساتھ نبی و رسول کہنے کے بعد یہ کہہ دیا ہو کہ ہم نے ایسا کہا ہی نہیں۔ . . . . معمولی معمولی باتوں میں اختلاف ہونا اور بات ہے۔ مگر ایک ایسا شخص یا ایسے اشخاص جنہوں نے تعلیم و تصنیف کا کام کیا ہو۔ جنہوں نے دس بیس دفعہ نہیں بیسیوں مرتبہ (اردو ملاحظہ ہو۔ ناقل) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا نبی اور رسول کہا ہو۔ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم آپ کو نبی نہیں کہتے رہے ایسا عظیم الشان انقلاب ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔"

آگے بڑھنے سے پہلے اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے۔ کہ آخر خلیفہ صاحب قادیان کو دانستہ یا نادانستہ طور پر مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کو عمرو بن العاص، عکرمہ اور خالد بن ولید مجاہدین اسلام سے نسبت دینی پڑی۔ جو دنیائے اسلام میں اپنے مجاہدات کی بدولت قیامت تک نام پیدا کر گئے۔ اسی کو کہتے ہیں۔ ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

جلے پھپھولے

(۲) اس قدر لمبی چوڑی تمہید کے بعد جس میں سوائے اکابر جماعت احمدیہ لاہور پر نیش زنی کرنے کے اور کچھ مقصود نہیں معلوم ہوتا جناب خلیفہ صاحب قادیان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تصنیفات میں سے تجلیات الٰہیہ کے ایک الہامی شعر اور ایک عبارت کے حصہ کا حوالہ دے کر اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ جو وہ ہمیشہ اس وقت کیا کرتے ہیں۔ جب وہ ہمارے دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں اور ڈوبتے ہوئے کی طرح تنکوں کے سہارے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ الہام اور حصہ عبارت ذیل میں ملاحظہ ہو:-

(۱) چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

(۲) "لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور میرے فرقہ کو سب فرقوں پر غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے ذریعہ سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو۔"

پہلے شعری الہام پر نکتہ افشانی فرماتے ہوئے خلیفہ صاحب قادیان نے فرمایا ہے:-

"کیسی واضح بات ہے جو اس حوالہ میں بیان کی گئی ہے۔ اور کس طرح دو گروہوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ ایک کو تو ظاہری مسلمان قرار دیا گیا ہے اور دوسرے گروہ کو حقیقی مسلمان قرار دیا گیا ہے۔"

مسلمانوں کے متعلق میاں صاحب کا ارشاد

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں:-

"یہی ہم کہتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ ظاہری مسلمانوں کو نام سے ہم مسلمان نہیں کہتے۔ ہم بھی ان کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ . . . . ہم نے بھی عام مسلمانوں کو مسلمان کہنے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ میری تحریریں دیکھی جائیں اس میں باقی مسلمانوں کے لئے مسلمان کا لفظ یقیناً استعمال ہوا ہوگا۔"

الفاظ "بھی" - "ہی" - "ہوا ہوگا" اس لئے جلی لکھے گئے ہیں کہ ان سے خطبہ دیتے وقت خلیفہ صاحب کے قلب کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" کی تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذمہ خلیفہ صاحب کے برادر صغیر جناب میاں بشیر احمد صاحب نے جو کھانڈ میں لپیٹ کر کونین کی گولی دینے کا ناپاک الزام لگایا ہے (دیکھو صفحہ ۱۸۳ کتاب "مسئلہ جنازہ کی حقیقت") اس کے حقیقی مصداق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۳) دوسری عبارت کو ایک عظیم الشان پیشگوئی قرار دیتے ہوئے خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:-

"یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو پیغامیوں کے رد کا اپنے اندر سامان رکھتی ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے (خلیفہ صاحب کو نہیں)

بہت عظمت دیگا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور تمام فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔" اس سے پتہ لگتا ہے کہ غلبہ کے زمانہ تک جماعت کیلئے تباہی مقدر نہیں۔"

کثرت پر بے جا ناز

اس کے بعد القول تمہیو ما دیگرے نیست حسب معمول پھر تنزل پر اتر آئے ہیں اور اپنی جماعت کی سالانہ کمی بیشی سے مقابلہ کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور اپنی جماعت کی کثرت اور رفتار ان کی زیادہ توجہ کا اگ گایا ہے۔ اس کے متعلق اسی جگہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جماعت کی کثرت سے کس کو انکار ہے مگر کیا کیا جائے آپ کی کثرت کی نسبت حضرت عزازیل علیہ ما علیہ کی روز افزوں امت کی کثرت بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ کیا اس کے پیرو ان کی کثرت کو اس کی نصرت اور اس کے تقدس کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے۔ پھر آپ کے ظاہری سیاسی اور رتام کے عام مسلمانوں کی کثرت بھی آپ کے سامنے ہے۔ اگر اس پر بھی نظر نہ ہو تو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات پر غور کر لیجئے۔

(۱) کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله

(۲) قليل من عبادي الشكور

السامی شعر کی نسبت گذارش

السامی شعر کی نسبت عرض ہے کہ اگر خلیفہ صاحب اس پر ذرا غور فرما دیں تو معلوم ہو جائے گا۔ ک... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو مسلمان ہی قرار دیا ہے کافر کو مسلمان کرنا نہیں لکھا۔ حضرت صاحب مسلمانوں کو مسلمان ہی جانتے تھے۔ ایک خلیفہ صاحب ان کے قابل فرزند اور قادیانی جماعت کے لیڈر ہیں۔ جو مسلمانوں کو کافر بنا کر خوش ہوتے ہیں۔ سخ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے بغیر ان کی خلافت قائم نہیں رہ سکتی۔

جناب میاں صاحب کی خوابیں

آگے چل کر اپنی خوابوں کا شرح و بسط سے ذکر کیا ہے اور اس کے خاتمہ پر فرمایا ہے:۔

"تو میری ایک سال کی خوابیں بھی اگر جمع کر لی جاویں۔ تو مولوی صاحب کی ساری عمر کی خوابوں سے بڑھ جائینگی"

غرضیکہ خلیفہ صاحب نے اتنے لمبے چوڑے خطبہ میں

(۱) مسئلہ نبوت پر بحث کرتے ہوئے ہم پر الزام لگایا ہے کہ ہم نے ایک تغیر اور انقلاب عظیم کیا ہے۔

(۲) مسئلہ کفر و اسلام پر روشنی ڈالنے کے علاوہ

(۳) اپنے تقدس کا بھی خوب ڈھول پیٹا ہے

اور اپنے مضمون کو اس طرح ختم کیا ہے۔

خطبہ کا اختتام

"دیکھو تجلیات الٰہیہ کیسی چھوٹی سی کتاب ہے۔ مگر اس چھوٹی سی کتاب میں بھی تمام اختلافی مسائل کا حل کر دیا ہے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید تجلیات الٰہیہ حکمت الٰہی کے ماتحت پیغامیوں کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اور ان چند صفحات میں ہی اس قدر مواد موجود ہے جو پیغامیوں کے عقائد کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں نبوت کے مسئلہ پر بحث موجود ہے۔ اور کفر و اسلام کے مسئلہ پر بھی۔ مگر ماننے کے لئے ایسا

دل چاہئے جو نشانات (خلیفہ صاحب) کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہو اور وہ آنکھیں چاہئیں جو اپنے اندر بصیرت رکھتی ہوں۔ ورنہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے نشانات کو دیکھ کر ان کی قدر نہیں کی۔ ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ ہمارے پیش کردہ نشانات پر غور کریں گے اور ان سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھائیں گے ایک بہت بڑی امید ہے۔"

بے سر و پا خطبے

اگرچہ خلیفہ صاحب قادیانی کے ایسے بے سر و پا خطبوں کو پڑھتے ہوئے عمر گذر گئی ہے اور شاذ ہی کوئی معقول بات ان میں ہوتی ہے تاہم خطبہ زیر بحث بوجہ خصوصیت سے ہماری مسجد میں تقسیم کیا گیا میں نے بھی اس کو بغور پڑھا ہے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے تجلیات الٰہیہ کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب میں اس کتاب کے اس مقام پر پہنچا۔ جہاں حسب ذیل تحریر موجود ہے:۔

تجلیات الٰہیہ کا ایک اقتباس

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص خاص طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلعم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلعم کی پیروی سے پایا ہے نہ کہ براہ راست ..."

(تجلیات الٰہیہ شائع کردہ قادیان ص۵)

اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تجلیات الٰہیہ حضرت صاحب کی آخری تصانیف میں سے ہے اور مسلمہ طور پر ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریر ہے۔ لفظ نبی کی یہ وہ تعریف ہے جو حضرت صاحب نے ازالہ اوہام کے وقت سے لیکر آخری وقت تک کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب

"ابتدا سے یہی مقرر ہے کہ مسیح اپنے وقت کا مجدد ہوگا۔"

(ازالہ اوہام حاشیہ ص۱۵۲)

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی ہے کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلایا۔ کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ اور قال الرسول کا پیرو ہوگا اور عل معضلات اور معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کریگا۔ اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھیگا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا ہے اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔"

(ازالہ اوہام ص $\frac{۵۳۲}{۵۳۳}$)

جناب میاں صاحب کی غلط بیانی

اب ان دونوں کتابوں کے حوالوں سے جو ایک ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہے اور دوسری ۱۹۰۱ء سے بعد کی۔ آفتاب کی طرح ثابت ہے کہ حضرت صاحب کا شروع سے لیکر آخر تک امتی نبی بمعنی محدث مجدد ہونے کا دعویٰ تھا۔ اب اس کے بعد جو شخص یہ کہتا ہے

"نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے ... ... یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"

(حقیقۃ النبوۃ مصنفہ خلیفہ صاحب قادیان ۱۹۱۵ء ص۱۲۱)

وہ درست نہیں ہو سکتا اور اپنی کسی نفسانی غرض سے لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اس قول کو غلط ثابت کرنے کے لئے اسی کی تصانیف کے دو حوالے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

ا۔ "تریاق القلوب کی اشاعت تک جو کہ اگست ۱۸۹۹ء میں شروع ہوئی۔ اور ۲۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی۔ آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے۔ تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے لیکن بعد میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ کسی جزوی نبوت کے پانیوالے نہیں۔ بلکہ نبی ہیں۔ پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہو سکتا۔"

(القول الفصل ص۲۴ مصنفہ خلیفہ صاحب قادیان)

حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ میں کبھی تبدیلی نہیں کی

اب فرمایئے ۱۹۰۱ء تک کے حوالوں کا کیا حشر ہوگا کیا وہ بھی منسوخ ہو گئے۔ یاد رہے کہ غلطی کا ازالہ جو آپ کے جدید عقائد کا سنگ بنیاد ہے۔ وہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کا ہے۔ مسئلہ نبوت کے متعلق سر دست اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ خلیفہ صاحب کی منتخب کردہ کتاب تجلیات الٰہیہ کا حوالہ جو جیسے بمقابلہ ازالہ اوہام دیا گیا ہے۔ کافی ہے۔ اس بارہ میں اس کے علاوہ بھی ہم ہر وقت یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ حضرت صاحب نے شروع سے لیکر اخیر تک ایک ہی دعویٰ کیا ہے۔ اپنے دعویٰ میں کبھی تبدیلی نہیں کی اور نہ ہی ان کو تفہیم دعویٰ میں کبھی غلطی لگی ہے اور نہ ہی ان کی کسی کتاب کا حوالہ نبوت کے مسئلہ کے بارہ میں منسوخ ہے۔ ان کا دعویٰ امتی نبی، ظلی نبی یعنی محدث و مجدد ہونے کا تھا اور اس سے ایک حرف بھی زیادہ نہیں اور یہی وہ دعویٰ ہے جس پر وہ ابتدا سے لیکر تا دم مرگ مختلف پیرایوں میں روشنی ڈالتے رہے۔ اور یہی وہ دعویٰ ہے جس کا جماعت احمدیہ لاہور شروع سے لیکر اب تک ببانگ دہل اعلان کرتی چلی آئی ہے۔ ان باتوں سے اکابر جماعت احمدیہ میں سے کسی مصنف یا مؤلف نے اب تک حضرت مسیح موعود کے متعلق الفاظ نبی و رسول استعمال بھی کئے۔ کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ انہی معنوں میں ابتدائے زمانہ ماموریت سے لیکر اب تک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو اصولی طور پر مسلمان سمجھتے تھے لیکن میاں صاحب انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لئے حضرت اقدس اور میاں صاحب کے مسلک میں بعد المشرقین ہے!

ہوتے چلے آئے ہیں۔ مگر ان لوگوں کو کیا کہا جائے جن کی دیانت اور اتقا کا تقاضا ہی یہ ہو کہ دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں اور سنتے ہوئے نہ سنیں۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے اس بارہ میں کئی مرتبہ اعلان ہو چکا ہے اور سب سے آخری اعلان جس کے ضروری الفاظ حسب ذیل ہیں۔ اور جس کو خاص طور پر قادیان کی مجلس شوریٰ کے انعقاد کے موقعہ پر بھی تقسیم کرایا گیا۔ ممکن نہیں کہ خلیفہ صاحب کی نظر سے نہ گزرا ہو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمارا لٹریچر خلیفہ صاحب کو ایک آنکھ بھی نہیں بھاتا۔ نہ وہ خود پڑھتے ہیں اور نہ اپنے معصوم اور سادہ لوح حلقہ بگوشوں کو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ تاہم ہم مایوس نہیں احتیاطاً ایک اور کاپی خلیفہ صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال کی جاتی ہے اور درخواست ہے کہ اگر وہ کبھی عالم خواب سے بیدار ہوں۔ تو اس کو تھوڑی دیر کے لئے پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں کہ شاید اس کے بعد بھی وہ بیجا الزام دینے سے رک جائیں۔

مسئلہ کفر و اسلام

اب مسئلہ کفر و اسلام۔ میں زیادہ بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ یہ مسئلہ مسئلہ نبوت کا تتمہ ہے۔ جیسا نبی ہو گا۔ ویسا ہی کفر ہو گا جبکہ حضرت مسیح موعود کی نبوت صحف اولیٰ والی نبوت ہی نہیں۔ تو پھر کفر کیسا۔ ملاحظہ ہو حوالہ حقیقۃ الوحی مندرجہ ذیل:۔

ماالعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ بل ھی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ

نبوت سے ہماری مراد وہ نبوت نہیں جو پہلے صحیفوں میں گزر چکی ہے۔ بلکہ یہ ایک درجہ ہے جو ہمارے نبی خیر الوریٰ صلعم کی پیروی کے بغیر کسی کو نہیں ملتا۔" (حقیقۃ الوحی الاستفتا ص۱۶)

کسی مومن کی تکفیر اور تکذیب کا معاملہ جدا ہے۔ مگر اس مسئلہ کے متعلق خود میاں صاحب خلیفہ قادیان بھی مطمئن نظر نہیں آتے خطبہ زیر بحث میں جس ہوشیاری سے مسلمان کی تعریف سے کام لیا گیا ہے۔ ان کا ہی حصہ ہے۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ایک جگہ تو وہ مسلمان کو مختلف پیرائے میں مسلمان ہی کہتے ہیں۔ مگر دوسری جگہ یہ بھی لکھ گئے ہیں

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت ص۳۵)

جناب میاں صاحب کا ایک پرانا خطبہ

نیز ملاحظہ ہو خطبہ جمعہ فرمودہ خلیفہ صاحب قادیان ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء جو قادیان سے ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا اس میں خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔

ا۔ "ہمیں مسلمانوں میں سے نکلنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہم دوسروں کو کافر کہتے ہیں۔ مگر دوسروں کو کافر کہنے کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ہی پکا مسلمان سمجھتے ہیں"۔

ب۔ "یہ مسلمان مولوی تو ہیں ہی کافر گر۔ ان کے کفر کے سمندر میں اگر ان کے خیالات کے مطابق ایک قطرہ ہم نے بھی ڈال دیا تو اس سے ان کو گھبراہٹ کیوں طاری ہو گئی"؟

ج۔ "کفر کی اس گرد و غبار میں اگر ہم نے بھی تھوڑی سی گرد اڑا لی تو اس میں بات کونسی ہے"؟

د۔ "پس یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ہم ہی ان کو کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ جرم ہے جو ان کے گھروں میں ہم سے بہت زیادہ کیا جاتا ہے"۔

ھ۔ "باقی ہم میں اور ان میں تو کفر کی تعریف میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ کفر کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام سے انکار حالانکہ ہم یہ معنی نہیں کرتے۔ ہمارا کفر تو ان کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے سورج کے مقابلہ میں ذرہ"۔

اس تمام لن ترانی کے بعد پھر فرماتے ہیں۔

"ہم تو سمجھتے ہیں۔ جو کسی کو بلا وجہ کافر کہتا ہے وہ اس کی دل آزاری کرتا ہے اور لڑائی مول لیتا ہے"۔

یہاں تک تو کسی قدر تحمل سے بات ہو رہی تھی۔ خلیفہ صاحب پھر چمکے اور فرمایا:۔

"جب کوئی ہمیں مجبور کرے اور ہم سے پوچھے کہ تم ہمیں کیا سمجھتے ہو۔ اس وقت ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں کافر سمجھتے ہیں"۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

اور ملاحظہ ہو:۔

"غیر احمدیوں کا کفر بینات سے ثابت ہے اور کفار کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں"۔

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب مندرجہ الفضل ۷ فروری ۱۹۲۱ء)

"جس طرح عیسائی بچہ کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے غیر احمدی کے بچہ کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جا سکتا"۔

(الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

جناب میاں صاحب کے کس قول پر اعتبار کیا جائے۔

... فرمایئے

ہم جماعت قادیان کے علماء اور صحیفہ نگاروں اور مصنفین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے درباره نبوت منسوخ ہیں؟

خلیفہ صاحب دنیا کو آپ کے کس قول پر اعتبار کرنا چاہئے۔ کیا آپ کی اصلاح میں اتقا۔ اسی کو کہتے ہیں۔ اور اگر اتقا کے یہی معنے ہیں تو پھر منافقت کس کو کہتے ہیں؟

کبھی آپ مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور ان کے کفر کو بینات سے ثابت شدہ مانتے ہیں اور ان کو عیسائی قرار دیتے ہیں۔ اور کبھی کفر کے وہ معنی کرتے ہیں جن کی طرف آپ کے خطبہ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء میں اشارات کئے گئے ہیں۔ کیا اس کے یہ معنی تو نہیں کہ آپ کو احراری تحریک کے کامیاب ہو جانے کا خطرہ ہے اور ڈر ہے کہ آپ مسلمانوں کی ذیل ہی سے نہ نکال دیئے جاویں۔ آخر یہ دو رخی چالیں کیوں؟

تقدس کے ڈھول کا پول

رہا تقدس کے ڈھول کا پول۔ اس کی نسبت صرف اس قدر عرض ہے کہ واقعی آپ کی سال بھر کی خوابیں مولوی محمد علی صاحب کی عمر بھر کی خوابوں سے زیادہ ہوں گی۔ ہمیں اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب بیچارے اسلام کے ایک مزدور ہیں۔ اور رات دن تصنیف اور تالیف کا کام کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ آپ کی طرح سے خلافت کی گدی کے مالک نہیں۔ جو فکر روزی سے بے نیاز ہوں اور لاکھوں روپے کی جائداد پیدا کر چکنے کے بعد خوابیں دیکھا کریں۔ یا مصروف مشغول فی النوم ہوں۔ مولوی صاحب مامور ہیں کہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے عالم اسلام کو خواب غفلت سے جگائیں اور آپ کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ آپ اپنی خواب اور خوابوں سے بھولے بھالے احمدیوں کو ہمیشہ کے لئے محو خواب رکھیں۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

شاید آپ کو یاد نہیں رہا کہ قادیان میں خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں بھی کئی خواب بین اور خواب نما موجود تھے۔ ان میں سے ایک کا نام سید امیر علی شاہ تھا جن کی ایک ہفتہ کی خوابوں کے برابر بھی آپ کی عمر بھر کی خوابیں نہیں ہو سکتیں۔ ایسی خوابیں ایک دماغی بناوٹ کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہیں۔ سنئے حضرت مسیح موعود کیا فرماتے ہیں۔

ارشاد مسیح موعود

"کسی شخص کا بعض سچی خوابوں کا دیکھنا یا بعض سچے الہامات کا مشاہدہ کرنا یہ امر اس کے کسی کمال پر دلیل نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ دوسرے الہامات نہ ہوں۔ جو ہم انشاء اللہ تعالیٰ تیسرے باب میں بیان کریں گے۔ بلکہ یہ صرف دماغی بناوٹ کا ایک نتیجہ ہے۔ اس وجہ سے اس میں نیک یا راستباز ہونے کی شرط نہیں، نہ مومن اور مسلمان ہونا ضروری ہے"۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ کسی حد تک زہد اور عفت کو اختیار کرتے ہیں اور علاوہ اس بات کے کہ ان میں رؤیا کشف کے حصول کی ایک فطرتی استعداد ہوتی ہے۔ اور دماغی بناوٹ اس قسم کی واقع ہوتی ہے کہ خواب یا کشف کا کسی قدر نمونہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اصلاح نفس کے لئے بھی کسی قدر کوشش کرتے ہیں ایک سطحی نیکی اور راستبازی ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی آمد سے ایک محدود دائرہ تک رؤیائے صادقہ اور کشوف صحیحہ کے انوار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر تاریکی سے خالی نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی بعض دعائیں بھی منظور ہو جاتی ہیں۔ مگر عظیم الشان کاموں میں نہیں۔ ان کی راستبازی کامل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس شفاف پانی کی طرح ہوتی ہے۔ جو اوپر سے شفاف نظر آتا ہو مگر اس کے نیچے گوبر اور گند ہو"

(حقیقۃ الوحی ص۱۱-۱۲)

آخر میں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ

میری نگاہ کمال عمر کو کیا دیکھے
کہ حق سے وہ صنم حیلہ جو ہے بیگانہ
وہ بتکدہ اپنی حیلہ گروں کی ہے تعمیر
کہ دین ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ
یہ وہ صنم ہے جس کے پجاریوں کیلئے
حرم میں بنایا گیا ہے بت خانہ[1]

[1] زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

مذاکرہ علمیہ

دعوت الطیر

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

حضرت ابراہیم کے سامنے چار پرندوں والی دلیل

قرآن کریم میں ایک جگہ طیر کو دعوت دینے کا بھی ذکر ہے اور وہ اس طرح ہے:۔

واذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتیٰ ط قال اولم تؤمن ط قال بلیٰ ولکن لیطمئنّ قلبی ط قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھنّ الیک ثم اجعل علیٰ کل جبلٍ منھنّ جزءًا ثم ادعھنّ یاتینک سعیًا ط واعلم انّ اللہ عزیزٌ حکیم ٥ (البقرہ)

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔ کہا کیا تو نہیں مانتا۔ کہا ہاں (مانتا تو ہوں) مگر اس لئے کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ کہا تو چار پرند لیلو پھر انہیں اپنی طرف مائل کرو۔ پھر ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر ان کو دعوت دو یعنی بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔ اور جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس کی غلط تفسیر

بد قسمتی سے اکثر مفسرین نے یہاں اس کے یہ معنے لئے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے حقیقی مردوں کے زندہ کرنے کی کیفیت پوچھی تھی۔ تو خدا نے ان کو کہا چار پرندے لیلو اور ان کو کاٹ کر قیمہ قیمہ کردو۔ پھر اس قیمہ میں سے ایک ایک حصہ مختلف پہاڑوں پر رکھ دو تو وہ دوڑتے چلے آئیں گے۔ اس معنے پر ست سے اعتراض ہیں ایک تو یہی کہ یہ معنی قرآن کریم کی صریح محکم آیات کے خلاف ہے جن میں یہ سنت اللہ مذکور ہے کہ جو مرجاتا ہے وہ مرکر اس دنیا میں نہیں آیا کرتا۔ دوم حضرت ابراہیم کا دل اگر مردوں کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھنے کے بغیر اطمینان نہیں پکڑ سکتا تھا حالانکہ وہ نبی تھے اور خدا سے براہ راست مکالمہ مخاطبہ کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔ تو اور لوگوں کا کیا حال جو نبی نہیں ہیں۔ اور جنہیں خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل نہیں۔ جب ایک اتنے بڑے عظیم الشان نبی کے دل کو اس بات پر اطمینان نہیں ہوتا کہ خدا مُردوں کو زندہ کرسکتا ہے جب تک وہ اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لے کہ خدا اس طرح مردوں کو زندہ کیا کرتا ہے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال۔ وہ پھر بعث بعد الموت پر ایمان لانے کے لئے کس طرح مکلف ہو سکتے ہیں۔ جبکہ خدا فرماتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا۔ کہ اللہ مکلف نہیں کرتا کسی نفس کو مگر جہاں تک اس کی وسعت ہو۔ تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا نحن احق بالشک من ابراھیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتیٰ (بخاری) کہ ہم ابراہیم سے زیادہ شک کے حقدار ہیں۔ جب اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے یعنی اگر حضرت ابراہیم کو شک پیدا ہوتا تو ہم کو اس سے بھی زیادہ ہونا چاہیئے۔ یہ کس قسم کی خدا کی معرفت ہوئی کہ یقین اور معرفت کے تمام مراحل طے کرکے پھر ایک عارف باللہ عظیم الشان پیغمبر کا دل اطمینان نہیں پکڑتا کہ یہ خدا جس کا میں رسول ہوں مردوں کو زندہ بھی کرسکتا ہے یا نہیں۔ گویا آخرت پر انہیں یقین نہیں آتا تھا۔ یعنی ابھی تک بالآخرۃ ھم یوقنون پر یقین اور اطمینان نہیں ہوا تھا جس کی ہر ایک مومن سے توقع کی جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر حضرت ابراہیم کی اور کیا کسر شان ہوگی۔ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم کا معجزہ تھا میں نے کہا معجزہ تو نبی قوم کو دکھایا کرتا ہے تا اس نبی کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر قوم کے دل کو اطمینان پیدا ہو۔ مگر یہاں تو خود نبی کا دل اطمینان نہیں پکڑ رہا تھا۔ وہاں کوئی قوم تو موجود تھی نہیں۔ یا نبی تھا یا خدا تھا۔ تو یہ معجزہ کیسے ہوا۔ تیسرا اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ صُرْ باب صار یصور مادہ صَوْر سے ہے جس کے معنے لغت میں امیل یعنی مائل ہونا۔ صُرھنّ کے معنے اہل لغت کے نزدیک ہوئے "ان کو مائل کر اور اپنی طرف اکٹھا کر" جو لوگ صُر کے معنے قطع کرنے کے کرتے ہیں وہ سند میں ایک شعر پیش کرتے ہیں جس میں آتا ہے صُرنا بہ الحکم کہ ہم نے حکم کو قطع کیا۔ لیکن حکم کو قطع کرنے کا مطلب ہوتا ہے فیصلہ کرنا نہ کہ قیمہ قیمہ کرنا اور بالخصوص جب صُر کا صلہ الیٰ ہو جیسے یہاں قرآن شریف میں ہے تو اس کے معنے سوائے اپنی طرف مائل کرنے کے اور کوئی دوسرے معنے اہل لغت کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتے۔ مگر مفسرین کے خیال میں چونکہ پہلے سے ہی سما گیا تھا کہ یہاں مراد قیمہ کرنا ہی ہے اس لئے فصرھن کے بعد فقطعھن محذوف فرض کرلیتے ہیں یعنی پہلے ہلالے اور پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال۔ سمجھ نہیں آتا کہ جب انہیں ٹکڑے ٹکڑے ہی کرنا ہے تو انہیں اس سے قبل ہلا لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اس طرح ایک معنے اپنے خیال میں فرض کرکے اس کے لئے کوئی لفظ محذوف قرار دے لینا تو قرآن پر سے امان اٹھا دیتا ہے اور تحریف معنوی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پس یہ معنے جو مفسرین کرتے ہیں ہر پہلو سے غلط ہیں اور حضرت ابراہیم جیسے عظیم الشان نبی کے مزیل شان ہیں۔ رہ گیا جزءً کا لفظ۔ سو یہ ان کے لئے کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ جب ایک سے زیادہ تعداد ہو تو پھر جزء سے مراد اس جماعت کا کچھ حصہ ہوتا ہے جیسا کہ دوزخیوں کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے لکل بابٍ منھم جزءٌ مقسوم (الحجر) کہ ہر ایک دروازہ پر ان میں سے ایک حصہ تقسیم شدہ ہوگا۔ یہاں دوزخیوں کا قیمہ مراد نہیں بلکہ دوزخیوں کی جماعت کا ایک حصہ مراد ہے۔ اسی طرح چار کا جز ایک ہوگا نہ کہ ان کا قیمہ۔

اس کی صحیح تفسیر

اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو جب رسالت کے مقام پر کھڑا کیا گیا تو ان کے سپرد ایک بالکل ہی مری ہوئی قوم کا احیا سپرد ہوا جو عدد ولیقہ کی بت پرست اور ستارہ پرست تھی اور ہر رنگ میں ان کی روحانیت مرچکی تھی اور ذہنیت گندہ ہوچکی تھی۔ اور تعصب کی حالت یہ تھی کہ بات تک سننے کے روادار نہ تھے اور حضرت ابراہیم کے سایہ سے بھڑکتے تھے۔ ہر مشکل کے وقت انبیاء کی دوڑ تو آستانہ الٰہی کی طرف ہی ہوا کرتی ہے۔ جب یہ ڈیوٹی عطا ہوئی تو حضرت ابراہیم حیران و پریشان ہوکر جناب الٰہی کے حضور میں دست بدعا ہوئے کہ خداوندا یہ قوم تو بالکل مردہ ہے تو کس طرح ان مردوں کو زندہ کرے گا۔ میری سمجھ میں تو کچھ آتا نہیں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ تو جناب الٰہی سے ارشاد ہوا کہ کیا تو اس بات کو نہیں مانتا کہ یہ مردے زندہ ہو جائیں گے۔ تو عرض کی کہ ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے مگر بظاہر حالات ایسے نظر نہیں آتے۔ کوئی ایسی بات بتلا دیجئے کہ میرے دل کو اطمینان اور حوصلہ ہو کہ ہاں یہ بیل منڈھے چڑھ جائے گی۔ یاد رہے کہ یہ پریشانی کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ جب بھی رسالت کے مقام پر کسی نبی کو کھڑا کیا گیا ہے تو سب ہی بوجہ بشریت اور ضعف وسائل کے گھبراتے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ پر جب رسالت کا بوجھ ڈالا گیا تو کچھ گھبرائے؟ بہت گھبرائے کبھی کہا میری زبان نہیں چلتی میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ کبھی کہا کہ میرے ہاتھ سے ایک قبطی قتل ہوگیا ہے وہ لوگ مجھے قتل کردیں گے کبھی کچھ کبھی کچھ۔ غرضکہ بہت کوشش کی کہ کسی طرح جان بچے مگر ایک پیش نہ گئی۔ اور جناب الٰہی نے ہر ایک بات کا جواب دیکر انکے دل کو مطمئن اور منضبط کردیا۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلعم کو جب منصب رسالت پر کھڑا کیا گیا تو حضور بھی بہت گھبرائے اور خشیت علیٰ نفسی کا کلمہ آپ کی زبان سے نکل گیا کہ اپنے

الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک۔ کہ ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھول دیا اور تیرے بوجھ کو جو تیری پیٹھ توڑے ڈال رہا تھا نہیں اٹھا لیا؟ اسی انشراح صدر کو حضرت ابراہیم طلب کرتے تھے جو انہیں پرندوں کی ایک مثال سے عطا کیا گیا۔ خدا کی وحی جب کوئی علم دیتی ہے تو اس کے ساتھ دل کو ایک طمانیت اور انشراح بھی بخشا جاتا ہے جس سے ہمت بلند اور دل مضبوط ہو جاتا ہے۔ فرمایا لوگ تمہاری بات نہیں سنتے اور تم سے بھڑکتے ہیں تو کچھ حرج نہیں۔ پرندہ سے بڑھ کر تو کوئی جنس انسان سے بھڑکنے والی نہیں۔ پرندہ تو انسان سے اسقدر بھڑکتا ہے کہ انسان نزدیک آیا نہیں اور وہ اُڑا نہیں۔ لیکن آخر انسان پرندوں کو بھی ہلا لیتا ہے یا نہیں؟ یہانتک کہ مثال کے طور پر چار پرندے لیلو۔ ان کو اپنے ساتھ ہلا لو۔ پھر اُن میں سے ہر ایک کو اپنے چاروں طرف یعنی شمال جنوب مشرق و مغرب میں مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔ پہاڑ اس لئے کہ پہاڑوں میں دوڑ کر آنے میں فاصلہ طے کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور انہیں آواز دیکر بلاؤ۔ وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ یعنی انسان میں خدا نے وہ جذب اور کشش رکھی ہے کہ پرندے جیسی انسان سے بھڑکنے والی جنس جب ایک شخص انہیں اپنی طرف مائل کرلیتا ہے تو وہ کسی طرف ہوں اور کسی جگہ ہوں۔ اور خواہ رستہ میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہوں اس شخص کی ایک آواز پر اسکی طرف دوڑتے ہوئے چلے آتے ہیں تو پھر انسان کا انسان کی طرف آنا کیوں ناممکن ہو۔ البتہ اپنے اندر روحانی جذب اور کشش پیدا کرنیکی ضرورت ہے اور لوگوں سے معاملات اس طرح کرنے چاہئیں کہ جس سے بھڑکنا دور ہوکر طبائع اسکی طرف مائل ہوجائیں۔ جہاں داعی الی اللہ کی طرف طبائع مائل ہوئیں اور وہ اس کی دعوت پر لبیک کہنے لگے۔ وہیں ان سے موت دور ہوکر ان میں زندگی پیدا ہو جائیگی۔ کیونکہ کسی قوم کا احیاء داعی الی اللہ کی آواز پر لبیک

کہنے پر منحصر ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (الانفال) اے لوگو جو ایمان لائے اللہ اور رسول کے حکم کی اطاعت کرو جب وہ تمہیں بلائے تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔ گویا داعی الی اللہ کی آواز پر لبیک کہنا احیاء قومی کا مترادف ہے۔ اور قوم کی زندگی دعوت الی اللہ پر لبیک کہنے پر منحصر ہے۔ اور لبیک کہنا یہی ہے کہ سمعنا و اطعنا۔ کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی

رُوحانی جذب اور کشش پیدا کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ عبادت اور دعاؤں سے تعلق باللہ پیدا کرنے کی جیسا کہ فرمایا۔ انّ ناشئۃ اللّیل ھی اشد وطأً و اقوم قیلا۔ کہ بیشک رات کا اُٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور اس سے دعا کا اثر اپنے قلب پر اور تبلیغ و وعظ کا اثر لوگوں کے قلوب پر خوب ہوتا ہے اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں ضرورت ہے کہ صبر اور نرمی سے کام لیا جائے اور محبت اور دلائل عقلی و نقلی سے کسی اصول کو ذہن نشین کیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (النحل) لوگوں کو اپنے رب کے رستہ کی طرف پکی اور معقول باتوں کے ساتھ اور عمدہ نصائح کے ساتھ جن سے ہمدردی ظاہر ہو اور بحث کرو ایسے طریق سے جو پسندیدہ ہو یعنی اس میں کسی کی دل آزاری اور کسی قسم کی کج بحثی نہ ہو۔ پھر نرمی کے لئے یہاں تک تاکید ہے کہ فرمایا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولك (آل عمران) اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اُن کیلئے نرم دل ہو اور اگر تم زبان کے سخت اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے تمہارے پاس سے بھاگ گئے ہوتے۔ نتیجہ یہ کہ جب کسی مامور میں رفتہ رفتہ اس کے تعلق باللہ سے روحانی جذب اور کشش پیدا ہو جائیگی اور اس کی شفقت علیٰ خلق اللہ سے لوگوں کا بھڑکنا دور ہو کر اس کی طرف طبائع کا میلان ہو جائے گا تو پھر ایک وقت آجائیگا کہ لوگ انك لا تسمع الموتیٰ (کہ تو مردوں کو سنا نہیں سکتا) کی ذیل سے نکل کر زندوں میں داخل ہو جائیں گے۔ اور داعی الی اللہ کی ایک آواز پر سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے دوڑتے آئیں گے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ کی مثال

چنانچہ بہ نظارہ ہم نے محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی میں دیکھا کہ یا تو ایک وہ زمانہ تھا کہ عرب کی مردہ قوم آپ کی آواز کو سنتا کیا آپ کی شکل سے ایک اجنبی پرندہ کی طرح بھڑکتی تھی۔ یا پھر وہ وقت آیا کہ تمام اہالیان عرب سدھائے ہوئے پرندوں کی طرح آپ کی ایک آواز پر سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے نظر آئے اس کا نام ہوتا ہے احیاء موتیٰ یعنی مردوں کا زندہ ہونا۔ اور اسی کی بابت حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اطمینان قلب چاہا تھا۔ کیونکہ بادی النظر میں یہ ناممکن نظر آتا تھا۔

مسیح موعودؑ کے زمانہ کی مثال

اسی اطمینان قلب کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو یاتونك من کل فج عمیق کا الہام کیا تھا کہ اگرچہ اس وقت لوگ تیری باتوں سے بھڑکتے ہیں اور تیری اصلاح ان کو ناگوار ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ لوگ دور دور سے تیرے پاس کھنچے چلے آئیں گے۔ پھر یہی وہ پرندوں کا پکڑنا تھا جو آپ کو کشف میں دکھایا گیا تھا۔ جس میں آپ نے دیکھا تھا کہ میں لندن میں منبر پر خطبہ نصف عربی اور نصف انگریزی میں پڑھ رہا ہوں اور جھاڑیوں میں سے سفید پرندے پکڑ رہا ہوں۔ وہ سفید پرندے کون تھے یہی یورپین لوگ جو اسلام کے نام سے ایسا بھڑکتے تھے جیسے پرندہ انسان سے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سفید پرندوں کی تعبیر یورپین لوگ ہی کی تھی۔ اس پرندے پکڑنے میں اشارہ تھا کہ آپؑ جذب روحانی جو عطیہ فیض محمدی ہے اور آپؑ کا علم کلام آپکے خدام کے ذریعہ سے ان اسلام سے بھڑکنے والے لوگوں کو خدا کے فضل سے مسخر کرے گا۔ اور یہ پرندے پکڑے جائیں گے۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین مرحوم جب انگلستان تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود کے فیضان اور علم کلام سے کام لیکر جب آپنے وہاں تبلیغ شروع کی تو وہ سفید پرندے پکڑے جانے لگے۔ اس وقت لارڈ ہیڈلے کے مسلمان ہونے پر خواجہ صاحب مرحوم نے چند اشعار لکھے تھے۔ اُن میں سے تین چار اشعار مجھے یاد ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

خود بخود کردی در اقبال باز ٭ حیف باشد گر کنم ربخت ناز

آنچہ نمودی بہ پیر ما بخواب ٭ روز روشن دیدہ ام با چشم باز

من کہ سرگرداں پئے مرغاں شدم ٭ تو عطا کردی مرا یک شاہ باز

آں خجستہ تا چہل در غور و خوض ٭ آخرش کردی برو افشائے راز

ان اشعار میں اسی پرندے پکڑنے والے کشف کی طرف اشارہ ہے۔

حکمت کا غلبہ ہی حقیقی غلبہ ہوتا ہے

اس آیت کے آخر میں جو فرمایا واعلم ان اللہ عزیز حکیم ۝ کہ جان رکھو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کسی مردہ قوم کو جب زندہ کرنا ہو تو طاقت سے اس پر غلبہ حاصل کر کے اسے زندہ نہیں کیا جا سکتا۔ طاقت سے اگر کوئی قوم کسی قوم کو مغلوب بھی کر لے اور اپنی باتیں ان سے زبردستی منوا بھی لے تو کچھ شک نہیں کہ وہ قوم مجبوری سے فاتح اور غالب قوم کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح ناچیگی مگر اس میں زندگی نہیں پیدا ہوگی۔ اس کی حرکتیں ایک مردہ کی حرکتیں ہوں گی جو دوسرا زندہ آدمی اس سے کرواتا ہے۔ زندہ کی حرکتیں نہ ہوں گی۔ زندگی پیدا ہوتی ہے حکمت سے۔ جب پاکیزہ اور سچے اصول حکمت یعنی روحانیت اور معقولیت کے ساتھ کسی قوم کے قلوب پر اثر کر جاتے ہیں تو وہ غلبہ ایسا ہوتا ہے جو اس قوم میں زندگی کی لہر پیدا کر دیتا ہے۔ پس اللہ جس قوم کو زندہ کرنا چاہتا ہے تو اس پر حکمت کے ساتھ غلبہ پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ قوم دل سے ان زندگی بخش اصولوں کو قبول کر کے محبت اور اخلاص سے ان پر عمل کرے جس سے وہ نئی زندگی پانیوالی ہے۔ چنانچہ ابتدا سے اسلام کا غلبہ اسی رنگ کا رہا ہے کہ جہاں وہ گیا اپنی معقولیت اور روحانیت یعنی حکمت کے ساتھ قوموں کے قلوب پر غلبہ حاصل کرتا گیا۔ اور اسی لئے اس نے تمام قوموں کے کلچر کو بدل دیا جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس نے نہ صرف ان کا مذہب بدل دیا بلکہ ان کی معاشرت۔ اُن کا تمدن۔ ان کی سیاست۔ ان کی اقتصادی حالت ان کی زبان ان کی طرز تحریر سب کو اپنے رنگ میں رنگین کر لیا۔ کیونکہ حکمت کا غلبہ بڑا زبردست ہوتا ہے جو انسان کی ذہنیت اور کلچر ہر چیز کو بدل دیتا ہے۔ پس آج بھی اسلام کا غلبہ یورپ و امریکہ پر انشاء اللہ القدیر حکمت کا غلبہ ہوگا جس سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ نیا نظام پیدا ہوگا جس سے دنیا سے جنگ و خونریزی بھوک اور عیاشی دور ہو کر صلح اور امن برکت اور تقویٰ کا دور دورہ شروع ہوگا آمین یا رب العالمین۔

مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا جلسہ
اور چند عملی تجاویز

عہدیداران ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور و دیگر ممبران و کارکنان انجمن کا ایک جلسہ بروز ہفتہ بتاریخ ۱۹ ماہ جولائی بعد از نماز مغرب مرکزی مسجد واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی غرض یہ تھی کہ لاہور شہر کو مختلف علاقوں اور حلقوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر ایک علاقہ ایک ایک نوجوان کے سپرد ہو۔ جو اس کا انچارج ہو۔ چنانچہ مختصر سی تمہیدی گفتگو کے بعد لاہور کو تقریباً بیس مختلف علاقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر ایک علاقہ ایک ایک دوست کے سپرد کیا گیا۔ اور سردست مندرجہ ذیل تین امور ان کے فرائض میں داخل کئے گئے

(۱) اپنے اپنے علاقہ اور حلقہ کے اندر ایک دوسرے سے رابطہ میل ملاقات و اخوت و محبت کے تعلقات کا پیدا کرنا غربا مصیبت زدہ، بیمار احباب کی خبر گیری اور بروقت ضرورت نہ صرف ان کی تکلیف وغیرہ میں شرکت اختیار کرنا۔ بلکہ ایسوسی ایشن کے سیکرٹری یا صدر کو اس کی اطلاع دینا تاکہ مناسب عملی قدم اٹھا کر ان کے رنج و الم کو کم کیا جا سکے

(۲) مختلف اوقات میں جو جلسے وغیرہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منعقد ہوں۔ ان کی اطلاع وغیرہ اپنے وارڈ کے تمام احباب کو دینا۔ بلکہ ان کو ان جلسوں میں شمولیت کی خاطر ہمراہ لانا اور اس طرح ان جلسوں کو کامیاب اور پر رونق بنانے میں ممد و معاون ہونا۔

(۳) اپنے حلقہ میں احمدی، غیر احمدی اور قادیانی احباب اور دیگر متلاشیان حق کو مناسب لٹریچر پہنچانا اور ان سے اختلافی مسائل و دیگر امور دینیہ پر گفتگو وغیرہ کرنا۔ اور اس طرح جو دوست سست ہوں ان کو بیدار کرنا۔ اور غیر احمدی اور قادیانی احباب کے شکوک اور اعتراضات کو رفع کر کے ان کو سلسلہ عالیہ میں شمولیت کی دعوت دینا

مندرجہ بالا اغراض کو پورا کرنے اور ان فرائض کی ادائیگی میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر انچارج علاقہ کو ان کے وارڈ کے احمدی، قادیانی اور دیگر احباب کی فہرست مہیا کر دی گئی۔ نیز یہ تجویز ہوا۔ کہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام باقاعدہ پندرہ روزہ جلسے ہوا کریں اور اس طرح ہر پندرہ روز کے بعد عہدہ داران ایسوسی ایشن انچارج علاقہ جات مختلف مقامات پر باری باری جمع ہوا کریں۔ تاکہ نہ صرف ایک دوسرے کے کام سے باقاعدہ واقفیت رہے۔ بلکہ ایک دوسرے کے محلہ جات اور ان کے اہالیان سے بھی واقفیت حاصل ہو۔ اور اس طرح آپس میں تعلقات اخوت محبت اور ہمدردی کے پیدا ہوں اور ترقی کریں۔ وباللہ التوفیق

نوٹ۔ گذارش ہے کہ بیرونجات کی ایسوسی ایشنز بھی اسی طور پر اپنے اپنے شہروں کو مختلف علاقوں میں تقسیم کر کے ہر ایک علاقہ ایک ایک مستعد اور جوشیلے نوجوان کے سپرد کریں۔ تاکہ تبلیغ و اشاعت کا کام باقاعدہ منظم طور پر انجام پا سکے اور جماعت کے نوجوانوں کے اندر ایک حرکت عمل پیدا ہو۔ اس بارہ میں اگر کوئی دوست مفید اور کارآمد تجویز قابل عمل سمجھیں تو از راہ کرم مجھے اس سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ والسلام

خاکسار

ڈاکٹر محمد عبداللہ۔ صدر مرکزی ایسوسی ایشن

قرآن کریم کی طرزِ کلام پر خود ستائی کا اعتراض

اور اس کا جواب

(از جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب جالندھری)

معترضین کا اعتراض

بعض معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی طرز کلام میں اللہ تعالیٰ کی خود ستائی پائی جاتی ہے جو تہذیب کے خلاف ہے۔ یہ اعتراض بڑا کمزور اور بودا ہے اور اس طرح سے پیدا ہوا ہے کہ مغربیت کی مادہ پرستی کے زیر اثر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کو صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا۔ اور خالق اور مخلوق کے کلام کو ایک ہی مانپ سے تولا گیا ہے جو غلط ہے۔

مذہب کا دارومدار

مذہب کا تمام دارومدار اور بنیاد وحی الٰہی یعنی الہامی کتاب پر ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کا صحیح علم دیتی ہے اور تمام انسانی شعبہ ہائے زندگی میں بطور رہنما کے ہے اور انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو پر ایک طریق کار ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ الہامی کتاب جن بڑے بڑے امور پر بحث کرتی ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

الہامی کتاب اور بڑے بڑے امور

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت اور علم

اللہ تعالیٰ کی صحیح اور کامل صفات کا علم

انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کو شناخت کرنے کے طریقے بذریعہ عبادات اور دعا وغیرہ۔ انسان کے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کی تعلیم جو اس کے معاشرتی، تمدنی اور سیاسی زندگی میں رہنمائی کرکے اس کو تمام پہلوؤں میں بااخلاق انسان بنا دے۔

انسان کے تمام اعمال پر جزا اور سزا کی بحث

وحی نبوت اور ملائکہ کے متعلق بحث

انسانی علم کمزور ہے

یہ بات ظاہر ہے اور کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ انسانی علم بے حد کمزور اور محدود ہے۔ جو کچھ ہم کو کائنات میں نظر آتا ہے اس کا کروڑ در کروڑ حصہ بھی سمجھنا انسانی علم کے حدود سے باہر ہے عقل انسانی بہت تھوڑی دور تک جاتی ہے اور اس کے بعد اس کے پرواز کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ کائنات اس قدر وسیع اور اس قدر عجائبات سے بھری ہوئی ہے کہ انسان عاجز ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ذرا خیال میں لائیں کہ کتنے اربوں ستارے اور کس کس حجم کے اور کتنے کتنے فاصلہ پر موجود ہیں کہ ہمارا حساب ان کی گنتی سے قاصر ہے۔ ہماری اس زمین کے اندر وہ عجائبات ہیں کہ جب ان کا انکشاف ہوتا ہے تو انسان کو حیران کر دیتا ہے الغرض ہم کو جو کچھ کائنات میں نظر آتا ہے وہ بے حد وسیع اور عجائبات سے بھرا پڑا ہے۔

کائنات اور مدبر بالا رادہ ہستی

الہامی کتاب کے ذریعہ ہم کو پتہ لگتا ہے کہ اس تمام کائنات کی بنانے والی ہستی مدبر بالا رادہ اور کامل طاقت کی مالک ہے۔ جب کائنات کو سمجھنا انسانی وسعت سے باہر ہے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے خالق کی ہستی اور صفات کا علم حاصل کرنا انسان کے لئے کس قدر مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

علم اور وحی الٰہی

اللہ تعالیٰ اس تمام چیز کا علم کہ یہ تمام کائنات اس کی مخلوق ہے۔ اور وہ خود کن عظیم الشان طاقتوں کا مالک ہے۔ وحی کے ذریعہ خود انسان کو دیتا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کے قلوب صافی پر بذریعہ فرشتہ جبریئل نازل ہوتی ہے۔ اس وحی الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اور اس کے صفات پر بحث ہوتی ہے اور اس کا صحیح علم دیا جاتا ہے۔ اگر یہ بات انسان پر چھوڑی جاتی کہ وہ اپنے خالق کو شناخت کرنے کا علم خود پیدا کرے تو یہ ظاہر ہے کہ انسانی طاقت سے یہ باہر تھا۔ اور اگر انسان اپنی عقل کا گھوڑا دوڑاتا۔ تو ایک غلط ہستی کا نقشہ اپنے ذہن میں قائم کر لیتا، جیسا کہ دہریہ اعتراض کرتے ہیں کہ انسان نے اپنا خالق خود تجویز کیا ہے۔ پہلے درختوں اور جانوروں وغیرہ کی جن سے انسان کو فائدہ یا خوف ہوتا تھا پرستش شروع کی اور آہستہ آہستہ ایک بڑی ہستی کا خیال اپنے ذہن میں قائم کیا۔ اور آئندہ کو یہ بھی دور ہو کر خود انسان ہی اپنا خالق باقی رہ جائے گا۔ یہ نظریہ غلط ہے، قرآن کریم کے اصول کے مطابق شروع سے انسان کی رہنمائی وحی الٰہی سے کی گئی ہے۔ بہرحال یہ مسلمہ ہے کہ خالق حقیقی کی شناخت انسان اپنے کمزور علم سے نہیں کر سکتا۔ اس کا علم خود اس خالق کی طرف سے انسان کو ملنا چاہئے اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو بذریعہ وحی الٰہی پورا کیا ہے۔

علم بالکل صحیح ہونا چاہئے

اس کے بعد یہ نہایت ضروری بات ہے کہ یہ علم صحیح صحیح ہو۔ اور اس میں کوئی مبالغہ یا غلطی نہ ہو۔ کیونکہ یہ ایک بنیادی چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی عمارت کا انحصار ہے۔ اگر اس میں کوئی ذرہ بھر بھی غلطی ہوگی۔ تو انسان غلط رستے پر پڑ کر اپنے اخلاق کو تباہ کر لیگا۔ جس پر ان اقوام کی زندگیاں گواہ ہیں۔ جنہوں نے خود ساختہ قواعد کو لیکر ان پر عمل کیا۔ اور ہلاکت کے گڑھے میں گرے۔ غرض یہ ہے کہ وحی الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنما ہو سکتی ہے اور اس کی بنیاد خداشناسی پر ہے۔ اس وحی الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کا صحیح اور پورا علم ہونا چاہئے۔ نہ تو اس میں کوئی مبالغہ آمیز باتیں ہوں۔ نہ کوئی کمزوریاں ہوں نہ غلط بیانیاں ہوں۔ صاف صاف اور کھلے الفاظ میں ہم کو اپنے خالق کا علم ہو سکے، اس میں کسی قسم کی انسان کے بنائے ہوئے پر تکلف اور مصنوعی تہذیب کا کوئی تعلق نہیں۔ اس صحیح علم میں اگر ذرا سی غلطی بھی لگ جائے تو خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں جیسے عیسائیوں کو حضرت عیسےٰ کے متعلق یہ غلطی لگی کہ ان کے لئے اناجیل میں لفظ اکلوتا بیٹا استعمال ہوا۔ باوجود اس کے کہ اناجیل سے حضرت عیسےٰ کی الوہیت کی تردید ہوتی ہے۔ لیکن صرف ایک ذرا سی لفظی غلطی سے عیسائیوں کی عمارت ایک غلط عقیدہ پر قائم ہوئی جس پر کفارہ وغیرہ کے غلط عقائد گھڑے گئے۔ اس لئے بڑا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کا علم صحیح طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے ہو اور اس میں انسانی تکلف اور بناوٹ وغیرہ کا کوئی دخل نہ ہو۔

ہستی باری تعالیٰ اور اعمال انسانی

اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کا علم انسانی اعمال کیلئے ایک بنیاد ہے۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ انسان کے اعمال کا ایک پروگرام ہو اور اس کے نتائج ہمارے سامنے ہوں کہ اچھے کام ہمارے لئے کس طرح سے مفید ہیں اور بُرے اعمال کیسے بُرے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اعمال کی جزا و سزا کے اصول بھی واضح اور کھلے الفاظ میں ہوں۔ انسانی خود ساختہ تہذیب کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

قرآن کریم میں صفات الٰہی کا بیان

یہ ضرورت اللہ تعالیٰ کی وحی سے جو قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے اور انسانی دستبرد سے محفوظ ہے پوری ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی ہستی اور صفات۔ انسانی اعمال، مسئلہ جزا سزا پر کامل بحث ہے اور ایسے شاندار اور پارعب طریق پر ہے کہ انسان کے دل پر زبردست اثر پیدا ہوتا ہے۔ انسان کو پتہ ملتا ہے کہ اس کا خالق کن کن عظیم الشان طاقتوں کا اور کن کن لطیف در لطیف علموں کا مالک ہے۔ کن کن عجیب طریقوں سے وہ اپنے بندوں کی رہنمائی اور دستگیری کرتا ہے۔ اور کس طرح سے مشکل سے مشکل اوقات میں وہ مشکل کشائی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ تعلق لگانے سے اور اس کے آستانے پر گرنے سے انسان کس طرح سے کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک صفت کے اس سے جو کیفیت انسان کو حاصل ہوتی ہے اور جس خوبی سے قرآن کریم نے اس کو بیان کیا ہے اس کی لذت کا احساس انہی لوگوں کو ہے جو اس کو جہ سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں اور اپنی ہر ایک حالت عسر و یسر میں اس معبود حقیقی کے سامنے اپنی گردن خم کرتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے حسب حال ایک آیت قرآن کریم میں پاتا ہے اس کو پڑھتا ہے۔ اس کے مطالب اور معانی پر غور کرتا ہے اس کے اندر ایک وجدانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس میں سرشار ہوتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں ایک انسانی کلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ خوبیوں سے معمور ہے اور جس طریق پر یہ الفاظ تحریر میں آئے ہیں۔ اگر اس نظام میں ایک شوشہ کی بھی کمی بیشی بھی کی جاوے اور انسانی عقل اور تہذیب کو اس میں داخل کیا جاوے تو اس کی خوبیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کے متعلق جو طرز عبارات قرآن کریم نے اختیار کی ہے وہ بے نظیر ہے۔ اس میں اگر ذرا سی تبدیلی بھی کی جاوے تو وہ خوبی جاتی رہتی ہے (باقی آئندہ)

ہماری اس سال کی تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ ہماری اس سال کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ، نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں، زندگی اشاعت اسلام کیلئے وقف کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور ان کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں۔ ہمارے بلند اور رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشو و نما کا باعث۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں۔ انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہئے کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا - بہار رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ینگ مین مسلم احمدیہ ایسوسی ایشن لائلپور کا عظیم الشان پبلک تبلیغی جلسہ

اور جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام کا بصیرت افروز لیکچر

(از جناب شبیر احمد صاحب لائلپور)

مورخہ ۲۴ جولائی بروز جمعرات مسلم احمدیہ ایسوسی ایشن لائلپور کے زیر اہتمام عید باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ شاندار پنڈال میں کرسیوں لاؤڈ سپیکروں دریوں روشنی اور تمام لوازمات جلسہ کا پورا پورا انتظام تھا۔

جلسہ گاہ میں سینکڑوں کی تعداد میں تمام مذاہب کے لوگ شامل تھے اس لئے تبلیغی جلسہ بہت کامیاب رہا جلسہ پروگرام کے مطابق پورے ۹ بجے چوہدری محمد عبداللہ خاں صاحب کی زیر صدارت شروع ہوا جلسہ کا افتتاح میاں فضل حق صاحب نے تلاوت قرآن حمید سے کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر احمد حسن صاحب نے شاہنامہ اسلام سے نعت شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھی جو نہایت مقبول ہوئی۔ ہماری فراخدلی سے فائدہ اٹھا کر ایک قادیانی صاحب شبیر احمد نے ایک ایسی نظم پڑھی جس میں اس نے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشارتی نام احمد صلعم کا مصداق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرار دیا یہ اسے چاہئے تو نہ تھا۔ کہ ہمارے سٹیج پر آکر ہمارے بغض عقائد بیان کرتا مگر تاہم اس نے ہمیں اپنے عقیدے کی تردید کے لئے للکارا اور مجبور کیا چنانچہ جب مرزا صاحب کا لیکچر شروع ہوا تو انہوں نے آغاز تقریر میں ہی قادیانی عقیدے کی زبردست تردید کی اور بتایا کہ محمد عربی ہی احمد عربی ہیں اور احمد عربی ہی محمد عربی ہیں۔ یہ دو انسانوں کے نام نہیں بلکہ ایک ہی انسان کے دو نام ہیں اور پیشگوئی یاتی من بعدی اسمہ احمد جس کا ذکر قرآن شریف میں کیا گیا ہے اس کے حقیقی مصداق حضرت احمد عربی سردار دو عالم صلعم ہی ہیں اور یہی عقیدہ اس زمانے کے امام صادق کا تھا۔ اگر کوئی ہند میں آیا تو غلام احمد آیا جس نے محمد رسول اللہ صلعم کے دین کی اشاعت بحیثیت مجدد اعظم کی اور صحیح معنوں میں غلام احمد کہلایا۔

اس کے بعد مرزا صاحب اپنے اصلی موضوع پر آئے ابتدا میں انہوں نے جنگ عظیم اور اس کے بعد کے عرصہ کے چند تاریخی واقعات بیان کئے اور بتایا کہ ان دونوں جنگوں میں کسقدر نسل انسانی کا خون محض بنیادی اقتدار کے لئے بہایا گیا ہے مگر اسلامی جنگیں اس کے برعکس روحانی اصلاح کرتی ہیں مسلمانوں کی جنگیں نفس اور دنیاوی فوائد کے لئے نہ تھیں بلکہ دشمنان امن کو سلامتی اور مساوات کا سبق سکھلانے کے لئے تھیں۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد رہے گی کہ سردار دو عالم جن کے قدموں پر صحابہ کرام اپنی جانیں نثار کر دیا کرتے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ سے خندقیں کھودیں مگر موجودہ زمانہ کا معمولی افسر بھی اپنے چھوٹے ساتھیوں کے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرتا اس کے بعد انہوں نے زمانہ نبوی کے چند ایک تاریخی واقعات بیان فرمائے اور بتایا کہ حضرت رسول کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ اپنے اندر کتنی تاثیر اور پاکیزگی رکھتا ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے تمام جہان قاصر ہے آپ کا مقابلہ کرنا تو درکنار آپ کے خادموں کا مقابلہ بھی دنیا نہیں کر سکی۔ دیکھو محمود غزنوی جس کو موجودہ تاریخ نے ایک ہو کی شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ مرد مجاہد جس نے تمام اقوام سے رواداری کا ثبوت دیا یہانتک کہ ہندو راجاؤں پر بھی احسان فرمائے۔ راجہ جے پال اور انند پال جیسے دشمنوں کو بھی معاف فرمایا۔ یہانتک کہ جب راجہ کالنجر نے اپنے بھائی ہندو راجہ جے پال کو اس وجہ سے قتل کیا کہ اس نے محمود سے معافی چاہی ہے تو اس پر بھی حملہ کرنے کے لئے ہندوستان میں آیا اور معافی مانگنے پر اس کو رہا کر دیا اس کے بعد انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ محمود غزنوی کا سترواں حملہ صرف اسی لئے تھا کہ دنیا سے ظلم مٹا دیا جائے اور اس بت کو توڑا جائے جس پر لاکھوں کی تعداد میں مسلم بکروں کی طرح ذبح کئے گئے تھے ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد انہوں نے مسلمان بادشاہوں کے انکسار کے متعلق

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اول)

بیرونی جماعتوں کے نوجوان ایک قوت اور جوش کے ساتھ امسال تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہناتے رہیں

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کی روئیداد

(از جناب اصغر علی صاحب سیکرٹری)

آج مورخہ ۱۵ جولائی کو بعد نماز مغرب انجمن ہذا کی چوتھی مجلس منعقد ہوئی [illegible] الرزاق صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی اور اس کے بعد بابو فضل الرحمان صاحب نے ایک نظم پڑھی بعد ازاں بابو فضل رب صاحب نے اپنا مضمون "حضرت مسیح موعود اور تنظیم اسلام" پڑھا۔ انہوں نے فرمایا کسی قوم کی تنظیم کے لئے سب سے اہم چیز اس کا بلند نصب العین ہے۔ ہر فرد و بشر میں باوجود ذہنی و جسمی و فطری اختلاف موجود ہے کہیں شکل و صورت میں اختلاف ہے تو کہیں خیالات میں یہ ایک فطری چیز ہے جو مٹائی نہیں جا سکتی۔ اس لئے کسی قوم کی تنظیم کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نصب العین کو بلند کر دیا جائے یعنی اس قوم کے افراد کی نظر انفرادیت سے ہٹ کر جماعت کی طرف مرکوز کر دی جائے تاکہ وہ ذاتی مفاد کو قوم و وطن کے مفاد پر ترجیح نہ دیں جب ایسا ہو جائے تو ضروری ہے کہ شخصی اختلافات مٹ جائیں اور اس قوم میں جلد یہ تنظیم پیدا ہو جائے۔ غیر اقوام میں تنظیم کا یہ اصول کارفرما ہے مگر مسلمان ابھی تک اپنے مفاد کو قوم کے مفاد سے مقدم سمجھتے ہیں۔ پھر تنظیم کہاں سے آئے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے جو خاص طور پر اسی کام کے لئے مامور ہوئے تھے فرمایا۔ "کہ تم میں ایک ایسی بات مخصوص ہے جو اور کسی قوم میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ ہے کہ اسلام کسی ملک یا قوم سے مخصوص نہیں ہے وہ تمام دنیا کی قومیت و وطنیت کو مٹا کر ایک عالمگیر قومیت قائم کرنا چاہتا ہے مسلمان کی قومیت اس کے مذہب سے الگ نہیں ہو سکتی دوسرے لفظوں میں یہی اسکی قومیت ہے۔ قومیت اور وطنیت کو اپنا نصب العین بنانے والی اقوام اپنے اسی اصول کی بنا پر ایک دوسرے پر تفوق حاصل کرنے کے لئے آپس میں دست و گریباں ہیں جس سے ثابت ہوا کہ قومیت و وطنیت کے اصول پر جزوی طور پر تو اتحاد و تنظیم ہو سکتی ہے لیکن قوموں کے افتراق کا کوئی علاج نہیں ہوتا بلکہ منافرت کو بیشتر از بیش ترقی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام کی یہ شان ہے کہ اس کے ماتحت صرف انفرادی اختلافات نہیں مٹ جاتے ہیں بلکہ وہ قومیت و وطنیت کے اختلافات کو بھی مٹا کر انما المومنون اخوۃ کے ماتحت قطع نظر اس کے کہ وہ کسی قوم یا ملک کے ہوں بھائی بھائی بنا دیتا ہے جب تک مسلمان اس اصول پر کاربند رہے ان کی تنظیم اور یکجہتی قابل رشک اور فقید المثال تھی۔ مگر جب یہ اس اصول سے گر گئے تو بات بات پر آپس میں سر پھٹول ہونے لگی۔ فروعی اختلافات کو وجہ مخاصمت قرار دے لیا۔ حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کی اس مرض کو بھانپ لیا تھا اسی واسطے آپ نے اپنی بیعت کی ایک شرط یہ بھی رکھی۔ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا"۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت اقدس کی جماعت میں مختلف خیالات و آراء کے لوگ ہوتے ہوئے بھی آپس میں بھائیوں بھائیوں کی طرح رہتے تھے اور کبھی جھگڑے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ آپ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت کو کھلے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں۔ "یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تاکہ ایسے متقیوں کا بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہے اور وہ کلمہ واحد پر متفق ہونے کی برکت سے اسلام کی پاک اور مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور کاہل بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حرکتوں سے داغدار کر دیا ہے"۔ خوب یاد رکھو حضرت مسیح موعود نے ہمیں معمولی . . . . جماعتی رنگ نہیں دیا۔ ہمارے سپرد بہت بڑا کام ہے اور ہم سب اس سے غافل ہیں۔ پندرہ دن کے بعد چند مضامین پڑھے جاتے اور چھٹی ہوتی ہے یہ باتیں تو حضرت صاحب سے پہلے بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود [illegible]

دھلی میں تبلیغی مصروفیات

ہفتہ وار جلسے، مباحثات، ملاقاتیں اور ادارہ تبلیغ کا کام

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل۔ بی اے (دھلی))

دھلی میں ہفتہ وار جلسوں کا سلسلہ کامیابی سے جاری ہے محترم ماسٹر عزیز الدین صاحب کچھ عرصہ سے ناسازیٔ طبع رخصت پر تھے لیکن باایں ان کے ذوق تبلیغ کا یہ عالم ہے کہ ادھر شام ہوئی اور وہ کوٹنیز گارڈنز میں اپنے حلقہ احباب میں جا پہنچے۔ گاہے ایڈورڈ پارک میں پہنچ گئے اور اپنے مخصوص، دلکش انداز میں اسلام کی حقیقت اور سلسلہ حقہ کی صداقت پر کچھ نہ کچھ بیان کرنا شروع کر دیا آپ کے ذریعہ کئی اصحاب ہمارے اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ماسٹر صاحب موصوف کی کوششوں میں برکت دے۔

جماعت قادیان کی طرف سے اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیح موعود کا نام غلام احمد تھا ہی نہیں۔ بلکہ احمد تھا۔ مولانا عمرالدین صاحب کی تجویز پر انہوں نے ۱۲ر جولائی کو اسی موضوع پر تبادلۂ خیالات منظور کر لیا بحث بلی ماروں کے محلہ میں ایک قادیانی وکیل کے مکان پر ہوئی۔ راقم حروف نے واضح کیا کہ حضرت کے والدین نے آپ کا نام غلام احمد رکھا۔ اور حضرت اس نام پر فخر فرماتے ہیں کہ بچپن سے وہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی طرف منسوب کئے گئے۔ آپ نے اپنی تمام کتب کو اسی نام کے دستخط سے شائع کیا۔ یہی نام اشتہارات اور اخبارات میں دیا۔ اسی نام سے خطوط لکھے! اسی نام کو عدالت میں لکھوایا۔ اسی نام سے وصیت کی۔ اسی نام سے بیعت کا اشتہار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو بتایا — کہ غلام احمد قادیانی سے آپ کی مجددیت کی صدی کے اعداد نکلتے ہیں۔ پھر آپ کو یہ الہام ہوا "غلام احمد کی جے"۔ یہی نام آپ نے اپنے شجرہ نسب کے سلسلہ میں درج کیا۔ اگر احمد ہی نام ہوتا۔ تو غلام کے لفظ کے ایزاد کی کوئی وجہ نہ تھی۔ حضرت کو جب الہام ہوا یا احمد بارک اللہ فیک تو اس کی تشریح یوں فرمائی۔

"اے احمد (یہ ظلی طور پر اس عاجز کا نام ہے) خدا نے تجھ میں برکات دی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۴)

اگر آپ کا عَلَم احمد نہ تھا تو عَلَم ظلی کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظلی محمد تھے؟ پھر آپ فرماتے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا۔ حالانکہ تیرا نام غلام احمد ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

ان بدیہی امور کے مقابل قادیانی فریق کی طرف سے اس طرح کی باتیں کہی گئیں کہ اگر حضرت کا نام غلام احمد ہوتا تو آپ کے والد نے جو گاؤں آباد کیا تھا۔ اس کا نام غلام احمد آباد رکھا جاتا۔ نہ کہ احمد آباد وغیرہ۔ ان دلائل کے ایجاد کا فخر خلیفہ صاحب کو ہی حاصل ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ تو ایسا ہی استدلال ہے۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ الہ آباد کو عبداللہ یا عبدالالہ نے آباد نہیں کیا تھا۔ بلکہ اللہ نے آباد کیا تھا۔ ورنہ اس کا نام عبداللہ آباد ہوتا۔ حاضرین پر یہ واضح ہو گیا۔ کہ قادیانی فریق کے پاس دلائل اور بینات مطلقاً نہیں۔ بلکہ محض تفسیحات ہیں۔ جن کی بنا پر انہوں نے ہر بدیہی امر کو نظری بنا دیا ہے آج یہ بحث ہو رہی ہے کہ حضرت کا نام احمد تھا یا غلام احمد کل کوئی کہے گا۔ قرآن مجید کا نام قرآن نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ یا کوئی یہ کہے گا۔ کہ حضرت مسیح موعود زمین پر پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ان کی آمد سے پہلے منارۃ المسیح موجود تھا۔ جس پر انہوں نے آسمان سے نزول فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مباحثہ کا اثر چونکہ ان کے حق میں اچھا نہ تھا۔ اس لئے جلسہ کے اختتام پر بعض قادیانی احباب نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر زبان طعن بھی کھولی۔ لیکن ہمارے تمام دوستوں نے اذا خاطبہم الجاھلون قالوا سلاما پر عمل کیا۔ دعا ہے کہ ہمارے غلطی خوردہ قادیانی دوستوں کو راہ حق پر گامزن ہونے کی توفیق ملے۔

حسن اتفاق سے محترم جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری چند دن سے دہلی میں تشریف فرما ہیں۔ آپ اپنے صاحبزادہ شیخ بشیر احمد صاحب مصری سے ملاقات کیلئے تشریف لائے تھے۔ آپ نے گذشتہ اتوار بتاریخ ۱۳ر جولائی دارالمطالعہ کے ہفتہ وار جلسہ میں تقریر فرمائی اور نہایت اعلیٰ پیرایہ میں واضح کیا کہ حضرت مسیح موعود کی صحیح جانشین جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ اسی جماعت کے ذریعہ حضرت مسیح موعود کا مشن پورا ہو رہا ہے۔ جناب شیخ صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور جماعت لاہور کے ممبروں کی تائید میں وارد شدہ الہامات اور تحریرات مسیح موعود کو پیش فرمایا۔ جس کا حاضرین پر بہت اچھا ہوا۔ اللہ تعالیٰ محترم شیخ صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے بعض پریشانیوں کی حالت میں بھی جماعت دھلی کو بھی اپنے فیض سے محروم نہ رکھا۔ اختتام تقریر پر داقم حروف نے اسی ضمن میں مختصر سی تقریر کی اور جماعت قادیان اور جماعت احمدیہ لاہور کے فرق کو بیان کیا۔

ہمارے محترم ڈاکٹر شمس الدین صاحب جو حال ہی میں جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے ہیں۔ ہمارے تبلیغی اور تنظیمی پروگرام میں دلچسپی سے حصہ لے رہے ہیں۔ آپ کی تجویز پر "ادارہ تبلیغ" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شہر دہلی کے مختلف حلقے قائم کئے گئے ہیں اور اس وقت تک دس اصحاب نے ان حلقوں میں اپنی تبلیغی مساعی صرف کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ انشاء اللہ ادارہ تبلیغ کی تبلیغی جدوجہد کی رودادیں اس عاجز کی معرفت مرکز میں پہنچتی رہا کریں گی۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ کالم اول)

ایک تاریخی واقعہ بیان کیا کہ شاہجہان نے جب جامع مسجد کی بنیاد رکھنی چاہی تو ایک مجمع کثیر اُن کے ارد گرد جمع تھا آپ نے تمام مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کوئی شخص آگے بڑھے اور اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جس نے تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی نماز تہجد قضا نہ کی ہو۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ کوئی شخص بھی آگے نہ بڑھا۔ اس پر شاہجہان نے فرمایا کہ میرا تو دل چاہتا تھا کہ کوئی اور شخص مسجد کی بنیاد رکھتا مگر اب چونکہ مجھے ایسا کوئی شخص نہیں ملا اس لئے میں اپنے ہاتھوں سے مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں کیونکہ میں نے تمام عمر تہجد قضا نہیں کی اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جب مسلمانوں میں اتنے اتنے بلند اخلاق بادشاہ گذرے ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو کبھی بھی نہیں بھلایا تو بر جنون خام ہے کہ مسلمان تباہ و برباد ہو جاویگا۔ مسلمانوں نے مساوات کے وہ نمونے دکھائے یہاں تک کہ بہادر شاہ ظفر نے اپنے بیٹے کو زہر دینے کے جرم میں مستوجب سزا قرار دیا اور اسی طرح جہانگیر نے اپنی بیوی نور جہان سے کیا۔ اس کے علاوہ مسلمان کی خانۂ خدا کے لئے غیرت کے متعلق واقعات سنانے کے بعد دُعا کے ساتھ تقریر کو ختم کیا اور جلسہ بخیر و خوبی رات کے ۱۲ بجے اختتام پذیر ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ کالم دوم)

ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت کے افراد کی باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری ہے اور یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ جماعت کے مختلف افراد اشداء علی الکفار رحماء بینہم کے مظہر ہوں جب کسی بھائی کی کمزوری سے ... کوئی نقصان پہنچے یا اس کا سلوک اس کے حسب منشا نہ ہو یا جماعت کسی موقعہ پر اس کی مدد نہ کر سکے تو اسکا ایمان متزلزل نہ ہو بلکہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی طرح ہر ابتلا پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہے۔ اسی اصول کو حضرت مسیح موعود نے ایک فقرے میں یوں ادا کر دیا ہے۔ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا"۔ پس ہر ایک احمدی اپنی جگہ اپنے ایمان اور اعمال کا جائزہ لیتا رہے کہ کہاں تک اس نصب العین کو اپنے پیش نظر رکھا ہوا ہے اگر وہ اپنی جانب سے اس میں کوتاہی پائے تو استغفار سے کام لے اور دعا سے اسے سنبھالنے کی کوشش کرے تو اس کا نتیجہ وہ وحدت و تنظیم ہوگی جس سے بہتر اور برتر ممکن ہی نہیں۔

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد احمدی نوجوانوں کے پیش نظر رہنا چاہئے

"میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں اس غرض کیلئے اگر وہ احباب جو کہیں ملازم ہیں تین یا چار ماہ کیلئے رخصت لیکر لاہور آجائیں تو انہیں تبلیغ کیلئے خاص طور پر تیار کر دیا جائے گا۔ یہ انتظام چار ماہ کیلئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک ہوگا جن دوستوں کا یہ ارادہ ہو۔ وہ ابھی سے رخصت کا انتظام بھی کریں اور مجھے بھی اطلاع دیں قیام لاہور میں وہ انجمن کے مہمان ہوں گے۔" محمد علی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

رجسٹرڈ ایل نمبر

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصُّلْحُ خَیْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ — لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۹ رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۴۱ء — نمبر ۴۷

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپس میں محبت کرو اور کسی سے بدخلقی نہ کرو

اپنی جماعت کے لوگوں کو باہم محبت کرنے اور روحانی کمزوروں کے سامنے نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم کرتے ہوئے اور اُس درد کا اظہار کرتے ہوئے جو کہ آپکو اپنی جماعت کی بہتری کے واسطے ہے فرمایا :- میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور پیچھے لوگوں پر رحم کریں اُن کی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کریں اُن پر سختی نہ کریں اور کسی کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آئیں بلکہ اُن کو سمجھائیں دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی بعض منافق آکر مل جاتے تھے پر حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم اُنکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے چنانچہ عبداللہ ابن ابی جس نے کہا تھا کہ غالب لوگ ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے چنانچہ سورہ منافقون میں درج ہے اور اُس سے مراد اُس کی یہ تھی کہ کفار مسلمانوں کو نکال دینگے۔ اُس کے مرنے پر حضرت رسول کریمؐ نے اپنا کرتہ اُس کے لئے دیا تھا۔ میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں دعا کیا کرونگا اپنی جماعت کی مدد کروں۔ دعا کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دیکھو صحابہ کے درمیان بھی جو لوگ دعا کے زمانہ کے تھے یعنی مکی زندگی کے۔ جیسی اُن کی شان تھی ویسی دوسروں کی نہ تھی حضرت ابوبکر جب ایمان لائے تھے تو انہوں نے کیا دیکھا تھا۔ انہوں نے کوئی نشان نہ دیکھا تھا لیکن وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اندرونی حالات کے واقف تھے اسواسطے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ اسی طرح میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اکثر یہاں آیا کریں اور رہا کریں۔ گہرا دوست اور پورا واقف بن جانے سے انسان بہت فائدہ اٹھاتا ہے معجزات اور نشانات سے ایسا فائدہ نہیں ہوتا معجزات سے فرعون کو کیا فائدہ ہوا۔ معجزات کے ہزاروں منکر ہوتے ہیں اخلاق کا منکر کوئی نہیں۔ طالب ہو کر اصلی اور حقیقی حالات کو دریافت کرنا چاہئے۔ آریہ لوگوں نے حضرت رسول کریم پر اس قدر اعتراض کئے ہیں لیکن اگر ان لوگوں کو آپ کے اصلی حالات اور اخلاق کریمہ کے صحیح جز مل جاتے تو یہ کبھی ایسی جرأت نہ کرتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے دو پہلو دکھلائے ایک مکی زندگی جب کہ آپ کے ساتھ صرف چند آدمی تھے۔ اور کچھ قوت نہ تھی۔ دوسرا مدنی زندگی ہے جبکہ آپ فاتح ہوئے اور وہی کفار جو آپکو تکالیف دیتے تھے اور آپ اُن کی ایذادہی پر صبر کرتے تھے۔ اب آپ کے قابو میں آگئے۔ ایسا کہ جو چاہتے آپ اُن کو سزا دے سکتے تھے مگر آپ نے لا تثریب علیکم الیوم کہکر اُن کو چھوڑ دیا سچا مسلمان وہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آوے میں دو باتوں کے پیچھے لگا ہوا ہوں ایک یہ کہ اپنی جماعت کے واسطے دعا کروں۔ دعا تو ہمیشہ کی جاتی ہے مگر ایک نہایت جوش کی دعا جسکا موقعہ کبھی مجھے مل جائے اور دوم یہ کہ قرآن شریف کا ایک خلاصہ لکھوں قرآن شریف میں سب کچھ ہے۔ (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مورخہ ۳ اگست ۱۹۴۱ء کو بعد از نماز مغرب میاں بشیر احمد احمدیہ بلڈنگس لاہور کا نکاح ولایت بیگم بنت میاں عبدالرحمٰن صاحب بٹ بعوض پانچسو روپیہ مہر ہوا۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا دعا ہے خدا تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کیلئے مبارک اور موجب خیر و برکت بنائے آمین۔

— پیغام صلح مورخہ ۲۶ جولائی میں مرزا جمال الدین صاحب سانارہ کالان لاہور کے صاحبزادہ کے متعلق ایک خبر شائع ہوئی تھی انکے متعلق تفصیل موصول ہوئی ہے کہ وہ تحریک خاکسار کیوجہ سے قید ہیں ان کے لئے سب احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں قید سے آزادی عطا فرمائے۔ نیز ان پر روشن فرمائے کہ آج تحریک احمدیت کے علاوہ کسی تحریک کے ذریعہ غلبۂ اسلام بروئے کار نہیں آسکتا۔

ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کے متعلق تجویز

ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کا کچھ روپیہ ابھی تک انجمن کے پاس پڑا ہے جس کا اب وہاں بھیجنا ممکن نظر نہیں آتا۔ اگر اس روپیہ کو جملہ معطی صاحبان مسجد سری نگر کی تعمیر پر لگا دینے کی اجازت دیں تو بہت بڑے ثواب کا کام ہوگا۔ مذکور معطیان اپنی رائے سے انجمن کو مطلع فرمائیں۔ اگر ان معطیوں کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو سمجھ لیا جائیگا کہ وہ اپنی اس رقم کو جو ٹرکش ریلیف فنڈ میں دی تھی مسجد سری نگر کی تعمیر کیطرف منتقل کرتے ہیں۔

سلسلہ کے وہ اصحاب جن پر زکوٰۃ فرض ہے انہیں زکوٰۃ جلد ادا کرنی چاہیئے

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

(از محمد انعام الحق صاحب)

ہندو عورتیں مطالبہ کر رہی ہیں کہ انہیں باپ اور شوہر کی جائیداد سے حصہ ملنا چاہئے۔ حالانکہ ہندو دھرم اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کچھ عرصہ سے ہندو عورتوں کے حق وراثت کے متعلق قانون بنوانے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے یہ معاملہ مرکزی اسمبلی تک جا پہنچا ہے گذشتہ دنوں اس قوم کے بعض ممتاز اکابر کی درخواست پر ہندو عورتوں کے حالات کی اصلاح اور ان کے اس قسم کے مطالبات کی جانچ کیلئے حکومت ہند کی طرف سے ایک "ہندو لا ریفارم کمیٹی" مقرر ہوئی تھی جس نے ہندوؤں کے مختلف طبقوں اور فرقوں کے خیالات و آراء معلوم کر کے ان کی چھان بین کی۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ:۔

جب تک سارے ہندو قانون کا اچھی طرح جائزہ نہیں لیا جاتا کسی تسلی بخش قانون کی بنیاد رکھنا بہت مشکل ہے، یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کمیٹی اپنا اجلاس جاری رکھے گی تاکہ جائزہ لینے کا کام وہ خود انجام دے سکے (انقلاب ۵ر جولائی ۱۹۴۷ء)

اس سے ایک مرتبہ دنیا کو پھر معلوم ہو گیا کہ ہندوؤں کا قانون وراثت ہی نہیں بلکہ ان کے اکثر قوانین محتاج اصلاح و ترمیم ہیں وہ نہ موجودہ زمانہ کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں نہ جدید رجحانات و انقلابات کی تاب لا سکتے ہیں۔

مدراس کے مشہور انگریزی روزنامہ "ہندو" کی ماہ جون کی ایک اشاعت میں ایک ہندو بیرسٹر خاتون کے قلم سے منوسمرتی کا مندرجہ ذیل مشہور اقتباس نقل ہوا ہے کہ:۔

"بچپن میں عورت کو اپنے باپ کی نگرانی میں رہنا چاہیئے جوان ہو کر اپنے شوہر کی اور شوہر کی وفات کے بعد اپنے لڑکوں کی اگر کوئی بیٹا نہ ہو تو قریب کے سسرالی عزیزوں کی اور اگر وہ بھی نہ موجود ہوں تو اپنے میکے کے عزیزوں کی۔ اگر ان میں سے بھی کوئی باقی نہ رہا ہو تو پھر حکومت کی"۔ آزاد ہو کر کبھی بھی عورت کو نہ رہنا چاہیئے" (بحوالہ صدق ۴ر جولائی ۴۷ء)

ہندو دھرم کے مقنن اعظم کے اس ارشاد کی موجودگی میں یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہندو عورت اپنے مذہبی احکام و قوانین کے خلاف بغاوت کرنے پر کیوں مجبور ہو رہی ہے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آجکل جبکہ ہندو عیسائی اور سکھ وغیرہ اقوام کی عورتیں اپنے مذہبی احکام کے خلاف قوانین کا مطالبہ کر رہی ہیں مسلمان عورت کا مطالبہ یہ ہے کہ رواج کو ترک کر کے شرعی قانون نافذ کیا جائے۔۔۔۔ اس سے ہر ایک انصاف پسند شخص جس کا دل و دماغ جذبہ تعصب سے آلودہ نہیں ہے بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ کس مذہب نے بہترین طریق سے عورتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے ساتھ حقیقی انصاف کیا ہے ۔۔۔۔ دیگر بے شمار خوبیوں کے علاوہ اسلام کی یہ بھی ایک بھاری خوبی ہے جو اس کے دین فطرت ہونے کا ثبوت ہے۔

صوبہ بہار کے ایک مشہور ہندو اخبار نویس مسٹر سی دی راؤ مدیر اخبار "انڈین نیشن" حال ہی میں حیدرآباد دکن گئے تھے ایک اخباری ملاقات میں انہوں نے اپنے تاثرات سفر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جب میں حیدرآباد کے سفر پر روانہ ہوا تو مجھے ہندوؤں کے متعلق حکومت نظام کی مذہبی پالیسی کے بارہ میں بعض شبہات تھے لیکن جب میں نے یہاں آکر اپنے کانوں سے ہندوؤں کی حالت سنی اور اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان الزامات میں جو ریاست حیدرآباد پر عائد کئے جا رہے ہیں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ میں نے ہندوؤں کے ہندوؤں اور مٹھوں کے مقتدر رہنماؤں اور راہنماؤں سے حضور نظام کی حکومت کے انتہائی ہمدردانہ اور روادارانہ رویہ کی تعریف سنی حکومت نظام کا رویہ نہایت فیاضانہ ہے سید عبدالعزیز وزیر امور مذہبی ہندوؤں سے نہایت رواداری سے پیش آتے ہیں"۔

دنیا آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں کی زبانوں سے سلطنت آصفیہ کے خلاف کیا کچھ نہیں سنتی رہتی ان کے اخبارات میں حیدرآبادی ہندوؤں کی مظلومیت اور مذہبی آزادی سے محرومی کے افسانے کس کثرت سے شائع ہوتے رہتے ہیں اور انہی افسانوں کی بنا پر چند سال ہوئے "ستیاگرہ" کے نام سے ایک انتہائی افسوسناک طوفان بے تمیزی بپا کیا گیا تھا لیکن مدیر موصوف جیسے ذمہ دار ہندو اصحاب کے بیانات کی روشنی میں جنہوں نے حیدرآباد کے ہندوؤں کی کیفیت اپنے کانوں سے سنی اور ان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ آریوں اور مہاسبھائیوں کے الزامات کی حیثیت بہتانوں اور باطل افسانوں کے سوا اور کچھ نظر آتی ہے! اور ان لوگوں کی حکومت نظام کے خلاف سرگرمیوں کو شرمناک ہنگاموں کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

ایک سکھ فاضل سردار دریام سنگھ صاحب پروفیسر خالصہ کالج امرتسر نے اپنی تازہ تقریر میں اسلام کے قانون جزیہ کے متعلق مندرجہ ذیل رائے کا اظہار کیا:۔

"ٹیکس (جزیہ) کسی اعتبار سے بھی قابل اعتراض نہیں ہے اول اس لئے کہ یہ صرف ہندوؤں پر ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں مسلمانوں کی سلطنت میں رہنے والے عیسائیوں پر بھی لگایا جاتا تھا۔ دوم اس کے عوض غیر مسلموں کی ہر طرح سے حفاظت کی جاتی تھی اور انہیں فوجی فرائض سے سبکدوش رکھا جاتا تھا۔ سوم خود مسلمان زکوٰۃ کے رنگ میں جزیہ سے کئی گنا زیادہ رقم قومی خزانہ میں دیتے تھے۔ چہارم جن غیر مسلموں سے فوجی خدمت لی جاتی تھی انہیں جزیہ معاف تھا۔ اسی طرح غریب اور بیماروں سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا"۔

عیسائیوں اور ان کی تقلید میں آریوں اور دیگر مخالفین اسلام نے جزیہ کے متعلق بھی بڑے بڑے اعتراضات اور ان اعتراضات کی آڑ میں اسلام کے خلاف جی بھر کر زہر چکانی کی ہے۔ لیکن جب کبھی بھی کسی انصاف پسند مفکر نے ٹھنڈے دل سے غور کیا اسے قانون جزیہ میں عدل و انصاف اور مذہبی آزادی کے خلاف کوئی بات نظر نہ آئی اور وہ معترض ہونے کی بجائے اسلام کے عدل و انصاف کا معترف ہو گیا۔ سردار دریام سنگھ صاحب کی ایک تازہ مثال آپکے سامنے ہے۔

گاندھی جی اپنے عقیدہ عدم تشدد پر نہایت مستحکم ایمان کا اظہار فرمایا کرتے تھے وہ تشدد کو کسی حالت اور کسی صورت میں بھی جائز نہ سمجھتے تھے حتیٰ کہ کچھ عرصہ قبل انہوں نے حکومت برطانیہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ہٹلر کا مقابلہ نہ کرے بلکہ اس کی خونین پیش قدمیوں اور یلغاروں کے لئے اپنے ملک کے راستے کھلے چھوڑ دے۔ ہندوستان میں گاندھی جی نے سب سے زیادہ صوبہ سرحد کے پٹھانوں کو اپنے اس عقیدہ کا پیرو بنانے کی کوشش کی ۔۔۔۔ لیکن احمد آباد و ڈھاکہ وغیرہ کے حالیہ فسادات کے بعد عقیدہ عدم تشدد پر انکا ایمان کچھ متزلزل ہو گیا ہے اور انہوں نے فسادات میں ہندوؤں کے لئے "حملہ آوروں" کی پر تشدد مدافعت جائز قرار دی ہے بلکہ ایک لحاظ سے اس کی تلقین بھی کی ہے ۔۔۔۔ عوام ان کی اس تبدیلی پر حیران ہیں اور دوربین نگاہیں اپنے اندازوں اور قیاسوں کو صحت کے ساتھ پورا ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ جاننے والے پہلے ہی جانتے اور سمجھتے تھے کہ خون بانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔ گاندھی جی کے اس اٹل عقیدہ عدم تشدد میں ہندوؤں کے لئے لچک اور تشدد کی گنجائش موجود رہتی ہے۔

ہندوؤں کیلئے گاندھی جی کا یہ فتویٰ ایک پر معنی اشارہ ثابت ہوا۔ اب ان کے عقیدت مند چیلے دھڑا دھڑ کانگرسیوں سے علیحدہ ہو کر کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کر رہے ہیں۔ ان میں سے تاحال سب سے زیادہ قابل ذکر ہستی صوبہ بمبئی کے سابق کانگرسی وزیر مسٹر منشی ہیں۔ وہ سب سے اول کانگریس سے علیحدہ ہوئے اور علیحدہ ہوتے ہی "اکھنڈ ہندوستان" کی تحریک شروع فرما دی۔ گاندھی جی نے انہیں اس فعل پر پرجوش مبارکباد دی اور ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں۔ مسٹر منشی کی یہ علیحدگی اور ان کا "اکھنڈ ہندوستان" جن جذبات و عزائم پر مبنی ہے اس کا اندازہ ان کے استعفیٰ کے الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ جو اکثر اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ کانگرس سے جدا ہونے والے یہی لوگ کانگریس میں شریک نہ ہونے والے مسلمانوں کو محض عدم شرکت کی بنا پر غدار اور ٹوڈی کہا کرتے تھے۔

گاندھی جی کا یہ اشارہ ہندو رہنماؤں کے لئے اسقدر کارگر ہوا کہ پنڈت مالویہ بھی جو عرصہ سے خانہ نشین ہیں۔ میدان عمل میں تشریف لے آئے۔ گاندھی جی کا ارشاد سنتے ہی وہ فوراً بستر علالت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بنارس میں مہاسبھائی آریہ سماجی اور اکالی لیڈروں کی ایک مجلس مشاورت منعقد کر کے انہیں اپدیش دیا کہ:۔

"۔۔۔۔۔۔ ہم کو چاہئے کہ جن جن چیزوں کو ہم پوتر سمجھتے ہیں یا جن سے ہم محبت کرتے ہیں ان کے بچاؤ کیلئے تشدد یا پرتشدد ہر دو اصولوں سے کام لیں"۔

اس ساحرانہ اپدیش کے زیر اثر "مجلس مشاورت" نے یہ فیصلہ فرمایا کہ:۔

"موجودہ حالات میں ہندوؤں کیلئے صرف یہی راہ کھلی ہوئی ہے کہ وہ شہروں اور گاؤں میں رضاکارانہ مجالس دفاع قائم کریں تاکہ ان پر جو منظم حملے کئے جا رہے ہیں ان سے نبٹا جا سکے"۔

پنڈت جی کا اپدیش ان کی منعقد کی ہوئی مجلس مشاورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۹ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۷

ہمیں کیوں مدیر "ایمان" کی تجاویز سے اتفاق نہیں!

حضرت بانیٔ سلسلہ کو چھوڑ کر کوئی انجمن نہیں بنائی جا سکتی

گذشتہ اخبار کے مقالہ افتتاحیہ میں معاصر "ایمان" کے ایک نوٹ پر تبصرہ کرکے ثابت کیا گیا تھا کہ ہمارا تبلیغی پروگرام حرب عقائد اور اندرونی کشمکش کا آئینہ دار نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس زمانہ کے امام کو پہچانیں اور اس دار الاسلامی جماعت میں شامل ہوں جو امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر کی مصداق ہے اور غلبہ اسلام کو بروئے کار لانے کیلئے مامور ہے ہمارا مقصد اندرونی کشمکش اور حرب عقائد نہیں۔ بلکہ بیرونی فتوحات ہیں۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ گذشتہ تیس سالوں میں جتنی اس جماعت کو اشاعت اسلام کی توفیق ملی ہے۔ وہ کسی اور اسلامی جماعت کو نصیب نہیں ہوئی حالانکہ متعدد انجمنیں تبلیغ اسلام کے لئے ملک کے طول و عرض میں قائم ہوئیں لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ کیا یہ اس امر پر دلیل نہیں کہ جماعت احمدیہ واقعی اشاعت اسلام کے لئے مامور ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ ایسی جماعت میں ہم باقی مسلمانوں کو شامل نہ کریں جو اسلام کی بہتری اور بہبودی کیلئے دن رات کوشاں ہو اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہر ممکن قربانی کر رہی ہو۔ یہ جماعت فروعی مسائل میں نہیں الجھتی اور نہ اسے اتنی فرصت ہے کہ وہ ادنٰے اور معمولی باتوں میں اپنا وقت ضائع کرے۔

مدیر ایمان کی دو تجاویز

مدیر "ایمان" کی دو تجاویز گذشتہ شیوع میں پیش کی جا چکی ہیں اب انہیں دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

لاہوری جماعت کے لئے صرف دو صورتیں ہیں ۔

(۱) وہ خالص فرقہ کی حیثیت سے اپنے مخصوص عقائد کے ساتھ اپنے طور پر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرے"۔

مدیر ایمان پر روشن ہونا چاہئے کہ اول تو ہمارے نزدیک اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور دوسرے رہا مخصوص عقائد کے ساتھ غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام اس کے متعلق عرض ہے کہ ہمارے مخصوص عقائد ہمارے اخبار کے سرورق پر درج ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے اپنے الفاظ ہیں حضور فرماتے ہیں :۔

مامسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفٰے ما را امام و پیشوا
آں رسولش خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباب

یہی ہمارے مخصوص عقائد ہیں جنہیں ہم سامنے رکھ کر غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کرتے ہیں اور انہیں کسی خاص فرقہ کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ اسلام کے روحانی اور اخلاقی محاسن کو پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی تجویز مدیر "ایمان" کے دماغ میں ہے تو اس کے ساتھ ہمیں اتفاق نہیں اور نہ ہم اس پر عمل پیرا ہونے کو تیار ہیں۔ البتہ جماعت قادیان نے چند ایک مخصوص عقائد پیدا کر لئے ہیں۔ ان کے سامنے اگر یہ تجویز پیش کی جاتی تو زیادہ موزوں تھی۔ ہمارے خیال میں ان مخصوص عقائد کی دنیا میں تبلیغ اور اشاعت کرنا یقیناً خدمت اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام کو نقصان پہنچانا ہے ۔

(۲) مدیر ایمان کی دوسری تجویز یہ ہے :۔ "اپنے مخصوص مذہبی فرقہ وارانہ تنظیم سے بالاتر ہو کر ایک تبلیغی انجمن بنائے جس میں ہر خیال کے مسلمان شامل ہوں اور اس عام سطح سے اسلام کی تبلیغ کرے تیسری کوئی صورت نہیں"۔

جہاں تک تبلیغ اسلام کا تعلق ہے ہم نے کبھی ان مسلمانوں سے تعاون کرنے سے گریز نہیں کیا۔ جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کو کافر نہ کہتے ہوں۔ لیکن مسلمانوں نے تحریک احرار اور ڈاکٹر اقبال مرحوم کے خیالات سے متاثر ہو کر خود اس جماعت کی مخالفت کی حتیٰ کہ اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے تک سے گریز نہیں کیا۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کی خدمت کرتے ہوئے ہمارے بعض بزرگوں کے بال سفید ہو گئے لیکن اس انجمن نے ایک ہنگامے سے متاثر ہو کر ان کی خدمات کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں علیحدہ کر دیا اور خود اس تعلق کو توڑ لیا اور تعلق توڑنے پر راضی ہو گئے اب اس حسن سلوک پر ہمیں ایک جدید تبلیغی انجمن بنانے کی دعوت دی جاتی ہے جس کی تشکیل ایسے ڈھب پر ہو جس میں ہر خیال کے مسلمان شامل ہو سکیں۔ اس سے اگر معاصر "ایمان" کی یہ مراد ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کو چھوڑ کر ہم ایک علیحدہ انجمن بنائیں تو اس خیال کو ہمیشہ کے لئے مدیر ایمان کو اپنے دماغ سے نکال دینا چاہئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آج کوئی تحریک بغیر امام عصر حاضر کی قیادت کے کامیاب نہیں ہو سکتی اور ہم ان مردہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر کیا کریں گے۔ جو اس زمانہ کے امام کا انکار کرتے ہیں۔ تکفیر کرتے ہیں اور جہالت کی موت مرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو بے شر ہوں اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے مخالف نہ ہوں اور تکفیر بازی جنکا شیوہ نہ ہو ہم تبلیغ اسلام کے لئے ان کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ان سے تعاون کیوں نہ کیا جائے لیکن مسلمانوں نے اپنے گذشتہ رویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں ایسے لوگ مفقود ہیں۔ اگر واقعی بعض مسلمان ایسے ہیں جو تبلیغ اسلام کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ باقاعدہ اس جماعت اور نظام میں شامل ہو جائیں۔ کیونکہ آج باطل کے جیوش قاہرہ کا مقابلہ بغیر ایک ایمان، تنظیم اور جماعت کے نہیں ہو سکتا اور ایسی تنظیم سوائے جماعت احمدیہ کے سارے اسلامی سواد اعظم میں کہیں نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس جماعت میں شامل ہوں اور اسلام کے دور جدید کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیں ورنہ یہ تو تقدیر مبرم ہے جو کہ ہر صورت میں ہو کر رہیگی

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

مہاراجہ کشمیر اور قرآن مجید کا ہندی ترجمہ

اخبار اصلاح ہفتہ وار سری نگر اپنے یکم اگست کے شیوع میں رقمطراز ہے :۔

"سری نگر ۔ ۲۵ جولائی آج محترمی شیخ محمد یوسف صاحب مدیر اخبار "نور" (قادیان) کو سری حضور مہاراجہ بہادر نے شرف باریابی بخشا محترمی شیخ صاحب نے سری حضور مہاراجہ بہادر کی خدمت میں قرآن کریم کا ہندی میں ترجمہ پیش کیا جسے مہاراجہ بہادر نے بہت مسرت سے قبول فرمایا۔ ملاقات کے وقت مسٹر اٹل وزیر حضوری اور کرنل ہاکسر بھی موجود تھے۔ کرنل ہاکسر نے بھی اس ترجمہ کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ پنڈت مدن موہن مالویہ نے بھی شیخ صاحب کے ہندی ترجمہ کی تعریف کی ہے ۔ کرنل ہاکسر صاحب نے ایک صفحہ ترجمہ کا پڑھ کر سنایا سری حضور مہاراجہ بہادر اسے سن کر بہت خوش ہوئے کرنل ہاکسر صاحب نے کہا کہ اس ترجمہ کی زبان نہایت بلند شستہ اور شستہ ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ کرنل ہاکسر فارسی، ہندی اور اردو کے اعلیٰ درجہ کے ادیب ہیں"۔

مہاراجہ صاحب بہادر کی یہ رواداری قابل تعریف ہی نہیں بلکہ باقی والیان ریاست کے لئے قابل تقلید ہے ۔ مہاراجہ بہادر نے جس طرح قرآن مجید کا احترام کیا ہے اور اس کے مطالعہ سے خوشی کا اظہار کیا ہے اسے یقیناً تمام اسلامی حلقوں میں شکریہ کے ساتھ سنا جائیگا یہ رواداری کا شاندار نمونہ ہے اگر آج ہندو اور مسلمان ایکدوسرے کی الہامی اور مقدس کتابوں کا اس رواداری سے احترام کریں تو ہندوستان کی بے شمار مشکلات دور ہو سکتی ہیں ۔

قبلہ محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور" کی ہمت اور عزم قابل داد ہے انہوں نے محنت شاقہ سے قرآن مجید کے تراجم کئے ہیں اور انہیں بڑی کاوش کے ساتھ ہندو عوام اور اکابر تک پہنچا رہے ہیں۔ قبلہ محترم جناب شیخ صاحب موصوف کی یہ خدمات اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کار خیر بغیر کسی جماعت کی امداد کے تن تنہا کیا ہے۔ ان کی سعی یقیناً مشکور ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کام کو شرف قبولیت

بخشا ہے جس کا نتیجہ آج اس کے نتائج اظہر من الشمس ہیں۔ ان کے تراجم کی مقبولیت نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید ایسا رفیع الشان صحیفہ فطرت ہے جس میں دنیا کی ہر قوم کے لئے سامان رشد و ہدایت موجود ہے۔

مذاکرہ علمیہ

ارسال الطیر

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

پرندوں کا بھیجنا عذاب کا مترادف ہے

محاورۂ عرب میں پرندوں کا کسی قوم پر بھیجنا عذاب کا مترادف ہے جس طرح کسی نے بددعا دی تو کہا تبتّ ربلحملك الطیر یعنی تو ہلاک ہو جائے اور ایسی طرح ہلاک ہو کر دفن ہونا نصیب نہ ہوا اور پرندے تیرے گوشت کو کھائیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھیلائیں۔ نابغہ کا شعر ہے۔ اذا ما غزا بالجیش حلّق فوقہ، عصائب طیر تھتدی بعصائب۔ یعنی جب وہ لشکر کے ساتھ نکلتا ہے تو اس کے اوپر پرندوں کے جھنڈ حلقہ باندھ لیتے ہیں۔ اور جدھر لشکر چلتا ہے اس کے ساتھ وہ بھی چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک فاتح فوج کے ساتھ پرند ہوتے ہیں۔ گویا ان کو علم ہو جاتا ہے کہ دشمن اس فوج کے ہاتھ سے مارا جائے گا اور ہم اس کی لاشوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے ہمارے ہاں اُردو میں بھی محاورہ ہے کہ فلاں شخص کی بوٹیاں چیل کوّوں کو کھلا دیں یعنی اس کو فنا کر دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں جو آیت آتی ہے۔ الم یروا الی الطیر مسخرات فی جوّ السماءؕ ما یمسکھن الّا اللہ (النحل) کیا یہ لوگ پرندوں کو نہیں دیکھتے جو آسمان کی فضا میں خدا کے حکم کے نیچے اڑ رہے ہیں۔ انہیں کوئی رکے ہوئے نہیں ہے مگر اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے کفار پر عذاب آنے سے روکا ہوا ہے ورنہ کبھی کا عذاب نازل ہو گیا ہوتا۔ اور یہ پرندے جو فضا میں اُڑ رہے ہیں کبھی کے ان کی بوٹیاں نوچ کر کھا گئے ہوتے۔

سورۃ الفیل کی تفسیر

قرآن کریم میں سورۃ الفیل میں بھی اسی طرح عذاب آنے کا ذکر ہے مگر وہاں رنگ اور ہے۔ فرماتے ہیں:- الم تر کیف فعل ربّك باصحاب الفیل ؕ الم یجعل کیدھم فی تضلیل ؕ وارسل علیھم طیرًا ابابیل ؕ ترمیھم بحجارۃ من سجّیل ؕ فجعلھم کعصفٍ مّاکول ۝ ترجمہ۔ کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیا ان کی تدبیر کو برباد نہیں کر دیا۔ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرند بھیجے جو ان پر کنکر کی پتھریاں اوپر سے مارتے تھے۔ سو انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔

ابرہہ یمن کا عیسائی بادشاہ تھا اس نے اپنے دارالسلطنت میں ایک عظیم الشان گرجا بنوایا۔ اور یہ چاہا کہ اہل عرب بجائے کعبہ میں جمع ہونے کے اس گرجے میں جمع ہوا کریں۔ اور اس طرح تمام ملک کو عیسائی بنا لیا جائے۔ لیکن اہل عرب نے ابرہہ کے گرجے کی کوئی پروا نہ کی اور وہ حسب دستور سابق کعبۃ اللہ میں ہی جمع ہوتے رہے۔ اس پر ابرہہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے چاہا کہ مکہ جا کر بیت اللہ کو ڈھا دے۔ چنانچہ اس نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر دی۔ اور یہ باتفاق مؤرخین اسی سال کا واقعہ ہے جس سال حضرت نبی کریم صلعم پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک آپ کی پیدائش کا دن وہی تھا جس دن ابرہہ کے لشکر پر تباہی آئی۔ اس سال کا نام عرب میں عام الفیل اور اس لشکر کا نام اصحاب الفیل اس ہاتھی کی وجہ سے ہوا جو اس لشکر کے ساتھ تھا اور جس کا نام محمود تھا اور جو اسی لئے لایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ بیت اللہ کو گرایا جائے گا۔ جب یہ لوگ مکہ کے قریب پہنچے تو ان کے مقابلہ کی قریش کو کہاں تاب تھی۔ اس لئے وہ مکہ کو چھوڑ کر قریب کی پہاڑیوں پر چلے گئے۔ مکہ چھوڑتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم کے دادا عبدالمطلب نے کعبہ کے دروازہ کی کنڈی کو پکڑ کر کہا "کوئی فکر کی بات نہیں۔ انسان اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے سو تو اپنے گھر کی حفاظت آپ کر۔ ان کی صلیب اور ان کی طاقت تیری طاقت پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔"

سو خدا نے اپنے گھر کی آپ حفاظت کی اور بیت اللہ کو ڈھانے کا منصوبہ کرنیوالوں کا منصوبہ سب خاک میں ملا دیا اور وہ اس طرح ہوا کہ ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیئے۔ بعض لوگ غلطی سے ابابیل سے مراد ابابیل پرندہ مراد لے لیتے ہیں۔ حالانکہ ابابیل ابیل کی جمع ہے جس کے معنے ہیں جھنڈ ابابیل کے معنے ہوئے جھنڈ کے جھنڈ۔ ڈار کی ڈار۔ غرضیکہ اس لشکر پر ڈار کے ڈار اور جھنڈ کے جھنڈ پرندے آئے۔ جن کے پنجوں اور چونچ میں سنگریزے تھے اور وہ نہایت کثرت سے اس لشکر پر گرے۔ ان سنگریزوں میں چیچک کے جراثیم یا زہر تھا۔ کیونکہ ان کے گرنے سے لشکر میں چیچک پھیل گئی۔ حضرت عکرمہ کا قول تفسیر کبیر میں ہی منقول ہے کہ جس پر وہ سنگریزہ گرتا تھا اسے چیچک نکل آتی تھی۔ اور ایسی ہی روایت ابن کثیر نے یعقوب سے بیان کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ سے وہ پرند بیٹھ کر اُڑے تھے وہ کوئی دلدل یا سنگریزوں کی زمین تھی اور ان سنگریزوں میں چیچک کا زہر تھا۔ پرندے وہ سنگریزے لیکر اُڑے ہیں اور رستہ میں اس لشکر پر پھینکتے گئے ہیں اور اس طرح چیچک کے زہر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے اس لشکر میں چیچک پھیلا دی۔ جانوروں کے ذریعہ متعدی امراض کا پھیلنا اہل طب کے نزدیک مسلم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس چیچک بھی ہمارے ملک میں چیچک کا ٹیکہ رائج ہو جانے کی وجہ سے چیچک کی وبا قریبًا معدوم ہو چکی ہے اور اگر پھیلتی بھی ہے تو وہ اس قدر مہلک نہیں ہوتی۔ چیچک کے مہلک ہونے کا نظارہ ان ملکوں میں نظر آتا ہے جہاں ٹیکہ کا رواج نہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں جب میں برٹش مشرقی افریقہ گیا تھا تو وہاں کے حبشیوں میں چیچک کا ٹیکہ ابھی رائج نہ ہوا تھا۔ وہاں چیچک کی وبا جو پڑی تو ایسا قیامت خیز نظارہ نظر آیا کہ دل دہل گئے۔ جنگلوں کے جنگل ان حبشیوں کی لاشوں سے پٹے پڑے تھے۔ سینکڑوں آدمی چند دنوں میں ہلاک ہو گئے جناب الٰہی جب ایک کام کرنا چاہتے ہیں تو عجیب و غریب طریق سے اس کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کی حفاظت کی ساری تدبیریں خاک میں مل جاتی ہیں۔ ایلچی کے ایک راجہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کی موت سانپ کے ڈسنے سے واقع ہو گی۔ اس نے ایک چکنے پتھر کی لاٹ بنوائی جس کے اُوپر وہ سویا کرتا تھا۔ اور اس چکنے پتھر پر سانپ نہ چڑھ سکتا تھا۔ ایک دن وہ سو رہا تھا جو ایک چیل سانپ لے کر اُڑی اور وہ اس کے پنجوں سے چھُٹا اور راجہ پر گرا اُسے ڈسا اور راجہ مر گیا۔ غرضیکہ ان پرندوں کے پنجوں میں کسی دلدل کی مٹی کے سنگریزے تھے جن میں چیچک کا نہایت تیز زہر تھا وہ اس لشکر پر گرے اور اس میں چیچک اس زور سے پھوٹی کہ سارا لشکر تہس نہس ہو گیا اور ایسی مری پڑی کہ وہ لشکر تباہ ہو کر ایک کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گیا۔ ان کی لاشوں کو جنگل کے چیل کوے کھا گئے۔ خود ابرہہ چیچک سے بیمار ہو کر واپس یمن بھاگ گیا اور وہاں سخت ناکامی کی حالت میں مر گیا۔

بیت اللہ کے ڈھانیوالوں کی سزا جو مقدر ہے وہ طیرًا ابابیل الخ ہے

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ خدا کے گھر کو جو لوگ ڈھانے آئے تھے ان کے منصوبہ کو خدا نے خاک میں ملا دیا اور ان پر عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کر دیا یا ناکام کر دیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ سیدھی طرح یوں کہہ دیا جاتا کہ ان میں چیچک کی وبا پھیلا دی گئی جس سے وہ مر گئے۔ طرز بیان یہ کیوں اختیار کی کہ چیچک کو تو درمیان سے بالکل حذف ہی کر دیا۔ حالانکہ اس واقعہ کے دیکھنے والے ابھی زندہ موجود تھے۔ اور ان اسباب کا ذکر بڑے نمایاں طریق سے کیا جو چیچک کے پھیلنے کا موجب ہوئے تھے اس سے یہ امر صاف نظر آتا ہے کہ خدا کو یہاں اس بات کو نمایاں کر کے جتلانا منظور تھا کہ خدا کے گھر کو ڈھانے کی سزا میں جو عذاب ازل سے مقدر ہے وہ چیچک نہیں ہے۔ بلکہ طیرًا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجّیل ہے یعنی ایسے پرندوں کا اُڑتے ہوئے آنا جو پتھر برسائیں اور ان سے ہلاکت رونما ہو۔ چیچک تو خاص حالات میں اس ہلاکت کا ایک درمیانی ذریعہ بن گیا۔ ورنہ خدا کی نظر میں اس عذاب کی نوعیت چیچک نہیں بلکہ پرندوں کا اُڑتے ہوئے آنا اور ایسی سنگباری کرنا ہے جس کا نتیجہ ہلاکت اور تباہی ہو۔ خواہ درمیانی ذریعہ کچھ بھی ہو اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس کا حذف کر دینا ہی اس کی عدم ضرورت کو بتلاتا ہے کیونکہ وہ ایسا درمیانی ذریعہ ہے جو ہر زمانہ میں اسکے انطباق کے موجب اور نیز عذاب کی کمی بیشی کی حیثیت سے بدل سکتا ہے لہذا اسکا ذکر کرنا فضول تھا۔ اسی لئے نہیں کیا گیا۔ ہاں خدا کا گھر ڈھانے والوں پر جس عذاب کی شکل متعین کی گئی وہ طیرًا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجّیل یعنی جھنڈوں کے جھنڈ پرندوں کا اُڑتے ہوئے آنا اور ان کا ایسی سنگباری کرنا جن سے ہلاکت اور تباہی رونما ہو۔

انسان کا قلب بیت اللہ یعنی خدا کا گھر ہے

قرآن کریم میں جو ایک پوری سورت اسی مضمون کے لئے وقف کر دی گئی کہ بیت اللہ یعنی خدا کے گھر کو ڈھانے والوں کی سزا خدا کے ہاں یہ مقرر ہے کہ ان پر پرندے اُڑتے ہوئے آئیں اور اوپر سے پتھر برسائیں۔ اس بات کو اس قدر اہمیت دینے میں جو راز تھا وہ یہی نظر آتا ہے کہ مشیت الٰہی یہ تھی کہ اس عذاب کی نوعیت اور

اس حقیقی سبب کو نوع انسان کے ذہن نشین کر دیا جائے تا وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ میں جب بھی خدا کے گھر کو ڈھانے کی کوشش کروں گا تو میرے لئے وہی سزا مقدر ہے جو اصحاب الفیل پر آئی تھی یعنی پرندوں کا اُڑتے ہوئے آنا اور اوپر سے سنگباری کرنا۔ لیکن تاریخ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ عام الفیل کے بعد کعبہ کو جو بیت اللہ ہے کسی دشمن نے ڈھانے کی کوشش نہیں کی۔ اور آج یورپ کی طاقتوں کو بھی اتنی جرأت نہیں کہ اس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی توجہ کا یہ گھر مرکز ہے۔ اور ان کے قلوب اس گھر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ بھی خدا کی طرف سے ایک رُعب ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں ڈالا گیا ہے۔ ان حالات میں اس سورت کی اہمیت تبھی قائم رہتی ہے کہ یہ مانا جائے کہ کعبہ کے سوا کوئی اور بھی خدا کا گھر ہے جس کے ڈھانے پر بھی یہی وعید کی صورت چسپاں ہو سکتی ہے اور جس کو ڈھانے کا بہت احتمال تھا۔ تبھی تو یہ سورت قرآن میں رکھی گئی۔ کچھ شک نہیں کہ کعبہ بھی خدا کا گھر ہے مگر وہ اینٹ پتھر سے تعمیر کردہ ہے جو خدا کی عبادت کیلئے وقف ہے۔ اسے اگر کوئی ڈھا بھی دے تو دوسرا بن سکتا ہے۔ خدا اس میں رہتا نہیں۔ لیکن سب سے زیادہ محترم خدا کا گھر انسان کا قلب ہے جس میں خدا بستا ہے۔ جیسا کہ حضرت نبی صلعم نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں آسمان و زمین میں نہیں سماتا مگر مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں:۔ ؎

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم

خدا کے اسی گھر کو ڈھانے کی اہل یورپ کی کوشش

غرضیکہ مومن کا قلب وہ خدا کا گھر ہے جس میں خدا کا تخت بچھا ہوتا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ خدا کے اسی گھر کو ڈھانے کے لئے جس قدر یورپ نے کوشش کی ہے ویسی جب سے دنیا قائم ہے کسی نے نہیں کی۔ انسان کے دل سے خدا پرستی نکال کر دہریت اور مادہ پرستی کو داخل کر دینا یہ یورپین کلچر کا بڑا کارنامہ ہے۔ جو ہاتھی یہاں استعمال کیا گیا وہ **دہریت اور مادہ پرستی کا ہاتھی ہے** جس کا مقصد اسی خدا کے گھر کو ڈھانا اور اسے دلوں سے مٹا دینا ہے۔ اس ہاتھی نے جس کا نام حدیث کی اصطلاح میں دجال ہے خدا کے اس گھر کو طرح طرح سے مسمار کیا۔ کہیں دنیا پرستی کے رنگ میں۔ کہیں عیش پرستی کے رنگ میں، کہیں زر پرستی کے رنگ میں کہیں فلسفہ دہریت کے رنگ میں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ مختلف ذرائع سے مادہ پرستی کے اس ہاتھی نے قلوب انسانی پر حملے کر کر کے خدا کے اس گھر کو مسمار کر کے رکھ دیا۔ یعنی خدا پرستی کو بالکل دلوں سے مٹا دیا۔ یہی وہ دجال تھا جسے کشف میں آنحضرت صلعم نے بیت اللہ کے گرد گھومتے دیکھا تھا اور ساتھ ہی مسیح موعود کو بھی اس گھر کے گرد گھومتے دیکھا۔ جس کی تعبیر یہ کی گئی کہ دجال کا خدا کے گھر کے گرد گھومنا اسے ڈھانے کے لئے ہے۔ اور مسیح موعود کا خدا کے گھر کے گرد گھومنا اس گھر کو دجال کے حملہ سے بچانے کے لئے ہے یعنی دجال کا کام دلوں سے خدا پرستی کو مٹانا ہے۔ اور مسیح موعود کا کام دلوں میں دجال کے اثر کو مٹا کر خدا پرستی کو قائم کرنا ہے۔ آج اس کشف کو ہم کس صفائی سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ابھی اس سورۃ الفیل کا نظارہ ہمارے سامنے آنا باقی تھا سو یورپ کی موجودہ عالمگیر جنگ نے پیش نظر کر دیا اور اس سورت پر ایمان کو یقین سے بدل دیا۔

خدا کی غیرت اور طیراً ابابیل کا عذاب

آخر کب تک خدا خاموش رہتا اس کے گھر پر اس طرح حملے ہوں اور ان کو روکنے کی آسمان سے کوئی تدبیر نہ ہو یہ کس طرح ممکن ہے! حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں:۔

ہو گیا دیں کفر کے حملوں سے چُور، چپ رہے کب تک خداوند غیور
آسماں پر غافلو! ایک جوش ہے۔ کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے

آخر خدا کا گھر ڈھانے والوں پر وہی سزا وارد ہوئی جو اس خدا کے گھر کو ڈھانے والے ہاتھی یعنی مادہ پرستی اور دہریت کے لئے ازل سے مقدر تھی۔ اور جس کا ایک نظارہ اصحاب الفیل کے زمانہ میں دنیا نے دیکھا تھا۔ لیکن وہ خدا کے ایک گھر کو ڈھانے کی سزا تھی اس لئے اس کا دائرہ نہایت محدود اور اس کے پرندے بھی نہایت معمولی اور سنگریزے بھی نہایت ادنیٰ درجہ کے تھے یعنی وہ سزا بہت چھوٹے پیمانہ پر تھی۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ہزارہا دلوں سے خدا کے گھر کو مٹا دیا سزا بھی اسی رنگ میں بہت بڑے پیمانہ پر مسلّط ہوئی۔ اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے جو تمام یورپ پر محیط ہے۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ اس کا دامن کہاں تک دراز ہوگا ممکن ہے کہ تمام دنیا اس لپیٹ میں آجائے۔ اس کے پرندے بھی وہ طیارے ہیں جو خاص اس مادہ پرستی اور لامذہبی کی تہذیب کے پیداوار ہیں۔ گویا یہ عذاب ایک تو دکشتی کے رنگ میں ہے کیونکہ جن چیزوں کو اس مادی تہذیب نے تو پروان چڑھایا تھا جن میں ہوائی جہاز اس مادی ترقی کی تکمیل کا نشان تھے کیونکہ ہوائی جہاز کی ایجاد سے انسان کی ظاہری حکومت خشکی اور تری اور ہوا سب پر مکمل ہو گئی۔ اب وہی ہوائی جہاز طیراً ابابیل کی شکل میں اس قدر سخت عذاب اور مصیبت کا موجب بن رہے ہیں جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ جھنڈوں کے جھنڈ پرندوں کی طرح اڑتے ہوئے آتے ہیں اور ترمیھم بحجارۃ مّن سجّیل کے مطابق بم برساتے ہیں جو بجائے خود اس مادی ترقی کے پیداوار ہیں۔ اور یہاں ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ سجیل کے معنے لغت میں یہی ہیں کہ جو سزا کے طور پر نوشتہ تقدیر میں لکھے ہوئے ہوں“ اور ایک اور معنی لغت میں ہیں کہ ”جو تعداد میں کثیر ہوں اور نہایت سخت ہوں“ سو ہزارہا کی تعداد میں بم جن سے بڑھ کر سخت حجارۃ ممکن نہیں۔ اور جو اس دہریت اور مادہ پرستی کے لئے خدائی مشیت میں ازل سے لکھے ہوئے چلے آتے ہیں آج شہروں پر برستے ہیں اور جو ہلاکت اور تباہی ان بموں سے رونما ہوتی ہے وہ فجعلھم کعصفٍ ماکول کی صحیح تصویر ہے کہ گرے ہوئے مکانات اور مسمار شدہ شہر کھائے ہوئے بھُس کی طرح نظر آتے ہیں۔ اور چونکہ خدا نے ان قوموں کی نسبت قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا تھا کہ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کہ اس دن ہم ان قوموں کو چھوڑ دیں گے کہ موجوں کی طرح ایک دوسرے پر گریں۔ اس لئے اس زمانہ کے طیراً ابابیل میں بھی یہی رنگ نظر آتا ہے کہ ایک دوسرے پر ہوائی جہاز پرندوں کی طرح جھنڈ کے جھنڈ بھیجتے اور ترمیھم بحجارۃ من سجّیل کے ماتحت وہ کثرت سے بم برساتے ہیں جن سے ہلاکت اور تباہی اس قیامت کی برپا ہوتی ہے کہ الامان سُن سُن کر ہی دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ یہ لوگوں کے دلوں سے خدا کے گھر کو ڈھانے کی سزا تھی جو ازل سے مقدر تھی جب تک کوئی تائب نہ ہو اس سے بچ نہیں سکتا۔ کوئی آگے کوئی پیچھے سب اس پکڑ کے نیچے آنے والے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ آج روس جو ہمیں ایک مکڑی کی طرح اپنے جالے میں الگ آرام سے بیٹھا نظر آرہا ہے۔ اور جب کبھی پولینڈ یا رومانیا وغیرہ کی مکھی اس جالے میں آپھنستی ہے تو اس کا خون چوسنے کے لئے آموجود ہوتا ہے۔ کیا یہ اس پکڑ سے بچ جائے گا۔ حاشا وکلا۔ ہرگز نہیں سوائے اس صورت کے کہ اپنی دہریت اور لامذہبیت سے تائب ہو جائے میں کوئی پیشگوئی نہیں کرتا۔ لیکن اس سورت سے ہی مستنبط ہوتا ہے کہ قلوب انسانی سے خدا کے گھر کو ڈھانیوالوں کی یہی سزا ہے اور ان میں **روس** کا نمبر سب سے آگے ہے۔ اگر یہ تائب نہ ہوا تو کیا عجب ہے کہ اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہو۔

”دیر گیرد سخت گیرد مر ترا“ [1]

اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ آج ۲۵ برس پہلے کون جانتا تھا کہ یورپ باوجود اپنی تمام علم و سائنس کی ترقی اور اپنی طاقتوں اور حکومتوں پر گھمنڈ کے ایسی بُری طرح خدا کی پکڑ کے نیچے آجائیگا اور وانّا لجاعلون ما علیھا صعیداً جرزاً کا وعید جو عیسائی کہلانے والی قوموں کے لئے خدا نے قرآن میں بیان فرمایا تھا کہ ہم ان کی تہذیب اور مادی سائنس کی بنا کردہ عمارتیں توڑ کر چٹیل میدان کر دیں گے۔ وہ خود ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھیں گے۔ اسی طرح یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ کل کس کی باری آجائے گی۔ روس ہو یا جاپان ہو یا کوئی اور طاقت ہو۔ جو جئے گا وہ دیکھیگا۔ خدا کا گھر ڈھانے والوں پر نازل ہونے والے عذاب کی شکل آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ پس اس عذاب سے بچنے کے لئے توبہ اور رجوع الی اللہ کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ حضرت مسیح موعود کیا خوب فرماتے ہیں:۔ ؎

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے ایک حضرتِ توّاب ہے

خدا نے اپنے گھر کی حفاظت آپ کی

آج خود یورپ اور امریکہ کے اخبارات اور اہل الرائے لوگ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ آئندہ کے لئے جو نیا نظام ہو اس کی بنیاد خدا پرستی پر ہو۔ اس مادہ پرستی اور دہریت نے ہماری ساری تہذیب و ترقی کو پکڑ کر تباہ کر دیا۔ گویا دل بول اُٹھے ہیں کہ یہ سارا عذاب مادہ پرستی اور دہریت کی وجہ سے ہے۔ اور امان فقط خدا پرستی میں ہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں خدا کا گھر جو مسمار کیا گیا تھا اس کی تعمیر کی اب فکر ہے۔ یہ ہوتی ہے خدا کی قوت جیسا کہ اصحاب الفیل کے آنے پر حضرت نبی کریم صلعم کے دادا عبد المطلب نے کعبہ کی کنڈی پکڑ کے کہا تھا کہ ”انسان اپنے گھر کی آپ حفاظت کرتا ہے سو تو اپنے گھر کی آپ حفاظت کر۔ ان کی صلیب اور ان کی طاقت تیری طاقت پر کبھی غالب نہیں آسکتی“ سو ان کا فرمانا بالکل سچ ثابت ہوا۔ اس وقت چھوٹے پیمانے پر ثابت ہوا تھا اور آج بڑے پیمانہ پر ثابت ہوا۔ خدا نے اپنے گھر کی آپ ہی حفاظت کی۔

---

[1] یہ مضمون میں نے جون ۱۹۴۱ء کے ابتدا میں لکھا تھا اور شیخ حاجی مولا بخش صاحب لائل پوری سے بھی اُنہی دنوں میں اس کا زبانی ذکر کیا تھا کہ اس سورت الفیل سے ہی مستنبط ہوتا ہے کہ روس بوجہ اپنی دہریت اور خدا دشمنی کے اس سے بچ نہیں سکتا جرمن کا معاہدہ اس کیلئے باعث امن نہیں ہو سکتا۔ خدا کی شان۔ ابھی پندرہ روز بعد ہی روس اور جرمن کی جنگ شروع ہو گئی جس سے قرآن کے معجزہ پر ایمان تازہ ہو گیا۔

قادیانی اور بہائی

مسئلہ قتل انبیاء

(از جناب مولینا عمرالدین صاحب شملوی از دہلی)

بہائی تو قائل ہیں کہ کل انبیاء قتل ہوئے کیونکہ ان کے نزدیک قتل ہو جانا نبی کے لئے مرتبہ شہادت ہے اور اگر وہ یہ مان لیں کہ قتل ہو جانا انبیاء کی شان کے منافی ہے تو ان کو اپنے سلسلہ کے بانی علی محمد باب کو کاذب ماننا پڑتا ہے کیونکہ وہ اپنے دعویٰ کے بعد چھٹے سال قتل ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف موجودہ خلیفہ قادیان کا عقیدہ یہ ہے کہ بعض انبیاء ضرور قتل ہوئے ہیں۔ یہانتک کہ حضرت زرتشت نبی جو سلسلہ انبیاء ایران کے بانی ہیں۔ وہ بھی یقیناً قتل ہوئے۔

لیکن حضرت مسیح موعودؑ بڑے پرشوکت الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:۔

الذین صدقوا رجاؤا من ربھم من ذا الذی یقتلھم او یجعلھم ذلیلاً۔

(تذکرۃ الشہادتین)

کون ہے جو خدا کے سچے نبیوں کو قتل کر سکے یا ان کو کسی طرح ذلیل کر سکے اور یہی قرآن مجید کا مذہب ہے۔ قرآن مجید میں بطور قاعدہ کلیہ کے یہ لکھا ہے کہ:۔

وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم

(سورہ ابراہیم)

جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ خدا کے مرسل ہلاکت سے بچائے جاتے ہیں اور ان کے دشمنوں میں سے ظالم لوگ تباہ کر دئے جاتے ہیں اور انبیاء و رسل کو خدا ان کے مخالفوں کو ہلاک کر کے زمین میں سکونت دیتا ہے۔

اس آیت پر قادیانی تفسیر کبیر میں خلیفہ صاحب اور علماء قادیان نے جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا انہوں نے اپنے (اپنے زمانہ کے) پیغمبروں سے کہا (کہ) ہم تمہیں ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم (مجبور ہو کر) ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ گے (تو ان تکلیفوں سے بچ سکو گے) جس پر ان کے رب نے ان پر وحی نازل کی (کہ) ہم ان ظالموں کو یقیناً ملک بدر کر دیں گے ۱۴؎ اور ان (کی ہلاکت) کے بعد اس ملک میں ضرور تمہیں آباد کر دیں گے یہ (وعدہ) اس کے حق میں ہے جو میرے مقام سے ڈرے اور (نیز) میرے وعید سے ڈرے ۱۵؎)

"زمین سے نکال دینے کے معنے صرف جلاوطن کر دینے کے نہیں ہیں بلکہ مار دینے کے بھی ہیں"

ان کی طرف سے وعید یہی تھی کہ اے مومنو ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے۔ گویا وعید اپنی ملک سے نکالنے کا تھا ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کو تباہ کر کے اپنے رسولوں کو ان کی جگہ قائم کر دیں گے۔" (قادیانی تفسیر کبیر ص ۱۶۴)

اس قادیانی بیان سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول قتل ہو جانے سے بچائے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمیں علم ہے کہ خلیفہ قادیان اپنے کئی ایک مبلغین خصوصاً اپنے استاد مولوی صاحب کے خلاف قتل انبیاء کے قائل ہیں اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ نادانستہ ان کی تفسیر میں یہ غلطی ہو گئی ہے کہ اس آیت کے ترجمہ میں قتل انبیاء کا انکار پایا جاتا ہے۔ اگرچہ سچ تو یہی ہے کہ کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ اور قرآن مجید بڑے زور سے قتل انبیاء کا انکار بار بار بالصراحت بیان فرماتا ہے۔ اور اگر کسی نبی کو کبھی دشمنوں نے مقتول قرار دیا تو وہیں اس کی تردید کر دی مثلاً یہود جو انبیاء کے قتل کی کوشش کی وجہ سے بہت بڑے مجرم قرار دئیے گئے ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کے متعلق کہا ہے۔

انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر ڈالا تو خدا کی طرف سے اس کی تردید اس طرح کی گئی کہ وما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبہ لھم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما۔

یعنی نہیں قتل کیا مسیح کو اور نہ صلیب پر مارا اسے لیکن مسیح مقتول و مصلوب کی مانند کیا گیا۔ اور یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسب وعدہ خود طبعی موت سے وفات دیکر اپنی طرف عزت و شرف کے ساتھ اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے۔ یہی اس کی حکمت و عزت کا مقتضیٰ ہے۔

جنہوں نے کہا کہ مسیح کو ہم نے قتل کر ڈالا تو ساتھ ہی اس کو جھوٹا رسول کہا کیونکہ تورات کا مذہب یہی ہے۔ کہ جو نبی قتل ہو جائے وہ جھوٹا ہے۔ لیکن اس کے مقابل خدا نے قتل کی نفی کر دی اور اس الزام کو رد کرنے کے لئے کہ مسیح سچا رسول نہیں بلکہ از روئے بائیبل بوجہ مقتول ہونے کے ملعون ہے۔ فرمایا کہ وہ خدا کی جناب میں بہت بلند مرتبہ ہے اور وہ یقیناً قتل نہیں ہوا۔ گویا اس طرح الزام کو رد کر کے خدا تعالیٰ نے بھی تورات کے مذہب پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ الزام قتل کو اس طرح رد کرنے کے معنے صاف یہ ہیں کہ اگر مسیح علیہ السلام واقعی قتل ہو جاتے تو وہ کبھی مرفوع الی اللہ نہ ہوتے احمدی جو رفع الی اللہ کے معنے خدا کا مقرب ہونے کے بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں ان کو تو یہ بہت جلد اور آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خدا کا یہ فرمانا کہ مسیح رسول اللہ قتل نہیں ہوئے بلکہ مرفوع الی اللہ ہوئے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ جو رسول قتل ہو جائے وہ مرفوع الی اللہ کبھی نہیں ہو سکتا جیسا کہ اگر مسیح واقعی قتل ہو جاتے تو وہ بھی مرفوع الی اللہ نہ ہوتے۔

قرآن شریف کی اور بہت سی آیات قطعیۃ الدلالت ایسی ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ مرسلین الٰہی قتل سے محفوظ و معصوم رہتے ہیں مگر قادیانی اس صداقت کا آج انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کا خلیفہ اس کا منکر ہے ابھی دو سال کی بات ہے کہ جب مولوی اللہ دتا صاحب ابوالعطاء نے الفضل میں یہ لکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا جو خیال ہے وہ غلط ہے خلاف قرآن ہے۔ انبیاء کبھی قتل نہیں ہوتے اور مولوی صاحب بھی ان کے ہی ہمخیال تھے لیکن مرحوم مولوی اسمعیل صاحب نے اس کے برخلاف الفضل میں یہ لکھ مارا کہ حضرت مسیح موعود کا مذہب تو یہ ہے کہ کبھی نبی قتل ہوئے اور انبیاء قتل ہوتے رہتے ہیں جب اس مضمون کا بھی مدلل جواب لکھا گیا تو میاں صاحب نے اس مضمون پر خطبات جمعہ میں فرمایا کہ مولوی اللہ دتا صاحب غلطی پر ہیں انبیاء کا قتل ایک امر واقعہ ہے۔ یہاں تک کہ پارسی مذہب کا بانی نبی زرتشت بھی قتل ہوا ہے اور یہ ایک تاریخ سے ثابت شدہ واقعہ ہے۔

بانئ سلسلہ نبی کا قتل

چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے کھول کر لکھا ہے کہ کسی سلسلہ کا بانی نبی کبھی قتل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اس لئے میں نے اس وقت جناب خلافت مآب کی اس موٹی غلطی کو بذریعہ اخبار پیغام صلح قادیانیوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا مگر حرام جو میاں صاحب کے غالی مریدوں کے کان پر جوں بھی رینگ جائے سب خاموش رہے ستھ میں نے بذریعہ خطوط بھی ان لوگوں کی توجہ اس طرف منعطف کرانے کی کوشش کی مگر غالباً قادیانی غالیوں کے نزدیک خلیفہ کے معنے ہی یہ ہیں کہ وہ اپنے اصل کے مخالف ہو اس لئے وہ سب کے سب خاموش رہے اور یہ بے خودی بے سبب نہ تھی۔

میاں صاحب کا غلط جواب

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اللہ دتا صاحب کو میرے مضمون سے اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے جناب خلیفہ صاحب سے پوچھا کہ حضور پیغام صلح میں یہ اعتراض ہوا ہے کہ زرتشت تو بانئ سلسلہ نبی ہے آپ خود یہ لکھ چکے ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ قتل ہوا ہو۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جناب میاں صاحب اس وقت اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے اور مسیح موعودؑ کے خلف ہونے کا عملی ثبوت دیتے مگر انہوں نے جھٹ ایک خلاف واقعہ جواب گھڑ لیا اور مولوی اللہ دتا صاحب کو کہا کہ دراصل زرتشت نام کے دو نبی ہیں جو بانی ہے وہ تو قتل نہیں ہوا لیکن دوسرا ضرور قتل ہوا ہے۔

مولوی اللہ دتا صاحب کو پھر یہ جرأت نہ ہوئی کہ دوبارہ یہ سوال کرے کہ حضور اسکا کیا ثبوت ہے کہ زرتشت نام کے دو نبی ہوئے ہیں تاکہ حقیقت کھل جاتی مگر میں نے ان سے جب سری نگر میں سال گذشتہ زبانی پوچھا کہ علاوہ حضرت کی اس غلطی کو جو میں نے ظاہر کی تھی آپ لوگ کس طرح تسلیم کرتے ہیں تو مولوی صاحب نے نہایت صفائی سے فرمایا کہ میں نے جب حضور سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضور نے یہی فرمایا کہ

اس نام کے دو نبی ہیں بانی قتل نہیں ہوا دوسرا قتل ہوا ہے۔

کیا یہ سچ ہے

اب اگر قادیانی جماعت قیامت تک زور لگائے تو بھی ممکن نہیں کہ اس نام کے دو نبی وہ ثابت کر سکے اگر پہلے انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی تو اب بھی وقت ہے وہ اپنے مصلح موعودؑ کی اصلاح کریں یا اس کی سچائی کے ثبوت میں زرتشت نام کے دو نبی ثابت کر کے دکھائیں اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتے تو وہ مان لیں کہ خلیفہ صاحب کی یہ ایک غلطی ہے۔

بہائیوں سے قادیانیوں کی مناسبت

جس طرح میاں صاحب نے پارسی مذہب کے بانی کے نام کے دو نبی اس لئے بیان کر دئیے ہیں کہ تا ایک سچے اعتراض سے بچ جائیں

(باقی برصفحہ ۷ کالم ۴)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ایک کامیاب جلسہ

از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب صدر مرکزی ایسوسی ایشن لاہور

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ایک عام جلسہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بروز ہفتہ بتاریخ ۲۶ ماہ جولائی بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب مولانا مصطفیٰ خاں صاحب منعقد ہوا۔ سامعین کی تعداد اچھی تھی۔ جلسہ کا افتتاح مولوی محمد ضیا صاحب نے بذریعہ تلاوت قرآن کریم کیا۔ بعد ازاں ہمارے محترم دوست جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے نے اپنی تقریر "انسانی زندگی میں عقل و عشق کی قوتیں" کے موضوع پر شروع کی۔ فاضل مقرر نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت کرتے ہوئے اپنی تقریر کے موضوع کی طرف توجہ دلائی

ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحٰنک فقنا عذاب النار۔ (آل عمران ۱۸۹)

اور بتایا کہ انسان کو حواس خمسہ کے علاوہ دو اور زبردست طاقتیں دی گئی ہیں۔ ایک عقل یا دماغ کی طاقت اور دوسری عشق یا قلب کی طاقت جو حواس خمسہ میں تو حیوانات بھی انسان کے ساتھ شامل ہیں لیکن موخر الذکر دو طاقتیں ایسی ہیں جو کہ انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان دونوں طاقتوں کو مختلف وقتوں اور مختلف مذاہب کے اندر استعمال کیا جاتا رہا ہے لیکن بسا اوقات ایسا نظر آتا ہے کہ عشق کی حکومت ہوتی ہے اور عقل کو بالکل معطل اور بیکار کر دیا جاتا ہے جیسا کہ عیسائی مذہب کے معتقدات میں ہمیں نظر آتا ہے اور بسا اوقات عقل اور ذہنی قوئے کی حکومت ہوتی ہے۔ اور قلب اور دل کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے جیسا کہ موجودہ دہریت اور خشک فلسفہ کے زمانہ میں ہمیں نظر آتا ہے اور جس کا نتیجہ موجودہ تباہ کن جنگ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم دونوں کا ایک توازن پیش کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ قرآنی آیات سے عیاں ہے۔ اہل فکر اور اہل عقل (اولی الالباب) جہاں صحیفۂ قدرت اور کائنات عالم پر غور و خوض کرتے ہیں وہاں ان کے قلب اور دل کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً ...... یعنی ان کا دل ذکر الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتا جہاں فکر اور دماغ ان کی رہنمائی کرتا ہے وہاں ذکر اور قلب ان کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ صرف ہمارے ذہنی اور دماغی قویٰ ہمیں کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچا سکتے۔ یہ بے شک ہمارے راستہ دریافت کرنے میں ممد و معاون ضرور ہوتے ہیں لیکن اس پر چلنے کی توفیق پھر منزل مقصود کو حاصل کر لینا یہ انسانی قلب اور وحی الٰہی کا کام ہے۔

آپ نے پھر یہ بھی بتایا کہ عقل و عشق کی طاقتوں میں کیا فرق ہے۔ اوّل یہ کہ عقل مقصود بالذات نہیں عشق مقصود بالذات ہے۔ یعنی عقل صرف رہنمائی کر سکتی ہے نصب العین نہیں ہے۔ دوئم عقل ہمیشہ سوچ بچار میں لگی رہتی ہے حساب و کتاب کے اندر غلطاں اور پیچاں رہتی ہے۔ فلاں قدم اٹھایا جائے تو فائدہ ہوگا یا نقصان۔ فلاں طریقہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے یا فلاں سے اس کے برعکس عشق سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے اور وہ کام کر گذرتا ہے جس کے متعلق عقل ناحال سوچ بچار ہی ہوتی ہے۔ سوئم عشق جزا و سزا کے خیال سے آزاد ہوتا ہے۔ فاضل مقرر نے حضرت مجدد زماں کے ایک قول سے اس کو واضح کیا اور وہ یہ کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ کہا جائے کہ تمہیں اشاعت اسلام کے کام کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائیگا تب بھی میں اس کام سے باز نہیں آؤنگا۔ چہارم۔ عقل ہمیشہ اضطراب اور بے یقینی پیدا کرتی ہے اور اس کے برخلاف عشق ہمیشہ اطمینان قلب عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

ازاں بعد فاضل مقرر نے اسلامی تاریخ سے بالخصوص اور عام تاریخ سے بالعموم ایسے واقعات اور ایسی مثالیں پیش کیں جن سے عشق کے کارہائے نمایاں پر روشنی پڑتی تھی۔ اور ساتھ ہی بتایا کہ یورپین اور اسلامی فلاسفروں میں ایک بین اور عیاں فرق ہمیں نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ یورپین فلاسفر چونکہ صرف عقل اور ذہنی قوئے سے کام لیتے ہیں لہٰذا اکثر لوگ ان کے فلسفہ سے دہریت اور بے یقینی کا شکار ہو جاتے ہیں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا انکار کر کے اپنے لئے جہنم پیدا کر لیتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات خودکشی تک پہنچ جاتے ہیں اس کے برعکس اسلامی فلاسفر اور مفکر چونکہ عقل کے ساتھ ساتھ قلبی قوئے سے بھی کام لیتے ہیں لہٰذا ان کے اندر اور ان کے پڑھنے والوں کے اندر ایک سکون اور راحت اور اطمینان قلب پیدا ہوتا ہے۔

تقریر کا خاتمہ آپ نے مولانا روم کے چند اشعار سے اور حضرت مجدد زماں کے زندگی بخش اور روح پرور کلام سے کیا اور بتایا کہ ان حضرات اور صاحب دل انسانوں نے بھی یہی نظریہ پیش کیا ہے اور بالآخر جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ چونکہ ہماری جماعت کا مقصد وحید دجال کا استیصال ہے اور دجال کے متعلق احادیث صحیحہ میں آتا ہے کہ اس کی بائیں آنکھ (یعنی عقل) خوب روشن ہوگی لیکن دائیں آنکھ (یعنی قلب) بالکل اندھی ہوگی۔ لہٰذا اس کے استیصال کے لئے ہمیں اپنی دائیں آنکھ یعنی عشق کی آنکھ کو خوب روشن کرنا چاہئے اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے شرائط بیعت میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"۔

لیکچر کے بعد صاحب صدر نے چند ایک مفید اور قابل غور ریمارکس کئے اور اس طرف توجہ دلائی کہ ہمیں وہ امور تلاش کرنے چاہئیں جن کے ذریعہ یہ عشق پیدا ہوتا ہے۔

جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

میں ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس جلسہ کو پر رونق بنانے میں میری اعانت فرمائی جزاء اللہ احسن الجزاء۔ والسلام

بقیہ صفحہ ۶

اسی طرح بابیوں اور بہائیوں نے بھی کیا۔ قرآن و حدیث تورات و انجیل سب متفق ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام صاحب زبور حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ مگر باب نے اپنی کتابوں میں یہ لکھ دیا کہ داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ۵۰۰ سو سال پہلے ہوئے اور آپ کی کتاب زبور تورات سے پہلے کی ہے جب بہاء اللہ پر یہ اعتراض ہوا کہ باب کا یہ بیان کیسے صحیح ہو سکتا ہے تو اس نے کہا خبردار کوئی اعتراض نہ کرے باب صاحب عصمت کبریٰ ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اس کی تصدیق لازمی ہے۔ بیچارے اندھے مقلد خاموش ہو گئے۔ لیکن جب احمدی جماعت کی طرف سے یہ اعتراض بہائیوں کے سامنے رکھا گیا تو بہائیوں نے شوقی آفندی تک سے حل طلب کیا مگر کہاں سے حل ہو آخر بیچاروں نے مجبوراً کہا کہ ہم تو داؤد کو موسیٰ سے پہلے ہی مانتے ہیں۔ ہم قرآن کو اس بارہ میں محرف و مبدل سمجھتے ہیں۔ جیسے مسلمان تورات و انجیل کو محرف مانتے ہیں۔ تب میں نے کہا بہت اچھا لیکن ذرا یہ بھی سوچ لیجئے کہ خود بہاء اللہ نے جو آپ کے نزدیک باب سے بہت ہی بڑا ہے یہ کئی جگہ لکھا ہے کہ داؤد علیہ السلام موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں (دیکھو ایقان و الواح مبارکہ) اب بتاؤ دونوں میں سے کون سچا ہے ایک ضرور باطل ہے۔ اب پھر ان لوگوں نے عکہ کی طرف نظر لگائی مگر وہاں سے بہائی ولی الامر سے بھی کچھ جواب نہ بن پڑا تو بیچارے بہائیوں نے کہا کہ دراصل داؤد نبی موسیٰ کے بعد ہوا ہے جب اسکا بھی ان سے ثبوت طلب کیا تو آجتک خاموش ہیں اور یہی حال ہمارے قادیانی بھائیوں کا ہے جنہوں نے بہائیوں کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کے لئے باب کھول دیا ہے۔

قتل انبیاء کے قائل ہونے کی ایک عجیب و غریب وجہ

مولوی اللہ دتا صاحب سے جب میں نے پوچھا کہ آخر آپ لوگوں کا اس میں کیا فائدہ ہے۔ کہ آپ قتل انبیاء کے قائل ہو گئے حالانکہ اگر ہم عدم قتل انبیاء کے قائل ہوں تو یہ ایک زبردست نشان ہے جو سچے اور جھوٹے مدعیان رسالت میں فرق کرنے کا ذریعہ ہے اور بابی اور بہائی تو فوراً جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے فرمایا کہ ہم اس مسئلہ میں احتیاط اس لئے کرتے ہیں کہ اگر آئندہ کوئی نبی قتل ہو گیا تو لوگ اس کو جھوٹا سمجھ کر گنہگار ہو جائیں گے۔

میں اس جواب میں ہنس پڑا کیونکہ یہ قادیانی احتیاط حقیقتاً کوئی احتیاط نہیں ہے بلکہ ایک وہم ہے جو خدا جس نے آج تک اپنے سچے رسولوں کو قتل سے بچایا ہے وہ آئندہ بھی اس پر قادر ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اب حقیقی نبوت و رسالت تو ختم ہی ہو چکی ہے اس لئے بھی آئندہ کا فکر کرنے کی مولوی صاحب کو کوئی ضرورت نہیں۔ اور چاہئے کہ مولوی صاحب اور ان کے ہم خیال اس آئندہ کے وہم کی خاطر قرآن پاک کے علم صحیح کو نہ چھوڑیں تاکہ انکا ایمان صحیح رہے۔

(والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ)

دہلی میں تبلیغی مصروفیات کا مختصر خاکہ

مزید تین اصحاب کی شمولیت جماعت۔ ہفتہ وار جلسے۔ کامیاب مباحثات۔ انفرادی ملاقاتیں

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے

نو اصحاب کا جماعت میں اضافہ دہلی میں بفضلہ تعالیٰ مزید تین اصحاب جماعت میں شامل ہوئے ہیں جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جناب حافظ رحیم اللہ جان صاحب مولوی عالم ایڈیٹر اخبار الجمعیۃ پشاور۔ حال پشتو کلرک محکمہ اطلاعات ۱۵ اچپور روڈ پرانی دہلی۔

(۲) جناب مرزا شریف بیگ صاحب مالک کتبخانہ رفیعیہ دریبہ کلاں دہلی۔

(۳) جناب حافظ محمد یونس صاحب برادر جناب حافظ رحیم اللہ صاحب مولوی عالم۔

اسوقت تک ۹ اصحاب کا جماعت میں اضافہ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت عطا فرمائے اور خدمت دین کی توفیق بخشے۔

ہفتہ وار جلسے ہفتہ وار جلسوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ گذشتہ ایام میں جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے بھی دو تقاریر قادیانی نظام اور جماعت لاہور کے نظام پر کیں۔ جناب ماسٹر عزیز الدین صاحب اور عزیز احسان الحق صاحب نے بھی ہفتہ وار جلسوں کے پروگرام میں حصہ لیا۔ جناب ماسٹر عزیز الدین صاحب نے اتحاد بین الناس اور عزیز احسان الحق صاحب نے ختم نبوت کے موضوع پر متواتر دو جلسوں میں اظہار خیالات کیا۔

مناظرے ۱۲ر جولائی کو جماعت قادیان سے بلی ماروں کے محلہ میں مناظرہ ہوا جو خاکسار نے کیا اور ۲۰ر جولائی کو جناب مولانا عمر الدین صاحب نے مناظرہ کیا جو دار المطالعہ انجمن واقعہ اردو بازار میں ہوا یہ دونو مباحثات خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہے اور کئی ایک قادیانی دوستوں پر اختلافی مسائل کے متعلق حق کا انکشاف ہوا۔

ڈپٹی کمشنر دہلی سے ملاقات ۲۶ر جولائی کو مسلمانان پہاڑ گنج کے ایک وفد نے مسٹر ابون ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی مسلمانان پہاڑ گنج نے وفد کی قیادت کیلئے جناب مولانا عمر الدین کو اور مجھے منتخب کیا۔ ضروری گفتگو کے بعد مسٹر ابون کو اسلامی اصول کی فلاسفی اور دیگر لٹریچر انگریزی زبان میں پیش کیا۔

دیگر ملاقاتیں ادارہ تبلیغ ۳۰ر جولائی کو مکرم جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کی معیت میں متعدد اصحاب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آغا محمد عبداللہ خاں صاحب ڈی، ایس، پی اور شیخ مشتاق احمد صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی کو سلسلہ پر لٹریچر دیا گیا۔

دہلی کے تمام حصوں میں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے جس کے لئے ایک ادارہ تبلیغ کا قیام کیا گیا ہے۔ بیس اصحاب اس کے ممبر بن چکے ہیں جو اپنے اپنے طور پر مختلف مقامات پر تبلیغ کرتے ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں تبلیغی لٹریچر کی اشاعت ہو رہی ہے ہر طرف کے لوگ انفرادی طور پر ملاقات کے لئے آتے ہیں اور اپنے پاس ملاقات کیلئے بلاتے ہیں جس سے بہت اچھے نتائج پیدا ہو رہے ہیں ٭

رفتار عالم

—— **لنڈن**۔ یکم اگست آج دوپہر روس کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ بالٹک۔ سمولنسک۔ نیوسول۔ ژیٹومیٹر اور مغربی یوکرین میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ باقی مقامات میں کسی جگہ زبردست لڑائی نہیں ہو رہی۔ جرمنوں نے اعلان کیا ہے کہ تمام محاذوں پر جرمنوں کی سوچی ہوئی تدابیر کے مطابق لڑائی ہو رہی ہے۔ روس اور جرمنی کے اعلان سے پتہ چلتا ہے گذشتہ ۴۸ گھنٹے میں جن جن مقامات پر لڑائی ہو رہی تھی۔ اب بھی وہیں ہو رہی ہے لنڈن میں کہا جا رہا ہے کہ جرمن فوج ایک نئے حملے کی تیاری میں مصروف ہے۔ لنڈن کے سیاسی حلقوں کا بیان ہے کہ جرمنوں کے بہت سے سپاہی اور سامان جنگ ضائع ہو چکا ہے۔ لڑائی چھڑنے سے پیشتر جرمنوں کے پاس جس قدر فوج تھی اس سے آدھی فوج روس کے مورچے پر کام کر رہی ہے۔ جرمنوں کی لاتعداد کارآمد فوج اور مسلح گاڑیاں روسیوں کی بمباری کی نذر ہو چکی ہیں ٭

—— **لنڈن**۔ یکم اگست۔ آج دار العلوم میں ہندوستان کے متعلق بحث ہوئی سب سے پہلے سٹرامری وزیر ہند نے تقریر کی آپ نے کہا کہ اس وقت تک ہندوستان کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ برطانیہ ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور ہندوستانیوں کے ہاتھ میں دے دے۔ مگر اس وقت یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ برطانیہ اس امر کو تسلیم کر چکا ہے کہ ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہی ہونی چاہئے۔ لہٰذا آج اس مسئلہ پر بحث کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ برطانیہ نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ہندوستان کو جتنی جلدی بھی ہو سکے ڈومینین سٹیٹس دیا جانا چاہئے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ ہندوستان کو دولت مشترکہ برطانیہ میں برابر کا حصہ دار بنا لینا چاہئے۔ اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستانی اپنے ملک میں کس طرح حکومت کریں۔ اور کونسا آئین بنائیں ٭

—— **سنگاپور**۔ یکم اگست سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ سنگاپور کے دفاعی انتظامات بے حد مضبوط ہیں اور دشمن کے ہر قسم کے حملے کا مقابلہ کر سکتے ہیں برما کی سرحد پر لاشیو کی طرف جنگلات کاٹ کر متعدد فضائی اڈے بنائے گئے ہیں۔ ضرورت کے وقت سنگاپور سے بہت سی فوج چند گھنٹے کے اندر اندر پہنچائی جا سکتی ہے فلپائن میں بھی دشمن کے مقابلے کے لئے ہر قسم کی تیاری کی جا رہی ہے ٭

—— **لنڈن** یکم اگست حکومت ہند کے سرکاری اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہنگری کی فوجوں نے جیبی پر قبضہ کر لیا ہے۔

مالدیو یبر رومانیہ ایک بہت بڑا حصہ ہے یہ صوبہ بیسا رابیہ اور ویلیشیا کے درمیان واقع ہے ان کا رقبہ ۱۵،۰۴۰ مربع میل ہے سب سے بڑا شہر جیسی ہے۔ برلن میں فوجی حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ جرمن فوج اسوقت تک پیشقدمی نہیں کر سکتی جب تک اسے یقین نہ ہو جائے کہ پیچھے کی طرف سے روسی دستے حملے نہیں کر سکتے۔ روس کے اعلان میں بیان کیا گیا ہے کہ روسی چھاپہ مار دستوں نے جرمنوں کے ایک فضائی اڈے پر چھاپہ مار کر ۱۵ طیارں کو نذر آتش کر دیا ٭

—— **لنڈن**۔ ۲ر اگست ایسوشی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو معلوم ہوا ہے کہ جاپان نے تھائی لینڈ سے مطالبہ کیا ہے کہ جاپان سے پورا تعاون کرے اس جگہ اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جاپان کچھ عرصہ سے مشہور کر رہا ہے کہ برطانیہ تھائی لینڈ پر حملہ کرنے والا ہے آج ایک جاپانی اخبار نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ سیام (تھائی لینڈ) نے جاپان کے نئے نظام کو قبول کر لیا ہے مگر ابھی کسی اور ذریعہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ کل جاپان کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ جاپان اور ہند چینی میں تجارتی معاہدہ ہو گیا ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ جاپان شروع شروع میں تھائی لینڈ کے ربڑ چاول اور ٹین پر ہاتھ صاف کریگا۔ اس کے بعد اہم منڈیوں اور راڈوں کا مطالبہ کرے گا۔ اس اثنا میں تھائی لینڈ کا فائدہ اس میں ہے کہ برطانوی ممالک سے اس کی تجارت بحال رہے کیونکہ اس کے مال کا ۱۰ فیصدی حصہ برطانوی علاقوں میں جاتا ہے اور اسے برطانوی علاقوں سے تیل اور دوسری ضروریات ملتی رہتی ہیں ٭

—— **لنڈن**۔ ۲ر اگست لنڈن میں جو اطلاعات پہنچی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جاپانی فوجوں کی بڑی تعداد کوریا کے راستے مانچوکو پہنچ رہی ہے باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ واڈی ووسٹک کے علاقے کے لئے سخت خطرہ ہے اس جگہ بہت جلد کوئی نئی بات ہونے والی ہے معلوم ہوا ہے جاپان کی بہت سی فوجیں بحیرہ جاپان کے راستے بھی مانچوکو پہنچ رہی ہیں۔ گویا جاپان کی بہت سی فوج مانچوکو پہنچ چکی ہے۔ لندن کے سرکاری حلقے جاپان کی حالت پر کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔ جاپان کی طرف سے اب تک اعلان کیا جا رہا ہے۔ کہ جاپانی فوج نے ہند چینی پر اس لئے قبضہ کیا ہے کہ برطانیہ اس پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

—— **ماسکو**۔ ۲ر اگست۔ کل رات پھر جرمن طیاروں نے ماسکو پر حملہ کیا مگر اس سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔ جرمنوں کے صرف تین طیارے ماسکو میں داخل ہو سکے جنہوں نے دھماکے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی. اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۳ رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۴۱ء نمبر ۴۸

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مسلمان بننا آسان نہیں ہے

میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ سعادت عظمیٰ کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاوے جیسا کہ اس آیت میں صاف فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی آؤ میری پیروی کرو تاکہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسمی طور پر عبادت کرو۔ اگر حقیقت مذہب یہی ہے تو پھر نماز کیا چیز ہے اور روزہ کیا چیز ہے خود ہی ایک بات سے رُکے اور خود ہی کر لے اسلام محض اسکا نام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ بکرے کی طرح سر رکھدے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مرنا میرا جینا میری نماز میری قربانیاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور سب سے پہلے میں گردن رکھتا ہوں۔ یہ فخر اسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اولیت کا ہے نہ ابراہیم کو نہ کسی اور کو یہ اسی کی طرف اشارہ ہے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین اگرچہ آپ سب نبیوں کے بعد آئے مگر یہ صدا کہ میرا مرنا اور میرا جینا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے دوسرے کے مُنہ سے نہیں نکلی۔

اب دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور دنیا میں مسلمان موجود ہیں کسی سے کہا جاوے کہ کیا تو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے الحمد للہ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اُس کی زندگی کا اصول تو خدا کیلئے تھا مگر یہ دنیا کے لئے جیتا اور دنیا ہی کیلئے مرتا ہے اُسوقت تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے دنیا ہی اسکی مقصود و محبوب اور مطلوب رہتی ہے پھر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں۔

یہ بڑی غور طلب بات ہے اس کو سرسری نہ سمجھو مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلعم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جبتک اپنے اندر پیدا نہ کرو مطمئن نہ ہو۔ یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو نام اور چھلکے پر خوش ہو جانا دانشمند کا کام نہیں ہے لکھا ہے کہ کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا اُس نے کہا کہ تو صرف نام ہی پر خوش نہ ہو جا میں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اُس کو دفن کر آیا۔ پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ کسقدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان کا امتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلعم کا نمونہ دکھاؤ۔ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو کہ اگر وہ حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو۔ غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض و غایت ہونی چاہئے کیونکہ جبتک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ صلعم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو۔ تاکہ تم خدا کے محبوب بنو۔

(الحکم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت گذشتہ دو چار دنوں سے علیل ہے۔ نزلہ ہے اور اس نزلہ کیوجہ سے کھانسی کی بھی شکایت رہی۔ اب قدرے آفاقہ ہے حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کیلئے درد دل سے دعا کی جائے۔

— اس ہفتہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو مضمون شائع ہو رہے ہیں۔ ایک کا عنوان ہے "دونوں فریق کے دلائل کو ایک دوسرے کے سامنے لانے کی مبارک تجویز"۔ یہ مضمون جناب خلیفہ صاحب قادیان کے ایک خطبہ کے جواب میں ہے اس مضمون کو احباب سلسلہ خود بھی مطالعہ فرمائیں اور قادیانی دوستوں کو بھی مطالعہ کروائیں۔ دوسرے مضمون کا عنوان ہے "آنریری مبلغین کے تیار کرنے کے لئے جماعتوں کا فرض" اس مضمون کو نوجوانان سلسلہ نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں اور اپنے اندر عمل کی وہ روح پیدا کریں جو اس سلسلہ کے آئین اور روایات سے ہے۔

— چودھری خان زمان صاحب بی کام کلکتہ دو تین ماہ سے معدہ کی خرابی کیوجہ سے بیمار ہیں۔ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— ملک خدا بخش صاحب ریٹائرڈ محکمہ نہر حال شملہ کا پوتا سخت بیمار ہے۔ دعا کی جائے۔ نیز انہوں نے کپڑے کی تجارت شروع کی ہے۔ اس میں برکت کے لئے بھی احباب سلسلہ دعا فرمائیں۔

— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی صاحبزادی دیر سے بعارضہ بخار بیمار چلی آتی ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

سلسلہ کے نوجوان حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تبلیغی ٹریننگ کیلئے لاہور ضرور تشریف لاویں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن مجید صحیفۂ حکمت ہے

علم کی ترقی کیساتھ قرآن مجید کی صداقت زیادہ روشن ہوتی ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت مولینا صدرالدین صاحب

یٰسٓ والقرآن الحکیم .... فی امام مبین

حکمت اور فلسفہ کی کتاب

یٰسٓ اے انسان کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن الحکیم یہ حکمت اور فلسفہ کی کتاب اس امر پر شاہد ہے کہ یقیناً تو خدا کی طرف سے ایک رسول ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ کہ یہ کتاب فلسفہ حکمت اور سائنس کی کتاب ہے اس امر پر شاہد ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے آئے ہیں قرآن کریم نے مذہب میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ جو اس نے مذہب کو فلسفہ اور حکمت بنا دیا۔ اس سے پہلے مذہب کے اندر کوئی فلسفہ اور حکمت نہ تھی۔

دلائل اور انسان کامل

لیکن قرآن فرماتا ہے کہ کامل انسان بغیر دلائل کے نہیں مانا جا سکتا۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تیرے اوپر حکمت اور سائنس کی کتاب اتار دی گئی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ... کہا کہ مذہب کو سائنس بنا دیا۔ قرآن نے ہر امر کے لئے دلائل دیئے ہیں حتیٰ کہ خدا کی ہستی پر بھی دلائل دیئے ہیں۔ اگر یہ الہیات کی کتاب ہے تو ضروری ہے کہ اللہ (اللہ تعالیٰ) کے متعلق روشنی ڈالے۔ وید اور تورات اس کی ذات اور صفات پر بحث نہیں کرتے۔ اس کی ذات اور صفات پر سیر کن بحث قرآن کریم میں ہے۔

اس وقت سائنس نہ تھی

جس وقت نبی کریم صلعم آئے اس وقت سائنس نہ تھی علم کی روشنی نہ تھی۔ کوئی مکتب نہ تھا۔ کتب اور لائبریریاں نہ تھیں اگر یہ سب چیزیں اس وقت ہوتیں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں حکمت اور فلسفہ کی کتاب لیکر آیا ہوں تو سمجھا جاتا کہ جہاں اور عالم اور فلسفی لوگ ہیں۔ ان کے اثرات سے آپ نے بھی علم اور فلسفہ پیش کر دیا ہے لیکن اس وقت کوئی ایسا ماحول نہ تھا جس سے سرور کائنات نے متاثر ہو کر اس قسم کا دعویٰ کرتے جس نے مذہب کے اندر انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اس میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں فلسفہ اور سائنس کا چرچا ہو گا۔ اس وقت قرآن کریم کی معقول تعلیمات کو دیکھ کر فلسفہ اور سائنس جاننے والے قرآن کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ آج وہ زمانہ ہے جب فلسفہ اور سائنس کا بہت چرچا ہے۔ لوگ کسی چیز کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے جب تک اس کے اندر فلسفہ اور دلائل نہ ہوں۔ یورپ میں یونیورسٹیوں کے اندر فلسفہ پڑھایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں عیسائیت کے قیام کی کوئی صورت نہیں۔

فلسفہ کے سامنے عیسائیت نہیں ٹھہر سکتی

فلسفہ اور سائنس کی روشنی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ عیسائیت اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔ بھلا ایک پڑھے لکھے نوجوان کو اگر یہ کہا جائے کہ تین برابر ایک کے ہیں اور ایک برابر تین کے تو وہ ماننے کے لئے تیار ہو گا؟ یا اسے کہا جائے کہ ایک آدمی کے پھانسی پر لٹکا دینے سے ساری مخلوقات کی نجات ہو گئی تو کیا وہ اس خیال کو دھکے نہ دیگا؟ اسی لئے آج یورپ میں عیسائیت جس کی بنیاد عقل پر نہیں لوگوں کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتی اور اس کے بالمقابل قرآن جو فلسفہ و حکمت پیش کرتا ہے وہ زیادہ قابل قبول ہے آج یورپ جہاں زمین بالکل صاف ہو چکی ہے کانٹے والے کوئی نہیں رہے اس بات کا طالب ہے کہ کوئی ایسا مذہب اس کے سامنے رکھا جائے جس کے اندر عقل علم اور سائنس کی روشنی ہو جس کے اعتقادات اعمال پر اثر رکھتے ہوں۔ وہ مذہب اسلام ہی ہے۔ عیسائیت اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔

عیسائیت میں خلاف عقل باتیں

ایسی ایسی خلاف عقل اور فضول باتیں اور اعتقاد عیسائیت کے اندر ہیں کہ کوئی عقلمند اس کو پسند نہیں کر سکتا۔ پادریوں میں یہ بحث جاری ہے کہ بپتسمہ نہر میں دینا چاہئے یا پانی کے چھینٹے سے۔ اس پر بڑی لمبی چوڑی بحث ہوئی ہے بعض کہتے ہیں کہ نہر میں بپتسمہ دینا چاہئے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے دریا میں بپتسمہ لیا تھا بعض کہتے ہیں کہ صرف پانی کا چھینٹا دے لینا کافی ہے حضرت عیسیٰ گرم ملک کے رہنے والے تھے۔ سرد ملک میں اس قدر پانی کی ضرورت نہیں اسی طرح ایک جماعت ہے جو صبح کے وقت حضرت عیسیٰ کا گوشت کھاتے اور خون پیتے ہیں۔ گرجوں کے اندر جا کر شراب پیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا خون پی رہے ہیں۔ شراب میں ڈبل روٹی بھگو کر کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا گوشت کھا رہے ہیں۔ کس قدر جانوروں کی طرح جاہلوں اور افریقہ کے حبشیوں کی طرح اعتقاد رکھتے ہیں۔ اب ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو ایسے اعتقادات کو صحیح نہیں سمجھتی میں نے خود ان کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ ایک دفعہ میں لندن کے سب سے بڑے گرجا ویسٹ منسٹر ایبے میں گیا۔ اور ان کو میں نے حضرت عیسیٰ کا خون پیتے اور گوشت کھاتے (یعنے شراب پیتے اور روٹی کھاتے ہوئے) دیکھا بتاؤ اس مذہب کو کیا تعلق ہے علم اور عقل کے ساتھ اور کہاں تک یہ مذہب علمی روشنی کے سامنے ٹھہر سکتا ہے۔

علم کی ترقی اور قرآن مجید کی صداقت

لیکن جوں جوں علم ترقی کرتا ہے قرآن کریم کی صداقت زیادہ روشن ہوتی جا رہی ہے۔ اس زمانہ میں جہاں یہ خوشی کی بات ہے کہ علم اور سائنس نے بہت بڑی ترقی کی ہے وہیں اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی معقولیت اور صداقت اس علمی روشنی میں زیادہ واضح ہو گئی ہے۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ ایک گرجے میں رات کے وقت مجھے لیکچر دینے کا موقعہ ملا۔ ان کے پریذیڈنٹ نے جو ایک بہت بڑے قابل آدمی تھے لیکچر سننے کے بعد اسلام کی تو بہت تعریف کی۔ یہانتک کہ اس کی تعریف نے سب کے اندر ایک بجلی کی رو پیدا کر دی اور ایک ایک شخص نے آکر مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں رات کو ہی لندن سے ووکنگ چلا گیا۔ صبح کو جب ڈاک آئی تو اس میں اسی پریذیڈنٹ کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں تو لیکچر سنتے ہی دل سے مسلمان ہو گیا تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کس طرح اظہار کروں مجھے معلوم نہیں کہ قبول اسلام کے لئے کیا کچھ رسم ادا کرنی پڑتی ہے اس لئے مجھے اطلاع دیں۔ ان کو اطلاع دی گئی کہ ایسی رسم کوئی نہیں جس کے ادا کرنے سے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ آپ آجائیں اور خود اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیں چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور لوگوں کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔

ایک اور واقعہ

اسی طرح ایک لیکچر میں ولیم نیکیو جو ایک بہت بڑے قابل آدمی تھے موجود تھے۔ لیکچر کے بعد وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہم انگریز یہ کہا کرتے تھے کہ کالے آدمی کا مذہب بھی کالا ہی ہوتا ہے اس لئے کہ سفید رنگ والوں کا مذہب بھی جب معقولیت سے خالی ہے تو کالے آدمیوں کا مذہب کیا ہو گا۔ اس لئے ہم یقین کرتے ہیں کہ کالے آدمی کے مذہب میں کوئی روشنی نہیں ہو سکتی۔ لیکن آج میں اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے اسلام کے متعلق کہا وہ میرے دل میں اتر گیا ہے اور اسقدر روشنی اور معقولیت اس کے اندر موجود ہے کہ عیسائیت اس سے بکلی خالی ہے۔

برلن کے ایک افسر

ایک دفعہ پروفیسر عبداللہ نے برلن میں ایک مجمع کیا وہاں ایک محکمہ تعلیم کے افسر نے لیکچر سننے کے بعد کہا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا وہ پہلے سے ہمارے دل میں ہے میں نے کہا ہاں قرآن میں پہلے سے لکھا ہے بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم۔ یہ کھلی کھلی آیات ہیں جو اہل علم کے سینوں میں موجود ہیں۔ یہ واقعات دیکھ کر اور مغربی لوگوں کے یہ خیالات سن کر بڑی لذت آتی ہے۔ الحمد للہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کے پیرو ہیں جن کی تعلیم آج اس علمی روشنی میں معقول ثابت ہو رہی ہے اور مقبول ہو رہی ہے۔

گورنمنٹ کالج کے پرنسپل

ایک دفعہ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل مسٹر سٹیفن سن سے ایک بڑے آدمی کے مکان پر ملاقات ہوئی وہ بہت بڑے قابل آدمی تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ میں انگریزوں کو مسلمان کرتا رہا ہوں تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے جو آپ کو وہاں کامیاب کرتی ہے میں نے کہا کہ ایک تو ہے علم کا بڑھ جانا۔ جہاں علم بڑھ جائے وہاں معمولی مذہب نہیں ٹھہر سکتا عیسائیت اس علم کی روشنی میں ناکام ہے۔ اور اسلام کے تمام اعتقادات چونکہ حکمت سے بھرے ہیں اس لئے انگلستان کے لوگوں کو یہ مذہب پسند آتا ہے۔ انہوں نے کہا لوگوں کو تو معلوم نہیں

(باقی صفحہ ۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۸

معاصر صدق کے ایک خط کا اقتباس

حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے الہامات پر تبادلۂ خیالات کی دعوت

صدق لکھنؤ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۱ء میں ایک خط "مکتوب بخدمت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی" کے عنوان سے درج کیا گیا ہے جس کے لکھنے والے کوئی صاحب مولوی شاہ نذیر احمد صاحب مقیم یونیورسٹی علیگڑھ ہیں۔ اس خط میں چند اشارے اس غرض کے لئے کئے گئے ہیں تاکہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی جو ایک مصلح کی حیثیت سے سامنے آنے کا سامان کر رہے ہیں۔ انہیں سفر عبودیت کے نقطۂ آغاز سے آگاہ کیا جائے۔ اس خط کے سیاق میں مولوی صاحب مذکور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی مثال حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"راقم اس وقت آپ کو (یعنی مولانا ابو الاعلیٰ کو) ٹھیک اس مقام پر دیکھ رہا ہے کہ جس سے پچاس (پچپن) برس پہلے جس مقام پر غلام احمد قادیانی تھا۔ اس وقت یورپ کا پہلا حملہ اسلام پر عیسائی مشنریوں کی طرف سے ان سفسطائیانہ اعتراضات کی شکل میں ہوا تھا جن کا تعلق فرد کی انفرادی سیرت سے ہے علما کا طبقہ اس سے بہت کم واقف تھا۔ اس وقت اس گروہ میں سے جماعتی حیثیت سے کوئی قوی الاستعداد گروہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا یہ شخص بڑھا ایک خاص وقت تک وقت کی ضرورت کو پورا کرتا رہا اور آخر شیطانی الہامات جو ایسے مواقع پر بہت بے پناہ ہونے لگتے ہیں اسے اس مقام کی طرف لے گئے جس سے محترم مخاطب ناواقف نہیں وغیرہ وغیرہ"۔

اس مندرجہ بالا اقتباس کے متعلق ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس میں حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نام کے ساتھ ان معمولی رسمی الفاظ کو بھی استعمال نہیں کیا گیا جو معمولی مجلسی اور صحافتی اخلاق کا تقاضا ہے۔ راقم خط مذکور پر روشن ہونا چاہئے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں انسان نہایت عزت اور عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انکا بحیثیت ایک عظیم المرتبت مجدد اور محدث کے حد درجہ احترام کرتے ہیں۔ مانا کہ مولوی صاحب مذکور کو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں ہیں اور ان کے مسلک سے بہت بڑا اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کا یہ مطلب تو نہیں کہ معمولی اخلاق کو بھی ہاتھ سے دیدیا جائے ہمارے خیال میں وہ اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے بھی اختلاف کو قائم رکھ سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباس میں عیسائی مشنریوں کی مدافعت اور آخر میں حضرت بانئے سلسلہ کے الہامات کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے جہاں تک عیسائی مشنریوں کی مدافعت کا سوال ہے مولوی صاحب کو اعتراف ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ آگے بڑھے اور ایک خاص وقت تک اس ضرورت کو پورا کرتے رہے اور آخر میں شیطانی الہامات کا شکار ہو گئے۔ مولوی صاحب نے محض ایک اعتراض کر دیا ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ کے الہامات شیطانی تھے لیکن انہوں نے اس امر پر روشنی نہیں ڈالی کہ ان کے

(باقی دیکھو پرچہ ہٰذا)

صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کے نوٹس کا جواب عنقریب دیا جائیگا

صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کے نوٹس مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱ جولائی ۱۹۴۱ء کا جواب پیغام صلح مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۱ء میں دیا گیا تھا لیکن اس جواب سے انکی تشفی نہیں ہوئی اس لئے انہوں نے اخبار الفضل مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۴۱ء میں جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ایڈیٹر پیغام صلح لاہور کو دوبارہ نوٹس دیا ہے ان کے اس نوٹس کا جواب عنقریب دیا جائیگا صاحبزادہ صاحب مذکور مطلع رہیں۔ اپنے اس مذکورہ نوٹس میں صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں "اگر" کے الفاظ سے معاملہ کو مشکوک نہ کریں" صاحبزادہ صاحب کے اس ارشاد سے ہمیں بعض قادیانی "اگر" یاد آگئے جس میں سے ایک درج ذیل ہے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶ پر خلیفہ صاحب رقمطراز ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے "میں نے اپنے مضمون کو لفظ اگر سے شروع کیا تھا مگر مولوی صاحب کو طیش آگیا حالانکہ میرے فقرہ سے پہلے لفظ اگر لگا ہؤا ہے۔" اگر لفظ "اگر" کا استعمال کرنا خود خلیفہ صاحب کیلئے روا ہے تو اسی لفظ کا استعمال کسی دوسرے کے لئے کسی موقعہ پر استعمال کرنا کیوں روا نہیں۔

انگریزی مبلغین کے تیار کرنے کیلئے جماعتوں کا فرض

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

میں نے جو تحریک کی تھی کہ کچھ نوجوان تین چار ماہ کے لئے رخصت لیکر آجاویں تو انہیں تبلیغ کے لئے تیار کرنے کا انتظام کیا جائیگا اور ان کے قیام طعام وغیرہ کا بندوبست انجمن کریگی اس کے جواب میں پانچ چھ نوجوانوں کی طرف سے اطلاع آئی ہے مجھے امید ہے کہ کچھ اور اصحاب بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے۔ آخر دنیوی اغراض کے لئے بھی رخصت لے لی جاتی ہے۔ بیماریوں کے موقعہ پر بھی رخصت لے لی جاتی ہے اور اس رخصت کے پیچھے تو ایک بلند غرض ہے جس کے ساتھ جماعت کی ترقی اور مسلمانوں کی بیداری وابستہ ہے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آج مسلمانوں کے اندر تبلیغ اسلام کا احساس پیدا کرنا ایک زبردست جدوجہد کو چاہتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فرماتا ہے۔ وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون ؏۔

یعنی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب مومن مکمل تربیت (تعلیم دین کے حصول کے لئے) نکل پڑیں تو ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر ایک جماعت میں سے چند آدمی نکلیں تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی اپنی قوم کی طرف جب لوٹ کر جائیں تو ان کو انذار کریں یعنی متنبہ کریں اور بیدار کریں۔

سو میں اپنے نوجوان دوستوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہر سال دس بارہ پندرہ آدمی بھی ان میں سے رخصت لیکر یا اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر تین چار ماہ کے لئے آجایا کریں تو آہستہ آہستہ ایک بڑی بیداری پیدا ہو سکتی ہے اور مسلمان قوم ہماری تھوڑی سی کوشش سے زندہ ہو سکتی ہے۔ تین چار ماہ کا کاروبار دنیا کا ہرج کوئی بڑی بات نہیں کئی رنگوں میں یہ ہرج ہو جاتا ہے۔ ایک نوجوان دوست نے لکھا ہے کہ اگر انہیں رخصت با تنخواہ نہ ملی تو وہ بلا تنخواہ رخصت لیکر آجائیں گے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء یہ روح مسلم نوجوانوں کے اندر ہونی چاہئے اس کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو علاوہ شغل معاش کے کسی مفید کام پر لگائیں سو اس کے لئے تین چار ماہ کی رخصت لیکر یا کاروبار سے فراغت حاصل کر کے وہ مرکز میں آئیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ چار ماہ میں قرآن شریف سب کا سب یا اسکا بڑا حصہ با ترجمہ پڑھ لیں۔ زبان عربی کے بھی چند معمولی قواعد ان کو سکھا دیئے جائیں اور حضرت صاحب کی کتب کے ضروری حصوں سے واقف کرایا جائے یہ ایک تین چار ماہ کا مجاہدہ ہوگا۔ جو خدا چاہے تو زندگی کی ایک قیمتی بنیاد بن جائیگا۔

اس لئے میں پھر یہ تحریک تمام جماعتوں کے سامنے رکھتا ہوں۔ ہر ایک جماعت کوشش کرے کہ ایک آدمی اپنی طرف سے بھجوا دے۔ ہمارا ارادہ یکم ستمبر سے اس کام کو کرنے کا ہے اور میرا اپنا بھی ارادہ اس میں کچھ وقت دینے کا ہے اس لئے سب جماعتیں جمعہ کے خطبوں میں اس بات کا سامنے لا کر اس کے متعلق ایک امر طے کر کے جلد سے جلد ہمیں اطلاع دیں تاکہ احباب کی رہائش وغیرہ کا اور تعلیم دینے والوں کا مناسب انتظام کیا جا سکے

جو دوست اطلاع دیں وہ یہ اطلاع ضرور دیں کہ وہ کتنے عرصہ کے لئے کس تاریخ کو لاہور پہنچ سکتے [illegible]

مذاکرہ علمیہ

منطق الطیر

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

قسط نمبر ۱

حضرت سلیمان اور طیر

طیر کا ذکر ایک اور رنگ میں بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں آتا ہے۔ لوگوں نے حضرت عیسٰی اور حضرت سلیمان کے ساتھ قسم قسم کے عجائبات وابستہ کر رکھے ہیں۔ ان دو بزرگ نبیوں کی نسبت ہر ایک لایعنی افسانہ لوگ سننے اور ماننے کو تیار ہیں۔ حضرت عیسٰی کو تو خالق طیران بنیے تھے اور حضرت سلیمان کی نسبت یہ قصہ مشہور ہے کہ جنّوں اور دیوؤں کی طرح ان کے قبضہ میں پرندے بھی تھے جو انسانوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر سمجھدار اور اپنے قول و فعل کے ذمہ دار تھے۔ اور چونکہ حضرت سلیمان کو خدا کی طرف سے منطق الطیر یعنی پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی تھی اس لئے وہ اُن سے انسانوں کی طرح بات چیت کرتے اور ان کو حکم احکام دیتے رہتے تھے۔ یہ قصہ جس قدر لغو ہے ظاہر ہے۔ پرندے نہ کبھی انسانوں کی طرح ذوی العقول اور اپنے کاموں کے ذمہ دار اور نبیوں اور رسولوں کے ماننے کے متکلف تھے اور نہ آج ہیں۔ اور نہ کبھی ان کی بولی میں کوئی علم اور عقل و فہم کی باتیں ایسی ہو چکی تھیں جن کو معلوم کرنے کی ایک نبی کو بڑی ضرورت تھی اور نہ ہے آخر ایک پرندے کی بولی میں سوائے چوں چوں کے اور ہوتا کیا ہے آواز کے اُتار چڑھاؤ سے ہی وہ ایک دوسرے کو بلانے یا خبردار کرنے کا کام لے لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو چڑی مار یا شکاری ہوتے ہیں پرندوں کی بولی کو سمجھ لیتے ہیں۔ پرندہ انسان کی طرح کوئی صاحب عقل و شعور مخلوق تو نہیں کہ اس سے کسی امر پر گفتگو کی جا سکتی ہے یا مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ اسے انسان کی طرح اپنے فرائض کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی مخلوق ہے تو وہ فقط انسان ہے۔ پس جب ہم کسی کو عقل و شعور کی گفتگو کرتے اور اپنے عملوں کے لئے جوابدہی کرتے سنیں گے تو لازمی امر ہے کہ ہم اسے انسان سمجھیں خواہ اس کا نام ہدہد ہو یا باز ہو۔ مٹھو ہو یا شیر ہو۔ آج ہمارے ملک میں باز خان اور مٹھو اور شیر خاں سینکڑوں آدمیوں کے نام ہیں۔ ان ناموں سے کبھی ان کو پرندہ یا درندہ نہیں سمجھا گیا۔ انسان کا نام کسی پرندہ کا رکھ دینے سے وہ پرندہ تو نہیں بن جاتا۔ اور جب وہ ذوی العقول مخلوق کی طرح معقول باتیں کرے اور اپنے تئیں اپنے اعمال کا ذمہ دار سمجھے اور خدا کی طرف ہر معاملہ میں رجوع کرے تو اسے کیا سمجھنا چاہئے جانور یا ایک سمجھدار بلکہ باخدا انسان؟ خود ہی انصاف کرو۔ ساری ٹھوکر یہاں سے لگی ہے کہ عام طور پر قصّہ گو جو افسانے سناتے ہیں ان میں بعض پرندوں مثلاً طوطے اور مینا کو آدمی سے بڑھ کر سمجھدار اور ذی ہوش اور عالم الغیب دکھاتے اور سناتے ہیں۔ انہی کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں نے جب ہدہد اور چیونٹی کو سمجھدار اور ذی فہم اور ذوی العقول بنا کر پیش کیا تو مسلمانوں نے مان لیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ یہ صفات جانوروں کی تو نہیں انسانوں کی ہیں۔ تو محض نام کی مشابہت سے اچھے بھلے سمجھدار ذی فہم انسان کو جانور سمجھ لینا کہاں کی دانائی ہے۔

اس بارے میں آیات زیر بحث

اب میں اصل آیات کو لیتا ہوں جن میں طیر کا ذکر ہے

ولقد اٰتینا داؤد وسلیمان علماً وقالا الحمد للّٰہ الذی فضلنا علٰی کثیرٍ من عبادہ المومنین ۝ وورث سلیمٰن داؤد وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیءٍ ان ھذا لھو الفضل المبین ۝ وحشر لسلیمٰن جنودہٗ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون ۝ (النمل) اور ہم نے داؤد اور سلیمٰن کو علم عطا کیا اور ان دونوں نے کہا کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔ اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔ اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ اور ہمیں ہر ایک چیز دی گئی ہے۔ بیشک یہ کھلا کھلا فضل ہے۔ اور سلیمان کے حضور اس کا لشکر جن اور انس اور طیر سے جمع کیا گیا اور وہ سب اعلیٰ درجہ کے ڈسپلن یعنی ضابطہ اور قواعد کے نیچے تھے۔

پہلے تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کوئی قصہ کہانی یا تاریخ کی کتاب نہیں۔ اس کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے ھدًی للمتقین کہ متقیوں کے لئے وہ ہدایت نامہ ہے۔ پس قرآن میں جو بھی قصہ کسی نبی یا رسول یا قوم کا ہے اس کا مقصد کچھ ہدایت ہوتی ہے جس کے مطابق مسلمانوں نے عمل کرنا ہوتا ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمٰن کے قصہ میں مسلمانوں کو سلطنت اور جہانبانی کے اصول سکھائے گئے ہیں۔ حضرت داؤد کے قصہ میں آنحضرت صلعم کا ذکر مقصود ہے۔ اور حضرت سلیمان کے قصہ میں آپ کے روحانی فرزندوں خلفائے راشدین کا جو آپ کے علم اور سلطنت کے وارث ہوئے اور ان مسلمان بادشاہوں کا جو ان کے نقش قدم پر چلے ذکر کرنا مقصود ہے۔ اور سلیمان کے بیٹے کے قصہ میں نالائق مسلمانوں اور فاسق و ناعاقبت اندیش مسلمان بادشاہوں کا ذکر مقصود ہے جنہوں نے مسلمانوں کی قوم اور سلطنت کو تنزل کے گڑھے میں پھینک دیا۔ ان قصوں میں بتایا ہے کہ وہ کیا امور اور اصول تھے جن کے ذریعہ داؤد اور سلیمٰن نے ایسی شاندار سلطنت ظاہری و باطنی پیدا کی۔ اور پھر وہ کیا باتیں تھیں جن سے سلطنت زوال پذیر ہو گئی۔

سلطنت کیلئے سب سے پہلے علم کی ضرورت ہے

آیت زیر بحث میں سب سے پہلے جس چیز کو سلطنت ظاہری و باطنی کیلئے ضروری قرار دیا ہے وہ علم ہے۔ بغیر علم کے سلطنت نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو وہ ایک چند روزہ سکھا شاہی ہوتی ہے جس میں عدل و انصاف اور قانون اور رعایا کے حقوق کا خون ہوتا رہتا ہے جسقدر جس قوم میں علم ہوگا اتنا ہی اس کی سلطنت مستحکم اور پائدار ہوگی۔ حاکم کو ملک کے چپہ چپہ اور رعایا کے مذہبی اعتقادات خیالات رسم و رواج غرضکہ ہر چیز کا علم ہونا چاہئے معاشرتی تمدنی، اقتصادی، سیاسی کل امور پر اس کی نظر گہری ہونی چاہئے سپہ گری کے کل تازہ سے تازہ علوم و فنون کا اُسے پُورا پُورا علم ہونا چاہئے۔ غرضکہ سول اور ملٹری ہر دو محکموں سے اُسے پُوری طرح باخبر ہونا چاہئے۔ یہاں فضیلت کا ذکر جو دوسرے مومنوں پر کیا ہے تو وہ اسی علم ہی کی وجہ سے ہے۔ گویا بسطۃ فی العلم ہی سب سے پہلا بنیادی اصول ہے جس پر کسی شخص کو حکومت کے لئے منتخب کرنا چاہئے۔ پھر ایک مومن کی شان یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ اپنی کسی فضیلت کو اپنے نفس کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ خدا کے فضل کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسی لئے فرمایا الحمد للّٰہ الذی فضلنا علٰی کثیرٍ من عبادہ المومنین آگے ورث سلیمان داؤد میں سلیمان نے داؤد کی جو وراثت لی ہے وہ اسی علم کی لی ہے۔ جس سے انہیں دوسرے مومنوں پر فضیلت حاصل تھی۔

منطق الطیر کا علم

حضرت سلیمان نے یہاں ایک اور بات بھی علم کے متعلق فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیءٍ ان ھذا لھو الفضل المبین ۝ ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہم کو ہر طرح کا ساز و سامان عنایت کیا گیا ہے۔ یہ خدا کا بڑا فضل ہے۔ حضرت سلیمان کا ہر ایک قسم کا سامان موجود ہونے پر خوش ہونا تو سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن منطق الطیر کے علم پر خوش ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ کسی بادشاہت کے قیام کیلئے پرندوں کی بولی کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔ پرندے کوئی ذوی العقول یا ذی شعور صاحب علم مخلوق تو نہیں کہ وہ سلطنت کے معاملات میں بہت قیمتی مشورے دیں گے۔ اس لئے ان کی بولی کو جان لینا بڑا خدا کا فضل ٹھیرا۔ پرندوں کی بولی جان لینے کا اتنا ہی فائدہ ہو سکتا ہے کہ ان کے آپس کے اشارے سمجھ میں آجائیں گے کہ اس وقت نر اپنی مادہ کو بلا رہا ہے یا مادہ اپنے بچّوں کو خطرہ سے آگاہ کر رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ پرندوں میں سے جن کو سکھایا اور سدھایا جاتا ہے مثلاً بیا کو تو انسان اسے اپنی ایجاد کردہ کوئی بولی سکھاتا اور اس اشارہ پر اس سے کام لیتا ہے وہ پرندوں کی بولی میں تو بات نہیں کرتا۔ پس یہ منطق الطیر کیا ہوئی۔ اس کے سمجھنے کے لئے پہلے طیر پر کچھ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے میں اگلی آیت کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔

فوج کی خوبی اسکی قواعددانی اور شائستگی ہے

وہ آیت ہے وحشر لسلیمان جنودہٗ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون ۝ کہ سلیمان کیلئے جمع کیا گیا لشکر جن اور انس اور طیر سے۔ اور وہ لشکر نہایت قواعد و ضوابط کے نیچے تھا۔ یعنی فوج پہلے درجہ کی قواعددان۔ ضابطہ کی پابند اور شائستہ تھی۔ کسی فوج کے اعلیٰ درجہ کی ہونے کیلئے سب سے ضروری یہی بات ہے کہ وہ قواعد و ضوابط کی پابند ہو۔ جو فوج قواعد و ضوابط کی پابند نہ ہو وہ ایک بھیڑ ہوتی ہے جو دشمن سے مقابلہ کے وقت کوئی کارنامہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی اور اپنی بدنظمی اور بے ترتیبی سے بہت جلد شکست کھا کر بھاگ جاتی ہے۔ اور فوج کا شائستہ ہونا سب سے اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔

(باقی بر صفحہ ...)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دونوں فریق کے دلائل کو ایک دوسرے کے سامنے لانے کی مبارک تجویز

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

مطالبہ کا جواب

جناب میاں محمود احمد صاحب نے ۱۰ر جولائی کے خطبہ میں جو ۲۰ر جولائی کے الفضل میں چھپا ہے میرے اس مطالبہ کا جواب دیا ہے۔ جو میں نے بذریعہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۲ر جولائی ۱۹۴۱ء کیا تھا۔ کہ جناب میاں صاحب نے جو دلائل حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے مسئلہ کے متعلق الفضل مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۴۱ء میں دئے ہیں میں ان کو اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیتا ہوں بشرطیکہ جناب میاں صاحب میرے اس جواب کو الفضل میں شائع کر دیں وہ اس بات پر ناراض ہیں کہ میں نے یہ کیوں لکھا کہ میاں صاحب اس تجویز کو منظور نہ کریں گے اور اسے میری "تعلّی" قرار دیتے ہیں لیکن اس میں تعلّی کی کوئی بات نہ تھی۔ میں نے اپنے گذشتہ تجربہ کی بنا پر یہ کہا تھا۔

میاں صاحب نے جواب دینا پسند نہ کیا

سال گذشتہ انہی کی ایک تجویز پر میں نے بارہ مرتبہ انہیں خطاب کیا مگر انہوں نے ایک مرتبہ بھی جواب دینا پسند نہ کیا۔ دونو جماعتوں کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے سہل سے سہل تجویزیں ان کے سامنے پیش کیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کی بنا پر مباحثہ کے لئے لکھا۔ یہ لکھا کہ اگر آپ مباحثہ میں نکلنا پسند نہیں کرتے تو ایک خاص حد کے اندر آپ کے اور میرے دلائل دونوں اخباروں میں شائع ہوتے رہیں۔ مگر انہوں نے باوجود بارہ متواتر یاد دہانیوں کے اسکا جواب نہ دیا۔ اس سے پیشتر بھی اس قسم کی تجویزیں ہوتی رہی ہیں۔ مگر کبھی بھی انہوں نے اسکا جواب دینا پسند نہ کیا مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ اب انہوں نے میرے اس سابقہ تجربہ کے خلاف میرے مطالبہ کا جواب دیا ہے۔

میاں صاحب کو غلطی لگی ہے

جناب میاں صاحب کو یہ شکایت ہے کہ میں نے بھی ان کی کسی تجویز کو جو انہوں نے سال گذشتہ کی تھی نہیں مانا۔ یہ ان کو غلطی لگتی ہے۔ میں نے ان کی اس تجویز کو مان لیا تھا۔ کہ میرے عقائد پر جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں تھے۔ اور ان کے عقائد پر جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں تھے بحث ہو جائے مگر اس شرط کے ساتھ کہ حضرت مسیح موعود کے اپنے عقائد پر اس کے ساتھ ہی اسی طرح بحث ہو جائے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ جناب میاں صاحب اسے نہ ماننا کیوں کہتے ہیں۔

مسیح موعودؑ کے عقائد ہی حجت ہیں

میں نے ان کے مطالبہ کو مانتے ہوئے یہ کہا تھا کہ صرف اس بات سے کہ میرے عقائد کیا تھے اور آپ کے عقائد کیا تھے کسی پر تمام حجت نہیں ہوتا۔ خواہ دونوں جماعتیں ہوں یا عام پبلک ہو ہر ایک شخص کے نزدیک ہمارے اختلاف میں فیصلہ کن بات صرف ایک ہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کیا تھے۔ جناب میاں صاحب نے خود بعد میں تسلیم کیا کہ ان کی ساری جماعت کے عقائد ان پر کوئی حجت نہیں اور اس سے انکا عقیدہ بھی ان کی جماعت پر حجت نہ ہؤا۔ اسی طرح میرے عقائد خود میری جماعت پر حجت نہیں اور کسی پر کیا ہوں گے۔ احمدی اور غیر احمدی ہر ایک کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد ہی حجت ہیں تو میں نے بار بار عرض کیا کہ جہاں آپ کے اور میرے عقائد پر بحث ہو حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد پر بھی اسی طرح بحث ہو جائے مگر جناب میاں صاحب نے بار بار مطالبہ کرنے کے باوجود اس کا جواب تک نہ دیا حالانکہ میرے اور میاں صاحب کے عقائد پر بحث محض بے سود تھی اس سے غرض کوئی حاصل نہ ہوتی تھی۔ مگر میں نے اسے صرف اس لئے مان لیا کہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ میری تجویز کو رد کر دیا۔ سو میں اب بھی اسے اسی طرح مانتا ہوں۔ ہاں وہ کبھی اتنا ہی بتا دیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کے عقائد پر بحث سے کیوں گھبراتے ہیں تو میں اس پر بھی غور کرنے کو تیار ہوں۔

تحریروں پر خرچ برداشت کرنے کا سوال

جناب میاں صاحب نے اس پر اب بھی بڑا زور دیا ہے کہ انکا کتنا بڑا احسان ہوگا کہ میری تحریریں خود خرچ کا بڑا حصہ برداشت کرکے وہ اپنی جماعت کے سامنے لے آئیں گے۔ حالانکہ ستائیس سال سے یہ کام ہو رہا ہے۔ اور وہ میری تحریروں کو اپنی جماعت کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور غالباً سارا خرچ برداشت کرکے ہی کر رہے ہیں۔ اور خود انہوں نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مگر ان ساری تحریروں کا خلاصہ ایک لفظ میں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے لئے لفظ نبی استعمال کیا۔ چاہے وہ پچیس صفحات ہوں یا دوسو ہوں چنانچہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے جب ایک کتاب میں یہ سارے حوالے جمع کرکے میرے پاس بھیجے تو میں نے صرف ایک صفحہ چھاپ کر ان کے پاس بھیج دیا تھا اور وہ بھی میری اپنی تحریر نہ تھی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تھی اور بطور ایک اقرار نامہ کے وہ تحریر تھی کہ اس کتاب کے اوپر حضرت صاحب کی یہ دو سطریں لگا دیں کیونکہ میں نے اگر لفظ نبی استعمال کیا تو انہی معنوں میں کیا جن معنوں کا اقرار خود بانی سلسلہ کو ہے مگر میری تحریروں کے دو سو صفحات پر اتنا روپیہ خرچ کرنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی دو سطروں کو نہ مولوی صاحب نے اور نہ میاں صاحب نے بطور تشریح شائع کرنا پسند نہ کیا۔ حالانکہ اس کا خرچ بھی ایک پائی تک نہ پڑتا تھا۔ اور وہ تشریح بھی بطور ایک اقرار نامہ حضرت صاحب نے ایک مباحثہ میں لکھ کر دی تھی جس سے مخالف بھی خاموش ہو گیا تھا مگر آہ آج مرید کہلانے والوں کو وہ تشریح خاموش نہیں کر سکتی اور وہ اس کی دستخط کرنے کو تیار ہیں جو ایک مخالف معاند نے بھی کی تھی اور وہ الفاظ یہ تھے جو جلی قلم سے چھپوا کر ان کی خدمت میں بھیجے تھے۔

"بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہؤا خیال فرمالیں"۔ اور اس کی دلیل بھی اسی اقرار نامہ میں موجود ہے۔

"ابتدا سے میری نیت جس کو اللہ تعالےٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے"۔

میاں صاحب کا کارنامہ

جناب میاں صاحب میری تحریروں پر میرے دستخط کرانے کو بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ مگر خود حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ وہ ان اوپر کی دو سطروں پر دستخط کرکے اس تصدیق کے ساتھ میرے پاس بھیج دیں کہ یہ اقرار حضرت مسیح موعود نے بحث میں ایک مخالف کے ساتھ کیا تھا۔ اور بے شک یہ ساتھ بڑھا دیں کہ فلاں سنہ میں حضرت مسیح موعود نے اس اقرار نامہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ پھر میں اس سنہ کے بعد کا حوالہ ساتھ لگا دونگا۔ میاں صاحب جہاں میری تحریروں کے ساتھ میری تشریح کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کو کیوں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ میں نے جو لفظ استعمال کیا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کو قبول کرکے کیا۔ مجھے رہ رہ کر یہ تعجب آتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نام کے ساتھ قادیانی جماعت کے اکابر کو (اور اب یہ بیماری سب میں سرایت کرتی جاتی ہے) یہ چڑ کیوں ہے وہ میری تحریروں کے ساتھ میری تشریح کو بڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود کی تشریح کو ساتھ بڑھانے کے لئے تیار نہیں۔ کیا میری غلطی تھی کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کو قبول کیا۔ اور اپنا مذہب اپنے لئے جناب میاں صاحب کی طرح خود نہیں بنایا۔ اللہ کیا قادیانی جماعت کا حضرت مسیح موعودؑ سے انحراف نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی تشریح کو قبول کرنے کو تیار نہیں؟

میں شکر گذار ہوں

بہر حال میں جناب میاں صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ایک شرط کے ساتھ میری بات کو قبول کیا میں ان کی طرح یہ نہیں کہونگا۔ کہ چونکہ انہوں نے شرط ساتھ لگا دی ہے اس لئے یہ میرے مطالبہ کو رد کرنے کے برابر ہے۔ البتہ اس شرط کے بالمقابل ایک شرط پیش کرونگا۔ جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"میں ان کے مضمون کو الفضل میں شائع کرانے کو تیار ہوں بشرطیکہ وہ میرا جواب الجواب بھی پیغام صلح میں شائع کریں"

مجھے یہ منظور ہے

مجھے یہ منظور ہے مگر جس طرح میاں صاحب کو جواب الجواب کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں میرے جواب میں کچھ نئی باتیں آگئی ہیں۔ آخر میاں صاحب کے جواب الجواب میں بھی ایسی باتیں ہوں گی جن کو صاف کرنے کے لئے پھر مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہوگی۔ اصل غرض چونکہ احقاق حق ہے۔ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ معلوم کرنا ہے تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جانبین ایک ایک پرچہ کے تین تین پرچے ہوں۔ اور آخری پرچے کا حق جناب میاں صاحب کو ہی ہو۔ مگر اس شرط پر کہ اس میں صرف میرے آخری جواب کے آخری حصے پر بحث ہو [illegible]

نئی بات کہی ہو۔ یہی قاعدہ ہر جگہ آخری جواب الجواب کے لئے ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ ضرورت سے زیادہ طویل نہ ہو یعنی لفظوں کی تعداد اس میں اندازاً میرے آخری جواب کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ بلکہ ان سب پرچوں کی طوالت بھی محدود ہو۔ جناب میاں صاحب کے ابتدائی بیان میں لفظوں کی تعداد اندازاً چار ہزار ہے۔ اور میرے جواب میں اندازاً تین ہزار۔ یہ ہر دو پرچوں کی ابتدائی اور آخری ریمارکس کو چھوڑ کر ہے جنکا تعلق مضمون زیر بحث سے نہیں۔ باقی پرچوں کی طوالت بھی اندازاً اسی قدر ہو۔ یعنی چار ہزار الفاظ سے زیادہ نہ ہوں۔ اس میں سو پچاس الفاظ کی کمی بیشی کی کوئی حقیقت نہ ہوگی۔ اور جس طرح اس مسئلہ پر بحث ان تین تین پرچوں میں ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح کفر و اسلام پر بھی تین تین پرچوں میں بحث ختم ہو جائے گی۔ جناب میاں صاحب مسئلہ کفر و اسلام پر اپنے نقطہ نگاہ کو اپنے خطبہ مندرجہ الفضل مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۴۱ء میں واضح کر چکے ہیں۔ اسکا جواب میں لکھونگا۔ اسی طرح تین تین پرچے ہو جائیں اور چوتھا پرچہ میاں صاحب کے آخری جواب الجواب کا انہی شرائط سے ہوگا جو اوپر درج ہوئی

صورت یہ ہوگی

صورت یہ ہوگی کہ اول میں ان کا مضمون پیغام صلح میں چھپوا دونگا۔ اس کے بعد وہ میرا مضمون الفضل میں چھاپ دیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ ہر دو مسائل پر سارے پرچے ختم ہو جائیں۔ اور پھر ایک خاص نمبر الفضل کا اور ایک خاص نمبر پیغام صلح کا شائع ہو جس میں یہ کل کے کل پرچے ایک جگہ ہو جائیں۔ اور اس خاص پرچہ میں ان مسائل پر سوا بحث نہ ہو۔ اس طرح میاں صاحب کی وہ غرض بھی پوری ہو جائے گی جو وہ کتابی صورت میں شائع کرنے کے متعلق چاہتے ہیں یعنی سب مضمون ایک جگہ کتابی صورت میں بھی ہو جائیں گے۔ مگر دونوں جماعتوں کو اخبار کی صورت میں پہلے پہنچ جائیں گے۔ اس میں اخراجات کی بھی کمی ہوگی۔ انہیں وہ اپنے سب اخراجات برداشت کریں اور ہماری جماعت اپنے اخراجات برداشت کرے۔ اور اگر جناب میاں صاحب تین تین پرچوں کی تجویز یا آخری جواب الجواب کے مزید حق کے ساتھ کسی صورت میں ماننے کو تیار نہ ہوں۔ تو میں جو کچھ انہوں نے اس وقت منظور کیا ہے۔ اُسے ہی قبول کرتا ہوں۔ بشرطیکہ ان کا جواب الجواب انہی شرائط سے مشروط ہو جو میں نے اوپر لکھی ہیں۔

قادیان میں لیکچر دینے کی دعوت منظور

آخر میں میں جناب میاں صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے قادیان میں لیکچر دینے کی حسب ذیل دعوت دی ہے۔ "میں اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ وہ قادیان میں آجائیں میں یہاں ان کے تین لیکچر اپنی جماعت میں کرا دونگا۔ اور ان لیکچروں میں وہ دل کھول کر اپنے عقائد اور دلائل بیان کر لیں۔"

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں جزاکم اللہ خیرا۔ میں حاضر ہوں مگر اس کے لئے بہترین موقع جلسہ سالانہ ہے جب واقعی میاں صاحب کی جماعت قادیان میں جمع ہوگی وہ اس وقت تین نہیں صرف دو دن مجھے دیدیں۔ ۲۷، ۲۸ دسمبر اور وقت بے شک محدود کر دیں۔ اسے میں اُن کی پسند پر چھوڑتا ہوں۔ میں ان دو دنوں میں مسئلہ کفر و اسلام اور مسئلہ نبوت پر دلائل بیان کر دونگا۔ اس کے ساتھ ہی میں جناب میاں صاحب کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ وہ بھی اسی طرح لاہور میں لیکچروں میں اپنے عقائد اور دلائل کھول کر بیان کریں۔ انکے لئے موزوں دن ۲۵، ۲۶ دسمبر ہوں گے جو ہمارے جلسہ کے ابتدائی دن ہوتے ہیں۔ یا اگر وہ ۲۶ دسمبر کو اپنے لئے موزوں خیال نہ کریں تو ہم جلسہ کی تاریخیں ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر کر لینگے

خاکسار

محمد علی۔ ڈلہوزی ۲۸ جولائی ۱۹۴۱ء

جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود کے الہامات اور کشوف میں

"خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کے ساتھ ہوگا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

لاہور کے متعلق

(۱) لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے۔ نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہیگا۔

(۲) لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے وسوسہ نہیں رہیگا مٹی رہیگی۔

(۱) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (۲) سلام قول من رب رحیم

(۳) ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

نوٹ: حضرت اقدس کی وفات احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوئی جس سے مقام مدینۃ المسیح کا تعیین خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے ہوگیا اور کچھ ابہام باقی نہ رہا۔

جماعت لاہور کے امیر کے متعلق

(۱) "مولوی محمد علی صاحب کو رویا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ"

(۲) رویا۔ دیکھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں۔ اور کسی طرف جا رہا ہوں جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہوگئی۔ تو میں واپس آگیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی راستہ میں گرد غبار کے سبب تاریکی ہوگئی —— چند قدم چل کر روشنی ہوگئی —— پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آ رہے ہیں۔ مولوی صاحب مرحوم نے چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی —— میں نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا یہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دیدونگا

نوٹ: یہ رویا واقعات اختلاف کے عین مطابق ہے حضرت اقدس جس مشن یعنی غلبۂ اسلام کے حصول کی طرف قدم بڑھا رہے تھے وہ مقصد جماعت کے کمزور لوگوں کے ابتلا کی وجہ سے جنہیں رویا میں عورتیں رکھا گیا ہے۔ التوا میں پڑ گیا حتیٰ کہ از سر نو شروع کرنا پڑا جیسا کہ الفاظ تو میں واپس آگیا ظاہر کر رہے ہیں۔ اختلافی مسائل پر جو روشنی مولوی محمد علی صاحب کے قلم نے ڈالی ہے وہ بھی ظاہر ہے اور رویا میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کثرت و قلت کا سوال

جماعت قادیان اپنے آپ کو راستی پر سمجھنے کی ایک دلیل پیش کرتی ہے کہ جماعت کا سواد اعظم اس کی تائید میں ہے حالانکہ حضرت اقدس حضرت مسیح موعود اپنے ایک کشف میں دونوں جماعتوں میں سے اس جماعت کو غالب و فاتح دیکھتے ہیں۔ جو قلیل ہے۔

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار آدمی تھوڑے ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔"

جماعت لاہور کے مقاصد

(۱) —— پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔" (کشف از براہین)

(۲) میرا ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ اور تفسیر کرا کے ان ممالک میں بھیجی جاوے میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور اس لئے مجھ میں داخل۔" (ازالہ اوہام)

نوٹ: قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کس جماعت نے مغربی ممالک میں بھیجی یہ احباب قادیان خود فیصلہ کر لیں۔

بقیہ صفحہ ۴
جو سوائے مسلمانوں کے میرے خیال میں ابھی تک یورپ کو بھی بہت کم نصیب ہوا ہے۔ اکثر فوجیں ایسی ہوتی ہیں کہ فوجیں جس شہر یا علاقہ میں سے گزر جائیں وہاں تھل تھلی مچ جاتی ہے۔ لوٹ کھسوٹ عورتوں کی بے حرمتی کے واقعات اکثر دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں اس لئے فوج کا شائستہ اور مہذب ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ مسلمانوں کی فوجوں نے جو وقتاً فوقتاً پاکیزہ نمونہ اس معاملہ میں دکھایا ہے وہ تاریخ میں بے مثال ہے۔ جب شام کے ایک شہر میں مسلمانوں کی فوج بحیثیت فاتح داخل ہوئی تو وہاں کی پری چہرہ عورتوں نے یہ خیال کرکے کہ جس فوج کو ہمارے مرد فتح نہیں کرسکے ان کو ہم اپنے حسن و جمال کے کرشموں سے فتح کرلیں گے۔ یہ حرکت کی کہ مردوں کے بجائے خود وہ کانوں پر سنگار کرکے بیٹھ گئیں۔ مگر مسلمانوں کو سپہ سالار فوج نے جب خدا کا یہ حکم سنایا کہ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم کہ مومنوں کو کہہ دو کہ اپنی آنکھیں نیچی کرلیں تو ساری فوج آنکھیں نیچی کرکے گزر گئی۔ اور کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی ان عورتوں کو نہ دیکھا۔ اور ان عورتوں کو ماننا پڑا کہ یہ انسان نہیں ہیں فرشتے ہیں۔ پس یوزعون کے معنی کہ ہر قسم کی بے عنایگی اور بے ترتیبی اور بداخلاقی سے روکا جاوے صحابہ کی فوج پر ختم ہوگیا۔ اور حضرت سلیمان کی فوج کی جو تعریف خدا نے قرآن میں کی تھی۔ انہوں نے اپنے عملی مونہ سے اپنے آپ کو اس کا ایسا کامل مصداق بنا کر دکھایا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

جن و انس پر بحث

خیر۔ حضرت سلیمان کے لشکر میں تین قوموں کے جمع ہونے کا ذکر فرمایا ایک جن۔ دوسرے انس۔ تیسرے طیر۔

جن جنّ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں ڈھانک دینے کے یا مخفی کر دینے کے۔ اس لئے جن کے اصلی معنی ہیں وہ مخلوق جو آنکھوں سے مخفی ہو۔ زبان عربی میں یہ بہت وسیع المعانی لفظ ہے اور مختلف قسم کے لوگوں پر اس کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ امرا پر بھی جن کا لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ عام لوگوں میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ پہاڑ اور جنگل کے رہنے والوں کو بھی جن کہہ دیتے ہیں کیونکہ وہ بھی اکثر نظروں سے غائب رہتے ہیں۔ بیماریوں کے جراثیم پر بھی جن کا لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نظروں سے مخفی ہوتے ہیں اور بغیر خوردبین کے نظر نہیں آتے۔ اسی طرح اُس مخلوق کو بھی جن کہتے ہیں جو انسان کے اندرونی جذبات کو تحریک دیتی ہے۔ جب ایک لفظ مختلف المعانی ہو تو ضروری ہوتا ہے کہ اس کی معنی کرنے میں ہر جگہ سیاق و سباق اور قرائن کو دیکھ کر وہاں کے حسب حال معنی کئے جائیں۔ مثال کے طور پر اُردو کے لفظ بیٹھنے کو لے لو۔ فرش پر زید بیٹھ گیا۔ بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا سا ہوکار بیٹھ گیا۔ دل بیٹھ گیا۔ دیوار بیٹھ گئی۔ ہر جگہ بیٹھنے کا لفظ ایک ہے۔ مگر معانی مختلف ہیں۔ ہر جگہ اس کے وہی معنے لینے پڑیں گے جو اس کے حسب حال ہوں گے۔ اسی طرح جن کا لفظ ہے۔ جب دل میں وسوسہ ڈالنے اور جذبات کو تحریک دینے کا تذکرہ ہوگا۔ تو وہاں مراد ہوگی۔ وہ غیرمرئی مخلوق جو انسان کے جذبات حیوانی کی محرک ہے۔ جسے جذبات حیوانی کو حد سے بڑھا دینے کے وقت شیطان کہا جاتا ہے جب بیماریوں کی وجوہات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ تو وہاں جن بمعنے جراثیم کے ہوں گے۔ جب سلطنت اور دربار کا ذکر ہوگا تو وہاں مراد امرا ہوں گے۔ اسی طرح جب جن اور انس اکٹھے قرآن کریم کی کسی آیت میں آتے ہیں تو وہاں ان سے مراد امرا اور غربا یا خواص اور عوام ہوتے ہیں یعنی ایک ہی جنس بنی آدم کی یہ دو قسمیں ہیں۔ مگر یہ کوئی علیحدہ علیحدہ جنس ہیں قرآن کریم حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا تھا۔ اور آپ کل بنی آدم کیلئے رسول تھے۔ پس قرآن کریم اگر جن و انس دونو کے لئے ہدایت نامہ اور آنحضرت صلعم دونو کے لئے رسول ہیں تو پھر جن و انس بنی آدم سے باہر نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ قرآن کریم کی صاف آیت ہے۔ قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا (بنی اسرائیل) کہدے اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو فرشتہ انکی طرف رسول بھیجا جاتا۔ یہ آیت اس بات پر قطعی شہادت ہے کہ ایک جنس دوسری جنس کی طرف رسول نہیں ہوسکتی۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ رسول صرف احکام الٰہی پہنچانے والا ہی نہیں ہوتا بلکہ ان پر عمل کرکے بھی دکھانا اس کا فرض منصبی ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ غیر جنس ہونے کے فرشتہ انسان کے لئے نمونہ نہیں ہوسکتا۔ لہذا وہ انسان کے واسطے رسول کے فرائض ادا کرنے کے لئے کام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح جن کا لفظ اگر بنی آدم کے سوا کسی غیر جنس کے متعلق مانا جائے تو پھر انسان تو جنوں کے لئے نمونہ نہیں ہوسکتا۔ لہذا وہ جنوں کے لئے رسول کا کام بھی نہیں دے سکتا۔ پس جن و انس کی طرف اگر آنحضرت صلعم رسول تھے تو پھر اس بات کے ماننے کے سوا چارہ نہیں کہ جن و انس دونو ایک ہی جنس بنی آدم میں سے ہوں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم میں صاف لفظوں میں آیا ہے کہ یٰمعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی (الانعام) کہ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے اوپر میری آیات کو بیان کرتے تھے۔ یہاں جن اور انس کو ایک ہی معشر قرار دینا بتاتا ہے کہ جن اور انس ایک ہی جنس میں سے ہیں۔ ورنہ معشر کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ معشر ایک ہی شخص کے اہل پر بولا جاتا ہے پس معشر سے فقط حضرت آدم کے اہل یعنی بنی آدم ہی مراد ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور آیت میں جناب الٰہی نے معشر الجن والانس کی جگہ بنی آدم کا لفظ استعمال فرما کر واضح کر دیا کہ جن و انس بنی آدم کے ہی معشر یعنی اہل ہیں۔ فرماتے ہیں:- یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی (الاعراف) اے بنی آدم جب تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئے جو تمہارے اوپر میری آیات کو بیان کرتے تھے۔ ان دونو آیتوں کو ملا کر پڑھنے سے صاف نظر آجاتا ہے کہ جنہیں ایک جگہ معشر الجن والانس فرمایا۔ انہی کو دوسری جگہ بنی آدم فرمایا۔ پس جن اور انس جب قرآن کریم میں ایک ہی آیت میں جمع ہوں تو اس سے مراد بنی آدم کی ہی دو قسمیں ہیں۔ اور بنی آدم کی یہ دو حصوں میں تقسیم ایسی دائمی اور مستقل ہے کہ ابتدائے عالم سے لیکر اب تک برابر قائم ہے۔ خواہ امرا و غربا یا خواص اور عوام ان کا نام رکھ لو۔ یا موجودہ زمانہ میں لیڈر اور عام پبلک کہہ لو۔ یا یورپ میں جاکر ان کا نام سرمایہ دار اور مزدور رکھ لو۔ یہ تقسیم دو حصوں میں برابر قائم ہے۔ پس جب قرآن کریم کی ایک ہی آیت میں جن اور انس کے الفاظ اکٹھے آجائیں تو جن سے مراد امرا یا خواص یا لیڈران قوم یا سرداران قوم یا سرمایہ دار ہوں گے اور انس سے مراد غربا یا عوام الناس یا عام پبلک یا سرداران قوم کے متبعین یا مزدور من حیث القوم ہوں گے۔

حضرت سلیمان کے جن و انس

پس حضرت سلیمان کے سامنے جو جن اور انس پیش ہوئے ان سے مراد ہے کہ سرداران قوم اور ان کے متبعین۔ اگلے زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ لوگ مختلف سرداران قوم کو جاگیریں عطا کرتے تھے۔ اور ان جاگیروں کا منشاء یہ ہوتا تھا کہ ان سے ایک حصہ فوج کے اخراجات ادا کئے جائیں۔ ان جاگیرداروں کا فرض ہوتا تھا کہ وہ ان جاگیروں سے ایک فوج مرتب کریں۔ اور جب بادشاہ کو ضرورت ہو تو وہ فوج لیکر فوراً حاضر ہو جائیں۔ مغلوں میں تو امرا پنج ہزاری۔ ہفت ہزاری۔ انہی فوجوں کی تعداد پر کہلاتے تھے۔ یعنی ایک ہفت ہزاری کو اتنی بڑی جاگیر دی جاتی تھی کہ وہ سات ہزار سپاہیوں کے اخراجات کی کفیل ہوسکے۔ اور پنج ہزاری پانچ ہزار سپاہیوں کے مہیا کرنے کا ذمہ دار تھا۔ پس جب حضرت سلیمان کو سبا کے ملک پر فوج کشی کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ان کے حکم پر تمام جن یعنی انس کے سردار مع اپنی متعلقہ فوجوں کے حاضر خدمت ہوئے ان کے ساتھ طیر بھی آموجود ہوئے۔ طیر کیا تھے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ (باقی)

بقیہ صفحہ ۲

تھا آپ سے کہتا ہوں میں کبھی گرجا نہیں گیا اور نہ کبھی عیسائیت تیرے لئے باعث کشش ہوئی۔

قرآن کریم بائیبل سے دس گنا زیادہ مقدس

ایک دفعہ جب میں ؟ اکاڑہ گیا۔ انجمن کی زمین کا قبضہ لینے کے لئے تو وہاں کا سپرنٹنڈنٹ پولیس جو بڑا قابل شخص تھا یہ سن کر کہ میں ولایت میں اسلام کی تبلیغ کرتا رہا ہوں۔ پوچھنے لگا کہ تعجب ؟ آپ انگریزوں کو مسلمان کر لیتے ہیں میں نے کہا آپ خود بھی قرآن کریم سن لیں اور فیصلہ کریں کہ کیسی تعلیمات ہیں۔ اس کو ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم سنایا۔ سن کر کہنے لگے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قرآن کریم بائیبل سے دس گنا زیادہ مقدس ہے اس لئے کہ بڑا معقول ہے۔ تو افریقہ یورپ، ہندوستان کسی جگہ اس قرآن کو لے جائیے اسکا فلسفہ اس کی معقولیت اس کی حکمت دل میں اتر جاتے ہیں۔

قرآن کریم کا نور لازوال ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ میں جب کوئی فلسفہ وحکمت کو جانتا نہ تھا یہ کہنا کہ میں مذہب میں فلسفہ پیدا کرنے آیا ہوں۔ اس کے منجانب اللہ ہونے کی ایک روشن دلیل ہے آپ نے خود بتایا کہ جب تک دنیا میں معقولیت باقی ہے قرآن کا آفتاب ہمیشہ دلوں کو منور کرتا رہیگا اور یہ ایک دفعہ نہیں بار بار قرآن میں آیا ہے۔ خود قرآن کریم کے متعلق بھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی بتایا ہے کہ علم وحکمت ان میں پائی جاتی ہے

قرآن کریم کے متعلق ارشادات

قرآن کریم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کتاب احکمت آیاتہ یہ کیسی عظیم الشان کتاب ہے جس کی ایک ایک آیت مضبوط ہے ثم فصلت پھر وہ مضبوط ہونے کے ساتھ ہی مفصل بھی ہے من لدن حکیم خبیر یہ ایسے خدا کی طرف سے ہے جو فلسفہ جانتا ہے اور سب چیزوں سے خبردار ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا وانک لتلقی القران من لدن حکیم علیم تو اس سے قرآن سیکھتا ہے جو فلسفہ کو جاننے والا اور علم والا ہے۔ پس قرآن اور فلسفہ کے ذریعہ سے لوگوں کو بلاؤ۔ دوسری جگہ فرمایا ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا جس کو حکمت مل جائے اس کو بہت بڑا مال مل گیا۔ پھر جگہ جگہ فرماتا ہے کان اللہ عزیزاً حکیما، ان اللہ عزیز حکیم، ان اللہ واسع علیم گویا سارے قرآن میں علم اور حکمت ہی بھرا ہوا ہے۔

ہر چیز میں خدا تعالے کی حکمت ہے

یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالے کی حکمت ایک ایک چیز کے اندر ہے یہ کیڑے مکوڑے جو زمین کے اندر نظر آتے ہیں انکے اندر بھی بڑا علم اور حکمت بھری ہوئی ہے جسکا جاننے والا یورپ میں انیٹومالوجسٹ (Entomologist) کہلاتا ہے۔ پیرس اور برلن کی ڈگریوں میں بڑی بھاری ڈگری اینٹومالوجی کی ہے۔ اس علم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر حکمت اور سائنس ان کیڑوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ وہ خدا جو فرماتا ہے کہ میں حکیم ہوں ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقعہ وہ حکیم ہے۔ ایسا ہی نباتات کا علم ہے جس کو باٹونی کہا جاتا ہے اس کے مطالعہ سے بھی اللہ تعالے کا حکیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر اس سے آگے اور علم نکالا گیا ہے اسٹرالوجی۔ علم اجرام سماوی ان تمام چیزوں کے اندر ایک سائنس رکھی ہے اور اس سے خدا کا علیم وحکیم ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ دیکھو آفتاب ہے جو دنیا کو روشنی بخشتا ہے اور طرح طرح کے اثرات اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ قمر سے دریاؤں میں طغیانی پیدا ہوتی ہے۔ پھر فرمایا۔ والنجم والشجر یسجدن ان سب چیزوں میں جو بے جان ہیں ایسا تعاون پیدا کیا ہے کہ اللہ تعالے کی حکمت ان سے ظاہر ہوتی ہے۔

مخلوق کو سجدہ نہ کرو

اسی لئے فرمایا لاتسجدو للشمس وللقمر سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو واسجدو للہ الذی خلقھن اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور کتنا بڑا علم ان کے اندر رکھا ہے۔ کتنے بڑے احسان کا سرچشمہ اور منبع اسلام کا خدا ہے اس کے سامنے انسان کا سر جھک جاتا ہے فرمایا یہ علم وحکمت والا خدا اور تمہارے معبود برابر نہیں ہو سکتے۔ تمہاری دیویاں اور قمر اور ہوا اور سورج جن کو تم معبود بناتے ہو یہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ خدا وہی ہے جس نے ایسی مخلوق پیدا کی جس کے اندر علم اور حکمت بھرا ہوا ہے۔ تو قرآن کے اندر خدا کی ہستی کے دلائل بھی دئیے ہیں اور اس کے خلاف جو دلائل دئیے جاتے ہیں ان کو بھی رد کیا ہے۔

ایک قادیانی سے گفتگو

چند دن ہوئے ایک قادیانی نے مجھے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد سے محبت ہونی چاہیئے آپ نے ان کے لئے اس قدر دعائیں کی ہیں۔ اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے اعتقاد ٹھیک نہیں میں نے انہیں کہا کہ آپ کی محبت تو ٹھیک ہے لیکن قرآن میں اس کے خلاف یہ بھی لکھا ہے۔ واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظلمین ابراہیم سے کہا کہ ہم تجھے لوگوں کے لئے امام بناتے ہیں اس نے کہا میری اولاد کو بھی تو اللہ نے کہا کہ میرا یہ قاعدہ نہیں پیغمبر کی اولاد پیغمبر نہیں ہو سکتی جو لوگ اہل ہوں وہی خدا کے مقرب ہوتے ہیں اگر مسیح موعود کی اولاد نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگ جائے پارٹیاں بنانے میں منہمک ہو جائے اور صحیح اعتقادات کو چھوڑ دے تو محض مسیح موعودؑ کی اولاد ہونے کیوجہ سے انکو مقرب الہی نہیں مانا جا سکتا۔

ہم مسیح موعود کی اولاد ہیں

ہم سارے کے سارے مسیح موعودؑ کی اولاد ہیں۔ ہمارے لئے بھی ان کی دعائیں ہیں۔ اگر ہم ان کے مسلک پر چلیں ان کا کام کرتے رہیں تو وہ دعائیں ہمارے حق میں پوری ہوں گی اور ہو رہی ہیں۔ اس چھوٹی سی جماعت نے قرآن کریم کے ترجمے کر کے اور اسلام کے لئے لٹریچر پیدا کر کے جو انقلاب دنیا میں پیدا کر دیا ہے کیا وہ مسیح موعودؑ کا کام نہیں ؟ نرا جسمانی اولاد ہونا تو کوئی چیز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہتے ہیں یا فاطمۃ اعملی اے فاطمہ تمہارے لئے رسول اللہ کی بیٹی ہونا کافی نہیں یہ نسبت کسی کام نہیں آسکتی عمل کرو کہ بغیر عمل کے نجات نہیں۔ اگر جسمانی اولاد کوئی چیز ہوتی تو حضرت فاطمہ کا کوئی چھوٹا سا مقام نہ تھا ان کو کیوں خلافت نہ دی گئی۔ لیکن مسلمان قوم نے فیصلہ کیا کہ ابو بکرؓ کو مسند خلافت پر بٹھایا جائے اس کے بعد عمرؓ کو اسی منصب کا اہل سمجھا گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو۔ اگر یہاں محمود احمد حضرت صاحب کے بیٹے ہیں تو خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب بھی بیٹے ہیں جو حضرت صاحب کے علم کے وارث اور آپکے کام کو سنبھالنے والے ہیں ان لوگوں نے قرآن کے ترجمے شائع کئے جس کو حضرت مرزا صاحب نے اپنا کام بتایا ہے۔ یہ قرآن بڑی روشن کتاب ہے۔ اس کو پڑھتے رہو۔ بڑے فخر کی بات ہے کہ ہم اس قرآن کے وارث ہیں۔ پھر ہمیں ایسا امام ملا ہے جس نے اپنے علم کلام اور فلسفہ کے ذریعہ دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس کے سامنے بڑے بڑے پادری نہ ٹھہر سکے۔ تم قرآن کے سیکھنے کی اپنے دلوں میں تڑپ پیدا کرو۔ بہت وقت نہیں لگتا۔ ایک دو سال کے اندر قرآن آجاتا ہے۔ ضرور اس طرف توجہ کرو اللہ تعالے توفیق دے کہ قرآن کو سیکھنے کا جذبہ ہم سب کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔

ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کے متعلق تجویز

ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کا کچھ روپیہ ابھی تک انجمن کے پاس پڑا ہے جسکا اب وہاں بھیجنا ممکن نظر نہیں آتا۔ اگر اس روپیہ کو جملہ معطی صاحبان مسجد سری نگر کی تعمیر پر لگا دینے کی اجازت دیں تو بہت بڑے ثواب کا کام ہوگا۔ مذکورہ معطیان اپنی رائے سے انجمن کو مطلع فرمائیں اگر ان معطیوں کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو سمجھ لیا جائیگا کہ وہ اپنی اس رقم کو جو ٹرکش ریلیف فنڈ میں دی تھی مسجد سری نگر کی تعمیر کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۸ رجب سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۲ اگست سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۷۹

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ظاہر پرست واعظین کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ارشاد

سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل و قال جو لکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جائے اور ساری غرض و غایت آکر اس پر ہی نہ ٹھہر جائے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی اقتضا ہے کہ جو کام ہو اللہ کیلئے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔ اگر اللہ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل میرا مقصد نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے تقریریں کرنی اور وعظ سنانا تو ایک طرف ہیں تو ہمیشہ خلوت ہی کو پسند کرتا ہوں اور تنہائی میں وہ لذت پاتا ہوں جس کو بیان نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کروں بنی نوع کی ہمدردی کھینچ کھینچ کر باہر لے آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس نے مجھے تبلیغ پر مامور کیا ہے۔ میں نے یہ بات کہ ظاہری قیل و قال ہی کو پسند نہ کیا جائے اس لئے بیان کی ہے کہ ہر خیر میں بھی شیطان کا حصہ رکھا ہوا ہوتا ہے پس انسان جب وعظ کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت ہی عمدہ کام ہے۔ مگر اس منصب پر کھڑے ہونے والے کو ڈرنا چاہیئے کہ اس میں مخفی طور پر شیطان کا بھی حصہ ہے کچھ تو واعظ کے بخرہ میں آتا ہے اور کچھ سننے والوں کے حصہ میں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب واعظ وعظ کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو مقصد اور دلی تمنا صرف یہ ہوتی ہے کہ میں ایسی تقریر کروں کہ سامعین خوش ہو جائیں۔ ایسے الفاظ اور فقرات ہوں کہ ہر طرف سے واہ وا کی آوازیں آئیں۔ میں اس قسم کی تقریر کرنیوالوں کے مقاصد کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ جیسے بھڑوے، نقال، قوال یہی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے سننے والے ان کی تعریفیں کریں۔

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کسی ضروری کام کیلئے مورخہ ۱۰ اگست کو لاہور تشریف لائے اور مورخہ ۱۱ اگست کو واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ حضرت ممدوح کو جو گذشتہ دنوں نزلہ اور بخار کی شکایت تھی۔ اس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے افاقہ ہے۔

—— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب چوہدری نذیر احمد صاحب انسپکٹر پولیس کے ہاں اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۸ اگست کو فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کی عمر میں برکت دے اور اسلام کا سچا خادم بنائے۔ چوہدری صاحب موصوف نے اس خوشی کے موقع پر انجمن کو مبلغ پانچ روپے بطور عطیہ عطا فرمائے ہیں۔

—— یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب مرزا جلال الدین صاحب کے صاحبزادہ مرزا نذیر احمد صاحب قید سے رہا ہو گئے ہیں۔ ان کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ ان کا ہرگز ہرگز تحریک خاکسار سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہے ان کو محض شبہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا اور ان کا پختہ ایمان ہے کہ آج غلبہ اسلام صرف احمدیت کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

سانحہ ارتحال

جناب فضل اللہ صاحب ہیڈ کلرک محکمہ جنگلات دھرم سالہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ جو سخت بیمار تھیں مورخہ ۴ جولائی کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اپنے پیچھے ۵ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ نماز جمعہ مورخہ ۸ اگست کے بعد پڑھا گیا۔

قریشی صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مدیر "امیان" قریشی صاحب میں ایک ایسی خوبی موجود ہے جس سے اس زمانہ کے اکثر اخبار نویس خالی ہیں۔ اور وہ ہے جماعت احمدیہ کے حق میں کسی وقت کلمہ خیر کہدینا یا اس کی کسی خوبی کا اعتراف کرنا۔ ورنہ اکثر اخبار نویسوں کا یہ حال ہے کہ وہ محض اس خوف سے کہ ان کے قارئین ناراض نہ ہو جائیں۔ ایسی بات کو اپنے اخبار میں کم آنے دیتے ہیں۔ جس سے جماعت احمدیہ کی تعریف کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اس لحاظ سے مجھے یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ۳۰ جولائی کے "امیان" میں جو قریشی صاحب نے ہمارے تبلیغی پروگرام پر اعتراض کیا ہے۔ اس کے جواب میں چند باتیں عرض کروں۔ میں نے ان کے مضمون کا صرف وہ اقتباس پڑھا ہے۔ جو پیغام صلح ۳۰ جولائی ۶۲ء میں نکلا ہے۔

قریشی صاحب کا اعتراض ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔

"لاہوری احمدیہ جماعت اس سال ایک تبلیغی پروگرام پر زور دے رہی ہے۔ ان کے امیر جماعت نے حکم دیا کہ ہر لاہوری احمدی عام مسلمانوں میں سے دس بیس آدمیوں کو چن لے اور ہر ممکن ذریعہ سے یہ کوشش کرے کہ وہ احمدی بن جائیں۔ اس سال کم و بیش دس ہزار آدمیوں کو اس تبلیغ کے لئے چنا جائے گا۔ اور انہیں ایک فرقہ سے نکال کر دوسرے فرقہ میں شامل کیا جائے گا۔ یہ تبلیغ ہے یا اندرونی کشمکش ہے؟"

مجھے امید ہے کہ جہاں قریشی صاحب نے یہ اعلان دیکھا ہوگا۔ وہیں اس کے ساتھ دو اور اعلان بھی دیکھے ہوں گے۔ یعنی ایک ساتھ تین امور کی طرف جماعت کو توجہ دلائی جا رہی ہے۔ جو پیغام صلح کے کسی نمبر میں "ہماری اس سال کی تحریکات" کے عنوان کے نیچے نظر آجائے گا۔

"سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں بزرگ اشاعت اسلام کیلئے وصیت کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔"

ان تین تحریکات کا بیک جا اور بکثرت شائع ہونا ہماری غرض کو صاف بتا رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑھے اور اس جماعت کے نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھ کر قرآن کریم کو اور تعلیم اسلام کو دنیا کے مختلف ممالک میں پہنچائیں۔ اور بزرگ اپنی وصایا کے ذریعہ سے مزید مالی قربانیاں کر کے اشاعت اسلام کی اس تحریک کو مالی طور پر مضبوط کریں۔ (کیونکہ ایک زبردست قربانی وہ ماہوار چندوں کے رنگ میں ایک آنہ فی روپیہ اپنی آمدنیوں کا اشاعت اسلام کے لئے دے کر پہلے کر رہے ہیں) میں پوچھتا ہوں کہ آیا اس غرض کے لئے توسیع جماعت کی خواہش کرنا کوئی جرم ہے؟ حالانکہ اگر ذرا غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس غرض کے لئے توسیع جماعت کی خواہش نہ کرنا جرم ہے۔ یہ تو خیر اتفاق کی بات ہے کہ ایک ہی اعلان میں وہ تین باتیں جمع ہیں جن سے دنیا میں تبلیغ اسلام کے کام کو قوت پہنچائی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ ایک جگہ [illegible] نہ بھی ہوں اور ہماری طرف سے صرف اس قدر اعلان ہو کہ ہم توسیع جماعت چاہتے ہیں۔ تو کیا آج ان لوگوں کو بجز ان کی جن کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہے اور جن کے دلوں میں اس حد تک بغض ہے کہ اگر موقع مل جائے تو مسجد برلن کو ڈھا دیں یا اس مشن کو ویران کر دیں جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ کوئی مسلمان ہے جو اشاعت اسلام کے فوائد کے خلاف سمجھے یا اس میں اسلام کا نقصان سمجھے۔ کیا آج مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ وہ کام جس سے آج ساری اسلامی دنیا محروم پڑی ہے اور کسی کو اس کیلئے قدم اٹھانے کی توفیق نہیں ملتی۔ وہ صرف یہ جماعت، احمدیہ لاہور یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہی کر رہی ہے۔ جس نے ۱۹۱۴ء میں قائم ہو کر اپنی ستائیس سال کے عرصہ میں تین یوروپین زبانوں میں قرآن شریف کے ترجمے کر دیئے۔ جس کے قائم کردہ یا جس سے تعلق رکھنے والے تین مشن یورپ میں کام کر رہے ہیں۔ سترہ زبانوں میں سیرت نبوی کے ترجمے کر دیئے اور تیس زبانوں میں متفرق تعلیمات اسلامی کے ترجمے کر کے پھیلا دیئے۔ چالیس ہزار کاپی مختلف تراجم قرآن کی دنیا میں پھیلا دی۔ جس میں بارہ ہزار مفت پھیلائی۔ اور اسی طرح ہزارہا کاپیاں سیرت نبوی اور تعلیمات اسلام کی مفت پھیلائیں۔ وسط یورپ میں ایک عظیم الشان مسجد بنا دی۔ اپنے گھر کے اندر بھی دو ہائی سکول قائم کر دیئے۔ اور یہ باوجود اس کے کہ عام مسلمانوں کی طرف سے کفر و ارتداد اور دجالیت کے فتووں کے سوائے اور اسے کچھ حاصل نہیں۔

اب فرض کیجئے کہ یہ کام پانچ ہزار کارکنوں کی جماعت نے کیا ہے۔ تو کیا اگر پانچ ہزار کی جگہ یہ کارکن دس ہزار ہو جائیں۔ تو یہ کام دوچند نہ ہو جائے گا؟ اور کیا اس کے دوچند ہونے سے اسلام کو نفع پہنچے گا۔ یا نقصان؟ اگر فی الواقع جناب قریشی صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ کام اسلام کے نقصان کا موجب ہے۔ تو پھر تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ سارے مسلمانوں کو ایک چھوٹی سی جماعت پر پل پڑنا چاہئے۔ اور اس کو دنوں میں کچل کر رکھ دینا چاہئے۔ آخر چالیس کروڑ کے سامنے پانچ ہزار کی حیثیت کیا ہے اور جو مسلمان اس جماعت کو کچل کر رکھ دیں گے۔ وہ عنداللہ بڑے اجر کے مستحق ہوں گے۔ لیکن اگر یہ کام اسلام کے نفع کا موجب ہے تو پھر اس کے دوچند ہونے کی کوئی تجویز ہو۔ تو اس پر ہر مسلمان کو خوش ہونا چاہئے اور دہ چند ہونے کی تجویز ہو تو اور بھی زیادہ خوش ہونا چاہئے۔

میں فخر یہ نہیں کہتا۔ اظہار واقعات کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ یہی ایک جماعت ہے جو آج اسلام کی فوج کا کام دے رہی ہے جو اعدائے اسلام کے مقابل پر سینہ سپر ہے۔ جو اسلام کی مملکت کی توسیع کی فکر میں دیوانہ وار آگے بڑھی جا رہی ہے۔ کیا جو فوج کسی مملکت کی توسیع کر رہی ہو اس فوج کی تعداد کے زیادہ ہونے پر اس ملک کے رہنے والے ناراض ہو سکتے ہیں؟ اس ناراضگی کے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر تم اسلام کی مملکت کو وسیع کرنے کی فکر کرو گے تو ہم اس فوج کو بھی جو کچھ تھوڑا بہت کام کر رہی ہے برباد کر کے رکھ دیں گے۔ اگر آج ایک ملک کو جنگ پڑی ہے اور کوئی شخص اس فوج کو بڑھانے کی کوشش کرے جو دشمن کا مقابلہ کر رہی ہے۔ تو کیا اس کا یہ جواب درست ہوگا۔ کہ اگر تم اور لوگوں کو فوج میں شامل کرنے کی کوشش کرو گے۔ تو ہم موجودہ فوج کو بھی اس کام سے روک دیں گے؟ غور کر لیا جائے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ لیا جائے۔ آج اسلام کو اپنی توسیع کے لئے ان مسلمانوں کو اس وعدہ الٰہی کو پورا ہوتا دیکھنے کے لئے ایک جنگ کی ضرورت ہے سخت جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ایک لمحہ کیلئے اپنے مزعومہ عقائد کے اختلاف کو پیچھے رکھ کر مملکت اسلام کی توسیع کے کام کو مقدم کیا جائے تو شاید ہر مسلمان کے دل سے یہ اختیار نکلے کہ کاش اسلام کے چالیس کروڑ فرزندان پانچ ہزار کی طرح ہو جائیں۔ میں ہر ایک مسلمان سے دریافت کرتا ہوں کہ مانا ہم گمراہ ہی سہی مگر یہ گمراہ اسلام کی مملکت کو بڑھانے والے بہتر ہیں۔ یا وہ جو اپنے عقائد کے صرف صحیح ہونے کے خیال میں ایسے مگن ہیں کہ انہیں کفر کو مغلوب کرنے کی کوئی فکر نہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر چالیس کروڑ مسلمان ہماری طرح گمراہ ہو جائیں۔ تو آج دنیا کے ہر کونے سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اور انسان اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھک کر بھائی بھائی بن جائیں۔ اور نسل انسانی کی [illegible] مصائب کا خاتمہ ہو جائے۔

پھر اس سے بڑھ کر بھولے پن کا یہ خیال ہوگا۔

"اگر شیعہ لوگ سنیوں پر ٹوٹ پڑیں اگر اہلحدیث دیوبندیوں کو شکار کریں۔ اگر قادیانی لوگ بریلویوں کی فہرستیں بنائیں۔ اور انہیں اپنی جماعت میں شامل کرنے کے لئے زور آزمائی شروع کر دیں۔ اور اس کے بعد ان زور آزمائیوں کا رد عمل شروع ہو۔"

"اگر"۔ میں اس لفظ پر تعجب کرتا ہوں۔ کیا وہ واقعات مدح صحابہ اور تبرا کے اور ان دونوں پر ہزاروں لوگوں کا جیلخانے جانا اور فسادات اور شور و ہنگامہ۔ کیا وہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے ایک دوسرے پر فتوے اور خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں پر گرما گرم مباحثے کیا وہ قادیانیوں کا بغیر فہرستیں بنانے کے بریلویوں بلکہ تمام عالم اسلامی کو کافر قرار دینا۔ کیا یہ سب باتیں خواب ہیں جو قریشی صاحب ڈراتے ہیں کہ اگر ان لوگوں نے بھی اس خاکسار کی نقل کی۔ تو مسلمانوں میں اندرونی کشمکش شروع ہو جائے گی۔ اور ان کی وہ طاقت جو اس وقت اعدائے اسلام کے مقابل پر صرف ہو رہی ہے آپس کی خانہ جنگی میں صرف ہو جائے گی۔ کیا اس وقت مسلمانوں میں اندرونی کشمکش "نہیں"؟ اور کس وقت وہ اعدائے اسلام کے مقابلہ پر اپنی قوت صرف کر رہے ہیں؟ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ آج مسلمان کی تمام تر طاقت اندرونی جھگڑوں پر صرف ہو رہی ہے۔ اور اس لئے ان میں اعدائے اسلام کے مقابلہ پر نکلنے کا نہ خیال باقی ہے نہ طاقت باقی ہے۔

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا بڑی بہادری کی بات ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر بہادری کی بات کلمہ حق اس قوم کے سامنے کہنا ہے جو بے راہ ہو چکی ہے اور جو حق بات سننے کو گوارا نہیں کرتی۔ میں نے اپنے دوستوں کو یہی کہا ہے کہ ہماری قوم ایک غلط راہ پر لگی ہوئی ہے اٹھو اور اسے کلمہ حق پہنچاؤ۔ کہ تمہاری وہ فوج ہے جو دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہے۔ آؤ اور اس میں شامل ہو۔ اور اگر کوئی غلط فہمی کسی کے دل میں ہمارے عقائد کے متعلق ہو تو اسے صاف کر دو۔ ہمارے عقائد خدا کے فضل سے وہی ہیں۔ جن پر مسلمانوں کا سواد اعظم آج تک قائم رہا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کچھ فرق ہے کہ ہم ایک شخص کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں اور دوسرے مسلمان نہیں مانتے؟ مگر کیا یہ مجدد کا ماننا سواد اعظم سے الگ ہو کر ہم نے ایجاد کیا ہے۔ جو آج تک سواد اعظم مجددین کو مانتا رہا ہے۔ اور اس چودھویں صدی کے مسلمانوں نے ہی چودھویں صدی کے مجدد کے ماننے سے انکار کیا ہے۔ اگر ہم اسی رستے پر چل رہے ہیں۔ جس پر آج تک سواد اعظم چلتا آیا ہے۔ اور ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی نہ صرف صحیح حدیث موجود ہے۔ بلکہ مسلمان عملاً اس کو صحیح تسلیم کرتے رہے ہیں۔ تو ہمارا حق ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس حق کی طرف دعوت

(باقی صفحہ ۔ کالم ۔)

پیغام صلح
جلد ٢٩ | یوم سہ شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۶۰ھ | نمبر ٤٩

ڈاکٹر ٹیگور کی وفات

ڈاکٹر ٹیگور آنجہانی کی ایک پیشگوئی اور ان کے ہمخیالوں کا فرض!

ڈاکٹر ٹیگور کی وفات

مورخہ ۷ اگست ۱۹۴۱ء کو بنگال کے مایہ ناز شاعر ڈاکٹر ٹیگور جو عالمگیر شہرت کے مالک تھے کلکتہ میں وفات پا گئے۔ ڈاکٹر ٹیگور کا نغمہ نغمہ، امید اور ایمان کا نغمہ تھا شاعر مرچکا ہے لیکن اس کے نغمات فضا میں ابد الآباد تک گونجتے رہیں گے۔ ڈاکٹر ٹیگور آنجہانی کے خیالات سے ہمیں اتفاق نہیں۔ لیکن ہمیں اس امر کا از حد افسوس ہے کہ ہندوستان کا ایک عظیم المرتبت فرزند جل بسا۔ ان کا وجود ہندوستان کے لئے باعث فخر تھا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے دنیا کے طول و عرض میں ہندوستان کا ایک وقار تھا اور ان کی وفات سے اس وقار کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔

ایک تقریر

ابھی کل کی بات ہے۔ شانتی نکیتن ۱۴ اپریل کو ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور آنجہانی کی ۸۰ ویں سالگرہ منائی گئی تھی۔ اس موقع پر ڈاکٹر ٹیگور نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وحشت و بربریت کا دیو دنیا کو نگل جانے کیلئے اپنے جبڑے کھولے کھڑا ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک فضا زہر آلود ہو چکی ہے۔ قتل و غارت گری کی جولانگاہ مغرب پر مسلط تھی۔ اس نے اب ساری دنیا کو تباہی میں لے لیا ہے ...... کبھی میرا یہ خیال تھا کہ تہذیب کے چشمے یورپ سے ابل پڑیں گے لیکن آج جبکہ میں سفر آخرت کیلئے تیار ہو رہا ہوں میرا یہ عقیدہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو چکا ہے۔ اب میرا یہ خیال ہے کہ دنیا کو **نجات دلانے والا** اسی افلاس زدہ ملک میں پیدا ہوگا۔ میں اپنے پیچھے موجودہ تہذیب کی عمارت سنگ و خشت کے ڈھیر کی صورت میں دیکھتا ہوں اسی مشرق سے ایک نیا سورج نکلے گا"

اس مندرجہ بالا اقتباس پر ہم نے پیغام صلح ۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء میں مقالہ افتتاحیہ لکھا تھا اور ثابت کیا تھا کہ وہ عظیم الشان مصلح جس کا ذکر ڈاکٹر ٹیگور نے اپنی تقریر میں کیا ہے ظاہر ہو چکا اور اسی افلاس زدہ ہندوستان میں ظاہر ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ شاعر اپنے وجدان کی قوت سے اس حقیقت کے قریب ہو گیا ہے جس کا ذکر آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں میں ہے لیکن وقت کے تعین میں انہیں غلطی لگی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس مندرجہ بالا ارشاد میں ان کے مداحوں ہمخیالوں کیلئے زبردست سامان بصیرت ہے۔ انہیں چاہئے کہ مغرب سے تمام خوش آئند امیدوں کو منقطع کریں اور مشرق میں اس مصلح کی تلاش کریں جو دور جدید کا مجدد کامل ہو۔ اور وہ مجدد کامل اسی سرزمین سے طلوع ہو چکا ہے

مادی تہذیب اور مصلح

مادی تہذیب و تمدن کے مادی عناصر فاسدانہ رجحانات اور اخلاقی معائب کی اصلاح کے لئے جو مصلحین مبعوث ہوا کرتے ہیں ان کی پہچان میں بہت ہی دشواریاں ہوا کرتی ہیں ان کے پیغام کی صحیح تفہیم مادی معیار اشعار پر نہیں ہو سکتی۔ دنیا کو بہت دیر کے بعد ان کی تاریخی سطوت کا احساس ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح ناصری کی شخصیت کئی صدیوں بعد رومی تہذیب و تمدن کے انتہائی زوال پر نمایاں ہوئی اگر ڈاکٹر ٹیگور کو بھی اس مادی دور کے مصلح کے متعلق غلطی لگی یا وہ اسے پہچان نہ سکے تو یہ کوئی بعید بات نہیں۔ لیکن تاہم ان کا وجدان انہیں اس امر کے قریب لے آیا کہ تاریخ انسانی نے ایسی انقلابی کروٹ لی ہے اور ایسا عمرانی موقع پیدا ہوا جس کے لئے ایک عظیم الشان روحانی مصلح درکار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آنجہانی کا وجدان بہت قوی تھا اب ان کے ہمخیالوں کا فرض ہے کہ شاعر کے اس وجدان پر اس مصلح کو تلاش کریں۔ عین ممکن ہے کہ وہ مصلح پیدا ہو چکا ہو۔ عین ممکن کیا بلکہ امر واقع ہے کہ وہ مصلح پیدا ہو چکا ہے اور عین وقت پر پیدا ہوا ہے۔ جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جس کے کان سننے کے ہوں ایک منادی کرنے والے کی آواز کو سنے اور جس کی بصیرت تیز ہو محسوس کرے کہ مستقبل میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہونے کو ہے۔

ہمیں ڈاکٹر ٹیگور آنجہانی کی وفات پر ایک قلبی صدمہ ہے کیونکہ انہوں نے حضرت بانئے سلسلہ کی صداقت پر اپنے وجدان سے شہادت دی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے اپنی امیدیں کو مستقبل سے وابستہ کیا۔ وجدان میں ایسی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں دوسرے وہ سرزمین مشرق کے لئے مایہ ناز تھے اور ان کے اٹھ جانے کا ہر مشرقی کو افسوس ہے۔ اور ہم بھی اس افسوس میں شامل ہیں

فریضہ زکوٰۃ کے متعلق یاددہانی

فریضہ زکوٰۃ کے متعلق پہلے بھی اصحاب سلسلہ کی خدمت میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ دوست جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ وہ زکوٰۃ جلد ادا کریں۔ زکوٰۃ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے فتاوے بھی پیش کئے جا چکے ہیں اور وہ دوست جماعت کی سب تحریکات میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد درج اخبار ہو چکا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ اس قدر دیتے ہیں کہ آپ کے مال اللہ کی راہ میں وقف ہیں۔ لیکن زکوٰۃ فریضہ ہے اور اس کا بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے"

سو ہمارے مخلص دوستوں کو اس معاملہ میں تساہل اور تغافل سے ہرگز کام نہیں لینا چاہئے اور جتنی جلدی ہو سکے زکوٰۃ ادا کر دینا چاہئے۔ امید ہے اس ضمن میں دوبارہ یاددہانی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

تبلیغی ٹریننگ اور جماعت کے نوجوان

پیغام صلح کے گذشتہ پرچہ میں تبلیغی ٹریننگ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک نوٹ شائع ہوا ہے وہ سب نوجوانوں نے پڑھا ہوگا۔ اس سے پہلے بھی حضرت ممدوح کی طرف سے اخبار پیغام صلح میں یہ تحریک ہو چکی ہے اور پیغام صلح نے احباب سلسلہ کو کئی مرتبہ توجہ بھی دلائی ہے۔ اس تحریک پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو نو دس نوجوانوں کی طرف سے اطلاع آئی کہ وہ اس ٹریننگ کیلئے تیار ہیں۔ اس پر حضرت ممدوح نے دوبارہ تحریک فرمائی کہ کم از کم پندرہ سولہ نوجوان اس ٹریننگ کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ امید ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریک پر سلسلہ کے وہ نوجوان جن کے قلوب میں سلسلہ کی محبت اور غلبہ اسلام کیلئے ایک جوش ہے وہ بہت جلد اپنے نام اس تبلیغی ٹریننگ میں پیش کریں گے اور یکم ستمبر کو اس ٹریننگ کیلئے لاہور ضرور تشریف لائیں گے اور اپنے آنے کے متعلق اطلاع دیں گے تاکہ ان کے متعلق مناسب انتظام کیا جائے۔

مولوی محمد صدیق صاحب دینداد کا بیان

چند ماہ ہوئے مولوی محمد صدیق صاحب دیندار (مہتمم سیشن ورم) پر حیدر آباد دکن میں ایک مہدی پٹھان نے قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ جس سے مولوی صاحب مذکور شدید زخمی ہوئے۔ کئی ماہ کے علاج معالجہ سے اچھے ہوئے ہیں ـــــ ان کا مقدمہ عدالت سیشن میں چل رہا تھا اس کے متعلق تھوڑا عرصہ ہوا ان کا ایک بیان اخبارات میں شائع ہوا جس کا ایک اقتباس ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ دوران جرح میں مولوی صاحب مذکور نے اپنی تعلیم کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میری تعلیم میٹرک تک حیدر آباد میں ہوئی اور انگریزی، فارسی اور عربی تعلیم بھی حیدر آباد میں ہی ہوئی۔ اس کو تقویت دینے کے لئے پنجاب میں تعلیم پاتا رہا۔ ...... حدیث کی تعلیم لاہور میں زبدۃ الحکما مرزا خدا بخش کے پاس ہوئی۔ پورا قرآن کا درس مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے صدر احمدیہ انجمن سے لیا"

(روزنامہ رہبر دکن ۱۸ جولائی)

اپنے عقائد کے متعلق مولوی صدیق صاحب نے کہا۔

"میرے والدین سنی ہیں اور میں بھی سنت جماعت ہوں۔ فرقہ احمدیہ میں میں نے بیعت کی ہے۔

احمدی عقائد میں اب تک قائم ہوں۔ لیکن اس وقت قادیانی لوگ جو عقائد پھیلا رہے ہیں۔ ان پر قائم نہیں ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی تصنیفات میں جماعت سنت سے کہیں انحراف نہیں کیا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پیرو تھے اور اس کا اعلان دہلی کی جامع مسجد میں کیا ہے۔ انہوں نے اپنے اس اعلان میں یہ کہا کہ میں اللہ کو ایک جانتا ہوں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کو کافر کاذب اور دجال سمجھتا ہوں۔ مرزا صاحب نے اپنی دس ہزار صفحات کی کتابوں میں کہیں نہیں لکھا کہ ان کا دعوے نبوت کا ہے"

(روزنامہ رہبر دکن ۱۸ جولائی)

مذاکرہ علمیہ

ذکر الطیر فی القرآن

منطق الطیر

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

قسط نمبر ۲

طیر بمعنی پرندہ

گزشتہ تشریح کے بعد آیت زیر بحث وحشر لسلیمٰن جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون ٥ (النمل) کے معنے ہوئے کہ سلیمان کے حضور میں اس کی فوج جمع کی گئی۔ سرداران قوم اور ان کی متعلقہ فوج اور طیر اور وہ قواعد کے پابند تھے۔

اگر یہاں طیر کے وہی مشہور عوام معنے پرندے کے لئے جائیں تو لازمی بات ہے کہ یہ پرندے حضرت سلیمٰن کی فوج کا جزو تھے۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ فوج میں پرندے جس مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں وہ خبر رسانی ہے۔ کوئی لشکر کوئی فوج کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ان کے پاس ذریعہ خبر رسانی اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔ آج تو تار برقی اور بے تار کی تار برقی اور براڈ کاسٹ وغیرہ بہت سے ذرائع خبر رسانی کے نکل آئے ہیں لیکن اگلے زمانہ میں سب سے بڑا ذریعہ خبر رسانی کا فوج کے لئے پرندوں کا تھا۔ ہزارہا کی تعداد میں کبوتر پالے جاتے تھے اور انہیں ایسا سدھایا جاتا تھا کہ ان کے گلے میں جب کوئی چٹھی باندھ کر ملک کے کسی حصہ میں بھی انہیں چھوڑا جائے تو وہ سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے سیدھا اپنے اڈے کو آیا کرتا تھا۔ یہ ایک تحقیق شدہ امر ہے کہ کبوتر ۲۰۰ میل سے ۵۰۰ میل تک اُڑ سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس زمانہ میں جلد خبر پہنچانے کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اور یہ ذریعہ ایسا کامیاب ذریعہ تھا کہ آج جب قسم قسم کے ذرائع خبر رسانی کے نکل آئے ہیں۔ تار اور بے تار کی تار برقی وغیرہ وغیرہ۔ وہاں اب بھی کبوتر بحیثیت ایک خبر رسانی کے ذریعہ کے موجود ہے۔ آج بھی فوجوں میں کبوتر پالے جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ خبریں جلد سے جلد پہنچائی جاتی ہیں۔ قطب شمالی کی مہم میں کبوتر خبر لاتا رہا۔ نپولین کے خلاف واٹرلو میں انگریزوں کی کامیابی کی خبر سب سے پہلے کبوتر کے ہی ذریعہ انگلستان پہنچی تھی۔ آجکل بھی ہوا بازوں کے پاس کبوتر ہوتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے تباہ ہونے پر جب وہ پیراشوٹ کے ذریعہ نیچے اُترتے ہیں۔ اگر سمندر میں اترنا ہوا تو وہ ربڑ کی کشتی میں بیٹھ کر کبوتر کے گلے میں چٹھی باندھ کر اُڑا دیتے ہیں اور اس چٹھی میں اپنا ٹھیک ٹھیک پتہ لکھ دیتے ہیں۔ اس چٹھی کو پا کر کوئی جہاز ان کو سمندر میں سے نکالنے کے لئے آن موجود ہوتا ہے۔ بعض ایسے مقامات پر جہاں تار بھیجنے یا براڈ کاسٹ کرنے کا کوئی سامان نہیں ہوتا وہاں بھی کبوتر کام آتے ہیں۔ حضرت سلیمان ایک نہایت بیدار مغز شہنشاہ تھے انہوں نے جب لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا تو ان پرندوں کو بھی ساتھ ہی اکٹھا کیا گیا جن کا فوج کے ساتھ موجود ہونا ضروری تھا۔ فھم یوزعون بتاتا ہے کہ اگر وہ پرندے تھے تو نہایت عمدہ طریقہ پر سدھائے ہوئے تھے۔

طیر بمعنے اسکوٹس

طیر کے ایک اور معنے بھی ہیں اور وہ یہ کہ یہ لفظ کسی شخص کے بغیر پروں کے دوڑتے پھرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً طار علیٰ متن فرسہ کہ وہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اُڑ گیا یعنی بھاگ گیا۔ طرتُ الی کذا۔ میں ایسی چیز کی طرف دوڑا۔ طرتُ بکذا۔ میں ایسی چیز کے ساتھ دوڑا یا تیز تیز چلا۔ طار القوم۔ قوم تیز تیز چلی یا دوڑی **طاروا سراعًا**۔ وہ جلدی جلدی چلے گئے۔ (دیکھو عربی لغت مد القاموس) ہمارے ہاں اُردو میں بھی بولتے ہیں کہ میں وہاں سے اُڑا، جس کے معنے ہیں کہ دوڑتا ہوا چل دیا۔ پس **طیر ان گھوڑ** چڑھے سواروں کو بھی بولتے ہیں جو حکم کی تعمیل کیلئے ہر وقت طیار رہتے ہیں۔ اور حکم ملتے ہی طار علیٰ متن فرسہ گھوڑے کی پیٹھ پر اُڑے پھرتے ہیں۔ فوج سے ان کا تعلق یوں معلوم ہوتا کہ ہر فوج کے ساتھ کچھ ایسے گھوڑ چڑھے سوار ہوتے ہیں جو لشکر کے کوچ کے وقت آگے نکل جاتے ہیں اور لشکر کے پڑاؤ کیلئے مناسب جگہ تجویز کرتے ہیں۔ خشک اور بے آب و گیاہ ملکوں میں پانی کی تلاش میں نکل جاتے ہیں اور لشکر کے لئے پانی مہیا کرتے ہیں۔ سرحد کے قریب دشمن کے حالات خفیہ طور پر معلوم کر کے بادشاہ کو پہنچاتے ہیں اور ان کو تمام سیاسی معاملات سے باخبر رکھتے ہیں۔ ان کو آجکل کی اصطلاح میں Scouts اسکوٹس کہتے ہیں۔ ان کا وجود فوج کشی کے وقت بے انتہا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ لشکر کے اترنے کیلئے مناسب مقام اس کے لئے پانی کا انتظام اور دشمن کی نقل و حرکت اس کی طاقت اور اس کے حالات کا اگر بادشاہ کو پورا پورا علم نہ ہو تو وہ لشکر تو تباہ ہو جائے اور بغیر ان چیزوں کے دشمن پر فوج کشی کرنا تو خودکشی ہے۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ فوج میں اس قسم کے پھرتیلے سواروں کا ایک دستہ ہو جو ان تمام امور کا کما حقہٗ انتظام کرے اور دشمن کے حالات اور اس کی نقل و حرکت سے بادشاہ یا سپہ سالار کو پوری طرح باخبر رکھے۔ یہ اسکوٹس دشمن کے ملک اور اس کے حالات اور اس کی طاقت اور اس کی فوج کی نقل و حرکت سے جب اپنے بادشاہ کو خبر دیتے ہیں تو وہ خبر اگر کھلے لفظوں میں ہو تو خطرہ ہے کہ راز افشا ہو جائے اور وہ پکڑے جائیں اور پکڑے جائیں۔ بعض دفعہ ایسی خبریں ہوتی ہیں جن کا علم سوائے بادشاہ یا سپہ سالار کے کسی اور کو ہونا مناسب نہیں ہوتا۔ اور راز کے افشا ہو جانے پر سلطنت کے استحکام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس خبر رسانی کے لئے ایک نئی زبان اختراع کی جاتی ہے جس کو یا تو یہ اسکوٹس سمجھتے ہیں یا بادشاہ اور اس کے ذمہ دار افسر جو محکمہ خبر رسانی پر متعین ہوتے ہیں سمجھتے ہیں۔ دوسرا آدمی اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اسی زبان کو جو اسکوٹس سے مخصوص ہوتی ہے قرآن کریم میں منطق الطیر کہا گیا ہے یعنی طیر کی زبان۔ طیر سے مراد وہی اسکوٹس ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انتظام و استحکام سلطنت کیلئے دنیا میں سب سے پہلے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے اس قسم کا رستہ تجویز کیا جنہیں آجکل تو اسکوٹس کہا جاتا ہے لیکن حضرت داؤد نے انہیں نوجوان کے پھرتیلے اور دوڑ دھوپ کے کاموں کے طیر کا نام دیا جو اسکوٹس کی نسبت زیادہ پُرمعنی نام ہے۔ اور جو خاص زبان ان لوگوں کے لئے تجویز کی جس میں وہ خبریں اپنے بادشاہ یا ذمہ دار افسروں کو پہنچا دیں اس کا نام منطق الطیر رکھا۔ یعنی وہ زبان جو طیر یعنی اسکوٹس سے مخصوص ہے۔ اس زبان کو آج کل کی اصطلاح میں Cipher Code کہتے ہیں۔ سلطنت کے نظم و نسق اور استحکام کے لئے ایسے اعلیٰ درجہ کے انتظامات کے لئے ایسا دقیق علم اور فہم جناب الٰہی کی طرف سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو عطا ہونا خدا کا خاص فضل تھا۔ سلطنت اور سیاست میں ہزارہا سال کی ترقی علوم کے باوجود یورپ ان معاملات میں انہی کے نقش قدم پر چلنا اپنی سلطنتوں کی حفاظت اور استحکام کیلئے ضروری سمجھتا ہے۔ جس کی داغ بیل ان بزرگ نبیوں نے ڈالی تھی۔ آج طیر یعنی اسکوٹس کا ایک محکمہ قائم ہے اور تمام فوجی نقل و حرکت کا مدار اسی محکمہ پر ہے۔ اور ان کی زبان یعنی منطق الطیر میں ہی تمام کارروائی ہوتی ہے۔

طیر کے انسان ہونے پر ایک قرآنی دلیل

اس امر پر کہ طیر کا لفظ یہاں مجازاً انسانوں کے ہی ایک دستہ پر ان کی بعض خصوصیتوں کی وجہ سے بولا گیا ہے۔ قرآن شریف کی ایک اور آیت نہایت صفائی سے روشنی ڈالتی ہے۔ حضرت داؤد کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:- انا سخرنا الجبال معہٗ یسبحن بالعشی والاشراق ٥ والطیر محشورۃ ط کل لہٗ اواب ٥ (ص) ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ مسخر کر دیا تھا وہ تسبیح کرتے تھے شام اور دن چڑھے۔ اور پرندوں کو بھی۔ اور سب اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ یہاں حضرت داؤد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ اور وہ تسبیح یعنی داؤد اور پہاڑ خدا کی تسبیح کرتے تھے۔ علم ادب کا قاعدہ ہے کہ بعض دفعہ ظرف بولتے ہیں اور مظروف مراد لیتے ہیں جیسے فارسی میں شاعر کہتا ہے ؎

اے بخارا شاد باش و شاد زی
شاد سویت شادماں آید ہمے

یہاں بخارا کو مخاطب جو کیا ہے تو مراد اس سے اہل بخارا ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں کا مسخر ہونا اور ان کا خدا کی تسبیح کہنے سے مراد یہی ہے کہ پہاڑ کے لوگ حضرت داؤد کے فرمانبردار تھے اور نہ صرف فرمانبردار تھے بلکہ ان کے ساتھ خدا کی تسبیح بھی کرتے تھے۔ پہاڑوں کے مسخر ہونے کو خاص طور پر اسی لئے ذکر کیا کہ کسی سلطنت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ اس ملک کے

پہاڑوں پر حکومت کا قبضہ ہو اور پہاڑوں کے بسنے والے حکومت کے فرمانبردار ہوں، کیونکہ دشمن کے مقابلہ میں پہاڑوں سے بڑھ کر عمدہ مورچہ اور حفاظتی قلعہ ہو نہیں سکتا۔ اور پہاڑی لوگوں کی تسبیح کرنے کا ذکر اس لئے کیا کہ حضرت داؤد نے نہ صرف یہی کیا کہ پہاڑ کے لوگوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا بلکہ انہیں مذہبی رنگ میں بھی اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اس طرح ان کی روحانی تکمیل بھی ہوئی اور ہم مذہب ہونے کی وجہ سے انہیں جو ہمدردی اور اخلاص حضرت داؤد سے ہو سکتا تھا وہ اور کسی طرح ممکن نہ تھا۔ مسلمان عربوں نے اس سبق سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ وہ جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے گئے وہاں کا مذہب طریق معاشرت و تمدن۔ کلچر ہر چیز کو اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ گویا ہمیشہ کے لئے اس نے انہیں اپنا لیا۔ افسوس ہے کہ دوسری مسلمان قوموں نے ایسا نہیں کیا۔ اسی وجہ سے ٹرکی اور ہندوستان میں مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ دیکھیے تو یہی طریق آجکل یورپ برت رہا ہے کہ ہر جگہ یورپین کلچر اور خیالات کو رائج کرنے پر زور ہے۔ مسیحیت کے پھیلانے کے لئے بھی سلطنت جو پادریوں کو مدد دیتی ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسیحی مذہب اختیار کرنے کے بعد ان لوگوں کو لازماً مسیحی سلطنتوں سے ہمدردی پیدا ہو جائے گی۔ غرضیکہ حضرت داؤد نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے نہ صرف یہ کہ پہاڑوں پر قبضہ کیا بلکہ پہاڑ کے لوگوں کو مذہباً اپنا ہم خیال بنا کر ان سے رشتہ اخوت استوار کر لیا۔ اسی طرح حضرت داؤد نے طیر محشورہ کا انتظام کیا۔ اس کے معنے ہوئے پرندے اکٹھے کئے گئے۔ یا اسکاؤٹس اکٹھے کئے گئے یعنی ان کو ایک دستہ کی شکل میں اکٹھا کیا گیا تھا۔ گویا دوسرا انتظام استحکام سلطنت کے لئے یہ کیا کہ خبر رسانی کے ذرائع کی تکمیل کی۔ خبر رسانی کے لئے پرندے جمع کئے یا اسکاؤٹس جمع کئے۔ ان میں سے کونسی معنی یہاں اختیار کی جائے اس کے لئے اوّاب کا لفظ کافی ہے اوّاب توّاب کی طرح ہے۔ ترک معاصی کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے پر بولا جاتا ہے اور یہ صرف اُس جاندار سے مخصوص ہے جو ارادہ رکھتا ہو (مفردات امام راغب) یعنی سوائے انسان کے دوسرے جانداروں پر نہیں بولا جا سکتا۔ پس جب اوّاب صرف انسانوں کیلئے استعمال ہوتا ہے تو پھر جبال اور طیر کے لئے جو ارشاد فرمایا کہ کُلٌّ لَّہٗ اَوَّاب۔ سب خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ تو جبال اور طیر کے معنے سوائے انسانوں کے اور کچھ نہیں لئے جا سکتے۔ جبال سے مراد اہل جبال یعنی پہاڑ کے رہنے والے یا بڑے بڑے طاقتور انسان۔ اور طیر سے مراد اسکاؤٹس۔

ہُدہُد میرے اس خیال کی تائید کہ حضرت سلیمان کی فوج میں طیر یعنی اسکاؤٹس کا نام تھا تفاسیر سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان نے طیر کا جائزہ لیا تو ہُدہُد غائب تھا اور اس پر حضرت سلیمان کی خفگی اس وجہ سے بہت زیادہ ہوئی کہ لشکر کے لئے پانی تلاش کرنا اس کے فرائض میں سے تھا اور وہ غیر حاضر تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ فرائض کسی لشکر میں اسکاؤٹس کے ہی ہوا کرتے ہیں۔ نہ کہ ہُدہُد پرندے کے یہ تو محض ایک افسانہ پروری اور اعجوبہ پسندی ہے جو کہا جائے کہ ہُدہُد پرندہ لشکر کے لئے پانی تلاش کیا کرتا تھا۔ محض ہُدہُد کے نام سے تو کوئی انسان پرندہ نہیں بن جایا کرتا۔ لوگوں کے نام شیر اور باز اور مٹھو ہوتے ہیں اور کبھی کسی نے انہیں درندہ یا پرندہ نہیں سمجھا۔ عربوں میں اسد کا نام جس کے معنے شیر کے ہیں بہت عام تھا۔ انگریزی میں فاکس جس کے معنے لومڑ ہیں اور وُلف جس کے معنے بھیڑیئے کے ہیں عام نام ہوتے ہیں۔ ان ناموں سے کبھی ان نام رکھنے والوں کو درندہ نہیں سمجھا گیا۔ بائیبل میں اسلاطین باب ۱۱ میں ایک شخص ابن ہُدد کا ذکر ہے اور ہُدد اور ہدہد آپس میں بالکل ملتے جلتے نام ہیں۔ بلقیس ملکۂ سبا کے باپ کا نام ہدہاد تھا۔ اور لسان العرب میں ہے کہ ھدھد کو ھدا ھد بھی کہا جاتا ہے اور پھر لکھا ہے کہ ھدا ھد اور ھدد یمن کے قبیلے کا نام ہے۔ تو یہ کونسی عجیب بات ہے کہ حضرت سلیمان کے کسی افسر کا نام ہُدہُد تھا۔ یا وہ یمن کے قبیلہ ہُدہُد یا ہداہد سے تھا اور اسے ہُدہُد اس لئے کہا کہ جب ایک قوم میں سے کوئی اکیلا آدمی کسی دوسری قوم میں آن رہا ہو تو اس کی قومیت سے ہی پکارنا اس کی شناخت کے لئے کافی ہوتا ہے مثلاً بنگالیوں میں کوئی پٹھان جا کے نوکر ہو جائے تو اس کی شناخت کیلئے فقط اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ "وہ پٹھان کہاں گیا" اسی طرح بنی اسرائیل کی قوم میں یمن کے قبیلہ ہدہد یا ہداہد میں سے اگر کوئی شخص جا کر رہ پڑا اور وہاں افسر ہو گیا تو اسکی شناخت کے لئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ "وہ ہُدہُد کہاں چلا گیا"۔ بہرحال ہُدہُد اس شخص کا نام تھا یا اس کے قبیلہ کا نام تھا۔ طیر خواہ خبر رسانی والے پرندے تھے یا اسکاؤٹس تھے مگر ہُدہُد ضرور انسان تھا اور طیر کا ذمہ دار افسر تھا۔ اور ان کے جائزہ کے وقت اس کی موجودگی نہایت ضروری تھی۔ ورنہ حضرت سلیمان اتنے خفا نہ ہوتے اور بعد میں اُسے جو سفیر بنا کر ملکۂ سبا کے پاس بھیجا تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی معمولی اسکاؤٹ نہیں تھا بلکہ اُن کا ایک ذمہ دار افسر تھا۔

ہُدہُد پرندہ نہیں ہو سکتا رہا یہ سوال کہ ہُدہُد کے پرندہ ہونے کی نفی کا یقین کس طرح ہو تو اس کے لئے صرف آیت زیر بحث کو پڑھ لینا کافی ہے اور وہ یہ ہے۔

وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین ۝ لاعذبنہ عذابا شدیدا او لااذبحنہ اولیاتینی بسلطٰن مبین ۝ (النمل)، اور سلیمان نے پرندوں کو طلب کیا یا ان کا جائزہ لیا تو کہا کہ کیا بات ہے میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے قتل کر دوں گا۔ یا میرے پاس کوئی کھلی دلیل لائے یہاں سب سے پہلے یہ بات قابل توجہ ہے کہ غائبین جمع ذوی العقول کے لئے ہے اس لئے یہ امر یقینی ہو گیا کہ ہُدہُد ذوی العقول یعنی انسانوں میں سے تھا نہ کہ پرندوں میں سے جو غیر ذوی العقول ہیں۔ پھر ایک پرندہ غائب ہو گیا تھا تو اس پر حضرت سلیمان کا اسقدر غضبناک ہونا کہ میں اُسے سخت سزا دوں گا یا قتل کر دوں گا ورنہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ پیش کرے بالکل بے معنی بات ہے۔ اگر ہُدہُد کا کام پانی تلاش کرنا تھا اور وہ موجود نہ تھا تو اُن کے پاس دنیا بھر کے ہُدہُد اکٹھے ہوئے ہوئے ہوں گے۔ کسی اور ہُدہُد کو بلا کر پانی تلاش کروا لیتے۔ اور ایک بے عقل پرندہ کے اُڑ جانے پر یہ خفگی کہ میں اُسے سخت عذاب دوں گا یا قتل کر دوں گا اور پھر اس سے یہ توقع رکھنی کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کرے بالکل مہمل اور بے معنی باتیں ہیں۔ یہ تو ایک ذمہ دار افسر کی اس کے وقت پر حاضر نہ ہونے پر بجا خفگی ہے۔ غیر حاضری کی معقول وجہ پیش نہ کر سکنے پر اس کو سخت سزا یا قتل کی سزا دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ سبا کے ملک کا جسے آجکل یمن کہتے ہیں رہنے والا تھا۔ اور حضرت سلیمان کے ملک کی سرحدوں پر سبا کے لوگوں کی ہمیشہ ذلت [illegible] مچائے رکھنے کی وجہ سے حضرت سلیمان کو اس ملک پر [illegible] کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ ایسے موقعہ پر ہُدہُد جو یمن کے ملک کا ہی رہنے والا تھا مناسب سمجھا کہ یمن میں جو اس وقت دشمن کا ملک تھا جا کر وہاں کے حالات دریافت کرکے حضرت سلیمان کو خبر دوں۔ اور یہ اسکاؤٹس کا فرض ہوا کرتا ہے چونکہ وہ اسی ملک یمن کا رہنے والا تھا اور وہاں کی زبان جانتا تھا اس لئے وہ آسانی سے اس ملک میں جا کر ضروری چیزیں لا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اسی کام کو سرانجام دینے کے لئے خاموشی سے چلا گیا۔ حضرت سلیمان کو یہ شبہ ہوا کہ وہ اسی دشمن ملک کا رہنے والا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غداری کرکے اپنے وطن کو چلا گیا ہو اور وہاں جا کر ہمارے ملکی اور سیاسی حالات کو وہاں کے ذمہ دار حکام کے گوش گزار کرے۔ اسی غداری کے شبہ پر انہوں نے فرمایا کہ یا تو وہ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ پیش کرے ورنہ ہم اُسے سخت سزا دیں گے بلکہ قتل کر دیں گے یہاں بعض نادان ملا اذبحنہ کو لیکر بڑے ناز سے کہا کرتے ہیں کہ ذبح کرنا تو پرندے کے لئے ہوا کرتا ہے لیکن انہیں قرآن کریم کی وہ آیات یاد نہیں رہتیں۔ جہاں ذبح کرنا انسان کے لئے آیا ہے۔ مثلاً بنی اسرائیل کے ذکر میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم کہ فرعون کے لوگ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انی اری فی المنام انی اذبحک کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس ذبح انسان کو قتل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

ہُدہُد انسان تھا الغرض ہُدہُد انسان تھا اور حضرت سلیمان کے اسکاؤٹس کے دستہ کا ایک ذمہ دار انچارج افسر تھا۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوا تو اس نے جو کچھ یمن سے تحقیقات کرکے آیا تھا وہ سب حضرت سلیمان کی [illegible] میں عرض کیا۔ فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین ۝ (النمل) اُس نے عرض کی کہ میں وہ کچھ معلوم کرکے آیا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں اور میں [illegible] کے پاس یقینی اور معتبر خبر لایا ہوں۔ یہ بھی وہ اسکاؤٹس کی [illegible] جسے اس نے نہایت برمحل اور نہایت خوبصورتی سے ادا کیا۔ اس نے آ کر حضرت سلیمان کو بتایا کہ اس ملک کی بادشاہ ایک عورت ہے جس کے پاس بڑا ساز و سامان ہے جس میں ایک تخت بھی ہے جس کی شان و شوکت پر اُسے بڑا ناز ہے۔ [illegible] لوگ آفتاب پرست ہیں۔ اور پھر توحید پر ایک نہایت لطیف تقریر کی۔ جو سب قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہ عقل و شعور کی باتیں اور توحید پر تقریر کرنیوالا کوئی نہایت ہی صاحب فہم اور [illegible] انسان ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ایک بے عقل و شعور پرندہ [illegible] زمانہ میں نہ کوئی ڈاک کا انتظام تھا۔ نہ تار تھی۔ نہ اخبار تھے نہ ایک سلطنت سے دوسری سلطنت میں جانے کے لئے [illegible] پروانہ راہداری تھا نہ آپس میں مختلف ملکوں کے لوگ [illegible] چلتے تھے۔ اس لئے ہمسایہ ممالک بھی ایک دوسرے کے اندرونی حالات سے بالکل بے خبر ہوا کرتے تھے۔ [illegible] ضروری سمجھا کہ قبل اس کے کہ حضرت سلیمان [illegible] بادشاہ سے خط و کتابت کرکے یا اس پر فوج کشی کرکے [illegible] کو ختم کریں ہم اس ملک کے حالات اور سلطنت کے [illegible]

اور ان لوگوں کے مذہبی خیالات سے واقفیت حاصل کروں۔ اور حضرت سلیمان کو اس سے باخبر کردوں۔ اور اس نے اپنے فرض کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا۔ مگر حضرت سلیمان نے ایک بیدار مغز بادشاہ کی طرح محض ایک خبر لانے والے کی خبر کو اس وقت تک یقین کرلینا مناسب نہیں سمجھا جب تک کہ خط کتابت کے ذریعہ اس خبر کی تصدیق نہ ہوجائے۔ چنانچہ اسی ہدہد کو سفیر بنا کر بھیجا کیونکہ وہ اس ملک کی زبان سے اور رستوں سے واقف تھا۔ یاد رہے کہ یہاں ہدہد کی معتبری کا امتحان منظور نہ تھا۔ بلکہ اس خبر کی تصدیق کرنی منظور تھی جو وہ لایا تھا۔ حضرت سلیمان چاہتے تھے کہ جب تک ہدہد کی اِدھر اُدھر سے سُنی سنائی خبروں کی تصدیق خود ملکہ سبا کے دستخطی خط سے نہ ہوجائے تب تک کوئی فیصلہ کُن قدم نہ اُٹھایا جائے۔

منطق الطیر اسکوٹس کی خاص زبان تھی

الغرض طیر جو حضرت سلیمان کے لشکر میں تھے وہ یا تو خبر رسانی کے پرندے تھے جن کا افسر انچارج ہدہد تھا۔ اور یا زیادہ اغلب اور معقول یہ ہے کہ وہ اسکوٹس کا دستہ تھا جن میں ایک بڑا ذمہ دار افسر ہدہد تھا۔ اور جن کا کام یہ تھا کہ ہر وقت مستعد اور دوڑ دھوپ کے لئے تیار رہنا۔ اور لشکر کے لئے پانی اور پڑاؤ کا انتظام کرنا۔ اور اپنے اور ہمسایہ ملکوں کی خبروں کو معلوم کرکے اپنی حکومت کو خبردار کرتے رہنا۔ اور ان خبروں کو صیغۂ راز میں رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ ایک خاص زبان تجویز کی جاتی تا کہ غیروں کو حکومت کے رازوں کا علم نہ ہو۔ چنانچہ یہ خاص زبان منطق الطّیر کہلاتی تھی جس کے معنے ہوئے اسکوٹس کی زبان۔ جو لوگ سیاست سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کسی حکومت کے نظم و نسق اور اس کے استحکام اور اس کے فوجی نقل و حرکت کے لئے یہ زبان کس قدر ضروری چیز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے موجد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان تھے جنہیں خدا نے خاص فہم اور دانائی عطا فرمائی تھی۔ اور یہ بڑا فضل تھا جو ان پر تھا۔ اور اگر طیر سے مراد پرندے ہی ہوں تو پھر منطق الطیر وہ خاص زبان ہوئی جس میں پرندوں کے ذریعہ پیغامات بھیجے جایا کرتے ہوں گے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی پرندے کو پکڑ کر اس کے گلے سے خط اُتار لے۔ اور حکومت کے راز پر اطلاع پاجائے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کے لئے کوئی خاص زبان تجویز کی جاتی۔ جسے سوائے بھیجنے والے اور ذمہ وار حکام کے اور کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے۔ پس یہ زبان منطق الطیر کہلائی۔ کیونکہ پرندوں کے ذریعہ اسی زبان میں پیغامات بھیجے جاتے تھے۔

قرآن کریم کی طرز کلام پر خود ستائی کا اعتراض

اور اس کا جواب

(از جناب مولوی عبدالرحمن صاحب جالندھری)

دوسری قسط

قسط اول کا خلاصہ

اس مضمون کی پہلی قسط میں، جو کسی گذشتہ لائٹ میں شائع ہوئی ہے میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کی ہستی اور صفات انسان کے اعمال، عبادت، دعا، اخلاق، مسئلہ جزا سزا پر کامل بحث ہے انسان کا کمزور علم ان امور کو از خود نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کے علم کا دیا جانا ضروری ہے اگر اس میں ذرا بھی غلطی ہو تو سخت خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا علم صحیح صحیح اور ہر قسم کی غلطیوں سے پاک ہو ان میں نہ کوئی مبالغہ ہو نہ کوئی کمی۔

قرآن کریم و دیگر الہامی کتب میں فرق

قرآن کریم اور دوسرے مذاہب کی الہامی کتابوں میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر ایک کامل کتاب اور ہر قسم کی انسانی دستبرد سے محفوظ ہے۔ موخر الذکر وقتی ضرورت کو پورا کرتی تھیں۔ جن کے اندر ان کے پیرووں نے بے حد تحریف کردی ہے۔ اور ان میں عجیب قسم کا خلط ملط ہوگیا ہے۔ ان میں اب ہم کو صحیح ہدایت نہیں مل سکتی ہم کو مذکورہ بالا امور کا صحیح علم قرآن کریم ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر چلنے کی ضرورت

چونکہ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی صفات کے سمجھنے کے بغیر ہم سے صحیح اعمال سرزد نہیں ہوسکتے اس لئے ہم کو قرآن کریم کی تعلیم پر چلنے کی ضرورت ہے اس کو سمجھنے کے لئے ذیل کی مثال پر غور کریں:۔

ایک شخص سخت مصیبت میں گھرا ہوا ہے جس سے نکلنے کے لئے اس کو کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر خودکشی تک کے لئے تیار ہوتا ہے۔ ایسا شخص اگر قرآنی ہدایت کی طرف نہیں آتا تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے چنانچہ آئے دن کے خودکشی کے واقعات اس پر گواہ ہیں لیکن جب ایسا شخص قرآن پاک کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کو کامل علاج مل جاتا ہے۔ جب وہ قرآنی تعلیم کو دیکھتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پیدا کرنے والی ایک عظیم الشان ہستی ہے جو سخت مشکلات میں سے اس کو بچا سکتی ہے جس کے حضور مایوسی شرک ہے اس وقت اس کی مایوسی کی حالت بدل جاتی ہے اور ہمت امید اور استقلال پیدا ہوجاتے ہیں۔ ایک معترض شاید یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کا اس قسم کی تعلیم پیش کرنا خوستائی پر مبنی ہے۔ لیکن یہ خیال وہم ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسان کے اندر ہمت اور استقلال پیدا نہیں ہوسکتا۔ جب ایسے شخص کی مایوسی مبدل بامید ہوجاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کی باقی صفات کا علم اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ قرآن میں ایسے انسانوں اور قوموں کے حالات پڑھتا ہے جو سخت مصائب کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔ اور انتہائی بےکسی کی حالت میں خدا تعالےٰ نے ان کی رہنمائی کرکے مصائب سے رہائی دی اللہ تعالےٰ کی ان طاقتوں کا اس کو علم ہوتا ہے جو بڑے بڑے سرکش انسانوں کو ایک آن میں تباہ کرسکتا ہے اور کمزور سے کمزور انسانوں پر اپنے افضال کی بارش کرتا ہے ایک معترض شاید یہ خیال کرے کہ اس قسم کی عبارات خودستائی کا موجب ہیں لیکن یہ غلط خیال ہے۔

انسان اپنی کمزوری پر قیاس کرے کہ اگر اس کی طرف سے اس قسم کی عبارات ہوں تو وہ خودستائی کے اندر آسکتی ہیں کیونکہ انسان میں یہ اوصاف موجود نہیں لیکن جو ہستی واقعی ان اوصاف سے متصف ہے اور جس کے فضل و کرم کے بغیر ہم ایک قدم آگے نہیں اٹھا سکتے اس کی صفات کا اگر ہم کو صحیح علم نہ ہو تو ہمارے لئے ہلاکت کا سامنا ہے وہاں تو خودستائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ موٹی بات ہے کہ بغیر صفات الٰہی کے صحیح علم کے ہم سے اعمال سرزد نہیں ہوسکتے اس لئے ہم کو ان کا صحیح علم ہونا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ ہمارا خالق اور بے انتہا طاقتوں کا مالک ہے اس کی طرف سے صحیح بات کا پیش ہونا کسی حالت میں خودستائی میں شامل نہیں۔ وہ تو صحیح باتیں ہیں جن کا علم اگر انسان کو ٹھیک طور پر نہ دیا جاوے تو اس کے لئے ہلاکت کا سامنا ہے۔ باقی جتنے امور انسان کے اعمال، جزا سزا، اخلاق، دعا وغیرہ کے متعلق ہیں وہ سب اسی اصول کے تحت میں آتے ہیں۔

ایک اور مثال عرض ہے ایک انسان، اللہ تعالےٰ کو اپنا حقیقی معبود اور خالق مالک مانتا ہے۔ اس کے حضور کھڑا ہوتا ہے اس کو تمام نقائص سے پاک مانتا ہوا اس کی حمد و ثنا کرتا ہے اپنی انسانی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو بے انتہا رحم کرنے والا اور جزا سزا کے دن کا مالک کل مانتا ہے اس کے فضل و رحم کا طالب ہوتا ہے کسی شخص کے نزدیک شائد یہ خودستائی ہو لیکن ایسا خیال کرنا صریح غلطی ہے اگر انسان اپنے حقیقی معبود اور خالق کے حضور میں اس طریق سے نہ جھکے بلکہ اس کی بجائے کمزور الفاظ میں اپنے مالک کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرے تو اس کا کیا فائدہ ہوگا کیا وہ یہ کہے کہ اے میرے معبود تو ہے تو کمزور اور عظیم الشان طاقتوں سے بھی تو خالی ہی ہے۔ لیکن خیر میں تیرے حضور آتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا کلام مضحکہ انگیز ہوگا۔

اللہ تعالےٰ انسانی اعمال سے غنی ہے

یہاں یہ بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ اس طریق عمل سے اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات میں ایک ذرہ بھر بڑائی پیدا نہیں ہوتی بغیر انسانی عبادت کے ہر قسم کی عظمت اور بڑائی اس میں موجود ہے یہ طریق عبادت انسان ہی کے فائدہ کے لئے ہے جس سے اس کے اعمال اور اخلاق تیار ہوتے ہیں۔ واللّٰہ غنی عن العالمین

قرآن کریم میں جو آیات ان امور کے متعلق تصریح کیساتھ بیان ہوئی ہیں میں نے ان کو اس مضمون میں نقل نہیں کیا کیونکہ مضمون بہت لمبا ہو جاتا

ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کے متعلق تجویز

ٹرکش زلزلہ ریلیف فنڈ کا کچھ روپیہ ابھی تک انجمن کے پاس پڑا ہے جس کا اب وہاں بھیجنا ممکن نظر نہیں آتا۔ اگر اس روپیہ کو معطی صاحبان مسجد سرینگر کی تعمیر پر لگادینے کی اجازت دیں۔ تو بہت بڑے ثواب کا کام ہوگا۔ مذکورہ معطیان اپنی رائے سے انجمن کو مطلع فرمائیں۔ اگر ان معطیوں کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ اپنی اس رقم کو جو ٹرکش ریلیف فنڈ میں دی تھی مسجد سری نگر کی تعمیر کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی جاذبیت کا ایک واقعہ

قرآن کریم کی طرز کلام اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتی ہے جو سننے والوں پر زبردست اثر ڈالتی ہے۔ اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ کتاب مجدد اعظم صفحہ ۶۰۲ سے درج ذیل ہے :-

"۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ کی گورداسپور میں پیشی تھی۔ مگر ڈپٹی کمشنر صاحب کے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے مقدمہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء پر جا پڑا اور نئے ڈپٹی کمشنر مسٹر ڈوئی کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس مقدمہ کے دوران میں حضرت مرزا صاحبؑ کو پٹھانکوٹ اور دھاریوال بھی جانا پڑا۔ پٹھانکوٹ کے سفر کا ایک ایمان افروز واقعہ یہ ہے کہ اس سفر میں مولانا نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی وغیرہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور باہر سے بھی بہت سے احباب جمع ہو گئے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس مقام پر مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کا خیمہ لگا ہوا تھا اس کے نزدیک ہی ایک مکان میں حضرت مرزا صاحب جا کر قیام پذیر ہوئے راجہ غلام حیدر خاں صاحب جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کے دوران میں مسٹر ڈگلس کے مسلخواں تھے۔ ان دنوں وہ پٹھانکوٹ میں تحصیلدار تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے قیام کے اہتمام میں خاص حصہ لیا۔ حضرت مرزا صاحب کی جائے سکونت اور ڈپٹی کمشنر کے خیمہ کے درمیان میں ایک میدان تھا جہاں حضرت مرزا صاحب اور آپ کے احباب نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کا وقت تھا۔ مغرب کی نماز کیلئے حضرت اقدس میدان میں تشریف لائے اور مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی حسب معمول امام بنے۔ انہوں نے نماز میں جو قرآن پڑھنا شروع کیا۔ تو ان کی بلند مگر خوش الحان اور اثر سے ڈوبی ہوئی آواز مسٹر ڈوئی کے کان میں بھی پڑی۔ وہ اپنے خیمہ کے آگے آ کھڑے ہوئے اور ایک انہماک کے عالم میں کھڑے قرآن سنتے رہے۔ جب نماز ختم ہوئی تو صاحب نے راجہ غلام حیدر خاں صاحب تحصیلدار پٹھانکوٹ کو بلا کر پوچھا کہ آپ کی ان لوگوں سے واقفیت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کہا کہ میں نے ان لوگوں کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا ہے۔ میں اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ حد سے باہر ہے۔ اس قسم کا ترنم اور اثر میں نے کسی کلام میں نہیں سنا اور نہ کبھی محسوس کیا۔ کیا پھر بھی یہ نماز پڑھیں گے اور مجھے نزدیک سے سننے کا موقع دیں گے۔ راجہ غلام حیدر خاں صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کل ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ دوسرے وقت جب ہم نماز پڑھیں گے تو صاحب بہادر بے شک ہمارے پاس بیٹھ کر قرآن سنیں۔ چنانچہ اب کے دفعہ نماز کے وقت ایک کرسی قریب بچھا دی گئی اور صاحب بہادر آ کر اس پر بیٹھ گئے نماز شروع ہوئی اور مولوی عبد الکریم صاحب نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اور صاحب بہادر مسحور ہو کر جھومتے رہے۔ نماز کے بعد راجہ غلام حیدر خاں سے اس قرآن خوانی کی بڑی تعریف کی۔"

تہذیب پر ناز

ایک گروہ انسان اپنی تہذیب پر نازاں ہے اور خیال کرتا ہے کہ الہامی کتاب کی طرز عبارت بھی اس خود ساختہ تہذیب کے مطابق ہو یہ ایک غلط خیال ہے۔ اگر کوئی شخص۔ اس قسم کی عبارت پیش کرے جو انسانی نقطہ نگاہ سے تہذیب کو مد نظر رکھ کر لکھی جا سکتی ہو

لیکن یہ ایک بین حقیقت ہے کہ اس قسم کی عبارت بے معنی ہو گی فائدہ کی بجائے ہمارے لئے نقصان دہ ہو گی۔ انسانی تہذیب کا تو یہ حال ہے کہ اس کے لئے کوئی صحیح معیار نہیں۔ ایک وقت میں ایک چیز تہذیب کے اندر شامل سمجھی جاتی ہے اور دوسرے وقت تہذیب سے خارج۔ تیرھویں صدی عیسوی میں حبشہ کے بعض علاقوں میں بادشاہ کی تعظیم کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ سر اور کمر پر مٹی ڈال لی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک آدمی مٹی لئے ہمراہ رہتا تھا۔ جس وقت کسی نے بادشاہ کی تعظیم کرنی ہوتی۔ اس کی پگڑی اور کرتہ اتار کر اس کے سر اور کمر پر مٹی ڈال دی جاتی۔ انسانی تہذیب بہت سے تغیرات کے ماتحت چلتی ہے جس چیز کو آج ہم تہذیب میں شامل کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے برعکس ہوتا ہے۔ گذشتہ تہذیب اس وقت قابل مضحکہ ہے۔ اور اب موجودہ تہذیب کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔

گذشتہ تہذیب میں زیادہ تکلفات اور کچھ مبالغہ آمیزی قابل تعریف تھی۔ اب یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ سادہ اور صحیح صحیح بات کو بہتر سمجھا جاتا ہے

ہر قوم کا طریق بیان الگ ہے

ہر ایک زمانہ کی ہر ایک قوم کی اور ہر ایک ملک کی تہذیب اور طریق کلام الگ الگ ہے۔ اس کے علاوہ انسانوں کی اپنی تحریروں کی طرز میں فرق ہوتا ہے۔ ایک قانون کی کتاب کی طرز تحریر دوسری عام کتابوں سے مختلف ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ اپنی حکومت کی وسعت اور طاقت وغیرہ کے متعلق کچھ لکھتا ہے۔ تو اس کی طرز تحریر مختلف ہوتی ہے۔ الغرض ہر ایک تحریر کی طرز انسانی ضرورت کے مطابق اختیار کی جاتی ہے۔ جب انسانی طرز تحریر کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرز کلام تو اس کی شان اور عظمت اور اس کی خالقانہ صفت کے مطابق ہونی چاہئے۔ اس کو انسانی تہذیب کے معیار پر پرکھنا ایک بے معنی بات ہے۔

کلام حضرت مسیح موعودؑ

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا نہیں ثانی کوئی ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

(بقیہ صفحہ ۲)

ہیں۔ محض اس خوف سے کہ پھر دوسرے مسلمان ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہم قرآن کریم کے حکم تواصوا بالحق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ بھی کچھ عجیب سا خیال ہے۔ کہ پھر مسلمان ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان کی مخالفت میں کون سی کسر باقی رہ گئی ہے جسے اب پورا کیا جائے گا اور جس کا ہمیں خوف ہونا چاہئے۔ باقی رہا یہ کہ ہم تبلیغ یوں کریں یا یوں کریں، یہ راستہ تو وہ شخص بھی بتا چکا جس نے ہمیں اس راہ پر لگایا۔ ہم بھی اسی طرح جمود کی حالت میں پڑے تھے جس طرح آج عام مسلمان ہیں۔ ہمارے دلوں میں یہ بات پیدا ہی نہ ہوتی تھی کہ اسلام کے غلبہ کا وقت آ گیا۔ اسی مجدد نے پیدا کیا۔ اسی نے اس جماعت کے اندر وہ قربانی کی روح پیدا کی کہ انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو اس راہ پر لگا دیا۔ اور اب تو خدا کے فضل سے ہم اس کے نتائج بھی دیکھ چکے ہیں۔ پھر کس طرح اس راہ کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ کو اختیار کر سکتے ہیں؟ یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کی اہمیت کا احساس ہی نہیں رہا۔ ورنہ اس کھلی بات کو دیکھ کر کہ کس طرح آج ایک جماعت محض ایک مجدد کے دامن سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اسی ایمان سے سرشار ہو کر اسلام دنیا میں غالب آنے والا ہے۔ پیغام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا رہی ہے۔ اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کر رہی ہے۔ اور کس طرح دوسرے مسلمان اس کام سے بیگانہ ہو رہے ہیں۔ نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا کہ واقعی خدائی روح اس کے اندر کام کر رہی تھی۔ اور اسی کے دامن سے وابستگی اسی ایمان کو ہمارے اندر بھی پیدا کر سکتی ہے۔ قریشی صاحب کو چاہئے تھا کہ مسلمانوں کو ابھارتے کہ اٹھو اور تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو اپنی زندگیوں کا مقصد بناتے ہوئے اسلام کے پیغام کو ساری دنیا میں پہنچا دو۔ اگر پانچ ہزار کی ایک گمراہ جماعت ستائیس سال کے عرصہ میں اس قدر اسلام کا غلغلہ دنیا میں بلند کر سکتی ہے تو تم چالیس کروڑ صحیح عقیدے رکھنے والے مسلمان اس سے دس ہزار گنا کام کیوں نہیں کر سکتے؟ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ آج دنیا کی کوئی زبان باقی نہ ہو۔ جس میں قرآن شریف کا اور سیرت نبوی کا اور تعلیمات اسلام کا ترجمہ نہ ہو گیا ہو اور کوئی شہر باقی نہ ہو۔ جہاں آج مسجدیں کر اللہ اکبر کی آواز بلند نہ ہو۔ اور کوئی قریہ باقی نہ ہو۔ جہاں اسلام کی منادی اسلام کی خوشبو لوگوں کو نہ پہنچا رہے ہوں۔ اور اگر تم باوجود بار بار کہنے کے اس کام کی اہلیت دکھانے سے قاصر ہو۔ تو جاؤ پھر ان گمراہ لوگوں کے ساتھ ہی مل جاؤ۔ تاکہ تمہارے وجود سے اسلام کو کچھ نفع تو پہنچے۔ اگر قریشی صاحب کی اس نصیحت سے چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے پانچ ہزار اور ہماری طرح گمراہ ہو کر پیغام اسلام کو دنیا میں پہنچانے کی راہ پالیں۔ تو اس سے چالیس کروڑ کا تو کچھ نقصان نہ ہو گا۔ دس ہزار کم چالیس کروڑ میں اور چالیس کروڑ میں کوئی چنداں فرق نہیں لیکن دین اسلام کی خدمت کا کام دو چند ہو جائے گا اور ہم امید رکھتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح گمراہ بنانے مگر بالآخر صحیح راہ پر لگانے کا ثواب قریشی صاحب کو بھی مل جائے گا۔ کیونکہ خدا جانے گا۔ تو یہ جس قدر گمراہ ہوں گے۔ اس سے کہیں زیادہ لوگوں کو اسلام میں لانے کا موجب بھی بن جائیں گے۔

خاکسار
محمد علی

ڈلہوزی ۵ راگست ۱۹۳۱ء

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کا پانچواں اجلاس

(از جناب اصغر علی صاحب سیکرٹری)

آج مورخہ ۱۹۴۱ء کو بعد نماز مغرب ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کی پانچویں مجلس زیر صدارت پروفیسر شیخ محمد ناصر صاحب منعقد ہوئی بابو عبدالرحمٰن صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ اس کے بعد بابو فضل حق صاحب نے اپنا مضمون "نماز کیا ہے؟" پڑھا۔ آپ نے فرمایا انسان کی زندگی کا معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور میں گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ جس طرح ایک بچہ ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور ماں کی محبت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح خدا کے حضور میں گڑگڑانے والا اپنے آپ کو اس کی ربوبیت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ بعض لوگ نماز تیزی سے ادا کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ جو وقت خدا تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کیلئے ملا تھا اس کو رسم کے طور پر جلد جلد ختم کر دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد لمبی چوڑی دعائیں اور وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں لہذا چاہیئے کہ نماز میں دعا مانگو نماز کو دعا کا ایک وسیلہ سمجھو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نماز ہی میں نجات ہے اس لئے نمازی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس کا دل ہر قسم کے وساوس سے پاک ہو۔ کیونکہ یہ ضروری امر ہے کہ جس گھر میں پاک پروردگار کو ملتا ہے اسے پاکیزہ ہونا چاہیئے

باجلاس خان محمد سرفراز خاں ایم ایس سی ایل ایل بی سب جج صاحب بہادر لوہالائی وژاب

بمقدمہ رائے بہادر سیٹھ ڈانڈومل ٹھیکیدار ساکنہ حال بازار فورٹ سنڈیمن مدعی بنام منشی رام ساہنی بریگیڈ لالہ کرپا رام ٹھیکیدار فورٹ سنڈیمن

دعویٰ ۷۰/-۱ (رسماً معہ)

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا۔ اس لئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۲۱ راگست ۱۹۴۱ء بوقت ۸ بجے صبح بمقام فورٹ سنڈیمن اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا تو بموجب آرڈر ۹ قاعدہ ۶ مجموعہ ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آوے گی

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۷ راگست ۱۹۴۱ء جاری ہوا

دستخط حاکم (مہر عدالت)

نیویارک ۹ راگست۔ بوجرمنی کے طیارہ ساز کارخانوں کی ہڑتال پہلے سے شدید ہو گئی ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ دو ہزار کاریگروں نے کام بند کر دیا ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ اجرتیں بڑھائی جائیں۔

لندن ۹ راگست۔ قاہرہ سے اطلاع ملی ہے کہ آج سویز پر بمباری ہوئی جس سے ۱۱ اشخاص ہلاک ہوئے۔ سکندریہ اور سویز سے شہری آبادی کا اخراج ہو رہا ہے اور برطانوی فوجیں ان لوگوں کی پوری امداد کر رہی ہیں۔

رفتار عالم

لندن ۸ راگست۔ لندن میں بیان کیا گیا ہے کہ جرمن فوجیں اوڈیسا کی طرف بڑھ رہی ہیں اور بحیرہ اسود کی یہ مشہور بندرگاہ خطرے میں پڑ گئی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمنوں نے اوڈیسا۔ کیف ریلوے لائن کو کاٹ دیا ہے اور اگر جرمن فوجیں آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئیں تو اوڈیسا کی روسی فوج کے لئے رسد اور کمک نہیں پہنچ سکے گی جرمنوں کا بیان ہے کہ انہوں نے کیف سے ۱۰ امیل کے فاصلے پر روس کی چالیس ہزار فوج کو قید کر لیا ہے۔ محبوسین میں روس کی چھٹی فوج کا کمانڈر بھی شامل ہے۔ جرمن اور رومانوی فوجیں ڈنیسٹر سے شمال کی طرف بڑھ رہی ہیں اور اس علاقے کی روسی فوج گھر جانے والی ہے

قاہرہ ۸ راگست۔ مصر کے سرکاری اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ کل رات جرمن طیاروں نے اسکندریہ پر حملہ کیا جس سے ۱۳ اشخاص ہلاک اور ۳۴ مجروح ہوئے۔ عوام کی جائداد کو بھی معمولی سا نقصان پہنچا۔

سائپرس کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ کل جرمن طیاروں نے سائپرس کے بعض حصوں پر حملہ کیا۔ ساحلی مقامات پر متعدد بم گرے نقصان کا اندازہ معمولی ہے۔ قاہرہ میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کل پھر دشمن کے طیاروں نے مالٹا پر بمباری کرنے کی کوشش کی تھی۔ دشمن کا ایک طیارہ گرا لیا گیا ہے۔ برطانوی طیارے لیبیا میں دشمن کے اہم اڈوں پر بمباری کر رہے ہیں۔

لندن ۸ راگست۔ بی۔ بی۔ سی کے نامہ نگار خصوصی نے انقرہ ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سفیر جرمنی متعین طہران نے حکومت جرمنی کا نوٹ حکومت ایران کے پیش کر دیا ہے۔ نوٹ میں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر حکومت ایران نے روس اور برطانیہ کے دباؤ سے متاثر ہو کر ایران کے ۲۵۰۰ جرمنوں کو نکالنے کا حکم صادر کر دیا تو حکومت جرمنی ایران سے سفارتی تعلقات منقطع کرے گی۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حکومت ایران کی طرف سے کیا جواب دیا گیا ہے۔

لندن ۸ راگست۔ روس کے سرکاری اعلان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت تک جرمنوں اور روسیوں کو کتنا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ اعلان میں مرقوم ہے کہ ۶ ہفتے میں ۱۵ لاکھ جرمن ہلاک مجروح و محبوس ہوئے۔ اس کے خلاف ۶ لاکھ روسی ہلاک، مجروح و محبوس ہوئے۔ جرمنوں کے ۶۰۰۰ ٹینک ۸۰۰۰ توپیں اور ۶۰۰۰ ہوائی جہاز برباد ہوئے۔ جس کے مقابلے میں روسیوں کی ۷۰۰۰ توپیں ۵ ہزار ٹینک اور ۴ ہزار طیارے ضائع ہوئے۔ جرمن کہتے ہیں کہ انہوں نے ۹ لاکھ روسیوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج جس علاقے پر قبضہ کرتی ہے۔ وہاں کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بھی قیدیوں میں شامل کر لیتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو جرمن کمانڈر گرفتار شدہ روسیوں کی تعداد میں لاکھوں کا اور اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔

لندن ۹ راگست۔ لندن میں اطلاع ملی ہے کہ گذشتہ چند دنوں میں ایک لاکھ جاپانی سپاہ مانچوکو پہنچ ہے۔ اس سے پیشتر بھی ۲ لاکھ جاپانی سپاہ مانچوکو میں موجود تھی۔

لندن ۹ راگست۔ روس کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ لینن گراڈ، کیکس ہام، سمولنسک، استھونیا اور یوکرین کے محاذوں پر شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ مگر روس کے سرکاری اعلان میں کسی لڑائی کی تفصیل نہیں دی گئی۔ کل جرمنوں نے اعلان کیا تھا۔ کہ انہیں یوکرین میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جرمنوں کے آج کے اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ انہیں یوکرین میں روسیوں کے تین بڑے فوجی دستوں کو تباہ کر دیا ہے۔ ایک لاکھ سے زائد روسیوں کو قید کر لیا ہے

لندن ۹ راگست۔ جرمنی اور روس کی لڑائی کو سات ہفتے ہو گئے ہیں۔ اس وقت تک جرمن فوجیں یورپی روس کا صرف دسواں حصہ فتح کر سکی ہیں۔ یعنی اگر یورپی روس کے دس حصے کر دیئے جائیں ان میں سے ایک حصہ جرمنوں کے ہاتھ آیا ہے۔ مگر مندرجہ بالا اعداد و شمار میں یورپ کا وہ علاقہ بھی شامل ہے۔ جس پر روس نے ۱۹۳۹ء کے عہد نامے کے مطابق قبضہ کیا تھا۔

لندن ۹ راگست۔ مشرقی ایشیا میں جاپان کا مقابلہ کرنے کیلئے زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں۔ رائٹر کا نامہ نگار برما سے اطلاع دیتا ہے کہ برما دفاعی تدابیر میں سلطنت برطانیہ کے دوسرے مشرقی علاقوں سے ہرگز کم نہیں۔ برما میں فوجیں جولائی گئی ہیں۔ وہ جاپان کے مقابلے کیلئے بالکل آمادہ ہیں۔ ایک فوجی افسر نے نامہ نگار کو بتایا کہ برطانوی فوج جاپانی فوج کا سر کچلنے کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔

— پریذیڈنٹ روزویلٹ آجکل ایک پراسرار سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ اور برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ونسٹن چرچل کسی نامعلوم مقام کو روانہ ہو گئے ہیں۔ مبصرین کا بیان ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ اور مسٹر چرچل اہم مسائل پر تبادلہ خیالات کرنے کے لئے اپنے اپنے صدر مقام سے نکلے ہیں۔

— اخباروں میں اعلان ہوا ہے کہ نواب صاحب چھتاری حیدر آباد کونسل کے صدر اعظم مقرر ہوئے ہیں اور اپنے عہدے کا چارج ستمبر ۱۹۴۱ء میں لیں گے۔

سٹاک ہالم ۱۰ راگست۔ بی۔ بی۔ سی کے مطابق فنی ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ فنی فوجوں نے جھیل لڈوگا کے محاذ پر دشمن کے مورچوں کو توڑ دیا اور کئی میل آگے نکل گئے۔ دشمن کے کئی ڈویژنوں کو باقی فوج سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ روسی فوجوں کا محاصرہ مکمل کر کے انہیں تباہ کیا جا رہا ہے۔ جرمن ہائی کمان کا اعلان مظہر ہے کہ لڑائی سکیم کے مطابق جاری ہے۔ سنیچر کی رات کو ماسکو پر بمباری کی گئی جس سے متعدد مقامات پر آگ بھڑک اٹھی۔ مشرقی محاذ پر اب تک دس ہزار روسی ہوائی جہازوں کو تباہ کیا جا چکا ہے۔ انقرہ ریڈیو کا کہنا ہے۔ جرمنوں نے دعویٰ کیا ہے کہ مشرقی محاذ پر اب تک ستر لاکھ روسی سپاہیوں کا نقصان ہو چکا ہے۔

لندن ۱۰ راگست۔ مسٹر منزیز نے اپنا دورہ منسوخ کر دیا ہے اور کل آسٹریلیا کی جنگی وزارت کا ہنگامی اجلاس بلایا ہے ایک بیان میں آپ نے کہا۔ صورت حال نازک ہے اور بحر الکاہل میں جنگ اور امن کا انحصار جاپان پر ہے۔ بنکاک کی اطلاع مظہر ہے کہ سیام کے وزراء میں اہم کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔

ہم جماعت قادیان کے علماء اور صحیفہ نگاروں اور مصنفین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے دربارہ نبوت منسوخ ہیں؟

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ظاہر پرست واعظین اور حقانی ریفارمر میں فرق!

پس جب ایک مجمع کثیر سننے والا ہوا اور اس میں ہر ایک مذاق اور درجہ کے لوگ موجود ہوں تو خدا کی طرف آنکھ کھلی نہیں ہوتی۔ اِلّا ماشاء اللہ مقصود یہی ہوتا ہے کہ سننے والے واہ واہ کریں، تالیاں بجائیں اور چیزیں دیں۔ غرض یہ حصہ شیطان کا واعظ یا بولنے والے میں ہوتا ہے اور سامعین میں شیطانی حصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بولنے والے کی فصاحت و بلاغت، زبان پر پوری حکومت اور زور الکلامی، برمحل اشعار، کہانیوں اور ہنسانے والے لطیفوں کو پسند کریں اور داد دیں تاکہ سخن فہم ثابت ہوں۔ گویا ان کا مقصود بجائے خود خدا سے دور رہتا ہے اور بولنے والے کا الگ وہ بولتا ہے مگر خدا کے لئے نہیں اور یہ سنتے ہیں۔ مگر ان باتوں کو دل میں جگہ نہیں دیتے اس لئے کہ وہ خدا کیلئے نہیں سنتے صحیح کے اثر کی علامت یہ ہے کہ جب ربانی واعظ اور حقانی ریفارمر بولتا ہے تو وہ اپنے وعظ میں سامعین کو کالعدم سمجھتا ہے۔ اور پیغام رساں ہو کر باتیں پہنچاتا ہے ایسی صورت میں روح میں ایک گدازش پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ پانی کے ایک آبشار کی طرح جو پہاڑ کے بلند کراڑے سے نشیب کی طرف گرتا ہے۔ بے اختیار ہو کر گرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف بہتی ہے اور اس بہاؤ میں وہ ایک ایسی لذت اور سرور محسوس کرتی ہے جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ پس وہ اپنے بیان اور اپنی تقریر میں وجہ اللہ کو دیکھتا ہے۔ سامعین کی اسے پروا ہی نہیں ہوتی کہ وہ سن کر کیا کہیں گے اس کو ایک اللہ کی طرف سے ایک اور لذت آتی ہے اور اندر ہی اندر خوش ہوتا ہے کہ میں اپنے مالک اور حکمران کے حکم اور پیغام کو پہنچا رہا ہوں۔ اس پیغام رسانی میں جو مشکلات اور تکالیف اسے پیش آتی ہیں۔ وہ بھی اس کیلئے محسوس اللذت اور مدرک الحلاوت ہوتی ہیں۔

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء)

مسجد سرینگر

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

اس کیلئے میں پہلے تحریک کر چکا ہوں چونکہ وقت پر تکمیل عمارت کیلئے یہ ضروری ہے کہ آخر اگست تک یا شروع ستمبر میں روپیہ جماعت سرینگر کو بھیجا جا سکے اس لئے سب جماعتوں کو چاہئے کہ ۲۲ اگست کے جمعہ میں اس کیلئے خاص طور پر تحریک کریں اور اس میں حتی الوسع سب احباب حصہ لیں گو ایک ایک دو دو روپے سے ہی ہو۔ ہاں ذی ثروت احباب کو اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ایک آدمی ہی اس کی تکمیل کرا سکتا ہے بہرحال ۲۲ اگست کے خطبہ یا بعد نماز میری اصل تحریک کو جو ۳۰ جولائی کے پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے سب احباب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور جو کچھ چندہ ہو سکے اسے فوراً دفتر مرکز میں بھجوا دیا جائے یا زیادہ سے زیادہ شروع ستمبر میں ہر جماعت ساتھ بھجوا دیا جائے

(محمد علی)

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(۱) اشرافت احمد صاحب ضلع لاہور (۲) محمد فتح اللہ صاحب ...
(۳) سراج دین صاحب " (۴) شہاب الدین صاحب
(۵) مشتاق احمد صاحب سرینگر کشمیر (۶) غلام مصطفےٰ صاحب ...
(۷) علی محمد صاحب " (۸) غلام محمد صاحب ...
(۹) حبیب اللہ صاحب پٹواری " (۱۰) عبد العزیز صاحب
(۱۱) ... شبان صاحب " (۱۲) محمد یوسف صاحب
(۱۳) غلام ... صاحب " (۱۴) ... اللہ ...

امسال تبلیغی پروگرام اور تبلیغی ٹریننگ لازم و ملزوم ہیں نوجوان دوست تبلیغی ٹریننگ کیلئے حضور ... لاہور

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۳ رجب سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵

تبلیغی پروگرام کیلئے تبلیغی ٹریننگ کی ضرورت

سلسلہ کے مجاہد نوجوان تبلیغی ٹریننگ کیلئے یکم ستمبر کو ضرور مرکز میں تشریف لائیں

دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا پروگرام

اس سال کے شروع میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا پروگرام احباب سلسلہ کے سامنے پیش کیا۔ پیغام صلح نے بار بار اس پروگرام کی اجتماعی افادیت اور تبلیغی اہمیت کی طرف احباب سلسلہ کی توجہ مبذول کرائی۔ جماعت کے جملہ حلقوں نے اس مذکورہ پروگرام کی اہمیت کو سمجھا اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سال گذشتہ سالوں کی نسبت زیادہ لوگ جماعت میں شامل ہوئے اور ہماری سرگرمی کو بیرونی حلقوں میں محسوس بھی کیا گیا۔ لیکن ابھی ہمارے نزدیک جماعت میں وہ جوش اور تبلیغی حرارت نہیں پیدا ہوئی۔ جو کہ درکار ہے۔ اور اس سلسلہ کے شایانِ شان ہے۔ ابھی اس جوش اور حرارت کو پیدا کرنے کے لئے ایک زبردست جدوجہد کی ضرورت ہے۔

انفرادی تبلیغ کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ کئی سالوں سے احباب سلسلہ نے انفرادی تبلیغ کو چھوڑا ہوا تھا اور صرف اپنی جلسوں اور مباحثوں کو ہی تبلیغی لحاظ سے مفید سمجھا ہوا تھا۔ جو گاہے گاہے بعض مخصوص صورت حالات پیدا ہونے کی وجہ سے منعقد ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس تبلیغ کے لئے جس کا مقصد لوگوں کو وسیع پیمانہ پر کسی حلقہ اور جماعت میں شامل کرنا ہو۔ صرف یہ مذکورہ مباحثے اور جلسے ہی کافی نہیں ہوا کرتے۔ اس کے لئے تو ہر فرد میں اس جوش اور خروش کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جو کبھی ٹھنڈا نہ ہو۔ ایسی ہمت درکار ہے جو کبھی پست نہ ہو۔ اور ایسا عزم چاہئے جو راسخ اور پختہ ہو۔ ورنہ سطحی اور ہنگامی کام چنداں نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتے۔

تبلیغی ٹریننگ

اس کے علاوہ ہمت کی بلندی اور عزم کی پختگی کیلئے تبلیغی ٹریننگ بھی درکار ہے۔ ایک غیر منظم اور غیر تربیت یافتہ فوج کی نسبت منظم اور تربیت یافتہ فوج زیادہ کارہائے نمایاں کر سکتی ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ایک اعلان

چنانچہ اس تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچانے کیلئے اور تبلیغی پروگرام کو جماعت میں مستقل تحریک بنانے کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت کے نوجوانوں کے لئے تبلیغی ٹریننگ کا انتظام فرمایا۔ چنانچہ حضرت ممدوح کی طرف سے ایک اعلان اخبار پیغام صلح مؤرخہ ۱۲؍ جون ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے۔

"میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اپنی اپنی جگہ پر تبلیغ کے کام میں لگ جائیں۔ اس غرض کے لئے اگر وہ اصحاب جو کہیں ملازم ہیں۔ تین یا چار ماہ کے لئے رخصت لیکر لاہور آجائیں۔ تو انہیں تبلیغ کے لئے خاص طور پر تیار کر دیا جائیگا یہ انتظام چار ماہ کے لئے یکم ستمبر سے آخر دسمبر تک کر دیا جائے گا۔ اس لئے جن دوستوں کا یہ ارادہ ہو۔ ابھی سے رخصت کا انتظام کریں۔ اور مجھے بھی اطلاع دیں۔ وہ لاہور کے قیام میں انجمن کے مہمان ہونگے"

محمد علی

پیغام صلح کی یاد دہانیاں

حضرت ممدوح کے اس مندرجہ بالا ارشاد کی طرف پیغام صلح نے احباب جماعت کو متعدد دفعہ توجہ دلائی۔ اور اس کی اہمیت کو واضح کیا۔ چنانچہ ان متعدد یاددہانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ نو دس نوجوانوں نے اپنے نام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ لیکن یہ تعداد بھی خاطرخواہ نہیں چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

"ہر جماعت کوشش کرے کہ ایک نوجوان اپنی طرف سے بھجوا دے"

تبلیغ اور ٹریننگ

سب جماعتوں کو حضرت ممدوح کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے یکم ستمبر کو نوجوانوں کو تبلیغی ٹریننگ کیلئے مرکز میں بھجوا دینا چاہئے۔ تاکہ وہ چار ماہ کی تبلیغی ٹریننگ حاصل کر کے تبلیغی پروگرام کو زیادہ قوت اور جوش کے ساتھ عملی جامہ پہنا سکیں۔ ہم تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں نہایت وثوق سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بغیر ٹریننگ کے حسن طور پر تبلیغ ہونا ممکن نہیں تبلیغ کیلئے ٹریننگ اشد ضروری ہے۔ ہماری جماعت کوئی ہنگامی جماعت نہیں کہ وہ ہنگامی طور پر ایک چیز کو سامنے رکھے اور ایک عارضی جوش کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے ترک کر دے خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت ایک مامور من اللہ کی تیار کردہ جماعت ہے۔ جس کا خمیر مستقل مزاجی۔ ایمانی قوت اور اولوالعزمی سے اٹھایا گیا ہے۔ یہ جماعت جس کام کو ہاتھ ڈالتی ہے۔ اسے عملی جامہ پہنا کر چھوڑتی ہے۔ ایک طریقہ اور قرینہ سے اسے بروئے کار لاتی ہے۔ اس وقت اس جماعت کے سامنے تبلیغی پروگرام ہے۔ یہ جماعت اپنے سواد اور حلقہ کو وسیع اور مضبوط کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ اس الٰہی سلسلہ کی طاقت اور سطوت مرورِ زمانہ کی حریف ہو سکے اور اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام ہمیشہ جاری رہ سکے۔ حتیٰ کہ دنیا میں غلبہ اسلام ہو۔

کون دوست ایسا ہے؟

سو وہ کونسا احمدی نوجوان ہے۔ جس کے قلب میں ان مذکورہ مقاصد کو عمل میں لانے کا جوش نہیں ہے۔ کون شخص ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ جماعت مضبوط ہو؟ کون نوجوان دوست ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ باقی مسلمان بھی حضرت امام عصر مجدد کے دامن سے وابستہ ہوں؟ کون احمدی نوجوان ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ بالآخر اس جماعت حقہ کے ذریعہ دنیا میں غلبۂ اسلام ہو؟ ہمارے خیال میں ہماری جماعت میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک نوجوان بھی ایسا نہ ہوگا جس کا قلب ایسی ایمانی فرومائیگی کا آئینہ دار ہو۔ ہماری جماعت کے سب نوجوان زندہ ہیں اور ان کا دامن ایمان اور ایقان کی دولت سے بھرا ہوا ہے۔ سو ان نوجوان دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے جو ایک دورِ جدید اور نظامِ جدید کے معمار ہیں کہ وہ اپنی ان خدمات کا جائزہ لیں اور اپنی زندگیوں کا کچھ حصہ اعلائے کلمۃ الحق کیلئے وقف کریں اور دین و دنیا کی فلاح اور بہبودی کا سودا کریں اور جریدۂ عالم پر اپنا نام روشن الفاظ میں ثبت کریں۔ تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں جو ایک زبردست انقلاب کیلئے بطور ایک نقطہ کے ہے۔ اور تبلیغی ٹریننگ حاصل کریں جس کے بغیر اس پروگرام کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ امید ہے۔ ہمارے نوجوان دوست کافی تعداد میں تبلیغی ٹریننگ کیلئے یکم ستمبر کو مرکز میں تشریف لائیں گے اور اپنی اس قربانی سے اپنی ایمانی زندگی اور حرارت کا ثبوت دیں گے۔

آریہ سماج کے اندر کمزوری آچکی ہے

اخبار آریہ گزٹ مؤرخہ ۱۰؍ اگست ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:

"آریہ سماج کی اونچ ہستیاں مہاتما نارائن سوامی جی، لالہ خوشحال چند جی و دیگر سب آریہ لیڈر اس بات پر متفق ہیں کہ آریہ سماج کے اندر کمزوری آچکی ہے"

آریہ اخبارات میں اس مذکورہ کمزوری کے متعلق کثرت سے ذکر ہونا ہے معلوم دیتا ہے کہ یہ اسلام کی معاند تحریک اپنی زندگی کے دن اب پورے کر چکی ہے۔ کیونکہ اس تحریک میں دنیا کیلئے کوئی تخلیقی پروگرام نہیں تھا اور اس نے اپنی بنیاد محض مخالفت اور تخریب پر رکھی تھی۔ اس لئے یہ تحریک مرورِ زمانہ کے سامنے نہیں ٹھہر سکی۔ ایسی تحریکات جن کے اندر دنیا کی بہتری اور بہبودی کے عناصر نہیں ہوا کرتے وہ یونہی تباہ ہو جایا کرتی ہیں چنانچہ تحریک آریہ سماج بھی وقت سے پہلے بوڑھی ہو رہی ہے اور اپنے انحطاط سے اعلان کر رہی ہے کہ وہ ایک باطل تحریک ہے۔

تبلیغی ٹریننگ کلاس

یکم ستمبر ۱۹۴۱ء سے (مسلم ٹاؤن) میں باقاعدہ شروع ہو جائے گی۔ تمام طالب علم ۳۱؍ اگست تک لاہور پہنچ جائیں۔ موسم کے مطابق گرمائی و سرمائی بستر ہمراہ لاویں۔ کیونکہ آخر دسمبر تک کلاس جاری رہے گی۔

باقاعدہ طالبعلموں کے علاوہ اگر مقامی دوست بالخصوص سکولوں اور کالجوں کے طلبا بھی روزانہ کچھ وقت فارغ کر سکتے ہوں۔ تو ان کے ازدیادِ علم کے لئے بھی وقت نکالا جا سکتا ہے۔ ایسے احباب بہت جلد اپنے نام پتہ سے اطلاع دیں۔ اس موقعہ سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں احباب کو فائدہ اٹھانے کی سعی کرنی چاہئے۔ علم دین کا حصول بڑی سعادت ہے

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مسئلہ کفر و اسلام
از
جناب میاں محمود احمد صاحب

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مسئلہ نبوت کا ذکر

جناب میاں صاحب نے ایک مدت کے بعد اپنے خطبہ مندرجہ الفضل ۱۳ جولائی میں مسئلہ کفر و اسلام پر توجہ فرمائی ہے اور اس میں کہیں کہیں مسئلہ نبوت کا بھی ذکر کیا ہے۔ میں اس کی وجہ شروع میں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ جناب میاں صاحب کو یہ ضرورت تھی کہ "پیغامیوں" کو بدترین مخلوق قرار دیا جائے اور بددیانت ثابت کیا جائے تو چونکہ اس کے لئے مسئلہ کفر و اسلام میں گنجائش نہ ملی یعنی کسی "پیغامی" کی طرف وہ یہ بات منسوب نہ کر سکے کہ اس نے کبھی چالیس کروڑ کلمہ گوؤں کی تکفیر کی ہو۔ اور جو لوگ حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتے۔ گو انہیں حضرت مسیح موعود کے نام کی بھی خبر نہ ہو۔ انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہو۔ مگر نبی کا لفظ اس تشریح کے مطابق جو حضرت مسیح موعود نے خود فرمائی کہ اس سے مراد صرف لغوی معنی میں یعنی پیشگوئی کرنے والا یا مجازی معنی یعنی محدث ہے۔ جو خدا سے ہمکلامی کا شرف رکھتا ہے۔ انہوں نے استعمال کیا تھا۔ تو چونکہ یہ ضروری تھا کہ یہ مضمون "پیغامیوں" کی بددیانتی سے شروع ہو اور "پیغامیوں" کی بددیانتی پر ختم ہو۔ اس لئے مسئلہ نبوت کا ذکر کرنا پڑا۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"دنیا میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے اتنی شدت اور اتنی کثرت کے ساتھ نبی اور رسول کہنے کے بعد یہ کہہ دیا ہو کہ ہم نے کبھی ایسا کہا ہی نہیں۔" (صـ۲)

"جنہوں نے دس بیس مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا نبی اور رسول لکھا ہو اور ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم آپ کو نبی نہیں کہتے رہے یہ ایسا عظیم الشان انقلاب ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔" (صـ۲)

"یہ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ بڑی عبرت کا مقام ہے کہ دنیا میں ایک قوم سالہا سال تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کا نبی اور رسول قرار دیتی رہی ہے۔ مگر اب وہ دیانتداری کا دعوےٰ کرنے کے باوجود یہ کہتی ہے کہ اس نے آپ کو کبھی نبی اور رسول نہیں کہا۔" (صـ۱)

میاں صاحب کی غلط بیانی

مجھے مجبوراً وہ لفظ کہنے پڑتے ہیں جو میں کہنا نہ چاہتا تھا۔ کہ اس ایک خطبہ میں جناب میاں صاحب نے محض اس غرض کے لئے کہ ہماری جماعت ان کے مریدوں کی نگاہ میں بددیانت اور ذلیل ترین مخلوق قرار پائے۔ تین دفعہ جھوٹ بولا ہے۔ یہی جھوٹ انہوں نے پہلے بھی اس خطبہ میں بولا تھا جس میں دوسروں کو سچ بولنے کی ہدایت کی تھی اور میں نے اس پر ان کو توجہ بھی دلائی تھی۔ کہ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ ہم نے لفظ نبی استعمال نہیں کیا۔ پیغامیوں کی دوسری مثال تو دنیا میں ملتی ہو یا نہ ملتی ہو لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ میں محض دوسروں کی تذلیل اور تحقیر کے لئے اتنے بڑے جھوٹ پر اصرار کرنا اور باوجود بتا دینے کے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اسے دوہراتے جانا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ہی ملے گی۔

ہم نے لفظ نبی استعمال کیا

ہم نے نہ صرف کبھی یہ نہیں کہا۔ کہ ہم نے یہ لفظ استعمال ہی نہیں کیا۔ بلکہ سینکڑوں دفعہ لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم نے بے شک لفظ نبی حضرت مسیح موعود کے لئے استعمال کیا۔ مگر خود مسیح موعود کی اپنی تشریح کے مطابق استعمال کیا جس کو اختصاراً پھر نقل کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود کی تشریحات

"ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلشانہ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔" (اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔" (انجام آتھم صـ۲۷)

"یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"محدثیت۔ . . . کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے۔ تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آگیا۔" (ازالہ اوہام صـ۴۲۲)

"سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔" حقیقۃ الوحی ضمیمہ صـ۶۵۔ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ نہ حقیقی طور پر۔

میاں صاحب کے الفاظ کا اعادہ

میں جناب میاں صاحب کے الفاظ دہراتا ہوں۔ "بڑی عبرت کا مقام ہے۔ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ بڑی عبرت کا مقام ہے۔" کہ ایک شخص ایک جماعت کا امام اور پیشوا کہلا کر دنیا میں واحد خلیفہ ہونے کا مدعی ہو کر مسجد میں کھڑا ہو کر منبر پر کھڑا ہو کر جمعہ کے خطبہ میں نہ صرف اتنا بڑا جھوٹ بولے بلکہ باوجود بتا دینے کے کہ یہ جھوٹ ہے۔ پھر مسجد میں منبر پر کھڑا ہو کر اس جھوٹ کو دوہرائے اور ایک ہی خطبہ میں بڑے پر زور الفاظ میں اسے تین دفعہ دہرائے محض اس لئے کہ اس کے مریدوں کی نگاہ میں ہم بددیانت اور ذلیل ثابت ہوں۔ میں جناب میاں صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اپنے تمام مریدوں کو اس حوالہ کی تلاش میں لگا دیں اور میری وہ تحریر پیش کریں جس میں میں نے یہ لکھا ہو کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے لئے کبھی لفظ نبی استعمال نہیں کیا۔

میاں صاحب کا اصل مضمون

اب میں میاں صاحب کے اصل مضمون مسئلہ کفر و اسلام کو لیتا ہوں۔ میاں صاحب نے اس مضمون کی بنیاد حضرت مسیح موعود کے چھوٹے سے ٹریکٹ تجلیات الٰہیہ کے اس حوالہ پر رکھی ہے:-

"جب دور خسروی یعنی وہ مسیحی جو خدا کے نزدیک آسمانی بادشاہت کہلاتی ہے ششم ہزار کے آخر میں شروع ہوا جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ تو اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جو صرف ظاہری مسلمان تھے۔ وہ حقیقی مسلمان بننے لگے۔ جیسا کہ اب تک چار لاکھ کے قریب بن چکے ہیں۔"

اس سے میاں صاحب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلعم پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ صرف نام کے مسلمان ہیں یعنی ہم انہیں کہیں گے مسلمان ہیں۔ مگر وہ حقیقت میں مسلمان نہیں یعنی درحقیقت وہ کافر ہیں اور جو لوگ مسیح موعود پر ایمان لاتے ہیں وہ درحقیقت مسلمان ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کل اسلامی دنیا کو دو گروہوں پر تقسیم کیا ہے ایک گروہ میں مکفر، مکذب، خاموش اور درمیانی حالت والے۔ تصدیق کرنے والے مسیح موعود کے نام سے بے خبر سب آ گئے۔ اور دوسری جماعت میں مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لانے والے۔ یہ ہر دو ظاہراً مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر میاں صاحب کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ گروہ اول یعنی چالیس کروڑ درحقیقت کافر ہیں اور گروہ ثانی یا دس لاکھ میاں صاحب کے مرید مسلمان ہیں۔

محکمات کو چھوڑنے کا نتیجہ

جب انسان محکمات کو چھوڑ دے تو متشابہات کی پیروی سے وہ بدہر جا ہے نکل جائے۔ یہاں حضرت مسیح موعود نے تو جو کچھ کہا تھا وہ مسلمانوں کے اعمال کی بنا پر کہا تھا یعنی جن لوگوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ انہوں نے حقیقت اسلام کو پا لیا لیکن جن کے اعمال قرآن و حدیث کے خلاف ہیں وہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔

قرآن مجید کا ارشاد

خود قرآن شریف میں بھی ان لوگوں کو جو اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر حقیقت اسلام سے ابھی بے خبر تھے یہ کہا گیا ہے قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئاً یعنی بعض اعراب اس لئے کہ ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے وہ دور پڑے ہوئے ہیں۔ اس بات کے مستحق نہیں کہ انہیں مومن کہا جائے۔ وہ صرف نام کے مسلمان ہیں اور پھر فرمایا۔ انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ۔ یعنی حقیقی مومن وہی ہیں

اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں اور کوئی شک ان کے دلوں میں باقی نہیں رہتا اور وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور یوں اللہ اور رسول کی کامل فرمانبرداری کرتے ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک حقیقی مسلمان کون ہے؟

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقی مسلمان ہونے کو بد اعمال سے بچنے اور اچھے اعمال کرنے کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ جیسا کہ میاں صاحب کے اپنے نقل کردہ حوالہ میں صاف ذکر ہے۔

"میرے لئے یہ شکل پیش آئی ہے کہ میرے ہاتھ پر چار لاکھ کے قریب لوگوں نے اپنے معاصی اور گناہوں اور شرک سے توبہ کی ہے"

حضرت صاحب نے فرمایا ہے

تو حضرت مسیح موعودؑ نے تو یہ لکھا ہے کہ جو لوگ شرک اور معاصی سے توبہ کرتے ہیں۔ وہ حقیقی مسلمان ہیں یعنی انہوں نے حقیقت اسلام کو پا لیا۔ ورنہ صرف نام کے اسلام سے کچھ فائدہ نہیں یعنی انسان اپنے آپ کو مسلمان کہے۔ مگر اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے۔ آپ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے انسان صرف نام کا مسلمان ہوتا ہے۔ مگر میری نبوت پر ایمان لانے سے حقیقی مسلمان بنتا ہے۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ وہ معاصی یعنی اللہ اور رسول کی نافرمانی سے توبہ کرکے حقیقی مسلمان بنتا ہے۔ میاں صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ مسیح موعود کی نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت سے اوپر کوئی چیز ہے۔ کیونکہ آنحضرت پر ایمان سے انسان صرف نام کا مسلمان ہوتا ہے اور مسیح موعود پر ایمان لانے سے حقیقی مسلمان بنتا ہے۔

جماعت قادیان سے اپیل

میں جماعت قادیان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خود غور اور فکر کریں۔ جو بات حضرت مسیح موعود نے نہیں لکھی یعنی یہ کہ میری نبوت پر ایمان لانے سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے اسے آپ کی طرف منسوب کرنا اور جو آپ نے لکھی ہے کہ معاصی سے توبہ سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے اسے چھپانا مسیح موعود پر ظلم عظیم ہے۔ اور اس کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اب محض ایک نام ہے کہ اس پر ایمان لانے سے انسان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور مسیح موعود کی نبوت اصل چیز ہے۔ جس پر ایمان سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے۔

میاں صاحب کا عجز

جناب میاں صاحب چونکہ مسئلہ کفر و اسلام میں عاجز آ چکے ہیں۔ اس لئے وہ ڈوبنے والے کی طرح تنکے کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے تو یہ کہا تھا کہ معاصی سے توبہ کرنے والے حقیقی مسلمان بنتے ہیں۔ اور جناب میاں صاحب نے آپ کی طرف یہ منسوب کیا کہ میری نبوت پر ایمان لانے سے حقیقی مسلمان بنتے ہیں۔ حقیقی مسلمان ہونا تو ایک طرف رہا۔ حضرت صاحب کی کسی تحریر سے یہ دکھلا دیں کہ آپ نے لکھا ہو کہ میری نبوت پر ایمان لانے سے انسان ظاہری مسلمان بنتا ہے۔ تجلیات الٰہیہ میں تو یہ نہیں کسی اور تقریر سے یا تحریر سے یہ دکھا دیں۔ بلکہ اس کے خلاف حضرت مسیح موعود نے تو صاف الفاظ میں یہ لکھا ہے:۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

جماعت قادیان سے دوبارہ اپیل

جو شخص یہ کہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نبوت پر یا میرے دعوے پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص حقیقی مسلمان نہیں بنتا۔ میں پھر جماعت قادیان سے اپیل کرتا ہوں کہ جناب میاں صاحب نے صرف اپنی مطلب براری کے لئے حضرت مسیح موعود کی طرف وہ بات منسوب کی ہے۔ جو آپ نے نہیں کہی اور جو آپ نے کہا ہے کہ معاصی سے توبہ سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے۔ اسے جناب میاں صاحب ہضم کر گئے ہیں غلو کا نتیجہ ہمیشہ اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علی اللّٰہ الا الحق۔ جس طرح عیسائیوں کو اپنے غلو کی وجہ سے اللہ پر افترا کرنا پڑا۔ اسی طرح قادیانی بزرگوں کو اپنے غلو کی وجہ سے حضرت مسیح موعود پر افترا کرنا پڑتا ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

میاں صاحب کو معلوم ہونا چاہئے

جناب میاں صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص کسی نبی پر ایمان لاتا ہے۔ وہ ظاہری پیرو ہی ہوتا ہے اور حقیقی پیرو اس وقت بنتا ہے۔ جب وہ اس کی تعلیم پر عامل ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے ایک انسان ظاہری مسلمان ہی ہوتا ہے حقیقی مسلمان آپ کی تعلیم پر عامل ہونے سے ہوتا ہے۔ تمام امت کا یہی مذہب ہے اور یہی وہ بات ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے کہی ہے۔ مگر چونکہ حقیقت کو جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا۔ کہ فلاں شخص حقیقی مسلمان ہے یا نہ۔ اس لئے شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اور اعمال کی جزا و سزا قیامت کے دن حقیقت اعمال پر ہے۔ جو شخص کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ کر داخل اسلام ہوتا ہے۔ ہم اسے مسلمان ہی کہیں گے اور وہی احکام اس پر وارد کریں گے۔ جو ایک مسلمان پر وارد ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم صرف ظاہر کو جانتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو جزا یا سزا اس کے اعمال کے مطابق دے گا۔ کیونکہ وہ دلوں کی حالت کو جانتا ہے ہمیں کوئی علم نہیں کہ کون شخص کس قدر اطاعت اللہ اور رسول کی کرتا ہے۔ پھر یہ بھی سچ ہے کہ کسی شخص کی اطاعت میں کچھ نقص ہوتا ہے کسی کی اطاعت میں کچھ۔ اور کسی کے اعمال کا موازنہ کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ وزن کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس لئے ہم تمام مسلمانوں پر احکام شریعت یکساں وارد کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مراتب مختلف ہیں جیسے ان کے اعمال ہیں۔

صریح الفاظ کے خلاف نتیجہ

میاں صاحب نے جو نتیجہ صریح الفاظ کے خلاف حضرت مسیح موعود کی تحریر سے نکالا ہے کہ ایک نبوت یعنی آنحضرت صلعم کی نبوت تو ایسی ہے کہ اس پر ایمان لانے سے انسان صرف ظاہری مسلمان ہوتا ہے اور دوسری نبوت یعنی مسیح موعود کی نبوت ایسی ہے کہ اس پر ایمان لانے سے حقیقتاً مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے والے کو اعمال صالحہ کی ضرورت ہے مگر مسیح موعود پر ایمان لانے والے کو اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں اور یوں جناب میاں صاحب ایک ہی جست میں عیسائیوں کی صف میں جا کھڑے ہوئے جو حضرت عیسیٰ پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ انہوں نے ایک نبی کو خدا بنا کر کفارہ کا مسئلہ بنایا تھا۔ جناب میاں صاحب نے ایک مجدد کو نبی بنا کر وہی کفارہ کا مسئلہ بنا لیا۔ اگر یہ درست نہیں تو جناب میاں صاحب خود ہی تشریح فرما دیں کہ ان کی اس عبارت کے کیا معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے انسان ظاہری مسلمان ہوتا ہے اور مسیح موعودؑ کی نبوت پر ایمان لانے سے وہ حقیقی مسلمان ہوتا ہے کیونکہ حقیقی مسلمان ہونے کے لئے تو اعمال صالحہ کی ضرورت تھی۔ اور اب ایک قادیانی صرف ایمان سے حقیقی مسلمان بن گیا

ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی ضرورت

شاید جناب میاں صاحب کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے تو ان لوگوں کو اپنی جماعت میں نہیں سمجھا جو تبلیغ دین کے لئے ماہوار چندہ نہیں دیتے۔ جو ہنسی اور استہزا اور ٹھٹھا نوشی کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔ جو اپنے رشتہ داروں سے، اپنی بیوی کے اقارب سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتے۔ جو دنیا کے ادنیٰ مقابلہ میں اسلام کی تعلیم سے منہ موڑتے ہیں۔ اور میاں صاحب کہہ رہے ہیں کہ مسیح موعودؑ پر محض ایمان سے انسان حقیقی مسلمان بن جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مسیح موعود پر ایمان لا کر بھی انسان حقیقی مسلمان اسی وقت بنتا ہے جب اس کے اعمال بھی صالح ہوں۔ تو پھر مسیح موعود پر ایمان سے صرف ظاہری مسلمان ہی ہوا۔ نہ حقیقی مسلمان۔ میرا خیال ہے کہ جناب میاں صاحب جذبات کی رو میں اس قدر بہہ گئے کہ انہوں نے سوچا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کیا چاہتے تھے؟

حضرت صاحب کا منشا یہ تھا کہ آپ نے صراحت بھی فرما دی۔ صرف اس قدر تھا کہ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر معاصی سے توبہ کر لی ہے۔ وہ حقیقی مسلمان ہیں بشرطیکہ اس توبہ پر قائم بھی رہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ امام زمان کی شناخت بھی حقائق اسلام میں سے ایک حقیقت ہے۔ اور اعمال صالح میں سے ایک عمل صالح۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے خدا اور رسول کی فرمانبرداری نہیں کرتے نماز، روزہ کے پابند نہیں نہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ جھوٹ بولتے ہیں چوری کرتے ہیں۔ رشوت لیتے ہیں۔ وہ حقیقت اسلام سے اسی طرح دور ہیں۔ جس طرح اور کوئی ایسی ہی نافرمانی کرنے والا۔

ساری بحث کا ماحصل

پھر اس ساری بحث سے جناب میاں صاحب کا ماحصل کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتے ظاہری مسلمان کہتے ہیں۔ غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ ظاہرداری کے طور پر لوگوں کو خوش رکھنے کیلئے وہ انہیں مسلمان کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالف مسلمانوں کو ہم مسلمان کہتے اور مسلمان ہی لکھتے ہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ وہ ہندو ہیں یا عیسائی ہیں یا سکھ ہیں"

بے شک میاں صاحب انہیں ہندو یا عیسائی اور سکھ نہیں کہتے۔ اس لئے کہ وہ ہندو نہیں، عیسائی نہیں، سکھ نہیں۔ مگر وہ ان کو کافر کہتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود

جماعت قادیان سے اپیل

میں جماعت قادیان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خود غور اور فکر کریں۔ جو بات حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں لکھی یعنی یہ کہ میری نبوت پر ایمان لانے سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے اسے آپ کی طرف منسوب کرنا اور جو آپ نے لکھی ہے کہ معاصی سے توبہ سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے اسے چھپانا مسیح موعودؑ پر ظلم عظیم ہے اور اس کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اب محض ایک نام ہے اور اس پر ایمان لانے سے انسان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اور مسیح موعودؑ کی نبوت اصل چیز ہے جس پر ایمان سے انسان حقیقی مسلمان بنتا ہے (محمد علی)

کا نام بھی نہیں سنا

آئینہ صداقت کا ایک حوالہ

آئینہ صداقت اگر فی الواقع جناب میاں صاحب کے نزدیک آئینہ صداقت ہے تو اس کے صفحہ ۳۵ کو پڑھ لیں جس پر لکھا ہوا موجود ہے "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

دوسری جگہ فرماتے ہیں

اور لیجئے مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخالف یہاں مسلمان قرار پائے ہیں اور دوسری جگہ پر "وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے"

کہتے مسلمان ہیں سمجھتے کافر ہیں

اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ جناب میاں صاحب غیر احمدیوں کو کہتے مسلمان ہیں سمجھتے کافر ہیں۔ زبان پر یہ ہے کہ یہ مسلمان ہیں دل میں یہ ہے کہ یہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ گویا زبان پر کچھ ہے دل میں کچھ ہے۔ زبان اور دل کی حالت یکساں نہیں اس کا نام جناب میاں صاحب خود تجویز فرمالیں۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میاں صاحب کے دل میں ہے اسی کو زبان سے بھی کہیں اور اسی طریق کے اختیار کرنے کی تلقین اپنے مریدوں کو بھی کریں۔ ورنہ ساری جماعت سے اعتماد اٹھ جائے گا کہ خدا جانے جو کچھ یہ منہ سے کہہ رہے ہیں۔ ان کے دل میں بھی یہ بات ہے یا نہیں

میاں صاحب کا چیلنج منظور ہے

جناب میاں صاحب نے بار بار یہ بھی چیلنج کیا ہے۔ کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ہم گھٹ رہے ہیں اور اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ جتنے آدمی ہم ان میں سے لے رہے ہیں اس کو زیادہ وہ ہم میں سے لے رہے ہیں۔ میں اس مقابلہ کے لئے تیار ہوں جس کا میاں صاحب بار بار چیلنج دیتے ہیں کہ ان میں سے کتنے آدمی ہماری طرف آئے اور ہم میں سے کتنے آدمی ان کی طرف گئے لیکن چونکہ یہ دو مذہبی جماعتیں ہیں۔ اس لئے جو لوگ میرے عقائد کو خلاف عقائد حضرت مسیح موعود سمجھ کر میاں صاحب کی طرف گئے ہیں۔ وہ فی الحقیقت دین کے لئے گئے۔ خواہ وہ میرے نزدیک غلطی پر ہوں اور جو لوگ میاں صاحب کے عقائد کو خلاف عقائد مسیح موعود سمجھ کر ہماری طرف آئے ہیں۔ وہ دین کے لئے آئے۔ گو وہ میاں صاحب کے نزدیک غلطی پر ہوں۔ جو اس کے سوا کسی اور وجہ سے گئے ہیں۔ وہ دنیا کے لئے یا کسی دنیوی غرض کیلئے گئے ہیں۔ اور آج ہزاروں لوگ دنیا کی خاطر ہی ایک مذہب سے نکل کر دوسرے مذہب میں چلے جاتے ہیں۔

فیصلہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ عقیدہ کی خاطر کتنے لوگ ادھر گئے یا ادھر آئے۔ یوں تو دنیوی فوائد کی خاطر لوگ دھڑا دھڑ عیسائی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگر بعض بدقسمت عقائد کی طرف سے آنکھیں بند کر کے میرے ساتھ آملیں یا میاں صاحب کے ساتھ جا ملیں تو وہ کسی شمار کے قابل نہیں۔ کیونکہ ان کی غرض دنیا ہے دین نہیں سو مجھے یہ منظور ہے کہ جناب میاں صاحب ان لوگوں کے نام شائع کر دیں۔ جو اس اعلان کے ساتھ میری جماعت سے نکل کر ان کے ساتھ جا ملے ہوں کہ محمد علی کے عقائد خلاف عقائد حضرت مسیح موعود ہیں۔ تو میں ان لوگوں کے نام شائع کر دوں گا۔ جو اس اعلان کے ساتھ میاں صاحب کی جماعت سے نکل کر میرے ساتھ آملے ہوں کہ میاں صاحب کے عقائد خلاف عقائد مسیح موعود ہیں اور ہر ایک نام کے ساتھ اس اخبار کا حوالہ دیا جائے۔ جس میں وہ اعلان چھپا ہو۔ یہ مقابلہ جناب میاں صاحب چاہیں تو شروع اختلاف سے کر لیں اور چاہیں تو تین سال آخری کافی سمجھ لیں۔ بلکہ صرف یکم جنوری تا آخر جولائی [illegible] کے ہی ایسے نام لے لیں آج نہ میں کسی سے ایسا اعلان کرانے کا حقدار ہوں نہ جناب میاں صاحب، کہ ہمیں عقائد کی بنا پر ادھر یا ادھر ہو گیا تھا۔ ہاں کسی شخص نے تبدیلی کے وقت جو اعلان کیا ہو۔ اس کو مقابلہ میں لیا جائے گا۔ کیا جناب میاں صاحب اپنے چیلنج پر قائم رہیں گے؟

میاں صاحب کا دعوے الہام

رہا یہ کہ میاں صاحب کو دعویٰ الہام ہے اور مجھے چونکہ دعویٰ الہام نہیں۔ اس لئے میں خشک ملا ہوں تو یہ بھی سوچ لیا ہوتا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کو بھی دعوے الہام نہ تھا۔ کیا وہ بھی خشک ملا ہی تھے، پھر جناب میاں صاحب کا خیال ہے۔ کہ جسے بہت خوابیں آئیں وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

"میری ایک سال کی خوابیں ہی اگر جمع کر لی جائیں۔ تو وہ مولوی محمد علی صاحب کی ساری عمر کی خوابوں سے بڑھ جائیں گی"

میاں صاحب کا دعویٰ الہام

رہا یہ کہ میاں صاحب کو دعویٰ الہام ہے اور مجھے چونکہ دعوے الہام نہیں۔ اس لئے میں خشک ملا ہوں تو یہ بھی سوچ لیا ہوتا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کو بھی دعویٰ الہام نہ تھا۔ کیا وہ بھی خشک ملا ہی تھے" (حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

سید مہر علی شاہ صاحب کے خواب

یہاں میں اپنی ہار مان لیتا ہوں۔ اس لئے بھی کہ میاں صاحب کی ایک ایک خواب بعض وقت تین تین صفحوں کی ہوتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں سید مہر علی شاہ جو حضرت مسیح موعود کے زمانے میں تھے۔ ان کے خواب تو حضرت مسیح موعود سے بھی تعداد میں بڑھے ہوئے تھے اور مجھے تو وہ زمانہ یاد ہے۔ جب حضرت صاحب سیر کو نکلتے تھے اور ادھر سید مہر علی شاہ اپنے اس رات کے خواب سنانے شروع کرتے تھے اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سیر کے وقت کا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ انہی خوابوں کے سننے میں لگ جاتا تھا۔ اگر جناب میاں صاحب کو خوابوں کے تولنے کا شوق ہے تو سید مہر علی شاہ صاحب مرحوم کے چھ ماہ کے خواب جناب میاں صاحب کی ساری عمر کے خوابوں سے زیادہ نکلیں گے۔ اعمال کا وزن تو قیامت کے دن ہونا تھا۔ مگر جناب میاں صاحب کی ذہانت نے خوابوں کے اسی دنیا میں وزن کرنے کا رستہ بھی نکال لیا ہے۔

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:-

"مولوی محمد علی صاحب الہامات پر ہنسی اڑاتے ہیں"

میں سلسلہ الہام کا قائل ہوں

یہ بھی غلط بیانی ہے۔ میں اس امت میں سلسلہ الہام کا قائل ہوں اور اس بات کا قائل ہوں کہ اس امت میں مجددین، محدثین اور اولیاء اللہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء کی حدیث کو بار بار نقل کر چکا ہوں میں الہامات پر ہنسی کس طرح اڑا سکتا ہوں۔ جناب میاں صاحب [illegible] اس غلط بیانی سے اسی قدر مقصود ہے کہ میں ان کے [illegible] نگاہ میں حقیر ٹھہروں۔ میں حضرت مسیح موعود کے الہامات کو [illegible] منجانب اللہ سمجھتا ہوں۔ میں اس بات کا بھی قائل ہوں کہ ماموریں کے سوائے بھی اس امت میں الہام، کشف اور رؤیائے صادقہ کا سلسلہ جاری ہے۔ اس بات کا بھی قائل ہوں کہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی سچے خواب آجاتے ہیں یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ اس بات کا بھی قائل [illegible] کہ فاسقوں اور فاجروں کو بھی سچے خواب آجاتے ہیں

میاں صاحب استہزا کرتے ہیں

ہاں میں سمجھتا ہوں کہ خواب اور الہام کے ساتھ استہزا جناب میاں صاحب کرتے ہیں۔ جب غیر مامور ہو کر وہ [illegible] کی طرف اپنے خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں۔ وہ ماموریں کی نقل کر کے خواب اور الہام کے سلسلہ کو بدنام کرتے ہیں

خواب اور الہام کے تین اقسام

حضرت مسیح موعود نے خواب اور الہام کی تین [illegible] حقیقۃ الوحی کی ابتدا میں لکھی ہیں اور یہ تقسیم انہی لوگوں کی [illegible] کی ہے جو غیر مامور ہونے کے باوجود اپنے الہامات [illegible] کو ماموریں کی طرح پیش کرتے تھے۔ ان میں سے دو [illegible] وہ ہیں جن کا تعلق خدا تعالیٰ سے ناقص ہوتا ہے [illegible] کے الہامات اور خوابوں میں بھی ملاوٹ ہو جاتی ہے [illegible] کے وہ لوگ ہیں۔ جو اکمل اور اصفیٰ طور پر جاتے ہیں [illegible] طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ ان کو حاصل ہے اور خوابیں بھی [illegible] فلق صبح کی طرح سچی آتی ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ سے اکمل [illegible] اتم اور اصفیٰ تعلق رکھتے ہیں۔ میں جناب میاں صاحب سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا جب [illegible] اپنے آپ کو مدعی الہام کہتے ہیں تو ان میں سے قسم دوم میں اپنے آپ کو شامل کرتے ہیں یا قسم سوم میں [illegible] صاف نہ ہو۔ اس وقت تک میں اس پر [illegible] بات بحث تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔

خاکسار

محمد علی

ڈلہوزی - ۳ اگست

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک قابل غور تحریر

دنیاوی وجاہت اور لوگوں کا اخلاص کسی کے تقدس پر یقینی دلیل نہیں

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں :-

"بسا اوقات تو ایسے آدمی کو پائیگا۔ جو باوجود فسق و فجور میں مبتلا ہونے کے خوب مضبوط۔ خوش و خرم پھرتا اور خوشی کے لباسوں میں مٹک مٹک کر چلتا ہے۔ خوشبیوں کے نشانے سے اسکا تیر کبھی خطا نہیں جاتا ہے اس کے لئے تازہ گوشت کے لذیذ کباب تیار ہوتے ہیں۔ چوزے اس کیلئے بھونے جاتے ہیں اور اعلیٰ قسم کے کھانے اس کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور وہ ہرنوں کی مانند خوشی سے اچھلتا پھرتا ہے۔ بیابانوں میں اسے خزانے مل جاتے ہیں اور [illegible] کی مانند فریب وہ نظارے دکھلا کر چارپایوں کی مانند [illegible] کا شکار کرتا پھرتا ہے اور باوجود اس حالت کے اسپر کوئی تنگی اور تکلیف وارد نہیں ہوتی اور نہ مشکلات سے دوچار ہوتا ہے نازک اندام اور گانے والی عورتوں سے اسے حظ وافر دیا جاتا ہے اموال اور اولاد اور جائیدادیں اور زمینیں ملازم اور خادم کثرت سے اسے عطا کئے جاتے ہیں۔ لیکن اسکی حالت یہ ہے کہ وہ بدکاریوں میں نہایت تیز رو ہوتا ہے اور ممنوعات کے ارتکاب سے کبھی رجوع نہیں کرتا ہے اور بدکاریوں کو نیکیوں کے ذریعے دور کرنے میں کبھی سعی نہیں کرتا اور موت سے پہلے اپنی لغزشوں کی تلافی کرنے کی اسے کبھی فکر لاحق نہیں ہوتی بلکہ اس کے برخلاف دلیری سے ان تمام باتوں کا مرتکب ہو جاتا ہے جن سے خدا تعالیٰ نے روکا ہوا ہے اور غالی آدمیوں کی مانند اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور پرہیزگاری کو اختیار نہیں کرتا بلکہ پرہیزگار لوگوں کی ملاقات سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور ثقہ لوگوں اور اہل دیانت لوگوں کے قرب سے مجتنب رہتا ہے بلکہ اسکا میلان طبیعت خوش آواز عورتوں کے ساتھ ملنے جلنے اور فاسق عورتوں کے دیکھنے کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ نہ غیروں کی نصیحت پر اور نہ اپنوں کی نصیحت پر کان دھرتا ہے۔ بلکہ بھیڑیوں کی مانند نصیحت کرنے والوں [illegible] مارتا ہے اور بجائے ان کی نصائح کی طرف توجہ دینے کے [illegible] کی مانند ان پر حملہ کرتا ہے اسکا پراگندہ اعمال نامہ [illegible] نہیں آتا بلکہ وہ ہر روز کھلے کھلے گناہ میں ترقی کرتا جاتا ہے و نا طویل و عریض اور سبک رفتار گھوڑوں پر سوار ہوتا ہے اور اپنے ہر دشمنی رکھنے والے مدمقابل سے آگے نکل جاتا ہے اور بڑے سروالے اونٹ کے مشابہ ہوتا ہے اور اپنی عمر کے ایام [illegible] آدمی کی طرح گذارتا ہے جس کی شہوات کی رسی ڈھیلی چھوڑی گئی ہو اور جس کی غفلت کا زمانہ لمبا ہو گیا ہو۔ وہ اہل صلاح لوگوں کے گھروں سے اپنے گھر کو دور رکھتا ہے اور اہل فسق اور بدکار لوگوں کا رفیق بنا رہتا ہے۔ وہ مسجد میں نہیں آتا۔ بلکہ [illegible] یعنی دنیا کے مال و متاع کا طالب رہتا ہے اور سرخ شراب سے بھرے ہوئے پیالوں کی طرف اسکا دل مائل رہتا ہے اور [illegible] کے حلقے میں اور ساتھیوں کے مجمع میں بیٹھ کر شراب پیتا [illegible] کو اس نے اپنا بت بنایا ہوا ہے جس کی طرف وہ ہر وقت راغب رہتا اور اسی سے محبت کرتا اور اسی کا ہر وقت دیوانہ بنا رہتا ہے اور عقبیٰ اور دین کیلئے وہ کوئی زاد راہ نہیں لیتا۔ اس کی عمر مال و متاع کے جمع کرنے میں خرچ ہوتی ہے اور بھڑکتی ہوئی آگ کی مانند دنیا کی آرزوئیں اس کے دل پر بھڑک رہی ہوتی ہیں۔ ہر طرف سے لوگوں کے دل اس کی طرف جھک رہے ہوتے ہیں اور اس کا مطلوب اس کے لئے آسان کیا جاتا ہے۔ اس کی دیگیں کبھی بیکار نہیں رہتی ہیں اور اس کے دن اس سے پھرتے نہیں ہیں۔ اور نہ اس کے اقبال میں کمی آتی ہے۔ تکلیف دہ چیزیں اس سے دور کر دی جاتی ہیں اور اس کے آب شیریں میں برکت [illegible] جاتی ہے اور دنیاوی نعمتوں میں محرومی کا دن اسے نہیں دکھایا جاتا ہے اور اسکے بخت کا ستارہ کبھی غروب نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے کہ وہ اپنی عمر بدکاریوں میں صرف کرتا ہے اس پر کوئی بجلی نہیں گرتی ہے اس کو کوئی سانپ نہیں ڈستا ہے اسکا نام روئے زمین سے مٹایا نہیں جاتا ہے بلکہ اسکی اولاد دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ اولاد کی اولاد بھی اسکے گرد جمع ہو جاتی ہے وہ ہر بھری ہوئی مجلس اور پر رونق محفل کا صدر ہوتا ہے وہ محفلوں کے لئے ماہ کامل اور لوگوں کا سردار قرار دیا جاتا ہے اس کے خادم اس کے سر پر کھڑے رہتے ہیں یہانتک کہ وہ اپنی نیند سے بیدار ہوتا ہے وہ کھاتا ہے اور پیتا ہے یہانتک کہ اسکا پیٹ قبہ کی مانند ہو جاتا ہے۔ وہ دودھ پیالے بھر کے پیتا ہے اور اسے بدہضمی نہیں ہوتی ہے۔ وہ ہر آرام وہ سواری پر سوار ہوتا ہے۔ اور اسکا ناز و نعمت میں عمر بسر کرنا اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ گویا وہ چیز اسے بطور عطیہ کے ملی ہوئی ہے۔ جائیدادوں اور غلمان کی محبت اس کے دل میں سمائی ہوتی ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ایمان کیا چیز ہے نہ وہ کسی چھوٹے گناہ کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی بڑے گناہ سے مجتنب رہتا ہے۔ اس کا کوئی خلق اور سیرت قابل تعریف نہیں ہوتی باوجود اس کے وہ خاص و عام لوگوں کا مرجع ہوتا ہے اور وہ کامل محبت کے ساتھ اس کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی موت کے بعد اس کی قبر بھی زیارت گاہ بن جاتی ہے اور اسی کے معتقدین کی جماعتیں صبح و شام اسی کے مزار پر باقاعدگی کے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کہ ایسے شخص کو یہ اقبال کیوں نصیب ہوتا ہے اور ایسی بڑی نعمت اسے کیوں ملتی ہے۔ یہ راز ہیں جن کی انتہا تک نظریں نہیں پہنچ سکتیں اور جن کی تہ تک افکار کی رسائی نہیں۔"

(انجام آتھم از صفحہ ۱۰۱ و تا صفحہ ۱۰۹)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

"میری فراست اس بات میں خطا نہیں کریگی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کریگا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائیگا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے اے خدا ایسا ہی کر۔" آمین ثم آمین

حضرت مسیح موعودؑ حضرت ممدوح کے متعلق ایک جگہ اور فرماتے ہیں :-

"میں اس مدت میں یعنی جب سے وہ (یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب ناقل) میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کے رو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع باحیا، نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے"۔

حضرت مسیح موعودؑ کا عزیز کون ہے

اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو۔ جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی اور اپنے آرام اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو ...... میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور تفسیر قرآن

"پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے"۔ (کشف از براہین)

(۲) "میرا ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ اور تفسیر کرا کے ان ممالک میں بھیجی جائے اور میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور اس لئے مجھ میں داخل"۔ (ازالہ اوہام)

نوٹ :- قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کس جماعت نے مغربی ممالک میں بھیجی۔ یہ احباب قادیان خود فیصلہ کر لیں ۔

قادیانی دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشادات کو نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں۔

---

[1] یہ دراصل عربی عبارت ہے جسکا اردو ترجمہ جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے پیغام اسلام مورخہ ۱۵ اگست میں پیش کیا ہے ۔

محوری نظام جدید کے بنیادی اصول

جسے نازی ساری دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں

(خاص پیغام صلح لاہور کے لئے)

ہٹلر کے سامنے ایک نصب العین ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ساری دنیا سے لڑائی مول لی ہے وہ نصب العین کیا ہے ؟ معمورۂ انسانیت پر ایک نیا نظام نافذ کر کے دنیا کو اُس کے سانچے میں ڈھالنا۔ وہ نظام جدید کیا ہے ؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ نظام جدید کے پیغمبر کے افکار و کردار کیا ہیں ؟ اس سوال کا جواب کچھ تو ہمیں اُس کی مشہور تصنیف "میری جدوجہد" سے ملتا ہے اور بہت کچھ موجودہ جنگ میں اُس کے طرز عمل پر غور کرنے سے ملیگا اُس کی کتاب "میری جدوجہد" جو آجکل جرمنی میں انجیل کا نعم البدل تصور کی جاتی ہے۔ اس سوال پر حسب ذیل روشنی ڈالتی ہے جستہ جستہ مقامات سے اُس کے افکار اور نظریات کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

(۱) خدا پرستوں کی جماعت سے زیادہ مکار دنیا بھر میں کوئی جماعت آپکو نظر نہیں آئے گی ۔ ۔ ۔ (میری جدوجہد صفحہ ۶۳)

(۲) مذہبی پیشواؤں نے ہر عہد میں خدا نام کے ایک ہوّے سے دنیا کی معصوم مخلوق کو خوف زدہ کئے رکھا ہے (میری جدوجہد صفحہ ۶۵)

(۳) خدا کیا ہے ؟ طفل ذہنیت لوگوں کی ایک بیجا ۔ اس نام کے ساتھ خون ریزیوں کی ہزاروں دردناک داستانیں بستہ ہیں (میری جدوجہد صفحہ ۴۷)

(۵) ہماری عبادت گاہیں فتنہ کاریوں کے مرکز ہیں یہودی نسلوں نے اپنے معابد میں بیٹھ کر سب قوموں سے زیادہ امن عالم کی تخریب کے پروگرام بنائے ہیں —

(میری جدوجہد صفحہ ۸۹)

(۶) میں جب کسی معبد کو دیکھتا ہوں۔ میرا دل اُسے مسمار کرنے کی خواہش میں میرے مصلحت کوش دماغ سے بغاوت کرنے لگتا ہے۔ توڑ دو ! مٹا دو ان ظلمت کدوں کو پھر تم دیکھو گے کہ انسانیت اپنی تمام اُمنگوں کو اُجاگر کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ (میری جدوجہد صفحہ ۹۰)

(۷) مشرق کی شورہ زار سرزمین مذاہب اور مذہبی مقتداؤں کی صورت میں ہزاروں خوں فشاں فتنوں اور خون آشام فتنہ کاروں کی پرورش کر چکی ہے۔ آزاد سرزمین اور حریت پرور اقوام نے کبھی کوئی مذہب اور کسی بانئ مذہب کو پیدا نہیں کیا یہ بدنصیبی ہمیشہ مشرق ہی کا حصہ بنی ہے (۹۴)

نسلی برتری

(۱) اقوام عالم میں آریائی قومیں نسل کے اعتبار سے تمام سامی اقوام سے برتر ہیں۔ اور اُن میں بھی جرمن نیشن اول درجہ پر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (میری جدوجہد صفحہ ۱۷)

(۲) سامی قومیں مظاہر انسانیت کا ناقص مرقع ہیں۔ یہودیوں کی سیرت پر غور کرو صورت کے سوا اُن میں انسانیت کا کوئی نشان نہیں پاؤ گے ۔ ۔ ۔ ۔ (میری جدوجہد صفحہ ۱۹)

(۳) متمدن دنیا اور مہذب ممالک میں خونریزی و فساد خیزی کا ہر حادثہ کسی یہودی دماغ کی تشکیل و تخلیق کا ممنون منت ہوتا ہے۔ (میری جدوجہد صفحہ ۵۴)

(۴) سامی اقوام کا بہترین مصرف یہ ہے کہ انہیں غلام بنا لیا جائے اُن کی تخلیق ہی اس مقصد کے لئے ہوئی ہے کہ وہ آریائی اقوام کی آقائی کے زیر سایہ غلامی کی زندگی بسر کریں۔ تاریخ عالم کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جب کسی سامی قوم کو حاکمانہ حیثیت ملی ہے وہ اس منصب کے لائق ثابت نہیں ہوئی (میری جدوجہد ۱۹)

(۵) عرب قومیں فطرت کی مخلوقات میں چھٹے درجے پر ہیں عموماً یہ بے دماغ ہوتی ہیں۔ (میری جدوجہد)

موجودہ جنگ میں محوری طرز عمل

پولینڈ کی پامالی کے دوران میں مشہور علمائے کرام کو دار و رسن اور قید و بند کی سزائیں دی گئیں اور مساجد کو بے تحاشا طور پر مسمار کرایا گیا۔

جرمنی کے نازی مدارس میں "میری جدوجہد" کو انجیل اور اُس کے مصنف کو حضرت مسیح کا نعم البدل بنایا جاتا ہے۔ ابتدائی مدارس کی ریڈروں میں متعدد اسباق سوال و جواب کی صورت میں ملتے ہیں نمونے کے طور پر ایک مکالمے کے چند فقرے نقل کئے جاتے ہیں۔

استاد ۔ تمہارا خدا کون ہے ؟

طالب علم ۔ ہم اپنے خدا آپ ہیں۔ جرمنوں پر کسی خدا کی حکومت نہیں ہے۔

استاد ۔ تمہارا مذہب کیا ہے ؟

طالب علم ۔ نازیت جناب !

استاد ۔ تم مسیح اور اس کی انجیل کو جانتے ہو ؟

طالب علم ۔ ہاں جناب زندہ مسیح فیوہرر کی زندہ انجیل "میری جدوجہد" ہے۔

استاد ۔ گرجاؤں میں جو انجیل پڑھائی جاتی ہے ؟ وہ کیا ہے ؟

طالب علم ۔ وہ ایک مردہ مسیح کی مردہ انجیل ہے جسے ... عقل کے بوڑھے پڑھا کرتے ہیں۔

استاد ۔ تم جوان ہو کر کیا کام کرو گے ۔ ؟

طالب علم ۔ ساری دنیا کو نازی علم کے نیچے کھینچ لائیں گے اور نازیت کو دنیا کا مشترکہ مذہب بنائیں گے۔

مندرجہ بالا افکار و کردار کے مختصر اقتباسات سے نازی لیڈر کی سیرت کا ایک دھندلا سا خاکہ نظر کے سامنے آجاتا ہے اگر اس کی پوری کتاب کا مطالعہ کیا جائے اور جرمن مقبوضات پر نازیت کے الوکھے اور غیر انسانی نظام پر نظر رکھی جائے تو اُس کی مکمل تصویر بنائی جا سکتی ہے۔

ہٹلر کے اعمال و خیالات سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں

(۱) خدا کی ہستی سے انکار

(۲) مذہب کی عظمت سے انکار۔ بلکہ مذاہب دشمنی

(۳) مساجد و معابد کے تقدس کی پامالی۔

(۴) انبیاء اور مذاہب کے منادوں کی تذلیل و رسوائی

(۵) کتب آسمانی سے تنفر کی تبلیغ ۔

(۶) نسلی برتری کا غیر مذہبی تصور ۔

(۷) اور سامی اقوام کی جن میں یہودی عیسائی اور مسلمان بھی ہیں غلامی کے لئے تخصیص ۔

(۸) مفتوحہ اقوام پر جبر و قہر

بس یہی کچھ اُس نام نہاد نظام جدید کی بنیادی خصوصیات ہونگی نظام جدید کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والی قومیں خدا کی پرستش کر سکیں گی۔ نہ عبادت گاہیں بنا سکیں گی دینی کتابوں اور الہامی کتابوں کے مطالعہ کی مجال پائیں گی۔ نہ انہیں انفرادی یا اجتماعی اظہار رائے کی آزادی حاصل ہوگی نہ انہیں اپنے اپنے ملکی اور قومی جھنڈوں کو بلند کرنا نصیب ہوگا۔ جمہوری زندگی، حریت رائے و فکر، انسانی مساوات آزادی یہ تصورات نظام جدید کی تعزیرات کے ناقابل عفو گناہ قرار دئیے جائیں گے ❊

معذرت

موجودہ شیوع کی اصل تاریخ ۱۷ اگست تھی۔ لیکن ۱۷ اگست کو اتوار ہونے کی وجہ سے مطبع بند تھا اس لئے پرچہ ۱۸ اگست کو شائع ہو رہا ہے۔

ہماری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز کی غرض و غایت

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب صدر مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن)

احباب جماعت و قارئین پیغام صلح یہ سن کر یقیناً خوش ہونگے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت تک دس بڑے بڑے مقامات پر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز کا قیام معرض وجود میں آچکا ہے۔ ماہ جون کے اخیر تک سات مقامات پر ایسی ایسوسی ایشنز قائم ہو چکی تھیں اور ماہ جولائی میں ۳ کا اضافہ ہوا جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ وزیر آباد سیالکوٹ اور بدو ملہی۔ ایسوسی ایشنز کا محض قائم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ اصل چیز جو باعث مسرت ہے۔ وہ یہ کہ تمام ایسوسی ایشنز سرگرمی تنظیم جماعت اور تبلیغ احمدیت میں کوشاں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کا منتہائے نظر نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا ہے جن کے اندر تقویٰ اور طہارت کا نمونہ نظر آتا ہو۔ جن کے اخلاق اور کیریکٹر دنیا کے لئے ایک نمونہ کا کام دیں۔ کیونکہ بجز اعلےٰ اخلاق اور عملی نمونہ کے ہم دنیا کو قطعاً فتح نہیں کر سکتے۔ ہمارے اعلےٰ درجہ کے نکات اور کامیاب مناظرے قطعاً لوگوں کو ہماری طرف نہیں کھینچ سکتے بلکہ کلید کامیابی ہمارا تقویٰ اللہ و تعلق باللہ ہے۔ مقام شکر ہے کہ ہمارے نوجوان اس راز کو بخوبی سمجھ رہے ہیں۔ لہذا الیقین کامل ہے کہ ان کا اخلاص، ان کی قربانی اور سادہ عمل یقیناً انہیں منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ و باللہ التوفیق۔ ماہ جولائی میں مجھے نوجوانان جماعت سے ملاقات کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ کرنا پڑا۔ گوجرانوالہ، وزیر آباد، سیالکوٹ۔ اسی طرح مجھے ایک اور تبلیغی کام کے سلسلہ میں نگینہ بھی جانا پڑا۔ میرا ارادہ ہے کہ ماہ اگست میں بھی اس مقصد کو جاری رکھوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲-۱ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ محمد حمید ولد احمد بخش ذات ارائیں سکنہ کولیاں تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۵۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام دینانگر درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۹/۴۱ ۲ مقرر کیا ہے۔ لہذا اعلانے مذکور بر محمد حمید کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۸/۴۱ ا

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکر گڑھ ضلع گورداسپور

لنڈن ۱۳ اگست۔ روس کی طرف سے سرکاری طور پر اعلان ہوا ہے کہ شمالی محاذ پر جرمن فوج نے جھیل اونیگا کے قریب شدید حملہ کیا تھا۔ مگر جرمن فوج کو شدید نقصان پہنچایا گیا ہے اور اس کی پیشقدمی روک دی ہے۔ روسیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے ۔ ۔ ۔ ۵ جرمنوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

رفتار عالم

لنڈن ۱۴ اگست۔ کل امریکن ریڈیو نے اعلان کیا تھا کہ چار دن سے مسٹر روزویلٹ اور ان کی کشتی کا حال معلوم نہیں۔ برطانوی اخبارات نے چند دن پیشتر لکھ دیا تھا۔ کہ مسٹر چرچل امریکہ میں مسٹر روزویلٹ سے ملاقات کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج صاف طور پر اعلان ہو گیا ہے۔ کہ فی الحقیقت مسٹر چرچل اور مسٹر روزویلٹ باہم مذاکرہ کر رہے تھے آج میجر اٹیلی نائب وزیر اعظم برطانیہ نے سرکاری طور پر اعلان کر دیا ہے کہ مسٹر روزویلٹ اور مسٹر چرچل نے آزادانہ مذاکرہ کر کے آئندہ کے لئے اہم فیصلے کئے ہیں۔ میجر اٹیلی نے اعلان کیا کہ اس ملاقات میں برطانیہ اور امریکہ کے فوجی بحری اور فضائی افسر بھی شریک تھے۔ اس ملاقات میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ آئندہ امریکہ کی طرف سے برطانیہ کو کس قسم کی امداد ملنی چاہئے۔ اس کے علاوہ ان ملکوں کی امداد کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ جو ہٹلر کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے سپلائی منسٹر لارڈ بیور بروک بھی اس ملاقات میں موجود تھے۔

لنڈن ۱۴ اگست۔ آج متبر رپے پر جرمن ہائی کمان نے جنوبی یوکرین کی لڑائی میں بڑی کامیابیوں کا دعویٰ کیا ہے۔ اعلان میں مرقوم ہے کہ جرمن، رومانوی، ہنگرین اور اطالوی فوجوں کا سیلاب خس و خاشاک کی طرح روسیوں کو بہا رہا ہے۔ دریائے برڈ نیسٹر اور ڈنیپر کے درمیان روسیوں کا دفاع بالکل ٹوٹ رہا ہے۔ جرمن فوجیں اپنے اتحادیوں کی امداد سے نکولائف کو محصور کر چکی ہیں۔ اس علاقے میں روسیوں کا بالکل خاتمہ ہو رہا ہے۔

لنڈن ۱۴ اگست۔ ہٹلر کے ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ جرمن فوجیں دریائے بگ کے دہانے تک پہنچ گئی ہیں۔ اعلان میں یہ بھی مرقوم ہے کہ روسی افسر بحیرہ اسود کی بندرگاہوں کے راستے اپنی فوجوں کو جنوبی یوکرین سے نکال رہے ہیں۔ جرمن طیاروں نے فوجوں سے بھرے ہوئے جہازوں پر بمباری کی۔ ان میں سے دو جہازوں کو غرق کر دیا گیا۔ اور پانچ جہازوں کو نقصان پہنچایا گیا۔

لنڈن ۱۴ اگست۔ لنڈن میں معلوم ہوا ہے کہ جاپانی فوجیں کمبوڈیا میں گھس گئی ہیں۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ تھائی لینڈ کی سرحد پر کتنی جاپانی فوج پہنچ چکی ہے۔

لنڈن ۱۴ اگست۔ بر وقت اطلاع مل جانے پر ایران خوفناک انقلاب کی مصیبت سے بچ گیا ہے۔ جس کے لئے نازی ایجنٹوں نے ۱۵ اگست کا دن مقرر کیا ہوا تھا۔ پولیس نے اطلاع پاتے ہی نازی ایجنٹوں اور سازش کے لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ جن کے خلاف اب فوجی عدالتوں میں مقدمات چلائے جائیں گے۔ یہ لرزہ خیز اطلاع ڈیلی میل کے نامہ نگار سیڈرک سالٹر نے بذریعہ ائرلیس استنبول سے ارسال کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ گرفتار شدگان میں ایرانی افسر اور غیر ملکی رقاصائیں بھی ہیں۔ جو پولیس کے بیان کے مطابق برلین کی تنخواہ دار ایجنٹ ثابت ہوئی ہیں۔

مسٹر سالٹر نے اپنے پیغام میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حکومت ایران نے برطانیہ اور روس کے مطالبہ پر برلین کے احتجاج کے باوجود ایران میں نازیوں کے پانچویں کالم کے تقریباً ۵ ہزار افراد کے خلاف اقدام کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایران میں قیام کے لئے ان جرمن سیاحوں کو جتنی مدت کی اجازت دی گئی تھی۔ اس میں مزید توسیع نہیں کی جائے گی۔ اور اس طرح انہیں ایران سے واپس جانے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس عمل میں زیادہ مدت صرف ہوگی تو خیال کیا جاتا ہے کہ برطانیہ اور روس حکومت ایران سے پرزور مطالبہ کریں کہ ان جرمنوں کو ایران سے فی الفور نکال دینے کے لئے اقدام کیا جائے۔

لنڈن ۱۳ اگست گذشتہ۔ اپریل سے لنڈن کے بازاروں اور سڑکوں کے نیچے انجنیئر جو گہری پناہ گاہیں بنا رہے ہیں وہ اب تقریباً ختم ہو گئی ہیں۔ اور نومبر سے عوام کے لئے کھول دی جائیں گی۔ یہ پناہ گاہیں لنڈن کے زیر زمین ریلوے سٹیشنوں کے ساتھ ملحق ہیں۔ ان میں ۸۰ ہزار اشخاص کے سونے کا انتظام کیا گیا ہے پناہ گاہوں کو گرم کرنے کیلئے بجلی کے ہیٹر مہیا کئے جا چکے ہیں۔

یہ پروگرام ختم ہونے پر لنڈن کی پناہ گاہوں میں ایک لاکھ آدمی کو سونے کی جگہ مل سکے گی۔ اور ویسے ان میں ۱½ لاکھ آدمی پناہ لے سکتے ہیں۔ غسل اور رفع حاجت ضروری کے انتظامات بھی مہیا کئے گئے ہیں۔

لنڈن ۱۴ اگست۔ روس کی طرف سے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ روسی فوجیں سمولنسک کے علاقے سے پسپا ہو گئی ہیں جرمنوں نے چند روز پیشتر اعلان کیا تھا کہ سمولنسک پر جرمنوں کا قبضہ ہو گیا ہے آج روسیوں نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ چند روز پیشتر روسی فوجیں سمولنسک سے خارج ہو گئی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمن فوجیں ماسکو کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جرمن فوجیں کس جگہ ہیں۔ کیونکہ شہر سمولنسک ماسکو سے ۲۵۰ میل دور ہے۔

روس اور جرمنی کی لڑائی کی تازہ ترین خبریں ظاہر کر رہی ہیں کہ جرمن فوجیں لیننگراڈ کے محاذ پر بھی بہت کچھ آگے بڑھ آئی ہیں۔ یوکرین کے محاذ کے متعلق روسیوں کے اعلان میں ایک نئے شہر کا ذکر ہے یہ شہر کیف سے ۱۰۰ میل جنوب کی طرف ہے۔ جرمنوں نے اعلان کیا ہے کہ جرمن فوجیں بحیرہ اسود تک پہنچ گئی ہیں۔ جرمنوں کا اعلان کہ انہوں نے ایک ایسے مقام پر قبضہ کر لیا ہے جو اوڈیسا اور دریائے بگ کے درمیان واقع ہے۔

جرمنوں نے تیل کے چشموں پر قبضہ کر لیا۔ یہ چشمے گرانف سے ۱۰ میل دور ہیں۔

احمد آباد ۱۴ اگست۔ گذشتہ رات دریائے سابرمتی ۲۰ فٹ تک چڑھ آیا تھا۔ مگر اب ۱۶ فٹ تک رہ گیا ہے۔ آج صبح بارش بھی شروع ہو گئی میونسپلٹی نے طوفان زدہ علاقوں کے پناہ گزینوں کے لئے اپنی تمام عمارتیں کھول دی ہیں اور مصیبت زدگان کی امداد کے لئے پانچ ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ ایک سہ سالہ بچی طوفان میں بہہ گئی اور ایک چار سالہ بچہ ایک گرتے ہوئے مکان کے نیچے آ کر چور چور ہو گیا۔ بعض نواحی دیہات سے طوفان کی وجہ سے شدید نقصانات کی اطلاعیں ملی ہیں۔

احمد آباد و مکاٹیچ کو ایشیائی ملوں کو مزید شدید نقصان پہنچا ہے۔ ایک بند منہدم ہو چکا ہے۔ اب تعمیر کا کام ہے کہ اندازاً دو ایک ہفتہ تک مکمل کر لی جائے گی۔

سرگودھا ۱۶ اگست۔ جشن اشتمی کے جلوس کے سلسلہ میں اس وقت تک ۴۰ گرفتاریاں ہو چکی ہیں۔ گرفتار شدگان میں ایک عورت بھی ہے۔ ان گرفتاریوں کے خلاف احتجاج کے طور پر ہندوؤں اور سکھوں نے ہڑتال کر رکھی ہے۔ شہر کے اہم ناکوں پر مسلح پولیس کے پکٹ لگائے ہوئے ہیں۔ صورت حالات پر پوری طرح سے قابو ہے اب معلوم ہوا ہے کہ کل جلوس اور پولیس میں جو تصادم ہوا تھا۔ اس میں پولیس کے نو سپاہیوں کو زخم آئے تھے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸۳

ہمارے ہاں سے شائع ہر اتوار کی ماہ کی ۴۔۸۔۱۲۔۱۷۔۲۱۔۲۴۔۳۰ کو شائع ہوتا ہے

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ — لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲۷ رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۴۱ء — نمبر ۵۱

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قلب اور دماغ کی قوتیں

جن لوگوں کو مجاہدات کرنے پڑتے ہیں یا جنہوں نے سلوک کی منزلوں کو طے کرنا چاہا ہے انہوں نے اس کو اپنے مشاہدہ اور تجربہ سے صحیح پایا ہے۔ قلب اور عرش کے درمیان گویا باریک تار ہے۔ قلب کو جو حکم کرتا ہے اس سے ہی لذت پاتا ہے۔ خارجی دلائل اور براہین کا محتاج نہیں ہوتا ہے بلکہ ملہم ہو کر خدا سے اندر ہی اندر باتیں پا کر تسلی دیتا ہے۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ جب تک قلب، قلب نہ بنے لو کنا نسمع او نعقل کا مصداق ہوتا ہے۔ یعنی انسان پر ایک وہ زمانہ آتا ہے۔ جس میں نہ قلب نہ دماغ کی قوتیں اور طاقتیں ہوتی ہیں۔ پھر ایک زمانہ دماغ کا آتا ہے۔ دماغی قوتیں اور طاقتیں نشوونما پاتی ہیں اور ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ قلب منور اور مشتعل اور روشن ہو جاتا ہے۔ جب قلب کا زمانہ آتا ہے اس وقت انسان روحانی بلوغ حاصل کرتا ہے اور دماغ قلب کے تابع ہوتا ہے اور دماغی قوتوں کو قلب کی خاصیتوں اور طاقتوں پر فوق نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دماغی حالتوں کو مومنوں سے ہی خصوصیت نہیں ہے ہندو اور چوہڑے وغیرہ بھی سب کے سب ہر ایک دماغ سے کام لیتے ہیں۔ جو لوگ دنیوی معاملات اور تجارت کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ وہ سب کے سب دماغ سے کام لیتے ہیں۔ ان کی دماغی قوتیں پورے طور پر نشوونما پائی ہوئی ہوتی ہیں اور ہر روز نئی نئی باتیں اپنے کاروبار کے متعلق ایجاد کرتے ہیں۔ یورپ اور نئی دنیا کو دیکھو کہ یہ لوگ کس قدر دماغی قوتوں سے کام لیتے ہیں اور کس قدر آئے دن نئی ایجادیں کرتے ہیں۔ قلب کا کام جب ہوتا ہے جب انسان خدا کا بنتا ہے اس وقت اندر کی ساری طاقتیں اور ریاستیں معدوم ہو کر قلب کی سلطنت ایک اقتدار اور قوت حاصل کرتی ہے۔ تب انسان کامل انسان کہلاتا ہے۔ یہ وہی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ نفخت فیہ من روحی کا مصداق ہوتا ہے اور ملائکہ تک اسے سجدہ کرتے ہیں اس وقت وہ ایک نیا انسان ہوتا ہے۔ اس کی روح پوری لذت اور سرور سے سرشار ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ لذت ایسی لذت نہیں جیسا کہ ایک نا عاقبت اندیش بدکار زنا کرنے میں پاتا ہے۔ یا خوش الحانی کے شائق سرود اور خوش گلو کے گانے میں پاتا ہے۔ نہیں بلکہ اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— چند دن ہوئے مولانا نادر تقی خاں صاحب کھاریاں ضلع گجرات کے سٹیشن سے گاڑی پر سوار ہونے لگے تھے کہ دھوپ میں گاڑی چل پڑی اور مولانا گاڑی کے پائیدان اور پلیٹ فارم کے درمیان گر پڑے۔ بڑی مشکل سے کوشش کرکے باہر نکلے۔ خدا کا فضل ہے کہ جان بچ گئی۔ مولانا مذکور کے گھٹنوں پر چوٹیں آئی ہیں احباب سلسلہ ان کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

— راجہ فضل الٰہی صاحب خلف خانصاحب چوہدری منظور الٰہی صاحب نے تجارتی کاروبار شروع کیا ہے احباب اس میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

— جناب مولوی دوست محمد صاحب کے بھتیجے عبدالحمید صاحب کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ جناب مولوی صاحب درخواست کرتے ہیں کہ ان کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔

— شیخ فضل حق صاحب احمدی لائل پوری لکھتے ہیں کہ ان کی اہلیہ سخت بیمار رہیں اور بہت کمزور ہو چکی ہیں احباب سلسلہ ان کی کامل صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

— غلام قادر صاحب احمدی بستی لغاری ضلع مظفر گڑھ کے والد (جو گذشتہ میں برس سے باقاعدہ پیغام صلح کے خریدار ہیں) عرصہ دو ماہ سے بیمار ہیں۔ علاج معالجہ بھی کافی کیا گیا ہے۔ لیکن صحت کے آثار نہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔

تبلیغی ٹریننگ حاصل کرنیوالے نوجوان یکم ستمبر ۱۹۴۱ء کو لاہور تشریف لے آئیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مذاکرۂ علمیہ

نمل

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

قرآن شریف میں متشابہ الفاظ کے استعمال کی حکمت

قرآن کریم نے حضرت سلیمان کے ذکر میں جو نمل کا تذکرہ فرمایا ہے اس کے متعلق بھی لوگوں کو وہی غلطی لگی ہے جو طیر اور ھُد ھُد کے متعلق لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ متشابہ الفاظ اس لئے استعمال فرماتا ہے کہ انسان ان معاملات میں کچھ اپنی سمجھ سے بھی کام لے۔ بالکل ہی بدھوؤں کی طرح تو نہ رہے۔ کہ جب تک کوئی ہاتھ پکڑ کر چلاتا جائے تو چلتا رہے۔ جہاں ہاتھ چھوڑ دیا تو لگے ٹامک ٹوئیاں مارنے اور قلابازیاں کھانے۔ ان معاملات میں اپنی سمجھ سے کام لینے سے انسان کی تفکر و تدبر کی قوت بڑھتی ہے۔ اور استنباط و اجتہاد کی استعداد ترقی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو جناب الٰہی متشابہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایسے اشارات بلکہ تفصیلات ارشاد فرما دیتے ہیں جن پر غور کرنے سے ادنیٰ تفکر و تدبر سے متشابہ الفاظ کے معنے صاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئی آنکھیں بند کر لے تو اس کا کیا علاج۔

نمل کے متعلق تحقیقات

مثلاً اسی نمل کو دیکھو۔ مانا کہ نمل کے معنے چیونٹیوں کے ہیں اور نملہ کی معنی ایک چیونٹی یا مادہ چیونٹی کے ہیں۔ لیکن اتنا تو سوچنا چاہیئے کہ اگر ایک نملہ اپنی قوم کو مخاطب کر کے تقریر کرے۔ بادشاہوں اور ان کے لشکروں کے متعلق پر حکمت باتیں بتا دے تو یہ چیونٹی تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عقل و شعور کا ہونا۔ دنیا کی سلطنتوں کے قواعد اور اصولوں سے باخبر ہونا۔ تقریر کرنا یہ چیونٹی کے کام نہ کبھی ہوئے اور نہ آج ہیں۔ ویسے افسانہ پسندی اور اعجوبہ پرستی کو دل چاہے تو جو مرضی چاہے سمجھ لو یا کہہ لو۔ لیکن اگر ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ سوائے انسان کے یہ اور کسی جنس کا کام نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایک عقلمند کا فرض ہے کہ وہ انسانوں میں نمل کو تلاش کرے۔

اب ہر ایک شخص جو کچھ بھی جغرافیہ سے باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ عرب میں طائف کے پاس یمن کے رستہ میں ایک وادی ہے جہاں نمل ایک قوم بستی ہے۔ عربی کی مشہور لغت قاموس میں ہے۔ الابرقة من میاه نملة یعنی ابرقہ نملہ کے پانیوں میں سے ہے یعنی جہاں سے نمل قوم پانی لیا کرتی ہے۔ عرب میں ایسی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ مثلاً مازن چیونٹی کے انڈوں کو کہتے ہیں۔ اور ایک قوم کا نام بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس قوم کا نام نمل اس لئے پڑ گیا تھا کہ وہ لوگ وادی کی ریت میں سے سونے کے ذرات جمع کیا کرتے تھے۔ جس طرح چیونٹی ذرہ ذرہ جمع کر کے اپنی خوراک جمع کرتی ہے اسی طرح وہ بھی سونے کے ذرات جمع کیا کرتے تھے۔ عربوں کا قاعدہ ہے کہ ...[illegible] حسب حالی نام رکھ دیا کرتے ہیں۔ سو ان کا نام بھی نمل پڑ گیا۔

نمل قوم کی فرمانبرداری

اللہ تعالیٰ نے اس آیت وحشر لسلیمن جنوده من الجن والانس والطیر فهم یوزعون ○ (النمل) اور جمع کیا گیا سلیمان کے لئے ان کا لشکر جن اور انس اور طیر سے اور وہ ہر قسم کی بے ضابطگی سے رُکے ہوئے تھے۔ یعنی نہایت باضابطہ قواعد کے پابند اور شائستہ فوج تھی۔ اب حضرت سلیمان کی حکومت کے رعب اور فوج کی شائستگی کا ذکر فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ حتّٰی اذا اتوا علیٰ واد النمل قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون (النمل) یہاں تک کہ جب وادئ نمل میں پہنچے تو ایک نملہ نے کہا کہ اے نمل اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں درانحالیکہ وہ جانتے نہ ہوں۔ نمل قوم میں سردار ہمیشہ عورت ہوتی تھی۔ جیسے بھوپال میں عرصہ تک والئے ریاست بیگم ہوتی رہی ہے۔ ہالینڈ میں ہمیشہ والئے سلطنت ملکہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اس قوم میں سردار ہمیشہ عورت ہوتی تھی چنانچہ حضرت سلیمان کا لشکر یمن کو جاتے ہوئے وادی نمل سے گذرا تو قوم نمل میں سے اس عورت نے جو ان کی سردار تھی اپنی قوم نمل کو مخاطب کر کے کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں گھس کر بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں دشمن سمجھ کر کچل دے۔ وھم لا یشعرون کے معنے ہیں کہ انہیں یہ علم نہ ہو کہ ہم لوگ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور فرمانبردار ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دشمن سمجھ کر تمہیں پامال کر ڈالیں گے۔ عرب میں یہ قاعدہ تھا کہ کوئی قوم اگر مقابلہ کرنا نہ چاہتی تو وہ اپنے گھروں میں دروازے بند کر کے بیٹھ جاتی۔ اس کے معنے یہ سمجھے جاتے کہ قوم مقابلہ کرنا نہیں چاہتی اور فرمانبرداری کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوسفیان سے یہی فرمایا تھا کہ جو شخص مکہ میں اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے گا اُسے امان ہے۔ وہ عورت نمل قوم کی نہایت عقلمند تھی۔ وہ حضرت سلیمان کی حکومت اور طاقت سے واقف تھی۔ اس لئے اس نے قبل اس کے کہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر حملہ کر بیٹھے اپنی قوم کو ایسے اعلان کی ہدایت کی جس سے حضرت سلیمان کے لشکر کو غلط فہمی نہ ہو۔ لیکن ایسا ہوا کہ لشکر نے کسی قسم کی زیادتی یا جبر اس قوم پر نہیں کیا۔ بلکہ کل واقعہ کی خبر حضرت سلیمان کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذریعۂ خبر رسانی کتنا اعلیٰ درجہ کا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے جب یہ سب معاملہ سنا تو فتبسم ضاحکًا من قولها وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صالحًا ترضٰه وادخلنی برحمتك فی عبادك الصّٰلحین ○ (النمل) تو اسکی بات پر خوش ہوتے ہوئے مسکرائے اور کہا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کئے۔ اور کہ میں اچھے عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما۔

حضرت سلیمان خوش تو اس لئے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رعب کو اسقدر قوموں کے دلوں پر بٹھا دیا تھا کہ بغیر کسی خونریزی کے وہ مسخر ہوتی چلی جاتی تھیں۔ اور مسکرائے اس عورت کے غلط اندازہ پر اس لئے کہ حضرت سلیمان اور آپ کے لشکر کا یہ دستور نہ تھا کہ ظالم بادشاہوں کی طرح بغیر کسی قوم کا عندیہ اور ارادہ معلوم کئے یونہی ناحق انہیں پامال کرتے چلے جاتے۔ لیکن ساتھ ہی دعا بھی کی کہ انسان کو اپنے نفس پر نازاں نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ ہی توفیق دے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ سلطنت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اور اس نعمت کا شکر اور قدردانی یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ انصاف اور عدل اور رحم اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے نہ کہ کمزوروں کو طاقتور پامال کرتا چلا جائے۔ اور ان اعمل صالحًا ترضٰه فرما کر بتلایا کہ غریب ہو یا امیر محکوم ہو یا حاکم۔ خدا کے ہاں ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں۔ وہاں تو ان اعمال کی قدر ہے جو اس کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اگر ایک غریب اچھے عمل کرتا ہے اور خدا کی رضا کو مقدم رکھتا ہے تو وہ خدا کے گھر میں یقیناً اس بادشاہ سے بدرجہا بہتر ہے جو خدا کی رضا کو مقدم نہیں رکھتا۔ اسی لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو اور اپنے صالح بندوں میں داخل فرمائے۔ گویا انسان کا منتہائے نظر اور نصب العین حکومت یا سلطنت نہیں بلکہ رضائے الٰہی ہے جس سے انسان خدا کے صالحین بندوں میں داخل ہو کر دائمی عزت و راحت و مسرت کا وارث بنتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے اس نملہ پر اتنی مہربانی کی کہ اس کی دعوت منظور کی۔ اور اس نے آپ کی اور آپ کے لشکر کی نہایت دلی مسرت کے ساتھ دعوت کی لیکن چیونٹی کے تخیل نے ان سے یہ لغو کہانی بنوائی کہ چیونٹی ایک ٹڈے کی ٹانگ لے آئی۔ اور اس میں ایسی برکت ہوئی کہ حضرت سلیمان اور آپ کے لشکر نے سیر ہو کر کھایا۔ گویا سب نے نعوذ باللہ مردار کھایا اور ٹڈے جیسی مکروہ چیز کھائی۔ حالانکہ کسی قوم کا بادشاہ اور اس کے لشکر کی دعوت کرنا اپنی اور ان کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ چنانچہ جب خلیفہ ہارون رشید طائف کے قریب اسی نمل قوم کی وادی سے گذرا تو حسب دستور قومی اُن کی سردار اس وقت بھی عورت تھی۔ اس عورت نے خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں سونے کے ذرات کی ایک تھیلی پیش کی اور کہا کہ ہماری جدہ قوم کی سردار عورت نے سلیمان اور ان کے لشکر کی دعوت کی تھی سو تو بھی ہماری مسلمان قوم کا سلیمان ہے۔ اس لئے میں بھی تیری اور تیرے لشکر کی دعوت کے لئے سونے کے ذرات کی یہ تھیلی پیش کرتی ہوں ◆

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۲۷ ر رجب ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵۱

ہمارا تبلیغی پروگرام اور اسلامی پریس

معاصر صدق لکھنؤ کے اعتراضات کا جواب

اسلامی صحیفہ نگاروں کی مخالفت

بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے ہمارا تبلیغی پروگرام اسلامی صحیفہ نگاروں کی آنکھوں میں کھٹک سی بن کر رہ گیا ہے پیغام صلح مؤرخہ ۳۰ رجولائی اور ۴ راگست میں ہم نے معاصر ایمان کے بعض اعتراضات کا جواب دیا تھا اور پیغام صلح مؤرخہ ۱۷ رجولائی میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا بھی ایک مضمون "قریشی صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اور قریشی صاحب کے اعتراض کا اس میں شافی جواب تھا۔ قریشی صاحب کا اعتراض تھا۔

اقتباس

لاہور کی احمدیہ جماعت اس سال ایک تبلیغی پروگرام پر زور دے رہی ہے۔ ان کے امیر جماعت نے حکم دیا کہ ہر لاہوری احمدی عام مسلمانوں میں سے دس بیس آدمیوں کو چن لے اور ہر ممکن ذریعہ سے یہ کوشش کرے کہ وہ احمدی بن جائیں۔ اس سال کم وبیش دس ہزار آدمیوں کو اس تبلیغ کیلئے چنا جائے گا اور انہیں ایک فرقہ سے نکال کر دوسرے فرقہ میں شامل کیا جائے گا۔ یہ تبلیغ ہے۔ یا اندرونی کشمکش"

ہمارا جواب

اس کا ہم نے جواب دیا تھا کہ ہم حرب عقائد کا تماشا دنیا کو نہیں دکھانا چاہتے بلکہ ایک خالص اسلامی جماعت کو اعلائے کلمۃ الحق کیلئے وسیع اور منظم کرنا چاہتے ہیں اور حضرت امام عصر حاضر کے انفاس طیبہ سے ان کے قلوب میں وہ ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں جس ایمان کے بغیر مسلمانوں کے مصائب دور نہیں ہو سکتے۔ اور نہ بیرونی فتوحات کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ اور اگر اس جہاد کی وجہ سے ہمارے مسلمان بھائی ہماری مخالفت کریں تو ہمیں اس کی چنداں پرواہ نہیں اور نہ ہم اس مخالفت کو زیادہ لائق اعتنا خیال کرتے ہیں۔ آخر کون سا دن گزرا ہے جب مسلمانوں نے ہماری مخالفت نہیں کی۔ اور اب جو مخالفت ہوگی۔ وہ ہمارے لئے کوئی نئی چیز تو نہیں ہوگی

معاصر "صدق" کی تسلی نہیں ہوئی

ہمارے اس جواب پر شاید مدیر "ایمان" کی تو تشفی ہو گئی ہوگی لیکن معاصر "صدق" کی تسلی نہیں ہوئی اور ہماری اس گذارش پر کہ ہم ہر اس مسلمان کو جس کے قلب میں غیرت اسلام ہے اور جس کی آنکھوں کے سامنے غلط بینیوں اور غلط فہمیوں کی دھند نہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس جہاد بالقرآن میں ہمارا شریک ہو جو بدنصیب اس جہاد بالقرآن میں ہمارا شریک ہونا نہیں چاہتا اس کی بدبختی پر ہمیں افسوس ہے۔ معاصر مذکور ۱۸ راگست ۱۹۴۱ء کے شیوع میں رقمطراز ہے:۔

معاصر "صدق" کے اعتراضات

"گویا اسلام کا نام لیکر اب تک جو بدتر سے بھی بدتر تحریکیں اٹھی ہیں۔ انہوں نے اپنا مقصد اپنی زبان سے اس کے سوا کچھ اور بتایا تھا؟ گویا باطنیوں نے کہا تھا کہ ہم خدا کی نہیں خودی کی تبلیغ کے لئے اٹھے ہیں؟ گویا قرامطہ اپنے کو خدا کا نہیں شیطان کا ایجنٹ بتاتے تھے! گویا بہائیہ اپنا مقصد حیات اعلائے حق کی بجائے اعلائے باطل بیان کرتے ہیں! گویا اہل قادیان جب "در وصف خود می گوید" پر کرتے ہیں۔ تو اپنے کو اس سطح سے کچھ بھی نیچے رکھتے ہیں!۔۔۔۔ رہیں اس قسم کی اخباری سرخیاں کہ "ہم خدا کی پناہ میں ہیں"۔ تو یہود ونصاریٰ تو اس سے بھی بڑھ بڑھ کر تعلیوں کے مضمون پیش کر چکے ہیں۔ نحن ابناء اللہ واحباؤہ دنس علیٰ ھذا اقادیان کے غالیوں کے مسلسل طعن کے جواب میں یہ مانا کہ لاہور کو بھی کثرت تعداد پر توجہ کرنی ناگزیر ہو گئی۔ لیکن یہ کیا ضرور تھا۔ کہ اس ضرورت کو مسلمانوں کے سواد اعظم ہی پر چھاپہ مار کر پورا کر دیا جاتا؟ اور "پیغام صلح" کے دعوے کو پیغام جنگ میں تبدیل کر دیا جاتا"!

ہمیں عام مولویوں سے تو کوئی شکوہ نہیں۔ کیونکہ وہ مجبور ہیں اور نہ ہمیں ان مولویوں کے اسیر دام ۔ ۔ ۔ مسلمانوں سے کوئی شکایت ہے

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیا کسی سے گلہ کرے کوئی

ہمیں افسوس ہے

لیکن ہمیں معاصر "صدق" کے بزرگ اور بہیدار مغز ایڈیٹر پر افسوس ضرور ہے کہ انہوں نے ایک ہی سانس میں تحریک احمدیت کے ڈانڈے قرون وسطیٰ کی گمراہ تحریکات سے ملا دیئے اور اس کی مشابہت بہائیوں سے بھی قائم کر کے رکھدی۔ جو شریعت اسلامیہ کو منسوخ خیال کرتے ہیں۔ اگر بقول معاصر "صدق" وہ تحریکات اپنا مقصد حیات اعلائے حق بیان کرتی تھیں لہذا ان کے اور جماعت احمدیہ لاہور کے ادعا میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ہم گذارش کرتے ہیں کہ ان مذکورہ تحریکات کی حقیقی فطرت کا اندازہ کرنے کے لئے ان کی خدوخال کو ٹٹولئے اور ان کی مساعی کا مقابلہ ہماری خدمات سے کیجئے۔ تو پھر واضح ہو جائیگا کہ اس سطحی مشابہت کے نیچے۔ جسے زبردستی قائم کیا گیا ہے۔ کتنا بڑا اختلاف موجود ہے۔ ہماری خدمات کے متعلق تو خود مدیر "صدق" کی شہادت موجود ہے۔

مدیر صدق کا ارشاد

"آپ کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ لاہور جو تبلیغ اسلام و ترجمہ قرآن اور غیر مسلموں کو اسلام سے قریب لانے میں جس مستعدی۔ سرگرمی کا ثبوت دے رہی ہے۔ وہ ہم سب کے لئے قابل داد ہی نہیں بلکہ قابل رشک بھی ہے۔ وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون۔ اختلافات کے حدود علمی ہیں اور وہ معلوم ومعروف ہیں۔ لیکن اس کام میں آپ کے ساتھ تعاون کرنا تو عین حکم قرآنی کی تعمیل کرنا ہے۔ وتعاونوا علی البر والتقویٰ۔ خدا کرے آپ کے عقائد ہمارے جیسے ہو جائیں اور ہمارا عمل آپ کا سا ہو"

(مولانا عبد الماجد ایڈیٹر صدق۔ لکھنؤ)

مذکورہ تحریکات سے موازنہ

کیا یہ مندرجہ بالا فقرات جناب مولانا عبد الماجد صاحب ان مذکورہ تحریکات کے متعلق استعمال کر سکتے ہیں۔ جن کی مثال ان کے ۔ ۔ ۔ اقتباس میں بیان ہوئی ہے۔ اگر ہمارا عمل اتنا بلند رتبہ ہے تو ہمارا دعوےٰ اعلائے کلمۃ الحق اتنا ناگوار کیوں ہے۔ ہمارا عمل واضح کرتا ہے کہ ہم اعلان کس مقصد کا کرتے ہیں۔ یقیناً اس کا ہم عملی طور پر بروئے کار لاتے ہیں اور جس کا ذکر مولانا نے مندرجہ بالا عبارت میں کیا ہے۔ اگر ہم اس اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اسی سواد اعظم میں سے ایک مجاہدین کی فوج تیار کریں۔ تو قیامت نہ آ گئی۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ہماری عملی قوت بڑھ جائے گی اور تبلیغ اسلام۔ اشاعت تراجم قرآن کا کام زیادہ قوت سے ہو سکیگا اور وسیع پیمانہ پر ہوگا۔ اور نتائج بھی اسی نسبت سے شاندار ہوں گے۔ دوسرے جو "خدا کی پناہ" کو تعلی قرار دیا گیا ہے ہمارے نزدیک جو بھی جہاد بالقرآن کرتا ہے اشاعت اسلام کرتا ہے وہ خدا کی پناہ میں ہے۔ کیا مولانا کو اس پر اعتراض ہے؟

قادیانیوں کے متعلق

مولانا نے یہ جو فرمایا ہے:۔

"قادیان کے غالیوں کے مسلسل طعن کے جواب میں یہ مانا کہ لاہور کو بھی کثرت تعداد پر توجہ کرنی ناگزیر ہو گئی"

اس کے متعلق عرض ہے کہ قادیانیوں کے طعن کا ہم پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جن کی تبلیغی مساعی کے خانہ میں صفر ہے۔ ہمارے کام کے مقابلہ میں ان کا کام جو ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور دنیا اسے خوب جانتی ہے۔ ہمیں اس چھینا جھپٹی کی روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اور بغیر اشاعت اسلام کے صرف بھرتی کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہم تو وسیع جماعت صرف اشاعت اسلام کے لئے چاہتے ہیں۔ اور سب عالم اسلامی کو اس جہاد کیلئے تیار کرنا چاہتے ہیں اور جو اس کے لئے تیار نہیں ہمیں ان کی بدبختی پر یقیناً افسوس ہے۔

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت

کے متعلق

اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اور

خود مولوی محمد علی صاحب کی شہادت

(از جناب میاں محمود احمد صاحب)

نوٹ:۔ الفضل مورخہ ۱۸ جون ۱۹۴۰ء میں جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ جمعہ "حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خود مولوی محمد علی صاحب کی شہادت" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام صلح مورخہ ۲ جولائی ۱۹۴۰ء میں "حضرت مسیح موعود بھی پیغامی تھے" کے عنوان سے دیا گیا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس مذکورہ جواب کو بعامہ الفضل نے شائع کر دیا ہے۔ ہم بھی جناب میاں صاحب کے اس خطبہ کو جس کا یہ مضمون جواب ہے اخبار پیغام صلح کے موجودہ شیوہ میں شائع کرتے ہیں جواب الجواب کے متعلق چونکہ میاں صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی شرائط منظور نہیں کیں اس لئے ہم اس کے چھاپنے کے پابند نہیں ہیں۔ (مدیر)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

گو آج میری طبیعت حرارت کی وجہ سے خراب ہے۔ مگر اس کے باوجود میں اس

اختلاف کے متعلق

جو ہمارے اور پیغامیوں میں ہے بعض ایسی باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے ہر عقلمند راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں، جس کے متعلق لوگوں میں اختلاف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے لیکر انسان کے اپنے وجود تک ہر چیز کے متعلق

لوگوں میں اختلاف

رہا ہے۔ ہر زمانہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگ ایسے ہوتے رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ دنیا میں قوت واہمہ ہی اصل چیز ہے۔ اس کے سوا دنیا میں کسی اور چیز کا کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ ایک قوت واہمہ ہے جو آپ ہی آپ خیال دوڑاتی ہے۔ اور اس کے اس خیال دوڑانے کے ماتحت مختلف وجود اپنے آپ کو محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ورنہ اس کے سوا دنیا میں نہ کوئی سورج ہے۔ نہ چاند نہ ستارے اور نہ ہی انسان موجود ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ آندھی چلتی ہے تو آگے چلتی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک وہم سے دوسرا پیدا ہوتا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے دربار میں گیا اور کہا کہ یہ

دنیا سب وہم ہی وہم ہے

آپ بھی وہم ہیں۔ میں بھی وہم ہوں۔ بادشاہت اور حکومت بھی وہم ہیں۔ بادشاہ اسے بہت عرصہ تک سمجھاتا رہا کہ یہ بات درست نہیں اور اس سے خوب بحث مباحثے ہوتے رہے۔ مگر وہ اپنی رائے پر قائم رہا۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ اسے کسی ایسی آزمائش میں ڈالنا چاہئے کہ اس کا یہ خیال دور ہو۔ ایک دن اس نے اپنا دربار اوپر کی منزل پر منعقد کیا۔ اور سب درباریوں اور امراء وغیرہ کو اوپر ہی بلوا لیا۔ مگر اسے نیچے ہی رہنے دیا۔ اس کے بعد جانوروں کے افسروں کو حکم دیا کہ ایک مست ہاتھی لاکر وہاں چھوڑ دیں اور ایک سیڑھی اوپر کی منزل پر آنے کے لئے لگی رہنے دی۔ جب ہاتھی آیا اور نظر ماری تو اسے وہاں ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا اور وہ فوراً اس پر حملہ آور ہوا۔ وہ شخص ادھر ادھر جان بچانے کیلئے بھاگتا رہا۔ مگر جدھر وہ جاتا ہاتھی پیچھے جاتا۔ آخر وہ گھبرا کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بادشاہ نے اسے دیکھ کر کہا۔ کہ تم گھبرا کر اوپر کیوں چڑھنے لگے۔ یہ تو محض وہم ہے ہاتھی بھی وہم ہے اور تم پر اس کے حملہ کا خیال بھی وہم ہے اور جب سب کچھ وہم ہے تو بھاگتے کیوں ہو۔ وہ بھی کوئی ہوشیار اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ سیڑھیوں پر چڑھ کون رہا ہے یہ بھی وہم ہی ہے۔ تو اس قسم کے لوگوں کا کوئی علاج دنیا میں نہیں یہ درحقیقت مریض ہوتے ہیں اور

قوت فیصلہ

ان میں نہیں ہوتی۔ اس لئے جو بات سنتے ہیں۔ اس کے متعلق آسان طریق یہی نظر آتا ہے کہ کہدیں یہ وہم ہے۔ ان کی مثال اس کبوتر کی طرح ہوتی ہے جو آنکھیں بند کر کے سمجھ لیتا ہے کہ اب بلی اس پر حملہ نہ کر سکے گی۔ بیماریاں دنیا میں پڑتی ہیں۔ لوگ احتیاطیں کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو بخار آنے لگا۔ جس کا علاج اس زمانہ میں کونین کو قرار دیا گیا ہے اور وہ فائدہ کرتی ہے۔ یا اگر فائدہ نہ کرے تو کم سے کم سخت حملہ اس کے کھانے کے بعد نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے لوگوں سے اگر کہا جائے تو کہدیں گے کہ یہ سب باتیں ہیں۔ کونین میں کیا رکھا ہے اصل مطلب اس کا صرف یہ ہوتا ہے کہ کونین کون کھائے۔ ٹائیفائیڈ کے ٹیکے نکل آئے ہیں۔ لیکن ایسے آدمی سے اگر کہا جائے کہ ٹیکہ کرا لو۔ تو کہدے گا کہ یہ سب باتیں ہیں۔ جو ڈاکٹروں نے اپنی دوائیاں بیچنے کے لئے مشہور کر رکھی ہیں۔ مگر جب ٹائیفائیڈ آن پکڑتا ہے تو پھر علاج کے لئے ڈاکٹروں کے پیچھے پھرتے ہیں۔ ہیضہ پھیلتا ہے ان سے کہا جائے کہ حفظ ماتقدم کے طور پر علاج کراؤ۔ تو کہیں گے کہ کیا ہیضہ سب کو ہوتا ہے۔ مگر جب ان پر حملہ ہوتا ہے۔ تو پھر گھبراتے ہیں تو اس قسم کے خیالات دراصل

نفس کی بیماری

سے پیدا ہوتے ہیں۔ کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ قوت فیصلہ ہوتی نہیں۔ اس لئے ایسا انسان اپنے آپ کو طفل تسلی دے لیتا ہے اور ایسے لوگ دنیا میں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کسی مسئلہ پر خواہ مخواہ بحث جاری رکھنا چاہے اور کوئی بڑی سے بڑی دلیل بھی پیش کی جائے ... کوئی نہ کوئی اعتراض کر دے گا۔ اور وہ اعتراض خواہ کتنا ہی بودا کیوں نہ ہو اسے پیش کر کے سمجھے گا کہ میں نے اس دلیل کو رد کر دیا۔ دنیا میں کہا جاتا ہے کہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب

مگر جس کا یہ عقیدہ ہو کہ دنیا میں سب کچھ وہم ہے: نور بھی وہم اور اندھیرا بھی وہم ہے۔ وہ اس دلیل کو بھی رد کر دیتا ہے وہ سمجھتا ہے نہ کوئی سورج تھا نہ روشنی۔ چاند نہ ستارے۔ تو اس قسم کی بحثیں کبھی بھی ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ سلسلہ چلتا جاتا ہے ایک بات چھوڑی دوسری پکڑی۔ آگے وہ چھوڑی تو کوئی اور لے لی اور ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے

جھگڑوں کو دنیا میں جاری رکھا

ہوا ہے۔ بھلا وہ کونسی چیز تھی۔ جس نے حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفوں کو ضد پر قائم رکھا تھا اور وہ کونسی بات تھی جس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مخالفوں کو ان کے مقابل پر کھڑا کر رکھا تھا۔ پھر وہ کونسی دلیل تھی۔ جس پر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا مقابلہ ان کے مخالفوں نے کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ کرایا۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ کوئی ثبوت نہ تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ان کے نفسوں کی خواہشات تھیں۔ کوئی نہ کوئی نفسانی غرض کوئی پوشیدہ مقصد اور یا پھر کوئی دماغی کمزوری اس کا سبب ہوتا ہے۔ قربانی کرنے یا دوسروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور ہمت ان میں نہیں ہوتی۔ اور اس لئے عداوت سے اعتراض کرتے جاتے ہیں۔ خواہ وہ سورج کی طرح عیاں کیوں نہ ہو چکی ہو۔ اور یہ ان کی عادت ہو جاتی ہے۔ یہی حال ہمارے پیغامی دوستوں کا ہے۔ باریک دلائل کو جانے دو۔ میں

ایک موٹی بات

پیش کرتا ہوں اسے ہی لے لو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے آنے والے دجالوں کی خبر دی ہے اور انہیں نبی اللہ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں مجددین آئیں گے۔ مگر یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت میں منافق بھی ہونگے مگر کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے سامنے جو شخص بھی آئے ہم اسے منافق قرار دیدیں۔ اس وجہ سے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ میری امت میں منافق بھی ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا کہ فرشتے میرے بعض صحابہ کو لیکر دوزخ کی طرف جائیں گے۔ تو میں پکاروں گا۔ اصیحابی۔ اصیحابی کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں اس پر فرشتے جواب دیں گے۔ کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد ان اصحاب نے کیا کیا کام کئے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر صحابی کو منافق کہدیا جائے۔ دراصل ان لوگوں کو جو آپ نے اپنے اصحاب بیان فرمایا تو یہ محض ان کی ظاہری حالت پر قیاس کر کے۔ حقیقتاً وہ صحابہ نہ تھے۔ مگر کیا آپ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بزرگوں کو بھی منافق کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح بے شک آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں مجددین آئیں گے۔ مگر یہ بھی تو فرمایا ہے کہ

نبی بھی ہوگا

اس حدیث کو بعض لوگ ضعیف قرار دیتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم اس کا یہ حصہ ضعیف نہیں اور وجوہ سے اس کے دوسرے

ضعیف ہوں تو بے شک ہوں۔ یہ حصہ جس میں نبی کا لفظ مسیح موعود کے لئے بولا گیا ضعیف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے خود اسے استعمال فرمایا ہے۔

پیغامی کہتے ہیں

کہ یہ لفظ جو ہے اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ بہت اچھا ہم مان لیتے ہیں کہ آپ نے یہ لفظ مجدد یا محدث کے معنوں میں استعمال فرمایا اور فرض کر لیتے ہیں کہ ان معنوں میں یہ لفظ استعمال ہو بھی سکتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا آنے والے مسیح کے لئے آپ نے کہیں مجدد کا لفظ بھی بولا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دنیا میں بعض اوقات بعض الفاظ

استعارہ کے رنگ میں

استعمال کر لئے جاتے ہیں۔ مثلاً بہادر کو شیر، سخی کو حاتم کہہ لیا جاتا ہے مگر جن کے متعلق یہ استعارہ استعمال ہو اس کا اصلی نام بھی تو لیا جاتا اور حقیقی مرتبہ بھی تو بیان کیا جاتا ہے۔ سخی کو بے شک حاتم کہہ دیتے ہیں۔ مگر اس کا اصلی نام بھی تو لیتے ہیں۔ اسی طرح مان لیا۔ کہ آنے والے مسیح کے متعلق آپ نے نبی یا رسول کا لفظ استعارہ کے طور پر استعمال فرمایا اور اس کے معنی مجدد کے ہیں۔ مگر کیا آپ نے اپنی ساری نبوت کے زمانہ میں ایک دفعہ بھی

آنے والے مسیح کے لئے مجدد کا لفظ

بولا۔ آپ نے تمام عرصہ میں ایک ہی لفظ استعمال فرمایا اور وہ نبی کا تھا۔ یہ اگر استعارہ تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ساری عمر آنے والے کے اصل مرتبہ کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ اور اس طرح نعوذ باللہ خود لوگوں کی گمراہی کے سامان کر دیئے کہ استعارہ ہی استعارہ استعمال کیا

حقیقت اور اصلیت کا ذکر

تک بھی نہ کیا۔ ایک جگہ بھی آنے والے کے حقیقی مقام کا ذکر نہ کیا ایک ہی جگہ اس کا مرتبہ بیان فرمایا اور وہیں اسے نبی اللہ قرار دیا۔ اگر بحث سے الگ ہو کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نبی اللہ فرمانے کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ آنے والا نبی ہو گا۔ اگر اس کا اور کوئی مفہوم ہوتا۔ تو آپ کسی دوسری جگہ اس کے صحیح مرتبہ کا بھی تو ذکر فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک استعارات بھی استعمال فرمائے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں میں جن کا ایمان سے تعلق نہیں۔ مثلاً پیشگوئیاں ہیں کسی پیشگوئی کے کسی حصہ کا پتہ نہ بھی لگے تو کوئی حرج نہیں۔ اور نہ ان پر جب تک سمجھ نہ آئے۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے استعارے استعمال فرمائے حقیقت کا اظہار نہیں فرمایا۔ لیکن ایمان کے ساتھ تعلق رکھنے والی کسی بات میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اگر کہیں استعارہ استعمال فرمایا ہے تو دوسری جگہ اس کی وضاحت بھی فرما دی۔ مثلاً جہاں حضرت مسیح کے آسمان سے آنے کا ذکر فرمایا۔ وہاں امامکم منکم فرما کر اس طرف توجہ دلا دی کہ وہ آنے والا مسیح تم میں سے ہی ہو گا۔ یعنی امت محمدیہ کا فرد ہو گا اور اس طرح منکم فرما کر اس بات کو حل کر دیا۔ مگر مسیح موعود کیلئے آپ نے مجدد یا محدث کا لفظ کبھی استعمال نہیں فرمایا۔

اس کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کلام

بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ آپ نبی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ابتدائی زمانہ کا ایک الہام بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس الہام کی دو قرائتیں

ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اور دوسری یہ کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ گویا اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کلام ابتدا ہی میں اس طرح شروع کرتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اور نبی آیا۔ نذیر کا لفظ بھی قرآن کریم میں جہاں استعمال ہوا ہے نبی کے معنوں میں ہی ہوا ہے۔ اس لئے نذیر کے لفظ سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر تذکرہ نکال کر دیکھو کہ کتنی جگہ آپ کے الہامات میں آپ کے لئے مجدد یا محدث کا لفظ ہے اور کتنی جگہ نبی اور رسول کا؟ یہ صحیح ہے کہ ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایم۔ اے۔ بی۔ اے بھی ہوتا ہے۔ ہم ایم۔ اے کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ جب اس نے بی۔ اے پاس کیا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ مدرسہ میں داخل ہوا تھا مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ ایم۔ اے نہیں۔ اسی طرح نبی مومن بھی ہوتا ہے صالح اور شہید بھی اور صدیق بھی۔ یہ سب لفظ اس کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ نبی نہیں۔ عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو نعوذ باللہ غلطی کی کہ آنے والے کا

صحیح روحانی مرتبہ

ایک بار بھی بیان نہ فرمایا۔ ایک ہی دفعہ اس کے مرتبہ کا ذکر فرمایا مگر وہاں بھی نبی اللہ کے نام سے اسے یاد کیا۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس غلطی کا ازالہ فرما دیتا اور کہہ دیتا کہ اس حدیث سے غلطی نہیں کھانی چاہئے۔ آپ کا اصل مقام محدث ہے۔ آپ نبی نہیں مگر ابتدائی باتیں جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیں۔ ان میں ہی یہ فرمایا کہ

دنیا میں ایک نبی آیا

پھر آپ کے الہامات کا مجموعہ جو شائع شدہ ہے اس میں کئی سو جگہ آپ کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ وضاحت کے ساتھ یا تشبیہ کے ساتھ۔ اور یہ

خدا تعالیٰ کا قول

ہے اور اگر یہ بھی صحیح نہیں تو کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نعوذ باللہ پھر لوگوں کو اسی گمراہی میں ڈال دیا۔ عجیب بات ہے کہ اصل مرتبہ کا ذکر یہاں بھی نہیں۔ نبی اللہ نبی اللہ ہی بار بار فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں رات کو سونے کیلئے لیٹتا ہوں تو تکیہ پر سر رکھتے ہی یہ الہام ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ انی مع الرسول اقوم۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری تائید پر ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تکیہ پر سر رکھنے سے لے کر سر اٹھانے تک برابر یہ الہام ہوتا رہتا ہے اور کس قدر

عجیب بات

ہے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ آپ کے اصل رتبہ کو چھوڑ ہی دیتا ہے اور جو مرتبہ محض مشابہت کے لئے ہے اسے بیان کرتا جاتا ہے۔ تذکرہ کو دیکھ لو۔ مجدد یا محدث سے سینکڑوں گنے زیادہ نبی اور رسول کے الفاظ آپ کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ بلکہ اگر ان الہامات کو شامل کر لیا جائے۔ جو سر تکیہ پر رکھنے کے وقت سے سر اٹھانے تک جاری رہتے تو کہنا پڑے گا کہ لاکھوں گنے زیادہ دفعہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور کیا ایک سمجھدار انسان کے سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مرتبہ کو بیان نہیں فرماتے بلکہ صرف نبی اللہ ہی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شروع کے الہامات میں ہی اس کو نبی اللہ فرماتا ہے۔ اور آخری الہامات جو وفات کے

قریب ہوتے ہیں۔ ان میں بھی رسول اور نبی کے الفاظ ہی [illegible] استعمال فرماتا ہے۔ غرض

شروع سے آخر تک یہی الفاظ

اس کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ پس سمجھنے والے کے لئے اس بات کو سمجھنا نہایت آسان ہے کہ اگر آپ کا اصل درجہ مجدد یا محدث ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اسی پر زیادہ زور دیتا اور اگر کہیں

استعارہ کے طور پر

آپ کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہوتا۔ استعارہ سے مراد وہ تشبیہ ہے جس میں حقیقت نہیں پائی جاتی۔ ورنہ ظلی نبوت جو تشریعی نبوت کے تابع ہوتی ہے۔ بوجہ اس کے کہ اصل سے یہ عرفاً [illegible] اخذ کی جاتی ہے مستعار کہلا سکتی ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ نبوت نہیں ہے) تو دوسری جگہ اس کی وضاحت کر دیتا۔ مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تیرا ہاتھ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس میں آپ کے وجود کو الٰہی وجود سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ایک دو اور بھی آیات ہیں۔ مثلاً ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔ قل یاعبادی اور وہاں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نظر آتا ہے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں آپ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو کہہ دے اے میرے بندو! مگر یہ آیت تشریح طلب ہے اور بعض مفسرین نے اس کے اور معنی بھی کئے ہیں۔ بہرحال دو تین مقامات قرآن کریم میں ایسے ہیں۔ اور چونکہ اس سے آپ کے درجہ کے متعلق غلط فہمی ہو سکتی تھی۔ اس لئے بشر اور رسول کا لفظ آپ کے متعلق اتنی مرتبہ فرمایا کہ

غلط فہمی کا کوئی احتمال باقی نہ رہا

اور جب کوئی مخالف اعتراض کرتا ہے کہ دیکھو قرآن کریم میں شرک کی تعلیم ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ تو تشبیہی کلام ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدا تعالیٰ سے الگ حیثیت بیان کی گئی ہے۔ ورنہ آپ کے لئے رسول۔ نبی۔ عبد اور بشر کے الفاظ سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں بسم اللہ ہے۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور خدا تعالیٰ کی مدد کا محتاج ہوں۔ آخر میں اعوذ برب الناس ہے۔ اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ میں بندہ ہوں خدا نہیں ہوں۔ گویا

بسم اللہ سے لے کر آخر تک

آپ کی طرف الوہیت کی نسبت کو غلط بتایا گیا ہے اور بار بار کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف بشر رسول ہیں۔ عبد ہیں تو قرآن کریم میں اگر دو تین ایسی آیات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ کے ساتھ اتحاد اور تعلق ظاہر کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ جن سے عوام کو شبہ ہو سکتا ہے تو دوسری آیات میں کثرت کے ساتھ اصلیت بیان کر دی گئی ہے مگر یہ کیا اندھیر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اگر [illegible] جگہ اپنی ذات سے تشبیہ دی اور پھر اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے بار بار آپ کو بشر اور عبد کہہ کر یاد کیا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بار بار وہی الفاظ بیان کئے جو در اصل آپ کا صحیح مقام نہ تھا۔ بلکہ [illegible] تک برابر آپ کو نبی اور رسول کے لفظ سے پکارتا رہا۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کوئی معقول انسان

کہ سکتا ہے کہ آپ کا اصل مرتبہ محدثیت کا ہے۔ اگر آپ کا یہ درجہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ بار بار اسی کا ذکر ہوتا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشر کا لفظ بار بار فرمایا ہے اور الوہیت سے تشبیہ شانکے طور پر دی ہے۔ پھر چاہئے تھا کہ اسی کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہوتی۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں ہوتا۔ کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ بڑا تھا اور وہ زیادہ محتاط تھے۔ اس لئے قرآن کریم میں بشریت اور رسالت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ قرآن کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی وحی ہے اور وہ اسی ذات پاک کا اتارا ہوا ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہام نازل کیا لیکن وہاں تو الوہیت کے ساتھ معمولی سی تشبیہ کے بعد بشر اور عبد بار بار فرمایا اور اس پر اتنا زور دیا کہ آپ کے بشر ہونے میں کوئی شبہ ہی نہ رہا۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ الہامات میں بار بار نبی اور رسول ہی کہا گیا ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نبی ہی کہتے ہیں۔

اب اس سے آگے چلو۔ مان لیا کہ نعوذ باللہ من ذالک اللہ تعالیٰ نے بھی بے احتیاطی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی۔ اور یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چھوڑ دیا کہ وہ خود اس سوال کو حل کریں۔ اب سب بحثوں کو چھوڑ دو اور آپ کی کتابوں میں دیکھ لو کہ کیا آپ نے اپنے

مجدد ہونے کی بحثیں

کی ہیں اور منہاج مجددیت کو دشمنوں کے سامنے پیش کیا ہے یا منہاج نبوت کو۔ آپ نے کثرت سے یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ باقی رہا محدثیت کا سوال۔ اس پر صرف ابتدائی زمانہ میں اصولی طور پر کچھ بحث کی ہے۔ ورنہ بعد میں مسیحیت اور نبوت پر ہی بحث کی ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ میرے دعویٰ کی مشکلات میں سے

ایک مشکل نبوت کا دعوےٰ

ہے۔ گویا آپ کی تحریرات سے جو غلط فہمی ہو سکتی تھی۔ اس کا بھی امکان باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد

ایک اور ذریعہ

یہ باقی رہ جاتا تھا کہ آپ کے زمانہ کے مصنف اور علماء اس بات پر زور دیتے اور کہتے کہ آپ نے لفظ نبی اپنے لئے جوش میں استعمال فرمایا ہے۔ ورنہ آپ کا اصل مرتبہ محدث کا ہی ہے۔ مگر یہ بات بھی نہیں اس زمانہ میں

مولوی محمد علی صاحب

سب سے اہم رسالہ کے ایڈیٹر تھے۔ اسی رسالہ کے جس میں خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مضمون لکھا کرتے تھے اور جن میں سے بعض مضمونوں کو باوجود حقیقت کا علم رکھنے کے محض خوشامد اور چاپلوسی کے طور پر پیغام کا کملہ متعدد بار مولوی محمد علی صاحب کی طرف منسوب کرتا چلا آیا ہے اور مولوی صاحب اس عظیم الشان افتراء کو شیر مادر کی طرح پیتے چلے آئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مضامین کو اپنی طرف منسوب ہوتے دیکھ کر خاموش رہے ہیں۔ اس اہم رسالہ میں اس کے ایڈیٹر صاحب جن کے قول کو اس وقت بعض پیغامی خدا اور رسول اور امام وقت کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔ متواتر اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی لکھتے رہے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات تک

نبوت پر ہی زور

دیتے رہے ہیں۔ کہیں تبلیغ دیتے ہیں کہ آپ کا مقابلہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ یا حسینؓ سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان بزرگوں کو آپ کے مقابلہ میں پیش کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ یہ نبی نہ تھے اور آپ نبی ہیں۔ کہیں لکھا ہے کہ آپ کی صداقت معیار نبوت پر پرکھی جانی چاہئے۔ غرض وہ اہل قلم جو اس زمانہ میں سلسلہ کا پیغام دنیا کو پہنچاتے رہے۔ آپ کا نبوت کا مقام ہی پیش کرتے رہے۔ مگر آج ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ان سب الفاظ سے مراد محدثیت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار نبی اور رسول فرمایا تو اس کی مراد اس سے محدثیت تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ فرمایا تو اس سے بھی محدثیت مراد تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنے آپ کو نبی اللہ لکھتے رہے۔ تو اس سے مراد بھی محدثیت تھی۔ اور جب میں لکھتا تھا تو اس سے مراد بھی محدثیت تھی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ بہت اچھا جناب اگر نبوت اور رسالت کے الفاظ جو آپ استعمال کرتے رہے۔ اس سے مراد محدثیت ہی تھی۔ تو پھر آپ نے ان الفاظ کا استعمال کیوں ترک کر دیا۔ اگر نبوت کے معنی محدثیت کے ہیں تو

اب بھی وہی لفظ استعمال

کریں اور اسی زور سے استعمال کریں۔ اس زمانہ میں تو آپ خدا کا رسول، خدا کا آخری رسول۔ آخری زمانہ کا رسول آپ کو لکھتے تھے۔ مگر اب پیغام صلح کو دیکھ لو کبھی یہ الفاظ نظر نہ آئیں گے۔ اگر ان الفاظ کے معنی وہی تھے جو آج آپ بتاتے ہیں۔ تو پھر آج ان کے استعمال میں کیا حرج ہے۔ کیوں آج انہیں استعمال نہیں کرتے۔ غرض آج آپ کا ان الفاظ کو استعمال نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آپ کو نبی اور رسول لکھتے تھے تو ان سے مراد نبی اور رسول ہی سمجھتے تھے۔ اس طرح جب خدا تعالیٰ آپ کو نبی کہتا تو وہ نبی ہی سمجھتا تھا۔ جب محمد مصطفےٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو نبی کہا تو اس سے مراد نبی ہی تھی۔ اور جب آپ نے اپنے لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔ تو ان سے مراد بھی نبوت ہی تھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ سب نے غلطی کی۔ یہ تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں نے غلطی کی یا میں فلاں بات کرتے یا لکھتے کے وقت

کسی اور خیال میں

مشغول ہوں گا۔ مگر یہ کہ جو الفاظ خدا تعالیٰ نے فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمائے۔ اور آپ کی زندگی میں مولوی محمد علی صاحب بھی استعمال کرتے رہے۔ ان کے متعلق آج یہ کہا جائے کہ ان سب سے مراد وہ نہیں تھی۔ جو لفظوں سے ظاہر ہے۔ بلکہ ان سے مراد کچھ اور ہی تھا تو یہ ایسی بات ہے جسے کوئی معقول انسان کبھی نہیں مان سکتا ہمیں ماننا پڑے گا کہ جو لفظ اس طرح بار بار استعمال ہوا۔ وہ اصل وہی مقام آپ کا ہے اور جو دو ایک بار استعمال ہوا۔ وہ دراصل اور تھا۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی اور خود مولوی محمد علی صاحب کی اس زمانہ کی گواہی جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رؤیا میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے ایک عقلمند کے لئے بالکل کافی ہے۔ اور وہ گواہی جو اس وقت دی جا رہی ہے۔ جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دور ہو گئے اور آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور آپ کو افسوس سے کہنا پڑا۔ کہ آپ بھی صالح تھے۔ اور نیک ارادے رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ ان حالات میں صرف

ایک سوفسطائی

جو وہم میں مبتلا ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے کا انکار کر سکتا ہے اور ایسے شخص کا کوئی علاج کسی کے پاس نہیں حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے لوگوں کی مثال وہی ہوتی ہے۔ جیسے ایک نٹ باریک رسی پر چڑھ کر ناچتا کودتا۔ چھلانگیں لگاتا اور اپنی جان کو خطرات میں ڈال کر کرتب کھیل دکھاتا ہے۔ تو نیچے سے ایک بڈھا کہہ دیتا ہے

میں نہ مانوں

ایسے لوگوں کا کوئی علاج ہمارے پاس نہیں۔ ہاں سوچنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود مولوی محمد علی صاحب کی وہ شہادت جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دی رہنمائی کیلئے کافی ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان نہ سمجھنا چاہے تو ایسے انسان کا علاج اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ کوئی بندہ نہیں کر سکتا۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا ایک کامیاب جلسہ

"احمدیت اور قادیانیت"

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب صدر مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام ایک جلسہ بروز ہفتہ بتاریخ ۹ ماہ اگست مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بعد از نماز مغرب منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض ہمارے محترم دوست مولوی آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کا افتتاح مکرم جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے نے بذریعہ تلاوت قرآن کریم کیا۔ اس کے بعد فاضل صدر نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ موجودہ وقت میں احمدیت کو دو طرف مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف غیر احمدی ہمارے مخالف ہیں۔ دوسری طرف قادیانی دوست غلو کی وجہ سے حضرت صاحب کے متعلق ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ جو کہ دشمنوں نے کہیں۔ ہمیں ہر دو کے مقابلہ کے لئے کمر بستہ ہو جانا چاہئے۔ اور آج ہمارے فاضل دوست چودھری عبدالمجید صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ہمیں اس خطرے سے آگاہ کریں گے۔ جس کو قادیانیت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد صاحب صدر نے چودھری صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنا لیکچر شروع کریں۔ فاضل مقرر نے ابتداءً ان حالات کی طرف توجہ دلائی جن کے ماتحت حضرت مجدد زمان اور امام وقت مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت کا وہ زمانہ ہے جبکہ غیر مذاہب مثلاً مسیحیت، ہندو دھرم آریہ مذہب اور دہریت کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام پر بے شمار اعتراضات کئے جا رہے تھے اور مسلمان ان اعتراضات سے خائف ہو کر ایسے مغلوب نظر آتے تھے کہ گویا اسلام صرف چند دن کا مہمان ہے۔ کئی بڑے بڑے مولوی اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو چکے تھے اور عیسائی پادری اور آریہ پنڈت للکار للکار کر حامیان اسلام کو مقابلہ کے لئے پکار رہے تھے۔ ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کو بھیجا تاکہ وہ اسلام کا غلبہ تمام دیگر ادیان پر براہین قاطعہ سے قائم کر دیں۔ خود مسلمانوں کی اندرونی حالت کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مقرر نے بیان فرمایا۔ کہ مسلمانوں کے اندر اس درجہ کا انتشار اور افتراق تھا۔ کہ ان کی تمام تر قوت تکفیر بازی پر صرف ہو رہی تھی اور تنگ نظری اور تنگ خیالی کا یہ عالم تھا۔ کہ بات بات پر ایک دوسرے کو کافر کہا جاتا تھا اور اخوت اسلامی کا نام تک باقی نہ رہ گیا تھا۔ وقت کا تقاضا تھا کہ کوئی مرد خدا اور مامور من اللہ مبعوث ہوتا جو کہ مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو جمع کرکے ان کو مخالفین اسلام کے مقابل پر لا کھڑا کرتا۔ چنانچہ ایسا مرد خدا حضرت مرزا صاحب کی ذات مقدس کی صورت میں پیدا ہوا۔ آپ نے مسلمانوں کے اندر اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی غرض سے ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے اصلی اور حقیقی معنوں میں از سر نو زندہ کیا۔ مسلمانوں کے اندر یہ عقیدہ راسخ ہو چکا تھا کہ مسیح ناصری زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور وہی اخیر زمانہ میں مسیح موعود ہو کر آئیں گے حضرت صاحب نے قرآن اور احادیث سے ثابت کیا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح اسی امت کا ایک فرد ہوگا۔

اگر مسیح ناصری دوبارہ دنیا میں بالفرض آبھی جاویں تو ان کے آنے سے مہر نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔ غرضیکہ آپ نے ختم نبوت کو قائم رکھنے کے لئے زبردست دلائل دیئے اور جب لوگوں نے یہ کہا کہ ان کا یعنی حضرت صاحب کا اپنا دعویٰ نبوت اور رسالت کا ہے تو آپ نے بارہا اس کا انکار کیا۔ خانہ خدا میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ "میں سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ پر ختم ہو گئی۔ پھر لفظ نبی کے استعمال کے متعلق کہا کہ ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے پھر ایک اور لعنت جو عام طور پر مسلمانوں میں رائج تھی۔ وہ تکفیر بازی کی لعنت تھی۔ حضرت صاحب نے اس کو بھی دور کیا اور ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دیکر مسلمانوں کے اندر سے اس مہلک مرض کو دور کیا آپ نے حضرت صاحب کے کئی ایک حوالجات "کفر و اسلام" کے مسئلہ کے متعلق پیش کئے اور بتایا کہ حضرت صاحب نے محض اپنے دعوے سے انکار کی وجہ سے کسی شخص کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا۔ تیسری بات جو آپ نے حضرت صاحب کے پھلوں اور ثمرات میں سے پیش کی وہ یہ تھی کہ آپ نے پیر پرستی کی لعنت سے مسلمانوں کو نجات دی۔ اور قرآن اور حدیث کی حکومت کو از سر نو قائم کیا۔

چوتھی بات جو کہ احمدیت کے ثمرات میں سے ہے وہ جماعت کے اندر اشاعت قرآن و اشاعت اسلام کا ایک حقیقی جوش اور ولولہ کا پیدا کر دینا تھا۔ اور بالآخر پانچویں بات جو کہ فی الحقیقت ان تمام امور کے لئے بطور جڑھ اور اصل اور بنیاد کے کام کرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر زندہ ایمان کا پیدا کرنا تھا۔ آپ کی صحبت اور قوت قدسی نے ہزارہا انسانوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا زبردست تعلق پیدا کر دیا تھا جس کی نظیر فی زمانہ ملنی محال تھی نمازوں میں خشوع وخضوع، قرآن اور آنحضرت صلعم کے ساتھ عشق، راستبازی دیانتداری اور نیکی سے محبت غرضیکہ روحانیت کی ایک رو جماعت کے اندر پیدا کر دی گئی۔ فاضل مقرر نے یہ پانچ باتیں احمدیت کے ثمرات کے طور پر پیش کیں۔ اور بالآخر یہ بتایا کہ شومئی قسمت سے انہیں پانچ امور کا تضاد قادیانیت نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ (۱) ختم نبوت کی بجائے اجرائے نبوت کے عقیدہ کو فروغ دیا۔ (۲) تکفیر بین المسلمین کے عقیدہ کو دور کرنے کی بجائے تمام مسلمانان عالم کو جو حضرت صاحب کو نہ مانتے ہوں۔ خواہ انہوں نے حضرت صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر اخوت اسلامی کو پاش پاش کر دیا (۳) پیر پرستی کی لعنت کو ایسا قائم کیا کہ جس کی مثال شاید ہی کہیں مل سکے۔ خلیفہ صاحب قادیان کا قول بلا چون وچرا سب سے بڑھ کر مانا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر

چودھری صاحب نے حضرت صاحب کے ... مسئلہ کو لیا۔ آپ نے بتایا کہ سب سے پہلے میاں صاحب ... صاحب نے اپنی کتاب قول الفصل میں لکھا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ ... بلا چون وچرا اس پر آمنا وصدقنا کہہ دیا۔ جب اس پر حضرت ... محمد علی صاحب نے میاں صاحب کی اس من گھڑت تاریخ پر اعتراض کیا اور بتایا کہ میاں صاحب نے خود اپنی مندرجہ بالا کتاب میں ... دفعہ ایسی تحریر کے حوالجات نقل کئے ہیں جو کہ ۱۹۰۱ء سے ... تو میاں صاحب نے فوراً دو ماہ بعد اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں ... دیا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ (حضرت صاحب) نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے ... پکڑنا غلط ہے۔ اس پر تمام جماعت کا یہ عقیدہ ہو گیا۔ ... عقیدہ ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ پھر میاں صاحب نے جب لنڈن ... سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف مقدمہ میں ... تو کہہ دیا کہ حضرت صاحب کا دعویٰ نبوت ۱۸۹۹ء ... ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا کہ مخالفین ... نے جو بات حضرت صاحب کے خلاف ۱۸۹۰ء میں کہی تھی کی حضرت صاحب نے بارہا ..... جنہیں کھا کر تردید کی ... بھی سچ نکلی۔ اور حضرت صاحب نعوذ باللہ جھوٹ کہتے رہے ... اور جماعت کا عقیدہ ہو گیا کہ کوئی تبدیلی عقیدہ نہیں ہوئی ... خلیفہ صاحب کا قول قرآن، حدیث، حضرت صاحب کے اقوال پر فوقیت رکھتا ہے اور اس طرح پیر پرستی کی وہ لعنت ... صاحب دور کرنے کیلئے آئے تھے از سر نو جماعت قادیان ... مسلط کر دی گئی۔ (۴) اشاعت قرآن و اشاعت اسلام ... نام کو رہ گئی ہے۔ چودھری صاحب نے واقعات کے ... میں بتایا کہ اشاعت قرآن اور خدمت دین کا کام صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی کر رہی ہے اور اس طرح قادیانی جماعت حضرت صاحب کے اصل کام سے محروم ہے (۵) بالآخر یہ بتایا کہ ... قادیان میں بجائے روحانیت کے سیاست اور حکومت کا دور دورہ ہے اور سیاسی اقتدار کی خاطر ہزارہا روپیہ برباد کیا جا رہا ہے۔

لیکچر کے اختتام پر حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب نے اپنے چشم دید واقعات اور مشاہدات بیان کئے ... اس بات کی شہادت دی کہ حضرت صاحب کے زمانہ بلکہ ... مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ تک قادیان کے اندر یہ ... قطعاً موجود نہ تھیں۔ جو آج وہاں پائی جاتی ہیں اور جن کی آج ... سے نشر و اشاعت ہو رہی ہے۔ دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا اور تمام حاضرین جلسہ نے نماز عشا باجماعت ادا کی جلسہ بفضلہ کامیاب رہا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

مولانا فخر الدین صاحب مرحوم کی برسی

مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۳۹ء کو انجمن انصار احمدیہ ... کے زیر اہتمام مولانا فخر الدین صاحب مرحوم ملتانی کی برسی ... منائی گئی۔ جس میں قادیان کے ہندوؤں، سکھوں اور ... نے شرکت کی اور قتل انسانی بہت بڑا گناہ ہے اور ... موضوع پر تقریریں کی گئیں۔

رفتار عالم

—— **لندن ۱۸راگست**۔ ماسکو سے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ روسی فوج نے بحیرہ اسود کی بندرگاہ نکولالف کو خالی کر دیا ہے اعلان میں مرقوم ہے کہ روسی فوجوں نے کریغورُدگ نامی شہر کو بھی خالی کر دیا ہے۔ یہ شہر نکولالف سے ۷۰ میل مشرق کی طرف واقع ہے روسیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے جاتے وقت نکولالف کی بندرگاہ کو بارود سے اڑا دیا ہے۔ روس کے مشہور اخبار "ریڈ سٹار" نے لکھا ہے کہ روسیوں نے مندرجہ بالا بندرگاہ اور شہر آسانی سے خالی نہیں کئے۔

—— **لندن ۱۸راگست**۔ لندن میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ نکولالف کے فتح ہو جانے کی وجہ سے اوڈیسا کی بندرگاہ خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اوڈیسا میں زبردست قلعہ بندیاں موجود ہیں اور امر واضح ہے کہ اب اوڈیسا کا علاقہ یوکرین کے باقی ماندہ علاقوں سے بالکل کٹ گیا ہے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا روسی فوج اوڈیسا کو بحر اسود کا طبرق بنائے گی یا نہیں۔ یعنی جس طرح برطانوی فوج ابھی تک طبرق میں لڑ رہی ہے۔ روسی فوج بھی اسی طرح لڑ سکے گی یا نہیں۔

—— **لندن ۱۸راگست**۔ چند روز پیشتر طہران میں متعین برطانوی اور روسی سفیروں نے حکومت ایران کو متوجہ کیا تھا کہ اس وقت ایران میں بہت سے جرمن موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے ایران کو سخت خطرہ درپیش ہے۔ آج روزنامہ "مانچسٹر گارڈین" نے اس موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ برطانیہ اور روس دونوں ایران کی غیر جانبداری کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی سرحدات کا پاس کرتے ہیں۔ برطانیہ اور روس ایران سے کچھ مانگتے نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ایران کو موجودہ حالات میں ضرور غیر جانبدار رہنا چاہئے اور حقیقت یہ ہے کہ ایران کی خیر اسی میں ہے کہ اس وقت وہ بالکل غیر جانبدار رہے۔ مگر ایران کو خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے ملک میں جرمنوں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے۔

—— **ماسکو ۱۸راگست**۔ طاس ایجنسی کو انقرہ کے معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ جرمنی نے ایران سے ہوائی اڈوں اور ریلیا کے پٹرول کا مطالبہ کیا ہے۔ ایران میں متعین جرمن سفیر نے حکومت ایران کو متنبہ کیا ہے کہ اگر جرمنوں کو ایران سے نکال دیا گیا تو جرمنی ایران سے سفارتی تعلقات منقطع کرے گا۔

—— **سنگاپور ۱۸راگست**۔ حکومت نے جنوب مشرقی جوہور (ملایا کی ایک ریاست ہیں) رہنے والے تمام جاپانیوں کو حکم دیا ہے کہ ملک سے ۱۴ دن کے اندر اندر نکل جائیں۔ ڈچ ایسٹ انڈیز ریڈیو نے جاپان کی اس افواہ کی تردید کی ہے کہ جاپان اور ڈچ انڈیز میں تجارتی مذاکرات شروع ہو گئے ہیں۔

—— **لندن ۱۷راگست**۔ ماسکو کی اطلاع ہے کہ برطانیہ اور روس کے درمیان ایک تجارتی معاہدے پر دستخط ہو گئے ہیں ۱۶راگست ۱۹۴۱ء کو ماسکو میں برطانیہ اور سوویٹ روس کے درمیان ادھار پر اشیا کے تبادلہ کے بارے میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ کی رو سے برطانیہ روس کو اوسطاً پانچ سال کے لئے ۳ فیصدی سالانہ شرح پر ایک کروڑ پونڈ قرض دے گا۔ جب یہ رقم ختم ہو جائے گی۔ تو مزید قرضے کے لئے دونوں حکومتیں از سر نو بات چیت کریں گی۔ اس معاہدہ پر حکومت روس کی طرف سے عوام کے نمائندہ تجارت موسیو اسے میکویان نے اور برطانوی حکومت کی طرف سے سر سٹیفورڈ کرپس نے دستخط کئے۔

—— **لندن ۱۸راگست**۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ مسٹر روزویلٹ سے ملاقات کرنے کے بعد صحیح سلامت انگلستان واپس آ گئے ہیں۔ آج جب "پرنس آف ویلز" نامی جنگی جہاز برطانیہ کی ایک بندرگاہ میں داخل ہوا اور مسٹر چرچل اور ان کے دوسرے ساتھی برطانیہ پہنچ گئے۔ اطلاع ملی ہے کہ مسٹر چرچل راستے میں آئس لینڈ بھی ٹھہرے تھے۔ جہاں انہوں نے برطانوی اور امریکن فوجوں کا معائنہ کیا تھا۔

—— **لندن ۱۹راگست**۔ کل صبح جرمنی کی پیادہ فوج دریائے نیپر کے کنارے پہنچ گئی۔ جرمنی کی اس پیادہ فوج نے بڑی تیز رفتاری سے یلغار کی۔ جرمنی کی خبر رساں ایجنسی نے یہ نہیں بتایا کہ جرمنی کی یہ پیادہ فوج کس مقام پر پہنچی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دریائے کنارے جرمنوں نے توپیں نصب کر دی ہیں اور یہ کہ روسی فوجوں کے لئے پیچھے ہٹنا مشکل ہو رہا ہے مارشل بداشلوف کے ماتحت جو روسی فوجیں لیننگراڈ کی حفاظت کے لئے لڑ رہی ہیں۔ وہ اسطونیا کی طرف سے جرمنوں کے تازہ حملے کے پیش نظر پیچھے ہٹ رہی ہیں جنوب کی طرف مارشل بدینی کی فوج کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہ جرمن فوجوں کا بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہی ہے۔ تاکہ جرمنی کی فوجیں دریائے دان کے طاس تک پہنچ کر ان کی معدنی دولت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

—— **لندن ۱۹راگست**۔ لندن پہنچنے کے چند گھنٹے بعد برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل نے جنگی کابینہ کے ایک اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں نیوزی لینڈ کے وزیر اعظم مسٹر پیٹر فریزر نے بھی شرکت کی۔ مسٹر چرچل نے ملک معظم کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور ان کی خدمت میں صدر روزویلٹ کا نوٹ پیش کیا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر آپ کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ آپ نے اپنی ٹوپی کو ہلا کر خیر مقدم کرنے والوں کے سلام کا جواب دیا۔

—— **لندن ۱۹راگست**۔ گذشتہ پانچ ہفتوں میں دشمن کے ۷۴ لاکھ ٹن وزنی جہازوں کو غرق۔ تباہ یا گرفتار کیا گیا۔

—— **لندن ۱۹راگست**۔ جرمنی کے شہروں اور صنعتی مرکزوں پر روس اور برطانیہ کے طیاروں نے مشرق اور مغرب کی جانب سے شدید حملے کئے۔ ان طیاروں نے جرمنی کے مشرقی اور مغربی علاقوں پر بھاری بم اور آگن گولے پھینکے۔

ایک ہزار سال پہلے کا ہندوستان

دنیا کی ابتدا اور جغرافیائی حالات پر البیرونی کی غیر فانی کتاب

ہندوستان کے محکمہ جائزہ آثار قدیمہ نے ایک ایسی کتاب شائع کی ہے جو ناپید ہو چکی تھی اور جس کے اجزا مختلف ذریعوں سے حاصل کر کے مرتب کئے گئے ہیں۔ اس میں ایک ہزار سال پہلے کے ہندوستان کی قدرتی حالت اور تمدنی اور سائنسی ترقی کی کیفیت بیان کی گئی ہے یہ کتاب مشہور مشرقی فاضل البیرونی نے عربی زبان میں لکھی تھی مشہور فاضل اجل البیرونی سلطان محمود غزنوی کے دربار کے مقتدر فضلا میں سے تھے اور انہیں ایشیا کے مختلف ملکوں کے جغرافیہ کے متعلق اعلےٰ درجہ کی معلومات حاصل کرنے کے وسیع مواقع حاصل تھے۔ چونکہ انہیں بہت سی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اس لئے انہوں نے ان ملکوں کے باشندوں کی زبانوں، علوم و فنون۔ ادب و فلسفہ، مذہبیات اور عقائد سے گہری واقفیت حاصل کر لی تھی۔

انہوں نے اپنے مشاہدات کو ایک کتاب کی شکل میں قلمبند کیا تھا جس کا نام "القانون المسعودی" تھا۔ ہندوستان کے محکمہ جائزہ آثار قدیمہ نے اس کتاب کے اس حصہ کا خلاصہ شائع کیا ہے جو زیادہ تر ہندوستان کے قدرتی جغرافیہ اور معدنیات سے تعلق رکھتا ہے

اس کتاب میں چار ابواب ہیں۔ پہلے باب میں مصنف نے زمین کی حالت بیان کی ہے اور ملکوں کی جغرافیائی تقسیم خصوصاً ان کے عرض البلد۔ طول البلد کے لحاظ سے کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں دنیا کی ابتدا۔ ابتدائی انسانوں اور دنیا کے "برفانی دور" کے نظریہ سے بحث کی گئی ہے۔ یہ نظریہ سب سے پہلے اسی فاضل اجل نے گیارھویں صدی میں ان ڈھانچوں اور ہڈیوں کو دیکھ کر قائم کیا تھا جو عام طور پر آبی جانوروں کی سمجھی جاتی تھیں اور جو یمن (عرب) اور اس کے نواحی علاقوں کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بہت پائی جاتی تھیں۔ تیسرے باب میں قیمتی پتھروں اور دوسرے درجہ کے جواہرات اور دھاتوں کا ذکر ہے۔ مثلاً سونا چاندی۔ تانبا، لوہا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ چیزیں کہاں کہاں پائی جاتی اور کس طرح حاصل کی جاتی ہیں۔

چوتھے اور آخری باب میں نباتات کا ذکر ہے۔ مثلاً بوٹیاں پودے۔ پھل۔ دوائیں۔ چھالیں وغیرہ اور ان کی خاصیتیں اور اثرات بتائے گئے ہیں۔ نیز اس میں آبی اور زمینی جانوروں کا حال درج کیا گیا ہے اور ان کی خصوصیات اور رہنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کو ترکی ولیدی طوغان ایک ترکی مشرقی فاضل نے مرتب کیا ہے۔ انہوں نے البیرونی کی اس بے بہا کتاب کی تلاش میں دور دراز مقامات کے سفر کئے اور یورپ اور ایشیا کے مختلف کتب خانوں وغیرہ سے اس کے اجزا فراہم کر کے کئی سال کی محنت کے بعد اس کی ترتیب درست کی۔ یورپ میں انہیں کوئی ناشر ایسا نہ ملا۔ جو اس کتاب کی اشاعت پر آمادگی ظاہر کرتا۔ تب انہوں نے ہندوستان کے محکمہ جائزہ آثار قدیمہ کے ناظم اعلےٰ کے ساتھ خط و کتابت کی جنہوں نے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے اس کے انگریزی ترجمہ سے پہلے شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تدریجی ترقی

میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین کے رہنے والوں میں ایک پاک تبدیلی ہو جس طرح سے ہر ایک بادشاہ طبعاً چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اسی طرح منشاء الٰہی اس وقت یوں ہو رہا ہے کہ اس کی عظمت و جبروت کا اہل دنیا کو علم ہو۔ اور وہ خدا جو پوشیدہ ہو رہا ہے دنیا پر اپنا ظہور دکھا لے۔ اس لئے اس نے اپنا ایک مامور بھیجا ہے تاکہ دنیا کا جذام جاتا رہے۔

اگر یہ سوال ہو کہ تم نے آکر کیا بنایا۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے دنیا کو خود معلوم ہو جاوے گا کہ کیا بنایا۔ ہاں اتنا ہم ضرور کہتے ہیں کہ لوگ آکر ہمارے پاس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ان میں انکسار فروتنی پیدا ہوتی ہے اور رزائل دور ہو کر اخلاق فاضلہ آنے لگتے ہیں اور سبزہ کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں اور اپنے اخلاق اور عادات میں ترقی کرنے لگتے ہیں۔ انسان ایک دم میں ہی ترقی نہیں کر لیتا۔ بلکہ دنیا میں قانون قدرت یہی ہے کہ ہر شے تدریجی طور پر ترقی کرتی ہے۔ اس سلسلہ سے باہر کوئی شے ہو نہیں سکتی۔ ہاں ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ آخر سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہوگی۔ یہ میرا کام نہیں ہے۔ بلکہ خدا کا کام ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ پاکیزگی پھیلے دنیا کی حالت مسخ ہو چکی ہے اور اسے ایک کیڑا لگا ہوا ہے۔ پوست ہی پوست باقی ہے مغز نہیں رہا۔ مگر خدا نے چاہا ہے کہ انسان پاک ہو جاوے۔ اور اس پر کوئی داغ نہ رہے۔ اسی واسطے اس نے محض اپنے فضل سے یہ سلسلہ قائم کیا ہے ⁂

(اخبار الحکم ۷ا رمئی ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں حضرت ممدوح کی زبردست خواہش ہے کہ ہر بیرونی جماعت سے کم از کم ایک نوجوان ضرور تبلیغی ٹریننگ کیلئے مرکز میں تشریف لائیں۔

— حضرت مولانا صدرالدین صاحب پچھلے دنوں ڈاڑھ کی درد میں مبتلا رہے سخت تکلیف رہی حتیٰ کہ ڈاڑھ نکلوانی پڑی۔ اب حضرت مولوی صاحب کو آرام ہے۔

— مولانا مرتضےٰ خانصاحب کو اس مذکورہ حادثہ کی وجہ سے جس کا ذکر گذشتہ شیوع میں کیا گیا ہے جو چوٹیں آئی تھیں ان پر انگور بندھ گیا ہے۔ امید ہے چند دنوں تک زخم بالکل مندمل ہو جائیں گے۔

— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی کو دم ستور بخار کی شکایت ہے۔ ان کی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

— محمد عبداللہ صاحب اہلحدیث دینا نگر اس سے پہلے بھی دعا کیلئے کہہ چکے ہیں۔ اب پھر دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ان کی تین ملال اور مطلب مرادیں ہیں۔ جو اگر پوری ہو جائیں تو وعدہ کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کی بھی خدمت کریں گے۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ میں شامل ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت کی توفیق عطا فرمائے

(۱) لعل خانصاحب ضلع ڈیرہ غازیخاں (۲) عبدالستار صاحب ضلع پشاور (۳) محمد ایوب صاحب ضلع پشاور (۴) محبوب خانصاحب ضلع پشاور (۵) گلاب شاہ صاحب " " (۶) خان زادہ صاحب " "

عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری

تبلیغی ٹریننگ کیلئے ہر بیرونی جماعت سے کم از کم ایک نوجوان دوست یکم ستمبر کو لاہور ضرور تشریف لائیں

جناب کندل خان صاحب ساکن سفید ڈھیری کا مکتوب

صاحبزادہ سیف الرحمان صاحب کیلئے لمحہ فکریہ

نوٹ:- اس خط میں بعض محاورہ اور تذکیر و تانیث کی غلطیاں ہیں۔ لیکن خط کا مفہوم پڑھنے والے پر نہایت آسانی سے واضح ہو جاتا ہے۔ قارئین پیغام صلح پر واضح ہونا چاہئے کہ یہ خط ایک افغان دوست کا ہے۔ اس لئے خط کو پڑھتے ہوئے ان کی مشکلات کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ خط کا بے ساختہ پن اور سادگی جتنی اس وقت پرلطف ہے۔ شاید خط کی تصحیح ہو کر یہ بات نہ رہے۔ (مسلمین)

مکرمی جناب والا شان سکرٹری صاحب سلمہ الرحمان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار پیغام صلح تو عرصہ سے میرے پاس آتی ہے۔ اب کچھ دنوں سے اخبار الفضل بھی میرے نام کسی دوست نے جاری کر دیا ہے۔ صاحبزادہ سیف الرحمان صاحب کی بیعت خلافت پر اور ان کے جناب قاضی محمد یوسف صاحب سے قرضہ کے متعلق مضامین اور ایڈیٹروں کی حاشیہ آرائیاں و نوٹس وغیرہ میری نظر سے گذرے جو ایک قابل افسوس امر ہے

صاحبزادہ صاحب انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے ملازم و مبلغ تھے۔ اور آنجناب انجمن کے آنریری جنرل سیکرٹری ہیں۔ جناب کو ان کی بیعت خلافت پر باز پرسی کرنے کا حق حاصل تھا۔ بلکہ ایک اہم اور ضروری بات تھی۔ کیونکہ جناب کو موصوف کے خط ۷ار جولائی ۱۹۸۱ء سے تعجب اور حیرانی ایک لازمی امر تھی۔ یہ ایک افسر اعلیٰ اور ماتحت کا معاملہ تھا۔ جناب قاضی صاحب موصوف کو ایسے معاملہ میں غیض و غضب کا اظہار اور شکوہ و شکایت کی گنجائش نہ تھی اور نہ دخل دینے کی ضرورت تھی۔ کسی سے قرضہ طلب کرنا اور لین دین کا معاملہ کوئی معیوب اور قابل اعتراض امر نہیں۔ اور نہ اس میں کسی کی ہتک عزت ہے۔ اس سے قبل بھی ہر دو صاحبان کے درمیان قرض لین دین کا معاملہ ہو گذرا ہے اور دونوں کو معلوم بھی ہے۔ باقی رہا معاملہ زیر بحث۔ اس کا تو بیعت خلافت سے قریباً ڈیڑھ ماہ قبل قاضی صاحب موصوف کی جماعت کی ثقہ اور اعتباری ممبران سے تصدیق ہو چکی تھی کہ اس بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ جو بیعت خلافت نے معاملہ کو صاف کر دیا۔ اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ قرضہ کے بارہ میں اور دیگر امداد کے وعدے ہو چکے ہیں

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

ایک امر واقعہ کو غیر واقعہ بیان کرنے پر ان کی ضمیر بھی ان پر گواہی دیتی ہوگی۔ ملامت اور ملزم گردانتا ہوگا۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ۔ جناب قاضی صاحب بڑے قابل انسان ہیں۔ جناب کی تو ایسی حالت ہے کہ ؎

گردن کو وہ سات کمدیں زباں تیرا تو سوا کے چھوڑیں ایسے اک جہاں سو
کسی کو اتارا کسی کو چڑھایا ✤ یونہی سینکڑوں کو اسامی بنایا

حدیث "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" کو مد نظر رکھ کر میں جناب قاضی صاحب کی عزت اور قدر کرتا ہوں اور تہ دل سے انکی مشکور رہوں۔ اگر موصوف نہ ہوتے تو آج سفید ڈھیری میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ لاہور بھی قائم نہ ہوتی جس نے بلا جان و پہچان سفید ڈھیری میں آکر قادیانیت کی تبلیغ متواتر اکیسال تک کرتے رہے اور ہمیں حضرت مسیح موعود کی تصانیف اور جماعتوں کی لٹریچر کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی اگرچہ اس کی منشاء اور توقع کے خلاف نتیجہ برآمد ہوا۔ اور قریباً پچیس برس جناب والاشان حضرت امیر المومنین مولانا محمد علی صاحب کے دست مبارک پر مشرف بہ احمدیت ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ . . . .

. . . . . دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم دے۔ اور راہ صداقت اور امر حق کی شناخت کی توفیق دے اور اس غلو کے راستہ سے جس پر وہ گامزن ہے بچائے۔ اللھم آمین ولکن اللہ یھدی من یشاء

جناب صاحبزادہ صاحب سیف الرحمان کے ساتھ اگرچہ ہمار دوستی، آمد و رفت اور غمی شادی کی تعلقداری ان کی احمدیت سے پہلے بھی تھی۔ اور بعد بھی اور اب تو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ۱۹۸۱ء سے انجمن کے ملازم تھے۔ مگر حرام ہے کہ اس نے تبلیغ احمدیت کا کبھی نام بھی لیا ہو۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ اس نے تبلیغ احمدیت کی کبھی بھولے سے بھی نام نہیں لی ہے مجھے جناب کے اس فقرے سے بھی حیرانی ہوئی ہے کہ آپ (صاحبزادہ سیف الرحمان) نے قادیانیت کی استیصال کے لئے قابل قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔" اور صاحبزادہ موصوف کی خط مندرجہ اخبار پیغام صلح جو آپ نے حضرت امیر کی خدمت میں ۷ار جولائی ۱۹۸۱ء کو لکھا اور جس میں یہ فقرات درج ذیل ہیں۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہی

"ہاں میں ایک بات عرض خدمت کرتا ہوں جو نہایت قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ملازمین و مبلغین کی فہرست سے میرا نام ہو سکے تو بظاہر نکال دیا جائے اور اپنے پاس اور یادداشت میں رکھا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ انجمن کا مبلغ نہیں۔ پھر اس وقت میری تبلیغی جدوجہد کامیاب رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ انجمن سے مجھے وظیفہ ملنا اور لوگوں میں مشتہر ہونا میرے تبلیغی معاملے میں بڑا نقصان دہ ہے۔ اگر مخفی طور پر میری ملازمت کو نہیں رکھا جا سکتا۔ جس طرح کہ میں نے عرض کیا تو بہتر ہے کہ میرا استعفا منظور کیا جائے اور وقتاً فوقتاً اگر مجھے ضرورت پڑے اور میں مطالبہ کر دوں تو انجمن مجھے بھجوا دیا کرے۔ یا جلسہ سالانہ کے موقع پر خفیہ طور سے سال بھر کا وظیفہ دیدیا جائے۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صاحبزادہ مکرم نے انجمن کو محکمہ سی۔ آئی ڈی تصور کیا ہے۔ خفیہ وظیفہ اور خفیہ تبلیغ میرے دماغ میں نہیں آتا میں تو سمجھتا ہوں کہ لکھتے وقت اس کی ضمیر نے اس کو ضرور ملامت کیا ہوگا مگر لالچ بری بلا ہے۔ ضرور اس کی دل میں آیا ہوگا کہ ایک غریب مزدور کا گاڑھے پسینے کی کمائی سے جو اپنی پیٹ اور بال بچوں کی پیٹ سے کاٹ کر انجمن کو اشاعت اسلام کیلئے دیتا ہے۔ وہ کس طرح ایک مصنوعی اور نمائشی مبلغ کی عیش و عشرت کا سامان بن رہا ہے جناب پیر علی شاہ قلندر نے شاید ان کو مخاطب کر کے فرمایا ہوگا؎

مدیں عمل کہ تو داری بہشت می طلبی ✤ بہشت منزل پرہیزگار خواہد بود
خود بدہ انصاف اے اہل عمل ✤ دل پر است از کبر و بعصف و دغل

آپ جناب مولوی نورالدین اعظم کے عہد میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ اور ۱۹۱۴ء سے تاحال جماعت لاہور کے رکن رہے ہیں۔ دونوں جماعتوں کی لٹریچر اور تصانیف مسیح موعود سے باخبر ہیں۔ اختلاف کا اٹھائیس سال کے بعد یہ فرمانا نہایت افسوسناک ہے "میں مدت سے جماعت لاہور کے ساتھ تھا لیکن خان لیاور ولادر خان صاحب کی پاک صحبت اور بار بار تبادلہ خیالات کی وجہ سے مجھے کامل اطمینان ہوا کہ آپ خلیفہ برحق ہیں" کاش وہ نادر وجوہات جس سے آپ مطمئن ہوئے مہربانی فرما کر ہمیں بھی بتا دیتے۔ عجیب مبلغ ہیں۔ جن کو اتنے طویل عرصہ میں بھی تحقیق حق کا موقع نہیں ملا۔ ہمارے انجمن کے محترم ارکان بھی عجیب سادہ لوح اور حدیث اصحاب الجنۃ بلہ کے بالکل مصداق ہیں۔ دہنہ خفیہ تبلیغی اور خفیہ وظیفہ چہ معنی دارد۔ اگر جناب محترم قاضی صاحب اور جناب کرم صاحبزادہ صاحب اور ہر دو صاحبان کی دست راست برادر سید امیر خان صاحب معاملہ زیر بحث کی متعلق حلف موکد بعذاب اٹھا کر بیان کرے کہ قرضہ یا خیر و بیرہ کے بارے میں ان کے درمیان تصفیہ کوئی گفتگو نہیں ہوئی ہے تو میں مبلغ دس روپیہ فی کس کے حساب سے مبلغ تیس روپیہ ان کو ادا کرنے کو تیار رہوں۔ باقی اور آئندگی کا علم اللہ کو ہے۔

جناب والا کو صاحبزادہ صاحب کی علیحدگی پر افسوس ہوا ہوگا اور مجھے خود بھی افسوس ہے کہ ایک دیرینہ دوست ایک غلو کا غلط راہ اختیار کر کے ہم سے جدا ہو گیا۔ مگر کوئی افسوس کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ ایک دیرینہ بوجھ جو عرصہ سے انجمن پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی اٹھانے کا اللہ تعالیٰ نے خود بخود سامان کر دیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ انجمن کو اس ناحق کے بوجھ سے سبکدوشی عطا فرمائی۔ بلکہ میں تو یہ مطلب جناب کی نیک نیتی خدمت اسلام کو بطور ایک نیک فال سمجھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب کی سعی سے تمام کمزوریاں انشاء اللہ دور کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیک کوشش کو بار آور اور مبارک فرما دیں۔

جناب مکرم قاضی صاحب نے اپنے خط میں ماہجا امیر وا انسکر یطی کی مثال پیش کر کے ایسے بزرگان انجمن پر برس پڑے ہیں جن کے کارنامے دنیا جہاں خصوصاً سرزمین یورپ تاقیامت فراموش نہ کریں گے۔ اور ان کی یادگاریں ہمیشہ رہتی دنیا تک ان کی نیک ناموں کو زندہ رکھیگی جو خدمت قرآن اور اسلام انہوں نے کی ہے۔ موجودہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان کی ایک ایک "مضمون" تقریر اور تصنیف پر اربوں پونڈ نثار اور قربان ہوں۔ سرزمین یورپ میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے اور اللہ کا نام بلند کرنے کی وجہ سے وہ دنیا سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

این سعادت بزور بازو نیست ✤ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اگر وہ بھی سیر و تفریح کے لئے عیاشوں کی طرح یورپ اور فرانس کی سینماؤں اور تھیٹروں میں ننگا ناچ دیکھنے جاتے تو یہ خدمت قرآن یعنی تین زبانوں (انگریزی۔ جرمنی۔ ڈچ) میں ہرگز ان کو ترجمۃ القرآن کی توفیق نہ ملتی۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس خدمت قرآن کے لئے ان کو چن لیا اور دوسروں کو اس خدمت سے محروم و بے نصیب رکھا اور مسیح موعود کے ارادہ اور آرزو الہٰی کو ان کے ہاتھ سے پورا کروا دیا اور دوسروں کو یہ توفیق نہیں دی۔ فالحمد للہ علی ذالک

ہر دو صاحبان میرے مکرم اور قابل احترام بزرگ اور دوست ہیں

(باقی بر صفحہ ۸)

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ یکم رجب ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۵۲

تبلیغی پروگرام کی اہمیت

مسلمان اور محمودی صحیفہ نگاروں کی مخالفت

تبلیغی پروگرام اور تبلیغی ٹریننگ

ہم اخبار پیغام صلح کے ذریعہ بیرونی جماعتوں کو تبلیغی ٹریننگ کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق بار بار توجہ دلا چکے ہیں اور اس امر پر بھی کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ جب تک تبلیغی ٹریننگ حاصل نہیں کی جائے گی۔ اس وقت تک تبلیغ و اشاعت کا کام بھی احسن طور پر بروئے کار نہ آسکے گا۔ اس لئے وہ جماعت جو دور حاضر میں تبلیغ اسلام اور خدمت قرآن کی داعی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اس تبلیغی پروگرام کو جو خالصتہً اشاعت اسلام پر مبنی ہے۔ اپنی پوری قوت کے ساتھ عملی جامہ پہنائے۔ اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے سلسلہ کے مجاہد نوجوان ہمت کریں اور اپنے آپ کو تبلیغی ٹریننگ کیلئے پیش کریں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے پیغام صلح مورخہ ۸ راگست ۱۹۴۱ء میں ارشاد فرمایا تھا۔

ارشاد امیر

”سو میں اپنے نوجوان دوستوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہر سال دس بارہ پندرہ آدمی بھی ان میں سے رخصت لے کر یا اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر تین چار ماہ کیلئے آجایا کریں تو آہستہ آہستہ ایک بڑی بیداری پیدا ہو سکتی ہے اور مسلمان قوم ہماری تھوڑی سی کوشش سے زندہ ہو سکتی ہے۔ . . . . . میں یہ تحریک تمام جماعتوں کے سامنے رکھتا ہوں۔ ہر ایک جماعت کوشش کرے کہ ایک آدمی اپنی طرف سے بھجوا دے۔ ہمارا ارادہ یکم ستمبر سے اس کام کو کرنے کا ہے“

یہ ارشاد ایک بنیاد ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا مندرجہ بالا ارشاد اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بطور ایک بنیاد کے ہے۔ ہر احمدی دوست کو چاہئے کہ اپنی کوشش سعی اور محنت شاقہ سے اس بنیاد کو مضبوط کرے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اس ٹریننگ کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اور والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو اس سعادت دارین کے لئے تیار کریں۔ یہ دینیہ جہاد ہے اس میں ہر ایک دوست کو جس رنگ میں بھی وہ اس جہاد میں حصہ لے سکتا ہے حصہ لینا چاہئے۔

پروگرام کی اہمیت

مسلمان صحیفہ نگاروں نے ہمارے اس تبلیغی اور تعمیری پروگرام کو دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ یہ حربہ عقائد ہے۔ یہ تبلیغ کے پردہ میں اندرونی کشمکش ہے۔ اور ہمارے محمودی دوستوں کی باسی کڑھی میں بھی اُبال آنا شروع ہو گیا ہے اور وہ مضامین اور اشتہارات کے ذریعہ اس قسم کی فضا پیدا کر رہے ہیں جس سے ہمارے پروگرام میں دشواریاں اور مشکلات پیدا ہوں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہی مخالفت اور دشواریاں ہمارے عزائم سے باز نہیں رکھ سکتیں ہم انشاء اللہ اس پروگرام کو ہر ممکن اور جائز طریقہ سے عملی جامہ پہنا کر چھوڑیں گے ہمارے اس پروگرام کے دو بڑے بڑے اجزا ہیں:

دو اجزا

(الف) قادیانی غلو اور محمودیت کے باطل عقائد کو بیخ و بن سے اکھاڑنا اور حضرت بانئے سلسلہ علیہ السلام کے متعلق ان غلط فہمیوں کو دور کرنا جو ہمارے محمودی اصحاب کی مہربانیوں سے دنیا میں پھیل چکی ہیں۔

(ب) عام مسلمانوں کو سلسلہ میں شامل کرنا اور ان پر واضح کرنا کہ اس وقت تک اسلام کا غلبہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس زمانہ کے امام کو نہ پہچانیں۔ اور اس امام کے بتائے ہوئے لائحہ عمل پر متحدہ طور پر عمل پیرا ہو کر اس غلبہ اسلام کو جلد کار رلانے کی کوشش نہ کریں۔

تبلیغ اسلام کی رکاوٹیں

تبلیغ اسلام کے راستہ میں یہ بہت بڑی رکاوٹیں ہیں محمودی مسلموں کا غلو عام مسلمانوں کو اس سلسلہ حقہ میں شامل ہونے سے روکتا ہے اور عام مسلمانوں کا جمود غلبہ اسلام کے راستہ میں ایک بہت بڑی روک ہے ہم اس غلو اور جمود کو دور کر کے ایک ایسی وسیع اور مضبوط جماعت تیار کرنا چاہتے ہیں جس کی قوت اور تنظیم کے سامنے باطل کے جیوش دل گرفتہ ہو کر رہ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس سلسلہ کو مضبوط اور قوی کرنا چاہتے ہیں جس کا مقصد وحید اشاعت اسلام ہے لیکن اس پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے ایک زبردست جد و جہد درکار ہے اور جد و جہد بھی ایسی کہ جس میں ایک قرینہ اور سلیقہ ہو بغیر قرینہ اور ربط کے یہ کام نہیں ہو سکتا

فوجی تربیت اور تبلیغی ٹریننگ

دنیا کی وہ فوجی قوتیں جو بڑی بڑی فتوحات حاصل کرتی ہیں۔ وہ پہلے فوجی تربیت اور ٹریننگ حاصل کرتی ہیں اور اس کے بعد جا کر کہیں اس قابل ہوتی ہیں کہ فتوحات حاصل کر سکیں اور دنیا میں اپنا نام پیدا کر سکیں اگر وہ فوجی ٹریننگ حاصل نہ کریں۔ تو پھر وہ کبھی دشمن کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ہماری جماعت بھی ایک فوج ہے جس کے قائد حضرت امام عصر علیہ السلام ہیں۔ اس فوج نے اقوام عالم کو اسلام جیسی نعمت سے مستفید کرنا ہے اور دور افتادہ مقامات تک خدا اور خدا کے رسول کا نام پہنچانا ہے لیکن اس کیلئے ضرورت ہے کہ ہم پہلے اپنے آپ کو مضبوط کریں تبلیغی ٹریننگ حاصل کریں۔ اور جماعت کے اس کثیر حصہ کو جس نے غلو کر کے سلسلہ کے اصل مقاصد کو بالکل پس پشت پھینک دیا ہے اور سلسلہ کے متعلق دنیا میں غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ اس غلو کو دور کریں تا کہ وہ غلط فہمیاں دور ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا بیشتر حصہ راہ راست پر آجائے اور اس کام میں لگ جائے جو حضرت بانئے سلسلہ کا اصل مقصد تھا اور عام مسلمانوں کو بھی ایک سچے جوش اور ایمان کے ساتھ حضرت امام عصر علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں۔ تا کہ وہ اس سلسلہ میں شامل ہو کر اس فوج کو مضبوط کریں جو دین اسلام کی تائید اور نصرت کیلئے تیار ہو رہی ہے

پھر عرض کرتے ہیں

لیکن ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ یہ سب کام بغیر ایک منظم ٹریننگ کے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دوست اس وقت تک تبلیغی پروگرام کی اہمیت نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک کہ وہ تبلیغی ٹریننگ کی اہمیت اور ضرورت کو نہ سمجھیں خاص طور پر احمدی نوجوانوں کو تبلیغی پروگرام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو تبلیغی ٹریننگ کیلئے پیش کرنا چاہئے۔ اور یکم ستمبر کو اس ٹریننگ کے لئے مرکز میں پہنچ جانا چاہئے۔ ہمیں کامل توقع ہے کہ ہر ایک بیرونی جماعت کم از کم ایک نوجوان کو اس تبلیغی تربیت کو حاصل کرنے کے لئے مرکز میں ضرور بھجوائے گی۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا:

”اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار ہے جماعت کا آرگن ہے۔ جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا۔ گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔

. . . .

تبلیغی مقاصد کے لئے . . . .

یہ اخبار نہایت مفید ہے۔ بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار نہیں آتا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو گئے ہیں اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے“

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے۔ کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی ایک اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ... لہذا ایمان کو تازہ رکھتا ہے۔ . . . . ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

ضروری تصحیح

پیغام صلح مورخہ ۱۰ راگست میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون ”مسئلہ کفر و اسلام اور جناب میاں محمود احمد صاحب“ شائع ہوا ہے جس میں چند ایک غلطیاں رہ گئی ہیں احباب درست فرما لیں:

(۱) صفحہ ۴ کالم ۳ سطر ۷۔ ”درست تھا“ کی بجائے ”درست نہیں تھا“

(۲) ″ ″ ″ سطر ۱۸ ”ادنیٰ سے ادنیٰ مقابلہ“ کی بجائے ”ادنیٰ سے ادنیٰ“

(۳) ″ ″ ″ سطر ۲۲ ”اعمال ہی صالح ہوں“ کی بجائے ”اعمال بھی صالح ہوں“

(۴) صفحہ ۵ کالم ۲ ”سید مہر علی شاہ“ کی بجائے ”سید المیر علی شاہ“

(۵) صفحہ ۵ کالم ۲ سطر ۱۳ ”ماموروں کی طرف“ کی بجائے ”ماموروں کی طرح“ ہونا چاہئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مذاکرہ علمیہ

بلقیس کا تخت

(از قلم حضرت مولانا ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

بلقیس کے تخت کے متعلق تفاسیر

جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں حضرت سلیمان کے جن دیو بھوت پریت پرندوں کے مسخر کر لینے کے بارے میں جو طرح طرح کے افسانے تراشے گئے ہیں انہی کا نتیجہ یہ تھا کہ بلقیس کے تخت کے متعلق بھی یہ کہانی بنا لی گئی کہ ایک عفریت یعنی خبیث دیو ملک سبا سے اس تخت کو اڑا لانے کے لئے تیار ہؤا تھا اور اس نے یہ کمال دکھانا چاہا تھا کہ قبل اس کے کہ حضرت سلیمان اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہوں تخت لا کر حاضر کر دے۔ لیکن کس قدر تعجب خیز امر ہے کہ حضرت سلیمان نے اُٹھ کر کھڑے ہونے کو بہت زیادہ لمبا عرصہ سمجھا تو ایک شخص نے جس کو کتاب کا علم تھا (غالباً کوئی جادو وغیرہ کی کتاب ہوگی) کہا کہ قبل اس کے کہ آپ کی پلک جھپکے میں اس تخت کو ملک سبا سے اٹھوا کے منگوا دیتا ہوں حضرت سلیمان نے چنانچہ اس کو اجازت دی اور پلک جھپکنے میں نہ معلوم کس طرح وہ تخت آن موجود ہؤا۔ اور نعوذ باللہ ایک نبی نے یہ چوری کروا کے خدا کا بہت شکر کیا کہ اللہ نے ڈاکہ مارنے اور چوری کروانے کے کیسے عجیب عجیب ذرائع ہمیں عطا فرمائے ہیں۔ آخر مالک کی بلا اجازت کسی کا مال اٹھوا منگوانا چوری اور ڈاکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے چوری کرنے والا انسان ہو یا کوئی دیو ہو یا کوئی مؤکل ہو ہے تو وہ چوری۔ اس پر ایک نبی کا نازاں ہونا کیا معنے؟ اور یہ تفسیر بھی میرے دل کو نہیں لگتی کہ وہ کوئی تخت تھا جو تحفہ میں بلقیس نے بھیج دیا تھا۔ جب بلقیس نے تحائف اور ہدایا بھیجکر حضرت سلیمان کو مال دینا چاہا تھا تو حضرت سلیمان نے کہلا بھیجا تھا۔ اتمدونن بمال فما اتٰن ءِ اللہ خیر مما اتٰکم بل انتم بھدیتکم تفرحون ○ (النمل) کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرتے ہو۔ سو جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے جو تم کو دے رکھا ہے کہیں بہتر ہے۔ سو تم خود ہی اپنے تحائف اور ہدایا پر نازاں اور خوش ہوگے یعنی ہماری نگاہ میں یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ مطلب حضرت سلیمان کا یہ تھا کہ ہماری فوج کشی کوئی مال سمیٹنے اور لوٹ مار کرنے کے لئے نہیں ہے کہ ہم تم سے مال اور روپیہ لیکر واپس ہو جائیں۔ ہمارا منشا تو یہ ہے کہ تم فرمانبردار ہو جاؤ تا یہ شورش اور فساد ہمیشہ کے لئے مٹ جائے۔ پس اس مال اور تحائف کی ہماری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ پس جب یہ معاملہ تھا تو حضرت سلیمان کا بلقیس کے کسی تحفہ کو جو تخت تھا اتنی اہمیت دینا کہ اسے جلدی لانے کے لئے اسقدر بیقرار ہو گئے کہ اتنی دیر کی بھی تاب نہ رہی جتنی کہ انسان کو اٹھ کر کھڑے ہونے میں ہوتی ہے۔ آخر یہ اسقدر جلد بازی کا مطلب کیا تھا اور پھر اس تخت کو جو بلقیس کا بھیجا ہؤا تھا بلقیس کو دکھا کر کہنا کہ کیا وہ ایسا ہی تھا کیا معنی رکھتا تھا؟ آخر اس بُوجھ بُجھوانے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنا بھیجا ہؤا تخت پہچانتی بھی ہے یا نہیں؟ غرضکہ یہ دوسری تفسیر بھی میرے دل کو نہیں لگتی۔

بلقیس کے تخت کے متعلق میری تحقیقات

اس معاملہ میں جو میری تحقیقات ہے وہ یہ ہے کہ ہُدہُد نے جو خبر بلقیس ملکۂ سبا کی حضرت سلیمان کو لا کر دی تھی۔ اُس میں دو پہلو بہت اہم تھے ایک تو سیاسی پہلو تھا وہ یہ کہ اس نے ایک بہت عظیم الشان تخت بنوایا ہؤا ہے جس پر اُسے بڑا ناز ہے۔ اگلے زمانہ میں بادشاہ اپنی سلطنت کی عظمت اور شوکت کا اظہار اپنے تخت کی عظمت و شوکت سے کیا کرتے تھے۔ فرعون مصر نے آبنوس اور ہاتھی دانت کا جب تخت بنوایا تو اس پر اس قدر نازاں ہؤا کہ خدائی کا دعوے کر دیا۔ شاہ جہان بادشاہ دہلی نے بھی اپنی سلطنت کی شوکت کا اظہار تخت طاؤس بنا کر کیا تھا جس پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا۔ مگر اس نے تخت طاؤس پر بیٹھ کر خدا کے آگے سجدۂ شکر کیا یہ خدا کا فضل اور محمد رسول اللہ صلعم کا فیض تھا جس نے تخت کی عظمت و شوکت سے اس کے دماغ کو خراب ہونے سے بچا لیا۔ پس تخت کی عظمت و شوکت اور اس کے ہیرے و جواہرات صاحب تخت کی قوت و حکومت کا زبردست اعلان اور صاحب تخت کو اس پر نہایت درجہ تکبر و غرور اور فخر و ناز ہؤا کرتا تھا علیٰ ہذا القیاس بلقیس کو بھی اپنے تخت پر بڑا ناز اور غرور تھا۔ یہ تو اس خبر کا سیاسی پہلو تھا۔ دوسرا پہلو اس خبر میں مذہبی تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ ملکہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے۔

حضرت سلیمان نے بلقیس کیلئے تخت اور محل بنوایا

حضرت سلیمان بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی تھے سیاسی پہلو کا تعلق ان کے بادشاہ ہونے سے تھا اور مذہبی پہلو کا تعلق ان کے نبی ہونے سے تھا۔ انہوں نے جب بلقیس ملکۂ سبا کو پیغام بھیجا کہ وہ فرمانبردار ہو کر ہمارے حضور میں حاضر ہو تو وہ جانتے تھے کہ محض قوت اور فوج کشی کے بل پر اُس کا فرمانبردار ہو جانا کسی رنگ میں بھی مفید نہیں نہ سیاسی طور پر نہ مذہبی طور پر۔ میں پیٹھ پھیروں گا وہ پھر منحرف ہو جائے گی۔ اس لئے ایسی ترکیب کرنی چاہئے کہ وہ دل سے فرمانبردار ہو جائے۔ دلی اطاعت ہی واقعی سچی اور دوامی ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے متاثر کرنے کے لئے دو ذرائع اختیار کئے۔ ایک تو سیاسی۔ دوسرا مذہبی۔ سیاسی طور پر متاثر کرنے اور اسے دل سے فرمانبردار بنا لینے کے لئے تو انہوں نے دربار میں بیٹھنے کے لئے اس کے واسطے ایک عظیم الشان تخت بنوایا۔ اور مذہبی طور پر متاثر کرنے اور اسے دل سے خدا کا فرمانبردار بنانے کے لئے انہوں نے اُس کے قیام کے لئے ایک محل بنوایا جس کا فرش شیشہ کا تھا اور [illegible] کے نیچے پانی کی نہر بنائی۔

آخر وہ ایک عظیم الشان ملکہ تھی۔ اس [illegible] دربار میں [illegible] بیٹھنا تھا۔ اس کے ٹھیرانے کے لئے کوئی محل بھی ہونا چاہئے تھا۔ حضرت سلیمان نے دو چیزیں مہیا کیں مگر یاد رکھنا [illegible] میں کہ دونوں اپنی اپنی جگہ کمال کی دانائی اور حکمت پر مبنی [illegible] سیاسی اور مذہبی مقاصد کی تکمیل کا پہلو اپنے اندر لئے [illegible] تھیں۔ نبیوں کا کوئی کام بیکار اور فضول نہیں ہوتا۔ مسلمانوں [illegible] اس میں یہی سبق دینا منظور تھا کہ تم بھی بادشاہ ہو گے۔ یاد رہے کہ بادشاہ اپنے بیت المال کا جو درحقیقت پبلک کا مال ہوتا ہے ذمہ دار ہوتا ہے۔ سیاست اور تبلیغ میں [illegible] بڑی بڑی رقمیں بھی خرچ کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن یہ خیال [illegible] رکھنا چاہئے کہ جو رقم بھی خرچ ہو وہ کسی مقصد اور حکمت [illegible] مفید امر کے لئے ہو۔ بے فائدہ اور لغو نہ ہو۔ اب ان [illegible] تخت اور محل کی حکمت ملاحظہ ہو۔

تخت بنوانے کی حکمت

حضرت سلیمان نے [illegible] میں یہ حکمت [illegible] کو اپنے بیش قیمت تخت پر بڑا گھمنڈ ہے اور [illegible] تمکنت اسی ایک امر پر موقوف ہے۔ اس کی [illegible] آپ کو بڑی قوت کی مالک سمجھتی ہے۔ جس طرح [illegible] چونکہ اپنی فوج اور سامان جنگ پر بڑا گھمنڈ [illegible] کا بادشاہ جب مہمان بن کر آتا ہے تو میزبان بادشاہ [illegible] کا مظاہرہ بڑی شان سے کرتا ہے تاکہ مہمان کے دل پر [illegible] پڑے۔ یہی سیاست حضرت سلیمان نے سوچی تھی [illegible] ایسا عظیم الشان تخت بنوانا چاہا جس کے سامنے بلقیس [illegible] مایۂ ناز تخت گرد ہو کر رہ جائے۔ اور یہ اس کی [illegible] کو ختم کرنے کا بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے [illegible] مختلف سرداروں سے اس تخت کو بنوا لینے [illegible] فرماتے ہیں۔ یا ایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین ○ (النمل) اے سردارو قبل اس کے کہ [illegible] یعنی ملکۂ سبا اور اس کے سردار ہمارے حضور میں فرمانبردار ہو کر حاضر ہوں تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت [illegible] آنے سے قبل ہمارے پاس لے آئے؟ یہاں [illegible] سے لگتا ہے۔ یہاں اضافت تملیکی نہیں بلکہ تخصیصی ہے۔ [illegible] تخت جو اس کے لئے ہم بنوانا چاہتے ہیں۔ جیسے [illegible] "گھوڑے کی زین اتار لو" کہنے سے یہ مراد نہیں [illegible] زین گھوڑے کی ملکیت ہے۔ بلکہ مراد ہے اس [illegible] پر رکھی ہے اُتار لو۔ ان کے اس ارشاد کے جواب میں [illegible] کے امرا و سرداروں میں سے ایک نے عرض کی قال [illegible] من الجن انا اٰتیک بہٖ قبل ان تقوم من مقامک [illegible] انی علیہ لقوی امین (النمل) امرائے دربار [illegible] ایک عفریت نے کہا کہ میں اسے لا حاضر کروں گا [illegible] کر آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں اور میں [illegible] رکھنے والا اور امانتدار ہوں۔ یہاں مفسرین نے [illegible] مراد جن اور دیو لے لیا اور پھر عفریت کو ایک [illegible] (یعنی جنوں کی ایک شریر قسم) قرار دے لیا۔ [illegible] سلیمان کا یا ایھا الملؤا فرمانا جن کے معنے کی [illegible] ہے کہ حضرت سلیمان نے امرائے دربار کو مخاطب [illegible] انہی امرائے دربار میں سے ایک شخص نے جواب [illegible]

کے لئے یہاں کوئی رستہ نہیں۔ رہ گیا عفریت کا لفظ تو اس کے معنی لغت میں ایسے چالاک آدمی کے ہیں جس میں دانائی اور خبث دونو پائے جائیں۔ یعنی اس کی دانائی شرارت اور فتنہ انگیزیوں میں خرچ ہوتی ہو۔ ان امرائے دربار میں سے ایک نہایت چالاک آدمی نے جو تھا تو بڑا ہوشیار لیکن اس کی چالاکی میں خباثت مضمر ہوا کرتی تھی۔ عرض کیا کہ حضور یہ کیا بڑی بات ہے آپ کے کھڑے ہونے سے قبل تخت بنا کر لا حاضر کروں گا اور ساتھ ہی اپنے منہ میاں مٹھو اپنی تعریف بھی کر دی کہ اگرچہ کام بہت ہے مگر میرے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ جھٹ پٹ تخت بن جائے گا۔ اور اگرچہ کثیر رقم کا خرچ ہے مگر میں نہایت امانتدار آدمی ہوں۔ اس کے بنوانے میں کسی قسم کی بددیانتی کا اندیشہ نہ فرمایئے۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنوانے میں یہی دو باتیں مدنظر ہوا کرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آیا یہ شخص ایسا عظیم الشان تخت بنا بھی سکے گا یا نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اتنے بیش قیمت تخت کے بنانے میں کسی قسم کی خیانت تو نہیں کرے گا۔ سو ان دونو باتوں کے متعلق اس نے اپنی طرف سے حضرت سلیمان کی تسلی کر دینی چاہی۔ لیکن حضرت سلیمان کو قطعاً تسلی نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ بہت دانا انسان تھے وہ ایسے زبانی جمع خرچ کر کے گھر پورا کر دینے والے آدمی کے بھرے میں نہیں آنا چاہتے تھے جس نے بلا سوچے سمجھے یہاں تک مبالغہ کر دیا اور شیخی ماری کہ آپ کے کھڑے ہونے سے قبل تخت بن کر آ جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت سلیمان نے اس کی اس شیخی بازی پر توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد امرائے دربار میں سے ایک اور شخص نے عرض کی۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (النمل) اور ایک شخص نے کہا جس کے پاس تحریری علم تھا کہ میں اس تخت کو لا حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ کے سردار یا آپ کی جماعت آپ کی طرف واپس آوے۔

یہاں دو امور قابل بحث ہیں۔ ایک ہے الذی عندہ علم من الکتاب۔ مفسرین تو کہتے ہیں کہ یہ کوئی حاضرات یا عملیات کا علم تھا۔ لیکن سمجھ نہیں آتا کہ تخت کے بنا لانے میں حاضرات اور جنات کے علم کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ یہاں تو تخت کے بنا لانے کا علم درکار ہے۔ اور اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ لکھ کر ایک تحریری صورت میں اس کے بنانے کے لئے تمام ضروری چیزیں اور ان کے اخراجات کو پیش کیا جاتا۔ اور جو علم بھی ہوتا وہ ایک تحریری اندازہ کی شکل میں ہوتا جیسا کہ آجکل کسی اہم چیز کے بنانے کے لئے مستری یا انجنیئر تحریر کے رنگ میں سارا تخمینہ اور بجٹ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت سلیمان کے سامنے تحریری علم کی بنا پر درخواست پیش کی۔ اور بنانے کی میعاد میں بھی کوئی شیخی بازی نہیں کی۔ بلکہ کہا کہ آپ کا جو وفد بلقیس کو لینے کے لئے یمن گیا ہوا ہے اس کے واپس لوٹنے سے قبل میں بنا کر لا دوں گا۔

طرف کسی چیز کے جانب کو کہتے ہیں۔ امام راغب نے طرف کے معنے سرداران قوم کے بھی لکھے ہیں جنکہ جماعت کو بھی طرف کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے بلقیس کے پاس اپنے سرداروں کا ایک وفد بھیجا تھا کہ اُسے عزت کے ساتھ لے آئیں۔ اس درباری نے عرض کی کہ قبل ان یرتد الیک طرفک قبل اس کے کہ آپ کا وفد آپ کی طرف واپس لوٹے (صاف لفظی ترجمہ ہے کوئی ہیر اور پیچ نہیں) میں تخت بنا لاؤں گا

چنانچہ حضرت سلیمان نے اس کی درخواست کو معقول سمجھ کر اسے کو تخت بنا لانے کا حکم دیا۔ یہاں مسلمانوں کو یہ سبق تھا کہ تم جب بادشاہ بنو گے تو تمہارے دربار میں بھی ان موقعوں پر شیخی باز اور زبانی جمع خرچ والے لوگ ہوں گے لیکن ان کی طرف توجہ کرنا دانائی نہیں۔ ہمیشہ قابل توجہ وہ لوگ ہوا کرتے ہیں جو تحریر کی بنا پر ٹھوس اور معقول بات پیش کرتے ہیں۔

تخت بننے پر خدا کا شکر

چنانچہ وہ تخت بن کر آ گیا۔ فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم (النمل)، پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے حضور میں رکھا ہوا پایا تو کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے کو آزمائے کہ آیا میں اس کا شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ اور جو کوئی خدا کا شکر کرتا ہے تو وہ اپنے بھلے کے لئے شکر کرتا ہے۔ اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا رب اس کے شکر سے بے نیاز اور بڑا فیاض ہے،، یعنی بلقیس کو تو اپنے تخت پر بڑا ناز تھا لیکن حضرت سلیمان نے جب ایسا ہی عظیم الشان تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو اس تخت پر نازاں نہیں ہوئے۔ اور فخر اور غرور نہیں کیا۔ بلکہ خدا کا شکر کیا اور فرمایا خدا کی یہ نعمتیں بندہ کی آزمائش کے لئے ہوتی ہیں وہ دیکھتا ہے کہ بندہ شکرگزار ہوتا ہے یا ناشکری کرتا ہے یعنی خدا کا پہلے سے بھی زیادہ فرمانبردار بنتا اور اس کی نعمت کی قدر کرتا ہے۔ یا غرور و فخر اور عجب و پندار میں مارا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ شکرگزاری کا نفع بندہ کے لئے ہے۔ خدا اس سے بے نیاز ہے وہ تو کریم ہے اس کی نعمتیں شکرگزاروں اور ناشکروں سب پر حاوی ہیں۔ لیکن شکرگزار بندہ ان نعمتوں کی قدردانی سے خدا سے تعلق پکڑتا ہے۔ اور مزید انعامات کا وارث ٹھہرتا ہے اور ناشکرا خدا سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔

پھر حضرت سلیمان نے فرمایا۔ نکروا لھا عرشھا ننظر اتھتدی ام تکون من الذین لا یھتدون ۰ (النمل) بلقیس کو اس کا تخت ناپسند کرا دو۔ ہم دیکھیں گے کہ اب بھی وہ راہ راست پر آتی ہے یا نہیں یا ان لوگوں میں ہی رہتی ہے۔ جو کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے۔

نکروا لھا عرشھا۔ نکروا کے معنے ہیں ناپسند کرا دو یا اسے ایسا کر دو کہ اس کی اپنی تخت کی خصوصیت جاتی رہے۔ یا اس کا تخت اس کے لئے اجنبی ہو جائے۔ یعنی وہ اپنے تخت اور اس تخت میں تمیز نہ کر سکے۔ یہاں عرشھا میں اضافت تملیکی ہے مراد ہے اس کا اپنا تخت جس پر اسے بڑا ناز تھا۔ فرمایا اس تخت کو جو اس کے لئے بنوایا گیا ہے۔ اس کو اب اسقدر مرصع کر دو اور شاندار بنا دو کہ اس کا اپنا تخت اُسے ناپسند ہو جائے۔ یعنی یہ اس سے شان میں بڑھ جائے یا اسے اس کے اپنے تخت سے اسقدر مشابہ بنا دو کہ اس کے اپنے تخت کی خصوصیت جاتی رہے۔ اور اسے اس تخت میں اور اُس تخت میں شناخت اور تمیز نہ ہو سکے۔

بلقیس کی سیاسی فرمانبرداری

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ حضرت سلیمان کے پاس آئی اور دربار میں اسے اسی تخت پر لا کر بٹھایا تو پوچھا۔ فلما جاءت قیل اھکذا عرشک قالت کانہ ھو واوتینا العلم من قبلھا وکنا مسلمین ۰ (النمل)، پس جب وہ ملکہ آئی تو اسے کہا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے۔

اس نے کہا کہ یہ تو گویا عین [illegible] معلوم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبر[illegible] گویا اس تخت کو [illegible] بنوایا تھا بلقیس کے تخت [illegible] کہ وہ بے اختیار بول اُٹھی [illegible] عورت بڑی دانا تھی۔ فوراً [illegible] کہنے لگی کہ ہمیں تو پہلے ہی علم [illegible] طاقت اور آپ کے ذرائع سلطنت [illegible] سو ہم تو آپ کے فرمانبردار ہیں۔ گو[illegible] تخت بنوانے میں تھا وہ حاصل ہو گیا [illegible] اور طاقت سے اس کا دل مرعوب [illegible] فرمانبردار ہو گئی۔ مگر یہ سیاسی فرما[illegible]

محل بنوانے کی حکمت

اب [illegible] رنگ میں تو فرمانبردار ہو چکی مگر [illegible] نہ تھا۔ وہ مذہباً اب بھی آفتاب پر[illegible] فرماتا ہے۔ وصدھا ما کانت تعبد [illegible] کانت من قوم کافرین ۰ (النمل) [illegible] چیز کی وہ عبادت کرتی تھی (یعنی [illegible]) روکے رکھا کہ وہ ایمان لائے [illegible] دربار کے بعد جب ملکہ بلقیس کو [illegible] تو اس محل کے صحن میں اُسے پانی [illegible] جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ قیل [illegible] راتہ حسبتہ لجۃ وکشفت عن [illegible] صرح ممرد من قواریر قالت [illegible] واسلمت مع سلیمٰن للہ رب [illegible] اسے کہا گیا محل میں داخل ہو [illegible] تو اسے بہت گہرا پانی سمجھا اور [illegible] جو شیشوں سے ہموار کیا گیا۔ بلقیس [illegible] میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور [illegible] جہانوں کے رب پر ایمان لائی [illegible] کہ حضرت سلیمان نے محل کے [illegible] نیچے پانی بہایا تھا۔ مگر بظاہر شیشے [illegible] نظر آتا تھا۔ بلقیس کو جو اس صحن [illegible] وہ گھبرا گئی۔ کہ صحن میں تو گہرا پانی [illegible] کہا جاتا ہے کہ داخل ہو۔ کیا پانی [illegible] کشفت عن ساقیھا کے معنی مفسرین [illegible] اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں یعنی پانی [illegible] لئے اس نے اپنے پائنچے چڑھا لئے [illegible] افسانہ اس کے لئے یہ گھڑا کہ حضرت [illegible] عاشق ہو چکے تھے۔ اور اس سے [illegible] ان کا وزیر آصف برخیا بہت دانا [illegible] بلقیس سے شادی ہو گئی تو حضرت [illegible] میں سلطنت کی طرف سے غافل [illegible] نے اس شادی کو روکنے کے لئے [illegible] بچپن میں بکری کے دودھ پر پلی [illegible] پر بکری کی طرح بال ہیں۔ حضرت [illegible] کسی طرح بلقیس کی پنڈلی دیکھی جا[illegible] آیا واقعی اس کی پنڈلیوں پر بال [illegible]

ہزار ہا روپیہ خراج کرکے نعوذ باللہ محض اپنی حسن پرستی کی خاطر یہ محل بنوایا۔ اور صحن میں شیشے لگوا کر اس کے نیچے پانی بہا دیا۔ تاکہ کسی طرح بلقیس پنڈلیاں کھولے۔ چنانچہ جب بلقیس نے پائنچے چڑھا کر پار ہونا چاہا تو اس کی پنڈلیاں کھل گئیں اور ساق بلورین کے نظارے نے حضرت سلیمان کو اور بھی فریفتہ کر دیا۔ اور وزیر کا بٹہ کھل گیا نتیجہ یہ کہ بلقیس سے شادی کر لی۔ یہ نالائق قصہ گھڑتے ہوئے یہ خیال نہ آیا کہ حضرت سلیمان خدا کا برگزیدہ نبی وہ کس طرح ایک غیر محرم عورت کی پنڈلیاں برہنہ دیکھنے کے لئے اس قدر قوم کا روپیہ برباد کرکے ایک محل تعمیر کر سکتا ہے یہ تو عیاش اور حسن پرست بادشاہوں کا کام ہے۔ دوسرے اس مقصد کے لئے پانی بہانا کافی تھا اس پر شیشہ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ تیسرے بلقیس اگر کوئی دیہاتی غریب عورت ہوتی تب تو اغلب تھا کہ وہ غریب عورت پانی پار ہونے کے لئے اپنے پائنچے چڑھاتی اور اپنی جوتیاں اتار کر سر پر رکھ لیتی۔ اور اس ہیئت کذائی پار ہونے کی کوشش کرتی۔ لیکن بلقیس ایک عظیم الشان ملکہ تھی۔ کسی پانی سے پار ہونے کیلئے اس کے ملازم خدمتگار ہر قسم کا سامان مہیا کر سکتے تھے۔ پائنچے چڑھا کر کسی پانی سے پار ہونا ایک ملکہ کی شان نہیں ہو سکتی۔ آجکل کوئی ادنیٰ حاکم کسی ندی پر آ جاتا ہے اور وہاں کشتی نہیں پڑ سکتی تو لوگ چارپائی اور کرسیوں پر بٹھا کر اسے پار کر دیتے ہیں۔ چہ جائیکہ ایک عظیم الشان اور نازنین ملکہ۔ اس کا پانی میں سے پار ہونے کیلئے پائنچے چڑھانا معنی کیا رکھتا ہے۔ یہ سارا قصہ کشفت عن ساقیہا سے بنا۔ کشف عن الساق عربی زبان کا محاورہ ہے جو کسی سختی اور مصیبت کے پیش آنے اور گھبراہٹ اور پریشانی پیدا ہونے پر بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن شریف میں ہے۔ یوم یکشف عن ساق (آہ) جس دن پنڈلی کھولی جائیگی یعنی وہ گھبراہٹ اور سختی کا دن ہوگا۔ بدقسمتی سے وہاں بھی مفسرین نے یہ معنی کئے ہیں کہ قیامت کے دن خدا اپنی پنڈلی کھولے گا۔ نعوذ باللہ خدا اور اس کی پنڈلی کھولنا کیا معنی؟ یہاں کہیں نہیں لکھا کہ اس دن خدا اپنی پنڈلی کھولیگا۔ بلکہ فقط اتنا لکھا ہے کہ اس دن پنڈلی کھولی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دن گھبراہٹ اور سختی کا ہوگا۔ یہ محاورہ یہاں سے لیا گیا ہے کہ جب مریض پر بہت گھبراہٹ طاری ہوتی ہے تو وہ اپنی پنڈلیوں پر سے کپڑا بار بار اتار پھینکتا اور اسے ننگا کرتا رہتا ہے۔ پس پنڈلیاں ننگی ہو جائیں گی سے مراد ہے لوگوں میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوگی۔ یہی مطلب یہاں بلقیس کے واقعہ میں ہے کہ جب بلقیس کو کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جیئے حالانکہ سامنے گہرا پانی نظر آ رہا تھا۔ تو وہ گھبرا گئی کہ اس انوکھے حکم کی معنی کیا ہے۔ لیکن حضرت سلیمان نے فرمایا کہ یہ تو شیشہ ہے۔ پانی اس کے نیچے بہ رہا ہے۔ تم درحقیقت شیشہ میں سے پانی کو دیکھ رہی ہو مگر غلطی سے شیشہ کو پانی سمجھ رہی ہو۔ یہ آفتاب پرستی کی تردید تھی۔ سورج کی طاقت بظاہر بڑی نظر آتی ہے۔ اور تمام جہان کی ربوبیت کا نظام اس پر مبنی نظر آتا ہے۔ مگر حقیقی طاقت جو اس کے پس پردہ کام کر رہی ہے وہ الٰہی طاقت ہے۔ نظر غائر سے کام نہ لینے والے خود سورج کو ہی رب سمجھ کر اس کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ لیکن درحقیقت رب وہ نہیں بلکہ رب حقیقی نے اسے ایک ذریعہ ربوبیت بنایا ہے۔ گویا وہ ایک شیشہ ہے جس میں سے خدا کی ربوبیت نظر آ رہی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح شیشہ میں سے پانی نظر آ رہا ہے جس طرح نظر کی غلطی نے شیشہ کو پانی بنا کر دکھا دیا۔ اسی طرح سمجھ اور عقل کی غلطی نے سورج کو رب بنا کر دکھا رکھا ہے حالانکہ یہ تمام مظاہر قدرت جن میں سے ایک سورج بھی ہے اس رب العلمین کا چہرہ دیکھنے کے لئے بطور ایک شیشہ کے ہیں۔ خود رب نہیں ہیں۔

بلقیس کی مذہبی فرمانبرداری

غرضیکہ تصویری زبان میں جس کا اس زمانہ میں بڑا رواج تھا حضرت سلیمان نے یہ سمجھانا چاہا کہ شیشہ کو پانی نہ سمجھو کیونکہ درحقیقت پانی اس میں سے نظر آ رہا ہے وہ خود پانی نہیں۔ اسی طرح مخلوق کو جس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا جلوہ نظر آتا ہے رب نہ سمجھو بلکہ رب العالمین کی ربوبیت کے مظاہر کے لئے انہیں بطور ایک شیشہ کے سمجھو۔ بلقیس ملکۂ سبا بہت زود فہم اور عقل رسا کی مالک تھی۔ جس طرح تخت کو دیکھ کر وہ حضرت سلیمان کی سیاسی برتری کو فوراً سمجھ گئی تھی اسی طرح اس شیشہ اور پانی کی مثال کو فوراً سمجھ گئی۔ اور آفتاب پرستی کو چھوڑ کر خدا کی توحید اور حضرت سلیمان پر ایمان لے آئی چنانچہ اس نے حضرت سلیمان کا قول سنتے ہی کہا کہ رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمٰن للہ رب العالمین کہ میرے رب بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا یعنی اب تک شرک کرتی رہی۔ اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ کی جو تمام جہانوں کا رب ہے فرمانبردار ہو گئی اور ایمان لے آئی یعنی آفتاب پرستی کو چھوڑ کر اللہ واحد کی پرستار اور فرمانبردار بنتی ہوں جو نہ صرف سورج کا بلکہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ یہ بلقیس کی مذہبی فرمانبرداری جس کے لئے حضرت سلیمٰن نے شیشے کے صحن والا محل بنوایا تھا۔ اس سے قبل تخت کے دیکھنے پر بھی بلقیس نے وکنا مسلمین کہا تھا۔ مگر وہ سیاسی فرمانبرداری تھی۔ اب دوبارہ جو اسلمت مع سلیمٰن للہ رب العالمین کہا تو یہ مذہبی فرمانبرداری ہے۔ پہلی حضرت سلیمان کی حکومت اور سیاست کی فرمانبرداری تھی۔ اور دوسری مذہبی یعنی خدائے واحد کی حکومت کی فرمانبرداری ہے۔

سانحہ ارتحال

جناب ملک کرم الٰہی صاحب کوچہ چابک سواراں لاہور کے صاحبزادہ عبدالحمید صاحب عرصہ تک بیمار رہ کر مورخہ ۲۴ جون کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ جانکاہ میں جناب ملک کرم الٰہی صاحب اور مرحوم کے چچا مولوی دوست محمد صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

شکر و شکریہ

"جس قدر میری دلجوئی بلند پایہ تصنیف مجدد اعظم کے مطالعہ سے ہوئی وہ کسی اور طریق سے ممکن نہ تھی"

(از جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی۔ سی۔ ایس)

میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے ایک خطرناک بیماری سے جس میں میں ماہ جون کے اخیر میں مبتلا ہو گیا تھا شفا بخشی۔ ایام بیماری میں اپنے دوستوں نے جو ہمدردی فرمائی اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا شکریہ میں خاص طور پر ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان ہر دو حضرات نے خاص توجہ فرمائی اور جب تک ان کو اس بات کا یقین نہیں ہو گیا کہ میں خطرہ سے باہر ہو گیا ہوں۔ متواتر دیکھنے کے لئے تشریف لاتے رہے۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب، جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب و ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب (گجرات) و ڈاکٹر مولوی نعمت اللہ صاحب کا بھی میں خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے بڑی ہمدردی اور خیر خواہی کا ثبوت دیا۔ اصل معالج تو ڈاکٹر غلام محمد صاحب تھے۔ مگر دیگر صاحبان نے بھی اپنے قیمتی مشوروں سے ممنون فرمایا۔

اس کے بعد مجھے ایک ایسی چیز کا شکریہ ادا کرنا ہے جو بظاہر بے جان ہے۔ لیکن جو ہزار ہا اعلیٰ درجہ کی زندگیاں بنانے کی قابلیت رکھتی ہے۔ بیماری کے ابتدائی چند یوم تو ایسے تھے کہ میں اس قابل ہی نہ تھا کہ کسی قسم کا مطالعہ کر سکوں۔ بلکہ ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت مجھے زیادہ گفتگو کرنے کی بھی اجازت نہ تھی لیکن جب بیماری کی شدت کم ہو گئی تو وقت گذارنے کیلئے مجھے کسی شغل کی ضرورت تھی۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی نادر تصنیف "مجدد اعظم" میں نے پہلے دیکھی تھی اور مختلف مقامات سے اس کو پڑھا بھی تھا۔ میں نے دو تین دفعہ یہ کتاب خریدی۔ مگر اس وقت میرے پاس اس کا کوئی نسخہ نہ تھا۔ کیونکہ تمام یار بھائی لے گئے تھے۔ اب بیماری میں میں نے پھر اس کتاب کو خریدا اور پڑھا۔ اب میں کہہ سکتا ہوں کہ دونوں حصوں کو میں نے پڑھ لیا ہے اور بعض بعض مقامات کو کئی دفعہ پڑھا ہے۔ دوستوں اور عزیزوں کی بیمار پرسی اور اظہار ہمدردی مریض کیلئے حوصلہ اور دلجوئی کا باعث ہوتے ہیں اور خصوصاً جب یہ دوست احمدی ہوں اور منافقت اور ریا سے بری ہوں۔ لیکن جس قدر میری دلجوئی اس بلند پایہ تصنیف "مجدد اعظم" کے مطالعہ سے ہوئی ہے۔ وہ کسی اور طریق سے ممکن ہی نہ تھی۔ بیماری کے ایام میں جبکہ ڈاکٹر صاحبان کا یہ حکم ہو کہ "خبردار بستر سے علیحدہ نہ ہونا۔ خبردار زیادہ باتیں نہ کرنا"۔ وقت گذارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے ایسی حالت میں اس کتاب کو پڑھا۔ ڈاکٹر صاحب نے تمہید میں لکھا ہے کہ جب وہ اس کتاب کی ترتیب میں مصروف تھے تو ان کو اس قدر فرحت ہوتی تھی۔ کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ روحانیت کے چمن میں گلگشت کر رہے ہیں۔ اگرچہ پودے تو پہلے ہی سے تیار تھے۔ مگر ان کو ترتیب دے کر باغ کی شکل میں ڈاکٹر صاحب نے ہی تبدیل کیا اس کام میں ان کو ضرور زحمت بھی اٹھانی پڑی ہوگی۔ اگرچہ یہ زحمت بھی بہت خوشگوار رہی ہوگی۔ مگر میں نے بغیر کسی قسم کی زحمت اٹھانے کے اسی روحانی گلشن کی سیر کی ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس سیر کے وقت روحانی پھولوں کی خوشبو سے میرا دماغ اس قدر معطر ہوا اور میرے بیمار دل کو اس قدر تقویت حاصل ہوئی۔ کہ میں نے محسوس کیا کہ میری جسمانی بیماری زائل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور میری روحانیت کی آبیاری ہو رہی ہے۔ بہت سے موقعوں پر جہاں گذری ہوئی پاک صحبتوں کا نقشہ سامنے آیا تو دل پر ایسی چوٹ لگی۔ کہ اس کی شہادت آنکھوں نے بے اختیارانہ طور پر آنسو بہا کر دی

جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں دیکھا۔ ان کے لئے ازبس ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ شروع سے لیکر آخیر تک کریں اور کئی بار کریں۔ جو اصحاب حضرت اقدس کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ وہ بھی مطالعہ سے بہت فرحت محسوس کریں گے اور اپنے ایمان اور ایقان میں ترقی محسوس کریں گے۔

منصف مزاج اور غیر متعصب غیر احمدی احصاب میں اس کتاب کی اشاعت میری رائے میں بہت ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسی تجویز کی جائے تو بندہ حسب توفیق حصہ لینے میں خوشی محسوس کرے گا۔ ورنہ کم از کم انشاء اللہ میں یہ تو ضرور کروں گا کہ اپنے ایسے غیر از جماعت دوستوں کو یہ کتاب دوں۔ جن کے دل تعصب سے پاک ہیں۔ اور کوشش کروں کہ وہ ضرور اس کتاب کو پڑھیں۔

اخیر میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ شجرہ نسب جو کتاب کے شروع میں دیا گیا ہے۔ وہ غالباً کسی انگریزی تحریر سے لیا گیا ہے۔ اردو میں اس طرز سے نہیں لکھا جاتا۔ اب جس طرح سے یہ شجرہ نسب درج ہے۔ اس سے تو یہ مفہوم لیا جائے گا۔ کہ گویا حضرت اقدس اپنے بھائی مرزا غلام قادر صاحب سے بڑے تھے اور یہی حال دوسرے اسماء مندرجہ شجرہ نسب کا ہوگا۔ بشپ لفرائے کے حالات میں بشپ کے پاس وفد جانے کا حال درج نہیں ہوا۔ میں خود اس وفد میں موجود تھا۔ اور یہ واقعہ معمولی نہیں ہے جو چھوڑ دیا جائے۔ میرے مضمون "سہانے سپنا" میں یہ واقعہ مفصل طور پر درج ہے۔ میں رنگ محل ہائی سکول والے جلسہ میں بھی موجود تھا۔ اور وفد میں بھی شامل تھا۔ میرا بیان بالکل درست ہے۔ بعض اور باتیں بھی ہیں۔ جن کی طرف میں پھر کسی وقت حضرت مصنف کی توجہ مبذول کروں گا۔ سردست میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب ڈاکٹر صاحب کو اسلام اور احمدیت کی خدمت کیلئے لمبی عمر اور صحت عطا فرمائے۔ اور ان کی ان خدمات کو قبول فرما کر ان کے ترقی درجات اور دوسرے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے

خاکسار

محمد اسمٰعیل

ضروری خبریں

——— واشنگٹن ۲۳ راگست۔ آج واشنگٹن میں متعین ایرانی سفیر [illegible] ایک اعلان میں اس امر کا اظہار کیا کہ ایران ہر حملہ آور کا مقابلہ کرے گا ایران اپنی غیر جانبداری پر قائم رہنا چاہتا ہے اور اگر کسی ملک نے اس کی غیر جانبداری کو توڑنے کی کوشش کی تو ایرانی فوج اس کا مقابلہ کرے گی۔ آپ نے کہا کہ ایران میں دوسرے ملکوں کے جو بھی [illegible] ہیں۔ ان کی پوری طرح نگرانی کی جا رہی ہے اور ایران کا خیال [illegible] جس طرح ایران کی غیر جانبداری ایران کیلئے ضروری ہے۔ اسی طرح وہ برطانوی مفاد کے لئے بھی ضروری ہے۔

——— ماسکو ۲۳ راگست۔ موسیو [illegible] نائب وزیر اطلاعات روس نے اعلان کیا ہے کہ جرمن طیاروں نے ماسکو پر ۲۴ ہوائی [illegible] جن کے نتیجہ پر ۷۰۰ اشخاص ہلاک اور ۲۵۰۰ مجروح [illegible] "پراودا" نے لینن گراڈ کے خطرے کے بارے میں ایک [illegible] شائع کیا ہے جس میں عوام الناس کو کہا گیا ہے کہ ہر شہری [illegible] میں بندوق ساتھ رکھے۔ شہر کی حفاظت کے لئے ہر [illegible] کو چھاؤنیوں میں تبدیل کر دینا چاہئے اور ہر کارخانے کی حفاظت کے لئے سر بکف رہنا چاہئے۔

——— انقرہ ۲۳ راگست۔ ترکیہ کے مشہور روزنامہ [illegible] نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے ترکیہ پر حملہ کیا تو ترکیہ کے تمام [illegible] ایک جان ہو کر لڑیں گے۔

——— ٹوکیو ۲۳ راگست۔ ٹوکیو کے اخباروں میں یہ اطلاعات شائع ہو رہی ہیں کہ امریکہ سے جنگی سامان ولاڈی [illegible] پہنچنے والا ہے جاپانی اخباروں نے امریکہ کو متنبہ کیا ہے کہ جاپان اس معاملہ میں دخل دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ امریکہ کا یہ اقدام جاپان کے حفاظتی امور کے لئے خطرناک متصور ہے۔

——— لندن ۲۳ راگست۔ طبروق پر جیپیلے جرمن طیاروں نے شدید حملہ کیا تھا۔ مگر انہیں بھگا دیا گیا ہے۔ سرحد پر توپخانوں میں بھی شدید تصادم ہوتا رہا۔ قاہرہ سے سرکاری اعلان ہوا ہے کہ اطالوی پیدل فوج نے طبروق پر حملہ کیا تھا۔ مگر اسے بھگا دیا گیا ہے برطانوی فوج کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔

——— چنگ کنگ ۲۳ راگست۔ جاپانی طیاروں نے جتھے باندھ باندھ کر چنگ کنگ کے مغربی رقبہ پر شدید بمباری کی۔

——— برلن ۲۳ راگست۔ جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے کہ جھیل اِلمن [illegible] کے کنارے پر واقع شہر [illegible] پر قبضہ کر لیا ہے۔

——— بوڈاپسٹ ۲۳ راگست۔ نازیوں کے ۲۴ لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

——— ماسکو ۲۳ راگست۔ ماسکو میں جو خبریں پہنچی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ لینن گراڈ پر جرمن دباؤ مدھم پڑ گیا ہے۔

——— لندن ۲۳ راگست۔ مقبوضہ فرانس میں ایک جرمن کرنیل کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جس پر جرمنوں نے طرح طرح کی دھمکیاں دینا شروع کی ہیں بہت سے اشخاص گرفتار کئے جا رہے ہیں۔

——— سرینگر ۲۳ راگست۔ موصولہ اطلاعات مظہر ہیں [illegible] ہندواڑہ میں کسی معمولی سے واقعہ کی بنا پر مسلمانوں [illegible] میں فساد ہو گیا جس میں ایک مسلمان کو شہید کر دیا گیا۔ [illegible] دو سکھوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن پشاور کے جلسہ کی روئیداد

ہماری ایسوسی ایشن کا چوتھا پندرہ روزہ علبسہ بروز جمعہ بتاریخ ۱۵ اراگست ۱۹۴۱ء بوقت ۲ بجے شام بعد نماز عصر زیر صدارت جناب بابو دلاور خانصاحب منعقد ہوا۔

ماسٹر عبداللطیف خاں صاحب نے تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ سید عبدالسلام گیلانی نے نعت پڑھ کر سامعین کو محفوظ کیا۔ پھر خاکسار نے گذشتہ جلسہ کی روئیداد پڑھ کر سنائی۔

ازاں بعد سید مدثر شاہ صاحب نے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی خوبیوں اور فوائد کو فصاحت سے بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ صحبت کا اثر نوجوانوں کے اخلاق پر پڑتا ہے ان کی آئندہ زندگی کا دارومدار اسی پر منحصر ہے

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

ہمارے سامنے ان نوجوانوں کی مثال موجود ہے جو سچے، نیک اور بلند اخلاق احمدیوں کے گھروں میں پیدا ہوئے۔ مگر جو احمدی نوجوانوں کی کسی ایسی ایسوسی ایشن کے عدم التفات کے باعث گمراہی اور بدظنی کا شکار ہو گئے۔ سو ہمیں ایسی ایسوسی ایشن کو بڑی غنیمت سمجھنا چاہئے اس میں ہماری دین و دنیا کی بھلائی مضمر ہے۔ یہ ہمیں دنیا کے ناپاک اور تباہ کن پھندوں سے نجات دے کر ہمیں دین کا خادم بنانے کا باعث بن سکتی ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کی اہمیت کا صحیح احساس کر سکیں۔ ہمارے گم کردہ راہ اور بھٹکے ہوئے بھائیوں کی مثال ہمارے سامنے ہونی چاہئے اور اس سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اس ایسوسی ایشن کو ترقی دینا ہمیں اپنا فرض سمجھنا چاہئے۔ وقت کی تنگی کے باعث آپ نے اختصار پر ہی اکتفا فرمایا۔

آپ کے بعد جناب بابو دلاور خانصاحب نے بحیثیت پریذیڈنٹ تقریر فرمائی اور حسب معمول بچوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ان کی مثال اس بجری کی سی ہے۔ جو عمارتوں کی بنیادوں میں بچھائی جاتی ہے۔ ظاہری صورت تو ان کی معمولی کنکروں اور بیکار روڑوں کی سی ہے مگر انہی پر تمام عمارت کا دارومدار ہے۔ اگر بنیاد کمزور ہے تو عمارت کبھی شاندار اور مضبوط نہیں بن سکتی۔ گویا عمارت کا استحکام انہی کی مضبوطی پر منحصر ہے۔ مگر یاد رہے کہ بنیاد کی بجری میں چونا اور ریت کی ملاوٹ بھی ضروری ہے۔ جو بجری میں اتصال اور وابستگی پیدا کر سکے۔ سو دین کی عمارت کی تعمیر کے لئے علم دین اور نیک صحبت چونا اور ریت کی مثال ہیں۔ جو بچوں میں اتصال اور وابستگی کا موجب ہوں گے۔ پھر آپ نے کم گوئی اور زیادتی عمل کی تلقین فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ پابندیٔ دین اور پابندیٔ اوقات کی نوجوانوں کو خاص ضرورت ہے۔ ہم پر دیگر مسلمانوں کی نسبت زیادہ پابندیاں لازم ہیں۔ کیونکہ ہم اپنے کو باقی مسلمانوں کی نسبت زیادہ اصلاح یافتہ اور علم دین سے فیضیاب سمجھتے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اللہ کے کام کبھی بند نہیں ہوا کرتے۔ جب وہ ایک قوم یا ملت کو اس کام کا اہل نہیں پاتا۔ تو وہ نیک کام کسی اور کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کام چلتا رہتا ہے۔ مگر کام کرنے والے بدل دیئے جاتے ہیں۔ احمدی تو اسلام کے جانباز سپاہی ہیں۔ انہیں تو اپنا دین اور مال اسلام کے راستہ میں صرف کر دینا چاہئے۔ یاد رہے کہ بغیر قربانی کے کبھی کسی تحریک نے دنیا میں کامیابی کی صورت نہیں دیکھی۔ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو قربانی کا مادہ اپنے اندر پیدا کرو۔ مغربی اقوام کی مثال ہمارے سامنے ہے جو محض دنیا کی جاہ و حشمت کی خاطر قربانی کر رہے ہیں۔ ہم جو دین جیسی پاک چیز کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔ قربانیوں سے گریز کریں تو افسوسناک بات ہے۔ لازم ہے کہ ہم اپنی دینی مجالس سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں۔ پھر بچوں اور نوجوانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تم خوش قسمت ہو جو ابھی بغیر کچھ خرچ کئے اتنا کچھ حاصل کر رہے ہو۔ تمہارے بزرگ جان و مال سے تمہاری خدمت میں کوشاں ہیں۔ اپنے قیمتی اوقات کو تمہاری خدمت میں لگا رہے ہیں۔ اور تم ہو کہ محض مجلس میں آ کر شامل ہو جانا بھی تضیع اوقات سمجھتے ہو۔ اس وقت اور موقع سے فائدہ حاصل کرو۔ ورنہ دیگر بھٹکے ہوئے نوجوانوں کی طرح تم بھی بھٹک جاؤ گے۔ اپنے کو اس اعلیٰ لکڑی کی مثال بناؤ۔ جو محلوں اور اعلیٰ عمارتوں میں استعمال ہو۔ نہ کہ اس بیکار ٹھونٹھ کی طرح جو ایندھن کے کام آئے۔

مغرب کا وقت قریب ہو چلا تھا۔ آپ کی تقریر کے بعد جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

خاکسار۔ عبدالقیوم۔ نیازی

(بقیہ صفحہ ۲)

اور ہر قسم کی ہمدردی اور تعلقداری کی بنا حاصل ہے [illegible] غلو کی ایک غلط راستہ اختیار کر کے ہمارے بیانات [illegible] کو تبدیل کر دیا ہے۔ ان کی درجہ حیثیت اور مقام کو بالکل [illegible] مخدوش کر دیا ہے۔ نہ اللہ و رسول کی فرمان کا پروا [illegible] اور نہ حضرت مولانا نورالدین اعظم کی قول کا لحاظ۔ [illegible] نبی ڈھن اور فکر میں مبتلا ہیں کہ مسیح موعود کو خواہ اس کی [illegible] اور برباد ہو۔ احمدیت کا بیڑا غرق ہو۔ نبی بنا کر خلافت ثابت [illegible] خود مسیح موعود خانہ خدا میں کھڑے ہو کر مدعی نبوت کو کافر [illegible] نبوت پر ہزاروں لعنتیں بھیجے۔ مدعی نبوت کو کافر و سفاک [illegible] ٹھرائے۔ ہزار دفعہ دعوی نبوت سے انکار کرے۔ اپنے [illegible] والے کو مسلمان دائرہ اسلام کے اندر فرمائے۔ سورۂ صف [illegible] احمد کی پیشگوئی کا اصل مصداق حضرت رسول اکرم صلعم کو قرار [illegible] مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ کے [illegible] آپ کو مدعی نبوت، نہ ماننے والے کو پکا کافر و خارج از اسلام [illegible] سورہ صف کا احمد مسیح موعود کو کہنے اور بتانے میں [illegible] نہیں کھنچتے اور نہ شرماتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں ہم [illegible]

انگلستان میں سرکاری خرچ پر صنعتی تربیت

۵۰ ہندوستانی نوجوان بھرتی کئے جانے ہیں

لاہور ۲۲ اراگست۔ پچاس ہندوستانی نوجوانوں کی ایک اور جماعت سرکاری خرچ پر صنعتی تربیت کی غرض سے انگلستان بھیجنے کے لئے تیار کی جا رہی ہے۔ اس مقصد کیلئے نیشنل سروس لیبر ٹربیونل بدستور سابق امیدواروں کو منتخب کریں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ امیدوار صنعتی مرکزوں کے مزدور حلقوں میں سے خاص کر فٹر، ٹرنر اور مشینیں بنانے والوں کا کام جاننے والوں میں سے لئے جائیں گے۔ ان کے لئے ضروری ہوگا کہ ان کی عمر ۱۸ سال سے کم نہ ہو۔ لکھنا۔ پڑھنا اور انگریزی زبان جانتے ہوں اور کارخانوں میں کام کا تجربہ رکھتے ہوں۔ صرف وہی امیدوار منتخب کئے جائیں گے جو انگلستان کے حالات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور خوراک وغیرہ کے سلسلے میں مشکلات پیدا نہ کریں۔

ابتدائی تربیت کے دوران میں ان کے کھانے اور [illegible] انتظام مفت ہوگا۔ بیس سال سے زیادہ عمر کے جوانوں کو [illegible] فی ہفتہ (تقریباً ۲۴ روپے ماہوار) اور اس سے کم عمر کے جوانوں [illegible] ۲ شلنگ فی ہفتہ (تقریباً ۱۸ روپے ماہوار) جیب خرچ دیا جائے گا۔ ابتدائی تربیت کے بعد کی تربیت کے دوران میں انہیں [illegible] شلنگ فی ہفتہ اجرت ادا کی جائے گی۔ اس میں سے [illegible] اور رہائش کا خرچ ادا کریں گے۔ جو شادی شدہ ہوں گے۔ ان کے اہل و عیال کو ہندوستان میں ۳۵ روپے ماہوار الگ دیئے جائیں گے۔ جو نوجوان سرکاری خرچ پر انگلستان میں صنعتی تربیت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں انہیں چاہئے کہ وہ فوراً [illegible] نیشنل سروس لیبر ٹربیونل ڈیوس روڈ لاہور کے پتے پر [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳۳

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۶-۲۰-۲۴-۲۸

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ...
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ... سب مجددوں کا ماننا ضروری
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب ...

جلد ۲۹ | لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۶ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء | نمبر

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلطان القلم

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔ اس میں یہی سر ہے کہ یہ زمانہ جنگ و جدل کا نہیں بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔ پھر جب یہ بات ہی تو یاد رکھو کہ حقائق اور معارف کے دروازوں کے کھلنے کیلئے ضرورت ہے تقویٰ کی۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون اور میں گن نہیں سکتا کہ یہ الہام مجھے کتنی مرتبہ ہوا ہے۔ بہت ہی کثرت سے ہوا ہے۔ اگر ہم نری باتیں ہی باتیں کرتے ہیں تو یاد رکھو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ فتح کے لئے ضرورت ہے تقویٰ کی فتح چاہتے ہو تو متقی بنو۔ میں ہندوؤں اور عیسائیوں میں دیکھتا ہوں کہ عورتیں بھی بہت بڑی جائیدادیں اور روپیہ بھی اس کام کے لئے وصیت کر جاتے ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں میں اس قسم کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ ہمارے لئے جو بڑی سے بڑی مشکل ہے۔ وہ اشاعت کیلئے مالی امداد کی ضرورت ہے۔ یہ تو تم یاد رکھو کہ آخر خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے۔ اور خود اپنے ہاتھ سے اس لئے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ وہ خود ہی اس کا حامی و ناصر ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اپنے بندوں کو ثواب کا مستحق بنا دے۔ اس لئے نبیوں کو مالی امداد کی ضرورت ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد مانگی۔ اور اسی طرز پر جو منہاج نبوت کی طرز ہے۔ ہم بھی اپنے دوستوں کو سلسلہ کی ضروریات سے اطلاع دیا کرتے ہیں۔ مگر میں پھر یہی کہوں گا کہ اگر ہم کچھ روپیہ بھی اشاعت کیلئے جمع کر لیں تو یہ تو ظاہر بات ہے کہ اس قدر نہیں کر سکتے۔ جس قدر پادریوں کے پاس ہے۔ اور اگر اتنا بھی کر لیں تو بھی میرا ایمان یہی ہے کہ فتح اسی کو ملتی ہے۔ جس سے خدا خوش ہو۔ اس لئے ضروری امر یہ ہے۔ ہم اپنے اخلاق اور اعمال میں ترقی کریں اور تقویٰ اختیار کریں تاکہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور محبت کا فیض ہمیں ملے۔ پھر خدا کی مدد کو لیکر ہمارا فرض ہے۔ اور ہر ایک ہم میں سے جو کچھ کر سکتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ ان حملوں کے جواب دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ ہاں جواب دیتے وقت نیت یہی ہو کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو۔

(اخبار الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بحمد اللہ اچھے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ بروز بدھ مؤرخہ ۲۰ اگست ... اسلام دین صاحب مرحوم پوتی جناب ... کا نکاح بابو محمد رفیق صاحب ولد مولوی فضل قادر صاحب ... بعوض ۱۵۰۰ روپیہ حق مہر پر ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے باعث خیر و برکت بنائے۔ آمین۔

—— اخی المکرم سید اعز حسین صاحب گیلانی ... دہلی سے تحریر فرماتے ہیں کہ آئندہ سے انکے ... ۷۴ صدیق بلڈنگ - قطب روڈ دھلی ہوگا۔ احباب سلسلہ مطلع رہیں۔

—— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی کو بدستور بخار کی شکایت ہے۔ ان کی صحت کیلئے درد دل سے دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔

—— خان عبدالرحیم خان صاحب نائب تحصیلدار ... کے چچا زاد بھائی خان قادر بخش صاحب بیمار ہیں ... زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ ان کی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

—— جماعت کے بعض اور اصحاب بھی بیماری ... میں مبتلا ہیں۔

ان سب کیلئے درد دل سے دعا کی جائے۔

مرکز سے لٹریچر منگوا کر اپنے حلقوں میں تقسیم کریں اور اس سالانہ تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

(از محمد انعام الحق)

خود غرضی ہندو قوم کی ایک بہت بڑی تاریخی خصوصیت ہے آریہ سماجی اور مہاسبھائی ہندو تو اس بارہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ یہ لوگ سکھوں کو ہمیشہ اپنے مذہبی بھائی اور ہندو قوم کا قابل فخر عنصر کہا کرتے ہیں لیکن اپنا الّو سیدھا کرنے اور سادہ لوح سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف آلہ کار بنانے کی خاطر کیا جاتا ہے۔ دراصل ہندو اور آریہ دونوں سکھوں کو غیر ہی سمجھتے ہیں۔ اور وقت آنے پر انہیں نقصان پہنچانے اور ان سے بھڑ جانے سے بھی تامل نہیں کرتے۔ اپنے مقابلہ میں سکھوں کی کسی قسم کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ گذشتہ مردم شماری کے موقع پر اس کے بہت سے ثبوت مہیا ہو چکے ہیں۔ ایک تازہ ثبوت اور ملاحظہ فرمایئے۔

صوبہ یو۔پی میں سکھوں کی تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق آریہ سماج کی گھاس پارٹی کا اخبار "پرکاش" لکھتا ہے کہ:۔

"پچھلے دنوں علیگڑھ میں سکھوں کی جو تبلیغی کانفرنس ہوئی تھی اس میں پانچ ہزار ہریجنوں کو سکھ بنایا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہو۔ مگر یہ فرض کر لینے سے کام نہیں چلتا۔ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے اپنے سالانہ اجلاس میں اس سلسلہ میں کچھ رقم منظور کی تھی۔ اسے چاہئے کہ صورت حالات کا مقابلہ کرے"۔

جب سکھ ہندو آریہ قوم ہی کا حصہ ہیں، تو پھر اچھوتوں کے سکھ بننے پر یہ اضطراب اور تشویش کیوں؟ سکھوں کے خلاف اس پکار اور دہائی کا کیا مطلب؟ اس سوال کا جواب بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کی مشہور ضرب المثل کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

ہوشیار پور میں "دیانند سالویشن مشن" کے نام سے آریوں کا ایک تبلیغی ادارہ قائم ہے جو کئی سال سے غیر ہندوؤں کو ہندو بنانے کی سرگرم کوشش کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو مرتد کرنے کی طرف اس کی خاص توجہ ہے۔ اس مشن کی تازہ کارگذاری کے متعلق روزنامہ "پرتاپ" لکھتا ہے کہ:۔

"مئی اور جون (۱۹۴۱ء) کے مہینے میں ۹۵۳ غیر ہندوؤں کو باقاعدہ شدھ کر کے ویدک دھرم میں شامل کیا گیا۔ یہ شدھی پنجاب، یو۔پی۔ سنٹرل انڈیا اور بہار کے مختلف مقامات پر کی گئی۔ پلول ضلع گوڑگاؤں میں آرم سنگھ ملکانہ راجپوت کے خاندان کو جو ۲۳ اشخاص پر مشتمل تھا، پنڈت ستیا دیو نے شدھ کیا"۔

اس آریہ مشن کی سرگرمیوں اور طریق کار کے پیش نظر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ دو ماہ کے قلیل عرصہ میں قریباً ایک ہزار شدھ ہونے والے ان بدنصیبوں میں کافی تعداد مسلمانوں کی ہوگی۔ آریوں کے دوسرے تبلیغی اداروں کی طرح اس مشن کے کارکنوں کو بھی نامناسب اور قابل مذمت طریقوں کے استعمال سے مطلق پرہیز نہیں ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر لاوارث مصیبت زدہ عورتوں، یتیم بچوں بیکار و خام خیال نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ لیکن کیا مسلمانوں کو بھی اس کا کوئی علم و احساس ہے اور وہ اپنی قوم کی عورتوں یتیموں اور نوجوانوں کو مخالفت کے بچھائے ہوئے اس جال سے محفوظ رکھنے کے لئے کچھ کر رہے ہیں۔ عوام کو چھوڑیئے مسلمانوں کے علماء و مشائخ اور لیڈروں ہی نے اس بارہ میں کچھ کیا ہو تو بتایئے؟ افسوس اس سوال کا جواب نفی کے سوا اور کیا دیا جا سکتا ہے! علماء کے مدرسے اور شیخ کی خانقاہیں خواہ کس قدر ہی آباد و پُر رونق کیوں نہ نظر آئیں لیکن اسلام کی خدمت و اشاعت اور مسلمانوں کی حفاظت اور بھلائی کا کوئی کام ان میں نہیں ہوتا۔

چند ہفتے ہوئے۔ صوبہ یو۔پی کی مردم شماری کے دلچسپ اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صوبہ کی آبادی ۱۹۳۱ء میں چار کروڑ ۹۶ لاکھ تھی جو اب ۱۹۴۱ء میں ترقی کر کے ۵ کروڑ ۶۲ لاکھ ہو گئی ہے۔ اس میں اونچی ذات کے ہندو ۳ کروڑ ۹۴ لاکھ، اچھوت ایک کروڑ ۴۵ لاکھ اور مسلمانوں کی تعداد ۸۷ لاکھ ۸۳ ہزار ۸ ۳۸ ہے۔ مذہب وار آبادی کا تناسب حسب ذیل ہے:۔

	۱۹۳۱ء	۱۹۴۱ء
ہندو	۸۴،۴۹	۸۳،۰۲
مسلمان	۱۴،۸۴	۱۵،۵۴
عیسائی	۰۲،	۰۹،
متفرق	۲۵،	۱،۱۵

عیسائی پادریوں کی طرح آریہ سماجی اور مہاسبھائی ہندو بھی اکثر کہا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے لیکن ہندوستان کی ہر مردم شماری کے نتائج میں ان کے اس بہتان کی تردید کا کافی سامان موجود ہوتا ہے۔

صوبہ یو۔پی کے تمام علاقوں پر مسلمانوں نے صدیوں تک حکومت کی۔ اکثر مسلمان بادشاہوں کے پایہ تخت اسی صوبہ میں تھے ان کے پاس تلوار، دولت اور اختیارات ہر ایک چیز موجود تھی لیکن اس کے باوجود اس صوبہ میں ہندوؤں کی بے پناہ اکثریت باقی ہے اسلامی سلطنت کے خاتمہ پر مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی۔ جو ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ مسلمان بادشاہوں نے مذہب کے بارہ میں تلوار سے ہرگز کام نہیں لیا ــــ تلوار تو بڑی بات ہے۔ انہوں نے تو جائز ذرائع سے بھی اشاعت اسلام کی کوئی کوشش نہ کی۔ ورنہ حالات اور آبادی کا تناسب کچھ اور ہوتا افسوس حد سے بڑھی ہوئی رواداری اور ہندو نوازی مسلمان بادشاہوں کے تبلیغی جذبہ پر غالب آگئی۔ مردم شماریوں کے نتائج اور دیگر مستند سرکاری اعداد و شمار موجود ہیں۔ جو بتلاتے ہیں کہ اسلامی حکومت کے خاتمہ پر ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح یو۔پی میں بھی مسلمانوں کی تعداد تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی۔

۱۹۳۱ء اور ۱۹۴۱ء کے اعداد و شمار ہی کا موازنہ کر لیجئے اس عرصہ میں آریہ سماجیوں نے صوبہ بھر میں تحریک شدھی کو پورے زور سے چلایا اور مسلمان اس تحریک کے مقابلہ اور اشاعت اسلام کے فرض سے غافل رہے۔ کانگرسی وزارت کے عہد میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو دبانے اور دھمکانے کی ہر طرح سے کوششیں کیں پھر تازہ مردم شماری کے موقع پر بھی لالہ بھائیوں نے اپنے "خانہ ساز کمالات" کا خوب مظاہرہ کیا اور مسلمان مزے سے سوتے رہے۔ لیکن با ایں ہمہ مسلمان گذشتہ دس سال میں قریباً پون فیصدی بڑھ گئے اور ہندوؤں کی تعداد قریباً ڈیڑھ فیصدی گھٹ گئی۔ یہ سب کچھ اسلامی حکومت کے زمانہ میں نہیں بلکہ انگریزی اور کانگرسی دور حکومت میں ہوا ہے جبکہ اسلامی حکومت اور پٹھان و مغل بادشاہوں کی تلوار قصہ پارینہ بن چکی ہے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی و غفلت کی کوئی حد نہیں رہی۔ کیا یہ بات اس امر کا ایک روشن اور ناقابل تردید ثبوت نہیں کہ اسلام اپنے اندر زبردست و بے شمار روحانی و اخلاقی محاسن رکھتا ہے۔ وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیلا ہے اور ہمیشہ پھیلتا رہے گا۔ وہ اپنی اشاعت کے لئے تلوار اور حاکمانہ اقتدار کا ہرگز محتاج نہیں ہے

آریہ سماج اور فرقہ وارانہ کشیدگی لازم و ملزوم سے ہو گئے ہیں فسادات اور آریہ سماجی پرچار اب ہر جگہ ہم رکاب رہتے ہیں جہاں بھی آریہ سماجیوں کا سبز قدم گیا۔ امن و اطمینان وہاں سے رخصت ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نہایت بیہودگی کے ساتھ مختلف مذاہب اور ان کے مقدس بانیوں پر اندھا دھند جھوٹے سچے اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور کسی مقام پر بھی غلط بیانی، تحریف، دل آزاری اور بدزبانی سے نہیں چوکتے۔ کیونکہ یہ عادات ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہیں۔ چونکہ خود ان کے مسلک و عقائد میں کوئی حسن و خوبی نہیں اس لئے ان کا سارا زور دوسروں کی عیب جوئی اور ان کے خلاف بہتان طرازی پر رہتا ہے۔ اسلام، عیسائیت اور سکھ دھرم وغیرہ کے خلاف بدزبانی و سخت کلامی کے علاوہ ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے عقائد اور ان کے بزرگوں کی توہین میں بھی آریہ سماجی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ راسخ العقیدہ سناتن دھرمی، برہمو سماجی اور دادو پنتھی بھی ان سے ہمیشہ نالاں ہی رہتے ہیں۔

دکن کا ہندو مسلم اتحاد لائق رشک و قابل تعریف تھا لیکن آریہ سماجیوں نے اسے برباد کرنے کی پوری کوشش کی اور اب تک اس کار بد میں مصروف ہیں مسلمانوں کے علاوہ یہ لوگ سناتن دھرمیوں کے بھی درپے آزار ہیں۔ ہر سال آریہ سماج کے سالانہ جلسوں میں سناتن دھرم کے خلاف بہت نامناسب و اشتعال انگیز تقریریں ہوتی ہیں۔ امسال بھی انہوں نے یہی کیا۔ جس کی وجہ سے سناتن دھرمیوں کو سخت صدمہ پہنچا اور بے چینی پیدا ہوئی۔ دکن کے ایک معزز سناتن دھرمی جناب برج راج پرشاد صاحب کی مندرجہ ذیل کھلی چٹھی اخبار "رہبر دکن" میں شائع ہوئی ہے

"اس سال آریہ سماج سلطان بازار اور آریہ سماج لال دروازہ (حیدر آباد دکن) کے سالانہ جلسوں کے موقع پر مہاشہ رامچندر جی، مہاشہ بہاری لال جی اور مہاشہ بدھ دیو جی نے اپنی تقاریر میں سناتن دھرم کے سدھانتوں پر جو ناروا حملے کئے ہیں وہ عوام سے مخفی نہیں ہیں۔ اس طرح غلط بیانیاں اور شلوکوں کے جھوٹے ترجموں سے عوام کی رہبری نہیں بلکہ رہزنی کا امکان ہے ذمہ دار آریہ سماجیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کا سدباب فرمائیں گے" (رہبر دکن ۸ ماہ نیر ۱۳۵۰ف)

برج راج پرشاد صاحب کی شکایت بالکل صحیح لیکن ان کی توقع بالکل غلط اور پوری نہ ہونے والی ہے۔ کیونکہ فرقہ دار آریہ سماجی بہر حال آریہ سماجی ہیں۔ دوسرے مذاہب کی توہین ان پر ناروا حملے، ان کے پیروؤں کی دل آزاری تو آریہ سماجیوں کے خمیر میں داخل ہے۔ وہ اپنے اس شیوہ قدیم سے ہرگز باز نہیں آسکتے۔ اسی سال سکندر آباد دکن کے سالانہ جلسہ میں مہاشہ بہاری لال نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب جی بھر کر زہر چکانی اور بہتان طرازی کی [illegible] ثبوت دے دیا کہ آریہ سماجی اس وقت [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۵ شعبان سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۵۳

معاصر صدق کے مکتوب کا جواب

احمدیت اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں

پیغام صلح مورخہ ۸ اگست میں ہم نے معاصر صدق لکھنؤ کے ایک مکتوب کا اقتباس درج کیا تھا جس کے راقم شاہ نذیر احمد صاحب مقیم یونیورسٹی روڈ علیگڑھ ہیں اس اقتباس میں حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الہامات کو نعوذ باللہ شیطانی الہامات کہا گیا تھا۔ ہم نے الزام دہندہ مولوی صاحب مذکور کو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے الہامات پر تبادلہ خیالات کی دعوت دی جس کا جواب انہوں نے صدق مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء میں ایک مکتوب کی صورت میں دیا ہے اور انہوں نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ ان کے مکتوب کو پیغام صلح میں درج کیا جائے کیونکہ مولوی صاحب کی طرح ہم میں غیر روادارانہ لچک نہیں ہے۔ اس لئے ہم ان کے مکتوب کو ناظرین پیغام صلح کے مطالعہ کیلئے اسی نمبر میں درج کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کے جواب میں چند ایک امور تنقید طلب ہیں۔ امید ہے مولوی صاحب ہماری گزارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

(۱) ہمیں اعتراض تھا کہ مولوی صاحب نے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے نام کے ساتھ ان معمولی رسمی الفاظ کو بھی استعمال نہیں کیا جو معمولی مجلسی اور صحافتی اخلاق کا تقاضہ ہے۔ اس کے متعلق مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا بصیغہ جمع کی بجائے بصیغہ واحد ذکر کرنا اخلاق اسلامی کے مطلق خلاف نہیں بلکہ اس کی ظاہر و باطن کی یکسانیت کی تعلیم کے عین مطابق ہے الزام دہندہ صاحب (یعنی مدیر پیغام صلح) کسی کو تعظیم کے قابل نہ سمجھنے اور سعی کریں اور ایسے ہی مداہنت و صاف گوئی کے اخلاقی مفہوم پر بھی غور کریں۔" ہمیں افسوس ہے کہ مولوی صاحب کسی کو تعظیم کے قابل نہ سمجھنے کے متعلق اسلامی اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے قرآن مجید کا یہ ارشاد بھول گئے "فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى" اور انکو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ فرعون جیسے دشمن کے متعلق یہ ارشاد ہے اور یہاں تو دوستی اور تبادلہ خیالات ایسے موقعہ پر خطاب کا اسلوب کیا ہونا چاہئے اور ان کے اس خطاب سے فرد واحد کے نہیں بلکہ ایک جماعت کے جذبات مجروح ہوتے ہیں ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت موسیٰ کو نعوذ باللہ مداہنت کی تلقین کی گئی تھی؟ جو انہیں قولا لینا کا حکم دیا گیا یہاں ظاہر و باطن کی یکسانیت کی تعلیم کیا ہوئی؟ سوال ظاہر و باطن کی یکسانیت کا نہیں۔ سوال رواداری اور حسن اخلاق کا ہے جیسے اس کی ہوتی ہے جو اخلاقی ترفع سے مخالف کے قلب کو فتح کرنا ہے اور اسی اخلاقی ترفع کی تلقین قرآن مجید نے کی ہے دوسرے جو انہوں نے لکھا ہے کہ یہ تعظیمی الفاظ استعمال کرنا یہ وہ طبقاتی تقسیم ہے جو موجودہ دور کی پیدا کردہ ہے اور قطعاً غیر اسلامی ہے ہم عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے راقم حروف ہذا کو بصیغہ جمع خطاب کرنے کی تکلیف کیوں گوارا فرمائی یہاں خطاب کا اسلامی معیار کیوں طرز نگارش اور زبان کے لوچ میں گم ہو کے رہ گیا؟ پھر اسی مکتوب کی پیشانی پر ان کے اپنے نام کے ساتھ اس طبقاتی تقسیم کا داغ بھی موجود ہے جو "صاحب" کے لفظ سے عیاں ہے۔

(۲) ہم نے مولوی صاحب سے الہام کو پرکھنے کے معیار کے متعلق استفسار کیا تھا تاکہ ہم اسی معیار پر حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے الہامات کو پرکھ سکیں۔ شاید اس طرح ان کے لئے سامان تبصیرت مہیا ہو سکے۔ ہماری اسی گزارش پر مولوی صاحب رقمطراز ہیں:-

"دعوت دہندہ صاحب کی غرض اگر عام قادیانی ذہنیت کے مبلغین کی طرح صرف بحث کرنا اور بحث کی طوالانی میں بدیہی چیزوں کو نظری کر دینا اور نظری چیزوں کو بدیہی بنانا اور ذوقی چیزوں کو استدلالی وحسی ظاہر کرنا اور استدلالی وحسی واقعات کو ذوقی بیان کرنا بلکہ ان کی غرض عموماً احقاق حق و ابطال باطل ہے تو فقیر اسکا سیدھا راستہ بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ الہام محض ذوقی اور وجدانی چیز ہے۔ استدلالی اور حسی چیز نہیں اگر داعی صاحب اس کے سمجھنے سمجھانے میں علمی بحثوں سے کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں البتہ راقم ان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ راقم کے ہاں چند یوم تک مقیم رہ کر بالمشافہ اس کے متعلق بات چیت کریں راقم امید کرتا ہے کہ راقم ان کی کوئی علمی خدمت انجام دے سکیگا جس کے بعد وہ الہام کی حقیقت کو غالباً ذوقاً معلوم کریں اور حق و باطل کا معیار ان کے نزدیک کوئی قطعی صورت اختیار کرے۔"

مولوی صاحب نے ہماری دعوت پر بدیہی اور نظری چیزوں کے الجھاؤ کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے اس کے ضمن میں گذارش ہے کہ ان کا یہ فقرہ ان تمام خیالات سے پہلے چند اں حقیقت نہیں رکھتا اگر علمی بحث کا نتیجہ یہ صورت ہی الجھاؤ ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے کہ ان کے ہاں قیام میں یہ صورت پیدا نہیں ہوگی تو خود اس بات چیت میں بھی تو استدلال سے ہی کام لیا جائیگا اگر وہ بالمشافہ گفتگو میں الہام کی ذوقی حقیقت کو راقم کے قلب میں منتقل کر سکتے ہیں تو وہ صورت یہاں بیٹھے بھی پیدا ہو سکتی ہے اور ان علمی خدمت کے راستہ میں بعد مکانی حائل نہیں ہو سکتا۔ اگر وہاں پہنچ کر بھی ذریعہ اظہار استدلال ہی ہے تو بظاہر ہے کہ وہاں جانا عبث ہے البتہ یہاں ایک فائدہ ہے کہ اس تبادلہ خیالات سے ایک جماعت کو فائدہ پہنچ جائیگا اور راقم بھی مستفید ہو جائیگا۔

اس کے علاوہ جو مولوی صاحب نے ایک بڑا روڑا دور کرنے کے ضمن میں فرمایا ہے کہ ایک شخص کھڑا ہے نبوت، مجددیت و مہدویت اور کم سے کم اپنے الہام اور اپنی شخصیت کو اوروں کے لئے حجت قرار دیتا ہے اور اسکا اثر جن لوگوں پر بھی ہوتا ہے وہ ایک قطعی الامتیاز پوری امت سے بالکل کٹ کر ایک طرف کھڑا ہوا ایک فرقہ بن کر نمایاں ہوتے ہیں مگر ان کی تعداد صرف ہزاروں تک ہی محدود رہ جاتی ہے اور باقی پوری امت ایک نقطہ میں بھی اس شخص سے متاثر نہیں ہوتی کیا ایسے شخص کو پوری امت کا مجدد کہیں گے۔"

نبوت کو چھوڑیئے کیونکہ حضرت بانئے سلسلہ نبوت کے مدعی نہ تھے۔ حضرت بانئے سلسلہ صاف الفاظ میں فرماتے ہیں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" اور نہ راقم سرور کائنات کے بعد کسی نبوت کا قائل ہے باقی رہا مجددیت، مسیحیت اور مہدویت اس کے متعلق ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ انکا حدیث مجدد اور دیگر ان حدیثوں کے متعلق کیا خیال ہے جن میں ایک مسیح اور مہدی کے آنے کا ذکر ہے۔ اگر وہ ان احادیث کو تسلیم کرتے ہیں تو ان پر حضرت بانئے سلسلہ کو پرکھ لیں کیا اس مسیح اور مہدی کی شخصیت کا فتنہ الامتہ کیلئے حجت ہوگی یا نہیں؟ باقی رہا امت سے کٹ کر علیحدہ ہونا سو مولوی صاحب پر روشن ہونا چاہئے کہ حضرت بانئے سلسلہ نے کبھی اپنی جماعت کو اسلامی سواد اعظم سے کاٹ کر علیحدہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس جماعت کا نام ہی مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا اگر فرقہ کے لفظ ہی سے کٹنے کا مفہوم ہے تو پھر تمام اسلامی فرقوں کو امت سے کٹا ہوا تسلیم کرنا پڑیگا البتہ خلیفہ قادیان ایک نیا سواد بنا رہے ہیں لیکن وہ بھی ابھی کسی حالت تک نا دیل سے کام لیتے ہیں۔ باقی رہا امت کا متفق اور متاثر ہونا کیا آج تک کسی امام پر ساری امت کا اتفاق ہوا۔ مولوی صاحب کسی ایک عظیم المرتبت امام کا نام پیش کریں اور ان کے متعلق امت کے ایک حصہ کے فتاوائے تکفیر ہم پیش کر دیں گے اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ پر کم از کم وفات مسیح اور غلبہ اسلام پر امت کا کثیر حصہ متفق ہے اور اسی بات سے تو خود مولوی صاحب بھی متاثر ہیں کہ عیسائی مشنریوں کی وحشیانہ یورش کے مقابلہ میں حضرت بانئے سلسلہ آگے بڑھے اور ایک خاص وقت تک اس ضرورت کو پورا کرتے رہے باقی رہا سوال کہ ہم چند ہزار ہیں تو گذارش ہے یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کی مصداق جو جماعت ہوگی اس کی تعداد محدود ہی ہوگی۔

گذشتہ پچاس ساٹھ برس کے بعض علماء امت کے نام جو مولوی صاحب نے پیش کئے ہیں . . . . ان کا مجدد زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت کا حریف نہیں ہو سکتے ہیں دور حاضر کا سب سے بڑا مرض الحاد اور بے یقینی ہے اور یہ سوائے الہام اور خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق کے دور نہیں ہو سکتی اور جو شخص الہام کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر بطور دلیل پیش کریگا وہ اپنی شخصیت کو ضرور پیش کریگا چنانچہ ایسا ہی حضرت بانئے سلسلہ نے کیا۔ سید جمال الدین افغانی کی تحریک میں اسلام از خود ختم ہو گئی اور اس پر قومیت کا فرنگی تخیل حاوی ہو گیا شبلی نعمانی نے دور حاضر کے جدید تصورات سے بھاگ کر ماضی میں پناہ لی اور دیگر علماء فقہی مسائل یا عقلیت میں الجھ کر رہ گئے اور ان سے دور حاضر کی بے یقینی کا علاج نہ ہو سکا کیا اس واضح حقیقت کے ہوتے ہوئے ان کے کام کو تجدید کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے؟

(باقی صفحہ ۴ کالم ۳ پر)

معاصر صدق کا ایک مکتوب پیغام صلح کے نام

(از مولوی شاہ نذیر احمد صاحب شبلی منزل علیگڑھ)

نوٹ: صدق لکھنؤ مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۷۴ء میں ایک مکتوب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نام مولوی شاہ نذیر احمد صاحب علیگڑھ کا درج ہوا تھا جس میں ضمناً حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا بھی ذکر تھا۔ اس پر ہم نے پیغام صلح مورخہ اگست میں مقالہ افتتاحیہ لکھ کر مولوی شاہ نذیر احمد صاحب کو تبادلہ خیالات کی دعوت دی تھی۔ اس کے جواب میں "پیغام صلح کے نام" کے عنوان سے صدق لکھنؤ میں ان کا مکتوب شائع ہوا ہے۔ جو قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کیلئے درج ذیل ہے اور اس کا جواب اسی شمارہ میں مقالہ افتتاحیہ میں دیا گیا ہے۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں۔

(ادارہ)

راقم کا ایک خط بنام سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اخبار صدق کے کسی گذشتہ نمبر میں شائع ہوا ہے۔ خط میں ضمناً قادیانی تحریک کے بانی کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس سلسلہ میں راقم کو تحریک قادیان کے لاہوری شعبہ کے آرگن پیغام صلح نے قادیانی الہامات پر تبادلہ خیالات کی دعوت دی ہے۔ اس دعوت میں کئی باتیں راقم کے لئے غور طلب ہیں جن پر راقم متوجہ ہوتا ہے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(۱) دعوت نامہ میں راقم پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ راقم نے بانی سلسلہ قادیان کا ذکر اس انداز سے کیا ہے جس سے اخلاق کا سررشتہ یا صحافتی اخلاق کا سررشتہ راقم کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ راقم نے بانی تحریک قادیان کے متعلق استعمال کردہ اپنے الفاظ کو دوبارہ بغور دیکھا۔ تو راقم کو کوئی لفظ ان میں ایسا نظر نہ آیا جسے اخلاق اسلامی کے خلاف بتایا جا سکے۔ البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ راقم نے سلسلہ قادیان کے بانی کے ساتھ تعظیمی الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں یا بصیغہ جمع کے بجائے بصیغہ واحد اس کا ذکر کیا ہے۔ سو یہ چیز اخلاق اسلامی کے مطابق خلاف نہیں۔ بلکہ اس کی ظاہر باطن کی یکسانیت کی تعلیم کے عین مطابق ہے الزام دہندہ صاحب کسی کو تعظیم کے قابل نہ سمجھیں اور اس کے ساتھ بااخلاقی برتنے کے باریک توہم کو سمجھنے کی سعی کریں۔ ایسے ہی مداہنت و صاف گوئی کے اخلاقی مفہوم پر بھی غور کریں۔ البتہ اگر ان کے نزدیک حاذقی، مجلسی اخلاق اور اسلامی اخلاق میں کوئی فرق ہے اور وہ پہلے اخلاق کے اعتبار سے راقم کو کوئی الزام دے رہے ہیں۔ تو راقم کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ اخلاق، طبقاتی تقسیم جو دجود موجودہ دور کی پیدا کردہ ہے اور قطعاً غیر اسلامی ہے اس لئے راقم کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مسلمان کا اسلامی سٹیٹس ہر محاذ و ہر محل پر ایسا ہی رہے گا لیکن واقع پر اس کی سب سے بڑی لچک اس کی غیر روادارانہ صاف گوئی ہی ہے۔ دعوت دہندہ صاحب راقم سے کیا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ جس شخص کے تمام ملہمانہ دعاوی کذب و جھوٹ تک جا پہنچے ہوں راقم اگر افترا و کذب علی اللہ نہیں۔ تو کم از کم الہام شیطانی یقین کرتا ہو۔ اس کے متعلق وہ تعظیمی الفاظ استعمال کرے۔

(۲) راقم سے یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ راقم کے نزدیک الہام کے پرکھنے کا کیا معیار ہے۔ تاکہ دعوت دہندہ صاحب اس سلسلہ میں کوئی ایسے حقائق وا شگاف کریں۔ جو راقم کی بصیرت کا موجب ہو سکیں۔ اور غالباً پوری امت محمدیہ کے وسیع نورانی دائرہ سے نکال کر قادیان کی تنگ کال کوٹھری میں راقم کو قید کر سکیں۔ سو گزارش ہے کہ دعوت دہندہ صاحب کی غرض اگر عام قادیانی ذہنیت کے مبلغین کی طرح صرف بحث کرنا اور مہر بحث کی طوالت میں بدیہی چیزوں کو نظری کر دینا اور نظری چیزوں کو بدیہی بنانا۔ ذوقی چیزوں کو استدلالی حسی ظاہر کرنا اور استدلالی حسی واقعات کو ذوقی بیان کرنا نہیں۔ بلکہ ان کی غرض علماً احقاق حق و ابطال باطل ہے تو فقیر اس کا سیدھا سادہ جواب بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ الہام محض ذوقی و وجدانی چیز ہے۔ استدلالی حسی چیز نہیں۔ کہ داعی صاحب اس کے سمجھنے سمجھانے میں قاسی بحثوں سے کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ البتہ راقم ان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ راقم کے ہاں چند یوم تک مقیم رہ کر بالمشافہ اس کے متعلق بات چیت کریں۔ راقم امید کرتا ہے کہ راقم ان کی کوئی علمی خدمت انجام دے سکیگا جس سے وہ الہام کی حقیقت کو غالباً ذوقاً معلوم کر لیں۔ اور حق و باطل کا معیار ان کے نزدیک کوئی قطعی صورت اختیار کر سکے۔ البتہ اس راہ سے ایک بڑا روڑہ دور کرنے کی غرض سے بعض باتیں ضمناً عرض کرنا ضروری ہیں۔

تبادلہ خیال کی دعوت دینے والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کی تحریک کے بانی کو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدمی مجدد عظیم المرتبت مانتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اس موقع پر ان کے لئے اور ان جیسے اور کئی اصحاب کے لئے بہت سا سامان بصیرت مہیا ہو سکتا ہے۔ وہ بغور ملاحظہ کریں کہ ان کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ جو نبوت، مجددیت، مسیحیت، مہدویت اور کم سے کم اپنے الہام اور اپنی شخصیت کو کافۃ الامت کیلئے حجت قرار دیتا ہے۔ اور اس کا اثر جن لوگوں پر تھوڑا سا بھی پڑتا ہے۔ وہ ایک قطعی الامتیاز پوری امت سے بالکل کٹ کر ایک طرف کھڑا ہوا ایک فرقہ بن کر نمایاں ہوتے ہیں۔ مگر ان کی تعداد صرف ہزاروں تک محدود رہ جاتی ہے اور باقی پوری امت ایک نقطہ میں بھی اس شخص سے متاثر نہیں ہوتی۔ کیا ایسے شخص کو پوری امت کا مجدد کہیں گے۔

اس کے بالمقابل ہم گذشتہ پچاس ساٹھ برس کے بعض علمائے امت کا نام پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنے لئے کوئی ایسا امتیاز پسند نہیں کیا۔ جو قادیانی نبی یا مجدد یا محدث کے عشر عشیر بھی ہو۔ مگر اس کے باوجود ان کے وجود سے امت کے پورے دائرہ کے اندر گرمی ایمان میں تیزی پیدا ہوئی۔ جو امت کے سب وجود میں سریان کر گئی۔ مثلاً جمال الدین افغانی، مفتی عبدہ، سید رشید رضا، شبلی نعمانی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دینیہ دیوبند رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔ یہ چند وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنے لئے کوئی امتیاز خاص قرار دیئے بغیر اور اپنی شخصیت کی طرف دعوت دیئے بغیر ایک وسیع نقطہ نظر سے اسلام کی ایسی خدمت انجام دی کہ پوری امت اس سے متاثر ہوئی اور ہو رہی ہے اور کوئی جداگانہ امت سے کٹا ہوا دائرہ بھی پیدا نہ ہوا۔ ہیں دعوت بصیرت دینے والے صاحب ذرا غور فرمائیں کہ وہ ایسے خود فرد حق وفدا اخلاص بندگان خدا کا منصب نصب تجدید سمجھینگے یا قادیانی صاحب کو کہ جن کی قوت تاثیر چند ہزار تک محدود رہی اور اس کا بالآخر یہ نتیجہ ہوا کہ متاثر شدگان کو ایک مستقل امت بنا دیا گیا۔ کہ جن کا امت مجموعہ سے کوئی بھی رابطہ نہ رہ سکا۔ قادیانی امت کے بعض افراد نے اس ضرر عمل کا احساس کیا۔ اور انھوں نے تاویل در تاویل اور بعض صورتوں میں انکار تک کر کے امت کے قریب آنے کی سعی کی اور وہ لاہوری قادیانی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ امت کے حصار سے جس شخص کے اثر کے ماتحت وہ نکلے تھے۔ جب تک اس کے اثر کا قطعیۃً وہ انکار نہ کر دیں۔ امت کے وسیع دائرہ میں آنے کا ان کے لئے امکان نہیں اور پھر ان سے کوئی چیز چھنتی بھی نہیں کہ جس کی تلافی ناممکن ہو۔ داعی الی البصیرت صاحب اب ایک ضمنی نتیجہ یوں سمجھیں گے کہ الہام رحمانی و الہام شیطانی کے ماتحت اصلاح امت کا کام کرنے والوں میں سنۃ اللہ نے باعتبار نتائج کے یہ بھی ایک فرق رکھا ہے کہ موخر الذکر تو آخر کار اللہ تعالیٰ اس کا اپنا دست قدرت پوری امت سے کاٹ کر ایک طرف کر دیتا ہے اور مقدم الذکر طبقہ آخر کار مع اپنی تمام مساعی کے امت کے وسیع مشرب کے اندر فنا ہو جاتا ہے اور غیر مرئی طور پر اس کا اثر امت کے عروق و اعصاب میں خون ایمانی کو تیز کرتا رہتا ہے۔ ان کی غرض یہی تھی۔ اپنی شخصیت کا احیاء نہ تھا۔ لہذا ان کی غرض اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہوتی ہے۔ لیکن الہام شیطانی کے تابعین کی مساعی کو امت کا نظام عموماً کبھی بھی نہیں اپناتا۔ بلکہ ہمیشہ غیریت قرار دیتا ہے۔ یہ ہے باعتبار نتائج کے ایک بہت بڑا فرق جو الہام رحمانی و شیطانی میں قائم ہے۔ گو الہام کی ماہیت من حیث ہو ہو معلوم کرنے کیلئے اگر کسی روح میں عام تڑپ ہو تو امت میں ہمیشہ ایسے افراد رہے ہیں کہ جن سے بالمشافہ تعلق پیدا کرنے سے یہ چیز بداہتہً معلوم ہو جاتی ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

کیا لاہوری قادیانی آرگن پیغام صلح ان حروف کو اپنے پڑھنے والوں تک پہنچائے گا۔

(بقیہ لیڈر)

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قادیانی امت کے بعض افراد نے اس مضر عمل کا احساس کیا اور انہوں نے تاویل در تاویل اور بعض صورتوں میں انکار تک کر کے امت کے قریب آنے کی سعی کی اور لاہوری قادیانی کے نام سے مشہور ہو گئے"۔

معاف کیجئے گا یہ درست نہیں اس جماعت نے ایک غلو کو دور کرنے کیلئے جہاد کیا اور حضرت بانیٔ سلسلہ کی صحیح پوزیشن اور ان کے مقاصد کو قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کی اور خدا کا فضل ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو گئے اور آپ کا تجزیہ اور تحلیل جسے دوسرے الفاظ میں "اتبالیات" کہنا چاہئے ان کی مساعی حمیدہ کی صحیح تشریح نہیں اگر آپ بھی نظر غائر سے جماعت لاہور کی جد و جہد کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائیگی۔

اس کے علاوہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے مکتوب کے سیاق میں جو الہام کو پرکھنے کا مبہم سا معیار مقرر فرمایا ہے اس کے متعلق . . انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ کسی مقالہ افتتاحیہ میں کچھ عرض کریں گے والسلام علی من اتبع الھدیٰ

محمودیت سے توبہ

فضل الرب صاحب جہلم کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

از جہلم محلہ مستریاں۔ مورخہ یکم اگست ۱۹۴۱ء

بخدمت اقدس حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ شاخ لاہور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش ہے کہ میں شروع سے یعنی جب سے مجھے مذہب کی کچھ واقفیت ہے۔ میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور جماعت لاہور سے میرا تعلق تھا۔ میں چند ایک قادیانی بزرگوں کے تکیہ میں آگیا۔ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت بھی کرلی۔ خیال تھا کہ ان مقدس لوگوں کے فیض سے دین و دنیا دونوں کا فائدہ ہوگا۔ چونکہ مجھے حضرت صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے متعلق شرح صدر نہ تھا۔ اس لئے میں نے میاں صاحب موصوف کی خدمت میں صاف صاف تحریر کردیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی نہیں مانتا۔ انہوں نے باوجود اس اقرار کے مجھے بیعت میں داخل کرلیا۔ میرا خط دربارہ بیعت اور آنجناب کے خط دربارہ شمولیت بیعت کی نقل ارسال خدمت ہے۔[1] وہ پڑھنے کے لائق ہیں۔ مختصر میں نے بیعت کرلی اور ان کی جماعت میں جاملا۔ اور قریب ڈیڑھ سال ان لوگوں کا خوب غور سے مطالعہ کرتا رہا۔ میں اب جس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ وہ ذیل کی چند سطور میں عرض کردیتا ہوں۔ اگر یہ پیغام صلح کی کسی اشاعت میں چھاپ دی جائیں تو کئی ایک غلطی خوردہ اصحاب کی بہتری کا موجب ہوں گی۔

(۱) اس جماعت کے ایک حصہ کی کیفیت اندر کچھ اور باہر کچھ اور ہے اور ان کا قال اور حال یکساں نہیں ہے۔ غیر احمدیوں کو دل سے پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مگر دعوتوں میں اور بیاہ شادیوں میں سب سے اول ان کے ہاں شمولیت کرتے ہیں۔ غیر احمدیوں کو خود بیعت کے لئے خواہ وہ دل سے احمدیت کو اچھا نہ سمجھتا ہو، تیار کرتے ہیں۔ غرض کسی لڑکی کا رشتہ ناطہ ہوتی ہے۔ بعد ازاں دل چاہے گڑھے میں گرے۔ ان کو لڑکی کا رشتہ دینا ہے جس مذہب سے ہو۔ یہ مصیبت ان کو ایک غیر مامور کو مامور کی حیثیت دینے کے نتیجہ میں ہے۔ خواہ اندر سے دل رو رہے ہوں۔ مگر کیا کریں۔ گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔

(۲) دوسرا حصہ ان جاہل لوگوں کا ہے جنہوں نے نہ کبھی حضرت صاحب کی کوئی تحریر پڑھی ہے اور نہ سلسلہ سے واقفیت ہے مگر دعویٰ ہر دو کل کے ماہر ہونے کا ہے۔ ایسی بے پر اور خلاف واقعہ باتیں کرتے ہیں کہ احمدی جماعت کے شایان شان نہیں ہیں۔ ایسے لوگ کثرت سے ان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا کام صرف اس قدر ہے کہ جماعت لاہور کی بلا وجہ مخالفت کی جاوے اور خصوصاً آپ کی (مولوی محمد علی صاحب) کی جس قدر اور جس طرح ہوسکے مخالفت کی جاوے۔ اور میاں صاحب کی حیثیت اس قدر بلند اور رفیع بیان کی جاوے کہ زمین اور آسمان کے قلابے ملائے جائیں۔ حالانکہ جو باتیں وہ جناب خلیفہ صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔

(۳) تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے۔ جو حضرت صاحب کی کتب کی کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ مگر اس قدر ضدی اور ہٹ دھرم واقع ہوئے ہیں کہ معقول بات سے وہ دور بھاگتے ہیں۔ ہزار منت سماجت کی جائے۔ مگر وہ ہیں کہ ایک نہ اور ضد ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان مسجد میں جہاں میں ۱½ سال ان کے ساتھ نمازیں پڑھتا رہا۔ اختلافی مسائل کے دونوں پہلوؤں کو ظاہر کروں۔ مگر انہوں نے نہ سننا تھا اور نہ سنا۔ آخر ایک بات ان کے سامنے حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ایک جلسہ عام میں پیش کی کہ نبی کی وحی، وحی نبوت ہوتی ہے کہیں حضرت صاحب کی تحریر دکھلا دی جاوے کہ مجھ کو وحی نبوت ہوتی ہے تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ مگر آج تک اس کا کوئی جواب انہوں نے نہ دیا اور نہ ہی جناب خلیفہ صاحب نے اس طرف التفات کیا۔ یہ لوگ عمداً محض اپنی ذاتی غرض کے لئے ایک معقول اور صحیح بات کا انکار کرتے ہیں۔ بھلا غور فرمائیے۔ کہ ذیل کی چند ایک سطور جو کہ حضرت صاحب کی کتابوں کے اندر موجود ہیں کسی غیر زبان میں نہیں ہیں۔ صاف اور سلیس اردو زبان ہے نہ عبرانی زبان ہے نہ سنسکرت اور نہ کوئی اور اجنبی زبان ہے سیدھی سادی اردو زبان ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

(۲) "مسیح کیونکر آسکتا ہے۔ وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہیں۔ سو اس کا ہم رنگ آیا۔ وہ رسول نہیں۔ مگر رسولوں کا مشابہ اور ہم رنگ ہے۔"

اب دیکھئے ان لوگوں کی جہالت کہ لفظ نہیں کے معنی ان کی لغت میں ہاں کے ہیں۔

(۳) "پس جو شخص میرے پر شرارت کا الزام لگاتا ہے کہ دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتا ہوں۔ وہ جھوٹا ہے اور ناپاک خیال ہے۔"

اسی طرح اب حوالہ نمبر ۳ میں جو لفظ شرارت، الزام جھوٹا اور ناپاک ہیں۔ ان کے معنی ان لوگوں کے اعتقاد کے مطابق حسب ذیل ہیں:۔

لفظ	معنی از روئے لسان لغادیان
شرارت	نیک ظنی کرنا
الزام	احسان کرنا
جھوٹا	سچا
ناپاک	پاک، مطہر وغیرہ

(۴) چوتھا گروہ ان کے علماء کا ہے ان کی حالت پر تو ہمیں تعجب نہیں کرنا۔ ان کا کام صرف جماعت کے لوگوں کو ادھر ادھر سرکنے سے روکنا ہے۔ تاہم بھی ان کی جماعت کے دو چوٹی کے آدمی سرک ہی گئے۔ ان میں اہلیت تھی اور خدا کا فضل شامل حال تھا۔ بیچارے بچ نکلے۔ ورنہ ان لوگوں کا دام بڑا سخت ہے جو شخص ہاں وہ خدا کا مامور۔ مجدد اور محدث علیہ السلام

جو درد اپنے دل میں لیکر اس جہان سے گذر گیا۔ جیسا کہ آپ کے اپنے ذیل کے چند ایک اشعار سے ظاہر ہے۔ اور وہ امانت جماعت کے سپرد کر گیا۔ اب ہمارا کام اس کی دلی خواہش اور تمنا کے مطابق ہونا چاہئے۔ تاکہ آپ کی روح ہم سے ہمیشہ خوش رہے فرماتے ہیں۔

بینم کہ ہر یکے بہ غمِ نفس مبتلاست
کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند
یوسف شنیدہ ام کہ غمِ کارواں معیں
ایں یوسفے کہ ہیچ کسش کارواں نماند
جانم کباب شد ز غمِ ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند
صد بار زخمہا کنم از خورمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند
امروز گردل از پئے فرقاں نسوزدت
عذر دگر ترا بجناب یگاں نماند
در خانداں نشینی و صد نازہا کنی
آنرا کہ سیاست کس از خانداں نماند
اے بیخبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اب کہاں بانئے سلسلہ کا درد اور اصل غرض اور کہاں یہ لوگ جو ہر وقت خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی رٹ لگا رہے ہیں کہاں قرآن کی اشاعت اور تبلیغ دین۔ اس لئے بہ حسرت و یاس اس گروہ سے نکل کر پھر جماعت لاہور میں شامل ہوتا ہوں۔ اور بذریعہ عریضہ ہذا اس مرکز کی بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ جہاں سوائے دنیا طلبی کے کچھ نہیں۔ دراصل میری اصل بیعت احمدیت جو تھی وہ بھی ان لوگوں کی صحبت میں رہ کر ٹوٹ چکی ہے۔ ازراہ مہربانی مجھے دوبارہ بیعت میں داخل فرما کر میری عاقبت بالخیر کے لئے دعا فرماویں۔ کسی آئندہ اشاعت میں ان کے مفصل حالات انشاء اللہ لوگوں پر ظاہر کروں گا۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج

فضل رب مالک فرم ڈھیری لیدرورکس جہلم

پبلسٹی ٹریکٹوں کے متعلق ضروری اعلان

پبلسٹی کمیٹی کی طرف سے جو ٹریکٹوں کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے اس کے متعلق ایک چٹھی بیرونی احباب کی خدمت میں بھیجی گئی تھی جس میں ان سے یہ دریافت کیا گیا تھا۔ کہ ان کو کس کس قدر تعداد میں ٹریکٹ بغرض تقسیم بھیجے جایا کریں۔

اس چٹھی کا جواب بعض احباب کی طرف سے آگیا ہے اور ایک معین تعداد لکھدی ہے۔ لیکن اکثر احباب کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ جس کی وجہ سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ٹریکٹوں کی تقسیم کا کام کرنے کے لئے تیار بھی ہیں یا نہیں۔ لہذا ایسے تمام احباب کی خدمت میں جنہوں نے ابھی میری چٹھی کا جواب نہیں دیا۔ یہ گذارش ہے کہ اگر ایک ہفتہ تک کوئی جواب ان کی طرف سے نہ آیا۔ تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ اس کام کو کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان کو آئندہ ٹریکٹ بھیجنا بند کردیا جائے گا۔

امید ہے کہ اس اعلان کو دیکھتے ہی سب احباب جنہوں نے جواب نہیں دیا۔ فوراً اطلاع دیں گے۔ کہ کس کس قدر اردو انگریزی ٹریکٹ ان کو بھیجے جایا کریں۔ والسلام

خاکسار

ڈاکٹر محمد عبد اللہ۔ افسر پبلسٹی کمیٹی

[1] ان خطوط کے متعلق آئندہ اشاعت میں لکھا جائے گا۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ

کے جلسہ کی روئیداد

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ کا چوتھا کامیاب اجلاس بروز جمعہ بتاریخ ۸ راگست بعد از نماز جمعہ احمدیہ مسجد میں زیر صدارت جناب آفتاب عالم صاحب منعقد ہوا۔ پچھلی میٹنگ کی کارروائی پڑھے جانے کے بعد مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھا اور تمام حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ اس کے بعد راقم نے جماعت کے قواعد و ضوابط اور اغراض و مقاصد سے مجمع کو مطلع کیا۔ بعد ازاں عبد الحمید صاحب فینانشل اور جائنٹ سیکرٹری بہ یک رائے جماعت منتخب ہوئے نیز معمولی انتظامیہ کے لئے پریذیڈنٹ، سیکرٹری اور فینانشل سیکرٹری کے علاوہ جناب محمد یحییٰ صاحب اور جناب عبد الرحمٰن صاحب بھی منتخب ہوئے۔ چندہ داخلہ اور کم از کم چندہ ماہوار مقرر کیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ جو اصحاب اس سے زیادہ دینا چاہیں وہ بخوشی قبول ہوگا۔ تیسرے شخص جنہوں نے جماعت کو مخاطب کیا وہ جناب سراج الدین ذکی صاحب تھے۔ انہوں نے ایک مضمون بہ عنوان اسلام اور انتقام پڑھا اور بتلایا کہ بعض معترضین یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بدی کا بدلہ بدی سے دیا گیا ہے اور یہ اچھا اصول نہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ کیا کوئی اصول اور ہے جو ہمارا اصول صرف یہی نہیں کہ بدی کا بدلہ بدی سے دو بلکہ یہ بھی ہے کہ اگر تم معاف کر دو تو بہتر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نہ ہی اس میں حد درجہ کی سختی ہے اور نہ حد درجہ کی نرمی۔ ہم کو اجازت ہے۔ چاہیں تو ہم معاف کر دیں یا چاہیں تو اتنا ہی بدلہ لے لیں۔ یہ اصول انجیل کے اصول جو اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دو کی طرح نہیں ہے۔ انجیل کے اصول پر کوئی عمل نہیں کرتا اور نہ ہی کر سکتا ہے کیونکہ اس میں حد درجہ کی نرمی ہے جو بے غیرتی کی علامت ہوا کرتی ہے۔ یہ اصول جو ہمارا اوپر بیان کیا گیا۔ اسلام کے عالمگیر ہونے پر دلالت کرتا ہے

اس کے بعد جناب محمد یحییٰ صاحب نے ایک مضمون بعنوان احمدیت کیا ہے پڑھا اور فرمایا کہ بعض لوگ احمدیت کی بربادی اور تباہی کے در پے ہیں لیکن کبھی ایسے لوگوں نے یہ خیال بھی کیا کہ احمدیت کیا ہے؟ احمدیت کسی نادی گروہ کا نام نہیں یہ خالص روحانی تحفہ ہے۔ اسلام میں بعض غلط خیالات پیدا ہو گئے تھے اور احمدیت نے ان کو مٹایا۔ تمام مسلمانوں میں ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ چلا آتا تھا۔ اس کو مٹایا اور بتلایا کہ قرآن شریف کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کا کلام ہے اور تا قیامت یہ مسلمانوں کے لئے باعث عمل ہوگا۔ حیات مسیح کے غلط عقیدہ کی بیخ کنی کی۔ الوہیت مسیح علیہ السلام کا قلع قمع کیا۔ خونی مہدی کی آمد کو غلط قرار دیا۔ اور بتلایا کہ اسلام ہمیشہ اپنے عالمگیر اصولوں سے پھیلا اور پھیلے گا۔ اسے تلوار کی ضرورت نہیں۔

بعد ازاں شیخ اصغر علی صاحب نے ایک نظم شاہنامہ اسلام سے پڑھی اور ان کی خوش الحانی کی وجہ سے حاضرین جھوم گئے اور بعض پر رقت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد جلسہ برخاست کر دیا گیا۔

(عبد القادر سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ)

ایران سے جرمنوں کو نکالنے کیلئے

برطانیہ اور روس کا متحدہ اقدام

ایران میں اقدام کیلئے برطانیہ اور سوویٹ روس کی حکومتوں کو افسوس ہے۔ مگر محوریوں کی ریشہ دوانیوں نے اس کیلئے مجبور کر دیا۔ ۲۵ راگست کو شملہ سے چیف آف جنرل سٹاف میجر جنرل جی۔ این۔ مولزورتھ نے اس حضرت کے ساتھ اپنی براڈ کاسٹ تقریر میں اس اقدام کی خبر سنائی۔ انہوں نے کہا کہ جن ملکوں کو محوری مغلوب اور تباہ کر چکے ہیں۔ ان میں نیز عراق اور شام میں جہاں انہیں ناکامی ہوئی۔ ان کے پانچویں کالم کی سرگرمیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر ایران میں جرمنوں کی روز افزوں تعداد سے اندیشے بڑھنے شروع ہو گئے تھے۔ وہ نہ صرف تاجروں، سائنس دانوں انجنیروں اور تمام نہاد سیاحوں کی حیثیت میں مقیم ہیں۔ بلکہ ایران کی صنعت و حرفت کے مرکزوں اور ذرائع آمد و رفت ڈاک، تار، ریڈیو۔ وغیرہ جیسے کلیدی محکموں پر قابض ہیں۔

میجر مولزورتھ نے یہ بھی بتایا کہ حکومت برطانیہ نے بار بار حکومت ایران کی توجہ ان یورپین ملکوں کے حشر کی طرف مبذول کرائی۔ جنہوں نے یا تو اپنی حدود میں جرمنوں کی وجودگی کے خطرات کو نظر انداز کر دیا۔ یا جنہیں اپنے آپ پر ضرورت سے زیادہ اعتماد تھا کہ وہ ضرورت پیدا ہونے پر ان کا سد باب کر سکیں گے۔ عراق اور شام میں اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے محوریوں نے جو سازشیں اور کوششیں کی تھیں۔ انہیں حکومت برطانیہ کے بروقت فوجی اقدام نے ناکام بنا دیا۔ اور ان ملکوں کو نازیوں کی غلامی سے بچا لیا تھا۔ حکومت ایران پر اس امر کی وضاحت بھی کر دی گئی تھی۔ کہ روس پر نازیوں کے حملے اور اس طرح کرہ ارض کیلئے خطرہ پیدا ہو جانے سے ایران میں نازیوں کی ریشہ دوانیاں نہ صرف ایران بلکہ اس کے ہمسایہ اسلامی ممالک اور ہندوستان کے لئے بھی خطرناک ہیں۔ علاوہ ازیں روس کے لئے بھی عقب کی طرف سے سخت خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ان حالات اور واقعات کی روشنی میں حکومت ایران کو ذور دار الفاظ میں دوستانہ مشورہ دیا گیا کہ ایران سے سارے نازیوں کو نہیں تو کم از کم ان کی بھاری اکثریت کو نکال دیا جائے۔

میجر موصوف نے کہا۔ یہ عرضداشتیں برطانیہ اور روس نے مشترکہ طور پر حکومت ایران کو پیش کی تھیں۔ مگر حکومت ایران نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ اور دریں اثنا نازیوں کی سرگرمیاں بڑھتی چلی گئیں۔ حکومت برطانیہ اس معاملے میں حکومت ایران کی کمزوری یا اس کا اپنے آپ پر ضرورت سے زیادہ اعتماد گوارا کرنے کو تیار نہیں تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مشرق قریب اور مشرق وسطیٰ کی حفاظت اور بدانتظمی اور ہندوستان کی سرحدوں سے جنگ کو دور رکھنے کے لئے جو قربانیاں کی گئی تھیں۔ وہ سب اکارت جاتیں۔

میجر مولزورتھ نے آخر میں اس امر کی وضاحت کی کہ برطانیہ یا روس کوئی نیا علاقہ نہیں لینا چاہتے۔ یہ اقدام ایران کی حکومت یا ایرانیوں کے خلاف نہیں۔ بلکہ اس کا مقصد محوریوں کو روس، مشرق وسطیٰ اور ہندوستان کیلئے خطرہ پیدا کرنے سے باز رکھنا اور ایران کے تیل کے چشمے اور دیگر وسائل کو نازیوں سے بچانا ہے۔ جن کی حفاظت حکومت ایران کرنے کے قابل نہیں۔

موصوف نے اس سلسلے میں یہ انکشاف بھی کیا کہ ایران میں داخل ہونے والی برطانوی فوجیں جو ایرانیوں کے لئے محوریوں کی لوٹ کھسوٹ کی پالیسی کی وجہ سے فاقہ کشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سامان خوراک بھی لے گئی ہیں۔

برطانیہ اور روس کی نیت نیک ہے

برطانیہ اور روس دونوں نے قطعی طور پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ایران کے بارے میں وہ کوئی فاسد ارادہ نہیں رکھتے اور نہ اس کے کسی علاقہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

نئے ایک روپیہ کے نوٹ

ریزرو بنک آف انڈیا کے ذریعہ چھوٹے ایک روپیہ کے نوٹ جاری کئے جا رہے ہیں۔ وہ ناسک سکیورٹی پریس میں چھاپے گئے ہیں یہ پہلے نوٹوں سے بڑے ہیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کے بنک پیپر پر گہرے فاختئی رنگ میں چھاپے گئے ہیں جن کے اوپر قوس قزح کا ایک پیچ در پیچ نمونہ چھاپا گیا ہے جس میں آسمانی، ارغوانی، سبز اور نارنجی رنگ کی جھلک نظر آتی ہے۔

نئے نوٹوں کی طرز میں خاص فرق یہ ہے کہ اس کی بائیں طرف ملک معظم کی ایک صاف واٹر مارک تصویر ہے جس کے اوپر کچھ نہیں چھاپا گیا ہے اور اوپر دائیں کونے میں شاہ جارج ششم کے چاندی کے روپے کا نقش ہے۔ ترتیبی نمبر نیچے کی طرف دائیں کونے میں درج ہیں۔ جن کے شروع میں انگریزی میں [illegible] درج ہے۔

ہندوستان میں ہوائی حملوں کی احتیاطی تدابیر

تمام ہندوستان کیلئے اہمیت رکھنے والا مسئلہ

حکومت ہند نے تمام صوبہ جاتی حکومتوں اور دہلی اور بلوچستان کے چیف کمشنروں کو ایک خط لکھا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ہوائی حملوں کے خلاف احتیاطی تدابیر اختیار کرنے والے بعض اداروں کی کیا حیثیت ہوگی۔ اس کے علاوہ اس خط میں ہوائی حملہ سے بچاؤ کی نگرانی۔ اطلاع کے مرکزوں۔ ذخیرہ گاہوں اور نگران کاروں کی چوکیوں کے قیام۔ فرائض اور ساز و سامان کے متعلق اہم ہدایات دی گئی ہیں۔

حکومت ہند نے عملہ کی وسعت ہر قصبہ کی جغرافیائی حیثیت اور اہمیت کے لحاظ سے مقرر کی ہے۔

ہوائی حملہ کے خلاف احتیاطی تدابیر کے نظام میں سب سے زیادہ اہمیت نگرانی کے مرکز کو حاصل ہے۔ ہر بڑے شہر میں اسے اطلاعات کے مرکزوں سے وابستہ کر دیا جائے گا۔

نگرانی اور اطلاعات کا متحدہ مرکز اے۔ آر۔ پی کنٹرول کا صدر مقام ہے۔ یہاں نگران کاروں اور ہوائی حملوں کے خلاف احتیاطی تدابیر کے اداروں مثلاً پیغام رسانی۔ نگرانی، امداد زخمیوں کی دیکھ بھال اور ان کے ابتدائی علاج کے اداروں کے افسروں کے ذریعہ نقصان کی اطلاعات اور امداد کی درخواستیں موصول ہونی چاہئیں۔

ان اداروں کی تنظیم کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے

نگرانی اور اطلاعات کے مرکز میں نگرانی اور پیغام رسانی کے دفتر ہیں۔ نیز سپاہیوں کے ٹھہرنے کے کمرے ایک ہوائی حملوں کی پناہ گاہ اور سونے اور کھانے کی جگہ ہے۔ نگرانی اور پیغام رسانی کے دفتر ٹیلیفون کے ذریعہ براہ راست فوجی صدر مقاموں ضلع کے صدر مقام یا صوبائی حکومت کے صدر مقام۔ فائر بریگیڈ پولیس ایکسچینج لائن اور جہاں ممکن ہو نگران کاروں کی چوکیوں کے ساتھ ملحق ہیں۔

ہر شہر میں اطلاعات کے مراکز نگران کاروں کی چوکیوں کی تعداد کے لحاظ سے قائم کئے جائیں گے۔ اطلاعات کا ایک مرکز سخت ہوائی حملے کے زمانہ میں بھی پچاس نگران کاروں کی چوکیوں کی ٹریفک سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

اطلاعات کے مرکز میں ایک افسر انچارج، اطلاعات کا افسر، انتظام کا افسر نقشہ مرتب کرنے والا ایک کلرک۔ ہوائی حملوں کے خلاف احتیاطی تدابیر کے افسر پیغاموں کا سپرنٹنڈنٹ پیام رساں اور ٹیلیفون کرنے والے کام کرتے ہیں۔

پیغام رسانی کا انتظام

اس سلسلہ میں بیرونی پیغام رسانی کا ادارہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اگر رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور ٹیلیفون کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ تو اس ادارہ کے ذریعہ اطلاعات کے مرکز کا نگران کاروں کی چوکیوں، ابتدائی طبی امداد کی چوکیوں اور ہوائی حملوں سے بچاؤ کے مرکزوں کے ساتھ تعلق قائم رہ سکتا ہے۔

امید ہے کہ بوائے اسکاوٹ کی جمعیت پیام رساں مہیا کرنے میں ہر امکانی امداد دے گی۔

ہوائی حملوں کے نگران کار

ہوائی حملہ کے نگرانی کے ادارے کے سلسلہ کی کڑیاں نگران کاروں کی چوکیاں ہوتی ہیں۔ ہر پانسو کی آبادی کے لئے عام طور پر چار نگران کار مقرر کئے جائیں گے۔

نگران کاروں کے ادارہ کا اعلیٰ افسر اور اس کا نائب رضاکارانہ خدمات پیش کرنے والوں میں سے بنائے جائیں گے۔ ان کے ماتحت ہیڈ وارڈن ہوں گے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت چوکیوں کا ایک گروپ ہوگا۔ جو چھ ہزار سے دس ہزار تک کی آبادی کے لئے قائم کیا جائے گا۔

نمونے کی جمعیت

ایک قصبہ میں جس کی آبادی ڈھائی لاکھ ہو نگران کاروں کی جمعیت کی ہیئت یہ ہوگی۔

نگران کاروں کا ایک اعلیٰ افسر (چیف وارڈن) ہوگا۔ جس کے ماتحت تین ڈویژن ہوں گی۔ ان میں سے ہر ایک اسی ہزار آدمیوں پر مشتمل ہوگی۔ اور ہر ڈویژن ایک ڈویژنل وارڈن کے ماتحت ہوگی۔ ہر ڈویژن کو آٹھ آٹھ ہزار کے دس گروپس میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور ہر گروپ ایک ہیڈ وارڈن کے ماتحت ہوگا۔ ہر گروپ کو پانچ چوکیوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ہر چوکی تقریباً دو ہزار آدمیوں کے لئے ہوگی۔ اور ایک پوسٹ وارڈن کے ماتحت ہوگی۔ اس طرح مذکورہ آبادی کے قصبہ میں نگران کاروں کی مجموعی تعداد دو ہزار چار سو ہوگی۔

جن بڑی بڑی عمارتوں میں سو سے زیادہ آدمی رہتے ہیں ان کے لئے اسپیشل وارڈن مقرر کئے جائیں گے۔

ابتدائی طبی امداد کی چوکیاں

ابتدائی طبی امداد کی چوکیوں میں صرف ان لوگوں کا علاج کیا جائے گا جنہیں خفیف زخم آئے ہوں گے یعنی جو چل سکتے ہوں گے۔ جو اشخاص سخت زخمی ہوں گے وہ براہ راست ہسپتال میں بھیج دیئے جائیں گے۔ ان چوکیوں کے درمیان عام طور پر دو میل سے کم فاصلہ ہوگا۔ تاکہ زخمی کو ایک میل سے زیادہ نہ چلنا پڑے۔

زخمیوں کی دیکھ بھال کا ادارہ

ابتدائی طبی امداد کی چوکیوں کے علاوہ زخمیوں کے دیکھ بھال کے ادارہ میں ایمبولنس سروس اور ابتدائی طبی امداد کی ٹولیاں بھی شامل ہیں۔ . . . .

امداد کا ادارہ

جب ایک نگران کار بمباری کے کسی واقعہ کی اطلاع اطلاعات کے مرکز میں دے گا۔ تو فی الفور ساری مشینری حرکت میں آجائے گی اور ہوائی حملہ کے بچاؤ کے ڈپو سے مختلف کاموں کی جماعتیں تیزی کے ساتھ بمباری کے مقام پر پہنچ جائیں گی۔ تاکہ زخمیوں اور ہلاک ہونے والوں کو نکالیں۔ انہیں ابتدائی طبی امداد دیں اور آتشزدگیوں کو بجھائیں۔

ہوائی حملہ کے بچاؤ کے ڈپو

ہوائی حملوں کے خلاف احتیاطی تدابیر کے متحدہ مرکزوں میں ابتدائی طبی امداد کی جماعتیں۔ ایمبولنس پارٹیاں اور امدادی جماعتیں موجود رہیں گی۔ تاکہ بم زدہ علاقہ میں کام شروع کرنے میں تاخیر نہ ہو۔ چنانچہ اس انتظام اور ان کے مناسب محل وقوع کی وجہ سے نگرانی اور اطلاعات کے مرکز کا حکم پہنچنے کے بعد دس منٹ کے اندر یہ جماعتیں موقع پر پہنچ کر اپنا کام شروع کر سکیں گی۔

ہوائی حملوں کی پناہ گاہوں کی تعمیر فوراً شروع ہوگی

کم سے کم حفاظت کا معیار

ان شہروں میں جن کو غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے ہوائی حملوں کی پناہ گاہوں کی تعمیر فوراً شروع ہونے والی ہے۔ ان تعمیر ہونے والی پناہ گاہوں کی تعداد اور وضع کے متعلق صوبہ جاتی حکومتیں حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں گی۔ حکومت ہند نے صوبہ جاتی حکومتوں کو پناہ گاہوں کی مختلف وضعوں کی مکمل تفصیلات فراہم کر دی ہیں

کم سے کم تحفظ کا جو معیار مقرر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ پناہ گاہیں اس صورت میں محفوظ رہیں۔ جب پانچسو پونڈ کا زور سے پھٹنے والا بم پچاس فٹ سے کم فاصلہ پر گرے اور اس صورت میں بھی محفوظ رہیں۔ جب بالائی عمارت یا کسی ملی ہوئی عمارت کا انہدام ہو اور اس کا ملبہ گرے۔

حکومت ہند نے صوبہ جاتی حکومتوں کو ایک گشتی چٹھی کے ذریعہ پناہ گاہوں کی تعمیر شروع کرنے کا اختیار دیتے ہوئے یہ خواہش کی ہے کہ موجودہ مناسب عمارتوں میں مزید استحکام کرنے کے بعد ان سے مکمل طور پر فائدہ اٹھایا جائے۔ نیز اگر باشندوں کی تعداد کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی عمارتوں کی تعداد کافی نہ ہو تو نئی پناہ گاہیں تعمیر کی جائیں۔ (مرکزی اطلاعات)

ہماری اس سال کی تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ، نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں، بنگال شاخ اسلام کیلئے وصیت کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں، ان کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں۔ یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں بلکہ یہ ہمارے رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشوونما کا باعث۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہئے کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے

رفتار عالم

—— **شملہ ۲۵** راگست۔ سرکاری طور پر اعلان ہوگیا ہے۔ کہ برطانیہ اور روس کی فوجوں نے متحدہ طور پر ایران کے خلاف حملہ کر دیا ہے۔ اعلان میں مرقوم ہے کہ ایران پر حملہ کرنے کی غرض و غایت محض یہ ہے۔ کہ محوری حکومتیں۔ روس، مشرق وسطیٰ کے ممالک اور ہندوستان کی سلامتی کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع نہ پاسکیں۔ یا ایران کا تیل یا دوسرے مواد خام جرمنوں کے ہاتھ نہ آسکیں۔ امر مسلمہ ہے کہ ایران ان چیزوں کو نازیوں کے ہاتھوں میں جانے سے نہیں روک سکتا۔ اس لئے برطانیہ اور روس نے مجبوراً اس اقدام کو لازم جانا ہے۔ برطانیہ اور روس کا یہ اقدام محض حفاظتی تدابیر کے پیش نظر عمل میں آیا ہے۔ اس اقدام کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ ایران کے اندرونی معاملات میں دخل دیا جائے۔ یا اس کی آزادی یا اس کے علاقوں کی سلامتی پر ہاتھ ڈالا جائے۔

—— خلیج فارس کی بحری جنگوں میں ایران کا امیر البحر ہلاک ہوگیا برطانوی بیڑے نے متعدد ایرانی جہاز غرق کر دیئے۔ نیز برطانوی فوجوں کا قبضہ۔ روسیوں نے ایران کے چار اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ ہوائی لڑائیوں میں ۲ طیارے تباہ ہوئے۔ ایران اور برطانیہ میں صلح کے امکانات بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ اس اثنا میں روسی فوجیں ۶۰ میل تک گھس چکی ہیں اور برطانوی فوجیں سرائے پل پر قبضہ کر چکی ہیں۔ تیل کے چشموں سے ایرانی فوج غلیحدہ ہو چکی ہے

—— **لنڈن ۲۷** راگست۔ شملہ سے سرکاری طور پر اعلان ہوا ہے کہ ہندوستانی اور برطانوی فوجیں جنوب مغربی اور مغربی ایران میں بڑھتی جا رہی ہیں۔ انہوں نے ایرانی فوجوں کو آبادان کے تیل کے چشموں سے نکال دیا ہے۔ برطانوی فوجیں نیز بندر شاہپور پر قابض ہو چکی ہیں۔ جو آبادان سے ۴۰ میل شمال کی طرف واقع ہے شاہپور میں مکمل امن ہے۔

بغداد کی طرف سے بڑھنے والی برطانوی فوجوں نے خانقین پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے مقامات بھی برطانوی فوج کے قبضے میں آچکے ہیں۔ برطانوی فوج نے کرنڈ پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ یہ جگہ کرمان شاہ کی سڑک پر واقع ہے۔ اس سڑک پر پائیک نامی مشہور درہ ہے جو قلعہ بندی کے لحاظ سے بے حد اہم ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ برطانوی فوج اس پر بھی تسلط پا چکی ہے۔

—— **لنڈن ۲۷** راگست۔ روس کی خبر رساں ایجنسی (طاس) کو استنبول سے اطلاع ملی ہے کہ جرمن فوجیں بلغاریہ میں زبردست تیاری کر رہی ہیں۔ دس ہزار سے زائد جرمن سالونیکا میں بھی جمع ہو چکے ہیں اس فوج میں وہ دستے بھی شامل ہیں۔ جو چھاپہ مار کہلاتے ہیں۔ مزید فوجوں کے پہنچنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ بحیرہ اسود کی بلغاری بندرگاہوں میں بھی بہت سے جرمن جہاز جمع ہو رہے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گولہ بارود کے ذخیرے بھی ان بندرگاہوں تک پہنچ رہے ہیں۔ درمنیال کے ایک قریبی یونانی جزیرے میں جرمن کشتیاں جمع ہو چکی ہیں۔

—— جرمنوں نے دعوے کیا ہے کہ جرمن فوج نے روس کے اہم ریلوے جنکشن ویلکی لوکی پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس جگہ روس کی ۴۰ ہزار فوج ہلاک کر دی گئی ہے۔ ایک ڈویژن روسی فوج کو گھیر کر تباہ کر دیا گیا۔ ۴۰۰۰ روسی توپوں پر قبضہ کر لیا گیا اور تیس ہزار روسیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ فنش فوجیں ویبرگ تک پہنچ چکی ہیں۔ یوکرین میں جرمن فوجوں کی پیشقدمی کی وجہ سے خارکوف پر جرمن فوجوں کے قبضے کا امکان پیدا ہوگیا ہے

—— **لنڈن ۲۷** راگست۔ رائٹر کے نامہ نگار خصوصی نے انقرہ سے اطلاع دی ہے کہ ایران و برطانیہ اور روس میں جلد صلح کے امکانات پیدا ہوگئے ہیں۔ سفارت ایران متعینہ واشنگٹن سے بھی اس اطلاع کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ حکومت ایران کے سفیر نے اعلان کیا ہے کہ اگر روس اور برطانیہ صلح کیلئے سلسلہ جنبانی کریں تو حکومت ایران اس پر غور کرنے کیلئے تیار ہوگی

—— **چنگ کنگ ۲۷** راگست۔ کل کابینہ چین کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں بحر الکاہل کے حالات پر غور کیا گیا۔ سرکاری اعلان میں عوام کو آگاہ کیا گیا ہے۔ کہ برطانیہ، روس، چین اور امریکہ جاپان کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے والے ہیں۔

—— **ماسکو ۲۷** راگست۔ روزنامہ ازوستیا نے ایران کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ روسی اور برطانوی فوجوں کی وجہ سے ایران کی آزادی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اطلاع ملی ہے کہ ابھی تک برطانوی اور روسی سفیر طہران میں ہیں اور ایرانی سفیر ابھی تک ماسکو اور لنڈن میں ہیں۔ ان میں سے کسی سفیر کو واپس جانے کی اجازت نہیں ملی۔

—— **لنڈن ۲۷** راگست۔ استنبول کی طرف سے سوویٹ نیوز ایجنسی کو یہ اطلاع پہنچی ہے۔ کہ بلغاریہ میں جرمن فوجیں کثرت سے جمع ہو رہی ہیں۔ سالونیکا میں دس ہزار چھاتا فوج بھی اکٹھی کر دی گئی ہے اور ہر روز جرمن فوجیں بلغاریہ کی سرحد پر پہنچ رہی ہیں صوفیہ میں ایک جرمن امیر البحر پہنچ چکا ہے۔ جو بحیرہ اسود کے کنارے فوجیں جمع کرنے اور سامان جنگ بھیجنے کا ذمہ دار ہے۔ یونانی جزیرہ میں بھی کشتیوں کی کافی تعداد اکٹھی کر دی گئی ہے۔ جہاں تازہ دم دس ہزار اطالوی سپاہی پہنچ چکے ہیں۔

—— **طہران ۲۸** راگست۔ طہران میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ آقائے علی منصور کی وزارت نے استعفا دیدیا ہے۔ اور اعلیٰحضرت رضا شاہ پہلوی نے استعفا منظور کر لیا ہے۔ سرکاری اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ جب تک نئی وزارت مرتب نہیں ہوتی۔ آقائے علی منصور کی وزارت بدستور کام کرتی رہے گی۔

—— **لنڈن ۲۸** راگست۔ آج ایک امریکن نامہ نگار نے انقرہ ریڈیو پر ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا کہ ترکی عوام کا خیال ہے کہ ایران کی جنگ کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا۔

نامہ نگار نے سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آقائے علی منصور کی وزارت کے مستعفی ہونے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جدید وزارت میں ایسے وزیر لئے جائیں گے۔ جو ایران کو جنگ و جدال سے پاک کر دیں۔

—— **لنڈن ۲۸** راگست۔ کینبرے سے اطلاع ملی ہے کہ مسٹر منیزز وزیر اعظم آسٹریلیا نے مستعفی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ رسمی طور پر کل مستعفی ہو جائیں گے۔ مسٹر منیزز صرف وزارت عظمیٰ سے مستعفی نہیں ہوں گے۔ بلکہ آپ یونائیٹڈ آسٹریلیا پارٹی کی صدارت سے بھی استعفے دیدیں گے۔ آپ کی جگہ مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ فیڈن وزیر اعظم مقرر ہوں گے۔ جو اس وقت تک نائب وزیر اعظم کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ جس وقت مسٹر منیزز آسٹریلیا کے نمائندے کی حیثیت سے لنڈن گئے تھے۔ مسٹر فیڈن ان کی جگہ قائم مقام وزیر اعظم مقرر ہوئے تھے۔ آج پارلیمنٹ کے اجلاس میں مسٹر منیزز نے اعلان کیا کہ اب لنڈن میں وزیر اعظم کے بجائے کسی وزیر کو بھیجا جائے گا۔ مسٹر فیڈن کنٹری پارٹی کے لیڈر رہے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۶ سال کی ہے۔ آپ کوئنز لینڈ کے رہنے والے ہیں۔

—— **ماسکو ۲۵** راگست۔ روسی اخبار ریڈ سٹار کا بیان ہے کہ گومیل کے قریب و جوار میں جرمنوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس جگہ ۸۰ ہزار جرمن ہلاک ہوئے۔

—— **لنڈن ۲۸** راگست۔ مسیو لاوال کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ ایک گولی ان کے دل میں لگی تھی۔ جو ابھی تک نہیں نکالی گئی۔ دو جرمن ماہروں کو بھیجا گیا ہے ایک دو کیونسٹوں کو پھانسی دے دی گئی ہے۔

—— **قاہرہ ۲۸** راگست۔ کل اطالوی طیاروں نے مالٹا پر بمباری کی۔ ۳ طیارے گرا لئے گئے۔

—— **لنڈن ۲۸** راگست۔ جرمن طیاروں نے مائین ہائیم پر زبردست حملہ کیا۔

—— **لنڈن ۲۸** راگست۔ کل جرمن طیاروں نے نہر سویز پر حملہ کیا۔ ۷ اشخاص ہلاک اور ۳۰ مجروح ہوئے۔

—— **شملہ ۲۸** راگست۔ اطلاع ملی ہے کہ افغانستان میں ایک سو کے قریب جرمن موجود ہیں۔ ایران کے واقعات نے افغانستان میں کافی دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ افغانستان کے جرمن بالعموم سڑکوں، محکمہ آبپاشی اور پبلک ورکس میں ملازم ہیں۔ یا ردنی اور سکھانے کے کارخانوں میں کام کر رہے ہیں۔ مگر اطلاع ملی ہے کہ یہ جرمن افغانستان میں ویسے اہم عہدوں پر فائز نہیں ہیں۔ جس طرح کہ ایران کے جرمنوں کو حاصل ہیں۔ ابھی اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ جرمن افغانستان سے بھاگ جائیں۔

—— **ماسکو ۲۸** راگست۔ کل رات ماسکو میں ہوائی حملے کے خطرے کا اعلان کیا گیا۔

—— **لنڈن ۲۸** راگست۔ ماسکو سے رائٹر کے نامہ نگار خصوصی نے اطلاع دی ہے کہ جرمن فوج نے روس کے خلاف اپنا تیسرا شدید حملہ شروع کر دیا ہے۔ یہ حملہ مندرجہ ذیل پانچ محاذوں پر ہوا ہے۔

(۱) کنگسیپ کے محاذ پر جو لینن گراڈ سے ۷۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے (۲) سمولنسک کے محاذ پر (۳) سمولنسک اور کیف کے درمیان گومل کے محاذ پر (۴) ڈنیپر کے محاذ پر یعنی نیپرو پیٹرووسک کے شہر کی طرف (۵) اوڈیسہ کی طرف۔ مرکزی محاذ کی اطلاعات ظاہر کر رہی ہیں۔ کہ تین ہفتے پہلے جرمنوں نے جو زبردست حملہ کیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ دم توڑ چکا ہے اس سے پہلے کہ جرمن اس محاذ پر کوئی اور شدید حملہ کریں۔ انہیں وقت کی ضرورت محسوس ہوگی۔

—— **ماسکو ۲۷** راگست۔ ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ۲۷ راگست کو ہماری فوجیں سارے محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرتی رہیں ہوائی جنگ میں دشمن کے ستر طیارے گرا لئے گئے تھے۔ ہمارے آٹھ طیاروں کو نقصان پہنچا۔

—— **قاہرہ ۲۸** راگست۔ برطانوی طیاروں نے طرابلس پر شدید بمباری کی۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آئمہ اربعہ اور تقویٰ

میری رائے میں آئمہ اربعہ ایک برکت کا نشان تھے اور ان میں روحانیت تھی کیونکہ روحانیت تقویٰ سے شروع ہوتی ہے اور وہ لوگ درحقیقت متقی تھے اور خدا سے ڈرتے تھے اور ان کے دل کلاب الدنیا سے مناسبت نہ رکھتے تھے یاد رکھو تقویٰ بڑی چیز ہے خوارق کا صدور بھی تقویٰ ہی سے ہوتا ہے اور اگر خوارق نہ بھی ہوں۔ پھر بھی تقویٰ سے عزت ملتی ہے۔ تقویٰ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے حاصل ہونے سے انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر نقش وجود مٹا سکتا ہے۔ کمال تقویٰ کا یہی ہے کہ اس کا اپنا وجود ہی نہ رہے اور صیقل زوم آنقدر کہ آئینہ نماند کا مصداق ہو جاوے۔ اصل میں یہی توحید اور یہی وحدت وجود تھی جس میں لوگوں نے غلطیاں کھا کر کچھ کا کچھ بنا لیا ہے۔ یہ کیا دین اور تقویٰ ہے کہ ایک کمزور انسان اور بیچارہ بندہ ہو کر خدائی کا دعوےٰ کرے۔

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور دینی غیر معمولی مصروفیت میں مصروف ہیں۔ موجودہ شمارہ میں حضرت ممدوح کا ایک مضمون جناب میاں صاحب کے مضمون کے جواب میں شائع ہو رہا ہے۔ احباب سلسلہ اسے خود بھی بنظر غائر سے مطالعہ فرمائیں اور محمودی دوستوں تک بھی پہنچائیں۔

—— حضرت مولانا صدرالدین صاحب ۳۱ راگست کو دو ہفتہ کے لئے بٹوٹ (کشمیر) تشریف لے گئے ہیں۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ منشی احمد علی صاحب پنشنر سب انسپکٹر ساڈھورہ ضلع انبالہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں منشی صاحب موصوف نے مبلغ پانچ روپے عطیہ انجمن کو عطا کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو عمر دراز عطا فرمائے اور خدمت دین کی توفیق دے آمین

—— جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اپنے تبلیغی دورہ پر روانہ ہو گئے ہیں۔ ان کا آئندہ پروگرام درج ذیل ہے۔ احباب سلسلہ مطلع رہیں۔

پروگرام

۳ـ۴ ستمبر ساڈھورہ۔ ۵ ـ ۶ ستمبر چھچھرولی۔ ۷ ـ ۸ ستمبر سنگرور۔ ۹ ـ ۱۲ ستمبر برنالہ۔ ۱۳ ـ ۱۴ ستمبر فیروزپور۔ ۱۵ ـ ۱۶ ستمبر موگا۔ ۱۷ ـ ۱۸ ستمبر لودیانہ۔ ۱۹ ستمبر پھگواڑہ۔ ۲۰ ـ ۲۱ ستمبر جالندھر۔ ۲۲ ـ ۲۳ ستمبر کپورتھلہ وغیرہ۔

—— جناب ڈاکٹر الہٰ بخش صاحب کی صاحبزادی بدستور بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ احباب سلسلہ ان کی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا دوسرا مضمون اسی ہفتہ میں درج ہے۔ دوست اسے خود بھی مطالعہ فرمائیں اور محمودی حضرات تک بھی پہنچائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵۴

الہام کو پرکھنے کا مبہم معیار

مخالفت و تکفیر سے الہام کے رحمانی اور شیطانی ہونیکا اندازہ نہیں ہو سکتا

معاصر "صدق" کے ایک مکتوب کا جواب ہم نے پیغام صلح کے گذشتہ شیوع میں دیا ہے۔ راقم خط مذکور نے اپنے خط کے سباق میں الہام کو پرکھنے کا ایک مبہم سا معیار مقرر فرمایا تھا اسکا جواب درج ذیل ہے مولوی شاہ نذیر احمد صاحب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"داعی الی البصیرت صاحب (یعنی مدیر پیغام صلح) ایک ضمنی نتیجہ یوں سمجھئے گا کہ الہام رحمانی و الہام شیطانی کے ماتحت اصلاح امت کا کام کرنے والوں میں سنت اللہ نے باعتبار نتائج کے یہ بھی ایک فرق رکھا ہے کہ موخر الذکر کو آخرکار اللہ تعالیٰ کا اپنا دست قدرت پوری امت سے کاٹ کر ایک طرف کر دیتا ہے اور مقدم الذکر صحیفہ آخرکار مع اپنی تمام مساعی کے امت کے وسیع مشرب کے اندر فنا ہو جاتا ہے اور غیر مرئی طور پر اسکا اثر امت کے عروق و اعصاب میں خون ایمانی کو تیز کرتا رہتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکلوں ہوتی ہے لیکن الہام شیطانی کے ملہمین کی مساعی کو امت کا ذوق عمومی کبھی نہیں اپناتا یا ہمیشہ غیریت قرار دیتا ہے یہ بہ اعتبار نتائج کے ایک بہت بڑا فرق جو الہام رحمانی و شیطانی میں قائم ہے مگر الہام کی ماہیت من حیث ہو ہو معلوم کرنے کے لئے اگر کسی روح میں عام تڑپ ہو تو امت میں ہمیشہ ایسے افراد رہے ہیں کہ جن سے بالمشافہ تعلق پیدا کرنے سے یہ چیز بداہتہً معلوم ہو جاتی ہے۔"

غالباً اس تاریخی حقیقت سے مولوی صاحب موصوف کو انکار نہ ہوگا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان جب اسلام کو لیکر عرب سے نکلے ہیں تو اسلام کو دیگر مذاہب اور ان کے فنون سے مقابلہ کرنا پڑا جو اپنے مزاج عقلی اور عمرانی کیفیت کے لحاظ سے اسلام اور ابتدائی داعیان اسلام کے کلچر سے مختلف تھے جب ان اقوام نے اسلام قبول کیا جو یونانی مجوسی اور آریائی کلچر کی حامل تھیں۔ . . . . تو یہ قومیں اپنے عمرانی اور کلچرل پس منظر کو بھی ساتھ لیتی آئیں اور ان جدید عناصر کی درآمد سے اور مرور زمانہ سے امت کے ذوق عمومی پر ایک گہرا اثر پیدا ہو گیا اور امت کے نظام دموی میں بعض ایسے زہر شامل ہو گئے جنہوں نے دوران خون میں اختلال پیدا کر دیا سو اس اختلال کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے مجددین مبعوث فرماتا رہا۔ جو اسلام کی حقیقی فطرت کو واشگاف کریں اور ان عناصر کو کاٹ کر امت سے علیحدہ کر دیں جو اس اختلال کا موجب تھے اور امت کا "ذوق عمومی" جو اعتدال پر نہ ہونے کی وجہ سے مختل تھا ان مجددین کی مخالفت و تکفیر کرتا رہا اور ہمیشہ انہیں امت سے کاٹ کر علیحدہ کرنے کی سعی میں مصروف رہا اب ہم یہ امر مولوی صاحب موصوف پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ آیا امت کا "ذوق عمومی" اپنے اسی فعل میں درست تھا یا وہ مصلحین عظام صادق تھے جنہوں نے امت کی اصلاح کے لئے امت کی سختیوں کو برداشت کیا اگر امت کا "ذوق عمومی" ہر زمانہ اور ہر حالت میں اتنا ہی قابل اعتماد ہو تو پھر ان بندگان خدا کی ضرورت ہی کیا ہے جو گاہے گاہے امت کی اصلاح کرتے ہیں پھر تو اس اصلاح کے لئے امت کا ذوق عمومی کافی ہے۔ رہا یہ سوال کہ "مقدم الذکر طبقہ (وہ طبقہ جس پر رحمانی الہام نازل ہوتا ہے) آخرکار مع اپنی تمام مساعی کے امت کے وسیع مشرب کے اندر فنا ہو جاتا ہے اور غیر مرئی طور پر اسکا اثر امت کے عروق و اعصاب میں خون ایمانی کو تیز کرتا رہتا ہے"۔ اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ وہ کونسی تحریک ہے جس کی خارجی ہیئت رفتہ رفتہ تبدیل نہیں ہوتی دیکھنے والی بات یہ ہے کہ جس وقت وہ تحریک پیدا ہوتی ہے اس وقت اس کی مخالفت ہوتی ہے یا نہیں ہمارے نزدیک ساری اسلامی تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جہاں "امت کے ذوق عمومی" نے مجددین کی شدید مخالفت اور تکفیر نہ کی ہو اور انہیں امت سے کاٹنے کی سعی نہ کی ہو سو "امت کے ذوق عمومی" کی یہ افتاد ہرگز ہرگز بطور معیار کے نہیں پیش کی جا سکتی اور نہ اس سے رحمانی اور شیطانی الہام میں فرق معلوم کیا جا سکتا ہے اس لئے مولوی صاحب کا پیش کردہ معیار کوئی معیار نہیں۔

اس کے علاوہ مولوی صاحب نے یہ جو فرمایا ہے امت کے اندر ہمیشہ ایسے افراد رہے ہیں جن کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے یہ چیز (یعنی الہام کی ماہیت) بداہتہً معلوم ہو جاتی ہے ہمارا ایمان ہے کہ ان افراد میں سے حضرت امام عصر حاضر بھی ایک ممتاز فرد ہیں جو الہام کے ذریعہ موجودہ دور کے الحاد اور بے یقینی کے خلاف جہاد کرنے پر من جانب اللہ مامور ہیں اور ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے یہ چیز بداہتہً معلوم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جنہوں نے اس چیز کو بداہتہً معلوم کیا اور حق تعالیٰ پر انکا ایمان محکم ہوا چنانچہ یہ اس ایمان کا ہی نتیجہ ہے کہ انہیں مغرب کے کفرستانوں میں اشاعت اسلام کی توفیق ملی اور یہ دلیل ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ کی سعی مشکور ہوئی اور جو لوگ انہیں پہچان نہیں سکے آج انکا شیرازہ منتشر ہے اور وہ اس ایمان کی دولت سے تہی دامن ہیں جس سے خدمت اسلام کی توفیق ملتی ہے اگر امت کا "ذوق عمومی" ایسے امام کو نہیں پہچانتا جس کی پہچان سے خدمت اسلام کی سعادت حاصل ہوتی ہے تو یقیناً اس "ذوق عمومی" میں اختلال ہے۔ خدا مسلمانوں کے اس اختلال کو دور فرمائے اور انہیں حضرت امام عصر حاضر کو پہچاننے کی توفیق دے آمین۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

پیر اور مرید کے عقائد کا بعد المشرقین

پیغام صلح مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء میں ایک مکتوب فضل الرب صاحب (جہلم) کا "محمودیت ثنویہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اسمیں دو خطوط کا ذکر ہے (الف) جو فضل الرب صاحب نے جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان کی خدمت میں بیعت کیلئے تحریر کیا (ب) جو اس کے جواب میں جناب میاں صاحب کی طرف سے بذریعہ پرائیویٹ سیکرٹری فضل الرب صاحب کو موصول ہوا۔

جو خط فضل الرب صاحب نے جناب میاں صاحب کی خدمت میں ۱۲/۴ کو تحریر کیا اس میں انہوں نے لکھا کہ کیا میں آپکی بیعت کر سکتا ہوں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو محدثیت کے برابر سمجھتا ہوں اور مکفرین کو کافر سمجھتا ہوں لیکن دوسروں کو کافر نہیں سمجھتا وغیرہ وغیرہ۔

اس کے جواب میں جناب میاں صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے انہیں لکھا گیا۔

"حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ بنصرہ العزیز نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ یقیناً آپ بیعت کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ یہ اقرار کریں کہ اپنے عقائد کا اظہار معاندانہ رنگ میں نہ کریں اور مخفی مخفی دوسروں میں خیالات نہ پھیلائیں یوں علماء سے تبادلہ خیال منع نہیں ہاں ضد اور بحث کا رنگ نہ ہو"۔ والسلام خاکسار

ملک صلاح الدین پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح ثانی

قادیان پنجاب ۱۲/۲۹

قارئین مندرجہ بالا سطور کو ملاحظہ فرمائیں اور محمودی حضرات کو بھی پڑھائیں یہ کیا مذہب ہے مرید کہتا ہے حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا محدث مانتا ہوں۔ مرشد کہتا ہے جو حضرت مرزا صاحب کی نبوت نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے مرید کہتا ہے کسی کلمہ گو کو جو حضرت صاحب کی تکفیر نہیں کرتا کافر نہیں بلکہ مسلمان سمجھونگا اور کہونگا۔ مرشد کہتا ہے کہ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے گویا جنہیں مرید مسلمان کہتا ہے انہیں مرشد کافر سمجھتا ہے اور لطف یہ کہ مرید کے نزدیک مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے نتیجہ یہ نکلا کہ مرید کے نزدیک مرشد کافر اور مرشد کے نزدیک مرید کافر عجیب پیری مریدی ہے اور عجیب گورکھ دھندہ ہے مذہب کو بچوں کا کھیل بنا کے رکھ دیا گیا ہے۔

جناب میاں صاحب سے ایک حدیث کے متعلق استفسار

الفضل مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء میں جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ جمعہ شائع ہوا ہے اس کے صفحہ ۷ کالم ۱ پر جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں:-

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا میری امت اور مہدی کی امت میں کیا فرق ہے۔ میری امت زیادہ بہتر ہے یا مہدی کی امت زیادہ بہتر ہے"۔

ہم جناب میاں صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ وہ ازراہ مہربانی ہمیں اس حدیث کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا مضمون

میاں محمود احمد صاحب کے مضمون مندرجہ الفضل ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کا جواب

تمہیدی نوٹ میرے مضمون مندرجہ پیغام صلح ۱۲ جولائی کا جواب میاں محمود احمد صاحب نے الفضل ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء میں اخبار کے تیئیس صفحات پر دیا ہے۔ یہ جواب چونکہ ان شرائط کے مطابق نہیں۔ جو میں نے پیغام صلح ۸ اگست میں پیش کی تھیں کہ فریقین کے تین تین پرچے ہوں اور ہر پرچہ میں الفاظ کی تعداد میرے آخری پرچہ کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ اس لئے میں اس کو کسی صورت میں ان شرائط کے مطابق تو قبول نہیں کر سکتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان پرچوں کو کتابوں کی طرح طول دینے سے اصل غرض حاصل نہیں ہوتی۔ یہ مضمون جواب میاں صاحب نے لکھا ہے اگر اسے کتابی سائز پر لکھا جائے تو اسی یا سو صفحات کے قریب بنے گا۔ اور ایسے دو مضمون اور ساتھ ہوں تو ان کی حقیقۃ النبوت سے بھی بڑی ایک کتاب بن جائے گی۔ اس سے بہتر یہ تھا کہ حقیقۃ النبوۃ اور النبوۃ فی الاسلام کو جو میں نے حقیقۃ النبوت کے جواب میں لکھی تھی۔ اکٹھا شائع کر دیا جاتا۔ غرض تو یہ تھی کہ چند ایک تنقیح طلب سامنے رکھ کر ان میں مدلل اور مختصر بحث ہو جس سے تمام قارئین کو کوئی فائدہ پہنچے۔ مگر میاں صاحب انہیں ایک لفظوں کے جنگل میں ڈال کر پریشان رکھنا چاہتے ہیں۔ اور دلائل کا مقابلہ طول کلامی سے کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کوئی ایسا مطالبہ نہ کیا تھا۔ جس کو وہ پورا نہ کر سکتے میں نے ان کے ابتدائی مضمون کے الفاظ گنوائے تھے۔ جو غیر متعلق باتوں کو چھوڑ کر چار ہزار بنتے تھے اور میرے مضمون کا وہ حصہ جو ان کے جواب میں مسئلہ نبوت پر لکھا گیا۔ تین ہزار الفاظ پر مشتمل تھا۔ اس لئے میں نے اس غرض کے لئے کہ مختصراً دونوں فریق کے دلائل ایک دوسرے کے سامنے آ جائیں۔ یہ شرط پیش کی تھی کہ الفاظ کی تعداد ہر پرچہ میں محدود ہو گی۔ اس لئے میں ان کے مضمون کا اس قدر حصہ پیغام صلح میں شائع کرنے کو تیار ہوں۔ جو چار ہزار یا حد ساڑھے چار ہزار الفاظ پر مشتمل ہو۔ چاہے وہ اسی مضمون کے ایک حصہ کی تعیین کر دیں اور چاہے اس کا خلاصہ کر دیں۔ چونکہ ایک فریق کے میاں صاحب اس بات کے پابند تھے کہ مضمون لکھنے سے پہلے یا میری شرائط کو رد کر کے اور شرائط پیش کرتے اور جب دونوں فریق خاص شرائط کو تسلیم کر لیتے۔ تب مضمون لکھتے۔ یا اگر ان شرائط کے ایک حصہ کو مان کر مضمون لکھا تھا تو میری پیش کردہ سب شرائط کی پابندی کرتے۔ اب تین تین پرچوں کی شرط کو منظور کر کے انہوں نے مضمون تو لکھ دیا۔ مگر الفاظ کی تعداد کی پابندی کا وہ اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتے اور چار ہزار کی جگہ چالیس ہزار الفاظ کا مضمون پیش کرتے ہیں۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ میں ان کے مضمون کا جواب نہیں دوں گا۔ جواب تو میں دے رہا ہوں لیکن اخبار میں اور پھر ان کو یکجا شائع کرنے کی تجویز اس صورت میں قابل عمل رہ سکتی ہے کہ دونوں فریق طول مضمون کی شرط کے پابند ہوں۔ اس لئے میں اپنے اصل مضمون میں اب بھی اس شرط کا پابند رہوں گا۔ جو میں نے پیش کی ہے۔ یعنی چار ساڑھے چار ہزار سے زیادہ الفاظ نہ ہوں گے اور میاں صاحب کے مضمون کو بھی اس حد تک اپنے اخبار میں لینے کے لئے تیار رہوں۔ جس حد تک وہ میری پیش کردہ شرط کی پابندی اختیار کریں۔ وہ چاہیں۔ خلاصہ کر کے دیدیں یا خاص حصہ کی تعیین کر دیں۔ دوسری بات جس کی طرف میں اس تمہیدی نوٹ میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میاں صاحب کے مضمون میں بہت سی باتیں ایسی آ گئی ہیں۔ جن کا تعلق مسئلہ نبوت سے جو زیر بحث مسئلہ ہے کوئی نہیں۔ بلکہ اپنے پہلے ہی مضمون میں انہوں نے مجھ پر ذاتی حملے بھی کئے ہیں۔ ان امور کا جواب میں الگ دوں گا۔ اصل بحث میں دوسری باتوں کو یا ذاتی حملوں کو وہ لوگ لاتے ہیں۔ جو اپنے مخالف کو دلائل سے عاجز پا کر اس کو اپنے ساتھیوں میں دوسری طرح نیچا دکھانے کی آرزو رکھتے ہوں۔

اس تمہیدی نوٹ کے ساتھ جس کا اصل مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اپنا دوسرا پرچہ مسئلہ نبوت پر پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میاں صاحب اسے اپنے اخبار الفضل میں شائع کر دیں گے۔

محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بحث نبوت پر میرا جواب الجواب

نبوت مسیح موعود پر بحث میاں صاحب نے اس عنوان سے اٹھائی تھی "اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلعم، حضرت مسیح موعود . . . . کی شہادت"۔ مگر ان کے دونوں پرچوں میں اللہ تعالیٰ کی شہادت کے تحت قرآن کریم کا کوئی حوالہ نہیں۔ صرف الہامات حضرت مسیح موعود کا ہے۔ حالانکہ مقدم قرآن شریف تھا ظاہر ہے کہ انہیں قرآن کریم سے کوئی شہادت نبوت مسیح موعود پر نہیں مل سکی۔ یا شاید یہ وجہ ہو کہ مسیح موعود کے تازہ الہامات کے سامنے وہ قرآن کریم کو انجیل کا مرتبہ دیتے ہوں۔ میں اس مضمون کو قرآن کریم کی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے شروع کرتا ہوں جس کے معنی آنحضرت صلعم نے کئے ہیں "لا نبی بعدی"۔ حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں "ہر نبوت را بر وشد اختتام"۔ میاں صاحب کی بحث کو لیتا ہوں۔

اوّل میاں صاحب کی پیش کردہ حدیث نبوی کی شہادت

میاں صاحب نے نبوت مسیح موعود پر صرف ایک حدیث نواس بن سمعان کی پیش کی تھی اور لکھا تھا کہ اس امت میں کو وعدہ مجددین کے آنے کا ہے۔ مگر ایک آنے والے کو نبی بھی کہا ہے۔ اس پر میں نے لکھا تھا کہ جب اس امت میں مجددین کے آنے کا وعدہ ہے اور انبیاء کے آنے کا کوئی وعدہ نہیں تو معلوم ہوا کہ اجرائے نبوت کا عقیدہ غلط ہے۔ اس کا جواب دیا ہے "نزاع کی بنیاد یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے بعد کوئی نبی آئے گا۔ ہاں نزاع کی بنیاد یہ ہے کہ اس وقت تک امت محمدیہ میں محدث آتے رہے ہیں صرف حضرت مسیح موعود نبی تھے"۔

جواب (ا) یہ اصل بحث کو ٹالنا ہے۔ لاہور اور قادیان میں مابہ النزاع یہی ہے کہ ختم نبوت کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے یا بند۔ جب تک اس دروازہ کو کھلا ثابت نہ کیا جائے۔ اس وقت تک مسیح موعود کی نبوت کا سوال ہی نہیں ہو سکتا۔ ۲۷ سال سے یہ بحث قادیان اور لاہور میں ہو رہی ہے۔ ہزارہا صفحات لکھے گئے۔ خود میاں صاحب نے حقیقۃ النبوت میں بار بار اس پر زور دیا۔ ایک حوالہ کافی ہے۔

"جبکہ نبوت کا دروازہ علاوہ محدثیت کے امت محمدیہ میں کھلا ثابت ہو گیا تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مسیح موعود بھی نبی اللہ تھے" (صفحہ ۲۲۹)

صرف یہ بتایا جائے کہ کس حدیث کی رو سے نبوت کا دروازہ محدثیت کے علاوہ کھلا ثابت ہوتا ہے۔

(ب) یہ اکیلی حدیث ہے۔ جس میں مسیح کے ساتھ نبی اللہ کا لفظ آیا ہے۔ بلکہ ترمذی میں یہی حدیث ہے اور اس میں لفظ نبی اللہ نہیں۔ اس کے مقابل پر بیسیوں حدیثیں ہیں۔ جن میں آنے والے مسیح کو نبی نہیں کہا گیا۔ بلکہ امامکم منکم کہہ کر اسے مجدد بتایا گیا ہے۔ یعنی جس طرح امت محمدیہ میں اور امام

ہوتے۔ اب بھی اسی طرح مسیح بھی اپنے زمانہ کا امام یعنی مجدد ہوگا۔ اگر مجددین سے اسے نکالنا مقصود تھا تو ایک حدیث کو دکھانا چاہئے تھا۔

(ج) (۳) حدیث کو حضرت مسیح موعودؑ نے **ساقط الاعتبار** ٹھہرایا ہے۔ یہ لفظ میرے نہیں مسیح موعود کے ہیں:۔

"دمشقی حدیث . . . . . خود مسلم کی دوسری حدیث سے **ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے**"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۸)

(۲) یہ حدیث قرآن کریم کے **متناقض اور ضد** ٹھہرایا ہے۔

"مسلم کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس پر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ اور جو ظاہر الفاظ کی رو سے صریح **قرآن شریف کے متناقض اور اس کی ضد پڑی ہوئی ہے** . . . . . یہ بھی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لیکر حدیث کو مان لیا۔ ورنہ رفع **تناقض کیلئے ہمارا حق تو یہ تھا کہ اسے موضوع ٹھہراتے**" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۷)

اس آیک حدیث کی بنیاد پر جو بالفاظ مسیح موعود **ساقط الاعتبار ہے۔ "ظنی" ہے۔ "صدہا شبہات" کا** محل ہے۔ **ظاہر الفاظ کی رو سے قرآن شریف کے متناقض اور ضد ہے۔ "موضوع ٹھہرایا** جانے" کے قابل تھی۔ مسیح موعود کی نبوت کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ کیا کوئی عدالت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں اسے آنحضرت صلعم کی شہادت قرار دے گی؟

(د) حضرت مسیح موعود نے اس کے لفظ لفظ کو استعارہ قرار دیا ہے۔ میاں صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ آخر کوئی فقرہ تو ایسا ہوگا جس کی تاویل کی ضرورت نہ ہو۔ وہ میں بتا دیتا ہوں۔ حضرت نے اسے ظاہری الفاظ کے رو سے **قرآن کریم کے متناقض** اور ضد قرار دیا ہے۔ پس اس کے ہر لفظ کو استعارہ کہا جائے گا۔ سوائے اس کے جو قرآن کریم کے متناقض نہ ہو۔ **ایسی حدیث کی بنیاد جس کا لفظ لفظ تاویل کے قابل ہے کسی دینی مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔** اور مسیح موعود کی نبوت ایک دینی مسئلہ ہے۔ تاویل کر کے حدیث کو مان لینا دوسری بات ہے۔ اور یہی حضرت صاحب نے کیا ہے۔

(ھ) اس میں جو لفظ "نبی" مسیح کے لئے آیا ہے۔ اسے خود حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار مجاز اور استعارہ کہا ہے۔

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی **مجازی معنوں کے رو سے ہے**" (انجام آتھم صفحہ ۲۸)

"مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے۔ **یعنی بطور مجاز و استعارہ کے**"

(ایام الصلح صفحہ ۷۵)

"یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے"

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۱۸)

"وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ **یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے**" (سراج منیر صفحہ ۳)

میاں صاحب کہاں تک مسیح موعود کا انکار کرتے جائیں گے۔ ابھی اور بہت حوالے ہیں۔

(و) میاں صاحب کہتے ہیں۔ "حقیقت استعارہ اور مجاز کے الفاظ نسبتی ہوتے ہیں۔ ایک قوم کی اصطلاح کے مطابق جو معنے حقیقی ہوتے ہیں۔ دوسری کے نزدیک وہ مجازی ہو جاتے ہیں" اس سے تو انکار نہیں کہ حضرت صاحب نے اسے مجاز قرار دیا۔ اب میاں صاحب اسے حقیقی معنے قرار دے کر اپنے آپ کو حضرت صاحب کے مقابل ایک قوم بنا رہے ہیں۔ بعینہٖ جس طرح حضرت عیسیٰ نے ابن اللہ کا لفظ مجاز کے طور پر استعمال کیا تھا۔ غالی پیروؤں نے اسے حقیقت بنا دیا۔ مسیح موعودؑ نے نبی بطور مجاز استعمال فرمایا۔ غالی متبع اسے حقیقت بنا رہے ہیں۔

(ز) حضرت صاحب نے وضاحت سے یہ بھی کہدیا کہ حدیث میں **لفظ نبی سے مراد محدث ہے۔**

"مسیح جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالیٰ سے وحی پانیوالا لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں . . . . . **بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے**" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۱)

مجاز کو حقیقت بنا کر بھی کچھ نہ بنا۔ اگر مسیح موعودؑ کا فیصلہ منظور ہے تو حدیث میں **نبی کے معنے محدث ہی ماننے پڑیں گے۔**

دوم:۔ حدیث نبوی کی انقطاع نبوت پر شہادت

میاں صاحب تو کوئی شہادت اجرائے نبوت پر یا مسیح موعودؑ کی نبوت پر احادیث نبوی سے پیش نہ کر سکے۔ اب میں انقطاع نبوت پر حدیث نبوی کی شہادت پیش کرتا ہوں:۔

حدیث	ترجمہ
(۱) کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون الخلفاء (بخاری)	(۱) بنی اسرائیل میں نبی نگہبانی فرماتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کے پیچھے آتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ہاں خلیفے ہوں گے۔
(۲) سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (متفق علیہ)	(۲) میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ہر ایک ان میں سے یہ دعویٰ کرے گا۔ کہ وہ نبی ہے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(۳) قال رسول اللہ صلعم لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی (متفق علیہ)	(۳) رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تو مجھ سے ایسا ہے۔ جیسا ہارون موسیٰ سے البتہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔
(۴) انا اللبنة وانا خاتم النبیین (بخاری)	(۴) میں (نبوت کی عمارت کی) آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔
(۵) ختم بی النبیون (مسلم)	(۵) میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے۔
(۶) لوکان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی)	(۶) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

انقطاع نبوت پر اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ جب آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح موعود بھی نبی نہیں ہو سکتے۔

سوم: حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت میں محکمات

۱۔ میاں صاحب محکمات کو چھوڑ کر متشابہات میں پڑ گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت تو یوں معلوم کرنی چاہئے کہ آپ نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود کا دعوےٰ کرتے وقت نبوت کا دعویٰ کیا۔ یا محدثیت کا۔ وہی قطعی بات ہوگی اور وہی محکم ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ پر ہے۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

میاں صاحب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب محدث بھی تھے اس لئے محدثیت کا دعوےٰ خدا کے حکم سے ہی ہوا۔ "ہم اس کے کبھی بھی منکر نہیں ہوئے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کے حکم سے محدث تھے" اب یہ امر بھی مسلم ہے کہ "محدث" وہ خدا سے ہمکلام ہونے والا ہے۔ جو نبی نہ ہو۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ خدا کی ہمکلامی نبی سے بھی ہوتی ہے اور غیر نبی سے بھی۔ اور ایسا **غیر نبی محدث کہلاتا ہے۔** پس ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالیٰ نے جسے مسیح موعود بنایا اسے یہ بھی بتایا کہ **آپ کی ہمکلامی صرف غیر نبی ہونے کے رنگ میں ہے۔** خدا تعالیٰ کے حکم سے **محدثیت کا دعوےٰ کرنے** کے اس کے سوائے کوئی معنی نہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے خود تصریح فرما دی کہ **"نبوت کا دعویٰ نہیں"** تاکہ ایک غبی آدمی بھی سمجھے کہ محدثیت کے دعوےٰ کے ساتھ **انکار نبوت کا دعویٰ لازم و ملزوم ہے۔** پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ اس کے بعد انکار نبوت کیسے پر زور الفاظ میں کیا ہے:۔

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

"اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے۔ تو بجز اس کے کیا کہیں کہ **لعنۃ اللہ علی الکاذبین**"

"میں . . . . . **ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں**"

"**جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں**"

"**مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں۔ اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں**"

"**ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے**"

میاں صاحب کو مسلم ہے کہ ۱۹۰۱ء کے آخر تک یعنی بارہ سال تک یہ انکار نبوت کرتے رہے۔ کیا دنیا میں کوئی نبی ایسا ہوا ہے جو اپنی نبوت کا منکر ہو۔ نبی تو اپنی نبوت پر اول المومنین ہوتا ہے۔ مگر یہاں نعوذ باللہ نبی کو اول الکافرین بنایا جا رہا ہے۔ میاں صاحب کے ہاتھ میں انصاف کا بھی خوب ترازو ہے۔ دوسرے لوگ نبوت کا انکار کریں تو کافر۔ لیکن خود مرزا صاحب نبوت کا انکار کر کے مدعی نبوت پر لعنت بھیج کر بھی خدا کے مقرب نبی۔ جب انکار نبوت مسلم طور پر کفر ہے تو کم سے کم یہ ماننا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ مسیح موعود بھی حکم و عدل کہاں۔ محدث کہاں۔ مومن کہاں۔ بارہ سال تک کافر رہے۔

۲۔ میں بالمقابل دو عبارتیں رکھتا ہوں۔ طرز خطاب کے سوائے ان میں کوئی فرق دکھلائے تو میں انعام دینے کو تیار ہوں۔

"اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعوےٰ ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اسی محدثیت کے معنی سے نبوت کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنے ایسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی شرح کر دی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا"

(فتوے کفر صفحہ ۷۶-۷۷)

"گو ان ساری باتوں کا دعوےٰ کہتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں۔ جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں نہیں پائی جاتی اور نبی ہونے کا انکار کرتا ہوں"

(حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۵)

اس کا جواب حضرت مسیح موعود نے یوں دیا ہے۔

"اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثیت کا مقام، مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے اور سوائے نبوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرہ بھر سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اس کا کوئی اصل ہے"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱)

اگر میاں صاحب مسیح موعود کے جواب کو صحیح سمجھتے ہیں۔ تو خود بھی اس صریح کذب سے توبہ کریں۔ اگر غلط مانتے ہیں تو مسیح موعودؑ ماننا چھوڑ دیں۔ مسیح اول کے غالی پیروؤں نے اپنے ہادی کو خدائی کا دعویدار قرار دے کر یہودیوں کی ہمنوائی کی۔ مسیح ثانی کے غالی پیرو انہی کے نقش قدم پر چل کر مکفرین کی ہمنوائی کر رہے ہیں۔ مسیح موعود کے فیصلہ کو نہ مکفرین نے مانا۔ نہ غالی مرید مانتے ہیں۔

۳۔ یاد رکھو مسیح موعود اگر دعوے نبوت کر سکتے تھے۔ تو اس وقت کر سکتے تھے جب **خدا کے حکم سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگر اس وقت خدا کے حکم سے انکار نبوت کیا** اب کوئی دوسرا مسیح موعود پیدا کرو۔ جو دعوے کے ساتھ نبوت کا دعویٰ بھی کرے۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مخالفین الزام لگائیں کہ آپ نے دعوے نبوت کیا ہے تو انکار کریں اور مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجیں اور پھر یہ ذلت اختیار کریں کہ بارہ سال انکار کرتے کرتے کہیں کہ مخالف سچے تھے۔ میں نبی ہی تھا۔ مگر مجھے نہ نبی کے معنی معلوم تھے اور نہ رسول کے۔ نہ محدث کے نہ ولی کے۔ اس لئے غلطی سے دعوے محدثیت ولایت اور انکار نبوت و رسالت کرتا رہا اور پھر نعوذ باللہ جھوٹ کہتا رہا کہ [illegible] سے ہے اور یہ نبی کا جتنی محدث ہونا خدا کا دیا ہوا علم ہے یہ ہے غلو کا نتیجہ۔ حضرت صاحب نے کسی تحریر کسی تقریر میں ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ میں انکار نبوت میں غلطی پر تھا۔ میاں صاحب حضرت صاحب کی وہ تحریریں پیش نہیں کرتے۔ میں میاں صاحب کے چوبیس صفحات کو کیا کروں مجھے اس سارے مضمون کی جگہ ایک فقرہ مسیح موعودؑ کا دکھا دیتے کہ جب میں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق یہ کہتا رہا۔ کہ میں نبی نہیں۔ محدث ہوں۔ عام مسلمان بھی نبی اور محدث کے معنی غلط سمجھتے تھے۔ میں بھی غلط سمجھتا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں مجھے سمجھ آئی۔

چهارم۔ میاں صاحب کا اتباع متشابہات

میاں صاحب نے حسب ذیل دلائل حضرت مسیح موعود کی نبوت پر دیئے ہیں:۔

۱۔ مسیح موعود کے الہام میں لفظ نبی اور رسول آیا ہے

جواب (ل) الہام میں لفظ نبی کے معنی حضرت صاحب نے خود محدث کئے ہیں۔ اس کو مجازاً و استعارۃً قرار دیا ہے لغوی معنی میں محض پیشگوئی کرنے والا قرار دیا ہے۔ مسیح موعود کی ان تشریحات کا انکار مسیح موعود کا انکار ہے

"بعض اوقات اللہ تعالےٰ کے الہامات میں ایسے **الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں**" انجام آتھم صفحہ ۲۸

اور حوالے پہلے گذر چکے ہیں۔

(ب) میاں صاحب کے نزدیک ان الہامات کی وجہ سے لوگ مکلف ہیں کہ مسیح موعود کو نبی مانیں تو یہ دعویٰ تشریعی نبوت کا ہوا۔ کیونکہ شریعت اسی کا نام ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسانوں کو کسی ایسے حکم کا مکلف کیا جائے جس کے وہ پہلے مکلف نہیں۔ میاں صاحب کا فرض ہے کہ اگر وہ ان الہامات کی بناء پر مسیح موعودؑ کی نبوت منوانا چاہتے ہیں۔ تو مسیح موعودؑ کو تشریعی نبی مانیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ "جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے۔ وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۸) میاں صاحب صرف کلمہ کا نام لینے سے جھجکتے ہیں۔ یہی نیا کلمہ ہے کہ مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لائے بغیر آج روئے زمین پر کہیں کوئی کافر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

۲۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ میں خدا کی اصطلاح میں۔ نبیوں کی اصطلاح میں وغیرہ وغیرہ نبی ہوں۔

جواب (ل) خدا کی اصطلاح کی وضاحت خود فرمائی ہے۔ "یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ ولکل ان یصطلح سو یہ خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے" (سراج منیر صفحہ ۳) **یعنی خدا کی اصطلاح کی رو سے یہ لفظ نبی اور رسول غیر حقیقی یا مجازی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔**

(ب) یہی حال نبیوں کی اصطلاح کا ہے۔ آنحضرت صلعم نے لفظ نبی آنے والے مسیح کے لئے بطور مجاز استعمال فرمایا۔ حوالے اوپر گزر چکے ہیں۔ پہلے نبیوں نے بھی لفظ نبی محض پیشگوئی کرنے والے کے معنی میں استعمال کیا۔ جیسا کہ سلاطین ۱۔ ۲۲/۱۹ میں چار سو نبیوں کا ذکر ہے اور حضرت صاحب نے ضرورت الامام میں صفحہ ۱۶-۱۷ پر یہ مانا ہے۔ پس نبیوں کی اصطلاح کی رو سے بھی لفظ نبی بطور مجاز استعمال ہو سکتا ہے۔ یعنی پیشگوئی کرنے والے یا محدث کے معنی میں۔ حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ "**خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے**" مجاز کا استعمال خدا بھی فرماتا ہے۔ اس کے نبی بھی یہی مراد خدا کی اصطلاح اور نبیوں کی اصطلاح سے لیتے ہیں۔

(ج) اسی طرح قرآن شریف میں انا الیکم مرسلون میں مرسل کا لفظ مجاز کے معنی میں استعمال ہونا ساری امت کو مسلم ہے۔ خود حضرت صاحب کو بھی (سراج منیر صفحہ ۳) تو قرآن کریم کی اصطلاح میں بھی لفظ مرسل مجازی معنی میں استعمال ہوا۔ حضرت صاحب کا منشا تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں نے۔ قرآن کریم نے لفظ نبی کو بطور مجاز استعمال کیا ہے۔ تو میرے اس لفظ کو بطور مجاز استعمال کرنے پر اعتراض کیوں؟ مگر میاں صاحب اس مجاز کو لے کر جہلا کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔

(د) میاں صاحب اسلام کی اصطلاح اور لغت کی اصطلاح کو ایک قرار دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود صفائی سے ان دونوں کو الگ کرتے ہیں۔ "یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ **اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں**"

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸) مسیح موعود کو سچا مانا جائے یا میاں صاحب کو؟

(ہ) میاں صاحب کی حقیقی نبوت کی تعریف من گھڑت ہے۔ حضرت صاحب نے حقیقی نبی کے مقابل محدث کو رکھا ہے۔ اس لئے جو حقیقی نبی نہیں۔ وہ محدث ہے جو محدث سے اوپر ہے وہ حقیقی نبی ہے

"**جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے**" (سراج منیر صفحہ ۳)

"**اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدثیت مراد ہے**" (اشتہار ۱۸۹۲ء خرد محو)

(و) میاں صاحب امتی نبی سے مراد نبی لیتے ہیں حضرت صاحب نے اسے صراحتاً محدث قرار دیا ہے۔ "جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے . . . . . وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

(۳) حضرت مسیح موعود کو کثرت مکالمہ کا دعویٰ ہے اور کثرت مکالمہ ہی نبوت ہے۔

جواب حضرت مسیح موعود نے کثرت مکالمہ کو صفائی سے محدثیت یا مجازی نبوت قرار دیا ہے حقیقۃ الوحی کے ابتدا میں جہاں تین بابوں میں خواب دیکھنے والوں الہام پانے والوں کا ذکر ہے۔ وہاں باب سوم میں محدثین مجددین وغیرہ کا ذکر ہے اور ان کے متعلق فرمایا "تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں اور اس قدر ان کی **کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے**" (صفحہ ۵)

"اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس سے اوپر کچھ ارادہ کرے" (الاستفتاء صفحہ ۶۲)

"اور میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی بطور مجاز رکھا گیا نہ بطور حقیقت" (ایضاً صفحہ ۶۴)

(۴) یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ لگاتار بارہ سال انکار نبوت کرنے یعنی مسیح موعود ہونے کے زمانہ کا دو تہائی حصہ تک غلطی میں رہنے کے بعد نومبر ۱۹۰۱ء میں آپ کو اپنی نبوت کی سمجھ آگئی تھی۔

جواب (ل) کیا یہ ممکن ہے کہ خواجہ مسیح موعود بنائے وہ بارہ سال تک اسلام کے اصولی عقیدہ نبوت کے سمجھنے میں غلطی پر رہے۔ پھر جو شخص اپنی نبوت کو نہیں سمجھ سکتا۔

وہ محمد رسول اللہ کی نبوت کو کیا سمجھے گا۔

(ب) آج سے تیس سال پیشتر میاں صاحب کے ساتھ ۱۹۰۱ء سے پیشتر بیعت کرنے والے ستر احمدیوں کی حلفی شہادت پیش کی گئی تھی کہ ہم نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھی اور مطالبہ کیا تھا کہ وہ بھی ستر ایسے ہی احمدیوں کی حلفی شہادت پیش کریں کہ ہم نے ۱۹۰۱ء میں غلطی کے ازالہ کے شائع ہونے پر یہ سمجھ لیا تھا کہ اب حضرت صاحب محدث نہیں رہے نبی بن گئے ہیں اور انکار نبوت کی تحریریں جن سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں منسوخ ہیں۔ پھر چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ستر ایسی شہادتیں پیش کریں۔

(ج) اگر دعویٰ میں تبدیلی کی تھی تو حضرت صاحب کی وہ تحریر پیش کی جائے جس میں آپ نے یہ لکھا کہ آج تک میں محدثیت اور نبوت کے غلط معنے کرتا رہا۔ اب مجھے صحیح مفہوم معلوم ہوئے ہیں اس لئے اب میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اس قدر بیہودہ بات حضرت صاحب کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور سند محض میاں صاحب کا قول ہے۔

(د) حضرت عیسیٰ کی حیات وفات کے سوال پر جو محض ایک فرعی مسئلہ تھا۔ دنیا میں شور پڑ گیا۔ مگر اتنی بڑی اصولی بات کی کہ محدثیت کی بجائے نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا کسی کو خبر نہ ہوئی اور میاں صاحب کو مسیح موعود کی وفات کے بھی سات سال بعد یہ پتہ لگا۔ پہلے یہ کہ مسیح موعودؑ نے دعوے ۱۹۰۲ء میں تبدیل کیا اور بعد میں یہ کہ ۱۹۰۱ء میں تبدیل کیا۔ میاں صاحب کے ستر مریدہی حلف اٹھالیں کہ میاں صاحب کے ایسا لکھنے سے پہلے ہی ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح موعودؑ کے ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۱ء سے پہلے کی انکار نبوت کی تحریریں منسوخ ہیں۔ وَیَن الحق اسکے منصف میر قاسم علی اکیلے ہی مؤکد بعذاب قسم کھالیں تو میں انہیں ستر کا قائم مقام سمجھ لوں گا۔

(ہ) میں بار بار حضرت صاحب کی ۱۹۰۳ء کی کتاب مواہب الرحمٰن کا حوالہ پیش کر چکا ہوں کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ انہیں صرف نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ مگر وہ فی الحقیقت نبی نہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال کو پہنچا دیا۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ مسیح موعود اس سے مستثنیٰ ہیں

(۱) لیکن یہاں تو نبی نہ ہونے کی وجہ یہ دی گئی ہے کہ قرآن میں شریعت کامل ہو چکی۔ تو حضرت صاحب بھی بغیر شریعت کو ناقص قرار دینے کے نبی نہیں ہو سکتے کیا میاں صاحب مانتے ہیں کہ شریعت اسلامی ناقص ہے۔

(۲) جو الفاظ یہاں اولیاء اللہ کے لئے استعمال کئے ہیں کہ وہ **نبوت کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں** وہی ۱۹۰۸ء کی کتاب چشمہ معرفت میں اپنے لئے استعمال کئے ہیں "آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ بخشتے کہ جو اس کے وجود میں ظلی طور پر **نبوت کا رنگ پیدا کر دے**" (صفحہ ۳۲۴) **یہ وہی نبوت کا رنگ ہے جو اولیاء اللہ میں بھی ہے**

(و) حقیقۃ النبوۃ کے مصنف میاں صاحب نے لکھا تھا "۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں" ۱۴ر اگست ۱۹۴۱ء کے "الفضل" میں میاں صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ کہنا کہ میں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی سب **تحریرات دربارہ نبوت منسوخ قرار دیتا ہوں۔ مجھ پر ایک افترا ہے**" **میاں صاحب ایک اشتہار شائع کر دیں کہ فلاں فلاں تحریرات دربارہ نبوت منسوخ ہیں۔ جب تک وہ ایسا نہ کریں میں اپنا آخری پرچہ نہیں لکھ سکتا۔**

حضرت صاحب کے الفاظ کو نقل کرتے ہوئے کہ "اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا" میاں صاحب لکھتے ہیں "یعنی اب اسے جزئی فضیلت قرار نہیں دیتا بلکہ **کلی فضیلت قرار دیتا ہوں**" اور پھر ایک چھلانگ لگا کر اسے نبوت کی دلیل بناتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اول تو کلی فضیلت کا لفظ حضرت صاحب کی تحریر (یا تقریر سے ہی) دکھائیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت صاحب نے حضرت مسیح ۔ ۔ ۔ پر کلی فضیلت کا دعویٰ کبھی کیا اور دوسرے یہ کس طرح ہوا کہ ۱۹۰۱ء میں "کلی فضیلت" کے حاصل ہو جانے کے باوجود پھر مئی ۱۹۰۲ء میں لکھا۔ "ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے" (ریویو مئی ۱۹۰۲ء)

حضرت صاحب کے لفظ صرف اس قدر ہیں۔ "تمام شان میں بڑھ کر ہے" "بہت سی باتوں میں بڑھ کر ہے" "اپنے کارناموں کی وجہ سے افضل ہے" کلی فضیلت کا دعویٰ حضرت صاحب پر افترا ہے اگر ہمت ہے تو اس الزام کو دور کریں

پنجم۔ دو آخری فیصلہ کن مطالبات

اب میں بالآخر اس مضمون کو دو باتوں پر ختم کرتا ہوں۔

(۱) حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱ پر ہے "تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا وند تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو۔ ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ" میاں صاحب صرف ایک آدمی کی حلفی شہادت پیش کریں اپنی ہی حلفی شہادت پیش کریں کہ **حضرت صاحب نے بیعت کے وقت اپنی نبوت کا اقرار لیا تھا۔**

(۲) حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وحی نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت کے ساتھ منقطع ہو چکی ہے۔ اور کہ میری وحی، وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں "اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے **وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے**" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷) ...

"ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت زیر سایہ نبوت محمدیہ و باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں۔ اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ **تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے**" (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳)

جو شخص یہ کہے کہ مجھے وحی نبوت نہیں وحی ولایت ہوتی ہے۔ کیا اسے نبی کہا جائے گا یا ولی۔ صرف ایک حوالہ پیش کریں۔ جس میں حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہو کہ میری وحی، وحی ولایت نہیں بلکہ وحی نبوت ہے

خاکسار

محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور

۱۷ر اگست ۱۹۴۱ء

مولوی اللہ دتا صاحب کی افسوسناک غلط بیانی

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

"ہمارے عقائد" کے عنوان سے ایک اشتہار مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں "پیغام صلح" ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۳ء اور ۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء کی بعض عبارات نقل کر کے اس کے نیچے کمال چالاکی سے "محمد علی ایم اے" "صدر الدین" "سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن" "رحمت اللہ" "مرزا یعقوب بیگ اسسٹنٹ سرجن" کے نام اس مضمون درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ وہ عبارات ان اصحاب کی لکھی ہوئی نہیں نہ ان کے دستخط پیغام صلح میں درج ہیں۔ بلکہ "ہمارے عقائد" کا عنوان بھی مولوی اللہ دتا کی اپنی اختراع ہے۔

میں مولوی اللہ دتا صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر ان کے اندر ایک ذرہ بھر صداقت اور راستبازی موجود ہے۔ اگر دیانت و امانت کا ایک شائبہ بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے۔ تو وہ اس بات کا ثبوت پیش کریں کہ ان کی منقولہ عبارات انہی اصحاب کی لکھی ہوئی ہیں۔ جن کے نام ان کے نیچے انہوں نے لکھے ہیں اور پیغام صلح میں ان عبارات کے نیچے ان کے دستخط دکھائیں۔ بہتر ہوگا۔ اس غرض کے لئے ایک پبلک جلسہ منعقد کیا جائے جس میں پیغام صلح کے محولہ بالا پرچوں کو پیش کر کے ان اصحاب کے دستخط پبلک کے سامنے مولوی صاحب دکھا دیں یا تین غیر از جماعت معزز اصحاب کی شہادت سے یہ اعلان کر دیں کہ انہوں نے ان اصحاب کے دستخط اور "ہمارے عقائد" کا عنوان "پیغام صلح" کے محولہ بالا پرچوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

میں مولوی اللہ دتا صاحب کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ اٹھیں اور اس چیلنج کو قبول کر کے اپنی صداقت اور راستبازی کا ثبوت دیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے۔ تو مہربانی کر کے یہ بتا دیں کہ جس [illegible] اور فریب سے کام لیکر انہوں نے اس اشتہار کو لکھا ہے۔ وہ کس اسلام کی تعلیم اور کونسی احمدیت کا دستور العمل ہے کیا یہ شیوہ مومنانہ ہے؟ یا یہ درجہ کی فریب دہی کہ کسی دوسرے شخص کی عبارات "ہمارے عقائد" کے عنوان سے نقل کر کے ان لوگوں کے نام نیچے لکھ دیئے جائیں۔ جن کو ان عقائد سے جو ان عبارات میں پیش کئے گئے ہیں۔ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ بارہا وہ یہ اعلان کر چکے ہیں۔

"ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔ نبی ہرگز نہیں مانتے۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں۔ نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ میں نبوت کا مدعی نہیں۔ بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوے کرتا ہے"

کیا مولوی اللہ دتا صاحب اس کا جواب دینے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ اصل حقیقت جس کو بارہا مرتبہ واضح کیا جا چکا ہے۔ یہ ہے کہ پیغام صلح کے محولہ بالا پرچوں کی عبارات ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی کی لکھی ہوئی ہیں جو ۱۹۱۳ء میں پیغام صلح کے ایڈیٹر تھے اور میاں محمود احمد صاحب کے خیالات سے متاثر تھے۔ اس وقت دو جماعتیں نہ تھیں۔ لیکن ان عبارات کے شائع ہونے پر انہیں پیغام صلح سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور وہ قادیان چلے گئے اور بعد میں میاں صاحب کی مریدی میں وہیں وفات پائی۔ افسوس ہے کہ اس حقیقت کا علم ہونے کے باوجود مولوی اللہ دتا نے ان عبارات کو "ہمارے عقائد" قرار دے کر ان بزرگوں کے نام نیچے لکھ کر جو بارہا مرتبہ ان عقائد کی تردید کر چکے ہیں۔ ایک غلط بیانی اور دجالیت کا ارتکاب کیا ہے۔ جو کسی معمولی شریف انسان کے بھی شایاں نہیں۔

عذاب الٰہی اور اس کا مقصد

(از مرغوب عالم صاحب سیالکوٹ)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ کے ایک اجلاس میں ایک نوجوان طالب علم مرغوب عالم صاحب نے مندرجہ ذیل مضمون پڑھا۔ مضمون کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کے لئے درج ذیل ہے۔

صاحب صدر و احباب! میرا مضمون عذاب الٰہی اور اس کے مقصد پر ہے۔ اسے معلوم کرنے کیلئے ہمیں قرآن حکیم میں ان قوموں کے ذکر کو دیکھنا ضروری ہے۔ جن پر عذاب الٰہی وارد ہوا۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ سورہ نوح میں مختصراً اس طرح مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائے پیشتر اس کے کہ ان پر عذاب الیم نازل ہو۔ نوح نے کہا۔ کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے ڈرانے والا مقرر ہو کر آیا ہوں۔ بت پرستی اور گمراہی کو چھوڑ دو اور اس خدائے رحمان کی طرف رجوع کرو۔ جو تم پر ہزاروں قسم کی نعمتیں نازل کرتا ہے۔ نوح نے دن رات اپنی قوم کو دیکا راخفیہ اور علانیہ ان کو آنے والے عذاب سے ڈرایا۔ مگر کیا اثر ہوا۔ وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا اور جب کبھی میں نے اپنی قوم کو بلایا کہ تو انہیں بخشدے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور کفر پر اڑے رہے اور بڑا تکبر کیا۔

اور سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ قوم نوح پر جو بدی کی راہ پر گامزن تھی۔ اس عذاب کے الٹی میٹم کا کچھ اثر نہیں ہوا بلکہ وہ کہنے لگے۔ اے نوح تو نے ہم سے بہت جھگڑا کیا ہے اب اسے رہنے دے اور فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین تو جس چیز کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اسے لے آ۔ اگر تو سچوں میں سے ہے

جب نوح کی قوم نے ان کی کوئی بات نہ سنی۔ تو انہوں نے خدائے قہار کی طرف توجہ کی کہ اے اللہ اب یہ لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھیں گے اور مومن اور صالح لوگوں کو بھی کفر کی تعلیم دیں گے تو اپنا وعدہ ان پر پورا کر۔ اللہ تعالےٰ نے ان پر وحی کی کہ تم ایک کشتی بناؤ اور اپنے ساتھی مومنوں کو سوار کراؤ اور ضروری جانوروں کے جوڑے ساتھ لے لو۔ ان کی سزا مقرر ہو چکی ہے اور ظالموں کو غرق کر دیا جائے گا۔

ادھر تو پیغمبر خدا کشتی تیار کرنے میں مصروف ہے اور جب گمراہ قوم کے سردار ادھر سے گزرتے ہیں تو وہ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ کیا فضول کام شروع کر رکھا ہے۔ وہ اس حد تک پہنچ چکے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم ان کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ کان سنتے ہیں مگر ان کے دل پر ذرہ بھر اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے گمراہوں پر اپنا عذاب موسلا دھار بارش اور بہائے جانے والے سیلاب کی صورت میں نازل کیا۔ خدا کا نام لیکر نوح اپنی کشتی کو کھینے لگتے ہیں۔ تو وہ اپنے بیٹے کو پکارتے ہیں کہ اللہ کی پناہ میں آ جاؤ۔ مگر چونکہ وہ مومن نہیں تھا۔ اس لئے ایک پہاڑ کی بلندی کو اپنے لئے بہتر پناہ سمجھا۔ ایک سیلاب کی آئی اور وہ ڈوب گیا۔ خدا تعالےٰ نے نوح کو اور اس کے اہل کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر ان کے اہل میں یعنی پیروؤں میں چونکہ ان کا یہ دین بیٹا شامل نہیں تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا لحاظ نہیں کیا۔

اس میں ہمارے قادیانی دوستوں کے لئے ایک سبق ہے کہ کسی پیغمبر کی اولاد اللہ سے ڈرنے والی اور اس کے احکام پر چلنے والی نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کوئی رعایت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ کی مقراض عدل نہایت تیز ہے۔ اور وہ بہت باریکی سے کاٹنے والی ہے۔ وہ باپ بیٹے کے درمیان اور بیوی خاوند کے درمیان اچھی طرح انصاف کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "یا نوح انہ لیس من اھلک۔ انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین"

اس کے بعد قوم عاد کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ یہ زبردست قوم عرب کے جنوب میں الاحقاف میں آباد تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ دوسرے ملکوں میں بھی پھیلے ہوئے تھے۔ عاد جس کے نام پر اس قوم کا نام پڑا ہے۔ حضرت نوح کے پوتے ارم کا پوتا تھا۔ آج تک ان کے دنیاوی جاہ وجلال کے نشان قائم ہیں۔ چار دیوتوں کو پوجنے والے تھے۔ جن کے نام ساقیہ۔ بارش۔ حافظہ۔ دشمنوں سے بچانا۔ رازقہ۔ رزق دینے والا اور سالمہ صحت کا دیوتا ہے۔

حضرت ہود کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا انہوں نے اپنی قوم کو ہدایت کی اور ایک خدا کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے یہی کہا کہ اے ہود تو ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل نہیں لایا۔ ہم تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو نہ چھوڑیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تجھ پر مصیبت ڈال دی ہے جو تو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ حضرت ہود نے اپنی قوم کو نوح کی قوم کی تباہی کا حال یاد۔ اس طرح وہ تم کو برباد کر کے تم پر کسی اور قوم کو مسلط کر دے گا۔ اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔ میں تم سے کسی مرتبہ کا طالب نہیں۔ ارشاد ربانی سورہ ہود میں یوں مذکور ہے۔ ولما جاء امرنا نجینا ھودا والذین امنوا معہ برحمۃ منا ونجینٰھم من عذاب غلیظ۔ اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے ہود کو اور انہیں جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت سے نجات دی۔ اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے بچایا

وہ سخت عذاب ایک ہولناک زلزلہ تھا جس سے ان کی بستیاں تباہ ہو گئیں۔ اس کے آگے قوم ثمود کا ذکر ہے۔ یہ قوم ارم کے ایک دوسرے پوتے کی اولاد تھی اور عاد کے تقریباً دو سو سال بعد ان کا عروج ہوا۔ یہ مدینہ کے شمال میں الحجر کے علاقہ میں آباد تھے۔ ان کے مکان پہاڑوں اور چٹانوں میں تراش کر بنائے ہوئے تھے۔ چنانچہ مدینہ سے شام کے راستے پر ان کے زبردست کھنڈرات اب تک پائے جاتے ہیں۔

اس قوم کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ انہوں نے بھی خدا کے پیغمبر کی کسی بات کو نہ مانا۔ اور حضرت صالح کو کہنے لگے کہ ہم تجھے بہت اچھا سمجھتے تھے۔ تو ہمارے باپ دادا کے معبودوں کے برخلاف ہم کو تعلیم دینا چاہتا ہے۔ ہمیں تجھ سے ہرگز امید نہ تھی حضرت صالح نے اللہ کے حکم کے مطابق ایک اونٹنی چھوڑ دی اور اپنی قوم کو کہا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی ہے تم اسے زمین میں چرنے دو اور یاد رکھو۔ اگر تم نے اسے تکلیف دی تو تم پر عذاب آئیگا۔ مگر گمراہ قوم نے خدا کی حجت کو دیدہ دانستہ توڑا۔ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان لوگوں پر ہولناک زلزلہ کی صورت میں نازل ہوا۔ پتھروں کو کھود کر بنائے ہوئے گھروں کی مضبوطی ان کے کسی کام نہ آئی اور جو نصیحت وہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول کے برخلاف کرتے رہے وہ سب خاک میں مل گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صالح اور ان کے تابع لوگوں کو بچا لیا۔ اس طرح پر دوسری گمراہ قومیں بھی تباہ کی گئیں۔ مثلاً قوم لوط جو کہ سدوم میں رہنے والی اور نہایت غلط طریقہ سے اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والی تھی۔ اور اہل مدائن یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہدایت بھیجی جس کو ان سنگدلوں نے ہرگز قبول نہ کیا۔ اور اس طرح عذاب الٰہی کے مورد ہو گئے۔

ہر صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور ایمان کے پیروؤں کو بچا لیا۔ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی آواز کو نہ سنا وہ عذاب میں دھکیلے گئے۔ چنانچہ حضرت لوط کی بیوی بھی گرفت الٰہی سے نہ بچ سکی۔

میں عذاب الٰہی اور اس کے مقصد پر بحث کرنے سے پیشتر حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کو لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس سے عذاب کے مقصد پر زبردست روشنی پڑتی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ قوم جنوبی وسط ایشیا کے ایک بڑے حصہ پر حکمران تھی۔ مگر باوجود اس قدر ترقی کے اس قوم نے بھی خدا کے پیغمبر کی باتوں پر کان نہ دھرا۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو عذاب کا وعدہ دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر بغیر خدا تعالیٰ کے حکم کے ہجرت کر گئے۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ ان کی قوم پر سخت عذاب آنے والا ہے اور حضرت نوح و ہود و صالح و شعیب وغیرہم کے نمونے ان کے سامنے تھے۔ مگر ان کی قوم ان کے چلنے کے بعد عذاب الٰہی سے خائف ہو کر تائب ہوئی۔ اس غفور الرحیم نے ان پر سے عذاب ٹال دیا اور ان کو ڈھیل دیدی۔

اس جگہ بعض مفسرین نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام معاذ اللہ خدا سے ناراض ہو گئے۔ کیونکہ ان کی قوم پر عذاب نہ آیا۔ یہ ایک نبی کی شان کے قطعاً منافی ہے۔ نبی یا کوئی مامور اپنے فرائض اس وقت تک ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں اپنی قوم کیلئے شفقت اور ہمدردی نہ ہو۔ اس کا ایک عدیم المثال نمونہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت کی زبان مبارک کے وہ الفاظ ہیں۔ جو تاریخ انسانیت میں سنہری حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم پر کوئی سختی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت یونس اپنی قوم پر سے عذاب ٹلتا دیکھ کر خدا سے ناراض ہو جاتے۔ کہ تو نے میری قوم کو کیوں تباہ نہ کیا۔

ان مثالوں سے ہم کو مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو اپنی ہدایت سے محروم نہیں رکھا بلکہ جب کبھی اپنا پیغمبر کسی قوم کی طرف بھیجا ہے تو ایسا کبھی نہیں کیا کہ پیغمبر کی بعثت کے فوراً بعد اپنی حجت پورا کرنے کے اس کے مخالفوں کو تباہ کر دے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ انہیں اصلاح کیلئے کافی ڈھیل دیتا رہا ہے۔

(۲) عذاب اسی وقت آیا جبکہ پیغمبر کی پُرشفقت تبلیغ اور کئی صریح نشانیوں کے باوجود قوم نے اپنے رہنما کو قبول نہ کیا۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے کسی کمسن سنگین مجرم کو ریفارمیٹری سکول میں بھیج دیا جائے اور لگاتار اخلاقی تعلیم دینے کے باوجود اس کے دل پر کوئی اثر نہ ہو۔ باوجود حکومت کی کوششوں کے وہ راہ راست پر نہ آئے۔ لاچار کیے ہوگا کہ تمام عمر کیلئے اسے

قیدخانہ میں رکھا جائیگا۔ اس کا سوسائٹی میں رہنا اور لوگوں کیلئے نقصان کا باعث ہوگا

(۳) بغیر الٹی میٹم دیئے کسی قوم پر عذاب نہیں آیا اور اس الٹی میٹم کا مقصد یہی تھا کہ گمراہ لوگ خدا کے عذاب سے خائف ہو کر کسی طرح راہ راست پر آجائیں قوم نوح، عاد اور ثمود، اہل مدائن اور قوم لوط نے اس الٹی میٹم کی پرواہ نہ کی بلکہ یہی کہا کہ جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اسے لے آؤ۔ اور ثمود نے تو اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی عداوت کو توڑا ہر حالت میں اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کر کے ان لوگوں کو تباہ کیا۔ اور ان کے تباہ کئے جانے کا مقصد نوع انسانی کی بھلائی اور آئندہ آنیوالی نسلوں کو گمراہی سے بچانے کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کوئی دشمنی نہیں رکھتا چنانچہ سورۂ یونس میں ہے۔ ان اللّٰہ لا یظلم الناس شیئا ولکن الناس انفسھم یظلمون۔ اور سورہ عنکبوت میں فرمایا وما کان اللّٰہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون اور پھر سورہ ہود میں ہے وما کان ربک لیھلک القریٰ بظلم واھلھا مصلحون یعنی تیرے رب کے شایان نہیں کہ وہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے جبکہ وہ توبہ کرنیوالے ہوں اس بات کا ثبوت اہل نینوا کی مثال میں ہے جنہوں نے خدا کے عذاب سے خائف ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کی اور عذاب سے بچ گئے۔

اب ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ قرآن حکیم میں کیوں ان مثالوں کا اس قدر ذکر کیا گیا ہے۔ کفار مکہ کو ڈرانا اور رسول اکرمؐ کو مخالفین حق کے انجام کی خبر دینا تو ایک ضرورت ہی، دوسرا ان واقعات کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے بائیبل کی بعض گمراہ کن روایتوں کی تردید کی ہے لیکن اس سے بھی بلند مقصد جو ہمیشہ کیلئے ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے وقت کے ماموروں کو پہچانتے رہیں۔ مخالفین حق اور سرکش قومیں آجکل بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ان حالات میں الٰہی قانون کے مطابق ان پر بھی اللہ تعالیٰ اپنے عذاب نازل کر رہا ہے ہمارے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے احیائے دین کیلئے اپنا مامور بھیجا جس نے ہزاروں طریقوں سے اپنی قوم کو پکارا۔ مگر سوائے چند صالحین کے قوم نے ان کی آواز پر کان نہ دھرا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا زبردست حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا" مسیح موعود نے گمراہوں کے لئے خدائی قہری پیشگوئیاں کیں۔ جو آج تک پوری ہوتی رہی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ کانگڑہ بہار اور کوئٹہ میں زلزلے آئے۔ مخالفین نے حضرت صاحب کی زندگی میں شکست کھائی۔ پنجاب میں طاعون پھیلی اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی مقراض عدل نہایت صفائی سے چلی یعنی حق کے ماننے والوں اور مسیح موعود کے پہچاننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے محفوظ رکھا موجودہ جنگ اسی عذاب کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ جنگ ان لوگوں کی دنیا طلبی کی پیدا کردہ ہے۔ کیوں نہ ہو جن عیسائیوں کے خدا نے دنیا سے اتنی محبت کی۔ کہ اپنا اکلوتا بیٹا اسے بخش دیا۔ وہ دنیا سے محبت کریں۔ مگر اس تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مصلحت پنہاں ہے

آج خدا سے برگشتہ یورپ چیخ چیخ کر پکار رہا ہے کہ ان کے بہترین اصول امن کو دائمی بنانے میں ناکام رہے۔ انہیں خدا کی ضرورت ہے اسلام کی ضرورت ہے۔ مادہ پرستوں کی کوئی پیس کانفرنس یا لیگ آف نیشنز عالمی امن قائم نہیں کر سکتی۔

ہمیں اس قدر عالم اور سائنس دان یورپ پر رحم آتا ہے کیونکہ جس چیز کی ان کو ضرورت ہے۔ وہ تیرہ سو برس محمد عربی فداہ روحی نے عین انہی حالات میں اپنی قوم کے سامنے پیش کی اور پھر مجدد وقت نے وہی علاج ان لوگوں کو پیش کیا مگر یہ جانتے ہوئے کہ اس مرض میں یہی علاج آج سے تیرہ سو سال پہلے کامیاب رہا تھا یورپ اسے قبول کرنے میں تاخیر کر رہا ہے حالات مذکورہ بالا میں ہماری ہمت اور کوششیں دوچند ہو جانی چاہئیں کیونکہ یورپ کا میدان ہماری تبلیغی کوششوں کیلئے خدا تعالیٰ خود تیار کر رہا ہے یہ مسیح موعود اور ان کی جماعت کا کام ہے جسے ۴۴

۴۴ نہ کوئی دوسرا کر سکا اور نہ کر سکیگا۔ ہمارے بزرگان سلسلہ کی عدیم النظیر قربانیوں کا نمونہ ہمارے پیش نظر ہے اور ہم دست بدعا ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین

رفتار عالم

—— لندن یکم ستمبر جرمن ریڈیو نے طہران پر بمباری ہونے کے واقعہ کو بڑے بھونڈے طریقے سے پیش کیا ہے۔ مگر اس بمباری کی حقیقت کچھ اور ہے۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایران کی فضائی فوج کے اعلےٰ افسر نے ایرانی ہوا بازوں کو بمباری بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس پر بعض ایرانی ہوا بازوں نے احتجاج کے طور پر ہوائی فوج کے بڑے افسر کو شہید کر دیا اور طہران پر بمباری شروع کر دی۔ ایرانی ہوا مار توپوں نے ان طیاروں پر فائر کئے۔ چند ایک روسی طیارے طہران میں اشتہار پھینکنے آئے تھے۔ ایرانی توپوں نے ان پر بھی گولے برسائے اس کے بعد طہران میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔

—— لندن یکم ستمبر جرمنوں کے اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ جرمنوں نے ڈنیپر میں روس کی ۲۷۔ اگن بوٹیں تباہ کر دی ہیں ۲۶ اگست کو استھونیا میں ۴۳۰۴۱ روسی قیدی بنا لئے گئے۔ ۴۹۰ توپوں، ۹۱ ٹینکوں اور چند ایک طیاروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے سامان جنگ پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ جرمنوں کا دعوےٰ ہے کہ مغربی استھونیا کی بندرگاہ پر قبضہ کرتے وقت جرمنوں کو معلوم ہوا کہ بندرگاہ میں ۷۰ روسی جہاز جل رہے ہیں۔

—— لندن یکم ستمبر ایران کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی فوج نے ہمدان کے مشہور شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ شہر طہران اور سرحد عراق کے درمیان واقع ہے۔ اس سے ۸۰ میل مغرب کی طرف برطانوی اور روسی فوجیں آپس میں مل گئی ہیں۔ اس کے علاوہ طہران کے قریب بھی برطانوی اور روسی فوجوں کے دستے قزوین کے مقام پر آپس میں مل گئے تھے۔ مگر وہ رسمی طور پر آپس میں بات چیت کرنے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف لوٹ گئے ماسکو ریڈیو پر اعلان کیا گیا ہے کہ اگرچہ ایرانی فوج مقابلہ نہیں کر رہی۔ پھر بھی روسی فوجیں بدستور بڑھ رہی ہیں اور انہوں نے افغانستان کی سرحد پر تربت حیدری اور تربت شیخ جنگ نامی دو مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔

—— لندن ۲ ستمبر۔ انقرہ ریڈیو پر مسٹر مارٹن اگرالنکی نے امریکہ کو یہ خبر نشر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس وقت ترکیہ کی سرحد پر نازی، بلغاری اور اطالوی فوجوں کی تعداد بارہ ڈویژن کے قریب پہنچ گئی ہے۔ ان کے علاوہ چار نازی ڈویژن بلغاریہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر ان تمام فوجوں کو اکٹھا بھی کر لیا جائے تو یہ تعداد اتنی نہیں ہے کہ جرمن ذمیل ترکیہ پر حملہ کرنے کی جرأت کر سکیں۔ لیکن ترکیہ میں یہ افواہیں زور پکڑتی جا رہی ہیں کہ ترکیہ پر حملہ بہت جلد ہونے والا ہے۔ اس نامہ نگار نے انقرہ سے نشر کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ معلوم نہیں ان حالات میں نازی ترکیہ پر کیونکر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اطالوی فوجیں بحیرہ ایجیہ کی طرف بھی بڑھ رہی ہیں۔ شاید وہ دردانیال میں اترنا چاہتی ہیں۔

—— لندن ۲ ستمبر ایک اطلاع پہنچی ہے کہ اب ایران میں حالات بالکل قابل اطمینان ہو گئے ہیں۔ ایرانی فوجوں کی مزاحمت تو پہلے ہی ختم ہو چکی ہے اور اب حکومت برطانیہ اور روس کو یہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ ہر روز ایران کے متعلق اعلانات شائع کئے جائیں۔ ماسکو ریڈیو نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ جہاں ہیں رک جائیں۔ اب کسی قسم کی پیشقدمی کی ضرورت نہیں رہی۔ نیز سمجھوتے کی بات چیت جاری ہے لیکن ابھی تک اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ برطانیہ، روس اور ایران میں معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں۔ جرمنوں نے یہ درخواست بھی کی ہے۔ کہ اس وقت جو جرمن طہران میں موجود ہیں۔ انہیں طہران کے ترکی سفارتخانے میں رہنے کی اجازت دی جائے حکومت برطانیہ ابھی اس درخواست پر غور کر رہی ہے۔ روس اور برطانیہ دونوں اس معاملہ میں مشورہ کر رہے ہیں۔

—— لندن ۲ ستمبر۔ لندن اخبار ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ اس وقت روس اور جرمنی میں اس شدت کی جنگ ہو رہی ہے کہ آج تک ایسی جنگ نہیں لڑی گئی۔ یہ جنگ دراصل موت اور زندگی کی جنگ ہے۔ اس وقت روس اور جرمنوں کی جنگ کا گیارھواں ہفتہ شروع ہے۔ اور دونوں کا زور برابر ہے۔ روسی فوجوں نے اعلان کیا ہے کہ فن لینڈ کی سرحد پر جرمنوں کا قبضہ ہو چکا ہے لیکن روسی فوجوں کا جھگڑا وہاں ابھی تک موجود ہے۔

—— لندن ۲ ستمبر۔ ماسکو ریڈیو سے اعلان کیا گیا ہے کہ بحر اسود میں جرمن جہازوں کو روسی طیاروں نے تباہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی جرمن فوج کے ایک ڈویژن کا خاتمہ کر دیا گیا۔

—— لندن ۲ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر چرچل تقریر کریگا جس میں ٹھہرائے ہوئے جرمنوں کو یہ خبر سنائے گا۔ کہ جرمن فوجوں کو روس میں جاڑوں میں بھی لڑائی کرنا پڑے گی۔

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۴-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ترجمان

ایڈیٹر ایس محمد آصف - بی - اے قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۲۹ لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۱۴ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۴۱ء نمبر ۵۵

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات
۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کس طرح فتح مند ہو سکتی ہے

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشایند راہے را مصفا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلا کا وقت تم پر ہے اُسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم اُس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتح مند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی جن سے خدا تعالےٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کرلو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالےٰ کی لعنت کیساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اسکا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر عمل کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچکر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ (الحکم مورخہ ۲۴ جون ۱۸۹۹ء)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی مورخہ ۱۲ اگست کو جناب شیخ محمد یوسف گرنتھی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

یہ خبر بھی جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی سے سنی جائیگی کہ میاں عبدالشکور صاحب بٹ کارکن انجمن کے ہاں اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ انہوں نے اس خوشی میں مبلغ ایک روپیہ انجمن کو بطور عطیہ دیا ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے آمین۔

جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی جو بعارضہ بخار بیمار رہیں اب انہیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے پہلے سے افاقہ ہے احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔

منشی علی محمد صاحب چک ع ۱۹۲/۹ ڈاکخانہ ہڑپہ ضلع منٹگمری دُعا کے طالب ہیں کہ خداوند کریم ان کی مالی مشکلات کو دور فرمائے۔

جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور مالی مشکلات میں گرفتار ہیں ان کے لئے دُعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت اور آسودگی عطا فرمائے آمین۔

میاں محمود احمد صاحب کا پیش کردہ طریقہ فیصلہ اور دعوت

مندرجہ الفضل ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میاں صاحب کے مضمون میں بہت سی باتیں قابل جواب ہیں جن کو میں نے اصل بحث سے الگ کر دیا ہے مجھے افسوس ہے کہ ایک طرف تو میاں صاحب میری اس تجویز کو بشرط طریق پر منظور کرتے ہیں کہ دونوں فریق کے تین تین پرچے ہوں جو یکجا شائع ہوں اور شرط یہ لگاتے ہیں کہ وہ آخری جواب الجواب میں چاہیں تو ایک پوری کتاب لکھ دیں وہ کسی حد کے پابند نہیں ہوں گے اور نہ ہی یہ حد بندی انہوں نے اپنے دوسرے پرچے میں مدنظر رکھی ہے لیکن ان باتوں پر میں الگ بحث کرونگا اور دوسری طرف ابھی سے پوسٹر اور اشتہار نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ اور بڑے زور شور سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ فیصلہ کا فلاں طریق ہے اور فلاں طریق ہے اور قبل از وقت ہی نقارہ فتح بجنا شروع ہو گیا ہے حالانکہ یہ خود کمزوری کی علامت ہے جب ایک فریق بحث کنندہ دیکھتا ہے کہ وہ دلائل سے غالب نہیں آسکتا تو پروپیگنڈا کے طور پر نقارہ فتح بجانا شروع کر دیتا ہے میاں صاحب بھول گئے فیصلہ کا تو ایک ہی طریق تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ دونوں فریق میں سے تین تین یا پانچ پانچ آدمی دوسرے فریق کے منتخب کردہ لے لئے جاتے اور ان کی کثرت رائے اگر ایک طرف ہو جاتی تو اسے فیصلہ سمجھا جاتا مگر اسے انہوں نے منظور نہ کیا اب بھی اگر وہ فیصلہ چاہتے ہیں تو اسکا کوئی دوسرا طریق سوائے اس کے نہیں اور اگر وہ تیار ہوں تو مجھے منظور ہے۔

باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعود کی فلاں تحریر اور فلاں فقرے دونوں فریق کے دستخطوں سے شائع کر دئیے جائیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ میرے تجویز کردہ اسی قدر الفاظ بھی ساتھ شائع کر دئیے جائیں وہ بھی مسیح موعود کے ہی الفاظ ہوں گے میں ان میں کوئی تصرف نہ کرونگا۔ مثال کے طور پر میں کہتا ہوں حضرت صاحب نے لکھا ہے اور ایک اقرار نامہ کے طور پر لکھکر دیا تھا کہ۔

"ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالےٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے"۔

یا مثلاً "میری طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا مجھ پر افترا ہے"۔

یا مثلاً "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" وغیرہ وغیرہ

شرط یہ ہوگی کہ جتنے الفاظ حضرت مسیح موعود کے جناب میاں صاحب پیش کریں گے ان پر اپنے اور میرے دستخط(؟) ہوں اور یہ دونوں تحریریں اکٹھی شائع ہو جائیں لاکھ دو لاکھ چار لاکھ جسقدر میاں صاحب تجویز کریں مجھے امید ہے کہ میاں صاحب اب خود اس اپنی پیش کردہ تجویز سے گریز نہیں فرمائیں گے۔

دوسری بات جو میں اسوقت سب سے پہلے کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جناب میاں صاحب مجھے یہ دعوت دیکر اب پچھتا رہے ہیں کہ میں ان کی جماعت کے سامنے اپنے خیالات قادیان آکر پیش کروں قادیان کے چند اہلکار یا وظیفہ خوار یا وہاں رہنے والے جو مقاطعہ کے خوف سے زبان نہیں کھول سکتے وہ جماعت کے قائمقام کسطرح سمجھ لئے جائیں۔ اور جو اظہار رائے میں آزاد نہیں ان کے سامنے کچھ کہنے سے کیا حاصل ہے۔ میاں صاحب کی جماعت وہ ہے جو جلسہ سالانہ پر جمع ہوتی ہے میاں صاحب نے دعوت دی تھی۔ میں نے اسے منظور کر لیا اور کہا کہ وہ مجھے سالانہ جلسہ کے موقع پر جب فی الواقع ان کی جماعت قادیان میں موجود ہوگی تین دن نہ دیں دو دن دیدیں سالم دن نہ دیں میرا وقت محدود کر دیں اور اس کے بالمقابل خود لاہور میں تشریف لاکر ہمارے سالانہ جلسہ پر ہماری جماعت کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اپنے لاہور آنے کے متعلق تو میاں صاحب نے کچھ نہیں لکھا اور میرے قادیان جانے کے متعلق لکھتے ہیں کہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں تو نہیں جلسہ ختم ہونے پر وہ دو دن دے سکتے ہیں بشرطیکہ ان کے مہمانوں کا خرچ بحساب تین ہزار روپیہ یومیہ میں ادا کروں۔ مجھے میاں صاحب سے یہ توقع ہرگز نہ تھی کہ میں اپنی جماعت کے ساتھ ان کا مہمان بن کر جاؤں تو وہ بجائے میری مہمانداری کرنے کے اپنے مہمانوں کا خرچ بھی مجھ سے مانگیں گے اور خرچ بھی تین ہزار روپیہ یومیہ گویا میں کسی ریاست کا مالک ہوں۔ جن لوگوں کو وہ "ڈھائی بوٹیاں نئے فتح باغبان" قرار دے چکے ہیں ان سے تین ہزار روپیہ یومیہ طلب کرنا صریح انکار نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر آپ نے تو جلسہ کے بعد ان سے دو دن مانگے ہی نہیں نہ میں انکا خرچ بڑھانا چاہتا ہوں مجھ سے وہ خرچ کس طرح طلب کر سکتے ہیں وہ خود دو دن جلسہ بڑھانے کی تجویز کرتے ہیں اسکا خرچ مجھ سے مانگنا کسقدر بے معنی بات ہے میں تو یہ دو دن بڑھانے کے ویسے بھی مخالف ہوں کیونکہ باہر سے آئے ہوئے لوگوں کا تو اکثر حصہ جلسہ ختم ہونے کے ساتھ ہی چلا جائیگا باقی وہی قادیان کے آدمی رہ جائیں گے یا اس کے اردگرد کے جو جلسہ کو میلہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ میاں صاحب یہ شرط پیش کر کے کہ ان کے مہمانوں کا خرچ میں ادا کروں نہ صرف اپنی خاندانی روایات کو پاؤں تلے روند رہے ہیں بلکہ مہمان نوازی کے اسلامی خلق کو بھی جڑ سے کاٹ رہے ہیں اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ملک کی عام روایات کے بھی خلاف ہے کہ ایک شخص ہمارے گھر مہمان ہو کر آئے تو ہم کہیں کہ تم ہمارے مہمان تب رہ سکتے ہو کہ اپنے خرچ کے علاوہ ہمارے گھر کا خرچ بھی تم ادا کرو۔ یورپ کے لوگ بھی صرف مہمان سے اسکا ذاتی خرچ وصول کرتے ہیں۔ اپنا خرچ وہ بھی نہیں مانگتے۔ اس سے یہ تو صاف نظر آتا ہے کہ انہوں نے مجھے جو دعوت دی تھی یہ دوستانہ دعوت نہ تھی لیکن مخالف کو بھی گھر بلایا جائے تو اسے مہمان ہی سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال اس کے بعد اگر میاں صاحب اپنی دعوت پر قائم رہیں اور مجھے جلسہ سالانہ پر کچھ وقت دیں تو میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا خرچ ان پر ڈالوں وہ اس سے بے فکر رہیں ہم اپنے کھانے کا انتظام خود کر لیں گے اور رہائش کے انتظام کے لئے بھی انہیں تکلیف نہ دیں گے۔

میاں صاحب نے انکار کے لئے جو عذر کیا ہے وہ بہت کمزور ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کی جماعت کے لوگ جلسہ سالانہ پر ان کے اور ان کے علماء کے خیال سننے آتے ہیں۔ کہنا انہیں یوں چاہئے تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود کے ارشادات کو سیکھنے اور آپ کے آنے کی غرض کو معلوم کرنے کے لئے آتے ہیں تو آخر میں بھی جو وقت لونگا اسمیں حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور ارشادات پر ہی بحث ہوگی۔ میں کوئی اپنی بات تو پیش کرونگا نہیں۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ میاں صاحب بزعم خود اس مسیح موعود کو پیش کرتے ہیں جو بارہ سال عام مسلمانوں کی طرح غلطی پر رہا اور ان بارہ سالوں میں وہ حکم و عدل نہ تھا۔ اور نہ اس کے ان ایام کے فیصلے ماننے کے قابل ہیں اور صرف چھ سال وہ حکم و عدل ہونے کے لحاظ سے مسیح موعود رہا۔ مگر ان چھ سالوں کی تحریروں کو بھی رد کرتے ہیں اور میں اس مسیح موعود کو پیش کرونگا جو ۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک یعنی ابتدائے دعویٰ مسیح موعود سے وفات تک حکم و عدل تھا تو اس سے ان کی جماعت کی تعلیم کی تکمیل ہوگی یا کوئی نقصان ہوگا؟ میاں صاحب اگر غور فرمائیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ صرف یہ خوف ان کے دل میں ہے کہ جماعت کو مسیح موعود کا اصل دعویٰ معلوم نہ ہو جائے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ میں جلسہ سالانہ پر ان کے اور ان کے علماء کے خیالات کے سننے سے ان کی جماعت کو روک تو نہیں رہا ہوں۔ میاں صاحب کا جلسہ عموماً ۹ بجے صبح سے نو بجے شام تک رہتا ہے یعنی بارہ گھنٹے اس میں لیکچروں کا وقت اگر دس گھنٹے بھی سمجھ لیا جائے تو تین دن میں تیس گھنٹے ہوئے ان میں سے میں ان سے صرف چار گھنٹے مانگتا ہوں باقی چھبیس گھنٹے بلکہ اس سے بھی زیادہ باقی اوقات میں بھی وہ ان کے اور ان کے علماء کے خیالات کو سنیں گے۔ تو اس میں کتنا نقصان ہو جائیگا۔ بلکہ ان دو گھنٹوں کے لئے بھی میں اس بات پر بھی راضی ہوں کہ صرف ایک گھنٹہ میری تقریر ہو جس میں اس مسیح موعود کو پیش کروں جو ابتدائے دعویٰ سے وفات تک حکم و عدل رہا اور اس کے بعد ایک گھنٹہ سوال و جواب پر خرچ ہو مگر صرف اس شرط پر کہ میری تقریر کے متعلق سوال کرنے والے خود میاں صاحب ہوں تاکہ اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ میں نے کہیں ان کی جماعت کو گمراہ کر دیا ہے تو وہ مجھ پر گرفت کر کے جماعت کو اس گمراہی سے نکال لیں وہ تین منٹ سوال کریں مگر سوال صرف ایک ہو اور میں سات منٹ میں اسکا جواب دوں اور اس طرح چھ دفعہ یہ سوال و جواب ہو کر بحث مکمل ہو جائے۔

اب بات تو بالکل صاف ہے دعوت میاں صاحب نے خود دی۔ جلسہ سالانہ کے سوائے انکی دعوت کو قبول کرنے کا میرے لئے کوئی موقعہ ہی نہیں جلسہ سالانہ پر اتنا تھوڑا وقت مجھے دینے سے انکا نقصان کوئی نہیں۔ دو دن صرف دو گھنٹے روزانہ۔ ان دو گھنٹوں میں سے بھی ایک گھنٹہ میں ان کے جرح کے جواب دونگا۔ باقی سارا وقت ان کے اور ان کے علماء کے خیالات ہی ان کی ساری جماعت سنتی رہے گی۔ پھر میں بھی حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے سوائے کچھ نہ پیش کرونگا اور اس مسیح موعود کو پیش کرونگا جس سے ان کی جماعت نا آشنا ہو گئی ہے یعنی وہ مسیح موعود جو ابتدائے دعویٰ مسیح موعود سے وفات تک حکم و عدل تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵۵

معاصر الفضل اور ہمارا تبلیغی پروگرام

ہمارے اور محمودی عقائد میں بنیادی اختلاف ہے

پیغام صلح مورخہ ۲۲ اگست میں ہم نے معاصر صدق لکھنؤ کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا:-

پیغام صلح کا اقتباس

"ہم حرب عقائد کا تماشا دُنیا کو نہیں دکھانا چاہتے بلکہ ایک خالص اسلامی جماعت کو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وسیع اور منظم کرنا چاہتے ہیں اور حضرت امام عصر حاضر کے انفاس طیبہ سے ان کے قلوب میں وہ ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں جس ایمان کے بغیر مسلمانوں کے معائب دُور نہیں ہو سکتے اور نہ بیرونی فتوحات کے دروازے کھل سکتے ہیں"۔

ہمارے اس مندرجہ بالا اقتباس کو نقل کر کے معاصر الفضل مورخہ ۲۹ اگست "غیر مبایعین کا تبلیغی پروگرام" کے عنوان سے رقمطراز ہے:-

الفضل کی تنقید

"کیا "پیغام صلح" بتا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ان لوگوں کے (جنہیں پیغام مسلمان سمجھتا ہے) معائب دُور کرنے کے لئے کافی نہیں اور کیا آپکی ذات پر ایمان بیرونی فتوحات کے دروازے ان پر نہیں کھول سکتا۔ اہل پیغام جماعت احمدیہ (یعنی محمودی حضرات "ناقل") پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ اس میں داخل شدہ لوگ غیر احمدیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں قرار دیتے اور ان گوناگون مصلحتوں کیوجہ سے اپنے متعلق یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے وہ کسی کو خارج از اسلام نہیں سمجھتے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب غیر مبایعین کا عقیدہ یہ ہے کہ غیر احمدیوں کو وہ ایمان حاصل نہیں جو ان کو عیوب سے پاک کر کے ان کے لئے فتوحات کے رستے کھول سکے تو ان کو اگر ظاہری لحاظ سے مسلمان کہہ بھی لیں تو اس سے کیا فرق پڑ سکتا ہے نتیجہ تو وہی رہا جو ہم پیش کرتے ہیں وہ ایمان جو مسلمانوں کو عیوب سے پاک نہیں کر سکتا ان کے تنزل و ادبار کو دور کر کے انہیں شاہراہ ترقی پر نہیں لا سکتا تو وہ ایمان ہی کیا ہوا۔ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہی ہیں کہ یہ لوگ صرف رسمی مسلمان ہیں حقیقی ایمان ان کے اندر موجود نہیں اور وہ ایمان حضرت امام عصر حاضر کے انفاس طیبہ سے ہی ان کے قلوب میں پیدا کیا جا سکتا ہے"۔

معاصر الفضل کے اس لمبے چوڑے اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ محمودی حضرات باقی کلمہ گووں کو کافر سمجھتے ہیں اور ہم یعنی جماعت احمدیہ لاہور کے افراد ہر کلمہ گو کو مسلمان کہتے ہیں لیکن اس مسلمان کہنے سے جب ان فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کے معائب اس وقت تک دُور نہیں ہو سکتے جب تک حضرت امام عصر حاضر سے وہ تعلق پیدا نہ کریں۔ معاصر الفضل کہتا ہے اس سے فرق نہیں پڑتا معلوم دیتا ہے اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے حضرت! اگر آپ ذرا نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے عقیدہ سے اسلام کی بنیاد پر جا کر زد پڑتی ہے آپکا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت مرزا صاحب کی "نبوت" کا انکار کرتا ہے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جب تک کوئی شخص حضرت بانئے سلسلہ پر ایمان نہ لائے اس وقت تک وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا یعنی اب حضرت محمد رسول اللہ پر ایمان لانا بنیادی طور پر ضروری نہیں۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانا ضروری ہے آپ لوگ اپنے اس عقیدہ کیوجہ سے عملی طور پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ سمجھتے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے کیلئے ایک نئی بنیاد قائم کرتے ہیں اور وہ ہے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی نبوت پر ایمان آپکے اس عقیدہ کی رو سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت بالکل پس منظر میں چلی جاتی ہے اور ایک نئی امت اور ایک نیا رسول دنیا کے سامنے پیش ہوتے ہیں جنہیں امت محمدیہ سے اتنا ہی تعلق رہ جاتا ہے جتنا کہ عیسائیوں کو یہود سے۔ آپ امت محمدیہ سے علیحدہ اپنا ایک سواد پیدا کرنا چاہتے ہیں آپکے اس عقیدہ سے اسلام کے نظام ترکیبی میں ایک بہت بڑا خلل پیدا ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے معائب دور ہوں اور بیرونی فتوحات کے دروازے کھلیں۔ امت میں ایک انتشار اور فشار پیدا ہوتا ہے۔ اور بیرونی فتوحات کے دروازے تو اس عقیدہ سے کیا کھلنے ہیں۔ اسلام کی پہلی مملکت بھی ہاتھ سے جاتی ہے اور بیک جنبش لب تمام مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ آپ سے بنیادی طور پر مختلف ہے ہم نہیں تسلیم کرتے کہ حضرت بانئے سلسلہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ حضور کا اپنا ارشاد موجود ہے "کہ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ کوئی کلمہ گو حضرت بانئے سلسلہ کے انکار سے دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے البتہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت بانئے سلسلہ حضرت سرور کائنات کے ایک عظیم المرتبت خلیفہ ہیں۔ دور حاضر میں آپ امت محمدیہ کے امام ہیں اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے معائب دور کرنے اور اسلام کے لئے بیرونی فتوحات کے دروازے کھولنے پر مامور کیا ہے۔ آپ ان مجددین میں سے ایک عظیم الشان مجدد ہیں جنہیں مبعوث فرمانے کا اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا۔ آنحضرت سے علیحدہ ہو کر آپ کی شخصیت نفی کا حکم رکھتی ہے اور آنحضرت صلعم کی غلامی میں آپکا مقام اور مرتبہ جتنا بھی بلند ہو گا وہ آنحضرت صلعم کی شان کا مظہر ہو گا اور امت محمدیہ کے لئے مفید ہو گا لیکن آپ لوگ جو درجہ اور مقام حضرت بانئے سلسلہ کو دے رہے ہیں اس سے امت میں فساد پیدا ہوتا ہے حضرت بانئے سلسلہ کی شان کم ہوتی ہے اور ان کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی توہین ہوتی ہے یہ ہے فرق ہم میں اور آپ میں۔ ہم حضرت بانئے سلسلہ کے انفاس طیبہ سے امت کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور انہیں اسلام کی بیرونی فتوحات کے لئے منظم کرنا چاہتے ہیں اور آپ ایک نبوت جدیدہ کا عقیدہ پیش کر کے امت محمدیہ کی تکفیر چاہتے ہیں اور غلبہ اسلام کو معرض التواء میں ڈالنا چاہتے ہیں اور یہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ مدیر الفضل کو چشم بینا عطا فرمائے تاکہ وہ اس فرق کو معلوم کر سکیں اور اپنے عقائد کے خطرناک نتائج سے واقف ہو سکیں اس کے علاوہ معاصر الفضل نے جماعت محمودیہ کی کثرت کے متعلق جو تعلّی کی ہے اس کے متعلق تو ہم نے پہلے لکھ دیا تھا کہ ہمارے نزدیک یہ اکثریت کوئی چیز نہیں سوال یہ ہے کہ اس کثرت کی تبلیغی مساعی کیا ہیں یعنی اشاعت اسلام اور غلبہ اسلام کے لئے انہوں نے کیا جدوجہد کی ہے ان کی اس جدوجہد کا مقابلہ ہماری تبلیغی مساعی سے بیشک کر لیا جائے اس موازنہ اور مقابلہ سے معاصر الفضل پر یقیناً روشن ہو جائیگا کہ جماعت محمودیہ کی تبلیغی مساعی کے خانہ میں صفر ہے اور ہم نے جو کچھ لکھا تھا درست تھا اور اظہر من الشمس ہے ❊

گذشتہ شیوع کی اشاعت میں تاخیر کی وجہ

پیغام صلح کا ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء کا شیوع دو دن کی تعویق سے شائع ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پریس کی موٹر بگڑ گئی اور دو دن کے عرصہ میں تین چار موٹریں یکے بعد دیگرے لگائی گئیں۔ لیکن کوئی موٹر فٹ نہ ہو سکی اور کارپردازان عالمگیر پریس کی انتہائی کوشش کے باوجود پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ پرچہ بجائے ۴ ستمبر کے ۶ ستمبر کو شائع ہوا اور تعویق بعض ایسے نامساعد حالات کیوجہ سے ہوئی ہے جہاں انسانی کوششیں بے سود تھیں ہمیں اس تاخیر کا بہت قلق اور رنج ہے کہ باوجود کوشش کے پرچہ وقت پر شائع نہ ہو سکا۔ پرچہ جب انتہائی کوشش اور محنت کے باوجود وقت پر شائع نہ ہو سکے تو ایڈیٹر کی ذہنی کوفت کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ امید ہے قارئین "پیغام صلح" پرچہ کی گذشتہ باقاعدگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک پرچہ کی تاخیر کو محض ایک اتفاقی امر خیال فرمائیں گے ❊

شذرات

(از محمد انعام الحق)

راجہ و رانی چھتیس گڑھ کا قبول اسلام

متعدد دسمر کردہ اُردو و انگریزی اخبارات میں شائع شدہ یہ خبر سارے اسلامی ہندوستان کیلئے باعث مسرت ہے کہ ریاست چھتیس گڑھ کے راجہ جگموہن داس صاحب اور ان کی رانی صاحبہ محترمہ برضا و رغبت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ راجہ صاحب اپنے علاقہ کے نہایت معزز، با اثر، نیک نام، ذی علم اور روشن خیال رئیس ہیں۔ آپ نے چیفس کالج اجمیر میں تعلیم پائی ہے۔ رانی صاحبہ بھی تعلیم یافتہ اور ایک اعلیٰ ہندو خاندان کی رکن ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ صاحب موصوف کئی ہفتے سے شدید علیل تھے۔ ہر قسم کے علاج کئے گئے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ایک روز آپ نے خواب میں اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ ایک کتاب دے گئے ہیں جس پر "قرآن مجید" لکھا ہوا ہے صبح کو راجہ صاحب نے اپنے کتب خانہ میں تلاش کرایا تو بالکل اُسی وضع کی ایک کتاب ملی جیسی کہ انہیں خواب میں نظر آئی تھی یہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تھا۔ راجہ صاحب نے اسے خاص توجہ سے مطالعہ کیا اور اس کی اعلیٰ و تسکین بخش تعلیمات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ غسل صحت کے بعد اپنے مسلمان ہونے کا باقاعدہ اعلان کر دیا اور رانی صاحبہ بھی مسلمان ہو گئیں۔

ہم راجہ صاحب موصوف اور رانی صاحبہ محترمہ کی خدمت میں ان کے قبول صداقت پر دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ ان کی جرأت ایمانی فی الحقیقت مستحق تعریف و قابل تقلید ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلمانوں کی بے عملی و بے حسی کے باوجود تعلیمات قرآنی اس قدر اثر رکھتی ہیں۔ اگر مسلمان کتاب الٰہی کی صحیح معنوں میں اشاعت کریں اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بنالیں تو اندازہ کیجئے قرآن مجید کس قدر جلد دنیا کے سعید الفطرت انسانوں کو مسخر کر کے دائرہ اسلام میں لے آتے۔

سلطنت آصفیہ میں آریہ سماجی سرگرمیاں

آریہ سماج کے ایک مشہور کارکن اور پرچارک [illegible] داری لال جی شاستری آریہ مسافر گذشتہ دنوں دکن گئے اور سلطنت آصفیہ کا دورہ کیا۔ شہر حیدرآباد اور اضلاع میں انکی بہت سی تقریریں ہوئیں۔ واپس آ کر انہوں نے اپنے اس دورہ کے مشاہدات و تاثرات کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے جو [illegible] نے شائع کیا ہے اس مضمون میں ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کی موجودہ سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) ریاست کے اندر آریہ سماج کی دو سو گیارہ باقاعدہ منظم شاخیں موجود ہیں جو اپنے مرکز کی ہدایات اور مقررہ پروگرام کے ماتحت مصروف کار ہیں۔

(۲) ایک ہائی اسکول جاری ہے جسے کالج کے درجہ تک ترقی دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(۳) گذشتہ چند ماہ میں ساٹھ سے زیادہ افراد کو شدھ کیا گیا۔

(۴) قریباً پچاس ہندی پاٹھ شالائیں موجود ہیں جنمیں ہندی زبان اور ویدک دھرم کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۵) دو گروکل ایک زنانہ اور ایک مردانہ قائم ہو چکے ہیں۔

(۶) قریباً بیس مدارس شبینہ (نائٹ اسکول) جاری ہیں۔

(۷) علاوہ ازیں اس مضمون میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ تازہ مردم شماری کے لحاظ سے ریاست میں آریہ سماجیوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ یہ حقیقت واقف کار احباب سے پوشیدہ نہیں کہ سلطنت آصفیہ میں آریہ سماجی نہایت خاموشی اور تندہی کے ساتھ مصروف کار ہیں۔ انہیں ظاہر و پوشیدہ اندرونی و بیرونی امداد بھی حاصل ہے۔ انکی سرگرمیاں روز بروز ترقی و وسعت حاصل کر رہی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان آریہ سماجی سرگرمیوں کے نتائج سے عہدہ برا ہونے کیلئے مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ اسلام، مسلمانوں اور سلطنت آصفیہ کے متعلق آریہ سماجیوں کے ارادے اور طرز عمل اظہر من الشمس ہیں تو کیا اس کے باوجود مسلمانوں کی بے عملی و بے حسی انتہائی قابل افسوس نہیں ہے؟

علمائے دکن سے نوجوانانِ دکن کا مطالبہ

سلطنت آصفیہ کے بعض صاحب احساس اور دردمند نوجوانوں نے "جمعیت نوجوانان دکن" کے نام سے ایک انجمن قائم کر رکھی ہے جو اپنی بساط کے مطابق مفید کام کر رہی ہے اس کی کوشش سے دکن کے غفلت آشنا مسلمان نوجوانوں میں اچھی خاصی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ گذشتہ دنوں اس جمعیت کا سالانہ اجتماع حیدرآباد میں منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ علماء دکن کو فریضۂ تبلیغ اسلام کی طرف متوجہ کیا گیا اور ان سے خواہش کی گئی کہ وہ اپنے حجروں اور ایوانوں سے نکل کر میدان عمل میں آئیں اور غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ معزز معاصر رہبر دکن اس اجتماع پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:۔

"ایک تحریک میں ذرا حیرت کی بات ہے کہ علماء اسلام کو تبلیغ کے فریضہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو ان کا خاص کام ہے ہمیں حیرت اس پر یوں ہے کہ غیر عالم مسلم نوجوانوں نے محض اپنے ایمان کی قوت سے یہ دریافت کر لیا کہ ہمارے علماء کے کرنے کا حقیقی کام کیا ہے۔ اور ان کو اس طرف متوجہ کر دیا...... ہمارے اکثر علماء مستقل آمدنی رکھتے ہیں اور اپنے پیٹ کی فکروں کی جانب سے بفضلہٖ اپنی سلطنت اسلامیہ کی حق شناسی و فیاضی کی بدولت آزاد ہیں اس لئے انہیں اعلائے کلمہ حق کے اس فریضہ کی ادائی کے لئے (اپنے ایوانوں سے نکل آنا اور ایک نظام کے ساتھ تبلیغ) کو مدعو کرنا چاہئے محض گھروں میں بیٹھے بیٹھے مریدوں کی تعداد بڑھانے سے ہمارے خیال میں ان کے ذمہ کا یہ فرض اتر نہیں سکتا۔" (مورخہ ۲۹ / [illegible])

نوجوانانِ دکن کا یہ مطالبہ اور اس پر معزز معاصر رہبر دکن کا تبصرہ بالکل صحیح ہے لیکن اگر انہوں نے اس مطالبہ و تبصرہ کے بعد علماء سے فی الحقیقت کوئی توقع وابستہ کر لی ہے تو ہم افسوس کے ساتھ انہیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ ہرگز پوری نہ ہوگی کیونکہ بدقسمتی سے موجودہ زمانہ کے مسلمان علماء پر بے عملی، غرض پرستی اور تن پروری کی عادات بد اس حد تک مسلط ہو چکی ہیں کہ ان سے کسی کار خیر کی توقع ہی فضول ہے اگر یہ مقدس گروہ کسی اچھے کام کی مخالفت اور اسے بگاڑنے اور تباہ کرنے کی کوشش ہی سے مجتنب رہے تو اسی کو بسا غنیمت سمجھنا چاہئے۔

دکن کے مسلم نوجوانوں کا تبلیغی احساس لائق صد تعریف ہے لیکن انہیں چاہئے کہ علماء کو کچھ کہنے کی بجائے خود میدان عمل میں آ کر تبلیغی مساعی کا آغاز کر دیں اور ملک کی کسی ایسی ذمہ دار باعمل اور مخلص اسلامی جماعت سے اشتراک و تعاون کریں جس کی زندگی کا مقصد وحید ہی اشاعت اسلام ہو۔

روزگار کے نئے وسائل اور احمدی نوجوان

جنگ کے اثرات اور جنگی ضروریات کی وجہ سے ہندوستان میں بہت سی جدید صنعتیں جاری ہو رہی ہیں۔ ملک بھر میں مختلف مقامات پر نئے نئے کارخانے، محکمے اور دفاتر کھل رہے ہیں اس طرح باہمت، محنتی اور قابل نوجوانوں کیلئے روزگار کے متعدد جدید وسائل اور صنعتی تربیت کے بہت سے قیمتی مواقع مہیا ہو گئے ہیں۔ ملک کی دیگر اقوام کے نوجوان اپنے بزرگوں اور لیڈروں کی خواہش و ہدایت کے مطابق ان وسائل و مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن مسلمان نوجوانوں نے تاحال اس بارہ میں خاطر خواہ مستعدی و بیداری کا اظہار نہیں کیا بلکہ جہاں تک صنعتی تربیت کا تعلق ہے وہ بہت بڑی حد تک غافل نظر آتے ہیں احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ خود بھی عمل و مستعدی کا ثبوت دیں اور دوسرے مسلمان نوجوانوں کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔ واضح رہے کہ یہ سارے عارضی اور ہنگامی مواقع نہیں ہیں بلکہ جنگ کے بعد بھی بہت سی صنعتیں اور کارخانے بدستور جاری رہیں گے اور ملک کی ضروریات و قوت خرید کے مطابق ترقی کرتے جائینگے اس وقت جو نوجوان صنعتی تربیت حاصل کر لیں گے ان کی مانگ جنگ کے بعد بھی بڑی حد تک باقی رہیگی۔ بیکاری ایک بہت بڑی مصیبت بلکہ لعنت ہے بیکار نوجوان قوم و خاندان کیلئے مفید و باعث قوت ہونے کی بجائے ایک نقصان رساں بوجھ ہوتے ہیں۔ لہٰذا احمدی نوجوانوں کو روزگار کے تمام جائز و شریفانہ وسائل سے ہر ممکن فائدہ اٹھانا چاہئے۔ شدید محنت اور وطن کی دوری سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہئے۔

مرکزی اسمبلی کی فہرست انتخاب

ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ انڈین لیجسلیٹو اسمبلی (مرکزی)

باقی بر صفحہ (۷)

سورہ فاتحہ اور اخلاق عالیہ

جب تک اللہ تعالیٰ کے کمالات کا عرفان نہ ہو اُس وقت تک حمد نہیں ہو سکتی

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۶۱ء فرمودہ حضرت مولینا صدر الدین صاحب

سورۂ فاتحہ پڑھ کر فرمایا :—

سورۂ فاتحہ کی عظمت

اس سورہ شریف کے متعلق جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نام بیان فرمائے ہیں جیسے ام الکتاب اور الکنز وغیرہ وہاں کچھ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے متعلق قرآن کریم ہی میں ذکر کیا ہے فرمایا۔ ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی والقراٰن العظیم ہم نے آپ کو دہرائی جانے والی سورۃ کی سات آیات عطا کی ہیں اور بزرگی والا قرآن عظمت اور شان والا قرآن آپ کو عطا کیا ہے تو اس سورت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ یہ سورت دہرائی جائیگی چنانچہ روزانہ پانچ نمازوں کے اندر اور پھر ہر نماز کی ہر رکعت کے اندر اسے دہرایا جاتا ہے۔ اور دہرانے والا کون ہے؟ ساٹھ کروڑ مسلمان۔

دہرانے کا مقصد

یہ ساٹھ کروڑ مسلمان جو اسے دہراتے ہیں تو آخر اسکا کوئی مقصد ہے جس کے لئے اس کو دہرایا جاتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت ام الکتاب ہے سارے قرآن کے اغراض اس میں بیان کئے گئے ہیں پس اس کو دہرانا سارے قرآن کی اغراض کو اپنے سامنے رکھنا ہے۔ اور ساٹھ کروڑ کا مل کر اسے دہرانا معلوم ہوتا ہے بہت بڑی غرض اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ غرض یہی ہے کہ ساری قوم کے اندر اخلاق عالیہ پیدا کئے جائیں۔

تعلق باللہ اور اخلاق عالیہ

کبھی کسی شخص میں سیرت یا اخلاق عالیہ پیدا نہیں ہوتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکا تعلق نہ ہو۔ جتنے لوگ دنیا میں ایسے گذرے ہیں جنکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق تھا ان کے اخلاق میں کوئی خرابی نہ پاؤ گے بلکہ نہایت بلند اخلاق کا نمونہ ان کے اندر نظر آتا ہے۔

فلسفی اور اخلاق

باقی جو حکیم یا فلاسفر ہیں بہت بڑا علم رکھنے کے باوجود ان کے اخلاق یا سیرت کے اندر وہ بلندی نظر نہیں آتی۔ ان کو اپنے علم کی لذت ہوتی ہے کبھی کبھی نظام عالم دیکھ کر وہ سمجھتے ہیں کہ اسکا کوئی خالق ہے۔ لیکن چونکہ اس کے ساتھ کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا اس لئے جب کوئی موقعہ ایسا ہوتا ہے کہ بری خواہشات کا مقابلہ کرنا پڑے تو وہ گر جاتے ہیں اور کوئی بلند اخلاق ان سے ظاہر نہیں ہوتے۔

اخلاق کا بہترین نمونہ

دنیا میں ایک ہی گروہ ہے۔ انبیاء اور محدثین و مجددین کا جو ہر زمانہ پر بہترین اخلاق کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے دلوں کے اندر خدا بستا ہے ان کے اندر ایک تڑپ ہوتی ہے کہ ہماری قوم سے ایک ایک فرد میں خدا بستا نظر آئے۔

مجموعی کیریکٹر کی تعمیر

اس سورۃ میں ساٹھ کروڑ مسلمانوں کے مجموعی طور پر کیریکٹر بنانے کا فیصلہ ہے جیسا کہ خود اس میں جمع کے صیغے استعمال کرکے بتایا ہے کہ یہ سب کے سب مل کر پڑھنے اور مجموعی کیریکٹر بنانے والی چیز ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اور اھدنا الصراط المستقیم کے تینوں جملوں پر غور کریں ان میں لکھا ہے ہم ساری کی ساری مسلمان قوم اپنے سامنے یہ بات رکھتے ہیں کہ خدا کی فرمانبرداری میسر آ جائے اور ہم سب اس ذات کی فرمانبرداری کرتے ہیں جسکی مشیت سے یہ کارخانہ جاری ہے اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور ہم سب دعا کرتے ہیں کہ نیک کرداری کے رستہ پر چلیں۔

حمد اور احسان

الحمد للہ کا لفظ زبان سے نکل نہیں سکتا جب تک انسان کے مشاہدہ میں نہ آجائے کہ یہ سورج خدا نے میرے لئے پیدا کیا ہے یہ چاند میرے لئے ہے یہ زمین یہ ہوا یہ پانی یہ تمام اجرام سماوی اس نے ہماری پرورش کے لئے پیدا کئے ہیں سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض زمین آسمان کی ساری چیزیں اس نے میری خدمت کے لئے پیدا کی ہیں اس لئے ایسے محسن کے آگے دل خود بخود جھک جاتا ہے جبلت القلوب الی من احسن الیھا احسان کرنے والے کی طرف دل خود بخود کھینچتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو ذرا سا بھی احسان اس پر کرے وہ اس کے آگے جھکتا ہے۔

خدا تعالیٰ سے بڑھ کر محسن کون ہے

پھر خدا سے بڑھ کر انسان پر احسان کرنے والا اور کون ہے اس کائنات کی ایک ایک چیز اس نے ہماری خدمت میں لگا رکھی ہے پھر اس نظام عالم میں اللہ تعالیٰ کے کمالات بیشمار ہی نظر آتے ہیں فرمایا اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد ترونھا ہم نے ان اجرام سماوی کو پیدا کیا ہے اور بغیر ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں ان کو اٹھا رکھا ہے کتنے بڑے کمال کی بات ہے کہ اتنے بڑے بڑے اجرام بغیر ستونوں کے کھڑے کر رکھے ہیں کیا یہ کام اس سے ہو سکتا ہے جس نے اس کو پیدا نہ کیا ہو اور ان کی ماہیت سے پورے طور پر واقف نہ ہو؟ جو علم ریاضی سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔

اجرام فلکی

اس فضا میں ہزارہا اجرام کا چلنا اور بڑی رفتار سے چلنا اور پھر ایک دوسرے سے ٹکر نہ کھانا بتاتا ہے کہ وہ ذات جس نے یہ سلسلہ چلایا ہے بہت بڑا علم بہت بڑی عظمت اور بہت بڑی قدرت رکھنے والی ہے۔

سورج کا زمین سے تعاون

ایک جگہ فرمایا الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان وہ اس کے کمالات کو دیکھتے ہوئے نو کروڑ میل کے فاصلہ سے سورج اس زمین کے ساتھ تعاون کر رہا ہے اور اسے جسقدر حرارت اور روشنی کی ضرورت ہے پہنچا رہا ہے۔ چاند بھی اسی تعاون میں شریک ہے اس تعاون کا نتیجہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بوٹی اور بڑے سے بڑا درخت غرضیکہ تمام عالم نباتات اور سبزہ زار انواع و اقسام کے پھل اور پھول ہمارے لئے میسر ہیں۔ اس سورج کی روشنی اور حرارت سے جس طرح ہم فائدہ اٹھاتے ہیں ایک گھاس کا پتہ بھی اسی روشنی اور حرارت کے اثر سے پیدا ہوتا ہے۔ اناج اور غلے اس سے پیدا ہوتے ہیں پھل پیدا ہوتے ہیں پھول پیدا ہوتے ہیں پھر فرمایا وجعلنا من الماء کل شیء حی پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا کس طرح سورج سمندر سے پانی کو اٹھاتا ہے پھر اسے ایسا ہلکا کرتا ہے کہ ہوا کے پروں پر اسے لاد کر خشکیوں پر لے جاتا ہے اور پھر صاف اور مقطر ہو کر زمین پر برستا ہے اور وادیاں اس سے سیراب ہوتی ہیں اور فوارے اور چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ انسان ساری عمر بھی کوشش کرتا تو پانی کا اتنا ذخیرہ جمع نہ کر سکتا تھا۔ جتنا اللہ تعالیٰ کے اس قائم کردہ واٹر ورکس سے جمع ہو جاتا ہے۔

موسموں کا تغیر اور قدرت کاملہ

پھر رات اور دن کا آنا اور موسموں کا تغیر بھی اس کی قدرت کاملہ پر شاہد ہے اور ہمیں اس سے طرح طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل کبھی رات کو کاٹ کاٹ کر دن میں داخل کرتا ہے اور کبھی دن کو کاٹ کاٹ کر رات کے اندر داخل کر رہا ہے جس سے مختلف موسم پیدا ہوتے ہیں اور ہمارے لئے مختلف سامان راحت نمودار ہوتے ہیں

عرفان کے بغیر حمد نہیں ہو سکتی

تو جب تک یہ عرفان نہ ہو جب تک اللہ تعالیٰ کے ان کمالات اور احسانات کا پورا علم نہ ہو۔ الحمد دل سے نہیں نکل سکتی جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ ہمارے لئے کوئی بہتری کر سکتا ہے اس کے دروازہ پر ہی انسان جاتا ہے اس کی خوبیوں کو بیان کرتا ہے اور اگر کوئی نقص اس کے اندر ہو تو اس وقت اس کا ذکر تک نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی ایسے موقعہ پر کسی نقص کا ذکر کریں تو اس کو روک دیتا ہے کسی اخبار کو اگر کوئی امداد کہیں سے مل جائے۔ تو اس کی تعریف و ستائش سے نہیں تھکتا اور اس کا پراپیگنڈا کرتا ہے اگر کوئی اس کی برائی کو بیان کرے تو اسکا سختی کے ساتھ جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی انعام تمہیں کہیں سے ملے وہ بھی خدا ہی کا دیا ہوا ہے۔ کوئی شخص جو کسی پر احسان کرتا ہے وہ اپنے پاس سے نہیں کرتا بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ خدا نے اسے دے رکھا ہے اگر خدا نے یہ چیزیں بنائی ہوئی نہ ہوں اگر خدا نے اسے وہ چیز نہ دے رکھی ہو تو وہ آگے کسی کو بطور احسان دیتا ہے تو وہ خود تو اسے پیدا نہیں کر سکتا۔

ماں اور بچہ کی مثال

وہ ربوبیت جو ایک ماں اپنے بچہ کی کرتی ہے جس محنت و مشقت کے ساتھ وہ بچہ کو پالتی ہے۔ سردیوں میں بچہ بستر پر پیشاب کرتا ہے تو خود اسکی جگہ لیٹتی اور بچہ کو سوکھی جگہ لٹاتی ہے اس کے لئے جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی کبھی آپ نے سنا ہوگا کہ چلتی ریل سے ایک بچہ نیچے گر گیا تو ساتھ ہی ماں نے بھی چھلانگ لگا دی اور اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی۔ یہ جذبہ یہ بچہ کے لئے محبت کا جوش اس کے اندر کس نے پیدا کیا۔ اس اللہ نے جو رحم و کرم کا سرچشمہ ہے اس لئے الحمد للہ اس طرح پڑھو کہ تمہارے دل سے یہ نکلے کہ تمام رحم و کرم کا سرچشمہ وہی خدا ہے۔

ساری قوموں کا خدا

دوسری بات جو اس میں سکھائی ہے وہ اسکا رب العالمین ہونا ہے وہ ساری کی ساری قوموں کا خدا ہے۔ اس لئے کسی قوم سے اسے بیر نہیں ہوسکتا۔ ایک مسلمان کو یہ سکھا کر کہ اسکا خدا تمام قوموں کا خدا ہے سب کے لئے اس کے دل کو کشادہ کر دیا گیا ہے۔ ہندو، عیسائی، چوہڑا، چمار جو کوئی بھی ہو سب کو وہ ایک خدا کی مخلوق سمجھ کر اس کے ساتھ اخوت و مساوات کا برتاؤ کرتا ہے۔ اخوت نسل انسانی اور مساوات کا یہ بہترین سبق ہے جو ان دو لفظوں میں دیا گیا ہے کسی دوسری قوم کے اندر یہ جذبہ نہیں پایا جاتا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو ان کی قوم سے باہر ہیں برادرانہ سلوک کر سکیں یہ جذبہ اسلام ہی نے پیدا کیا ہے۔ الغرض یہ سورت عرفان الٰہی کے سکھانے اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا سبق دینے اور دیگر اخلاق فاضلہ صفات حمیدہ سکھانے کے لئے اپنے اندر کمال رکھتی ہے۔

صحابہ کے اخلاق

صحابہ کے متعلق جو اس سورت پر پورے طور پر عامل تھے یہ سب کو مسلم ہے کہ تمام اخلاق عالیہ ان کے اندر پائے جاتے تھے اور وہ تمام عیوب سے پاک تھے کسی قسم کی کوئی برائی ان میں موجود نہ تھی۔ شراب وہ نہ پیتے تھے۔ جوا وہ نہیں کھیلتے تھے۔ زنا یا کسی اور بدی کا ارتکاب ان سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ بہترین اخلاق کے وہ مالک تھے۔ جب تک اس قسم کی قوم نہ ہو جب تک نیکی اور نیک کرداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی نہ ہو اور اس کے ساتھ ہی ایک جتھا نہ ہو دوسروں پر کوئی فتح نہیں ہو سکتی۔

بہت بڑا خطرہ

اس وقت جو روزانہ خبریں آ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سر پر بہت بڑا خطرہ موجود ہے۔ اس خطرہ سے بچنے کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہئے قرآن کے اندر مسلمانوں کو جتھا بازی بھی سکھائی گئی ہے فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ سب کے سب مل کر اللہ کے رسہ کو مضبوط پکڑ لو۔ لیکن اس سے پہلے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون تمہارے جتھے کی بنیاد تقویٰ پر ہونی چاہئے۔

مسلمانوں کا جتھا

ہم کوئی اکالی دل نہیں بنانا چاہتے کوئی نازی فوج یا روسی فوج بنانا ہمارا مقصد نہیں مسلمانوں کا جتھا ایسا ہونا چاہئے جیسا کہ صحابہ کی فوج تھی کہ رات کو خدا کے آگے کھڑے ہوتے اور دن کو دشمن کا مقابلہ کرتے وہ کبھی آنکھ اٹھا کر غیر عورت کو نہ دیکھتے۔ کسی پھلدار یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹتے بوڑھوں اور بچوں کو جنگ میں قتل نہ کرتے۔ غیر قوم کے معبدوں کی حفاظت کرتے۔ جب وہ غیر قوموں میں جاتے تھے تو لوگ ان کو دیکھ کر کہتے تھے کہ ہم بھی انسان ہیں اور یہ بھی انسان ہیں لیکن ان کے اندر جو صفات محمودہ پائی جاتی ہیں وہ ہم میں نہیں ہیں یہ فرشتے ہیں جو زمین پر اتر آئے ہیں۔

مغربی اقوام کی اخلاقی فرومایگی

آج یورپین اقوام کو جا کر دیکھو جو تہذیب و شائستگی کی علمبردار ہیں، ان میں ایک بھی ایسی بات نظر نہیں آتی جو اعلیٰ اخلاق سے تعلق رکھتی ہو۔ پچھلی جنگ میں یورپ میں ہزاروں کی تعداد میں وہاں حرامی بچے جنگ کے دوران میں پیدا ہوئے۔ ان لوگوں میں بدکاری کوئی شے نہیں کسی قوم کے اندر دوستی کے رنگ میں رہیں یا دشمن بن کر وہ حرکات ان میں کرتے ہیں جو دشمن کو بھی سزاوار نہیں۔ فرانس کے اندر دوستانہ طور پر انگریزی فوجیں گئی ہوئی تھیں پھر بدکاری کی کوئی حد نہیں رہی کوئی شرم ان کو محسوس نہیں ہوتی اور کوئی اخلاق ان میں نظر نہیں آتے۔

رسول کریمؐ کی قوم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم چھوڑی وہ جنگ میں بھی نماز نہیں چھوڑتی تھی۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دن کو میدان جنگ کے اندر وہ خدا کی جناب میں کھڑے ہو جاتے اور سربسجود ہوتے تھے عفت ان میں حد درجہ پر پائی جاتی تھی۔

شام کی فتح اور مسلمانوں کی عفت

جب شام فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کی فوجوں کو شہر میں سے گذرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ شام کی عورتیں تو بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ وہ خوب بناؤ سنگار کر کے مکانوں پر چڑھ بیٹھیں۔ لیکن اسلامی جرنیل نے فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو خدا کا حکم ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم اس حکم کا سننا تھا کہ تمام کی تمام سپاہ نے اپنی آنکھیں اپنے پاؤں پر جما لیں۔ اور اس طرح سے گذر گئے کہ کچھ دیکھا ہی نہیں وہاں کے لوگ حیران رہ گئے کہ یہ کیا قوم محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کی ہے۔

مسلمانوں کا مقابلہ موجودہ مہذب اقوام سے

اسکا مقابلہ موجودہ زمانہ کی مہذب اقوام سے کیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے وقت بھی رحمۃ العالمین ہیں اور امن کے وقت میں بھی، لیکن آج یہ مہذب اقوام جہاں جاتی ہیں اسی نیت سے جاتی ہیں کہ دوسری قوموں کو کھا لیں۔ ان کو خدا کے سوائے کوئی سزا دینے والا نہیں جب تک خدا ان کو یاد نہ آئے جب تک خدا کا یقین دلوں میں نہ بیٹھ جائے اس وقت تک نسل انسانی کو ان سے امن حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج روزویلٹ اور چرچل یہ اعلان کرتے ہیں کہ تمام اقوام کو آزاد کر دیا جائیگا چاہئے تھا کہ جس وقت یہ اعلان ہوتا ساتھ ہی یہ بھی اعلان ہوتا کہ ہم ہندوستان کو آزاد کرتے ہیں پچھلی جنگ میں مسٹر ولسن نے چودہ نکات لکھے تھے وہ بھی بے اثر اور ناقابل عمل ثابت ہوئے اصل میں یہ سب بے دین لوگ ہیں۔ ان کے دلوں کے اندر ایمان نہیں اگر ایک مسلمان اس قسم کا اعلان کرتا تو سب سے پہلے دوسری قوموں کو آزاد کرتا۔

بہت بڑی مصیبت

تو اس وقت ہمارے سروں پر بہت بڑی مصیبت کھڑی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے خدا سے تعلق لگانا ضروری ہے۔ اس سورت (فاتحہ) کو اسی غرض سے پڑھنا چاہئے کہ خدا سے تعلق پیدا ہو اور ہمارا جتھا بن جائے۔ اسکا بار بار پڑھنا اور مفہوم و مطالب کو سوچ سمجھ کر پڑھنا دلوں کے اندر نیکی پیدا کرتا ہے ہماری اجتماعی قوت کو بڑھاتا ہے اور اس عظمت کے مکان پہ کھڑا کرتا ہے جو نسل انسانی کا حقیقی امتیاز ہے۔ اور اس کے ساتھ فرمایا والقراٰن العظیم قرآن جیسی کتاب ہم نے دی جو قوم کو بزرگ کرنے والی عظمت دینے والی کتاب ہے۔

آپ لوگوں کی ذمہ داری

پس آپ لوگوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے آپ کو چاہئے کہ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات اپنے اندر پیدا کریں وہ جوش ہمدردی کا اپنے اندر پیدا کریں جو محمد رسول اللہ صلعم نے صحابہ میں پیدا کیا ورنہ یاد رکھو جو خطرہ آ رہا ہے وہ بہت بڑا ہے اور اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ ہمارے اوپر تو خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ قرآن جیسی کتاب ہمیں دی اور محمد رسول اللہ صلعم نے جتھا اور باہم نیکی اور ہمدردی پیدا کر کے دکھا دی

امام عصر حاضر اور تقویٰ کی تلقین

پھر ہمارے اوپر ایک اور بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ ایک امام آیا اور اس نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ لوگو تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہی اصل چیز ہے جو قوم کو بنا سکتی ہے ورنہ پہلے بھی لوگ نمازیں پڑھتے اور دین کے کام کرتے تھے امام کے آنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ سوئی ہوئی قوم کو جگا دے اس قوم کو ہم نے امام وقت کے زمانہ میں دیکھا۔ فی الواقعہ ایک زندگی اس کے اندر پائی جاتی تھی۔ بوڑھے سے لیکر بچے تک دین کا شائق اور نمازوں کا پابند تھا۔ اب بھی اسی زندگی کو اپنے اندر پیدا کرو اور انفرادی طور پر بھی اور بحیثیت قوم بھی اپنا قدم نیکی اور تقویٰ میں آگے بڑھاؤ۔ افسوس ہے اس پر جو اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا۔

خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے

اس ذمہ داری کو سمجھئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ ترکی کی حفاظت فرمائے۔ چاہئے کہ سب مل کر اس خطرہ کا مقابلہ کریں۔ مرد، عورت اور بچے اگر مل کر خدا کے آگے جھکیں تو کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں سے خطرہ کو اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت نبی کریم صلعم کے فرمودہ کے مطابق عمل کریں۔ سارے مل کر اس سورت کو جو ام الکتاب ہے اپنے سامنے رکھو تاکہ اس قرآن عظیم کی وجہ سے عظیم الشان قوم بن جاؤ ؞

ہماری امسالہ تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ، نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں۔ بزرگ اشاعت اسلام کیلئے وصیت کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں انکو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں ہمارے بلند اور رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور نشو و نما کا باعث۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہئے کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے ؞

مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا جلسہ

اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق کون ہے؟

از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب صدر مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

زیر اہتمام ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور بروز ہفتہ بتاریخ ۲۳ ماہ اگست بعد از نماز مغرب احمدیہ مسجد واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور زیر صدارت جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ایک جلسہ منعقد ہوا جس کا افتتاح مولوی عبدالقیوم صاحب متعلم تبلیغی کلاس نے بذریعہ تلاوت قرآن کریم کیا۔ جس کے بعد مولوی محمد ضیاء صاحب متعلم تبلیغی کلاس نے "اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق کون ہے" کے موضوع پر ایک مدلل تقریر کی۔ مولوی صاحب موصوف نے قرآن کریم کی آیات "واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاءھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین" (الصف - ۶) تلاوت کرنے کے بعد بیان کیا کہ مندرجہ ذیل وجوہات کے باعث اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہی ہیں۔

(۱) "مبشر" کا لفظ قرآن کریم نے استعمال فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم نے خود فرمایا کہ "انا بشارۃ عیسی"۔ پھر حضرت عیسیٰ نے جو پیشگوئی فارقلیط کے متعلق انجیل میں فرمائی ہے اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بعض امور کا ذکر ہے جن کا تعلق تبشیر سے ہے بعض لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ اس کے مصداق حضرت مرزا صاحب مجدد زماں تھے۔ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود کے متعلق جو الفاظ احادیث میں درج ہیں انکا تعلق بشارت اور خوشخبری سے نہیں بلکہ انذار اور آفات کے ظہور سے ہے۔

(۲) "رسول" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دنیا میں ایک ہی انسان ہوا ہے جو کہ "رسول" اور "نبی" کے ناموں سے اسقدر مشہور ہے کہ اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی اور وہ آنحضرت صلعم ہیں۔

(۳) "من بعدی" کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا مصداق بلا فصل حضرت عیسیٰ کے بعد آنا چاہیئے چونکہ اس میں کوئی کلام نہیں اور نہ ہی کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد بلا فصل جو نبی آیا۔ وہ آنحضرت صلعم ہی ہیں۔

(۴) پھر حضرت عیسیٰ نے اس پیشگوئی کے مصداق کا نام "احمد" بتایا ہے اور آنحضرت صلعم کے دو نام تھے۔ "محمد" اور "احمد" اور آپ نے خود فرمایا ہے کہ انا محمد وانا احمد۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود اس کے مصداق ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں۔ مجدد زماں کا نام بلکہ بقول ان کے اپنے الہامی نام "غلام احمد قادیانی" ہے۔ پھر آپ نے خود بار ہا فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے دو نام تھے اور آپ نے اپنی جماعت اور اپنے سلسلہ کا نام آنحضرت صلعم کے نام "احمد" پر رکھا ہے۔ آپ خود احمدی تھے اور آپ کی جماعت کے لوگ احمدی کہلاتے ہیں۔ جب لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے سلسلہ کا نام اپنے نام پر رکھا ہے تو جواب دیا کہ نہیں بلکہ اپنے آقا و مرشد آنحضرت صلعم فداہ ابی وامی کے نام مبارک "احمد" پر رکھا ہے۔

غرضیکہ فاضل مقرر نے اچھی طرح سے مسئلہ زیر بحث پر روشنی ڈالکر واضح کر دیا کہ پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم تھے۔ لکچر کے بعد صاحب صدر کی اجازت سے حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے مقررہ موضوع پر مزید روشنی ڈالی اور قرآن کریم کی آیات کے علاوہ احادیث صحیحہ اور حضرت مجدد زماں کے اقوال اسبارہ میں پیش کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ اس کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہی تھے۔ اور آپ کے دونو ناموں یعنی "محمد" اور "احمد" کے دونوں دور یعنی جلالی اور جمالی آپکی مدنی اور مکی زندگی میں پورے ہوگئے۔ البتہ جلالی دور کا ظہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد حکومت میں بھر پور ہوا اور جمالی دور کا ظہور ثانی اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب (مجدد) کی ذات مبارک کے ذریعہ پورا ہوا۔ آپ کی تقریر بڑی مدلل اور موثر تھی۔

چونکہ وقت کافی ہوچکا تھا لہذا صاحب صدر نے صرف اسطرف توجہ دلائی کہ فاضل مقرر کو چاہیئے تھا کہ تمام وہ اعتراضات بھی لیتا جو بعض الناس کی طرف سے آپ کی تقریر کے نتیجہ پر کئے جاتے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیتا۔ شاید قلت وقت کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکے۔ امید ہے کسی اور موقع پر اس کے متعلق بیان فرماکر اس موضوع کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ اس کے بعد جلسہ دعا اور شکریہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ بفضلہ پر رونق اور کامیاب رہا۔ بعض قادیانی احباب ہماری دعوت کو قبول فرماکر تشریف لائے۔ جو ہمارے شکریہ کے خاص طور پر مستحق ہیں۔ جزاء ھم اللہ احسن الجزاء۔

بقیہ شذرات

اسمبلی) کے حلقہ جات نیابت پنجاب کی ابتدائی فہرستیں ۵ اگست ۱۹۴۱ء کو شائع ہوچکی ہیں اور یہ فہرستیں "الیکشن کمشنر پنجاب لاہور کے دفتر سے قیمتاً دستیاب ہوسکیں گی۔ ہر ضلع سے متعلقہ فہرست کی نقول بھی متعلقہ ڈپٹی کمشنر صاحبان کے دفاتر سے مل سکیں گی۔ فہرست ہائے انتخاب میں ناموں کو شامل کرنے یا ان میں سے نام خارج کرنے سے متعلق جملہ دعاوی اور اعتراضات پیش کرنے کی میعاد ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کو ختم ہو جائیگی"۔

پنجاب کے تمام احباب سلسلہ بالخصوص بیرونی جماعتوں کے عہدہ دار صاحبان کو چاہیئے کہ اپنی اولین فرصت میں ان فہرستوں کو نہایت غور سے دیکھیں اور اگر ان کی جماعت کے کسی ایسے فرد کا نام جو کہ شرائط رائے دہندگی کو پورا کرتا ہے درج ہونے سے رہ گیا ہو تو اسے درج کروانے کیلئے فی الفور باقاعدہ (۱۴) کاروائی کریں۔ اس معاملہ کو معمولی سمجھ کر ہرگز نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ چونکہ دعاوی و اعتراضات پیش کرنے کی میعاد بہت تھوڑی ہے اس لئے اس کام میں معمولی تاخیر بھی خلاف مصلحت ہوگی۔

کیا ہٹلر ترکی پر حملہ کرسکتا ہے

لندن - ۳ ستمبر بلقان میں اور ترکی کی یورپین سرحد پر جرمن اطالوی اور بلغاروی فوجوں کے اجتماع کی خبریں مانچسٹر گارڈین کے ایک غیر ملکی نوی مبصر کے بیان کے مطابق خود جرمن اڑا رہے ہیں۔ اور ان پر اعتبار کرنے میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔

اس نامہ نگار نے اس ضمن میں چند سوالات کئے ہیں جن کا جواب اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ کرنے والے خود دے سکتے ہیں۔ اور خود ہی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ان افواہوں سے جرمنوں کا مقصد کیا ہے۔ مثلاً کیا یہ ممکن ہے کہ موجودہ صورت میں جبکہ جرمنی روس کی جنگ میں الجھا ہوا ہے۔ جرمن فوجیں ٹرکی پر حملہ کریں۔ حالانکہ اس صورت میں روسی فوجیں دائیں پہلو سے جرمن فوجوں پر حملہ کرسکتی ہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ جرمن بحیرہ روم سے پار مغربی صحرا [illegible] مصر پر حملہ کرنے کے لئے اپنی فوجیں بھیجیں حالانکہ بحیرہ روم میں برطانیہ کی بحری قوت کا پلہ بھاری ہے۔ اور اطالوی جہازوں کو بحیرہ روم میں نکلنے کی جرأت نہیں آخر میں اس مبصر نے لکھا ہے کہ نازی برطانیہ کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ موسم سرما میں اس جانب یعنی جنوب مشرقی یورپ میں اقدامات کر رہے ہیں مگر اس جنگ کے ابتدائی دور کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ جب جرمنوں نے نیاز بازی کسی طرف کیں۔ مگر حملہ کسی اور طرف کیا۔

[illegible] بصرہ سے ترکی کو مال بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوگیا

[illegible] ۳ ستمبر عراق اور ترکی کے درمیان آمد ورفت کا سلسلہ اب تو باقاعدہ طور پر قائم ہوگیا ہے۔ ۲۶ اگست تک [illegible] ٹن مال بصرہ کی بندرگاہ سے ترکی کو بھیجا گیا ہے حکومت ترکیہ کا ایک خاص نمائندہ بصرہ آیا اور وہ ایسے مال کی فہرست تیار کر رہا ہے جس کی ترکی کو فوری اور اشد ضرورت ہے یہ مال [illegible] پہلے کراچی سے بصرہ کی بندرگاہ میں پہنچایا جائیگا۔

رفتارِ عالم

لندن۔ ۴ ستمبر چند روز ہوئے جاپان کے وزیر اعظم نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ جاپان ایسے نازک دور میں سے گذر رہا ہے کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ روزنامہ ڈیلی ٹیلیگراف نے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابھی بحرالکاہل کی حالت نہایت سخت ہے۔ جاپان کے نئے اقدام کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر جاپان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑے گا اور آئندہ اقدام سے پہلے اپنی فوجی اور اقتصادی حالت کی اصلاح کرنا پڑے گی۔

لندن۔ ۴ ستمبر ایک امریکن نامہ نگار نے فلپائن ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ سے بہت سے جہاز عازم ولاڈی واسٹک ہو چکے ہیں تاکہ روس کے لئے امریکن تیل پہنچا سکیں ان جہازوں کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک دو دن تک یہ تمام جہاز جاپان کے سامنے پہنچ جائیں گے اب دیکھنا یہ ہے کہ جاپان کی طرف سے امریکہ اور روس کے اس اقدام کا کیا جواب دیا جاتا ہے۔ ٹوکیو میں مختلف قسم کی افواہیں مشہور ہیں۔

کوئٹہ۔ ۴ ستمبر ایرانی سرحد سے تازہ ترین اطلاع موصول ہوئی ہے کہ روسی فوج نے شمالی مشرقی ایران میں برجنید پر قبضہ کیا تھا۔ اب ایران کے محکمہ ڈاک اور تار پر پورا تسلط جما لیا ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مشہد اور برجند جانے والے تار صرف انگریزی زبان میں قبول کئے جاتے ہیں جن کو پہلے سنسر منظور کرتا ہے۔

لندن ۴ ستمبر۔ کل بلغاریہ کی پارلیمنٹ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا تھا۔ ابھی تک اطلاع نہیں ملی کہ اس اجلاس میں کیا فیصلہ ہوا مگر انقرہ کی اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ بلغاریہ نے جرمنی کو اطلاع دے دی ہے کہ وہ روس کے خلاف اعلان جنگ کرنے یا روس کے خلاف فوج بھیجنے کے لئے تیار نہیں۔

لندن ۴ ستمبر لینن گراڈ کی لڑائی کے بارے میں ماسکو اور برلن دونوں خاموش ہیں آج ایک جرمن افسر نے اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ جرمن فوج آگے بڑھنے سے رک گئی ہے۔ سویڈن کے ایک اخبار کا بیان ہے کہ لینن گراڈ سے ابھی جرمن فوج ۵۰ میل دور ہے مگر جرمنوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے شہر کے ۱۵ میل دور واقع مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ آج فن رینڈ بونے روس کے دفاعی اقدامات کو سراہا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارا دشمن ہر انچ زمین کے لئے بہت بڑی قربانی دے رہا ہے۔ برلن سے جو اطلاعات زیورچ پہنچی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ لینن گراڈ محصور ہونے کی صورت میں بھی دیر تک مقابلہ کرتا رہیگا۔

انقرہ ۴ ستمبر ترکی اخبار امریکن بیڑے کے سابق کمانڈر کے بیان پر مستقل ہنسی اڑا رہے ہیں جس نے کہا تھا کہ جرمنی بحیرہ اسود یا ترکیہ کے راستے قفقاز پر حملہ کر دیگا۔ آج ترکی اخباروں نے لکھا ہے کہ امریکن امیرالبحر کو ترکیہ کی طاقت اور اس کے احسانات کا کوئی علم نہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر برطانیہ اعزاز کی طرف سے ترکیہ پر حملہ کر دے تو کیا ترکیہ جرمنی سے مل کر اپنے ملک کی حفاظت کرے گا۔ ترکیہ کے پاس اپنی حفاظت کے لئے پوری طاقت موجود ہے۔

لندن ۴ ستمبر چند دن سے مسٹر میکنزی کنگ وزیر اعظم کینیڈا انگلستان آئے ہوئے ہیں۔ آج لارڈ میئر لندن نے آپ کے اعزاز میں ایک پر تکلف دعوت دی جس میں مسٹر میکنزی کنگ اور مسٹر چرچل نے تقریریں کیں۔ دونوں وزرائے اعظموں نے دنیا کی جمہوریتوں اور آزادی پسند حکومتوں سے اپیل کی کہ ہٹلر کے خلاف متحدہ محاذ قائم کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر دنیا بھر کی طاقتوں نے ہٹلر کے خلاف متحدہ محاذ قائم نہ کیا۔ جنگ بعید طویل ہو جائیگی

لندن ۴ ستمبر۔ ٹوکیو سے اطلاع ملی ہے کہ جاپان سے باسٹھ انگریز برطانیہ جانے والے تھے۔ مگر حکومت جاپان نے انہیں نامعلوم وجوہ کی بنا پر روک لیا ہے۔ اس اثنا میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو شمارے اطلاع ملی ہے کہ برطانوی اور ہندوستانی باشندوں کو جاپان سے واپس لانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ستمبر کے اخیر تک ایک برطانوی جہاز یوکوہاما جائیگا جو برطانوی رعایا کو واپس لے آئیگا۔ اسی طرح برطانوی علاقوں سے جاپانی باشندوں کو بھی واپس جانے کی اجازت دیدی جائیگی۔

قاہرہ۔ ۴ ستمبر جرمن طیاروں نے قاہرہ اور سویز پر بمباری کی۔ قاہرہ میں ایک شخص ہلاک اور ۲ مجروح ہوئے سویز میں عوام کی جائداد کو نقصان پہنچا۔

سٹاک ہالم۔ ۴ ستمبر ڈیلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار مقیم برلن نے اطلاع دی ہے کہ باخبر حلقوں کا خیال یہ ہے کہ لینن گراڈ کا معرکہ شروع ہو چکا ہے۔ نازیوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کی فوجیں شہر کے بیرونی دفاعات میں کئی جگہ شگاف پیدا کر چکی ہیں اور ان کے پیشرو دستے شہر کے بالکل قریب ہیں آخری حملہ ہر وقت متوقع ہے اخبار دگبنسر اور سٹاک ہالم ٹائنگن کے نامہ نگاروں نے یہ اطلاعات نہیں بھیجیں بلکہ وہ صرف یہ اطلاع دیتے ہیں کہ مسلسل بارشوں کی وجہ سے سرگرمیوں میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے اور جھیل المین سے جنوبی طرف مزید روسی افواج تباہ کی گئیں

پٹنہ۔ ۵ ستمبر کل سر سلطان احمد نے جو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے منتخب لاممبر ہیں آج سہ پہر کو وزارت کا چارج لے لیا وہ آج شام لاہور ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہو رہے ہیں۔

اظہارِ امتنان

گذشتہ دنوں کھاریاں ریلوے سٹیشن پر جو حادثہ مجھے پیش آیا اس کے متعلق بہت سے احباب نے مجھے ہمدردی کے خطوط لکھے اور کئی دوست میری عیادت کے لئے خود مکان پر چل کر آئے۔ میں ان سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں اس لئے بذریعہ اخبار سب دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد، چودھری سلطان علی صاحب رئیس بدوملہی اور سید عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ جج کپورتھلہ۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب گورداسپورہ شیخ انعام الحق صاحب حیدر آباد کا بہت ہی ممنون ہوں کہ انہوں نے ہمدردی سے بھرے ہوئے خطوط لکھے ان سب دوستوں کے علاوہ اخویم مکرم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب نوشہرہ کا بھی مجھے خاص طور پر شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے حادثہ کی خبر پیغام صلح میں پڑھتے ہی لاہور میں اپنے ایک دوست کو جو ڈاکٹر ہیں بذریعہ ٹیلیفون یہ پیغام بھیجا کہ وہ فوراً مسلم ٹاؤن پہنچ کر مجھے دیکھیں اور علاج معالجہ کریں۔ ایسا ہی مکرمی سردار غلام فرید خاں صاحب افسر مال قصور کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے میرے لئے ایک ایسی مرہم فراہم کی جس نے تمام زخموں کو بہت جلد مندمل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب احباب کرام کو جزائے خیر دے اور انہیں دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔

خاکسار:- مرتضےٰ خاں مسلم ٹاؤن لاہور

لاہور۔ ۵ ستمبر پنجاب کی طرف سے رائل ایئر فورس کو تین اور ہوائی جہاز دیئے جائیں گے یہ جہاز ملتان۔ اٹک اور جالندھر کے چندوں سے خریدے جائیں گے یہ جہاز ریزرو رکھے جائیں گے۔ رہتک نے بھی ۲ ہوائی جہاز خریدنے کے لئے چندہ فراہم کرایا ہے۔

نئی دہلی ۵ ستمبر نوابزادہ لیاقت علی خاں آنریری سیکرٹری مسلم لیگ نے اعلان کیا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس دوشنبہ ۶ ۲ اکتوبر ۱۹۴۱ء کو دہلی میں منعقد ہوگا۔ کونسل کے جو ارکان کسی قسم کی قرارداد پیش کرنا چاہیں ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ریزولیوشن کی ایک کاپی مرکزی دفتر کو ارسال کر دیں۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اگر نجات چاہتے ہو

تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ۔ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائیگا دنیا کی خوش حالی کی شرطوں سے خداتعالےٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے چاہئے کہ پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جائے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جائے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کیلئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اسکے حاصل کرنے کیلئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خداتعالےٰ کے حکموں کو بیقدری سے نہ دیکھو موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے ایک بچہ کی طرح بنکر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو! نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو! اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔

سچائی اختیار کرو سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں کیا انسان اسکو بھی دھوکہ دے سکتا ہے کیا اسکے آگے بھی مکاریاں پیش جاسکتی ہیں نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خداتعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بیباکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

مولٰینا یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور چند دنوں سے بعارضہ بخار بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔

مولوی عمرالدین صاحب شملوی دہلی سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ان کی صاحبزادی سلامت بی بی بعارضہ تپ دق ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ مولوی صاحب موصوف جس جوش اور خلوص سے سلسلہ کی خدمت فرماتے ہیں اس سے جماعت کے سب احباب واقف ہیں۔ سب احباب سلسلہ کو حضور قلب سے دعا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ مولوی صاحب کی صاحبزادی کو صحت عطا فرمائے اور مولوی صاحب موصوف کو اس فکر سے نجات دے آمین۔

چودھری خان زمان صاحب بی۔ کام کلکتہ کو پہلے سے آرام ہے گو کمزوری بہت ہو چکی ہے آپ رخصت پر پنجاب آرہے ہیں۔ احباب سلسلہ اس مخلص نوجوان کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب کے ہاتھ اور پاؤں پر خارش کیوجہ سے زخم ہو گئے ہیں جو سخت تکلیف دہ ہیں۔ احباب ان کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت دے آمین۔

جناب ڈاکٹر الہٰی بخش صاحب کی صاحبزادی جو بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے سب احباب سلسلہ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ انہیں جلد صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مضامین جو میاں محمود احمد صاحب کے مضامین کے جواب میں شائع ہو رہے ہیں انہیں محمودی دوستوں تک پہنچانا ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔

لائل پور میں پبلک لیکچر

مسلمان بادشاہوں پر الزامات کا جواب

(از شیخ رشید احمد صاحب لائلپور)

جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ و مناظر اسلام جب سے لائل پور تشریف لائے ہیں - لائل پور میں پبلک لیکچروں کا انتظام کیا گیا ہے - قبل ازیں حضرت مسیح موعودؑ کی "حیات طیبہ" "پاکستان" "یورپ کی موجودہ جنگ" مضامین پر پبلک لیکچر ہو چکے ہیں جنہیں لائل پور کی پبلک نے بے حد پسند کیا - اُردو تعلیم یافتہ غیر از جماعت مسلمانوں نے کھلے بندوں اعتراف کیا کہ ایسے بلند پایہ مضامین ہمارے سننے میں اس سے قبل نہیں آئے -

۲۷ اگست رات ۹ بجے ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا گیا - دو ہزار اشتہارات اور منوا تر منادی سے اس جلسہ کا اعلان کیا گیا - لاؤڈ سپیکر - گیسوں - کرسیوں - دریوں کا خاطر خواہ انتظام تھا - لائل پور سے ہر مذہب و ملت کے اصحاب نے جلسہ میں شرکت کی - لیکچر کا عنوان تھا "مسلمان بادشاہوں پر الزامات کا جواب"

اس خاص مضمون پر جناب مرزا صاحب کا لیکچر ۲½ گھنٹے ہوا - لیکچر اسقدر دلچسپ اور پراز معلومات تھا کہ لوگ نقش بر دیوار بنے بیٹھے تھے - سندھ کے فاتح محمد بن قاسم اور اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ پر ہندو دوستوں نے تعصب کی بنا پر اور سکولوں اور کالجوں میں مروجہ غلط تاریخ نے جو الزامات لگائے ہیں اُن سب کو ایک ایک کرکے لیا - اور پھر اصل حالات پیش کرکے ایسا صاف کیا کہ لوگ عش عش کر اٹھے محمد ابن قاسم پر بہت سے الزامات بڑی خوبی سے صاف کرنے کے بعد اُس مشہور واقعہ کا ذکر فرمایا - کہا جاتا ہے کہ محمد ابن قاسم نے مہا راجہ داہر کو قتل کرنے کے بعد مہا راجہ کا مہر اور اُس کی دو حسین بیٹیوں سورج دیوی اور پرمل دیوی کو خلیفہ ولید کے پاس بطور تحفہ بھیجا - جب خلیفہ ولید نے سورج دیوی کو بلا کر جو حسینہ تھی - اپنے حرم میں داخل کرنا چاہا تو سورج دیوی نے خلیفہ سے کہا کہ میں اب حضور کے لائق نہیں رہ گئی - اس لئے کہ مجھ سے محمد بن قاسم نے پہلے خود بدکاری کی اور پھر حضور کے پاس بھیجا - اور پھر کہا کہ کیا آپ مسلمانوں میں یہ رسم ہے کہ پہلے جرنیل استعمال کرتے ہیں اور پھر بادشاہ کو پیش کرتے ہیں" خلیفہ ولید اس بات کو سنکر اسقدر برہم ہوا کہ اُسنے اُسی وقت محمد ابن قاسم کے نام اپنے ہاتھ سے فرمان لکھا کہ "محمد بن قاسم کو گائے کے کچے چمڑے میں سی کر دارالخلافہ بغداد پہنچایا جائے" -

چنانچہ جب محمد ابن قاسم کی نعش بغداد پہنچی سورج دیوی اور پرمل دیوی نے نعش کو دیکھا تو خلیفہ ولید کو دعائیں دیں اور پھر کہا کہ "اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ کے قاتل - سندھ اور ہند کا راج لوٹنے اور ہمیں شاہزادیوں سے کنیزیں بنانے والے محمد ابن قاسم سے محض بدلہ لینے کی غرض سے یہ منصوبہ کیا تھا - ورنہ ابن قاسم نے بدکاری تو کیا ہمیں انگلی تک نہیں لگائی - اُس نے ہماری ماں رانی لاڈی سے نکاح کر لیا ہے اور ہم کو تو وہ اپنی بیٹیاں سمجھتا تھا" خلیفہ کو ابن قاسم جیسے انسان کے یوں ضائع ہو جانے کا اسقدر صدمہ ہوا کہ ایک گھنٹہ تک کے لئے اُس کے حواس قائم نہ رہے - اور غشی سی طاری تھی - ایک گھنٹہ کے بعد خلیفہ سنبھلا اور حکم دیا کہ سورج دیوی اور پرمل دیوی کو گھوڑوں کی دُموں کے ساتھ باندھ کر تمام بغداد میں گھسیٹا جائے اور پھر اُن کی ناپاک نعشوں کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا جائے -

فاضل مقرر نے بیان فرمایا کہ اغیار نے مسلمان بادشاہوں اور فاتحین کی حیرتناک کامیابیوں سے جل کر طرح طرح کے الزامات تراشے - لیکن جوں جوں زمانہ گذریگا اصل واقعات پھر سامنے آکر دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ مسلمان بادشاہ اس زمین کے تختہ پر خدا کے اخلاق اور صفات کی چلتی پھرتی تصویریں تھیں احمدی پہلوان رات دن اس کام میں لگے ہیں کہ ہر رنگ میں اسلام کا خوشنما چہرہ دنیا کے سامنے آئے - ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء کے استر یٹڈ ویکلی Illustrated Weekly میں ایک یورپین کے مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے فاضل مقرر نے بیان فرمایا کہ اس مضمون نگار کی تحقیقات اس بارے میں یہاں تک پہنچی ہے کہ ابن قاسم مرا نہ تھا - بلکہ گرفتار کرنیوالوں نے دوراندیشی سے کام لیکر اُسے گائے کے چمڑے میں سینے کی بجائے جان بچا کر کسی طرف نکل جانے پر مجبور کیا اور بغداد پہنچکر کہہ دیا کہ ابن قاسم چمڑے میں دم گھٹ جانے کی وجہ سے تیسرے دن وفات پا گیا تھا نعش سٹر رہی تھی - راستہ میں ہی دفن کر دی گئی - اور جب سورج دیوی نے اصل حالات پیش کئے خلیفہ کو اپنے فعل اور جلد بازی پر پریشانی ہوئی حزن و ملال حد سے بڑھ گیا تو اُسے خوشخبری سنائی گئی کہ محمد ابن قاسم زندہ ہے اور کسی نامعلوم مقام کو چلا گیا ہے - اس کے بعد فاضل لیکچرار نے فرمایا کہ ہماری تحقیقات اس سے بھی آگے چلتی ہے کتاب "فتوح البلدان" کا ایک حوالہ پیش کرکے بیان کیا کہ محمد ابن قاسم خلیفہ ولید کے تمام عہد میں زندہ و سلامت اور کام کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے اور اُس کی موت خلیفہ سلیمان کے عہد میں ہوئی ہے - تو اس غلط قصہ کی عمارت کہ ابن قاسم زنا کے الزام میں خلیفہ ولید کے حکم سے قتل کیا گیا - دھڑام سے نیچے آ رہتی ہے اس کے بعد فاضل مقرر نے محمد ابن قاسم کے اخلاق فاضلہ کا ایک وسیع نقشہ پیش کیا جس سے پتہ چلتا تھا کہ محمد ابن قاسم ایک بلند پایہ انسان تھا -

محمد ابن قاسم کی پوزیشن کامل طریق پر صاف کر دینے کے بعد جناب مرزا صاحب نے فرمایا کہ محمد ابن قاسم اور غازی محمود غزنوی علیہ الرحمۃ (غازی موصوف کی پوزیشن کو اپنے ۲۰ جولائی کے پبلک لیکچر میں جناب مرزا صاحب صاف کر چکے ہیں) کے بعد ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں سے سب سے بڑا مجرم حضرت اقدس اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھا جاتا ہے اور بڑے بڑے الزامات لگائے جاتے ہیں - مثلاً باپ کو قید کیا - بڑے بھائی دارا شکوہ کو قتل کیا - سوا من جنیو صبح اور سوا من جنیو شام کو توڑ کر ہندوؤں کو بزور شمشیر مسلمان بنانا - کشمیر میں اشاعت اسلام نہ ہو سکی کہ وہاں کے پنڈتوں نے مسلمان علماء کو مناظرہ میں شکست فاش دی - اس پر اورنگ زیب نے ہندوؤں پر تازہ کھانا حکماً بند کر دیا باسی کھانا کھا کر پنڈت کند ذہن ہو گئے - تو پھر انہیں مناظروں میں شکستیں دے کر تمام کشمیر کو مسلمان بنا لیا گیا - گرو گوبند سنگھ کے دو بچوں کا قتل وغیرہ غرض حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات پر تمام بڑے الزامات کو لیکر فاضل مقرر نے اُنہیں اس خوبی سے صاف کیا کہ پبلک حیران رہ گئی - مسلمانوں کے چہرے مارے خوشی کے تمتما رہے تھے - وقت بہت گذر چکا تھا - فاضل مقرر نے فرمایا - اکبر - جہانگیر - واجد علی شاہ وغیرہ شاہان اسلام کے متعلق جو غلط الزامات مشہور ہیں اب وقت نہیں کہ میں انہیں پیش کرکے صاف کر سکوں - کسی آئندہ لیکچر میں ان بزرگوں کے اصل حالات مفصل بتائے جائیں گے -

جناب مرزا صاحب کے لیکچروں کا لائل پور میں بہت چرچا ہو رہا ہے اور علمی طبقہ خاص طور پر مدح سرائی کر رہا ہے پبلک لیکچروں کے علاوہ اپنی مسجد میں جناب مرزا صاحب نے دلچسپ اور لطیف خطبات جمعہ کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے چنانچہ بہت سے احراری خیالات کے لوگ بھی جو پہلے جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے - ان خطبات کو سننے کے لئے نماز جمعہ ہماری مسجد میں ادا کرتے ہیں - اور مسجد میں خوب رونق ہوتی ہے -

رمضان المبارک میں درس قرآن کریم کا سلسلہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہو گا - خداوند کریم ہماری ہمتوں کو بلند فرمائے اور لوگوں کو حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت کی توفیق عطا فرمائے - "آمین یارب العالمین" ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۸ شعبان المکرم ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵۶

حدیث مجدد اور سید جمال الدین افغانی مرحوم
تحریک پین اسلام ازم تجدید دین نہیں ہے

مسلم نوجوان اور سید جمال الدین افغانی مرحوم

دور حاضر کے وہ مسلمان نوجوان جو دین کی ضرورت اور اس کی حقیقی روح سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ سیاسیات سے متاثر ہیں۔ وہ سید جمال الدین افغانی مرحوم کو ان کی بعض سیاسی خدمات کی وجہ سے مجدد تصور کرتے ہیں۔ جناب سید مرحوم کی سیاسی خدمات میں کسے کلام ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان کے قلب میں مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے بہت درد تھا۔ اور اس درد نے انہیں اسلامی ممالک میں گردان رکھا اور انہوں نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کی زبردست کوشش کی لیکن ہم ان کی ان خدمات کی وجہ سے انہیں مجدد دین متعین نہیں کر سکتے جس کی بعثت کے متعلق حدیث میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

حدیث مجدد اور سید جمال الدین افغانی

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

اول تو جیسا کہ اس حدیث میں ارشاد ہے کہ مجدد کو اللہ تعالیٰ خود مبعوث فرماتا ہے جو "ان اللہ یبعث" سے ظاہر ہے اور سید جمال الدین افغانی کو ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مبعوث نہیں فرمایا اور نہ انکا یہ دعویٰ تھا کہ انہیں تجدید دین کیلئے مبعوث فرمایا گیا ہے اور نہ انکے کام سے یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے تجدید دین کی ہے۔

مجدد کا کام

مجدد کے متعلق علمائے سلف کا اتفاق ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے الگ کر کے دکھاتا ہے علم کو پھیلاتا ہے اور ان چیزوں کا احیاء کرتا ہے جو کتاب و سنت پر عمل کرنے میں مٹ گئی ہوں اور اسلام پر غلط الزامات کو صاف کرتا ہے یعنی مجدد کا کام خالص دینی ہوتا ہے۔

تحریک پین اسلام ازم

لیکن علامہ جمال الدین افغانی مرحوم اس معیار پر پورے نہیں اترتے انہوں نے تجدید دین ہرگز نہیں کی بلکہ ان کا شاہکار صرف پین اسلام ازم ہے جس کی چند دفعات درج ذیل ہیں جس کو ملاحظہ کر کے ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ انہیں مجدد دین کہنا کہاں تک روا ہے۔

(الف) عیسائی دنیا اپنے نسلی اور قومی اختلافات کے باوجود اسلام کے خلاف ہے اور اسلامی حکومتوں کی تباہی پر تلی ہوئی ہے۔

(ب) حروب صلیبیہ اب تک جاری ہیں اور پیٹر ہرمٹ کی متعصب روح اب تک زندہ ہے۔ عیسائی دنیا دل سے اسلام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

(ج) عیسائی طاقتیں اسلامی حکومتوں پر غیر مہذب ہونے کا عذر رکھ کر حملہ آور ہوتی ہیں اور یہی طاقتیں جب انکا بس چلتا ہے تو متعدد طریقوں سے اسلامی ممالک میں اصلاحی تحریکات کا گلا دبا دیتی ہیں۔

(د) مسلمانوں کے ملی احساسات خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں مغربی لوگ انہیں تعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن اس عصبیت کو یہ اپنے ہاں قومیت کا نام دیتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

(ر) ان مندرجہ بالا دفعات سے واضح ہو جاتا ہے کہ تمام اسلامی حکومتوں کو آپس میں متحد ہو جانا چاہئے۔ یہ اتحاد مدافعانہ ہوگا تاکہ وہ مغربی یورش کی تباہی سے بچ سکیں وغیرہ

مذکورہ بالا سطور سے واضح ہو جاتا ہے کہ سید جمال الدین افغانی مرحوم نے اسلامی دنیا کو بعض سیاسی خطرات سے آگاہ کیا اور تمام اسلامی ممالک کو ایک سیاسی اتحاد کی دعوت دی اور ان کی یہ تحریک دنیا میں تحریک پین اسلام ازم کے نام سے مشہور ہوئی لیکن یہ تحریک اپنی نوعیت اور کیفیت میں مذہبی نہ تھی۔

ایک تازہ تصنیف سے شہادت

چنانچہ اس کی شہادت ہمیں ایک تازہ تصنیف سے بھی ملتی ہے جسکا نام ہے "آثار جمال الدین افغانی" اور جس کے مصنف مشہور انشاء پرداز قاضی عبد الغفار صاحب بی۔ اے ایڈیٹر "پیام" ہیں۔ صدق لکھنؤ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۴۱ء میں اس مذکورہ کتاب پر ایک ریویو شائع ہوا ہے۔

اقتباسات

اس میں بعض اقتباسات اس کتاب موسومہ "آثار جمال الدین افغانی" سے درج کئے گئے ہیں جنہیں ہم اپنے مقالہ افتتاحیہ میں پیش کرتے ہیں۔ فاضل مصنف لکھتا ہے:-

(۱) "مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ سید جمال الدین افغانی کی تحریک میری رائے میں مذہبی نہ تھی بلکہ زیادہ تر سیاسی تھی اور اس کے دامن سے سوائے ہندوستان کے اسلامی ممالک کا دامن بندھا ہوا تھا"

(۲) "شیخ کی تحریروں اور تقریروں میں ہم ایک جگہ بھی یہ نہ دیکھتے کہ انہوں نے محض مذہبی جذبات سے اپیل کی ہو۔"

(۳) اس کتاب کی ایک روایت یہ ہے "کہ شیخ اپنی خاص صحبتوں میں ایک مغربی یہودی جمیس ہنشا سے بانسری پر گانا سنا کرتے تھے۔"

(۴) ان کے مذہبی عقائد کے متعلق ان کے بعض اقوال درج کئے گئے ہیں۔

"عالم قدیم ہے اس کے لئے حدوث نہیں" صفحہ ۸۸
"محارنات کی حرکت سے انواع عالم وجود میں آئے ہیں" صفحہ ۸۸
"انسان کی حیثیت مادی حیوانی سے زیادہ کچھ نہیں" صفحہ ۸۹

وہ شخص جس کی تحریک کا مقصد وحید صرف سیاسی ہو اور وہ لوگ جو اس کی تحریک کا نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہوں کہ اس کی تحریک کا لب لباب سیاسی ہے۔ اس کے علاوہ کائنات اور انسان کے متعلق اس کے خیالات بھی مشتبہ ہوں ایسے شخص کو مجدد کیسے کہا جا سکتا ہے اور ہم کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مبعوث فرمایا ہے حدیث مجدد موجود ہے اور شیخ جمال الدین افغانی کی تعلیم اور کام بھی موجود ہے ہر ایک چشم بینا رکھنے والا انسان بڑی آسانی سے یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ شیخ موصوف کو مجدد کہنا کہاں تک روا ہے

مجدد کون ہے

مجدد وہی شخص ہے جس نے عین وقت پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور ببانگ بلند کہا۔

مسیحا مژدہ دہ زینہم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد این دین و رہنما باشد

اور اپنے کام کو بھی دین اسلام کے احیاء تک ہی محدود رکھا اور صاف صاف لکھا "میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے ...... اگر یہ عاجز حق پر نہیں تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔ کون الہامی دعاوی کے ساتھ تمام مخالفوں کے مقابل پر ایسا کھڑا ہوا جیسا کہ یہ عاجز کھڑا ہوا"

وہ لوگ جو سید جمال الدین افغانی مرحوم کو مجدد خیال کرتے ہیں ان کے لئے مندرجہ بالا حقائق اور دلائل میں سامان بصیرت موجود ہیں انہیں چاہئے کہ جلد بازی سے فیصلہ کرنے سے قبل حدیث نبوی کا مفہوم صحیح طور پر سمجھیں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

تبلیغی مساعی کا جائزہ

امسال تبلیغی پروگرام کی طرف ہم بار بار احباب سلسلہ کو توجہ دلا چکے ہیں خدا کا فضل ہے کہ پیغام صلح کی آواز صدا بصحرا نہیں ثابت ہوئی جماعت نے اس طرف توجہ کی اور بیرونی حلقوں میں اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی اور اس سال لوگ بھی سلسلہ میں پہلے سالوں کی نسبت زیادہ تعداد میں شامل ہوئے لیکن اتنے ہی کام پر ہمیں تسلی نہیں ہونی چاہئے بلکہ ہر وقت اپنی تبلیغی مساعی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے جس سے معلوم ہو سکے کہ کتنا کام ہوا ہے اور کتنا باقی ہے ہمارے خیال میں تھوڑا ہوا اور بہت باقی ہے اور ضرورت ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ اس پروگرام کی طرف توجہ کی جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میاں محمود احمد صاحب کے مضمون مندرجہ الفضل ۱۲ اگست ۱۹۴۱ء کے ایک حصہ کا جواب

سخت کلامی اور نام کا سوال

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

خلط مبحث

میاں صاحب نے اپنے مضمون میں بحث نبوت کے علاوہ اور بہت کچھ بھر دیا ہے۔ مگر یہ سب باتیں خلط مبحث میں داخل ہیں مختصراً ان میں سے ضروری امور کا جواب اصل بحث سے الگ کر کے دے رہا ہوں۔

نبوت پر حملہ

سب سے پہلے میاں صاحب نے یہ لکھا ہے کہ گو انہوں نے اپنے مضمون کا عنوان "اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد علی صاحب کی شہادت" رکھا تھا مگر میرا اس پر یہ لکھنا کہ مجھے اس رفاقت پر فخر ہے سنجیدگی سے نہیں استہزا کے طور پر ہے۔ گویا انہیں میری نیت کا بھی علم ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ میں نے کس کی تحقیر کے لئے لکھا یا کس سے استہزا کیا جانتا ہوں کہ اہل ہیں، یہ فخر سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب نے یہ آیہ انغیار نقل کی تو وہ اگر یہ تبلانا لکھ رہے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ کی شہادت کو بھی رد کر رہے ہیں جس نے قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین فرمایا جس کے معنے کبھی خود بھی یوں کئے تھے:- (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء)

میاں صاحب کے اپنے معنے

"آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے بلکہ جس قدر اولیاء اللہ ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہوں گے سب کو آپ کی غلامی میں ہی ملے گا جو کچھ ملیگا۔ گویا آپ کے بعد صرف اولیاء اللہ آئیں گے نبی نہیں آئیں گے۔" اس طرح خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانے کے لئے ہے بلکہ آئندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئیگا۔ "یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں۔ . . . . مگر آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی"۔ اب دیکھئے ۱۹۱۰ء میں میاں صاحب مسیح موعود کو اولیاء اللہ میں داخل کر رہے ہیں اور ان کی نبوت کے دعویٰ کا انکار کر رہے ہیں کیا میاں صاحب بھی اسی غلطی میں مبتلا تھے جو حضرت مسیح موعود کو لگی تھی اور جس کا پتہ نہ خود مسیح موعود کو لگا نہ اور کسی کو بلکہ خود میاں صاحب کو بھی ۱۹۱۰ء تک پتہ نہ ملا۔ پھر اس سے بھی زیادہ زور سے لکھتے ہیں۔ "یعنی ہم نے آپکو خاتم النبیین بنایا اور جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور کوئی دوسرا آدمی بھی ایسا دعوےٰ نہ کریگا۔ کہ ہم اس کو ہلاک کر دیں چنانچہ یہ ایک تاریخی پیش گوئی ہے کہ جس کا رد کسی سے ممکن نہیں اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ اب میں جناب میاں صاحب کو ہی میاں صاحب کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اس تاریخی پیشگوئی کا رد کرنے والے بھی وہ خود ہی نکلے جس بات کے لئے ۱۹۱۰ء میں چیلنج دیا جا رہا تھا کہ یہ کسی سے ممکن نہیں وہ ۱۹۱۴ء میں ایسے زور سے ممکن ہو گئی کہ گویا اپنی طرف سے اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے کی کوشش کر دی گئی۔ بلاشبہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا رد سوائے میاں صاحب کے کسی سے ممکن نہ تھا۔

آنحضرت صلعم کی شہادت کا رد

پھر وہ آنحضرت صلعم کی شہادت کو بھی رد کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے بار بار اس کی تشریح لا نبی بعدی سے کی اور اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا اور اپنے بعد دعویٰ نبوت کرنے والوں کو دجال کذاب قرار دیا۔ مگر میاں صاحب ان سب کو رد کر کے ایک حضرت عائشہؓ کے قول کو پکڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کے قول کے معنے حدیث کے خلاف کئے جائیں اور پھر ان احادیث کو جو کثیر مقدار میں انقطاع نبوت پر شاہد ہیں رد کر دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود کی شہادت کا رد

پھر وہ حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت کو رد کرتے ہیں کہ آپ نے مسیح موعود کے دعویٰ کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ پھر فرمایا کہ:- "ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے"۔ پھر فرمایا "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ پھر فرمایا کہ مجھے وحی نبوت نہیں ہوئی صرف وحی ولایت ہوتی ہے۔ از یں قبیل میں سینکڑوں تحریریں پیش کر سکتا ہوں جنہیں میاں صاحب رد کرتے ہیں (مجھے کیا افسوس ہو کہ وہ مجھے رد کر رہے ہیں) اور یا ایں نبی نبی پکارتے جاتے ہیں۔ آخر کچھ تو خدا کا خوف دل میں ہونا چاہئے کہ جس شخص کو ایک طرف نبی بنایا جا رہا ہے دوسری طرف اس کے فیصلہ جات کو پیٹھ کے پیچھے پھینکا جاتا ہے۔

میاں صاحب کی تجویز منظور ہے

میں نے ابھی ان کے طریق فیصلہ کے جواب میں لکھا ہے کہ انہوں نے جو "ایک غلطی کے ازالہ" کو دونوں فریق کے دستخطوں کے ساتھ شائع کرنے کی تجویز پیش کی ہے مجھے وہ منظور ہے۔ بشرطیکہ اسی قدر الفاظ حضرت مسیح موعود کے لکھے ہوئے جو میں پیش کروں انہیں بھی اسی طرح دونوں فریق کے دستخطوں کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔ اب خود پتہ لگ جائیگا کہ حضرت مسیح موعود کی شہادت کو کون رد کر رہا ہے۔

مجھے رفاقت پر فخر ہے

تو میرے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی شہادت بھی موجود ہے آنحضرت صلعم کی شہادت بھی موجود ہے حضرت مسیح موعود کی شہادت بھی موجود ہے۔ پس مجھے فی الواقع اس رفاقت پر فخر ہے اور میاں صاحب کا اسے استہزا قرار دینا محض ایک تعلی ہے جس کے وہ اس لئے عادی ہو گئے ہیں کہ ان کے مرید بغیر سوچے سمجھے جو وہ لکھ دیں اسے مانتے چلے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کا مصداق بنا رکھا ہے۔

میری شکایت

میں نے شکایت یہ کی تھی کہ میاں صاحب ہمارا نام "پیغامی" رکھکر باوجود ہمارے بار بار توجہ دلانے کے کہ یہ ہمارا نام نہیں لا تنابزوا بالالقاب کے مرتکب ہو رہے ہیں اس کے جواب میں میاں صاحب نے ۱۹۱۴ء سے شروع کر کے ۱۹۴۱ء تک پیغام صلح کے فائلوں میں سے حوالے تلاش کرا کر سخت الفاظ کے نمونے پیش کئے ہیں حالانکہ اس کا تعلق بحث سے کچھ نہ تھا۔

میاں صاحب کی دماغی کیفیت

مگر وہی ان کی دماغی کیفیت غالب آ جاتی ہے کہ کسی طرح مریدوں کو یہ دکھایا جائے کہ یہ "پیغامی" بڑے قابل نفرت ہیں تاکہ ان کے دلوں پر دلائل کا کچھ اثر نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت یہ ہتھیار جناب میاں صاحب کو اچھا کام دے رہا ہے مگر یہ ہمیشہ کام آنے والی چیز نہیں اور ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں اگر اس کے مقابل میں بھی جناب میاں صاحب کے سرکاری اور غیر سرکاری اخباروں سے ایسے ہی الفاظ نکلوانے شروع کر دوں تو نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ اب اخباروں کے اوراق انہی باتوں پر ضائع ہوں۔ کون ان باتوں کی وجہ سے ہمیں عقلمند کہیگا؟ یہ تو انتہا درجہ کی بیوقوفی ہو گی کہ جو گند پہلے اچھالا گیا اب اسے پھر تازہ کر کے لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

سخت کلامی کا مقابلہ

ہاں یہ میں میاں صاحب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر اس غلاظت کو تولنے کی ضرورت ہے تو اس سوال کو الگ کر کے بھی کہ یہ گند "پیغام صلح" نے پہلے اچھالنا نہیں شروع کیا بلکہ جواباً سختی اختیار کی اس لئے کہ دوسرے فریق کی تعلی اور سخت کلامی جو بعض وقت . . . . تک پہنچ جاتی تھی حد سے بڑھتی جاتی تھی اگر ایک پلڑے میں پیغام صلح کے اٹھائیس سال کے فائل کی سخت کلامی رکھ دی جائے اور میاں صاحب کے "خالد" "الفاروق" کا ایک سال کا فائل گندہ دہنی کا دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو پیغام صلح کا پلڑا آسمان کی طرف اٹھ جائیگا۔

میری طرف سے اعلان

پھر میں تو کئی بار پیغام صلح میں یہ اعلان کر چکا ہوں کہ ہمارے اخبار میں ہر قسم کے ذاتی حملوں سے اجتناب ہونا چاہئے اور سختی کو چھوڑنا چاہئے یہ الگ بات ہے کہ اس معیار پر سارے مضمون نویس پورے اترتے ہیں یا نہیں میاں صاحب اپنا ایک ہی اعلان اس مضمون کا دکھا دیں بلکہ ان کے سامنے جب یہ سوال آیا تو اپنے اخبارات کی یوں پیٹھ ٹھونکی کہ ان میں تو سختی ہوتی ہی نہیں گویا وہ تو نرم کلامی کا اسوۂ حسنہ پیش کر رہے ہیں جس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ ہو سکتا ہی نہیں کہ اور بھی زیادہ سختی کی جائے۔

میاں صاحب کو مشورہ

میں میاں صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں کو جانے دیں اور وقت اور روپیہ ان باتوں پر ضائع نہ کریں اور اگر انہیں اس بات کے فیصلہ کرنے کا بہت ہی شوق ہے کہ سخت کلامی میں زیادتی کس فریق کی ہے تو دوسرے مضمون نویسوں کو جانے دیں وہ بحث بہت طویل ہو جائے گی صرف اپنی اور میری تحریروں کا مقابلہ کریں اور اس کے لئے بھی اٹھائیس سال کے اخباروں کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ایک تحریر ہے ان کی بطور نمونہ پیش کر دیتا ہوں اور ایک تحریر وہ میری بطور نمونہ پیش کر دیں۔ جسے وہ سب سے زیادہ سخت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کی وہ تحریر بطور نمونہ پیش کرتا ہوں جس میں ہمیں کو بھی اور شلجموں کے ان سڑے ہوئے چھلکوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو کھاد کے ڈھیر پر پڑے ہوئے ہوں اور ہمیں دنیا کی بدترین قوم قرار دیا گیا ہے جس کی مثل بد قوم اور دنیا میں کوئی ہوئی ہی نہیں اور ہمیں زمین پر جہنم کی چلتی پھرتی آگ قرار دیا ہے۔ اس کے مقابل پر وہ میری ایک تحریر پیش کر دیں جو ان کو سب سے زیادہ سخت نظر آتی ہو اور ان دونوں کو ایسے تین ثالثوں کے سامنے رکھ دیں جنکا ہم دونو فریق سے کوئی تعلق نہ ہو اور جس فریق کی وہ کثرت رائے سے سختی زیادہ قرار دیں وہ دوسرے سے معافی مانگ لے اور آئندہ کے لئے ان فضول باتوں پر وقت ضائع نہ کیا جائے یا معافی بھی نہ سہی صرف آئندہ کے لئے وہ اپنے فریق کو یہ ہدایت کر دے کہ چونکہ بے تعلق ثالثوں کی رائے میں ہماری تحریریں زیادہ سخت ہیں اس لئے آئندہ ہم کو چاہئے کہ سختی سے اور ذاتی حملوں سے قطعی اجتناب کیا جائے۔

پیغامی نام سے یاد کرنے کی وجہ

میاں صاحب نے "پیغامی" نام سے ہمیں یاد کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ بھی انہیں قادیانی یا محمودی نام سے یاد کرتے ہیں اگر بالفرض ہمارا انہیں قادیانی یا محمودی کہنا ایک نابزوا بالالقاب ہے اور انہیں یہ نام پسند نہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ چونکہ ان کی رائے میں ہم نے ایک حکم قرآن کی مخالفت کی اس لئے وہ بھی اس حکم کی مخالفت کریں گے کیا یہ دلیل میاں صاحب کے نزدیک درست ہے؟

اصل حقیقت

اصل حقیقت یہ ہے کہ جب سے دو فریق الگ ہوئے ہیں ان کو الگ الگ نام دینے کی بھی ضرورت پیش آگئی ہے ایک فریق کا ہیڈ کوارٹر قادیان ہے دوسرے کا لاہور ہم انہیں اگر قادیانی کہتے ہیں تو ان کے ہیڈ کوارٹر کے لحاظ سے کہتے ہیں۔ [illegible] گروہ بھی ہمارے ہیڈ کوارٹر کے نام کے لحاظ سے ہمیں احمدیہ فریق لاہور کہیں تو ہمارے لئے برا منانے کی کوئی وجہ نہیں۔ دونوں فریق کو تمیز کرنے کے لئے ہر ایک کو اگر [illegible] ہیڈ کوارٹر کے نام سے موسوم کیا جائے تو یہ بالکل درست ہے بلکہ جہاں تک مجھے علم ہے سرکاری عدالت میں ہر دو فریق انہی دو ناموں سے موسوم ہیں یعنی۔۔

Qadian Section یا فریق قادیان

اور Lahore Section یا فریق لاہور۔

میاں صاحب کا عذر

میاں صاحب کا یہ عذر کہ اگر وہ ہمیں فریق لاہور یا احمدیہ جماعت لاہور کہیں تو ان کی لاہور کی جماعت برا مناتی ہے اس لئے وہ حکم قرآن کی خلاف ورزی کر کے ہمارا نام "پیغامی" رکھیں گے یا کبھی ہم کو "غیر مبائع" کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے ان کی جماعتیں تو جگہ جگہ موجود ہیں ہر جگہ کے لحاظ سے ان کا نام الگ نہیں بلکہ سب کے سب اپنے ہیڈ کوارٹر کے لحاظ سے قادیانی ہی کہلاتی ہیں کہ لاہور والے قادیانی جماعت لاہور۔ پشاور والے قادیانی جماعت پشاور۔ دوسرا نام محمودی ہے جس سے ہمارے بعض دوست قادیانی جماعت کو تمیز کرتے ہیں۔ سو وہ ان کے رہنما کے لحاظ سے ہے جنکا نام محمود ہے۔ اگر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب اپنے رہنماؤں کے نام کے لحاظ سے کہلاتے ہیں تو قادیان والے محمودی نام کو برا کس طرح منا سکتے ہیں۔ کم از کم آج تک میری نظر سے نہیں گذرا کہ کسی قادیانی نے محمودی نام کو ناپسند کیا ہو۔ اگر وہ فی الواقع اسے برا مناتے ہیں تو میاں صاحب ہی ایک اعلان کر دیں کہ ہم محمودی نام کو برا مناتے ہیں میں اپنے دوستوں کو ہدایت کر دونگا کہ وہ محمودی نام استعمال نہ کریں۔

اصل بات

اصل میں بات یہ ہے کہ یہ محض ایک جواب کے طور پر میاں صاحب نے کہہ دیا ہے ورنہ فی الحقیقت وہ محمودی نام کو ناپسند نہیں کرتے لیکن ہم نہ پیغامی کہلاتے ہیں نہ پیغامی نام کو پسند کرتے ہیں نہ ہی ہم غیر مبائع نام کو پسند کرتے ہیں کیونکہ ہم نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی ہوئی ہے اور اب جو لوگ ہمارے سلسلہ میں شامل ہوتے ہیں بذریعہ بیعت شامل ہوتے ہیں اگر قادیانی ہمیں اس لئے غیر مبائع کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے "خلیفہ" کی بیعت نہیں کی تو ہم بھی انہیں غیر مبائع کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ہمارے سلسلہ میں بیعت نہیں کی تو اس سے فائدہ کیا ہوگا۔

سنگاپور ہائی کورٹ کا مقدمہ

ہاں ایک بات بطور حقیقت ظاہر کر دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ مجھے صحیح تاریخ یاد نہیں بیس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہوگا کہ سنگاپور کے ہائی کورٹ میں ایک مقدمہ میں جو ازالہ حیثیت عرفی کی بنا پر ایک احمدی نے بعض مخالفین پر کیا تھا۔ جج نے اپنے فیصلہ میں جماعت احمدیہ کے دونوں فریق میں یہ امتیاز قائم کیا تھا کہ فریق لاہور احمدی کہلا سکتا ہے اور فریق قادیان قادیانی گویا بجائے لاہوری اور قادیانی کے انہوں نے احمدی اور قادیانی کا امتیاز قائم کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ امتیاز درست ہے اگر صرف احمدی لکھا جائے تو اس سے مراد احمدی فریق لاہور ہو اور اگر قادیانی لکھا جائے تو اس سے مراد احمدی فریق قادیان ہو۔

میاں صاحب کا اعتراض

جناب میاں صاحب اس بات پر معترض ہیں کہ ہم انہیں قادیانی لکھتے ہیں اس کے ساتھ احمدی کا لفظ کیوں نہیں لگاتے اس کی دو وجوہات ہیں اول تو قادیانی کے ساتھ احمدی کا لفظ لگانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں قادیانی کے نام سے ذہن سوائے اس کے دوسری طرف منتقل ہی نہیں ہوتا کہ وہ احمدی ہے تو قادیانی کے ساتھ احمدی لگانا تحصیل حاصل ہے ہاں لاہوری یا فریق لاہور کے ساتھ احمدی کا لفظ لگانا ضروری ہے۔ کیونکہ صرف لاہوری کے لفظ سے ذہن قطعاً اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ یہ شخص جماعت احمدیہ کا فرد ہے اس لئے احمدی کا لفظ ساتھ لگانا ضروری ہے لیکن نام تو اختصار کے لئے ہوتا ہے اس لئے جس قدر مختصر نام ہو بہتر ہے یعنی دونوں فریق کے نام یوں ہوں۔ **قادیانی** جس سے مراد جماعت احمدیہ کا وہ فریق ہے جسکا ہیڈ کوارٹر قادیان ہے۔ **احمدی** جس سے مراد جماعت احمدیہ کا وہ فریق ہے جسکا ہیڈ کوارٹر لاہور ہے۔ اور میں پسند کرونگا کہ ہمارے دوست ان اصطلاحات پر زور دیں قادیانی جماعت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔

فریق قادیان کا نیا مذہب

گو ہم جانتے ہیں کہ فریق قادیان نے حضرت مسیح موعود کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب بنا لیا ہے مگر ہمیں کوئی اعتراض نہیں اگر وہ اپنے آپ کو احمدی کہلائیں جس طرح حضرت عیسیٰ کو خدا ماننے والے بھی گو غلو کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی صحیح تعلیم سے منحرف ہیں مگر عیسائی ہی کہلاتے ہیں۔ لیکن امتیاز کیلئے اور یہ امتیاز ایک حقیقت پر مبنی ہے موزوں یہی ہے کہ فریق قادیان قادیانی کہلائے اور فریق لاہور احمدی کہلائے۔

حقیقی وجہ

دوسری اور حقیقی وجہ اس کی ایک اور ہے حضرت مسیح موعود نے جب اس جماعت کا نام احمدیہ جماعت رکھا تو اس میں دو باتیں بالصراحت بیان فرمائیں جن دونو سے اب قادیانی بزرگ انکار کر رہے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ احمدیہ نام کو آپ نے آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا اپنی طرف نہیں کیا چنانچہ نام رکھنے کی وجہ آپ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

"اور اس فرقہ کا نام مسلمان **فرقہ احمدیہ** اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک **محمد صلی اللہ علیہ وسلم** دوسرا **احمد صلی اللہ علیہ وسلم**"

میاں صاحب اسے تسلیم نہیں کرتے

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے "احمدیہ" نام آنحضرت صلعم کے اسم احمد کی طرف منسوب کر کے رکھا۔ مگر جناب میاں صاحب آنحضرت صلعم کے دوسرے نام احمد کا رکھا جانا تسلیم نہیں کرتے اور چیلنج کر چکے ہیں کہ کوئی شخص ثابت کرے کہ آنحضرت صلعم کا نام احمد رکھا گیا ہو اس لئے جب میاں صاحب کے نزدیک وہ بنا ہی باقی نہ رہی جس بنا پر جماعت کا نام احمدیہ رکھا گیا تھا۔ تو اب انہیں احمدیہ کہلانے کا حق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود نے صرف اپنی جماعت کا نام ہی احمدیہ نہیں رکھا کہ یہ خیال گذر سکے کہ شاید اپنے نام پر رکھ لیا ہو۔ بلکہ خود اپنا نام بھی یہی پسند کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے"۔

پس حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو بھی **مسلمان فرقہ احمدیہ** کہتے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنے نام کی طرف منسوب کر کے یہ نام رکھنا ہوتا تو یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ ہم اپنے لئے بھی احمدیہ نام پسند کرتے ہیں۔

دوسری بات

دوسری بات جو میاں صاحب اور ان کی جماعت کو اس بات کا حقدار نہیں ٹھیراتی کہ وہ اپنے لئے احمدی کا لفظ استعمال کریں وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنا اور اپنی جماعت کا نام صرف احمدی نہیں رکھا بلکہ **مسلمان فرقہ احمدیہ** رکھا ہے

گویا اسلام کے بہت سے فرقوں میں سے یہ ایک فرقہ ہے یا بہت سی جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے لیکن میاں صاحب کو یہ تسلیم نہیں وہ اپنے آپ کو "مسلمان فرقہ احمدیہ" کبھی نہیں کہیں گے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اور فرقوں کے لوگ بھی ایسے مسلمان ہیں اور وہ اسی طرح مسلمان کہلا سکتے ہیں جس طرح ہم مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ اب میاں صاحب چاہتے ہیں کہ یوں کہیں کہ ہم ہی وہ پکے مسلمان ہیں اور دوسرے اتنے پکے نہیں اور جو پہلے ہیں وہ ہم سے صرف ظاہری طور پر مسلمان ہیں جو حقیقی طور پر مسلمان ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ان معنوں میں مسلمان نہیں مانتے بلکہ وہ سب کو کافر ہی نہیں دائرہ اسلام سے خارج بھی کہتے ہیں۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں"
(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

مسلمانوں سے قطعی علیحدگی

یہی نہیں کہ صرف دنیا کے چالیس یا ساٹھ کروڑ مسلمان کافر ہو گئے بلکہ ان کے نزدیک آج کوئی کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے اسلام میں داخل بھی نہیں ہو سکتا لیکن جب وہ مسلمانوں سے قطعی طور پر الگ ہو چکے ہیں اور ان کا ایک اخبار ان کی تقریر کے یہ الفاظ بھی نقل کر چکا ہے کہ جیسے ایک غیر احمدی کا فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں اسے مسلمان نہ سمجھے۔"
(فاروق ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء صفحہ ۱)

حضرت مسیح موعود نے جو ہمارا نام رکھا

حضرت مسیح موعود نے ہمارا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" رکھا ہے اور احمدی نہیں رکھا جب ہم اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو وہ صرف اختصار کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ورنہ اصل نام ہمارا مسلمان فرقہ احمدیہ ہی ہے۔ اور جب ہم اختصاراً اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو اس سے مراد در حقیقت "مسلمان فرقہ احمدیہ" ہوتا ہے۔ پس جب تک جناب میاں صاحب یہ اعلان نہ کریں کہ وہ حضرت مسیح موعود کے اصلی اعلان کے مطابق اپنے آپ کو

مسلمان فرقہ احمدیہ

کہتے ہیں۔ اس وقت تک وہ اپنے آپ کو احمدی بھی نہیں کہہ سکتے یا وہ اپنے آپ کو اسلام کے مختلف فرقوں میں سے ایک فرقہ قرار دیں اور یا اپنے آپکو احمدی نہ کہیں صرف قادیانی کہیں۔

خاکسار محمد شفیع ڈلہوزی ۷ ستمبر ۱۹۴۱ء

دہلی میں تبلیغی مصروفیات

جلسے۔ تقاریر۔ مناظرے۔ ملاقاتیں اور توسیع جماعت

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے

قادیانی اصحاب سے مباحثات

اصحاب قادیان سے کچھ عرصہ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق کی تعیین پر سلسلہ گفتگو شروع تھا جو اتنا کامیاب ہوا کہ خود بعض منصف مزاج قادیانی اصحاب کو احساس ہو گیا کہ اس امر میں مرزا محمود احمد صاحب کا مسلک درست نہیں اور غیر از جماعت معززین کو اقرار کرنا پڑا کہ خود بانی سلسلہ احمدیہ (حضرت مرزا صاحب علیہ السلام) بھی اس آیت کے مصداق ہونے کے مدعی نہیں ہیں جن میں سے ایک مولانا خدا بخش صاحب مدرس مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ ہیں۔ اس اثر کو پامال کرنے کی خاطر بعض قادیانی احباب نے کمال دانائی سے مجلس میں فتنہ پردازی شروع کر دی۔ جلسہ ایک قادیانی [illegible] صاحب کے مکان پر بلی ماراں کے محلہ میں ہو رہا تھا چنانچہ ان اصحاب نے اپنے مکان پر ہماری جماعت کو نہایت غلیظ الفاظ میں مخاطب کیا۔ اصحاب قادیان کی طرف سے کوئی مبلغ یا عالم شخص مباحثہ کے لئے موجود نہ تھا۔ ماسٹر محمد حسن صاحب آسان جو ایک سینما میں کام کرتے ہیں اپنے چند ہم مشرب قادیانی اصحاب کو لے کر مباحثہ کیا کرتے تھے۔ ماسٹر صاحب موصوف غالباً جماعت قادیان کے سیکرٹری تبلیغ ہیں۔ ایک مرتبہ ہمارے نوجوان دوست شیخ احسان الحق اور ایک بارہ سال کے بچے عزیز شفیق احمد نے مسئلہ ختم نبوت پر جماعت قادیان کے نوجوانوں سے باقاعدہ مباحثہ کیا۔ جو نہایت کامیاب رہا لیکن تجربہ ہوا قادیانی اصحاب کی طرف سے گفتگو کرنے والے نوجوان بھی مجلسی شرافت اور آداب گفتگو میں اپنے بڑوں کے پورے نقال ہیں۔ ان کی گفتگو میں جس اونچے قسم کا تمسخر، استہزاء اور غلاظت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

تقاریر

دوا تواروں تک میری ایک سلسلہ تقریر الفرقان بین الکفر والایمان کے موضوع پر ہفتہ وار جلسوں میں ہوتی رہی۔ ہفتہ وار جلسوں میں اب سب سے پہلے ترجمہ قرآن اور مختصر درس ہوتا ہے پھر حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا جاتا ہے اور بعد ازاں تقریر ہوتی ہے ۲۴ اگست کو شام کے وقت زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمود علی صاحب جلسہ منعقد ہوا۔ خاکسار نے درس قرآن دیا۔ جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب نے کشتی نوح کا حصہ پڑھ کر سنایا اور پھر جناب مولینا عمر الدین صاحب نے ایک پر از معلومات تقریر فضائل اسلام پر کی۔

سناتن دھرم کے جلسہ میں تقریریں

سناتن دھرم یوتھ منڈل دہلی کا جلسہ سالانہ گاندھی گراؤنڈ میں منعقد ہوا انہوں نے مختلف مذہبی جماعتوں کو دعوت دی کہ اپنے مذہب کی خوبیوں پر اظہار خیال کریں اسلامی جماعتوں میں سے صرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے مولانا عمر الدین صاحب اور خاکسار راقم الحروف نے ۲ اگست کو اس جلسہ میں تقریریں کیں مولانا عمر الدین صاحب نے موقعہ اور محل کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت موثر تقریر کی اور بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بشارت ہندو حضرات کی کتب مقدسہ میں بھی موجود ہے۔ اور موجودہ عالمگیر سیاسی اور اقتصادی کشمکش کرشن کے ظہور کی مقتضی ہے جو اسلام میں مسیح موعود کی حیثیت میں نازل ہوا۔ آپ نے اسلامی تعلیم کے بعض حصوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اسلام نے عورت کو کیا حیثیت دی ہے۔ اور جو حیثیت اسلام نے دی ہے اسی کی طرف اب دنیا کے رجحانات ہیں حتیٰ کہ ہندو اصحاب نے بھی اسمبلیوں میں طلاق اور ورثہ کے سوالات اٹھا دیے ہیں۔

خاکسار نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے اسلام کی عالمگیر اور بین الملی حیثیت کو پیش کیا اور بتایا کہ صرف اسلام نے ہی خدا کی توحید اور نسل انسانی کی وحدت کا سبق دیا ہے اس کا خدا رب العالمین اسکا رسول رحمۃ للعالمین — اس کی کتاب ذکریٰ للعالمین اور اسکا مرکز ھدی للعالمین ہے۔ جب تک شودر اور برہمن، مشرقی اور مغربی کالے اور گورے بحیثیت انسان ایک سطح پر نہیں سمجھے جائیں گے اسوقت تک دنیا میں امن پیدا نہیں ہو سکتا۔ خدائی توحید پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ تمام دنیا میں ایک ہی قانون ہے جس طرح ایک بیج مشرق میں اگتا اور درخت بنتا ہے اسی طرح مغرب میں اگتا اور درخت بنتا ہے جس قانون کے ماتحت مشرق میں انسان پیدا ہوتا ہے اسی کے ماتحت مغرب میں پیدا ہوتا ہے جو قانون برہمن کی پیدائش کے لئے وہی شودر کی پیدائش کے لئے ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا — اور ہر قوم اور ہر فرد البشر کا اپنی پیدائش — زندگی اور موت میں ایک عالمگیر قانون کے تابع ہونا بتاتا ہے کہ روحانی طور پر بھی وہ ایک قانون کے تابع ہیں اور شودر اور برہمن میں اس اعتبار سے بھی کوئی امتیاز نہیں۔ لہٰذا سب قوموں میں انبیاء و رسل آئے اور سب سے آخر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نوع انسانی کو دعوت اتحاد دیکر ایک سطح پر کھڑا کیا اور ایک خدا کے سامنے جھکا یا جس کا واضح نظارہ برلین۔ لندن۔ ماسکو۔ جنیوا میں یا کمبھ کے میلہ میں نظر نہیں آتا۔ مکہ میں حج کے موقعہ پر نظر آتا ہے۔

دونوں تقاریر کو نہایت اطمینان سے سنا گیا

شمولیت جماعت

علاوہ اس پروگرام کے انفرادی ملاقاتوں ٹریکٹوں اور رسائل کی تقسیم کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے جس سے توسیع جماعت کی مزید توقع ہے۔ حال ہی میں ایک دوست سلطان احمد خان صاحب ڈسپنسر پہاڑ گنج جو قبل ازیں جناب مرزا محمود احمد صاحب کے مرید تھے۔ جماعت میں شامل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

خواتین کا اجتماع

۔۔ اگست کو اکرام [illegible] صاحب مناظر اسلام کے مکان پر خواتین کا اجتماع منعقد ہوا جس میں دینی جماعت کی خواتین کے علاوہ غیر از جماعت خواتین نے بھی شرکت کی۔

خط و کتابت

کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں!

مسلمانوں کے یتیم خانے

یتیم بچوں کی پرورش بھی قوم کا ایک اہم فریضہ ہے مسلمانوں کے ہاں بھی یتیم خانے موجود ہیں۔ مگر ان کی حالت اس قدر زبون ہے کہ بیان سے باہر ہے بعض لوگوں نے تو اس کو معاش کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ چار پانچ اندھے لولے یتیم بچوں کو لے کر اور ایک رسید بک چھپوا کر گلی گلی پھرایا جاتا ہے اور یتیم بچوں سے بھیک منگوا کر اپنا حلوا مانڈا سیدھا کیا جاتا ہے کچھ باقاعدہ یتیم خانے بھی ہیں جن کی آمدنی کا دارومدار کچھ وقف شدہ جائداد اور چندوں پر منحصر ہے۔ چندہ کرنا کچھ عیب کی بات نہیں مگر جو طریقہ ہمارے یتیم خانوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ نہ صرف معیوب ہے بلکہ یتیم بچوں کی آئندہ زندگی کے لئے بھی مضر ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ دو دو تین تین یتیم بچے چندہ کا ایک مقفل بکس ہاتھ میں لئے ریلوں کے ڈبوں میں آتے ہیں اور اپنی دردبھری کتھا سنا کر مسافروں سے چندہ کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یتیم بچوں کو لے کر شہر در شہر کوچہ بکوچہ پھرایا جاتا ہے۔

اگر یتیم خانوں کے اندرونی حالات دیکھے جائیں تو اور زیادہ مایوس کن ہیں۔ نہ کوئی باقاعدہ تعلیم و تربیت کا انتظام ہوتا ہے نہ یتیم بچوں کو کام کاج سے لگانے کی کوشش ہوتی ہے مسلمانوں میں فقیروں کی کثرت کا باعث خود ہمارے یتیم خانے بھی ہیں جو انہیں بچپن ہی سے بھیک مانگنے کی عادت ڈال دیتے ہیں۔

میرے خیال میں مندرجہ ذیل اصولوں پر یتیم خانوں کی تنظیم کی جا سکتی ہے۔

(۱) ایک شہر میں صرف ایک یتیم خانہ ہو جو شہر کے معزز متمول حضرات اور تعلیم یافتہ حضرات کے تحت میں چلے لوگوں کو تلقین کی جائے کہ وہ ایسے لوگوں کو جو یتیم بچوں اور بچیوں کو لیکر ان کے گھروں پر آتے ہیں ہرگز چندہ نہ دیں

(۲) یتیم خانے کی ایک عمدہ خوبصورت اور کشادہ عمارت ہو جس میں بچوں اور بچیوں کے رہنے کا باقاعدہ انتظام ہو۔ عموماً یہ عمارت شہر کے باہر ہو۔ اس کے قریب کمیٹی وغیرہ کے پارک ہوں تاکہ بچے کھیل کود کے لئے انہیں استعمال کر سکیں

آمدنی کے ذرائع

ا۔ جو جائیداد یں یتیم خانوں کے نام ہیں انہیں کمیٹی اپنے تحت میں کرے۔

ب۔ اگر شہر میں ایسی مسجدیں ہوں جن کی آمدنی بہت زیادہ ہو تو ان کی منتظمہ کمیٹی کو مجبور کر کے ایک آدھ جائیداد یتیم خانے کے نام وقف کرا لی جائے۔

ج۔ یتیم خانے کی کمیٹی کے معزز ممبران اپنی جیب سے کچھ ماہوار چندہ مقرر کریں لیکن یہ رقم متعین نہیں کی جائے

د۔ چندہ کے خوبصورت بکس بنوا کر مسلمان تاجروں کی دکانوں اور متمول ملازم پیشہ حضرات کے مکانوں میں لٹکائے جائیں تاکہ وہ روزانہ یا ہفتہ واری یا ماہواری اس میں کچھ چندہ ڈال دیا کریں ہر ماہ یتیم خانہ کا ایک ملازم اس بکس میں سے باقاعدہ رسید دے کر رقم لے آئے۔

ر۔ عموماً شہر کی میونسپل کمیٹیاں یتیم خانوں کو کچھ رقم سالانہ دیا کرتی ہیں اسے وصول کیا جائے۔

س۔ بارہا سنا ہے کہ مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ جو انہیں سود کی شکل میں ملتا ہے ہر سال عیسائی مشنریوں کو چلا جاتا ہے جس حد تک ہو سکے اس رقم کو وصول کیا جائے۔

یتیم خانے کا اندرونی انتظام

عموماً یتیم خانوں میں اس بات کا انتظام کیا جاتا ہے کہ بچوں کو کچھ قرآن شریف کی تعلیم اور کچھ لکھنا پڑھنا سکھا دیا جائے اس کے علاوہ چند یتیم خانوں میں بعض دستکاریاں سکھانے کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ چیزیں اپنی جگہ بہت اچھی ہیں مگر ان کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں نکل رہا ہے میرے خیال میں اس کے لئے بہتر مندرجہ ذیل طریقہ ہے۔

ا۔ بجائے خود پرائمری تعلیم کا انتظام کرنے کے بچوں کو میونسپل کمیٹی کے پرائمری اسکولوں میں تعلیم دلوائی جائے اس سے یتیم خانے کو خواہ مخواہ تعلیم کے خرچ کا زیر بار نہیں ہونا پڑیگا۔

ب۔ پرائمری تعلیم کے بعد جو چند لڑکے خوب ہوشیار اور ذہین معلوم ہوتے ہوں ان کو ہائی اسکول میں داخل کرا دیں ان کے کھانے اور رہائش کا انتظام یتیم خانے میں ہو۔

ج۔ عموماً ہر ایک صوبے میں صوبے کی حکومت کی طرف سے دستکاری سکھانے کا مفت انتظام ہوتا ہے مثلاً دہلی میں محلہ چوڑی والاں میں سرکاری دستکاری انسٹیٹیوٹ ہے جہاں کپڑا بننا، کپڑا رنگنا، موزہ بنیان بنانا، نواڑ بننا، دری بننا وغیرہ وغیرہ کا کام مفت سکھایا جاتا ہے اس کے علاوہ ہر سال عموماً جنوری فروری کے مہینے میں شہد کی مکھیاں پالنے کے طریقہ کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ حکومت کی طرف سے اس قسم کا انتظام ہوتے ہوئے یتیم خانوں کا خود بخود اس قسم کی تعلیم کا انتظام کرنا نہ صرف فضول خرچی ہے بلکہ بچوں کے لئے مضر ہے کیونکہ سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے یتیم خانے خاطر خواہ انتظام نہیں کر سکتے صرف معمولی انتظام پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو بچوں کو عمدہ دستکار نہیں بنا سکتا برخلاف اس کے سرکاری دستکاری انسٹیٹیوٹ میں بخوبی انتظام ہوتا ہے سخت افسوس ہے کہ حکومت روپیہ صرف کرے دوسری قومیں فائدہ اٹھائیں مسلمان فائدہ نہ اٹھائیں اسواسطے بچوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایسی دستکاری انسٹیٹیوٹوں میں داخل کرایا جائے تاکہ یتیم بچے عمدہ دستکار ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

د۔ اکثر بڑے لوگ جب کبھی کچھ بڑی دعوت کرتے ہیں تو یتیم بچوں کی دعوت بھی کر دیا کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یتیم خانے کے لوگ یتیم بچوں کی لائن ڈوری بنا کر بازاروں میں سے گذارتے ہوئے دعوت کے مکان پر لیجاتے ہیں اس طریقہ کو بالکل بند کیا جائے کیونکہ یہ نہ صرف معیوب ہے بلکہ بچوں کی آئندہ زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس سے ان میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔

و۔ اکثر بڑے کارخانوں اور ریلوے ورکشاپ میں دس دس بارہ بارہ سال کے بچے بطور شاگردی (APPRENTICE) کے رکھے جاتے ہیں جنہیں چار پانچ سال تک کارخانے کا کام سکھایا جاتا ہے شاگردی کے زمانے میں کچھ اجرت بھی دی جاتی ہے شاگردی کی مدت کے بعد انہیں وہاں پر باقاعدہ ملازم رکھ لیا جاتا ہے مثلاً حال ہی میں این ڈبلیو ریلوے کے ورکشاپ میں تین سو لڑکوں کی بطور تنخواہ دار شاگردوں کے ضرورت تھی جنہیں پانچ سال تک ٹریننگ دی جائے گی۔ ٹریننگ کے زمانہ کی اجرت پانچ آنے یومیہ پہلے سال سات آنے یومیہ دوسرے سال بارہ آنے یومیہ پانچویں سال مقرر تھی اس کے بعد چودہ آنے یومیہ یا ایک روپیہ یومیہ پر انہیں باقاعدہ ملازم رکھ لیا جائیگا۔ یتیم خانوں کو چاہئے کہ جب کبھی اس قسم کے اعلانات آئیں تو کچھ بچوں کو ورکشاپ میں داخل کرا دیں۔ وقتاً فوقتاً یتیم خانہ کا کوئی ممبر ان بچوں کی ورکشاپ میں جا کر دیکھ بھال کر لیا کرے۔

ک۔ جو نوجوان بچے کمانے کے لائق ہو جائیں ان کی شادی کا انتظام یتیم بچیوں سے کر دیا جائے یتیم بچیوں کو کشیدہ کاری اور دیگر گھریلو دستکاریاں سکھانے کا انتظام کیا جائے کچھ یتیم بچیوں کو دایہ پنے کی تعلیم دلائی جائے تاکہ وہ عمدہ اور قابل دایہ بن سکیں (۲) ربانی پوسٹ میں

(۴) ی۔ اگر سرمایہ اجازت دے تو یتیم خانے کی حدود کو وسیع کیا جائے یعنی یتیم خانہ نہ صرف یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے ... کے باعث اپنے بچوں کو زیر تعلیم دلا سکتے ہیں نہ کوئی دستکاری سکھا سکتے ہیں ✻ (ماخوذ)

جنگ کے دو سال (۲)

فریقین کے نقصانات کا موازنہ

ہر اعتبار سے اتحادیوں کا پلہ بھاری رہا ہے

"جنگ کے گذشتہ دو سالوں میں ہر ایک برطانوی ہوائی جہاز کے بدلے میں دشمن کے چار ہوائی جہاز تباہ کئے جاتے رہے ہیں اس مدت میں رائل ایرفورس کے ۳۰۸۹ ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا اور جرمنی اور اٹلی کے ۱۲۰۲۰ ہوائی جہاز تباہ کئے گئے۔"

ابتدائے جنگ سے ۳۱؍اگست ۱۹۴۱ء تک کے نقصانات کے بارے میں جو بیان شائع کیا گیا ہے اس میں یہ دلچسپ اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔

نقصانات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ کہ ۱۹۴۰ء میں برطانیہ پر جو ہوائی لڑائیاں ہوئیں ان میں دشمن کے ۳۰۳۰۸ ہوائی جہاز تباہ کئے گئے برطانیہ کے ۸۴۷ ہوائی جہاز نقصان ہوئے رائل ایرفورس کے ہوائی اڈوں سے جرمنی پر جو ہوائی حملے کئے گئے ان میں ۱۹۳۹ء میں برطانیہ کے ۲۶ ۱۹۴۰ء میں ۱۳۴۹ اور ۱۹۴۱ء میں اگست تک ۹۵۹ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ برطانیہ کے ان جارحانہ ہوائی اقدامات میں مدافعت کرتے ہوئے جرمنی کے ۱۹۳۹ء میں ۱۰، ۱۹۴۰ء ۴۵۸ اور اگست ۱۹۴۱ء تک ۶۲۵ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ اس سلسلہ میں اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ جارحانہ اقدام کرنے والی طاقت کو مدافعت کرنے والوں کی نسبت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے چنانچہ گذشتہ سال انہی دنوں جب جرمن برطانیہ پر ہوائی حملے کر رہے تھے۔ تو جرمنوں کے نقصان کی نسبت ۳½ اور ایک کی تھی۔ یعنی ہر ایک برطانوی ہوائی جہاز کے بدلے میں جرمنی کے ۳½ ہوائی جہاز تباہ ہوتے تھے اور اب برطانیہ کے ہوائی حملوں کی صورت میں جرمنی کے ایک ہوائی جہاز کے بدلے میں برطانیہ کا نقصان ۱½ ہوائی جہاز ہے۔

جرمنی کے ہوائی حملے لندن اور اس کے مضافات تک محدود رہے تھے۔ کبھی کبھار جرمن ہوائی جہاز برطانیہ کے دیگر شہروں پر بھی حملے کرتے تھے مگر اب برطانیہ کے ہوائی جہاز۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ ناروے اور جرمنی کے دور دراز کے علاقوں پر حملے کر رہے ہیں۔ ان کے ہوائی حملوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ چنانچہ گذشتہ اتوار کی رات کو برطانیہ کے ہوائی جہاز برلین اور اس کے مضافات کے ریلوے سٹیشنوں فیکٹریوں اور اسلحہ ساز کارخانوں پر اپنی آمد کے نشان خوفناک آتش زدگیوں اور ہلاکت آفرین بم باریوں کی صورت میں چھوڑ آئے۔ مشرق کی جانب سے روسی ہوائی جہازوں نے مشرقی پروشیا کے دارالحکومت کونگزبرگ۔ ڈانزگ اور میمل پر بم باریاں کیں۔

دشمن کے بحری جہازوں کے خلاف برطانیہ کے بحری طیاروں کے حملے بھی نہایت کامیاب رہے ہیں جب سے جنگ شروع ہوئی ہے رائل ایرفورس کی کوسٹل کمانڈ کے ہوائی جہازوں نے تارپیڈو اور بم مار کر دشمن کے ۲ لاکھ ۳۰ ہزار ٹن وزن کے جہاز تباہ کئے۔ یہ ہوائی جہاز ۶ لاکھ مربع میل کے سمندر کی نگرانی کرتے رہے ہیں دشمن کی آبدوزوں پر ۲۵۶ حملے کئے۔ ۱۰۷ حملے دشمن کے جنگی جہازوں اور مال لے جانے والے جہازوں پر کئے۔ برطانیہ کو سامان خوراک اور جنگی مال لانے والے جہازوں کے ۵۰۰ قافلوں کی حفاظت کی۔ برطانیہ کے بم بار ہوائی جہازوں نے سال رواں کے جنوری کے مہینے میں دشمن کے علاقوں پر ۱۰۰ حملے کئے اور ۸ سو ٹن بم گرائے۔ جولائی کے مہینے میں ۳۹۰۰ حملے کئے اور ۴۴۰۰ ٹن بم گرائے۔

مشرق وسطیٰ میں دشمن پر حملے

بیان میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۴۰ء میں برطانیہ اور سلطنتی ممالک کے ہوا بازوں نے مشرق وسطیٰ میں جرمنی اور اٹلی کے ۱۲۴۴ ہوائی جہاز تباہ کئے جنوری ۱۹۴۱ء سے اگست ۱۹۴۱ء تک دشمن کے ۱۶۶۶ ہوائی جہازوں کو ٹھکانے لگایا۔ ۱۹۴۰ء میں برطانیہ کے ۱۷۸ اور سال رواں میں اس وقت تک ۳۰۵ ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا گویا اس محاذ پر برطانیہ کے مقابلہ میں دشمن کو ۵ گنا زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ برطانیہ کے ہوائی جہاز اٹلی اور سسلی اور لیبیا میں دشمن کے بحری اور ہوائی اڈوں پر بم گراتے رہے ہیں اس کے مقابلے میں اطالوی اور جرمن ہوائی جہازوں نے اسکندریہ حیفا اور لیبیا میں جیرابوب کی مسجدوں کو بموں کا نشانہ بنایا۔ جیرابوب قبیلہ سنوسی کا مقدس شہر ہے۔ یہاں ۲۸؍اگست کو بم گرائے گئے۔

بحری نقصانات

جنگ شروع ہونے پر برطانیہ کے ۲ کروڑ ٹن وزن کے تجارتی جہاز تھے ان کے نقصانات کے بارے میں صرف ۲۲ مہینوں کے مکمل اعداد مل سکے ہیں۔ جولائی اور اگست میں نقصانات کے اعداد ابھی تک شائع نہیں کئے گئے۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ اگست کا سارا مہینہ جرمن آبدوزوں کے لئے خالی گیا۔ اور ایک غیر سرکاری بیان کے مطابق جولائی میں صرف ½۱ لاکھ ٹن جہاز غرق ہوئے۔ ۲۲ مہینوں کے نقصانات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

برطانیہ کے ۱۰۷۸ جہاز ۴۶۰۵۱۳۲۰۰۰ ٹن کے اتحادی ممالک کے ۳۴۴ جہاز ۱۴۰۸۹۴۷ ٹن کے غیر جانبدار ممالک کے ۳۶۲ جہاز ۱۰۱۴۹۴۳ ٹن کے جہاز غرق ہوئے گویا ۲۱۸۱۲۲۷ ٹن وزن کے ۱۷۸۴ جہاز غرق ہوئے۔

اسی دوران میں جرمنی اور اٹلی کے ۴۰ لاکھ ۷ ہزار ٹن وزن کے جہاز غرق ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ ۲۱۲ جہاز غیر جانبدار بندرگاہوں میں بیکار پڑے ہیں۔ اور برطانیہ کی ناکہ بندی کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکے۔ جرمنی کے پاس جنگ شروع ہونے پر صرف ۷۰ لاکھ ٹن جہاز تھے۔

اسی دوران میں برطانیہ کو ۷۲ ہزار ٹن وزن کے ۱۶۱۸ جہاز ان ملکوں سے مل گئے جن پر جرمنی نے قبضہ کر لیا تھا۔ یا جو برطانیہ کے جہاز ساز کارخانوں نے اس مدت میں بنائے ہیں گویا برطانیہ کو ان ۲۲ مہینوں میں جس قدر بحری نقصان ہوا وہ ساتھ ہی ساتھ پورا بھی ہو گیا۔

رفتار عالم

لنڈن۔ ۱۰ ستمبر چند روز پیشتر ایک جرمن آبدوز نے اطلانتک میں آئس لینڈ کے قریب گریئر نامی ایک جنگی جہاز امریکن پر تارپیڈو پھینکا تھا اگرچہ یہ تارپیڈو نشانے پر نہیں لگا تھا اور امریکن جنگی جہاز صحیح و سلامت آئس لینڈ پہنچ گیا تھا۔ مگر اس واقعہ نے امریکہ بھر میں ہیجان و اضطراب برپا کر دیا تھا۔ آخرکار مسٹر روزویلٹ صدر جمہوریہ امریکہ نے حکم دیا تھا کہ امریکن بیڑا اس آبدوز کا سراغ لگا کر اسے غرق کر دے۔

لندن۔ ۱۰ ستمبر ایران کی تازہ ترین اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ جرمن اطالوی ہنگرین اور رومانوی سفارت خانوں کو بند کرنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ جرمن سفیر کو طہران سے نکل جانے کا حکم مل چکا ہے جرمن باشندوں کو برطانیہ اور روس کے حوالے کر دیا جائیگا۔ اطالوی ہنگرین اور رومانوی سفیروں سے کہدیا گیا ہے کہ وائرلیس کے ذریعہ کوئی خبر نہ بھیجیں مشہد زاہدان کے درمیان ٹریفک شروع ہو گئی ہے مشہد اور طہران میں ٹیلیگراف کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا ہے

لندن۔ ۱۰ ستمبر روس کے سرکاری بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مشرقی محاذ کے طول و عرض میں ایسی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے کہ تاریخ بھر میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کبھی جرمن فوج روسیوں کو دھکیل لے جاتی ہے کبھی روسیوں کا ریلا جرمنوں کو بہا لے جاتا ہے لڑائی کا سب سے زیادہ زور لینن گراڈ اور سمولینسک کے محاذوں پر ہے ایک روسی اخبار نویس نے لڑائی کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے۔ اسکا بیان ہے کہ یلنیا کے فتح ہو جانے پر ۸۰ ہزار جرمن ہلاک کر دیئے گئے۔

لندن۔ ۱۰ ستمبر روسیوں نے یلنیا سے ایک سو ساٹھ میل جنوب مغرب کی طرف جرمنوں پر ایک جوابی حملہ کر دیا ہے۔ روسیوں کا بیان ہے کہ گومیل کے قریب دو جرمن ڈویژن فوج برباد کر دی گئی ہے جرمنوں نے روسیوں کو دھمکی دی ہے کہ لینن گراڈ کو حوالے کر دو ورنہ وارسا کی طرح اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی اس میں کوئی شک نہیں لینن گراڈ کے قریب بیحد شدید لڑائی ہو رہی ہے جنوب میں اوڈیسہ پر بھی شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ جرمن اور رومانوی تین دفعہ اعلان کر چکے ہیں کہ جرمن اور رومانوی فوج اوڈیسہ میں داخل ہونے والی ہے مگر ابھی تک ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ روسیوں کا بیان ہے کہ اوڈیسہ کے قریب ۷۵ فیصدی رومانوی فوج ہلاک ہو چکی ہے

لندن۔ ۱۰ ستمبر امریکہ سے آنے والے جہازوں کا بہت بڑا قافلہ برطانیہ میں پہنچا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام وست
بادۂ عرفان ما از جام وست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ — لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۴ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۴۱ء — نمبر ۵۷

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وجہ تسمیہ رمضان

فرمایا۔ رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالےٰ کے احکام کیلئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہوتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن سے ہی ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے۔ اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہوجاوے اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ انزل فیہ القرآن میں یہی اشارہ ہے۔ بیشک روزہ کا حکم اجر عظیم ہے۔ مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں۔ روزہ کے بارہ میں خدا فرماتا ہے ان تصوموا خیر لکم یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو۔ تو تمہارے لئے اس میں بڑی خیر ہے۔ (فتاوی احمدیہ صفحہ ۱۶۵)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں حضرت ممدوح نے موجودہ شیوع میں سب احباب سلسلہ سے "رمضان کا مجاہدہ" کے عنوان سے ایک اپیل کی ہے سب دوست نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء بروز جمعہ چودھری غلام احمد صاحب ورک موضع بیداد پور تحصیل شاہدرہ کا نکاح شریفت بی بی بنت چودھری ثناء اللہ صاحب ملہی موضع ابدولہی ضلع سیالکوٹ سے بعوض مبلغ دو ہزار روپیہ پڑھا گیا۔ اس خوشی میں چودھری غضنفر علی صاحب نے مبلغ دس روپیہ تبلیغ دین کے لئے وصول کرکے انجمن کو بھجوائے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو طرفین کیلئے موجب خیر و برکت بنائے۔

—— جناب مرزا محمد احمد صاحب کیمل کوٹہ کی والدہ صاحبہ نے اپنے پوتے کی ولادت کی خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ تبلیغ اسلام کے لئے انجمن کو دیئے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے آمین۔

—— جماعت کے بعض احباب جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب لدھیانوی کا پتہ دریافت فرماتے رہتے ہیں۔ انکی اطلاع کیلئے جناب سید صاحب موصوف کا مکمل پتہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔
جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب پنشنر احاطہ صالح محمد خان مرحوم لدھیانہ

—— جناب ڈاکٹر الہٰی بخش صاحب کی صاحبزادی بعارضہ بخار بیمار رہیں۔ درد دل سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

"رمضان کا مجاہدہ" کے عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے موجودہ شیوع میں جماعت سے ایک اپیل کی ہے سب دوست نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں

رمضان کا مجاہدہ

ماہِ رمضان میں دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری تبلیغی مقاصد میں کامیاب کرے

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

مسلمانوں کے مجاہدہ کا مہینہ آ رہا ہے۔ میں نے اپنے احباب سے سال گذشتہ بھی ایک اپیل کی تھی اب پھر کرتا ہوں کہ کم سے کم رمضان کا مہینہ سب احمدی مرد عورتیں نوجوان سب کے سب تہجد کی اگر زیادہ نہیں تو دو رکعت ہی پڑھیں۔ سحری کے لئے سب لوگ اٹھتے ہیں بلکہ جو کسی عذر کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکتے ہوں ان کی بھی آنکھ کھل جاتی ہے کیونکہ سارا گھر جاگا ہوا ہوتا ہے۔ سحری کے وقت سے زیادہ نہیں تو آدھ گھنٹہ پیشتر ہی اٹھ کر وضو کر کے کم سے کم دو رکعت نماز تہجد ضرور پڑھیں اور اس کے بعد سحری کھائیں ان لوگوں کو جنہیں یہ عادت نہیں بے شک پہلے پہلے ذرا مشکل معلوم ہوگا لیکن دو چار دن میں جب عادت پڑ جائے گی تو اس میں راحت محسوس ہوگی۔

ہم ایک تبلیغی جماعت ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے سینوں میں یہ درد ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کو کلمہ حق پہنچایا جائے جو ابھی تک اس سے بے خبر ہیں یہ وہ بات ہے جس سے مسلمان انتہائی درجہ کی لاپرواہی برت رہے ہیں۔ یہی مسلمان قوم کی سب سے بڑی بیماری ہے اور دوسری طرف مغربی دنیا کے مادہ پرست اور ان کی تقلید میں ان کے مشرقی غلام جو سیاسی طور پر بھی غلام ہیں اور ذہنی طور پر بھی غلام خدا سے بہت دور جا رہے ہیں اور اپنی طاقت اور دولت کے نشہ میں سرشار خدا کی معرفت سے بے خبر ہوتے جا رہے ہیں ان کو خدائے واحد کی طرف واپس لانا اور اس کے آستانہ پر جھکانا یہ وہ عظیم الشان انقلاب ہے جس کے پیدا کرنے کے لئے ہماری جماعت کھڑی ہوئی ہے مگر ایسے انقلاب منہ کے لفظوں سے پیدا نہیں ہوتے۔ تحریروں اور تقریروں سے پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ دلوں کے درد اور سینوں کے غم سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہی درد تھا جو آنحضرت صلعم کو بیتاب کر کے غار حرا میں لے جاتا تھا جیسا کہ مسیح موعود نے فرمایا ہے:۔

من نمیدانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے
کاندر آں غارے درا و روش حزین و دلفگار

اور قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کا خالق اللہ آپ کے نہاں در نہاں رازوں کا واقف فرماتا ہے۔ لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين تو اس غم اور درد سے اپنے آپ کو ہلاک کر دیگا کہ لوگ اپنے مولا سے اتنے دور کیوں جا پڑے ہیں اور کیوں وہ اس کے آستانے پر نہیں جھکتے۔ یہی درد تھا جس نے آپ پر رات کی نیند حرام کر رکھی تھی اور جو آدھی آدھی رات اور دو تہائی رات آپ کو خدا کے حضور کھڑا رکھتا تھا۔ یہی درد تھا جس نے آخر دنیا پر وہ انقلاب عظیم پیدا کیا کہ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اس رنگ کا انقلاب آج بھی دنیا میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے مگر وہ انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہی درد پھر دوبارہ دنیا میں پیدا نہ ہو۔ اسی درد سے وافر حصہ اس صدی کے مجدد کو ملا اور اسی آگ سے اس کے پاس بیٹھنے والوں کے سینوں میں بھی ایک ایک چنگاری پڑی۔ لیکن وہ چنگاری ان سینوں کو اور پھر وہاں سے نکل کر دنیا کو اسی وقت روشن کر سکتی ہے کہ غفلت کے خاکستر کے نیچے وہ بجھ نہ جائے اور اس کو روشن کرنے کے لئے ہم بھی محمد رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے راتوں کے اندھیرے میں اس کے روشن کرنے کا سامان کریں۔

پس رمضان کے انتیس (۲۹) یا تیس (۳۰) دن ہر ایک اس احمدی سے جو احمدیہ جماعت لاہور سے تعلق رکھتا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ نماز تہجد کا التزام کرے اور اس نماز تہجد میں بالخصوص جو تڑپ اس کے سینے کے اندر ہو جس چیز کے لئے وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے وہ یہی ہو کہ اے خدا تو نے جو اس دنیا کو اس قدر ظاہری سامان زینت کے اور جسم کی تربیت کے دئیے ہیں تو اب ان کی روح کی ربوبیت کی طرف بھی توجہ فرما اور اپنے اس کلام پاک سے جو تو نے تمام جہان کی ربوبیت کے لئے نازل فرمایا تھا ان کی بھی ربوبیت فرما تو ان کو محمد رسول اللہ صلعم کے امن کے جھنڈے کے نیچے لے آ۔ کیونکہ وہ دنیا کی دولت کے پیچھے پڑ کر ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر جا پہنچے ہیں۔ بلکہ اس کے اندر دھڑا دھڑ گر رہے ہیں۔

بیشک اس درد سے جو محمد رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک میں اصلاح عالم کے لئے تھا۔ فرداً فرداً ہمارے درد کو کوئی نسبت نہیں اس سمندر کا یہ ایک قطرہ بھی نہیں لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ اگر پانچ ہزار قلوب کے اندر بھی اتنا درد پیدا ہو جائے تو دنیا میں پھر ایک دفعہ انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اور دنیا اس عذاب عظیم سے چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے جس میں اس وقت اس کے اپنے اعمال نے اسے ڈال رکھا ہے۔ پانچ ہزار میں اس لئے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کو رؤیا میں یہی بتلایا گیا تھا۔ کہ پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا۔ اس فوج کے سپاہی کا ہتھیار گریہ شب ہے۔ آؤ ہم سب مل کر سال میں ایک مہینہ صرف انہی دعاؤں کے لئے وقف کر دیں کہ دنیا اسلام اور خدائے اسلام کے آگے سر جھکا دے اس بات میں ذرا بھی شک آپ کے دلوں میں نہ ہو کہ اب دنیا خدا کی طرف کس طرح واپس آ سکتی ہے۔ یہ خدائے صادق کا وعدہ ہے یہ انسانوں میں سے صادق ترین انسان کا وعدہ ہے۔ سو خدا اور اس کے رسول کا وعدہ پورا ہو کر رہیگا اللھم انت الحق و وعدك الحق۔

تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اس مقصد میں جو امام وقت نے ہمارے سامنے رکھا ہے "قرآن کریم کا دنیا میں پہنچانا اسلام کا دنیا میں پھیلانا اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند کرنا" ہمیں کامیاب فرمائے اور ہمارے ہاتھوں سے اپنے دین کی تبلیغ کی وہ بنیاد رکھوائے جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے۔ ہاں یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے دنیا کے لالچ سے پاک کر کے اس قابل بنائے کہ ہم اسکا جند یا اس کی فوج کہلا سکیں اور یہ بھی دعا کریں کہ جو لوگ ہم میں سے پیچھے رہتے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی وہ قوت پیدا کرے کہ ان کا قدم خدا کے رستے میں مضبوطی کے ساتھ اٹھنے لگے ہم تھوڑے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے یہ ارادہ الٰہی کے ماتحت ہے لیکن اگر ہمارے دلوں میں درد تھوڑا ہو تو یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ سو اپنے درد کو زیادہ کرو تا وہ ہماری قلت کا علاج ہو جائے والسلام ۔

خاکسار

محمد علی ۔ ڈلہوزی ۷ ستمبر ۱۹۴۱ء

"پیغام صلح" کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا "اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اسکا آرگن ہے جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال موید نہیں بن سکتے اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میاں صاحب کی تفسیر پر نظر

اس حسن خود نما کو کہیں رکھئے حجاب میں - یا گرمئ نگاہ کا گلہ چھوڑ دیجئے

(از جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

انسان کا عبارز قابلیت تجدید اور اولیت ہے اس لئے قرآن مجید اور دنیا کی تاریخ میں سابقون الاولون اور مجاہدین فی کو جو اہمیت حاصل ہے خالفین حاسدین اس سے یکسر محروم رکھے گئے ہیں۔ تجدید اور اولیت نہ صرف خود ایک اعلیٰ وصف ہے بلکہ تقلید اور نقل اپنے وجود نمائش کے لئے سراسر اس کی مرہون منت ہے کسی نے خوب کہا ہے -

All true art is not only a Creation but a creation that re-create.

ہر ایک حقیقی فن نہ صرف خود ایک صنعت ہے بلکہ ایک ایسی صنعت ہے جو دوسری صنعت کو پیدا کرتی ہے اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مساعی جمیلہ اور تبلیغی کوششوں میں اولیت کا سہرا جماعت احمدیہ لاہور کو حاصل ہے اور قادیان کی جماعت ہمیشہ ہمیشہ جماعت لاہور کے ساتھ رشک... حسد کی وجہ سے ان مساعی کے میدان میں منظر عام پر آتی یا لائی جاتی ہے یہ ہماری صرف رائے یا خیال نہیں بلکہ واقعات کی افتاد اس امر کو بخوبی ظاہر کرتی ہے -

(۱)

جماعت احمدیہ لاہور نے قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کیا جسے دیکھکر اول اول تو ارباب قادیان صرف چیں بجبیں ہوئے اور اس نورانی شمع کو دنیا کی نگاہ سے پوشیدہ کرنے کے لئے تاریکی پسند پروانوں کی طرح اس پر حملہ آور ہوئے۔ نوٹس دئے گئے مقدمہ کی دھمکیاں دی گئیں اس عظیم الشان کام کی اہمیت کو کم کرنے کیلئے طعن تشنیع اور خوردہ گری پر مملو مضامین شائع کئے گئے۔ مگر ان تمام جگر کاویوں اور آتش بیانیوں کا نتیجہ

پھر نہ دیکھا کچھ بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب
شمع تک تو ہم نے بھی دیکھا کہ پروانہ گیا

پروانے جل بجھے مگر شمع کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے بلکہ اس شمع نے دنیا کے کونوں تک ضیا باری کی اس کی کثرت اشاعت اور قبولیت کو دیکھ کر بعض حساس لوگوں پر سحر طرازی کرنے کیلئے ارباب قادیان نے اعلان کیا "قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کوئی بڑا کام نہیں ہم ہر ماہ ایک پارہ قرآن مجید انگریزی میں ترجمہ کرکے شائع کریں گے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا۔ ایڈیٹر الفضل کے زیر صدارت میں ایک آتش زیر پا کمیٹی ترجمہ کیلئے بیٹھی جسے ولیمن بہت مدت دی گئی کہ قرآن مجید کی ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو نہ کبھی کسی نے دیکھی اور نہ سنی تفسیر کی مصداق ہو اور پھر اسکا ترجمہ انگریزی منشی عبدالحق صاحب مرحوم سے کرایا جائے اور ہر ماہ ایک پارہ انگریزی ترجمہ کا نکلتا رہے۔ تاریخ احمدیت کے واقف جانتے ہیں کہ اس رشک وحسد کے مظاہرہ نے تفسیر کا کتنا کام کیا؟ یہ کمیٹی صرف ایک پارہ شائع کر سکی اور آج بیس پچیس برس کے طویل عرصہ میں ہر ماہ ایک پارہ شائع کرنے کا دعویٰ کرنیوالی جماعت دوسرا پارہ شائع نہ کر سکی - خلیفۂ قادیان کی ایسی ہی تعلیوں نے غریب "قاصی" کی جان لی - جماعت قادیان کی یہ شکست ہمت کیا بظاہر نہیں کرتی کہ نیتوں کے فتور اور حسد کی آگ نے اس عزم کو "موئے آتشدیدہ" بنا کر رکھ دیا مگر صاحب اولوالعزم نے اس شکست ہمت کو لوگوں کی نگاہ سے اوجھل کرنے کیلئے کسی لوح محفوظ سے اپنے اوپر یہ وحی نازل کر لی کہ کسی خلیفہ نے کبھی قرآن مجید کی تفسیر نہیں لکھی -

جماعت قادیان کی پختہ زناری پر آفرین کہئے کہ خلیفہ صاحب تفسیر قرآن لکھیں تو سبحان اللہ اور اگر یہ اعلان کریں کہ تفسیر لکھنا خلیفہ کا منصب نہیں تو اس پر بھی امنا وصدقنا

(۲)

جماعت احمدیہ لاہور کے "پاک ممبروں" کو خداوند عالم نے یہ توفیق دی کہ وہ حضرت مسیح موعود کے رویاء کو ووکنگ میں تبلیغ اسلام کا مرکز بنا کر پورا کریں حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے ہاتھوں اس کی بنیاد رکھی گئی یہ صاف اور سیدھا حق کا فیصلہ تھا کہ حضرت مسیح موعود کے خوابوں کی تعبیر کس شجر طیبہ کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے حضرت مولانا مرحوم نے مولانا شیر علی صاحب کو خواجہ صاحب مرحوم کی مدد کیلئے بھیجنے کی وصیت کی مگر اس شجر طیبہ میں یہ پیوند نہ لگ سکا -

.... تاہم ارباب قادیان اس دلیل صداقت کو بھی دیکھ نہ سکتے تھے جھٹ ایک عدد مشن کا شاخسانہ حضرت مولانا مرحوم کی بنیاد کے خلاف کھڑا کر دیا گیا تا اس دلیل صداقت کو لوگوں پر ملتبس کر دیا جائے مگر ووکنگ مشن اور قادیان مشن کی کامیابیاں اور ناکامیاں نیتوں کے خلوص اور فساد کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں -

(۳)

(۱) جماعت احمدیہ لاہور نے جرمنی میں تبلیغ اسلام کا مرکز قائم کیا (۲) مسجد تعمیر کی (۳) نومسلمین کی ایک جماعت پیدا کی (۴) قرآن مجید کا ترجمہ جرمنی زبان میں ہزارہا روپیہ خرچ کرکے شائع کیا (۵) رسالہ مسلمش ریویو جاری کیا قادیانی دوستوں نے حسب عادت اس کام کی بھی نقل کی جرمن مشن کی کامیابی کا کانٹا ان کی آنکھ میں چبھا جماعت سے درد بھری اپیل کی گئی کہ

بے خلشہا نیستی نا زیستن

اس لئے جرمن مشن کا جواب ضرور ہونا چاہئے لیجئے جماعت احمدیہ لاہور کے بالمقابل مشن کی داغ بیل ڈالی گئی مکان خرید لیا گیا - اپیل در اپیل کرکے جماعت کو گرما دیا گیا - کہ لاہوری جماعت کا جواب ضروری ہے - اس رقابت کے واسطہ سے چندہ مل گیا مسجد بنا دی گئی مگر عقبنی جاری یہاں جذبۂ رقابت وحسد نے مسجد بنائی اسی قدر جلد وہ فروخت بھی ہو گئی - مشن توڑ دیا گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ یہ ناکامی اور نامرادی اُن ..... کو اس لئے نصیب ہوئی کہ ؏

میری تعمیر میں مضمر تھی اک صورت خرابی کی

(۴)

جماعت احمدیہ لاہور نے جاوا میں ایک اور مشن کی بنیاد رکھی اس کی کامیابی دیکھ کر قادیانی دوستوں کی چھاتی پر سانپ لوٹ گیا - اس مشن کی تقویت کے لئے جاوا کے طلباء کی ایک جماعت پر جو یہاں لاہور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام تعلیم پا رہی تھی قادیان کے پانچویں کالم نے چھاپا مارا انکو قادیان لے گئے ان کی وساطت سے جاوا مشن کی مخالفت شروع کی گئی اور مقابلہ پر اتر آئے - پر یہ امر چھپائے سے بھی نہیں چھپ سکتا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے مشن جاوا نے ایک بہت بڑی جماعت وہاں تیار کی (۲) ڈچ زبان میں نہایت خوبصورت ترجمہ قرآن مجید شائع کیا اور قادیانی اپنے بھیجے ہوئے ففتھ کالموں کی ناکامی پر کف افسوس ملتے ہوئے مخالفت اور حسد کی آگ میں ناکام ہو کر رہ گئے -

(۵)

جماعت احمدیہ لاہور نے تبلیغ اسلام کی خاطر اخبار "دی لائٹ" جاری کیا اسکی خدمات سے شہرت دوام حاصل کی قادیانی جماعت کی آنکھیں اس نور سے خیرہ ہو گئیں امر واقعہ ہے کہ ارباب قادیان نے اپنے دام افتادوں کے حلقہ میں لائٹ کا صدقہ اور واسطہ ڈالکر ایک خفیہ جاری کیا کہ لاہوریوں کو اپنے اس اخبار پر ناز ہے اس اسکا جواب پیدا کرنا ضروری ہے - یہ تمہید تھی "سن رائز" اجراء کی مگر ؎

امید اس سے نہ رکھ نادان مُرغان خوش الحان کی
ہمیشہ جس بیاباں سے ہوئے زاغ و زغن پیدا

لائٹ کی قبولیت اور "سن رائز" کی کس مپرسی اسی جذبۂ حسد و رقابت کا نتیجہ ہے -

(۶)

جماعت احمدیہ لاہور کی مساعی تبلیغ میں اولیت سبقت اور تجدید کی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جو کامیابی کا منہ دیکھ چکیں - مگر فریق قادیان کو بھی کامیابی ہوئی ہو ..... یہ کسی نے آج تک بیس پچیس سال کے عرصہ میں نہیں دیکھا اور نہ دیکھا جا سکتا ہے، مذکورہ بالا اصل کی تائید میں صرف ایک مثال اور عرض ہے کئی برس گذر چکے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے تین ضخیم مجلدات میں قرآن مجید کی ایک تفسیر اردو زبان میں شائع کی جس نے ملک کے علماء اور عوام سے خراج تحسین حاصل کیا - قادیانی جماعت کے اپنے لوگوں اور دوسروں نے طعنہ زنی کی کہ لاہوری جماعت کا انگریزی ڈچ اور جرمن زبان کے تراجم قرآن مجید کا جواب پیدا کرنا تو ابھی اگلی صدی کے تخیلات اور تجاویز میں سے ہے - اور کچھ نہیں تو اردو تفسیر کے بالمقابل ہی کچھ کر دکھاؤ - چنانچہ علماء قادیان کے اندر اس تفسیر کا مواد نظم پانے لگا کچھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۲ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ | نمبر ۵۷

دیگر اقوام میں روزہ کا مفہوم

اسلامی ارکان میں روزہ کی حیثیت مستقل عبادت کی ہے

دنیا کے تمام مذہبی نظامات میں روزہ بحیثیت ایک مذہبی پابندی کے پایا جاتا ہے۔ ایک مغربی فاضل لکھتا ہے۔ "روزہ کے مقاصد اور انداز مروجہ کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن کسی ایسے مذہب یا ملت کا نام لینا بہت مشکل ہے جسمیں کسی نہ کسی رنگ میں اسکا اعتراف اور اقرار موجود نہ ہو" کنفوشیت اور زرتشتیوں کو اس سے مستثنا خیال کیا جاتا ہے لیکن موخرالذکر میں بھی کم از کم پادریوں اور مذہبی راہنماؤں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ دور حاضر میں گو عیسائی روزہ کو زیادہ اہمیت نہ دیں لیکن اسمیں مطلق شک نہیں کہ حضرت مسیح روزہ کو زیادہ ضروری سمجھتے تھے انہوں نے خود چالیس دن کا روزہ رکھا اور اپنے شاگردوں کو روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ انجیل مقدس میں ایک جگہ ان کا ارشاد موجود ہے۔ "اسکے علاوہ جب تم روزہ رکھو تو منافقت کے ساتھ چہرہ کو مغموم مت بناؤ۔ جب تم روزہ رکھو تو سر کو تیل لگاؤ اور چہرہ کو دھو کر صاف کرو" حضرت مسیح علیہ السلام کے اس حکم کے بموجب ابتدا میں عیسائی نہایت اہتمام سے روزہ رکھا کرتے تھے پہلی عیسائیوں کے رہنے دیجئے۔ سینٹ پال جو موجودہ عیسائیت کا بانی ہے اس نے روزہ رکھا ہے۔

اسلام کے علاوہ تمام اقوام ممیزہ میں روزہ کو غم دکھ اور مصیبت کے اظہار کا طریقہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہودی خاص طور پر اس اظہار کیلئے روزہ رکھتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ حضرت داؤد کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے ننھے بچے کی بیماری کے دوران میں سات دن کا روزہ رکھا چنانچہ پہلے سام میں روزہ کو ماتمی نشان بتایا گیا ہے۔

غالباً روزہ کو غم و اندوہ کے اظہار کا ذریعہ سمجھنا اس لئے تھا۔ کیونکہ روزہ کو خود اذیتی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اس لئے لوگ خیال کرتے تھے کہ اپنے آپ کو دکھ دینے سے خداوندان قضا و قدر خوش ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کی مصائب کو کم کر دیتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چالیس روزے ایسے ہیں جن کی نوعیت پہلوں سے مختلف ہے یہ محض خداوند تعالیٰ کی وحی حاصل کرنے سے پہلے تیاری کے طور پر رکھے گئے۔ اور جن کی بعد میں حضرت مسیح نے پیروی کی۔ عیسائیت نے کوئی جدید معنی روزہ کے مفہوم میں پیدا نہیں کئے۔ اور حضرت مسیح کے وہ الفاظ جنکا مطلب یہ ہے کہ ان کے شاگرد ان کے رفع کے بعد روزے رکھیں۔ صرف روزہ کا اسرائیلی نصب ہے جسکا قومی ماتم اور آشوب سے تعلق ہے۔

لیکن اسلام نے روزہ کا مفہوم بالکل بدل ڈالا اسلام کے اندر روزہ ایک اپنی مرضی سے اختیار کی ہوئی اذیت نہیں ایک ایسی قربانی نہیں جو کسی مغلوب الغضب دیوتا کو خوش کرنے کیلئے کی گئی ہو بلکہ ایک عبادت ہے جس سے انسان کے روحانی قوا کی تربیت کا کام لیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید میں ایسے روزوں کا بھی ذکر ہے جنہیں ہم مکافات کے ضمن میں لاسکتے ہیں مثلاً کوئی شخص اگر خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے مکافات کے طور پر چند روزے رکھنا ہونگے لیکن ان کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو مقصد تادیب نفس ہے لیکن وہ روزے جو مسلمانوں پر فرض کئے گئے ہیں ان کی نوعیت بالکل مختلف ہے ان کی حیثیت ایک اخلاقی دار کی ہے وہ صرف اس لئے رکھے جاتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے اندر ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا روحانی اخلاق اور جسمانی انضباط اور تزکیہ عمل میں لایا جائے یہی وجہ ہے کہ اسلامی ارکان کے اندر روزہ کی حیثیت ایک مستقل عبادت کی حیثیت ہے اور اگر اسلام میں بھی روزے محض ایک تادیبی سزا اور تنبیہ کے لئے ہوتے تو انہیں ایک مستقل عبادت کی شکل نہ دی جاتی روزہ اسلام میں صرف تقویٰ پیدا کرنے کیلئے ہے اور تقویٰ کے معنی بدی سے حفاظت اور اجتناب کے ہیں یعنی انسان روحانی اور اخلاقی لحاظ سے یہاں تک بلند ہو کہ اسے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ سورۃ توبہ اور التحریم میں روزہ رکھنے والوں کو السائحون کے نام سے یاد کیا گیا ہے جو کہ سائح سے عبارت ہے جس کے معنی سفر کرنے کے ہیں تو مطلب ہوا کہ روزہ دار ایک روحانی رہرو ہے یعنی ایک ایسا مسافر ہے جو روحانی منازل کو نہایت ہمت اور استقلال سے طے کر رہا ہے۔ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید خدا تعالیٰ کے قرب کی طرف اشارہ کرتا ہے چنانچہ سورۃ البقرہ کے رکوع ۲۳ میں رمضان کے متعلق احکامات دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے

واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ط

ترجمہ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق دریافت کریں تو بیشک میں قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

اس کے علاوہ حدیث شریف میں بھی اس امر پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ روزہ محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کیلئے رکھنا چاہئے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد نبوی ہے کہ جو کوئی رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھتا ہے وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میری خوشنودی حاصل کرتا ہے۔

اور آخر خدا اور خدا کے رسول کی خوشنودی اور قرب کیوں حاصل نہ کرے جب کہ ایک انسان اپنے گھر میں دنیا کی تمام نعمتوں کو رکھتے ہوئے صرف اس لئے ایک لمبے وقفہ کے لئے ان کے استعمال سے رکا رہتا ہے کیونکہ یہ ارشاد خداوندی ہے ورنہ گھر کی تنہائیوں میں وہ جب چاہے اپنی پیاس اور بھوک کم کر سکتا ہے مگر صرف ایک خیال اسے ایسا کرنے سے روک دیتا ہے اور وہ خیال خدا تعالیٰ کی موجودگی کا ہے یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور اس کی انسان کے ہر فعل پر نگاہ ہے اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب کرتا ہے یعنی اس کے قلب میں خدا تعالیٰ کی موجودگی کا خیال اتنا قوی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ اس بلند و برتر ہستی کو اپنے قریب پاتا ہے اور جوں جوں رمضان کے دن گذرتے ہیں یہ خیال ایمان میں بدل کر محکم ہو جاتا ہے اتنا محکم کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے متزلزل نہیں کر سکتی یعنی مسلمان روزمرہ کی ارضی زندگی کے بطن سے ایک نہایت شاندار روحانی زندگی پیدا کر لیتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں نہیں رہتا۔ دنیوی نعمتوں کا مالک ہوتے ہوئے جب چاہے اپنے خدا اور رسول کیلئے ان سے مجتنب ہو سکتا ہے۔

دوسری غرض جو روزہ میں مضمر کی گئی ہے وہ اخلاقی انضباط ہے یعنی انسان کو روزہ سے صعوبت کشی کا سبق دیا گیا ہے یہ دنیا پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ایک جہد للبقا کا میدان ہے اسمیں وہی زندہ ہے جو مجاہد ہے جو بھوک اور پیاس کو برداشت کر سکتا ہے جو تکالیف اور مصائب کو دعوت مقابلہ دے سکتا ہے یہ تکلیفیں روزے انسان کے اندر نہایت درجہ کی قوت برداشت پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر اس چیز کے استعمال سے رک جانا جو انسان کی حیات کے لئے مضر ہے انسان کو اخلاقی لحاظ سے قوی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو زمین میں اسلئے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے کہ وہ عناصر میں فتوحات کرے اور انہیں اپنا تابع کر کے اپنے مصرف میں لائے تاکہ اسے زندگی پر زیادہ سے زیادہ قابو حاصل ہو۔ وہاں انسان کو یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کو تسخیر کرے اپنی خواہشات پر ضبط حاصل کرے تاکہ خواہشات اسکی ترقی میں سد راہ نہ ہوں۔ وہ انسان جو اپنی خواہشات پر حکمرانی کر سکتا ہے وہ دنیا میں تمام اشیاء پر حکومت کرنے کے قابل ہے اور وہی انسان اخلاقی لحاظ سے بلند ہے۔

روزہ کے اندر بعض سوشل فوائد بھی پوشیدہ ہیں جہاں نماز امیر اور غریب کو چھوٹے اور بڑے کو پانچ وقت مساوات کی ایک ہی صف میں کھڑا کرتی ہے وہاں رمضان کا ہلال ساری دنیا میں یہ پیغام دیتا ہے کہ آج سے امیر اور مفلس بھوک کی تکلیف کو ایک ہی طرح محسوس کریں گے۔ تاکہ انکے اندر ایک دوسرے کے متعلق صحیح انسانی جذبات پیدا ہوں اور انکا خورد و نوش کا معیار کم از کم ایک مہینہ کے لئے ایک ہی سطح پر آجائے اور وہ معاشی لحاظ سے بھی ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں اور ان پر روشن ہو جائے کہ دولت کسی کی اجارہ داری نہیں بلکہ اس پر سب انسانوں کے مساوی حقوق ہیں امیروں کو چاہئے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کے حقوق کو ادا کریں اور جب تک انسان اپنے حقوق کی ذمہ داری کو عملی طور پر محسوس نہ کرے وہ انہیں ادا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا سو روزہ میں اسلام نے ایک بہت بڑا سوشل تربیت کا سامان رکھا ہے اسلام کے تمام ارکان جنکا بجا لانا جمہور مسلمانان کیلئے فرض ہے جہاں انمیں روحانی اور اخلاقی تادیب مدنظر ہے وہاں ان میں بہت بڑے بڑے سوشل فوائد بھی پوشیدہ ہیں اسلام نے مذہب کو وجدان تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کیلئے بھی اسے مفید بنانے کی کوشش کی ہے اور اس میں اسلام کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی آج اس مہینہ میں جو کہ روزوں کا مہینہ ہے جسمیں تمام عالم اسلامی نے ایک غیر معمولی روحانی اور سماجی تحرک پایا جاتا ہے اسکا اندازہ دیگر مذاہب سے موازنہ کرنے سے ہو سکتا ہے اسلامی ارکان ایسے سرچشمے ہیں جن سے انسانی مشکلات کی سیرابی ہو سکتی ہے اور خاص کر روزے ایک ایسے ادارے کا حکم رکھتے ہیں جنکی اخلاقی اور روحانی لحاظ سے قدر و قیمت بہت ہی زیادہ ہے اور جو شخص بھی اس ادارہ کو نظر غائر سے دیکھیگا اسے معلوم ہوگا کہ اسلام نے روزہ کا مفہوم بالکل بدل دیا ہے۔ ٭

عرصہ پیشتر یہ بھی سننے میں آیا کہ میاں صاحب نے ایک تفسیر مخفی لکھی ہے جو پردہ اخفا میں ہی رہی یا مرحوم و مغفور ہو گئی۔

کچھ دنوں کی بات ہے کہ ایک تفسیر کبیر کے نام سے شائع ہونے کا غلغلہ قادیان سے بلند ہوا ایک صاحب ہمیں بھی اس ڈھنڈورے کے ساتھ اسکا ایک نسخہ دیکھنے کیلئے دے گئے کہ ایسی تفسیر نہ دنیا نے کبھی دیکھی اور نہ سنی۔ تفسیر کی اس تعریف پر ہمیں ایک لطیفہ یاد آگیا۔

ایک صاحب ایک زندہ دل بڑھئی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمائش کی کہ وہ ایک ایسی چارپائی ٹھونک دے کہ اس جیسی چارپائی کبھی کسی کاریگر نے نہ ٹھونکی ہو اور اس کے بعد بطور تاکید مکرر سمجھا سمجھا کر کہا کہ مستری صاحب ہماری بات نہ بھولنا۔ کہ چارپائی بے مثال اور بے نظیر ہو۔ مستری صاحب بھی ان صاحب کی سادگی کو بھانپ گئے اور ایک عجیب چارپائی ان کے لئے تیار کر دی جس کی شکل "سواستکا" کی سی تھی۔ یعنی دونوں مقابل کے پائے اوپر کی طرف اور دو نیچے کی طرف تھے جسے دیکھ کر فرمائش کنندہ صاحب حیرت سے بولے یہ کیسی چارپائی ہے مستری صاحب نے جواب دیا جناب آپکی فرمائش کے مطابق ہے!

سو جناب میاں صاحب کی تفسیر کبیر کی واقعی ایک تعریف تو یہ ہے کہ "یہ ان ہونی اور ان بوجھی تفسیر ہے"۔

یہ بھی لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ خلافت گزٹ (الفضل) میں اسی تفسیر کے متعلق کسی نے یہ ڈینگ ماری ہے کہ اس تفسیر میں سورہ کہف کی تفسیر کا مقابلہ مولانا محمد علی کی تفسیر سے کرلو یہ مقابلہ کا چیلنج بھی اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اول تو حضرت امیر نے سورۂ کہف کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی اپنی بیان کردہ تفسیر ہے۔ گویا یہ چیلنج درحقیقت ایک شاگرد رشید کا اپنے استاد کو چیلنج ہے اور ان معنوں کا مترادف ہے۔ ع

اُستاد کو میدان میں آج ہمنے پچھاڑا

ایسے ہونہار شاگردوں کو استاد کی طرف سے جو جواب ملیگا وہ معلوم ہے۔

پھر تفسیر کی بلنظیری کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے صاحب کو یہ یاد نہیں رہا کہ انہوں نے مقابلہ کا چیلنج دیا ہے یہ ہمارا کام ہے کہ ہم تفسیر کو جہاں سے چاہیں پرکھ اور جانچ کر دیکھیں سو اس پر ہمیں شیعہ صاحبان اور سنی حضرات کے باہمی ایک مناظرہ کا لطیفہ یاد آگیا۔

موچی دروازہ کے باغ میں شیعہ حضرات نے سنی صاحبان کو یہ ثبوت پیش کرنا تھا کہ شیعہ حضرات بھی حافظ قرآن ہو سکتے ہیں سنی صاحبان کو یہ کد تھی کہ شیعہ حافظ قرآن تو کیا ہوگا؟ اگر کوئی سنی حافظ قرآن بھی شیعیت قبول کرلے تو اسے قرآن مجید بھول جاتا ہے۔ [illegible] بہت بڑے شیعہ مجتہد صدر جلسہ تھے۔ انہوں نے شیعہ حافظ کو عوام کے سامنے پیش کیا اور اسے فرمایا "بیٹا پڑھ دو سورہ کہف"۔

اس پر سنی حضرات نے اعتراض کیا کہ اگر اپنے حفظ قرآن کا ثبوت ہمیں دینا ہے۔ تو حافظ صاحب کا امتحان ہم لیں گے۔ "بیٹا پڑھ دو سورہ کہف"

اس سے اس کے حفظ قرآن کا ثبوت نہ ملے گا۔ تو کسی قادیانی مولوی کا یہ کہدینا کہ دیکھ لو میاں صاحب کی تفسیر سورہ کہف" یہ طریق امتحان غلط ہے مگر ہم نے سنا ہے کہ شیعہ حافظ سورہ کہف سناتا ہوا بھی بھول گیا تھا سو ہمیں اللہ تعالےٰ

لائل پور میں جلسہ
تقریب شب برات پر لیکچر

(از شیخ رشید احمد صاحب لائلپوری)

۱۰ ستمبر ۴۱ء کو ہمارے پرجوش نوجوان مسٹر شیخ عزیز احمد صاحب ملزاونر نے جناب الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کی کوٹھی کے احاطہ میں تقریب شب برات کا انتظام کیا حاضری توقعات سے بڑھ کر تھی مستورات بھی کافی تعداد میں جمع ہوئیں اور یہ تقریب شاندار طریق پر منائی گئی۔ تلاوت قرآن مجید و نعت خوانی کے بعد ۱/۲ ۹ بجے شب جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ و مناظر اسلام لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔

فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظيم انه لقرآن كريم في كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون - تنزيل من رب العلمين

کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ کسطرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن کریم کے ٹکڑے سوا تئیس سال تک ستاروں کی طرح برستے رہے۔ اور ان ستاروں کی روشنی سے ساری زمین بقعۂ نور بن گئی۔ لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب "دیانند سرسوتی" کے صفحہ ۷۵ پر لکھا ہے۔

"جس وقت بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جما رہی تھی اُسی وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہاپرش ایک عجیب و غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا"۔ غرض ساری دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا یہاں تک کہ اس ہندوستان میں بھی اندھیرا تھا۔ اور لوگوں کا دم اس اندھیرے میں گھٹ رہا تھا کہ یکایک مکہ کے اندر ایک نورانی وجود کھڑا ہوا اور اس پر قرآن حکیم کے ٹکڑے ستاروں کی طرح برسنے لگے۔ جن کی روشنی اور حیات بخش نور نے ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ آج شب برات ہے لوگ پھول جھڑیوں سے پھول برسا رہے ہیں اور صرف ایک رات میں مسلمانوں کی جیب سے دو کروڑ روپیہ نکل جائیگا۔ ان پھول جھڑیوں کے نظارہ کے ساتھ ہی اس نظارہ کو بھی سامنے رکھ لو کہ کس طرح حضرت سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک پر قرآن کے ٹکڑے ستاروں کی طرح برسے گویا زمین پر ایک وجود ہے جس پر آسمان اپنے ستارے برسا رہا ہے۔ آج ان ستاروں کا مجموعہ قرآن کریم ہمارے سامنے موجود ہے کیا یہ ضروری نہیں کہ ہم اٹھیں اور پھول جھڑیوں کی جگہ قرآن کریم کے نورانی ستاروں کو ساری زمین پر برسا دیں مسلمان رؤسا ہوں کہ امراء۔ نواب ہوں کہ بادشاہ کسی کو قرآن کریم کی خدمت کا شوق نہیں۔ یہ مبارک شب برات یعنی قرآن کے پھول اور ستارے برسانے کا شوق کسی کو دامن گیر ہے۔ تو وہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مجدد صد چہاردہم کی جماعت کو ہے۔ انہیں پھول جھڑیوں میں وہ لطف نہیں آسکتا جو انہیں قرآن پاک کے دلائل کی آتش بازی سے کفر کے ایوانوں میں آگ لگا دینے اور قرآنی ستاروں سے دنیا کے اندھیروں کو مبدل بانور کردینے میں آتا ہے۔ اس کے بعد جناب مرزا صاحب نے شب برات کی عظمت اور کیفیت حاضرین کے ذہن نشین کرائی اور شب برات کے متعلق اصل اور صحیح روایات کو پیش کیا۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "فقوموا ليلها وصوموا يومها" کے مطابق آج رات تمام احباب عبادت میں گذاریں کہ یہ رات دعاؤں کی قبولیت کے لئے ایک خاص رات ہے اور کل دن کو روزہ رکھیں اس کے بعد بعض آیات کریمہ کی لطیف تفسیر کرتے ہوئے قرآن کریم کی عظمت کو پیش کیا۔ یہ دلچسپ لیکچر سوا گھنٹہ جاری رہا اور لوگ بہت متاثر ہوئے خاتمہ پر حاضرین سے کہا گیا کہ یہ مبارک اجتماع ہے سب ملکر اپنی دعاؤں کو خدا تعالےٰ کے حضور بلند کرو۔ ہوسکتا ہے کہ قبولیت کا شرف حاصل کریں اسپر تمام مجمع نے بہت دیر تک بڑی رقت سے دعا کی۔ دعا کے بعد تمام حاضرین و حاضرات میں وسیع پیمانے پر شیرینی تقسیم کیگئی۔ اس لیکچر کا اتنا اثر ہوا کہ بہت سے لوگ رات کو دعاؤں اور عبادت میں مصروف رہے اور دن کو روزہ رکھا۔ اسلامی حکومتوں کے تحفظ کیلئے دعائیں درد دل سے کی گئیں۔ اللہ کریم قبول فرمائے۔

آخر میں ہم مسٹر شیخ عزیز احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُن کی ہمت اور کوشش سے یہ شاندار تقریب منائی گئی

"ختم نبوت" اور "اسمہٗ احمد"

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(از جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی از دہلی)

ہمارے نادان دوست قادیانی اپنی تحریروں اور تقریروں میں ختم نبوت کے متعلق تو یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد آخری نبوت کے نہیں بلکہ افضل و اعلیٰ نبوت کے ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت سے یہی مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو گئی۔ یعنی بایں معنی کہ سارے کمالات نبوت آپ کی ذات ستودہ صفات میں علیٰ وجہ الکمال خدا تعالےٰ نے جمع کر دیئے۔ دوسرے یہ کہ بلحاظ زمانہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے آخر میں مبعوث ہوئے اسی طرح یہ نادان دوست صرف ایک فرضی مصلح موعودؑ کی اتباع میں یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا اسم گرامی صرف محمدؐ تھا اور احمد آپ کا نام نہیں بلکہ یہ نام مسیح موعودؑ کا ہے لیکن خود حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ احمدؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نام ہے حضور کا جیسا نام محمدؐ ہے ویسا ہی احمدؐ بھی ہے قادیانی اور احمدی جماعت میں مدت سے ان دونوں باتوں پر جھگڑا چلا آتا ہے۔ بارہا انکو دلائل قطعیہ سے یہ دونوں باتیں سمجھائی گئیں اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں مگر قادیانی حضرات عموماً تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھے رکھتے ہیں۔ اور سچے احمدیوں کے دلائل پر "صماً بکماً وعمیاً" گذر جاتے ہیں جسکا بہت ہی افسوس ہے۔ کیونکہ ان کے ہدایت سے دور ہونے کا دراصل یہی سبب ہے کہ وہ احمدی جماعت کے دلائل کو اول تو نہ پڑھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور جو بعض پڑھتے یا سنتے ہیں وہ بجائے تقوے سے کام لینے کے تعصب اور ضد سے کام لیتے ہیں۔ مگر امید ہے کہ شائد کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے ہم صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جو دونوں مسئلوں کا بہت صفائی سے فیصلہ کر دیتا ہے۔ سنئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:—

"بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے۔ اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے اور چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی۔ اور آپ کے دو نام محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں"۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵-۶)

اس ایک چھوٹی سی تحریر سے جو حضرت مسیح موعودؑ کے آخری زمانہ کی ہے تمام بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ قادیانی اصحاب انصاف سے کام لیں۔

اس تحریر کی رو سے ختم نبوت کے معنے انقطاع نبوت کے ہیں کیونکہ تاخر زمانی کے یہی معنے ہو سکتے ہیں نہ کچھ اور — یہ وہ بات ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے اوائل میں بھی بیان کیا تھا چنانچہ آپکا ایک مشہور شعر حسب ذیل ہے۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

رہا اسمہٗ احمد کا سوال سو وہ بھی اس حوالہ سے حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں صفات جلالیہ و جمالیہ کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کا مظہر ہونے کی وجہ سے آپ کے دو نام محمدؐ و احمدؐ یکساں بیان کئے گئے ہیں۔ گویا یہ دونوں نام آپ کے ذاتی ہیں اور یہ نام بے معنی نہیں بلکہ دونوں ناموں کی حقیقت کے آپ جامع ہیں۔ اسی وجہ سے آپکی شان میں کہا گیا ہے۔

مظہر ذات و صفات سرمدی
شد ظاہر در لباس احمدی

بہائیوں کے لئے قابل غور۔ اگر بابی یا بہائی لوگ بھی اس حقیقت کو جو ختم نبوت کی اوپر بیان کی گئی تسلیم کرتے ہیں۔ تو ان کو بھی سوچنا چاہئے کہ پھر باب یا بہاء اللہ کیونکر سچے ہو سکتے ہیں۔ اگر کہو انکا دعویٰ نبوت یا رسالت کا ہے تو وہ تو منقطع ہو چکی اور اگر کہو کہ مظہر الوہیت کا دعویٰ ہے تو بغیر اتباع اسی ذات کے جو "مظہر ذات و صفات سرمدی" ہے جس پر جملہ کمالات ممکن للبشر ختم ہو چکے ہیں۔ باب یا بہاء اللہ کیونکر مظہر الٰہی ہو گئے۔

باب اور بہاء اللہ کا جھوٹا دعویٰ۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خاتم النبیین سے بڑھ کر مظہر الٰہی کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے جہاں یہ معنے ہیں کہ آپ سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کرنے والے ہیں وہاں ساتھ ہی اس کے یہ معنے بھی ہیں۔ کہ جملہ کمالات انسانی کا خاتمہ ہو۔ وہ یقیناً سب سے اعلیٰ انسان ہے اور وہی سب سے بڑا مظہر الٰہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحف اولیٰ میں آنحضرت صلعم کی آمد کو خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ مگر باب اور بہاء اللہ تو نہ ختم نبوت کے مقام پر ہیں نہ ختم ولایت کے مقام پر۔ پھر وہ کیونکر ان پیشگوئیوں کے مصداق ہو سکتے ہیں جو پہلی کتابوں میں خدا کی آمد کے متعلق تھیں اور حقیقی طور پر وہ سب کی سب آنحضرت صلعم کی آمد سے پوری ہو چکیں اور اسی آخری زمانہ میں آپکے بروز کامل خاتم الاولیاء حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آپ کی بعثت فی الآخرین کے رنگ میں بھی پوری ہو گئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا خاتم الخلفاء محمدی ہونا آنحضرت صلعم کی ابدی زندگی کی دلیل ہے اور باب اور بہاء اللہ جو بقول بہائیاں مستقل ظہور الٰہی ہیں ان کے باطل پر ہونے کا بھی ایک کھلا کھلا نشان ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان سننے کے ہوں وہ سن لے کہ آج آنحضرت صلعم کی اتباع کامل کے بغیر کوئی کمال حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اس جڑ سے الگ ہے وہ شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔ اسکا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ والسلام۔

ہوائی حملوں سے بچاؤ کی سکیم

لاہور میں تین مظاہرے

لاہور۔ ۱۱ ستمبر۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ کی سکیم کے متعلق گذشتہ دو ہفتوں کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور میں اس سکیم نے کافی ترقی پائی ہے۔ یکم ستمبر ۱۹۴۱ء تک ہوائی حملوں سے بچاؤ کی تربیت ۴۲۰۸ اشخاص مکمل کر چکے ہیں جن میں ۴۷۲ آگ بجھانے والے بھی شامل ہیں۔ آگ بجھانے میں امداد دینے والوں کی کل تعداد ۱۶۸۱ ہو گئی ہے۔

ان دو ہفتوں میں ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات کے اشتراک سے باغبانپورہ۔ دھرم پورہ اور پرانی انارکلی میں اے۔ آر۔ پی کے تین مظاہرے کئے گئے۔ ان تین مظاہروں کو ۷ ہزار سے زیادہ اشخاص نے دیکھا۔

دھماکے سے پھٹنے والے بھاری بم

لاہور میں ان کے پھٹنے کا مظاہرہ

لاہور ۱۱ ستمبر۔ دھماکے سے پھٹنے والے دو بموں کے پھٹنے کا مظاہرہ جن میں سے ہر ایک کا وزن ۵۰۰ پونڈ ہوگا لاہور میں اکتوبر کے دوسرے ہفتے میں ہونے والا ہے۔ اس مقصد کیلئے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے انجینیر انچیف کی زیر ہدایت اس مقام کے ارد گرد مختلف نوعیت کی دیواریں تعمیر کی جا رہی ہیں جہاں ان بموں کے پھٹنے کی نمائش ہوگی۔ تاکہ ان کے خطرناک ٹکڑے اور پرخچے ادھر ادھر پھیل کر نقصان کا موجب نہ ہوں۔

میرا تبلیغی دورہ

(از جناب مولینا مرتضیٰ خاں صاحب)

ماہ جولائی و اگست میں نارنگ (ضلع شیخوپورہ) بدوملہی جیون گرائی (ضلع شیخوپورہ) سیالکوٹ۔ جہلم شیخوپورہ شاہدرہ کا دورہ کیا۔ بدوملہی۔ سیالکوٹ۔ جہلم میں کافی بڑی جماعتیں ہیں لیکن یہ امر قابل افسوس ہے۔ کہ ان تینوں جماعتوں میں وصولی چندہ کی رفتار عموماً بہت دھیمی ہوتی ہے۔ احباب کے نام بقایاجات رہ جاتے ہیں اور باوجود دفتری کارکنوں کی کوشش کے وصولی تسلی بخش نہیں ہوتی۔ جن احباب کے ذمہ بقایاجات تھے میں فرداً فرداً اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مطالبہ کیا کچھ تو اُن میں سے وصول ہوئی اور بعض احباب نے عنقریب ادائیگی کا وعدہ فرمایا۔ ایسے تمام بقایاجات کی فہرست دفتر میں بھی مع ضروری کیفیت کے دیدی گئی ہے اور دفتر سے بھی ضروری کارروائی کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے دوسرے دورہ تک اکثر احباب اپنے بقایاجات ادا کر چکے ہوں گے۔ صاحب نصاب احباب کو ادائیگی زکوٰۃ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ احباب جہلم سیالکوٹ و بدوملہی نے وعدے کئے۔

اس سفر میں ۸۰/- کے قریب بقایاجات میں سے اور معاونین سے وصولی ہوئی۔ بعض معاونین نے اکتوبر میں امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔ جن میں سے مفتی عنایت اللہ صاحب شیخوپورہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ پہلے بھی کبھی کبھی امداد فرماتے رہے ہیں۔ اب اکتوبر میں کافی رقم دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

مولینا عالم الدین صاحب وکیل شیخوپورہ کو ہمارے احباب جانتے ہی ہیں۔ آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ عنقریب انجمن کیلئے اپنے احباب سے بھی عطیہ جات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اسی طرح اگر ہمارے دوسرے دوست بھی عمل کریں تو کیا اچھا ہو۔ اس سفر میں دو معاونین کا اضافہ ہوا۔ ایک اخبار لائٹ ایک صاحب کے نام جاری کرایا گیا۔ چودھری اللہ دتا صاحب انسپکٹر بنک ہائے شاہدرہ نے پیغام صلح اور لائٹ کے لئے خریدار بہم پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ تین اصحاب نے جلسہ سالانہ پر حاضر ہو کر بیعت کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ ٹریکٹ اور پمفلٹ تمام مذاہب کے لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔ غیر از جماعت احباب میں احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ جو اصحاب ہمارے لٹریچر سے دلچسپی رکھتے ہیں ان میں سے خواجہ غلام حسین صاحب وکیل شیخوپورہ شیخ فیروز الدین صاحب بی۔ اے بی ٹی نارنگ۔ ماسٹر محمد انور صاحب نارنگ۔ مکرم مخدوم صاحب انسپکٹر پولیس سیالکوٹ۔ چودھری محمد امین صاحب پبلک پراسی کیوٹر ریٹائرڈ جیون گرائی۔ مرزا اشرف بیگ صاحب شاہدرہ وغیرہ وغیرہ معاونین میں سے مولوی محمد شفیع صاحب و چودھری محمد علی صاحب مفتی عنایت اللہ صاحب۔ چودھری محمد امین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بدوملہی میں ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن قائم کی گئی شیخ رضی الدین صاحب سیکنڈ ماسٹر صدر اور ماسٹر عبدالغنی صاحب سیکرٹری مقرر ہوئے۔ بدوملہی کے نوجوانوں میں سے چودھری غفور احمد صاحب ولد چودھری غضنفر علی صاحب دینی ٹریننگ کے لئے یہاں آ گئے ہیں۔ اور تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بدوملہی میں بچت فنڈ آٹا کی صورت میں مروج کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ششماہی پر اس فنڈ میں تقریباً چھ روپے وصول ہوئے۔

جاہ لیسے والا بستی میں (جو بدوملہی سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے) چونکہ وصولی چندہ جات کا انتظام معقول نہ تھا اس لئے وہاں بدوملہی کی ایک شاخ مقرر کر کے ایک الگ سیکرٹری بنا دیا گیا۔ جو جنرل سیکرٹری بدوملہی کی اعانت کریگا اور اپنے حلقہ سے چندہ وصول کر کے سیکرٹری صاحب بدوملہی کے حوالہ کر دیا کریگا۔ یہاں کے احباب کے نام بہت بقایاجات تھے کچھ حساب میں غلط فہمیاں تھیں۔ تین چار دن کی کوشش اور چودھری غضنفر علی صاحب کی امداد سے سب معاملات ٹھیک ہو گئے۔ اور تمام احباب نے ششماہی اول کا چندہ دیدیا۔ یہاں کے تمام احباب بفضلہ مخلص اور دیندار ہیں لیکن چودھری علی محمد صاحب کا ایثار قابل داد ہے۔ ان کے لڑکے بہت جوان ہو گئے تھے اور رشتوں کی ضرورت تھی لیکن جہاں کہیں رشتہ ملتا وہ یہ شرط پیش کرتے کہ پہلے احمدیت سے توبہ کرو۔ اس رستہ میں اگرچہ بہت تکلیفیں پیش آئیں مگر چودھری صاحب نے ایسے تمام رشتوں کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ اگر میرے لڑکے ساری عمر بھی بغیر شادی کے بیٹھے رہیں گے تو پرواہ نہیں۔ میں احمدیت کو جو خدا کی ایک نعمت ہے ہرگز ترک نہیں کر سکتا۔

ایک اور واقعہ جو ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے وہ ہمارے مخلص دوست چودھری سید احمد صاحب بدوملہی کا ہے۔ یہ اپنی وصیت کا روپیہ اپنی زندگی میں ہی بالاقساط ادا کر رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں قسط کی میعاد آ گئی۔ ان کے پاس اس وقت روپیہ موجود نہ تھا۔ آپ نے بلا تامل مبلغ ...۵ روپیہ قرضہ لے کر انجمن میں داخل کرا دئے۔

جماعت کے نوجوانوں میں مقابلۃً بیداری پائی جاتی ہے لیکن ان میں سے جن کو میں نے احمدیت کا فدائی پایا وہ ہمارے بابو عبدالغنی صاحب جہلم کے صاحبزادے ہیں فضل حق اور فضل رب یہ دونوں نوجوان احمدیت پر دل و جان سے فدا ہیں۔ ان دونوں صالح نوجوانوں میں دین کا وہی جوش پایا جاتا ہے جو کسی وقت حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پایا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور ان کو خدمت دین کی مزید توفیق بخشے۔

جہلم کی جماعت میں چودھری دوست محمد صاحب ایم اے بی ٹی کا اضافہ بہت قابل قدر اضافہ ہے۔ یہ صاحب پہلے قادیانی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے آمین۔

خدمت قرآن کا ایک عجیب پہلو

قرآن پاک کے نقطے اور حرکات عہد نبوت اور عہد صحابہ میں نقطوں اور عہد صحابہ میں نقطوں اور حرکات کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ اہل زبان ہونے کی وجہ سے وہ لوگ اس قسم کی غلطیوں سے محفوظ تھے لیکن عجمیوں کے ربط و اختلاط کے بعد صحت قرآن کے لئے ان امور کی طرف متوجہ ہونا پڑا[1]۔

حرکات کے ایجاد کرنے والوں میں تین نام لئے جاتے ہیں ابو الاسود دؤلی نصر بن عاصم لیثی یحییٰ بن یعمر۔ یہ تینوں حضرات تابعی ہیں اکثر علماء کا خیال ہے کہ ابو الاسود صرف حرکات کے موجد ہیں اور ہمزہ اور تشدید کے موجد خلیل بن احمد ہیں[2]۔

قرآن پاک کے ان حرکات اور نقطوں کو بھی شمار کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ ان اعداد کو ہم درج ذیل کرتے ہیں لیکن ان کے متعلق ہمارے پاس کوئی صحیح سند نہیں ہے ضلع سلطانپور (اودھ) کے ایک رئیس حاجی عبدالعزیز خانصاحب کے پاس ایک مطبوعہ قرآن میں یہ شمار موجود ہے اس کو یہاں صرف اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ اگر کسی صاحب کی نظر میں اسکا کوئی حوالہ موجود ہو تو وہ معلوم ہو جائے۔

زبر ترپن ہزار دو سو تینتالیس — زیر انتالیس ہزار پانچ سو بیاسی
پیش آٹھ ہزار آٹھ سو چار — مد ایک ہزار سات سو اکہتر
تشدید ایک ہزار دو سو ترپن — نقطے دس لاکھ پانچ ہزار چھ سو اکیاسی

قرآن کا نصف حافظ سیوطی بعض قاریوں سے نقل کرتے ہیں[3] کہ قرآن پاک کے "نصف" مختلف اعتبارات سے ہیں حروف کے اعتبار سے اسکا نصف سورہ کہف کے لفظ (نکرا) کے کاف پر ہے اور بعض کے نزدیک اسی سورہ کے لفظ (ولیتلطف) کی ف پر ہے کلمات کے اعتبار سے اسکا نصف سورہ حج کے لفظ (جلود) پر ہے۔ (ولہم مقامع) نصف ثانی میں ہے

آیات کے اعتبار سے سورہ شعراء کی یاء (یافکون) پر ہے اور (فالقی السحرۃ) نصف ثانی میں ہے۔

سورتوں کے اعتبار سے آخر حدید پر نصف ہے اور مجادلہ نصف ثانی میں ہے۔

ضمیمہ مضمون میں قرآن پاک کے حرکات وغیرہ کے سلسلہ میں ہے کہ اس کے متعلق کوئی سند صحیح نہیں ملی۔ اتفاق سے ابھی اس کا ایک حوالہ ہاتھ آ گیا مولانا مفتی سعد اللہ نے رسالہ خلاصۃ النزاور (علم قرأت) میں دو دائرے (۱) دائرہ کلیہ (۲) دائرہ جزئیہ قائم کئے ہیں۔ دائرہ جزئیہ میں ہر حرف کی تعداد بحوالہ البستان للمغفیلی اللبث نقل کی ہے۔ دائرہ کلیہ میں اعداد سورہ رکوع، حروف، کلمات، و حرکات وغیرہ نقل کیا ہے یہاں حرکات قرآن میں رکوع و اخماس وغیرہ کے متعلق ذیل کی تعداد درج ہے۔

فتحہ	۵۳۲۴۳	ضمہ	۸۸۰۴
کسرہ	۳۹۵۸۲	نقطے	۱۰۵۶۸۱
مد	۱۷۷۱	تشدید	۱۲۵۳
رکوع	۵۴۰	اعشار کوفی	۴۲۳
اعشار بصری	۸۶۳	اخماس بصری	۱۲۴۶
اخماس کوفی	۸۴۷		

[1] کشف الظنون ج ص ۲۹۴ [2] الصبح الاعشیٰ ج ۳ ص ۱۶۱ و ۱۶۲
[3] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نقطہ اور جنس کا کام پہلے پہل نصر بن عاصم لیثی نے کیا ہے (الصبح الاعشیٰ جلد ۳ ص ۱۵۱) (صادق)

ترکی کی تاریخ میں آئندہ چھ ہفتے نازک ترین ہیں!

لندن ۱۴ ستمبر- لارڈ سٹرابولگی کے نزدیک ترکی کے لئے آئندہ چھ ہفتے اس کی تاریخ کے اہم ترین اور نازک ترین ثابت ہوں گے اپنے اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے جرمنی کی موجودہ فوجی ضروریات نے ترکی کے لئے انتہائی خطرے کی حالت پیدا کر دی ہے- عراق شام اور ایران کے دروازے برطانیہ نے بند کر کے مشرق میں جرمنی کی پیشقدمی مسدود کر دی ہے ہندوستان کی طرف بڑھنے کیلئے جرمنوں نے جو پروگرام بنایا تھا وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔

اس پروگرام کی تجدید صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جرمن ترکی پر قابو پالیں- آسٹریلیا سے ایک سیاحتی ریلوے لائن بلقان میں سے ہوتی ہوئی قسطنطنیہ اور وہاں سے انقرہ اور تفقاز کے صدر مقام طفلس کو جاتی ہے- اس وقت جرمنوں کا یہی پروگرام ہو سکتا ہے کہ ترکی کی راہ سے جنوبی روس میں وہ کامیابی حاصل کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے جرمن بحیرہ اسود کو استعمال نہیں کر سکتے- کیونکہ اس سمندر میں روس کا بحری بیڑہ رومانیہ کے جہازوں اور جرمنی کی کشتیوں سے زیادہ زبردست ہے بلغاریہ بھی اگر ساتھ دے تو بھی اس کو مدد سے روس کے خلاف روس نے جو ابھی انتباہ کیا ہے تو بھی روس کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ اٹلی کے جنگی جہاز اگر دردانیال سے گذر کر بحیرہ اسود میں آ جائیں تو روس کے بحری بیڑے کو شدید مقابلہ کرنا پڑے۔ مگر ترکی معاہدہ مانٹرو کی شرائط کے مطابق کسی متحارب ملک کے جہازوں کو دردانیال سے گذرنے کی اجازت نہیں دیگا۔

محوری فوجیں ترکی سرحدوں پر

جرمنی اور اٹلی نے ترکی کے ساحل کے عین سامنے جزیروں میں اور یونان کے جزیروں میں اپنی فوجیں جمع کر رکھی ہیں- ترکی کی یورپین سرحد پر بھی جرمن بلغاری اور اطالوی فوجیں جمع ہیں- ان سرگرمیوں نے ترکی کے لئے خطرہ کی حالت پیدا کی ہوئی ہے روس اور برطانیہ کی حکومتوں نے حکومت ترکی کو یقین دلایا ہوا ہے کہ اگر اس پر حملہ کیا گیا اور ترکی نے اپنی مدافعت کرنیکا فیصلہ کیا تو اسے ہر ممکن امداد بہم پہنچائی جائیگی- برطانیہ بندرگاہ اسکندرونہ کی راہ سے ترکی کو امداد پہنچا سکتا ہے جہاں سے ترکی کو مال بھیجا جا رہا ہے خشکی پر حلب اور دمشق کی راہ سے امداد مہیا کی جا سکتی ہے- ہندوستان سے ہوائی جہازوں پر اس کی امداد کیلئے فوجیں اور سامان جنگ بھیجا جا سکتا ہے ہندوستان اس وقت مشرق میں برطانیہ کے لئے اسلحہ خانہ بن گیا ہے- روس بحیرہ اسود کی راہ سے طرابزون اور سمسون کی بندرگاہوں میں امداد بھیج سکتا ہے- ترکی کی یہ دونوں بندرگاہیں ریلوں سے ملک کے تمام حصوں سے ملی ہوئی ہیں- قفقاز بھی ریلوے سے ترکی سے ملا ہوا ہے اور قفقاز کے ہوائی اڈوں سے ترکی کو امداد بھیجی جا سکتی ہے-

دو مہینوں کی ہوائی لڑائیوں میں روس اور جرمنی کے نقصانات

نیویارک ۱۱ ستمبر- دو مہینے کی ہوائی لڑائیوں میں سوویٹ روس کے ایک سرکاری اعلان کے مطابق جرمنی کے ۷۲۰۰ ہوائی جہاز تباہ کئے گئے اور روس کے ۴۵۰۰ ہوائی جہاز نقصان ہوئے- گویا ان دو مہینوں میں فریقین کے تقریباً ۲ سو ہوائی جہاز روزانہ تباہ ہوتے رہے ہیں- امریکہ کے فضائی اور صنعتی حلقوں کا بیان ہے کہ ان اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ روس کے ہوائی جہاز نہ صرف جرمنی سے عمدہ اور بہتر ہیں بلکہ سوویٹ کے پاس جنگی ہوائی جہازوں کا ذخیرہ بھی موجود ہے اور روس کے ہوائی جہاز بنانے والے کارخانے ان میں روز افزوں اضافہ بھی کر رہے ہیں- جرمنی نے انگلستان کے سوا اب تک جتنے ملکوں پر حملہ کیا ان کے پاس ہوائی جہاز کم تھے اور طیارہ ساز کارخانے بھی نہیں تھے- انگلستان پر ہوائی حملوں میں کثیر نقصان اٹھا کر جرمنوں کو جب اس کی ہوائی طاقت کا احساس ہوا تو انہوں نے ہوائی حملے بند کر دیئے- روس نے اب تک اپنی ہوائی طاقت کے بارے میں ان جہازوں کی تعداد اور ساخت کے بارے میں بھی کوئی تفصیلی بیان نہیں دیا- جرمنی نے غالباً اس سے اندازہ کیا کہ روس کی ہوائی طاقت کم اور کمزور ہے مگر ان دو مہینوں کی جنگ میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے- مشرقی محاذ سے امریکن مبصروں نے جو رپورٹیں بھیجی ہیں- ان سے معلوم ہوتا ہے کہ محاذ کے جس حصے پر بھی جرمن ہوائی جہازوں نے حملہ کیا انہوں نے روس کے ہوائی جہازوں کو اپنے مقابلہ پر پایا- اس محاذ پر کسی جگہ کسی وقت کریٹ کا سا واقعہ پیش نہیں آیا- جہاں جرمن ہوائی جہازوں کے مقابلے پر کوئی ہوائی جہاز موجود نہ تھا۔

ایک اور امریکن مبصر نے لکھا ہے کہ روسی ہوا بازوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب ان کے پاس گولہ بارود ختم ہو جاتا ہے تو وہ دشمن کے ہوائی جہازوں سے ٹکرانے کی کوشش کرتے ہیں اس وقت ان کی رفتار اور ہوائی کرتب دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں- اس وقت جرمنوں کو یا تو بھاگنا پڑتا ہے اور یا وہ تباہ ہو کر گرتے ہیں- دو سوویٹ ہوا بازوں نے خاص طور پر اس طرح کئی بار جرمن ہوا بازوں کو بھگا دیا اور تباہ کر دیا اور خود سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔

رفتار عالم

نیویارک ۱۵ ستمبر- اطلاع ملی ہے کہ جرمنوں کا ایک جنگی جہاز ایکویڈور کے کنارے نہر پانامہ کے قریب پہنچ گیا ہے- اور آنے جانے والے تجارتی جہازوں پر چھاپے مار رہا ہے- ابھی تک سرکاری طور پر اس اطلاع کی تصدیق نہیں ہوئی مگر آنے جانے والے جہازوں کا بیان ہے کہ انہوں نے ریڈیو پر کئی ایسے پیغام سنے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس جنگی جہاز نے متعدد جہازوں کو غرق کر دیا ہے۔ اور کئی ایک جہازوں پر حملہ ہو رہا ہے۔

لندن ۱۵ ستمبر اطلاع ملی ہے کہ جرمنوں نے سفید روس کے علاقے میں اپنی فوج بڑھا دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ روس کے چھاپہ مار دستے جرمنوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں- یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمن افسروں نے سفید روس کے بہت سے شہروں میں کوزلنگ جیسے غداروں کو میئر مقرر کر دیا ہے- جو چھاپہ مار دستوں کے متعلق جرمنوں کو اطلاع دیتے رہتے ہیں- شمالی محاذ پر مارشل وروشیلوف کی فوج جرمن فوجوں کو سخت نقصان پہنچا رہی ہے-

لندن ۱۵ ستمبر- کرنل ناکس وزیر بحر امریکہ نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا کہ جس وقت سے امریکن فوج نے آئس لینڈ پر قبضہ کیا ہے ہٹلر اٹلانٹک کی جنگ ہار رہا ہے آپ نے کہا کہ امریکن بیڑے کو حکم مل چکا ہے کہ امریکہ سے انگلستان جانے والے مال کی حفاظت کرے چنانچہ امریکن بیڑا اس حکم کی تعمیل کر رہا ہے- امریکن بیڑا جس جرمن آبدوز اور چھاپہ مار جہاز کو دیکھے گا اسے غرق کر دیگا- یا گرفتار کر لیگا- امریکہ کی امداد کی وجہ سے ہٹلر کا سب سے بڑا مقصد برطانیہ کی شکست فوت ہو رہا تھا اس لئے اس نے امریکن جہازوں پر حملے شروع کر دیئے۔

لندن ۱۵ ستمبر- آج روس اور جرمن کی لڑائی کے آغاز کو تیرھواں ہفتہ شروع ہو چکا ہے روس کے سرکاری اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ سینکڑوں میل لمبے محاذ پر زبردست لڑائی ہو رہی ہے اعلان میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ روسی فوج نے دریائے ڈنیپر کے دائیں کنارے واقع کرمن شوک نامی مشہور شہر روسی کو خالی کر دیا ہے اس شہر میں روسیوں کے بہت سے کارخانے ہیں- اس شہر کے فتح ہو جانے سے روسیوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا- حقیقت یہ ہے کہ دریائے ڈنیپر کے مشرق میں جرمنوں کو موقعہ کا ٹھکانا مل گیا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۹-۱۴-۱۷-۲۱-۲۴-۲۸-۳۰ کو شائع ہوا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۸ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۵۸

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تاثیرات روزہ و حضرت مسیح موعود کا التزام صوم

ایک مرتبہ ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہؤا۔ کہ ایک بزرگ معمر ملک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہلبیت رسالت کو بجالاؤں میں نے و بائٹ مذکور بالا کے موافق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا التزام کیا۔ اس اثنا میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقے کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسین و علی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جنکا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اسکے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستاں طور پر نظر آتے تھے جنکا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جنمیں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے انکو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دلکو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوتی جیسا کہ اسکو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا۔ جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا۔ جو اوپر سے نازل ہؤا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھ سے ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اس طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے۔ مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے پر آپ شفقت نہ کرے۔ بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے۔ اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے اسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں۔ وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اسکا انکار نہ کرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمت کی فکر میں خود لگتے۔ تو واللہ یعصمک من الناس کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظت الٰہی کا یہی سر ہے ۔ (فتاویٰ احمدیہ)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

چودھری نذیر احمد صاحب باجوہ جو ملازمت کے سلسلہ میں سمندر پار گئے ہوئے ہیں اللہ تعالےٰ نے ان کے ہاں فرزند عطا فرمایا ہے جسکا نام نسیم اختر رکھا گیا ہے اس خوشی میں مولود مسعود کے دادا چودھری محمد حسین صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ انجمن کو دئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ بچہ کو صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے اور بچہ کے والد کو عافیت سے وطن واپس لائے۔ آمین

جناب غلام باری صاحب سرگودھا سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے برادر خورد عزیز مشتاق احمد سولہ یوم سے بعارضہ میعادی بخار بیمار ہیں۔ ان کی صحت اور سلامتی کے واسطے بزرگان سلسلہ کی خدمت میں دعا کیلئے التماس کیا جاوے کہ اللہ تعالےٰ عزیز مذکور کو شفا عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی جو دیر سے بعارضہ بخار بیمار ہیں ان کی صحت کیلئے بار بار اخبار میں دعا کی تحریک کی جاچکی ہے۔ وہ ابھی تک بیمار ہیں اور بیماری کی اس طوالت کی وجہ سے عزیز و اقربا کو سخت تشویش ہے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ صاحبزادی مذکورہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں جلد صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین

جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور مالی مشکلات میں گرفتار ہیں ان کیلئے دعا کیجائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت اور آسودگی عطا فرمائے۔ آمین

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور کی ڈلہوزی میں سرگرمیاں

از رشید احمد صاحب مسرت

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائلپور[1] کے چند ایک نوجوانوں نے تقریباً چودہ قسم کے مختلف ٹریکٹ ایک ہزار کی تعداد میں بانٹ کر امسالہ تبلیغی پروگرام میں حصہ لیا۔ ٹریکٹ ڈلہوزی کی ہر کوٹھی میں ہر ہندو سکھ اور عیسائی اور غیر احمدی کے پاس پہنچائے گئے اور چند ایک جلسوں میں بھی تقسیم کئے گئے۔ پوسٹر وغیرہ کے بارے میں پبلسٹی کمیٹی کی طرف لکھا تھا لیکن چند ایک خاص وجوہات کی بنا پر وہ نہ بھیج سکے۔ بہت معمولی تعداد میں آئے جو کہ بجائے دیواروں پر چسپاں کروانے کے لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔

ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کرتے وقت چند ایک غیر احمدی اور قادیانی حضرات سے تبادلہ خیالات کیا گیا۔ لیکن بحث کسی خاص نتیجہ تک نہ پہنچ سکی۔ چونکہ قادیانی دوست تو ایک بات پر قائم رہنے کی قسم کھا چکے ہیں اگر انکو ایک بات پر منا یا جائے تو وہ اس بات کو چھوڑ کر دوسرے نقطہ پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ اسی بحث کے دوران میں ایک قادیانی صاحب فرمانے لگے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق وہ شخص جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔ اسی طرح وہ بہت سی ناروا باتیں کہتے ہیں۔

تبلیغ پورے زور سے کی جاتی ہے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان حضرات کو سمجھ دے اور رسول کریم اور حضرت مرزا صاحب کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے کمال شفقت سے مولانا احمد یار صاحب کو دو دن کی چھٹی عطا فرما کر ہماری مدد کے لئے انکو ہمارے ساتھ بھیجا جس کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں اور میں درخواست کرتا ہوں کہ حضور ممدوح ایسوسی ایشن ہذا کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسے نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔"

[1] ایسوسی ایشن مذکور کے چند ایک نوجوان سیر کے لئے ڈلہوزی گئے ہوئے ہیں۔

انگریزی معاصر "لائٹ" پر اتہام

ہمیں اپنے ایک معزز دوست کی طرف سے "رہنما سری نگر" کا ایک تراشہ موصول ہوا ہے جو ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء کے شیوع سے لیا گیا ہے اسمیں "ناموس اسلام پر ضرب کاری" کے عنوان سے ایک تاریخ کی درسی کتاب کے متعلق لکھا گیا ہے:۔

"ہمیں ایک مراسلہ موصول ہؤا ہے جو اشاعت امروزہ میں شائع ہو رہا ہے۔ اس مراسلہ میں درج ہے کہ آجکل یہاں (یعنی سرینگر) انٹرمیڈیٹ کلاس کے طلبہ کو جو تاریخ ہند مصنفہ لالہ لاجپت رائے نبرا ایم۔ اے پروفیسر تاریخ ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور و یوت کشن مدان ایم۔ اے پروفیسر تاریخ ایس پی کالج سرینگر پڑھائی جاتی ہے اس میں درج ہے کہ قرآن حضرت محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفار بد دعاؤں اور فرامین کا مجموعہ ہے۔"

اس مذکورہ مراسلہ میں ذکر ہے کہ کسی مسلم طالب علم نے مصنف مذکور کو اس کے متعلق پوچھا بھی تھا۔ تو جواب دیا گیا کہ اخبار "لائٹ" لاہور سے نقل کیا گیا ہے۔ مراسلہ نگار لکھتا ہے کہ اگر یہ سچ ہے تو اخبار "لائٹ" مسلمانوں کی کوئی مذہبی مستند کتاب کی حیثیت نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ مرزائیوں کا اخبار ہے جو کہ عالم اسلام میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔"

تاریخ کی مذکورہ کتاب جس کی طرف معاصر "رہنما سری نگر" نے حکومت کو توجہ دلائی ہے واقعی ایسی ہے۔ کہ حکومت کشمیر کو فوراً اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہئے۔ قرآن پاک کے متعلق یہ کہنا کہ یہ آنحضرت صلعم کی نفار بد دعاؤں اور فرامین کا مجموعہ ہے کتاب اللہ کی شان میں گستاخی ہے اور اس سے اسلام کی بنیاد پر زد پڑتی ہے لیکن یہ جو لکھا گیا ہے کہ مصنف نے اس خیال کو اخبار لائٹ سے لیا ہے یہ محض اتہام ہے اخبار لائٹ ایک ایسی جماعت کا آرگن ہے جو قرآن پاک کو کلام اللہ مانتی ہے اس کے ایک ذمہ دار آرگن میں ایسے توہین آمیز خیالات کا اظہار کیسے کیا جا سکتا ہے۔ یہ محض ایک اتہام ہے جو بغیر تحقیق کے قائم کیا گیا ہے۔ ہمیں معاصر مذکور کی غیر ذمہ دارانہ روش پر افسوس ہے کہ اس نے مراسلہ کے اس حصہ کو بغیر تحقیق اور بغیر نوٹ لکھے درج کر دیا۔ اور مراسلہ نگار کے پایۂ تہذیب سے گرے ہوئے اسلوب بیان پر اس کی اخلاقی فرومایگی پر اس سے ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ اسے بات کرنے کا سلیقہ عطا فرمائے۔

ایک قابل تقلید نمونہ

ایک معمر دوست کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں موصول ہؤا ہے۔ ان کا اخلاص اور قربانی قابل داد ہی نہیں بلکہ قابل تقلید ہے۔ وہ اپنی قلیل مگر محنت شاقہ سے حاصل کی ہوئی آمدنی سے ۱/۳ حصہ اشاعت اسلام کے لئے دیتے ہیں اور اپنے اس ایثار سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ ہیں وہ خود فروشی کے جذبات جو احمدیت اپنے مجاہدین کے قلوب میں پیدا کرنا چاہتی ہے اس کے علاوہ راقم نے اپنے خط میں باوجود پیرانہ سالی کے قرآن شریف پڑھنے کے لئے ذوق وشوق کا ایک احسن نمونہ پیش کیا ہے۔ خدا تعالےٰ صاحب مذکور کو استقامت عطا فرمائے اور پہلے سے بھی زیادہ ایثار اور قربانی کی توفیق عطا فرمائے آمین (مدیر)

مکتوب

۷۸۶

از سامانہ ریاست پٹیالہ ۲۴ اگست ۱۹۴۱ء

جناب قبلہ حضرت مولوی محمد علی صاحب سلم اللہ تعالےٰ

بعد سلام مسنون آنکہ:۔ خاکسار خواستگار دعا کی یہ عرض ہے:۔

(۱) خاکسار مزدوری پیشہ شخص ہے اور عمر ۶۰ سال سے تجاوز کر گئی ہے۔ آج کل گراس کٹری کا کام کر رہا ہوں گذشتہ سال ۱۹۴۰ء میں میں ایسا بیمار تھا کہ میں چل نہیں سکتا تھا آمدنی سب بند تھی اور شروع ۱۹۴۱ء سے میں اچھا ہو گیا ہوں اور روزانہ کام کرتا ہوں مگر میرے معدہ میں خرابی ہے اور درد کمر وغیرہ کی بھی شکایت رہتی ہے۔

(۲) میرا ارادہ دیر سے قرآن شریف پڑھنے کا ہے دو تین پارہ پڑھ لئے تھے مگر سبق یاد نہیں رہتا ذہن اور حافظہ کی کمزوری ہے۔

(۳) گذشتہ سال جب میں بیمار تھا اور آمدنی بند تھی میں کوئی چندہ بھی نہیں دے سکتا تھا اسکا مجھ کو بڑا قلق تھا اس کی تلافی اب میں نے اس طرح کی ہے کہ پہلے میں اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اوسطاً دس روپیہ ماہوار آمدنی تصور کر کے ایک روپیہ ماہوار دیا کرتا تھا اب ۱ر جولائی سے اپنی آمدنی کا ۱/۳ حصہ دینا شروع کر دیا ہے اور روزانہ جتنے پیسے گھاس کے آتے ہیں اس کی تہائی ایک دوست کے پاس جمع کر دیتا ہوں چنانچہ آخر جولائی تک ۶/۱۲ جمع ہوئے جو جماعت کے ماہواری چندہ کے ساتھ لاہور جا چکے ہیں۔ اور ماہ رواں کے جمع ہو رہے ہیں۔

اب میری عاجزانہ یہ استدعا ہے کہ ہر سہ امور مندرجہ صدر کے متعلق میرے لئے دعا فرماویں یعنے یہ کہ میری تکلیف یا بیماری دور ہو جائے اور قرآن شریف ختم ہو جائے۔ تاکہ روزانہ تلاوت کر لیا کروں اور ۱/۳ روزانہ آمدنی جو میں نے دینی شروع کی ہے اس پر میں قائم رہوں اور میرے ایمان میں ترقی ہو۔ اور مجھ کو اطلاع دعا فرمانے کے بعد دی جاوے زیادہ حد ادب

خاکسار

رحیم بخش احمدی سامانہ محلہ امام گڑھ ریاست پٹیالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۲۹ | یوم یکشنبہ ۲۸ شعبان المکرم ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵۸

”قادیانی علماء سے ایک نہایت اہم سوال“

امید ہے قادیانی پریس ایک معقول استفسار کا جواب دینے کیطرف جلد توجہ کریگا

اہلحدیث مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی طرف سے ایک مختصر سا استفسار ”قادیانی علماء سے ایک اہم سوال“ کے عنوان سے شائع ہؤا ہے۔ جسکا اہم اور ضروری حصہ ہم درج ذیل کرتے ہیں:۔

”کیا فرماتے ہیں علماء قادیان اس بارے میں کہ جناب مرزا صاحب آنجہانی نے ”ازالہ اوہام“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے دلائل میں جو تیس[۱] آیات بخیال خود لکھی ہیں اُن میں نمبر (۲۱) پر یہ آیت لکھی ہے:۔

ماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط (احزاب۔ پ ۲۲)

مرزا صاحب کا استدلال اس طرح ہے کہ جب آنحضرت خاتم النبیین ہیں تو آپ کے بعد عیسیٰ جو وہ بھی رسولِ خدا ہیں نہیں آ سکتے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ اس مقام پر ہم قادیانی جماعت سے سوال کرتے ہیں کہ آیا اس استدلال سے جناب مرزا صاحب آنجہانی کے دعویٰ نبوت و رسالت میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اس سوال کے جواب سے پہلے ہماری ذیل کی معروضات پیشِ نظر رہیں:۔

اوّل یہ کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کی طرح خاتم النبیین کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔
”ختم کرنے والا نبیوں کا“

جب آنحضرت صلعم نبیوں کے ختم کرنے والے ہوئے تو جس طرح حضرت عیسیٰ جو آگے ہی نبی اللہ ہیں نہیں آ سکتے اسی طرح مرزا صاحب بھی جو نئے نبی بنتے[۲] ہیں۔ نبی نہیں ہو سکتے۔ پس آپ کا دعویٰ نبوت آپ کے اپنے ترجمے اور استدلال کے خلاف ہے۔

دیگر یہ کہ مرزا جی کے دعویٰ مسیحیت کی صورت اس آیت کو ملحوظ رکھ کر یہ ہے کہ بیشک احادیث میں نزول عیسیٰ کی خبر موجود ہے۔ لیکن چونکہ وہ نبی برحق ہیں۔ اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے حضرت عیسیٰ بھی نہیں آ سکتے۔ پس احادیث میں جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے اُس سے مراد اُن کا مثیل ہے نہ عین۔ اور وہ میں (بذاتِ خود) ہوں۔

جب مرزا جی کے دعوے کی صورت یہ ہوئی تو مرزا صاحب خود بھی رسول و نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ بوصفِ رسالت موصوف ہوکر نہیں آ سکتے تو مرزا صاحب بھی مثیل مسیح بوصفِ رسالت نہیں ہو سکتے۔ ہاں رسالت سے معرا ہوکر مثیل مسیح بنتے[۳] تو الگ بات تھی۔ کیا قادیانی علماء اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے“؟

اس سوال کی معقولیت عیاں ہے امید ہے قادیانی علماء جلد اسکا جواب دینے کی کوشش کریں گے جب تک قادیانی پریس میں اسکا جواب شائع نہ ہو جائے اس وقت تک ہمارا اس پر کچھ لکھنا موزوں نہیں۔ ہم منتظر ہیں کہ قادیانی علماء اسکا کیا جواب دیتے ہیں؟

۲۵۰ مسلم راجپوتوں کی شدھی

پرکاش مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے:۔

”سالویشن مشن نے گرام بڈنیہ تحصیل بلب گڑھ ضلع گوڑگانوہ کے ۲۵۰ راجپوتوں کو ان کی درخواست پر شدھ کرکے ۱۴ اگست کو ویدک دھرم میں پرولیش کرایا ہے اس اوسر پر ۲۰ گراموں کے ۲ ہزار راجپوتوں کو سہبھوج دیا گیا۔ اس شدھی میں دہلی شدھی سبھا کے کاریہ کرتاؤں نے بھی سہیوگ دیا اس اہم شدھی کا پربھاؤ یہ ہوگا کہ سمیپ ورتی دوسرے گراموں کے راجپوت بھی اپنے آبائی دھرم میں واپس آ جائیں گے“۔

مسلمانوں کو آجکل تبلیغ اسلام سے جس قدر غفلت ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں لیکن یہ صرف غفلت ہی نہیں بلکہ مجرمانہ غفلت کی انتہا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی سوادِ اعظم سے نکال کر ہندو مذہب میں داخل کیا جا رہا ہے لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۵۰ مسلمان راجپوتوں کو دائرہ اسلام سے نکال کر ویدک مذہب میں داخل کیا گیا اور مسلم پریس نے اسکا نوٹس تک نہیں لیا ہم اسلامی پریس کو اسطرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کو اس خطرہ سے آگاہ کریں اور تحریک شدھی کو روکنے کی ہر جائز اور ممکن کوشش کریں اور اپنے اس اقدام کو صرف مدافعت تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ تبلیغ اسلام کا وہ جذبہ جو مسلمانوں کے قلب سے بالکل مفقود ہو چکا ہے اسے زندہ کریں۔ اگر آج مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا سچا جوش پیدا ہو جائے تو یہ روح فرسا مناظر نظر نہ آئیں۔ امید ہے ہماری آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔

مدیر اہلحدیث کا تجاہل عارفانہ

ہم نے اپنے کسی گذشتہ مقالہ میں معاصر صدق کے ایک مکتوب کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ مکتوب کے راقم نے حضرت بانئے سلسلہ کے نام کے ساتھ ان معمولی الفاظ کو بھی استعمال نہیں کیا جو عام مجلسی اخلاق کا تقاضا ہے۔ اس پر اخبار اہلحدیث امرتسر نے لکھا ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ کے ممتاز مرید مثلاً حضرت مولانا نورالدین مرحوم اور حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نے بھی بعض جگہ حضرت مسیح موعودؑ کو مرزا کہکر ہی خطاب کیا ہے۔ ہمیں مدیر اہلحدیث کے تجاہل عارفانہ پر افسوس ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرید بعض دفعہ اپنے مرشد کا ذکر صیغہ واحد میں بھی کر دیتے ہیں۔ اور یہ انتہائی عقیدت اور محبت کیوجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن مخالف جب صیغہ واحد میں ذکر کرتا ہے تو اس سے مراد تحقیر ہوتی ہے۔ دوسرا انہوں نے پیغام صلح کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ ہم نے مولانا شبلی نعمانی کا ذکر سادے الفاظ میں کیا ہے کیونکہ ہم نے صرف شبلی نعمانی لکھا ہے۔ مدیر اہلحدیث پر روشن ہونا چاہئے کہ کسی بڑے شاعر یا مصنف کا ذکر بصیغہ واحد کرنا تحقیر کی علامت نہیں مثلاً علامہ اقبال مرحوم کو صرف اقبال ہی لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد تحقیر نہیں اور ہمیں اس امر کی وضاحت میں بھی مطلق باک نہیں کہ ہمارے دل میں علامہ شبلی مرحوم کی عزت ہے گو ان کے مسلک سے اتفاق نہیں۔ کیا وہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ انکے دل میں حضرت مرزا صاحب کی عزت ہے، گو مسلک سے اتفاق نہ ہو۔

جناب میاں صاحب اور واقعہ ڈلہوزی

الفضل مورخہ ۴ ستمبر میں جناب میاں صاحب کا ایک خطبہ جمعہ درج ہؤا ہے جس میں جناب میاں صاحب نے طویل تمہید اٹھا کر ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جو کہ انہیں قیامِ ڈلہوزی میں پیش آیا۔ میاں صاحب کے صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کو جن کی عمر سترہ سال ہے ایک پیکٹ جس میں بعض کاغذات گورنمنٹ کے خلاف تھے موصول ہؤا۔ جسے پولیس نے چھاپہ مار کر اپنے قبضہ میں کر لیا اس مذکورہ خطبہ سے مترشح ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے دوران میں جناب میاں صاحب نے بہت گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار کیا۔ اول تو اس قدر گھبراہٹ اور پریشانی میاں صاحب جیسے انسان کو جن کے دعاوی اتنے بلند ہوں زیب نہیں دیتی دوسرے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہ تھی آجکل پولیس چھاپے مار کر لیا لٹریچر اپنے قبضہ میں کر رہی ہے اور اس فرض کو ادا کرتی ہے جو اس پر عائد ہوتا ہے اور صرف ایسے لٹریچر کا موصول ہونا جرم نہیں ہے کیونکہ لٹریچر تو ایک بے گناہ انسان کو بھی موصول ہو سکتا ہے جسکا ایسی خلاف قانون تحریکات سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔ اس کے علاوہ اگر پولیس نے کوئی خلاف قانون کارروائی کی تھی تو اسکا عدالت میں لے آنا کافی تھا اس گھبراہٹ اور پریشانی پر ہمیں جناب میاں صاحب سے ہمدردی ہے امید ہے اس واقعہ سے جناب میاں صاحب قادیان کے ان لوگوں کے جذبات کو زیادہ سمجھ سکیں گے جنہیں انکا آمرانہ نظام پریشان رکھتا ہے اور کارِ خاص والے انکے گرد منڈلاتے رہتے ہیں امیر اور غریب کے قلوب میں بعض حالات میں ایک جیسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ ان دونوں کی عروق میں ایک ہی سُرخ خون دوڑتا ہے۔ قانونِ پیغمبر کے نزدیک دونوں کو ایک جیسی عافیت ملنا چاہئے ؎

پیش قرآں بندہ و مولا یکے ست
بوریا و مسند دیبا یکے ست

---

[۱] بنائے جاتے ہیں۔ [۲] جو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے [۳] حضرت مرزا صاحب رسالت سے معرا ہوکر مثیل مسیح ہیں۔ حضور کے دعاوی سے یہی ثابت ہوتا ہے (مدیر)

میاں صاحب کی گالیاں[1]

قادیانی گلفشانیوں کے چند اقتباسات

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی)

اہل مذاہب ہمیشہ اپنی مذہبی کتب کی تشریح اور تفسیر کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح مختلف علوم اور فنون کی تشریحات ہوتی ہیں کہیں منطق اور فلسفہ کی کتابوں پر حواشی لکھے جاتے ہیں۔ اور کہیں طب اور دیگر علوم پر کتابیں لکھی جاتی ہیں مگر قادیانی دوستوں نے ایک نئے شعبہ کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی ہے چنانچہ ۲۸ اگست ۱۹۶۱ء کے الفضل میں جناب صاحبزادہ صاحب نے ایک طولانی مضمون مسئلہ اجرائے نبوت کے ثبوت میں سپرد قلم فرمایا ہے یہ مضمون حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے اس مضمون کے جواب میں ہے جو حضرت مولانا ممدوح نے ۱۲ جولائی ۱۹۴۱ء کے پیغام صلح میں اس مسئلہ کی تردید میں شائع فرمایا حضرت امیر نے اس مضمون میں ابتداً یہ کوشش فرمائی ہے کہ صاحبزادہ صاحب ہمیں پیغامی کہنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ نام مذہبی طور پر نہ کبھی ہم نے اپنے لئے تجویز کیا اور نہ ہی دنیا میں ہم لوگ اس نام سے مشہور ہیں۔ اس کا جواب چند الفاظ میں یہ تھا کہ آئندہ ہم تمہیں اس نام سے مخاطب نہیں کیا کریں گے۔ ایسا کرتے ہیں یقیناً صاحبزادہ صاحب کی ملنساری اخلاقی ظاہر ہوتی مگر انہوں نے بجائے اس نام کو ترک کرنے کے اس کی تشریح اور تفسیر لکھنی شروع کر دی اور کئی ایک سطور رقم فرما کر نتیجہ یہ نکالا کہ اس لفظ کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ کس قدر زیب دیتی ہے کہ جب ہم لوگ مذہبی طور پر اس خطاب کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اور نہ دوسرے لوگ ہمیں اس خطاب سے مخاطب کرتے ہیں تو صاحبزادہ صاحب اور ان کی جماعت خواہ مخواہ ہماری چڑ کے لئے ہمارے ایسے نام رکھتے ہیں۔ وہ جب بار بار عرض کی جاتی ہے کہ حضور ہمیں اس قسم کے القاب سے معاف فرمائیے تو بجائے باز رہنے کے اس کے جواز میں ایک طویل تشریح اور تفسیر فرما دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آجکل ان کی توجہ خصوصیت کے ساتھ تفسیر نویسی کی طرف مبذول ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے اسی ضمن میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کے چند مقامات سے ایسی عبارتیں ڈھونڈ نکالی ہیں جو جناب میاں صاحب کے خیال کے مطابق گالیاں ہیں۔ ان کے نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے تمہیں اور تمہاری جماعت کو "پیغامی" کہا ہے تو تم نے بھی تو ان تحریروں میں ہمیں سخت سست لکھا ہے اس قسم کے موضوع پیدا کر کے ان پر کشت و خون کرنا محض تضییع اوقات ہے کیونکہ اس سے ہمارے مسائل متنازعہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا نہ ہی مسئلہ اجرائے نبوت کا اس سے ثبوت ملتا ہے اور نہ مسئلہ کفر و اسلام اس طرح ثابت ہوتا ہے اور نہ حضرت مسیح موعود کی خلافت کا مسئلہ ہی اس سے روشنی میں آتا ہے۔ اگر پیغامی کہنا جناب میاں صاحب کے اجتہاد کی رو سے جائز تھا تو پھر اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ اپنے اجتہاد کی تائید اور ثبوت کے لئے حضرت مولانا کی چند گالیاں نقل کی جاتیں اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں "پیغامی" کہنا ضرور گالی ہے مگر یہ گالی ہماری گالیوں کے جواب میں ایجاد کی گئی ہے تبھی تو اس کی تائید میں ہماری گالیاں پیش کی گئی ہیں۔ مگر گالی کا جواب گالی دینا بھی تو کوئی خوبی کی بات نہیں ہے تعجب کہ آپ ہماری محولہ بالا عبارتوں کو گالیاں تصور فرماتے ہیں پھر ان گالیوں کی چار صفحوں میں تفسیر لکھنے بیٹھ گئے ہیں۔ وہ کام جو صرف حوالہ دینے سے ہو سکتا تھا اس پر صفحوں کے صفحے تفسیر اور تشریح کیلئے وقف کرنا کیا یہ بزرگانہ فعل ہے اور کیا آپ اپنے قیمتی اوقات کو گالیوں کی تفسیر کے بجائے کسی اور مفید کام کے لئے نہیں لگا سکتے تھے یقیناً یہ غیر مفید کام محض اس لئے کیا گیا ہے کہ ہماری طرف سے اپنی جماعت کے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کی جائے مگر کیا یہ الزام حضرت امیر ایدہ کی ذات پر ہی عائد ہوتا ہے۔ یا جناب صاحبزادہ صاحب کا دامن تقدس بھی اس سے آلودہ ہے حقیقت یہ ہے کہ مذہبی لیڈروں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ بدی اور سبب ہمیشہ اپنے حریف کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں اور اپنی ذات کو معصوم عن الخطا تصور کرتے ہیں۔ حق پسندی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے مخالف پر وہ الزام تو نہ لگائیں جو ان میں بدرجہا زیادہ پایا جائے۔ چونکہ ہمیں جناب صاحبزادہ صاحب کی تصانیف کے مطالعہ کا شرف حاصل ہے اس لئے ہم ان کی تحریروں سے گالیوں کی ایک فہرست مرتب کر کے پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ حضرت امیر اور آپ کی جماعت کو گالیاں نکالنے میں صاحبزادہ صاحب کو مہارت تامہ کاملہ حاصل ہے اور چونکہ ان کی طرف سے ہمیشہ یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ مولانا محمد علی اور ان کی جماعت انہیں گالیاں دیتے ہیں اس لئے جب ان کی طرف سے اس قسم کا اعتراض ہوگا تو یہ فہرست سامنے آجائیگی۔ اور اس سے اس الزام کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائیگا ہم اس جگہ صرف وہ الفاظ پیش کرینگے جن سے گالی کا مفہوم پیدا ہوتا ہے ان کی تشریح یا تفسیر کرنا فضول ہے۔ چونکہ دونوں جماعتوں کے لوگ خوب جانتے ہیں کہ وہ تحریریں جناب میاں صاحب نے ہمارے حضرت امیر اور آپ کی جماعت پر چسپاں فرمائی ہیں۔ اس لئے مزید حاشیہ یا اضافہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ان گالیوں کی مختلف اقسام ہیں مثلاً حضرت مسیح موعود کے وہ الہامات اور رؤیا نقل کئے گئے ہیں جن میں ہمارا نام نہیں اور ان کا مورد و مصداق جناب صاحبزادہ صاحب نے محض دلآزاری کے لئے ہمیں قرار دیا ہے۔ خود ان کے اپنے الہامات اور خوابیں ہیں جنمیں بوجہ عناد اور بغض ہمارا نام آرہا ہے چونکہ وہ غیر مامور ہیں اس لئے ان کو ظاہر کرنا بھی ضروری نہ تھا۔ تیسری قسم کی وہ گالیاں ہیں جو ان کے مریدوں نے دی ہیں۔ ان کی بھی دو اقسام ہیں ایک قسم رؤیا اور کشوف ہیں اور دوسری عام اور سادہ گالیاں ہیں جو شدت اور غلاظت میں اپنی مثال نہیں رکھتیں اس میدان کے شہسوار میر قاسم علی صاحب اور فاضل راجیکی اور مولوی اللہ دتا صاحب اور ان کے اعوان و انصار ہیں مگر ہم اس فہرست میں اس چوتھی قسم کا ذکر نہیں کریں گے ہاں اگر اس طرف سے خواہش اور آمادگی ظاہر کی گئی تو ہم وہ فہرست بھی بالاقساط پیش کر دیں گے۔ اب ہم ذیل میں وہ فہرست نقل کرتے ہیں دونوں جماعتوں کے خواص و عوام ان کو توجہ کے ساتھ سنیں اور غور فرماویں:-

میاں صاحب کی گالیوں کی قسط نمبر (۱)

(۱) ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے۔
(تقریر میاں صاحب ص۳ جلسہ سالانہ ۱۹۴۰ء)

(۲) کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ (صفحہ ۹ مندرجہ بالا و آئینہ صداقت ص۲۰۲)

(۳) خدا دو مسلمان فریقوں میں سے ایک کا ہو گا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے (صفحہ ۳۰) پس اگر موجودہ فتنہ نہ ہوتا تو یہ الہام کس طرح پورا ہوتا۔

(۴) شر الذین انعمت علیہم۔ یہ الہام شیخ رحمت اللہ صاحب اور جماعت لاہور پر چسپاں کیا گیا (ص۲۳-۳۰)

(۵) لاہور میں ایک بے شرم ہے (ص۲۶)

(۶) مولوی محمد علی صاحب کو رویا میں کہا آپ بھی صالح ہیں اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ (ص۳۱)

(۷) رویا حضرت مسیح موعود۔ بیوت مسجد کے اوپر ایک تخت بچھا ہوا ہے اور میں اس پر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے ساتھ ہی مولوی نور الدین صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک شخص . . . . اس کا نام ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں) دیوانہ وار ہم پر حملہ کرنے لگا میں نے کہا کہ اس آدمی کو پکڑ کر مسجد سے نکال دو اور اس کو سیڑھیوں سے نیچے اتار دیا ہے وہ بھاگتا ہوا چلا گیا۔ یاد رہے کہ مسجد سے مراد جماعت ہوتی ہے (ص۳۱)

(۸) کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ نوزائیدہ انجمن مسیح موعود کی جانشین ہونے کا دعویٰ کرے گی (ص۳۵)

(۹) ایک ہی گروہ رہ گیا یعنے انجمن پس وہی باغی ہوئی (ص۳۷)

(۱۰) اور میں دوسرے رویا بھی دیکھ چکا تھا جسمیں میر محمد اسحاق صاحب کے سوالات سے منافقوں کے سر کچلنے کا پتہ دیا گیا تھا۔ (ص۴۰)

(۱۱) مولوی محمد علی صاحب کے دوستوں نے انہیں میرے مقابلہ پر کھڑا کیا اور اللہ تعالےٰ نے ان کو سخت ناکام کیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی ذلت کا اقرار کیا جسقدر بھی ان کے دوستوں نے زور مارا کہ انکو اونچا کریں اسی قدر خدا نے ان کو نیچا کیا (ص۴۹)

(۱۲) پھر کہتے ہیں کہ اسوقت ایک شخص تقریر کرنے کیلئے کھڑا ہوا تو اس کو کہا گیا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس سے اس کی ہتک ہوئی ہے میں کہتا ہوں کہ اسوقت اگر مار بھی پڑتی تو کوئی حرج نہ تھا۔ (برکات خلافت ص۵۱)

(۱۳) حضرت مسیح موعود نے ۷۔ دسمبر ۹۲ء کو رویاء میں دیکھا کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں . . . . . . اور ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے اور فتنہ انداز ہے لیکن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے بعد جو خلافت

[1] حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے بموجب ہمارا ارادہ قادیانی دشنام طرازی کو پیش کرنے کا نہیں تھا لیکن قادیانی پریس چونکہ اس سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے اسلئے ہم بھی مجبوراً نمونہ کے طور پر قادیانی گلفشانیوں کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا جائیگا۔ مدیر

ہوگی جس کا انکار ایک جماعت کرے گی اور فتنہ ڈالے گی لیس اگر کوئی جماعت خلافت کی منکر نہ ہوتی تو یہ رویا کس طرح پوری ہوتی (برکات خلافت صفحہ ۲۸-۲۹)

(۱۴) حضرت مسیح موعود کی وفات سے ایک سال اور چند ماہ پہلے اللہ تعالےٰ نے مجھے اس فتنہ خلافت کے متعلق خبر دیدی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایکدن یہ نوزائیدہ انجمن مسیح موعود کی جانشین ہونے کا دعویٰ کرے گی (صفحہ ۲۵)

(۱۵) اب ایک ہی گروہ رہ گیا یعنے انجمن لیس وہی باغی ہے (صفحہ ۳۷)

(۱۶) مجھے خدا نے بتادیا تھا کہ لیمزقنھم ۔ ۔ ۔ ۔ میں انکو ٹکڑے ٹکڑے کردونگا (انوار خلافت صفحہ ۱۰)

(۱۷) غیر مبایعین کو گدگدی اٹھتی ہے (خطبہ جمعہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۶ء ٹریکٹ صفحہ ۱۲)

(۱۸) غیر مبایعین کے پیچھے نماز کا فتویٰ جواز کا فتوےٰ نہیں فساد کا فتویٰ پوچھا جاتا ہے ۔ فتوے پوچھنے والا پہلے میلے کے ڈھیر سے اٹھا کر سڑے ہوئے ٹکڑے کھائے شلجم اور گوبھی کے چھلکے کھائے ۔ بوسیدہ کپڑے پہنے اور باوجود استطاعت کے ایسے بوسیدہ مکان میں رہے کہ جو معمولی بارش سے بھی ٹپکنے لگے جس وقت اس کی خوراک نجس ہوگی ۔ پوشاک نجس ہوگی اور رہائش نجس ہوگی اس وقت اگر وہ یہ سوال پوچھے گا تو میں کہونگا چونکہ تیرا ہر کام نجس ہے اس واسطے تیرے لئے یہ نجس بھی جائز ہے ۔ ایسے سوالات کرنے والوں سے میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا لنگڑا اور کانا گھوڑا جائز ہے ۔ ہے اور ضرور ہے لیکن کیا تم گھوڑا خریدنے کیوقت اسے خریدنے ہو ۔ اسی طرح غیر مبایعین کے پیچھے نماز پڑھنا بھی نماز تو ہے مگر اندھی لنگڑی اور لولی ۔ اور اگر تم باقی چیزوں میں بھی لنگڑی اور لولی اختیار کرتے ہو تو اسے بھی اختیار کر لو ۔

اگر ایک بدترین دشمن ہندوؤں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن عیسائیوں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن دھریوں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن پیغامیوں سے لیا جائے تو یقیناً پیغامی دشمنی اور بغض میں دھریہ عیسائی اور ہندو سے بڑھ ہوا ہوگا ۔ ان کے تمام جسم بغض کے مجسمے ہیں ۔ اگر کسی نے زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی آگ دیکھنی ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لے میں نہیں سمجھتا ان سے زیادہ بغض اور کینہ رکھنے والے لوگ کبھی دنیا میں ہوئے ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے ان لوگوں کا بغض سب سے بڑھا ہوا ہے ۔ ایسی گندی ذہنیت رکھنے والوں کے متعلق کرید کرید کر یہ پوچھنا کہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں سوائے اس کے کچھ معنے نہیں رکھتا کہ اپنے دل کا گند ظاہر کیا جائے (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۵ جنوری ۱۹۳۷ء)

(۱۹) ان کی (مولوی محمد علی صاحب کی) طرز تحریر نہایت مکروہ ہے (آئینہ صداقت صفحہ ۹)

(۲۰) جس طرح خوارج پہلے چند سال زور شور کر کے آخر دب گئے اللہ تعالےٰ نے چاہا تو اس گروہ کا بھی یہی حشر ہوگا ۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۱۸)

(۲۱) پھر عمل کا جھگڑے کا وقت آیا تو شریعت کے حکم کو وسیع کر لیا اور غیر احمدیوں کے پیچھے ولایت میں نماز کی اجازت زور مرز کر حضرت خلیفہ اول سے اجازت حاصل کرلی (آئینہ صداقت صفحہ ۲۹)

(۲۲) چار سال سے مولوی (محمد علی) صاحب کی جماعت قہقری دیکھ رہے ہیں (" صفحہ ۳۲)

(۲۳) کیا آپکا یہ فعل دیانت کے خلاف نہیں (" صفحہ ۳۴)

(۲۴) مولوی صاحب (مولوی محمد علی) اپنی اغراض ذمیمہ کو پورا کرنے کیلئے (" صفحہ ۵۶)

(۲۵) چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد صفحہ ۵۷ و ۶۳

(۲۶) یہ ایک اور ثبوت ہے مولوی صاحب (مولوی محمد علی صاحب) کی عادت تحریف کا (" صفحہ ۹۷)

(۲۷) ہم آپ کو قرآن کی آیت لیس تخلف عنہم کے ماتحت فاسق کہتے ہیں (" صفحہ ۱۱۴)

(۲۸) ڈپٹی عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کے وقت وہ مرتد ہوتے ہوتے بچے (" صفحہ ۱۲۳)

(۲۹) خواجہ صاحب کا ایمان اندر سے کھوکھلا ہوچکا ہوا تھا ۔ (" صفحہ ۱۲۶)

(۳۰) خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ ان کی پردہ دری کرے (" صفحہ ۱۲۹)

(۳۱) مولوی صاحب کی قلب ماہیت کا وقت (" صفحہ ۱۳۱)

(۳۲) یہ لوگ آپ کے وقت میں منافقت سے کام لیتے تھے (" صفحہ ۱۵۱)

(۳۳) ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۔ کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است (" صفحہ ۱۵۲)

(۳۴) تائید الٰہی نہ تھی بلکہ خواجہ صاحب کی اخلاقی موت تھی (" صفحہ ۱۵۹)

(۳۵) مولوی محمد علی صاحب نے اپنے مدعا کے پورا کرنے کے لئے کسی فریب اور دھوکے سے پرہیز نہیں کیا (" صفحہ ۱۷۹)

(۳۶) وہ اپنے پیر کو اس کے بستر مرگ پر دھوکا دے رہے تھے (" صفحہ ۱۸۹)

(۳۷) جب تک دنیا کے پردہ پر مولوی محمد علی صاحب کا نام باقی رہیگا اسوقت تک ان کے نام کے ساتھ یہ سرقہ کا بدنما عمل بھی یادگار رہیگا (" صفحہ ۲۰۰)

(۳۸) مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعود کا وہ الہام پورا ہوا اخرج منہ الیزیدیون قادیان سے یزیدی نکالے جائیں گے (" صفحہ ۲۰۲)

(۳۹) اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو رویا میں بتایا کہ جماعت کا ایک سنجیدہ آدمی مرتدوں میں ملگیا (القول الفصل صفحہ ۴)

(۴۰) کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور (تقریر میاں صاحب ۲۷ دسمبر ۱۹۱۰ء)

(۴۱) خدا نے انکو اس سے بھی زیادہ شرمندہ کیا (" صفحہ ۲۷)

(۴۲) ہماری جماعت میں سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ ایک لفظ بھی نہیں پڑھے ہوئے مگر خواجہ صاحب کا ناطقہ بند کرسکتے ہیں (" صفحہ ۳۵)

(۴۳) حضرت مسیح موعود کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین بٹالوی تھے ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا اگر ان کو حضرت مسیح موعود کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کریگا ۔ جو آنحضرت صلعم کے مقابلے میں ابوجہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا (خطبہ نکاح جلد ۱ صفحہ ۱۹۷)

(۴۴) میں نے ایک رویا میں دیکھا کہ ایک بڑا شخص ہے ۔ اس کی شکل مولوی محمد احسن صاحب امروہی سے ملتی جلتی ہے وہ پاگل ہوگیا ہے ۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ابلیس حملہ کرتا ہے ۔ میں بار بار لاحول پڑھتا ہوں وہ رکتا نہیں آخر اعوذ پڑھا تو وہ دور ہوا ۔ اس وقت کس کو معلوم تھا کہ سید محمد احسن کی یہ حالت ہو جانے گی ۔ (خطبات جلد اول صفحہ ۱۰۲)

(۴۵) مولوی صاحب (مولوی محمد علی) کی ریجالاند چالیں جماعت گمراہ نہیں کرسکتیں (الفضل ۸ جنوری ۱۹۲۰ء از میاں صاحب)

(۴۶) خوب دل کھول کر جھوٹ کی غلاظت پر منہ مارا ہے ۔ (الفضل ۱۰ جون ۱۹۴۵ء صفحہ ۷ از میاں صاحب)

(۴۷) انہوں نے فرعون کے ساحروں کی طرح مجھے ستانا چاہا ۔ (الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۴۵ء صفحہ ۶)

(۴۸) چند لوگ جماعت سے علیحدہ ہوکر باغی ہوگئے الفضل ۸ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶)

(۴۹) فرمایا (آنحضرت صلعم نے) کہ خلیفہ ہو تو جو پہلا ہو اس کی بیعت کرو اور جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابلہ میں کھڑا ہو جیسے لاہور میں ہے تو اسے قتل کردو ۔ نوٹ درس میاں صاحب ماہ جون ۱۹۱۴ء (الفضل ۱۶ اگست ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۰)

(۵۰) شیطان دور کنے سے لاہور جماعت کو تشبیہ (خطبہ مندرجہ الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۸ کالم ۲)

ترجمہ قرآن کریم کی نسبت

(۱) مولوی (محمد علی) صاحب اسی کام کے ساتھ ملازم رکھے گئے تھے (۲) حرام چیز کسی کو ہضم نہیں ہوتی (۳) چونکہ انہوں نے خیانت سے کام لیا ہے اس لئے وہ فائدہ کبھی نہیں اٹھا سکتے (۴) ہمیشہ کے لئے ان کے گلے میں پھانسی کی طرح لٹکتا رہیگا ۔ (۵) ان کی لنگوٹی ہی رہے گی اور تہبند خالی اور کپڑے زیبد یگا (۶) ان کے لئے وبال جان ہوگا (۷) ان کا یہ فعل ہمیشہ ذلت کا موجب رہیگا (۸) میری اپنی رائے یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم دو ہزار روپیہ خرچ کرکے ردی کاغذ جلانے کے لئے لا ڈالیں انہیں کہیں کہ ترجمہ آپ ہی رکھیں (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء)

(۵۱) وہ (خواجہ صاحب) سن لے اور کان کھولکر سن لے کہ ایک وہ دن تھا کہ تو اسلام کی صداقت سے بے بہرہ تھا اور اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے قبول کرنے پر تیار ہوچکا تھا ۔ تیرے اندر سے ایمان نکل چکا تھا ۔ تیری آنکھیں اندھی اور تیرا دل سیہ ہوگیا تھا ۔ (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۱۵ء)

(۵۲) خواجہ صاحب عربی دانی سے ایسے ہی دور ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ (البشریٰ صفحہ ...)

(۵۳) ہمارے زمانہ میں بھی منافقوں کا ایک گروہ پیدا ہوگیا تھا جو کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہم سے جدا کردیا ہے ۔ الفضل یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۷)

(۵۴) خدا تعالےٰ نے ان کو (خواجہ صاحب) ذلت اور رسوائی کے عمیق گڑھے میں اندھے منہ گرایا ہے ۔ (از میاں صاحب الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

(۵۵) پیغامیوں کے متعلق صلح کا پیغام دیا گیا ہے حیرت ہے جو لوگ جنگ کے بانی تھے صلح کا پیغام دیتے ہیں جنہوں نے سلسلہ حقہ سے بغاوت اختیار کی ہے ان سے صلح کیسی ہوسکتی ہے یہ حضرت مسیح موعود کا مقدس سلسلہ ہے اس پر باغیوں کیلئے جگہ نہیں وہ لوگ گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح چھپ چھپ کر حملہ کرتے ہیں وہ (پیغامی) یاد رکھیں پر زمانہ بدلہ لینے کا ہے پہلے یوسف کو یوسف کے بھائیوں نے کنعان سے نکالا تھا ۔ لیکن خدا نے اس یوسف کو اس لئے بھیجا کہ اپنے بھائیوں کے قادیان سے نکلنے کا موجب ہو جائے ۔ (الفضل یکم اپریل ۱۹۱۵ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جوانانِ جماعت احمدیہ اور مغربی فلسفہ

ایکہ خواندی حکمتِ یونانیاں - حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں (مولانا روم)

نیکی اور بدی کے فلسفہ پر ایک نظر

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۱)

دجال کا سب سے زیادہ خطرناک حملہ

نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان - یہ مثل مغرب کے فلسفیوں اور اُن کے مریدوں پر خوب صادق آتی ہے - کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ یورپ کے بہت سے فلسفیوں کو غرور علم اور تکبر فہم کی لعنت کی وجہ سے اپنے احساس برتری پر اس قدر غرہ و ناز ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ پر خواہ اس میں ان کا علم کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو جب وہ بحث کرتے ہیں تو اسقدر یقین کے ساتھ کہ ہر ایک امر کو جو ایشیا یا ایشیا کے کسی مذہب کی طرف سے پیش ہو وہ یونہی ٹھکراتے چلے جاتے ہیں اور اسے اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ ذرا ٹھہر کے اس پر غور کریں اور اس میں اگر کوئی حقیقت اور صداقت ہو تو اُسے قبول کر کے اپنی رائے کو بدلیں - نہیں - طاقت اور سلطنت کے بل نے تمام دنیا کو یورپ کے سوا اُن کی نظروں میں احمق بنا رکھا ہے یہ ابلیسی استکبار دجالیت کا سب سے بڑا ظہور ہے - کیونکہ اس نے ایشیاء والوں کے دل و دماغ کو ایسا مرعوب کر دیا ہے اور سلطنت اور حکومت کے چلے جانے کے ساتھ ہی ان میں (Inferiority Complex) احساس کمتری اس قدر پیدا ہو گیا ہے کہ یورپ اگر دن کو رات کہدے تو ایشیا والے یہی سمجھنے لگیں گے کہ یہ کوئی ہماری اپنی آنکھوں کا قصور ہے - ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یورپ کا ایک گورا ایک غلط بات کہدے اپنے گھر کے ملانوں کی تقلید کورانہ پر ہنسنے والے خدا کی شان ہے خود یورپ کی شب و روز کورانہ تقلید کرتے ہیں اور پھر اس پر شرماتے نہیں بلکہ فخر کرتے ہیں - میرے خیال میں دجال سے جو مسلمانوں کو ڈرایا گیا تھا - اُس کی بڑی وجہ یہی احساس کمتری تھا ورنہ حکومت و سلطنت تو دنیا میں ایک آنی جانی چیز ہے - آج ایک قوم کے ہاتھ میں ہے تو کل دوسری قوم کے ہاتھ میں - سب سے خطرناک چیز جو ہے وہ یہی ذہنی غلامی اور احساس کمتری ہے - گویا دجال کا سب سے کاری حربہ جو مسلمانوں کے ایمان اور کلچر پر چلا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نے اُن میں احساس کمتری اس قسم کا شدید پیدا کر دیا ہے - کہ یورپ کے کسی گورے کے مُنہ سے کیسی ہی نامعقول اور پا در ہوا بات نکلے وہ ایک مسلمان نوجوان کے لئے پتھر کی لکیر ہے - خدا کا علم رسول کا علم مسلمانوں کا سارا کلچر اس کی زٹلیات کے آگے لاشے محض ہے بس فلاں گورے نے یوں کہدیا - اگر اس کے خلاف قرآن کہیگا تو نعوذ باللہ غلط ہے - وہ خدا کا کلام ہی نہیں - رسول کہیگا وہ بھی غلط - انبیاء اور اولیا جو روحانیت کے آسمان کے ستارے ہیں - لاکھ مرتبہ کہا کریں کہ فلاں مسئلہ میں جو روحانیت سے تعلق رکھتا ہے وہ نظریہ درست نہیں - جو یورپ کا ایک مادہ پرست فلسفی پیش کر رہا ہے - مگر مسلمان نوجوانوں کے لئے یہ سارے پرلے درجہ کے راستباز جھوٹے - اور یورپ کا ایک مادہ پرست دنیا کا بندہ گورا فلسفی سچا - یہی وہ احساس کمتری ہے جس سے نبیوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا تھا

دجال کی یہ حکومت جو لوگوں کے قلوب پر مُسلط ہے سب سے بڑھکر خطرناک ہے - وہ جو کہا گیا تھا کہ دجال دعویٰ خدائی کا کرے گا اور لوگ اسے مانیں گے وہ ماننا یہی تھا - کہ جو مقام خدا کا تھا - وہ دجال کو دیدیا گیا - کوئی معرفت الٰہی یا روحانیت کا مسئلہ ہو اُس میں آجکل کے مغرب زدہ مسلمان نوجوان خدا کی کتاب یا عارف باللہ لوگوں کی طرف رجوع نہیں کریں گے - وہ یورپ کے مادہ پرست فلسفیوں سے پوچھیں گے - اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی مرض کا نسخہ لینے کے لئے بجائے ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جانے کے کسی انجینیر کے پاس چلا جائے - یا میز اور کرسی بنوانا ہو تو کسی ڈاکٹر کو بلا کر لکڑی اُس کے آگے رکھ دے کہ حضرت بجائے نسخہ لکھنے کے آپ ایک میز اور کرسی بنا جائیے - ہر ایک عقلمند سمجھتا ہے کہ جو جس دریا کا تیراک ہے وہی نہیں جس فن کا ماہر ہی نہیں جس علم سے اُسے مس ہی نہیں اس علم میں اُس کی طرف رجوع کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے - لیکن دجال پھر دجال ہی کیا ہوا اگر دلوں پر اُس کی ناجائز اور ناپاک حکومت کا تسلط نہ ہو - اُس کا سب سے بڑا حربہ مسلمانوں کے ایمان پر یہی ہے کہ مسلمانوں کے قلوب اُس سے اس قدر مرعوب ہیں اور ان کے اندر احساس کمتری اسقدر حد تک پیدا ہو چکا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں یورپ کے فتوے کو خواہ وہ معقول ہو یا نامعقول سر اور آنکھوں پر رکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں - یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ دجال کے اثر سے بچنے کیلئے سورۂ کہف کی پہلی اور پچھلی دس آیتوں کو پڑھنا مفید ہے تو اُن میں جہاں مسیحیت اور مادہ پرستی کی جو یورپ کا کلچر ہے تردید ہے وہاں مُسلمانوں کے احساس کمتری کا بھی علاج بڑے صاف لفظوں میں ہے - ان عیسائی کہلانے والی قوموں کا ذکر کر کے کس زور اور صفائی سے فرماتے ہیں - کہ مالھم بہ من علم ولا لاٰبائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا ۵ (الکہف) کہ نہ ان کو کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کو تھا - بڑی سخت بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے - یہ نہیں بولتے ہیں مگر جھوٹ - اللہ اللہ کس زور سے فرمایا کہ عقائد و ایمانیات معرفت الٰہی اور روحانیات کے بارے میں ان لوگوں کو مطلق کوئی علم نہیں اور نہ ان کے باپ دادوں کو تھا - یعنے ان کے اگلے جو کچھ تثلیث اور کفارہ کا مسئلہ اختراع کر گئے وہ بھی بے علمی کا نتیجہ تھا - اور ان کے پچھلے آج فلسفۂ مادی کو سامنے رکھ کر مذہب کے بارے میں جو کچھ بک بک کرتے ہیں یہ بھی لاعلمی کا نتیجہ ہے - تکبر کی وجہ سے یہ اپنی ہر بات کو بڑی اور جھوٹ کو سچ سمجھتے اور بتاتے ہیں - یہ آیت مسلمانوں میں سے اسی احساس کمتری کو دُور کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی کیونکہ یہی تو دجالیت کا سب سے بڑا حربہ ہے جس کے اثر سے مسلمانوں کا نہ چھوٹا بچا ہوا ہے نہ بڑا - الا ماشاء اللہ - دُور کیوں جاؤ - ڈاکٹر اقبال مرحوم جیسا فلسفی شاعر باوجود اسلامی کلچر کا شیدائی ہونے کے خود جب کچھ غور کرتا ہے تو اسلامی کلچر کے ماتحت نہیں بلکہ اسی دجالی کلچر کی طرف رجوع کرتا نظر آتا ہے "اسرار خودی" لکھتا ہے تو صاف نیٹشے کا مقلد نظر آتا ہے - کوئی لکچر لکھتا ہے تو برگساں کا فلسفہ اس پر غالب ہے اور وہ مذہب کو اسی فلسفہ کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرنے لگتا ہے -

علم تجزیہ نفس کی تکمیل اسلام میں ہوئی

علم النفس (سائیکالوجی) اور علم تجزیہ نفس (سائیکو اینے لے سس) پر جس قدر علم قرآن کریم میں موجود ہے - یا احادیث صحیحہ و اکابر اسلام کے لٹریچر میں موجود ہے - اُس کا ایک شمہ بھی ابھی یورپ کو نصیب نہیں ہوا - وہ ابھی اس علم میں طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہے - علم تجزیہ نفس کی یورپ میں بنیاد ڈالنے والا ڈاکٹر فرائیڈ ہے - جو ابھی فوت ہوا ہے - گویا یہ علم یورپ میں ابھی اپنی ابتدائی منازل طے کر رہا ہے - اور ظاہر ہے کہ ابتدا میں علم کس قدر ناقص ہوتا ہے قدم قدم پر اس میں لغزشیں ہوتی ہیں - اس کے مقابلہ میں اسلام میں صوفیا اور اولیاء اور علمائے ربانی کے ذریعہ یہ علم اپنے معراج کمال کو پہنچ چکا ہے - خود ہمارے زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس علم کے ماہر اور اس فن کے شناور ہماری آنکھوں کے سامنے گذرے ان کی تحریروں اور تقریروں میں اس علم پر بہت کچھ روشنی پڑ چکی ہے - لیکن کس قدر جائے افسوس اور مقام واویلا ہے کہ ہمارے مُسلمان نوجوان جب اس علم پر بحث کرنے کے لئے اٹھیں گے تو اس تمام اسلامی لٹریچر کو ایک تقویم پارینہ اور دفتر گاؤ خورد قرار دیکر اُن کا احساس کمتری اُنہیں آدم فرائیڈ کی طرف لیجائیگا - جو ان بزرگوں کے مقابل میں ایک طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہے - صرف اس لئے کہ وہ یورپ کا ایک گورا ہے اور یہ تمام بزرگ ایشیا کے کالے لوگ ہیں -

دجال بوجہ کانا ہونے کے ٹھوکر کھا جاتا ہے

دجال ایک آنکھ سے کانا ہے یعنے اُس کی روحانیت اور معرفت الٰہی کی آنکھ کانی ہے - وہ جس مسئلہ کو لیتا ہے اپنی مادہ پرستی کی آنکھ سے دیکھتا ہے - وہ روحانیت کی آنکھ سے دیکھ سکتا ہی نہیں - کیونکہ اس کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم نہیں - لیکن ساتھ ہی اسکا تکبر اس درجہ ہے کہ وہ اپنی اس کانی آنکھ کا علاج اسلام کی روشنی اور بصیرت سے کرنا نہیں چاہتا - کیونکہ یہ مشرق کے کالے لوگوں کا علم ہے اور یہ اس کی نگاہ میں وہ سب بیوقوف لوگ ہیں - بس یہ ابلیسانہ تکبر ہے

تحقیقِ حق سے بے نصیب رکھتا ہے۔ خدا نے اسی دجالیت کو مٹانے کے لئے اس زمانہ میں مسیح موعود کو کھڑا کیا۔ اب یہ اس کے شاگردوں کا کام ہے کہ خدا کے فضل اور مدد کے ساتھ گورے فلسفی کی نظر کی غلطی کو درست کریں اور اس کی دماغی پرواز نے جہاں جہاں ٹھوکر کھائی ہے اس کی اصلاح کریں۔ مثلاً آدام فرائیڈ کی نسبت ہی یورپ کو بتلائیں کہ اس نے فلاں فلاں جگہ غلطی کی ہے اس کے پاس محض ایک نظریہ ہے جو مادہ پرستی کی وجہ سے ناقص ہے۔ کامل نہیں۔ اُسے اگر اس معرفت الٰہی اور علم روحانیت سے حصہ ہوتا جو قرآن اور اسلامی لٹریچر نے دنیا کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس قسم کی ٹھوکر نہ کھاتا مثلاً اس کو اگر انسان کے باطن میں تین ہستیاں نظر پڑیں ایک Ego (نفس انسانی) دوسرا سو پرایگو (ملکوتی حصہ) اور تیسرا اِٹ (یعنے شیطانی حصہ) تو یہ اُس کے دماغ کی بڑی عمدہ بلند پروازی ہے۔ لیکن مادہ پرستی کی وجہ سے اُس نے غلطی سے ان تینوں چیزوں کو نفس انسانی کے تین جزو سمجھ لئے۔ چونکہ وہ کسی روحانی ہستی کا قائل نہیں اس لئے اس توجیہ کے سوا اُس کے پاس اور کوئی رستہ بھی نہ تھا۔

قرآن کا نیکی و بدی کا فلسفہ

لیکن خدا نے جو خالق نفس انسانی ہے ہمیں بتلایا ہے۔ کہ یہ تینوں ہستیاں جو انسان کے باطن میں نظر آتی ہیں وہ انسان کے نفس کا جزو نہیں ہیں صحیح نظریہ یہ ہے کہ انسان کو جو قویٰ بخشے گئے ہیں وہ سب کے سب اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اُن کو کام میں لانے کے لئے انسان کو اختیار اور قدرت عطا کی گئی ہے۔ وہ اپنے ارادہ کے ماتحت ان کا صحیح استعمال بھی کرسکتا ہے۔ اور غلط استعمال بھی کرسکتا ہے یعنے ان کے خالق کی منشا کے مطابق بھی استعمال کرسکتا ہے اور اس کے خلاف منشا بھی۔ صحیح استعمال کا نام نیکی ہے اور غلط استعمال کا نام بدی ہے۔ انسان میں جو خواہشات اور جذبات ہیں مثلاً حرص اور شہوت، غصہ اور حسد ان کی محرک ایک غیر مادی غیر مرئی ہستی ہے۔ جس کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں جن ہے۔ جب وہ جن ان جذبات کو تحریک دیتا ہے۔ تو اگر انہیں خدا کی قائم کردہ حدود کے اندر رکھ کر انسان اپنے قویٰ کو عمل میں لاتا ہے تو وہ اعمال نیک کہلاتے ہیں۔ اور اگر عمل کے وقت جذبات خدا کی قائم کردہ حدود کے اندر انسان کو نہ رکھیں تو وہ اعمال بد کہلاتے ہیں اور جذبات میں انسان کے حدود اللہ سے تجاوز کر جانے کی صورت میں اسی جن کو جو جذبات کا محرک ہے قرآن کی اصطلاح میں شیطان کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ اسے اِٹ (It) کہتا ہے اور اسے نفس انسانی کا ایک جزو سمجھتا ہے۔ قرآن اسے نفس انسانی کا جزو نہیں بتاتا۔ بلکہ اسے نفس انسانی سے ایک علیحدہ ہستی مگر اس کے جذبات کو تحریک دینے کے لئے اس کے ساتھ وابستہ قرار دیتا ہے۔ قرآن انسان کی فطرت میں کسی شیطانی حصہ کا قائل نہیں وہ انسان کی فطرت کو ہر ایک جبر سے آزاد قرار دیتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ نیک اور بداعمال انسان کی فطرت کے تقاضہ سے پیدا نہیں ہوتے کیونکہ اس طرح پھر وہ اپنے اعمال کا ذمہ وار نہیں ٹھہر سکتا بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا نے انسان کو جو قویٰ اور جذبات عطا فرمائے ہیں اُن کو بیکر وہ جس طرح چاہے عمل کرے۔ اپنے رب کی منشا کے مطابق عمل کریگا تو وہ نیکی کہلائیگی۔ خلاف منشا کریگا تو وہ بدی کہلائے گی۔ ہاں جذبات کے لئے کوئی خارج سے محرک ہونا چاہیئے تھا جس طرح موٹر کو چلانے کے لئے کوئی پرزہ ہونا چاہیئے اس کے لئے جو پرزہ عطا کیا گیا اسکا نام جن ہے جس طرح موٹر کی رفتار کو روکنے کے لئے اگر کوئی بریک نہ ہو تو رفتار کی تیزی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جذبات کی تیزی کو روکنے کے لئے انسان کو خدا نے ضمیر یا کانشنس عطا فرمایا ہے جس کا محرک مَلَک یا فرشتہ ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ اسکا نام سوپر ایگو (Super Ego) رکھتا ہے اور نفس انسانی کا جز سمجھتا ہے۔ لیکن قرآن کریم اسے بھی ایک علیحدہ غیر مادی غیر مرئی ہستی قرار دیتا ہے جو انسان کے اخلاق فاضلہ اور ضمیر کے لئے بطور محرک کے ہے۔ موٹر کو چلانے اور اس کو روکنے یا دائیں بائیں کرنے کے دو پرزے جسطرح ڈرائیور کے ہاتھ میں ہوتے ہیں کہ جس سے چاہے کام لے۔ اسی طرح یہ دونوں محرک فقط بطور محرک کے انسان کے ساتھ ہیں۔ نفس انسانی اپنی فطرت میں آزاد ہے۔ کہ جس محرک کی تحریک پر چاہے کان دھرے اور اپنے جذبات کو جس رستہ پر اور جہانتک چاہے چلائے یا روکے۔

نیکی اور بدی فطرت کا تقاضہ نہیں بلکہ ارادی افعال ہیں

ڈاکٹر فرائیڈ چونکہ ایک مادہ پرست انسان ہے وہ انسان کو ایک ترقی یافتہ حیوان سے بڑھ کر نہیں سمجھتا اس لئے اُس کے اعمال کو بھی دوسرے حیوانوں کی طرح اس کے تقاضائے فطرت کا نتیجہ سمجھتا ہے لیکن اس طرح پھر کسی انسان کی نیکی کوئی خوبی نہیں رہتی اور اس کی بدی قابل سرزنش نہیں ٹھہرتی کیونکہ جو کچھ ہے تقاضائے فطرت ہے۔ اسی لئے اُس کا نظریہ یہ ہے کہ انسان جس جذبہ کا شائق ہو اُسے جہاں تک دل چاہے اُس کے پیچھے چلنے دو۔ اسے روکنا مناسب نہیں ورنہ یہ جذبہ اور تیز ہوگا جس طرح اسٹیم کو روکنے سے وہ اور زور کرتی ہے مثلاً شہوت پرستی کا جذبہ کسی میں اگر زوروں پر ہو تو اُسے ڈھیلا چھوڑ دو کہ یہی اُس کے لئے بہتر ہے۔ جب شہوت پرستی کی ساری اسٹیم نکل جائیگی تو وہ آپ ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جائیگا۔ یہ نظریہ کیوں قائم ہوا اسی لئے کہ وہ ان جذبات کے محرک اِٹ کو انسانی فطرت کا ایک جز سمجھتا ہے پس اس کے نزدیک فطرت کو روکنا غلطی ہے لیکن قرآن کریم اسے غلط بتلاتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ شہوت کا جذبہ تو بیشک فطرت انسانی ہے لیکن اسکا محرک فطرت انسانی نہیں بلکہ وہ دشمن انسانیت ہے اس لئے جذبہ کو تو نہ روکو۔ مگر اس جذبہ کے محرک کو قابو میں رکھو تاوہ حد سے بڑھکر انسان کو ہلاک نہ کردے۔ شادی کرو لیکن زنا نہ کرو شادی تقاضۂ فطرت کو پورا کرتی ہے۔ مگر زنا تقاضۂ فطرت نہیں بلکہ تقاضۂ شیطان ہے کہ وہ محرکِ جذبات کو کھلا چھوڑ کر اس کی رو میں بہتا چلا جاتا ہے جس سے انسان طرح طرح کے شرمناک عوارض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اور جذبات کی یہ آگ کھلا چھوڑنے سے کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ زانی بڈھے ہو کر بھی زنا کرتے رہتے ہیں۔ اور نہیں تو زنا خانوں میں پھرتے رہتے ہیں وہ ہوس کی آگ ختم نہیں ہوتی بلکہ اور بھڑکتی رہتی ہے۔ انسان کی طاقت زائل ہو جاتی ہے مگر ہوس زائل نہیں ہوتی۔ وجہ یہ کہ وہ محرک جسے اصطلاح قرآن میں جن اور شیطان کہا گیا ہے اور ڈاکٹر فرائیڈ جسے اِٹ کہتا ہے۔ وہ انسانی فطرت اور اس کا دوست نہیں بلکہ اسکا دشمن اور اس کی ہلاکت کا خواہاں ہے۔ جیسا کہ قرآن نے شیطان کی نسبت فرمایا ہے کہ انہ لکم عدو مبین کہ شیطان یقیناً تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ڈاکٹر فرائیڈ بھی اِٹ کو انسان کا دشمن مانتا ہے

مزہ یہ ہے کہ خود ڈاکٹر فرائیڈ بھی اِٹ (It) کو نفس انسانی کا دشمن مانتا ہے چنانچہ ایک جگہ ایک مثال سے اُس نے اس امر کو واضح بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مثلاً زید ایک خط لکھتا ہے اور اسے اپنی جیب میں ڈالکر چل پڑتا ہے کہ اسے لیٹر بکس میں ڈالا جائے۔ لیکن وہ لیٹر بکس کے پاس سے گذر جاتا ہے اور اُسے خط ڈالنا یاد نہیں رہتا اور وہ گھر واپس آجاتا ہے اور خط جیب میں ہی پڑا رہتا ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ کہتا ہے کہ یہ اِٹ تھا جس نے بھلا دیا۔ گویا اِٹ کو انسان سے دشمنی ہے! وہ اس کے ہر ایک مقصد میں روکاوٹ ڈالنا چاہتا ہے قرآن کریم بھی یہی کہتا ہے کہ شیطان کو انسان سے دشمنی ہے چنانچہ قرآن نے بھی بھلا دینے کے فعل کو شیطان کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔ مثلاً جہاں حضرت موسیٰ یوشع بن نون کے ساتھ مجمع البحرین کے سفر کو چلتے ہیں وہاں منزل مقصود پر پہنچنے کا نشان یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مچھلی پانی میں چلی جائیگی دونو صاحبوں کو اسکا علم ہے۔ وہ جگہ آتی ہے اور مچھلی پانی میں چلی جاتی ہے مگر حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ سے کہنا یاد نہیں رہتا۔ جب آگے نکل جاتے ہیں اور اگلی منزل پر حضرت موسیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اب اس مچھلی کو پکاکر کھایا جائے تو حضرت یوشع کو یاد آتا ہے اور وہ اپنے اس بھول جانے کے متعلق فرماتے ہیں۔ فانی نسیت الحوت و ما انسانیہ الا الشیطن ان اذکرہ (الکھف) پس میں مچھلی بھول گیا اور شیطان نے مجھ کو بھلا دیا کہ میں اسکا آپ سے ذکر کرتا۔ یہاں بھول جانے کے فعل کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔ اسی طرح قرآن میں آدم کی غلطی کو ایک جگہ تو یوں فرمایا فازلھما الشیطن عنھا کہ شیطان نے اُس کو اس سے پھسلا دیا اور دوسری جگہ اسی واقعہ کو اسطرح ذکر فرمایا کہ فنسی ولم نجد لہ عزما پس آدم بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادہ نہیں پایا۔ یعنے آدم کے بھول جانے کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔ گویا جہاں بھی بھول جانا انسان کے لئے مضر ہے اُسے شیطان کی طرف منسوب کیا اور اس کی وجہ بھی تبلادی کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یہ دشمن کا ہی کام ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کے مقاصد میں خلل انداز ہے۔ مثلاً جذبات کا حد سے زیادہ بھڑک جانا۔ ضروری کاموں کو بھول جانا وغیرہ وغیرہ ان سب کا بانی وہی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ہوشیار ہے اور جسطرح ایک سرکش گھوڑے کو جو ہر وقت سوار کو پٹک دینا چاہتا ہے۔ انسان ہر وقت اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی ہر وقت قابو میں رکھے۔ اس محرکِ جذبات کا وجود بھی ضروری تھا کیونکہ جب تک جذبات کو تحریک نہ ہو انسان سے کوئی عمل سرزد نہیں ہو سکتا۔ حرص نہ ہو تو انسان نہ تو روپیہ کما سکتا ہے نہ کسی رنگ کی ترقی کر سکتا ہے۔ شہوت نہ ہو تو شادی نہیں کر سکتا جس سے نسل انسان ہی ختم ہو جائے گی۔ غصہ نہ ہو تو شجاعت اور غیرت دنیا سے مٹ جائے۔ حسد نہ ہو تو ایک دوسرے سے آگے سبقت لیجانے کی امنگ ہی نہ باقی رہے۔ پس اِٹ یا شیطان کا وجود جذبات انسانی کی تحریک کے لئے ضروری تھا۔ لیکن وہ نفس انسانی یا فطرت انسانی کا جزو نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ جز ہوتا تو انسان کا دشمن نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ خلاف فطرت ہے کہ نفس انسانی اپنا دشمن آپ ہو اور اپنے کاموں میں وہ خود ہی روڑا اٹکاتا پھرے۔ انسانی

فطرت زندگی کو چاہتی ہے۔ ہلاکت کو نہیں چاہتی۔ شیطان یا راٹ اگر انسانی فطرت کا جزو ہوتا تو وہ انسان کی ہلاکت کے سامان مہیا کرتا۔ پس ڈاکٹر فرائیڈ کا یہ نظریہ قطعاً غلط ٹھہرا کہ راٹ نفس انسانی کا جز ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ چونکہ مادہ پرست تھا اس لئے وہ مجبور تھا کہ مادہ پرستی کے حدود کے اندر اپنے نظریہ کو رکھے۔ نتیجہ یہ کہ وہ ایک ایسی بات کا قائل نظر آتا ہے جو کامن سنس (Common Sense) یعنے عام عقل انسانی کے خلاف ہے۔ نفس انسانی اپنا دشمن آپ نہیں ہوسکتا۔ راٹ کے دشمن ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا۔ پس ضرور ہے کہ وہ نفس انسانی سے علیحدہ کوئی ہستی ہو۔

قرآن کا فیصلہ۔ انسان عمل کے لئے آزاد ہے۔ الغرض اس معاملہ میں قرآن کریم کا ارشاد یہ ٹھہرا کہ انسان محض ایک ترقی یافتہ حیوان نہیں بلکہ ثم انشاناہ خلقاً اخر کے مطابق وہ ارتقا کے سلسلہ میں حیوانیت سے آگے ترقی کر گیا اور انسان بنکر وہ اپنے اعمال کا ذمہ وار ٹھہرا۔ اس کے جذبات کے لئے اگر ایک محرک ہے جسے جن اور شیطان کہا جاتا ہے۔ تو ان جذبات کو حدود اللہ کے اندر رکھنے کے لئے اسے ایک اور محرک عطا کیا گیا جسے ملک کہتے ہیں جو اس کی کانشنس یا ضمیر کو تحریک دیتا ہے۔ اور اس ضمیر کے ماتحت وہ نیکی بدی میں امتیاز اور اسکا احساس رکھتے ہوئے اپنے اعمال میں محتاط اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے ذمہ وار سمجھتا ہے۔ اور اپنے جذبات کو حدود اللہ سے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ نیکی اور بدی اس کی فطرت نہیں بلکہ وہ اپنی فطرت میں آزاد ہے۔ نیکی اور بدی اُن اعمال کا نام ہے جو اس کے اپنے اختیار میں نہیں۔ اگر اپنے قویٰ اور جذبات کو اپنے خالق کے منشا کے مطابق عمل میں لائیگا تو وہ اعمال نیک کہلائیں گے۔ اگر اس کے خلاف منشا عمل میں لائیگا تو وہ اعمال بد کہلائیں گے ۔ (باقی دارد)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

میاں محمود احمد صاحب کے مضمون کے متعلق

ایک دوست کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں

راولپنڈی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت اقدس جناب آقائے نامدار حضرت امیر ایدہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جو مضمون میاں محمود احمد صاحب کا نکلا ہے اور الفضل میں شائع ہوا ہے وہ میری طرف بھی آیا تھا۔ افسوس جو علم کلام حضرت مسیح موعود لائے تھے اُس کو اس غالی گروہ نے بازیچہ اطفال بنا دیا ہے۔ یوں تو ہر ایک فقرہ پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ اور تناقضات کی تو حد ہی نہیں مگر ایک جگہ میاں صاحب نے کمال کر دیا ہے اور حضرت مرزا صاحب کو کمال خوبی سے پیش کیا ہے۔ دشمن اس سے جس قدر بار نتائج پیدا کرنے چاہیں بجا ہے۔ مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔

میاں صاحب یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

”لفظ نبی جو حدیث میں آیا ہے اسکو حضرت مرزا صاحب استعارہ قرار دیتے ہیں، مگر عوام کی اصطلاح میں جو غلط تھی حضرت مرزا صاحب اس کو درست سمجھتے رہے حتیٰ کہ خدا کی متواتر وحی نے جو بارش کی طرح نازل ہوئی اس کی اصلاح کر دی“ پھر لکھتے ہیں ”اس کے بعد بھی حضرت مرزا صاحب اس لفظ نبی کو استعارہ ہی قرار دیتے رہے مگر اس خیال سے کہ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ شخص صاحب شریعت ہونے کا دعویدار ہے“۔

حاصل مطلب یہ ہوا کہ پہلے تو بقول میاں محمود احمد صاحب غلطی اور ناسمجھی سے استعارہ استعمال کیا اور بعد میں جان بوجھ کر استعارہ استعمال کیا۔ کمال ہے پھر سوال یہ ہے کہ وحی نے درستی کس چیز کی کی اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ دونو زمانوں میں حضرت مرزا صاحب اپنی تحریرات میں لفظ نبی بطور استعارہ ہی استعمال کرتے رہے۔ پھر تبدیلی کہاں ہوئی۔ تبدیلی تو کوئی نہ ہوئی۔ آگے جاکر میاں صاحب نے کمال کر دیا۔ لکھا ہے ”نہ قرآن کی اصطلاح۔ نہ اسلام کی اصطلاح۔ نہ رسولوں کی اصطلاح اور خود حضرت مرزا صاحب کی اصطلاح میں حضرت مرزا صاحب نے کبھی اپنے آپ لفظ نبی کے لئے استعارہ قرار نہیں دیا“ پیر کا تو یہ کلام ہے معلوم نہیں مریداس کلام کو سن سن کر کہانتک وجد میں آویں گے۔

ان مذکورہ بالا امور کو مدنظر رکھ کر یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اول تو مرزا صاحب کی متواتر وحی نے جو بارش کی طرح نازل ہوئی بظاہر غلطی درست نہ کی کیونکہ درستی کے بعد بھی ”استعارہ“ ہی استعمال کرتے رہے۔ ہاں ہوسکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دماغ کے خیالات میں درستی ہوگئی ہو مگر افسوس ان خیالات کو جو درست تھے احاطہ تحریر میں نہ لاسکے اور اپنے ساتھ لے کر رحلت فرما گئے۔ اور اپنے بیٹے کو وصیت کر گئے کہ میرے مرنے کے بعد یہ بیان شائع کرنا کہ میرے باپ نے لفظ نبی جو احادیث میں آیا ہے۔ بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے نہیں تھے۔ بے سمجھی کی وجہ سے کیا ہے۔ اور بعد میں وحی کے ذریعہ سے علم ہونے کے باوجود استعارہ ہی استعمال کیا ہے۔ کیونکہ اُن کو ڈر تھا کہ لوگوں کو غلطی نہ لگ جاوے۔ معلوم ہوتا ہے وحی کا فرشتہ بھی پچھتایا ہوگا کہ میرے نازل ہونے کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ ....

خاکسار

غلام ربانی صدر کاپی رجسٹرٹ کچہری۔ راولپنڈی

رفتار عالم

لندن ۲۰ ستمبر شاہ ایران تخت سے دست بردار ہوگئے ہیں۔ آپ کی جگہ ولی عہد تخت پر بیٹھیں گے۔ اعلیحضرت شاہ ایران کی تخت سے دست برداری کا اعلان ایران کے وزیر اعظم آقائے فروغی نے ایران کی مجلس ملی (پارلیمنٹ) میں کیا۔ آپ نے کہا کہ سابق شاہ موٹر کار پر روانہ ہوگئے ہیں۔ طہران ریڈیو کا اعلان ہے کہ شاہ کی دست برداری کا سبب ”خرابی صحت“ ہے ان تمام امور کا تذکرہ آج ایران کی مجلس ملی کے خاص اجلاس میں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں مزید معلوم ہوا ہے کہ روس اور برطانیہ کی فوجیں طہران کی طرف روانہ ہوچکی ہیں۔

بعد کی اطلاع مظہر ہے کہ روسی اور برطانی فوجیں طہران سے [illegible] کے فاصلہ پر پہنچ چکی ہیں۔ رائٹر کا ڈپلومیٹک نامہ نگار لکھتا ہے کہ شاہ ایران کی تخت سے دست برداری کے بعد طہران میں نہایت اہم واقعات کے ظہور کا امکان ہے لندن میں ابھی تک شاہ ایران کی تخت سے دست برداری کی خبر تصدیق نہیں ہوسکی۔ تاہم باخبر حلقوں نے اسے صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

لندن ۱۹ ستمبر کیف کا خطرہ بڑھ رہا ہے روسیوں کا بیان ہے۔ کہ جرمن فوجوں نے کیف کی ایک قلعہ بندی کو توڑ دیا ہے۔ اور اب وہ شہر کے آس پاس پہنچ گئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمن افسر دھڑا دھڑ کیف پر فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ کریمیا کے متعلق روسی ذرائع سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ مگر وشی کی اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ جرمن فوج نے خاکنائے پیری کوف کو عبور کر کے بحیرہ ازوف کے ایک مشہور شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔

روسی بیڑا جرمنوں کو زبردست نقصان پہنچا رہا ہے اطلاع ملی ہے کہ کل جرمنوں کے ۱۱۲ طیارے تباہ کئے گئے تھے اور روسیوں کے صرف ۲۹ طیارے برباد ہوئے تھے۔

لندن ۔ ۱۹ ستمبر اطالوی ریڈیو کا بیان ہے کہ جنرل فان لیب جرمن کمانڈر انچیف نے اعلان کیا ہے۔ کہ لینن گراڈ کو ہر صورت پر جلد سے جلد فتح کیا جائیگا۔ حکومت فن لینڈ نے اعلان کیا ہے۔ کہ فن لینڈ فوجیں پیٹروزوسک نامی شہر میں داخل ہوگئی ہیں۔ یہ شہر مور مانسک ریلوے پر لینن گراڈ سے ۲۰۰ میل شمال کی طرف واقعہ ہے اعلان میں مرقوم ہے کہ شہر کی گلیوں اور بازاروں میں زبردست جنگ ہو رہی ہے۔

لندن ۱۹ ستمبر ماسکو سے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کل رات تمام محاذوں پر شدید جنگ جاری رہی البتہ اس محاذ کے متعلق جرمنوں نے بہت کچھ دعوے کئے جرمن نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ جو جرمن فوجیں شمال کی طرف سے اور کرمن چوک کی طرف سے بڑھ رہی تھیں وہ کیف سے ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر کیف اور خارکوف کے درمیان آپس میں مل گئی ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہو

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَيرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۱۳ رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۵۹

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کیا سفر میں روزہ رکھیں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے دریافت کیا گیا کہ سفر کیلئے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جسکا اختیار ہو رکھے جسکا اختیار ہو نہ رکھے میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنا چاہئے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں مگر عدۃ من ایام اخر کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہئے سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے۔

(الحکم ۲۴ جنوری ۱۸۹۹ء)

بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے خدا تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے مرض سے صحت پائے اور سفر کے ختم ہونیکے بعد روزے رکھے خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا روزہ دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئیگا۔ (بدر ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں حضرت ممدوح نے تین دعائیں موجودہ شیوع میں احباب کے سامنے پیش کی ہیں اور حضرت ممدوح کی تلقین ہے کہ رمضان کے مبارک ایام میں سب دوست ان دعاؤں سے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کریں۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب ٹور کشمیر سے واپس تشریف لے آئے ہیں اور آپ ہر روز اپنے فصیح اور موثر انداز میں نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید دیتے ہیں۔ درس میں حاضری کافی ہوتی ہے اور احباب نہایت شوق سے درس میں شامل ہوتے ہیں۔

شکریہ و درخواست دعا میرے بھتیجے عبدالحمید کی وفات پر کئی دوستوں نے تعزیتی خطوط مجھے اور میرے بھائی صاحب منشی کرم الٰہی صاحب کو چہ چابک سواراں لاہور کو لکھے۔ جن سب کا شکریہ میں اپنی اور بھائی صاحب کی طرف سے ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عزیز مرحوم کی وفات کے بعد ہی اس کی ایک نوجوان بہن (یعنے میری بھتیجی) پر اسی مرض کا حملہ شروع ہو چکا ہے جس نے تمام گھر اور اعزہ و اقارب کو سخت پریشان کر رکھا ہے۔ بھائی صاحب مکرم نے آج ہی مجھے ہدایت کی ہے کہ اخبار میں احباب کرام سے دعا کیلئے عرض کروں۔ امید ہے تمام دوست نہایت عجز و الحاح کے ساتھ دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عزیزہ کو شفا عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو ان ابتلاؤں سے نجات بخشے۔ آمین (خاکسار دوست محمد)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ **کی پیش کردہ دعائیں اسی شیوع میں مختلف صفحات پر درج ہیں۔**
احباب سلسلہ ماہ رمضان میں انہیں ہر وقت پیش نظر رکھیں

جماعت چمپیہ ٹاؤن کے ہفتہ وار جلسہ کی روئداد

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد حکومت پر مرزا معصوم بیگ صاحب کا تبصرہ

(از جناب شیخ محبوب عالم صاحب سیکرٹری لوکل جماعت)

(۱) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام چمپیہ کے زیر اہتمام بروز اتوار ۱۲ ستمبر ۱۹۷۱ء مسجد احمدیہ چمپیہ میں ایک اجتماع ہوا جس میں غیر از جماعت احباب بھی شریک تھے۔ زبیر صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی اس کے بعد محترم میرزا معصوم بیگ صاحب بی۔ اے نے "اورنگ زیب عالمگیرؒ" کے عنوان پر ایک تقریر کی جو تاریخی معلومات سے پُر تھی۔ فاضل مقرر نے بتلایا کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کی طرف غلط طور پر منسوب شدہ الزامات کے مقابلہ میں اگر آرین قوم کے وہ مظالم جو انہوں نے ہندوستان پر حملہ آور ہو کر بھارت نواسیوں پر کئے پیش نظر رکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت عالمگیرؒ کے متعلق مخالفین کے مفروضہ اعتراضات کوئی حقیقت نہیں رکھتے چنانچہ ملاحظہ ہو ظفر نامہ شنکر اچاریہ (شنکر دگ وجے) اس میں لکھا ہے: "آریوں نے نہ صرف ہندوستان کے قدیم باشندوں اور بعد ازاں بودھوں اور جینیوں کے بت خانے گرائے اور اُن کے بت توڑ ڈالے بلکہ راجہ سودھنوا کے زمانے میں ان مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا"۔ سوامی دیانند ستھیارتھ پرکاش کا ایک پرانی ایڈیشن کے صفحہ ۳[illegible] پر لکھتے ہیں:۔ "یہ جتنے بت جینیوں کے نکلتے ہیں وے شنکر اچاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے نکلتے ہیں وے جینیوں نے زمین میں گاڑ دیئے تھے تاکہ توڑے نہ جائیں۔"

(۲) فاضل مقرر نے بیان کیا کہ اورنگ زیبؒ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے اقرباء کو قتل کروا دیا تھا۔ کیا مہابھارت کی جنگ میں ارجن نے اپنے عزیزوں اور قریبیوں پر تلوار نہیں چلائی تھی۔ پھر خاص خاص وجوہات کی بنا پر اگر حضرت عالمگیرؒ کو ایسا کرنا پڑا تو کونسا غضب ہو گیا۔ حضرت عالمگیرؒ پر مندر گرانے کے الزامات کی تردید میں فاضل مقرر نے کہا کہ اورنگ زیب نے ان مندروں کو مسمار کرنے کا حکم دیا تھا جو سلطنت مغلیہ کے خلاف سازشوں کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ کوئی بادشاہ اپنی سلطنت کے خلاف ریشہ دوانیوں کا روادار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ان مندروں کے گرائے جانے کی وجہ محض سیاسی اور انتظامی تھی۔ یہ مندر عبادت کے لئے نہیں بلکہ بغاوت کے لئے وقف ہو چکے تھے۔ اور قیام امن کے لئے انکا گرایا جانا لازمی تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بعض لوگوں نے مذہبی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر نہ صرف کئی مسجدوں کو مندروں میں تبدیل کر دیا تھا بلکہ کئی غیر مسلموں نے مسلم عورتوں کو ازدواجیت میں لے لیا تھا۔ شاہجہان نے ان معبدوں کی بحالی کا حکم صادر کیا۔ نیز فرمان جاری کیا کہ یا تو خاوند اسلام قبول کرلے یا پھر مسلم عورتوں کو ان سے واپس لیا جائے۔ اگر حضرت عالمگیرؒ نے اسی پالیسی پر عمل کیا تو یہ عین انصاف تھا۔

۳۔ فاضل مقرر نے عہد عالمگیریؒ کے برکات اور حضرت عالمگیرؒ کے ذاتی صفات و کمالات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ عالمگیرؒ وہ شہنشاہ ہے جس نے اپنے وکلا کے ذریعہ سے عوام الناس میں منادی کرا دی تھی کہ اگر کسی نے بادشاہ وقت کیخلاف نالش کرنا ہو تو بیشک کرے۔ اورنگ زیبؒ وہ عالیشان بادشاہ تھا جس نے اپنے شہزادوں کو انصاف و عدل کے معاملہ میں عوام الناس سے کبھی مستثنےٰ قرار نہیں دیا۔ مزید برآں عہد عالمگیری کے برکات میں سے یہ بھی ہے کہ اُس شہنشاہ اعظم نے رشوت ستانی کا پورا پورا سدِ باب کیا۔ لوگ محصولات کے نیچے دبے جاتے تھے حضرت عالمگیرؒ نے انمیں سے اکثر ٹیکسوں کو منسوخ قرار دیا۔ غیر مسلم رعایا کے ساتھ اُس شہنشاہ اعظم کے حسن سلوک کی کیفیت یہ تھی کہ جب ہندو رعایا نے شکایت کی کہ بعض حکام انکے مذہبی امور میں مداخلت کرتے ہیں تو عالمگیری دربار سے یہ فرمان جاری ہوا کہ خبردار! خبردار قانون نے جس قدر آزادی مذاہب کو دی ہے اُس سے ہندو رعایا محروم نہ رہے اور حکام علاقہ بیجا مداخلت سے باز رہیں۔ یہ فرمان رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے پاس محفوظ ہے جسکا اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے:۔ مورخہ ۲۸ فروری ۱۶۵۹ء بنام حاکم بنارس جاری ہوا۔ "کہ ہماری شرع کے بموجب قرار داد ہو چکا ہے اور فتویٰ دیا جا چکا ہے کہ قدیمی مندروں کو ہرگز مسمار نہ کیا جائے لیکن کوئی نیا مندر تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ دربار معلیٰ میں خبر گوش گذار ہوئی ہے۔ کہ بعض افسروں نے ہندوؤں کو جو بنارس میں اقامت پذیر ہیں ہراساں کر رکھا ہے۔ اور اس کے قرب و جوار کے لوگوں اور بالخصوص اُن برہمنوں کو جو ایسے مندروں کے نگران و محافظ اور سرپرست ہیں سخت تنگ کر رکھا ہے۔ اور کہ مقامی افسران برہمنوں کو اُن کے قدیم بت خانوں سے نکالنا چاہتے ہیں اس لئے ہمارا شاہنشاہی فرمان ہے کہ آپ ہدایت کر دیں کہ کوئی مقامی حکام خلاف قانون طریقہ سے برہمنوں اور دیگر اہل ہنود کو جو اُن مقامات پر رہتے ہیں . . . . . . نہ تو کسی قسم کا عذاب یا تکلیف دے نہ اُنکے کاروبار میں دست اندازی کرکے مخل ہو۔"

۴۔ عالمگیریؒ عدل و انصاف کی ایک مثال پیش کرتے ہوئے معزز مقرر نے بیان کیا: کہ ایک مرتبہ شہنشاہ اورنگ زیب سیر و تفریح کے طور پر ایک مقام پر گئے اور وہاں شاہی خیمے نصب کئے گئے۔ انکے قیام کی وجہ سے ایک بڑھیا کی پن چکی کی نہر رُک گئی حضرت عالمگیرؒ نے مبلغ دو صد روپیہ بڑھیا کی خدمت میں پیش کیا اور معذرت کی: "افسوس ہمارے آنے سے تمہاری پن چکی کی نہر بند ہو گئی"۔ بعدہٗ اس بڑھیا کو حرم میں بلایا گیا اور بیگمات نے بڑھیا کو زر و زیورات سے مالا مال کر دیا تاکہ وہ اپنی نوجوان بیٹیوں کی شادی کا سامان کر سکے۔ الغرض ساٹھ منٹ تک اس پاکباز اور عدل شعار شہنشاہِ ذیشان کے سوانح حیات سے حاضرین مستفید ہوتے رہے۔

کفر پر غلبہ کیلئے دعا

واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا على القوم الكٰفرين۔

اے خدا کفر دنیا پر غالب ہے۔ بے ایمانی کا دور دورہ ہے۔ جھوٹ زوروں پر ہے دنیا اور مال دنیا کی محبت انسانی دلوں کو اپنے قبضہ میں لے چکی ہے۔ جسمانی طاقت اور مادی سامانوں اور ظاہری زیب و زینت سے انسانوں کو گمراہی کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ مگر اے مالک تیرا وعدہ ہے کہ تو اسلام کو دنیا پر غالب کریگا تیرا وعدہ ہے کہ ایک عظیم الشان گمراہی اور ضلالت کے بعد لوگ پھر تیری طرف جھکیں گے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے۔ سو آج تو اپنے اس وعدہ کو پورا فرما اور حق کو باطل پر۔ رُشد کو ضلالت پر۔ اسلام کو کفر پر غالب فرما۔

اے خدا کفر اور ضلالت کی فوجیں اس قدر زور سے حملہ آور ہو رہی ہیں کہ ان کو روکنا کسی انسان کا کام نہیں لیکن تو ہمارا مولا اور مددگار ہے اور تیری طاقت سب طاقتوں پر غالب ہے پس تو اپنی طاقت کو ظاہر فرما ہاں تیری طاقت پہلے بھی کمزور انسانوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ آج اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے اسے ظاہر فرما۔ ہم گنہگار ہیں کمزور ہیں عاجز ہیں مگر دلوں میں یہ تڑپ ہے کہ حق باطل پر اور اسلام کفر پر غالب آئے تو ہمارے گناہوں کو ہماری خطاؤں کو معاف فرما تو ہماری حفاظت فرما اور ہمیں ٹھوکر کھانے اور گرنے سے بچا اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر برسا۔ تیرا عفو اور تیری مغفرت اور تیرا رحم میرے بھی شامل حال ہو اور میرے ان بھائیوں کے بھی جو تیرے در پر گر کر تیری مدد کے طالب ہیں اور ان کے بھی جو غفلت میں پڑے سو رہے ہیں

اور ان کے بھی جو اس نیک کام میں دانستہ یا نادانستہ روکیں پیدا کر رہے ہیں۔

تو ہمارا مددگار بن اور اسلام کی کمزور جماعت کو کفر کی بے پناہ طاقتوں پر غالب فرما۔ کیونکہ انسانوں کی ساری طاقتیں تیری طاقت کے جلوہ کے سامنے ہباءً منثورا ہو کر اُڑ جاتی ہیں۔ اے خدا تو قرآن کو دنیا میں غالب فرما۔ محمد رسول اللہ کو غالب فرما اسلام کو غالب فرما اور کفر اور ضلالت کی فوجوں کو مٹا دے۔

اللّٰھم انجز وعدک وانصر عبادک واھزم الاحزاب وحدک اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم۔

(محمد علی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵۹

ماہ رمضان اور ہمارا تبلیغی پروگرام

خدا کے حضور گر کر غلبۂ اسلام کی دعا مانگو

مجاہد جماعت

ہماری جماعت ایک مجاہد اور تبلیغی جماعت ہے جس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ الحق ہے دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ ایک روحانی فوج جس کے پیش نظر ایسا عظیم الشان مقصد ہو۔ اس کے ہر فرد میں زبردست انضباط نفس چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان روحانی ٹریننگ کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ سارے سال میں قلوب پر زمینی آلائشوں کا ایک قشر سا پیدا ہو جاتا ہے اس کی اصلاح کے لئے روزہ ایک زبردست مجاہدہ ہے۔ ایک تبلیغی جماعت کو خاص طور پر ان مبارک ایام سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور خصوصاً اس سال جبکہ جماعت کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام ہے۔ اس تبلیغی مساعی کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گرنا چاہیے۔ اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا ہم صرف تیرے دین کی نصرت کے لئے تیرے حضور سربسجود ہیں تو ہماری نصرت فرما کیونکہ ہم تیری مدد کے بغیر بالکل ناکارہ ہیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں جب تک ہمیں تیری نصرت حاصل نہ ہو۔ اے صاحب جبروت خدا تیری قوتوں کا حد و شمار نہیں تیری بے پناہ قوتیں عناصر میں اور کائنات عالم کے ذرہ ذرہ میں کار فرما ہیں ہم ناچیز بندوں کو ہمت دے کہ ہم خالص روحانی اور اسلامی زمین و آسمان پیدا کریں۔ اور تیرے دین کی قوت کا سکہ قلوب پر بٹھائیں۔

مادی تاریکیوں میں چراغاں

آج مادی دنیا میں مادی شوکت کی جولانیاں ہیں لیکن روحانی اور اخلاقی لحاظ سے یہ دنیا نہیں لق و دق صحرا ہے جس پر شب تار چھا رہی ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ انسان مقام انسانیت سے گر کر اور شرف انسانیت سے محروم ہو کر جنگلی درندوں کی مانند ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور ان درندوں کی خوفناک آوازوں سے ایک کہرام مچ رہا ہے۔ اے خدا ہمیں وہ نور قلب عطا فرما جس سے ہم اس شب تار میں چراغاں کر دیں اور ان وحشی درندوں کو بھولے ہوئے شرف اور مقام سے روشناس کریں لیکن اے خدا یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تیرا فضل شامل حال نہ ہو۔

دعائے نیم شبی اور تبلیغی پروگرام

جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی قوت سے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لائیں۔ وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم دعائے نیم شبی سے اور قلب کی پنہاں قوت سے اپنے اندر وہ درد پیدا کریں جس سے انسانوں کی تقدیریں بدل جائیں۔ اور ہمارے قلوب کی آگ سے مادی زنجیریں آتش دیدہ ہو کر رہ جائیں۔ احمدی کو قلب کی قوتوں سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ظاہری سامان بھی اپنے اندر ایک شوکت رکھتے ہیں لیکن جب ان کے ساتھ روحانی قوت بھی شامل ہو جائے تو پھر اس قوت کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی وہ تبدیلی جو انسان کے قلب میں پیدا ہوتی ہے اس سے مادی ایوانوں میں تزلزل پیدا ہو جایا کرتا ہے حضرت امام عصر نے دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا مطالعہ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

ارشادات

"جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں .... اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں" (کشتی نوح)

پھر قبولیت دعا کے متعلق ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں

"سننے اور بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے اور جسے قرآن نے پیش کیا ہے جس نے خود فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دونگا۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر کوئی شخص جسے اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ہو وہ ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے تو اس کی دعاؤں کا جواب اسے ضرور دیا جائیگا"۔ جنوری ۱۹۰۲ء

سو ایسے امام کی جماعت ہوتے ہوئے جس نے حضور قلب کی یہ تعلیم دی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دعا کے ذریعہ اپنے اندر اور دنیا میں ایک زبردست انقلاب پیدا کریں۔

حضرت امیر کی پیش کردہ دعائیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تین دعائیں جماعت کے سامنے پیش کی ہیں جو موجودہ نمبر میں مختلف صفحات پر درج ہیں جن میں اعلائے کلمۃ الحق اور غلبۂ اسلام کے لئے ایک زندہ قلب کے بے پایاں جذبات ابل رہے ہیں۔ تمام احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ نمازوں میں اور تہجد میں ان دعاؤں کو پیش نظر رکھیں اور اس مبارک مہینہ میں اتنی مرتبہ ان دعاؤں کو دہرائیں حتیٰ کہ یہ در قبول تک پہنچ جائیں اور اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر جماعت کو خدمت اسلام کی وہ توفیق دے جس سے دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ جائے ہمیں کامل امید ہے کہ تمام احباب سلسلہ ماہ رمضان میں بوقت ان دعاؤں کو پیش نظر رکھیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو لذت سجود سے آشنا کرے۔ اور اپنے حضور گرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ربوبیت الٰہی کیلئے دعا

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

الحمد للہ رب العالمین۔ اے خدا کہ تیری ربوبیت اس کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے تو نے انسانوں کو ان کی جسمانی ربوبیت کے بہتر سے بہتر سامان عطا فرمائے ہیں۔ تو اب اپنی اس مخلوق کی جو تجھ سے دور جا پڑی ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہو کر اپنی ہلاکت کی طرف دوڑی جا رہی ہے قرآن کے ذریعہ سے ربوبیت فرما انکو اپنے در پر جھکنا سکھا اور انکے دلوں کو اس لذت سے آشنا کر جو تیرے در پر گرنے سے ملتی ہے۔ اے خدا جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو وہ بے نظیر کامیابی عطا فرمائی کہ ان کے ذریعہ سے ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی اور انہیں پست ترین مقام سے اٹھا کر بلند ترین مقام پر پہنچایا تو آج ہماری اور ہماری جماعت کی ربوبیت فرما کر اسے قرآن کو دنیا میں پہنچانے میں اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے میں کامیابی کے بلند مینار پر کھڑا کر دے اور ہمارے ہاتھوں سے اپنے دین کی تبلیغ کی وہ بنیاد رکھوا جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے اور ہر مسلمان کو توفیق عطا فرما کہ اس کے دل میں اس مقام پر پہنچنے کی تڑپ پیدا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جوانانِ جماعت احمدیہ اور مغربی فلسفہ

اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں (مولانا روم)

مسلمانوں کا افسوسناک احساسِ کمتری

(قسط نمبر ۲)

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

یورپ عالم روحانیت میں ابھی طفل مکتب ہے

الغرض میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے شاگردوں کو اپنے اندر اس ایمان کو رکھتے ہوئے جو ان کا امام ثریا سے واپس لایا طریق یہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر ایک مذہبی اور روحانی مسئلہ میں خود ریسرچ کریں۔ مغرب کے فلسفیوں سے مطلق مرعوب نہ ہوں۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ اور انسان غلطی کر سکتا ہے۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی غلطی کر سکتا ہے مجھے لطف آ گیا جب فیڈرل کورٹ کے جج سید سلیمان مرحوم نے ڈاکٹر آئن سٹائن کی غلطی ان مسائل میں نکالی جس میں ڈاکٹر موصوف ماہر تھا۔ اور تمام دنیا کے اہل علم کی گردنیں جسٹس سید سلیمان مرحوم کی اصحیح کے آگے جھک گئیں اور مذہبی اور روحانی امور میں تو یورپ کے لوگ مسلمان علمائے ربانی کے سامنے طفل مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن اس احساس کمتری کو کیا جائے جو ہر ایک مسلمان عالم اور جاہل پر مسلط ہے اور جسے دیکھ کر رونا آتا ہے ڈاکٹر اقبال مرحوم اُٹھتے ہیں تو نٹشے اور برگسان کے فلسفہ کی تقلید کرتے ہیں۔ مولوی سید سلیمان ندوی جیسا علامہ جب سیرۃ النبی حصہ سوم میں معجزات پر بحث کرتا ہے۔ تو معجزات کی تائید میں یورپین فلسفیوں کے دامن کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ہر دلیل کے لئے اپنے آپ کو کسی یورپین فلسفی کا محتاج پاتا ہے مجھے تو خواجہ کمال الدین مرحوم کے بارہ واقعہ پر وہ بلا آ گیا آپ جب یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو ایک بڑا گرانڈیل فوجی کرنیل جو ہندوستان رہ گیا تھا اور ہندوستانیوں کے احساس کمتری کو خوب جانتا تھا۔ خواجہ صاحب سے ملنے آیا اور کہنے لگا تم کالا آدمی ہم یورپین لوگوں کو تبلیغ کرنے آیا ہے ہم تو مار مار کر تمہارا بھُرکس نکال دیں گے۔ اور دیر کیا ہے میں ابھی تمہیں درست کئے دیتا ہوں اگر تم میں کچھ دم ہے تو میدان میں نکلو اور مجھ سے کشتی لڑ لو۔ دیکھو تو میں تمہیں کس طرح گرا دیتا ہوں۔ یہ کہکر وہ کوٹ اتارنے لگا اور خواجہ صاحب بھی کوٹ اتار کر کشتی لڑنے کو تیار ہو گئے۔ جب میدان میں خواجہ صاحب نے چاہا کہ اُس کو پٹخ دیں تو وہ کرنیل ہنس پڑا اور ہاتھ ملا کر کہنے لگا میں فقط تمہیں آزماتا تھا۔ کہ تمہارے دل میں ہم یورپین لوگوں کا کس قدر رعب ہے۔ اگر تم مرعوب ہو جاتے تو تم یورپ میں تبلیغ کرنے کے ناقابل تھے۔ لیکن تمہاری جرأت کو دیکھکر مجھے یقین ہو گیا کہ ہم یورپین لوگوں کا تمہارے دل پر کوئی رعب نہیں اور تم اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہو گے"۔ پس یہ وہ جرأت قلبی اور خدا پر ایمان کامل تھا جس نے خواجہ صاحب کو یورپ میں تبلیغ اسلام میں کامیاب کیا اور جب تک یہی جرأت اور ایمان نہ ہو۔ یورپ میں تبلیغ اسلام میں کامیابی ناممکن ہے

میں سچ کہتا ہوں یورپ ان تمام اسلامی علوم روحانی و معرفت کا ایسا ہی پیاسا ہے جیسے ریگستان کا کوئی مسافر جو پانی کی پیاس سے تڑپ کر ہلاکت کے قریب آ لگا ہو جب حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ اسلامی علوم کی شعاع یورپ کی سرزمین پر پڑی اور اس کے بعد ووکنگ کے رسالہ اسلامک ریویو، مولوی محمد علی صاحب کے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور بالخصوص اس کے دیباچہ اور دیگر اسلامی لٹریچر سے جو ہماری جماعت کے اکابر کی تصنیف و تالیف ہے۔ یورپ میں اسلام کا نور پہنچا تو اہل یورپ اور ان کے فلاسفر حیران رہ گئے اور بڑے بڑے نادر اور عجیب الفاظ میں اُن کے قلم سے تعریفیں نکلیں اور سینکڑوں قلوب اُن صداقتوں سے متاثر ہو کر اُن کے آگے جھک گئے۔ مجھے دو واقع نہیں بھولتے جن کو یہاں اسلئے درج کرتا ہوں۔ تا ہمارے بعض نوجوانوں کے دلوں کے احساس کمتری کا کسی طرح علاج ہو۔

پہلی مثال واقعہ نمبر ۱ یہ ہے کہ ایک دفعہ انگلستان میں ایک بڑے مجمع میں جہاں بڑے بڑے اہل علم اور فلسفی موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے اسلام پر لکچر دیا۔ اور اسلام کی حقیقت کو واضح کیا تو پریذیڈنٹ نے آخر میں اُٹھکر کہا کہ "خواجہ صاحب نے جو کچھ اسلام کی تعلیم پیش کی ہے۔ یہ وہی مذہب ہے جو میرے دل میں ہے"۔ اس پر سامعین میں سے ایک بڑے عالم نے اُٹھ کر کہا کہ "ہم میں سے کون ہے جس کے دل کا مذہب یہ نہیں ہے"۔ اور تمام سامعین نے اس کی تائید کی گویا غالب کا یہ شعر سامعین میں سے ہر ایک کے دل کا نقشہ تھا کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

مولوی صدر الدین صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ایک یورپین فاضل سے میری گفتگو ہوئی۔ تو اسلام کی تعلیم سن کر اس نے بھی یہی کہا کہ یہ مذہب تو میرے اپنے دل کا ہے اس پر مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں یہی فرماتا ہے کہ قرآن کا مذہب اہل علم لوگوں کے سینوں میں اور دلوں میں موجود ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ بل هو آيات بينات في صدور الذين اوتوا العلم وما يجحد بآياتنا الا الظالمون (العنکبوت) یعنے یہ قرآن کریم تو ایسی کھلی کھلی اور روشن دلائل کا مجموعہ ہے کہ ہر ایک اہل علم کے سینہ اور دل میں موجود ہے۔ ہاں جو ظالم ہے، اور انصاف سے کام نہیں لیتا وہی ہماری آیتوں کا انکار کریگا۔ اس آیت کو سن کر وہ یورپین فاضل اور بھی حیران ہوا۔ کہ کتنا بڑا دعویٰ ہے اور کیسا سچا ہے!۔

دوسری مثال دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پیرس میں ایک بڑی عظیم الشان مذہبی کانفرنس ہوئی جس میں تمام دنیا کے مسیحی اور مادہ پرست علما و فلسفی جمع تھے۔ وہاں کسی نہ کسی طرح خواجہ صاحب نے بھی باریابی حاصل کر لی ساری کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں کس طرح عالمگیر اخوت قائم کی جائے۔ سب سے آخر میں خواجہ کمال الدین مرحوم کو ۲۰ منٹ لکچر کے لئے ملے۔ آپ نے اسلام کی عالمگیر اخوت کو جس کی بنیاد ہی انسانی قلوب کے اندر استوار ہے پیش کیا اور تمام دنیا کے مذہبی اور لا مذہب علما کی گردنیں اُس کے آگے جھک گئیں۔ اس کے بعد جرمنی کے دو بڑے فلسفی عالم خواجہ صاحب سے ملنے ہوٹل میں آئے تو خواجہ صاحب نے جب اسلام کی تعلیم اُن کے آگے پیش کی تو دورانِ تقریر میں اس قدر متاثر ہوئے کہ کرسی سے اُترکر فرش پر ادب سے دو زانو بیٹھ گئے اور خواجہ صاحب کی تقریر سنتے رہے اور بڑا نیک اثر لے کر گئے۔

خدا کا علم کامل ہے اور سب پر مقدم ہونا چاہئے

پس حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اسلام کی روحانی تعلیم تو اسقدر معقول اور دل نشین ہے کہ چاہئے کہ اس کوچہ میں یورپ مسلمانوں کے آگے زانوئے شاگردی تہ کرے۔ نہ کہ مسلمان مرعوب ہو کر ایسے علم میں جس میں یورپ ابھی طفل مکتب بلکہ اکثر حصہ اُسکا اس کوچہ سے قطعاً نابلد ہے۔ یورپ کے آگے زانوئے شاگردی تہ کرتے پھریں۔ یہ فقط مسلمانوں کا احساس کمتری ہے جو دجال سے اس قدر مرعوب ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں وہ بھی انسان ہیں۔ ہم بھی انسان ہیں۔ اگر ہم سے غلطی ہو سکتی ہے۔ تو اُن سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کے غلط کو ہم صحیح سمجھیں۔ اور اپنے صحیح کو ہم غلط سمجھیں۔ صرف خدا کا علم ہے جو کامل ہے۔ جس میں کوئی غلطی یا خطا و نسیان نہیں۔ اس لئے اگر ہمارے پاس کوئی کتاب خدا کی محفوظ اور کامل ہو جیسے کہ قرآن ہے تو ہمیں سب سے بڑھ کر اُس کو مقدم کرنا چاہئے۔ اور ہر ایک علم کو جو اس میں موجود ہو ہر ایک انسانی علم پر ترجیح دینا اور مقدم کرنا چاہئے۔ اس کے بعد جس طرح انسانوں میں جو جس علم کے ماہر اور اسپیشلسٹ گنے جاتے ہیں۔ ان کی رائے مستند سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح علم روحانیت و معرفت الٰہی کے جو ماہر اور اس دریا کے جو شناور ہیں ان کے علم کو تمام دوسرے فلسفیوں اور مادہ پرستوں کے علوم پر مقدم کرنا چاہئے۔ یعنے انبیا اور اولیاء اور علمائے ربانی کے علوم کو اُن تمام لوگوں کے علوم پر مقدم کرنا چاہئے۔ جو محض زبانی فلسفہ کے ڈھکوسلوں میں گرفتار ہیں۔ اور روحانی

انکلوں میں ٹامک ٹوئیے مارنے کے عادی ہیں۔ قرآن کریم کیا خوب فرماتا ہے۔ قتل الخراصون ۞ الذین ھم فی غمرۃ ساھون (الذاریت) کہ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو صحیح علم تو رکھتے نہیں فقط دماغی انکلیں دوڑاتے ہیں۔ جو اپنی غفلتوں میں بھولے ہوئے ہیں۔ یعنی اپنی ان انکلوں پر ان کو اس قدر نازاور غرہ ہے۔ کہ اُن لوگوں کی طرف جو اس فن کے ماہر اور اس علم میں صاحب حال ہیں۔ توجہ کرنا عبث سمجھتے ہیں اور اپنے علم پر تکبر کی وجہ سے معرفت الٰہی اور علم روحانیت سے بے خبر رہتے ہیں۔

امام وقت حضرت مسیح موعود بھی کیا خوب فرماتے ہیں:-

اے سر و جان و دل و ہر ذرہ ام قربانِ تو
بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو
فلسفی کز عقل مے جوید ترا دیوانہ ہست
دُور تر ہست از خرد ہا آں رہِ پنہانِ تو
از حریم تو ازیں ہا ہیچ کس آگہ نہ شد
ہر کہ آگہ شد۔ شد از احسانِ بے پایانِ تو

سائنس کا موٹا اور بیّن اصول ہے کہ کوئی تھیوری یعنی نظریہ یقینی نہیں کہلا سکتی جب تک مشاہدہ اور تجربہ سے اُس کی تصدیق نہ ہو جائے تو کیا وجہ ہے کہ مذہب اور روحانیت اور معرفت الٰہی کے بارے میں جو نظریہ ہو اس کی تصدیق صاحب حال راستباز لوگوں کے مشاہدوں اور تجربوں سے نہ کی جائے۔ اور مادہ پرستوں کی انکل بازیوں کی ظلمت و ضلالت پر اعتبار کر لیا جائے۔

خواب کے مضمون میں غلط طریق اختیار کیا گیا

جون ۱۹۴۱ء میں اخبار پیغام صلح میں ایک احمدی نوجوان کا ایک مضمون خواب پر دو قسطوں میں میری نظر سے گذرا۔ مجھے یہ دیکھ کر تو خوشی ہوئی کہ فاضل مضمون نگار کو علمی شوق ہے لیکن اس بات سے مایوسی ہوئی کہ انہوں نے خواب جیسے مضمون کے لئے کسی صاحب حال راستباز مسلمان عالم ربانی مثلاً حضرت مسیح موعود کی بجائے ڈاکٹر فرائیڈ کا دروازہ جا کھٹکھٹایا جو اگرچہ یورپ میں بڑا فلسفی مانا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ علم روحانیت سے بکلی بے نصیب اور پکا مادہ پرست انسان ہے۔ وہ ہر ایک چیز کو جو روحانیت سے کچھ حصہ رکھتی ہے۔ مادہ پرستی کی آنکھ سے دیکھنے کا عادی ہے اور ہر ایک باطنی امر کو کسی مادی بنیاد پر ہی قائم کرنے کا متمنی نظر آتا ہے۔ پس ایسے شخص کا نظریہ جو صرف دجالیت کی کانی آنکھ کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ انسان کو کبھی صحیح علم اور درست نتیجہ پر نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض باتیں اس میں سچی ہیں۔ لیکن کئی باتیں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ خلاف تجربہ و مشاہدہ ہیں۔ جو وہ اپنا ناقص اور ادھورا تجربہ پیش کرتا ہے۔ وہ سینکڑوں راستبازوں اور اہل حال لوگوں کے مشاہدوں اور تجربوں کے آگے لاشئے محض ہے میں اگرچہ اس علم روحانی کا ماہر نہیں لیکن باایں ہمہ کوتاہی علم اس کی کئی باتوں کو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے غلط جانتا ہوں۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس کے نظریہ کے سامنے میں اپنے حواس ظاہری و باطنی کو غلط قرار دوں۔ اور اپنے عقل و فہم کو استعفا دیدوں۔

مجھے خوشی ہوتی اگر فاضل مضمون نگار صاحب اپنے مضمون میں سب سے پہلے خدا کے علم سے یعنے قرآن سے استفادہ کرتے پھر انبیاء بالخصوص حضرت محمد مصطفے صلعم کے ارشادات سے استفادہ کرتے۔ فٹ نوٹ میں اگرچہ یہ مرقوم ہے۔ کہ صحیح بخاری پیش نظر ہے لیکن کوئی حدیث لیکر اس کے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ ایک آدھ کسی مسلمان عالم کا حوالہ بھی ہے۔ مگر وہ ایسا مبہم اور نا تمام ہے کہ خوابوں پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا۔ ڈاکٹر فرائیڈ کے نظریہ کے جو مختلف حوالے انگریزی اردو رسالوں سے لئے گئے ہیں وہ ایسی اُردو میں لکھے گئے ہیں جس سے سوائے اُس شخص کے جس نے ڈاکٹر فرائیڈ کا نظریہ پہلے کسی انگریزی کتاب میں اچھی طرح پڑھا ہوا ہو۔ دوسرے پڑھنے والوں کے ہاتھ پلے کچھ نہیں پڑتا۔ کیونکہ عبارت کئی جگہ مبہم اور اصطلاحی الفاظ سے پُر ہے۔ جسے ہر ایک آدمی قطعاً نہیں سمجھ سکتا۔ گو باحوالے نقل کرتے وقت یہ خیال نہیں رہا کہ پڑھنے والے کو سمجھانا بھی ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ کے نظریہ کے نام سے کچھ رعب پڑ جائے تو پڑ جائے لیکن عبارت کسی مفہوم کو صفائی سے پیش نہیں کر سکی۔ بعض انگریزی اصطلاحات کا اُردو میں ترجمہ بھی غلط ہو گیا ہے۔ مثلاً "سب کانشس نس" کا ترجمہ "لاشعور" کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر تحت الشعور ترجمہ کیا جاتا تو درست ہوتا۔ (باقی دارد)

اللہ تعالیٰ کی مدد کیلئے دعا

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ اے خدا ہم اپنی طاقت کے مطابق یہی کوشش کرتے ہیں کہ تیری ہی فرمانبرداری کریں اور تیرے نام کو اور تیرے کلام کو دنیا میں پہنچائیں۔

مگر اے آقا ہم کمزور ہیں اور باوجود اسکے کہ تیری فرمانبرداری کی تڑپ دل میں ہوتی ہے تیری فرمانبرداری کا حق ادا نہیں ہوتا سو تو ہماری مدد فرما اور ہمیں گرنے سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی زبردست قوت ہمارے اندر پیدا کر دے۔

اے خدا تیرے نام کو اور تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانا وہ بلند کام ہے جس کیلئے تو اپنے خاص بندوں کو کھڑا کرتا رہا ہے جنہیں ہر دم روح القدس کی مدد ملتی تھی۔ تیری قدرتیں تھیں جن سے وہ اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کر نے میں کامیاب ہوئے۔

اے آقا ایک ایسے ہی تیرے بندے نے جسے تو نے اپنے دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے کھڑا کیا تھا ہمیں بھی اس کام پر لگایا ہے مگر ہم تھوڑے ہیں کمزور ہیں سامان پاس نہیں بیگانے تو ایک طرف رہے اپنے بھی ہماری مخالفت کرتے اور اس رستے میں روڑے اٹکاتے ہیں تو محض اپنے کرم سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی وہ قوت ہمارے اندر بھر دے جو تو اپنے پاک بندوں کے اندر بھرتا رہا ہے اور وہ نور ہمارے دلوں میں پیدا کر دے جس سے تو اپنے پاک بندوں کے سینوں کو منور کرتا رہا ہے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا مخلوق خدا کو تیرے در پر جھکانا سب کاموں سے مشکل کام ہے۔ اور جب بھی دنیا میں یہ انقلاب پیدا ہوا ہے کسی انسان یا کسی فوج کی قوت سے پیدا نہیں ہوا بلکہ تیری نصرت اور تیری تائید سے ہی پیدا ہوا ہے۔ اس لئے ہم تجھ سے اسی مدد اور نصرت کے طالب ہیں۔ جو تو اپنے پاک بندوں کو عطا فرماتا رہا ہے ۔

ایران میں انقلاب

شاہ کی دست برداری کے بعد نیا دور نئے شاہ کا فرمان

۱۵ ستمبر منگل کے دن وزیراعظم ایران آقائے فروغی نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا۔ کہ ”اعلیحضرت رضا شاہ پہلوی تاج وتخت سے اپنے ولی عہد کے حق میں دست بردار ہو گئے ہیں“ وزیراعظم کے اعلان میں اس دست برداری کی کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی تھی۔ خود شاہ کی طرف سے اس بارے میں بعد میں ایک اعلان کیا گیا جس میں انہوں نے کہا تھا۔ ”میں کمزور ہو گیا ہوں۔ مجھ میں قوتِ عمل باقی نہیں رہی ملک کے حالات مسلسل نگرانی اور توجہ کے محتاج ہیں اور ضروری ہے کہ قوم کی راحت اور اطمینان کا مقصد پیش نظر رکھتے ہوئے کسی نوجوان کو مہماتِ امور کا کفیل بنایا جائے لہٰذا میں ۱۶ ستمبر ۱۹۴۱ء سے اپنے ولی عہد اور جانشین کے حق میں بادشاہی سے دست بردار ہو گیا ہوں۔“

اپنے اعلان کے آخر میں انہوں نے امید ظاہر کی تھی کہ ملک کی بہتری کے لئے قوم اب تک جو کچھ ان کے لئے کرتی رہی تھی۔ آئندہ اُن کے جانشین کے لئے بھی کریگی“

دوسرا رُخ

شاہ ایران کی دست برداری کے متعلق یہ ایک بیان ہے۔ اب اس انقلاب کی تصویر کا دوسرا رُخ دیکھئے ایران کی پارلیمنٹ میں شاہ کی دست برداری کا اعلان کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا۔ کہ گذشتہ سولہ سال سے ملک میں جو پالیسی کارفرما رہی ہے۔ اس کی تمام تر ذمہ داری شاہ پر ہے“۔ یہ پالیسی کیا تھی؟ اس کی جھلک پارلیمنٹ ایران میں وزیراعظم کے اس اعلان میں ہی موجود ہے۔ جو انہوں نے نئے شاہ اعلیحضرت محمد رضا کے متعلق کیا۔ اور جس کا مفاد یہ ہے کہ نیا شاہ آئینی حکمران ہوگا۔ ان کے اختیارات محدود ہوں گے“۔ وزیراعظم کے اس اعلان سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ سابق شاہ مطلق العنان حکمران تھے۔ اور ان کے عہد میں پارلیمنٹ عضو معطل بن گئی تھی۔

نئے شاہ کا اعلان

اس بیان کی مزید تصدیق نئے شاہ کے اس اعلان میں بھی موجود ہے جو انہوں نے پارلیمنٹ میں حلف وفاداری اٹھانے کی تقریب پر کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایران شاہ کے حلف وفاداری کے بعد اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی اور تمام تقریب ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نئے شاہ نے حلف کے بعد فوراً ایک تقریر کی جس کے دوران میں انہوں نے اعلان کیا کہ ایرانی حکومت پارلیمنٹ کے ایما پر اور اس کے فیصلے کے مطابق کام کریگی۔ اور ملک میں مزید آئینی اصلاحات نافذ کی جائیں گی۔

سابق شاہ ایران کی پالیسی کیا تھی؟ جس کے لئے وزیراعظم نے انہیں ذمہ وار ٹھہرایا تھا۔ اس سوال کا جواب نئے شاہ کے اولین حکم میں ملتا ہے۔ جس کی رو سے انہوں نے ایران کے اعلیٰ پولیس افسر کو برخاست کر دیا۔ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے سابق شاہ کے اشارے اور ایما پر ایران میں جرمن جاسوسوں اور نازی ایجنٹوں کو اتحادیوں کے حوالے کرنے میں تاخیر اور لیت و لعل سے کام لیا تھا۔ نئے شاہ نے ایک فرمان کے رو سے اپنے والد کی تمام جائداد حکومت کو واپس کر دی جس کے متعلق پارلیمنٹ میں آقائے فروغی وزیراعظم نے اعلان کیا کہ اعلیحضرت رضا شاہ پہلوی سابق شاہِ ایران نے جن لوگوں کی زمینیں زبردستی چھین لی تھی۔ یا کوڑیوں کے مول خرید لی تھیں۔ وہ ان کے مالکوں کو دوبارہ واگذار کر دی جائیں گی۔

جرمنوں کی حمایت

سابق شاہ کی پالیسی کا مظہر ایک اور واقعہ یہ ہے۔ کہ طہران کے اخبار ”اطلاعات“ نے جرمنوں کے حق میں ایک مضمون لکھا جس میں حکومت ایران سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ان جرمنوں کے ساتھ جنہیں اتحادیوں کے حوالے کیا جاتا تھا۔ نرمی کا برتاؤ کرے۔ ایرانی حلقوں کا بیان ہے۔ کہ یہ مضمون سابق شاہ کے ایما پر ہی لکھا گیا تھا۔ آقائے فروغی کی حکومت نے ”اطلاعات“ کی یہ اشاعت ضبط کر لی تھی۔ اب اسی اخبار نے دورِ حکومت بدل جانے پر لکھا ہے کہ عدل وانصاف کے محکمہ میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ایسا انتظام کیا جائے کہ گذشتہ عہد میں حکومت میں جو خرابیاں تھیں۔ ان کا اعادہ نہ ہونے پائے اور کسی سے بے انصافی نہ ہو کسی کو بلاوجہ سزا نہ دی جائے۔

معاہدہ سعد آباد کی خلاف ورزی

سابق شاہ پر ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ انہوں نے جرمنوں کی حمایت میں معاہدہ سعد آباد کی خلاف ورزی کی۔ جو ۱۹۳۷ء میں طہران میں ہی ترکی۔ ایران۔ عراق اور افغانستان کے درمیان ہوا تھا۔ اور جس کی ایک شرط یہ بھی کہ چاروں حکومتیں اس امر کی پابند ہیں کہ وہ اپنی اپنی مملکت میں ایسی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دیں گی۔ جو ان میں سے کسی ایک کے خلاف ہونگی“

شاہ نے اس شرط کی خلاف ورزی اس طرح کی ”کہ عراق میں فتنہ برپا کرنے والے عراقیوں اور جرمنوں کو اپنے ملک میں پناہ دی اور اس طرح انہیں مزید فتنہ انگیزیوں کے لئے موقعہ دیا“

ایران میں پارلیمنٹ تھی۔ اس کے وزیر پارلیمنٹ کے آگے جواب دہ تھے مگر برائے نام۔ جیسا کہ وزیراعظم آقائے فروغی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ عضو معطل بن گئی تھی۔ اور وزیر اس کے بجائے شاہ کے ایما پر کام کرتے تھے۔ اسی لئے منصور کی وزارت کو ایران میں روس اور برطانیہ کے اقدام پر مستعفی ہونا پڑا تھا منصور کی وزارت اگر پارلیمنٹ کے آگے جواب دہ ہوتی تو وہ ملک کی ساری پیداوار سستے داموں جرمنوں کو فروخت نہ کر دیتی وہ ایرانیوں کا خیال رکھتی جنہیں آج روس اور برطانیہ خود جنگ میں مبتلا ہونے کے باوجود سامان خوراک مہیا کر رہے ہیں۔ ایران کے کلیدی شعبوں اور ملازمتوں پر جرمن قابض نہ ہوتے اگر منصور کی وزارت پارلیمنٹ کے آگے اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہوتی۔

فروغی گورنمنٹ کے برسر اقتدار آنے پر پارلیمنٹ نے سابق شاہ کی خدمت میں آئینی اور اقتصادی اصلاحات کے مطالبے کے لئے ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ایرانیوں کا اپنا بیان ہے کہ اس سولہ سالہ عہد میں ایران میں اصلاحات کا تذکرہ ممنوع بلکہ جرم تھا۔

مذکورہ بالا واقعات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سابق شاہ ایران نازیوں کی طرف مائل تھے اور چونکہ وہ مطلق العنان تھے اس لئے کسی کو ان کی پالیسی کے خلاف دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ جب اتحادی فوجیں نازیوں کی فتنہ انگیزیوں کو ختم کرنے کے لئے ایران میں داخل ہوئیں اس وقت ایرانیوں کو اپنی شکایات اور مطالبات پیش کرنے کی جرأت ہوئی۔ نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنا شاہ کو ناگوار معلوم ہوا اور وہ الگ ہو گئے۔

جرمنوں کی گرفتاریاں

ان کی علیحدگی اور نئے شاہ کی تخت نشینی کے بعد جرمنوں نے ایران سے بھاگنا شروع کیا۔ ان کا ایک قافلہ طہران سے موٹروں میں بھاگتا ہوا گرفتار کر لیا گیا۔ اصفہان اور مشہد سے بھی انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی یہ سب ترکی سرحد کی طرف جانا چاہتے تھے۔ مگر سب گرفتار کر لئے گئے یہ واقعہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ جرمنوں کو امید تھی کہ سابق شاہ انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے جب وہ دست بردار ہو گئے تخت پر نیا بادشاہ آ گیا جس نے اعلان کیا کہ ایران جمہوری حکومتوں کے قدم بقدم چلیگا۔ اس وقت انہیں اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔

برلین کے ایک اخبار ”بو باخترنے“ ایران میں انقلاب کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے اس سے بھی اصل خیال کی تائید ہوتی ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ ایران کے انقلاب سے مشرق وسطیٰ میں برطانیہ کی طاقت بے حد مضبوط ہو گئی ہے۔ برطانیہ کو اس محاذ پر جو پریشانی تھی وہ اب دُور ہو گئی ہے برطانیہ کی پریشانی کی وجہ جرمن جاسوسوں کی سازشیں تھیں جن کا اندیشہ انہوں نے اپنی پالیسی کے مطابق ایک ایک کر کے اسلامی ممالک کو نیا نا چاہتا تھا۔ اور برطانیہ نے بھی ایک ایک کر کے ہر ایک اسلامی ملک میں ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا ہے۔

برطانیہ کی پالیسی

عراق اور شام میں برطانیہ کی پالیسی کے پیش نظر ایران کے متعلق برطانیہ کی پالیسی پر شکوک وشبہات کا اظہار نامناسب ہوگا۔ برطانیہ اور آزاد فرانس نے جب شام میں جرمنوں اور ان کی آلۂ کار وشی گورنمنٹ کے کارندوں کے خلاف اقدام کیا تھا۔ تو اعلان کیا تھا کہ شام کو آزاد کر دیا جائیگا اس کے لئے خاتمہ جنگ کا انتظار نہ کیا جائیگا۔ چنانچہ اس عرصہ میں

ایک مخلص مرید کا مکتوب جناب میاں صاحب کی خدمت میں!

امید ہے جناب میاں صاحب اس کے جواب کی طرف جلد توجہ منعطف فرمائیں گے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پٹیالہ ۔ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء

سیدنا و مولانا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدکم اللہ بنصرہٖ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

میرے دل میں کچھ عرصہ سے اپنے عقائد کے متعلق چند در چند شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور جوں جوں میں زیادہ غور کرتا جا رہا ہوں۔ یہ شبہات قوی تر ہوتے جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے دل ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ اور کوئی مداوا نظر نہیں آتا۔ اپنی جماعت کے بعض احباب سے ذکر کرتا ہوں تو وہ کسی ہمدردی کی بجائے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ اور تشفی بخش جواب دینے کی بجائے میرے دل میں مزید شبہات پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں آخر سب طرف سے مایوس ہو کر حضور کی طرف رجوع کرتا ہوں شائد حضور کے جواب سے دل کو تسکین اور اطمینان قلب حاصل ہو۔ اگر اس عریضہ کا جواب حضور خود نہ دے سکیں تو علمائے کرام میں سے ہی کسی کو ارشاد فرماویں۔ یا کسی خطبہ جمعہ میں ان شبہات کا ازالہ فرمانے کی کوشش فرماویں۔ اللہ تعالیٰ حضور کو جزائے خیر دیگا۔

شبہ نمبر (۱)

میرا پہلا شبہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ کیونکہ ہمارے موجودہ عقائد کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے نبوت کی بنیاد آپ کی تبدیلیٔ عقیدہ پر ہے۔ مگر اس تبدیلیٔ عقیدہ کا آپ کی تصنیفات میں کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

(ا) "بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اُٹھ جاتا ہے۔ اور شک پڑ جاتا ہے کہ شائد اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعویٰ میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر سفسطہ ہے۔ اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں۔ وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں"۔ (اس حوالہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مامورانِ الٰہی کو اپنا دعویٰ سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس قسم کا خیال کرنے والوں کو بھی آپ نیم سودائی قرار دیتے ہیں)۔

(ب) "جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے۔ وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے ...... نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے۔ اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا"۔

اب اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تیرہ سال تک اپنے دعوے کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ تو یہ نہایت محکم اصول جو ابتدائے آفرینش سے قائم ہے۔ ٹوٹتا ہے۔ بالفرض اگر حضرت صاحب نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی تو پھر اس کی تبدیلی یوں ہونی چاہیئے تھی۔ کہ نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعویٰ کے متعلق نہائت دور سے اور دُھندلے طور سے دکھایا جاتا ہے مگر حضرت صاحب کی تصانیف میں سے کسی میں بھی اس نظریہ کے خلاف کوئی تحریر نہیں عقل سلیم بھی یہ چاہتی ہے کہ مامور کو اپنی اٹکلوں پر نہ چھوڑا جائے جبکہ ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جس شخص کو کسی عہدہ پر مامور کیا جاتا ہے تو وہ اپنی پوزیشن کو خوب سمجھتا ہے۔ اور اسی عہدہ پر حاضر ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ کہ اسے وزیرِ اعظم مقرر کیا جائے اور وہ اعلان کرتا پھرے۔ کہ مجھے سررشتہ دار مقرر کیا گیا ہے اور اس پر حلف بھی اٹھائے اور وزیرِ اعظم کہنے والوں کو مفتری اور کذاب قرار دے۔

(ج) علاوہ ازیں آپ نے شروع دعوے میں اپنے تئیں امتی نبی قرار دیا۔ وصال کے دن بھی امتی نبی فرمایا۔ تو پھر تبدیلیٔ عقیدہ کہاں ہوئی۔ اور کس طرح ہوئی۔ اگر سنہ ۱۸۹۵ء میں اپنے لئے لفظ نبی کا استعمال آنحضرت صلعم کی عظمت کے منافی قرار دیا (الحکم سنہ ۹۹) تو سنہ ۱۹۰۵ء میں بھی اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک قرار دیا (الوصیۃ)۔ اللہ تعالیٰ ہماری ساری جماعت کو اس بدترین گناہ سے محفوظ رکھے کہ ہم اپنے کسی قول یا فعل سے آنحضرت صلعم کی ہتک کرنے والے ہوں۔

(د) لغت عرب کے لحاظ سے حضرت صاحب ابتدائے دعویٰ میں ہی اپنے لئے لفظ نبی و رسول کا استعمال فرماتے ہیں۔ اور ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو اخبار عام والے خط میں بعینہٖ انہی تشریحات کے ساتھ اپنے تئیں لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی و رسول تحریر فرماتے ہیں۔ تو تبدیلیٔ عقیدہ محض ایک فرضی اور وہمی بات بن کر رہ جاتی ہے۔

(س) ابتدائے دعوے سے ہی ختم نبوت کو کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد کے لئے مانع قرار دیتے ہیں۔ اور آخر تک آیۃ خاتم النبیین کے ہمیشہ ایک ہی معنی فرماتے رہے ہیں۔ اگر تبدیلیٔ عقیدہ ہوتی تو سب سے پہلے اس آیتہ کے معانی میں تبدیلی فرماتے بلکہ حق اور انصاف یہ چاہتے ہیں۔ کہ جن دلائل سے کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد کے عقیدہ کو باطل قرار دیا تھا۔ ان سب دلائل کو جو قرآن و حدیث کی بنا پر ہیں دلائل سے ہی رد فرماتے۔ جیسا کہ وفات مسیح کے معاملہ میں کیا۔

(ص) انسانی عقل بھی اس خیال کو دھکے دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی علیم الکل ہستی سمجھانے والی ہو۔ اور مسیح موعودؑ جیسا ذکی النسان مخاطب ہو لیکن نبوت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نہ تیرہ سال تک خدا سمجھا سکے۔ نہ حضرت صاحب سمجھ سکیں۔ تو پھر یہ ایک ناپاک جرأت ہے کہ ہم عامۃ الناس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا دعویٰ سمجھانے کی لغو اور بیہودہ کوشش کریں۔ نہ ہم میں سے کوئی خدا ہے نہ لوگوں میں حضرت صاحب جیسی استعدادیں ہیں۔

(ط) یہاں پٹیالہ میں حضرت صاحب کے قدیم صحابہ میں سے دو بزرگ خاص عزت کے قابل ہیں۔ ایک تو بابو شیخ کرم الٰہی صاحب ہیں۔ جو ریاست پٹیالہ کی جملہ جماعات کے امیر ہیں۔ دوسرے میاں عبدالوہاب صاحب نیورڑی ہیں لاہوری جماعت کے لوگ ان دونوں بزرگوں کے ہاتھ میں قرآن دیدیتے ہیں کہ وہ حلف اٹھا کر یہ شہادت ادا کریں۔ کہ حضرت صاحب یا حضرت خلیفۃ المسیح اول کی زندگی میں انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کو کبھی اپنے دعوے میں غلطی لگی تھی۔ یا آپ نے اپنا دعویٰ تبدیل فرمایا تھا۔ اور اس حلف کے عوض وہ حضور کی بلا تامل بیعت کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر باوجود لگاتار اصرار کے ان ہر دو بزرگوں میں سے کوئی بھی حلف نہیں اٹھاتا حضرت مسیح موعودؑ کی تبدیلیٔ عقیدہ کوئی خفیہ امر تو ہو نہیں سکتا۔ آپ صاحب قلم تھے۔ ہر روز کتابیں تصنیف فرماتے اور اشتہار شائع فرماتے تھے۔ کثرت سے احباب آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ دعوے میں اس اہم تبدیلی کا کوئی گواہ نہ ہو۔ یا مریدوں کو علم نہ ہو۔ بلکہ صدق و صفا تو یہ چاہتے ہیں کہ دعویٰ میں تبدیلی کا اعلان لگاتار کئی دفعہ ہو اور عرصہ تک ہوتا رہے۔ تاکہ جو لوگ آپ کے نئے دعویٰ کو پسند نہ کریں وہ علیحدہ ہو جائیں مگر ایسا اعلان بھی کوئی نہیں۔ اور حضور اس امر میں میرے ساتھ کلی متفق ہوں گے کہ اگر تبدیلیٔ عقیدہ یا تبدیلیٔ دعوے یا خواہ کوئی کسی قسم کی بھی تبدیلی ہوتی۔ تو اس کا اشتہار اور مریدوں کے نام فرداً فرداً خطوط کے ذریعہ اعلان کرنا مسیح موعودؑ کا اخلاقی فرض تھا۔

(ع) میرے جیسا عامی بھی اگر عقیدہ تبدیل کرے۔ یا منصب میں کوئی ترقی ہو تو ایک شہر میں چرچا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت صاحب محدثیت سے نبوت کا دعویٰ کریں اور باب نبوت کے مسدود ہونے کے دلائل پر ہزارہا صفحات لکھنے کے بعد ان دلائل کی تردید کئے بغیر یکدم نبوت کا دروازہ کھول دیں اور کسی کو اس تبدیلی کا پتہ بھی نہ لگے۔ بظاہر یہ بات ناممکن سی نظر آتی ہے اور خدا کے نیک بندوں کے طرزِ عمل کے خلاف ہے۔

اپنے ان شبہات کو پیش کرنے کے بعد میں نہایت ادب اور عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ امور صحیح ہیں اور کم از کم میرے پاس ان کا کوئی جواب نہیں۔ تو بات صاف ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے دعوے میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں فرمائی اور جب تبدیلی نہیں فرمائی تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کا دعویٰ ابتداء سے آخر تک ایک ہی رہا ہے اور وہ محدثیت والی نبوت کا ہے۔

شبہ نمبر (۲)

اس عاجز کے دل میں دوسرا شبہ جو حل طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے" (الوصیۃ) تو اس لحاظ سے حضرت صاحب کا دعویٰ امتی نبی کا ہوا۔ اب حضرت صاحب قرآن و حدیث کے تابع ہیں۔ لیکن یہ لفظ امتی نبی نہ کہیں قرآن میں ہے نہ کسی حدیث میں میں نے پڑھا ہے۔ لیکن یہ ہو نہیں سکتا کہ اس لفظ کا کوئی مترادف قرآن و حدیث میں نہ ہو یا اس کی کوئی اصل ہی نہ ہو۔ تو وہ لفظ نبی تو ہے نہیں۔ دوسرا لفظ محدّث ہے اور یہی حق ہے کہ محدث میں دو شانیں ہوتی ہیں وہ کامل امتی ہے اور ناقص طور پر نبی۔ لیکن نبی صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔

شبہ نمبر (۳)

حضرت صاحب نے اپنی وحی کے وحی نبوت ہونے سے صریح انکار فرمایا ہے۔ اور وحی ولایت کا اقرار فرمایا ہے تو صاحب وحی ولایت نبی نہیں بلکہ ولی ہی ہو سکتا ہے۔

شبہ نمبر (۴)

(ا) میں اکثر دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے اکثر بلکہ تمام احباب غیر احمدیوں کو سلام علیکم کہتے ہیں منافقت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کافر سمجھتے ہیں) اور یہ منافقت ہے۔ کیونکہ مسلمان کو سلام علیک کہنے یا اس کے جواب دینے کا حکم قرآنی ہے۔ کوئی رسم نہیں ہے۔ یا تو غیر احمدیوں سے سلام علیک کلیتہً بند کر دینی چاہئے۔ یا انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دینا چاہئے۔

(ب) لاہوری فریق کے ایک دوست نے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے سات فتوے دکھائے جن میں بانہ کہنے والے غیر احمدیوں کے نماز جنازہ کا جواز ہے۔ اور حضور نے بھی اسے تسلیم فرمایا ہے۔ لیکن یہ عجیب ہے کہ ہم حضرت صاحب کے ان سات فتاویٰ کو تو رد کر دیں۔ لیکن اس کے بالمقابل آپکا کوئی ایک فتویٰ بھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ فریق لاہور انہیں فتاویٰ سے تکفیر المسلمین کے خلاف دلیل پکڑتا ہے

(ج) اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں۔ جیسا کہ ہم دیتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت صاحب کی نبوت ہمارا جزو ایمان بن گئی۔ اور اس نتیجہ کے لحاظ سے ہمیں ماننا پڑا کہ اسلام میں ایمان کی ایک اور شرط زائد ہو گئی۔ اور بنی الاسلام علیٰ خمس والی حدیث کی تکذیب لازم آئی اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تحقیر ہوئی۔ حالانکہ یہی اسلام کا خلاصہ ہے۔

(د) حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے انکار دعویٰ کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا . . . . . کیونکہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں"۔ اب اگر ہم حضرت صاحب کے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم حضرت صاحب کو صاحب شریعت نبی کہتے ہیں اور یہ بالبداہت باطل ہے۔

عریضہ بہت طویل ہو گیا ہے۔ حضور کے کرم سے امید ہے کہ اسے ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرمائیں گے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے حضور سے ارادت و عقیدت ہے اور کوئی امر حضور کے خلاف ملتا کرنے سے ڈرتا ہوں۔ مگر اول تو یہ ایمان کا معاملہ ہے۔ دوسرے دل میں ہر وقت خلش رہتی ہے۔ والسلام۔

بقلم محمد حسین سکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت
جماعت احمدیہ پٹیالہ

درخواست دعا

افتخار احمد برادر خورد منصور احمد صاحب ایم "یوین براے کورس کے لئے منتخب ہو گئے ہیں اور حکومت ہند کی طرف سے وہ انگلستان جانے کیلئے مورخہ ۲۱ ستمبر کو لاہور سے روانہ ہو گئے ہیں احباب ان کی سلامتی اور کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔

رفتار عالم

طہران۔ ۲۳ ستمبر۔ ایران کی نئی حکومت ملک کے نظم و نسق میں کئی تبدیلیاں کر رہی ہے۔ پولیس۔ فوج رسل و رسائل اور تعلیم وغیرہ کے بارے میں اہم امور کی تجدید زیر غور ہے۔

یہ خبر بھی ملی ہے کہ ایرانی حکومت نے جرمنی، اطالیہ اور رومانیہ سے اپنے سفیر طلب کر لئے ہیں۔

قاہرہ۔ ۲۳ ستمبر۔ جنرل ہیڈ کوارٹر کا ایک اعلان مظہر ہے کہ طبروق میں دیکھو بھال کے لئے گشتی دستے دشمن پر متواتر وار کرتے رہتے ہیں اور اس طرح وہ آہستہ آہستہ اپنے مورچوں کی حدود سے بہت آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

دہلی۔ ۲۳ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ جونہی حکومت ہند کے دفاتر شملہ سے دہلی میں منتقل ہوں گے۔ وائسرائے کی انتظامیہ کونسل کے نئے لیبر ممبر سر فیروز خاں نون اپنے عہدے کا چارج لیں گے۔

لندن۔ ۲۳ ستمبر سوویٹ سفیر موسیو مائسکی نے امریکن نامہ نگاروں کو بتایا کہ اگرچہ روسیوں کے جان توڑ مقابلے نے جرمنوں کے پروگرام کو خراب کر دیا ہے۔ اور جاڑے میں جرمنوں کی تکالیف بڑھ جائیں گی۔ لیکن لڑائی بند نہیں ہو جائے گی۔ اور اب آزادی کی حامی جمہوریتوں کا فرض ہے کہ وہ روس کی امداد کے لئے بلا تاخیر میدان میں آئیں۔

ماسکو۔ ۲۳ ستمبر روس کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے کہ لینن گراڈ کے محاذ پر ایک جگہ روسیوں نے سنگینوں سے جرمنوں پر حملہ کر دیا اور انہیں سات میل تک پیچھے دھکیل کر لے گئے۔

لندن۔ ۲۳ ستمبر وزارت فضائی کا ایک اعلان مظہر ہے کہ برطانی طیاروں نے جرمنی اور مقبوضہ علاقے کے ساحلی علاقے پر حملے کئے۔ اور کل رات بولون کی بندرگاہ اور اس کی گودیوں میں بم برسائے۔ کوئی برطانی طیارہ ضائع نہیں ہوا

لندن۔ ۲۴ ستمبر وزارت فضائی کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ساحلی کمانڈ کے ایک بمبار طیارے نے گشتی پرواز کرتے ہوئے ناروے کے ساحل کے قریب دشمن کے ایک رسد رساں جہاز پر بم برسائے اور اسے سخت نقصان پہنچایا اس جہاز کا وزن ۵ ہزار ٹن کے قریب تھا۔ اگرچہ موسم کی خرابی کی وجہ سے کچھ اچھی طرح نظر نہیں آسکتا تھا۔ لیکن پھر بھی بم نشانے پر بیٹھے کسی برطانوی طیارے کو نقصان نہیں پہنچا۔

لندن۔ ۲۴ ستمبر ماسکو سے دوپہر کے وقت ایک ضمنی سرکاری اعلان جاری ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ رومانوی ۱۳ ویں اور ۱۵ ویں پیدل ڈویژنوں کو جن کی حال ہی میں از سر نو تنظیم ہوئی تھی۔ روسی افواج نے اوڈیسہ کے قریب سخت نقصان پہنچایا۔ دو بھاری توپخانے تباہ کر دیئے گئے۔ اور ایک سو تیس گنیں بھی ہاتھ آئیں۔

لندن۔ ۲۴ ستمبر برطانیہ میں روس کے لئے بہت سے ٹینک بنائے جا رہے ہیں جرمن ریڈیو نے اس اطلاع پر تبصرہ کرتے کہا کہ آخر برطانیہ ان ٹینکوں کو کس راستے روس بھیجے گا

لندن۔ ۲۴ ستمبر روس کے سرکاری اعلان سے پتہ چلتا ہے کہ سارے محاذ پر گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ چند دن پیشتر جرمنوں نے دعوےٰ کیا تھا کہ جرمن فوج نے کیف کے مشرق میں ہم بڑی روسی فوجوں کو گھیرے میں لیا ہے۔ . . . . جو روسی فوج باقی بچی ہے وہ دو تنگ علاقوں میں بری طرح گھر گئی ہے لینن گراڈ کے محاذ پر شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ اور جرمنوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے لینن گراڈ کے قریب ایک اور شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر روسی ذرائع سے جو اطلاعات ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ روسیوں نے اپنی حالت کی اصلاح کر لی ہے۔

برلن کی ایک اور اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ روس کی جو فوجیں اس وقت تک کیف کے مشرق میں موجود ہیں چند دنوں تک ان کا بالکل صفایا ہو جائیگا۔

لندن۔ ۲۴ ستمبر ایران کی خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے کہ سابق شاہ ایران کرمان شاہ سے عازم ارجنٹائن ہو گئے ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۴-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہے
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- صحابہ در آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ — لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۹ رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۴۱ء — نمبر ۶۰

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سفیدی میں نیت روزہ

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھا کر روزے کی نیت کی مگر بعض میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی۔ اب میں کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہوگیا دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں ۔ (بدر ۱۴ر فروری ۱۹۰۷ء صث)

روزہ دار کو آئینہ دیکھنا

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جائز ہے ۔ (بدر ۷ر فروری ۱۹۰۷ء صت)

حالت روزہ میں سر و داڑھی کو تیل لگانا

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے ۔

آنکھ کے بیمار کا روزہ

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں فرمایا یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں ۔ (بدر ۷ر فروری ۱۹۰۷ء صدا)

غیر مستطیع الصوم کا فدیہ

اسی شخص کا یہ سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیئے اس کے کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں حضرت اقدس نے فرمایا ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلائے۔ یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیجدے (ایضاً)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت کیساتھ مورخہ ۲۹ ستمبر کی شام کو ڈلہوزی سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اب حضرت ممدوح کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت مندرجہ ذیل پتہ لکھنا چاہیئے پتہ: مسلم ٹاؤن اچھرہ لاہور

— مندرجہ ذیل نفوس حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

(۱) ایچ، ایس شفیق صاحب بو۔ پی حال امرتسر
(۲) کمال الدین صاحب جموں
(۳) آسیہ بی بی صاحبہ ضلع بنوں

— منشی کرم الٰہی صاحب جن کی صاحبزادی کی بیماری کے متعلق گذشتہ شبوع میں لکھا گیا تھا ان کی بیماری کیوجہ سے عزیزوں اقربا کو سخت تشویش ہے احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دعا دل سے فرمائیں۔

— ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی بدستور بیمار ہیں سب احباب ان کی صحت کے لئے دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دعا کیجائے۔

— ماہ رمضان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بلند پایہ مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے ہر نماز تہجد میں حضور قلب سے دعا کی جائے۔

ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ اہتمام کیساتھ ماہ رمضان میں ان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کرے جسے گذشتہ شبوع میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جماعت کے سامنے پیش کیا ہے ۔

جناب میاں صاحب کے نام ایک پر اسرار خط

جناب میاں صاحب اور انکی نظارتوں پر میاں صاحب کے مرید کی تنقید

واقعہ ڈلہوزی کے متعلق جناب میاں صاحب کو ایک قادیانی دوست کی طرف سے جو ان کے مرید ہیں ایک خط موصول ہوا جس کا ذکر جناب میاں صاحب نے خود خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء میں کیا ہے جو الفضل مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا ہے۔ ہم اس مذکورہ خطبہ سے خط سے متعلقہ اقتباس کو قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کے لئے درج کرتے ہیں پیغام صلح کے گذشتہ مطبوعہ میں جناب میاں صاحب کے ایک مخلص مرید کا جناب میاں صاحب کے عقائد کے متعلق مکتوب شائع ہوا ہے اور یہ مکتوب نظام اور جناب میاں صاحب کی ذات سے متعلق ہے دونوں خطوں سے مترشح ہوتا ہے کہ جماعت محمودیہ کے اندر عقائد اور نظام کے متعلق سخت بے چینی ہے اور ایک متحرک مادہ کھول رہا ہے (مدیر)

اقتباس

مجھے کل ایک خط موصول ہوا ہے۔ وہ خط ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرتا ہے۔ اس خط پر ٹکٹ نہیں۔ بلکہ مقامی ڈاک کے ذریعہ سے ملا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مقامی آدمی اس خط کا لکھنے والا ہے اس خط میں اس نے بجائے اپنا نام لکھنے کے اپنے آپ کو

"مخلص احمدی"

قرار دیا ہے اس کے احمدی اور پھر مخلص احمدی ہونے کا تو اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنا نام ہی نہیں لکھا حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں اسی کو مومن قرار دیتا ہوں جو خدا تعالیٰ کے تازہ نشانات پر ایمان رکھتا ہو اور نفاق کا کوئی شائبہ تک اس کے اندر نہ پایا جاتا ہو مگر اس "مخلص احمدی" کی یہ حالت ہے کہ ڈر کے مارے اس نے اپنا نام تک ظاہر نہیں کیا ایسے شخص کو ہم احمدی بھی کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ کجا یہ کہ اسے مخلص احمدی سمجھا جائے پھر یہ تمام خط عجیب و غریب اضداد سے بھرا ہوا ہے مجھے لکھتا ہے تم اپنے آپ کو بڑا بہادر کہتے ہو۔ تم بہادر نہیں بلکہ بزدل ہو۔ مگر لطیفہ یہ ہے کہ میں نے منبر پر کھڑے ہو کر گورنمنٹ کی غلطی بیان کر دی تھی وہ تو اس کی نگاہ میں بزدل ہوتا۔ مگر خود اس اعتراض کرنے والے کی یہ حالت ہے کہ ڈر کے مارے اس نے اپنا نام تک نہیں لکھا۔ کہتے ہیں۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہی اس شخص کی حالت ہے اگر وہ اپنے متعلق لکھ دیتا کہ میں چونکہ منافق ہوں اس لئے اپنا نام ظاہر نہیں کرتا اور پھر میرے متعلق یہ لکھتا کہ تم بزدل ہو تب بھی یہ بات کسی قدر جڑ جاتی۔ گو میرے متعلق بزدلی کا الزام پھر بھی غلط ہوتا۔ کیونکہ میں نے گورنمنٹ کی غلطی کو چھپایا نہیں بلکہ علی الاعلان بیان کیا ہے۔ مگر لطیفہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو تو وہ بہادر کہتا ہے۔ پھر احمدی اور مخلص احمدی بننے کا دعویدار ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ ایسا بہادر اور مخلص احمدی خط کے نیچے اپنا نام تک لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا مگر میں جس نے منبر پر کھڑے ہو کر تمام باتیں بیان کر دی تھیں۔ اس کے نزدیک بزدل ہوں گویا وہ شخص جو یوسوس فی صدور الناس کے مطابق مخفی طور پر وسوسہ اندازی کرے اور گمنام خط لکھے وہ تو مومن اور "مخلص احمدی" ہے مگر جو منبر پر کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کر دے وہ بزدل ہے غرض پہلا لطیفہ تو اس نے یہی کیا مگر اسی ایک لطیفہ پر ہی بس نہیں۔ اس کا

تمام خط اضداد سے بھرا ہوا

ہے پھر بڑے غصہ سے گویا وہ گورنر صاحب کا بڑا جاں نثار ہے مجھے لکھتا ہے تم گورنر کے متعلق کیا کہتے ہو کیا گورنر تم سے زیادہ شریف نہیں مگر ساتھ ہی اس نے اسی خط میں مجھے لکھا ہے "بخدمت اشرف" یعنی میں اس خط کے ذریعہ سب سے شریف آدمی کو مخاطب کرتا ہوں۔ گویا خط کے اوپر تو مجھے سب سے زیادہ شریف قرار دیدیا اور خط میں یہ لکھا کہ کیا گورنر صاحب تم سے زیادہ شریف نہیں ہیں۔ پھر اس نے اپنے خط میں ناظر امور عامہ کو کوسا ہے اور لکھا ہے کہ سب سے بڑا ظالم جس سے زیادہ ظلم دنیا میں کبھی پولیس نے نہیں کیا زین العابدین ہے جو اپنے آپکو ولی اللہ بھی کہتا ہے۔ پھر لکھتا ہے پولیس والوں کو کوئی سزا ملے یا نہ ملے تم نے خطبہ میں یہ بات بیان کر کے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ذلیل کر لیا ہے۔ اگر تمہارے اندر عقل ہوتی تو تم اس بات کو چھپاتے مگر تم نے اس بات کو چھپایا نہیں بلکہ خطبہ میں بیان کر دیا ہے اور اس طرح ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کر لیا ہے۔

میں ان باتوں میں سے جو بات اس نے ولی اللہ شاہ صاحب کے متعلق لکھی ہے اسے چھوڑتا ہوں کیونکہ اسکا جواب ہی دے سکتے ہیں اس نے کوئی واقعات نہیں لکھے جن سے انکا ظلم ثابت ہوتا پس میرے لئے بھی ضروری نہیں کہ میں اسکا جواب دوں البتہ اس نے ایک بات لکھی ہے کہ دفتر والے خطوں کا جواب نہیں دیتے ممکن ہے غلطی سے کسی خط لکھنے والے نے جواب نہ دیا ہو مگر اس قسم کی جب بھی میرے پاس کوئی شکایت آتی ہے میں دفتر والوں سے باز پرس کیا کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ خط کا جواب جلد دیا جائے اور جب میں دیکھتا ہوں کہ دفتر کی غلطی کیوجہ سے کسی کی بہت دلشکنی ہوئی ہے تو میں اپنے ہاتھ سے خط لکھکر بھیج دیتا ہوں اور ساتھ ہی معذرت کرتا ہوں کہ دفتر کی وجہ سے آپکو تکلیف ہوئی ہے ممکن ہے ولی اللہ شاہ صاحب کے متعلق بھی اسے کوئی ایسی ہی شکایت ہو مگر بہرحال اس نے چونکہ کوئی واقعہ نہیں لکھا جس سے انکا ظلم ثابت ہوتا اس لئے اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا اگر ان کے متعلق کوئی الزام قائم کیا جائے تو پھر میں اس کی تحقیق کرا سکتا ہوں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ نظارتوں کو میں ہمیشہ ڈانٹتا رہتا ہوں لیکن پھر بھی اگر معین رنگ میں ان پر کوئی الزام قائم کیا جائے تو جیسا الزام ہوگا اس کے متعلق ویسی ہی تحقیق کرنے کے لئے تیار ہوں مگر چونکہ اسنے کوئی واقعہ نہیں لکھا۔ اس لئے اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہتا۔ اگر وہ کوئی واقعات لکھے تو ان کے متعلق ولی اللہ شاہ صاحب ہی جواب دے سکتے ہیں۔" (الفضل مورخہ ۲۶ ستمبر)

خواتین سلسلہ توجہ فرمائیں

مسجد سرینگر کیلئے روپیہ کی ضرورت

از جناب شیخ عبدالصمد صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ سرینگر

قارئین پیغام صلح مسجد سری نگر سے واقف ہی ہیں اس مسجد کی زمین کے لئے جماعت سرینگر نے احمدیہ انجمن لاہور سے مبلغ ایک ہزار روپیہ نصف بطور عطیہ اور نصف بطور قرض حسنہ وصول کیا۔ تعمیر مسجد کا سہرا اہلیہ محترمہ جناب کھانڈے خان صاحب کے سر ہے جنہوں نے مبلغ ایک ہزار روپیہ جماعت سری نگر کو تعمیر مسجد کے لئے عطا فرمایا اور اہلیہ محترمہ جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل سری نگر نے مبلغ پچاس روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا۔ بیگم صاحبہ ملک برکت علی صاحب نے مبلغ بیس روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا اور والدہ صاحبہ شیخ محمد سلیم نے مبلغ دس روپیہ مرحمت فرمائے ہیں۔ چنانچہ دیگر چندہ بھی وصول کر کے مسجد کا نچلا حصہ مکمل ہو گیا ہے اب دوسرا حصہ تعمیر کرنا ہے اس لئے اتباع پیشہ خواتین قوم سے استدعا ہے کہ اگر وہ بھی خواتین موصوفہ صدر کی حتی المقدور تقلید کریں۔ تو بہت جلد مسجد پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔

مسجد کے خرچ کا تخمینہ مبلغ چار ہزار روپیہ لگایا گیا تھا مگر یہ جنگ سے پہلے کی بات ہے۔ بوجہ جنگ مٹیریل کی قیمت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ لہذا اس تخمینہ سے زیادہ روپیہ تعمیر پر خرچ آئیگا جس کے مطابق چندہ جمع کیا جا رہا ہے مگر بوجہ موسم سرما کے شروع ہو جانے کے تعمیر کا کام جلدی مکمل ہونا چاہیئے۔ بعد میں نقصان کا احتمال ہے اس لئے امید ہے کہ خواتین قوم ہماری استدعا کی طرف جلد توجہ مبذول فرمائیں گی اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنا کر عنداللہ ماجور ہونگی مسجد سری نگر ہر لحاظ سے مفید اور جماعت سری نگر کے استحکام کا باعث ہوگی۔ انشاءاللہ

زنانہ گیلری اور غسل خانے حمام وغیرہ کا بھی انتظام رکھا گیا ہے۔ اب صرف روپیہ کی دیر ہے۔ والسلام۔

پبلسٹی کے ٹریکٹوں کی ترسیل

تقریباً ایکماہ کا عرصہ ہوا کہ تمام سکرٹریان جماعت کیخدمت میں ایک گشتی چٹھی ارسال کیگئی تھی اور جواب طلب کیا گیا کہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں کہ آئندہ ٹریکٹ وغیرہ کتنی تعداد میں بھیجے جایا کریں اور اگر آپ کے شہر میں کوئی اور صاحب ہوں جو تقسیم کے کام کو سرانجام دینے کیلئے تیار ہوں تو ان کے نام پتہ وغیرہ سے بھی مطلع فرماویں اس سرکلر کے جواب میں بعض احباب نے جوابات بھیجے ہیں چنانچہ ان کے مطابق دفتر میں نوٹ کر لیا گیا ہے البتہ بعض احباب نے اس طرف باوجود یاددہانی کے توجہ نہیں فرمائی۔ اب بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ آئندہ ٹریکٹ وغیرہ صرف ان احباب کو بھیجے جایا کریں گے جن کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا ہے کہ وہ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے تیار رہینگے اگر کوئی اور دوست اس نیک کام کو سرانجام دینا چاہیں تو ازراہ کرم مجھے مطلع فرماویں۔ انشاءاللہ انکو مطلوبہ تعداد میں ٹریکٹ بھیجے جایا کریں گے امید ہے احباب اس طرف توجہ فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

(خاکسار محمد عبداللہ افسر پبلسٹی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۱ | نمبر ۶۰

معاصر الفضل اور ایک نہایت اہم سوال

ایک معقول استفسار کا معقولیت سے جواب نہیں دیا گیا

پیغام صلح مورخہ ۱۲ ستمبر میں ہم نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا قادیانی علماء سے "ایک نہایت اہم سوال" درج کیا تھا جس میں مولوی صاحب مذکور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استدلال دربارہ نبوت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی علماء سے ایک سوال کیا تھا۔ کہ جب حضرت مرزا صاحب کے نزدیک آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اسلئے آپ کے بعد عیسیٰ جو وہ بھی رسول خدا ہیں نہیں آ سکتے سو اس استدلال کے ماتحت حضرت مرزا صاحب بھی نبی نہیں ہو سکتے۔

معاصر الفضل نے اپنے ۱۵ ستمبر کے شمارہ میں پیغام صلح کی حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے عدم واقفیت "یا دیدہ دانستہ" کے الفاظ استعمال کر کے اور حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت "ایک غلطی کا ازالہ" سے صرف ایک اقتباس نقل کر کے ایک معقول اعتراض سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی ہے لیکن مدیر الفضل پر روشن ہونا چاہئے کہ یوں آسانی سے پیچھا نہیں چھوٹ سکتا دوسروں کی فرد علم ٹٹولنے سے پہلے اپنا مبلغ علم بھی تو اس معقول اعتراض کے سنگ امتحان پر پرکھیئے۔

اور معقول اعتراض کا معقولیت سے جواب دینا سیکھئے۔ یوں چڑچڑے پن کے اظہار سے ایک معقول معترض کی تسلی نہیں ہو سکتی۔

معاصر الفضل نے "ایک غلطی کے ازالہ" سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔"

اسی مجازی نبوت کے متعلق جس کا ذکر مندرجہ بالا اقتباس میں ہوا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رؤیا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر ایک **مجازی نبوت** قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا۔" (ازالہ اوہام ص ۴۲۱ و ۴۲۲)

لیکن آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حقیقی نبی اور ایک مستقل اور حقیقی نبی قرار دیتے ہیں۔ جس کے دعوےٰ کے انکار سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جیسا کہ جناب میاں محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے والے اور آپ کے دعوےٰ کو تسلیم نہ کرنے والے کے متعلق صاف طور پر فرماتے ہیں:۔

"پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوےٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے" (رسالہ تشحیذ الاذہان صفحہ ۱۴۱)

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

اور اس کے حاشیہ میں تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور **محدث** ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

سو ظلی نبوت کی اصطلاح ہے جو حضرت مسیح موعود نے اپنے لئے استعمال کی ہے اور قادیانی دوستوں کی اصطلاح میں جو وہ حضور کیلئے استعمال کرتے ہیں بہت بڑا فرق ہے حضرت مسیح موعود کے نزدیک ظلی نبوت محدثیت کے مترادف ہے لیکن جماعت محمودیہ کے نزدیک محدثیت سے بالا ہے اور اس کے ڈانڈے نبوت تامہ سے ملے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے انکار کرنیوالے کو کافر کہتے ہیں اور حضور خود اس کو کافر قرار نہیں دیتے قادیانی دوست نزول مسیح کو تو نہیں مانتے لیکن حضرت مسیح موعود کو بھی ایسا مثیل مسیح سمجھتے ہیں کہ رسالت سے معرا نہیں حضرت مسیح موعود کے عقیدہ میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت امتی ہو جائے تو رسول نہیں رہ سکتا کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متباین ہے (ازالہ اوہام ص ۵۷۵) لیکن ایک امتی رسول کیسے ہو سکتا ہے اور ایسا نبی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے جس کے انکار سے کوئی مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے حضرت مسیح موعودؑ کے ان واضح اور بین ارشادات کے ہوتے ہوئے صرف محمودی حضرات کا ہی قلب و جگر ہے کہ وہ دعویٰ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کریں۔ مدیر الفضل کو چاہئے کہ وہ مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں ثابت کریں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نبوت کا ہے اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے استفسار کو یوں پس پشت پھینکنے کی کوشش نہ کریں۔

۵۱ اگر ہمارے قادیانی دوست اسے بھول جاتے ہیں۔

ماہ رمضان اور بلیک آؤٹ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ریزولیوشن

مورخہ ۱۲ ستمبر ۴۲ء بروز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ارکان کا احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک اجلاس منعقد ہوا اور جملہ ارکان انجمن نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن "ماہ رمضان اور بلیک آؤٹ" کے متعلق پاس کیا جس کی کاپیاں متعلقہ حکام کو بھجوائی گئیں۔

ریزولیوشن

وہ تجویز کردہ "بلیک آؤٹ" جو مورخہ پانچ اکتوبر سے ۱۴ اکتوبر تک لاہور اور پنجاب کے دیگر مقامات پر رہیگا۔ رمضان کے مہینہ میں واقعہ ہونے کی وجہ سے تمام مسلم پبلک کیلئے بہت بڑی زحمت اور تکلیف کا باعث ہے چونکہ یہ بلیک آؤٹ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک رہیگا اور اسی دوران میں مسلمانوں کو مندرجہ ذیل مذہبی امور کو ادا کرنا ہوتا ہے:۔

(ا) مسلمانوں کو نماز عشاء کے علاوہ نماز تراویح ادا کرنا ہوتی ہے جو سوائے مسجد اور اجتماع کے ادا نہیں ہو سکتی۔

(ب) انہیں سحری کی تیاری کیلئے ۳ بجے رات اٹھنا پڑتا ہے اور کھانا پکانے کیلئے آگ وغیرہ جلانے کی ضرورت پیش آتی ہے جس کے لئے روشنی بھی چاہئے اور اشیاء خوردنی کی خرید کیلئے گھر سے باہر بھی جانا پڑتا ہے۔

(ج) مسلمان دوکانداروں کو اپنی دوکانیں کھولنا ہوتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے گاہکوں کو ضروری اشیاء خوراک مہیا کر سکیں۔

ان مذکورہ بالا مشکلات کے پیش نظر حکام متعلقہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس مذکورہ بلیک آؤٹ کو عید تک ملتوی کر دیں جو کہ قریباً ۲۲ اکتوبر کو ہوگی۔"

ڈاکٹر صدیقی صاحب اور ہندو پریس کا متعصبانہ پراپیگنڈہ

میڈیکل کالج لاہور میں پروفیسر آف سرجری کی جگہ خالی ہونے پر ڈاکٹر صدیقی صاحب جو پروفیسر آف اناٹمی ہیں کو لگایا جائیگا اس پر ہندو پریس اپنی عادت دیرینہ سے مجبور ہو کر ایڑی سے لیکر چوٹی تک زور لگا رہا ہے جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کی تقرری کے خلاف شور کر رہا ہے اور اس پراپیگنڈا میں سب سے بڑا یہ حربہ استعمال کیا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر صدیقی پروفیسر آف اناٹمی ہیں اسلئے انکا تقرر موزوں نہیں حالانکہ اس سے پہلے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ پروفیسر آف اناٹمی کو پروفیسر آف سرجری کی جگہ خالی ہونے پر لگایا گیا لیکن پہلے چونکہ ہمیشہ اس اسامی پر غیر مسلم مقرر ہوتے رہے ہیں اس لئے کسی نے اعتراض نہیں کیا مثلاً کرنل بوم گی (ش) ایل پیشکیرا کتی ہے وہ بھی پروفیسر آف اناٹمی تھے اور انہیں پروفیسر آف سرجری مقرر کیا گیا کرنل برج جو موجودہ آئی۔ جی کا تقرر بھی ایسے ہی ہوا اور پرنسپل جواب بطور رہ رہے ہیں انہیں بھی پروفیسر آف اناٹمی ہوتے ہوئے پروفیسر آف سرجری مقرر کیا گیا لیکن اب اس تقرری پر صرف اس لئے اعتراض کیا جا رہا ہے کیونکہ امیدوار ایک قابل مسلمان ہے۔ ہندو پریس کی یہ تنگ ذہنیت ہر لحاظ سے قابل نفرین ہے گورنمنٹ اور حکام متعلقہ کو اس متعصبانہ پراپیگنڈا سے ہرگز ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے اور گذشتہ مثالوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب ڈاکٹر صدیقی جیسے قابل انسان کو ضرور پروفیسر آف سرجری مقرر کرنا چاہئے۔ یہ تقرری

میاں صاحب کی تفسیر کبیر پر نظر

جناب خلیفہ صاحب کا جذبہ خود نمائی

قسط نمبر (۲)

(از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودھیارتھی)

نوٹ: ایک حادثہ اور اُس کا کفارہ۔ گرمی ابھی شباب پر تھی جب ایک دوست نے ذکر کیا اخبار الفضل میں کسی مولوی صاحب کا چیلنج شائع ہوا ہے کہ حضرت میاں صاحب کی تفسیر کبیر کا مقابلہ مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر سے کرلو یا دونوں میں سورہ کہف کی تفسیر دیکھ لو۔

قرآن مجید کی ہر نئی تفسیر سے میں بالعموم خوش ہوتا ہوں گو میری یہ بدقسمتی ہے کہ میں نے آجتک کسی تفسیر کو بالاستیعاب نہیں پڑھا۔ اتفاق کی بات ہے ایک صاحب میاں صاحب کی تفسیر کبیر مجھے عاریتاً دیکھنے کے لئے دے گئے اور کچھ دنوں بعد واپس لے گئے جبوقت الفضل میں شائع شدہ مذکورہ چیلنج کو میں نے سُنا تو تفسیر کی بازدید کا شوق پیدا ہوا اور وہ مل گئی۔ اس پر میں نے اپنے دوست کے تقاضاء سے ایک مضمون لکھا گرمی اپنے پورے جوبن پر تھی اور دفتر میں جو کمرہ مجھے بیٹھنے کے لئے ملا ہوا تھا وہ اوپر کی منزل پر تھا اور انتہاء سے زیادہ گرم اور اس پر ستم ظریفی یہ تھی کہ پنکھا ندارد۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ طبیعت جو پہلے ہی کمزور تھی اس نے شدت کی گرمی کے ساتھ مل کر اس پر زیادہ سوچنے اور لکھنے کا موقعہ نہ دیا ایک ادھورا سا مضمون دنوں نہیں مہینوں میری میز پر پڑا رہا اور مدیر پیغام صلح کے پیہم اصرار اور تقاضا کے باوجود نہ وہ مکمل ہوا اور نہ اخبار میں دیا جاسکا یہاں تک کہ ۳ ستمبر کو مجھے ایک حادثہ پیش آگیا۔ میں احمدیہ بلڈنگس سے تانگہ پر واپس مسلم ٹاؤن آرہا تھا۔ اور اتفاق سے اپنا تانگہ خود ہی چلا رہا تھا۔ نہر کے پل کے قریب مسلم ٹاؤن کی سڑک پر پہنچا تو سامنے سے ایک لاری بے تحاشا تیزی کے ساتھ آرہی تھی۔ تانگہ کی گھوڑی اس سے بدک گئی اور پیچھے ہٹ کر اس نے آناً فاناً تانگہ کو نہر میں جا پٹکا۔ میری بے بسی اُس وقت قابل دید تھی۔ جناب جنا یا تانگہ معہ گھوڑی کے نہر میں تھا اور میں اس سے پیشتر نہ معلوم کس طرح باہر کود گیا تھا۔ گھوڑی تانگہ کے بوجھ سے نہر میں ڈبکیاں کھا رہی تھی۔ تانگہ کا سب سامان یکے بعد دیگرے نہر میں بہتا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے نہر میں پیر کر سب سے پہلے گھوڑی کو تانگہ سے الگ کرنے کی کوشش کی مگر نہر میں پل اور بھٹہ کے قریب ہونے کیوجہ سے پانی کا زور اس قدر زیادہ تھا کہ کسی کا بس نہ چلتا تھا۔ کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد گھوڑی کی مسلسل کوشش اور پانی کی مزاحمت سے تانگہ کا بم ٹوٹ گیا اور گھوڑی اپنے ساز سمیت نہر میں تیرنے لگی اور بالآخر ساز کی گرفت سے آزاد ہو کر نہر میں ہی بہت دور تک جا کر خود بخود باہر نکل آئی مکرمی و محبی ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور ان کے بچوں کو اطلاع ہوئی تو وہ فوراً موقعہ پر پہنچے اور بڑی مشکل سے تانگہ نہر میں سے نکالا۔ جن کو بھی اس حادثہ کی اطلاع ملتی گئی وہ دریافت حال اور خیریت پرسی کے لئے آتے رہے۔ اسوقت اتنا یاد آتا ہے کہ بات ہولناک ضرور تھی مگر الحمد للہ خیریت گذری گھر والوں نے غریب غربا کو کھانا کھلا کر صدقہ اتارا تو مجھے بھی تحریک ہوئی کہ تو بھی تو کچھ خدا کا شکر کر۔ سو مہینوں سے پڑے ہوئے اس مضمون کو جو پنسل سے لکھا ہوا میز پر پڑا تھا دوبارہ صاف کر کے پیغام صلح میں دیا ہے جس کا پہلا نمبر شائع ہو چکا ہے اور دوسرا درج ذیل ہے۔　(عبد الحق ودیارتھی)

تفسیر میاں صاحب کی شان تصنیف

عام ہے میداء موہبت فطرۃ کی عطا
بخشے جاتے ہیں مگر نغمے باندازہ ساز

اس تفسیر کبیر کی شان تصنیف تو آپ گذشتہ نمبر میں ملاحظ کرچکے۔

جماعت احمدیہ لاہور جو کام بھی کرے جماعت قادیان ضرور اس کا چربہ اتارنے کی کوشش کرتی ہے بہر حال ہمارے خیالوں سے ان کانٹوں کی چبھن طبعی اور فطری ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں انعکاس حیات کا اصول بہت حد تک کام کرتا ہے۔ اس پر ایک علم النفس کا عالم کہتا ہے۔

What we are in heart,
in private, is revealed
sooner or later in our public life.
As a man thinketh in his
heart so is he.

انسان کے ہر کام میں انعکاس حیات ہوتا ہے جو کام جذبہ حسد و رقابت کی بنا پر شروع کیا جاتا ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی استعانت مدد اور نصرت تو ہرگز نہیں ہوتی اس لئے حاسد مبداء فیاض کی رحمانیت سے محروم رہتا ہے لیس اس کے سامنے اپنی کامیابی کی صرف ایک سبیل نظر آتی ہے کہ وہ دوسروں پر اپنے آپکو زیادہ سے زیادہ بڑا کر کے ظاہر کرے۔ آپ نے اکثر اوقات دیکھا ہوگا۔ کہ چھوٹے قد کے آدمی بالعموم تن کر چلتے ہیں۔ کم رو عورتیں غازہ اور شاندار لباس سے اپنی فطری کمی کو پورا کرتی ہیں۔ احساس کمتری اور انانیت یقیناً انسان کیلئے ایک بہت بڑی نیکی کا خزانہ ہے لیکن اس نیکی کی ایک بھٹکی ہوئی شکل جذبہ خود نمائی کی فراوانی ہے جو نہ صرف فرعون کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی بلکہ ساحران شاہیم کو بھی لکڑیاں اور رسیاں سانپ بنا کر دکھانے پر مجبور کرتی ہے۔

تفسیر کبیر نام کیوں رکھا گیا

تفسیر کی کمی اور جذبہ خود نمائی کی فراوانی نے جناب میاں صاحب کی تفسیر کو تفسیر کبیر کا نام دیا ہے۔ اور اس ضرب المثل کو جو آگے پرانی ہے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ اور امام رازی کی تفسیر پر شاید پوری نہ اتر سکی تھی۔ اب پورا کر دیا ہے یعنی

"کل فی الکبیر الا التفسیر"

یعنی تفسیر کبیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے۔ بلکہ آپ جناب میاں صاحب کے انداز تحریر میں یوں سمجھئے کہ کل فی الکبیر الا التفسیر ایک پیشگوئی ہے جس کی ملاء اعلیٰ کے ستر ہزار فرشتوں نے اسوقت تک حفاظت کی جب تک وہ میاں صاحب کی تفسیر کبیر پر پوری نہیں ہوگئی۔

مریدوں کی کوششوں اور کسی صاحب اثر شخصیت کے رعب وزارت اور سیاست سے اگر یہ تفسیر زبردستی لوگوں کے گلے مڑھ دی جائے اور بھلے داموں بک جائے تو بک جائے ورنہ نگاہ حقیقت بیں میں یہ تفسیر میاں صاحب کی انا ولا غیری کی منہ بولتی تصویر ہے اس شان تالیف کی مختصر کیفیت بیان کر دینے کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اسپر تفصیلاً کچھ عرض کرتے ہیں۔

ایک خوفناک جرم

احادیث نبوی میں تحریف لفظی

تفسیر کبیر میں سورہ کہف کی تفسیر ایک حدیث نبوی کی تحریف سے شروع ہوتی ہے۔ میاں صاحب اسجگہ اپنے جذبہ خود نمائی کے ہاتھوں یہاں تک مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے قد کو حد سے زیادہ بلند دکھانے کیلئے معاذ اللہ احادیث نبوی کو بھی چھوٹا دکھانے پر اتر آئے ہیں۔ کیا انقلاب زمانہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی بعثت کا مقصد وحید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ اور دلآویز حسن دنیا کو دکھانا تھا۔ ان کا بیٹا اناکی راہ راست سے بھٹکی ہوئی منزل میں اسقدر دلیر ہوگیا کہ وہ جان بوجھ کر احادیث نبوی میں تحریف کرنے لگا۔ بہت دنوں کی بات نہیں کہ آپ نے صحیح بخاری پر اتہام باندھا اسوقت اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے مولف حضرت اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی روح کسقدر بے چین ہوئی ہوگی جب میاں صاحب نے بیک جنبش قلم یہ لکھدیا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ معاذ اللہ اپنی نبوت میں شک تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی روح مبارک کو کس قدر قلق ہوگا کہ حضور کے متعلق یہ اتہام ایک مدعی ایمان نے لگایا وہ تو ایک بات تھی جو آج پرانی ہوگئی ان کی آئے دن کی تحریف احادیث اور وضع حدیث کو کوئی کہاں تک بیان کرے۔ لیجئے اس تفسیر کی سورہ کہف کی ابتدا تحریف حدیث سے ہوتی ہے۔

آپ لکھتے ہیں دیلمی نے انسؓ سے یہی روایت کی ہے کہ یہ سورۃ یکدم نازل ہوئی تھی اور ستر ہزار فرشتہ ساتھ تھا۔ اور اس کی خاص طور پر حفاظت کیگئی تھی۔ اب اصل حدیث کا مطالعہ کیجئے تو وہ صرف اسقدر ہے۔

اخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نزلت سورۃ الکھف جملۃ معھا سبعون الفاً من الملائکۃ

"یعنی دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورہ کہف یکدم نازل ہوئی تھی اور ستر ہزار فرشتہ ساتھ تھا۔"

اور اس کی خاص طور پر حفاظت کیگئی تھی۔ یہ میاں صاحب کی تحریف ہے جو حدیث کے ساتھ لگا دی گئی۔

میاں صاحب نے اس روایت پر اپنی تنقید کی نمائش کو زوردار کرنے کے لئے "صرف اس کی حفاظت کی گئی تھی" اتنی تحریف کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ "خاص طور پر" کی تاکید مزید کو بھی اس میں

زیادہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔

"ان روایات کا یہ مطلب نہیں کہ بعض سورتوں کی حفاظت کم ہوئی ہے اور بعض کی زیادہ"

روایت تو اس جگہ آپ نے ایک ہی نقل کی ہے مگر آپ کے ذہن میں اور بھی احادیث ہیں جن میں یہ فقرہ موجود ہے کہ سورہ کہف کی خاص طور پر حفاظت کی گئی تھی"۔

اب ان دونوں جملوں کو ایک جگہ رکھکر جناب میاں صاحب کی منطق کی داد دیجئے۔

"اس کی خاص طور پر حفاظت کی گئی تھی" اسکا مطلب یہ نہیں کہ بعض سورتوں کی حفاظت کم ہوئی ہے اور بعض کی زیادہ"

گویا میاں صاحب کے نزدیک" اس کی خاص طور پر حفاظت کی گئی تھی" کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خاص طور پر حفاظت نہیں کی گئی۔

عقل و دانش کی داد دینے کے بعد اب ان کی دیانت کی داد بھی دیجئے کہ اپنی تحریف چھپانے کے لئے پہلی ہوشیاری یہ کیگئی کہ روایت کے اصل الفاظ نہ نقل کئے گئے دوسرے یہ کہ کتاب کا حوالہ نہ دیا گیا کہ یہ روایت کہاں سے نقل کیگئی ؟

تحریف حدیث کا خوفناک جرم کیوں کیا گیا؟

میاں صاحب اگر روایت یا حدیث کے اصل الفاظ پر ہی رہتے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ بعض لوگوں نے سورۃ کے ساتھ نزول ملائکہ سے اس سورۃ کی خاص حفاظت ہونا مراد لی ہے جو بعید از قیاس ہے مگر انہوں نے تو اپنے متعلق یہ نمائش کرنی تھی۔ کہ وہ صرف ایک جماعت کے مقرر کردہ خلیفہ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ تفسیر اور احادیث کا ان پر براہ راست ایسے ہی نزول ہوتا ہے جیسے جرمن اور دیگر دول یورپ کی جنگ کے کل کا غذات قضا و قدر اللہ میاں ان کو دکھا کر بھیجتا ہے اور یہ تحریف حدیث اس لئے ضروری تھی کہ حضرت انسؓ روایت کا جو حصہ نعوذ باللہ بھول گئے تھے وہ آپ پر براہ راست نازل ہو گیا۔

اس کے علاوہ آپکی تفسیر دانی کے تو ہم اسی وقت سے قائل ہیں جب آپ نے خطبہ کوہی میں سورۃ الکوثر کی اچھوتی تفسیر فرمائی تھی یعنی یہ کہ اللہ تعالے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے

انا اعطینٰک الکوثر ہمنے تم کو کوثر یعنی مسیح موعود عطا کیا ہے۔

فصل لربک وانحر پس تو شکرانہ کے نفل پڑھ اور اسکا عقیقہ کر

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۰۰ برس پہلے ہی آنے والے مسیح موعود کا عقیقہ کر دیں۔

معلوم نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس الہی فرمان کی تعمیل بھی کی یا نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کا عقیقہ کیا ہو یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی تفسیر سورۃ کہف کیساتھ مقابلہ

رہاں خلافت قادیان کے پایۂ چوبیں کا چیلنج کہ خلافت مآب کی تفسیر کا مقابلہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی تفسیر سورہ کہف سے کر لو اس کے جواب میں ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اپنی سورہ کہف کی تفسیر میں خلافت مآب کی تفسیر کے برخلاف کسی حدیث میں تحریف نہیں کر سکے یہ فضیلت جناب میاں صاحب کو ہی حاصل ہے۔

بخشتے جاتے ہیں یہ نغمے باندازۂ ساز

زمانۂ نزول

آپ فرماتے ہیں مسیحی مصنف اس کے نزول کا زمانہ قریباً نبوۃ کے چھٹے سال میں قرار دیتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ چوتھے یا پانچویں سال کی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت امیر کے بیان القرآن میں ہے

زمانۂ نزول اس سورۃ کا..... پانچواں سال بعثت کا یا اس سے بھی پیشتر۔

بظاہران دونوں حوالجات کے اندر کوئی فرق نظر نہیں آتا مگر میاں صاحب کے انداز تحریر میں جذبہ خود نمائی بولتا ہوا نظر آتا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے جس بات کو نہایت سادگی کے ساتھ بیان کیا ہے اسے جناب میاں صاحب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"مگر میرے نزدیک یہ چوتھے یا پانچویں سال کی معلوم ہوتی ہے"۔

گویا آپ نے بڑی چھان بین کرکے اس امر کو معلوم کیا ہے یا یہ راز صرف آپ ہی پر کھولا گیا ہے کہ یہ سورۃ چوتھے یا پانچویں سال کی ہے اور کسی کو آج تک اس امر کا علم ہی نہیں ہوا

یہاں ہی نہیں آپ اس تفسیر میں اکثر ایک ایک صفحہ میں تین تین چار چار جگہ یہ الفاظ دہراتے چلے جاتے ہیں "میرے نزدیک" ہے اور اس کے ضمن میں بلا استثناء کسے تمام مفسرین قرآن کو ڈانٹتے جاتے ہیں گویا پہلے مفسرین میں سے کوئی اس قابل نہیں ہوا کہ اس پر یہ قرآن مجید کے حقائق اور معارف کھولے گئے ہوں جو خداوند عالم کے اس لاڈلے خلیفہ پر کھولے گئے ہیں چنانچہ وہ خود ہی فرماتے ہیں۔

پس میرے نزدیک یہ خیالات (مفسرین کے دماغ میں) ظلمت نار ہی سے پیدا ہوئے یا شاید اسوقت ابھی ان سوالات کے حل ہونے کا زمانہ نہ آیا تھا۔ تفسیر کبیر صفحہ ۹۰

سنا آپ نے کیا فرما گئے خلافت مآب! یہ زمانہ نہ تو حضرت مسیح موعود کے وقت میں آیا اور نہ یہ حقائق حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم پر باوجود عمر بھر قرآن مجید کا درس دینے کے کھلے بلکہ ابھی ابھی تفسیر کبیر کے سلسلہ میں جناب میاں صاحب پر قصر خلافت کی دھندلی فضاء میں کھولے گئے ہیں۔ حد سے بڑھے ہوئے جذبۂ خود نمائی کا یہ خاصہ ہے کہ وہ دوسروں کی تحقیر کے اوپر اپنی فضیلت اور برتری کی بنیاد رکھتا ہے اور اپنی کمروئی کو غازہ کی تہ میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ غازہ کی تہ کے نیچے کی اصلیت ظاہر کر دیں ؂ (باقی دارد)

"نبی" یا محدث

(از جناب چودھری سلطان علی صاحب علیؔ بدوملہی)

مجدد ہیں مرزا نبی تو نہیں وہ	گئے کر کے تجدید دیں بالیقیں وہ
نبی کا فقط نام پایا انہوں نے	وگرنہ محدث سے بڑھ کر نہیں وہ
جو تھی وحئے مرزا بھی وحئے نبوت	تو لکھتے تصانیف میں خود کہیں وہ
اوائل میں تھا جو ولایت کا دعوٰی	اسی پر تھے قائم دم واپسیں وہ
کئے ہوتے منسوخ پہلے حوالے	تو اعلان تنسیخ کرتے کہیں وہ
بدلتا جو دعوے تو بیعت بدلتی	یہ کرتے مبائعین کے دلنشیں وہ
نبی خود جو اپنی نبوت نہ مانے	نہ ٹھہریگا کیا اوّل الکافریں وہ؟
اگر دوسرے یہ نبوت نہ مانیں	گنے جائیں کیوں در صف منکریں وہ؟
خلیفہ جو ہے اس نبوت کا قائل	ہے بیشک بر انداز بنیاد دیں وہ
میاں بن گئے خود مطاع جماعت	نہیں داخل زمرۂ مرسلیں وہ
بگاڑا ہے دین محمدؐ کو لیکن	ہے دعوٰی کہ ہیں در صف مصلحیں وہ

خدا ہی علیؔ بدلے ذہنیت انکی
کہ لیں ہاتھ میں پھر سے حبل المتیں وہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جوانانِ جماعتِ احمدیہ اور مغربی فلسفہ

اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں — حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں
(مولانا روم)

فلسفہ خواب پر ایک نظر

قسط نمبر (۳)

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

خواب کے بارے میں ڈاکٹر فرائیڈ کی غلطیاں

ایک مرتبہ کسی دوست کی تحریک پر میں نے ڈاکٹر فرائڈ کے نظریہ تجزیہ نفس اور خوابوں پر بہت سا مصالحہ جمع کیا تھا کہ کبھی اس پر کچھ لکھوں گا لیکن موقعہ ہی نہ ملا۔ اور وہ سارا جمع شدہ مواد لاہور میں میرے اسباب میں بند پڑا ہے۔ اب جو ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح نے اس مضمون کی طرف میرا نام لیکر توجہ دلائی تو مجھے یا ہوں یہ تو سپاہی کو بغیر ہتھیار کے لڑنا پڑا۔ لیکن اللہ کے فضل سے ہتھیار کی ضرورت بھی نہیں۔ ڈاکٹر فرائڈ نے خوابوں کے معاملہ میں جو غلطی کی ہے اس کی تردید خود یورپ کے دوسرے علم تجزیہ نفس کے ماہر مثلاً ژونگ وغیرہ نے جنہوں نے اس علم کو بہت ترقی دی کردی ہے اگر میرا (لاہور میں) ہوتا تو وہ حوالجات بھی نقل کرسکتا تھا۔ علاوہ ازیں سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کا علم اور سینکڑوں انبیاء و اولیاء جو اس فن کے ماہر اور جنکا علم صریح مشاہدہ و تجربہ پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ کے نظریہ کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ کس قدر ناحق پرستی اور دھرتی بازی اور لبرلفس ہے کہ انبیاء کی خوابوں کی نسبت کہہ دیا جائے کہ ان کی زندگی کے حالات کا علم نہیں اور ان کی تمنیات کا پتہ نہیں۔ اگر پتہ ہوتا تو ان کی خوابوں کا ماخذ بھی معلوم ہو جاتا۔ اور یہ ساری ہیکڑی بازی فقط ایک بات پر مبنی ہے کہ ڈاکٹر فرائڈ صاحب جب اپنی کسی ایک محبوب غذا کا خیال کرکے بیٹھا کرتے تھے تو خواب میں اُسے کھا لیا کرتے تھے۔ یہ مثال کہاں تک صحیح ہے کسی کو علم نہیں۔ اور صحیح بھی ہو تو فقط ایک مثال سے ایک قاعدہ کلیہ بنا لینا کہ ہر ایک شخص کی تمنا ہی خواب میں نظر آتی ہے سائنس کے اصولوں کے مطابق قطعاً غلط ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کے بالمقابل سینکڑوں مثالیں موجود ہیں جہاں تمنا خواب بنکر نظر نہیں آتی کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے اور میرا اپنا اور بہت سے میرے عزیزوں اور دوستوں کا تجربہ کردہ ہے کہ بعض دفعہ اپنی بہت سی تمناؤں کو لیکر تمام تمام دن توجہ کی ہے کہ فلاں چیز خواب میں نظر آجائے مگر مطلق نظر نہ آئی بعض دفعہ اپنے دور افتادہ پیارے دوستوں یا مرے ہوئے عزیزوں کا تصور تمام تمام دن جمایا ہے اور برسوں اسی تمنا میں دن گذر گئے کہ کاش خواب میں ہی وہ صورتیں نظر آجائیں۔ لیکن کبھی نظر نہیں آئیں میرے خویش شیخ عبدالرحمٰن صاحب سیشن جج کی پھوپھی کا اکلوتا لڑکا منصور جان فوت ہو گیا [illegible] کی والدہ کا غم

یہ حال تھا کہ ہمہ وقت اُس لڑکے کی قبر پر ہی بیٹھی رہتی تھیں اور بڑی تمنا تھی کہ کاش ایک مرتبہ منصور جان خواب میں ہی شکل دکھا دے لیکن یہ تمنا ان کی پوری نہ ہوئی۔ بڑے بڑے فقیروں کی خدمت میں پہنچیں لیکن کچھ نہ بنا۔ آخر حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچیں اور اُنسے بھی تمنا ظاہر کی لیکن آپ صبر کی تلقین کی اور دعا فرماتے رہے انہیں آخر کچھ عرصہ وہاں رہنے سے دل کو قرار آگیا۔ بہت عرصہ بعد ایک دفعہ خواب میں منصور جان کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار بھاگا جا رہا ہے اور دریا کے پار ہے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ سینہ سے لپٹا لوں۔ مگر وہ کسی طرح پوری نہ ہوئی۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں جنکا لکھنا موجب طوالت ہے۔ کاش مجھے ڈاکٹر فرائڈ ملتا تو میں خود یہ سب واقعات اُس کے سامنے رکھتا۔ بعض دفعہ خواب میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جن سے طبعاً نفرت ہوتی ہے۔ یا ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جنکا کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ یا ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو دقیق علم غیب پر مبنی ہوتی ہیں اور بعد میں جب وہ باتیں بالکل من وعن اُسی طرح ظہور میں آتی ہیں تو اس بات کا انکار کس طرح ہو سکتا ہے کہ رؤیا میں علم غیب نہیں بتایا جاتا۔

چند مثالیں سچی خوابوں کی

میں انبیاء و اولیاء کی خوابوں کو نہیں لیتا اُن کا مقام بہت بلند ہے۔ مجھے اگر ڈاکٹر فرائڈ ملتا تو میں اپنی چند خوابیں اُس کے سامنے رکھ کر اُس سے اسکا حل پوچھتا۔ مثلاً۔ پنڈی گھیپ میں جب میں تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری تبدیلی بلوچستان ہو گئی ہے۔ اور میں بلوچستان جانے کیلئے لاہور کے اسٹیشن پر کھڑا ہوں۔ کسی نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو تو میں نے کہا کہ بلوچستان جانے کا حکم آیا ہے۔ اُس نے کہا کہ انکار کردو۔ آنکھ کھل گئی صبح جب ڈاک آئی تو اس میں میرے نام بلوچستان جانے کا حکم موجود تھا۔ جو لاہور سے آیا تھا۔ البتہ اس میں مجھے اختیار دیا گیا تھا کہ اگر میں چاہوں تو انکار کردوں۔ چنانچہ میں نے اس اشارہ غیبی کے ماتحت انکار کردیا۔ اسی طرح دہیں پنڈی گھیپ میں ایک گرداور تھا۔ جو بیچارہ حکام کے عتاب میں آگیا۔ اور اس پر مقدمہ بنا معطل ہو گیا اور اس کے بچنے کی کوئی صورت نہ رہی اُس کے لئے میں نے تو فقط یہ دعا کی کہ وہ بچ جائے لیکن خواب میں میں نے خود دیکھا کہ وہ بچ گیا ہے بلکہ اُس کی تبدیلی فتح جنگ

کی ہو گئی ہے۔ میں نے اس [illegible] کیا تو وہ بہت متعجب ہوا اُسے یقین نہ آیا کہ جب حکام اسقدر دشمن ہیں تو بچنا ہی مشکل ہے فتح جنگ کی تبدیلی تو محض ایک وہم ہے۔ جو ایک بہت بہتر جگہ تھی۔ خدا کی شان وہ نہ صرف بچ گیا بلکہ فتح جنگ تبادل ہو گیا۔ خود مجھ پر کیمبل پور میں جب مقدمہ بنا اور میں معطل ہو گیا۔ اُس وقت سول سرجن اسسٹنٹ کمشنر انسپکٹر جنرل ڈپٹی کمشنر کمشنر وغیرہ تمام حکام سخت مخالف تھے۔ پولیس تک مخالف۔ شہر کے بعض شورہ پشت ہندو مخالف لیکن ابتلا کے اس ہیجان کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے نام حکم آیا ہے جس میں میری تبدیلی کامل پور ہوئی ہے اُس وقت اپنی ملازمت پر بحال ہونا اور کامل پور متعین ہونا اس قدر دور از قیاس تھا۔ کہ میں نے اس کی یہ تاویل کی کہ کامل پور سے شاید یہ مراد ہو گا کہ اس ابتلا کے ذریعہ میرے کسی نقص کو کمال سے بدلنا منشائے الٰہی ہے۔ لیکن پورے نو مہینے کی کشمکش اور بلا چلی کے بعد جس میں بڑے بڑے یاس انگیز مرحلے بھی آئے آخر اللہ نے اپنے فضل سے مجھے عزت کیساتھ بری فرمایا اور میری بحالی کے ساتھ ہی مجھے کامل پور میں متعین کیا گیا۔ یہ تمنائیں نہ تھیں۔ کوئی چھپی ہوئی خواہش اس میں کارفرما نہ تھی۔ یہ اُڈ کی جولانیوں کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ محض ایک فضل ربی تھا۔ اور قبل از وقت مقدر چھپے ہوئے غیب کو بتانا اپنے عاجز و بیکس بندہ کے قلب کی طمانیت اور ازدیاد ایمان کے لئے محض فضل ربی تھا۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ دل کی تمنائیں اور خواہشات نفس بھی قلب پر اثرانداز ہو کر خواب میں نظارے دکھاتی ہیں اور ان تمناؤں کی وجہ سے اگر یا شیطان کو انسان کو مغالطہ اور دھوکہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کے موقعے ملتے رہتے ہیں۔

خواب دیکھنے کی استعداد بلا مقصد نہیں ہے

بات دراصل یہ ہے کہ قلب انسانی ایک شیشہ کی طرح ہے جو عالم جسمانی اور عالم روحانی کے درمیان برزخ کی طرح واقعہ ہوا ہے۔ وہ عالم اجسام سے بھی متاثر ہوتا ہے اور عالم ارواح سے بھی اثر پذیر ہوتا ہے۔ خواب دیکھنا ایک استعداد ہے جو قلب انسانی میں رکھی گئی ہے اور جو ظاہر ہے کہ بلا مقصد نہیں ہو سکتی۔

ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ ساری کائنات میں کوئی چیز اور علیٰ ہذا القیاس جسم انسانی میں کوئی عضو کوئی استعداد فضول اور بغیر کسی مقصد کے نہیں ہو سکتی یہ اور بات ہے کہ کسی بات کا مقصد معلوم نہ ہو جیسے جیسے انسان کا علم بڑھتا ہے ہر ایک مخلوق کی پیدائش کا مقصد نظر آنے لگتا ہے۔ پس مومن کا ہی نہیں بلکہ ہر ایک عقلمند کا فرض ہے کہ وہ صدق دل کے ساتھ ہر ایک مخلوق کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً کہ اے ہمارے رب تونے اسے بلا مقصد نہیں پیدا کیا علیٰ ہذا القیاس قلب انسانی میں خواب دیکھنے کی استعداد بھی بلا مقصد نہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ عالم ارواح کے بعض اسرار انسان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

خواب دیکھنا اگرچہ انسانی قلب کی ایک استعداد ہے مگر تمام اجسام اور عالم ارواح کی درمیانی سرحد پر چونکہ قلب انسانی بطور ایک شیشہ کے ہے جو دونو طرف سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے خواب میں انسان کے قلب کے شیشہ پر جہاں عالم اجسام کا اثر پڑتا ہے وہاں عالم ارواح کے بھی بعض نظارے قلب انسانی کے شیشہ پر منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب انسان کا کانشس یعنی نفس کا شعور خود شناسی و خود اختیاری

نیند کی وجہ سے آرام میں اور معطل ہوتا ہے اور سب کانشس نس یعنی تحت الشعور سے کانشس نس یعنے شعور خود شناسی کا پردہ اُٹھ کر قلب انسانی کا شیشہ بے حجاب ہوتا ہے۔

خوابوں پر عالم اجسام کا اثر (ا) خوابوں کا عالم اجسام سے اثر پذیر ہونا تین رنگ میں ہوتا ہے :-

(۱) ایک تو جسم انسانی سے خارج کے تاثرات اس پر اثر ڈالتے ہیں اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جب نیند گہری نہ ہو اور قلب کا تعلق بیرونی دنیا سے بکلی منقطع نہ ہوا ہو۔ مثلاً اگر سرد ہوا چل رہی ہو اور ایک سوتے ہوئے آدمی کو جس کی نیند گہری نہ ہو لگ رہی ہو تو ممکن ہے کہ اُسے خواب میں یوں نظر آئے کہ وہ ایک پہاڑ پر کھڑا ہے اور ہوا کا طوفان اُسے اُڑائے لئے جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ نیند گہری نہ ہونے کی وجہ سے انسان کے نفس کا خارج سے بکلی انقطاع نہیں ہوتا اور اس کے حواس میں خارج کے تاثرات قبول کرنے کا کچھ احساس ہوتا ہے۔

(۲) دوم جسم کے مختلف اعضا کے تغیرات اور حالات خوابوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ مثلاً معدہ اگر زیادہ بھرا ہو یا بدہضمی ہو تو عجیب عجیب الٹے پلٹے بھیانک خواب نظر آئیں گے یا دل و دماغ بہت زیادہ ضعیف یا خراب ہو جائے تو نہایت مایوس کن اور پریشان خواب نظر آئیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قلب انسانی کا شیشہ معدہ میں سوء ہضم کے تاثرات یا خرابی دماغ وغیرہ سے اثر پذیر ہو کر صاف نہیں رہتا جس طرح کسی شیشہ پر چھائیاں پڑ جائیں یا زنگ لگ جائے یا وہ کسی وجہ سے ٹیڑھا ہو جائے تو عکس میں شکل نہایت بگڑی ہوئی اور بعض دفعہ نہایت بھیانک نظر آتی ہے۔ اسی طرح معدہ اور دماغ کی خرابی وغیرہ سے قلب کا شیشہ زنگ آلود اور بگڑا جاتا ہے۔ اور جو شکل اس میں منعکس ہوتی ہے وہ نہایت لغو اور بھیانک ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو صاحبان کشف و اہل حال لوگ کبھی معدہ کو زیادہ نہیں بھرتے۔ بلکہ اکثر روزے رکھتے ہیں اور کسی ہلکے ہوئے دماغ یا خبطی کی خوابوں کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔

(۳) سوم نفس کی خواہشات اور تمنیات خوابوں پر بُری طرح اثر انداز ہوتی ہیں ڈاکٹر فرائڈ اور مسلمان علمائے محققین اس امر پر متفق ہیں۔ کہ نیند میں جب انسان کا نفس شعور خود شناسی یا کانشس نس معطل ہو جاتا ہے تو اڈ یا شیطان انسان کی قوت ارادی سے آزاد ہو کر انسان کے نفس کی تمناؤں اور خواہشات کے ساتھ طرح طرح سے کھیلتا اور تمسخر کرتا اور اُس کی خواہش یا تمنا کے مطابق اس کو بے وقوف بناتا ہے۔ اور جو کمزوری اس کے اندر غالب ہوتی ہے اسی رنگ میں اُس کی گمراہی کا سامان کرتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اگر جھوٹ بولنے کا عادی ہے تو اُسے شیطان خوب خوب جھوٹی خوابیں دکھاتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر سچی خوابیں دیکھنے کا شوق ہو تو سچ بولنے کی عادت ڈالو۔ اسی طرح کسی کے اندر کبر نفس ہو تو شیطان طرح طرح سے اُسے بڑا بنا کر دکھاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں کسی نے خط لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جبرائیل اور کل ملائیکہ نے مجھے سجدہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُسے لکھ بھیجو کہ بہت استغفار کرے۔ اُس کے اندر بہت زیادہ کبر نفس پنہاں معلوم ہوتا ہے۔ یہ شیطان تھا جس نے اپنی کل ذریت کے ساتھ اسے سجدہ کیا کہ یہ ہمارا کوئی بڑا گورو گھنٹال ہے۔ اسی طرح ایک انسان کو جو کبر نفس کے مرض میں مبتلا ہے اور قوم کا پیشوا بنکر اپنے ناراست اور گمراہ کن عقیدوں کو دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اس کی اس تمنا سے انسان کا دشمن شیطان یوں فائدہ اٹھاتا ہے۔ کہ اس کو خوابوں میں بہت بڑا بنا کر دکھاتا ہے اور عالم ارواح سے کوئی سچی خبر استراق سمع کے ذریعہ معلوم کر کے اُسے بتا دیتا ہے۔ اور وہ بے عمل شخص اپنے اس خواب کو پیش کر کے اس سے اپنے ناراست اور پُر از ضلالت عقیدوں کو پھیلانے میں مدد لیتا ہے۔ اس قسم کی خواب میں یوں سمجھو کہ انسانی قلب کے شیشہ میں اس کی اپنی تمنیات اور خواہشات کو مختلف شکلوں میں شیطان منعکس کر کے دکھاتا ہے۔ اور یہ شیطانی خوابیں یا حدیث النفس قابل قبول نہیں ہوتے اور یہ تب ہوتا ہے جب انسان کو اپنی خواہشات اور تمنیات پر قابو نہیں ہوتا۔ اور وہ ان کے پیچھے لگ کر طرح طرح کے اوہام باطلہ میں مبتلا ہوتا ہے جس طرح بیداری میں جب انسان کا نفس خود شناسی یا شعور کام کر رہا ہوتا ہے اس کے خیالات پر خواہشات اور تمنیات کا غلبہ ہوتا ہے اسی طرح خواب میں بھی نفس خود شناسی کے معطل ہو جانے پر سب کانشس نس یعنے نفس تحت الشعور بھی وہی نظارہ پیش کرتا ہے اور انسان کے قلب کو موقعہ ہی نہیں ملتا کہ اس پر عالم روحانی کا بھی انعکاس ہو۔

خوابوں پر عالم ارواح کا اثر (ب) خوابوں کا عالم ارواح سے اثر پذیر ہونا ایک حقیقت ہے۔ ہزار ہا راستبازوں انبیا اور اولیا کے مشاہدوں اور تجربوں کے علاوہ کون دنیادار سے دنیادار شخص ہے جسکو کبھی کوئی سچی خواب نہ آئی ہو۔ خواب دیکھنے والوں کے حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تین مدارج بیان فرمائے ہیں جو میرے الفاظ میں یوں ہیں :-

(۱) ایک تو عام دنیادار لوگوں کی خوابیں ہوتی ہیں جو اکثر عالم اجسام اور خواہشات نفسانی اور تمناؤں اور کبر نفس سے متاثر ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی اُن کے قلب پر بھی عالم ارواح کی جھلک پڑ جاتی ہے اور سچی خواب نظر آجاتی ہے اور یہ اُن لوگوں پر حجت ہوتی ہے کہ خواب دیکھنے کی استعداد یونہی لغو اور بلا مقصد نہیں۔

(۲) دوم اُن لوگوں کی خوابیں ہوتی ہیں جن کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق ہوتا ہے۔ مگر وہ تعلق بڑا نہیں ہوتا اور ان کے قلب میں شیطان کا بھی گذر ہوتا رہتا ہے۔ پس جب شیطان کا گذر ہوا تو شیطانی خواب آگئی جب رحمان کا گذر ہوا تو رحمانی خواب آگئی

(۳) سوم اُن لوگوں کی خوابیں ہوتی ہیں جن کو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر تعلق ہوتا ہے اور اُن کا قلب ہر ایک قسم کی خواہشات نفس اور تمنا سے بکلی آزاد اور کبر نفس سے خالی ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو خوابیں فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں۔ انبیا اور محدثین اور اولیا و کاملین کی خوابیں اسی ذیل میں آتی ہیں۔ ان لوگوں کا شیطان یا بقول ڈاکٹر فرائڈ اڈ (Id) بکلی ان کے قابو میں بلکہ مسلمان یعنے انکا فرمانبردار ہو گیا ہوتا ہے۔ پس نیند میں قوت ارادی کے زائل ہونے اور نفس شعور یا خود شناسی و خود اختیاری کے معطل ہو جانے پر بھی اس کی جولانیاں اور شرارتیں ظہور میں نہیں آتیں۔ ایسے لوگوں کے قلب کا شیشہ ہر ایک قسم کی گند اور کجی سے پاک اور صاف اور مجلا ہوتا ہے۔ اور چونکہ اُن کی توجہ اور انابت ہمہ وقت جناب الٰہی کی طرف ہوتی ہے اس لئے ان کے قلب صافی پر عالم ارواح کے اسرار و عجائبات اور معرفت الٰہی کے غوامض وحقائق روحانی کا ہی انعکاس ہوتا ہے چنانچہ اسی بات کو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کس خوبصورتی سے نظم فرماتے ہیں ؎

ہر کسے زاندازۂ روشن دلے ۔ غیب رابیند بقدر صیقلے
ہر کہ صیقل بیش کرد او بیش دید ۔ بیشتر آید برو صورت پدید
صیقلے کن یک دو روزہ سبز را ۔ دفتر خود ساز آں آئینہ را
آئینہ دل چو شود صافی و پاک ۔ نقش ہا بینی برون از آب و خاک
ہم ببینی نقش و ہم نقاش را ۔ فرش دولت را و ہم فراش را

قلب پر عالم ارواح کے انعکاس کا طریق خوابوں میں عالم ارواح کا انعکاس دو طریق پر ہوتا ہے :-

(۱) ایک تو وہ خوابیں جو فلق الصبح کی طرح آتی ہیں اور جو کچھ اُن میں ظاہر ہوتا ہے وہ اسی طرح اس عالم مادیات میں ظہور پکڑتا ہے۔

(۲) دوم وہ خوابیں جنمیں اشارات اور استعارات سے کام لیا جاتا ہے اور یہ خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔

قرآن شریف میں ان دونوں کی مثال موجود ہے حضرت یوسف کے سامنے زنداں میں دو آدمی اپنی خوابیں پیش کرتے ہیں۔ دونوں کسی جرم کی سزا میں قید ہوئے تھے ایک نے جو بادشاہ کا ساقی تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں اُس کا جواب حضرت یوسف نے جو دیا وہ یہ تھا۔ کہ قید سے آزاد ہو کر وہ بدستور اپنے بادشاہ کے حضور میں ساقی گری کرے گا اور انگور سے شراب نچوڑیگا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یہ طریق (۱) کی مثال ہے دوسرے شخص نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے لئے جا رہا ہوں۔ اور پرندے اُس میں سے کھاتے ہیں۔ اس کی تعبیر حضرت یوسف نے یہ کی کہ اس شخص کو صلیب دی جائے گی اور اس کے سر سے پرندے گوشت اور مغز نوچ نوچ کر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا یہ طریق (۲) کی مثال ہے کیونکہ اس کو کچھ بتایا گیا وہ استعارہ اور اشارہ کے طور پر تھا۔ اس کے سر پر سے پرندوں کا اپنی غذا کا لینا بتایا تھا۔ کہ وہ شخص صلیب دیا جائیگا۔ اور پرندے اس کے سر کا گوشت اور مغز نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

علم تعبیر علم تعبیر بجائے خود ایک بڑا علم ہے یہ کسی انکل بازی کا نام نہیں۔ بلکہ بجائے خود بہت دقیق علم اور بڑی عظیم الشان سائنس ہے جس تک ڈاکٹر فرائڈ جیسے ماہرین کی اٹکل بازی کو رسائی نہیں۔ ویعلمك من تاويل الاحاديث) کے ماتحت یہ علم بھی فیضان الٰہی سے علمائے ربانی اور صاحب حال لوگوں کو ملتا ہے۔ بڑے بڑے صاحب تجربہ اور اہل حال ائمۂ اسلام نے اس علم پر بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھی ہیں جن کو اپنے تجربوں اور مشاہدوں سے مزین کیا ہے۔ ان خوابوں کی تعبیروں میں ایسے ایسے عجائبات نظر آتے ہیں اور اُن سے اس قسم کے باریک علم غیب پر انسان جا پہنچتا ہے۔ کہ بعض دفعہ انسان کی عقل حیرت سے چکر میں آجاتی ہے۔ میں ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کرتا مگر طوالت کے خوف سے ترک کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو بعض مغرب زدہ لوگ گھبرا کر کہہ اُٹھیں کہ خواب کے فلسفہ پر مضمون لکھتے لکھتے تعبیر نامہ ہی لکھنا شروع کر دیا۔ دوسرے خوابوں میں جو اشارات اور استعارات ہوتے ہیں ان میں سے کچھ تو سب لوگوں کے لئے مشترک ہوتے ہیں اور کچھ ہر ایک شخص کے مذاق۔ اُس کی عقل اور علم اُس کے ماحول اور پیش آمدہ حالات کے مطابق الگ الگ ہوتے ہیں۔ ایک زمیندار ایک ملازم سرکاری ایک طالبعلم۔ ایک امیر ایک عالم وغیرہ وغیرہ ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کے حسب حال رویا میں اشارات مختلف طور پر ہوں گے۔ اور ہر ایک کو اس کی سمجھ اور مذاق کے مطابق

ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اشارات ہی بے معنی ہو جاتے ہیں مثلاً ایک مال کا طالب اگر خواب میں دیکھے کہ میں نے شراب پی ہے تو اس کے معنی ہوں گے کہ مال حرام ملیگا۔ کیونکہ دنیادار کی مستی اسی میں ہے۔ اور اگر ایک عارف باللہ دیکھے کہ میں نے شراب پی ہے تو اس کے معنی ہوں گے کہ معرفت و محبت الٰہی نصیب ہوگی۔ کیونکہ اُن کی مستی اسی میں ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی نظروں میں روپے کی وقعت گندگی سے بڑھ کر نہ تھی۔ اُن کو دولت ہمیشہ خواب میں گندگی کی شکل میں دکھائی جاتی تھی جب کبھی روپیہ کثرت سے آنے کو ہوتا تو خواب میں نظر آتا کہ سامنے گندگی کا ڈھیر پڑا ہے۔

قرآن کریم کو غور سے پڑھنے سے بھی علم تعبیر کا ایک ڈھب آجاتا ہے۔ ایک دفعہ راولپنڈی میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ایک معزز شخص میرے پاس بہت گھبرایا ہوا آیا۔ کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے بچہ کو کسی نے ذبح کر دیا ہے۔ اُس وقت سے میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے چھوٹتے ہی پوچھا "آپ کی بیوی حاملہ ہے؟" وہ حیران رہ گیا۔ کہنے لگا "آپکو کس طرح پتہ لگا۔" میں نے کہا کہ آپ کی خواب سے" کہنے لگا "کہ ہاں میری بیوی حاملہ ہے" میں نے کہا اللہ تعالےٰ آپکو اولاد صالح دے گا" یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔ وہ حیران ہوکر مگر خوش خوش واپس چلا گیا۔ اور اپنے دوستوں سے جاکر ذکر کیا کہ ضرور ڈاکٹر صاحب کے کوئی موکل تابع ہے جس نے اُن کو بتادیا کہ میری بیوی حاملہ ہے ورنہ انہیں کیسے خبر لگ سکتی تھی۔ ایسی باتوں سے لوگوں کو شغف ہوتا ہے دوسرے دن بہت سے شرفا میرے پاس آئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا واقعی کوئی موکل آپ کے تابع ہے ورنہ آپکو کیسے پتہ لگا کہ اُس کی بیوی حاملہ ہے میں نے کہا کہ قرآن سے" کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا "موسٰی و خضر کے واقعہ سے اس مکاشفہ میں خضر نے ایک لڑکے کو ذبح کیا۔ اور موسٰی کو بتایا کہ انشاء اللہ اس کے والدین کو اولاد صالح دیگا۔ میں نے یہ سوچا کہ اس شخص نے بھی رویا میں دیکھا ہے کہ اس کے لڑکے کو کسی نے ذبح کیا ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہاں بھی یہی مطلب ہو کہ اللہ تعالےٰ اُس کو اولاد صالح دیگا۔ چنانچہ جب دریافت کیا تو وہ قیاس درست نکلا۔ واقعی اس کی بیوی حاملہ تھی میں نے کہا کہ انشاء اللہ اولاد صالح آپ کو اللہ تعالےٰ دیگا۔" وہ لوگ اس تعبیر سے بہت متعجب ہوئے پھر جب تفسیروں کو پڑھا تو وہاں لکھا پایا کہ جس لڑکے کو حضرت خضر نے ذبح کیا تھا اُس کے والدین کو خدا نے اولاد صالح دی اور وہ لڑکی تھی۔ جب اس راولپنڈی والے شخص کے گھر بھی لڑکی ہوئی تو حیرت سے انگشت بدنداں رہ گئے یہ سب قرآن کے عجائبات ہیں جب علم کی طرف اس میں توجہ کرو۔ وہیں ہمیں ایک خزانہ نظر پڑیگا۔

احمدی نوجوانوں کو کیا طریق اختیار کرنا چاہئے

آخر میں اپنی جماعت کے نوجوانوں کی خدمت میں میری یہ درخواست ہے کہ کسی مغرب کے فلسفی کا کوئی نظریہ پڑھ کر فوراً ہی اس کے آگے سر تسلیم نہ خم کر دیا کریں۔ روحانی معاملات میں یورپ ابھی طفل مکتب ہے جس کو آپ لوگوں نے سبق پڑھانا ہے آپ اس زمانہ کے معلم روحانی کے شاگرد ہیں جس نے دنیا کو بڑی تحدی سے سنایا ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

پس اس احساس کمتری (Inferiority Complex)

کو اپنے اوپر سے اتار پھینکئے۔ آپ کے پاس یقینی علم کا خزانہ قرآن ہے۔ اُس کی تشریحات احادیث صحیحہ اور حضرت مسیح موعود اور دیگر ائمہ دین کی کتب میں موجود ہیں۔ اس یقینی علم کو سب پر مقدم رکھئے اور تمام نظریوں کو خواہ وہ مشرقی فلسفیوں کے ہوں یا مغربی فلسفیوں کے انہیں اس کسوٹی پر کس کر دیکھئے اگر اس کے مطابق ہوں تو قبول کیجئے۔ نہ ہوں تو پھر ان کی غلطی کی تلاش میں لگ جائیے اپنے دماغ پر زور ڈالئے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں طلب علم کے لئے دعا کیجئے۔ ہاں ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ پڑھئے اور عرض کیجئے کہ مولا کریم ہم تو کوشش کرتے ہیں۔ اب سیدھے رستہ پر ڈالنا تیرا کام ہے۔ ہماری آرزو یہ ہے کہ تیرے کلام کا جلال ظاہر ہو تو اپنے جناب سے علم کے دروازے ہم پر کھول دے۔ رب زدنی علما کی دعا تو نے خود سکھائی ہے۔ اب ہمیں بھی اس فضل میں سے حصہ دے۔ آپ دیکھیں گے کہ دعا سے کس قدر علوم کھلتے ہیں۔ کتنے پردے اُٹھتے ہیں۔ کچھ صدقہ و خیرات بھی کیجئے اور جب کوئی انکشاف علمی آپکو ہو تو اس وقت وجد میں آکر یہ شعر حضرت مولانا روم کا تھوڑے سے تصرف کے ساتھ پڑھئے ؎

اے کہ خواندی حکمت افرنجیاں
حکمت ایمانیاں راہم بخواں

---

(۴) کیا گیا کہ اطالیہ بھر میں روٹی کا راشن مقرر کر دینا چاہئے اعلان میں لکھا ہے کہ اطالیہ میں امسال فصل کم ہوئی ہے اس کے علاوہ اطالیہ کے اتحادیوں کیلئے غلہ کی ضرورت ہے۔

لندن ۲۷ ستمبر جرمنوں کا بیان ہے کہ کیف کے مشرق میں جو لڑائی جاری تھی وہ جرمنی کے حق میں ختم ہوگئی ہے جرمنوں کا بیان ہے کہ جرمن فوج کے گھیرے سے کوئی روسی فوج نہیں نکل سکی۔ جرمنوں کا بیان ہے کہ ۶ لاکھ ۶۵ ہزار روسی گرفتار کئے گئے اور ہلاک شدہ روسیوں کی تعداد اس سے دگنی ہے جرمنی کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ ڈنیپر کے مشرق میں ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر ایک نئی جنگ شروع کر دی گئی ہے۔

ٹوکیو ۲۷ ستمبر جاپانی دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ صوبہ ہونان کے صدر مقام چنگ شا میں داخل ہو گئے ہیں میدان جنگ سے آنے والی جاپانی یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی فوجیں ۲۶ ستمبر کو ۶ بجے شام چنگ شا شہر میں داخل ہو گئیں۔

فساد عالم

لندن ۲۷ ستمبر جرمن فوج کریمیا پر زبردست حملے کر رہی ہے اگرچہ روسیوں نے انہیں شدید نقصان پہنچایا ہے پھر بھی جرمن فوج بڑھتی جا رہی ہے۔ کل جرمنوں نے ہزاروں سپاہیوں کو پیراشوٹوں کے ذریعہ کریمیا میں اتارا تھا اور روسیوں نے ان کا تہس نہس کر دیا تھا اس نقصان کے باوجود بھی جرمن فوجیں روسیوں پر برابر دباؤ ڈال رہی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر جرمن فوج اپنے ارادے میں کامیاب ہوگئی تو سبسٹا پول کے بحری اڈے کی خیر نہیں یہ وہ اڈہ ہے جہاں سے روسی بیڑا اوڈیسہ کو امداد دے رہا ہے۔

وشی ۲۷ ستمبر بوڈاپسٹ کے راستے سے انقرہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ بورس شاہ بلغاریہ ہٹلر سے ملنے کے لئے اس کے ہیڈ کوارٹر کو جا رہا ہے۔ اس اطلاع سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بلغاریہ اور روس کے تعلقات جلد ہی منقطع ہو جائیں گے۔

انقرہ ۲۷ ستمبر جرمن سفارت خانہ متعینہ طہران کے ارکان کل رات ارض روم پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ آج وہ عازم استنبول ہو گئے ہیں۔ برلن سے اعلان کیا گیا ہے کہ چونکہ ایران پر برطانیہ اور روس کا قبضہ ہو چکا ہے اس لئے جرمن سفارت خانہ بند کر دیا گیا ہے حکومت جرمنی نے اعلان کیا ہے کہ جرمنی اور جرمنی کے مقبوضہ علاقوں کے تمام ایرانی سفارت خانے بند کر دیئے جائیں اور ان سفارت خانوں کا عملہ دس دن کے اندر اندر جرمنی کی حدود سے نکل جائے۔

لندن ۲۷ ستمبر جرمنی کے سرکاری اعلان میں لکھا ہے کہ کیف پر جرمنوں کا پوری طرح قبضہ ہو گیا ہے۔ جرمن فوج نے دریائے ڈنیپر کو دونوں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جرمنوں کا بیان ہے کہ اس جگہ جرمن فوج نے ۵ روسی فوجوں کو بالکل تباہ کر دیا گیا ہے البتہ چند روسی دستے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اعلان میں مرقوم ہے کہ اس مورچے پر ۶ لاکھ ۶۵ ہزار روسی سپاہ کو قیدی بنا لیا گیا۔ اس کے علاوہ ۸۸۵ ٹینکوں اور ۳۷۱۸ توپوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

لندن ۲۷ ستمبر آج روما میں سینور مسولینی کی صدارت میں اطالوی کابینہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ (۴)

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دائمی مسافر اور مریض فدیہ دے سکتے ہیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مؤرخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو فرمایا۔ جن بیماروں اور مسافروں کو امید نہیں کہ کبھی پھر روزہ رکھنے کا موقع مل سکے مثلاً ایک بہت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بسبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائیگی اور سال پھر اسی طرح گذر جائیگا۔ ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں۔ فدیہ صرف شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دیکر روزے کے رکھنے سے معذور سمجھا جا سکے۔ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالےٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دیجائیگی (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۸۳)

روزہ دار کا خوشبو لگانا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جائز ہے (بدر ۷ رفروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

روزہ دار کا آنکھوں میں سرمہ ڈالنا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے ۔

(بدر ۷ رفروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو پچھلے دنوں بخار کی شکایت ہوگئی تھی۔ لیکن اب حضرت ممدوح کو بالکل آرام ہے کل مؤرخہ ۳ اکتوبر کو نماز جمعہ آپ نے ہی پڑھائی اور ایک بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

— جناب ڈاکٹر الہٰی بخش صاحب کی صاحبزادی بدستور بیمار ہیں

— منشی کرم الہٰی صاحب کی صاحبزادی جن کی بیماری کی خبر گذشتہ پیغام صلح کے پرچہ میں شائع ہو چکی ہے ابھی تک بیمار ہیں۔

— جماعت کے بعض دوست بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ ان سب کی صحتیابی کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

(الف) ہمارے محترم بزرگ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد کے صاحبزادہ جناب شیخ عزیز احمد صاحب کی اہلیہ مؤرخہ ۲ اکتوبر کو انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین جمعہ مؤرخہ ۳ اکتوبر کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ غائبانہ پڑھا۔ سب جماعتوں سے استدعا ہے کہ وہ بھی اپنی اپنی جگہ ان کا جنازہ غائبانہ پڑھیں

(ب) جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی دہلی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے محترم دوست ماسٹر عزیز الدین صاحب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ مرحوم کار بنکل کی وجہ سے بیمار تھے۔ مؤرخہ ۳ اکتوبر کو نماز جمعہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا جنازہ غائبانہ پڑھا۔

سب احباب سلسلہ رمضان کے مبارک مہینہ میں غلبہ اسلام کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں

مبلغ اسلام کی زندگی کیا ہونی چاہیئے

(از جناب لال خاں صاحب کمیشن ایجنٹ پونچھ روڈ لاہور)

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ

ترجمہ:- گواہ ہیں نیکی پھیلانے کے لئے بھیجی ہوئی پھر خس و خاشاک کو اڑا دینے والی جماعتیں اور دور دور پھیلانے والی پھر الگ الگ کر دینے والی، پھر نصیحت کو پیش کرنے والی جماعتیں گناہ کے مٹانے کو یا ڈرانے کو جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

ان آیات پاک میں رسولوں اور ان کے ساتھیوں کی زندگیوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے۔ اور جہاں یہ فرمایا ہے کہ رسول دنیا میں معروف کو لانے اور پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ وہاں ان کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کی زندگیاں بھی حق و باطل کے امتیاز میں ایک نمونہ ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کے سامنے ذکر کو پیش کرنے والی ہوتی ہیں اور وہ حق کو دور دور پھیلانے والی ہوتی ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ کہ کلمہ حق کو لیکر دنیا میں کھڑا ہونا اسلامی تعلیم اور قرآن پاک کی تعلیم کا اصلی مقصد ہے۔ انسان دنیا میں حق کی پیغام رسانی کے لئے آیا۔ اور یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے کہ حمد الٰہی کا بیج دنیا میں محکم ہو جاوے اور شرک کی بیخ کنی ہو۔ مگر جیسا قرآن پاک کی آیات سے واضح ہے۔ جب تک اس انسان کی جو ایک اسلامی سپاہی بن کر میدان میں آیا ہے اپنی زندگی بذات خود حق و باطل کا نمونہ نظر آوے اور اس کی رگ رگ میں جب تک ذکر الٰہی کا نشہ اثر پذیر نہ ہو۔ یعنی اس کی نماز ایک عاشق کی نماز ہو۔ جو دوسروں کی نماز کی اصلاح کرے۔ نماز فرض کے علاوہ رات کو اٹھ کر بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو کر توبہ و زاری با کمال کرنے والا نہ ہو اور رو رو کر مولا کریم کی بارگاہ میں احیائے دین کے لئے درخواست کرنے والا ہو۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ اس نے ذکر پاک کو دنیا پر پیش کرنا ہے جب تک وہ بذات خود پورا ثناخواں نہ ہو اثر کہاں ہوگا۔ اور اگر نیک عمل کا جامہ پہن کر لسانی لیاقت پر نازاں ہو کر سحر بیانی کر کے خوش ہو جائے گا۔ تو خود بین ساحر سے زیادہ نہیں ہوگا اور اپنے والے مقصد کو نہیں پا سکتا کیونکہ کورا ہے اور درگاہ ربانی سے بیگانہ ہے۔ جب تک لِلّٰہیت کا رنگ پیدا نہیں ہوگا۔ خدا کے حبیب کا جانشین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور آپ کے ساتھیوں میں کیسے شمار ہو سکتا ہے۔ حق و باطل میں فرق نمایاں اس کی طبیعت میں پایا جاوے اور وہ اس میں مثل ترازو کے ہو۔ نہ ادھر جھکا ہو نہ ادھر۔ لیکن ٹھیک ہو۔ ہر انسان کو دنیا میں روزمرہ ایسے معاملات پیش آتے ہیں۔ جن میں اس کی حق پرستی یا باطل پرستی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلامی سپاہی کو خصوصیت سے حق و باطل کے فرق میں نمونہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر باطل کا نمونہ ہے تو کامیابی کا منہ نہیں دیکھے گا۔ اگر حق پرست ہے تو مقصد پائے گا۔ اور خدا نما ہوگا اور اس کے دروازے کی راہ یابی کا صحیح قاصد ہے

خلق خدا کی ہمدردی میں اس کا وجود ہمہ تن مصروف ہو۔ قرآن کا ترجمہ صرف اس کی زبان سے ہی نہ نکلے۔ بلکہ اس کی زندگی قرآن کا ترجمہ ہو۔ اس میں چلتا پھرتا قرآن نظر آئے۔ کوئی بنی نوع انسان اگر تکلیف میں مبتلا ہو۔ اسلامی سپاہی اگر ان کی مدد کے قابل ہو تو فوراً دست شفقت غلام کی حیثیت سے پیش کرے۔ غور کیجیے کہ جس طرح رسول مقبول اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوتے وہی نقشہ نظر آتا ہے کہ نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ترقی کی راہ مسدود ہے تو اپنا ہی قصور ہے۔

مزید برآں مبلغ اسلام کیلئے جس نے اپنی عملی مقناطیس سے عیال اللہ انسان کو اسلام کی طرف بلانا ہے جو فطرت کا مذہب ہے۔ از بس ضروری ہے کہ پکا مومن ہو۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ: اللہ پاک مثال بیان فرماتا ہے ایک آدمی ہے جس میں کئی مالک ایک دوسرے سے جھگڑنے والے شریک ہیں اور ایک آدمی جو پورے طور پر ایک آدمی کا نوکر ہے کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے۔ سب تعریف اللہ پاک کیلئے ہے۔ بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔ اگر داعی الی اللہ ہر حالت میں اکا بندہ اور مرید ہوگا تو اس دل پر وحدانیت کیلئے جگہ نہیں ہوگی۔ ہر وقت دنیا کی تعمیر میں مستغرق رہے گا تو نمونہ کیا خاک بنے گا۔ اگر خدائے لایزال کا تعلق دل میں رکھنے والا ہوگا۔ اس کا ہر لحظہ اس کی یاد میں گذریگا۔ اس میں حظ پائے گا۔ اسی میں اس کی راحت و استراحت ہوگی تو نیک نیت بیباک نظر اس کی طرف متوجہ ہوگی اور باری تعالیٰ اس کے موانع ہوا ہو جائے گا۔ اس کی مجلس کو خلق خدا غنیمت جانے گی اور وہ دنیا کیلئے مثل باران رحمت ہوگا۔ غرضیکہ ایک مبلغ کی زندگی قرآن پاک کے مطابق ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جب وہ لوگوں پر ہدایت قرآنی پیش کرے تو خود اس کا نمونہ نظر آئے۔

بسا اوقات مبلغ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ لوگ سنتے نہیں پروا نہیں کرتے مبلغ کی آؤ بھگت نہیں کرتے۔ بھلا آج تک کبھی ایسا بھی ہوا ہے یا سنا ہے کہ ایک مومن، شیدائے قرآن لوگوں پر کچھ پیش کرے۔ تو وہ اس کو نہ سنیں۔ یا پرواہ نہ کریں۔ خوشبودار پھول کو ہر ایک عزت کی جگہ دیتا ہے۔ اور قدر کرتا ہے۔ ہاں اگر پھول ہی بے خوشبو ہو۔ تو پھر قدر و منزلت کی امید عبث ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر ایک داعی الی اللہ کو توفیق عطا فرمائے کہ اپنی پوزیشن کو سمجھے اور اصلاح کی طرف راغب ہو۔ کیونکہ مبلغ ہونے سے بڑھ کر اور کوئی خوش بختی نہیں ہے۔

جن احباب

کے ذمے اخبار پیغام صلح کا چندہ بقایا ہے ان کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ وہ از راہ مہربانی جلد از جلد اپنا بقایا بذریعہ منی آرڈر دفتر کو ارسال فرما دیں کیونکہ آجکل کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کئی دفعہ اخبار کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (مینیجر)

احمدیہ ینگ ویمن ایسوسی ایشن

کے ماہوار جلسہ کی روئیداد

(از محترمہ محمودہ عبداللہ صاحبہ)

احمدیہ ینگ ویمن ایسوسی ایشن لاہور کا ماہوار جلسہ ۲ ستمبر بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد احمدیہ بلڈنگس کی گیلری میں ہوا۔ اس موقع پر تقریر کا موضوع تھا "ماہ رمضان کی فضیلت اور فوائد"

سب سے پہلے تلاوت قرآن کریم سے اہلیہ صاحبہ چودھری فضل حق صاحب نے جلسہ کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد محترمہ بہن رضیہ بیگم نے ماہ رمضان کی فضیلت و برکات پر نہایت مدلل اور موثر تقریر کی اور محترمہ موصوفہ نے بتایا کہ روزے تو دیگر مذاہب میں بھی پائے جاتے ہیں، لیکن ان کا مفہوم اسلام سے بالکل جداگانہ ہے۔ بتایا کہ ماہ رمضان قرآن کریم کے نزول کی وجہ سے خاص طور پر بڑا بابرکت مہینہ ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت و فضل کے دروازے اس میں کھلتے ہیں۔ اسلامی دنیا میں ماہ رمضان کا چاند دیکھتے ہی ایسی تبدیلی ہوتی ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں بھی مسلمان ہیں سب امیر و غریب روزے رکھنے لگتے ہیں اور ماہ رمضان ایک ایسی مساوات پیدا کرتا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ بتایا کہ ماہ رمضان امیروں کے دلوں میں اپنے غریب بھائی بندوں کے لئے ایسی ہمدردی پیدا کرتا ہے۔ جو بغیر روزہ کے کبھی امیر کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ نیز مقررہ نے مختصراً روزہ کے روحانی، اجتماعی (سوشل) اور جسمانی فوائد بتائے۔

اس کے بعد خاکسارہ نے مختصر سی تقریر کی جس میں زیادہ تر روزہ کے روحانی، اخلاقی اور جسمانی فوائد بتلائے بتایا کہ اسلام کا روزہ دیگر مذاہب کے روزوں سے اس لئے ممتاز ہے کہ یہ روزہ دیگر مذاہب کی طرح ڈر یا خوف کی وجہ سے نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ خدا کی رضا کیلئے اور متقی بننے کی غرض سے، تا انسان اپنے آپ کو تمام قسم کی برائیوں سے بچا کر رکھے اور خدا کا قرب حاصل کرے۔ بتایا کہ روزہ کا سب سے بڑا مقصد لو روحانی زندگی کو بیدار کرنا ہے اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی پیدا کرنے کیلئے، لیکن یہ اخلاقی ریاضت بھی انسان کو اس رنگ میں ممتاز کرتا ہے کہ وہ جفاکش بنتا ہے اور اپنی خواہشات پر قابو پانا سیکھتا ہے اور پابندی وقت کی عادت ڈالتا ہے کہ روزہ رکھ کر انسان میں یہ طاقت پیدا ہوتی ہے کہ اگر کسی وقت انسان کو کھانے کو نہ ملے۔ تنگی یا تکلیف ہو تو برداشت کر سکے۔ روزہ سے انسان خواہشات کا غلام نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا مالک ہونا سیکھتا ہے۔ پابندی وقت تو لازماً روزہ کے مقررہ وقت پر رکھنے اور کھولنے میں پائی جاتی ہے۔ جو زندگی کیلئے بڑی ضروری چیز ہے۔ روزہ کے سوشل فوائد سے تمام اسلامی دنیا میں عیاں ہیں کہ تمام ممالک کے مسلمان ایک ہی طرز پر اور اسی ماہ رمضان میں روزے رکھتے ہیں۔ اور امیر و غریب سب یکساں اس میں شامل ہوتے ہیں۔ پھر روزہ کے جسمانی فوائد بتائے کہ کس طرح روزہ سے ہمارے معدہ کو آرام ملتا ہے اور ہمارے لئے جسمانی رنگ میں بھی مفید ہے۔ سب سے آخر پر اس دعا پر مضمون کو ختم کیا کہ جس طرح ماہ رمضان کے لفظی معنی گرمی یا حرارت کے ہیں اسی طرح روحانی تڑپ کو اللہ تعالیٰ ہم سب میں پیدا کرے اور سب کام خدا اپنی رضا کیلئے کرنے کی توفیق دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | لاہور یوم شنبہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۱

تحریک احمدیت اور اس کی مخالفت

مخالفت سے ہمارے مقاصد کو تقویت ملے گی

دنیا میں جب کبھی کوئی صداقت آتی ہے یا کسی صداقت کا احیاء ہوتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے نہایت ہی برا سلوک کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے استبداد سے اپنی قوم کو نجات دلانے کیلئے مصر سے بھاگنا پڑا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا گیا اور ہمارے سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ اسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سو صداقت کی مخالفت کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ بلکہ یوں کہنا بھی درست ہوگا۔ کہ صداقت کی قوت کا اظہار ہی اس کی مخالفت سے ہوسکتا ہے۔ احمدیت بھی ایک صداقت ہے۔ احمدیت اسلام کا منور اور حقیقی چہرہ ہے۔ اگر اس کا امتحان بھی مخالفت سے ہوسکتا ہے یا ہو رہا ہے تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے۔ جتنی احمدیت کی مخالفت بڑھے گی۔ اتنا ہی اس کی صداقت پر مہر ثبت ہوگی اور اس کے اختیار کرنے والوں میں اضافہ ہوگا۔ کبھی مخالفت اور تشدد سے بھی آج تک کوئی تحریک دب سکی ہے۔ بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ جتنی کسی تحریک کی مخالفت ہوئی۔ اتنا ہی وہ تحریک زیادہ پھیلی اور پھولی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ملاّ لوگوں نے تحریک احمدیت کی کتنی مخالفت کی۔ اور اسے مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کیا منہ کی پھونکوں سے صداقت کا دیا گل ہوگیا؟ اگر ہم ذرا غور سے کام لیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اتنی جرأت کے ساتھ احمدیت اور اس کی خالص اسلامی تعلیم پیش کیا کہ جس سے تاریکی کے فرزند بھڑک اٹھے اور ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور انہوں نے ہر جگہ احمدیوں پر دائرہ حیات تنگ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آفرین ہے احمدیوں کی قوت برداشت اور جوش جہاد پر کہ انہوں نے ماریں کھائیں، تکالیف سہیں، سنگسار ہوئے لیکن اُف تک نہ کی اور ان کے پایہ استقلال کو جنبش تک نہ ہوئی۔ احمدیوں کی مظلومیت اور خون کے قطرات ہی جماعت کی زندگی اور قوت کا باعث ہو گئے۔ جس طرح کسی درخت کی چند شاخوں کے کٹ جانے سے درخت زیادہ باردار ہوتا ہے اور پھیلتا اور پھولتا ہے اسی طرح وہ قوم جو صداقت کی حامل ہو اور محض اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر ظلم و جور برداشت کرے وہ دنیا میں پھلتی اور پھولتی ہے اور مخالفت کی ستم رانیاں اسے صفحہ ہستی سے ناپید نہیں کر سکتیں۔

ملاّ نے احمدیت کی مخالفت کی۔ عیسائیوں نے احمدیت کی مخالفت کی۔ آریوں نے احمدیت کی مخالفت کی۔ احراریوں نے احمدیت کی مخالفت کی۔ آخران کی مخالفت کا یہی نتیجہ نکلا کہ احمدیت کی خصوصیات اور بھی زیادہ اجاگر اور نمایاں ہوتے چلے گئے۔ اور اس کے دیرینہ دشمن باقاعدہ سلسلہ میں داخل ہو کر اس کی حمایت کرنے لگے۔

ہمیں اس امر پر فخر ہے کہ ہم احمدی ہیں اور اس دور الحاد میں ہمیں اسلام کے حقیقی فرزند ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے صرف اس لئے منتخب کیا ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے نام کو دنیا کے کونہ کونہ میں روشن کریں۔ اگر اس جہاد میں ساری دنیا ہماری مخالف ہوتی ہے تو ہو جائے ہمیں خوف کیا ہے۔ ہمیں قرون اولیٰ کے مجاہد مسلمانوں کی پاک زندگیوں سے نمونہ پکڑنا چاہئے وہ انہی بلند پایہ خصوصیات سے ہی دنیا میں سر بلند اور ممتاز رہے اور انہیں دنیا کی سرداری عطا کی گئی۔ جب تک ہماری جماعت کے اندر ان جیسا یقین و ایمان نہ ہوگا اس وقت تک ہم دنیا میں کوئی نمایاں کام نہیں کرسکتے۔ اور نہ اپنے معتقدات دنیا سے منوا سکتے ہیں۔ اور نہ عالم اسلامی میں اعلائے کلمۃ الحق اور غلبہ اسلام کے لئے . . اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے معتقدات یعنی حقیقی اسلامی تعلیمات سے مسلح ہو کر دنیا کو للکاریں . . . کہ یہ ہمارے معتقدات ہیں اور اسلامی غلبہ اور قانون محمد کا نفاذ ہمارا نصب العین ہے۔ اور پھر اس جہاد میں اپنی انفرادیت تک پیش کر دیں۔

ہمیں اللہ تعالےٰ نے ایک جلیل القدر امام کے ذریعہ اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پہنچانے کے لئے تیار کیا ہے۔ لوگ ہمیں کافر کہیں۔ ہماری تکا بوٹی اڑا ڈالیں۔ ہمیں درندوں کے آگے ڈال دیں ہمیں بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیں۔ ہمیں ہرگز ہرگز اس مخالفت کو خاطر میں نہیں لانا چاہئے۔ ایسی مخالفتیں ہمیشہ صادق جماعتوں کو پیش آیا ہی کرتی ہیں۔ اور بغیر ایک عظیم الشان قربانی کے ہم ایک نیا زمین و آسمان نہیں پیدا کر سکتے۔

آجکل ہماری جماعت کے پیش نظر ایک تبلیغی پروگرام ہے شاید اس پروگرام کو بروئے کار لاتے ہوئے . . . مخالفت ہو۔ اور بعض ایسی مشکلات پیدا ہوں۔ جن سے ایک عارضی گھبراہٹ اور پریشانی پیدا ہو جائے۔ لیکن ہمارے دوستوں کو مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ احمدی کی شان سے بعید ہے کہ وہ مخالفت سے گھبرائے۔ ہمیں ہر جگہ مخالفت کو چیلنج کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں اسلام کی فتح اور ہماری رستگاری ہے ———— اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ یعنی ہمارا اس کی راہ میں مرنا۔

ہمیں اپنے معتقدات یعنی اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مطلق باک نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں دنیا سے نہیں بلکہ خدا سے ڈرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے سے

چوں بود بر رحمت آں پاک
دیگر از لعن و طعن خلق چہ باک
لعنت خلق سہل و آسان ہست
لعنت آن ست کو ز رحمان ست

ہمارا نوٹ اور معاصر الفضل کی افروختگی

ہم نے "جناب میاں صاحب اور واقعہ ڈلہوزی" کے عنوان سے پیغام صلح میں ایک نوٹ لکھا تھا۔ اس نوٹ پر معاصر الفضل بہت برافروختہ ہوا ہے اور غالباً سیخ پا ہونے کی وجہ نوٹ کا آخری حصہ ہے۔ جس میں ہم نے لکھا تھا کہ امید ہے جناب میاں صاحب اس واقعہ سے قادیان کے ان لوگوں کے جذبات زیادہ سمجھ سکیں گے جنہیں ان کا آمرانہ نظام پریشان رکھتا ہے اور کارِ خاص والے ان کے گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ امیر اور غریب کے قلوب میں بعض حالات میں ایک جیسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ ان دونوں کی عروق میں ایک ہی سرخ خون دوڑتا ہے۔ قانون پیغمبر کے نزدیک دونوں کو ایک جیسی عافیت ملنا چاہئے۔

پیش قرآں بندہ و مولا یکے ست
بوریا و مسند و دیبا یکے ست

معاصر الفضل نے نوٹ کے اس حصہ کی طرف اشارۃً تک نہیں کیا اور نہ وہ نوٹ کے اس حصہ کو اپنی جماعت کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ لیکن ہماری عبارت سے فرضی نتیجہ نکال کر جماعت کو مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ گویا ہم نے اس واقعہ پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے واضح اور صریح الفاظ موجود ہیں کہ ہمیں اس گھبراہٹ اور پریشانی میں جناب میاں صاحب سے ہمدردی ہے۔ اور ہم نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر پولیس نے کوئی خلاف قانون کاروائی کی تھی۔ تو اس کا عدالت میں لے آنا کافی تھا۔ اور ہم نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ صرف لٹریچر کا موصول ہونا جرم نہیں۔ کیونکہ ایسا لٹریچر ایک بے گناہ انسان کو بھی موصول ہوسکتا ہے۔ جس کا ایسی خلاف قانونی تحریکات سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔ معلوم نہیں کہ صرف اس فقرہ سے "پولیس چھاپے مار کر ایسے لٹریچر کو اپنے قبضہ میں کر رہی ہے۔ اور اس فرض کو ادا کر رہی ہے جو اس پر عائد ہوتا ہے" معاصر الفضل نے یہ نتیجہ کیونکر نکال لیا کہ ہم نے عداوت کی وجہ سے ایسا لکھا ہے۔ کیا الفضل کا یہ مطلب ہے۔ کہ پولیس ایسے لٹریچر کو چھاپے مار کر اپنے قبضہ میں کرنا چھوڑ دے۔ اور اس فرض کو ترک کر دے جو اس جنگ کے دوران میں حکومت کی طرف سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ اگر معاصر الفضل کا واقعی یہ خیال ہے کہ ہمارے نوٹ سے عداوت ٹپکتی ہے تو اسے چاہئے کہ ہمارے اس نہایت مختصر سے نوٹ کو شائع کر دے۔ پبلک خود اندازہ کرے گی۔ کہ آیا واقعی وہ نوٹ عداوت پر مبنی ہے لیکن بغیر اصل حقیقت کو پیش کئے جماعت کو فاسد ترغیبات دینا خوبی کی بات نہیں۔ ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ معاصر الفضل ہرگز ہرگز اس نوٹ کو شائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے اس کی فاسد ترغیب کی قلعی کھل جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مروجہ سرکاری محمڈن لا میں ایک افسوسناک غلطی

مسئلہ وراثت میں مسلمان زراعت پیشہ اقوام کا شریعت اسلامیہ سے اخراج

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

مسئلہ وراثت میں مسلمان زراعت پیشہ اقوام کا شریعت اسلامیہ سے اخراج

مجھے یہ سن کر سخت صدمہ ہوا کہ حال میں جو شریعت بل پاس ہوا ہے جس کے ذریعہ ہر ایک مسلمان کو جو کوئی وصیت نہیں کر جاتا شریعت محمدیہ کا پابند قرار دیا ہے اس میں پنجاب شریعت ایپلی کیشن ایکٹ سنہ ۲۶ آف ۱۹۴۸ء کے ماتحت مسلمان زراعت پیشہ اقوام کو زمینوں کی وراثت کے بارے میں شریعت محمدیہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ کیا زراعت پیشہ اقوام جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں مسلمان نہیں ہیں؟ اگر مسلمان ہیں اور ضرور ہیں کیونکہ اسی وجہ سے شریعت محمدیہ کے دیگر تمام مسائل نکاح طلاق وغیرہ میں انکو شریعت اسلامیہ کا پابند قرار دیا گیا ہے۔ تو مسئلہ وراثت میں اُن کا (۳) کیوں ہے؟ اور مسلمان زمینداروں کی اسلامی غیرت نے کس طرح اسے برداشت کیا میرے خیال میں تو یہ اُن کے ایمان کی ہتک ہے یہ ایکٹ ۲۶ اُن کے اسلام پر زد مارتا ہے۔ جیسے ایک مسلمان جس کی گردن قرآن کریم کی اطاعت کے جوئے کے نیچے ہے۔ کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔

قرآن کریم کا فتوےٰ صاف الفاظ میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزآء من یفعل ذٰلک منکم الا خزیٌ فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیٰمۃ یردون الیٰ اشد العذاب وما اللہ بغافلٍ عما تعملون (البقرہ)

ترجمہ:۔ "کیا تم اس کتاب (قرآن) کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا انکار کرتے ہو۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے۔ اس کے لئے بدلہ نہیں ہے۔ مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے" اللہ اللہ کس قدر سخت وعید ہے آخرت میں تو جو ہوگا سو ہوگا۔ کیا دنیا میں ابھی مسلمانوں کی رسوائی میں کوئی کسر باقی ہے۔ جو خدا کی کتاب کی اسقدر دیدہ دلیری سے نافرمانی کرنے کی ٹھان لی گئی۔

ایک مولانا کا اس مسئلہ میراث میں خلاف قرآن طرز عمل کئی برس کی بات ہے گوجرانوالہ میں ایک بڑے مولوی صاحب کا مقدمہ عدالت میں پیش تھا۔ وراثت کا جھگڑا تھا۔ مولوی صاحب کو گورنمنٹ سے خطاب شمس العلماءٗ کا بھی ملا ہوا تھا۔ مگر مولانا ورثہ کو رواج کے ماتحت فیصلہ کروانا چاہتے تھے اور فریق ثانی شریعت اسلامیہ کے ماتحت فیصلہ کرانا چاہتا تھا۔ فریق ثانی کے وکیل نے مولانا کے سامنے قرآن کو پیش کرکے پوچھا کہ کیا آپ اس کتاب کو خدا کا کلام مانتے ہیں

مولانا بھانپ گئے کہ اگر میں نے یہ مان لیا کہ ہاں میں واقعی اسے خدا کا کلام مانتا ہوں تو پھر اگلا سوال یہ ہوگا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اس کتاب کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ اس لئے مولانا نے نہایت ہوشیاری سے یہ جواب دیا کہ "میں اس کتاب کو خدا کا کلام مانتا ہوں باستثنائے مسئلہ میراث" بس پھر کیا تھا تمام آدمی کھل کھلا کر ہنس پڑے اور تمام شہر میں لوگوں نے ایک دوسرے سے مذاق کرنا شروع کر دیا کسی نے کہا "روزہ کیوں نہیں رکھتے قرآن کا حکم ہے"۔ دوسرے نے کہا میں قرآن پر ایمان رکھتا ہوں باستثنائے مسئلہ صیام"۔ کسی نے پوچھا "نماز کیوں نہیں پڑھتے قرآن کا حکم ہے" جواب میں کہدیا کہ "میں قرآن پر ایمان رکھتا ہوں باستثنائے مسئلہ نماز"۔ غرضیکہ مذاق بن گیا اور بننا چاہیئے تھا۔ بات ہی ایسی تھی کہ جس میں صریح طور پر قرآن کا استخفاف نظر آتا ہے اور جو افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے ماتحت دنیا میں رسوائی کا باعث اور آخرت میں موجب عذاب ہے۔

ایکٹ ۲۶ اُنہی مولانا کی صدائے بازگشت ہے لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ آج اس ایکٹ ۲۶ کے ذریعہ گورنمنٹ نے اُسی مولانا والی بات کو دہرایا ہے۔ مگر نہ کوئی مسلمان ہنسا نہ رویا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ شریعت بل میں اس ایکٹ نے وہی مولانا والی آواز نکالی ہے کہ "مسلمان زمیندار قرآن وسنت کے پابند ہیں باستثنائے مسئلہ میراث"۔ کیا مسئلہ میراث قرآن کا حکم نہیں۔ تو پھر ایک مسلمان خواہ وہ زراعت پیشہ ہے یا غیر زراعت پیشہ اس سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتا ہے!

مسلمان زمینداروں کا رویہ خلاف شرع اور خلاف عقل ہے رواج کے خلاف جب مسلمان غیرت اسلامی کے تقاضہ سے اُٹھے تھے اور شریعت بل پاس کروایا تھا اور رواج کو غیر اسلامی قرار دے کے مسلمانوں پر شریعت اسلامیہ کی پابندی کو ضروری قرار دیا تھا۔ تو پھر اس میں اس استثناء کے کیا معنی؟ یہ استثنا کس نے کی۔ خدا نے کی؟ نہیں! رسولؐ نے کی؟ نہیں! تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کے کسی ایک فریق کو اس سے مستثنیٰ قرار دے۔ اگر کوئی غیر مسلم گورنمنٹ جبراً یہ قانون پاس کر کے مسلمانوں کو مجبور کرتی۔ کہ وہ اس استثنا کو قبول کریں۔ تب بھی انہیں اس خلاف شریعت استثنا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے تھی۔ چہ جائیکہ مسلمان خود شریعت بل پاس کروائیں اور اس استثنا کو جو سراسر قرآن کے خلاف ہے جائز رکھیں۔ اُن گوجرانوالہ والے مولینا کے استثنا پر تو مسلمان ہنسے تھے۔ مگر اس ایکٹ ۲۶ کے استثنا پر چاہیئے کہ مسلمان رو دیں۔ کیونکہ جہانتک میں غور کرتا ہوں مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ یہ استثنا کسی لاعلمی کی وجہ سے نہیں رکھی گئی بلکہ مسلمان زمینداروں کی زمینوں کے غیر خاندانوں میں چلے جانے کے ڈر سے رکھی گئی ہے مسلمان زمیندار نہیں چاہتے کہ وہ لڑکی کو زمین میں سے حصہ دیں کہ اس طرح زمین دوسرے خاندان میں چلی جائے گی لیکن اگر شریعتِ محمدیہ پر عمل ہو تو زمین اگر دوسرے خاندان میں جائے گی تو دوسرے خاندان سے آ بھی جائے گی۔ اگر لڑکا کوئی نہیں جس کی بیوی کے ورثہ کے ذریعہ دوسرے خاندان سے زمین آوے تو پھر اگر بیٹی کو نصف زمین چلی گئی اور نصف شریکوں میں تقسیم ہوگئی تو فائدہ رہا نہ کہ نقصان۔ بجائے اس کے کہ ساری زمین شریکوں کو چلی جاتی۔ کم سے کم نصف تو اس کی اپنی لڑکی کے قبضہ میں رہی۔ رہ گیا تقسیم کی مشکلات کا عذر۔ یہ محض شیطان کا یا انسان کے اپنے نفس امارہ کا دھوکہ ہے میں نے بعض شہروں اور قصبوں میں بعض مسلمان زمیندار خاندان دیکھے ہیں جن میں لڑکیوں کو زمینوں میں حصہ ملتا ہے میں نے کبھی زمین کی تقسیم میں کسی قسم کی بھی مشکل پڑتے نہیں دیکھی بلکہ اُن عورتوں کو سسرال میں معزز اور بیوہ ہو جانے کی صورت میں بھی خوش حال دیکھا۔ جو مسلمان زمیندار رواج کے پابند اور شریعت اسلامیہ سے آزاد ہیں۔ اُن میں بھی آئے دن زمینیں تقسیم ہوتی رہتی ہیں (۴) غرضیکہ برابر یہ تقسیم جاری ہے اس سے نجات نہیں۔ تو پھر لڑکی کو ورثہ دینے میں تقسیم کا عذر پیدا کرنا محض نفس کی دھوکا دہی ہے خدا کے حکموں پر ایمان ہو تو ایک مسلمان کے لئے یہ کوئی بڑی مشکل نہیں۔ آخر لڑکی بھی اپنی اولاد ہے۔ لڑکے کا حق ماں باپ کے ورثہ میں ہے تو لڑکی کا کیوں نہ ہو۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ مرد کو تو ماں باپ کے ترکہ میں سے حصہ ملے اور عورت کو نہ ملے۔ کیا عورت ہونے کی وجہ سے لڑکی کا شمار اولاد میں نہیں۔

افراط وتفریط خدا کی شان ہے آج ایک طرف تو مسلمان عورتوں کو وہ آزادی دی جارہی ہے جو بعض حالات میں شریعت کی حدود کو توڑ کر بھی پار نکل جاتی ہے۔ یہی زمیندار لوگ شادیوں میں براتوں میں۔ کھانوں میں۔ لڑکیوں کے جہیزوں میں محض نمود ونمائش کی خاطر وہ وہ اسراف کرتے ہیں جن سے ان کی جائدادیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اور جو سراسر خلاف اسلام اور خلاف تقویٰ ہے لیکن جہاں مسلمان عورت کو شریعت حق دلواتی ہے وہاں اس جائز حق کے دینے میں طرح طرح کے عذر اور بہانے پیش کر دیئے جاتے ہیں یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ یا تو افراط کریں گے یا تفریط۔ صراط مستقیم کو جو شریعت اسلامیہ پیش کرتی ہے ہر حالت میں چھوڑ دیں گے

سر شفیع مرحوم کا نعرہ حق لاہور میں جب ایک دفعہ بہت سے اکابر مسلمان جمع تھے اور اسی شریعت بل پر تمام بزرگ بحث کر رہے تھے۔ تو زمین میں لڑکیوں کو ورثہ دینے پر مسلمان زمیندار یہی عذر کر رہے تھے کہ اس طرح زمینداروں کو بڑا نقصان رہیگا تو سر محمد شفیع مرحوم نے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ کیا خوب بات کہی۔ فرمایا کہ "آیا یہ خدا کا حکم ہے یا نہیں کہ لڑکیوں کو ترکہ میں حصہ دیا جائے"۔ سب نے کہا کہ ہے۔ فرمایا۔ کہ "پھر یہ بحث مباحثہ کیا معنی؟ وہ مسلمان کیسا جو خدا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ جو خدا نے حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کی دنیا وآخرت کی فلاح اور بھلائی اسی میں ہے باقی

(باقی صـ۷ـ کالم ۳ پر)

روزہ کے فوائد اور برکات

ایمان کے بڑھانے اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنیوالا مہینہ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب

رمضان کے فضائل

(یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تا آخر رکوع)

اس رکوع میں روزے کا حکم ہے اور روزے کے فوائد بیان کئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے بھی اس کے متعلق بڑی مفصل ہدایات دی ہیں اور اپنے عمل سے اس قدر زور اس پر دیا ہے اور اتنے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ جن کی انتہا نہیں۔ فرمایا۔ اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفتحت ابواب الرحمۃ۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا چاند دیکھتے تو بلالؓ کو حکم دیتے کہ اعلان کر دے کہ ان یقوموا وان یصوموا کہ رات کو قیام کریں اور دن کو روزہ رکھیں۔

غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ

ایک دفعہ شعبان میں فرمایا کہ یہ مہینہ بڑا مبارک ہے۔ یہ شھر الصبر ہے۔ یہ محنت، مشقت اور صبر سکھاتا ہے۔ یہ شھر المواساۃ ہے اس میں غریبوں کے ساتھ ہمدردی سکھائی گئی ہے۔ روزہ رکھو اور غریبوں کی بھوک کو محسوس کرو اور ان کے ساتھ ہمدردی کرو۔ اور ان کو کھانا دو۔

روزہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان

فرمایا من صام رمضان ایمانا واحتسابا۔ جو شخص رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھیگا۔ یہ یقین کر کے کہ اللہ نے ہماری بہتری کے لئے اس کا حکم دیا ہے اور یہ شریعت کے زبردست ارکان میں سے ہے۔ اللہ نے حکم دیا اور اس کے پیغمبر نے تاکید کی۔ یہ ایماناً ہے۔ اور احتساباً یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ اس کے اندر بڑی بہتریاں ہیں۔ بڑی بھلائی کی باتیں ہیں۔ صرف اس لئے نہیں کہ خدا کا حکم ہے۔ بلکہ یہ عرفان بھی ہو کہ یہ ہمارے فائدہ کے لئے ہے یہ دونوں باتیں ایک وقت میں ہوں کہ ایمان کی لذت کو محسوس کرتے ہوئے اور اس کے فوائد پر یقین رکھتے ہوئے روزہ رکھے۔ تو فرمایا غفر اللہ ذنبہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑا اعلان ہے۔ اپنی قوم کو بلند کرنے کیلئے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ تم پاکیزہ ہو جاؤ۔

روزہ بدیوں سے بچنے کیلئے ہے

پھر فرمایا۔ الصوم جُنّۃ۔ روزہ ایک ڈھال ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جھوٹ سے، بدکاریوں سے ہمیں بچاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص روزہ رکھکر بھی جھوٹ کو نہیں چھوڑتا۔ تو خدا کو کیا حاجت ہے کہ وہ کسی کو بھوکا رکھے۔ من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ یہ بڑی زبردست عبادت ہے۔ قوم کو بنانے کیلئے۔ اپنی خواہشات پر قابو پانے کیلئے روزہ بڑا زبردست ہتھیار ہے۔ چاہئے کہ روزہ رکھکر ہماری زبان پاک ہو جائے جھوٹ سے، غیبت سے اور ہر قسم کی بری باتوں سے۔

موجودہ زمانہ کی ایک بڑی لعنت

اور ایک اور بڑی لعنت جو موجودہ زمانہ کی سوسائٹی میں پائی جاتی ہے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔ نوکروں کو گالی دینا اس زمانہ میں بہت عام ہو چکا ہے۔ اس سے باز آ جاؤ۔ اپنے بچوں کو گالی دینے سے باز آ جاؤ۔ اکرموا اولادکم اپنی اولاد کی عزت کرو۔ رسول اللہ صلعم نے اس شخص کو بہت پسند کیا ہے۔ جو اپنے مملوک سے کہے کہ لاؤ، تمہارا بوجھ ہلکا کر دوں یعنی اس کا کچھ کام کر دے۔

یورپ کی برباد کن تہذیب اور روزہ

یورپ کی ان تہذیبوں میں جو انسان کے اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں ایک بڑا زبردست حملہ ہمارے کان پر، ہماری آنکھ پر کیا گیا ہے۔ کان اور آنکھ کے ذریعہ یہ سوسائٹی انسان کے اخلاق کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ اس کا زہر ہماری آنکھ اور کان کے ذریعہ سے دل تک پہنچتا ہے۔ اور اگر دل پر اثر کر جائے تو انسان کے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ ہمارے کان اور ہماری آنکھ اس تہذیب کا زہر ہمارے دل تک نہ پہنچائے۔ روزہ کے ذریعہ سے ان کی حفاظت کرنا مسلمان کو سکھایا ہے۔ پس چاہئے کہ روزہ ایک رسم کے طور پر نہ رکھا جائے۔ بلکہ وہ ولولہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں پیدا کیا اسی کو اپنے اندر لیکر روزہ رکھو۔

روزہ کا طریق شروع سے آج تک سب ممالک میں ایک ہی

بے شک آج سے چودہ سو سال پہلے روزہ کا جو حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور جس طرح عرب میں اس وقت لوگ روزہ رکھتے تھے۔ آج بھی اس طرح سے اور اسی طریق سے دنیا کے سب ممالک میں رکھے جاتے ہیں

ہندو مذہب سب جگہ ایک نہیں

دوسرے مذاہب سب جگہ ایک نہیں۔ ہندو مذہب کو دیکھ لیجئے۔ ہندوستان کے میدانی علاقوں سے نکل کر شملہ، ڈلہوزی مری، کشمیر چلے جائیے۔ بالکل مختلف مذہب نظر آئے گا۔ میدانوں کے رہنے والے ہندو نہانے پر بڑا زور دیتے ہیں۔ اس کے بغیر کھانا نہیں کھاتے لیکن شملہ اور کشمیر کا ہندو برفباری کی وجہ سے اشنان کرنا مذہب کا جزو قرار نہیں دیتا۔

میں نے شملہ میں ایک پنڈت سے پوچھا۔ یہاں گوشت کون کھاتا ہے۔ اس نے کہا سارے کھاتے ہیں۔ سردیوں کا موسم ہوتا ہے تو ہمارے گھروں کے اندر ہرن آ جاتے ہیں ہمیں بھی اپنے آپ کو گرم رکھنے کیلئے ان کو ذبح کر کے کھانا پڑتا ہے اور یہ ناجائز نہیں۔ دیوی کے اندر گوشت کھانے کی اجازت ہے۔ اس دفعہ میرے سامنے ایک دیوی کے سامنے ایک بکری کو مارا گیا۔ کہنے لگے دیوی گوشت کھاتی ہے۔ میں نے کہا جب دیوی کھاتی ہے تو تم کیوں نہیں کھاتے۔ تو ہندوستان میں میدان کا مذہب اور ہے اور پہاڑ کا مذہب اور۔

عیسائی مذہب سب جگہ ایک نہیں

اسی طرح عیسائی مذہب ہر ملک میں علیحدہ ہے۔ ابی سینیا کے متعلق رپورٹیں نکلی ہیں کہ ان کا رومن کیتھولک مذہب دوسرے ممالک کے رومن کیتھولک مذہب سے بالکل علیحدہ ہے۔ یہی حال دوسرے ممالک میں عیسائی مذہب کا نظر آتا ہے۔ پچھلی دفعہ جب میں جرمنی گیا۔ تو وہاں مسجد سے کچھ فاصلہ پر روسیوں نے ایک گرجا بنایا اس کی (Consecration) مقدس بنانے کی رسم ادا کرنے کے لئے لوگوں کو بلایا گیا۔ میں بھی وہاں گیا۔ وہاں ایک پادری ہر گوشہ ٹوپی سر پر لئے ہوئے اور ہاتھ میں ایک کٹوری میں جلتی خوشبو لئے ہوئے مجمع میں پھرتا تھا اور کچھ پڑھتا جاتا تھا۔ یہ اس کو پاک کیا جاتا ہے کہ اس میں نماز پڑھی جا سکے۔ میں نے کہا تعجب ہے تمہارے مذہب پر جس نے یہ سکھایا کہ گرجا کو پاک کرنے کے لئے ان رسوم کی ضرورت ہے۔

مسلمان کے لئے فخر

کس قدر فخر ہے ایک مسلمان کے لئے کہ چودہ سو سال گذر جاتے ہیں۔ آج بھی وہی مذہب ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھا روسی بھی آج اسی طرح روزہ رکھتے ہیں۔ جس طرح عرب یا شامی یا عینی اور ہندوستانی۔ روس میں ہمارے ایک دوست تھے انہوں نے بتایا کہ بالکل وہی طرز وہاں روزہ رکھنے کی ہے جو دوسرے اسلامی ممالک میں ہے۔

روزہ کے اوقات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند کے دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر کھولو۔ یہ بھی فرمایا اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم۔ جب رات ادھر سے آئے اور دن ادھر چلا جائے۔ اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر دے۔ کس قدر صاف احکام ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ایک مسلمان خود اپنے لئے فقیہ ہے خود مفتی ہے کسی مولوی سے پوچھنے کی حاجت نہیں۔

الہام مسیح موعود اور شریعت اسلام

اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ اس زمانہ کے امام کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی شریعت کی کس قدر عزت تھی۔ انتیس روزے گذرنے پر عموماً لوگوں کو چاند کی امید ہوتی ہے۔ ایک دفعہ انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آیا لوگوں نے حسب معمول روزہ رکھ لیا دن کو حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا۔ "عید تو آج ہے چاہے کرو یا نہ کرو"۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی الہام ہوتا اسے مجلس میں بیان کر دیتے۔ دوپہر کو جب آپ نے یہ الہام سنایا۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہم روزے کھولدیں؟ تو جواب دیا نہیں۔ شریعت کا حکم ہے کہ چاند دیکھکر روزہ کھولو۔ دیکھنا شریعت کا پاس ہے اور کتنی پاس بیٹھنے والوں کی نظر میں شریعت کی عزت زیادہ ہو گئی۔ خدا نے کہا اور سچ کہا کہ آج عید ہے۔ ایک معمولی چالباز آدمی ہوتا تو کہہ دیتا کہ لوگ ایک معمولی مسلمان کی گواہی پر روزہ کھول دیتے ہیں میں خدا کی گواہی پر روزہ کھلواتا ہوں۔ ایک انسان کی گواہی پر اگر روزہ کھلوایا جا سکتا ہے۔ تو خدا کی گواہی پر کیوں نہیں کھلوایا جا سکتا۔ لیکن آپ نے اپنے الہام کو شریعت کے ماتحت رکھا (صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ) اور صاف کہا کہ شریعت میں چونکہ چاند دیکھکر روزہ کھولنے کا حکم ہے۔ اس لئے نہیں کھولنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود مجدد ہیں نبی نہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی شخص ہے جو امام ہو سکتا ہے

عبد وہی ہو سکتا ہے جس کو شریعت کا پاس ہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ وہ پیغمبر ہے۔ اگر پیغمبر ہوتا تو اپنے الہام کو شریعت کے ماتحت نہ رکھتا۔ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تمام تفصیلات بیان کردیں۔ وہ تمام تفصیلات مسلمانوں کو آج بھی یاد ہیں۔ آج بھی اسی طرح روزہ رکھا جاتا ہے جس طرح آنحضرت صلعم کے وقت میں رکھا جاتا تھا۔ اس لئے کسی پیغمبر کی اب ضرورت نہیں۔

رمضان میں سخاوت

ہمارا مذہب تاریخی مذہب ہے۔ یہ تمام انسانیت کیلئے مفید ہے۔ خدا کی عبادت کرنا اور اس سے یہ سبق سیکھنا کہ خدا کی مخلوق سے ہمدردی کی جائے۔ یہ اسلام کا لب لباب ہے یہ سبق روزہ کے ذریعہ سے اسلام نے نہایت عمدگی سے سکھایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کان اجود الناس واجود ما یکون فی رمضان۔ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔ پس ہم کو چاہئے کہ روزے رکھیں اور بھوکے انسان کو یاد کریں اس کو کھانا دیں۔ اس کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کریں۔ روزہ ایمان کے ساتھ رکھو اور الصوم جنۃ کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمام بری باتوں سے پرہیز کرو۔

روزہ حرام مال سے بچاتا ہے

یہاں قرآن کریم میں روزے کے ساتھ ہی فرمایا ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ ایک دوسرے کے مال باطل طریق سے نہ کھاؤ۔ یہی روزہ کی غلط غائی ہے۔ اس کے بغیر تو بھوکا پیاسا رہنا کوئی چیز نہیں۔

روزہ میں مسلمان کا ایمان

روزہ ایک بہت بڑی عبادت ہے اور اس سے ایک مسلمان کا ضدا پیما ایمان معلوم ہوتا ہے۔ ایک روزہ دار بچہ کو بھی اگر علیحدہ لے جا کر مجبور کیا جائے کہ چھپ کر پانی پی لو یا کچھ کھا لو تو وہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔

روزہ کی اہمیت

اسی لئے فرمایا یترک طعامہ وشرابہ وشھوتہ من اجل الصیام لی وانا اجزی بہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک روزہ دار اپنا کھانا پینا اور خواہشات میرے لئے ترک کرتا ہے۔ روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی ان کا بدلہ دوں گا۔ یوں تو تمام عبادتیں خدا ہی کے لئے ہیں۔ لیکن روزہ کو اس کی اہمیت کے لحاظ سے خاص کر دیا۔ جس طرح فرمایا۔ ناقۃ اللہ، اللہ کی اونٹنی باقی اونٹنیاں کس کی ہیں؟ سب اللہ ہی کی ہیں۔ یہ تشریف اور عظمت کے لئے ہے کہ ایک کو خاص طور پر ناقۃ اللہ کہہ دیا۔ اسی طرح روزہ کو الصوم لی کہہ دیا۔

روزہ دیانتداری سکھاتا ہے

پس جب ایک شخص خدا کے لئے اپنا کھانا پینا وغیرہ ترک کر سکتا ہے۔ تو دوسرے کا مال حرام طور پر کس طرح کھا سکتا ہے۔ تو روزہ کے ذریعہ سے دیانتداری بھی سکھایا۔ پس جو شخص دیانتدار ہو جائے راستباز ہو جائے۔ عفت مآب ہو جائے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے اور ایسی عبادت جو اس مقصد پر پہنچاتی ہے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ تو کیا عمدہ حکم دیا من صام ایمانا واحتسابا غفر لہ ذنبہ۔ جو شخص ایمان اور رضائے الٰہی کو چاہتا ہوا روزہ رکھے اس کے تمام گناہ بخشے گئے۔

. . . .

روزہ دار کے منہ کی خوشبو

ایک جگہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ حدیث کس قدر تنبیہ کے لئے ہے۔ روزہ دار و خدا کہتا ہے کہ تمہارے منہ کی خوشبو مشک سے زیادہ مجھے پسند ہے لیکن جہاں گند اور جھوٹ کے انبار بھرے ہوئے ہوں۔ وہاں خدا کو کونسی خوشبو پہنچ سکتی ہے۔ پس کوشش کرو کہ تزکیہ پیدا ہو جائے تمہارے دل پاک ہو جائیں۔ زبانیں پاک ہو جائیں۔ اور ہر قسم کی برائیوں سے بچ جاؤ۔ تا کہ خدا کو تمہارے مونہوں کی خوشبو فی الواقعہ مشک سے بڑھ کر پسندیدہ ہو۔

رمضان میں آسمان کے دروازے کس طرح کھلتے ہیں

یہ جو فرمایا اذا دخل رمضان فتحت لہ ابواب السماء رمضان میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ صاف نظر آرہا ہے۔ دیکھو کس قدر چہل پہل ہے۔ نمازوں میں کس قدر رونق ہوتی ہے۔ تراویح میں کتنے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ تہجد پڑھی جاتی ہے۔ یہ غور کرنا چاہئے کہ یہ جو اس مہینہ میں دل چاہتا ہے عبادت کرنے کو۔ یہ آسمان کے دروازے کھلے ہونے کا ہی ثبوت ہے۔

موجودہ زمانہ میں ذکر الٰہی سے تغافل

ویسے تو صاف حکم ہے لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ۔ تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے تمہیں نہ روک دیں۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک دکاندار کہتا ہے کہ یہی تو سودے کا وقت ہے اس وقت دکان کو چھوڑ کر جانا نقصان کا موجب ہے اور اگر اٹھ کر آئے بھی تو اپنے لڑکے کو بٹھا دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ دکان سے اٹھنا نہیں۔ حالانکہ خدا کا حکم ہے کہ جب اللہ اکبر کی آواز آئے تو سب کام چھوڑ دیا جائے۔

ایک ہندو راجہ کا احساس

حضرت مولانا نور الدین صاحب ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ جموں میں جہاں آپ نماز پڑھاتے تھے۔ وہ مسجد راجہ کے محل کے ساتھ تھی۔ وہاں پانچ وقت اذان ہوتی تھی۔ ایک دن راجہ نے حضرت مولانا سے پوچھا۔ اگر بادشاہ کے قریب رہیں اور بادشاہ بلائے اور نہ جائیں تو مجرم ٹھہریں گے یا نہیں۔ آپ نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا پھر آپ جو پانچ وقت بلاتے ہیں اور ہم نہیں جا سکتے تو گنہگار اور مجرم ہی ٹھہریں گے کس طرح سے ہم کو اس جرم سے بچائیے

نماز کو کاروبار پر مقدم کرو

کس قدر لطیف بات ہے۔ یہ ایک ہندو راجہ کا احساس ہے لیکن دیکھو یہاں پانچ وقت اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے اور تم پرواہ نہیں کرتے۔ اور کاروبار کا بہانہ کر لیتے ہو۔ کیا تمہارے کاروبار اور تمہاری مصروفیتیں خدا کے حکم سے زیادہ حیثیت رکھتی ہیں۔ فکر کرو کہ تمہارا ایمان کم تو نہیں ہو رہا۔ ہر ایک آدمی خوب جانتا ہے کہ میرے اندر کن اسباب سے کمی ہو رہی ہے اور ان اسباب کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

رمضان میں قرب الٰہی کی خوشخبری

اسی رمضان ہی کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون عبادی یعنی میری فرمانبرداری کرنے والے جو ہیں۔ ان کو کہہ دو۔ کہ جب وہ مجھ سے دعا کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں۔ یہ بڑی خوشخبری ہے۔ کوشش کرو کہ اس سے پورا فائدہ اٹھاؤ۔

دعا کرو

اور دعا کرو کہ اے اللہ تیرے پیغمبر کا قول سچا ہے کہ رمضان میں رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے تو ہم پر رحم فرما۔ تو مسلمانوں پر رحمتوں کی بارش برسا۔ اے خدا آج مسلمانوں پر بڑی مصیبتیں ہیں۔ ہمارے سامنے ملک ایران ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کن اسباب سے مسلمان بچ سکتے ہیں۔ تو ہی ان اسباب کو پیدا کرنے والا ہے۔ اے اللہ تو ترکی کی بھی حفاظت فرما اور مسلمانوں کے اندر شوکت اور شجاعت کو زیادہ کر دے۔ اے اللہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما۔ تیرا وعدہ سچا ہے۔ ہم تیرے وعدوں اور تیرے پیغمبر کے وعدوں کا واسطہ دیکر دعا کرتے ہیں کہ ان کی مصیبتوں کو دور کر اور ان کے دلوں میں تسکین پیدا کر دے۔

(بقیہ صفحہ ۲)

سب شیطان کا دھوکا ہے" کیسی پیاری بات کہی۔ کاش اس پر عمل ہوتا۔ مسٹر شفیع مرحوم تو بیچارے اس اثنا میں وفات پا گئے۔ آج جب یہ شریعت بل پاس ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے تو اس میں وہ داغ سیاہ "بہ استثنائے مسئلہ میراث" موجود ہے یعنے میراث کا مسئلہ مسلمان زمینداروں پر عائد نہیں ہوتا۔ شریعت بل پاس ہو گیا۔ مگر زمینداروں کا پرنالہ وہیں رہا۔ آخر مسلمان زمیندار مسلمان ہیں تو شریعت اسلامیہ کا مسئلہ میراث جو سب مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ اُن پر کیوں عائد نہیں ہوتا۔

غیرت اسلامی کیا چاہتی ہے میں تو کہتا ہوں کہ اگر مسلمان زمیندار طبقہ میں کچھ غیرت اسلامی ہے تو ان کا پہلا فرض یہ ہونا چاہئے کہ وہ خود اعلان کر دیں کہ ہم شریعت کے حکم سے باہر کس طرح رہ سکتے ہیں۔ گورنمنٹ یا شریعت بل کوئی استثنا کرتی ہے تو بے شک کرے مگر ہم اسلامی شریعت کے صریح حکم کی تعمیل سے مستثنا نہیں ہونا چاہتے ہم خدا کے حکم کو مانیں گے اور لڑکیوں کو حصہ دیں گے۔ ہم مسلمان ہو کر اسلامی شریعت سے کس طرح باہر رہ سکتے ہیں۔ ایکٹ ۲۶ء کے اس استثنا نے ہمارے ایمان اور اسلام کی سخت توہین کی ہے۔ اس کو منسوخ کیا جائے۔

(باقی دارد)

اپنی جیب میں شناخت کا نشان رکھو

حکومت ہند کا مشورہ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

محض حفظ ما تقدم کے طور پر حکومت ہند نے عوام کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے نزدیک ترین رشتہ دار یا کسی دوسرے ایسے شخص کا نام اور پتہ اپنے پاس رکھیں جسے ان کے ہوائی حملہ سے زخمی یا ہلاک ہونے کی صورت میں اطلاع دینی مقصود ہو۔ سلطنت متحدہ میں یہ طریق

رفتار عالم

اتوار مؤرخہ ۲۱ ستمبر سے ہفتہ مؤرخہ ۲۷ ستمبر تک

کیف خالی کر دیا

۱۸ ستمبر کو دو ماہ کی شدید مزاحمت کے بعد یوکرائن کا صدر مقام کیف روسی افواج کے کمانڈر مارشل بڈونی نے خالی کر دیا۔ خالی کرنے سے قبل روسیوں نے اسے تباہ کر دیا اور جرمنوں کے لئے کوئی کارآمد شے نہیں چھوڑی۔ جرمن فوجیں کھنڈروں میں داخل ہوئیں اس شہر پر جرمن فوجوں کا آخری شدید حملہ ۱۸ ستمبر کو شروع ہوا تھا چوتھے دن جرمن فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں۔ مگر کیف کی لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ماسکو ریڈیو کا بیان ہے اور خود برلین ریڈیو نے بھی اعتراف کیا ہے کہ کیف کے مضافات میں مارشل بڈونی کی فوجیں ابھی تک بڑی سختی سے مزاحمت کر رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی نمارکات کی جانب سے روسی فوجوں نے کیف سے جنوب مشرق کی جانب پولٹاوا پر جس پر کیف سے پہلے جرمن فوجوں نے ہفتہ گذشتہ میں قبضہ کر لیا تھا حملے شروع کر دیئے ہیں۔ کیف پر قابض ہونے کے بعد جرمنوں نے دعوے کیا کہ انہوں نے ۵ لاکھ روسی فوج کو گرفتار کر لیا ہے۔ مگر مصدقہ اطلاعات اور غیر جانبدار نامہ نگاروں نے اس دعوے کی تردید کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مارشل بڈونی اپنی فوج کا بیشتر حصہ سلامتی کے ساتھ نکال لے گئے۔ اس سے پیشتر خود جرمنوں نے کیف میں جس قدر روسی فوج کو محصور کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ اس تعداد سے کم تھی۔ جرمنوں نے یہ نہیں بتایا۔ کہ زائد روسی فوج کہاں سے آ گئی۔

کریمیا پر جرمنوں کا شدید حملہ

جرمن اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ کیف سے مشرق کی جانب ڈون اور دونٹز کی وادیوں کی طرف پیشقدمی کی کوشش کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے جنوب مشرق کی جانب ہفتہ زیر تبصرہ میں بحیرہ اسود میں جزیرہ نما کریمیا پر حملہ شروع کر دیا۔ ۲۵ ستمبر کو خبر آئی کہ ۷ لاکھ جرمن فوج کریمیا پر حملہ کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کریمیا پر قبضہ کر کے ساحل کے ساتھ ساتھ قفقاز کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے ہٹلر ہفتہ زیر تبصرہ میں بلغاریہ کے بادشاہ بورس پر روس کے خلاف جنگ میں شرکت پر دباؤ ڈالتا رہا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خشکی پر اپنے اقدامات کے ساتھ ساتھ بحیرہ اسود کی راہ سے رومانیہ اور بلغاریہ کے جہازوں سے قفقاز پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر ابھی تک شاہ بورس نے اسے کوئی قطعی جواب نہیں دیا۔

ترکی کو فریب دینے کی ناکام کوشش

اس ہفتہ میں غیر جانبدار ذرائع سے ہٹلر کے ایک تازہ فریب کی خبر آئی۔ جس کا مفاد بلغاریہ کی وجود نام نہاد غیر جانبداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اٹلی کے جہاز بحیرہ اسود میں قفقاز پر حملہ کرنے کے لئے لانا تھا۔ معاہدہ مانٹرو کی شرائط کے مطابق ترکی جب تک غیر جانبدار ہے کسی متحارب ملک کے جہازوں کو درہ دانیال میں سے گزر کر بحیرہ اسود میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس کا توڑ ہٹلر نے اس اطلاع کے مطابق یہ ایجاد کیا کہ بلغاریہ اٹلی کے جہاز خریدے اور اپنے قبضہ سے لے ان جہازوں کو درہ دانیال میں سے گزار کر بحیرہ اسود میں لے آئے۔ مگر ترکی نے اس فریب کا شکار ہونے سے انکار کر دیا۔ اب یہ خبریں سننے میں آ رہی ہیں کہ جرمنی قفقاز پر حملہ کرنے کیلئے ترکی پر حملہ کرے گا۔ تاکہ ترکی کے بحیرہ اسود والے ساحل کے ساتھ ساتھ اس کی فوجیں قفقاز کی طرف بڑھ سکیں۔ ترکی میں ریلیں اور سڑکیں نہایت عمدہ اور فوجی ضروریات کے مطابق ہیں۔ علاوہ ازیں ترکی میں بحری اڈے اور ہوائی اڈے بھی ہیں جنہیں جرمن استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ترکی جرمن دباؤ کے آگے جھک کر راستہ دیدے۔

ترکی کے متعلق یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جرمن فوجوں کو راستہ ہرگز نہیں دیگا۔ بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرے گا۔ اس صورت میں برطانیہ اور روس نے اسے ہر ممکن امداد کا یقین دلایا ہوا ہے۔ مشرق وسطے میں ایران سے مصر تک برطانیہ کا پندرہ سو میل لمبا محاذ ہے جہاں جگہ جگہ پر اڈے اور چھاؤنیاں ہیں۔ یہاں سے برطانیہ ترکی کو ہر طرح امداد مہیا کر سکتا ہے۔ لیکن بعض مبصروں کا خیال ہے کہ سردیوں میں روس کے علاوہ ترکی میں جرمنی ایک نیا محاذ قائم کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ جرمنی اس حماقت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے۔ ترکی نازیوں کا دباؤ قبول نہیں کرے گا۔ اس کا جرمنوں کو بھی یقین ہے۔

دریں اثنا کریمیا کے نئے محاذ پر جرمن بڑے شدید حملے کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں جو مزید اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کریمیا میں ابھی تک حالات پر روسیوں کا قابو ہے اور جرمنوں کو بدھوار کی آدھی رات اور جمعرات کی دوپہر کے شدید حملوں میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔

کریمیا پر جرمنوں کا قبضہ روسیوں کے لئے سخت نقصان کا موجب ہوگا۔ مگر یہ نقصان مہلک نہیں ہوگا۔ روسی کریمیا کی بندرگاہ سباسٹپول سے محروم ہو جائیں گے جو بحیرہ اسود میں روسی بیڑے کا ایک اڈہ ہے۔ مگر اس کے بعد وہ قفقاز کے دو زبردست اڈے باطوم اور نووار دسک کو بحری اقدامات کے لئے کام میں لا سکتے ہیں۔ یہ صورت حالات کسی حد تک اس صورت کے مشابہ ہوگی۔ جو بحیرہ روم میں مالٹا سے برطانیہ کے جنگی جہاز اسکندریہ میں منتقل کر دینے کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ برطانوی جہازوں نے اسکندریہ سے بحری اقدامات شروع کر دیئے تھے اور اب تو مالٹا پھر بحری اور ہوائی جہازوں کا اڈہ بنا دیا گیا ہے۔

البتہ جرمنوں کو ضرور فائدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اسے قفقاز پر اپنے بحری اور ہوائی حملوں کے لئے اپنا اڈہ بنا سکیں گے۔ مگر بحیرہ اسود میں روس کی بحری قوت جرمنی، بلغاریہ اور رومانیہ کی موجودہ قوت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایران کی جانب سے برطانیہ کی ہوائی طاقت کی امداد سے اور بحیرہ اسود میں اپنی بحری قوت سے روسی جرمنوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر سکیں گے۔

لینن گراڈ کی جنگ

گذشتہ ایک مہینے سے مشرقی محاذ کے شمال میں لینن گراڈ پر جرمنوں کے بری اور ہوائی حملے بڑی شدت کے ساتھ جاری ہیں اور مارشل ورشیلاف نہ صرف ان حملوں کی مزاحمت کر رہے ہیں بلکہ ان کی فوجوں نے جوابی حملوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ ہفتہ زیر تبصرہ کے اوائل میں روسی فوجوں نے محاذ کے ایک نہایت اہم حصے سے جرمنوں کو کئی میل پیچھے دھکیل دیا اور کئی دیہات جن پر جرمنوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ دوبارہ چھین لئے۔ جرمن سامان اور فوج کے نقصان کی پرواہ کئے بغیر حملے پہ حملے کر رہے ہیں۔ ایک دن بارہ گھنٹوں میں بارہ سو جرمن ہوائی جہازوں نے لینن گراڈ پر حملے کئے۔ جنہیں روسی اور برطانوی جنگی جہازوں نے مار مار کر بھگا دیا اور کئی تباہ کر دیئے۔ مگر بعد میں خود ہی یہ اعتراف بھی کیا کہ ابھی تک ماسکو اور لینن گراڈ کے درمیان آمد و رفت جاری ہے۔ جرمنوں نے ایک یہ خبر بھی مشہور کی تھی۔ کہ ان کی فوجوں نے سٹالن لائن توڑ دی ہے جو فرانس کی ماجینو لائن سے زیادہ مضبوط ہے جسے ۱۹۴۰ء میں جرمن فوجوں نے توڑا تھا۔

ماسکو ریڈیو نے اس کے جواب میں اعلان کیا کہ سٹالن لائن کا کوئی وجود ہی نہیں۔ اس لئے اسے توڑنے کا دعویٰ بے معنی ہے۔ سوویٹ روس کے ڈائرکٹر انفارمیشن بیورو مسٹر لوزاسکی نے اپنے ایک براڈکاسٹ میں اعلان کیا کہ جرمن اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لئے سٹالن لائن کے افسانے وضع کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جرمنوں کے اس دعویٰ کا جھوٹ ان کے اس بیان سے ہی مل جاتا ہے کہ جون ۱۹۴۰ء میں انہوں نے ماجینو لائن کو توڑا تھا۔ حالانکہ وہ ماجینو لائن کے سامنے گئے ہی نہیں تھے۔ بلکہ اوپر سے چکر کاٹ کر فرانس میں داخل ہوئے تھے۔

مورمانسک پر ناکام حملے

لینن گراڈ سے شمال میں بحر منجمد شمالی کی روسی بندرگاہ مورمانسک پر بھی جرمنوں اور فنوں نے مل کر اس ہفتے میں حملے کئے جو سب کے سب پسپا کر دیئے گئے۔

فن لینڈ کو برطانیہ کا انتباہ

فن لینڈ کے موجودہ طرز عمل کے پیش نظر برطانیہ نے فن لینڈ کو انتباہ کیا ہے۔ کہ اگر پرانی سرحدے لینے پر بھی اس نے روس کے خلاف جنگ جاری رکھی۔ تو فن لینڈ کے ساتھ کھلم کھلا دشمن کا برتاؤ نہ صرف اس وقت کیا جائے گا۔ بلکہ اس وقت بھی جب جنگ کے بعد صلح کا وقت آئے گا۔ اس کے ساتھ دشمنوں کی طرح سلوک کیا جائے گا ہفتہ گذشتہ تک خبریں آتی رہی تھیں کہ پرانی سرحد حاصل کر لینے کے بعد فن لینڈ جنگ سے الگ ہو جائے گا۔ چنانچہ حکومت فن لینڈ کے ایک سرکاری ترجمان نے یہ تحریک بھی شروع کر دی مگر جرمنوں کے دباؤ پر اسے گرفتار کرایا گیا اور فن لینڈ کو دھمکی دی گئی۔ کہ اگر وہ جنگ سے الگ ہوا تو اس پر بھی ناروے کی طرح قبضہ کرایا جائے گا۔ اب خبر آئی ہے کہ فن لینڈ کے مارشل مانیرہیم نے جنگ کے حق میں اعلان کیا ہے۔

وسطی محاذ

وسطی محاذ پر روسی فوجیں مارشل ٹموشنکو کی کمان میں جرمنوں

کو پیچھے دھکیلتی چلی جا رہی ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسلحہ اور خاص کر ٹینکوں کی کمی کی وجہ سے روسی فوجوں کی پیش قدمی کی رفتار مدھم پڑ گئی ہے اور وہ ابھی تک سمولینسک سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہیں۔ البتہ حملے کی شدت میں فرق نہیں آیا۔ اس محاذ پر جرمنوں کے حوصلے چھوٹ گئے ہیں۔ اور گمان غالب ہے کہ سمولینسک پر اس ہفتے کے ختم ہونے تک روسیوں کا دوبارہ قبضہ ہو جائیگا۔

صورت حالات

تین مہینوں کی جنگ میں روسیوں کے ہاتھوں سے تین اہم شہروں میں سے ایک کیف نکل گیا ہے۔ ماسکو محفوظ ہے اور لینن گراڈ پر جرمنوں کے شدید حملے جاری ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ روسیوں کے لئے جنگ کے چوتھے مہینے میں مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ مگر روسی فوجوں میں ابھی تک قوت مزاحمت موجود ہے۔ وہ جان کی بازی لگا کر دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں کسی محاذ پر بھی ان میں انتشار پیدا نہیں ہوا۔ کیف ہاتھوں سے نکل جانے پر بھی وہ اس کے مضافات میں لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ وہ ان مشکلات پر عبور پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور برطانیہ اور امریکہ اس کوشش میں ان کا ہاتھ بٹا رہے ہیں

مشرق بعید میں جاپان کیطرف سے خطرہ

جولائی کے آخری ہفتے میں جب وشی گورنمنٹ کی کم ہمتی اور جرمن نوازی سے فائدہ اٹھا کر جاپان نے فرانسیسی ہند چینی پر قبضہ کر لیا تھا تو خبر آئی تھی کہ جاپانی شمال میں سائبیریا کی سرحد پر فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ اس وقت مبصروں نے کہا تھا۔ کہ یورپ میں جرمنی اور روس کی جنگ کا نتیجہ دیکھ کر جاپان مشرق میں روس کے متعلق کوئی قدم اٹھائے گا۔ اب مشرق بعید سے ایسی خبریں آ رہی ہیں جن سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ جاپان اور روس کے درمیان جنگ چھڑنے کو ہے۔ تاہم جاپان نے یورپ میں جرمنی کی کامیابیوں کے پیش نظر روس پر حملہ کرنے کی ٹھانی ہے۔ لیکن جاپانی مدبروں نے یہ فیصلہ کرنے میں اگر انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ ایک بڑی بھاری غلطی کی ہے۔ انہوں نے ان ناقابل تلافی نقصانات کا خیال نہیں کیا جو جرمنوں نے ان کامیابیوں کے لئے اٹھائے ہیں اور جن کے مقابلے میں یہ کامیابیاں بالکل بے حقیقت رہ گئی ہیں۔

چین سے اطلاعات مظہر ہیں کہ جاپانیوں نے ۸ لاکھ کے قریب فوج جمع کر دی ہیں اور اس کے مقابلے میں روس کی چھ لاکھ فوج موجود ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مغرب کی جانب سے روسی فوجیں دھڑا دھڑ سائبیریا میں بھیجی جا رہی ہیں۔ مشرق میں روس کے خلاف جنگ چھیڑ کر جاپان بلاشبہ محوریوں کی امداد کرتا ہوا روس کے لئے تازہ مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ مگر اس اقدام کی وجہ سے خود جاپان کیلئے مشرق بعید میں جو مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ وہ جاپان کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گی۔ امریکہ اور برطانیہ کے اقتصادی اقدامات نے جاپان کو ابھی سے بوکھلا دیا ہے۔ ان کے فوجی اقدامات کی صورت میں جاپان کے نئے نظام کا گھروندا بحرالکاہل میں بیٹھ جائیگا جس کا شور و غل اس نے نازیوں کی تقلید میں مچا رکھا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ گذشتہ جولائی کے مہینے سے ہی حفاظتی تدبیروں میں مصروف ہیں۔ ہنزائر فلپائن۔ ملایا۔ ڈچ ایسٹ انڈیز میں فوجی قوتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ایک تازہ اطلاع کے مطابق سنگاپور میں مزید ہندوستانی فوج بھیجی گئی ہے۔ سائبیریا کی بندرگاہ ولاڈی واسٹک کی راہ سے امریکہ روس کو سامان جنگ بھیج رہا ہے۔ جاپانیوں نے اس پر لفظی احتجاج کئے۔ تو امریکہ سے آواز بلند ہوئی کہ ان احتجاجوں کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینے کی غرض سے حکومت کو بحرالکاہل میں فوراً کوئی مؤثر اقدام کرنا چاہئے۔ آثار و قرائن سے ثابت ہے کہ جاپان روس کے لئے مشکلات پیدا کر کے خود بھی آرام سے من مانی کارروائیاں نہ کر سکے گا۔

بلغاریہ کی شامت آئی

بلغاریہ کے متعلق تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ جرمن اس ملک پر قبضہ کرنے والے ہیں۔ اور اس مقصد کیلئے فوجی نقل و حرکت شروع ہے۔ اس خبر پر کوئی تعجب نہیں کیا جا سکتا۔ بلغاریہ بھی ان ملکوں میں سے ایک ہے جس نے اس امید پر ہٹلر کو خوش کرنے کے لئے اپنے پرانے دوستوں سے بگاڑی کہ ہٹلر اسے کچھ نہیں کہے گا۔ اور وہ اپنی غیر جانبداری برقرار اور جنگ میں شرکت کی مصائب سے محفوظ رہ سکے گا۔ بلغاریہ نے یونان سے بگاڑی بلکہ یونان کے مقبوضات پر اس وقت حملہ کیا۔ جب وہ ایک طرف اٹلی سے اور دوسری جانب جرمنی سے لڑ رہا تھا۔ اس نے یوگوسلافیہ پر حملہ کیا۔ اس نے ترکی سے تعلقات منقطع کر لئے۔ اس نے برطانیہ کو صاف جواب دیدیا۔ اب اگر بلغاریہ ہر طرف سے غیر محفوظ ہو کر جرمنی کا شکار بننے کو ہے۔ تو اس میں تعجب کیا۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ بلغاریوں نے گذشتہ ۱½ سال میں اپنی آنکھوں سے ان غیر جانبدار ملکوں کی غیر جانبداری اور آزادی پامال ہوتے دیکھی۔ جن کی خود مختاری اور غیر جانبداری کا احترام کرنے کی ہٹلر نے قسم کھائی تھی۔ اور اس پر بھی بلغاریہ نے نازیوں پر اعتبار کیا۔ اگست ۱۹۳۹ء سے لیکر جون ۱۹۴۱ء تک جرمنی اور روس کے درمیان کس قدر گہرے تعلقات تھے۔ ان تعلقات کو ہٹلر نے کس طرح ختم کیا۔ اور پھر بھی اپنے بچاؤ کی امید قائم رکھی۔

ایران میں امن و سکون

ایران میں اب کامل امن و سکون ہے۔ جواں سال شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی بعض ایسے اقدامات عمل میں لائے گئے ہیں جن سے اہل ایران کو بے حد اطمینان ہوا ہے۔ جن افسروں اور حاکموں کے خلاف رعایا کو شکایات تھیں۔ انہیں موقوف کر دیا گیا ہے۔ اہل ملک کی فلاح و بہبود کے لئے تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ ٹیکسوں کا بوجھ کم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ صنعت و حرفت، تعلیم، طبی امداد، سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر کیلئے پروگرام بنایا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت محمد رضا شاہ نے اپنی معلومات میں سے دس لاکھ پونڈ کا عطیہ دیا ہے۔ سابق شاہ کی پرائیویٹ جائیداد اپنے ایک فرمان کی رو سے حکومت کو سپرد کر چکے ہیں۔

ایران میں جو جرمن پناہ گزین تھے اور سابق شاہ کی امداد کے بھروسہ پر چھپے ہوئے تھے۔ اب گرفتار کئے جا رہے ہیں۔ روس میں جنگ نے جو صورت اختیار کر لی ہے۔ بلغاریہ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اور ترکی کو جو دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ان سے روس اور برطانیہ کے اقدام پر اعتراض کرنے والوں کو یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ ایران میں اقدام کے لئے اتحادی حق بجانب تھے اور انہوں نے یہ اقدام ٹھیک وقت پر کیا۔

پیغام صلح
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن
ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے قادیانی
جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری
جلد ۲۹ لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۶ رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۴۱ء نمبر ۶۲

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

روزہ و خدمت والدین

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گذر گیا۔ پر اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جبکہ بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے۔ کیونکہ والدہ بچے کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو۔ ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا۔ ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں بہت تکالیف میں بچے کی شریک ہوتی ہے یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ نے انسان پر فرض کی ہے۔ مگر میرے والدین حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں۔ اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم سے خط و کتابت بھی نہ کرنا۔ اور اب ہم تمہاری شکل کبھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب میں اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہوں۔ فرمایا کہ قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمتگزاری کا حکم دیتا ہے۔ وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا (بنی اسرائیل رکوع ۳) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم صالح ہو۔ تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات آگئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی والدین سے نزاع ہو گئی تھی۔ بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبرگیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو جب کوئی موقعہ ملے اسے ہاتھ سے جانے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ کی رضا کو مقدم کرنیکے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا حضرت ابراہیم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خدا کا حق مقدم ہے پس خدا کو مقدم کرو۔ اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنیکی کوشش میں لگے رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ اور صحت نیت کا خیال رکھو۔ (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں حضرت ممدوح کا ارشاد ہے کہ وہ تین دعائیں جن کا اندراج ۲۴ ستمبر کے پرچہ میں ہوا تھا۔ اور موجودہ پرچہ میں بھی درج کی گئی ہیں۔ سب احباب سلسلہ رمضان کے مجاہدہ میں ان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے غلبہ اسلام کیلئے نصرت طلب کریں اور رمضان کے آخری عشرہ میں انہیں خاص طور پر پیش نظر رکھیں۔

— جناب عبد القادر صاحب احمدی مبلغ علاقہ ڈیرہ غازیخان تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ معہ بچوں کے سلسلہ میں بیعت کر کے شامل ہو گئی ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) اہلیہ صاحبہ مولوی عبد القادر صاحب۔ رضیہ بیگم صاحبہ
(۲) عبید اللہ صاحب پسر مولوی عبد القادر صاحب
(۳) عبد الرحمن صاحب " " "
(۴) سکینہ بیگم صاحبہ دختر " "
(۵) مریم بیگم صاحبہ " " "

اس کے علاوہ مولوی عبد القادر صاحب تحریر فرماتے ہیں "میں اپنی طرف سے اشاعت اسلام کیلئے اپنی ملکیت جو سات بیگہ زمین ہے نصف انجمن کو وقف کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ منظور فرمائے۔ آج کے بعد نصف زمین کا محصول ٹھیکہ انجمن کے سپرد ہوگا۔"

— جناب خان زمان صاحب بی کام تحریر فرماتے ہیں کہ اب اللہ پہلے کی نسبت افاقہ ہے احباب سلسلہ ان کی صحت کیلئے دعائیں جاری رکھیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی فرمودہ دعائیں اس شمارہ میں دوبارہ درج کی گئی ہیں۔ احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں خاص طور پر ان دعاؤں کو پیش نظر رکھیں

میرا تبلیغی دورہ

(از جناب مولانا مرتضیٰ خاں صاحب)

ماہ ستمبر میں مقامات جہانگیر، گورداسپور، دھاریوال، دھرم کوٹ لبگا۔ بدوملہی۔ ناردوال۔ باقر کا بلوان۔ نور کوٹ کا دورہ کیا گذشتہ رپورٹ میں یہ امر بیان کرنا رہ گیا تھا کہ حکیم غلام محی الدین صاحب مرحوم بھوپڑی کی چار بیگھہ زمین بحق انجمن وصیت کر گئے ہیں دفتر میں وہ اطلاع نہیں دے سکے۔ البتہ سرکاری کاغذات میں یہ اندراجات موجود ہیں۔ یہ چار بیگھہ زمین زرعی ہے اور آجکل حکیم صاحب کے ورثا اس پر قابض ہیں اور اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں دفتر عنقریب اس زمین کے حصول کے متعلق کارروائی کرے گا۔ اس امر کا علم چوہدری غلام حسین صاحب جہلم کی وساطت سے ہوا جس کیلئے ہم ان کے شکرگزار ہیں۔ حکیم صاحب مرحوم ہمارے سلسلہ کے ذی علم اور دیندار بزرگ تھے۔ انہوں نے بھوپڑہ میں ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی۔ اور اس مسجد کے لئے بھی آپ کافی زمین وقف کر گئے ہیں اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کو غریق رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

ماہ ستمبر کے دورہ کے موقعہ پر دھاریوال جانے کا بھی اتفاق ہوا اور وہاں ایک صوفی منش بزرگ مولانا محمد حسین صاحب منشی فاضل سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مولوی صاحب موصوف ان بزرگوں میں سے ہیں۔ جو دنیا سے انقطاع کر کے خدا کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں۔ آپ مشن ہائی سکول دھاریوال میں عربی کے مدرس ہیں۔ قوت لایموت سے بچا کر جو کچھ آپ کو ملتا ہے۔ آپ مساجد کی تعمیر میں صرف کر رہے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے اپنی جیب سے ۵ کنال زمین میں ایک عیدگاہ بنوائی ہے جس میں پھلدار درخت لگائے ہیں۔ ایک اور مسجد زیر تعمیر ہے۔ جس کی زمین ایک نہایت عمدہ موقع پر خریدی جا چکی ہے۔ مولوی صاحب سے بڑی دیر تک سلسلہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق گفتگو ہوتی رہی حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کے متعلق بھی ان کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ سارا رنگ صوفیانہ ہے اور اس جماعت نے فی الواقع تبلیغ دین کی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مغفور اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اسلامی کارناموں کی بہت تعریف کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کا فوٹو دیکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عشق الٰہی میں غرق ہیں۔ آپ نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ دھاریوال میں مستقل مرکز تبلیغ کا کھولدینا چاہئے۔ اس غرض کے لئے آپ نے مرکز سے ایک مبلغ کی ضرورت ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ سیکرٹری صاحب اس پر غور فرما رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے دھاریوال میں احمدیت کی تبلیغ کا مرکز بہت ہی مفید رہے گا۔ اس علاقہ میں ہماری تعداد بہت کم ہے۔ اگر دو چار سال بھی دلجمعی سے وہاں کام کیا گیا تو کامیابی کی بہت توقع ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے کہ جب تک مرکز قائم نہ ہو۔ اس وقت تک کم از کم احمدی لیکچرار خود وہاں آکر لیکچر دیا کرے۔ وہ جلسہ کا انتظام اپنے ذمہ لیتے ہیں سردست مولوی صاحب نے کافی لٹریچر مجھ سے لے لیا ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کو مناسب طریق پر تقسیم کر دیں گے

باقر کا بلوان تحصیل ناردوال میں ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک نیک خاتون ہاجرہ بی بی رہتی ہے۔ سارے گاؤں میں جو تقریباً سو گھر پر مشتمل ہے یہی ایک خاتون احمدی ہے اور حقیقی معنوں میں احمدی ہے۔ اس نے خود ہی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو تحریر کیا کہ ان کے ہاں بھی انجمن کا سفیر آنا چاہئے۔ وہ حسب حیثیت چندہ سے امداد کرے گی۔ چنانچہ حضرت امیر کے ارشاد کے مطابق میں وہاں گیا۔ اس نیک خاتون کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ ہاجرہ بی بی ایک غریب گھرانہ کی خاتون ہے۔ لیکن دل دولت ایمان سے مالا مال ہے۔ شوہر ایک غریب مزدور ہے اور پھر سسرال کا سارا گھر غیر احمدی ہے۔ مگر ہاجرہ بی بی نے اپنے والد علی محمد صاحب سے احمدیت کی نعمت ورثہ میں پائی ہے اور اس نعمت کی وہ بہت قدر کرتی ہے۔ اللہ! اللہ ایک طرف تو ہمارے بعض دوستوں کی یہ حالت ہے کہ بار بار کے تقاضوں کے باوجود کچھ پرواہ نہیں کرتے اور دوسری طرف یہ کیفیت ہے کہ ایک غریب خاتون جس کا شوہر اور سارا گھرانہ غیر احمدی ہے اور عسرت کی حالت میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ خود اپنے ہاں انجمن کے کارکن کو دعوت دیتی ہے اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر چندہ دیتی ہے جزاہا اللہ احسن الجزاء

بٹالہ میں شیخ عزیز الدین صاحب اگرچہ آنکھوں سے معذور ہو چکے ہیں۔ تاہم اپنا چندہ باقاعدہ دیتے ہیں۔ بڑے مخلص بزرگ ہیں۔ اپنے قادیانی دوستوں کو تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ الگ امداد فرماتی ہیں۔ گورداسپور میں شیخ فضل الرحمان صاحب سے ملاقات کا اس دفعہ ارمان رہا۔ وہ کہیں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ ضیاء الرحمٰن صاحب سید مسعود شاہ صاحب و ملک فضل الٰہی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے چندہ بھی مرحمت فرمایا۔ آپ کثیر العیالداری اور قلیل تنخواہ کے باوجود ارنی روپیہ سے بھی زیادہ حساب سے چندہ دیتے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

دھرم کوٹ بگہ کی جماعت کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

ناردوال میں کوئی جماعت نہیں۔ مگر بعض اصحاب زیر تبلیغ ہیں۔

شور کوٹ میں شاہ محمد صاحب تبلیغ کا کام خوب کرتے ہیں اور انہیں احمدیت سے بہت محبت ہے۔ خدا ان کی کوشش میں برکت دے

بدوملہی کی جماعت سے اول ششماہی کے بعض بقایاجات وصول کئے گئے۔ بدوملہی میں ہمارے مخلص اور ذی علم دوست چوہدری سلطان علی صاحب اور ان کے دونوں بھائی مبلغ کا کام کرتے رہتے ہیں۔ اس سفر میں مبلغ ۔۔۔ روپے بقایاجات میں سے وصول ہوئے کم و بیش ۵۰ ٹریکٹ تبلیغی مناسب طریق پر تمام مذاہب کے اصحاب میں تقسیم کئے گئے۔ اور ۴۰ کے قریب مختلف خیالات کے لوگوں سے ملاقات کر کے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ تین معاونین بنائے گئے۔ دو اخبار پیغام صلح جاری کرائے گئے۔ تین اصحاب نے جلسہ پر آنے کا اور بیعت کا وعدہ کیا جماعت نور کوٹ کی تنظیم کی گئی۔ جماعت میں سے چار پانچ اصحاب کے چندہ کا اضافہ ہوا حضرت امیر کا جواب الجواب مسئلہ نبوت پر اور اسم مطابقہ والا اشتہار بقدر اوفیہ تقسیم کیا گیا ایک بہت بڑے قادیانی احمدی نے دو روپے چندہ دیا اور ذکر کیا کہ وہ نبوت کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں اور اس غرض سے وہ کتاب النبوت فی الاسلام کا مطالعہ فرمانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کو اور بعض دوسرے زیر تبلیغ اصحاب کو کتابیں بھیجے جانے کیلئے دفتر میں لکھدیا گیا ہے۔

کفر پر غلبے کیلئے دعا

واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین

اے خدا کفر دنیا پر غالب ہے۔ بے ایمانی کا دور دورہ ہے جھوٹ زوروں پر ہے۔ دنیا اور مال دنیا کی محبت انسانی دلوں کو اپنے قبضہ میں لے چکی ہے۔ جسمانی طاقت اور مادی سامانوں اور ظاہری زیب و زینت سے انسانوں کو گمراہی کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

مگر اے مالک تیرا وعدہ ہے کہ تو اسلام کو دنیا پر غالب کرے گا۔ تیرا وعدہ ہے کہ ایک عظیم الشان گمراہی اور ضلالت کے بعد لوگ پھر تیری طرف جھکیں گے۔ تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے۔ سو آج تو اپنے اس وعدہ کو پورا فرما اور حق کو باطل پر، رشد کو ضلالت پر، اسلام کو کفر پر غالب فرما۔

اے خدا کفر اور ضلالت کی فوجیں اسی قدر زور سے حملہ آور ہو رہی ہیں کہ ان کو روکنا کسی انسان کا کام نہیں۔ لیکن تو ہمارا مولا اور مددگار ہے اور تیری طاقت سب طاقتوں پر غالب ہے۔ تو اپنی طاقت کو ظاہر فرما۔ ہاں تیری طاقت پہلے بھی کمزور انسانوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ آج اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے اسے ظاہر فرما۔ ہم گنہگار ہیں۔ کمزور ہیں، عاجز ہیں۔ مگر دلوں میں یہ تڑپ ہے کہ حق باطل پر اور اسلام کفر پر غالب آئے۔ تو ہمارے گناہوں کو، ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ تو ہماری حفاظت فرما۔ اور ہمیں ٹھوکروں سے اور گرنے سے بچا اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر برسا۔ تیرا عفو اور تیری مغفرت اور تیرا رحم میرے بھی شامل حال ہو۔ اور میرے ان بھائیوں کے بھی۔ جو تیرے در پر گر کر تیری مدد کے طالب ہیں اور ان کے بھی جو غفلت میں پڑے سو رہے ہیں۔ اور ان کے بھی جو اس نیک کام میں دانستہ یا نادانستہ روکیں پیدا کر رہے ہیں۔

تو ہمارا مددگار بن اور اسلام کی کمزور جماعت کو کفر کی بے پناہ طاقتوں پر غالب فرما۔ کیونکہ انسانوں کی ساری طاقتیں تیری طاقت کے جلوہ کے سامنے ہباءً منثوراً ہو کر اڑ جاتی ہیں۔ اے خدا تو قرآن کو دنیا میں غالب فرما۔ اسلام کو غالب فرما۔ محمد رسول اللہ کو غالب فرما۔ اسلام کو غالب فرما اور کفر اور ضلالت کی فوجوں کو مٹا دے۔

اللّٰھم انجز وعدك وانصر عبادك واھزم الاحزاب وحدك۔ اللّٰھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم

(محمد علی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۲

حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے جماعت کی ضرورت

جماعت احمدیہ کی تقلید میں "جماعت اسلامی" کا قیام

رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور جس کے ایڈیٹر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہیں کا تازہ شمارہ ہمیں موصول ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی آجکل ایک جماعت کی تشکیل میں مصروف ہیں۔ اس جماعت کا نام انہوں نے "اسلامی جماعت" رکھا ہے جس سے تجدید دین اور احیائے اسلام مقصود ہے۔ اس جماعت کا نصب العین ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے "جماعت اسلامی کا نصب العین اور اس کی تمام سعی و جہد کا مقصود دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور آخرت میں رضائے الٰہی کا حصول ہے"۔

حکومت الٰہیہ جس کو وہ اپنا نصب العین کہتے ہیں اس سے ان کی مراد بعینہٖ وہی ہے جو لیظہرہ علی الدین کلہ سے قرآن کی مراد ہے۔ یعنی غلبہ اسلام

اس "جماعت اسلامی" کے ابتدائی پروگرام کے متعلق وہ خود ہی رقمطراز ہیں:-

"جماعت کا ابتدائی پروگرام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک طرف اس میں شامل ہونے والے افراد اپنے نفس اور اپنی زندگیوں کا تزکیہ کریں اور دوسری طرف جماعت سے باہر جو لوگ ہوں (خواہ وہ قومی مسلمان ہوں یا غیر مسلم) ان کو بالعموم حاکمیت غیر اللہ کا انکار کرنے اور حاکمیت رب العالمین کو تسلیم کرنے کی دعوت دیں۔ (یعنی تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کریں ناقل) اس دعوت کی راہ میں جب تک کوئی قوت حائل نہ ہو ان کو بھی چھیڑ چھاڑ کی ضرورت نہیں ہے اور جب کوئی قوت حائل ہو خواہ وہ کوئی قوت ہو تو ان کو اس کے علی الرغم اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرنی ہوگی اور اس تبلیغ میں جو مصائب بھی پیش آئیں ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا"

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے ان مضامین کو جنمیں انہوں نے اپنی "جماعت اسلامی" کے تصور کو پیش کیا ہے ہم نے نظر غائر سے مطالعہ کیا ہے۔ اور ان مضامین کے ملخص کو ہم نے مندرجہ بالا سطور میں پیش بھی کر دیا ہے اور اس مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "جماعت اسلامی" کا یہ تصور صرف اصطلاحات کے معمولی سے فرق کے ساتھ جماعت احمدیہ کی تقلید میں قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جماعت احمدیہ کے قیام کی جو غرض و غایت بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے :-

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور انکا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کیوجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے"

حضرت بانئ سلسلہ کے اس مندرجہ بالا اقتباس سے سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت بالکل نمایاں ہو جاتی ہے اور اس سے یہ امر بھی روشن ہو جاتا ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے مذکورہ بالا تصور کی تقلید میں "جماعت اسلامی" کا تخیل قائم کیا ہے۔ حضرت بانئ سلسلہ نے ایمان اور تقویٰ پر ایک جماعت کی بنیاد رکھی اور اس جماعت کے سامنے غلبۂ اسلام اور آسمانی بادشاہت کے قیام کا عظیم الشان پروگرام بطور نصب العین کے پیش کیا اور قریباً نصف صدی سے وہ جماعت اعلائے کلمۃ الحق کیلئے زبردست ایثار اور قربانی کا ثبوت دے رہی ہے اور اسلام کو سارے کا سارا یعنی بحیثیت مجموعی دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے اور آج اسلامی سواد اعظم میں اس سے زیادہ منظم اور ایثار کیساتھ اشاعت اسلام کرنے والی کوئی جماعت نہیں اور پھر یہ جماعت کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں بلکہ یہ ایک ایسی جماعت ہے جس کا قیام ایک مامور الٰہی کے ذریعہ منشاء الٰہی کے مطابق عمل میں آیا یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی اور جماعت کو خدمت دین اور احیائے اسلام کی اتنی توفیق نہیں ملی جتنا کہ اس جماعت کو ملی ہے۔ اور اس جماعت کے علاوہ کسی اور جماعت کو یہ توفیق آئندہ بھی نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اسی سلسلہ کے ذریعہ دنیا میں غلبۂ اسلام ہو۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو چاہئے کہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے کی بجائے اس جماعت میں شامل ہو کر کام کریں اور انہی اصولوں پر کام کریں جنکی تقلید میں وہ ایک نئی جماعت کو "جماعت اسلامی" کے نام سے تشکیل دے رہے ہیں۔ وہ چند لوگوں کو یقیناً اپنے گرد جمع کر سکتے ہیں لیکن وہ انکے قلوب میں وہ ایمان نہیں پیدا کر سکتے جو کہ ایک مامور الٰہی اپنے ماننے والوں کے قلوب میں پیدا کر سکتا ہے۔ اور جب تک وہ ایمان نہ ہو اس وقت تک وہ نصب العین بھی بروئے کار نہیں آسکتا جبکہ حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے تو پھر کیوں نہ اس جماعت میں شامل ہو لیا جائے جو کہ اصلی اور حقیقی ہے نہ کہ اس جماعت کا رکن بنا جائے جو کہ محض نقل اور ایک عارضی گروہ ہے اور اسکی بنیاد صرف ایک شخص کے تفکر پر ہے اور اسکے پس پشت مشیت ایزدی کار فرما نہیں۔

ربوبیت الٰہی کیلئے دعا

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ)

الحمد للہ رب العالمین۔ اے خدا کہ تیری ربوبیت اس کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے۔ تو نے انسانوں کو ان کی جسمانی ربوبیت کے بہتر سے بہتر سامان عطا فرمائے ہیں۔ تو اب اپنی اس مخلوق کی جو تجھ سے دور جا پڑی ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہو کر اپنی ہلاکت کی طرف دوڑی جا رہی ہے اپنے قرآن کے ذریعہ سے ربوبیت فرما۔ ان کو اپنے در پر جھکنا سکھا اور ان کے دلوں کو اس لذت سے آشنا کر جو تیرے در پر گرنے سے ملتی ہے۔ اے خدا جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو وہ بے نظیر کامیابی عطا فرمائی کہ ان کے ذریعہ سے ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی اور انہیں پست ترین مقام سے اٹھا کر بلند ترین مقام پر پہنچایا تو آج ہماری اور ہماری جماعت کی ربوبیت فرما کر اسے قرآن کو دنیا میں پہنچانے میں اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے میں کامیابی کے بلند مینار پر کھڑا کر دے اور ہمارے ہاتھوں سے اپنے دین کی تبلیغ کی وہ بنیاد رکھوا جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے۔ اور ہر مسلمان کو توفیق عطا فرما کہ اس کے دل میں اس مقام پر پہنچنے کی تڑپ پیدا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مروجہ سرکاری محمڈن لا میں ایک اور غلطی

یتیم پوتے کی دادا کے ترکہ سے محرومی

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

قسط نمبر ۲

پوتے کی دادا کے ترکہ سے محرومی خلاف قرآن ہے

مروجہ سرکاری محمڈن لا میں کئی ایک غلطیاں ہیں جن کی بنا بعض فقہا کا اجتہاد ہے۔ [illegible] ایک یتیم پوتے کی دادا کے ترکہ سے محرومی ہے۔ جہاں تک میں نے تحقیقات اور غور و فکر کیا ہے قرآن کریم کے منشا کے خلاف ہے۔

اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے

اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض حنفی فقہا نے پوتے کو جس کا باپ دادا کی زندگی میں مر جائے۔ دادا کے ترکہ سے محروم قرار دیا ہے لیکن شریعت اسلامی کی بنا قرآن و سنت پر ہے نہ کہ کسی فقیہ کے اجتہاد پر۔ فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو قرآن و سنت میں غور کر کے اجتہاد سے شرعی مسائل استنباط کرے بالکل ممکن ہے فقیہ کا اجتہاد غلط ہو یا صحیح اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں ایک فقیہ کچھ اجتہاد کرتا ہے اور دوسرا فقیہ اسی مسئلہ میں کچھ اور اجتہاد کرتا ہے جو اس پہلے فقیہ سے بالکل متضاد ہوتا ہے۔ چنانچہ فقہا میں باہم اسقدر اختلاف ہے کہ جو بات ایک کے نزدیک حلال ہے وہ دوسرے کے نزدیک حرام ہے۔ مالکی فقہ میں شیر اور ہاتھی وغیرہ کھانا حلال ہے حنفی فقہ میں حرام ہے۔ مالکی فقہ میں ایک عورت جس کا شوہر گم ہو جائے چار برس تک اس کی خبر نہ ملنے پر دوسرا نکاح کر سکتی ہے حنفی فقہ میں عورت کو ۹۰ برس انتظار کرنا چاہئے۔ اگر ۹۰ برس میں شوہر کا پتہ نہ ملے تو اتنے لمبے عرصہ میں قبر میں پہنچ کر دوسرا نکاح کر لے۔ اس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک چار برس کے بعد نکاح کرنا حرام ہے۔ جو مالکیوں کے نزدیک حلال ہے۔ غرضیکہ تضاد اور اختلاف [illegible] شمار نہیں۔ کوئی مسئلہ لیلو اور مختلف فقہ کی کتابیں [illegible] اکثر ایسا ہوگا کہ ایک دوسرے سے متضاد [illegible] فتوے لے کر اٹھو گے۔ آخر اس اختلاف کی وجہ کیا ہے [illegible] مسائل کا استنباط محض انسان کی دماغی جولانی ہے۔ کسی کا دماغ [illegible] ایک طرح مسئلہ استنباط کرتا ہے۔ دوسرے [illegible] دوسری طرح۔ اسی لئے مختلف فقہ وجود میں آگئیں جن میں [illegible] حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مشہور ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک [illegible] فقہا کے آپس کے اختلاف ہیں۔ بدقسمتی سے [illegible] مسلمانوں نے ان مختلف فقہوں کو خدا کے قائم کردہ مذہب [illegible] آپس میں سر پھٹول شروع کر دی۔ اور لڑ لڑ کے [illegible] ہو گئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک وکیل کسی قانون سے کچھ [illegible] لے اور دوسرا وکیل اس کا کچھ اور مطلب بتائے اور [illegible] کہ خود قانون کو [illegible]

اندھا دھند ان وکلا کا ساتھ دیں یہاں تک کہ ایک فریق دوسرے فریق کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ آخر شریعت اسلامی کی بنا قرآن اور سنت ہے جیسا کہ فرمایا فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول یعنی جب تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑا ہو جائے تو خدا اور رسول یعنی قرآن اور سنت کی طرف معاملہ کو پھیر دو۔ اس آیت نے قیامت تک کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا[4]۔ ورنہ ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر شکل کے لئے مسائل کس طرح مستنبط ہو سکتے تھے۔ خدا کا منشا کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کی دماغی مساعی اور جولانیوں کو معطل کر دیا جائے اور مذہب میں تمام علمی ترقیات اور تحقیقات کا دروازہ بند کر کے مسلمانوں کو محض لکیر کا فقیر اور مذہبی تقلید کا پابند میاں مٹھو بنا کر اہل علم و تحقیق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا کر دے۔ اگر نبوت کی طرح اجتہاد کا بھی دروازہ بند تھا تو یہ مختلف ائمہ مجتہدین کیوں پیدا ہوئے۔ اور اگر ان کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا تھا تو آج ہمارے لئے کیوں بند ہے۔ اگر وہ مسائل شرعیہ میں دماغ لڑا سکتے تھے تو آج ہم کیوں نہیں لڑا سکتے۔ آج قرآن اور حدیث کی کتابیں زیادہ شرح و بسط اور جامعیت کے ساتھ ہمارے سامنے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے آج زیادہ بہتر طریق پر سمجھ آتا ہے تو ہم کسی زید اور بکر کے اجتہاد کے کیوں پابند ہوں؟ اگر قرآن اور سنت ہماری تائید میں ہو تو ہمیں ایک ہزار فقیہوں کی مخالفت بھی مجبور نہیں کر سکتی کہ ہم محض کورانہ تقلید کرتے ہوئے ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں۔ مانا وہ بڑے نیک اور متقی تھے صالح تھے۔ اُن کے اجتہادات نہایت نیک نیتی اور اخلاص پر مبنی تھے۔ مگر باایں ہمہ ضروری نہیں کہ جو نیک ہو وہ اپنے اجتہاد میں غلطی نہ کر سکے۔ نیکی الگ چیز ہے اور اجتہاد میں غلطی الگ چیز ہے۔ اگر نیکوں کا اجتہاد میں غلطی کرنا ناممکن ہوتا تو صحابہ کرام کے اجتہادات میں اسقدر اختلاف کیوں ہوتا۔ مختلف ائمہ مجتہدین کے اجتہادات میں اسقدر تضاد کیوں ہوتا۔ آخر ان میں صحیح تو ایک ہی ہوگا۔ تو باقی سب غلط ٹھہرے۔ پس فقہا کی نیکی اور نیک نیتی کو مانتے ہوئے ہم مجبور ہیں کہ اگر ان کا کوئی اجتہاد قرآن و سنت کے خلاف ہمیں نظر آوے تو ہم ادب اور افسوس کے ساتھ اُسے رد کر دیں۔ حضرت عمرؓ کی فقاہت کے تمام مسلمان قائل ہیں۔ لیکن جب انہوں نے ایک بھرے مجمع میں جن میں بہت سے اکابر صحابہ موجود تھے خطبہ پڑھا اور بڑے بڑے مہر باندھنے سے مسلمانوں کو روکا۔ تو ایک بڑھیا نے اٹھ کر للکارا اور کہا کہ یا ابن خطاب اللہ یعطینا و انت تمنعنا کہ اے ابن خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور تو ہمیں روکتا

ہے اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی کہ ان آتیتم احدٰھن قنطارًا فلا تاخذوا منہ شیئًا (النساء) اگر تم ان میں سے کسی کو (مہر میں) سونے کا ڈھیر بھی دیدو تو ان سے واپس مت لو۔ گویا مہر میں سونے کا ڈھیر بھی باندھا جا سکتا ہے اس آیت کو سن کر کیا ہوا۔ کیا حضرت عمرؓ نے اس بڑھیا کو ڈانٹا یا نکال دیا یا کافر قرار دیا کہ خلیفہ اور اتنے بڑے فقیہ کی بات کو رد کر دیا۔ حاشا و کلا۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ واپس منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ نساء المدینۃ افقہ من عمر کہ مدینہ کی عورتیں عمر سے بڑھ کر فقاہت رکھتی ہیں اور اپنے اعلان کو واپس لے لیا۔ یہ تھی وہ صحیح اسلامی مساوات کی روح۔ جہاں مذہب اور شریعت کے معاملہ میں بڑائی چھوٹائی کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ حق یعنے قرآن و سنت جس کی طرف ہوا اس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جاتی تھیں

پوتے کی وراثت میں اجتہادی غلطی

ان مسائل میں سے جن میں بعض فقہا کو غلطی لگی ہے۔ پوتے کی وراثت کا مسئلہ بھی ہے اُن کے نزدیک کسی شخص کے دادا کی زندگی میں اگر اُسکا باپ مر جائے تو چچا کی موجودگی میں دادا کے ترکہ سے وہ پوتا محروم ہو جائیگا۔ مثلاً زید کے دو بیٹے بکر اور عمر ہیں۔ اگر عمر اپنے باپ زید کی زندگی میں مر جائے تو عمر کا بیٹا خالد اپنے دادا زید کے ترکہ سے محروم ہو جائیگا اور سارا ترکہ اُس کے چچا بکر کو مل جائیگا۔

جہاں تک میں نے غور و فکر اور تحقیقات کی ہے پوتے کی محرومی غلط ہے قرآن کریم میں صاف لفظوں میں ارشاد ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء) اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو جس کے صاف معنی ہیں۔ کہ زید کی جتنی بھی اولاد ہو لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب کو زید کے ترکہ میں سے حصہ دیا جائے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک باپ کی اولاد میں سے ایک شاخ کو حصہ ملے اور دوسری کو نہ ملے۔

ترکہ کی تقسیم کے دو اصول

ترکہ کی تقسیم کا اصول دنیا میں دو طریق پر ہے۔

(۱) ایک طریق تو یہ ہے کہ ترکہ کو قائم رکھا جائے اور اُسے تقسیم نہ کیا جائے۔ ریاست کی طرح بڑا لڑکا ساری جائداد کا وارث ہو جائے اور اُسی شخص کے باقی لڑکے لڑکیاں بیشک بھیک مانگتے پھریں۔ جیسا کہ انگلستان میں دستور ہے یا پنجاب میں مختلف نہری نو آبادیوں میں مربعے بڑے بیٹے کو مل جاتے ہیں اور باقی کی سب اولاد محروم رہتی ہے چونکہ اس سے بدترین قسم کی سرمایہ داری پیدا ہوتی ہے اس لئے قرآن نے اسے روک دیا۔ (۲) دوسرا طریق یہ ہے کہ ترکہ کو ساری اولاد میں مساوات حقوق اور انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیا جائے۔ قرآن کریم نے اسی طریق کو پسند کیا کیونکہ انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ جب ساری اولاد زید کی اپنی ہے تو زید کی اولاد میں سے کوئی شاخ بھی زید کے ترکہ سے محروم نہ رہنی چاہئے۔ مرد کو عورت سے دگنا اس لئے دیا کہ عورت کا نان نفقہ اُس کے شوہر کے ذمہ ہوتا ہے اور مرد کو نہ صرف اپنا بلکہ اپنے اہل و عیال کا نان نفقہ بھی مہیا کرنا ہوتا ہے اس لئے انصاف اور مساوات کا یہی تقاضا تھا کہ مرد کو عورت سے دگنا دیا جاتا۔

قرآن کریم میں ترکہ کی تقسیم کا اصول

پس یہ دوسرا طریق جو قرآن کریم نے اختیار کیا انصاف اور مساوات حقوق پر

مبنی ہے اس کے رو سے زید کی اولاد میں سے اس کی کوئی شاخ بھی زید کے ترکہ سے محروم نہ رہنی چاہئے۔ زید کے دو بیٹوں عمر اور بکر کو برابر حصہ ملنا چاہئے۔ اگر عمر زید کی زندگی میں مر جائے اور وہ لاولد ہو تو چونکہ وہ شاخ ہی مٹ گئی اس لئے اس کا نمائندہ کوئی باقی نہ رہا جو عمر کے حصہ کو لے اس لئے سارا ترکہ بکر کو مل جانا بالکل درست ہے۔ لیکن اگر عمر کی اولاد ہو تو عمر کے مرنے سے اس کی شاخ تو نہیں مٹ گئی۔ اس کی اولاد اپنے باپ عمر کا حصہ لینے کے لئے عمر کی قائم مقام موجود ہے اس لئے عمر کی اولاد موجود ہوتے ہوئے اگر ہم عمر کا حصہ بھی اس کے بھائی بکر کو دیدیں تو یہ ظلم ہوگا۔ عمر کی اولاد کی موجودگی میں عمر کا حصہ بکر کو نہیں جا سکتا۔ قرآن نے اولاد کی موجودگی میں بھائی کو حصہ نہیں دیا۔ اور نہ کوئی فقیہ اسکا قائل ہے۔

ترکہ کی تقسیم میں فقہا کی غلطی

مصیبت یہ ہے کہ ہمارے فقہا عمر کا حصہ زید کے مال میں سے نکالتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ زید سے پہلے مر گیا میں کہتا ہوں مر گیا تو مرنے سے وہ اولاد سے کس طرح خارج ہو گیا۔ مرنا ایک تقدیری فعل اسکا کوئی قصور نہ تھا جس کی وجہ سے اس کو اور اس کی اولاد کو زید کی اولاد ہونے سے خارج کر دیا جائے اور زید کے ترکہ سے محروم کر دیا جائے پھر زید کی اولاد کی وہ شاخ جو عمر سے چلی تھی جب زندہ و سلامت موجود ہے تو اس شاخ کو محروم کر دینا قرآن کریم کے تقسیم وراثت کے اصول انصاف و حقوق مساوات کے خلاف ہے۔ اگر ایک شاخ ناحق بلا وجہ محض ایک تقدیری فعل کی وجہ سے ورثہ سے محروم رہ جائے تو قرآن کریم کا وہ اصول تقسیم وراثت تو ٹوٹ گیا۔ کہ زید کی اولاد کی کوئی شاخ زید کے ترکہ سے محروم نہ رہنی چاہئے۔ یہ اجتہاد صریح طور پر قرآن کے منشا کے خلاف ہے۔ بلکہ مجھے تو بعض وقت یہ ایک مذاق معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی زید باپ اور بکر و عمر بیٹوں کی مثال کو لیلو۔ فرض کیجئے زید باپ اور عمر بیٹا دونوں بیمار ہو گئے اور وہ تو ایک دوسرے سے آگے پیچھے ایک منٹ کے وقفہ سے مر گئے۔ ہمارے فقہا کے اجتہاد کو تو صورت یہ بنے گی کہ اگر زید باپ اپنے بیٹے عمر سے ایک منٹ پہلے مر گیا تو عمر کی اولاد کو زید کے ترکہ میں سے حصہ مل گیا۔ اور اگر زید باپ اپنے بیٹے عمر سے ایک منٹ بعد مرا تو عمر کی اولاد محروم رہ گئی۔ اور جو کہیں دونوں باپ بیٹے کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی کے ڈوبنے پر دونوں یک مرتبہ ڈوب کر مر گئے۔ تو اب یہ فیصلہ کس طرح ہو کہ اگر زید پہلے مرا تو عمر کی اولاد کو حصہ ملنے سے خدا راضی ہے اور اور اگر زید عمر سے بعد میں مرا تو عمر کی اولاد کو حصہ ملنے سے خدا ناراض ہے۔ یہ کیا مذاق ہے اور تقسیم وراثت کا یہ کیا اصول ہوا کہ دادا اور باپ کے ایک منٹ کے آگے پیچھے کی موت پوتے کو جائداد کا وارث یا اس سے محروم کر دے۔ حالانکہ پوتے بیچارے کا کوئی قصور نہیں نہ اس کے باپ کا کوئی قصور کہ کیوں اس کی موت اپنے باپ سے پہلے آ گئی کیا اس قسم کے مضحکہ خیز اجتہاد سے جو قرآن کریم کی صریح منشا کے خلاف ہے شریعت اسلامیہ کا استخفاف متصور نہیں؟ آخر اس اجتہاد کی بنیاد کس امر پر ہے۔ کیا قرآن کریم میں کہیں ایسا لکھا ہے۔ یا حضرت نبی کریم صلعم نے کوئی مقدمات ایسے فیصلے کئے ہیں۔ جو ہمارے لئے حجت ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ایسا اجتہاد کرنا جس سے قرآن کریم کے تقسیم وراثت کے اصول مساوات حقوق و انصاف کا خون ہوتا ہے۔ بالبداہت غلط ہے۔ کوئی اجتہاد جو اصل قانون کی اسپرٹ کے خلاف ہو کسی عقلمند کے نزدیک جائز نہیں ہو سکتا۔

اقرب اور ابعد کی بحث

ہمارے فقہا اپنے اجتہاد کی بنا اس اصول پر رکھتے ہیں کہ اقرب ابعد کے لئے باعث حجب ہے۔ یعنے جو شخص رشتہ میں زیادہ قریبی ہے وہ اس شخص کے لئے جو رشتہ میں زیادہ دور ہے۔ ترکہ میں حصہ پانے کے لئے روک ہے پس چونکہ عمر کے مر جانے پر اس کی اولاد اپنے دادا زید سے رشتہ میں اپنے چچا بکر کی نسبت زیادہ دور ہے اس لئے عمر کی اولاد ترکہ سے محروم رہ گئی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ اس اصول کا غلط استعمال ہے۔ یہ اقرب اور ابعد کا سوال ایک شاخ تک محدود ہوا کرتا ہے۔ دوسری شاخ کا اس سے تعلق نہیں ہوتا مثلاً زید کے دو بیٹے ہیں ایک بکر۔ دوسرا عمر۔ بکر لاولد ہے عمر کے ایک بیٹا خالد ہے۔ تو زید کا جب ترکہ تقسیم ہوگا تو وہ تین حصوں میں تقسیم نہیں ہوگا کہ ایک بکر کو دیا جائے۔ دوسرا عمر کو اور تیسرا خالد پوتے کو۔ بلکہ ترکہ فقط دونوں بیٹوں بکر اور عمر میں برابر تقسیم ہوگا کیونکہ عمر اپنے بیٹے خالد کے لئے باعث حجب یعنی ترکہ پانے میں روک ہے اس کی وجہ وہی ہے کہ عمر اپنے بیٹے خالد کی نسبت زید سے اقرب ہے اور خالد ابعد مگر عمر بکر کے بیٹوں کے رستہ میں روک نہیں ہو سکتا نہ بکر عمر کے بیٹوں کے رستہ میں روک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ الگ الگ شاخیں ہیں۔ ہر ایک اقرب اپنی شاخ میں ابعد کے لئے روک ہے نہ کہ دوسری شاخوں پر بھی اسکا اثر پڑتا ہے۔ عمر اپنے بیٹے کے لئے روک ہے اور بکر اپنے بیٹے کے لئے۔

تقسیم کے وقت سب بیٹوں کو شمار کرو

اس قاعدہ کے ماتحت اگر ترکہ کی تقسیم کے وقت بیٹوں کے ساتھ پوتے کو شامل نہیں کیا جاتا۔ تو ٹھیک ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ترکہ تقسیم کرنے وقت بیٹے کے ساتھ پوتے کو بھی شمار کرو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ سب بیٹوں کو شمار کرو خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ مصیبت یہ ہے کہ ہمارے فقہا ترکہ کی تقسیم کے وقت سب بیٹوں کو شمار نہیں کرتے۔ جو زندہ ہوئے تو شمار کر لیتے ہیں اور جو مر گیا اسے شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ اولاد ہونے میں مرے ہوئے اور زندہ برابر ہیں۔ اگر زید کے بیٹوں میں عمر مر چکا ہے اور اس کے کوئی اولاد ہے تو وہ شاخ نہیں مر گئی۔ شاخ زندہ ہے۔ عمر کی اولاد اپنے باپ کی قائم مقام موجود ہے پس عمر کا حصہ عمر کی اولاد کو ملنا چاہئے عمر کو اس کی موت زید کی اولاد سے خارج نہیں کر سکتی۔ اور جب وہ اولاد سے خارج نہیں ہے تو یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم کے ماتحت اُسے زید کی جائداد میں سے حصہ ملنا چاہئے اور جو حصہ عمر کو ملیگا اُس کا وارث ضرور ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ نہ کہ عمر کا بھائی بکر۔ جو خلاف قرآن ہے۔ یعنے عمر کی اولاد دوسرے لفظوں میں زید کا پوتا اپنے باپ کے حصہ کا وارث ہوگا۔ وہ زید کے ترکہ میں براہ راست حصہ دار نہیں بلکہ اپنے باپ عمر کی وساطت سے حصہ دار ہے۔ اسی لئے عمر کے بیٹے خواہ ایک ہوں یا ایک سے زیادہ وہ فقط عمر کے حصہ کے وارث ہوں گے۔ مثلاً زید اگر دو ہزار روپے چھوڑ مرے اور اس کے دو بیٹے عمر اور بکر ہوں تو ایک ایک ہزار روپیہ ہر ایک بیٹے کے حصہ میں آئیگا فرض کیجئے کہ عمر زید سے پہلے مر چکا ہے اور عمر کے دو بیٹے ہیں۔ تو یہ نہیں ہوگا کہ زید کا ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوگا بلکہ زید کا ترکہ وہی دو حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ہزار روپے بکر کو مل جائیں گے اور ہزار روپے جو عمر کا حصہ ہے وہ اس کے بیٹوں میں تقسیم ہوگا چونکہ عمر اپنے بیٹوں کی بہ نسبت زید سے اقرب ہے اس لئے ترکہ کی تقسیم کے وقت عمر کا حصہ شمار ہوگا۔ اس کے بیٹوں کا حصہ شمار نہیں ہوگا۔ البتہ عمر کے بیٹے عمر کا حصہ لیں گے خواہ عمر زید سے پہلے مرے یا بعد میں مرے۔ اس کے آگے پیچھے مرنے سے وہ زید کی اولاد سے خارج نہیں ہو سکتا پس عمر کو زید کے ترکہ میں حصہ ضرور ملنا چاہئے۔ اور عمر کے بیٹے ضرور ہیں کہ اپنے باپ عمر کا حصہ لیں۔ کسی شخص کے مر جانے سے اسکا حق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر اسے لینے کے لئے خود زندہ نہیں ہے تو اس کی اولاد یا ورثا جو زندہ ہوں گے وہ لے لیں گے کیا عمر کا حصہ اگر کسی فرم میں ہو یا کسی بیمہ کمپنی سے اُسے کوئی حصہ ملنے والا ہو اور وہ مر جائے تو کیا عمر کا حصہ اب غائب ہو جائیگا ہرگز نہیں۔ عمر زندہ نہیں ہے تو اسکا حصہ اس کی اولاد یا اس کے ورثا کو مل جائیگا۔ پس بحیثیت اولاد ہونے کے عمر کو جو زید کی جائداد سے حصہ ملنے والا تھا۔ وہ ملنے کے وقت اگر موجود نہیں یعنے مر چکا ہے تو اسکا حصہ اس کی اولاد کو ملنا چاہئے اس کا غائب ہو جانا بالکل لغو بات ہے یا اس کی اولاد کے ہوتے ہوئے اس کے بھائی کو مل جانا اور اولاد کو نہ ملنا صریح بے انصافی اور خلاف منشاء قرآن کریم ہے۔ ہاں عمر کے اولاد نہ ہوتی تو بیشک عمر کا حصہ اس کے بھائی کو چلا جاتا لیکن اولاد کی موجودگی میں اسکا حصہ اس کے بھائی کو نہیں جا سکتا۔ اور جب تک عمر زید کی اولاد میں شامل ہے۔ خواہ وہ مرے یا جئے کوئی فقیہ اسے اولاد کے حصہ سے محروم نہیں کر سکتا۔ خدا نے قرآن کریم میں مردہ زندہ کا کوئی فرق نہیں کیا۔ سب اولاد کو حصہ دیا ہے کسی اولاد کی محرومی کی ایک ہی صورت ہے نہ یہ ہے کہ وہ لاولد مر جائے چونکہ وہ شاخ معدوم ہو گئی اس لئے اس کا حصہ لینے والا کوئی نہ رہا۔ لیکن جب تک وہ شاخ زندہ اور چل رہی ہے وہ حصہ لے گی اور ضرور لے گی۔ خدا دیتا ہے تو بندہ کس طرح روک سکتا ہے۔ کوئی پوتا ان فقہا کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے زمانہ والی بڑھیا کا فقرہ اگر دہرا دے تو نہایت حسب حال ہے کہ اللّٰہ یعطینا وانت تمنعنا۔ کہ اللہ ہمیں دیتا ہے اور تو روکتا ہے ؞

تلاش روزگار

ایک احمدی نوجوان جس کی عمر ۲۰ سال ہے۔ معمولی لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب کا کام جانتا ہے۔ روزگار کی تلاش میں ہے۔ جماعت کے کسی دوست کو اگر اس کی خدمات کی ضرورت ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

پتہ

محمد الدین ولد عبد اللہ زمیندار چک نمبر [illegible]
کمسر ضلع ملتان

کیا وحی نبوت جاری ہے؟

(از جناب میاں بشارت احمد صاحب لقار بی۔ اے)

جماعت احمدیہ لاہور کا ایمان ہے کہ وحی نبوت کا سلسلہ تمام و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے اور امت اسلامیہ کی تجدید اور اصلاح کے لئے خداوند تعالیٰ کی پر حکمت ذات نے وحی ولایت کو جاری فرمایا ہے۔ مگر اس کے برعکس قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ اور اجماع امت کو بالائے طاق رکھ کر قادیانی دوستوں نے آنحضرت صلعم کے بعد وحی نبوت کا عقیدہ قائم کیا چنانچہ اس کے اثبات میں ایک مضمون ۸ر جولائی کے اخبار الفضل میں مرزا عبداللطیف صاحب بی۔ اے شملوی کا چھپا تھا۔

میں نے اس مضمون کو بڑے اشتیاق سے پڑھنا شروع کیا اور بہزار افسوس ختم کیا مجھے اس میں سوائے کھلی کھلی مغالطہ دہی اور خود فریبی کے اور کچھ نظر نہیں آیا۔

یہ مضمون نگار صاحب النبوت فی الاسلام سے ایک حوالہ یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلا امتیازی نشان وحی نبوت اور وحی ولایت میں ہم نے یہ قائم کیا تھا کہ وحی نبوت جبرائیل لاتے ہیں" اور پھر اس کی تردیدیوں کی جاتی ہے جاءنی ائیل۔ یعنی جبرائیل میرے پاس آیا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳) صفحہ ۲۱۱

گویا حضرت جبرائیل کا کسی برگزیدہ کے پاس آ جانا وحی نبوت کا لانا ہو گیا۔ چلئے اگر حضرت صاحب کی کتابوں سے ہمارے قادیانی دوست یہ ثابت کر دیں کہ حضرت صاحب کو وحی نبوت بذریعہ جبرائیل ہوتی تھی تو وہ مجھ سے منہ مانگا انعام لیں۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ حضرت اقدس کی تمام کتابوں کو سینکڑوں برس صرف کر کے بھی پڑھ جائیں۔ کوئی ایک تحریر بھی ایسی نہیں نکال سکتے۔ بلکہ انہیں یہ تحریریں ضرور نظر آئیں گی:۔

"ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کیلئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد میں ایک نبی آ گیا، اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر۔ رکیا ہوا۔ کیا نبی کی وحی، وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور؟" (سراج منیر صفحہ ۳)

سیدنا حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ وحی نبوت جاری ہو جائے تو پھر ختم نبوت کا عقیدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ چونکہ نبوت ہی ختم ہے اس لئے وحی نبوت کا سلسلہ بھی لازماً ختم ہو گیا۔ اس تحریر سے حضرت اقدس نے کس خوبی سے اہل اسلام کے رسمی عقیدہ کی تردید فرمائی اور خدا کی حکمت کاملہ کا نمونہ دیکھو کہ قادیانیوں کے اس فاسد عقیدہ اور باطل خیال کی بھی کس طرح اس تحریر سے تردید ہوتی ہے۔ کاش ہمارے قادیانی حضرات اس پر غور فرمائیں۔

یہ تو درست ہے کہ حضرت جبرئیل سیدنا حضرت اقدس کے پاس آئے۔ پر کیا وہ وحی لائے۔ اس وحی کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر تو کوئی وحی لائے ہوتے جس میں کوئی حکم ہوتا۔ تو یقیناً وہ وحی نبوت کہلاتی ورنہ حضرت جبرائیل کا کسی خدا کے مامور کے پاس اس کی روحانی تربیت اور دماغی نشوونما کیلئے آ جانا تو ممتنع نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبرائیل قبل از نبوت بھی رہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"پھر بعد اس کے حضرت جبرئیل کو حکم ہوا اور وہ پورے تئیس سال قبل از وحی ہر وقت قرین اور مصاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر بعد اس کے (یعنی ۲۵ برس گزرنے کے بعد۔ ناقل) وحی نبوت شروع ہوئی"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۱۱)

اب دیکھ لیجئے یہ حوالہ کتنا واضح ہے۔ حضرت جبرائیل صرف وحی نبوت ہی نہیں لائے۔ بلکہ کسی اور رنگ میں ان کا آنا ممکن ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیا جائے کہ جبرائیل وحی نبوت ہی لاتا ہے۔ تو پھر حضرت مریم صدیقہ اور حضرت موسیٰ کی والدہ کو نبیہ کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے۔ جن کے پاس حضرت جبرائیل گئے۔ اور خدا کی وحی لیکر گئے؟ سو دراصل حضرت جبرائیل کے آ جانے سے وحی نبوت ثابت نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرائیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم نبی اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ **لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی"**

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

اس حوالہ سے ہمارے قادیانی دوستوں کے مزعومہ اور فاسد خیال کی صاف تردید ہوتی ہے۔ جبرائیل کا وحی نبوت لیکر آنا تیرہ سو برس سے بند ہے اور اگر وہ وحی نبوت لیکر آ جائے تو یہ مہر ٹوٹ جاتی ہے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ اب اگر حضرت جبرائیل کسی بزرگ اور برگزیدہ ہستی کے پاس آتے ہیں۔ تو وہ نبی نہیں۔ ہو جاتا۔ کیونکہ وحی نبوت لانے سے آپ کو تیرہ سو برس سے بند کر دیا گیا ہے۔ حضرت جبرائیل خداوند تعالیٰ کے نہایت ہی عالی مقام اور عظیم المرتبت فرشتہ ہیں جن کو ابتدائے نبوت و ماموریت سے خدا کے مامورین کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ مامورین کی تربیت روحانی کرتے ہیں۔ اس لئے گر سیدنا حضرت مسیح موعود کے پاس آپ تشریف لائے تو وحی نبوت جاری نہ ہوگی۔ اور ہرگز نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ قرآن حکیم صاف فرما چکا تھا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ پھر ہمارے پیارے امام نے ۱۹۰۲ء میں تحریر فرمایا ہے:۔

"ان کا (غیر احمدیوں کا۔ ناقل) یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور (حضرت مسیح ناصری۔ ناقل) اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر ۴۵ برس تک ان پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ ہیں"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۳)

پھر ایک حوالہ اور لیجئے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۹۱)

چنانچہ مندرجہ بالا حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ وحی نبوت جو بتوسط حضرت جبرائیل ہوا کرتی ہے۔ وہ بالکل بند ہے۔ اس کے دروازے تیرہ سو برس سے بند ہیں۔ اب اگر جبرئیل آتے ہیں تو محض مومنوں کی تائید اور ان کی دلی اور دماغی اور روحانی تعلیم و تربیت کے لئے آتے ہیں۔ سو اس طور پر آنا ممتنع نہیں۔ بلکہ باعث صد رحمت ہے۔

اب اگر مرزا عبداللطیف صاحب کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو وحی نبوت قرار دیں۔ تو اس قسم کی بیباکی اور غیر محققانہ عبارت ان کا ہی حصہ ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا سارا لٹریچر اس نظریہ کی سخت تردید کرتا ہے۔ پر یہ لوگ شاید معذور ہو چکے ہیں کہ کھلی کھلی ارشادات کو دیکھ کر بھی غلو کا شکار ہو چکے ہیں۔

سب سے پہلے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت اقدس کس قسم کی وحی کے مدعی ہیں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"ان پر واضح رہے۔ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور **وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ** نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں۔ اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگا دے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے"۔ (اشتہار ۱۲ اپریل ۱۸۹۷ء)

دیکھ لیجئے حضرت اقدس وحی ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ایسے شخص کو بددیانت اور غیر متقی قرار دیتے ہیں۔ جو اس سے زیادہ اور کچھ آپ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ کیا مرزا عبداللطیف صاحب اور تمام قادیانی حضرات حضرت اقدس کے اس انتہائی فتوے کے نیچے نہیں آتے؟ کیونکہ معاندین کی طرح انہوں نے بھی غلو کر کے آپ کی طرف وحی نبوت منسوب کی ہے

پھر حضور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں "یہی ولایت ہے جس کے آگے کوئی درجہ نہیں" گویا اب نبوت نہ رہی بلکہ ولایت رہی۔ جو زیر سایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں جاری و ساری ہے۔ اسی ولایت کو اصطلاحی معنوں میں محدثیت اور لغوی معنوں میں نبوت کہا جاتا ہے۔ حضرت صاحب کا سارا لٹریچر پڑھ جائیں۔ جہاں کہیں بھی اپنی نبوت کا تذکرہ کیا۔ لغوی معنوں سے کیا۔ حقیقی معنوں کو ہر جگہ اور ہر مقام پر الگ رکھا اور ہر حال اور ہر کیفیت اپنی وحی کو وحی ولایت ہی قرار دیا۔

ہمارے محترم مخاطب نے اپنے مضمون زیر بحث میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱، "تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵، ۲۶"، "ایام الصلح" اور "اربعین" کے حوالے دیکر اپنی قلت تدبر اور علمی بے مائگی کا ثبوت دیا ہے۔ ان حوالجات سے وحی نبوت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ وحی ولایت ہی ثابت ہوتی ہے۔ جس کو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز کیا جائے اسے اصطلاحی معنوں میں نبی نہیں کہا جاتا۔ بلکہ محدث کہا جاتا ہے۔ لیکن اصطلاحی معنوں میں نبی کہلانے والے کے لئے کثرت مکالمہ شرط نہیں ہوتی۔ خداوند تعالیٰ کی پہلی وحی نبوت کے منصب جلیل پر فائز کر دیا کرتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی وحی نے نبوت کی خلعت پہنا دی۔ اب اگر حضرت اقدس اصطلاحی معنوں میں نبی ہوتے۔ تو یوں نہ فرماتے "محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ قبل از ماموریت ہی حضور

کو الہامات اور مبشرات سے نوازا جاتا رہا۔ احساس میں کثرت بھی موجود تھی۔ لیکن خدا کی وہ وحی جس نے آپ کو منصب مجددیت پر کھڑا کیا تھا۔ پہلی ہی تھی۔ اسی لئے تو فرمایا کہ مجددیت کا دعوٰے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اگر ہم حضرت اقدس کو محدث یا بروزی اور ظلی نبی سے کچھ اوپر مانیں تو پھر خدا تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی اور توہین ہوگی۔ کیا قادیانی حضرات اس حقیقت کا انکار کر کے خدا کے نزدیک گنہگار نہیں ٹھہرتے؟

مرزا عبداللطیف صاحب وہ چار حوالے نقل کر کے یوں رطب اللسان ہوتے ہیں۔

"پس آپ (حضرت مسیح موعود کا۔ ناقل) کا یہ دعوےٰ ہے کہ آپ کی وحی اس قدر صاف ہے۔ جیسا کہ آفتاب اور اور اس کی روشنی، وہ تمام شبہات سے منزہ ہے"۔

یہ بالکل درست ہے۔ اور مرزا صاحب! ہم بھی ایسا ہی یقین کرتے ہیں۔ ہم کب حضرت اقدس کی وحی کو اضغاث احلام اور حدیث النفس کہتے ہیں۔ بلکہ ہم بھی ایسا خیال کرنے والے کو گمراہ اور فاسق خیال کرتے ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کی وحی وحی الٰہی تھی۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت کی وحی، وحی نبوت تھی۔ کیا آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵ پر قسم سوم کے مقربین اسلام کے متعلق یہ نہیں پڑھا۔

"خدا کا کلام اس پر نازل ہوتا ہے جیسا کہ خدا کے نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ . . . . . اس کا ہمیشہ کلام اس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

حضرت اقدس کی کتابوں کو پڑھئے تو آپ کو مجدد اور محدث کی عظیم المرتبت شخصیت معلوم ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی حضرات نے مجدد اور محدث کے متعلق نہایت ہی حقیر نظریہ قائم کر کے حضرت مسیح موعود کے لئے نبوت کا مقام اور منصب تجویز کیا ہے۔ فتنہ آفریں اختراع کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ جناب عبداللطیف صاحب حضرت اقدس کی تحریر مندرجہ بالا غور سے پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ مجدد کس شوکت و حشمت کا مالک اور اس کا کلام کتنا بلند، پاکیزہ اور روشن ہوتا ہے۔ کیا کسی کی طاقت ہے کہ مجدد کی وحی کو اضغاث احلام اور حدیث النفس کہہ سکے؟ شاید قادیانی حضرات ہی اس کی جرأت کر سکتے ہوں گے۔

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۲ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک ملہم اور مکلم کہلاتے ہیں اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ ان کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں اور دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

یہ حوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے بعد آتا ہے۔ اس لئے قادیانی عقیدہ کی رو سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ دیکھ لو۔ باوجودیکہ مجددین کی تائید اور نصرت کے لئے خدا تعالیٰ کے نشانات بارش کی طرح برستے ہیں۔ اور دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور باوجودیکہ نبیوں اور رسولوں کی طرح ان میں خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے پھر بھی ان کی وحی، وحی نبوت نہیں کہلاتی۔ بعینہٖ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی، وحی نبوت نہیں کہلا سکتی اور نہ آپ اصطلاحی معنوں میں نبی کہلا سکتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت اقدس کثرت مکالمہ مخاطبہ کے مدعی ہیں۔ سو یہ سوال اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اس کی بحث بالکل جدا ہے۔ ہمارے قادیانی دوست نے خواہ مخواہ اسے غلط بحث کی خاطر گھسیٹا ہے۔ اگر انہوں نے صفحہ ۳۹۱ کے ان الفاظ کو اچھی طرح پڑھ لیا ہوتا۔

"بات یہ ہے کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو کثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے"۔

"اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ بھی اس قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"۔

تو شاید انہیں وحی نبوت کو جاری کرنے کے لئے غیر منصفانہ ہاتھ پاؤں مارنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ یہ دو حوالے جو میں نے صفحہ ۳۹۱ کی مسلسل تحریر سے لئے ہیں۔ ہمارے تمام شبہات اور ظنون فاسدہ کو مٹا دیتے ہیں۔

حضرت اقدس نے خود کو نبی ثابت کرنے کیلئے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر کو بطور دلیل اساسی پیش فرمایا ہے اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم حضرت مجدد سرہندی کے اصل الفاظ کو دیکھیں۔ تو وہاں ہمیں بجائے نبی کے "یسمی محدثا" کے الفاظ نظر آتے ہیں۔ اور حضرت اقدس خود بھی اس تحریر کا ترجمہ ازالہ اوہام میں یوں فرماتے ہیں۔

"کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ ایسے لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں۔ اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے۔ اس کو محدث بولتے ہیں"۔ (صفحہ ۹۱۴)

تو صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت اقدس نے جو نبی کا لفظ حضرت مجدد الف ثانی کے قول کی طرف منسوب کر کے لگایا۔ وہ لغوی معنوں کی رو سے لگایا۔ ورنہ یہ تو انتہا درجہ کی خیانت تھی۔ کہ اصل لفظ محدث لکھا ہو۔ اور اس کی جگہ نبی لکھ دیا جاتا۔ پھر اس جگہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت اقدس زمرہ محدثین میں رہ کر حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر کو بطور دلیل اساسی پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے وسیلہ سے تمام محدثین میں امتیازی شان پیدا کرتے ہیں۔ اگر اس سے وحی نبوت کا اجرا ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر حضرت نے یہ کیوں فرمایا:۔

"تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"۔ حضرت اقدس کی یہ تحریر مقام نبوت اور وحی نبوت کا راستہ روکے کھڑی ہے کیا کسی قادیانی کی اب بھی طاقت ہے کہ وہ نبوت اور وحی نبوت کو جاری رکھ سکیں۔

پہلے صلحا کو نبی کا نام پانے سے عمداً روک دیا گیا۔ حالانکہ کمالات نبوت ان کے اندر موجزن تھے اور حقائق و معارف کا بحر بیکراں ان کے سینوں میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ ہمارا مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔ اس لئے اس پیشگوئی کو شبہات سے پاک رکھنے کی خاطر ان صلحا کو نبی کا نام پانے سے روک دیا گیا ہے اس نبی اللہ کی تعیین حضرت اقدس کی کتابوں میں پڑھ لیجیے۔ مرزا عبداللطیف صاحب بلا تکلف گراں نہ فرمائیں گے۔

دیکھئے خدا تعالیٰ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا کس قدر پاس اور احترام تھا کہ اس خطاب کو حضرت مسیح موعود کیلئے مخصوص رہنے دیا۔ حضرت اقدس خود ان کی نبوت کے شاہد ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "پس بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا"۔ (الوصیت)

اس حوالہ سے یہ بات کس قدر واضح اور مبرہن ہو جاتی ہے کہ صلحائے امت بڑی ہی شوکت کے مالک تھے۔ وہ بھی نبی تھے۔ امتی ہونے کے باوجود نبی کا خطاب انہوں نے پایا تھا۔ یہ اس کتاب میں تحریر فرمایا ہے جس میں یہ بھی صاف طور پر لکھا ہوا پہلے موجود ہے۔

"اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کیلئے ایک انجام بھی ہے"۔

تو فرمائیے اب کس قسم کی نبوت رہ گئی جو امت اسلامیہ میں جاری و ساری ہے۔ یقیناً وہ لغوی، ظلی اور بروزی نبوت ہے۔ جو باتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے۔ اس قسم نبوت کے مدعیان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوتا ہے۔ (الوصیت)

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

"آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"۔

اگر تو ساری امت میں حضرت مسیح موعود کو ہی نبی مانا جائے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ روحانی نعوذ باللہ ناقص ٹھہرتی ہے۔ وہ تو نبی تراش ہے۔ جب تک امت کے گذشتہ صلحا کو نبی تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک آپ کی قوت قدسی اور توجہ روحانی نبی تراش نہیں ثابت ہوتی۔ اور اگر توجہ روحانی فی الحقیقت نبی تراش ہے (یقیناً نبی تراش ہے) تو پھر اس امت کے علماء نبی ہونے لازمی ہیں۔ اور جب تک حضور کی توجہ روحانی اور قوت قدسیہ سے اس امت کے صلحا نبی نہ کہلائیں اس وقت تک علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ آنحضرت صلعم کی توجہ روحانی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ تمام صلحا مختلف مواقع کے انبیاء ہو گزرے ہیں۔ لیکن باایں ہمہ کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ان پر وحی نبوت ہوا کرتی تھی۔ اور چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ روحانی سے جو نبی تراش ہے نبی بنے تھے۔ اس لئے لازماً آپ کو بھی وحی نبوت نہیں ہو سکتی تھی۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وحی نبوت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وحی ولایت جو اس امت میں تا قیامت جاری رہے گی۔ آپ پر بھی ہوتی تھی اور اسی وحی کا حضور کو دعوےٰ تھا جو شخص اس سے زیادہ کچھ اور حضرت اقدس کی طرف منسوب کرتا ہے وہ بقول حضور بد دیانت اور غیر متقی ہے۔

اس لئے خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قادیانی حضرات کو غیر متقیانہ روش سے محفوظ فرما کر راہ حق دکھائے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ عیسائیوں کی طرح ان لوگوں نے حضرت اقدس کے مقام کو غلو کر کے بڑھا کر گویا خدا کی جباری اور قہاری طاقتوں کو کھلی کھلی دعوت دے رکھی ہے۔ جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا کاش یہ لوگ شخصی غلامی کا جوا اتار کر حضرت امام الزمان کی صحیح تعلیم پر عمل پیرا ہوتے۔

رفتار عالم

— **لندن** ۷ر اکتوبر۔ روسیوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ جرمن فوج نے سارے مشرقی محاذ پر شدید ترین حملہ کر دیا ہے جو اس وقت تک تمام محاذ پر اپنی پوری شدت دکھا رہا ہے یہ حملہ لینن گراڈ سے لیکر کریمیا تک کے ہزاروں میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ جرمنوں نے اس حملے کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کے اعلےٰ درجے کے لشکروں اور سامان جنگ کو لڑائی کی آگ میں جھونک دیا ہے۔ اس جگہ اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن ہٹلر نے اپنی تقریر میں اعلان کیا تھا کہ جرمن فوج نے ۴۸ گھنٹے سے ایک نیا اور شدید حملہ شروع کر رکھا ہے جو مشرقی محاذ پر فتح حاصل کرنے میں بڑی مدد دیگا۔ ماسکو سے اعلان کیا گیا ہے کہ روسی فوج ہر انچ زمین کی مدافعت کر رہی ہے۔

— **لندن** ۷ر اکتوبر۔ برازیل کی اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ جنوبی اٹلانٹک میں برازیل کے ساحل کے قریب دو نامعلوم ملکوں کے جنگی جہازوں میں شدید لڑائی ہوئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک جنگی جہاز کو شدید نقصان پہنچا اور وہ دھوئیں کے بادل چھوڑتا ہوا ڈوب گیا۔ یہ لڑائی چند ایک منٹوں تک جاری رہی اور ساحل کے لوگوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ریڈیو کی خبر کی اطلاع مظہر ہے کہ اس لڑائی میں صرف دو جنگی جہازوں نے حصہ لیا تھا لڑائی صرف ۱۰ منٹ تک جاری رہی۔ برازیل کے بعض دوسرے علاقوں سے بھی اس قسم کی رپورٹیں آئی ہیں۔ مگر ابھی تک ان اطلاعات کی تصدیق نہیں ہوئی۔

— **لندن** ۷ر اکتوبر۔ کل جرمن طیاروں نے برطانیہ میں معمولی سی سرگرمی دکھائی۔

— **لندن** ۷ر اکتوبر۔ ماسکو میں اس امر کا اعتراف کیا جا رہا ہے کہ جرمنوں نے والگا کی وادیوں میں ٹینک قسم کے ڈویژن استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ لندن کے باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ اگر مرکزی محاذ پر جرمن فوجوں کا شدید حملہ کامیاب رہا۔ تو مارشل تموشنکو کی فوج محصور ہو جائے گی۔ اس اثنا میں جرمنوں نے اعتراف کیا ہے کہ روسی فوجیں خلیج فن لینڈ کے قریب جمع ہو رہی ہیں۔

— **لندن** ۷ر اکتوبر۔ روما میں اعلان کیا گیا ہے کہ جرمن فوج نے ڈنیپر کے مشرق میں ۵۰ ہزار سرخ سپاہیوں کو گھیر لیا ہے۔ بخارسٹ میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ رومانیہ کی فوج نے روس اور رومانیہ کی جنگ چھڑنے کے بعد دو لاکھ ۲ ہزار روسیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اس اثنا میں ایک لاکھ ۱۰ ہزار رومانوی سپاہی روسیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔

— **لندن** ۷ر اکتوبر۔ جرمن ہائی کمان نے دعوے کیا ہے کہ جرمن افسروں نے لینن گراڈ پر زبردست بمباری کی ہے۔ جرمنوں کا بیان ہے کہ جرمن طیاروں نے چند ایک کارخانوں پر بھی بم گرائے ہیں۔

— **شملہ** ۷ر اکتوبر۔ آج وائسرائے ہند نے نیشنل ڈیفنس کونسل کے پہلے اجلاس کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر جنرل ویول کمانڈر انچیف افواج ہند نے مسٹر چرچل کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا جس میں مسٹر چرچل نے لکھا تھا کہ جنگ کے پہلے سال ہندوستانی فوجوں کیلئے اعلےٰ درجے کا سامان پہنچانا ناممکن تھا جنگ کے دوسرے سال ہندوستانی فوج کے لئے معمولی سا سامان جنگ دیا گیا۔

بلیک آوٹ کی پابندیاں نرم کر دی گئیں

حکومت پنجاب نے ایک سرکاری اعلان کے رو سے ہوائی حملوں سے حفاظت کی مشقوں کے سلسلے میں بلیک آوٹ کی پابندیاں نرم کر دی ہیں جنکی بدولت رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز اور سحری کے وقت کھانا پکانے کیلئے مدہم روشنی کی اجازت ہوگی اور ۷ر اکتوبر کو گورو رام داس کے جنم دن پر سکھ امرتسر میں دربار صاحب کے گردوں میں اس حد تک روشنی کر سکیں گے جو اس تقریب کو منانے کیلئے ضروری ہوگی۔

اعلان میں کہا گیا ہے کہ بلیک آوٹ اور مشقی ہوائی جنگ کے سلسلے میں حکومت کو مختلف جماعتوں کی طرف سے بہت سی عرضداشتیں وصول ہوئی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ عوام کو روشنی پر پابندیاں عائد کرنے سے بہت پریشانی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑیگا۔ حکومت کا آخری فیصلہ یہ تھا کہ ۷ر اکتوبر سے ۱۴ر اکتوبر تک روشنی پر پابندیاں عائد کی جائینگی اور یہ فیصلہ اس لئے ظہور میں آیا ہے کہ اگر پنجاب پر ہوائی حملہ ہو.. تو لوگوں کو اس کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ حکومت پنجاب فوجی حکام سے تعاون کیلئے پوری طرح تیار ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ بیحد اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی عوام کی بے چینی اور پریشانی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ انفرادی طور پر کسی کو مستثنےٰ نہیں کیا جا سکتا لیکن چونکہ بلیک آوٹ اور مشقی جنگ ماہ رمضان میں ہو رہی ہے اس لئے حکومت پنجاب اس بات کیلئے تیار ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی فرائض حسب ضرورت احکام کی کم سے کم تخفیف کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ حکومت یہ بھی توقع رکھتی ہے کہ ۵ر اکتوبر کو چودھویں رات کا چاند ہے اس لئے مساجد میں نماز تراویح ادا کرنے کیلئے تیز روشنی کی ضرورت نہ ہوگی۔ تیز روشنی والے لیمپ احکام کے مطابق ڈھانپ لینے چاہیئیں سحری کے وقت کھانا کھانے کے سلسلے میں حکومت پنجاب کی یہ خواہش ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ بھی توقع رکھتی ہے کہ مسلمان اندھیرا کرنے کے سلسلے میں حکام سے پوری طرح تعاون کریں گے۔

گورو رام داس کا جنم دن ۷ر اکتوبر کو ہے اس لئے حکومت پنجاب کی طرف سے یہ اجازت دیجاتی ہے کہ دربار صاحب امرتسر کے گرد بلیک آوٹ نہ کیا جائے تاکہ سکھ اپنی مذہبی رسوم ادا کر سکیں۔ حکومت پنجاب لیکن یہ بھی توقع رکھتی ہے کہ بلیک آوٹ کے احکام کے سلسلے میں روشنی کی اس طرح نمائش نہ کی جائے جو حد سے تجاوز کرتی ہو کہ ان کی صریح خلاف ورزی ظاہر ہو۔ حکومت پنجاب یہ بھی اعلان کرتی ہے کہ مذہبی فرائض ادا کرنے کیلئے جو مراعات دی گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عمومی حیثیت سے بلیک آوٹ کے احکام کی مخالفت کی جائے ✦

اللہ تعالےٰ کی مدد کیلئے دعا

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اے خدا ہم اپنی طاقت کے مطابق یہی کوشش کرتے ہیں کہ تیری ہی فرمانبرداری کریں اور تیرے نام اور تیرے کلام کو دنیا میں پہنچائیں۔

مگر اے آقا ہم کمزور ہیں اور باوجود اس کے کہ تیری فرمانبرداری کی تڑپ دل میں ہوتی ہے تیری فرمانبرداری کا حق ادا نہیں ہوتا سو تو ہماری مدد فرما اور ہمیں گرنے سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی زبردست قوت ہمارے اندر پیدا کر دے۔

اے خدا تیرے نام اور تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانا وہ بلند کام ہے جس کیلئے تو اپنے خاص بندوں کو کھڑا کرتا رہا ہے جنہیں ہر دم روح القدس کی مدد ملتی تھی اور تیری مدد پہنچتی تھی جس سے وہ اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اے آقا ایک ایسے ہی تیرے بندے نے جسے تو نے اپنے دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے کھڑا کیا تھا ہمیں بھی اس کام پر لگایا ہے۔ مگر ہم تھوڑے ہیں کمزور ہیں۔ سامان پاس نہیں بیگانے تو ایک طرف رہے۔ اپنے بھی ہماری مخالفت کرتے اور اس رستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ تو محض اپنے کرم سے ہماری دستگیری فرما۔ اور اپنی وہ قوت ہمارے اندر بھر دے۔ جو تو اپنے پاک بندوں کے اندر بھرتا رہا ہے اور وہ نور ہمارے دلوں میں ڈال دے جس سے تو اپنے پاک بندوں کے سینوں کو منور کرتا رہا ہے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا مخلوق خدا کو تیرے در پر جھکانا سب کاموں سے مشکل کام ہے اور جب بھی دنیا میں یہ انقلاب پیدا ہوا ہے کسی انسان یا کسی فوج کی قوت سے پیدا نہیں ہوا بلکہ تیری نصرت اور تیری تائید سے ہی پیدا ہوا ہے۔ اس لئے ہم تجھ سے اسی مدد اور نصرت کے طالب ہیں جو تو اپنے پاک بندوں کو عطا فرماتا رہا ہے ✦

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فدیہ توفیق روزہ کا موجب ہے

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا۔ یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں۔ اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دیگا اگر خدا چاہتا۔ تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور ایسی حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے۔ تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی۔ کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھیگا۔ یہ ایک باریک امر ہے۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا۔ تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن وہ خدا کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ تکلف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں ہے۔

(ملفوظات احمدیہ صفحہ ۱۷۵)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مسلم ٹاؤن لاہور کی مسجد احمدیہ میں مولوی عبدالرشید صاحب نماز تراویح پڑھاتے تھے۔ ۱۲ اکتوبر کو انہوں نے قرآن مجید ختم کیا

— ہر روز نماز فجر کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب مرکزی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نہایت موثر انداز میں درس قرآن مجید دیتے ہیں۔ حاضری کافی ہوتی ہے اور احباب نہایت شوق سے درس قرآن مجید میں شامل ہوتے ہیں۔

— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی بدستور بیمار ہیں گذشتہ دنوں صاحبزادی مذکورہ کو سالی سینی ٹوریم میں بغرض علاج پہنچایا گیا۔ لیکن اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اس تبدیلی سے بھی ان کی صحت پر کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑا۔ جس کی وجہ سے لواحقین کو سخت تکلیف ہے۔ سب احباب سلسلہ کی خدمت میں عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی صاحبزادی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرمائے۔ آمین

— منشی کرم الٰہی صاحب کو عید چابک سواراں لاہور کی صاحبزادی کے لئے بھی احباب کرام دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— منشی حبیب اللہ صاحب کاتب پیغام صلح کے تین بچے مبارزمنہ بخار بیمار ہیں۔ ان کی صحت یابی کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

— جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں۔

ان سب کی صحت اور آسودگی کے لئے بحضور قلب سے دعا کی جائے

گرانی اور ہندوستان

وہ زمانہ تو بہت دور گیا۔ جب سیاسی جنگیں لڑی جایا کرتی تھیں۔ اب تو معاشی لڑائیوں کا دور ہے۔ ہر فریق دوسرے کو معاشی زک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرے ملکوں کے اثاثوں کو ضبط کرنا۔ بحری ناکہ بندی، سامان لانے اور لیجانے والے جہازوں پر حملے۔ دشمن کے کارخانوں اور گوداموں پر گولہ باری اور اپنے علاقوں کو دشمن کے قبضہ میں جانے سے پہلے خود ہی ہر طرح تباہ کر دینا کامیابی کی علامتیں سمجھی جاتی تھیں۔ نازیت، فاشیت، اشتراکیت جمہوریت، شہنشاہیت صرف سیاسی اصطلاحیں نہیں ہیں بلکہ ان میں معاشی مفہوم بھی پنہاں ہیں۔ بلکہ ہر "ازم" بذات خود ایک مکمل معاشی نظام ہے اور ان ہی مختلف نظاموں میں کشمکش جاری ہے۔ پھر چونکہ ذرائع حمل و نقل کی آسانیوں، صنعتی ترقیوں اور تجارت خارجہ کی سہولتوں کی وجہ سے ساری دنیا ایک بین الاقوامی نظام کے دائرے میں آگئی ہے۔ اس لئے یہ کشمکش اور زیادہ شدید نظر آنے لگی ہے۔ کوئی ملک اپنی روزانہ کی استعمال کی معمولی معمولی چیزوں کو لیجئے اور دیکھئے کہ وہ کہاں سے کہاں آرہی ہیں۔ ربڑ، پنسل پالش کی ڈبیاں، استروں کے بلیڈ، صابن، تیل، رومال وغیرہ دیکھئے میں کس قدر حقیر معلوم ہوتی ہیں۔ مگر دنیا کے دور دراز ملک ان چیزوں کو مہیا کرتے ہیں۔ جب معمولی چیزوں کا یہ حال ہو۔ تو پھر اہم اور ضروری کا تو ذکر ہی کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ لڑائی دو ملکوں کے درمیان ہوتی ہے۔ مگر اس کا اثر ساری دنیا پر پڑتا رہتا ہے۔

موجودہ جنگ کی طرح تو آج تک دنیا میں کوئی لڑائی ہوئی ہی نہیں۔ اس جنگ میں ساری دنیا کے ملک تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک حملہ کرنے والے اور ان کے ساتھی۔ دوسرے مدافعت کرنے والے اور ان کے ساتھی۔ تیسرے غیر جانبدار۔ یہ تقسیم کوئی نئی نہیں ہے بلکہ ہر بڑی لڑائی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر دوسری لڑائیوں میں غیر جانبدار ملکوں کی تعداد زیادہ رہا کرتی تھی۔ لیکن اس لڑائی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غیر جانبداروں کی تعداد کم ہے۔ اور نسبتاً روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ اس دائرہ میں بھی بعض نام نہاد طور پر غیر جانبدار ہیں۔ ورنہ وہ کسی ایک فریق کے ساتھ ہیں۔ مثلاً امریکہ آئینی طور پر تو لڑائی میں شریک نہیں۔ لیکن وہ کھلے بندوں اتحادیوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ یا اسپین علی الاعلان محوری طاقتوں کی طرفداری کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ بعض ملک ایسے ہیں۔ جن کے متعلق نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ حقیقی معنوں میں غیر جانبدار ہیں۔ اس طرح یہ دائرہ بہت ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے اور ایسی صورت میں دنیا جنگ کے معاشی اثرات سے جتنی بھی متاثر ہو کم ہے۔ جنگ کا ایک عام معاشی اثر گرانی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں ہم گرانی کے اسباب اور ہندوستان پر اس کے اثرات کو ظاہر کرنے کی حد تک محدود رہیں گے۔

گرانی کے اسباب

گرانی کیوں ہوتی ہے؟ اس مختصر سے سوال کا جواب دو چار لفظوں میں نہیں دیا جا سکتا۔ گرانی کے اسباب معلوم کرنے سے پہلے ہمیں اپنی ضروریات کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ ایک وہ جو دوسرے ملکوں میں پیدا یا تیار ہوتی ہیں اور وہاں سے ہمارے ملک میں آتی ہیں۔ دوسرے وہ چیزیں جو خود ہمارے ملک کے اندر پیدا یا تیار کی جاتی ہیں۔ اب باہر سے آنے والی چیزوں کو لیجئے۔ ان کی قیمت اس لئے گراں ہوتی ہے کہ

(۱) درآمد کرنے والے ملک ہمارے دشمن یا ان کے ساتھی ہیں۔ اس لئے مال وہاں سے نہیں آسکتا۔

(۲) درآمد کرنے والے ملک ہمارے دوست ہیں مگر ان کی توجہ جنگ کی طرف ہے۔ اس لئے وہ ذخائر حرب زیادہ تیار کرتے ہیں اور دوسرے مال بہت کم تیار کرتے ہیں۔ اور جب ان کے یہاں مال ہی کم تیار ہو۔ تو وہ باہر بھی زیادہ مقدار میں نہیں بھیجا جا سکتا۔

(۳) اس زمانہ میں غیر جانبدار ملک نئے بازاروں پر قبضہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر سمندری خطروں، بیمہ کی شرح میں اضافے، ریلوں اور دوسری چیزوں کے کرایوں میں اضافہ کی وجہ سے اس مال کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

مگر اس وقت دنیا کا کوئی بڑا ملک ایسا نہیں جو جنگ میں شریک نہ ہو۔ ریاستہائے متحدہ براہ راست جنگ میں شریک نہیں مگر بالواسطہ طریقہ پر اس کی ساری توجہ جنگ اور ضروریات جنگ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اب رہ گئے چھوٹے چھوٹے ملک تو ان کے یہاں نہ ایسی صنعتی ترقی ہوئی کہ وہ نئے بازاروں پر قبضہ کر سکیں اور نہ اتنے جہاز کہ دوسرے ملکوں کو سامان بھیج سکیں۔ دراصل یہ فوقیت تو یورپ کے چند چھوٹے چھوٹے ملکوں، مثلاً ہالینڈ، بلجیم اور ڈنمارک وغیرہ کو حاصل تھی کہ وہ باوجود رقبے میں چھوٹے ہونے کے اور آبادی کی کمی کے بین الاقوامی تجارت میں نمایاں حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ جنوبی امریکہ اور ایشیا کے اکثر ملک رقبے اور آبادی میں ان سے کافی بڑے ہیں لیکن ان کو یہ بات میسر نہیں۔ گویا اس طرح ہندوستان کی درآمد کو بڑا نقصان پہنچا۔ اور باہر سے آنے والی اشیا کی مقدار گھٹ گئی اور ان کی قیمت بڑھ گئی۔

دوسری طرف خود اندرون ملک پیدا ہونے والی چیزوں کو لیجئے ان کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جن کی ہمیں بھی ضرورت ہے اور وہ جنگی اغراض دمقاصد کیلئے بھی ضروری ہیں۔ مثلاً پٹرول، تیل، روئی، دھاگہ، کپڑا، اون، کمبل، چمڑے کا سامان، لوہے اور لکڑی کا سامان زرعی پیداوار، ربڑ، شکر وغیرہ۔ اب جو کارخانے فوجی اغراض کیلئے ان کو استعمال یا تیار کر رہے ہیں۔ ان کی ضرورت اہم اور شدید ہے۔ اور ان کے پاس ایسے خریدار بھی ہیں جو اس سامان کی قیمت بھی زیادہ دینے پر تیار ہیں۔ ایسے کارخانے خام مال کی قیمت زیادہ دے سکتے ہیں۔ یہ مزدوروں کو بھی زیادہ اجرت دیتے ہیں۔ اور ان کا مال باوجود گرانی کے فروخت بھی ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے تمام کارخانوں سے خام مال اور مزدور ادھر آنے لگتے ہیں۔ مگر دوسرے کارخانے بھی اپنا کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ مجبوراً وہ بھی زیادہ قیمت اور زائد اجرت دینے پر تیار ہو جاتے ہیں یعنی اس طرح عام اشیاء کی لاگت بڑھ جاتی ہے۔ لہذا ان کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ اضافہ ایسا ہے جو بادی النظر میں ہر شخص کی سمجھ میں آتا ہے لیکن عوام اور ناواقف لوگوں کو اس وقت حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔ جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ایسی چیزوں کی قیمت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جو ان کے ملک میں پیدا ہوتی ہیں اور جن کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں مثلاً پان یا دودھ، پھل ترکاریاں۔ گھی، دودھ، غلے وغیرہ جو کہیں باہر نہیں جاتے مٹی کے برتن، گھڑے، مٹکیاں، گملے وغیرہ ان چیزوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ہندوستان کے کسی ایک حصہ میں پیدا ہوتی ہیں اور ملک کے دوسرے حصوں میں صرف ہوتی ہیں۔ ان کی قیمت اس لئے بڑھ جاتی ہے کہ مزدوروں کی اجرت، اخراجات نقل و حمل اور باربرداری بڑھ جاتے ہیں۔ نئے نئے ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ ان چیزوں کا بار اشیا کی قیمتوں پر پڑ کر ان میں اضافہ کر دیتا ہے۔ دوسری طرف وہ چیزیں ہیں جو بالکل مقامی طور پر بنتی ہیں اور وہیں صرف ہوتی ہیں۔ ان کی بڑی اچھی مثال مٹی کے برتن ہیں یہاں نہ تو کوئی نیا ٹیکس لگا۔ نہ یہاں مزدوروں کی اجرت ہی بڑھی۔ کیونکہ یہ سب کام کمہار اور اس کا خاندان کرتا ہے اور نہ ان چیزوں کو ادھر سے ادھر منتقل کرنے میں اخراجات بڑھتے ہیں۔ نیز ان کی بنوائی پر اتنا ہی وقت اور محنت صرف ہوتی ہے۔ جتنی کہ پہلے ہوتی تھی۔ پھر ان کی قیمتیں اضافہ کیوں ہوتا ہے۔ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ جنگ کے زمانہ میں روپیہ کی قدر گھٹ جاتی ہے۔ یعنی جو چیز پہلے ایک روپیہ میں خریدی جا سکتی تھی۔ اب اس کے دو روپے دینا پڑتے ہیں۔ بالفاظ دیگر روپیہ آٹھ آنے کی برابر ہو گیا ہے۔ لیکن غریب کمہار ان نکتوں سے ناواقف ہے۔ البتہ وہ یہ جانتا ہے کہ پہلے وہ دس گھڑے روز بناتا تھا اور ان کو ایک آنہ فی گھڑے کے حساب سے فروخت کر کے دس آنے روز کما لیتا تھا۔ اور ان دس آنوں میں وہ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ بھی بھر لیتا تھا۔ اور کچھ آنے بچا بھی لیتا تھا۔ جو اس کے کپڑے لتوں، تیج میلے، تہواروں اور تقریبوں پر کام آتے تھے۔ اب بھی وہ دس گھڑے بناتا ہے اور ان کو دس آنے میں بیچتا ہے۔ مگر اب اس رقم کو جب وہ اپنی ضرورتوں پر صرف کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ بچت تو درکنار۔ اس کے روزمرہ کے اخراجات ہی پورے نہیں ہوتے۔ اب یہ اس کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے گھڑوں کی تعداد کو بڑھا دے۔ تاکہ اس کو اتنی رقم ملنے لگے کہ اس کی ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں مگر ایک تو یہ اس کے بس کی بات نہیں کہ وہ روزانہ بیس گھڑے بنا لیا کرے۔ دوسرے اس کو اتنے خریدار بھی نہیں ملتے جو یہ گھڑے خرید لیا کریں۔ تیسرے طبعاً ہر انسان آرام پسند ہوتا ہے۔ یعنی وہ کم کام کر کے زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا آسان نسخہ یہی ہے کہ وہ اپنے گھڑوں کی قیمت میں اضافہ کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے اور جیسے جیسے عام چیزوں کی قیمت بڑھتی جاتی ہے۔ ویسے ہی گھڑوں کی قیمت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس تجزیہ پر غور کرنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ کیوں ان چیزوں کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جن کو جنگ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

گرانی کا دوسرا سبب اضافہ اجرت ہے یعنی جب جنگ کے زمانہ میں چیزوں کی قیمتیں بڑھنے لگتی ہیں۔ تو مزدوروں کو نقصان پہنچنے لگتا ہے۔ ان کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے اور ان کی پہلی اجرتوں سے ان کی ساری ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ لہذا وہ اضافہ اجرت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ابتدا میں ان کو یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ابھی چیزوں کی قیمتوں میں اتنا اضافہ نہیں ہوا کہ اجرت بڑھائی جائے۔ مگر جب مطالبات شدید ہو جاتے ہیں اور ہڑتالوں اور در بندیوں کی نوبت آنے لگتی ہے تو اجرتوں میں اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح لاگت بڑھ کر چیزوں کی قیمت میں اضافہ کر دیتی ہے

گرانی کا تیسرا سبب حقیقی دولت کی پیدائش میں کمی کا ہو جانا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ کے زمانہ میں سارے ملک کی توجہ یا ان حربی یا جنگی اغراض کے لئے ضروری سامان تیار کرنے کی طرف رہتی ہے کپڑے لوہے، فولاد، چمڑے کے وہ کارخانے۔ جو پہلے ملک کی عام ضرورتوں کیلئے چیزیں تیار کرتے تھے۔ اب جنگی اغراض کے لئے سامان بناتے ہیں۔ یا ان کی تیاری

(باقی صفحہ ۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۱ رمضان ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۳

معقول استفسار کا جواب

ابھی جواب تشنہ اور غیر معقول ہے

پیغام صلح ۱۸ ستمبر میں ہم نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا قادیانی علماء سے نہایت اہم سوال درج کیا تھا۔ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے الفضل مورخہ ۳ اکتوبر و ۵ اکتوبر میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ پہلی قسط میں ان کا روئے سخن مولوی ابراہیم صاحب کی طرف ہے اور دوسری قسط میں انہوں نے جماعت لاہور کو خطاب کیا ہے۔ پہلی قسط میں غیر ضروری تمہید کے بعد انہوں نے "اجتماعی عقیدہ" اور "خاتم النبیین کا مکمل مفہوم" کے دو ضمنی عنوانات قائم کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ یعنی انہوں نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ مسیح موعودؑ کے بوصف رسالت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب جو مسیح موعود ہیں رسالت سے معرا نہیں ہو سکتے ختم نبوت آنحضرت صلعم کی افضلیت اور سیادت کے اثبات کیلئے نازل ہوا۔ افضلیت دو امر کی متقاضی ہے (اول) آپ کے بعد مستقل نبیوں کا دروازہ بند ہے (دوم) آپ کی امتیوں کے لئے سب کمالات کے دروازے کھلے ہیں۔

اجماع امت کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سوال تو اس اصول کا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود قائم کیا ہے۔ حضرت صاحب کا استدلال ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد حضرت عیسٰے جو نبی ہیں نازل نہیں ہو سکتے اور خاتم النبیین کا ترجمہ کیا ہے ختم کرنے والا نبیوں کا۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

> ہر نبوت را بروشد اختتام

جب اس ختم نبوت کی وجہ سے حضرت مسیح نہیں آ سکتے تو حضرت مسیح موعود نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کی طرف دعوی نبوت منسوب کیا جائے تو کیا یہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے اور جب یہ ختم نبوت کے صریح طور پر منافی ہے۔ تو پھر جماعت محمودیہ ان کی طرف دعوی نبوت منسوب کر کے ظلم نہیں کر رہی؟

اس کے علاوہ مولوی صاحب نے افضلیت کی تشریح کرتے ہوئے یہ جو کہا ہے کہ آپ کے امتیوں کے لئے سب کمالات کے دروازے کھلے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ سب کمالات میں تو حقیقی نبوت کا مفہوم بھی آ جاتا ہے۔ کیونکہ حقیقی نبوت بھی کمالات نبوت میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ان کی (یعنی آنحضرت صلعم کی) پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ سب کمالات کے الفاظ آپ نے بھی استعمال نہیں فرمائے۔ اور یہ کمالات نبوت مجازی نبوت ہیں جس کو حضور نے محدثیت کے مترادف قرار دیا ہے اور دعوی نبوت سے صاف انکار کیا ہے جو مولوی اللہ دتا صاحب حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"نبوت کا دعوی نہیں بلکہ محدثیت کا دعوی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوی لازم آ گیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲)

جب حضرت مسیح موعودؑ خود اپنے دعوے کو نبوت سے معرا قرار دے رہے ہیں تو کسی دوسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ دعوی نبوت ان کی طرف منسوب کرے۔ ہمارے نزدیک تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوی محدثیت ہی اس امر کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالت سے معرا ہو کر مثیل مسیح ہیں۔ کیا مولوی اللہ دتا صاحب کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریر اور ارشادات حجت نہیں؟

دوسری قسط میں مولوی صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ غیر مبائعین ختم النبوت کے مفہوم میں بہائیوں کے ہمنوا ہیں۔ کیونکہ دونوں آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ مولوی صاحب پر روشن ہونا چاہئے کہ یہ تو خود حضرت مسیح موعود کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا بہائی تو شریعت محمدیہ کو ہی منسوخ قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد ایک شریعت جدید کے قائل ہیں۔ خواہ اس شریعت جدیدہ کے لانیوالے کا نام اصطلاحی طور پر بدل دیں لیکن ایک شریعت جدیدہ کے لانیوالے کو کسی نہ کسی نام سے مانتے ہیں پس ختم النبوت کے متعلق ان کا عقیدہ عیاں ہے صرف ظاہری الفاظ لا تفاقی اتفاق نہیں ہوتے بلکہ ان کا حقیقی مفہوم بھی قابل توجہ ہوا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ مولوی صاحب نے جماعت لاہور کے اکابر کے بعض اقتباسات درج کئے ہیں جن میں حضرت صاحب کیلئے نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مولوی صاحب! ان اقتباسات سے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کا کیا فائدہ! کیا آپ کو علم نہیں کہ ہم اب بھی حضرت مسیح موعود کو مجازی نبی مانتے ہیں۔ لیکن یہ مجازی نبوت درحقیقت نبوت نہیں بلکہ محدثیت کے مترادف ہے اور محدثیت ہی حضرت مسیح موعود کا حقیقی مقام ہے۔ لیکن آپ لوگ حضرت صاحب کے مقام کو نبوت تامہ سے ملا دیتے ہیں اور ان کے انکار کرنیوالے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ لیکن اس نبوت کے تصور کو جو آپ کے ذہن اور دماغ میں ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لئے آپ ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور معقولیت سے اعراض کرتے ہیں۔ یوں اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بہتر ہے٭٭

٭٭ کہ آپ براہ راست حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے اس دعوی نبوت کو ثابت کریں۔ جو آپ حضور کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے سوال کو لفظی مغالطوں میں الجھانے کی کوشش نہ کریں۔

ہمارے سوال کا جواب

پیغام صلح مورخہ ۲۴ ستمبر میں ہم نے جناب میاں صاحب کے خطبہ کا ایک اقتباس درج کیا تھا۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری امت اور مہدی کی امت میں کیا فرق ہے میری امت زیادہ بہتر ہے یا مہدی کی امت زیادہ بہتر ہے"

یہ اقتباس درج کر کے ہم نے استفسار کیا تھا کہ ہم جناب میاں صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ وہ ازراہ مہربانی ہمیں اس حدیث کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔

ہمارے اس استفسار کا جواب الفضل مورخہ ۹ اکتوبر میں ایک غیر معروف شخص نے دیا ہے اور مشکوٰۃ باب ثواب سے ایک حدیث درج کی ہے جس کا ترجمہ مضمون نگار کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:-

"یعنی حضرت جعفر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے لئے خوش ہونے کا مقام ہے کہ میری امت کی مثال ایک بارش کی مانند ہے جس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتدا زیادہ مفید ہوگی یا آخر (یعنی اس طرح میری امت کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا ابتدائی حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ زیادہ بہتر ہے) یا پھر میری امت کی مثال ایک باغ کی ہے جس میں سے ایک فوج کو ایک سال تک کھلایا جائے۔ اور پھر دوسری فوج کو ایک سال تک اس کا پھل کھلایا جائے (ان دونوں فوجوں کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان میں سے کونسی اعلیٰ ہے) شاید وہ آخری فوج پہلی فوج سے وسعت میں زیادہ ہو اور عمق میں زیادہ ہو۔ اور خوبصورتی میں زیادہ ہو پھر بھلا میری امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں میں ہوں جس کے وسط میں مہدی اور جس کے آخر میں مسیح ہوگا۔ اس امت کے آخری گروہ اور ابتدائی گروہ دونوں کے درمیان گمراہی کا زمانہ ہوگا۔ اس زمانہ کے لوگ نہ مجھ سے کوئی تعلق رکھتے ہوں گے۔ نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہوگا"

معلوم نہیں اس حدیث سے دو امتوں کا مفہوم کیسے نکالا گیا ہے اور کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ ایک ہی امت ہے اور اس کے مختلف ادوار کا ذکر ہے۔ لیکن جناب میاں صاحب یہ الفاظ آنحضرت صلعم کی طرف غلط طور پر منسوب کر کے "میں نہیں کہہ سکتا کہ میری امت اور مہدی کی امت میں کیا فرق ہے۔ میری امت زیادہ بہتر ہے یا مہدی کی امت زیادہ بہتر ہے" دو علیحدہ علیحدہ امتوں کا تقابل پیش کر رہے ہیں اور جب اس حدیث کا حوالہ طلب کیا جاتا ہے تو جواب میں ایک ایسی حدیث پیش کر دی جاتی ہے جس سے دو امتوں کا مفہوم ہرگز ہرگز نہیں نکلتا۔ جواب دیا جاتا ہے کہ مسیح اور مہدی حدیث کی رو سے ایک ہی انسان کے دو نام ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم کی امت کے آخری حصہ کو مسیح کی امت کہا جائے یا مہدی کی امت کہا جائے دونوں لحاظ سے درست ہے۔ حضرت! کیسے درست ہے۔ مسیح اور مہدی کے ایک ہونے سے دو امتوں کا مفہوم کیسے پیدا ہو گیا۔ مہدی تو خود امتی ہے یعنی امت محمدیہ کا ایک فرد ہے نہ کہ ایک امت جدیدہ کا بانی۔ اس کیلئے ایک امت کا تصور قادیانی غلو کے ہی کرشمے ہیں۔ جو نامحسوس طور پر امت محمدیہ کو کاٹ کر دو علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعائیں جو گذشتہ شیوع میں درج کی گئی ہیں سب احباب سلسلہ رمضان کے آخری عشرہ میں ان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے غلبہ اسلام کیلئے نصرت طلب کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگیاں اور ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام)

جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کرام کا مقام بھی یقیناً دیگر انبیاء علیہم السلام کے صحابہ سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ جس قدر عرب قوم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر ہر رنگ میں گری ہوئی تھی۔ اسی قدر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم و تربیت سے مقامات عالیہ پر پہنچ گئی اور ایک قلیل عرصہ کے اندر وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کیا۔ جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے اور قاصر رہے گی۔

وہ تمام اوصاف جمیلہ جو صحابہ کرام کے اندر موجود تھے جن کی وجہ سے انہوں نے پے در پے کامیابیاں حاصل کیں ان کا شمار کرنا اخبار کے محدود صفحات میں ممکن نہیں۔ لہٰذا صرف چند ایک کا ہی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

پہلی خصوصیت جو صحابہ کرام کے اندر نظر آتی ہے۔ وہ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص ہے اور آپ پر فدا ہونا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ اخلاص و فدائیت اور عشق جو صحابہ کرام کو آپ کے ساتھ تھا۔ وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ صحابہ کرام نے غزوات کے موقعوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کی طرح یہ نہیں کہا کہ جاؤ تو اور تیرا رب لڑتے پھرو بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ جنگ میں جانا جان سے جانے کے مترادف تھا۔ یہ کہا کہ آپ جہاں بھی جاتے ہیں ہمیں لے چلیں۔ ہم آپ کے دائیں لڑیں گے۔ آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک ہماری لاشوں پر سے نہ گزرے۔ وہ واقعات جن سے صحابہ کرام کے کمال عشق رسول پر روشنی پڑتی ہے ہزاروں ہیں۔ ورنہ تاریخ میں ان کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا یہ حال تھا کہ منہ سے بات نکلتی تھی اور اس پر عمل ہو جاتا تھا۔ تاخیر نام کو نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تو صحابہ کرام نے جس کمال کے ساتھ اس آیت پر عمل کیا۔ وہ انہیں کا حصہ ہے۔ آج بے شک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں۔ لیکن آپ کی لائی ہوئی تعلیم ہمارے پاس موجود ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ صحابہ کرام کے پاک نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر سختی سے عمل پیرا ہو جائیں اور دنیا جہان کو اپنے عمل سے یہ بتا دیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی آپ کے اپنے زمانہ تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ تا ابد اپنا اثر کرتی رہے گی۔

دوسری خصوصیت جو صحابہ کرام کے اندر نظر آتی ہے۔ اور جو آج مسلم قوم کے اندر سے مفقود ہے۔ اِلّا ماشاءاللہ وہ عبادت گذاری و زہد و اتقا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ باوجود سارا سارا دن دھوپ میں کام کرنے کے اور مصائب جھیلنے کے صحابہ کرام کی راتیں ذکر الٰہی میں گزرتی تھیں۔ نہ صرف عمر رسیدہ اصحاب کو ہی شب بیداری محبوب تھی۔ بلکہ صحابہ کرام کا نوجوان طبقہ بھی اسی رنگ میں رنگین نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ثابت ہے کہ آپ نے عالم جوانی میں اسلام قبول کیا اور شب بیداری آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ آپ کا کنبہ تین اصحاب پر مشتمل تھا یعنی آپ خود آپ کی بیوی اور ایک خادم۔ اس مقدس خاندان نے عبادت الٰہی کے لئے ایسی تقسیم اوقات کر رکھی تھی کہ جس سے ساری رات ہی عبادت میں بسر ہوتی تھی۔ یعنی تینوں باری باری ایک تہائی رات جاگتے اور عبادت الٰہی کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل۔ حضرت ابوطلحہ۔ حضرت ابوسفیان حضرت شداد بن اوس۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔ حضرت حذیفہ بن الیمان۔ حضرت عتاب بن اسید۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اسی طرح دیگر صحابہ کرام اس قدر عبادت الٰہی میں منہمک نظر آتے ہیں۔ کہ اگر آجکل کی مسلمانوں کی حالت اور ان کی حالت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو چہ نسبت خاک را با عالم پاک کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ تقوےٰ کی باریک ترین راہوں پر چلنے کی کوشش میں مصروف رہنا صحابہ کرام کا شغل تھا۔ مردوں کے علاوہ مسلمہ خواتین کو بھی عبادت گذاری اور قرب الٰہی کے حصول کا بے حد شوق رہتا تھا۔ اور وہ یہ گوارا نہ کر سکتی تھیں کہ تقوےٰ اللہ میں وہ مردوں سے پیچھے رہیں۔

آج اس زمانہ میں آنحضرت صلعم کے بروز کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی قسم کی ایک جماعت تیار کرنی چاہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ شخص جو ہر وقت عبادت الٰہی اور دعا میں لگا نہیں رہتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ پس اے مسلم قوم۔ تیرا مقام بھی بہت بلند ہے۔ اگر تو صحابہ کرام کے پاک نمونہ کی تقلید میں حضرت امام الزمان کے فرمودہ کے مطابق عبادت الٰہی میں لگی رہے... دراصل وہ چیز ہے۔ جو دل کو سکینت اور روح کو غذا بخشتی ہے وہ لوگ جو علاوہ نماز فریضہ کے راتوں کا کچھ حصہ یاد الٰہی میں صرف کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جو لذت اس وقت آتی ہے۔ وہ کسی اور شے میں موجود نہیں۔ پھر عبادت الٰہی ہی ہے جس سے دلوں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کی یہ شب بیداری کی برکت ہی تھی۔ کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ہر میدان میں باوجود قلت سامان و قلت مال کے مظفر و منصور ہوئے۔ تیسری خصوصیت جو صحابہ کرام کے اندر موجود تھی۔ وہ دین کی راہ میں قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا شوق ہے۔ وہ قربانیاں جو صحابہ کرام نے دین کی خاطر کیں۔ ان کو یاد کرکے بدن کانپ جاتا ہے کہ کس پائے کے یہ انسان تھے۔ نہ جان کی پرواہ ہے نہ مال کی۔ اگر دین کی راہ میں مال کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو گھر بار خالی کر دیا ہے۔ اگر جان دینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ بھی حاضر کر دی۔ عزیز سے عزیز شے خدا کی راہ میں دیدی۔ لیکن دل پر ملال نہیں بلکہ سجدات شکر کئے جا رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کی توفیق دی۔ چنانچہ کس قدر ایمان افروز ہے وہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ کسی جنگ کی تیاری کے لئے حضرت نبی کریم صلعم حکم فرماتے ہیں کہ جو کچھ مال لا سکتے ہو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا نصف مال لے آئے اور خیال تھا کہ آج میں سب سے بڑھ جاؤں گا۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق سے۔ جو ہمیشہ بڑھ چڑھ کر مالی قربانیوں میں حصہ لیتے تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم کے دریافت فرمانے پر جب معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر اپنا سارا مال لے آئے ہیں۔ تو آپ نے دونوں جلیل القدر صحابہ کے ایمان کی نسبت کا ذکر فرمایا۔ غرض صحابہ کرام خواہ مفلس تھے یا امراء۔ خدا کے دین کے لئے ہر ممکن قربانی کرتے تھے۔ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کا اس قدر شوق تھا کہ بچے میدان جنگ میں جاتے تھے۔ پھر میدان جنگ میں جانے کے لئے اس قدر حریص واقع ہوئے تھے کہ اگر گھر میں باپ اور بیٹا ہیں۔ اور ایک کا گھر پر رہنا ضروری ہے تو باپ بیٹے کو جانے سے روکتا ہے تو بیٹا باپ کو کہتا ہے کہ اگر حصول جنت کے علاوہ کوئی اور بات ہوتی تو میں تمہارا کہنا مان لیتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دین کی راہ میں یہ قربانی کا جذبہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا شوق اس قدر کیوں تھا یہ اس لئے تھا۔ کہ ان کے دل محکم ایمان سے سرشار تھے اور چاہتے تھے کہ ایک ہی خدا کی پرستش و ستائش ہو۔ اور دین اسلام جو خدا کا آخری کامل و مکمل مذہب ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جائے جیسے اس وقت دین اسلام کی مخالفت تھی۔ ویسی ہی اس وقت بھی ہے۔ چاروں طرف سے دین دشمنان کے نرغے میں گھرا ہوا ہے۔ پس اس وقت بھی ہمارا فرض ہے کہ امام الزماں کی اس آواز پر کہ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے مالوں کو اور اپنی جانوں کو خدا کے دین کی راہ میں خرچ کریں جس طرح صحابہ کرام کرتے تھے اور اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیں۔ جس شوق اور جذبہ سے صحابہ کرام کے قلوب معمور تھے۔ آج بے شک تلوار کا جہاد تو نہیں۔ لیکن جہاد بالقرآن کی ضرورت تو ہے جس کی طرف فی زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی توجہ دلائی ہے۔ پس اے وہ تمام لوگو۔ جو امام الزمان کے متبع کہلاتے ہو اپنے اس عہد کو یاد کرو۔ جو آپ نے امام عصر کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کیا اور اسی طرح اس کو نبھاؤ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس عہد کو پورا کیا جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔

چوتھی خصوصیت جو صحابہ کرام کے اندر نظر آتی ہے وہ تحصیل علم کا شوق ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر ملک عرب جاہلیت کا مرکز تھا۔ تعلیم کا نام و نشان نہ تھا۔ لیکن نور اسلام سے منور ہونے کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں حصول علم کا ایک ایسا جذبہ پیدا ہو گیا جس نے نہ صرف ان کی اپنی زندگیوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ بلکہ دنیا بھر کے علوم کا ان کو بانی بنا دیا۔ صحابہ کرام ہر وقت یہ چاہتے تھے کہ وہ سرچشمہ علوم یعنی حضرت نبی کریم صلعم سے جدا نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر مسجد میں ہی پڑے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ کھانے کی فکر میں باہر جائیں اور بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا کر کوئی بات ارشاد فرمائیں اور اس کے سننے سے محروم رہ جائیں۔ مدینہ سے باہر رہنے والے قبائل اپنے میں سے بعض کو حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے جو حضور کی پاک صحبت میں چند روز رہ کر تعلیم حاصل کرتے اور پھر واپس جا کر اپنے قبیلہ کو سکھاتے اسی طرح حضرت عمر کے متعلق مروی ہے کہ وہ مدینہ سے کسی قدر

فاصلہ پر اقامت رکھتے تھے۔ مگر تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ ایک روز خود حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ایک روز اپنے پڑوسی کو بھیجتے۔ تاکہ کسی روز بھی حضورؐ کے ارشادات سننے سے محروم نہ رہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو اس قدر تحصیل علم کا شوق تھا کہ آپ کے علمی کمال کو دیکھ کر حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ یعنی میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اسی طرح اور صحابہ کرامؓ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے لمبے لمبے سفر اختیار کر کے علم حاصل کیا نہ صرف مردوں نے بلکہ عورتوں نے بھی۔ حضرت ربیعہ بنت معوذ بن عفرا ایسی بلند پایہ کی عالمہ تھیں کہ بڑے بڑے جید عالم مثلاً حضرت ابن عباسؓ اور امام زین العابدین اکثر ان سے مسائل اسلامی دریافت کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے نہ صرف دینی علوم بلکہ شدید ترین مشکلات و مصائب کے باوجود دنیوی علوم سیکھنے میں بھی کمال جد و جہد سے کام لیا اور ایسی ترقیاں کیں کہ ایک دنیا حیران و ششدر رہ گئی۔

آج سائنس و علم کا زمانہ ہے لیکن یہ عالم کس قدر رنجدہ ہے کہ آج مسلم قوم پسماندہ اور جاہل قوم سمجھی جاتی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی توجہ دین اسلام کی تعلیم حقہ سے دور ہٹ گئی ہے۔ اس انحطاط و زوال کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے اس وعدہ کے موافق کہ وہ ہر صدی کے سر پر اپنے دین کی تجدید کی خاطر کسی شخص کو مبعوث فرماتا رہے گا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کیلئے اور اسلام کا تفوق جملہ ادیان پر ثابت کرنے کیلئے کھڑا کیا چنانچہ آپ نے اس غرض کے لئے ایک جماعت تیار کی جس نے آپ سے روحانی علم کو ورثہ میں لیکر دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھنے والوں کے اندر اسی شوق تحصیل علم کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو صحابہ کرامؓ کے اندر تھی۔ اصحاب مسیح موعود اب ایک ایک دو دو کر کے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوتے چلے جا رہے ہیں اس لئے اب ہمارا نوجوانوں کا فرض ہے کہ اس ورثہ کو حاصل کریں اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر گامزن ہو جائیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشادات عالیہ متعلقہ تحصیل علم ہر وقت ہمارے پیش نظر رہنے چاہئیں مختلف علوم کو سیکھ کر ان کو خدمت اسلام میں لگانا ہمارے مدنظر ہونا چاہئے بے شک آج مسلم قوم نے اپنے اس میراث کی کوئی قدر نہیں کی۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ان کے ہاتھ سے حکومت ہی گئی بلکہ آہستہ آہستہ ہر شعبہ زندگی میں ان کا قدم پیچھے ہی پیچھے ہٹتا چلا گیا حتیٰ کہ آج وہ وقت آپہنچا کہ مسلم قوم کا شمار پسماندہ اقوام میں ہونے لگا۔ لیکن اے احمدی قوم تیری تشکیل ایک ایسے مرد خدا کے ذریعے عالم وجود میں آئی ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے علوم کے دروازے کھول دیئے تھے جس نے دنیا کو بلیغ چیلنج دیا کہ آؤ میرے ساتھ علمی مقابلہ کرلو۔ لیکن کوئی مخالف مقابل پر نہ آسکا۔ ہاں اے احمدی قوم وہ شخص جس کے ہاتھ میں آج تیری باگ ڈور ہے اس کے علم و تقوےٰ کا سکہ بھی دنیا جہان کے لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکا ہے اگر ہندوستان سے اس کے متعلق یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ کوئی ایسا زندہ شخص موجود نہیں جس نے اس قدر طویل و اعلیٰ خدمات اسلامی کی ہوں جس قدر مولانا محمد علی آف لاہور نے۔ تو دوسری طرف دنیا کے دوسرے کنارے سے ایک شخص یہ منادی کر رہا ہے کہ جس قدر اسلامی خدمات مولانا محمد علی آف لاہور نے سرانجام دی ہیں اس قدر کسی زندہ یا مردہ انسان نے سرانجام نہیں دیں

پس اے احمدی قوم! تیرے لئے یہ خوشی کا مقام ہے کہ تیرے قطروں کے اندر بحر بیکراں بند کئے گئے ہیں۔ جن سے ایک دنیا سیراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن اگر تو نے خود بھی اس آب حیات سے حصہ نہ لیا۔ تو پھر تیری حالت بھی وہی ہوگی۔ جو آج مسلم قوم کی ہے۔ پس اس آب حیات کے ہر ایک قطرہ کی قدر کر اور خود اس سے مستفیض ہو اور دوسروں کو مستفیض کر۔ آج علم و سائنس کے زمانہ میں جب تک علم و سائنس کے ہتھیاروں سے ہم مسلح نہ ہوں گے اس وقت تک کامیابی ہمارے قدم نہیں چوم سکتی۔ پس اے تمام وہ لوگو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وابستہ سمجھتے ہو۔ آؤ اور جہاں تک ممکن ہو سکے علم کو حاصل کریں اور دنیا جہان پر یہ ثابت کریں کہ مسلم قوم آج بھی زندہ ہے۔ دین اسلام آج بھی زندہ مذہب ہے۔ جس طرح قرون اولیٰ میں زندہ تھا اور قیامت تک اسی طرح اس میں زندگی رہے گی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ چند ایک خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ان تمام خصوصیات کا تذکرہ کیا جائے۔ جو صحابہ کرامؓ کے اندر موجود تھیں اور جن کی موجودگی کے سبب سے وہ ممتاز ہیں۔ تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اندر ہر وہ صفت موجود تھی۔ جو اگر ایک طرف بندے کے تعلقات کو اللہ تعالےٰ سے مستحکم کرنے والی ہے تو دوسری طرف دنیا کے ہر شعبہ میں کامیاب کرنے والی ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی عملی تصویر اگر صحابہ کرامؓ کے وجود کو کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کا ہر عمل ان کی ہر حرکت و جنبش فرمان نبوی کے عین مطابق تھی۔ ان کا ہر فعل اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے والا تھا۔ راست گفتاری و صاف گوئی ان کا شیوہ تھا۔ ان کی زندگیاں سادہ معاشرت کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔ غرضیکہ کس کس صفت کو بیان کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ صفات جو گنی جا سکتی ہیں صحابہ کرامؓ کے اندر موجود تھیں۔

لیکن ان اوصاف حمیدہ کی نمبر شماری ہمارے ان مقاصد کے حصول میں جو خالصتاً غلبہ اسلام سے متعلق ہیں۔ ممد و معاون ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم ان اوصاف کو اپنے اندر جذب نہ کریں ہماری منزل بہت دور کی منزل ہے جس کے راستہ میں بحر و خار اور پر خار دشت و جبل حائل ہیں۔ ان دشوار گزار راستوں پر چلنا ایک بہت بڑی قوت چاہتا ہے۔ شرک و دہریت کے پہاڑ اس وقت تک ریزہ ریزہ اور پاش پاش نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم اپنے اندر وہی صلاحیت پیدا نہ کریں۔ جو صحابہ کرامؓ کے اندر تھی۔ اور جس کی موجودگی کی وجہ سے عرب کے پہاڑ گرائے گئے تھے۔ ہمارے عزائم کی بلندی یہ چاہتی ہے کہ ہم ہر رنگ میں کمال حاصل کریں۔ باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ ہم نے اس لئے مامور زمانہ کے گرد دھونی نہیں رمائی۔ کہ باتیں کرتے چلے جائیں۔ باتیں دوسرے لوگ بھی بناتے ہیں۔ ہمیں اپنی عمل کا پورا پورا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنےٰ ترین غلام بھی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں۔ دہریت کی جگہ خدا پرستی قائم کر سکتے ہیں۔ شرک کی جگہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی صدائیں بلند کر سکتے ہیں۔ موجودہ تہذیب کے تباہ کن اصولوں کی جگہ خدائے واحد کی پاک کلام قرآن مجید کا درس حیات دیکر دنیا میں امن اور امان قائم کر سکتے ہیں اور شراب محبت الٰہی سے مخمور ہو کر مادیت کے بتوں کو پاش پاش کر سکتے ہیں۔

لاکھ لاکھ شکر ہے خدائے رحیم و کریم کا کہ اس نے ہم پر رحم کیا اور محض اپنے فضل سے ہمیں اپنے فرستادہ مسیح زماں مہدی دوران امام عصر حاضر کی شناخت کی توفیق دی۔ جس نے ہمارے مردہ دلوں کو تازگی بخشی۔ ہمارے مردہ اجسام میں زندگی کی ایک روح ڈال دی۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس روح کے قیام کی خاطر اس کو مناسب غذا پہنچاتے رہیں۔ یعنی اپنی زندگیوں کو قال اللہ و قال الرسول کے سانچہ میں ڈھال دیں اور صحابہ کرامؓ کے ارفع و اعلیٰ نمونہ پر گامزن ہو کر اپنے مقاصد کے حصول میں شب و روز مصروف رہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ آج بھی ہمارے سامنے ایسی ہستیاں موجود ہیں جنہوں نے امام الزماں کی صحبت کی برکت سے اپنے قلوب کو یزدانی نور سے منور کیا اور زیور ایمان سے آراستہ کیا جس طرح صحابہ کرامؓ کی مثالیں قابل تقلید ہیں۔ اسی طرح ان کا نمونہ بھی ہم جیسوں کے لئے پیروی کے لائق ہے۔ پس اے میرے نوجوان دوستو۔ آؤ ان بزرگان دین متین کے شوکت کردار کی کماحقہ قدر کریں اور اپنی زندگیوں کے صبح و شام بدل دیں۔ بے شک دنیا کی دلفریبیاں، دنیا کا ساماں، خواہشات نفس وقتی مسرتوں کا موجب بن سکتی ہیں۔ لیکن حیات سرمدی اور ابدی خوشیوں کو حاصل کرنے کی طرز دوسری ہے۔ وہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کی طرز تھی۔ یعنی قال اللہ و قال الرسول پر پورا پورا عمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے آنے کی غرض نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا ہے۔ یعنی دلوں پر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرنا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا۔ اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ ہم اپنی خواہشات نفس کو مٹا دیں۔ اس کی بجائے ہماری خواہشات ایک ہی محور کے گرد گھومیں۔ یعنی خدا کی بادشاہت کو قلوب انسانی پر قائم کرنا۔ پس ہر وقت ہمارے دلوں سے یہی دعا نکلنی چاہئے ؎

اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار

دعا ہے اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور سب احباب کو بھی نیکی کرنے اور نیکی پھیلانے کی توفیق دے۔ ہم ایک ہی شمع یعنی قرآن کریم کے پروانے ہوں۔ ہماری دعائیں ہوں تو یہی ہوں۔ ہماری خواہشیں ہوں تو یہی ہوں کہ اللہ تعالےٰ ایسے اسباب پیدا کر دے کہ اس کی مخلوق دین اسلام کے نور سے منور ہو جائے اور ایک ہی خدا کی پرستش و ستائش ہو۔ اور ایک ہی رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے [illegible] آمین ثم آمین۔

گرانی اور ہندوستان

(بقیہ صفحہ ۲)

چیزوں کی بڑی تعداد جنگی اغراض کیلئے خریدی جاتی ہے اس وجہ سے ملک میں ضرورت کی عام چیزوں کی مقدار گھٹ جاتی ہے اور مقدار کی کمی باقی ماندہ اشیا کی قیمت بڑھا دیتی ہے۔ اب اس زمانہ میں چونکہ نفع کافی ہوتا ہے اس لئے نئے کاروبار کھلنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ مگر جنگ کے زمانہ میں عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خام مال کی قیمت کی زیادتی۔ اجرتوں میں اضافہ، شرح سود کی زیادتی، مقدار زر کی کمی اور سب سے بڑھ کر خریداروں کی کمی کی وجہ سے نئے کاروبار چلا کر نفع حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے اور ہر معاشرہ میں ایسے اولوالعزم اور بلند حوصلہ بھی کم ہوتے ہیں جو غیر معمولی خطرات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اور جو لوگ اب کرتے ہیں ان کا مقصد جنگی اغراض کو پورا کرنا ہوتا ہے کیونکہ اسی شعبہ میں ان کو ہر طرح کی سہولتیں میسر آجاتی ہیں۔ اس وجہ سے نئے کاروبار کھلنے کے باوجود اس کمی کی تلافی کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔

گرانی کا چوتھا سبب تجارت خارجہ میں تخفیف ہے۔ یہ ایک تو اس طرح سے ہوتا ہے۔ جس کا ذکر ابتدا میں کیا جا چکا ہے لیکن دوسری طرف اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہمارے حلیف یا غیر جانبدار ملک باوجود خطروں بمبوں اور کرایوں کی شرحوں میں اضافہ کے زیادہ سے زیادہ مال درآمد کرنے کو تیار ہیں۔ تو خود ہمارے پاس بھی اس قیمت کا مال یا خدمات ہونا چاہئیں جتنی قیمت کا مال باہر سے منگوایا جا رہا ہے۔ تجارت خارجہ کا یہی اصول ہے کہ وہ زر یا سکوں کی بدولت نہیں چلتی۔ بلکہ ہر ملک اسی قدر مال درآمد کر سکتا ہے۔ جتنا کہ وہ برآمد کرنے کے لئے تیار ہو۔ یعنی اصولاً ہر ملک اپنی زائد اشیا یا خدمات کو ہی برآمد کرتا ہے۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں جب ملک کی حقیقی دولت کی پیدائش ہی گھٹ جائے۔ تو اس کے پاس زائد اشیا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب رہیں خدمات یا ہندوستان جیسے زرعی ملکوں میں زرعی پیداواریں، تو ان کا رخ بدل جاتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو جنگ سے پہلے حملہ کرنے والے ملکوں میں جہازرانی یا بیمہ یا دوسرے کام کرتے تھے اب ان خدمتوں سے الگ ہو جاتے ہیں اور خود ملک میں ان کی خدمات منتقل ہو جاتی ہیں۔ اب رہیں زرعی پیداواریں تو وہ پہلے ان ملکوں کو برآمد کی جاتی تھیں۔ جہاں سے ہم کو اپنی ضروریات کے مطابق مختلف سامان کی ضرورت ہوا کرتی۔ لیکن اب وہ حلیف ملکوں کو جاتی ہیں۔ مگر بعض وقت حلیف ملک ان کی قیمت ان کے مساوی دوسری اشیا بھی فی الوقت ادا نہیں کرتے جیسا کہ پچھلی ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ہندوستان کو ایسے واقعات سے دوچار ہونا پڑا تھا یعنی اس طرح ہم اپنی [illegible] چیزوں کے منافع سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

گرانی کا پانچواں سبب نفع کمانے کی ناجائز خواہش ہے۔ عام طور پر ہر شخص ہر وقت اگر اس کو موقع ملے تو ناجائز منافع حاصل کرنے سے دریغ نہیں کرتا مگر جنگ کے زمانہ میں بعض امکانات اس توقع کو بڑھا دیتے ہیں اور اس وجہ سے خوب نفع ستانی ہوتی ہے۔ اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کہیں جنگ نے طول کھینچ لیا۔ تو ملک میں باہر سے آنیوالی چیزوں کی مقدار گھٹ جائیگی اور ان کی قیمت بڑھ جائے گی اور اس وقت جن لوگوں کے پاس مال ہوگا۔ ان کو خوب نفع ہوگا۔ لہٰذا وہ ابھی سے اپنے ذخیروں کو محفوظ کر دیتے ہیں اور یہ ظاہر کر کے کہ ان کے پاس بہت تھوڑا مال ہے اس کی قیمت بڑھا دیتے ہیں اور اس طرح ایک طویل عرصہ تک وہ ناجائز منافع حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ایسا کرنیوالے بڑے بڑے تھوک فروش، تاجر اور دکاندار ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو ریڈیو، بحری تاروں اور ٹیلیفون کے ذریعہ دنیا کے سارے حالات کی اطلاع ملتی رہتی ہے۔ نیز جس طرح حکومتیں کسی آنیوالی جنگ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ بھی پہلے سے غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بین الاقوامی حالات سے انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ کچھ عرصہ میں دو ملکوں کے تعلقات خراب ہو جانے والے ہیں لہٰذا وہ پہلے ہی سے وہاں سے ضروری سامان منگوا لیتے ہیں۔ اسی طرح اپنے ذخیروں کی مقدار بڑھا لیتے ہیں۔ پھر ہر تھوک فروش کے پاس ایسا سامان کثیر مقدار میں ہوتا ہے جو کم قیمت پر خریدا گیا تھا۔ مگر حالات میں تبدیلی ہوتے ہی وہ ایک دم چیزوں کی قیمت میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً جس دن حکومت برطانیہ اور اس کی نو آبادیوں اور مقبوضوں نے جاپانی اثاثوں کو ضبط کیا اس کے دوسرے دن بمبئی میں بعض جاپانی چیزوں کی قیمت دگنی ہو گئی۔ اس قسم کی من مانی کارروائیاں ملک پر بڑے بڑے اثرات ڈالتی ہیں اور بعض اوقات صورت بہت ہی نازک ہو جاتی ہے جیسا کہ اس مرتبہ ہندوستان میں ہو رہا ہے اور حکومت کو کوشش کرنا پڑتی ہے کہ اس ناجائز منافع کی روک تھام کرے چنانچہ اس مرتبہ جنگ شروع ہوتے ہی گرانی نرخ اشیا کے سلسلے میں دو ایک کل ہند کانفرنسیں ہوئیں۔ جن میں سارے برطانوی صوبوں اور اکثر دیسی ریاستوں نے اشتراک کیا۔ بعض صوبوں میں حکومت کی جانب سے چیزوں کے نرخ مقرر کئے گئے۔ بعض جگہ سرکاری دکانیں قائم ہوئیں۔ ناجائز منافع حاصل کرنے والوں کو سزائیں دی گئیں۔ مگر ان عارضی بندشوں سے منافع ستانی کی حقیقی روک تھام نہ ہو سکی اور یہ شکایت اب پھر بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ پھر حکومت ایک کانفرنس کے انعقاد پر غور کر رہی ہے۔

گرانی دراصل ایک چکر ہے۔ یعنی جب ایک چیز گراں ہوتی ہے۔ تو اس کے ساتھ دوسری چیزیں بھی گراں ہونے لگتی ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے گیہوں یا چاول کی ہندوستانی فوجوں یا دوسری فوجوں کے لئے باہر بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ اب ملک کے وہ غریب لوگ جو پہلے گیہوں یا چاول کھاتے تھے۔ ان کے بجائے دوسرے معمولی اور ارزاں غلے مثلاً مکا۔ جوار، باجرہ، راگی، کودوں وغیرہ کھانے لگے گویا اب ان چیزوں کی مانگ بڑھی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی مانگ بڑھتی ہو تو اس کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کی قیمت بڑھ گئی۔ یہی اصول دوسری تمام چیزوں پر منطبق ہوتا ہے اور ہر چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور اسی کو عام گرانی کہا جاتا ہے جس کے اثرات بہت شدید اور اہم ہوتے ہیں

گرانی کے اثرات گرانی کے اسباب معلوم ہونیکے بعد اس کے اثرات معلوم کرنا ضروری ہیں۔ گرانی کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ معین آمدنی پانیوالوں کو نقصان ہونے لگتا ہے۔ اس طبقہ میں تین قسم کے آدمی شامل ہیں۔ ایک کارخانوں کے مزدور، دوسرے متفرق مزدوری کرنیوالے اور تیسرے حکومت کے ملازم۔ پہلا طبقہ بہت کچھ منظم ہے اس پر حکومت کی بھی کوئی بندش نہیں ان کی انجمنیں اور سبھائیں بھی ہیں۔ ان کے جلسے اور کانفرنسیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہ شروع میں آئینی اور پرامن طریقوں پر اضافہ اجرت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ان کے مطالبے تسلیم کر لئے جاتے ہیں تو معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ ورنہ ہڑتالوں اور دروبندی کی نوبت آتی ہے بالخصوص جب جنگی مقاصد کو ان سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور نازک حالات میں حکومت کی مداخلت ضروری ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو حکومت کو سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا پڑتا ہے جیسا کہ آجکل ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اکثر مقامات پر ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں اب تک صورت حال کبھی اتنی نازک تو نہیں ہوئی لیکن پولیس کی نگرانی اور بیرہ لاٹھی چارج، مزدوروں کی گرفتاریاں اور سزائیں اور مزدوروں کے کارندوں اور منتظمین پر حملے اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ اور حکومت کو تھوڑی بہت مداخلت بھی کرنا پڑتی ہے۔ بہرحال ان متحدہ کوششوں سے ان کو فائدہ پہنچ جاتا ہے دوسرا طبقہ متفرق مزدوروں کا ہے۔ نہ ان کی کوئی انجمن ہے نہ وہ منظم ہیں بلکہ مختلف پیشوں میں مصروف رہتے ہیں۔ آئے دن ان کے آقا اور مالک بدلتے رہتے ہیں اس لئے یہ کوئی منظم کوشش کر کے اپنی اجرت نہیں بڑھوا سکتے لیکن عام حالات کے ساتھ ساتھ بتدریج ان کی اجرتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے مگر جب تک ان کی اجرت اس معیار پر پہنچتی ہے ان کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس گروہ کے نکمے اور کام چور آدمی اس مجبوری و تنگ آکر جلد سے بھی جی چرانے لگتے ہیں اور جائز طریقوں کے بجائے ناجائز طریقے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، قتل و خون اور طبقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ جس میں بعض وقت دوسری پریشان حال اور غیر منظم جماعتیں بھی مل جاتی ہیں۔ چنانچہ بمبئی میں حال ہی میں ایک ایسا فساد ہوا جس میں ایک طبقہ کی دکانیں اور سامان لوٹ لیا گیا اور باقی چیزوں میں آگ لگا دی۔ یہ صورتیں ملک کے امن و امان کو خطرے میں ڈال دیتی ہیں اور حکومت کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

تیسرا طبقہ سرکاری ملازموں کا ہے یہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے گرانی کی وجہ سے ایک طرف اس کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے دوسری طرف نئے ٹیکسوں یا چندوں کا بار بھی اس پر پڑتا ہے۔ پھر یہ نہ تو ہڑتال کر سکتا ہے۔ نہ کام چھوڑ سکتا ہے اور نہ دوسرے غیر آئینی طریقے استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ درخواستوں پر درخواست دیئے جاتا ہے اور جب حکومت یقین کر لیتی ہے کہ اس کی حالت قابل رحم ہے تو وہ اس کو گرانی الاؤنس یا بھتہ کے نام سے کچھ رقم دینے لگتی ہے مگر جس کی مقدار عموماً کم ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہو کہ گرانی کا اثر زراعت پیشہ طبقہ پر بہت اچھا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کو اپنی پیداواروں کی قیمتیں زیادہ ملنے لگتی ہیں مگر ہندوستانی کاشتکار کو گرانی سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ وہ خود فروخت نہیں ہے بلکہ اس کے اور اصل خریدار کے بیچ میں بہت سے آدمی مثلاً مہاجن، بنئے، دلال، آڑھتئے اور تھوک فروش بطور درمیانی آدمیوں کے کام کرتے رہتے ہیں اور اس طرح نفع کی رقم ان لوگوں کی جیب میں چلی جاتی ہے اور کاشتکار کو جو تھوڑا بہت فائدہ ہوتا ہے۔ وہ عام گرانی کی نذر ہو جاتا ہے۔

گرانی کی وجہ سے حکومتیں اپنے محکموں میں، آجر اپنے کارخانوں میں تخفیف شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگ اس زمانہ میں گرانی کی وجہ سے اپنے مجوزہ کاموں کو ملتوی کر دیتے ہیں۔ اس طرح ملک میں بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے۔ مگر عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جنگ اور اس سے متعلقہ کاموں میں آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح بہت سے تخفیف شدگان اور بیروزگاروں کو کام مل جاتا ہے اور ان لوگوں کو اجرتیں بھی زیادہ ملتی ہیں۔ مگر عام گرانی کی وجہ سے ملک کی مادی خوشحالی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ جنگ کے خاتمہ پر اس عارضی چہل پہل اور رونق کے بڑے بھیانک اثرات مترتب ہوتے ہیں۔

گرانی میں حکومت بھی متاثر ہوتی ہے۔ جنگ کے زمانہ میں حکومتوں کو طرح طرح سے مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جنگی اغراض کیلئے بڑی بڑی رقمیں قرض لینا پڑتی ہیں۔ اور چونکہ یہ رقمیں غیر پیداواری ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کے اصل اور سود کا بار حکومت کو برداشت کرنا پڑتا ہے دوسرے جنگ کو کامیاب بنانے کیلئے جن چیزوں کی خریداری کی ضرورت ہوتی ہے ان کی قیمت زیادہ دینی پڑتی ہے۔ سرکاری ملازموں کو گرانی کا الاؤنس دینا پڑتا ہے۔ پھر ملک سے باہر جانے والی فوجوں کی تنخواہوں میں اضافہ۔ نئی فوجوں کی بھرتی۔ مقتولین کے وارثوں کو انعام۔ ناقابل کار مجروحین کو وظیفے۔ سپاہیوں کے لئے عمدہ قسم کی غذا اور دوسری ضرورتوں کا انتظام اور سب سے بڑھ کر اسلحہ کی تیاری کا خرچ ایسا ہے جو اچھے سے اچھی حکومت کی کمر توڑ دیتا ہے۔ ایک طرف تو اخراجات بڑھتے ہیں دوسری طرف اندرونی اور بیرونی تجارت میں کمی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کروڑگیری اور دوسری مدوں کی آمدنی کم ہونے لگتی ہے۔ ان کثیر اخراجات کو پورا کرنے کے تین طریقے ہیں۔ تعمیری اور مفاد عامہ کے کاموں میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ نئے نئے محصول لگائے جاتے ہیں اور سب سے اہم قرضہ لیکر اپنی ضرورتوں کو پورا کیا جاتا ہے

(ماخوذ)

رفتار عالم

اتوار مورخہ ۱۵ اکتوبر سے ہفتہ مورخہ ۲۱ اکتوبر تک

تین طاقتوں کی کانفرنس

ماسکو میں ۲۹ ستمبر کو روس، برطانیہ اور امریکہ کے نمائندوں کی جو کانفرنس جرمنی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی غرض سے روس کی ضروریات جنگ اور سامان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے برطانیہ اور امریکہ کی استعداد پر غور کرنے کے مقصد سے شروع ہوئی تھی۔ وہ یکم اکتوبر کو یعنی تین دن کے اندر اندر ختم ہو گئی اور برطانیہ اور امریکہ کے نمائندوں نے اعلان کر دیا کہ سوویٹ روس نے جن ضروریات کا اظہار کیا ہے۔ وہ تمام کی تمام پوری کی جائیں گی۔ اس قسم کی بین الاقوامی کانفرنسیں اس قدر جلدی فیصلے نہیں کیا کرتیں۔ ذرا ذرا سی تفصیل پر ہر پہلو سے غور کیا جاتا ہے۔ بحثیں ہوتی ہیں۔ کچھ وقت دعوتوں اور ضیافتوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ مگر جیسا کہ روس کے وزیر خارجہ موسیو مولوٹاف نے جو اس کانفرنس کے صدر تھے۔ اپنے بیان میں کہا۔ نمائندوں کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ یہ کانفرنس ڈپلومیٹک نوعیت کی نہیں تھی، بلکہ فوجی تھی۔ ڈپلومیٹک کانفرنسوں پر وقت ضائع کیا جا سکتا ہے۔ مگر فوجی ضروریات پر غور کرنے والی کانفرنسیں فوری فیصلوں اور نتائج سے ہی کامیاب ہو سکتی ہیں۔

یہ کانفرنس اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہایت اہم تھی اور جس تیزی اور سرعت سے اس نے کام ختم کیا ہے۔ اس کی نظیر گذشتہ تاریخ میں مشکل سے ہی مل سکتی ہے۔ تینوں طاقتوں کے نمائندوں نے نہایت مستعدی اور جانفشانی سے کام ختم کر کے اس امر کا ثبوت مہیا کیا ہے کہ تینوں ملک روس، برطانیہ اور امریکہ ہٹلریت کی لعنت سے دنیا کو جلد از جلد نجات دلانا چاہتے ہیں۔

کانفرنس کا کام آسان نہ تھا۔ نمائندوں کو نہایت دقیق مسائل کو حل کرنا تھا۔ روس کے نمائندوں نے اپنی ضروریات کی فہرست پیش کرنا تھی۔ اور اس فہرست میں سے ان ضروریات کی فہرست تیار کرنا تھی۔ جنہیں فوراً پورا کیا جانا چاہئے تھا اور برطانیہ اور امریکہ کے نمائندوں نے یہ دیکھنا تھا کہ وہ روس کی کون کون سی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں اور کس طرح یہ ضروری سامان سلامتی کے ساتھ روس کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ کانفرنس کے ابتدائی اجلاس میں اس غرض کے لئے چھ کمیٹیاں بنائی گئی تھیں۔ ان کمیٹیوں نے دن رات ایک کر کے اپنی رپورٹیں تیار کیں اور کانفرنس کو پیش کر دیں۔ تیسرے دن کانفرنس کا پورا اجلاس منعقد ہوا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے برطانیہ کی طرف سے لارڈ بیور بروک نے اور امریکہ کی طرف سے مسٹر ہیری مین نے ایک مشترکہ بیان میں اعلان کر دیا کہ روس نے جو کچھ مانگا ہے اسے دیا جائے گا

کانفرنس کے آخری اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ تینوں حکومتیں اس ریزولیوشن کا اعادہ کرتی ہیں کہ نازی جبر و استبداد کی آخری تباہی کے بعد امن و صلح کی ایسی فضا قائم کی جائے گی۔ جس کی بدولت دنیا کی تمام قومیں اپنی اپنی مملکت میں خوف اور احتیاج سے محفوظ اپنی زندگی بسر کر سکیں گی۔

لینن گراڈ اور یوکرائن پر جرمنوں کے شدید حملے

ہٹلر اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ غالباً اسی لئے اس نے شمال میں لینن گراڈ کے محاذ پر اور جنوب میں یوکرائن میں اپنے جنگی اقدامات ہفتہ زیر تبصرہ میں تیز کر دیئے۔ لینن گراڈ کے محاذ پر روسی فوجوں نے جرمنوں کو نہ صرف آگے نہیں بڑھنے دیا۔ بلکہ انہیں بعض علاقوں میں کئی میل پیچھے ہٹا دیا۔ جرمن فوجوں کو اس تیزی اور سرعت سے سامان اور کمک بھیجی جا رہی ہے کہ غیر جانبدار مبصروں نے لکھا ہے کہ جلدی میں بعض اوقات پورا سامان بھی نہیں بھیجا جا سکا اور سپاہیوں کو رجمنٹوں میں تقسیم ہونے کا بھی وقت نہیں دیا گیا۔

اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار اور میاں گولڈنگ نے نے سٹاک ہالم (سویڈن) سے اپنے پیغام میں لکھا ہے کہ جرمن افواج کا کمانڈر وان لیب لینن گراڈ کے محاذ پر کمزور مقامات کی تلاش میں اندھا دھند حملے کر رہا ہے۔ جرمنوں نے ابھی سے اعلان کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ کہ لینن گراڈ کے ارد گرد انہوں نے محاصرے کا حلقہ تنگ کر دیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جرمن فوجیں ابھی لینن گراڈ کے بیرونی مضافات میں لڑ رہی ہیں۔ اور میاں گولڈنگ نے اس ضمن میں نازیوں کے ایک جھوٹ کا پول کھولا ہے۔ اس نے اپنے پیغام میں لکھا ہے کہ نازیوں نے اپنے ایک اعلان میں شراف پر قبضہ کرنے کا دعوےٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مقام لینن گراڈ سے ۲۵ میل کے فاصلے پر ہے اور غیر جانبدار نامہ نگاروں کے بیان کے مطابق وہ اس مقام سے بھی ابھی ۵ میل دور ہیں، گویا لینن گراڈ سے جرمن فوجیں ابھی ۳۰ میل کے فاصلے پر ہیں۔

لینن گراڈ کے جنوب میں دلدائی کی پہاڑیوں کے قریب روسی فوجوں نے ہفتہ گذشتہ میں جرمنوں پر جو جوابی حملے شروع کئے تھے وہ ابھی جاری ہیں۔ جرمنوں نے دعوےٰ کیا تھا کہ اس علاقے میں انہوں نے دریائے دالنگ کے منبع پر قبضہ کر لیا ہے جو دلدائی کی پہاڑیوں کے مشرق میں ہے۔ مگر اب ایک تازہ اعلان میں انہوں نے کہا کہ ان پہاڑیوں سے مغرب کی جانب ایک اور کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ایک ہی مقام کے متعلق دو متضاد بیانوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یا تو جرمن ہائی کمانڈ نے پہلے جھوٹ بولا تھا۔ اور یا روسی فوجوں نے انہیں جوابی حملوں سے مشرق سے مغرب کی طرف دھکیل دیا ہے۔

برطانیہ کے جنگی ہوائی جہاز

برطانیہ کے جنگی ہوائی جہاز شمالی بندرگاہ مورمانسک سے لیکر لینن گراڈ تک سارے محاذ پر جرمن ہوائی جہازوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مورمانسک سے انہوں نے جرمنوں کو ۴۰ میل مغرب کی طرف فن لینڈ کی سرحد میں دھکیل دیا ہے۔ روسیوں کے اعلان میں کہا گیا ہے کہ ہفتہ گذشتہ کی لڑائیوں میں برطانوی ہوائی جہازوں نے اس قدر کامیابی حاصل کی کہ اپنے ایک ہوائی جہاز کے بدلے میں انہوں نے جرمنی کے سات ہوائی جہاز مار گرائے۔

جرمنوں کے نقصانات

لینن گراڈ پر جب سے جرمنوں نے حملے شروع کئے ہیں۔ اس وقت سے اب تک جرمنوں کے نقصانات اخبار ریڈ سٹار نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس محاذ پر ایک لاکھ جرمن ہلاک اسیر اور زخمی ہوئے۔ ۷ سو مشین گنیں ۴ سو ٹینک ۱۱۶ بکتر بند گاڑیاں ۲ سو فوجی لاریاں اور ۴۸۶ ہوائی جہاز تباہ اور برباد کئے گئے یا روسیوں کے ہاتھ آئے۔ اسٹونیا میں اس دوران میں جرمنوں کو جو نقصان ہوا۔ وہ اس میں شامل نہیں۔

وسطی محاذ

وسطی محاذ پر اس ہفتہ میں بھی مارشل ٹموشنکو کی فوجیں جرمنوں پر جوابی حملے کرتی رہیں اور انہیں کئی میل اور مغرب کی طرف دھکیل دیا۔ اس محاذ کے متعلق ہفتے کے اواخر میں پہلی مرتبہ یہ انکشاف کیا گیا کہ جرمن فوجوں کے عقب میں روسی چھاپہ مار دستوں نے سمولنسک سے لیکر منسک تک ایک مثلث بنالی ہے۔ اس مثلث میں جرمنوں کے ۱۵۰۰ افسر اور سپاہی مارے گئے۔ کئی ہزار زخمی ہوئے اور بے شمار سامان چھاپہ مار دستوں نے جرمنوں سے چھین لیا۔

ماسکو پر ہوائی حملے

لینن گراڈ کے علاوہ جرمنوں نے ہفتہ زیر تبصرہ میں ماسکو پر بھی ہوائی حملے کئے۔ مگر روسی ہوائی جہازوں نے انہیں دارالحکومت سے دور مار بھگایا اور جرمن وہ بمبار طیارے تباہ کر کے واپس آ گئے۔ ماسکو پر جرمنوں کے ہوائی حملوں کی تفصیل اخبار پرودا نے اپنی تازہ اشاعت میں بیان کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ اڑھائی مہینوں میں ماسکو پر جرمنوں نے ۳۰ ہوائی حملے کئے۔ ۲ ہزار پروازیں کیں۔ مگر اس تمام دوران میں صرف سو ہوائی جہاز ماسکو تک پہنچ سکے۔ ماسکو پر حملہ کرنے والے ۱۰۰ جرمن ہوائی جہاز تباہ کئے گئے۔ ۴۰ جرمن ہوائی جہازوں کو طیارہ شکن توپوں نے مار گرایا۔ ہوائی حملوں کے پہلے ہی مہینے میں ماسکو پر حملہ کرنے والے بمبار ہوائی جہازوں میں سے ۷۵ فیصدی تباہ کر دیئے گئے اور ان کے ۴۰ فیصدی ہوا باز کام آئے۔ اخبار پرودا نے لکھا ہے۔ ابتدائی دنوں میں جو جرمن ہوا باز حملے کرنے کے لئے آتے تھے۔ ان کے سینوں پر تمغے لگے ہوتے تھے۔ لیکن اب جو جرمن ہوا باز گرفتار کئے گئے ہیں وہ ناتجربہ کار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہوا بازی کی تربیت کی تکمیل سے پہلے میدان جنگ میں جھونک دیا گیا۔

یوکرائن میں جرمنوں کے حملے

ہفتہ گذشتہ سے جرمنوں نے یوکرائن میں اپنی جنگی سرگرمیاں زیادہ شدید اور تیز کر دی ہیں۔ جنوب میں جزیرہ نما کریمیا اور شمال مشرق میں دریائے ڈنیپر کے پار خارکاف کا صنعتی مرکز ان کے علاقوں کا منتہائے مقصود ہے۔ مگر کیف خالی کرنے کے بعد مارشل بڈنی کی فوجوں نے جوابی حملوں کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ وہ جاری ہے۔ جرمنوں نے غیر جانبدار ممالک کی معرفت یہ افواہ ہفتہ گزشتہ میں اور ہفتہ زیر تبصرہ کے اوائل میں اڑائی تھی کہ موسیو سٹالین کے حکم سے مارشل بڈنی

گولی سے اڑا دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ جرمن فوجوں کے حملے کو روکنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مگر خود برلین ریڈیو نے اس بارے میں سکوت مرگ اختیار کئے رکھا۔ یہ دیکھ کر غیرجانبدار ملکوں نے بھی اس افواہ کو نشر کرنا بند کر دیا۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ جرمنوں نے انہیں بیوقوف بنایا ہے۔ مارشل بڈونی نہ صرف زندہ وسلامت میدان جنگ میں موجود ہیں۔ بلکہ خارکاف اور کریمیا کی طرف بڑھنے والے جرمنوں پر جوابی حملے کر کے انہیں سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک تازہ اطلاع یہ آئی ہے کہ جرمن اب فرانس سے ناجیلنولائن کی بھاری توپیں لا رہے ہیں۔ نیز فرانس کے ساحل پر جرمنوں نے جو بھاری توپیں لگا رکھی تھیں انہیں بھی وہاں سے اٹھا کر یوکرائن میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ جرمن اپنے شدید حملوں کے باوجود نہ کریمیا میں داخل ہو سکے ہیں۔ اور نہ خارکاف کے قریب پہنچ سکے ہیں۔ آخر الذکر مقام سے ۸۵ میل مشرق کی جانب بولٹو وا کے مقام پر بڑی سخت جنگ ہو رہی ہے اوڈیسہ نہایت بہادری سے جرمن اور رومانوی فوجوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ جرمنوں نے بھی حملوں میں بڑے بھاری نقصان اٹھائے ہیں۔ مگر انہوں نے حملوں کا سلسلہ ترک نہیں کیا۔ یہاں زیادہ تر رومانوی سپاہی کٹوائے جا رہے ہیں۔ اوڈیسہ اور کریمیا پر حملے کرنے کے لئے جرمنوں نے گلائیڈر ہوائی جہاز بھی استعمال کئے۔ مگر روسیوں نے ان جہازوں کو تباہ کر دیا۔

ہٹلر کی تقریر

ماسکو کانفرنس کی عظیم الشان کامیابی اور روس میں پیش قدمی کے باوجود جرمن فوجوں کی ناکامیوں کی وجہ سے ضروری تھا کہ ہٹلر جرمنوں کو ہمت دلانے کے لئے ایک تقریر کرتا۔ اس نے ۳ر اکتوبر جمعہ کے دن شام کے وقت ریڈیو پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ تقریر جس قدر بھی سنی گئی۔ وہ معذرتوں کا ایک طویل دفتر تھی پراسرار غیبی آواز اس کی تقریر میں برابر شروع سے آخر تک مداخلت کرتی رہی اور بعض وقت یہ مداخلت اس قدر زیادہ شدید ہو جاتی تھی کہ ہٹلر کا ایک لفظ بھی سنائی نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ وہ چیخنے چلانے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر تقریر کرنے کے لئے مشہور ہے اس تقریر کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ اگرچہ جرمن فوجوں کو پروگرام کے مطابق کامیابیاں حاصل ہوتی رہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود پروگرام کے مطابق امریکہ کے ساتھ جنگ ختم نہیں ہو گی۔ ۹ر مارچ کو ہٹلر کی طرف سے ڈاکٹر گوبلز نے اعلان کیا تھا۔ کہ سال ختم ہونے سے پہلے پہلے جنگ ختم ہو جائے گی۔ اور جونہی موسم سازگار ہو گا انگلستان پر حملہ کر دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر گوبلز کے اس اعلان کے برعکس ہٹلر نے اپنی اس تقریر میں کہا۔ کہ میں گذشتہ اگست اور ستمبر کے مہینوں میں ہی پریشان ومضطرب ہونے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ان مہینوں میں یہ بات مجھ پر صاف ظاہر ہو گئی تھی۔ کہ مغرب میں انگلستان سے فیصلہ کن جنگ جس میں جرمنی کی ساری فضائی طاقت استعمال کی جانی تھی کا امکان نہیں رہا تھا۔ کیونکہ میری پشت کی جانب ایک اور طاقت کسی ایسے موقعہ پر ہی مجھ پر وار کرنے کے انتظار میں تھی۔

دروغ گو را حافظہ نباشد

اخبار بین حضرات کو یاد ہو گا۔ کہ ہٹلر نے اپنی جولائی ۱۹۴۰ء والی تقریر میں اعلان کیا تھا کہ وہ ۱۵ر اگست کو لندن کے قصر بکنگھم سے اپنے غلام ممالک کے نام تقریر براڈکاسٹ کریگا۔

اس وقت اس نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ انگریز اس فریب میں مبتلا ہیں کہ روس جرمنی پر حملہ کر دے گا۔ مگر روس اور جرمنی کے درمیان ناقابل شکست رشتہ اتحاد قائم ہو چکا ہے۔ جس کے ٹوٹنے کا امکان نہیں آج ہٹلر نے دنیا کو یہ خبر سنائی کہ سنہ ۱۹۴۰ء کے اگست اور ستمبر کے مہینوں میں ہی اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ روس اس پر حملہ کر دیگا اور جرمنی برطانیہ پر فیصلہ کن حملہ نہیں کر سکے گا۔

جرمنوں کو مزید تسلی دینے کے لئے کہ اگر جرمن فوجوں کا نقصان ہوا ہے تو روسیوں کا اس سے بھی زیادہ نقصان ہوا ہے۔ ہٹلر نے اپنی تقریر میں روس کے نقصانات بیان کئے اور کہا کہ ۲۵ لاکھ روسی قیدی بنا لئے گئے ہیں۔ ۲۰ ہزار توپیں اور ۱۸ ہزار ٹینک تباہ کئے گئے ہیں۔ اور ۱۴۵۰۰ روسی ہوائی جہاز تباہ یا بیکار کئے گئے۔ ہٹلر کو جرمنی کے نقصانات ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ جرمن ان نقصانات سے ناواقف اور بےخبر ہیں آخر محاذ سے زخمیوں اور لاشوں کی جو سپیشل گاڑیاں بھری ہوئی آتی رہتی ہیں۔ وہ بہت پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ جرمن اور اس کے مقبوضہ ملکوں کے ہسپتال اور تمام پبلک ادارے زخمیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ قبرستانوں میں جرمن مردوں کو دفن کرنے کے لئے جگہ نہیں رہی۔ میدان جنگ میں ہی کھائیاں اور گڑھے کھود کر ان میں لاشیں دبا دی جاتی ہیں

امریکہ کا غیرجانبداری کا قانون

نازیوں پر چند روز تک ایک اور کاری ضرب امریکہ کی طرف سے لگنے والی ہے۔ جب سے امریکہ کے سمندر میں جرمن آبدوزوں نے انتباہ کے باوجود امریکہ کے تجارتی جہازوں پر حملے کئے ہیں امریکہ میں یہ تحریک شروع ہو گئی ہے۔ کہ اگر امریکہ کے جہاز اپنے ہی سمندر میں نازیوں کی آبدوزوں سے محفوظ نہیں تو کیوں نہ امریکہ کے جہاز مسلح ہو کر اپنی تجارتی سرگرمیوں کے سلسلہ میں جنگی علاقوں کے ملکوں میں جائیں۔ وہاں مال چھوڑ آئیں۔ اور اپنی ضروریات کا مال خود لے آئیں۔ غیرجانبداری کے قانون کے مطابق امریکہ کے جہاز جنگی علاقوں کے ملکوں کی بندرگاہوں میں نہیں جا سکتے۔ اس لئے اس قانون کو بالکل منسوخ کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ سینٹ کی دونوں پارٹیوں کے لیڈروں کی کانفرنس میں بھی وہ اس بات پر زور دیں گے۔

یہ قانون منسوخ ہو جانے پر امریکہ کے جہاز مسلح ہو کر ہر ملک کی بندرگاہوں میں نہ صرف مال پہنچا سکیں گے۔ برطانیہ بحر اوقیانوس میں اپنے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے کٹھن کام سے آزاد ہو جائے گا۔ امریکہ کے جہازوں پر جرمنوں نے حملہ کیا تو امریکہ کے جہاز اس امر کے باوجود کہ امریکہ جنگ میں شریک ہیں۔ دشمن کی آبدوزوں اور جہازوں پر گولہ باری کر سکیں گے۔

مسٹر چرچل کی تقریر

برطانیہ کے ہوائی جہاز جرمنی۔ اٹلی اور لیبیا میں دشمن کے اڈوں پر ہر روز باقاعدگی کے ساتھ بمباری کرتے جاتے ہیں۔ مگر برطانیہ پر جرمن ہوائی جہازوں کے حملے اب کبھی کبھار ہوتے ہیں۔ اور ان حملوں میں بھی دو یا تین ہوائی جہاز آتے ہیں۔ اس صورت حالات سے ایک مبصر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جرمنی کی ہوائی طاقت اب کمزور ہو گئی ہے۔ یہ بیان مسٹر چرچل نے بھی گذشتہ منگل کے دن پارلیمنٹ میں اپنی تقریر کے دوران میں دیا تھا۔ جس میں علاوہ دیگر باتوں کے انہوں نے اہل برطانیہ کو آگاہ کیا تھا کہ وہ اس امر پر خاموش نہ بیٹھ جائیں کہ سردیوں کے موسم میں روس کے محاذ پر جنگ بند ہو جائے گی۔ یا برطانیہ پر حملے کا امکان جاتا رہا ہے اور یا مشرق وسطے بالکل محفوظ ہو گیا ہے اور یا روس کے علاوہ ترکی پر بھی جرمنی حملہ نہیں کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ جرمنی کی فضائی قوت بےشک کمزور ہو گئی ہے۔ مگر اس کی بری قوتیں ابھی زبردست ہیں۔ جن میں یورپ کے مقبوضہ ممالک کو لوٹ کھسوٹ کر مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

نیا انگریزی ٹریکٹ

اس ٹریکٹ میں حضرت مجدد زمان کی مختلف پیشگوئیاں پیش کی گئی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے دل پر ایک گہرا اثر ہوتا ہے اور دو منٹ ہو جاتا ہے کہ ان پیشگوئیوں کے کرنیوالا ایک مامور من اللہ ہی ہو سکتا ہے جس کا ہدایت کے سرچشمہ سے ایک گہرا اور حقیقی تعلق ہے۔ یہ ٹریکٹ اس قابل ہے کہ اس کو انگریزی خواں غیراحمدی احباب میں کثرت سے تقسیم کیا جائے۔ مگر تقسیم کی صورت یہ ہو کہ جن احباب کو یہ ٹریکٹ پہنچایا جائے ان کا نام پتہ نوٹ کر لیا جائے۔ اور پھر بعد میں ان سے سلسلہ ملاقات اور گفتگو جاری رکھا جائے۔ یہ ٹریکٹ بیرونی جماعتوں کو بھیجا جا رہا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور صاحب اس کے خواہاں ہوں تو از راہ کرم دفتر تبلیغی کمیٹی احمدیہ بلڈنگس لاہور سے براہ راست منگوا لیں۔ والسلام۔ خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبداللہ۔ افسر تبلیغی کمیٹی

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نماز و طریق تہجد

مؤرخہ ۲۲ مارچ ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں جو زیادہ نہیں وہ دو رکعت ہی پڑھ لے کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع مل جاویگا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور سچے جوش سے نکلتی ہیں جب تک ایک خاص سوز اور درد دل نہ ہو۔ اس وقت ایک شخص خواب راحت سے بیدار کب ہو سکتا ہے پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں۔ کیونکہ نیند تو غم کو دور کر دیتی ہے لیکن جبکہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی درد اور غم نیند سے بھی بڑھ کر ہے جو بیدار کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کثرت سے نوافل ادا کرتے۔ آپ آٹھ رکعت نماز نفل اور تین وتر پڑھتے کبھی ایک ہی وقت میں ان کو پڑھ لیتے اور کبھی اس طرح سے ادا کرتے کہ دو رکعت پڑھ لیتے اور پھر سو جاتے اور پھر اٹھتے اور دو رکعت پڑھ لیتے اور سو جاتے۔ غرض سو کر اور اٹھ کر نوافل اس طرح ادا کرتے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا کوئی ایسی وجہ ہو کہ وہ تہجد کے نوافل ادا نہ کر سکے تو وہ اٹھ کر استغفار درود شریف اور الحمد شریف ہی پڑھ لیا کرے۔ (الحکم اپریل ۱۹۰۲ء)

تہجد میں رکعت گیارہ ہیں یا تیرہ

سوال۔ تراویح کے متعلق عرض ہوا کہ جب یہ تہجد ہے تو بیس رکعت پڑھنے کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ کیونکہ تہجد تو مع وتر گیارہ یا تیرہ رکعت ہے **جواب**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہیں۔ اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی افضل ہے مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اول حصہ میں اسے پڑھا۔ بیس رکعات بعد میں پڑھی گئیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہی تھی۔ جو پہلے بیان ہوئی۔ (البدر ۶ فروری ۱۹۰۸ء صہ ۷)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— بکٹ گنج مردان سے ایک دوست تحریر فرماتے ہیں کہ ایک احمدی بھائی عبد الجلیل صاحب انگلش ماسٹر گجرات ٹریننگ سکول بے گناہ قتل کے کیس میں گرفتار ہیں۔ ان کی رہائی کے لئے احباب سلسلہ خاص طور پر دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مشکل سے نجات دے۔ آمین

— جناب قاضی محمد منیر صاحب پوسٹمین سنانواں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بہت سے عوارض جسمانی میں مبتلا ہیں۔ ان کی صحت کیلئے احباب کرام درد دل سے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفا بخشے۔ آمین

وفات حسرت آیات

یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ لکھی جاتی ہے کہ خان بہادر عبد القیوم صاحب ایڈمنسٹریٹر ریاست پونچھ کی زوجہ محترمہ ۸ اکتوبر کو بمقام سرینگر وفات پاگئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں اس دردناک سانحہ پر محترم خان بہادر موصوف و محترمہ بیگم آغا صفدر صاحبہ و بیگم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی و دیگر اعزہ و اقربا سے دلی ہمدردی ہے۔ خداوند کریم مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مسجد سرینگر کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت ضروری مکتوب موجودہ مطبوعہ میں درج ہے سب احباب سلسلہ اسے مطالعہ فرمائیں

ایک مخلص مریدکا مکتوب جناب میاں صاحب کی خدمت میں

جناب میاں صاحب توجہ مبذول فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پٹیالہ - ۵ ار اکتوبر ۱۹۴۲ء

سیدنا و مولانا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدکم اللہ بنصرہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ - ایک عریضہ قبل ازیں ۱۵ ر ستمبر کو حضور کی خدمت میں ارسال کر چکا ہوں - امید کہ ملاحظہ عالی سے گذرا ہو گا - مگر میں ابھی تک جواب سے محروم ہوں - وہ عریضہ اخبار پیغام صلح میں بھی کسی طرح شائع ہو گیا - یہاں کے احباب اس پر کچھ برافروختہ ہو رہے ہیں - مگر میں اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتا - کیونکہ اگر ہمارے پاس حق ہے تو ہمیں اعتراضوں سے کوئی ڈر یا خوف نہیں - بلکہ جس قدر اعتراض زیادہ ہوں گے - ہمیں حقیقت کا چہرہ روشن تر کرنے کے زیادہ مواقع حاصل ہوں گے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں یہ بڑا التزام ہے کہ آپ مخالف کے معمولی اعتراض کو خود اپنی طرف سے قوی اور مضبوط فرماتے اور پھر اس کا جواب عطا فرماتے تا کہ مضمون کسی پہلو سے تشنہ نہ رہے اور سائل کے دل کو کامل تسلی اور تشفی حاصل ہو اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے

حضور کی بزرگانہ عنایات کا امیدوار ہو کر صدق دل سے میں نے بعض اعتراضات جرأت کر کے حضور کی خدمت میں پیش کئے تھے اور بہت ممکن ہے کہ اس قسم اعتراضات جماعت کے دوسرے احباب کے دلوں میں بھی ہوں - اور یہ تو حقیقت ہے کہ ہماری جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جو اب تک لاہوری جماعت کے عقائد رکھتے ہیں - تو بہتر ہے کہ ان سب شبہات کا ازالہ ہو جائے - کیونکہ اگر ہم خدا کے مسیح پر ایمان لائے ہیں تو خدا کے لئے ہی ہم نے انہیں مانا ہے اور کوئی فریق بندی مقصود نہیں -

ان شبہات کے علاوہ بعض اور علمی باتیں ہیں جن کے متعلق میں حضور ... روشنی کا طالب ہوں -

(۱) ہماری جماعت کا ہمیشہ سے متفقہ عقیدہ ہے کہ "ہر نبی مجدد و محدث ہوتا ہے - لیکن کوئی مجدد و محدث نبی نہیں" اگرچہ چند سال ہوئے اخویم مکرم مولوی ابو العطا صاحب جالندھری نے ایک اور عقیدہ بھی پیش کیا تھا - کہ بعض نبی مجدد اصطلاحی بھی ہوتے ہیں - اور بعض مجددین اصطلاحی نبی بھی ہوتے ہیں - مگر یہ عقیدہ چنداں قابل التفات نہیں - اگرچہ مجھے صحیح معلوم نہیں کہ اس وقت ان ہر دو عقائد میں سے جماعت کس مسلک پر ہے - لیکن اگر پہلے عقیدہ کو ہی لیا جائے تو مجھے اس میں بھی بعض علمی غلطیاں معلوم ہوتی ہیں - کیونکہ

(ا) مجدد کہتے ہی اس مامور کو ہیں - جو ہر صدی کے سر پر ان بعض غلطیوں کو دور کرنے کیلئے مبعوث ہوتا ہے - جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین میں مرور زمانہ کی وجہ سے داخل ہو گئی ہوں اور اس طرح وہ دین اسلام کی تجدید اور احیا کرتا ہے

(ب) محدث اصطلاح اسلام میں ان اولیاء اللہ کو کہا جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ فرماتا ہے - بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں -

اب ان اصطلاحات کی رو سے حسب ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں:

(۱) اگر ہر نبی مجدد ہوتا ہے تو ہر نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین میں جو نقائص پیدا ہو گئے ہیں - ان کی اصلاح اور دین اسلام کے احیاء کے لئے ہر صدی کے سر پر مامور ہوتا ہے - اور یہ واقعات کے خلاف ہے - اور اس لئے بالبداہت باطل ہے - کیونکہ آنحضرت صلعم سے پہلے کے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں اور کوئی نبی ان تیرہ سو سالوں میں عالم آخرت سے دین اسلام کی تجدید کے لئے نہیں آیا - اور یہ ویسے بھی ناممکن ہے کیونکہ جو مر چکے ہیں - وہ اس دنیا میں واپس نہیں بھیجے جاتے - آنحضرت صلعم سے پہلے مجددین کا وجود ہی نہیں تھا - کیونکہ پے در پے انبیاء بھیجے جاتے تھے -

(۲) اگر ہر نبی محدث ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے - کہ ہر نبی وہ غیر نبی ہوتا ہے - جسے اللہ تعالیٰ شرف مکالمہ مخاطبہ عطا فرماتا ہے - اس سے زیادہ بے معنی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی - اور کوئی دانشمند اس قسم کا لغو کلام نہیں کر سکتا -

فریق لاہور کے احباب اکثر اسی بات کو پیش کرتے ہیں - اور یہاں اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا - اگر ہمارا یہ عقیدہ علمی لحاظ سے ہی غلط ہو - اور کوئی مجدد یا محدث نبی نہ ہو سکتا ہو - یا ہر نبی محدث و مجدد نہ ہوتا ہو - تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - کیونکہ یہ امر ہی ناممکن ہے -

امید کہ حضور والا اس مسئلہ پر کامل روشنی ڈالیں گے - تاکہ قرآن و حدیث سے یہ امر واضح ہو جائے - اور ہمارے دین کی بنیاد روشن علمی دلائل پر ہو -

علاوہ ازیں مجھے قرآن و حدیث سے مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفیں یکجا مطلوب ہیں -

(۱) تشریعی نبی (۲) غیر تشریعی نبی (۳) مجدد (۴) محدث

امید کہ حضرت والا اپنے قیمتی اوقات میں سے چند لمحات مجھ دور افتادہ عاجز انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے وقف فرما سکیں گے - لاہوری جماعت کے احباب بار بار مجھ سے جواب کا تقاضا کرتے ہیں - مجھے اپنی بے بسی اور علمی فرومایگی پر تاسف و ندامت ہوتی ہے - اب جواب کیلئے میں نے ان سے ۲۰ ر اکتوبر آخری تاریخ مقرر کی ہے - والسلام

خاکسار

محمد حسین احمدی سیکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ

پٹیالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

مسلم ٹاؤن - ڈاک خانہ اچھرہ

لاہور - ۲۳ ر رمضان المبارک

برادر مکرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں یہ خط جمعۃ الوداع کے خطبہ میں تحریک کیلئے بھیج رہا ہوں بہتر یہ ہو کہ اثنائے خطبہ میں اسے پڑھ کر سنا دیا جائے اور جہاں یہ خط بعد از نماز جمعہ پہنچے - وہاں عید کے خطبے میں پڑھ کر سنا دیا جائے سرینگر کی مسجد اس وقت ایسی حالت میں ہے کہ اگر برف سے پہلے پہلے اس کی تکمیل نہ ہوئی - تو سخت نقصان کا احتمال ہے مسجد کا اندازہ چار ہزار کا کیا گیا تھا جس میں سے میں نے سنگ بنیاد رکھنے کے وقت اس بات کا ذمہ لیا تھا کہ ایک ہزار روپے کے قریب دوسرے احباب سے میں چندہ کرا دوں گا اور تین ہزار جماعت سرینگر نے پورا کر دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب جماعت سرینگر کے سرگرم کارکنوں کی طرف سے متواتر اپیلیں آ رہی ہیں کہ بعض قسم کے اخراجات جنگ کی وجہ سے اس قدر بڑھ گئے ہیں - کہ پانچ ہزار سے کم میں مسجد تیار نہیں ہو سکتی اس لئے جماعت کی طرف سے بجائے ایک ہزار کے دو ہزار چندہ کا انتظام کیا جائے - ادھر میری پہلی تحریک کی بنا پر اس وقت تک صرف سات سو روپیہ ہوا ہے - گویا تیرہ سو روپیہ کی اور ضرورت ہے میں جماعت سرینگر کو تحریک کر رہا ہوں کہ جو خرچ بوجہ گرانی بڑھا ہے اس میں سے نصف اس جماعت کو اپنے ذمہ لینا چاہئے جیسے جماعت جموں و سرینگر اور دوسری کشمیر کی جماعتیں پورا کریں - اور یوں اس وقت آٹھ سو روپے کی اور فوری ضرورت ہے -

میں ان ایام میں سوچ ہی رہا تھا کہ رمضان میں نیک کاموں پر بڑھ کر خرچ کرنا نہ صرف ہمارے نبی کریم صلعم کی سنت ہے - کان اجود ما یکون فی رمضان بلکہ کئی سال سے ہماری جماعت احمدیہ نے بھی اسی طریق عمل پر ثابت قدمی دکھائی ہے کہ وہ رمضان میں باتباع سنت نبوی کچھ نہ کچھ خیرات خاص طور پر کرتے ہیں - اس لئے کوئی تحریک ایسی ہونی چاہئے جس سے ہمارا یہ طریق عمل قائم رہے کہ اتنے میں جماعت سرینگر کے کئی بزرگوں کی طرف سے مجھے یہ تحریک کی گئی - اس لئے جمعۃ الوداع میں جو اس رمضان کا آخری موقع ہے سب احباب امراء اپنی حیثیت کے مطابق اور غرباء اپنی حیثیت کے مطابق مسجد سرینگر کے لئے کچھ نہ کچھ چندہ للہ ضرور دیں -

نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے من بنی مسجداً یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہ مثلہ فی الجنۃ - ہم میں کون ہے جو اپنے گھر کے لئے کچھ خرچ نہیں کرتا خواہ تعمیر کے رنگ میں ہو خواہ کرایہ کے رنگ میں - تو خدا کے گھر کیلئے اگر ایک پیسہ بھی نکلیگا تو یقیناً یہ نقصان کا نہیں نفع کا موجب ہی ہو گا - اور اس وقت صرف مسجد بنانے کا سوال نہیں بلکہ ایک آدھی بنی ہوئی مسجد کو بچانے کا سوال ہے اس لئے جماعت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ اس میں حصہ لے - یہ رمضان کی خیرات بھی ہو جائے گی اور دوسری طرف مسجد بھی بن جائے گی - جیسا کہ میں نے لکھا ہے جہاں یہ خط جمعۃ الوداع کے اجتماع کے بعد پہنچے اسے عید کے موقع پر جماعت کے سامنے لایا جائے اور اس صورت میں عید کے مسجد فنڈ کے یہ قائم مقام ہو جائے گا - اور جو دوست رمضان میں بھی یہ چندہ ادا کر دیں انہوں نے گویا عید کے مسجد فنڈ کا اپنا حصہ پہلے ہی ادا کر دیا سال عید فنڈ اس موقع پر حسب معمول جمع ہو گا - کیونکہ وہ روپیہ اشاعت اسلام کیلئے مخصوص ہے والسلام

خاکسار محمد علی

نوٹ: یہ روپیہ فوراً جمع ہو کر بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیج دیا جائے تاکہ جلد سے جلد جماعت سرینگر کو پہنچا دیا جائے اور وہ برفوں سے پہلے پہلے اس کی تکمیل کا انتظام کر لیں با وسعت احباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعۃ المبارک ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۷

مسجد سرینگر اور جماعت کا فرض

جماعت کی فوری توجہ درکار ہے

مسجد سری نگر کی تعمیر اور اخراجات کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ایک مکتوب موجودہ شیوع میں ہی صفحہ ۲ پر درج ہے اس مکتوب میں حضرت ممدوح نے مسجد سرینگر کے اخراجات کے متعلق ساری جماعت کو خطاب کیا ہے اسے جمعۃ الوداع و عید کے موقعہ پر جماعتوں کے سامنے پڑھ کر سنایا جائیگا حضرت امیر کا ارشاد یہ ہے :-

"سری نگر کی مسجد اس وقت ایسی حالت میں ہے کہ اگر برفوں سے پہلے پہلے اس کی تکمیل نہ ہوئی تو سخت نقصان کا احتمال ہے مسجد کا اندازہ چار ہزار کا کیا گیا تھا جس میں سے میں نے یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے از نافل مسنگ بنیاد رکھنے کے وقت جماعت کی استدعا پر اس بات کا ذمہ لیا تھا کہ ایک ہزار روپے کے قریب دوسرے احباب سے میں چندہ کرادونگا۔ اور تین ہزار جماعت سری نگر نے پورا کردینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب جماعت سری نگر کے سرکردگان کی طرف سے متواتر اپیلیں آ رہی ہیں کہ بعض قسم کے اخراجات جنگ کیوجہ سے اسقدر بڑھ گئے ہیں کہ پانچ ہزار سے کم میں مسجد تیار نہیں ہوسکتی اس لئے جماعت کی طرف سے بجائے ایک ہزار کے دو ہزار چندہ کا انتظام کیا جائے ادھر میری پہلی تحریک کی بنا پر اس وقت تک صرف سات سو روپیہ ہوا ہے گویا تیرہ سو روپیہ کی اور ضرورت ہے۔ میں جماعت سری نگر کو تحریک کر رہا ہوں کہ جو خرچ بوجہ گرانی بڑھا ہے اس میں سے نصف اس جماعت کو اپنے ذمہ لینا چاہئے۔ جیسے جماعت جموں و سری نگر اور دوسری کشمیر کی جماعتیں پورا کریں اور یوں اسوقت آٹھ سو روپیہ کی فوری ضرورت ہے"

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسجد کی اسلام کے اندر حیثیت مرکزی ہے مسجد ہی وہ مقدس مقام ہے جہاں جماعت کا نظام قوت اور تکمیل حاصل کرتا ہے۔ مذہبی روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مسجد ایک عظیم الشان مرکز ہے جہاں کہیں بھی ہماری جماعتیں ہیں ان کی مذہبی روحانی اور جماعتی قوت کیلئے مسجدوں کا ہونا از بس ضروری ہے جماعت سرینگر ایک وسیع جماعت ہے۔ اس کے لئے مسجد کا ہونا تو بہت ہی اہم ہے۔ اس ضرورت کو بہت دیر سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ آخر خدا تعالےٰ نے بعض ایثار پیشہ ہستیوں کو توفیق دی کہ وہ اس کار خیر کا آغاز کریں اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اور اس کے اخراجات کا تخمینہ اور اندازہ جنگ کیوجہ سے اپنی پہلی صورت پر قائم نہ رہ سکا اور جنگ نے اخراجات کی نوعیت کو بالکل بدل دیا جس کی تفصیل اوپر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے اقتباس میں آ چکی ہے اس تفصیل کے لحاظ سے پانچ ہزار میں سے پندرہ سو روپیہ کا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے ساری جماعت کی طرف سے جماعت کشمیر سے وعدہ کیا ہے جس میں سے سات سو روپیہ جمع ہو چکا ہے اور آٹھ سو روپیہ کی اور فوری ضرورت ہے تاکہ یہ روپیہ فوراً جماعت سری نگر کو مسجد کی تعمیر کے لئے روانہ کردیا جائے اور برف باری شروع ہونے سے پہلے یہ تعمیر کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے اگر یہ روپیہ برف باری سے پہلے جماعت مذکور کو موصول نہ ہؤا تو عمارت کو بہت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے امید ہے احباب سلسلہ ان مذکورہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فوراً اس طرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے اور جماعت کے ایثار اور قربانی کرنے والے دوست خانۂ خدا کی تعمیر کیلئے فراخدلی کا ثبوت دیں گے . . . . . اور جتنی جلدی ہو سکتا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد پر لبیک کہنے کی کوشش کرینگے اس ضمن میں ہم اپنے سلسلہ کی معزز خواتین سے بھی درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ بھی اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے تحریک مسجد سرینگر میں چندہ دیکر اس امر کا ثبوت دیں۔ کہ وہ ایک زندہ مجاہدہ اور فعال جماعت کی خواتین ہیں۔ امید ہے اس کار خیر میں جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت سرگرمی اور جوش سے حصہ لیا جائیگا اللہ تعالےٰ ہم سب کو قومی ضرورتوں اور اجتماعی تقاضوں کا اندازہ کرنے اور انہیں عین وقت پر بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

۱۹۴۲ء کی تبلیغی کلاسیں

تبلیغی ٹریننگ کو صرف موجودہ تبلیغی کلاس پر ہی ختم کر دینا انجمن کا منشا نہیں ہے بلکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور انجمن کا ارادہ ہے کہ اسے آئندہ سال یعنی ۴۲ء میں بھی جاری رکھی جائے چنانچہ احباب سلسلہ کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ سال دو تبلیغی کلاسیں جاری کی جائیں گی۔

(الف) پہلی کلاس یکم جنوری ۴۲ء سے ۲۰ اپریل ۴۲ء تک۔

(ب) دوسری تبلیغی کلاس یکم مئی ۴۲ء سے لے کر یکم ستمبر تک

جو نوجوان دوست ان تبلیغی کلاسوں میں شامل ہونا چاہیں ان کی درخواستیں مقامی سکرٹریان کی سفارش کے ساتھ آنی چاہئیں۔ درخواست کنندہ کو اپنی تعلیمی حالت کے متعلق تفصیل کے ساتھ درخواست میں ذکر کرنا چاہئے کہ اس کی تعلیم کہاں تک ہے۔

ان مذکورہ تبلیغی کلاسوں کی ٹریننگ زیادہ تر سلسلہ کے متعلق ہوگی اور ان کلاسوں کے کھولنے سے غرض صرف طلباء کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے تیار کرنا ہے۔ وہ طلباء جنہیں ان کلاسوں میں داخل ہونیکی اجازت دی جائے گی ان کی رہائش کھانا کتابیں انجمن مہیا کرے گی۔

جماعت کے جملہ سکرٹریان کا فرض ہے کہ ان کلاسوں میں داخل ہونے کے لئے ہونہار اور مخلص نوجوانوں کو ابھی سے آمادہ کریں ٭

دستکاری فنڈ

جیسا کہ تمام احباب و خواتین جماعت کو معلوم ہے۔ جلسہ سالانہ پر ایک زنانہ دستکاری کی نمائش بھی منعقد ہوا کرتی ہے۔ مرکز اور بیرونی جماعتوں سے احمدی خواتین اور بچیاں اپنی لاگت پر کچھ عام پسند چیزیں تیار کرکے بھیجتی ہیں جنہیں بذریعہ نمائش فروخت کردیا جاتا ہے اس طرح ہر سال تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک معقول رقم فراہم ہونے کے علاوہ جماعت کی عورتوں اور بچیوں میں دین سے دلچسپی اور اس کی خدمت کا شوق بھی ترقی کرتا ہے اب جلسہ سالانہ میں اڑھائی ماہ سے بھی کم عرصہ رہ گیا ہے۔ لہذا ہر ایک احمدی گھر میں دستکاری کی تیاری شروع ہو جانی چاہئے۔ ان اشیاء کو تیار کرنے کے لئے احمدی خواتین کو ابھی سے اہتمام کرنا چاہئے یہ ایک صدقہ ہے جو بہت بڑے ثواب کا موجب ہے

. . . . . . کوشش کرنی چاہئے کہ نمائش دستکاری کے لئے جملہ اشیاء دسمبر کے پہلے ہفتہ میں مرکز میں پہنچ جائیں۔ تمام چیزوں پر نام اور لاگت کی چٹ ضرور لگا دی جائے تاکہ قیمتوں کے تعین میں آسانی رہے۔ ہمیں امید ہے خواتین سلسلہ اس ضروری کام کی طرف فوری توجہ کریں گی احباب کو بھی اپنے اپنے گھروں میں اس کے متعلق تحریک کرنی چاہئے ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

موجودہ جنگ اور ایک عظیم الشان پیشگوئی!

وعدہ کا ایک حصہ پورا ہو چکا اور دوسرا پورا ہو کر رہیگا

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

فمن یعمل من الصلحت وھو مومن فلا کفران لسعیہ .... وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء رکوع ۷)

جنگ کے بعد کیا ہوگا

اس وقت دنیا میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں یا جو عظیم الشان جنگ جس کے اندر اس وقت دنیا کی بہت سی قومیں مبتلا ہیں اور بقیہ مبتلا ہوتی جا رہی ہیں۔ جا ہیں یا نہ چاہیں اس کے متعلق کہ اس جنگ کے بعد کیا ہوگا۔ دنیا میں جبر اور تشدد کا دور دورہ ہوگا۔ یا انصاف اور عدل قائم ہو جائیں گے؛ اس بارہ میں ایک طرف تو قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف جس کو میں قیاس آرائی نہیں کہتا۔ بلکہ ایک حقیقت ایک یقین اور ایک وثوق کی بات ہے۔ وہ یہ سوال ہے کہ آیا مادیت اور مادہ پرستی اسی طرح دنیا میں رہے گی یا اللہ تعالیٰ اپنی تجلی فرمائیگا۔ اور روحانیت کا انتشار دنیا میں ہوگا۔ بہت لوگ ہیں جن کا خیال ہے۔ کہ لڑائیوں کے بعد خونخواری اور درندگی اور بھی ترقی کر جایا کرتی ہے اس لئے روحانیت کس طرح واپس آسکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس جنگ کے اندر جو نقشے دن رات سامنے آرہے ہیں۔ ان میں انسانی خون کی ارزانی، مخلوق خدا کی تباہی اور پرلے درجہ کی درندگی دیکھنے میں آرہی ہے۔ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس کو کیا تعلق ہے اس بات سے کہ اس کے بعد روحانی تجلی کا انتشار ہو اور خدا کی بادشاہت تسلیم کرلی جائے

ہماری جماعت کا جواب

ہماری جماعت جس غرض سے کھڑی ہے جو مقصد اس کے سامنے ہے اس کی روشنی سے ہماری جماعت کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اس تمام بربادی، خونخواری اور درندگی کے بعد خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم ہوگی۔ روحانی تجلی کا انتشار دنیا میں ہوگا اور یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ مادی آسائشات دل کو اطمینان نہیں بخش سکتیں۔ دل کا اطمینان خدا سے تعلق جوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔

وعدہ کا ایک حصہ

اس کا ثبوت کیا ہے۔ یہ قیاسات نہیں۔ بلکہ دینی یقینیات ہیں یقین کے ساتھ اس کے وعدہ کے ایک حصہ کو پورا ہوتے ہم نے دیکھ لیا۔ یہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں۔ سورہ انبیاء کی آیات ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت قابل توجہ ہے حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر ایک بلندی سے تیزی کے ساتھ نکل پڑیں گے۔ یاجوج ماجوج کون ہیں؟ کیا وہ پہلے بلند تھے جو ان کے کھول دیئے جانے کا ذکر فرمایا؟ اس پر بھی قرآن نے خود ہی روشنی ڈالی ہے۔ دوسری جگہ یہ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کوئی قوم ہے جو ایک بادشاہ سے کہتی ہے۔ یا ذالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علیٰ ان تجعل بیننا وبینھم سدا۔ اے ذالقرنین یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں۔ کیا ہم آپ کیلئے

کچھ چندہ جمع کریں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان ایک بڑی فصیل کھڑی کردیں۔ قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما۔ اس نے کہا تمہارے چندے کی ضرورت نہیں محنت مزدوری سے مدد دو (میں) تمہارے اور ان کے درمیان دیوار کھڑی کر دونگا۔ پھر دیوار کے بنانے کا ذکر کر کے فرماتا ہے۔ فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا۔ نہ تو ان کو یہ طاقت تھی کہ اس دیوار کے اوپر چڑھ سکیں اور نہ وہ دیوار نقب لگانے کے قابل تھی۔ تو یہ ایک وقتی روک تھی۔

روک دور ہوگی

یاجوج ماجوج کو روک دیا گیا مگر علم الٰہی میں یہ تقدیر تھا۔ کہ کسی وقت یہ روک دور کر دی جائے۔ فرماتا ہے۔ فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا۔ جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا۔ تو اس روک کو اٹھا دیگا۔ اب قرآن کریم کی ان دو مختلف مقامات کے جو مختلف اوقات پر نازل ہوئے۔ ایک جگہ ذکر ہے کہ یاجوج ماجوج کو کچھ عرصہ کے لئے روک دیا جائے گا۔ مگر یہ پختہ وعدہ الٰہی ہے کہ یہ روک بالآخر دور ہو جائے گی۔ دوسری جگہ اس روک کو دور کر کے یاجوج ماجوج کے کھول دینے کا اور ان کے تمام دنیا پر غالب آجانے کا ذکر ہے عرب کا ایک امی آج سے تیرہ سو سال پہلے یہ نقشہ کھینچ رہا ہے اور وہ کس طرح سچی ثابت ہو رہا ہے۔ اگر اس پر بھی مسلمان غور نہ کریں۔ تو اس قوم کی حالت پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

دو آیات

ان دو آیات میں سے ایک سورہ کہف میں ہے اور دوسری جواب میں نے پڑھی ہیں سورہ انبیاء کی آیات ہیں۔ سورہ کہف میں فرمایا فما اسطاعوا ... یاجوج ماجوج سے جس دیوار کے بنانے کا ذکر ہے اس کو جب دور کر دیا جائے گا ... یعنی کھڑی کی گئی تھی۔ اٹھ جائے گی۔ تو اللہ کا وعدہ پورا ہوگا۔ لیکن الانبیاء میں فرمایا حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ سو وہ بیان ہے کہ ان کو ... ... اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جس پر وہ غالب نہ آجائیں ... ... اس کی تفسیر کے طور پر فرمایا ہے۔ لا یدان لاحد بقتالھم کسی کو ان سے لڑائی کی طاقت نہ ہوگی

... کے بعد کیا ہوگا

مگر اصل بات جس کی طرف میں اب توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے کھل جانے اور ان کے دنیا میں غالب آنے کے بعد کیا ہوگا کیا یہ غلبہ ہمیشہ کیلئے رہیگا؟ نہیں۔ وہی سورہ کہف میں جہاں دیوار کو توڑنے اور روک کو دور کر دینے کا ذکر ہے

فرمایا۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض اس دن وہ ایک دوسرے پر موجیں ماریں گے۔ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑیں گے۔

ایک اور وعدہ الٰہی

پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا ذکر پھر یہاں سورۃ الانبیاء میں فرمایا۔ اور ایک اور وعدہ الٰہی کا ذکر کیا ہے۔ واقترب الوعد الحق۔ اللہ کا وہ سچا وعدہ قریب آگیا۔ جانتے ہو وہ کیا ہے وہ وہ ہے جو قرآن کریم میں بار بار لیظھرہ علی الدین کلہ کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ یعنی یاجوج ماجوج کی اس باہمی جنگ کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دین اسلام دوسرے ادیان پر غالب ہو جائے گا۔ فرمایا۔ فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا۔ منکروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ یویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظلمین۔ کہیں گے افسوس ہے ہم پر کہ اس کمبخت دنیا کی مادہ پرستی کے اندر مبتلا ہو کر اور دولت و ثروت کو اپنا معبود بنا کر غافل رہے بلکہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون۔ یہ دنیا کی دولت اور طاقت جس کو تم نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے جہنم کا ایندھن ہیں اور تم اس میں داخل ہونے والے ہو ان کھلی آیات کے بعد اور کچھ بتانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ آج کسی مجلس میں ترجمہ کے ساتھ یہ آیتیں پڑھو وہ خود بخود سمجھ آجائے گا کہ کن واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

اور آیات

اس کے بعد اور آیات آتی ہیں۔ فرمایا لو کان ھؤلاء الھۃ ما وردوھا وکل فیھا خالدون۔ اگر یہ دنیا اور اس کے ساز و سامان، یہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ جاتے۔ سب اسی میں رہیں گے۔ لھم فیھا زفیر وھم فیھا لا یسمعون۔ ان کے لئے اس میں چلانا ہوگا اور وہ کسی کی نہیں سنیں گے ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون۔ جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی آچکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ لا یسمعون حسیسھا وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔ وھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون اور ان کو وہ ملے گا جس کے لئے ان کے دلوں میں تڑپ ہے لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون۔ وہ جو بڑی عظیم الشان گھبراہٹ آنے گی وہ ان کو غمگین نہیں کرے گی۔ خدا کے فرشتے ان کی ملاقات کرنے والے ہوں گے۔

موعود دن اور نیا نظام

یہ تو وہ دن آگیا جس کا وعدہ تم کو دیا جاتا تھا۔ یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب۔ ہم اس دن آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے دفتر آسمان کا لپیٹنا کیا ہے کسی نظام کو برباد کر کے نیا نظام قائم کرنا جس طرح دوسری جگہ فرمایا۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوت۔ اس دن زمین اور آسمان بدل جائیں گے گویا ایک نیا نظام عالم قائم ہوگا۔ پھر فرماتا ہے۔ کما بدانا اول خلق نعیدہ کا اعجاز طرح پہلے ہم نے شروع کیا تھا۔ اسی طرح دوبارہ ہم اس کو کریں گے۔

حدیث میں خوشخبری

حدیث میں آتا ہے بدا الاسلام غریبا وسیعود کما بدا جس طرح اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا تھا۔ پھر وہی حالت پیش آئے گی۔ اور فرمایا طوبیٰ للغرباء ان غرباء کے لئے

خوشخبری ہے صحابہ نے پوچھا۔ یارسول اللہ غربا سے حضور کی کیا مراد ہے۔ فرمایا قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر تھوڑے سے صالح لوگ رہ جائیں گے۔ اور ان لوگوں کی بدیوں میں مبتلا ہیں۔ [illegible] بہت زیادہ ہوں گے۔ تو اس حدیث میں یہ خوشخبری ہے کہ جس طرح پہلے اسلام کی [illegible] سے ہوئی۔ اور بالآخر وہ غالب آگیا۔ اسی طرح ایک [illegible] ہوگا۔ خدا کے پیغام کے حامل تھوڑے سے رہ جائیں گے۔ [illegible] نہ ہوں غلبہ انہی کیلئے ہے۔

[illegible] ضرور پورا ہوگا

[illegible] آیت کو پھر لیتا ہوں۔ کما بدأنا اول خلق نعیدہ [illegible] وعدا علینا انا کنا فاعلین۔ یہ ہم پر وعدہ ہے اور ہم اس کو پورا کرکے رہیں گے۔ پھر اس کو اور زیادہ واضح کیا ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ زبور میں بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ان فی ھذا لبلٰغا لقوم عابدین دیکھو اس کے اندر ایک پیغام ہے خدا کی عبادت کرنے والی قوم کیلئے اور آخر یہ صاف فرما دیا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ہم نے تجھے تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تمام قوموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے جس طرح اس [illegible] نے پہلی قوموں کی دستگیری فرمائی۔ اسی طرح پیچھے آنے والی قوموں کی بھی دستگیری فرمائے گی۔ اور محمد رسول اللہ کی رحمت کے نیچے لوگ ایک دین پر جمع ہو جائیں گے قل انما یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد تو دنیا ایک خدا کی حکومت کے نیچے ہی امن سے رہ سکتی ہے۔

ایک حصہ صفائی سے پورا ہو چکا ہے

تو ایک حصہ اس وعدہ کا اس صفائی کے ساتھ پورا ہو چکا ہے کہ آج کوئی آنکھ نہیں جس پر پردہ پڑا ہے۔ اور دوسرا وعدہ کہ پھر حق کا غلبہ ہوگا۔ پھر روحانیت کا انتشار ہوگا۔ پھر محمد رسول اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا۔ یہ بھی ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ جس قوم کے سامنے ایک حصہ پورا ہو چکا ہے۔ نہایت افسوس ہوگا۔ اگر وہ دوسرے حصہ کے متعلق شک و شبہ میں رہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھیوں کے ساتھ حق کے غلبہ کا جو وعدہ ہوا تھا۔ جب اس کا ایک حصہ اس رنگ میں سامنے آیا کہ چاروں طرف سے کفار نے ان کو گھیر لیا تو انہوں نے کہا۔ ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ گویا انہوں نے خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ آج بھی اگر ہم چاہیں اور اپنی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیں تو خدا کو دیکھ سکتے ہیں۔

افسوس کا مقام

افسوس ہے کہ مسلمان پست باتوں میں پڑ کر حقیقت سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ کوئی تیار ہی اس بات کیلئے نہیں کہ اس وعدہ الٰہی کے پورا کرنے کیلئے ہم کوئی قدم اٹھائیں۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ جس قوم کے ہاتھ سے یہ وعدہ پورا ہو جائے اس سے بڑھکر کون مقرب الٰہی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک چیز ہے جس سے لوگ غلطی لا پرواہیں اور وہ خدا ہے۔ اگر خدا کی طرف رجوع کریں۔ اگر قرآن کے اس وعدہ پر غور کریں۔ جو دین اسلام کے غلبہ کے متعلق اس نے دیا ہے تو آنے والے انقلاب میں وہ حصہ دار ہو سکتے ہیں۔

یورپ میں انقلاب اور جماعت احمدیہ

یہ مت خیال کرو کہ یہ قصے کہانیاں ہیں کیا نہیں دیکھتے کہ یورپ کے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے اور اسلام کو ایک نئے نقطہ نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔ وہ جماعت جس کو خدا نے اس کام کیلئے کھڑا کیا ہے اسے اس طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی توجہ دلانی چاہئے۔

مسیح موعود کا نام

مسیح موعود لوگوں کو بڑا بھاری لفظ معلوم ہوتا ہے کہتے ہیں اگر محض مجدد ہوتے تو ٹھیک تھا مسیح موعود ماننا مشکل ہے۔ حالانکہ مسیح موعود ہونا کیا ہے۔ خود حضرت مرزا صاحب نے اس کو واضح کیا ہے۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مسیحیوں کی اصلاح کا کام سپرد ہونے کی وجہ سے مسیحی قوم کے لئے ایک نور اور روشنی ملنے کی وجہ سے مسیح موعود نام رکھا گیا۔ ورنہ اصل منصب مجددیت ہی کا ہے۔

ایک عظیم الشان محسن کی لعنت

اب سوچو اور غور کرو۔ تنہائی کے اندر غور کرلو اتنا بڑا محسن پیدا ہوا جس نے مسیحی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ جس نے اسلام کے لئے یورپ میں رستہ کھول دیا۔ لیکن اس کی ناشکر گذاری اس قدر ہے کہ اگر اس کا نام آ جائے تو تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔

ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان فرق

اگر مرزا صاحب پیدا نہ ہوتے تو کیا قرآن کے یہ حقائق کھل سکتے تھے؟ کس چیز نے فرق کر دیا مسلمانوں سے اور ہمارے درمیان۔ کیا ہمارا قرآن ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارا حج اور زکوٰۃ وہی نہیں۔ جو دوسرے مسلمانوں کا ہے۔ اگر دوسروں میں اور ہم میں کوئی فرق ہے تو یہی ہے کہ وہ جو کہا تھا۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ وہ ایمان مرزا صاحب نے ثریا سے لاکر ہمارے دلوں میں بٹھا دیا اور اس یقین سے انہیں بھر دیا کہ اسلام بالآخر دنیا پر غالب آئے گا۔ آج یہی قوم ہے جس کے دل کے اندر یہ ایمان موجود ہے کہ کفر کی طاقتیں بالآخر مغلوب و مفتوح ہو جائیں گی اور اسلام دنیا پر غالب آئیگا

رمضان کے مہینہ میں زبان پر قابو

یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زبان کو ہر قسم کے جھوٹ اور مکر و فریب سے قابو میں رکھنا چاہئے۔ یوں تو عام طور پر بھی فرمایا ہے من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ جو شخص مجھے دو چیزوں کے لئے ضمانت دے۔ ایک زبان کی اور ایک اپنی شہوت کو قابو میں رکھنے کی۔ اس کے لئے میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں لیکن رمضان میں بالخصوص زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ یہ مشق کے طور پر کام دے۔

ایک چیز کی ضرورت

تمہارے سامنے ایک بڑا بلند مقصد ہے۔ اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی کوشش۔ اپنے آپ کو اس پر لگا دو۔ بیشک تم مالوں کی قربانی کر رہے ہو جانوں کی قربانی کر رہے ہو لیکن ایک چیز کی ابھی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ تمہارے دلوں کے اندر وہ درد پیدا ہو جائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا۔ دیکھئے سورۂ کہف کے شروع میں جہاں نصاریٰ کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہاں پہلے تو عام انذار کا ذکر کیا ہے۔ قیما لینذر باسا شدیدا پھر خاص طور پر نصاریٰ کے متعلق فرمایا وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا۔ انہی کے متعلق فرمایا فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا۔ کیا تو ان کے پیچھے اس رنج میں اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا۔ اگر وہ اس پاک کتاب پر ایمان نہ لائیں۔ یہ درد تھا جو آپ کو رات کے وقت سونے نہیں دیتا تھا۔ اور آپ رات کو اٹھ اٹھ کر خدا کے حضور میں سربسجود ہوتے تھے۔ خدا کی طاقت کا جلوہ ایسے ہی دل سے ہوتا ہے اور اسی کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آتی ہے۔

راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرو

تو اپنے دلوں کو اس کا محل بناؤ۔ راتوں کو اٹھو اور دعائیں کرو کہ اے خدا جس نے اپنے رسول کے ساتھ اس زمانہ میں غلبہ دین کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے اس وعدہ کو پورا کرنے کے موجب بنیں۔ ہمیں وہ نظارہ دکھا کہ اسلام دنیا میں غالب اور مظفر و منصور ہو۔ اور تیرے مامور اور مسیح کی آمد کی غرض پوری ہو۔

جماعت کو نصیحت

میں نے جہاں یہ نصیحت انہیں کی ہے کہ تمام پست باتوں سے اوپر اٹھو اور بلند مقصد کو اپنے سامنے رکھو۔ وہیں یہ بھی کہتا ہوں کہ دلوں کے اندر درد اور تڑپ پیدا کرو میں نے ہر ایک احمدی سے عورت سے مرد سے اپیل کی ہے۔ کہ رمضان میں راتوں کو انہیں سحری کیلئے اٹھنا ہی پڑتا ہے۔ اس سے ذرا پہلے اٹھ بیٹھیں۔ اور زیادہ نہیں تو ایک رمضان کا مہینہ صرف دو رکعت تہجد کی ادا کریں اور اس میں دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ کفر کی طاقتوں کو توڑ کر اسلام کو دنیا میں غالب کرے۔

تمہارے سامنے

ایک بڑا بلند مقصد ہے اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی کوشش، اپنے آپ کو اس پر لگا دو

بیشک تم مالوں کی قربانی کر رہے ہو جانوں کی قربانی کر رہے ہو لیکن ایک چیز کی ابھی

ضرورت ہے وہ یہ کہ تمہارے دل کے اندر وہ درد پیدا ہو جائے جو محمد رسول اللہ کے دل میں تھا (حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

ہماری اس سال کی تحریکات

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ اس سال کی تحریکات یعنی دس ہزار آدمیوں کو تبلیغ۔ نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں بزرگ اشاعت اسلام کیلئے **وصیت** کریں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور ان کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں یہ تحریکیں کوئی معمولی چیزیں نہیں۔ ہمارے بلند اور رفیع مقاصد کی روح رواں ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور اشاعت کا باعث۔ ہر احمدی دوست کا فرض ہے کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا جائزہ لے۔ جہاں جہاں بھی ہمارے بھائی ہیں انہیں **حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ** کے ان ارشادات کو محنت شاقہ کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہئے کوئی دوست جماعت کا باقی نہ رہے جو کسی نہ کسی رنگ میں ان تحریکات میں حصہ نہ لے۔

دختران اسلام

خواتین سلسلہ اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے تحریک مسجد سرینگر میں چندہ دیکر اس امر کا ثبوت دیں کہ وہ ایک زندہ اور فعال جماعت کی خواتین ہیں

آج غیر اسلامی رسم و رواج کی پابندیوں اور تہذیب جدید کی فتنہ انگیزیوں نے ہندوستان کی مسلم خواتین کے دل و دماغ میں یہ تاثرات پیدا کر دیے ہیں کہ ان کی زندگی کے فرائض صرف یہ ہیں کہ گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنی زیبائش و آرائش اور دلچسپ رنگین تفریحی مشاغل میں صرف کریں۔ اس کے سوا ان کو کسی کام سے دلچسپی نہیں ہے۔ آج ایثار و قربانی اور جانبازی و سرفروشی کے واقعات ان کی نظر میں کچھ بھولے ہوئے افسانے ہیں۔ لیکن تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہے کہ عہد رسالت کی مسلم خواتین نے مردوں کے دوش بدوش قربانی کی ہر منزل اور ایثار کے ہر مرحلے پر بیتابانہ اپنے آپ کو پیش کیا اور کلمۂ حق کو بلند کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے انہوں نے جو حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ان کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں بھی نہیں مل سکتی۔ یہ وہ جانباز خواتین تھیں۔ جن کی گردنیں بارہا تلواروں کی امتحان گاہ بنیں جن کے سینے نیزوں سے آشنا ہوئے اور جو اکثر خاک و خون میں تڑپنے کیلئے بیقرار رہیں۔ ان کی صدائے حق نے ظلم و ستم کے ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا اور ان کے نازک ہاتھوں کی ایک ہی جنبش نے قصر باطل کی عمارت الٹ کر رکھ دیا۔ آج ہم چند محترم خواتین کے کارنامے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ عہد حاضر کی مسلم خواتین ایثار و قربانی کے ان واقعات کو پڑھ کر خود اپنی حالت پر نظر ڈالیں اور اپنے اندر مجاہدانہ جذبات پیدا کریں۔

حضرت فاطمہؓ بنت ولید

حضرت فاطمہؓ بنت ولید حضرت خالد بن ولید کی حقیقی بہن تھیں۔ استیعاب میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ کانت فاطمۃ فاضلۃ عاقلۃ (حضرت فاطمہ بنت ولید نہایت ہی عاقل فاضل خاتون تھیں) حضرت فاطمہ کو شروع سے فن سپہ گری سے بیحد دلچسپی تھی اسی ذوق کی بنا پر انہوں نے گھوڑے کی سواری، تیر اندازی اور تلوار کے کمالات حاصل کئے۔ قدرت نے ان کو ایک ایسا دل عطا کیا تھا جو عزم و استقلال اور جرأت و شجاعت کے جذبات سے معمور تھا۔

اسلام کی آغوش میں

تاریخ ابن اثیر میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ولید ۳ھ تک اسلام کی سخت مخالف تھیں جنگ احد میں انہوں نے بت پرست زخمیوں کی تیمارداری کی۔ مجروحین کو میدان جنگ سے اٹھا کر لائیں۔ اور کھانے کا اہتمام و انتظام کیا۔ ۵ ذیقعدہ ۳ھ کو وہ بت پرستی سے بیزار ہو گئیں اور اسلام کی طرف مائل ہو گئیں۔ اسی تاریخ کو صبح کے وقت وہ حضور سرور دو عالم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں اپنی باطل پرستی پر بہت نادم ہوں۔ میرا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت قابل پرستش ہیں اور اقتدار و قدرت کے مالک ہیں اور ان کی رضا سے نفع و ضرر پہنچتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ ان پتھروں کی پرستش سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں اس بات کو مانتی ہوں کہ عبادت کا مستحق صرف خدائے قدوس ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ہر چیز اسی نے پیدا کی ہے اور وہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتی ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے یہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟ حضور نے فرمایا۔ اللہ کا عفو و کرم وسیع ہے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے سچے دل سے اسلام قبول کیا

محبت رسول

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت فاطمہؓ نے اپنی زندگی کو اشاعت اسلام کیلئے وقف کر دیا ان کو حضور سرور عالم سے بیحد محبت تھی اور وہ حضور کے احکام کی تعمیل کو اپنے لئے بہترین سعادت سمجھتی تھیں۔

امتیازی خصوصیت

حضرت فاطمہؓ نہایت خلیق شیریں زبان اور انکسار پسند تھیں۔ غریبوں کی خدمت اور بیماروں کی عیادت سے ان کو انتہائی دلچسپی تھی۔ جرأت و شجاعت ان میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ میدان جنگ میں وہ ہمیشہ بیباک رہتی تھیں اور خطرناک مواقع پر بھی ان کے استقلال میں فرق نہیں آتا تھا۔ ارادہ کی مضبوط تھیں۔ کامل غور و فکر کے بعد جو فیصلہ کرتیں اس پر آخر دم تک قائم رہتیں اور اپنے ارادوں کو پورا کرنے میں جان تک کی پرواہ نہ کرتی تھیں۔

مجاہدانہ کارنامے

اسلام میں داخل ہونے کے بعد حضرت فاطمہؓ ہر جہاد میں شریک ہوئیں اور ہر جنگ میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۲ھ میں جب عیسائیوں سے مقابلہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید نے زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے کھانے کا انتظام ان ہی کے سپرد کیا تھا ۱۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عاصمہ بنت عبداللہ ابن مسعود

حضرت عاصمہ رضی اللہ عنہا مشہور صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود کی صاحبزادی تھیں۔ شروع سے نہایت ذہین، سادہ طبیعت اور انکسار پسند تھیں۔ ان کے صحیفہ اخلاق میں حلم و تواضع، رحم و کرم عدل و انصاف اور جرأت و شجاعت کا عنوان نہایت جلی تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھ لیتیں پھر اس کے اظہار میں کسی کی پرواہ نہ کرتی تھیں۔

مجاہدانہ خدمات

حضرت عاصمہ رضی اللہ عنہا بھی ان مقدس خواتین میں ہیں جنہوں نے جنگ یرموک میں شرف جاں نثاری حاصل کیا ہے۔ جس وقت جنگ شروع ہوئی۔ تو حضرت عاصمہ بیتابانہ قلب لشکر میں گھس گئیں اور انہوں نے اس قدر عزم اور استقلال سے تلوار چلائی کہ صفیں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اختتام جنگ سے پہلے ان کے سینے میں ایک کاری زخم لگا اور اس کے صدمے سے بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ مگر بیہوشی کے عالم میں بھی تلوار کو جنبش ہوتی رہی۔ جب ان کو ہوش آیا تو بے اندازہ خون بہہ چکا تھا۔ اس جنگ کے بعد وہ کسی معرکہ میں شریک نہیں ہوئیں۔ ۱۳ھ ہجری میں ان کی شادی حضرت سہیلؓ ابن عمرؓ کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے گیارہ سال کے بعد ان کا انتقال ہو گیا

حضرت ناجیہ بنت سہیل

حضرت ناجیہ انصار کے بہترین خاندان قبیلہ بنو اسلم کی خاتون تھیں۔ ان کے والد حضرت سہیلؓ عرب کے مشہور تاجر اور قبیلہ اسلم کے سردار تھے۔ ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ان کا قبیلہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہتا تھا۔ مگر یہ خود مدینہ میں رہا کرتی تھیں حضرت ام المومنین ریحانہ بنت شمعون ان کی خاص سہیلی تھیں۔ حضرت ریحانہؓ ارشاد فرماتی ہیں۔ ناجیہ نہایت سنجیدہ، خوبصورت اور ذہین لڑکی تھی۔ جو باتیں ایک مثالی عورت میں ہونی چاہئیں۔ وہ سب اس میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔ حسن و جمال۔ ذہن رسا۔ فکر بلیغ اور عقل نکتہ سنج کے لحاظ سے بھی آپ سے بہتر قبیلہ بنو اسلم میں کوئی عورت نہ تھی۔

اشاعت اسلام

حضرت ناجیہ کو اشاعت اسلام سے بے پناہ دلچسپی تھی۔ ان کا یہ معمول تھا کہ مہینہ میں دو مرتبہ مختلف قبائل کی عورتوں کے پاس جایا کرتی تھیں۔ اور ان کے سامنے اسلام کے فضائل و محاسن بیان کرتی تھیں۔ ان کی تقریر نہایت دلچسپ ہوتی تھی۔ جب وہ عورتوں کی مجلس میں تقریر کرتیں تو ایک سکوت طاری ہو جاتا اور جب تک تقریر ختم نہ ہوتی۔ عورتیں ہمہ تن متوجہ رہتی تھیں۔ اس کمال خطابت کے ساتھ ہی ان کا طرز عمل ہر امیر غریب عورت کے ساتھ نہایت دردآمیز تھا۔ جب ان کو یہ معلوم ہوتا کہ فلاں قبیلہ کی عورت بیمار ہے اور اس کا کوئی ہمدرد نہیں ہے تو وہ بیتابانہ اس کے پاس پہنچ جاتیں اور جب تک اسے آرام نہ ہوتا۔ روزانہ اس کے لئے کھانا بھیجتیں اور اس کی تیمارداری کا فرض انجام دیتی تھیں۔ ان کی یہ ہمدردی صرف مسلمان عورتوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ وہ ہر قوم کی غریب عورتوں کی خدمت اپنا فرض سمجھتی تھیں اور ان کی اس ہمدردی کی وجہ سے ہر قبیلہ کی عورتیں ان کی بیحد عزت کرتی تھیں۔

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عبداللہ ابن ابو بکرؓ بیان فرماتی ہیں۔ میں نے ناجیہ سے زیادہ خلیق۔ ہمدرد اور جفاکش کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ وہ بے انتہا ذہین تیز طبیعت اور انکسار پسند تھی اسے اشاعت اسلام سے بے پناہ عشق تھا۔ اس کی سعی حسنہ سے تقریباً ایک سو بارہ عورتیں اسلام میں داخل ہوئیں۔ وہ اگرچہ ایک دولتمند باپ کی بیٹی تھی۔ مگر اس کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ کسی بات کو غور سے سنتا اور حفظ ہو جانا دونوں باتیں اس کے واسطے ایک تھیں

شادی

۲۷ رمضان ۱۰ ہجری کو حضرت ناجیہ کی شادی حضرت جریر بن عبداللہ کے ساتھ ہوئی۔ حضرت جریرؓ یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بنو عامر کے سردار تھے جب یہ قبول اسلام کے لئے حضور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اسلام قبول کرنے کیلئے حضورؐ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور مسلمانوں سے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو اس کی تعظیم کرو۔ اس کے بعد جریر نے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں اور ہمیشہ اسلام کا وفادار رہوں گا۔ (اصابہ جلد اول ص ۲۴۲)

اسلام قبول کرنے کے چھ مہینے کے بعد حضرت جریرؓ کی شادی حضرت ناجیہ کے ساتھ ہوئی۔ جریرؓ کسی قدر تیز مزاج تھے لیکن ناجیہؓ نے اپنی مخلصانہ خدمات اور اپنی ہمدردی سے ان کے دل کو فتح کر لیا تھا۔ اور وہ ہر بات میں ان کی رضامندی کو سامنے رکھتے تھے۔

مجاہدانہ کارنامے

حضرت ناجیہؓ نہایت جانباز اور سرفروش خاتون تھیں۔ اکثر معرکہ آرائیوں میں انہوں نے پرجوش خدمات انجام دیں۔ ان کا معمول تھا کہ جب حق و باطل میں جنگ شروع ہوتی تو بیباکانہ میدان جنگ میں پہنچ جاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے کھانے کا انتظام اپنے ذمہ لیتیں۔ (ماخوذ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے متعلق جماعت کے قدیم بزرگوں کے خیالات

حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

میاں محمود احمد صاحب "خلیفہ قادیان" کا یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں جو نومبر ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا اپنے دعویٰ کو تبدیل کر کے یہ اعلان کر دیا کہ آپ نبی ہیں اور اس سے پیشتر جو نبی ہونے سے انکار کرتے رہے وہ صحیح نہ تھا اگرچہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں اس قسم کا کوئی فقرہ موجود نہیں۔ جس سے یہ پایا جائے کہ آپ نے اپنی کسی غلطی کا ازالہ اس میں کیا ہے اور اپنے دعوے میں تبدیلی کی ہے۔ بلکہ اس میں کھلے طور پر اپنے آپ کو فنافی الرسول ظاہر کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کا بروز قرار دیا ہے[1]۔ تاہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا "ایک غلطی کا ازالہ" شائع ہونے پر جماعت نے بھی یہ محسوس کیا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں تبدیلی کر لی ہے اور پہلے دس بارہ سال تک جس نبوت سے انکار کرتے رہے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر یہ اعلان کرتے رہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا کافر او رکاذب ہے اب اسی نبوت کا دعوےٰ کر دیا ہے۔

جماعت کے ستر بزرگوں کی شہادت

اس بارہ میں قبل ازیں جماعت کے ستر بزرگوں کی جنہوں نے ۱۹۰۱ء میں یا اس سے قبل حضرت مسیح موعود کی بیعت کی علفیہ شہادت شائع ہو چکی ہے۔

"ہم اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کبھی ہمارے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعویٰ نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہو گئیں۔ نہ ہم نے اپنے علم میں کبھی ایسے لفظ کسی ایک شخص کے بھی منہ سے سنے جب تک کہ میاں محمود احمد صاحب نے ان کا اعلان نہیں کیا واللہ علیٰ ما نقول شہید"۔ (النبوۃ فی الاسلام ۲۲۲/۲۴۷)

ایک اور زبردست شہادت

لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک اور شہادت ہے جو ۱۲ مئی ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع شدہ موجود ہے اور جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اس وقت جماعت کے کسی فرد نے بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی ہے اور انکار نبوت کو چھوڑ کر دعوےٰ نبوت کا اعلان کیا ہے۔

یہ شہادت بابو شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر مردان ضلع پشاور کے ایک خط سے ملتی ہے۔ جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں لکھا اور حضور کے حکم سے الحکم کے مذکورہ بالا پرچہ میں درج ہوا اس خط میں بابو شاہدین صاحب کسی مخالف سے اپنی بحث کی روئداد لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"میاں نال میاں حسین بخش صاحب نے جو حضور کے حالات قدیم سے بخوبی واقف ہیں۔ خاکسار سے دریافت کیا۔ کہ مرزا صاحب نے اب نیا دعوےٰ پیش کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ کوئی نیا دعوےٰ نہیں وہی دعاوی ہیں جو ابتدا میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک جدید اشتہار میں صاف طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے جواب دیا کہ آپ وہ اشتہار دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میاں محمد یوسف صاحب گھر سے اشتہار بعنوان "ایک غلطی کا ازالہ" لے آئے اور بڑی متانت اور سنجیدگی سے پڑھ کر سنایا جس سے سامعین کے دل پر بہت اثر پڑا۔ مگر میاں صاحب کی سمجھ میں بروز کا مسئلہ نہ آیا کبھی تو اس کو تناسخ قرار دیا اور کبھی کہا۔ کہ آپ دیکھیں گے کہ آئندہ مرزا صاحب شمس تبریز اور منصور کی طرح نعوذ باللہ خدائی کا بھی دعوےٰ کریں گے خاکسار نے ہر چند کوشش کی کہ یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں آ جاوے اور حضرت مجدد سرہندی و سید احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ وغیرہ اکابر امت کی سوانح میں اس کی نظیریں بھی بیان کیں۔ مگر پھر بھی وہ نہ سمجھ سکے"۔

اس تمام عبارت سے ظاہر ہے کہ بابو شاہدین صاحب اور محمد یوسف صاحب کے نزدیک جو دونوں حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم ساتھیوں میں سے تھے۔ "ایک غلطی کا ازالہ" میں کسی نبوت کا دعوےٰ حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں کیا۔ اپنے سابق دعاوی میں کوئی تبدیلی نہیں کی

حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت

یہ خط سلسلے کے ایک ممتاز اخبار الحکم میں شائع ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود کے حکم سے شائع ہوتا ہے۔ کیونکہ خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں لکھا گیا ہے اور اس کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے:۔

"یہ ساری گفتگو اس لئے حضور کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے کہ یہ الحکم میں شائع ہو کر جماعت احمدی کی اطلاع کا موجب ہو جاوے"

اگر حضرت مسیح موعودؑ کو اس پر کوئی اعتراض ہوتا اور آپ سمجھتے کہ آپ نے دعوے میں تبدیلی کی ہے تو ہرگز اس کی اشاعت کی اجازت نہ دیتے۔ اور اگر شائع بھی کرنا تھا تو اس پر نوٹ لکھتے کہ یہ جو کچھ کہا گیا ہے غلط ہے۔ ہم نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں اپنے دعوے کو تبدیل کیا ہے

مریدین مبایعین صاحب کی شہادت

پھر یہ مضمون تمام جماعت کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ اور ایک بھی خدا کا بندہ ایسا پیدا نہیں ہوتا جو اس کی تردید کرے اور "ایک غلطی کا ازالہ" کے متعلق بابو شاہدین صاحب کے خیالات کو غلط قرار دے۔ کم از کم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم، مولوی سید سرور شاہ صاحب، مفتی محمد صادق صاحب وغیرہم جو آج میاں محمود احمد صاحب کے ہمنوا ہیں۔ اگر اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات ہوتی کہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت مسیح موعود نے دعوےٰ نبوت کیا ہے تو ہرگز خاموش نہ رہتے۔

بعد کی بنائی ہوئی بات

ان سب لوگوں اور تمام جماعت کی خاموشی اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اس خط کی اشاعت کا حکم اس امر پر ایک زبردست شہادت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں ہرگز اپنے دعوے میں تبدیلی نہیں کی۔ نہ کسی نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور جو کچھ میاں محمود احمد صاحب اور آپ کے ہمنواؤں کی طرف سے اب کہا جا رہا ہے۔ وہ بعد کی بنائی ہوئی بات ہے۔ کیا قادیانی جماعت کے اصحاب: الفضل وپیغام ان کھلے واقعات پر غور فرما کر حضرت مسیح موعود کی صحیح پوزیشن سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن بدھی دہلی کا جلسہ

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن شاخ بدہلی کا پہلا جلسہ مؤرخہ ۹ کو منعقد ہوا۔ ماسٹر عبدالحفیظ صاحب نے وفات مسیح پر ایک مدلل اور پر از معلومات تقریر کی۔ حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کا واقعہ نہایت وضاحت کے ساتھ از روئے بائیبل بیان کیا اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ کس طرح صلیب پر وفات کے متعلق سب کو شبہ ہوا اور اس کی تطبیق آیات قرآنی سے کی۔ حاضرین بہت متاثر نظر آتے تھے غیر احمدی حضرات میں سے ایک حافظ صاحب جو یہاں کی مسجد اہلحدیث میں خطیب ہیں موجود تھے۔ تقریر کے بعد اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا گیا۔

سیکرٹری
عبدالغنی

---

[1] افسوس ہے کہ آج قادیانی جماعت نے بروز کو اصل قرار دیکر زبردست ٹھوکر کھائی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے "ایک غلطی کا ازالہ" ہی کے متعلق حافظ محمد یوسف امرتسری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ اس میں کوئی نیا دعویٰ نہیں مسئلہ بروز کو ان الفاظ میں صاف کیا ہے۔ "کہ ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نیا نہ پرانا نبی بلکہ خود محمد رسول اللہ صلعم ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔ کیا اگر ایک شیشہ میں حافظ صاحب اپنی تصویر دیکھیں تو کیا عورتوں کو پردہ کر لینا چاہیئے کہ یہ کون غیر محرم گھس آیا"۔ (الحکم ۳ نومبر ۱۹۰۱ء) اس سے صاف ثابت ہے کہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں جس بات کا ذکر ہے اس کی اصلیت اتنی ہی ہے جتنی شیشہ کے اندر عکس کی۔

رفتار عالم

بٹاویہ ۱۳ اکتوبر۔ طیارہ کے ایک حادثہ میں ڈچ فوجوں کا کمانڈر انچیف مارا گیا ہے۔

ٹوکیو ۱۳ اکتوبر۔ بحری فوجوں کی جنگی مشق میں ایک جاپانی آبدوز غرق ہو گئی ہے جس میں ۵۵ ملاح ہلاک ہو گئے ہیں۔

لندن ۱۳ اکتوبر۔ پراودا نے اعلان کیا ہے کہ مرکزی محاذ پر ابھی تک جرمن بعض مورچوں پر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ جرمنوں کا بیان ہے کہ انہوں نے ویازما اور برائنسک میں تین لاکھ چھپن ہزار روسیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ مگر جرمنوں نے اعتراف کر لیا ہے۔ کہ روسی فوجوں کے جوابی حملے جاری ہیں۔ ابھی تک اس امر کی کوئی مصدقہ اطلاع نہیں پہنچی کہ جرمن افواج نے کسی ایسی جگہ پر قبضہ کر لیا ہو۔ جو ماسکو سے ایک سو میل سے کم فاصلے پر واقع ہو۔ روسیوں نے اعلان کیا ہے کہ روسی فوج نے اوریل سے نکلتے وقت تمام کارخانوں کو تباہ کر دیا تھا۔ تاکہ دشمن ان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ ازوف کی حالت کے متعلق کوئی تازہ اطلاع نہیں ملی۔ مگر خیال ہے کہ روسیوں کے جوابی حملے جاری ہیں۔

لندن ۱۳ اکتوبر۔ دشمن کے ٹینک اور ریل سے طبرق کے قریب سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ برطانوی فوج نے دشمن کو کئی دفعہ پسپا کیا ہے۔ دشمن کی فوج نے ایک برطانوی چوکی پر قبضہ کیا تھا۔ مگر اب اسے بھگا دیا گیا ہے۔

لندن ۱۳ اکتوبر۔ جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے۔ کہ ویازما کے قریب جو روسی فوجیں گھر گئی تھیں ان کا قریباً خاتمہ ہو چکا ہے۔ بحیرہ ازوف کے ساحل پر لڑنے والی روسی فوجوں کا ایک حصہ گھیرے سے نکل کر بھاگ گیا تھا مگر جرمنوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں گرفتار کر لیا ہے۔ روسی فوجوں نے لینن گراڈ کے علاقے پر جوابی حملے کئے تھے۔ روسی چاہتے تھے کہ جرمنوں کا گھیرا توڑ کر باہر نکل آئیں مگر روسیوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

لندن ۱۳ اکتوبر۔ اطالوی ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ماسکو خالی ہو رہا ہے اور متعدد سرکاری دفتر شہر سے نکل چکے ہیں۔ ابھی تک کسی دوسرے ذریعہ سے اس اطلاع کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

برلن ۱۳ اکتوبر۔ بعض ملکوں میں غلط پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ ہٹلر صلح کرنے والا ہے۔ مگر جرمنی نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے کہ جرمنی ہرگز صلح نہیں کرے گا۔

ماسکو ۱۵ اکتوبر۔ ماسکو سے اعلان کیا گیا ہے کہ کل رات جرمن طیاروں نے ماسکو پر بمباری کرنے کی کوشش کی مگر روسی طیاروں نے انہیں شہر کے قریب بھی نہ آنے دیا۔ بہت کم طیارے شہر میں داخل ہو سکے اور ان طیاروں سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ روس کے مشہور اخبار "ریڈ سٹار" نے روس کی موجودہ حالت کا نقشہ مندرجہ ذیل سطور میں کھینچا ہے۔ ماسکو کیلئے زبردست خطرہ درپیش ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے کہ دشمن کی فوجیں شہر سے ابھی دور ہیں مگر وہ ماسکو کے راستوں پر پہنچ گئی ہیں۔ اس لئے روسی فوجوں کو چاہئے کہ ماسکو کے دفاعی انتظامات کو اور بھی مضبوط بنا لے جرمنوں کو زبردست نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ پھر بھی ان کا ریلا نہیں تھمتا۔ روزنامہ "پراودا" نے لکھا ہے کہ جرمن گذشتہ ۲۴ گھنٹے میں اور بھی بڑھ آئے ہیں۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ جرمن ہائی کمان کے اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ ویازما کی محصور فوج کا خاتمہ کر دیا گیا ہے برائنسک میں روسی فوج کے باقی ماندہ دستے کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ انہیں ایک ایک کر کے تباہ کر دیا گیا ہے۔ برائنسک اور ویازما میں ۹ لاکھ روسی تباہ کئے جا چکے ہیں۔

آج ڈاکٹر گوئبلز نے ایک تقریر میں اس امر کا اظہار کیا کہ دراصل روس کی لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ مگر آپ نے یہ بھی اعتراف کیا کہ روس کے متعدد دستے ابھی تک مقابلہ کر رہے ہیں۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ روزنامہ نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ برطانیہ کسی حالت میں صلح نہیں کرے گا۔ اگر روس کو بحالت مجبوری عارضی صلح پر دستخط کرنے بھی پڑے۔ پھر بھی برطانیہ پورے عزم سے لڑتا رہے گا۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ روس کے اعلان میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ روسی فوجیں کالینن کے محاذ پر زبردست لڑائی لڑ رہی ہیں۔ جرمن فوجیں کالینن سے بڑھ کر شمال کی طرف سے ماسکو کا محاصرہ کرنا چاہتی ہیں۔ کل موسیو لاسکی وزیر اطلاعات روس نے اعلان کیا تھا کہ جرمنوں کے حملے کا دباؤ کم ہو رہا ہے اور مرکزی محاذ پر پہلی سی حالت نازک نہیں رہی۔ اس اثنا میں محوری حکومتوں نے ایک امریکن اخبار کے حوالے سے یہ اطلاع نشر کی ہے کہ حکومت روس کے دفاتر ماسکو سے جا چکے ہیں۔ بلکہ روسیوں نے لینن کی مومیائی شدہ لاش کو بھی قبر سے نکال کر یورال بھیج دیا ہے۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ آج وزیر فضائی آسٹریلیا نے ملبورن میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مغربی صحرا میں زبردست فضائی جنگ ہو رہی ہے۔ برطانیہ اور آسٹریلیا کے متعدد طیاروں نے دشمن کے ایک سو طیاروں کا مقابلہ کیا۔ یہ لڑائی شفر زن کے مقام پر ہوئی۔ اس جنگ میں ۸ جرمن طیارے تباہ ہوئے اور غالباً دو اور بھی تباہ ہو گئے۔ اسی طرح دشمن کے دو طیاروں کو نقصان پہنچا۔ برطانیہ کے چار طیارے تباہ ہوئے اور چھ کو نقصان پہنچا۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ منگل کی رات کو روس کے تمام ریڈیو سٹیشنوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ ماسکو کی طرف جرمن یلغار اب مدھم پڑ گئی ہے۔ ماسکو سے فرانس کو ایک براڈکاسٹ میں بتایا گیا کہ یہاں نہ کوئی بیتان ہے اور نہ لاوال۔ جرمن عزول روس کے جذبہ کو فنا کئے بغیر یہاں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

واشنگٹن کی اطلاع ہے کہ صدر روزویلٹ نے اخبارات کے نمائندوں کو بتایا کہ روسی محاذ پر کوئی خبر ایسی نہیں جس سے انہیں امریکہ کی اس امداد کی کامیابی مشکوک نظر آنے لگے۔ جو وہ محوری حکومتوں کے خلاف لڑنے والی قوموں کو دے رہے ہے۔

سوویٹ روس کا نیم شبانہ اعلان مظہر ہے کہ دن بھر سارے محاذ پر جنگ ہوتی رہی۔ ویازما۔ برائنسک اور کالینن کے محاذ پر لڑائی خصوصاً بہت تیز تھی۔ روسی افواج نے ماری یول خالی کر دیا۔

لندن میں خبر آئی ہے کہ مسٹر آرگسنگ نے جو نیشنل براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے نامہ نگار ہیں۔ انقرہ سے اطلاعات نشر کرتے ہوئے ماسکو میں غیر ملکی فوجی وفد کی رپورٹ کا حوالہ دیا ہے جو انقرہ کے سیاسی حلقوں میں بھی پہنچ چکی ہے۔ اس رپورٹ میں درج ہے کہ ماسکو سے ساٹھ میل پرے سرخ فوج کے دو نئے تازہ دم دستے محاذ پر بدھ کے روز پہنچ جائیں گے۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ کل رات برطانوی طیاروں نے جنوب مغربی جرمنی پر اور اس کے ہوائی اڈوں پر بمباری کی۔ ایک ہوائی اڈوں کو تباہ کر دیا گیا۔

واشنگٹن ۱۵ اکتوبر۔ ایڈمیرل سٹارک سابق وزیر حربیہ نے اعلان کیا ہے کہ درحقیقت امریکن بیڑا بالکل جنگی حالت میں ہے۔ اب صرف مسٹر روزویلٹ کے اعلان کی دیر ہے۔

کوئٹہ ۱۵ اکتوبر۔ آج صبح ۱۰ بجکر ۲ منٹ پر یہاں زلزلہ کا ایک جھٹکا محسوس کیا گیا۔ گذشتہ رات بھی آدھی رات کے وقت ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ ابھی تک کسی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔

قاہرہ ۱۵ اکتوبر۔ طبرق کے محاذ پر ٹینکوں کی لڑائی ہوئی برطانوی فوج کے گشتی دستوں نے دشمن کو بہت نقصان پہنچایا۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ رائل ایئر فورس کے طیاروں نے گذشتہ رات ڈوزل ڈورف اور کولون پر بمباری کی۔ چند برطانوی طیاروں نے بولون کی گودیوں پر بم برسائے۔ ہالینڈ اور فرانس کے ساحلوں پر دشمن کے اڈوں پر حملے کئے گئے۔ برطانیہ کے پانچ طیارے گم ہیں۔

لندن ۱۵ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ منگل کو پچھلے پہر ساحلی کمانڈ کے طیاروں نے ناروے کے ساحل کے قریب دشمن کے جہازوں پر کامیاب حملے کئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۳-۸-۱۲-۱۷-۲۱-۲۶-۳۰ کو شائع ہوا کرے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۹ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۹ رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۶۵

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مسیح موعود کی بعثت کی غرض

افترقت الامۃ وتشاجرت الملۃ فمنهم حنبلی وشافعی ومالکی وحنفی وحزب

امت کے کئی فرقے بن گئے اور ملت میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ بعض حنبلی اور شافعی اور مالکی اور حنفی اور بعض

المتشیعین ولاشك ان التعلیم کان واحداً اولاً لکن اختلفت الاحزاب

اہل تشیع بن گئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں تعلیم اسلام ایک ہی تھی لیکن بعد ازاں کئی مختلف گروہ بن گئے

بعد ذالك فترون کل حزب بما لدیهم فرحین وکل فرقۃ بنی لمذهبه

اور ہر گروہ اپنے عندیہ پر مسرور رہے۔ ہر فرقے نے اپنے مذہب کا

قلعۃ ولا یرید ان یخرج منها ولو وجد احسن منها صورۃ وکانوا العماس

ایک قلعہ بنا رکھا ہے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتے اگرچہ اس سے بہتر صورت ان کو مل جائے اور اپنے

اخوانهم متحصنین فارسلنی اللہ لاستخلص الصیاصی واسند فی لقصاصی

بھائیوں کی جہالت اور تاریکی کے قلعہ کو مضبوط بنا رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ اہل قلعہ کو خلاصی دوں اور دور کو نزدیک کروں

وانذر العاصی ویرتفع الاختلاف ویکون القرآن مالك النواصی وقبلۃ الدین

اور سرکشوں کو عذاب الٰہی کی خبر سناؤں اور اختلاف رفع ہو جائے اور قرآن کریم پیشانیوں کا مالک اور دین اسلام قبلہ ہو

(الہدیٰ)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت پچھلے دنوں کچھ علیل رہی اور حضرت ممدوح کو ناقہ ہے جمعۃ الوداع کا خطبہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ارشاد فرمایا۔

—— حاجی محمد رمضان صاحب کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو کوہاٹ سے وصول ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان پر بیماری کا حملہ ہوا ہے اور وہ احباب سے دعا کرتے ہیں کہ ان کے لئے حضور خاص دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بیماری سے شفا عطا فرمائے۔ آمین۔

سانحہ ارتحال

نہایت افسوس سے اطلاع دیجاتی ہے کہ جماعت کے ایک مخلص نوجوان دوست ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ایم بی۔ بی ایس جو کسی وقت حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور کے پاس بطور اسسٹنٹ کام کرتے تھے۔ اور جو اس وقت ڈالہوزی سینی ٹوریم میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ قضا الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے استدعا ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھیں

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے

۱۔ یونس خانصاحب داسکوڈیگامہ۔ ۲۔ محمد طفیل صاحب لاہور
۳۔ بشیر محمد صاحب ضلع ہزارہ۔ ۴۔ سکینہ بیگم صاحبہ جمبہ
۵۔ محمد فضل خانصاحب جمبہ۔ ۶۔ نور بیگم صاحبہ
۷۔ امینہ بیگم صاحبہ جمبہ۔ ۸۔ راجہ محمد یعقوب خانصاحب پونچھ کشمیر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں سب احباب سلسلہ کو مسجد برلن کے چندہ میں دل کھولکر حصہ لینا چاہئے

عید کا پیغام

مسلمان کی حقیقی عید کیا ہے؟

رمضان کی تیس روزہ مشقت کے بعد مسرت کا ایک دن مسلمانوں کے لئے آتا ہے کس چیز کی مسرت؟ کیا اس بات کی کہ تیس دن کے بعد ایک مسلمان کو پھر کھانے پینے کا موقعہ ملا؟ اگر محض یہی ایک بات عید کی حقیقی غرض وغائت ہو اگر عید کے دن اچھا کھانا اور اچھا پہننا اور رنگ رلیاں منانا اس کا مقصد حقیقی ہو، تو ایسی عید ایک بلند نظر روحانی انسان کے لئے خوشی اور مسرت کا موجب نہیں ہوسکتی۔

کھانے پینے کی عید اس سے پیشتر ایک قوم نے طلب کی تھی اذقال الحواریون یعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تیرے رب کو یہ طاقت ہے کہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل کرے قال اتقوا اللہ ان کنتم مومنین انہوں نے فرمایا اللہ کا تقوی کرو۔ اگر تم مومن ہو۔ قالوا نرید ان ناکل منھا وتطمئن قلوبنا ونعلم ان قد صدقتنا ونکون علیھا من الشٰھدین حواریوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور اپنے دلوں کو تسلی دیں اور جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور اس پر گواہ بن جائیں۔ قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا واٰخرنا واٰیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین عیسی ابن مریم نے کہا اے اللہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل کر جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید بن جائے اور تیرا ایک نشان ہو اور ہمیں رزق دے تو بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس دعا کا جو جواب باری تعالےٰ سے ملا اور جو آج واقعات کی شکل میں ہمارے سامنے ہے وہ ایک مسلمان کے لئے قابل غور ہے قال اللہ انی منزلھا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبہ عذاباً لا اعذبہ احداً من العالمین اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میں تم پر مائدہ اتاروں گا پھر جو کوئی تم میں سے اس کے بعد ناشکری کرے اس کو میں ایسا عذاب دونگا جو دنیا جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا۔

عیسائیت کے اولین غلبہ اور انحطاط کی تاریخ جن لوگوں نے مطالعہ کی ہے۔ اور جو لوگ اس۔ کے اس آخری دور کو بچشم غور دیکھ رہے ہیں۔ وہ اس بات کی شہادت دیں گے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو عید مائدہ کی شکل میں عیسائی دنیا کو دی گئی جس سے انہوں نے کھایا اور خوب کھایا اور خیر الرازقین کے رزق سے وہ حصہ لیا جو دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہؤا وہ اولین کے لئے ممکن ہے اطمینان قلب وایمان کا موجب ہؤا ہو (اگرچہ انجیل کے بیانات اس کی تصدیق نہیں کرتے) لیکن آخرین کے لئے کفران نعمت اور ایسے عذاب کا موجب بن چکا ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی یہ ایک نشان ہے اس بات کا کہ جس قوم کا تعلق محض کھانے پینے کی چیزوں سے رہتا ہے اور خدا کا نام اسے بھول جاتا ہے وہ خواہ کتنی بڑی قوت اور مال ومتاع کی مالک ہو۔ خواہ کتنا ہی رزق اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوچکا ہو۔ عذاب الہی کی گرفت سے کبھی بچ نہیں سکتی یہ ایک نشان ہے اس بات کا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا سچا نبی اور قرآن اللہ تعالےٰ کا سچا کلام ہے جس نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر عیسائی اقوام پر آنے والے اس عذاب کی خبر دی جو دنیا جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا اور جس کے ہولناک مناظر آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

کیا مسلمان کی عید بھی اسی قسم کے مائدہ کی طالب ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہماری عید اس آسمانی مائدہ کا نتیجہ ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں دنیا کی ہدایت اور نجات کا پیغام لیکر نازل ہؤا۔ ہماری عید اس لیلۃ القدر کی خوشی منانے کے لئے ہے جس کے اندر قرآن کریم کی نورانی تجلیاں ظلمات عالم کو پاش پاش کرنیکا موجب ہوئیں۔ رمضان کے روزے اس پاک نور کی پیشوائی کے لئے ہم پر فرض کئے گئے جس نے تقوی اور ہدایت کی راہیں دنیا پر کھولیں۔ اگر ہماری تیس دن کی مشقت محض کھانے اور پینے سے محترز رہنے تک ہی محدود تھی تو بیشک عید کی مسرت بھی محض کھانے اور پینے ہی سے تعلق رکھتی ہے لیکن اگر رمضان کے روزے اس تقوی اور ہدائت کے حصول کا موجب ہیں جس کی قرآن کریم نے تعلیم دی ہے تو عید کی خوشی اسی تقوی اور ہدایت کے حصول کی خوشی ہونی چاہئے۔ کتنے ہیں ہم میں سے جو آج اس حقیقی خوشی کو لئے ہوئے عید منا رہے ہوں۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں کہ اپنے نفس کے مجاہدہ سے ہم خوش ہولیں۔ اور عیدیں مناتے پھریں۔ وہ مائدہ آسمانی جو پر مسرت عید ہم پر لایا اس بات کا حق دار ہے کہ اس سے ہم نہ صرف خود متمتع ہوں بلکہ اور لوگوں کو بھی اس سے متمتع کرنے کی کوشش کریں۔ بالخصوص ان لوگوں کو جنہوں نے محض کھانے اور پینے کو مائدہ سمجھ کر اور نعمائے الہی کی ناشکری کرکے عذاب الہی کو مول لے لیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ قرآن کریم کا پاک پیغام ان تک پہنچائیں اور انہیں اس عذاب سے نجات دلانے کی کوشش کریں؟ اسی فرض کی یاد دہانی کیلئے آج ایک امام ہم میں آیا جس کی آواز پر ہم میں سے چند ایک نے لبیک کہی اور مال اور جان اس راہ میں لگا دیئے۔ عید فی الحقیقت ان کی ہے۔ ہم میں سے جو شخص حقیقی عید منانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ ان مجاہدین کے نقش قدم پر عمل پیرا ہوکر قرآن کریم کا پیغام دنیا کو پہنچانے کی کوشش کرے کہ اسی میں ایک مسلمان کی حقیقی مسرت ہے ×

قبول اسلام

مندرجہ ذیل افراد نے مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کو قاضی شبیر محمد صاحب (علی پور) مبلغ اسلام کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔ قاضی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے کچھ دن ان کے درمیان قیام کرکے انہیں نماز اور شرائط ایمان سکھائے اکثر نومسلمین نے نماز یاد کرلی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں استقامت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

فہرست

نومسلمین نواں شہر ٹھری دیوان صاحب علاقہ علی پور جو ۲۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کو داخل اسلام ہوئے

نمبر شمار	سابقہ نام	اسلامی نام	مقام
۱	دینو	دین محمد	نواں شہر
۲	آئمنہ	آئمنہ خاتون	،،
۳	وادھل	ظہران خاتون	،،
۴	غوثو	غوث بخش	،،
۵	محمدی	محمد بخش	،،
۶	سوہترا	خدا بخش	،،
۷	جگو	اللہ وسائی	،،
۸	میوہ	واحد بخش	،،
۹	کوڑا	فقیر بخش	،،
۱۰	صابو	اللہ ڈیوائی	،،
۱۱	عدلو	عادل محمد	،،
۱۲	حیات	حیات خاتون	،،
۱۳	سیراں	سردار خاتون	،،
۱۴	نظام	اللہ جوائی	،،
۱۵	قفل	اللہ داد	،،
۱۶	عدن	محمد دین	،،
۱۷	خیرو	خیر دین	،،
۱۸	مبارک	مبارکہ خاتون	،،
۱۹	خدو	خدا بخش	،،
۲۰	وحدو	محمد آمین	،،
۲۱	بھراواں	زیور خاتون	،،
۲۲	عمرو	عمر الدین	،،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم سہ شنبہ ۲۹ ر رمضان ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۵

عید الفطر کیا ہے؟

عید الفطر کے متعلق چند ضروری گذارشات

رمضان کے مبارک مجاہدہ کے بعد عید الفطر ایک انتہائی روحانی انبساط اور خوشی کا دن ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے حقیقی خوشی وہی ہے جو کہ انسان مشکلات کا مقابلہ کرکے حاصل کرے۔ اسمیں سبق ہے کہ دنیا میں وہی قوم بام عروج تک پہنچتی ہے جو صعوبت کش ہو۔ جو دشواریوں کو دعوت مقابلہ دے اور راہ زیست اس کا ناحس کا شیوہ نہ ہو۔ اور یہ صالح قوم جب انتہائی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد اپنے دینی اور دنیوی معراج کو حاصل کرتی ہے تو اس وقت اس کے قلب کے اندر جو خوشی کے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ حقیقی خوشی کے آئینہ دار ہیں اور وہ حقیقی خوشی ہی درحقیقت عید ہے۔ سو عید الفطر درحقیقت مرد مومن کے قلب کی اس کیفیت کو واضح اور واشگاف کرتی ہے۔ جو اسے مجاہدہ کے بعد محسوس ہوتی ہے۔ عید مسلم کے راستہ میں وہ مقام ہے۔ جہاں وہ خدا اور عالم روحانی کو خود ایک زندہ حقیقت کی طرح محسوس کرتا ہے۔ سو رمضان اور عید الفطر میں ایک زبردست تمثیل بیان کی گئی ہے اور ایک ایسا فلسفہ حیات پیش کیا گیا ہے جس کے بغیر انسان کبھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ کبھی رستگاری حاصل کرسکتا ہے۔ جماعت احمدیہ ابھی مجاہدہ کے دور میں ہے۔ وہ نہایت جفاکشی کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہی ہے اور اس راستہ میں ہر قسم کا ایثار کر رہی ہے لیکن اس کی عید اس وقت ہوگی جبکہ دنیا میں غلبہ اسلام ہوگا اور دنیا کے ایک کنارہ سے لیکر دوسرے کنارہ تک خدا اور خدا کے رسول کا نام گونج رہا ہوگا۔ مادیت اور قومیت کے بت پاش پاش ہوجائیں گے اور دنیا ایک روحانی معیار ما شیا اور فلسفہ حیات کو اختیار کرے گی۔ اور گذشتہ نظام حیات کو خیرباد کہے گی، جس کی وجہ سے دنیا میں اس قدر بربادی اور تباہی ہورہی ہے سو اس رمضان اور عید میں غلبہ اسلام اور اس کے لئے مجاہدات کو متشکل کرکے دکھایا گیا ہے۔ یعنی اس وقت تک دنیا میں غلبہ اسلام نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس راستہ میں ہم پسینہ کی جگہ خون نہ بہائیں اور روپیہ کو خدا تعالیٰ کے راستہ میں بے دریغ خرچ نہ کریں۔ عید ہمیں اس دن کی یاد دلاتی ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشی کا دن ہوگا سو ہمیں عید کو مناتے ہوئے اس عید کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے

جو کہ ہر ایک احمدی کا حقیقی نصب العین ہے۔ ایسے خوشی کے موقع پر ہمیں جماعت کی ان تحریکات کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ جو کہ اس دن سے مخصوص ہیں۔

صدقہ عید الفطر

ان تحریکات میں سے سب سے پہلے صدقہ عید الفطر ہے جو کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے عن ابن عمر فرض النبی صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثیٰ والحر والمملوک صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر۔ یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا۔ یہ ایک صاع کھجور اور بعض احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اس حدیث سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس صدقہ عید الفطر کو کس قدر ضروری اور اہم خیال فرماتے تھے۔ عام مسلمانوں کے ہاں اس صدقہ کو جمع کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسا بیت المال نہیں جو مشترکہ ہو۔ جس میں قومی مال جمع رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جو خالص اسلامی جماعت ہے اور جسے حضرت امام عصر حاضر نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا۔ اس کے ہاں ایک بیت المال ہے۔ سب احباب سلسلہ کو یہ صدقہ عید الفطر ادا کرنا چاہئے۔ اور جماعتوں کو اسے مرکزی بیت المال میں بھجوانا چاہئے۔ صدقہ فطر موجودہ نرخ کے حساب سے انجمن نے ۴ر فی کس مقرر کیا ہے۔ سب احمدی دوستوں کو چاہئے کہ وہ اس فریضہ کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں۔ کیونکہ اس ذمہ داری میں ان کی قوم کی قوت اور بقاء کا راز پوشیدہ ہے۔

عید فنڈ

فطرانہ کے علاوہ ہمارے ہاں ایک روپیہ فی کس عید فنڈ مقرر ہے۔ یہ فنڈ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقرر کردہ ہے۔ یہ فنڈ اشاعت اسلام کے لئے جمع ہوتا ہے۔ جہاں ہمارے دوست عید کے دن غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں۔ ایک روپیہ انہیں اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق اشاعت اسلام پر بھی خرچ کرنا چاہئے۔ اگر ہمارے سب دوست اہتمام کے ساتھ اس فنڈ میں ایک روپیہ ادا کریں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک بہت بڑی رقم جمع ہوسکتی ہے ہمارے دوستوں کو اس فنڈ کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور اسے ضرور ادا کرنا چاہئے۔

مساجد فنڈ اور مسجد سرینگر کی تعمیر

بیرونی جماعتوں میں مرکزیت اور تنظیم پیدا کرنے کیلئے مساجد کی سخت ضرورت ہے۔ بغیر مسجد کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔ چند سالوں سے انجمن نے یہ فنڈ اس غرض کے لئے قائم کیا ہے۔ تاکہ جماعت پر بوجھ بھی نہ پڑے اور عیدین کے موقع پر ایک رقم جمع ہوجائے۔ جسے بیرونی جماعتوں کی مساجد کی تعمیر پر صرف کیا جائے۔ چنانچہ بعض جگہ اس فنڈ سے مساجد تعمیر بھی ہوچکی ہیں۔ ہمارے احباب کو اس فنڈ کی اہمیت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اس عید کے موقع پر جماعت کے سامنے مسجد سرینگر کی تعمیر کا مرحلہ ہے۔ جو احباب مسجد سرینگر کی تعمیر میں حصہ لیں گے ان کا چندہ مساجد فنڈ کے مترادف سمجھا جائے گا۔ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے مسجد سرینگر کی تعمیر کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ گذشتہ شیوع میں ان حالات کا ذکر تفصیل کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب اور مقالہ افتتاحیہ میں ہوچکا ہے۔ امید ہے ہمارے مجاہد دوست اپنی روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ مقامی جماعت نے گذشتہ جمعہ اس میں حصہ لے کر پیشقدمی کی ہے۔ اور بعض دوست جو حصہ نہیں لے سکے۔ وہ عید کے موقعہ پر انشاء اللہ ضرور اس میں حصہ لیں گے۔ بیرونی جماعتوں کو بھی مقامی جماعت کی طرح اس کار خیر میں حصہ لینا چاہئے اور اس روح جہاد کا اظہار کرنا چاہئے۔ جو ان کی فطرت میں پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے اور قوموں کے زوال و عروج کے حقیقی اسباب پر تفکر کی توفیق عطا فرمائے اور طاقت دے کہ ہم اپنے ان اداروں کو زیادہ مضبوط کرسکیں۔ جن پر قوم کی طاقت کا انحصار ہے۔

سب احباب سلسلہ عید الفطر کے موقعہ پر صدقہ عید الفطر کا فریضہ ادا کریں اور عید فنڈ و مساجد فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں

عید الفطر کے مسائل

۱۔ عید الفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا۔ خوشبو لگانا۔ عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

۲۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۳۔ عید کی نماز سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہئے۔ خواہ غلہ کی شکل میں ہو۔ خواہ نقدی کی صورت میں۔ جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا۔ وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا۔ اسے صدقۂ عید الفطر نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے صدقۂ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اتنا مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے۔ صدقۂ فطر ہر ایک فرد پر واجب ہے۔ خواہ وہ عید کی صبح کو ہی پیدا ہوا ہے۔ عورتوں اور بچوں کا اور نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں، والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے۔ جو ان کے رزق کے کفیل ہیں۔ صدقہ فی کس تقریباً ۲ سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے۔ لاہور کی جماعت نے فی کس ۸ مقرر کیا ہے۔

۴۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے۔

۵۔ نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ ہندوستان میں چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و ہدایات مختصر پر تقریر کرنی چاہئے۔ کاغذ کا ایک ورق لکھا ہوا وقت جو پڑھا نا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں۔ نہایت لایعنی چیز ہے۔ سامعین بھی لوگ سنتے ہیں۔ سمجھتے کچھ نہیں۔ آپس میں معانقہ کرنے اور ایک دوسرے سے گلے ملنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعض خطیب کے سامنے غلہ بچھاتے رہتے ہیں۔ بعض اس کے سر پر پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں۔ یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے خلاف ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو نماز سے قبل دیدو یا خطبہ کے بعد۔ صدقۂ عید الفطر ہمیشہ نماز سے قبل دیدینا چاہئے۔

۶۔ عید کے خطبہ کے درمیان میں خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہئے جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کے درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

۷۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے۔ اس لئے جس راستہ سے آئے ہیں اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے راستہ سے جانا مستحسن ہے۔

۸۔ عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے لئے نہایت مستحسن چیز ہے۔ عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن گذار دینا یہ قومی مردگی کی علامت ہوتی ہے۔

۹۔ چونکہ آج کل اسلام سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقۂ عید الفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیج دیتے ہیں۔ اس لئے احباب کو اس پر عمل کرنا چاہئے نماز عید سے قبل محاسب کو صدقہ ادا کر دیں۔

۱۰۔ صدقۂ عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ عید فنڈ بھی مقرر ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے۔ لہذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور عید فنڈ کے روپے بھیج کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور ایک الٰہی جہاد ہے اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں۔

کارپردازان پیغام صلح کی طرف سے

قارئین پیغام صلح کو

عید مبارک ہو

ماہ رمضان اور عید الفطر کا تعلق

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب)

مختلف مذاہب میں مختلف تہوار پائے جاتے ہیں ان کا ایک حصہ یا جزو بے شک کسی نہ کسی رنگ کی عبادت سے تعلق رکھتا ہے لیکن اکثر حصے کا مقصود یہی سمجھا جاتا ہے کہ انسان عیش و عشرت اور مختلف انواع و اقسام کی رنگ رلیوں میں وقت صرف کرے۔

عیسائی مذہب نے یا یوں کہئے کہ یورپ نے اس میں کمال کر دیا ہے کرسمس جو عیسائی دنیا کا سب سے بڑا اور اہم تہوار ہے جن ضروریات کا مظاہرہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں دنیا میں ملتی ہو۔ شراب، بےحیائی، ناچ کی تو انتہا ہو جاتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو تین ایام میں ان افعال شنیعہ کا جس قدر ارتکاب ہوتا ہے۔ اتنا شاید باقی تمام سال بھر میں نہ ہوتا ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اسلام نے جس طرح اور تمام امور میں میانہ روی کی تعلیم دی ہے اسی طرح اسلامی تہواروں میں اس کو ملحوظ رکھا ہے۔ عیدین اسلام کے سب سے بڑے دو تہوار ہیں۔ عید الفطر ماہ رمضان المبارک کے اختتام پر منائی جاتی ہے۔ ایک مسلمان پورا مہینہ بحکم اللہ تعالیٰ کے احکام کی اس طرز پر فرمانبرداری کرتا ہے کہ اس کی نظیر بھی دنیا کے کسی اور نظام یا مذہب میں نہیں ملتی۔ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت بڑی خوشی اور انبساط کے ساتھ اس مجاہدہ کو اپنے اوپر وارد کرتا ہے۔ رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں صرف کرتا ہے۔ دن کو اس کے حکم کی بجا آوری میں حلال طیب چیزوں کو ترک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا اس قدر محکم اور یقین ایمان اس کے دل و دماغ میں گھر کر لیتا ہے کہ کیا مجال ہے کہ روزہ دار ہونے کی حیثیت سے چھپ کر یا خفیہ طور پر ایک گھونٹ پانی یا لقمہ حلق سے نیچے اتارے۔ اس کو کوئی انسان نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ ہاں اس کا ایمان اس قدر محکم اور مضبوط ہوتا ہے کہ تنہائی کے لمحات اور اندھیری کوٹھڑی کے اندر بھی اس کے دل کے کسی گوشہ میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ایک گھونٹ پانی کا پی لے۔ یہ مشق وہ برابر ۳۰ دن کرتا رہتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کے دل کے اندر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کی ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ بنی نوع انسان اور بالخصوص غرباء کی ہمدردی کا جذبہ اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے اور یہی اسلام کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے جیسا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ

اب وہ امور کا مظاہرہ وہ عید کے روز کرتا ہے بلکہ چونکہ اصل غرض بنی نوع کے ساتھ ہمدردی ہے لہذا وہ عید کا آغاز اسکے پہلو سے کرتا ہے یعنی قبل اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے وہ اپنے غریب بھائیوں، ہمسایوں کو یاد کرتا ہے اور فطرانہ ادا کرتا ہے اس سے اس کی عید شروع ہوتی ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس احکم الحاکمین نے اس کو اس کے حکم کی بجا آوری کی توفیق عطا کی اور ساتھ ہی مزید استعانت اور مدد چاہتا ہے کہ اس کا فضل و کرم شامل حال رہے جس کے بغیر انسان بالکل ناکارہ اور نامراد رہتا ہے۔ عید کے یہی دو ضروری حصے ہیں اس کے بعد وہ اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملے تاکہ تعلقات محبت بڑھیں اور زیادہ خوشگوار ہوں۔ وہ افعال اور حرکات جن کو اسلام نے منع فرمایا ہے اس کیلئے اس دن جائز اور حلال نہیں ہو جاتے۔ دراصل مذہب کا مقصد بھی صرف اسی قدر ہے کہ ہمارے جذبات اور ہماری خواہشات کو ضبط اور ضابطہ سے باہر نہ جانے دے بلکہ ان پر کنٹرول کرنے کی ایسی راسخ طاقت پیدا کر دے۔ کہ انسانی قلب کے اندر ان کے ناجائز استعمال اور مظاہرہ کی وجہ سے ایک قسم کی بےچینی اور اضطراب پیدا ہو اور جب تک وہ ان پر حکمرانی کرنے کے قابل نہ ہو جائے اس کا سکون قلب دور ہو جائے۔ اسلام ہمارے دلوں کی حالت کو تبدیل کرنا چاہتا ہے اور قلب کی درستی یا کجی پر ہی انسان کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ہے۔ الا ان فی الجسد مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت فسد الجسد کلہ وھی القلب۔ یعنی انسانی جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے اگر*

* صالحیت پر تمام جسم کی صالحیت موقوف ہے اور اس کے بگاڑ سے تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ دل ہے۔ سو ماہ رمضان روزوں کی مشق سے اس قلبی کیفیت کو ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے اور پھر عید اس شق میں تشکر و امتنان کا دوسرا نام ہے۔

مسیح ابن مریم کہاں ہیں اور کب آئیں گے؟

علمائے اسلام سے ایک نہایت ضروری و اہم سوال

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

احادیث نبوی میں جہاں ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ وہیں آخری زمانہ میں نزول ابن مریم کی بھی پیشگوئی پائی جاتی ہے جس سے عام طور پر ظاہر پرست علماء نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مراد لے لیا۔ جو ایک بنی اسرائیلی نبی تھے۔ اور اتنا نہ سوچا کہ جس صورت میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جس کی تشریح حضور نے خود فرمائی ہے کہ لا نبی بعدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نبی پھر دنیا میں آجائے اور نبی بھی وہ۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ و رسولاً الی بنی اسرائیل جس کا دائرہ رسالت بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ وہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے کیسے آسکتا ہے؟

اس اعتقاد کی تائید کے لئے یہ بھی خیال کر لیا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلیب سے بچا کر آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری اٹھا لیا اور وہ اسی حالت میں اب تک وہاں موجود ہیں اور دوبارہ دنیا میں آکر اصلاح کا کام کرنے کے بعد فوت ہوں گے۔

ان دونوں اعتقادات کے نقائص اور خرابیوں پر آج سے پچاس برس پیشتر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ہرگز آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ اسی دنیا میں فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کی تیس آیات سے ثابت ہے اور احادیث میں مسیح ابن مریم کے نزول کی جو پیشگوئی ہے اس سے مراد اسی امت کا کوئی فرد ہو سکتا ہے جو مسیحی صفات سے متصف ہو کر تبلیغ دین اور اصلاح خلق کا کام کرے اور مرتبہ مجددیت سے بڑھ کر اور کسی منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ آپ نے الہام الٰہی کے ماتحت اپنے آپ کو اس زمانہ کا مجدد اور نزول ابن مریم کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جس پر علمائے زمانہ نے بہت کچھ شور و غوغا برپا کیا۔ کفر کے فتوے آپ پر لگائے اور اس بات پر اصرار کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی پھر دوبارہ نازل ہو کر اصلاح خلق کا کام کریں گے۔

لیکن وہ کب آئیں گے؟ احادیث میں جہاں نزول ابن مریم کی پیشگوئی ہے۔ وہاں صاف طور پر یہ فرمایا ہے کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یعنی صلیبی مذہب کو مٹائے گا اور خنزیری صفات کو دور کرے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے جب صلیبی مذہب کا زور ہو اور خنزیری صفات عام طور پر دنیا میں پائی جائیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ زمانہ بالخصوص آج سے چالیس پچاس برس پیشتر صلیبی مذہب کا جو غلبہ اور زور پایا جاتا تھا اور جن خنزیری صفات کے ساتھ دوسرے مذاہب اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ وہ اس مسیح کے داعی نہ تھے۔ جس کو کسر صلیب اور قتل خنزیر کے کام کے لئے مامور کیا گیا ہو۔ اسی طرح نزول ابن مریم کی پیشگوئی کے ساتھ ہی ظہور دجال کا بھی ذکر ہے۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے کہنے پر لوگ تمسخر اور استہزا کرتے تھے۔ لیکن آج ساری اسلامی دنیا اس بات کی قائل ہے کہ دجال سے وہ مغربی اقوام مراد ہیں۔ جو نہ صرف صلیبی مذہب کو بلکہ اپنے سیاسی اقتدار کو بھی بڑھانے کے لئے طرح طرح کے دجل و فریب سے کام لے رہے ہیں۔ دوسری طرف قرآن کریم نے یاجوج ماجوج کے بھی اس زمانہ میں کھل جانے کا پتہ دیا۔ حتیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ علامہ اقبال نے اسی ارشاد الٰہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

پس جب تمام علامات ظاہر ہو چکیں۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر کا بہت سارا وقت گذر چکا اور جو باقی ہے وہ گزرتا جا رہا ہے۔ دجال کا ظہور ہو چکا اور یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام کھل چکے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مسیح جس کے نزول کے ساتھ یہ تمام چیزیں وابستہ تھیں وہ کہاں ہیں؟ حضرت مرزا صاحب جنہوں نے امت محمدیہ کو سب سے پہلے دجال کا بھی پتہ دیا اور یاجوج ماجوج کا بھی۔ اور کسر صلیب اور قتل خنزیر کا کام ایسا کرکے دکھایا کہ اس کی نظیر ساری اسلامی دنیا میں نظر نہیں آتی۔ ان کو تو تم نے کافر ملحد و دجال قرار دے دیا۔ لیکن وہ جس نے آسمان سے آنا تھا وہ ابھی نہ آیا حتیٰ کہ ہماری نظریں بھی اس کا انتظار کرتے کرتے تھک گئیں اور اب کوئی اس بات کا نام بھی نہیں لیتا کہ مسیح علیہ السلام پھر دنیا میں آئیں گے یا نہیں اور آئیں گے تو کب؟

کیا یہ خاموشی اور مایوسی اس بات کا کھلا ثبوت نہیں۔ کہ نزول ابن مریم کی احادیث کی جو تاویل حضرت مرزا صاحب نے کی تھی۔ وہی دراصل صحیح تھی۔ اور آپ ہی اس کے سچے مصداق تھے۔ اگر یہ نہیں تو بتایا جائے کہ پھر آنے والا مسیح کہاں ہے اور کیوں اب تک نازل نہیں ہوا جبکہ اس کا زمانہ ختم ہونے کے قریب ہے؟

بعض لوگ اس سوال کے جواب میں اب یہ کہنے لگے ہیں کہ نزول ابن مریم کی احادیث صحیح نہیں۔ اور اس لئے کسی ابن مریم کی ضرورت امت محمدیہ کو نہیں۔ یہ بالفاظ دیگر حضرت مرزا صاحب ہی کی صداقت کا اعتراف ہے۔ جب آپ کے مخالفین سے کوئی اور جواب بن نہ آیا تو حدیثوں کو جھوٹا ٹھہرا دیا اور اتنا نہ سوچا کہ اس طرح بلا تحقیق حدیثوں کو جھوٹا ٹھہرا دینا دین سے امن کو اٹھا دینا ہے۔ اس طرح تو جو حدیث کسی فرقہ کے خیالات کے مخالف ہو۔ وہ اسے جھوٹا ٹھہرا سکتا ہے۔ حدیث میں آنحضرت صلعم نے مسیح اور مسیح الدجال دونوں کے ایک وقت میں آنے کا ذکر کیا ہے اگر دجال آچکا ہے۔ اگر صلیبی فتنہ زور پکڑ چکا ہے۔ تو لازمی ہے کہ مسیح بھی آئے اور کسر صلیب کا کام بھی کرے۔ جب حدیث کا ایک حصہ سچا ثابت ہو چکا تو ضروری ہے کہ دوسرا بھی سچا ثابت ہو کیا علمائے کرام اس پر غور کرکے اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں گے؟ اور بتائیں گے کہ حدیثوں کو سچا مانتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے بیان کردہ معانی کے سوائے اور کیا

مساجد فنڈ[1]

اس نیک تحریک کا مقصد یہ ہے کہ بیرونی جماعتوں میں حتی الوسع ہر جماعت کی اپنی اپنی مسجد ہو کیونکہ مسلمانوں کا اصلی مرکز مسجد ہی ہے۔ اور جماعت کی مضبوطی اور تنظیم کیلئے اپنی مسجد کا ہونا اشد ضروری ہے اس لئے چند سالوں سے جماعت احباب جماعت عیدین کے موقع پر ایک رقم مسجد فنڈ میں دیتے ہیں۔ اس تھوڑی تھوڑی امداد کا مجموعی نتیجہ نہایت مفید اور شاندار رہے۔ کئی جماعتوں میں مساجد بن چکی ہیں۔

اس لئے عید کے دن اپنے دیگر اخراجات کے علاوہ جو آپ اپنی خوشی کے لئے خرچ کرتے ہیں مساجد فنڈ میں بھی حصہ لیکر فلاح دارین اور مسرت قلبی حاصل کریں۔ (اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ)

[1] جو دوست مسجد سرینگر کے چندہ میں حصہ لیں گے ان کا یہ چندہ مساجد فنڈ کے چندہ کے مترادف سمجھا جائیگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

موجودہ جنگ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک عظیم الشان نشان ہے

ماموٴر الٰہی کی صداقت و واقعات عالم کی پیشگوئیوں میں

خطبہ جمعہ موٴرخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا نشان

وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ ارشاد فرماتا ہے کہ کتنے نشان آسمانوں میں اور زمین کے اندر ہیں کہ لوگ ان کے اوپر گزرتے ہیں ان کے سامنے سے ہو کر جاتے ہیں اور وہ ان کو نظر آجانے چاہئیں۔ مگر وہ ان سے منہ پھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہیں کیسے نشان ہیں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے نشان۔ حق اور صداقت کے نشان۔ بلاشبہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں کچھ نہ کچھ نشان لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

ایک عظیم الشان نشان کا ظہور

وہ نشان جو اس وقت اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرمایا ہے وہ اتنا بڑا زبردست نشان ہے کہ دنیا کی تاریخ اس کی اور کسی مثال کا پتہ نہیں دیتی۔ یہ بالکل صحیح ہے واقعات ہیں کہ جو نشان آج نظر آیا ہے۔ اس کی نشان دنیا کی تاریخ میں اس سے پہلے نہیں ملتی۔ یوں تو شاید ہر زمانہ میں ہر قوم پر ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوتی رہی ہے۔ مگر جو کچھ ہم کو تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ وہ صرف اسی قدر ہے کہ کوئی ایک قوم اپنے اعمال کی سزا میں عذاب الٰہی سے تباہ ہو گئی۔ برباد ہو گئی۔ اس کا نام و نشان مٹ گیا۔ لیکن اس کی نظیر کہ ساری دنیا بیک وقت عذاب میں مبتلا ہو ساری دنیا کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ تاریخ سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ کوئی قوم زلزلہ کی وجہ سے تباہ ہو گئی۔ کوئی طوفان میں ہلاک ہوئی کسی پر کوئی عذاب آیا۔ ایک ایک قوم کی مختلف اوقات میں تباہی کا ذکر موجود ہے۔

ساری دنیا پر عذاب الٰہی

لیکن آج ہمارے سامنے ساری دنیا بیک وقت سخت ترین عذاب میں مبتلا ہے۔ وہ حصے بھی جہاں جنگ ہو رہی ہے۔ اور وہ بھی جہاں جنگ نہیں ہو رہی۔ اس عذاب میں گرفتار ہیں۔

تاریخ میں اس ہلاکت کی مثال نہیں

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اپنے برباد کن اور ہلاکت آفرین نظاروں کے لحاظ سے اس کی کوئی مثال پہلے نہیں ملتی۔ ایک شہر کا ویران ہونا۔ ایک بستی کا ویران ہونا یا ایک ملک کا ویران ہونا یہ بھی بڑا بھاری نشان ہے۔ لیکن جو نشان اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ اس قدر ہولناک اور درد انگیز ہے کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ شہروں کے شہر بستیوں کی بستیاں ملکوں کے ملک ویرانے بن رہے ہیں۔ مگر یمرون علیھا وھم عنھا معرضون لوگ اس پر سے گزر جاتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں۔ آج ان تباہ کن نظاروں کی خبریں ہر روز ہمارے سامنے آتی ہیں۔ لیکن . . . دنیا کی سخت دلی نے بھی شاید اس قدر ترقی نہیں کی۔ کہ ان تمام ہلاکت آفرین نظاروں کو سن کر بھی دل نہیں لرزتے۔ ہمارے سامنے ایک ملک نہیں ایک براعظم کے شہروں کے شہر کھنڈر بن گئے۔

روس کی تباہی

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو سب سے آخری نظارہ ہمارے سامنے ہے۔ وہ اپنی ہلاکت اور بربادی میں سب پر سبقت لے گیا ہے۔ آپ نے سن لیا ہوگا کہ روس جیسے ملک کے دو ہزار میل لمبے علاقہ اور غالباً سات آٹھ سو میل چوڑائی کے اندر وہ تباہی آئی ہے کہ تمام شہر کھنڈر اور تمام مزروعہ زمینیں بنجر ہو گئی ہیں۔ وہ زمین جہاں آسائش آرام اور راحت ہی راحت نظر آتی تھی۔ وہاں اب ویرانی کے سوائے کچھ نہیں۔

خدا کی ہستی کا انکار اور گرفت

کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ یونہی کھیل ہو رہی ہے اور کوئی خدا موجود نہیں جس کے حکم سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یقیناً ہے۔ جس طرح وہ پہلے انکار کرنے والوں پر گرفت کرتا رہا۔ اسی طرح آج بھی اس نے اپنی ہستی کا یہ نشان دکھایا ہے اور چونکہ آج انکار بھی سخت ہو رہا ہے۔ اس لئے آج اس کی گرفت بھی شدید ہے۔ خوب یاد رکھو اس زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ایک خدا ہے اسی کے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے۔

قرآن مجید اور موجودہ جنگ کا نقشہ

میں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ یہ کوئی قیاسی باتیں نہیں۔ قرآن شریف نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اس جنگ کا نقشہ کھینچا اور اتنا صاف نقشہ کھینچا ہے اور اس کے الفاظ اتنے واضح ہیں کہ گویا اس کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن جہاں اتنا صاف نقشہ کھینچا۔ وہاں یہ بھی بتا دیا کہ یہ سب خدا کے حکم کے ماتحت ہوگا۔ تاکہ وہ وعدہ حق پورا ہو۔ جو اسلام کے غلبہ کے متعلق اس نے کر رکھا ہے۔ واقترب الوعد الحق۔ وہ سچا وعدہ، حق کا وعدہ قریب آگیا۔ حق کا وعدہ کیوں کہا۔ اس لئے کہ حق کے غلبہ کا اس میں وعدہ دیا گیا ہے۔

ایک ماموٴر کی بعثت

اب ذرا غور کیجئے کہ ایک طرف تو یہ بربادی اور ہلاکت کا نشان ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور دوسری طرف اس سے کچھ پیشتر ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور دعوے کرتا ہے کہ خدا نے اسے کھڑا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک ہلاکت اور بربادی دنیا میں آنے والی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کی سزا کے طور پر آئے گی اور اتنی ہولناک اور تباہی خیز ہوگی کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی چنانچہ فرمایا ہے:۔

کلام حضرت مسیح موعود

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

ذرا غور کر کے دیکھو جس طرح قرآن اور حدیث کے نقشے نظر آتے ہیں بعینہٖ اسی طرح اس مصیبت کا نقشہ ان اشعار میں حضرت مرزا صاحب نے کھینچا ہے اور پھر یہ بھی کہا ہے

ایک ہیبتناک پیشگوئی

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان ہوں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔"

قرآن کے نشان پورے ہو رہے ہیں

کیا یہ فرضی باتیں ہیں۔ ایک نقشہ قرآن کا کھینچا ہوا ہمارے سامنے ہے اور ایک ماموٴر کھڑا ہوا۔ وہ آج سے ۳۰-۳۲ سال پہلے اس نقشہ کو صاف کر کے بیان کرتا ہے۔ کیا یہ سب کچھ خدا کے مصلحت کے بغیر ہو رہا ہے؟ اگر لوگوں کی آنکھیں دیکھنے والی ہوں تو ان سے خدا کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت ملتا ہے۔ آنکھیں خدا نے دیکھنے ہی کے لئے دی ہیں۔ لیکن لوگ دیکھتے نہیں۔ حالانکہ دیکھنے والے کے لئے یہ باتیں اس قدر صاف ہیں اور یہ پر حکمت سلسلہ اس قدر صاف نظر آرہا ہے کہ قرآن کے نشان کھلے رنگ میں پورے ہو رہے تلوار کے رنگ میں پورے ہو رہے ہیں۔ بارود کے رنگ میں پورے ہو رہے ہیں۔ غرض طرح طرح کے رنگوں میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ جہاں یہ قرآن کریم کی صداقت کے نشان ہیں۔ وہاں ماموٴر الٰہی کی بھی صداقت کے نشان ہیں۔ جس نے تیس بتیس سال پہلے ان کی خبر دی۔

ماموٴر الٰہی کو قبول کرنے میں روکیں

ہم لوگ تو ان باتوں کو دن رات سنتے رہتے ہیں۔ اس لئے آسانی سے ایسے نشانوں کو پہچان لیتے ہیں۔ لیکن ایک بڑی عظیم اکثریت ہے۔ جن کی آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ ان کو یہ باتیں دیر سے نظر آتی ہیں غور کرنے کی بات ہے۔ ایک طرف اس شخص کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ماموٴر ہو کر آیا۔ یہ سارا نقشہ جو ۳۰-۳۲ سال بعد آنے والا تھا۔ اس قدر صفائی کے ساتھ نظر آگیا۔

اور دوسری طرف مخالفین کو کیا نظر آتا ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیشگوئیاں جھوٹی ہیں۔ اس کے اخلاق کچھ نہیں۔ اس کے دعوے صحیح نہیں یہ روکیں ہیں جو دین کے راستہ میں کھڑی ہیں

یہ روکیں دور ہونگی

لیکن ان روکوں کا وہی حشر ہوگا جو ان روکوں کا ہو رہا ہے جو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو دور رکھنے کے لیے پیدا کی گئیں۔ جب کوئی نشان خدا کی طرف سے آتا ہے تو خود بخود یہ تمام روکیں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ چیزیں ساحروں کی رسیاں اور سوٹیاں ہیں۔ جب خدا کیطرف سے ان عصاك کا حکم ہوتا ہے تو تلقف ما یافکون . . . کا نقشہ نظر آ جاتا ہے۔ کیا عجیب الفاظ ہیں قرآن کریم کے انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ ہم نے تمہیں کھلی فتح عطا فرمائی۔ تاکہ خدا مٹا دے۔ دور کر دے ان تمام ذنوب کو جو آج سے پہلے تیری طرف منسوب کئے گئے۔ یا آج کے بعد منسوب ہوں گے۔ کیا ذنوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عرب میں منسوب کئے گئے۔ ساحر ہے۔ مجنوں ہے۔ کاہن ہے۔ شاعر ہے اور کئی باتیں ہیں جو آپ کے متعلق کہی گئیں۔ لیکن کیا ہوا عرب میں کیا کیا لوگوں کے دلوں میں عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ لیکن فتح کا دن آیا۔ سب الزام دور ہو گئے اور وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عرب کے محبوب بن گئے۔

یورپ کے نقطہ نگاہ میں تبدیلی

یورپ نے بھی آپ کے متعلق اعتراضات کا ایک انبار کھڑا کیا ہے آج تو نہیں۔ آج سے چالیس پچاس سال پہلے جو کچھ عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے آپ کی ذات ستودہ صفات پر الزام لگائے جاتے تھے۔ اب سب آہستہ آہستہ دور ہو رہے ہیں۔ پادریوں نے وہ وہ باتیں کہی ہیں کہ دل ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ مگر یہ باتیں اب آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یورپ کا آج سے پچاس سال پیشتر جو نقطہ نگاہ تھا وہ آج بدل چکا ہے۔ یہ تبدیلی کس نے پیدا کی؟ جہالت اور تعصب نے۔ سو الزام احمدیت پر لگائے جائیں۔ لیکن کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ یورپ کا نقطہ نگاہ اسلام کے متعلق بدلنے میں احمدیت نے سب سے بڑھ کر کام کیا ہو اگر مسلمان انکار کریں تو خود یورپ کو اس کا اعتراف ہے۔

انقلاب پیدا کرنے والے بلند فطرت ہوتے ہیں

فی الحقیقت سچی بات یہ ہے کہ انسان اپنی نظر کو تنگ کر لیتا ہے کہ آگے نہ دیکھے۔ ورنہ جس کی نظر میں وسعت ہو گئی ہو اس کو تو یہ کام جو جماعت احمدیہ نے کیا۔ ایک عظیم الشان کام نظر آئے گا۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اور برے بھی۔ لیکن خوب یاد رکھو کہ جو لوگ دنیا میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ ایسے ناپاک اور پست فطرت نہیں ہوتے جیسا نادان مخالف بانی سلسلہ احمدیہ کو پیش کرتے ہیں۔

پیشگوئی کیا ہے؟

زیادہ تر پیشگوئیوں پر اعتراض ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک رات نے یہاں تک کہا کہ مرزا صاحب کی کونسی پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی میں کہتا ہوں۔ پیشگوئی کیا ہے؟ پیشگوئی انکشاف ہے کچھ واقعات کا۔ جو دوسروں کو نظر نہیں آتے کسی کے قلب پر ایک انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کو بیان کر دیتا ہے۔ یہی پیشگوئی ہے۔ اگر مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو دیکھنا ہے تو اس انکشاف کو دیکھو جو موجودہ واقعات کے متعلق آپ کے قلب پر ہوا۔ یہ انکشاف کس نے آپ کے قلب پر کیا؟ اگر اتنا بڑا انکشاف ہو سکتا ہے جو آج واقعات سے سچا ثابت ہو رہا ہے تو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔

پیشگوئی اور اجتہاد

اچھا! کن پیشگوئیوں پر اعتراض ہے کہ پوری نہیں ہوئیں۔ یہی کہ میرے ہاں ایک لڑکا ہوگا۔ جو فلاں حمل سے ہوگا اور وہ اس حمل سے نہیں ہوا یا یہ کہ فلاں عورت سے میرا نکاح ہوگا۔ اور وہ نہیں ہوا۔ یہ پیشگوئیاں اس قسم کی ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں اجتہاد سے زیادہ کام لیا گیا ہے اور اجتہاد میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔

واقعات عالم سے متعلقہ پیشگوئیاں

لیکن وہ پیشگوئیاں جو واقعات عالم سے تعلق رکھتی ہیں ان کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ ایک دشمن کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں پیشگوئی اس صورت میں پوری نہیں ہوئی جس طرح آپ نے اسے سمجھا۔ میں کہتا ہوں جس شخص کے دل پر تیرہ سو سال کے واقعات منکشف ہو گئے ہوں اور ہر زمانہ میں لوگ ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتے رہے ہوں۔ یہاں تک کہ آج ہم خود اپنی آنکھوں کے سامنے اتنے بڑے عظیم الشان واقعات دیکھ رہے ہیں جن کا انکشاف آج سے تیرہ سو سال پہلے آپ پر ہوا۔ اور ابھی ہم نہیں جانتے کہ دنیا نے کتنا آگے چلنا ہے اور کس قدر نشان ظاہر ہونے والے ہیں۔ جن کی آپ نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی پیشگوئی کو لے کر محل اعتراض بنا لینا واقعات کو جھٹلانا ہے۔

> خدا اس جماعت کے نوجوانوں کو ہمت دے اور وہ اس کام کو جاری رکھیں تو فتح بہت قریب ہے (حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

اصل بات کیا ہے؟

اصل بات یہی ہے کہ جو امور انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے فہم میں بسا اوقات غلطی لگ جاتی ہے لیکن وہ جو واقعات عالم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں فہم او اجتہاد کا دخل کم ہوتا ہے۔ میں تو محمدی بیگم کی پیشگوئی کو ایک تنکے کے برابر وقعت نہیں دیتا۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ ایک مرد کے متعلق پیشگوئی کتنے صحیح طور پر پوری ہوئی۔ اگر محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے اسے سمجھا تھا تو اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جب وہ پیشگوئی نہ کی گئی تھی۔ اس وقت صداقت میں کوئی نقص نہ تھا۔ نہ اس کے اس رنگ میں پورا نہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ نہ ہی اس سے کوئی بڑا فرق پڑتا۔ اگر وہ پیشگوئی اسی طرح پوری ہو جاتی جس طرح آپ نے سمجھا تھا۔

فرق کب پڑتا

ہاں اگر فرق پڑتا تو اس وقت پڑتا جب یہ نقشہ جو واقعات عالم کا کھینچا ہے۔ یہ پورا نہ ہوتا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے صدق و کذب کا اندازہ نہ کیجئے۔ اندازہ کیجئے بڑے بڑے واقعات عالم سے

یاجوج ماجوج کی حقیقی تشریح

کیا یہ سچ نہیں کہ تمام مسلمان دنیا دجال اور یاجوج ماجوج کے متعلق ایک ایسے خیال میں مبتلا تھی جس سے اس کا باہر نکلنا ناممکن نظر آتا تھا۔ ہر مسلمان کا یہی خیال تھا کہ دجال ایک آدمی ہوگا۔ اور وہ کانا ہوگا۔ اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا علی ہذا القیاس مگر آپ نے ان تمام خیالات کے خلاف جو تیرہ سو سال سے مسلمانوں پر مسلط چلے آتے تھے ایک نیا خیال پیش کیا اور احادیث نبوی اور قرآن کریم کی بنا پر ہی پیش کیا۔ آپ نے دنیا کی کچھ اقوام کو سامنے لا کر انہیں دجال اور یاجوج ماجوج کا مصداق قرار دیا اور قرآن و حدیث کی بیان کردہ علامتوں کو ان پر منطبق کر کے دکھایا۔ یہ اتنا بڑا انکشاف تھا کہ گویا واقعات لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ اس لئے تمام اسلامی دنیا میں ایک ہوا چل گئی اور آج وہ باتیں جن کا انکشاف حضرت مرزا صاحب پر ہوا تھا سب کو مسلم ہیں۔

حدیث کے الفاظ

کتنے عجیب الفاظ ہیں حدیث کے۔ یوں تو لکھا ہے کہ جب دجال آئے گا تو اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا۔ اگر یہ ظاہری اور جسمانی رنگ میں ہوگا تو کون ہے جو اس کو پہچان نہ سکے گا لیکن حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ دجال کو پہچاننے والا ایک ہی شخص ہوگا۔ وہ اٹھیگا اور کہیگا۔ ایھا الناس ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم۔ لوگو! یہی وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے کیا ہے اب دیکھ لیجئے وہ کون اٹھا۔ سوائے حضرت مرزا صاحب کے جس نے لوگوں کو بتایا کہ دجال فلاں قوم ہے اور آخرکار لوگوں نے اس کو قبول کیا

مرزا صاحب نہیں مٹ سکتے

لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب مٹ جائیں گے جس طرح پہلے آئے اور مٹ گئے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی بات دلوں میں گھر کر گئی۔ اب مرزا صاحب نہیں مٹ سکتے۔ وہ اب ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ کیونکہ ان کی باتیں اور ان کے خیالات زندہ ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں یہ حقائق ہیں عظیم الشان حقائق ہیں۔ جن کو کوئی رد نہیں کر سکتا حضرت مرزا صاحب نے ایک نیا خیال دنیا میں پیدا کیا اور دنیا کو اسے منوا بھی دیا۔ اب کوئی طاقت مرزا صاحب کو مٹا نہیں سکتی۔

حضرت مرزا صاحب کے کام کو دیکھنا چاہئے

اعتراض کرنے کو کس چیز پر نہیں ہو سکتا۔ نیکی کسی بات کے ہمیشہ دو مفہوم ہوتے ہیں۔ ہمیشہ وہ مفہوم لو۔ جو کہنے والے کے کیرکٹر کے مطابق آتا ہو۔ یوں حضرت مرزا صاحب کا دعوے ایک اوپرا سا نظر آتا ہے مگر دیکھنا کس چیز کو چاہئے اس کو کہ کیا کام آپ نے کر کے دکھایا۔ کوئی صداقت اور حق دنیا کو پہنچایا یا نہیں؟ اگر پہنچایا ہے تو اس کے راستباز ہونے میں شبہ نہیں۔

انسانی قیاس یہاں تک نہیں پہنچ سکتا

یہ ایسی چیزیں نہیں جن تک انسانی قیاس اور عقل پہنچ سکے اگر انسانی قیاس اور عقل پہنچا سکتی۔ تو سرسید کو پہنچاتی۔ اس سے بڑھ کر اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر کوئی عقلمند ہوا ہے۔ لیکن یہ خدائی انکشاف تھا۔ جو حضرت مرزا صاحب کے دل پر ہوا۔ اور جس نے بتا دیا کہ دجال کون ہے اور یاجوج ماجوج کون ہے۔ یہاں تک صفائی کے ساتھ بتایا۔ کہ آج مجھے یا کسی اور کو یہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں کہ دجال یہ ہے اور یاجوج ماجوج یہ ہے۔ جس قوم کے لئے وہ مسیح ہو کر آیا تھا۔ اس کا تو اسے پتہ لگ گیا۔ پھر کیا ابن مریم کی حقیقت کا انکشاف نہ ہوتا؟ وہ بھی ہو چکا۔

یہودیوں میں مسیح کی آمد کی پیشگوئیاں

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مسیح کے آنے کی پیشگوئی یہودیوں میں بھی چلی آتی تھی۔ جس کے مطابق انہیں بڑی شدت سے مسیح کی انتظار لگی ہوئی تھی۔ اس انتظار کا خاتمہ کب ہوا جب مسیح آچکا۔ یہودیوں نے اگرچہ اس کو نہ مانا۔ لیکن اس کے آنے کے بعد ان کی حالت انتظار بھی ختم ہو گئی۔

حضرت نبی کریم کے متعلق پیشگوئیاں

اسی طرح ہمارے نبی کریم صلعم کے متعلق بھی تورات میں پیشگوئی تھی کہ موسےٰ کی مثل نبی آئے گا اور اس کے مطابق عرصہ سے انتظار لگی ہوئی تھی کہ کب وہ نبی آئے۔ لیکن جب محمد رسول اللہ صلعم تشریف لے آئے تو وہ انتظار بھی ختم ہو گئی۔

حضرت مرزا صاحب کے بعد مسیح کا انتظار ختم ہو چکا ہے

اسی طرح آج میں آپ کو ایک سچائی کے نشان کے طور پر بتاتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے آنے کے بعد مسیح کے آنے کا انتظار بھی ختم ہو چکا ہے۔ اب نام نہیں لیتے کہ کوئی مسیح ابن مریم آئیگا بڑے بڑے عالم مثلاً ابوالکلام آزاد، مولوی سید سلیمان ندوی اور مصر کے علماء وفات مسیح کے قائل ہیں۔ تو پھر اگر مسیح فوت ہو چکے ہیں تو ابن مریم کیسے آئے گا؟ تو خوب یاد رکھئے کہ مسیح موعود کی جو پیشگوئی تھی۔ اس کا انتظار اب ختم ہو چکا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آنے والا آچکا ہے اب اگر اس پیشگوئی کو مانا جائیگا تو اس رنگ میں ماننا پڑے گا۔ جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا

زندہ رہنے والا انسان

ایک اور بات کہتا ہوں اسلام میں بہت سے ایسے لوگ آئے جنہوں نے بڑا زور پکڑا۔ یہاں تک کہ بادشاہت کے بھی مالک بن گئے۔ ان میں سے ایک حسن بن صباح ہے جس نے اپنا سکہ مسلمانوں پر جمایا۔ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے۔ وہ بھی دوسرے اسی قسم کے لوگوں کی طرح آئے اور شور ڈال کر چلے گئے۔ لیکن نہیں مرزا صاحب اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں۔ وہ زندہ رہنے والا انسان ہے کیونکہ اس نے لوگوں کے خیالات کو بدل دیا۔ اس نے اپنے خیالات کا اثر دنیا پر ڈال دیا۔ اتنا ڈال دیا کہ اب نکل نہیں سکتا۔

جاوا کا ڈچ مشنری اور جماعت لاہور

کچھ عرصہ ہوا جاوا کا ڈچ مشنری پادری کریمر یہاں آیا تھا۔ وہ قادیان بھی گیا ہندوستان سے جا کر اس نے ایک مضمون لکھا اور ہمارے دونوں فریقوں کا اس میں ذکر کیا اور لکھا کہ فریق لاہور کے افراد اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن ان کا لٹریچر وسیع ہے اگر مسلمان اسلام کے وفادار رہ سکتے ہیں تو صرف اپنی حفاظت یوں کر رہ سکتے ہیں جو جماعت احمدیہ کا فریق لاہور پیش کرتا ہے

فتح کا سہرا اور حضرت بانئے سلسلہ

غرض جو رنگ اسلام کی تعلیم کا حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اسکو یورپ تک بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ اسلام کے متعلق جو نظریہ یورپ کا حضرت مرزا صاحب سے پیشتر تھا وہ بدل چکا ہے اور وہ دن آئیگا کہ یورپ عملی رنگ میں اسلام کو قبول کریگا۔ وہی یورپ جو محمد رسول اللہ صلعم سے بغاوت کرتا رہا ہے وہ ان کے سامنے اب سر جھکائیگا اس دن فتح کا سہرا مرزا غلام احمد کے نام لکھا جائیگا۔

اشاعت اسلام کا دلولہ پیدا کرنے والا

کیونکہ اشاعت اسلام کا دلولہ آج مرزا صاحب ہی نے پیدا کیا وہی دلولہ آج جماعت احمدیہ لاہور کے دلوں میں باقی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے اس کام کو دیکھتے ہوئے جو ہو چکا ہے اس پر آنکھیں بند کر لیتے ہیں وہ اسلام کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔ کیا ان کو نظر نہیں آتا کہ یورپ کے اندر اس جماعت کے ذریعے مسجدیں بن چکی ہیں قرآن کے ترجمے ہو چکے ہیں اسلام کی بنیادیں وہاں استوار ہو چکی ہیں۔

جماعت احمدیہ کے نوجوان

اب اگر اللہ تعالیٰ اس جماعت کے نوجوانوں کی ہمتوں میں برکت دے اور وہ اس کام کو جاری رکھیں تو فتح بہت قریب ہے۔

نبوت کا مسئلہ

رہ گیا نبوت کا مسئلہ بے شک اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو جو کام مرزا غلام احمد نے کیا ہے۔ کوئی ہرج نہ تھا اگر آپ کو نبی کہا جاتا۔ مگر نبوت کا دروازہ بند ہے اس وجہ سے آپ منصب نبوت پر فائز نہیں

آنحضرت کی ایک حدیث اور جماعت احمدیہ کی تعداد

میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ جماعت جو چند ہزار نفوس پر مشتمل ہے اگر چند لاکھ پر مشتمل ہوتی تو خدا جانے کتنا کام کرتی۔ لیکن تھوڑے ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مصلحت کے ماتحت ہے۔ میں نے ایک حدیث سنائی تھی

بدء الاسلام غریبا و سیعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء

اسلام غربت کی حالت میں اٹھا اور پھر غربت ہی کی حالت میں اٹھیگا۔ تو غرباء کیلئے خوشخبری ہے۔ اس پر جب صحابہ نے پوچھا کہ غرباء کون ہیں تو فرمایا رجال صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر۔ بہت سے برے لوگوں میں تھوڑے سے صالح بندے۔ تو یہ تھوڑا ہونا بھی ہمیں ورثہ میں ملا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک رؤیا

آخر حضرت مسیح موعود کو بھی رؤیا میں یہی کہا گیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ایک مکان میں دو آدمی ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک آسمان کی طرف چھت کے قریب۔ آپ نے زمین والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے چھت والے آدمی سے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے اس نے جواب دیا۔ ایک لاکھ نہیں پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا اس پر آپ کے منہ سے یہ نکلا کہ پانچ ہزار اگرچہ تھوڑے ہیں مگر کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

اب قادیانی اصحاب اس رؤیا کا انکار تو نہیں کر سکتے۔ لیکن باوجود دس لاکھ کا دعویٰ کرنے کے پانچ ہزار کی بھی فہرست تیار کر رہے ہیں یعنی ان کی تحریک جدید میں حصہ لینے والے پانچ ہزار آدمی جو ہونگے وہ اس رؤیا کے مصداق ہونگے دس لاکھ کا پیشوا اور تحریک جدید کا خلیفہ ایک ہی آدمی ہے اور وہ زمین پر بیٹھا ہوا ہے اور زمینی امور کی طرف اس کی توجہ ہے۔ یہ بناوٹی باتیں ہیں۔ خدا نے یہ حرف جس کو دینا تھا دے دیا۔

اس لئے میں آپ لوگوں کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ گھبرانے کی بات نہیں، رمضان کے آخری دن ہیں۔ یہ وقت ہے کہ خدا کے آگے جھکو۔ یہ وقت ہے کہ رحمت الہٰی جوش میں آئے اور وہ سامان پیدا ہوں جن سامانوں سے اسلام دنیا پر غالب آئے۔ اس لئے اس رحمت سے حصہ لینے کی کوشش کرو اور دعا کرو کہ وہ سامان اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے سے پیدا کر دے ٭

کمزور مقام کی تلاش میں

میجر ویلن ورسے نے اپنے تبصرہ میں کہا ہے کہ ماسکو کی طرف جرمن فوجوں کی پیشقدمی کی رفتار کچھ حد تک سست پڑ گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں جرمنی اپنی وہ رفتار برقرار نہیں رکھ سکے جو ان کی ماسکو کے بیرونی استحکامات تک پہنچنے کے وقت تھی اور بیشتر اس کے کہ وہ ماسکو پر حملہ کی کوشش کرنے سے پہلے فوجوں کو پھر سے منظم کرینگے جنرل فان باک کمزور مقام کی تلاش میں ہیں جس پر وہ بھاری تعداد میں فوجیں جمع کر کے یکلخت حملہ کریں گے۔ وہ اس طرح شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔

رائیزان کے شہر پر قبضہ

میجر موصوف کا مزید بیان ہے کہ ایک اطلاع یہ ہے کہ جرمن رائیزان کے شہر پر قابض ہو گئے ہیں جو تولا سے ۹۰ میل شمال مشرق اور ماسکو سے کچھ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

رفتار عالم

ماسکو کے دروازہ پر جنگ

لنڈن ۱۹ اکتوبر۔ موجودہ جنگ کا سب سے بڑی جنگ ماسکو کے دروازوں پر پوری شدت کے ساتھ جاری ہے اور ماسکو ثابت قدمی سے ڈٹا ہوا ہے اور ہر جگہ قلعے تعمیر کرائے جا رہے ہیں۔ اور بنکوں کے مال رکھائے جا رہے ہیں۔ آج رات ماسکو ریڈیو سے لینن گراڈ کے نام ایک پیغام براڈکاسٹ کیا گیا جس میں نشر کیا گیا جس میں کہا گیا۔ ہمارا عظیم الشان دار الخلافہ روس کا رہا۔ اب بھی ہے اور آئندہ بھی اسی کا رہے گا۔ آخری دم تک اسی کی حفاظت کی جائے گی۔ محاذ جنگ پر روسیوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے اور اگرچہ دشمن زیادہ سے زیادہ تعداد میں آدمی میدان میں لا رہا ہے۔ مگر تازہ اطلاع کے مطابق پچھلے ۴۸ گھنٹوں میں صورت حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ روسیوں نے ماسکو سے ایک سو میل شمال مغرب میں ماسکو لینن گراڈ ریلوے کے ایک اہم ریلوے جنکشن پر قبضہ کر لیا ہے لیکن ۳۰ ٹینک جو کالینن کے ہوائی اڈہ میں داخل ہوئے۔ وہ کامل طور پر تباہ کر دیئے گئے۔

محاصرہ کو توڑنے کی کوشش

"پراودا" کا بیان ہے کہ پچھلے ۲۹ گھنٹوں میں روسیوں نے کچھ مقامات پر جوابی حملے کئے ہیں۔ اگرچہ صورت حال اب بھی نازک ہے۔ مگر تاہم روسیوں کی قوت مزاحمت بڑھ رہی ہے ماسکو وائرلیس کے مطابق کل کی جنگ میں طرفین کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔ سٹاک ہالم سے آمدہ اطلاعات کے مطابق بریانسک کے محاذ پر روسی فوجیں جرمنوں کے محاصرہ کو توڑنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اور ان میں سے کچھ محاصرہ سے نکل کر جنرل تموشنکو کی فوجوں سے مل گئی ہیں۔

"پراودا" کے جنگی نامہ نگار کا بیان ہے کہ اوریل کے محاذ پر جرمن فتح حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ روسی فوجیں مورچوں پر ڈٹی ہوئی ہیں۔ ویازما کے محاذ پر بھی بڑے بڑے مورچے روسیوں کے ہاتھ میں ہیں

مرکزی جماعت کا چندہ مسجد سرینگر کیلئے

مورخہ ۱۰ اکتوبر کو جمعہ کی نماز کے بعد مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مقامی جماعت سے مسجد سرینگر کیلئے چندہ کی تحریک کی گئی جن احباب نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب لاہور۔ ملک لال خان صاحب لاہور۔ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب سلطان علی صاحب۔ ملک محمد یوسف صاحب۔ چوہدری اللہ دتا صاحب سید حیدر شاہ صاحب۔ قاضی عبد العزیز صاحب۔ چوہدری فضل حق صاحب مولوی عبد الرحمان صاحب۔ مرزا اسکندر بیگ صاحب۔ سید بابو امانت علی صاحب ابراہیم صاحب۔ عبد الغنی صاحب۔ ڈاکٹر محمد جمال صاحب چوہدری عبد الحق صاحب۔ منشی غلام نبی صاحب۔ خواجہ احمد محمود صاحب مرزا خلیل الرحمٰن صاحب۔ مستری فضل دین صاحب سیالکوٹی۔ منشی فضل دین صاحب ماسٹر عبد الحمید صاحب۔ مرزا احمد الرحمان صاحب۔ سید احمد شاہ صاحب ہارون الرشید صاحب۔ محمد احمد صاحب ہشیار پوری۔ حاجی الدین صاحب منشی حفیظ اللہ صاحب۔ سید حسن شاہ صاحب پشاوری۔ راجہ عبد المجید صاحب

میزان کل ۔/۸

جلد ۲۹ — لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۹ شوال ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء — نمبر ۶۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کتاب اللہ و سنت اور حدیث کے مدارج

فرمایا کہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب کوئی نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے تو وہ دو ذمہ داریاں لیکر آتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ ان کو امانت کے طور پر پہنچا دے۔ اوّل کلام الٰہی، دوئم کلام الٰہی کے موافق عمل کر کے دکھا دینا اور یہی دو باتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل ہیں اور اسی کو کتاب اور سنت کہتے ہیں اور اب ایک تیسری بات ان دو کے ساتھ شامل کی گئی ہے وہ حدیث ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ تیسری شے یعنی حدیث جب تک ان دو یعنی کتاب اور سنت کے موافق نہ ہوگی ہم نہیں مانیں گے۔ ان لوگوں نے دھوکا دہی کے طور پر سنت اور حدیث کو مخلوط کر کے ایک بنا دیا ہے۔ حالانکہ وہ دو جدا چیزیں ہیں سنت اور شے ہے۔ اور حدیث اور چیز۔ سنت کے معنے طریق اور عمل کے ہیں اور حدیث کا مفہوم صرف بات ہے یعنی وہ باتیں جو لوگوں نے اپنے الفاظ میں مدتوں بعد جمع کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ تعالیٰ سے پاتے تھے سنت کے طریق پر اسے بتا دیتے تھے مثلاً نماز کا حکم ہوا آپ نے نماز پڑھ کر بتا دی۔ ایسا ہی زکوٰۃ اور اس کے متعلق جملہ امور حج اور اس کے ارکان، روزہ اور اس کے متعلقات غرض تمام امور جو اللہ تعالیٰ سے پاتے ان کو کر کے دکھا دیتے۔ آپ کے اس عمل کا نام ہی سنت ہے جو حدیث سے بالکل الگ ہے اور قرآن شریف کی طرح سلسلہ تعامل میں یہ محفوظ ہے۔ کیا اگر حدیث نہ ہوتی تو ہمارے مخالف کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان نماز نہ پڑھتے یا روزہ نہ رکھتے یا حج نہ کرتے؟ نہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر ضروریات دین اسی طرح ہوتیں جیسے اب ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کے زمانہ تک جو دو سو برس تک کا زمانہ ہے مسلمانوں میں ضروریات دین پر عمل نہ ہوتا تھا۔ اور جب تک بخاری اور مسلم مرتب نہ ہو گئیں مسلمان مسلمان نہ تھے۔ یہ تو قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کہ آپ نے اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا۔ جو لے کر آئے تھے۔ قرآن میں سب کچھ ہے۔ مگر نبوت کا استدلال لطیف ہوتا ہے۔ جبرائیل سے جو معلوم ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم پا کر اپنے عمل سے دکھا دیتے۔ پس اس بات سے کبھی دھوکا نہ کھاؤ کہ حدیث اور سنت کو ایک قرار دو۔ حدیث وہ اقوال رطب و یابس ہیں۔ جو پیچھے جمع ہوئے۔ ان میں وہی قابل اعتبار ہیں اور صحیح ہیں جو کتاب و سنت کے مخالف اور منافی نہیں ہیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ مولانا عالم الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور دین کا خادم بنائے۔ آمین

— غفور احمد صاحب بددہلی کے گھر اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ مولود کو نیک اور صالح بنائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین

بیان القرآن نے شکوک دور کر دیئے

ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپوری (برادر کلاں ماسٹر صادق علی صاحب میٹیالوی و ڈاکٹر شجاعت علی صاحب) جو ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص اور دیرینہ معاون ہیں نے پچیس ۲۵ روپیہ کی رقم انجمن کو ارسال فرمائی ہے اور کوپن منی آرڈر پر ذیل کی تحریر منسلک ہے۔

"مکرمی۔ السلام علیکم۔ آپ کے بیان القرآن نے میرے بہت سے شکوک دور کر دیئے۔ اس امید میں کہ شاید میری جیسی اور کسی بھٹکی ہوئی روح کو بھی ہدایت مل جائے۔ آپ کی خدمت میں یہ رقم ارسال ہے کہ اس کے قرآن شریف مستحقین کو تقسیم کرا دیں خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور مزید خدمت اسلام کی توفیق عطا کرے۔ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا قرآن پر عمل کی توفیق دے۔"

خادم

ڈاکٹر برکت علی سہارنپور - ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء

روزہ کی مشقت اور عید کی راحت میں ایک شاندار سبق

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۳ اکتوبر فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اسی شمارہ میں درج ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

قادیانی اعتراضات کے جوابات

مکرم ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعض احباب نے آج کل کے قادیانی اشتہارات کا ذکر کر کے بعض باتوں کا جواب بذریعہ اخبار مانگا ہے۔ اس لئے ذیل کی سطور کو اخبار میں شائع کر دیں۔

اوّل پہلا اعتراض یہ ہے کہ میں نے ۱۹۰۳ء میں کسی مقدمہ کے دوران میں اثنائے شہادت میں یہ کہا ہے کہ:-

"مرزا صاحب دعوئے نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعوئے نبوت کا اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ ایسے مدعی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے"

جواب اس بیان سے یہ تو صاف نظر آتا ہے کہ میں نے ایک خاص قسم کا دعوئے نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ اس قسم کی نبوت ہے کہ اس کا مکذب کذاب ہے۔ حالانکہ اصطلاح شریعت میں جو نبوت ہے اس کا مکذب کافر ہے۔ جیسا کہ اولئک ھم الکافرون حقاً سے ظاہر ہے۔ تو اسکو نبوت صرف اس رنگ میں کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایک انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ اس پر وحی یا کشف یا الہام کے رنگ میں ظاہر فرماتا ہے اس کی تکذیب یعنی اس کو افترا قرار دینا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اس لئے ایسا شخص کذاب ہے۔ مگر وہ کافر نہیں۔ حالانکہ اگر یہ ہمکلامی نبوت کے رنگ میں ہوتی۔ تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا۔ پس میرے بیان میں نبوت کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی لغوی معنے میں جس معنے میں حضرت مسیح موعود نے بھی اسے استعمال کیا ہے۔ نہ اصطلاح شریعت میں

۲۔ پھر میرے یہ الفاظ ہیں:-

"یہ دعوئے اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں۔ لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا"

ان الفاظ سے بعض وقت یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا بلا تشریع نبوت بھی اصطلاح شریعت میں نبوت ہے۔ حالانکہ اصطلاح شریعت میں جو چیز نبوت ہے اس کے ساتھ تشریع لازم و ملزوم ہے۔ اس امر کو "النبوۃ فی الاسلام" میں واضح کیا گیا ہے نبوت بلا تشریع یا غیر تشریعی نبوت محض لغوی معنوں کی رو سے نبوت ہے۔ نہ اصطلاح شریعت میں۔ یہی امر صوفیاء کو مسلم ہے اور ان کے کلام میں جہاں نبوت غیر تشریعی کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ولایت اور محدثیت ہی ہے۔ خود حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں اسی بات کو تسلیم فرمایا ہے۔ جہاں لکھا ہے "اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ)

بیان سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ہیں وہ اصطلاح شریعت میں ملہم اور محدث ہیں ہاں لغت کی رو سے ان پر کبھی نبی کا لفظ بول دیا جائے تو وہ محض مجاز ہوگا۔ لغت کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی نبوت کہلا سکتی ہے اور یہی لغوی استعمال ہے جس سے لوگوں کو دھوکا لگا۔

پس اول میرا یہ کہنا کہ ایسے مدعی نبوت کا منکر بروئے قرآن کذاب ہے یعنی کافر نہیں۔ اور دوم میرا یہ صاف طور پر ایسی نبوت کہنا جس کے ساتھ شریعت نہیں۔ یہ دونوں باتیں صاف بتاتی ہیں کہ میں نے لفظ نبی بطور مجاز یا لغوی معنے میں استعمال کیا جس طرح حضرت صاحب اور آپ کے سب مرید اس زمانہ میں کرتے تھے۔

۳۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جس قدر محتاط حضرت مسیح موعود اس بارے میں تھے۔ اس قدر احتیاط دوسرے لوگ نہیں برتتے ... حضرت صاحب نے اپنے بیان میں یہ موجود ہے کہ دعوئے آپ کا مسیح اور مجدد ہونے کا ہی ہے اور لفظ نبی اور رسول محض ظل کے رنگ میں ہے اور یہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی جانتا ہے کہ ظل اور اصل دو الگ الگ چیزیں ہیں جس طرح ظل اللہ، اللہ نہیں ہے۔ اسی طرح ظلی نبی، نبی نہیں وہ ولی ہے جس میں صفات نبوت منعکس ہوتی ہیں۔

دوم خط میں دوسری بات جو میری طرف منسوب کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے یوں لکھا ہے:-

"حضرت مسیح موعود فی الواقع مرسل اور انبیاء میں شامل ہیں سنت اللہ کے مطابق پہلے مختلف زمانوں کے اندر مختلف ممالک میں انبیاء آتے رہے۔ مگر گذشتہ انیس سو سال میں صرف تین نبی آئے۔ حضرت عیسےٰ، آنحضرت اور حضرت مسیح موعود"

اس پر حوالہ دیا ہے "میرا عقیدہ درباره نبوت صفحہ ۸۲" میری کوئی کتاب اس نام کی نہیں اور یہ محض جھوٹ اور افترا ہے۔ جو قادیانیوں نے ایک باطل کو کھڑا کرنے کیلئے بنایا ہے میں اس قسم کی بعض عبارتوں کے متعلق پہلے بھی اخبار میں اعلان کر چکا ہوں کہ قادیانی محض جھوٹ بنا کر میری طرف منسوب کرتے ہیں جس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ یہ ہم پہلے بھی شائع کر چکے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بیدینی کیا ہوگی کہ عبارتوں کی عبارتیں بنا کر ایک شخص کی طرف منسوب کی جائیں پھر اتنا بھی نہیں کہ توجہ دلانے پر اس پر اظہار افسوس کیا جائے۔ افسوس یہ ہے کہ ان کے بڑے لوگ ایسے موقعوں پر ان کو شاباش ہی دیتے ہیں۔ دنیا کو وہ ضرور دھوکہ دے لیں گے لیکن آخر اللہ تعالےٰ کے سامنے ایک دن ان افتراؤں کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔

والسلام۔ خاکسار:-

محمد علی

جناب میاں صاحب کے مخلص مرید کا مکتوب[1]

قادیانیت سے توبہ اور جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پٹیالہ۔ محلہ کشمیریاں۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۱ء

سیدنا ومولانا حضرت امیر ایدکم اللہ بنصرہ العزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خاکسار نے تئیس یا چوبیس سال ہوئے جناب میرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی بیعت کی تھی۔ کچھ عرصہ سے ان عقائد کے متعلق جو جناب میاں صاحب موصوف نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے صریح خلاف جماعت میں رواج دے رکھے تھے دل میں سخت بے چینی اور بے اطمینانی رہتی تھی۔ اپنے ان شکوک اور شبہات کو میں نے میاں صاحب کی خدمت میں دو مرتبہ پیش کیا۔ مگر میاں صاحب موصوف نے ان کے ازالہ کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی اور حق یہ ہے کہ ان اعتراضات کا ان کے پاس کوئی جواب ہی نہ تھا۔ اس لئے کسی جواب دینے کی بجائے جو میرے دل کو اطمینان اور تسلی بخشتا۔ انہوں نے مجھے سیکرٹری تبلیغ وتعلیم وتربیت کے عہدہ سے محض اس بنا پر علیحدہ فرما دیا۔ کہ میں نے اپنے سوالات پیغام صلح جیسے مخالف اور سخت معاند اخبار میں کیوں شائع کرائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بہرحال خاکسار اپنے طور پر برابر تحقیق میں لگا رہا۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت صاحب نے کبھی اپنے دعوے میں تبدیلی نہیں فرمائی۔ اور ہمیشہ آپ کا دعوےٰ ظلی، بروزی، مجازی اور امتی نبی ہونے کا تھا۔ جس کو آپ نے دوسرے لفظوں میں محدثیت فرمایا۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ کہ اس نے اپنے رحم اور فضل سے حق کے پا لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس لئے میں آج میاں صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور حضور سے نہایت ادب اور عاجزی سے التجا کرتا ہوں کہ سلسلہ حقہ احمدیہ میں میری شمولیت قبول فرمائیں اور مجھ عاجز کے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے اپنے رحم اور فضل سے استقامت عطا فرمائے اور مجھے صحیح معنوں میں احمدی بننے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار
محمد حسین احمدی پنشنر

---

[1] راقم مکتوب ہذا کے دو خط جناب میاں صاحب کے نام پیغام صلح ۲۶ر ستمبر و ۷ر اکتوبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا تیسرا مکتوب حضرت ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا گیا ہے۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں (مسل میر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم پنجشنبہ ۷ رشوال سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۶۶

مطالبہ کے جواب کے متعلق معاصر الفضل کا معیار

مسئلہ جنازہ کو از سر نو زیر بحث لانے کی جرأت

الفضل مورخہ ۶ راکتوبر ۱۹۴۱ء رقمطراز ہے :-

"یوں تو مولوی محمد علی صاحب سے بیسیوں مطالبات کئے گئے جن کے جواب دینے کی نہ کبھی انہوں نے تکلیف گوارا فرمائی اور نہ ان کے آرگن پیغام صلح نے۔ لیکن گزشتہ اپریل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تحریرات کی بنا پر جناب مولوی محمد علی صاحب سے جب پے درپے کئی ایک پرچوں میں سوالات کئے گئے۔ تو ان کے متعلق ہمیں یہ توقع نہ تھی۔ کہ مولوی صاحب ان کی طرف بھی توجہ مبذول نہ کریں گے۔ مگر جناب مولوی صاحب اور ان کے اخبار نے ان کا ذکر تک نہ کیا۔ حالانکہ وہ سوالات ان مسائل کے متعلق تھے۔ جنہیں مولوی صاحب بھی بارہا بنیادی مسائل قرار دے چکے ہیں۔ مثلاً کفر و اسلام، مسئلہ جنازہ وغیرہ ان حالات میں اگر ہم جناب مولوی صاحب یا ان کے "پیغام صلح" کے کسی مطالبہ کا جواب نہ دیں تو حق بجانب سمجھے جا سکتے ہیں۔ تاہم ہماری طرف سے ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کے جس مطالبہ میں کچھ معقولیت ہو اسے ضرور پورا کیا جائے۔ مثلاً تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ جب مولوی محمد علی صاحب نے اپنی سابقہ تحریروں کے خلاف تمام اختلافات کے فیصلہ کا دارومدار مسئلہ جنازہ کو قرار دے کر اس پر بے حد زور دینا شروع کر دیا۔ تو پیغام صلح نے اس بارہ میں اپنا حق ادا کرتے ہوئے ہم سے مطالبہ کیا۔ کہ ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ چاہئے خواہ آپ کہیں سے پیش کریں۔ ہم نے چیلنج کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتادے پیش کئے ہیں اور ان کے جواب میں بھی فتادے ہی چاہتے ہیں" تو ہم نے اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسب ذیل فتوے پیش کر دیا :-

"ایک صاحب نے پوچھا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے اور اکثر مخالف مکذب مرتے ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھا جائے کہ نہ۔ حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ فرض کفایہ ہے اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جائے تو ہو جاتا ہے۔ مگر اب یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے۔ دوسرے وہ مخالف ہے خواہ مخواہ تداخل جائز نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دو۔ اگر وہ چاہے گا۔ تو ان کو خود دوست بنا دے گا۔ یعنی وہ مسلمان ہو جائیں گے خدا نے منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہو گا۔ بلکہ اپنا حصہ ایمان بھی گنوا دو گے"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح اور کھلا فتوے ہے جو البدر ۱۵ رمئی ۱۹۰۳ء سے پیش کیا گیا۔ اور جس میں آپ نے ہر قسم کے مکذب اور مخالف کا جنازہ ناجائز قرار دیا اور ان کو نامسلمان ٹھہرایا ہے۔ اس طرح پیغام صلح کا مطالبہ حرف بحرف پورا کر دیا گیا۔ مگر باوجود اس کے اس نے اپنی غلطی کا اعتراف نہ کیا"

معاصر الفضل نے مندرجہ بالا اقتباس میں لکھا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے بیسیوں مطالبات کئے گئے جن کے جواب دینے کی نہ کبھی انہوں نے تکلیف گوارا فرمائی اور نہ ان کے آرگن پیغام صلح نے۔ اور ہماری طرف سے ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کے معقول مطالبہ کا جواب دیا جائے"۔ غالباً یہ خیال اور وہمی بات لکھنے کی معاصر الفضل کو اس لئے ضرورت پیش آئی کیونکہ پیغام صلح مورخہ ۲۶ ستمبر اور ۷ راکتوبر میں جناب محمد حسین صاحب سیکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت جماعت قادیانیہ پٹیالہ نے نہایت اخلاص کے ساتھ دو مکتوب جناب میاں صاحب کی خدمت میں لکھے۔ لیکن جناب میاں صاحب نے انہیں قابل التفات نہ سمجھا۔ جو لوگ اپنے آدمیوں کے مطالبات کو پورا نہیں کر سکتے۔ وہ دوسروں کے مطالبات کو خاک پورا کریں گے۔ ہمارے معاصر کو لکھتے وقت اپنے گھر کا کچھ جائزہ لے لینا چاہئے۔ کچھ عرصہ پہلے بھی معاصر الفضل نے ایسی ہی بدحواسی کا ثبوت دیا تھا۔ اور ہمارے توجہ دلانے پر یوں خاموش ہوا کہ آج تک اسے دو حرف لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ الفضل مورخہ ۱۴ رمارچ ۱۹۴۱ء میں لکھا گیا :-

"مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے غیر احمدیوں کے جنازہ کے جواز کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات جن کو پہلے بھی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے پیش کر چکے ہیں اور ان کے جوابات ہماری طرف سے کئی دفعہ شائع ہو چکے ہیں از سر نو پیغام صلح میں دہرانی شروع کر دیں ہیں"

اس کے جواب میں ہم نے جناب میاں صاحب کا ایک ارشاد پیش کیا تھا اور اسے پھر درج ذیل کرتے ہیں۔ جناب میاں صاحب فرماتے ہیں :-

"ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا جو غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہہ دیا کہ اس وقت اس کا کوئی جواب میرے ذہن میں نہیں۔ آپ کے باقی حوالوں سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا منع ہے۔ مگر اس خط کا میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ کئی دفعہ مجھے چیلنج بھی دیا گیا کہ اس کا جواب دو۔ مگر میں نے کبھی بناوٹی جواب دینے کی کوشش نہیں کی"

(خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۸ رمارچ ۱۹۳۲ء)

معاصر الفضل ایسی خیالی باتیں لکھنے کا عادی ہے ہمارے کئی ایک مطالبات ہیں جن کی طرف کبھی التفات نہیں کیا گیا۔ باقی رہا سوال معقولیت کا تو یہ ایک اضافی بات ہے۔ ہمارے ہر مطالبہ میں معقولیت ہوتی ہے۔ کیا معقول مطالبہ وہی ہے جس کا جواب دیتے ہوئے معاصر الفضل کو اچھا پیچ یا میں پناہ لینے کی گنجائش مل جائے۔

معاصر الفضل کے اپنے معیار کے بموجب جب وہ ہمارے ہر مطالبہ کا معقولیت کی بناوٹی آڑ لے کر جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ تو اسے خود کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہم سے ہر ایک مطالبہ کے جواب پر اصرار کرے۔ اگر وہ ہر مطالبہ کا جواب چاہتا ہے تو اسے خود بھی ہمارے ہر مطالبہ کا جواب دینا چاہئے۔ کیا وہ اس کے لئے تیار ہے؟

مسئلہ جنازہ اور مسئلہ کفر و اسلام میں قادیانی استدلال کی کمزوری ایک مسلمہ امر ہے۔ مسئلہ جنازہ جس سے متعلقہ مطالبات کی کھٹک اور چبھن اب تک معاصر الفضل کے قلب میں باقی ہے اس کا مقالہ افتتاحیہ اس کی ترجمانی کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ اتنی شکست اور لاجوابی پر بھی مسئلہ جنازہ کو از سر نو چھیڑنے کی معاصر الفضل کو جرأت ہوئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فتوے پیش کر دیا۔ جس میں مخالف اور مکذب کا ذکر ہے لیکن ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ کیا بعض غیر احمدی ایسے ہو سکتے ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوں اور ان کا جنازہ جائز ہو۔ اگر جائز نہیں۔ جیسا کہ آپ کے خلیفہ صاحب کا مذہب ہے کہ جائز نہیں تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل فتوی کا کیا مطلب ہے امید ہے معاصر الفضل اس پر ضرور روشنی ڈالے گا۔

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش اور درمیانی حالت میں تھا۔ تو اس کا جنازہ پڑھ لینا چاہئے"

(فتاوے احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۱۵)

معاصر الفضل کو اس مندرجہ بالا فتوے پر کچھ روشنی ڈالنا چاہئے۔ اور آئندہ ایسے بے معنی اور متضاد بیانات چھاپنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

گذشتہ اشاعت کا ناغہ

عید الفطر پر ہمیشہ پیغام صلح کا ایک پرچہ ناغہ کیا جاتا ہے اس دفعہ بھی چونکہ دفتر میں مورخہ ۲۳ راکتوبر ۲۴ راکتوبر اور ۲۶ راکتوبر کو چھٹیاں تھیں۔ اس لئے ۲۶ راکتوبر کا پرچہ شائع نہیں ہو سکا۔ قارئین پیغام صلح مطلع رہیں۔

مینیجر

روزوں کی مشقت اور عید کی راحت میں ایک شاندار سبق

موجودہ جنگ میں خدا کی ہستی کے ظاہر و کھلے نشانات

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

عید میں سبق

عید مسلمانوں کے لئے ایک بڑا بھاری سبق اپنے اندر رکھتی ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ جب انسان اپنا فرض ادا کرنے میں کوئی تکلیف اٹھاتا ہے تو اس کا نتیجہ لازماً راحت اور خوشی کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے۔ ہر تکلیف کا جو اس رنگ میں اٹھائی جائے نتیجہ راحت ہے پھر جتنا اس تکلیف کا دائرہ چھوٹا ہو یا ایک انسان کی ذات تک محدود ہو۔ اسی قدر راحت کا دائرہ بھی چھوٹا ہوتا ہے اور جتنا تکلیف کا دائرہ بڑا ہوتا ہے مثلاً بہت سے انسان یا ایک قوم کوئی تکلیف اٹھائے۔ اتنا ہی راحت کا دائرہ بھی وسیع ہو جاتا ہے۔

عالمگیر مجاہدہ کا نظارہ

چنانچہ آج ہم اس کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں کس طرح تمام روئے زمین پر جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے تمام مسلمانوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے فرض کو ادا کیا اور وہ فرض کیا تھا۔ وہ تھا بھوک پیاس اور بعض دوسری تکالیف کو برداشت کرنا۔ ایک گھر میں نہیں ایک بستی میں نہیں، ایک ملک میں نہیں بلکہ ساری روئے زمین پر جہاں کہیں کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا نظر آتا ہے۔ وہاں یہی نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔

دوسرا نظارہ

دوسرا نظارہ کیا نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس تیس دن کی تکلیف کے بعد جہاں کہیں روئے زمین پر کوئی آبادی، کوئی بستی، کوئی ملک بلکہ کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا ہے۔ وہ عید کی خوشی منا رہا ہے کسی کے گھر میں بیماری ہو۔ کوئی کسی تکلیف میں مبتلا ہو کسی حالت میں کوئی ہو۔ مگر اس خوشی میں سب شریک ہو جاتے ہیں اجتماع کی صورت میں بھی اور خدا کے آگے جھک کر بھی

دیگر قوموں کے تہوار اور عید میں فرق

مسلمانوں نے بہت کم نظر غور سے اس کو دیکھا ہے۔ بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جس طرح اور قوموں کے تہوار ہیں اسی طرح سے مسلمانوں کے اندر عید کا تہوار ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اور قوموں کے تہواروں کو مسلمانوں کے خوشی کے دن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں اور قوموں میں کوئی تہوار یا جشن کا دن ہو۔ تو اس کو کسی تکلیف سے وابستہ نہیں کیا گیا۔ کوئی شخص کوئی ایک نمونہ ایسا دکھائے کہ جہاں انسانوں کی خوشی کو وابستہ کیا گیا ہو تکلیف کے ساتھ۔ ہندوؤں کے اندر ہولی یا عیسائیوں کے اندر کرسمس کے تہوار آتے ہیں۔ جن میں ایک طرف اگر خوشی صرف حیوانی رنگ میں ہے یعنی خدائے تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تو دوسری طرف وہ خوشی جو کسی تکلیف کے ساتھ وابستہ نہیں۔ جس سے انسان کوئی عملی سبق حاصل کر سکے۔ مگر مسلمان جب کوئی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تب ایک خوشی کا دن آ جاتا ہے اور پھر اس خوشی میں صرف جسمانی راحت نہیں روحانی راحت کا بھی سامان ملتا ہے۔

فرض اور خوشی

یہ ایک عملی سبق ہے کہ تکلیف کے بعد جو فرض کی ادائیگی کے طور پر اٹھائی جائے۔ خوشی ہوتی ہے۔ کوئی قوم ہو کوئی فرض اسے ادا کرنا پڑے۔ اس کے لئے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بات بتائی ہے اس عید کے اندر کہ جو شخص دکھ اٹھاتا ہے اس کے لئے راحت کی خوشخبری ہے۔ یوں بھی قرآن کریم میں فرمایا ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قولی سبق ہے اور عملی سبق وہ ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تیس دن کی مشقت کے بعد خوشی کا دن میسر آیا۔

باقی مسلمانوں سے الگ ہونے کی وجہ

اس وقت آپ کو معلوم ہے کہ ہم تو ایک محدود گروہ یا ایک چھوٹی سی جماعت کی صورت میں یہاں جمع ہیں۔ کیوں جمع ہیں ؟ خوب یاد رکھئے اگر ایک فرض کی ادائیگی ہمارے پیش نظر نہ ہوتی تو ہمارا دوسرے مسلمانوں سے الگ ہونا بے سود تھا۔ وہ فرض ہے اعلائے کلمۃ اللہ کا اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہم ایک الگ جماعت کی صورت میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے ایک چیز کو اپنے سامنے رکھا ہے اعلائے کلمۃ اللہ، تبلیغ اور اشاعت اسلام۔

تبلیغ اسلام سب سے بڑا کام ہے

تبلیغ کیا ہے؟ کلمہ حق دوسروں کو پہنچانا۔ تبلیغ ایک مسلمان کو بھی ہو سکتی ہے۔ جب کسی مسلمان کو خدا کے آگے جھکنے کے لئے کہا جائے تو یہ تبلیغ ہی کا کام ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھئے خدا کے احکام میں بعض حکم چھوٹے ہوتے ہیں اور بعض اہم احکام ہوتے ہیں تبلیغ و اشاعت اسلام میں سب سے بڑا کام ہے ایک خدا کی ہستی کو منوانا

خدا کی ہستی پر زندہ ایمان اور قوت عمل

خدا کی ہستی پر یقین اور ایمان پیدا کرنا۔ وہ ایمان جس کو زندہ ایمان کہا جا سکے۔ وہ ایمان جس سے انسان کے اندر قوت عمل پیدا ہو یوں کہنے کو خدا کی ہستی پر ایمان رکھنے کا بہت لوگ دعوے کرتے ہیں لیکن وہ قوت عمل جو زندہ ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ ان کے اندر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ایمان دل میں نہیں گڑا۔ جب خدا پر ایمان انسان کے دل میں جگہ لے لیتا ہے تو اس کے اندر قوت عمل پیدا ہو جاتی ہے بعینہ جس طرح جب ایک دانہ زمین کے اندر . . . چلا جاتا ہے تو اس کے اندر زندگی اور نشو و نما کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور انہیں دانوں کا زمین کے اوپر ڈھیر لگا رکھو تو نہ صرف ان میں زندگی پیدا نہیں ہوتی بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ خود سڑنے لگ جاتے ہیں۔

خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا سب سے پہلا کام ہے

تو خدا کی ہستی پر یقین اور ایمان پیدا کرنا سب سے پہلا کام ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری ہے اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمایا۔ جب دنیا اس کو بھول چکی تھی اس کو چھوڑ چکی تھی اس وقت سب سے پہلی بات جس کی طرف اللہ نے اپنے رسول کو توجہ دلائی وہ کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کی طرف توجہ دلانا۔ چنانچہ قرآن کریم کی ابتدائی آیات میں جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ بار بار انہی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہو جائے۔ بعد میں مدینہ میں جا کر احکام نازل ہوئے۔ لیکن ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ہی دلائل دیئے ہیں۔ یہ دلائل گو سب کے لئے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا ایمان کس کا ہو سکتا ہے۔ جن کو اور کسی دلیل ہی کی ضرورت نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہی کافی دلیل ہے۔

اپنی ہستی کو منوانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا طریق

لیکن عام طور پر اپنی ہستی کو منوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طریق اختیار فرمایا کہ کچھ باتیں قرآن کریم میں ایسی بتا دیں جو انہونی نظر آتی تھیں۔ اسی لئے کفار کہتے تھے انہ لمجنون یہ تو پاگلوں کی باتیں کر رہا ہے۔ وہ کہتا تھا تمہاری طاقت ٹوٹ جائے گی نیست و نابود ہو جائے گی مٹ جائے گی۔ یہ تمام طاقتیں جو جمع کر رکھی ہیں فنا ہو جائیں گی۔ یہ باتیں بظاہر انہونی تھیں ناممکن تھیں لیکن انہی باتوں کو بالآخر پورا کر کے اپنی ہستی کو اس طرح کھلا انسانوں کے سامنے ظاہر کیا کہ وہ ان کو اسی طرح نظر آنے لگا جس طرح ہم ان جسمانی آنکھوں سے جسمانی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔

ملک عرب میں انقلاب

چنانچہ وہ انقلاب ملک عرب میں پیدا ہوا کہ ایک بیس سال کے عرصہ میں سب طاقتیں فی الواقعہ ختم ہو گئیں اور لاچار سب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھکنا پڑا۔ اس سے خدا کی ہستی پر ایک زندہ ایمان پیدا ہو گیا۔ اس لئے کہ وہ باتیں جو انہونی نظر آتی تھیں وہ پوری ہو گئیں۔ یہ وہ چیز تھی جس نے ملک عرب میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ جو خدا کی ہستی پر ایمان نہ رکھتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین پیدا ہو گیا کہ اس کے ذریعہ سے انہوں نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔

انقلاب کے عظیم الشان نتائج

بعض وقت دنیا میں ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں، ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ انسان دیکھ لیتا ہے کہ ہاں یہ خدا ہے عرب کے رہنے والوں نے بھی خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس لئے ان کے اندر ایسی قوت پیدا ہو گئی کہ وہ ملک عرب جو کوئی طاقت نہ رکھتا تھا۔ جو غلاموں کا ملک تھا جس کے اندر کوئی علم نہ تھا کوئی سامان نہ تھے جو ان کی طاقت کا موجب ہوتے۔ کوئی قواعد دانی فوج نہ تھی۔ ان کے اندر وہ قوت پیدا ہوئی کہ کل دنیا پر چھا گئے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیا اور ان پر قابض اور متصرف ہو گئے۔ علم اور حکمت میں سب پر فوقیت لے گئے۔ اخلاق میں اور ہمدردی اور خدمت خلق میں دنیا کی قوموں کے معلم بن گئے۔

خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین اور عربوں کا بلند مقام

جس قدر انسان کے اندر خدا کی ہستی پر یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے اسی قدر بلند سے بلند مقام اسے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وہ یقین اور ایمان تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی اور یہ یقین اور ایمان ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ کر پیدا ہوا جو محمد رسول اللہ صلعم کی زبان سے انتہائی بیکسی کے وقت نکلوائی گئیں۔ اسی یقین اور ایمان کا نتیجہ تھا کہ نہ فتوحات میں دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ کر سکی نہ خدمت خلق کے کاموں میں کوئی قوم ان سے آگے بڑھ سکی۔ نہ علم میں کوئی اس سے

سبقت لے گئی۔ نہ زہد اور عبادت میں کوئی اس پر فوقیت لے گئی اور نہ اخلاق میں کوئی اس بلندی تک پہنچ سکی۔ ایک ایک بات میں دیکھ لو۔ کیا دنیا کی کوئی قوم، کوئی انسان ان کا مدمقابل نظر آتا ہے اور یہ کون لوگ تھے۔ یہ وہ تھے جو مردہ پڑے ہوئے تھے کوئی زندگی ان کے اندر نہ پائی جاتی تھی۔ اخلاق میں اعمال میں وہ دنیا کی تمام اقوام میں پست ترین حالت تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کر کے انہیں معزز و ممتاز بنا دیا۔

آج بھی خدا کی ہستی ظاہر ہو رہی ہے

خوب یاد رکھئے کہ آج بھی بعینہ اسی طرح یہ خدا کی ہستی دنیا پر ظاہر ہو رہی ہے۔ جن لوگوں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں ان کو نظر نہ آسکے تو الگ بات ہے۔ لیکن آنکھیں کھول کر دیکھیں تو پتہ لگے کہ کس طرح قرآن کے وہ الفاظ، وہ باتیں جو آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کو سنائی گئیں۔ آج واقعات کے رنگ میں پوری ہو رہی ہیں۔ دیکھو غور کرو۔ یہ قیاسی باتیں نہیں ٹھوس واقعات ہیں۔ ایک طرف خدا کا کلام ہے اور دوسری طرف خدا کا کام

خدا کے کلام کا موجودہ حالات سے مقابلہ

دو کالم بنا لو ایک طرف خدا کے کلام کو رکھ لو اور دوسری طرف ان واقعات کو جو آج دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں صاف نظر آجائے گا کہ جو باتیں خدا نے آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمائی تھیں وہ آج ایسی ننگی ہو کر پوری ہو رہی ہیں کہ کوئی حجاب درمیان میں نہیں رہا۔ کتنے وہ نظارے ہیں جن کو ہماری آنکھیں قرآن کی روشنی میں دیکھ رہی ہیں۔

مسلمان قرآن کو توجہ سے نہیں پڑھتے

میں تو یہ جانتا ہوں کہ مسلمانوں نے قرآن کو توجہ سے پڑھا ہی نہیں ورنہ ان نظاروں کو دیکھ کر ان کے اندر ایک تازہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پیدا ہو جاتا۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ قرآن کو توجہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اس کے اندر سے علم اور حکمت کے موتی نکالتے تھے اور واقعات عالم میں اس کے الفاظ کا مشاہدہ کرتے تھے مگر آج مسلمانوں کے اندر سے یہ جذبہ نکل گیا ہے۔ غور کر کے دیکھو کتنے نظارے ہمارے سامنے آئے ہیں جو قرآن کے الفاظ کا عملی نقشہ ہیں۔

یاجوج اور ماجوج کا نظارہ

میں دو چار باتیں ان میں سے بیان کرتا ہوں۔ دیکھئے۔ یہ نظارہ آج ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے یا نہیں حتیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج کہ جب یاجوج اور ماجوج ہماری آنکھوں کے سامنے کھل گئے یا نہیں۔ کیا دنیا کی ساری تاریخ میں کوئی نظیر موجود ہے کہ کوئی قوم دنیا پر ایسی چھا گئی ہو۔ بڑی بڑی فتوحات لوگوں نے کی ہیں۔ سکندر اعظم کی فتوحات بہت مشہور ہیں لیکن اس طرح سے تمام دنیا پر چھا جانا جیسا یہاں نظر آتا ہے کسی فاتح کی فتوحات میں نہیں پایا جاتا۔

دنیا کی بلندیوں پر قبضہ

پھر ہماری آنکھوں نے یہ نظارہ بھی دیکھا۔ وھم من کل حدب ینسلون کہ یاجوج اور ماجوج دنیا کی سب بلندیوں پر قابض ہو گئے بے شک جن لوگوں نے تاریخ کو پڑھا ہے وہ دیکھ لیں گے۔ اس کی نظیر پہلے نظر نہیں آتی کہ دنیا کی کوئی قوم اس طرح پر بلندی پر چڑھ دوڑی ہو۔ جیسا ان اقوام کا حال ہے۔

تہذیب و تمدن کے مراکز کا نظارہ

پھر ایک اور بھی نظارہ ہم نے دیکھا۔ فرمایا۔ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا کس طرح ریگستان لہلہاتے باغ بن گئے کس طرح مٹی کی دیواروں اور پھوس کے چھپروں کی جگہ خوبصورت محلات بن گئے۔ اسی طرح قرآن کے الفاظ کو واقعات کے رنگ میں پورے ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا۔

صنعت و حرفت میں مغربی اقوام کا کمال

ایک اور نظارہ بھی ہماری آنکھوں نے دیکھا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ ان کی ساری کی ساری کوشش اس دنیا کی زندگی میں لگ گئی اور انہوں نے نہایت اعلیٰ صنعتیں بنائیں اور کس طرح انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان صنعتوں کی وجہ سے اب ہمیشہ کے لئے دنیا پر قابض ہو جائیں گے

مغربی قوموں کا ہولناک تصادم

پھر ایک اور نظارہ بھی ہمارے سامنے ہے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض۔ وہی قومیں جو دنیا پر چھا گئیں جن کے متعلق حدیث میں آتا ہے لا یدان لاحد بقتالھم۔ کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ ہم ایک دن لائیں گے کہ اس دن یہ ایک دوسرے کے اوپر موجیں ماریں گی ایک دوسری کے اوپر چڑھائی کر دیں گی۔

جہنم کا آتشیں نظارہ

وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا۔ اس دن ہم جہنم کو کافروں کے سامنے رکھ دیں گے۔ یہ نظارہ بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس جہنم کو جس کا انکار ہو رہا تھا۔ اپنی آنکھوں سے انہوں نے دیکھ لیا اور رات دن اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ سورۃ کہف میں عیسائی اقوام کے ذکر میں فرمایا ہے

تہذیب و تمدن کی عبرتناک تباہی

پھر ایک اور نظارہ بھی ہم نے دیکھا وانا لجاعلون ما علیھا صعیدا جرزا جو کچھ زینت محلات کے رنگ میں اس زمین کے اوپر بنے گی۔ پھر ہم اسے گرد و غبار کی طرح اڑا دیں گے اور لہلہاتے باغوں کو ویرانے بنا دیں گے۔ چونکہ مٹی گرد و غبار کی صورت میں اوپر چڑھتی ہے اس لئے اسے صعید کہا جاتا ہے اور جرز اس زمین کو کہا جاتا ہے جس کی سبزی کاٹ دی جائے اور وہ ویرانہ اور بنجر کی طرح ہو جائے۔ تو فرمایا۔ یہ جو زمین کے اوپر بڑے بڑے محلات اور زینت کی جگہیں ہیں ان کو ہم اڑا کر گرد و غبار بنا دیں گے۔ اور جو باغات اور لہلہاتے کھیت ہیں انہیں ویرانے اور بنجر زمینیں بنا دیں گے۔ کیا یہ نظارہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں؟ کس طرح سے بڑے بڑے عظیم الشان محلات اور زینت گاہیں جہاں کل تک عیش و طرب کھیل رہے تھے گرد و غبار ہو کر اڑ گئے اور لہلہاتے کھیت اور باغات کٹ کر زمینیں بنجر ہو گئیں

قریہ اور عذاب

پھر ایک اور نظارہ بھی ہماری آنکھوں نے دیکھا اور یہ بہت ہی ابعید بات تھی۔ مگر یہاں بھی قرآن کی صداقت کو اللہ تعالیٰ نے آفتاب کی طرح روشن کر کے دکھایا۔ فرمایا۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا۔ کوئی ایسا قریہ نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا سخت ترین عذاب میں مبتلا نہ کریں۔ قرآن کریم میں عذاب کے ذکر میں قریہ کا ذکر بہت آتا ہے۔ واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا۔ قریہ کے معنی ہیں ایک تو جمع کرنے کے اور دوسرے معانی سے کے رو سے قریہ کہتے ہیں ان مقامات کو جہاں لوگ جمع ہوتے اور جہاں مہمانی کا سامان ہوتا ہے۔ یعنی تہذیب کے وہ مرکز جہاں جلسے اور پارٹیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا کہ کچھ تو ہم ہلاک کر دیں گے صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اور کچھ کو عذاب شدید میں مبتلا کریں گے۔ کیا یہ واقعات کی صورت میں ہمارے سامنے نہیں آ گیا

اب حالت منتظرہ باقی نہیں رہی

کونسی چیز ہے جس کے لئے حالت منتظرہ باقی ہے کہ خدا کی ہستی کا یقین اس سے آجائے۔ پھر فرمایا۔ کان ذالک فی الکتٰب مسطورا۔ یہ کتاب کے اندر ہمیشہ سے لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ علم الٰہی کی کتاب کے اندر لکھی ہوئی چیز ہے جو ٹل نہیں سکتی کیا آج ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا کہ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں موجودہ تہذیب کی بستیاں اس کا مزہ چکھ چکیں اور جو باقی ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی باری کب آنے والی ہے۔

خدا اپنی ہستی منوانا چاہتا ہے

اس میں شبہ نہیں کہ خدا اس زمانہ میں اپنے آپ کو منوانا چاہتا ہے اور اپنے زور آور حملوں سے اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے۔ غور کیجئے کہ کس طرح آج آپ کی آنکھوں کے سامنے تمام باتیں جو تیرہ سو سال پہلے کہی گئیں پوری ہو رہی ہیں۔ ایک بات نہیں دو نہیں دس نہیں سینکڑوں ہیں۔ جو اس قدر صفائی کے ساتھ خدا کی ہستی پر شہادت دے رہی ہیں کہ اس سے زیادہ صفائی ممکن نہیں

حضرت مسیح موعود کا زبردست احسان

یہ تمام باتیں انسانوں کی آنکھوں سے مخفی رہ جاتیں۔ اگر ایک شخص کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے وہ انکشاف نہ فرمایا ہوتا۔ جس سے یہ سب باتیں روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئیں۔ ایک انکشاف مگر کتنا زبردست انکشاف کہ یہ یاجوج و ماجوج ہیں اگر یہ انکشاف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قلب پر نہ ہوا ہوتا تو دنیا کی نظروں سے یہ تمام پیشگوئیاں اوجھل رہتیں اور قرآن کی صداقت اور خدا کی ہستی پر جو آج زبردست شہادت ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ اسی کا احسان ہے کہ اس نے ان حقائق کی خبر دی اور یہ جماعت کھڑی کی جس کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ ان حقائق کو دنیا میں پہنچائیں۔ اس لئے اس جماعت کو تقویت دینا یہ آپ کا فرض ہے کہ اس میں شامل ہو کر جماعت کی تحریکات میں حصہ لیکر اس فرض کو ادا کریں۔

حضرت مرزا صاحب کا عظیم الشان کام

لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کیا کام کیا۔ میں کہتا ہوں کام کے نتائج کو دیکھنا ہو تو دائرہ اشاعت وسیع کر کے ہی دیکھ سکتے ہو۔ جس پیمانے پر لوگ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہیں اسی پیمانے پر اس کے نتائج کو بھی دیکھتے ہیں۔ ساری سامان دنیا کے روز کی تکالیف اٹھائی تو ساری سامان دنیا [illegible] کی راحت کو حاصل کیا

اگر مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے

اگر مسلمانوں میں یہی احساس تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ اور قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے متعلق پیدا ہو جائے جو دنیا کی مشقت کو اٹھانے کے متعلق ہے تو آج زبردست کام ہو سکتا ہے مگر بے شمار مسلمان اور ان کا ایک بہت بڑا حصہ اس چیز سے غافل ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے عظیم الشان کام کیا لیکن اب جس قدر لوگ اپنے آپ کو اس مشقت میں ڈالیں گے جس کی طرف حضرت مرزا صاحب نے بلایا ہے اسی پیمانے پر اس کے نتائج کو دیکھ لیں گے

جماعت سے اپیل

میں آپ سے ایک اپیل کرتا ہوں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ذرا قدم آگے بڑھاؤ ہم سب ایک فوج کے سپاہی ہیں۔ اس فوج کے قواعد ہیں اور جس غرض کے لئے یہ فوج بنائی گئی ہے۔ اس سے انحراف کر کے اس کے

اندر نہیں رہ سکتے۔ ایک شخص ایک برادری کی رسومات کو توڑ نہیں سکتا اور جو شخص برادری کی رسومات کو توڑے۔ وہ برادری کے اندر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح تم جس جماعت کے اندر ہو۔ اس کے بھی قواعد او قوانین ہیں۔ ان قواعد اور قوانین کو توڑ کر تم اس جماعت میں نہیں رہ سکتے ہماری کمزوری ہے کہ جماعت کے قواعد کی پابندی پوری طرح نہیں کی جاتی۔ یہ جو اس جماعت سے اقرار لیا جاتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص تبلیغ اسلام میں حصہ لیگا۔ اسکی پابندی ہر ایک پر جو اس جماعت کے اندر ہے لازمی ہے۔ نہ کوئی مرد اس سے بری ہے اور نہ کوئی عورت۔ اپنی اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کو اس میں حصہ لینا ضروری ہے۔

آمدنیوں کا ایک حصہ خدا کے راستہ میں دو۔

لیکن طاقت کو اگر ہر ایک کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے نظام ٹھیک نہیں رہتا۔ اس لئے جماعت کا نظام بنانے کے لئے کچھ اولوالامر بنانے پڑتے ہیں۔ اور ان کے احکام کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ بیشک تم جس قدر جی چاہے کوشش کرو اور کما ؤ اور رکھاؤ لیکن اپنی آمدنیوں کا ایک حصہ ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے دیدیا کرو اس کو خدا کے لئے اپنے اوپر لازم کر لو۔ اور کیسے بھی حالات ہوں۔ یہ خدا کا حصہ دینے میں تساہل نہ کرو۔ تم ایک برادری کے فرد ہو جس کی یہ رسم ہے کہ اپنی آمدنی میں سے ایک آنہ فی روپیہ خدا کی راہ میں دینا ہے اس رسم کو تم توڑ نہیں سکتے اور نہ اس کو توڑ برادری کے اندر رہ سکتے ہو۔ یہ سب سے بڑی بات ہے جو میں نے تم سے کہی ہے۔ اسکو غور سے سن لو۔ اور پوری پابندی کے ساتھ اس پر کاربند ہو جاؤ۔

نماز جمعہ کے متعلق تاکید

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ نماز جمعہ کے متعلق ہے کسی طرح اس کو اپنے اوپر اتنا لازم کر لیں۔ کہ جمعہ میں شمولیت سے کوئی عذر روک کا موجب نہ ہو۔ یہ نہ کہو کہ فراغت نہیں ملتی۔ فراغت کر لو۔ ملازمت میں ہو۔ تب بھی اور کوئی اور کاروبار ہو۔ تب بھی فراغت کر لینا کوئی مشکل امر نہیں صرف عزم کی کمی ہے۔ عزم کر لو۔ تو سب کام ہو جاتے ہیں اپنے آپ کو پابند کر لو کہ ایک آنہ فی روپیہ اپنی آمدنی میں سے ضرور دینا ہے۔ کوئی مشکل تمہارے سامنے نہ رہیگی اور تمہارے سب کام یونہی چلتے رہیں گے اسی طرح اپنے اوپر لازم کر لو۔ کہ جمعہ میں ضرور شامل ہونا ہے پھر کوئی روک رستہ میں نہ رہے گی۔

ایک خوشخبری

اس کے ساتھ ہی میں آپ کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں پچھلے دنوں بحیثیت قوم ہمیں ایک صدمہ پہنچا تھا کہ ایک آدمی جس کو ہم مبلغ بنا تیار کر رہے تھے وہ ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ اس عید سے پہلے یہ خوشخبری ملی ہے کہ ایک اور دوست نے جو میرے علم میں اس سے بڑھ کر مفید اور زیادہ قابل ہے اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کیا ہے۔ یہ خدا کے کام ہیں کہ اگر ایک ہم سے چلا گیا تو اس سے بڑھ کر زیادہ قابلیت کا آدمی مل گیا۔ اس نے ابھی نام ظاہر کرانے کی اجازت نہیں دی مگر اس نے مجھے خط لکھ دیا ہے کہ اپنے والد سے اجازت حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرتا ہے۔ میرے لئے اس کی خوشی عید کی طرح ہے کیونکہ ہماری خوشی اس ایک بات میں ہے۔ کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے سامان مل جائے۔ سو یہ ایک سامان اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہم کو دیا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین

دکن سے ایک صدائے حق

جماعت احمدیہ لاہور کی عظیم الشان خدمات دینی کا اعتراف

جناب مولوی اصغر علی صاحب وکیل اورنگ آباد دکن ایک ذی علم و صاحب احساس بزرگ ہیں۔ میں نے انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا خطبہ صدارت بتقریب سلور جوبلی ۱۹۳۸ء اور رسالہ "اسلام اور موجودہ جنگ" بھیجا تھا۔ ان کے مطالعہ کے بعد مندرجہ ذیل خط موصوف نے خاکسار کو تحریر فرمایا۔ (محمد انعام الحق)

اورنگ آباد دکن - ۲ر آذر ۱۳۵۱ف مطابق ۷ر اکتوبر ۱۹۴۱ء

مکرمی محترمی! السلام علیکم

آپ کا رسالہ ایک رسالہ (اسلام)[1] اور دوسرا خطبہ صدارت حضرت علامہ محمد علی صاحب[2] مجھے یکے بعد دیگرے وصول ہوئے پہلے تو مجھے قاضی تمیز الدین صاحب[3] کا مشکور ہونا چاہئے۔ جنہوں نے میری عزت افزائی فرما کر آپ سے میرا تعارف کرایا۔ اس کے بعد میں آپ کا بہت بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری عزت افزائی فرمائی۔ میں نے رسالہ اور خطبہ کو کافی غور و خوض کے ساتھ پڑھا۔ علامہ موصوف کی تحریر کے متعلق میری خوش قسمتی ۔ ۔ ۔ ۔ ہے کہ میں اس پر قلم اٹھاؤں۔ صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مولانا کی عمر میں اور ترقی عطا فرمائے۔ تاکہ ان کے ہاتھوں اسلام کی خدمت ہوتی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی تعلیم یافتہ مسلمان غیر احمدی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے کہ احمدی جماعت نے جو خدمت اسلام کی انجام دی ہے یا انجام دے رہی ہے۔ وہ ہر طرح قابل تعریف ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ احمدی جماعت کے ایک فرقے نے اس قدر غلو کیا کہ عام مسلمانوں میں نفرت پیدا ہو گئی۔ جہلا تو جہلا پڑھے لکھے آدمیوں نے بھی عوام کا ساتھ دیا۔ جس جماعت سے آپ کو اور علامہ موصوف کو تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی سمجھدار مسلمان اس سے اختلاف نہیں کرے گا۔ خطبہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر ٹھوس کام آپ کی انجمن نے کیا اور کر رہی ہے مولانا موصوف نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اسلام کی تعلیم اور دوسرے کسی مذہب کی تعلیم کی دو طرح سے تقسیم کی جا سکتی ہے ایک اصولی اور دوسری فروعی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں اور آپ میں اصولی اختلاف ہے یا فروعی۔ کوئی مسلمان اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ اللہ پر ایمان، رسلوں پر ایمان رسولوں پر ایمان، خیر و شر کے نتائج پر ایمان۔ بعث بعد الموت یا قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ قادیانی و غیر قادیانی شیعہ سنی حنفی وہابی۔ الغرض جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب ان اصولی امور میں متفق ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنا عزیز وقت فروعی جھگڑوں میں ضائع کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر ادبار گرا ہوا ہے جہاں کسی نے اچھا کام ہاتھ میں لیا اور میدان عمل میں آیا۔ اس پر لعن طعن شروع ہوئی۔ مولویوں کے کفر کے فتوے۔ عوام کی تبرا بازی، اخبارات میں ایک دوسرے پر حملہ شروع ہو گئے مسلمانوں کا روپیہ انہی لغویات پر صرف ہوتا ہے اور اخوت اسلامی کا نمونہ ہم سب مسلمان ایک دوسرے کو گالیاں دے کر ہندوؤں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مذہب سے ہٹ کر مسلمانوں کی سیاسی زندگی کو ملاحظہ فرمائیے سوائے اس کے کہ بارگاہ رب العزت میں بہ خلوص دعا کی جائے کہ خداوند تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو نیک راہ پر لگا۔ اور ان میں جو نقصان ہے اس کو دور فرما۔ اور کیا کیا جا سکتا ہے میں نے آپ کا بہت وقت لیا ہے۔ رمضان شریف کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے۔ ورنہ بہت زیادہ لکھتا۔ براہ کرم آپ انگریزی زبان میں جو کتب لکھی گئی ہیں۔ وہ روانہ فرمائیے۔ تاکہ یہاں کی ہندو لائبریری[1] اور عیسائی لائبریری میں بھیجدوں۔ پڑھنے کے بعد بہت سے بہکے ہوئے دل راہ راست پر آجاتے ہیں۔ مسز راؤ یہاں کے سنٹرل بنک کے منیجر کی بیوی ہیں۔ وہ بہت تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کا تبادلہ ہو گیا ہے اگر مجھے ان کا پتہ معلوم ہو گیا۔ تو آپ کو لکھوں گا۔ دو چار انگریزی زبان کی کتابیں آپ براہ راست ان کے پاس بھیجدیجئے گا

خاکسار

اصغر علی ربانی[2]

[1] اسلام اور موجودہ جنگ اور کال آف اسلام کی دو دو کاپیاں ارسال کی گئیں۔ انشاء اللہ اور ٹریکٹ مرکز سے منگا کر ارسال کرونگا۔ خط بھی لکھا۔ ایک کاپی رد تکفیر اہل قبلہ بھی ارسال کی گئی

[2] مولوی اصغر علی صاحب وکیل۔ اورنگ آباد۔ ریاست حیدر آباد۔ دکن

[1] رسالہ "اسلام اور موجودہ جنگ"

[2] خطبہ صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بتقریب سلور جوبلی

[3] جناب مولوی تمیز الدین صاحب وکیل چیف ضلع اورنگ آباد

میاں صاحب کی تفسیر کبیر پر ایک نظر

۷/۱

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

۳

مفسرین کرام کو بلا استثنا ڈانٹ ڈپٹ کے بعد آپ نے حضرت ابن عباسؓ کی دو مختلف روایات متعلقہ اصحاب کہف اور سوال کیفیت روح وغیرہ پر تنقید کی ہے۔ جس کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ دونوں روایات ایک دوسرے کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلاف عقل ہیں۔ اس میں آپ نے۔ ع

بتماشہ زگر زگراں بشکنم

کا ثبوت دیا ہے۔

بیان القرآن کی نقل اور میاں صاحب کی تعلی

روایات کی تنقید مذکور اور مفسرین کرام کو جاہل بنانے کے بعد آپ نے ایک عنوان یوں جمایا ہے:-

"اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق اس سورہ کا پہلی سورہ سے تعلق"

اسی کی ذیل میں آپ فرماتے ہیں:-

"اب میں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں کیا علم دیا ہے"

سبحان اللہ! کیا شان بے نیازی ہے۔ جو فلسفیوں سے نہ کھل سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا۔ وہ راز ہائے میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے چند اشاروں میں بتا دیا۔

مگر آپ حیران ہوں گے کہ اس فخرو مباہات کے زیر عنوان جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بیان القرآن میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ گویا جس فرشتہ نے میاں صاحب پر یہ راز الہام کیا ہے وہ بیان القرآن پڑھ کر گیا ہے۔ یعنی سورۃ النحل میں بحیثیت مجموعی اہل کتاب کا ذکر شروع ہو چکا۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کو عروج و فتوحات حاصل ہوں گی۔ پھر سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر کرکے اس عروج اسلام کی طرف توجہ دلادی اور یہ بتایا کہ وہ برکات جو انبیاء بنی اسرائیل کی معرفت مسجد اقصیٰ (اسرائیل کے گھرانے) کو دی گئی تھیں وہ سب مسلمانوں کو ملیں گی۔ چنانچہ یہود کی دو بغاوتوں کی وجہ سے۔ برکات ان سے چھین لی گئیں اور مسلمانوں کو مل گئیں۔ بیت المقدس اور ارض موعود (جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں) وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں۔ اب اس کے بعد ضروری تھا کہ عیسائیت کا عروج و زوال دکھا کر اس پر غلبہ اسلام کو دکھایا جائے اور یہی سورہ کہف کا موضوع ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ نے بیان القرآن میں جو کچھ کمال متانت کے ساتھ لکھ دیا۔ وہی میاں صاحب نے اپنی تفسیر میں نقل کر دیا۔ مگر سحر طرازی کرنے کیلئے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ بیان القرآن کی نقل ہے۔ لکھ دیا

"یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالےٰ نے مجھے دیا"

اسی کی ذیل میں آپ فرماتے ہیں:-

"رہا یہ سوال کہ اصحاب کہف اور دو باغوں کی تمثیل سے اور موسےٰ کے اسرا کے واقعہ اور پھر ذو القرنین اور یاجوج ماجوج کے ذکر کا ان امور سے کیا تعلق۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان واقعات میں مسیحی قوم کی ابتدا اور انتہا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو مسلمانوں پر ان کی بیدینی کی وجہ سے مسیحی اقوام کی طرف سے پیش آنے والی تھیں" صفحہ ۹۰۳

حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو خلاصہ سورہ کہف کا بیان کیا ہے اس میں یہی بات لکھی ہے جو میاں صاحب کو فرشتہ پڑھا گیا ہے مگر اس میں اس فرشتہ صاحب نے ایک تحریف ضروری کی ہے اور وہ یہ کہ جہاں حضرت امیر نے یہ لکھا ہے

"جب اسلام کو ظاہری طور پر یعنی ملکی رنگ میں بہت مغلوبیت کا پہلو دیکھنا پڑے گا۔ مگر آخر کار اسلام ہی غالب آئیگا"

اسے میاں صاحب کے فرشتے نے یوں املا کر دیا۔

"اور ساتھ ہی ان مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلمانوں پر ان کی ذاتی بے دینی کی وجہ سے مسیحی اقوام کی طرف سے پیش آنے والی تھیں"

اور یہ تحریف محض اس لئے واقع ہوئی کہ جناب میاں صاحب کے فرشتوں کو عام مسلمانوں کے ذاتی طور پر بیدین اور کافر بنانے کا بیحد شوق ہے پس لکھوائے قول جیسی روح ویسے فرشتے۔ یہ تحریف تاگریز تھی

اب رہا سورۃ النحل، سورہ بنی اسرائیل اور سورہ کہف کی تفسیر اور ان کا آپس میں تعلق۔ سو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان تینوں سورتوں میں اس سے بہتر تعلق اور ربط دکھا سکتے ہیں۔ سورۃ النحل کا اصل موضوع امر اللہ یعنی آسمانی بادشاہت یا اسلامک کلچر ہے۔ جو نیشنل کلچر اور سپرچوئل کلچر دونوں پر حاوی ہے۔ اور اس سورۃ کی ایک ایک آیت کلچرل نقطہ نگاہ سے باہم ایسی مربوط ہے کہ کسی دوسرے موضوع کے زاویہ نگاہ سے اس سورۃ کو سمجھنا تکلف کے ساتھ آیات کا باہم جوڑنا ہے جیسا کہ میاں صاحب نے لگایا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں یہودی کلچر کا استقصا ہے۔ جس کی برکات آسمانی بادشاہی یا اسلام میں منتقل ہو رہی ہیں۔ سورۃ کہف میں مسیحی کلچر کی ابتدا اور انتہا کا ذکر ہے جو آہستہ آہستہ سپرچوئل کلچر سے انتہائی میٹیریل کلچر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب اس مسیحی کلچر کو مسلمانوں کی بے دینی کی سزا سمجھتے ہیں۔ خداوند عالم کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ اس نے امت محمدیہ کو سزا دینے کیلئے یاجوج ماجوج اور فتنہ دجال کو کھڑا کیا

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی صداقت اور قرآن مجید کی حقانیت و سائنس کی رو سے ثابت کرنے کیلئے مغربی کلچر کی اس طرح ضرورت تھی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مبشر احمد جناب مسیح کی انجیل یا بشارت کی۔ اور حضرت مسیح موعود کے مشن صداقت اسلام کی تائید کیلئے سینٹیفک دلائل کی۔ وجود مغربی کلچر نے سائنس کے تمام شعبوں میں ترقی کی ہے۔ اور ان لوگوں نے اپنی ان تھک کوششوں سے زمین کے دفینوں اور مذہبی کتابوں کو باہر لاکر ایک بیش بہا خزانہ صداقت اسلام کا پیدا کر دیا ہے۔ پس یاجوج و ماجوج کی سارسی کوشش استحکام دین کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔ گو اسکا وجود کسی ایک صورت میں کافر و مسلمانوں کے لئے مضر کیوں نہ ہو؟ خود قرآن مجید کے متعلق صحیح مسلم میں حدیث موجود ہے۔ ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً ویضع بہ آخرین۔ قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالےٰ بہت سی قوموں کو بلند کرے گا۔ اور اس کے ساتھ بعض دوسری قوموں کو ضائع بھی کر دے گا۔

سپرچوئل کلچر کے بغیر میٹیریل کلچر فسادات کا باعث ہوتا ہے مغربی کلچر کو امت محمدیہ کی بے دینی کی سزا قرار دینا میاں صاحب کی خوش فہمی ہے۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ مغربی تعلیم نے مسلمانوں کو ایک مہلک نقصان پہنچایا ہے۔ مگر اس نقصان میں نہ تو علمائے بدعوا اور مسلمان برابر کے حصہ دار ہیں۔ بقول میاں صاحب مسلمانوں کی بیدینی ہی یاجوج ماجوج کے خروج کی ذمہ دار نہیں۔ اگر یاجوج ماجوج کا قاہرانہ علو اور حکومت مسلمانوں کی بیدینی کی وجہ سے بطور سزا ہے تو ڈلہوزی کے اس تازہ واقعہ کے متعلق کیا کہا جائے جس میں یاجوج ماجوج کے لشکری گھنٹہ تک خلافت مآب کی کوٹھی پر قبضہ کئے بیٹھے رہے جس کا رونا الفضل میں

"سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا"

سے شروع کرکے دس صفحات میں رویا گیا ہے۔ یہ حادثہ الیمہ جو خلافت مآب کو پہنچا۔ کتنی عجیب منطق ہے کہ اس کی وجہ رہبروں کی بیدینی قرار دی گئی ہے۔ اس حادثہ پر خلافت مآب اس قدر برافروختہ ہو گئے ہیں۔ کہ احمدی لامبر بھی اس شعلہ فشانی سے بچ نہیں سکے۔ اور حضور نے بالآخر فرما ہی دیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ یہ قانون ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں سے گزرا جن میں سے بعض میرے نہایت ہی عزیز ہیں۔۔۔۔ اگر اس قانون کا یہی منشا ہے تو یقیناً انہوں نے اپنی احمدیت پر دھبہ لگایا ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ فوراً استعفا دے دیتے اور کہدیتے کہ ہم اس قانون (ڈلہنس اوف انڈیا ایکٹ) کی تائید کرنے یا اس پر دستخط کرنے کیلئے تیار نہیں"

یاجوج ماجوج کی قاہرانہ طاقتیں بے دین لوگوں کی سزا دہی کیلئے ہیں۔ مگر اس مردم ناشناس قانون نے خلافت مآب پر بھی چھاپہ جا مارا۔ ایسی صورت میں خلافت کا غضب بالکل بجا تھا۔ مگر کمبخت ان ہولی باتیں ہو کر رہتی ہیں۔ جس سرکار والا تبار کیلئے بقول خود انہوں نے پوری جماعت سے ہفتہ بھر کے روزے رکھوائے۔ تہجد میں گڑگڑا کر دعائیں کرائیں۔ لاکھوں روپیہ سے اس کی مدد کی۔ لاکھوں آدمیوں کو جنگ کی بھینٹ کیا۔ مگر یاجوج ماجوجی اس آگ نے اپنے صد سالہ پرستار کو بھی داغ دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ پس اعمالھم حسرات علیھم کی اس عملی تفسیر کے بعد خلافت مآب کا یہ فرمانا کتنا سچ ہے؟

"ہر وہ (احمدی) شخص جس نے اس قانون پر دستخط کئے۔ ہر وہ شخص جو اس مشورہ میں شریک رہا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے اور وہ ۳۳ کروڑ باشندوں (+ خلافت مآب) کو ذلیل کرنے کا مرتکب ہے۔ اس کی نمازیں، اس کے روزے اور اس کی قربانیاں اس کے کسی کام نہیں آئیں گی۔ کیونکہ اس نے دین کو دنیا پر مقدم نہیں کیا"

جل جلالہٗ

ہمارے خیال میں تو جناب خلیفہ صاحب کو اس کے ساتھ یہ بھی فرمانا چاہیئے تھا کہ جس جماعت کی دعاؤں اور کوششوں سے ایسا احمدی اس مرتبہ اور مقام پر پہنچا اور لامبر بنا۔ ان کی نمازیں، روزے اور قربانیاں سب ضائع ہو گئیں۔

فی الحقیقت اس وقوع پر اگر خلافت مآب انجیل کو سامنے رکھتے تو جناب مسیح کی زندگی کے اس سانحہ ہوشربا کے ساتھ اس کی پوری مطابقت ظاہر ہے۔ جس میں جناب مسیح کو پکڑوانے والا بھی ان کی جماعت کا ایک معزز رکن اور تھیلی بردار تھا جناب مسیح کے پکڑوانے کی اسے یہ سزا ملی تھی کہ وہ خود کمہار کا ایک کھیت خریدے اور اپنے آپ کو اس میں پھانسی دے۔ بہرحال وہ سزا جو جناب خلیفہ صاحب نے اس معزز لامبر کو دی وہ سزا بھی کچھ کم نہیں۔ سو دیا تفاق بھی بعض اوقات کتنا عبرت انگیز ہوتا ہے کہ وہ یاجوج ماجوجی فوج جو صرف امت محمدیہ کے معاذ اللہ بے دینوں کو سزا دینے کے لئے مبعوث ہوئی تھی۔ وہ خلافت مآب پر بھی ۲ گھنٹہ کیلئے مسلط ہو گئی۔

(باقی آئندہ)

رفتارِ عالم

مؤرخہ ۱۹ اکتوبر سے مؤرخہ ۲۵ اکتوبر تک

روس کے حالات "روس میں حالات تشویشناک ہیں۔ مگر یہ کئی پہلوؤں سے ان حالات سے مختلف نہیں جن کا برطانیہ کو ۱۹۴۰ء میں سامنا کرنا پڑا تھا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ روسی بھی اسی طرح اپنے صنعتی وسائل دوبارہ منظم کر سکیں گے۔ جس طرح ہم نے اپنے وزیر اعظم کی قیادت میں کامیابی حاصل کی۔"

روس میں جنگ کی حالت پر یہ جامع تبصرہ لارڈ بیوربروک نے پارلیمنٹ برطانیہ کے ایوان امراء میں کیا۔ ہفتہ زیر تبصرہ میں اس جنگ کے بارے میں جو خبریں موصول ہوتی رہی ہیں۔ ان کے پیش نظر لارڈ بیوربروک کے مذکورہ بالا الفاظ صورت حالات کے آئینہ دار ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں سقوط فرانس کے بعد برطانیہ کی جو حالت تھی۔ اسے یاد کیجئے تو کئی اعتبار سے ... روس میں بھی اب وہی حالت ہے۔ لینن گراڈ سے لے کر یوکرائن تک جرمن زیادہ سے زیادہ دباؤ روسیوں پر ڈال رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے گذشتہ چار ہفتوں میں کئی پینترے بدلے۔ لینن گراڈ پر شدید دباؤ کی خبریں آ رہی تھیں کہ اچانک ماسکو والے محاذ پر جرمنوں کی یلغار کی خبریں آنی شروع ہو گئیں۔ خاص کر اکتوبر کے اوائل سے اس محاذ پر جرمنوں نے اپنا دباؤ زیادہ شدید کر دیا۔ ماسکو کی طرف جرمنوں نے بیک وقت شمال مغرب، مغرب، جنوب مغرب اور جنوب کی جانب سے اپنی پوری فوجی قوتوں کو لے کر بڑھنا شروع کیا۔ ہالینڈ، بلجیم، فرانس اور یوگوسلاویہ میں جرمن فوجوں کی یلغار اور پیشقدمی کی رفتار کے پیش نظر ان خبروں سے ساری ... دنیا میں سنسنی پھیل گئی۔ مگر روسیوں نے شدید مزاحمت کی۔ جرمن فوجیں بلاشبہ آگے بڑھیں۔ لیکن سامان جنگ اور انسانی جانوں کے بھاری اتلاف کی صورت میں گرانقدر قیمت ادا کرنے کے بعد جرمن فوج کی یلغار مدھم پڑ گئی۔ برلین ریڈیو نے ہفتہ زیر تبصرہ کے اوائل میں اعلان کیا کہ ماسکو کے لئے موجودہ جنگ کا دوسرا دور شروع ہونے کو ہے۔ غیر جانبدار ذرائع سے خبریں آئیں کہ جرمن مزید ٹینک مزید فوجیں اور مزید سامان جنگ ماسکو پر نیا حملہ کرنے کے لئے لا رہے ہیں۔ اس وقت خود جرمن فوجیں ماسکو سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر تھیں کہ اچانک نازیوں نے ایک اور پینترا بدلا۔

ماسکو سے ہٹ کر یوکرائن میں ۲۲ اکتوبر کو خبر آئی کہ ماسکو کی جنگ کو ادھوری چھوڑ کر جرمنوں نے یوکرائن میں مشرق کی جانب خارکاف پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ خود برلین ریڈیو نے اس دن فارسی، اردو اور انگریزی زبان کی نشریات میں اعلان کیا کہ جرمن ہائی کمانڈ کے نزدیک ماسکو پر قبضہ کرنا اتنا ضروری نہیں۔ جس قدر خارکاف پر قبضہ کرنا اہم ہے۔ اس کے دوسرے ہی دن یہ جنگ بھی ادھوری چھوڑ دی گئی اور یہ خبر آئی کہ جرمنوں نے جنوبی یوکرائن کے جزیرہ نما کریمیا پر شدید حملے شروع کر دیئے ہیں۔ پہلے جرمن توپخانوں نے گولہ باری شروع کی۔ پھر غوطہ مار بمبار ہوائی جہازوں کے پرے آئے اور انہوں نے بم برسائے۔ ان کے بعد ٹینک بڑھائے گئے۔ مارشل بڈینی کی فوج اس دباؤ کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد روسیوں نے جوابی حملے کرکے جرمنوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور جرمن فوجیں پھر اس مقام پر واپس آنے پر مجبور ہو گئیں۔ جہاں سے انہوں نے کریمیا پر حملے شروع کئے تھے اس لڑائی میں تقریباً دس ہزار جرمن افسر اور سپاہی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ کریمیا کی بندرگاہ پیریکاف پر قبضہ کرنے کے لئے جرمنوں نے اپنے سپاہی حقیقی معنوں میں ایندھن کی طرح آگ میں جھونکے۔ روسی توپوں نے ان کی تمنا پوری کر دی اور بالآخر جرمن اپنے سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹوا کر واپس ہٹ آئے۔

پھر ماسکو کی طرف اب جرمنوں نے پھر پینترا بدلا ہے چنانچہ مورخہ ۲۴ اکتوبر کی تازہ ترین خبروں کے مطابق انہوں نے پھر ماسکو کا رخ کیا ہے۔ اس دن کی آخری خبر یہ تھی۔ کہ جرمن لینن گراڈ کے محاذ سے اور یوکرائن کے محاذ سے ماسکو کے محاذ پر فوجیں منگوا رہے ہیں۔ لینن گراڈ سے جرمنوں کے علاوہ فنی فوجیں بھی لائے۔ اور یوکرائن سے رومانوی اور ہنگری فوجیں منگوائیں اور ماسکو پر ایک اور حملہ شروع کیا۔ برلین ریڈیو نے اعلان کیا کہ جرمن فوجیں پیشقدمی کرتی ہوئی ماسکو سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کیا کہ روسی فوجیں بڑی سخت مزاحمت کر رہی ہیں اور خراب موسم ماسکو پر ہوائی حملے کرنے میں رکاوٹ کا باعث ہے۔

ہفتہ زیر تبصرہ ختم ہوتے وقت حالت یہ ہے کہ شمال میں لینن گراڈ کے محاذ پر مارشل وارشیلاف کی فوجیں جرمنوں کو پیچھے دھکیل رہی ہیں اور ان کے جوابی حملے روز بروز شدت اختیار کر رہے ہیں۔ فوجی مبصروں کا بیان ہے کہ جرمنوں کا اس طرح بار بار مختلف محاذوں پر حملے کرنے کا مقصد کوئی کمزور مقام تلاش کرنا ہے مگر انہوں نے ہر محاذ پر روسیوں کو چٹان کی طرح مضبوط ڈٹے ہوئے پایا۔ اور جرمن سمندر کی لہروں کی طرح اس سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتے رہے ہیں۔

اہل ماسکو کا حلف ماسکو کے محاذ پر جرمنوں کا دباؤ زیادہ ہے زیادہ شدید حملے ماسکو سے شمال اور شمال مغرب میں کیلی نن اور دیازما کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس محاذ پر پہلے مارشل ٹموشنکو کمانڈر تھے۔ اب روسی ہائی کمانڈ نے انہیں اور مارشل بڈینی اور مارشل وارشیلاف کو تازہ فوجیں تیار کرنے کا کام سونپا ہے۔ مارشل ٹموشنکو کی جگہ سابق چیف آف سٹاف جنرل ژوکاف کو کمان دی گئی ہے۔ ماسکو کی حفاظت کے لئے نئے مورچے بنائے جا رہے ہیں۔ جو ابھی تک سوویٹ گورنمنٹ کا صدر مقام ہے۔ موسیو سٹالن اپنی گورنمنٹ سمیت ابھی تک ماسکو میں مقیم ہیں۔ اگرچہ غیر ملکی سفارت خانے اور بعض سرکاری دفتر کوبے چیو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ جو ماسکو سے مشرق کی جانب تقریباً ۵۵۰ میل کے فاصلے پر ہے ماسکو کے باشندوں نے حلف اٹھایا ہے کہ وہ آخری دم تک دشمن کا مقابلہ کریں گے اور اس کے بچاؤ کے لئے خون کی ندیاں بہا دیں گے۔

ماسکو کی اہمیت شمال میں کالینن پر اور جنوب میں اوریل پر جرمنوں کا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے ماسکو کی فوجی اہمیت بہت کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ کالینن پر قبضہ سے ماسکو اور لینن گراڈ کے درمیان ریلوے لائن اور اوریل پر قبضہ کی وجہ سے ماسکو اور خارکاف کے درمیان ریلوے لائن منقطع ہو گئی ہے۔ ماسکو کا سارا علاقہ صنعتی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ مگر لینن گراڈ سے لیکر ماسکو کے جنوب میں تولا تک کے سارے علاقے میں جتنے صنعتی اور اسلحہ ساز کارخانے تھے۔ وہ یہاں سے مشرق میں کوہ یورال منتقل کئے جا چکے ہیں۔ یہ سلسلہ جون کے مہینے میں ہی شروع ہو گیا تھا جب روس اور جرمنی کی جنگ شروع ہوئی تھی۔ ایک امریکن مبصر نے بیان کیا کہ موسیو سٹالن نے تمام امکانات کے پیش نظر ہر طرح کے اقدامات کے لئے پروگرام بنایا تھا۔ اس پروگرام کے مطابق اس سارے علاقہ سے تمام صنعتی کارخانے کاریگروں اور انجنیروں سمیت دور مشرق میں منتقل کئے جا چکے ہیں۔ اس لئے اگر سوویٹ گورنمنٹ ماسکو خالی کرکے کوبے چیو میں چلی جائے تو روس کو فوجی اعتبار سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچتا۔ تاہم اس کے باوجود موسیو سٹالن اور شہر کے باشندے شہر کی حفاظت کیلئے سرگرمی اور مستعدی سے کام لے رہے ہیں۔ جنوب میں یوکرائن کے مشرقی علاقے میں روسیوں نے جرمن حملوں کو روک رکھا ہے۔ جرمن ایک جانب کریمیا پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور دوسری جانب خارکاف کی راہ سے قفقاز میں باکو کے تیل کے چشموں کی طرف بڑھنے کی کوشش میں ہیں۔ انقرہ سے اس سلسلے میں ہفتہ زیر تبصرہ میں جو خبریں موصول ہوئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن ماسکو کا خیال ترک کرکے قفقاز کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں گے کیونکہ اس طرح سے وہ ایران کی راہ سے روس کی امداد کا سلسلہ بھی بند کر سکیں گے۔ دریں اثنا اس محاذ کے علاوہ ڈونیز میں اس قدر شدید لڑائی ہو رہی ہے کہ ایک مقام پر بار بار جرمنوں کا قبضہ ہوا۔ اور ہر بار روسیوں نے انہیں مار مار کر اس مقام سے نکال دیا۔

برطانیہ کے ہوائی حملے مگر جرمن خوب جانتے ہیں کہ انہیں کس قدر آرام میسر ہے۔ گوئرنگ نے آغاز جنگ پر کہا تھا جرمن دشمن سے جی توڑ کر لڑ سکتے ہیں، مگر انہیں یہ گوارا نہیں کہ ان کے شہر اور ان کے گھر دشمن کے بموں سے تباہ ہو جائیں۔ آج گوئرنگ کے یہ الفاظ صحیح ثابت ہو رہے ہیں۔ برطانیہ کے بمبار ہوائی جہازوں کے مسلسل حملوں نے ان کے حوصلے پست کر دیئے ہیں۔ اپنے گھروں کو تباہ اور اپنے روزگار کو برطانیہ کے بموں سے برباد ہوتے دیکھ کر وہ ڈاکٹر گوئبلز کے ان الفاظ پر کیسے یقین کر لیں کہ وہ نسبتاً آرام میں ہیں۔ ایک امریکن مبصر نے لکھا تھا کہ برطانیہ کے باشندوں نے جرمنوں کے ہوائی حملوں کو برداشت کیا۔ مگر اس سے نصف شدت کے حملے جرمن برداشت نہیں کریں گے۔ یہ واقعات ہیں افسانے اور حکایتیں نہیں۔ ان کے پیش نظر ہی ہٹلر نے صلح کی کوششیں شروع کی ہیں۔ مگر جمہوریت کی دنیا میں اس سے یا اس کے رفیقوں سے کوئی بات کرنے کا روادار نہیں۔

مشرق وسطیٰ اور مغربی محاذ مشرق وسطیٰ کے محاذ پر ہفتہ زیر تبصرہ میں برطانیہ کے ہوائی حملے بدستور جاری رہے۔ اس ہفتے میں اٹلی کے شہر اور مشہور بندرگاہ نیپلز پر برطانیہ کے ہوائی جہازوں نے تین زبردست حملے کئے۔ منگل وار کا حملہ زیادہ شدید تھا کامل ڈیڑھ گھنٹے تک نیپلز پر بم برستے رہے۔ بحیرہ روم میں اٹلی کے جہازوں کو غرق کرنے کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ اور اب تو بحیرہ روم میں برطانیہ کے بحری افسروں اور سپاہیوں نے یہ نعرہ جنگ بنا لیا ہے کہ ہر روز ایک جہاز غرق کرو اور نازیوں سے انتقام لو۔ گذشتہ دو مہینوں میں ایک دن بھی ایسا خالی نہیں گیا جب دشمن کا کم از کم ایک جہاز غرق نہ کیا گیا ہو۔

مغربی محاذ پر برطانیہ کے ہوائی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ وزارت فضائیہ کے ایک اعلان میں بیان کیا گیا ہے کہ ۲۲ جون سے ۱۶ اکتوبر تک پہلے چار مہینوں میں جرمنی کے فوجی اڈے، بندرگاہیں اور کارخانے تباہ کرنے کے علاوہ جرمنی کے ۹۳۷ ہوائی جہاز تباہ کئے گئے جن میں سے ۴۴۲ جنگی ہوائی جہاز تھے جن پر نازیوں کو بڑا بھروسہ تھا۔ بحیرہ شمالی میں جرمنوں کے جہاز بھی غرق کئے جاتے رہے۔ ہفتہ زیر تبصرہ کے اوائل میں جرمنی پر تین سو برطانوی بمباروں نے مغربی جرمنی کے زبردست اڈہ بریمن سے لیکر نورمبرگ تک جو برلین کے قریب بڑا بھاری اڈہ اور نازیوں کا مرکز ہے زبردست حملہ کیا اور تقریباً ۱۰ لاکھ پونڈ وزن کے بم گرائے۔

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۱۱ شوال ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۷

اسلام میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے

موجودہ گدی نشینوں کا طرز زندگی قابل تقلید نہیں

قرآن مجید اور اسوۂ رسول نے ایک ایسے اخلاق کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی بنیاد حریت اور مساوات پر ہے اور یہی وہ اخلاق تھا جس سے عربوں نے دنیا کو سیاسی، اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے فتح کیا جب مسلمانوں کے اندر اس اخلاق کی امتیازی خصوصیات باقی نہ رہیں تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کے قلوب میں وہ اصلی جذبات نہ رہے جن سے قومیں کامران اور سربلند ہوتی ہیں۔ موجودہ دور ملت اسلامیہ کے اخلاقی انحطاط کا دور ہے اب مسلمانوں کے اندر وہ اخلاقی شوکت موجود نہیں۔ جو پہلے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ گدی نشین، سجادہ نشین، رؤسا، اور والیان ریاست اپنے آپ کو ایسی صفات سے متصف کرتے ہیں، جو ایک قدر شرک ہیں اور اسلام کیلئے باعث ننگ ہیں وہ لوگ جو تاریخ اسلام سے واقف نہیں ہوتے وہ ان گدی نشینوں رئیسوں اور لیڈروں کے طرز عمل کو ہی اپنے لئے اسوہ قرار دے لیتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے اندر ایسے اخلاقی اور روحانی معائب پیدا کر لیتے ہیں۔ جو قوم کے لئے بحیثیت مجموعی چنداں مفید نہیں۔

آجکل دنیوی شوکت اور وجاہت کا معیار دولت ہے لیکن عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تقویٰ اور اخلاق انسانوں کے پرکھنے کا معیار تھا۔ قرون اولیٰ کی ان بزرگ ہستیوں کے پیش نظر صرف قرآن مجید اور اسوہ رسول ہی قابل تقلید معیار تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم یعنی اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے اتحاد سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا لیکن اس سے خلاف قوم و نسل سے کوئی شرف حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تم باہم ایک دوسرے سے شناخت کئے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے زیادہ اللہ کے آگے افضل وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور نیک اعمال ہے۔ پھر ایک جگہ حدیث شریف میں آنحضرت صلعم کا ارشاد موجود ہے لیس لاحد علی احد فضل الا بالدین و تقویٰ یعنی تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دین اور تقویٰ کے سوا اور کوئی حق ترجیح اور فضیلت نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ باب مفاخرت)

لیکن آجکل قرآن و حدیث کا معیار کہاں پایا جاتا ہے اس مادیت کے زمانہ میں جس شخص کے پاس چار پیسے ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو ... سمجھنے لگتا ہے کہ میرے جیسا دنیا میں کوئی نہیں۔ جو شخص معمولی سے دنیوی رتبہ تک پہنچتا ہے اینٹھنے لگتا ہے اور اس کے کبر و نخوت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ان والیان ریاست اور گدی نشینوں کا تو ذکر ہی چھوڑ دو ان سے تو شرک کی بو آتا ہے۔ یہ لوگ آج اسلام اور دین متین کے محافظ ہیں اور مسلمانوں کو صرف اپنی دنیوی وجاہت سے سجدوں پر مجبور کرتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ انہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ وہ مسلمان ہیں۔

یہ گدی نشین! یہ والیان ریاست! ان کے روحانی پیشوا یقیناً خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نہیں۔ بلکہ قیصر و کسریٰ ہیں۔ انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے آپ کو اسلام اور اسلامی روایات کی طرف منسوب کریں۔ طبری میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایران کی لڑائی میں مغیرہ بن شعبہ ایرانی سپہ سالار کے پاس سفیر بن کر گئے اور تخت پر اس کے برابر بیٹھ گئے۔ درباریوں نے سوء ادب دیکھ کر تخت سے انہیں اتار دیا۔ اس پر مغیرہ بن شعبہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ انا نحن معشر العرب لا یستعبد بعضنا بعضاً۔ ہم مسلمانوں میں تو ایک دوسرے کو غلام سمجھنے کا دستور نہیں ہے۔ یہ تمہارا کیا حال ہے۔

اس مذکورہ بالا تاریخی واقعہ میں ہمیں دو معیار ایک دوسرے سے متصادم نظر آتے ہیں۔ ایک خالص اسلامی معیار ہے تو دوسرا سراسر غیر اسلامی۔ اب اگر موجودہ خلیفوں اور رئیسوں کا مقابلہ ان دو معیاروں سے کیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ انہیں صحابہ کرام سے کوئی نسبت روحانی نہیں بلکہ ایرانی اور رومی رئیسوں سے ایک نسبت ہے کیونکہ جب اپنی مسندوں اور تختوں پر بیٹھتے ہیں کیا کسی عام مسلمان کی مجال ہے کہ انکے برابر بیٹھ سکے اور کبھی غلطی سے اس کا ارتکاب ہو بھی جائے تو بس غضب کی شامت آجاتی ہے۔ اور اس پر ایسا عتاب نازل ہوتا ہے کہ جس سے کہیں کا بھی نہیں چھوڑتا۔ آنحضرت صلعم نے تو فرمایا تھا کہ الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا پس سب آپس میں برابر ہیں لیکن یہ نظارہ جو آج کل ہمارے پیش نظر ہے اس میں ہمیں انسانوں کی دو انواع نظر آتی ہیں جن میں واضح اور بین امتیاز ہے اور اگر مٹی سے پیدا ہوئی ہے تو دوسری کا خمیر یقیناً آگ سے اٹھا ہے لیکن قرآن مجید اس قسم کے امتیاز کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کے نزدیک شاہ و گدا ایک ہیں۔ ع

پیش قرآں بندہ و مولا یکیست   بوریا و مسند و دیبا یکیست

جو لوگ اس قرآنی حریت اور مساوات کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں۔ انہیں معلوم ہو جائیگا کہ قرآن مجید نے جو قانون اور اخلاق دنیا کو دیا تھا اس سے کس طرح ضعیف نے قوی پر فتح پائی اور مزدور سرمایہ دار پر فتحیاب ہوا۔ ع

یافت موسیٰ بر سلیمانے ظفر   ہیبت قانون پیغمبر نگر

آجکل تو بعض گدی نشینوں اور خلیفوں کو عام مسلمانوں سے اتنا بلند سمجھا جاتا ہے کہ انکے ناموں کے ساتھ امتیاز پیدا کرنے کے لئے بڑے بڑے القاب لگائے جاتے ہیں لیکن رسول پاک کا اسوہ تو یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور کو "اے آقائے من" کہہ کر خطاب کیا۔ آپؐ کو یہ خطاب بہت ناگوار گذرا اور آپؐ نے فرمایا کہ "مجھ کو آقا نہ کہو۔ آقا تو ایک ہی ہے یعنی خدا" لیکن آجکل تو گدی نشینوں کو پایائے روما کی تقلید میں تقدس مآب بننے کا شوق ہے جب مجلس یا محفل میں آتے ہیں، یہاں تک کہ جب خدا کے گھر میں بھی آتے ہیں تو لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے چھوٹے پن سے اتنا نہیں نکلتا کہ یہ اسوۂ رسولؐ کے خلاف ہے تو گو ایسا مت کرو

موجودہ دور میں جب قرآن اور اسلامی اخلاق بہت حد تک مسخ ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اخلاق رسولؐ کے احیاء کے لئے ایک جلیل القدر مجدد اور مامور کو کھڑا کیا۔ اور وہ لوگ ابھی تک زندہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلسوں میں خالص اسلامی رنگ دیکھا اور اس عظیم الشان مصلح کے خالص اسلامی طرز عمل سے لطف اندوز ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ کی سب سے بڑی اسلامی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی اخلاق کو زندہ کیا اور اپنی جماعت کو خالص اسلامی اخلاق پر عمل کرنے کی بار بار تلقین کی۔ چنانچہ حضور نے اپنے بعد جماعت کا جو نظام قائم کیا۔ وہ جمہوری ہے جیسا کہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ جمہوری نظام ہی ایسا ہے جو حریت اور مساوات کا حامل ہے جس میں انسان کو انسان پر ترجیح نہیں دیجاتی جماعت قادیان تو اس نظام کو ترک کر کے شخصی نظام اختیار کر چکی ہے صرف ہماری جماعت ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوہیت کی آئینہ دار ہے۔ اس لئے ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے ہمیں دنیا کو حریت اور مساوات کا سبق دینا ہے سو ہمیں بار بار اپنے سوشل اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہم میں وہ معائب نہ پیدا ہو جائیں جو آجکل کے گدی نشینوں اور خلیفوں میں پائے جاتے ہیں کیونکہ اسوہ رسولؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے موجودہ گدی نشینوں کا طرز عمل ہرگز قابل تقلید نہیں۔

ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" کی رخصت پر شادی کی مبارک تقریب

یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے عزیز دوست شیخ محمد آصف صاحب بی۔اے قادیانی ایڈیٹر پیغام صلح کی شادی کی مبارک تقریب وسط ماہ نومبر ۱۹۴۱ء میں قرار پائی ہے۔ ممدوح کا نکاح اخویم مکرم شیخ غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی اگزامنر کی صاحبزادی سے گذشتہ ماہ مئی میں ہوا تھا جس کی اطلاع اخبار میں درج ہو چکی ہے۔ رخصتانہ کی تقریب باقی ہے۔ جو اسی ماہ میں عمل میں آئے گی۔

اس مبارک اور پرمسرت تقریب کی تیاری اور اسے عمل میں لانے کے لئے شیخ صاحب ممدوح کو اخبار کے کام سے کچھ دنوں کیلئے فراغت کی ضرورت ہے جو انہوں نے دفتر سے حاصل کر لی ہے امید ہے قارئین کرام بھی ان کی اس جبری لیکن خوش آئند غیر حاضری کو خوشی سے برداشت کریں گے اور دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس تقریب کو جانبین کیلئے مسرت دوام اور نیک انجام کا موجب بنائے

شیخ صاحب ممدوح کی غیر حاضری میں اخبار کی ادارت کا کام خاکسار کے سپرد ہوا ہے۔ جو آئندہ پرچہ سے شروع ہوگا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کام کو بحسن و خوبی سرانجام دینے اور شیخ صاحب ممدوح کے معیار ادارت کو قائم رکھنے کی توفیق دے۔

خاکسار
دوست محمد

ایک قادیانی کی غلط بیانی

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب (ایدہ اللہ) پر افترا پردازی

(از حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۱ ۔ ۲۷ جولائی ۱۹۶۳ء کے اخبار الفضل قادیان میں ملک سعید احمد صاحب بی۔اے۔ دہلی کی طرف سے قریباً دو صفحے کا ایک مضمون زیر عنوان "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک صریح فیصلہ اور جناب مولوی محمد علی صاحب" شائع ہوا ہے جس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ٹریکٹ "مسئلہ کفر و اسلام" میں (جو قادیان سے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو شائع ہوا تھا) دو قسم کی آیات پیش کی ہیں۔ پہلی قسم کی آیات کو انہوں نے محکمات قرار دیا ہے۔ اور پھر ایک آیت اپنے خیال میں متشابہ پیش کی ہے۔ پہلی قسم کی آیات میں قل اللہ ثم ذرھم اور لولا دفع الناس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الآیہ پیش کی ہیں اور موخر الذکر میں ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا پیش کی گئی ہے۔" میں نے اس ٹریکٹ کو دیکھا ہے اور میرے پاس مجلد موجود ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں محکم اور متشابہ آیات کی کوئی بحث ہی نہیں اور نہ ہی اس آیت کو جو ملک سعید احمد نے اخبار الفضل میں نامکمل لکھی ہے کسی جگہ متشابہ قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ ٹریکٹ مذکور کے صفحہ ۲ پر ہی لکھا ہوا موجود ہے کہ:۔

" قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا جس سے معلوم ہوا کہ کسی رسول کا انکار کافر بنا دیتا ہے "

یہ وہ عبارت ٹریکٹ کی ہے جس کے متعلق ملک سعید احمد صاحب اخبار الفضل کے ناظرین کو یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اسے بطور متشابہ آیت کے پیش کیا ہے۔ میں ناظرین اخبار الفضل کے انصاف پر ہی اس فیصلہ کو چھوڑتا ہوں کہ وہ لِلّٰہ خود ٹریکٹ مذکور کو دیکھ کر شہادت حقہ دیں کہ آیا اس آیت کو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے بطور متشابہ پیش کیا ہے یا ملک سعید احمد صاحب سے مطالبہ کریں کہ وہ ٹریکٹ موسومہ "مسئلہ کفر و اسلام" کی اس عبارت کی نقل مطابق اصل پیش کریں جس میں اس آیت ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ۔ ۔ ۔ ۔ اولئک ھم الکافرون حقا کو بطور متشابہ پیش کیا گیا ہو۔ اور اگر وہ پیش نہ کریں اور ہرگز پیش نہ کر سکیں گے تو ان کو ایسے فعل شنیع سے توبہ کرنے کی ہدایت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔

۲ ۔ ملک سعید احمد صاحب بی۔اے کی یہ چالاکی بھی ملاحظہ ہو کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے تو اس ٹریکٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا آپ کے اپنے الفاظ میں "تریاق القلوب" سے جو آپ کی اکتوبر ۱۹۰۲ء کی شائع شدہ کتاب ہے پیش کیا ہے اور ملک صاحب اس صریح فیصلہ سے روگردانی کر کے خلیفہ قادیان کی اتباع میں ان کے ہمنوا ہو رہے ہیں۔ حالانکہ خلیفہ قادیان کا مذہب خلاف مذہب مسیح موعود علیہ السلام یہ ہے کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو گا۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں" (دیکھو میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کی کتاب آئینہ صداقت کا صفحہ ۳۵) اسی خطرہ کو محسوس کر کے اور جماعت احمدیہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے حسب ایماء حضرت مولانا علامہ نور الدین خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ یہ ٹریکٹ "مسئلہ کفر و اسلام" تصنیف کر کے عین وقت پر شائع کیا تھا۔ چنانچہ اس ٹریکٹ میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریر کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ سے نقل کی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

" ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے "

اور اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کے ثبوت میں پیش کر کے بعض مقامات کتاب حقیقۃ الوحی کو جو اس آخری فقرہ کی ذیل میں آتے تھے یعنی تکفیر و تکذیب کرنے والوں کی نسبت ان میں کافر کا لفظ استعمال ہوا تھا۔ ان کی تشریح کر کے اور کفر دون کفر کے مسئلہ کو حل کرتے ہوئے ان لوگوں کی غلطی کو واضح کیا۔ جو یہ خیال کرتے تھے کہ ایسے الفاظ کے استعمال سے حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے اور اس کے بعد حضرت صاحب کی تحریر ذیل کو جو اسی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے نقل کیا ہے:۔

" ڈاکٹر عبد الحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال میں مجھ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا۔ جہاں میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں جا پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا"

اس کے بعد ٹریکٹ میں حضرت صاحب کے ارشاد کو جو اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر ہے نقل کیا ہے کہ "ہم اب بھی کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا" اور نتیجہ نکالا ہے کہ حقیقۃ الوحی کی یہ سب عبارتیں بھی آپ کے اسی عقیدہ کو ظاہر کرتی ہیں ۔ جو تریاق القلوب میں لکھا ہے اور ہدایت فرمائی ہے کہ " اگر کوئی الفاظ اس میں ایسے بھی ہوں جنہیں متشابہ کہا جا سکے تو ان کو محکمات کی طرف لیجانا چاہئے اور حضرت صاحب کا اخیر تک وہی مذہب سمجھنا چاہئے جو آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا اور جو ۲ مارچ ۱۹۰۸ء کے اخبار بدر میں چھپ چکا ہے کہ ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے" اور "جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے"

مگر افسوس کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے نہ حضرت مسیح موعود کے ان ارشادات کو مدنظر رکھا اور نہ اس اصول کی کچھ پروا کی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارہ میں قائم کیا تھا کہ:۔

" یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدید لاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ماسوا ان کے جس قدر ملہم اور محدث ہوں۔ گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا" (حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

بلکہ وہی الزام حضرت مسیح موعود پر لگا دیا۔ جو ڈاکٹر عبد الحکیم خاں نے لگایا تھا اور جس کی تردید کرتے ہوئے۔ ڈاکٹر مذکور کے الزام کو سراسر افترا قرار دیتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ "میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا" اور اس کو چیلنج دیا تھا کہ "اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے" ڈاکٹر عبد الحکیم خاں تو اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا اور اخیر تک حضرت صاحب کی کوئی کتاب یا کوئی اشتہار پیش کرنے کی اسے جرأت نہ ہوئی جس میں حضرت صاحب نے اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہا ہو۔ لیکن واحسرتا کہ خلیفہ قادیان نے متشابہات کی پیروی کر کے اپنے پیروؤں کو یہ پٹی پڑھا دی کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مسیح موعود تو فرما دیں یہ ڈاکٹر عبد الحکیم خاں کا افترا ہے اور جناب خلیفہ قادیان فرما دیں کہ ہمارا یہی مذہب ہے۔ اور ان کے مرید ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب پر طرح طرح کے افترا کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ممدوح نے جماعت احمدی کے ایک حصہ کو درطۂ ضلالت میں گرنے سے بچا لیا اور جو خود بخود بیچ ہوئے تھے ان کو اپنے ساتھ ملا کر اشاعت اسلام کے کام پر لگا دیا۔ جو مسیح موعود کا اصل کام تھا۔ اور اس نیک کام میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک حد تک کامیابی ہوئی اور آئندہ اس سے بھی زیادہ کامیابی کی امید ہے اور یہ مسیح موعود کی صداقت پر ایک بین نشانی ہے۔ اس پر احمدی جماعت کو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کسی صادق پر افترا کرنے سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ افترا کرنے والے پر ہی خدا کا قہر نازل ہوتا ہے۔ ملک سعید احمد صاحب کا یہ کہنا کہ مولوی محمد علی صاحب کا مذہب ڈاکٹر عبد الحکیم خاں مرتد کے مذہب کی طرح یہ ہے کہ رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے ایک بہتان عظیم اور صریح جھوٹ ہے بھلا جو شخص دن رات قرآن کریم کی اشاعت میں لگا ہوا اور اپنے مرشد و آقا کی دلی تڑپ پوری کرنے کے لئے قرآن کریم کے ترجمے مختلف زبانوں میں کر کے اور ایک جماعت کی مدد سے اس کی اشاعت کرا کے مخلوق خدا کو اسلام کی دعوت دے

(باقی صفحہ ۷ کالم ۳ پر)

مسئلہ تناسخ کا عملی رد

(از جناب مولینا عمر الدین صاحب شملوی)

مسئلہ تناسخ پر اس کے قائلین کی طرف سے جو سب سے زبردست دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ دنیا میں جو اختلاف ہے وہ اعمال سابقہ کے باعث ہی ہوسکتا ہے۔ مثلاً جانداروں میں کوئی انسان ہے اور کوئی حیوان مطلق۔ کوئی انسان امیر ہے اور کوئی غریب۔ کوئی صحیح وسالم ہے۔ اور کوئی بیمار و لاچار۔ اس تفاوت کا سبب بجز اعمال سابقہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ تو عادل و رحیم و کریم ہے۔ وہ ایسی بے انصافی نہیں کرسکتا کہ اپنی مخلوق کو بلاوجہ ایسا بنادے جو اس کی اپنی ذات پر ہی بے انصافی کا داغ لگادے۔

اواگون یا تناسخ کے اس ثبوت کا بہت دفعہ جواب دیا جاچکا ہے۔ اور کچھ ضرورت نہ تھی کہ میں پر کچھ مزید لکھتا مگر اتفاق سے ایک صاحب کے سوال کرنے پر اس کے جواب میں مجھے کچھ جدت نظر آئی اس لئے میں میں نے چاہا کہ ناظرین پیغام صلح کے لئے اس جواب کو قلم بند کردوں۔

میں نے کہا کہ اختلاف دو قسم کا ہے۔ ایک تو قدرتی ہے اور اور دوسرا مصنوعی ہے۔ قدرتی اختلاف تو یہ ہے۔ کہ مخلوق مختلف قسم کی ہے۔ جیسے حیوانات میں ایک نوع انسان کی ہے اور وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور باقی انواع حیوانی میں تمام قسم کے جانور گائے بھینس گھوڑے گدھا وغیرہ ہیں۔ اور مصنوعی اختلاف یہ ہے کہ کوئی امیر ہے اور کوئی غریب ہے کوئی بیمار اور کوئی تندرست ہے۔

قدرتی اختلاف ضروری ہے

قدرتی اختلاف تو ایک لازمی بات ہے۔ اور اس کے بغیر یہ عالم قائم نہیں رہ سکتا۔ اور یہ اختلاف خدا تعالےٰ کی حکمتوں کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔ یہ کہنا کہ اس قسم کا اختلاف اعمال انسانی کی وجہ سے ہے۔ بالکل جہالت اور عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ کیا یہ کوئی عقلمندی کی بات ہے۔ کہ ہر صنف مخلوق میں جو خالق کی عجیب و غریب صنعت نظر آرہی ہے۔ اس کو ہم بجائے خدا تعالےٰ کی علم و قدرت کا حکیمانہ مظاہرہ قرار دینے کے انسان کے فرضی اعمال کا نتیجہ قرار دے دیں۔

بقاء نسل کے لئے خدا نے اپنی مخلوق کو مذکر و مؤنث پیدا کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مرد تو ہو لیکن عورت نہ ہو۔ یا عورت ہو اور مرد نہ ہو۔ تو بقاء نسل ناممکن ہوجائے قدرت نے مذکر و مؤنث کا فرق تمام جانداروں میں اس لئے رکھا ہے کہ ان کی نسل چلتی رہے۔ اور اسی کے باعث مذکر و مؤنث کے درمیان ایک قدرتی کشش پائی جاتی ہے جانداروں میں تو یہ فرق نمایاں ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے۔ مگر یہ فرق تمام مخلوق میں کسی نہ کسی طرح پایا جاتا ہے۔ معدنیات کو جاننے والے معدنیات میں نر و مادہ کا فرق مانتے ہیں۔ نباتات میں بھی یہ فرق موجود ہے۔ اور قرآن مجید نے جو آج سے چودہ سو برس پہلے یہ کہا تھا کہ

"ومن کل شیئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون"

(ترجمہ) یعنی ہم نے ہر شے کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم سمجھو یہ آج ایک مسلمہ صداقت ہے۔ اور اس اُمی نبی کی صداقت پر علمی دلیل ہے مگر ایک تناسخ کے وہم میں پھنسے ہوئے انسان کے نزدیک خدا تعالےٰ کی حکمت جو نر و مادہ کے پیدا کرنے میں ہے۔ وہ صرف مخلوقات کی اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے اور ایسا کہنا دوسرے لفظوں میں حکمت باری تعالےٰ کا انکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قائلین تناسخ کا ایک بہت بڑا گروہ ہمیشہ سے منکر اللہ چلا آتا ہے جیسے جینی لوگ ہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ قدرتی اختلاف جو مختلف قسم کی مخلوقات میں ہے۔ وہ اس عالم میں ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک وجود میں دو مختلف اعضاء کی ضرورت ہے جس طرح ایک انسان کے سر۔ ہاتھ دھڑ۔ اور پاؤں کے اختلاف کا یہ باعث نہیں کہ ان اعضاء کے کوئی سابقہ اعمال ایسے تھے جن سے ان میں تفاوت ہوگیا ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے ان تمام اعضاء کی موجودگی لازمی امر ہے اسی طرح اسی عالم میں ہر قسم کا قدرتی اختلاف ہے جو پایا جاتا ہے۔ وہ ایک ضروری امر ہے۔ جو حکمت خداوندی پر مبنی ہے۔ اس اختلاف کا سبب اعمال سابقہ کو قرار دینا محض نادانی ہے مثلاً اگر ہم سب کے سب مرد ہوتے اور کوئی عورت نہ ہوتی تو ہمارا مرد ہونا بیکار تھا۔ ہو یا اگر انسان نر و مادہ دونوں حالتوں میں ہوتے جیسا کہ اب نظر آرہا ہے۔ لیکن تمام مرد اور تمام عورتیں ہم شکل ہوتیں تو ماں بہن بیٹی میں باپ بھائی اور بیٹے میں کیا تمیز ہوتی تمام نظام تمدن درہم برہم ہوجائے۔ اگر انسانوں میں جو شکلوں کی تمیز ہے۔ وہ اٹھا دی جائے۔

ممکن ہے کہ کوئی عقلمند قائل تناسخ یہ کہہ اٹھے۔ کہ جناب جس طرح ہسپتالوں میں جہاں بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان بچوں کو مختلف نمبروں کے ذریعے شناخت کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کس کس کے بچے ہیں اسی طرح تمام مردوں اور عورتوں میں نمبر ڈال دیئے جائیں بلکہ انکے چہروں پر ایسے نمبر بنا دیئے جائیں۔ کہ جس طرح سپاہی کو نمبر سے شناخت کرتے ہیں۔ اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کو شناخت کرلیا کرتے تو ایسے عقلمند کا جواب یہ ہوگا کہ اول تو یہ ناممکن امر ہے کہ نمبروں سے اس طرح کام چلے کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہوں گے کہ ایک مرد جب بیوی کے پاس آئے۔ تو پہلے اس کا نمبر پڑھے اور پھر اپنا نمبر دکھائے۔ اور کہیں دو آدمیوں یا دو عورتوں کے نمبروں میں گڑبڑ ہوگئی تو بس قیامت تک فیصلہ نہ ہوسکے گا۔ کہ کون کون میاں بیوی ہیں۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب عورتیں سب ہم شکل ہیں اور مرد بھی ہم شکل ہیں۔ تو نمبروں سے تفرقہ ڈالنے کی بجائے حیوانوں سے بدتر تمدن و معاشرت کا طریق اختیار کیا جائے یعنی یہ اصول قرار دیا جائے۔ سب عورتیں ہر شخص کی بیویاں ہیں اور سب مرد ہر عورت کے خاوند ہیں۔ مگر اس طریقہ کو کوئی سعید الفطرت انسان قبول نہ کرے گا۔

مصنوعی اختلاف

اب ہم دوسری قسم کے اختلاف کو لیتے ہیں یعنی وہ اختلاف جو خود انسانوں نے پیدا کرلیا ہے۔ جیسے بعض امیر ہیں۔ اور بعض غریب بعض تندرست اور بعض بیمار۔ اس قسم کے اختلاف کو ہی قائلین تناسخ زیادہ تر پیش کیا کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ بعض کم فہم لوگ اس قسم کے تفاوت سے ہستی باری تعالےٰ پر بھی معترض ہوجاتے ہیں لیکن ایسے تمام لوگوں کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ تفرقہ ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے اس لئے خدا پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جس طرح ایک تندرست آدمی کو ظلماً اندھا لولا یا لنگڑا کردیا جائے۔ یا زہر دے کر اندر خرابی پیدا کردی جائے جس سے وہ بیمار ہی رہے۔ تو کوئی واقف حال یہ نہیں سمجھے گا۔ کہ خدا نے یہ ظلم کیا ہے۔ کہ فلاں کو اندھا وغیرہ کردیا ہے اصل بات یہ ہے کہ اگر انسان قوانین فطرت کے خلاف چل کر اپنے جسم کو خراب کرلے اور اس سے اولاد خراب پیدا ہو تو یہ اس انسان کا ظلم ہے وہ فسق

اولاد کا مرتکب ہوا ہے۔ خدا کا اس میں کیا قصور۔ خدا تعالےٰ تو بندوں کی بے اعتدالیوں کو بھی آہستہ آہستہ دور کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد اگلی نسل صحیح پیدا ہونے لگ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکماء اس بات کے قائل ہیں۔ کہ قانون مباشرت میں احتیاط رکھنے سے اولاد صحیح پیدا ہوتی ہے۔ اور اس قانون کے خلاف کرنے سے اولاد خراب پیدا ہوتی ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ

> گندم از گندم بروید جو زجو
> از مکافات عمل غافل مشو

اب ذرا دوسرے جانداروں کی طرف دیکھو جو فطرت کے مطابق چلتے ہیں۔ ان میں کوئی اندھا۔ لولا لنگڑا نہیں ہوتا۔ وہاں اعمال سابقہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور ان میں کوئی امیر غریب بھی نہیں ہے سب خدا کے ایک ہی دسترخوان پر کھاتے پیتے ہیں پس انسانوں میں امیری غریبی کی حالت یا بیماری و تندرستی کی حالت کسی انسان کے سابقہ اعمال کے باعث نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر آج تمام انسان ایک دوسرے کو بھائی سمجھنے لگیں اور جو کچھ ان کے پاس ہو سکو ردیوں کی طرح مل جل کر کھائیں پئیں۔ تو امیری اور غریبی کا سوال ختم ہوجاتا ہے دنیا میں آج بھی ایسے قبیلے موجود ہیں جو مل جل کر گذر کرتے ہیں۔ اور دولت کو مشترکہ یا قومی فنڈ کے طور پر رکھتے ہیں۔ اور ہر شخص حسب ضرورت اس میں سے لے لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو امیری غریبی کا سوال پیش نہیں آسکتا عروج و پیچ کے پتلے جو مال کو گن گن کر رکھتے ہیں۔ اور سود سے غریبوں کا خون چوستے ہیں۔ اور اس جمع کردہ مال کی طاقت سے دنیا کو غلام بنانے کا فکر رکھتے ہیں وہ ہیں جو اصل دکھ کا باعث ہیں نہ کہ کسی فرضی سابقہ جونوں کے اعمال۔ ہمارے نبی صلعم نے ابو موسےٰ اشعری کے قبیلہ کے متعلق جب یہ سنا کہ وہ لوگ سب مل کر کماتے اور کھاتے پیتے ہیں تو آپ نے فرمایا

"ھم منی وانا منھم"

"(وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں یعنی یہی میرا طریقہ ہے)"

پس دولت اور غریبی کا باعث اعمال سابقہ جنم کو قرار دینا بدیہیات کا انکار ہے۔ کیا وجہ ہے کہ انسانوں کے سوائے تمام دوسری مخلوق اس ذلت و غربت کی راحت و دکھ سے آزاد ہے۔ ذرا پرندوں کو دیکھو جو تمہارے گھروں میں ہیں وہ کیسی خوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور سمجھ لو کہ اگر تم بھی چاہو تو ان سے بہتر خوشی سے ایسا نہ رہ سکتے ہو بشرطیکہ خود غرضی کی بدعادت کو چھوڑ دو۔

ایک اعتراض

اگرچہ یہ سچ ہے کہ جانوروں میں امارت و غربت کوئی شے نہیں مگر یہ تو ہم دیکھتے ہیں کہ امیروں کے کتے یا دوسرے جاندار بہت مزے کرتے ہیں۔ اور غریبوں کے کتے وغیرہ خود غریبوں کی طرح مصائب میں گذر کرتے ہیں۔ اور یہ نمایاں فرق ہے۔

جواب

یہ بھی انسانوں کا اپنا ہی پیدا کردہ فرق ہے۔ جانوروں کو چھوڑ دو وہ سب اپنے طبعی طریقہ پر رہیں گے کوئی امیری غریبی نہ ہوگی ذرا اپنے گھر کی چڑیوں کو دیکھو اگر تم خود ان کو قید کرلو اور کبھی ان کو دانہ پانی نہ دے سکو تو یہ کس کا قصور ہے چڑیا کے اعمال سابقہ کا اس میں کیا دخل۔ تم اسے رہا کردو۔ پھر تماشہ دیکھو کہ قدرت کا کھلا ہوا دسترخوان اس کے لئے کس قدر کافی ہے۔

جب ہماری امارت و غربت ہی خود ساختہ ہے جسے ہم خود جب چاہیں مل کر دور کرسکتے ہیں۔ تو ہمارے جانوروں کا سکھ دکھ بھی ہمارا پیدا کردہ ہے اس میں اعمال سابقہ جنم کا خیال بالکل وہم ہے جس کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

غربت کا ایک علاج

اگر ہر شخص یہ سمجھ لے کہ اگر میرا ہمسایہ بھوکا ہے. تو میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ ہمسایہ کو کھانا نہ کھلاؤں گا جیسا کہ اسلام کا منشاء ہے. اور ہمارے نبی صلعم نے عملاً یہ کر کے دکھایا ہے. تو آج ہی بدون مدد کسی خارجی طاقت کے ہم غربت کے دکھ سے رہائی پا جاتے ہیں. اور ایسا غریب ... ایسی کو نہ کہ نا کھا بیٹھے دل و جان سے وہ ہمارا دفادار دوست ہو گا. اور غالباً نہیں یقیناً اس قسم کے نقصان کا خاتمہ ہو جائے گا جو ہم آئے دن سنتے ہیں کہ کسی دولت مند کو اس کے کسی رشتہ دار نے دولت کی خاطر مار ڈالا.

یہ سچ ہے کہ خود غرضی کا بازار اس قدر گرم ہے کہ اپنے بھائیوں دوستوں اور ہمسائیوں کے لئے اپنی دولت کو آج صرف کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر گورنمنٹ چاہے. تو آج ہی ایسا انتظام ہو سکتا ہے کہ خود غرضی کا خبیث پودہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جا سکتا ہے اور ہمارے زمانہ میں اہل روس نے ایک حد تک یہ کام کر کے دکھایا ہے انکی غلطیوں کو ہم غلطی ہی جانتے ہیں مگر اپنے بھائی بہنوں کی غربت کو دور کرنے کے لئے جو کچھ انہوں نے کیا وہ شاہد ہے کہ غربت کو ہم اڑا سکتے ہیں لہذا او گون کی یہ دلیل بھی ایک فریب نظر ہے وبس.

(نوٹ) میں نے یہ مختصر سا جواب اجمالی رنگ میں دیا ہے تاکہ اخبار میں شائع ہو سکے ورنہ اس موضوع پر توبہت کچھ ابھی لکھا جا سکتا ہے. والسلام

ایک ہفتہ میں برطانیہ کی آمدنی و خرچ

لندن ۱۸ اکتوبر. محکمہ خزانہ کی ہفتہ وار رپورٹ کے مطابق ۱۷ اکتوبر کو ختم ہونے والے ہفتے میں بچت کی رقوم سے ایک کروڑ بارہ لاکھ پونڈ جمع ہوئے. گزشتہ دو مہینوں میں یہ زیادہ سے زیادہ رقم ہے جو ایک ہفتہ میں جمع کی گئی ہے.

اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۵ اکتوبر سے ۱۱ اکتوبر تک ایک ہفتے میں حکومت کا کل خرچ ۹ کروڑ ۰ ہم لاکھ پونڈ تھا. اس میں ۹ کروڑ پونڈ صرف جنگ پر خرچ ہوئے.

ماسکو کے پرخچے اڑا دیئے جائینگے

ایک غیر معلوم روسی ریڈیو سے اعلان

لندن ۳۱ اکتوبر. "ماسکو کے پرخچے فضائے آسمانی میں اڑتے نظر آئیں گے. اگر اسے جرمنوں سے بچانا ناممکن ہو گیا" یہ اعلان ایک روسی اناؤنسر نے کسی غیر معلوم روسی براڈ کاسٹنگ سٹیشن سے نشر کیا ہے. اس کا بیان ہے کہ ماسکو کے دفاعی مورچوں کی دیکھ بھال موسیو ... نے خود سنبھال لی ہے اس وقت جرمن فوجیں ماسکو سے ۵۰ میل سے ۱۰۰ میل تک مختلف اطراف میں روک دی گئی ہیں جرمن ابھی تک کالنن پر بھی قبضہ نہیں کر سکے.

قصبہ امرہ کے قریب جرمنوں نے لینن گراڈ کے لئے ایک اور حملہ کرنے کی کوشش کی. مگر انہیں بے شمار لاشیں، زخمی اور بہ مقدار کثیر تباہ شدہ سامان جنگ میدان میں چھوڑ کر بھاگنا پڑا ایک علاقے میں جرمنی فوجیں مورچے توڑ کر آگے بڑھ آئی تھیں مگر روسی توپوں کے گولوں نے ان کو بھون ڈالا.

دی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور کے زیر اہتمام اجلاس

لائل پور میں تقریب لیلۃ القدر

(رشید احمد صاحب مشرت لائل پور)

۲۷ رمضان مبارک کو مسجد احمدیہ میں لیلۃ القدر کی تقریب نہایت شاندار طریق پر منائی گئی. جناب حافظ محمد شفیع صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوش اسلوبی سے دوران تراویح میں قرآن کریم سنایا اور ۲۷ رمضان مبارک کو ختم کیا. قرآن کریم کے ختم اور لیلۃ القدر کی خوشی پر جلسہ کیا گیا. بہت سے اصحاب نے نعت خوانی کی. اس کے بعد الحاج جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب نے . . .

- - - - - - - - - -

. . . - - - - - اپنے مخصوص انداز میں نہایت ہی لطیف تفسیر فرمائی اور بڑی دیر تک اپنے پر از روحانیت کلمات سے حاضرین و حاضرات کو مستفید فرمایا. فرمایا کہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کو ایسے باغات ملیں گے جو نہروں سے سرسبز ہوں گے اور ان لوگوں کی اتنی عزت افزائی کی جائے گی کہ ان کو خدا کے نزدیک کرسی دی جائے گی. دنیا کے احکام کے نزدیک کرسی نشین ہونا کس قدر فخر کا باعث ہوتا ہے. لیکن جن لوگوں کو احکم الحاکمین کے نزدیک کرسی ملے اور وہ کرسی نشین قرار دیئے جائیں ان کی عزت کا اندازہ کس قدر بلند ہوگا. یہ اعزاز کا انتہائی مقام ہے کہ انسان کو خدا اپنے قریب کرسی دے. پس جس طرح دنیوی کرسی نشینی کے لئے انسان رغبت اور کوشش میں لگا رہتا ہے. اسی طرح انسان کو خدا کے نزدیک کرسی نشین ہونے کا اعزاز حاصل کرنے کی خواہش اور تڑپ ہونی چاہئے. غرض جناب شیخ صاحب قبلہ نے بہت خوبی سے تفسیر فرما کر حاضرین کو لطف اندوز فرمایا اس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ ساطع تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر سورہ لیلۃ القدر تلاوت فرماتے ہوئے اس رات کا فلسفہ بیان فرمایا اور لیلۃ القدر کے متعلق صحیح روایات سے حاضرین کو آگاہ فرمایا اور بیان کیا کہ اس رات میں ملائکہ اور ارواح کا نزول ہوتا ہے اور یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا ہے ملائکہ برکات . . . اور خدا کے کلام نیک قلوب پر نازل ہوتے ہیں اور خیر و برکت کے تمام امور باہم پہنچائے جاتے ہیں جو مسلمان اس بابرکت رات کو زندہ رکھکر خیر و برکت کے وارث بنتے رہے ہیں اور شب معراج، شب براءت کی طرح اس تیسری رات یعنی لیلۃ القدر کی برکات سے مسلمانوں نے اپنی زندگیوں کیلئے خوشگوار اثرات قبول کئے ہیں. حضرت نبی کریم صلعم سے پہلے تمام دنیا میں اتنا گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا کہ گویا ہزاروں راتوں کا اندھیرا ایک جگہ جمع ہو گیا ـــ لیکن حضور صلعم کی تشریف آوری اس اندھیری رات میں صبح کا نور تھی جس نے تمام ظلمتوں کو پاش پاش کر کے رات کو دن سے بدل دیا. اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ. حضرت عثمانؓ. حضرت علی رضوان اللہ علیہم کی زندگیاں ایسی پاکیزہ ہو گئیں کہ گویا عرش سے اس فرش پر فرشتے اتر آئے اور پھر ان کے مقدس وجود کس طرح دنیا بھر کے لئے خیر و برکت کا موجب بن گئے. غرض بڑے دلچسپ اور لطیف پیرائے میں تفسیر فرما کر حاضرین و حاضرات کو اپنی زندگیوں میں نمایاں انقلاب پیدا کرنے کی تلقین فرمائی.

اس کے بعد الحاج جناب شیخ میاں محمد صاحب نے اپنی تقریر دلپذیر سے حاضرین کو سرگرم عمل ہونے کی دعوت دی اور فرمایا کہ جس طرح رمضان مبارک میں ایک روحانی دور رہا. اور ہم سب حتی کہ کمزور سے کمزور مسلمان بھی نیکی پر مائل ہو گئے ہیں چاہتا ہوں کہ ہم رمضان مبارک کی ان برکات کو آئندہ اور امسال قائم رکھکر اپنے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کریں ورنہ اس کا کیا فائدہ ہے کہ ہم رمضان مبارک کے بعد پھر پیچھے گر جائیں اور روزہ کی اصل غرض کو بھول جائیں. ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم نے رمضان مبارک سے جو برکات حاصل کی ہیں. ان کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لیں اور ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں. غرض قبلہ شیخ صاحب نے اپنی قیمتی نصائح سے حاضرین کو عمل کی ترغیب دی. اس کے بعد الحاج جناب شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب نے کھڑے ہو کر اس رقت اور درد سے دعا کی کہ تمام مجلس پر ایک عجیب کیفیت چھا گئی ـــ ہر ایک دل اپنے مولا کریم کے حضور جھکا ہوا تھا. جناب میاں صاحب بڑی دیر تک دعا فرماتے رہے.

آخر میں حاضرین و حاضرات میں شیرینی تقسیم کی گئی. اور جلسہ کی کارروائی نہایت خیر و خوبی سے اختتام پذیر ہوئی.

(بقیہ صفحہ ۲ سے)

اور دن اور رات دعاؤں میں لگا ہو کہ اے مولا کریم اسلام کو غالب کر اپنے رسول محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو اب دور آخر میں پھر فتح مبین عطا فرما اور آپ کے جھنڈے کے نیچے لا کر بنی نوع انسان کو امن و امان بخش تاکہ پھر ہم اس اخوت عالمگیر کا نظارہ دیکھیں جس کو تازہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے. کیا اس کا یہ مذہب ہو سکتا ہے کہ رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں سبحانک ھذا بہتان عظیم. ملک سعید احمد صاحب کی عقل پر کیا پردہ پڑ گیا کہ جہاں موقعہ پر حضرت مولانا محمد علی صاحب آیت ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ . . . . . اولٰئک ھم الکافرون حقا لکھکر اس سے استنباط کرتے ہیں کہ کسی رسول کا انکار انسان کو کافر بنا دیتا ہے. ملک صاحب موصوف یہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے اسے متشابہ قرار دیکر تنکے کی طرح توڑ کر پھینک دیا ہے. خدا پناہ دے ایسے غلط ترین سیاہ جھوٹ سے فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ (پ ۱۷ ع ۱۱) عزیزو! جھوٹ ایک نجاست ہے اور شرک اور بت پرستی میں داخل ہے اس سے بچو. اللہ تعالیٰ ہم کو سچ پر قائم ہونے کی اور خدمت دین کی توفیق بخشے. آمین

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ

(از جناب محترمہ محمودہ عبد اللہ صاحبہ سکرٹری)

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ بروز جمعہ بتاریخ ۳۱ر اکتوبر احمدیہ مسجد کی گیلری میں نماز جمعہ کے بعد ہوا۔ محترمہ بہن سید بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ چونکہ ہمارے جلسہ کی مقررین لڑکیاں بوجہ بیماری تشریف نہ لاسکیں۔ اس لئے خاکسارہ نے مقررہ موضوع یعنی اسلام میں عورت کے درجہ کے متعلق مختصر سا بیان کیا اور بتایا کہ اسلام سے پیشتر عورت کی حالت نہایت زبون تھی اور وہ ایک مملوکہ جائداد سمجھی جاتی تھی۔ جو دیگر جائداد کی طرح وارثوں کے حصہ میں آتی تھی لیکن اسلام نے آکر عورت کو وارث جائداد قرار دیا۔ اور رسول مقبول نے فرمایا کہ تم میں سے جو دو لڑکیوں کی پرورش کرے گا۔ وہ بہشت میں جائے گا۔ بحیثیت بیوی عورت کو حق مہر ملتا ہے۔ جو اس کی مالی حالت کو بہتر بناتا ہے اور ویسے بھی عورت شادی ہونے پر کسی طرح محکوم نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنے گھر میں حکمران ہوتی ہے اور جس طرح چاہتی ہے اپنے مال کو خرچ کرسکتی ہے۔ ہاں البتہ مرد کو عورت پر ایک درجہ ہے اور وہ بھی اس لئے کہ مرد عورت کے لئے ہر طرح آرام و آسائش بہم پہنچاتا ہے اور محنت سے کما کر لاتا ہے تو عورت پر واجب ہے کہ خاوند کی اطاعت کرے اور اس کی خوشنودی مدنظر رکھے۔ لیکن عملی رنگ میں عورت کا درجہ مرد کے برابر ہے۔ یعنی عورت مرد کو جزا سزا برابر ہے۔ تعلیم مرد و عورت دونوں پر واجب ہے اور عورتیں اپنی تعلیم و دیگر ضروریات کے لئے باہر جاسکتی ہیں بلکہ قرون اولیٰ میں مسلمان عورتیں لڑائیوں میں میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کو ساتھ جاتی تھیں اور بڑی بڑی عالمہ فاضلہ عورتیں گزری ہیں۔ بوقت ضرورت عورتیں سب کام کر سکتی ہیں۔ لیکن عورت کی صحیح پوزیشن گھر کی ملکہ ہونا ہے اور اپنے بچوں کی صحیح پرورش و تربیت کرنا ہے۔

ازاں بعد محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے نہایت پر اثر پیرایہ میں عورتوں کی زبون حالی کا ذکر فرمایا جو اسلام سے پیشتر تھی اور بتایا کہ ہم موجودہ زمانہ میں اچھی حالت میں رہتے ہوئے یہ تصور نہیں کرسکتے کہ عورت پر وہ کیا مصیبت تھی جو اسلام نے آکر دور کی۔ ہمارے رسول مقبول رحمۃ العالمین ہو کر آئے۔ اور عورت کو ایک گری ہوئی حالت سے اٹھا کر نہایت بلند مرتبہ عطا کیا اور وہ درجہ دیا جس کے لئے آج یورپ تک کی عورتیں لڑ رہی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام میں عورت و مرد کا درجہ برابر ہے اور مرد کو عورت پر فضیلت نہیں۔ ہاں صرف اس رنگ میں کہ عورت کے حقوق جیسے مرد پر ہیں۔ ویسے ہی مرد کے حقوق عورت پر ہیں کہ خاوند اگر اس کے لئے کما کر لاتا ہے تو عورت پر واجب ہے کہ وہ اس کی خوشنودی مدنظر رکھے اور خاوند سے بلا وجہ سرکشی اختیار نہ کرے۔ انہوں نے بتایا کہ قرآن میں نہایت اچھے الفاظ میں خاوند کے اس مرتبہ کا ذکر کیا کہ الرجال قوامون علی النساء کہ مرد عورتوں کے نگہبان ہیں۔ کہ مرد بحیثیت مضبوط جنس ہونے کے اس بات کے اہل ہیں کہ وہ عورت کے محافظ بنیں۔ ورنہ جزا و سزا و دیگر دینی امور میں مرد و عورت کا درجہ برابر ہے انہوں نے بتایا کہ اسلام کے بعض مسائل کو جیسے عورت کا مرد سے طلاق حاصل کرسکنا . . . . یہ قاضی کے ذریعہ ہی ہونا ضروری ہے بعض نادانوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس طرح تو عورت کا درجہ مرد کے برابر تو نہ ہوا کہ مرد تو گھر بیٹھے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور عورت بیچاری عدالت میں جاکر ہی فیصلہ کرا سکتی ہے۔ تو درحقیقت اس میں عورت کیلئے ایک مصلحت ہے کہ عورت بحیثیت جنس ضعیف ہونے کے مرد سے اپنے حقوق لے سکے۔ کہ قاضی اسے اس صورت میں کہ خاوند ظالم ہو عورت کے سب حقوق قانون کی رو سے دلوا سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ایسا نہ ہوتا تو عورت طلاق دیتی اور مرد اسے بغیر کچھ دیئے دلائے گھر سے باہر نکال دیتا تو عورت بیچاری کیا کرسکتی۔ لیکن اسلام نے عالمگیر مذہب ہونے کی حیثیت میں ہر مرض کا علاج رکھا ہے۔ گو رسول کریم کا یہ قول ہے کہ ناپسندیدہ چیزوں میں سے ایک طلاق ہے جو ناموافق حالات ہونے کی صورت میں جائز ہے۔

پیر بیگم صاحبہ حضرت امیر نے کہا کہ ہاں اسلام نے ہمیں جہاں اتنے حقوق دیئے ہیں۔ تو ہم پر . . . . بعض فرائض بھی ہیں جیسا کہ ہمیں تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان عورتوں نے بڑی بڑی اسلامی خدمات انجام دیں اور ایسی ایسی عالمہ گزریں کہ مرد تک ان سے درس لیا کرتے تھے۔ اس موجودہ زمانہ میں خدا کا شکر ہے کہ خدا نے ہماری جماعت کو تبلیغ اسلام کی توفیق عطا کی۔ سو ہمیں بھی اپنے مردوں کے دوش بدوش کام کرنا چاہئے نیز انہوں نے ضمناً نمائش دستکاری کا ذکر کیا کہ اس میں سب عورتوں کو حصہ لینا چاہئے کہ اس طرح ہمیں یہ توفیق ملتی ہے کہ ہم اپنی محنت سے کچھ بنا کر خدا کی راہ میں دیں۔

مندرجہ ذیل تجاویز اس کے لئے پیش ہوئیں

(۱) دستکاری نمائش کے لئے ہر ایک ایسی چیزیں تیار کرے جو اس کی اپنی ضرورت کی چیزوں میں سے ہوں۔ یا کسی سے پوچھ لیا جائے کہ اس کو کس چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ یا ایسی کارآمد چیزیں بنیں کہ اگر وہ بوجہ لڑائی کے مہنگی بھی بنیں تو بھی بک جائیں۔

(۲) بعض بہنیں اپنی واقف کار غریب لڑکیوں سے جو خود اپنی لاگت سے سلائی نہیں بنا سکتیں۔ انہیں چیزیں خرید کردیں تا وہ ان کے لئے سلائی بنا دیں۔ خاص کر ایسی عورتیں جو خود سلائی بنانے سے معذور ہیں۔ نیز اس غرض کے لئے احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن نے ۲۰ روپے دینے منظور کئے کہ جن سے چیزیں خرید کر سلائی بنوائی جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکیاں خود سلائی نہیں بنائیں گی۔ بلکہ صرف اس لئے کہ ان کے مشترکہ چندہ میں سے جو دو آنہ ماہوار ہوتا ہے یہ رقم اس غرض کے لئے وقف کردی کہ اس سے غریب بہنوں سے چیزیں دیکر سلائی بنوائی جائے۔ تا وہ بھی اس کار ثواب میں حصہ لیں۔

نیز بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ مقرر درخواست ہے کہ سب بہنیں شروع دسمبر میں اپنی سلائی ختم کرکے ۱۰ر دسمبر تک اپنی سلائی مرکز میں بھیجدیں۔ تاکہ سلائی بے وقت پہنچنے پر جو تکلیف اور دقت ہوتی ہے وہ دور ہو جائے اور یوں بھی جو کام اخیر پر رکھا جائے وہ بسا اوقات ادھورا ہی رہ جاتا ہے۔

روسی کارخانے بذریعہ ریل
مغرب سے مشرق کو پہنچائے گئے

لندن ۳۱ر اکتوبر۔ روسی فوجوں نے نیوز کرانیکل کے نامہ نگار فلپ جارڈن کے پیغام کے مطابق جرمنوں کے ہاتھوں شدید نقصان اٹھایا ہے۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اپنی بے دریغ قربانیوں سے جرمنوں کو اپنا مقصد حاصل نہیں کرنے دیا۔

روس میں اپنے دورے کے دوران میں مسٹر جارڈن نے یوکرائن اور مغربی روس کے صنعتی شہروں کے کارخانے ریل گاڑیوں کے ذریعہ سے یورال کی پہاڑیوں میں روسیوں کو بھیجتے دیکھا۔ جہاں ان کارخانوں میں اس وقت تک دوبارہ کام شروع ہوچکا ہے اور روسیوں کو اس وقت تک جو نقصان پہنچا ہے۔ اسے پورا کیا جارہا ہے۔

رفتارِ عالم

اتوار مورخہ ۲۶ اکتوبر سے ہفتہ مورخہ یکم نومبر تک

امریکن جہاز کی غرقابی۔ ۱۳ر اکتوبر کو موجودہ جنگ میں امریکہ کا پہلا تباہ کن جہاز "روبین جیمز" آئس لینڈ کے قریب امریکہ کی بحری حد کے اندر جرمن آبدوز نے تارپیڈو سے غرق کر کے پریذیڈنٹ روزویلٹ کے اس انتباہ کو صحیح ثابت کر دیا جو انھوں نے ۲۸ر اکتوبر کو اپنی براڈ کاسٹ تقریر میں اہلِ امریکہ کو کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا ہٹلر ڈرا دھمکا کر امریکہ کو سمندروں سے نکال دینا چاہتا ہے۔ مگر ہم امریکن بھی اس دہشت انگیزی کا مقابلہ کرنے کے لئے کامل طور پر تیار ہو کر جنگی مورچوں پر کھڑے ہو گئے ہیں

اس تقریر کے وقت تک امریکہ کے دو جنگی جہازوں پر صرف حملے ہوئے تھے دوسرا حملہ ۱۷ر اکتوبر کو ایک جرمن آبدوز نے آئس لینڈ جنوب میں ۳۵۰ میل کے فاصلے پر تباہ کن جہاز کیرنی پر حملہ کیا۔ اس جہاز کے عملے کے دس آدمی ہلاک اور گیارہ زخمی ہوئے تھے۔ مگر جہاز غرق نہیں ہوا تھا اسے نقصان نہیں تھا۔ اس دہشت انگیزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پریذیڈنٹ روزویلٹ نے اپنی تقریر کے دوران میں مزید کہا تھا "ہم آتشبازی سے اجتناب کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا آغاز ہو ہی گیا اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ کہ کس نے پہل کی؟"

ان دو واقعات کے پیش نظر پریذیڈنٹ روزویلٹ نے اس بات پر زور دیا کہ "امریکہ کی غیر جانبداری کے قانون میں ترمیم و اصلاح کی اشد ضرورت ہے تاکہ امریکہ کے تجارتی جہازوں کو نہ صرف مسلح کیا جائے بلکہ ہمارے مال لے جانے والے جہاز ہمارے دوستوں کی بندرگاہوں میں انکی ضروریات کا سامان بھی بہم پہنچا سکیں اور ان جہازوں کی حفاظت امریکہ کے جنگی جہاز کر سکیں" پریذیڈنٹ کے ان الفاظ کے صرف تین روز بعد جرمنی نے امریکہ کا تباہ کن جہاز تارپیڈو مار کر غرق کر دیا اس اشتعال انگیز واقعہ کی موجودگی میں اہلِ امریکہ کے ارباب بست و کشاد کیا طرزِ عمل اختیار کرینگے۔ اس کا اندازہ امریکہ کے اخبارات کے تبصروں سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ جو انہوں نے پریذیڈنٹ روزویلٹ کی ۲۸ر اکتوبر والی تقریر پر کئے۔ نیویارک ٹائمز نے اس پر لکھا کہ "جہاز کیرنی کے شہیدوں اور زخمیوں کی یاد امریکہ کی بحری قوت کے دیگر کارکنوں میں خلش پیدا کرتی رہیگی۔ کہ غیر جانبداری کے قانون کے مضحکہ خیز ڈھونگ کو اب ختم کر دے غیر جانبداری کے قانون میں ترمیم کا اقدام صحیح مگر نامکمل ہے۔ اسے منسوخ کرنے کی ضرورت ہے۔

ملکی بچاؤ کے پروگرام کے لئے ۲۵ سنکھ روپیہ۔ ان واقعات کی روشنی میں اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ امریکن جہازوں پر جرمن آبدوزوں کے حملوں اور ایک امریکن تباہ کن جہاز کی تباہی کی موجودگی میں حکومت امریکہ کی آئندہ پالیسی کیا ہو گی اسی تقریر میں پریذیڈنٹ نے یہ انکشاف بھی کیا کہ "میرے پاس ہٹلر کی گورنمنٹ کا تیار کیا ہوا ایک نقشہ ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ امریکہ کو ہٹلر کس طرح از سرِ نو ترتیب دینا چاہتا ہے۔" اور اس طرح ہٹلر کے ان اعلانوں کی تردید کی کہ جرمنی کے فتوحاتی پروگرام میں امریکہ شامل نہیں۔

ایک بیان کے مطابق حکومت امریکہ نے ملکی دفاع کے لئے تقریباً ۔۔۔ ملکھ روپیہ صرف کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ تمام واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اب امریکہ جنگی مورچوں پر محض کھڑے رہنے پر اکتفا نہیں کرے گا۔

مشرقی محاذ پر جنگ کی حالت۔ چھ ہفتوں کی زبردست مزاحمت کے دوران میں روسی فوجوں نے جرمن فوجوں کے ایک لاکھ بیس ہزار افسر اور سپاہی ہلاک اور زخمی۔ ۵۰۰ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں۔ ۲۰ ہزار اسلحہ جنگ سے لدی ہوئی لاریاں اور ۲ سو توپیں تباہ کرنے کے بعد یوکرائن کا مشہور صنعتی شہر خارکاف ۲۹ر اکتوبر کو خالی کر دیا مگر خالی کرنے سے قبل یہاں کے تمام کارخانوں کی مشینیں اور دیگر کار آمد اشیا محفوظ مقام پر پہنچا دینے کے بعد آگ لگا دی اور جرمن فوجیں اس کے کھنڈروں میں داخل ہوئیں۔

روسی یا یہودی خدا۔ ماسکو کے محاذ پر جنگ کو پورا ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ فوجی مبصروں کے نزدیک موسم سرما شروع ہونے سے قبل ماسکو پر قبضہ کرنے کے لئے یہ ہٹلر کا آخری حملہ ہے۔ پورے ایک مہینے کی شدید جدوجہد اور کثیر نقصانات اٹھانے کے باوجود جرمن فوجیں ابھی پچاس سے ۱۰۰ میل تک دور ہیں۔ اور گزشتہ ۵ دن سے تو جرمنوں نے اپنے جنگی اعلانوں میں اس محاذ کا ذکر تک نہیں کیا جرمن عوام کو مطمئن کرنے اور فریب دینے کے لئے برلین میں نازی حکومت کے ایک ترجمان نے ماسکو کی جنگ میں ناکامی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ موسم جرمن فوجوں کے اقدامات کے لئے سخت غیر متوقع ہے۔ اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ خدا یا تو روسی ہے یا یہودی۔ اس نے ہمیں کافی تکلیف دی ہے اور ابھی دو ہفتے بھی نہیں ہوئے جب برلین ریڈیو نے کہا تھا کہ موسم کی خرابی جرمن فوجوں کی پیش قدمی کو روک نہیں سکتی اب اگر پھر جرمنوں کی ناکامی کے لئے موسم کو ذمہ وار قرار دیا جا رہا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جرمن اب تک کئی بار اپنے اعلانوں میں مارشل تموشنکو اور مارشل بڈونی کی فوجوں کو بالکل تہس نہس کر چکے ہیں اگر وہ روسیوں کی مزاحمت کا اعتراف کریں تو انکے سابقہ بیانوں کی تردید ہوتی ہے اور جرمن پوچھ سکتے ہیں۔ اگر روسی فوجیں تباہ ہو چکی ہیں۔ تو جرمن فوجیں آگے کیوں نہیں بڑھتیں۔ اسی لئے اب موسم کو اور خدا کو ذمہ وار قرار دیا جا رہا ہے

موسیو سٹالین کو فتح کا پورا یقین ہے۔ پریذیڈنٹ روزویلٹ کے مشیر خاص مسٹر ہیری ہاپکنس نے ماسکو میں موسیو سٹالن سے اپنی ملاقات کا حال ایک امریکن اخبار میں شائع کرایا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں موسیو سٹالن نے مجھے یقین دلایا کہ جنگ کا مورچہ ماسکو کے مغرب میں ہی رہے گا ہم روسی یہ جنگ جیت کر رہیں گے۔ روسی اپنے وطن روسی کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں کیونکہ وہ دوبارہ غلام بننے کو تیار نہیں۔

مسٹر ہاپکنس ہٹلر کے لئے موسیو سٹالن کی نفرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ہٹلر کے لئے سٹالن کے دل میں نفرت ہے۔ خدا اس سے ہر شخص کو بچائے ذاتی نفرت ہے۔ ہٹلر کا ذکر کرتے ہوئے سٹالن کے ہاتھ اس طرح بن گئے۔ کہ اگر میری جگہ ہٹلر بیٹھا ہوتا۔ تو یہ ہاتھ اس کا گلا دبوچ لیتے اور جرمنی میں چانسلر کا عہدہ خالی ہو جاتا۔

ماسکو کے مورچے۔ تازہ اطلاعات کے مطابق موسیو سٹالن اب خود ماسکو کے مورچوں کی دیکھ بھال کر چکے ہیں۔ مارشل تموشنکو یوکرائن کے محاذ پر ڈان ڈانگا کا خط دفاع مستحکم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے کیونکہ یہ مورچہ ٹوٹ گیا تو جرمنوں کو قفقاز تک پہنچنے کے لئے کوئی اور جغرافیائی یا قدرتی رکاوٹ موجود نہیں ہو گی یوکرائن کے محاذ پر مارشل بڈونی تھے انہیں رسالہ کی فوج کی ترتیب اور تنظیم کے لئے فارغ کر دیا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ روسی فوج میں ۴۰ رسالہ ڈویژن ہیں۔ ان میں سے اب تک صرف تین رسالے استعمال کئے گئے ہیں۔ باقی رسالوں کو برف پر دشمن کا مقابلہ کرنے اور دشمن کی صفوں کے پیچھے ان کا سلسلہ رسل و رسائل کاٹنے کے لئے چھاپہ مار دستوں کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ مارشل بڈونی کاسک ہیں۔ ان کے کاسک سواروں نے مختلف جنگوں میں بیشمار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اب جنگ کی موجودہ ضروریات کے مطابق انکی ترتیب و تنظیم کی جا رہی ہے۔

لینن گراڈ کے محاذ پر مارشل وارشیلاف تھے جنہوں نے مارشل تموشنکو کے ساتھ مل کر روس کی منتشر فوجی قوتوں کو منظم کیا فاصکر فن لینڈ کی جنگ کے بعد انہوں نے روسی فوج کو اس درجہ منظم کیا کہ کسی کے وہم و گمان میں نہیں آ سکتا۔ اور خود ہٹلر کو بھی روس کا دوست بنے رہنے کے باوجود روسی فوج کی تنظیم کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی اس نے اس غلط فہمی میں روس پر حملہ کیا تھا کہ روسی فوج ابھی تک منتشر حالت میں ہے۔ اور وہ دو تین ہفتوں میں روس کو ختم کر دے گا۔ مگر آج بیسواں ہفتہ شروع ہے اور جرمن ابتک صرف یوکرائن میں اوڈیسہ۔ کیف اور خارکاف پر کثیر نقصان اٹھانے کے بعد قبضہ کر سکے ہیں اور یہ قبضہ بھی ایسا ہے کہ جس سے جرمن کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں یہ مارشل وارشیلاف کی ترتیب کا نتیجہ ہے۔ موسیو سٹالن نے انہیں روسی فوجوں کی نئی ترتیب اور تنظیم کے لئے محاذ سے فارغ کر دیا ہے۔

اس وقت جنگ کا زور یوکرائن میں دلستوف کے نئے اور وسط میں ماسکو کے لئے ہے۔ دونوں محاذوں پر روسیوں نے جرمنوں کی یلغار روک دی ہے۔ مگر ابھی خطرہ دور نہیں ہوا خصوصاً یوکرائن میں زیادہ خطرہ ہے۔ جہاں مارشل تموشنکو عقبی مورچوں کو مستحکم بنا رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دشمن کو بھی روکنے کی کوشش کر رہے ہیں

مشرقِ بعید کے حالات۔ مشرق بعید میں جاپان کی ہنگامہ آرائی ہفتہ زیرِ تبصرہ میں بھی جاری رہی مگر انھوں نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا فوجی مبصروں کا بیان ہے۔ کہ جاپان کے سرکاری حلقوں میں بھی اب ہٹلر کی کامیابی کا یقین نہیں رہا۔ اگر انہیں یقین ہوتا۔ تو چین کی جنگ میں مصروف ہونے کے باوجود وہ سائبیریا یا جنوب میں سیام پر حملہ کرنے سے گریز نہ کرتے۔ اور برطانیہ۔ امریکہ اور روس سے جنگ کا خطرہ مول لینے میں تامل نہ کرتے۔ لیکن اب ٹوکیو سے اطلاعات کے مطابق وہاں کے سرکاری حلقوں میں یہ سوال بحثوں کا موضوع بنا ہوا ہے کہ جاپان اگر سائبیریا یا سیام پر حملہ کرے اور اس طرح برطانیہ روس اور امریکہ سے جنگ کرے تو اس صورت میں بلاشبہ جرمنی کو فائدہ پہنچے گا لیکن اگر جاپان مصیبت میں پھنس گیا۔ تو جرمنی اس کی امداد کر سکے گا۔؟ اس سوال کے جواب میں تمام حلقے خاموش ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ جرمنی جاپان کی امداد کو کسی صورت میں بھی نہیں پہنچ سکتا جاپانیوں کو یاد ہے کہ خود یورپ میں جرمنی کے قریب ہی اس کا دوست اٹلی البانیہ میں یونانیوں کے ہاتھ پٹتا رہا مٹھی بھر یونانیوں نے لاکھوں اطالویوں کو مار مار کر ان کا کچومر نکال دیا تھا اور شمالی افریقہ میں جنرل واول کی مٹھی بھر فوج نے اطالویوں کو سدی بارانی سے لیکر بن غازی تک بھگا کر لاتعداد اطالویوں کو قیدی بنا لیا تھا۔ ان حالات میں اتنی دور جرمنی جاپان کو کیا اور کس طرح امداد مہیا کر سکے گا۔ خاص کر اس حالت میں کہ روس کی جنگ میں خود جرمنی کی گت بن رہی ہے چند روز ہوئے ایک جرمن جرنیل کا قول ایک غیر جانبدار اخبار نویس نے نقل کیا تھا۔ کہ جرمنوں نے یونان پر حملہ کیا۔ اور اس پر قبضہ کر لیا جرمنوں نے کریٹ پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اب ہم جہنم روس پر قبضہ کرنے کیلئے جہنم پر حملہ کر رہے ہیں۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ ہم جیتے جی جرمنی نہیں جا سکیں گے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نماز ترک کرنے سے مسلمان متروک ہو گئے

درد دل سے پڑھی ہوئی نماز تمام مشکلات سے نکالتی ہے

جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے وہ ایمان کو چھوڑتا ہے۔ اس سے خدا کے ساتھ تعلقات میں فرق آجاتا ہے اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے نہیں بلکہ اس کی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا شروع کیا ہے۔ تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرض زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں۔ دیکھو لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا۔ ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا جب اسے ترک کیا۔ وہ خود متروک ہو گئے ہیں۔ درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے۔ ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے۔ ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوتا ہے۔ ایک عرض کرتا ہے۔ التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ دوسرا اس کی عرض کو اچھی طرح سنتا ہے۔ پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گذارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے۔ نمازی کا یہی حال ہے خدا کے آگے سربسجود رہتا ہے اور خدا کو اپنے مصائب اور حوائج سناتا ہے۔ پھر آخری سچی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے جواب کے واسطے بولتا اور اس کو جواب دیکر تسلی دیتا ہے۔ بھلا یہ بجز حقیقی نماز کے ممکن ہے ہرگز نہیں اور پھر جن کا خدا ہی ایسا نہیں وہ بھی گئے گزرے ہیں ان کا کیا دین اور کیا ایمان ہے وہ کس امید پر اپنے اوقات ضائع کرتے ہیں۔ (الحکم ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں گذشتہ جمعہ آپ نے جو خطبہ دیا اس میں موجودہ جنگ عظیم کی تباہیوں اور بربادیوں پر قرآن کریم کی متعدد آیات سے روشنی ڈالی جن سے اس کے کلام الٰہی ہونے اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کی شہادت ملتی ہے یہ خطبہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

— حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈلہوزی سے واپس آگئے ہیں۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے۔ معرفت مولینا محمد علی صاحب مسلم ٹاؤن لاہور

اظہار تشکر و مبارکباد جناب مولوی مرتضےٰ خانصاحب اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ دورہ میں مولوی عالم دین صاحب وکیل شیخوپورہ نے میرے ساتھ پھر کر غیر از جماعت اصحاب سے چندہ جمع کیا جس کیلئے میں ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز یہ امر موجب مسرت ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے پوتا عطا فرمایا ہے۔ یعنی آپ کے بڑے لڑکے سعید احمد کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے اس خوشی میں انجمن کو مبلغ پانچ روپیہ عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے۔

دعا ہمارے مکرم دوست ٹھاکر بہادر چودھری روشن دین صاحب گریزن انجینیر کی نواسی دختر ڈاکٹر فضل حق صاحب بعارضہ اپنڈیسائٹس بیمار ہیں اور میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ احباب انکی صحت کیلئے دعا کریں

وفات بابو رحمت اللہ صاحب مرحوم کا جو انجمن کے پرانے کارکنوں میں سے تھے نوجوان بیٹا گذشتہ ہفتہ لاہور چھاؤنی میں فوت ہو گیا۔ مرحوم کے اس سے پہلے کئی بچے ٹی۔ بی کی نذر ہو چکے ہیں۔ اولاد نرینہ میں یہ آخری بچہ تھا۔ اب صرف ایک لڑکی باقی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب کرام باقی خاندان کی صحت و سلامتی کی دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

تبدیلی پتہ مولانا عمر الدین صاحب شملوی اور عبدالسلمان صاحب عمادی آجکل کاروبار کے سلسلہ میں بمبئی گئے ہوئے ہیں ان کا پتہ حسب ذیل ہے:
پوسٹ بکس ۹۳۵ بمبئی

ہماری تبلیغی جدوجہد

دھلی

اخویم مکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی دہلی میں نہایت محنت اور تندہی کے ساتھ جماعت کی تربیت اور اشاعت وتبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں جب سے وہ دہلی گئے ہیں۔ وہاں کی جماعت میں زندگی کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ رمضان شریف میں نئی دہلی میں چودھری شادین صاحب کے مکان واقعہ ولکشا سکوائر میں درس قرآن وحدیث ہوتا رہا۔ نماز فجر بھی وہیں باجماعت ادا ہوتی رہی۔ دار المطالعہ نزد جامع مسجد میں حافظ عبد العزیز صاحب نماز تراویح پڑھاتے رہے۔ اتوار کو ہفتہ وار جلسہ ہوتا ہے جس میں درس قرآن درس حدیث اور حضرت مسیح موعود کی کتب کا کچھ حصہ سنایا جاتا ہے اور تقاریر ہوتی ہیں۔ نوجوانوں میں علم حاصل کرنے کی تحریک جاری ہے۔ دو نوجوان سید صاحب سے خاص طور پر قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ قرول باغ صدر بازار کشمیری دروازہ، دریا گنج اور نئی دہلی کے حلقوں میں بیسیوں اصحاب تک سلسلہ کا لٹریچر پہنچایا جا رہا ہے لوگ خود ملاقات کے لئے آجاتے ہیں۔ چند اصحاب خاص طور پر زیر تبلیغ ہیں اور سلسلہ کے زیادہ قریب ہیں۔

آگرہ

دہلی کے علاوہ سید صاحب دوسرے مقامات کا بھی دورہ کرتے رہتے ہیں۔ ۱۲ نومبر کو آپ آگرہ تشریف لے گئے۔ جہاں کئی لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان میں ایک وکیل صاحب کی ملاقات خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سید صاحب لکھتے ہیں۔ وہ سخت شیعہ خیال کے آدمی ہیں۔ مگر انہوں نے سلسلہ کی چند کتب بالخصوص "مجدد اعظم" اور "میثاق النبین" (انگریزی) کا مطالعہ کیا ہے جس سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ انہیں خواب میں بھی حضرت مسیح موعود کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ آپ نے انہیں کہا ہے کہ میری بیعت میں آ جائیے۔ مگر چونکہ وہ شیعہ خیالات رکھتے ہیں اس لئے مسئلہ خلافت وامامت اور دیگر اسی قسم کے مابہ النزاع مسائل ان کی روک کا سبب ہیں۔ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اچھا نہیں جانتے اور سوچتے ہیں کہ مہدی سنیوں میں کس طرح آ سکتے ہیں۔ میں نے انہیں مسئلہ خلافت وامامت سمجھانے کی کوشش کی اور انہوں نے اطمینان سے سب کچھ سنا۔ اسی طرح صحابہ کرام پر الزامات کا جواب دیا جس سے انہیں کسی قدر فائدہ ہوا۔ آئندہ کے لئے انہوں نے میرے ساتھ مسلسل خط وکتابت کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق دے۔

مردان

مردان (صوبہ سرحد) میں محمد افضل صاحب سکنہ صوابی جو ہماری تبلیغی جماعت کے فارغ التحصیل طلباء میں سے ہیں، انجمن کی طرف سے تبلیغ کے کام پر مقرر ہیں۔ نہایت پرجوش اور محنتی نوجوان ہیں۔ اپنے علاقہ میں دورہ کرکے تبلیغی لٹریچر پڑھنے والے نوجوان کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں۔ بارسین چلا گیا وہاں مسٹر . . . . . . تین آدمیوں کے ساتھ ملاقات کی اور لٹریچر کے مطالعہ سے جو اعتراضات پیدا ہوئے تھے۔ ان کو رفع کرنے کی کوشش کی۔ سکول کے طلباء میں لٹریچر تقسیم کیا۔ اور ان کی واقفیت احمدیت کے متعلق بہم پہنچائی گئی۔

صوابی آیا . . . . خانصاحب سے ٹیچنگ آف اسلام اور بخاری شریف وصول کی اور آئینہ کمالات اسلام ان کو پڑھنے کیلئے دی گئی۔ انہوں نے بخاری شریف خریدنے کی خواہش ظاہر کی میں نے وعدہ کیا کہ جب لاہور جاؤں گا لیتا آؤں گا۔ ٹھنڈہ کوئی آیا مسٹر . . . . . بی۔ اے کے ساتھ ملاقات ہوئی اور لٹریچر دیا گیا مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔ نہایت خلیق آدمی ہیں۔ نوشہرہ میں ملازم ہیں پھر حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ مسٹر . . . . . کو ٹیچنگ آف اسلام مطالعہ کے لئے دی اور بیان القرآن جلد اول جو پہلے انہیں دی گئی تھی۔ واپس طلب کی۔ ابھی انہوں نے ختم نہیں کی

ڈیرہ غازی خاں

مولوی عبد القادر صاحب ڈیرہ غازیخاں کے علاقہ میں نہایت سرگرمی کے ساتھ تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ ڈیرہ سے دڑو پہنچا۔ وہاں مولوی فضل الحق صاحب (جو سلسلہ کے مخالفین میں سے ہیں) اور دوسرے غیر احمدی کم از کم دو سو کی تعداد میں جمع تھے۔ ایک دن ختم نبوت اور محمد رسول اللہ صلعم پر لیکچر دیا اور دوسرے دن علماء کی تفرقہ بازی پر تقریر کی اور کہا کہ موجودہ علماء نے تو آپس میں لڑ کر اپنا پیٹ پالتے اور محمد رسول اللہ صلعم کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے خوش ہوتے ہیں اور ہماری جماعت کے رہبر حضرت مسیح موعود نے یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کو بغض اور حسد کی جلتی ہوئی آگ سے نکال کر ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جمع کردیا جائے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ سب نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ بکلی متفق ہیں اور محمد رسول اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے امداد کرنے کو تیار ہیں۔ ہماری فصل بہت جلد پک جائے گی تو ہم آپ کی امداد کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور دیں گے۔

پیر عادل گیا۔ وہاں صرف ختم نبوت اور رسالت محمد رسول اللہ صلعم پر تقریر ہوئی۔ چند لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ احمدی ہیں۔ مگر گدی نشین صاحب پیر عادل نے کہا کہ جس کو اختلاف ہے وہ اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔ ورنہ اس کو بے عزت کرکے نکالا جائیگا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔

علی پور

علی پور ضلع مظفر گڑھ میں قاضی شیر محمد صاحب امام جامع مسجد نہایت خلوص کے ساتھ تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں۔ رمضان میں نماز شام کے بعد قرآن کریم کا درس دیتے رہے جس میں بہت سے غیر از جماعت اصحاب بڑے ذوق وشوق سے شامل ہوتے رہے خطبات جمعہ میں حضرت مسیح موعود کی انذاری پیشگوئیوں جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام اور فاضلین یورپ کے خیالات پر قاضی صاحب نے روشنی ڈالی۔ ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعود کے رویا وکشوف پر کسی سائل کے سوالات کے جواب دیئے گئے۔ اور بعد خطبہ مزید شبہات کا جواب دیا گیا۔ جو لڑکوں کو جو پیدائشی احمدی ہیں۔ دینی خدمات کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ قریباً سات آٹھ اشخاص زیر تبلیغ ہیں۔

لائل پور

ہمارے لائق اور پرجوش مبلغ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع آجکل لائل پور میں سرگرم تبلیغ ہیں۔ آپ کے تبلیغی کارناموں اور لیکچروں کی رپورٹیں قبل ازیں درج اخبار ہوتی رہی ہیں۔ تمام تبلیغی خدمات کے علاوہ روزانہ صبح آٹھ بجے سے نو بجے تک قرآن کریم کا درس ہوتا ہے۔ خوب رونق ہوتی ہے اور بہت سے غیر از جماعت اصحاب بھی شریک ہوتے ہیں۔ خطبات جمعہ سننے کے لئے بھی کافی تعداد میں غیر از جماعت مسلمان نماز جمعہ میں آ جاتے ہیں اور مسجد بھری ہوتی ہے۔

۱۰ نومبر کو قادیانی جماعت کے ساتھ ختم نبوت بر بنائے قرآن کریم واحادیث نہایت شاندار پبلک مناظرہ ہوا۔ سید اختر حسین صاحب گیلانی کو دہلی سے مناظرہ کے لئے بلایا گیا۔ بالمقابل مولوی اللہ دتا قادیانی تھے۔ مفصل رپورٹ آئندہ درج ہوگی۔

نارووال

مولوی مرتضے خانصاحب بی۔ اے انجمن کی طرف سے اضلاع گورداسپور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں تبلیغ کے کام پر مامور ہیں۔ ان تمام علاقوں میں تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنے کے علاوہ زبانی بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں سے مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کچھ دن ہوئے نارووال میں ایک امریکن پادری سے آپ کو گفتگو کا موقع ملا۔ اور آپ نے کفارہ مسیح کی تردید میں ان سزاؤں کو پیش کیا جو از روئے بائیبل ابن آدم کو آدم کے گناہ کے بدلے دی گئیں کہ:

(۱) سانپ جس کی شکل شیطان نے اختیار کی پیٹ کے بل چلے گا۔

(۲) مرد زمین کو پھاڑے گا اور ماتھے کے پسینے سے روٹی کمائے گا۔

(۳) عورت دردزہ سے بچہ جنے گی۔

پادری صاحب سے دریافت کیا گیا کہ اگر مسیح بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا تو یہ سزائیں کیوں باقی ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ کفارہ کا عقیدہ باطل ہے۔ پادری صاحب اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور اپنے ماتحت پادری (دیسی عیسائی) سے بات کرنے کے لئے کہا۔ جب اس سے بات کی گئی تو وہ بیہودہ سرائی پر اتر آیا۔ دوران گفتگو میں بعض ہندو اور مسلمان بھی اکٹھے ہوگئے۔ سب کے سامنے بائیبل کو کھول کر پڑھا گیا اور سب نے پادری صاحب کو جھٹلایا اور کہا کہ مولوی صاحب کا اعتراض صحیح ہے۔ لیکن وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

لاہور

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن) کی شاندار تبلیغی خدمات سے کون واقف نہیں۔ جو انہوں نے جرمنی میں بحیثیت امام مسجد برلن سرانجام دیں۔ اعلان جنگ کے بعد آپ کا وہاں ٹھہرنا مشکل تھا اس لئے آپ واپس چلے آئے۔ کچھ عرصہ سے آپ لاہور میں تبلیغ وتنظیم کے کام پر مامور ہیں اس سلسلہ میں کئی ایک غیر از جماعت معززین، کالجوں کے طلباء اور غیر مسلموں سے آپ کی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں اور ان کو تبلیغی لٹریچر پہنچانے کے علاوہ آپ زبانی بھی اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق معلومات بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ انجمن کا محکمہ پبلسٹی (نشر واشاعت) بھی آپ ہی کے زیر اہتمام کام کرتا ہے اور کئی ایک ٹریکٹ اور اشتہارات چھپوا کر لاہور اور بیرونجات میں مفت تقسیم کرائے جا چکے ہیں۔

علاوہ ازیں نوجوانان جماعت کے اندر تبلیغی جذبہ پیدا کرنے اور انہیں ایک تنظیم کے ماتحت لانے کیلئے بھی آپ نے کافی جدوجہد کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اس وقت تک کئی شہروں میں آپ کے ارشاد وتحریک سے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز کا قیام عمل میں آیا ہے جو ہفتہ وار جلسوں اور تقاریر کے علاوہ

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم شنبہ ۱۵ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶۸

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

ایک امریکن اخبار کی ناقابل برداشت ہرزہ سرائی

اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یورپ اور امریکہ میں جس قدر غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں شاید ہی دنیا کے کسی اور حصہ میں پائی جائیں۔ یورپ تو اسلامی مبلغین کے تبلیغی اثر سے ان غلط خیالات سے بہت حد تک پاک ہو چکا ہے اور اس کے بڑے بڑے لوگ اور اخبارات اب اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کا نام عزت سے لینے لگے ہیں۔ لیکن امریکہ میں ابھی تک اس بیماری کے جراثیم نسبتاً زیادہ خطرناک صورت اختیار کئے ہوئے ہیں۔

"سنڈے نیوز" کی خرافات

اس کی تازہ مثال نیویارک کے ایک اخبار "سنڈے نیوز" میں ملتی ہے جس نے اپنے ایک مضمون میں ہٹلر کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:۔

"خون آشام ہٹلر نپولین سے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بنی نوع انسان کو صرف چند افراد کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے اور ہٹلر بھی یہی چاہتا ہے۔"

دلخراش اور خلاف واقعات

یہ الفاظ کس قدر دلخراش اور واقعات کے کس قدر خلاف ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی طبقہ میں بھی ان پر سخت رنج و افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ۵ر نومبر کو مرکزی اسمبلی میں سر عبد الحلیم غزنوی نے اس بنا پر التوا کی تحریک کی کہ حکومت "سنڈے نیوز" کے اس مضمون کے خلاف احتجاج کرنے میں ناکام رہی ہے۔

حکومت ہند پر الزام

سر عبد الحلیم نے دوران بحث میں فرمایا کہ حکومت اس سلسلے میں بالکل اندھی اور بہری ہو گئی ہے۔ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ایسے ملک میں رسول کریم صلعم پر اس قسم کا حملہ کیا جائے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہٹلر اور نازیت کو تباہ کرنے کے در پے ہے۔ اس مضمون سے تمام دنیائے اسلام کے جذبات کو شدید نقصان پہنچا ہے گورنمنٹ نے اس کا کوئی مداوا نہیں کیا۔ برطانیہ کو چاہئے کہ وہ امریکہ کی حکومت سے احتجاج کرے کہ وہ پرچہ غیر مشروط طور پر فوراً معافی مانگے۔

حکومت ہند کا جواب

اس کے جواب میں سر عبد الحلیم کو بتایا گیا کہ اس بحث کا ریکارڈ حکومت نے سر گرجا شنکر باجپائی کو برائے مناسب کارروائی بھیجا ہے جس پر انہوں نے اپنی تحریک واپس لے لی۔

اصل بیماری کا علاج کرو

سر عبد الحلیم کی یہ تحریک اور حکومت کا طریق عمل بلاشبہ لائق تحسین ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا "سنڈے نیوز" کے معافی مانگ لینے سے یہ بیماری جو دلوں کے اندر پائی جاتی ہے ختم ہو جائے گی۔ کیا دلوں میں سے رسول کریم صلعم کی نسبت ظلم و زیادتی کے خیالات زائل ہو جائیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں اس کی اصل جڑ کو کاٹنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ جب تک دلوں کے اندر محمد رسول اللہ صلعم کی محبت پیدا نہ کی جائے۔ جب تک صحیح تاریخی واقعات سے دنیا کو یہ بتایا نہ جائے کہ آپ کا مقصد ہٹلر کی طرح دنیا میں ظلم و تعدی سے کام لینا اور لوگوں کو اپنے ماتحت کرنا نہ تھا، بلکہ آزادی مذہب قائم کرنا اور کمزوروں کو ظالموں کے دست ستم سے بچانا مقصود تھا۔ جب تک آنحضرت صلعم کی زندگی کے متعلق صحیح معلومات دنیا کو بہم نہ پہنچائی جائیں اس وقت تک یہ توقع رکھنا کہ معافی مانگ لینے سے دل صاف ہو جائیں گے اور بات جاتی رہے گی ایک موہوم امر کے پیچھے پڑنا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات

جماعت احمدیہ لاہور نے اس بارہ میں جو خدمات سر انجام دی ہیں اور آنحضرت صلعم کے سوانح کو "سیرت خیر البشر" اور "محمد دی پرافٹ" کے نام سے جگہ جگہ پھیلانے میں جس ہمت و مستعدی کا اظہار کیا ہے۔ وہ بہت ہی قابل قدر ہے۔

اس جماعت کی امداد کرو

اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ یورپ کی رائے عامہ بہت حد تک بدل چکی ہے اور آنحضرت صلعم کا نام اب وہاں عزت سے لیا جاتا ہے اگر سر عبد الحلیم اور دوسرے مسلمان اس جماعت کی امداد کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اس کے تبلیغی لٹریچر کو پھیلانے کیلئے دامے درمے امداد کریں تو امریکہ کی رائے عامہ کے بھی تبدیل ہونے میں دیر نہ لگے گی اور اس قسم کے الفاظ منہ پر آنے بند ہو جائیں گے۔

تبلیغ اسلام کو شعار بناؤ

کتنے رنج اور افسوس کی بات ہے کہ اس علمی روشنی کے زمانہ میں امریکہ کے اندر رسول کریم صلعم کے متعلق ایسی ناواقفیت پائی جاتی ہے کہ اس قسم کے دلخراش اور خلاف واقعات الفاظ سننے میں آتے ہیں کاش مسلمان اس سے سبق حاصل کریں اور تبلیغ اسلام کو اپنا شعار بنا کر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم کرنے کا موجب ہوں۔

ہٹلر کون ہے؟

امریکن اخبار کی یاوہ گوئی آپ نے سن لی۔ ہٹلر کون ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ اس کو کیسے تشبیہ ہو سکتی ہے۔ وہ ظلم کا دیوتا۔ آپ رحمت کے فرشتے۔ وہ حکومت کا فرمان۔ آپ آزادی کے علمبردار، وہ بنی نوع انسان کا دشمن۔ آپ مخلوق خدا کے سچے خیرخواہ ان سب چیزوں سے بڑھ کر خدا اور حضرت عیسیٰ کے متعلق ہٹلر اور اس کے ساتھیوں کے خیالات ہیں وہ بھی پڑھ لیجئے اور اس بات کا اندازہ کیجئے کہ ایسے شخص کو رسول کریم صلعم سے تشبیہ دینا کتنا بڑا ظلم ہے:۔

عیسیٰ اور ہٹلر کا مقابلہ "صرف ایک یا دو معمولی چھوٹی باتوں میں ہٹلر اور (حضرت) عیسیٰ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ ہٹلر تو ایسی عظیم الشان شخصیت ہے کہ ایسی ہیچ (عیسیٰ) ہستی سے تو اس کا مقابلہ کبھی ہی نہیں ہو سکتا۔" (جولیئس سٹریچر ۱۹۳۵ء)

جرمنوں کے زوال کا سبب "میرا خیال ہے کہ ہمارے زوال کا سبب یہ ہے کہ ہم نے عیسیٰ کی پیروی کی اور اس کی تعلیم پر عمل کیا۔ اس طرح ہماری جرمن روح مردہ ہو گئی اور اس کے بجائے ہم نے عیسائیت کی روح حاصل کی یا حاصل کرنے کی کوشش کی۔" (ارنسٹ رالنشرٹ ۱۹۳۴ء)

عیسائیت بزدل بناتی ہے "میں عیسائیت کو اس لئے رد کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس کا بانی یہودی تھا اور اب یہ بین الاقوامی مذہب بن گیا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا میں امن و صلح قائم کرنے کی تعلیم دے کر بزدلی کا پرچار کرتی ہے۔" (ڈریک میوڈ مڈارف)

مصلوب یہودی "میدان جنگ میں آخری دستی بم پھینکنے والا سپاہی۔ جنگ میں طوفانی فوج کا مرنے والا سپاہی جس کی آخری پکار آخری سانس کے ساتھ فیوہرر کے لئے ہو۔ ہمارے نزدیک مصلوب یہودی سے زیادہ بڑھ کر ہمارے لئے آسمانی نشان ہے۔" (کوبرٹ ہیوباخ)

جرمنی کا مسیح "ہمارے لئے عیسائیت کے دیوتا نے اب ہٹلر کی صورت میں جنم لیا ہے۔" (ہانس کیرل ۱۹۳۷ء)

خدا کا فرستادہ "اس زمین پر ہم صرف ایڈالف ہٹلر پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا مذہب نیشنل سوشلزم ہے جو تمام خوبصورتیوں کا منبع ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا نے ہٹلر کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ تاکہ جرمنی کے مکاروں اور ریاکاروں سے نجات دلائے۔" (ڈاکٹر رابرٹ لے ۱۹۳۶ء)

ہٹلر خدا ہے "ہٹلر بھی اکیلا ہے۔ خدا بھی اکیلا ہے ہٹلر خدا کی مانند ہے۔ ہٹلر خدا ہے۔" (جرمن وزیر ہانس فرانک)

جرمن خدا "ہمارے لئے یا تو جرمن خدا ہو سکتا ہے یا کوئی بھی نہیں دنیا جس خدا پر ایمان رکھتی ہے وہ معاہدہ وارسیلز کا ذمہ دار ہے۔" (ارنسٹ نانگیش)

ایک بزرگ جماعت کا وصال

میاں لعل دین صاحب صدر بازار لاہور کی طرف سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ان کے والد ماجد میاں عطا محمد صاحب سابق میونسپل اوورسیر سیالکوٹ جو حضرت مسیح موعود کے پرانے مریدوں میں سے تھے ۸ر اکتوبر بوقت شام چھاؤنی نصیر آباد میں فوت ہو گئے۔ میاں صاحب مرحوم کی عمر ۸۰۔۹۰ سال سے زائد تھی۔ انہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود کی بیعت اس وقت کی تھی۔ جب مولانا عبد الکریم صاحب مرحوم، شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی مرحوم اور سید حامد شاہ صاحب شامل بیعت ہوئے تھے۔ آپ ان تیرہ اصحاب میں سے تھے۔ جنہوں نے یہ حلفیہ شہادت دی تھی کہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی اشاعت پر انہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنا دعویٰ اصل میں بدل دیا ہے۔ ہمیں اس صدمہ میں میاں لعل دین صاحب اور دیگر تمام متعلقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو۔

شذرات

صریح غلط بیانی

باوجود بغیر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ابھی تک اس پیرانہ سالی میں بھی حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق اسی طریق تکلم سے کام لے رہے ہیں جو ہمیشہ سے ان کی عادت ہے۔ غلط استدلال، غلط حوالجات اور غلط نتائج پیدا کرنا ہمیشہ سے ان کی عادت ہے۔ اسی عادت کو ۷ر نومبر ۱۹۴۲ء کے "اہلحدیث" میں ہمارے مضمون "مسیح ابن مریم کب آئیں گے" کے جواب میں انہوں نے پورا کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب قادیانی نے "ازالہ اوہام" میں لکھا ہے کہ:۔ میرا دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔ یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے"

یہ عبارت مولوی صاحب نے اسی طرز سے اپنے اصل مضمون سے علیحدہ کرکے لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب کی اصل عبارت ہے۔ لیکن "ازالہ اوہام" کے کسی صفحہ کا نمبر نہیں دیا۔

ہم مولوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ "ازالہ اوہام" سے ان الفاظ کا ثبوت پیش کریں اور بتائیں کہ کس صفحہ پر حضرت مرزا صاحب نے یہ لفظ لکھے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہرگز ایسے الفاظ "ازالہ اوہام" میں درج نہیں۔ یہ محض غلط بیانی ہے جو مولوی صاحب نے کی ہے۔ کاش اس پیرانہ سالی میں تو خوف خدا سے کام لیا ہوتا۔

اصل الفاظ

اصل الفاظ جو حضرت مسیح موعود نے "ازالہ اوہام" میں لکھے ہیں اور جن سے مخالف مولوی ہمیشہ غلط استدلال کرتے ہیں یہ ہیں:۔

"اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود[1] خیال کر بیٹھے ہیں"

"میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام مجھ پر لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔" "میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں رکھے ہیں۔"

"میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا ذکر قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے۔"

ان عبارات کو مولوی صاحب کی پیش کردہ عبارت کے سامنے رکھئے اور بتلائیے کہ ان کا طریق عمل کہاں تک راستبازی اور صداقت پر مبنی ہے۔

[1] مسیح موعود سے یہاں عیسیٰ ابن مریم مراد ہیں۔ . . . جیسا کہ آگے تصریح کی ہے

پھر جنازہ کا سوال؟

میاں صاحب کے ایک مخلص مرید کے دو خطوط ان کالموں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا کوئی جواب ابھی تک میاں صاحب نے تو دیا نہیں۔ اب مولوی اللہ دتا صاحب نے "الفضل" میں بالاقساط جواب دینا شروع کیا ہے ان جوابات سے مخلص مرید کے شبہات کا کہاں تک ازالہ ہوا ہے۔ اس پر تو وہ خود ہی روشنی ڈالیں گے لیکن مسئلہ جنازہ کے متعلق مولوی اللہ دتا صاحب کا فقرہ پڑھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ

"اس بارے میں حضرت مقدس کے فتاوے اور حضور کا عمل نہایت واضح ہے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنی کتاب "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" میں اس موضوع پر سیر کن بحث کی ہے۔ نیز "الفضل" میں اخویم قاضی محمد نذیر صاحب نے مبائعین کے جنازہ کا مفصل ازالہ کردیا ہے۔ جس کے بعد مولوی محمد علی صاحب بالکل خاموش ہو گئے ہیں؟"

دروغ گویم بر روئے تو کی اس سے واضح مثال اور کیا ہوگی میاں بشیر احمد صاحب کی کتاب پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو تبصرہ کیا۔ اس کا کوئی جواب آجتک میاں صاحب نے دیا نہ خلیفہ صاحب نے۔ باوجود اس کے کہنا کہ جناب مولوی محمد علی صاحب بالکل خاموش ہو گئے ہیں؟ کس قدر جسارت ہے شاید مولوی اللہ دتا صاحب کا منشا یہ ہے کہ ان کے خلیفہ صاحب اور چھوٹے میاں صاحب کو بار بار جھنجھوڑتے رہنا چاہیے تاکہ ان کے متضاد بیانات اور غلط بیانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے

لچر تاویلیں اور متضاد بیانات

بطور مثال دیکھ لیجئے خلیفہ صاحب قادیان فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں (غیر احمدی کا) جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں کہ جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کی جائے گی"

(انوار خلافت ص۹۱)

لیکن میاں بشیر احمد نے اپنی کتاب "مسئلہ جنازہ کی حقیقت" میں سارا زور اس بات کو ثابت کرنے پر صرف کر دیا ہے۔ کہ ان تمام حوالجات میں حضرت مسیح موعود نے صرف ان "مصدقین احمدیت" کے جنازوں کی اجازت دی ہے۔ جو احمدیوں کے اندر ملے جلے رہتے ہوں" بالفاظ دیگر صرف احمدیوں کا جنازہ جائز قرار دیا ہے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود نے جن لوگوں کے متعلق "مخالف جو برا نہ بولتا ہو" "خاموش اور درمیانی حالت میں ہو جو پکی دشمن نہ ہو" "علانیہ تکفیر اور تکذیب نہ کی ہو" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان سے وہی لوگ مراد ہیں جو احمدیوں میں شامل ہیں۔

اس تاویل کی "معقولیت" اور بڑے اور چھوٹے میاں کے بیانات کے تطابق کو دیکھ لیجئے اور پھر خود ہی بتائیے کہ ایسی لچر تاویلوں اور ان متضاد بیانات کے ہوتے ہوئے ایک سلیم العقل انسان خاموش نہ ہو جائے تو کیا کرے

مسیح ابن مریم کب آئینگے؟

ہمارے اس سوال کے جواب میں کہ "مسیح ابن مریم کب آئینگے؟" مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی یہ عبارت نقل کر دی ہے کہ

"اس بات سے اس وقت (زمانہ تصنیف براہین احمدیہ میں) انکار نہیں ہوا۔ اور نہ اب انکار ہے کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہوگا" (ازالہ طبع اول ص۲۶۱)

گویا ان کے نزدیک حضرت مرزا صاحب بھی مسیح ابن مریم کے ظاہری علامات حدیث کے ساتھ آنے کے قائل ہیں۔ کاش مولوی صاحب ایسا غلط استدلال کرتے ہوئے کچھ تو خوف خدا سے کام لیتے کیا پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں سے مسیح ابن مریم کا آنا مراد ہے جس صورت میں ازالہ اوہام کے صفحہ صفحہ اور سطر سطر میں حضرت مرزا صاحب مسیح ابن مریم کی وفات ثابت کر چکے اور ان کا دوبارہ آنا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے خلاف بتا چکے ہیں یہ کہنا کہ آپ مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں سے صرف ظاہری شان اور غلبہ مراد ہے۔ اور اس کے متعلق بھی آپ نے "شاید" کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن بعد میں صفائی کے ساتھ لکھ دیا کہ ؎

یار وجو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

پس مولوی ثناء اللہ اور دوسرے علمائے اسلام جو مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں۔ اس بات کے جواب دہ ہیں کہ وہ کب آئینگے؟ اگر نزول مسیح کی حدیثیں صحیح ہیں تو بتاؤ کہ جب دجال آچکا یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا تو مسیح کہاں ہے۔ اور وہ کیوں اب تک نہیں آیا؟ کیا وہ اس کا جواب دیں گے۔

قابل تقلید نمونہ

چودھری تاج الدین صاحب سفید پوش ویروالہ ضلع سیالکوٹ ہماری جماعت کے ان مخلص احباب میں سے ہیں جن کی زندگیاں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت ہیں۔ چودھری صاحب نے دین کی خاطر ہر قسم کی مشکلات اور دکھوں کو برداشت کیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل دنیا کے ہر قسم کے مفاد کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر اس ہمت، خلوص اور جوانمردی کا ثبوت دیا۔ جو ایک حقیقی احمدی کا نصب العین ہونا چاہیے ان کے واقعات زندگی جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ بہت سے لوگوں کے لئے قابل تقلید نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ چودھری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی ایسی ہی نیک اور خادم دین عطا کی ہے۔ ان کا نوجوان فرزند مشتاق احمد سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سچا فدائی پابند صوم و صلوٰۃ اور ضروری دینی معلومات سے واقف ہے۔ اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا کیا ہے جس کی خوشی میں چودھری صاحب نے مبلغ تین روپیہ انجمن کو بطور شکرانہ دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کے بیٹے اور پوتے کو عمر طویل عطا کرے اور خادم دین بنائے آمین۔ ہم چودھری صاحب اور انکے بیٹے کو اس خوشی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ نومولود کا نام نصیر احمد رکھا گیا ہے۔

جناب خلیفہ صاحب مکرم قادیان کے مرغوب کھلونے

مسئلہ نبوت اور کفران کے مذہبی کھلونے ہیں

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی)

یادش بخیر جناب خلیفہ صاحب قادیان میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے زمانہ کے ان چند چیدہ افراد میں سے ہیں۔ جو اپنے قول و فعل کے لحاظ سے مظہر العجائب کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان کا قول ہے کہ:-

انسانی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ جب کبھی اس کے دل میں کوئی جوش پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے ماحول کے باہر سب چیزوں کو بھول جاتا ہے۔ اور اس وقت اسے صرف یہی نظر آتا ہے کہ جو چیز میرے سامنے ہے بس دنیا کی ساری خوبیاں اور ساری ترقیاں اور سارے تنزل اور ساری تباہیاں اسی سے وابستہ ہیں۔ بچپن کی یہ خصلت بڑے ہو کر بھی انسان میں موجود رہتی ہے . . . . . یہی فطرت بعض انسانوں میں بھی جب ان کی صحیح تربیت نہیں ہوتی۔ جوانی کے ایام میں بھی پائی جاتی ہے . . . . . . یہ وہی بچپن والی خاصیت ہے۔ جو عدم تربیت کی وجہ سے بڑے ہو کر بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔"

(خطبہ نمبر ۲ مندرجہ روزنامہ الفضل نمبر ۱۸۹ جلد ۲۹ مورخہ ۲۰ر اگست ۱۹۴۱ء)

یہ بالکل درست ہے فی الحقیقت انسانی فطرت ایسی ہی واقع ہوئی ہے قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد وارد ہے اور اس سے گریز کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ لا تبدیل لخلق اللہ

معلوم ہوتا ہے جناب خلیفہ صاحب مکرم نے جو خطبہ ۸ر اگست کو ارشاد فرمایا ہے۔ وہ بھی اسی فطرتی جوش کے زیر اثر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر ثابت ہو گا۔ مگر اس کا عنوان دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ جو یہ ہے

"دل کا اطمینان کرکے سچائی کو قبول کرو اور قبول کرنے کے بعد استقلال سے کام لو"

حالانکہ خلیفہ صاحب کے مذہب میں مسئلہ کفر و اسلام و نبوت حضرت مسیح موعود کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی بیعت ہو سکتی ہے۔ حال ہی میں ایک متلاشی حق کے استفسار پر جو جواب جناب خلیفہ صاحب کے دربار سے ملا۔ وہ ابھی تازہ ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ کیا دل کا اطمینان اسی طرح کیا جاتا ہے۔ کہ باوجود اختلاف کے بیعت لیتے ہیں اور پھر استقلال کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اختلافی صورت میں بیعت قبول کرنا اور اس پر استقلال کی ہدایت کے کیا یہ معنی نہیں۔ ہو سکتے کہ مرید کو اجازت ہے کہ اختلاف پر استقلال سے جما رہے۔ مگر دامن خلافت سے بندھا رہے۔ کیا قول و فعل میں توازن اسی کا نام ہے[۱]

اس تمام خطبہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کے موجودہ دام افتادگان جو کسی عزو جاہ یا ملازمت کی خواہش یا کسی مالی مفاد کے خیال سے یا بعض رشتہ یا جائداد

سکنی کے پھندوں میں پھنس کر ان کی حلقہ بگوشی کو اختیار کر چکے ہیں۔ کسی وقت تحقیقاتی روشنی سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور اپنے عقل و فکر خداداد سے کام نہ لے سکیں۔ خیر یہ خلیفہ صاحب مکرم اور ان کے مریدوں کا معاملہ ہے وہ آپس میں نپٹ لیں گے ہمیں اس سے سروکار نہیں اور مجھے اس خطبہ کے رطب یابس پر لکھنے کے لئے بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ مگر کیا کیا جائے مقتضائے طبیعتش این است کے ماتحت خلیفہ صاحب مکرم اس دفعہ بھی جماعت لاہور پر نیش زنی سے نہیں رکے۔ فرماتے ہیں:-

"اصد افغانات نے بھی یہی ثابت کر دیا کہ یہی تین قسم کے گروہ ہماری جماعت میں تھے مثلاً وہی گروہ جس کا جماعت سے نکلنا حضرت خلیفہ اول کی وجہ سے تھا۔ اس کے لئے ٹھوکر کا امکان تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان کا تعلق ایک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو خدا کا پیارا تھا اور چونکہ حضرت خلیفہ اول خدا تعالے کے پیارے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ تعلق کرنے والے لوگ بھی ٹھوکر سے بچ گئے۔ لیکن فرض کرو۔ ان کا تعلق کسی اور شخص مثلاً عبد الحکیم مرتد سے ہوتا۔ تو جب عبد الحکیم مرتد کو ٹھوکر لگی تھی۔ اسی وقت ان کو بھی لگ جاتی یہ تو حسن اتفاق ہے کہ ان کا تعلق ایک ایسے شخص سے تھا جو خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ تھا اور جس نے اس قسم کی ٹھوکر لگا اور ابتلاؤں سے محفوظ رہتا تھا۔ لیکن دوسری جماعت پھسلی اور بری طرح سے پھسلی۔ جب اس جماعت کے افراد نے دیکھا کہ اب اس کا وہ جوش و خروش کہ جماعت ایک انجمن کے ماتحت ہو اور اس کا نظام وہی ہو۔ جیسا یورپین اقوام کا ہوتا ہے (الوہیت کا ذکر کرتے ہوئے شاید شرم آتی ہے) پورا نہیں ہوا تو انہوں نے نیا مشغلہ اختیار کیا چنانچہ اب رات دن قادیان اور قادیان والوں کو گالیاں دیتے رہتے ہیں۔"

ان زہر آلود الفاظ میں خلیفہ صاحب مکرم قادیان نے جو حملہ جماعت احمدیہ لاہور پر کیا ہے۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ مگر کیا . . . . پیرس میں ننگے ناچ دیکھنے کے مشتاق بھی یورپین نظام کے خلاف بحث کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جب ادھر سے جناب خلیفہ صاحب کے اعلانات باطل کی قلعی کھولنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ خود اور ان کے نمک حلال آسمان سر پر اٹھاتے ہیں اور ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے۔ ع

ایسے قاتل کو کیا کہے کوئی

اس تمام خطبہ کے جواب میں ہماری طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم نے مذہب کو کبھی بچوں کا کھلونا نہیں بنایا جس بات کو ہم علی وجہ البصیرت حق سمجھیں۔ اس پر استقلال سے قائم ہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ خلیفہ صاحب کی طرح ہمیں کھلونوں

سے رغبت نہیں۔ جناب خلیفہ صاحب مکرم فرماتے ہیں:-

(۱) "مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے بچپن میں ریل کی شدید خواہش کی . . . . . میرا اندازہ تھا کہ جس ریل کی میں خواہش کر رہا ہوں وہ بھی ریل کا کچھ نہ کچھ کام کرے گی۔ اگر زیادہ نہیں تو وہ ایک آدمی کو تو ضرور اٹھائے گی۔ چنانچہ میں نے اسے کبھی (نہیں حضرت میاں) دیکر اس پر پیر رکھنے کی کوشش کی۔ مگر اس پر نہ آسکا۔ وہ ریل بھی کچھ بڑی تھی۔ اس لئے میں نے اس پر ایڑی رکھ دی۔ مگر میری ایڑی رکھتے ہی وہ گاڑی کھیل کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔"

(۲) "بچپن میں میں نے ایک دفعہ مٹی کی چھوٹی سی چکی خریدی۔ اور پیسنے کے لئے اس میں چند دانے ڈال دیئے۔ پھر میں نے اسے چلایا تو دانے اندر ہی پھنس گئے۔"

(الفضل مورخہ ۲۰ر اگست ۱۹۴۱ء)

ریل سے خلیفہ صاحب کی رغبت شاید اس نسبت سے ہو کہ وہ بعض احادیث میں دجال کی سواری بیان ہوئی ہے۔ مگر چکی سے رغبت کا معمہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ آجکل اس کا استعمال زیادہ تر جیل میں کرایا جاتا ہے۔

خیر ریل اور چکی خلیفہ صاحب مکرم کے بچپن کے کھلونے تھے مگر ان کا اپنا ارشاد ہے کہ

"بچپن کی یہ خصلت بڑے ہو کر بھی انسان میں موجود رہتی ہے یہی فطرت بعض انسانوں میں بھی جب ان کی صحیح تربیت نہیں ہوتی جوانی کے ایام میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہ وہی بچپن والی خاصیت ہے جو عدم تربیت کی وجہ سے بڑے ہو کر بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔" (الفضل ۲۰ر اگست ۱۹۴۱ء)

اب دیکھنا ہے کہ جب عدم تربیت کی وجہ سے بچپن کی یہ خصلت، فطرت، خاصیت (کھلونوں سے کھیلنا اور ان کو توڑ ڈالنا) جوان اور بڑے ہو کر بھی موجود رہتی ہے یا پائی جاتی ہے یا ظاہر ہو جاتی ہے۔ تو کیا جناب خلیفہ صاحب مکرم اس قاعدہ سے مستثنےٰ ہیں اور ان کی تربیت کس قسم کی ہوئی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یوم پیدائش سے لیکر اب تک جناب خلیفہ صاحب کی زندگی بظاہر مذہبی ماحول میں ہی گزری ہے۔ اس لئے بچپن کے بعد ان کی جوانی اور بڑی عمر کے کھلونے مذہب کے ماحول کے باہر نہیں ہو سکتے۔ اور اگرچہ اخبار "زمیندار" اور دیگر جرائد جناب خلیفہ صاحب کے دیگر مرغوب کھلونوں کا بڑے شدومد سے ذکر کرتے رہتے ہیں مگر ہمیں ان سے سروکار نہیں۔

حضرت خلیفہ اول کی وفات کے زمانہ کے وقت جناب خلیفہ صاحب مکرم کی عمر $\frac{25}{26}$ سال سے زائد نہ تھی۔ عنفوان شباب تھا۔ اس وقت ان کی عمر پچاس سے متجاوز ہو چکی ہے اس $\frac{25}{26}$ سال کے عرصہ میں جب تلاش کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذہبی ماحول میں خلیفہ صاحب کا مرغوب کھلونا مذہب (اسلام۔ احمدیت) آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود اور سیاست رہی ہے۔ یہ نرا دعویٰ ہی نہیں حقیقت ہے ملاحظہ ہو:-

(۱) ۱۹۱۱ء میں جناب خلیفہ صاحب مکرم نے اعلان فرمایا تھا۔

(۱) "جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ کافر ہے"

(۲) آپ نے (یعنی حضرت مسیح موعود نے) اس شخص کو جو آپ کو سچا مانتا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

[۱] ملاحظہ ہو نوٹ پرائیویٹ سیکرٹری میاں صاحب مندرجہ پیغام صلح ۴ر ستمبر ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صحیح قومی تربیت کا سامان نماز جمعہ میں

نماز جمعہ کی اہمیت اور اس کو ترک کرنے کے نقصانات

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۴۱ء۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ ..... واللہ خیر الرازقین (سورہ الجمعہ رکوع ۲)

نماز جمعہ کے لئے تاکید

یہ آیات جمعہ کے متعلق قرآن کریم میں آئی ہیں۔ نماز کا حکم تو قرآن میں بار بار آتا ہے۔ تمام قرآن بھرا پڑا ہے لیکن جمعہ کا ذکر خصوصیت سے فرمایا اور اس میں تاکید بھی زیادہ فرمائی۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب نماز جمعہ کے لئے بلایا جائے یا نماز کا وقت آ جائے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت نماز کے لئے ندا ہوتی ہے۔ پھر پوری کوشش، زبردست جدوجہد کرو۔ اللہ کے ذکر کی طرف آنے کے لئے۔ وذروا البیع۔ اس سے روکنے والی چیز تمہارے کاروبار، تجارتیں ہیں۔ ملازمتیں ہیں۔ اس وقت ان سب کو چھوڑ دو تمہارا خیال ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے یا اور کاروبار سے جو کچھ کماؤ۔ بہتر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ بہتر یہ ہے کہ اس وقت چھوڑ دو اور نماز کے لئے آ جاؤ۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ جب نماز ادا کر لو۔ تو زمین میں پھیل جاؤ اور پھر اپنے کاروبار کے ذریعہ سے اللہ کا فضل تلاش کرو واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون، کاروبار میں بے شک لگ جاؤ۔ لیکن اللہ کو بھولو نہیں۔ اس کو ہر وقت یاد رکھو۔

عام لوگوں کی حالت

پھر عام لوگوں کی حالت کو بیان کرتا ہے۔ واذا راوا تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ جب کوئی کاروبار ہو۔ کوئی تجارت ہو۔ کوئی کھیل اور تماشہ ہو تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ کہ جو اللہ کے ہاں جو کچھ تمہارے اجتماع جمعہ کے اندر اکٹھا ہونے سے ملے گا وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے۔ واللہ خیر الرازقین اور رزق دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

پنجوقتہ نمازوں میں اجتماع کی ضرورت

یوں تو پانچ وقت کی نماز اسلام میں ہے گو اس میں شک نہیں کہ اس میں بھی اجتماع اور جماعت کا رنگ موجود ہے کیونکہ نماز اس کا نام نہیں کہ گھر میں دو سجدے کر لئے۔ نماز کے لئے جمع ہونا ضروری ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ بات آج مسلمانوں کی ذہنیت سے نکلتی جاتی ہے کہ نماز اجتماع کو اکٹھے ہونے کو چاہتی ہے۔ شارع علیہ السلام نے نماز کی جو صورت قرار دی تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔ گھروں میں شاید بہت لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن مسجدوں میں کم آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے لوگ مسجدوں میں آنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا پنجوقتہ اجتماع بہت سی برکات اپنے اندر رکھتا ہے۔

جمعہ میں اجتماع کی وسعت

لیکن جمعہ میں اس اجتماع کو زیادہ وسیع کر دیا۔ یہی چیز تھی جس سے لوگوں کو غلطی لگی کہ حکم تھا کہ جو لوگ پہنچ سکتے ہوں وہ ایک جامع مسجد میں جمعہ کے دن پہنچ جایا کریں، چنانچہ مسجد نبوی میں تین تین چار چار میل سے چل کر لوگ آتے تھے۔ قریب کے دیہات کے لوگ بھی مسجد نبوی میں جمع ہو جاتے تھے۔

جمعہ اور احتیاطی

اس سے آہستہ آہستہ غلطی لگ گئی جس میں مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ مبتلا ہے کہ جمعہ کی نماز شہر کے سوائے نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ جہاں اسلامی حکومت ہو۔ وہاں ہی جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور اس کو احتیاطی کہتے ہیں۔ یعنی اگر جمعہ نہ ہوا ہو تو ظہر تو ہو جائے

گاؤں میں نماز جمعہ

اصل میں شہر کے علاوہ دیہات سے بھی لوگوں کے آنے میں یہ غرض مضمر تھی کہ جمعہ میں زیادہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ ورنہ جمعہ کی نماز خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایک گاؤں میں بھی ہوئی۔ بحرین کے اندر ایک گاؤں تھا جس کا نام جواثی تھا۔ بخاری میں ہے کہ مدینہ میں مسجد نبوی میں جمعہ کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں ہوا۔ پھر حضرت انسؓ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا مکان بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ تو وہ جمعہ کے لئے کبھی شہر میں آ جاتے تھے اور کبھی اپنے مکان میں ہی نماز جمعہ ادا کر لیتے تھے۔ اسی طرح بخاری میں ہے کہ رزیق ایک عامل یا حاکم تھے۔ وہ کچھ زمین آباد کرانے کے لئے شہر سے دور رہتے تھے۔ انہوں نے ابن شہاب سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کیا یہاں جمعہ ہو سکتا ہے تو ان کو جواب دیا گیا کہ وہ اپنے ملازموں، مزدوروں وغیرہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لیا کریں

جمعہ کو ترک کرنا بہت بڑا جرم ہے

تو بہرحال جمعہ جماعت کا نام ہے۔ اگر دو آدمی بھی ہوں تو جمعہ ہو جاتا ہے۔ لیکن آج ہماری جماعت کے لوگ بھی جمعہ میں آنے سے غفلت کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ جمعہ کو ترک کرنا اتنا بڑا جرم قرار دیا ہے کہ فرمایا ہے۔ جو جمعہ کو ترک کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ جمعہ کو ترک کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایک شخص اسلامی رنگ میں تربیت حاصل کرنے کے واحد موقعہ سے اپنے آپ کو محروم کر دیتا ہے۔ کیونکہ جمعہ فی الحقیقت مسلمانوں کی تربیت کا ایک بڑا اعباری ذریعہ ہے۔

جمعہ کی اہمیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ

میں ان دوستوں کو جن کے ہاں اولاد ہے نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی اولاد کی بھی ان پر ذمہ داری ہے۔ ان کو بھی دین کی طرف راغب کرنا اور جمعہ میں لانا ان کا فرض ہے۔ قرآن شریف میں جمعہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں جمعہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر حیرت ہے کہ کیوں اس سے غفلت برتی جا رہی ہے کس چیز کے لئے لوگ نماز جمعہ میں آنے سے رک جاتے ہیں۔ کوئی تو کاروبار میں مصروف رہتا ہے کسی کے لئے ملازمت، کسی کیلئے تعلیم روک بن جاتی ہے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہیں جو یوں ہی گھر بیٹھے رہتے ہیں اور جمعہ کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ صرف جمعہ کی اہمیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے

جمعہ میں قوم کی تربیت کا سامان

عام نمازوں میں تو صرف عبادت کا رنگ ہے۔ لیکن جمعہ میں آپ دیکھتے ہیں کہ قوم کی تربیت کے لئے خطبہ بھی رکھا ہے یعنی نماز کو چار رکعت کی بجائے دو رکعت کر دیا۔ مگر اس کے ساتھ خطبہ ضروری ٹھہرایا ہے۔ ایسا نہیں کہ دوسری قوموں کی طرح سات دن تو کوئی عبادت نہ ہو خدا کو بھولے رہیں اور ساتویں دن خدا یاد آ جائے۔ اسلام میں چھ دن ویسے نماز پڑھنے کا حکم ہے اور ساتویں دن اکٹھے ہونے اور نماز کے ساتھ خطبہ بھی سننے کا حکم ہے۔

خطبہ اپنی زبان میں ہونا چاہئے

مسلمانوں نے غلطی سے خطبہ کو بھی نماز کی طرح عبادت سمجھ کر عربی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قرآن کریم کی کوئی آیات پڑھ کر ان پر وعظ فرماتے اور نصیحت کرتے تھے۔ چونکہ آپ اور آپ کے مخاطب عربی بولنے والے تھے۔ اس لئے آپ زبان عربی میں یہ وعظ فرماتے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کو غلط رنگ میں لیکر صرف عربی خطبات ہی کافی سمجھ لئے۔ حالانکہ ضروریات قومی کے متعلق جو امور ہوں ان پر اپنی زبان میں خطبہ ہونا چاہئے۔

چھپے ہوئے خطبے

خطبہ کا منشا یہ ہے کہ ہر جماعت ہر قریہ، ہر شہر کے لوگوں کی ضرورت کے مطابق انہیں سمجھا دیا جائے۔ چھپے ہوئے خطبے خواہ وہ عربی زبان میں ہوں یا اپنی زبان میں اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ چھپے ہوئے خطبہ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا اس تقریر کرنے والے کی تقریر کا اثر ہوتا ہے جس کے دل سے ایک بات نکلتی ہے اور وہ دوسروں کے دلوں پر بیٹھ جاتی ہے۔ پھر ایک خطیب کی تقریر سے یہ فائدہ بھی ہے کہ اس طرح مسلمانوں کی جماعت کے اندر اعلیٰ درجہ کی تقریر کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

خطبہ پیش آمدہ ضروریات پر ہو

تو جمعہ میں نرا عبادت کا رنگ نہیں بلکہ وعظ اور نصیحت کا رنگ بھی رکھا ہے کہ پیش آمدہ ضروریات کو قوم کے سامنے رکھا جائے اس کے متعلق وعظ و نصیحت ہونی چاہئے اور خطیب کو اپنی زبان میں اس پر تقریر کرنی چاہئے۔ ہاں اگر خطیب بالکل معمولی قابلیت رکھتا ہو۔ تو ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں وہ ایسا بیان نہ کر سکے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ ترقی کرتا چلا جائے گا۔ جو کچھ کوئی شخص بیان کرنا چاہے اسے قرآن سے لے، حدیث سے لے کسی بزرگ کی تحریر سے لے۔ مگر خود ان چیزوں کو لیکر دوسروں کو پہنچانے کا ذریعہ بنے۔

جمعہ ضائع نہ کرو۔ خواہ دو ہی آدمی ہوں

یہ آپ کو معلوم ہے کہ جمعہ کی نماز مدینہ میں فرض ہوئی۔

یعنی جمعہ اس وقت شروع ہوا جب ایک قوم بن گئی۔ اس کی تربیت کے لئے جمعہ اور اس کا خطبہ رکھا گیا۔ اس سلسلے میں سارے دوستوں کو جہاں جہاں رہتے ہوں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جمعہ کی اہمیت کو سمجھیں اور جہاں کہیں دو دوست بھی ہوں وہ نماز جمعہ کو قائم کریں جمعہ کو ترک نہ کریں۔ اگر کہیں ایک ہی آدمی ہوگا اور اس کے دل میں تڑپ ہوگی تو اللہ تعالیٰ دوسرا بھی ملا دے گا

خطبہ ضرور سننا چاہیئے

کوشش کرنی چاہیئے کہ جمعہ ضائع نہ ہو اور خطبہ ضرور سننا چاہیئے ورنہ ہمیں دوسروں سے الگ ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ اگر ہم نے ضرورت کی چیزیں بیان نہ کیں اور قوم کی تربیت کا جو سامان خدا نے جمعہ میں رکھا ہے اس سے کام نہ لیا۔ پھر جمعہ جیسی اہم اور ضروری چیز سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

اولاد کی صحیح تربیت

ضرورت ہے اس بات کی کہ اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی جمعہ میں شامل کریں۔ بہت لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بچوں کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وہ اپنی جگہ پر آزاد ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اولاد کی صحیح طور پر تربیت کرنا والدین کا اہم ترین فرض ہے اور صحیح تربیت کے لئے ذرائع اور سامانوں سے کام لینا ضروری ہے۔ جمعہ انہی ذرائع میں سے ایک ہے۔ دیکھو ایک باغ کا مالی جب تک پودوں اور درختوں کو کانٹ چھانٹ نہ رہے اس وقت تک ان کی نشوونما اور خوبصورتی قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح جب تم بچوں کی تربیت نہ کرو گے تو وہ اخلاقی طور پر سدھر نہیں سکتے

جمعہ میں اولاد کی صحیح تربیت

اس لئے دوستوں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو جمعہ میں لانے کی کوشش کریں تاکہ ان کے بچے اس تربیت سے جو جمعہ کے ذریعہ ہوتی ہے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بچہ باپ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا کسقدر صدمہ باپ کو پہنچتا ہے۔ کیا خدا کے احکام کی خلاف ورزی پر ہمیں کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے انہیں نمازوں کا پابند بناؤ۔ جمعہ میں لاؤ تاکہ وہ خدا کے احکام کو سن کر ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ بہتیری اچھی باتیں ہیں جو آپ براہ راست اپنی اولاد کو نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جمعہ کے خطبہ میں انہیں ایسی باتیں سننے کا موقعہ ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو بعض وقت یہ باتیں دل پر گہرا اثر کر جاتی ہیں اور انسان کی زندگی کو بنا دیتی ہیں۔

جمعہ کے لوازمات

پھر جمعہ کے لئے بعض لوازمات ہیں۔ جن پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ حکم ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے جب آئے تو نہا دھو کر مسواک کر کے آئے۔ ہو سکے تو خوشبو بھی لگا کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ جب آتے تھے تو گرمی کے اثر اور بدبو سے بچنے کے لئے آپ نے حکم دیدیا تھا کہ سب لوگ نہا کر آیا کریں اور اگر ممکن ہو تو خوشبو بھی لگا یا کریں۔ ویسے تو غسل کے متعلق حدیثوں میں بڑی تاکید پائی جاتی ہے۔ لیکن لکھا ہے کہ جمعہ کے دن غسل واجب ہے ہر بالغ پر تاکہ مجمع میں ایسی بدبو پیدا نہ ہو۔ جو دوسرے لوگوں کے لئے نفرت کا موجب ہو۔ اسی لئے بعض چیزیں کھا کر مسجد میں آنے سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً پیاز اور لسن وغیرہ۔ نماز روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ مگر جسمانی پاکیزگی اس کے لئے بطور ایک تمہید کے ہے اس لئے جمعہ میں جہاں اجتماع بھی بڑا ہوتا ہے۔ نہانے دھونے صاف کپڑے پہن کر آنے کا حکم ہے۔

اپنی اولاد اور عورتوں کو جمعہ میں ضرور لاؤ

اس سے بڑھ کر ضروری ہے کہ اپنی عورتوں کو جمعہ میں لایا کرو بعض باتیں انسان براہ راست اپنی اولاد سے نہیں کہہ سکتے لیکن خطیب عام رنگ میں کہہ سکتا اور سمجھا سکتا ہے اس لئے تمہاری اولاد کا، تمہاری عورتوں کا اس میں فائدہ ہے کہ جمعہ میں آیا کریں اس میں شک نہیں کہ عورتوں پر جمعہ اس طرح فرض نہیں جس طرح مردوں پر ہے کیونکہ ان کے لئے بعض قدرتی موانع بھی ہوتے ہیں۔ مگر نبی کریم صلعم کے زمانہ میں جمعہ تو ایک طرف پانچوں نمازوں میں عورتیں آیا کرتی تھیں۔ مگر یہاں میں نے دیکھا ہے کہ سالہا سال تک عورتیں محروم رہتی ہیں اس بات سے کہ کوئی قرآن کا کلمہ، کوئی حدیث ان کے کان میں پڑے۔ اس لئے ان کو جمعہ میں لانے کی کوشش کرو۔ تاکہ وہ بھی دین سے واقف ہو کر تمہاری اولاد کی صحیح تربیت کر سکیں۔

(بقیہ صفحہ ۵)

توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے"

(۳) "بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا ہے"

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱۳۱-۱۴۰ ماہ اپریل ۱۹۱۱ء)

اس کے بعد اپنی کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر خلیفہ صاحب نے مکرر اعلان فرمایا کہ:۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

مگر آج یعنی خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ راگست ۱۹۵۱ء) میں خلیفہ صاحب مکرم فرما رہے ہیں:۔

"بیعت درحقیقت دل کی ہوتی ہے۔ یہ ظاہری بیعت تو محض نظام کے قیام کے لئے ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ظاہر بیعت کے بغیر کوئی شخص احمدی نہیں ہو سکتا۔ جس دن کوئی شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود سچے ہیں۔ اسی دن وہ احمدی ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو خط لکھنے کا موقع نہ ملے اور احمدیت کی صداقت اس کے دل میں گھر کر جائے۔ تو وہ اسی وقت سے احمدی سمجھا جائے گا۔ خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو"

ان دو حوالجات سے ظاہر ہے کہ کبھی خلیفہ صاحب مکرم ظاہر بیعت کو اس قدر ضروری قرار دیتے ہیں کہ اس کے بغیر حضرت مسیح موعود کو دل سے سچا ماننے والا اور انکار نہ کرنے والا بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کبھی یہ فرماتے ہیں۔ "بیعت محض ظاہری نظام کے لئے ہے۔ بیعت درحقیقت دل کی ہوتی ہے۔ جب احمدیت کی صداقت کسی کے دل میں گھر کر جائے وہ احمدی ہو جاتا ہے"۔ جناب خلیفہ صاحب مکرم نفائی ہوش دحواس فرمائیے کہ آپ کا کون سا فعل درست مانا جائے۔ . . . نظام کو چھوڑ کر کیا آپ کے نزدیک احمدیت میں داخل ہونے کے لئے بیعت ضروری ہے یا نہیں۔ کیا آپ مذہب سے بچوں کی طرح کھلونوں والا سلوک تو نہیں کر رہے ہیں۔

(۲) صفحہ ۵۵ حقیقۃ النبوۃ حصہ اول پر جو جناب خلیفہ صاحب کی مایہ ناز تصنیف بیان کی جاتی ہے۔ خلیفہ صاحب مکرم نے لکھا ہے:۔

"پس اس مشکل سے بچنے کے لئے ہم نے سب سے پہلے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ نبوت کے متعلق شروع سے ایک ہی رہا ہے یا اس میں کبھی تبدیلی بھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت کیا ہے کہ اس عقیدہ میں ۱۹۰۱ء کے بعد تبدیلی ہوئی ہے اور سب سے آخری کتاب جس میں پہلے عقیدہ کا اظہار کیا گیا تھا تریاق القلوب ہے اور جو بعض موانعات کی وجہ سے ۱۹۰۲ء میں شائع ہو سکی۔ پس مسئلہ نبوت کے متعلق جب بحث ہو تو ہمیں ان تحریرات کو اصل قرار دینا ہوگا۔ جو ۱۹۰۱ء سے لیکر وفات تک شائع ہوئیں اور پہلی تحریرات جو (۱) بعد کی تحریرات کے خلاف ہوں یا (۲) جن میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہوں کہ ان سے حضرت مسیح موعود کی نبوت میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہو اور حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو ۱۹۰۱ء سے ترک کر دیا ہو انہیں منسوخ قرار دینا پڑیگا۔ یعنی وہ تحریرات جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہوں۔ کیونکہ ان کے متعلق خود حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں فیصلہ کر دیا ہے"

(باقی آئندہ)

ایک قادیانی کا اعتراف حقیقت

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

میرے ایک قادیانی حکیم صاحب دوست ہیں کبھی کبھی ان سے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو ہو جاتی ہے۔ یہ حکیم صاحب بہت مخلص قادیانی ہیں۔ اس وجہ سے احمدی جماعت کے ساتھ انہیں بہت تنفر ہے اور احمدیوں کی باتیں ٹھنڈے دل سے سن لینا ان کیلئے بہت مشکل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ جب ان کو یہ کہا جائے کہ آپ خلافت قادیانی کے تصور کو تھوڑی دیر دل سے ہٹا کر بات کریں تو حکیم صاحب اپنے خلیفہ صاحب کے خلاف بول اٹھتے ہیں چنانچہ ابھی کل کی بات ہے کہ میں اتفاقیہ حکیم صاحب کے پاس جا نکلا۔ حکیم صاحب سے دوران گفتگو میں یہ الفاظ منہ سے نکل گئے کہ:

"مسلمان مذہباً مسلمان ہیں اور ان کا انکار مسیح موعود کفر دون کفر ہے یعنی وہ دائرہ اسلام کے اندر کافر ہیں"

میں نے فوراً حکیم صاحب سے کہا کہ یہ الفاظ آپ لکھکر دیدیں۔ تو فرمانے لگے کہ میں یہ لکھکر تو نہیں دے سکتا۔ تب میں نے کہا کہ آپ کی بات اور قلم کی زبان میں کوئی فرق ہے تو فرمانے لگے کہ نہیں تم خواہ مخواہ اس پر کچھ اخبار میں لکھ دوگے۔ میں نے کہا کہ لکھوں گا تو ضرور مگر وہی جو آپ نے کہا ہے۔ میں نے فوراً ایک کاغذ پر حکیم صاحب کے الفاظ کو لکھکر ان کے آگے رکھدیا تو حکیم صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے کفر دون کفر" کے الفاظ نہیں کہے بلکہ یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کا انکار مسیح موعود کفر ہے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہیں۔ میں نے کہا کہ جب کہ باوجود کفر کے وہ مسلمان ہیں تو یہ کفر ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنیوالا نہ ہوا۔ اس لئے اسے کفر دون کفر کہتے ہیں۔ حکیم صاحب نے جب دیکھا کہ اب بات توفیق نہیں تو بات کو ٹال دیا مسلمانوں کو کافر کہنا دراصل بڑا ہی مشکل کام ہے اور اس کے نتائج بہت خطرناک ہیں اور ایک مسلمان کو کافر کہنے سے بڑھ کر کوئی گالی نہیں ہو سکتی اور یہ اسلام کی توہین ہے اس لئے قادیانیوں کو اس اپنے ناپاک عقیدے سے دستبردار ہو جانا چاہئے اور میاں محمود احمد صاحب کی طرح خواہ مخواہ کی ایچا پیچی کرنا فضول ہے۔

مذہباً مسلمان میں نے حکیم صاحب سے پوچھا کہ حکیم صاحب ذرا یہ بھی کہدیجئے کہ "مذہباً مسلمان" کسے کہتے ہیں تو حکیم صاحب نے فرمایا چونکہ مسلمان کہلانیوالے لوگ اپنا مذہب اسلام بتاتے ہیں اس لئے وہ مذہباً مسلمان ہیں۔

میں نے کہا کہ اچھا مذہباً جو مسلمان ہوا سے سوائے مسلمان کے اور کیا کہہ سکتے ہیں اور جو شخص بھی مسلمان کہلاتا ہے جس کو بھی ہم مسلمان کہتے ہیں اس کا یہی سبب ہوتا ہے یعنی کہ وہ اپنا مذہب اسلام رکھتا ہے۔ میرے اس سوال پر حکیم صاحب خاموش ہو گئے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ کسی کو مسلمان کہنے کے لئے صرف اس ایک ہی امر کی ضرورت ہے کہ وہ اپنا مذہب اسلام رکھتا ہو۔ بس۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی بھی میاں محمود احمد صاحب کی اس غلطی کو اندر ہی اندر خوب محسوس کرتے ہیں۔ مگر چونکہ اندھی تقلید کے خوگر ہو چکے ہیں اس لئے اعتراف غلطی کی بجائے رفیق قادیانی سنت پر وہ پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

مثال گورداسپور میں جب سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں میاں صاحب کو پوچھا گیا کہ آپ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائلوں کو جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے کیا کہتے ہیں۔ میاں صاحب نے کہا مذہب کے لحاظ سے ان کو مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ کسی کو حق نہیں کہ اسے کافر قرار دے۔ یہ جواب یقیناً میاں صاحب کے مذہب کے خلاف ہے۔ مگر مقلدین حضرات جناب خلیفہ صاحب کی ہر بات پر سوائے سبحان اللہ کہنے کے اور کچھ نہیں جانتے۔ وہ غور نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ ان کی آنکھوں کو کھول دے۔ آمین۔

باجلاس جناب خان عبد الرحیم خان صاحب نائب تحصیلدار

باختیارات اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم شجاع آباد ضلع ملتان

تقسیم اراضی کھیوٹ ۲۳

کھتونی ۲۲۵، نمبرات خسرہ 107/15، 108/(3-4-7، 9-20، 14 تا)، 114/(1-2-10-11-20)، 108/(17 تا 24)، 115/(6 تا 26)، 116/5، 4-5/3 بر قبہ سالم ۸۸ کنال ۳ مرلہ موضع شاہ مونی تحصیل شجاع آباد

زیر دفعہ ۱۱۱۔ ایکٹ ۱۷ ۱۸۸۷ء

ٹھاکرداس ولد جھنڈا اس قوم اروڑہ مشترہ سکنہ گودڑی بازار ملتان

بنام (۱) خان چند متبنٰے بہاری لال (۲) چاندہ رام (۳) مسماۃ چینی بائی بیوہ فقیر لال (۴) نوتن لال کمہار کوٹلی نجابت تحصیل شجاع آباد۔

اشتہار

مقدمہ مندرجہ عنوان میں فریق ثانی ۳ کی تعمیل معمولی طریقہ سے ہونی مشکل ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا فریق ثانی مسماۃ چینی بائی کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۱۸ ماہ نومبر ۱۹۴۱ء کو بوقت دس بجے صبح اصالتاً یا وکالتاً یا معرفت کسی مجاز مختار کے بمقام شجاع آباد حاضر عدالت ہو کر پیروی کرے۔ ورنہ اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائے جانے کی سفارش کیجائیگی۔

مورخہ ۱۱/۱۰/۴۱

(مہر عدالت)　　دستخط حاکم

باجلاس جناب خان عبد الرحیم خان نائب تحصیلدار

شجاع آباد ضلع ملتان

تقسیم اراضی کھیوٹ ۲، کھتونی ۸ تا ۱۲ خسرجات ۷۴ بر قبہ اساسی کنال ۱۱ مرلہ چاہ الہیار والہ موضع کلیچ پور تحصیل شجاع آباد

اللہ وسایا ولد احمد قوم جٹ نون سکنہ موضع کلیچ پور بذریعہ الٰہی بخش مختار خاص۔ فریق اول

بنام مسماۃ تاج بی بی بیوہ سلطان بخش قوم جٹ مڑل سکنہ موضع مڑل تحصیل ملتان۔ مسماۃ شریاں (۳) محمد نواز۔ محمد الہیار کمہار سکنہ کلیچ پور۔ فریق ثانیان

اشتہار

مقدمہ مندرجہ عنوان میں فریق ثانی ۱ کی تعمیل معمولی طریقہ سے ہونی مشکل ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا فریق ثانی کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۱۸ ماہ نومبر ۱۹۴۱ء کو بوقت دس بجے صبح اصالتاً یا وکالتاً یا معرفت کسی مجاز مختار کے بمقام شجاع آباد حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے ورنہ اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائے جانے کی سفارش کی جائے گی

مورخہ ۱۱/۱۰/۴۱

(مہر عدالت)　　دستخط حاکم

باجلاس جناب خان عبد الرحیم خان نائب تحصیلدار

شجاع آباد ضلع ملتان

تقسیم اراضی کھاتہ ۲۵

نمبر کھتونی ۱۱ تا ۱۷ مستطیل ۶۵ نمبرات کیلہ ۴ آتا ۱۸ و ۳ تا ۵ و ۲ مستطیل 64/(11-2، 17-18) مستطیل 75/(4-5) مستطیل 82/(7-14، 16 تا 25) مستطیل 83/(1 تا 5، 2) مستطیل 74/(1-2، 9-11) مستطیل 88/5 و مستطیل 83/(1 تا 3، 7-5) مستطیل 75/(3-4، 6-7-9، 8) و مستطیل 14 تا 15-1، 15/2، 2-3 مستطیل 64/(19 تا 25) مستطیل 74/(8 تا 5) و مستطیل 1/(13 تا 17، 25) مستطیل 75/(15-23-29) مستطیل 76/26 مستطیل 82/4 و 17 تا 24 و مستطیل 75/26 و مستطیل 76/27 رقبہ سالم ۷۶ کنال ۱۶ مرلہ موضع کلیچ پور

زیر دفعہ ۱۱۱۔ ایکٹ ۱۷ ۱۸۸۷ء

متھیہ ولد خدا بخش ذات درکھان سکنہ موضع کلیچ پور

بنام (۱) مسماۃ تاج بی بی بیوہ سلطان بخش ذات جٹ مڑل سکنہ قصبہ مڑل تحصیل ملتان (۲) لعل ولد چھینہ (۳) کریم بخش ولد رمضو (۴) شیرہ ولد خدا بخش۔ (۵) گل ولد عباس (۶) مسماۃ غلام فاطمہ بیوہ بدھوا قوم درکھان سکنائے کلیچ پور تحصیل شجاع آباد۔

اشتہار

مقدمہ مندرجہ بالا میں فریق ثانی ۱ و ۶ کی تعمیل معمولی طریقہ سے ہونی مشکل ہے اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا فریق ثانی ۱ و ۶ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۱۸ ماہ نومبر ۱۹۴۱ء کو بوقت دس بجے صبح اصالتاً یا وکالتاً یا معرفت کسی مجاز مختار کے بمقام شجاع آباد حاضر عدالت آویں۔ ورنہ ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائے جانے کی سفارش کی جائے گی

مورخہ ۱۱/۱۰/۴۱

(مہر عدالت)　　دستخط حاکم

باجلاس جناب خان عبد الرحیم خان نائب تحصیلدار

شجاع آباد ضلع ملتان

تقسیم اراضی کھاتہ مشترکہ کھیوٹ ۲۷

کھتونی ۱۰۶ تا ۱۱۰۔ نمبرات خسرہ ۲۶ رقبہ سالم اساسی ۹ کنال چاہ بڑھے والہ موضع کلیچ پور

اللہ وسایا ولد احمد قوم جٹ نون سکنہ کلیچ پور تحصیل شجاع آباد

بنام (۱) مسماۃ تاج بی بی بیوہ سلطان بخش قوم جٹ مڑل سکنہ قصبہ مڑل تحصیل ملتان (۲) مسماۃ شریاں (۳) محمد نواز (۴) محمد الہیار سکنائے موضع کلیچ پور تحصیل شجاع آباد

زیر دفعہ ۱۱۱۔ ایکٹ ۱۷ ۱۸۸۷ء

اشتہار

مقدمہ صدر فریق ثانی ۱ تعمیل سمن سے گریز کرتی ہے عدالت کو اس امر کی نسبت باور کرنے کی کافی وجوہات ہیں لہذا بذریعہ اشتہار ہذا فریق ثانی ۱ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۱۸/۱۱/۴۱ کو اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ مختار حاضر عدالت آوے بصورت عدم حاضری ڈگری یکطرفہ کی جا دے گی۔

مورخہ ۱۱/۱۰/۴۱

(مہر عدالت)　　دستخط حاکم

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دلائل الخیرات اور دیگر وظائف

وظائف و اوراد کے بجائے قرآن شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے

سوال۔ جناب قاضی آل احمد صاحب رئیس امروہہ نے دریافت کیا کہ دلائل الخیرات جو ایک کتاب وظیفوں کی ہے۔ اگر اسے پڑھا جاوے تو کچھ حرج تو نہیں کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہی ہے اور اس میں آنحضرت ہی کی جابجا تعریف ہے۔

فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے۔ اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بلا مدد وحی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل بھی ہوتی ہے اور ایسی رائے جس کی مخالفت احادیث میں موجود ہو وہ محدثات میں داخل ہوگی۔ رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کیلئے بھی یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔ خدا کے سوا اور کس کی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورۃ یٰسین پڑھوگے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کی شادی کی تقریب ۱۰ نومبر کو ہوئی۔ برات میں جماعت کے چیدہ اور معزز اصحاب شامل تھے۔ خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نے سہرا بندی کی رسم کے بعد قریباً گیارہ بجے برات مسجد احمدیہ بلڈنگس سے روانہ ہو کر اخویم مکرم شیخ غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ریلوے ٹیلیگراف انسپکٹر کے مکان پر پہنچی۔ شیخ صاحب ممدوح کی طرف سے مہمانوں کو پرتکلف دعوت طعام دی گئی۔ قریباً ۴ بجے سہ پہر کو رخصتانہ عمل میں آیا۔ ۱۲ نومبر کو بعد نماز مغرب احباب کو دعوت ولیمہ دی جائے گی۔

مولوی عبدالرشید صاحب عباسی جو آجکل علاقہ سندھ میں انجمن کی طرف سے تبلیغ کے کام پر مامور ہیں لکھتے ہیں کہ میری اہلیہ عرصہ سے بیمار ہے احباب سلسلہ سے دعا کی التجا ہے۔

چودھری نذیر احمد صاحب باجوہ سکنہ تلونڈی عنایت کچھ عرصہ سے جنگی خدمات پر ہندوستان سے باہر گئے ہیں۔ ان کے اعزہ اقارب ان کی بخیر و عافیت واپسی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

وفات ۔ یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائے گی۔ کہ جناب محمد بخش صاحب گرداور تعلقہ لونگو چاہ سمندر والہ موضع میرن، ڈاکخانہ علی پور ضلع مظفر گڑھ بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل بخشے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

—— **مینیجر** صاحب "پیغام صلح" کی طرف سے جن احباب کو اخبار کے چندہ کی یاددہانیاں یا دی۔ پی بھیجے جا رہے ہیں وہ ازراہ نوازش چندہ بھیجکر یا دی۔ پی وصول کر کے ممنون فرمائیں۔

جناب خلیفہ صاحب مکرم قادیان کے مرغوب کھلونے

مسئلہ نبوت اور کفران کے مذہبی کھلونے ہیں

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی-ایس-پی)

(۲)

پھر صفحہ ۱۲۱ کتاب مذکور پر لکھا ہے:۔

"یہ بات ثابت ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"

بایں ہمہ اب جب آپ کی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے تحریری بحث شروع ہوتی ہے اور آپ لاجواب ہو جاتے ہیں تو آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مولوی محمد علی صاحب آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ گویا میرا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات دربارہ نبوت منسوخ ہیں اور پھر اس پر فرماتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود نے بھی ایسا کہا ہے کہ میری سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود نے کبھی نہیں کہا کہ میری سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہیں اور نہ میں نے کبھی کہا کہ حضرت مسیح موعود کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات دربارہ نبوت منسوخ ہیں"

ہاں یہ درست ہو سکتا ہے کہ آپ نے کہا نہیں۔ مگر اگر حقیقت النبوت آپ کی تصنیف ہے اور ضرور ہے تو آپ نے لکھا ضرور ہے اگر آپ کو ایسا کہنے سے انکار ہے تو بسر و چشم منظور مگر گستاخی معاف لکھا ہوا اب کیونکر مٹایا جا سکتا ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "اب اس پر یہ کہنا کہ میں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی سب تحریرات دربارہ نبوت کو منسوخ قرار دیتا ہوں مجھ پر ایک افترا ہے"

مگر جناب خلیفہ صاحب مکرم آپ نے ہی تو صفحہ ۵۵ حقیقۃ النبوت پر خود لکھا ہے۔

"پس مسئلہ نبوت کے متعلق جب بحث ہو تو ہمیں ان تحریرات کو اصل قرار دینا ہوگا جو سنہ ۱۹۰۱ء سے لیکر وفات تک شائع ہوئیں اور پہلی تحریرات جو (۱) بعد کی تحریرات کے خلاف ہوں یا (۲) جن میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہوں کہ ان سے حضرت مسیح موعود کی نبوت میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہو اور حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو سنہ ۱۹۰۱ء سے ترک کر دیا ہو انہیں منسوخ قرار دینا پڑے گا۔ یعنی وہ تحریرات جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہوں۔ کیونکہ اس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں فیصلہ کر دیا ہے"

تو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ فرمائیے خلیفہ صاحب مکرم سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات کو کس نے منسوخ قرار دیا۔ کیا اب بھی انکار کی گنجائش ہے۔ یہ افترا اپنے خلاف آپ کا ہی کیا ہوا ہے۔ مبارک ہو۔ میرے نزدیک جہاں تک مذہب اور احمدیت کے کھلونے بنانے کا تعلق ہے۔ خلیفہ صاحب مکرم کے ریکارڈ کے ورق تمام [illegible] بھر گئے۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے۔ بازی بازی با ریش بابا ہم بازی اس کھلونا بازی میں خلیفہ صاحب مکرم نے حضرت مسیح موعود کو بھی معاف نہیں کیا۔

(۳) صفحہ ۵۵ کتاب حقیقۃ النبوت مصنفہ خود حضرت خلیفہ صاحب مکرم تحریر فرماتے ہیں

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے"

اس کے برعکس حضرت مسیح موعود اپنی کتاب "ازالہ اوہام" کے صفحہ ۵۶۹/۵۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"

خلیفہ صاحب ذرا غور فرما دیں کہ ان کی تحریر کے مطابق (نعوذ باللہ) نادان اور قلت تدبر کا مجرم کون ہے۔

(۴) صفحہ ۱۳۲ کتاب حقیقۃ النبوۃ مصنفہ خود جناب خلیفہ صاحب مکرم تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس وقت تک آپ (نہ کہ کوئی اور۔ ناقل) نبی کے معنی یہی کیا کرتے تھے کہ جو شریعت جدیدہ لائے۔ یا براہ راست نبوت پائے۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا کہ یہ معنی درست نہیں"

اس کے بعد اسی مسئلہ کے متعلق اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۳ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے۔ پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبوت پاوے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ (نادان مسلمانوں کی۔ ناقل) اس غلطی کو دور کر دیا کہ یہ تعریف قرآن کریم میں تو نہیں۔ قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ پھر تم کیوں نبی کے لئے ایسی شرائط مقرر کرتے ہو جو ان کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر نہیں کیں۔ اس نے قرآن کریم سے ثابت کیا کہ نبوت کی وہی تعریف ہے جو وہ کرتا ہے۔ اس نے اعلان کیا کہ خدا کے حکم کے موافق میں یہ تعریف کرتا ہوں۔ اس نے اس تعریف کے قبول نہ کرنے والوں کو ڈرایا اور [illegible] یہی نادانی اور جہالت ہے نبی کی غلط تعریف کرتے ہو۔ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں"

صفحہ ۱۳۲ والے حوالہ میں جناب خلیفہ صاحب مکرم نے اسی بات کو حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کیا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک آپ بھی یہی سمجھتے تھے کہ نبی کے لئے شریعت لانا یا بلا واسطہ نبوت پانا ضروری ہے۔ مگر دوسرے حوالہ صفحہ ۱۳۳ میں اسی بات کو جاہل اور نادان مسلمانوں کی طرف منسوب فرماتے ہیں۔ اب خود خلیفہ صاحب مکرم ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ ایسا کرنے میں انہوں نے کس کس کو جاہل اور نادان بنایا ہے۔ اور خود کیا ہیں:۔

اسی پر بس نہیں کہ خلیفہ صاحب نے مذہب۔ احمدیت اور حضرت مسیح موعود کو اپنے اغراض کے لئے کھلونے کی طرح استعمال کیا ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ بھی ان کی اس کھلونا بازی سے نہیں بچ سکے۔

ملاحظہ ہو الفضل ۱۴۶ جلد ۲۸ مورخہ ۳ رجون سنہ ۱۹۴۰ء

(تقریر خلیفہ صاحب مکرم صفحہ ۱ تا ۴)

(۵) حسب معمول سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد جناب خلیفہ صاحب مکرم نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں برطانیہ پر جو ابتلا آیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق جاہیں ہنسیں چاہے ٹھٹھا اور اور مذاق کریں یا ہمیں پاگل اور مجنوں (جنوں برزبان جاری است) سمجھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو سنہ ۳۴، ۳۵ء اور ۳۶ میں ہمارے دلوں سے بلند ہوئیں۔

. . . ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ محض مقامی افسروں نے کیا تھا حکومت برطانیہ اس کی بے شک بالواسطہ ذمہ دار تھی مگر بلا واسطہ ذمہ دار نہیں تھی . . . . . جب جرمنی کے مقابلہ میں اتحادی فوجوں کو فلینڈرز میں پہلی شکست ہوئی اس وقت میں کراچی میں تھا۔ مجھ پر اس خبر کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ رات کو میری نیند اڑ گئی اور بے چینی کی حالت میں میں نے اتحادیوں کی کامیابی کیلئے دعا کرنی شروع کر دی اور گھنٹوں دعا کرتا رہا۔ جب صبح ہونے کے قریب ہوئی تو اس وقت مجھے الہام ہوا

"ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

میں نے بعد میں سوچا کہ اس کا کیا مفہوم ہے تو اس کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا ہے کہ ابھی دو چار سال پہلے تو ہمت سے احمدیوں کے دلوں سے حکومت کے خلاف آہیں نکل رہی تھیں اور اب ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کر رہے ہو گویا اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ ہماری جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر جو بددعائیں کی گئی تھیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ تھیں اور اس میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا یعنی یہ نہیں دیکھا گیا کہ ظلم کیا ہے اور آہیں کتنی بلند ہو رہی ہیں اور یہ نہ سوچا کہ اگر یہ حکومت تہ و بالا ہو گئی تو اس کے بعد جو آئے گا وہ کیسا ہوگا اچھا ہوگا یا برا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

کہ الزام تو ان پر دیا جاتا تھا۔ مگر اب قصور جماعت کا نکل آیا کیونکہ گو انگریزی حکام الزام کے نیچے تھے۔ مگر ان کا جرم اتنا نہ تھا کہ اس کے نتیجے میں اس قدر آہیں ہمارے دلوں سے نکلتیں اور اس قدر بددعائیں کی جاتیں جس قدر بددعائیں کی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس الہام کے ذریعہ یہ سبق دیا ہے کہ ہر بات میں توازن کو ملحوظ رکھا جائے"

خلیفہ صاحب کے مزاج کا توازن تو خود ان الفاظ سے

(باقی صفحہ ۷ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہار شنبہ ۲۲ر شوال ۱۳۶۱ھ | نمبر ۶۹

اعمال کی جزا و سزا اور نجات اسلام میں

ایک آریہ لیڈر کے اسلام پر اعتراضات کا جواب

(۱)

مشہور آریہ سماجی اخبار "آریہ گزٹ" مورخہ ۱۰ر نومبر ۱۹۴۲ء میں شری لالہ اندرسین جی لیڈر راہبالہ نے "اسلام اور کرم" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں انسانی اعمال کی جزا و سزا اور نجات کے بارہ میں اسلام پر کئی ایک اعتراضات کئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس بارہ میں اسلام کا نقطہ نگاہ غلط غیر معقول اور ناقابل قبول ہے اور ویدک دھرم کا اصول ہی صحیح انسانی عقل و فہم کے مطابق اور قبول کرنے کے لائق ہے۔

اسلامی تعلیم سے ناواقفیت

اس نظریہ کو واضح کرتے ہوئے لالہ جی نے اسلامی تعلیم کی جو مثالیں پیش کی ہیں۔ ان کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ لالہ جی اعتراض تو کرنے بیٹھ گئے۔ لیکن انہیں خود بھی پتہ نہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ اسلام کے کہاں تک مطابق ہے۔ ادھر ادھر سے سنی سنائی باتیں جن سے اسلام کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ انہوں نے اسلامی تعلیم کے نام سے پیش کر دی ہیں اور انہیں "اسلام کی بھول" قرار دیا ہے۔ کاش وہ مضمون لکھنے سے پہلے کسی مسلمان عالم سے دریافت کر لیتے۔ یا کسی مستند اسلامی کتاب سے یہ معلوم کر لیتے کہ اعمال کی جزا و سزا اور نجات کے بارہ میں اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ تو انہیں پتہ لگ جاتا کہ جس چیز کو وہ "اسلام کی بھول" قرار دے رہے ہیں۔ وہ خود ان کی اپنی "بھول" ہے

پہلا اعتراض

مثلاً وہ لکھتے ہیں:-

"مسئلہ کرم کے بارے میں اسلام کی پہلی بھول یہ ہے کہ وہ اس پوزیشن کو نہایت بھیانک بتلاتا ہے کہ گناہ کی سزا ہر حالت میں بھگتنی ہی پڑے۔ وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آسان طریقہ بتلانے کا دعویدار ہے۔ اس کی نظر میں انسان کمزور ہے۔ گناہ سے بچ ہی نہیں سکتا بنا معافی اس کی نجات ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس بات سے ڈر کر یہ ایک آسانی گھڑ لی گئی ہے کہ فلاں پیغمبر پر ایمان لے آؤ۔ گناہوں سے معافی مل جاوے گی۔"

ایمان کے لئے عمل صالح ضروری ہے

یہ کس اسلام کی تعلیم ہے؟ کونسی اسلامی کتاب میں لکھا ہے کہ "انسان کمزور ہے اور گناہ سے بچ نہیں سکتا لہٰذا فلاں پیغمبر پر ایمان لے آؤ تو گناہوں سے معافی مل جاوے گی۔" اس میں شک نہیں کہ پیغمبر پر ایمان اسلام نے ضروری قرار دیا ہے۔ ایک ہی پیغمبر پر نہیں۔ بلکہ تمام دنیا جہان اور تمام زمانوں اور اقوام کے پیغمبروں پر ایمان لانا حصول نجات کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض ان پر ایمان لے آنے سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک اعمال صالحہ نہ ہوں اس وقت تک نہ کسی پیغمبر پر ایمان لے آنا فائدہ نہیں دے سکتا۔ قرآن کریم کا کھلا ارشاد ہے۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰرٰی والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لا چکے ہیں وہ بھی اور جو یہودی اور نصاریٰ اور صابیوں میں سے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لے آئیں۔ اور اس کے ساتھ **نیک اعمال بجا لائیں**۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

متقی کی تعریف قرآن میں

اس آیت میں گو رسولوں پر ایمان لانے کا صراحتہً ذکر نہیں۔ لیکن دوسرے مقامات سے ثابت ہے کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے میں رسولوں پر ایمان بھی شامل ہے لیکن اس سے قطع نظر کرتے ہوئے جہاں تک نجات کا سوال ہے وعمل صالحاً کے الفاظ اس پر شاہد ہیں کہ ایمان کے ساتھ جب تک نیک اعمال نہ ہوں نجات نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی آیات بھی اس پر شاہد ہیں۔ جہاں متقیوں کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ خدا اور رسولوں اور آسمانی کتابوں اور یوم آخر پر ایمان لانے کے ساتھ نماز بھی قائم کرتے اور مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے خدا کے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے متعلق اولٰئک ھم المفلحون فرمایا۔ یعنی وہی نجات یافتہ ہیں۔ اور بھی بیسیوں جگہ ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حیرت ہے کہ شری لالہ اندرسین صاحب نے قرآن کریم کے ان کھلے ارشادات کو ملاحظہ کئے بغیر اسلام کے سر یہ خواہ مخواہ منسوب دیا۔ کہ اس نے محض پیغمبر پر ایمان لے آنا گناہوں سے معافی کا موجب ٹھہرایا ہے۔

گناہ اور اسلام

اور اس کے ساتھ ایک اور بہت بڑا الزام اسلام پر یہ دیدیا کہ "اس کی نظر میں انسان کمزور گناہ سے بچ ہی نہیں سکتا" لالہ اندرسین کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اسلام ایسے خیال کو قطعاً غلط اور ناقابل قبول قرار دیتا ہے اس کے نزدیک انسان ایسا کمزور.. نہیں کہ گناہ سے بچ ہی نہ سکے۔ اس نے انسان کو فطرتاً اور معصوم قرار دیا ہے۔ اور گناہ یا اس کے سرچشمہ شیطان کے متعلق فرمایا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہو سکتا اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اسلام نے خدا کے خاص بندے انہی کو قرار دیا ہے جو گناہ کی آلائش سے پاک ہوں۔ اگر گناہ سے انسان نہ بچ نہ سکتا۔ تو اسلام کبھی نیک اعمال پر زور نہ دیتا۔ جیسا کہ عیسائیت کا اصول ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے۔ آریہ سماج یا سوامی دیانند کا پیش کردہ ویدک دھرم بھی اسی اصول کا حامی ہے۔

گناہوں کی معافی اور توبہ

اس سلسلہ میں گناہوں کی معافی کا ذکر کرتے ہوئے لالہ جی لکھتے ہیں:-

"معافی کا مسئلہ غلط ہے۔ محض من کی کلپنا ہے اس سے دنیا میں گناہ بڑھتا ہے نہ کہ کم ہوتا ہے۔ گناہ کیا اور تھوڑی دیر کے لئے گڑ گڑیاں نکال لی۔ بس معافی ہو گئی۔ اس معافی کا کوئی ثبوت پیش نہیں ہو سکتا۔ یہ معافی بالکل خیالی پلاؤ ہے۔ شاعر نے کہا ہے از مکافات عمل غافل مشو۔ کرموں کا نتیجہ اٹل ہے یہ کبھی پھل پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ پوزیشن ہے ٹھیک (اس قدر بھیانک ہے کہ اسلامی دوزخ کے کوئی بھی عذاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے"

آخری خط کشیدہ فقرہ کا مطلب تو شاید لالہ جی کے سوائے اور کوئی نہیں بتا سکتا لیکن گناہوں کی معافی کا جہاں تک تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ محض توبہ کے بہانے سے گناہ کر لینا گناہ کو بڑھانے کا سبب ہو سکتا ہے اور ایسی کوئی توبہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہونے کے بعد سچے دل سے پشیمان اور تائب ہو جائے اور اپنی اصلاح کرے اس کا دل چونکہ گناہ کے خیال سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے اس کے سابق گناہ بھی زائل ہو جاتے ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ اس کا خود لالہ جی کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے کہ:-

"من کے سنسکار کو پرائشچت کہہ پشچاتاپ توبہ وغیرہ سے درست کیا جا سکتا ہے"

پس جب من کا سنسکار درست ہو جائے اور سابق گناہوں کا کوئی اثر اس پر نہ رہے تو معافی خود بخود ہو گئی۔ گناہ کی سزا انسان کی اصلاح کیلئے ہے انتقام لینا مقصود نہیں۔ اگر توبہ کے ذریعہ سے اصلاح ہو جائے تو اصل غرض تو پوری ہو گئی۔ پھر سزا کیسی؟

جلسہ سالانہ کیلئے دستکاری

جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ اس موقع پر خواتین کی طرف سے دستکاری کی جو نمائش ہوتی ہے۔ وہ اس عظیم الشان کام میں بہت بڑی امداد کا موجب ہوتی ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے سامنے ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ کہ اس نیک کام میں حصہ لینے سے بڑھ کر اور کوئی مفید تر بات نہیں ہو سکتی احمدی خواتین نے گذشتہ سالوں میں دستکاری کے ذریعہ ایک ایسی سنت قائم کر دی ہے جس کا ثواب انہیں ہمیشہ ملتا رہے گا اس سنت کو قائم رکھنا اور دوسری بہنوں کو بھی جو اب تک اس میں حصہ نہیں لے سکیں اس کی تحریک کرنا نہایت ضروری ہے اس میں شک نہیں کہ اشیاء کی گرانی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے لیکن اس کے باوجود گھروں کے ساز و سامان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر خدا کے راستے میں دین اسلام کی بہتری کے ساز و سامان بہم پہنچانے میں گرانی اشیاء کس طرح روک بن سکتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری بہنیں پہلے سے بڑھ چڑھ کر اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گی آپ کے خون پسینے اور ہاتھوں کی محنت اگر اسلام کی عزت بلند کرنے کا موجب ہو سکے۔ تو اس سے بڑھ کر نیکی اور فلاح اور کیا ہو سکتی ہے۔

شذرات

پیر اور مرید کا اختلاف

میاں محمود احمد صاحب کے مخلص مرید کے مفتی کرنے شبہات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ:۔

"ہماری قادیانی جماعت کے اکثر بلکہ تمام احباب غیر احمدیاں کو سلام علیک کہنے میں سبقت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کافر سمجھتے ہیں اور یہ منافقت ہے؟"

اس کے جواب میں مولوی اللہ دتا صاحب نے بعض احادیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ:۔

"مومن السلام علیکم والی دعا کے اور ہر ایک انسان کے لئے کہہ سکتا ہے۔" (الفضل ۸ر نومبر ۱۹۴۱ء ص ۔۔)

لیکن مولوی صاحب اپنے پیر میاں محمود احمد صاحب کے اس فتوے کو کیا کریں گے جو ۱۹۱۵ء میں انہوں نے منشی اللہ دتا صاحب کلرک ملٹری ورکس ایبٹ آباد کو بالفاظ ذیل لکھوایا:۔

"مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کا خط آیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جو غیر احمدی حضرت صاحب کا مکفر نہ ہو اس کو سلام کہنا جائز ہے۔ والسلام از قادیان ۲۰ر ستمبر ۱۹۱۵ء خاکسار احمد۔"

پیر اور مرید کا اختلاف ظاہر ہے۔ مرید کے نزدیک ہر ایک شخص کافر و مومن ہر دو انصار کو السلام علیکم کہنا اور کہنا جائز ہے۔ پیر کے نزدیک صرف ان مسلمانوں کو سلام کہا جا سکتا ہے جو غیر مکفر ہوں۔ اگرچہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تمام مسلمان خواہ مکفر ہوں یا غیر مکفر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو پھر سلام کے بارہ میں مکفر و غیر مکفر کی تمیز کیوں۔ لیکن یہاں اس جگہ مولوی اللہ دتا صاحب سے صرف استفسار یا دریافت کرنا ہے کہ ان کے فتوے کو صحیح سمجھا جائے یا ان کے پیر کے فتوے کو؟"

محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی

حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۱۰ر اکتوبر کے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود کی ان پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے جن میں آپ نے موجودہ جنگ اور یاجوج و ماجوج کی باہمی آویزش کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہے یہ فرمایا تھا کہ:۔

"جو امور انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے فہم میں بسا اوقات غلطی لگ جاتی ہے۔ لیکن وہ جو واقعات عامہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں فہم اور اجتہاد کا دخل کم ہوتا ہے۔ میں تو محمدی بیگم کی پیشگوئی کو ایک تنکے کے برابر وقعت نہیں دیتا۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کتنے صحیح طور پر پوری ہوئی۔ اگر محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے اسے سمجھا تھا۔ تو اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جب پیشگوئی نہ کی گئی تھی۔ اس وقت صداقت میں کوئی نقص نہ تھا۔ نہ اس کے اس رنگ میں پورا نہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ نہ ہی اس سے کوئی بڑا فرق پڑتا۔ اگر وہ پیشگوئی اس طرح پوری ہو جاتی جس طرح آپ نے سمجھا تھا۔"

(پیغام صلح ۲۱ر اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۷)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے جواب میں ۷ر نومبر ۱۹۴۱ء کے "اہلحدیث" میں ایک بے تعلق مثال بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو نقل کیا ہے۔ جن میں آپ نے محمدی بیگم کا اپنے نکاح میں آنا تقدیر مبرم بیان کیا ہے اور لا تبدیل لکلمات اللہ کا الہام اس کی تائید میں پیش کیا ہے۔

اس کے جواب میں کئی مرتبہ لکھا جا چکا ہے کہ وعید کی پیشگوئی تقدیر مبرم بھی اس بات سے مشروط ہوتی ہے کہ توبہ و استغفار یا رجوع نہ ہو۔ (۱) جس صورت میں محمدی بیگم کا والد احمد بیگ پیشگوئی کی میعاد کے اندر مر گیا اور باقی خاندان نے توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ کر لیا۔ تو بقول اذا فاتت الشرط فات المشروط تقدیر مبرم بھی مبرم نہ رہی۔

(۲) لا تبدیل لکلمات اللہ کا الہام بالکل صحیح ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تھا کہ احمد بیگ اور اس کے متعلقین پر عذاب اور قسم قسم بلیات نازل ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ وہیں یہ بھی صاف فرمایا تھا۔ لا اھلکھم دفعۃ واحدۃ بل قلیلاً قلیلاً لعلھم یرجعون ویکونوا من التوابین یعنی ایک ہی دفعہ ہلاک نہ کروں گا۔ بلکہ تھوڑے تھوڑے کر کے ماروں گا تاکہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ پس اگر احمد بیگ کے لواحقین توبہ اور رجوع کر کے ہلاکت سے بچ گئے تو کلمات الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود نے ان الہامات سے جو کچھ سمجھا وہ کیوں پورا نہ ہوا۔ تو اس کے جواب میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ مولوی صاحب یاد کر لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

ص ۲۴۳ یا مثلاً "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" وغیرہ وغیرہ شرط یہ ہوگی کہ جتنے الفاظ حضرت مسیح موعود کے جناب میاں صاحب پیش کر کے ان پر اپنے اور میرے دستخط چاہتے ہیں۔ اتنے ہی لفظ میں پیش کرونگا۔ جن پر ان کے اور میرے دستخط ہوں گے اور یہ دونوں تحریریں اکٹھی شائع ہو جائیں۔ لاکھ دو لاکھ جس قدر میاں صاحب تجویز کریں۔ مجھے امید ہے کہ میاں صاحب اب خود اپنی اس پیش کردہ تجویز سے گریز نہیں فرمائیں گے۔"

(پیغام صلح ۸ر ستمبر ۱۹۴۱ء)

اس تحریر کو شائع ہوئے آج ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا۔ لیکن میاں صاحب بالکل خاموش ہیں۔ گویا عملاً گریز کر چکے ہیں۔ اگر مولوی اللہ دتا صاحب کر سکیں تو ان سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی پیشکردہ تجویز منوا لیں تاکہ ان کی پیش کردہ عبارات جلد از جلد دونوں فریق کے دستخطوں سے شائع ہو سکیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو خود ہی انصاف سے بتائیں کہ گریز کی راہ کون اختیار کر رہا ہے اور کیوں حضرت امیر ایدہ اللہ کے پیشکردہ فقرات پر دستخط کرنے کی جرأت میاں صاحب کو نہیں۔ کیا وہ حضرت مسیح موعود کے فقرات نہیں؟

ضروری تصحیح پیغام صلح کے گذشتہ پرچہ پر غلطی سے نمبر ۷۶ چھپ گیا ہے اصل ۷۸ ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

ایک قادیانی مطالبہ کا جواب

مولوی اللہ دتا جالندھری کا ایک خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے حضرت ممدوح کی اس شہادت کا ذکر کرتے ہوئے جو سنہ ۱۹۰۴ء میں مقدمہ کرم الدین سکنہ بھیں کے دوران میں آپ نے دی تھی اور جس کا قادیانی جماعت اور بالخصوص مولوی اللہ دتا صاحب بہت چرچا کر رہے ہیں یہ سوال کیا ہے کہ:۔

" از راہ کرم بتائیے کہ کیا حضور (حضرت مسیح موعود) نے آپ کو اس بات سے منع نہ کیا تھا کہ آپ حضور کو مدعی نبوت کہیں۔"

اس سوال کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبل ازیں شائع ہو چکا ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب پھر سے سن لیں۔

" اس بیان سے یہ تو صاف نظر آتا ہے کہ میں نے ایک خاص قسم کا دعویٰ * اصطلاح شریعت میں جو نبوت ہے اس کا منکر کافر ہے جیسا کہ اولئک ھم الکافرون حقاً سے ظاہر ہے تو اس کو نبوت صرف اس رنگ میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان سے ہم کلام ہوتا ہے اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ اس پر وحی یا کشوف یا الہام کے رنگ میں ظاہر فرماتا ہے اس کی تکذیب یعنی اس کو افترا قرار دینا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اس لئے ایسا شخص کذاب ہے۔ مگر وہ کافر نہیں۔ حالانکہ اگر یہ ہمکلامی نبوت کے رنگ میں ہوتی۔ تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا۔ پس میرے بیان میں نبوت کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی لغوی معنے میں جن معنوں میں حضرت مسیح موعود نے بھی اسے استعمال کیا ہے۔ نہ اصطلاح شریعت میں۔ (پیغام صلح ۳۰ر اکتوبر ۱۹۴۱ء)

مولوی اللہ دتا صاحب نے ایک اور مطالبہ بھی کیا ہے اسی مولوی کرم دین والے مقدمہ کی مسل میں سے حضرت مسیح موعود کا بیان نقل کر کے مولوی صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں:۔

خدارا بتلائیے کہ کیا آپ حضرت مسیح موعود کے ان عقائد پر دستخط کر کے یہ اعلان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کہ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے آج بھی یہی عقائد ہیں؟

اسی قسم کے ایک مطالبہ کے جواب میں جو میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے کیا گیا تھا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے یہ اعلان کیا جا چکا ہے:۔

"باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعود کی فلاں تحریر یا فلاں فقرے دونوں فریق کے دستخطوں سے شائع کر دیئے جائیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ میرے تجویز کردہ اسی قدر الفاظ بھی ساتھ شائع کر دیئے جائیں۔ وہ بھی حضرت مسیح موعود کے ہی الفاظ ہوں گے۔ میں ان میں کوئی تصرف نہ کروں گا۔ مثال کے طور پر میں کہتا ہوں کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے اور ایک اقرار نامہ کے طور پر لکھ کر دیا تھا کہ:

"ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ جلشانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدثیت مراد ہے۔"

یا مثلاً "میری طرف دعوئے نبوت منسوب کرنا مجھ پر افترا ہے۔" ص ۲۴۵

* [illegible]

ہماری تبلیغی جدوجہد

لائل پور میں جماعت قادیان سے اہم مناظرہ

ختم نبوت از روئے قرآن کریم و احادیث پر علمی دلائل کی روشنی

(از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری)

طویل خط و کتابت کے بعد لائلپور کی قادیانی جماعت نے ختم نبوت از روئے قرآن کریم و احادیث پر ایک مناظرہ کرنے کی رضامندی ظاہر کی اس پر شرط یہ تھی کہ مناظرہ بجائے مقام عام پر نہ ہو بلکہ جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب کی پرائیویٹ کے احاطہ میں ہو تا کہ جب ہماری طرف سے طبیعہ کو بذریعہ اشتہار دعوت دی گئی تو قادیانی پھر بگڑ بیٹھے کہ جب تک جناب شیخ صاحب ممدوح حفظ امن کی ذمہ داری نہ لیں ہم مناظرہ نہ کریں گے آخر انکی یہ شرط بھی پوری کی گئی۔ ۱۰ر نومبر تاریخ مناظرہ تھی۔ جناب شیخ صاحب ممدوح اور آنجناب کے صاحبزادگان کے حسن انتظام سے ایک عظیم الشان پنڈال طیار کیا گیا۔ کرسیوں دریوں کا انتظام وسیع پیمانہ پر تھا اور دونوں فریق کے لئے آمنے سامنے سٹیج تیار کئے گئے۔ البتہ لاؤڈ اسپیکر ہر دو فریق نے اپنے اپنے نصب کئے۔

شیخ میاں محمد صاحب کی درد بھری تقریر

قادیانی فریق کیطرف سے جناب قاضی نذیر احمد صاحب مولوی فاضل اور احمدی جماعت لاہور کی طرف سے راقم الحروف کی صدارت کا اعلان کیا گیا۔ اہل قادیان کیطرف سے جناب مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری مولوی فاضل اور احمدی جماعت لاہور کیجانب سے جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی۔ بی۔ اے مولوی فاضل مناظر مقرر ہوئے۔ باقاعدہ کارروائی شروع ہونے سے قبل جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب نے ایک مختصر مگر نہایت ہی جامع اور درد میں ڈوبی ہوئی تقریر کی آپ نے فرمایا۔

"حضرات اس جگہ کا عارضی طور پر مالک میں ہوں۔ اور اپنی ذمہ داری پر یہ مناظرہ کرا رہا ہوں۔ ہمیں کسی کی ذات سے کوئی عناد نہیں ہمیں کامل نیک نیتی سے عقائد میں اختلاف ہے اور خواہ مخواہ کی کوئی ضد یا عداوت نہیں۔ امید ہے کہ ہر دو مناظرین قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق نہایت تہذیب اور امن سے اس مناظرہ کو سرانجام دیں گے اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں گے۔"

اس کے بعد راقم الحروف نے بحیثیت صدر ایک مختصر تقریر میں پبلک سے امن و سکون قائم رکھنے کی درخواست کی اور مناظرین کو چند ضروری امور کی طرف توجہ دلائی۔

احمدی مناظر کی تقریر

ٹھیک ساڑھے دس بجے جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی حسب شرائط اپنی ۴۵ منٹ کی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے گیلانی صاحب نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ ختم اور خاتم کی تشریح میں کثیر التعداد کتب لغت کے حوالے پیش کئے۔ کہ ختم کے ابتدائی معنے کسی چیز کے ڈھانپنے پر دہ ڈالنے اور بند کرنے کے ہیں۔

لفظ ختم کے معنی لغت سے

چنانچہ تاج العروس میں آتا ہے الختم اخفاؤ تغطیۃ الشیئ اور یہ لفظ فض (کھلنے) کا نقیض ہے لسان العرب میں آتا ہے۔ ختمت الشیئ نقیض فتحتہ کہ یہ کہنا کہ میں نے کسی چیز کو ختم کیا۔ اس بات کے الٹ ہے۔ کہ میں نے اس کو کھولا۔ پھر جب کسی قوم کے لئے لفظ خاتم یا خاتم العلوم استعمال ہو۔ تو اس کے معنی اس قوم کے آخری فرد کے ہوتے ہیں۔ اس تشریح پر نہ صرف مسلمان ائمہ لغت کا اتفاق ہے بلکہ غیر مسلم لغت نویسوں کو بھی اتفاق ہے۔ ملاحظہ ہو ایڈورڈ ولیم لین کی "ڈکشنری" (Lexicon) "المنجد" اور اور اردو کے مشہور عیسائی مشنری ڈاکٹر زویمر نے ایک قادیانی مبلغ کے سوال کے جواب میں ایک مفصل مضمون رسالہ "مسلم ورلڈ" نیو یارک امریکہ میں شائع کرایا جس میں لکھا کہ خاتم کے معنی آخری کے علاوہ کچھ اور کرنے کے لئے لغت عرب میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ ملاحظہ ہو مضمون مذکور یا اس کا ترجمہ مندرجہ رسالہ "خاتم النبیین کی حقیقت"

خاتم بمعنے مہر

مہر کو خاتم یا خاتَم اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے کسی مکتوب یا کسی اور چیز کا بند کرنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

ا روح وقد ختمت علی فوادی
بحبّک ان یحلّ بہ سواکا

میں جا رہا ہوں اور اے ممدوح تو نے میرے دل پر اپنی محبت سے مہر کر دی ہے تا کہ اس میں تیرے سوا کوئی اور داخل نہ ہو سکے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس (سعد اللہ لدھیانوی) کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی اور اس کو یہ الہام کھلے لفظوں میں سنایا گیا۔ کہ اب تیرے گھر اولاد نہ ہوگی۔ (ملاحظہ ہو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴)

آنحضرت صلعم کے فرمودہ معنی

آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین کے معنی نہ تو نبیوں میں سے افضل نہ ہی نبیوں کی مہر اور نہ ہی نبیوں کی تصدیق کرنے والا کئے ہیں بلکہ فرمایا ہے کہ "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" میں خاتم النبیین ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ہمارا چیلنج ہے کہ اس کے سوا زبان مقدس حضرت نبوی سے مذکور۔ کوئی اور معنے دکھائے جائیں لیکن آجتک کوئی ایسے معنی پیش نہیں کئے گئے۔ اور نہ کئے جا سکتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کا اجماع اوّل

خاتم النبیین کے معنی آئمہ لغت اور حضور سرور کائنات صلعم نے جو سمجھے وہ تو بیان ہو چکے ہیں اب صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی تفہیم کو لیجئے حضور صلعم کی وفات کے بعد سب سے پہلے اجماع کی صورت اس وقت پیش آئی جب سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ حضور سرور کائنات کا انتقال نہیں ہوا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے برسر منبر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل تلاوت فرما کر واضح کیا کہ جس طرح پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں حضور سرور کائنات صلعم کا وفات پانا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا حضور صلعم فوت ہو گئے ہیں۔ اس سب سے پہلے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کرام سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلعم سے قبل تمام انبیاء اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اب کوئی پرانا نبی باقی نہیں جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لا سکے۔ بالفاظ دیگر پہلا اجماع صحابہ کرام اس بات پر ہوا کہ حضور صلعم کا ختم نبوت متقاضی ہے کہ اب کوئی پرانا نبی نہیں آ سکتا۔

صحابہ کرام کا اجماع ثانی

دوسرے اجماع صحابہ کرام کی ضرورت اس وقت پیش آئی کہ جب "مسیلمہ کذاب" "طلیحہ" اور سجاح نے نئے مدعیان نبوت نے خروج کیا۔ صحابہ کرام نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت فیصلہ کیا کہ سب کو تہ تیغ کر دیا جائے چنانچہ ان نئے کاذب مدعیان نبوت کے دعاوی یا دلائل سننے کے بغیر ہی انکو اور انکے متبعین کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا گیا۔ مسیلمہ کذاب کے خون سے حضرت خالد بن ولید کی نوک شمشیر نے ابد تک کے لئے خاتم النبیین کی تفسیر کسی کاغذ پر نہیں بلکہ صفحہ عالم پر لکھ دی کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

حضرت مسیح موعود کی تفہیم کا کمال

اس نکتہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس خوبی سے سمجھا اور کیا صاف اور خوب فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا

اب غور کیجئے۔ کہ اگر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پرانے نبی نے آنا ہوتا۔ تو پہلے اجماع کے وقت کوئی نہ کوئی صحابی پکار اٹھتا کہ ابھی تو فلاں نبی زندہ ہے۔ اور وہ دوبارہ آئے گا۔ اسی طرح اس دوسرے اجماع امت کے وقت بھی اگر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی نے آنا ہوتا۔ تو قرآن کریم میں اجرائے نبوت کا ذکر ہوتا جیسا کہ اہل قادیان کا خیال ہے۔ تو نئے مدعیان نبوت کے خلاف تلوار اٹھاتے وقت کوئی ایک صحابی تو بول اٹھتا کہ بھئی ذرا غور تو کر لو۔ قرآن کریم میں (جیسا کہ اہل قادیان کا خیال ہے) اجرائے نبوت کا ذکر ہے انکے دلائل سن لو۔ ان سے معجزات طلب کرو شاید ان میں سے کوئی سچا ہی ہو۔ مگر نہیں کسی کے دماغ میں اس قسم کا خیال اب تک نہیں آیا۔ اور سب کا اس فتنہ کے استیصال کیلئے کمر بستہ ہو جانا نہایت صفائی سے اس امر کو واضح کر رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام خاتم النبیین کے کیا معنے سمجھتے تھے اور کہ حضور سرور کائنات صلعم نے انہیں یہی معنے ذہن نشین فرمائے تھے کہ حضور سرور کائنات صلعم کے بعد کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔

حضرت مسیح موعود کی الہامی تفسیر

تقریر جاری رکھتے ہوئے فاضل مقرر نے مفسرین امت، اولیاء اور آئمہ نحو کی متعدد شہادات پیش کیں اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی تفسیر منن الرحمٰن سے پڑھ کر سنائی فلما ان ربنا احد یستحق العبادۃ وحدہ فکذلک

رسولنا المطاع واحد لا نبی ولا شی یلیق معہ وانہ خاتم النبیین (ملاحظہ ہو منن الرحمٰن صنٰ ۲۰)

یعنی جس طرح خدائے تعالےٰ واحد ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم واحد ہیں جس طرح خدا کا کوئی شریک نہیں اسی حضرت محمد صلعم کا کوئی شریک نہیں یعنی خدا کے بعد کوئی خدا نہیں حضرت محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور وہ خاتم النبیین ہیں۔ اس عبارت سے پہلے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان امور میں مجھے خطا کرنے والوں میں سے نہیں رکھا۔ اور ختم نبوت کے یہ معنی خدا نے اپنی پاک وحی سے مجھے سمجھائے ہیں۔ اور اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اسی ہدایت سے میں نے ہدایت پائی۔ اور اسی روشنی سے میں نے حق کو پایا۔ یہاں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد کے جھگڑے کی بھی ضرورت نہیں کہ تفسیر الہامی ہے۔

ختم نبوت قرآن اور حدیث سے

اس کے بعد فاضل مقرر نے قرآن کریم سے متعدد آیات ختم نبوت پر پیش کیں اور پھر احادیث نبویہ پیش کر کے "ختم نبوت از روئے قرآن کریم و احادیث" پر سیر کن بحث فرمائی۔ احادیث پر بحث کرتے ہوئے بالخصوص اس طرف توجہ دلائی کہ حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا۔

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی لعبادی (ا دہ نبوۃ بعدای) (ملاحظہ ہو ترمذی جلد دوم) ... اے علیؓ کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تو میرے ساتھ اس منزلت پر ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون تھا۔ مگر میرے بعد نبی نہیں (یا نبوت نہیں)

اب بقول اہل قادیان حضرت ہارون غیر تشریعی نبی تھے حضرت نبی کریم صلعم نے یہ فرما کر کہ اے علیؓ تو ہارون جیسا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ مگر ہارون جیسا نبی نہیں ہو سکتا واضح فرمایا کہ حضور صلعم کا خاتم النبیین ہونا غیر تشریعی نبی کی آمد کو بھی ایسا ہی روکتا ہے جیسا کہ تشریعی نبی کی آمد کو۔ غور کیجئے کہ جو چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غیر تشریعی نبی بننے سے روکتی ہے وہی چیز دوسرے شخص کو غیر تشریعی نبی بننے سے روک رہی ہے۔ غرض فاضل مقرر نے چالیس منٹ میں ختم نبوت پر علم کا ایک دریا بہا دیا۔ اس قابلیت سے ختم نبوت کو پیش کیا۔ کہ دوست، حتی کہ اغیار بالخصوص تعلیمیافتہ طبقہ تو گویا مسحور ہو گیا۔

قادیانی مناظر کی تقریر

اس کے بعد اہل قادیان کی طرف سے جناب مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری جواب کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب شرائط آپ کا وقت بھی چالیس منٹ تھا پبلک کو انتظار تھا کہ قادیانی فاضل احمدی فاضل کے ... کے علمی دلائل سے ... کر کے دکھائے گا۔ اور قرآن و حدیث و مفسرین۔ آئمہ لغت اور نحو کے پیش کردہ حوالہ جات کو یکے بعد دیگرے سامنے رکھ کر کوئی ٹھوس بحث کرے گا۔ کہ خاتم النبیین کا مفہوم آخری نہیں بلکہ نبیوں کا جاری کرنے والا ہے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ۔۔۔ قادیانی فاضل نے سوائے پرانی باتوں کے دہرانے کے کوئی کام کی چیز پیش نہیں فرمائی۔ اور ایسے صریح اور فیصلہ کن حوالہ جات کے مقابلہ میں ایک مدرس کے ذوقی معنے خاتم بمعنے افضل پیش کر سکنے کے بغیر انہیں اور کوئی خاص ہتھیار نظر نہ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ احمدی مناظر کے پیش کئے ہوئے پاک اور خالص دودھ میں قادیانی مناظر گوبر ملا کر اسے گندا کر دینے کی کوشش کر رہا ہے تا اسے پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے کا شوق ہے۔ اور جو بلئے حق نہیں اسے قرآن کی آیات، حدیث کی ... حضرت مسیح موعود کی الہامی تفہیم یا تفسیر کی کوئی پرواہ نہیں اور وہ قادیانی تکبیر کا نفیر ہے اور حقیقی معنوں کو پس پشت ڈال کر ایک ذوقی معنوں کی آڑ سے رہا ہے۔

خاتم جمع کیطرف مضاف کے معنے

قادیانی مناظر نے کہا کہ خاتم جمع کیطرف مضاف ہو کر آخری کے معنے نہیں دیتا ہماری طرف سے اس کے جواب میں خاتم الکتب، خاتم الاولاد خاتم الساعد، خاتم المہاجرین وغیرہ محاورات کو پیش کر کے ثابت کیا گیا کہ خاتم جمع کی طرف مضاف ہو کر آخری کے معنی دیتا ہے۔

یتلوہ شاھد منہ

اسی طرح قادیانی مناظر نے فرمایا کہ آیت یتلوہ شاھد منہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ایک اور نبی آئے گا۔ اس کا جواب بھی حضرت مسیح موعود کی کتاب "ایام الصلح" کے حوالے سے دکھایا گیا۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کی تصدیق کیلئے کسی اور شاہد نبی کی ضرورت نہیں یتلوہ شاھد منہ کے یہ معنے جو قادیانی مناظر نے کئے ہیں یہ مخالفین حضرت مسیح موعود کر کے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال کیا کرتے تھے مگر حضرت مسیح موعود نے اسکی تردید کی۔

بالاخرۃ ھم یوقنون

اسی طرح قادیانی مناظر نے بالاخرۃ ھم یوقنون سے استدلال کیا کہ قرآن کریم کے بعد آخری زمانہ میں وحی نبوت آنے والی ہے جو اباً "خزینۃ الفرقان" (حضرت مسیح موعود کے تفسیری نوٹوں کا مجموعہ جو اہل قادیان نے شائع کیا) کے حوالہ سے ثابت کیا گیا۔ کہ "بالاخرۃ ھم یوقنون" میں آخرت سے مراد قیامت ہے۔ نہ کہ آخری زمانہ کی وحی نبوت

ونفخ فی الصور

پھر اسی طرح قادیانی مناظر نے "ونفخ فی الصور" سے استدلال کیا کہ اس سے کسی نبی کا آنا مراد ہے۔ جواباً حضرت مسیح موعود کے حوالوں سے دکھایا گیا کہ اس سے کسی مجدد یا مہدی کا ظہور مراد ہے ملاحظہ ہو شہادۃ القرآن صنٰ ۶۱

ارسل رسولہ بالھدیٰ

اسی طرح قادیانی مناظر نے "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ" کو پیش فرما کر ایک رسول کی آمد پر استدلال کیا جواباً کہا گیا کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک رسول کے مفہوم میں مجدد، محدث بھی شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو "آئینہ کمالات اسلام"

اللہ یصطفی اور اللہ یجتبی کے معنی

اسی طرح قادیانی مناظر نے "اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلاً" و آیت "اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء" پڑھ کر استدلال کیا کہ اللہ تعالےٰ رسول بھیجتا ہی رہتا ہے اس کے جواب میں ہمارے فاضل مناظر نے فرمایا کہ دنیا میں کسی عربی لغت کی کتاب میں "اصطفا" اور "اجتبا" کے معنے مبعوث کرنا نہیں لکھے اور چیلنج کیا کہ اگر ہمت ہے۔ تو مثال کے طور پر صرف ایک ہی شہادت پیش کر دو اور فرمایا کہ اس سے مراد تو یہ ہے کہ خدا کے ہاں اس کے رسول عزت دیئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "یٰمریم ان اللہ اصطفٰک" اے مریم اللہ نے تیرا اصطفا کیا یعنی اپنے حضور بزرگی بخشی کیا قادیانی مناظر اس کے یہ معنے کر سکتے ہیں کہ اے مریم ہم نے تجھے مبعوث فرما کر نبی بنایا۔

لو عاش ابراھیم موضوع حدیث ہے

اسی طرح قادیانی مناظر نے حدیث لو عاش ابراھیم اور یہ قول کہ "قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ" کو پیش کیا۔ ہماری طرف سے جواباً امام نووی و دیگر آئمہ کے حوالجات سے دکھایا گیا۔ کہ حدیث لو عاش ابراہیم موضوع ہے اور ابوشیبہ جیسے کذاب کی بنائی ہوئی ہے نیز درایۃً بھی غلط ہے کیونکہ اگر ابراہیم فوت ہو گئے تھے تو ضرورت تو فوت نہیں ہو گئی تھی۔ کیوں نہ کوئی اور نبی بن گیا بالخصوص علیؓ اور عمرؓ جیسے انسان موجود تھے حضور سرور کائنات فرماتے ہیں لو کان بعدی نبی لکان عمر کہ میرے بعد اگر کسی نے نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتے غرض یہ حدیث صحیح اس پہلی حدیث موضوع کی قلعی کھول دیتی ہے۔ کہ کسے باشد عمر ہو یا ابراہیم کوئی بھی نبی نہیں بن سکتا۔

حضرت عائشہؓ کا قول

دوسرے قول "قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ" کا یہ مفہوم نہیں کہ حضور صلعم کے بعد نبی آئیں گے کیونکہ صاحب قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو خود احادیث ختم نبوت کی روایت فرمانے والوں میں سے ہیں۔ اور کہ حضرت ممدوحہ خود آنحضرت صلعم پر نبوت کی روایت کو ختم بیان فرماتی ہیں پھر کوئی ایسا قول کس طرح بیان فرما سکتی ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف پڑتا ہو۔ اس قول سے صرف اتنا مطلب ہے کہ صرف خاتم النبیین کہنا ہی کافی ہے۔ اس مفہوم کی ادائیگی کے لئے کہ حضور سرور کائنات صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں یہ ضروری نہیں کہ خاتم النبیین کے ساتھ لا نبی بعدہٗ کا جملہ بھی استعمال کیا جائے اس سارے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے خاتم النبیین ایک مکمل جملہ ہے۔ یہ تو ایک ادبی نکتہ تھا جس کیطرف حضرت عائشہ صدیقہ جیسی جلیل القدر ادیبہ نے اشارہ فرمایا۔ مگر اہل قادیان ہیں کہ اپنی بے ذوقی کے باعث یہاں بھی اجرائے نبوت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

قادیانی مناظر متشابہات کی پناہ میں

غرض اس طرح قادیانی مناظر کی پرانی اور فرسودہ باتوں کی خوب قلعی کھول کر رکھدی گئی۔ اور قادیانی مناظر تھا کہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی پناہ لے رہا تھا۔ . . . . اور عمداً متشابہات کا ایک جنگل تیار کر کے حاضرین کو الجھا رہا تھا۔ اس نے ایسی ایسی غلط بیانیوں سے مطلب براری کی کوشش کی کہ خود قادیانیوں کے ضمیر بھی انہیں ملامت کر رہی تھیں۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق عام مسلمانوں کا خیال

مثلاً قادیانی مناظر نے فرمایا کہ شیعہ سنی غرض سب مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحیثیت نبی کے لا رہے ہیں اس طرح وہ بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں ہمارے مناظر نے فرمایا کہ دیگر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحیثیت نبی کے ہرگز نہیں لانا چاہتے۔ بلکہ ان کا بھی یہی ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ بحیثیت امام کے آئینگے۔ اور نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ امتی کی حیثیت سے کام کریں گے۔ قادیانی مناظر نے کہا کہ اگر یہ سچ ہوتا تو مسلمان آپ کی حمایت میں گواہی دیتے اس پر خاکسار راقم الحروف نے بحیثیت صدر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبی بنا کر لانا چاہتے ہیں تو بیٹھے رہیں اور اگر انہیں ایک امتی اور امام کی حیثیت سے لانا چاہتے ہیں تو اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اس اعلان کے ہوتے ہی تمام مسلمان اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے شور کر دیا کہ ہم حضرت عیسیٰ کا نبی کی حیثیت سے آنا ہرگز نہیں مانتے اور قادیانی مناظر نے سراسر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اور ہمارے عقائد کو جان بوجھ کر غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔

ایک قادیانی کا جوش شرارت

قادیانیوں کی انتہائی ذلت پر ایک شریر قادیانی کو جوش آگیا اور وہ غیر از جماعت مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ راقم الحروف نے صدر کی حیثیت سے قادیانی جماعت کو تنبیہ کی کہ ادھر تو ہمیں امن کے ذمہ وار قرار دیتے ہو۔ اور ادھر خود ایسی شرارت کی ابتدا کی کہ اپنے لئے راہ امن کو خطرناک میں ڈالتے ہو۔ اس کے بعد مسلمانوں سے پرامن رہنے کی اپیل کی گئی اور معاملہ کو سلجھا لیا گیا۔ ورنہ قادیانیوں نے پٹ جانے کا سامان خود اپنے ہاتھوں تیار کر لیا تھا

منن الرحمٰن کے ترجمہ میں تصرف

منن الرحمٰن کی اس الہامی عبارت کا جس میں حضرت مسیح موعود پر

ہی کہلوا لیا گیا کہ جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واحد ہیں ان کا بھی کوئی شریک نہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ قادیانی مناظر سے جب کوئی جواب نہ ہو سکا تو متن الرحمن سے جو کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس نے ادھورا اردو ترجمہ پڑھ کر سنا دیا جس میں لا نبی بعدہ کا کوئی ترجمہ موجود نہیں قادیانی مناظر کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ اس ادھورے ترجمے کو پورا ترجمہ قرار دے رہے تھے۔ اس پر اعلان کیا گیا کہ منن الرحمن میں حضرت مسیح موعود کی اصل عربی عبارت موجود ہے کوئی غیر از جماعت عربی دان سٹیج پر آ کر اصل عربی منن الرحمن پڑھ کر اردو میں ترجمہ کر دے۔ اس اعلان پر دو مولوی صاحبان سٹیج پر تشریف لائے اور اصل عربی منن الرحمن پڑھ کر یہی ترجمہ کیا کہ جس طرح اپنی عبادت میں خدا واحد لاشریک ہے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ بھی واحد ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں مگر قادیانی تھے کہ ناحق آئیں بائیں شائیں کر رہے تھے۔ اور اپنی خفت کو مٹانے کے لئے انتہائی کوشش کر رہے تھے۔

ایک سو روپیہ کا انعامی چیلنج

ہماری طرف سے ایک سو روپیہ کا انعامی چیلنج کیا گیا کہ قادیان سے شائع شدہ ترجمہ کو پورا ثابت کر دکھاؤ تو ایک سو روپیہ انعام لو مگر قادیانیوں کو سانپ ہی سونگھ گیا۔ اور یوں یہ مناظرہ قادیانیوں کے خفت پر مہر لگاتا ہوا ختم ہو گیا۔ ہر دو مناظرین کی چالیس چالیس منٹ کی تقریروں کے بعد پانچ پانچ تقریریں دس دس منٹ کی ہو کر کل تین گھنٹے میں مناظرہ ختم ہوا۔

شیخ صاحبان کا شکریہ

اخویم مکرم جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب اور ان کے برادران معظم اور صاحبزادگان کا جو کہ دین کی محبت اور جوش میں رات دن بے قرار رہتے ہیں شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔ اللہ کریم اس خاندان پر اپنے افضال و اکرام کی بارش کرے اور انہیں بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عنایت فرمائے۔

اہل حدیث سے مناظرہ

انہی ایام میں اہلحدیث کانفرنس بھی شروع تھی۔ جس کے دوران میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے ہمارا پبلک تبادلہ خیالات ہوا جس کی روئیداد الگ لکھی جائے گی۔

مناظرہ کا اثر

اس مباحثہ کا تمام شہر پر اچھا اثر پڑا ہے اور لوگوں کو نہ صرف جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان میں فرق معلوم

(بقیہ صفحہ ۲)

ظاہر ہے کہ ان میں عیاں تھا کہ موجودہ جنگ عہد نامہ ورسیلز کے نتیجہ کے طور پر واقعہ ہے اس کو کسی کی آہوں یا بد دعاؤں سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ صاحب نے ان کو اپنے تقدس اور الہام کی تشہیری کے لئے استعمال فرمایا ہے اور ساتھ ہی اللہ میاں پر الزام صاف فرمایا ہے کہ وہ خلیفہ صاحب کے مریدوں کی آہوں سے توازن کھوئے جانے سے اپنا بھی توازن کھو بیٹھا ہے اور ساتھ ہی سلطنت برطانیہ کو اتو بنایا جا رہا ہے کہ وہ خلیفہ صاحب کے تقدس پر ایمان لا کر اپنا توازن کھو کر ان کے آگے جھک جاوے

اسی خطبہ میں خلیفہ صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ابھی احمدیت بالغ نہیں ہوئی۔ خلیفہ صاحب خود کو اسی احمدیت کے خلیفہ منواتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر احمدیت بالغ نہیں ہوئی تو جناب خلیفہ صاحب مکرم بھی ماشاء اللہ ابھی نابالغ ہیں۔ بلوغت سے پہلے کے بعض الفاظ اور افعال عموماً قابل گرفت نہیں ہوتے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ خلیفہ صاحب کو بھی معاف کر دے۔

(۶) جناب خلیفہ صاحب کے دیگر مرغوب کھلونوں میں سے ایک کھلونا سیاست بھی ہے اس کے لئے ملاحظہ ہو۔ تقریر جناب خلیفہ صاحب مکرم مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۸ نمبر ۸۲ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء۔ فرماتے ہیں۔

"یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں سیاسیات میں بھی برتری عطا کی۔ جیسے دوسرے امور میں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمیں جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔"

حالانکہ اس سے پہلے اسی سیاست کے متعلق جناب خلیفہ صاحب قادیان اخبار الفضل مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء میں لکھتے ہیں

"مسلمانوں کے لئے سیاست کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے جیسے کھا کر ان کا بچنا محال بلکہ ناممکن ہے۔"

سیاست کو وہ خواہ کبھی زہر یا کبھی امرت کہیں یا کبھی زہر ان کا اختیار ہے سیاست ہی اس چیز کا نام ہے کہ بلا لحاظ ضمیر و خوف خدا جو کچھ ہو ضرورت کے مطابق مطلوب ہو کہہ دیا جاوے۔ لیکن مذہب اس قسم کے سلوک کا مستحق نہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے خلیفہ صاحب مکرم اس کے ساتھ بھی سیاست کے کھلونے والا سلوک کر رہے ہیں ؎

تھے پہلے کھلونوں کی طلب میں بیتاب ÷ پھر حسن کے جلووں میں رہے بے خور و خواب

اب ہیں زن و فرزند پہ نثار ÷ بوڑھے ہیں مگر ہنوز بچے ہیں جناب

رفتار عالم

——— لندن۔ ۱۰ نومبر۔ جرمن ہائی کمان کے اعلان میں کہا گیا ہے کہ ذرائع آمد و رفت کے اہم جنکشن تخوین پر جرمن فوجوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ یہ اہم جنکشن لینن گراڈ سے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے کریمیا میں سیباسٹپول کے باہر والے مورچوں پر جرمن فوجوں نے زبردست یلغار کر دی ہے۔ اس اعلان میں یہ کہا گیا ہے کہ جرمن اس مورچے پر زبردست قربانیاں کر رہے ہیں۔

روس سے ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ جرمن طیاروں نے آج ماسکو پر پہنچنے کی کوشش کی۔ طیاروں نے بمباری بھی کی ۸۰ جرمن طیارے گرا لئے گئے۔ کریمیا میں ۵ جرمن طیارے ۳۰ ٹینک ۸۰ موٹر سائیکلیں پکڑ لی گئیں۔ لینن گراڈ اور ماسکو پر زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ خارکوف میں روسی فوجوں نے جرمنوں کو پیچھے بھگا دیا ہے۔

"پراودا" کی ایک اطلاع ہے کہ دریائے ڈان کے طاس میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ جہاں جرمن فوجوں کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ ڈیڑھ بٹالین کے قریب جرمن فوج تباہ کر دی گئی۔

——— لندن۔ ۱۰ نومبر۔ مسٹر چرچل نے ایک اعلان میں کہا ہے کہ اس وقت برطانیہ کا ہوائی بیڑا جرمنی کے ہوائی بیڑے کے برابر ہو گیا ہے آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس وقت جاپان اور امریکہ کے مذاکرات ختم ہو رہے ہیں اور اگر ان مذاکرات کے بعد امریکہ نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تو برطانیہ اس سے ایک گھنٹہ بعد جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا۔

آپ نے یہ بھی کہا کہ ہو سکتا ہے کہ جرمنی کی طرف سے صلح کی تجویز پیش کی جائے۔ کیونکہ جرمنی کی طرف سے اس قسم کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ لیکن ہم یہ بات صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جنگ کی صورت خواہ کچھ ہی ہو جنگ کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو جائے۔ برطانیہ کبھی صلح کی بات چیت کی ابتدا نہیں کریگا۔ برطانیہ نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ ہر حالت میں جنگ کرے گا۔

——— لندن۔ ۱۰ نومبر۔ برلن ریڈیو سے اعلان کیا گیا کہ برطانیہ اور روس نے مل کر ایران کو ختم کر دیا ہے اور زبردستی ان پر شرائط ٹھونسی جا رہی ہیں۔ اور کھانے پینے کا سامان بھی ایران سے لیا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مسٹر ایڈن اس کے متعلق اعلان کر چکے ہیں۔ کہ ایران میں برطانیہ کی طرف سے بہت سا گیہوں بھیجا جا رہا ہے۔ اور ان کی بہبود کے لئے ہر امکانی کوشش کی جا رہی ہے۔

——— مدراس۔ ۱۰ نومبر۔ علامہ مشرقی نے جیل میں بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ کل رات اس سلسلہ میں مسلمانان مدراس کا ایک بہت بڑا جلسہ مسجد والاجاہ میں منعقد ہوا مولانا عبد اللطیف فاروقی سیکرٹری صوبائی مسلم لیگ اور اعزازی ایڈیٹر اور سٹیٹ پریس مدراس نے صدارت کی۔ جلسہ میں یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ ہندوؤں نے بھی شرکت کی۔ مدراس اسمبلی کے صدر جناب سمبا مورتی اور رنگا نائیڈو صاحب ایم۔ ایل۔ اے بھی شریک تھے۔ یہ حال ہی میں ویلور جیل سے جہاں علامہ مشرقی روزہ رکھ رہے ہیں۔ رہا ہوئے ہیں۔

اس جلسہ کا مقصد یہ تھا کہ حکومت سے اپیل کی جائے۔ کہ وہ فوراً علامہ صاحب کو رہا کر دے۔ جلسہ میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ اہل مدراس کے اس جلسہ نے اس خبر کو انتہائی اضطراب سے سنا ہے کہ علامہ مشرقی قائد خاکساران جو ویلور جیل میں نظر بند ہیں ۱۶ اکتوبر سے روزہ رکھ رہے ہیں یہ اجلاس حکومت ہند سے اپیل کرتا ہے۔ کہ

علامہ صاحب کو فوراً رہا کر دیا جائے۔

—— لندن ۱۰/ نومبر۔ وزارت بحریہ کے ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ کا نیا ناکن جہاز "کاسک" غرق ہو گیا ہے۔ یہ جہاز ابتدائی جدوجہد میں بہت کارنامے دکھا چکا ہے۔ بحیرہ روم میں اس جہاز نے امتیازی شان کا مظاہرہ کیا تھا۔

—— لندن ۱۰/ نومبر۔ رائل ایر فورس کے طیاروں نے کل دشمن کے علاقوں پر شدید بمباری کی۔ سو سے زیادہ برطانوی طیارے اس مہم پر روانہ ہوئے تھے۔ جن میں سے دو واپس نہیں آسکے۔ ہیمبرگ کے مقام پر شدید بمباری کی گئی اور ہوا بازوں نے دیکھا کہ کئی مکانات پر آگ لگ گئی۔ اس کے علاوہ ڈنکرک اور ایمڈن پر بھی خوفناک بمباری کی گئی۔

—— لاہور ۱۰/ نومبر۔ تھانہ مغلپورہ سے اطلاع ملی ہے کہ دھوکہ بازوں کے ایک گروہ نے سیٹھ اور اس کے ساتھیوں کا پارٹ ادا کر کے ایک ہندو کو جوا کھلا کر لوٹ لیا۔ برہمن اپنی بیوی کے زیورات فروخت کر کے ان کے چکمے میں آکر ۸۰۰ روپیہ لایا تھا۔ جو انہوں نے لوٹ لیا۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔

—— بنوں ۱۰/ نومبر صبح ۸ بجے ضلع بنوں کی حدود میں بنوں، ڈیرہ اسمٰعیلخاں روڈ پر دن دہاڑے ڈاکہ پڑا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ڈیرہ اسمٰعیلخاں سے آتے ہوئے اشرف، ٹیکان اور گیلانی بسوں سے مسلح ڈاکوؤں نے قریباً ۲۰ اشخاص کو جن میں دو عورتیں اور ایک بچہ بھی ہے اغوا کر لیا۔ یہ جمعیت پچاس اشخاص پر مشتمل تھی اور ایک مشہور ڈاکو سردی اور ایک سابق موٹر ڈرائیور دوست محمد کی قیادت میں تھی پنیرو کے تھانہ میں چار لاشیں لائی گئی ہیں اور دو بھاری لال ٹھیکدار گورنمنٹ ڈیرہ اسماعیل خاں، کرم سنگھ سابق ڈپٹی کمشنر اور امرلال مینجر فرنٹیئر بنک کی بیان کی جاتی ہیں۔ اسی جمعیت نے کل بھی بنوں ڈیرہ اسمٰعیلخاں روڈ پر ایک لاری کو روک لیا تھا۔ اور ڈرائیور کے نیچے اتارنے کے بعد دوست محمد اس لاری کو تھوڑی دور لے گیا۔ وہ ان مسافروں کو اغوا کرنے ہی کو تھے کہ ایک مسلح کار نے ان پر گولیاں برسائیں۔ جس سے ایک ڈاکو ہلاک اور دوسرا زخمی ہوا۔ فرنٹیئر کانسٹبلری اور پولیس پارٹیاں فوراً تعاقب میں روانہ ہو گئی ہیں۔

—— لاہور ۱۰/ نومبر۔ نیوانارکلی پولیس نے راوی روڈ پر ایک کھیت میں سے آج صبح ایک چودہ سالہ لڑکی کی لاش برآمد کی۔ لڑکی کے جائے پیشاب سے خون بہ رہا تھا لاش تازہ معلوم ہوتی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اسے کل رات ہی کسی نے اس پر مجرمانہ حملہ کر کے بعد میں اسے قتل کر کے پھینک دیا۔ لاش پوسٹمارٹم کے لئے میو ہسپتال بھیجی گئی۔ آج صبح ہی بٹی پولیس نے ایک نالہ سے ایک نوزائیدہ بچہ کی لاش برآمد کی۔

—— لاہور ۱۰/ نومبر۔ آج لاہور ہائیکورٹ کے اسپیشل بنچ مشتمل چیف جسٹس اور مسٹر جسٹس بیکٹ کے روبرو مسٹر عبدالحمید خاں ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر ایسٹرن ٹائمز (لاہور کے ہفتہ وار مسلم انگریزی اخبار) کے خلاف توہین عدالت کے الزام میں مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ عدالت نے ملزم کو ۲۰۰ روپیہ جرمانہ کی سزا دی اور ایک صد روپیہ خرچہ ڈال دیا بیان کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ انکوائری کمیٹی رپورٹ کے عنوان سے اس اخبار میں ایک آرٹیکل شائع ہوا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے بیان کے مطابق اس مضمون کا رجحان ایسا ہے جس سے فسادات بھوانی سے متعلقہ مقدمات (جو حصار کی عدالتوں میں زیر سماعت ہیں) پر اثر پڑے ملزم نے معافی مانگ لی۔ اس پر فاضل ججان نے ملزم کو دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا اور ایک صد روپیہ خرچہ ڈال دیا۔

—— دہلی ۱۰/ نومبر۔ آج کونسل آف سٹیٹ میں آنریبل راجہ یووراج دتا سنگھ نے سوال کیا۔ کہ کیا مسٹر سبھاش چندر بوس اور اس کی سرگرمیوں کے متعلق حکومت کے پاس کوئی اطلاعات ہیں۔ اس کے جواب میں مسٹر ادی کار زن ہوم سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ نے بتایا کہ اس ملک کے بعض حلقوں میں کچھ عرصہ سے یہ عام بات چیت ہو رہی ہے کہ مسٹر سبھاش چندر بوس یا تو روم میں ہیں یا برلین میں۔ اور انہوں نے محوری طاقتوں سے معاہدہ کر لیا ہے کہ ہندوستان پر حملے کے وقت وہ نفقہ کالم کے طریقوں سے دشمن کی امداد کریں گے ملک میں اس کے متعلق کئی اشتہار بھی دیکھے گئے ہیں۔ اور اب کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ وہ (مسٹر سبھاش چندر بوس) دشمن سے جا ملے ہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تلاوت قرآن و نماز میں دعا

قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی ناامید نہ ہو۔ مومن کبھی خدا سے مایوس نہیں ہوتا۔ یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مایوس ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اس کا مطلب بھی سمجھ لو۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں کر لو۔ قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو۔ بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو۔ نماز کو اس طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ البتہ اپنی حاجتوں اور مطالبوں کو مسنون اذکار کے بعد اپنی زبان میں بیشک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے نماز ہرگز ضائع نہیں ہوتی۔ آج کل لوگوں نے نماز کو خراب کر رکھا ہے۔ نمازیں کیا پڑھتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں۔ نماز تو بہت جلد جلد مرغ کی طرح ٹھونگیں مار مار کر پڑھتے ہیں اور پیچھے دعا کیلئے بیٹھے رہتے ہیں۔ نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے۔ نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جاوے اور اس کو اپنا حال عرض کرنے کا موقع بھی ہو لیکن وہ اس وقت تو کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ اس سے کیا فائدہ۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خضوع و خشوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے۔ تم جو دعائیں مانگنی ہوں نماز میں کر لیا کرو اور پورے آداب الدعا کو ملحوظ رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے شروع میں دعا سکھائی ہے اور اس کے ساتھ ہی دعا کے آداب بھی بتا دیئے ہیں۔ سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا لازمی ہے۔ اور یہ دعا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل دعا نماز ہی میں ہوتی ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۹۴)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کو گذشتہ ایام میں گھٹنوں کی درد کی تکلیف رہی۔ اب آرام ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اس نافع الناس وجود کو اللہ تعالیٰ تا دیر صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے۔

یہ خبر نہایت خوشی سے سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کوئٹہ سے تبدیل ہو کر سول ہسپتال حصار میں پی۔ سی۔ ایم۔ ایس کے عہدہ پر متعین ہوئے ہیں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

ڈاکٹر صاحب ممدوح اپنے ایک خط میں اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ صاحبہ بیمار رہتی ہیں۔ ان کے لئے دعا کی جائے۔

بمبئی سے مولانا عمر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے ایک پوتا عطا کیا ہے مبارکباد عرض ہے

ماسٹر غلام محمد صاحب نادم بی۔ اے ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول تاندلیانوالہ سے تبدیل ہو کر گورنمنٹ ہائی سکول تونسہ میں لگ گئے ہیں۔ اس خوشی میں آپ نے پانچ روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام انجمن کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جزاہ اللہ

راولپنڈی سے فخر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے محترم دوست خواجہ محمد عبد اللہ صاحب ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی کا اکلوتا بچہ سات آٹھ ماہ کی عمر پا کر فوت ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون خواجہ صاحب ممدوح کی قبل ازیں کوئی نرینہ یا غیر نرینہ اولاد نہ تھی بڑی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بچہ عنایت کیا جس کو پھر اپنی واپس بلا لیا۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ خواجہ صاحب ممدوح کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور نعم البدل مرحمت فرمائے

حضرت مولانا صدر الدین صاحب ۱۶ نومبر ۱۹۴۱ء کو گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ آج ۱۷ نومبر کو علی الصبح لاہور سے جینبہ روانہ ہو گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس سفر کو کامیاب کرے اور صحت و سلامتی کے ساتھ واپس لائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دورِ محمود کے حیرت انگیز شاہکار
حضرت مسیح موعود میاں محمود احمد صاحب کی نظر میں

(از جناب داروغہ نبی بخش صاحب لاہور)

ذیل کا مضمون ہماری جماعت کے ایک پیر جواں ہمت جناب داروغہ نبی بخش صاحب کی محنت اور کاوش ذہنی کا نتیجہ ہے۔ داروغہ صاحب محترم ان بزرگوں میں سے ہیں۔ جن کو دین کے رستہ میں کوئی چیز تھکا نہیں سکتی۔ وہ اس بڑھاپے کی عمر میں ہر دینی خدمت میں ہر وقت پیش پیش رہتے ہیں۔ قادیانیوں اور غیر احمدیوں سے مناظرات اور تبلیغ ان کا روزمرہ کا شغل ہے۔ ان کا نمونہ ہمارے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

داروغہ صاحب کا یہ مضمون اگرچہ دیر سے شائع ہو رہا ہے لیکن امید ہے کہ قارئین کے لئے ازدیاد معلومات اور دلچسپی کا موجب ہوگا۔ (ایڈیٹر)

میرے ایک دوست نے ۱۲ جولائی [illegible] کا "الفضل" مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔ جسے دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کے خطبوں میں حضرت مسیح موعود کے ان خدام کے متعلق جنہیں اللہ تعالیٰ نے "آپ کے پاک ممبر" کے معزز خطاب سے مشرف فرمایا کس قدر غلط بیانیاں کرتا اور انہیں مریدوں کی نظر میں مسیح موعود کا مخالف ثابت کرنا چاہتا ہے۔

موجودہ میاں صاحب میں حق گوئی کی کوئی طاقت نہیں رہی

سب سے زیادہ حیرانی ان کے ان سامعین پر ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے ان کی باتیں سنی ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس قسم کی نبوت کا دعوےٰ ہرگز نہیں کیا جس کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان کی اپنی تحریرات موجود ہیں کہ نبی کا لفظ حضرت مسیح موعود نے لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے اور ان معنوں میں تمام مجددین مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔" (مولوی سید سرور شاہ صاحب) ایسا ہی مفتی محمد صادق، میر قاسم علی اور مولوی غلام نبی اور میر محمد سعید حیدر آبادی کی تحریرات موجود ہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ خلیفہ صاحب کے منہ پر ان کی غلط بیانیوں کی تردید نہیں کر سکتے۔ حق گوئی کی طاقت ان سے چھن چکی ہے اور وہ جرأت ان میں نہیں رہی جو مسیح موعود کے زمانہ میں تھی۔

خوشامد میں غلو

بلکہ ان میں سے بعض جبہ پوش خوشامد میں یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ علانیہ لوگوں کو تلقین کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب لا یسئل عما یفعل کے مصداق ہیں۔ یعنی جو کچھ وہ عمل کریں اس کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ جہاں ایسے فدائی اور غالی مرید ہوں اور جہاں خلیفہ صاحب کا یہ فرمان ہو کہ مجھ پر سچے اعتراض کرنے والا بھی جہنم میں جائے گا۔ وہاں حق گوئی اور سچائی کی امید رکھنا فضول ہے۔

حضرت مسیح موعود کے مبارک زمانہ کا حال

جناب خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا کچھ ذکر کیا ہے۔ اس لئے میں بھی کچھ تھوڑا سا ذکر اس مبارک زمانہ کا کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود کے مبارک زمانہ میں آپ کے خادم بڑی فراخدلی سے حضور کے ساتھ اپنے خیالات کا تبادلہ کیا کرتے تھے اور حضور ان کے سوالوں کو سن کر بڑی شفقت اور محبت سے ان کا جواب دیتے اور ان کی اچھی طرح سے تشفی کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود نے ایک ایسی محقق جماعت پیدا کر دی کہ جس کی نظیر موجودہ زمانہ میں نہیں ملتی۔ افسوس ہے کہ آج اس پاک امام کا فرزند اپنے مریدوں کو سچے اعتراضات پر جہنم کے وعید سنا کر ان سے حق گوئی کا مادہ سلب کر چکا ہے اور اس محقق جماعت کا جو تھوڑا سا حصہ لاہور میں باقی رہ گیا ہے اس کی بیخکنی اور نام و نشان مٹانے پر اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے۔

میاں صاحب کا فرمان

شروع خطبہ ہی میں میاں صاحب نے ایک "حیرت انگیز انقلاب" کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق یوں ارشاد ہوا ہے کہ:

"میرے لئے دنیا کے حیرت انگیز انقلابوں میں سے ایک انقلاب وہ بھی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میرے لئے سب سے بڑے انقلابوں میں سے ایک انقلاب وہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے چند افراد کی وجہ سے دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ ایک جماعت جو آج سے چالیس سال پہلے بلکہ تنتیس سال پہلے تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آپ کو خدا کا نبی خدا کا مرسل اور دنیا کا نجات دہندہ قرار دیتی تھی۔ آج اس کی ساری زندگی اس کے برخلاف کوشش میں صرف ہو رہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

"میں ہمیشہ انسانی دماغ کے اس تغیر پر غور کرتا ہوں اور حیران ہو کر رہ جاتا ہوں۔ کیا وہ سب کے سب بد دیانت ہیں اور جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹ بول رہے ہیں۔ یا یہ کہ انسانی دماغ بعض غلطیوں کی وجہ سے ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ وہ پھر اس بات کو محسوس بھی نہیں کر سکتا کہ چند سال پہلے اس کی کیا حالت تھی۔"

اس کے بعد چند غیر متعلق مثالیں دے کر خطبہ کو خواہ مخواہ لمبا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان سے قطع نظر کرتے ہوئے میں جناب میاں صاحب کی خدمت میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس حیرت انگیز انقلاب کا ذکر انہوں نے کیا ہے۔ وہ ان کی اپنی زندگی میں اس قدر نمایاں طور پر پایا جاتا ہے کہ تعجب ہوتا ہے۔ لیکن میاں صاحب کے پاس لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے اور۔ اس لئے وہ دوسروں ہی پر اعتراض کرنا جانتے ہیں اور اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا جواب

حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ تو بارہا مرتبہ اس الزام کا جواب دے چکے ہیں۔ جو تبدیلی عقیدہ کے متعلق ان پر لگایا جاتا ہے۔ اور وہ بتا چکے ہیں کہ نبی اور رسول کے جو الفاظ انہوں نے ریویو آف ریلیجنز میں لکھے وہ انہی معنوں میں تھے جن معنوں میں حضرت مسیح موعود اور سلسلہ کے دوسرے بزرگ انہیں استعمال کرتے رہے ہیں۔ یعنی لغوی اور مجازی معنوں میں جس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے:

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے اعتراض پر یہ اقرار نامہ لکھ دیا کہ نبی کا لفظ آپ نے محدث کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور اگر یہ مسلمانوں پر شاق گزرتا ہے تو اسے کٹا ہوا سمجھا جائے۔ ویسے ہی حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بھی یہ لکھ دیا کہ نبی اور رسول کے الفاظ جو میری تحریرات میں آئے ہیں وہ محدث کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں اور اگر ان سے کچھ اور معنی لئے جا سکتے ہیں تو انہیں کٹا ہوا سمجھا جائے۔ پس حضرت مولانا تو حضرت مسیح موعود کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

اس جواب کا کیوں ذکر نہیں کرتے؟

پھر کیا یہ تعجب اور حیرت کا مقام نہیں کہ آپ کے ان جوابات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اور محض نبی اور رسول کے الفاظ کو لیکر یہ ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ کیا انسانی دماغ کی اس حالت پر بھی میاں صاحب نے کبھی غور کیا کہ اس قدر کھلی تصریحات کے ہوتے ہوئے وہ یہ کہتے چلے جا رہے ہیں کہ ریویو آف ریلیجنز میں حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی قرار دیا ہے۔ بارہا مرتبہ ان کو یہ جوابات دیئے گئے۔ ریویو آف ریلیجنز کی دوسری عبارات پیش کی گئیں جن میں حضرت مسیح موعود کو محدث لکھا گیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ لفظ پرافٹ (نبی) اصطلاح شریعت کے معنوں میں نہیں بلکہ لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا نے یہاں تک لکھا کہ اگر میں کبھی حضرت مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی مانتا تو ان کے نہ ماننے والوں کو میاں صاحب کی طرح کافر بھی قرار دیتا۔ مگر میری کسی ایک تحریر سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے انکار کو موجب کفر قرار دیا ہو۔ لیکن اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ حضرت مولانا کے ان جوابات کا ذکر تک میاں صاحب نہیں کرتے اور بار بار وہی رٹ لگائے چلے جاتے ہیں کہ ریویو آف ریلیجنز میں نبی قرار دیا ہے اور اب عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اس کا کیا نام رکھا جائے۔ کیا میاں صاحب کے اپنے الفاظ میں ہم ان سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا وہ اور ان کے پیرو "سب کے سب بد دیانت اور جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹ بول رہے ہیں"؟

میاں صاحب کا سابقہ عقیدہ

پھر میں کہتا ہوں کہ کیا دنیا کے حیرت انگیز انقلابوں میں سے ایک بہت بڑا انقلاب وہ نہیں جو میاں محمود احمد صاحب کے خیالات میں ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء کے بعد پیدا ہوا۔ اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان کو اٹھا کر دیکھئے۔ کس وضاحت کے ساتھ میاں صاحب نے آیہ کریمہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم کی تفسیر کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے:

"مگر آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی"

(باقی بر صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
پیغام صلح
جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۲۷ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۷۰

اعمال کی جزا و سزا اور نجات اسلام میں

ایک آریہ لیڈر کے اسلام پر اعتراضات کا جواب

(۲)

دوسرا اعتراض

لالہ اندرسین جی ملیڈر انبالہ نے اسلام کی دوسری غلطی یہ بتائی ہے کہ :-

"یہ پیغمبر کی سفارش کے ذریعے کرموں کے نتائج کا زائل ہو جانا مانتا ہے۔ یہ تو اوپر کہا جا چکا ہے کہ گناہ معاف نہیں ہو سکتے۔ مگر کیا خدا کے روبرو کسی کی سفارش کام دے سکتی ہے اور معافی حاصل کرا سکتی ہے۔ اس خیال نے کہ یہ کرا سکتی ہے دنیا میں بڑا اندھیر مچایا ہے۔ دنیا میں مذہبی جنگ و جدل کی کشمکش کی بنیاد ڈالی۔ جن اعلےٰ صفتوں سے خدا ملتا ہے دوسروں کے ساتھ رحم، عدل، نیک سلوک، سیوا سب نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ سفارش کا مسئلہ سراسر انسان کو گناہوں میں پھنسانے والا ہے۔ خدا کے نزدیک سب بندے برابر ہیں۔ اسی کے سب پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اس کو کب گوارا ہو سکتا ہے کہ کسی پر کوئی ظلم کرے اور اس کی سزا سے بچ جائے خواہ کوئی مذہبی جہالت میں پھنس کر ہی دوسرے کو ستا دے وہ کبھی اس کی سزا سے بچ نہیں سکتا"

اسلام کی تعلیم

ہم حیران ہیں کہ لالہ جی نے یہ کہاں سے معلوم کر لیا کہ اسلام کے نزدیک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے کرموں کے نتائج زائل ہو جاتے ہیں خواہ وہ گناہ وہ کسی قوم پر ظلم و ستم کا رنگ رکھتے ہوں۔ اسلام کی تکمیلی تعلیم ہے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہٗ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہٗ۔ جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرتا ہے وہ بھی اس کی جزا پائے گا اور جو ایک ذرہ برابر برائی کرتا ہے۔ وہ بھی اس کی سزا پائے گا۔ پھر سفارش کے متعلق فرمایا واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منہا شفاعۃ ولا یؤخذ منہا عدل ولا ہم ینصرون یعنی اس دن سے بچاؤ کرو جب کوئی جی کسی جی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس کی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے معاوضہ لیا جائے گا اور نہ انہیں مدد دی جائے گی۔ اسی قسم کی آیات قرآن کریم میں متعدد مواقع پر موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "سفارش کے ذریعے سے گناہوں کے نتائج کا زائل ہو جانا" اسلام کے نزدیک صحیح نہیں۔

شفاعت کا مفہوم

ہاں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں شفاعت کا مسئلہ موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو گناہ اور برے اعمال انسان کرتا چلا جائے۔ وہ سب پیغمبر خدا صلعم کی سفارش سے معاف کر دیئے جائیں گے یہ قطعاً غلط ہے۔ خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو آنحضرت صلعم نے یہ نصیحت فرمائی کہ یہ مت سمجھنا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی ہوں اس لئے بخش دی جاؤں گی۔ عمل کرو۔ عمل کرو کہ اس کے بغیر نجات نہیں۔ شفاعت کا مفہوم اسلام میں صرف اس حد تک محدود ہے کہ ایک شخص نیک اعمال بجا لاتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی پیروی کی پوری کوشش کرتا ہے عمداً گناہ کی طرف نہیں جاتا۔ مگر پھر بھی نیک نیتی سے بعض غلطیاں اس سے صادر ہو جاتی ہیں۔ یا اپنی غفلت کی وجہ سے کسی نیک عمل کے بجا لانے سے معذور رہ جاتا ہے۔ گو دل میں نیکی کی تڑپ موجود ہے۔ ایسے لوگوں کے اندر چونکہ صفائی باطن پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کی معذوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم ان کے لئے دعا فرمائینگے کہ ان کی ان لغزشوں سے جو معذوری اور نیک نیتی کی حالت میں صادر ہوئیں، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے۔ خدا تعالیٰ کسی سے کوئی انتقام لینا نہیں چاہتا۔ گناہوں کی سزا انسان کی اصلاح کے لئے ہے اگر کوئی شخص پہلے ہی اصلاح یافتہ ہے اور جو کچھ اس سے غلطی صادر ہوئی۔ اس نے اس کے قلب کے آئینہ کو ملدر نہیں ہونے دیا۔ اس کو اگر وہ آنحضرت صلعم کی دعا سے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ معاف فرما دے تو اس میں کونسا اندھیر آ جاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی ایسے لوگوں کے متعلق جو مجبوری اور معذوری سے کوئی جرم کر بیٹھتے ہیں، سفارش کو قبول کر لیا جاتی اور انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی ذات کیا اس سے بھی معاذ اللہ گئی گزری ہے کہ اپنے بندوں کو وہ کسی حالت میں چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہو۔ اور ایک انتقام لینے والے انسان کی طرح سزا دیئے بغیر خوش نہ ہو؟ سزا تو خود ان کو مل گئی۔ جب ان کے عمل ان کے سامنے آ گئے ایک شریف آدمی کے لئے یہی سب سے بڑی سزا ہوتی ہے۔ پس اگر آنحضرت صلعم کی شفاعت سے وہ کسی دوسری سزا سے بچ جائیں۔ تو اس میں کیا ہرج واقعہ ہوتا ہے اور لالہ اندرسین کے دل کو اس سے تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ انہیں تکلیف اس صورت میں ہونی چاہئے کہ اسلام اس بات کا قائل ہو کہ خواہ کوئی شخص کچھ کرتا چلا جائے۔ کتنا ہی گناہوں میں ملوث ہو۔ دوسروں پر ظلم و ستم کرنے والا ہو۔ رسول اللہ صلعم کی سفارش اس کے لئے ہوگی اور وہ معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن یہاں یہ صورت نہیں بلکہ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ صرف انہی لوگوں کی آپ شفاعت کریں گے جن سے آپ کا تعلق ہے اور کسی وجہ سے کوئی . . . لغزشیں ان سے سرزد ہو گئی ہیں۔

مذہبی تعصب اور ظلم و ستم اور اسلام

شفاعت کے اس مفہوم کے ہوتے ہوئے کون عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ اسلام نے سفارش سے گناہوں کی معافی کا خیال پیدا کر کے دنیا میں بڑا اندھیر مچایا۔ [illegible] لکھا ہے کہ خواہ کوئی . . . پر ظلم کرے یا مذہبی اختلاف کی وجہ سے دوسرے کو ستانے اور دکھ پہنچائے۔ وہ اپنے ان گناہوں کی سزا سے بچ جائے گا۔ اسلام میں جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں ایسی سفارش یا شفاعت کا قطعاً کوئی ذکر نہیں اور دوسرے پر ظلم کرنا یا مذہبی اختلاف کی وجہ سے دوسروں کو ستانا تو اسلام کی سپرٹ کے قطعاً خلاف ہے۔ قرآن کریم نے کھلے طور پر لا اکراہ فی الدین کہہ کر مذہبی آزادی کا چارٹر دنیا کو دیا ہے۔ اور جب جنگ کا حکم دیا۔ تو صاف طور پر فرما دیا کہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے جن کے ساتھ لڑائی کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا۔ پھر یہیں تک بس نہیں کی۔ بلکہ جنگ کی غرض یہ قرار دیتی کہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا۔ یعنی اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا۔ تو راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور دوسری عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے گرا دی جاتیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو صرف اپنی حفاظت جان یا مسجدوں کی حفاظت کے لئے ہی نہیں بلکہ دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کی بھی حفاظت کے لئے جنگ کی اجازت دی ہے۔ بلکہ مسجدوں کی حفاظت کا ذکر سب سے آخر میں کیا۔ کیا یہ اسلام کی مذہبی رواداری کا ایک ایسا بین ثبوت نہیں۔ جس کے رو سے مذہبی تعصب اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے دوسروں پر ظلم و ستم کرنا قطعاً ناجائز اور اسلام کی سپرٹ کے قطعاً خلاف ہے۔

آریہ لیڈر کی "بھول"

اگر کوئی جاہل مسلمان ایسا ظلم و ستم کرتا ہے اور اس کو یہ خیال ہے کہ اس کا گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ تو وہ اپنے اس خیال کا خود ذمہ دار ہے۔ اسلام پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ ظلم بہر حال ظلم ہے۔ خواہ مذہب کی خاطر ہو یا اپنے ذاتی مفاد کے لئے۔ اسلام نے اس کی قطعاً اجازت نہیں دی اور نہ یہ امید دلائی ہے کہ ایسے گناہوں کی سزا سے کوئی شخص بچ جائے گا۔ لالہ اندرسین جی کی یہ اپنی "بھول" ہے کہ وہ جاہل لوگوں کے خیالات کو اسلام کی "بھول" قرار دیتے ہیں۔ اسلام جہلا کے خیالات کا نام نہیں۔ انہیں چاہئے کہ جہلا کے خیالات سے قطع نظر کرتے ہوئے خود قرآن کریم کا مطالعہ کریں۔ اسلامی تعلیمات کو دیکھیں اور تعصب کی اس عینک کو اتار کر جو ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سمولاس نے ہر آریہ اور ہندو کی آنکھوں پر چڑھا رکھی ہے۔ اسلام کی صحیح تعلیمات پر غور کریں ورنہ اس قسم کے جاہلانہ اعتراضات جو انہوں نے پیش کئے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کی علمی پردہ دری کا موجب ہوں اور کیا نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔

ایک مخلص بھائی کیلئے درخواست دعا

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے نہایت محترم اور مخلص بھائی ملک عبد الرحمٰن صاحب راولپنڈی دماغی خرابی کی وجہ سے سخت بیمار ہیں۔ کل ان کو لاہور لایا گیا۔ آج دماغی ہسپتال میں ان کا آپریشن کیا جائے گا۔ ان کی حالت کو دیکھ کر بہت ہی صدمہ ہوتا ہے۔ احباب کرام سے التجا ہے کہ ان کی صحتیابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

شذرات

مولوی ثناء اللہ کی یادگار

مولوی ثناء اللہ کی تجویز ہے۔ کہ

(۱) ہر سال ۲۶ مئی کو لاہور اور قادیان میں بہت بڑے جلسے کئے جائیں۔ جن میں حضرت مرزا صاحب کی دعا آخری فیصلہ پڑھ کر سنائی جائے کہ "دیکھو یہ بزرگ کیسے مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی یہ دعا کیسی حرف بحرف پوری ہوئی"

(۲) بلکہ اگر ہمت ہو تو لاہور کے جس مکان میں مرزا صاحب نے انتقال فرمایا۔ اسی مقام پر ایک بلند منارہ بنایا جائے۔ جس کے اردگرد قطب صاحب کی لاٹ کی طرح آخری فیصلے کا اشتہار کندہ کرایا جائے۔

دونوں تجاویز کی ہم بصدق دل تائید کرتے ہوئے اسقدر بڑھانا چاہتے ہیں کہ جلسوں میں آخری فیصلہ کی دعا کے مباہلہ پڑھ کر سنانے کے بعد سامعین کو یہ بھی بتا دیا جایا کرے اور یہی الفاظ منار پر آخری فیصلہ کا اشتہار نقل کرنے کے بعد کندہ کر دیئے جائیں کہ:-

مولوی ثناء اللہ نے اس اشتہار کے جواب میں یہ لکھا کہ:-

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔"

"خدا تعالیٰ جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

سو خدا نے مولوی صاحب کی سن لی اور انہیں لمبی عمر دے کر بتا دیا کہ "جھوٹا، دغا باز، مفسد اور نافرمان کون ہے"؟ امید ہے مولوی صاحب اس کو پسند کریں گے۔ یہ ان کی ایسی یادگار دنیا میں رہ جائے گی جس سے آئندہ نسلیں بہت کچھ سامان عبرت حاصل کر سکتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے زور آور حملے

وزارت بحر لندن نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ اعلان کیا ہے کہ برطانیہ کا مشہور و معروف جنگی جہاز "آرک رائل" دشمن کے اقدامات کی وجہ سے غرق ہو گیا ہے۔ یہ جہاز آٹھ سو فٹ لمبا ۲۲ ہزار ٹن وزنی تھا۔ اس پر تین لاکھ پونڈ (ساڑھے چار کروڑ روپیہ) خرچ ہوئے تھے۔ جہاز میں سولہ سو ملاح کام کرتے تھے اور ساٹھ ستر ہوائی جہاز اس کے عرشہ پر ہر وقت موجود رہتے تھے اس جہاز کی غرقابی سے برطانیہ کو بہت بڑا صدمہ ہوا ہے۔

یہ موجودہ جنگ کے ان ہولناک واقعات میں سے ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ جو اس وقت یورپ میں تباہی و بربادی کا ایک جال بچھائے ہوئے ہیں۔ آسمان سے گولہ و بارود کی شکل میں جہنم کی بارش۔ زمین پر ٹینکوں کی صورت میں دوزخ کی جلتی پھرتی آگ اور سمندر میں تارپیڈو کے ہلاکت آفریں حملے وحشت و بربریت کا جو ہولناک سماں پیش کر رہے ہیں ان کی نظیر چشم فلک نے قبل ازیں کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ یہ سب کچھ نہ صرف برطانیہ اور اتحادی ممالک کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ دشمن بھی بالکل اسی وحشت و بربریت... اپنی انسانیت سوز بلاؤں کا شکار ہو رہا ہے اور عمّا عنقا جہنم "یومئذٍ للکافرین عرضا" کا نظارہ آج دنیا کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ کیا اب بھی قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت اور امام وقت کی صداقت میں شبہ باقی ہے۔ جن کی کہی ہوئی باتیں آج ہمارے سامنے واقعات کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔

خلافت کی تعلیم و تلقین کا ہفتہ

کچھ دنوں سے قادیانی اخبارات میں بڑے زور شور سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ:-

"مسئلہ خلافت کے متعلق ۲۳ تا ۲۹ نومبر انشاء اللہ ہفتہ تعلیم و تلقین منایا جائے گا۔ تمام مجالس خدام الاحمدیہ و انصار کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر اس ہفتہ کو پوری تیاری اور شان سے منانے اور اسے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ خدام و انصار اپنے اپنے حلقہ میں روزانہ ایک گھنٹہ بالالتزام جلسہ منعقد کریں۔ تقاریر کے باقاعدگی سے نوٹ لیں اور ہر روز کا سبق اچھی طرح یاد کر لیں۔"

مسئلہ خلافت کے متعلق تعلیم و تلقین کا خیال آج ۲۷-۲۸ سال بعد پیدا ہو رہا ہے۔ جبکہ کہا جاتا ہے کہ میاں صاحب کی غیر منصوص خلافت اس قدر مستحکم ہو چکی ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی مخالفت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کیا اس کی وجہ وہ اندیشہ تو نہیں جس کا اظہار ۱۹۲۵ء میں جناب میاں صاحب نے بدیں الفاظ فرمایا تھا کہ:

"مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس بیس آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان مع لاہور بن جائے۔"

(الفضل ۳ نومبر ۲۵ء)

معلوم ہوتا ہے قادیانی جماعت کے مستحکم نظام کے اندر ابھی تک "ایسے خطرات" موجود ہیں۔ جن کے ازالہ کی اب یہ صورت نکالی گئی ہے کہ مسئلہ خلافت کے غیر بنیادی اصول کی تعلیم و تلقین کا خاص انتظام کیا جائے۔ بہرحال ہمارے دوستوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیئے اور اس تعلیم و تلقین کے جواب کی تیاری کر لینی چاہئے اس سلسلہ میں جن مضامین پر لیکچروں کا اعلان کیا گیا ہے ہم "پیغام صلح" کی آئندہ اشاعتوں میں ان پر تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

چنبہ میں جبر و تشدد

ریاست چنبہ میں ظلم و تعدی اور جبر و تشدد کے واقعات قارئین کرام ان کالموں میں متعدد بار پڑھ چکے ہیں۔ حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ تمام اسلامی پریس کی صدائے احتجاج اور مسلمانوں کی زبردست چیخ و پکار کے باوجود حکام ریاست کو اپنا رویہ بدلنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور نہ گورنمنٹ برطانیہ کے ذمہ دار افسر اس دور تشدد سے رعایا کو نکالنے کا کوئی سامان کرتے ہیں۔ منجملہ اور شکایات کے ایک سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ حدود ریاست میں مسلمان اس مذہبی آزادی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جو حکومت برطانیہ میں حاصل ہے اور جو ریاست کے دوسرے باشندوں کے لئے روا رکھی گئی ہے۔ عیسائی اور آریہ لوگ نہ صرف اپنے مذاہب کی تبلیغ و تلقین بھرے جلسوں میں بڑے زور شور سے کر سکتے اور کرتے ہیں۔ بلکہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم پر بے جا اعتراضات سے مسلمانوں کے کلیجے چھلنی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کھلے بندوں مسلمانوں کو للکارتے ہیں کہ آؤ اگر ہمت ہے تو ہماری باتوں کا جواب دو۔ لیکن جب کوئی مسلمان جواب کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو حکام ریاست یہ کہہ کر اس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ کہ تم غیر مذاہب کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس سے فساد کا اندیشہ ہے۔

اس سلسلہ میں جو واقعات حال ہی میں پیش آئے ہیں ان کی تفصیل اسی اشاعت میں دوسری جگہ "ہماری تبلیغی جد و جہد" کے ذیل میں قارئین کرام کے ملاحظہ سے گزرے گی۔ ایک عیسائی مناد کو کھلے بندوں اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم پر حملے اور اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کو للکارنے کی اجازت دینا اور مسلمانوں کو جواب سے بھی روک دینا کیا حکام ریاست کے تعصب کا کھلا مظاہرہ نہیں؟ ہم حیران ہیں کہ ریاست کے انگریز افسران ان کھلی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے کیوں انہیں روکنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیا چنبہ حکومت برطانیہ سے باہر ہے۔ یا وہاں کے حکام نے سرکار انگریزی سے خود مختاری حاصل کر لی ہے؟

اسلام کیلئے بہترین موقعہ

موجودہ جنگ کے ہولناک واقعات اہل مغرب کے خیالات میں بڑا انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ روس جو کل تک خدا کے خلاف اعلان جنگ کا علم بلند کئے ہوئے تھا آج اس کے کلیساؤں میں گڑگڑا کر دعائیں کی جا رہی ہیں۔ کہ اے خدا اس الناک مصیبت سے نجات عطا فرما۔ کیا یہ خدا تعالےٰ کی ہستی اور طاقت و قدرت کا زندہ نشان نہیں۔ ایسا ہی آج ہر طرف نئے نظام عالم کی ضرورت کے لئے صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ جو دنیا کو ایسے ہولناک جنگوں سے نجات دلا دے۔ یہ نیا نظام عالم کونسا ہو گا اور کیونکر بنایا جائیگا یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسا نظام جو انسانی دماغ کی اختراع ہو کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ نہ انسانی قواعد و ضوابط کسی کو من مانی کارروائی کرنے اور لڑائی چھیڑنے سے روک سکتے ہیں اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے ایسا نظام عالم پیش کیا ہے جو دنیا میں صلح و محبت، اخوت و مساوات اور ہمدردی و ہم آہنگی پیدا کرنے کا موجب ہو گا۔ یہ کوئی فرضی بات نہیں تاریخ اسلام کے کئی زریں صفحات اس پر شہادت پیش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں یہ ایک بہترین موقعہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ یورپ اور بالخصوص روس میں زیادہ زور و شور سے کی جائے۔ یہی ایک چیز ہے جو مسلمانوں کی کامیابی اور سربلندی کا موجب ہو سکتی ہے۔ کاش وہ اس طرف توجہ دیں۔ اور ابھی سے تبلیغ اسلام کے لئے کوئی پروگرام مرتب کر کے اس کا عملی سامان مہیا کرنے کی صورت کریں۔

وی پی آرہے ہیں

جن حضرات کے چندے گذشتہ ماہ ختم ہو چکے ہیں۔ اور بار بار کی یاددہانیوں کے باوجود انہوں نے چندہ نہیں بھیجا۔ ان کی خدمت میں وی۔ پی بھیجے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ وہ وی۔ پی وصول کر کے اخبار کی معاونت کا موجب ہوں گے۔ ورنہ دفتر کو سخت نقصان ہو گا۔

ہماری تبلیغی جدوجہد

حیدرآباد

شیخ انعام الحق صاحب سابق ایڈیٹر "پیغام صلح" کچھ عرصہ سے حیدرآباد میں انجمن کی طرف سے تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہاں ایک دارالمطالعہ آپ نے کھول رکھا ہے جس میں سلسلہ کے اخبارات اور ہر قسم کا تبلیغی لٹریچر موجود ہے۔ ابتدائً لوگ اجنبیت اور سلسلہ کے متعلق غلط فہمیوں کی وجہ سے بہت ہچکچاتے رہے لیکن اب آہستہ آہستہ آنے لگے ہیں اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ شیخ صاحب سے زبانی گفتگو کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ کئی معزز اصحاب سے میل جول اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ لٹریچر کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ اورنگ آباد کے ایک معزز وکیل سید اصغر علی صاحب کا ایک خط جو شیخ صاحب کو موصول ہوا قبل ازیں درج اخبار ہو چکا ہے۔ ایک اور خط اسی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کے تعلیم یافتہ طبقہ میں اگر سنجیدگی کے ساتھ کوشش کی جائے اور لٹریچر تقسیم کیا جائے تو سلسلہ کی حقانیت واضح ہو کر رہے گی۔ جو تبلیغ اسلام کے عظیم الشان کام کی طرف ان کو رغبت دلانے کا موجب ہوگی۔ شیخ صاحب اپنے ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ "میں انشاء اللہ بہت جلد اورنگ آباد کے علاقہ میں یا یادگیر، تیماپور اور شور پور کی طرف جاؤنگا۔ اول الذکر علاقہ میں متعدد ایسے افراد ہیں جو ہمارے لٹریچر سے متاثر ہیں۔ ان میں سے بعض سے خط و کتابت بھی ہے۔"

ضلع گوجرانوالہ

مولانا مرتضےٰ خانصاحب اپنے تبلیغی دورہ کی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ گوجرانوالہ میں . . . . صاحب قادیانی جماعت کے ممبر ہیں۔ لیکن ہمارا لٹریچر کثرت انہوں نے پڑھا ہے اور اب ان کے اعتقادات وہی ہیں۔ جو ہمارے ہیں۔ وہ میانصاحب کو خط لکھنے والے ہیں اور ان سے مسائل متنازعہ فیہا میں سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ خدا ان کو ہماری جماعت میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے۔ قادیانی عقائد سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان سے دیر تک مسائل میں گفتگو ہوتی رہی۔ وہ بالکل ہمارے عقائد کے بزرگ ہیں۔ سوہدرہ میں ایک پیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ صاحب علم شخص ہیں۔ ہمارا لٹریچر پڑھتے رہتے ہیں۔ اب انہوں نے "بیان القرآن" کا شوق ظاہر فرمایا ہے۔ ان کے خیالات اگر درست ہو جائیں تو کئی ایک اشخاص ان کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہو سکیں گے۔ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ جلسہ پر بھی تشریف لائیں گے۔

صوبہ سرحد

مولوی محمد افضل خانصاحب مبلغ صوبہ سرحد اپنے تبلیغی دورہ کی رپورٹ میں لکھتے ہیں:۔

۲۴ اکتوبر کو تنگی (علاقہ چھچھ) گیا۔ بابا عمر خاں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے ان کے صاحبزادہ اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا اور ان کو ترغیب دی کہ ان کے پاس باباصاحب کا ذخیرہ کتب موجود ہے اس کو ضرور مطالعہ کریں۔ ۲۶ اکتوبر کو غور غشتی چلا گیا۔ غلام حق . . . صاحب

(ماموں فرخ سیر صاحب زیدہ) سے ملا۔ فرخ سیر خانصاحب کے ذریعہ ان کو حضرت شاہ صاحب کے مشن سے کچھ واقفیت ہے کئی مسائل پر گفتگو ہوئی۔ خان عبدالغفور خاں (کانگرسی) سے ملا۔ ان کو دلائل سے یقین دلایا کہ مسلمانوں کی بہتری صرف اشاعت اسلام میں ہے اور جب تک مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا نہ ہو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں انجمن کی یورپی تبلیغی خدمات پیش کی گئیں۔

۲۸ اکتوبر کو میر اصغر خاں کلرک کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا یاجوج ماجوج اور موجودہ جنگ پر گفتگو ہوئی۔ صاحب موصوف کے برادر خورد بھی موجود تھے۔ ان پر ثابت کیا گیا کہ قرآن کریم کے الفاظ کا اطلاق صرف یورپی اقوام پر ہی ہو سکتا ہے۔ دجال اور یاجوج ماجوج ان اقوام کے صفاتی نام ہیں۔ لٹریچر بھی دیا گیا۔

چنبہ

ریاست چنبہ میں کچھ دنوں سے مسلمانوں کی ایذا رسانی کا سامان بہم مہیا کیا جا رہا ہے۔ حال ہی میں ایک صاحب ماسٹر کیچ نعل چنبہ تشریف لے گئے اور سات تقریریں وہاں کیں۔ جن میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہندوؤں اور مسلمانوں ہر دو کو بھڑکانے کی پوری کوشش کی۔ اس کے بعد پادری عنایت اللہ نامی ایک عیسائی نے مسلمانوں اور احمدیوں کے خلاف خوب زہر اگلا اور اسلام پر اعتراضات کئے اور بار بار مناظرہ کی دعوت دی۔ جماعت احمدیہ چنبہ نے اس دعوت کو قبول کر کے لاہور لکھا کہ مناظرہ کیلئے کسی کو بھیجا جائے۔ اتفاق سے اس وقت کوئی مبلغ فارغ نہ تھے۔ بس پادری صاحب کی بن آئی۔ اور انہوں نے شور مچا دیا کہ لو مرزائی بھاگ گئے۔ آخرکار مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی باوجودیکہ خود بھی بیمار تھے اور ان کا بچہ بھی نمونیہ سے بیمار پڑا تھا چنبہ کا مصیبتناک پہاڑی سفر طے کر کے وہاں جا پہنچے ان کا پہنچنا تھا کہ حکام کی طرف سے حکم آ گیا کہ مناظرہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فساد کا اندیشہ ہے اس پر ایک پرائیویٹ مکان میں مولانا کی تقریر کا انتظام کیا گیا اس کے متعلق بھی حکم پہنچا کہ دوسرے مذاہب کا اشارتاً اور کنایتاً بھی ذکر نہ ہو۔ مولانا نے تقریر میں اس حکم کو بھی ملحوظ رکھا۔ لیکن پھر بھی پولیس نے جو خاص طور پر تقریر کو رد کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ دوران تقریر میں ہی مولانا کو روک دیا۔ (فانا للہ وانا الیہ راجعون) مسلمانان چنبہ حکام کے اس طرز عمل سے بہت ہی بد دل ہو رہے ہیں۔ اور حیران ہیں کہ اپنے مجروح دلوں کی تسکین اور دشمنان اسلام سے اسلام کی مدافعت کا سامان کس طرح کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

درخواستہائے دعا

عادل محمد صاحب علی پور کو ایک مقدمہ درپیش ہے۔

سید عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ جج کپورتھلہ کی بڑی صاحبزادی بیمار ہیں

ملک خدا بخش صاحب اور ان کی بیوی اور بہو بخار سے بیمار ہیں

ماسٹر عطا الہٰی صاحب ہیڈ ماسٹر ریاست جموں کے صاحبزادہ

لطیف احمد صاحب این۔ اے کلاس بعارضہ بخار ٹائیفائیڈ بیمار ہیں

بابو محمد صدیق صاحب مرحوم کا بڑا لڑکا بیمار ہے

یہ سب دوست احباب کرام سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

رسالہ "ردّ تکفیر اہل قبلہ"

کے متعلق دکن کے ایک اہل علم بزرگ کی رائے

جناب سید اصغر علی صاحب وکیل اورنگ آباد (دکن) نے اپنے ایک تازہ والا نامہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ "ردّ تکفیر اہل قبلہ" کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔ (محمد انعام الحق)

"میں نے "ردّ تکفیر اہل قبلہ" غور کے ساتھ پڑھا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب قبلہ نے سچی سچی باتیں لکھی ہیں جس سے قادیانیوں کا وہ گروہ جو میانصاحب سے جوش عقیدت رکھتا ہے سخت ناراض ہوگا۔ کیونکہ اس میں بہت کی باتیں لکھی ہیں۔ جیسا کہ میں نے اپنے سابقہ خط میں عرض کیا تھا کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ میں مولوی صاحبان کفر کے فتوے دینے میں جس قدر تعجیل فرماتے ہیں شاید وہ نماز مغرب میں اتنی عجلت نہ کرتے ہوں گے۔ تو یہی علامت مسلمانوں کے ادبار کی ہے کہ ایسی باتیں کریں گے جس سے ایک فرقہ کو دوسرے سے منافرت پیدا ہو۔ اخوت اسلامی تو مسلمانوں میں مفقود ہو گئی ہے یہ ہندوؤں کی ملک ہو گئی ہے۔

رسالہ میں مولانا ممدوح نے نہایت ہی قابلیت کے ساتھ مسئلہ زیر بحث پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان کو پڑھنی چاہئے براہ کرم چند کاپیاں روانہ فرمایئے۔ تاکہ میں یہاں کے کتب خانوں میں بھیج دوں۔ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی اب فیشن کے خلاف ہے۔ تعلیم یافتہ گروہ کے بزرگ تو اس کو وقت ضائع کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں اور پرانے خیال کے مولوی اس لئے ہر فرقہ کی تصنیف کو نہیں پڑھتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان میں جو کچھ لکھا ہوگا۔ وہ غلط ہوگا۔ بہرحال ہمارا مشن یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہم ایسی تصنیفات پیش کریں۔ کوئی تو بندۂ خدا پڑھے گا۔

خاکسار

(سید اصغر علی)

آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوےٰ کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیءٍ علیماً یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے کا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوےٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کریں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعوےٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں۔ بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے۔"

ایسا ہی الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں "خاتم الانبیاء" کے عنوان سے انہوں نے ایک مضمون لکھا۔ جس کے یہ لفظ قابل غور ہیں :۔

"اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے رتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

"حیرت انگیز انقلاب"

یہ ان میاں صاحب کی تحریرات ہیں جو آج بلکہ ۱۹۱۱ء کے تین چار سال بعد ہی خاتم النبیین کے بعد اجرائے نبوت کا نعرہ بلند کرنے لگ گئے۔ اور اس تاریخی پیشگوئی کو جس کا رد ۱۹۱۱ء میں کسی سے ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اس امت میں دعوئی نبوت کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خود ہی رد کرنا شروع کر دیا۔ کتنا بڑا انقلاب ہے کس قدر "حیرت انگیز انقلاب" ہے جو میاں صاحب کے اعتقادات میں پیدا ہوا۔ جو لوگ آج سے تیس سال پیشتر خاتم النبیین کے یہ معنی کرتے تھے کہ آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ جن کے نزدیک آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا دعوئی نبوت کر کے کامیاب ہو جانا خاتم النبیین کے معنوں اور اس خدائی وعدہ کے خلاف [illegible]

"آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے کا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوےٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔"

آج اپنی ساری زندگی اس کے برخلاف کوشش میں اور یہ ثابت کرنے میں صرف ہو رہی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ نہیں۔ بلکہ اجرائے نبوت ہے۔ پھر کس قدر حیرت انگیز انقلاب ہے کہ وہی میاں صاحب جو ۱۹۱۱ء میں اس بات کو اسلام کا ایک نشان قرار دیتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبیوں کا آنا یا کسی کا دعوے نبوت کر کے کامیاب ہونا عملاً بند ہو گیا۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ وہی میاں صاحب جو مخالفین اسلام کو یہ چیلنج کرتے تھے۔ کہ وہ کوئی ایسا مدعی نبوت پیش کریں۔ جو آنحضرت صلعم کے بعد دعوئی نبوت کر کے کامیاب ہوا ہو۔ چار ہی سال بعد ۱۹۱۴ء میں بڑے زور سے للکار کر کہتے ہیں کہ

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھدی جائے۔ اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آئے گا۔ تو میں اسے کہونگا۔ تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔"

(انوار خلافت ص ۶۵)

کیا انسانی دماغ [illegible] صاحب نے کبھی غور کیا؟ مولوی محمد علی صاحب کو خدا [illegible] دیانت، اور جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹ بولنے کا [illegible] بجائے بہتر ہو کہ جناب میاں صاحب اپنی دیانت و امانت اور [illegible] کا بھی جائزہ لے لیں اور غور کر لیں کہ ان کا اپنا دماغ کس چکر میں مبتلا ہے کہ بہتر کو چار ہی اور ختم کو غیر مسدود ٹھہرا رہا ہے۔

مریدوں کی ناواجب تائید

افسوس تو یہ ہے کہ مریدان سب باتوں کو دیکھتے اور سنتے ہیں اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ اتنا نہیں کہتے کہ حضور کل تک تو آپ بھی وہی کہہ رہے تھے جو آج مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں۔ پھر ان پر تبدیلی عقیدہ کا الزام کیوں ہے اور آپ خود اس الزام سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ مگر وہ بیچارے مجبور ہیں۔ قادیان کے رہنے والے مرید تو زمینوں، جائدادوں اور تنخواہوں کے چکر میں آ کر خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر بک چکے ہیں اور باہر کے لوگوں کو فرضی قصے سنا کر جن سے حضرت مسیح موعود اور آپ کی اولاد کے ساتھ دشمنی اور بغض و عناد ٹپکتا ہے۔ ہماری طرف سے متنفر کر دیا گیا ہے اور یہ تنفر اور اولاد مسیح موعود سے محبت اس حد تک غلو اور افراط تک پہنچ چکی ہے کہ جو کچھ میاں صاحب کے منہ سے نکل جائے وہ سب حق اور جو کچھ ہماری طرف سے کہا جائے وہ سب باطل نظر آتا ہے وکذالک زین للمسرفین ما کانوا یعملون

پردۂ غفلت

انگلستان پر جب فضائی بمباری شروع ہوئی۔ تو حکومت کی طرف سے لوگوں کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ خطرہ کا الارم سنتے ہی پناہ گاہوں میں چلے جائیں اور جب خطرہ دور ہونے کا الارم بجے تو باہر نکل کر اپنا کاروبار شروع کر دیں لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ مگر حکام کو یہ معلوم کر کے سخت تعجب ہوا کہ خطرہ ٹل جانے پر بھی بعض لوگ پناہ گاہوں سے باہر نہیں نکلتے۔ جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ بعض نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فضائی بمباری سے فائدہ اٹھا کر اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شاید وہ سمجھتے ہوں گے کہ عصبیت و تباہی کے اس زمانہ میں کس کی زندگی کا اعتبار ہے۔ کیوں نہ فرصت اور موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(ایک اخباری اطلاع)

سعدی نے قحط دمشق کی انتہائی سختی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی تھی۔

کہ یاراں فراموش کردند عشق

وہ زمانہ بوستاں کا تھا۔ اب زمانہ ترقی پر ہے کہ اس انتہائی تشویش و اضطراب کے وقت میں بھی پرانی عادتیں نہیں چھوٹتیں

(صدق)

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

موسم گرما میں مختلف مقامات کی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز نے جس سرگرمی اور محنت محبت اور اخلاص سے کام کیا اس کے ہم صدق دل سے معترف ہیں اور ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی مساعی جمیلہ کا ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کے مجاہدہ کے بعد اکثر احباب نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ اب ان کو ایک لمبے آرام کی ضرورت ہے۔ یہ خیال مجاہد قوم کے کسی ایک فرد کے دل میں بھی نہ آنا چاہئے۔ ہم نے حضرت امام وقت اور مجدد زماں کے ساتھ جو عہد و پیمان باندھا ہے۔ وہ یہی ہے کہ

دین کو دنیا پر مقدم کریں گے

ہمیں اس عہد کو ہر وقت یاد رکھنا چاہئے۔ گذارش ہے کہ ہمارے نوجوانان جماعت اور بالخصوص سیکرٹریاں و صدر صاحبان، ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز اپنی اپنی جگہ پر ہفتہ وار جلسوں کا پھر با قاعدہ انتظام شروع کر دیں اور ان کی روئیداد برائے اشاعت مجھے بھیجا کریں۔ مشکور ہونگا۔ اب ہمارا سالانہ "اجتماع" بھی قریب آ رہا ہے۔ لہذا اشد ضروری ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے احباب اور غیر از جماعت احباب کو اس اجتماع میں شریک ہونے کی ترغیب دیں۔ یہ کام ابھی سے شروع کر دینا چاہئے وباللہ التوفیق۔

خاکسار۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ

صدر مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

پبلسٹی کمیٹی کے نئے ٹریکٹ

"ایک مخلص مرید کا مکتوب جناب میاں صاحب کی خدمت میں"

اس خط کے لکھنے والے جناب میاں صاحب [illegible] بیت پٹیالہ کے سیکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت ہیں۔ انہوں نے دو خطوط جناب میاں صاحب کی خدمت میں بھیجے لیکن آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ چونکہ ان کے شبہات اور شکوک رفع نہ ہو سکے۔ لہذا اب انہوں نے قادیانیت سے توبہ کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان کا وہ خط جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے کثیر تعداد میں طبع کرایا گیا ہے۔ یہ خط اس قابل ہے کہ اس کی نشر و اشاعت وسیع پیمانے پر احباب قادیان کے اندر کی جائے۔ تاریئین پیغام صلح و سیکرٹریان و صدر صاحبان جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ اپنے اپنے حلقہ اثر اور واقفکار دوستوں میں اس کو خوب تقسیم کریں۔ کیا بعید ہے کہ جناب محمد حسین صاحب سابق سیکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت قادیانی جماعت پٹیالہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بعض اور سعید روحوں کو قادیانیت سے تائب ہو کر جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کی توفیق ملے۔ امید ہے کہ احباب اس ٹریکٹ کو مرکز سے منگوا کر کافی تعداد میں تقسیم کرینگے۔

ایک اور ٹریکٹ حال ہی میں طبع ہوا ہے۔ "ابن مریم کہاں ہیں"؟ یہ اس قابل ہے کہ غیر احمدیوں کے اندر کثرت سے تقسیم کیا جائے اس طرف بھی پوری پوری توجہ رکھی رہے۔ یہ ٹریکٹ مفت بھیجے جاتے ہیں۔

بکری ٹیکس کے متعلق حکومت کے وعدوں کی تشریح

سرکاری اعلان

۱۔ حکومت کے نوٹس میں یہ بات آئی ہے کہ اخبارات میں ایسے بیانات شائع ہوئے ہیں جن میں حکومت پنجاب وعدوں کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا ہے جو اس نے بکری ٹیکس کے متعلق یکم اور ۵ مئی ۱۹۴۱ء کے اعلانات میں کئے تھے اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے ان تمام وعدوں کو مکمل طور پر پورا کیا ہے جو آنریبل وزیراعظم نے کئے تھے اور جو مذکورہ اعلانات میں شائع ہوئے تھے مندرجہ ذیل مفصل حالات کے مطالعہ سے یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہو جائے گی۔

۲۔ یکم مئی ۱۹۴۱ء کے اعلان میں پہلی بات جس پر زور دیا گیا تھا یہ تھی کہ بکری ٹیکس ۴۲-۱۹۴۱ء کے صرف دوسرے نصف حصہ میں عائد کیا جائے گا۔ یہ وعدہ مکمل طور پر پورا کیا گیا ہے اور ۳ نومبر ۱۹۴۱ء کے ایک اعلان میں یہ بات دوہرائی گئی کہ ان اعداد و شمار کو معلوم کرنے کے لئے جن پر سارے سال کے لئے فروخت کا حساب لگایا جائے گا۔ خواہ کوئی طریق کیوں نہ اختیار کیا جائے۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں جو ٹیکس عائد کیا جائے گا وہ سارے سال کے لئے ایسی فروخت پر ٹیکس کا نصف ہوگا۔ ۷ نومبر ۱۹۴۱ء کے پنجاب گورنمنٹ گزٹ میں بھی اس مضمون کا ایک باضابطہ اعلان شائع ہوا ہے۔

۳۔ دوسرا یقین یہ دلایا گیا تھا کہ جن تاجروں پر تشخیص عائد کی جائے گی انہیں غیر ضروری تکلیف سے بچانے کیلئے یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ۵ مارچ ۱۹۴۱ء تک گذشتہ سال کے اصل اعداد کی بنا پر تشخیص کرائیں۔ یا اگر وہ چاہیں تو اس مطلب کے لئے یکم اپریل اور ۳۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کے درمیان کوئی سے متواتر تین مہینوں کے اصل اعداد پیش کر دیں۔ اس وعدہ کو مسودہ قوانین کے قاعدہ ۵ (۳) کے مطابق باضابطہ منظور کر لیا گیا ہے۔

۴۔ تیسرے یہ یقین دلایا گیا تھا کہ قواعد اس طریق پر مرتب کئے جا رہے ہیں کہ ٹیکس عائد کرنے والا ماتحت عملہ دوکانداروں کو تنگ نہ کر سکے۔ مسودہ قواعد کے قاعدہ ۱۳ میں اس بات کا خاص انتظام کیا گیا ہے کہ ماتحت عملہ ڈسٹرکٹ ٹیکسیشن افسر کے خاص تحریری حکم کے بغیر پرائیویٹ عمارتوں اور دوکانوں میں داخل ہونے کے اختیارات استعمال نہ کرے یہ اختیار صرف شاذ و نادر صورتوں میں جہاں اس کے استعمال کی حقیقی ضرورت پیدا ہوگی۔ استعمال کیا جائے گا۔

۵۔ چوتھے۔ حسابات رکھنے کے متعلق یہ یقین دلایا گیا تھا کہ تاجروں کو غیر ضروری خرچ یا تکلیف سے بچانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ حکومت کا تاجروں سے یہ مطالبہ نہیں کہ وہ اپنے حسابات کسی خاص طریق پر رکھیں اور اس نے حسابات رکھنے کا کوئی خاص طریق مقرر ہی نہیں کیا۔ قانون اور قواعد کی اغراض کے لئے صرف اسی قدر ضروری ہے کہ تاجر اپنی سالانہ فروخت کا صحیح حساب پیش کر سکے اور اس مقصد کے لئے اسے خود اپنے مفاد کی خاطر فروخت کے متعلق کسی قابل فہم طریق پر حساب رکھنا چاہئے۔

۶۔ پانچویں ان تاجروں کی صورت میں جن کی سالانہ فروخت پچیس ہزار روپیہ سے زیادہ نہیں تشخیص کے طریق کو سہل بنانے کے لئے حکومت نے ایک ایسے قاعدہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جس کے ذریعہ ان سے مقررہ لائسنس کی شکل میں ٹیکس وصول کیا جائے۔ حکومت نے نہ صرف اس وعدہ پر عمل کیا ہے بلکہ وہ اس سے بھی آگے گئی ہے اور اس نے ایسے تاجروں کو جن کی فروخت چالیس ہزار روپیہ تک ہے بھی سہولت دے دی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تاجروں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ طریق اختیار کرنے سے تشخیص عملی طور پر خود بخود ہو جائے گی اور مقررہ میعاد پر حسابات کے معائنوں کی شاذ و نادر ہی ضرورت ہوگی۔

۷۔ چھٹے حکومت نے پھل اور سبزیاں بیچنے والوں، بیڑ فروشوں پان فروشوں، نانبائیوں، حلوائیوں، پھیری والوں، کتب فروشوں اور اخبارات اور رسالے فروخت کرنے والوں کو قانون کے نفاذ سے مستثنیٰ کرنے کے فیصلہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ حکومت نہ صرف اس وعدہ پر ہی سختی سے قائم رہی ہے۔ بلکہ اس نے مستثنیات کی فہرست میں مندرجہ ذیل کا اضافہ کیا ہے۔

(۱) تقریباً ایسا تمام سامان جو پنجاب کے کسی کارخانہ میں تیار ہوا ہوا ہو جب اسے تیار کرنے والا فروخت کرے
(۲) کوئلہ مشینوں کو چکنا کرنے والی اشیا اور ڈیزل آئل جو پنجاب کے کارخانوں میں استعمال کے لئے فروخت ہو
(۳) شورہ
(۴) تمام سامان جو تھوک فروش پنجاب سے باہر تقسیم کریں
(۵) نمک سوائے اس صورت کے جب وہ بند ڈبوں میں فروخت کیا جائے۔
(۶) مچھلی اور گوشت سوائے اس صورت کے جب وہ بند ڈبوں میں فروخت ہو۔
(۷) پھول
(۸) سپاری
(۹) سٹیشنری کی بعض اشیا جب وہ تعلیمی اداروں میں فروخت ہوں۔

مستثنیٰ کردہ تاجروں کی جماعتوں میں حکومت نے دھوبیوں کمہاروں، پودے اور بیج فروخت کرنے والوں، بھڑ بھونجوں اور چنیں چٹائیاں اور بید کی کرسی تیار کرنے والوں کو بھی جو اور کوئی تجارت نہ کرتے ہوں، شامل کر دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ حکومت نے پنجاب کی مصنوعات کے تحفظ کے متعلق تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ غریب طبقہ کے تاجروں اور عام استعمال کی اشیا کو مستثنیٰ قرار دینے میں فیاضی سے کام لیا ہے۔ علاوہ ازیں قانون مذکور کے ماتحت تمام بڑی بڑی اجناس خوردنی اور ان کے آٹے پہلے ہی سے مستثنیٰ کئے جا چکے ہیں

۸۔ ۵ مئی ۱۹۴۱ء کے سرکاری اعلان میں حکومت نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مسودہ قواعد کی اشاعت کے بعد ان تمام اعتراضات اور تجاویز پر غور کرے گی جو اسے موصول ہوں گی۔

ایسا باقاعدہ طور پر کیا گیا ہے اور ان تمام اعتراضات اور تجاویز پر جو بھیجی گئی ہیں۔ حکومت غور کر رہی ہے۔

دوسرے حکومت نے یہ کہا تھا کہ قواعد کی ترتیب میں کوئی غیر واجب یا قابل گریز سختی روا نہیں رکھی جائے گی چنانچہ تاجروں کی بہت بڑی اکثریت کو مقررہ لائسنس فیس کا طریقہ اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ حسابات کو کسی خاص طریق پر رکھنے کے متعلق اصرار نہیں کیا گیا اور ٹیکس عائد کرنے والے ماتحت عملہ کو پرائیویٹ عمارتوں اور دکانوں میں داخل ہونے کا جو اختیار تھا اسے سختی کے ساتھ محدود کر دیا گیا ہے۔ ڈسٹرکٹ ٹیکسیشن افسروں کو خلاف ورزیوں کے متعلق سمجھوتہ کے اختیارات دیئے گئے ہیں اور مقدمہ دائر کرنے کا حکم دینے کا اختیار ماتحت عملہ کو نہیں بلکہ ضلع میں تشخیص کرنے والے حاکم مجاز کو تفویض کیا گیا ہے

تیسرے حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ عرضداشتیں موصول ہونے پر غور کیا جائے گا کہ کسی ایک چیز پر صرف ایک منزل تک ٹیکس عائد کرنا کس حد تک قابل عمل ہے۔ ایسی عرضداشت صرف لکڑی کا کاروبار کرنے والوں کی طرف سے موصول ہوئی ہے اور حکومت اس پر غور کر رہی ہے

نور احمد

لاہور ۸ نومبر ۱۹۴۱ء — ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب

رفتار عالم

نئی دہلی - ۵ انومبر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ ہندوستان سے دوسرے ملکوں کے لئے گندم اور گندم کے آٹے کی ترسیل ممنوع قرار دی گئی ہے۔

لنڈن - ۱۵ نومبر برطانیہ کے مشہور ہفتہ وار اخبار گرافک کا نونسٹ برطانوی اور امریکن حلقوں کے حوالے سے لکھتا ہے - کہ اب جاپان سے بات چیت کرنا وقت ضائع کرنے کا مترادف ہے - اگر جاپان جنگ سے بچنا چاہے - تو اسے گھٹنے ٹیک دینے چاہئیں امریکہ اور برطانیہ جاپان کے مقابلہ میں نرم پالیسی اختیار نہیں کر سکتے - جاپان نے جو مطالبات پیش کر رکھے ہیں وہ برطانیہ اور امریکہ کے بنیادی اصولوں کے منافی ہیں - جاپان کی سینہ زوری حد سے بڑھ رہی ہے - اور اس وقت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صرف یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ امریکہ، برطانیہ، چین، روس، ہالینڈ، سائبیریا سے سنگاپور تک کسی قسم کا محاذ قائم کریں - تاکہ جاپان نے دس سال میں جو زیادتیاں کی ہیں ان کا بدلہ لیا جائے - جاپان کا خیال تو یہ تھا - کہ امریکہ کے میدان جنگ میں آنے سے قبل سنگاپور تک پہنچ جائے - مگر حالات اس کے خلاف ہیں۔

پشاور - ۱۶ نومبر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے - کہ ایسے فوٹوگرافروں کی فروخت بالکل ممنوع قرار دی گئی ہے - جو فوجی اہمیت رکھتے ہیں - پولیٹیکل افسروں اور پولیس کو اختیار دیا گیا ہے - کہ ایسے فوٹو جمع کریں۔

پشاور - ۱۵ نومبر آخری اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے - کہ نومبر کے پہلے دو ہفتوں کے دوران میں صوبہ سرحد میں ہیضہ کی وجہ سے ۶۷۹ اشخاص جاں بحق ہوئے۔ (اپ)

لنڈن - ۱۵ نومبر مرکزی سرحد میں جرمنوں اور قوی دستوں میں شدید لڑائی ہوئی - جس کے نتیجے پر ۲۶۴ جرمن سپاہی اور ۱۰۰ وطن پرست ہلاک ہوئے۔

لنڈن - ۱۵ نومبر جرمن ہائی کمان نے اعلان کیا ہے - کہ سیباسٹپول اور کرچ کے قریب وجوار میں جرمنوں کو اور بھی کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں - مگر جرمنوں نے اعتراف کیا ہے - کہ روسی فوجیں کریمیا میں ابھی تک شدید مقابلہ کر رہی ہیں - اعلان میں لکھا گیا ہے - کہ جرمن طیاروں نے لینن گراڈ اور ماسکو پر شدید حملے کئے۔ برلن میں بیان کیا گیا ہے - روسی چھاتہ فوج کا لینن کے محاذ پر جرمن مورچوں کے پیچھے اتری تھی - مگر جرمنوں نے ساری فوج کو گرفتار کر لیا ہے [illegible] جس میں ماہرین بھی شامل ہیں - برلن میں ایک جرمن کرنل نے سویڈن کے ایک اخباری نمائندے کو مطلع کیا - کہ جرمن فوج بہت جلد کرچ کے تھوڑے پاٹ والے سمندر کو عبور کر کے شمالی قفقاز تک پہنچ جائے گی۔

لنڈن - ۱۵ نومبر جرمنوں نے ترکیہ میں پراپیگنڈہ کرنے کی تحریک کو تیز کر دیا ہے - چنانچہ انقرہ کی اطلاع سے پتہ چلتا ہے - پاپن سمت اپنے چند ساتھیوں سمیت استنبول پہنچ گیا یہ شخص شرق وسطی کے معاملات میں ماہر ہے - یہ بھی معلوم ہوا ہے - کہ پیر کے دن سفارت جرمنی متعینہ ترکیہ میں چند ایک ترکی فدائی [illegible] ہیں - تاکہ فان پاپن [illegible] جرمنی سے بات چیت کریں - ڈیلی میل کا نامہ نگار خصوصی اطلاع دیتا ہے - کہ جرمنوں نے [illegible] بھی زبردست پراپیگنڈہ شروع کر دیا ہے۔

جرمنوں نے ہر گردیا کو جہاز بھیجدیا ہے - جو عربوں کے معاملات کا ماہر ہے - اس شخص کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا - کہ اتحاد عرب کی مجوزہ سکیم کو ناکام بنا دے۔

ٹوکیو - ۱۵ نومبر آج جاپانی پارلیمنٹ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا - جس میں وزیر اعظم وزیر خارجہ اور وزیر مالیات نے تقریریں کیں - یہ اجلاس پانچ دن تک رہے گا - اور جاپان کی جنگی پوزیشن کو مزید مضبوط کرنے کی کوشش کریگا - خیال کیا جاتا ہے - کہ بحری بیڑے کیلئے زبردست مطالبہ زیر پیش کیا جائے گا۔

واشنگٹن کی اطلاع سے معلوم ہوا ہے - کہ مسٹر کروسو آج واشنگٹن پہنچنے والے ہیں - تاکہ بحر الکاہل میں امن قائم رکھنے سے متعلق حکومت جاپان کی شرائط پیش کرے - واشنگٹن میں کہا جا رہا ہے - کہ اگر مسٹر کروسو وزیر اعظم جاپان کی طرف سے کوئی خاص پیغام لائے - تو وہ آتے ہی مسٹر روزویلٹ سے ملاقات کرنے کی درخواست کریں گے۔

ٹوکیو - کی اطلاعات ظاہر کر رہی ہیں کہ جاپان میں ریزرو فوجوں کو بلا لیا گیا ہے - یونیورسٹی کے طلبا کو فوجی تعلیم دی جا رہی ہے۔

لنڈن کے بعض فوجی ماہروں کا خیال ہے - کہ جاپان غالباً واڈی واسٹک پر حملہ کرے گا مدت سے جاپان کی للچائی ہوئی نظریں ولاڈی واسٹک پر پڑ رہی ہیں کیونکہ سیام اور سنگاپور پر حملہ کرنا آسان کام نہ ہوگا - کیونکہ برطانیہ - روس چین ہالینڈ اور امریکہ متحدہ طور پر سکیم بنا چکے ہیں کہ اگر جاپان سیام یا سنگاپور پر حملہ کیا تو انہیں کس طرح مقابلہ کرنا پڑیگا امید ہے - کہ جلد ہی ولاڈی واسٹک کا فتح جیتنا بے حد مشکل ہوگا۔

لنڈن - ۱۵ نومبر واشنگٹن سے اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت امریکہ نے جارج واشنگٹن نامی جہاز برطانیہ کو دیدیا ہے یہ جہاز گذشتہ جنگ عظیم میں جرمن بیڑے میں شامل تھا - مگر امریکہ نے ۱۹۱۷ء میں اس جہاز کو جرمنی سے چھین لیا تھا - اور ۱۹۱۸ء کی صلح کانفرنس میں شامل ہونیوالے امریکن نمائندے اسی جہاز پر سوار ہو کر یورپ پہنچے تھے - اب یہ جہاز برطانیہ کے جنگی بیڑے میں شامل کر دیا گیا ہے - جہاز کا وزن ۲۳ ہزار ٹن ہے۔

لنڈن - ۱۵ نومبر آج مسٹر ایلگزنڈر وزیر بحر نے اپنے ایک بیان میں کہا - کہ آرک رائل کے ہلاک شدہ ملاحوں کی تعداد دو تین سے زائد نہیں اس سے پہلے یہ اطلاع ملی تھی کہ ۱۸ اشخاص مفقود الخبر ہیں۔ ایک نے کہا کہ گذشتہ دنوں بحیرہ روم میں ۴ اطالوی تباہ کن جہاز غرق کئے جا چکے ہیں اور ایک کو سخت نقصان پہنچایا گیا ہے - آپ نے

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ ننگے خاں ولد حسین بخش ذات جبیل سکنہ کاہنووان تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ - ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے - اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۱۲/۱۲ مقرر کیا ہے - لہذا جائے مذکور ننگے خاں کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۱۱/۱۲ /۴۱

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکر گڑھ ضلع گورداسپور

(بورڈ کی مہر)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ سلطان ولد محمد بخش غلام حسین ولد سکندر ذات جبیل سکنہ کاہنووان تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ - ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۱۲/۱۲ مقرر کیا ہے لہذا جائے مذکور سلطان - غلام حسین کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں

مورخہ ۱۱/۱۲ /۴

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکر گڑھ ضلع گورداسپور

(بورڈ کی مہر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود کے بعد مجدد کی ضرورت

سوال - کیا آپ کے بعد بھی مجدد آئے گا؟

جواب - اس میں کیا حرج ہے کہ میرے بعد بھی کوئی مجدد آجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ختم ہو چکی تھی۔ اس لئے مسیح علیہ السلام پر آپ کے خلفاء کا خاتمہ ہو گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ قیامت تک ہے اس لئے اس میں قیامت تک ہی مجددین آتے رہیں گے۔ اگر قیامت نے فنا کرنے سے چھوڑا تو کچھ شبہ نہیں کہ کوئی اور بھی آجائے گا۔ ہم ہرگز اس سے انکار نہیں کرتے کہ صالح اور ابرار لوگ آتے رہیں گے اور پھر بغتۃً قیامت آجائے گی۔ (فتاوےٰ احمدیہ جلد دوم صـ ۶۴)

خودکشی گناہ ہے

ایک شخص نے اپنی مصائب اور تکالیف کو ناقابل برداشت بیان کرتے ہوئے ایک لمبا خط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھ کر یہ ظاہر کیا کہ میں بسبب ان مصائب کے ایسا تنگ ہوں کہ خودکشی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو جواب میں لکھا۔ خودکشی کرنا گناہ ہے اور اس میں انسان کے واسطے کچھ فائدہ اور آرام نہیں ہے۔ کیونکہ مرنے سے انسان کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایک نئی طرز کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر انسان اس دنیا میں تکالیف میں ہے تو خدا تعالےٰ کی نارضامندیوں کو ساتھ لیکر دوسری طرف چلا جائے گا۔ تو وہاں کے مصائب اور تلخیاں اس جگہ کی مرارت سے بڑھ کر ہیں پس ایسی خودکشی اس کو کیا فائدہ دیگی؟ انسان کو چاہیے کہ صبر کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا مانگنے میں مصروف رہے اور اپنی حالت کی اصلاح میں کوشش کرے۔ اللہ تعالےٰ جلد رحم کرکے تمام بلاؤں اور آفتوں سے اس کو نجات دیگا۔

(فتاویٰ احمدیہ جلد دوم صـ ۶۴)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں

حضرت مولانا صدر الدین صاحب جنیہ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ ایک دو روز تک واپسی کی توقع ہے جس کے بعد بعض دوسرے مقامات کی طرف برائے تبلیغ تشریف لے جانے کا ارادہ ہے۔

مکرم جناب ڈاکٹر الہٰ بخش صاحب اپنی صاحبزادی کو ساتھ لے کر واپس آگئے ہیں۔ وہاں مریضہ کو بفضل خدا کافی فائدہ ہوا۔ لاہور میں آکر بخار کی حرارت پھر تیز ہو گئی۔ جو سفر کی کوفت کا نتیجہ تھا۔ مریضہ کی عام حالت پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ احباب کرام دعا کرتے رہیں کہ خدا تعالیٰ اسے شفائے کامل عطا فرمائے۔

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی صاحبزادی بھی مدت سے بخار میں مبتلا ہے۔ علاج معالجہ اور ہیاں پہلے جاتا بھی مفید نہیں ہوا۔ اب انہیں ڈاکٹر روالنسرہ کے سینی ٹوریم میں داخل کیا گیا ہے۔ ان کی صحت کے لئے بھی احباب کرام درد دل سے دعا فرمائیں۔

جناب محمد امین خان صاحب احمدی اکوڑخیل ضلع کوہاٹ کو اللہ تعالیٰ نے مقدمات میں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ نیز ان کو بیماری سے صحت حاصل ہوئی ہے۔ اس کے شکریہ میں انہوں نے انجمن کو سات روپیہ چار آنہ مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز ہے احباب کرام سے دعائے صحت کی درخواست ہے

ملک عبدالرحمن صاحب دلعیٹری کی بیماری کا حال گذشتہ اشاعت میں لکھا جا چکا ہے اب انہیں دماغی ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ احباب کرام اپنے اس محترم بھائی کی صحتیابی کیلئے ضرور دعا کریں

جہلم میں ہمارے مکرم و محترم بزرگ شیخ قمرالدین صاحب بہت سخت بیمار ہیں۔ احباب کرام ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دورِ محمود کے حیرت انگیز شاہکار

حضرت مسیح موعود میاں محمود احمد صاحب کی نظر میں

(از جناب داروغہ نبی بخش صاحب لاہور)

(۲)

سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے تمام جماعت کا عقیدہ

میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے یہی تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ صرف مجدد آسکتے ہیں۔ جیسا کہ میاں صاحب کے اپنے الفاظ ہیں:۔

"پس کیوں لوگ اپنی جانوں پر رحم نہیں کرتے اور اس صدی کے مجدد کو قبول نہیں کرتے کیا وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی گمراہی کے وقت مامور بھیجتا تھا لیکن اب نہیں بھیجتا۔ کیا اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ سے وعدہ نہ تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کریں گے؟ پھر اس صدی کے سر پر کیوں کوئی مجدد نہ آیا۔ آیا اور ضرور آیا۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔" (الحکم جلد ۱۵ نمبر ۷، صفحہ ۵ کالم ۳ مورخہ ۲۱ر ـ ۲۸ر فروری سنہ ۱۹۱۱ء)

اس تمام عبارت میں میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کو مجدد ہی لکھا ہے۔ نبی ہونے کا نام تک نہیں لیا۔ یہی ساری جماعت کا عقیدہ تھا۔ چنانچہ ان کا یہ اعتراف بھی موجود ہے کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں بھی تمام جماعت حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی ہی مانتی تھی۔ جس سے ہٹانے کے لئے انہوں نے موجودہ عقیدہ نبوت کا ڈھونگ رچانا ضروری سمجھا۔

موجودہ عقائد مصلحتاً بنائے گئے

چنانچہ اپنے ایک خط (بنام محمد عثمان صاحب لکھنؤ) میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"نبوت کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی ہی مانتے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر لکھا جاتا ہے۔ اس لئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے۔ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا نہ اس لئے کہ آپ نبی نہ تھے۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں۔ مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے۔"

آخری فقرہ قابل غور ہے "یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے۔" معلوم نہیں کس کا علاج میاں صاحب کرنا چاہتے تھے۔ آیا مسیح موعود کا جو اپنے نبی ہونے سے انکار کرتے رہے۔ یا اپنی خلافت کا علاج کرنا چاہتے تھے۔ جو حضرت مسیح موعود کو نبی بنائے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اور کیا یہ چند روزہ بات ابھی ختم نہیں ہوئی؟

گدی قائم کرنے کے لئے نبی بنانا پڑا

بہرحال جناب میاں صاحب کے اس خط سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں بھی جب یہ خط لکھا گیا۔ تمام احمدی حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی ہی مانتے تھے۔ لیکن یہ ان کے نزدیک آپ کا اصل درجہ نہ تھا۔ اور آپ کے اصل درجہ سے جماعت بیخبر تھی۔ اور سوائے میاں صاحب کے اس زمانہ میں آپ کے اصل درجہ سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ اس لئے میاں صاحب کو یہ فکر پڑی کہ جماعت تو حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی ہی مانتی ہے۔ اور ظلی نبی کی خلافت کوئی نہیں ہوتی۔ گویا خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے لئے انہوں نے پیچیدہ لفظوں میں حضرت مسیح موعود کے "اصل درجہ" کا سوال جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔ سوچئے۔ اور خوب غور کرکے دیکھئے۔ کن پیچیدہ الفاظ کے ذریعہ ظلی نبوت کے عقیدہ کو جماعت سے نکالا اور اپنی خلافت کا سکہ جمایا کیا ایسے "حیرت انگیز انقلاب" کی کوئی نظیر دنیا میں نظر آتی ہے؟

حضرت مسیح موعود کی اصلاح

لیکن میاں صاحب نے اپنی یا تمام جماعت کی ہی نہیں خود حضرت مسیح موعود کی بھی اصلاح ضروری سمجھی چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتداءً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقعہ میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے تھے۔ اور گو ان ساری باتوں کا دعوےٰ کرتے رہے۔ جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو محدث کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

دیکھا آپ نے جو بات مامور الہٰی اور بقول میاں صاحب نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار الہام ہونے کے باوجود سترہ برس تک سمجھ میں نہ آئی۔ وہ میاں صاحب کو مامور نہ ہونے کے باوجود سمجھ میں آگئی۔ رسول تو میاں صاحب کو ہونا چاہئے تھا۔ نہ اس کو جسے اپنے اصل منصب کا مدتوں پتہ ہی نہیں لگتا اور وہ قسمیں کھا کھا کر کہتا ہے کہ میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں۔ وہ حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور کاذب سمجھتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔" حالانکہ خدا کا حکم تو یہ ہے کہ تم نبوت کا دعوےٰ کرو۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ خدا کا حکم یہ ہے کہ نبوت کا دعوےٰ نہ کرو۔ عجیب نبی ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی حیرت انگیز بات دنیا میں ہو سکتی ہے۔ کیا انسانی دماغ کی اسی کیفیت کی بھی کوئی نظیر نظر آتی ہے۔ جو میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کی ہے۔

دعوےٰ میں انکسار

یہی نہیں بلکہ ظلی اور بروزی کے الفاظ کو بھی حضرت مسیح موعود کی زیادتی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا۔ پس خدا کے کلام کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے اور جو نبیوں کی شان ہے۔ ان کو الہامات کے ماتحت کریں گے۔"

ساری تاریخ نسل انسانی میں اس قسم کی "نبیوں کی شان" آپ کو کہیں نظر نہ آئے گی کہ خدا تعالیٰ انہیں نبی کہے اور وہ انکساری اور فروتنی سے ظلی اور بروزی کے الفاظ بڑھا لیں اور دعوےٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور کاذب ٹھہرائیں۔ یہ بعینہ ایسا ہی ہے۔ جیسے بادشاہ سلامت کسی کو وائسرائے بنا کر ہندوستان بھیجیں اور وہ آکر کہے کہ برگوسن رکھو۔ میں وائسرائے نہیں ہوں۔ بلکہ جو وائسرائے ہونے کا دعوےٰ کرے وہ لائق کشتنی و گردن زدنی ہے۔ میں تو ایک صوبہ کا گورنر ہوں مجھے وائسرائے نہ کہو۔ کیا کوئی عقلمند ایسے شخص کو وائسرائے کے منصب کے قابل سمجھ سکتا ہے اور کیا بادشاہ سلامت اسے فوراً پاگل خانہ بھجوانے کا بندوبست نہ کریں گے؟

کیا یہ نبیوں کی شان ہے؟

افسوس ہے کہ ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو اس درجہ گرا دیا ہے اور اس قدر آپ کی تحقیر کی ہے کہ ایک معمولی انسان قطعاً برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک مامور الہٰی اور مجدد وقت کو ایسے افعال کا مرتکب قرار دیا جائے۔ جو ایک ادنےٰ سمجھ کے انسان کے بھی شایان نہیں۔ میں میاں صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کوئی ایک ہی نظیر کسی نبی، کسی ولی یا کسی مجدد کی زندگی میں سے پیش کریں۔ جس میں اس نے اپنے دعوےٰ سے خدا کے حکم کے خلاف انکساری، فروتنی سے انکار کیا ہو۔ ورنہ وہ غور کریں کہ یہ کس قدر بہتان عظیم ہے کہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ایسا خیال کیا جائے اور اسے "نبیوں کی شان" قرار دیا جائے۔

آخری زمانہ میں بھی ظل اور بروز کا ہی دعوےٰ کیا

اور پھر تعجب یہ ہے کہ یہ انکساری اور فروتنی آخر عمر تک آپ کے ساتھ ہی رہی۔ کیونکہ حقیقۃ الوحی اور دوسری کتابوں میں بھی جو آخری زمانہ کی تصنیف ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ سنہ ۱۹۰۷ء)

"مسیح موعود آخری زمانہ کا مجدد ہے۔ وہ میں ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳ سنہ ۱۹۰۷ء)

"سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (الاستفتا مشمولہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵ سنہ ۱۹۰۷ء)

"کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۳ سنہ ۱۹۰۹ء)

"مسیح موعود آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳ سنہ ۱۹۰۷ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ یکم ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۴۷

اعمال کی جزا و سزا و نجات اسلام میں

ایک آریہ لیڈر کے اسلام پر اعتراضات اور ان کے جوابات

(۳)

لالہ اندرسین صاحب نے اسلام کی تیسری غلطی یہ بتائی ہے کہ:۔

"وہ خدا کو انسان کی قسمت کا لکھنے والا اور بانی مبانی مانتا ہے پیدائش ہی سے ہر ایک کی پیشانی میں خدا لکھ دیتا ہے کہ وہ کیا کریگا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ کسی کی قسمت اس کے کرموں پر منحصر نہیں ہے بلکہ خداوند کے اپنے ہاتھ کے اندراجات پر منحصر ہے اس کے نتیجہ کے طور پر ہم سکھ دکھ اٹھاتے ہیں اور کرم کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اگر یہ مانتا ہے کہ قسمت بنائی تو ان باتوں کا جواب دینا ناممکن ہو جاتا ہے کہ کیوں بنائی؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اگر وہ اصل وہی بانی مبانی ہے۔ تو اس سے بڑھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خود ہی تو گناہ آلودہ زندگی ہم کو عطا کی۔ اور جب بھوگ لی۔ تب خود ہی ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ اس کو کون انصاف یا عقلمندی کہہ سکتا ہے۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ انسان کرم کرنے کیلئے پھر سوتنتر نہیں رہتا۔ بلکہ ایک کٹھ پتلی کی طرح پرتنتر ہو جاتا ہے۔"

یہ اسلام کی تعلیم نہیں

ان اعتراضات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لالہ جی نے اسلام کو کبھی اسلامی کتابوں سے مطالعہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ کبھی قرآن کریم کو پڑھا۔ صرف سنے سنائے خیالات اور آریہ سماج کی بتائی ہوئی باتوں کو اسلام سمجھ کر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے ہیں ہم انہیں نہایت سنجیدگی سے بتانا چاہتے ہیں کہ یہ جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں، در حقیقت اسلام کی وہ بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جو لوگوں نے اپنی کم فہمی یا تعصب کی وجہ سے بنا لی۔ اسلام نے کوئی ایسی قسمت بیان نہیں کی۔ جو انسان کو اچھے یا برے اعمال کے لئے مجبور کر دے۔

اسلام میں جبر نہیں

جبر کی تو اسلام نے اتنی مخالفت کی ہے کہ شاید کسی کتاب اور کسی مذہب میں اتنی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ خود آریہ مذہب میں کرموں کی جزا و سزا کا جو فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ انسان کو مجبور محض ٹھہرا دیتا ہے۔ اس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے۔ یہاں ہم صرف اس غلط فہمی کو رفع کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے کہیں بیان نہیں کیا کہ خدا نے پیدائش ہی سے ہر ایک کی پیشانی پر لکھ دیا ہے۔ کہ وہ کیا عمل بجا لائے گا۔ نہ کوئی نیک یا بد عمل اس کی قسمت میں لکھے ہوئے ہیں۔ جن کے بجا لانے کیلئے وہ مجبور ہے

انسان مجبور ہوتا تو انبیاء اور ہدایت نہ آتی

اگر ایسا ہوتا تو انبیاء کو بھیجنے اور ہدایت نازل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جس حالت میں انبیاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ انسان پر نیکی اور بدی کے راستے واضح کر دیئے گئے۔ اور یہ کھول کر بتا دیا گیا کہ اعمال صالحہ کے بغیر اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ بلیٰ من کسب سیّئۃً واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحٰب النار۔ بے شک جو برے عمل کریں اور ان کی برائیاں ان کو گھیر لیں۔ وہی دوزخ کے رہنے والے ہیں۔ تو پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے انسان کو ان کے اعمال میں مجبور ٹھہرایا ہے۔ پہلے سے کوئی نیک یا بد اعمال اس کے حصہ میں رکھ دیئے ہیں جن کے بجا لانے پر وہ مجبور ہے۔ یہ سراسر غلط فہمی ہے

جلسہ سالانہ کا پروگرام

مقررین و مبلغین حضرات سے ضروری درخواست

انجمن نے اس دفعہ بھی جلسہ سالانہ کے فرائض کی ادائیگی کا کام بندہ کے سپرد کیا ہے۔ چونکہ جلسہ کا پروگرام فوراً مرتب ہونا ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ جو حضرات سالانہ اجتماع کے موقع پر کوئی لیکچر دینا یا نظم وغیرہ پڑھنا چاہیں وہ ازراہ کرم فوراً اپنے مضمون کے موضوع اور عنوان سے بندہ کو مطلع فرما دیں۔ نیز اطلاع بخشیں کہ کس قدر وقت درکار ہوگا تاکہ پروگرام مرتب کرتے وقت یہ مدنظر رہے بعض احباب کی خدمت میں فرداً فرداً چٹھیاں بھی بھیجی جا رہی ہیں۔ امید ہے جملہ مقررین و مبلغین حضرات اس طرف فوری توجہ دے کر مشکوری کا موقعہ دیں گے۔

خاکسار

(ڈاکٹر شیخ) محمد عبد اللہ۔ مہتمم جلسہ

قرآن میں سعی و کوشش کا حکم

قرآن نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان کو وہی چیز مل سکتی ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے۔ لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت ۔ ۔ [illegible] وہ بجا لائے گا اس کی جزا اسے ملیگی، اور جو بد عمل کرے گا اس کی سزا پائے گا۔ یہاں تک کھول کر واضح کر دیا کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ [illegible] کسی کو کسی نیک یا بد عمل کا اسی حد تک مکلف ٹھہراتا ہے جس حد تک وہ عمل اس کی طاقت اور وسعت میں ہو۔ جو چیز

انسان کی طاقت اور وسعت میں نہیں۔ اس کا مکلف اسے نہیں قرار دیا گیا۔ اور نہ اس کی جزا و سزا اس پر وارد ہوگی۔ پھر فرمایا۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً۔ ہم نے انسان کو صراط مستقیم بتا دیا ہے۔ اس پر واضح کر دیا ہے کہ فلاں رستہ پر چلنے سے وہ فلاح پا سکتا ہے اور فلاں رستہ اس کے لئے دوزخ پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اب یہ اس کا اپنا اختیار ہے کہ صراط مستقیم پر چل کر اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ بنے یا برے رستہ کو اختیار کر کے اس کی دی ہوئی نعمت (یعنی ہدایت) کی ناشکری کرے۔

قسمت کا انحصار کرموں پر

قرآن کریم کی ان واضح اور کھلی تعلیمات کو اگر لالہ اندرسین صاحب دیکھنے کی تکلیف گوارا کرتے تو انہیں سنی سنائی باتوں کی بنا پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی کہ اسلام میں کسی کی قسمت اس کے کرموں پر منحصر نہیں ہے بلکہ خداوند کے اپنے ہاتھ کے اندراجات پر منحصر ہے" یہ بالکل غلط ہے۔ اسلام کی تعلیم سراسر اس کے خلاف ہے۔ اس نے انسان کی قسمت کو اس کے کرموں ہی پر منحصر قرار دیا ہے۔ سوائے اس کے کہ بعض حالات میں انسان کی بعض کمزوریاں اور لغزشیں قابل معافی سمجھی جائیں۔ لیکن نیک اعمال کا بدلہ بہرحال نیک ہی ملتا ہے اور انسان نیک یا بد اعمال کے بجا لانے کے لئے اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق آزاد ہے نہ کہ مجبور۔

گناہ آلود زندگی نہیں دی گئی

خدا نے کوئی گناہ آلود زندگی ہم کو عطا نہیں کی۔ بلکہ نیک فطرت دی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ گناہ آلود زندگی ہمارے اپنے ہاتھوں اور کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ نہ کہ "خداوند کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے اندراجات" کا۔

خدا کا علم مجبور نہیں کرتا

ہاں اس میں شک نہیں کہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب مانا ہے یعنی جس طرح اس کو ماضی و حال کا علم ہے۔ اسی طرح مستقبل کے حالات و واقعات کا بھی علم پورے طور پر ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کس وقت کسی انسان نے کیا کچھ اعمال بجا لانے ہیں لیکن یہ اس کا اپنا علم ہے۔ انسان کو اس نے ان اعمال پر مجبور نہیں کیا۔ کیا اگر لالہ اندرسین کو اپنے کسی دوست کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ فلاں وقت شراب خانہ جائے گا اور اسی طرح واقعہ ہو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ لالہ جی نے اپنے دوست کو شراب خانہ جانے پر مجبور کر دیا؟ ہرگز نہیں۔ علم والے کا علم اپنی جگہ ہے ہے صحیح ہو یا غلط۔ دوسرے کے اعمال پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ خدا تعالیٰ کا علم چونکہ ماضی و حال اور مستقبل کی قید سے آزاد ہے اور وہ تمام آئندہ ہونیوالے واقعات کو اسی طرح جانتا ہے جیسے ماضی یا حال کے واقعات کو۔ اس لئے [illegible] اعمال و افعال کو بھی وہ بخوبی جانتا ہے۔ اس کو اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے اندراجات کہہ لیجئے یا جو جی چاہے نام رکھئے۔ لیکن یہ سب کچھ اپنی جگہ ہے ہے۔ انسان اس کی وجہ سے مجبور نہیں ہو گیا کہ خدا کو پہلے سے علم تھا۔

خدا کی بنائی ہوئی قسمت

افسوس ہے کہ اس بات کو پورے طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور کچھ بعض مخالفین نے عمداً ازرہ تعصب پیدا کر دیں۔ ورنہ اسلام ایسا مذہب نہیں کہ انسان کو نیکی و بدی کے بجا لانے میں مجبور قرار دے۔ خدا نے اس کی نجات اور فلاح کا ایک رستہ اسے بتا دیا ہے اور یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اس رستہ پر چل کر فائدہ اٹھائے یا اس سے انحراف کر کے برا نتیجہ حاصل کرے۔ یہی وہ قسمت ہے جو خدا نے اس کیلئے لکھ دی ہے اور اس قسمت سے وہ دنیا و آخرت میں [illegible] پاتا ہے یا پائے گا۔

شذرات

مشنریوں کا اثر

امریکہ کی ایک سیاح ڈاکٹر روزالی ... ایم. ڈی نے "اے دانسرس ہائیدے اِن ایران" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں رضا شاہ پہلوی کے ترقی یافتہ ایران کی مدح سرائی کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"کسی دوسرے سبب سے زیادہ یہ مشنریوں ہی کا اثر ہے کہ معاشرت جدید کے قدم ایران میں جم گئے ہیں انہیں نے غیر معمولی صبر آزما محنت سے کام لیکر مغربی دنیا کے طور اور طریقوں کو مشرق تک پہنچایا ہے"۔

پھر لکھا ہے:۔

"جدید اصلاحات کا تعلق مسیحیت سے خاص ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایران والے چاہے وہ خود اس سے باخبر ہوں یا نہ ہوں مغربی طرز معاشرت کو قبول کر کے مسیحی نظام فکر کو ہی جذب کر رہے ہیں ... ایران کے جدید قومی و خانگی اصول زندگی کا ماخذ مسیحیت ہی ہے"۔

اس میں شک نہیں کہ مسیحی مشنریوں نے مغربی طور طریقوں کو مشرق میں رائج کرنے میں بڑی محنت اور صبر آزما محنت سے کام لیا ہے لیکن مسیحیت کو ان باتوں سے کیا تعلق ہے۔ کب حضرت عیسیٰ نے مغربی معاشرت کو اختیار کیا۔ اور کس دن وہ نظام زندگی انہوں نے تجویز کیا جس کو آج مغرب نے اختیار کر رکھا ہے۔ جن لوگوں نے عیسائیت کی تاریخ کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جس نظام زندگی کو آج مسیحی کہہ کر اپنی فتح و کامرانی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں اسکو مسیحیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں

ممالکِ اسلامیہ اور جدید اصلاحات

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل تسلیم ہے کہ ممالک اسلامیہ آج جن اصلاحات کو اپنے اندر لے رہے ہیں۔ وہ مغربی اثر سے متاثر ہو کر اور مغرب کے مقلد بن کر لے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ان اصلاحات کے وہ برے نتائج اور ناخوشگوار اثرات بھی پیدا ہو رہے ہیں جو مغرب یا مغرب زدہ علاقوں کے سوائے دنیا کے کسی یا اخلاق خطہ میں نہیں پائے جاتے۔ نہ اسلام سے انکو تعلق یا واسطہ ہے یہ دوسری انتہا ہے جس کی طرف مسلمان چلے جا رہے ہیں۔ اگر وہ اسلام کی طرف توجہ کرتے اس اسلام کی طرف نہیں جو مولویوں نے اپنی جہالت اور کوتاہ نظری سے ایجاد کر رکھا ہے۔ بلکہ اس اسلام کی طرف جو قرآن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں نظر آتا ہے تو وہ اصلاحات کے اس بلند مینار پر پہنچ جاتے جہاں غیروں کی تقلید کے طعنے سننے میں نہ آتے بلکہ غیروں کو انکی تقلید کا شوق پیدا ہوتا۔ آج یورپ جس مصیبت میں مبتلا ہے اس کو دیکھتے ہوئے کون عقلمند اس نظام زندگی اور اس تہذیب و تمدن کو پسند کر سکتا ہے جس کو ڈاکٹر روزالی ملٹن نے مسیحی کہہ کر خوشی کے شادیانے بجائے ہیں؟ اسی وجہ سے مغرب آج خود نئے نظام عالم کا خواہاں ہے۔ جو اسے تباہی و بربادی سے نکال کر امن و عافیت کی زندگی پیدا کرے یہ نیا نظام اسلام کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتا جس نے ایک خدا اور مساوات بنی نوع انسان کی تعلیم دی جس کے قائم کردہ نظام تمدن نے قومیت اور وطن پرستی کے شاخسانے بغض و تحاسد سے انسان کو نجات دلائی کیا مسلمان اس نظام کو اختیار کرنے اور دوسروں کو اسکی طرف دعوت دینے کی بجائے ... سکتے ہیں؟

ننگ نمبر رسالہ "حور" لاہور

"حور" کے نام سے ایک زنانہ ماہنامہ عرصے سے شائع ہو رہا ہے جس میں خواتین کے لئے علمی و ادبی مضامین کے علاوہ دستکاری پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ زیر نظر اس کا ننگ نمبر ہے جو ابھی ابھی شائع ہوا ہے اس نمبر میں مختلف قسم کے اونی لباس مثلاً زنانہ جمپر ویسکوٹ، جیکٹ، بچوں کے سوٹ، موزے، شال، ٹوپیاں، مردانے موزے، دستانے وغیرہ بننے کی مفصل ترکیبیں بلاکوں کے ہمراہ دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ فن سے متعلقہ ضروری ہدایات اور اونی اشیاء کے دھونے اور رکھنے کے متعلق ہدایات بھی دی گئی ہیں مضامین کے حصہ میں بہت ہی بلندپایہ مضامین اور منظومات فراہم کئے گئے ہیں۔

اسلام اور عورت کی فطرت، لافن ارسال، حسین دھوکا۔ ماچس، اسلامی پردہ، بہت ہی دلچسپ اور بلندپایہ مضامین ہیں۔

ہماری رائے میں بہنوں اور بچیوں کے لئے یہ نمبر صنعتی اور علمی لحاظ سے ہر طرح ایک مفید اور کارآمد تحفہ ہے

قیمت ننگ نمبر ۱۰ (ایک روپیہ) چندہ سالانہ قسم اول ساڑھے چار روپے قسم دوم ساڑھے تین روپے۔

ملنے کا پتہ۔ مینیجر رسالہ "حور" انڈیا سٹریٹ برانڈرتھ روڈ لاہور

نیا نظام عالم

دنیا جس ہولناک اور تباہ کن جنگ میں مبتلا ہے اس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تمام اقوام کے اندر اس وقت یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ دنیا کا امن موجودہ نظام کے باعث قائم نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اب ایک نئے نظام کی ضرورت محسوس کیا جا رہا ہے اس نئے نظام کی تشکیل و اساس کے اصولوں کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب مبلغ اسلام در انگلستان و جرمنی ایک لیکچر کی صورت میں زیر صدارت جناب خواجہ دل محمد صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ بروز ہفتہ بتاریخ ۲۹ ماہ نومبر ۱۹۴۱ء شام کے چھ بجے پبلک کے سامنے پیش کریں گے

ہر قوم مذہب و ملت کے افراد سے توقع کی جاتی ہے کہ مضمون کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جوق در جوق تشریف لائیں گے

الداعی

(ڈاکٹر) شیخ محمد عبداللہ پبلسٹی آفیسر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خط و کتابت کرتے وقت

رجسٹر نمبر کا حوالہ دیں

تحریک دستکاری
خواتین سلسلہ کی توجہ کے قابل

محترم بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو معلوم ہوگا کہ احمدیہ خواتین اسلام لاہور نے اشاعت اسلام میں مدد دینے کے لئے ایک دستکاری فنڈ جاری کیا تھا یعنی ہر ایک بی بی کوئی سا دستکاری کا کام اپنے ہاتھ سے بنا کر سال میں ایک دفعہ دیں۔ اور یہ سب اشیاء جمع کر کے سالانہ جلسے پر جو ماہ دسمبر میں ہوتا ہے بذریعہ نمائش فروخت کی جائیں اور روپیہ اشاعت اسلام پر صرف ہو۔ چنانچہ کئی سال سے یہ نمائش ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک بہت کم بہنوں نے اس مبارک کام میں حصہ لیا ہے اگر یہ تحریک عام ہو جائے تو اشاعت اسلام کو گراں قدر امداد خواتین کی طرف سے مل سکتی ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی اس نیک و مفید تحریک میں شامل ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اور اپنی بچیوں اور دیگر رشتہ داروں کو بھی شریک کریں۔

آپ جانتی ہیں کہ آج کل مسلمانوں پر کس قدر مشکلات کا زمانہ گزر رہا ہے۔ انکی ہستی چاروں طرف سے معرض خطر میں ہے ناموس اسلام پر گندے حملے ہوتے ہیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناپاک ترین الزامات لگائے جاتے ہیں تو کیا ہمیں یونہی خاموش بیٹھے رہنا چاہیئے ہرگز نہیں مذہب اسلام نے صنف نسواں کو ذلیل ترین حالت سے نکال کر بام عروج پر پہنچایا اور انکے حقوق قائم کئے۔ تو ہر ایک خواہر اسلام کا فرض ہے کہ وہ تن من دھن سے اپنے پیارے مذہب کی حفاظت کیلئے تیار ہو جائے آپ چاردیواری کے اندر سے بھی بذریعہ دستکاری حفاظت اسلام جیسے زبردست جہاد میں حصہ لیکر دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتی ہیں۔ غریب سے غریب بہنیں بھی امداد دینے سے نہ جھجکیں کیونکہ خلوص دل سے دیا ہوا ایک پیسہ بھی نہایت قدر و قیمت رکھتا ہے اور ہماری متمول بہنیں بھی خادم اسلام ہونے کا شرف حاصل کرنے میں تاخیر نہ کریں۔ اور روزانہ کم از کم ایک یا دو گھنٹہ لگا کر کوئی کارآمد اچھی سی دستکاری اشاعت اسلام کے لئے دیں یقیناً آپ کا یہ فعل بھی عبادت میں شمار ہوگا جس قسم کی دستکاری آپ کو آتی ہو۔ آپ تیار کر سکتی ہیں۔ اگر پسند ہو تو اس کو دوبارہ خود ہی خرید سکتی ہیں۔ اس قدر خیال رکھنا چاہیئے کہ کم قیمت خوبصورت و پائیدار چیز ہو۔ ایک قیمتی چیز سے متعدد ہلکی قیمت کی چیزیں بہتر ہیں آجکل مندرجہ ذیل اشیاء کی زیادہ کھپت ہے مثلاً کڑھے ہوئے دوپٹے، ازار بند، بچوں کے سوئٹر، موزے، (ٹوپی کا رواج بہت کم ہے)، ٹیبل کلاتھ، غلاف تکیہ، کرسیوں کے کشن، بچوں کے کھلونے، پلنگ پوش، کاتا ہوا سوت، لیڈیز رومال، دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعے وغیرہ وغیرہ (چیز خوبصورتی اور صفائی سے بنانی چاہیئے)

والسلام

خاکسار

اہلیہ محمد علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قادیان اور لاہور کے جلسوں میں دونوں فریقوں کے رہنماؤں کی تقریروں کی ضرورت

حضرت امیر ایدہ اللہ کا کھلا مکتوب میاں محمود احمد صاحب کی خدمت میں

مکرم معظم میاں صاحب!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

چند ماہ ہوئے آپ نے مجھے دعوت دی تھی کہ میں قادیان میں آکر آپ کی جماعت کے سامنے وہ دلائل پیش کروں۔ جن کی بنا پر جماعت لاہور کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے کے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر نہیں ٹھہرایا اور نہ خود نبوت کا دعویٰ کیا جسے منظور کیا۔ اور صرف اس قدر درخواست کی تھی کہ جماعت تو جلسہ سالانہ کے موقع پر ہی جمع ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت مجھے یہ موقعہ دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کو بھی دعوت دی تھی۔ کہ آپ اسی طرح ہمارے جلسہ سالانہ میں تشریف لاکر وہ دلائل پیش کریں جنکی بنا پر آپ تمام مسلمانوں کو جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت قرار دیتے ہیں۔

جلسہ سالانہ پر تبادلہ خیالات

اس کے جواب میں آپ نے یہ لکھا کہ جلسہ سالانہ پر آپ یہ موقع نہیں دے سکتے۔ البتہ جلسہ سالانہ کے بعد دو دن دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ کے مہمانوں کا خرچ بحساب تین ہزار روپے یومیہ میں ادا کروں یعنی چھ ہزار روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کروں جواباً میں نے لکھا تھا کہ قادیان میں جاکر ہم آپ کے مہمان ہوں گے اور آپ اور آپ کی جماعت کی حیثیت میزبان کی ہوگی اور میزبان کا یہ مطالبہ کہ مہمان اپنا ہی نہیں میزبان کا خرچ بھی ادا کرے۔ مہمان نوازی کے اسلامی خلق کی بالکل منافی ہے۔ اور دوسرے جلسہ کے بعد بیرونی جماعتوں کے لوگ تو چلے جائیں گے میں کس کو اپنے دلائل سناؤں گا۔ اس لئے سالانہ جلسہ پر صرف دو دن دو گھنٹے روزانہ وقت دیا جائے۔ ایک دن مسئلہ کفر و اسلام کے لئے۔ ایک دن دعوئے نبوت کے لئے۔ اس طرح پر کہ ایک گھنٹہ میں اپنے دلائل بیان کروں اور ایک گھنٹہ آپ کی جرح کا جواب دوں۔ اور بعینہٖ اسی طرح آپ ہمارے جلسہ سالانہ پر دو دن اپنے دلائل پیش کریں یعنی ایک گھنٹہ پہلے آپ دلائل پیش کریں۔ اور دوسرے گھنٹے میں اسی طرح میری جرح کا جواب دیں۔

آپ نے اس کا کوئی جواب اب تک نہیں دیا اور اب چونکہ جلسہ سالانہ بالکل قریب آ رہا ہے۔ اس لئے یاددہانی کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ خود دعوت دے کر اب آپ کا اس طرح خاموشی اختیار کرنا مناسب نہیں۔

ہماری قلیل جماعت کے عظیم الشان کام

میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے مقابلہ میں ہماری جماعت تعداد میں تھوڑی ہے۔ لیکن دوسری طرف خدا کے فضل سے جس قوت سے یہ جماعت کام کر رہی ہے اس کا انکار آپ بھی نہیں کر سکتے۔ اس قلیل جماعت نے چند سالوں میں دو نئے مشن یورپ میں قائم کر لئے۔ یورپ کی تین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیا۔ دو ہائی سکول قائم کر لئے۔ ہزارہا کی تعداد میں تراجم قرآن اور تراجم سیرت نبوی اور تراجم تعلیمات اسلامی مفت دنیا میں شائع کئے۔ ایک عظیم الشان مسجد وسط یورپ میں بنادی۔ بہت سا اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ جو آج مسلمانان عالم کے لئے رہنمائی کا کام دے رہا ہے۔ ایسی فعال جماعت اگر آپ کے ساتھ مل جائے تو یقیناً آپ کے لئے بڑی قوت کا موجب ہوگی۔

دونوں جماعتوں کی علیحدگی کی وجوہ

مگر یہ جماعت آپ سے کیوں الگ ہوئی ہے؟ اس لئے کہ یہ یقین رکھتی ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے منحرف ہو گئے ہیں اور حضرت مسیح موعود نے کبھی یہ تعلیم نہ دی تھی کہ جن لوگوں نے آپ کو نہیں مانا۔ وہ خارج از اسلام ہیں اور کہ ختم نبوت کے بعد آپ مدعی نبوت ہیں۔ دوسری طرف آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اور کہ واقعی حضرت مسیح موعود نے اپنے نہ ماننے والوں کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور کہ آپ ختم نبوت کے بعد مدعی نبوت ہیں۔

دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے کے دلائل سننے کی ضرورت

حضرت مسیح موعود کی تحریریں بغیر کسی تحریف کے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کیا ہم دونوں اکٹھے ہو کر اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے؟ اور کیا ایسا فیصلہ کرنے کی سب سے بڑھ کر ذمہ داری ایک طرف آپ پر اور دوسری طرف مجھ پر نہیں؟ اور فرض کیجئے کہ فیصلہ کوئی نہ ہو سکے تو کم سے کم دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے دلائل کو تو سن لیں۔ ان میں بہتیرے ایسے لوگ ہوں گے۔ جو ہم دونوں کے دلائل کو سن کر دل سے ایک یا دوسرے فریق کے ساتھ ہو جائیں گے۔ تو آپ اس طریق فیصلہ یا اس طریق عمل کو کیوں رد کرتے ہیں۔

فیصلہ کا بہترین طریق

فیصلہ تو یوں ہو سکتا ہے جس کی طرف میں پہلے بھی آپ کو بارہا توجہ دلا چکا ہوں کہ چار ثالث آپ جماعت لاہور سے منتخب کر لیں اور چار ثالث میں جماعت قادیان سے منتخب کروں اور دو دو ثالث ہم دونوں دوسرے مسلمانوں میں سے چن لیں۔ ان بارہ آدمیوں میں سے اگر سات کی یہ رائے ہو جائے کہ فلاں فریق کے دلائل زیادہ مضبوط ہیں تو اسے فیصلہ سمجھا جائے گا۔ مگر اس فیصلہ کا یہ منشا ہرگز نہ ہوگا کہ یا آپ ہی یا آپ کی اور میری جماعت کے لوگ اپنے عقیدہ کو ترک کر دیں۔ یا اپنی ضمیر کے خلاف کوئی عقیدہ قبول کر لیں۔ ہاں یہ فائدہ اس کا ضرور ہو جائے گا کہ ایک تو جو اس وقت اس بحث پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ اٹھ جائے گا۔ اور دوسرے کم سے کم آئندہ ہمارا وقت اور روپیہ بجائے اس جھگڑے کے کسی اور بہتر کام پر صرف ہوگا۔

جلسوں میں تقریریں

اور اگر آپ باوجود اپنے دلائل کو مضبوط سمجھنے کے اس سیدھے طریق فیصلہ کو قبول کرنا پسند نہیں کرتے تو میں اس کو بھی چھوڑتا ہوں۔ کم سے کم دونوں جماعتیں دونوں فریق کے دلائل کو تو سن لیں۔ اور جس کے لئے خدا چاہے اس میں روشنی کی جھلک پیدا کر دے۔ اس لئے اگر آپ صرف میرے ثالثوں کے مطالبہ کی وجہ سے خاموش ہیں تو میں اس مطالبہ کو چھوڑتا ہوں۔ صرف دونوں جماعتوں کو یہ موقعہ دیدیا جائے کہ وہ ایک دوسرے کے دلائل کو سن لیں۔ اور دونوں مسائل پر آپ کی جماعت کے سامنے میری تقریر اور جماعت لاہور کے سامنے آپ کی تقریر ہو جائے۔ زیادہ نہیں ایک ہی دن میں دونوں مسائل پر تقریر ہو جائے۔ مثلاً ہمارا جلسہ ۲۵ دسمبر کو شروع ہوتا ہے اور اس دن آپ کا جلسہ نہیں ہوتا۔ تو آپ ۲۵ دسمبر کے دن ہمارے جلسہ پر دو تقریریں کریں۔ ایک مسئلہ کفر پر اور دوسری حضرت صاحب کے دعویٰ نبوت پر۔ اور آپ کا جلسہ ۲۸ دسمبر کو ختم ہوتا ہے اور اس دن ہمارا جلسہ نہیں ہوتا۔ تو میں ۲۸ دسمبر کو آپ کے جلسہ پر دو مسائل پر دو تقریریں کر دوں۔

تقریروں اور جرح کے لئے وقت

یہ دونوں تقریریں دو دو گھنٹے کی ہوں۔ اس طرح پر کہ آپ یا میں پہلے ایک گھنٹے تک تقریر میں اپنا مسلک اور اس کے دلائل مکمل کر سنا دیں اور دوسرے گھنٹہ میں، میں آپ کی تقریر پر اور آپ میری تقریر پر جرح کریں۔ یعنی تین منٹ سوال کے لئے ہوں اور سات منٹ جواب کے لئے۔ اس طرح چند مرتبہ سوال و جواب ہو کر ہر قسم کے اعتراض جو کسی فریق کے دلائل کی کمزوری کو ظاہر کر سکتے ہیں سامنے آجائیں گے۔ اور ان کے جوابات کی کمزوری یا مضبوطی بھی معلوم ہو جائے گی۔ چار گھنٹے کی تقریر ایک دن میں آپ کے لئے تو قطعاً مشکل نہیں۔ کیونکہ آپ چھ چھ گھنٹے بھی تقریر کرنے کے عادی ہیں۔ اس میں اگر دقت ہے تو مجھے ہے۔ کیونکہ میں اتنی لمبی تقریر کرنے کا عادی نہیں اور پھر ایک طرف بوجہ تقاضائے عمر اور دوسری طرف بعض عوارض کی وجہ سے جو مجھے لاحق حال ہیں۔ میں کمزور بھی ہوں لیکن جماعت کے مفاد کی خاطر میں اس تکلیف کو اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔

اگر قادیان کے جلسہ پر موقعہ نہ دیں تو لاہور ہی آجائیں

اور اگر آپ کسی صورت میں یہ پسند نہیں کرتے کہ آپ کی جماعت میرے دلائل کو سنے تو پھر بھی میں اپنی دعوت پر قائم ہوں یعنی پھر بھی آپ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ آپ مندرجہ بالا طریق عمل کے مطابق ۲۵ دسمبر کو ہمارے جلسہ سالانہ پر تقریر کریں اور اپنے دلائل کو جماعت لاہور کے سامنے پیش کریں۔ اور جو کچھ ان پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ ان کے جواب بھی ہماری جماعت کے سامنے پیش کریں۔ شاید آپ کہیں کہ آپ کو جلسہ کی وجہ سے مصروفیت بہت ہوتی ہے۔ مگر آپ کا ۲۵ دسمبر کا دن خالی ہے

اور شام کو آپ گھر واپس جا سکتے ہیں اور یہ فائدہ تھوڑا نہ ہوگا کہ آپ جماعت لاہور کے سامنے اپنے دلائل کو پیش کر کے انہیں تکفیر اور نبوت کے عقائد میں اپنا ہم خیال بنا لیں گے۔ اس کے بعد آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انہیں کیا انکار ہوگا۔

دلائل سننے یا سنانے میں گھبراہٹ کیوں ہے؟

مجھے بعض وقت حیرت ہوتی ہے کہ آپ اپنے دلائل ہماری جماعت کے سامنے بیان کرنے سے یا میرے دلائل کے اپنی جماعت کے سامنے آنے سے کیوں گھبراتے ہیں۔ بلکہ خود ثالثوں کے تقرر سے کیوں گھبراتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ایک تحریر بھی حضرت مسیح موعود کی ہم دونوں کے دستخطوں سے شائع ہو جائے۔ تو سب لوگوں کو حضرت مسیح موعود کا مذہب سمجھ آ جائے گا۔ پس وہی تحریر ہی آپ پیش کر دیں اور پھر دیکھ لیں کہ کیا اس تحریر سے وہ نتیجہ نکلتا ہے جو آپ نکالنا چاہتے ہیں۔ پھر آپ کا اور آپ کے مریدوں کا یہ خیال ہے کہ خود میری فیصلہ کن تحریریں ایسی موجود ہیں۔ جن سے حضرت مسیح موعود کا دعوائے نبوت اور مسلمانوں کو کافر قرار دینا کھلا کھلا ثابت ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں تو آپ کو ثالثوں کے تقرر سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ ثالث اس کے حق میں فیصلہ دیں گے جس کے دلائل قوی ہیں۔

پھر عرض کرتا ہوں

تو میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنے دلائل کو اتنا مضبوط سمجھتے ہیں تو للہ اس جلسہ سالانہ پر اس کا فیصلہ بھی کرا لیں۔ اور اگر ثالثوں کا تقرر کسی صورت میں آپ کو منظور نہیں تو کم سے کم اپنے دلائل ہمارے جلسہ سالانہ پر سنا دیں اور ہمارے دلائل اپنے جلسہ سالانہ پر سن لیں۔ اور اگر آپ کو یہ کسی صورت میں منظور نہیں۔ کہ میرے "کچے" دلائل کو بھی آپ کی جماعت سنے۔ تو پھر کم سے کم اسی قدر منظور فرما لیں کہ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ اپنے دلائل ہی جماعت لاہور کے سامنے واضح کر دیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے ان جملہ مطالبات کو آپ منظور فرما لیں گے۔ اور اقلاً آخری مطالبہ کو کہ آپ خود ہمارے جلسہ میں تشریف لا کر وہ دلائل ہمیں سنائیں۔ جن سے ہم پر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے نہ ماننے والوں کو خارج از اسلام قرار دیا ہے اور خود ختم نبوت کے بعد دعوئے نبوت کیا ہے۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

۲۰ دسمبر ۱۹۳۱ء
امیر جماعت احمدیہ لاہور

"سو یہ تمام باتیں ظہور میں آ گئیں ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا۔ کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸ ۱۹۰۸ء)

"جب ان کو کہا جائے کہ عین ضرورت کے وقت عین صدی کے سر پر عین غلبہ صلیب کے ایام میں یہ مجدد آیا۔"

(نزول المسیح صفحہ ۳۳ ۱۹۰۹ء)

"مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔"

(مجموعہ اشتہارات حصہ دوم صفحہ ۱۰۴)

ان تمام عبارات سے جو حضرت مسیح موعود کے آخری زمانہ کی یعنی ایک غلطی کے ازالہ سے جس میں بقول میاں صاحب حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ تبدیل کیا۔ بہت بعد کی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود آخر عمر تک اپنے آپ کو مجازی، ظلی نبی اور مجدد قرار دیتے رہے ہیں۔ اگر یہ انکسار تھا تو یہ انکسار تو آخر عمر تک رہا۔

نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک کرنیوالا کون ہے؟

پھر وہ شخص نبوت کے منصب کا اہل ہی کیونکر ہو سکتا ہے جس کو خدا تو اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی بنائے اور وہ از رہ انکسار اپنے آپ کو مجازی اور ظلی نبی کہتا ہے۔ بالفاظ دیگر خدا تو کہتا تھا کہ تو نبی ہے اور حضرت مرزا صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں نبی نہیں ہوں۔ مجھے صرف نبی کہنا نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک ہے۔ فرمائیے، یہ ہتک کون کرتا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح تھا۔ تو نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک کی اور اگر اللہ تعالیٰ کا آپ کو صرف نبی کہنا صحیح ہے اور اصل اور حقیقی معنوں میں ہے تو حضرت مرزا صاحب آخر عمر تک لوگوں کے ڈر سے کسر نفسی ہی کرتے رہے۔ کیا یہ ایک نبی کی شان ہو سکتی ہے۔

کفر عظیم کا مرتکب کون ہے؟

صرف کسر نفسی ہی نہیں۔ بلکہ میاں صاحب کے نزدیک تو یہ کفر عظیم ہے کہ آپ کو نبی کے ساتھ امتی بھی کہا جائے۔ (ملاحظہ ہو اخبار الفضل مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء) حالانکہ حضرت مسیح موعود کا کھلا ارشاد ہے کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی" (الوصیت) کیا جناب میاں صاحب مہربانی کر کے بتائیں گے کہ اس کفر عظیم کا مرتکب کون ہے؟

درست عقیدہ کونسا ہے؟

پھر حقیقۃ النبوۃ میں میاں صاحب لکھتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود اپنے اجتہاد سے ایک عقیدہ رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ یہ عقیدہ درست نہیں۔ درست یہ ہے۔ پس ہم اسی کو تسلیم کریں گے۔ جسے خدا تعالیٰ نے درست قرار دیا اور اسی کو تسلیم کریں گے جسے حضرت مسیح موعود نے ناسخ قرار دیا۔"

(حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۲)

میں تو حیران ہوں کہ وہ درست عقیدہ کونسا تھا اور حضرت مسیح موعود نے کس عقیدہ کو ناسخ قرار دیا اور کس کو منسوخ۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اپنے اجتہاد سے ایک عقیدہ رکھتے تھے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ...)

آپ کا الہام ہے انت محدث اللہ فیک مادۃ فاروقیۃ۔ تو اللہ کا محدث ہے اور تجھ میں فاروقی مادہ ہے

(حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

اس الہام کو معلوم ہوتا ہے میاں صاحب نے اس لئے نظر انداز کر دیا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۰۱ء سے بہت پہلے براہین کے زمانہ کا ہے اس لئے ان کے نزدیک وہ منسوخ ہے۔

درست عقیدہ کا الہام کہاں ہے؟

بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) پہلے غلطی لگی رہی کہ آپ کو محدث قرار دیا اور محدثیت کے دعوے کا حکم دیا۔ یا شاید میاں صاحب کے نزدیک یہ بھی حضرت مسیح موعود کا اجتہاد ہی تھا کہ خدا نے آپ کو دعوئے محدثیت کا حکم دیا ہے اور بعد میں خدا نے بتایا کہ "یہ عقیدہ درست نہیں۔ درست یہ ہے"۔ مگر درست یہ ہے کہ کبھی تو واضح کیا ہوتا۔ کہ کیا چیز درست ہے اور وہ الہام بھی تو میاں صاحب نقل کر دیتے۔ جس میں خدا نے آپ کو درست عقیدہ بتایا۔ ظاہر ہے کہ ایسا الہام کوئی نہیں۔ یہ سب میاں صاحب کی اپنی اختراع ہے۔ نہ حضرت مسیح موعود نے کبھی محدثیت والے عقیدہ کو منسوخ قرار دیا۔ اگر میاں صاحب کے پاس کوئی ایسا الہام یا حضرت مسیح موعود کی کوئی ایسی تحریر موجود ہے تو مہربانی کر کے اسے پیش کریں۔ ورنہ اپنے مقدس باپ اور مامور الٰہی کو اس قسم کی من گھڑت باتوں سے بدنام نہ کریں۔

خلافت کا مسئلہ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود شروع سے آخر تک محدثیت، مجددیت اور فنا فی الرسول والی نبوت کے اس مدعی رہے جو ولایت کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ اسی لئے وصیت میں آپ نے اپنے بعد کوئی سلسلہ خلافت قائم نہیں کیا اور خود اپنی زندگی میں ایک انجمن بنائی جس کے متعلق صفائی سے لکھا ہے کہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے اسی انجمن کو عملاً توڑ دیا اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ اور مامور من اللہ کی وصیت کو اپنی خلافت کے منافی پا کر صاف لفظوں میں یہ اعلان کیا کہ

"اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ خلافت غیر محفوظ ہو یعنی چند لوگوں کے رحم پر ہو۔ جو اگر چاہیں کہ خلافت کا انتظام قائم رہے تو رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبایعین کو غیر مبایعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے"۔ (الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۲۵ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود میاں صاحب کے نزدیک بھی "الوصیت" سے خلافت ثابت نہیں۔ اسی لئے آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم کہیں قادیان کو لاہور نہ بنا دے یعنی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبران ان کو خلافت سے معزول نہ کر دیں اسی وجہ سے مسئلہ خلافت کو جماعت کے بنیادی اصولوں میں سے ٹھہرا دیا۔ کوئی پوچھے کہ حضرت مسیح موعود نے اس کو جماعت کے بنیادی اصولوں میں سے کیوں نہ ٹھہرایا؟ اسی لئے کہ آپ کے نزدیک اس قسم کی خلافت کی جو میاں صاحب نے بنا رکھی ہے۔ کوئی ضرورت نہیں۔ مگر میاں صاحب کو خطرہ لاحق ہوا کہ گدی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اسی لئے خدا کے مامور کی وصیت کو بدل کر اپنی خلافت کا ڈھونگ کھڑا کر دیا۔

وصیت تبدیل کرنے کا گناہ عظیم

اس سے صاف ظاہر ہے کہ میاں صاحب کو صرف اپنے حلوے مانڈے سے غرض ہے مسیح موعود کی کوئی عزت ان کے دل میں نہیں

اور نہ خدا کا خوف ہی ہے جس نے ایک عام آدمی کی وصیت کے متعلق بھی کھلے طور پر یہ تنبیہ کر رکھی ہے۔ فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔ جو شخص وصیت کو سن لینے کے بعد بدل دے اس کا گناہ انہی پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں۔ جب ایک عام آدمی کی وصیت کو بدلنا بھی گناہ ہے تو خدا کے مسیح اور مامور من اللہ کی وصیت کو بدلنا کتنے بڑے ظلم عظیم کا موجب ہوگا۔ کیا میاں صاحب کو اس کا احساس ہے؟

حضرت مسیح موعود کے متعلق ہتک آمیز الفاظ

میں نے کہا کہ میاں صاحب کی نظروں میں مسیح موعود کی کوئی عزت نہیں اس کا ثبوت صرف وصیت ہی کے متعلق ان کے منقولہ بالا الفاظ سے نہیں ملتا۔ بلکہ ہر بات میں جو میاں صاحب کے خیالات اور اغراض و مقاصد کے خلاف انہیں نظر آئے۔ وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق علانیہ ہتک آمیز الفاظ استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

۱۔ "نادان" کا فتوے

(۱) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۶۹)

اس کے بالمقابل میاں صاحب کا ارشاد سن لیجئے:۔

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا تابع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۵۵)

فرمائیے "نادان" کون بنا حضرت مسیح موعود کے سوائے اور کون ہے جس کی شان میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔" (مکتوب مسیح موعود مندرجہ اخبار الحکم مؤرخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

اس کے بالمقابل میاں صاحب کا ارشاد یہ ہے کہ:۔

"نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کے لئے شرط ہے کہ نئی شریعت لائے۔ یا پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے۔ یا بلاواسطہ نبوت پائے۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۲۲)

یہ نادانی کا دوسرا سرٹیفکیٹ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کو میاں صاحب کے دربار سے ملا ہے۔ کیوں نہ ہو لائق فرزند ہیں اور باپ کے گدی نشین بھی۔

"لعنتی اور مردود" کے ناپاک کلمات

(۳) صرف یہیں تک نہیں "لعنتی اور مردود" تک کے الفاظ بھی استعمال کرنے سے میاں صاحب نے دریغ نہیں کیا۔ سن لیجئے:۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی آپ نے لا نبی بعدی کہہ کرنئے یا دوبارہ آنے والے نبی کا دروازہ قطعاً بند کر دیا۔"

(ایام الصلح ص ۵۲)

"اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہونے کی رکھتا تھا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۳۸)

اسی قسم کی بیسیوں عبارات ہیں۔ جن میں حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم پر دروازہ نبوت کو بند قرار دیا ہے۔ لیکن میاں صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

"آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کو مسدود کہنے والا لعنتی اور مردود ہے۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۸۷)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا میاں صاحب کو یہ لفظ لکھنے سے پہلے یہ علم نہ تھا کہ یہ خود حضرت مسیح موعود ہی کا خیال ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر بند ہو گئی۔ سب کچھ معلوم تھا۔ بلکہ ان الفاظ کے شائع ہونے کے بعد بھی اس کو کئی مرتبہ ان کے نوٹس میں لایا گیا۔ مگر ٹس سے مس نہ ہوئے۔ پھر کیوں نہ سمجھا جائے کہ یہ "شاندار" خطابات بھی حضرت مسیح موعود ہی کے لئے آپ نے وضع کئے ہیں اور اس قسم کے الفاظ کے استعمال سے ان کا منشا یہ ہے کہ ان کے مریدین ان کا مرتبہ حضرت مسیح موعود کے فہم و فقاہت سے بالا و برتر سمجھیں اور انہی کے قدموں پر گرے رہیں۔

مسیح موعود پر قرآن کے خلاف چلنے کا الزام

چنانچہ میاں صاحب نے یہ بھی صاف طور پر لکھا ہے کہ:۔

"یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود نے بیشک بعض اصطلاحات نبوت کی تشریح کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ لیکن وہ اصطلاحات قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود نے لوگوں کو اقسام نبوت سمجھانے کے لئے خود وضع فرمائی ہیں۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۵۹)

کیا اس عبارت میں حضرت مسیح موعود کو قرآن و حدیث کے خلاف چلنے والا قرار نہیں دیا گیا؟

کس قدر افسوسناک امر ہے۔ ایک طرف آپ کو نبی و رسول بنا کر عوام الناس کی نظروں میں آپ کی پوزیشن کو خراب کر دیا گیا۔ اور دوسری طرف آپ کے فہم و فقاہت پر حملہ کر کے آپ کے متعلق "نادان" اور "لعنتی اور مردود" تک کے الفاظ استعمال کر کے مریدوں کی نظروں میں آپ کو گرایا جا رہا ہے۔ کیا یہ اس خلافت گدی کے شایان ہے۔ جس پر میاں صاحب بیٹھنے کے مدعی ہیں؟

مسئلہ کفر و اسلام اور میاں صاحب

میں نے شروع مضمون میں میاں صاحب کے خطبہ جمعہ ۱۳ جولائی ۱۹۵۱ء کا حوالہ دیا تھا جس کی بعض تمہیدی عبارات کا جواب میں دے چکا ہوں۔ ارادہ تھا کہ خطبہ کے اصل موضوع "مسئلہ کفر و اسلام" پر بھی کچھ عرض کروں۔ لیکن میرے محترم دوست خان بہادر میاں محمد صادق صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے مضامین اس بارہ میں نکل چکے ہیں۔ اس لئے اس پر مزید کچھ لکھنا مناسب نہیں۔ اس قدر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ان کھلے فتووں کے بعد جن میں میاں صاحب نے کل مسلمانوں کو جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے (انوار خلافت ص ۳۵) اور جن میں غیر احمدی کے معصوم بچہ کا جنازہ بھی اسی طرح ناجائز ٹھہرایا ہے جس طرح ہندو یا عیسائی کے معصوم بچہ کا جنازہ ناجائز ہے میاں صاحب کا یہ کہنا کہ ہم غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ کس قدر مغالطہ انگیزی سے کام لینا ہے۔

اجی جناب! آپ "مسلمان" کہتے ہیں۔ مسلمان سمجھتے تو نہیں۔

"مسلماں باز کردند"

اسی خطبہ میں حضرت مسیح موعود کا یہ الہامی شعر بھی نقل کر کے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ کے نزدیک غیر احمدی مسلمان کافر ہی تھے۔ کیونکہ فرمایا ؎

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

میاں صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود نے اس شعر میں مسلمانوں کو کافر نہیں کہا بلکہ مسلمان ہی قرار دیا ہے۔ مسلماں را مسلماں باز کردند ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم نے فرمایا یایھا الذین امنوا امنوا باللہ و رسولہ۔ اب یہاں جن کو یایھا الذین امنوا کہا وہ کافر تو نہ تھے کہ پھر ان کو ایمان لانے کا حکم دیا۔ بلکہ ایمانداروں اور مسلمانوں ہی کو حکم دیا ہے کہ اعلےٰ درجہ کا ایمان اپنے اندر پیدا کرو۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود نے بھی اس شعر میں مسلمان کہلانے والوں کو مسلمان ہی تسلیم کیا ہے اور انہیں اعلےٰ درجہ کے مسلمان بنانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن میاں صاحب کے اعتقاد کے مطابق یہ شعر یوں ہونا چاہئے ؎

چو دور محمود را آغاز کردند
مسلماں را چو کافر باز کردند

میاں صاحب کے خواب اور الہامات

میاں صاحب نے اپنے خطبہ میں اپنے خوابوں اور الہاموں کا بھی تذکرہ کرتے ہوئے ان کو اپنے مقرب الہٰی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے کاش وہ عبدالکریم ایڈیٹر مباہلہ۔ فخر الدین شہید ملتانی اور دیگر بعض مریدین کے مطالبہ مؤکد بعذاب حلف اٹھانے کیلئے تیار رہتے تو ان کے مقرب الہٰی ہونے کا ثبوت نہایت آسانی سے مل سکتا۔ نرے خواب اور الہام تو کسی کے مقرب الہٰی ہونے کا ثبوت نہیں۔

مسیح موعود کے درجہ کو کس نے کم کیا

آخر میں میں میاں صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ الزام تو وہ جماعت احمدیہ لاہور پر دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا درجہ کم کر دیا۔ لیکن وہ غور کر کے دیکھیں کہ ان کے بیانات آیا مسیح موعود کا کچھ باقی بھی رہنے دیتے ہیں۔ زبان سے نبی نبی پکارتے جانا اور اس کے ساتھ ہی "نادان" اور معاذ اللہ "لعنتی اور مردود" تک کے خطابات دیدینا آیا درجہ کو بلند کرنا ہے یا اسفل سافلین میں گرا دینا۔ کم از کم جماعت احمدیہ لاہور کے قلم اور زبان سے کوئی کلمہ استخفاف آپکی نسبت ہوگا جبکہ مسیح موعود کو مجدد کہنا اگر درجہ کو کم کرنا ہے تو اس جرم کے ہم بیشک مرتکب ہیں اور یہ خود مسیح موعود کے فرمان اور ارشادات کے عین مطابق ہے لیکن انہیں نبی بنا کر نادان وغیرہ تو نہیں ٹھہرا دیا۔

حضرت نبی کریم کا استخفاف

یہ مرض آپ کے اندر اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہاتھ صاف ہونے لگ گیا ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک مرید عبدالرحمٰن خادم نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قوت قدسی نے چھ سو سال کام کیا۔ اسی لئے اس چھ سو سال میں کوئی نبی نہیں آیا۔ لیکن جب آپ کی قوت قدسی کا زمانہ ختم ہوا تو حضرت مسیح موعود نبی ہو کر تشریف لائے (ٹریکٹ بجواب اخبار احسان شائع شدہ مؤرخہ ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء) انا للہ وانا الیہ راجعون کیا یہ محمد رسول اللہ صلعم کی شان نبوت کا کھلا استخفاف نہیں۔ اگر آپ کی قوت قدسی ختم ہو چکی ہے تو اس کے صاف معنی ہیں کہ آپ کا زمانہ نبوت اب ختم ہے اور اب آپ لوگ محمد رسول اللہ صلعم کی امت نہیں بلکہ مسیح موعود کی امت ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو قرآن کے بجائے کیوں اور

ہدایت نامہ ہونا چاہیئے جو مسیح موعود دلاتے ہوں۔ فرمایئے وہ کونسا سبب ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بابیوں کی طرح آپ لوگ بھی اسلام سے علیحدگی کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟

مصلحتی عقیدہ کا نتیجہ

میاں صاحب غور کیجئے اگر یہی سیل و رفتار ہے تو دیکھ لیجئے آپ کی وہ مصلحت وقت جس نے مسیح موعود کو منصب نبوت پر کھڑا کیا کیا رنگ لا کر رہے گی؟

امید ہے ان چند باتوں پر جو دلی ہمدردی اخلاص سے لکھی گئی ہیں ٹھنڈے دل سے غور فرما کر جماعت کو اس غلط راستہ سے ہٹانے کی کوشش کریں گے اور خود بھی مصلحت وقت کے خیال کو چھوڑ کر حق اور سچائی کا اعلان کرنے کی جرأت کریں گے۔ والسلام

خاکسار

وارد فتح بخش از لاہور حویلی قیصر الوالی

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ ۱ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ ... ولد حسین بخش ذات ... سکنہ کاہنووان تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۱۲/۱۲/۴۱ مقرر کیا ہے لہٰذا ... مذکور ... کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۱۱/۱۱/۴۱

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور

(بورڈ کی مہر)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ ۱ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ سلطان ولد محمد بخش غلام حسین ولد سکندر ذات ... سکنہ کاہنووان تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۱۲/۱۲/۴۱ مقرر کیا ہے۔ لہٰذا جائے مذکور ... غلام حسین کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۱۱/۱۱/۴۱

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور

(بورڈ کی مہر)

واشنگٹن ۱۹ رنومبر کرنل ناکس نے اعلان کیا ہے۔ کہ برطانیہ کو آنے جانے والے امریکی جہازوں کا بیلا بیڑا مسلح کیا جائے گا کرنل ناکس نے ابھی یہ اعلان نہیں کیا کہ مسلح بندی کب شروع ہوگی لیکن ارباب اختیار پیشگوئی کر رہے ہیں کہ ... ہفتے مسلح بندی شروع ... گی ...

رفتار عالم

اٹاوا - ۱۹ رنومبر کینیڈا میں اس خیال کا اظہار کیا جا رہا ہے امریکہ اور جاپان کی بات چیت کامیاب ثابت نہیں ہوگی۔

لنڈن - ۱۹ رنومبر اطلاع ملی ہے کہ پنسلوا کی ہڑتالیں خطرناک صورت اختیار کر گئی ہیں۔

لنڈن - ۱۹ رنومبر آج لنڈن کے فوجی حلقوں نے روس کی لڑائی کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ جرمن فوج ماسکو کے تینوں محاذوں پر شدید حملے کر رہی ہے۔ تاکہ روسی مورچے میں کمزور جگہ کا سراغ لگائے۔ تولا پر سب سے بڑا حملہ شروع ہو گیا ہے۔ ماسکو ریڈیو کا بیان ہے۔ کہ روسی فوج پورے طور پر جواب دے رہی ہے۔ اگرچہ اس وقت اس محاذ پر چھ ہزار جرمن سپاہی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور ان کے ایک سو ٹینک برباد کر دیئے گئے ہیں۔ پھر بھی جرمنوں کے حملے کو روکا نہیں جا سکا۔

نئی دہلی - ۱۹ رنومبر مردم شماری کے نتیجے پر ہندوستان کی آبادی ۳۸ کروڑ ۸۸ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ گویا پچھلی مردم شماری کی نسبت ۱۵ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔ سب سے زیادہ آبادی صوبہ سرحد میں بڑھی ہے۔ جہاں ۲۵ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے بعد بنگال کا درجہ ہے۔ جہاں ۲۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے

لنڈن - ۱۹ رنومبر مسٹر امیری وزیر ہند نے مانچسٹر میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس برطانیہ ایک ایسی جنگ لڑ رہا ہے جو اس کے لئے موت اور زندگی کے سوال سے کم اہمیت نہیں رکھتی ہندوستان کے مسائل حل کرنے میں طرح طرح کی دشواریاں موجود ہیں۔ اور ان کے رفع کرنے کا یہ وقت موزوں نہیں۔ ہندوستان میں کوئی ایسی پارٹی نہیں ہے جسے یہ کہنے کا فخر حاصل ہو۔ کہ وہ تمام عناصر کی نمائندگی کا حق رکھتی ہو۔ ہندوستانی ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا نہیں جانتے۔ اس لئے برطانیہ موجودہ حالات میں کسی طرح بھی ہندوستانی لیڈروں سے بات چیت شروع نہیں کر سکتا۔ خود ہندوستانیوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔

نئی دہلی - ۱۹ رنومبر آج بیگم شاہنواز نے ڈیفنس کونسل کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ حکومت کو عورتوں کی فوج بھی بنانی چاہیئے۔ اور اس کے علاوہ عورتوں کو اے۔آر۔پی کا کام سکھانا چاہیئے۔

جرمن ہائی کمانڈ نے اپنے آج کے اعلان میں لکھا ہے۔ کہ گذشتہ چند دنوں میں دس ہزار روسی گرفتار کر لئے گئے۔ روسیوں کے ۱۷ ٹینک برباد ہوئے۔ ماسکو لینن گراڈ۔ اور کرچ کے محاذ پر زبردست حملے جاری رہے۔ جن میں جرمن کلدار فوج اور جرمن فضائی فوج نے نمایاں کامیابی حاصل کی کریمیا کے علاقے میں سیباسٹوپول پر دھماکے سے پھٹنے والے بم برسائے گئے جن کی وجہ سے متعدد فوجی اہمیت رکھنے والی عمارتیں تباہ ہو گئیں

کل ایک ترکی نے انقرہ ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جرمنوں نے ماسکو پر نیا حملہ کر دیا ہے یہ انیسواں حملہ ہے۔ ترکی اخبار نویس نے کہا ہے۔ کہ جرمنوں کا موجودہ حملہ بے حد سخت ہے۔

اخبار نویس نے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جرمن فوج مجانسک کے محاذ پر ایک ایسے مقام تک پہنچ گئی ہے۔ جو ماسکو سے صرف تیس میل دور ہے۔ اس جگہ سخت لڑائی جاری ہے۔

اور ابھی تک لڑائی کے نتیجے کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جرمن فوج نے دریائے والگا کو جو کالینن سے ۷۰ میل مشرق کی طرف ہے۔ عبور کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر روسی توپخانوں اور طیاروں نے جرمنوں کی کوششوں پر پانی پھیر دیا۔

آج موسیولزاسکی نے کیوبچی شیف میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ کرچ پر حملہ کرنے کے متعلق جرمنوں کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ اس وقت شہر کے قریب و جوار میں لڑائی ہو رہی ہے۔

لنڈن - ۱۹ رنومبر روسیوں کا بیان ہے۔ کہ انہوں نے راسٹوف کے محاذ پر ۱۲۰ جرمن ٹینکوں ۳۴۷ لاریوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اور سینکڑوں جرمن سپاہیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

لاہور - ۱۹ راطلاع ملی ہے۔ کہ حصار کے قحط زدوں کی امداد کیلئے خیراتی فنڈ میں اکتوبر ۱۹۴۱ء کے آخر تک ۱۲۱۳۰۷ روپے ۸ آنے ۳ پائی کی رقم وصول ہوئی۔ اس وقت تک خرچ کی کل میزان ۴۹۷۵۰ روپے ۲ آنے ۳ پائی کی رقم وصول ہوئی اس تاریخ تک خرچ کی کل میزان ۴۹۷۵۰ روپے ۶ آنے ۳ پائی تھی۔

دہلی - ۱۸ رنومبر میاں احمد شاہ بیرسٹر نے مندرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے:

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نماز کے اندر مقامات دعا اور ہر زبان میں دعا

نماز کے اندر ہی اپنی زبان میں خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرو۔ سجدہ میں بیٹھ کر رکوع میں کھڑے ہو کر ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کرو۔ بے شک پنجابی زبان میں دعائیں کرو۔ جن لوگوں کی زبان عربی نہیں اور عربی سمجھ نہیں سکتے۔ ان کے واسطے ضروری ہے کہ نماز کے اندر ہی قرآن شریف پڑھنے اور مسنون دعائیں عربی میں پڑھنے کے بعد اپنی زبان میں بھی خدا تعالےٰ سے دعائیں مانگیں اور عربی دعاؤں کا اور قرآن شریف کا بھی ترجمہ سیکھ لینا چاہیئے۔ نماز کو صرف جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو بلکہ اس کے معانی اور حقیقت سے معرفت حاصل کرو۔ خدا تعالےٰ سے دعا کرو کہ ہم تمہارے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے۔ تو ہم کو معاف کر اور دنیا اور آخرت کی آفتوں سے ہمکو بچا (بدر ۲۶ جنوری ۱۹۰۶ء)

دعا میں صیغہ واحد کو جمع کرنا

ایک دوست کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں ایک مسجد میں امام ہوں بعض دعائیں جو صیغہ واحد متکلم میں ہوتی ہیں یعنی انسان کے اپنے واسطے ہی ہو سکتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو صیغہ جمع میں کر کے مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شامل کر لیا کروں۔ اس میں کیا حکم ہے

جواب: فرمایا۔ جو دعائیں قرآن شریف میں ہیں ان میں کوئی تغیر جائز نہیں کیونکہ وہ کلام الٰہی ہے وہ جس طرح قرآن شریف میں ہے اسی طرح پڑھنا چاہیئے۔ ہاں حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں ان کے متعلق اختیار ہے کہ صیغہ واحد کے بجائے صیغہ جمع پڑھ لیا کریں (بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

حاجت کے وقت رسول اللہ صلعم کا طریق دعا

جب کبھی کسی امر کے واسطے دعا کی ضرورت ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ آپ وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے۔ اور نماز کے اندر دعا کرتے۔ (فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۸)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

حضرت مولٰنا صدر الدین صاحب ۲۳ نومبر ۱۹۴۱ء کی شام کو جنیوہ سے واپس تشریف لائے ۲۴ کی صبح کو آپ نے احباب جماعت کو جنیوہ کے حالات سنائے جو کسی دوسری جگہ درج ہیں۔ ... ۲۵ نومبر سے آپ نے نماز صبح کے بعد درس قرآن کا سلسلہ حسب دستور شروع کر دیا ہے

گوجرانوالہ سے مکرم جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ ۱۶ نومبر کو شیخ محمد حسین صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کی دختر نیک اختر مسماۃ بلقیس سلطانہ کا نکاح شیخ شوق محمد صاحب کے صاحبزادہ محمد عاشق صاحب بی۔ اے کیساتھ پڑھا گیا۔ حضرت مولینا صدر الدین صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا عمائدین شہر کا خاصہ مجمع تھا۔ ان سب پر اس خطبہ کا بہت اثر ہوا اس مبارک تقریب کی خوشی میں شیخ محمد حسین صاحب نے مبلغ دس روپیہ انجمن کو عطا کئے ہیں۔ فجزاہ اللہ۔ شیخ صاحب کی خدمت میں مبارک عرض ہے۔

مکرم بابو محمد رمضان صاحب ڈپٹی ادرہ کے بعارضہ فالج بیمار ہونے کی خبر قبل ازیں شائع ہو چکی ہے۔ اب انکے صاحبزادہ کپتان عبد الرحمن آئی ایم ایس کوہاٹ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ کہ قبلہ والد صاحب کی قوت گویائی ۶۰ فیصدی واپس آ گئی ہے۔ بائیں بازو اور ٹانگ پر جو اثر تھا۔ انہیں قوت ۴۰ فیصدی واپس آ گئی ہے اور انکو پکڑ کر چند قدم معمولی چلایا جاتا ہے بائیں ہاتھ میں قوت بہت ہی کم واپس آئی ہے جو ۱۰ فیصدی سے زیادہ نہیں باقی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور جناب کی دعاؤں سے اچھی ہے یعنی وہ اس خطرناک حالت سے نکل چکے ہیں جس میں زندگی اور موت کا سوال در پیش تھا۔ علاج معالجہ جاری ہے جناب دعاؤں کو جاری رکھیں۔

راجہ فضل الٰہی صاحب خلف الرشید خانصاحب محمد منظور الٰہی صاحب مرحوم دوہانڈر (سنٹرل انڈیا) سے لکھتے ہیں کہ میرے کاروبار کی ترقی اور صحت کے لئے جماعت سے خاص طور پر دعا کی درخواست کی جائے۔

لائل پور کی عید

ذیل کے دو مضامین لائل پور سے بغرض اشاعت موصول ہوئے ہیں۔ عید کی باتیں اس سے ایک مہینہ بعد قارئین کو سنانا اگرچہ کچھ غیر موزوں سی بات ہے۔ لیکن چونکہ ان مضامین میں بعض ایسی باتیں ہیں جو اگرچہ عید کے موقع پر پیش آئیں۔ لیکن اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہر وقت قابل ذکر اور لائق یادداشت ہیں۔ اس لئے امید ہے قارئین کرام کے لئے ان کا مطالعہ موجب دلچسپی ہوگا۔ (ایڈیٹر)

لائل پور میں تقریب عید الفطر
روح پرور خطبہ عید اور عید کی خوشی میں ٹی پارٹی

(از رشید احمد صاحب سیکرٹری پریذیڈنٹ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن)

لائل پور میں عید الفطر ۳۱ اکتوبر بروز جمعرات منائی گئی۔ مسجد احمدیہ لائل پور میں نہ صرف اپنی جماعت کے خورد و کلاں اور مستورات جمع ہوئیں۔ بلکہ بہت سے غیر از جماعت مسلمان بھی شریک نماز ہوئے۔ نماز کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور ایک نہایت بلیغ اور جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ روزوں کے روحانی اور جسمانی فوائد پر سیر کن بحث کی اور فرمایا کہ کس طرح ڈاکٹری اصولوں کے مطابق بھی فاقہ کشی صحت کیلئے مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور آج مشکلات کے وقت گاندھی جی جیسے لیڈر بھی برت (روزہ) کی ایک ادنےٰ قسم سے ہی اپنے دل کو تسکین دیتے ہیں۔ روزہ انسان کو اس بلند مقام پر پہنچاتا ہے جہاں خواہشات نفسانی ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور ایسا نظر آنے لگتا ہے کہ انسان عالم سفلی سے اونچا ہو گیا ہے اور عالم علوی میں پرواز کر رہا ہے۔ غور کیجئے کہ جو شخص محض خدا کے خوف سے اپنی حلال کی کمائی میں سے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ کیا وہ حرام طریق سے کسی کے مال یا بہو بیٹی کی طرف نظر کر سکتا ہے پس روزہ انسان کو ایک ایسے بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ جس پر پہنچ کر انسان پر کلام الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے روزوں کا ذکر فرمانے کے ساتھ ہی فرمایا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کہ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔ روزہ کے کثیر التعداد فوائد میں سے ایک نمایاں فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان سحری کے لئے اٹھتا ہے اور یوں وہ شب زندہ دار بننے کے قابل ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی وجہ سے پچھلی رات کی عبادت اور تہجدوں کے مزے لئے جا سکتے ہیں۔ رات کی پر سکون فضا، تنہائی کی گھڑیاں ایک عاشق بیقرار کی خدا کے حضور گریہ و زاری۔ غرض ؎

اک میں جگر سے اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں چپکے چپکے روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

دیگر مذاہب کی عیدوں کے ساتھ اسلام کی عید کا مقابلہ کرتے ہوئے بہت سی دلچسپ چیزیں آپ نے پیش کیں۔ بالخصوص عیسائیوں کی عید کا وہ نقشہ جو سورۃ المائدہ میں ہے ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً کہ اے رب ہمارے نازل فرما ہم پر آسمان سے کھانا تاکہ ہمارے لئے عید ہو پیش کرتے ہوئے فاضل خطیب نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قوم روٹی کے ملنے پر عید کر رہی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی قوم روٹی کے چھوڑنے پر عید کر رہی ہے کس طرح چھوٹے چھوٹے بچوں عورتوں اور بچیوں نے تیس روز کی فاقہ کشی سے روٹی چھوڑنے کا ایک بلند نمونہ پیش کیا۔ اور آج اسی کی خوشی میں یہ عید ہے۔ اس کے بعد جناب مرزا صاحب نے روزوں کی برکات اور مسلمانوں کی فتوحات سے ان کا شدید اور گہرا تعلق بیان کرتے ہوئے تاریخ سے چند واقعات بیان کئے جن کو سن کر حاضرین و حاضرات کے ایمان تازہ ہو گئے۔ فرمایا کہ سب سے پہلی ٹکر کفر و اسلام کی میدان بدر میں ہوئی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ۳۱۳ درویش ایک ہزار جنگجو دشمنوں سے جس دن نبرد آزما ہوئے وہ سترہویں رمضان کا دن تھا۔ دنیا نے دیکھا کہ رمضان کی برکات سے مالا مال درویشوں کا یہ ایک مختصر جتھا اپنے سے تین گنا زیادہ لشکر پر غالب آیا۔ پھر اسی طرح بغداد اور اس کے مضافات کے اسلامی لشکروں اور عام باشندوں پر (ہلاکو خاں) کی قیامت ٹوٹی اور ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان بکریوں کی طرح ذبح کر دیئے گئے۔ ہلاکو خاں کے مرنے پر اس کا بیٹا اباکا خان جس دن تخت نشین ہوا وہ ۶۶۳ھ کے رمضان کی دوسری تاریخ تھی مسلمانوں کی ریاضت، تزکیہ نفس اور خدا کے حضور فاقہ کشی کا اثر اباکا خان کے دل پر خاص طور پر ہوا اور مسلمانوں کی تلوار جو کام نہ کر سکی۔ وہ ان کی روحانیت کر گئی حضرت شیخ سعدی و حضرت مولانا روم کے تقوےٰ سے متاثر ہو کر اباکا خان اکثر ان بزرگوں سے ملاقات کر کے فیض حاصل کرتا اور اس کی زندگی میں ہی اس کا ولیعہد تکودار اغلن مشرف باسلام ہو چکا تھا اور باپ کی وفات پر سلطان احمد شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا اور یوں رمضان شریف کی برکات نے (باقی صفحہ ۵ پر)

لائل پور میں ایک روحانی مجلس
عید الفطر کی خوشی میں احباب کو شاندار دعوت طعام

(از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری)

۳۱ اکتوبر کو عید الفطر منائی گئی۔ نماز عید اور عصر کے وقت احباب کی ٹی پارٹی کی کیفیت الگ طور پر قلمبند کی گئی ہے جو مضمون نگار نے اخبار کو بھیجدی ہے۔ اس روز ایک اور نمایاں تقریب عمل میں آئی تھی جس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:-

جناب الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب و جناب الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب مالکان کاٹن فلور ملز نے عید کی خوشی میں رات کو وسیع پیمانے پر کھانے کی دعوت دی۔ کارخانہ کے اندرونی میدان میں کھانے کیلئے میزیں اور کرسیاں لگائی گئیں۔ اور جھنڈیوں اور بجلی کے قمقموں سے جگہ کو بارونق بنایا گیا شیخ صاحبان نے اپنے کارخانہ کے تمام کارکنوں، مستریوں، کاریگروں اور مزدوروں کو دعوت دے رکھی تھی۔ اور انتظام یہ تھا کہ آقا و مزدور کو ملا جلا کر کرسیوں پر بٹھایا گیا اور بڑے چھوٹے کی تمیز اڑا دی گئی اور کھانا شروع کیا گیا۔ دنیا نے دیکھا کہ کس طرح شیخ صاحبان کے نوجوان بچے اپنے ملازمین اور مزدوروں کے ہاتھ دھلوا رہے تھے۔ اور ان کے آگے سے جھوٹی پلیٹیں اٹھانے پھر رہے تھے۔ کھانے سے فراغت پر قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ پھر نعت خوانی ہوئی۔ اس کے بعد ملازمین کی طرف سے اپنے یکدل مالکان کی خدمت میں عقیدت سے بھرا ایک ایڈریس پیش کیا گیا۔ جس پر شیخ صاحبان کے اسلامی نمونہ کو بہت سراہا گیا اور ان کے اقبال کے لئے دعا کی گئی۔ ایڈریس کے بعد اخویم مکرم شیخ میاں نصیر احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی خلف الرشید جناب الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک ایسی برجستہ اور فصیح تقریر کی کہ مجھے خدمت دین کے لئے اخویم موصوف کی ذات سے بہت سی توقعات پیدا ہو گئیں اور دل نے گواہی دی کہ عنقریب یہ نوجوان میدان میں سٹیج پر میرے دوش بدوش کام کرتا نظر آئے گا۔ مسٹر نصیر احمد ... نے مسلمانوں کے عروج و زوال پر سیر کن بحث کی اور بتلایا کہ کس طرح یہی پسماندہ مسلمان کسی وقت اقوام عالم کو درس علم و حکمت دیتے تھے۔ اور لوگوں نے اکثر علوم عرب مسلمانوں سے سیکھے آپ نے بہت سی مثالیں دے کر اپنے مضمون کو تقویت دی۔ اور مسلمانوں کو اپنی شاندار ماضی کی یاد دلا کر پھر سرگرم عمل بننے کی دعوت دی۔ غرض لیکچر بہت دلچسپ تھا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ اخویم موصوف پبلک کو ایسے شاندار طریق پر خطاب کر سکے۔ اللھم زد فزد۔ اخویم موصوف کے بعد باوجود صحت کی خرابی کے ہمارے بزرگ جناب الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنے مخصوص طرز بیان سے بہت سی قیمتی چیزیں پیش کیں اور بزرگانہ نصائح سے مجلس کو مستفید فرمایا۔ اخویم مسٹر نصیر احمد ... کی تقریر پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ ہمارے اس بزرگ کی ذات والاصفات بہت قیمتی ہے۔ خدا نے علم کے ساتھ عمل کی بھی توفیق دی ہے۔ کچھ عرصہ سے صحت اچھی نہیں۔ قارئین کرام درد دل سے اس بزرگ ہستی کیلئے دعا فرمائیں۔

اس کے بعد خاکسار راقم الحروف نے اٹھ کر مجلس کو مخاطب کیا اور مساوات اسلام پر تقریر کی اور بتایا کہ مسجد میں امیر و غریب کی تمیز اڑا دی جاتی ہے۔ مالک نوکر ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں بعض دفعہ نوکر اگلی صف میں ہے تو مالک پیچھے اس کے قدموں میں سر رکھے سجدہ کر رہا ہوتا ہے مسجد کی یہ فضا ہمیں مساوات نسل انسانی کا ایک بہترین سبق دیتی ہے پس اگر ہم مسجد سے باہر آکر اس سبق کو بھول جاتے ہیں تو گویا ہم نے مسجد میں ایک پاکھنڈ رچایا ہے اور ایکٹروں کی طرح ایک کھیل کیا یا بہروپیوں کی طرح ایک بہروپ بھرا ہے۔ ایسے نمازی نے اپنی نماز کی غرض کو حاصل نہیں کیا۔ جو صرف مسجد میں تو غریب کو پاس یا اپنے آگے کھڑا کر سکتے اور ان کے ساتھ زانو بزانو بیٹھ سکتے ہیں۔ مگر جونہی مسجد کی چار دیواری سے باہر آئے۔ غریب کو اپنے پاس جگہ دینا یا برابر بٹھانا وہ اپنی پوزیشن کے خلاف سمجھتے ہیں میں اپنی احمدی جماعت میں جو رنگ دیکھنا چاہتا ہوں اس کا ایک نمایاں نمونہ مجھے آج اس میدان میں نظر آ رہا ہے کہ کس طرح مالک اور مزدور نے ایک ہی میز پر کھانا کھایا اور کس طرح مالکوں نے اپنے نوکروں کے ہاتھ دھلائے اور ان کے جھوٹے برتن اٹھانے میں راحت محسوس کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی طاقت نے مسجد کی فضا کو اٹھا کر اس کارخانہ کی فضا میں رکھ دیا ہے اور یہاں اسلام کی مساوات کا دلکش نظارہ مہیا کر دیا گیا ہے غرض رات کے بارہ بجے تک یہ روحانی مجلس قائم رہی اور بالآخر دعا پر ختم ہو گئی۔

اس بابرکت اور سبق آموز تقریب کی کامیابی کا سہرا اخویم مسٹر شیخ نصیر احمد و مسٹر شیخ عزیز احمد کے سر ہے انتظام نہایت اعلےٰ تھا۔ مہمانوں کی لذیذ کھانوں اور پھلوں سے وسیع پیمانہ پر تواضع کی گئی۔ اس شاندار روحانی مجلس کی یاد عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں رہے گی اور لوگوں پر بڑا ایک گہرا اثر ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم چہارشنبہ ۶ ذیقعد ۱۳۶ ھ | نمبر ۷۲

ہمارا سب سے پہلا فرض

جماعت کی ترقی اور استحکام اشاعت اسلام کی سب سے پہلی سیڑھی ہے

سال حال کے شروع میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ تحریک فرمائی تھی کہ اس سال جماعت کا ہر فرد کم از کم دس نئے آدمیوں کو جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس کی ترکیب آپ نے یہ بتائی تھی کہ ہر شخص اپنے دوستوں، عزیزوں اور ملاقاتیوں میں سے ہر ماہ کم از کم ایک آدمی کو زیر تبلیغ لائے اور اپنی فرصت کے اوقات میں انہیں حضرت مسیح موعود کی صداقت، سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد اور جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام سے پورے طور پر آگاہ کر کے اس بات کی تحریک کرے کہ زمانہ کے امام اور مسیح موعود کے ساتھ ہو کر ان پاکیزہ مقاصد میں شامل ہو جو اس جماعت کے پیش نظر ہیں

اشاعت اسلام کی اہمیت

ظاہر ہے کہ اس تحریک میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو کسی بھی فرقہ و جماعت کے لئے تکلیف یا نقصان کا موجب ہوتی۔ اشاعت اسلام وہ عظیم الشان کام ہے جس کو امت مسلمہ کی تخلیق کی اصل غرض قرار دیا گیا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ تم بہترین قوم ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اس کام کو بہتر طریق پر ایک نظام کے ماتحت چلانے کے لئے خود قرآن کریم نے یہ ضرورت بیان کی کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ایک جماعت تم میں سے ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے بھلائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

کیا اشاعت اسلام کے کام میں شمولیت فرقہ بندی ہے؟

ان کھلے اور صریح ارشادات کے ہوتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ جماعت احمدیہ اسی کام کو سرانجام دے رہی ہے جس کا حکم ان آیات میں دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض تھا کہ وہ خود بخود اس جماعت کے ساتھ شامل ہو کر اپنے خیر امت ہونے کا ثبوت دیتا اور اس فلاح سے حصہ لیتا جس کی خوشخبری ان آیات میں دی گئی ہے۔ بجائے اس کے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک کو سن کر بعض اخبارات نے اس پر شور و غوغا برپا کر دیا کہ اے لو۔ اب مسلمانوں پر حملہ کیا جا رہا ہے اور ان سے اپنے فرقہ کی رونق کو بڑھانے کے سامان ہونے لگے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں سے کیا کہیں جو اس جماعت اور حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلامی کو دیکھتے ہوئے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ انہوں نے اسلام کی بہترین خدمات سرانجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ اس کو فرقہ بندی یا تعصب بڑھانے پر محمول کرتے ہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس نیک کام میں شامل کیا جائے

جماعت احمدیہ کیا کر رہی ہے؟

آخر جماعت احمدیہ کیا کر رہی ہے؟ کیا کوئی نئے عقائد اس نے وضع کئے ہیں؟ کیا اسلام کے سوائے کوئی اور رستہ اس نے اختیار کر رکھا ہے؟ کیا یورپ اور دوسرے ممالک میں اسلامی مشن قائم کر کے مسجدیں بنا کر قرآن کریم کے ترجمے شائع کر کے انگریزی اور دوسری زبانوں میں بہترین اسلامی لٹریچر پیدا کر کے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ وہ جس کام کو کر رہی ہے۔ وہ خالص اسلامی کام ہے جس کو امت مسلمہ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ ضروری کام قرار دیا گیا تھا

دوسری راہیں

افسوس ہے کہ اس ضروری کام کو آج مسلمانوں نے بھلا دیا اور دوسرے ایسے رستوں پر لگ گئے۔ جو فلاح و کامیابی کے بجائے ان کی تباہی اور خسران کا موجب ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی سیاست کے میدان میں ان کی تگ و دو، مسلم لیگ کے ساتھ وابستگی خاکسار تحریک کے دلفریب نظام سے تعلق کو جو کچھ بھی سمجھا جائے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان سب چیزوں کے اپنی اپنی جگہ مفید ہونے کے باوجود کوئی ایک بھی ایسی نہیں۔ جو حقیقی فلاح اور کامیابی کی منزل پر پہنچانے والی ہو۔ فلاح اور کامیابی اسی رستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے جس کو قرآن نے امت مسلمہ کی غرض و غایت اور فلاح و کامیابی کا موجب قرار دیا ہے اور مجدد وقت اور مسیح موعود نے اس کی طرف دعوت دی ہے۔ حیرت ہے کہ اس رستہ پر چلنے اس فلاح و کامیابی کی منزل کی طرف قدم اٹھانے کیلئے مسلمانوں کو بلایا جائے تو اس کو فرقہ بندی اور جتھہ بازی قرار دیا جاتا ہے

احمدیت فرقہ بندی نہیں

کیا ان کو معلوم نہیں کہ احمدیت فرقہ بندی نہیں بلکہ فرقہ بندی کو توڑنے والی تحریک ہے۔ وہ تمام فرقی اختلافات جو آج مسلمانوں کی قوت کو منتشر کئے ہوئے ہیں اور جن کی وجہ سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے۔ احمدیت میں آکر مٹ جاتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ان کو کوئی بھی اہمیت نہیں دی جاتی کہ قابل توجہ بھی سمجھا جائے۔ تمام مختلف فرقوں سے آئے ہوئے لوگ اس جماعت میں شامل ہیں اور سب کی توجہ ایک ہی مقصد کی طرف ہے۔ اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا یا کافر سمجھنا ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے۔ جیسا کسی مسلمان کو قتل کر دینا۔ کیا یہ فرقہ بندی ہے؟ کیا یہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا ہے؟ کیا یہ اسلام میں رخنہ اندازی ہے یا اسلام کی قوت کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں کو متحد بنانے کا ذریعہ؟ خدا کا خوف کیجئے اور انصاف سے کام لیکر اس تحریک کی اہمیت کا اندازہ لگائیے اور غور کیجئے کہ کس قدر مفید اور ضروری کام کو کس قدر غلط رنگ دیکر دنیا کو اس کی طرف آنے سے روکا جاتا ہے۔

جماعت کی ترقی اور استحکام کی ضرورت

بہرحال ہمیں اپنے دوستوں سے جو مجدد وقت کی آواز پر خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک کو عملی جامہ پہنانا ان کا فرض اولیں ہے، دوسرے لوگ جو کچھ کہتے ہیں انہیں کہنے دیجئے۔ آپ اس بات پر غور کیجئے کہ جب تک آپ کے ساتھ ایک مضبوط جماعت اور مستحکم گروہ نہ ہو۔ جو اس نظام سے وابستہ ہو۔ جس کے ماتحت آپ اشاعت اسلام کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جب تک جماعت کو بڑھانے اور ترقی دینے کے لئے کافی جد و جہد سے کام نہ لیا جائے اور مسلمانوں کی کثیر تعداد ہمارے ساتھ ہو کر اس راہ پر نہ لگ جائے اس وقت تک اشاعت اسلام کا فرض پوری قوت کے ساتھ سرانجام نہیں پا سکتا۔

کام کرنے والی ہستیاں ہم سے جدا ہو رہی ہیں

بلاشبہ گذشتہ تقریباً اٹھائیس سال میں آپ نے قلیل التعداد ہونے کے باوجود وہ کام کر دکھایا ہے جو بڑی بڑی عظیم الشان اور لاکھوں کی تعداد رکھنے والی جماعتیں نہ کر سکیں بلاشبہ آپ کی شبانہ روز کوششوں اور قربانیوں نے وہ شاندار نتائج پیدا کر دکھلائے جو صدیوں پہلے دیکھنے میں نہ آتے تھے۔ یہ سب مجدد وقت کے انفاس قدسی کا نتیجہ ہے جس نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے۔ جن کی قربانیاں، جن کی نیم سحری دعائیں۔ جن کا دین کو دنیا پر مقدم کرنا کام آگیا۔ لیکن وہ لوگ آہستہ آہستہ ہم میں سے اٹھتے جا رہے ہیں خواجہ کمال الدین، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ، شیخ رحمت اللہ، بابو منظور الٰہی اور کتنی ہی ایسی ہستیاں ہیں جو اس ۲۹ سال کے عرصہ میں ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو چکیں۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ان کی جگہ اور ایسے لوگ آئیں۔ جو خدا کے دین کو پھیلانے، اسلام کا جھنڈا بلند کرنے اور دعوت الی الخیر کے مقدس کام میں حصہ لینے کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کیلئے تیار ہوں

مغرب میں تبلیغ اسلام کے مواقع

اس وقت مغرب میں تبلیغ اسلام کا میدان زیادہ وسیع ہو رہا ہے۔ موجودہ جنگ نے ایسے مواقع پیدا کر دیئے ہیں کہ اسلام کا پیغام وہاں زیادہ سرگرمی کے ساتھ پہنچایا جائے اور ڈنکے کی چوٹ ملک میں یہ اعلان کیا جائے کہ دنیا کا امن و عافیت اسی بات میں مضمر ہے کہ اسلام کے نظام کو دستور العمل بنایا جائے۔ دہریت اور مادہ پرستی کے اس زہر کا جس نے یورپ کو تباہی و بربادی کے درجہ تک پہنچایا ہے جب تک اس زندہ خدا کے نام سے علاج نہ کیا جائے جس کو زمانہ کے مجدد نے تازہ اور کھلے نشانوں کے ساتھ پیش کیا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اور منور چہرہ اور آپ کی ان روشن تعلیمات سے تاریکی کے ان پردوں کو نہ پھاڑا جائے، جو کیپٹلزم، بالشوزم، سوشلزم اور نازی ازم کی تحریکات نے پھیلا رکھے ہیں اس وقت تک لیظہرہ علی الدین کلہ کا وعدہ پورا نہیں ہو سکتا اور نہ ہم اپنے اس عہد سے سبکدوش ہو سکتے ہیں جو مجدد وقت کے ہاتھ پر ہم نے کیا۔

اشاعت اسلام کی پہلی سیڑھی

اس لئے ضروری ہے کہ ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے ابھی سے پوری تیاری کی جائے اور جماعت کی تعداد بڑھانے اور ایسے لوگوں کو اس کے اندر لانے کی کوشش کی جائے۔ جو اپنے علم، اپنے مال اور اپنے اوقات کو دین کی تائید اور اشاعت اسلام میں لگانے کیلئے تیار ہوں جن کے دلوں میں اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ ہو اور نیکی اور تقویٰ کے وہ نمونے اپنے اندر پیدا کریں جو اصحاب مسیح موعودؑ کے اندر دیکھنے میں آئے۔ یہ اشاعت اسلام کی سب سے پہلی سیڑھی ہے جس پر قدم رکھنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ کیا ہمارے بھائی اس فرض کو پورا کرنے ... سرگرمی کے ساتھ [illegible]

شذرات

مسلمان کی شناخت

خلیفہ صاحب قادیان کے خطبات عجائبات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ایک خطبہ جمعہ میں، جو ڈلہوزی کے اس واقعہ پر آپ نے دیا تھا جس میں آپ کے لڑکے کو کوئی ممنوعہ کاغذات وصول ہونے کی وجہ سے پولیس نے آپ کو دو چار ہونا پڑا تھا۔ موصول شدہ پیکٹ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس پیکٹ کے اوپر جو پتہ لکھا ہوا تھا۔ وہ خوشخط لکھا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی مسلمان نے لکھا ہے۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں مرزا کا لفظ بھی تھا یا نہیں۔ مگر صاحبزادہ خلیل احمد ضرور لکھا ہوا تھا۔ ص کا دائرہ بھی بڑا اچھا تھا اور ح کے گوشے بھی خوب نکالے ہوئے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پتہ کسی مسلمان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔"

(فاروق ۱۴ نومبر ۱۹۳۶ء)

مسلمان کی کیا اچھی شناخت ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور السلام علیکم کہنے والے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے۔ لیکن جس کی ص کا دائرہ اچھا ہو اور ح کے گوشے نکلے ہوئے ہوں وہ مسلمان ہے معلوم نہیں "پرتاپ" اور "ملاپ" کے کاتبوں کو اس تعریف سے کیونکر مستثنیٰ کیا جائے گا اور خود خلافت مآب مسلمان کی اس نئی تعریف میں کیونکر شامل ہوں گے جن کی ص اور ح ماشاء اللہ ابھی تک بسم اللہ کے گنبد میں لٹک رہی ہیں۔

نفنہ وسیاسی مذہبی تبلیغی کام ہیں ان کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا ہے یہ ایک کھلا نشان ہے اس بات کا کہ مجدد وقت کی آواز ہی میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ علیحدہ رہنے سے تبلیغ جیسے بابرکت کام کی بھی توفیق نہیں ملتی۔ سو اے اگر آپ کو فی الواقعہ تبلیغ اسلام کی تڑپ ہے۔ تو آیئے مجدد وقت کی جماعت کے ساتھ ہو کر اس کام کو کیجئے۔ کہ آج یہی ایک جماعت اس کام کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہی ہے اور دے سکتی ہے۔

سانحۂ ارتحال

یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کے بھانجے غلام غوث صاحب جو ڈیڑھ سال سے بیمار تھے ۴ نومبر ۱۹۳۶ء کو چونتیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کے والدین کی اور کوئی اولاد نہیں۔ ان کے اپنے تین بچے ہیں۔ دو لڑکے بعمر ۲ و ۴ برس اور ایک لڑکی بعمر ۵ برس ہے ہمیں اس صدمہ میں ڈاکٹر صاحب مکرم اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے جمعہ گذشتہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے مرحوم کا جنازہ غائب پڑھایا۔ بیرونی احباب بھی جنازہ غائب پڑھ دیں۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب چنبہ میں

کرنیل سٹرانگ سے ملاقات، چار کامیاب لیکچر اور مسلمانان چنبہ کا جوش و اخلاص

گذشتہ اشاعت میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ چنبہ میں آریوں نے مندروں میں حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت مجدد زماں کو ساتواتر لیکچروں میں گالیاں دیں اور عیسائیوں کے گرجاؤں میں بھی اسی قسم کی بد زبانی کے لیکچر ہوئے جن کا جواب دینے کیلئے مولانا عبدالحق صاحب ڈلہوزی سے چنبہ تک کا کٹھن سفر طے کر کے وہاں پہنچے لیکن حکومت نے عیسائی پادریوں کے چیلنج کے باوجود مولانا ممدوح کو اس سے مناظرہ کرنے یا اس کا جواب دینے سے روک دیا۔ اس پر انہوں نے ایک پرائیویٹ مکان میں محاسن اور فضائل اسلام پر لیکچر دینا چاہا۔ تو حکومت نے وہاں بھی پولیس بھیجکر جاری شدہ لیکچر کو بند کر دیا جس سے مسلمانان چنبہ کے قلوب کو سخت صدمہ پہنچا۔

اس صورت حالات کا تدارک کرنے کیلئے حضرت مولانا صدر الدین صاحب چنبہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچکر آپ نے سب سے پہلے پریذیڈنٹ کونسل یعنی کرنیل سٹرانگ (Col. Strong) سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ آپ کی حکومت نے مسلمانان چنبہ کو عموماً اور جماعت احمدیہ کے افراد کو خصوصاً صدمہ پہنچایا ہے۔ آپ نے نہ آریوں کو گالی دینے سے روکا اور نہ ہی عیسائیوں کو دشنام دہی سے منع کیا۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں کو آپ نے سخت مجروح کیا اور اس پر زیادتی یہ کی کہ مولانا عبدالحق صاحب جو عیسائی پادری کے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے لاہور سے تشریف لائے تھے ان کو بھی بحث کرنے سے روک دیا اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ جب وہ احمدیہ جماعت کے پرائیویٹ مکان میں فضائل اسلام پر تقریر فرما رہے تھے تو ان کی تقریر کو پولیس کے ذریعہ روک دیا گیا۔ اس سے ہم بہت صدمہ زدہ ہوئے اور حکومت نے مجھے بھی تکلیف میں ڈالا کہ مجھے ایسی بیہودہ سڑک پر چنبہ آنا پڑا اور ایسے نا توان گھوڑے پر جس قسم کے اس ملک میں ہوتے ہیں ۳۰ میل کا تکلیف دہ سفر کرنا پڑا۔ ان تمام امور کی ذمہ داری حکومت پر ہے اور اس کا تدارک کرنا آپ کا سب سے پہلا فرض ہے۔

کرنیل صاحب نہایت شرافت اور اخلاق سے پیش آئے اور انہوں نے کہا کہ مندروں اور گرجاؤں کے لیکچروں کے وقت افسوس ہے میں یہاں نہ تھا لیکن مجھے نہایت ہی سخت افسوس ہے کہ پولیس نے آپ کے پرائیویٹ مکان پر جا کر جاری شدہ لیکچر کو روکا اور افسوس ہے آپ کو اس وجہ سے اس قسم کا تکلیف دہ سفر کرنا پڑا۔ آئندہ پولیس ایسا نہ کریگی اور آپ کی واپسی کے سفر کی تکلیف کو اس طرح سے دور کر دیا جائیگا کہ راجہ صاحب کے اصطبل کا عمدہ گھوڑا آپ کیلئے مہیا کر دیا جائے گا۔ کرنیل صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تک مولانا صاحب کی باتوں کو سنا اور جب تک خود نہ اٹھے کرنیل صاحب نہایت غور سے ان کی باتوں کو سنتے رہے۔

اس ملاقات اور اس کے نتائج کی خبر تمام چنبہ کے مسلمانوں میں پھیل گئی اور ان کے دلوں کی تکلیف دور ہو گئی۔

اس ملاقات کے بعد حضرت مولانا نے چار لیکچر چنبہ میں دیئے۔ ایک لیکچر تو انجمن تعلیم الاسلام کی درخواست پر ان کی انجمن اور مدرسہ کے افتتاح کی تقریب پر دیا گیا۔ دوسرا لیکچر جولاڑی کی نو تعمیر مسجد میں ہوا تیسرا لیکچر بعد جمعہ دیا گیا۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام چنبہ کی نماز گاہ میں ہوا اور اس میں کئی غیر از جماعت لوگ بھی شامل تھے۔ چوتھا لیکچر جامع مسجد چنبہ میں تمام مسلمانان چنبہ کی درخواست پر دیا گیا۔ جب اس لیکچر کے دینے کیلئے مولانا صاحب مسجد میں پہنچے۔ تو ان کو اطلاع ملی کہ ڈی۔ ایم صاحب بنفس نفیس جامع مسجد میں آکر لیکچر کو رد کر دیں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ یہاں فساد عظیم کا اندیشہ ہے۔ اس پر مولانا صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمام وہ لوگ ہاتھ کھڑے کریں جو میرا لیکچر سننا چاہتے ہیں۔ تمام حاضرین نے بلا استثنا ہاتھ کھڑے کر دیئے اور امام صاحب مسجد نے بھی ہاتھ کھڑا کیا۔ پھر خصوصیت سے بھی امام صاحب سے اجازت مانگی گئی اور انہوں نے خوشی سے اجازت دی۔ پھر حاضرین سے یہ بھی کہا گیا کہ جو شخص میرے لیکچر کے خلاف ہو وہ بھی ہاتھ کھڑا کرے لیکن کسی شخص نے ہاتھ کھڑا نہ کیا۔ اس کی رپورٹ حکام کو پہنچ گئی کیونکہ پولیس سفید کپڑوں میں وہاں موجود تھی۔ اس کارروائی کے بعد لیکچر شروع کر دیا گیا جو ساڑھے ۹ بجے رات تک ہوتا رہا۔ اور لوگوں کی خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ عین لیکچر کے درمیان اے۔ ڈی۔ ایم صاحب نے اطلاع بھیجی کہ لیکچر ہرگز نہیں روکا جائیگا۔ اس پر لوگوں نے نہایت خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔

دوسرے دن صبح کرنیل صاحب نے مولانا صاحب کیلئے حسب وعدہ راجہ صاحب کی سواری کا گھوڑا بھیج دیا۔ جو نہایت خوبصورت تھا۔ مولانا صاحب چنبہ کے چوگان میں گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اس وقت خلقت کا ہجوم تھا جو نہ صرف مولانا صاحب کو رخصت کرنے کیلئے آئے تھے بلکہ وہ اس بات کو بھی دیکھنے آئے تھے کہ مولانا صاحب راجہ صاحب کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ یہ بات ان کے نزدیک چنبہ کی تاریخ میں ایک واقعہ خصوصی کی حیثیت رکھتی تھی چنبہ دریائے راوی کے کنارہ پر واقع ہے جس کو ایک پل کے ذریعہ سے عبور کر کے پہاڑوں کے رستہ سے آنا پڑتا ہے۔ تمام لوگ دریا کے پار تک مولانا صاحب کے ساتھ آئے اور وہاں سے مولانا کو بکمال عزت رخصت کر گئے۔

حضرت مولانا کا یہ واپسی کا سفر پہلے سے زیادہ مشکل ہو گیا تھا کیونکہ شدید برفباری ہو گئی تھی۔ تمام سڑک پر بارہ میل تک برف ہی برف تھی جس پر گھوڑے کا چلنا آسان کام نہ تھا۔ بحمد اللہ غروب آفتاب کے قریب آپ ڈلہوزی پہنچ گئے۔ جہاں سے دوسرے دن روانہ ہو کر ۲۲ نومبر کی شام کو لاہور تشریف لے آئے۔

چنبہ کے اس سفر کے نتائج اور ثمرات بہت قسم کے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے فضل سے۔ نوجوانان چنبہ کی ایک خاصی تعداد جماعت میں عنقریب شامل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ اپنی جماعت کو بہت تبلیغی تقویت حاصل ہوئی ہے، اور مسلمانان چنبہ کے دلوں میں، اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی عزت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔

"اہلحدیث" اور تبلیغ دین

۱۳ نومبر ۱۹۳۶ء کے "اہلحدیث" میں لالہ دہی کے مولوی عبدالقیوم صاحب نے یہ رونا رویا ہے۔

"جماعت اہلحدیث من حیث الجماعت ہندوستان میں کوئی معمولی جماعت نہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے کثرت میں ہے اور اس میں ہر ایک قسم کے عالم فاضل سیاسی مدبر اور رہنما موجود ہیں۔ جو ہر وقت اپنے معینہ شعبے اور آراء دیکھتے ہیں اور روتے رہتے ہیں۔ مگر افسوس تبلیغی کام جس طرح قرون اولیٰ میں تھا اب نظر نہیں آتا۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مشہور واقعہ یاد کیجئے کہ ایک وقت وہ بازاری فاحشہ عورت کو بھی تبلیغ کی دھن میں تبلیغ کرنے گئے اور ان کو تائب کر کے واپس آتے ہیں۔"

مولوی عبدالقیوم صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک مجدد (سید احمد صاحب بریلوی) کے دست بازو بن کر تبلیغ کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ کامیاب تھے لیکن آج جماعت اہلحدیث مجدد وقت کی مخالفت پر کمربستہ ہو رہی ہے اس لئے بے یار و مددگار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سالانہ جلسہ کی مہمان نوازی کے اخراجات

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب گرامی احباب جماعت کے نام

ذیل میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت ضروری مکتوب ہدیہ قارئین کرام ہے امید ہے تمام احباب جماعت اس کو غور سے ملاحظہ فرما کر حضرت ممدوح کے فرمان کو نہ صرف خود جلد از جلد عملی جامہ پہنائیں گے۔ بلکہ دوسرے احباب کو اس کی اطلاع دے کر اس کی تعمیل کرانے کی کوشش کریں گے۔ (مدیر)

برادران مکرم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

جلسہ سالانہ کے متعلق میں چند امور کی طرف آپ کو توجہ دلانے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ ان میں سے پہلی بات جلسہ کی مہمان نوازی کے اخراجات کا سوال ہے۔ سالانہ جلسہ کا خرچ دو ہزار روپے کے قریب ہو جاتا ہے۔ مگر وہ چندہ خواہ بصورت نقدی ہو یا بصورت اجناس جو اخراجات جلسہ کو پورا کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ وہ ایک ہزار تک بھی نہیں پہنچتا۔ اور اس وجہ سے ایک ہزار روپے سالانہ کے قریب قریب انجمن کو خسارہ رہتا ہے یا ابتدا میں یہ صورت نہ تھی۔ بلکہ احباب جماعت فیاضانہ عطیوں سے جو نقد یا جنس کی صورت میں ہوتے تھے اخراجات جلسہ کو پورا کر دیتے تھے۔ لیکن غالباً گذشتہ پندرہ سال سے یہ قریباً قریباً ایک ہزار روپے سالانہ کا نقصان چلا آیا ہے۔ گویا انجمن کی زیر باری میں پندرہ ہزار روپے کی رقم کا اضافہ اس کوتاہی کی وجہ سے ہو گیا ہے میں اسے کوتاہی اس لئے کہتا ہوں کہ یہ نقصان محض کچھ احباب اور کچھ کارکنوں کی غفلت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ سالانہ جلسہ ایک مستقل چیز ہے۔ جس کا قیام ہماری قومی زندگی کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے اور اس لئے اس کے اخراجات کا مستقل فکر ہونا چاہئیے اور اگر احباب جماعت توجہ کریں تو جس طرح یہ رقم پہلے سالوں میں پوری ہو جایا کرتی تھی۔ اب بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کے لئے میں ذیل کی چند تجاویز احباب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اول۔ یہ رقم درحقیقت قوم کی مہمان نوازی پر خرچ ہوتی ہے اور مہمان وہ ہیں۔ جو اپنی کسی ضرورت کے لئے نہیں بلکہ ایک دین کی ضرورت کے لئے محض حصول رضائے الہیٰ کے لئے دور دور سے بہت سے اخراجات اور تکلیف اٹھا کر آتے ہیں۔ اب اگر ایک معمولی مہمان کی مہمان نوازی بھی عند اللہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اخلاق اسلامی میں اس کا بڑا بلند مقام ہے تو اس مہمان پر خرچ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اور دین اسلام کو قوت پہنچانے کے لئے اس شدید سردی کے ایام میں سفر کے مجاہدہ کو برداشت کرتا ہے۔ کس قدر ثواب کا موجب ہو گا۔ اور کس قدر حصول رضائے الہیٰ کا موجب ہو گا۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو ہر ایک احمدی دوست کی خدمت میں میری یہ درخواست ہے کہ جماعت کے کسی فرد کو اس چندہ سے باہر نہ رہنا چاہئیے۔ غریب سے غریب دوست بھی ایک آنہ سے ہی سہی اس میں شامل ہو کر اس ثواب سے حصہ لے سکتا ہے۔ زمیندار اگر نقد نہ دے سکتے ہوں تو چند سیر غلہ یا کسی اور جنس سے اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ عام طور پر معمولی استطاعت کے اصحاب ایک روپیہ فی کس کے حساب سے شرکت فرمائیں۔ قومی نظام کا اصلی راز یہی ہے کہ اس میں ہر فرد شامل ہو مگر اس کے لئے ہر جماعت کے عہدیداران بالخصوص سیکرٹری صاحبان اور پھر مبلغین کی مجرد جہد کی ضرورت ہے۔ اگر عہدیداران اور مبلغین اس بات کا تہیہ کر لیں۔ تو یقیناً کوئی دوست جو جماعت میں شامل ہے مہمان نوازی جلسہ سالانہ کا چندہ دینے سے انکار نہ کرے گا۔

دوم۔ ذی استطاعت احباب کا چندہ ان کی حیثیت کے لحاظ سے دفتر سیکرٹری کی طرف سے مقرر کر دیا جانے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔ جس کی غرض یہ ہے کہ مطلوبہ رقم پوری ہو جائے۔ اس لئے جو مطالبہ دفتر انجمن کی طرف سے ایسے احباب کی خدمت میں پہنچے۔ نقد ہو یا غلہ یا کسی دوسری جنس کی صورت میں، ان سے یہ درخواست ہے کہ وہ رقم یا جنس جلد از جلد دفتر میں بھجوا دیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو مطلوبہ رقم فراہم نہیں ہو سکتی۔

سوم۔ یہ چندہ آخر نومبر اور زیادہ سے زیادہ پہلے ہفتہ دسمبر میں جمع ہو کر محاسب کے نام پہنچ جانا چاہئیے اکثر احباب اس بارے میں اس قدر غفلت سے کام لیتے ہیں کہ دو یا چار آنے منی آرڈر کی فیس بچانے کے لئے وہ اسے جلسہ تک ملتوی کر دیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض وقت چندہ جمع ہونے سے ہی رہ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو فائدہ قبل از وقت رقم ہاتھ میں آجانے سے ہوتا ہے کہ اجناس اکٹھی خریدنے میں فائدہ رہتا ہے۔ وہ منی آرڈر کی فیسوں کے خرچ سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔

پس یہ تین باتیں یاد رکھئے۔ ایک یہ کہ ہر ایک دوست اس چندہ مہمان نوازی میں ضرور شامل ہو اور عام طور پر معمولی حیثیت کے اصحاب ایک روپیہ فی کس کے حساب سے دیں۔ اور دوسرے یہ کہ ذی استطاعت اصحاب کے نام دفتر کی طرف سے جس قدر رقم کا مطالبہ جائے وہ اسے پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ اور تیسرے یہ کہ یہ چندہ آخر نومبر تک ورنہ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں بہرحال بھیج دیا جائے۔

جماعت کے سیکرٹری صاحبان خاص طور پر کوشش فرمائیں اور مبلغین اپنے اپنے علاقوں کی بڑی بڑی جماعتوں کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس قسم کی قربانیوں کی روح جماعت میں پیدا کر دینا۔ وعظ و نصیحت یا لیکچروں اور تقریروں سے بدرجہا بڑھ کر مفید کام ہے۔ والسلام۔

خاکسار
محمد علی
۲۳ نومبر ۱۹۴۱ء

{بقیہ صفحہ ۲} مسلمانوں کی کھوئی ہوئی سلطنت مسلمانوں کو پھر واپس مل گئی۔ اسی طرح اسلام کا ایک نوجوان جرنیل اپنی فوج کو لے کر سمندر پار سرزمین سپین پر اترا تو اس کی پہلی ٹکر ۹۲ھ کی اٹھائیسویں رمضان کو ہوئی اور تاریخ گواہ ہے کہ بارہ ہزار روزہ داروں نے ایک لاکھ فوج کو شکست فاش دی۔ غرض اسی طرح کئی ایک تاریخی واقعات جن کا تعلق رمضان شریف سے ہو سنا کر احباب کو بے حد محظوظ فرمایا۔ اس کے بعد احباب نے عید کی خوشی میں مصافحہ اور معانقہ کیا۔

عید کی خوشی میں جناب شیخ میاں الٰہی بخش صاحب کی طرف سے ½ ۴ بجے عصر کو ٹی پارٹی دی گئی جن میں ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے ممبران خاص طور پر مدعو تھے۔ جناب الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب ملتانی کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی۔ ہمارے پرجوش نوجوان شیخ حمید احمد صاحب ذوالفقار نے ایک پھڑکتی ہوئی تقریر کی اور اپنے تبلیغی جذبات کو نہایت احسن طریق پر پیش کیا جسے مجلس نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تقریر کے لئے اٹھے۔ اور نہایت پراثر الفاظ میں نوجوانوں کو مخاطب کیا۔ اور بتلایا کہ دنیا کے اکثر انقلابات نوجوانوں کے ہاتھوں ہی ہو آئے ہیں۔ اور آج جو بزرگ بھی ہمیں کامیابی کی انتہائی منازل پر نظر آتے ہیں۔ یہ بھی وہی ہستیاں ہیں جنہوں نے جوانی میں ہی کام کرنا شروع کیا تھا۔ اس کی قرآن شریف اور تاریخ سے چند نہایت دلچسپ مثالیں پیش کیں۔ جن کو سن کر نوجوانوں کے دل میں کام کرنے کی امنگ پیدا ہوئی۔ جناب مرزا صاحب نے ذوالفقار صاحب کی تقریر کو بہت پسند کیا اور فرمایا کہ مجھے اس نوجوان سے بہت سی توقعات پیدا ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد جناب صدر نے اپنی قیمتی نصائح سے حاضرین کو مستفید فرمایا اور قرآن شریف کی پاکیزہ تعلیم پر عمل کرنے پر زور دیا۔ اس کے بعد خاکسار راقم الحروف نے بحیثیت پریذیڈنٹ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی سابقہ مشکلات اور ان پر غالب آنے کے بعد نمایاں کارنامے کا تذکرہ کیا۔ اور یقین ظاہر کیا کہ اگر ہم اسی طرح لگے رہے تو انشاء اللہ ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ بزرگوں کے بعد تبلیغ اسلام کے مقدس کام کا بوجھ اپنے کندھوں پر لے سکیں۔ اس کے بعد مجلس مغرب کی نماز کے لئے برخواست ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کی بے معنی ابحاث پر ایک نظر

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

(از جناب مولوی محمد حسین صاحب سابق سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت قادیان بٹالہ)

مکرمی محترمی مولوی اللہ دتا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ جو آپ نے اس عاجز کے چند ایک شبہات کے ازالہ کے لئے روزنامہ "الفضل" مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۴۱ء میں شائع فرمایا میرے مطالعہ سے گذرا آپ کی اس تکلیف فرمائی کا میں مشکور ہوں۔ ۲۰ر نومبر کا پرچہ مجھے مل گیا ہے۔ مگر بڑی تاخیر سے۔ اخبار پیغام صلح سے معلوم ہوا کہ آپ کا بقیہ مضمون بھی شائع ہو گیا ہے۔ براہ مہربانی وہ پرچہ بھی ارسال فرما دیں۔ خواہ قیمتاً ہی سہی۔ کیونکہ یہاں مقامی احباب سے اخبار حاصل کرنے پر مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

میری نظام سلسلہ کی خلاف ورزی

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میرے شبہات اور اعتراضات کو نظام سلسلہ کی کسی خلاف ورزی کے باعث سزا دیئے جانے کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ اور اگر آپ نے ان اہم سوالات کی وقعت کو کم کرنے اور اس عاجز کے متعلق احباب جماعت میں غلط فہمی پیدا کرنے کی غرض سے اس کا ذکر ضروری تصور فرمایا تھا تو بہتر ہوتا کہ میری اس خلاف ورزی اور اس کی پاداش میں نظام سلسلہ کی طرف سے مفوضہ سزا کی تصریح بھی فرما دیتے۔ تاکہ احباب جماعت اندازہ فرما لیتے۔ کہ آپ اس اندازہ و قیاس میں حق پر بھی ہیں یا نہیں۔ مگر میں پھر بھی یہ عرض کردوں گا۔ ظنوا المومنین خیرا۔

قادیانی نظام سلسلہ

لیکن جب آپ نے میرے نظام سلسلہ کی کسی خلاف ورزی کے ارتکاب کا ذکر فرمایا ہے۔ تو کیا حرج ہے کہ میں عامۃ خلائق کی واقفیت کے لئے یہ عرض کر دوں کہ قادیان میں جو کچھ بھی اہمیت حاصل ہے۔ وہ یہ سیاسی نظام ہی ہے۔ ورنہ مذہب سے قادیانی سلسلہ کو دور کا بھی تعلق نہیں۔ لوگوں کی طفل تسلی کے لئے مذہب ایک پردہ بنا ہوا ہے۔ ورنہ قادیانیت میں سیاست کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور نہ کسی اور چیز کو کوئی وقعت دی جاتی ہے۔

قادیانی جماعت کا مرکزی نقطہ

قادیانی مذہب کا مالۂ و ماعلیہ صرف جناب خلیفہ صاحب قادیان کا وجود ہے۔ کوئی شخص بعینہ میاں صاحب کے مخصوص عقائد رکھے اور ان پر شدت سے قائم ہو۔ بلکہ ان کی تبلیغ میں دیگر احباب جماعت سے زیادہ سرگرم ہو۔ جیسے کہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب سامانوی ہیں۔ لیکن اگر وہ جناب خلیفہ صاحب ممدوح کے حلقۂ اقتدار اطاعت میں نہیں تو وہ مخذول و مردود ہے اور قادیانی دوست اسے اپنی طرف سے جہنمی بنا بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ بہشتی مقبرہ میں بھی اس کے لئے جگہ نہیں۔ جیسا کہ مرحوم فخر الدین صاحب ملتانی کے معاملہ میں ہوا۔

میاں صاحب سے اختلاف عقائد کے باوجود عزت و احترام

لیکن اگر ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہ مانے۔ دوسرے مسلمانوں کو کافر نہ سمجھے اور خلیفہ صاحب کے لئے عقائد خصوصی سے بھی اظہار بیزاری کرے۔ بلکہ ان میں آپ کو سراسر غلطی پر سمجھے۔ اگر وہ کسی وجہ سے جس کی غرض و غایت اس کو اور خدا کو ہی معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ عقائد میں اصولی اختلافات ہوتے ہوئے بیعت میں داخل ہونا یا ایسی نامعقول بیعت کا قبول کرنا جب خدا ہی مطلوب و مقصود ہو انسانی سمجھ سے باہر ہے) تو ایسے اعتقاد رکھنے والا شخص بھی جو میاں صاحب سے صریح طور سے اختلاف رکھتا ہے معزز و محترم ہے۔ بشرطیکہ وہ خلیفہ صاحب قادیانی کی بیعت میں داخل ہو۔ بہشتی مقبرہ بھی اس کے لئے کھلا ہے اور اس کے عقائد اس کے بہشتی ہونے میں کسی رکاوٹ کا باعث نہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود کا نہیں بلکہ آنجہانی مذہب ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

لیکن اگر میاں صاحب سے بیعت کی سعادت حاصل نہیں کی تو اختلاف عقائد کی وجہ سے اچھے بھلے خادمان اسلام مسیح موعود کے نہایت پیارے اور عزیز دوست بلکہ آپ کی امیدوں کا مرجع کو بھی "اور شلجم کے سڑے ہوئے چھلکے" اور "جہنم کی جلتی پھرتی آگ" بن جاتے ہیں بلکہ وہ ایسی بدترین قوم قرار دیئے جاتے ہیں۔ جن کی مثال ابتدائے آفرینش سے آج تک پیدا نہیں ہوئی۔ یہ مسائل قادیانی خلافت کے راز سربستہ ہیں اور ما شاء اللہ نکلتے ہی جا رہے گا۔ تو ان سے پردہ اٹھے گا مگر اس سے اتنا تو ظاہر ہے کہ قادیانیت مذہب نہیں بلکہ ایک سیاسی نظام ہے۔

فضیلت کا جھگڑا

میں آپ سے کسی لمبی بحث کے لئے تیار نہیں۔ مگر اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ نبوت کے دعوے کے اثبات کے لئے فضیلت کے جھگڑے کیسے ہیں۔ اگر کسی شخص کے سر میں فضیلت کے متعلق سوال کرنے کا سودا نہ سماتا پیدا نہ ہوتا۔ تو بس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پردۂ راز میں مستور رہتی اور دنیا میں اس کے متعلق کبھی علم نہ ہوتا کہ حضرت صاحب نے کبھی نبوت کا دعویٰ فرمایا تھا۔ یا اپنے دعوئے یا تعریف نبوت کے متعلق عقیدہ تبدیل کیا تھا۔ خدا مامور کو اس کی اٹکلوں پر چھوڑتا ہے اور مامور اپنی جماعت کو قیاس آرائیوں پر چھوڑتا ہے۔ کیا مدعیان نبوت اسی طرح دعوے کیا کرتے ہیں۔ اگر کسی نے سوال کر لیا۔ مبتلا دیا۔ ورنہ بلا ابتلائے اس دنیا سے چلدیئے۔ ساء ما یحکمون۔

جماعت کا عقیدہ محکم اصولوں پر ہونا ہے

میں آپ کو بتلاتا ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو قلب سلیم عطا فرمائے تو آپ اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس شخص نے یہ فضیلت کا سوال نہ بھی کیا ہوتا بلکہ اگر آپ نے حقیقۃ الوحی بھی تصنیف نہ فرمائی ہوتی تو بھی آپ کا دعویٰ اور اس کی تعریف بیان نا ورا اس پر کسی عقیدہ کی تبدیلی سے جماعت باخبر ہوتی۔ ٹھیک جس طرح کہ جب تک قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا مسلمان مسلمان تھے اور دین کے اصولوں سے پوری طرح واقف تھے یا جب تک بخاری اور مسلم مرتب نہ ہوئی تھیں مسلمان نماز روزہ اور دیگر ضروریات دین سے اسی طرح باخبر تھے۔ جیسے کہ اب ہیں۔

فضیلت بہرحال جزئی ہے

پھر یہ فضیلت کا جھگڑا آپ کو کیا فائدہ دے سکتا ہے جبکہ اپریل ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحب نے حضرت مسیح ابن مریم پر تمام شان میں فضیلت کا اظہار فرمایا اور ریویو مئی ۱۹۰۲ء میں اسی کو جزئی فضیلت قرار دیا اور تریاق القلوب میں بھی جو اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی جزئی فضیلت کا ہی اعلان فرمایا۔ قادیانی احباب جو چاہیں کہیں اور مانیں لیکن دنیا کے ضابطہ اخلاق میں مصنف کتاب کی اشاعت کی تاریخ پر ان خیالات کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ یوں کہنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ منہا ایک مذہبی پیشوا یا تو صدر رہا اپنے فرائض سے غافل تھا۔ یا چند کتابوں کی بکری کے لئے انہوں نے غلط خیالات کی اشاعت کی۔

کیا حضرت صاحب اپنے دعوئے نبوت میں منفرد تھے

آپ فرماتے ہیں کہ جس نبوت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوےٰ فرمایا ہے۔ ۔ ۔ ۔ آپ اس میں منفرد ہیں۔" آپ کو اس میں غلطی لگی ہے۔ اس طرح اگر آپ امت محمدیہ میں منفرد ہیں تو پھر اسی اصول کے مطابق جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے آپ کی شخصیت منفرد قرار دینی پڑے گی۔ کیونکہ آپ کے مسلمات کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یا بعد کوئی دوسرا امتی نبی نہیں ہوا۔ اور یہ منفرد ہونا صداقت کی علامت نہیں بلکہ کذب کی دلیل ہے۔ اللہ عزّشانہ فرماتے ہیں۔ قل ما کنت بدعا من الرسل۔ خصوصیت ایک علیحدہ امر ہے۔ ورنہ اصولاً آپ نے اپنے دعوے میں منفرد ہونے کا کبھی دعوےٰ نہیں فرمایا۔ جس کے لئے مندرجہ ذیل چند حوالے کافی ہوں گے۔

(۱) "ممکن نہیں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) "میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) "صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۶)

(۴) "خدا تعالیٰ نے اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے تا انبیاء کا وجود ظلی طور پر ہمیشہ باقی رہے اور دنیا ان کے وجود سے کبھی خالی نہ ہو۔" (شہادت القرآن صفحہ ۵۳)

(۵) "خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ ۔ ۔ ۔ ۔ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا ۔ ۔ ۔ ۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا۔ دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔" (الوصیت صفحہ ۱۰)

(۶) "نبی ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنی اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۱)

(۷) "اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب مجھے ہی عطا کی گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس خصوصیت سے مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کیلئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا۔" (اخبار عام)

کیا ایک غلطی کا ازالہ تبدیلی عقیدہ کا اعلان ہے

اشتہار ایک غلطی کے ازالہ کو تبدیلیٔ عقیدہ کا اعلان قرار دینا آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ آپ خود اپنی قلم سے حضرت صاحب کا ارشاد مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء بھی رقم فرما رہے ہیں کہ "یہ کوئی جدید دعوے نہیں" اس قدر زور سے قلب کی آنکھیں بند کرلینا نہایت دشوار کام ہے۔ مگر قادیانی جماعت کا ہاضمہ بہت مضبوط ہے۔ آپ کی توجہ کے لئے ایک غلطی کے ازالہ کا چند ایک سطور لکھتا ہوں۔

"ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کرسکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے"

حلف یا ثالثوں کا مطالبہ

براہ مہربانی ان سطور کو ملاحظہ فرماکر اور انہیں اخبار "الفضل" میں درج فرماکر اپنی حلفی شہادت دیں کہ ان سطور کو لکھنے والا مصنف اپنے دعوے میں یا تعریف دعوے میں کسی تبدیلی کا اعلان کرتا ہے یا اپنے دعوے اور اس کے اثبات میں ان دلائل کی جو وہ اپنی سابقہ کتب میں درج فرما چکا ہے۔ توثیق و تصدیق کرتا ہے اور اگر آپ اس بارگراں کو برداشت کرنے کے لئے عزم نہ پاتے ہوں تو تین ثالثوں سے جو باہمی فریقین مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ فیصلہ کرا کر اخبار الفضل میں شائع فرمادیں۔

مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی شہادت

آپ کو پورے طور سے علم ہے کہ ایک حافظ محمد یوسف امرتسری نے "ایک غلطی کا ازالہ" نکلنے پر یہ اعتراض کیا تھا کہ اس میں آپ نے نبوت کا دعوے کیا ہے ... یہ شخص بہت حسن ظن رکھنے والوں میں سے تھا۔ اس کو حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق حضرت سید مولوی محمد احسن صاحب مرحوم نے جواب دیکر "الحکم" میں شائع بھی کردیا۔ جس میں قطعی طور پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس اشتہار میں کوئی نیا دعویٰ نہیں بلکہ اٹھارہ یا بیس جگہ نبوت کا انکار اور جزئی نبوت کا وہی پہلا دعوے موجود ہونا دکھایا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ اس وقت کی شہادت ہے اس لئے یہ قطعی ثبوت ہے اس امر کا کہ ایک غلطی کے ازالہ میں آپ نے کوئی نیا دعوے نہیں فرمایا۔

مروجہ عقیدہ اور حضرت مسیح موعود

آپ فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود تعریف نبوت میں مروجہ عقیدہ کے قائل تھے۔ جب صریح اور متواتر وحی الٰہی کی روشنی نے تبدیل کردیا" مگر یہ اس وقت کے مروجہ عقیدہ کا رعب محض قادیانی جماعت کی بے علمی۔ تحقیقات کے مادہ کی عدم موجودگی، عام حالات سے ناواقفیت اور بے خبری کی وجہ سے ہی کام دے جاتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اس کی اصلیت کوئی نہیں۔ اس وقت کا مروجہ عقیدہ میں نیچے لکھتا ہوں۔ جو ۱۸۹۱ء میں مسلمان عموماً اور مکفر علما میں بالخصوص پھیلا ہوا تھا اور جسے ۱۹۱۵ء میں جناب خلیفہ صاحب قادیان نے ازسرنو زندہ کرکے اپنا لیا اور جس کی اتباع پر جماعت قادیان کو آج بھی ناز ہے۔ بالفعل مکفرین اس مروجہ عقیدہ اور جماعت قادیان کا ان کی تتبع میں اختیار کیا ہوا عقیدہ بالمقابل پیش کرتا ہوں۔ ورنہ حضرت صاحب کی خود اپنی تحریرات سے میں ثابت کرسکتا ہوں کہ اس وقت کے علما اور عوام محض کالمہ الٰہیہ کو ہی نبوت قرار دیتے تھے اور کثرت کی بھی شرط نہ لگاتے تھے۔ شریعت اور دین میں ترمیم تو دور کی باتیں ہیں۔ حضرت صاحب کا مکفرین کے خیال کو کذب صریح قرار دینا ظاہر کرتا ہے (حمامۃ البشریٰ) کہ مروجہ عقیدہ اور تھا۔ اور آپ کا عقیدہ اس سے مختلف تھا۔

"اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں۔ اول یہ کہ ہرچند قادیانی نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نبوت کے دعویٰ سے محدثیت کا دعویٰ مراد ہے۔ نہ حقیقتاً اور معناً نبی ہونے کا دعویٰ ... جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعوے ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہیگا اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اس محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ ہی اس نے محدثیت کے معنے ایسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کردی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہوسکتا"

(فتویٰ کفر ص ۷۶ و ۷۷)

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتدائً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبی ہو اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے اور گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے آپ اپنے کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔

(حقیقۃ النبوت ص ۱۲۴)

کیا قادیانی نقطۂ خیال سے اصل دعوے سمجھنے میں غلطی نہیں ہوئی

آپ کا یہ فرمانا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے اصل دعوے اور اس کی تفصیلی کیفیت کے سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں لگی۔ بلکہ آپ نے صرف تعریف نبوت میں تبدیلی فرمائی۔ یہ محض الفاظ کا ہیر پھیر ہے جس سے ہمارے قادیانی احباب یا تو اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں یا پھر دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اول تو دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن آپ صفائی سے بتلائیں کہ جو شخص اپنے تئیں غیر نبی کہتا ہے۔ اگر وہ کسی وقت اپنے تئیں نبی کہنے لگ جائے تو وہ اپنے دعوے میں تبدیلی کرتا ہے یا نہیں۔ اور اگر آپ اپنے دعوے کی تفصیلی کیفیت سمجھتے تھے اور آپ کے خیال کے مطابق وہ نبوت تھی تو اس تفصیلی کیفیت میں آپ یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کے انکار سے ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ تو پھر عدالت میں حلف اٹھاکر یہ بیان دینے کو کیا کہا جائیگا کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو کافر یا کاذب اور دجال نہیں کہونگا اور اس کی تشریح میں تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر یہ کیوں لکھدیا کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا" اس سے تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کا دعویٰ نبوت کا تھا تو اس کی تفصیلات کا آپ کو کوئی علم نہیں تھا اور اگر آپ کے منکر کافر نہیں۔ جیسا کہ انبیاء کے منکرین کافر ہوتے ہیں تو آپ اس کا اعلان کردیں۔

بے دلیل و بے سروپا دعوے

میں حیران ہوں کہ آپ نے دعوے تو اس قدر بڑا کیا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دعویٰ نبوت کی تفصیلی کیفیت سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں لگی۔ لیکن یہ دعوے نبوت جو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پہلے مکفرین کی طرف سے افترا تھا۔ اور اب قادیانی جماعت اس افترا سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر رہی ہے۔ آخر وہ دعوے کی تفصیلی کیفیت کیا تھی۔ اس پر آپ نے روشنی نہیں ڈالی اور شاید وہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں۔ قادیانی علماء ایسی ہی بے سروپا اور بے دلیل باتیں کرنے کے خوگر ہوگئے ہیں۔ جانتے ہیں کہ بے زبان قادیانی ہر ایک دیا لیس پر آمنا و صدقنا کہنے کے عادی ہیں۔ آپ نبوت کی ایک کیفیت تو بتلائیں۔ جن کے اپنے اندر پائے جانے سے آپ آگاہ تھے۔ کیا نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت نبوت کی سب سے ابتدائی اور لازمی کیفیت نہیں۔ کیا آپ نے اس کا کبھی اقرار فرمایا ہے۔ کیا وحی نبوت سے بڑھ کر بھی دعویٰ نبوت کی کوئی اہم اور ضروری کیفیت ہے اور کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ ہمیشہ اپنی ہی کے وحی نبوت ہونے سے انکار کرتے رہے۔ پھر کیا آپ نے اس مقام پر ہونے سے انکار نہیں فرمایا۔ جو عصمت انبیاء کے نام سے موسوم ہے۔ غرضیکہ نبوت کی جو ضروری اور مشہور کیفیات ہیں۔ ان کے اپنے اندر پائے جانے سے حضرت صاحب مدت العمر انکار فرماتے رہے۔ اب آپ یا تو یہ ثابت فرمائیں کہ یہ چار امور خاصہ اور لوازمہ نبوت نہیں اور یہ آپ قرآن، حدیث، مسیح موعود کو چھوڑے بغیر کر نہیں سکتے۔ دوسری راہ یہ ہے کہ حضرت صاحب کا دعوے نبوت کا نہ تھا۔ آپ اس کا اقرار فرمائیں۔ مسیح موعود کو مانتے ہوئے تیسرا کوئی طریق آپ کیلئے نہیں۔

تعریف نبوت میں تبدیلی کا نظریہ

اگر ہم ایک لمحہ کے لئے آپ کے اس "غلط نظریہ" کو تسلیم بھی کرلیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعریف نبوت میں تبدیلی کرلی تھی۔ تو یہ نظریہ بھی آپ کے مدعا کے اثبات کیلئے مفید نہیں کیونکہ اس سے صرف مسیح موعود ہی نبی نہیں بنیں گے۔ بلکہ امت محمدیہ کے تمام محدثین کو بھی نبی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جہاں یہ تعریف صادق آئے گی۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اب آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے محدثیت کی تعریف سنئے۔

(۱) "میں محدث ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اسی طرح کلام کرتا جس طرح محدثین سے" (حمامۃ البشریٰ ص ۷۹)

(۲) "جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں" (ازالہ اوہام ص ۹۱۲)

(۳) "امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کرلیتی ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار اپنے گھوڑے کو قبضہ میں کرلیتا ہے"

(ضرورت الامام ص ۱۲)

(۴) "تحدیث محض ایک موہبت ہے جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی۔ جیسے کہ شان نبوت ہے اور محدث اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں۔ جس سے نبی پیتے ہیں" (حمامۃ البشریٰ ص ۸۲)

(۵) "تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور اس قدر ان کی کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے۔ ایسا ہی اس کے معارف و حقائق بھی کیفیت اور کمیت میں تمام بنی نوع سے بڑھ کر ہوتے ہیں" (حقیقۃ الوحی ص ۵۵)

مندرجہ بالا حوالوں سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ جو باتیں قادیانی احباب نبوت کی شرط قرار دیتے ہیں وہ سب کی سب جملہ محدثین کرام میں پائی جاتی ہیں اور اس پر نہ صرف حضرت مسیح موعود کی ہی شہادت ہے۔ بلکہ جملہ اکابر امت کا اس پر اتفاق ہے۔ ہوائے نفس کے اتباع نے آپ کے ہاتھوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو، حکم و عدل کو، سلطان القلم کو۔ ہاں اس جری انسان کو جس کے علم و فضل کے سامنے اشد مخالفوں کے سر جھک گئے تھے۔ جس کی تحریر و تقریر کا سکہ دشمنوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نوبت کو پہنچایا کہ وحی الٰہی کے باوجود بھی اسے نہ تعریف نبوت معلوم تھی اور نہ تعریف محدثیت وہ آشنا تھا۔ ایک غلط بات پر قائم ہونے کا یہ نتیجہ ہے اور یہی ہونا چاہیے تھا کہ آپ متواتر غلطیوں میں الجھتے چلے جائیں۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ تعریف محدثیت غلط تھی تو پھر وہ صحیح تعریف محدثیت پیش کریں جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے برخلاف کی ہو۔ ورنہ ہمارا دعوےٰ ثابت ہے کہ جس طرح کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے۔ ویسے ہی جملہ محدثین و مجددین کرام بھی نبی تھے اور قادیان کے اکابر کو اس کا اقرار بھی رہا ہے۔ سردست ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں

سید مولوی سرور شاہ صاحب نعمۃ اللہ ذہنی کے معنی اپنے مصدر رد اکے لحاظ سے دو ہیں۔ اول۔ اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا۔ دوم عالی مرتبہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے۔ وہ نبی ہے۔ اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔" (بدر ۱۶ر فروری ۱۹۱۰ء) (باقی)

"حضرت مسیح علیہ السلام کی قوت قدسی نے چھ سو سال کام کیا اسی لئے اس چھ سو سال میں کوئی نبی نہیں آیا لیکن جب آپ کی قوت قدسی کا زمانہ ختم ہوا۔ تو آنحضرت صلعم تشریف لائے آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے دگنا تھا یعنی تیرہ سو سال۔ اسلئے جب آپ کی قوت قدسی کا زمانہ یعنی تیرہ سو سال ختم ہو گئے تو حضرت مسیح موعود نبی ہو کر تشریف لائے (ٹریکٹ بجواب اخبار احسان شائع شدہ ۲۲ر فروری ۱۹۲۵ء) قارئین کرام درست فرمالیں۔

جماعت میں شامل ہونے والے احباب

حسب ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔

(۱) محمد حسین صاحب پٹیالہ
(۲) عبید اللہ صاحب ڈیرہ غازیخاں
(۳) عبدالرحمن " "
(۴) خدیجہ بیگم صاحبہ " "
(۵) مریم بیگم صاحبہ " "
(۶) غلام سکینہ " "
(۷) رحمت علی صاحب ضلع ملتان
(۸) ڈاکٹر غلام نبی صاحب حال لاہور
(۹) شریف بیگم صاحبہ جالندھر چھاؤنی
(۱۰) عبدالقیوم صاحب ضلع ہزارہ
(۱۱) مولوی احمد علی صاحب کاسن پور بدرحسینیا پور

(عزیز بخش جائنٹ سکرٹری)

ضرورت ہے

چند احمدی گریجوایٹوں یا اچھے پڑھے لکھے کلرکوں کی جو انگریزی خط و کتابت کا کام بخوبی کر سکتے ہوں

تنخواہ گریجوایٹ	۳۵ — ۳ — ۶۵
تنخواہ اگر گریجوایٹ نہ ہوں	۳۰ — ۲ — ۴۰
" ایک سٹینو ٹائپسٹ کی (جو احمدی ہو)	۳۰ — ۳ — ۴۲
تنخواہ اگر سٹینو نہ ہو	۲۵ — ۲ — ۳۵

جو امیدوار دفتر کا کام بالخصوص بڑے کاموں کا تجربہ رکھتے ہوں۔ انہیں ترجیح دی جائے گی۔

نوٹ: رہائش کے لئے مفت کوارٹر دیئے جائینگے

درخواستیں ضروری اسناد کے ہمراہ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح لاہور بھیجی جائیں۔

(**نوٹ**) صرف انہی امیدواروں کو لیا جائے گا جو جماعت لاہور سے تعلق رکھتے ہوں۔

ضروری تصحیح

گذشتہ اشاعت میں جناب داروغہ نبی بخش صاحب کے مضمون کے آخری حصہ بعنوان "حضرت نبی کریم کا استخفاف" میں ملک عبدالرحمن خادم کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس میں ایک فقرہ سہو کتابت سے ترک ہو گیا ملک عبدالرحمن کے اصل فقرات حسب ذیل ہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حدیث کی اہمیت

یہ ہم پر افترا کرتے ہیں کہ ہم حدیث کو نہیں مانتے۔ حالانکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث پر عمل کر لینا چاہئے۔ اگر وہ قرآن کے معارض نہ ہو۔ مگر وہ باوجودیکہ قرآن پر حدیث کو مقدم کرتے ہیں اور قاضی ٹھہراتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی اتنی بڑی عزت نہیں کرتے چنانچہ حنفی رفع یدین کی حدیثوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور ان پر عمل برا سمجھتے ہیں اور انہیں بیکار چھوڑتے ہیں۔ ایسا ہی دوسرے فرقوں کا حال ہے کہ وہ حدیث کی خود بھی عزت نہیں کرتے۔ پھر احادیث کو وہ خود ظنی سمجھتے ہیں اور ظن وہ ہے جس میں احتمال کذب ہو۔ پھر ظن یقین (کتاب اللہ) پر حکم اور قاضی کس طرح ہو سکتا ہے۔ قرآن متواتر مقبول فریقین ہے اور حدیث مقبول فریقین نہیں ہے۔

ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر اہتمام قرآن شریف کے لکھانے کا کیا ہے احادیث کا کہاں کیا ہے؟ اور علاوہ بریں کوئی حدیث ہی ہم کو دکھاؤ جس میں آپ نے پیشگوئی کی ہو کہ میرے بعد فلاں فلاں شخص آئے گا اور وہ احادیث کو جمع کرے گا۔

حدیث اور ہم

ہمارا مذہب اور اعتقاد حدیث کے متعلق یہ ہے کہ ہم ہر حدیث کو جو قرآن شریف سے معارض اور سنت کے خلاف نہ ہو مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس پر عمل کریں۔ خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف سے ضعیف بھی ہو۔ اصل میں یہ تین چیزیں ہیں۔ جو میں نے کئی بار بیان کی ہیں۔ (الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔

کل ۹ نومبر ۱۹۴۱ء کی شام کو حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے کیتھولک مشن ہال میں "نیا نظام عالم" پر لیکچر دیا۔ خواجہ جمیل محمد صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج صدر تھے۔ حضرت مولانا نے یورپین اقوام کے اس ناواجب اور ظالمانہ برتاؤ کا ذکر کرتے ہوئے جو دنیا کی دوسری اقوام کے ساتھ انہوں نے روا رکھا ہے اور اس بغض و نفرت کو واضح کرتے ہوئے جو رنگ، نسل اور ممالک کے اختلاف کی وجہ سے ان میں پایا جاتا ہے بتایا کہ ان کے بنائے ہوئے نظام آج خود ان کے لئے دوزخ بن گئے ہیں۔ آپ نے آیات قرآنی سے یاجوج ماجوج کی جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے ثابت کیا کہ آج بعینہٖ وہی نقشہ یورپ میں نظر آ رہا ہے اور یہ عذاب یورپ سے ٹل نہیں سکتا۔ جب تک اس امن و عافیت کے نظام کے سائے میں پناہ نہ لے جو اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں قائم کیا۔ آپ نے اس ضمن میں اسلامی اخوت و مساوات اور طریق حکومت کو قرآن کریم کی آیات اور نبی کریم صلعم کے نمونہ اور ارشادات سے واضح کر کے یہ ثابت کیا کہ صرف یہی ایک نظام ہے جو دنیا کو آئے دن کی جنگوں اور لڑائیوں، فسادات سے نکال کر امن و عافیت کے حصار میں پناہ دے سکتا ہے۔

اخویم مکرم ملک عبد الرحمن صاحب (راولپنڈی) کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ آپ کی حالت پہلے سے رو بصحت ہے کمزوری اور دماغی اختلال ایک حد تک رفع ہو چکا ہے خدا نے چاہا نہایت جلد پوری صحت ہو جائے گی احباب دعا فرماتے رہیں۔

بغداد سے سید تصدق حسین صاحب قادری کا خط ایک عرصہ کے بعد موصول ہوا ہے جس میں اپنی اور تمام جماعت کی خیر و عافیت کی اطلاع دی ہے اور دو سو روپیہ کا چیک جماعت بغداد کے حساب میں ارسال کیا ہے آپ نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ سید اسمٰعیل محمد حبتا کی صاحبزادی حدیقہ خاتون کا عقد برادرم شیخ محمد صاحب سے ہوا ہے۔ اس خوشی میں جناب شیخ محمد صاحب نے

روحانیت، اشاعت اسلام اور ہمارا قومی اجتماع

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ)

اسلام فدیہ مانگتا ہے

حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب فتح اسلام میں تحریر فرمایا ہے کہ :-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اس راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اس اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر پہلو سے موثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔ اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔۔۔"

سلسلہ روحانیت کی پانچ شاخیں

اس کے بعد حضرت صاحب نے ان پانچ شاخوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کا قیام اصلاح خلائق کے لئے ضروری ہے اور وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) شاخ تصنیف و تالیف کا سلسلہ

(۲) شاخ اشتہارات

(۳) شاخ مہمان خانہ

(۴) شاخ مکتوبات

(۵) شاخ بیعت

سب سے اہم شاخ

بالفاظ دیگر حضرت صاحب نے اشاعت اسلام کا عملی پہلو ان پانچ شاخوں میں بیان فرمایا ہے۔ اگر ترتیب بیان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اہم اور ضروری شاخ تالیف و تصنیف کی ہے۔ لیکن جس شاخ کے متعلق حضرت صاحب نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے وہ تیسری شاخ ہے یعنی مہمانخانہ کا سلسلہ۔ اور اصل بات بھی یہی ہے کہ تبلیغ و اشاعت میں مہمانداری کا سلسلہ جس قدر اہم اور ضروری ہے اور جس قدر فوائد اور کامیاب نتائج اس سلسلہ کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

تقاریر اور لیکچروں کی اہمیت

یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے میل ملاقات اور تقاریر کے سلسلہ پر بڑا زور دیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا تیسری شاخ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"تیسری شاخ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں، جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشو و نما میں ہے۔ چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے اور جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور ان کی مشکلات حل کر دی گئیں اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا۔ اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں۔ یا اپنی طرف سے محل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور موثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ہے۔"

ان الفاظ میں حضرت بانی سلسلہ نے سلسلہ تقاریر کی اہمیت اور اس کے موثر اور مفید ہونے کو کیسی فصاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اور دراصل بات بھی یہی درست ہے کہ مقرر کے الفاظ کے ساتھ اس کی روحانیت کا اثر بھی سامعین پر پڑتا ہے اور یہ چیز تحریر میں کم موثر ہوتی ہے

مقررین کی موقع شناسی

پھر مقررین حضرات کو موقع اور محل شناسی سے تقریریں کرنے کی طرف کیا خوبصورت پیرایہ میں توجہ دلائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ :-

"عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حال کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے۔ مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح کہ جن کو اپنی تقریر سے فقط اپنا علمی سرمایہ دکھلانا منظور ہوتا ہے۔ یا یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنی جھوٹی منطق اور سوفسطائی حجتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لا دیں اور پھر اپنے سے زیادہ جہنم کے لائق کریں۔ بلکہ انبیاء نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے ابلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ ان کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے۔ بلکہ ان کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کو نصیحتیں کرتے تھے۔ یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو رفع فرماتے تھے اور ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے۔"

سالانہ جلسوں کی غرض و غایت

ہمارا قومی اجتماع ان تمام امور کو جن کا ذکر حضرت اقدس نے مندرجہ بالا عبارت میں فرمایا ہے، پورا کرتا ہے اور حضرت صاحب نے ان سالانہ جلسوں کی غرض و غایت بھی یہی بیان فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

"چونکہ ہر ایک کیلئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔۔۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے، وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہیگا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کیلئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے۔ جو انشاء اللہ القدیر حتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور کم مقدرت احباب کیلئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور کفایت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں۔ تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آ جائے گا اور یہ سفر مفت میسر ہو جائیگا۔"

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ ہمارے قومی اجتماع صرف دو اغراض کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اولاً اپنے اندر روحانیت کو پیدا کرنا جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور دوسرے اشاعت اسلام کے کام کو تقویت دینے کیلئے گذشتہ کاموں کا جائزہ لینا اور اگر ان کے اندر کوئی نقائص ہوں تو ان کو دور کر کے آئندہ کیلئے نئی تجاویز سوچنا۔

جلسہ کے اخراجات میں حصہ لیں

اس قومی اجتماع کے انتظامات کے لئے بیسیوں انواع و اقسام کے مصارف ہوتے ہیں۔ پروگرام اشتہارات کے ذریعہ جلسہ کی نشر و اشاعت۔ مہمانوں کی رہائش و آسائش اور ان کے خورد و نوش کا انتظام۔ یہ کام آپ کی طرف سے آپ کی انجمن کرتی ہے اور یہ بغیر اخراجات کے نہیں ہو سکتے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ شیوع میں احباب جماعت سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کار خیر میں حصہ لیں۔ امید واثق اور یقین کامل ہے کہ ہر احمدی سلسلہ کی روایات ایثار و قربانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فنڈ میں دل کھول کر حصہ لے گا۔

عیال و اطفال اور دوستوں کو ساتھ لائیں

دوسری گذارش یہ ہے کہ احباب جماعت کا صرف خود تشریف لانا کافی نہیں بلکہ تکلیف اٹھا کر بھی اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لانے کی کوشش کریں اور پھر اپنے اپنے حلقہ اثر میں سے غیر از جماعت دوستوں اور قادیانی حضرات کو بھی جلسہ میں شمولیت کی دعوت دیں اور اگر ممکن ہو تو ان کو ہمراہ لانے کی کوشش کریں۔

آمد کی اطلاع قبل از وقت دیں

تیسری گذارش یہ ہے کہ اپنی آمد وغیرہ سے کافی عرصہ قبل اطلاع بخش کر مشکور فرماویں۔

مامور من اللہ کے الفاظ کی کشش

میں نے مندرجہ بالا مضمون میں حضرت اقدس کے اپنے الفاظ اس وجہ سے کثرت سے پیش کئے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ مامور من اللہ کے الفاظ میں بھی ایک روحانی کشش ہوتی ہے لہذا امید ہے کہ احباب جماعت پر ان کا اثر ہوگا اور وہ جلسہ سالانہ میں کثیر تعداد میں تشریف لا کر حضرت صاحب کی بیان کردہ غرض و غایت کو پورا کریں گے۔

جو دوست تقریر کا ارادہ رکھتے ہوں

قبل ازیں بھی عرض کر چکا ہوں۔ اگر کوئی صاحب جلسہ کے موقع پر* کوئی تقریر کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، تو از راہ کرم بواپسی ڈاک مجھے مطلع فرما کر مشکور فرماویں۔ پروگرام دو تین دن کے اندر اندر تیار ہو جاویگا۔ احباب توجہ فرما دیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم یکشنبہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۷۳

مسئلہ خلافت قادیانی جماعت میں

خلیفہ یا انجمن کا سوال

آج اٹھائیس سال کے بعد قادیانی جماعت میں مسئلہ خلافت کی پھر تعلیم و تلقین شروع ہوئی ہے اور ایک خاص ہفتہ اس غرض سے منایا جا رہا ہے کہ اس مسئلہ پر وعظ و لیکچر ہوں۔ مضامین لکھے جائیں اور ہر قادیانی کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ خلافت کے بغیر نہ کوئی نظام چل سکتا ہے اور نہ پاکیزگی نفس اور طہارت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس موضوع پر الفضل میں کئی مضامین شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ قادیانی انگریزی اخبار "سن رائز" نے بھی خلافت یا انجمن کے عنوان سے ایک مقالہ لکھ کر حق نمک ادا کیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی کی طرح خلیفہ بھی معلم کتاب و حکمت اور مزکی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی حیثیت انجمن کے پریذیڈنٹ سے بڑھ کر ہونی چاہئے اور "انسانوں کے ووٹوں کا پابند نہ ہونا چاہئے۔"

از سر نو بحث کی ضرورت ؟

لیکن ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ اس زبردست نظام اور اس کثیر جماعت کے ہوتے ہوئے جس کا قادیانی حضرات اور خود خلیفہ قادیان کو دعوے ہے۔ آج اٹھائیس سال کے بعد از سر نو خلافت کے مسئلہ پر یہ زور کیوں دکھایا جا رہا ہے اور اس قدر تعلیم و تلقین کی ضرورت کیوں پیش آگئی ہے۔ بالخصوص جماعت احمدیہ لاہور کا نام لے لیکر اس بات پر زور دینا کہ اس جماعت کی طرف سے خلافت کا انکار صحیح دلائل پر مبنی نہیں۔ کیا معنے رکھتا ہے۔ ہماری طرف سے تو آجکل بلکہ مدتوں سے اس پر کچھ بھی لکھا نہیں گیا۔ اور نہ اس پر تعلیم و تلقین کی کوئی خاص ضرورت سمجھی گئی۔

میاں صاحب کے عقائد ان کے خلیفہ ہونے کے منافی ہیں

کیونکہ اس بات کو چھوڑ کر کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی ایسا خلیفہ ہو سکتا ہے یا نہیں جو میاں محمود احمد صاحب کی طرح ایک مطلق العنان اور "معصوم عن الخطا" قائد کی حیثیت رکھتا ہو۔ میاں صاحب کے عقائد و اعمال ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ کم از کم وہ ایسی خلافت کی اگر اس کی ضرورت ہو گدی پر بیٹھنے کے اہل نہیں۔ پہلے عقائد کی بحث تو ختم ہولے۔ پھر خلافت کے مسئلہ پر بھی تعلیم و تلقین ہو سکتی ہے

میاں صاحب کا خطرہ

میاں صاحب کا عقائد کی بحث کو چھوڑ کر خلافت کی تعلیم و تلقین کے لئے خاص ہفتے منانا اور اس زور شور سے مضامین لکھوانا بتاتا ہے کہ ان کو خود اس بات کا ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر جماعت کے دماغوں میں خلافت کی ضرورت و اہمیت کے دلائل ٹھونسے نہ گئے۔ اگر انجمن یا ایک منتخب خلیفہ کی حیثیت سے بڑھ کر اپنا خدا کی طرف سے مقرر ہونا ان کے دلوں کے اندر بٹھا نہ دیا گیا تو ایسا نہ ہو کہ آہستہ آہستہ لوگ ان سے منحرف ہونے لگیں اور خلافت کی بنی بنائی عمارت جس کی بنیاد ہی کوئی نہیں زمین پر آ رہے۔

خلافت کی بنیاد کوئی نہیں

اس خطرہ کا اظہار میاں صاحب خود اپنی ایک مجلس شوریٰ میں فرما چکے ہیں اور یہ صاف کہہ چکے ہیں کہ:

"مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے۔"

(الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۲۵ء)

معلوم ہوتا ہے انہی خطرات کے پیش نظر اب از سر نو خلافت کی بنیادیں استوار کی جا رہی ہیں اور "خلافت یا انجمن" کے سوال پر بحثیں کرا کر حضرت مسیح موعود کے اس فرمان کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ:

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" (الوصیت)

بانی سلسلہ کا قائم کردہ نظام

لیکن میاں صاحب اور ان کی تمام جماعت لاکھ کوششیں کریں۔ دلائل پر دلائل فراہم کرتے چلے جائیں۔ جس چیز کی بنیاد ہی کوئی نہیں۔ اور خود بانی سلسلہ نے اپنی وصیت میں اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور اس کے بجائے ایسا نظام اپنی زندگی میں پیدا کر دیا جو انجمن کے نام سے موسوم ہے اور اس کو اپنے بعد اپنا جانشین قرار دیا۔ اس کو من گھڑت دلائل سے کیونکر قائم رکھا جا سکتا ہے۔ میاں صاحب اور ساری قادیانی جماعت کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ان کے سارے دلائل اور ساری کوششیں جو آج خلافت کی بنیادوں کو استوار کرنے کیلئے کی جا رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت کے سامنے کوئی حقیقت اور وقعت نہیں رکھتیں۔

پہلے مسیح موعود کو نبی ثابت کیجئے

یہ خیال کہ خلیفہ نبی کا قائمقام ہوتا ہے اور نبی ہی کی طرح معلم کتاب و حکمت اور مزکی ہوتا ہے۔ کم از کم قادیان کی موجودہ خلافت کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتا۔ جو نہ کسی نبی کی قائمقام ہے اور نہ اس پاک انسان نے جس کی قائمقامی کا اسے دعوے ہے۔ ایسی خلافت کا ہونا اپنے بعد ضروری قرار دیا۔ پہلے حضرت مسیح موعود کو نبی تو ثابت کر لیجئے پھر ان کی قائمقامی اور خلافت کا مسئلہ بھی دیکھا جائے گا۔

معلم کتاب و حکمت اور مزکی خلیفہ

اور معلم کتاب و حکمت اور مزکی ہونا جیسا میاں صاحب کے وجود سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اس پر ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس بحث میں پڑنے کی حاجت ہے کہ ان کے تزکیہ اور تعلیم کا کیا اثر ان کی جماعت پر ہے۔

بے بنیاد خلافت

ہمیں صرف اس بنیاد کو دیکھنا ہے۔ جس پر ان کی خلافت کو کھڑا کیا گیا ہے۔ یعنی

(۱) حضرت مسیح موعود کا نبی ہونا

(۲) خود حضرت مسیح موعود کی طرف سے ایسی خلافت کی بنیاد رکھا جانا۔

اول الذکر کو تو ابھی تک میاں صاحب ثابت نہیں کر سکے۔ اور نہ اٹھائیس سال کی زور آزمائی کے باوجود یہ دکھا سکے کہ حضرت مسیح موعود نے کہاں یہ لکھا ہے کہ میرا دعوے اصلی حقیقی اور کامل نبی ہونے کا ہے اور کہ نفس نبوت کے لحاظ سے مجھ میں اور پہلے انبیاء میں کوئی فرق نہیں۔ یا یہ کہ میں ایسا نبی ہوں جس کا انکار کرنے والا اولئک ھم الکافرون حقا میں شامل ہو جاتا ہے ان باتوں کے ثبوت کے لئے میاں صاحب کو بار بار دعوت دی گئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے ساتھ مناظرہ کے لئے لکھا گیا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بالمقابل تقاریر کی تجویز کی گئی۔ لیکن انہیں جرأت ہی نہیں پڑتی کہ اس کا کوئی جواب بھی دے سکیں۔ پس جب تک نبوت کو وہ ثابت نہیں کر سکتے خلافت کیسی ؟

دوسری بات کے متعلق خود میاں صاحب کا اعتراف اوپر نقل کیا جا چکا ہے کہ خلافت کو جماعت کے بنیادی اصول میں نہیں رکھا گیا اور نہ فی الحقیقت اس کا الوصیت میں کوئی ذکر ہے تو پھر ایسی بے بنیاد چیز پر بحث اور معرکہ آرائی کی کیا ضرورت ہے۔

میاں صاحب اور تمام قادیانی جماعت کی خدمت میں ہماری گذارش ہے کہ وہ اپنی بحث کو اگر نتیجہ خیز اور مفید بنانا چاہتے ہیں تو صرف اپنی دو باتوں تک محدود رکھیں۔ (۱) حضرت مسیح موعود نبی ہیں یا نہیں (۲) آپ نے اپنے بعد خلافت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے یا نہیں ۔۔۔ اگر ان دو باتوں پر متانت سنجیدگی اور صداقت شعاری کے ساتھ وہ لکھنے کی کوشش کریں گے تو امید ہے حق جلدی ان پر واضح ہو جائے گا اور کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہ رہے گی۔

احمدیہ کیلنڈر

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ تبلیغی کمیٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے آئندہ سال ۱۹۴۲ء کے لئے ایک نہایت شاندار کیلنڈر تیار کرانے کا انتظام کیا ہے۔ جس میں شمسی و ہجری تاریخوں کے علاوہ جماعت احمدیہ کی بنیادی خصوصیات، اس کے عقائد، اس کی اٹھائیس سالہ خدمات۔ اہل یورپ اور مسلم اکابر کی آراء درسلسلہ عالیہ اور اس کے بانی کے مختصر حالات اور دس شرائط بیعت بھی درج کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود، حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے فوٹو بھی دیئے جائیں گے۔ اور کیلنڈر کے دونوں طرف ایک شاندار منارۃ المسیح ہوگا۔ جس سے حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے پیدا کردہ اسلامی لٹریچر کی نورانی شعاعیں تمام دنیا پر پڑتی ہوئی دکھائی جائیں گی۔

یہ کیلنڈر اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بہت ہی شاندار اور جاذب نظر اور سلسلہ کے لئے نشر و اشاعت کا موجب ہوگا۔ تصاویر اور مضامین سب بلاک بنا کے چھپوائے جائیں گے باوجود اس کے قیمت نہایت معمولی غالباً دو آنہ تک ہوگی۔ احباب کرام کا فرض ہے کہ اس نادر اور بیش بہا چیز کو جس قدر زیادہ ہو سکے خرید کر نہ صرف اپنے گھروں کی نشست گاہوں میں آویزاں کریں بلکہ غیر از جماعت حلقوں میں بھی اسے پہنچائیں۔ اس غرض سے جس جس قدر کاپیاں دوستوں کو مطلوب ہوں اس کی اطلاع سب جلد تبلیغی افسر صاحب کی خدمت میں بھجوا دیں تاکہ ان کی ضروریات کے مطابق زیادہ چھپوایا جا سکے۔ ورنہ بعد میں کیلنڈر نہ ملنے کا افسوس ہوگا۔

امید ہے تمام احباب اور جماعتیں اس بارہ میں جلد از جلد فیصلہ کر کے تبلیغی افسر صاحب کو اطلاع دیدیں گی۔

شذرات

مولوی ثناء اللہ کی "روایت بالمعنیٰ"

"پیغام صلح" ۸ رنومبر ۱۹۴۸ء میں ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی ایک غلط بیانی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ انہوں نے "اہلحدیث" ۱۵ رنومبر میں "ازالہ اوہام" کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے جو آپ نے ہرگز نہیں لکھی۔ یعنی یہ کہ :-

"میرا دعوےٰ ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔ یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی ہے کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے۔"

یہ الفاظ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایسے طریق سے علیحدہ نقل کئے تھے کہ پڑھنے والا اس کو حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ "ازالہ اوہام" کے جس صفحہ سے یہ الفاظ مولوی صاحب نے نقل کئے ہیں اس کا حوالہ دیا جائے ورنہ وہ اقرار کریں کہ ان الفاظ کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنے میں انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

لیکن چودھویں صدی کے مولوی سے یہ امید کرنا کہ وہ اپنی غلطی کو مان لے ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے گذارنے کی کوشش کرنا۔ چنانچہ ۲۶ رنومبر ۱۹۴۸ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کو "روایت بالمعنیٰ" قرار دے کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے۔ یعنی یہ تو اعتراف کر لیا ہے کہ یہ حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن اس بات پر انہیں اصرار ہے کہ یہ ان کی ایک عبارت کا مفہوم ہے جو روایت بالمعنیٰ کے طور پر لکھا گیا ہے۔

ہمیں خوشی ہوتی اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس بیان میں ہی صحت و سچائی کا کوئی شائبہ ہوتا۔ لیکن قارئین کرام یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ اس روایت بالمعنیٰ کی تائید میں حضرت مسیح موعود کے جو اصل الفاظ مولوی صاحب نے خود نقل کئے ہیں۔ انہیں اس معنی و مفہوم کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔ جو منقولہ بالا الفاظ میں مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم مولوی صاحب کی "روایت بالمعنیٰ" اور ان کی اپنی نقل کردہ "روایت باللفظ" ایک دوسری کے بالمقابل درج کر کے اس بات کا انصاف قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ جس بات کو مولوی صاحب نے "روایت بالمعنیٰ" قرار دیا ہے۔ آیا وہ بیہودہ تحریف و تلبیس کا صحیح نمونہ ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب کی "روایت بالمعنیٰ"	مولوی صاحب کی "روایت باللفظ"
"(قول مرزا) میرا دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی۔ کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے۔"	"(قول مرزا) یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو ہم نے یہ دعوےٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں ہیں تو مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالےٰ نے میری فطرت میں بھی رکھی ہیں۔" (ازالہ طبع اول صفحہ ۹۰)

ان دونوں عبارات کو یکجا لکھ کر مولوی صاحب اپنے ناظرین سے یوں خطاب کرتے ہیں :-

"ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کا مثیل کہتے ہیں۔"

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اس ڈھٹائی کی بھی کوئی انتہا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ مولوی صاحب نے یہ نقل کئے ہیں کہ

"میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں۔" اور اس کے معنے یہ بیان کرتے ہیں کہ "مسیح موعود کا مثیل ہوں"۔ "مثیل مسیح" اور "مسیح موعود کا مثیل" ایسے الفاظ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی اور ادنےٰ سمجھ کا انسان بھی ان کے معانی اور مفہوم کا فرق نہ سمجھ سکتا ہو۔ باوجود اس کے مولوی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو متفق المعنے قرار دے رہے ہیں اور پھر خود ہی "مسیح موعود" اور "مثیل مسیح موعود" میں مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کا فرق بیان کر کے حضرت صاحب کو مسیح موعود ماننے والوں کو کم فہم بتانے لگ گئے۔ کیا اس تحریف و تلبیس اور اس دیدہ دلیری کی کوئی مثال دنیا میں مل سکتی ہے؟

جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی رہائش کا انتظام

اس سال بھی جلسہ سالانہ کی تاریخیں حسب معمول ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر مقرر ہوئی ہیں۔ ۲۴ دسمبر کو جلسہ خواتین ہوگا۔ اور ۲۵ سے عام جلسہ شروع ہوگا

اس میں کچھ شک نہیں کہ موسم سرما میں مہمانان انجمن کی رہائش کا خاطر خواہ اور حسب منشا انتظام نہ ہونے کے باعث اکثر احباب کو تکلیف رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ کسی حد تک میری اور میرے معاونین کی کوتاہی یا غفلت بھی ہو لیکن اس کی بڑی بھاری وجہ قلت مکانات ہے۔ باوجود انتہائی کوشش اور جدوجہد کے احمدیہ بلڈنگس یا اس کے قرب و جوار میں مکانات دستیاب نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہمیشہ یہی طریق رہا ہے کہ مرد اپنی اپنی جماعتوں میں اکٹھے رہیں اور تمام مستورات علیحدہ مکان میں اکٹھی رہیں۔ اس میں بال بچے والوں کو تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ لیکن سوائے اس کے اور کوئی صورت بظاہر نہیں۔ اس لئے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ ایام جلسہ کے ۳-۴ دن اسی طرح بسر کریں کہ مرد مردوں کے ساتھ اکٹھے رہیں اور عورتیں عورتوں کے ساتھ۔

ہم انشاء اللہ حتی الوسع کوشش کریں گے کہ چند ایک ایسے مکانات کا انتظام ہو جائے جس میں بچوں والے الگ الگ رہ سکیں۔ ممنا گذارش ہے کہ ایسے افراد جماعت جو کہ بہرحال اپنی مستورات کے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہیں۔ فوراً مندرجہ ذیل کوائف سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ انتظام ہو جانے کی صورت میں ان کو انشاء اللہ قبل از وقت اطلاع دیدی جائے گی۔ ورنہ بامر مجبوری مردوں اور عورتوں کو الگ الگ رہنے کی تکلیف ہی دینی پڑے گی۔

(۱) کل تعداد (۲) مرد کس قدر ہوں گے اور مستورات کس قدر (۳) بچے کس قدر ہوں گے (۴) لاہور پہنچنے کی تاریخ اور گاڑی کا وقت

خاکسار

(ڈاکٹر شیخ) محمد عبداللہ۔ مہتمم جلسہ سالانہ

"مسلمانوں میں ایک جماعت ہونی چاہیئے"

قرشی صاحب ایڈیٹر "ایمان" اپنے اخبار کی ۲۰ رنومبر کی اشاعت میں دوسری اقوام کی مذہبی کوششوں اور مسلمانوں کی کوتاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ہماری ان کوتاہیوں کا اصل سبب ہماری قوم میں تبلیغی نظام کا نہ ہونا ہے۔ مسلمانوں میں ایک جماعت ہونی چاہیئے۔ جو یہ سمجھ لے کہ وہ قرآن کریم اور سیرت نبوی کی تبلیغ و اشاعت کے سوا اور کوئی کام نہیں کرے گی۔ پھر اگر ایسی جماعت پچیس سال بھی کام کر جائے۔ تو دنیا کے گوشہ گوشہ میں کتاب اللہ اور سیرت رسول اللہ کے ڈنکے بج جائیں گے۔"

یہی وہ بات ہے جس کو ہم مدتوں سے پکار پکار کر عرض کر رہے ہیں لیکن مسلمان ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ "تبلیغی نظام" تو خدا کے فضل سے موجود ہے اور جماعت بھی ہے جو "قرآن کریم اور سیرت نبوی کی تبلیغ و اشاعت کے سوائے کوئی کام نہیں کرتی۔ حیرت ہے کہ قرشی صاحب اس بات کا علم رکھنے کے باوجود تبلیغی نظام اور تبلیغی جماعت کی ضرورت ظاہر کر رہے ہیں۔ کاش اس کے بجائے وہ مسلمانوں کو اس جماعت کے تبلیغی کارناموں کا پتہ دے کر اس کی امداد پر مائل کرتے تو پچیس سال نہیں پانچ ہی سال میں کتاب اللہ اور سیرت رسول اللہ کے ڈنکے دنیا کے گوشے گوشے میں بج جاتے۔

پیغام صلح کا "تبلیغ نمبر"

یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ کارکنان "پیغام صلح" نے جلسہ سالانہ کی تقریب پر ایک شاندار تبلیغ نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خاص نمبر ۲۱ رنومبر کو شائع ہوگا جس میں بزرگان ملت اور جماعت کے دوسرے اہل قلم حضرات جماعت احمدیہ کے تبلیغی خصائص کے مختلف پہلوؤں پر مختلف عنوانات سے روشنی ڈالیں گے۔ اور دنیا کو بتائیں گے کہ یہ جماعت اپنی تبلیغی خدمات کی وجہ سے اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوئی ہے۔ اور مجدد وقت کے انفاس قدسی نے کس قدر شاندار نتائج پیدا کئے ہیں۔

جماعت کے اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ دس دسمبر تک اس خاص نمبر کے لئے مضامین لکھ کر ایڈیٹر "پیغام صلح" کے نام ارسال کر دیں۔ اس بارہ میں فرداً فرداً بھی اہل قلم حضرات سے درخواست کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے قیمتی مقالات سے اس نمبر کو بہترین بنانے میں ساعی ہوں۔

معاونین "پیغام صلح" سے بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس نمبر کی متعدد کاپیاں پہنچانے کا انتظام کریں۔ اور ان کے لئے پہلے سے دفتر "پیغام صلح" کو اطلاع دے دیں۔ تا کہ ضرورت کے مطابق اس پرچہ کو چھپوایا جا سکے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم محمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام کی کامل تعلیم اور کامل عملی نمونہ

قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

اسلام کی تعلیم کے دو پہلو

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

اسلام کی تعلیم کے دو پہلو ہیں اور دونوں ہی ایسے کامل اور مکمل ہیں کہ ان کے بعد کسی اور چیز کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ ایک پہلو اسلام کی تعلیم کا الفاظ کے رنگ میں ہے اور تعلیم ہوتی ہی الفاظ میں ہے۔ الفاظ میں اسلام کی تعلیم ہے۔ قرآن کریم جو ایک ایسی کامل اور مکمل کتاب ہے جس کا اپنا دعوےٰ کامل ہونے کا موجود ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور جس کے متعلق دنیا کو بھی اعتراف ہے کہ جس قدر تعلیم کو قرآن کریم نے کمال کو پہنچایا ہے اور کسی کتاب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ تو ہے لفظوں میں اسلام کی تعلیم۔ لیکن یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں اسلام کی تعلیم کے ایک دوسرے پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ ہے عملی پہلو۔ فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ وہ کامل نمونہ عملی تعلیم کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کا کمال

اور یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں تعلیم لفظوں کے رنگ میں اس کمال تک پہنچائی گئی ہے کہ کسی چیز کے لئے تشنہ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کے عملی نمونہ میں تعلیم کو اس کمال کو پہنچایا ہے کہ کسی دوسری چیز کی حاجت نہیں چھوڑی۔ یہ سچی بات ہے کہ اگر تعلیم محض لفظوں میں ہی ہو۔ عملی نمونہ نہ ہو تو اس کا اثر اتنا نہیں ہو سکتا جتنا عملی نمونہ کو دیکھ کر ہو سکتا ہے

بلند سے بلند نمونہ کی تلاش

انسان نمونہ کا محتاج ہے۔ پھر اس کے دائرہ اثر یا نظر کی وسعت کے لحاظ سے نمونہ بھی کوئی نہ کوئی اس کے سامنے آجاتا ہے۔ کسی کی نظر تنگ ہوتی ہے۔ تو وہ آس پاس کی چیزوں کو ہی نمونہ ٹھہرا لیتا ہے۔ لیکن جس انسان کی نظر وسیع ہو وہ اپنے لئے نمونہ وہ تلاش کرتا ہو خواہ وہ مکانی یا زمانی لحاظ سے کتنا دور ہو جو بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند ہو۔ تاکہ وہ نیکی کی باتیں اس کے اندر بھی پیدا ہوں۔ جو اس کامل انسان میں پائی جاتی ہیں

عملی نمونہ کا اثر

اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ نے بڑے بلند خیالات پیدا کئے ہیں اور بڑے مدارج عالیہ پر پہنچایا ہے۔ انسان کے سامنے جتنا بڑا نمونہ ہو۔ اتنی ہی امنگ اور جوش زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اچھی سے اچھی تعلیم انسان کے اندر وہ جوش پیدا نہیں کر سکتی جو ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیدا کر دیتا ہے۔ کوئی ایسی سوسائٹی ہو جس کے اصول میں ایک دوسرے کی ہمدردی ہو۔ اخوت اور مساوات پائی جائے۔ وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے کے بھائی بھائی سمجھیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ اگر ایسی سوسائٹی ہم کہیں سن پائیں تو وہ بھی اپنی طرف کھینچے گی۔ لیکن اگر اصول ہو

نکل کر عمل میں بھی ہمیں کہیں بہتر نظر آئے۔ تو کوشش اور بھی بڑھ جائیگی اسی طرح جب تک قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی عملی نمونہ نہ ہوتا مسلمانوں کے اندر اس تعلیم پر عمل کرنے کے لئے امنگ اور جوش پیدا نہ ہوتا اور وہ عظمت کا مقام ان کو حاصل نہ ہوتا جو دنیا میں حاصل ہوا۔

فاتحین عالم کے نمونے

جیسا بلند نمونہ ہمارے سامنے ہو۔ ویسی ہی امنگ پیدا ہوگی کہ ہم بھی ایسے ہی بن جائیں۔ یہ دنیا کے بڑے بڑے فاتح جو ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے ولولے اور جوش پیدا کئے ہیں۔ لیکن کوئی کتنا بھی بڑا فاتح ہو۔ اگر ایک بات میں وہ نمونہ نظر آئے گا۔ تو دوسری باتوں میں اس کے اندر بیسیوں کمزوریاں اور عیوب پائے جائیں گے۔ دنیا کے بڑے بڑے فاتحین کو دیکھ لیں۔ بڑے بڑے فلاسفروں کی زندگیوں پر نظر ڈالیں جنہیں لوگ بڑے قابل عزت اور قابل تقلید سمجھتے ہیں۔ اگر ایک بات میں وہ دوسروں کے لئے نمونہ کا کام دے سکتے ہوں تو دوسری انیس باتوں میں ان کے اندر نقص اور عیب ہونگے ان کے کیرکٹر کا صرف ایک پہلو ہی ایسا ہوتا ہے۔ جس میں ان کی بڑائی نظر آتی ہے۔ دوسرے پہلوؤں میں نقص اور عیوب پائے جاتے ہیں اس سے ان لوگوں پر جو ان کو قابل تقلید سمجھتے ہیں۔ یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ ایک بلند پایہ انسان میں یہ باتیں ہوتی ہیں اور پھر وہ بھی ان نقصوں کو اپنے اندر لے لیتے ہیں۔

محمد رسول اللہ کا کامل اور مکمل نمونہ

لیکن محمد رسول اللہ صلعم اگر ایک طرف ایک عظیم الشان فاتح ہیں تو دوسری طرف باقی تمام باتوں میں بھی آپ انسانوں کے لئے ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ ہیں اور اس نمونہ کا کمال یہ ہے کہ کسی پہلو میں اس کے اندر کوئی کمزوری نہیں پائی جاتی مسلمانوں کیلئے کتنی بڑی نعمت ہے کہ خدا نے ایسا نمونہ انہیں عطا کیا۔ جو ہر پہلو میں کامل اور مکمل ہے۔

نبی کریم صلعم ایک فاتح کی حیثیت میں

ایک فاتح بے شک دنیا کو حیران کر دیتا ہے۔ وہ اس قدر زبردست طاقت لیکر اٹھتا ہے کہ دنیا کو اپنے تصرف میں کرتا چلا جاتا ہے اس رنگ میں بھی ہمارے نبی کریم صلعم کا نمونہ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے ایک شخص یتیمی میں پیدا ہوتا ہے جس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو جاتا ہے اور ابھی وہ بچہ سات سال کا ہوتا ہے کہ ماں بھی اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ وہ شخص کسی قوت اور طاقت کا مالک نہیں کوئی جسمانی اور مادی قوت اس کے پاس نہیں۔ پھر اس کے اصلاحی کاموں کی وجہ سے اس کی اپنی ہی قوم اپنا ہی ملک اس کا مخالف ہو جاتا ہے لیکن ایک دن وہ دنیا کا عظیم ترین فاتح بن جاتا ہے پہلے یتیم پھر بے سرو سامان پھر اپنی ہی قوم اور اپنا ہی ملک اس کا دشمن۔ ایسے فاتح کی نظیر دنیا کی تاریخ دوسری پیدا نہیں کر سکتی۔

نبی کریم صلعم بادشاہ کی حیثیت سے

پھر فاتح ہونے کے بعد آپ بادشاہ بھی بن جاتے ہیں اور بادشاہ ہونے کے لحاظ سے بھی آپ کا نمونہ ایسا ہے کہ دنیا کے کسی اور بادشاہ میں نظر نہیں آتا۔ بادشاہ ہے اور لکڑی اٹھا لیتا ہے۔ سودا بازار سے آپ لے آتا ہے۔ اپنی جوتی کی مرمت آپ کر لیتا ہے۔ اپنے کپڑوں کو خود دھو لیتا اور پیوند لگا لیتا ہے۔ گھر کے کام خود کر لیتا ہے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتا ہے۔ اپنے برتن صاف کر لیتا ہے۔ اگر آپ دنیا کی بادشاہتوں میں یہ نمونے تلاش کرنا چاہیں تو کہیں بھی ایسا نمونہ نہیں پائیں گے

مسلمان قوم کی فتوحات

پھر دنیا میں ایسے بھی لوگ اٹھے ہیں جو تمام دنیا پر چھا جاتے ہیں۔ لیکن ادھر مرے اور ادھر ان کی فتوحات سب غائب۔ مگر یہ ایسا فاتح ہے کہ اس کے بعد اس کی قوم بھی ویسی ہی فاتح بن جاتی ہے۔ اس بات کا عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے جو قوم بنائی۔ وہ قوم بھی دنیا کی قوموں میں بے نظیر فاتح ثابت ہوئی جس نے اس کے بعد فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھا اور نہایت غربت اور بے سروسامانی کی حالت میں بڑی بڑی سلطنتوں کو فتح کیا۔

بادشاہت کے ساتھ فقیری

پھر بادشاہ ہو کر فقیری کی زندگی بسر کرنا یہ ایک اور آپ کی خصوصیت ہے۔ ایسے لوگ تو دنیا میں ہوئے ہیں جن کو بادشاہت ملی۔ اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فقیر بن گئے۔ لیکن اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملے گی کہ بادشاہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی فقیر بھی ہے کسی دنیوی ساز و سامان کسی آرام و راحت یا زیب و زینت اور جاہ و جلال یا روپیہ پیسہ سے آپ کو واسطہ نہیں۔ ایک دفعہ بحرین سے بہت سا روپیہ آیا (مسجد نبوی) کا صحن بڑا وسیع تھا۔ اس میں ڈال دیا گیا۔ نبی کریم صلعم نماز پڑھنے آتے ہیں اور اس کی طرف نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ نماز پڑھی اور اس کے بعد سارا روپیہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ کیا اس کی کوئی نظیر دنیا میں ہے کہ بادشاہ ہے اور روپیہ کی کوئی وقعت اس کے دل میں نہیں۔ یہ اس سے زیادہ مشکل ہے کہ ایک شخص بادشاہت کو چھوڑ کر فقیر بن جائے۔

جرنیل، سپاہی اور مقنن کے نمونے

پھر نرا بادشاہ ہی نہیں۔ اخلاق کا معلم بھی ہے۔ بعض وقت انسان آپ کے حالات کو پڑھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے کہ کس قدر صفات آپ کے اندر پائی جاتی ہیں۔ آپ بادشاہ بھی ہیں اور فوج کے جرنیل بھی ہیں اور پھر سپاہی بھی ہیں۔ یہ تینوں اعلےٰ نمونے آپ کے اندر موجود تھے۔ پھر خود ہی مقنن بھی ہیں۔ اور اس قدر اعلےٰ درجہ کے مقنن ہیں کہ آپ کے قانون ساری دنیا پر پھیل جاتے ہیں۔ اور آج تک دنیا ان سے بہتر قانون بنانے سے عاجز ہے۔

قانون پر عمل کا نمونہ

قانون تو اتنا بڑا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس قانون پر خود عامل ہونے میں بھی دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہیں کہ یوں قانون کی فرمانبرداری کی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ کہہ دو کہ میں تو ڈرتا ہوں کہ اگر میں خود بھی اپنے رب کی نافرمانی کروں تو عذاب کا مورد ہونگا اپنی بیٹی کو بلا کر کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ پیغمبر خدا کی بیٹی ہوں بچ جاؤں گی عمل کرو۔ عمل کرو کہ اس کے بغیر نجات نہیں۔ دیکھئے کس قدر زبردست نمونہ آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے جس کی نظیر دنیا میں کوئی نہیں۔

مسلمانوں کی ترقی کے دو ذرائع

دو چیزوں کو دنیا کی کوئی چیز نہیں توڑ سکتی۔ ایک قرآن کریم کی ربانی

(صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کے بے معنی جوابات پر ایک نظر

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

(از جناب مولوی محمد حسین صاحب سابق سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت قادیان پٹیالہ)

(۲)

تمہیداً یہ چند اصولی باتیں عرض کرنے کے بعد میں ان جوابات پر مختصر سی تنقید کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے میرے سوالات پر عطا فرمائے ہیں۔ آپ کا طرز ہی شاہد ہے کہ ان جوابات پر آپ کا دل خود مطمئن نہیں۔ اور مجھے رنج ہے کہ بعض جوابات میں آپ نے وہ طریق اختیار فرمایا ہے جو امانت و دیانت کا طریق نہیں۔

میرا پہلا سوال

(الف و ب) نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے۔ اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے۔ جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔

آپ کا جواب

آپ نے اس کا جواب عطا فرمایا ہے کہ حضرت صاحب کو نفس دعویٰ کے سمجھنے میں غلطی نہیں ہوئی۔ کیا خوب جواب ہے۔ نفس دعویٰ آپ کے نزدیک کثرت مکالمہ مخاطبہ ہے۔ تو گویا اللہ تعالےٰ نے آپ کو نہایت نزدیک سے کثرت مکالمہ مخاطبہ دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ جو تجھ سے کیا ہے۔ آپ نے عرض کی۔ خداوندا یہ محدثیت ہے خدا خاموش ہوگیا۔ آپ نے اسے صحیح جواب سمجھ کر لوگوں کو کہا کہ مجھے کثرت مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے۔ تم جو سمجھو یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ نبوت و رسالت ہے۔ گویا صرف خدا نے ہی مامور کو اٹکلوں پر نہیں چھوڑا بلکہ مامور نے آگے وہی طرز عمل اختیار کیا جو خدا نے اس سے برتا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ خدا نے مقام نبوت دکھایا تھا۔ مامور من اللہ نے محدثیت سمجھی۔ خدا خاموش رہا۔ مامور نے اپنا مقام محدثیت بتلایا لوگوں نے نبوت و رسالت سمجھا۔ مگر مامور خدا کی طرح خاموش نہ رہ سکا خانہ خدا میں حلف اٹھانے لگا کہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا ہے۔ "یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے"۔ نبوت و رسالت کا دعوےٰ منسوب کرنے والوں کو مفتری اور کذاب اور دجال قرار دینے لگا۔ حالانکہ مامور غلطی پر تھا اور جنہیں مفتری اور کذاب کہتا تھا وہ حق پر تھے اور قادیانی جماعت کے خیال کے مطابق ان کی فراست بھی زیادہ صحیح تھی۔ کیوں مولوی صاحب یہی میرے سوال کا جواب ہے۔ یہ دین نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مامور سے تمسخر ہے۔ اور وہ وزیر اعظم والی مثال سے آپ کیا سمجھے۔ جو اپنے تئیں سررشتہ دار سمجھ بیٹھا تھا۔ اور وزیر اعظم کہنے والوں کو ملعون، مردود، مفتری، کذاب اور دجال کہتا تھا۔ یہ مثال آپ نے کیوں لغت ربود کی۔ پھر کس دیدہ دلیری سے فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا دعوےٰ سمجھنے میں ہرگز دھوکا نہیں ہوا۔ حالانکہ قادیانیت کی بنا ہی دھوکہ پر ہے

دھوکا لگنا آپ کی تعریف نبوت کا لازمی نتیجہ ہے

لیکن میں بس نہیں آپ نے جو تعریف نبوت فرمائی ہے۔ اور جسے سیدنا حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہی یہ ہے کہ دعویٰ نزدیک سے دکھایا ہی نہیں جا سکتا اور مورد وحی کو ایک عرصہ تک دھوکا لگتا رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ کی تعریف کی رو سے کثرت مکالمہ مخاطبہ ہی نبوت ہے اور کثرت ایک یا دو دن میں متحقق نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے سالہا سال بکار ہیں۔ اور اس لمبے زمانے کے بعد آپ کے قول کے مطابق دو سال اور جناب میاں صاحب کے خیال کی رو سے ایک سال مورد وحی کو اس امر کے سوچنے میں صرف ہو جاتا ہے کہ میں نبی ہوں یا نہیں۔ تب وہ اس عالم برزخ سے نجات پا کر خدا تعالیٰ کی طرف سے روشنی حاصل کرکے نہیں۔ بلکہ اپنے قیاس اور علم اور تحقیقات کی بنا پر دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ یہ خاک نزدیک سے دکھانا ہوا۔ اور جب نبی اپنے دعوے کے متعلق اس قدر تذبذب میں رہتا ہے تو پھر اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی وحی قطعی اور یقینی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو اس پر ایمان ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے مضمون میں تسلیم فرمایا ہے کہ اپنے مقام کی حقیقت کے متعلق دھوکا کھانے سے بے شک ایمان اٹھ جاتا ہے اور میں نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ نے نہ صرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی اور تصانیف سے ہی ایمان نہیں اٹھایا۔ بلکہ خدا کی ہستی اور اس کی صفت کلام اور طرز کلام کو بھی مشتبہ کر دیا اور یہی معنی ہیں اس کے جو خدا کے برگزیدہ بندے نے فرمایا اور اس کی آنکھ نے دیکھنے میں غلطی نہیں کی کہ "ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ ان کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں۔ اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں اور یہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا تعالیٰ کا موجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے"۔

میرا سوال

(ج) میرا سوال تھا کہ شروع دعوے میں اپنے تئیں امتی نبی فرمایا وصال کے دن بھی امتی نبی فرمایا۔ ۱۸۹۹ء میں اپنے لئے لفظ نبی کا استعمال آنحضرت صلعم کی عظمت کے منافی قرار دیا (الحکم، ۱۸۹۹ء) تو ۱۹۰۵ء میں بھی اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک قرار دیا۔ (الوصیت) تو دعوے میں تبدیلی کہاں ہوئی اور کیونکر ہوئی؟

بے معنی جواب

اس کا جواب جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے اسے شاید خود آپ ہی سمجھ سکتے ہوں گے۔ بھلا اس سوال اور اس مضبوط دلیل کا یہ کیا جواب ہے کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے بعد امتی نبی کا مفہوم بلند ہو گیا۔ یا یہ کہ ۱۹۰۱ء کے بعد امتی نبی غیر نبی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔

مولوی صاحب کی امانت و دیانت سے اپیل

مولوی صاحب میں اور تو کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ مگر آپ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر جواب دیں کہ کیا یہ میرے سوال کا جواب ہے اور کیا اس پر آپ کا دل مطمئن ہے۔ کس شان سے فرماتے ہیں کہ "امتی نبی کا مفہوم بلند ہو گیا۔ گویا دعوے الفاظ سے نہیں بلکہ مفہوم سے متعین ہوتے ہیں۔ اور جب امتی نبی کا مفہوم بلند ہو گیا تو اس میں کسی کی خصوصیت کیا ہے۔ سب کیلئے ہی بلند ہوا ہوگا۔ مگر آپ کی جماعت حاسدوں کی جماعت ہے۔ اس لئے یہ آپ کے مقاصد کے خلاف ہے۔

اور یہ لکھنے کی آپ کو کس طرح جرأت ہوئی کہ ۱۹۰۱ء کے بعد امتی غیر نبی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا"۔ میں کہتا ہوں الوصیت کی اسی عبارت میں امتی غیر نبی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور آپ اس سے بے خبر نہیں ہو سکتے۔ آپ اس عبارت کو جسے آپ نے خود بھی نقل کیا ہے ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیں:-

"اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے"

اس فقرہ کو ہاں خدا کے مسیح کی اس اہم وصیت کو دو تین دفعہ دہرائیے اپنے نفس سے، اور پھر بہت سے قادیانی احباب اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے نرمی، سنجیدگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا خیال کرتے ہوئے سوال کریں کہ جو شخص نبی نہیں کہلا سکتا۔ وہ کیا کہلائیگا اس سو فیصدی جواب کا میرا ذمہ ہے کہ وہ غیر نبی کہلائے گا۔

قادیانی جماعت آنحضرت صلعم کی ہتک کی مرتکب ہے

یہ جو سیدنا حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ کسی کامل پیرو کے نبی کہلانے سے نبوت محمدیہ کی ہتک ہے۔ یہ کوئی فرضی یا وہمی بات یا کوئی شاعرانہ تخیل نہ تھا بلکہ آپ کی مامورانہ فراست اس حقیقت کو اس وقت دیکھ رہی تھی جس کا آج دنیائے اسلام کو تلخ تجربہ ہو رہا ہے کہ ایک کامل متبع کو نبی بنا کر قادیانی جماعت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گذشتہ انبیاء میں داخل کر دیا اور آپ کی جگہ آپ کے ایک غلام کے سپرد کر دی۔ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اسلام میں داخل ہونے کے لئے کافی نہ رہا۔ اور کلمہ طیبہ منسوخ ہو گیا اور اسلام میں ایک شرط زائد ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قادیانیوں کے دلوں سے غیرت مٹ گئی۔ کیا ستم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگانے والے کے قاتل پر قادیانی اظہار نفرین کی قرارداد پاس کریں۔ لیکن مرزا محمود احمد صاحب پر الزام لگانے والے کے قاتل کو سزا سے بچانے کے لئے قادیانی پریوی کونسل تک اپیل کرنے میں روپیہ پانی کی طرح بہا دیں اور جب وہ مجرم سزا سے نہ بچ سکے۔ تو اسے قومی ہیرو بنا کر نہایت تعظیم و تکریم سے بہشتی مقبرہ میں دفن کریں۔ فرق ظاہر ہے سو مامور کی فراست نے خطا نہیں کی۔ قادیانیوں نے خطا کی اور اب بھی کرتے ہیں رفتہ رفتہ یہ نتیجہ ہوگا کہ قادیانی جماعت کو غیر محسوس طریق سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ ان کا ایمان جا چکا ہوگا۔ اور وہ سمجھتے نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ابھی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے نکل کر امت مہدی میں داخل ہونے کی داغ بیل رکھی جا رہی ہے تاکہ نام کی بھی شرکت باقی نہ رہے

کیا امت محمدیہ میں نبی آنا آنحضرت کی عزت کا موجب ہے؟

باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ آپ کا بدترین گناہ یعنی نبوت محمدیہ کی کسر شان غیر مبائعین کے عقیدہ سے ہی لازم آتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کی آمد سے آپ کی بلندیٔ مرتبہ ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے آپ کے فیضان کی جھلک ظاہر ہوتی ہے۔ اگر آپ کی امت میں ایسے صدہا نبیوں کا وجود تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر یہ امر تو آپ کے غیر متناہی فیضان کی جھلک کو ظاہر کرنے والا ہوگا۔ آپ ایمانداری سے فرمائیں ایک نبی اور صرف ایک نبی کا وجود زیادہ فیضان ظاہر کرتا ہے یا صدہا نبیوں کا وجود۔ بلکہ ایک تو نفی کا حکم رکھتا ہے اور معاملہ کو مشکوک کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور صدہا ایسے وجودوں کی قائل ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی بابرکت اتباع سے فنا فی الرسول ہو کر مجازی ظلی اور بروزی نبی ہوئے۔ مگر آپ پر یہ عقیدہ شاق گزرتا ہے اور جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا آنا جو مومن بہ ہو کسی خیر و برکت کا موجب نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کا باعث ہے۔ آپ گہرے غور سے دیکھ

لیس۔ فسیکون فی امتی ثلثون کذابون دجالون کلھم یزعم انه نبی اللہ۔ اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے۔" انا لخاتم النبیین کا نبی لعبدی تینوں ہم معنی جملے ہیں۔ اگر وہ محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی نبوت کے لئے غیرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ تو تیسرا اس غیرت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو آپ کے روحانی فرزند میرزا غلام احمد صاحب کے دل میں آپ کی نبوت کے متعلق تھی۔

میرا سوال

(ف) لغت عرب کے لحاظ سے حضرت صاحب ابتدائے دعویٰ میں ہی اپنے لئے لفظ نبی و رسول کا استعمال فرماتے ہیں اور ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام والے خط میں بعینہ انہی تشریحات کے ساتھ اپنے تئیں لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی و رسول فرماتے ہیں۔ تو تبدیلی عقیدہ محض ایک فرضی اور وہمی بات ہوئی۔

آپ کا جواب

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ میں نے یہ مکتوب غور سے نہیں پڑھا۔ اس میں حضرت صاحب نے شریعت والی نبوت سے انکار فرمایا ہے۔ مگر یہ کیا جواب ہے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ یہ ثابت فرماتے کہ ابتدائے دعوے میں لغوی معنوں میں آپ علیہ السلام نے نبی و رسول کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے اور صرف ۱۹۰۱ء کے بعد لغوی معنوں سے جو اصطلاح اسلام سے تطابق رکھتے ہیں۔ اپنے لئے یہ لفظ تحریر فرمانے لگے۔ مگر اس عاجز کے ہر سوال کے جواب میں آپ نے یہاں تک کا یہی طریق اختیار فرمایا ہے۔ اس لئے میں ۱۹۰۱ء سے قبل اور بعد دونوں زمانوں میں اس لفظ کا یکساں استعمال دکھاتا ہوں۔ جس سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ آپ نے دعوے یا تعریف نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

(۱) یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ بلکہ سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوی نہیں (مجموعہ اشتہارات)

(۲) رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ (اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

(۳) سو میں اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کرنے والا۔"

(اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

آپ ان تینوں حوالوں کو ملاحظہ فرما کر بتلائیں کہ تبدیلی کہاں ہوئی اور غیر تشریعی نبوت کوئی قرآنی اصطلاح نہیں۔ صوفیائے کرام نے محدثیت و مجددیت کا یہ دوسرا نام رکھا ہے۔ جب آپ میرے دوسرے عریضہ کے جواب میں تشریعی نبی، غیر تشریعی نبی، محدث و مجدد کی ٹھیک تعریف کریں گے تو یہ حقیقت میرے بتلانے کے بغیر آپ پر خود بخود واضح ہو جائے گی۔

میرا سوال

(س) ابتدائے دعوے سے ہی ختم نبوت کو کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد کے لئے مانع قرار دیتے ہیں اور آخر تک آیت خاتم النبیین کے ہمیشہ ایک ہی معانی فرماتے رہے ہیں۔ اگر تبدیلی عقیدہ ہوتی تو سب سے پہلے اسی آیت کے معانی میں تبدیلی فرماتے۔

آپ کا جواب

آپ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ اوائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت خاتم النبیین کو ہر قسم کے نئے یا پرانے نبی کی آمد کے خلاف قرار دیا ہے۔ لیکن انکشاف حقیقت کے بعد جہاں اس آیت کو شریعت لانے والے اور مستقل نبی کی آمد کے منافی قرار دیا ہے وہاں اسے افاضہ محمدی سے نبوت کو حاصل کرنے والے وجودوں کی خبر دینے والی بھی بتایا ہے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ صرف نبوت و محدثیت کی تعریف کو ہی نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آیت خاتم النبیین کے معنی بھی آپ کو معلوم نہ تھے مسیح موعود کا یہ کیا خوب نقشہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے خلاف دلائل کی ضرورت تھی تو یہی آیت خاتم النبیین باب نبوت کے مسدود ہونے کا آلہ کار بن گئی اور جب اپنی نبوت پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو یہی آیت اس اسی آیت خاتم النبیین سے اجرائے نبوت ثابت ہونے لگا۔ ولکم الویل مما تصفون۔ مولوی صاحب! کیا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی عظمت آپ کے دل میں ہے؟

حوالہ دینے میں آپ کی دھوکا دہی

بھلا فضیلت کے بارہ میں تو ۔ ۔ ۔ تبدیلئے عقیدہ کے متعلق بحث کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ مادہ تھا۔ لیکن آیت ختم نبوت کے بارے میں تبدیلئے عقیدہ کے اعلان کے لئے کوئی سند آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس ہیرا دستی کے لئے کونسا دینی یا دنیوی قانون آپ کو اجازت دیتا ہے۔ اس طرح تو مسیح موعود کی تمام تحریروں سے امان اللہ جاتی ہے آپ نے نئے معنوں کے لئے حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ نے اس میں صحیح دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ ہم تو لاہوری جماعت کے سادہ لوحوں کو مرعوب کرنے کیلئے یہ حوالہ یہیں تک دکھلا کر ختم کر دیا کرتے تھے۔ مگر آپ کو یہ تو معلوم ہونا چاہئے تھا۔ کہ میں ۴۰ سال تک آپ کی جماعت میں شامل رہا ہوں۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی۔ اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مجھے اس طرح دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ ذیل میں اسی حوالہ کے بالمقابل حضرت صاحب کی ایک نہایت ابتدائی کتاب سے حوالہ پیش کرتا ہوں۔ آپ ان میں فرق بتلائیں۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افترا کرنے اور خدا کی غریب مخلوق کو دھوکا دینے سے احتراز کریں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵	حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷
اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔	اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی

طرح ہوں گے (علماء سے مراد وہ محدث ہیں جن کو اپنے رب کی جانب سے علم دیا جاتا ہے اور مکلمین میں سے ہو جاتے ہیں (حمامۃ البشریٰ ص۸۲) خدام شریعت جو بر طبق حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ملہم اور محدث تھے (شہادت القرآن ص۲۶)

یہ دو حوالے ایک نہایت ابتدائی زمانہ کا اور دوسرا وہ جو آپ نے خود پیش کیا ہے۔ بالمقابل پڑھے ہیں اور ایک دوسرے کے لفظاً و معناً مطابق ہیں۔ تو فرمائیے۔ تبدیلئے عقیدہ کہاں ہوئی اور کیونکر ہوئی اور جب آیت خاتم النبیین کے مفہوم میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ تو پھر ثابت ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ کہ نبوت کے متعلق کسی عقیدہ میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور باب نبوت مسدود رہا۔ اب نہ کوئی پرانا نبی آ سکتا ہے۔ نہ نئے نبی کے لئے ہی کوئی گنجائش ہے

میرا اعتراض

(ص) اللہ تعالیٰ جیسی علیم الکل ہستی مسیح موعود جیسے ذکی انسان کو بیرہ سال تک دعوئے نبوت نہ سمجھا سکی۔ تو پھر کسی دوسرے کو اس عجیب مسئلہ کو سمجھانے کی کوشش ایک ناپاک جرأت ہے۔

آپ کا جواب

آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اصل دعوے کو سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں لگی۔ باقی رہا لوگوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سمجھنے کا سوال۔ سو ہزاروں لاکھوں لوگ اس کو سمجھ رہے ہیں لا مگر ابھی چار سطریں اوپر آپ فرما رہے تھے کہ حضرت صاحب آیت خاتم النبیین کے غلط معنے سمجھتے رہے ہیں جب آپ اس آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے تھے۔ تو اپنا اصل دعوے اگر نعوذ باللہ منہا وہ نبوت تھا کیسے سمجھ سکتے تھے۔ دیکھا آپ نے کہ پانچ سطروں میں متضاد باتیں فرما گئے اور پھر آپ کا یہ ارشاد کہ ہزاروں لاکھوں لوگ اس کو سمجھ رہے ہیں۔ گویا اس کے یہ معنی ہوئے کہ قادیانی علماء اللہ تعالیٰ سے بہتر معلم ہیں اور یہ ہزاروں لاکھوں سمجھنے والے جن میں ننانوے فیصدی صحیح عبارت بھی نہیں پڑھ سکتے مسیح موعود سے بہتر اور تیز تر استعدادیں رکھنے والے ہیں۔ تو پھر یہی مسیح موعود کیوں نہ بن گئے۔ شاید باری تعالیٰ سے انتخاب میں غلطی ہو گئی۔ مگر حق یہ ہے کہ کوئی قادیانی اس مسئلہ کو نہیں سمجھتا اور عیسائیوں کی تثلیث کی طرح اس پر بلا دلیل ایمان رکھتا ہے۔ آپ نے اتنا طول طویل مضمون لکھا۔ آپ خود نہیں سمجھتے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔ میں صرف تین چار باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ان پر غور فرمائیں

(۱) قادیانی جماعت نے کہا کہ حضرت صاحب کا فعل آپ کے قول کے مخالف تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس جماعت میں کثرت سے منافقین پیدا ہو گئے بلکہ ایک معنوں میں ساری جماعت میں نفاق پھیل گیا کہ غیر از جماعت لوگوں کو کافر سمجھنے کے باوجود سلام علیک کہتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔

(۲) قادیانی جماعت فضیلت کے جھگڑوں میں پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جماعت میں ہر فرد ذاتی بڑائی کا طلبگار اور شائق ہو گیا الا ماشاء اللہ اور اپنے دوسرے بھائیوں پر نکتہ چینی اس کا شیوہ ہو گیا۔ اور جماعت میں دن بدن جاسوسوں اور چغلخوروں کی زیادتی ہو رہی ہے۔

(۳) قادیانی جماعت نے حضرت صاحب پر متضاد باتیں کہنے کا الزام لگایا جو کسی مخالف اور دشمن نے بھی نہ لگایا تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی قادیانی دو صفحے بھی متضاد باتیں کہے بغیر لکھ نہیں سکتا۔

(۴) قادیانی جماعت نے یہ مذموم عقیدہ رکھا۔ کہ حضرت صاحب تیرہ سال تک اپنے دعوے کو نہ سمجھے۔ خدا کی طرف سے نبوت کا مفہوم سمجھنے کی قوت ہی ان سے سلب کر لی گئی۔ ہر شخص اپنی اپنی عقل اور قیاس کے مطابق جیسا ذوق دیکھتا ہے بات بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ لغت اور اصطلاح، مجاز اور حقیقت، ظل اور اصل سب ایک ہو جاتے ہیں اور یہ سب خدا کے مامور پر افترا کا نتیجہ ہے۔

(۵) قادیانی جماعت نے سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر دوستوں کی توہین کو اپنا شعار بنایا۔ تو نہیں امت محمدیہ کے تمام صلحاء حتیٰ کہ نبی کریم کے عظیم الشان صحابہ کی ہتک اور توہین پر جرأت اور دلیری ہو گئی۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۵)

تعلیم اور ایک محمد رسول اللہ صلعم کا نمونہ۔ اگر ان دو چیزوں کو مسلمان ہاتھ میں لے لیں۔ قرآن کو علم کے رنگ میں اور محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کو عمل کے رنگ میں تو دنیا کی تمام کامیابیاں ان کے قدموں پر ہوں گی۔ مگر مسلمان اس بلند مقام سے کیوں گر گئے اس لئے کہ اپنے اپنے اماموں اور پیروں کے اس قدر پیچھے لگ گئے کہ قرآن کریم کی تعلیم اور محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کو بھول گئے۔ قرآن کریم کی تفسیر اس کی تعلیم کا بیان کرنا بڑی خوبی کا کام ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ پر چلنا انسان کو بڑے بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ مگر نہ کوئی تفسیر یا تعلیم قرآن کی جگہ لے سکتی ہے نہ کوئی دوسرا شخص امت کے لئے قابل نمونہ ہو سکتا ہے۔

پیشواؤں کے خیالات اور اجتہاد

کیا تنگ خیال لوگ ہیں جو اپنے پیشواؤں کے خیالات اور اجتہادات کو خدا اور رسول کے فیصلوں کے سامنے چھوڑنا نہیں چاہتے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ اترکوا قولی بقول اللّٰہ اترکوا قولی بقول رسول اللّٰہ۔ اگر میرے قول کو اللہ تعالٰے کے ارشاد کے خلاف پاؤ۔ تو میری بات کو چھوڑ دو۔ اگر میرے قول کو رسول اللہ صلعم کے قول کے خلاف پاؤ۔ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور رسول اللہ صلعم کے قول کو مانو۔ مگر آج ان کے پیرو اتنے تنگ خیال واقعہ ہوئے ہیں۔ کہ امام ابوحنیفہ کی فقہ ہی ان کے نزدیک سب کچھ ہے اور قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔

محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے کامل نمونہ کوئی نہیں

اسی طرح اس بات کو بھولنا نہ چاہئے کہ ہمارے لئے کامل نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی کتنا بھی بڑا انسان ہو بیشک ہم اس سے اچھی باتوں کو لیں۔ مگر جس طرح کسی اچھی تعلیم کے ملنے یا اچھی کتاب کیلئے قرآن کریم کو بھول جانا غلطی ہے اسی طرح کسی بڑے انسان کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کے نمونے کو بھول جانا غلطی ہے کسی بڑے انسان سے اچھی تعلیم کو لو مگر یہ نہ بھولو کہ کامل تعلیم صرف قرآن کریم کی ہے کسی بڑے انسان سے اچھے نمونہ کو لو۔ اچھی باتوں کو سیکھو مگر یہ نہ بھولو کہ کامل نمونہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ نہ کوئی تعلیم کامل ہے۔ سوائے قرآن کے اور نہ کوئی نمونہ کامل ہے سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے۔ جب تم نے علم میں کمال کو دیکھنا ہو تو قرآن کریم کی طرف رجوع کرو۔ اور جب عمل میں کمال کو دیکھنا ہو تو محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کو دیکھ لو۔ یہ دو چیزیں ایسی اعلےٰ درجہ کی ہمیں دی گئی ہیں کہ دنیا میں ہمیں کہیں نہیں مل سکتیں۔

ہر حیثیت میں رسول اللہ صلعم کا کامل نمونہ

کونسا نمونہ ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے اندر نہیں۔ خاوند ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم نمونہ ہیں۔ باپ ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم نمونہ ہیں۔ بیٹا ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم نمونہ ہیں۔ دوست ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم نمونہ ہیں۔ ایک ایک بچہ۔ ایک ایک باپ۔ ایک ایک دوست ایک ایک خاوند محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کو پڑھے۔ تو اس سے بہترین نمونہ اخذ کر سکتا ہے۔

قرآن سے علم لو اور محمد رسول اللہ سے نمونہ

پس دو باتوں کو اپنے سامنے رکھو۔ ایک تو قرآن کو پڑھتے چلے جاؤ۔ اس کے معنوں کو سمجھو۔ اس پر سوچ و بچار کرو۔ درسوں میں شامل ہو۔ گھروں کے اندر بیٹھے رہنے اور بلا سمجھے قرآن پڑھنے کا اتنا فائدہ نہیں۔ آج سے سو پچاس سال پہلے جو عجائبات قرآن کے اندر نظر آتے تھے۔ آج ان سے بہت بڑھ کر عجائبات نظر آتے ہیں۔ جو ایمان کو تازہ اور مضبوط کرنے کا موجب ہیں۔ ایک طرف علم قرآن سے [illegible] کرو۔ دوسری طرف نمونہ محمد رسول اللہ صلعم کا اپنے سامنے رکھو۔

گیہوں کی قیمت

حکومت کے نقطۂ نظر کا اعلان

گیہوں کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ حالانکہ درآمدی ٹیکس میں تخفیف ہو جانے کی خبر سے قیمت کا بڑھنا وقتی طور پر رک گیا تھا بازار کے اعلانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کسی حد تک اس کا سبب یہ بھی ہے کہ یہ خیال عام طور پر پھیل گیا ہے۔ کہ قیمتوں کی نگرانی کی جو کانفرنس ابھی حال ہی میں ہوئی ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ بڑھتے ہوئے بھاؤ میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔

یہ خیال درست نہیں ہے اس پر تو عام اتفاق تھا۔ کہ اگر قیمت بڑھ کر غیر معقول حد تک پہنچ جائے۔ تو کوئی نہ کوئی کارروائی ضروری ہے مگر بحث اس امر میں تھی۔ کہ وہ حد کیا ہو۔ تازہ ترین شائع شدہ بھاؤ (لائلپور رتیار) کانفرنس ہونے سے پہلے چار روپیہ تین آنہ ایک پائی فی من تھا۔

حکومت ہند اس مسئلہ کے ان تمام پہلوؤں پر جو پیش کئے گئے غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اس وقت بھی وہ قیمت خطرناک حد تک پہنچ رہی تھی۔ اور اس وقت سے جو قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ وہ یقیناً اس حد سے بھی متجاوز ہیں۔ ابھی حکومت نے اس بارے میں کوئی تفصیلی طریق کار نہیں سوچا ہے۔ کہ کس طرح گیہوں کی قیمت کو معقول حد کے اندر رکھا جائے البتہ وہ اس مسئلہ پر بڑی سرگرمی کے ساتھ غور کر رہی ہے اور سردست یہ محسوس کرتی ہے کہ عوام اور تاجروں کو یہ بتا دینا اچھا ہے کہ خود اس کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے۔ کہ وہ حد کیا ہو تاکہ تاجر یہ سمجھ لیں۔ کہ اگر وہ کوئی معاملہ اس مقررہ شرح سے زیادہ پر کریں گے تو وہ اپنی ذمہ داری پر کریں گے اور انہیں اس مطالبہ کا حق نہ ہوگا کہ حکومت جو کارروائی کرے اس میں اس کا لحاظ رکھے کہ اس قسم کے طے شدہ معاملوں میں کسی قسم کی رعایت برتی جائے۔

حکومت زیادہ سے زیادہ شرح چار روپیہ چھ آنہ مقرر کرے گی جس کا اطلاق لائلپور اور ہاپوڑ کے تیار مال کی معیاری قسموں پر اور معمولی تبدیلی کے ساتھ دوسری قسموں اور دوسرے بازاروں پر بھی ہوگا۔ یہ شرح اس وزن کردہ اوسط قیمت سے ٹھیک ٹھیک دونی ہے جو لڑائی چھڑنے سے قبل اگست ۱۹۳۹ء میں تھی۔ اور اس انتہائی قیمت سے جو پہلی جنوری ۱۹۳۱ء سے لڑائی چھڑنے کے وقت تک ایک روپیہ زائد اور تقریباً اس نو برس کے کل عرصے کی اوسط شرح سے دو روپیہ زائد ہے (مرکزی اطلاعات)

سرکاری اعلان

حکومت پنجاب نے ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء کے سرکاری بیان میں یہ اعلان کیا تھا کہ فی الحال اور غالباً جنگ کی مدت کے دوران میں پنجاب سول سروس (ایگزیکٹو برانچ) میں براہ راست بھرتی بہ ذریعہ یعنی انتخاب اور کھلے مقابلے سے بند کر دی جائیگی۔ اور اس طرح جو آسامیاں نکلیں گی۔ وہ ان اشخاص کیلئے مخصوص کی جائیں گی جنہوں نے جنگی خدمات انجام دی ہوں اب اطلاع عامہ کیلئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہندوستانی ریاست کی فوج میں ایمرجنسی کمیشن کی ملازمت مذکورہ بالا نئی مراعات کی غرض کے لئے انہی شرائط پر جنگی خدمت متصور ہوگی جو ہندوستانی فوج میں ایمرجنسی کمیشن کی ملازمت کیلئے ہیں۔ (لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۴۱ء ۱۱۴۸۹)

نور احمد ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب

بعدالت سب جج صاحب بہادر درجہ اوّل

ایبٹ آباد کیمپ مانسہرہ ضلع ہزارہ

مقدمہ ۷۸۵ بابت سال ۱۹۴۱ء

مسماۃ بی بی جو لے دختر پائندہ خاں زوجہ جوانندہ فقان قوم سواتی سکنہ مانسہرہ

بنام فضل حق ولد امیر اللہ (متوفی) عبد الحق ولد فضل حق قوم سواتی سکنہ شلکارہ تحصیل مانسہرہ

دعوےٰ دو صد روپیہ

اندریں مقدمہ عبد الحق ولد فضل حق کی معمولی طریقہ سے تعمیل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ مذکور مؤرخہ $\frac{12}{41}$ ۲۲ کو حاضر عدالت ہذا نہ ہوا تو اس کے کارروائی مقدمہ یکطرفہ عمل میں لائی جا کر سماعت مقدمہ کی جائیگی

مؤرخہ $\frac{11}{41}$ ۲

دستخط حاکم (مہر عدالت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کے بے معنی جوابات پر ایک نظر

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

از جناب مولوی محمد حسین صاحب سابق سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت قادیان پٹیالہ

(۳)

میرا مطالبہ

(ط) قادیانی احباب حلفی شہادت دیں کہ حضرت صاحب یا حضرت خلیفۃ المسیح اول کی زندگی میں انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کو اپنے دعوے میں غلطی لگی تھی۔

آپ کا جواب

آپ فرماتے ہیں کہ یہ مطالبہ غیر معقول ہے۔ لیکن اس کی وجہ بیان نہیں فرمائی۔ حالانکہ یہ حلف ایک فیصلہ کن دلیل ہے۔ جماعت قادیان پچیس سال سے اس مطالبہ سے گریز کر رہی ہے آخر اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ سینکڑوں صحابہ آج بھی موجود ہیں جو حلفیہ شہادت دیتے ہیں کہ ہم حضرت اقدس کی زندگی میں حضور کا مرتبہ وہی مانتے تھے۔ جسے حضور نے خود نبوت قرار دیا ہے اور ہم آپ کو نبی یقین کرتے تھے"۔ مگر یہ کب یقین کرنے لگے۔ اگر ہمیشہ یکساں نبی سمجھتے رہے تو یہ امر آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ آپ کے قول کے مطابق ۱۹۰۱ء تک حضرت صاحب کا دعوے محدثیت کا تھا۔ جسے دوسرے لفظوں میں آپ ظلی یا بروزی یا جزوی یا مجازی نبوت سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کا حلف بے معنی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ کی جماعت کے اکابر کو حلف اٹھانے میں کوئی عذر نہیں۔ مگر ہمارا مجوزہ حلف اٹھانے میں انہیں اعتراض ہے۔ اس کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی گمنام انسان نہ تھے۔ وہ ایک جماعت کے پیشرو تھے ان کے ایک ایک فعل پر جماعت کی ہی نہیں بلکہ عامہ خلائق کی نظر تھی۔ ان کے دعوے میں ایسا عظیم الشان انقلاب مخفی نہ رہ سکتا تھا۔ اور نہ اب کسی کی یاد سے محو ہو سکتا ہے۔ قادیانی اور لاہوری جماعت میں مابہ النزاع امر یہی ہے کہ آیا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دعوے کے سمجھنے میں غلطی لگی تھی یا نہیں۔ اگر غلطی لگی اور یہ شہادات سے ثابت ہو جائے۔ تو پھر قادیانی جماعت کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں اور اگر آپ کا دعویٰ یکساں رہا۔ اور آپ کی زندگی میں بلکہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کی زندگی میں بھی کسی ایک شخص کو خیال تک نہیں آیا کہ حضرت صاحب تیرہ سال تک اپنا دعوے نہیں سمجھ سکے یا آپ کے خیال کے مطابق تعریف نبوت نہیں سمجھ سکے تھے تو قادیانی جماعت کے باطل پر ہونے کے لئے دوسری دلیل درکار نہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی حلفیہ شہادت عدالت گورداسپور

جماعت لاہور کے ستر اکابر جنہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب ہونے کا فخر حاصل ہے اپنی حلفی شہادت دے چکے ہیں کہ کبھی ہمارے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعوے نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہو گئیں۔ انہی اکابر میں سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بھی شہادت ہے۔ حق تو ظاہر ہے۔ ایک فریق کے ستر آدمی حلف اٹھاتے ہیں۔ دوسرے فریق کے گریز۔ طبع آفاقی کرتے ہیں۔ مگر آپ نے حضرت امیر کے عدالت گورداسپور میں حلفی بیان کو پیش کیا ہے اس کے متعلق خود حضرت امیر ایدہ اللہ اخبار پیغام صلح ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں تشریح فرما چکے ہیں۔ جو آپ کے ملاحظہ سے گزری ہو گی۔ اگر ان تصریحات پر آپ کو اعتراض ہے تو آپ پھر پیش فرمائیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ حضرت امیر کی عدالت میں شہادت آپ کو کیوں یاد رہی اور خدا کے مسیح کی خانہ خدا میں حلفی شہادت آپ کو کیوں بھول گئی لیجئے سنئے۔

"اور دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے۔ یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے ...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

سوال نمبر ۲

قرآن و حدیث میں امتی نبی کا کیا مترادف ہے۔ کیونکہ امتی نبی سے مراد نبی تو ہے نہیں۔

آپ کا جواب

آپ فرماتے ہیں کہ قرآنی آیت ومن یطع اللہ والرسول ..... وحسن اولئک رفیقا میں امتی نبی کو مطیع نبی کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے"۔ آپ کے اس استدلال کو میں کئی طرح آپ کے مسلمات کی رو ہی سے رد کر سکتا ہوں۔ مگر میں اس آیت کی تفسیر میں یہاں جانا نہیں چاہتا۔ آپ اسے بیان القرآن میں دیکھ لیں۔ سر دست آپ اس آیت کے الفاظ من یطع اللہ و رسولہ پر غور فرمائیں۔ کیا یہ آپ کے مسلمات میں سے ہے کہ تیرہ صدیوں میں کسی مسلمان نے نبی کریم اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت نہیں کی؟ جن لوگوں نے اپنی جان و مال اور اولاد اللہ اور اس کے رسول کی حصول رضا کے لئے قربان کر دی۔ انہوں نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کی؟ جن کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی الٰہی سند عطا ہوئی۔ انہوں نے بھی اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کی؟ کیا خدا کے ان برگزیدوں نے جنہیں حضرت نبی کریم سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا شرف حاصل تھا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کی؟ میں پوچھتا ہوں کیا حضرت ابوبکر و عمر جن کے خاک پا ہونے پر حضرت مسیح موعود فخر کرتے ہیں۔ نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حق ادا نہیں کیا؟ شاید اسی وجہ سے منشی روڑے خاں مرحوم اور مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم سنوری کو سیدنا حضرت ابوبکر و عمر کے مقابل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور آپ کو یاد رہے کہ یہ دونوں بزرگ جناب خلیفہ صاحب قادیان کے غلام کی حیثیت رکھتے تھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر کی حیثیت خلیفہ صاحب قادیان کے غلام جیسی بھی نہ تھی۔ مگر قادیانی جماعت نے یہی پوزیشن اختیار کر رکھی ہے

قادیانیوں کے نزدیک اب یہ منسوخ آیت ہے

لیکن اب یطع اللہ والرسول قادیانی جماعت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے مصرف آیت ہو گئی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اب کوئی ہندو، یہودی، عیسائی یا غیر از جماعت مسلمان انعام نبوت تو در کنار بات ہے کوئی سا انعام بھی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ وہ سب کے سب یکسر کافر اور جہنمی ہیں۔ رہی احمدی جماعت۔ اس میں پیغامی طبقہ فاسقین کا ہے اور رحمت الٰہی سے دور ہے۔ محض منافقین ہیں اور درک اسفل میں ہیں۔ اس لئے پوزیشن یہ ہوئی کہ اب انعام نبوت اس شخص کو مل سکتا ہے جو خلیفہ صاحب قادیان کی اور اس کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور اس کے بعد کہیں جا کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو انعام نبوت حاصل کرے اور سب سے اہم اور ضروری امر تو جناب خلیفہ صاحب کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ ابتدائی مرحلہ ہے اور ان ایک کی خوشی اور اطاعت میں سب کی اطاعت آ جاتی ہے۔ البتہ ناظروں کی بھی خوشامد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ بھی جماعت سے اخراج کا اختیار رکھتے ہیں۔ یا اس میں ان کی آواز کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی حصول نبوت میں روک ہو سکتے ہیں۔ کیوں مولوی صاحب کیا یہی آپ کا مذہب ہے؟

قرآن و حدیث سے امتی نبی کا مترادف

اس عاجز نے تو سوال کیا تھا کہ قرآن و حدیث سے امتی نبی کا مترادف بتلائیے۔ آپ فرماتے ہیں من یطع اللہ والرسول۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا۔ خدا کے بندو سچائی کے اظہار میں یہ بخل۔ یہ اخفائے حق تا رواہے۔ اب میں قرآن و حدیث سے امتی نبی کا مترادف لفظ پیش کرتا ہوں۔

"امتی نبی"۔ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے مولوی صاحب آپ تو فرماتے ہیں کہ امتی نبی امت محمدیہ میں صرف ایک ہی ہو سکتا ہے میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ صد ہا محدثین کرام میں سے صرف ایک محدث کا نام لیں۔ جو کامل طور پر امتی نہ ہو اور جسے کثرت مکالمہ مخاطبہ حاصل نہ ہو۔ یعنی دوسرے الفاظ میں وہ امتی نبی نہ ہو۔ کوئی خصوصیت علیحدہ امر ہے)

اب یہ لفظ محدث قرآن کریم میں حضرت ابن عباس کی قرأت میں ثابت ہے۔ یعنی آپ یوں پڑھا کرتے تھے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث۔ حدیث میں محدث کی تعریف یوں ہے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ ایسے مرد جن سے اللہ تعالیٰ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ فرمائے۔ ہر ایک وہ وہ غیر نبی ہوں۔ میں حضرت مسیح موعود کی وصیت آپ کے فرزندوں اور نام لیواؤں کے لئے پھر دہراتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے"۔ اس سے دو اور دو چار کی طرح ثابت ہے کہ سیدنا مسیح موعود کو ہرگز ہرگز نبی نہیں کہا جا سکتا۔ قرآن و حدیث میں نبی و رسول سے اتر کر محدث کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیا کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔

(باقی صفحہ ۶ کالم ۳ پر)

ہفتہ وار اجتماعات، تقاریر، دروس و خطبات
مناظرات و مکالمات کا مختصر خاکہ

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے)

ماہ رمضان المبارک میں ہفتہ وار اجتماعات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن بعد از نماز مغرب کی بجائے اجتماعات کا انتظام بعد از نماز عصر ہوتا رہا۔ ان اجتماعات درس قرآن و حدیث کے علاوہ مختلف مضامین پر تقاریر ہوتی رہیں ۲۰ ستمبر کو جناب شیخ عبدالحق صاحب نے "حقیقت صیام" پر تقریر کی۔ ۱۲ اکتوبر کو اسلامی عبادات کے فلسفہ پر میری تقریر تھی جس میں خصوصیت سے روزہ کی حکمت پر تبصرہ کیا گیا ۱۹ اکتوبر کو اخی العزیز شیخ احسان الحق صاحب نے "عیسائیت میں تثلیث کی تعلیم" پر ایک محققانہ اور بصیرت افروز تقریر کی جس کے بعد میں نے ... اور عیسائیت پر ایک عمومی تبصرہ کیا۔ ان ہفتہ وار اجتماعات میں درس و خطبات کے بعد افطاری کا وقت ہو جاتا تھا۔ سب احباب دار المطالعہ ہی میں روزہ افطار کرتے جس کے لئے مختلف احباب کی طرف سے خاص طور پر انتظام ہوتا رہا اور نماز مغرب کے بعد مجلس برخاست ہو جاتی رہی۔

ماہ رمضان میں ہمارے محترم حافظ شیخ عبدالعزیز صاحب دار المطالعہ میں نماز تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے۔ نماز جمعہ کا دو جگہ انتظام ہے بسیکر رایٹ میں جناب شیخ عبدالحق صاحب پڑھاتے ہیں اور شہر میں راقم الحروف پڑھاتا ہے۔

جمعۃ الوداع اور عید الفطر

جمعۃ الوداع کی نماز سب احباب نے دار المطالعہ میں ادا کی عید الفطر کی نماز ۲۳ اکتوبر کو ۹½ بجے ایڈورڈ پارک میں ہوئی۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ بعد از نماز میں نے خطبہ دیا۔ جس کا موضوع "الحمد للہ رب العالمین" تھا۔ اور اس آیہ شریف کی تفسیر کرتے ہوئے مختلف پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی۔

(۱) حمد کی مستحق فی الحقیقت وہی ذات ہے جو تمام خوبیوں کی جامع ہے اور یہ صفت خدا کے سوا کسی ہستی میں نہیں پائی جاتی کسی کی حمد حسن و جمال، جود و سخا، رحم و کرم یا کسی اور خوبی کے باعث ہوتی ہے۔ مگر یہ سب خوبیاں ہر لحاظ سے محدود ہیں۔ اور ایک وقت ختم ہو جاتی ہیں پس درحقیقت حمد کی مستحق ذات الٰہی ہی ہے جس کی صفات کا اثر لامحدود ہے۔

(۲) حمد الٰہی یقیناً قائم رہے گی جو قوم اس حمد کو مٹانا چاہے گی خود مٹ جائیگی جیسے فرمایا۔

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین (الانعام ع ۵)

(۳) سورہ فاتحہ کی بار بار تلاوت سے گویا ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم حمد الٰہی کے اس صحیح طریق کو جو اسلام نے بنایا ہے دنیا میں قائم کریں گے۔ اور اس مقصد کو مجدد وقت اور اس کی جماعت پورا کر رہی ہے۔

یورپ میں یہ حمد الٰہی قائم ہو گی تو یہ جہنم سرد ہو گی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے ہیں۔ کہ خدا کا قدم داخل ہوتا ہے تو جہنم ٹھنڈی ہوتی ہے۔

۲۴ اکتوبر کو جمعہ اور ۲۶ اکتوبر کو اتوار کے پروگرام حسب دستور عمل ہوا ۲۹ اکتوبر کو مناظرہ لائل پور میں شمولیت کے لئے لاہور روانہ ہوا۔ ۳۱ اکتوبر کو لائلپور وارد ہوا۔ یکم نومبر کو بعد از نماز عشاء اخی المحترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مکرم جناب میاں مولا بخش صاحب، اخی المحترم میاں نور احمد صاحب و اخی المحترم میاں فضل احمد صاحب و دیگر چند احباب کی معیت میں بطور تفریح عید باغ کی طرف نکل گئے۔ وہاں اہل حدیث کا جلسہ ہو رہا تھا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، اور مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی جلوہ افروز منبر تھے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب نے دوران تقریر میں جماعت احمدیہ کو چیلنج کر دیا جسے منظور کر لیا گیا جو دلچسپ مکالمہ وہاں ہوا۔ اس کی روئداد امید ہے احباب لائلپور بغرض اشاعت ارسال فرماویں گے۔[1]

۲ نومبر کو جماعت قادیان سے ایک عظیم الشان مباحثہ ہوا جس کی روئداد اخی المحترم جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے قلم سے اخبار میں درج ہو چکی ہے۔

۳ نومبر کو راقم الحروف جناب مرزا صاحب کے ہاں مدعو تھا مرزا صاحب نے طارق آباد میں ایک حلقہ احباب قائم کر لیا ہے۔ دو اصحاب سے خصوصیت سے تبادلہ خیالات ہوا۔ ایک صاحب مولوی فاضل ہیں۔ اور نیک سیرت بزرگ ہیں دوسرے گریجوایٹ ہیں اور کسی تعلیمی ادارے میں کام کرتے ہیں۔ یہ دونو اصحاب مناظرہ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے رہے۔ ازاں بعد مولوی صاحب موصوف کے اصرار پر راقم الحروف نے وحی الٰہی کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ ... جس قدر اقسام ہیں اس کا تعلق جمادات، نباتات، حیوانات، اور انسان کیسے پھر وحی ولائت اور وحی نبوت میں مابہ الامتیاز بتایا۔ دونو اصحاب میری تشریحات سے بہت متاثر ہوتے۔ جناب میرزا صاحب نے گفتگو کے اختتام پر مجھ سے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے جملہ احسانات میں سے ایک یہ احسان ہے ان تمام پیچیدہ مسائل کی حقیقت کو جن سے زمانہ حال کے علماء غافل پڑے ہوئے تھے واضح کیا یہ علم سوائے حضرت مسیح موعود کے شاگردوں کے اور کسی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد سلسلہ احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد غلبہ اسلام اور اس کے طریق اور اس کے طریق اور اسلام کے عام اجتماعی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ ہر دو اصحاب جماعت احمدیہ کے معتقدات اور اعمال سے مطمئن ہو کر اٹھے

۴ نومبر ایک مولوی فاضل جنہوں نے اپنا نام غالباً شفیق احمد بتایا اور شور کوٹ سکن بتایا ملاقی ہوئے۔ یہ صاحب مباحثہ میں موجود تھے۔ اگرچہ احمدی نہیں لیکن نہایت معقول اور انصاف پسند ... . انسان ہیں کہنے لگے میں غصہ سے پیچ و تاب کھا رہا تھا جب مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری فاضل قادیانی یہ کہہ رہے تھے کہ آیہ کریمہ فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ .... میں نکال الاخرۃ مضاف مضاف الیہ نہیں بلکہ صفت موصوف ہیں یا تو مولوی صاحب اتنی معمولی بات نہیں سمجھتے یا پھر ان کے نزدیک مباحثہ میں ہر جائز و ناجائز طریق کو کام میں لانا روا ہے حالانکہ بات وہی درست تھی جسے آپ (یعنی راقم الحروف) نے بار بار بیان کیا۔ کہ یہ مضاف مضاف الیہ ہیں۔

اس طرح فرمایا کہ منن الرحمان کے حوالہ میں قادیانی مناظر صاحب نے جو ناجائز تعدی کی اور اس پر خفت اٹھائی اس پر بھی پبلک ہمیشہ گواہ رہے گی۔ مولوی صاحب موصوف نے جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات اسلام کا ذکر نہایت توصیفی الفاظ میں کیا۔

۴ نومبر کی رات کو عید باغ میں زیر صدارت جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب راقم الحروف کی مسلسل دو گھنٹہ تک تقریر ہوئی۔ اور لاؤڈ سپیکر سے دور دور تک سنی گئی اس میں حضرت مسیح موعود کی آمد اور اغراض و مقاصد کو بالتفصیل واضح کرتے ہوئے ان اعتراضات کا بھی قلع قمع کیا گیا جو وقتاً فوقتاً مخالفین سلسلہ کی طرف سے سننے میں آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس مجلس کی روئداد بھی لائلپور کی جماعت احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کی طرف سے بغرض اشاعت اخبار میں پہنچے گی جس کے اولوالعزم ارکان نے اس اجتماع کا انتظام کیا تھا اللہ تعالیٰ ان سب اصحاب کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے

لاہور واپس آکر ۵ نومبر کو تین دن کی رخصت پر اپنے وطن چلا گیا راستہ میں محترم شیخ قمر الدین صاحب کی ملاقات کے لئے جہلم اترا۔ افسوس کہ شیخ صاحب موصوف متعدد شکایات کے باعث عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ ان کی تکالیف کا مشاہدہ کرکے سخت افسوس ہوا سب اصحاب کو لازم ہے کہ شیخ صاحب موصوف کے لئے جو مسیح موعود کے ایک پرانے رفیق اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کے ایک بہترین فاضل ہیں۔ دعا فرماویں کہ اللہ کریم انہیں صحت یاب فرمائے۔

۱۱ نومبر کو واپس دہلی وارد ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۵)

قادیانی احباب سے اپیل

میں خدا کے پاک مسیح کے فرزندوں اور آپ کے متبعین سے نہایت درد دل سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مقدس انسان کی جسے وہ اپنا پیشوا اور امام تسلیم کرتے ہیں وصیت کو نہ ٹھکرائیں بلکہ اس پر عمل کریں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہنا چھوڑ دیں کیونکہ اس میں سرور کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے اور صادقوں کی توہین اور ہتک کسی دینی یا دنیوی فلاح اور برکت کا موجب نہیں ہوتی۔ اور جس طرز اور طریق سے دعویٰ نبوت سیدنا مسیح موعود کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ خود آنجناب علیہ السلام کے لئے باعث ذلت ہے۔ امید ہے قادیانی احباب میرے اس عریضہ کو غور سے پڑھیں گے۔ اور آخر دعا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے اپنے انتہا فضل و کرم سے مجھے بصیرت بخشی ہے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ اسی طرح میرے سب قادیانی بھائیوں کو حق کے قبول کرنے کیلئے شرح صدر عطا فرمائے۔ اللھم امین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

محمد معین احمدی معرفت ... محلہ کشمیریاں

---

[1] اس شیوع میں درج ہے۔ (مدیر)

لائل پور میں تبلیغی جدوجہد

اہلحدیث سے مناظرہ اور پبلک جلسہ کے حالات

(از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری)

۳۱ر اکتوبر لغایت ۲ر نومبر ۱۹۳۶ء اہلحدیث کی کانفرنس تھی۔ لائل پور میں ہمارے تبلیغی کارنامے اور پبلک میں بفضل خدا بڑھتی ہوئی ہردلعزیزی نے اہلحدیث اصحاب کو مجبور کر دیا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف مولوی ثناء اللہ صاحب، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہ کو بلوا کر فضا کو مکدر کیا جائے اور لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا کر کے انہیں احمدیوں سے بدظن کیا جائے۔ مگر ان علماء کی سہ روزہ شبانہ روز محنت اور ایڑی سے چوٹی تک زور لگا کر احمدیوں کے خلاف زہر اگلنے کے باوجود معاندین کو اپنے مقصد میں سخت ناکامی ہوئی جس کا ثبوت ہمارے ان دو نہایت کامیاب پبلک جلسوں سے ملتا ہے جو اہلحدیث کانفرنس کے معاً بعد کئے گئے۔ معاندین نے دیکھا کہ خادمان دین اسی طرح میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں اور لوگ اسی عقیدت اور خواہش سے جلسوں میں شریک ہو رہے ہیں۔

یکم نومبر کو ہم بھی اہلحدیث کانفرنس کے رات کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب پرانے ٹائپ کا وعظ فرما رہے تھے۔ آپ کے لیکچر کا عنوان تھا "میں کون ہوں؟" جواب میں فرمایا گیا کہ میں بشر ہوں، مسلمان ہوں اور پھر اہلحدیث ہوں۔ سبحان اللہ پبلک کی معلومات میں کس قدر اضافہ ہوا۔ کسے معلوم تھا کہ آنجناب بشر ہیں اور یہ کون جانتا تھا کہ آپ مسلمان بھی ہیں اور یہ تو گویا ایک سربستہ راز سے پردہ اٹھایا گیا کہ آپ اہلحدیث بھی ہیں۔ اہالیان لائل پور پوسٹروں اور اشتہارات میں مولانا ممدوح کے نام کے ساتھ آپ کے لیکچر کا عنوان "میں کون ہوں؟" پڑھ کر کسی بلند پایہ علمی نکات کی توقع لگائے بیٹھے تھے۔ مگر انہیں سخت ناکامی ہوئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ مولانا ممدوح کا بشر، مسلمان اور اہلحدیث ہونا لائل پور والوں کو پہلے بھی معلوم تھا۔ "میں کون ہوں" کے جواب میں اس موشگافی کے بعد مولانا موصوف مسلمانوں کو قبر پرست، پیر پرست ہونے کے طعنے دیتے رہے اور ایک دہریہ جس کا کوئی خدا نہیں۔ اس پر ان لوگوں (قبر پرستوں) کو کوئی فضیلت نہیں، جن کے بہت سے خدا ہیں وغیرہ نرالی منطق سے مسلمانوں کو ملزم گردانتے رہے۔ آپ نے اہلحدیث کی ناکامی اور بےعملی کا بھی بہت سا رونا رویا اور فرمایا کہ ایک اہلحدیث بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالتے ہو حدیث کی بھی زکوٰۃ نکالا کرو اور وہ اس طرح کہ جیسے تم سو روپیہ پر اڑھائی روپیہ زکوٰۃ نکالتے ہو، اسی طرح سو حدیثوں میں سے اڑھائی حدیثوں پر عمل کر لیا کرو۔ یہ حدیث کی زکوٰۃ ہو گی۔ مگر آہ! آج تو اہلحدیث ایسے بےعمل ہو چکے ہیں کہ وہ اس معیار پر بھی نہیں اترتے۔ اور سو حدیثوں میں سے اڑھائی حدیثوں پر بھی ان کا عمل نہیں رہا۔ مولانا کی اپنی جماعت جن کے سردار ہونے کا آپ کو ہمیشہ فخر رہا کی یہ ناکامی اپنے مرنے سے پہلے دیکھنی مقدر تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی سربلندی بھی کہ کس طرح زمین کے سارے گوشے پر چھا گئے، اور دنیا کی ہر بلندی پر محمد رسول اللہ صلعم کے نام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ مولانا کی آنکھوں کے سامنے ہے اور انہیں بحجت تمام ملزم گردان رہی ہے۔ اڑھائی حدیث پر عمل کی بھی ایک ہی رہی۔ اگر کوئی حدیث اپنے اندر اس قسم کا مضمون رکھتی ہو جیسا کہ "لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ" ہے۔ اب جبکہ اڑھائی حدیث پر عمل کرنا ہو گا تو اس قسم کی حدیث کے کس نصف حصہ پر عمل کیا جائیگا "لا تقربوا الصلوٰۃ" پر یا "انتم سکاریٰ" پر۔

مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بحیثیت صدر تقریر کی۔ آپ ایک سفید ریش بزرگ ہیں مگر منہ سے کلمات ایسے نکل رہے تھے جو سفید ڈاڑھی کے شایان شان نہ تھے۔ مرزائیوں کو ٹکور کرنی ہے۔ لوگو تم کو اب چٹنی کھلائی جائیگی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب مولانا حالی کی مسدس سے موجودہ زمانہ کے علماء کا نقشہ پیش کرتے رہے۔ اگر مولانا حالی کا یہ شعر بھی پڑھ دیتے ؎

ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

تو لوگوں کے سامنے یہ نمونہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی شکل میں نظر آجاتا۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرزا غلام احمد نے اپنا ایک باغ پانچ ہزار روپے میں اپنی بیوی کے پاس رہن رکھا۔ بیوی کے پاس یہ روپیہ کہاں سے آیا؟ ہمارے ایک اہلحدیث ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے براہین احمدیہ کی قیمت ادا کی۔ مگر مرزا صاحب نے بدعہدی کی اور کتاب نہ بھیجی۔ براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو زندہ لکھا۔ بعد میں کہا کہ حیات مسیح ایک مشرکانہ عقیدہ ہے گویا پہلے خود مشرک رہے۔ مولوی صاحب کی اس تقریر پر ہم نے جواب کے لئے وقت مانگا۔ پانچ پانچ منٹ کی تین تقریروں کا ہمیں وقت دیا گیا۔ ہماری طرف سے جناب اختر حسین شاہ صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔اے جواب کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میر ناصر نواب ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھنے والے تھے اتنا روپیہ صاحبزادی کو بطور جہیز دے سکتے تھے اور حضرت مرزا صاحب بھی صاحب جائیداد تھے۔ دس ہزار کی جائیداد تو براہین احمدیہ کا جواب لکھنے والے کیلئے انعام رکھی تھی۔ وہ بھی اپنی بیوی کو روپیہ دے سکتے تھے۔ کسی مامور کی بیوی کے پاس روپیہ کا ہونا کوئی برا نہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کثرت سے روپیہ تھا۔ اگر کوئی اہلحدیث مولوی حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے بعد بدعہدی کا الزام لگاتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم کو دعویٰ نبوت سے پہلے الامین۔ الامین کہنے والے دعوے کے بعد نعوذ باللہ ساحر اور کذاب کہنے لگ گئے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کے دعوے سے پہلے اہلحدیث کے سردار مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کی نیکی، تقویٰ، امانت، علم اور قربانی پر بڑے زور سے گواہی دی۔ حضرت عیسیٰ کی حیات کو مشرکانہ عقیدہ اسی رنگ میں کہا گیا ہے جس میں آپ اہلحدیث حضرات اہلسنت کی پیر پرستی کو مشرکانہ فعل قرار دیتے ہیں، حالانکہ پیر پرستی کے باوجود اہلسنت مسلمان کے مسلمان ہی سمجھے جاتے ہیں۔ گیلانی صاحب کی ان باتوں کا جواب اصولی طور پر سیالکوٹی صاحب سے نہ ہو سکا اور فرمایا تو یہ فرمایا کہ جو زمین براہین احمدیہ کے جواب میں بطور انعام رکھی گئی وہ اس وقت رہن پڑی تھی۔ اس رہن سے تو انہوں نے خود حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ میں روپیہ ثابت کر دیا جو انہیں زمین کے عوض ملا تھا۔ وہ روپیہ بیوی کو دے سکتے تھے۔ اس کے علاوہ خود ہی فرمایا کہ ایک باغ بیوی کے پاس رہن رکھا۔ تو معلوم ہوا کہ ابھی حضرت مرزا صاحب کے پاس اور جائیداد بھی تھی جو وہ رہن بیع کر رہے تھے۔ تو ایسے صاحب جائیداد انسان کی بیوی کے پاس پانچ ہزار روپیہ کونسی بڑی بات ہے۔ جو لوگ حضرت ابراہیم کی ستارہ پرستی، چاند پرستی اور سورج پرستی جیسے شرک کے قائل ہیں، وہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق نہ معلوم کس منہ سے کہتے ہیں۔ گیلانی صاحب نے سیالکوٹی صاحب سے دریافت کیا کہ اس صدی کا مجدد کون ہے؟ اور حدیث مجدد کے مطابق جس مجدد نے آنا تھا وہ کہاں ہے۔ تو سیالکوٹی صاحب اس کا کوئی جواب نہ دے سکے اور ٹالتے ہوئے کہا کہ حدیث مجدد پر الگ بحث کر لو۔ گیلانی صاحب نے چیلنج منظور کر لیا۔ اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب بھانپ گئے کہ سیالکوٹی صاحب سے فاش غلطی ہو گئی۔ حدیث مجدد پر انہیں بری طرح شکست ہو گی۔ فوراً مداخلت کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ صاحب اگر مناظرہ کرنا ہے۔ تو کفر و اسلام مرزا پر مناظرہ کرو۔ گیلانی صاحب نے اس مضمون کو منظور کر لیا۔ اہلحدیث علماء نے کہا کہ ہم کل مشورہ کر کے وقت سے اطلاع دیں گے۔

دوسرے دن یعنی ۲ر نومبر کو ہمارا اہل قادیان سے مناظرہ تھا۔ اہلحدیث نے ہمیں ۴½ بجے عصر کا وقت دیا۔ قادیانی جماعت سے مناظرہ ۴½ بجے کے قریب ختم ہوا۔ اس کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلانے اور جنازوں سے فارغ ہوتا تھا۔ اہلحدیث کو اطلاع کی گئی کہ ۴½ بجے ہم مناظرہ کیلئے نہیں آ سکتے۔ رات کے اجلاس میں مناظرہ رکھیں۔ آپ حضرات کی غرض تبلیغ ہے۔ مناظرہ سے آپ ایک ٹھوس تبلیغ کر سکیں گے۔ مگر جو علماء مناظرہ سے پیچھا چھڑا رہے تھے۔ انہوں نے کب ماننا تھا۔ بات کو جواب دیدیا کہ ہم رات کا وقت نہیں دے سکتے اور وہی اپنے ہمیں لمبے وعظ سناتے رہے۔ اہل قادیان نے بھی ان علماء سے مناظرہ کی خط و کتابت کی۔ مگر [illegible] اہلحدیث کے یہ شیر ٹالتے ہی چلے گئے۔

۲ر نومبر رات آٹھ بجے عید باغ میں ہمارا پبلک جلسہ ہوا۔ جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کا لیکچر ہوا۔ اگرچہ ہم ۲ لیکچر کا اعلان پورے طریق پر نہ کر سکے تھے تاہم کافی لوگ جمع ہو گئے۔ گیلانی صاحب نے علماء اہلحدیث کے چند موٹے موٹے اعتراضات کو سامنے رکھ کر ان پر سیر کن بحث فرمائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام و مولوی ثناء اللہ صاحب میں آخری فیصلہ، مولوی ثناء اللہ صاحب کا فرار اور مباہلہ سے گریز کے حالات سنائے اور پھر علماء اہلحدیث کے نرالے معتقدات پر روشنی ڈالی۔ الغرض لیکچر بڑا دلچسپ تھا اور کامل دو گھنٹے جاری رہا۔ پبلک نے آخر تک امن و سکون سے سنا اور جلسہ نہایت خوبی سے ختم ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس جلسہ کے بعد ۸ر نومبر کو عید باغ میں ہمارا ایک اور پبلک جلسہ ہوا جس میں زیر عنوان "ہٹلر، نپولین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" خاکسار راقم الحروف کا ایک لیکچر ہوا۔ جس کی رپورٹ آئندہ شائع ہو گی۔

رفتار عالم

جنگ یورپ کے تیسرے سال کا تیرھواں ہفتہ

(اتوار مورخہ ۲۳ر نومبر سے ہفتہ مورخہ ۲۹ر نومبر تک)

لیبیا کی جنگ۔ لیبیا میں جرمنوں اور اطالویوں کے خلاف دوسری جنگ کے دوسرے ہفتے میں بھی اتحادی فوجوں کے اقدامات کامیابی کے ساتھ جاری رہے۔ ۲۲ر نومبر کو اتحادی فوجوں نے فورٹ کیپوزو پر قبضہ کر لیا تھا اس کے دوسرے دن ۲۳ر نومبر کو بردیہ پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس کے جنوب میں سیدی عمر کے نخلستان پر ابھی ہندوستانی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔ یہ کامیابیاں شدید معرکوں کے بعد حاصل ہوئیں۔ ان معرکوں نے ثابت کر دیا کہ برابر کی ٹکر میں جرمن کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ شکستہ دل فرانس۔ جنگ میں نڈھال یونان اور کمزور یوگوسلاویہ کے مقابلے میں جرمنوں نے اپنے ناقابل تسخیر ہونے کا جو طلسم قائم کر رکھا تھا۔ وہ ان معرکوں میں ٹوٹ گیا۔ ان چھ دن کی لڑائیوں میں اتحادی فوجوں نے شدید مقابلوں کے باوجود نہایت تیزی سے پیش قدمی کی۔ اور جرمنوں نے ۱۹۴۰ء میں اپنی برق رفتاری کا جو ریکارڈ قائم کر رکھا تھا اس کے پرخچے اڑا دیئے لیبیا پر چڑھائی ۱۸ر نومبر کو ۱۵۰ میل لمبے محاذ پر شروع ہوئی تھی۔ ۲۳ر نومبر تک دشمن کے پندرہ ہزار قیدی اور کثیر مقدار میں سامان جنگ اتحادیوں کے ہاتھ آیا۔ اور اتحادی فوجیں قریباً سو میل لیبیا کے اندر گھس گئیں۔

طبرق کی فوج مل گئی۔ طبرق کی بندرگاہ میں مقیم اتحادی فوج نے بھی ان معرکوں میں خوب داد شجاعت دی۔ محوریوں نے بزعم خویش انہیں محصور کر رکھا تھا۔ مگر ان شیر دل جوانوں نے جن میں انگریز ہندوستانی۔ پول۔ چیک اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے جوان بھی شامل تھے۔ عقب کی جانب سے جرمنوں اور اطالویوں پر حملے کئے اور ۲۳ر نومبر تک دو ہزار جرمن اور اطالوی سپاہی اسلحہ سمیت قید کر لئے۔ ان میں ۵۰ فیصدی جرمن تھے۔ محوریوں نے مصر پر حملہ کرنے کی غرض سے بندرگاہ سلوم کو اپنا اڈہ بنا رکھا تھا اتحادی فوجوں نے سلوم کی طرف شروع میں توجہ ہی نہیں کی۔ اس کے جنوب مشرق سے اقدام کر کے اتحادی فوجیں آگے بڑھ گئیں اور بردیہ پر قبضہ کر کے سلوم کے راستے بند کر دیئے۔ بردیہ سے سلوم میں محوری فوجوں کے لئے پانی کے جو نل جاتے تھے۔ انہیں کاٹ دیا اور اب سلوم میں بھی انہیں ٹھکانے لگایا جا رہا ہے۔

مشرقی افریقہ میں اطالوی اقتدار کا خاتمہ

لیبیا میں جنرل کننگھم کی کمان میں اتحادی فوجیں محوریوں کی فوجی قوت کو ختم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اس دوران میں خبر آئی ہے کہ مشرقی افریقہ میں اطالویوں کے اقتدار کا نشان تک گونڈار پر قبضہ ہو جانے سے مٹا دیا گیا ہے۔ گونڈار ابلشنیا میں اطالویوں کی مزاحمت کا آخری گڑھ تھا۔ یہاں آخری اطالوی فوج نے جمعہ مورخہ ۲۸ر نومبر کو ہتھیار ڈال دیئے۔ اب اس مہم کے خاتمہ سے لیبیا کی جنگ میں کافی امداد مل جائے گی۔ جو فوجیں اس وقت تک ابلشنیا میں مصروف تھیں لیبیا کی جنگ میں شریک ہو سکیں گی اور یہاں سے سامان جنگ لیبیا کی جنگ میں بھیجا جا سکے گا۔

محوریوں کا انجام۔ لیبیا میں بھی محوریوں کا یہی انجام نظر آ رہا ہے جرمنوں اور اطالویوں کی طرف سے میدان جنگ میں مسلسل کوئی امداد نہیں مل سکی۔ سرحد مصر سے اقدام شروع ہونے سے اب تک یہی ہوتا رہا ہے کہ اطالویوں نے اتحادی دستوں کو اپنی طرف آتے دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ اتحادی فوج کے افسر چند سپاہی ان کو گرفتار کر کے قیدیوں کے کیمپوں میں لے جانے کے لئے چھوڑ کر جرمنوں کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اطالوی ہنسیں کا حال اب جرمنوں میں اپنا اثر کر رہا ہے۔ ایک مقام پر اتحادی فوج کے تیرہ سپاہیوں نے ایک توپ اور ایک ٹینک سے ۳ سو جرمنوں کو گرفتار کیا۔

بھوک اور پیاس سے نڈھال جرمن۔ طبرق سے مشرق میں جو جرمن مختلف مقامات پر گھر گئے ہیں۔ تازہ لڑائیوں میں جب ان میں سے اکثر گرفتار ہوئے تو بھوک اور پیاس کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ ان قیدیوں نے بیان کیا ہے کہ تین دن سے انہیں صرف ایک پیالہ پانی ملتا رہا ہے۔ ان میں سے اکثر کا بھوک کی وجہ سے برا حال ہو رہا تھا۔ کیونکہ بن غازی سے عین جنوب میں اجیلا اور جیالو پر اتحادی قبضہ ہو جانے کی وجہ سے جنرل رومیل کی فوجیں ٹریپولی کی طرف سے رسد اور کمک حاصل نہیں کر سکتیں۔

سیدی رزاق میں فیصلہ کن جنگ۔ جرمنوں نے سسلی اور اٹلی سے لیبیا میں سامان پہنچانے کی کوشش کی ہے مگر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یہ جہاز منزل پر نہیں پہنچ سکے۔ دشمن نے ہوائی جہازوں کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی اور اب بھی کر رہا ہے۔ مگر اس ذریعہ سے ضروریات کے مطابق سامان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ لیبیا میں طبرق سے مشرق کی جانب جو جرمن فوجیں مختلف مقامات پر محصور ہیں۔ اس وقت انہیں ٹھکانے لگانے کا کام جاری ہے جس کے بعد لیبیا میں جنگ کا ابتدائی دور ختم ہو جائیگا اس کے بعد ٹریپولی کی باری آئے گی۔ کیونکہ جب تک سارا مغربی صحرا محوریوں کے اثر سے آزاد نہیں کیا جاتا۔ بحیرہ روم برطانوی جہازوں کی آمد و رفت کے لئے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ سیدی رزاق میں جنگ جاری ہے۔ جس کے انجام پر فیصلہ کا انحصار ہے۔

روس کی جنگ۔ روس کی جنگ میں یہ سارا ہفتہ بھی تمام محاذوں پر جنگ ہوتی رہی ہے۔ لینن گراڈ میں روسیوں کا پلہ یقیناً بھاری ہے اور روسی ایک ایک کر کے وہ تمام شہر جرمنوں سے واپس لے رہے ہیں۔ جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اسی طرح جنوب میں دریائے ڈان اور دریائے ڈونیٹز کے علاقے میں مارشل تموشنکو نے جوابی حملوں سے جرمنوں کو پیچھے دھکیل دیا ہے۔ اس ہفتے کے دوران میں خبر آئی تھی کہ روسی فوجیں اس علاقے میں ایک میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ مارشل تموشنکو کے ان جوابی حملوں کا مقصد روسٹوف اور قفقاز کو جرمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

ماسکو کی جنگ کا بارھواں دن۔ شمال اور جنوب میں بڑھ کر جرمنوں نے ماسکو کے آس پاس دباؤ زیادہ شدید کر دیا ہے۔ مگر یہاں انہیں اپنی ہر کامیابی کے لئے گرانقدر قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔ ماسکو کے جنوب میں ۳۰ میل اور مغرب میں ۴۰ میل کے فاصلے پر جرمنوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر ان بارہ دنوں کی جنگ میں ایک غیر جانبدار نامہ نگار کے بیان کے مطابق یہ علاقہ جرمن مردوں اور تباہ شدہ جرمن ٹینکوں کے ٹکڑوں سے اٹ گیا ہے۔ یکے بعد دیگرے جرمن کمپنیاں اور دستے تباہ کئے جا رہے ہیں۔ مگر جرمنوں کا دباؤ ان نقصانات کے باوجود شدت کے ساتھ جاری ہے۔ روس کے اخبارات نے لکھا ہے کہ ماسکو شدید خطرہ میں ہے۔ مگر ماسکو کے باشندوں نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہم اپنے شہر میں جرمنوں کو گھسنے نہیں دیں گے۔ ماسکو کے شمال میں کالینن کے علاقے میں روسیوں نے جوابی حملے کر کے کئی اہم چوکیوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ گویا اس وقت ماسکو کو زیادہ خطرہ جنوب اور مغرب کی جانب سے ہے۔

روس کی جنگ کو اب چھٹا مہینہ جا رہا ہے۔ جرمنوں نے ۲۲ر جون کو روس پر حملہ کرتے وقت دعوے کیا تھا۔ کہ چھ ہفتوں میں وہ اس جنگ کو ختم کر دیں گے اور اس کے بعد برطانیہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ چھ ہفتوں کی بجائے اب چھٹا مہینہ جا رہا ہے اور ماسکو اور لینن گراڈ ابھی تک ان کی رسائی سے باہر ہیں۔

۵ مہینوں کی جنگ میں نقصانات۔ ان ۵ مہینوں میں جرمنوں کا جو نقصان ہوا اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ ۱۵ ہزار جرمن ٹینک ۱۳ ہزار جرمن ہوائی جہاز اور ۱۹ ہزار توپیں تباہ ہوئیں۔ اور ساٹھ لاکھ آدمی زخمی گرفتار یا ہلاک ہوئے۔ جرمن حملہ آور تھے۔ گذشتہ ½ ۱ مہینے سے وہ ماسکو پر زیادہ دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اس لئے ان کا زیادہ نقصان ہوا کیونکہ روسی دفاع پر ہیں ان کی جنگ کا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۲۔۶۔۱۰۔۱۴۔۱۸۔۲۲۔۲۶۔۳۰ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی ۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام مذاہب پر غالب [illegible]

جلد ۲۹ | لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۷۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وضو سے ازالہ گناہ

از حضرت مسیح موعود یہ جو لکھا ہے کہ وضو کرنے سے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے چھوٹے چھوٹے حکم بھی ضائع نہیں جاتے۔ اور ان کے بجا لانے سے بھی گناہ دور ہوتے ہیں۔ (نور القرآن دوم صفحہ ۳۵)

مسواک

حضرت صاحب مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور علاوہ مسواک کے اور مختلف چیزوں سے دن میں کئی دفعہ دانتوں کو صاف کرتے ہیں۔ اور نبی کریم صلعم کی بھی یہی سنت تھی پس سب کو چاہیئے کہ اسطرف بھی توجہ رکھا کریں۔ (بدر ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۰)

اذان کے وقت بات کرنا اور پڑھنا منع نہیں ہے۔

عصر کی اذان ہوئی اور نواب صاحب اور شیخ [illegible] خاموش ہو گئے۔ حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اذان میں باتیں کرنی منع نہیں ہیں آپ اگر کچھ اور بات پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھ لیں۔ کیونکہ بعض باتیں انسان کے دل میں ہوتی ہیں اور وہ کسی وجہ سے انکو نہیں پوچھتا اور پھر رفتہ رفتہ وہ نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ جو شکوک پیدا ہوں۔ انکو فوراً باہر نکالنا چاہیئے۔ یہ بُری غذا کی طرح ہوتی ہیں۔ اگر نہ نکالی جاویں۔ تو سوء ہضمی ہو جاتی ہے۔

۷ اپریل ۱۹۰۳ء کو ایک شخص اپنا مضمون [illegible] دربارہ طاعون سنا رہا تھا۔ اذان ہونے لگی وہ چپ ہو گیا حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا پڑھتے جاؤ۔ (الحکم مئی ۱۹۰۳ء)

بچہ کے کان میں اذان دینا

سوال۔ بچہ کے کان میں اذان دینے کی کیا وجہ ہے۔ جواب۔ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسوقت کے الفاظ کان میں پڑے ہوئے انسان کے اخلاق اور عادات پر اثر رکھتے ہیں۔ لہذا یہ رسم اچھی ہے۔ (بدر ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۲)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مشغول ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی صاحبزادی کو اللہ تعالیٰ نے طویل بیماری سے شفا بخشی ہے۔ اس خوشی میں جناب ڈاکٹر صاحب نے کی بیگم صاحبہ نے مبلغ ۱۰۰ روپیہ بطور عطیہ انجمن کو دئیے ہیں۔

— جناب محمد امین خانصاحب موضع منڈہ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ان کے نوعمر صاحبزادہ جو اسلامیہ کالج پشاور کی ایف اے کلاس میں تعلیم پاتے ہیں۔ تقریباً دو ماہ سے بیمار ہیں علاج موثر ثابت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے والدین کو سخت تشویش ہے۔ احباب سلسلہ دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ مذکور کو صحت عطا فرمائے آمین

سانحۂ ارتحال

حاجی سعادت علیخان صاحب (زام پور) مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۴۱ء کو بوقت چھ بجے شام وفات پا گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مورخہ ۵ دسمبر بعد از نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا۔ احباب کرام سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مقررہ شرح اور عین وقت پر چندہ ماہوار ادا کرنا ہر احمدی دوست کا فرض اولین ہے

لائل پور میں عظیم الشان جلسہ

ہٹلر، نپولین اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(از شیخ رشید احمد صاحب سیکرٹری لائل پور)

نیویارک امریکہ کے ایک بدبخت اخبار "سنڈے نیوز" میں حال ہی میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں لکھا ہے :-

"خون آشام ہٹلر نپولین سے نہیں بلکہ محمدؐ سے مشابہت رکھتا ہے۔ محمدؐ بنی نوع انسان کو صرف چند افراد کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے اور ہٹلر بھی یہی چاہتا ہے"

اسمبلی میں مسٹر غزنوی نے تحریک التواء پیش کر کے اس ناپاک مضمون کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا۔ مسلمان اس کوشش میں ہیں کہ امریکہ کا یہ بدبخت اخبار اپنے الفاظ واپس لے اور معافی مانگے۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو اس سے الزام کی صفائی نہیں ہو سکتی اور الزام پھر بھی اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ احمدیوں کے نزدیک اصل طریق یہی ہے کہ ہم میدان میں نکل کر حضور سرورکائنات صلعم کے منور چہرہ کو دنیا میں پیش کریں اور اصل الزام پر مذہبی و تاریخی پہلو سے روشنی ڈالیں۔ چنانچہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شاخ (لائل پور) نے اس مقصد کے لئے ایک عظیم الشان پبلک جلسہ کا انتظام کیا۔ دو ہزار اشتہارات اعلیٰ طبقہ کو بھیجوں۔ رنگیل سینما میں سلائیڈ کے ذریعہ اس جلسہ کا ایک وسیع پیمانے پر پراپیگنڈہ کیا گیا۔

۱۸ر نومبر کو رات کے آٹھ بجے عید باغ میں جلسہ کا انعقاد ہوا تھا۔ شامیانہ نصب کیا گیا۔ دریوں، کرسیوں، گیسوں کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ سٹیج لگایا گیا اور اس پر لاؤڈ سپیکر نصب کیا گیا۔ اس عظیم الشان جلسہ کی صدارت جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب رئیس لائل پور کو پیش کی گئی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد اخویم مکرم ڈاکٹر احمد حسن صاحب نے شاہنامہ اسلام و شاہنامہ احمدیت مصنفہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے بعض حصص پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ کے لیکچر کا عنوان تھا

"ہٹلر، نپولین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

آپ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر جب بھی غیرت آتی ہے تو احمدیوں کو اور تڑپ کر میدان میں آتے ہیں تو احمدی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بہادر جرنیل حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی یہ بہادر فوج چار دانگ عالم میں جو قلمی لڑائی لڑ رہی ہے اور جہاں کسی بدبخت نے منہ کھولا۔ احمدی سپاہی یا احمدی لٹریچر پہنچا اور باطل کے ٹکڑے اڑ گئے۔ ہندوستان سے دس ہزار میل دور جرمنی میں آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں نے نبی کریم صلعم پر اچھالا تو وہاں کے مسلمان دکھی ہو گئے جمعیتہ العلماء ہند اور جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ سے استمداد کی۔ مگر وہاں سے انہیں کوئی مدد نہ پہنچی۔ آخر حضرت مجدد اعظم کے ذہنی کیمپ سے انہیں سپاہی ملا جس نے فیضی میں پہنچ کر مسلمانوں کی جھکی ہوئی گردنیں بلند کر دیں اور مندروں اور میدانوں میں جا جا کر دشمنوں کو خاش شکستیں دیں۔ وہ سپاہی اس وقت آپ کے سامنے کھڑا ہے غرض احمدی کا وجود ہی اس لئے ہے کہ جونہی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ذات پاک پر کوئی الزام لگے۔ یہ وجود بیقرار ہو جائے۔ اور جب تک الزام کی صفائی نہ ہو اسے چین نہ آئے۔ احمدی کے اندر یہ سپرٹ، یہ غیرت، یہ جوش کس نے پیدا کیا۔ اسی ہستی نے جس کا نام مرزا غلام احمد ہے۔ یہی سپرٹ، یہی غیرت اور یہی جوش ہے جس نے ہمیں آج بھی اس میدان میں لا کھڑا کیا ہے کہ ہم "سنڈے نیوز" جیسے ایک ناپاک چیتھڑے کے ناپاک الزام کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دکھائیں

فاضل مقرر نے "سنڈے نیوز" کے مضمون پر توجہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس مضمون میں حضور سرورکائنات کے مقدس چہرہ پر دو دھبے لگائے گئے ہیں۔ ایک دھبہ خونخواری کا۔ دوسرا دھبہ دنیا کو غلام بنانے کا۔ میں ان دونوں دھبوں پر قرآن کریم اور تاریخ کی روشنی ڈالوں گا۔ اور ابھی آپ حضرات دیکھیں گے کہ یہ دونوں دھبے دو خوبصورت تلوں میں تبدیل ہو کر حضور سرورکائنات کے منور رخساروں کے حسن کو دوبالا کر رہے ہیں۔

حسب ترتیب فاضل مقرر نے پہلے خونخواری کے الزام کو لیا اور فرمایا خدا کا بے شر اور امن پسند رسول جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ تو مکہ کے شریر لوگ ۳۷۰ میل کا سفر طے کر کے مقام بدر میں آمادۂ جنگ ہوتے ہیں۔ خدا کے لئے کہو کہ اب خدا کا رسول کیا کرے۔ کیا ایسے حالات میں، مہاراج رام نے راون کے خلاف اور مہاراج کرشن نے کنس کے خلاف اور پانڈوں نے کوروں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی۔ اور کیا جب ظلم کی حد ہو گئی تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام جیسے نرم دل انسان نے بھی اپنے شاگردوں کو تلواریں خریدنے کا حکم نہیں دیا۔ تمام بدر میں اہل مکہ شکست کھانے کے بعد مکمل تیاری سے پھر آئے اور مقام احد میں خدا کے رسول کو پھر للکارا۔ غرض تاریخ گواہ ہے۔ کہ خدا کا امن پسند رسول جب بھی میدان میں دیکھا گیا۔ مدافعت کے رنگ میں دیکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں کان الناس امۃ واحدۃ۔ اور ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ۔ تمام انسانوں کو ایک جماعت اور ایک جان قرار دیا گیا ہے جس رسول کا قرآن انسانوں کو ایک جان قرار دیتا ہے۔ تو وہ رسول خونخوار کیسے ہو سکتا ہے۔ خون کون بہائے اور خون کس کا بہایا جائے۔ کیا کبھی کسی نے اپنا خون بھی بہایا ہے۔ قرآن کریم میں اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ اور قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم میں صرف ان لوگوں سے جنگ کی اجازت دی گئی ہے جو ظالم اور جنگ کے خواہشمند ہیں۔ مذہب کے نام پر تلوار کو بلند کرنا قرآن کریم میں امن پسند تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی وغیرہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ اسلامی جنگ کی اصل غرض قرآن کریم نے ایک ہی فرمائی ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا کہ تمام مذاہب کی عبادتگاہوں کی حفاظت کی جائے اور ہر مذہب کو اجازت ہو کہ اپنی عبادت گاہ میں اپنے طور پر خدا کا نام کثرت سے لے سکے۔ اس آیت میں اپنی مسجدوں کو سب سے پیچھے رکھا ہے یعنی ایک مسلمان کا فرض قرار دیا ہے کہ جیسا وہ اپنی مسجد کا محافظ ہے اسی طرح وہ دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی امن و سلامتی کی تعلیم ہے یہی وجہ ہے کہ برناڈ شا جیسے مفکر نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر آج دنیا کی ڈکٹیٹرشپ حضرت محمدؐ کو سونپ دی جائے۔ تو دنیا پھر امن اور سلامتی سے بھر سکتی ہے۔ اس کے بعد فاضل مقرر نے شخصی حکومت اور جمہوریت پر ایک لطیف بحث فرمائی۔ اور فرمایا کہ حضور سرورکائنات ڈکٹیٹرشپ اور جمہوریت کے بین بین نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ حضور کی بیٹی فاطمہؓ ملکہ الزبتھ اور ملکہ وکٹوریہ کی طرح جانشین ہو سکتی تھی۔ مگر حکومت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملی۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کو۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ ہر طرح حکومت کے اہل تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے حضور سرورکائنات کی اصل منشا کو کہ حکومت وراثت کے طور پر نہ چلائی جائے۔ بلکہ یہ امانت اس کے اہل کو سپرد کی جائے۔ خوب سمجھ لیا ہوا تھا۔ اس لئے وصیت فرمائی کہ میرے بعد میرے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ نہ منتخب کیا جائے۔ اسی طرح موجودہ جمہوریت کو بھی حضور سرورکائنات نے ناپسند فرمایا۔ کہ تین یا پانچ سال کے لئے پریذیڈنٹ یا خلیفہ بنایا جائے اور ووٹوں سے یہ منصب خریدا جا سکے۔ ایک شخص اپنے اثر و اقتدار سے ملک کے ووٹ کو خرید لیتا ہے، مگر اگر حکومت کرنے کی قابلیت اس میں نہیں تو ظاہر ہے کہ جمہوریت کا یہ انتخاب غلط اور نقصان دہ ہے۔ تین اور پانچ سال کے فصلی پریذیڈنٹ قوم کی تعمیر کا صحیح کام نہیں کر سکتے ایک آنے والا پہلے کے کام کو رد کر دیتا ہے اور اپنی نہج پر کام شروع کر دیتا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ قوم کا کام کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کتنا بلند مرتبہ انسان ہے وہ جس کی باریک نگاہ نے شخصی حکومت اور وراثت والی حکومت اور جمہوریت کے تمام عیوب کو مدنظر رکھ کر اس کے بین بین ایک نظام حکومت قائم کیا حکومت کا حق وراثت نہ دلائے بلکہ ذاتی قابلیت اور حکومت کا جوہر لائے اور پھر جو خلیفہ یا بادشاہ ہو جب تک اس سے کوئی خاص غلطی سرزد نہ ہو اس کو تین یا پانچ سال کے لئے نہیں بلکہ زندگی بھر قومی تعمیر کا موقع دیا جائے۔ یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے غور کیجئے کہ انسان محنت مشقت اسی لئے کرتا ہے اور جائداد اسی لئے بناتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بچے آرام پائیں پس جو حکومت حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بچوں کو ملنی ہی نہ تھی۔ اس کے لئے خون بہانے کی انہیں ضرورت ہی نہ تھی۔

اس کے بعد فاضل مقرر نے غلامی کے الزام کو لیا اور قرآن کریم سے واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب اور ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم اور فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ وغیرہ آیت قرآن پیش کر کے بڑی لطیف بحث کی اور فرمایا کہ قرآن رسول اور اس کے ساتھیوں کے مال کا ایک حصہ دنیا سے غلامی کو مٹانے کے لئے وقف کرتا ہے۔ اور رسول کے کام میں یہ قرار دیتا ہے کہ وہ لوگوں کے بوجھ کو دور کرے اور ہر قسم کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دے۔ اور انسان کو ہمت دلاتا ہے کہ وہ بلند گھاٹی پر چڑھے اور وہ بلند گھاٹی یہ ہے کہ گردنوں کو آزاد کیا جائے گویا غلاموں کو آزادی دلانا ہمالیہ اتنا بلند کام کرنا ہے یا کسی بلند پہاڑ پر آزادی کا جھنڈا گاڑنا ہے۔ اس ضمن میں بہت ہی دلچسپ چیزیں

(باقی بر صفحہ ۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۲۹ | یوم دوشنبہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۶۰ھ | نمبر ۷۵

۸ دسمبر ۱۹۴۱ء

زمانہ کا تغیر اور ہمارا سالانہ جلسہ

جمود و تحرک اور قوموں کا زوال و عروج

اجتماعی اداروں کی مرکزی حیثیت

گذشتہ اشاعت میں ہم نے حضرت مسیح موعود کا ایک ارشاد پیش کر کے سالانہ جلسہ کی اہمیت کو بیان کیا تھا۔ موجودہ اشاعت میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دیگر ارشادات پیش کرتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اور ہمیں تو یہاں تک لکھنے میں باک نہیں کہ جس نے اس جلسہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا وہ سلسلہ کی حقیقی روح سے آشنا نہیں یہ ایک اجتماعی سلسلہ ہے جو اخوت، علم اور معرفت کے زور سے دنیا کو تسخیر کرنا چاہتا ہے۔ اس کے اجتماعی اداروں کو اس میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

ہمارے سالانہ جلسہ کا ایک عظیم الشان پہلو

جہاں اس سالانہ جلسہ کے اور افادی پہلو ہیں وہاں ایک عظیم الشان پہلو یہ بھی ہے کہ بدلتے ہوئے حالات اور تغیرات میں ہم اکٹھے ہو کر ضروریات دین کا جائزہ لیں۔ یہ پہلو اتنا ضروری اور اہم ہے کہ اس کی اہمیت کو کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو قوموں کے زوال و عروج کے حقیقی اسباب کو سمجھتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا علم رکھتے ہیں کہ جمود اور تحرک قوموں کی ترقی اور انحطاط پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یعنی جو قوم زمانہ کی ضرورت اور کو سمجھتے ہوئے حرکت کرتی رہتی ہے وہ زندہ رہتی ہے۔ اور جس میں یہ حرکت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ قوم صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتی ہے یہیں تاریخ پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ زمانہ کے تغیرات کی ایک طویل داستان ہے زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور وہ قوم جو زمانہ کی اس تلون کیشی کو نہیں سمجھتی اور زمانہ کے تغیرات کی تفہیم نہیں رکھتی اور اس کے اندر وہ جوہر نہیں جو اسے زمانہ کی رفتار کے ساتھ چلا سکے اس قوم کو ایک خرچ شدہ طاقت Spent force سمجھنا چاہیئے۔ اس کے اندر تحرک نہیں بلکہ جمود ہے تاریخ عالم میں کتنی اقوام ہیں۔ جو بام عروج تک پہنچیں اور ایک وقت آنے پر ایک عضو معطل ہو کر رہ گئیں چنانچہ اس حقیقت پر مصریوں، کلدانیوں، یونانیوں اور رومیوں کے تاریخی واقعات شاہد ہیں

روحانی شخصیتوں کی دوررسی

ہم گذشتہ مقالہ میں عرض کر آئے ہیں کہ روحانی رہنما جو قوموں کی اصلاح اور روحانی ترقی کیلئے مبعوث ہوتے ہیں۔ وہ ان حقائق سے اپنے عمیق وجدان کی وجہ سے بخوبی واقف ہوتے ہیں جن پر قوموں کی ترقی کا انحصار ہوتا ہے گذشتہ مقالہ میں ہم نے جو اقتباس درج کیا تھا۔ اس کا ملخص تھا۔ کہ اس جلسہ سالانہ کی غرض یہ بھی ہے کہ جماعت کے اندر علم و معارف اور جذبات اخوت پیدا کئے جائیں لیکن حضور کے مندرجہ ذیل اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ بدلتے ہوئے حالات میں اسلام کے استحکام کی تدابیر سوچی جائیں۔ اسلام کے قالب میں تحرک یعنی حرکت جو کہ ہر ایک مذہب و ملت کی روح رواں ہے کو قائم رکھا جائے۔ جیسا کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں:-

ارشاد

"یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے ہر ایک وقت اور زمانہ انتظام جدیدہ کو چاہتا ہے اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی۔ ۔ ۔ ۔ کوئی ایسا کام تو اس عاجز نے نہیں کیا صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا۔"

سو ہمارے وہ دوست جنہیں احمدیت اور اس کے خالص اسلامی مقاصد سے والہانہ محبت ہے انہیں جلسہ سالانہ کے اس پہلو کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنے امام اور مرشد کے ارشاد کا احترام کرتے ہوئے اس جلسہ میں ضرور شریک ہونا چاہیئے تاکہ زمانہ اور وقت کے لحاظ سے وہ دین کی موجودہ ضروریات اور تقاضوں کو سمجھیں۔ اور ایسی تدابیر سوچیں کہ جن سے اسلام کو استحکام حاصل ہو۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کے بند راستے کھل سکیں۔ اور ان کے اس جہاد سے اسلامی عروق میں گرم گرم خون دوڑے۔ اسلام اور مسلمانوں کا قدم اس جادۂ حیات پر آگے کیطرف بڑھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سالانہ جلسہ میں شمولیت کو کتنا اہم سمجھا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے میں حضور کا ایک اور ارشاد پیش کرتا ہوں جو حضور "آئینہ کمالات اسلام" میں قیامت کی نشانی کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

دوسرا ارشاد

"چونکہ گذشتہ سال مشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمۂ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں۔ اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ر دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں۔ اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرما یہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے اب ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بنا پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا۔ جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات دین وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔"

اس اقتباس میں بھی حضور نے بہ نیت استفادہ ضروریات دین اور مشورہ اعلائے کلمۂ اسلام و شرع متین کیطرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ اور ان دنوں میں خاص سہولتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ کہ بعض احباب جن کے آنے میں بعض مشکلات عناں گیر ہوتی ہیں ان پر روشن ہو جائے کہ یہ دن تعطیل کے ہوتے ہیں۔ اور موسم سرما ہونیکی وجہ سے سفر میں بھی آسانی رہتی ہے۔ اسلئے وہ آسانی سے تشریف لا سکتے ہیں۔

امید ہے ہمارے سب احباب اس سالانہ اجتماع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اور ان سہولتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ان دنوں میں میسر آتی ہیں ضرور اس روحانی جلسہ میں شریک ہوں گے۔"

"تبلیغ نمبر" کی توسیع اور اشاعت

پیغام صلح مورخہ ۳۰ر نومبر اور ۴ر دسمبر میں تبلیغ نمبر کے متعلق اعلان ہو چکا ہے۔ اور اسکی امتیازی خصوصیات کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ اس سال چونکہ جماعت کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام تھا اس پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے جماعت کے مختلف حلقوں نے کوشش کی چنانچہ ان مساعی جمیلہ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ گذشتہ سالوں کی نسبت اس سال سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں بہت زیادہ لوگ شامل ہوئے پیغام صلح نے تبلیغی پروگرام کو بار بار جماعت کے سامنے پیش کر کے اس تحریک تبلیغ کو کامیاب بنانے کی حتی الامکان کوشش کی۔ اب سال چونکہ ختم ہو چکا ہے اسلئے اپنی تبلیغی مساعی کا جائزہ اور محاسبہ نہایت ضروری ہے تاکہ احباب سلسلہ کو معلوم ہو سکے کہ گیسوئے تبلیغ ابھی کس حد تک منت پذیر شانہ ہے اور شعبۂ تبلیغ کو زیادہ مضبوط اور قوی بنانے کیلئے اور تبلیغ اسلام کے فریضہ کو سب مسلمانوں پر واضح کرنے کے لئے کس حد تک محنت شاقہ درکار ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قرون اولیٰ کے مسلمان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسلوب تبلیغ کو اتنا نمایاں کرنا چاہیئے کہ جماعت اپنی تبلیغی جدوجہد کا مقابلہ اس بلند معیار سے کر سکے جو سرور دوعالم اور انکے خلفاء کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ اسی غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے تبلیغ نمبر شائع کیا جا رہا ہے اور ہمارا جلسہ سالانہ بھی چونکہ ایک زبردست شعبۂ تبلیغ ہے۔ اسلئے اسمیں شمولیت کی اہمیت پر بھی خاص زور ہو گا یہ نمبر تبلیغی نوعیت کے لحاظ سے اتنا مفید ہو گا کہ اسکا ہر احمدی دوست کے پاس ہونا اشد ضروری ہے اور دوسرے مسلمانوں تک اسکا پہنچانا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے تاکہ وہ لوگ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا اندازہ کر سکیں امید ہے اس نمبر کی افادی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعتوں کے صدر اور سکرٹری صاحبان اور جملہ مبلغین و محصلین حضرات اس نمبر کی توسیع اشاعت میں کارکنان پیغام صلح کی امداد فرمائینگے اور اس نمبر کو زیادہ تعداد میں منگوا کر تقسیم کرینگے اور ۱۸ر دسمبر سے پہلے اپنے آرڈر دفتر پیغام صلح

دنیا کا سب سے بڑا فاتح اور سب سے بڑا مصلح

روحانی طاقت سے مادی فتوحات حاصل کرنیوالا انسان!

خطبہ جمعہ موخہ ۱۴ر نومبر ۱۹۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

والنجم اذا ھوی .... فاوحی الی عبدہ ما اوحی (سورہ النجم)

حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات پر خدا تعالیٰ کی شہادت

ان چند آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو بیان فرمایا ہے شروع یہاں سے کیا ما ضل صاحبکم وما غوی۔ ضلالت کہتے ہیں گمراہی، اور غلط رستہ پر پڑ جانا اور غوی یا غی وہ گمراہی ہے جو عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ضلالت عمل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور غی عقیدہ کے ساتھ، تو پہلا کمال یہ بیان فرمایا ما ضل صاحبکم وما غوی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کبھی کسی غلط رستہ پر پڑے اور نہ عقیدہ کے لحاظ سے کوئی غلطی اور کجی پیدا ہوئی، وما ینطق عن الھوی وہ اپنے نفس کی حرص وہوا سے کوئی بات نہیں کرتا، ان ھو الا وحی یوحی ایک عظیم الشان وحی اس کی طرف کی گئی، اسی وحی سے بات کرتا ہے، اور اس کا سکھانے والا کون ہے؟ علمہ شدید القوی ذو مرۃ ایک تو سکھانے والا بڑا ہی زبردست مضبوط طاقت کا مالک ہے دوسرے ذو مرۃ یعنی بڑی حکمت والا، وہ بڑی طاقت والا بھی ہے اور بڑی حکمت والا بھی جو باطنی قوت ہے جیسا سکھانے والا ہے ویسا ہی شاگرد، اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ فاستوی وہ حالت اعتدال پر آگیا محمد رسول اللہ اس کمال پہ پہنچے کہ ان کے قوے اعتدال پر آگئے، وھو بالافق الاعلیٰ، اس اعتدال پر آکر وہ بلند ترین بلندی پر جا پہنچے، یہ اللہ تعالےٰ کی شہادت محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات کے متعلق ہے۔

مصلحین عالم میں کامیاب ترین انسان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر کمالات کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ مخالفین بھی آہستہ آہستہ قائل ہوتے جاتے ہیں، مثلاً آج یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ مذہبی شخصیتوں یا مصلحین عالم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ترین انسان ہیں، یہ اعتراف ان کا ہے جو خدا کا بیٹا مانتے ہیں

آنحضرت صلعم کا اعلیٰ ترین نمونہ

میں نے گذشتہ خطبہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا جب یہ کہا تھا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے محمد رسول اللہ صلعم میں ایسا کامل نمونہ موجود ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں مل نہیں سکتی، کیوں آپ کا نمونہ سب سے اعلیٰ ہے اسلئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ ترین انسان ہیں، دنیا اسی کے پیچھے لگے گی جو بلند ترین ثابت ہو۔

سب سے بڑا فاتح

رہی یہ بات کہ یہ جو دعوےٰ ہے کہ آپ بلند ترین منزل پر پہنچ گئے کیا یہ ایک جذباتی بات ہے جیسے لوگ اپنے پیشروؤں کے متعلق کہہ دیتے ہیں حتیٰ کہ بت پرست بھی اپنے بتوں کے متعلق یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بلند ترین ہستیاں ہیں۔ واقعات نے اس دعوےٰ کو ایسی صفائی سے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ بلند مرتبہ انسانیت کا تب حاصل ہوتا ہے جب انسان دوسروں پر غالب آجاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ جو بڑے بڑے فاتح ہوئے ہیں وہ بھی بلند شخصیتوں کے مالک تھے مگر ان میں ایک غلبہ ہے ظاہری طور پر فاتح ہونا، مگر محمد رسول اللہ صلعم نے صرف یہی حاصل نہیں کیا، بلکہ روحانی غلبہ بھی آپ کو حاصل ہوا۔ بلاشبہ آپ کا ظاہری غلبہ بھی بڑا بلند رنگ رکھتا ہے کہ یتیمی کی حالت سے اٹھ کر فاتح بن گئے۔

دنیا کی عظیم ترین فاتح قوم

پھر خود ہی فاتح نہیں بنے بلکہ اپنی قوم کو بھی دنیا کی عظیم ترین فاتح قوم بنا دیا۔ اس بات کا اعتراف انہوں نے بھی کیا ہے جنہوں نے آپ پر اعتراض بھی کئے ہیں، ایچ۔ جی۔ ویلز کی کتاب "ہسٹری آف دی ورلڈ" میں لکھا ہے کہ تاریخ انسانی محمد رسول اللہ صلعم کی قوم جیسی فاتح قوم دوسری کوئی نہیں۔ تو ایک طرف یہ اعتراف ہے کہ آپ مصلحین عالم میں سب سے کامیاب انسان ہیں اور دوسرے یہ بھی اعتراف ہے کہ آپ سب سے بڑے فاتح ہیں،

ظاہری اور باطنی فتوحات

آپ کی ذات بابرکات میں ظاہری فتوحات بھی اپنے کمال میں ظاہر ہوئیں اور باطنی فتوحات بھی اپنے کمال میں ظاہر ہوئیں۔ آپ دنیوی فاتح ہونے میں بھی سب سے اوپر ہیں اور روحانی فاتح ہونے میں بھی سب سے بلند تر ہیں۔ یہ ہے بالافق الاعلیٰ کا وہ ثبوت جس کا اقرار مخالفین کو بھی ہے مگر آپ کی ظاہری فتوحات میں ایک اور کمال بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ کی ظاہری فتح ظاہری سامانوں کی وجہ سے نہیں بلکہ پہلے دلوں کو آپ نے فتح کیا اور پھر ظاہری غلبہ حاصل ہوا جسمانی غلبہ کی نسبت دلوں پر غلبہ پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس کی نظیر کہیں نظر نہیں آتی، کہ ایک شخص اعلیٰ درجہ کا مصلح بھی ہو اور اعلیٰ درجہ کا فاتح بھی ہو، لیکن محمد رسول اللہ صلعم میں یہ دونوں باتیں موجود تھیں

دنیائے عرب کی بدترین حالت

آپ نے جس رنگ میں دنیائے عرب کو پایا وہ ایسی تھی، کہ دنیا پر کبھی دیکھی نہیں گئی، کیا واقعات وحالات کے لحاظ سے اور کیا اخلاق وعادات کے لحاظ سے سب سے بدترین حالت تھی، اس کا اعتراف ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو اسلام کے مخالف ہیں ان حالات میں آپ نے اصلاح کا کام کیا۔

ہم کیوں آپ کو کامل ترین مانتے ہیں

تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ جو آپ کو کامل انسان مانتے ہیں تو یہ اس وجہ سے نہیں مانتے کہ ہم آپ کی غلامی میں داخل ہیں، بلکہ ہم خدا کے فضل سے اس وجہ سے آپ کو اعلیٰ ترین انسان مانتے ہیں کہ واقعات سے ایسا ثابت ہوتا ہے کوئی مصلح ایسا نہیں ہوا کہ جس نے دنیا کو ایسی بدترین حالت میں پایا ہو، اور کوئی نہیں جس نے لوگوں کو ایسے بلند مقام پر پہنچایا ہو جس مقام پر محمد رسول اللہ صلعم نے پہنچایا، دیکھئے یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک شخص عبادت میں، زہد وتقویٰ میں، اخلاق میں بہت بڑھا ہوا ہو لیکن یہ کمال کہ روحانی اور جسمانی دونوں چیزوں کو ایک جگہ جمع کر دیا یہ ایسا کمال ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے کہیں نظر نہیں آیا، ایک شخص دن رات عبادت اور لوگوں کی اخلاقی وروحانی اصلاح میں لگا رہے اور پھر میدان کارزار میں بھی کارہائے نمایاں اس سے صادر ہوں اور بغیر ظاہری قوت اور ساز وسامان کے وہ غالب آجائے یہ ایسی بات ہے جو دوسرے مصلحین میں نظر نہیں آتی، اور یہی چیز آپ کی قوم میں بھی سرایت کر گئی، یہاں تک کہ آج اس گری ہوئی حالت میں بھی مسلمان قوم کے اندر اتنی قوت اور طاقت ہے کہ وہ اپنی بہادری کے لحاظ سے دنیا کی قوموں میں بلند ترین مرتبہ رکھتی ہے۔

فاتح بننے کے لئے کن سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے؟

تو یہ خوبیاں کس طرح آپ میں جمع ہوئیں؟ آپ کو معلوم ہے کہ جس نے دنیا کو فتح کرنا ہو اس کی ساری توجہ کس بات پر صرف ہوتی ہے؟ اعلیٰ درجہ کے ہتھیار مہیا کرنے اور فوجی تربیت۔ یہ ہٹلر کو آپ دیکھتے ہیں اس نے کس طرح یہ غلبہ حاصل کیا، جتنے اعلیٰ درجہ کے ہتھیار تھے وہ سب اس نے تیار کر لئے اور اپنی قوم کو جنگ کے لئے پوری طرح تیار کر لیا، آج تو ہماری سرکار بھی کہتی ہے کہ ہم نے تمام اسلحہ فراہم کر لئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ غلبہ اور قوت حاصل کرنے کے لئے اسلحہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلعم نے کن ہتھیاروں سے فتح حاصل کی؟

لیکن جانتے ہو محمد رسول اللہ صلعم جو فاتح بنے تو یہ کس طرح بنے! کیا آپ نے بھی کوئی ایسے ہتھیار تیار کئے جو فوجی طاقت کے لئے ضروری ہیں؟ کیا آپ نے بھی اپنی قوم کو ایسا منظم کیا جیسے دنیا کے فاتحین کیا کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ قوم جس نے فاتح بننا ہے اسکو تیار کس طرح کیا جا رہا ہے؟ خدا پر ایمان پیدا کرنا، خدا کے آگے جھکنا دن کو بھی نمازیں پڑھنا اور راتوں کو بھی اٹھ اٹھ کر اس کے آگے سربسجود ہونا جس قوم کی یہ تربیت ہو، وہ دنیا کی فاتح بن جائے اس کی نظیر نہیں ملے گی۔

مادی فتوحات روحانی سامانوں سے

فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلعم نے یہ دکھا دیا ہے کہ مادی قوت روحانی قوت سے پیدا ہو سکتی ہے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مادی قوت مادی سامانوں سے پیدا ہوتی ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے یہ ثابت کر دیا ہے اور یاد رکھو دنیا اس سبق کی محتاج ہوگی کہ مادی قوت روحانی سامانوں سے بھی پیدا ہوتی ہے آپ نے خود بھی کوئی مادی سامان فراہم نہیں کئے اور وہ قوم جو آپ کے ساتھ تھی اس کے غلبہ اور فتوحات کی وجہ بھی اس کی روحانی قوت تھی۔

خدا پر ایمان کا نتیجہ

ان کے دلوں میں ایسا زبردست ایمان تھا، کہ دنیا کی تمام قوتیں اس کے سامنے ہیچ تھیں، خدا پر ایمان، خدا کے آگے جھکنا خدا سے مدد طلب کرنا مسلمانوں کی ساری ملی زندگی انہی دو باتوں پر محدود تھی، آج جن لوگوں کو ذرا مال دنیا سے حصہ مل جائے وہ اس روحانی طاقت کو نہیں مانتے، جن لوگوں نے کالجوں کی تعلیم حاصل کی ہے یا انہیں دنیا کا مال مل گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب افسانے ہیں، لیکن وہ یاد رکھیں کہ مادی طاقت پر ایمان رکھنے والے لوگ ہی بالآخر دنیا کی بربادی کا موجب ہونگے، اور روحانی طاقت رکھنے والے دنیا کی نجات کا باعث ہوں گے۔

مجدد زمانہ کا پیغام اور بعثت ثانیہ کا مطلب

اسی لئے اس زمانہ میں جب روحانی طاقت باقی نہیں رہی، ایک شخص کو اللہ تعالےٰ نے کھڑا کیا اور اس کے ذریعہ سے دنیا کو یہ پیغام

دیا کہ روحانی قوت حاصل کرنے سے ہی جسمانی طاقت آئے گی اس لحاظ سے یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ثانیہ ہیں۔ مگر بعثت ثانیہ کے یہ معنے نہیں کہ آپ میں وہ تمام کمالات ظاہر ہو گئے جو محمد رسول اللہ صلعم میں تھے۔ یہ امر واقعات کے بالکل خلاف ہے حضرت مرزا صاحب سپاہی نہ تھے جرنیل نہ تھے فاتح نہ تھے، مقنن نہ تھے جج نہ تھے محمد رسول اللہ صلعم یہ سب کچھ تھے اور اس بات کو کہ آپ کی کمالات کو محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات سے کیا نسبت ہے حضرت صاحب نے خود مواہب الرحمٰن میں واضح فرما دیا ہے

"کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کا ایک پھل ہوں اور آپ کی بارش کا ایک قطرہ ہوں
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

پس جو شخص یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ حضرت مرزا صاحب ثمرہ کا من بستانہ یعنی محمد رسول اللہ صلعم کے باغ کا ایک پھل ہیں یا یہ کہ آنحضرت صلعم بارش ہیں جس کا ایک قطرہ حضرت مرزا صاحب ہیں وہ صحیح رستہ پر نہیں۔

افراط و تفریط صحیح نہیں

ہاں حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی ہیں کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ روحانیت کے غالب آنے کا خیال دنیا سے مٹ چکا تھا اس خیال کو آپ نے زندہ کیا مگر نسبت وہی ہے جو ایک پھل کو باغ کے ساتھ اور ایک قطرہ کو بارش کے ساتھ ہے، یہ چیز ہے جس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، دونوں طرف میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے متعلق صحیح رستہ اختیار نہیں کیا گیا، مخالفین نے آپ کی ہر بات کو برا سمجھا اور غلط قرار دیا اور ماننے والوں نے حد سے بڑھا دیا اور عین محمد قرار دے دیا۔

بعثت ثانی کا مطلب

واقعات کو دیکھ کر بتلیئے آیا بعثت ثانی کا یہی مطلب ہے؟ آیا بحیثیت فاتح، بحیثیت سپاہی اور بحیثیت مقنن ہونے کے آپ کو محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ثانی کہا جا سکتا ہے؟ واقعات کے لحاظ سے ایک ہی چیز ملے گی جس کی وجہ سے آپ کو بعثت ثانی کہا جا سکتا ہے اور وہ وہ تڑپ ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے آپ کے دل میں پائی جاتی ہے وہ جذبہ ہے جو روحانی طاقت کو دنیا میں غالب ثابت کرنے کے لئے آپکے اندر نظر آتا ہے۔

مرزا صاحب کی حیثیت بڑھانے سے آنحضرت صلعم کی حیثیت گر گئی

مگر میں اس بات پر بڑا افسوس کرتا ہوں کہ آپ کے ماننے والوں میں سے ایک جماعت نے محمد رسول اللہ صلعم کی حیثیت کو گرا دیا اور اس کوشش میں کہ مرزا صاحب کی حیثیت بلند ہو جائے آپ کو اتنا بڑھایا کہ رسول اللہ صلعم کے بالمقابل لا کھڑا کیا، مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے نہ مرزا صاحب کی حیثیت کو سمجھا نہ محمد رسول اللہ صلعم کی۔

جلسہ سالانہ پر دعوت مناظرہ

میں نے بہت چاہا ہے، سالہا سال سے خواہش کر رہا ہوں اور بار ہا میاں صاحب سے کہہ چکا ہوں کہ یہ جو دن رات تو تو میں میں ہو رہی ہے کیوں نہیں آتے اور کھلے طور پر میدان میں آکر اپنے دلائل پیش نہیں کرتے اور میرے دلائل اپنی جماعت کو سننے نہیں دیتے، آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی چند ماہ ہوئے انہوں نے خود ہی دعوت دی تھی کہ قادیان میں جا کر ان کی جماعت کے سامنے میں اپنے دلائل بیان کروں میں نے انہیں لکھا کہ ان کی جماعت وہ تو نہیں جو قادیان میں ہے، وہ تو ان کے ملازمین اور ایسے لوگ ہیں جن کی ضروریات ان سے وابستہ ہیں، جماعت تو وہ چیز ہے جو اس سلسلہ کو قائم رکھنے والی ہے۔ بیرونی لوگ جو جلسہ پر آتے ہیں اصلی جماعت وہ ہیں اسلئے میں نے تجویز کی تھی کہ جلسہ سالانہ پر دو دن دو دو گھنٹے دیں ایک دن ایک گھنٹہ میں مسئلہ نبوت پر تقریر کروں اور اس کے بعد دوسرے گھنٹہ میں اس پر جرح اور میرے جوابات ہوں، ایسا ہی دوسرے دن ایک گھنٹہ مسئلہ کفر و اسلام پر میں تقریر کروں اور اس پر ایک گھنٹہ میاں صاحب کی جرح اور میرے جوابات ہوں اور ایسا ہی ہمارے جلسہ پر وہ آکر دو دن تقریر کریں اور سوال و جواب ہوں

میاں صاحب کا جواب

اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ جلسہ کے بعد دو دن بڑھائے جا سکتے ہیں بشرطیکہ تین ہزار روپیہ یومیہ کے حساب سے چھ ہزار روپیہ مہمانوں کے اخراجات کے لئے دے دو، میں نے انہیں لکھا تھا کہ قادیان میں ہم ان کے مہمان ہونگے مہمان سے یہ کہنا کہ نہ صرف اپنا خرچ دو بلکہ ہمارے گھر کا خرچ بھی پورا کر دو، اخلاق مہمان نوازی کے خلاف ہے، اور دن بڑھانے کی کیا ضرورت ہے، جلسہ کے دوران میں ہی کیوں نہ دو دن دو دو گھنٹے گفتگو ہو جائے اس کا کوئی جواب انہوں نے نہ دیا۔

آسان طریق فیصلہ

اب میں نے دوبارہ لکھا ہے کہ آسان طریق فیصلہ تو یہ ہے کہ بارہ آدمی بطور ثالث لے لیں، چار آدمی میں ان کی جماعت میں سے چن لوں گا۔ چار وہ میری جماعت میں سے چن لیں، اور چار آدمی غیر احمدیوں میں سے لے لئے جائیں۔ اور پھر ان کے سامنے دونوں کی گفتگو ہو جائے۔ اگر ان بارہ آدمیوں میں سے سات ایک طرف ہو جائیں تو اسی کو فیصلہ سمجھا جائے، میں یہ نہیں کہتا کہ جس کے خلاف فیصلہ ہو وہ اپنے عقائد سے توبہ کرے۔ مگر اس کے بعد بحث کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن اس تجویز کو میاں صاحب منظور نہ کریں تو بغیر ثالثوں کے ہی جلسہ سالانہ پر تقاریر اور سوال و جواب ہو جائیں اور اگر وہ دو دن نہ دے سکتے ہوں تو میں نے لکھا ہے کہ ایک دن ہی دیدیں ایک ہی دن میں دو دو گھنٹہ دونو مسائل پر گفتگو ہو جائے،

میاں صاحب ہی ہمارے جلسہ پر آجائیں

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ میری باتوں کو سننا اور اپنی جماعت کو سنانا پسند نہیں کرتے تو ہمارے ہی جلسہ پر لاہور تشریف لے آئیں اور ۲۵ دسمبر کو جب قادیان میں کوئی جلسہ نہیں ہوتا ہمارے جلسہ میں آکر مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر ایک ایک گھنٹہ تقریر کریں اور دوسرے گھنٹہ میں میرے سوالات کا جواب دیں

لاہور کی فعال جماعت کو ساتھ ملائیں

میں نے لکھا ہے کہ لاہور کی احمدیہ جماعت بڑی فعال جماعت ہے کیا یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے دو ہائی سکول قائم کئے ہیں اور ان کی عمارات اور بورڈنگ بنائے ہیں، کیا یہ صحیح نہیں کہ قرآن کریم کے ترجمے تین چار زبانوں میں انہوں نے شائع کئے اور انہیں ہزاروں کی تعداد میں دنیا میں پھیلایا ہے، کیا یہ صحیح نہیں کہ وسط یورپ میں عزت کثیر سے انہوں نے ایک مسجد بنائی ہے اور اس کے علاوہ کئی مشن قائم کئے اور بہترین اسلامی لٹریچر شائع کیا، یہ جماعت جو اتنا کام کرنیوالی ہے، تمہارے ہاتھ آتی ہے، آؤ اور اپنے دلائل سنا کر انہیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرو، یہ جماعت اس لئے آپ سے الگ ہے کہ وہ آپ کو حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے منحرف سمجھتی ہے، اگر آپ ان کو یہ یقین دلا دیں کہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں، تو وہ آپ کے ساتھ ہو سکتی ہے، اسلئے ضروری ہے کہ آپ لاہور آکر اس جماعت کو اپنے دلائل سنائیں۔

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۳)

(بقیہ صفحہ ۲)

پیش کر کے ثابت کیا حضرت محمد رسول اللہ صلعم پہلے انسان ہیں جنہوں نے ہر قسم کی غلامی کے خلاف جہاد کیا، اور ایک ایسا نظام حکومت قائم فرمایا جس میں کالے گورے اونچے نیچے مشرقی مغربی کی تمیز نہ ہو اور مسلمان کا وجود کمزور کی حفاظت کا ذمہ دار ہو۔ انگلستان کی ملکہ الزبتھ پر سپین کی عیسائی حکومت نے حملہ کی تیاری کی تو ملکہ الزبتھ نے ترکوں کے سلطان سے درخواست کی کہ آپ کے مذہب میں کمزوروں اور عورتوں کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے میں کمزور اور ایک عورت ذات ہوں سپین کے وحشیوں کے ظلم سے ہماری حفاظت کیجئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ ترکوں کے جنگی بیڑے نے سپین کے تمام ارادوں پر مٹی ڈال دی۔ اسی طرح ایک بار روس نے انگلستان پر ایک زبردست جنگی بیڑا کے ذریعہ حملہ کی تیاری کی انگلستان کی درخواست پر ترکوں کے جنگی جہازوں نے انگلستان کو اپنے گھیرے میں لے لیا جب روسی بیڑے نے دور سے انگلستان کے اردگرد ایسے جہاز دیکھے جن پر چاند تارے والے پھریرے لہرا رہے تھے تو وہ روسی بیڑا الٹے پاؤں واپس چلا گیا غرض حضرت محمد رسول اللہ اور حضور کے مسلمان سپاہی دنیا کو غلام بنانے نہیں آئے بلکہ انہوں نے کمزوروں کی حفاظت میں وہ کارنامے دکھلائے کہ دنیا کی تاریخ کے صفحات ان کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں

اسکے بعد فاضل مقرر نے نپولین کے متعلق فرمایا کہ یورپ نے اگر ساری عمر میں کوئی انسان پیدا کیا ہے تو وہ نپولین تھا ایک ایسے ملک میں جہاں جوا شراب اور زنا کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا ایک بلند چال چلن کا انسان نپولین پیدا ہوا۔ جسے تمام ناپاکیوں سے فطری طور پر نفرت تھی ایسا کیوں ہوا؟ . . . . . .

. . . . یورپ کے شریر اور مفسد بادشاہوں کے تخت الٹ دینے کے بعد انہیں معاف کرنا اور ان سے با امن رہنا اور کمزوروں پر مظالم نہ توڑنے کا عہد لے کر واپس چلا آنا یہ بلند پایہ خلق نپولین سے کیوں ظاہر ہوتا تھا؟ یہ ایک راز ہے جسے میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ انگلستان کی ایک حسینہ اور یورپ کی ایک ریاست کی ایک خوبصورت ملکہ کا نپولین کو اپنے چال چلن سے گرا دینے میں ناکام رہنا کیوں ظہور میں آیا۔ یہ ایک راز ہے جس کو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ اٹلی کے دارالخلافہ روما میں نپولین نے ایک ڈرامہ کروایا کہ یکا یک پردہ اٹھا اور ایک شخص ابوبکر دوسرا عمر تیسرا عثمان، چوتھا علی کے نام سے یکے بعد دیگرے آیا اور رگوں میں خون کو کھولا دینے والے فقرات سے اعلان کیا کہ ہم میں خدا کا ایک رسول محمد آیا ہے جس نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ دنیا میں تمام انسان خدا کی نگاہ میں ایک ہیں۔ اور کسی طاقت کو حق حاصل نہیں کہ کمزور پر ظلم کرے پھر اس کے بعد مصر میں جمعہ کی نماز کے اجتماع میں نپولین کا اپنے سر پر پگڑی رکھنا اور لیکچر دینا کہ میں حضرت محمد اور قرآن کے ناموس کا اسی طرح محافظ ہوں جس طرح تم مسلمان ہو وغیرہ وغیرہ

. . . . . . مذکورہ راز سے میں اب پردہ اٹھاتا ہوں۔ سپین میں مسلمانوں کی حکومت کو جب عروج نصیب ہوا تو عرب کے قبائل میں سے بہت سے قبیلے سپین اور اس کے اردگرد کے جزائر میں جا کر آباد ہو گئے۔ چنانچہ عرب کا ایک قبیلہ "بنو فرت" جزیرہ کارسیکا میں جا کر آباد ہو گیا۔ جب سپین میں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ تو مسلمان یا تو قتل کئے گئے یا جبراً عیسائی بنائے گئے۔ جزیرہ کارسیکا کا یہ عرب قبیلہ "بنو فرت" بھی جبراً عیسائی بنا لیا گیا جمعہ کے تین سو سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ بگڑ کر "بنو فرت" سے "بونا پارٹ" بن گیا۔ نپولین جزیرہ کارسیکا

خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ ہے

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

سوال:- جبکہ خدا کی ذات لامحدود ہے تو وہ کسی کام کے کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کام کے کرنے کیلئے حرکت کرنا ضروری ہے۔ اور حرکت کرنے کے لئے جگہ کی ضرورت ہے اور جو لامحدود ہے۔ اس کے لئے کہیں خلا کا ہونا ممکن ہی نہیں اور جب خلا یا جگہ ہی نہیں ہے تو لامحدود ذات کوئی بھی حرکت نہیں کرسکتی، اس لئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ خدا جو لامحدود ہے وہ حرکت نہیں کرسکتا۔ اسلئے وہ کسی کام کا کرنے والا بھی نہیں ہو سکتا۔ لہذا اسلام کا یہ عقیدہ کہ دنیا کو خدا نے بنایا ہے بالکل غلط ہے۔

الجواب:- یہ اعتراض در اصل ایک ناستک قوم کا ہے جن کو جینی کہتے ہیں۔ جینی ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ اس جہان کا بنانے والا کوئی نہیں یہ جہان خود بخود ہے۔ اور جب ان کو خدا کی ہستی کے قائلین نے یہ جواب دیا کہ اس جہان کی بناوٹ گواہ ہے کیونکہ بنی ہوئی شے خود بخود موجود نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ایک مکان کو دیکھ کر یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ اس کے بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہے کیونکہ وہ بنا ہوا ہے۔ اسی طرح تمام عالم پر جب کوئی نگاہ ڈالتا ہے تو وہ چونکہ بنا ہوا نظر آتا ہے اسلئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی صانع ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اسی صانع کو خدا کی ہستی کے جملہ قائلین خدا کہتے ہیں۔

اسلئے ناستک لوگ جینی وغیرہ یہ راہ اپنے بچاؤ کے لئے اختیار کرتے ہیں کہ وہ خدا "کرتا" یعنی "فاعل" ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ ذات بقول قائلین خدا یقیناً لامحدود ہے اور لامحدود میں حرکت کا ہونا ناممکن ہے پس "وہ کرتا" نہیں ہے

مگر دہریوں کی یہ دلیل بھی غلط ہے بے شک ہم محدود ہیں اور ہمارے دلائل کا انحصار بھی محدود مشاہدات میں ہی ہے۔ لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ جب ہم محدود کا تصور کرتے ہیں۔ تو اس کے برعکس لامحدود کا تصور خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے اسلئے میں منکر حق ذات باری تعالیٰ کی اس دلیل کو باطل ثابت کرنے کے لئے انکی توجہ ان کے اپنے وجود کیطرف پھیرتا ہوں۔ وہ ذرا غور کریں کہ ان کی روح ان کی زندگی کا باعث ہے وہ انکے جسم میں ویاپک ہے یا نہیں۔ اگر کہو کہ ویاپک (کل جسم میں سمائی ہوئی) ہے تو بتاؤ کہ روح جس جسم میں ویاپک ہے وہ اس جسم کے تمام حصوں کو کس طرح حرکت دیتی ہے یہ تو نہیں کہ جب پاؤں کو حرکت دینی ہو تو پاؤں میں چلی جائے۔ اور جب ہاتھ کو حرکت دینی ہو۔ تو وہ ہاتھ میں آجائے۔ کیونکہ انسان کے تمام اعضاء بیک وقت مختلف کام کرتے نظر آرہے ہیں پس جس طرح ایک جینی دہریہ کے نزدیک ایک شخص میں ویاپک ہونے کے باوجود بغیر کہیں آنے جانے کے تمام جسم کو حرکت دینے والی اسی طرح روح ہے اسی طرح تمام عالم میں ویاپک روح اعظم یعنی خدا تعالیٰ بغیر اپنے آپکو حرکت دینے کے تمام عالم کو حرکت دے کر چلا رہا ہے۔

حرکت ارادی

خدا تعالیٰ نے جو اس عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کو تغیر و تبدل کر رہا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ مجرد اس کا ارادہ اس کی قدرت کے ظہور کا باعث ہوتا ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے:۔

"انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون"

اس کے کسی کام کو کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ جس چیز کو چاہتا ہے کہ ہوجاوے تو اس کا یہ ارادہ ہی اس شے کے وجود میں آجانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہم اس طرح کام کے کرنے کو خدا کے ارادے کا نتیجہ کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ حرکت ارادی ہے۔ اور حرکت ارادی کے لئے آنے اور جانے والی حرکت کی ضرورت نہیں۔ اسلئے خدا کا لامحدود ہونا حرکت ارادی کیلئے مانع نہیں ہے۔ اسلئے یہ کہنا کہ چونکہ خدا لامحدود ہے اس لئے وہ کرتا یعنی کام کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ بالکل غلط ہے ہاں یہ سچ ہے کہ وہ ہماری طرح نہ ہاتھوں کا محتاج ہے نہ پاؤں کا نہ آنے کا نہ جانے کا۔ بالکل وہ بے مثل ذات ہے اور اس کا کام کرنا بھی بے مثل ہے۔ بات کو فہم کے قریب لانے کے لئے جسم میں چھائی ہوئی روح کا کام کرنا بطور مثال موجود ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ روح ایک "انو" بہت ہی چھوٹا سا جوہر ہے جو جسم انسانی میں ویاپک (کل میں سمایا ہوا) نہیں بلکہ وہ صرف مَن یا ہردے (قلب) میں ہے لیکن اس کا تصرف ایک بادشاہ کیطرح تمام مملکت جسم میں ہے۔ تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ من (دل)، ہردے (قلب) میں ساکن روح بغیر حرکت کئے جس طرح تمام جسم کو متحرک کرتی ہے اسی طرح وہ لامحدود ذات بغیر حرکت کئے تمام عالم کو بناتا اور حرکت دیتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ روح ایک مقام پر ہوتے ہوئے بلا حرکت ہوئے اپنی تمام مملکت کو چلاتی ہے تو یہ سمجھنا کہ روح اعظم بغیر حرکت کئے محدود عالم کو کسطرح حرکت دیتی ہے کیا مشکل ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ لامحدود ذات کے لئے وجودوں کو پیدا کرنا فنا کرنا بغیر اسکے کہ وہ حرکت کرے معمولی بات ہے۔

ایک مثال

ہم اس وقت سورج کی روشنی میں کھڑے ہیں جو دھوپ کی گرمی کی شکل میں ہمارے جسم پر ایسا اثر ڈال رہی ہے۔ کہ تمام اعضاء میں اس کا اثر پایا جاتا ہے جس طرح (X Rays) ہمارے اجسام میں سے گذر جاتی ہیں۔ اسی طرح اور بھی شعاعیں ہیں جو ہر وقت ہمارے جسموں میں سے آر پار ہوتی رہتی ہیں۔ ریڈیو کا سسٹم گواہ ہے۔ کہ مادی اجسام ایتھر کی لہروں کو روک نہیں سکتے۔ بلکہ وہ لہریں مادی وجودوں میں سے ایسے ہی گزر جاتی ہیں جیسے ہوا سوراخوں میں سے گذر جاتی ہے۔ اب ہمارے اجسام کی نسبت سورج کی دھوپ اور ایتھر کی لہریں لامحدود ہیں۔ ہمارے اجسام دھوپ اور ایتھر کے اندر ایسے ہی ہیں جیسے ایک بڑے سمندر میں ایک بہت چھوٹی سی کشتی ہو یا اس سے بھی کم۔ اب جبکہ دھوپ ہمارے لئے احاطہ کرنے والی ہے۔ اور ایتھر کے اتھاہ سمندر میں ہم محدود ہیں تو کیا دھوپ اور ایتھر کی لہروں کا ہم پر اثر نہیں ہوتا اور کیا دھوپ کی وجہ سے ہمارے جسم کے تمام ذرات میں حرکت ہوتی ہے یا نہیں۔ سرد ملکوں میں پانی بہت کم پیا جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں پانی بہت زیادہ پیا جاتا ہے۔ یہ سب نتیجہ ہے جسم پر سورج کی حرارت کا کم و بیش ہونے کا۔ پس یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ احاطہ کرنے والی ذات اس شے پر جو احاطہ کی گئی ہے۔ باوجود خود لامحدود ہونے کے بھی اثر ڈالتی ہے۔ اور اپنے اثر سے اس شے میں مختلف تغیرات کا باعث ہوتی ہے ہاں یہ فرق ہے۔ کہ سورج یا ایتھر میں ارادہ نہیں ہے اگر ان میں ارادہ ہوتا تو یہ محدود شے میں جہاں اور جس قسم کے اثرات پیدا کرتے ہیں وہاں محدود دنیا میں بھی ارادہ نمایاں ہوجاتا۔

شاستروں کی مثال

جینی لوگ ناستک ہونے کے باعث ہمیشہ ہندو قوم کے آستکوں (خدا کے ماننے والوں) کے خلاف ہی لکھتے ہیں اور ان ہندو آستکوں کی کتابوں میں بھی زیر بحث سوال کا ایک جواب موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ

چمبک پتھر

جس طرح مقناطیس (چمبک پتھر) بغیر حرکت کرنے کے لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنی قوت سے تمام عالم کو جس طرح چاہتا ہے اپنے علم و قدرت و غور کرنے کی شکتی (جسے ایکشن کہتے ہیں) کے ساتھ اپنی (پیدائش اور پرلے (فنا) کرتا ہے)

بات کو سمجھانے کے لئے یہ مثال بھی بہت عمدہ ہے۔ کہ کیونکہ جب ایک محدود اور بے جان مقناطیس بغیر حرکت کئے حرکت دے سکتا ہے۔ تو لامحدود ذات جو ہمہ علم و قدرت ہے کیوں پیدا اور فنا نہیں کر سکتی۔

یہ مثال اس لئے زیادہ مفید ہے کہ روح کے فعل کا تو ایک دہریہ یوں انکار کر دے گا۔ کہ اسے روح نظر نہیں آتی۔ لیکن مقناطیس تو سامنے موجود ہے۔ اور اس کا فعل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے اس کا انکار کرنا محال ہے۔

بقیہ خطبہ

میاں صاحب کیا جواب دیتے ہیں

اب میں اس انتظار میں ہوں کہ کیا جواب میاں صاحب دیتے ہیں اور میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ خدا کرے وہ آئیں اور آپ کو اپنی باتیں سنائیں ان باتوں کو سن کر اگر آپ کو یہ پتہ لگ جائے کہ وہ حق پر ہیں تو بیشک انہیں قبول کریں لیکن اگر ان کی جماعت کو یہ معلوم ہوجائے کہ وہ حق پر نہیں اور میں حق پر ہوں تو انہیں چاہیئے کہ ان کا ساتھ چھوڑ کر وہ اس جماعت کے ساتھ مل جائیں۔

فرداً فرداً قادیانیوں تک یہ بات پہنچاؤ

یہ سیدھی سی بات ہے، خدا کرے ان کے دل پر اثر کر جائے اور وہ اس سیدھے فیصلہ کی طرف آجائیں، آپ کو چاہیئے کہ آپ فرداً فرداً اس بات کو ان کی جماعت تک پہنچائیں، آخر کیا بات ہے، کیوں وہ سامنے آنے سے خائف ہیں، کیوں بالمقابل سوال و جواب کی جرأت نہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ ایک شخص کو ساری باتوں پر عبور نہیں ہوتا، لیکن مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر بحث کرتے ہوئے آج اٹھائیس سال ہوچکے ہیں انہوں نے کتاب بھی لکھی ہے، انہی باتوں پر اگر سوال و جواب ہوجائیں تو کیا ہرج ہے اس بات کی طرف وہ کیوں نہیں آتے؟ اس ایک بات کو لیکر آپ قادیانیوں کے پاس جائیں اور انہیں کہیں کہ کم

جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی خوراک کا انتظام

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مہتمم جلسہ سالانہ)

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی خوراک کا انتظام انجمن کیطرف سے کیا جاتا ہے اور چونکہ جلسہ کی غرض و غایت محض دین اور حصول رضاء الٰہی ہوتی ہے۔ لہذا یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان ایام میں جسقدر وقت نمازوں کی باجماعت ادائیگی، کلام الٰہی کے سننے، دعاؤں میں شمولیت اور مقررین حضرات کی روح پرور تقاریر سننے کے لئے نکل سکے۔ نکالا جائے تاکہ سالانہ قومی اجتماع کی برکات اور فیوض سے احباب جس قدر فائدہ اٹھا سکیں اٹھائیں۔ اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے خورد و نوش کا ایسا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ کہ گویا ہم روزہ دار ہیں۔ یعنی احباب جماعت کو صرف دو وقت کھانا دیا جاتا ہے۔ ایک صبح اور دوسرا شام۔

یہ بالکل درست ہے کہ اکثر احباب گھر پر شاید ان اوقات کے پابند نہیں ہوتے لیکن اپنے قومی اجتماع کی غرض و غایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں خیال کر لینا چاہیے۔ کہ ہم ایک مجاہدہ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اور روزہ کی برکات میں سے ایک برکت یہ ہوا ہے۔ کہ اگر انسان کو کسی وقت کھانا میسر نہ آئے تو صبر سے کام لے۔ ماہ رمضان میں ہم یہ مشق متواتر تیس دن کرتے ہیں اور اس مشق کو کئے ہوئے اس دفعہ تو زیادہ سے زیادہ دو ماہ گذرے ہیں۔ لہذا میں احباب جماعت کی خدمت میں باادب عرض کروں گا کہ اس مشق سے عملی فائدہ حاصل کرتے ہوئے ایام جلسہ میں اس بات کا خیال رکھیں کہ کھانا صبح اور شام اوقات مقررہ پر کھا لیا کریں۔ ۔۔ دوپہر کو کھانا نہ مل سکے گا۔ پھر ماہ رمضان کی مشق سے ہمیں ایک اور بھی سبق ملتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک روزہ دار کے روحانی قویٰ اور اس کا تعلق باللہ ترقی کرتے ہیں اور جب ہمارے سالانہ اجتماع کی غرض و غایت اور اس کا مقصد حصول رضاء الٰہی اور قرب الٰہی ہو۔ تو یقیناً ہمیں خورد و نوش میں بھی وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے اس مقصد کے حصول میں مدد ملتی ہو۔

مجھے کامل یقین ہے۔ کہ افراد جماعت کھانے کے مقررہ اوقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہ صرف جلسہ کی اصلی غرض و غایت کو ہی پورا کریں گے بلکہ منتظمین جلسہ کے خاص شکریہ کے بھی مستحق ہوں گے

جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی رہائش کا انتظام

ایسے احباب جو معہ اہل و عیال جلسہ پر تشریف لاتے ہیں ان میں سے اکثر کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی رہائش کے لئے کوئی الگ مکان وغیرہ ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود انتہائی جدوجہد کے احمدیہ بلڈنگس یا اسکے قرب و جوار میں مکانات دستیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے گذارش ہے کہ ایام جلسہ کے ۳-۴ دن اسی طرح بسر کریں۔ کہ مرد مردوں کے ساتھ اور مستورات مستورات کے ہمراہ رہیں۔ اہل و عیال والوں کو اس میں تکلیف تو ضرور ہوگی لیکن امید ہے کہ منتظمین جلسہ کی مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے احباب کرام یہ تکلیف گوارا فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے اگر علیحدہ مکانات کا انتظام ہو سکا تو ایسے دوستوں کو جنہوں نے الگ مکان کے لئے لکھا ہے۔ بروقت اطلاع دے دی جائے گی۔

والسلام

ڈاکٹر محمد عبداللہ مہتمم جلسہ سالانہ

قبولِ اسلام

مندرجہ ذیل خاکروبوں نے موضع دھاکہ تھانہ خانوالہ واقعہ تحصیل علی پور میں قاضی شبیر محمد صاحب مبلغ اسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا خدا تعالےٰ استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مدیر)

نمبر شمار	سابقہ نام	اسلامی نام	قومیت	سکونت
(۱)	جمال	جمال الدین	خاکروب	دھاکہ
۲	مسماۃ مبارک	مبارک خاتون	”	”
۳	بھراواں	غلام زہرہ	”	”
۴	جمعہ	علی محمد	”	”
۵	دسن	اللہ وسایا	”	”
۶	بلیہ	عبدالرحمٰن	”	”
۷	حامد	حامد علی	”	”
۸	پیرن	پیر بخش	”	”
۹	جیٹھا	دین محمد	”	”
۱۰	مسماۃ صابو	جیندن بی بی	”	”
۱۱	مسماۃ نظام	کریم خاتون	”	”
۱۲	مسماۃ جیندن	سلیم خاتون	”	”
۱۳	دسو	اللہ بخش	”	”
۱۴	جمیٹہ	کرم الٰہی	”	”
۱۵	اماموں	امام بخش	”	”
۱۶	متن	عظیم خاتون	”	”
۱۷	سرور	غلام سرور	”	”
۱۸	عمر	محمد عمر	”	”
۱۹	جنت	غلام جنت	”	”
۲۰	سبھاگی	رحیمہ خاتون	”	”
۲۱	شموں	شمس الدین	”	”

ارشادِ امیر

جماعت میں تین خاص صفتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ بالفاظ دیگر جہاد میں شامل ہونے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

جلسہ سالانہ

کیلئے ابھی سے لوگوں کو تیار کریں، اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو اپنے ہمراہ لانے کی کوشش کریں۔

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۴۱ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خواتین کا جلسہ ۲۸ دسمبر کو مسلم ہائی اسکول میں دس بجے شروع ہوگا جسکے بعد دستکاری کی نمائش ہوگی۔ پروگرام علیحدہ شایع ہوگا

۲۵ دسمبر ۱۹۴۱ء بروز جمعرات

پہلا اجلاس زیر صدارت جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب

۱۰½ بجے تا ۱ بجے تک

۱۰½ بجے سے ۱۱ بجے تک تلاوت قرآن مجید کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب کی افتتاحی تقریر۔

۱۱ بجے سے ۱۱½ بجے تک مولوی احمد یار صاحب ایم۔ اے — مسیح موعود و مہدی مسعود کے ظہور کا یہی وقت ہے

۱۱½ بجے سے ۱۲ بجے سید اختر حسین شاہ صاحب بی۔ اے۔ مولوی فاضل — انقطاع نبوت اور قادیانی احباب کے شبہات کا ازالہ

۱۲ بجے سے ۱۲½ بجے مولوی آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ — Role of the ahmadiyya movement in the world of tomorrow

۱۲½ بجے سے ۱ بجے مولوی عمر الدین صاحب مبلغ اسلام — حضرت مسیح موعود اور مولوی ثناء اللہ صاحب

دوسرا اجلاس زیر صدارت شیخ میاں محمد صاحب رئیس لائل پور

۲½ بجے تا ۵ بجے تک

۲½ بجے سے ۲¾ بجے تک تلاوت قرآن کریم

۲¾ بجے سے ۳¾ بجے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری — حضرت مسیح موعود کے مقام کو جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نہیں سمجھے۔

۳¾ بجے سے ۴¼ بجے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب — اقوام عالم کی موجودہ آویزش اور اسکا انجام

۴¼ بجے سے ۵ بجے مولوی محمد یعقوب خان صاحب — Islam a cultural Revolution

۸ بجے شام احمدیہ کانفرنس منعقد ہوگی

دوسرا دن بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء

پہلا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا عزیز بخش صاحب

۱۰½ بجے تا ۱۲½ بجے تک

۱۰½ بجے سے ۱۰¾ بجے تک تلاوت قرآن کریم

۱۰¾ بجے سے ۱۱½ بجے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام — حضرت مسیح موعود کی تحریرات پر ایک نظر۔

۱۱½ بجے سے ۱۲½ بجے تک مولانا عبدالحق صاحب فاضل عبرانی و سنسکرت — فارقلیط کی پیشگوئی

۱۲½ بجے تا ۳ بجے نماز جمعہ و عصر خطبہ جمعہ از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب شیخ نیاز احمد صاحب

۳ بجے سے ۳¼ بجے تک تلاوت قرآن کریم

۳¼ بجے سے ۴ بجے رپورٹ از سکرٹری صاحب

۴ بجے سے ۵ بجے حضرت مولانا صدرالدین صاحب تقریر

۶ بجے شام جنرل کونسل کا اجلاس ہوگا

تیسرا دن بروز ہفتہ بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء

پہلا اجلاس زیر صدارت جناب حاجی شیخ مولا بخش صاحب

۱۰½ بجے تا ۱ بجے تک

۱۰½ بجے سے ۱۰¾ بجے تک تلاوت قرآن کریم

۱۰¾ بجے سے ۱۱½ بجے شیخ انعام الحق صاحب — دکن کی قدیم اقوام میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اسکے امکانات

۱۱½ بجے سے ۱۱ بجکر ۴۵ منٹ غلام ربانی خان صاحب بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی وکیل — کلمہ توحید کا نوع انسان پر احسان

۱۱ بجکر ۴۵ منٹ سے ۱۲ بجے مولوی حافظ عبدالرشید صاحب۔ خاتم النبیین کا مقام

۱۲ بجے سے ۱ بجے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر قوم — تقریر (موضوع بعد میں شائع ہوگا)

دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب

۲½ بجے سے ۴½ بجے تک

۲½ بجے سے ۲¾ بجے تک تلاوت قرآن کریم

۲¾ بجے سے ۳¼ بجے مولوی مصطفیٰ خان صاحب۔ جماعت احمدیہ کا نصب العین

۳¼ بجے سے ۴ بجے سید اختر حسین شاہ صاحب: وطنیت اور اسلام

۴ بجے سے ۴½ بجے خان صاحب ڈاکٹر سعید احمد صاحب: دعا کا اعجاز

نوٹ (۱) نماز ظہر و عصر ۲ بجے اور نماز مغرب و عشاء شام کے ۵½ بجے جمع ہونگی (۲) ہر روز ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بعد نماز فجر قرآن کریم کا درس دینگے (۳) کھانے کے اوقات صبح ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک اور شام ۶ بجے سے ۸ بجے تک۔ صبح کی چائے بعد درس قرآن کریم مسجد میں ملا کریگی (۴) ۲۵ دسمبر کی شام کو ٹھیک ۸ بجے احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوگا۔

المعلن: ڈاکٹر محمد عبداللہ مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے
قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۷۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نماز میں کسالت

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور نماز کے متعلق ہمیں کیا حکم ہے۔

اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرمائی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا۔ اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا۔ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے یہی کہ اپنی عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا۔ اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا۔ اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اسکے آگے سجدہ میں گر جانا اس سے حاجات کا مانگنا یہی ایک نماز ہے۔ ایک سائل کیطرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے۔ اسکی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلاتا اور پھر اس سے مانگنا پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے۔ کہ اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اس سے خواستگار ہو کیونکہ اسکی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہمکو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں خدا کی محبت اسی کا خوف اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے پھر جو شخص نماز سے فراغت حاصل کرنا چاہتا ہے اُس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا وہی کھانا پینا اور حیوانوں کیطرح سو رہنا یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل سو دم کافر والی بات بالکل درست اور صحیح ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے اذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو۔ اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذکر الٰہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے۔ یہ پانچ وقت تو خدا تعالےٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں۔ ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے اور کبھی کسی وقت غافل نہ رہنا چاہیئے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ پر امید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے۔ اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے۔ اسکے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنا ہی زیادہ تیز کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا سو خدا تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے۔ اور اس کا بُعد اور دوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے۔ اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اسکے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے اور جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچے گا۔

فتاوی احمدیہ صفحہ ۱۱ ایڈیشن اول

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہیں ... خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— عبدالغفور احمد صاحب متعلم تبلیغی کلاس تحریر کرتے ہیں کہ ... بھائی چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ فوجی خدمات کے سلسلہ میں ... تشریف لے گئے ہیں احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ اور انہیں خیریت سے واپس لائے۔ آمین۔

— محترمہ سکرٹری صاحبہ ینگ وومن ایسوسی ایشن ... لاہور تحریر فرماتی ہیں کہ محترمہ بیگم مسٹر غضنفر علی صاحب ... بدوملہی سے ۴ عدد دستکاری کی اشیاء نمائش دستکاری کے لئے ... کے ساتھ وصول کیں ــــــ دیگر احمدی خواتین کو بھی جلد از جلد اپنی دستکاری مرکز میں بھیج دینی چاہیئں۔

سانحہ ارتحال

(الف) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی جائیگی۔ کہ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۱ء کی شام کو ... قمر الدین صاحب جہلم، انتقال فرما گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ سلسلہ کے قدیم ارکان میں سے تھے۔ اور ان ... میں سے ایک تھے۔ جنہیں حضرت امام وقت ... سے روحانی اور مذہبی فیض حاصل کرنے کا شرف حاصل ... کے مسائل میں بھی آپ کو کافی درک حاصل تھا ایسے بزرگ ... کے لئے صدمہ کا باعث ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم ... جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(ب) یہ خبر بھی نہایت افسوسناک ہے کہ جناب عبد ... سکنڈ ماسٹر لے وی مڈل سکول ... ریاست جموں کا ... نوجوان لڑکا لطیف اللہ جو ایف۔ اے میں تعلیم حاصل کر ... تھے ڈیڑھ ماہ بیمار رہ کر ۴ دسمبر کو فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت نصیب ... اور والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ ہے

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی)

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

چونکہ ہم نے دہریہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کو فاعل بالارادہ لکھا ہے اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ سماج کی اس غلطی کو بھی کچھ رفع کر دیا جائے۔ کیونکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کو مشین کی طرح بلا اختیار کام کرنے والا ہی مانتے ہیں۔

آریہ سماج کا یہ خیال کہ خدا تعالیٰ میں ارادہ نہیں ہے محض انکی اپنے مذہب سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خود سوامی دیانند صاحب نے جہاں یہ لکھا ہے کہ ایشور میں اچھا یا خواہش نہیں ہے۔ وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں ایکشن ہے اور ایکشن کیا ہے اسکو علم غور اور قدرت کا مجموعہ بتایا ہے۔ سوامی دیانند کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہماری طرح کی خواہش یا ارادہ خدا میں نہیں ہے اور یہ سچ ہے کیونکہ ہمارے ارادے اور خواہشات تو ہمارے مخلوق و ضعیف ہونے کی وجہ سے کبھی پورے ہوتے ہیں کبھی نہیں اور ہماری خواہشات ایسی ہوتی ہیں کہ جو ہمیں میسر نہیں وہ میسر ہو جائے تو پھر ہم اس کے حاصل کرنے کے لئے ارادہ کرتے ہیں۔ اور کبھی کامیاب اور کبھی ناکام ہوتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی خواہش اور ارادہ اسطرح کا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اگر یہ کہا گیا ہے کہ خدا میں ارادہ نہیں تو اس سے مراد صرف ایسے ارادہ کا نہ ہونا ہے جو مخلوق کا ارادہ ہے۔ اور جہاں یہ کہا کہ اسمیں علم غور اور ارادہ ہے۔ جسے ایکشن کہتے ہیں تو یہ ایکشن علم و قدرت کیساتھ ہے اور انسانی ارادہ سے ممتاز ہے۔ اگر آریہ سماجی غلطی سے یہ مان بیٹھے ہیں کہ خدا تعالیٰ میں ارادہ ہی نہیں۔ جسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا علم و قدرت بیکار ہے۔ کیونکہ جب کسی کو ایک شے کا علم ہو کہ وہ کیسے بن سکتی ہے۔ مگر اس کو طاقت نہ ہو کہ وہ کام کر سکے تو علم بیکار رہا۔ اور علم بھی ہو اور طاقت بھی ہو۔ اگر طاقت کے استعمال کیلئے جو قوت ارادی ہے وہ نہ ہو علم و قدرت دونوں بیکار رہینگے پس ارادہ نہ ہونا ایک نقص ہے نہ کمال۔ اس لئے خدا تعالیٰ کو علم و قدرت والا ماننے کے ساتھ ارادہ والا ماننا ضروری ہے۔

ارادہ نہ ہو تو تمام صفات بیکار ہیں

ارادہ کہتے ہیں کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کے درمیان ترجیح دینے کو مثلاً ہم اس وقت لکھ بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی۔ اب دونوں حالتوں میں سے ہم نے لکھنے کو ترجیح دی اور لکھنا شروع کر دیا۔ یہ ہمارا ارادہ ہوا لیکن اگر یہ اختیار ہم میں نہ ہو۔ تو ہم میں کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کی طاقت یا اختیار نہ ہوگا۔ پیدا کرنا ایک کام ہے اور فنا کرنا دوسرا کام ہے۔ اب یہ دو کام وہی ذات کر سکتی ہے۔ جس میں یہ طاقت ہو کہ چاہے کرے نہ کرے اب اگر کرنے کی طاقت ہے۔ لیکن نہ کرنا اس کے اختیار میں نہیں تو وہ پیدا کرتا ہی رہے گا۔ فنا کرنا کسی اور کا کام ماننا پڑیگا اگر جوڑنا ایک کا کام ہوگا۔ تو توڑنا کسی دوسرے کا کام ہوگا۔ غالباً یہیں سے غلطی کھا کر بعض اہل مذاہب نے پیدا کرنے والا ایک الگ خدا مانا اور فنا کرنے والا دوسرا مانا۔ اور بعض نے تین خدا مانے۔ ایک پیدا کرنے والا، دوسرا پرورش کرنے والا۔ تیسرا فنا کرنے والا۔ لیکن اہل علم و فضل نے یہ تینوں خدا کی صفات تسلیم کیں اور خدا کو واحد و لاشریک مانا اور یہ تینوں صفات یقیناً تب ہی ایک ذات میں جمع ہو سکتی ہیں۔ جبکہ وہ ذات علم و قدرت والی ہو اور اس کی قدرت کے ساتھ ارادہ ہو۔

آریہ سماجی غور کریں کہ اگر خدا میں ارادہ نہ ہو تو اس کی قدرت اور علم مفید کیسے ہو سکتے ہیں۔ ارادہ کا تعلق علم و قدرت کے ساتھ ہے۔ پس جب وہ خدا کو علم و قدرت والا مانتے ہیں تو ارادہ والا ہونا لازمی ہے۔ اتنا تو غور کرو کہ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو۔ اور پیدا کرنا اس کی ایسی صفت ہو جو بلا اختیار پیدا کر رہی ہو۔ تو بتاؤ اس صفت کو پیدا کرنے سے نہ وہ خود رک سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں ارادہ نہیں اور نہ اس کا غیر اس کو روک سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی اس کے برابر ہے ہی نہیں۔ تو اب فنا کون کرے گا۔ اگر کہو کہ فنا خود بخود ہو جائے گی۔ تو پھر تم بھی ناستک ہو کیونکہ جب فنا خود بخود ہو سکتی ہے۔ تو پیدائش کیوں خود بخود نہیں ہو سکتی۔ دیکھو قرآن مجید کیسی کامل حکمت کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ

خلق الموت والحیٰوۃ

زندگی اور موت دونوں کو خدا نے ہی بنایا ہے اور اس کتاب حکمت میں یہ بھی لکھا ہے:۔

یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید

جو چاہتا ہے کرتا ہے اور حکم فرماتا ہے اس کا جو اس کا ارادہ ہو۔ گویا اس کے ارادہ سے ہی یہ سب کاروبار عالم چل رہا ہے اسی واسطے بندہ اس سے اپنی حاجتیں بیان کرتا ہے اور وہ ان کو اپنی قدرت سے پورا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو صاحب ارادہ نہ ماننے کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ آریہ سماجی قبولیت دعا کے بھی منکر ہیں چاہیے کہ وہ اسلام کے پیش کردہ کامل و زندہ خدا پر ایمان لائیں

غلط مثالیں

بعض خدا تعالیٰ کی صفت ارادہ کے منکر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ نہیں ہے۔ بہت سی غلط مثالیں پیش کرکے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود دھوکہ میں ہوتے ہیں۔

خدا کے ارادہ کا ثبوت

خدا کے ارادے کا سیدھا اور آسان ثبوت یہ ہے کہ اس عالم میں کوئی بھی ایسی مثال موجود نہیں کہ کوئی بغیر ارادہ فاعل ہو اور وہ دو متضاد کام کر سکتا ہو۔ بلکہ جہاں متضاد کام کرنے والا کوئی فاعل نظر آئے گا۔ وہ ضرور فاعل بالارادہ ہی ہوگا۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ کے کام متضاد نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ بنانا اور توڑنا۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ فاعل بالارادہ ہو۔

یہاں پہنچکر ہمارے اصول کو توڑ کر دکھانے کے آریہ لوگ غلط مثالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فاعل بلاارادہ سے بھی متضاد کام کا صدور ہوتا ہے۔

چھاپہ خانہ کی مثال

مثلاً اگر ہم چھاپہ خانہ میں جائیں تو دیکھینگے کہ ایک ہی مشین متضاد حرکتیں کرتی دکھائی دیتی ہے۔ بڑا پہیہ جسے فلائی وھیل (Hand wheel) کہتے ہیں وہ تو برابر ایک ہی حرکت کرتا چلا جاتا ہے۔ یعنی اپنے محور کے گرد ہی برابر گھومتا چلا جاتا ہے اور ایک ہی جانب کو گردش کرتا ہے۔ لیکن اس پہیہ سے حرکت پانے والے بعض پرزے جو اس مشین میں فٹ ہیں متضاد حرکت کرتے ہیں۔ کبھی آگے کو حرکت ہوتی ہے کبھی پیچھے کو جس سے کاغذ چھپتے اور باہر نکلتے جاتے ہیں اور رسیاہی باقاعدہ پہنچتی رہتی ہے اسی طرح خدا کی ایک ہی حرکت سے کئی متضاد کام ہو سکتے ہیں۔

جو لوگ اس قسم کی مثالیں دیتے ہیں۔ وہ بوجہ مشینری کو نہ سمجھنے کے دھوکہ خوردہ ہیں اور دوسروں کو بھی اسی دھوکہ میں ڈالنے والے ہیں جس میں خود ہیں۔

تمام مشینیں دراصل اپنے بنانے والے کی منشا کو پورا کرنے والی ہیں۔ چونکہ مشین کا موجد مشین سے مختلف اور متضاد کام لینا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ مشین میں مختلف پرزوں کے ذریعے مختلف کام لیتا ہے بعض پرزوں کی گردش اگر مشین کے کسی حصہ کو ایک جانب کو لیجاتی ہے تو دوسرے پرزوں کی گردش اس حصہ مشین کو واپس لے آتی ہے یا ایک ہی پرزہ سیدھی اور الٹی حرکت کرتا ہے جس سے دو متضاد کام ہوتے ہیں۔ مگر سیدھی اور الٹی حرکت خود بخود نہیں ہوتی۔ نہ اس بیجان پرزے کی طاقت میں یہ ہے کہ وہ متضاد حرکتیں کر سکے۔ اس کا اصل سبب موجد مشین کا ارادہ ہے جو ایک پرزے کو ایسی طرح دوسرے پرزوں سے فٹ کرتا ہے کہ وہ متضاد حرکتیں کرتا ہے۔ دراصل وہ مختلف پرزوں کی مختلف کڑیاں ہیں

انجن

ریلوے انجن کو آپ نے بارہا آگے پیچھے چلتا دیکھا ہوگا اگر کوئی احمق یہ کہہ اٹھے کہ دیکھو ایک بے ارادہ انجن متضاد حرکتیں کرتا ہے تو ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آنکھیں کھول۔ ذرا ڈرائیور کو دیکھو وہ اپنے ارادے سے جب آگے چلنے کیلئے مشین کو حرکت دیتا ہے تو وہ آگے چلتا ہے اور جب وہ پیچھے چلانا چاہتا ہے تو انجن پیچھے چلتا ہے کبھی ایک انجن خود بخود آگے پیچھے نہیں چلتا۔ بلکہ موجد نے اس میں مختلف پرزے ایسی طرح لگائے ہیں کہ ڈرائیور ان پرزوں کے ذریعہ اپنے ارادہ کے موافق انجن یا موٹر کو آگے پیچھے لے جاتا ہے۔ بس اس قسم کی تمام مثالیں خدا تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے کو ثابت کرتی ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ ایک بھی مثال کہیں سے مل سکے۔ جس میں کوئی بے ارادہ ہستی متضاد کام کر رہی ہو۔

سورج کی مثال

بعض کم فہم لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ دیکھو سورج کی گرمی سے متضاد کام ہو رہے ہیں۔ مثلاً موم پگھل رہا ہے اور پانی خشک ہو رہا ہے مگر یہ بھی غلط مثال ہے۔ سورج کی گرمی کا مختلف اشیاء پر مختلف اثر ہوتا ہے نہ یہ کہ ایک ہی چیز پر ایک ہی حال میں دو مختلف اثر ہوتے ہوں مختلف اشیاء کا اپنے اپنے خاصہ کے مطابق گرمی سے متاثر ہونا سورج کے مختلف کام نہیں

پانی نہ ڈباتا ہے اور نہ تیراتا ہے

دیکھو پانی سے جو چیز بھاری ہوگی۔ وہ پانی میں ڈوب جائیگی اور جو چیز پانی سے ہلکی ہوگی۔ وہ تیرتی رہے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پانی لوہے کو ڈبا تا ہے اور لکڑی کو تیراتا ہے تو سمجھدار انسان اس کو یہی جواب دیگا کہ پانی نہ کسی کو تیراتا ہے نہ ڈباتا ہے تیرنے والی چیزیں تیرتی ہیں اور ڈوبنے والی ڈوب جاتی ہیں۔ یہ ان چیزوں کا اپنا خاصہ ہے پانی کا ذاتی خاصہ نہ ڈبانا اور نہ تیرانا ہے۔ ہاں صاحب ارادہ ہستی اپنی قوت ارادی سے لوہے کو بھی پانی پر تیراتی ہے۔

(باقی صفحہ ۴ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ | یوم جمعہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۷۶

معاصر صدق لکھنوی کا ایک تازہ مکتوب

تحریک احمدیت وحدت اسلامی کے راستہ میں روک نہیں ہے

معاصر صدق لکھنؤ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء میں شاہ نذیر احمد صاحب صوفی شبلی منزل یونیورسٹی علیگڈھ اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:-

اقتباس

"راقم ذیتہر کو جو اس تحریک میں (یعنی مودودی صاحب کی تحریک جماعت اسلامی۔ مدیر) قادیانی تحریک کے جو جراثیم نظر آسے ہیں۔ وہ بالکل اس حیثیت کے باعث ہیں۔ قادیانی تحریک کی ابتدا بھی اسی انداز سے ہوئی تھی کہ جب عیسائی مشنریوں کا عناد مسلمانوں میں ایک ایسی تڑپ پیدا کرچکا تھا کہ وہ کسی متحدہ محاذ میں جمع کئے جاسکیں اور پھر حضرت رشید احمد گنگوہی، حضرت محمد قاسم نانوتوی اور نواب صدیق حسن خانصاحب جیسے صاحبان استقامت بزرگوں کے توسط سے ان میں ایک نئی روح دین دوڑ جائے کہ اس نقلی تحریک نے اس کی راہ میں ایک مہلک روڑا پیدا کرکے امت کی پیدا ہونے والی وحدت کا امکان بہت دیر کے لئے ختم کر دیا پھر جس وقت تک امت بحیثیت مجموعی اس تحریک جدید کے باطل ہونے کے نتیجہ پر جتما پہنچے۔ اس وقت تک وہ ابھرے ہوئے جذبات نہایت دھیمے پڑ چکے تھے۔"

خلاصہ

صوفی صاحب مذکور کے مندرجہ بالا اقتباس کا ملخص یہ ہے کہ تحریک احمدیت سے پہلے عیسائی مشنریوں کی دشمنی مسلمانوں میں ایسی تڑپ پیدا کرچکی تھی کہ جس سے ان میں وحدت پیدا کی جاسکے۔ لیکن تحریک احمدیت نے اس وحدت کے شیرازہ کو پارہ پارہ کردیا اور امت کی وحدت میں ایک روڑا بن گئی۔ اور جب امت بحیثیت مجموعی اس تحریک کے باطل ہونے پر پہنچی۔ تو اس وقت وہ تڑپ ختم ہو چکی تھی۔

باقی اسلامی ممالک کو کیا ہؤا؟

یعنی یہ سارا قصور احمدیت کا ہے ورنہ مسلمان اس وقت تک متحد ہو چکے ہوتے اور متحد ہو کر معلوم نہیں کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہوتے۔ لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ ایک منٹ کیلئے فرض کیا کہ ہندوستان میں تحریک احمدیت نے مسلمانوں کی وحدت کو معرض التوا میں ڈالدیا لیکن باقی اسلامی ممالک میں امت مسلمہ کو کیا ہؤا۔ اگرچہ ان ممالک پر تو احمدیت نے چنداں گہرا اثر نہیں ڈالا ان ممالک میں وہ وحدت کیوں پیدا نہ ہوئی؟ وہاں کے مسلمان کیوں اس بام وحدت پر چڑھنے سے محروم رہ گئے؟ ان ممالک میں مغربیت اور قومیت کا تسلط کیوں ہے؟ امید ہے صوفی صاحب مذکور اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

ہندوستان پر مغربیت کے دو حملے

رہا ہندوستان کا مسئلہ تو اس کی حالت صوفی صاحب سے مخفی نہ ہوگی۔ کہ یہاں تحریک احمدیت کے ظہور سے پہلے مسلمانوں اور مسلمان علماء کی کیا ناگفتہ بہ حالت تھی۔ مسلمانوں کی جہالت اور جمود مسلمان علما کی مذہبی اور علمی فرومائیگی کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے مسلمان اخلاقی اور روحانی لحاظ سے انحطاط پذیر تھے اور مغرب سے دو مہیب قوتیں ان پر حملہ آور تھیں (الف) مغربی مادیت (ب) مغربی عیسائیت جس کا صوفی صاحب مذکور نے ذکر کیا ہے صاحب مذکور ہی اس امر کا فیصلہ فرمائیں۔ کیا مسلمانوں میں اتنی ایمانی قوت موجود تھی کہ ان دشمنوں کا مقابلہ کرسکتے۔

احمدیت نے مقابلہ کیا۔

مولوی صاحب نے یہ تو آسانی سے کہدیا کہ تحریک احمدیت نے مسلمانوں کی وحدت میں روڑا اٹکایا۔ لیکن انہوں نے اس روح فرسا حقیقت پر غور کرنے سے اعراض کیوں کیا۔ کہ اگر تحریک احمدیت پیدا نہ ہوتی تو ان دشمنوں کا مقابلہ کون کرتا؟ اور آج ان مسلمانوں کی حالت کیا ہوتی؟ غالباً اس سے صوفی صاحب کو انکار نہیں ہوگا کہ تحریک احمدیت نے عیسائیت کا مقابلہ نہایت دلیری اور استقلال سے کیا ہے اور مغربی مادیت کے مقابلہ میں جو الحاد کی علمبردار ہے ایک زندہ ایمان کو پیش کیا کیا بلغیر ایمانی قوت کے مسلمان اس خطرناک مادیت کا حریف ہوسکتا ہے اور آج بھی ان مسلمان نوجوانوں کی حالت اظہر من الشمس ہے جنہوں نے مغربی طرز پر تعلیم حاصل کی ہے۔ آخر مسلمانوں میں وہ کونسی ربانی تحریک پیدا ہوئی جس نے اس الحاد کو ایمانی قوت کے ذریعہ سے روکنے کی کوشش کی؟ اگر کوئی ہے تو مولوی صاحب اس کی کوئی مثال پیش کریں۔

تحریک احمدیت کا قصور

تحریک احمدیت کا صرف یہی قصور ہے کہ اس نے ایسے نازک وقت میں عیسائیت کے حملہ کو روکا اور نہ صرف روکا بلکہ عیسائیت پر جارحانہ حملے کئے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو راسخ ایمان کی محکم اور مضبوط چٹان پر کھڑا کیا اور اس جماعت کے سامنے مستقل طور پر تبلیغ اسلام کا پروگرام رکھا۔ اس لائحہ عمل کو آج بھی وہ جماعت بروئے کار لا رہی ہے۔ اس جماعت کا شاندار کام آپ کے سامنے ہے۔ اسے جس [illegible] آپ بے شک دیکھئے۔ اور پھر گذشتہ نصف صدی میں صرف ایک اسی [illegible] کا مثال پیش کیجئے جس نے اتنے عرصہ میں اتنا شاندار کام کیا ہو اور [illegible] بھی کر رہی ہو۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ صوفی صاحب مذکور [illegible] بھی پیش نہیں کرسکیں گے۔ کیونکہ ایسی کوئی ایک بھی مثال نہیں ہے۔

تحریک احمدیت نے روڑا نہیں اٹکایا

تحریک احمدیت نے مسلمانوں کے اتحاد میں روڑا نہیں اٹکایا [illegible] ایک عظیم الشان اتحاد کی دعوت دی ہے اور معمولی معمولی جھگڑوں [illegible] چھوڑ کر کام کرنے کی پر زور تلقین کی ہے۔ یہی تحریک ہے جس نے [illegible] کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ اگر مسلمان اس ربانی تحریک کی دعوت [illegible] تو آج ان کے روحانی زوال اور دنیاوی ادبار کے اسباب دور [illegible] لیکن مولوی صاحب موصوف جانتے ہوں گے کہ انحطاط پذیر اقوام [illegible] زندہ تحریکات کو قوی اور مضبوط بنانے کی صلاحیت نہیں ہوا [illegible] اس صلاحیت کا فقدان ہی مسلمانوں کی وحدت کے راستہ میں [illegible] بڑا روڑا ہے ورنہ تحریک احمدیت ایک خالص اسلامی تحریک [illegible] مشیت ایزدی کے ماتحت احیائے اسلام کیلئے بروئے کار آئی [illegible] اور بہت تھوڑے ہیں جو اس تحریک کی فطرت کو سمجھتے ہیں۔ دعا ہے [illegible] تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس تحریک کے سمجھنے کی توفیق دے۔

جلسہ فنڈ کی طرف فوری توجہ درکار ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ کے اخراجات [illegible] احباب سلسلہ کو ایک مکتوب کے ذریعہ جو پیغام صلح مورخہ ۹ [illegible] شائع ہؤا توجہ دلاچکے ہیں اور پیغام صلح مورخہ ۴ دسمبر میں ایک [illegible] بھی دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاچکی ہے لیکن [illegible] معلوم ہؤا ہے کہ اس فنڈ میں وصولی کی رفتار نہایت سست [illegible] امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق دسمبر کے پہلے ہفتہ میں [illegible] محاسب انجمن کے نام روانہ کر دینا چاہئے تھا لیکن معلوم [illegible] ہؤا اور تعویق عمل میں آئی۔ احباب سلسلہ کی اس ضمن میں [illegible] ہے کہ وہ جتنی جلدی ہوسکے مذکورہ چندہ کو مرکز میں ارسال فرمائیں۔ تاکہ جلسہ سالانہ کی مہمان نوازی کیلئے اجناس خریدی جاسکیں۔ اشیاء خوردنی کی گرانی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ جتنی جلدی اجناس خریدی جائیں گی مالی لحاظ سے فائدہ رہیگا۔ ہمارے دوستوں کو وقت کی نزاکت اور مذکورہ امر کا جائزہ لیتے ہوئے فوراً چندہ روانہ کر دینا چاہئے۔ امید ہے مزید یاد دہانی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

تبلیغ نمبر کی فرمائشیں جلد بھجوادیں

ہماری بیرونی جماعتوں کے احباب کو تبلیغ نمبر کیلئے فرمائشیں [illegible] بدر دفتر پیغام صلح میں بھجوا دینی چاہئیں۔ فرمائشیں جب دیر سے موصول ہوں تو کارپردازان پیغام صلح اور مطبع کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور فرمائش کی تعمیل بھی بروقت نہیں ہوسکتی۔ کاغذ کی انتہائی گرانی کی وجہ سے پرچہ اس دفعہ نہایت محدود تعداد میں چھپوایا جا رہا ہے اگر احباب کے آرڈر تاخیر سے موصول ہوئے تو ان کی تعمیل ہونا مشکل ہو جائیگی [illegible] بہت جلد آرڈر بھجوا دینگے۔ قیمت فی پرچہ ۲ روپے۔ ایکر دپیہ [illegible]

جلسہ سالانہ کے لئے ابھی سے لوگوں کو تیار کریں اور ہر مذہب وملت کے لوگوں کو اپنے ہمراہ لانیکی کوشش کریں

شذرات

آریہ سماج کی دس سالہ رفتار

۲۹ر اور ۳۰ر نومبر ۱۹۴۱ء کو آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں لالہ دیوی چند صدر آل انڈیا دیانند سالویشن مشن نے اپنی ایک تقریر میں کہا:-

"آریہ سماج کی ۱۹۳۱ء کی مردم شماری دس لاکھ تھی اور ۱۹۴۱ء میں آریہ سماج کی مردم شماری چالیس لاکھ ہو گئی۔ مزید کہا کہ ہندوستان میں دو ہزار پانچ آریہ سماجیں۔ ۱۲۰ کالج مڈل اور ہائی سکول ۲۰۲ پرائمری سکول۔ ۲۶۱۔ آریہ پروفیسر ماسٹران ۳۵۰۰۔ اور آریہ کالجوں اور سکولوں میں دو لاکھ طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ ۷۰ آریہ اخبارات ہیں کئی پریس اور یتیم خانے ہیں۔ آریہ سماج تعلیم پر پچیس لاکھ روپیہ سالانہ صرف کرتی ہے۔ ویدپرچار پر تین لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے اور آریہ سماج کی جائداد دو کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ہے"

مذکورہ بالا اعداد و شمار اور کام کو دیکھ کر مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیئے کہ ان کے گردو پیش وہ جماعتیں جنہیں وہ کافر کہتے ہیں کیا کر رہی ہیں اور کس قدر فعال ہیں۔ کیا مسلمانوں کو بھی اتنی فرصت ملے گی کہ وہ اندرونی اختلافات سے قطع نظر کر کے تبلیغی اور تعمیری کام کریں۔ کیونکہ انہی کاموں سے قوموں کو لقب ہے۔ اغیار سبقت آگے نکل چکا ہے اور مسلمان سو رہا ہے۔

یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالہ جرس کارواں رہے

یہ جدید بحث نہیں

صدق لکھنؤ مورخہ ۵ر دسمبر ۱۹۴۱ء میں ایک صاحب عبداللہ شاہ صاحب قادری حیدر آباد دکن "یورپ اور اسلام کا دوسرا رخ" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:-

"صدق مسیح کے ناظرین جانتے ہیں کہ اس ناچیز نے یعنی عبداللہ شاہ صاحب نے) اس مضمون "یورپ اور اسلام کے رخ اول" یعنی طویل و عریض بحث المسیح الدجال، میں جو کئی سال تک مسلسل "مسیح" میں جاری رہ چکی تقریباً کچھ اوپر چالیس احادیث مسیح و دجال سے وہ ساری علامتیں اور نشانات مسیح و دجال تفصیلاً بتا دیئے تھے جو "جان بل" حکومت برطانیہ بحیثیت قائد اقوام یورپ ہونے کے صادق آ رہے ہیں۔ . . . . علیٰ ہذا اس نوعیت تاویل پر یہ عاجز آلتم ایک سیر حاصل و تشفی بخش بحث مضمون "الشاھد والمشہود" کے ضمن میں عرض ناظرین کرام کر چکا ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

پچھلے دنوں منادی دہلی نے بھی یاجوج اور ماجوج کے اس انکشاف کو مولانا حکیم محمد حسن صاحب ساکن امروہہ کی طرف منسوب کیا تھا جس کا ذکر ہم نے ایک شذرہ میں "یہ علم سب سے پہلے کس نے دیا" کے عنوان سے کیا تھا۔ اب "یورپ اور اسلام کا دوسرا رخ" کے عنوان سے صدق لکھنؤ میں مندرجہ بالا اقتباس نظر پڑا۔ ہم حیران ہیں کہ کس طرح امام عصر حاضر کے علم کو اپنایا جا رہا ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا جاتا۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ سب سے پہلے یاجوج اور ماجوج کے متعلق یہ انکشاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ اور آج زمانہ کے حالات کو دیکھ دیکھ کر لوگ اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ وہ شخص جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے اصلاح اور ہدایت پر مامور ہوتا ہے وہ ایسے ہی حقائق و معارف بیان کرتا ہے کہ جس کی صداقت پر دنیا شہادت دیتی ہے۔ لوگ تنگ نظری کی وجہ سے اس مرد خدا کو برا کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس کی باتوں کو اپناتے چلے جاتے ہیں۔ آج حضرت مرزا صاحب کے متعلق میں بھی ایسا ہو رہا ہے ان کی ذات سے دشمنی ہے اور ان کے طریق کار کو کہیں "اسلامی جماعت" کے جدید تخیل کی صورت میں اور کہیں یاجوج و ماجوج کی نئی تفسیر کے رنگ میں اپنایا جا رہا ہے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ آپ کی صداقت پر بہ پہلو شہادت دینے پر مجبور ہوں گے۔

پیغام صلح کا تبلیغ نمبر
۱۲ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو شائع ہوگا

پیغام صلح کا شاندار تبلیغ نمبر جو اپنی تبلیغی اہمیت اور اس کے مختلف پہلوؤں پر سیر کن بحث کی وجہ سے نہایت ہی مفید ہوگا۔ انشاء اللہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو شائع ہوگا۔ کارپردازان پیغام صلح کی انتہائی مصروفیت کی وجہ سے مورخہ ۷ر دسمبر کا شیوع ناغہ کیا جائے گا۔ اور موجودہ اشاعت کے بعد تبلیغ نمبر ہی احباب کی خدمت میں روانہ کیا جائیگا۔ خریدار صاحبان نوٹ فرمالیں اور ۷ر دسمبر کے پرچہ کا انتظار نہ کریں۔

اس سال کے پروگرام میں

تبلیغ اور توسیع جماعت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس لئے اپنے تبلیغی پروگرام کو قوت پہنچانے کے لئے اور تبلیغ دین کی اشد ضرورت کو مسلمان بھائیوں پر واضح کرنے کے لئے تبلیغ نمبر خرید کر زیادہ سے زیادہ تعداد میں تقسیم کریں۔

قیمت فی پرچہ　　　دو آنے (۲ر)
دس کاپیاں　　　ایک روپیہ میں

فوراً اپنا آرڈر بھجوائیں۔

سکرٹریان جماعت
و مبلغین حضرات توجہ فرمائیں

"قادیان اور لاہور کے جلسوں میں دونوں فریقوں کے رہنماؤں کی تقریروں کی ضرورت"

"حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا کھلا مکتوب میاں محمود احمد صاحب کی خدمت میں"

مندرجہ بالا عنوان کا خط جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ لیکن آج تک جناب میاں صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس خط کو پبلسٹی کمیٹی نے الگ طبع کروایا ہے اور اس کی کاپیاں سیکرٹری صاحبان اور مبلغین حضرات کی خدمت میں ارسال کی جا رہی ہیں۔ گذارش ہے کہ احباب جماعت اس کو فوراً قادیانی دوستوں میں تقسیم کر دیں۔

خاکسار
(ڈاکٹر) محمد عمر
افسر پبلسٹی کمیٹی

(بقیہ صفحہ ۲ سے)

پانی کا خاصہ

پانی کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ آگ کو بجھاتا ہے اب پانی کو چاہے کتنا ہی گرم کر لو جب بھی وہ آگ پر ڈالا جائے گا آگ کو سرد ہی کرے گا۔ اس کے خلاف کبھی نہیں ہوگا۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ پانی کو اپنی برودت پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر پانی کو اپنی تاثیر پہنچانے یا نہ پہنچانے کا اختیار ہوتا تو ضرور وہ صاحب ارادہ ہستی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہے اور پانی کی بے اختیاری اس کی ایک کمی یا کمزوری ہے۔ پس اگر خدا کو بھی ہم بے اختیار تسلیم کریں تو گویا ہم اسے کمزور مانتے ہیں حالانکہ وہ ہر حیثیت تمام کمالات کا اور اس کے تمام کمالات لامحدود ہیں۔ پس وہ ذات کامل اور با اختیار ہے اور یہ اس کے صاحب ارادہ ہونے کا ثبوت ہے۔

بے اختیاری اور ارادہ

خدا جانے آریہ سماج کو اپنے پرماتما کو ناقص ثابت کرنے میں کیا مزا آتا ہے۔ پہلے تو یہ کہا کہ وہ ایک ذرہ پیدا نہیں کر سکتا نہ فنا کر سکتا ہے۔ گویا ہے تو ایشور۔ مگر ایک ذرہ کا بھی وہ دراصل مالک نہیں۔ پھر یہ بھی کہنے لگے کہ خدا میں ارادہ نہیں ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ اسے اپنے کاموں کے کرنے میں اختیار نہیں ہے جو کچھ ہو رہا ہے اضطراری ہے۔ گویا وہ ہم محدود الطاقت روحوں سے بھی کمزور ہے کیونکہ ہم کو اپنے صفات کے اظہار اور عدم اظہار میں مختار ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ ہمارا اختیار بھی اسی مالک کا دیا ہوا ہے اس لئے وہ ضرور با اختیار صاحب ارادہ ہستی ہے۔

عہدِ نبوی کا نظامِ تعلیم

عرب اور خاصکر مکہ معظمہ کی معاشرتی حالت کا جو قبل اسلام پائی جاتی تھی اگر قریب سے مطالعہ کیا جائے تو ناگزیر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ کے عربوں میں غیر معمولی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں، جب اسلامی تعلیمات نے ان صلاحیتوں کو صیقل کیا تو عربوں نے اپنی اپج اور کارگردگی کی قابلیت سے دنیا کو حیران کر دیا اور جب وحدت اور حرکت کے مذہب یعنی اسلام نے ان کی توانائیوں کو ایک مرکز پر جمع کیا اور ان میں مزید قوت پیدا کر دی تو یہی عرب اس قابل ہو گئے کہ پوری دنیا کو مبارزت دیں اور وقت واحد میں اس وقت کی دونوں عالمگیر شہنشاہیتوں یعنی ایران اور روم (بیزنطینہ) سے جنگ کریں۔

میں[1] نے اپنے بعض مقالوں میں کسی قدر تفصیل سے بتایا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی عربی خانہ جنگیاں عربوں کے کردار کو بنانے اور ان میں حیرت انگیز قوت برداشت اور دیگر اعلےٰ مہمات پسند قابلیتیں پیدا کرنے میں مد و معاون رہیں۔ جن پر خود دیبولین کو رشک تھا۔ عرب میں معینہ اوقات پر لگنے والے بازاروں اور کاروانوں کی حفاظت کے لئے بدرقوں یا خفاردں کا انتظام کچھ اتنا مکمل اور وسیع ہو گیا تھا کہ اس نے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک معاشی "وفاق" قائم کر دیا تھا جس سے عربوں میں وحدت کے خیالات پیدا ہونے لگ گئے تھے اور اسلام کے تحت ان کی "سیاسی وحدت" کا راستہ صاف ہو گیا تھا۔ اسی طرح شہری مملکت مکہ کا دستور بھی خاصہ ترقی یافتہ تھا جس سے وہاں کے باشندوں کو اتنی بات کی تربیت مل چکی تھی کہ ایک عالمگیر شہنشاہیت کے نظم و نسق کو چلا سکیں۔

آج میرے پیش نظر ایک اور مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کی علمی صلاحیتیں بھی اتنی خاصی تھیں کہ ہجرت کی ابتدائی صدیوں میں عربوں نے علوم و فنون کی حیرت انگیز فصلیں کاٹیں، اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ان کی خفتہ قابلیتوں کو بیدار کرنا اور ان کو مفید اغراض میں کام میں لانا یہ یقیناً اسلام کا کارنامہ ہے۔

عہدِ نبوی کے نظامِ تعلیم کا اس سے بہتر پس منظر کیا ہو گا کہ اسلام سے پہلے عرب میں علمی حالت جیسی کچھ تھی اس کا خاکہ پیش کیا جاوے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں تعلیم

بدقسمتی سے ہمارے پاس زمانہ جاہلیت کے تعلیمی معاملات کے متعلق بہت کم معلومات محفوظ ہیں۔ اس کی کچھ تو یہ وجہ ہے کہ اس زمانے میں وہاں لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا اور کچھ یہ کہ لاکھوں کروڑوں کتابیں ہلاکو خاں وغیرہ نے بغداد قرطبہ اور دیگر مقامات پر پیسے زمانے میں تباہ کر دیں، جبکہ ابھی فن طباعت سے کتابیں چھپنے کا کام نہیں لیا جانے لگا تھا۔ اس دشواری کے باوجود جو کچھ تھوڑا بہت مواد ہم تک پہنچ سکا ہے۔ اس کی مدد سے زمانہ جاہلیت کی تعلیمی حالت کا پتہ چلتا ہے۔ جس سے ہمیں حیرت ہوتی ہے اور اس قوم کے متعلق رشک ہونے لگتا ہے جو ان پڑھ ہونے پر اتراتی تھی۔

اولاً ان کی زبان کو لیجئے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی زبان اپنے لغات، محاورات اور ادبی کمالات میں اس زمانے میں ترقی کرتی ہے، جب اس کے بولنے والوں کا تمدن عروج پر ہو۔ اور اس سے پہلے اس زبان کی حالت اتنی پست ہوتی ہے کہ اس کو جانوروں کی آواز سے کچھ ہی بلند قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت اس زبان میں نہ تو دقیق خیالات ادا کئے جا سکتے ہیں۔ اور نہ معمولی روزمرہ کی ضرورتوں کے سوا اس میں کوئی علوم و فنون ملتے ہیں۔ اگر اس معیار پر اسلام سے عین پہلے کی عربی زبان کو جانچا جائے۔ تو ہم زبان کی نزاکت، لغات کی کثرت، قواعد صرف و نحو کے استحکام اور خاصے بلند معیار کے نظم کے ذخیرے کے باعث حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مستند عربی زبان زمانہ جاہلیت کی سمجھی جاتی ہے، اسلامی تمدن کے عہد زریں کی زبان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اگر ہم زمانہ حال کی کوئی زبان مثلاً جرمن، روسی، فرانسیسی یا انگریزی کو لیں تو ان کے دو مؤلف جن میں ڈیڑھ ہزار سال کا زمانہ حائل ہو تو ایک ہی زبان کے یہ مؤلف ایک دوسرے کو بالکل نہیں سمجھ سکیں گے۔ اس کے برخلاف امرء القیس کی زبان اور قواعد صرف و نحو بالکل وہی ہیں۔ جو مثلاً زمانہ حال کے مصری شعرا شوقی اور حافظ کے ہیں۔ قرآن اور حدیث اس "جاہلی زبان" میں ہیں۔ جس پر عربی شہنشاہیت کے تمدن نے کوئی اثر قائم کرنے کا موقع نہیں پایا تھا۔ قرآن اور حدیث زمانہ جاہلیت کے بدویوں کو بھی اسی سہولت سے سمجھ میں آتے تھے۔ جتنا آج کسی جدید عربی کے متعلم کو، اسی زمانے میں عربی زبان لغات کی حد تک اتنی وسیع اور متمول ہو گئی تھی کہ اس کا مقابلہ زمانہ حال کی انتہائی ترقی یافتہ مغربی زبانوں سے بھی بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ ان چیزوں کی مجھے تفصیل بیان کرنی غیر ضروری ہے۔ کیونکہ ہر عربی دان اس سے واقف ہے میرا منشا صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں کی زبان جس پختگی اور وسعت سے بہرہ ور ہو چکی تھی۔ وہ یقیناً اس بات کے بغیر ممکن نہیں کہ اس سے پہلے اس زبان کے بولنے والوں میں ادبیات کی بڑی صلاحیتیں اور بڑے چرچے رہے ہوں بے شمار نظمیں زمانہ جاہلیت کی طرف منسوب ہیں۔ خود نثر میں بہت سے خطبوں، تقریروں، ضرب المثلوں، کہانیوں، کاہنوں اور حکموں (پنچ) کے فیصلوں وغیرہ کی صورت میں ہم تک ان کی یادگاریں پہنچی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ہر ناظر یہ اندازہ کرے گا کہ کہ اس زمانہ کے عربوں میں بلاغت، ظرافت، حسن ذوق اور دقت نظر کا معیار کتنا بلند تھا۔

خود لفظ "عرب" کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنا مطلب اچھے طور سے واضح کر سکتا ہو۔ تمام غیر عرب عجم کہلاتے ہیں۔ جس کے معنی گونگے کے ہیں۔

یہاں تک تو استنباطات اور قیاس آرائیاں ہوتی رہیں۔ خود تاریخی واقعات بھی مفقود نہیں ہیں۔

مدرسوں کے سلسلے میں کیسے یقین آئے گا۔ کہ اس زمانے میں نہ صرف تعلیم گاہیں تھیں، بلکہ ایسی تعلیم گاہیں جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم پاتی ہوں۔ بہر حال ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (جلد ۴ ص ۱۳۳) میں بیان کیا ہے کہ مکہ کے قریب رہنے والے قبیلہ ہذیل کی ضرب المثل فاحشہ عورت ظلمہ جب بچی تھی تو ایک مدرسہ جاتی تھی۔ جہاں اس کا سب سے دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ دواتوں میں قلم ڈال اور نکال کر کھیلا کرے۔ اس دلچسپ واقعہ سے اتنا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ قبیلہ قریش کے رشتہ دار قبیلہ ہذیل میں ایسے [illegible] تھے جو چاہے کتنے ہی ابتدائی نوعیت کے کیوں نہ ہوں، ان میں لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پانے کے لئے جاتی تھیں۔

بازار عکاظ میں ہر سال جو ادبی چرچا ہوا کرتا تھا۔ اس کے باعث اسے ایک "پان عرب لٹریری کانگریس" کہنا بے جا نہ ہو گا۔ عکاظ نے مورخین اور مؤلفین کو ہمیشہ سے ہی لبھا رکھا ہے۔ حال ہی میں جامعہ مصریہ کے پروفیسر احمد امین نے مجلہ کلیۃ الآداب میں اس موضوع پر ایک بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔ مجھے یہاں عکاظ کی علمی سرگرمیوں کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ یہاں اس قدر کافی ہے کہ اس ادارے کا صرف نام لے لیا جائے۔ جس نے عربی زبان کو معیاری بنانے کیلئے اتنا نمایاں حصہ لیا ہے۔

غیلان بن سلمہ ثقفی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن علمی جلسہ منعقد کرتا۔ جس میں نظمیں پڑھی جاتیں اور ان پر تنقید ہوتی۔ ہفتے کے باقی دنوں میں وہ کسی دن عدل گستری کا کام انجام دیتا۔ اور کسی دن دوسرے فرائض میں مشغول ہوتا تھا۔ اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جاہلیت میں طائف والوں کا علمی ذوق بھی کتنا بلند تھا۔

اس زمانے میں مکہ کی علم دوستی اس سے بھی کچھ زیادہ بلند تھی۔ سبع معلقات مکہ ہی کے معبد کعبہ میں لٹکائے جاتے رہے اور اسی اعزاز و امتیاز نے ان سات نظموں کو عربی ادبیات میں ایک لافانی زندگی عطا کر دی ہے۔

ورقہ بن نوفل مکہ کا ایک باشندہ تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں توریت اور انجیل کو عربی میں منتقل کیا تھا۔

غالباً یہ مکہ والے ہی تھے جنہوں نے عربی زبان کو سب سے پہلے ایک تحریری زبان کی حیثیت عطا کی تھی۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ [illegible] اجڈ سپاہی بھی لکھے پڑھے ہوا کرتے تھے۔

قصہ نویسی، ناول اور ڈرامہ زمانہ حال میں ادبیات میں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ مکہ والوں کو بھی اس کا بڑا ذوق تھا۔ چنانچہ چاندنی راتوں میں خاندانی اجتماع گاہوں پر یا [illegible] دارالندوہ میں یہ لوگ جمع ہوتے اور پیشہ ور قصہ گو وغیرہ وہاں [illegible] بیٹھے ہوئے قصے بیان کر کے دلچسپی کا سامان مہیا کرتے [illegible] حوالے میرے مضمون "شہری مملکت مکہ" میں ملیں گے۔

ادبی ذوق جاہلیت میں صرف عربوں ہی میں نہ تھا بلکہ [illegible] میں رہنے والی دوسری قوموں میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ یہودی سموال بن عادیا اور دیگر یہودی اور نصرانی شعرا کے [illegible] پائے جاتے تھے۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدراس قائم کر رکھا تھا۔ جو نیم مذہبی اور نیم تعلیمی ادارہ ہوا کرتا تھا اور اسلام کے آغاز تک اس کا پتہ چلتا ہے (دیکھئے سیرۃ ابن ہشام میں غزوہ بنی قینقاع وغیرہ)

زمانہ جاہلیت میں عربی زبان میں لکھنے پڑھنے کی چیزوں کیلئے بڑی کثرت سے الفاظ ملتے ہیں۔ چنانچہ صرف قرآن مجید میں [illegible] ذیل الفاظ کا ذکر ہے۔

[illegible] اور قرطاس (کاغذ) قلم، نون (دوات) [illegible] مسطور، مستطر، مکتوب، مخطط، تتلی، یمیل (لکھنے کے معنی میں) [illegible] افعال پائے جاتے ہیں یہ ان کے صیغے ہیں) کاتب۔ [illegible] زبر، کتب، صحف (کتابوں اور تحریری چیزوں کے معنی میں) [illegible]

غرض ان اور اسی طرح کی مسالہ بنیادوں پر [illegible] بلند عمارتیں بعد میں زمانہ اسلام کے عربوں نے کھڑی کیں [illegible] کرۂ ارض کی علمی دنیا فخر کر سکتی ہے۔ (معارف)

(باقی آئندہ)

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی۔ جامعہ عثمانیہ

ائمہ مساجد و علمائے کرام توجہ کریں

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں میری شمولیت، حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر روشن دلائل

(از جناب مولوی احمد گل صاحب نعمانی)[1]

(۱)

میں آج تک پرانی مولوی صورت اور مولوی سیرت کا آدمی رہا ہوں۔ آبائی پیشہ تعلیم و تعلم کے ہمراہ امامت رہا۔ بہت عرصہ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں پڑھتا رہا ہوں اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بھی عربی تعلیم پائی ہے اور کتب احادیث پڑھ کر جناب شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی سے سند حاصل کی ہے باوجود اس علمی شوق و شغل کے احمدیت کی طرف میری توجہ نہ ہوئی۔ اور اس سلسلہ حقہ کے آگے مولویوں کی کھڑی کی ہوئی دیوار روک بنی رہی۔ اور احمدی لوگوں کو گمراہ اور گمراہ کن خیال کر کے ان کی بات سننا یا تحریر پڑھنا پسند نہ کرتا تھا۔ مگر اس رمضان شریف میں اتفاق سے مجھے مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تفسیر بیان القرآن مل گئی جس کے زمانہ حال کے موافق حقائق و معارف نے میری توجہ کو احمدیت کی طرف مبذول کر دیا۔ اور دو چار دن میں چند ایک مولانا موصوف کے مضامین اور ازالہ اوہام کے مطالعہ نے مجھے اس سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کے لئے مجبور کر دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کبھی اللہ تعالے اپنے مامورین میں سے کسی مامور کو کسی قوم کی طرف جو روحانی زندگی سے بھٹک کر تاریکی اور ضلالت کے راستوں کو اختیار کر لیتی ہے مبعوث فرما کر وہ دل اور دماغ عطا فرماتا ہے۔ جو مصائب اور تکالیف کو برداشت کرے اور ہر غلط سوال کا جواب دے سکے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر نبی اور رسول آئے ہر ایک نے اپنی اپنی قوم کو روحانی تعلیم دیتے ہوئے بطور پیشگوئی حضرت نبی کریم کی خبر دی۔ آخر ضرورت زمانہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتک الآیۃ۔ پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں کی طرح کسی ایک گروہ یا ایک قوم یا کسی خاص ملک کی طرف نہیں۔ بلکہ تمام جہان کی طرف رسول کریم کو مبعوث فرما کر رحمۃ للعالمین کا شرف عطا فرمایا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیہ کے رو سے شریعت جدیدہ اور وحی نبوت کا خاتمہ کر دیا۔ اس وجہ سے حضرت محمد مصطفےٰ دنیا کے کامل رہبر ہونے کی وجہ سے آخری نبی قرار پائے۔ کسی نئے مذہبی صداقت کی ضرورت نہ رہی اور نہ ہی مذہبی صداقتوں کو لانے والوں یعنی انبیاء کی ضرورت ہے۔ ہاں تائید و تبلیغ دین کی ضرورت تا قیامت ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشو الکذب الخ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ زمانہ کے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا تھا۔ جو اپنی تاریکیوں کی وجہ سے گذشتہ زمانہ کی تاریکیوں سے بڑھ جائے گا۔ یعنی جب اس روحانی طاقت کا وہ زور جو قرون ثلاثہ میں تھا کے خلاف۔ ایک ایسا زمانہ از روے حدیث ثابت ہے جس میں انسان روحانی کمزوری کے باعث کما حقہ اسلام سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور بعض ایسی خامیوں کی وجہ سے جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں چاہ ضلالت اور قعر مذلت میں گر پڑیں گے۔ تو ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ کاملین امت میں سے بعض ایسی ہستیاں ہونی چاہئیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف رکھتے ہوں۔

جب ہم ادیان سابقہ کے متعلق قرآن مجید میں نظر کرتے ہیں تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر انبیاء کی طرف بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی رہی۔ حضرت عیسےٰ کے حواریوں کے متعلق قرآن مجید میں موجود ہے اذ اوحیت الی الحواریین۔ اور حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کا ذکر موجود ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ۔ پس جب پہلی امتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول غیر انبیا کی طرف ہوتا رہا۔ تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ افضل الرسل اور خاتم النبیین کی امت اس برکت سے محروم رہتی ایسے لوگ اس امت میں ضرور ہونے چاہئیں۔ جن سے خدا ہمکلام ہو گا۔ گو وہ نبی نہ ہوں گے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ اور انہی کو دوسری حدیث میں محدث بھی کہا گیا ہے۔ لقد کان فیما قبلکم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر۔ یعنی پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے میری امت میں بھی محدث ہوں گے اور عمر ان میں سے ایک ہے۔ انہی محدثین میں سے بعض لوگوں کو اللہ تعالےٰ اپنی خاص مصلحت سے اصلاح خلق کے کام کے لئے چن لیتا ہے اور اس امت کیلئے یہ اس کا وعدہ ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالے ہر صدی کے سر پر اس امت کیلئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا۔ جو اس کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔

اور قرآن کریم میں فرمایا۔ ینزل الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ۔ وہ کلام کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے۔ جس کی تفسیر میں مفسرین نے حدیث مجدد کو نقل کیا ہے اور مجددوں کے آنے کی یہ غرض نہیں کہ وہ کوئی نئی دینی صداقت لاتے ہیں۔ کیونکہ تمام دینی صداقتیں قرآن کریم کے اندر جمع ہیں۔ بلکہ وہ کسی ایسی صداقت کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کی خاص ضرورت اس زمانہ میں ہوتی ہے۔ اس حدیث کے رو سے یہ ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ اس امت میں سے کسی شخص کو تائید دین کے لئے کھڑا کرکے اسے اپنے کلام سے مشرف فرماوے اور اس حدیث کی صحت پر نہ صرف حفاظ حدیث کا اتفاق رہا ہے بلکہ عملی طور پر اس کی تصدیق اس امت کے بعض برگزیدہ مجددین کے دعاوی سے ہوتی ہے جیسے حضرت مجدد الف ثانی جن کے نام سے اس ملک کا بچہ بچہ واقف ہے جنہوں نے گیارھویں صدی ہجری کے سر پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور اس حدیث کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا (جو لوگ حدیث مجدد کی صحت کا انکار کرتے تھے۔ وہ ایک مسلم راستباز انسان کو جس کی راستبازی آج ساری دنیائے اسلام کو مسلم ہے نعوذ باللہ جھوٹا اور مفتری ٹھہراتے ہیں) مجددین کے متعلق دوسری جگہ فرماتے ہیں وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیھم بالتبعیۃ والوراثۃ ایما واذا اکثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا کما کان امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ [illegible]

ترجمہ:۔ اور جب کبھی ان کے پیرؤں میں سے بعض کے لئے [illegible] حاصل کر چکے ہوں یہ سب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام [illegible] اور جب اس قسم کلام میں سے کسی ایک کے ساتھ کثرت سے ہو [illegible] نام محدث رکھا جاتا ہے۔ جیسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ [illegible] کا لکھا گیا۔ بزرگان دین کے مکتوبات اور ملفوظات سے بھی [illegible] پتہ چلتا ہے کہ متواتر چودہ صدیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک نہ ایک ایسا پاک وجود پیدا ہوتا رہا۔ جس نے اللہ [illegible] سے حکم پا کر مجددیت کا دعوےٰ کیا۔ بعض صدیوں میں مختلف ممالک میں کئی کئی مجددین بھی پیدا ہوتے رہے۔ ایسے پاک لوگوں میں سے حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت امام شافعی۔ امام ابو الحسن الاشعری۔ امام غزالی۔ امام رازی۔ امام جلال الدین سیوطی۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی۔ امام بخاری۔ امام نسائی۔ امام ابن تیمیہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت امام ربانی شیخ احمد صاحب سرہندی کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کر کے اپنے اپنے زمانوں میں امت محمدیہ کی ہدایت و رہنمائی کی اور مقام تجدید پر کھڑے ہو کر دین کو غیروں کے اعتراضات اور حملوں اور اپنوں کی گمراہیوں اور فاسد خیالات سے پوری طرح بچایا۔ اگرچہ علمائے زمانہ نے ان کو معاذ اللہ کافر قرار دینے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دیکھا [illegible] حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر پانچسو علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت امام مالک۔ حضرت امام شافعی۔ حضرت امام احمد حنبل کو طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں۔ قید کیا گیا۔ کوڑے لگائے گئے اور یہ سب کچھ علماء کے فتووں کی بنا پر ہوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا اور ان کے اقوال و ارشادات کو موجب کفر ٹھہرایا گیا۔ غرض کون مجدد ہے۔ جو ظاہرین علماء کے ہاتھوں سے بچا ہو۔ تاہم انہوں نے ہر قسم کی مخالفتیں سہہ کر اور طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر حق گوئی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقدس فرض کی بجا آوری سے کبھی کوتاہی نہ کی۔

چودھویں صدی کا مجدد

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں پورا ہوتا رہا۔ ضرور تھا کہ اس چودھویں صدی میں بھی پورا ہوتا بالخصوص ایسی حالت میں کہ کفر و ضلالت کا زور ایسا کہ آج ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کے اعتراضات ایک طرف بنیادی [illegible] کا عظیم فتنہ دوسری طرف اور خود مسلمانوں کی باہمی تفرقہ [illegible] بد اعمالیاں اور عوام الناس سے لیکر علماء تک کی دین میں لاپرواہی [illegible] اس بات کی متقاضی تھی کہ ایسے آڑے وقت میں کوئی خدا کا برگزیدہ [illegible] انسان آج بھی اس نیک نمونہ اور علم صحیح کو لیکر دنیا کے سامنے [illegible] آتا۔ جو ہمیشہ سے اولیائے امت اور مجددین عظام میں پایا جاتا رہا ہے۔ بلکہ موجودہ فتنہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے کسی ایسے مجدد [illegible] کا متقاضی تھا جو ہر رنگ میں سابق مجددین سے بڑھ کر چودھویں رات کے چاند کی طرح چودھویں صدی کا مجدد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ [illegible] الہام پا کر تجدید دین کا کام اپنے ہاتھ میں لیا اور اس صدی میں آپ کے بغیر کسی نے بھی مجددیت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ آپ نے فرضی دعوےٰ ہی نہیں کیا۔ بلکہ وہ کام کیا جو مامورین من اللہ کی [illegible] شان ہوا کرتا ہے۔ اسلام کی حمایت قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے [illegible]

[1] مولوی صاحب مذکور تھوڑا عرصہ ہوا سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنی شمولیت اور صداقت حضرت مسیح موعود پر ایک مضمون لکھا ہے۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں (مدیر)

قربان اور دہ فرزندان اسلام جو ہزاروں کی تعداد میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کے گڑھے میں جا رہے تھے انہیں بچایا اور عیسائیت کے خطرناک زہریلا اثر کا ازرو ئے قرآن و حدیث مسلمانوں کے دلوں سے زائل کیا۔ مثلاً عیسائی لوگ مسلمانوں کے عقیدہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں سے فائدہ اٹھا کر حضرت عیسےٰ کی خدائی ثابت کیا کرتے تھے اور اس پر دپیگنڈا کے ذریعہ ہزاروں مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسالیا کرتے تھے۔ لیکن چودھویں صدی کے مجدد اعظم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آکر جب قرآن و احادیث کی رو سے ثابت کر دیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں تو عیسائیوں کا سارا طلسم ٹوٹ گیا اور ان کی تبلیغ کا بازار فوراً سرد پڑ گیا۔ اسی طرح مسلمانوں میں اور بھی ہزاروں خامیاں تھیں۔ جن کو حضرت مرزا صاحب نے آکر قرآن کی روشنی میں دور کیا۔ اس کے علاوہ آپ کے کارناموں میں سے عظیم الشان کارنامہ وفات مسیح کو ثابت کرنا ہے۔

(باقی آئندہ)

پولینڈ کے مسلمان

سیاسی بصیرت رکھنے والے اصحاب کو یاد ہوگا کہ ستمبر ۱۹۳۹ء کو سب سے پہلے جنگ عظیم کی ابتدا جس ملک سے ہٹلر نے کی وہ پولینڈ تھا۔ اور قوموں کو چھوڑ کر پولینڈ میں فقط مسلمانوں کی آبادی بارہ ہزار یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔ پولستانی مسلمان بڑے جری، بہادر اور سرفروش ہیں۔ حکومت پولینڈ کی طرف سے انہیں تمام مراعات حاصل تھیں۔ مذہبی۔ تحریری، تقریری۔ ہر قسم کی آزادی پولستانی مسلمانوں کو حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پول مسلمان بڑی بہادری اور جرأت کے ساتھ جرمنی کے مقابلہ میں لڑے۔ لیکن مٹھی بھر انسانوں کی جماعت دو لاکھ سپاہیوں کے مقابلہ میں کب ٹھہر سکتی تھی خصوصاً اس صورت میں جبکہ وارسا کے پول کمانڈر نے ہتھیار ڈال دیئے۔

مملکت پولینڈ نے مسلمانوں کو خاص مراعات دے رکھی تھیں۔ مساجد اور مدارس کے ساتھ حکومت کی طرف سے بہت سی اراضی وقف کر دی گئی تھی۔ وارسا کے مغربی حصہ میں ایک رفیع الشان مسجد ہے جس کے متعلق ماہرین فن تعمیرات کا خیال ہے کہ مسجد ایا صوفیہ کے بعد وارسا کی مسجد یورپ بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط تھی۔ اس مسجد کے ساتھ ایک مذہبی مدرسہ جس میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم، فقہ حنفیہ کی عربی اور پولستانی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ اس مسجد کے علاوہ پولینڈ میں اکتالیس مساجد اور بھی ہیں۔ ان کے ملازمین اور اماموں کو حکومت پولینڈ کی طرف سے ۲۴ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ دی جاتی تھی۔

پولش مسلمان مشرقی اور مغربی تہذیب کے اختلاط کا بہترین نمونہ ہیں۔ پول مسلمان تاتاری نسل سے ہیں اور ساڑھے پانچ سو سال سے پولینڈ کو اپنا وطن بنائے بیٹھے ہیں۔ جنگ عالمگیر کے بعد جب حکومت پولینڈ کا قیام عمل میں آیا۔ تو جدید پولش حکومت نے مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی رسوم کا انتہائی خیال رکھا۔ ان کے شخصی اور ذاتی معاملات کے تصفیہ کے لئے شرعی عدالتیں قائم کیں۔ جن میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں۔ انہوں کے مدرسوں اور دوسرے اداروں کے لئے بڑی بڑی اراضیات معاف دے کر مسلمانوں کی دلدہی اور دلجوئی کی گئی تھی۔ پولینڈ کی حکومت سے پہلے مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ روسی قانون کے ماتحت ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۷۹۲ء سے لیکر ۱۹۱۸ء تک مسلمان روسی قانون کے پابند رہے۔

پولش مسلمان تمام ملکی تحریکات میں اپنے تناسب آبادی کے لحاظ سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ وطنی مسائل اور رفاہ عامہ کے امور میں پولستان کے باشندوں کے ساتھ دوش بدوش شریک رہتے ہیں۔

مسلمانوں کا ایک رسالہ اور ایک اخبار بھی پولش زبان میں شائع ہوتا تھا۔ جس میں وہاں کے مسلمان اور اہل علم مضامین لکھتے تھے۔ اس اخبار اور رسالوں کے مدیر سر ...... ڈاکٹر مریدستی تھے۔

جرمنی اور پولینڈ کی موجودہ جنگ میں وہاں کے مسلمانوں نے غیر معمولی حصہ لیا ہے۔ انہوں نے ایک مسلمان سپہ سالار کی قیادت میں اپنے مقدس وطن کو جرمنی کے غاصبانہ قبضہ سے بچانے کے لئے ایک علیحدہ فوج مرتب کر کے پولش فوج کی مدد کی ہے۔ مسلمانوں کی اس فوج کی تعداد سات سو ہے۔ جس میں موجودہ زمانے کے ہتھیاروں سے مسلح پولینڈ کے بہادر مسلمان نوجوان شامل ہیں اور پولینڈ کی مسلمان عورتوں نے بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور ان کے کھانے پینے کا سامان بہم پہنچانے میں بھی خاص حصہ لیا ہے۔

(ماخوذ)

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ بالفاظ دیگر جہاد میں شامل ہونے کی عادت ڈالو

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

جلسہ سالانہ کے متعلق چند ضروری اعلانات

۱۔ ۲۴ دسمبر کو جلسہ خواتین شروع ہوگا لہٰذا تمام خواتین ۲۳ کی شام یا ۲۴ کی صبح تک لاہور تشریف لے آئیں۔

۲۔ عام جلسہ ۲۵ دسمبر سے شروع ہوگا۔ لہٰذا تمام احباب جماعت ۲۴ کی شام تک ضرور بالضرور مرکز میں پہنچ جائیں۔

۳۔ آمد سے قبل اگر اطلاع دے سکیں تو بہتر ہوگا۔

۴۔ موسم سرما کے لئے کافی گرم بستر ضرور ہمراہ لائیں۔ کیونکہ ان ایام میں کافی سردی ہوتی ہے۔

۵۔ احمدیہ بلڈنگس میں پہنچکر سیدھے مسلم ہائی سکول کی عمارت میں تشریف لائیں۔ جہاں سالانہ جلسہ کا دفتر ہوگا اور جہاں سے تمام ضروری اطلاعات مل سکینگی۔ یہ دفتر ۲۳ دسمبر سے شروع ہوگا۔ جو احباب اس تاریخ سے قبل تشریف لائیں وہ انجمن کے مہمانخانہ واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لے جائیں۔

محمد عبداللہ
مہتمم جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ او رینگ مینز کا اجتماع

امسال خدا کے فضل و کرم سے نوجوانان جماعت نے مختلف مقامات پر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز قائم کر کے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ اپنی جماعت کے نوجوانوں کا ایک دوسرے سے تعارف اور تعلق پیدا کرنے کی غرض سے یہ تجویز ہوا ہے کہ سالانہ جلسہ کے موقع پر ۲۵ رماہ حال کو شام کا کھانا تمام ممبران ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز اکھٹے تناول فرمائیں۔ تاکہ ایک دوسرے سے ذاتی تعلقات اور واقفیت پیدا ہو سکے۔ لہٰذا سیکرٹریان و صدر صاحبان سے التماس ہے کہ لاہور پہنچکر مجھے تمام ایسے احباب کے نام وغیرہ سے اطلاع بخشیں۔ جو لاہور جلسہ میں شرکت کر رہے ہوں۔ تاکہ ان کو مجوزہ بالا اجتماع کی تفصیلی اطلاع دی جا سکے۔ خاکسار: محمد عبداللہ

صدر ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

رفتار عالم

جنگ یورپ کے تیسرے سال کا چودھواں ہفتہ

(اتوار مؤرخہ ۳۰ر نومبر سے ہفتہ مؤرخہ ۶ر دسمبر تک)

روس میں جرمنوں کو شکست۔ جرمنی کے خلاف جنگ کے چوبیسویں ہفتے میں روس ایک دفعہ پھر دنیا کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ہفتہ گذشتہ میں شمالی افریقہ کے مغربی صحرا میں اتحادیوں اور محوریوں کی جنگ اور واشنگٹن میں امریکہ اور جاپان کے درمیان گفت و شنید کی طرف دنیا متوجہ تھی کہ ۳۰ر نومبر کو جنوبی روس میں روسی افواج کے کمانڈر مارشل تموشنکو کے ہاتھوں یوکرائن کی مشرقی سرحد پر قفقاز کے دروازہ راسٹوف میں جرمن فوجوں کی شکست فاش کی خبر آئی۔ جرمنوں نے دو ماہ کی شدید کشمکش کے بعد ۲۲ر نومبر کو اس شہر پر قبضہ کیا تھا۔ اور برلین ریڈیو نے اعلان کیا تھا کہ اب قفقاز کے تمام راستے جرمن فوجوں کے لئے کھل گئے ہیں۔ مگر وہ اس شہر پر مشکل سے ایک ہفتہ قابض رہ سکے۔ مارشل تموشنکو نے مختلف اطراف سے اس طرح جوابی حملوں کا سلسلہ شروع کیا کہ جرمنوں کو بھاگتے ہی بن پڑی اور ابھی تک وہ آگے چلے جا رہے ہیں۔ تازہ اطلاعات کے مطابق جرمن بحیرہ ازوف کی بندرگاہ ٹاگن راگ کو بھی خالی کر گئے ہیں جو راسٹوف سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر ہے اور میریاپول کی طرف پسپا ہو رہے ہیں۔ اس اثنا میں روسیوں نے میریاپول سے شمال مغرب میں ۵۰ میل کے فاصلے پر کرمیشیو پر قبضہ کر لیا ہے۔

جرمن کمانڈر کا فریب۔ پسپا ہونے والی جرمن فوج کے کمانڈر وان کلائیسٹ نے پسپائی کے دوران میں بھی روسی فوجوں کو فریب دینے کی کوشش کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ تعاقب کرنے والی روسی فوجیں مختلف سمتوں میں بٹ جائیں۔ مگر مارشل تموشنکو نے غالباً اس فریب کو بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے پوری طاقت کے ساتھ تعاقب جاری رکھا۔ وان کلائیسٹ نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے انہیں پیچھے ہٹنے کی ہدایت کی۔ مارشل تموشنکو نے حملے کی ابتدا بھی تین فوجوں سے تین جانب کی تھی۔ یہ تینوں روسی فوجیں جرمن فوجوں کے تینوں حصوں کا تعاقب کر رہی ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ روسی فوجوں نے ٹاگن راگ کے شمال میں ۶۰ میل کے فاصلے پر ایک اور اہم مقام پر قبضہ کر لیا ہے اور اس طرح ٹاگن راگ کے علاقے میں بچی کھچی جرمن فوج کو ٹھکانے لگانے کے لئے تھوڑی سی فوج چھوڑ کر باقی فوجیں جرمنوں کے تعاقب میں مصروف ہیں۔

جرمنوں کے نقصانات کی غیر مکمل فہرست۔ راسٹوف کے علاقے میں جرمنوں کا جو کچھ نقصان ہوا ہے اس کی پوری تفصیل ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک سرسری اندازہ کے مطابق ۲۳۵۰۰ جرمن مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ ۱۱۸ جرمن ٹینک روسیوں کے ہاتھ آئے۔ ۱۰۲ جرمن ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ۲۱۰ توپیں۔ ۳۰۹ مشین گنیں۔ ۱۷۸ سرنگیں پھینکنے والی توپیں۔ ۱۵۰۵۰ رائفلیں اور ۱۷۸۴ لاریاں جرمن فوجیں چھوڑ کر بھاگی ہیں۔ یہ فہرست ابھی مکمل نہیں۔ کیونکہ جنگی اقدامات کے دوران میں فوراً مال غنیمت کی فہرست مکمل کر لینا ممکن نہیں۔

شمالی افریقہ کا محاذ۔ لیبیا کی جنگ میں ہفتہ زیر تبصرہ میں اتار چڑھاؤ رہے اور دو دن تو بالکل خاموشی رہی۔

۵ر دسمبر کی دوپہر کو طبرق کے جنوب میں پھر جنگ شروع ہو گئی جنرل رومیل کی محوری فوجوں نے جو اس علاقے میں گھری ہوئی ہیں۔ الدودا کے قریب تین شدید حملے کئے۔ دو حملے تو ابتدا میں ہی پسپا کر دیئے گئے اور تیسرے حملے میں جرمنوں کو مشرق کی جانب بڑھنے میں قدرے کامیابی ہوئی۔ مگر اس حملے میں جرمنوں کو نقصان بھی زیادہ اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔

قاہرہ سے ایک تازہ اعلان کے مطابق اتحادی فوجیں محوریوں پر ایک اور زبردست حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہی ہیں محوریوں نے اب جنگ کا جو انداز شروع کیا ہے۔ اس کے پیش نظر محاذ پر فوجی مبصروں کا بیان ہے کہ جنرل رومیل کی کوشش یہ ہے کہ یا تو بردیہ کے علاقے میں محصور جرمن فوج کو نرغے سے نکالا جائے۔ اور یا طبرق کے جنوب میں محصور جرمن فوج اس فوج کے ساتھ مل جائے۔ ٹریپولی اور بن غازی کی طرف کے راستے جنرل رومیل کے لئے بند ہیں۔ جنرل رومیل کے لئے صرف دو تدبیریں ہیں۔ یا تو ہتھیار ڈال دے۔ اور یا اتحادی فوجوں کو اپنی کامیابی کے لئے زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرنے پر مجبور کرے۔ جنرل رومیل نے دوسری تدبیر اختیار کی ہے۔

دریں اثنا اتحادی فوجیں جرمنوں کو اور ان کے ٹینکوں کو چن چن کر اور تلاش کر کر کے تباہ کر رہی ہیں۔ ان لڑائیوں میں جرمنوں کی جو بکتر بند گاڑیاں اتحادی فوجوں کے ہاتھ آئی ہیں انہیں دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جنرل رومیل کے پاس پٹرول بہت کم رہ گیا ہے۔ جرمن یہ بکتر بند گاڑیاں میدان میں جوں کی توں چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کا معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان میں اس کے سوا اور کوئی نقص نہ تھا کہ ان کے ٹینک پٹرول سے خالی تھے۔ یہ بکتر بند گاڑیاں اب جرمنوں کے خلاف ہی استعمال کی جا رہی ہیں۔

فن لینڈ، ہنگری اور رومانیہ کو نوٹس۔ ہفتہ گذشتہ کے اواخر میں حکومت برطانیہ نے ہلسنکی، بوڈاپسٹ اور بخارسٹ میں امریکن سفیروں کی معرفت فن لینڈ، ہنگری اور رومانیہ کو نوٹس بھیجے تھے۔ جن میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ یہ تینوں ملک اپنی اپنی فوجیں روس کے خلاف جنگ سے واپس بلا لیں۔ اس امر کی وضاحت کر دی گئی تھی۔ کہ اگر اتوار کی رات کو بارہ بجے تک ان کی طرف سے تسلی بخش جواب نہ آیا۔ تو اتوار کی رات کو بارہ بجے [illegible] ایکسی لینسٹ پر ان تینوں ملکوں کے خلاف جنگ کی حالت کا اعلان کر دیا جائے گا۔

نوٹسوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ برطانیہ کی غرض یہ ہے کہ ان تینوں ملکوں سے اس کے تعلقات میں اور زیادہ خرابی واقع نہ ہو۔ ان تینوں حکومتوں کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ واشنگٹن کے سیاسی حلقوں میں کہا گیا کہ برطانیہ اتوار سے پہلے فن لینڈ کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا۔ اور اس سلسلے میں یہ رائے ظاہر کی گئی کہ فن لینڈ جس گمراہی کے راستے پر چلنے پر مصر ہے اس کے پیش نظر اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔

ضروری خبروں کا خلاصہ

— واشنگٹن ۱۰ر دسمبر۔ آج صبح سویرے مسٹر روزویلٹ نے برطانیہ اور امریکہ کے خلاف جاپان کے اعلان جنگ کے متعلق ایک تقریر نشر کی۔ آپ نے کہا امریکہ نے چیلنج کو منظور کر لیا ہے [illegible] جب تک آخری فتح نہیں ہوتی، وہ لڑتا رہے گا۔

— سنگاپور ۱۰ر دسمبر۔ چونگ کنگ کی ایک اطلاع [illegible] کہ روس بھی عنقریب اعلان جنگ کر دے گا۔

— لندن ۱۰ر دسمبر۔ آج دارالعوام میں مسٹر چرچل نے [illegible] کو یہ خبر حسرت اثر سنائی کہ ملایا کے قریب کارروائی کرتے [illegible] برطانیہ کے دو جنگی جہاز "پرنس آف ویلز" اور "ریپلس" جاپانی ہوائی [illegible] کی بمباری سے غرق ہو گئے۔ آپ نے کہا کہ ابھی [illegible] تفصیل موصول نہیں ہوئی۔ آئندہ اجلاس میں [illegible] جنگی حالت پر تبصرہ کیا جائے گا۔ سنگاپور سے [illegible] ایک براڈکاسٹ تقریر میں بتایا کہ ان دونوں جہازوں کی غرقابی سے نقصان جان بہت زیادہ ہوا ہے۔

— لندن ۱۰ر دسمبر۔ روس، برطانیہ اور ایران کے درمیان ایک معاہدہ کا مسودہ تیار ہوا ہے۔ خیال ہے کہ اس پر بہت جلد دستخط ہو جائیں گے۔

— لندن ۱۰ر دسمبر۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ ہٹلر برلن پہنچ گیا ہے۔ اس وقت جرمن افسروں بالخصوص گورنگ سے کئی ملاقاتیں کر چکا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رائشٹاغ کا ایک اجلاس طلب کیا جائے گا جس میں بحرالکاہل کی جنگ کے متعلق جرمنی کی پالیسی کا فیصلہ کیا جائے گا۔

— ۱۱ر دسمبر۔ منیلا پر کل رات کی بمباری کے بعد آج صبح بھی فضائی خطرہ کا الارم ہوا۔

— جاپانی آرمی ہیڈکوارٹرز کا اعلان ہے کہ جاپانیوں نے [illegible] شنگھائی پر مکمل قبضہ کر لیا۔

— ایک اعلان مظہر ہے کہ جاپانی فوجیں بنکاک میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور شمالی تھائی لینڈ کی راہ سے برما روڈ کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

— ہانگ کانگ پر جاپانیوں کے حملے ناکام بنا دیئے گئے [illegible]

— حکومت برطانیہ تھائی لینڈ اور جاپان کے سمجھوتہ پر غور کر رہی ہے۔ سمجھوتہ کی تفصیل کی روشنی میں برطانیہ اور تھائی لینڈ کے آئندہ تعلقات کا فیصلہ ہو گا۔

— میکسیکو اور کولمبیا نے جاپان سے تعلقات توڑ لئے ہیں۔

— لندن ۹ر دسمبر۔ جرمنوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ ماسکو پر ان کا دباؤ ختم ہو گیا ہے۔ کیونکہ موسم کی خرابی مشینی جنگ کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف روسی فوجیں دشمن کو تو لہ سے پیچھے دھکیل رہی ہیں اور ماسکو کے ارد گرد کئی مقامات پر دوبارہ قبضہ کر چکی ہیں۔ جنوبی یوکرائن میں جرمنوں نے ٹاگن راگ کے [illegible] توڑنے کے لئے حملے کئے۔ مگر تمام حملے ناکام رہے [illegible] کا تعاقب بدستور جاری ہے۔ ان کا نقصان بے پناہ ہو رہا ہے۔

— چنگ کنگ ۹ر دسمبر۔ چینی [illegible] جاپانی ذرائع [illegible] میں ٹوکیو ریڈیو نے ایک اعلان میں [illegible] ظاہر کی ہے کہ [illegible] ابھی آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر امریکہ کے [illegible] اعلان جنگ کرنے والے ہیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
پیغام صلح
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن
الصلح خیر
ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی - اے
قادیانی
جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری
حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب
جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات
۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴- سب صحابہ درآئمہ قابل احترام
سب مجددوں کا ماننا فرض
۵- اسلام تمام
جلد ۲۹
لاہور - یوم
مطبوعہ ۲ ذالحج ۱۳۶۰ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۴۱ء
نمبر ۷۷
حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح زماں مہدی دوراں مجدد صدی چہاردہم
تبلیغ نمبر
رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
منم مسیح بہ بانگ بلند مے گویم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد
منم خلیفہ شاہے کہ بر سما باشد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

مبلغ اسلام میں صفات ضروریہ از روئے قرآن کریم

(از قلم حضرت محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

تبلیغ دین رسولوں کا کام ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ انا الیکم لمرسلون وما علینا الا البلاغ المبین (یٰس) اور بیشک ہم تمہاری طرف رسول ہیں یعنی بھیجے گئے ہیں اور ہم پر فرض نہیں ہے۔ مگر کھلا کھلا پہنچا دینا۔ پس تبلیغ دین جب رسولوں کے متبعین میں سے جو شخص بھی مبلغ بنے اس کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام صفات کو اپنے اندر پیدا کرے جو رسولوں میں اس مقصد کے حصول کے لئے پائی جاتی تھیں اور جن کا ذکر قرآن کریم میں ہم کو یکجائی طور پر سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل میں پاتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلعم کو جب تبلیغ دین کے لئے مامور کیا گیا تو پہلی وحی کے بعد دوسری وحی میں یہ حکم ہوا کہ یایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر ۔ (المدثر)

اے نبوت اور اس کی ذمہ داریوں کے لباس کو اوڑھنے والے۔ اٹھ اور ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دور رہ۔ اور اس لئے احسان نہ کر کہ زیادہ ملے اور اپنے رب کیلئے صبر کر۔ اس میں آپ کو تبلیغ کی شرائط کی تعلیم دی ہے۔

۱۔ سب سے پہلے یہ کہ جب تبلیغ کے لئے اٹھو تو [illegible] ہو جاؤ یعنی پوری مستعدی اور استقامت کے ساتھ کمربستہ ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔

۲۔ اور تبلیغ کے وقت فقط اپنے رب کی بڑائی مدنظر ہو [illegible] کرنے میں اپنی بڑائی اور شہرت کی ہوس [illegible] بڑا متکبر سمجھیں اور بڑا عالم [illegible] انسان سمجھ کر ہماری بڑائی کے [illegible] بنالیں یا جلوس نکالیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ فقط اپنے رب کی بڑائی مقصود خاطر رہے اور "اپنا رب" کہنے کا مقصد یہ ہے کہ [illegible] دل میں اپنے رب کی بڑائی [illegible] پوری محبت اور غلامی کے ساتھ ہو جو ایک بندہ کو اپنے رب اور محسن [illegible] سے ہونی چاہئے۔

۳۔ مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ گندگی سے پرہیز کرنے والا ہو۔ خواہ وہ گندگی ظاہری ہو یا باطنی۔ ضروری نہیں کہ کپڑے بہت قیمتی ہوں لیکن صاف اور پاکیزہ ہوں اور دل میں کسی قسم کے ناپاک جذبات اور گندے خیالات نہ ہوں اور وہ تقویٰ و طہارت و پاکیزگی اور پاکدامنی کا ایک نمونہ ہو تاکہ اس کے زیر تبلیغ لوگوں میں اس کے پاکیزہ نمونہ کا نیک اثر پڑے۔ جو خود گندگی میں پڑا ہو اس نے لوگوں کو گندگی سے کیا نکالنا ہے۔

۴۔ پھر اپنی تبلیغ پر مغرور اور نازاں نہ ہو کہ وہ خدا پر احسان رکھتا ہو اور اس سے بڑے بڑے اجر کا طالب ہو۔ اور اگر اس کے رستہ میں تکلیف آئے تو اس سے خفا ہو جائے۔ بلکہ وہ اپنے رب کے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو خوشی سے سہنے کیلئے تیار ہو کیونکہ اس کی تبلیغ محض محبت الٰہی اور محبت دین کی وجہ سے ہوتی ہے [illegible] اپنے لئے کسی عزت کا خواہاں ہوتا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود اس طرح فرماتے ہیں۔

نمے باید مرا یک ذرہ عزت ہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

اور اس کا کامل نمونہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی کارناموں میں ہمیں نظر آتا ہے کہ سالہا سال تک خدا کی بڑائی کا وعظ کرتے ہیں۔ اور جواب میں دکھ اٹھاتے اور ماریں کھاتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ یہ دکھ کہیں خدا کی ناراضگی کی وجہ سے نہ ہو جیسا کہ طائف سے واپسی پر جب لوگ آپ کو بارہ کوس تک پتھر مارتے اور پیچھا کرتے گئے تھے۔ آپ زخموں سے لہولہان جناب الٰہی کے حضور میں یوں گویا ہوئے کہ اے میرے رب اگر یہ تمام تکلیفیں تیری مرضی سے ہیں تو میں ان سے راضی ہوں۔ مجھے یہی فکر ہے کہ تو کہیں ناراض نہ ہو۔ اسی صفت کو حضرت مسیح موعود کس خوبصورتی سے چند شعروں میں فرماتے ہیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار | جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب | کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار | ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

۵۔ ایک سچا مبلغ تبلیغ کر کے مخلوق سے نہ اجر چاہتا ہے۔ نہ ان پر احسان رکھتا ہے بلکہ وہ محض اپنی ڈیوٹی ادا کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کی تبلیغ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تو وہ اس پر احسان نہیں رکھتا۔ نہ بدلہ میں کوئی عوض مانگتا ہے۔ نہ اس تبلیغ سے اپنا پیٹ بھرنا یا اپنی دکان چمکانا چاہتا ہے۔ اگر لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ ان سے خفا نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تبلیغ کے عوض میں اس کی قیمت میں اضافہ اور لوگوں کی تحسین و آفرین اور قدر شناسی کا خواہاں نہیں ہوتا۔ اس کی تبلیغ ان سب امور سے بالاتر ہوتی ہے۔

۶۔ مبلغ کی استقامت میں فرق نہ آنا چاہئے۔ لوگوں کی مخالفت سے ڈر کر حق کی تبلیغ کو چھوڑ نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ ہر ایک قسم کے دکھ اور ہر رنگ کی مخالفت کو برداشت کرتے ہوئے اپنے فرض کو ادا کرتا چلا جائے۔

ان آیات کے علاوہ سورۃ المزمل میں مبلغ کو کچھ اور ضروری ہدایات بھی فرمائی گئی ہیں۔

یایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا ان لک فی النھار سبحا طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا ؕ

اے خدا کی محبت اور یاد کے لباس میں ملبوس رات کو قیام کر سوائے تھوڑے حصہ کے یعنی اس کا آدھا یا اس سے کچھ کم کر لے۔ یا اس پر بڑھا لے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ ہم تجھ پر ایک عظیم الشان بات کا بوجھ ڈالیں گے۔ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور دعا کو پراثر بنا دیتا ہے۔ دن کو تیرے لئے لمبا شغل ہے اپنے رب کے نام کی بڑائی کر اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ سو اسے کارساز بنا۔ اور اس پر صبر کر جو یہ کہتے ہیں اور خوبی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دے۔

مطلب یہ ہے کہ:

(۱) مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ رات کو قیام کرے یعنی تہجد کی نماز پڑھے اور اس میں بہت دعائیں کرے کہ اس سے نفس کی خواہشات پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور دعاؤں کو پراثر بنا دیتا ہے۔ وعظ و تبلیغ میں اثر خدا کے فضل سے پیدا ہوتا ہے محض زبان کی طاقت اور فلسفہ کا زور کچھ چیز نہیں۔ اثر جناب الٰہی کی طرف سے آتا ہے۔ پس اس کے لئے نیم شبی دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔

(۲) مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھے اور اس کے مطالب پر غور کرے۔ تاکہ فہم قرآن اسے حاصل ہو۔ اور تہجد میں پڑھنے سے چونکہ وہ روحانیت کے انتشار کا وقت ہوتا ہے اس کتاب الٰہی کے مطالب اور معانی کا انکشاف اس کے قلب پر جلد پیش ہونے کا بہت احتمال ہے۔ اس لئے قرآن اس وقت نماز میں یا نماز سے باہر پڑھنا ازدیاد علم قرآن کا موجب ہوتا ہے۔

(۳) مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہے تبلیغ و وعظ، مباحثہ و مجادلہ کے وقت خدا اسے نہ بھولے۔ اس وقت بھی بہت دعائیں کرے اور اسے حاضر و ناظر جان کر نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے حق کو لوگوں تک پہنچا دے اور تبلیغ میں کسی کی رو رعایت نہ کرے۔ صرف رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھے اور اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرے اور نتائج حسنہ کو اس کے فضل پر منحصر رکھے۔ اگر شریر لوگوں اور دشمنوں سے واسطہ پڑے تو صبر اور استقامت سے کام لے۔ اور نہایت خوبصورتی سے ان سے پرہیز کرے اور ان کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرے کہ وہ جس طرح چاہے ان سے معاملہ کرے۔ مبلغ کا کام حق کو پہنچا دینا ہے۔ مخالف کو سزا دینا نہیں ہے۔

قرآن کریم میں مبلغ کے لئے ایک اور ہدایت بھی موجود ہے۔

(۱) سورہ عبس میں ایک اندھے کی طرف تبلیغ میں جو ذرا بے توجہی ہوئی۔ تو جناب الٰہی کی طرف سے تنبیہ ہوئی کہ تبلیغ کے وقت بڑے چھوٹے کا لحاظ نہ کیا کرو۔ اندھے یا کسی [illegible] کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر وہ اخلاص سے دین سیکھنے آتا ہے [illegible] طرف پوری توجہ دو۔ امیر یا بڑے لوگوں کی طرف توجہ کرنا اور غریبوں اور چھوٹے لوگوں کو نظر انداز کر دینا سخت غلطی ہے۔ انسان کو کچھ پتہ نہیں کہ کون ہدایت سے فائدہ اٹھائے گا اور کون نہیں اور خدا کے نزدیک کون بڑا ہے اور کون چھوٹا۔ پس جو اخلاص سے آتا ہے اس کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔

قرآن کریم پر غور و فکر کرنے سے ایک مبلغ کو بہت سی ہدایات مل سکتی ہیں۔ مگر اس وقت یہ دس ہدایات قرآنی کافی ہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ انہی پر اگر عمل ہو سکے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ تبلیغ اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔

وباللہ التوفیق

پیشکش

پیغام صلح کے تبلیغ نمبر کو خود مطالعہ کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں

ہر سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک نمبر قارئین پیغام صلح کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس نمبر میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی مقصد پیش نظر ہوا کرتا ہے۔ اس سال چونکہ جماعت کے سامنے تبلیغی پروگرام تھا اور جماعت کے حلقوں میں اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے کوشش کی گئی اور اس کے قومی اخبار پیغام صلح نے اس پروگرام کی اہمیت کو بار بار جماعت کے سامنے پیش کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال گذشتہ سالوں کی نسبت کہیں زیادہ اصحاب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے چنانچہ دوستوں کے قلوب میں جوش پیدا کرنے کے لئے جنہوں نے کوئی تبلیغی مساعی میں حصہ لیا پیغام صلح کا تبلیغ نمبر شائع کیا جا رہا ہے تاکہ ہماری جماعت کے دوستوں پر تبلیغ کی اہمیت واضح ہو سکے اور وہ تحریک اشاعت اسلام کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس جماعت حقہ میں شامل کرنے کی کوشش کریں تاکہ اس شمولیت سے وہ جماعت مضبوط ہو جو کہ اس زمانہ میں اشاعت اسلام کی علمبردار ہے مغرب اپنی مادی اور ذہنی ہنگاموں کی وجہ سے ایک میدان رستخیز بنا ہوا ہے، تہذیب و تمدن کے مراکز تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور قومیں ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے درندوں کی طرح ایک دوسرے پر حملے کر رہی ہیں اور مشرق میں صرف تقلید اور جمود ہے یعنی مشرق کی نظریں مغرب کی طرف اُٹھی ہوئی ہیں اور مغرب تباہی کے گڑھے پر کھڑا ہے، ایسے نازک وقت میں ان اقوام تک اسلام کا عظیم الشان پیغام پہنچانا کوئی معمولی کام نہیں اور نہ انہیں تباہی اور بربادی سے بچانا کوئی معمولی بات ہے۔ لیکن اس کام کے لئے ایک عظیم الشان مجاہد جماعت درکار ہے اور ظاہر ہے کہ وہ جماعت صرف حضرت امام عصر حاضر کی جماعت ہے جس کے پیش نظر صرف اشاعت اسلام کا مقصد ہے دوسرے مسلمان اس مقصد کو بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ ان کے سب مشاغل میں مغربی تصورات کی تقلید ہے وہ اپنے باغ اور دعوان میں اسلام سے مایوس ہو چکے ہیں، لیکن اللہ تعالےٰ کی مشیت ہے اور وعدہ ہے کہ اسلام اسی زمانہ میں پھیلے اور غلبہ حاصل کرے اور مغرب ... جو اس وقت ... کی دنیا ہے تاریکیوں سے طلوع اسلام ہو اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ یہ کام ایک جماعت کے ذریعہ ہو جو کہ اس کے ایک عظیم المرتبت مامور کی جماعت ہے ایسی جماعت کو وسیع اور مضبوط بنانے کے لئے کوشش اور سعی کرنا دین کی بہت بڑی خدمت ہے۔ چنانچہ ہمارا تبلیغی پروگرام اسی مذکورہ خدمت کا آئینہ دار ہے اور یہ نمبر اس پروگرام کی اہمیت کو زیادہ اجاگر کرنے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ ہمارے دوست تبلیغ کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کے اندر جو قوت پنہاں ہے اس کا جائزہ لیں اور اس پروگرام کو اس سال کے اختتام پر ہی ختم نہ کر دیں۔ بلکہ اس فریضہ کو مستقل طور پر اپنے پیش نظر رکھیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ اس نمبر کے متعدد مضامین میں تبلیغ کی اہمیت پر ہی زور دیا گیا ہے۔ اس نمبر کی غرض صرف یہ ہے کہ ہماری جماعت کے ایک ایک بچہ پر تبلیغ دین کی اہمیت واضح ہو سکے اور وہ اپنی روزمرہ زندگی میں ایک چلتا پھرتا مبلغ ہو اپنے طرز زندگی اور اخلاق سے اسلام کی عظمت کا باعث ہو اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قوت کا موجب بنے، غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام بھی اس وقت تک کامیابی کے ساتھ نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم اپنی جماعت کو تبلیغ کے ذریعہ سے مضبوط نہ بنائیں اس نمبر کے مضامین مذکورہ بالا تبلیغی جدوجہد کے آئینہ دار ہیں امید ہے احباب سلسلہ نظر غائر سے اس نمبر کا مطالعہ فرمائیں گے اور اپنے تبلیغی جوش اور مساعی سے اس نمبر کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

اس نمبر کے لئے جن دوستوں اور بزرگوں نے اپنے بلند پایہ مضامین ارسال فرمائے ہیں میں تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

آمین

ایس محمد آصف قادیانی بی اے
ایڈیٹر "پیغام صلح"
احمدیہ بلڈنگس لاہور

تبلیغ

نتیجۂ طبع محترمہ آمنہ تبسم صاحبہ بنت جناب ڈاکٹر میاں غلام رسول صاحب

گر آشتی امت محمد کی آرزو ہے ملت بیضا کی جو خدمت کرے
منزل مقصود پر پہنچے جو نہی نیت کرے

جان و دل سے ملت بیضا کی جو خدمت کرے
بات ہی کیا ہے اگر انساں ذرا ہمت کرے

ہے فرائض کا اور منزل بھی ہے پیش نظر
نظم ہی شان سے شیرازۂ ملت کرے

رشتۂ الفت میں ہو کر منسلک باہم دگر
کیوں شکایت پھر کسی شوخیٔ قسمت کرے

جب مری تکفیر پہ شاہد ہوں خود میرے عمل
منتہائے شوق ہو جذب عشق سرمدی جب کرے

تب خدا خود امتِ مرحوم پہ رحمت کرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح لاہور

تبلیغ نمبر

جلد ۲۹ | یوم یکشنبہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۷۷

تبلیغی پروگرام کے متعلق ایک ضروری تجویز

امید ہے سب احباب سلسلہ اس پر توجہ مبذول فرمائیں گے

اس سال کے شروع میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام رکھا تھا یعنی حضرت ممدوح کا یہ ارشاد تھا کہ ہر ایک احمدی دوست اپنے سامنے دس آدمیوں کو رکھ لے کہ اس سال انہیں احمدیت کا پیغام پہنچائے گا اور انہیں اشاعت اسلام کے بلند پایہ مقصد کو بروئے کار لانے کیلئے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل کرے گا۔ اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے پیغام صلح نے احباب سلسلہ کو بار بار توجہ دلائی۔ اور ہماری جماعت کے کافی حلقوں نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے جوش اور سعی کا اظہار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال پہلے سالوں کی نسبت زیادہ لوگ اس سلسلہ حقہ میں شامل ہوئے۔ لیکن چونکہ جماعت مجموعی طور پر انفرادی تبلیغ کی عادی نہ تھی۔ اس لئے سب دوستوں نے حسب دلخواہ کار رکھت سرگرمی کا اظہار نہیں کیا۔ اور جبکہ ایک کام طبیعت کا جزو نہ ہو اس وقت تک وہ پوری طرح سرانجام بھی نہیں پاتا لیکن اب جبکہ جماعت کے اندر تبلیغ کی ایک رو اور تحریک پیدا ہو چکی ہے اس لئے میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ انفرادی تبلیغ کے اس سلسلہ کو اس سال کے ساتھ ہی مخصوص نہ رکھا جائے بلکہ اس پروگرام کو آئندہ سالوں پر بھی پھیلا دیا جائے اور تمام جماعت مجموعی طور پر نہایت استقلال کے ساتھ اسے بروئے کار لانے کی کوشش کرے۔ رفتہ رفتہ جب جماعت اس تبلیغ کی عادی ہو جائے گی اور یہ مبارک کام احباب سلسلہ کے جزو طبیعت بن جائے گا۔ تو اس وقت موجودہ سال سے بھی بڑھ کر کامیابی ہوگی۔ اور یہ جماعت اتنی مضبوط ہو جائے گی۔ کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اور اس وسعت سے جو تقویت اشاعت اسلام کے مقصد کو پہنچے گی۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقصد یہی تھا کہ اس جماعت کا ہر ایک فرد ایک فعال مبلغ ہو۔ اور اس کے ذریعہ سے احمدیت کی روشنی اس کے حلقہ اثر میں پھیلے اور اس سے یہ سلسلہ وسیع ہو جائے۔ تاکہ دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہو جسے ہم نے مندرجہ ذیل الہامات حضرت مسیح موعود میں پیش کیا ہے اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ ہر فرد کے پیش نظر تبلیغ ہو۔ اور وہ دن رات تبلیغ دین میں منہمک ہو۔ اس سالانہ تبلیغی پروگرام کو اگر آئندہ سالوں پر بھی پھیلا دیا جائے تو جماعت میں تبلیغی رجحانات پنپ سکتے ہیں۔ اور جماعت کا ہر فرد ایک مبلغ بن سکتا ہے۔

امید ہے پیغام صلح کی اس اہم اور نتیجہ خیز تجویز پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور انجمن جو سلسلہ کی مقتدر اعلیٰ ہے۔ اور سب احباب سلسلہ پوری توجہ مبذول فرمائیں گے اور آئندہ سال بھی جماعت کے سامنے ایک نئے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اس تبلیغی پروگرام کو پیش کیا جائے گا۔

جماعتیں اپنی تعمیر اور استحکام کے لئے ایک مستقل جدوجہد کو چاہتی ہیں۔ امید ہے تبلیغی پروگرام کی توسیع کر کے جماعتوں کی اس فطرت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

انتظام جلسہ کے متعلق ضروری اعلان

جلسہ سالانہ کو انتظامی لحاظ سے کامیاب بنانے اور اس غرض سے کہ معزز مہمانان کو زیادہ سے زیادہ آرام اور آسائش بہم پہنچایا جا سکے امسال مندرجہ ذیل شعبے قائم کئے گئے ہیں۔ اور انکے الگ الگ انچارج ہونگے احباب کرام سے درخواست ہے کہ اگر کوئی تکلیف ہو تو متعلقہ شعبہ کے انچارج کو اطلاع دیں انشاء اللہ فوری تدارک کی کوشش کیجائیگی۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) مکانات و رہائش مہمان ۔ انچارج ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(۲) خورد و نوش ـــــ انچارج مرزا خلیل الرحمٰن صاحب

(۳) نشر و اشاعت ـــــ انچارج مرزا مسعود بیگ صاحب

(خاکسار ڈاکٹر عبد اللہ مہتمم جلسہ)

جلسہ سالانہ و ینگ مین کا اجتماع

امسال خدا کے فضل و کرم سے نوجوانان جماعت نے مختلف مقامات پر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز قائم کر کے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک اپنی جماعت کے نوجوانوں کا ایک دوسرے سے تعارف اور تعلق پیدا کرنے کی غرض سے یہ تجویز ہوا ہے کہ سالانہ جلسہ کے موقع پر ۲۵ ر ماہ حال کو شام کا کھانا تمام ممبران ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز اکٹھے تناول فرمائیں تاکہ ایکدوسرے سے ذاتی تعلقات اور واقفیت پیدا ہو سکے لہذا سکرٹریان و صدر صاحبان سے التماس ہے کہ لاہور پہنچ کر مجھے تمام ایسے احباب کے نام وغیرہ سے اطلاع بخشیں جو لاہور جلسہ میں شرکت کر رہے ہوں تاکہ انکو مجوزہ بالا اجتماع کی تفصیلی اطلاع دیجا سکے۔

(خاکسار ـ محمد عبد اللہ صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور)

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(الف) خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائیگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۱)

(ب) (۱) انی معک یا ابن رسول اللہ (۲) سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو ـ علیٰ دین واحد (بدر جلد ۱ نمبر ۳۷ صفحہ ۲)

(ج) "تو مغلوب ہو کر یعنی بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب ہو جائیگا اور انجام تیرے لئے ہو گا خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید تیری عظمت۔ تیری کمالیت پھیلا دے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا اور تیرے سایہ کو بھی لمبا کر دے گا"

میں تجھے زمین کے کناروں تک شہرت دوں گا۔ اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ (ازالہ اوہام)

(د) خدا تعالیٰ نے مجھے بھی بشارت دی کہ:۔

"موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا"

اور فرمایا کہ

"جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں"

اور فرمایا کہ

"میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا" پس میری اس دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے۔ (فتح اسلام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ کی دو خصوصیت

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام پر میں یہاں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ یہ ایک مبسوط تصنیف کو چاہتا ہے۔ لیکن آپ کے طریق تبلیغ کی دو خصوصیات کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

پہلی خصوصیت

(۱) کہ اہل قال فلسفیوں کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ روحانیات اور الٰہیات میں اندھوں کی طرح ٹٹول ٹٹول کر دلائل کے ساتھ کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے وہ صحیح نتیجہ پر پہنچیں اور ممکن ہے کسی غلط نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ ایک ہاتھی کو چار اندھوں نے ٹٹول کر معلوم کرنا چاہا تھا کہ یہ کس قسم کا جانور ہے۔ تو جس کا ہاتھ اس کی ٹانگوں پر پڑا اس نے کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ستون۔ جس کا ہاتھ سونڈ پر پڑا۔ اس نے کہا۔ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے سانپ۔ جس کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر پڑا۔ اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پنکھا۔ جس کا ہاتھ ہاتھی کی دم پر پڑا۔ اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے رسی۔ یہی حال ظاہر بین مادہ پرست فلسفیوں کا ہے جن کے دل کی آنکھ روشن نہیں ہوتی۔ محض دماغی اٹکل بازی اور فلسفہ کے زور سے وہ معرفت الٰہی اور عالم باطن کے اسرار معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اندھوں کی طرح جس طرف تخیل کا ہاتھ پڑتا ہے۔ اسی کو سب کچھ سمجھ کر نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ جو کبھی تو درست اور اکثر غلط ہوتا ہے۔

لیکن انبیاء اور مامورین اور اہل حال لوگوں کے قلب کی آنکھ چونکہ روشن ہوتی ہے۔ جیسے ایک سوجاکھا آدمی ہاتھی کو ہاتھ سے ٹٹول کر معلوم نہیں کرتا۔ بلکہ کھلی آنکھ سے سارے ہاتھی کو اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ معرفت الٰہی کے رموز اور روحانیت کے اسرار کو قلب کی آنکھ سے کماحقہ دیکھتے اور یقین کامل کے ساتھ اسے سمجھا جاتے اور اس کی اصل حقیقت کو پہچانتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کے متعلق جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ ان کا مشاہدہ اور تجربہ ہوتا ہے۔ نہ کہ اندھے کی طرح اٹکل بازی۔ اس لئے وہ یقین تام کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ اور اسی لئے ان کا استدلال صحیح اور دلائل قوی اور مستحکم ہوتے ہیں۔ وہ فلسفیوں کی طرح ظاہر سے باطن کی طرف نہیں آتے بلکہ باطن سے ظاہر کی طرف آتے ہیں۔ وہ خدا کی ہستی کو یوں نہیں ثابت کرتے کہ قدرت اور مخلوق کو دیکھ کر ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خدا ہونا چاہیئے بلکہ وہ حالی طور پر یقین کامل سے جانتے ہیں کہ خدا ہے۔ پس ایسا شخص جو دلائل دے گا۔ چونکہ یقین کی روشنی اس کے ساتھ ہے۔ اور دل کی آنکھ روشن ہے۔ اس لئے اس کا علم کلام ہر ایک پہلو پر حاوی اور ہر ایک قسم کی غلطی اور فروگذاشت سے پاک ہوتا ہے۔ فلسفی ایک اندھے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کا استدلال اگر ایک امر پر حاوی ہوتا ہے تو ممکن ہے دوسرا امر رہ جائے۔ اس لئے اس میں وہ قوت اور یقین کی روشنی نہیں ہوتی۔ جو ایک اہل حال خدا کے مامور کے علم کلام میں ہوتی ہے۔ اہل حال لوگ فلسفیوں کے فلسفہ کے مغالطوں کو روز روشن میں دیکھتے اور ان کی ٹھوکر کو سمجھتے اور انہیں اس سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی حال حضرت مسیح موعود کے علم کلام کا ہے۔ آپ جب مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے ہیں۔ علیٰ وجہ البصیرت اٹھاتے ہیں۔ صاف نظر آتا ہے کہ آپ اس مسئلہ کو حق الیقین کی طرح جانتے و مانتے ہیں۔ استدلال فقط مخاطب کو سمجھانے کے لئے ہے نہ کہ خود سمجھنے کے لئے۔ جیسے کسی نے ہوائی جہاز دیکھا ہو اسے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اسے استدلال سے ہوائی جہاز کا وجود منوایا جائے۔ لیکن ایک ایسے شخص کو جس نے ہوائی جہاز کو آنکھوں سے دیکھا نہیں ضرورت ہے کہ دیکھنے والا اسے سمجھائے اور طرح طرح کے استدلال سے اسے منوائے۔

اگر کسی ناواقف شخص کو دو آدمی ہوائی جہاز کے وجود کو منوانا چاہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس نے ہوائی جہاز کو خود دیکھا ہے اور دوسرا وہ ہے جس نے دیکھا نہیں۔ فقط اخباروں یا کتابوں میں اس کا ذکر پڑھا ہے۔ تو اگرچہ یہ آخری شخص بھی اس کے وجود کے لئے کچھ دلائل دے گا۔ مگر اس میں وہ پختگی اور یقین اور ہر پہلو پر حاوی ہونے کا کمال موجود نہیں ہو سکتا۔ جو دیکھنے والے کے دلائل میں ہو سکتا ہے کیونکہ دیکھنے والے کے دل و دماغ میں ہوائی جہاز کے متعلق جو یقین اور روشنی اور علم ہے۔ دوسرے کے دل و دماغ میں موجود نہیں۔ پس معرفت الٰہی اور روحانیات پر اہل قال کا فلسفہ اور استدلال اسی قسم کا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قدم قدم پر ٹھوکر کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ وہ جب استدلال کرتے ہیں تو دلائل سے پہلے خود سمجھتے ہیں۔ پھر دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اہل حال کا علم دلائل کے نتیجہ کے طور پر نہیں ہوتا۔ بلکہ مشاہدہ اور تجربہ نے انہیں عین الیقین اور حق الیقین تک پہنچا دیا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے دلائل میں جو زور اور علم اور نور ہوتا ہے۔ وہ ایک خشک فلسفی کے دلائل میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جب کتاب براہین احمدیہ لکھی اور اس میں قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت کی صداقت اور حقیقت پر دلائل و براہین تحریر فرمائے تو ساتھ ہی دس ہزار روپے کا انعام اس کے لئے مقرر فرما دیا۔ جو ان دلائل میں سے کسی ایک دلیل کو بھی توڑ دے۔ ایسا کیوں کیا گیا۔ یہی کہ آپ علیٰ وجہ البصیرت اس سچائی کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے تھے۔ اس لئے جو دلیل بھی تھی وہ علم اور یقین پر مبنی اور اپنے اندر قوت اور نور رکھتی تھی اور آپ کو یقین تھا کہ اسے کوئی باطل کا پرستار توڑ نہیں سکتا۔

دوسری خصوصیت

(۲) قرآن کریم میں آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے خود قرآن کے متعلق ارشاد موجود ہے۔ ھدی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان۔ کہ لوگوں کے لئے ہدایت[1]۔ اور ہدایت پر دلائل اور نشانات پر مشتمل[2] اور حق و باطل میں[3] امتیاز کرنے کے لئے معیار یعنی ایک تو قرآن کریم خود ہدایت ہے جس پر عمل کر کے انسان تمام ترقیات ظاہری و باطنی اور کمالات دینی و دنیوی کو حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ کتاب نامکمل رہتی۔ اگر ان ہدایات پر جو اس میں درج ہیں۔ خود ہی دلائل و براہین بھی نہ دیتی کیونکہ وہ کتاب الٰہی جو کوئی دعوےٰ تو کرے اور دلیل کوئی نہ دے بلکہ دلائل کے لئے اپنے معتقدین کی محتاج ہو۔ کامل کتاب نہیں کہلا سکتی پس قرآن نہ صرف تمام دنیا اور تمام زمانہ کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ بلکہ جو ہدایت بھی اس میں درج ہے۔ قرآن نے اس پر دلائل بھی خود ہی دیئے ہیں۔

(۳) اور نہ صرف دلائل ہی دیئے ہیں۔ بلکہ اس میں حق و باطل کا معیار قائم کر کے تمام مذاہب باطلہ کا رد بھی کر دیا ہے۔ گویا کسی کتاب الٰہی کے لئے جو کمال کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں۔ وہ سب کے سب قرآن کریم میں ہر پہلو سے تکمیل کو پہنچا دیئے گئے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ کمال کہ وہ (۱) تمام دنیا اور تمام زمانے کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ جس پر چل کر انسان تمام منازل سلوک کو طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے اور ہر ایک قسم کی ترقی و کمال کو حاصل کر سکتا ہے۔ پھر (۲) دوسرا یہ کمال کہ جو ہدایت بھی دی ہے۔ اسے خود ہی دلائل و براہین سے بھی مزین کیا ہے۔ پھر (۳) تیسرا یہ کمال کہ حق و باطل کا صحیح معیار قائم کر کے بالمقابل تمام مذاہب باطلہ کا رد بھی کر کے دکھایا ہے۔ یہ تینوں کمالات قرآن میں موجود تھے۔ لیکن گذشتہ تیرہ سو سال میں علماء اسلام کو آخری دو امور کی طرف سے ذہول رہا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے اس زمانہ میں قرآن کریم کے ان تینوں کمالات پر سے پردہ اٹھا کر قرآن کی عظمت و شوکت کو ایسا نمایاں کیا کہ اس سے تمام ادیان عالم حیرت سے دم بخود ہو کر رہ گئے۔ اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں یہ امر بطور بنیادی پتھر کے نظر آتا ہے۔ یہ قرآن کریم کی برتری اور غلبہ کا تمام ادیان عالم پر کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ کسی شخص کی دماغی قابلیت یا کسی دماغ، فلسفہ اور تھیوری یا تشریحات کا غلبہ نہیں ہے بلکہ خود قرآن کریم کا اور اس کے دلائل و براہین کا غلبہ تمام ادیان و فلسفہ پر ہے۔

سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو پادری عبد اللہ آتھم کے مقابلہ میں پیش کیا۔ اور چیلنج کیا کہ اس کی کتاب انجیل اگر ایک کامل کتاب ہے تو جو کچھ وہ اپنے مذہب عیسائیت کے متعلق دعوےٰ اور اس پر دلائل پیش کرے اور اسلام کے اصولوں کی تردید کرے۔ تو اپنی کتاب انجیل سے پیش کرے اور جو کچھ میں اپنے مذہب اسلام کے متعلق دعویٰ اور اس پر دلائل پیش کروں گا۔ اور عیسائیت کے اصولوں کی تردید کروں گا وہ قرآن کریم میں سے پیش کروں گا۔ چنانچہ کتاب "جنگ مقدس" پڑھو جس میں حضرت اقدس کا مباحثہ پادری عبد اللہ آتھم سے درج ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ بھی پیش کیا اسلام کے اصول اور اس کے دلائل اور ان کے بالمقابل عیسائیت کے تمام باطلہ کی تردید سب قرآن میں سے پیش کیا ہے۔ مگر عبد اللہ آتھم ایک فقرہ بھی انجیل میں سے پیش نہ کر سکا۔ جو کچھ ہے اس کے اپنے دماغ کا تخیل ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کا قاعدہ تھا کہ جب کسی مہتم بالشان مسئلہ پر قلم اٹھاتے۔ تو لکھنے سے قبل سارے قرآن مجید کو اول سے آخر تک پڑھ جاتے۔ اور اس مسئلہ پر قرآن کریم سے مختلف آیات جمع کر لیتے اور ان کی روشنی اور ہدایت میں جو کچھ لکھنا ہوتا۔ لکھتے۔ یہ وہ اصول ہے۔ جو حضرت مسیح موعود سے مخصوص ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اسی میں اسلام کی فتح کا راز مضمر ہے اور قرآن کریم پر یہ کس قدر ایمان اور یقین پر دلالت کرتا ہے +

بنگالی مسلمان

بنگال میں تبلیغ احمدیت کی ضرورت

(از جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی کلکتہ)

ہندوستان میں بنگال، پنجاب، سندھ، اور شمال مغربی سرحدی صوبہ اور کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مگر جس قدر مسلمانوں کی تعداد صوبہ بنگال میں ہے اور کسی صوبہ میں نہیں ہے۔ مگر بدقسمتی سے یہاں پر ہماری جماعت کی تبلیغی کوششیں سب سے کم ہیں اور سچ پوچھیو تو ان اطراف میں تبلیغی کوششوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

۱۔ یہاں کی عام زبان بنگالی ہے۔ اگرچہ بڑے شہروں میں اردو سمجھی جاتی ہے۔ مگر دیہات میں جہاں آبادی سب سے زیادہ ہے۔ وہاں سوائے بنگالی زبان کے کام نہیں چل سکتا۔ بدقسمتی سے بنگالی زبان میں اسلامی لٹریچر کافی نہیں ہے۔ اس کی وجہ اغلباً مسلمانوں کی تعلیمی کمی۔۔۔ اور بنگالی مسلم علماء کی کم توجہی ہے۔ بنگالی زبان میں قرآن کریم کے دو تین قسم کے تراجم موجود ہیں۔ ایک کو تو مولوی اشرف علی تھانوی کے اردو ترجمہ کا بنگالی ترجمہ ہی سمجھئے۔ مگر اس میں تفسیر بہت کم ہے۔ اور جس قسم کے پرانے دقیانوسی خیالات کا ملّا لوگ اظہار کرتے ہیں وہی قریب قریب اس میں موجود ہیں۔ دوسرا ترجمہ ایک اور شخص نے کیا ہے۔ جس میں حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن سے کافی مدد لی گئی ہے مگر اس کا اقرار نہیں کیا گیا ہے۔ اس پر اس گروہ کی ایک مخالف پارٹی کے مولوی نے اس ترجمہ کے اس حصہ کو مشتہر کیا ہے۔ جس میں اس کے خیال میں احمدی عقائد کا دخل ہے۔ ان دونوں میں پہلی قسم کا ترجمہ زیادہ عام ہے اور مقبول ہے۔ اس لئے کہ وہ سادی اور عام فہم بنگالی میں لکھا گیا ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو مسلمان جانتے بھی ہیں۔ دوسری قسم کی طرف سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر ایک تیسری قسم کا ترجمہ اور تفسیر مولانا محمد اکرم خاں جو کہ اخبارات محمدی اور آزاد (کلکتہ) کے پروپرائٹر ہیں کر رہے ہیں۔ اس میں وہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن سے مدد لے رہے ہیں۔ اس کے کچھ پارے مکمل ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تفسیر عالمانہ ہے۔ مگر چونکہ قدرے مشکل اور ادبی بنگالی میں لکھی جا رہی ہے اس لئے دیہات کے مسلمانوں میں زیادہ مقبول نہیں ہے سنا ہے کہ نبی کریم صلعم کی سوانح عمری بھی کسی نے بنگالی میں لکھی ہے۔ مگر اس طرح تو اردو زبان میں بھی کئی ایک تراجم اور سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ قرآن کریم، احادیث اور آنحضرت صلعم کی زندگی اور آپ کی تعلیم کو صحیح اور صاف اور معقول رنگ میں بنگالی مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ مغربی تعلیم سے متاثر اور تعلیم یافتہ فیشن ایبل طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے اور اس کو قبول کر سکے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کام سوائے مجدد وقت کی جماعت کے اور کسی سے کماحقہٗ نہیں ہو سکتا۔ ہماری جماعت نے تعلیم اسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی (مصنفہ حضرت مجدد اعظم) اور دعوت عمل رسالے کا بنگالی میں ترجمہ کرایا ہے۔ اس طرح چند ایک اور دوستوں نے بھی چند ایک ٹریکٹوں کے بنگالی میں ترجمے کروائے ہیں۔ مگر ہنوز ان کے چھپوانے کا انتظام نہیں ہوا۔ مگر یہ کوشش یہاں کے تبلیغی میدان کی وسعت کا لحاظ رکھتے ہوئے آٹے میں نمک کے برابر حیثیت نہیں رکھتی۔

۲۔ یہاں کے مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں اور غربت بھی کافی ہے اس لئے توہم پرستی اور بدعات کا جلدی شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہوں میں جہاں ہندو زمینداروں کا زور ہے۔ وہاں ان کی مسلمان رعیت یا ان کے بعض مسلمان نوکر درگا پوجا کے دنوں میں کالی ماتا دیوی کے آگے ! بقہ جوڑ کر سجدہ کر کے ڈنڈوت بھی کر لیتے ہیں۔ برسات کے دنوں میں مشرقی بنگال اور وسطی بنگال کا علاقہ جا بجا زیر آب ہو جاتا ہے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کے لوگ کشتیوں میں آتے جاتے ہیں۔ آمد و رفت بہت کم ہو جاتی ہے۔ دو چار گاؤں میں ایک آدھ ملّا انچارج ہوتا ہے جو ملّا لوگ کہتے اور کرتے ہیں وہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ پیر پرستی کا زور ہے اور پیروں کی چاندی ہے۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور معزز مسلمان عہدیداروں کو دیکھا ہے کہ باوجود روشن خیال ہونے کے ایک نہ ایک پیر سے عقیدت ضرور رکھیں گے۔ کیونکہ وہ دعا وغیرہ کرنے کیلئے کام آتے ہیں۔ ان حالات میں ایک قومی رنگ میں اسلام کی خدمت کا جذبہ ان میں سے بہت سے کے دلوں سے مفقود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغی کاموں کے لئے چندے وغیرہ دینے سے ہچکچاتے ہیں۔ اگرچہ کتابیں اور رسالے وغیرہ خرید کر لیتے ہیں۔ کہ روپیوں کے عوض کچھ ہاتھ تو آ گیا۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ مگر ایک بات ضرور ہے کہ عام طور پر یہاں کے مسلمان ہمارے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے تعصب نہیں رکھتے اور بات سننے کو تیار ہیں۔ بدقسمتی سے اس فتنہ محمودیاں سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی اور بدظنی پیدا ہو گئی ہے اور وہ ہماری لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت میں تفریق اور امتیاز نہیں کر سکتے۔ حقیقتاً اس فتنہ محمودیاں نے احمدیت کی اشاعت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اتنا اور کسی شے نے نہیں پہنچایا خدا تعالیٰ جلد اسے دور کرے اور ان گمگشتہ منزل لوگوں کو بھی راہ راست پر لائے۔ آمین

اس لئے جہاں لٹریچر کی کافی اشاعت ہونی چاہیے وہاں اپنے مبلغ اور معلم بھی ہماری جماعت سے آنے چاہئیں جو ان اطراف میں پھیل جائیں اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائیں اور سچے مسلمان بنائیں۔ اگر بنگالی تعلیم یافتہ احمدیوں کو ٹریننگ دے کر اس کام پر لگایا جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ کیونکہ بنگالی زبان کا جاننا ضروری ہے۔

(۳) یہاں برہمو سماج طبقہ کے بہت سے پیرو ہیں۔ جن میں بہت متمول اور تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں۔ جیسا کہ اکثر قارئین کو علم ہے۔ برہمو سماج اگرچہ الہام ربانی کے قائل نہیں ہیں۔ مگر وہ تمام مذاہب کے رہنماؤں اور لیڈروں کی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ آنحضرت صلعم کا بھی ادب کرتے ہیں اور بعض اسلامی اصولوں کو سراہتے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کی طرف سے تعصب بھی بہت کم ہے چنانچہ اس جگہ ایک برہمو سماج کی ہندو لڑکی کا ایک مسلمان مرد سے شادی کر لینا کوئی عجیب بات نہیں سمجھی جاتی۔ میرا اپنا خیال ہے کہ اس قسم کے فرقہ کے سامنے اگر اسلام معقولیت کے ساتھ پیش کیا جائے تو ان میں سے بہت سوں کو ہدایت پہ لانے کا موجب ہوگا

صحابہ کرام تو قرآن کریم کو ہاتھوں میں لے کر تمام اطراف عالم میں نکل گئے اور رحمۃ للعالمین کا پیغام دنیا کی مختلف قوموں کو سنا گئے اب اسی پیغام کو مجدد اعظم کی جماعت اگر پنجاب سے بنگال تک بھی نہ پہنچا سکے تو افسوس ہے۔ مجھے علم ہے کہ کام بہت سے کرنے باقی ہیں اور آدمی اور روپیہ کم ہے۔ مگر یاد رکھئے یہ کام اللہ تعالیٰ نے انہی مسیح موعودؑ کے پاکیزہ سپاہیوں سے جو کہ اگرچہ دنیادی لحاظ سے غریب ہوں۔ مگر دینی لحاظ سے مالا مال اور جانباز ہیں۔ لینا ہے۔ مگر اپنے بنگالی مسلمان بھائیوں کو بھول نہ جائیے کہ ان کا بھی آپ پر حق ہے۔

ضروری اعلان

مجددِ اعظم کی قیمت میں تخفیف

مکرم محترم جناب حاجی شیخ مولا بخش صاحب مالک فلور ملز لائل پور تحریر فرماتے ہیں کہ وہ جماعت کے غریب اور مستحقین کو بتصدیق سکرٹری مقامی جماعت ۸ر اور عام طور پر ایک روپیہ (عہ/ر) پر مجدد اعظم فی جلد دیں گے۔ احباب اپنی اپنی درخواستیں فوراً بتصدیق سکرٹری مقامی جماعت شیخ صاحب ممدوح کی خدمت میں براہ راست ارسال کر دیں۔ کتابیں، جلسہ سالانہ کے موقع پر لاہور سے مل سکیں گی۔

محمد عبد اللہ

جنرل سکرٹری

شاہنامۂ احمدیت کا خلاصہ

(مصنفہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری)

مسلماں جب تلک قرآں والے تھے معظم تھے
جہاں بھر کی نگاہوں میں معزز تھے مکرم تھے

وہ چھائے مشرق و مغرب پہ گویا سائباں بنکر
رہے صدیوں تلک دنیا میں زندہ حکمراں بنکر

اڑے پھرتے تھے میداں میں اگر وہ دن کو اسپ پر
سمٹکر شب کو آجاتے وہ سب کے سب مصلوں پر

خدا کی راہ میں دن بھر مجاہد تھے وہ غازی تھے
انہیں شب کو اگر دیکھو تو سب کے سب نمازی تھے

گواہ تھا اک زمانہ مسلموں کی پارسائی کا
جھکا جاتا تھا سر تعظیم میں ساری خدائی کا

روا رکھتے تھے انسانوں سے اپنی مہربانی کو
ترستی تھیں کئی اقوام انکی حکمرانی کو

یہ عالم تھا چار سو انکے لئے ایسے بشر آئے
فرشتے عرش سے اس فرش پر گویا اتر آئے

مگر جونہی انہوں نے پاک قرآں سے وفا چھوڑی
تو انپر اک زمانہ نے نحوست کی ہوا چھوڑی

حکومت مٹ گئی دولت گئی پہنچے یہاں نوبت
پکڑلی اور ہی اک شامتِ اعمال نے صورت

ادھر دجال کا لشکر جو پورا اپنے ساماں میں
ادھر نکلا دیانند اپنے "تیلنک" لیکے میداں میں

یہ دونوں ملکے ٹوٹے ایک آفت بنکے مسلم پر
مصیبت بنکے مسلم پر قیامت بنکے مسلم پر

مسلمانوں کے مذہب پر مسلمانوں کے ایماں پر
مسلمانوں کے آقا پر مسلمانوں کے قرآں پر

لگے تھے پھینکنے گند اسقدر قوت سے شدت سے
کہ اک دنیا تماشا دیکھتی تھی چشم حیرت سے

مقابل میں مسلماں تھے کہ لاچار و پریشاں تھے
بظاہر یہ گماں ہوتا کہ کچھ دم کے وہ مہماں تھے

مدد انکو نہ دی کوئی بھی حجروں کے مکینوں نے
نہ ملاؤں نے نہ پیروں نے نہ سجادہ نشینوں نے

نہ جبہ ان کا کام آیا نہ دستارِ فضیلت ہی
نہ صرف و نحو و منطق فلسفہ و قابلیت ہی

خدا نے چھین لی توفیق جنسے اخذ دیں کی
انہیں لے دیکے تھی کچھ فکر تو "بالجہر آمین" کی

مخالف تو جو تھے سو تھے نہ کم اپنے لیڈر تھے
ہلاکو تھے وہ باہر کے تو ڈاکو تھے یہ اندر کے

گئی جب ساری پونجی ڈاکوؤں کے ہاتھ سے لوٹی
دل مسلم سے آخر کرن امید کی پھوٹی

حدیثوں کے مطابق "رجل فارس" آنیوالا ہے
ثریا سے وہ ایماں پھر دوبارہ لانیوالا ہے

غرض ہر مسلم خستہ جگر فریاد کرتا تھا
فلک کو دیکھتا تھا اور طلب امداد کرتا تھا

یکایک قادیاں سے ایک مرد پہلواں اٹھا
مجدد اس صدی کا اور مہدیٔ زماں اٹھا

غلام احمد تھا نام اس غازی کا مجاہد کا
مسلمانوں کی فوجوں کے سپہ سالار و قائد کا

نہ اسکے پاس توپیں تھیں نہ تیغیں تھیں نہ بھالے تھے
فقط قرآں تھا اک اور کچھ اللہ والے تھے

بڑھا آگے گھسا دشمن کی فوجوں میں دلیری سے
وہ بھڑ گئے طوفاں کی موجوں میں دلیری سے

لگا وہ آگ برسانے دلائل کی براہیں کی
وہ شعلہ تھا جلانے لگ گیا ہستی شیاطیں کی

پڑی اک کھلبلی سی کفر کی فوجوں رسالوں میں
ادھر عیسیٰ کی بھیڑوں میں ادھر بھارت کے لالوں میں

کلیساؤں میں پہنچا مندروں میں دندنایا وہ
ہر اک جھوٹے کو اسکے گھر تلک پہنچا کے آیا وہ

غرض عبداللہ آتھم قوم کے ہرگز نہ کام آیا
پلٹکر پھر جاتی ہیں دوبارہ لیکھرام آیا

صدائے نوحہ پیدا ہو گئی گھنٹوں میں باجوں میں
صفِ ماتم بچھا دی اسنے گرجوں میں سماجوں میں

الٹ کر رکھدیا اسنے کہ جو نقشہ تھا میداں کا
بدل کر رکھدیا اک آن میں رخ تھا جو طوفاں کا

جہاں بھر کے مسلمانوں کا روشن بخت تھا مرزا
مجدد تھا وہ مہدی تھا مسیح وقت تھا مرزا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھلے اور واضح طور پر پیش کرنا چاہیے

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

تبلیغ دو طرح پر ہو سکتی ہے۔ اول بذریعہ عام پبلک لیکچرز و تحریرات، دوسرے بذریعہ ذاتی میل ملاقات و تعلقات۔ اول الذکر طریقہ سے ہم اکثر صرف انسانی دماغ کو اپیل کرتے ہیں۔ ایک مقرر یا ایک مصنف اپنے ذہنی قوی کے ذریعہ بعض اہم اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح سامعین یا قارئین کے دماغ کو صاف کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ تبلیغ بذریعہ ذاتی میل ملاقات ہے۔ یہ طریقہ گو اپنے دائرہ اور حلقہ اثر کے لحاظ سے اول الذکر طریقہ سے زیادہ محدود ہوتا ہے۔ لیکن اس کا اثر گہرا اور دیرپا ہوتا ہے۔ پہلے ذریعہ سے ہم ایک ہی وقت میں ایک کثیر التعداد جماعت کو مخاطب کر سکتے ہیں۔ لیکن جو اثر ذاتی میل ملاقات اور بالمشافہ گفتگو سے انسانی قلب پر ہوتا ہے۔ وہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس طریقہ سے سائل و مسئول کی روحانیت اور صدق کا بھی ایک دوسرے پر اثر ہوتا ہے۔ جو اول الذکر طریقہ کے ذریعہ سے نسبتاً کم ہوتا ہے۔ پھر اس طریقہ سے بسا اوقات اہم اور ضروری مسائل جلد طے ہو کر سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

جہاں تک تبلیغ احمدیت کا تعلق ہے۔ ان ہر دو طریقوں میں حضرت بانی سلسلہ کو پیش کرنا اشد ضروری ہے۔ فی زمانہ اللہ تعالے کی ہستی پر ایک زندہ ایمان کا پیدا کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ تمام اخلاقی اور روحانی امراض کا علاج صرف اسی ایک زندہ ایمان میں مضمر ہے۔ اور اس زندہ ایمان کو حضرت بانیٔ سلسلہ نے ہزاروں لاکھوں نفوس کے قلوب کے اندر پیدا کیا اور ان کی زندگیوں کو ہر قسم کے عیوب اور گناہ سے پاک و صاف کر دیا۔

اس وقت دوسرے لوگوں اور تبلیغی انجمنوں نے ہماری تقلید میں تقریباً تقریباً وہی اصول اور طریقہ تعلیم اختیار کر لیا ہے جو حضرت مجدد زماں اور امام وقت نے پیش کیا تھا۔ اسلام اور اس کی تعلیمات کو نئی روشنی اور حالات حاضرہ اور واقعات زمانہ کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میرے خیال میں اگر ہماری کوئی امتیازی خصوصیت ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم ایک مامور من اللہ، ایک امام جس کو اللہ تعالے نے کھڑا کیا ہے کو ملتے ہیں۔ اس کا ایک بڑا بھاری فائدہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے بتائے ہوئے پروگرام اور لائحہ عمل پر بوجہ من جانب اللہ ہونے کے قوی ایمان اور کامل یقین ہوتا ہے۔

باوجود مشکلات اور عارضی ناکامی کے کبھی ہمارے قدم نہیں ڈگمگاتے۔ ہمارا ایمان اور یقین ہمیں ہمیشہ ترقی کی شاہراہ کی طرف لے جاتا ہے اور صبر اور استقلال پیدا کرتا ہے۔ بیرونی یا اندرونی حوادث اس میں روک پیدا نہیں کر سکتے۔ لہذا جس قدر محکم اور پختہ ایمان حضرت صاحب کی صداقت اور آپ کے مشن پر ہو گا۔ اسی قدر مضبوط اور محکم ایمان ہم دوسروں کے اندر پیدا کر سکیں گے۔

خدا کے بتائے ہوئے طریقہ پر خیر و برکت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان کا اس کی صداقت اور کامیابی پر محکم ایمان ہوتا ہے۔ لیکن انسان کے مجوزہ طریقوں کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔ ذرا سی تکالیف کا سامنا ہوا اور انسان سوچنے بیٹھ گیا کہ آیا اسلام کو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے۔ اور جونہی یہ خیال آیا اور اس کا قدم ڈگمگا گیا۔

پس تبلیغ اور بالخصوص تبلیغ احمدیت میں حضرت صاحب کی شخصیت کو کھلے اور واضح طور پر پیش کرنا چاہیے۔ اور پھر تبلیغ کا دائرہ صرف لیکچروں اور تحریرات تک محدود نہ ہو۔ بلکہ ہر احمدی کو بذریعہ ذاتی میل ملاقات اور پرسنل تعلقات اس کو فروغ دینا چاہیے۔ وباللہ التوفیق

احمدیہ کانفرنس

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہو چکا ہے سالانہ اجتماع ... کے موقعہ پر **۲۵ ماہ حال بروز جمعرات شام کے ۸ بجے احمدیہ کانفرنس کا انعقاد ہوگا۔** اس ضمن میں عرض خدمت ہے کہ جو دوست اس کانفرنس میں کوئی امر پیش کرنا چاہیں۔ وہ از راہ کرم ۲۳ ماہ حال سے قبل مجھے اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں اور اپنی تجویز اختصار کے ساتھ لکھ کر مجھے بھیج دیں مشکور ہوں گا۔

خاکسار
(ڈاکٹر) محمد عبداللہ
جنرل سیکرٹری

تبلیغ اسلام کیلئے علم دین کی ضرورت

احباب جماعت کی خدمت میں ایک دردمندانہ گذارش

(از جناب مولوی محمد رمضان صاحب منڈی بہاؤالدین)

اللہ تعالیٰ نے عشق قرآن و حدیث و اسوہ حسنہ کی پیروی میں ہماری شخصی و جماعتی کامیابیوں کو مرکوز کیا ہے۔ اوائل اسلام کی تمام بڑی بڑی شخصیتیں جن کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنا ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے محض عشق قرآن کریم و حدیث کی بدولت زندہ جاوید ہوئیں اور ہر مقام پر اس وجہ سے کامیابی نے ان کے قدم چومے اور انہیں اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی توفیق ملی دور کیوں جاؤ۔ اس زمانہ کے مجدد اعظم خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کرو۔ اور حضور پر نور کے شاگردوں حضرت مولانا نورالدین مرحوم، حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم، حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم، ملک صاحب بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم کے سوانح حیات پر نظر دوڑاؤ۔ تبلیغ کے ہر میدان میں ہمیں کامیاب نظر آتے ہیں۔ ان کی بھی یہ کامیابی علم القرآن والحدیث و اسوۂ حسنہ کی پیروی کے طفیل ہی تھی۔ ان کی وقتی اور مالی و جانی قربانیوں کی طرف جب خیال آتا ہے تو روح وجد کر اٹھتی ہے اور دل میں طوش پیدا ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کس کام کی ہے اپنی اولاد کو ظاہری ترقی پر دیکھنے کے لئے ہم سینکڑوں مصیبتیں جھیل کر ہزاروں روپے صرف کر کے انگریزی کی اعلےٰ تعلیم دلاتے ہیں، مگر قرآن کریم و حدیث کی واقفیت پیدا کرانے کی غرض سے ان پر ہم کچھ بھی خرچ نہیں کرتے۔

میرے والد مرحوم نے اپنی زرعی مصروفیتوں کے باوجود اتوں کو کچھ وقت نکال کر قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے کے بعد قرآن و حدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم دینے کا جب عام اعلان کیا تو ایک مقامی بوڑھے شیخ صاحب اپنے دو عزیزوں کو جو سکول میں تعلیم پاتے تھے۔ ان کی خدمت میں لائے اور کہا کہ ہمارا مقصد تو اعلیٰ انگریزی تعلیم دلانے کا ہے۔ تاہم چاہتے ہیں کہ ادھر بھی کچھ ہو جائیں۔ مگر تھوڑے ہی دن گزرے کہ شیخ صاحب نے قرآن و حدیث کا سبق ان سے چھڑا دیا اور انہیں ہدایت کی کہ "یہ گھنٹہ بھی اپنے سکول کے کورس پر صرف کیا کرو۔"

اس کا انجام مجھے معلوم ہے کہ اب شیخ صاحب کے ان اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ عزیزوں کے گھر میں محض نام کی مسلمانی رہ گئی ہے۔ اس صورت میں احباب جماعت کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ انگریزی تعلیم دلانے کیلئے جہاں اپنی اولادوں پر ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں۔ وہیں ساتھ ہی اگر وہ کچھ اور خرچ کر کے انہیں قرآن و حدیث بھی پڑھائیں۔ تو بہت بہتر ہو۔

جماعت کو چاہیے کہ وہ اپنے عزیزوں کو مسیح موعود علیہ السلام کے شاگرد رشید حضرت امیر سلمہ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے علم دین حاصل کرائیں اور ان کی ہدایتوں پر عمل کریں۔ تاکہ ہماری اولادیں ہمارے لئے سچی راحت اور حقیقی خوشی کا موجب ہوں۔ اور دنیا میں اعلائے کلمۃ الحق کی توفیق ملے۔ جب تک اعلےٰ درجہ کی مذہبی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک احمدی نوجوان تبلیغی پروگرام کو کامیابی کے ساتھ بروئے کار نہیں لا سکتے۔ اللہ تعالے ہمارے سب نوجوانوں کو علم دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا مکتوب

میاں محمود احمد صاحب کے نام

نوٹ: حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک کھلی چٹھی "قادیان اور لاہور کے جلسوں میں دونوں فریقوں کے رہنماؤں کی تقریروں کی ضرورت" کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس کا جواب جناب میاں صاحب نے ایک خطبہ جمعہ کے ذریعہ دیا ہے جو الفضل قادیان میں شائع ہؤا ہے۔ اس خطبہ کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے دوسرا مکتوب مؤرخہ ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء کو بذریعہ رجسٹری جناب میاں صاحب کی خدمت میں ارسال کیا ہے۔ اس کی نقل درج ذیل ہے۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں اور قادیانی دوستوں تک بھی اسے پہنچائیں۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلم ٹاؤن اچھرہ لاہور۔ مؤرخہ ۱۵ $\frac{12}{41}$

مکرم و معظم میاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خطبہ الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء میں پڑھ کر مجھے تعجب ہؤا کہ آپ نے میری کھلی چٹھی کے پڑھنے کا اعتراف کرنے کے باوجود ایک ایسی بات میری طرف منسوب کر دی جس کا نہ اس چٹھی میں ذکر ہے۔ نہ میں نے کبھی وہ مطالبہ کیا۔ یعنی آپ نے یہ فرض کر کے خطبہ میں اس کا جواب دینا شروع کر دیا کہ میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کے جلسہ سالانہ پر میں دو ہزار آدمی ساتھ لاؤنگا اور آپ ان کی مہمانی کا انتظام کریں۔ میں نے آج تک آپ کو کبھی نہیں لکھا کہ آپ میرے ساتھ دو ہزار تو ایک طرف رہے دو سو بلکہ دو آدمیوں کی مہمانی کا ہی انتظام کریں۔ بلکہ میں نے تو اس پہلے مضمون میں صاف لکھ دیا تھا کہ میں اگر قادیان آؤں گا تو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے کھانے کا خود انتظام کروں گا۔ مگر میری طرف بالکل خلاف واقعہ بات منسوب کر کے پھر آپ نے خود اس پر ہنسی اڑانی شروع کر دی اور نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ کہیں اسے "بے حیائی" قرار دیا۔ کہیں لکھا ہے۔ "ایسے آدمی کو ہر شخص "ڈھیٹ" کہے گا"۔ کہیں لکھا ہے یہ ایک سوال کا رنگ ہے۔ جسے اسلام "بے شرمی" قرار دیتا ہے"۔ کہیں لکھا ہے۔ "یہ تو کوئی مہمانی یا میزبانی کی صورت نہیں۔ بلکہ یہ تو لوٹ ہے"۔ ایک مذہبی لیڈر کے لئے یہ اخلاق سے انتہا درجہ کی گری ہوئی بات ہے کہ وہ اپنے فریق مخالف کی طرف منبر پر کھڑا ہو کر جمعہ کے خطبہ میں مسجد کے اندر غلط باتیں منسوب کرے۔ اور پھر انہی غلط باتوں کی بنا پر اسے بے حیا اور بے شرم اور ڈھیٹ وغیرہ ناپاک الفاظ سے یاد کرتا جائے۔

میں بار بار آپ سے ایک ہی درخواست کر رہا ہوں۔ کہ دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے کے خیالات سننے کا موقعہ دیں۔ اس سے سالانہ جلسہ کا کچھ بگڑتا نہیں۔ بلکہ اس جلسہ کی اصل غرض پوری ہوتی ہے۔ آپ میری جماعت کے سامنے اگر پیش کریں گے۔ تو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو ہی پیش کریں گے۔ میں اگر آپ کی جماعت کے سامنے پیش کروں گا۔ تو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو ہی پیش کروں گا۔ تو فرمائیے کہ جلسہ سالانہ پر لوگوں کے آنے کی اگر یہ غرض نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم کو معلوم کریں تو اور کیا ہے۔ ہاں اگر حضرت صاحب کے الفاظ سے آپ کوئی غلط مفہوم نکالنے کی کوشش کریں گے تو میں اس کو صاف کر دوں گا۔ اگر میں غلط مفہوم نکالنے کی کوشش کروں تو آپ صاف کر دیں۔

میں وہی چٹھی اس خط میں ملفوف کرتا ہوں اور اپنے مطالبہ پر سرخ نشان کرتا ہوں۔ تا کہ آپ آسانی سے اس طرف توجہ کر سکیں۔ اور آخری فقرہ کو جو خلاصہ کے طور پر ہے پھر دہراتا ہوں:-

> "تو میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنے دلائل کو اتنا مضبوط سمجھتے ہیں۔ تو سٹہ اس جلسہ سالانہ پر اس کا فیصلہ بھی کر لیں۔ اور اگر ثالثوں کا تقرر کسی صورت میں آپ کو منظور نہیں تو کم سے کم اپنے دلائل ہمارے جلسہ سالانہ پر سنا دیں اور ہمارے دلائل اپنے جلسہ سالانہ پر سن لیں۔ اور اگر آپ کو کسی صورت میں منظور نہیں کہ ایسے "کچے" دلائل بھی آپ کی جماعت سنے تو پھر کم سے کم اسی قدر منظور فرما لیں کہ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ اپنے دلائل ہی جماعت لاہور کے سامنے واضح کر دیں"۔

اگر آپ ہمارے دلائل کا اپنی جماعت کے سامنے آنا پسند نہیں کرتے تو اس میں کیا ہرج ہے کہ آپ اپنے دلائل شرائط مندرجہ چٹھی کے ساتھ ہمیں سنا دیں۔ آپ کو قریباً پونے دو گھنٹے وقت اپنے دلائل کے سنانے کے لئے ملیگا۔ اور میں صرف اٹھارہ منٹ ان پر جرح کروں گا۔ یعنی چھ مرتبہ تین تین منٹ۔ اس کیلئے میں ۲۵ رکی دوپہر کو آپ کے اور آپ کے ساتھ ایک ہزار مہمانوں کے کھانے کا انتظام بھی کر دونگا۔ اور آپ اسی دن فارغ ہو کر گھر جا سکتے ہیں۔

خاکسار

محمد علی

مسائل عید اضحیٰ

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو۔ وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اتنی ہی افضل ہے نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہؤا کرتی۔ اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہئے۔ کوئی عیب نہ ہو۔ لولا، لنگڑا، کانا، یا سینگ جڑ سے کٹا ہؤا نہ ہو۔ خصی ہونے کا کوئی ہرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

بکرے کی عمر ایک سال کی ہونی چاہئے یا اس سے زیادہ "دوندا" جس کے دو دانت سامنے کے بڑے ہوتے ہیں سو دوں ہؤا کرتا ہے۔ بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کا بھی فقہا کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحج یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ سے بعد سے لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک بکرا یا بھیڑ کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہئے

۴۔ قربانی کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ دراصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کے حکم کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو۔ قربانی کے مقبول ہونیکی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ عید کے دن نہانا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، نماز عید پڑھنا خطبہ سننا مسنون ہے۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے لیکن عید اضحیٰ میں نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔

۶۔ عید کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ یاد رہے دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ سے قبل یہ تکبیریں کہنی چاہئیں، اور تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑنے چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کے درمیان امام بیٹھتا نہیں خطبہ سننا نہایت ضروری چیز ہے۔ خطبہ کے درمیان میں لوگ ملنا جلنا اور بغلگیر ہونا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں

۷۔ نماز عید کے لئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے۔ نماز کے بعد جماعت کی شکل میں راستوں سے گزرنا اسلام کی شوکت کا موجب ہے۔

۸۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔ ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں۔ دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۹۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا۔ خوشی کرنا منشائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ لینا اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۱۰۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۱۱۔ عید کی خوشی کے موقع پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں اور پھلوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر اشاعت اسلام کیلئے بھی کچھ خرچ کرنا چاہئے۔ آج وقت کا تقاضا ہے۔ پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ "۴۴ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ نے مساجد فنڈ کے لئے جو اپیل کی ہے۔ وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہئے۔ جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں۔ وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بیحد ضروری ہے

۱۲۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہئے اشاعت اسلام اس کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دے دینا جائز نہیں ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ تبلیغ

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میدانِ تبلیغ میں جو کارہائے نمایاں دکھلائے اور اپنے علم، اپنے تقویٰ اور پاک نمونہ سے دلوں کو فتح کرنے میں جو شاندار مثالیں قائم کیں ان کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں بہت کم آتا ہے۔ عموماً میدانِ کارزار میں ان کی شاہ زوری اور بہادری کے تذکرے بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس پہلو میں بھی ان کے کارنامے تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ اور دنیا نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی قوم نہایت بے سروسامانی کی حالت میں بڑی بڑی عظیم الشان سلطنتوں۔ بڑی بڑی زبردست اور تربیت یافتہ افواج سے نبرد آزما ہوئی ہو۔ اور اس قدر عظیم الشان کامیابیاں اسے نصیب ہوئی ہوں، جیسی کہ عرب کے ان بادیہ نشینوں کو حاصل ہوئیں

روحانیت کا اثر

یہ سب کچھ اسی روحانیت کا نتیجہ تھا جو ان لوگوں کے اندر پائی جاتی تھی۔ اس شب بیداری اور قیام لیل کا اثر تھا۔ جو ان کی زندگی کا ضروری جزو بن چکا تھا۔ انہوں نے اپنے اس نمونہ سے یہ دکھا دیا کہ روحانیت اتنی زبردست طاقت اپنے اندر رکھتی ہے کہ بڑی بڑی مادی طاقتوں کو اس کے سامنے سرنگوں ہو جانا پڑتا ہے۔ اس کا اعتراف خود رومی سلطنت کے ایک سردار کو اس وقت کرنا پڑا۔ جب سلطنت کے بڑے بڑے ارکین کو اس بات پر غور کرنے کے لئے جمع کیا گیا۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہماری بڑی بڑی تربیت یافتہ اور مسلح افواج کے مقابلہ میں یہ لوگ جن کے پاس نہ پورے سامان حرب ہیں، نہ ان کی تعداد کافی ہے۔ اور نہ فوجی تربیت انہیں حاصل ہے غالب آتے جا رہے ہیں اس سردار نے اپنے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ دن کو میدان کارزار میں تیغ بکف رہتے ہیں اور رات کو اپنے خدا کے آگے کھڑے ہو کر گزار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہم پر غالب آتے جا رہے ہیں۔

یورپین مصنفین کا تعصب

یہ واقعات اور میدان کارزار میں نیکی اور پاکیزگی کا یہ عظیم الشان نمونہ ہی صحابہ کرام کی تبلیغی کامیابیوں کا اصل راز ہے۔ جو وعظ و تلقین بحث و مناظرہ اور دلائل و براہین سے بڑھ کر مؤثر ثابت ہوا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یورپین مصنفین نے ازراہِ تعصب ان درخشاں حقائق اور اسلام کی اشاعت کے اس اصل راز کو نظر انداز کر کے صرف تیغ و شمشیر ہی کو اشاعت اسلام کا اصل سبب قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں ایسے ایسے بے سروپا قصے اور فسانے تصنیف کئے جو کبھی کسی مسلمان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئے ہوں

صحابہ کرام کی ہمدردی اور رحمدلی

کیا وہ قوم جو جانوروں کے ساتھ بھی اس قدر رحمدلی اور ہمدردی کا برتاؤ کر سکتی ہو۔ کہ اگر کبوتر ان کے افسروں کے خیمہ پر گھونسلہ بنا لیں تو خیمہ ہی ان کے لئے چھوڑ دیں۔ وہ انسانوں کے ساتھ ایسی سنگدلی کا برتاؤ کر سکتے ہیں کہ اگر وہ ان کے ہم اعتقاد نہ ہوں تو ان کو تہ تیغ کر دیں

جزیہ کا معاملہ

مسلمان نہ ہونے والوں سے جزیہ وہ بیشک لیتے تھے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وہ محض ان کی حفاظت اور شہری آبادیوں کے انتظام کیلئے تھا۔ اور جب وہ دیکھتے تھے کہ کسی مقام کی حفاظت اور انتظام وہ نہیں کر سکتے۔ تو وہ وصول شدہ جزیہ کی بڑی بڑی رقوم واپس کر دیتے تھے۔ گنجائش نہیں کہ ایسے واقعات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا جا سکے۔ نہ اس مضمون کا یہ موضوع ہے بلکہ ان اشارات سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام جزیہ اور تلوار کے جو قصے یورپین مصنفین نے بنا رکھے ہیں۔ اور ان سے جو نتائج پیدا کئے ہیں۔ وہ از سرتاپا بے بنیاد ہیں اور صحابہ کرام کی جنگی تاریخ بھی ایسے ایسے پاکیزہ نمونوں سے لبریز ہے۔ جو بڑے بڑے سخت دل دشمنوں اور مخالف اقوام کے دلوں کو اسلام کے لئے فتح کرنے کا موجب ہوئے

صحابہ کرام کی تبلیغی زندگی

یہی پاکیزہ نمونے، یہی حسن معاملت، یہی روحانی اثرات تھے جو ان کی تبلیغی زندگی کا جزو لاینفک تھے۔ وہ بحث و مناظرہ نہ جانتے تھے۔ دلائل و براہین کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر ہر فعل بجائے خود دلیل و برہان تھا۔ اس کو دیکھ کر لوگ خود بخود اسلام کی طرف چلے آتے اور اس پاک دین کو امن و عافیت کا حصار سمجھتے تھے۔

عیسائیت اور اسلام کا طریق تبلیغ

عیسائیت کی تاریخ کو جن لوگوں نے پڑھا ہے وہ اس بات سے واقف ہیں کہ عیسائی مبلغین نے سلطنتوں کے زور اور طاقت سے دوسروں کو اپنے زیر نگین کیا اور جہاں ان کا بس چلا وہاں دوسروں کو اپنا غلام بنا کر زبردستی عیسائی کر لیا۔ لیکن اسلام کی تاریخ میں بے شمار ایسے واقعات آپ پائیں گے کہ جنگی قیدیوں اور غلاموں کو آزاد کر کے ان کے ساتھ اس حسن سلوک کا برتاؤ کیا گیا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ مذہب کے معاملہ میں بھی انہیں پوری آزادی دی گئی۔ لیکن مسلمانوں کے حسن معاملت نے انہیں اسلام کی طرف جھکا دیا اور وہ برضا و رغبت مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت عمرو بن العاص نے مصر کے بعض قصبات کے لوگوں کو لونڈی غلام بنا کر عرب میں بھیج دیا اور وہ فروخت ہو کر عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع کیا اور انہیں واپس اپنے اپنے وطنوں میں بھیج دیا اور لکھا کہ ان کو اختیار رہے کہ اسلام قبول کریں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ ایسا ہی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بہت سی رومی لونڈیاں گرفتار ہو کر آئیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ صرف دو ان میں سے مسلمان ہوئیں۔ یہ ہے صحابہ کرام کا طرز عمل۔ جس کو جبر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کا جذبہ عشق

لیکن سب سے بڑھ کر جو چیز ہمیں صحابہ کرام کے اندر نظر آتی ہے، وہ ان کا جذبۂ عشق ہے۔ جو اسلام کو دنیا میں پہنچانے کیلئے ان کے اندر پایا جاتا ہے۔ بے شک اس راہ میں انہیں اس وقت تلوار بھی اٹھانی پڑی۔ جب تلوار کے ذریعہ انہیں مٹانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ایسے بھی مقامات ہیں۔ جہاں تلوار سے کوئی مقابلہ پیش نہیں آیا۔ اور محض ان کے جذبۂ عشق اور پاکیزہ عملی نمونہ سے ملکوں کے ملک اور کروڑوں انسان اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے چین، افغانستان اور ہندوستان ایسے ممالک ہیں۔ جہاں صحابہ کرام تلواریں نہیں بلکہ قرآن ہاتھ میں لے کر پہنچے اور ان کی تاثیراتِ روحانی، ان کی نیکی اور راستبازی اور ایک خدا کی عبادت اور نسل انسانی کی مساوات کی تعلیم نے کروڑوں دلوں کو مسلمان کر لیا۔

صحابہ کرام کی عملی زندگی تبلیغ اسلام کا ذریعہ تھی

ایک اور چیز جو صحابہ کرام کی تبلیغی زندگیوں میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے یہ ہے کہ جب وہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر اسلام کا پیغام دوسرے ممالک میں لے کر گئے تو پھر وہاں سے واپس لوٹنے کا نام تک نہ لیا۔ بلکہ جہاں گئے وہیں کے ہو رہے۔ اور وہیں ازدواجی زندگی اختیار کر کے اسلامی زندگی کا عملی نمونہ پیدا کیا۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام محض اسی بات کا نام نہیں کہ کسی کو کلمہ پڑھا کر چھوڑ دیا جائے۔ یا نماز روزہ کی تلقین کر دی جائے اسلام عملی زندگی کا نام ہے اور جب تک عملی نمونہ سے اس کو پیش نہ کیا جائے۔ اس وقت تک محض وعظ و تلقین چنداں مؤثر نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے انہوں نے وعظ و تلقین سے بڑھ کر عملی نمونہ سے اسلام کو پھیلایا۔ بیوی، بچوں، والدین، نوکروں، ہمسایوں دوستوں، مسکینوں، مسافروں یتیموں اور حاجتمندوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کر کے اور احکام الٰہی کی پوری فرمانبرداری، صدق و راستبازی، تقویٰ اور زہد کے عملی نمونوں سے مخلوق خدا پر یہ واضح کر دیا کہ اسلام دنیا میں عمل کی دنیا میں امن و عافیت کا حصار بن کر آیا ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے۔ وہ اس کے اندر آ جائے اور دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرے کہ اسی میں درحقیقت انسان کی نجات ہے۔

افسوس ہے وقت نہایت تنگ ہے اور اخبار کی گنجائش نہایت کم۔ ورنہ دل چاہتا تھا کہ ان حقائق کو صحابہ کرام کی زندگیوں کے واقعات سے ثابت کیا جاتا۔ جن سے تاریخ کے صفحات روشن ہیں۔ کسی دوسری فرصت میں اس آرزو کو بھی انشاء اللہ پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن قبل اس کے کہ اس مضمون کو ختم کیا جائے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ آج ہم بھی خدا کے فضل سے اسی علم کو لیکر کھڑے ہوئے ہیں۔ جو صحابہ کرام کا علم تھا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھوں میں دیا تھا۔ انہوں نے اس امانت کا حق جس طرح ادا کیا۔ وہ ان نتائج سے ظاہر ہے۔ جو آج ہمارے سامنے ہیں۔ آج پھر وہی علم مجدد وقت نے ہمارے ہاتھوں میں دیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جماعت نے اس کی حفاظت کا حق ادا کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن مجدد وقت ہی کے ارشاد کے مطابق یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ہر سال اکٹھے ہو کر اس عظیم الشان کام کی سرانجام دہی غور و فکر سے کرتے رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں۔ ہمارا جلسہ سالانہ اس غرض کو پورا کرنے کیلئے منعقد ہوتا ہے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس مبارک موقعہ پر ہر قسم کی رکاوٹوں اور مصروفیتوں سے تین دن کیلئے چھٹکارا حاصل کر کے ضرور لاہور آئیں اور مجدد وقت کی رفاقت اور آخرین منہم کی صداقت کا ثبوت دیں ✦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

موجودہ ہولناک جنگ کا علاج اسلام ہی ہے!

تبلیغِ اسلام نسل انسانی کی سب سے بڑی خدمت ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ دسمبر ۴۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (الروم رکوع ۵)

سورہ روم میں پیشگوئی

قرآن کریم کے بعض الفاظ یا بعض پیشگوئیاں کئی کئی مقامات پر صادق آجاتی ہیں۔ اسی سورہ روم میں جس کی یہ آیت ہے ایک پیشگوئی غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون موجود ہے جو اپنے وقت پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ یعنی رومی جو ایرانیوں سے مغلوب ہو چکے تھے اور ان کے دار الخلافہ تک ایرانی پہنچ گئے تھے۔ وہ پھر نو سال کے اندر غالب آئینگے۔ ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ اور وہ وہ دن ہوگا کہ مسلمان بھی اس دن خدا کی مدد سے خوش ہو جائیں گے یعنی ایک طرف رومیوں کا غلبہ ہوگا اور دوسری طرف مسلمانوں کیلئے بھی خوشی کا سامان ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ادھر رومی غالب آئے اور ادھر جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

لیکن یہی پیشگوئی ہماری آنکھوں کے سامنے بھی ایک دفعہ پوری ہوئی۔ حضرت صاحب کا بھی الہام تھا۔ وھم من بعد غلبھم سیغلبون چنانچہ جنگ یورپ میں جب ترکی کو شکست ہو چکی تھی۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ غلبہ حاصل ہوا۔

رسول کریمؐ کے زمانہ کا نقشہ

یہ الفاظ ظھر الفساد فی البر والبحر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا نقشہ ہے۔ اس میں شک نہیں آپ کے زمانہ میں بڑا عظیم الشان فساد ملکوں میں پیدا ہوا لیکن وہ باطنی رنگ کا فساد تھا۔ جو انسانوں کے عقائد اور اعمال سے تعلق رکھتا تھا۔ شرک۔ بت پرستی۔ توہمانہ خیالات ایک طرف بدکاریاں۔ شراب نوشی۔ غریبوں پر ظلم و ستم دوسری طرف اپنی پوری انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ یہ اس وقت کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے۔

اس زمانہ کا نقشہ

لیکن آج کے واقعات کے سامنے اس کو لایا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اس زمانہ کا نقشہ کھینچا ہے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا فساد باطنی رنگ کا تھا تو آج ظاہری رنگ کا فساد تمام بحر و بر پر غالب آگیا ہے۔

روزویلٹ کی تقریر کے الفاظ

مسٹر روزویلٹ کی تقریر کے الفاظ تو آپ نے پڑھے ہونگے کہ تمام براعظم اور تمام سمندر جنگ کا میدان عظیم بنے ہوئے ہیں۔ یوں کہئے۔ کہ در اصل یہ قرآن کے الفاظ کا ترجمہ ہے دنیا کا کوئی حصہ نہیں جو فساد سے خالی ہو خشکی بھی اور تری بھی فساد ہی کا آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ ایک مسٹر روزویلٹ کے الفاظ کیا تمام دنیا یہ دیکھ رہی ہے۔ کہ کوئی حصہ نہیں جہاں فساد نہیں سارا یورپ سوائے ایک دو چھوٹے چھوٹے ملکوں کے جنگ و فساد کا میدان بنا ہوا ہے۔ امریکہ بھی میدانِ جنگ ہے اور افریقہ بھی میدانِ جنگ ہے۔ کوئی براعظم نہیں جو میدانِ جنگ نہ بن چکا ہو! اور سمندروں کو تو وہ بھی سارے کے سارے بحر اوقیانوس بحر اٹکاہل بحر ہند وغیرہ تمام کے تمام میدانِ جنگ بنے ہوئے ہیں تمام براعظم اور تمام سمندر میدانِ جنگ بن گئے۔ یہی معنی ہیں ان الفاظ کے ظھر الفساد فی البر والبحر یہ گویا اس زمانہ کیلئے ایک پیشگوئی کے طور پر نقشہ کھینچا ہے۔

جنگ اعمال کی سزا ہے

قرآن کریم تو بڑی پرحکمت کتاب ہے وہ ایک ہی بات کی طرف نہیں جاتا۔ یہ تو ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے ظھر الفساد فی البر والبحر اس کے آگے دوسرا فقرہ یہ ہے بما کسبت ایدی الناس۔ یہ مت گمان کرو کہ یہ جنگ یونہی ایک چیز ہے بلکہ یہ ایک سزا ہے ان اعمال کی جو انسانوں کے ہاتھوں نے کئے ہوئے ہیں۔ لیذیقھم بعض الذی عملوا۔ یوں نہیں کہا لیذیقھم ما عملوا کہ ان کو ان کے عملوں کا مزہ چکھائے بلکہ فرمایا لیذیقھم بعض الذی عملوا ان کے بعض عملوں کا مزہ یہاں بھی چکھائے اور سارے عملوں کا مزہ تو قیامت کو چکھنا ہی ہوگا۔ اس دنیا میں بھی کچھ اعمال کی سزا انہیں مل جائے۔ تو ان الفاظ میں اس فساد کی وجہ بھی بتادی اس میں شبہ نہیں کہ یہ دنیا کے لئے سخت ترین سزا ہے جو کبھی آئی ہو۔ اور انسانوں کی ذہنیتیں اس قدر بدل گئی ہیں کہ جنگ کے سوائے اور کوئی ذریعہ ہی سمجھوتے کا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ بڑے بڑے عقلمند اور مدبر لوگ ہیں۔

جنگ ناگزیر ہے

یہ جانتے ہوئے کہ جنگ سے کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی پھر سب جنگ میں کودتے چلے جاتے ہیں۔ جاپان اس کی تازہ ترین مثال ہے ابھی امریکہ اور جاپان کی جنگ شروع ہوئی ہے ان دونوں میں سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ دونوں طرف سے کہا جا رہا ہے کہ حق اور انصاف کے فیصلہ کے لئے یہ لڑائی ہے لیکن اگر حق اور انصاف اسی کے ساتھ ہو جس کی جنگی طاقت زیادہ ہے۔ تو پھر تو دنیا کا نظام ٹھیک نہیں رہ سکتا۔

دنیا کی ۸۰ فیصدی سے زیادہ آبادی جنگ میں شریک ہے

خوب یاد رکھیے یہ چیز بغیر ارادہ الٰہی کے نہیں ہو سکتی قرآن کریم میں فرماتا ہے ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا ایک پتہ بھی زمین پر گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے تو انسانوں کی اتنی تعداد کہ کل کی کل دنیا جنگ کے لئے نکل پڑی۔ کیا یہ بغیر ارادہ الٰہی کے ہے؟ نہیں یہ خدا ہی کے ارادے سے ہو رہا ہے

عذاب کی پیش گوئیاں

میں آپ کو اس عذاب کی پیش گوئیاں پہلے سنا چکا ہوں وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کوئی شہر نہیں جس کو قیامت سے پہلے ہم تباہ نہ کردیں۔ یا سخت عذاب نہ پہنچائیں۔ کان ذالک فی الکتٰب مسطورا یہ خدا کے علم کی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ کس قدر یقینی خبر دی ہے۔ تو یہ سب کچھ خدا کے ارادہ سے ہو رہا ہے کیوں؟

عذاب کا مقصد

کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی خوشی ہوتی ہے یا مقصد ہے کہ انسانوں کو تباہ کرے شہروں کو اجاڑ دے۔ اور باغوں کو ویران کر دے؟ نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ وہ چیز جس پر انسانوں نے بھروسہ کر رکھا ہے کہ ہماری مادی طاقت، ہمارے سامان ہم کو بچا لیں گے۔ وہی انکی تباہی کا موجب ہے۔ وہ ان کو بتاتا ہے۔ کہ یہ سامان جس کو تم اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے تھے وہی تمہاری ہلاکت کا اور بربادی کا ذریعہ ہے

تین فقرے

تو تین فقرے تو میں نے آپ کو سنائے۔ (۱) ظھر الفساد فی البر والبحر (۲) بما کسبت ایدی الناس (۳) لیذیقھم بعض الذی عملوا اور چوتھا فقرہ ہے لعلھم یرجعون یہ قرآن کا کمال ہے۔ کہ آنے والے واقعات کا صرف ظاہری نقشہ ہی نہیں بتاتا۔ بلکہ غرض و غایت بھی بتاتا ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ کیا خدا خوش ہوتا ہے۔ اس بات سے کہ انسانوں کو عذاب دے۔ نہیں وہ تو چاہتا ہے کہ بھائی بھائی ہو کر رہیں ایک دوسرے کے ہمدرد۔ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوں۔ وہ اپنے پیغمبروں کو بھیجتا ہے۔ اور ان کے ذریعہ سے انسانوں کو باہم مل کر رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک دوسرے سے حسن سلوک کا سبق سکھاتا ہے لیکن انسان اپنے مادی سامانوں پر بھروسہ کرکے بداعمالیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرتے ہیں تو اس عذاب کے نازل کرنے کی وجہ کیا ہے لعلھم یرجعون تاکہ ان کو سمجھ آجائے کہ جن چیزوں پر انہوں نے بھروسہ کیا ہوا ہے کہ ان کی نجات کا موجب ہونگی وہی انکی بربادی کا باعث ہو رہی ہیں۔ اور وہ اپنے حقیقی ذریعہ نجات کی طرف رجوع کریں۔

عالمگیر جنگ کا انجام

اگر آپ کو اس وقت ایک عالمگیر جنگ نظر آتی ہے۔ اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس عالمگیر خونریزی کا انجام کیا ہے۔ تو یہ بالکل صحیح ہے کہ بظاہر اس کا کوئی انجام نظر نہیں آتا۔ یہ تو صحیح ہے کہ آخر ان لڑنے والوں میں سے ایک قوم غالب آئیگی لیکن اس بات کی کیا ذمہ واری ہے کہ وہ غالب آنے والی قوم پھر فساد نہ کریگی اور غریبوں پر ظلم و ستم نہ کریگی۔

پچھلی جنگ میں جرمن کی شکست

پچھلی جنگ میں جب جرمن کو شکست ہوئی تو اس قدر اسکو کمزور کر دیا گیا کہ بظاہر امید نہ ہو سکتی تھی کہ وہ پھر اٹھ سکے گا۔ اس نے اندر ہی اندر تیاریاں کرکے پھر سر اٹھایا۔ اور ایسا فساد کھڑا کیا جس نے عالمگیر جنگ کی شکل اختیار کر لی ہے نتیجہ یہ ہے کہ اس فساد کا کوئی انجام نظر نہیں آتا۔

جنگ کا انجام صرف اسلام سے ہے

فی الحقیقت اس کا اگر کوئی انجام ہو سکتا ہے تو وہ وہی صلح و امن کا پیغام ہے جو اسلام نے دنیا کو دیا ہے بات یہ ہے کہ

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ممبران جنرل کونسل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے خصوصیت سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ اس سال جلسہ پر ضرور شامل ہوں اور اسکے ساتھ ہی جنرل کونسل کے سالانہ اجلاس میں بھی جس میں ایک نہایت اہم قومی سوال پیش ہونے والے ہیں جن پر ہماری جماعت کی فلاح اور بہبودی کا انحصار ہے

خاکسار محمد علی

انسان بڑا سرکش واقعہ ہوا ہے جب اس کو طاقت ملتی ہے تو دوسرے انسانوں کو کچھ چیز نہیں سمجھتا۔ ان کو کچلنا اور ذلیل کر دیتا ہے یہ ایک قوم کی حالت نہیں رہی یا ایک ملک کی حالت نہیں رہی۔ ساری دنیا میں یہی طریقہ نظر آتا ہے۔ ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ انسان کو جب مال و دولت اور طاقت ملتی ہے۔ تو بڑا سرکش ہو جاتا ہے۔ صرف ایک ہی چیز ہے جو انسان کو بچا سکتی ہے وہ خدا کے آگے جھکنا ہے۔ وہ اسلام ہے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اس سرکشی اور اس فساد سے اسے ہٹا کر خدا کے آگے جھکا دیتا ہے۔ تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے جب مسلمانوں نے دوسری قوموں کو فتح کیا۔ تو انہوں نے کیا سلوک انکے ساتھ کیا کبھی قوم کو نیست و نابود کرنے کی کوشش نہیں کی کچلنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ہر طرح کا آرام و آسائش انہیں دی۔ ان کو پورے حقوق دیئے۔ اور کسی قسم کی تکلیف پہنچنے نہ دی جس کا اعتراف آج تک غیر مسلم مورخین کو بھی ہے۔

خدا کی عبادت سے اصلاح ہو سکتی ہے۔

تو ایک ہی چیز ہے جو انسانوں کی ذہنیت کو بدل سکتی ہے۔ اور وہ ہے خدا کے آگے جھکنا جب تک یہ چیز پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک کبھی دنیا میں صلح نہیں ہو سکتی لعلھم یرجعون پر غور کر دیکھی اللہ تعالیٰ کا ان عذابوں کے بھیجنے سے ہے کہ لوگ اسکی طرف رجوع کریں اور اسکے آگے جھک جائیں۔

اس کام کے لیے جماعت احمدیہ کو کھڑا کیا گیا ہے

اس کام کے لئے آپ کو بھی کھڑا کیا گیا ہے۔ کہ آپ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں حضرت مسیح موعودؑ کو جب مامور کیا گیا تو ایک طرف آپ جماعت کی بنیاد رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف آپ کا خیال یورپ کی طرف جاتا ہے۔

مسلمانوں کا زوال اور غلبۂ اسلام کی خوشخبری

اسوقت جب ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسلام کچلا جا چکا ہے۔ پاؤں کے نیچے روندا ہوا نظر آتا ہے۔ عین اس وقت جب نہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت باقی رہتی ہے۔ نہ علم رہ جاتا ہے دونوں چیزوں سے محروم ہو گئے علم سے محروم ہو گئے۔ اور اس کی جگہ جہالت آ گئی اور سیاسی طاقت بھی جاتی رہی۔ ترکی کی سلطنت موجود تھی۔ لیکن ایسی کمزور حالت میں کہ یورپ میں اسے مرد بیمار کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس وقت حضرت مسیح کے ذریعے یہ خوشخبری دی جاتی ہے کہ اسلام کے غلبہ کا وقت آ گیا۔

دیگر خادمان اسلام کی کم نگاہی

اس وقت اور بھی خادمان اسلام پیدا ہوتے ہیں جنہوں نے تعلیم کو رائج کیا۔ اور مختلف ذرائع مسلمانوں کی ترقی کے تجویز کئے۔ لیکن تبلیغ اسلام کیطرف کسی کا خیال نہیں جاتا وہ کافی سمجھتے تھے غنیمت جانتے تھے اس بات کو کہ مسلمان کسی طرح زندہ رہ جائیں۔

مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل

لیکن حضرت مسیح موعود اٹھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ زندہ رہنا کیا اسلام اب غالب آئے گا۔ لوگ کہتے ہیں مرزا صاحب کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں [illegible] بات کو لے لو یا مجھے کوئی دوسرا انسان بتاؤ جس کے دماغ میں بھی تبلیغ اسلام یا اسلام کے غلبے کا خیال بھی گذرا ہو۔ اسلام کچلا گیا ہے۔ پیسا گیا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ یہی وقت ہے اس کے غالب آنے کا۔ ایک کمزور مسکینوں کی جماعت وہ بناتا ہے وہ جماعت جو چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں ہے وہ اسلام کی مشعل لے کر یورپ میں جاتی ہے خوب یاد رکھیئے۔ یہ سب ارادۂ الٰہی سے ہو رہا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ اسلام کا غلبہ ہو اس کے قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو کھڑا کیا گیا۔ اس کے لئے یہ جماعت بنائی گئی۔

جنگ کے لئے قربانیاں

آج لوگ جنگ کے لئے دھڑا دھڑ مدد دے رہے ہیں بڑی بڑی مالی قربانیاں سب لوگ کر رہے ہیں۔ اس رنگ میں ہماری جماعت کے لوگوں نے بھی مدد دی ہے۔ مالی امداد بھی دے رہے ہیں۔ اور فوجوں میں بھی ہماری جماعت کے کئی آدمی بھرتی ہوئے ہیں۔ کئی ڈاکٹر بھی۔ کلرک بھی اور باقاعدہ لڑنے والی فوجوں میں بھی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنی رات کی دعاؤں میں اپنے ان بھائیوں کے لئے بھی دعا کریں۔ تو ایک علاج یہ بھی ہے تا کہ ظلم و استبداد کمزور پڑ جائے۔
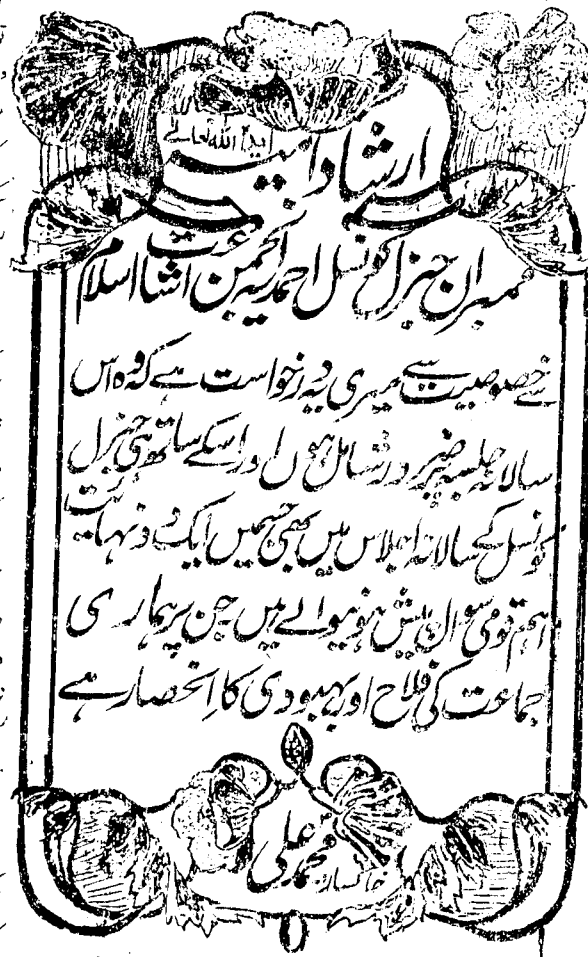
صحیح علاج کے لئے کوشش

لیکن صحیح علاج یہ ہے کہ اسلام کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے۔ جب تک یہ نہ ہو گا۔ جب تک ان کو خدا کے آگے جھکایا نہ جائے گا اس وقت تک یہ تباہی اور یہ ظلم دنیا سے دور نہیں ہو سکتا۔

عظیم الشان خدمت

یہ بڑی عظیم الشان خدمت ہے نسل انسانی کی جو آپ کر رہے ہیں صرف یہی ایک بات ہے۔ جس میں خرچ کرنے سے آپ کا مال یقیناً ضائع نہیں جائے گا۔

تبلیغ اسلام کی اہمیت

ایک چیز جس کے اوپر پورے یقین سے رہنا چاہیئے وہ یہی ہے کہ تبلیغ اسلام ہی سب سے بڑی خدمت ہے دین کی اور ملک کی۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کو اس کی طرف توجہ نہیں بڑے بڑے لوگ ڈرتے ہیں کہ تبلیغ اسلام کا نام لیا۔ تو دوسرے لوگ خدا جانے انہیں کیا کہیں گے فرقہ پرست اور تنگ دل قرار دیں گے

علماء اور سیاست

علماء جو پہلے ایک دوسرے کو کافر کہنے میں اپنا وقت صرف کرتے تھے۔ وہ کچھ بیدار ہوئے تو اب سیاست کے سوا کسی چیز کا نام نہیں لیتے۔ اگر کہا جائے تو کہتے ہیں کہ کیا سیاست دین کا حصہ نہیں؟ حصہ تو ہے لیکن سیاست کے میدان میں کود کر اصل دین کو تو فراموش کر دیا۔ آج کل یہاں جمعیتہ العلماء کا جلسہ ہونے والا ہے۔ اس کے پروگرام کو اٹھا کر دیکھئے ایک بھی مضمون نہیں جس میں دین کے اسلام کی مصیبت کا کوئی ذکر ہو۔ کیا وجہ ہے کہ خود علمائے اسلام کے دلوں سے یہ خیال نکل چکا ہے۔ مسلمان لیڈروں اور رہنماؤں کے دلوں سے یہ خیال نکل چکا ہے۔

نسل انسانی کی سب سے بڑی خدمت

تو میں بتانا چاہتا ہوں کہ تبلیغ اسلام نسل انسانی کی سب سے بڑی خدمت ہے یہ ایک دن کا کام نہیں۔ کہ پھونک ماری اور کام ہو گیا۔ یہ صدیوں کا کام ہے تیرہ سو سال ہو گئے۔ اسلام کو پھیلتے ہوئے تب کہیں اتنی دنیا مسلمان ہوئی۔ کام کرتے جاؤ لوگوں کو دین اسلام کا پیغام پہنچاتے چلے جاؤ۔ حتیٰ کہ وہ وقت آئے گا جب لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ نظر آئیگا تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کے دلوں میں بھی تبلیغ اسلام کی اہمیت رہے اس وقت نسل انسانی کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے خوب یاد رکھو کہ اسی کے لئے مسیح موعودؑ بھی دنیا میں آئے آپ کی کتابوں کو دیکھو۔ یہی غرض آپ نے اس جماعت کی بنائی ہے۔

میاں صاحب کا ایک تازہ ارشاد

مجھے بعض وقت خیال آتا ہے کہ قادیان کی جماعت کے خیالات کس طرح گر رہے ہیں۔ پرسوں جو خطبہ میاں صاحب کا آیا ہے۔ اس میں کہتے ہیں:-

"آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے بعض صوفیا کہلانے والے بڑے بڑے مجاہدات کیا کرتے تھے راتوں کو جاگتے دنوں کو عبادتیں کرتے اور بڑی بڑی چلہ کشیاں کرتے۔ مگر ان تمام ریاضتوں، تمام عبادتوں اور تمام کوششوں کے باوجود وہ خالی ہاتھ رہتے۔ اور خدا تعالیٰ کے الہام سے مشرف نہیں ہوتے تھے۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ اگر کوئی احمدی دو نفل بھی زیادہ پڑھ لے تو اس پر الہام ہونے شروع ہو جاتے ہیں یہ کتنا بڑا فرق ہے جو دکھائی دیتا ہے کہ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی عمریں عبادت اور مجاہدات میں صرف کر دیں مگر وہ الہام سے محروم رہے اور

(باقی بر صفحہ ۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

روحانیت کے فوق العادت نتائج و اثرات

جماعت احمدیہ لاہور کی روحانیت اور اس کے تبلیغی کاموں کی تاریخ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۵ دسمبر ۱۹۸۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی .... ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا

دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ انسان ان آنکھوں سے ان کا مشاہدہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہیں کر سکتا لیکن اپنے اثرات اور نتائج کے لحاظ سے ان واقعات کے متعلق جو عام طور پر مشہود اور محسوس سمجھے جاتے ہیں، وہ باتیں زیادہ زبردست مشاہدہ سے دیکھی جا سکتی ہیں۔ فرمایا یسئلونک عن الروح۔ روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کونسی روح؟ ایک تو انسانی زندگی کی روح ہے۔

روح کے معنی قرآن میں

لیکن قرآن نے مخصوص طور پر کلام الٰہی کے متعلق اس لفظ کو استعمال کیا ہے وکذٰلک اوحینا الیک روحاً من امرنا اور اس کلام کے لانیوالے جبرئیل کو بھی روح الامین کہا ہے نزل بہ الروح الامین تو فرماتا ہے قل الروح من امر ربی یہ کلام یہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ کیا مطلب؟ رب تو اس کو کہتے ہیں جو انسان کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ رب کا لفظ عربی میں مخصوص ہے ان معنوں کے لئے گویا یہ توجہ دلانا مقصود ہے کہ وہ چیز، وہ کلام الٰہی جس کو تم محسوس نہیں کر سکتے۔ وہ میری ربوبیت کرنے والے سامانوں میں سے ایک بڑا سامان ہے۔

قل الروح من امر ربی میں قرآن مراد ہے

قرآن کریم کی کسی آیت کے معنی سمجھنے کے لئے ہمیشہ اس کے مقدم اور موخر سیاق و سباق کو دیکھنا چاہیئے اور اگر بے جوڑ کر کے اس کو پڑھنے لگو، تو پھر کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہتا۔ تو اس آیت کے سیاق و سباق کو اگر دیکھا جائے تو پہلے بھی قرآن ہی کا ذکر ہے۔ فرمایا۔ وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین۔ پھر اس سے ایک دو آیتوں کے بعد یہ ذکر آتا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پھر اس کے بعد آتا ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا۔ جس طرح پہلی وحیوں کے زمانے ختم ہو گئے اس کو بھی لے جاتا کیوں نہ لے گیا؟ الا رحمۃ من ربک تیرے رب کی رحمت نے نہیں مانا کہ اسے لے جائے ان فضلہ کان علیک کبیرا۔ اس کا فضل تیرے پر بہت بڑا ہے

قرآن کی زبردست طاقت

اس کے بعد فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لفظ جن مخفی طاقتوں پر بولا گیا ہے۔ بڑے لوگوں پر بھی بول دیتے تھے۔ تو فرمایا یہ جو تمام چھوٹے اور بڑے لوگ یہ ظاہر مخالف اور جو مخفی ہیں سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور اس قرآن کی مثال بنانا چاہیں، تو ہرگز نہیں بنا سکتے۔ اگرچہ ایک دوسرے کے ممد و معاون ہو جائیں۔ کیا سمجھتے ہو کہ یونہی ایک دعویٰ کر دیا ہے؟ نہیں بلکہ دنیا کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ قرآن وہ زبردست طاقت ہے جس نے دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلا دیا۔ ملکوں کی حالت پلٹ دی۔ لوگوں کی ذہنیتیں بدل دیں۔ زمانوں کی حالت تبدیل کر دی۔ ایک صدی بھی نہیں، ایک بیس سال کے عرصہ میں کچھ کا کچھ بنا دیا۔ یہ ہے قرآن کی طاقت، روح نظر نہ آئے۔ ملائکہ نظر نہ آئیں۔ اس کو تم نہ دیکھ سکو جو تمہارے اندر ہے لیکن نتائج سے تم ان کو دیکھ سکتے ہو۔

روحانیت کس طرح نظر آ سکتی ہے؟

لوگ سوال کرتے ہیں روحانیت کیا چیز ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں، کوئی حقیقت اس کے اندر نہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ روحانیت ایک قوت ہے۔ ایک طاقت ہے۔ قوت اور طاقت کو تم کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ اسی طرح اگر تم چاہو کہ روحانیت کو ان آنکھوں سے دیکھ سکو تو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن اس کے اثرات اور نتائج سے تم روحانیت کا روحانی طاقت کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ ایسا مشاہدہ جو آنکھ سے دیکھنے سے کسی طرح کم نہیں

روحانیت کیا چیز ہے؟

روحانیت اصل میں کیا چیز ہے خدا پر ایمان کی طاقت، وہ طاقت جو خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ یوں تو ایک فلسفی بھی جب اس نظام عالم کو دیکھتا ہے تو اسے خیال ہوتا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے۔ لیکن ایمان اور چیز ہے۔ وہ ایمان جو انبیاء پیدا کرتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ وہ ہے خدا سے تعلق پیدا کر دینا اسی ایمان سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے جو بڑی بڑی قوتوں پر غالب آ جاتی ہے۔ دیکھئے ہر انبیاء کے مقابلہ میں ساری دنیا ایک طرف ہوتی ہے لیکن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ ایک شخص سے ٹکر کھا کر ساری مادی طاقت فنا ہو جاتی ہے۔ ایک موسیٰ کے مقابلے میں فرعون کے تمام لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ اتنا ہی پیغام لاتا ہے۔ ایک، خدا کو مان لو۔ اس کا انکار کیا اور اپنی پوری طاقت اور ساز و سامان سے موسیٰ کو تباہ کرنا چاہا۔ لیکن وہ ایک اکیلا انسان تباہ نہ ہو سکا۔ اور آخر کار وہی غالب آیا۔

نبی کریم اور امت محمدیہ کی روحانیت

خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہی حالت آپ دیکھیں گے۔ ایک خدا پر اتنا ایمان آپ نے پیدا کیا کہ وہ تمام کامیابیاں جو امت محمدیہ کو حاصل ہوئیں وہ دلی ایمان کا نتیجہ تھیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمان جو بڑے فاتح اور بڑی خدمت خلق کرنے والے ہوئے ہیں، یہ کسی مادی طاقت کا نتیجہ تھا؟ نہیں یہ اس ایمان اور روحانیت کا نتیجہ تھا جو ان کے اندر پیدا کی گئی

نرا خشوع و خضوع روحانیت نہیں

لوگوں کو بعض وقت مغالطہ ہو جاتا ہے۔ یہ جو بعض وقت انسان نماز وغیرہ میں رو لیتا ہے یہ جو جذبہ بعض وقت پیدا ہوتا ہے اس کو لوگ روحانیت سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کا جذبہ ایک بت پرست کے اندر بھی جب وہ بتوں کے آگے جھکتا ہے پایا جاتا ہے۔ ایک پیر پرست کے اندر بھی یہ جذبہ بہت بڑھ کر پایا جاتا ہے۔ ایک قبر پرست کے اندر بھی یہ جذبہ دیکھنے میں آتا ہے۔ ظاہری طور پر یہ مثالیں مل جاتی ہیں کہ جس طرح خدا کے سامنے ایک انسان اپنے آپ کو عاجز بناتا ہے ایک پیر پرست، قبر پرست اور بت پرست بھی پیروں، قبروں اور بتوں کے سامنے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کو روحانیت نہیں کہا جا سکتا حضرت مسیح موعود نے اس کو براہین حصہ پنجم میں حل کیا ہے۔ جہاں ان آیات کی تفسیر کی ہے۔ قد افلح المومنون الذین فی صلاتھم خاشعون تو ظاہری طور پر خشوع و خضوع بت پرست میں بت کے سامنے، ایک پیر پرست میں پیر کے سامنے بھی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ایک پیر پرست کو جس قدر جذبہ پیر کے سامنے پیدا ہوتا ہے وہ بعض نمازیوں کے جذبہ سے بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ پیر کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے اس کی خوشی اور اس کی ناخوشی کو محسوس کرتا ہے۔ حضرت صاحب نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ یہ تمام جھوٹی چیزیں ہیں۔ جس طرح سونا ایک پائیدار چیز ہے۔ اور ملمع زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ یہی فرق ہے اس غلط جذبہ میں جو پیر پرستی اور قبر پرستی میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ ملمع ہے جو جلدی اتر جاتا ہے اور خدا پرست کا اثر زبردست اور مستقل ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نظر آتا ہے کہ ایک ملک ایک قوم اور ایک زمانہ کے اندر نہیں بلکہ تمام ملکوں، تمام قوموں اور سب زمانوں میں آپ کا اثر ملتا ہے۔ تو یہ مت خیال کرو کہ ایک مسلمان پیر پرست ہندو بت پرست سے بہتر ہے۔ پیر پرست اور قبر پرست اور بت پرست سب ایک ہیں۔ ان کے جذبات کوئی ایسی روحانیت پیدا نہیں کرتے جس کا کوئی مستقل اور دیرپا اثر ہو خدا پرست کی روحانیت ہی دنیا میں دیرپا اثر پیدا کرتی ہے

جماعت احمدیہ لاہور کی روحانیت

شروع شروع میں جب ہمارا قادیانیوں سے اختلاف ہوا تو خدا کے فضل سے دلائل میں ہمارا پلہ ہمیشہ غالب رہا ہے تو بعض لوگ کہتے تھے کہ دلائل لاہور والوں کے ساتھ ہیں لیکن روحانیت قادیان میں ہے۔ یہ اسی پیر پرستی کو دیکھ کر کہا جاتا تھا جو قادیان میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا نتیجہ کیا ہے؟ میں مانتا ہوں کہ پیر پرستی میں بھی بڑی بڑی قربانیاں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ جذبہ دیرپا نہیں ہوتا۔ اگر آپ اس روحانیت کو جو اس جماعت میں پائی جاتی ہے صحیح طور پر معلوم کرنا چاہیں تو ان نتائج اور اثرات کو دیکھنا چاہیئے جو اس جماعت نے دنیا میں پیدا کئے ہیں۔ جماعت کے اندر کمزور بھی ہوں گے لیکن مجموعی طور پر آج بھی جماعت لاہور روحانیت سے بہت بلند ہے۔ میں نے کہا تھا کہ روحانیت خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ وہ تعلق کس طرح سے معلوم ہو۔ وہ ان نتائج اور اثرات سے معلوم ہو سکتا ہے جو اس جماعت نے پیدا کئے ہیں

جماعت لاہور کے کاموں کی تاریخ

مجھے کچھ تھوڑا سا غور کرنا پڑا اپنی جماعت کی حالت پر کہ کس حالت سے کس حالت پر وہ پہنچی ہے۔ تو واقعات سے کیا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے پہل جب باہر سے ان لوگوں کو بلایا جو خیالات میں ہمارے ساتھ متفق تھے۔ تو ان کی تعداد ۵۰ سے زیادہ نہ تھی۔ اس جماعت کی تاریخ کو اگر آپ پڑھیں تو حیران ہو جائیں گے۔ اس وقت ابتدا میں یہ

یہ تو نہیں کہ کوئی خزانہ ہاتھ آگیا تھا۔ ایک پیسہ تک ہمارے پاس نہ تھا۔ نہ کوئی مکان تھا نہ سامان تھے۔ مگر اب ذرا تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال کر سنہ ۱۹۱۴ء میں یہ جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں مسلم ہائی سکول قائم ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی چھپ کر آ جاتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے جس نے سینکڑوں لوگوں کے ایمانوں کو زندہ کر دیا اور جس کی قبولیت خدا کے فضل سے یہاں تک پہنچی کہ اس کی ۲۵ ہزار کاپی دنیا میں شائع ہو چکی ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں ہر دلعزیز سکول کھلتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں برلن مشن قائم ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں ہر دلعزیز سکول کا سکول ہائی سکول بن جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں آنحضرت صلعم کی سیرت زبان انگریزی شائع ہوتی ہے جس کے تراجم گیارہ ایشیائی اور یورپین زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں جاوا اسلم مشن قائم ہوتا ہے۔ جہاں سے جاوی اور ڈچ زبانوں میں بے شمار اسلامی لٹریچر شائع ہوا۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں مسلم ہائی سکول کی عمارت لاکھ سوا لاکھ کے خرچ سے تیار ہوئی۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں برلن دار الخلافہ جرمنی میں ڈیڑھ لاکھ کے خرچ سے مسجد تیار ہوئی۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں قرآن شریف کا ترجمہ زبان ڈچ شائع ہوا۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں مسلم ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کی عمارت بنائی گئی۔ سنہ ۱۹۲۸ء میں ریلیجن آف اسلام شائع ہوئی۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں ریلیجن آف اسلام ڈچ زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں انگلینڈ مشن قائم ہوا۔ سنہ [illegible] میں قرآن شریف کا ترجمہ جرمن زبان میں شائع ہوا۔

یہ سب جماعت لاہور کی روحانیت کے نتائج ہیں

[illegible] خدا کے لئے غور کرو اور اس تاریخ کو ذرا گہری نظر سے دیکھو کس طرح کے بعد دیگرے ایک ایک سال دریا اور [illegible] کوئی نہ کوئی خدمت اسلام کا نیا عظیم الشان کام ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۴۹ء تک [illegible] عظیم الشان کام ہیں۔ جن میں ایک ایک پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ تین ترجمے قرآن شریف کے، تین مشن، دو ہائی سکول، ایک نو سو صفحہ کی انگریزی کتاب جو بیش قیمت اسلامی معلومات سے پُر ہے۔ آنحضرت صلعم کی سیرت اور بے شمار چھوٹے رسائل جن میں علم کے خزانے جمع ہیں۔ کیا کوئی مادی سامان تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے۔ کیا کوئی بیش قیمت خزانہ ہمارے ساتھ تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہی روحانیت تھی۔ جو مجددیت کی وجہ سے اس جماعت میں پائی جاتی ہے۔ میں کمزوریوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ یہ الگ چیز ہے۔ جماعت کی مجموعی حالت کو دیکھنا چاہئے کہ آیا کیفیت ان کے اندر پائی جاتی ہے اور کیا اثر اس نے پیدا کیا ہے۔ ایک تو تعداد تھوڑی، کوئی مالی طاقت بھی ساتھ نہیں۔ اس کے برخلاف مخالفت کرنے والے بہت جو ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ قادیانی ہمیں برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عام مسلمان بھی مخالف ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان فضلہ [illegible] علیک کبیرا خدا کا فضل ہی ساتھ تھا جس نے یہ کام کرا دیئے اور کیا چیز تھی جس سے یہ سب کچھ ہو گیا۔

دوسری تبلیغی انجمنیں اور جماعت احمدیہ

آپ کے سامنے اس عرصہ میں اور بھی تبلیغی انجمنیں قائم ہوئیں۔ [illegible] انجمن دعوت و تبلیغ بڑے اہتمام اور زور و شور سے اٹھی۔ [illegible] تحریک پر کئی انجمنیں برساتی کیڑوں کی طرح پیدا ہوئیں لیکن [illegible] کہاں ہیں۔ ایک اور بڑی انجمن جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام کے نام سے انبالہ میں قائم ہوئی جس کے ساتھ تمام مسلمان قوم کی ہمدردیاں شامل تھیں۔ لیکن آج وہ بھی [illegible] ہونے کے برابر ہے۔ ایک طرف اس کو

رکھتے ہیں کہ ان کی پیٹھ پر تمام مسلمانوں کی طاقت ہے اور دوسری طرف یہ چھوٹی سی جماعت ہے جس کے خلاف تمام مسلمانوں کی طاقت ہے مجھے افسوس ہوتا ہے ان بھائیوں پر جو دعوے ہیں کہ ہمارا کام ٹھیک نہیں۔ تبلیغ اسلام مسلمانوں پر فرض تو تھی۔ لیکن اس کو ہاتھ ڈالنا بہت ہی مشکل تھا۔ جس کسی کے سامنے تبلیغ کا نام ہو وہ اس سے گھبراتا ہے لیکن اس چھوٹی سی جماعت نے بے سر و سامانی کی حالت میں اس کام کو ہاتھ میں لیا اور خدا کے فضل سے کتنی کامیابی اس کو ہوئی۔

مسلمانوں کو چیلنج

میں چیلنج کرتا ہوں مسلمانوں کو کہ کیوں وہ تبلیغ اسلام نہیں کرتے۔ ان کے بڑے بڑے لیڈر اس بات کو روتے ہوئے گذر گئے۔ مولانا شبلی اسی بات کو روتے رہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد آج تو سیاسی میدان میں چلے گئے ہیں۔ لیکن الہلال میں وہ بھی اسی بات کو روتے رہے ہیں۔ کہ کیوں مسلمان تبلیغ اسلام کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو اٹھے اور اس کام کو ہاتھ میں لے۔ آخر خدا اور رسول کے ساتھ محبت کا دعوے ان کو بھی ہے جیسے ہم کو ہے۔ پھر کیوں وہ اس کام کو نہیں کرتے

"آخری منبع لگانے والے کہاں ہیں"

ایک کمزور جماعت خدا کے فضل سے اور مجدد وقت کی پیدا کی ہوئی روحانیت سے اس کام کو کامیابی کے ساتھ سر انجام دے رہی ہے۔ ہم تو کئی دفعہ پڑھ چکے کہ احمدیت کے تابوت میں آخری منبع لگ گئی۔ لیکن اس کے بعد دو ترجمے قرآن کریم کے ہو گئے۔ ایک مبسوط کتاب اسلام پر [illegible] شائع ہو گئی۔

جلسہ سالانہ پر دو دو آدمی کو لاؤ

خوب یاد رکھئے میں اپنے دوستوں کو جتانا چاہتا ہوں کہ تم زبردست طاقت کے مالک ہو۔ اس طاقت کو غائع نہ کرو اس کو کام میں لاؤ۔ آخر لوگ بے خبر ہیں ہمارے کام سے۔ ان کو خبردار کر دینا یہ تو آپ کے اختیار میں ہے۔ اس کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہمارا جلسہ سالانہ ہے۔ آج سے آپ ایک ایک، دو دو، چار چار آدمیوں ساتھ لانے کی کوشش میں لگ جائیں۔ ان کے پیچھے لگ جائیے جس شخص کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔ جو کوئی آپ کا دوست ہے جو کوئی بھی سننا چاہتا ہے۔ اس کو اپنے خرچ پر جلسہ میں لائیے۔ اس طرح اگر سب لوگ دو دو آدمیوں کو بھی لائیں۔ تو ایک بڑی تعداد کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ان تک جو بات پہنچ جائے گی۔ اس کا اثر کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔ آپ کے نام اس کا ثواب لکھا جائے گا

پونا سے ایک خط

دیکھئے لوگوں کو ہمارے کاموں کا علم نہیں۔ جن کو علم ہو جاتا ہے وہ کھنچے ہوئے آ جاتے ہیں۔ کل ہی ایک خط پونا سے آیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو کام جماعت احمدیہ لاہور کر رہی ہے دوسری کوئی جماعت نہیں کر رہی۔ اس لئے میں اس جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔ وہاں کوئی ہمارا مبلغ نہ تھا۔

جماعت کی ترقی تبلیغ اسلام کی تقویت ہے

پس یہ بات میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں۔ یہاں رہنے والوں سے بھی اور باہر کے لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ لائیں۔ ہر ایک دوست دو دو چار چار کو لائے۔ اس سے جماعت کو ترقی ہو گی۔ اور جماعت کی ترقی سے مقصود کیا ہے تبلیغ اسلام کے کام کی تقویت۔ اب وقت آ گیا ہے کہ حق کا غلبہ ہو اس کے لئے کچھ تحریک کریں اور دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ یہ غلبہ جلد آئے اور اسلام کو ہمارے ذریعہ سے فتح اور غلبہ حاصل ہو ✢

بقیہ صفحہ ۱۲

اور دوسری طرف احمدی ہیں کہ وہ چند نفل پڑھ کر ہی الہام سے مشرف ہو جاتے ہیں۔"

الہام اصل غرض نہیں

میں کیا کہوں اس خیال کے متعلق جہاں تک نفلوں کا تعلق ہے۔ وہ تو احمدیوں نے پہلے ہی کم کر دیئے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے۔ ہر نماز کے ساتھ کچھ نہ کچھ نفل بھی لوگوں نے رکھے ہوئے تھے۔ احمدیوں نے حضرت مسیح موعود کی طفیل وہ چھوڑ دیئے پھر وہ کون سے نفل ہیں جن پر الہام شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اگر شروع بھی ہو جائیں تو کیا یہ کوئی ایسی بات ہے جس کو جماعت کی اصل غرض سمجھا جائے؟

حقیقت الوحی کے ابتدائی صفحات

آپ حقیقت الوحی ساری نہیں کم از کم پہلے ۱۵ - ۱۶ صفحات ہی پڑھ جائیں۔ تو آپ کو الہام کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تم کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ الہام تمہیں ہوا کریں یا خوابیں آیا کریں۔ اور تم اسے دین کی غرض سمجھو۔ حضرت مولوی نور الدین مرحوم کو کتنے الہام ہوتے تھے۔

اصل چیز اعمال صالح ہیں

ایک دفعہ مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے حضرت صاحب کی خدمت میں خواہش ظاہر کی کہ میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ مجھے الہام ہو۔ لیکن نہیں ہوتا آپ میرے لئے دعا کریں۔ کہ مجھے الہام ہوا کریں۔ حضرت صاحب نے اس کو پسند نہ کیا۔ اور بڑا وعظ کیا کہ انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ الہام کی خواہش کیا کرے اس کی غرض یہ نہیں ہے اس کے دل میں تڑپ صرف ایک ہونی چاہئے کہ اس سے اعلے درجہ کے اعمال صالح ہوں۔ تو اصل غرض تبلیغ اسلام کو چھوڑ دیا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ پس میں آپ سے کہتا ہوں کہ جس قدر ممکن ہو۔ اسی تبلیغ اسلام کے کام پر زور دیں۔ اس وقت یہی ایک نجات کا رستہ ہے۔

تبلیغ نمبر

خود پڑھنے کے بعد اپنے احمدی اور غیر احمدی دوستوں کو پڑھنے کے لئے دیں اور علم سے بے بہرہ دوستوں کو خود پڑھ کر سنائیں

جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے غیر احمدی دوستوں کو ساتھ ضرور لائیں تاکہ ان پر اشاعت اسلام کی اہمیت واضح ہو

قرآن مجید کی تعلیم کو پھیلانے کا فرض

صحابہ کرام اور اکابر امت کی قربانیاں

(از جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب جالندھری)

(۱) وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا

(پارہ دوم رکوع اوّل)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے بیشرد بنو اور رسول تمہارا بیشرد ہو۔

(۲) ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون (پارہ چہارم رکوع دوم)

اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۳) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ

پارہ چہارم رکوع سوم

تم سب سے اچھی امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

انسان کی سب سے بڑی خوبی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت ہے۔ اسلام نے ان دونوں باتوں پر بڑا زور دیا ہے مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم کو جس کے وہ حامل ہیں دوسروں تک پہنچائیں اس سے غفلت اور لاپرواہی اللہ تعالےٰ کے احکام کی نافرمانی ہے جو موجب سزا ہے۔ جب تک مسلمانوں نے اس پر عمل کیا وہ ان کیلئے فلاح اور کامیابی کا باعث ہؤا اور جب انہوں نے اس سے غفلت برتی اس کا برا نتیجہ بھگتنا پڑا۔

آنحضرت صلعم نے اس پاکیزہ تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے لئے آپ کو بے انتہا مصائب اور تکالیف اٹھانی پڑیں۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی تائید کرتا ہے۔ آپ کی تیرہ سالہ مکی زندگی ایک مسلسل تکالیف سے بھری ہوئی زندگی ہے۔ اس قدر تکالیف اور مصائب کا سامنا آپ کو کرنا پڑا کہ ان کے وہم سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ ان واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ ہر قسم کی ایذا رسانی، لالچ سے کام لیا گیا۔ انسان کے ایذا رسانیوں سے آنحضرت کے قدم استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہیں آتی تو آخر الامر اس حربہ سے کام لیا کہ آپ کو مال و دولت کا لالچ دیا گیا۔ کہ آپ کے لئے اتنا مال و دولت جمع کر دیا جاتا ہے کہ کسی کے پاس نہ ہو، خوبصورت سے خوبصورت عورتوں کا لالچ دیا گیا۔ حکومت کا لالچ دیا گیا کہ تمام عرب آپ کے زیر نگیں آنے کو تیار ہے۔ اگر ایک انسان بے انتہا مصیبتوں کا نشانہ بنا ہؤا ہو اور اس کے ساتھ مال و دولت عورتوں اور حکومت کا اس کو لالچ دیا جائے تو وہ کتنا عظیم الشان انسان ہوگا جو ایسے حالات کے اندر ان چیزوں کو ٹھکرا کر رکھدے اور ایک پرکاہ کے برابر بھی ان کی وقعت اس کو نہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے جو جواب دیا وہ یہ تھا مجھے ان چیزوں کی کوئی حاجت نہیں۔ اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں پر رکھو۔ تب بھی میں اپنے اس مشن سے کہ احکام الٰہی کو دنیا کے سامنے پیش کروں۔ باز نہیں رہ سکتا

آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی اور آپ کے بعد بھی صحابہ کرامؓ نے ان احکام الٰہی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بڑی بڑی کوششیں اور قربانیاں کیں۔ اس رستے میں اپنے مال و دولت کو پانی کی طرح بہا دیا۔ خود اپنے نفسوں پر فاقے کئے۔ اپنے اہل وعیال کو بھوکے رکھا۔ لیکن اپنا مال و دولت اس رستے میں قربان کر دیا۔ اپنی جانوں کو وہ کوئی چیز نہ سمجھتے تھے۔ اپنی عزت اور آبرو اسی میں سمجھتے تھے۔ کہ اس رستے پر گامزن رہیں۔ کوئی خواہش۔ کوئی لالچ اور کوئی تکلیف ان کو باز نہ رکھ سکتی تھی۔ اپنے گھروں سے، اپنے وطنوں سے اور اپنے عزیز و اقارب سے علیحدگی ان کے مضبوط ارادوں کو ہلا نہ سکتی تھی وہ جو کچھ کرتے۔ محض حکم خداوندی کے تحت میں کرتے تھے۔ اپنی کسی بڑائی یا حصول عزت کے خیال کا ایک شائبہ بھی ان میں نہ تھا۔ وہ مجنون وار اسی دھن میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔ جو جو تکالیف انہوں نے اٹھائیں اور جس جس طرح انہوں نے اپنی مالی اور جانی قربانیاں کیں۔ اپنے عزیز و اقارب اپنے وطنوں اور گھروں سے علیحدگی اختیار کی، تاریخ اسلامی ان واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ اس مختصر مضمون میں ان واقعات کو بیان کرنا مشکل ہے۔

صحابہ کرام کے بعد امت محمدیہ میں ایسے اکابر کا ایک گروہ ہمیشہ موجود نظر آتا ہے۔ جو اس راہ پر چلنے والا تھا۔ انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ اپنے مال و دولت، عزت، آبرو، اپنی جانوں کو اس خدمت میں وقف کیا ہؤا تھا۔ وہ بڑے بڑے صاحب جبروت بادشاہوں کے درباروں میں جاتے ان کو دعوت حق کی طرف بلاتے۔ بڑی بڑی مصیبتیں جھیلتے۔ کوڑوں سے پٹوائے جاتے۔ جیل خانوں میں ڈالے جاتے۔ گھر بار ضبط کئے جاتے۔ مال و دولت چھین لئے جاتے۔ وطنوں سے بے وطن کئے جاتے۔ بےعزت کرنے میں کوئی دقیقہ چھوڑا نہ جاتا۔ کوئی جسمانی تکلیف نہ تھی۔ جو ان کو پہنچائی نہ جاتی۔ تلواروں سے ان کو دھمکایا جاتا۔ ان کی جانیں لے لی جاتیں۔ لیکن وہ کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے۔ اور احکام خداوندی کے پہنچانے میں کسی قسم کی سستی نہ کرتے۔ ان اکابر کے گروہ میں ایسے بزرگ بھی ہیں۔ جو بڑے صاحب علم تھے ایسے بھی ہیں جو بڑی بڑی وجاہتوں کے مالک تھے۔ ایسے بھی ہیں جو روحانی میدان میں بڑے صاحب کمال تھے اور علوم ظاہری اور کمالات باطنی سے مزین تھے۔ ان کے شاندار واقعات زندگی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنی بلند پایہ ہستیاں تھیں۔ بے شمار واقعات ہیں ان کو بیان لکھنا مشکل ہے۔ اسلامی تاریخ سے واقف اصحاب ان واقعات کو جانتے ہیں۔

اس موجودہ زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو اس تعلیم حقہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے جو جوش اور محبت آپ کے سینے میں تھا۔ وہ آپ کی کتب سے روشن ہے۔ اس منزل کو طے کرنے کے لئے آپ کو بڑی بڑی تکالیف اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ پر بڑے سنگین مقدمات ہوئے۔ ہر قسم کی مشکلات آپ کے رستے میں مخالفین کی طرف سے ڈالی گئیں۔ کسی قسم کی کوئی مشکل نہ تھی جس سے آپ کو دوچار نہ ہونا پڑا ہو۔ لیکن آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ان تمام مصائب کا مقابلہ کمال ہمت اور استقلال کے ساتھ کیا اور ایک ایسی جماعت تیار کی جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے پورے جوش سے میدان میں نکلی۔ ہماری اس جماعت کو بھی سنت اللہ کے مطابق بڑی بڑی مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کریں اور جہاں تک ہماری طاقت ہے اپنی اپنی جگہ جو کام ہمارے کرنے کا ہو اس میں تن دہی سے لگ جاویں۔ تاکہ اس بوجھ کو جو ہمارے کندھوں پر ہے صحیح طریق پر اٹھانے والے ہوں اس کام کو کرنے کے لئے جو طریقے ہوسکتے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود نے بیان فرما دیئے ہوئے ہیں۔ ان طریقوں کو مدنظر رکھکر ہم کو کام میں لگ جانے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کی بھی بڑی ضرورت ہے کہ ہماری بھی زندگی ایسی جاذب توجہ ہو کہ تمام مسلمانوں کی عملی حالت سے ہماری حالت ممتاز نظر آوے دنیا میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے جس قدر عملی نمونہ کی ضرورت ہے۔ کوئی ظاہری علوم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ دلائل کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے بڑا وقت چاہیئے اور ہر ایک انسان کا یہ کام نہیں کہ اتنا وقت دے سکے۔ بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک شخص اپنے کاروبار میں اتنا منہمک ہے کہ تھوڑا سا وقت نکالنا بھی اس کے لئے مشکل ہے۔ لیکن ایک صاحب روحانیت انسان کے اندر اتنی زبردست کشش موجود ہوتی ہے کہ اس سے وہ دوسروں کو اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس کی مثالیں بہت کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں بھی جو مخالف پہنچے۔ ان کو اپنے علوم پر بڑا ناز تھا۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہؤا کہ آپ کی ایک روحانی نظر نے ان پر جادو کا اثر کیا اور مخالف کی بجائے وہ جاں نثار غلام بن گئے۔ ہماری جماعت میں جو بزرگ ہستیاں موجود ہیں۔ ان کی صحبت میں بھی ایک خاص لطف ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ اپنے اندر روحانیت اور قوت ممیزہ پیدا کریں۔ کیونکہ کامیابی کی سرتاج یہی چیز ہے◆

فریضۂ تبلیغ اسلام سے مسلمانوں کی افسوسناک غفلت

شہر گلبرگہ (دکن) کے عبرت انگیز و سبق آموز مشاہدے

(از محمد انعام الحق)

تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن ہر ایک مسلمان کا اہم مذہبی فریضہ ہے۔ ابتدائی چند صدیوں تک مسلمانوں کے تمام طبقات نے اس فریضہ کو توجہ و شوق و اہتمام و کوشش سے انجام دیا جس کے نتیجہ میں انہیں روحانی ترقیوں اور دینی برکات کے ساتھ ساتھ گوناگوں دنیوی نعمتیں اور عالمگیر اقتدار بھی حاصل ہوا۔ گو کم از کم قرون اولیٰ میں انہیں اس چیز کی خواہش نہ تھی۔ اسی جذبۂ تبلیغ کی بدولت مسلمان صحرائے عرب سے اٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے کرہ ارض کے دور دراز خطوں اور گوشوں میں جا پہنچے۔ وہاں انہوں نے بے دھڑک اسلام کا پیغام پہنچایا اور اللہ اکبر کی پکار بلند کی اور اپنی پرخلوص کوششوں اور اخلاقی محاسن کی بدولت گروہ در گروہ انسانوں کو حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔ اس زمانہ میں مسلمان علما، بادشاہ، سپہ سالار، امراء، وزراء اور تاجر سب کے سب اپنے اپنے طریق پر تبلیغ اسلام کرتے۔ قوم کا کوئی حصہ اور طبقہ اس مقدس فریضہ سے غافل نہ تھا۔

لیکن افسوس رفتہ رفتہ یہ جذبۂ تبلیغ کمزور ہوتا چلا گیا۔ مسلمان علما شوق تکفیر اور باہمی مناقشات میں مصروف ہو گئے۔ سلاطین و وزرا نے تخت و تاج اور حکومت و اقتدار کی مسرتوں اور خود فراموشیوں یا سیاسی مصلحتوں اور مہمات میں غرق ہو کر اس فریضۂ تبلیغ کو فراموش کر دیا جس کا اثر لازمی طور پر دوسرے طبقات پر بھی پڑا۔ اس طرح مسلمانوں کا جذبۂ تبلیغ پژمردہ ہو کر رہ گیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس بارہ میں عجمی سلاطین، امراء اور عجمی اقوام و ممالک سے سب سے زیادہ کوتاہیاں سرزد ہوئیں۔ ہندوستان ہی کی طرف دیکھ لیجئے۔ افغانوں اور مغلوں کی سینکڑوں سال کے پرشوکت دور حکومت اور عہد اقبال و عروج میں تبلیغ اسلام کے لئے تلاش کے باوجود کوئی اہم کوشش نظر نہیں آتی۔

اس طویل دور میں جبکہ دنیوی شوکت و عظمت اور حاکمانہ قوت و اقتدار رکھنے کے باوجود مسلمانوں پر تبلیغی غفلت و جمود کی مرگی اور سکوت عن الحق کا سناٹا چھایا ہوا تھا، صرف مسلمان صوفیا و اولیا کا مقدس گروہ مصروف تبلیغ دکھائی دیتا ہے۔ یہ انہی برگزیدہ انسانوں کی مجاہدانہ کوششوں اور روحانی فیض ہے کہ آج ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اس وقت جبکہ مسلمان فرمانرواؤں کے ایوانات شاہی اور امرا کی محل سراؤں میں تبلیغ اسلام کا ذکر تک نہ آتا تھا، حکومتوں کے خزانوں اور امراء و اہل ثروت کے اندوختوں میں سے ایک فلوس تک اشاعت دین و قرآن پر صرف نہ ہوتا تھا، یہ واجب التعظیم انسان ایک عزم راسخ کے ساتھ اٹھے اور وطن و خاندان کے تمام رشتوں کو مجاہدانہ قربان کر کے کفرزار ہند کے مختلف گوشوں کو اپنا مسکن بنا لیا۔ انہوں نے بوریائے فقر پر بیٹھے بیٹھے رشد و ہدایت کے چشمے جاری کئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت نظام الدین اولیا جیسی جلیل القدر ہستیاں اس قابل صد فخر و مقدس گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی عظیم الشان و کامیاب تبلیغی سرگرمیاں اس امر کا بھی ایک روشن اور ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ اسلام اپنی اشاعت کیلئے تلوار اور دنیوی غلبہ کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی روحانی طاقت اور خوبیوں کی وجہ سے پھیلا اور غالب آیا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

سرزمین دکن میں شہر گلبرگہ کے اندر اس مقدس گروہ کے ایک مقدس بزرگ حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز استراحت فرما ہیں۔ آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ آٹھویں اور نویں صدی آپ کا زمانہ ہے۔ سلطنت بہمنیہ کے مشہور تاجدار سلطان احمد شاہ کے عہد حکومت میں دہلی سے دکن تشریف لائے۔ دکن اس زمانہ میں اپنی قدامت پسندی، بت پرستی اور کفر نوازی کے لحاظ سے شمالی ہندوستان کی نسبت بہت بڑھا چڑھا ہوا تھا۔ حضرت نے اس تاریکی کفر میں ہدایت و رشد کا چراغ روشن کیا اور قلیل عرصہ میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ سلطنت بہمنیہ کا جاہ و جلال جس کام سے محروم رہا، وہ ایک فقیر بوریانشین نے برسوں کے اندر انجام دیدیا۔

۸۲۵ھ حضرت کا سن وصال ہے۔ صدیاں گذر گئیں لیکن اس مجاہد اسلام کا روحانی اثر و اقتدار اب تک دکن کے غیر مسلموں کے قلوب پر باقی ہے۔ دکن، صوبہ مدراس و بمبئی اور دیگر علاقہ جات ہند کے لاکھوں نہیں کروڑوں ہندو اور دوسرے غیر مسلم آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہیں۔ عرس کے موقع پر ہندو، سکھ، پارسی عورت، مرد نہایت عقیدت و ادب سے حاضر ہوتے ہیں اور بعض اوقات مسلمان زائرین سے ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ عرس سرکاری اہتمام سے ہوتا ہے۔ اعلیحضرت حضور نظام دکن و برار خود تشریف لیجا کر رسم عرس ادا فرماتے ہیں۔

چند مہینے ہوئے میں گلبرگہ گیا۔ حسن اتفاق سے یہ عرس کا زمانہ تھا۔ طول و عرض ملک کے ہندو مسلم زائرین موجود تھے۔ دکن کے دیہاتی ہندو مرد عورت تو لاتعداد جمع تھے۔ ان میں تو بہت سے غریب ریل کے سفر کی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے دور دراز سے اپنی معمولی بیل گاڑیوں میں آئے تھے۔ آریہ سماج سالہا سال کی کوششوں کے باوجود ان لوگوں کو عرس کی شرکت سے نہیں روک سکے۔ مزار پر جس عقیدت و احترام سے یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں، وہ واقعی حیرت انگیز ہے۔ یہ لوگ والہانہ انداز میں آتے اور خواجہ گیسو دراز کی شان میں کنڑی زبان کے گیت گاتے، پڑھتے اور چراغ روشن کرتے۔ ان میں سے بعض مزار پر جانے سے قبل اسلامی طریق پر وضو بھی کرتے ہیں۔ میں نے ایک اچھے کھاتے پیتے ہندو کو مزار کے سامنے نعتیں اور خواجہ صاحب کے مناقب گاتے دیکھا۔ اس کے گرد و پیش بہت سے ہندو مرد و عورتیں جمع تھیں۔ یہ بھی سنا ہے کہ عرس کے موقع پر جو چراغ جلائے جاتے ہیں ان کا بقیہ تیل قریب کے ایک ہندو مندر میں بطور تبرک لیجایا جاتا ہے۔ صدیاں گذر گئیں لیکن ہندو عقیدت مند اس رسم کہن کے پابند ہیں۔

ان لوگوں کے یہ طریقے اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے خواہ کیسے ہی ہوں لیکن ان سے اس عقیدت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جو کہ ان غیر مسلموں کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے ہے اور غیر معمولی اور ناقابل شکست روحانی اثر بھی ظاہر ہوتا ہے جو کہ اس جلیل القدر مبلغ اسلام کا ان لوگوں کے قلوب پر ہے۔ اگر حضرت خواجہ کے جانشین ان کے تبلیغی مشن کو جاری رکھتے تو آج دکن کے قریباً تمام ہندو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہوتے۔ گو بہترین وقت ہاتھ سے جا چکا ہے لیکن اب بھی مسلمان خلوص و عزم راسخ کے ساتھ کوشش کریں تو ان ہندوؤں کی کثیر تعداد کو مسلمان بنایا جا سکتا ہے لیکن افسوس دکن کی اسلامی حکومت اپنی سیاسی مجبوریوں، دکن کے مسلمانوں امراء و اکابر اور اہل ثروت اپنی افسوسناک غفلتوں، علماء و مشائخ اپنی اغراض پرستیوں کی وجہ سے بے حرکت ہیں۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ بہترین تبلیغی مواقع مسلمان قوم کے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ کاش کسی کو اس کا احساس ہوتا!

میرے لئے یہاں ایک رنجدہ نظارہ یہ تھا کہ ان ہزاروں لاکھوں غیر مسلم عقیدتمندوں کیلئے تبلیغ اسلام کا کوئی معمولی سے معمولی انتظام موجود نہیں ہے۔ بے شمار پیاسی روحیں اسلام کے آبحیات سے سیراب ہونا چاہتی ہیں۔ انہیں کوئی اس چشمہ روحانی کا راستہ دکھانے والا نہیں۔ خود پہنچ کر اور تلاش کر کے دعوت دینا تو بڑی بات ہے۔ جو دروازہ پر آکر دستک دے رہے ہیں ان کی پکار اور التجا پر بھی کسی کے کان نہیں ہیں۔ عرس کے ایام میں اجتماع عظیم ہوتا ہے۔ غیر مسلموں کے علاوہ ہر طبقہ کے مسلمان بھی دور نزدیک سے آتے ہیں۔ مصارف سفر برداشت کرنے کے علاوہ ویسے بھی بہت کچھ خیرات کرتے ہیں۔ قوالیاں ہوتی ہیں۔ ان میں ہو حق کے نعرے بلند کئے جاتے ہیں اور سننے والے وجد میں آتے ہیں۔ مجذوب و سالک دونوں قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ "مجذوب" اپنی "مجذوبانہ" رنگ اور شان دکھاتے ہیں اور "سالک" اپنے وعظوں میں رموز تصوف بیان کرتے ہیں۔ ننگ دھڑنگ مست قلندر اپنے طریق و ذوق کے مطابق اپنا مظاہرہ کرتے ہیں۔ عماموں، عباؤں، گیروے کپڑوں کی اچھی خاصی نمائش ہو جاتی ہے۔ یہ حرکات شریعت اسلامی کے مطابق ہیں۔ اس سوال کو نظرانداز بھی کر دیا جائے تو یہ بات کیا کم قابل افسوس ہے کہ ان میں سے کسی کو اس مبارک عظیم فرض یعنی تبلیغ اسلام کا بھولے سے بھی خیال نہیں آتا جو کہ اس بزرگ کی زندگی کا مقصد عظیم رہا ہے۔

ایک دوسرا رنجدہ نظارہ یہ تھا کہ اس کے دوسرے دن سہ پہر کے وقت عیسائی یتیم خانہ کی قریباً ۸۰ نوجوان و کمسن لڑکیاں درگاہ میں آئیں اور مزار کا چکر لگا کر چلی گئیں۔ بعض مقامی آدمیوں نے بتایا کہ ان میں ایسی لڑکیاں بھی ہیں جو مسلمان سے عیسائی بنائی گئی ہیں۔ ایک طرف مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ ان کے سامنے تبلیغ کا بہت بڑا میدان ہے جس میں معمولی کوشش سے بہت کامیابی حاصل ہو سکتی ہے لیکن وہ اس میدان میں قدم تک نہیں رکھتے۔ دوسری طرف ان کی بے حسی کی یہ کیفیت ہے کہ مسلمان لڑکیاں کھلے خزانے مرتد کی جا رہی ہیں۔ غیر ان کے گھر پر پے در پے تبلیغی حملے کر رہا ہے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ان میں زندگی و غیرت کی کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔

اس عالمگیر بے حسی و جمود، اس شرمناک غفلت و بے عملی کا مقابلہ پر اس ایمان افروز ولولۂ تبلیغ سے کیجئے جو کہ مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے قلب مبارک میں تھا۔ اور انہوں نے یہی ولولہ ہزاروں دلوں میں پیدا کر دیا۔ آپ ان مجاہدانہ اور ان تھک کوششوں اور قربانیوں کو ملاحظہ کیجئے، جو اس مامور زمانہ کا ساری عمر شعار رہیں اور آج اس کی قائم کردہ جماعت کا شعار ہیں۔ ایمانداری کے ساتھ ذرا غور فرمائیے کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اس دنیا میں تشریف نہ لائے ہوتے اور ان کی جماعت کا وجود نہ ہوتا۔ تو موجودہ دور کے مسلمانوں کے عالمگیر مایوس کن اور ایمان سوز تبلیغی جمود کی موجودگی میں زندگی کی امید کی کہیں کوئی شعاع بھی نظر آتی۔ اغیار کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر جو تبلیغی یورشیں ہوتی رہتی ہیں، ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی موجود ہوتا؟ تو پھر میں خدا کے دین، اس کی کتاب اور اس کے رسول کی عزت و عظمت کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ ایسے مامور اور اس کی جماعت کو برا کہنا اور اس کی مخالفت کرنا اسلام سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔ کاش ہمارے مسلمان بھائی آنکھیں کھول کر حالات کا مطالعہ کریں۔ بے تعصبی و غیر جانبداری سے غور و فکر فرمائیں اور جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کرنے کی بجائے اس کے دست و بازو بنیں [illegible]

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا محیر العقول نشان

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

(از جناب غلام قادر صاحب از جیوڑ سنجل)

واقعہ ہٰذا کو دیکھنے والے اور اس سے اپنے ایمان کو مضبوط کرنے والے یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے چلدیئے مگر عاجز راقم الحروف ابھی قید زندگی میں مبتلا ہے۔ مگر قریب المرگ اگر ضرورت ہو تو ابھی اس قصہ کے دیکھنے والے ایک دو گواہ اور بھی میسر ہو سکتے ہیں۔ مگر تھوڑی مدت کے بعد یہ بھی گزر جائینگے لہذا عرض ہے کہ اس کو معرض تحریر میں لانا چاہئے۔ شاید کسی کو فائدہ پہنچے اور ممکن ہے کہ کسی صادق الخیال کے ایمان لانے کا بھی باعث ہو جائے۔

وہ قصہ یہ ہے

۱۹۰۴ء کے اوائل میں اس عاجز نے بعض وجوہات سے متاثر ہو کر حضرت مرزا صاحب کو مہدی زماں و مسیح دوراں تسلیم کر لیا۔ چنانچہ یہ بات اپنے گاؤں کے عوام و خواص کو عجیب سی معلوم ہوئی اور لوگوں نے عام طور پر اس کو پھیلا دیا۔ انہی دنوں میں ایک روز میں ایک شخص کے پاس جا بیٹھا۔ چنانچہ آتے ہی گاہے گاہے بیٹھا کرتا تھا۔ اسی عادت قدیمہ کے مطابق اس روز بھی جا بیٹھا اس شخص کا نام حیات محمد تھا۔ جو کپڑا بننے کا کام کرتا تھا۔ اس نے یعنی حیات محمد نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم نے مرزا صاحب کی بیعت کر لی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی میں نے بیعت تو نہیں کی۔ مگر وہ مہدی جس کا مسلمانوں کو انتظار تھا۔ میرا یقین ہے کہ یہ وہی مہدی موعود ہے جو آ گیا اور عنقریب ہی بیعت بھی کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حیات محمد مذکور نے ایک سخت آہ بھری اور کہا افسوس اگر مجھ کو آرام ہوتا تو میں بھی مہدی کے دربار میں حاضر ہونے کی کوشش کرتا۔ مگر اب تو میں اس لائق بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ایک سخت مقدمہ فوجداری میں پکڑا ہوا ہوں اور جو میرے پاس پونجی تھی۔ یعنی روپیہ پیسہ۔ وہ خرچ ہو چکا ہے اور مجھ پر عدالت نے فرد جرم قائم کر دیا ہے۔ اب صرف صفائی کے گواہ میں نے پیش کرنے ہیں اور سفائی گزرنے پر کبھی کوئی بری نہیں ہوا۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ میں قید ہو جاؤں گا۔ اتنی بات کر کے اس کے دل میں یہ جوش آیا۔ کیونکہ وہ اس بات کا قائل تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کے لئے معجزات دکھایا کرتا ہے۔ اسی جوش کی حالت میں اس نے کہا۔ اے میرے اللہ۔ اگر مرزا صاحب واقعی تیرے سچے مہدی ہیں تو آج کے بعد مجھے کوئی عدالت طلب نہ کرے اور نہ ہی مجھے کسی عدالت میں پیش ہونے کی ضرورت پیش آئے۔ اگر میں پیش ہوا اور مقدمہ بھی میرے حق میں فیصلہ ہوا تو میں اس مہدی پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا۔ کیونکہ ہارنا اور جیتنا یہ ایک معمولی بات ہے بس میرے لئے صرف یہ نشان ہو گا کہ اب میں کسی عدالت میں پیش نہ کیا جاؤں۔ ان الفاظ میں اس کا مفہوم بیان کیا گیا ہے (اس مقدمہ کی تفصیل یوں ہے کہ حیات محمد مذکور نے

ایک عورت جس کا نام "بھری" تھا اور جس کے میکے موضع منڈیالہ ضلع گجرات میں تھے اور اس کی شادی موضع دائیاں والی ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی تھی۔ مگر اس کا خاوند مرض طاعون سے فوت ہو گیا تھا اور وہ عورت اپنے بھائی کے پاس منڈیالہ میں چلی آئی تھی۔ مدت گزرنے پر اس کے بھائی نے حیات محمد کے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا۔ مگر جب اس کے دیور نے سنا تو اس نے دعویٰ کر دیا کہ اس عورت کا نکاح میرے ساتھ میرے بھائی کے مرنے کے بعد ہو چکا ہوا ہے اور حیات محمد نے عورت کو اغوا کیا ہے۔ یہ مقدمہ گوجرانوالہ میں کسی مجسٹریٹ کے سپرد ہوا۔ طرفین کی طرف سے وکلاء مقرر ہوئے۔ مدعی نے نکاح کا ثبوت پیش کیا۔ حالانکہ وہ بالکل جھوٹا تھا۔ مگر جمعیت کی وجہ سے اس نے پورا ثبوت پیش کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت نے فرد جرم حیات محمد پر لگا دیا۔ اور گواہان صفائی طلب کر لئے۔ اب تاریخ پر گواہ حیات محمد نے پیش کرنے تھے۔ اور چند روز تاریخ میں باقی تھے (جب میرا اور اس کا مذکورہ بالا مکالمہ ہوا) جب اس نے یہ شرط لگائی کہ کوئی مجھے اب کسی عدالت میں طلب نہ کرے گویا اس کے نزدیک صداقت مہدی کا یہ معیار تھا۔ میں نے کہا کہ ایسی شرط جائز نہیں ہے۔ ہاں تم حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھو۔ اور درخواست دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو بچا لیگا حیات محمد نے کہا کہ میں نے صرف خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے اور وہ جانتا ہے۔ اگر یہ مہدی ہے اور حق پر ہے تو اللہ تعالیٰ اس نشان کو پورا کر دکھلائے گا کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔

پھر میں نے کہا کہ اگر تم قید ہو جاؤ یا بچ جاؤ۔ مجھ پر کوئی اثر نہ ہو گا۔ کیونکہ میں نے آثار و نجوم سے ثابت کر لیا ہے کہ وہی مہدی معہود ہے اور صاحب زمان مصدق ہے اور یہی وہ شخص ہے جس کا ہم کو انتظار تھا۔ اب اس کے بعد جو واقعہ ہوا وہ درج ذیل ہے۔ چونکہ اس عورت کی اور حیات محمد کی ضمانتیں تھیں ان کے لئے جانا تو ضروری تھا۔ جب وہ مع گواہان گوجرانوالہ پہنچ گئے تو تمام روز کچہری کے احاطہ میں دونوں فریق بیٹھے رہے۔ مگر کسی نے ان کو نہ بلایا۔ آخری وقت میں فریقین کے وکیل عدالت میں گئے اور اپنے مقدمہ کے متعلق سوال کیا۔ مجسٹریٹ نے منشی کو کہا کہ ان کی مسل پیش کرو۔ منشی نے بہت ہاتھ پیر مارے۔ مگر مسل مقدمہ نہ ملی۔ وکلاء نے از حد کوشش کی۔ مگر مسل کا نام و نشان بھی نہ ملا سبحان اللہ و بحمدہ

حیات محمد تو خوشی سے بیخود ہو کر گھر آیا اور آتے ہی بیعت کا کارڈ تحریر کر دیا۔ اس کارڈ پر میرا نام بھی تھا اور دو اور آدمیوں کے نام۔ جب یہ واقعہ مشہور ہوا تو مخالفین نے یہ مشہور کر دیا کہ مسل جان بوجھ کر ضائع کرائی گئی ہے۔ چند روز کے بعد مدعی نے دوبارہ استغاثہ دائر کر دیا۔ پھر وارنٹ جاری ہوئے

اور ضمانت حیات محمد کی اور بھری کی لی گئی۔ اب مخالفین نے کہنا شروع کیا کہ اب مرزا کو بلاؤ۔ مگر حیات محمد کا تمام اطمینان یہ تھا کہ اگلی بار مسل ضائع ہوئی۔ اب مدعی ضائع ہو جائے گا۔ جب پھر تاریخ پر گئے تو مدعی حاضر نہ تھا۔ آخر مدعی کو بلایا گیا۔ تو اس کا دوسرا بھائی پیش ہوا اور کہا کہ میرے بھائی کو طاعون ہو گئی ہے اور وہ آنے کے قابل نہیں ہے۔ مجسٹریٹ نے اس کو جھڑک کر نکال دیا اور دعویٰ خارج کر دیا۔ حیات محمد کو پھر کبھی پیش ہونے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ بعد اس کے اسی بیماری میں مدعی فوت ہو گیا اور حیات محمد کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ یہ بالکل سچی گواہی ہے اور مسیح موعود کی صداقت پر ایک زندہ نشان ہے۔ یہ بات ۱۹۰۹ء میں میں نے مولانا محمد احسن صاحب امروہی کی خدمت میں عرض کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے سامنے بیان کرو۔ مگر مجھے جرأت نہ ہوئی۔ بعدہٗ کئی دوستوں کو سنائی اور شاید یہ واقعہ الفضل میں شائع بھی ہو چکا ہے مگر مجھے وہ پرچہ نہیں ملا۔

عالمگیر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام اور مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ

حضرت امام عصر حاضر اور آپکی جماعت کی عظیم الشان خدمات دینیہ

(از جناب چوہدری محمد خان نون صاحب ۔ بی ۔ کام)

موجودہ جنگ نے اذہان میں ایک نئے نظام عالم کے قیام کا زبردست خیال پیدا کر دیا ہے۔ مشرق و مغرب سے یہ آواز آرہی ہے۔ کہ یہ جنگ ایک نظام جدید کا پیش خیمہ ہے اور یہ ہے بھی درست۔ کیونکہ اگر موجودہ نظام عالم کی بنیادیں صحیح اصولوں پر استوار کی گئی ہوتیں۔ تو جو قیامت کے نظارے آج دنیا دیکھ رہی ہے۔ اور جس جہنم کا مشاہدہ آج آنکھیں کر رہی ہیں۔ اس کا تجربہ دنیا کو نہ ہوتا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اس نظام کی اساسی نوعیت کیا ہو۔ آیا وہ ان اصولوں پر قائم کیا جائے گا۔ جو اقوام عالم کے نمائیندوں کے دماغوں میں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے قیام امن کے لئے دنیا کو سکھائے ہیں۔

عقل انسانی کے وضع کردہ قوانین خدائے احکم الحاکمین کے جوئے کو گردن سے اتار کر دنیا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ان کی ناکامی کا متعدد مرتبہ تلخ ترین تجربہ بنی نوع انسان کو ہو چکا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد مجلس بین الاقوام کا قیام قیام امن کے مترادف سمجھا گیا۔ لیکن آج کون نہیں جانتا کہ یہ نام نہاد مجلس امن پیغام اجل ثابت ہوئی۔ اور آج دنیا پر اس سراب کی حقیقت منکشف ہو چکی ہے تو معلوم ہوا کہ محض ڈھکوسلوں سے دنیا میں امن کا دور دورہ نہیں ہو سکتا قیام امن کے لئے یقیناً یقیناً ان اصولوں پر کاربند ہونا پڑے گا۔ جو خداوند کریم نے اپنے عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ دنیا کو سکھائے۔ بالالفاظ دیگر کسی بہترین مذہبی اصولوں پر نئے نظام کی بنیادیں رکھنی پڑینگی لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کونسا مذہب ہے۔ جس کے اصول ہر لحاظ سے ہر مشکل کو حل کرتے ہوں۔ کیونکہ ہر مذہب کے نمائیندے اپنے ہی مذہب کو بہترین لائحہ عمل تصور کرتے ہیں اس سوال کا جواب چنداں مشکل نہیں۔ وہ مذہب جو عالمگیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ وہ مذہب جس کے بانی کا یہ دعوےٰ ہو۔ کہ وہ ہر زمانہ اور ہر قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور وہ مذہب جس کا یہ دعویٰ ہو۔ کہ وہ کامل مکمل مذہب ہے وہی مذہب ایسے اصول پیش کر سکتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر بہترین نظام عالم قائم کیا جا سکتا ہے۔

مذاہب کی تعلیم کی آئینہ دار ان کی مذہبی یعنی الہامی کتب ہیں۔ ان کا نظر غائر سے مطالعہ اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ اگر عالمگیر مذہب ہونے کا دعویٰ ہے نہ صرف دعویٰ بلکہ تاریخ کی شہادت موجود ہے تو وہ صرف اسلام کو ہے اگر کسی بانی مذہب کو تمام قوموں اور تمام زمانوں کیطرف مبعوث کئے جانے کا دعویٰ ہے تو وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کسی کو نہیں۔ اور اگر کامل مذہب ہونے کا دعویٰ کسی مذہب کی الہامی کتاب سے ثابت ہے تو وہ صرف قرآن کریم سے ہی ثابت ہے۔ ولاغیر۔ بس اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کے پیش کردہ قوانین کو بروئے کار لا کر بے نقص اور دوامی نظام کو تشکیل دی جا سکتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل العلمین کی بتائی ہوئی راہوں پر گامزن کر دیا جائے پس اسلامی تعلیم کو کرہ ارض کے گوشے گوشے میں پہنچایا جائے تا ہر طرف سلامتی و امن پیدا ہو جائے۔ اور وہ نیا نظام عالم جس کی انتظار میں سب آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ وہ اسلام کے ذریعہ وجود میں آجائے۔

آج مسلم قوم یہ آواز بلند کر رہی ہے کہ قوم کی صحیح رہنمائی کرنے کے لئے کوئی شخص پیدا نہیں ہوتا۔ کاش یہ شور برپا کرنے والے قرآن و حدیث میں تدبر کرتے تو انہیں اس رجل عظیم کی شناخت کی توفیق بھی مل جاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کا پہلوان بنا کر بھیجا تا کہ وہ اسلام کی برتری دنیا پر از سر نو ظاہر کرے۔ غور کرنے والوں کیلئے ایک دو امور عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اپنا یہ قانون بیان فرمایا۔ ہے فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فسقون ○ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا قد بینا لکم الآیات لعلکم تعقلون ○ ۔ ترجمہ یعنی جب ایک دراز مدت گذر جاتی ہے۔ تو دلوں میں سختی آجاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ بکثرت نافرمان ہو جاتے ہیں۔ جان رکھو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کے مرنیکے بعد زندہ کیا کرتا ہے یقیناً اللہ اپنی آیات کو کھول کر بیان فرماتا ہے کہ تم عقل سے کام لو۔" تو فرمایا کہ کسی روحانی پیشوا کی وفات کے بعد جب ایک لمبی مدت گذر جاتی ہے تو دل سخت ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں غفلت اور فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے تب خدا اپنی ازلی سنت کے مطابق کسی روحانی انسان کے ذریعہ ان روحانی مردوں کو نئی زندگی بخشتا ہے چنانچہ اس روحانی احیاء کے لئے حضرت محمد صلعم سے قبل ہمیں انبیاء کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جن کے ذریعے روحانی مردے زندہ ہوتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم کے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ تو مسدود ہے اس لئے نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مگر خدا کا قانون برابر اس طرح چلتا ہے۔ کہ طولانی عرصہ کے بعد دل سخت ہو جاتے ہیں اور زمین مردہ ہو جاتی ہے۔ لہذا اس احیائے روحانی کے لئے روحانی ہستیوں کا آنا اب بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح پہلے ضروری تھا۔ پس آنحضرت صلعم کو یہ وعدہ دیا گیا۔ کہ "ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا" ترجمہ یعنی بیشک اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے جو دین کی تجدید کرتا رہیگا۔ یعنی آپکے لائے ہوئے دین کی تجدید اور تر و تازگی کے لئے اور روحانی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے آپ کی امت میں سے ایسے لوگ وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہینگے۔ جو آپ کے علم و حکمت اور کمالات باطنی کے وارث ہوں گے۔ اور آپ کے فیوض روحانی سے مستفیض ہو کر آپ کے لائے ہوئے کامل و مکمل مذہب کی تجدید کریں گے۔ یعنی انہی ہدایتوں کی طرف سے جو غفلت دلوں میں گھر کر جاتی ہے وہ دور کریں گے۔ اور تمام بدعات سے مذہب کو پاک کریں گے۔ جو امتداد زمانہ سے مذہب میں مل جاتی ہیں۔ اور مذہب باطلہ کے حملوں سے اس کی حفاظت کریں گے۔ اور ضروریات زمانہ کے مطابق دین حق کی تصدیق اور تائید و اشاعت کریں گے۔ قرآن کریم نے ایسے لوگوں کا نام خلفائے محمدی رکھا ہے۔ جیسا کہ آیت استخلاف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال رکھتے ہیں۔ کہ خدا انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اور ان کے لئے ان کے دین کو جو انہیں پسندیدہ ہے مضبوط کرے گا۔ اور انکے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اسلامی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات پورے طور پر عیاں ہے کہ مندرجہ بالا وعدہ جو نبی کریم سے خدائے علیم و خبیر نے کیا تھا۔ وہ حرف بحرف پورا ہوتا چلا آیا اور اس کے خلاف ہوتا بھی کیونکر۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ وعدے کیخلاف نہیں کرتا" من اصدق من اللہ قیلا" چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس وعدہ کے مطابق عین ضرورت کیمطابق چودہویں صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کو خلعت مجددیت پہنایا۔ پس اے مسلم قوم جس مصلح کی تجھے تلاش ہے۔ تو وہ حسب وعدہ الہیٰ پیدا ہو چکا اور اس نے تجدید دین کا کام جو اس کے سپرد کیا گیا تھا وہ بھی کر دکھایا۔ اب یہ تیرا کام ہے۔ کہ اس کو شناخت کرے اور اس کی صحیح قیادت میں اپنے مردہ دلوں کو زندہ کر کے اور قرآن کو ہاتھوں میں لے کر دنیا پر چھا جائے اور دنیا کو بتا دے کہ نبی عربی صلعم کا لایا ہوا قانون ہی امن کا ضامن ہو سکتا ہے حضرت امام عصر حاضر نے جو عظیم المرتبت خدمات دینیہ کی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہر وہ شخص جو انصاف کی عینک سے مطالعہ کرے گا وہ لازماً یہ نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ اگر کسی شخص نے اغیار مذاہب کے ناواجب حملوں کی روک تھام کر کے دنیا پر محاسن اسلام ظاہر کئے تو وہ صرف حضرت مرزا غلام احمد محبوب سبحانی کی ذات بابرکات ہے۔ اگر دہریوں کے مقابلہ میں کسی شخص نے زندہ خدا کا ثبوت پیش کیا۔ تو اس مجدد اعظم نے۔ اگر کفر و الحاد کے مراکز میں تبلیغ و اشاعت کا علم بلند کیا تو اسی مرد خدا نے اگر اسلام کی خوبیوں کو اعلےٰ ترین رنگ میں پیش کرنے کا فخر حاصل کیا تو اسی امام وقت نے۔ غرض کہ خدمت

اسلام کا عین ضرورت کے وقت اور ضرورت زمانہ کے لحاظ سے بیڑا اٹھانے والا سوائے مصلح ربانی کے اور کوئی ہرگز نہیں ہے۔ ان امور پر آپ کی متعدد تصانیف غیر مذاہب سے مباحثات، اور سینکڑوں انعامی و غیر انعامی اشتہارات اور دیگر ہر قسم کی تحاریر کو تقاریر زندہ ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ یہاں اخبار کے محدود صفحات میں ان تفاصیل کا موقع نہیں۔ ورنہ ان امور پر تبصرہ کے لئے کئی کتب بھی ناکافی ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ یہ تبلیغ و اشاعت کا کام آپ کی ذات تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہو۔ بلکہ آپ نے اس غرض کیلئے ارشاد ربانی کے ماتحت ایک جماعت تیار کی جس کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ الحق قرار پایا۔ سو خدا کے فضل سے مجدد دوران کی قائم کردہ جماعت ہر رنگ میں اپنے امام کے نقش قدم پر چل کر خدمت دین میں مصروف ہے۔ ایک ربع صدی کے اندر اندر اس چھوٹی سی جماعت نے محض نصرت الٰہی سے جو خدمات دینیہ حضرت امیر مولانا محمد علی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں سرانجام دی ہیں۔ وہ بخوف طوالت یہاں بیان نہیں کی جا سکتیں۔

الغرض کہ اس جماعت نے کفرستانوں میں مسجدیں بنا کر اللہ اکبر کی آواز کو بلند کیا اور ہزارہا نفوس کو حلقہ بگوش اسلام کر کے ان کے دلوں پر اسلام کی شوکت کو ظاہر کیا۔ قرآن کریم اور سیرت نبوی کے مختلف زبانوں میں تراجم کرا کے ان ممالک میں پھیلایا جہاں اسلامی تعلیم سے بےخبری اور لاعلمی محض تھی۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اندریں حالات مسلمان قوم اس چھوٹی سی جماعت کے ساتھ مل کر اس عظیم الشان جہاد میں شمولیت اختیار کرے۔ یوں تو مسلمانوں کے بہت سے ادارے بھی ہیں انجمنیں بھی ہیں۔ ریاستیں اور سلطنتیں بھی ہیں۔ لیکن مقام غور ہے کہ ان اداروں، انجمنوں اور ریاستوں کے ذریعے تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کس حد تک ہو رہا ہے۔ واقعات شاہد ہیں کہ اس ضمن میں کام صفر نظر آتا ہے۔ جس کی آخر کوئی وجہ ہے۔ سوائے اس کے بےعملی کی اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مسلمانوں کو الاماشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان نہیں رہا۔ اور کامیابی کا مدار انسانی تدابیر پر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ اگر اس وعدہ کے حق ہونے پر پختہ یقین اور کامل ایمان ہوتا۔ اور اس کے وعدہ کی تکمیل میں اپنی فلاح و بہبود کا مضمر ہونا دلوں میں جاگزیں ہوتا۔ تو مسلمان بلا پس و پیش امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے شریک عمل بھی ہو جاتے۔ الحمد للہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کے اندر یہ ایمان پیدا کر کے کہ اسلام باوجود تمام روکوں اور مخالفتوں کے آخر غالب آ کے گا۔ ایک زبردست قوت عمل کی لہر دوڑا دی۔ یہی وہ جذبہ ہے یہی وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اٹل ایمان ہے جس کی بدولت جماعت نے باوجود قلت اسباب کے وہ شاندار خدمات دینیہ انجام دی ہیں کہ انصاف پسند حضرات کو یہ اعتراف کرنا پڑا ہے کہ آج صفحہ ہستی پر یہی ایک واحد گروہ ہے جس کا منتہائے مقصود خدا و ندیگانہ کی بادشاہت کو قائم کرنا ہے۔ خدا وند عالم نے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمانوں کی منتشر قوم کو ایک لڑی میں منسلک کرنے کے لئے اور باطل پرست مذاہب کے شیدائیوں کو نور اسلام سے روشناس کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ سب کی سب قوم اس امام کے جھنڈے تلے جمع ہو نا سب کے سب ربانی لشکر میں روحانی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر فتوحات اسلام کی تو سیع کریں۔ اور اب تو واقعات نے شہادت دے دی کہ سوائے حضرت امام وقت کی تجویز کردہ راہ پر عمل پیرا ہونے کے یہ کام غیر ممکن ہے۔

پس اے برادران اسلام ضرورت اسلام کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کاموں کی عظمت کا پاس کرتے ہوئے اور حضرت نبی کریم صلعم کے قول کی عزت کو برقرار رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو حق سمجھتے ہوئے آؤ۔ اور مجاہدین کی جماعت کے ساتھ مل کر اللہ اکبر میں ہاتھ بٹاؤ۔ تا اسلام کا غلبہ جلد از جلد ہو کر دنیا میں امن کے قیام کے امکانات پیدا ہو جائیں۔ اگر آپ لوگ اس طرح غفلت کی لحافوں میں پڑے سوئے رہے تو یہ آپ کی بدبختی ہو گی اللہ تعالیٰ کے وعدے تو سچے ہیں وہ بہرحال پورے ہو کر رہینگے کوئی ان کو روک نہیں سکتا۔ ہاں وہ لوگ جو صادقوں اور اللہ تعالیٰ کے ماموروں کی قدر نہیں کرتے وہ مطابق فرمودہ حضرت نبی کریم صلعم جہالت کی موت مرتے ہیں۔ پس اگر آپ لوگ خواہاں ہیں کہ اسلام کا پھریرا تمام دنیا پر لہرا جائے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت دلوں پر قائم ہو جائے اور نبی آخر الزمان کے لائے ہوئے مکمل اور آخری قانون کے آگے دنیا سر تسلیم خم کر دے اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس دنیا سے اس حالت میں کوچ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔ تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے کہ زمانہ کے امام کی شناخت کی جائے اور ان راہوں پر قدم مارا جائے جو اس نے دکھائی ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مسلمان قوم کے اندر خدمت اسلام کے لئے ایک بے پناہ درد اور اخلاص پیدا کر دے اور وہ اپنے فرائض منصبی کو سمجھتے ہوئے اس جہاد کے جس کی آج غلبہ اسلام کے لئے سخت ضرورت ہے کمربستہ ہو جائیں۔

موجودہ تاریخ انسانی کے سب سے خطرناک جنگیں پیدا ہو رہی ہیں یہ جنگ در حقیقت ان بگڑے ہوئے خیالات کی جنگ ہے۔ جو فلسفہ کی شکل میں لوگوں کے دماغ میں نفوذ کر گئی ہے ہر ایک احمدی کیلئے یہ وقت زیادہ سے زیادہ سعی اور قربانی دکھانے کا ہے جب تک لوگ اس البیت کی چھت کے نیچے یا حرم کی چار دیواری میں داخل نہیں ہوتے۔ ان کیلئے اب دنیا میں کوئی امن کی جگہ نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین برحق کی غلامی ہی لوگوں کے بگڑے ہوئے خیالات اور غلط فلسفہ کا علاج ہے۔ یہ مثابہ مساوات نسل انسانی اور توحید الٰہی کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے نسلی قومی اور ذاتی برتری کے بت کو پاش پاش کرتا ہے جس کی پوجا اس وقت یورپ کی اقوام کر رہی ہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سامنے وہ مقدس جنگ درپیش ہے جس میں نہ بندوق کے فائر ہوتے ہیں اور نہ بارود کے بم گرائے جاتے ہیں۔ نہ فولادی ٹینکوں کے ذریعے بےشمار لوگوں کی جان لی جاتی ہے۔ بلکہ مخلوق خدا کو اس امن والے گھر کے نیچے لانے کے لئے اپنی جان دی جاتی اور اپنا آپ کھویا جاتا ہے اس کارزار تبلیغ میں شجاعت جان لینے کا نام نہیں۔ بلکہ ✕

دنیا میں ایک روحانی پناہ گاہ

اسکے نیچے لوگوں کو لانے کی ضرورت

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

بنی اسرائیل بلکہ کل سامی قوموں میں بیت ایل یا بیت اللہ کا مفہوم وہ نہ تھا جو ہم مسلمانوں میں ہے۔ وہ اسے خدا کی عبادت کا مخصوص گھر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک بیت ایل وہ ہے جس میں خدا بذات خود رہتا ہے۔ خدا کی عبادت کرنے والوں کے اجتماع کی جگہ بھی بیت ایل نہ کہلاتی تھی۔ ہندوؤں میں اور مشرک قوموں میں مندر اصل میں کسی دیوتا کا بت ہوتا ہے یا اس کا کوئی مقدس نشان۔ ان لوگوں کا ابتدائی خیال یہ تھا کہ خدا کسی نہ کسی قدرتی چیز میں رہتا ہے اس کے بعد لوگوں نے اپنے تخیل سے خدا کے بت بنانے شروع کئے۔ تو لازمی طور پر خدا کی حفاظت کا سوال بھی پیش آیا۔ تو خدا کے چوری جانے کے خوف سے مندر یا اسکی حفاظت کے گھر بنانے پڑے چنانچہ ——

قاضیوں کی کتاب باب ۱۷ میں یہ ذکر ہے کہ میکاہ کی ماں نے سونے چاندی کا بت بنایا مگر بنی اسرائیل اسے چرا کر لے گئے۔

بیت المقدس بھی خدا کی عبادت کا گھر نہ تھا۔ اور نہ خدا تعالیٰ نے اس کی تعمیر کا حضرت داؤد علیہ السلام یا حضرت سلیمان ؑ کو حکم دیا۔ خدا کی عبادت کا گھر یا لوگوں کے دین کی حفاظت کا گھر بیت اللہ کا ایک ترقی یافتہ مفہوم ہے

قرآن مجید میں اسے صرف البیت کہا گیا ہے جیسے طرح اللہ کے معنی خاص ہیں آئندہ کسی بت یا غیر معبود کے لئے کبھی استعمال نہیں ہوا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النبیؐ یا The Prophet ہیں۔ یعنی تمام انبیاء کے موعود نبی ہیں اسی طرح وہ گھر جو صرف خدائے واحد کی عبادت کے لئے سب سے پہلے بنایا گیا اور انبیاء کا موعود گھر ہے۔ وہ البیت کہلاتا ہے۔

اس گھر کی ایک خصوصیت یہ بتائی ہے کہ وہ مثابۃ للناس وامنا ہے۔ دنیا کے تمام فسادات اور بدامنیوں میں وہ ایک Shelter یا پناہگاہ ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی شے کو اسکی پہلی حالت کی طرف لوٹانا۔ ثوب کپڑے کو اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں دھاگے بار بار اوائل کیطرف لوٹتے ہیں پس البیت مثابہ اس لحاظ سے ہے کہ وہ توحید کا پہلا گھر ہے اور آخری بھی ہے۔ ہدایت وہیں سے شروع ہوئی اور آخر پر تکمیل پا کر اس گھر کی طرف لوٹے گی۔ یا یہ مثابہ اس لئے ہے کہ تلبیۃ الحوض ما یثوب الیہ الماء ہر ایک برکت اور بارش جو دنیا میں کسی جگہ ہوئی وہ لوٹ کر اسی جگہ آ گئی۔

کعبہ کو مثابہ اس بنا پر بھی کہا گیا۔ کہ تفرقہ کے بعد ساری دنیا کے لوگ وہاں جمع ہونگے۔ یا انبیاء کا متفرق گلہ اسی جگہ اکٹھا ہو گا۔

دنیا کے تمام ممالک میں آج کل پناہ گاہیں تعمیر ہو رہی ہیں جہاں جنگ کا دیوتا غضبناک نظر آ رہا ہے وہاں اپنوں کیا تو ہمدردی اور دوسروں پر اپنی جان قربان کر دینے کے جذبات جان اور مال سب کچھ دیدینے کا نام ہے۔ احمدیت صرف ہاں یا نہیں کا مذہب نہیں۔ بلکہ ایک ایسی ہاں اور نہیں جس کے ساتھ جان اور مال کی قربانی کی شرط ہے۔ دنیا کی تاریکیوں کے اندر اور مصائب کی گھنگھور گھٹاؤں میں اس ایمانی ہیرے کو اور بھی زیادہ روشن ہونا چاہیے۔ یورپ کی جوع الارض لوگوں سے کس قدر

غلبۂ اسلام محض تبلیغ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے

واقعاتِ حاضرہ کی زبردست شہادت

(جناب شیخ مسلم ایم۔اے)

اسلام نے اپنی اشاعت کے لئے کبھی بھی تلوار کی ۔ ۔ ۔ ۔ ضرورت محسوس نہیں کی۔ کیونکہ اسکے دلائل و براہین کی شمشیر قاطع کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی اور نہ ہی بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی ترویج کے لئے کسی وقت جنگ کی۔

تاریخ کے مطالعہ سے اس قدر پتہ چلتا ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر مذاہب پھیلے۔ یا غیر مذہبی اصول رائج ہوئے وہ محض پروپاغنڈہ ہی کی مدد سے۔ اقوام عالم نے مادی طاقت کے بل بوتے پر تبدیلی عقاید کے لئے جسقدر بھی کوشش کی وہ ناکام ہی رہی۔ اگر ایک قوم کسی وقت سامان حرب کی مدد سے دوسری قوم پر غالب آ بھی گئی تو بھی مظلوم قوم موقع کی متلاشی رہی۔ اور موقع پاتے ہی انتقام پر آمادہ ہو گئی۔ خود مسلمانوں کی تاریخ اسپر شواہد رکھتی ہے۔ کل کی بات ہے۔ کہ جنگ عظیم میں بعض ممالک کی طاقت غالب اقوام نے بزعم خود ختم کر دی مگر زمانہ بھرنے جلد ہی دیکھا کہ وہ اقوام آج پھر نبرد آزما ہیں لیکن اگر چند لمحات کے لئے اس امر کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سامان حرب کی بدولت اسلام پھیلایا جا سکتا ہے۔ تو دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا حال یا مستقبل قریب میں مسلمان ممالک میں یہ سکت ہوگی کہ وہ اپنی حفاظت کرنے کے علاوہ غیر مسلم ممالک کو فتح کر کے وہاں اسلام کا علم بلند کر سکیں،

اس سوال کے جواب کے لئے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ آیا کوئی اسلامی ملک ہے بھی کہ نہیں۔ گذشتہ نصف صدی کی تاریخ اور اسلامی ممالک میں انقلابی تحریکوں کے مطالعہ سے ایک بات واضح ہے۔ کہ اسوقت دنیا میں قومی اتحاد کی بنیاد زیادہ تر نسلی امتیازات پر ہے۔ اور اگر کہیں ملکی رنگ نظر آتا ہے۔ تو وہ ظاہریت ہے۔ حقیقت میں وہاں بھی نسل ہی کا اثر کام کر رہا ہے۔ مسلم سلاطین کے جبر وجمود کے خلاف عربی ممالک یا، ترکی، اور ایران وغیرہ میں جتنی تحریکیں برپا ہوئیں، وہ تمام کی تمام یورپ سے متاثر ہوئیں۔ اور ان کے چلانے والے وہ لوگ، تھے جنکی تعلیم مغربی ممالک میں ہوئی یا وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں کے زیر اثر تھے۔ اور انہوں نے ایران، ترکی، اور عربی ممالک میں ایرانی۔ ترک اور عرب نسل کے امتیازات پر اساس سلطنت رکھی، اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ان ممالک کے باشندے انفرادی طور پر مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن اجتماعی رنگ میں اسلام وہاں مفقود ہے۔ اور علم النفسیات کے کسی طالب علم سے یہ امر پوشیدہ نہیں۔ کہ ان کا اقرار اسلام بھی چند سالوں کی بات ہے۔

لیکن اگر کوئی دوست اسبات پر مصر ہو کہ وہ حکومتیں اسلامی ہیں۔ تو پھر یہ دیکھنا باقی رہ جاتا ہے۔ کہ آیا مستقبل میں وہ اس قابل ہو سکتی ہیں۔ کہ آلات حرب کی مدد سے غیر مسلم ممالک پر غالب آ سکیں، جہاں تک موجودہ حالات کا تعلق ہے۔ اُن میں سے کسی ملک میں اتنی استطاعت نہیں کہ وہ دنیا کے طاقتور ممالک۔ مثلاً روس، جرمنی، فرانس برطانیہ یا امریکہ وغیرہ کا مقابلہ کر سکے، اور آئیندہ کے متعلق بھی چنداں غور وفکر کی ضرورت نہیں۔

ابتدا ہی سے جنگ کا انحصار آلات حرب پر رہا ہے اور آلات حرب کی تیاری کے لئے دھاتوں کی اشد ضرورت ہے اور موجودہ مسلمان ملکوں میں دھاتوں کا فقدان ہے، ممکنات کو چھوڑ کر حقائق کو لیجئے کہ مستقبل روشن نظر نہیں آتا مسلمان بظاہر مدتوں تک اغیار سے سامان جنگ حاصل کرنے کے محتاج رہینگے، اور وہ بھی محدود ومقدار میں کیونکہ سامان حرب کی خرید کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے اور اسکی اپنے ہاں قلت ہے۔ علاوہ ازیں جو سامان یہ خرید کرینگے۔ وہ ہر روز کی جدید ایجادات کے مقابل ناقص رہیگا۔ پھر اغیار انکو اپنا دشمن سمجھتے ہوئے کمزور رکھنے کی کوشش کرینگے۔ نہ کہ طاقتور ہونیکا موقع دینگے وعلیٰ ہذا القیاس، اگر دیکھا جائے تو سیاسی رنگ میں مسلمانوں کے غلبے کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں۔

تو کیا اسلام کے پاس حملہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں رہا؟ راستہ ہے۔ وہ ایک ہی راستہ ہے جو ہمیشہ رہا ہے۔ جہاں سے حملہ کبھی ناکام نہیں رہا اور نہ کبھی ناکام ہوگا اور وہ راستہ یہ ہے۔ کہ اسلام اپنی صداقت کی تلوار سے حملہ آور ہو۔

یورپ سیاسی طور پر جس قدر ناقابل تسخیر طور پر مسلح ہے اسی قدر روحانی اور اخلاقی طور پر اس دَور میں بالخصوص بے بس ہے یورپ میں عیسائیت کو مٹے مدت ہو چکی۔ مذہب کی کوئی بھی صورت وہاں موجود نہیں، اس لئے لوگ ظن تخمین کے بھیانک جنگلات میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ گذشتہ اور موجودہ جنگ اس گمراہی اور عدم یقین کی آئینہ دار ہیں۔ مذہب سے وہ کورے تھے ہی۔ اب ان کو اپنے سیاسی، اقتصادی اور مجلسی نظام سے بھی حسن ظن نہیں رہا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ فریقین جنگ اپنے اپنے سیاسی نظاموں کو غلط سمجھکر نئے نظاموں کے اعلانات کر رہے ہیں۔ یہ وہ میدان ہے۔ جہاں ا[illegible] کے پاؤں نہیں جمتے۔ علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا تھا۔

لیا لب شیشۂ تہذیب حاضر ہے مئے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ اِلّا

یورپ کی فضا اس وقت لا اِلٰہ کے الفاظ سے گونج رہی ہے، اور اس فضا میں سکون پیدا کرنے کیلئے ضرورت ہے۔ کہ اسلامی ممالک سے اِلّا اللّٰہ کی آذان بلند ہو۔

پس اس وقت اسلام کی کامیابی کا کوئی ذریعہ ہے۔ تو وہ محض تبلیغ اسلام ہے، اور اس سے بہتر کوئی موقع مل بھی نہیں سکتا یورپ نے رہبانیت اور مادیت دونوں کو باری باری آزمایا، اور اسکی تسکین نہ ہوئی۔ اور اس وقت وہ مایوس ہو کر العطش کی صدا بلند کر رہا ہے، اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو کہ اسکی تشنگی کو دور کر سکتا ہے۔ یورپ کی اس اشد ضرورت کے ساتھ ساتھ جنگ کی ہولناکیوں نے اسے خدا سے قریب تر کر دیا ہے۔ اور آج تمام ممالک لفظ پر تائید آسمانی کو پکار رہے ہیں۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اشاعت کے لئے جو آسانیاں اس دور میں حاصل ہیں۔ وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں، بالخصوص ریڈیو کی ایجاد نے اس کام کو بہت آسان کر دیا ہے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا ہے۔ کہ پروپیگنڈہ اگر صحیح طریق سے کیا جائے۔ تو اس کا اتنا زبردست اثر ہے کہ بڑی بڑی فوجیں اور ہوائی جہازوں کے حملے اس کے مقابل ہیچ ہیں اور اس سے اگر صداقت کی تبلیغ کی جائے تو اسکا نتیجہ تو بہترین ہو سکتا ہے۔

واقعات کی یہ شہادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بصیرت اور دور اندیشی پر دال ہے۔ جنہوں نے آج سے سالہا سال پہلے تمام ابنائے ملت کے برعکس اعلان کیا کہ اسلام کی اشاعت کا واحد ذریعہ صداقت و براہین کی تبلیغ ہے۔ اور اسی یقین کی بنا پر نہ صرف اپنی زندگی اس طریق پر بسر کر دی۔ بلکہ ایک کثیر جماعت کو اس کام پر لگایا، وقت نے پہلے بھی شہادت دی اور آج بھی شہادت دے رہا ہے۔ اور زیادہ بلند آواز سے دے رہا ہے کہ اس مامور من اللہ کی رائے صائب ترین تھی، اور اسلام کی اشاعت کا طریق محض قرآن کی تبلیغ ہے۔

احبابِ جماعت توجہ فرمائیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک ٹریکٹ "ایک دردمندانہ اپیل" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے اور انجمن کیطرف سے ٹریکٹ باہر جماعتوں میں بھیجا گیا ہے۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ اس ٹریکٹ کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کریں۔ لوگوں سے خود ملیں اور انہیں یہ ٹریکٹ دیں اور پڑھنے کی تحریک کریں اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے بھی غیر از جماعت لوگوں کو تیار کریں۔ امید ہے جن احباب کے نام یہ مذکورہ بالا ٹریکٹ بھیجا گیا ہے۔ وہ اس کام کو نہایت اہتمام اور توجہ کے ساتھ کرینگے اور عند اللہ ماجور ہونگے۔

ارشادِ امیر

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ بالفاظ دیگر جہاد میں شامل ہونیکی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

جنرل سکرٹری جمعیتہ علمائے سندھ کا مکتوب

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کے نام

مکتوب

بسملاً حامداً مصلیاً و مسلماً۔ میرے تاثرات عالیہ
برادر محترم عزیزی مولوی عزیز بخش وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ
وبرکاتہ۔ پیغام صلح باقاعدہ مسلسل آ رہا ہے اور میں باوجود
کثرت مشاغل کے چونکہ طلب حق کی تڑپ دل میں رکھتا ہوں۔
اس کا بلا ناغہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ علی الخصوص علمی مضامین
کا اور جناب امیر جماعت احمدیہ مولوی محمد علی صاحب کے خطبات
اور مضامین کا۔ و نیز جناب دار و غہ الٰہی بخش صاحب لاہوری کے
مضمون کا دل پر بہت اثر ہوا ہے۔ میں نے اب تک مندرجہ ذیل
چند رسائل مرسولہ آپ کے مطالعہ کئے ہیں۔ سراج منیر [1]
ہمارے عقائد [2]، اثبات مجدد دین [3]، رد تکفیر اہل قبلہ [4]، اسلام کا دور جدید [5]
اور باقی بھی تدریج کے ساتھ مطالعہ کرونگا۔ خصوصیت کے ساتھ
"آئینہ احمدیت" در بارہ تردید اعتراضات سید حبیب صاحب۔
اب اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ قادیانی جماعت جناب مرزا
صاحب کی صحیح تعلیمات سے منحرف ہو گئی ہے . . . . .
اور بقول مولانا محمد علی صاحب قادیانی جماعت نے نہ تو سید الانبیا
رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدر کو سمجھا اور نہ جناب
مرزا صاحب کی حقیقت کو ہی سمجھا میرے خیال میں اس بات میں
کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ قادیانی جماعت کو اسلام اور امت مسلمہ
سے کچھ لگاؤ نہیں ہے۔ اگرچہ بظاہر دعوے اسلام ہے۔ مگر اسلامی
روح اور تعلیمات حضرت داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے فقط
ظاہری اور برائے نام تعلق ہے آپ جو جناب مرزا صاحب بزرگ
کی تعلیمات کا نقشہ اور ان کی اصلی حیثیت اور ان کی بعثت کی غرض و
غایت پیش کر رہے ہیں، درحقیقت اس میں اور اصلی تعلیمات محمدیہ
علیٰ صاحبہا التحیتہ والسلام میں تباین اور تضاد محسوس نہیں
ہوتا۔ آپ کی تحریرات اور رسائل و کتابوں سے جناب ختم المرسلین
سید الاولین والآخرین روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع الا
صفات پر فدائیت اور عشق و کافتہ المسلمین اور ممالک اسلامیہ
سے محبت اور تعلیمات قرآنیہ پر تعمیل کا شغف نمایاں اور
ظاہر و باہر ہے۔ آپ کی جماعت جس بلند ہمتی اور عالی حوصلگی
و خلوص نیت و طریقہ حسنہ سے اسلام کی ہند اور بیرون ہند
میں تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے اس سے انکار کرنا معصیت اور
تنگدلی ہے۔ میں اس سے بھی انکار کرنا مذموم سمجھتا ہوں کہ آپ
کی جماعت کے علماء غیر مسلم معاندین مخالفین اسلام کے اعتراضات
اور تردید میں جس بصیرت اور اصابت رائے و معقولیت سے
جوابات دے رہے ہیں، وہ قابل تحسین و ستائش ہیں۔ اگرچہ
میرا ابتدا سے حسب قول سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ
عنہ یہ مسلک رہا ہے کہ اہل قبلہ شخص میں اگر ننانوے وجوہات
کفر کی موجود نظر آئیں اور ایک وجہ اسلام کی تو آپ اس ایک
وجہ کو ترجیح دیں کسی کو میں نے کافر نہیں کہا اور ہمیشہ اس بارہ میں
خشیتہ اللہ کی وجہ سے کف لسان کرتا ہوں۔ مگر پھر بھی ایک سال

پہلے میں جناب مرزا صاحب کے خلاف تھا۔ پہلی مرتبہ مرزا صاحب
کے ساتھ محبت پیدا ہونے کا اس طرح سبب ہوا کہ موسم گرما میں
میرا قیام چند ہفتے کراچی میں ہوا۔ وہاں چند بہائیوں سے ملاقات
ہوئی اور رفیق [1] مبلغ [2] رسالہ "پیامبر دہلی" اور چودہ پندرہ رسالہ
"بہائی سینئی" کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ اور اس کے بعد میں نے اہل بہا
کی شائع کردہ مایہ ناز کتاب "حضرت بہاء اللہ اور عصر جدید" کو پڑھا
اہل بہا دوستوں کی ملاقات سے کچھ اثر پڑا تھا۔ مگر رسالہ جات
کو دیکھکر وہ اثر ترقی پذیر ہونے کی بجائے رک گیا۔ کیونکہ اہل بہا
قیامت کے منکر اور کافروں کو بیٹی دینے کو جائز سمجھتے والے نظر
آئے۔ بعد ازیں کتاب مذکورہ نے کام تمام کر دیا اور اس گروہ
کے بطلان کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کو منسوخ، سود کو جائز
و حلال سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ البتہ ان کی کتابوں سے یہ امر ہوا
کہ جناب علی محمد باب اور جناب بہاء اللہ مسلمان ہو کر اس قدر
اسلام اور داعی اسلام کی ذات کمالات انتساب سے منحرف
اور باغی ہو گئے اور اپنا دین بنا لیا اور حلال و حرام کو بدل دیا۔
برعکس اس کے جناب مرزا صاحب ابتدا سے لیکر آخر تک اسلام
کے دامن عزیز کو لپٹا رہا۔ اور اپنے آقا حضور انور کی حرمت و ناموس
پر فدا ہوتا رہا۔ قرآن پاک کو اپنی شریعت ظاہر کرتا رہا۔ حلال کو
حلال اور حرام کو حرام سمجھتا رہا۔ اور دوسرا اثر جناب مرزا صاحب
کے متعلق آپ کی جماعت کی تحریرات اور تصانیف سے ہوا ہے
اب میں نے "براہین احمدیہ" و "ازالہ اوہام" و مجموعہ اشعار اردو
و مجموعہ اشعار فارسی مطالعہ کیلئے مہیا کئے ہیں۔ تاکہ اس اثر کے
بارہ میں تحقیقات کروں۔ اگر آپ بھی جناب مرزا صاحب کی کچھ
کتابیں ارسال کرسکیں تو بہتر ہے والسلام

دستخط از محمد عبد الکریم چشتی۔ جنرل سکرٹری جمعیتہ علمائے سندھ
پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام میونسپل کاونسلر شکار پور (سندھ)

احمدیہ کیلنڈر

قبل ازیں یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ انجمن کی پبلسٹی کمیٹی
نے آئندہ سال کے لئے ایک نہایت شاندار کیلنڈر تیار
کرایا ہے جو جلسہ سے قبل انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔ اس
کیلنڈر میں تاریخوں وغیرہ کے علاوہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے
متعلق بہت سی ضروری معلومات درج کی گئی ہیں۔ جو غیر از جماعت
اصحاب میں تبلیغ کے لئے نہایت عمدہ سامان کا کام دیں گی
تمام مضامین کے بلاک تیار کرائے گئے ہیں اور حضرت
مسیح موعودؑ، حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ اور حضرت امیر ایدہ اللہ
کے فوٹو بھی دیئے گئے ہیں۔ نہایت عمدہ آرٹ پیپر پر رنگین چھپوایا
گیا ہے۔ غرض ہر طرح دلکش اور مفید بنانے کا بندوبست کیا گیا
ہے۔ ہمارے دوستوں کا فرض ہے کہ اس کیلنڈر کی کئی کئی کاپیاں خرید کر
اپنے غیر از جماعت دوستوں میں تقسیم کریں۔ قیمت ابتدا تو دو آنہ
تجویز کی گئی تھی۔ لیکن کاغذ اور دیگر سامان طباعت کے نرخ دن بدن
گراں ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اخراجات اندازہ سے بہت بڑھ
گئے ہیں۔ اس لئے مجبوراً چار آنہ فی کاپی قیمت مقرر کرنی پڑی
ہے۔ جو کیلنڈر کی خوبیوں اور اخراجات کے مقابلہ میں کچھ بھی زیادہ
نہیں۔ بلکہ سارے کیلنڈر فروخت ہو جانے کی صورت میں اخراجات
کا صرف ایک تہائی حصہ وصول ہوگا۔ امید ہے کہ ہمارے احباب ان
حالات میں چار آنہ قیمت کی ادائیگی میں چنداں دقت محسوس
نہ کریں گے اور جلد از جلد مطلع فرمائیں گے کہ کس کس قدر کاپیاں
انہیں مطلوب ہوں گی۔

خاکسار
(ڈاکٹر) محمد عبد اللہ
افسر پبلسٹی

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور
خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— جناب سید محمد امین شاہ صاحب گیلانی نے مبلغ پانچ روپیہ
اپنی شادی کے موقعہ پر انجمن کو بطور عطیہ عطا فرمائے۔

— محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب ورگئی علاقہ
صورت سے تحریر فرماتی ہیں۔ کہ وہ عرصہ چھ ماہ سے بعارضہ بخار
بیمار ہیں۔ ان کے لئے حضور قلب سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ
انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

— مستری فضلدین صاحب سیالکوٹی دھرم پورہ لاہور
میں بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہیں۔ احباب سلسلہ ان کی صحتیابی
کے لئے دعا فرمائیں۔

سانحہ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت حزن و ملال
سے سنی جائے گی کہ جناب میاں غلام نادر صاحب
(راولپنڈی) چند روز علیل رہ کر مورخہ ۷ دسمبر
کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مرحوم و مغفور سیدنا حضرت مسیح موعود کے دیرینہ
و مخلص صحابی تھے۔ آپ نے باوجود ہزار مشکلات و
مصائب کے بڑی ہمت و استقلال کے ساتھ حضرت
امام زماں کی کامل اقتدا میں زندگی گزاری۔ . . . دعا
ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان
کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے دست مبارک
پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی ہے اللہ تعالیٰ استقامت بخشے
(۱) کے۔ اے قادر صاحب برما (۲) عبد الستار صاحب غازی ضلع ناسک بمبئی
(۳) محمد اسمٰعیل صاحب لاہور (۴) خدا بخش صاحب امین پور ضلع ڈیرہ غازیخاں
(۵) خضر بٹ ریاست جموں (۶) غلام محمد صاحب ریاست جموں
(۷) عبد الخالق صاحب " " (۸) غلام حسن صاحب " "

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

تبلیغی کتب سے فائدہ اٹھانے کا

نادر موقع

انجمن نے مندرجہ ذیل کتب کی قیمتوں میں اسقدر زیادہ رعایت کر دی ہے۔ کہ قیمتیں صرف برائے نام رہ گئی ہیں اور بالکل مفت کے برابر ہیں۔ تمام کتابیں بے حد مفید اور کارآمد ہیں۔ ذی استطاعت دوستوں کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ ان کتابوں کو رعایتی قیمت پر خرید کر حاجت مند بھائیوں میں مفت تقسیم کریں اور خود بھی استفادہ کریں۔ اس زریں موقع سے فائدہ اٹھائیے۔

نیز ہمارے یہاں ہر قسم کی کتابیں بکفایت دستیاب ہو سکتی ہیں۔ فہرست مفت طلب کیجئے۔

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۱	حمائل شریف مترجم شاہی مجلد	سے	عہ
۲	” ” ” بجلد	عا	۸ر
۳	” ” سفید کاغذ مجلد ..	للعہ	عہ۸ر
۴	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم ..	عا	۸ر
۵	” ” ” چہارم ..	عا۸ر	۱۰ر
۶	” ” ” پنجم ..	سے۸ر	۱۲ر
۷	” ” ” ششم ..	سے۴ر	۱۲ر
۸	” ” ” ہفتم ..	عا۱۲ر	۱۰ر
۹	مباحثہ راولپنڈی	۱۲ر	۴ر
۱۰	ویدوں کا بہشت	۴ر	۱ر
۱۱	احمد مجتبیٰ	۲ر	ـر
۱۲	قمر الہدیٰ	عہ	۴ر
۱۳	یجر وید	عہ۴ر	۴ر
۱۴	ست بچن	۶ر	۲ر
۱۵	ارتقاء نسل انسانی	۲ر	ـر
۱۶	مسئلہ تقدیر	۲ر	۰ر
۱۷	مقام حدیث	۱۲ر	۴ر
۱۸	اُردو کا قاعدہ	۱ر	ـر
۱۹	اُردو کی پہلی کتاب	۳ر	۰ر
۲۰	” دوسری کتاب	۳ر	۰ر
۲۱	” تیسری کتاب	۵ر	۰ر
۲۲	تاریخ گرنتھ صاحب	۳ر	ـر
۲۳	رسالہ حج	۴ر	۱ر
۲۴	رسالہ زکوٰۃ	۳ر	۱ر
۲۵	بھگوت گیتا (انگریزی)	عہ	۱۰ر
۲۶	اتمام الحجۃ	۲ر	۰ر
۲۷	شہادۃ القرآن	۴ر	۰ر
۲۸	الحق مباحثہ لدھیانہ	۷ر	۲ر
۲۹	الحق مباحثہ دہلی	۱۰ر	۱ر
۳۰	کلید کلام الامام	۱۰ر	۲ر
۳۱	نصاب منظوم	۱ر	ـر
۳۲	حجۃ اللہ	۶ر	۵ر
۳۳	استفتاء	۲ر	ـر
۳۴	تحفہ قیصریہ	۲ر	ـر
۳۵	آئینہ احمدیت قسم دوئم	۸ر	۱ر
۳۶	” ” قسم اول	۱۲ر	[illegible]
۳۷	نور الحق حصہ اوّل	۱۱ر	۱ر
۳۸	محمد مصطفیٰ	۵ر	۳ر
۳۹	حجۃ الاسلام	۲ر	۰ر
۴۰	آریہ دھرم	۴ر	۰ر
۴۱	اسلامی اصول کی فلاسفی	۱۲ر	۱ر
۴۲	تربیت اولاد	۵ر	۱ر
۴۳	احمدیہ مومنٹ بائی مسٹر ورانی (انگریزی)	۱۲ر	۱ر

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۴۴	سوانح حضرت مسیح موعودؑ	۲ر	ـر
۴۵	مسیح موعود بجلد	عہ۴ر	۴ر
۴۶	انجام آتھم	عہ۴ر	۴ر
۴۷	جمع قرآن	۱۲ر	۴ر
۴۸	سراج منیر	۶ر	۱ر
۴۹	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم ..	عا۱۲ر	۸ر
۵۰	ابطال الوہیت مسیح	۱۰ر	۱ر
۵۱	فصل الخطاب غیر مجلد	عہ۸ر	عہ
۵۲	تصدیق براہین احمدیہ	عہ۹ر	۸ر
۵۳	نور الدین بجواب ترک اسلام	عہ۸ر	عہ
۵۴	شحنہ حق	۸ر	۲ر
۵۵	سر الخلافہ	۸ر	۱ر
۵۶	نور القرآن حصہ اول	۸ر	۱ر
۵۷	” ” ” دوئم	۸ر	۱ر
۵۸	ضیاء الحق	۲ر	ـر
۵۹	کرامات الصادقین	۶ر	۱ر
۶۰	تقریر و خط حضرت مسیح موعود ..	۳ر	۱ر
۶۱	کامیابی	۶ر	۲ر
۶۲	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۳ر	ـر
۶۳	حقیقت اختلاف	۲ر	ـر
۶۴	مسئلہ بہشت	۲ر	ـر
۶۵	رسالہ نجات	۰ر	ـر
۶۶	آیت اللہ	۱ر	ـر
۶۷	حمامۃ البشریٰ	عہ	۴ر
۶۸	انوار الاسلام	۴ر	۰ر
۶۹	آسمانی فیصلہ	۲ر	ـر
۷۰	نشان آسمانی	۵ر	ـر
۷۱	تحفہ بغداد	۴ر	ـر
۷۲	اسلامی تاریخی افسانے	۴ر	۲ر
۷۳	لائف آف سوامی دیانند (انگریزی)	عہ۸ر	۲ر
۷۴	فتح اسلام انگریزی	۶ر	۱ر
۷۵	اسلام کا مستقبل انگریزی	۸ر	۱ر
۷۶	النبوت فی الاسلام انگریزی	۶ر	۱ر
۷۷	مسٹری اف بابی مومنٹ	عہ	۴ر
۷۸	رسالہ تقدیر انگریزی	۲ر	۰ر
۷۹	تحقیق حق	۲ر	ـر
۸۰	غسل مصفیٰ حصہ اوّل مجلد ..	عا۸ر	عہ۸ر
۸۱	” ” ” دوئم بے جلد	عا۸ر	۸ر
۸۲	تحریک احمدیت بے جلد	عہ	۴ر
۸۳	” ” مجلد	عہ۴ر	۸ر
۸۴	ٹیچنگز آف اسلام .. (انگریزی)	۱۲ر	۴ر

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۸۵	النبوۃ فی الاسلام بجلد	عہ	۴ر
۸۶	تاریخ خلافت راشدہ مجلد	عہ۸ر	۱۲ر
۸۷	” عثمان رضؓ	۴ر	۱ر
۸۸	” علی رضؓ	۴ر	۱ر
۸۹	درثمین اُردو مجلد	۵ر	۳ر
۹۰	” ” کامل بے جلد	۷ر	۴ر
۹۱	دمن از قدرتی	۱ر	۰ر
۹۲	تفسیر حسن بیان (مولانا غلام حسن)	صہ	للعہ
۹۳	عقائد احمدیہ بجلد	عہ۸ر	۸ر
۹۴	بیان القرآن پارہ اوّل	۸ر	۲ر
۹۵	حبیبہ	۳ر	ـر
۹۶	ملفوظات احمدیہ جلد اوّل	عہ۴ر	۵ر
۹۷	مراۃ الحقیقت	۵ر	ـر
۹۸	Apostacy of Muslim Marriage	عہ	۴ر
۹۹	اسلامی عقائد	۱۰ر	۱ر
۱۰۰	ادعیہ	۲ر	۱ر
۱۰۱	حمائل شریف مطبوعہ جرمنی ..	عا۸ر	عہ
	حدوث مادہ	۵ر	ـر
	ادعیۃ القرآن (انگریزی)	۸ر	۴ر
	تفسیر بیان القرآن ہر سہ جلد مجلد	[illegible]	[illegible]
	انوار القرآن جلد اول (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)	عا	عہ
	” ” ” دوئم	عا۸ر	عا
	مقدمۃ القرآن	۶ر	۳ر
	قرآن کریم کا عالمگیر پیغام حریت	۳ر	۲ر
	مفتاح القرآن مجلد	صہ	سے
	حمائل شریف بطرز لیسرنا القرآن	عا	عہ۴ر
	نماز انگریزی	۸ر	۶ر
	ادعیۃ الاحادیث انگریزی	۴ر	۳ر
	تاریخ خلافت راشدہ بے جلد	عہ	۸ر
	اسلام کیا ہے	۴ر	۳ر
	ملفوظات احمدیہ جلد دوئم	عا	عہ
	” ” سوئم	عہ۸ر	عہ
	” ” چہارم	عہ	۱۲ر
	” ” پنجم	عہ	۱۲ر
	” ” ششم	عہ	۱۲ر
	” ” ہفتم	عہ	۱۲ر
	احمدیت کیا ہے	۲ر	۱ر
	ولادت مسیح انگریزی	۸ر	۶ر
	Islams contribution to the peace of the world		
	حقیقت اسلام	عہ۴ر	۱۲ر
	مخزن اخلاق	عا۸ر	عا

ملنے کا پتہ: منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

محصول قیمت کے علاوہ بذمہ خریدار ہوگا